فتاوی دینیہ

جلد اول

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر

ناشر
مہتمم حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری
جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا
Phone: 0261 2763303
Fax: 0261 2766327

کتاب کا نام: فتاوی دینیہ جلد اول

مصنف: حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی وخلیفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد
زکریا صاحبؒ

مترجم: مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہم

ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

سن اشاعت: بار اول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

کمپوزر: مولانا مفتی محمد امین ومولانا یوسف ماما صاحب

ملنے کا پتہ: جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

جامعۃ القرأۃ، کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات انڈیا

مفتی یوسف ساچا، باٹلی

68 Broomsdale Road, Batley, WF17 6PJ.

Phone: 01924 441230

فہرست

پیش لفظ

بسم الله ا لرحمن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا الی طریق الهدی، وجنبنا من الشرک والکفر والهوی، ووقانا عن الزلل فی عموم البلوی، وارشدنا الی الصواب لدی الفتوی، والذی جعل الفقه اسا سا و مبنی، وبین فضائله حبیب المصطفی، والصلوة والسلام علی رسوله الذی دنی فتدلی، وعلی اٰله و صحبه الذین هم نجوم الهدی۔

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم کے فتاوی ''**فتاوی دینیہ**'' کے نام سے گجراتی میں شائع ہوئے اور قارئین نے بہت پسند فرمائے اور کئی حضرات نے اچھے تأ ثرات کا بھی اظہار فرمایا، چونکہ یہ فتاوی گجراتی زبان میں تھے اس لئے ان سے استفادہ صرف اہل گجرات ہی تک محدود تھا، کئی حضرات نے اردو ترجمہ کی طرف توجہ دلائی اور بعض مخلصین نے از حد اصرار فرمایا، جس طرح حضرت مفتی صاحب مدظلہم گجراتی فتاوی کی اشاعت پر بھی شروع میں قطعاً مستعد نہیں تھے، اسی طرح اردو ترجمہ کروانے پر بھی سختی سے انکار فرماتے رہے، مگر اہل محبت کی تمنا و اصرار پر خاموشی اختیار فرمالی۔ حضرت مدظلہم کی خاموشی و اجازت کے بعد اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اس کے اسباب بھی مہیا ہوتے گئے اور اردو ترجمہ ہوا۔ اردو فتاوی کو بعض احباب نے بغور دیکھا۔ ماشاء اللہ فتاوی کا یہ مجموعۂ فتاوی کی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ حضرت کے جوابات نہ اکتا دینے والے طوالت کے حامل، نہ تشنگی لئے اختصار پر مشتمل، بلکہ ''**خیر الامور اوسطها**'' کا صحیح مصداق، بعض جوابات تو خوب سے خوب تر آ گئے۔ اللہ تعالی اس مجموعہ کو پوری امت کے لئے باعث خیر بنائے اور حضرت مفتی صاحب کی عمر میں برکت عطا فرما کر آپ کے فیوض

سے امت کو مستفید فرمائے، آمین۔

حضرت مدظلہم کی شخصیت کی وجہ سے فتاوی پر ہم تلامذہ کے تعارف کی قطعا حاجت نہیں کہ ڈابھیل جامعہ جیسے گجرات کے مرکزی ادارہ میں تقریبا بیس سال تدریس کے ساتھ افتاء کی اہم ذمہ داری آپ کے سپرد رہی، اور اس عظیم منصب کے روح رواں رہے، پھر برطانیہ میں برسوں اس قابل قدر خدمت سے اہل برطانیہ کو مستفید فرمایا، اب گجرات کے ایک قدیم اور مشہور ادارہ ''جامعہ حسینیہ راندیر'' میں شیخ الحدیث اور صدر مفتی کے اہم منصب پر فائز رہ کر اہل گجرات کو حدیث وفقہ کی عظیم خدمت سے فیض یاب فرما رہے ہیں۔

ہم تلامذہ کی خواہش تو ہرگز نہ تھی کہ آپ برطانیہ کو خیر باد کہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت پر رضامندی کے سوا کوئی چارہ نہیں، تاہم اس بات سے یقیناً ہمیں خوشی ہوئی کہ اہل راندیر نے آپ کی صحیح قدردانی کی اور دو عظیم مناصب کے ساتھ ساتھ اصلاحی مجالس کے ذریعہ سے بھی آپ سے برابر مستفید ہو رہے ہیں۔ روزانہ عصر کے بعد حضرت کی مجلس ہوتی ہے، اس میں بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں، اللہ تعالی اس مجلس کے شرکاء کے لئے تزکیہ نفس کا ذریعہ بنائے۔

اسی طرح روزانہ نماز فجر کے بعد ذکر کی مجلس سے راندیر کی فضائے منور ہو رہی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ مجلس کئی فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے (آپ کے مربی ومصلح اور مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی تو آخری عمر میں یہی تڑپ وخواہش تھی کہ ہر جگہ ذکر کی مجالس جاری ہوں کہ ایسی مجالس ہی فتنوں سے حفاظت کا عظیم ذریعہ ہیں) اللہ تعالی اسے بھی تادیر قائم ودائم رکھے، اور حضرت مدظلہم کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر طویل نصیب فرمائے، آمین۔

اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہے کہ بعض فتاوی گجرات کے ماحول میں اور گجرات ہی کے سائل کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ پھر اصل فتاوی کی زبان گجراتی ہے اور ترجمہ کی خدمت دوسرے اہل قلم کی محنت ہے، اس لئے اردو زبان میں کوئی سقم و کمزوری محسوس فرمائے تو ناظرین سے درگذر کے ساتھ اصلاح کی درخواست ہے کہ آئندہ طباعت میں اس کی تلافی کی جاسکے۔

فتاوی کی ترتیب میں حضرت مولانا یوسف ماما پٹیل صاحب اور حضرت مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلھما کی محنت ناقابل فراموش ہے، اللہ تعالی دونوں حضرات کو اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

کمپوزنگ کے پروف میں مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب (مقیم راچڈیل) کی خدمت کا تذکرہ نہ کرنا بھی احسان فراموشی ہے، موصوف نے آہستہ آہستہ مگر خوب نظر کی اور کئی اغلاط کی طرف نشاندہی کی، اللہ تعالی ان کے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے، آمین۔

راقم الحروف نے بھی ''انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانے'' کے محاورہ کے مصداق سارے فتاویٰ نظر کر کے اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، اللہ جل مجدہٗ قبول فرمائے۔

کتبہ: (مولانا) مرغوب احمد لاجپوری (غفرلہ)

تلامذۂ حضرت مدظلہم:

(۱) مولینا (مرغوب العلماء) مرغوب احمد لاجپوری (مدظلہ)

(۲) مولینا (رؤوف الصفت) عبدالرؤوف صاحب (مدظلہ)

(۳) مولینا مفتی (اعظم برطانیہ) یوسف ساچا صاحب (مدظلہ)

بروز ہفتہ مؤرخہ ۱۰/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۰/جون ۲۰۱۲ء

عرض حال

تمام حمد وصفات اس ذات کے لئے خاص ہے جس نے انسانوں کو پیدا کیا، اورانسانوں کی فلاح و بہبودی اور آخرت میں نجات و کامرانی کے لئے انبیاء اور رسولوں کومبعوث فرما کر حلال وحرام کے واضح احکامات بیان فرمائے اور ہدایت وتوفیق کی بیش بہا نعمت سے سرفراز فرمایا۔ پل پل ہرپل درود نازل ہواس معصوم ومقدس ذات اقدس اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کہ جنہوں نے ہر حکم اور فرمان خداوندی کو امت تک کما حقہ پہنچا دیا، انسانوں کو گمراہی اور حیوانیت کی زندگی سے بچایا، اورآپ کے تمام متبعین پر اللہ کی خاص رحمتیں نازل ہوں، جنہوں نے اپنے جان و مال کی قربانی دے کر آپ ﷺ کی تعلیمات کو عالم کے چپے چپے میں پھیلا کر جہالت کی تاریکی کو دور کیا۔ نیز ان مجتہد ائمہ دین پر بھی اللہ کی خاص رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے محنت شاقہ اور انتھک کوششوں سے ہر حکم کی تحقیق فرما کراس پرعمل کرنا آسان کردیا۔ خاص کرامام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ اورآپ کے ہر شاگرد کواللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں خوب خوب بہترین بدلہ سے نوازے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اوراپنے قرب خاص سے نوازے، اورآپ کی تعلیمات سے قیامت تک آنے والے ہر فرد بشرکوفائدہ پہنچتا رہے۔ آمین

بڑی ناسپاسی اوراحسان فراموشی ہوگی اگرمیں اس موقع پراپنے دونوں بزرگوں اور رہبروں کواول یاد نہ کروں، اورانہیں فراموش کردوں، کہ جن کی خاص تربیت اور توجہ اور دعا کی برکت سے ڈابھیل، سملک کی مشہوردینی درسگاہ مدرسہ ’’جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین‘‘ میں برسوں فتاویٰ نویسی اور تدریسی خدمات کا موقعہ نصیب ہوا، ان دونوں بزرگوں سے میری

مراد سیدی ومولائی ومرشدی حضرت اقدس شیخ المشائخ بقیۃ السلف الحاج مولانا محمد زکریا صاحبؒ، شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپورؒ اور استاذ محترم الحاج حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ صدر مفتی دار العلوم دیوبند کی ذات گرامی ہیں، اللہ جل شانہ ان کی بابرکت ذات وفیض سے پورے عالم کو مستفید فرمائے، اور دارین میں انہیں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین

میں اپنے ان محسنوں اور کرم فرماؤں کو بھی بھول نہیں سکتا جن کی مادی وروحانی توجہات اور معاونت سے یہ کام کرنے کی صلاحیت اور سعادت نصیب ہوئی، اللہ جل شانہ اپنے خزانہ خاص سے ان تمام کو بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین

اللہ جل شانہ اسے قبول فرمائے، اسمیں ہونے والی کوتاہیوں سے درگزر فرماوے، اور پوری امت کے لئے مفید بنائے، اور مستقبل میں حنفی مذہب کے مطابق اور زیادہ صحیح اور محقق جواب لکھنے کی توفیق نصیب فرماوے، اور اسکے دین کے خداموں میں شامل فرما کر اس خدمت کو میرے لئے صدقہ جاریہ بنائے، اور اس کی برکت سے ایمان کو کامل فرما کر اسکی خاص رضامندی نصیب فرما کر اسی حالت میں خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

میری علمی، اخلاقی نااہلیت کے باوجود ڈابھیل کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ تعلیم الدین میں تدریسی خدمات اور دار الافتاء میں پورے بیس سال تک فتاویٰ نویسی کی خدمت کی توفیق اللہ نے بخشی، اس پر اللہ جل شانہ کا اور دوسرے رفقائے کار کا بے حد ممنون ہوں، اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا مزید فضل یوں ہوا کہ ماہ نامہ تبلیغ کے مدیر حضرت مولانا غلام محمد نورگت صاحب نے اپنے ماہ نامہ میں میرے فتاویٰ شائع کرنے کی درخواست کی، اور تقریبا ۲۵ سال تک ماہنامہ تبلیغ میں فتاویٰ شائع ہوتے رہے، اور لوگوں نے اسے خوب سراہا، آپ

کے ہاتھوں میں ''فتاویٰ دینیہ'' کے نام سے جو فتاویٰ کا مجموعہ ہے وہ تمام ماہنامہ تبلیغ میں طبع ہونے والے فتاویٰ ہیں، اس مجموعہ کو عالم ہست میں لانے کے لئے زیادہ تر جن صاحب کی کوششوں اور محنتوں کا دخل ہے وہ نامور اور گجرات کے مشہور صاحب قلم اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب جیپوریؒ کے خلیفہ جناب حاجی عبدالقادر فاتی والا صاحب کی ذات گرامی ہے، اللہ جل شانہ آپ کو دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین۔ دوسرے خاص اور ضروری فتاویٰ جن کی نقل میرے پاس تھی، نیز انگلینڈ کی سکونت کے زمانہ کے اہم فتاویٰ بھی اس میں شامل کر لئے ہیں، جن کی ترتیب مفتی موسیٰ بدات صاحب اور مفتی یوسف ساچا صاحب اور دوسرے اصحاب نے کی ہے۔ ان بزرگوں کے علاوہ حضرت مفتی عباس صاحب بسم اللہ اور حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب صوفی لاجپوری کے جن کے صدہا اصرار اور تقاضے پر یا ان کی روحانی توجہ کا اثر ہے کہ یہ کتاب آج آپ کے ہاتھوں میں ہے، خلوص دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی توجہ کو قبول فرمائے، دارین میں ہم تمام کے لئے صدقہ جاریہ بنائے، اور قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

گجرات کے مشہور محققین اور معزز مفتیان دین کے فتاویٰ مثلاً: فتاویٰ حسینیہ، مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ، فتاویٰ رحیمیہ، فتاویٰ اشرفیہ اور موجودہ وقت میں شائع ہونے والے دیگر گجراتی فتاویٰ کو دیکھتے ہوئے اب ضرورت نہیں تھی کہ فتاویٰ دینیہ کے نام سے اور ایک کتاب کا اضافہ کیا جائے، لیکن مذکورہ بزرگوں کے اصرار اور کوششوں کی بنا پر اور ان کی محنت کو ضائع کرنا بھی نامناسب ہونے کی وجہ سے اور قبولیت اور پھر صدقہ جاریہ کی امید اور امنگ نے طبع پر دل کو رضامند کر لیا۔ اللہ جل شانہ قبول فرمائے۔ آمین۔

مذکورہ بزرگوں کی خصوصی توجہ اور ترتیب کی محنت کے بعد اس مجموعہ کے نام کے سلسلہ میں

بہت سے نام سامنے آئے، اس کتاب کے زیادہ تر سوالات ماہ نامہ تبلیغ میں نشر ہوتے تھے، اور فقہی مسائل کے عنوان کے تحت ہونے کی وجہ سے ایک نام مسائل فقہیہ یا فتاویٰ فقہیہ بتایا گیا، یہ صحیح ہے کہ ماہ نامہ تبلیغ میں نشر فتاویٰ ہی اسکا اصل مواد ہے، لیکن یہ خدمت جامعہ ڈابھیل کے زمانہ میں اور اس کے دارالافتاء میں رہ کر کی گئی ہے، نیز یہی ادارہ میرا مادر علمی بھی ہے، آج بھی دل کی گہرائیوں سے اس سے تعلق اور محبت ہے، اور اس ادارہ کا نام تعلیم الدین ہے، اس لئے مجھے پسند آیا کہ اس کتاب کا نام فتاویٰ دینیہ رکھا جائے، تا کہ مادر علمی سے نسبت بھی باقی رہے اور اسکا کچھ حق بھی ادا ہو۔

فتاویٰ نویسی کی نا اہلیت تو پہلے بتا چکا ہوں، اس لئے اگر جواب سے تشفی نہ ہو یا جواب میں سقم معلوم ہو تو درگزر فرمائیں اور ناچیز کو اس سے آگاہ فرمائیں تو ضرور بصد امتنان قبول کروں گا، نیز مرتب اور مترجم اور نظر ثانی کرنے والے جملہ احباب و معاونین کے لئے یہ کام نیا نیا ہے اور پہلی مرتبہ کا ہے، اس لئے میدان نشریات کے شہہ سواروں کی طرح اس میں کمال و خوبی معلوم نہ ہو اور عبارات کی پیچیدگی آپ کے مزاج پر گراں گزرے تو شروع ہی میں درگزر کی درخواست کر دیتا ہوں۔

فتاویٰ دینیہ کے نام سے چار جلدوں میں گجراتی میں یہ فتاویٰ جب چھپ گئے اور تقسیم ہونے لگے، رسائل میں اس پر اچھے الفاظ کے ساتھ تبصرے آئے اور لوگوں نے اردو جامہ پہنانے کی بہت ہی زیادہ خواہش ظاہر کی اور حضرت مولانا محمود شبیر صاحب مدظلہ العالی مہتمم جامعہ راندیر اور حافظ داؤد صاحب وغیرہ نے خوب اصرار کیا، اللہ تعالیٰ نے غیبی نصرت فرمائی مفتی امین صاحب اللہ جل شانہ انکو دارین میں بہت ہی بہترین جزائے خیر اور درجات عالیہ نصیب فرمائے انہوں نے گجراتی سے اردو اور پھر کمپیوٹر پر تیار کرنے کی ساری ذمہ داری

سنبھال لی تو اب انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی، یو کے والے مشائخ اور بزرگ تو پہلے ہی سے اس کے اردو کرانے پر اور طبع کرانے پر مکمل اصرار اور انتظام کر رہے تھے، اس لئے ان تین سالوں کے جامعہ حسینیہ کے جو فتاویٰ صادر ہوئے ہیں ان کو بھی شامل کر لیا گیا ہے، اردو ترجمہ میں کہیں کہیں کسر رہ گئی ہوگی ، امید ہے کہ ناظرین اس پر گرفت نہیں فرمائیں گے، اور احقر اور دیگر سارے رفقاء و محسنین اور ان فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت اور تعاون کرنے والے سب ہی حضرات کو اپنی مخصوص دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں گے۔

اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس وقت خصوصیت سے ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کی طباعت کے سلسلہ میں مجھے بے فکر کر دیا، ساری ذمہ داری حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب نے اٹھائی اور انہوں نے جناب **حافظ عبدالمتین پٹیل** صاحب، جناب **بھائی ہارون سلیمان کولا** صاحب اور جناب **محمد امین بھائی نانا** صاحب سے اپنے مرحومین اور متعلقین کے ایصال ثواب کے لئے رقم مہیا فرمائی۔ اللہ جل شانہ ان کے اخلاص کی وجہ اس کتاب کو بھی قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے اور ان مرحومین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔

اور وہ بہت سارے حضرات جنہوں نے اس اردو ترجمہ وطباعت کے سلسلہ میں جو مدد کی اور اپنا نام ظاہر نہ کرنا چاہا ان سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ دارین میں بہترین جزائے خیر اور ترقیات عالیہ سے نوازے اور دارین میں عافیت نصیب کرے۔

وما ذلك على الله بعزيز، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، و صلى الله على النبي الكريم۔ فقط۔

کتبہ: احقر اسماعیل حسین کچھولوی غفرلہ

صاحب فتاویٰ ایک نظر میں

ازقلم: الأریب اللبیب حضرت مولانا ایوب صاحب قاسمی آسامی مدظلہ

مدرسِ ادب جامعہ حسینیہ، راندیر

ابتداء آفرینش سے آج تک ہر عصر و ہر دہر میں، ایک طرف اہل اللہ، مردان باصفا، خوف وخشیت کے پیکر، معرفت خداوندی سے سرشار، سنن نبویہ کے متوالے، صبر وتحمل کے کوہ ہمالیہ، علم وعمل کے جیالے، تصلب فی الدین میں اپنی مثال آپ؛ ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف لا یخافون لومة لائم کے کامل پرتو، طاغوتی قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے مستعد، بادِ مخالف کی تند و تیز آندھیوں سے ٹکرانے کے لیے سینہ سپر، زمانے کی ہر مخالفت کے آگے کفن بدوش، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کی خاطر مسلح، بے باک مجاہدوں کو بھی اوراقِ تاریخ نے اپنے دامن میں جگہ دی ہے، اسلامی کیاریوں کی آبیاری کے لیے ہادی ورہبر کامل، معبودان باطلہ کے حضور سرخم کرنے والوں کو رب حقیقی سے ملانے والے، اولیاء اللہ، محدثین، مفسرین، علماء اور صلحاء بھی جلوہ گر ہوتے رہے ہیں۔ جن کے دم سے گلستان محمدی ﷺ میں چہارسو موسم بہار، تنے سرسبز وشاداب، کلیاں ہری بھری، بوٹے تر وتازہ؛ الغرض چمنستان کائنات میں ہر طرف رونق وتابانی کے ابر امید افزا سر پر منڈلانے لگتے ہیں، انہیں میں سے ایک خدا مست، مرد کامل، مرشد ماہر، جامع شریعت وطریقت، محدث لاثانی، نکتہ داں فقیہ، بے مثال مصنف، بے بدل مقرر، نباض وقت، شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ العالی ہیں، کہ قسامِ ازل نے آپ کو گوناگوں استعدادوں سے بہرہ ور اور نوع بہ نوع خوبیوں وکمالات سے مالا

مال کیا ہے۔ **ما شاء الله و بارك الله۔**

ولادت باسعادت کب اور کہاں؟

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حسین، دادا کا نام محمد ہاشم، سرنام (اٹک، Surname) بھیکھا ہے، آپ نے ضلع نوساری کے گاؤں ''کچھولی'' میں ۲۷/اپریل ۱۹۴۳ء کو آنکھیں کھولیں، ہر چند کہ کچھولی گاؤں اس وقت دینی اعتبار سے پچھڑا ہوا (بگڑا ہو، کمزور اور سرکش) تھا، بدعات وخرافات، رسومات وخواہشات کی آماج گاہ تھا، لوگ دینی تعلیم اور احکام شرعیہ سے یکسر نابلد وناواقف تھے، لیکن حکمت خداوندی تک کس کی رسائی ہوئی ہے، رحمت خداوندی جوش میں آئی اور ایک صاحب دل بیدار مغز، مصلح اعظم کو معرض وجود میں لائی۔

آپ کے والد ماجد جناب حسین صاحب متدین، خدارسیدہ بزرگ، شریعت کے پابند فنافی اللہ کی لذت سے آشنا کسان تھے، سادگی آپ کی طبیعت ثانیہ رہی ہے، تواضع وفروتنی آپ کا خصوصی امتیاز بتایا جاتا ہے، آپ منبع الفیوض شیخ المشائخ حضرت مولانا زکریاؒ کے دامن فیض سے منسلک تھے، منسلک ہونے کے بعد کبھی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی، حضرت شیخ سے آپ کا والہانہ ربط وتعلق تھا؛ جس کا اندازہ اس مکتوب گرامی سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، جو آپ نے مفتی صاحب کے نام ارسال فرمایا تھا، آپ رقم طراز ہیں: تمہارے والد کے احسان عظیم سے بہت مسرت ہوئی کہ اس ناکارہ کی طرف سے قربانی کا ارادہ فرمایا، اللہ ان کو اور تم کو دونوں جہاں میں بہترین جزائے خیر مرحمت فرمائے، اپنے والد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد بہت بہت شکریہ ادا کریں۔ (مکتوبات مرشدی: ۸۵)۔

بچپن اور مکتبی تعلیم:

مفتی صاحب کے والد بزرگ وار اگر چہ باضابطہ عالم نہ تھے، لیکن علماء ربانیین اور صلحاء عارفین کی محبت آپ کے نہاں خانۂ قلب میں رچی بسی تھی، انہوں نے اپنے اس ہونہار، بلند ہمت، وسیع حوصلہ، جفاکش نونہال کو ہوش سنبھالتے ہی زینت علم وعمل سے آراستہ کرنے کے لئے مکتب میں داخل فرمایا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم، ناظرہ قرآن شریف اور اردو کی ابتدائی تعلیم **کچھولی** اور **دھمڑاچا** کے مکتب میں حاصل کی، ساتھ ہی ساتھ پرائمری اسکول میں گجراتی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا، مفتی صاحب کے آغاز تعلیم کی تفصیل جاننے کے لیے انہیں کے الفاظ مستعار لیتا ہوں، آپ اپنی مکتبی تعلیم کے حوالے سے رقم فرما ہیں:

احقر نے سب سے پہلے **کچھولی** میں ناظرہ اور ابتدائی گجراتی پڑھی، گاؤں کے احوال کی وجہ سے بار بار مدرس بدلتے رہے، اتنا یاد ہے کہ: پارۂ عم ایک لمبے زمانے تک پڑھتا رہا، وجہ یہ ہوئی کہ: مدرس نے آکر ابتداء کرائی، اختتام سے پہلے اس نے چھوڑ دیا، ایک طویل زمانہ ایسے ہی گزرا؛ دوسرے نے آکر پھر ابتداء سے شروع کیا اور اختتام سے پہلے وہ بھی چلے گئے، اخیر میں **چاسا** کے حافظ ابراہیم **ملاچاسوی** صاحب آئے اور انہوں نے خوب محنت سے پڑھایا اور ناظرہ ختم کرادیا، اور وہ بھی تشریف لے گئے؛ اس لیے پھر اسکول کی پانچویں کلاس سے **دھمڑاچا** کے مدرسہ میں داخلہ کرایا گیا، وہاں ناظرہ اور اردو کتابیں پڑھیں، وہاں مولوی حسین محمد **عالی پوری** مدرس تھے انہوں نے خوب محنت سے پڑھایا، اور غالباً انہیں کے مشورے سے **ڈابھیل** بھی بھیجا گیا: اسکول میں نمایاں کامیابی ملتی رہی؛ اس لیے دونوں جگہ کے اسکول والے خصوصی توجہ رکھتے تھے، اور اسکول کی تعلیم چھوڑنے پر

گھر آکر والد صاحب کو فیصلہ بدلنے پر زور بھی دیا چھٹی کلاس میں اول نمبر سے کامیاب ہوا اور نتیجہ کے دوسرے ہی دن حاجی احمد صاحب کے ساتھ ڈابھیل جامعہ میں داخلہ کے لیے گیا، حافظ چاسوی صاحب اور والد صاحب بھی ساتھ تھے، حضرت مفتی بسم اللہ صاحبؒ کے گھر کھانا کھایا، عبدالحق بسم اللہ (حافظ جی) صاحب نے داخلہ امتحان میں کامیابی کے بعد حفظ کے لیے ایک رکوع دیا، مگر خاطر خواہ یاد نہ ہونے پر اردو میں داخلہ لیا، اس وقت کوئی مہتمم نہیں تھا، بعد میں مولوی محمد ابراھیم ایکھلوایا افریقہ سے مہتمم بن کر آئے، اردو کے امتحان سنوی میں اول نمبر سے کامیاب ہوا، اور مدرسہ کی طرف سے دو روپئے سالانہ جلسہ میں انعام ملے۔

اساتذۂ مکتب:

اساتذۂ مکتب میں جناب حافظ ابراھیم ملا چاسوی (والد بزرگ وار مولانا اسماعیل صاحب چاسوی استاذ حدیث جامعہ ڈابھیل) صاحب کا اسم گرامی ملتا ہے، آپ ایک کہنہ مشق مدرس، مزاج شناس معلم، شیریں بیاں مقرر، دندان شکن مناظر رہے ہیں، تقوی وطہارت، خشیت الٰہی، انابت الی اللہ آپ کی زندگی کی متاع گراں بہا تھی، جس کا نور آپ کی روشن پیشانیوں سے ہویدا تھا۔ دوسرے نمبر پر مولانا حسین محمد صاحب عالی پوری کا نام نامی آتا ہے، جن سے شرف تلمذ حاصل کرکے آپ علوم وفنون کی شاہ راہ پر گام زن ہوگئے۔

ثانوی تعلیم:

اساتذۂ مکتب سے مستفید ہونے کے بعد آپ نے صوبہ گجرات کی مرکزی قدیم تعلیم گاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کا حاجی احمد ابراھیم جو علاقے میں حاجی

صاحب کے نام سے جانے جاتے تھے کی معیت میں رخ کیا۔ حاجی صاحب آپ کو اپنے ہمراہ ڈابھیل کے مشہور خدا رسیدہ بزرگ، جامعہ ڈابھیل کے سابق مہتمم حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ کے دولت کدہ پر لے گئے، آپ کے جامعہ ڈابھیل میں داخلے کی سنہ و تاریخ کا کوئی حتمی علم تو نہ ہوسکا؛ مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ آغوش جامعہ میں جب پہونچے تو اس وقت کوئی مہتمم نہیں تھا اور اس سال اس جگہ کو پُر کرنے کے لئے افریقہ سے حضرت مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا ڈابھیلی کو مہتمم بنا کر افریقہ سے بھیجا گیا، ان کا دور اہتمام محرم الحرام ۱۳۷۳ھ تا شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ تا ۱۹۵۴ عیسوی) ہے، جامعہ میں آپ کا داخلہ اردو دینیات میں ہوا، آپ نے اپنے آپ کو ہمہ تن علم کے لیے وقف کر دیا، ساری قوت و توانائی تحصیل علم کی غرض سے چھوڑ دی، تمام تر خواہشات، امنگوں، آرزوؤں کو پس پشت ڈال کر علمی تشنگی سے سیرابی حاصل کرنے میں دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر مصروف ہو گئے، آپ نے یہاں کل آٹھ سال رہ کر ہدایہ اولین تک کی تعلیم حاصل کی۔

اساتذۂ جامعہ ڈابھیل:

ابتداءِ تاسیس سے ہی علوم نبویہ کی مرکزی درس گاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اہل باطن اہل اللہ کی خانقاہ، شیدائیان تجوید القرآن کی قرار گاہ، پتھروں کو ہیروں میں تبدیل کرنے والا رہا ہے، مرور زمانہ کے ساتھ ہی وہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا تھا، امام العصر محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ مع اپنے رفقاء کار کے چند سال قبل ہی یہاں فروکش ہو چکے تھے، ان انفاس قدسیہ کی عطر بیزی سے ڈابھیل کا گوشہ عطر آگین ہو چکا تھا، وہاں کے بام و در پر علم و عرفان کے پرچم لہلہا رہے تھے، حضرت مفتی صاحب نے جن آسمان علوم کے آفتاب و ماہتاب سے کسب علم اور شرف تلمذ حاصل کیا ان میں نابغۂ روزگار مولانا محمد ساچا صاحب اور

مولانا احمد شاہ پانڈور سملکی فاضل دارالعلوم دیوبند المتوفی ۱۹۸۰ء ہیں؛ جن سے اردو دینیات پڑھی مولانا محمد حنیف صاحب ملک پوری ان کے بعد مولانا عبد الرحیم بھیات کھروڈوی جیسی یکتائے زمانہ شخصیات کی شفقت و بے پناہ عنایات کے زیر سایہ فارسی اول کی تکمیل ہوئی، حضرت مولانا اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھیلی جو بھائیلہ کے تخلص سے مشہور تھے، کے پاس فارسی دوم پڑھنے کی سعادت میسر ہوئی، مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا ڈابھیلی جو ''صوفی صاحب'' سے مشہور تھے، حضرت مفتی صاحب کا صوفی صاحب سے والہانہ درجہ کا تعلق تھا، آپ ایک خادم ہی نہیں بلکہ گھر کے ایک فرد کی طرح رہتے تھے، حضرت مولانا خیر الرحمٰن صاحب پٹھان مظاہری، مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب خلف رشید مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب آپ نے ری یونین کے سینٹ لوئیس شہر میں ۱۰؍رجب المرجب ۱۳۹٦ھ موافق ۷؍جولائی ۱۹۷٦ء کو جان جان آفریں کے حوالے کی، ان سے عربی اول پڑھا۔ مولانا احمد بیمات صاحب سابق شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر و مؤسس جامعہ مدنی دارالتربیت کرمالی المتوفی ۱۴۲۵ھ (۲۰۰۴ عیسوی) سے شرح وقایہ پڑھی، ان میں کا ہر ایک اپنی ذات میں ایک انجمن تھا، جن کی علوم وفنون پر حاکمانہ قدرت اور مملکت زہد و ورع کی تاجداری تسلیم کی جاتی تھی۔

اعلیٰ تعلیم:

جامعہ ڈابھیل کے جبال علم، اساطین فکر ونظر، ارباب معقولات ومنقولات سے دامن مقصود کو پر کرتے کرتے علوم اسلامیہ کے تابندہ شاہکار، اسلامی شعور و ادراک اور عقیدہ وعمل کے پاسبان، اعتدال و جامعیت کے حسین سنگم دارالعلوم دیوبند اور جامعہ مظاہر علوم کا رخت سفر باندھا، ۱۹؍ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ موافق ۴؍اپریل ۱۹٦۳ء کو مظاہر علوم پہنچے، ہدایہ اولین، سلم العلوم،

مختصر المعانی، مقامات حریری کا امتحان داخلہ مولانا مفتی یحییٰ صاحب کو دیا، کامیابی آپ کے قدم بوس ہوئی، مشکوۃ شریف، جلالین شریف اور شرح عقائد کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

اساتذۂ مظاہر علوم:

آپ نے وہاں رہ کر جن ارکان علم و ہنر، جامع علوم وفنون سے اکتساب فیض کیا، جن کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھے، ان میں ایک طرف پیر طریقت، منبع الفیوض، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مہاجر مدنی کی ذات گرامی تھی، جن کا آستانۂ مشیخت مایۂ ناز علماء کی جبین عقیدت کے لیے بارگاہ عالی تھا، تو دوسری طرف اخلاص وللّٰہیت کے پیکر مولانا اسعد اللہ صاحب جیسا محدث جلیل، مناظر نبیل تھا، اسی پر بس نہیں؛ بلکہ تواضع وانکساری کا مجسم، علم وعمل کا سنگم حضرت اقدس مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوری صاحب بھی ہیں، صوفی بے نوا مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی کی ذات گرامی بھی ہے، فقہ وحدیث کے غواص امیر المؤمنین فی الحدیث کے تاج زریں کے مستحق مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کا اسم گرامی بھی ہے پھر جامعہ کے مقبول ومحبوب مایۂ ناز استاذ مولانا وقار علی صاحب ومولانا ظہور الحق صاحب آپ کے اساتذۂ کرام ہیں۔

آپ نے ان علماء ربانیین کے دامن بافیض سے وابستہ ہوکر علوم عالیہ کے لعل ویواقیت سے خوب خوب اپنے کشکول علم کو بھرا، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بخاری شریف کے اسباق حاصل کیے، مولانا منظور احمد صاحب سے مسلم شریف پڑھی، حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب سے ابوداؤد شریف کا درس لیا، مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی اور ان کے وصال کے بعد مولانا مظفر حسین صاحب سے ترمذی شریف سماعت فرمائی، مشکوۃ شریف کے لیے مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے درس میں شریک

ہوئے، جلالین مولانا وقارعلی صاحب سے پڑھ کر سعادت مند ہوئے، شرح عقائد میں مولانا ظہورالحق خان صاحب کے درس سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ نے ۱۳۸۴ھ موافق ۱۹۶۴ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے، آپ نے جس جہد متواصل اور شوق ولگن کے ساتھ تحصیل علم کے لیے اپنے آپ کو جھونک دیا تھا وہ پھر " والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" کی مژدۂ جاں فزا بن کر سامنے آئی کہ اول پوزیشن آپ کے قدم بوس ہوئی، دس کتابوں کا امتحان دے کر کل ۱۸۶ نمبرات حاصل کیے، نمبرات کتب نقشۂ ذیل کے مطابق ہیں۔

نمبر شمار	اسماء کتب	نمبرات	نمبر شمار	اسماء کتب	نمبرات
۱	بخاری شریف	۲۱	۶	نسائی شریف	۲۰
۲	مسلم شریف	۱۸	۷	ابن ماجہ شریف	۱۸
۳	ترمذی شریف	۱۹	۸	مؤطا امام محمد	۱۸
۴	ابوداؤد شریف	۱۵	۹	مؤطا امام مالک	۱۸
۵	طحاوی شریف	۲۱	۱۰	شمائل ترمذی	۱۸

مظاہر علوم کی طرف سے پوری جماعت میں نمایاں سرخ روئی پر ۱۰/روپے اور پورے مدرسہ میں بھی اول آنے پر مزید ۵/روپے اور مندرجہ ذیل کتب کی شکل میں گراں قدر انعامات سے نواز کر آپ کی کامیابی کو سراہا گیا۔

نوٹ: یہاں یادرہے کہ مظاہر العلوم میں اعلیٰ نمبر ۲۰ ہے

(۱) دررفوائد (۲) ہدایت القرآن (۳) بلاغ المبین (۴) معیت الہیہ (۵) کلمات اکابر

(۶) چھ باتیں (۷) جوامع الکلم (۸) بخاری شریف کامل (۹) جمع الفوائد۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد صلاحیت میں مزید چار چاند لگانے کے لئے شوال ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۶عیسوی) میں مندرجہ ذیل کتب پڑھیں۔

(۱) بیضاوی شریف (۲) ہدایہ ثالث (۳) ورابع (۴) رسم المفتی (۵) مسلم الثبوت (۶) تفسیر مدارک اور (۷) درمختار، نیز پورے سال درس بخاری شریف میں بھی شریک ہوتے رہے، مزید برآں بخاری کی مکمل درسی تقریر احاطۂ قلم میں لے آئے، فلہ الحمد والمنۃ۔

تجوید وقراءت:

آپ نے الفاظ قرآن کریم کی صحت کی طرف بھی عنان توجہ مرکوز کی، چنانچہ اس غرض کی تکمیل کے لیے مظاہر علوم کے معروف قاری، صوتی چاشنی سے بہرہ ور، شیریں لب ولہجہ سے سرفراز جناب قاری محمد سلیمان صاحب رئیس القراء جامعہ مظاہر علوم سے تجوید وقرأت کی مشق بھی کی۔

شعبۂ افتاء میں داخلہ کا پر کیف حیرت انگیز واقعہ:

قدرت نے آپ کی ذات میں جو مخفی صلاحیت اور فطری استعداد ودیعت کر رکھی تھی وہ آفتاب نصف النہار کی طرح طلبہ واساتذہ پر بھی ظاہر وآشکارا تھی، آپ کی ذہنی وفکری برق رفتاری ہر ایک کے نزدیک مسلم تھی، بایں ہمہ آپ حیات طالب علمی میں ولولہ، دل چسپی، جدوجہد، شوق ولگن، جان کاہی اور جاں فشانی کو حرز جاں بنائے رہے، اور انہیں عمر ناپائیدار کی متاع عزیز سمجھ کر کبھی ان کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ یہی وہ راز ہے جس نے آپ کو اساتذہ کی نگاہ دوربیں میں نور نظر اور مقربین کی صف اول میں لاکر کھڑا کردیا، اکابر کی

توجہات، ارشادات اور عنایتیں آپ پر ہونے لگیں، ابتداءً آپ کو افتاء کرنے کا قطعی کوئی ارادہ نہ تھا، وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، خداوند قدوس کو آپ سے جن عظیم الشان خدمات جلیلہ کا لینا مقصود تھا اس کو وہی بخوبی جانتا تھا، وہ مدبر حقیقی اس کی تدبیر غیر محسوس کئے جا رہا تھا، جن کا ظہور اس عالم مثال میں اس طور پر ہوتا ہے کہ: ایک دن حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے آپ سے مستقبل کے لائحہ عمل کی بابت دریافت کیا: آپ نے مکمل شرح وبسط کے ساتھ منصوبۂ مستقبل کو حضرت شیخ کے حضور پیش کیا، حضرت شیخ نے سننے کے بعد مشورۃً کہا: ''میرا خیال ہے کہ آپ مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دار العلوم دیوبند میں افتاء کر لو'' آپ جواباً یوں گویا ہوئے کہ وہاں تو داخلہ مشکل ہے، شعبۂ افتاء میں داخلہ وہاں دورۂ حدیث پڑھنے پر موقوف ہے اور میں نے وہاں دورۂ حدیث نہیں پڑھی ہے، چوں کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا امر تھا، اس لیے آپ نے ماوراء عقل ہونے کے باوجود سر تسلیم خم کر لیا، اور شوال المکرّم میں دار العلوم دیوبند پہنچ گئے، اس وقت مسند افتاء کی زینت حضرت سید مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور دار العلوم کی تعطیلات سالانہ کے سبب حضرت مفتی صاحب کی ابھی وطن سے تشریف آوری نہیں ہوئی تھی، اس اثنا میں آپ کا معمول ہر پنج شنبہ کو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری دینے کا تھا، ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ کو وضو کروا رہے تھے، اچانک حضرت شیخ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا ''کیا تمہارا داخلہ ہو گیا؟ مجھے تمہاری بہت فکر ہے'' آپ نے جواب دیا کہ حضرت مفتی مہدی حسن صاحب اب تک تشریف نہیں لائے ہیں، آپ دعا فرما دیجئے کہ میرا داخلہ ہو جائے، فرمایا: ان شاء اللہ ہو جائے گا''۔

ان ہی ایام میں خدائے وحدہ لا شریک لہ، جو ناممکن کو ممکن، مشکل کو آسان، خاک کو کیمیا، ذرے کو پہاڑ بنا کر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرماتا رہتا ہے' کا کرنا ایسا ہوا کہ ''ترکیسر'' (سورت گجرات) کے کچھ مہمانوں کی جماعت بغرض زیارت دارالعلوم دیوبند آمد ہوئی، آپ ان مہمانوں کی جماعت کو دارالعلوم کے مختلف شعبوں کی سیر کراتے ہوئے دارالافتاء پہنچ گئے، وہاں حضرت مفتی مہدی حسن صاحب کو جلوہ گر پایا، علیک سلیک کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ان مہمانوں کی بابت استفسار کیا، آپ نے احوال واقعی سے مطلع فرمایا، حضرت مفتی مہدی حسن صاحب چوں کہ راندیر میں زمانۂ دراز تک خدمات انجام دے چکے تھے؛ اس لیے آپ اطراف واکناف کے احوال وکوائف سے بخوبی واقف تھے، آپ نے وارد شدہ مہمانوں سے معلوم کیا کہ ترکیسر کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ مہمانوں نے عدم علم کے سبب سکوت اختیار فرمایا، تو مفتی اسماعیل صاحب نے عرض کیا: مجھے معلوم ہے، مفتی مہدی حسن صاحب نے ارشاد فرمایا: بیان کرو، مفتی صاحب بیان کرنے لگے کہ: ترکیسر کا اصلی نام ''بھیم نگر'' ہے، جب ترکیوں نے اس پر حملہ کیا اور فتح یاب ہو گئے تو اسے ''ترکوں سر'' کہا جانے لگا، گجراتی میں ''سر'' فتح کرنے کو کہتے ہیں تو ''ترکوں سر'' کا مطلب ترکوں کا فتح کیا ہوا ہو گیا، پھر کثرت استعمال کی وجہ سے ترکیسر بن گیا۔

اس جواب کو سن کر حضرت مفتی مہدی حسن صاحب کی فرحت کی انتہاء نہ رہی، آپ فرط خوشی سے عش عش کرنے لگے، اور آپ سے دریافت فرمایا: کہ آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے ہیں؟ (اس وقت دارالافتاء میں فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے) آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ: ''ہو! ہو! یہ وہی طالب علم ہیں جن کے

متعلق گفتگو ہو چکی ہے'' آپ نے عرض کیا: کہ افتاء میں داخلے کی غرض سے حاضری ہوئی ہے، یہ سنتے ہی حضرت مفتی مہدی حسن صاحب کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: پڑھنے آئے ہو یا گھومنے، جاؤ! داخلے کی کاروائی مکمل کرو۔

شعبۂ افتاء میں خلاف قانون آپ کے داخلے کی خبر کے عام ہوتے ہی چہ میگوئیاں اور مختلف قسم کی ہفوات پھیل گئیں، بعض باتیں حضرت مفتی صاحب کے گوش گذار ہوئیں، آپ نے فرمایا: ''میں مسند افتاء پر ہوں، مجھے بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں، میں نے اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اس کا داخلہ کیا ہے''۔

علوم باطنی کا سلسلہ:

آپ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ معارف باطنی کی راہ کے راہ رو بھی رہے، ہمیشہ اپنے قلب کو رذائل سے مجلی و مصفی کرنے کے لیے کوشاں اور اخلاق حمیدہ و صفات جمیلہ سے متصف کرنے کے لیے سرگرداں نظر آتے، جس کا ظہور ڈابھیل کے زمانہ طالب علمی سے ہی ہونے لگا تھا، آپ علوم باطن کے جس سرچشمہ سے سیراب ہوئے وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات والا صفات تھی، علوم باطن کے اس سمندر سے نہ جانے کتنے بحر مواج نکل کر موج زن ہوئے، اور کتنوں کے علوم باطنی کی تشنگی اس آستانے کی جبہ سائی کے بعد بجھی، اور کیوں نہ ہو کہ حضرت کی ذات گرامی علوم ظاہر و باطن دونوں دریاؤں کا حسین سنگم اور مجمع البحرین تھا، آپ کے خانۂ خیال میں بیعت کے سلسلہ میں کبھی کسی کا خیال نہ آیا، کیوں کہ آپ کا دل حضرت شیخ کی بے پناہ عقیدت سے معمور تھا، اسی بیعت نے آپ کی باطنی کیفیتوں میں انقلاب عظیم پیدا کیا، جس نے بزم سلوک و معرفت کے حلقہ میں آپ کی

شخصیت کوارفع واعلی بنادیا، چنانچہ آپ خود اس کو ایک جگہ تفصیلاً رقم فرماتے ہیں!

یہ ناچیز اپنے ڈابھیل کی طالب علمی کے زمانے سے غائبانہ معتقد ہوا، اور اس زمانہ سے حضرت اقدس سیدی ومولائی شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے فیض یاب ہوتا رہا، اور حضرت والا سے ہر وقت راہ نمائی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں! مظاہر میں داخلے کے بعد دوسرے گجراتی طالب علموں کے ساتھ عصر کی مجلس میں شرکت کے لیے جاتا تھا، حضرت سبق پڑھا کر عصر کی نماز مدرسہ قدیم میں پڑھ کر تشریف لاتے، اس وقت خود سہارے سے چلتے تھے، کچے گھر میں استنجاء اور وضو فرما کر کچھ دیر تیل کی مالش کے بعد مجلس میں تشریف لاتے تھے، ایک دن موقع دیکھ کر میں بھی خادموں کے ساتھ چلا گیا، حضرت کی نظر پڑتے ہی پوچھا کون؟ کسی نے جواب دیا! ایک سورتی نیا طالب علم ہے، میں پنکھا جھلنے (چلانے) لگا، حضرت نے پانی نوش فرما کر مجھے دینے کے لیے ارشاد فرمایا اور دعائیں دیں، اس طرح خدمت شروع ہوگئی، اور اس کے تقریباً چھ مہینوں کے بعد حضرت سے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت طے فرمایا، غالباً: ۲/ربیع الاول ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ عیسوی) کو حضرت کے دست حق پرست پر اپنا ہاتھ دے دیا۔ (مولانا محمد زکریا اور ان کے خلفاء کرام: ۲۶۳/۳)۔

اس کے بعد گویا آپ اپنے شیخ پر مثل پروانہ نچھاور ہو گئے، شیخ کی ہر ادا کے مطابق اپنے کو ڈھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے، اور روز بروز (روزانہ، دن بدن) آپ راہ سلوک کو جس حسن وخوبی کے ساتھ طے کرتے رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا شمار حضرت کے خدام خاص میں ہونے لگا، تہجد وظہر کے اوقات میں حضرت کو وضو کروانے جانا، سلانا اور شیخ کے گھر سے مدرسہ، مدرسہ سے گھر آمد ورفت میں آپ کی معیت کا ناگزیر ہونا اس کی بین دلیل ہے؛ خلاصہ یہ کہ

آپ اپنے شیخ کی ادا و خصوصیات کے پرتو ہیں، اور آپ کی ذات شریعت و طریقت کے روئے زیبا کا عکس جمیل ہے، جو اپنی پوری دل آویزیوں کے ساتھ نمایاں ہے۔

خلافت واجازت:

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ ڈابھیل کے زمانۂ طالب علمی ہی سے غائبانہ طور پر حضرت شیخ کی عقیدت ومنقبت کے نغمہ سرا تھے، ظاہر سے زیادہ باطن کی اصلاح کے دل دادہ رہے، اب حضرت شیخ کے دامن فیض سے وابستہ ہونے کے بعد سلوک ومعرفت کی راہوں کے راہی ہی نہیں بلکہ سالار کارواں اور خضر طریقت ہو گئے، ظاہر سے زیادہ باطن روشن و تابناک ہو گیا، چناں چہ اس قلیل عرصے ہی میں حضرت شیخ کو آپ پر درجۂ اعتماد و اطمینان حاصل ہو گیا، اور آپ کو نغمۂ خلافت سے نوازنے کا عزم فرما لیا، جس کو خود مفتی صاحب کی زبانی سنیے آپ تحریر فرماتے ہیں!

''سہارنپور میں ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۸ء بوقت سنیچر ۴ر بج کر ۴۵ر منٹ پر بھائی الحاج ابوالحسن صاحب اچانک بلانے آئے، اور ساتھ میں مولانا احسان الحق ساکن رائے ونڈ مدرس عربیہ بھی تھے۔ ہم دونوں کو ساتھ میں بٹھا کر حضرت نے اپنے شیخ (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ) کا عطا کردہ عمامہ اپنے سر پر رکھ کر دو عدد مصلے نکلوائے، پہلا بندہ کو اور دوسرا مولانا احسان صاحب کو دے کر اجازت مرحمت فرمائی''۔

آغاز درس وتدریس:

زمانۂ طالب علمی ہی میں حضرت شیخ آپ کے تفوق علمی اور تبحر فنی سے واقف ہو چکے تھے، آپ کی صلاحیت وصالحیت کو بھانپ چکے تھے، چنانچہ افتاء سے فراغت کے بعد حضرت شیخ

کے حسب ایماء حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ۱۳۸٦ھ میں جامعہ ڈابھیل میں بحیثیت نائب مفتی آپ کا تقرر کروایا، تقرر کے بعد سے ہی آپ امور مفوضہ میں پوری دل جمعی اور جتن کے ساتھ جٹ (مصروف ومشغول ہو) گئے، کارہائے افتاء کو بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ ساتھ چار کتابوں کے اسباق بھی آپ سے متعلق تھے۔ جس وقت آپ کا تقرر عمل میں آیا تھا اس وقت دار الافتاء کے منصب صدارت پر حضرت مولانا مفتی اسماعیل گورا صاحب رونق افروز تھے، حضرت آپ کے ساتھ بے پناہ محبت ومودت کا معاملہ فرماتے، حتی کہ آپ کے معتمد خاص شمار ہونے لگے، اس لیے بغیر اپنے دستخط کے بھی فتاوی صادر کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ (۱۹۷۰ عیسوی) میں جب مفتی گورا صاحب راہئ سفر آخرت ہو گئے، اس کے بعد باقاعدہ مفتی صاحب کی صدارت انتخاب میں آئی، ہر چند کہ آپ کو اس منصب جلیل کی نہ کوئی خواہش تھی اور نہ آپ اس کے متمنی تھے؛ لیکن اپنے اکابر کی منشاء تاڑ گئے اور اپنی تمام تر خواہشات وخیالات کو ان کی منشاء کے آگے پامال ونابود کرتے ہوئے ذمہ داری کو شرف محبوبیت سے نوازا۔

حضرت شیخ کے نام ایک مکتوب گرامی میں رقم طراز ہیں:

حضرت مفتی اسماعیل گورا صاحب کے انتقال کے بعد عوام وخواص میں تو یہی مشہور رہے کہ (منصب افتاء پر) تیرا ہی تقرر ہوگا، میں واقعی حالات عرض کرتا ہوں کہ: نہ تو صدر کی حیثیت سے تقرر کا شوق ہے نہ تمنا، اور نہ تو میں نے اس کے لیے کوشش کی اور نہ کوئی سازش، اور خدا کرے آئندہ بھی ایسی حرکت سے بچا رہوں، آپ کی دعاء وتوجہ کی اشد ضرورت ہے۔

بعدازاں آپ اپنے مقصد میں ہمہ تن مگن ہو گئے، مفتی صاحب کے صرف ایک سال ۱۳۸۹ ۱۳۹۱ھ (۱۹۶۹ عیسوی) کے فتاوی کی تعداد ۱۱۵۶ تک ملتی ہے، زبانی اس کے علاوہ ہیں، یہ آپ کے اپنے مقصد سے حد درجہ لگاؤ اور غایت انہماک کی روشن دلیل ہے، ایک موقع پر آپ نے بہ زبان خویش یوں ارشاد فرمایا: جامعہ میں ۲۰/سال قیام کے دوران ۲۰/مفتی تیار کیے اور ۲۰/ہزار فتاوی تحریر کیے۔

''شعبۂ تخصص فی الفقہ والافتاء'' کا قیام:

یوں تو جامعہ میں شعبۂ افتاء کا قیام زمانۂ دراز سے قبل ہی معرض وجود میں آ چکا تھا، لیکن شعبۂ ہذا سے طلبہ کے مستفید ہونے کی ہنوز کوئی منظّم شکل نہیں تھی، آپ نے اسے بھی اپنے مقصد حیات میں مندرج فرما کر اس کے قیام کی خاطر تگ ودو اور بے پناہ کدوکاوش شروع کردی، اس موقع سے آپ کی عقابی نگاہ فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صدر مفتی دار العلوم دیوبند پر پڑتی ہے، حضرت کو آپ نے اپنے عزائم ومنصوبے سے مطلع فرما کر جامعہ میں آمد کی دعوت دی، اس طرح ۸/شوال المکرّم ۱۳۹۶ھ مطابق ۳/اکتوبر ۱۹۷۶ء عیسوی بروز یک شنبہ شام ۴/بجے جامعہ کی وسیع وعریض مسجد میں ایک بڑے پر کیف مجمع میں شرح عقو د رسم المفتی کے درس سے اس شعبہ کا باضابطہ آغاز ہو گیا۔

۱۳۹۶ھ سے ۱۴۰۶ھ (1976 To 1986) تک کے عرصہ میں آپ کے خرمن فقاہت کے خوشہ چیں، سعادت مند، خوش نصیب علماء کی تعداد ۲۰ تک پہونچی، جو اپنے اپنے مقام پر آسمان فقہ وفتاوی کے شمش وقمر بن کر چمکے، اور دنیا نے ان کے علمی فضل وکمال کے آگے سر جھکایا، پھر اس منبع انوار کا کیا کہنا جن سے سارے آفتاب ماہتاب کے انوار مستفید ہیں، آپ کی ذات کی عبقریت وجامعیت کا اندازہ ان بادہ پیمائی کرنے والوں سے بخوبی لگایا جا

سکتا ہے، جو اس کی زندہ و جاوید منہ بولتی دلیل ہیں، مفتی صاحب کے دامن افتاء سے وابستہ رہ کر چہار دانگ عالم کو تابناک کرنے والے بادہ خواروں کے اسمائے گرامی کچھ اس طرح ہیں۔

۱ مفتی عبداللہ ولی موسیٰ پٹیل کاوی ۱۳۹۷ھ (۱۹۷۷عیسوی)

۲ مفتی موسیٰ احمد بدات بلیشوری ۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸عیسوی)

۳ مفتی یوسف محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹عیسوی)

۴ مفتی ہاشم احمد بھوجا افریقی ۱۴۰۰ھ (۱۹۸۰عیسوی)

۵ مرحوم مفتی شبیر احمد محمد مانکڑا بھوایوپی ۱۴۰۰ھ (۱۹۸۰عیسوی)

٦ مرحوم مفتی شبیر علی اسماعیل علی ویسٹ انڈیزی ۱۴۰۱ھ (۱۹۸۱عیسوی)

۷ مفتی محمد احمد قاضی بار بادوسی ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲عیسوی)

۸ مفتی ہاشم ابراہیم جناح بھٹئی ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲عیسوی)

۹ مفتی عبدالصمد ابراہیم دیسائی افریقی ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲عیسوی)

۱۰ مفتی جمال الدین محمد سالار راجستھانی ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲عیسوی)

۱۱ مفتی اسماعیل ابراہیم منشی خان پوری ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲عیسوی)

۱۲ مفتی اسماعیل ابراہیم بھانا سارودی ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳عیسوی)

۱۳ مفتی یعقوب محمد منتی افریقی ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳عیسوی)

۱۴ مفتی عباس حافظ داؤد بسم اللہ ڈابھیلی ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳عیسوی)

۱۵ مفتی ارشد ابراہیم اونیا پیرامنی ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳عیسوی)

۱٦ مفتی الیاس احمد ابراہیم دیولوی ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴عیسوی)

۱۷ مفتی شبیر احمد یعقوب دیولوی ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴عیسوی)

۱۸ مفتی عبداللہ حسن علی آچھودی ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۴عیسوی)

۱۹ مفتی لئیق احمد حافظ عبدالقیوم بھیونڈی ۱۴۰۶ھ (۱۹۸۶عیسوی)

۲۰ مفتی محمد بلال امین الدین بنگالی ۱۴۰۶ھ (۱۹۸۶عیسوی)

جامعہ ڈابھیل میں خانقاہ کا قیام:

قدرت نے آپ کو جن گونا گوں خصوصیات وکمالات سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے وہ حضرت سے تعلق رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہیں، آپ اسلام کی مخالف طاقتوں کے لیے شمشیر بے نیام، دین کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کے لیے شعلۂ جوالہ، بڑے سے بڑے صاحب منصب ومنقبت کے آگے جرأت وحق گوئی آپ کا شیوہ، معروف کا امر، منکرات سے نہی آپ کی طبیعت ثانیہ ہے، اگر مسند حدیث پر رونق افروز ہوں تو زمانے کے عدیم المثال محدث، فقہ وفتاوی کی درس گاہ میں نعمان ثانی، اور خانقاہ میں جنید وقت؛ چنانچہ جامعہ ڈابھیل کی خانقاہ کے معمار اول آپ ہی ہیں، سب سے پہلے ۱۳۹۱ھ (1971) میں شیخ الشیوخ، زبدۃ العلماء والصلحاء حضرت مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ کے حسب ایماء رمضان کے مقدس مہینہ سے جامعہ کی مسجد میں اعتکاف کے سلسلہ کا آغاز فرمایا۔

مفتی صاحب کا انداز درس:

جامعہ ڈابھیل میں دیگر امور مفوضہ کو بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ ۲۰؍سال تک نہایت خوش اسلوبی اور کامل توجہ کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، آپ کے علوم کے بحر بے کراں میں غوطہ زنی کرنے والے اچھی طرح آشنا ہیں کہ آپ کا انداز تفہیم غایت درجہ سبک، سہل، دل نشیں اور جاذب قلب ونظر ہوتا ہے، حقائق ومعارف سے

بھرپور تقریر، سوز و گداز میں ڈوبا ہوا انداز بیاں، رقت آمیز لب ولہجہ، اس عالم نورانی میں زبان سے نکلنے والے الفاظ ایسا معلوم ہوتا کہ ایک تیز روشنی دل کی پنہائیوں میں اجالا بکھیرتی اور پھیلاتی جارہی ہے۔

تصنیفی خدمات:

اللہ نے آپ میں تالیف وتصنیف کی عجیب قدرت ودیعت فرمائی ہے، آپ کا شمار اس میدان کے شہ سواروں میں ہے، آپ کے گہر بار قلم سے متعدد کتب منصۂ شہود پر آئیں، جو عوام و خواص کے لیے بیک وقت مفید ہیں، انداز تحریر شستہ و شائستہ، زبان نہایت سہل و سلیس، باطل کے لیے سیف بے نیام، طالبین صلاح وفلاح کے لیے منبع رشد وہدایت ہیں۔

اسمائے کتب کچھ اس طرح ہیں:

(۱) مبادیات فقہ: دراصل اس کتاب کو ڈابھیل کے زمانۂ تدریس میں اس مقصد سے سپرد خامہ فرمایا کہ فقہ کے اہم اہم نکات اور خاص خاص مواد ایک جگہ فراہم ہوسکیں، بعد میں جب دیگر احباب کو علم ہوا تو وہ اسے درنایاب سمجھ کر گرویدہ ہوگئے، حتی کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے پسندیدگی سے سرفراز فرما کر خود ہی تمام مراحل سے گزارا۔

(۲) اعتکاف فضائل ومسائل: جس میں معتبر ومستند کتب کے حوالوں سے اعتکاف کے فضائل ومسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

(۳) مکتوبات مرشدی کی ترتیب وتحشیہ: یہ کتاب حضرت شیخ الحدیث کے خطوط بنام حضرت مفتی صاحب کا گراں قدر مجموعہ ہے، ۴۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، زیور طباعت سے آراستہ

ہو چکی ہے۔

(۴) تردید جماعت اسلامی: ۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸عیسوی) میں جماعت اسلامی کا سب سے پہلا اجلاس سورت میں منعقد ہوا، جس کے بہت سے سالب ایمان زہریلے اثرات نے اسلامی فضا کو آلودہ کر دیا، یہ کتاب اسی زہریلے اثرات کا تریاق ہے۔

(۵) مفید المسلمین: یہ رسالہ سرزمین برطانیہ میں ترتیب دیا گیا، جس میں زبان عربی اور انگریزی میں طریقۂ نماز اور ادعیہ ماثورہ کا ذکر ہے، بعد میں الحاج عبدالقادر رفاتی والا صاحب نے افادۂ عام وتام کی خاطر گجراتی اور ہندی قالب میں ڈھال دیا۔ (**فجزاه الله**)۔

اس کے علاوہ بھی بعض رسائل گجراتی زبان میں ہیں، مثلاً: (٦) بدعات اور اسلام، (۷) سات غلط رواج، (۸) قربانی کے مسائل، اور (۹) برتھ کنٹرول مذہبی رو سے اور (۱۰) مکتوبات فقیہ الزمن۔

مفتی صاحب برطانیہ میں:

یہ ایک امر واقعی ہے جس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں کہ: تقدیر ربانی کے آگے تمام تدابیر انسانی سر تسلیم خم کیے ہوئے نظر آتی ہیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے تقدیر تدبیر سے سبقت کر جاتی ہے، سچ جو کہا گیا اور خوب کہا: وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، اس ذات وحدہ **لا شريك له** کو یہی منظور تھا کہ آپ کی ذات والا صفات سے ایک عالم مستفید ومحظوظ ہو؛ کیوں کہ قدرت نے آپ کو اس نیّر اعظم کے قالب میں ڈھالا ہے جس کے رخ زیبا سے پردہ ہٹتے ہی چہار دانگ عالم تابناک ومنور اور جس کی ضیا باری سے ظلمت کائنات کافور ہو جاتی ہے ہوا یہی کہ آپ کی ضیاء پاش کرنوں کی شعائیں ہندو بیرون ہند سب پر عام ہیں، (**ذلك فضل الله يعطيه من يشاء من عباده**)۔

جن دنوں آپ نے بیس سالہ خدمات کے بعد استعفا پیش کرنے کا عزم کرلیا تھا، یہ بات آپ کے متعلقین ومتوسلین کے لیے نہایت ہی اندوہ ناک والمناک خبر تھی جوان پر بجلی بن کر گری، یہ خبر رفتہ رفتہ مشہور سے مشہور تر ہوتی گئی جس کے سبب آپ کے عقیدت مندوں کے حلقوں میں کہرام مچ گیا، اور ہر طرف تأسف وتحیر، تردد و بے اطمینانی کی کالی گھٹا چھانے لگی، ان ہی غم زدہ ایام وحالات میں مقدرات مبشرات کی شکل میں دکھائی جانے لگیں؛ جوان عاشقان بے نوا کے لیے سامان دل بستگی اور اسباب اطمینان ثابت ہوئیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آپ کے بحر ذخار سے علمی سیرابی حاصل کرنے والا، شراب معرفت کا بادہ کش، ایک خوش نصیب سعادت مند طالب علم ایک شب زیارت نبوی فداہ ابی وامی سے سرفراز ہوا، جناب عزت مآب میں یوں گویا ہوتا ہے کہ: مفتی اسماعیل سے یہاں لوگوں کو بہت فائدہ ہورہا تھا اور لوگ خوب فیض یاب ہورہے تھے، اب سنا ہے کہ وہ یہاں سے جارہے ہیں یہ سن کر آقائے نامدار ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ: اب ان سے دوسری جگہ کام لیا جائے گا، وہاں زیادہ ضرورت ہے۔

دوسرے ایک صاحب، جو حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے دامن بیعت وارشاد سے وابستہ تھے، اور ڈابھیل میں سلسلۂ خانقاہی کے آغاز کے بعد حضرت شیخ نے انہیں شخصیت کی تعمیر کے لیے مفتی صاحب کے حوالے فرمادیا تھا، کا بیان ہے کہ: ان کو دیدار آقائے تاجدار نصیب ہوا، عرض گذار ہوئے کہ: مفتی اسماعیل صاحب نے ڈابھیل چھوڑ دیا، ان سے ہم لوگوں کو بہت فائدہ ہورہا تھا، تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ایک جگہ گندا نالہ بہ رہا ہے وہاں مفتی اسماعیل کو بھیجا جارہا ہے؛ تاکہ وہ گندگی بند ہو۔

قیام برطانیہ کے عہد میمنت میں خداوند قدوس نے آپ سے جو لازوال خدمات لیں، وہ ایک ناقابل فراموش حقائق ہیں، جو صفحات تاریخ میں آب زر سے رقم کیے گئے، اور کیے جاتے رہیں گے، جن سے چشم پوشی اور بے اعتنائی مرد حق شناس کے لیے لمحۂ فکریہ ہوگا۔

خدمات برطانیہ:

حضرت مفتی صاحب کا برطانیہ میں ورود مسعود ایک ابر کرم سے کم نہیں تھا، جسے دیکھ کر ہر ایک کے قلب ودماغ پر فرحت وشادبانی کا شامیانہ تن گیا، ہر طرف کی فضا زعفران زار، پر کیف اور پر لطف ہوگئی، علوم ومعرفت کے موسم بہار کی آمد آمد تھی، اور ضلالت وجہالت کی باد خزاں کی انتہاء؛ چنانچہ آپ کا رمز شناس مزاج وہاں کے احوال وکوائف سے آشنا ہوا، اور مختلف عنوان سے الگ الگ اوقات میں جدا جدا فتاویٰ صادر ہوئے، "**بطور نمونہ از خروارے**" (۱) بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) برطانیہ میں طلاق کا کیا حکم ہے؟ کب نافذ ہوتی ہے؟ عدت کب سے شروع ہوتی ہے؟ (۳) مردہ کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنے کی اجازت وقباحت پر مشتمل ایک تحقیقی فقہی مقالہ، (۴) بغیر کرنٹ کے مرغی کو ذبح کرنے کا مسئلہ، (۵) ہر مہینے علماء کی مجلس کا انعقاد اور (۶) ڈاکٹروں میں تفسیر، اور (۷) اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ امت مسلمہ کے سلگتے مسائل کی الجھتی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے والی "المجلس الاوربی للافتاء و البحوث" کی رکنیت، یہ سب آپ کی فعالیت اور دینی سرگرمیوں پر شاہد عدل ہیں۔

جامعہ حسینیہ میں بحیثیت شیخ الحدیث:

بروز بدھ ۲؍ رجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۵؍ اگست ۲۰۰۷ء میں گجرات کی مشہور قدیم دینی

درسگاہ جامعہ حسینیہ راندیر کے منصب شیخ الحدیث پر جلوہ فگن حضرت مفتی اسماعیل صاحب وادی والا کی بساط زندگانی اختتام پذیر ہوئی تو ارباب انتظام نے بصد احترام آپ کو اس جلیل القدر منصب پر فائز ہونے کی دعوت دی، ان دنوں آپ برطانیہ سے اپنی خدارسیدہ والدہ کی عیادت وخدمت کے لیے ہندوستان تشریف لائے ہوئے تھے؛ جبکہ اس سال رمضان المبارک میں مدرسہ صوفی باغ کی طرف سے قائم کردہ خانقاہ میں اعتکاف بھی کیا، والدہ کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے کچھولی گاؤں چھوڑ کر راندیر کی سرزمین میں اقامت و تدریس کو اختیار کرنا آپ کو مناسب معلوم نہ ہوا، اولاً آپ تین چار مہینوں تک روزانہ کچھولی سے راندیر آمد ورفت کے ساتھ جامعہ کے گلشن تعلیم وتربیت میں بخاری شریف کا پرنور درس دیتے رہے، کچھولی گاؤں راندیر سے تقریباً ۶۰ر کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، البتہ بروز منگل ۲۲ر ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۹ر جنوری ۲۰۰۸ء کو والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد مستقل راندیر میں اقامت گزیں ہوکر تشنگان علم نبوت کو سیراب کرنے لگے۔

جامعہ حسینیہ راندیر میں تشریف لانے کے بعد صحیح بخاری شریف کی دونوں جلدیں اور صحیح مسلم شریف کی پہلی جلد کی تدریس آپ سے متعلق ہے، جامعہ میں آپ کی آمد بابرکت سے پہلے افتاء کی تعلیم وتربیت کے لئے مستقل کوئی شعبہ نہیں تھا، آپ نے آکر سب سے پہلے یہ شعبہ قائم فرمایا اور پہلے سال چھ علمائے کرام کو فقہ وفتاوی میں تخصص کرا کر اس شعبہ کو جاری وساری کر دیا؛ جو تادم تحریر نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ شعبۂ افتا میں آپ شرح عقود رسم المفتی پڑھاتے اور تمرین افتا کے ذریعہ طلبائے کرام کی صلاحیت کو مہمیز کرتے ہیں۔

آپ کے مشق کرانے کا انداز بہت نرالا ہے، بے مائیگی وکم بضاعتی کے باوجود بھی طالب علم

آپ کے پاس رہ کر کچھ نہ کچھ افتا کا شعور پیدا کر ہی لیتا ہے، جامعہ میں آپ کی تشریف آوری سے جہاں بہت سے علمی وعملی میدانوں میں رونق آئی، وہیں ذکر وشغل کی بزم پر بہار بھی قابل ذکر ہے۔

روزانہ نماز فجر کے بعد آپ والا کی اقامت گاہ کے مخصوص کمرہ میں طلبہ کا ایک جم غفیر آپ کی معیت میں ذکر جہری کرنے میں مصروف نظر آتا ہے، یہ آپ کا وہ امتیازی کارنامہ ہے جو آپ سے پہلے جامعہ میں متصور نہیں تھا۔

حدیث مسلسلات:

آپ نے جامعہ میں تشریف لانے کے بعد احادیث مسلسلات پڑھانا شروع کیا، جس میں طلبۂ جامعہ کے علاوہ دوسرے مدارس کے طلبہ بھی شریک ہوتے ہیں، آخر میں شرکاء درس طلبہ کو اپنی مخصوص سند سے نوازتے ہیں جو آپ کو حضرت شیخ الحدیث مولینا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ سے حاصل ہے۔

بعد نماز عصر اصلاحی وعلمی مجلس:

آپ نے راندیر آکر عصر کے بعد ایک اصلاحی وعلمی مجلس شروع کی، جس میں طلبہ کے علاوہ شہر کے عوام بھی حاضر ہوتے ہیں، مختلف علمی سوالات کا جواب دینا، طلبہ کی دینی واصلاحی تربیت، کارآمد نصیحت، علم کے ساتھ عمل پر ابھارنا، اکابر واسلاف کے عبرت آموز واقعات اوران کے سوانحی خاکے پیش کرنا آپ کی مجلس کا موضوع ہے، اس مجلس کی افادیت بہت عام ہے، اس کے فوائد ابنائے زمانہ محسوس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا یہ چشمۂ علم وفیض تا دیر قائم رکھے۔

فتاویٰ دینیہ اردو:

آپ نے ڈابھیل میں تدریس وصدارت شعبۂ افتاء کے زمانہ میں ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے امت مسلمہ کے فقہی، دینی اور علمی سوالات کے ایسے باوثوق واطمینان بخش مدلل ومحقق جوابات قلمبند کئے جو اہل علم حضرات اور مبتلا بہ عوام کے لئے یکساں مفید ہیں، آپ کا طرز جواب، فتویٰ نویسی کا خاص اسلوب گجرات کے اہل علم طبقہ نے پسند کیا، گجراتی زبان میں لکھے ہوئے ان چشم کشا علمی وتحقیقی جوابات کو چار جلدوں میں ''فتاویٰ دینیہ'' کے نام سے شائع کیا گیا تو اکل کوا سے اشاعت پذیر گجراتی ماہنامہ ''بیان مصطفیٰ'' اور ماہنامہ ''وہورا ویلفیر'' کے مدیر نقاد زمانہ حضرت مولانا یعقوب سریگت صاحب ندوی کی طرف سے تعریف وتوثیق کے کلمات موصول ہوئے، دیگر گجراتی زبان کے اہل علم اور مدارس کے ذمہ داران نے بھی دیکھ کر بے حد پسندیدگی کا اظہار کیا، اس مجموعہ کی افادیت کا دائرہ وسیع کرنے کی غرض سے اردو زبان میں بھی شائع کرنے پر اصرار کیا گیا، مگر وقت کی تنگ دامانی اور دیگر اعذار وعوارض کے پیش نظر اب تک یہ مجموعہ عنبریں گجراتی ہی میں چھپتا رہا، جب ملک و بیرون ملک چاروں طرف سے اردو میں منتقل کرنے کا مطالبہ بڑھتا گیا، مثلاً: ہندوستان سے حضرت مولانا محمود شبیر صاحب بن مولانا سعید صاحب راندیری مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر و حافظ جناب داؤد صاحب ملا مدظلہ و جناب مولانا قاری محمد علی صاحب ملا مدظلہ اور یونائیٹیڈ کنگڈم (برطانیہ) سے حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب خلیفہ ارشد حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی نور اللہ مرقدہ اور جناب مولانا مفتی یوسف صاحب ساچا صاحب اور مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری وغیرہم علم دوست حضرات نے بہت ہی زور دے کر کہا کہ: آپ کے گجراتی فتاویٰ کا مجموعہ اردو میں منتقل کر دیا جائے تو

دائرہ افادیت بڑھ جائے گا، چنانچہ ان سب ہی حضرات کی توجہ و برکت اور حوصلہ افزائی و وسائل کی فراہمی کی بدولت آج یہ گراں قدر گجراتی مجموعہ اردو زبان کے شاندار و دلنواز سانچہ میں آپ حضرات کے ہاتھوں پہونچ رہا ہے، اللہ تعالیٰ گجراتی مجموعہ کی طرح اس اردو مجموعہ کو بھی شرف قبولیت عطا فرما کر ان احباب کو بہترین بدلہ سے نوازے، جن کی تحریک اور کسی بھی طرح کی امداد پر یہ گراں مایہ، تحقیق سرا مجموعہ امت کے ایک بڑے حلقے کو پیش کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ تمام بہی خواہوں کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔

کتبہ: العبد ایوب آسامی غفرلہ

۱۴۳۳/۳/۴ھ مطابق ۲۸/جنوری ۲۰۱۲

جامعہ راندیر، ضلع سورت، گجرات۔ ہند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب العقائد

الباب الاول: ما یتعلق بالتوحید و الایمان و الکفر و الشرک

﴿۱﴾ اسمائے حسنیٰ سے متعلق

سوال: اللہ تعالی کے جو ۹۹ صفاتی نام بتائے گئے ہیں ان میں ایک ’’یا عظیم ‘‘ بھی ہے، تو اگر کوئی شخص یا عظیم کے ساتھ ملا کر ’’یا عظیم الشان ‘‘ پڑھے تو کیا کوئی حرج ہے؟ کیا اللہ تعالی کے ۱۰۱ یا ۹۹ صفاتی نام ہیں؟ بعض کتابوں میں ۱۰۱ کا تذکرہ ہے اور بعض میں ۹۹ بتایا گیا ہے، تو صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ جل شانہ کے مشہور صفاتی نام تو ۹۹ ہیں۔ لیکن غیر مشہور دوسرے بہت سے نام ہیں اور ان کی تعداد بھی مختلف ہے۔ ان ناموں کو اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے۔ ان کو پڑھنے کی اور ان ناموں کے ساتھ دعا کرنے کی فضیلت حدیث شریف میں وارد ہے۔ ترمذی شریف میں ان تمام ناموں کو بتایا گیا ہے۔ ان ناموں میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنا ممنوع ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: اس کے (اسمائے حسنیٰ) پکارنے (پڑھنے) کے لئے بھی ہر شخص آزاد نہیں ہے کہ جو الفاظ چاہے اختیار کر لے، بلکہ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں وہ الفاظ بتلا دئے ہیں جو اس کے شایان شان ہیں اور ہمیں پابند کر دیا کہ انہی الفاظ کے ساتھ اس کو پکاریں۔ اپنی تجویز سے دوسرے الفاظ نہ بدلیں۔ (۱۳۰/۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲﴾ اللہ کا نام لینے والے سے کیا مراد ہے؟

سوال: حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین پر جب تک ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی رہے گا اللہ تعالی اس دنیا کے نظام کو چلاتے رہیں گے۔ اور قیامت نہیں آئے گی۔ تو غیر بھی اللہ کا نام لیتے ہیں۔ وہ لوگ بھگوان، رام وغیرہ کا ورد کرتے ہیں تو کیا ان لوگوں میں سے بھی کوئی باقی رہے گا اللہ کا نام لینے والا شمار ہوگا؟

دل کی بات اللہ جانتے ہیں، کون سچے دل سے اللہ کا نام لیتا ہے اور کون ریا کاری سے اللہ کا نام لیتا ہے۔ تو آپ سے یہ گذارش ہے کہ اس کے متعلق تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال میں آپ نے جو حدیث شریف کا مفہوم لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ اور وہ حدیث مسلم شریف اور مشکوۃ شریف میں موجود ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین پر کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا باقی ہوگا''۔ (مشکوۃ: ص: ۴۸۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کو باقی رکھنے کا مقصد عمل پیرا علمائے کرام، ذاکرین، بزرگان دین، نیز اولیاء کرام کی برکات کا ثمرہ ہے۔ اور جب زمین پر بسنے والوں میں کوئی بھی اللہ کو یاد کرنے والا اس پر ایمان لا کر اس کے حکموں پر عمل کرنے والا باقی نہ رہے گا اور سب انسان بت پرست، فاسق فاجر ہو جائیں گے تب ان لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مظاہر حق: ۳۶۳، مرقاۃ شرح مشکوۃ)

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق صرف لفظ اللہ یا بھگوان کہنے والے کو اس میں شامل سمجھ لینا صحیح نہیں ہے۔ اس کے مطلب میں اللہ کو ماننے والے اور اس پر ایمان لانے والے اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والے انسان مراد ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ ایک روایت میں

حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتی ہیں کہ: اخیری زمانے میں اللہ تعالی ایک خوشبودار ہوا بھیجیں گے، اور جس کے دل میں رائے کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا اس خوشبو کی وجہ سے اس کی موت ہو جائے گی۔ اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی بھلائی نہ ہوگی وہ زندہ رہیں گے۔ اور اپنے باپ دادا کے مذہب (بت پرستی) کی طرف مرتد ہو جائیں گے۔ فقط و اللہ تعالی اعلم

﴿۳﴾ اللہ کا دیکھنا اور سننا کس نوعیت کا ہے؟

سوال: اللہ تعالی انسانوں کی طرح کے جسم سے پاک ہے، تو اللہ کا دیکھنا، کسی کام کا کرنا کلام الٰہی کا کہنا وغیرہ کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ تعالی کے انسانوں جیسے آنکھ، کان نہیں ہیں، وہ کیسے ہیں اسے کوئی نہیں جانتا، انسان اپنی محدود سمجھ سے اس غیر محدود، جسم سے پاک ذات کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے حدیث شریف میں ایسے خیالات ذہن میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔ شیطان ایسے خیالات ذہن میں ڈال کر لوگوں کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴﴾ کیا ناپاک جگہ پر اللہ تعالی موجود ہے؟

سوال: ”ہر جگہ اللہ تعالی موجود ہے“ کا کیا مطلب ہے؟ گندی اور غلیظ جگہوں پر جیسے کہ بیت الخلاء، شراب خانہ، جسم فروشی کے بازار وغیرہ جگہوں پر کیا اللہ موجود ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی بھی جگہ پر کوئی بھی کام ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر جگہ پر حاضر اور ناظر ہے۔ مثلاً: ایک تھالی میں مختلف نوعیت کی کھانے کی

اشیاء رکھی ہوئی ہیں تو چیونٹی ہر ایک شیء کا احاطہ نہیں کر سکتی، کچھ اشیاء نزدیک ہوں گی، کچھ دور، کسی کو دیکھ سکتی ہے اور کسی کو نہیں دیکھ سکتی۔ اور وہی تھالی جب انسان کے سامنے رکھی جائے تو ہر ایک چیز اس کے سامنے اور اس کے قبضہ قدرت میں ہوگی۔ تو جو نسبت چیونٹی اور تھالی کی ہے اتنی بھی نسبت ہمارے اور اللہ تعالی کی مبارک ذات کے درمیان نہیں ہے۔ صرف سمجھنے کے لئے یہ مثال ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالی ہر جگہ حاضر اور ناظر ہے۔ اس کے باوجود بتقاضائے ادب یہ مناسب نہیں کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی ایسی جگہوں پر بھی موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵﴾ کیا گناہ بھی اللہ تعالی کی مرضی سے سرزد ہوتے ہیں؟

سوال: ہر کام اللہ تعالی کی مرضی سے ہی ہوتا ہے، یعنی کہ بندہ کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر بندہ سے کوئی کام ہو سکے، تو معترضین کا اعتراض یہ ہے کہ جو بھی جوا کھیلنے والے، شرابی، زانی وغیرہ ہیں اگر اللہ تعالی ہی سب کام کے کرانے والے ہیں تو ان برے افعال میں بندوں کو کیوں قصوروار سمجھا جاتا ہے؟ یعنی اس میں کام کرنے والے کا قصور کیوں سمجھا جاتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ہر ایک انسان کو اللہ تعالی نے عقل اور طاقت دے کر صحیح اور غلط دونوں راستے بتا دئے ہیں اب ہر انسان اپنی سمجھ اور طاقت سے جو کام کرتا ہے اسی کے مطابق اس پر حکم لگایا جاتا ہے۔ جیسے کہ آپ بیل گاڑی میں بیٹھے ہوں گے بعض مرتبہ بیل ہانکنے والا رسّی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ جس سے بیل اپنی مرضی کے مطابق جس طرح اور جس طرف جانا چاہے جا سکے۔ غلط طریقے سے غلط راستہ پر جانے کی صورت میں

ہنکانے والا رسّی کو کھینچ کر یا تو پٹائی کر کے صحیح کرتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالی نے اچھے برے کاموں کے لئے ابھی ڈھیل دے رکھی ہے جس سے انسان اپنی مرضی کے مطابق (اچھے، برے کام) کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶﴾ خدا کو حاضر و ناظر نہ ماننا اور رسول کو مختار کل اور قادر مطلق ماننے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کو حاضر و ناظر نہیں کہنا چاہئے اور حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں، قادر مطلق و مختار کل ہیں، عالم غیب ہیں۔ ما کان و ما یکون کے مالک ہیں، علوم خمسہ کو بھی جانتے ہیں، کائنات کے ہر گوشے سے پکارنے والے کی بیک وقت ہر ایک کی پکار سنتے ہیں اور اس کی مدد کو پہونچتے ہیں بلکہ ہر ولی کی یہ صفت ہے آپ ﷺ کی ذات پاک سے ممکن ہے کہ بعض آیات قرآنی کا نسیان ہوا ہو، کوئی رسول شہید نہیں ہوا، مرید کی قبر میں پیر کا آنا، بکرا یا مرغا اولیاء اللہ کی نذر ماننا، اور ان کی مزار پر ذبح کرنا، اور کرشن کنہیا کافر بیک وقت کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور ایسا شخص اسلام میں داخل ہے یا نہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... جو شخص اللہ تعالی کو حاضر و ناظر نہ مانے اور رسول اللہ کو حاضر و ناظر مانے رسول اللہ ﷺ کو قادر مطلق و مختار کل ما کان و یکون کے مالک مانتا ہے وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا وہ مشرک ہے، مسلمان تو موحد ہوتا ہے، اور موحد ایک اللہ کو قادر مطلق مختار کل مانتا ہے۔ سوال میں جس امام کے ایسے عقائد ہوں ایسا شخص مسلمان موحدین کا امام نہیں ہو سکتا۔ اس کو توبہ کر کے پھر سے ایمان لانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷﴾ نقطہ نواز کے کیا معنیٰ؟

سوال: بہت سے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نقطہ نواز ہے، تو وہ نقطہ کونسا ہے؟ کیا کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ اور کیا اللہ کبائر کو معاف کردیتے ہیں؟ اور کیا جنت بھی مل جاتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اخلاص اور خلوص دل سے کوئی چھوٹا یا بڑا کام کیا جائے اور اللہ کو وہ کام پسند آجائے اور اس کے بدلے میں اپنی مہربانی سے اسے بخش دے تو اسے ''نقطہ نواز'' کہتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک کام اللہ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہی کرنے چاہئے۔ تاکہ وہ کام اللہ کو پسند آجائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸﴾ اللہ تعالیٰ غفور ہیں یہ سمجھ کر گناہ نہیں کرنا چاہئے۔

سوال: یہ اخیری زمانہ ہے، دنیا کے لوگ نفس پرست ہیں، حلال وحرام میں فرق نہیں کرتے، اچھائی اور برائی کو جانتے ہیں لیکن گناہوں میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نقطہ نواز ہے۔ اور نفس کے غلام بن کر آخرت سے بے پرواہ رہتے ہیں۔ اور اللہ کی اس عطا پر بھروسہ ہے تو کیا ایسا عقیدہ رکھنے والے کی بخشش ہوجائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالیٰ غفور رحیم اور نقطہ نواز ہے۔ اور ایسا سمجھ کر گناہوں پر جرأت کرنا یا حرام کاموں میں ملوث رہنا شیطانی چال اور دھوکہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نقطہ نواز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت جبار اور قہار بھی ہے، اسے بھولنا نہیں چاہئے۔ انبیاء ورسل اور ملائکہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے ہیں کہ اللہ کی ذرا بھی معصیت نہیں کرتے۔ اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نقطہ نوازی کے چکر میں پھنس کر

گناہوں سے رکتے نہیں۔ کیا یہ شیطانی چال نہیں ہے؟ اس لئے مغفرت کی پوری امید اور گناہوں پر سخت پکڑ کا ڈر بھی رکھنا چاہئے۔ ''اور ایمان اسی کا نام ہے''۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹﴾ رام اور رحیم دونوں الگ الگ ہیں۔

سوال: بعض مرتبہ ایسا سننے میں آتا ہے کہ رام اور رحیم ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ دونوں ایک ہی ہیں۔ تو ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ اور ایسے الفاظ کا تکلم کرنا کیسا ہے؟ اس سے ایمان میں کوئی فرق آتا ہے؟ اس عقیدہ میں کتنی سچائی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالی کے صفاتی ناموں کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذاتی (۲) صفاتی رحیم اللہ کا صفاتی نام ہے۔ اس وجہ سے رحیم بول کر خدا کو یاد کیا جاتا ہے۔

اور رام ایک انسان کا نام ہے۔ اس لئے رام اور رحیم دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ ایک خالق ہے اور دوسرا مخلوق۔ اور دونوں کا الگ ہونا ظاہر ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا شرک ہے۔ جو ایمان کے منافی ہے۔

﴿۱۰﴾ بتوں کے سامنے سجدہ کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

سوال: مسلمانوں کی ایک بارات جارہی تھی، ساتھ میں ہندو، کولی لوگ بھی شریک تھے۔ راستہ میں ایک مندر آیا، کولی لوگ زبردستی کر کے دولہے کو مندر میں لے گئے، اور وہاں بتوں کے سامنے سجدہ کروایا، اور ناریل توڑوایا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ اس فعل کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ (اور جو نکاح پڑھا گیا) وہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مندر میں جا کر بتوں کے سامنے سجدہ کرنا یا ناریل پھوڑنا جائز نہیں ہے، شرکیہ فعل ہے۔ اس لئے ایسا کام کرنے والوں کو سچے دل سے توبہ

کرنی ضروری ہے۔اورآئندہ ایسا کام نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا بھی ضروری ہے۔ دلہے نے نکاح کرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا ہوتو نکاح صحیح سمجھا جائے گا۔اوراگرایسا نہ ہوتو دوبارہ کلمہ پڑھ کرنکاح پڑھ لیا جائے۔

کولیوں نے اتنی توزبردستی نہ کی ہوگی؛ کہ اگر یہ کام نہ کرتا تو وہ جان لے لیتے۔اگر جان سے مارڈالنے کی دھمکی دی ہواور یہ شرکیہ فعل کرتے وقت اس کودل سے ناپسند بھی ہوتو پھر سے کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱﴾ نشہ کی حالت میں بت کے سامنے جھکنا

سوال: ایک شخص شرابی ہے، نشہ کی حالت میں مندر کے سامنے یا دیوی دیوتاؤں کے سامنے جھکتا ہے،اورانکا نام لیتا ہے،اب اگر یہ شخص مرجائے تواس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کیا جائے یانہیں؟ اس کی نماز جنازہ،کفن، دفن کا کیا حکم ہے؟ وہ جب ہوش میں ہوتا ہے تب اسلام کی باتوں کا انکارنہیں کرتا بلکہ ان پر ایمان رکھتا ہے توایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......شراب پینا حرام ہے،ایسا شخص شریعت کی روسے فاسق وفاجر ہے۔اگرکوئی شخص نشہ کی حالت میں مندروں کے سامنے جھکتا ہے، بتوں کا نام لیتا ہے، یا کفریہ الفاظ بکتا ہو،توچونکہ اس حالت میں دماغ انسان کے قابو میں نہیں رہتا،اس لئے ان حرکتوں سے وہ کافرنہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ وہ فاسق وفاجرکہلائے گا۔اس لئے جب اس کا انتقال ہوتو دوسرے مسلمانوں کی طرح اس کی بھی تکفین وتدفین ہوگی۔لیکن اگر وہ اپنے ہوش وحواس میں اپنی سمجھ اورہوشیاری سے ایسا کرتا ہے تواس سے اس کا ایمان جاتا

رہتا ہے۔اور وہ مرتد سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲﴾ جھنڈے کوسلامی دینا اور راشٹری گیت گانا

سوال: ہندوستان میں یوم آزادی کے موقع پر ہر اسکول کالج میں جھنڈا لہرایا جاتا ہے اور جب ’’جن گن من‘‘ یا ’’جھنڈا اونچا رہے‘‘ گیت گایا جاتا ہےتو سب اسے سلامی دیتے ہیں۔ تو مسلمانوں کے لئے اس پروگرام میں حصہ لے کر جھنڈے کوسلامی دینے کے بارے میں کیا حکم ہے؟تفصیل سے اسکا جواب دیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جھنڈے کوسلامی دینا، اس کے سامنے جن گن من وغیرہ گیت گانے کی مذہب اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ایسا کرنے سے سخت گناہ ہوگا۔ لیکن مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کے مطابق یہ فعل ملکی حمیت کے طور پر کیا جاتا ہے اور اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں اس لئے جائز ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳﴾ سورج کی پیشانی پر لکھے گئے آٹھ ناموں کی تفصیل کیا ہے؟

سوال: ’’یا اللہ! ان آٹھ ناموں کے وسیلہ سے جو سورج کی پیشانی پر لکھے گئے ہیں‘‘ تو وہ آٹھ نام کیا کیا ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ ناموں کی تفصیل ابھی تک میرے علم میں نہیں آئی۔

﴿۱۴﴾ کیا قیامت کے دن کافروں کی بخشش ہوگی؟

سوال: کیا قیامت کے دن کافروں کی بخشش ہوجائے گی؟ کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ

قیامت میں پہلے مسلمانوں کی بخشش کروائیں گے، پھر کافروں کی بخشش کروائیں گے، تو صحیح بات کیا ہے؟ اگر یہ بات سچ ہے تو اللہ نے دوزخ کیوں بنائی؟ مفصل و مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کافر اور مشرک کی کبھی بھی بخشش نہیں ہوگی۔ ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں مبتلاء رہیں گے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک به الخ۔ (شرح عقائد، فتاویٰ دار العلوم)

﴿۱۵﴾ مرنے کے بعد حساب، کتاب اور جنت، جہنم کا انکار کرنا

سوال: ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ ہماری حقیقی نانی رہتی ہے، انکی عمر ۷۰ سے ۸۰ برس کے درمیان ہے۔ ان کی نماز روزہ یا دین کے کسی فرض حکم کی ذرا بھی پابندی نہیں ہے۔ ان کی لڑکی کا کہنا ہے: کہ میں نے میری ماں کو پچھلے چالیس سال سے بلکہ اس سے بھی زیادہ سالوں سے جمعہ یا عید کی نماز تک پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور مزید یہ کہ میری ۳۴ سالہ زندگی میں میں نے ان کو کبھی بھی کسی بھی وقت کی نہ تو نماز پڑھتے دیکھا ہے اور نہ روزہ رکھتے دیکھا ہے۔ اور یہ سچی بات ہے۔

میں اپنی پوری کوشش سے ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں، میں اپنی نانی کو مرنے کے بعد کی زندگی کے متعلق سمجھاتا ہوں تو وہ کہتی ہیں: کہ مرنے کے بعد کون زندہ ہونے کا ہے؟ جنت اور اس کی نعمتوں کی باتوں کا بھی انکار کرتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر میں زندہ رہوں اور ایسی حالت میں ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔ ان کی سمجھ، عقل بہت اچھی ہے۔ تندرستی بھی اچھی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر ایک بالغ مرد وعورت پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ اور نماز نہ پڑھنے والا فاسق فاجر کہلاتا ہے۔ لیکن جب تک نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرے وہاں تک اسے کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور عورتوں پر جمعہ اور عید کی نماز فرض بھی نہیں۔ جس کی وجہ سے اس کے نہ پڑھنے سے اسے کافر سمجھا جائے، یہ غلط بات ہے۔ پھر بھی مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور حساب کتاب اور جنت دوزخ وغیرہ باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے انکار کرنے سے آدمی کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ اس لئے قطعیات دین اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے سے ایمان باقی نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں انتقال ہو جائے تو غیر مسلموں جیسا برتاؤ کرنا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶﴾ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ساحر سمجھنے والے کا حکم

سوال: ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ایک شخص کہتا ہے: کہ آپ ﷺ سحر کی مشق کرتے تھے۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟ اور ایسا بولنے والے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ ﷺ کے بارے میں اوپر کے جملے کہنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر وہ شخص آپ ﷺ کے بارے میں ساحر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان نہیں کہلائے گا۔

الباب الثانی : ما یتعلق بالأنبیاء

﴿۱۷﴾ وحی کی تفصیل

سوال: وحی کی کتنی قسمیں ہیں؟ آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی تھی، اس کے طریقوں کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی یا رسول پر نازل کئے جاتے ہیں ان کو وحی کہتے ہیں۔ اس کی چند قسمیں، اور اس کی صحیح کیفیت جن پر وحی اتری انہی کو معلوم ہے۔ بعض علماء نے وحی کی ۴۶ قسمیں بعض نے ۷ اور بعض نے ۴ قسمیں بیان کی ہیں۔ اور اس کی پوری تفصیل بخاری شریف میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸﴾ حضور ﷺ کا نسب نامہ

سوال: کیا حضور ﷺ طائی تھے؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے: کہ اگر آپ ﷺ کی سیرت کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ طائی تھے۔ تو یہ حقیقت کہاں تک صحیح ہے؟ طائی کے مطلب پر بھی روشنی ڈالئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ عرب کے سب سے اعلیٰ اور مقبول قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے۔ جو شخص آپ ﷺ کو طائی خاندان سے بتا رہا ہے، وہ بالکل جھوٹا اور غیر معتبر انسان ہے۔ اس کو آپ ﷺ کا نسب نامہ معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کا آپ ﷺ کا نسب نامہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ہندوستان میں طائی جلاہے کپڑا بننے والے کو کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹﴾ کیا رحمۃ للعالمین ﷺ بد دعا کر سکتے ہیں؟

سوال: آپ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ممبر کے پاس صحابہ کو جمع کیا۔ اور تین مرتبہ آمین کہی۔ تو کیا وہ ذات جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجی گئی ہے ایسی ہلاک کرنے والی بد دعا پر آمین کہہ سکتے ہیں۔

نیز آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور درود نہ پڑھنے والے پر کیا آپ ﷺ ہلاکت کی بد دعا کر سکتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس میں کیا حکمت ہے؟ جب کہ آپ نے پوری زندگی کفار و مشرکین کی تکلیفیں برداشت کیں، اور کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ تک نہیں لیا، سب کو آپ نے معاف کر دیا۔ تو کیا آپ کا نام لینے پر جو شخص درود نہ پڑھے اس پر آپ بد دعا کر سکتے ہیں؟ ایسا کیوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... حضور ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، اور ہیں۔ اس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں۔ لیکن رحمۃ للعالمین کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ شک پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا۔ خاص کر کسی کو مارا یا بد دعا نہیں کی۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کے نافرمان یا اللہ کے دشمن یا اللہ کے حکموں پر نہ چلنے والے تھے ان پر مجموعی طور پر بد دعا اور لعنتیں کی ہیں۔ جیسے کہ بے نمازی، شرابی، سود خور وغیرہ۔ اب وہ پاک ذات جس پر درود بھیجنے کے لئے خود اللہ تعالیٰ حکم کرے اور خود اللہ تعالیٰ بھی آپ پر سلام بھیجے اور اس نورانی ذات کے ہم پر بے انتہا احسانات بھی ہوں، تو آپ ﷺ کا نام سن کر درود پڑھنے میں بخیلی کرنے والا کہاں سے رحم کا مستحق ہو سکتا ہے؟

رمضان جیسا برکتوں والا بخشش کا مہینہ گزر جائے اور کروڑہا کروڑ لوگوں کی اس میں بخشش

ہو جائے اور یہ شخص اپنی کاہلی کی وجہ سے اپنی بخشش نہ کروا سکے تو پھر یہ بخشش کے لائق کہاں ہے؟ کامل سمجھ، عقل اور ہوش وحواس کے باوجود کوئی شخص جان بوجھ کر گڑھے میں گرے اور کسی کے روکنے پر بھی نہ رکے تو پھر اس میں کس کا قصور سمجھا جائے گا؟ گڑھے میں گرنے والے کا یا بچانے والے کا؟

درود شریف کی مقبول کتاب فضائل درود شریف پڑھتے رہو۔ دیگر علمی باتیں اور درود کی برکات بھی معلوم ہونگی۔ فقط اللہ تعالی زیادہ جاننے والے ہیں اور ہدایت دینے والے ہیں۔ اس پاک نورانی ذات بابرکت کے صدقہ طفیل میں اللہ تعالی ہمیں بھی اپنی رضامندی اور اطاعت سے نوازے۔ آمین۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰﴾ رسولُ اللہ اور رسولِ اللہ میں کیا فرق ہے؟

سوال: رسولُ اللہ اور رسولِ اللہ میں کیا فرق ہے؟ اگر کوئی ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے کی جگہ الٹا سیدھا پڑھ ڈالے تو کوئی حرج ہے؟ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رسولُ الله اور رسولِ الله میں نحوی قاعدہ کے اعتبار سے فرق ہے۔ دیگر الفاظ میں کہوں: تو پہلے میں رسولُ اللہ میں لام پر پیش ہے اور دوسرے (رسولِ اللہ) میں لام کے نیچے کسرہ ہے۔ اور قواعد نحو کی وجہ سے پیش اور زیر کا فرق ہوتا ہے۔ اس لئے الٹا سیدھا نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر کبھی پڑھ دیا ہو تو حرج نہیں۔

﴿۲۱﴾ کیا یارسول اللہ کہہ سکتے ہیں؟

سوال: یا رسولَ الله ﷺ نہیں کہنا چاہئے، کیونکہ یا کا مطلب حاضر وناظر ہوتا ہے۔

لیکن قرآن شریف میں بہت سی جگہ پر یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول آیا ہے۔
توجب کہ یا رسول اللہ کہنا درست نہیں تو پھر قرآن میں یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول آیا ہے تو اس کو تو کوئی ناجائز نہیں کہتا۔ معلوم ہوا کہ جب وہ جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس لئے بہت سے لوگ دونوں باتوں میں الجھ کر پریشان ہیں۔ آپ حضرات جواب مرحمت فرما کر اس الجھن کو دور کریں۔ اور بدعتی مولویوں کو جواب دے سکیں ایسا جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ان آیتوں میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حرف ندا بڑھا کر یا ایھا النبی اور یا ایھا الرسول سے خطاب کیا ہے۔ اور یہ بات تو بالکل عیاں ہے کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے اور تمام مخلوق اللہ کے احاطہ علم میں ہے آپ ﷺ تو کیا بلکہ کوئی بھی مخلوق آپ سے غائب یا دور نہیں۔ اس لئے اللہ کے حرف ندا بڑھا کر خطاب کرنے کو ہمارے حرف ندا بڑھانے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ جیسے کہ کوئی بڑا آدمی ہم کو لڑکا، بیٹا کہہ کر پکارے تو اسے دیکھ کر ہمارا بچہ بھی ہمیں لڑکا، بیٹا کہہ کر پکارے تو کیا یہ صحیح ہوگا؟ اللہ کے علاوہ کوئی بھی ذات حاضر و ناظر اور ہر جگہ پر موجود نہیں ہے۔ اس لئے غیر اللہ کے لئے ایسا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ اور اس عقیدہ کے ساتھ ''یا رسول اللہ'' کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ ایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲﴾ کیا یا محمد ﷺ کہہ سکتے ہیں؟

سوال: یا محمد ﷺ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ ایسا کہنے والے کو جب منع کرتے ہیں تب وہ کہتا ہے کہ پنج سورہ میں بہت سی جگھوں پر یہ لفظ موجود ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یا محمد ﷺ کس عقیدہ اور ارادہ سے کہا جا رہا ہے وہ پہلے

بتائیں پھر کوئی یقینی حکم بتایا جا سکتا ہے۔

مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ میں حضرت مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''یا'' عربی زبان میں ندا کے لئے آتا ہے۔ جو قریب یا دور کے کسی انسان کو بلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کوئی دور ہو یا نزدیک ہو اسے بلانا ہو یا خطاب کرنا ہو تو اس کے نام یا لقب کے آگے حرف ندا ''یا'' بڑھا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح بلانے یا آواز دینے کا مقصد اپنا کوئی کام نکلوانا یا مقصد پورا کروانا یا مدد مانگنا وغیرہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اسی طرح وہ نزدیک کی یا دور کی سب پکاریں سنتا ہے۔ اس لئے ہم جب اللہ کے نام کے ساتھ ''یا'' لگاتے ہیں اور یا اللہ بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تو میری مدد فرما۔

اسی طرح یا رسول اللہ بولنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے رسول سے مدد مانگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کی طرح اللہ کے رسول بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور وہ بھی دور یا نزدیک کی ہر پکار سن سکتے ہیں۔ تو ظاہری بات ہے کہ یہ عقیدہ اسلامی نہیں ہے۔ اور غیر شرعی عقیدہ ہونے کے ساتھ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی حاضر و ناظر، ایک ہی وقت میں ہر جگہ موجود نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ کوئی بھی ذات دور اور نزدیک کی پکار سننے کی طاقت نہیں رکھتی۔ یہ صفت صرف اور صرف اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے عقیدہ کی وجہ سے اور اس کے مذکورہ مطلب کی روشنی میں یہ شرکیہ کلمہ ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مدد کے لئے صرف یا اللہ کا لفظ ہی استعمال کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳﴾ کیا یا رسول الله، یا محمد، یا غوث وغیرہ نعرے لگانا جائز ہے نہیں؟

سوال: بعض بھائی بہت سی مرتبہ یا رسول الله ﷺ اور یا محمد ﷺ کے نعرے لگاتے ہیں۔ بعض لوگ ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں کہ ایسے نعرے لگانا جائز نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی ذات حاضر و ناظر نہیں ہے نہ نبی اور نہ ہی کوئی ولی، تو جواب میں وہ کہتے ہیں کہ نماز میں التحیات پڑھتے وقت "یا ایها النبی" پڑھا جاتا ہے قرآن شریف میں یا ایها المزمل نازل ہوا ہے۔ تو یہ کس طرح جائز ہے؟ اس بارے میں آپس میں اختلاف ہے۔ تو آنجناب رہبری فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر "یا محمد، یا رسول الله" کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے تو ایسے نعرے لگانا جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... "یا محمد" یا "یا رسول الله" یا "یا غوث" وغیرہ کے نعرے لگانا آپ کے بتائے عقیدہ اور خیال کے مطابق جائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ ایسے نعرے لگاتے ہیں وہ لوگ زیادہ تر اسی خیال اور عقیدہ کے پیش نظر ایسے نعرے لگاتے ہیں۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔ اور اسلامی شان کے خلاف ہے۔ تشہد یا قرآن میں جہاں اس طرح کے الفاظ ہیں ان کے پڑھنے کے وقت اس عقیدہ کی نیت یا خیال نہیں ہوتا ہے۔ اور شریعت کے بتائے ہوئے الفاظ کی ادائے گی مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴﴾ کیا رسولِ اللہ صحیح ہے یا رسولُ اللہ صحیح ہے؟

سوال: ہفتہ واری اخبار وطن کے مینیجنگ ڈائریکٹر نے ایک شخص کے پوچھے گئے سوال کے جواب میں رسولِ اللہ لکھا تھا، اور اس سے پہلے بھی اسی مینیجنگ ڈائریکٹر

نے اخبار وطن ہی میں اسی طرح تین مرتبہ رسولِ اللہ لکھ دیا تھا۔تو میرے دھیان دلانے پر انہوں نے بھول کو صحیح کیا تھا۔اور معذرت کی تھی۔اس سلسلہ میں اخبار وطن میں قارئین کی کولم (حصہ) میں مجھ پر سوالات کی بھرمار ہورہی ہے۔کہ رسولُ اللہ لکھو یا رسولِ الله لکھو سب صحیح ہے۔

وطن اخبار کا ایک قاری کہتا ہے: کہ قرآن شریف میں دیکھا جائے تو اس میں ۲۲ ویں پارے میں ۳۳ ویں سورت سورۂ احزاب میں دیکھو یہ آیت ہے: لقد كان لكم فى رسولِ الله اسوة حسنة (الاحزاب: ۲۱)

تو کیا اخبار وطن کے مینیجنگ ڈائریکٹر کی طرح (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے بھی بھول ہوئی ہے۔ دوسرا ایک لکھتا ہے: کہ بات یہاں پر ختم نہیں ہوجاتی اسی پارے کی اسی سورت کی ۴۰ ویں آیت دیکھو جس میں ہے: ما كان محمد ابا احد من رجالكم و لكن رسولَ الله وخاتم النبيين۔ (الاحزاب: ۴۰)۔

اس میں نہ تو رسولُ الله ہے اور نہ ہی رسولِ الله اس میں رسولَ الله ہے تو کیا یہاں پھر اللہ تعالیٰ سے بھول ہوئی ہے؟

دوسرا ایک قاری لکھتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ زبان کے الفاظ کو نہیں دیکھتا وہ دلوں کو دیکھتا ہے۔اور دوسرا ایک لکھتا ہے: کہ روٹی کے ساتھ ہمیں مطلب ہے ٹپ ٹپ کے ساتھ نہیں۔

اب میرا مقصد یہ تھا کہ ایک غیر مسلم نے وطن کے مینیجنگ ڈائریکٹر سے کلمہ کے متعلق سوال کیا تھا کہ اسلام کا کلمہ کس طرح پڑھا جائے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ تو میں نے اس پر متنبہ کیا: کہ لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھو۔آپ کو اسلام کا پہلا کلمہ صحیح طور پر ادا کرنا نہیں آتا اور مذہبی

سوال کے جواب دیتے ہو۔ یہ محترم مفتی صاحبان کا کام ہے۔اس پروطن کے قارئین نے مذکورہ بالاطریقے سے مجھ پرقارئین کے کولم (مراسلات) میں سوالات کی بوچھار کی۔تواس سوال کا جواب فتوے کی رو سے کیا ہونا چاہئے یہ آپ مفصل بتائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رسولُ اللہ اور رسولِ اللہ دونوں جملے اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ پہلے جملے میں رسول کے لام پر پیش ہے اور دوسرے جملے میں لام کے نیچے زیر ہے۔کلمہ پر زبر زیر پیش کب آتا ہے اور کس وجہ سے آتا ہے، اس کے جاننے کے لئے عربی کے نحو وصرف (وِیَـــاکَـرَن، Grammar) کا علم ہونا ضروری ہے۔کلمہ کے آخری حرف کی حرکت عامل کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے۔

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ہے۔یہی تلفظ صحیح ہے۔اس موقع پر رسول کے لفظ پر پیش کی جگہ زیر پڑھنا صحیح نہیں ہے۔اس جملے میں محمد یہ مبتدا ہے اور رسولُ اللہ اس کی خبر ہے اور مبتدا اور خبر دونوں پر نحوی قواعد کے مطابق پیش آتا ہے اس لئے محمد رسولُ اللہ میں رسول کے لام پر پیش ہے۔

بائیسویں پارے کی آیت جو مثال میں دی ہے اس میں رســـول کے لفظ پر زیر ہے، اور وہاں زیر پڑھنا ہی صحیح ہے۔ وہاں زبر یا پیش کا پڑھنا غلط ہے۔اس لئے کے وہاں فـــی رسولِ اللہ ہے۔اور رسولِ اللہ سے پہلے ’فی‘ حرف جار ہے جو مابعد والے کلمہ کے آخری حرف کو زیر دیتا ہے۔اسلئے وہاں ’فی رسولِ اللہ‘ پڑھا جائے گا۔

سوال میں سورۂ احزاب کی دوسری آیت بھی بتائی ہے جس میں رسول کے لام پر زبر پڑھا گیا ہے وہ بھی قواعد کی رو سے صحیح ہے اس لئے کہ ولکن رسولَ اللہ میں رسول کے لفظ سے پہلے لکن آیا ہے اور لکن‘ حرف مشبہ بالفعل ہے، اور وہ اپنے مابعد والے اسم کو

زبردیتا ہے۔اس لئے وہاں رسولَ الله پڑھنا ضروری ہے۔
آپ نے قارئین کے جو سوالات بتائے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی کے نحو و صرف (وِیَاکَرَن: گرامر: Grammar) سے بالکل نابلد ہیں۔اس لئے انہوں نے ''کالے کالے سب جامون'' جیسا کام کیا ہے۔اس لئے ان کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵﴾ یا نبی کہہ کر سلام بھیجنا غلط ہے

سوال: حضور ﷺ کو یا نبی سلام علیکم "کہہ کر سلام بھیجنا کیسا ہے؟ کیا درود شریف کے مقابلہ میں" یا نبی سلام علیکم' کہہ کر سلام بھیجنا افضل ہے؟ اس لئے کہ یہاں مذکورہ سلام کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔تو شرعی رو سے جو صحیح بات ہے وہ واضح فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... درود شریف کے مقابلہ میں ''یا نبی'' کے الفاظ کو زیادہ اہمیت دینا جہالت اور غلطی ہے۔ نیز حضور ﷺ ہم سے ہزاروں میل دور ہیں، ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں۔اس لئے درود شریف اور سلام کے جتنے صیغے ہمیں سکھائے گئے ہیں اسی کے مطابق پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲٦﴾ ایہا النبی کب کہہ سکتے ہیں؟

سوال: 'ابھی طبیعت جم جاوے تب تک درود شریف میں صرف "صلى الله على النبى الامى' 'پڑھتا ہوں۔مذکورہ درود شریف کی تسبیح کے ختم ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ" السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته "اگر پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......اس طرح سے نہیں پڑھنا چاہئے۔اس لئے کہ ایہا

السنبی صرف تشہد میں ہی پڑھ سکتے ہیں۔یا مزار مقدس پر حاضری کے وقت پڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے معنی میں حاضر کا مطلب ہے۔اور ہم دور ہونے کی وجہ سے اسے استعمال نہیں کر سکتے۔اگر حاضر و ناظر کے عقیدہ کے بغیر پڑھا جائے تو گنجائش ہے۔فقط و اللہ تعالی اعلم

﴿۲۷﴾ جھوٹی حدیث بیان کرنے والے نیز حضور ﷺ کو جھوٹا کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو تقریر میں کہتا ہے: کہ ''ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور کہا: کہ میں اپنے قرابت والوں سے جھوٹ نہیں بولتا ہوں۔خدا کی قسم میں دوسروں سے جھوٹ بول سکتا ہوں لیکن تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔میں دوسروں کو دھوکہ دے سکتا ہوں لیکن تم کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ مذکورہ جملہ قرآن اور حدیث کی رو سے بولنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔نیز مذکورہ شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... حضور ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔اور نہ کبھی کسی کو دھوکہ دیا۔نبوت ملنے سے پہلے بھی آپ اتنے سچے تھے کہ لوگ آپ کو صادق و امین کہتے تھے۔اور نبوت ملنے کے بعد بھی کبھی کسی مخالف نے آپ کو جھوٹا کہنے کی ہمت نہیں کی۔

سوال میں لکھی ہوئی باتیں حدیث وغیرہ کی کسی کتاب میں نہیں ہیں۔اور جو شخص یہ جملے کہتا ہے: وہ کذاب ہے۔اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کا ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔آپ ﷺ

کے فرمان کے مطابق جو شخص بھی جان بوجھ کر جھوٹی حدیث بیان کرے تو وہ جہنمی ہے۔اس لئے ایسے شخص کو توبہ کرنا ضروری ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸﴾ حضور ﷺ کو اپنا بھائی کہنا

سوال: عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ اتى المقبرة فقال السلام عليكم دار قوم مؤمنين و انا ان شاء الله بكم لاحقون وددت انا قد رأينا اخواننا قالوا او لسنا اخوانك يا رسول الله قال: انتم اصحابى و اخواننا الذين لم يأتوا بعد فقالوا: كيف تعرف من لم يأت بعد من امتك يا رسول الله فقال ارأيت لو ان رجلاً له خيل غر محجلة بين ظهرى خيل دهم بهم الا يعرف خيله قالوا: بلىٰ يا رسول الله قال: فانهم يأتون غرا محجلين من الوضوء و انا فرطهم على الحوض (مسلم، مشكوة: ٤٠/١، مسلم: ٢٢٩/٢، مسند احمد: ٢٤٥/١٧، مؤطا مالك: ٧٥/١ نسائى: ٢٦٢/١)

سوال کیا مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کو کوئی امتی محبت وعقیدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا بھائی کہہ سکتا ہے؟ کیا نبی ﷺ کو اپنا بھائی کہنے والا شخص کافر یا واجب القتل یا کسی بھی اعتبار سے قابل ملامت ہے؟ جبکہ قرآن کریم میں سورۂ شعراء آیت نمبر ۱۰۲،۱۲۳،۱۴۲، ۱۶۱ میں خود اللہ تبارک وتعالی حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت لوط، حضرت نوح علیہم السلام کو اپنی اپنی قوموں کا بھائی کہہ رہا ہے۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور اقدس ﷺ اللہ تعالی کے بہت بڑے اور محبوب رسول ہیں، مخلوقات میں حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے رسول اور ہم آپ ﷺ کے امتی ہیں آپ ﷺ کی جتنی

عزت واحترام کی جائے کم ہے آپ ﷺ کی بے ادبی اپنے لئے ہلاکت ہے قرآن پاک میں آپ ﷺ کے ادب اور احترام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے سورۂ احزاب میں اذیت پہونچانے سے سورۃ الحجرات میں حضور اقدس ﷺ کے سامنے حضور ﷺ سے زیادہ اونچی آواز سے بولنے سے سورۂ نور میں حضور اقدس ﷺ کو عام لوگوں کی طرح مخاطبت کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے لہذا کسی بھی طرح **قولاً و فعلاً و اعتقاداً** حضور اقدس ﷺ کی توہین سے بچنا چاہئے۔

آپ نے سوال میں جو حدیث پاک لکھی ہے وہ حدیث شریف مشکوۃ شریف میں ص:۴۰ پر مؤطا مالک میں ص:۱۰ پر مسلم شریف میں ص:۱/۱۲۷ پر ذکر کی گئی ہے۔ دوسری روایت جو حضرت عمرؓ سے عمرہ میں جاتے وقت ہے اور وہ بھی ترمذی شریف:۲/۱۹۶ مشکوۃ شریف: ۱/۱۹۵ پر موجود ہے لیکن اس میں حضور اقدس ﷺ نے امتی کو بھائی کہا ہے، امتی نے حضور ﷺ کو بھائی نہیں کہا ہے۔ اس لئے استدلال صحیح نہیں۔ اخوت اور بھائی چارگی مختلف قسم کی ہوتی ہے (۱) نسبی اخوت (۲) ایک اخوت ایمانی ہوتی ہے (۳) اخوت قومی (۴) اور اخوت وطنی (۵) اخوت عملی جیسے کہ حاجی بھائی وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے اگر کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کو بھائی کہتا ہے تو صرف اس لفظ کے کہنے کی وجہ سے کافر یا واجب القتل یا گستاخ رسول قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ لیکن ہم آپس میں کسی کو بھائی کہتے ہیں تو اس وقت جو مساوات و برابری کا جذبہ ہوتا ہے حضور اقدس ﷺ اپنے درجہ و بزرگی کے اعتبار سے اس سے بہت بلند ہیں لہذا اگر کوئی کہے تو اس کو منع کیا جائے گا ،آپنے حضرت ہود، صالح علیہم السلام کے متعلق جو ذکر کیا ہے وہ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے اور اللہ تعالی ان کو بھائی بتارہے ہیں۔ اس لئے آئندہ اس قسم کے خطاب سے پرہیز کرنا

چاہیئے، اور فتنہ کے زمانہ میں فتنوں کو اور ہوا نہیں دینی چاہیئے۔ باقی بخاری شریف میں بھی حضرت ابو بکرؓ نے حضور اقدس ﷺ کو انا اخو کہہ کر اپنے آپ کو بھائی کہہ کر خطاب فرمایا ہے اور اس میں حضور اقدس ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ فقال له ابو بكر انا اخوك فقال انت اخى فى دين الله الخ۔ (۷٦٠/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹﴾ کیا کافر حضور ﷺ کی امت ہیں؟

سوال: کافر جو اللہ کی وحدانیت کے قائل نہیں اور حضور کی نبوت کے منکر ہیں وہ حضور کی امت ہیں یا نہیں؟ کیا حضور کی امت میں ان کا شمار ہوتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... امت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) امت دعوت (۲) امت اجابت۔ امت دعوت اس امت کو کہتے ہیں کہ جس قوم یا لوگوں کی طرف آپ ﷺ نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے اور اس قوم پر آپ ﷺ کی بات کا ماننا ضروری ہو۔ (چاہے انہوں نے آپ کی بات مانی ہو یا نہ مانی ہو) اور امت اجابت اس امت کو کہتے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی بات اور دعوت کو قبول کیا اور آپ کو اللہ کا سچا رسول مانا۔ اس اعتبار سے کافروں کا شمار امت دعوت میں ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۰﴾ سب پیغمبروں کے نام کا علم ہونا ضروری نہیں

سوال: اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ یہ سب پیغمبروں کے نام کیا تھے؟ قرآن شریف میں تو صرف ۲۸ یا ۲۹ پیغمبروں کے نام بتائے گئے ہیں، بقیہ ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو اکہتر یا بہتر پیغمبر کون تھے؟ ان کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی نبی یا رسول بھیجے،ہمیں ان سب پر ایمان لانا اور انہیں سچا سمجھنا ضروری ہے۔ان سے متعلق دیگر تفصیلات کے ان کے نام کیا ہیں اور وہ کب اور کہاں بھیجے گئے؟ ان کا جاننا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی واجب۔اور نہ ہی اس پر ایمان کا دارومدار ہے۔اور قرآن وحدیث میں ان تمام کے نام بھی بتائے نہیں گئے،اس لئے کوئی بھی آدمی ان تمام نبیوں کے نام نہیں بتا سکتا۔البتہ جن نبیوں اور رسولوں کے نام قرآن وحدیث میں بتائے گئے ہیں انہیں ان کے ناموں کے ساتھ نبی یا رسول ماننا ایمان کا حصہ ہے۔اور ان کے ناموں کی فہرست بھی بتائی جاسکتی ہے۔

حدیث شریف کی بعض کتابوں میں اللہ کے سچے پیغمبروں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور دوسری روایت میں دو لاکھ کی تعداد بتائی گئی ہے۔اب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جہاں کہیں بھی جتنے بھی انبیاء ورسل بھیجے ان تمام کو سچا سمجھنا اور ان پر ایمان لانا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔اسی طرح جو نبی یا رسول نہ ہوں اور انہوں نے نبوت یا رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو انہیں اپنی عقل وسمجھ سے نبی یا رسول ماننا بھی جائز نہیں ہے۔اس لئے علم کلام کے محقق حضرات کا کہنا ہے : کہ پیغمبروں یا رسولوں کی تعداد کے متعلق کسی خاص عدد کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ نے دنیا میں جتنے بھی نبی یا رسول بھیجے ہیں ان تمام پر میں ایمان لاتا ہوں۔یہی اصح ہے۔ (شرح فقہ اکبر،شرح عقائد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۱﴾ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؒ قرب قیامت دنیا میں آئیں گے؟

سوال: یہاں امریکہ میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے : کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئیں گے۔اور امام مہدی بھی نہیں آئیں گے۔تو صحیح بات کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: امام مہدی رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے آسمان سے اترنا اہل سنت و الجماعت کے عقائد میں سے ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ شرح فقہ اکبر ص: ۱۰۱ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔ اس لئے اس حقیقت کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا گمراہی ہے۔

﴿۳۲﴾ کیا حدیث اور خلفائے راشدین کا منکر کافر اور گمراہ ہے یا نہیں؟

سوال: حدیث شریف کے منکرین اور چاروں خلفائے راشدین کے منکرین کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ ایسا انسان کافر ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث شریف کا منکر اور خلفائے راشدین کا منکر گمراہ اور کافر ہے۔ اگر کوئی صاف لفظوں میں انکار نہ کرے بلکہ انکار پر کچھ توجیہ یا تاویل کرے تو اس کی تفصیل معلوم ہونے کے بعد کوئی قطعی حکم بتایا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۳﴾ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلائیں گے؟

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھیں گے؟ اور آپ کے امتی کہلائیں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے زمین پر آنا اور دجال کو قتل کرنا اور اسلامی طریقے کے مطابق حکومت چلانا اور پوری دنیا میں صرف ایک مذہب اسلام کا باقی رہنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴﴾ مولود کی حقیقت

سوال: مولود شریف کا کیا مطلب ہے؟ کیا مولود کی دعوت میں کھانا کھا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... لغت میں مولود کے معنیٰ چھوٹا بچہ اور میلاد کے معنیٰ پیدائش کے دن کے ہوتے ہیں، یہ رسم دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے شروع کی ہے اور آج پوری دنیا میں 'کرسمس ڈے' کے نام سے چل رہی ہے، ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی حضور اقدس ﷺ کی پیدائش کے دن کی عظمت کی وجہ سے پورے مہینہ کو مولود کا مہینہ کہتے ہیں، اسلامی شرعی احکام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، لیکن ۶۰۰ھ کے بعد سے اس دن اور مہینہ میں طرح طرح کے طور طریقے اور نت نئی رسمیں اور جلسہ جلوس وغیرہ کرنے شروع ہوئے، اور روز افزوں اس میں ترقی ہوتی رہی اس میں جائز و ناجائز سب کام کئے جانے لگے، جو علماء دین سے مخفی نہیں، آج مولود یا میلاد کے نام سے جو کام ہو رہے ہیں حضور ﷺ اور صحابہ یا تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔ حالانکہ آج کے لوگوں سے ان لوگوں میں تقویٰ، علم، دینداری اور عشق رسول و محبت زیادہ تھی۔

اس دن جہلاء اور مبتدعین جو رسم رواج، لائٹنگ، نعت اور حضور ﷺ کی پیدائش پر منظوم کلام وغیرہ پڑھتے ہیں وہ ناجائز اور بدعت اور بے پردگی اور غلط اور ضعیف روایتیں بیان کی جاتی ہیں، ربیع الاول کا مہینہ اور تاریخ اپنی طرف سے متعین کی جاتی ہے، اس میں شریک نہ ہونے والے کو لعن طعن کیا جاتا ہے، اور صحابہ ہم سے زیادہ حضور ﷺ سے محبت رکھنے والے اور عاشق زار تھے، پھر بھی ان سے ایسی مجلسیں کرنا ثابت نہیں ہے، اس وجہ سے ان تمام وجوہ سے فقہ کی کتابوں میں اسے ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا ہے، اس لئے اس سے

بچنا چاہئے۔

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ کی ہر باتوں اور حالتوں کا بیان کرنا بہت ہی اچھا اور مبارک فعل ہے، اور حضور ﷺ کی ولادت، عبادت، معاملات وغیرہ ہر چیز کا بیان کرنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے، کوئی بھی عالم اس سے منع نہیں کرسکتا، لیکن ہم رسم ورواج کی جو پابندی کرتے ہیں اس کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔

اگر کسی جگہ مذکورہ کوئی پابندی نہ ہو یا دوسرے رسم ورواج کو اس میں دخل نہ ہو صرف لوگوں کو بلا کر دعوت کھلائی جائے اور اس کا ثواب حضور ﷺ کی مبارک روح کو پہنچایا جائے تو یہ جائز ہے اس میں ممانعت نہیں ہے، صرف مولود کا نام ہوتا ہے، اس سے مروج مولود کی طرف دھیان جاتا ہے اس لئے اس نام سے بھی بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۵﴾ ’’جو شخص حضور ﷺ کے نام کے لئے جانے کے وقت آنکھ پر ہاتھ نہیں پھیرتا اسے حضور سے محبت نہیں ہے‘‘ ایسا کہنا غلط ہے۔

سوال: دیوبندی حضور ﷺ کے نام لئے جانے کے وقت آنکھوں پر ہاتھ نہیں پھیرتے اسی طرح کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام نہیں پڑھتے۔ اس لئے وہ حضور کو نہیں مانتے۔ ایسا عقیدہ رکھنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص حضور ﷺ کو نہیں مانتا یا آپ سے محبت نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ حضور ﷺ کو ماننا اور حضور ﷺ سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

آج کل دیوبندی کے نام سے پہچانے جانے والے مسلمان یا ان کے بزرگوں کے احوال دیکھنے سے یا ان کی سوانح عمری کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے عاشق رسول اور آپ

کے طریقے کی مکمل تابعداری کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ایسے کامل مؤمنین کے متعلق یوں کہنا کہ وہ حضور کونہیں مانتے بہت بڑا ظلم ہے۔اللہ کے یہاں کیا جواب دو گے؟

اب رہی یہ بات کہ حضور کا نام سن کر آنکھوں پر ہاتھ پھرانا تو ایسا کرنا یا ایسا کرنے کے لئے آپ ﷺ کا کسی کوحکم دینا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔البتہ بعض بزرگان دین سے ''رَمَد'' نامی بیماری میں علاج کے لئے یہ طریقہ بتایا گیا ہے اور ایسا کوئی بیمار یہ علاج کرے تو اس میں حرج نہیں ہے۔لیکن اسے سنت سمجھنا یا حضور کی محبت کی دلیل ماننا اور جو ایسا نہ کریں ان پر لعن وطعن کرنا بالکل غلط اور غیر مناسب فعل ہے۔ بلکہ جو امر صحیح حدیث سے ثابت نہ ہو اور اسے جاہلوں نے رسماً کرنا ضروری کرلیا ہو تو اس کے خلاف کرنا شرعی تعلیم کا تقاضا اور ثواب کا کام ہے۔

یہی حکم کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کے بارے میں ہے۔ جب کوئی شخص مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو تو وہاں ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر سلام پڑھے۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہے۔اور آپ ﷺ وہاں موجود ہیں۔لیکن اس جگہ سے ہزاروں میل دور رہ کر مولود پڑھنا یا سلام پڑھنا اور کھڑا ہونا اس عقیدہ کے ساتھ کہ حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں جائز نہیں۔اس لئے کہ حضور ﷺ وہاں موجود نہیں ہے۔ ہر جگہ پر موجود ہونا یہ اللہ کی صفت ہے۔ دوسرا کوئی اس میں شریک نہیں۔اسلام کی بنیادی تعلیم توحید اور ایک خدا کی پرستش ہے۔اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کے عقیدہ کے ساتھ کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اس کے خلاف ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ ﷺ سے جتنی محبت تھی اتنی محبت تو ہمیں آپ ﷺ سے نہیں ہے (جو ہماری بدقسمتی ہے) اس کے باوجود کسی صحابی یا تابعی سے ثابت نہیں ہے کہ وہ لوگ اس

طرح دور دراز مقامات سے مولود پڑھتے وقت کھڑے ہوکر سلام پڑھتے تھے۔اس لئے جو شخص ایسے موقع پر کھڑا نہیں ہوتا وہ صحابہ کی اتباع اور دین کے صحیح حکم پر عمل کررہا ہے۔ایسے شخص کے متعلق ایسے الفاظ کہنا کہ وہ حضور کو نہیں مانتے بالکل غلط اور ظلم ہے۔اللہ تعالی ہر ایک کو ہدایت نصیب فرمائے۔اور آپ ﷺ سے سچی محبت اور آپ کی مکمل تابعداری نصیب فرمائے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۶﴾ حدیث شریف کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔

سوال: جولوگ آپ ﷺ کی احادیث کی تعظیم نہ کریں وہ کیسے ہیں؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ حدیث کیا ہے؟ ایسی حدیثیں اور باتیں ابھی کے مولوی نئی نئی ایجاد کرتے رہتے ہیں۔تو ایسے لوگوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک رکھنا چاہئے۔اور انہیں کس طرح سمجھانا چاہئے؟ وہ بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس طرح قرآن کو نہ ماننے والا ایمان سے نکل جاتا ہے، اسی طرح حدیث شریف کا انکار کرنے والا بھی گمراہ ہے اور بعض صورتوں میں ایمان سے نکل جاتا ہے۔اس کے باوجود پوچھی گئی صورت میں حدیث شریف کا انکار نہیں ہے مگر جہالت کی وجہ سے کی گئی جاہلوں کی بکواس ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۷﴾ ''میں تم کو خدا کہتی ہوں'' کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

سوال: میرے اور میری عورت میں آج سے دس دن پہلے کسی وجہ سے جھگڑا ہوا، اس نے مجھے خاموش کرنے کے لئے عاجزی کرتے ہوئے کہا: کہ اللہ کے لئے چپ ہوجاؤ۔ پھر بھی میں خاموش نہیں ہوا، تو اسنے غصہ میں جلد بازی میں یہ کہا: کہ چپ ہوجاؤ (نعوذ باللہ) میں تم کو خدا

کہتی ہوں۔ بعد میں اس کو افسوس ہوا (میں نے بھی اس سے کہا کہ یہ تو کفریہ کلمہ ہے) تو بعد میں اس نے توبہ بھی کر لی اور فوراً کلمہ بھی پڑھ لیا۔

تو آنجناب سے مجھے پوچھنا یہ ہے: کہ ایسی حالت میں اس طرح اوپر بتائے گئے کلمے کہنے سے ایمان چلا جاتا ہے؟ اور (نعوذ باللہ) اگر ایمان چلا جائے تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس نے کلمہ تو پڑھ لیا ہے۔ کیا اب ہمیں دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟ ہم صاحب اولاد غریب ہیں۔ ہماری عمر چالیس سال ہے۔ تو آنجناب ذرا تکلیف اٹھا کر ہمارے لئے صحیح جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دیں۔ آمین۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت نے غصہ میں جو الفاظ کہے ہیں، وہ نہیں کہنے چاہئے۔ لیکن وہ الفاظ کہے ہیں تو ان الفاظ کا مطلب یہ بھی نکل سکتا ہے کہ میرے مالک، میرے شوہر جیسا کہ فیروز اللغات میں اس بارے میں تفصیل موجود ہے۔ اس لئے ایمان سے نکلنے کا یا کفر لازم آنے کا حکم لگایا نہیں جائے گا۔ اس کے باوجود تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لیا جائے تو اچھا اور بہتر ہے۔ اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۸﴾ ہندوستان میں نبی آئے تھے یا نہیں؟

سوال: قرآن شریف میں ہے: و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه (سوره ابراهیم: ٤) یعنی مفہوم آیت یہ ہے: اللہ تعالی نے ہر قوم میں ان کی ہی زبان جاننے والے نبی بھیجے۔ تو ہندوستان میں نبی بھیجے تھے یا نہیں؟ اور اگر نہیں بھیجے تھے تو کیا ہندوستان اللہ کے نقشہ میں نہیں ہے اور اللہ کا پیدا کیا ہوا ملک نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہندوستان میں بھی اللہ نے نبی بھیجے ہوں گے۔ لیکن اس

کے معلوم ہونے کے لئے کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔اس لئے نام کے ساتھ یقینی طور پر نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ نبی ہی تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تو لکھا ہے کہ آپ کو جنت سے دنیا میں بھیجا گیا تو سب سے پہلے متحدہ ہندوستان سری لنکا میں اترے تھے۔ نیز ہندوستان کے بعض مقامات پر بزرگوں کے کشف سے وہاں نبیوں کی قبروں ہونا معلوم ہوا ہے۔لیکن قرآن یا حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔اس لئے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اور رہا آپ کے سوال کرنے کا انداز اور بد کلامی ''اگر نہیں بھیجے تھے تو کیا ہندوستان اللہ کے نقشہ میں نہیں ہے اور اللہ کا پیدا کیا ہوا ملک نہیں ہے؟'' یہ شریف انسان کو زیبا دینے والے الفاظ نہیں ہیں۔ساتھ ہی آپ کے مزاج کی بھی غمازی کرتے ہیں۔

ہمیں ان کاموں میں لگنا چاہئے کہ جن میں سب سے پہلے دین کا یا تو پھر کم از کم دنیا کا کوئی فائدہ ہو۔ایسی بحث چھیڑنے سے فتنہ بڑھتا ہے۔اور اللہ تعالی مجھ سے یا تم سے یہ سوال نہیں پوچھیں گے کہ ہندوستان کے نبی کے نام کیا تھے؟ اور جو سوال پوچھے جائیں گے ہمیں ان کی تیاری میں لگنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹﴾ کیا قرآن میں ہر نبی کا تذکرہ ہے؟

سوال: قرآن شریف کی سورہ نساء کی ۱۶۴ نمبر کی آیت و رسلا قد قصصنهم عليك من قبل و رسلا لم نقصصهم عليك۔ و كلم الله موسیٰ تكليما۔ (النساء: ١٦٤) اس آیت کا مطلب سمجھائیں۔اس آیت کا مطلب کیا یہ نہیں ہوتا کہ اے رسول آپ سے پہلے بھی ہم نے کئی رسول بھیجے جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم نے تمہارے سامنے کیا ہے۔اور کچھ کا نہیں کیا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ آیت کا مطلب جو آپ نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ قرآن شریف کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے یا کوئی نبی یا رسول کی فہرست نہیں ہے کہ اس میں ہر نبی یا رسول کا نام بتایا جائے۔ بلکہ مثال دینے کے لئے جس نبی یا رسول کی ضرورت پڑی اور اس زمانے کے لوگ جنہیں تھوڑا بہت جانتے تھے انکا ذکر کیا گیا۔ اور باقی انبیاء و رسل کا ذکر نہ کرتے ہوئے ان کو سچا سمجھنا ضروری قرار دیا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۰﴾ آپ ﷺ کے مرض الموت اور وفات سے متعلق

سوال: آپ ﷺ کے وصال کا مختصر حال اور حقیقت بتانے کی مہربانی فرمائیں۔ اور آپ ﷺ کی جنازہ کی نماز سب سے پہلے کس نے پڑھی اور کس نے پڑھائی؟ اور کس طرح پڑھی اور کتنی پڑھی؟ اور آپ ﷺ کو کتنی مدت کے بعد دفن کیا گیا؟ یہ تفصیلات بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ ﷺ ۱۱ھ ماہ صفر المظفر بروز بدھ بیمار ہوئے۔ اور کل تیرہ دن بیمار رہے۔ جس میں اولاً سر میں درد شروع ہوا۔ پانچ دن تک آپ باری باری ہر ازواج مطہرات کے یہاں جاتے رہے۔ پیر کے روز کمزوری بڑھ گئی۔ اس لئے دوسری ازواج مطہرات کی رضامندی سے آپ حضرت عائشہؓ کے یہاں رہے۔ وفات سے پانچ دن قبل جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے وقت آپ کو طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ تو آپ ﷺ نے غسل کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لے کر مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور آخری تقریر کی۔ بیماری گھٹتی اور بڑھتی رہی۔ اور آخری آٹھ دن پیر سے پیر تک سخت بیمار رہے۔ انتقال سے ایک دن پہلے گھر والوں نے بیہوشی کی حالت میں آپ کو لدود کیا۔ یعنی منہ میں دوا ڈالی۔ ہوش

میں آنے کے بعد آپ ﷺ بہت ہی ناراض ہوئے۔
آپ ﷺ کی وفات کے بارے میں یہ تو یقینی بات ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ لیکن وہ کونسی تاریخ تھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ پیر کے دن طبیعت میں افاقہ تھا۔ مسجد سے متصل آپ کا حجرہ تھا۔ فجر کی نماز کے وقت پردہ ہٹا کر دیکھا تو سب صحابہ فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ آپ ﷺ کو یہ منظر دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی اور سکون ملا۔ پھر جیسے جیسے وقت بڑھتا گیا آپ کی بیماری بھی بڑھتی گئی۔ بار بار بیہوشی طاری ہونے لگی۔ پھر سکرات کی تکلیفیں شروع ہوئیں۔ آپ نے مسواک کی۔ اور حضرت عائشہؓ کو سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ نماز اور غلاموں کا خاص خیال رکھنے کے متعلق وصیت کی۔ اور زوال کے بعد پیر کے دن انگلی سے اشارہ کر کے بعض کلمات پڑھے۔ اور اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ صلی اللہ علیہ و سلم۔**
بعض وجوہات کی بنا پر غسل، تکفین اور تدفین میں دیر ہوئی۔ ان وجوہات میں سے ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے ایسا صحابہ کو یقین ہی نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ تو تلوار لے کر کھڑے ہو گئے، پھر حضرت ابو بکرؓ کے سمجھانے سے ٹھنڈے پڑے، اور منگل کے دن غسل، تکفین اور تدفین کا انتظام کیا۔ آپ ﷺ کی قبر مبارک اسی حجرہ میں ہے جس میں آپ کا انتقال ہوا تھا، حضرت ابو طلحہؓ نے کھودی اور لحد بنائی۔ حضرت فضل، حضرت اسامہ، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور کفن پہنایا۔
تین سفید سہولی کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا۔ جنازہ کے تیار ہونے میں منگل کا دن بھی ختم ہو گیا۔ حجرہ چھوٹا تھا اس لئے ہر شخص نے علیحدہ علیحدہ خود ہی جنازہ کی نماز پڑھی۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے ترتیب وار جنازے کی نماز پڑھی۔ نہ جماعت

ہوئی اور نہ ہی کوئی امام تھا۔آپ کے جسم اطہر کو حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ وغیرہ صحابہؓ نے قبر میں اتارا۔اس طرح منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو آپ کی تدفین مکمل ہوئی

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبك خیر الخلق کلهم

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں : **سیرت النبی** حصہ:۲،**اصح السیر، بخاری شریف، مشکوۃ شریف۔** فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۱﴾ نبی کے علاوہ کسی کا بھی خواب حجت شرعی نہیں ہے۔

سوال: ہمارے یہاں ایک مبلغ صاحب آئے تھے،انہوں نے ایک مرتبہ دس پندرہ آدمی کے مجمع میں میرے گھر پر کہا: کہ ایک شخص نے خواب میں اللہ کے رسول کی زیارت کی،اللہ کے رسول نے اس شخص سے کہا: کہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔اس لئے کہ ڈیڑھ سال میں ایسا انقلاب آنے والا ہے کہ جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں وہ لوگ بچ جائیں گے،اور کوئی نہیں بچے گا۔تو کیا یہ بات ماننے میں آسکتی ہے؟ یعنی ان کا اشارہ تبلیغ کی طرف تھا۔تو کیا جو لوگ حال میں بڑے بڑے مدارس چلاتے ہیں اور مسجد و مدرسہ کے خادم جو دین کی خدمت کررہے ہیں وہ کیا دینی خدمت نہیں ہے؟ اس لئے تفصیل سے جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نبی کے علاوہ کسی بھی شخص کا خواب حجت شرعی نہیں ہے، اسی طرح خواب دیکھنے والے اور خواب کی پوری تفصیل جب تک معلوم نہ ہو جائے وہاں تک کچھ بھی کہنا مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۲﴾ نبی کہاں پیدا ہوئے؟

سوال: انبیاء علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر انبیاء آج کے مڈل ایسٹ (مشرق وسطیٰ: عربستان، عراق، سریا، جورڈن، مصر وغیرہ) ممالک ہی میں پیدا ہوئے تھے، ایسا پڑھنے اور جاننے میں آتا ہے۔ ان ممالک کے علاوہ بھی کیا دوسرے ملکوں میں نبی پیدا ہوئے ہیں؟ اور کون کون پیدا ہوئے ہیں؟ وہ بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہر ملک میں اور دنیا کے ہر اہم خطہ میں اللہ تعالی نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے۔ لیکن کس کس کو بھیجا، اور کہاں کہاں بھیجا؟ اس کی صحیح تفصیلات کہیں نہیں ملتیں، اور مل بھی نہیں سکتیں۔ اور مشرق وسطیٰ کے نبیوں کا ذکر قرآن میں اس لئے ہے کہ انہیں اس زمانے کے لوگ کچھ کچھ جانتے تھے۔ اور مانتے تھے۔

﴿۴۳﴾ کیا ہندوستان میں کوئی نبی پیدا ہوا ہے؟

سوال: سورۂ فاطر کی آیت نمبر: ۲۴ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ **و ان من امة الا خلا فيها نذير۔** اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں ہم نے کوئی ڈرانے والا (رسول) نہ بھیجا ہو۔ اس آیت کی روشنی میں مجھے یہ پوچھنا ہے کہ کیا ہندوستان میں بھی نبی پیدا ہوئے ہیں؟ اور ہوئے ہوں تو ان کے نام کیا تھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہندوستان میں بھی نبی آئے ہی ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے ہندوستان میں ہی اترے تھے۔ لیکن ان کے علاوہ اور کون کون نبی آئیں اس بارے میں قرآن و حدیث اور تاریخ کی کتابیں خاموش ہیں۔ اور کسی شخص کو یقینی طور پر نبی یا رسول جاننے کے لئے دلیل قطعی سے اس کا نبی یا رسول ثابت ہونا

ضروری ہے۔ جواب وحی کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اپنی سمجھ سے کسی کا نام اس فہرست میں بتایا نہیں جا سکتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۴﴾ قرآن نبیوں کی کہانی کی کتاب نہیں ہے۔

سوال: اللہ تعالی نے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ مبعوث فرمائیں ہیں ایسا کتابوں میں پڑھنے میں آتا ہے۔ جب کہ نبیوں کی تاریخ میں ۶۰، ۷۰ نبیوں کے نام ملتے ہیں۔ تو باقی نبی کون تھے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف یا احادیث مبارکہ میں اس بات کا التزام نہیں کیا گیا کہ ابتدائے آفرینش سے حضور ﷺ کے مبارک زمانے تک جتنے بھی نبی یا رسول آئے ہیں ان تمام کی سیرت یا حالات زندگی بتائی جائے۔ اس لئے کہ یہ کام سیرت نگاروں کا ہے۔ دینی عقائد اور اعمال بتانے کے لئے ان کی ضرورت نہیں۔ نیز قرآن و حدیث کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں ہر نبی کا تذکرہ ضروری ہو۔ تمثیل وتفہیم کے لئے کچھ مثالیں کافی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کچھ خاص خاص نبی اور رسولوں کا بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے اس زمانے میں جو نام مشہور تھے اور جنہیں لوگ کسی درجہ میں پہچانتے تھے انہی کا تذکرہ کیا گیا۔ اس لئے اب ہمیں اجمالی طور پر اتنا یقین رکھنا چاہئے کہ آج تک اللہ تعالی نے دنیا میں جتنے بھی نبی یا رسول بھیجے وہ سب سچے تھے اور ہم انہیں اللہ تعالی کی طرف سے بھیجا ہوا مانتے ہیں۔

قرآن شریف کی سورۂ نساء میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **و رسلا قد قصصناهم عليك من قبل و رسلا لم نقصصهم عليك**

(النساء: ١٦٤): اور ہم نے تمہارے سامنے کچھ رسولوں کے حالات بیان کئے اور کچھ کے نہیں کئے۔ اس لئے ہمیں بھی ان نبیوں کے حالات جاننے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے۔

﴿۴۵﴾ کیا نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی فقیر کو جھڑکا ہے؟

سوال: آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک فقیر سے کہا "تم بار بار چیزیں مانگ کر کیوں بیچتے ہو" تو آیت فاما الیتیم فلا تقھر (الضحی: ۹) نازل ہوئی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن پاک کی تفسیر کی مشہور کتابیں جیسا کہ جلالین، مدارک، خازن، بیان القرآن وغیرہ کتابوں میں اس آیت کے شان نزول میں مذکورہ واقعہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ اس لئے مذکورہ آیت کے نزول کے لئے جو واقعہ لکھا گیا ہے وہ غلط ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کبھی کسی فقیر کو بھیک مانگ کر چیزیں بیچنے پر دھمکایا ہو ایسا حدیث شریف کی کسی کتاب میں ہو یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۶﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کا قصہ

سوال: ہمارے یہاں ایک مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں کہا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر گھونسا مار کر ان کی آنکھ پھوڑ دی۔ اور یہ حدیث مشکوۃ شریف ص: ۴۹۹ پر ہونا بتلاتے ہیں۔ تو کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں لکھی گئی حدیث صحیح ہے۔ اور بخاری شریف ۱/۴۴۸ اور مشکوۃ: ۵۰۷ پر حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے: کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ کے پاس حاضر

ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تھپڑ رسید کر دیا، جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ اسی طرح اس واقعہ کی حدیث مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔ اس لئے مولانا صاحب نے جو حدیث بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔

آپ کے اشکال کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ جیسا کہ لمعات اور مشکوۃ کی دوسری شرحوں میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا گیا ہے: کہ بعض بے دین لوگ اس حدیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تھپڑ سے فرشتہ کی آنکھ کیسے پھوٹ سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت انسانی شکل میں آئے تھے اور اوپر کے کلمات کہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھے کہ کوئی قاتل ہے جو قتل کے ارادے سے آیا ہے اس لئے اٹھ کر اسے تھپڑ رسید کر دیا۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ اس سے تھپڑ مارنے کی وجہ تو معلوم ہوئی لیکن فرشتہ کی آنکھ کا پھوٹنا سمجھ میں نہیں آتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی چیز دوسری کسی چیز کی صورت اپنا لیتی ہے تو اس چیز کی تمام خاصیتیں بھی اس میں سرایت کر جاتی ہیں۔ مثلاً: جنات اپنی اصلی شکل میں کتنے قد آور، طاقتور ہوتے ہیں کہ دو تین آدمیوں کو بھی اٹھا کر پٹک دیں لیکن جب سانپ بچھو کی شکل میں آتے ہیں تو ایک چپل کے دباؤ سے مر جاتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے جب اپنی اصلی شکل میں ہوں تب تو ان کی آنکھ نہیں پھوڑی جا سکتی لیکن جب انسانی شکل میں ہوں تو ایک زوردار تھپڑ سے آنکھ پھوڑی جا سکتی ہے۔ اور وہ مر بھی سکتے ہیں۔　فقط واللہ اعلم

﴿۴۷﴾ حضرت مہدی کے والدین کا نام کیا ہوگا؟

سوال: حضرت مہدی رضی اللہ عنہ قرب قیامت دنیا میں پیدا ہوں گے، تو ان کے

ماں باپ کا نام کیا ہوگا؟ اور ان کا نام کیا ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام آمنہ، اور والد کا نام عبداللہ اور آپ کا نام محمد ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۸﴾ کیا حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا آنا ثابت ہے؟

سوال: حضرت مہدیؓ آئیں گے ایسا کچھ کسی حدیث میں ہے اور وہ کب آئیں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت مہدی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے پیدا ہوں گے اور سات سال تک اسلامی طریقہ کے مطابق حکومت کریں گے، برائی اور فساد کو ختم کر دیں گے، اور پوری دنیا کو انصاف سے بھر دیں گے، یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور آپ کا نام محمد، آپ کی والدہ کا نام آمنہ اور آپ کے والد کا نام عبداللہ ہوگا، آپ مکہ تشریف لائیں گے، اور طواف ہی کی حالت میں لوگ آپ کو پہچان لیں گے، اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: ابوداؤد شریف ۲۳۲/۲۔

﴿۴۹﴾ بال مبارک کی زیارت کرنا

سوال: ربیع الاول کے مہینہ میں ہمارے یہاں بال مبارک کی زیارت سب کرتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ بال مبارک ہمارے نبی ﷺ کے سر مبارک کے ہیں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ بال مبارک کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ یہ بال مبارک حضور ﷺ کے ہیں اس کا ثبوت کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر صحیح اور مستند سند سے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ بال مبارک حضور ﷺ ہی کے ہیں تو ان کی زیارت کرنا خوش قسمتی اور ان کا ادب لازم ہے۔ اور

ان کا دیدار کرنا سعادت مندی ہے۔ اور جو بال حضور ﷺ کے نہ ہوں اور انہیں حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا بہت سخت وعید کا باعث ہے۔ اور دھوکہ بازی ہے۔ **فقط واللہ تعالی اعلم**

﴿۵۰﴾ آپ ﷺ کا نام لیتے وقت انگوٹھوں کو بوسہ دینا

سوال: آپ ﷺ کا نام لیتے وقت انگوٹھوں کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ (جیسا کہ تکبیر کے وقت بوسہ دیتے ہیں) حدیث کے ساتھ تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ کا نام سن کر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ صرف انگوٹھوں کو آنکھوں پر لگا کر بوسہ دینا صحیح نہیں ہے۔ **فقط واللہ تعالی اعلم**

﴿۵۱﴾ درود تاج اور دعائے قدح پڑھنا

سوال: تاج آفس کی مطبوعہ پنج سورہ جس کا نام تاج الوظائف ہے۔ اس میں ایک دعا درود تاج اور دعائے قدح وغیرہ ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ ان کے پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ صحیح رہبری فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو دعائیں قرآن شریف اور احادیث مبارکہ میں بتائی گئی ہیں اور جو درود احادیث میں صحابہ کرام سے منقول ہیں ان کا پڑھنا افضل اور خطرہ سے خالی ہے، انکے علاوہ دوسری دعاؤں کا پڑھنا بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کفریہ شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔ اور حد سے تجاوز نہ کیا گیا ہو۔ اور اس کی ایسی کوئی خاص فضیلت نہ بتائی گئی ہو جو احادیث سے ثابت نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر ان دعاؤں اور درود کے پڑھنے میں ثواب کے بدلے گناہ ہوگا۔

آپ نے سوال میں جن خاص دعاؤں اور درود کے متعلق پوچھا ہے ان کی جو خاص

فضیلتیں اور ثواب بتائے گئے ہیں وہ صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہیں۔ نیز بعض الفاظ شرک کا وہم پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۴۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۲﴾ مردوں اور عورتوں کو بلند آواز سے کھڑے ہو کر سلام اور مولود پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: مولود کے مہینہ میں مرد اور عورتیں "یا نبی سلام علیکم" (سلام) کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، تو اس طرح کھڑے ہو کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح کرنا چاہئے یا نہیں؟ کیا عورتوں کو مولود شریف زور سے پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہو کہ اس وقت حضور ﷺ کی روح مبارک تشریف لاتی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ لہذا شرعی حدود میں رہ کر پڑھنا چاہئے تو اس سے ثواب اور برکت کے ساتھ حضور ﷺ کی محبت کے حاصل ہونے کی قوی امید ہے۔ نیز عورتوں کا با آواز بلند پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کی آواز بھی فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ ہمارے یہاں مولود پڑھنے کا جو رواج چلا آ رہا ہے وہ بدعت اور ناجائز کاموں سے بھرا ہوا ہونے کی وجہ سے اسے بند کر دینا چاہئے۔ فق

﴿۵۳﴾ درود شریف کہاں پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال: مسلم گجرات فتاوی سنگرہ ۱/۵۷ پر سوال نمبر ۱۴۹ کے جواب میں لکھا ہے: کہ سات جگہوں پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ تو آپ مہربانی فرما کر وہ سات جگہیں بتائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: مندرجہ ذیل جگہوں پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱) اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرتے وقت (۲) پیشاب و پاخانہ کرتے وقت (۳) کسی

چیز کے بیچنے کے ارادے سے کسی کو دکھانے کے وقت (تاکہ اس سے سامنے والے کو چیز کی عمدگی معلوم ہو) (۴) ٹھوکر لگتے وقت (۵) تعجب کے وقت۔(۶) ذبح کرتے وقت (۷) چھینک آئے تب (۸) تلاوت کے درمیان حضور ﷺ کا نام مبارک آئے تب۔ (شامی: ۳۴۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۴﴾ صحابہؓ کے آپ ﷺ کے پیشاب پینے کے واقعات

سوال: حال میں ایک جگہ تقریر کے دوران سنا کہ ایک صحابیہ عورت نے آپ ﷺ کا پیشاب مبارک پی لیا۔تو کیا یہ سچ ہے؟ پیشاب تو ناپاک ہے۔تو کیا اس کا پینا اور حرام شراب کا پینا یکساں نہیں ہے؟ حوالہ کے ساتھ پوری تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......احادیث اور سیر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نہیں دو صحابیہ عورت نے آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا۔ خصائص کبریٰ ۲۵۲/۲ اور منہل ۹۶/۱ میں دار قطنی اور طبرانی کے حوالے سے ام ایمنؓ کی روایت ہے وہ فرماتی ہیں: کہ ”مجھے پیاس لگی تھی، اور ایک پیالہ میں پانی تھا۔ جو ناواقفیت میں میں نے پی لیا۔ صبح کو حضور ﷺ نے مجھ سے کہا: کہ اس برتن میں پیشاب ہے اسے باہر پھینک دو۔ میں نے کہا: خدا کی قسم وہ تو میں پی گئی۔ تو آپ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے (چمکدار) دانت دکھائی دینے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اب کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔ اسی طرح دوسری ایک روایت میں ہے کہ طبرانی اور بیہقی میں صحیح حدیث سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک لکڑی کا بنا ہوا پیالہ تھا جس میں رات کے وقت پیشاب کر کے چارپائی کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ ایک دن پیالہ کو اس کی جگہ پر نہ دیکھ کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ

اس میں جو پیشاب تھا وہ ام سلمہؓ کی خادمہ برہ نے پی لیا تھا۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: تو نے جہنم کی آگ سے پناہ حاصل کر لی۔

اس لئے آپ نے تقریر میں جو بات سنی ہے وہ صحیح ہے، اس میں شک کی کوئی بات نہیں ہے۔ نیز حضور ﷺ کے پیشاب پسینہ اور پاخانہ کو اپنے جیسا بدبودار اور ناپاک سمجھنا ہی غلط ہے۔ آپ ﷺ کے پیشاب کے پاک ہونے پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح ناواقفیت میں ہو جانے کی وجہ سے کوئی حکم لگایا نہیں جا سکتا۔ (دیکھئے! شامی: ۱/۲۱۲، فیض الباری: ۱/۲۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۵﴾ حضور ﷺ کی شان میں بنائی ہوئی قوالی کا سننا کیسا ہے؟

سوال: حضور ﷺ کی شان میں بنائی ہوئی قوالی جو ٹیپ ریکارڈ کی گئی ہوتی ہے اسے سننا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......آپ ﷺ کی تعریف والے اشعار اور نعتوں کا پڑھنا اور ان کا سننا جائز ہے، اور نورانیت کا سبب ہے اور آپ ﷺ سے محبت کی پختگی کا سبب ہے۔ لیکن غلط اور ضعیف روایتوں پر مشتمل مضامین کے اشعار بنانا یا نامحرم عورتوں کی آواز میں سننا یا موسیقی کے آلات جیسے کے طبلہ، سارنگی وغیرہ کے ساتھ سننا جائز نہیں ہے حرام ہے۔ اس میں سخت گناہ ہے۔ آج کل کے جو قوال اشعار یا نظمیں پڑھتے ہیں ان میں موسیقی کے آلات کا استعمال ہوتا ہے اور صحیح واقعات کی حد میں نہیں رہتے۔ اس لئے ناجائز کہلائے گا۔ اور حضور ﷺ سے محبت پیدا ہونے کے بدلے منافقت پیدا ہونے کا ڈر ہے۔ (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الباب الثالث : ما یتعلق بالملائکة

﴿۵۶﴾ کراماً کاتبین کون ہیں؟

سوال: کراماً کاتبین کون ہیں؟ ان میں دائیں طرف کون ہوتا ہے؟ اور بائیں طرف کون؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کرماً کاتبین انسان کے اچھے و برے اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہیں۔ اس میں نیکی لکھنے والا فرشتہ دائیں جانب اور بدی لکھنے والا فرشتہ بائیں جانب ہوتا ہے۔ (طحطاوی:۱۶۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۷﴾ نوری اور ناری کے کیا معنیٰ؟

سوال: اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے: کہ ہم نوری ہیں اور دوسرے سب فرقے ناری ہیں۔ تو ہماری سب بدعتیں بھی معاف ہو جائے گی۔ کیا ایسا دعویٰ کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر انسان مسلم وغیر مسلم خاکی ہے۔ یعنی اس کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔ اور فرشتے نوری ہیں یعنی ان کی پیدائش نور سے ہوئی ہے۔ اور جنات ناری ہیں یعنی ان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ سوال میں ذکر کردہ بات غلط ہے۔ اس لئے کہ اپنے یہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ جیسا کہ کالے حبشی کو کافور سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اسی طرح بدعتی بھی اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۸﴾ فرشتوں کے تسبیح پڑھنے کا کیا مطلب؟

سوال: فرشتے اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ فرشتوں کا اس طرح تسبیح پڑھتے رہنا، کیا اہمیت رکھتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس طرح انسان اللہ کی عبادت کرتا ہے اور تسبیح وغیرہ

پڑھتا ہے اسی طرح فرشتے اور دیگر مخلوقات بھی اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور تسبیح پڑھتے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ انسان اپنے نفس کی وجہ سے کبھی گناہ بھی کر لیتا ہے جب کہ فرشتوں سے اللہ کی نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۹﴾ کیا غیر قوم کے یہاں نورانی فرشتے جاتے ہیں؟

سوال: صبح میں جب مرغ بولتا ہے تو ایسا سمجھا جاتا ہے: کہ وہ نورانی فرشتوں کو دیکھ کر بولتا ہے۔یعنی انہیں آتا دیکھ کر بولتا ہے۔تو غیر قوم کے یہاں بھی صبح ہی صبح جب مرغ بولتا ہے تو کیا وہاں بھی نورانی فرشتے جاتے ہوں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غیر قوم کیا خدا کی مخلوق نہیں ہے؟ اور ان کے یہاں فرشتے جاتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہوسکتا ہے؟

دوسری بات یہ کہ جب بھی مرغ بولتا ہے تو ہر مرتبہ فرشتوں کو دیکھ کر ہی بولتا ہے ایسا ضروری نہیں ہے۔اسی طرح رحمت، عذاب، رزق، حفاظت وغیرہ مختلف کاموں پر فرشتے مقرر ہیں یہ بھی دھیان رکھنا چاہئے۔ابوداؤد شریف وغیرہ حدیث کی کتابوں میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے فضل کا سوال کرو۔تو اس وقت اللہ سے فضل کا سوال کرنا چاہئے تاکہ فرشتے آمین کہیں اور ہماری دعا قبول ہو جائے۔ایسا نہ ہو کہ اس حدیث پر شک ہو جائے۔(ابوداؤد:۲/۶۴۰)

صبح ہی صبح مرغ کی آواز سننے پر خود ابوداؤد شریف کی حدیث میں کہا گیا ہے کہ مرغوں کو گالی نہ دو، وہ تو نماز کے لئے اٹھاتے ہیں، اس لئے ہوسکتا ہے کہ کافروں کو بھی اللہ کی عبادت کے لئے اٹھاتے ہوں۔(بذل ونووی شرح مسلم:۲/۳۵۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۰﴾ جس گھر میں کتّا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

سوال: سننے میں آیا ہے کہ جس گھر میں یا گھر کے صحن میں یا گھر کے پچھلے حصہ میں کتا بیٹھتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، کیا یہ واقعی کتاب سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مشکوۃ شریف ص: ۳۸۵ پر حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو اور جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الباب الرابع : ما یتعلق بالکتاب و القرآن

﴿۶۱﴾ سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں ہے؟

سوال: قرآن پاک کے ۱۰ ویں پارے کی سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کیوں نہیں ہے؟ اس کا شرعاً سبب بتلانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی صحابہ کو بلا کر اس آیت کو جس جگہ جس سورت میں لکھنا ہوتا تھا بتلا کر اس آیت کو لکھوا لیتے، لیکن یہ آیتیں جنہیں سورۂ توبہ کے نام سے جانا جاتا ہے ان کے متعلق حضور ﷺ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا: کہ انہیں کس سورت میں کس جگہ پر لکھنا ہے؟ اس لئے ایسا سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ بھی ایک مستقل سورت ہوگی۔

اب دوسری طرف جب ایک سورت کو دوسری سورت سے علیحدہ کرنا ہوتا تو بیچ میں بسم اللہ لکھی جاتی تھی تاکہ یہ معلوم ہو کہ دونوں سورتیں الگ الگ ہیں۔ اب سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ لکھوائی نہیں گئی جس سے مابعد والی سورت کے ساتھ اس کا تعلق ہونا سمجھ میں آئے۔ اوپر کے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہؓ کے زمانہ میں جب حضرت عثمانؓ نے قرآن کو جمع کیا تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اور اگلی سورت سے اس کو الگ بتایا گیا تاکہ دونوں سورتوں کو ایک ہی نہ سمجھ لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۲﴾ اہل کتاب کن لوگوں کو کہتے ہیں؟

سوال: یہودی اہل کتاب کہلاتے ہیں، اہل کتاب کے کیا معنیٰ؟ اور کافر کسے کہتے ہیں؟ آج کل تو یورپ میں بھی بت پرستی ہوتی ہے تو دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اہل کتاب ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی نبی یا رسول کو برحق مانتے ہوں، اور کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں۔ مثلاً توریت، انجیل وغیرہ۔ اگر ہندوستان میں جس طرح کفر و شرک کے ساتھ بت پرستی ہوتی ہے اسی طرح اگر یورپ والے بھی کفر و شرک کے ساتھ بت پرستی کرتے ہوں اور عقائد میں برابر ہوں اور کچھ بھی فرق نہ ہو تو وہ مشرک اور اہل کتاب کہلائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳﴾ کیا بائبل کا مطالعہ کرنا جائز ہے؟

سوال: پوسٹ کے ذریعہ ''جیون پرکاش'' مَہِملاواد، ضلع کھیڈا سے بائبل کا تعلیمی کورس چلتا ہے، کل ۲۴ سبق کا تعلیمی کورس ہے۔ اسے پورا کرنے سے ایک سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے۔ تو شرعی نقطہ نظر سے بذریعہ ڈاک کیا بائبل کا مطالعہ کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بائبل، انجیل اور توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی، اس میں بہت تحریف اور کمی بیشی ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ صحیح اور سچی اور مقبول کتاب قرآن شریف آج بھی ایسی ہی موجود ہے جیسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی تو ایسی اچھی چیز کو چھوڑ کر مسلمان بائبل کی طرف نظر کیوں کرتے ہیں؟

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت عمرؓ توریت پڑھنے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض اور غصہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آجائیں اور تم ان کی تابعداری کرنے لگو اور مجھے چھوڑ دو تو البتہ تم گمراہ ہو جاؤ۔ اور اگر وہ میری نبوت کے زمانہ کو پالیتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے۔ (مشکوٰۃ: ۳۲)۔ تو اب اس کورس کے پڑھنے کا کیا حکم ہے وہ آپ اس جواب سے سمجھ گئے

ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴﴾ ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنا

سوال: ماہ رمضان میں ۲۷ ویں رات کو قرآن ختم کر کے مسجد میں شیرینی تقسیم کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کے ختم ہونے کی خوشی میں مٹھائی یا کوئی شیرینی تقسیم کرنے کو ضروری نہ سمجھا جائے اور دوسری کوئی خلاف شرع بات نہ ہوتی ہو تو تقسیم کی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۵﴾ ختم قرآن کا بہتر طریقہ کیا ہے؟

سوال: قرآن شریف روزانہ تلاوت کے طور پر پڑھتے پڑھتے ختم کریں تو سورۂ ناس کے بعد ختم قرآن کی دعا پڑھنی چاہیئے؟ یا ''مفلحون'' تک پڑھ لینے کے بعد ختم قرآن کی دعا پڑھنی چاہیئے؟ اور ''مفلحون'' تک پڑھتے وقت سورۂ فاتحہ بھی پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ کلام پاک پڑھنے کا صحیح طریقہ بتانے کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف ختم کرتے وقت سورۂ ناس کے بعد دعا کرنا یا الحمد اور سورۂ بقرہ شروع کر کے ''مفلحون'' تک پڑھنے کے بعد دعا کرنا دونوں درست ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن جب ختم ہوتا ہے تو شیطان خوش ہوتا ہے کہ چلو! اب یہ قرآن نہیں پڑھے گا۔ اس لئے فوراً ہی الحمد اور سورۂ بقرہ شروع کر دینی چاہیئے۔ اور ''مفلحون'' تک پڑھ کر اب دعا کرنی چاہیئے یہ طریقہ سب سے افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۶﴾ قرآن میں جادو ہے، کیا ایسا کہنا کیسا ہے؟

سوال: قرآن شریف میں جادو ہے، یہ یہ اللہ کا پاک کلام ہے، ایک مولانا صاحب اس طرح کہتے ہیں: کہ قرآن میں جادو ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ ایسے بیہودہ ناپاک کلمات کہنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اسے کیا کہا جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قرآن میں جادو ہے ایسا کہنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

ایسا کہنے والے سے پوچھنا چاہئے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

اور اگر مطلب ایسا ہو کہ قرآن میں جادو ہے جو سخت دل کو بھی نرم کر دیتا ہے تو ایسا کہنے سے کافر نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس صورت میں جادو سے مراد سحر نہیں بلکہ قرآن کا معجزاتی اثر مراد ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۷﴾ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس یہ چاروں شرعی دلیلیں ہیں۔

سوال: نیچے بتائی گئی تفصیل کے مطابق موجودہ زمانہ کے اعتبار سے اور دلائل و حوالوں کی روشنی میں اس کا کیا جواب ہے؟

میں ایک کالج کا طالب علم ہوں، وہاں ایک پروفیسر ہے، جن کے ساتھ ہماری بات چیت ہوتی رہتی ہے، بات کے دوران ایک مرتبہ فلم کے بارے میں بحث ہوئی، وہ ایک سنی مسلم ہیں لیکن وہ موڈرن خیال کے ہیں، جدت پسند ہیں، وہ ہمیشہ موجودہ زمانہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کے ساتھ کہا: کہ فلم نہ دیکھنا کسی صحیح حدیث اور قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ جو کوئی حوالہ کے ساتھ یہ ثابت کر دے گا تو میں اسی وقت سے فلم دیکھنا چھوڑ دوں گا۔ مزید یہ کہا کہ اگر فلم کے ذریعہ تمہیں پڑھایا جائے گا تو تم کہاں جاؤ گے؟

ہم بازار میں اپنے کام کے لئے جاتے ہیں تو وہاں بھی موسیقی، ڈھول، تاشے، ہارمونیم اور بازار میں پھرنے والی عورتوں کے ساتھ دھکے لگتے رہتے ہیں، ان حالات میں ہم اپنا سامان لے کر واپس آتے ہیں۔ اس وقت ایسی باتوں کو نظر انداز نہیں کرتے تو ہمارے لئے بازار جانا کیسا ہوگا؟

سینما سے اصلاح اور ترقی اور غلط اعتقاد کا دور ہونا وغیرہ ایسے فائدے ہیں جو ہم ہندو سماج میں دیکھ سکتے ہیں۔ جو ہماری قوم میں نہیں ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں: کہ فلم تو دیکھنی ہی چاہئے کیونکہ اس کے ڈائلوگ (مکالمہ، گفتگو)، ایکشن اور طنز و تفریحیہ کلام دیکھ کر صحیح و غلط پرکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جو انسان کی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ یہ سوچ اسلامی نظر سے اور دلائل سے کیسی ہے؟ اس کے خلاف کوئی دلیل دے کر ہمارے طبقہ کے لوگوں کو سمجھ میں آجائے اس طرح جواب مرحمت فرمائیں۔ اسی امید کے ساتھ فقط والسلام۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... شریعت کے احکام کی بنیاد چار چیزیں ہیں: (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ ان چاروں پر شریعت کے احکام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یعنی ان چاروں میں سے کسی ایک سے بھی حکم ثابت ہو تو اسے ہر مسلمان کو ماننا ضروری اور اس کے خلاف عمل کرنا گناہ کہلاتا ہے۔ اس لئے کسی بھی حکم کے ثبوت کے لئے صرف قرآن اور حدیث کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ شریعت اور مذہب کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کے عقائد، افکار و کردار، اخلاق و اعمال عمدہ پیمانے کے ہوں اور انسان خود بھی چین کی زندگی گزارے اور دوسروں کو بھی چین سے جینے دے۔ اور ان مقاصد کے لئے جو چیزیں رکاوٹ بنتی ہیں یا اس راستہ سے دور کرنے والی ہیں اتنی ہی سختی سے ان سے اصولی طور پر

روکا جائے اور منع کیا جائے۔اس لئے خاص اسی چیز کے نام سے صاف حکم کہاں سے مل سکتا ہے؟ اور گر حکم بتا بھی دیا ہوتا تو لوگ اسے سمجھتے نہیں۔

مگر بنیادی طور پر قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

سورۂ لقمان میں ہے:ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم (لقمان: ٦): کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایسی باتوں کے خریدار بنتے ہیں جو اللہ سے غفلت میں ڈالنے والی ہیں بغیر علم کے''۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک مغنیہ باندی خریدی تھی، جب کسی انسان کا میلان اسلام کی طرف دیکھتا تو وہ اپنی باندی اس کے پاس لے جاتا اور اپنی باندی سے کہتا: کہ اسے کھلا، پلا اور اچھا گانا سنا۔اور اس آدمی سے کہتا کہ محمد جس بات کی طرف بلاتا ہے اس سے یہ زیادہ اچھا ہے۔(بیان القرآن تحت تفسیر ہذہ الآیۃ)۔آگے اسی آیت میں فرمایا:''ایسے لوگوں کے لئے ذلت بھرا عذاب ہے۔''

اس آیت میں لہو ولعب اور اللہ سے غافل کرنے والی چیزوں سے اور عقائد واعمال کو خراب کرنے والی چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور روکا گیا ہے۔

نیز غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بتائی جانے والی یا کی جانے والی برائیوں کے لئے الگ الگ کاموں پر بہت سی صحیح حدیثوں سے بھی رہنمائی ملتی ہے۔جیسا کہ تصویر بنانا، یا بنوانا اور اس سے تفریح حاصل کرنا۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ''اللہ کے یہاں سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والے کو ہوگا''۔ (مشکوۃ:۳۸۴)۔ایک مرتبہ ایک کپڑے پر جاندار کی تصویر تھی، تو ان کپڑوں کو آپ ﷺ

نے ناپسند فرما کر فوراً ہی وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا۔
اور فقہاء لکھتے ہیں کہ ناجائز تصویروں کو دیکھنا اور ان سے لذت حاصل کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ تو اب محبت کے مناظر یا بے شرمی کے مناظر دیکھنا کیا حرام نہ کہلائے گا؟
دوسری بات یہ کہ اس میں آنے والے ڈائلوگ، عورتوں کی آوازیں، گانے، ناچ بھی ناجائز اور حرام ہی کہلائیں گے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ: ہم حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ملا جو کچھ اشعار گن گنا رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ شیطان کو پکڑو، یا یوں فرمایا: کہ شیطان کو روکو، اس لئے کہ انسان کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ اس کا پیٹ اشعار سے بھرے۔ (مشکوۃ: ۴۱۱)
نیز موسیقی کے آلات اور موسیقی کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: میں موسیقی کو مٹانے آیا ہوں۔ ایک مرتبہ راستہ میں ڈھول کی آواز سن کر آپ ﷺ نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال دیں، تاکہ آواز کانوں تک نہ پہنچے۔ درمختار: ۲۲۲/۵ پر حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان نقل کیا گیا ہے: کہ: موسیقی اور اس کی آواز کا سننا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبز گھانس اگاتا ہے۔
فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ: موسیقی والے گانوں کا سننا حرام ہے۔ درمختار میں آگے لکھا ہے: کہ اسی لئے ہر انسان پر وسعت بھر اس سے بچنا اور نہ سننا ضروری ہے۔ شامی جلد: ۵ میں لکھا ہے کہ: حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر مسلمان پر لہو ولعب، ناچ گانا سننا حرام ہے۔ سننا، سنانا ہر ایک کے لئے ایک ہی حکم رکھتا ہے۔ ناچ، مذاق، کومیڈی، تالی بجانا، ستار، تنبورہ وغیرہ سب ناجائز اور مکروہ ہیں۔ اور دشمنان خدا کی عادتیں ہیں۔ اور ڈھول اور موسیقی کے آلات کا سننا حرام ہے۔ اگر اچانک کان میں اس کی آواز پڑ جائے تو معذور ہے

لیکن نہ سننا اور بچ سکے ایسی کوشش کرنا واجب ہے۔ (۲۵۳)

اور پھر تیسری خرابی اس میں اتاری جانے والی نقلیں ہیں۔تو اس کے لئے احیاء العلوم اور شامی میں لکھا ہے کہ جس طرح غیبت زبان سے کی جاتی ہے اسی طرح نقل اتارنے سے بھی غیبت کا گناہ ہوگا۔اور یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ غیبت کے لئے قرآن شریف میں کیسے سخت الفاظ میں وعیدیں آئی ہیں۔اور اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔نیز اس سے شہوت، بے شرمی، اور غلط خیالات و کردار کا پیدا ہونا روزانہ اخبار پڑھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

اب کسی چیز میں اتنی خرابیاں ہوں تو اسلام جیسے پاکیزہ آسمانی مذہب میں اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ کوئی ایک بیماری کا مفید علاج ہوسکتا ہے، لیکن جس میں نقصان کا غالب گمان ہی ہو تو کوئی بھی عقلمند اس دوا کو استعمال میں لانے کا مشورہ نہیں دے گا۔جب کہ یہاں تو کسی بھی فائدہ کے بغیر دینی، اخلاقی، مالی ہر طرح سے نقصان ہی نقصان ہے۔ذرا سی عقل رکھنے والا شخص ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اب آپنے جو مثال دی ہے کہ بازار میں جاتے وقت اوپر کی مشکلات ہم برداشت کر لیتے ہیں تو اس کے لئے گزارش ہے کہ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے اس کا علاج بتایا ہے کہ (بازاروں) اور راستوں پر بیٹھک جمانے سے بچو۔صحابہؓ نے کہا کہ تجارت وغیرہ ضرورتوں کے لئے ہمارا بیٹھنا ضروری ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر بیٹھنا ضروری ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔

صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! راستے کا حق کیا ہے؟ تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ: نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے اپنی نظر نیچی رکھو، تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے ہٹا دو،

سلام کا جواب دو، اچھی باتوں کا حکم دو، بری باتوں سے روکو، جو راستہ بھول گیا ہو اس کی رہنمائی کرو اور مظلوم کی مدد کرو۔ (مشکوۃ: ۳۹۸)

اس لئے ایسی جگہوں پر ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ پھر بھی اگر انجانے میں اور ناواقفیت کی وجہ سے موسیقی کی آواز کان میں پڑ جائے یا نا محرم پر نگاہ گر جائے اور بچنے کی کوشش کے باوجود بچ نہ سکے تو اللہ سے معافی کی امید رکھنی چاہئے۔

مگر ان وجوہات کی بنا پر سینما دیکھنے کو جائز سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کہ ہم بیت الخلاء جاتے ہیں تو پورا احتیاط رکھتے ہیں کہ کوئی ناپاکی کا قطرہ کپڑے یا بدن پر نہ لگ جائے اور اگر بھول سے لگ جاتا ہے تو ہم فوراً اسے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کپڑے یا بدن کو دھو لیتے ہیں یہاں کوئی ایسا تو نہیں کرتا کہ ناپاکی کا قطرہ کے لگ جانے کی وجہ سے یہ سوچے کہ اب ناپاکی تو لگ ہی گئی ہے تو پورے بدن یا کپڑے پر ناپاکی کو مل دیں۔ اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ بے وقوف سمجھا جائے گا۔ یہی مثال اس مسئلہ میں بھی سمجھنی چاہئے۔

فلم سے نہ تو اصلاح ہوئی ہے اور نہ ہی مستقبل میں اصلاح ہونے کی امید ہے۔ اسی طرح اس سے غلط اور صحیح میں امتیاز کی صلاحیت کا پیدا ہونا ایسی چیزیں ہیں جن کا اختلاف آج قوم کے مصلحین بے دانگ اخباروں میں کر رہے ہیں۔ اس لئے اس پر اور کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ صرف اللہ تعالی ہی زیادہ جاننے والے ہیں اور صحیح اور درست سمجھ دینے والے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۸﴾ کتاب کی تعلیم میں قرآنی آیتوں کے پڑھنے سے پہلے تسمیہ وتعوذ کا حکم

سوال: کتاب کی تعلیم کرتے وقت قرآن شریف کی آیتیں آئیں تو ان آیتوں کو پڑھنے

سے پہلے صرف تسمیہ پڑھنی چاہیئے یا تسمیہ وتعوذ دونوں پڑھنا چاہیئے۔قریب قریب دو چار آیتیں ہوں تو سب کے شروع میں تعوذ وتسمیہ پڑھنا چاہیئے یا ایک مرتبہ پڑھ لینا کافی ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......قرآن شریف یا قرآنی آیتوں کی تلاوت کرنے کی نیت ہو تو پہلے اعوذ وبسم اللہ پڑھنا سنت ہے، لیکن تعلیم کے ارادے سے پڑھنے کے وقت تلاوت کی نیت نہیں ہوتی۔صرف دعوی ودلیل کے طور پر پڑھنا ہوتا ہے اس لئے اس وقت اگر نہ پڑھیں اور تعلیم کے شروع میں ایک مرتبہ پڑھ لیں تو کافی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۹﴾ کیا بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں ہے؟

سوال: نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کا کیوں حکم ہے؟ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے، اور اگر ہوتی تو وہ بھی جہراً پڑھی جاتی۔تو اگر وہ ایک مستقل آیت ہے تو قرآن کی ابتدا اس سے شمار کی جائے گی، یا سورۂ فاتحہ سے شمار ہوگی؟ اور کس وجہ سے نماز میں اسے سراً پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے بلکہ دو سورتوں کو علیحدہ بتانے کے لئے علامت کے طور پر لکھی گئی ہے، اور ہر سورت کے شروع میں حصول برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ (شامی: ۱/۳۳۰)۔اسی لئے ثنا اور تعوذ کی طرح اسے بھی سراً ہی پڑھا جاتا ہے۔حضور علیہ صلی اللہ وسلم بسم اللہ سرّ اً پڑھتے تھے۔اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت بھی اسی طرح عمل کرتی تھی۔اس لئے نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھنا مذہب حنفی میں خلاف سنت عمل کہلائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۱)

فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰﴾ قرآن کریم کے شروع میں گجراتی یا اردو کے دیباچہ کا قرآن کے اوپر ہونا

سوال: دیباچہ جو قرآن شریف کی ابتدا میں ترجمہ وتفسیر شروع ہونے سے پہلے لکھا جاتا ہے، جو گجراتی، اردو وغیرہ زبانوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ ان چیزوں کا کلام الٰہی کے اوپر ہونے سے کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اس لئے کہ ان کے بعد قرآن شریف شروع ہوگا تو ان چیزوں کا قرآن کے اوپر ہونا لازم آئے گا تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف پر قرآن کے علاوہ دیگر فنون کی کتابیں وغیرہ رکھنا قرآن کی توہین اور بے ادبی ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ دیباچہ الگ نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی بائیڈنگ (جلد) میں ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں بے ادبی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۱﴾ قرآن شریف پر دوسری کتابوں کا رکھنا بے ادبی ہے؟

سوال: اگر اوپر والے مسئلہ کا حکم جواز کا ہے تو قرآن شریف پر پنج سورہ اور کتاب وغیرہ رکھی جاتی ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پنج سورہ میں قرآن شریف کی سورتیں ہی ہوں تو اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسری کتابوں کا رکھنا ممنوع ہے اور بے ادبی ہے۔

﴿۷۲﴾ قرآن شریف کو غصہ سے پھینک دینا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص دوپہر کو چارپائی پر سو رہا تھا، اور چارپائی کے سر کی طرف دیوار پر ایک چھوٹا سا کباٹ (چھوٹی سی الماری) رکھا ہوا ہے، اس کباٹ کے اندر قرآن شریف، کتابیں اور ایک طرف اسکول کی کتابیں بھی رکھی جاتی ہیں۔

ایک دن اس کی لڑکی نے اس کباٹ (الماری) میں سے اسکول کی کتابیں دیکھنے کے لئے نکالیں اس وقت اندر سے سلیٹ سرک کر اس شخص کے سر پر گری، اس شخص نے غصہ سے اٹھ کر کباٹ میں جو کچھ تھا پھینکنا شروع کیا، ساتھ میں قرآن شریف اور کتابیں بھی تقریباً دس فیٹ دور پھینکی۔اور پھر فوراً سو گیا۔اب اسے کس طرح توبہ کرنی پڑے گی؟ اور اگر کفارہ لازم آتا ہو تو کتنا دیا جائے گا؟ اور اس کفارہ کے لئے کیا کرنا چاہئے وہ بتائیں؟

اور اگر اس کے گھر میں سے کوئی دوسرا شخص اس کے حصہ کے روزے رکھ لے یا خیرات کر کے اللہ سے معافی مانگے تو چل سکتا ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسئولہ صورت میں اپنی بھول پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کر کے مستقبل میں قرآن کا مکمل ادب واحترام کو ملحوظ رکھنے کا ارادہ کر کے اللہ سے معافی مانگنا ہی اس کا علاج ہے۔کفارہ اس پر واجب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۳﴾ قرآن شریف کی سات منزلوں کی کیا حقیقت ہے؟

سوال: قرآن شریف میں سات منزلیں ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو لوگ قرآن کی کثرت سے تلاوت کرتے ہیں ان کی سہولت کے لئے پورے قرآن شریف کو علماء کرام نے سات منزلوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ تاکہ روزانہ ایک منزل پڑھنے کی صورت میں سات دن میں ایک قرآن کریم ختم کیا جا سکے۔اسی ایک حصہ کو منزل کہتے ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۴﴾ سورۂ بقرہ کا نام سورۂ بقرہ کیوں رکھا گیا؟

سوال: سورۂ بقرہ کا نام سورۂ بقرہ کیوں رکھا گیا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تمام سورتوں کے نام بھی اللہ تعالیٰ ہی نے تجویز فرمائے ہیں۔اور سورۂ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان ایک اہم واقعہ قتل کا پیش آیا تھا، جس میں گائے اور بیل کا تذکرہ ہے، جس کے لئے عربی میں لفظ ’’بقرۃ ‘‘ آتا ہے۔اس لئے مفسرین کا کہنا ہے: کہ اس واقعہ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ بقرہ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵﴾ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے کن کن چیزوں کی قسم کھائی ہے؟

سوال: قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قسم کھائی ہے، وہ قرآن کی کونسی سورۃ کی کونسی آیت میں ہے؟ اور آپ ﷺ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اور کسی نبی یا انسان کی قسم کھائی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہے۔جس میں سے پارہ ۱۴ کی سورہ حجر میں یہ آیت ہے۔ لَعُمْرُكَ......آپ کی جان کی قسم ! اسی طرح دوسری آیتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور انسانوں کی قسم بھی کھائی ہے۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۶﴾ مصر میں حضرت مریم علیہ السلام نے نکاح کیا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

سوال: مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفسیر کی کتاب میں پڑھا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد مصر میں نکاح کیا تھا؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟ یہ حقیقت کہاں تک سچ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد نکاح کیا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں قرآن وحدیث خاموش ہیں، صحیح تو یہی ہے کہ آپ نے نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ جو بات آپ نے لکھی ہے وہ روایت اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۷﴾ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کی آیت سے متعلق کچھ سوالات

سوال: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ (البقرة: ۳٤)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”آدم کو سجدہ کرو، فرشتوں نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھا۔ اس آیت کے ذیل میں چند سوالات ہیں جن کا جواب دے کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔

(۱) فرشتوں نے دو سجدے کیوں کئے؟ (۲) فرشتوں نے سجدے میں کون سے کلمات پڑھے؟ (۳) سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو تھا تو کیا ابلیس بھی ایک فرشتہ تھا؟ (۴) کیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی جب کوئی نافرمانی کرتا ہے تب سے اس کو کافر کہا جاتا ہے لیکن یہاں وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْن کہا گیا یعنی وہ کافروں میں سے تھا۔ تو کیا وہ پہلے سے ہی کافر تھا؟ اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... (۱) فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان کر سجدہ کیا، اور ابلیس نے اللہ کے حکم کو نہیں مانا اور اللہ کی ناراضگی اور لعنت کا حقدار بنا۔ فرشتوں نے سجدہ کر کے جب سر اٹھایا تو ابلیس پر اللہ کی لعنت برستے دیکھی تو حکم کی تعمیل کی توفیق پر پھر سجدہ میں

چلے گئے (۲) انہوں نے سجدے میں کونسے کلمات پڑھے اس کا مجھے علم نہیں ہے (۳) ابلیس فرشتہ تھا یا جن اس میں مفسرین کے دو قول ہیں: لیکن یہ بات تو طے ہے کہ اسے بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ جلالین، بیضاوی وغیرہ تفسیر کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ (۴) کان کا مطلب دونوں طرح کیا گیا ہے: علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ''اللہ کے علم میں وہ پہلے سے کافر تھا'' اس لئے لفظ کان لائے، یہاں کان اپنے اصلی معنی میں ہے۔ جب کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں لکھتے ہیں: کان یہ صار کی جگہ استعمال ہوا ہے اور کان بمعنیٰ صار کے ہے۔ یعنی عبارت یہ ہے کہ اس طرح ہے صار من الکفرین۔ کہ اللہ کی نافرمانی کرکے وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

﴿۷۸﴾ کیلنڈر پر آیتوں کا چھاپنا

سوال: ہندو یا مسلمانوں کا نیا سال جب شروع ہوتا ہے تب کچھ تاجر حضرات کی جانب سے کیلنڈر چھاپے جاتے ہیں، اس میں قرآن کریم کی آیتیں، مقامات مقدسہ کی تصاویر وغیرہ ہوتی ہیں، ایسے کیلنڈر ہندو و مسلمانوں کے گھروں میں جاتے ہیں، اور اس کی بے حرمتی بھی بہت ہوتی ہے، تو ایسے کیلنڈروں کا چھاپنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس طرح قرآن کریم کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اسی طرح قرآنی آیتیں جن چیزوں پر لکھی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی ہوں ان کا بھی اتنا ہی ادب و احترام ضروری ہے۔ اس لئے اگر بے ادبی ہوتی ہو تو چھاپنا بھی گناہ ہے۔ اور بیچنے والے یا ہدیہ دینے والے کو یقین ہو کہ یہ شخص اسکا ادب ملحوظ نہیں رکھے گا تو ایسے شخص کو دینا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹﴾ آیات قرآنیہ کو بے وضو ہاتھ لگانا

سوال: آپ کے مطبوعہ بیانات میں بہت ساری قرآنی آیتیں ہیں، میں بہت سی مرتبہ فرصت کے وقت ان وعظوں کو دیکھتا رہتا ہوں، لیکن قرآن شریف کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے۔ تو وعظ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... وعظ کی کتاب یہ کوئی تفسیر کی کتاب نہیں ہے، اس میں قرآن کریم کی آیات سے زیادہ دوسری عبارتیں ہوتی ہیں، اور وعظ کی کتاب میں آیتوں کی مقدار بہت کم ہوتی ہے، اس لئے اسے بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز ہے، البتہ جس مقام پر آیت لکھی ہو خاص اس مقام کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۰﴾ آیات قرآنیہ کو بے وضو لکھنا

سوال: بغیر وضو کے قرآن کریم کی کوئی آیت بھی نہیں لکھی جا سکتی، تو ایک مولانا صاحب نے بتایا کہ ''اگر بغیر وضو کے کوئی قرآنی آیت لکھنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کاغذ کو ہاتھ لگائے بغیر جس پر قرآنی آیت لکھ رہا ہو لکھ سکتے ہیں۔ تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے لیکن ضرورۃً ایسا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱﴾ بوسیدہ قرآن مجید کا کیا کیا جائے؟

سوال: گھر میں جو پرانے قرآن شریف، حدیث کی کتابیں جو پرانی ہوگئی ہوں اور استفادہ کے قابل نہ رہیں تو ایسی مذہبی کتابوں کا کیا کرنا چاہئے؟ اسی طرح اگر کوئی ایسی تفسیر والا قرآن شریف آجائے جو بالکل نیا ہو، لیکن تفسیر معتبر نہ ہو مثلاً: شیعوں کی قرآن کی تفسیر، تو

ایسے کلام پاک کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف، حدیث شریف کی کتابیں یا ایسی کوئی بھی مذہبی کتاب جو بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے استفادہ کے لائق نہ رہے تو بھی اس کا ادب ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ عزت کے قابل اور ادب ملحوظ رکھنے کے لائق باقی رہتی ہے، اور وسعت بھر اس کا ادب کرنا بھی ضروری ہے۔

ایسی چیزوں سے چھٹکارے کی چند صورتیں ہیں ان میں سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ پر جہاں کسی انسان یا جاندار کے قدم نہ پڑتے (گرتے) ہوں گڑھا کھود کر میت کی طرح تختے یا لکڑی لگا کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے تا کہ مٹی اوپر نہ گرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اندھیرے کنویں میں یا ندی وغیرہ میں کسی بھاری چیز کے دباؤ کے ساتھ رکھ دئے جائیں کہ اوپر بہہ کر نہ آجائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۲﴾ قرآن کریم کو بوسہ دینا اور اسے سر پر رکھنا

سوال: قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اسے چومنا اور سر پر لگانا کیسا ہے؟ ایک شخص کا کہنا ہے: کہ اس میں کافروں کے نام بھی آتے ہیں اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے لیکن اسے چومنا یا سر پر لگانا جائز نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کا ادب واحترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اس لئے تلاوت سے پہلے یا بعد میں ادب واحترام یا محبت کی وجہ سے اسے بوسہ دیا جائے تو منع نہیں ہے جائز ہے۔ حضرت عمرؓ کا احترام اور محبت کی وجہ سے بوسہ دینا ثابت ہے۔ اس لئے ایسا کہنا: کہ اس میں کافروں کے نام ہیں اس لئے

پڑھنا تو جائز ہے لیکن سر پر لگانا یا بوسہ دینا جائز نہیں ہے بالکل غلط ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۳﴾ کیا دیوار پر لکھی ہوئی آیتوں کو بے وضو ہاتھ لگا سکتے ہیں؟

سوال: حضرت جناب مفتی صاحب! السلام علیکم......

قابل دریافت امر یہ ہے کہ ایک دیوار پر قرآن کی آیتیں نقش کی ہوئی ہیں، تو کیا اس دیوار کو ہاتھ لگاتے وقت باوضو ہونا ضروری ہے؟ اور اس آیت کا بغیر وضوء کے ہاتھ سے سہارا لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......جس دیوار پر قرآن پاک کی آیتیں لکھی ہوئی ہوں یا نقش کی ہوئی ہوں تو اتنی جگہ کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا یا سہارا لگانا ناجائز ہے۔ دوسری جگہ جہاں یہ آیت لکھی ہوئی نہ ہو اسے بغیر وضوء کے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔

(و مسه) ای القرآن و لو فی لوح او درهم او حائط لكن لا يفسخ الا من مس المكتوب (رد المحتار ،باب الحیض:۴۸۸ جلد:۱)۔

و لا يجوز مس شیء مكتوب فيه شیء من القرآن من لوح او دراهم او غير ذلك اذا كانت آية تامة هكذا فی الجوهرة النيرة۔ (باب الحیض :۳۹/۱،فتاوی عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۴﴾ جنبی کا زبانی تلاوت کرنا

سوال: کیا جنبی قرآن شریف کی سورت یا آیت زبانی پڑھ سکتا ہے؟ یا قرآن کو دیکھ کر ہاتھ لگائے بغیر پڑھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... بے وضوء شخص زبانی قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے، اور

جنبی شخص جسے غسل کی حاجت ہو وہ زبانی یا ہاتھ لگائے بغیر صرف دیکھ کر یا کسی بھی طرح قرآن کی تلاوت نہیں کرسکتا، ایسی حالت میں تلاوت کرنا حرام ہے۔(طحطاوی، شامی)
فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۵﴾ پچھلی صف میں کرسی پر بیٹھ کر قرآن پڑھنے والوں کی طرف آگے کی صف والوں کا پیٹھ کرنا

سوال: ہمارے یہاں قرآن خوانی کے موقع پر ایک کے پیچھے ایک کرسیاں رکھی جاتی ہیں تو کیا اس میں پیچھے کی صف میں کرسی پر بیٹھ کر جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں، ان کی طرف آگے والوں کا پیٹھ کرنا سمجھا جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس طرح رکھی ہوئی کرسیوں میں بیٹھ کر تلاوت کرنے سے قرآن شریف کی طرف پیٹھ کرنا کہلائے گا جو ادب کے خلاف اور مکروہ ہے، لیکن اگر بھیڑ بھاڑ زیادہ ہو اور مجبوراً اس طرح پڑھنا پڑے تو اس طرح پڑھنے کی گنجائش ہے۔

﴿۸۶﴾ قرآن شریف کے وزن برابر غلہ (اناج) دینا کیسا ہے؟

سوال: ایک نابالغ لڑکے سے قرآن شریف گر گیا، اور لوگوں میں یہ اعتقاد ہے کہ قرآن شریف اگر گر جائے تو قرآن شریف کے وزن کے برابر غلہ غریبوں میں صدقہ کر دیا جائے یا وزن نہ کرے تو پانچ سیر غلہ دے دیا جائے تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن شریف کے وزن کے برابر غلہ صدقہ کرنا (جو قرآن شریف کے گر جانے کی صورت میں) مشہور ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع لکھا ہے۔ توبہ واستغفار کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۷﴾ غیر مسلم قرآنی آیتیں حفاظت سے رکھنے کے لئے طلب کریں تو کیا دی جا سکتی ہے؟

سوال: میرے ساتھ ایک ہندو بھائی ہے، انہیں ایک فقیر نے ایک چھپا ہوا کاغذ کا ٹکڑا دیا، وہ انہوں نے مجھے بتایا اس میں آیۃ الکرسی لکھی ہوئی تھی، اور وہ کاغذ فی الحال مجھے انہوں نے دیا ہے، اور مجھے کہا: کہ اس کاغذ کو جس میں آیۃ الکرسی لکھی ہوئی ہے میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں تو کیا وہ ہندو بھائی اس کاغذ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ ہندو بھائی آیۃ الکرسی والا پرچہ اپنے گھر میں فریم کر کے یا کسی پاک چیز میں لپیٹ کر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔ اور اپنے پاس بھی ایسی ہی کوئی پاک چیز میں لپیٹ کر رکھنا چاہیں تو رکھ سکتا ہے۔ اور غسل کر کے پاک ہو کر ہاتھ بھی لگا سکتا ہے۔ اس کے بغیر ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸﴾ قرآن کی تلاوت کر کے نبیوں رسولوں کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں؟

سوال: قرآن شریف کی تلاوت کر کے حضور ﷺ سے پہلے کے انبیاء کرام کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کی تلاوت کر کے یا دوسری کوئی نفلی عبادت کا ثواب نبیوں و رسولوں اور ہر مسلمان کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں، اہل سنت و الجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ (شامی: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۹﴾ قرآن کی تلاوت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

سوال: زید کی دکان میں عمر روزانہ ایک پارہ پڑھتا ہے، زید اسے ہدیہ، بخشش کے طور پر

کچھ دیتا ہے، تو اس کا لینا کیسا ہے؟ عمر مسجد میں پڑھنے کے بجائے مذکورہ دکان میں اپنی تلاوت پوری کر لیتا ہے، اور زید متعین کر دے کے ماہانہ اتنی رقم دے دوں گا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کی تلاوت مسجد میں کی جائے یا گھر پر، سب جگہ جائز ہے لیکن قرآن شریف کی تلاوت کے عوض اجرت لینا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اس طرح اجرت لے کر پڑھنے سے پڑھنے والے کو بھی ثواب نہیں ملتا تو جس کے ایصال ثواب کے لئے پڑھا جا رہا ہے اسے کہاں سے ثواب ملے گا؟

نیز اس طرح اجرت لے کر تلاوت کرنے سے قرآن پاک کی بے ادبی اور دین کے ذریعہ دنیا کمانا ہے، اس لئے پڑھنے والا اور پڑھانے والا دونوں گنہگار رہوں گے۔ اس لئے ایسے طریقے کو چھوڑ کر خود سے جتنا ہو سکے اتنی تلاوت کر کے ایصال ثواب کرنا چاہئے یا اگر کوئی بغیر اجرت کے اخلاص سے پڑھ کر ثواب پہنچانے والا ملے تو اس سے پڑھوانا چاہئے۔

(فتاوی خیریہ اور شامی: ۳۵/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۰﴾ قرآن کی آیتیں یا احادیث عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں لکھنا

سوال: پمفلٹ یا پرچہ میں قرآن پاک کی آیتیں یا احادیث عربی کے علاوہ دوسری کسی زبان میں گجراتی یا انگلش میں لکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مقصد تبلیغ ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن پاک کی آیتیں عربی میں ہی لکھنی چاہئیں کیونکہ عربی زبان کے بہت سے حروف تو دوسری زبانوں میں لکھے ہی نہیں جا سکتے اور بعض تو ہے ہی نہیں اس لئے آگے جا کر تحریف اور تبدیل کا خطرہ رہتا ہے، اس لئے فقہاء منع کرتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ جلد: ۴)

﴿۹۱﴾ تلاوت کے لئے کوئی خاص طریقہ یا رواج نہیں ہے۔

سوال: ہمارے یہاں کے لوگ رمضان کے مہینہ میں گھر پر قرآن کا دور کرتے ہیں، اور بہت سے لوگ نہیں کرتے، اور اکیسویں روزے سے مسجد میں قرآن خوانی کرواتے ہیں، اور وہ بھی سورۂ یٰسٓ کا ختم کرواتے ہیں تو کیا اس رواج کے مطابق عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کا پڑھنا اور پڑھانا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے لیکن اس کے لئے اپنی طرف سے کوئی خاص رواج یا طریقہ کو لازم کر لینے سے اور جو کوئی اس کے مطابق عمل نہ کرے اس پر لعن وطعن کرنے سے وہ بدعت اور گناہ کا کام بن جاتا ہے، اس لئے ایسے طریقوں سے بچنا چاہئے۔ رمضان کے مہینہ کو قرآن کے ساتھ خاص نسبت ہے اس لئے رمضان میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہئے۔

﴿۹۲﴾ حصول برکت کے لئے قرآن خوانی

سوال: قرآن خوانی کب کرنا جائز ہے؟ مثلاً: شادی بیاہ کے موقع پر شادی سے ایک دن پہلے، موت کے وقت، نیا گھر بنانے کے وقت یا بن جانے کے بعد، گھر کا سلیب بھرنے کے موقع پر، نئی دکان کے افتتاح کے موقع پر وغیرہ وغیرہ۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں لکھے ہوئے موقعوں پر حصول برکت کے لئے قرآن خوانی کرنا جائز ہے، لازم اور ضروری نہیں، اگر لازم سمجھ کر کیا جائے تو بدعت اور غلط رسم میں شمار ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۳﴾ قرآن کریم کی تلاوت افضل ہے۔

سوال: پنج سورہ میں دعاء گنج العرش ہے، اسے پڑھنا کیسا ہے؟ اس دعا کا پڑھنا اچھا ہے یا

قرآن مجید کی تلاوت افضل ہے؟ اور اس دعا پر یقین رکھنا کیسا ہے؟ اور اس دعا کی فضیلت بھی بتائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قرآن کریم کی تلاوت افضل ہے۔ اور دعاء گنج العرش کا ثبوت اور فضیلت معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۴﴾ نزول قرآن کی برسی منانا

سوال: آج کل اخباروں اور ریڈیو پر یہ خبر پھیلی ہوئی ہے: کہ احمد آباد اور دہلی اور پاکستان اور عرب ممالک میں قرآن خوانی کر کے چودہ سو سالہ نزول قرآن کی چودہ ویں صدی منائی گئی۔ تو ہم نے بھی یہ طے کیا: کہ اسی نیت سے ایک دن متعین کر کے قرآن خوانی کے لئے پورے شہر کے مسلمانوں کو دعوت دی جائے، اور قرآن جیسی عظیم الشان کتاب پر علماء کرام سے بیانات سن کر اس کے بارے میں پھر سے واقفیت حاصل کریں۔ ہماری نیت یہ ہے کہ تقریباً کثرت سے قرآن خوانی ہوں گی۔ تو ایسا اجلاس کرنے میں شرعاً کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......۱۴۰۰ سال کے بعد نزول قرآن کا جلسہ منانا فرض یا واجب نہیں ہے۔ تقریر کرنا اور لوگوں کو قرآن اور دین سے واقف کرنا اور کرانا تو بہت اچھی بات ہے لیکن اس کے لئے خاص اجلاس رکھنا اور کرنا یہ سب بری باتیں ہیں۔ اس لئے اگر آپ کا اجلاس سادہ اور حقیقت میں قرآن شریف کی عظمت اس سے مقصود ہو بے ادبی اور جشن میلے کی شکل نہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے۔ اور بعد میں رواج نہ بن جائے اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۵﴾ بے وضو قرآن شریف کو ہاتھ لگانا درست نہیں ہے۔

سوال: کیا بے وضو قرآن شریف کو ہاتھ لگا سکتے ہیں؟ اور تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن شریف کو ناپاکی کی حالت میں اسی طرح بغیر وضو کے ہاتھ لگانا یا پکڑنا جائز نہیں ہے، کوئی علیحدہ کپڑا یا ایسی ہی کوئی دوسری چیز ہو تو اس سے ہاتھ لگا سکتے ہیں یا پکڑ سکتے ہیں۔ وضو کے ساتھ تلاوت کرنا افضل ہے لیکن جب وضو نہ ہو تو قرآن شریف کو ہاتھ یا بدن کا کوئی بھی عضو لگائے بغیر صرف اندر دیکھ کر تلاوت کرنا ہو تو کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶﴾ ادب کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنی چاہئے

سوال: اس طرح قرآن کی تلاوت کرنا کہ تالیٔ قرآن کرسی پر بیٹھا ہوا ہو اور اس کے پیروں میں چپل ہو، اور ایک پیر دوسرے پیر پر چڑھایا ہوا ہو، ایک پیر چپل کے ساتھ زمین پر رہتا ہو، اور چپل گھر میں پہننے کی چپل ہے باہر اسے استعمال نہ کرتا ہو، تو کیا اس طرح تلاوت کرنا شرعی رو سے صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن شریف کی تلاوت اس طرح کرنی چاہئے کہ جس میں قرآن شریف اور صاحب قرآن کی عظمت اور بزرگی ملحوظ رہتی ہو، اور باقی رہتی ہو۔ پیر پر پیر چڑھا کر تلاوت کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح چپل اگر پاک ہو تو اسے پہن کر تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ادب کا لحاظ رکھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷﴾ وقف غفران، وقف لازم اور منزل کا کیا مطلب ہے؟

سوال: قرآن پاک میں وقف غفران اور وقف لازم اور وقف منزل وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے

ان کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے کی مثال ایک مسافر کی طرح ہے جو اپنے سفر کے دوران کچھ جگہوں پر ٹھہرتا ہے، کچھ جگہوں پر پڑاؤ ڈالتا ہے، اور کچھ جگہوں پر نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح زبانوں میں بھی ٹھہرنے کی، سانس لینے کی خاص علامتیں ہوتی ہیں: جیسے اردو میں وقف کا نشان (۔) الٹا واو (،) واوین (" ") وغیرہ علامتیں ہیں۔ اسی طرح عربی میں بھی یہ وقف کی ایک علامت ہے جس کا حکم نیچے بتایا گیا ہے۔

وقف غفران: یہاں وقف کرنے سے مطلب صاف سمجھ میں آتا ہے اس لئے سانس توڑ دینا اچھا ہے۔

وقف لازم: یہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔ ورنہ بعض مرتبہ مطلب کچھ کا کچھ ہو کر معنیٰ بدل جاتا ہے۔

وقف منزل: اسے وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وحی سناتے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہاں ٹھہرے تھے۔ اس لئے تلاوت کرنے والا بھی اگر ٹھہرنا چاہے تو ٹھہر سکتا ہے۔ اور یہی بہتر ہے۔ (جامع الوقف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸﴾ قرآن شریف کو بوسہ دینا

سوال: کلام پاک کی تلاوت کرنے سے پہلے یا بعد میں کیا کلام پاک کو بوسہ دینا یا سینہ سے لگانا جائز ہے؟ زیادہ تر لوگ کلام پاک کو ہاتھ میں لے کر اس کی جلد پر بوسہ دیتے ہیں، کیا اس طرح کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن پاک کو محبت کے جذبہ سے بوسہ دینا جائز ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کو جس جزدان میں لپیٹا ہوا ہے اسے بوسہ دینا بھی گناہ نہیں ہے۔ لیکن اسے ضروری سمجھنا یا اس میں حد سے تجاوز کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹﴾ ختم قرآن پر اجرت لینا

سوال: ایک حافظ صاحب گاؤں میں بہت سی جگہوں پر قرآن ختم کرنے جاتے ہیں، اور ختم کے بعد کچھ پانچ دس روپے انہیں مل جاتے ہیں۔ حافظ صاحب کی نیت پہلے سے پیسے لینے کی نہیں ہوتی، اور پہلے سے پیسے کی کوئی بات بھی نہیں ہوتی، پھر بھی لوگ زبردستی پیسے دیتے ہیں۔ تو کیا حافظ صاحب کو وہ پیسے لینا جائز ہے؟ اسی طرح حافظ صاحب وہ پیسے اپنے گھر خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اجرت لے کر قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے۔ حرام ہے۔ اس طرح قرآن خوانی سے مرحوم کو ثواب بھی نہیں پہونچتا۔ اس لئے قرآن خوانی کرنے کے لئے پیسے لینا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص لینے کے لئے راضی نہ ہو لیکن دینے والا زبردستی دیتا ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اس جگہ پر یہ معروف ومشہور ہو کہ ختم پڑھنے پر کچھ پیسے دئے جاتے ہیں تو ''المعروف کالمشروط'' کے قاعدہ کے تحت وہ پیسے لینے جائز نہیں ہے۔ چاہے لینے والے نے پہلے سے کوئی بات نہ کی ہو۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ اس جگہ پر اس کا کوئی رواج نہ ہو، اور ختم پر پیسے لوں گا ایسا بھی نہ

کہا ہو، دینے والے اور لینے والے کو اس مسئلہ کا گمان بھی نہ ہو، اور دینے والا اپنی مرضی سے بخشش کے طور پر دینا چاہے تو اس کا لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۰۰﴾ ختم قرآن پر شیرینی تقسیم کرنا

سوال: ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو دعوت دے کر بلایا جاتا ہے۔ اور ختم کے بعد اس میں شامل ہونے والوں کے لئے شیرینی (مثلاً:، نان کھٹائی، کیلے، کھجور وغیرہ) تقسیم کی جاتی ہے۔ تو کیا غریب انسان یہ تقسیم نہ کر سکے تو اسے گناہ ہوگا؟ اور کوئی پڑھنے والا لیتا ہے تو گنہگار ہوگا؟ اور پڑھنے والا کہتا ہے: کہ میں تو ثواب کے لئے پڑھتا ہوں اجرت کے لئے نہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ختم قرآن کے بعد جو شیرینی تقسیم کرنے کا رواج ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر اسے بند کر دیا جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ لیکن کوئی اپنی مرضی سے کسی بھی طرح کے عقیدہ کی خرابی یا پابندی کے بغیر اسے ضروری سمجھے بغیر شیرینی تقسیم کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لئے ایسی شیرینی لینے میں یا کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص لینا نہ چاہتا ہو یا تقسیم کرنا نہ چاہتا ہو تو یہ افضل کہلائے گا۔

﴿۱۰۱﴾ تراویح پر اجرت لینا جائز نہیں ہے؟

سوال: ایک عالم صاحب رمضان میں تراویح پڑھاتے ہیں، اور قرآن شریف کے ختم ہونے سے دو دن قبل ایک آدمی کھڑا ہو کر نمازیوں میں اعلان کرتا ہے کہ مولانا نے تراویح پڑھائی ہے اس لئے ہمیں ان کے لئے کچھ چندہ کر کے دینا چاہئے۔ تو ۲۷ ویں کو چندہ کر کے وہ پیسے عالم صاحب کو دئے جاتے ہیں، تو اس طرح دینا کیسا ہے؟ اور کیا عالم صاحب کا

ان پیسوں کو لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... تراویح میں قرآن شریف کے سنانے یا پڑھنے کی مزدوری کے طور پر بخشش کے نام سے چندہ کر کے یا اپنے طور پر جو پیسے دئے جاتے ہیں وہ جائز نہیں ہیں وہ اجرت ہی ہے۔

﴿۱۰۲﴾ جس ممبر کے اندر قرآن ہو اس پر بیٹھنا

سوال: یہاں مسجد میں لکڑی کا ممبر ہے، اور اس ممبر کے اندر قرآن شریف وغیرہ رکھا جاتا ہے، اس کو خطبہ کے وقت نکال لینا چاہئے یا نہیں؟ ممبر بند ہے، باہر سے ممبر میں قرآن ہے ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں مذکورہ ممبر پر بیٹھ کر جمعہ یا عید کا خطبہ یا وعظ کہنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... ممبر کے اندر کے حصہ میں قرآن شریف رکھتے ہوں تو اس ممبر پر بیٹھنا، پیر رکھنا قرآن کے ادب کے خلاف ہے۔ اس لئے خطبہ یا تقریر کے لئے اس ممبر کا استعمال کرنا ہو تو پہلے اندر سے قرآن شریف نکال کر کسی اونچی جگہ پر ادب کے ساتھ رکھ دیا جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری:۹۴)

﴿۱۰۳﴾ نیچے کے منزل پر قرآن شریف ہو تو کیا دوسری منزل پر رہنا جائز ہے؟

سوال: یہاں انگلینڈ میں رہائشی مکان دومنزلہ ہوتے ہیں۔ اوپر کی منزل سونے کے لئے استعمال ہوتی ہے، اور نیچے کی منزل میں بیٹھک (نشست گاہ) اور مطبخ وغیرہ ہوتا ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ نیچے کی منزل میں ایک کباٹ (الماری) میں قرآن شریف اور دوسری دینی کتابیں رکھی جائیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... قرآن شریف نیچے کی منزل میں کباٹ (الماری) میں

ہوتو اوپر کی منزل میں سونے میں بے ادبی نہیں ہے۔اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عالمگیری)

﴿۱۰۴﴾ قرآن شریف کی صندوق بیٹھک کے نیچے رکھنا

سوال: پیٹی (چھوٹا صندوق) میں یا تھیلی میں قرآن شریف ہو اور بس یا ریل میں جگہ کی قلت کی بنا پر تھیلی یا بیٹھک کے نیچے یا کار میں پیچھے ڈیکی میں رکھ دیں تو کیا کچھ گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اس طرح قرآن شریف رکھنے میں مجبوری اور حفاظت مقصود ہے،اور توہین (بے ادبی) کا خیال نہیں ہوتا اس لئے گناہ نہیں ہوگا۔(عالمگیری)۔

﴿۱۰۵﴾ قرآن شریف کے برابر وزن کر کے گیہوں صدقہ کرنا

سوال: قرآن مجید کی بے ادبی کرنے سے یا ہاتھ میں سے نیچے گر جانے کی صورت میں کیا کفارہ لازم ہوگا؟ یہاں اگر کسی سے قرآن مجید گر جاتا ہے تو وہ قرآن مجید کے وزن کے برابر گیہوں یا آٹا صدقہ کرتا ہے،تو کیا شرعی رو سے یہ صحیح ہے؟ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قرآن مجید کی بے ادبی کرنا یا گرا دینا گناہ اور بے برکتی کا ذریعہ ہے۔اس لئے اس کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔لیکن اگر گر جائے تو اس کے وزن برابر گیہوں یا آٹا صدقہ کرنے کا اعتقاد بالکل غلط ہے بلکہ قرآن کو ترازو میں رکھ کر تولنا ادب کے خلاف ہے۔اس لئے اگر ایسا ہوا ہو تو توبہ کرنی چاہئے۔(امداد الفتاوی:۴)

﴿۱۰۶﴾ آیت ”واللہ سریع الحساب“ کی تفسیر

سوال: سورۂ بقرہ میں ایک آیت واللہ سریع الحساب کا عام طور پر مطلب یہ بیان کیا جاتا

ہے کہ اللہ پاک جلد حساب لینے والا ہے۔تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نزول قرآن کو آج ۱۴۰۰ سال ہو گئے ہیں تو ''جلد اور فوراً حساب لینے کا مطلب'' سمجھ میں نہیں آتا ؟ تو اس کا مطلب اور تفصیل بتلا کر شکوک کو دور فرمائیں، اس لئے کہ اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ۱۴۰۰ سال ہو گئے پھر بھی اس حکم پر عمل ابھی تک کیوں نہیں ہوا؟ یا جلد کا معنیٰ کیا ہے؟ کتنا جلدی، کب اور کس طرح ؟ یا پھر اسی طرح سال گزرتے رہیں گے ،وغیرہ وغیرہ سوالات پیدا ہوتے ہیں تو آپ کے وسیع علم کی روشنی میں اوپر کے اشکالات کو رفع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آیت و الله سريع الحساب ، **اللہ پاک جلد حساب لینے والا ہے**، پر جو سوالات قائم کئے ہیں وہ بے بنیاد ہیں۔اس لئے کہ اس کی تفسیر اس طرح ہے:(۱) تفسیر بیضاوی (ص:۱۳۹) میں لکھا ہے: کہ بندے اور ان کی کثرت اور ان کے اعمال بہت زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود بہت ہی جلد (تھوڑی ہی دیر میں ،فوراً،) حساب لے لیں گے۔(۲) تفسیر جلالین (ص:۳۸) میں اوپر کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: کہ اللہ تعالی پوری مخلوق کا حساب آدھے دن میں لے لیں گے۔(۳) تفسیر کبیر (۱۸۱/۲) میں لکھا ہے: کہ جو چیز یقینی طور پر ہونے والی ہو اس کے لئے بھی لفظ "سریع" کا استعمال ہوتا ہے۔یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ گھڑی جس میں حساب وکتاب ہونے والا ہے وہ (یقینی طور پر) قریب ہی ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۰۷﴾ مسجد میں تلاوت قرآن کا طریقہ

سوال: میں قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتا ہوں،اور سامنے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں،اور وہ لوگ مجھے زور سے پڑھنے سے منع کرتے ہیں، میں مسجد کے اندر بیٹھ کر تلاوت کر رہا ہوتا ہوں،تو

کیا مجھے آہستہ تلاوت کرنی چاہئے؟ یا ان لوگوں کو وہاں سے اٹھ کر چلے جانا چاہئے؟ وہ لوگ دنیوی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جماعت خانہ کے باہر ہیں۔ تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ زور سے تلاوت کرنی چاہئے یا آہستہ سے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز کے وقت میں لوگ نوافل وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے زور سے تلاوت کرنے کو علماء نے مکروہ بتایا ہے۔ ہاں! اگر مسجد میں کوئی نہ ہوتو کوئی حرج نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ لوگ کام میں مشغول ہوں تو ان کے سامنے بلند آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہئے۔ (اس لئے کہ لوگوں کا دھیان دوسری طرف ہے) اور قرآن کے احترام میں سے یہ ہے کہ بازار میں نہ پڑھا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بتائے گئے حالات میں آہستہ تلاوت کرنی چاہئے۔

﴿۱۰۸﴾ مسجد میں روزانہ فجر بعد لاؤڈ اسپیکر میں یٰسٓ شریف کا ختم کرنا

سوال: یہاں مسجد میں روزانہ فجر بعد لاؤڈ اسپیکر میں یٰسٓ شریف کا ختم پڑھا جاتا ہے، اس کی آواز یہاں کی بستی کے تقریباً سب ہی گھروں میں جاتی ہے، مسلمان ہوں یا ہندو کسی بھی فرقہ کے ہوں سب کے گھروں میں آواز جاتی ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ طریقہ اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فجر کی نماز کے بعد یٰسٓ شریف پڑھنا بہت ہی مبارک عمل ہے۔ اور صبح میں یٰسٓ شریف پڑھنے کی فضیلت احادیث میں کثرت سے آئی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اسے صبح پڑھنا چاہئے۔ اور گھر میں بچوں کے پاس بھی پڑھوانا چاہئے۔ اور نہ پڑھ سکتے ہوں تو دھیان سے سن لینا چاہئے۔

جب قرآن شریف یا اس کی کوئی سورت پڑھی جائے تو اس کی آواز جہاں تک پہونچے وہاں تک ہر انسان کو اسے دھیان سے سننا واجب ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی اسے نہ سنے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہے تو اس میں قرآن شریف کی اور تلاوت کی بے ادبی ہوتی ہے اور نہ سننے والا گنہگار ہوتا ہے۔

آپ نے سوال میں جو تفصیل لکھی ہے اس میں آواز دور تک پہنچتی ہے، لیکن ہر شخص اس کا احترام ملحوظ نہیں رکھ سکتا، اور دھیان سے اسے نہیں سنتا، اس لئے قرآن کی بے ادبی کرانے کا سبب پڑھنے والا بنتا ہے۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنا بند کر دیا جائے اور خود پڑھنے کا اہتمام کیا جائے تاکہ تلاوت اور قرآن شریف میں دیکھنے کا دہرا اجر مل سکے۔ اور جو لوگ قرآن شریف کی تلاوت اور آواز سننے میں بے حرمتی کرتے ہیں وہ بھی بند ہو جائے۔

﴿۱۰۹﴾ تلاوت میں حروف کی ادائیگی ضروری ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص نماز کے علاوہ اور کسی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت کرے اور زبان کو حرکت دئے بغیر دل ہی دل میں تلاوت کرے تو کیا اس کو قرآن کی تلاوت کرنا کہا جائے گا؟ یا صرف تصور الفاظ کہلائے گا؟ اس طرح پڑھنے والے کو تلاوت کا ثواب ملے گا.

اسی طرح کوئی شخص ورد یا وظیفہ دل میں پڑھے تو کیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ یا اس کے بھی حروف کا صحیح تلفظ ضروری ہے؟ جیسا کہ کوئی شخص درود شریف وغیرہ دل میں زبان کو حرکت دئے بغیر پڑھے تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تلاوت یا تلفظ میں کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ زبان میں حرکت ہو کر الفاظ صاف صاف ادا ہو جائیں۔ اور اپنی آواز اپنے کانوں سے سن سکیں۔

صرف دل میں پڑھنے کو تصور یا خیال کہہ سکتے ہیں۔اس لئے تلاوت یا درود شریف پڑھنے میں جو ثواب کا وعدہ ہے وہ اس طرح پڑھنے سے پڑھنا نہیں سمجھا جائے گا۔لیکن ایسے تصور اور خیالات بھی فائدے سے خالی نہیں ہیں۔(شرح وقایہ:۱۷۲، ہدایہ) ورد اور وظیفہ بھی اس طرح سے پڑھنا چاہئے کہ اپنی آواز خود سمجھ سکے اور سن سکے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۰﴾ پنج سورہ میں سے کون کون سی چیز پڑھنا ثابت ہے؟

سوال: پنج سورہ میں کلام پاک کی سورتوں کے علاوہ بہت ساری دعائیں اور اسمائے حسنیٰ اور اسمائے رسول ﷺ لکھے گئے ہیں۔تو پوچھنا یہ ہے کہ ان میں سے کتنی دعائیں اور کون کون سی دعائیں پڑھنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ سب دعاؤں کی لکھی ہوئی فضیلتیں صحیح سمجھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پنج سورہ یہاں نہیں ہے۔اسی طرح مجھے علم بھی نہیں ہے کہ اس میں کیا کیا لکھا ہوا ہے؟ اس لئے اس کو دیکھنے کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک کی سورتیں، اسمائے حسنیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے نام ہوں تو پڑھ سکتے ہیں۔فقط واللہ تعالی اعلم

الباب الخامس : ما یتعلق بالآخرۃ و القیامۃ

﴿۱۱۱﴾ جنت اور دوزخ کہاں ہیں؟

سوال: جنت اور دوزخ آسمان میں ہیں یا زمین میں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنت اور دوزخ صحیح قول کے مطابق اللہ تعالی نے پیدا کر دی ہے، اور ان کی جگہ کہاں ہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والے ہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ جب کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۲﴾ مشرکین کے نابالغ بچوں کو عذاب ہوگا یا نہیں؟

سوال: میں ایک کالج کا طالب علم ہوں، اور ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مفصل جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

کافر، مشرک ان کے اعمال بد کی وجہ سے جہنمی ہیں لیکن ان کے نابالغ بچے جو ابھی حد شعور کو بھی نہیں پہونچے، ان کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ اس بارے میں ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کافر اور مشرک کے صغیر العمر بچے جو ابھی حد بلوغ کو نہیں پہونچے اور اس سے پہلے ان کا انتقال ہو جائے تو ان کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں حدیث شریف میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ علماء دین کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ اس لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس مسئلہ میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ اور دوسرے اکابر علماء کا کہنا ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ اس لئے کہ

ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور خدائی احکام کی نافرمانی کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس لئے جہنم میں بھیجنا خدائے پاک کی رحیم و کریم ذات کے رحم کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۳﴾ قیامت کب آئے گی؟

سوال: قیامت کب آئے گی؟ حال میں ایک گجراتی رسالہ میں میں نے پڑھا کہ اب دنیا ختم ہو جائے گی، اور سنہ ۲۰۰۰ میں آفتاب اور اس کے ستاروں میں سخت ٹکر ہونے والی ہے، تو کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟ حدیث شریف یا اسلامی تعلیم میں اس کے متعلق کوئی وضاحت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ تعالی کے فرمان اور حضور ﷺ کے ارشاد اور اسلامی عقائد کی روشنی میں اتنا تو طے ہے کہ قیامت ایک دن ضرور آئے گی، اور زمین آسمان، چاند، سورج سب ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائیں گے۔ لیکن وہ کس سنہ کس تاریخ اور کس وقت آئے گی؟ اس کا علم خود حضور ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالی کے علاوہ اس کا صحیح وقت کوئی نہیں جانتا، اور ٹھیک وقت کسی نے نہیں بتایا، اور نہ کبھی بتا سکتا ہے۔

مشکوۃ شریف میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں مسلمانوں کو بنیادی چیزیں سوال و جواب کی شکل میں سکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مجیب سائل سے زیادہ نہیں جانتا یعنی مجھے اس کا علم نہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں، جن میں سے ایک قیامت کے وقت کا علم ہے۔ (مشکوۃ شریف:۱۱)۔ البتہ قیامت سے پہلے کی چھوٹی

بڑی نشانیاں تفصیل سے بتائی گئی ہیں اور جیسے جیسے سال گزر رہے ہیں ویسے ویسے وہ نشانیاں واضح طور پر ظاہر ہورہی ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اب زیادہ وقت باقی نہیں ہے۔ اللہ تعالی ایمان کے ساتھ دنیا سے جانا نصیب فرمائے۔ آمین فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۴﴾ جنت کے کتنے دروازے ہیں؟

سوال: جنت کے دروازے صحیح روایت کے مطابق کتنے ہیں؟ کون کس دروازے سے داخل ہوگا؟ مختصر یہ کہ لوگ ان کے مرتبہ کے اعتبار سے کس دروازے سے داخل ہونگے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنت کے کل آٹھ دروازے ہیں، ہر شخص اپنے اعمال کے اعتبار سے ان دروازوں سے داخل ہوگا۔ حضرت ابو بکرؓ اور ان جیسے دوسرے صحابہ کو آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے دروازوں کے نام اور ان سے داخل ہونے والوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) باب الصلوۃ: نماز کی پابندی کرنے والے اور خشوع وخضوع سے ادا کرنے والے (۲) باب الجہاد: مجاہدین (۳) باب الصدقہ: صدقہ وخیرات کرنے والے (۴) باب الریان: روزے دار (۵) باب الضحیٰ: چاشت کی نماز پڑھنے والے (۶) باب التوبہ: تائبین (۷) باب العفو: درگزر کرنے والے اور معاف کرنے والے (۸) باب الرضا: اللہ کی رضا میں راضی رہنے والے (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: مظاہر حق اور مشکوۃ شریف) فقط واللہ تعالی اعلم

الباب السادس : ما یتعلق بالقدر

﴿۱۱۵﴾ قسمت اور عمل میں کیا فرق ہے؟

سوال: آدمی کی قسمت میں جنت ودوزخ پہلے سے لکھ دی گئی ہے، کیا یہ بات سچ ہے؟ اور ایک شعر ہے جس میں عمل کو ترجیح ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

تو پھر قسمت کی بات کہاں رہی؟ ان دونوں میں سچ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر شخص کے لئے جنتی اور جہنمی ہونا پہلے سے لکھ دیا گیا ہے لیکن ہمیں اس کا علم نہیں ہے کہ ہمارا نام کس فہرست میں ہے؟ اس لئے ہمیں نیک اعمال میں لگے رہنا چاہئے، اور برے افعال سے بچتے رہنا چاہئے۔ عقائد قرآن وحدیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ شاعروں کے اشعار (افکار) سے نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۶﴾ کیا تقدیر میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟

سوال: کیا تقدیر میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟ نیچے لکھی گئی حدیث کی روشنی میں اس سوال کا جواب مرحمت فرمائیں۔

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی چیز تقدیر کو نہیں بدل سکتی سوائے دعا کے۔ اور کوئی بھی چیز عمر کو لمبی نہیں کرسکتی سوائے نیکی کے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... انسانی علم کی رو سے تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کو تقدیر مبرم یعنی اٹل فیصلہ اور دوسری کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ یعنی کسی چیز پر موقوف فیصلہ۔ مثلاً

فلاں شخص پر یہ تکلیف یا مصیبت آئے گی لیکن وہ دعا کرے گا تو وہ اس سے دور کردی جائے گی۔ یا اس کی عمر ۲۵ سال کی ہوگی لیکن وہ نیک کام کرے گا تو ان کی برکت سے ۲۵-۳۰ سال اور بڑھا دئے جائیں گے۔ اب یہ تقدیر ہمارے علم کی رو سے تو معلق ہی شمار ہوگی، لیکن اللہ کے علم کے حساب سے یہ تقدیر مبرم شمار ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالی عالم الغیب ہے، اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اور کون شخص کیا کرے گا اور کس وقت کیا ہوگا وہ سب اس کے علم میں ہے۔ اور مذکورہ حدیث مشکوۃ شریف میں کتاب الدعوات ص: ۱۹۵ پر حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے اور اس کے حاشیہ پر لمعات اور مرقات سے اس کی توجیہات نقل کی گئی ہیں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی دوسری توجیہات بیان کی ہیں۔ مذکورہ حدیث میں دعا اور نیک کام کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۷﴾ تقدیر کی قسمیں

سوال: اللہ تعالی نے دنیا کو پیدا کرنے سے پہلے (یعنی کہ پچاس ہزار سال پہلے) اول سے اخیر تک تمام پیدا ہونے والے بندوں کی تقدیر لکھ دی ہے۔ بیشک ہمیں اس کا علم نہیں ہے کہ ہماری تقدیر میں کیا لکھا گیا ہے، اس لئے جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئے۔ تو کیا تقدیر دو قسم کی لکھی گئی ہے؟ اگر بندہ نیک عمل کرے تو اسے یہ ملے گا اور برے اعمال کرے تو اسے یہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تقدیر کی جو دو قسمیں بتائی گئی ہیں ان میں سے ایک کو تقدیر مبرم یعنی اٹل فیصلہ اور دوسری کو تقدیر معلق کہتے ہیں۔ اور یہ تقدیر معلق ہمارے علم کے حساب سے ہے اور اللہ تعالی سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ عالم الغیب ہے، ماضی حال

مستقبل کی سب باتوں کا اسے علم ہے۔اس لئے اللہ کے علم کے حساب سے اللہ نے تقدیر کی دو قسمیں نہیں لکھیں،صرف ایک ہی تقدیر،تقدیر مبرم ہی لکھی ہے۔

﴿۱۱۸﴾ چودہویں صدی ہجری کا ختم ہونا اور پندرہویں صدیں ہجری کا شروع ہونا، اسلامی رو سے اس کی کیا اہمیت ہے؟

سوال: مسلمانوں کی ہجری سنہ کی چودہویں صدی تھوڑے ہی وقت میں ختم ہونے والی ہے،اس موقع پر ہمارے یہاں کے کچھ بھائیوں کا یہ ارادہ ہے کہ چودہویں صدی ہجری کے ختم پر ایک عام دعوت کی جائے جس میں بستی کے مالدار وغریب ہر ایک شخص ساتھ مل کر کھانا بنا کر عام دعوت کا ارادہ ہے۔اور اس کام کے لئے پیسوں کا چندہ کیا جائے اور اللہ پیسوں کا ہی چندہ کیا جائے گا۔تو اس طرح دعوت کا پروگرام رکھنا کیسا ہے؟ اور دعوت کے وقت قرآن شریف کا ختم پڑھانے کا ارادہ ہے۔اور ۱۴۰۰ سال میں جتنے مسلمان مرحوم ہو چکے ہیں ان کو ایصال ثواب کر کے انکے لئے دعائے خیر کی جائے۔تو سوال یہ ہے کہ اس طرح کا پروگرام رکھنا کیسا ہے؟

اسلامی نقطۂ نظر سے چودہویں صدی کا ختم ہونا اور پندرہویں صدی کا شروع ہونا، کیا اس کی کوئی اہمیت ہے؟ بزرگان دین نے اس موقع کی کوئی پیشن گوئی کی ہو تو وہ بتانے کی مہربانی فرمائیں۔اخباروں سے معلوم ہوا کہ بہت سے اسلامی ممالک اور بھارت سرکار بھی چودہویں صدی منانے والے ہیں تو اس کے بارے میں شرعی رو سے آپ کی کیا رائے ہے وہ بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عام دعوت کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا یا تلاوت کلام پاک

کر کے مرحوموں کو ایصال ثواب کرنا، کسی بھی طرح کے غلط اعتقاد یا لوازمات سے دور رہ کر صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے تو وہ جائز اور ثواب کا کام ہے، لیکن چودہویں صدی ختم ہو رہی ہے اس کے منانے کے لئے یہ سب کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے صدی کا ختم ہونا یا نئے سال کا شروع ہونا یا سال کا ختم ہونا اور نئے سال کا آنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اپنی طرف سے اہمیت دینا اور لوگوں کو اہمیت دینے پر ابھارنا یہ غیر اسلامی رواج ہے اور اسلامی طریقہ کے خلاف فعل ہے۔

اب اگر آپ کو دیکھ کر وہ جاہل مسلمان ایسے جلسے جلوس کو اسلامی حکم یا اسلامی شان سمجھ کر اپنا لیں تو ایک غلط رواج شروع کرنے کا گناہ اور ان لوگوں کو غلط کام کرنے کا گناہ آپ پر عائد ہوگا۔

پندرھویں صدی کی اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ اسی طرح واضح الفاظ میں حدیث میں بھی اس صدی سے متعلق کوئی بات نہیں ہے۔

قیامت کی یقینی تاریخ، سال یا صدی کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے۔ البتہ اس کی نشانیاں حدیث شریف میں ہیں۔ اور ان نشانیوں کے مطابق ہر شخص اپنی اپنی سمجھ سے اندازہ لگاتا رہتا ہے۔ بزرگان دین کی جو پیشنگوئیاں ہوتی ہیں وہ بھی ان کی فراست اور کشف کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ اس لئے اسے قطعیت اور یقین کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

یہ پروپیگنڈے کا زمانہ ہے، اس لئے حکومت اپنے پروپیگنڈے کے لئے نئے نئے طریقے یا اجلاس کے نام سے اپنی آواز لوگوں تک پہنچاتی ہے۔ جیسے کہ نزول قرآن کی صدی کے نام سے گذشتہ سال بہت پروپیگنڈا کیا گیا، اس لئے کوئی اسلامی نام رکھنے والا ملک کوئی کام کرے تو ہمیں اس کی پیروی کرنی ہی چاہئے، یہ صحیح نہیں ہے۔ ہمیں تو قرآن وحدیث اور فقہ میں بتائے گئے طریقوں کے مطابق جب تک قیامت آجائے تب تک عمل کرنا ہے۔ جس کی توفیق اللہ

تعالی مجھے آپ کو اور ہر امتی کو عطا فرمائے۔ آمین فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۹﴾ مکان کا سنگ بنیاد رکھنے یا افتتاح کرنے سے متعلق

سوال: بلڈنگ کی سنگ بنیاد رکھنے کے لئے کوئی افضل وقت یا دن ہو تو بتائیں، اسی طرح کوئی مکروہ وقت ہو تو اس سے واقف کریں۔ سنگ بنیاد رکھنے کے لئے یا افتتاح کرنے کے لئے شرعی مسنون طریقہ کیا ہے؟ اس موقع پر کوئی مسنون دعا یا ذکر پڑھنے کا ہو تو وہ ضرور بتائیں۔

سنگ بنیاد کے موقع پر بلڈنگ کے ستون میں سونے و چاندی کا ٹکڑا یا رائج روپے کے سکے ڈالنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ تفصیل سے اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنگ بنیاد رکھنے کے لئے یا افتتاح کرنے کے لئے کوئی مکروہ وقت نہیں ہے اسی طرح کوئی افضل وقت بھی نہیں ہے۔ اور اس کے لئے کوئی ورد بھی نہیں ہے۔ شریعت میں ایسے کاموں کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ اس کے باوجود حصول برکت کے لئے کسی متقی پرہیزگار شخص سے سنگ بنیاد یا مکان کا افتتاح کرایا جائے تو منع بھی نہیں ہے، البتہ! ہر اہم اور بڑے کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنا چاہئے۔ اس لئے اللہ کے نام سے اور ایسی کوئی آیت یا حدیث کی دعائیں ہوں تو پڑھی جاسکتی ہیں۔

سنگ بنیاد میں سونے و چاندی کے سکے ڈالنا، یا ناریل پھوڑنا، یا ایسے ہی دوسرے افعال غیر مذہبی رواج ہیں، اور غیر مذہب والوں کی اتباع میں کئے جاتے ہیں اس لئے منع ہیں۔

﴿۱۲۰﴾ کیلے یا پپیتے کا درخت بونے سے گھر میں نقصان کا عقیدہ

سوال: بہت سے لوگ مانتے ہیں کہ کیلے یا پپیتے کا درخت بونے سے گھر میں نقصان ہوتا

ہے، تو شریعت میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ایسا عقیدہ رکھنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے: و القدر خیره و شره من الله تعالی۔ یعنی ہر قسم کی اچھائی اور برائی اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہوتی ہے، اس لئے اس عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھنا اسلام کے بنیادی عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھنا ہے۔

اس لئے غلط وہم کو چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ اور ایمان رکھنا چاہئے۔ پپیتے یا کیلے کے درخت کو منحوس سمجھنا یا اس کے بارے میں غلط عقیدہ رکھنا یہ وہم کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور اسلام ایسے غلط وہموں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۱﴾ ابھی آپ ہی کی بات ہو رہی تھی، آپ کی عمر لمبی ہو گی ایسا کہنا

سوال: ہم کسی شخص کی بات کر رہے ہوں، اور وہ شخص سامنے آ جائے تو کہا جاتا ہے کہ ابھی آپ ہی کی بات ہو رہی تھی، آپ کی عمر لمبی ہو گی، تو کیا ایسا کہنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایسا اعتقاد بے بنیاد اور لوگوں کی من گھڑت بات ہے۔ البتہ کسی کی عمر میں برکت یا اضافہ کے لئے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿۱۲۲﴾ قمر در عقرب کا کیا مطلب؟

سوال: قمر در عقرب کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قمر عربی زبان میں چاند کو کہتے ہیں۔ اور عقرب کے معنی بچھو کے ہوتے ہیں۔ یعنی وہ سورج مالا جس میں چاند عقرب کے دائرے میں آ جاتا ہے۔ یہ سوال علم نجوم اور علم ہیئت سے متعلق ہے فقہ سے متعلق نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۳﴾ حاملہ عورت اور بچہ پر گرہن کا اثر انداز ہونا

سوال: تھوڑے دن پہلے گرہن ہوا تھا، اس بارے میں پوچھنا یہ تھا کہ گرہن کیا ہے؟ ایک مسلمان بھائی سے میں نے سنا کہ ''اگر حاملہ عورت ایسے وقت باہر نکلتی ہے تو اس پر گرہن کا اثر ہوتا ہے یا اس عورت کو جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ عیب والا (اپاہج) ہوتا ہے'' تو کیا یہ بات سچ ہے؟ اس فتوے کا جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی خیال آجائے اور وہ گمراہی سے نکل سکیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سورج گرہن ہو یا چاند گرہن، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ جو لوگ سورج کی یا چاند کی پرستش کرتے ہیں ان کے لئے یہ ایک سبق ہے، کہ تم جنہیں خدا سمجھتے ہو وہ کتنے کمزور ہیں کہ انسے ان کی روشنی لے لی جاتی ہے پھر بھی وہ کچھ نہیں کر سکتے، اس لئے صرف اسی خدائے برتر و بالاتر کی عبادت کرنی چاہئے جس کو کوئی زیر نہیں کر سکتا۔

سوال میں لکھا ہوا اعتقاد بالکل غلط ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ وہمی اور غیروں کی من گھڑت باتیں ہیں۔ اس لئے ایسا اعتقاد رکھنا بالکل درست اور صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴﴾ گرگٹ مارنا جائز اور ثواب کا کام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گرگٹ کو مارنا کیسا ہے؟ میں نے جہاں تک سنا ہے کہ ''ایک ہی وار میں مار ڈالنے پر زیادہ ثواب ہے، دوسرے وار میں مار ڈالنے پر اس سے کم، اور تیسرے وار میں اس سے بھی کم ثواب ہے''۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تب اس نے آگ میں

پھونک ماری تھی۔

ایک مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ’’ایک جاندار کو مارنا اور اس کی نسل کو ختم کرنا گناہ ہے‘‘ اور اس وقت جس گرگٹ نے پھونک ماری تھی، تو اس گرگٹ کو اس وقت مارنا ثواب تھا‘‘ لیکن اب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک کے گناہ کے بدل اس کی پوری نسل کو ختم کر دیا جائے۔ اس لئے آنجناب شریعت کی روشنی میں مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گرگٹ کو مارنا جائز ہے اور ثواب کا کام ہے۔ حدیث شریف میں بھی یہی بتایا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک موذی جانور ہے۔ اور انسان کا ایسا دشمن ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا تب ہر جانور آپ کو بچانے کی امکان بھر سعی کر رہا تھا، تب یہ گرگٹ آگ کو اور دہکانے کے لئے اس میں پھونک مار کر اپنی انسان دشمنی کا ثبوت دے رہا تھا۔

جاندار اگر موذی ہو جیسے کہ سانپ، بچھو وغیرہ یا انسانی ضرورت کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہو جیسے بکرا اور بکری وغیرہ، انسانی ضرورت یعنی کھانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو ان کے مارنے اور ذبح کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

کسی بھی جاندار کو مارنے کی ممانعت جَیْن مذہب میں ہے۔ اسلام میں نہیں ہے۔ مولانا صاحب مارنے کی وجہ ’’پھونک مارنا‘‘ سمجھے اس لئے ان کو اشکال ہوا۔ مارنے کی وجہ انسان دشمنی ہے۔ (حیاۃ الحیوان وغیرہ)

﴿۱۲۵﴾ بدھ کے دن کو منحوس سمجھنا

سوال: لڑکی کی شادی ہونے کے بعد جب اسے اپنی ماں کے گھر بلاتے ہیں اور جب وہ

واپس اپنے سسرال جاتی ہے تب اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ وہ بدھ کا دن نہ ہو۔ اگر آنے یا جانے کا دن بدھ آتا ہو تو اسے برا فال سمجھتے ہیں۔ تو کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ آنجناب مہربانی فرما کر اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بدھ کے دن کو منحوس سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے ایسے وہم میں پڑنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶﴾ ۲۷ویں رجب کو بڑی رات ماننا

سوال: ۲۷ ویں رجب کی رات کو بڑی (عبادت کی رات) رات سمجھنا، اور اس دن کا روزہ رکھنا اور اچھا کھانا بنانا، کلام پاک یا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......ایسا کچھ ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷﴾ شادی بیاہ کے موقع پر ناریل پھوڑنا

سوال: شادی کے موقع پر مسجد کے دروازے پر کیا ناریل پھوڑنا اور فاتحہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ناجائز اور قابل ترک فعل ہے۔ دوسری قوموں میں سے مسلمانوں کا اپنایا ہوا غیر اسلامی رواج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸﴾ رسم افتتاح کے موقع پر تلک (سر پر ٹیکا) کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک دکان کا افتتاح ہوا، اس میں ایک مسلمان نے غیر مسلموں کی پیشانی پر تلک (ٹیکا) لگا کر اس کا افتتاح کیا، تو پوچھنا یہ ہے کہ ایسے مسلمان قابل رسوخ شخص کا یہ عمل مناسب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پیشانی پر تلک لگانا، یا کسی کو لگانا مناسب نہیں ہے۔

اس میں سخت گناہ (کبیرہ گناہ) ہے۔ایسے فعل سے بچنا چاہئے۔اور اگر کرلیا ہوتو سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے۔

﴿۱۲۹﴾ قمر درعقرب کے وقت شادی نہ کرنا، ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال: شادی کی تاریخ طے کرتے وقت یہاں کے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اسلامی اردو کیلنڈر میں جس تاریخ پر ''قمر درعقرب'' لکھا ہوا ہوتا ہے ان تاریخوں میں شادی نہیں رکھنی چاہئے۔تو یہ قمر درعقرب کیا ہے؟ اور ایسا عقیدہ رکھنا کیا اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح ہے؟ نیز شادی کی تاریخ طے کرتے وقت شرعی رو سے اور کون کون سی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟ اس بارے میں تفصیل سے رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... قمر عربی زبان میں چاند کو کہتے ہیں۔اور عقرب کے معنی بچھو کے ہوتے ہیں۔یعنی سورج مالا (شمسی نظام) میں چاند جب دائرۂ عقرب میں آجاتا ہے اسے نجومی لوگ قمر درعقرب کہتے ہیں۔اور اسے منحوس سمجھتے ہیں۔لیکن شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔اللہ تعالی نے کسی بھی وقت کو منحوس نہیں بنایا۔ یہ وہمی اور کافروں کے خیالات ہیں۔جس کی حضور ﷺ نے سخت الفاظ میں تردید کی ہے۔اس لئے ایسا عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔فقط واللہ تعالی اعلم

الباب السابع : ما یتعلق بالصحابة و الاولیاء

﴿۱۳۰﴾ عشرہ مبشرہ کا کیا مطلب ہے؟اور وہ کون کون لوگ ہیں؟

سوال: عشرہ مبشرہ میں کن کن صحابیوں کا شمار ہوتا ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کی پوری تفصیل بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... عربی زبان میں عشرہ کے معنی دس کے آتے ہیں، اور مبشرہ یعنی وہ شخص جسے بشارت دی گئی ہو، مطلب یہ ہے کہ دس صحابہ جنہیں ان کی زندگی ہی میں آپ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دے دی ہو۔جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت طلحہؓ (۶) حضرت زبیرؓ (۷) حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۹) حضرت سعید بن زیدؓ (۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ۔اور اس بشارت کے بعد ان کا لقب عشرۂ مبشرہ ہوگیا۔(ترمذی، مشکوۃ شریف:ص:۵۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱﴾ اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد

سوال: کیا ولی اللہ انتقال کے بعد عام لوگوں کو فیض پہنچا سکتے ہیں؟ اور اگر پہنچا سکتے ہیں تو کس طرح؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صحیح معنوں میں فائدہ پہونچانے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔وہ جس سے چاہے اور جس طرح چاہے فائدہ پہونچا سکتا ہے۔اللہ کے ولی سے ان کے انتقال کے بعد فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن اس کے لئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کو دھیان میں رکھنا چاہئے: اور وہ یہ ہے کہ مزارات اولیاء کاملین سے

فیض ہوتا ہے، مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں ہے، اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے، جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے۔ مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر شرک کا دروازہ کھولنا ہے (فتاوی رشیدیہ ۱۰۰) عوام کو چاہئے کہ بزرگوں کے مزار پر جا کر حدیث میں بتلائی گئی دعا پڑھیں۔ **السلام علیکم یا اهل القبور انتم لنا سلف و نحن بالاثر و انا ان شاء الله بکم لاحقون و نسأل الله لنا و لکم العافیة۔** اور جتنا ہو سکے قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ان کی روح کو ایصال ثواب کر دیں۔ اس سے بھی جتنا نصیب میں ہوگا اتنا فائدہ ضرور ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲﴾ بیعت کا ثبوت

سوال: آج کے دور میں جو بیعت اور پیری مریدی کا رواج ہے اس کا ثبوت حضور ﷺ کے زمانہ میں تھا؟ کیا صحابہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے اور حضور ﷺ کی سنتوں کے ساتھ تعلق اور عشق پیدا کرنے اور اپنے اندر کی برائیوں کو دور کرنے کے لئے، متبع سنت اور اللہ کے ولی سے بیعت کی جاتی ہے اور ان کا مرید بنا جاتا ہے۔ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اس لئے یہ فعل شریعت کے حکم کے مطابق ہے۔ قرآن شریف کی آیتیں اور احادیث کے فرمان اس بارے میں خوب واضح ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳﴾ خلافت کسے ملنی چاہئے؟

سوال: فاسق اور فاجر جیسے اشخاص خلافت حاصل کر کے ایسا دھندا شروع کر دیتے ہیں (جو بیان بھی نہیں کئے جا سکتے) تو خلافت کسے ملنی چاہئے؟ اور وہ شخص کیسا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب کوئی شخص کسی اللہ کے ولی کے ہاتھ پر بیعت کر کے کبیرہ گناہوں سے بچے اور شریعت کے احکام کی پوری پابندی کرے، اور سنت کے مطابق عمل کرے، اور اللہ کو یاد کر کے ہمیشہ اس کا دھیان رکھے، جس سے اس کا دل اللہ کے نور سے روشن ہو کر اسے نسبت حاصل ہو جائے تب اسے خلافت ملتی ہے۔ فاسق اور فاجر شخص خلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ ہاں! وہ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا خلیفہ یا نائب بن سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴﴾ کرامت دیکھ کر یا سن کر معتقد نہیں ہو جانا چاہئے۔

سوال: خواجہ دانا صاحب کی درگاہ پر (جو شہر سورت میں واقع چوک کے قاضی میدان کے پاس ہے) جب عرس ہوتا ہے، اس سے پہلے جو صندل چڑھایا جاتا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: کہ جب صندل راتب پڑھتے پڑھتے آتے ہے اور درگاہ کے نزدیک آجاتے ہیں تب درگاہ کے گنبد پر جو چاند تارہ ہے وہ جھک جاتا ہے، اور پنجرہ ہٹ جاتا ہے (جو وہاں پڑوس کی مسجد میں ہے) اور تالہ کھل جاتا ہے۔ تو یہ کرامت کو ماننا کہاں تک صحیح ہے؟ کیا یہ حقیقت درست ہو سکتی ہے؟ کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ اور اس کرامت کے انکار کرنے والے کو کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے؟

اسی طرح جو لوگ اجمیر جاتے ہیں وہاں انہیں خواجہ صاحب کی پگڑی دی جاتی ہے، اس پگڑی میں ایک پٹہ جیسا ہوتی ہے۔ اور ایسا سمجھا جاتا ہے کہ جب بھی اور جو بھی کام آسانی سے پورا کروانا ہو اس میں کامیابی چاہتے ہو تو یہ پگڑی اپنے ساتھ ضرور رکھو۔ تو ان کا اس طرح کا کہنا اور اس کو ماننا کیسا ہے؟ اس طرح لائی گئی پگڑی کا اب کیا کیا جائے؟ وہ بھی

بتائیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جو تفصیل لکھی ہے وہ سچ بھی ہے یا نہیں؟ اس کا مجھے علم نہیں ہے، شاید صرف مشہور زمانہ بات ہی ہے، اس لئے کہ اگر ایسا ہر سال ہوتا ہوتو لوگوں کو معلوم ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ مجھے بھی یہ تفصیل آپ کے بتانے سے آج معلوم ہوئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو کرامت شریعت کے خلاف کام کرنے سے ہوتی ہوتو وہ کرامت نہیں کہلاتی، اس لئے کہ دجال تو اس سے بھی بڑی بڑی اور اس سے زیادہ حیرت کی باتیں کر کے بتائے گا۔ بے موسم برسات برسانا، مرے ہوئے کو زندہ کر دینا اور زندہ کو مرا ہوا بتائے گا۔تو کیا ان باتوں سے وہ اس کے کہنے کے مطابق خدا ہو جائے گا؟ یا اسے خدا مانا جاسکتا ہے؟ بعض سادھو بھی (نئے نئے) کرشمے دکھاتے ہیں، تو کیا وہ بھی مقبول بارگاہ الٰہی کہلائیں گے۔ جب کہ وہ بت پرستی بھی کرتے ہیں۔

اسی لئے کتابوں میں لکھا ہے: کہ شریعت کی تابعداری اور سنت کی پیروی یہی اصل بزرگی اور تقویٰ اور خدا کی قربت کی نشانی ہے، اس لئے سوال میں درج باتوں سے متأثر ہو کر اس کے بارے میں زیادہ اعتقاد رکھنا یا یقین کرنا درست نہیں ہے۔

بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق اور ثابت ہیں۔اور ہم مانتے بھی ہیں۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی بعض بزرگوں کی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔مگر اندھا اعتقاد یعنی شریعت کی دلیل کے خلاف ہوتو وہ قابل رد ہے یا قابل تأویل ہے۔

بزرگوں کے کپڑے بھی باعث برکت ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالی اپنی مرضی سے ان کی برکت سے کام بھی بنا دیتے ہیں۔لیکن اس سے ہر کام آسانی سے ہو جاتے ہیں یا اس کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ آسانی سے وہ کام وجود میں لانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یا وہ کپڑا آسانی سے مقصد کو پورا کرا دیتا ہے، یہ خیال اسلامی عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔

باقی فی الحال جو خواجہ صاحب کے نام سے کپڑا دیا جاتا ہے وہ ایک طرح کا ڈھونگ ہی ہے۔ خواجہ صاحب کا اس کپڑے کو استعمال کرنا تو دور کی بات ہے خواجہ صاحب نے اسے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ بطن پرست مجاوروں کا دھوکہ ہے۔ اس لئے اس سے ضرور بچنا چاہئے۔ اور اگر آپ کے پاس ہو تو اسے دفن کر دینا چاہئے۔ یہی صحیح راستہ ہے۔ راتب اور عرس کا منانا بھی خلاف شریعت فعل ہے۔ اس لئے اس کا بھی ثبوت کہاں سے ہو سکتا ہے؟ اس لئے اس میں بھی کسی طرح کا حصہ نہیں لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵﴾ کیا یہ گرونانک کی کرامت تھی؟

سوال: کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ گرونانک (سکھوں کے گرو) مکہ گئے تھے، جب انہوں نے کعبہ شریف کی طرف پیر کئے تب ایک مسلمان نے غصہ سے ان کے پیروں کو پھرا کر کہا کہ: ''کعبہ کی طرف پیر مت کرو، اس لئے کہ یہ خدا کا گھر ہے'' جواباً اسی وقت گرونانک نے کہا کہ'': تو پھر مجھے بتاؤ کہ کس طرف خدا نہیں ہے جس طرف میں پیر کر سکوں؟''۔ غیروں کا کہنا ہے کہ وہ جوان یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔ تو اس بارے میں آپ صاحب مفصل جواب دیں جس سے انہیں ہم حتمی طور پر جواب دے سکیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گرونانک کے بارے میں آپ نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ ناقص ہے، اللہ ہر جگہ موجود ہے، ہمارے آگے بھی اور پیچھے بھی، اوپر بھی اور نیچے بھی۔ اسی طرح جلوت میں بھی اور خلوت میں بھی۔ لیکن ادب کا تقاضا الگ ہے اور کعبہ کی طرف پیر نہ پھیلانے اور بے ادبی نہ کرنے کا حکم بھی اسی نے ہی دیا ہے۔ پھر اس کے

خلاف کرنا بندہ کے لئے کہاں سے جائز ہوسکتا ہے؟

اب دوسری طرف پیر پھیلانے پر اس طرف بھی کعبہ کا دکھائی دینا یہ کرامت کہلائے گی یا نہیں؟ (میرے اندازے سے اسی وجہ سے آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہوا)

اب گرونانک کے بارے میں ''تذکرۃ الرشید'' میں لکھا ہے: کہ وہ اللہ اور رسول کو مانتے تھے۔ بت پرست نہیں تھے۔ (دیکھئے تذکرۃ الرشید: ۲۳۲/۲) تو اسے کرامت ماننے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ اور آپ کسی خاص روحانی کیفیت کی حالت میں ہوں گے تب ایسا ہوا ہوگا۔ مگر اس کی وجہ سے شرعی حکم نہیں بدلتا۔

اور اگر وہ کافر یا مشرک تھے (حالانکہ ایسا نہیں ہے) تو میرے پہلے جواب کے مطابق غیر مسلم بھی مجاہدات کر کے روح کی صفائی کر کے کرتب دکھا سکتے ہیں۔ اس سے متأثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید نظر بندی بھی ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۶﴾ طریقت اور حقیقت میں کیا فرق ہے؟

سوال: طریقت، حقیقت، معرفت اور شریعت کے معنی میں کیا فرق ہے؟ اس میں سے کوئی ایک بھی صفت انسان کو حاصل نہ ہو تو کیا یہ چل سکتا ہے؟ اس لئے کہ پیر اور ان کے مریدین کی بعض باتیں بسا اوقات شرک تک پہونچانے والی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ شریعت کی طرح طریقت بھی ایک دائرہ ہے۔ اور اس میں جو لگتا ہے وہی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ تو کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟ مختصراً یہ کہ طریقت، حقیقت، شریعت اور معرفت اسی طرح کی اور کوئی دوسری چیز بھی ہو تو اس کی تعریف بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... طریقت، حقیقت اور معرفت یہ کچھ طریقے ہیں، جو شریعت کے دائرے سے خارج نہیں ہیں۔ جو لوگ ان طریقوں کو شریعت کے دائرے

سے خارج مانتے ہیں وہ لوگ شریعت اوراس کے طریقوں سے پورے پورے واقف نہیں ہیں۔شریعت ہی پر پورے طور پر عمل کرنے سے مذکورہ طریقوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔

اس کی آسان مثال یہ ہے کہ کسی چیز کے حلال وحرام ہونے کے حکم کو جاننا شریعت ہے۔اور اس حکم پر پابندی سے عمل کرنا طریقت ہے۔اوراس عمل سے اللہ کی ذات وصفات کا علم حاصل ہونا حقیقت ہے۔اوراس علم کے حاصل ہوجانے کے بعدان صفتوں کو ہمیشہ دھیان میں رکھنا اور ہرکام میں اسے نظر کے سامنے رکھنا یہ معرفت ہے۔اس تفصیل کے مطابق ان تمام چیزوں کی جڑ تو شریعت ہی ہے۔اس سے باہر جو جائے گا وہ سچے راستہ سے دور رہے گا۔یہ مختصر تعریف ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۷﴾ بزرگان دین کے بارے میں جاننے کے لئے کونسی کتاب پڑھنی چاہئے؟

سوال: بزرگان دین کے بارے میں جاننے کے لئے کونسی کتاب پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو کتابیں معتبر بزرگوں نے لکھی ہوں، مثلاً: سوانح قاسمی، تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل، خودنوشت سوانح حیات، اشرف السوانح اورآپ بیتی وغیرہ۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۸﴾ دوسرے کے طفیل بخشش ہوجانے کی امید پر گناہ کرتے رہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: سلام مسنون بعد پوچھنا یہ ہے: کہ میرا ایک دوست ہے، وہ صاحب استعداد ہے، اس کے والد حافظ قرآن اورعالم باعمل ہیں، قرآن کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

تو میرے دوست نے ایک حدیث پڑھی کہ ’’قرآن پر عمل کرنے والا قیامت کے دن گھر کے دس افراد کے لئے شفاعت کرے گا، چاہے وہ دس افراد فاسق وفاجر کیوں نہ ہوں۔اوران پر

جہنم واجب ہوگئی ہو‘‘۔ اب وہ شخص کھلم کھلا گناہ کبیرہ کرتا ہے، نماز روزہ وغیرہ نہیں کرتا۔ صاحب استعداد ہے لیکن زکوٰۃ نہیں دیتا، اور قربانی واجب ہونے کے باوجود ادا نہیں کرتا۔ اور حج فرض ہونے کے باوجود ادا نہیں کرتا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس کا ایسا کہنا صحیح ہے؟ اس سوال کا جواب ’’امید‘‘ ماہنامہ اخبار میں دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہر مسلمان کا ایمان خوف اور رضا یعنی: امید اور ڈر یہ دونوں چیزیں صحیح ہونی چاہئیں۔ یعنی اللہ کا خوف بھی پورا پورا ہونا چاہئے، اور مغفرت کی امید بھی ہونی چاہئے، جیسا کہ حضرت عمرؓ کا قول مشہور ہے کہ اگر ’’اللہ تعالی تمام انسانوں کو جنت میں داخل کرنے کا فیصلہ فرما دیں اور صرف ایک کو جہنم میں داخل کرنے کا فیصلہ فرما دیں تو مجھے ڈر ہوگا کہیں وہ ایک آدمی میں ہی تو نہیں ہوں۔ اور اگر اللہ تعالی تمام انسانوں کو جہنم میں داخل کرنے کا فیصلہ فرما دیں اور صرف ایک شخص کو جنت میں داخل کرنے کا فیصلہ فرما دیں تو مجھے اس کریم ذات سے امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا‘‘۔

تو اس طرح ہر مسلمان کو اپنے چھوٹے بڑے سب گناہوں سے ڈرنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی اللہ کی مغفرت اور رحمت سے امید بھی رکھنی چاہئے۔ صرف امید پر ہی مدار رکھنا اور گناہوں میں ملوث رہنا ایمان کی سلامتی کی علامتوں میں سے نہیں ہے۔ سوال میں درج بھائی کے قول کے متعلق پوچھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) مذکورہ حدیث ترمذی شریف، مشکوۃ شریف وغیرہ حدیث کی کتابوں میں ہے۔ اور حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی کتاب فضائل قرآن میں بھی ہے۔ اس سے عامل حافظ کا مرتبہ اللہ کے نزدیک کیا ہے وہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ مذکور حافظ صاحب قرآن پاک کے تمام حکموں کو اور تمام

تقاضوں کو اخلاص کے ساتھ پورے کرتے ہوں۔

(۲) اس شخص کا انتقال ایمان کی حالت پر ہوا ہو۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ''کفر اور شرک کو اللہ کبھی معاف نہیں کریں گے'' اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کا انتقال ایمان کی حالت پر ہوگا یا نہیں۔

(۳) تیسری چیز یہ ہے کہ دس افراد میں ہم آجائیں گے ایسا یقین کر لینا بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ہمارا نمبر گیارہواں یا بارہواں ہو جائے۔

مطلب یہ کہ حدیث اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے، لیکن اس پر بھروسہ کر کے گناہوں سے توبہ کرنے اور مغفرت کے اسباب تیار کرنے کے بجائے گناہوں کے کاموں میں ملوث نہیں رہنا چاہئے۔ اور اللہ تعالی کے ساتھ مکمل لگاؤ، محبت اور جلالت شان سے ڈر بھی ہونا چاہئے۔

﴿۱۳۹﴾ خلفائے اربعہ میں سے شہادت کسے کسے نصیب ہوئی؟

سوال: خلفائے اربعہ (۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) اور حضرت علیؓ ان چاروں میں سے کسے کسے شہادت کا مرتبہ ملا۔ اور ان کی قبریں کہاں ہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱) حضرت ابوبکرؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی، اور ان کی قبر حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ''گنبد خضری'' میں ہے۔ ہجرت کے وقت آپ کو جس سانپ نے کاٹا تھا اس کا زہر موت کے وقت پھر ابھرا تھا جیسا کہ مشکوۃ شریف کی حدیث (ص: ۵۵۶) میں اس کی وضاحت ہے۔ جس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ ؓ کو اللہ کے راستہ میں شہادت ملی۔ ایسی حالت میں کہ آپ ؓ حضور

ﷺ کے ساتھ ہجرت کے راستہ میں شریک سفر تھے۔(مشکوۃ شریف)
(۲) حضرت عمرؓ کو مدینہ منورہ میں فجر کی نماز پڑھاتے وقت ابولؤلؤ نام کے مجوسی نے زخمی کر دیا تھا۔جس سے آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔اور آپ کی قبر مبارک بھی ''گنبد خضریٰ'' میں ہے۔(۳) حضرت عثمانؓ کو ان کے زمانۂ خلافت میں باغیوں نے شہید کر دیا تھا۔ اور جنت البقیع میں آپ کا مزار ہے۔(۴) حضرت علیؓ کو کوفہ میں فجر کی نماز پڑھانے جاتے وقت ابن ملجم نامی شخص نے زخمی کر دیا تھا۔اور اس کی وجہ سے تین دن کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔اور کوفہ میں کسی جگہ پر آپ دفن کئے گئے ہیں۔جس کی کوئی پکی نشانی موجود نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے چاروں خلفاء اور امت کی چاروں عظیم ہستیاں اس طرح شہادت کے مرتبہ کو پہونچی ہیں۔رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۰﴾ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

سوال: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ آپ کی مختصر سوانح عمری خاص کر آپ کی علمی شخصیت پر روشنی ڈالیں تو مہربانی ہوگی،اس لئے کہ آپ کے فرمان کے بارے میں کہیں کہیں انگلش میں بھی پڑھنے میں آتا ہے۔کیا آپ وقت کے امام تھے؟ کیا وہ ائمہ اربعہ کی صف میں آ سکتے ہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ جن کے نام کے ساتھ امام کا لفظ لگتا ہے کیا وہ اپنے وقت کے امام ہی ہوتے ہیں؟ غزالی کون سے وقت کے امام تھے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اور آپ کے والد کا نام بھی محمد اور آپ کے دادا کا نام بھی محمد تھا۔طوس نامی جگہ میں ۴۵۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔آپ کے والد صاحب سوت کاتنے کا کام کرتے تھے۔اس وجہ سے آپ کا لقب

غزالی مشہور ہوا۔شافعی مذہب کے پیروکار تھے۔اورزبردست عالم تھے۔

ایک مرتبہ سفر میں رہزنوں نے آپ کے ساتھیوں کے ساتھ آپ کا بھی سامان لوٹ لیا۔جس میں آپ کی خودنوشتہ کتابیں،حواشی اور یادداشتیں تھیں۔رہزنوں کے لئے وہ بے قیمت اوران کے لئے اتنی ہی قیمتی تھیں۔اس سے آپ کو بہت رنج اورافسوس ہوا۔اس لئے آپ ان کے سردار کے پاس گئے اوراپنی کتابیں واپس کرنے کو کہا۔سردار یہ سن کر ہنسا اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا: کہ تو کیسا عالم ہے کہ تجھ سے کتابیں چھن لی گئی تو علم سے کورا (نابلد) ہوگیا۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات نشتر کی طرح دل پر لگی۔اور پھرآپ نے ہر بات کوزبانی یادکرلیا۔تاکہ دوسرا کوئی رہزن ان کا علم نہ لوٹ سکے۔حصول علم کے بعدآپ نے تصوف کی طرف توجہ کی۔اورسالوں تک خلوت میں رہ کروہ دولت حاصل کرکے بہت ہی بڑے مرتبہ کو پالیا۔

آپ کی احیاء العلوم نامی کتاب بہت ہی مشہور ہے۔آپ کا انتقال پیر کے دن ۱۴ جمادی الاخری ۵۰۵ھ میں ہوا تھا۔آپ کے حالات زندگی کے بارے میں مختلف زبانوں میں بہت سی کتابیں ملتی ہیں۔

الباب الثامن ما يتعلق بالفرق

﴿۱۴۱﴾ بہائی فرقہ کے لئے کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص اپنے متعلق بہائی ہونے کا اقرار کرتا ہے، اور اتنا ہی نہیں وہ بہائی مذہب کا مبلغ اور داعی بھی ہے۔ اور کہتا ہے: کہ میں ۳۰۰ آدمیوں کو بہائی بنا چکا ہوں۔ اور وہ بہائی مذہب کے بانی بہاء اللہ کی کتاب ''اقدس'' زبانی سناتا ہے۔ نیز وہ یہ بھی کہتا ہے: کہ وحی کا سلسلہ جاری ہے۔ تو ایسے شخص کے لئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ (۲) جو کوئی مسلمان بہائی فرقہ کے عقائد کا قائل ہو، اور عوام میں ان کی تبلیغ بھی کرتا ہو، تو کیا ایسا شخص اسلام سے خارج ہے؟ (۳) ایک مسلمان اپنے آپ کو بہائی کہتا ہے اور بہائی عقائد مانتا ہے اور ان کی تبلیغ بھی کرتا ہے تو کیا وہ شخص مرتد ہے؟ (۴) جو کوئی مسلمان مرتد ہو جاوے تو کیا اس کا اسلامی نکاح ختم ہو جاتا ہے؟ اور اس کی بیوی اسلامی نکاح کی بنیاد پر اس کے ساتھ رہ سکتی ہے؟ (۵) مرتد کے بچے کس کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟ مرتد باپ کے ساتھ یا مسلمان ماں کے ساتھ؟ (۶) بہائی لڑکے کے ساتھ مسلمان ماں و باپ اور بھائیوں وغیرہ کو کس طرح کا تعلق رکھنا چاہئے؟ اور کیا ایک مکان میں ایک چھت کے نیچے ایک ساتھ رہنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور اقدس ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق مسلمانوں میں باطل فرقے پیدا ہوں گے۔ ان میں نجات یافتہ صرف ایک ہی جماعت ہوگی۔ اور اس کے لئے حدیث شریف میں ''ما انا علیہ و اصحابی'' کہہ کر تعیین کر دی گئی ہے۔ مذکورہ حدیث کی رو سے اس زمانہ میں اہل سنت والجماعت کے نام سے جو جماعت ہے وہ حق پر ہے۔ اور ان کے عقائد و خیالات کی تفاصیل مع دلائل عقائد کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آپ نے سوال میں بہائی فرقہ کا ذکر کیا ہے اور اس فرقہ کی تفصیل پوچھی ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی بنیاد پچھلی صدی میں ایران میں ہوئی تھی۔ان کے عقائد اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف ہیں۔اور وہ فرقہ گمراہ فرقہ ہے۔اس لئے جو بھی شخص اہل سنت والجماعت کو چھوڑ کر ان کے عقائد ماننے لگے گا تو وہ اسلامی نظریہ سے مرتد سمجھا جائے گا۔اور مرتد کے جو احکام فقہاء نے بیان کئے ہیں وہ اس پر جاری ہوں گے۔یہاں جس ملک میں ہم رہتے ہیں وہاں حکومت کے اپنے قانون جاری ہیں اس لئے ہم سے اسلامی فقہی احکام پر جتنا ہو سکے اتنا عمل کرنا چاہئے۔اور (۱) ایسے مرتد کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات ختم کر دینے چاہئے۔جیسا کہ حکومت کے باغی کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات ختم کر دئے جاتے ہیں (۲) ان کی بیوی کے ساتھ نکاح کا تعلق ختم ہو گیا ہے۔اس لئے بیوی کو بھی چاہئے کہ وہ ازدواجی تعلقات کو بالکل ہی ختم کر دے (۳) بچے خیر الابوین کے قاعدہ کے تحت عورت کے پاس رہیں گے۔

نیز بہائی فرقہ کو ماننے والا اس کی تبلیغ بھی کرتا ہے تو اس کے ساتھ دوستی رکھنا یا میل جول رکھنے سے سیدھے سادے مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں پڑ سکتا ہے اس لئے وبا زدہ شخص (پھیلنے والی بیماری والے شخص) سے جس طرح اپنے آپ کو بچایا جاتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اس سے بچنے اور بچانے کی ضرورت ہے۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ محمودیہ ۶۶/۱۶ میں لکھا ہے کہ: ”ان کے عقائد کو مان لینے کے بعد زید ایمان سے نکل چکا ہے۔اس کا نکاح ختم ہو گیا ہے۔اور جب کہ مرد وعورت کے درمیان خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پوری مہر دینا لازم ہے۔عورت شوہر سے بالکل علیحدہ رہے۔اور ازدواجی تعلق بالکل نہ رکھے۔نیز فتاویٰ حقانیہ میں لکھا ہے کہ

بہائی مذہب کا ماننے والا مرتد اور خارج عن الاسلام ہے۔(۱/۳۸۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۲﴾ شیعہ اور سنی کسے کہتے ہیں؟

سوال: میں ایک شیعہ مسلمان ہوں، اور میرے والدین بھی شیعہ مسلمان تھے، ایسا مجھے پکا یقین ہے، اس کے باوجود ہمارے محلّہ کے لوگ کہتے ہیں: کہ تم تو سنی مسلمان ہو۔ تو ہم سنی مسلمان ہیں یا شیعہ مسلمان اس کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کوئی بھی شخص کس مذہب اور کس فرقہ کا متبع اور پیروکار ہے؟ اس کے لئے اس کے عقائد پر دار و مدار ہے۔ کوئی بھی شخص کسی خاندان میں پیدا ہونے سے شیعہ یا سنی نہیں ہو جاتا۔ اگر عقائد اہل سنت والجماعت کے ہوں گے تو سنی کہلائیں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳﴾ ڈارون کی تھیوری (نظریہ) کی تعلیم

سوال: میری سائنس کالج کے سال اول کے تعلیمی کورس میں ایک باب پڑھایا جاتا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے: کہ ”دنیا میں سب سے پہلے چھوٹے چھوٹے جانور پیدا ہوئے، پھر آہستہ آہستہ ترقی ہوئی جن میں سے آج کا یہ انسان پیدا ہوا۔ اس قاعدہ کو ”اُتکرانتی یعنی ارتقاء“ کہا جاتا ہے۔ جب کہ اسلام کہتا ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں سے اتارا۔ میں ان دونوں باتوں کی وجہ سے بہت الجھن میں ہوں۔ اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ یہ ”ارتقاء“ کا قاعدہ دینی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ آپ صحیح رہبری فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سائنس کا یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے کہ پہلے چھوٹے چھوٹے

جانور پیدا ہوئے، پھر طبقہ وار اس میں سے انسان کی پیدائش ہوئی۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے جو اللہ نے بذریعہ وحی بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ اور انہیں جنت میں رکھا۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد ان دونوں کو زمین پر اتارا۔ انہیں سے انسانوں کی نسل چلی۔ اور ہر مسلمان کا عقیدہ بھی یہی ہونا چاہئے جو قرآن سے ثابت ہے۔

اور اسکول میں سکھائی جانے والی ڈاروِن کی تھیوری کو غلط سمجھ کر اس کو سیکھا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ یہ گمراہ لوگوں کی تھیوری سیکھ کر ہم اسلام کی خوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اور اگر وہ لوگ ہم پر سوال کریں تو ہم اس کا صحیح جواب دے سکتے ہیں۔ اس نیت سے اگر سیکھا جائے تو سیکھنا گناہ نہیں ہے۔ اور اگر نیت صحیح ہوگی تو ثواب بھی ملے گا۔ اور ساتھ ہی اسلامی عقیدہ میں شک نہیں آنے دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۴﴾ جماعت اسلامی اور ان کے عقائد

سوال: (۱) جماعت اسلامی کیسا ادارہ ہے، اس میں شرکت کرنا، اس کی تائید کرنا اس کی اشاعت کرنا شریعت اور علمائے دین کے اقوال کی روشنی میں کیا حکم رکھتا ہے؟ (۲) کیا اس کے رکن بننے میں کوئی حرج ہے؟ (۳) جماعت اسلامی کے عقائد کیا ہیں؟ اور ہمارے اسلاف وصحابہ کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہیں؟ (۴) جماعت اسلامی کے پرچے، کتابیں، رسائل، اخبار رکھنا اور پڑھنا کیسا ہے؟ (۵) جماعت اسلامی کی اشاعت ہمارے دین وایمان میں کوئی رخنہ تو نہیں ڈالتا؟ ان سوالوں کا تفصیل سے جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت اسلامی کے جو اصول اور پروگرام ہیں، اور ان

کے بیانات اور تقاریر جو طبع ہو کر آئی ہیں، انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جماعت اور اس کے عقائد گمراہی اور دین کی تباہی اور توہین کی طرف لے جانے والے ہیں۔اوران کے مضامین پر اعتماد یا اعتقاد رکھنے سے صحابہ، علماء اور بزرگان دین قابل اعتماد نہیں رہتے۔ مطلب یہ کہ اسلامی اصول اوراہل سنت والجماعت کے عقائد کے ساتھ بغاوت اوراختلاف سکھاتے ہیں۔اور ہمارے عقائد کے مخالف ہیں۔اس لئے اس جماعت میں شرکت کرنا اس کی مدد کرنا، اشاعت کرنا قرآن شریف کی آیت **ولا تعاونوا على الاثم و العدوان ؛** ''گناہ اور برائی کے کاموں میں کسی کی مددمت کرو'' کے تحت ناجائز اور سخت گناہ کا کام ہے۔ حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''مکتوبات'' ص:۳۹۳ پر لکھتے ہیں کہ ''ان کے افکاراورنشریات گمراہی سے بھرے ہوئے ہیں۔ان کی اشاعت بالکل نہیں کرنی چاہئے۔ میں نے بغوران کا مطالعہ کیا ہے۔اور جہاں تک میں نے سمجھا ہے وہاں تک یہ جماعت مسلمانوں کے عقائد اور اصولوں کو سخت نقصان پہونچانے والی اور گمراہ کرنے والی ہے۔ اور یہ صرف میری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ سب علماء دیوبند، سہارنپوراور دہلی وغیرہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔(۲:۳۹۴)

مودودی جماعت کی مطبوعات جن کی اشاعت کی جارہی ہے وہ ایسے مضامین سے بھری ہوئی ہیں جو تاریکی اور گمراہی پھیلانے والی ہیں۔(۳۹۲/۲)۔ان کے عقائداور پرچوں کے دندان شکن جوابات علماءحقانیین نے بہت ہی تفصیل سے دئے ہیں۔ان کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ان کے مضامین کا انداز بہت ہی نرالا ہوتا ہے۔اس لئے ہر شخص پہلی نظر میں ان کی برائی کو نہیں پکڑ سکتا۔اسی لئے ایک بزرگ نے کہا ہے: کہ جماعت اسلامی زہر قاتل کو مٹھائی میں

ملا کر دیتی ہے۔ جو ایمان اور عمل کے لئے بہت ہی خراب موت لانے والی ہوتی ہے۔اس لئے اس ادارہ کی کسی بھی طرح امداد نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کے چنگل سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۵﴾ قرآن وحدیث کے موجود ہونے کے باوجود کیا اماموں کی تقلید ضروری ہے؟

سوال: اہل حدیث حضرات اعتراض کرتے ہیں: کہ جب قرآن وحدیث موجود ہےتو پھر اماموں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ اماموں کو کیوں درمیان میں لایا جاتا ہے؟ اور صرف حدیثوں کو کیوں نہ مانا جائے؟ اماموں کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ اماموں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق رہبری کی ہےاس لئے وہ ان کے اپنے قیاسات و اجتہادات ہیں۔خلاصہ یہ کہ احادیث کے موجود ہوتے ہوئے اماموں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ مہربانی فرما کر تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن وحدیث میں جو احکام بتائے گئے ہیں ان کے مطلب اور معانی سمجھنے کے لئے جتنے علوم کی ضرورت ہےوہ ہر شخص کے پاس نہیں ہوتے۔ اس فن کے ماہرین اور کاملین امت میں بہت ہی کم ہوئے ہیں۔ایسی شخصیت کو''مجتہد'' کہا جاتا ہے۔ جو اپنے وسیع علم کی روشنی میں اپنی نفسانی خواہش کے دخل کے بغیر اور شریعت کی بتائی ہوئی حدود میں رہ کر پیش آمدہ مسائل کے احکام مثلاً: فرض، واجب، مستحب وغیرہ بتاتے ہیں۔ان کی اس رہبری پر عمل کرنے ہی کو تقلید کہتے ہیں۔ جو آج کے ایسے جہالت والے اور فتنہ کے دور میں ایمان کی سلامتی اور دین پر عمل کرنے کی آسانی کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔

سوال میں لکھا ہے کہ اماموں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق رہبری کی ہے، یہی اصل آپ کے سوال کی بنیاد ہے۔ لیکن ان کی رائے صرف ذاتی اور شخصی سمجھ نہیں تھی بلکہ قرآن وحدیث اور اس میں بتائے گئے اصول کی صاف سمجھ (فہم وفراست) تھی، جس طرح سرکاری قوانین میں وکیل اور جج سرکاری اصول کی تفصیل بتا کر صرف لوگوں کو صاف طور پر سمجھاتے ہیں، اور لوگوں کے لئے ان کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں احکام ہوتے ہیں اور یہ مجتہد امام انہی احکام کی تفصیل بتا کر لوگوں کو صاف طور پر سمجھ میں آجائے اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث ہونے کے باوجود مجتہد اماموں کے فرمان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے **الاقتصاد فی بهجة التقليد و الاجتهاد** کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اس کا مطالعہ اس مسئلہ کے لئے کافی مفید ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۶﴾ حق بات نہ ماننا اور نفسانیت پر جمے رہنا غلط بات ہے۔

سوال: جو شخص مفتیان کرام کی بات جو شریعت کی رو سے صحیح ہو اس کو معتبر نہ سمجھے، اور اپنی نفسانیت پر اڑ جائے اور ڈٹ جائے تو وہ شخص شرعی رو سے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حق بات کو نہ ماننا اور نفسانیت پر جمے رہنا مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔ بعض صورتوں میں اس طرح کرنے سے ایمان چلا جاتا ہے۔ اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

﴿۱۴۷﴾ اسلامی تعلیم کی اشاعت انگریزی زبان میں کرنا

سوال: میں انگریزی زبان میں اسلامی تعلیم وتبلیغ سے متعلق پرچے لکھ کر چھپواتا ہوں، اور

جمعہ مسجد میں وقتاً فوقتاً تقسیم کرتا ہوں ،اور شہر کی دوسری مسجدوں میں بھی تقسیم کے لئے بھیجتا ہوں۔اور یہاں کے انگریزی اخبار میں بھی موقع مناسب اسلامی تعلیم کے بارے میں مضمون لکھ کر چھپواتا ہوں تا کہ انگریزی زبان کے جاننے والوں کو اسلامی تعلیم معلوم ہو سکے ۔یہاں خاص طور پر اردو زبان میں وعظ وتقریر ہوتی رہتی ہے، جس کا فائدہ اردو نہ جاننے والے افریقن مسلمان بھائی اور اصل گجراتی نو جوان حضرات کو نہیں ملتا کیونکہ انہیں اردو زبان سمجھ میں نہیں آتی ۔ وہ لوگ انگریزی زبان اچھی طرح لکھ پڑھ لیتے ہیں۔اس لئے میں ایسے انگریزی تبلیغی پرچے انگریزی میں لکھ کر چھپوا کر تقسیم کرتا ہوں ،ایسے پرچوں میں میں قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث رسول کا ترجمہ اور مطلب لکھتا ہوں۔اصل آیتیں اور احادیث عربی زبان میں یا انگریزی میں بھی نہیں لکھتا۔

آج سے دو ہفتے قبل میں نے ایسا ہی ایک پرچہ صلوۃ سے متعلق لکھ کر چھپوا کر جمعہ مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد تقسیم کیا تھا، جس میں نماز کی فرضیت اور اہمیت کے بارے میں قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔اور مسلمان بھائی بہنوں کو پانچ وقت پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہدایت کی تھی۔

ان پرچوں کی نقلیں لڑکے تقسیم کر رہے تھے کہ اس وقت مسلم سوسائٹی کے دو عہدے داروں نے وہ پرچے چھین لئے جس کی مجھے بعد میں اطلاع ہوئی۔اس میں سے ایک بھائی سے میں نے تحقیق کی تو اس نے مجھے بتایا: کہ ایسے مذہبی پرچوں کی بے ادبی ہوتی ہے اس لئے سوسائٹی نے یہ طے کیا ہے کہ ایسے پرچوں کی تقسیم نہ کرنے دی جائے۔ وغیرہ وغیرہ (ایسے پرچے دوسروں کی طرف سے یا سوسائٹی کی طرف سے آج تک تقسیم نہیں کئے جاتے تھے)۔اب میرے سوالات حسب ذیل ہیں جن کے بالتفصیل جواب دینے کی مہربانی فرمائیں:

(۱) کیا ایسے مذہبی، تعلیمی، تبلیغی پرچے جس میں قرآن پاک اوراحادیث کا صرف انگریزی زبان میں ترجمہ اور مطلب ہواس کو (۱) لکھنا (۲) طبع کرنا، طبع کرانا (۳) اور تقسیم کرنا جائز ،ناجائزیا گناہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی احکام کی تعلیم چاہے زبان سے ہو یا قلم سے اچھا اور مبارک فعل ہونے کے ساتھ مسلمانوں کے لئے ضروری بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''میری باتوں کو دوسروں تک پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو''۔

اس لئے آپ جو انگریزی زبان میں مضمون لکھ کر چھپواتے ہو اور تقسیم کرتے ہو وہ جائز اور ثواب کا کام ہے۔ لیکن اس کے لئے کچھ باتوں کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ جو مضامین لکھیں وہ قرآن وحدیث اور اہل سنت والجماعت کے صحیح عقائد کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اور جو لکھیں اس کا حوالہ اگر قرآن وحدیث ہو تو اس کو ساتھ میں عربی زبان میں لکھ دینا چاہئے تاکہ اگر ترجمہ میں کوئی بھول ہو تو اصل سے مراجعت کر کے اس کا صحیح مطلب سمجھا جا سکے۔ ایسے تبلیغی و تعلیمی پرچوں میں صرف ایک دو آیت یا حدیث کو ترجمہ کے طور پر پیش کر دینے کی تو اجازت ہے، منع نہیں ہے۔ لیکن حدود سے تجاوز کا خطرہ ہے اس لئے اچھا نہیں ہے۔ اسی طرح جو پرچے لوگ لے جاتے ہیں ان کا ادب رکھنا بھی ضروری ہے۔ فقط

﴿۱۴۸﴾ اسلامی پرچوں کی اشاعت روکنا

سوال: جن دو بھائیوں نے اس ''صلوۃ'' والے پرچے کی نقلیں لڑکوں کے پاس سے چھین لیں، ان کی یہ حرکت شرعی اعتبار سے کیسی ہے؟ ضروری تھی یا گناہ میں شمار ہوگی؟

اگر یہ گناہ ہے تو انہیں کیا کرنا چاہئے؟ انہیں توبہ کرنی چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ نماز والے

پرچوں کی نقلیں انہوں نے لوگوں کے پاس جانے سے روکی ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جن بھائیوں نے ''صلوۃ'' والی نقلیں روکی ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ ''ان کا مقصد کیا تھا؟'' اگر صحیح معنی میں اچھی نیت سے روکی ہیں تو ثواب ملے گا۔ اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ ذاتی دشمنی یا کسی مفاد کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو گناہ ہوگا۔ اور اس صورت میں توبہ کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۹﴾ اگر سوسائٹی کے ذمہ دار اسلامی تعلیم کی اشاعت میں رکاوٹ بنیں تو؟

سوال: کیا کسی شخص یا سوسائٹی کے ذمہ داروں کو یہ حق ہے کہ اسلامی تعلیم اور تبلیغ کے کام میں رخنہ ڈالیں یا رکاوٹ بنیں؟ اور کیا ان کا ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا وہ لوگ مسجد میں یا مسجد کے صحن میں ایسا کرنے سے کسی کو روک سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر کوئی شخص صحیح علم دین اور صحیح عقائد رکھتا ہو اور تعلیم و تبلیغ میں معتبر باتیں بتاتا ہو اور اس کی اس تعلیم و تبلیغ سے فتنہ فساد کا خطرہ نہ ہو تو ایسے شخص کو منع نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کی مدد کرنی چاہئے، تاکہ لوگوں کو راہ راست پر لایا جاسکے۔

﴿۱۵۰﴾ اسلامی پرچوں کی بے ادبی ہو تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال: کوئی شخص جان بوجھ کر یا بھول سے ایسے پرچوں کی بے ادبی کرے (جیسے کہ اخبار میں لکھے جانے والے انگریزی مضامین) تو اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایسی آیتوں یا احادیث کی بے ادبی کرنا جائز نہیں ہے۔ اصل گنہگار تو وہی ہے جس نے بے ادبی کی ہے۔ لیکن لکھنے والا بھی اس کے اس فعل کے لئے سبب بنا ہے، اس لئے ذمہ داری سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اس لئے قارئین کو مطلع کر دینا

چاہئے کہ اس پرچہ کی بے ادبی ہو ایسا سلوک نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۱﴾ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ابوحنیفہ کیوں ہوا؟

سوال: ایک صاحب کا کہنا ہے: کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ابوحنیفہ اس لئے کہتے ہیں: کہ ان کی ایک لڑکی کا نام حنیفہ تھا، اور امام صاحب کے پاس ایک مرتبہ چند عورتیں ایک مسئلہ لے کر آئیں کہ مرد کو ایک ساتھ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے تو عورت کو ایک ساتھ چار شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں ہے؟

امام صاحب اس سوال سے پریشان ہو گئے، تو آپ کی بیٹی حنیفہ نے ایسا جواب دیا جس سے وہ خاموش ہو گئیں، تب سے آپ کا لقب ابوحنیفہ مشہور ہوا۔ کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ یا پھر من گھڑت واقعہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت کے بارے میں آپ نے جو واقعہ لکھا ہے وہ بالکل غلط اور من گھڑت قصہ ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ امام صاحب کی اولاد میں کوئی لڑکی تھی یا نہیں؟ لوگوں کا کہنا ہے: کہ آپ کو حماد نامی صرف ایک لڑکا ہی تھا، اس کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ (دیکھیں اوجز: حصہ اول)۔ اس کے باوجود اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ آپ کی ایک لڑکی تھی جس کا نام حنیفہ تھا، جس سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ مشہور ہوئی تو بھی سوال میں مذکورہ واقعہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا۔ اس لئے اس قصہ کو صحیح سمجھنا جہالت ہے۔

تو پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کی کنیت ابوحنیفہ کیسے مشہور ہوئی؟ اس کی ایک وجہ تو یہ بتائی گئی ہے: کہ عراقی زبان میں حنیفہ دوات کو کہتے ہیں، اور آپ علمی بات لکھنے کے لئے قلم

و دوات ساتھ ہی رکھتے تھے، یا لکھنے میں دوات کو پاس ہی رکھتے تھے اس لئے ابو حنیفہ سے مشہور ہوئے۔ اسی طرح ابو حنیفہ کا ایک مطلب مسئلہ کا جاننے والا اور مسلم کا بھی ہوتا ہے، تو آپ احکام بتانے میں اور مسائل کے معلوم کرنے میں سب سے برتر تھے اس لئے آپ ابو حنیفہ سے مشہور ہوئے، یعنی امام صاحب کی یہ کنیت ابو حنیفہ، ملت حنیفہ یعنی دین ابراہیمی و اسلامی کے سب سے بلند مقام پر ہونے کی وجہ سے آپ کو ملی۔ اور اپنے نام سے زیادہ آپ اپنی کنیت سے مشہور ہوئے۔ (دیکھئے !: اوجز ۱/۶/۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۲﴾ عالم کا وعظ مسجد میں رکھنے کے لئے کیا متولی کی اجازت ضروری ہے؟

سوال: مسجد میں عالم کا وعظ رکھنے کے لئے متولی کی اجازت لینی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... متولی مسجد کے کاموں کا بندو بست کرنے والا اور منتظم ہوتا ہے اس لئے اس سے اجازت لینی چاہئے تا کہ وہ بھی ضروری انتظام کر سکے۔

﴿۱۵۳﴾ کیا اپنے بھائیوں کو دینی باتوں سے واقف کرنے کے لئے اخبار اور رسالہ نکال سکتے ہیں؟

سوال: آج دنیا میں مختلف قسم کے ادارے جیسے کہ سورتی سنی وہورا، میمن سماج، منصوری جماعت اور گھانچی پنچ وغیرہ، جماعتوں میں ایک کمیٹی ہوتی ہے، جس کے منتظمین اپنے سماج کی ترقی کے کام کرتے ہیں، اپنے آدمیوں کو جماعت کے قواعد کے مطابق آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے گجرات میں مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے عرب بھائی اپنی ایک جماعت بنائیں اور وہورا بھائیوں کا ماہنامہ وہورا سماچار، میمن سماج کا ہفتہ واری میمن ویلفیر وغیرہ رسائل کی طرح اپنا ایک ماہواری رسالہ العرب نشر کریں، تو

سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اپنی جماعت کا ایک گروہ بنانا اور اپنی قوم کے نام کا رسالہ نکالنا وغیرہ اس میں شرعی نقطۂ نظر سے کچھ حرج تو نہیں ہے؟

جماعت بنانے کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ ''ہمارے عرب بھائی ایک گروہ بن کر رہیں اور ایک راستہ پر رہیں، اور اپنے سماج کا اخبار نکالنے کا مقصد یہ ہے کہ اس اخبار کے ذریعہ اپنے بھائیوں کو دین کی باتوں سے واقف کریں اور سماج کے ہر کام سے واقف کریں، دوسرا کوئی مقصد یا نیت نہیں ہے، اگر اس طرح کرنے میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی حکم عدولی ہوتی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذہب اسلام جس طرح پوری دنیا کے لئے ہے اسی طرح اس کی تعلیمات بھی کوئی زبان، خاندان، قبیلہ وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سارے لوگوں کے لئے ہیں۔ اور جن چیزوں سے وطن، خاندان، قبیلہ وغیرہ کے منحصر ارادے پیدا ہوتے ہوں ان سے منع کیا گیا ہے۔ اور ان باتوں سے مسلمانوں کو دور رکھا گیا ہے لیکن سوال میں بتائے گئے مقاصد کے لئے کوئی جماعت یا خاندان جمع ہو کر اپنے نام سے کوئی رسالہ یا اخبار نکالیں اور اس میں اوپر بتائی ہوئی خرابیاں نہ پائی جاتی ہوں تو منع نہیں ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ اور مظاہر حق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۴﴾ لڑکیوں کو انگریزی کی تعلیم دلوانا

سوال: لڑکیوں کو جدید تعلیم دلوانے کے بارے میں: لڑکی کی عمر ۱۴ سے ۱۶ سال کی ہے، اس نے گجراتی کی ساتویں کلاس پوری کر لی ہے، اور اسے آگے دو سال اور تعلیم دلوانے کا ارادہ ہے تا کہ وہ روزمرہ استعمال ہونے والے انگریزی الفاظ جان سکے۔ تو پوچھنا یہ ہے

کہ مزید دو سال کی تعلیم کے لئے اسے اسکول میں داخل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں جس طرح مردوں کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔ لیکن عورتوں کے لئے ان کے جنسی تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے شریعت میں ایک خاص حد مقرر کی گئی ہے، اس حد سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔ اسی میں سے اجنبی مردوں کے ساتھ ملنا جلنا اور اختلاط بھی ہے۔

مسؤلہ صورت میں ہمارے یہاں ہائی اسکول کی تعلیم لینے میں مذکورہ حدود کی پابندی نہیں ہو سکتی۔ لڑکوں لڑکیوں کا آپس میں ملنا جلنا، استاذ کے سامنے آنا اور بے پردہ رہنا، اور وہاں دی جانے والی تعلیم شکوک سے خالی نہیں۔ نیز اس عمر کی لڑکیاں بالغ ہوتی ہیں، اور اس عمر میں جنسی میلان بھی غلط راستے کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے جائز نہیں کہلائے گا۔ بلکہ اگر ماں باپ بھیجیں گے تو وہ بھی گناہ میں شریک ہوں گے۔

اس لئے اگر انگریزی کی تعلیم دینی ہو تو ٹیوشن کا بندوبست کر کے گھر بیٹھے دی جا سکتی ہے۔ اور ضرورت کے مطابق دوسری زبانیں بھی سکھائی جا سکتی ہیں۔ یا دوسری جگہوں کی طرح پردے کے اہتمام کے ساتھ اسکول بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ بہشتی زیور ۱/۸۵ پر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاح معاملہ بتعلیم نسواں'' عنوان کے تحت اوپر کے مسئلہ پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے اسکا مطالعہ مفید رہے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۵﴾ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ

سوال: بروڈہ سے نشر ہونے والی ایک کتاب میں میں نے پڑھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جاٹ خاندان کے تھے۔ تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ امام صاحب کا نسب نامہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عربی النسل تھے یا عجمی اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے آبا واجداد فارس (ایران) کے وطنی تھے۔ جو لوگ انہیں عربی کہتے ہیں وہ آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

نعمان بن ثابت بن ذوتی بن یحییٰ بن زید بن اسد بن راشد انصاری۔

اور محققین آپ کو عجمی النسل بتاتے ہیں اور آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

نعمان بن ثابت بن ذَوُتَا یا ذُوتا ابن ماہ۔ اس بنیاد پر آپ ایرانی النسل ہوئے۔

اور الجواہر المضیۃ میں لکھا ہے: کہ امام صاحب کے دادا کے دو نام تھے، ایک اسلام لانے سے پہلے کا نام اور دوسرا اسلام لانے کے بعد کا نام، اسلام لانے سے پہلے آپ کا نام ذَوُتی تھا اور اسلام لانے کے بعد آپ کا نام نعمان رکھا گیا تھا۔ اس لئے ذَوُتی کا مطلب جاٹ کر کے آپ کو جاٹ خاندان کا بتانا یہ بالکل غلط ہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب کے پوتوں سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم فارسی النسل ہیں۔ ذوتی ان کے دادا کا نام ہے۔ خاندان کا نام نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۶﴾ کیا اپنے امام کے مسلک کی اتباع لازمی ہے

سوال: یہاں مختلف مذہب کے لوگ رہتے ہیں، خاص کر کے عرب وہ کوئی کام کریں اور انہیں منع کیا جائے تو فوراً حدیث پیش کرتے ہیں، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ مثلاً: نماز جنازہ غائبانہ، تو کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے تو وہ لوگ غیر مقلد جیسی باتیں کرتے ہیں۔ اس طرح بہت سے مسائل میں لوگوں کے اعمال مختلف ہیں۔ تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اور کیا ایسی حدیث پر ہم عمل کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جس شخص میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو اسے مجتہد امام کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ اور تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے عمل یا قول پر دلیل کے مطالبہ کے بغیر عمل کرنا۔ (دستور العلماء) اس لئے ہمیں ہمارے امام کیا کہتے ہیں وہ جان کر اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ اور جو حدیث ہمارے امام کے قول کے مخالف معلوم ہو تو اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ حدیث ہمارے امام کو معلوم تو تھی لیکن اس کے خلاف دوسری دلیل ان کے نزدیک زیادہ راجح تھی۔ اس لئے امام صاحب نے اس حدیث کے مطابق عمل نہیں کیا، اور نہیں کروایا۔ اس لئے ہمیں ہمارے امام کے مسلک کے خلاف ان حدیثوں پر عمل نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس کو اپنانا چاہئے۔ بلکہ امام کے قول کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ اور وہ بھی کسی نہ کسی حدیث پر عمل کرنے کے برابر ہی ہے۔

﴿۱۵۷﴾ مسلک میں والدین کی اتباع ضروری نہیں

سوال: میرے والد صاحب حنفی المسلک ہیں، اور والدہ شافعی المذہب ہے، تو مجھے کس مذہب پر عمل کرنا چاہئے؟ پہلے میں شافعی المذہب کے مطابق نماز پڑھتا تھا، اور اب بعض

لوگوں کے کہنے سے میں مذہب حنفی کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھتا ہوں، تو بہت سی مرتبہ نماز میں دعا اور رفع یدین وغیرہ کا خیال نہیں رہتا تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مسؤلہ صورت میں آپ کو پورا اختیار ہے کہ آپ مذہب حنفی کے مطابق عمل کریں یا شافعی مذہب کے مطابق عمل کریں، اس میں والدین کی اتباع ضروری نہیں ہے۔ آپ کو جو مسلک دلائل کی بنیاد پر ٹھیک لگے اس کے مطابق عمل کریں۔ پھر جب ایک مسلک آپ نے اختیار کرلیا تو اس کے ہر اصول اور فروع کے مطابق ہی عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پھر کسی مسئلہ میں بھی دوسرے مسلک پر عمل نہیں کر سکتے۔ لیکن سوال میں جیسا کہ پوچھا گیا ہے کہ بھول سے رفع یدین یا دعا وغیرہ پڑھ لیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (رسم المفتی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸﴾ مفتیوں سے فتویٰ معلوم کرنا

سوال: ایک مولانا کہتے ہیں: کہ شرعی حکم اور فتوی ایسے لوگ پوچھتے ہیں جنہوں نے کالے دھندے کیئے ہوں، تو اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ بتائیں۔ فتویٰ پوچھنا چاہئے یا نہیں؟ فتوی تو صرف ناواقف لوگ ہی پوچھتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن شریف کا حکم ہے کہ اگر تم نہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھو۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جہالت کا علاج سوال کرنا ہے۔ صحابہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کرتے تھے، اس لئے اپنی جہالت دور کرنے اور شرعی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے فتویٰ پوچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث میں جو فضیلت آئی ہے مثلاً: علم ایک خزانہ ہے اور اس کی چابی سوال کرنا ہے، اس پر عمل ہوتا ہے، اس

لئے سوال کرنا چاہئے۔سوال کرنے میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے۔(۱) سائل کو (۲) مجیب کو (۳) سننے والے کو (۴) ان سے محبت رکھنے والے کو۔(احیاء العلوم:۱)

آپ نے جس عالم کے الفاظ نقل کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، یا آپ کے سمجھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہوگی، کوئی عالم ایسا نہیں کہہ سکتا۔فقط واللہ تعالی اعلم

فصل مایتعلق بالتبلیغ و الدعوة

﴿١٥٩﴾ تبلیغی تقریر کا اعلان کرنا بدعت نہیں ہے۔

سوال: ہمارے گاؤں میں تبلیغی جماعت آتی رہتی ہے، اور ہر نماز کے بعد اعلان کرتی ہے کہ ”بزرگو دوستو! سنت اور نوافل کے بعد تعلیم اور بیان ہوگا، تمام حضرات تشریف رکھیں“ تو کیا اس طرح کا اعلان کرنا بدعت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز کے بعد مذکورہ الفاظ میں اعلان کرنا گناہ نہیں ہے۔ بلکہ حدیث شریف پڑھنا اور پڑھانا تو دین کا کام ہے۔ اسی طرح بدعت کی تعریف جو فقہاء نے لکھی ہے وہ اس پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے اسے بدعت کہنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿١٦٠﴾ کیا تبلیغ عالم کا کام ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام صاحب کا کہنا ہے: کہ ”تبلیغ کا کام عالموں کا ہے“ تو کیا میرے جیسے ان پڑھ کا کام نہیں ہے؟ جماعت میں بیان تو مقصود نہیں ہے، صرف چھ نمبروں پر بات کرنی ہوتی ہے، اس کے باوجود پیش امام صاحب ایسی بات کیوں کرتے ہوں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عالم کا مطلب جاننے والا ہوتا ہے، اس لئے جو شخص دین کی کوئی بات جانتا ہو تو وہ شخص اس چیز کا عالم کہلائے گا۔ اب اس شخص پر ضروری ہے کہ وہ جتنا جانتا ہے اتنا دوسروں کو بھی سکھائے یا عمل کرائے، اس میں شریعت کے حکم کے خلاف کیا ہے؟ باقی دلائل و فروعات اور دیگر باتیں پوری تفصیل کے ساتھ ان کا علم نہ ہو تو دوسرے معتبر

عالم سے پوچھ کر عمل کرے۔اور یہ کام اوراس کی تبلیغ صرف عالم ہی کر سکتے ہیں۔

﴿۱۶۱﴾ تبلیغیوں پر غلط الزام

سوال: ہمارے گاؤں کے عالم پیش امام صاحب کا تبلیغی جماعت پر کھلا الزام ہے کہ ''یہ تبلیغی جماعت والے مدرسہ بند کروانے والا کام کررہے ہیں'' جب کہ بعض سمجھ دار لوگوں کا کہنا ہے کہ ''یہ تو ضعیف مسلمانوں کا چلتا پھرتا مدرسہ ہے'' تو کیا تبلیغی جماعت والے مدرسہ بند کروانے کو کہتے ہیں؟۔آپ کی جو بھی رائے ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......تبلیغی جماعت کے بانی خود عالم، مدرس، اور مدرسہ کے بانی، مہتمم اور مدد کرنے والے تھے۔ پھر انہیں بند کرنے والا کہنا کہاں تک صحیح ہوگا؟ انہوں نے کہاں اور کونسا مدرسہ بند کیا ہے؟ بلکہ بستی بستی، محلّہ محلّہ اور گھر گھر میں دینی تعلیم جاری کی ہے۔ دین اسلام کو تازہ کیا ہے۔تعلیم تو ان کا بنیادی مقصد ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ وہ بڑی عمر کے لوگوں کا چلتا پھرتا مدرسہ اور خانقاہ ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۲﴾ جہاں دعوت نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کے لئے حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ اگر کسی ملک میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے، یا ایسی جگہ یا ملک ہو جہاں ہدایت کی محنت لے کر جانے والا کوئی نہ پہنچا ہو تو ایسی جگہ اور ملک کے لوگوں کے لئے جنت ودوزخ کا فیصلہ کس طرح ہوگا؟ اس لئے کہ ان کے اسلام سے بالکل نابلد ہونے پر ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بلکہ وہ لوگ کہہ سکتے ہیں: کہ ہمارے پاس کوئی دین کی دعوت لے کر پہنچا ہی نہیں، تو ایسی حالت

میں اسلامی نقطۂ نظر اور عقیدہ اور شریعت کا حکم کیا ہے؟ یہ بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آج کے ہمارے زمانہ میں کوئی جگہ یا بستی ایسی نہیں ہے جہاں اسلامی تعلیم اور اسلام کی موجودگی کی خبر نہ پہنچی ہو، اور اسی طرح اسلام کے بارے میں علم حاصل نہ کر سکتے ہوں۔ اس لئے ان کا یہ دعوی کے ہمیں تبلیغ یا دعوت نہیں پہنچی تھی اس لئے ہم ایمان نہیں لائے معتبر شمار نہیں ہوگا۔ لہذا اگر انہوں نے شرک کیا ہوگا تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور اگر شاید و باید کوئی جگہ ایسی ہو کہ جہاں تک ابھی دین اسلام کی دعوت یا خبر نہ پہنچی ہو اور وہاں کے لوگ بت پرست نہ ہوں اور وحدانیت کے قائل ہوں تو ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۳﴾ تبلیغی جماعت کی کارکردگی

سوال: یہاں افریقہ میں تبلیغی جماعت مسلسل آتی رہتی ہے۔ جب اجتماع ہوتا ہے تب ۵۰ سے ۶۰ آدمی اپنا صندوق، بستر، کمبل، کوکا کولا کی بوتل، تھرموس، چلمچی (ہاتھ دھونے کا برتن) وغیرہ لے کر مسجد کے جماعت خانہ میں سوتے ہیں، اور مسجد میں رہتے ہیں، اور چائے، کھانا پینا وہیں کرتے ہیں، اور دنیوی باتیں بھی ہوتی ہیں، اور مسئلہ مسائل سے ناواقف لوگ اس طرح شریعت کے قانون کو توڑتے ہیں، اور فرض نماز ختم ہوتے ہی اعلان شروع کر دیتے ہیں، اور تقریر شروع کر دیتے ہیں، جب کہ پیچھے سے آنے والے بھائی ابھی نماز ہی میں ہوتے ہیں، انہیں ان باتوں سے منع کرنے کے باوجود مانتے نہیں ہیں، یہاں کے سند یافتہ علماء انہیں مسئلہ سے واقف نہیں کرتے۔

اجتماع کے بعد لوگوں پر دباؤ ڈال کر تبلیغی جماعت میں چالیس دن چار مہینہ کے لئے پردیس لے جاتے ہیں۔ تبلیغ کے لئے پردیس جانے کی صورت میں ان بھائیوں کی غیر حاضری میں

ان کی عورتیں ان کی دکانیں سنبھالتی ہیں۔ اور نامحرم مردوں کے ساتھ پورا دن اختلاط ہوتا رہتا ہے۔ شریعت کی نظر میں ایسی کارکردگی، طریقۂ کار کا کیا حکم ہے؟ یہ بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تبلیغی جماعت خالص دینی فکروں والی اور دینی اعمال والی اور بہت ہی اچھی دین کی خدمت کرنے والی جماعت ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی وسعت بھر اس کی مدد کریں، اور اس میں حصہ لیں۔ سنن کی پیروی اور دین کا درد یہ اس جماعت کا خاص مقصد ہے۔ جماعت کے اکابر نے قرآن وحدیث اور فراست باطنی سے جو اصول مقرر کئے ہیں ان کے مطابق عمل کیا جائے تو انشاء اللہ فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔

اس جماعت میں حصہ لینے والے علماء سے زیادہ عامی اور دنیا میں مشغول حضرات ہوتے ہیں۔ اس لئے سوال میں بتائے گئے کاموں کا ہونا ممکن ہے۔ جاننے والے لوگوں اور علماء کے سمجھانے سے یہ خرابی دور ہوسکتی ہے۔ صرف کچھ لوگوں کے ایسے کاموں کی وجہ سے پوری جماعت کو ناجائز یا شرعی طریقہ کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ مسجد میں مسافروں اور معتکفین کو کھانے اور پینے اور سونے کی شرعاً اجازت ہے۔ بیشک دنیوی باتیں کرنا ناجائز ہے۔ (عالمگیری، شامی: ۵)۔

عورت کی بے پردگی اور غیر محرموں سے اختلاط، خرید و فروخت وغیرہ امور اور اس چیز کا ذریعہ بننے والے مرد گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔ اس لئے ایسے فعل سے ضرور بچنا چاہئے۔ دکان کی خبر رکھنے والا یا چلانے والا کوئی مرد نہ ہو یا عورت پردے میں رہ کر کاروبار چلا سکتی نہ ہو تو ایسے مردوں کو جماعت میں نہیں جانا چاہئے۔ اور جانا ہی ہو تو جائز انتظام کر کے جانا چاہئے۔ ورنہ ثواب کے بدلہ گناہ زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۴﴾ تعلیم میں بیٹھیں یا عبادت کریں

سوال: زید کہتا ہے: کہ مسجد میں لوگ نوافل یا ذکر واذ کار میں مشغول ہوں تو وعظ ونصیحت اور تعلیم نہ کرنی چاہئے، اس لئے کہ لوگوں کو خلل ہوگا، اور حقیقت یہ ہے کہ صرف دو تین افراد ہی ان کاموں میں ہوتے ہیں باقی سب تعلیم کے لئے رضامند ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو جلدی ہوتی ہے کہ تعلیم جلدی ہو جانی چاہئے، ایک کونہ میں بیٹھ کر تعلیم کریں تو بھی انہیں خلل پڑتا ہے۔ تو اس نازک دور میں افضل کیا ہے؟ اور اس قضیہ کا فیصلہ کس طرح کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف کی تلاوت، حدیث شریف کی تعلیم، ذکر، نوافل اور تسبیح وغیرہ سب اللہ کو راضی کرنے کے ذرائع ہیں۔ اور ہر ایک اپنی جگہ بہت ہی اہم اور باعث اجر ہے۔ اس دور میں لوگ علم سے محروم ہیں، اور بعض وجوہات کی بنا پر اس کے لئے وقت نہیں دے سکتے، تو نماز سے فراغت کے بعد ان کے لئے کتابی تعلیم کی جائے تو یہ بہت ہی مستحسن کہلائے گا۔ اس وقت ایک دو آدمی عبادت میں مشغول ہوں تو انہیں اس تعلیم پر اشکال نہیں کرنا چاہئے، اور تعلیم کرنے والوں کو بھی چاہئے کہ عبادت کرنے والوں کی رعایت کرتے ہوئے زیادہ بلند آواز سے تعلیم نہ کریں یا جماعت خانہ سے دور جا کر یا باہر بیٹھ کر تعلیم کریں۔

نوٹ: تعلیم کے میں بیٹھ کر یا تعلیم کے ختم ہو جانے کے بعد اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق عبادت میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور مفید ہے، اس لئے انہیں اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۵﴾ تبلیغ میں خرچ کیا جائے یا صدقہ کیا جائے؟

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تبلیغی جماعت میں نکل کر تین دن، دس دن، ایک چلہ، تین چلہ لگا کر پیسوں کو برباد کرنے سے کسی یتیم، بیوہ، حاجتمند انسان کو دیدینا اچھا ہے۔ جب کہ بعضوں کا کہنا ہے کہ جماعت میں جانے کے بعد خود کی اصلاح ہوتی ہے، حلال، حرام، فرض، واجب وغیرہ کا علم ہوتا ہے۔ تو ان دونوں میں صحیح کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تبلیغی جماعت میں جانے سے پیسے خرچ ہوتے ہیں، اسکا انکار نہیں ہے، لیکن ایسے شخص کو ایمان، نماز، تلاوت، خدا کا خوف اور حضور ﷺ کی محبت جیسی قیمتی دولت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں پیسے خرچ کرنا اللہ کی رضامندی میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔ ایسوں کو مدد کرنا بھی ثواب ہے، اس لئے کہ اس میں پیسوں کا برباد کرنا کہنا صحیح نہیں ہے۔

سنیما، کوٹ، پتلون، بنگلہ، موٹر سائکل اور موج مستی میں بھی پیسے خرچ ہوتے ہیں کیا یہ پیسوں کا برباد کرنا نہیں ہے؟ اس شخص کو کہو: کہ مذکورہ چیزوں میں سے کتنی چیزوں سے پیسے بچا کر تم نے یتیموں اور مسکینوں کی امداد کی؟ یا دوسروں کے پاس کروائی؟

ہم تو یہاں تمہارے طنز واعتراض سن کر خاموش ہو جائیں گے لیکن یادرکھنا اللہ جل شانہ کے دربار میں بھی جواب دینا پڑے گا۔ اور وہ سب کے دل کے بھیدوں کو جانتا ہے کہ تم کس نیت سے کہہ رہے ہو؟ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۶﴾ بازار میں یا گلی کوچے میں ذکر کرنا

سوال: تیسرا اور چوتھا کلمہ کہاں پڑھنا چاہئے؟ جیسا کہ تبلیغ والے بتاتے ہیں کہ گاؤں کی

گلی کوچے یا محلّہ میں تیسرا کلمہ پڑھو، اور بازار میں چوتھا کلمہ پڑھو۔ تو اس طرح عمل کرنا کیسا ہے؟ مسنون ہے یا مستحب؟ اور اسی طرح کلمہ کے شروع میں سوم کلمہ یا چہارم کلمہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوم یا چہارم فارسی زبان کے الفاظ ہیں، اور ان کا مطلب تیسرا اور چوتھا کے ہوتے ہیں اس لئے ان الفاظ کے پڑھنے میں ثواب نہیں ہے۔ یہ صرف یادداشت اور گنتی کے لئے ہی ہیں اس لئے اسے نہ پڑھنا چاہئے۔

تبلیغ والے بازار میں چوتھا کلمہ پڑھنے کو کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ اس کلمہ کو پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔ اسی طرح گلی کوچہ میں گشت کے وقت تیسرا کلمہ پڑھنے کو بتاتے ہیں اس میں بھی اس کا ثواب زیادہ ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا مستحب کے درجہ میں ہے۔ ہمیں ہر پل اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہئے۔ ذکر کی فضیلت کے لئے فضائل ذکر کا مطالعہ کریں۔ دونوں کلموں کی خاص مزید فضیلتیں بھی ہیں۔

﴿۱۶۷﴾ تبلیغی جماعت میں جانا

سوال: ایک شخص تبلیغ میں جاتا ہے، تو اس کی بالغ اولاد نماز نہیں پڑھتی، وہ گھر پر ہوتا ہے تب ہی وہ نماز ادا کرتی ہیں، تو کیا مذکورہ صورت میں اس شخص کو تبلیغ میں جانا چاہئے؟ یا گھر ہی پر رہنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ صورت میں اپنی اولاد کو تعلیم دے کر نماز کی فرضیت اور اس کی ادائے گی کا طریقہ بتادیا تو باپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ اور اب اگر بالغ اولاد اس کے خلاف کرتی ہے تو اس کا گناہ باپ کے سر نہیں رہتا۔ اس لئے باپ اپنی

اصلاح کی نیت سے تبلیغ میں جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۸﴾ غیر عالم کا تقریر کرنا

سوال: ایک شخص عالم نہیں ہے تبلیغی جماعت میں جاتا ہے اور وہ اچھی طرح بیان کر سکتا ہے اور کتابیں بھی پڑھ سکتا ہے، ایسا شخص قرآن شریف کی تفسیر بھی پڑھتا ہے، اور مجمع میں بیان بھی کرتا ہے۔ تو کیا ایسا شخص قرآن کی تفسیر پڑھ سکتا ہے؟ اور مجمع میں بیان کر سکتا ہے؟ یا صرف قرآن کی تفسیر دیکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور مجمع میں بیان کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ سوالات کے جوابات شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں سے نقل کرتا ہوں: تبلیغ اور وعظ میں فرق ہے، تبلیغ کا مطلب ہے پیغام دوسروں تک پہنچانا، دوسری بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا اصول ہے کہ چھ نمبر پر ہی بات کی جائے، اور اس سے ہٹ کر بات نہ کی جائے، اسی لئے پہلے لوگوں کو چھ نمبر کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور لوگ یہ چھ نمبر کی بات گاؤں گاؤں جا کر لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے تبلیغی لائن کا بیان ایک پیغام کے برابر ہے، اس لئے یہ بیان ہر جاننے والا کر سکتا ہے، البتہ خاص تقریر کا کرنا یہ عالموں کے ساتھ خاص ہے۔ چاہے وہ با قاعدہ پڑھ کر عالم بنا ہو، یا عالموں سے سن کر لیکن دوسری صورت میں یہ ضروری ہے کہ کسی بڑے عالم نے اسے اس کام کی اجازت بھی دی ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مسائل قرآن و حدیث سے صاف صاف ثابت ہوں تو وہ احکام و مسائل کو لوگوں تک پہنچانے میں مبلغ کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ہر شخص بلند آواز سے کہہ سکتا ہے۔ ہاں اجتہادی مسائل کے لئے عالم کا ہونا ضروری ہے۔

﴿۱۶۹﴾ تبلیغی جماعت میں جانا

سوال: میں تبلیغی جماعت میں جاتا ہوں۔ میرے والد کے علاوہ پورا گھر مجھ سے ناراض ہے، وہ کہتے ہیں: کہ تو لوگوں کو کس لئے کہتا پھرتا ہے تجھ سے جتنی ہو سکے اتنی عبادت کرتا رہ۔ تو مجھے ان لوگوں کو کیا جواب دینا چاہیئے؟ ہمارے گاؤں میں ہر سنیچر کو گشت ہوتا ہے، رمضان کی ۲۷ ویں رات کو میرا بیان رکھا گیا تو میں نے ان لوگوں کو کہا: کہ ہم دنیا کے لئے صبح جلدی اٹھ کر نوکری کے لئے جاتے ہیں، لیکن ہم ہمارے گاؤں کی مسجد تک نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دین کو بھول کر دنیا کمانے میں کتنا منہمک ہو گیا ہے۔ تو سامعین میں جو نوکری کرنے والے تھے اس میں سے ایک بھائی نے کہا: کہ تو نے ہماری غیبت کی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ غیبت ہے؟ غیبت کسے کہتے ہیں؟ یہ ضرور بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... تبلیغی جماعت کے نام سے فی الحال جو کام چل رہا ہے وہ لوگوں کی اصلاح سے زیادہ اپنی اصلاح کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں شرکت کرنا جائز اور درست ہے۔ جس شخص میں کوئی عیب یا برائی ہو اس کی پیٹھ پیچھے کسی بری نیت سے دوسروں کے سامنے اس عیب کو بیان کرنا، اسے غیبت کہتے ہیں۔ اور اگر وہ برائی اس شخص میں نہ ہو تو اسے بہتان کہتے ہیں۔ غیبت کو حدیث شریف میں بہت سخت گناہ بتایا گیا ہے۔ آپ نے بیان میں جو عمومی بات بیان کی وہ غیبت نہیں ہے، اور جنہوں نے اسے غیبت سمجھا وہ ان کی جہالت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الباب التاسع : ما يتعلق بالبدعات وغيره

﴿۱۷۰﴾ بدعت اور اس کی قسمیں

سوال: بدعت کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کو مثال کے ساتھ سمجھائیں۔ تبلیغی جماعت والے اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام مذہب، اللہ تعالی نے ہم سب کے لئے بنایا ہے، اور اسی نے اس کے احکام ہمارے نبی ﷺ پر بھیجے، اور آپ نے سب احکام پوری امت تک پہنچا دیئے، کوئی بات خوشی کی ہو یا غم کی، تجارت کی ہو یا عبادت کی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کے احکام پورے پورے بیان نہ کر دیئے گئے ہوں۔ اور قرآن وحدیث میں ہمیں حکم دیا گیا ہے: کہ جو کام جس طرح حضور ﷺ نے کیا ہے وہ کام اسی طرح ہمیں بھی کرنا ضروری ہے، اس میں اپنی مرضی سے کمی بیشی نہیں کر سکتے۔

اب اسلام جب بہت پھیل گیا، اور ہر قوم مسلمان ہونے لگی تو ان لوگوں میں اسلام سے پہلے کے جو رسم و رواج تھے وہ لوگ چھوڑ نہیں پائے، بعضوں نے چھوڑ دیئے تو عورتوں کو راضی کرنے کے لئے نئے رواج اپنائے مثلاً: شادی کے وقت پیٹھی لگانا، پھول پہنانا وغیرہ، یہ چیزیں اسلام میں نہیں تھیں تو علماء نے ان کی سخت مخالفت کی، ایسی نئی چیزیں جو دین میں نہ ہوں ان کو دین سمجھ کر ثواب کی نیت سے کیا جائے تو وہ بدعت ہے۔

بدعت کی بہتر تعریف یہ ہے کہ جو کام حضور ﷺ کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانہ میں نہ ہوتا ہوا ایسے نئے کاموں کو دین سمجھ کر ثواب کی نیت سے کرنا۔ اب آپ ہی بتائیں جن باتوں کو دین سے کوئی تعلق نہ ہو تو ان کو دین سمجھنا کہاں سے درست کہلائے گا؟ یہ تو دین میں اپنی

طرف سے کمی بیشی کہلائے گی۔ اس لئے بدعتوں سے بچنا بہت ضروری ہے۔ جیسے کہ کوئی لڑکا ہمارے خاندان کا نہ ہو اور اسے ہمارے خاندان کا بتایا جائے تو کہاں سے مانا جا سکتا ہے؟ تبلیغ والے اتباع سنت پر زور دیتے ہیں، نئے طور طریق اور اسلام میں نئی پیدا ہونے والی باتوں سے روکتے ہیں، یہ صحیح ہے، ان کی بات قابل اتباع ہے۔

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، اور وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعت واجبہ: ایسے دلائل تلاش کرنا اور گمراہ جماعتوں کے سوالات کے صحیح جواب دینا تاکہ دوسروں کو گمراہ نہ کر سکے۔ اسی طرح قرآن و حدیث سیکھنے کے لئے عربی کے قواعد کا سیکھنا۔

(۲) بدعت مندوبہ: دین کی حفاظت یا دین سیکھنے کے لئے مدرسہ اور بورڈنگ بنانا۔

(۳) بدعت مبیحہ: عمدہ عمدہ کھانے بنا کر کھانا، اعلیٰ قسم کے لباس اور برتن استعمال کرنا۔

(۴) بدعت مکروہہ: جیسے کہ مسجد میں نقش و نگار کرنا۔

(۵) بدعت حرام: جو افعال ثابت نہ ہوں اسے دین سمجھ کر ثواب کی نیت سے کرنا۔ مثلاً: عرس، فاتحہ، زیارت، برسی، چہلم، چالیسواں، مولود وغیرہ۔

مندرجہ بالا قسموں میں یہ سب سے بری ہے۔ اسی میں گناہ ہے۔ اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۱﴾ کیا امام کے لئے عمامہ باندھنا ضروری ہے؟

سوال: فرض نماز پڑھاتے وقت کیا امام صاحب کو عمامہ باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر امام صاحب نہ باندھیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......فقہ یا حدیث کی کسی بھی کتاب میں نماز کے لئے عمامہ کو ضروری نہیں بتایا گیا، اس لئے اگر عمامہ باندھے بغیر امام صاحب نماز پڑھائیں گے تو نماز بغیر کراہت کے صحیح ہو جائے گی۔اگر تمام مقتدی عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے ہوں تو اس وقت امام کو بھی عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا بہتر کہلائے گا۔لیکن جہاں یہ حالت نہ ہو، لوگ عمامہ نہ باندھتے ہوں اور امام کی بھی عادت نہ ہو صرف فرض نماز پڑھانے کے لئے ہی اسے باندھنا ضروری سمجھا جائے تو وہ بدعت کہلائے گا۔(فتاوی دارالعلوم، امدادالفتاویٰ)

﴿۱۷۲﴾ ناریل اور حلوہ چڑھانا

سوال: اولیاء کرام کی منت مان کر بکرا اور حلوہ چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور کی منت ماننا حرام ہے، اور اس منت میں چڑھائی گئی چیزیں بکرا، ناریل وغیرہ کھانا بھی حرام ہے۔قرآن شریف اور شامی جلد:۱ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۳﴾ نظر لگنا حق ہے

سوال: شریعت مطہرہ میں نظر لگنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ہمیں ماننا چاہئے کہ نظر لگتی ہے؟ نظر اتارنے کے لئے عورتیں چولہے پر ایک برتن میں پانی، کھلی، کنکر، جھاڑو کے سات تنکے وغیرہ ڈال کر پانی کو جوش دیتی ہیں، اور اگر پانی کا رنگ لال خون جیسا ہو جائے تو مانتی ہیں کہ اسے نظر لگی ہے، اور نظر اتارنے کے لئے پیتل کے گلاس میں کھلی، کنکر، گوبر وغیرہ بھر کر اسے پیتل کے تھالی میں اوندھا رکھ دیتی ہیں، پھر اگر گلاس ٹھالی کے ساتھ مضبوط چپک جاتا ہے اور اکھڑتا نہیں ہے تو مانتی ہیں کہ اسے نظر لگی ہے، پھر جسے نظر لگی ہو اس کے

سرہانے رکھتی ہیں تو وہ شخص اچھا ہو جاتا ہے تب ہی گلاس ٹھالی سے جدا ہوتا ہے، کیا اس طرح نظر اتارنا صحیح ہے؟ صحیح رہبری فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں نظر لگنا حق اور سچ بتایا گیا ہے۔ اور اس سے شفا حاصل کرنے کے لئے بعض دعائیں اور طریقے بھی بتائے گئے ہیں **مثلاً:** **اعوذ بکلمات الله التامات** والی دعا پڑھ کر اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ سوال میں مذکورہ طریقے لوگوں کے وہم اور خیالات ہیں، اس لئے ان کا اعتقاد رکھنا اچھا نہیں ہے۔

(۱۷۴) جادو، ڈائن وغیرہ کے لئے سادھو کی بات ماننی چاہئے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص کے یہاں گھر والے اور لڑکے وغیرہ بیمار تھے، ان کی دوا کروائی، پھر وہ (ہندو اور مسلمان) سادھو، بھووے سے عمل کروانے لگے، اور ان کی باتوں پر یقین کر کے یہ بہتان لگایا کہ اس سادھو نے جسے ڈائن کہہ کر بلایا تھا اسے کہا: کہ تو ڈائن ہے اور تو تیرے لڑکے کا کلیجہ کھا گئی ہے اب تجھے راحت ملی؟ یہ الفاظ لڑکے کے انتقال کے بعد کہے تھے، اور دونوں شخص سے مراد عورت و مرد ہیں۔ یہ بہتان جس عورت پر لگایا تھا اس کے شوہر نے جماعت کے لوگوں سے کہا: کہ ایک شخص نے میری عورت کو ڈائن کہا ہے تو اس شخص نے میری عورت پر جو بہتان لگایا اس کا صحیح نتیجہ لاؤ، ورنہ خون خرابہ ہو جائے گا۔ اور اس کی ذمہ داری جماعت کے متولیان اور عہدے داروں پر رہے گی۔ تو ہم جماعت والوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سحر یعنی جادو کے علم کا موجود ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور ایسے کام کے کرنے والے کے بارے میں حدیث شریف میں سخت الفاظ میں وعیدیں بھی آئی ہیں۔ اور بعض صورتوں میں ایمان بھی خارج ہو جاتا ہے، لیکن اس کے

لئے سادھو اور بھووے کے پاس جانا، ان کے شرکیہ عمل پر بھروسہ کرنا اور ان کی بتائی ہوئی اٹکل باتوں پر اعتماد اور یقین رکھنا بالکل جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

مشکوۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی عراف (نجومی، بھووا) کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات پوچھی تو اللہ تعالی اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں کرتے۔(۳۹۳)۔

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کاہن (سادھو، بھووا) کے پاس گیا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کا یقین کیا تو وہ محمد ﷺ پر نازل کی گئی باتوں سے بری (جدا) ہے۔ (۳۹۳)۔

ایسے فعل کو شریعت میں کبیرہ گناہوں میں سے بتایا گیا ہے، جس کا سچے دل سے توبہ کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے، اور نجات بھی نہیں ہے۔ اور ایسی باتوں کو نظر کے سامنے رکھ کر کسی کے سر ڈائن کی تہمت لگانا بھی بالکل جائز نہیں، حرام ہے۔

موت وحیات سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اور اسی طرح یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی کی موت اسی طرح ہوئی ہوگی، اس لئے کلیجہ کھانا اور کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اور بھووے کے کہنے پر بھروسہ کر کے ایسا بہتان لگایا ہو تو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے، اس لئے کہ ایسی چیزوں سے بعض مرتبہ ایمان بھی چلا جاتا ہے، اس لئے کلیجہ کھانا، یا ڈائن کہنا اوپر کی دلیلوں کے سہارے بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے، اس لئے ان کا ڈائن کہنا یا ماننا جائز نہیں ہے، بدگمانی ہے۔ جس سے مسلمانوں کو ضرور بالضرور بچنا چاہئے۔

اب کوئی شخص اگر غلط الزام لگائے تو اس کے لئے ہدایہ ۲/۵۱۵ پر لکھا ہے کہ امیر المؤمنین اس کے لئے جو سزا دینا مناسب سمجھیں وہ اپنی سمجھ سے دے سکتے ہیں، لیکن ۳۹ کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ اس کے لئے مسلم حکومت کا ہونا بھی ضروری ہے، جو ہمارے یہاں نہیں

ہے۔اس لئے جماعت کے سمجھ دار۔عقیل وفہیم اور جانے پہچانے عزت ومرتبہ والے لوگ اپنے رسوخ کو کام میں لاکر مناسب طریقہ سے اس سے معافی منگواکر توبہ کرواکر ایسے کاموں سے روکنے پر قادر ہوں تو اس طرح کریں۔اور امکان بھر اچھائی کا ساتھ دیں تاکہ قیامت کے دن گنہگاروں کے ساتھ ایسے لوگ بھی خدا کی ناراضگی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

﴿۱۷۵﴾ دم کئے ہوئے پانی کا حکم

سوال: یہاں ایک مسلمان شخص ہے، ان کا ایسا کہنا ہے کہ انہیں ایک غیبی شخص کی طرف سے بخشش ملی ہے جس کی بنیاد پر وہ قرآن کی کوئی آیت پڑھ کر پانی پر دم کرتے ہیں تو اس سے کسی بھی بیماری سے شفا ملتی ہے۔

وہ کچھ خاص لکھے پڑھے نہیں ہیں، کسان ہیں، لیکن عوام میں انکی شہرت ہے، ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ رہتی ہے، اور ان کا دم کیا ہوا پانی پیتے ہیں بہت سوں کو فائدہ بھی ہوا ہے، اس طرح لوگ کہتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ہماری ضرورتوں کے لئے اور بیماری سے شفایاب ہونے کے لئے ایسا دم کیا ہوا پانی پینا کیسا ہے؟ کوئی شخص پانی لینے کے لئے ان کے پاس جائے یا انہیں اپنے پاس بلائے تو کیا کوئی حرج ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیماری سے شفایاب ہونے کے لئے دوا کرنا سنت ہے۔اس سے شریعت میں منع نہیں کیا گیا۔حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، اور عمل بھی کر کے بتایا ہے۔اس لئے تندرستی حاصل کرنے کے لئے سنت طریقہ اپنانا چاہئے۔

باقی تعویذ، جھاڑ پھونک وغیرہ شفایاب ہونے کے طریقوں کے بارے میں سب سے پہلے یہ بات جان لیں کہ کوئی شخص اللہ ہی پر پورا بھروسہ رکھے اور تعویذ، گنڈے کا سہارا نہ لے تو

ایسے شخص کے لئے حدیث شریف میں بہت ہی فضیلت بیان کی گئی ہے جیسا کہ مشکوۃ شریف ۲/۲ ۴۵۲ پر فرمایا کہ: میری امت کے ستر ہزار لوگوں کو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کیا جائے گا، اور وہ، وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے تعویذ، گنڈے اور فال نہ نکلوائی ہوگی۔ اور اپنے پروردگار پر پورا بھروسہ رکھا ہوگا۔ مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسے بلند مرتبہ والے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اسباب کی طرف نظر نہ فرما کر اللہ تعالی کی طرف نظر فرمائی۔ اور جو شخص اللہ کی طرف سے تندرستی کی امید پر صبر کرے اور دعائیں کرتا رہے وہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ لیکن جن لوگوں میں اس درجہ کا صبر اور برداشت کی طاقت نہ ہو ان کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے دوا اور تعویذ وغیرہ کی اجازت دی گئی ہے، اس لئے جس طرح بیماری کا علاج دوا سے ہوتا ہے اسی طرح تعویذ، دم وغیرہ سے بھی شفا ملتی ہے۔ بعض اشخاص تعویذ وغیرہ کی ہنسی اڑاتے ہیں وہ سراسر گمراہی ہے۔ اس کے لئے کچھ حدود ہیں، ان کی مخالفت بھی مضر ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: کہ

(۱) اللہ تعالی کے پاک نام یا اس کی صفتوں کو پڑھ کر دم کیا ہو یا قرآن شریف کی پاکیزہ آیتیں یا احادیث میں بتائی گئی دعائیں پڑھ کر دم کیا ہو (۲) عربی یا ایسی زبان کے الفاظ استعمال کئے ہوں جن کے معانی جانتا ہو (۳) اسی طرح یہ اعتقاد بھی نہ ہو کہ بیشک اسی سے اچھا ہوگا تو اس طرح جھاڑ پھونک کروانا جائز ہے۔

اب مذکورہ شخص مسلمان ہے، اور وہ کہتا ہے کہ میں قرآن شریف کی آیت پڑھ کر دم کرتا ہوں، اسی طرح وہ کوئی دوسرے شرکیہ افعال نہیں کرتا اور نہ کرنے کو کہتا ہے، اس لئے اس پانی کے پینے میں اوپر بتائی گئی تفصیل کے مطابق گنجائش ہے لیکن دوسری بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان

کی وجہ سے اس سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے جیسا کہ ان کا ایک قول کہ میری پھونک ایک میل تک اثر کرتی ہے، یہ بلا دلیل کا قول ہے۔ جس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔
ان کا مشرکانہ طریقہ پر عوام میں سلام کی جگہ ہاتھ جوڑ کر نَمَن کرنا وغیرہ اور شریعت کے بڑے بڑے حکموں کی پابندی نہ کرنا اور موجودہ فتنہ کے دور میں جب کہ لوگوں کا ایمان بہت کمزور ہے اور اس سے ایمان کے خطرہ میں پڑ جانے کا بھی امکان ہے، فاسق کو ولی اور اس کے فعل کو کرامت اور باپو کو خدا کا فرستادہ ماننے کے اعتقاد کا ثبوت ہو رہا ہے۔ اس لئے فقہ کے قاعدہ کے مطابق جس جائز کام سے گناہ میں یا حرام کام میں ملوث ہونے کا امکان پیدا ہوتا ہو ایسے جائز کاموں سے بھی روکا جائے گا، اس لئے ایسے پانی لانے سے یا پینے سے روکنا چاہیئے، تاکہ ایمان بھی سلامت رہے، اور شفا دینا نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔
پانی سے ہی شفا حاصل کرنی ہو تو حدیث کے فرمان کے مطابق زم زم کے برکت والے پانی سے بڑھ کر کوئی پانی نہیں ہے، بیماری سے شفایاب ہونے کی نیت سے پیا جائے تو اس سے بھی بیماری دور ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۶﴾ کیا مردے آواز سن سکتے ہیں؟

سوال: قبرستان میں داخل ہو کر مردوں کو السلام علیکم یا اھل القبور کہا جاتا ہے تو کیا مردے اس سلام کو سن سکتے ہیں؟ اور اس کا جواب دیتے ہیں؟ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ مردے سن نہیں سکتے، اگر یہ صحیح ہے تو کیا اولیاء اللہ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مردے سن سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے: اور یہ اختلاف خود صحابہ کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ قرآن شریف کی آیت سے ثبوت پیش کر کے منع کرتی ہیں، امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول

ہے۔ جب کہ بعض علماء کا قول ہے کہ مردے قبر میں سنتے ہیں، اس لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۲۴۶/۴)

مردے سن سکتے ہوں یا نہ سن سکتے ہوں؟ مذکورہ سلام حدیث شریف میں قبرستان جانے سے پہلے پڑھنے کے لئے بتایا گیا ہے، اس لئے اسے پڑھنا چاہئے۔ اسی طرح یہ سلام اور مردوں پر رحمت کی دعا ہے اس لئے اگر وہ نہ بھی سنتے ہوں تو بھی اللہ تعالی اس دعا کو قبول فرما کر ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور یہی ہمارا مقصد ہے۔ اولیاء اللہ اور دیگر مردے سب کا ایک ہی حکم ہے۔

صرف اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں، اور سلام کرنے والوں کے سلام کو سنتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں اس سے متعلق واضح الفاظ موجود ہیں: من صلی علیّ عند قبری سمعته۔ یعنی: جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں اسے سنتا ہوں، اس لئے انبیاء کا حکم الگ ہے اس لئے کہ وہ یقینی طور پر سنتے ہیں۔ (مشکوۃ: ۸۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۷﴾ شرعی احکام کی حکمت جاننا ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کہے: ''اللہ تعالی نے نماز، روزہ، صدقہ وخیرات، فطرہ داڑھی رکھنا وغیرہ کا حکم کیوں دیا؟ اور یہ سب اللہ تعالی کو کیوں چاہئے؟ تو کیا وہ شخص ایمان سے نکل جاتا ہے؟ اور کیا ان کو پھر سے کلمہ پڑھنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اللہ پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان واحکام کو دل سے مانے اور ان کے خلاف کوئی عمل نہ کرے،

چاہے اس کا مقصد، فائدہ یا دلیل سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اور ان احکام کی مذاق کرنا یا اس میں شک کرنا یہ غیر اسلامی فعل ہے۔ اور اس کی وجہ سے بعض اوقات انسان ایمان سے نکل جاتا ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ کلمات سے بچنا چاہئے۔ اور توبہ کر کے مستقبل میں کبھی بھی ایسے الفاظ نہیں بولنے چاہئیں۔

مذکورہ کلمات میں کفر کی بو ہے، اس کے باوجود اس کا دوسرا مطلب بھی نکل سکتا ہے کہ ان چیزوں کی عقلی دلیل کیا ہے؟ اللہ کا مقصد کیا ہے؟ یہ جاننے کا ارادہ کیا ہوگا۔ ایسے اچھے مطلب کے نکلنے کی وجہ سے دخول شک کے فائدہ کی علت کی بنا پر اس شخص کے ایمان سے خارج ہونے کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔ ہماری عبادت یا اعمال سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں ہے، اچھے کام ہمارے فائدے کے لئے اور برے کاموں سے صرف ہمارا ہی نقصان ہے۔

﴿۱۷۸﴾ حمل میں ۱۸ ماہ گزارنے والے بچے کی کہانی

سوال: اس کے ساتھ حالیہ اخبار میں نشر تعجب خیز خبر کی کاپی بھیج رہا ہوں، کیا یہ خبر صحیح ہے؟ مسلمانوں کو ایسی خبر پر اعتقاد رکھنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں کی شرعی تفصیل فرمائیں۔

حمل میں ۱۸ ماہ گزارنے والا بچہ ماں کے پیٹ میں کہتا ہے کہ دو سال کے بعد میں مکہ میں پیدا ہوں گا۔

جکارتہ: (شہر کا نام): تاریخ: ۱۱...... اپنی ماں کے پیٹ میں بولنے والے بچے کے ساتھ تھوڑے دنوں قبل سرکاری افسران اور بہت سے انڈونیشین لوگوں نے بات چیت کی تھی، کتنے ہی ملکی رپورٹروں نے بتایا کہ حمل میں ۱۸ ماہ گزارنے کا دعویٰ کرنے والے بچہ کی بات انہوں نے سنی ہے، مسلح افواج کے بلوٹین نے آج بتایا گیا کہ دو سال بعد وہ مکہ میں پیدا ہوگا۔ ایسا بچہ نے گزشتہ کل بتایا تھا۔

بچہ کی ماں زہرہ افنا سے مذہبی مسائل پر کام کرنے والے سرکاری افسران کے ساتھ دوسرے کتنے ہی افسران نے ملاقات کی تھی۔ مذہبی مسائل کے افسران کے سامنے بچہ نے کلام پاک کی آیتیں پڑھی ہے، ایسا کہا جارہا ہے، لیکن انہوں نے اس دعوے سے متعلق کسی بھی بات کا جواب دینے سے انکار کردیا تھا۔ بچہ کے والد شریف الدین نے آج اپنی رہائش گاہ پر رپورٹروں کو بتایا کہ وہ انڈونیشین، انگریزی اور جاپانی کے ساتھ دوسری بھی کئی زبانیں جانتا ہے، اس نے (بچہ نے) ابھی تک اپنی ذات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس کے والد نے مزید یہ بتایا کہ اسے کرشمہ ماننے والے لوگوں نے اسے روپئے تحفے تحائف دینے کی پیش کش کی تھی لیکن اس نے انہیں قبول نہیں کیا۔

شریف الدین نے کہا کہ اس کی شادی موجودہ بیوی کے ساتھ دوسال قبل ہوئی تھی، اور یہ ان کی پہلی اولاد ہوگی۔ بچہ بولتا ہے ایسا دعویٰ پہلی مرتبہ گزشتہ سال کیا گیا تھا، اور اس کے بعد ماں باپ نے ملیشیا، جاپان، پاکستان اور مغربی جرمنی کی ملاقات لی، ملیشیا میں وہ ٹنکو عبد الرحمٰن سے بھی ملے۔ جب کہ بچہ کی عمر کے دعوے کی تقویت میں ان کے پاس کوئی طبی رپورٹ نہیں ہے۔ اس کی ماں نے بتایا کہ اس کی جانچ کا ارادہ رکھنے والا کوئی بھی طبیب افسر سہارتو اور جنرل ناسوتان سے اجازت لینے کے بعد ہی جانچ کرسکتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت عائشہؓ کی ایک روایت بیہقی میں نقل کی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں دوسال سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے ہمارے مذہب حنفیہ میں لکھا ہے کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دوسال کی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے سن کر ہی کہا ہوگا۔ (دیکھیں فتح القدیر، ہدایہ، سراجی وغیرہ)

اب انڈونیشیا کی جوخبر ہے وہ سچ ہے یانہیں؟ اس میں شک ہے اس لئے کہ ارزاں شہرت کے لئے آج کے سائنسی دور میں بہت طریقوں سے عوام کو بیوقوف بنایا جاسکتا ہے۔
بعض معتبر اشخاص کا کہنا ہے کہ اس نے اپنے پیٹ میں ٹیپ ریکارڈ چھپا رکھا ہے اس لئے کسی سے ملاقات نہیں کرتی۔ اوراسی وجہ سے (پول کھل جانے کے ڈر سے) اس نے پاکستان میں یحییٰ خان سے ملاقات نہیں کی اس لئے کہ اس نے اپنے ڈاکٹر کو بتانے کے لئے کہا تھااس لئے ایسے قصوں سے زیادہ حضور ﷺ کی بات ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔
سری داچلان (مذہبی مسائل کے افسر) نے کوئی بھی رائے دینے سے کیوں انکار کیا؟ جب کہ وہ بچہ اپنی سمجھ سے بول سکتا ہے، تو اپنی ذات کیوں ظاہر نہیں کرتا؟ ان کے پاس طبی رپورٹ کیوں نہیں ہے؟ ان کی جانچ کرنے والے شخص کوافسر کی اجازت لینی کیوں ضروری ہے؟ خلاصہ اور مطلب یہ ہے کہ یہ عوام کو بیوقوف بنانے کا اور اندھے اعتقاد رکھنے والوں کو پھنسانے کاایک حربہ ہے۔اس لئے انتظار کرو، انشاءاللہ بھید ظاہر ہوکررہے گا۔
اوراگر یہ بات سچ مان لی جائے تو بھی یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہے۔اس لئے کہ بعض مرتبہ اللہ پاک اپنی قدرت اور طاقت کے اظہار کے لئے ایسی مثالیں ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ چارلڑکوں نے ماں کی گود میں بات کی ہے، جو احادیث سے ثابت ہے۔اس میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔اس بات کو سچ ماننے پر ایمان کا مدار ہے۔اس لئے اس پرتو یقین کرنا ضروری ہے۔انڈونیشیا والی بات پر ایمان لانا یا سچ سمجھنا یا جھوٹ سمجھنے پر ایمان موقوف نہیں ہے۔اس لئے اس کے پیچھے اپنی صلاحیت برباد نہیں کرنی چاہئے۔اوراس میں اپنادماغ نہیں لگاناچاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۹﴾ کیا مسلمان عورت کی کوکھ سے شیطان پیدا ہو سکتا ہے؟

سوال: کیا مسلمان عورت کی کوکھ سے شیطان پیدا ہو سکتا ہے؟ یہاں ایک دو حیرت بھرے قصے ہوئے ہیں: اور وہ یہ ہیں کہ ایک مسلمان عورت کی کوکھ سے شیطان کی شکل کا بچہ پیدا ہوا، نیز ایک عورت کو اس طرح کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ حقیقت درست ہو سکتی ہے؟ اس طرح عورتوں کو ایسے بچے پیدا ہو سکتے ہیں؟ کیا اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... حدیث شریف میں جماع سے پہلے ایک دعا بتائی گئی ہے وہ دعا پڑھ کر جماع کیا جائے تو شیطان کا بالکل اثر نہیں آتا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی عورت سے جماع کا ارادہ کرے تو کہے: **اللهم جنبنا الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا**۔ یہ پڑھ کر جماع کیا جائے تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطان کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور شیطان اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

بعض مرتبہ اس کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے، اور بعض مرتبہ جنات عورتوں پر عاشق ہو کر جماع بھی کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں حمل رہ کر بچہ پیدا ہوتا ہے، اور بہت سی مرتبہ (اس بچہ کو جنم دینے والی) عورت کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

حدیث شریف میں وارد شدہ چھوٹی چھوٹی دعائیں پڑھ کر ان کی شرارت سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۰﴾ آخری وقت میں کلمہ پڑھنے کی فضیلت

سوال: دنیا میں گمراہی کی زندگی گزار کر آخری وقت میں کلمہ نصیب ہو جائے تو کیا وہ جنتی ہو گیا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دنیا میں گمراہی کی زندگی گزاری لیکن مرتے وقت کلمہ اور یقین کے ساتھ موت نصیب ہوئی تو اخیر میں بھی اسے جنت ملے گی ہی۔ کافرین اور مشرکین کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا نہیں پڑے گا۔ اس کی بخشش ہو جائے گی یا اپنے اعمال بد کی سزا بھگت کر اخیر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۱﴾ جھوٹی قسم کے کھانے سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا

سوال: ایک گاؤں کی مسجد میں ایک شخص نے دوسرے شخص کو چاقو مار دیا، جس کا کورٹ میں کیس چلتے وقت مجرم نے کہا کہ: میں قرآن پکڑ کر کہوں گا کہ میں نے چاقو نہیں مارا۔

تو کورٹ نے اس بات کو منظور رکھا اور مسجد سے قرآن شریف کورٹ میں منگایا گیا اور پھر مجرم نے قرآن شریف اپنے ہاتھ میں پکڑ کر قسم کھائی کہ ''میں قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے چاقو نہیں مارا'' اب آج وہ مارنے والا شخص سامنے والے شخص سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو فریادی نے کہا کہ ''چاقو تو نے ہی مارا ہے'' یہ پچیس لوگوں کے سامنے قبول کر کہ چاقو میں نے ہی مارا ہے، تو شرعی رو سے اس شخص نے قرآن پکڑ کر قسم کھائی ہے، تو اس طرح مارنے والے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کلمہ پھر سے پڑھنا پڑے گا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اس شخص نے سچ مچ چاقو مارا تھا اور اب جان بوجھ کر اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو شریعت کی اصطلاح میں اسے یمین غموس کہتے ہیں۔ یعنی اتنی

عظیم قسم کے وہ شخص اللہ اور قرآن کی بے عزتی کر کے گناہوں کے سمندر میں ڈوب گیا۔ اس لئے اسے سچے دل سے توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ وہاں تک گناہ معاف نہیں ہوگا۔ ایک تو مسلمان کو مارنے کا گناہ اور دوسرا جھوٹی قسم کے کھانے گناہ ہوگا، لیکن اس سے ایمان ختم نہیں ہوتا۔ اس لئے دوبارہ کلمہ پڑھنا یا ایمان لانا فرض نہیں ہے۔ (شامی وغیرہ)

﴿۱۸۲﴾ فاتحہ اور بدعت کی وضاحت

سوال: فاتحہ کیا ہے؟ فاتحہ اور دعا کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۱) فاتحہ بہت سی مرتبہ بہت سی جگہوں پر پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ: دسترخوان پر کھانا رکھا جائے تب ایک شخص بلند آواز سے ''الفاتحہ'' کہتا ہے، اور اس کے بعد حاضرین آہستہ دل میں قرآن شریف کی کچھ سورتیں پڑھتے ہیں اور فاتحہ ختم ہو جانے کے بعد مذکورہ شخص بلند آواز سے درود شریف پڑھتا ہے۔ اور فاتحہ کے ختم پر کھانا شروع کیا جاتا ہے۔

(۲) قبر پر کوئی ایک شخص کچھ سورتیں پڑھ کر (یعنی تلاوت قرآن کر کے) مرحوموں کو اس کا ثواب بخشتا ہے، اسے بھی یہاں لوگ فاتحہ کہتے ہیں۔

(۳) اور بعض اوقات کسی موقع پر بہت سے لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کرتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب قرآن پاک میں سے کچھ سورتیں بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اس کے بعد بلند آواز سے الفاتحہ کہتے ہیں، اس وقت سبھی لوگ نمبر: ایک کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں، اس طرح تلاوت قرآن کے بعد بھی فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اسی طرح میت کی تدفین کے بعد بھی فاتحہ پڑھی جاتی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ ان باتوں میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن وحدیث کی تعلیم کا مطمح نظر تو یہ ہے کہ عبادت ہو یا معاشرت، خوشی کا موقع ہو یا غم کا، ہر موقع پر اللہ کے رسول کی پیروی کی جائے اور ان کے فرامین پر مکمل پابندی سے عمل کیا جائے۔کوئی بھی نئی بات یا طریقے کو اپنی مرضی سے دین میں داخل نہ کیا جائے۔اور دین میں کوئی کمی بیشی نہ کی جائے۔ مذہب اسلام ایک دین کامل ہونے کی وجہ سے اس میں مذکورہ رسومات کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔حضور ﷺ نے اسلام کی کامل و مکمل تبلیغ کر دی ہے اور ہر حکم کو اور قیامت تک جن حکموں کی ضرورت پڑنے والی ہے ان تمام کو بتا دیا ہے، اور اس پر عمل بھی کر کے دکھا دیا ہے۔

اور صحابہؓ نے اسے دنیا کے چپے چپے تک پھیلا دیا، ہر قوم و ملک میں جا کر اسلام کی مکمل تبلیغ کر دی، پھر مجتہد ائمۂ دین اور علماء ربانیین نے نبوی تعلیم کے مطابق اس میں نظر غائر کر کے چھوٹے بڑے ہر حکم کو پوری امت تک پہنچا دیا۔

اب قوم پر ضروری ہے کہ ان احکام کے مطابق عمل کر کے اللہ و رسول کی رضا مندی حاصل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواریں، اور جو چیزیں مذہب سے ثابت نہ ہوں ان کو ترک کر کے ہمیشہ ان سے بچنے کی اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کریں۔ان کے بارے میں بے شمار آیتیں واحادیث واقوالِ بزرگان دین موجود ہیں۔

عوام کی جہالت اور دینی علوم واحکام سے ناواقفیت کا غلط فائدہ اٹھا کر دنیا و مال کی محبت میں کچھ لوگوں نے یا دنیا طلب عالموں نے من گھڑت طریقے وضع کر کے ان کو دینی لبادہ اڑھا کر لوگوں کو اس طرف مائل کر کے کچھ درجہ کامیابی حاصل کی ہے لیکن اللہ کے سچے بندے اور رسول ﷺ کے سچے وارث علماء ربانیین نے اپنی جان و مال اور عزت کی پرواہ کئے بغیر اس کی مخالفت کر کے قرآن وحدیث وفقہ کی مقبول ومعتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ

اس کا رد کر کے صحیح راستہ بتاتے رہے ہیں۔ آج بھی اللہ کے ایسے بہت بندے موجود ہیں جو صحیح سنت کے مطابق عمل کر رہے ہیں اور دوسروں کو اس کی ترغیب و تعلیم دے رہے ہیں۔ اب ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ مذکورہ بالا دونوں راستوں میں سے صحیح راستہ کو پسند کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔

سوال میں جو عمل بتایا گیا ہے وہ ناجائز اور بدعت ہے۔ اس لئے کہ کسی بھی حدیث یا صحابہ کے عمل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے زندگی میں ایک مرتبہ بھی ایسا عمل کیا ہو؟ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اسی طرح الحمد شریف کو ایک مرتبہ اور قل ھو اللہ احد کو تین مرتبہ پڑھنا کہاں سے ثابت ہوا ہے؟

بیشک قرآن کریم کی تلاوت ثواب اور نیک کام ہے لیکن اس کے لئے اپنی طرف سے اس طرح کی پابندی اور اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنے کو برا ماننا، اسے کیا کہا جائے؟ کیا یہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں ہے؟ اس کے ساتھ دوسری بھی بہت سی خرابیاں ہیں۔ اس لئے سمجھدار کے لئے اتنا کافی ہے۔ (مزید باتوں کے لئے دیکھئے! عزیز الفتاویٰ، امداد المفتین: ۱۷۵، ۱۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۳﴾ فاتحہ اور نیاز بدعت ہے

سوال: ایک بھائی نے مجھ سے ہر جمعرات کو فاتحہ پڑھنے کے لئے کہا ہے، اور کس طرح پڑھنا ہے وہ بھی بتایا ہے، اور وہ مشکل کشا علی اور ان کی آل و اولاد کو بخشنے کے لئے کہا ہے، میں نے ایک دو مرتبہ پڑھا پھر آپ کا مشورہ لینے کا خیال ہوا، اس لئے موقوف کر دیا۔ اس فاتحہ کے ساتھ بعض چیزیں، انگور، چنے وغیرہ نیاز بھی کرنے کی ہوتی ہیں، تو اس طرح پڑھ

سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایصال ثواب کے لئے شریعت میں کوئی خاص طریقہ یا وقت یا چیز متعین نہیں ہے، اپنی مرضی اور طاقت کے مطابق جب چاہے جتنا چاہے جو چاہے وہ اللہ کے لئے کر کے اس کا ثواب زندوں اور مردوں کو بخشا جا سکتا ہے۔ اس لئے سوال میں لکھا ہوا طریقہ یا پابندی بدعت اور نا جائز کہلائے گی۔ اسے بند کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ چوتھے نمبر کے خلیفہ اور بہت ہی بڑے درجہ کے صحابی ہیں لیکن آپ کو مشکل کشا سمجھنا جائز نہیں ہے۔ اس کا خاص خیال رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۴﴾ نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ہے؟

سوال: ایک گاؤں میں لوگ جمعہ کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اور اس رواج کو ضروری سمجھتے ہیں، اور اس پر پابندی سے کار بند ہیں، تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز کے بعد ملاقات کرنے کا رواج بدعت ہے، اور اسے ضروری سمجھنا اور بھی خطرناک ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۵﴾ کیا راتب بجانا جائز ہے؟

سوال: آمنے سامنے دس انسان بیٹھ کر ہاتھ سے کھنجری بجاتے ہیں اور درمیان میں ایک شخص ڈھول بجاتا ہے اور اس میں نعتیہ کلام پڑھ کر راتب کرتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... راتب، ڈھول وغیرہ بجاتے ہوئے نعتیہ کلام پڑھنا شریعت کے پاکیزہ اصولوں کے خلاف یہ ایک نا جائز کام ہے۔ یہ گناہ کے کام ہیں۔

﴿۱۸۶﴾ قبر پر پھول چڑھانا گناہ ہے؟

سوال: درگاہ پر فاتحہ پڑھتے وقت کیا چادر، پھول اور صندل چڑھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... درگاہ پر پھول چڑھانا اسراف اور ناجائز ہے۔ اس سے درگاہ کو فائدہ نہیں ہوتا، اور چڑھانے والے کو بھی فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ قبر کی پرستش کی مانند ہوجاتا ہے۔ حضور ﷺ کی لعنت میں شامل ہوجانے کا پورا خطرہ ہے۔ پھول ڈالنے کی جگہ پھول چڑھانے کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اس کو بھی سمجھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۷﴾ ایصال ثواب کی مجلس

سوال: کسی بھی شخص کے انتقال کے بعد اس کے گھر پہلے دوسرے اور تیسرے دن قرآن شریف کے ختم کے بدلے تسبیح پڑھی جاتی ہے، اس لئے کہ ختم میں چھوٹے بچوں کے ہونے کی وجہ سے قرآن کی بے ادبی ہوتی ہے، تو مسئولہ صورت میں تسبیح پڑھوانا بہتر ہے یا قرآن مجید پڑھوانا؟ اور اس ختم کے بعد چائی ضروری سمجھ کر پلائی جاتی ہے، تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت، تسبیح، نفل نماز، روزہ صدقہ، خیرات وغیرہ جو کچھ کیا جائے، اور اس کے لئے اپنی طرف سے کسی بھی طرح کی خاص پابندی، رسم، رواج نہ کیا جائے اور اس کا ثواب مرحومین کو بخشا جائے تو یہ جائز ہے بلکہ بہتر بھی ہے۔ چھوٹے بچوں کو پہلے سے سمجھا کر قرآن کی اہمیت بتا کر ادب ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن مجید پڑھایا جائے تو بھی اچھا ہے۔ اس لئے کہ تسبیح سے تلاوت کا ثواب زیادہ ہے۔ دن متعین نہ کیا جائے، سہولت کے ساتھ جب چاہے پڑھا لیا جائے، اور پڑھنے کی اجرت کے طور پر چائی پلائی جاتی ہو تو اس طرح چائی پینا یا پلانا جائز نہیں ہے۔ اور

اس نیت سے پڑھنے سے ثواب بھی نہیں ملتا، چائی پلانے کو ضروری سمجھنا درست نہیں ہے، بدعت کہلائے گا، اس لئے اسے ضروری سمجھنے کا عقیدہ، ارادہ، اعتقاد لوگوں کو سمجھا کر دور کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۸﴾ ایصالِ ثواب اور اس کا طریقہ

سوال: ایک شخص قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے اور تلاوت شروع کرنے سے پہلے نیت کرتا ہے کہ میں جتنا بھی پڑھوں اس کا ثواب فلاں کو مل جائے، تلاوت کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا موقع نہیں ملتا تو اس طریقہ سے جس کے لئے تلاوت کا ارادہ تھا اسے ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ یہ ایصال ثواب صحیح ہوا یا نہیں؟ اور دعا کا صحیح طریقہ لکھنے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایصال ثواب کے لئے کوئی خاص قاعدہ یا طریقہ شریعت میں مقرر نہیں ہے، اسی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا یا ایصال ثواب کا موقع نہ ہو تو صرف اپنے دل میں یا زبان سے اتنا کہہ دینے سے کہ ''یا اللہ میں نے یہ تلاوت وغیرہ جو بھی نیک کام کیا ہے اسے قبول فرما لیجئے اور اس کا ثواب میں فلاں فلاں کو بخشنا چاہتا ہوں، آپ انہیں عطا فرما دیجئے'' تو اس طرح کہنے سے بھی انہیں ثواب پہونچ جائے گا۔ (شامی ۱:)

دعا کرنے کا صحیح طریقہ جس سے دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے وہ یہ ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے پھر درود شریف وغیرہ پڑھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے دعا مانگی جائے، درمیان میں بھی اور اخیر میں بھی درود شریف پڑھا جائے، سینہ سے اوپر ہاتھ نہ اٹھائے اور دعا مانگ لینے کے بعد ہاتھ منہ پر پھیر لئے جائیں، اور دعا کے قبول ہونے کا

پورا گمان رکھے، قبلہ کی طرف منہ کرنا بہت ہی بہتر ہے۔ (طحاوی وغیرہ)

﴿۱۸۹﴾ اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا بدعت ہے

سوال: ہر فرض نماز کے وقت مؤذن تکبیر سے پہلے بلند آواز سے درود شریف پڑھے، یہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: تکبیر سے پہلے بلند آواز سے درود شریف پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی تکبیر ہوتی تھی لیکن اس وقت میں آپ ﷺ سے یا کسی بھی صحابی سے اس طرح درود پڑھنا ثابت نہیں ہے، کس وقت اور کہاں کہاں درود شریف پڑھنا چاہئے اور کہاں کہاں نہیں پڑھنا چاہئے؟ ان تمام کی تفصیلات علماء نے بتادی ہے، اس پر عمل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰﴾ زیارت (تیجا وغیرہ) اور زیارت کا کھانا

سوال: چروتر، ضلع: کھیڈا میں سنی وہورا لوگوں میں یہ رواج ہے کہ کسی کا انتقال ہو جائے تو ایک دن متعین کر کے زیارت رکھی جاتی ہے، اس کا دعوت نامہ لکھ کر دوسرے گاؤں میں رہتے رشتہ دار، متعلقین کو بلایا جاتا ہے، اس میں مرد و زنانہ دونوں آتے ہیں، وہ میت والے کے یہاں کھانا کھا کر واپس جاتے ہیں، اس میں لاچار، بیواؤں، یتیموں کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا، اور غضب تو یہ ہے کہ رمضان میں میت ہوتی ہے تو رمضان میں بھی دن میں یہ کھانا رکھا جاتا ہے، گاؤں میں ہندوؤں کی طرح مرثیہ گایا جاتا ہے، سینہ پیٹتے ہیں، علماء نے جب ایسی زیارتوں کے حرام ہونے کا فتوی دیا تو اب بعض سمجھدار حضرات زیارت کے بدلے ختم قرآن کے کاغذ لکھ کر اوپر کی رسم ادا کرتے ہیں۔

اور نئے خیالات کے حامی کھانا نہیں کھلاتے صرف غم کی مجلس کے نام سے خود نہیں لیکن

دوسروں کے پاس یا ادارہ کے نام سے جمع ہوجاتے ہیں۔تو کیا زیارت کے بدلے ختم یا مجلسِ غم کرنا کیسا ہے؟ زیارت یا ختم میں کھانا کھانا کیسا ہے؟ کیا عورتوں کو ایسی مجلس میں بھیج سکتے ہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مرحومین کے لئے ایک دن متعین کر کے زیارت کرنے کی جو حقیقت لکھی ہے اس میں بہت سی برائیاں اور خرابیاں ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں دعوتوں کے کارڈ یا کاغذ بھیجنا، اس میں اسراف نیز زیارت کا مقصد ناموری ہوتی ہے، اس لئے ایسے کام میں جو خرچ کیا جائے گا اس کا ثواب مرحومین کو کہاں سے ملے گا؟ بلکہ اسراف اور ریاکاری کا گناہ ہوگا۔

نیز یہ خرچ میت کے مال سے کیا جائے گا تو تمام وارثین کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے، اور وارثین میں کوئی صغیر بچہ ہو تو اس کی اجازت کا اعتبار بھی نہیں ہے اس لئے ان کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔اور ایسی مجلسوں میں عورتوں اور مردوں کا ہجوم ایک فتنہ کا باعث ہے، اور رمضان کے مہینہ میں دن میں ایسی زیارتوں کا کھانا رکھنا حرام ہے۔ اس سے روکنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔میت پر ہنود کی طرح رونے اور سینہ پیٹنے کی حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

ختم قرآن کے لئے دعوت نامہ لکھ کر دوسرے گاؤں سے رشتہ داروں کو بلانا اسی طرح مجلسِ غم میں دوسرے گاؤں کے لوگوں کو حاضر رہنے کی دعوت دینا یہ سب بھی صرف ریاکاری کے لئے ہوتا ہے، اس کا کوئی فائدہ مرحوم کو نہیں ہوتا، بلکہ اس میں بھی جو خرچ ہوتا ہے وہ آنے والوں کو ہوتا ہے، دونوں فضول ہیں، ایسی فضول اور لایعنی باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱﴾ کیا نیاز حسین جائز ہے؟

سوال: محرم کے مہینہ کے شروع دنوں میں نیاز حسین کے نام سے جگہ جگہ شربت پلایا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ یہاں ایک مولانا صاحب اسے حرام بتلاتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نیاز حسین کے نام سے جو کچھ پلایا یا کھلایا جاتا ہے وہ تو حرام ہی کہلائے گا، اس لئے کہ نیاز اور نذر خدا کے علاوہ کسی مخلوق کے لئے کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ یہ کھلانا پلانا اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس کا ثواب دوسرے شہیدوں کو یا اور مرحومین کو بخشا جائے تو اس میں گنجائش ہے۔ اور ایسی چیزوں کے حقدار صرف محتاج ہیں، مالداروں کے لئے اس کا کھانا پینا جائز نہیں ہے۔

اس کے باوجود محرم کے شروع دنوں میں شربت وغیرہ پلانے کا جو رواج ہے اور وہ زیادہ تر نیاز حسین کے نام سے ہی ہوتا ہے، اس لئے ان دنوں میں ایسا کوئی کام نہ کرنا ہی بہتر ہے کہ جس سے دوسروں کو اس کا وہم یا شک پیدا ہو، چاہے تقسیم کرنے والے کی نیت کتنی ہی اچھی ہو، لیکن ظاہری طور پر وہ شک کو پیدا کرنے والی ہونے کی وجہ سے اس کا کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۹۲﴾ رجب کے کونڈے بھرنا بدعت ہے

سوال: کچھ جگہوں پر رجب کی ۲۲ر تاریخ کو "رجب کے کونڈے" بھرے جاتے ہیں، جو لوگ کونڈے بھرتے ہیں وہ اس عقیدہ سے بھرتے ہیں کہ یہ حضرت جعفرؒ کے کونڈے ہیں، اور اس طرح پکا کر کھلانے سے پورا سال سکھ چین (اطمینان) سے گذرے گا، اور روزی میں اضافہ ہوگا۔ رجب کے کونڈے میں کھیر (شیر)، پوری، شیرینی اور سبزی پکائی جاتی ہے، جہاں تک امام جعفرؒ کی فاتحہ خوانی نہ ہو جائے وہاں تک وہ پکی ہوئی چیزیں نہیں کھائی جاتی،

نیز کھانے کے لئے جو دستر خوان بچھایا گیا ہو اسی پر کھانا ضروری ہوتا ہے، اور ایک برتن میں (جس میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے) سب کو ہاتھ دھونا ضروری ہوتا ہے، کھانا اس دستر خوان سے باہر نہیں لے جا سکتے، اور جو کھانا بچ جائے اسے (شام کو ۶ سے ۷ کے درمیان) پانی میں، ندی میں یا تالاب میں بہا دیا جاتا ہے، اور حیض والی عورتیں وہ کھانا نہیں بنا سکتی اور کھا بھی نہیں سکتی، ایسا اعتقاد لوگوں کا ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ رسم اسلامی نظریہ سے کیسی ہے؟ حضرت جعفرؒ کا مختصر تعارف تحریر فرما کر رجب کے کونڈے کی کوئی اصل ہو تو بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رجب کے کونڈے کے بارے میں جو عقیدہ لکھا گیا ہے وہ جملہ اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، اور ایسا کھانا کھانا جو اللہ کے علاوہ دوسرے کسی بھی شخص پر چڑھایا گیا ہو ناجائز اور حرام ہے۔ رجب کے کونڈے کی کوئی حقیقت قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے۔ بطن پرست اور حریص لوگوں نے کھیر کھانے کے لئے بنائی ہوئی رسم ہے۔ یہ رسم اصل شیعہ لوگوں کی ہے جو ہمارے یہاں بھی مروج ہوگئی ہے۔

﴿۱۹۳﴾ غوث پاک کی نیاز

سوال: حضرت غوث پاک کے نام سے نیاز کرنا فرض، واجب یا مستحب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نذر، نیاز اللہ کے علاوہ کسی کی بھی کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۹۴﴾ چہلم، دہائی کرنا

سوال: میت کے ایصال ثواب کے لئے چہلم، دہائی یا چالیسواں کرنا اور اس میں فاتحہ پڑھ کر پھول اور صندل سونگھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... من گھڑت اور پیٹ پوجا کرنے کے لئے بطن پرست لوگوں کا شریعت کے اصولوں کے خلاف ایک رواج ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کے متبعین کو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵﴾ دفن کے بعد فاتحہ بدعت ہے؟

سوال: میت کی تدفین کے بعد کیا چالیس قدم چل کر فاتحہ پڑھنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کی تدفین کے بعد وہاں کھڑے رہ کر اپنی مرضی کے مطابق جو پڑھنا چاہیں پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن چالیس قدم چل کر فاتحہ پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بہت سے صحابہ حضور ﷺ کے زمانہ میں دفن ہوئے لیکن کسی پر بھی فاتحہ پڑھنا یا چالیس قدم کے بعد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

﴿۱۹۶﴾ درگاہ پر پیسے چڑھانا

سوال: عید کے دن لوگ قبرستان میں واقع درگاہ پر پیسے ڈالتے ہیں اور ایک شخص ان پیسوں کو لے لیتا ہے تو کیا یہ پیسے ڈالنا اور لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... درگاہ یا ولیوں کے مزار پر ہمارے یہاں جو پیسے یا پھول وغیرہ ڈالے جاتے ہیں وہ حقیقت میں ڈالے نہیں جاتے بلکہ چڑھائے جاتے ہیں، اور ان دونوں میں فرق ہے۔ چڑھانے کی صورت میں نیت یہ ہوتی ہے کہ اس سے بزرگ خوش ہوں گے اور ہماری مراد پوری ہوگی، اور ہمیں بزرگ کے پاس خاص مرتبہ حاصل ہوگا۔ اس کا ثبوت اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ اس طرح پیسے ڈالنے والے سے کہو کہ یہ پیسے کسی غریب ومحتاج کو دے دیں اور اس کا ثواب بزرگوں کی روح کو بخش دو تو وہ شخص اس

کے لئے راضی نہیں ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حصول قربت کے لئے یہ پیسے صدقہ نہیں کئے گئے بلکہ چڑھاوا چڑھایا گیا ہے۔

اس لئے ہر وہ چیز جو اللہ تعالی کی مبارک ذات کے علاوہ کسی دوسرے کی منت ماننے یا چڑھاوے میں چڑھائی گئی ہو بالکل جائز نہیں ہے۔ حرام ہے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے مزار پر پیسے، چراغ، تیل وغیرہ جو چیزیں چڑھانے کے لئے لے جاتے ہیں وہ بالاتفاق باطل اور حرام ہے۔ (۱۲۸/۲)

اس لئے درگاہ پر پیسے ڈالنا ہی حرام اور معصیت ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔ اور اس طرح ڈالے ہوئے پیسے لینا یا استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۷﴾ نماز کے بعد غلافِ کعبہ کے کپڑے کو چومنا

سوال: جمعہ کی نماز کے بعد کالے رنگ کا ایک کپڑا جسے کعبہ شریف کا غلاف کہتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ اسے بوسہ دینے کا مقصد کعبۃ اللہ کی عظمت ظاہر کرنا ہے۔ تو اس رسم کی اصل کیا ہے؟ اور اسے بوسہ دینا کیسا ہے؟ کیا سچ مچ کعبہ شریف کے غلاف کے ٹکڑے مکہ شریف میں بکتے ہیں؟ اور اس کے کیا کیا فوائد ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کعبہ شریف کے غلاف مکہ شریف میں بکتے ہیں یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں ہے، لیکن ہر نماز کے بعد اسے بوسہ دینا اور اس کو رواج دینا، اسی طرح بوسہ نہ دینے والے کو برا سمجھنا یا مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۸﴾ درگاہ کے گلہ کے پیسوں کا مصرف

سوال: ہمارے یہاں مسجد کے صحن میں دو تین بزرگان کرام کے مزار ہیں، وہاں پہلے سے گلے

رکھے گئے ہیں، لوگ اس میں پیسے ڈالتے ہیں، وہ ہر مہینہ نکال لئے جاتے ہیں، ان پیسوں سے ہر سال بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی جاتی ہے باقی جو پیسے بچیں تو اس رقم سے بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے مسجد کی چٹائی خریدی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بزرگوں کے مزار پر گلے میں جو پیسے ڈالے جاتے ہیں اس میں پیسے ڈالنے والوں کی کیا نیت ہوتی ہے؟ جس نیت سے ڈالے ہوں گے اسی کے مطابق منتظمین اس کام میں خرچ کر سکتے ہیں۔ اس غلہ میں منت کے پیسے ہوں تو اللہ کے علاوہ کسی اور کی منت ماننا حرام ہے۔ اس لئے ایسے پیسوں کو مسجد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۹﴾ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر غلط رسم

سوال: غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے گجرات، کوکن، اور کاٹھیاواڑ کے بڑے شہروں اور قصبوں میں مسند کی بنیاد اور نشانی ہوتی ہے۔

یہ سلسلہ کہاں سے شروع ہوا؟ اس نے مذہب کے نام سے لوگوں کو عقیدت مند بنا لیا ہے، اس میں بہت بدعتیں معلوم ہوتی ہیں، راندیر سے اس سلسلہ کی ابتداء ہوئی ہے، اور انکے نام سے پیسے، غلہ، بکرا، اور نیاز کے پیسے وصول کئے جاتے ہیں، اور ہدیہ کے نام سے بھی رقم لی جاتی ہے، انکے نام کا ہر سال عرس منایا جاتا ہے۔ تھوڑا بہت پیسہ خرچ کر کے باقی پیسے خلیفہ ہضم کر جاتا ہے، تو کیا یہ اسکا حق ہے؟ شریعت و طریقت میں اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غوث اعظم حضرت مولانا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ امت کے بہت ہی بڑے درجہ کے شریعت کے

پابند اور سنتوں پر مضبوطی سے عمل کرنے والے روشن دل بزرگ تھے۔ انکی تعلیم، وعظ اور کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں سنت و شریعت کی پابندی کا پورا اہتمام اور بدعتوں سے بہت نفرت تھی۔ لیکن لوگوں کی انکے ساتھ محبت وعقیدت کی وجہ سے بطن پرست اور دنیا طلب لوگوں نے غلط فائدہ اٹھا کر دنیا کمانے کا ایک راستہ پیدا کرلیا ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار انکے انتقال کے بعد کرتے رہے ہیں۔

عرس منانا جائز نہیں ہے، اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی نذر ماننا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے نذر کے جو پیسے آتے ہیں وہ بھی حرام ہی کہلائیں گے۔ اس لئے ان کو واپس کر دینا چاہئے۔ واپس نہ کر سکتے ہوں تو غریبوں محتاجوں کو دے دیا جائے۔ ان کو استعمال کرنا یا ہضم کر جانا جائز نہیں۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی نذر، نیاز وغیرہ کھانا بھی حرام ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۰﴾ محرم کا چالیسواں منانا کیسا ہے؟

سوال: کھنبھات (گجرات کے ایک شہر کا نام) میں محرم کے چالیسویں دن چالیسا کیا جاتا ہے، دسویں محرم تو سب جگہ منائی جاتی ہے، لیکن ساتھ میں یہ چالیسا بھی منایا جاتا ہے، اس دن اصل جگہ پر سے دوپہر کو سواری نکالی جاتی ہے، اس میں ایک سنوارا ہوا جنازہ چار لوگ اٹھاتے ہیں دوسرے اسے کاندھا دیتے ہیں، اور مرثیہ پڑھتے ہوئے تین گھنٹوں میں اس جگہ پر پہنچتے ہیں، وہاں کاغذ اور بانس کا ایک پتلا پہلے سے بنایا ہوا تیار ہوتا ہے، کچھ لوگ اس پتلے کو تیر مارتے ہیں تیر لگنے سے اس پتلے سے خون نکلتا ہے پہلے سے اس میں لال

رنگ کی سیال چیز بھری ہوئی ہوتی ہے، وہ نکلتی ہے۔ اس لال سیال (لال رنگ) کو لوگ کود کود کر ہاتھ میں لے کر چاٹتے ہیں، یہ سب کیا ہے؟ شریعت اسلامی کی رو سے کیا اس میں سے کچھ بھی مناسب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سوال میں بتائی گئی تفصیل اگر سچ ہے تو اس کا معصیت ہونا اور غیر اسلامی ہونا ظاہر ہے۔ اس میں پوچھنے جیسی کوئی بات نہیں ہے۔ ایسا کرنے والے مسلمان سخت گنہگار ہیں، ایسے کاموں کو چھوڑ کر توبہ کرنی چاہئے۔

حضور ﷺ نے تو کسی کے انتقال پر (بیوہ کے علاوہ) تین دن سے زیادہ غم منانے سے منع کیا ہے، تو حضرت حسینؓ کا غم، جس واقعہ کو آج مسلسل ۱۳۰۰ سال سے زیادہ ہو گئے ہیں اس کے باوجود منانا کہاں سے جائز کہلائے گا؟

فقہاء حضرات حقیقی جنازے کے ساتھ مرثیہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو غم کا مصنوعی جنازہ بنانا اور اس پر مرثیہ پڑھنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے؟ تصویر اور بت بنانے کی سخت ممانعت بخاری شریف وغیرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور پتلا بنا کر اس میں لال رنگ کی سیال چیز بھر کر تیر مار کر اس سیال کو باہر نکالنا اور چاٹنا یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ رام نومی (ہندوؤں کا تہوار) پر ہنود جس طرح راون کا پتلا بنا کر اس کے سامنے ڈھونگ کرتے ہیں اسی کی اندھی تقلید کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے نیز ایسے جلوس اصل میں شیعہ لوگ نکالتے ہیں ان کی پیروی سنیوں کو نہیں کرنی چاہئے۔ یہ حضرت حسینؓ کی محبت نہیں بلکہ دشمنی ہے، جو بالکل حرام اور شرک کے مساوی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۱﴾ میت کو قبرستان لے جاتے وقت بلند آواز سے کلمہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: میت کو قبرستان لے جاتے وقت سب مل کر بلند آواز سے کلمہ پڑھیں تو کیا یہ جائز

ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... میت کو قبرستان لے جاتے وقت دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کرنا چاہئے، اور کلمہ پڑھنا چاہئے اور جنازے کے پیچھے چلنا چاہئے۔ بلند آواز سے کلمہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۲﴾ انتقال کی پہلی برسی پر اخبار میں میت کی تصویر دے کر اسے یادوں کا تحفہ پیش کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں حقیقی بھائی و بہن ہیں، ہندہ اللہ پاک کی رحمت کو پہنچ جاتی ہے، تو اس کا بھائی زید اخبار میں اس کی تصویر چھپواتا ہے اور نیچے اس طرح لکھواتا ہے:

”یادوں کا تحفہ“

مرحومہ بہن ہندہ......

آج تیری پہلی برسی کے موقع پر ہمیں موت و حیات کے درمیان کا فرق معلوم ہوا، کھلتے پھول کی طرح پھیلی ہوئی تیری خوشبو ہماری زندگی کا انمول سرمایہ ہے، تیری دانشمندی، کام کا انداز، ملنساری، گھر والوں سے ہمدردی ہر پل یاد آتی ہے۔ یہ پہلی برسی کے موقع پر اشکبار آنکھوں سے تجھے یادوں کا تحفہ پیش کرتے ہیں، اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ تیری روح کو سکون عطا فرماوے، اور تجھے جنت نصیب کرے۔ تیرا پیارا بھائی: **زید**

پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا اس طرح مرحوم کو یاد کر کے اخبار میں اشتہار دینا جائز ہے؟ اور کیا اس طرح مرحوم کو ثواب پہنچتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... شریعت مطہرہ میں مرحومین کو یاد کرنے یا ان کو ایصال

ثواب کرنے کے خاص اصول اور طریقے متعین ہیں، ان کے مطابق عمل کرنے سے ہی مرحوم کو فائدہ پہنچتا ہے اور ان کی روح کو سکون ملتا ہے، اس لئے شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ اور اپنی طرف سے ایجاد کردہ طریقوں سے بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس میں دین و دنیا دونوں کی بربادی ہے۔

سوال میں مذکور طریقہ نیا ہے، کسی بھی مسلمان نے آج تک ایسا لایعنی کام نہیں کیا ہوگا؟ اس میں عورت کی تصویر چھپوانا کہاں سے درست ہوسکتا ہے؟ عورتوں کے حدود کی پابندی اور غیر مردوں کی نظر تک سے بچانے کے لئے شریعت نے حکم دیا ہے، تاکہ شہوت پرستوں کی نظر ان پر نہ پڑے۔

تصویر بنانے، بنوانے کے لئے بخاری شریف میں بہت ہی سخت حدیث بیان کر کے دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ ان اخبار کو پڑھ کر ان کا پارسل بنایا جائے گا، وہ پیروں میں آئے گا، تو یہ بے حرمتی نہیں ہے؟ اس سے تو اتنے پیسوں کا صدقہ کر کے مرحومہ کو اس کا ثواب بخش دیا جائے تو یہ زیادہ مفید ہوگا۔ مطلب یہ کہ اوپر کا طریقہ اسلامی طریقہ، غیرت اور شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا چاہئے۔ اور اگر ایسا کرلیا ہو تو اس سے توبہ و استغفار کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۳﴾ دعائے ثانیہ میں درود شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

سوال: جن مسجدوں میں دعائے ثانیہ ہوتی ہے وہاں امام ان اللہ سے تسلیما تک پڑھتا ہے تو کیا ہم پر درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ایک مجلس میں جب بھی حضور ﷺ کا نام نامی آئے تو

ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا بہتر ہے، اور پوری مجلس میں ایک مرتبہ بھی درود پڑھ لیا جائے اور دوسری مرتبہ نہ پڑھا جائے تو کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے، اس لئے دعائے ثانیہ میں اوپر کی آیت جب پڑھی جائے تو آگے پیچھے درود شریف پڑھ لیا جائے یا اس وقت اتنی آہستہ سے درود پڑھے کہ کسی کو ایسا وہم نہ ہو کہ یہ بھی دعائے ثانیہ کی بدعت میں ملوث ہے۔

﴿۲۰۴﴾ محرم کے تعزیہ کے بارے میں حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ۱۰ر محرم کو جو تعزیہ نکالے جاتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ یہ رواج کب سے اور کس نے شروع کیا؟ اس میں شرکت کرنا یا مالی، جانی امداد کرنا، اس کے جلوس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مہینہ یا دن میں اللہ کے رسول سے کیا ثابت ہے؟ اس کا تفصیلی جواب حدیث وفقہ اور معتبر تاریخی حوالوں سے بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تعزیہ بنانا اور اس میں کسی بھی طرح کی مدد کرنا، جلسہ جلوس میں شرکت کرنا خلاف شریعت ناجائز اور حرام فعل ہے۔ اسی طرح چڑھاوا چڑھانا، نظر اور منت ماننا اور اس کے سامنے جھکنا، لوٹنا، لال پیلے دھاگے باندھنا وغیرہ وغیرہ شرک کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے اس سے ایمان کے جانے کا خطرہ ہے۔ اس لئے ایسی بیہودہ باتوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے اور اپنی طاقت کے مطابق دوسروں کو بھی بچانا چاہئے۔ ان دنوں حدیث شریف سے حسب ذیل کام کرنے کی ترغیب آئی ہے:

(۱) نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں محرم کا روزہ رکھنا، اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔

(۲) دسویں محرم کو اپنے اہل وعیال پر زیادہ خرچ کرنا، اس سے پورے سال روزی میں

برکت رہے گی۔اس لئے یہ باتیں لائق عمل ہیں اور اسلامی تعلیم کے مطابق ہیں۔

اور جو غیر اسلامی رسومات ہیں جن کا مختصر بیان جواب کے شروع میں آچکا ہے وہ رسومات اور ان میں بھی خاص طور سے تعزیہ بنانے کی ابتداء ہندوستان میں ایک شیعہ بادشاہ تیمور لنگ نے کی تھی، اور اس سے پہلے'' معز ولہ '' نامی شخص جو کٹر شیعہ تھا اور جس نے بغداد کی اسلامی حکومت کی جڑیں کمزور کرنے میں قائدانہ رول ادا کیا تھا اس کے عقائد عیسائیوں کے عقیدوں کی طرح تھے، اس نے سب سے پہلے گنبد جیسے تعزیئے بنا کر بازاروں میں پھیرائے تھے۔

شیعوں کا ایڈیٹر صاف لکھتا ہے کہ ہندوستان میں تعزیوں کی ابتداء ہمارے جد امجد تیمور لنگ نے کی تھی ،اور پھر دوسرے شیعہ مذہب کے بادشاہوں نے اس میں کمی زیادتی کر کے انکی پیروی کی ، مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے مہینہ میں جو غیر اسلامی رسومات شروع ہوئے اس کے اصل بانی شیعہ ہی تھے۔اب سنی مسلمان خود فیصلہ کریں کہ وہ شیعہ مذہب کے پیروکار ہیں یا حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنتوں اور طریقوں کو ماننے والے ہیں؟ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۵﴾ کیا علوانی ضرب کھیلنا جائز ہے؟

سوال: تلوار، گُرج اور علوانی اور المدد سے ضرب کرتے ہیں،تو کیا شریعت جسم پر ظلم کرنے کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہلوانی، گُرج،تلوار وغیرہ کھیلنا اور اپنے بدن پر مار کر زخم کرنا کہاں سے جائز کہلائے گا؟ وہ تو ایک طرح کا کھیل کود اور لہو ولعب ہے۔اس میں بے پردہ یا

باپردہ عورتوں کا حصہ لینا، ڈھول تاشہ بجانا وغیرہ سب ناجائز اور خلاف شریعت افعال ہیں۔
حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کو مذکورہ بالا کاموں سے ذرا بھی مناسبت نہیں ہے، نہ ہی انہوں نے ایسا کیا ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کے لئے کہا ہے۔ بلکہ فرمان خداوندی **لا تلقوا بایدیکم الی التهلکه** ''اپنے ہاتھوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو'' کے تحت اپنے بدن کو زخمی کرنے کا گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۶﴾ چلہ میں جانا بدعت نہیں ہے۔

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام صاحب کا کہنا ہے کہ ''تین چلے جماعت میں جانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تین چلے نکلنے پر پابندی تھی۔'' جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس فتنہ کے دور میں احکام خداوندی اور حضور ﷺ کی پاکیزہ سنتوں کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، ایسے وقت میں تین چلے جانا بہتر ہے۔ تو شرعی حکم بتاکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسے پیش ائمہ جو غلط مسئلہ بتاتے ہوں اور ساتھ ہی قرآن شریف اور حدیث کا غلط حوالہ دیتے ہوں، ان سے اللہ کی پناہ!
ان سے پوچھو کہ قرآن کی کونسی آیت یا حدیث شریف کا یہ حکم ہے؟ اور کہاں لکھا ہے؟ ''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تین چلے نکلنے کی پابندی تھی'' وہ کہاں لکھا ہے؟ وہ مسلمانوں کو دین کے نام سے دھوکہ اور فریب دے رہے ہیں۔
اصل واقعہ تاریخ اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: ایک مرتبہ رات کو حضرت عمرؓ اپنی رعیت کی خبر گیری کے لئے نکلے، تو ایک جگہ ایک گھر میں سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی وہ اپنے شوہر کی یاد میں کچھ اشعار گنگنا رہی تھی، جو حضرت عمرؓ نے سن لئے، تحقیق کرنے سے معلوم

ہوا کہ اس عورت کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور اس کا شوہر قلیل مدت ساتھ رہ کر جہاد کے لئے اسلامی لشکر کے ساتھ گیا ہوا ہے۔

حضرت عمرؓ وہاں سے آکر سیدھے اپنی بیٹی اور ہماری ماں ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور پوچھا کہ عورت کتنے ماہ اپنے شوہر سے جدا رہ سکتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا: چار ماہ۔

فوراً ہی حضرت عمرؓ نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ کوئی بھی شادی شدہ مرد چار مہینوں سے زیادہ اپنی عورت سے دور جہاد میں نہ رہے۔ واپس گھر آکر اپنے بال بچوں سے مل لے۔ (واقعہ مختصر ذکر کیا ہے) اس سے کیا حکم معلوم ہوا؟ افریقہ، انگلینڈ وغیرہ مقامات پر کام کے لئے جانے والوں کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں؟ جو پیسے کمانے کے لئے کئی سالوں تک اپنی عورتوں سے جدا رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۷﴾ مبارک راتوں میں مولود پڑھنا

سوال: گیارہویں شریف، بارہ وفات، شب معراج، شب براءت کی راتوں میں کیا مسجد میں مولود شریف پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بدعت ہے۔ حضور ﷺ کی تعلیم، پیدائش وغیرہ کا ذکر کرنا نیک کام ہے۔ لیکن خارجی پابندی اور موجودہ زمانہ میں رسم بن جانے کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۰۸﴾ دعائے ثانیہ بدعت ہے

سوال: ہر نماز میں سنت و نوافل کے بعد دعائے ثانیہ مانگنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دعائے ثانیہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

بدعت ہے۔ ہر شخص جب اور جتنی چاہے دعا مانگ سکتا ہے، لیکن ایک مرتبہ فرض نماز کے بعد دعا ہو چکی پھر دوبارہ سنت ونوافل کے بعد ضروری سمجھ کر سب کامل کر دوبارہ دعا کرنا یہ بدعت ہے۔ انفرادی طور پر جتنی چاہے دعا مانگی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹﴾ راتب کیا ہے؟

سوال: راتب کیا ہے؟ تصوف کے ساتھ اس کو کیا نسبت ہے؟ رفاعی سلسلہ کے ساتھ یہ مستی اور یہ کرتب جوڑے جاتے ہیں، وہ کہاں تک صحیح ہیں؟ اس میں گُرج مارنا اور دوسری بدنی ایذائیں راتبی اپنے اوپر کرتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور شریعت میں اسکا کیا درجہ ہے؟

اس میں مستعمل دُف، دائرے، نقارہ کا کیا حکم ہے؟ اور سب سے زیادہ اس میں پڑھی جانے والی رفاعی بزرگوں کی شرک آمیز منقبت اور ان سے مانگی جانے والی امداد کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کوکن اور گجرات کے بعض خطے، بلساڑ، سورت وغیرہ میں خاص کر رفاعی سلسلہ کی راتب خوب زور وشور سے رائج ہے، آج پینتیس سالوں سے میں یہ دیکھ رہا ہوں۔

یہاں ایک بھائی پیر کے مرید ہونے کی وجہ سے راتب کے بہت شوقین ہیں، راتب کے دن اسے ایک کمرے میں بند کر دیا جاتا ہے، لیکن رات کو راتب شروع ہوتے ہی اس کے نقارہ کی آواز سنتے ہی وہ مستی میں آ جاتا ہے، اور ممکن حد تک راتب میں شامل ہونے کے لئے باہر آ کر مست بن جاتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ اس راتب اور اس کے حال اور قال پر شرعی رو سے روشنی ڈال کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... راتب کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اسی طرح

دینی تصوف کو بھی راتب کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ حال وقال کے جو کرتب دکھائے جاتے ہیں انہیں شریعت کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ بلکہ اس میں پڑھے جانے والے شرک آمیز قصیدے اسلام کے عقیدۂ توحید کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس کے حال اور قال کے حیرت انگیز کرتبوں سے متاثر ہو کر اس کے عقیدتمند ہونے کی اور کرتبوں کو سچائی کی دلیل اور کرامت سمجھنا غلط ہے۔

ایسے کرتب تو غیر مسلم بھی بتا سکتے ہیں۔ جیسا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک یہودی کے ایک ایسے کرتب کے بارے میں لکھا ہے: کہ امام صاحب ایک قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، اس قافلہ میں ایک یہودی بھی تھا، اسنے راستہ میں سے ایک مینڈک پکڑا، جب وہ قافلہ ایک عیسائی بستی پر سے گزرا تو اس یہودی نے ان گاؤں والوں کو وہ مینڈک بیچ دیا۔ اور یہ کہہ کر بیچا کہ یہ خنزیر ہے، تو ایک عیسائی نے ارزاں سمجھ کر اسے خرید لیا، اسے وہ مینڈک خریدتے وقت خنزیر ہی معلوم ہو رہا تھا۔

جب یہودی قیمت لے کر بستی سے باہر نکلا، تو اس مینڈک کو خریدنے والے کو وہ مینڈک ہی دکھائی دیا، تو بستی والوں نے یہودی کا پیچھا کیا، جب بستی والے قافلے کے پاس پہنچے اور یہودی کو پکڑنے کی کوشش کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہودی کا سر دھڑ سے جدا ہو کر زمین پر چکر لگا رہا ہے، بستی والے یہ دیکھ کر بھاگ گئے۔ اب یہودی کا سر جو دھڑ سے جدا ہو کر زمین پر چکر لگا رہا تھا وہ امام اوزاعی سے پوچھنے لگا کیا بستی والے چلے گئے؟ تو آپ نے ہاں میں جواب دیا، تو وہ سر کود کر پھر دھڑ سے چپک گیا۔ اور قافلہ کے ساتھ وہ یہودی شامل ہو گیا۔

تو کیا اس کرتب کو یہودی کی کرامت مان کر اسے بزرگ مان لیا جائے؟ یہی بات ہے کہ اسلام میں صرف کسی عجیب یا حیرت انگیز کرتب دکھانے یا کرنے سے کسی کو ولی یا پیر نہیں مانا

جا تا۔ بلکہ ایسی عجیب بات کرنے یا دکھانے والے کے عقیدہ اور اعمال اسلامی اصولوں کے موافق ہیں یا نہیں؟ وہ دیکھا جا تا ہے۔ اگر اسلامی اصولوں کے موافق اس کے عقائد و اعمال ہوں اور اس سے کوئی حیرت انگیز یا عجیب بات ظاہر ہو تو بیشک اسے کرامت کہیں گے۔

رہی یہ بات کہ راتب کے نقاروں کی آواز سن کر کسی نوجوان کا مست ہو کر حجرے سے باہر نکل جانا وغیرہ حیرت انگیز کاموں سے متاثر ہو کر راتب بجانے والوں یا اس نوجوان کی یا کسی بزرگ کی کرامت نہیں سمجھنی چاہئے۔ بعض دلکش آوازیں یا اشعار سننے سے سامعین پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے، جسکی وجہ سے وہ مست بن جاتے ہیں، اور اس مستی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اس سے سخت بندشیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں، اس لئے ایسی مستی کو اسلام نے بزرگی کی علامت نہیں بتائی، بلکہ بعض اوقات ایسی مستی جانوروں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے، مثلاً: اونٹوں کو مست کرنے کے لئے اونٹ والے کچھ اشعار پڑھتے ہیں جسے عربی میں حدی کہتے ہیں۔ تو اس حدی کی آواز پر اونٹ مست ہو کر اپنی تھکن بھول جاتا ہے، نیز سپیرے کی بین کی آواز سن کر سانپ مست ہو کر اپنے آپ کو سپیرے کے قبضہ میں سونپ دیتا ہے، ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ جو مستی اللہ کی محبت اور اللہ کے حکموں کی تابعداری میں نہ ہو ایسی مستیوں میں اور جانوروں کی مستیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۰﴾ کھڑے کھڑے سلام پڑھنا

سوال: وعظ اور مولود شریف کے اختتام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے سلام پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بلند آواز سے اور کھڑے ہو کر سلام پڑھنا بدعت اور ناجائز ہے۔ اس لئے کہ جس اعتقاد اور یقین کے ساتھ کھڑا ہوا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

﴿۲۱۱﴾ دعائے ثانیہ میں درود شریف پڑھنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے بعد دعائے ثانیہ کی جاتی ہے، اور کچھ بھائی اس میں حصہ نہیں لیتے، اس لئے کہ حضور ﷺ سے دعائے ثانیہ ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس وقت وظیفہ یا اپنی دعا مانگتے ہیں، اس دعائے ثانیہ میں اخیر میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور پھر پیش امام زور سے درود شریف پڑھانے کے لئے "ان الله و ملئكتهٗ پڑھتے ہیں، اور مقتدی زور سے درود شریف پڑھتے ہیں، تو کیا اس وقت ہم لوگ وظیفہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا مسجد میں صرف بیٹھے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہم کو درود شریف پڑھنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مروجہ دعائے ثانیہ حضور ﷺ اور اسی طرح صحابہؓ اور تابعینؒ سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے اس طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق جتنی مرتبہ چاہیں دعا مانگ سکتے ہیں۔

صورت مسؤلہ میں سراًدل میں درود شریف پڑھ لیا جائے، بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔ اس لئے کہ جب بھی حضور ﷺ کا ذکر مبارک آوے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے، اس لئے اگر اس مجلس میں پہلے کسی بات پر درود شریف پڑھ لیا ہو تو امام صاحب کے اس آیت کے پڑھنے کے وقت درود شریف نہ پڑھا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بدعت کی مخالفت کرنے کا ثواب بھی ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۲﴾ دعائے ثانیہ کے لئے کیا حکم ہے؟

سوال: بہت جگہوں پر دعائے ثانیہ مانگی جاتی ہے، اسے بدعتی حضرات ضروری سمجھ کر امام کو

دعا مانگنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے خیال کے مقتدیوں کو دعائے ثانی میں حصہ لینا چاہیئے یا نہیں؟

ایک شخص کا کہنا ہے کہ بدعتی حضرات پانچ نمازوں میں سے ایک دو نمازوں میں آتے ہیں، اور زیادہ تر مقتدی بدعتی نہیں ہیں۔ وہ لوگ دعائے ثانی میں حصہ نہ لیں تو پھر امام، مؤذن اور ایک دو بدعتی ہوں گے، ان لوگوں کے کم ہونے کی وجہ سے دعائے ثانی میں تقویت نہیں رہے گی۔ اس طرح لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ کام غلط ہے۔ اس لئے اگر ہم حصہ لیں گے تو اس بدعت کو تقویت ملے گی۔ اور ہمارے خیال کے لوگوں کی بھی عادت ہو جائے گی۔

دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ امام کے ساتھ دعا مانگنے میں گناہ تو نہیں ہوتا۔ تو پہلے شخص کا کہنا ہے کہ بدعت کو تقویت ملی تو گناہ کا امکان ہے، اس لئے دعائے ثانیہ میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔

اس لئے آنجناب تفصیل سے بتائیں کہ دعائے ثانیہ میں حصہ لیا جائے یا نہیں؟ کسی شخص کو اس کے بدعت ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس میں حصہ لے تو اسے گناہ ہو گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دعائے ثانیہ اجتماعی طور پر مانگنا اور اس میں فاتحہ پڑھنا بدعت ہے۔ اور حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس طریقہ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اسی طرح اس کام کے لئے کسی کو مجبور کر کے کرانا بہت ہی غلط بات ہے، اور جو لوگ اسے بدعت سمجھتے ہیں ان لوگوں کو اس میں ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔ اس سے بدعت کو تقویت ملے گی۔ اور تمہارے دلوں میں بدعت کی نفرت کم ہو جائے گی۔ آپ لوگ خود پابندی کے بغیر جتنی مرتبہ چاہو دعا مانگ سکتے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۳﴾ فاتحہ اور دعائے ثانیہ سے متعلق

سوال: ہمارے یہاں جمعہ مسجد میں امام صاحب ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے دعا

مانگتے ہیں اور دعا کے بعد بلند آواز سے فاتحہ بولتے ہیں، تو کیا اس طرح جمع ہو کر دعا کرنا ثابت ہے؟ اور اسے روکنے کا اختیار متولی کو ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ فعل بدعت اور قابل ترک ہے۔ قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور جو کام خلاف شریعت ہو، متولیوں اور علماء کو اس سے منع کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴﴾ جماعت کے وقت عمامہ باندھنا

سوال: ہمارے امام صاحب نماز پڑھاتے وقت سر پر سفید رومال باندھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ عمامہ باندھنا چاہئے، تو کیا یہ سنت ہے؟ نہ باندھے تو کچھ گناہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عمامہ یعنی صافہ باندھنا سنت ہے، وہ ہر وقت کے لئے ہے، صرف نماز کے وقت کے لئے اسے سنت یا ضروری سمجھنا درست نہیں ہے۔ اس لئے امام صاحب سے کہو کہ ۲۴ر گھنٹے عمامہ باندھنے کی سنت کو اپنائیں۔ کچھ لوگ صرف نماز پڑھانے کے لئے عمامہ باندھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں اس لئے اسے منع فرما کر بدعت کہا گیا ہے۔

﴿۲۱۵﴾ سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا بدعت نہیں ہے

سوال: ایک شخص نے سلام کیا، دوسرے شخص نے سلام کا جواب دیا اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ تو سلام کرنے والے نے کہا کہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور ﷺ نے نہیں کہا ہے، اور اوپر کے الفاظ کہو گے تو بدعت کہلائے گا، اس لئے اوپر کے سوال کا جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سلام کے جواب میں ''وعلیکم السلام'' کے ساتھ ''ورحمۃ

اللہ اور و برکاتہ" کہنا بھی جائز ہے۔ بلکہ بہتر ہے۔ اور اسکا ثبوت قرآن شریف کی آیت سے اسی طرح حدیث شریف اور فقہ کی کتابوں سے ہے اس لئے اسے بدعت کہنا صحیح نہیں ہے۔ (درمختار اور شامی: ۲۶۶/۵،)۔

مشکوۃ شریف ص: ۳۹۷ پر عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور السلام علیکم کہا، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا، اور وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: 'دس نیکیاں' پھر ایک دوسرا شخص آیا اسنے سلام کے ساتھ ورحمۃ اللہ کے الفاظ بڑھائے، آپ ﷺ نے اس کو بھی جواب دیا وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: 'بیس نیکیاں' پھر تیسرا شخص آیا اس نے السلام علیکم کے ساتھ ورحمۃ اللہ و برکاتہ بھی کہا، آپ نے اسے بھی جواب دیا وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ (ترمذی شریف)۔ اس لئے سلام کرنے والے اور سلام کا جواب دینے والے کے لئے مذکورہ کلمات کہنا بدعت نہیں بلکہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۶﴾ محرم کے پہلے عشرہ میں گوشت کھانا حرام نہیں ہے

سوال: کیا محرم کے پہلے عشرہ یعنی ایک تاریخ سے دس تاریخ تک گوشت کھانا حرام ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو چیزیں کھانے کی یا پینے کی حرام یا ممنوع ہیں ان تمام کی وضاحت صحیح دلائل و آیات و احادیث و فقہاء کے اقوال کے ساتھ معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ محرم کے پہلے دس دنوں میں گوشت کھانا حرام ہونا کسی بھی معتبر کتاب میں لکھا ہوا نہیں ہے اس لئے سوال میں لکھی گئی حقیقت غلط ہے۔ ان دنوں گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بعض گمراہ فرقے حضرت حسینؓ کی شہادت کے غم پر کر سوگ مناتے ہیں، یہ

ان لوگوں کا عقیدہ ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے، اس لئے ایسے غلط عقیدہ پر عمل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کے خلاف کرنے میں ثواب بھی ملے گا۔ شرعی دلیل کے بغیر اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۷﴾ کیا مچھلی کے سالن کا فاتحہ دیا جا سکتا ہے؟

سوال: مچھلی کے سالن کا فاتحہ دیا جائے تو اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے چھوٹی یا بڑی کوئی بھی چیز کسی بھی شخص کو دی جائے یا کھلائی جائے تو اس سے ضرور ثواب ملتا ہے۔ اور یہ ثواب جسے چاہیں بخشا جا سکتا ہے۔ چاہے وہ چیز مچھلی ہو یا چنے ہوں۔ سب کے لئے ایک ہی حکم ہے لیکن اس کے لئے غلط پابندیاں جو شریعت نے نہیں لگائیں اپنی طرف سے لگانا یہ غلط بات ہے۔ اور اس غلط کام کا گناہ بھی زیادہ ہوگا۔ اس لئے ایسے غلط اور گمراہ طریقوں سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۸﴾ نماز کے بعد فاتحہ پڑھنا

سوال: نماز کے بعد جو فاتحہ پڑھی جاتی ہے وہ کس کی روح کو بخشی جا سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز کے بعد پڑھی جانے والی فاتحہ یہ حضور ﷺ یا دوسرے صحابہ یا ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ایسے غیر ثابت رواج کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ایسی ہی چیزوں کو بدعت کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۹﴾ پیر سے مرادیں مانگنا جائز نہیں ہے، حرام ہے

سوال: میں نے خود ایک پیر کی درگاہ پر دیکھا ہے کہ پانچ چھ سال سے ہندو اور مسلمان

لوگ مرادوں کے لئے پڑے ہوئے ہیں، اور عورتیں سر دھنتی بھی ہیں، ایک ہندو عورت کو دیکھا تو وہ درگاہ کے پاس سر ہلا کر دھن رہی تھی اور کہہ رہی تھی، ہائی ہائی! پیر باوا مجھے چھوڑ دو، اس طرح بولا کرتی ہے۔تو کیا پیر کی روح اس ہندو عورت کے بدن میں آتی ہے، روحیں تو علیین اور سجین میں جاتی ہیں تو وہ روح کیسے آتی ہے؟ یہ سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے یہ کیا ماجرا ہے؟ تفصیل فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں ذکر کردہ بات کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے، یہ غیر اسلامی بات ہے۔ایسا اعتقاد جائز بھی نہیں ہے اور ایسا کام بھی حرام ہے۔

﴿۲۲۰﴾ خطبہ کے وقت زینہ سے اترنا یا چڑھنا بدعت ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک پیش امام صاحب ہیں، وہ جمعہ کے دن ممبر پر خطبہ کے بعض کلمات پڑھ کر ایک زینہ سے اترتے ہیں، پھر کچھ کلمات پڑھ کر ایک زینہ اوپر چڑھ جاتے ہیں، تو کیا یہ کسی کتاب سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہو تو تفصیل فرما کر مہربانی فرماویں۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کے نزدیک جائز نہ ہو تو کس امام کے نزدیک جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مذکورہ طریقہ بدعت ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے، حضور ﷺ اسی طرح دوسرے کسی بھی بزرگان کرام یا عالم دین سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۱﴾ مردے کو دفن کرنے کے بعد اذان دینا کیسا ہے؟

سوال: مردے کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا شریعت کے کسی بھی اصول، قرآن شریف، حدیث شریف اور اجماع یا قیاس سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے اسے ناجائز اور بدعت کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۲﴾ عرس میں جانا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کے پاس عرس ہوتا ہے، اور وہاں تبلیغی جماعت کے امیر اور دوسرے تبلیغی بھائی بھی گئے تھے، تو انکے لئے کیا حکم لاگو ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عرس میں جانا جائز نہیں ہے۔ اور امیر ہو یا مأمور، دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ اس لئے توبہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۳﴾ تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا

سوال: میت کی تدفین عمل میں آجانے کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں میت کی قبر پر اذان پڑھنے کا دستور ہے، اور کہتے ہیں کہ اذان دینے سے منکر نکیر کے سوال وجواب آسان ہو جاتے ہیں، اور مردے پر سے عذاب دور کر دیتے ہیں، ایسا عقیدہ رکھنا اور قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کی تدفین عمل میں آنے کے بعد قبر پر اذان دینا ناجائز اور بدعت ہے۔ اور سوال میں مذکور عقیدہ بھی احکام اسلام کے خلاف ہے۔

﴿۲۲۴﴾ درگاہ پر چڑھائے گئے بکرے وغیرہ کا حکم

سوال: ایک شخص نے درگاہ پر اپنا ایک بکرا کھلا چھوڑ دیا تھا، پھر میں نے درگاہ کمیٹی والوں کو پیسے دے کر وہ بکرا خرید لیا، اب میرا ارادہ اس بکرے کی قربانی کرنے کا ہے، تو پوچھنا یہ ہے

کہ اس بکرے کی قربانی ہوسکتی ہے؟ بکرا ایک سال کا ہے، تفصیل سے جواب مرحمت فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سب سے پہلے تو یہ جان لینا چاہئے کہ اس طرح اللہ کے علاوہ اور کسی کے نام پر بکرا وغیرہ چڑھانا درست نہیں ہے۔ ناجائز اور حرام ہے۔ اور یہ بات قرآن کے واضح ارشاد سے ثابت ہے۔ اور وہ بکرا اس درگاہ کمیٹی والوں کی ملکیت میں آیا بھی نہیں ہے، اس لئے انہیں بیچنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ اور آپ نے ان سے خریدا ہے، تو آپ کے لئے اس کی قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۵﴾ پیٹھی وغیرہ شادی کے رسم ورواج

سوال: شادی سے پہلے پیٹھی لگانا، اور اگر پیٹھی والا شخص باہر نکلے تو جھپٹ میں آجاتا ہے ایسا اعتقاد رکھنا، شادی کے وقت لال جوتے ہی پہننا، ہاتھ میں ناریل اور گلے میں پھولوں کا ہار پہننا وغیرہ وغیرہ باتوں کا احادیث کی روشنی میں بالتفصیل جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شادی کے وقت پیٹھی لگانا، لال جوتے ہی پہننا، ہاتھ میں ناریل یا گلے میں پھولوں کا ہار پہننا، یہ سب غیر اسلامی اور غیر قوم کی اتباع میں آئے ہوئے طریقے ہیں، انہیں چھوڑنا ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب نے نکاح کئے لیکن کہیں بھی مذکورہ رواج ان کی زندگیوں میں ثابت نہیں، بلکہ فتح مکہ جیسے خوشی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر کالے رنگ کا عمامہ باندھا تھا، یہ حدیث سے ثابت ہے، اس لئے کالے رنگ کو غم کی علامت سمجھ کر لال رنگ

کے جوتے پہننے کو ضروری سمجھنا بھی غلط ہے۔

﴿۲۲۶﴾ شادی کے دن کی چند رسومات

سوال: (۱) نکاح کے بعد (شادی کے دن) اگر میاں بیوی کا ایک ہی مصلیٰ پر ایک ساتھ نماز پڑھنا، پھر دوران نماز دونوں کے کپڑوں کو کسی کا باندھنا، بعد نماز کپڑے کا گرہ کھولنے کیلئے روپے وغیرہ مانگنا اور میاں بیوی سے کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھولانے پر دولھا سے روپے وغیرہ مانگنا' ان رسوم کا شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) رخصتی کے بعد دلھن کا دولھا کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے دلھن کے اوپر چھتری پکڑنا اور چھتری پر پانی چھڑکنا اور اس کے سامنے ہلدی، لہسن، گھاس اور چاول وغیرہ پیش کرنا یہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً (۱) یہ رسم ناجائز ہے اور کافروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے انکی مشابہت میں ہم لوگوں میں داخل ہوگئی ہے جو قابل ترک ہے۔ (۲) یہ بھی غیر اسلامی رسم ہے جو کافروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہے جو قابل ترک ہے، سنت طریقہ پر عمل کرنا چاہئے۔ حضور اقدس ﷺ، خلفاء کرامؓ اور صحابہ عظامؓ نے بھی شادیاں کی، کسی نے ایسا نہیں کیا جیسا آپ نے سوال میں لکھا ہے۔

﴿۲۲۷﴾ زیارت، چالیسا (چالیسواں) بدعت ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں میت ہونے پر اس کے چوتھے دن زیارت رکھی جاتی ہے، پھر چالیسویں دن بھی اور ایک سال پر برسی رکھی جاتی ہے، اور یہ زیارت مسجد میں یا گھر میں رکھی جاتی ہے، اس بارے میں دن متعین کر کے اعلان کیا جاتا ہے، تا کہ بستی والے حاضر رہیں، اس کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے، قرآن خوانی کے بعد کوئی ایک شخص زیارت کے نیچے

بتائے گئے الفاظ کہتا ہے۔

لا الہ الا اللہ ، اللہ اکبر، بسم اللہ، الحمد للہ رب العالمین ،(دومرتبہ)اسی طرح سورۂ اخلاص(تین مرتبہ)سورۂ فلق (ایک مرتبہ)سورۂ ناس(ایک مرتبہ)سورۂ بقرہ **الٓمٓ** سے **مفلحون** تک اور **آیۃ الکرسی** (ایک مرتبہ)سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پورا پڑھ کر سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر ختم کیا جاتا ہے۔

ابھی پڑھنا جاری ہوتا ہے کہ مسجد یا گھر سے لایا ہوا عطر ہر ایک کے ہاتھ پر لگاتے ہیں، اور ایک تھالی میں پھول اور رین کے پتے اور صندل رکھی ہوئی تھالی پھیرائی جاتی ہے، جس میں سے زیارت کے لئے آئے ہوئے لوگ انگلی پر لگا کر سونگھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کھڑی، (مصری) شکر یا میوہ تقسیم کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد فاتحہ پڑھی جاتی ہے، تو کیا اس طرح زیارت پڑھنا شرعی رو سے صحیح ہے؟ کیا یہ طریقہ شرعی اصولوں کے موافق ہے؟ اور اس طرح زیارت رکھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں بتائی گئی تفصیل کے مطابق مذکورہ زیارت کو بالکل جائز نہیں کہا جا سکتا۔ اس میں اپنی مرضی کے مطابق کچھ اصول، قوانین اور پابندیاں ہیں، نیز حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں ایسا کوئی رواج نہ تھا۔ اس لئے مذکورہ طریقہ کے ناجائز اور بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور قابل ترک ہے۔

﴿۲۲۸﴾ غیر مسلم ڈائن سے علاج کرانا کیسا ہے؟

سوال: ابھی یہاں مختلف جگہوں پر سحر بہت ہی بڑھ گیا ہے، بعض گھروں میں سحر کا اثر ہے، جسے گجرات میں ڈائن لگی ہے' ایسا کہتے ہیں۔ جس کا عالموں کے پاس علاج کرانے کے

باوجود شفانہیں مل رہی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ناپاک کے لئے ناپاک عامل ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

تو یہاں ایک ہندو اس کے مذہب کے مطابق منتر سے علاج کرتا ہے، جس سے ڈائن نکل جاتی ہے، ساتھ ہی اگربتی اور کافور اور لیمو پر دم کر کے دیتا ہے، اگربتی اور کافور سلگانا ہوتا ہے، لیمو دروازہ پر لٹکانا ہوتا ہے، اور پانی اور دھاگہ پر منتر پڑھ کر دم کر کے دیتا ہے، پانی پینے کا اور گھر اور چارپائی پر چھڑکنے کا ہوتا ہے۔

اور کہتا ہے کہ اس سے دوبارہ ڈائن حملہ نہیں کرتی یا سحر گھر میں داخل نہیں ہوتا، جس پر اثر ہو، اسے کچھ کرنا نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً: پوجا وغیرہ اسے نہیں کرنی پڑتی، تو کیا ایسے علاج سے ایمان میں خرابی آئیگی؟

اسی طرح یہاں نصاریٰ اور کافر فال نکال کر بھی علاج کرتے ہیں، کیا شرعی رو سے انکے پاس علاج کرانا صحیح ہے؟ سننے میں آیا ہے کہ ایک نصرانی ساحر پر اسکا سحر پھیر دیتا ہے جسکا نتیجہ تین دن میں آجاتا ہے، اور وہ عمل وہ خود ہی کرتا ہے، تو کیا یہ کرا سکتے ہیں؟ اس لئے کہ کچھ لوگ بڑی مدت سے تڑپ رہے ہیں، اوپر کی باتوں کا تفصیل سے جواب مرحمت فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ڈائن یا سحر کے لئے ناپاک عامل کی ضرورت ہوتی ہے ایسا کہنا تو ٹھیک نہیں ہے، حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک پر ایک یہودی نے سحر کردیا تھا، اس کے لئے سورۂ فلق اور سورۂ ناس (معوذتین) نازل کی گئیں، جسے پڑھتے ہی سحر کا اثر ختم ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سحر قرآن پاک اور حدیث شریف میں بتائی ہوئی دعاؤں سے بھی ختم ہوسکتا ہے۔

اب رہا آپ کے سوال کا جواب، تو وہ یہ ہے کہ: جب ہمیں کچھ کھانا، پینا یا کفریہ، شرکیہ الفاظ بولنا نہیں ہوتا ہے، تو صرف ایک علاج کے طور پر ان کے پاس عمل کروانے میں شریعت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ جائز ہے۔ اور اس سے ایمان میں کمی شمار نہیں ہوگی۔ (شامی ج ۱: فتاویٰ دار العلوم: ۱۲۱) اس کے باوجود لوگوں میں اس کا غلط اثر پڑنے کا ڈر ہے اس لئے اس سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۹﴾ کیا گیارہویں شریف کا کھانا مالدار کھا سکتے ہیں؟

سوال: گیارہویں شریف کا کھانا پکایا جاتا ہے، مثلاً ایک ہی شخص بخشش دیتا ہے کہ گیارہویں شریف کا کھانا میری طرف سے بنا لینا۔ تو اللہ کے واسطے اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے لئے پکایا جاتا ہے، تو یہ کھانا غرباء کے لئے ہے یا مالدار بھی اس میں سے کھا سکتے ہیں؟ اس لئے کہ آج کل مالداروں کو پہلے بلا کر کھانا دیا جاتا ہے، غریبوں کو پیچھے سے دیا جاتا ہے، تو مالدار یہ کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نذر، منت اور نیاز کی ہر چیز اللہ کے علاوہ دوسرے کسی بھی شخص کے لئے کی جاتی ہو تو وہ ناجائز اور حرام ہے۔ اس لئے ایسا کھانا کھانا یا کھلانا حرام کہلائے گا۔ جیسا کہ آج کل ہمارے یہاں بزرگوں، پیروں کے نام پر منت اور نذر کے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔

لیکن سوال میں بتائی گئی تفصیل کے مطابق اپنی مرضی سے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکا کر کھلایا جائے تو یہ صدقہ نافلہ میں شمار ہوگا۔ اس لئے غریبوں نے جتنا کھایا ہوگا اس کا ثواب ملے گا۔ مالداروں کو نفلی صدقہ دینے سے ثواب نہیں ملتا۔ اس لئے انہیں کھلانے کا ثواب

نہیں ملے گا۔اس لئے صرف غریبوں کو ہی کھلانا چاہئے۔

اس کے باوجود اسی مہینہ میں کھلانے کا انتظام مروجہ رسم ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں ہے۔اس لئے کسی بھی مہینہ یا دن کی تعیین کے بغیر اخلاص کے ساتھ ایصال ثواب کرنے میں زیادہ ثواب اور دین کے حکم کی تابعداری ہے۔ یہ خیال رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۰﴾ کیا قبرستان میں فاتحہ پڑھنا بدعت ہے؟

سوال: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد کسی جگہ ایک مرتبہ تو کسی جگہ دو مرتبہ تو کسی جگہ چار مرتبہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے،تو کسی جگہ مغفرت کی دعا کی جاتی ہے،تو صحیح بات کیا ہے؟ اور کیا پڑھنا چاہئے اس کی تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... قبرستان میں داخل ہوتے وقت قبر والوں کو سلام کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔اس لئے **السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین** والی دعا پڑھنی چاہئے۔اس کے بعد سورۂ یٰسین ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنے کی بہت ہی فضیلت بتائی گئی ہے۔ (مراقی: ۳۷۵)

اسی طرح جب میت کو دفن کیا جائے تو اس کو دفن کرنے کے بعد میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک پڑھنی چاہئے اور پیروں کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں پڑھ لینے کے بعد مردے کے لئے مغفرت کی دعا مانگنی چاہئے۔ (شامی: ۱)

اور جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے کہ ایک مرتبہ یا چار مرتبہ دستور کے مطابق فاتحہ پڑھی جاتی ہے تو وہ بدعت اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۱﴾ دعا کے اختتام پر لا الہ پڑھنا بدعت نہیں ہے۔

سوال: دعا کے اختتام پر لا الہ الا اللہ بحق لا الہ الا اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بدعت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دعا کے اختتام پر لا الہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ اور بدعت بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۲﴾ پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ اور بعد الجمعہ قیاماً صلوۃ وسلام

سوال: ہمارے یہاں پیش امام صاحب پانچوں نمازوں کے بعد مقتدیوں سے مصافحہ کرتے ہیں، اسی طرح جمعہ کے بعد کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں.
بزرگوں سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے، اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، ہم دس بارہ مقتدی اعتراض کرتے ہیں، دوسرے مصلی ہم سے زیادہ یعنی اکثریت میں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ کام درست ہے، بہت جگہوں پر اسی طرح ہوتا ہے، ہمارے اعتراض سے ہمیں تبلیغی خیال اور دیوبندی عقیدے والے کہتے ہیں، اور اگر ہم دوسری مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو گاؤں میں نا اتفاقی پیدا ہوکر دو فرقہ ہو جائیں گے ایسا اندیشہ ہے۔
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم تمہارے طریقہ سے کام کرو، اور وہ لوگ جس طرح کرتے ہوں اس طرح انہیں کرنے دو۔ اور تبلیغ شرک و بدعت اور گناہوں سے روکنے کے لئے ہوتی ہے۔ تم لوگ دوسری مسجد میں چلے جاؤ گے تو بدعت زیادہ ہوگی۔ اس لئے تمہیں دوسری مسجد میں نہیں جانا چاہئے، بلکہ قصبہ کی مسجد میں ہی نماز پڑھنی چاہئے۔ اور مزید کہتے ہیں کہ اللہ دلوں کے حال جانتا ہے، اس لئے تم لوگ اس امام کے پیچھے نماز پڑھو، اور دوسری مسجد میں جانے سے فتنہ پیدا ہوگا، اور مسجد کو چھوڑ دینے کا گناہ ہوگا۔ اس لئے اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس

کی رہنمائی فرماویں، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا اسی طرح جمعہ کی نماز کے بعد قیاماً صلوۃ وسلام پڑھنا نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اور نہ ہی تابعین کا یہ معمول تھا۔ اس لئے یہ طریقہ بدعت اور گمراہی ہے۔ ثواب کا کام نہیں ہے۔ اسے دینی کام سمجھ کر کرنے والا بدعتی، فاسق اور گنہگار ہے۔ اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ایسا شخص امامت جیسے بلند مقام پر کھڑے رہنے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے انہیں بدل کر کوئی متقی، پرہیزگار، عالم اور دیندار شخص کو امام بنانا چاہئے۔

اگر کسی جگہ ایسا شخص امام متعین ہو تو اکیلے نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔ تاکہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہے۔

بسا اوقات ایسے جاہل، بدعتی اشخاص کے عقائد اور خیالات کفر اور شرک تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں، جیسا کہ سلام پڑھتے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے، اور آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) حاضر وناظر سمجھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے شرکیہ عقائد کے حامل امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس لئے دوسری مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اور امام بدلنے کی تجویز کرنی چاہئے۔

اس لئے مسئولہ صورت میں امام کے عقائد شرک تک پہنچے ہوئے نہ ہوں اور آپ کے امام کو بدلنے سے مسجد میں اختلاف ہونے کا خوف ہو تو آپ کو اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہنا چاہئے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے اور کوششوں کو قبول کرنے والا ہے۔ (شامی وعزیز الفتاویٰ، وغیرہ)

﴿۲۳۳﴾ شرابی فاسق وفاجر ہے لیکن اس کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

سوال: بعد سلام مسنون، مدعائے دل ایں کہ میرا بھائی جسکا نام......اس کی عمر ۳۰ سال ہے، اسے شراب کی عادت پڑ گئی ہے، لاکھ ترکیبیں اس سے شراب چھڑانے کے لئے کی لیکن نہ اسنے شراب چھوڑی اور نہ ہی ہم چھڑا سکے۔ اور وہ نہ تو عید کی نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی دوسری کوئی نماز۔ کبھی کبھی نشہ کی حالت میں مندروں میں بتوں کے سامنے جھک کر دیویوں کے نام بولنے لگتا ہے۔ تو میرے بھائی کہ اس فعل سے ہماری جماعت میں کچھ سوالات پیدا ہوئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) اس کے انتقال کے بعد اسے غسل کون دیگا؟ (۲) اسے کفن کون پہنائیگا؟ دفن کون کریگا؟ (۳) اس کی جنازہ کی نماز کون پڑھیگا؟ (۴) کیا اسے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے؟ (۵) اس کے جنازہ کو کاندھا کون دیگا؟

یہ پانچوں سوالات اس کے انتقال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اس لئے جلدی جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

نوٹ: جب وہ ہوش میں ہوتا ہے تو اسلام کی باتوں کا انکار نہیں کرتا، اور ان پر یقین رکھتا ہے، اوپر کی باتیں نشہ کی حالت ہی میں کرتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شراب پینا حرام ہے، ایسا شخص شریعت کی رو سے فاسق وفاجر ہے۔

اگر کوئی شخص نشہ کی حالت میں مندروں کے سامنے جھکتا ہے، اسی طرح دوسری کفریہ حرکتیں کرتا ہو، تو اس حالت میں چونکہ دماغ انسان کے قابو میں نہیں رہتا، اس لئے ان حرکتوں سے وہ کافر نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ وہ فاسق وفاجر مسلمان کہلائے گا۔ اس لئے جب اسکا

انتقال ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کی طرح بلاشبہ اس کی بھی تجہیز وتکفین اور تدفین کرنا جائز ہے۔

انسان اپنے اختیار اور پورے ہوش وحواس میں اپنی سمجھ اور ہوشیاری سے ایسا کہتا ہے تو اس سے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور تب وہ مرتد سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۴﴾ کیا قبر پر پھول چڑھانا ناجائز ہے؟

سوال: قبر پر پھول چڑھانا، عرس منانا اسی طرح عورتوں کے قبر پر جانے کے بارے میں تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبر پر پھول چڑھانا ناجائز، بدعت، لایعنی اور فضول خرچی میں شامل ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ اتنے پیسے غریبوں کو صدقہ کر کے اسکا ثواب مرحوموں کو پہونچا دیا جائے۔

عرس کرنا بھی ناجائز اور منع ہے، اس میں دین ودنیا دونوں کی خرابی ہے جو عیاں وظاہر ہے۔ عورتوں کے قبر پر جانے کے سلسلہ میں فقہاء نے بہت کچھ لکھا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دین ودنیا کی خرابی نہ ہو اور مقصد عبرت حاصل کرنا ہو تو جاسکتی ہیں، ورنہ منع کیا جائے گا۔

﴿۲۳۵﴾ کیا چالیس قدم پر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے؟

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ میت کی تدفین کے بعد چالیس قدم پر فاتحہ پڑھنا گناہ نہیں ہے، یہ تو پڑھ کر مردے کو بخش دیا جاتا ہے، اس سے میت کو فائدہ ہی ہوگا۔ تو چالیس قدم پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چالیس قدم پر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے۔ کس چیز سے

میت کو فائدہ پہنچتا ہے؟ اور کب کرنا چاہئے؟ یہ سب تفصیل حدیث شریف میں حضور ﷺ نے بتلا دی ہے، اور اس کو فقہ کی کتابوں میں فقہاء نے بیان کر دیا ہے۔ کسی میت پر چالیس، پچاس یا اسی قدم کے بعد حضور ﷺ نے فاتحہ پڑھی ہو یا کسی صحابی نے پڑھی ہو ایسا کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ تو اب اس کو اپنی طرف سے ایک ثواب کا کام سمجھ کر کرنا، دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے اسے بدعت کہا جائے گا۔ اور اس طرح کرنے سے منع کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۶﴾ تعزیہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ تعزیہ کن وجوہات کی بنا پر جائز ہے؟ اور کن وجوہات کی بنا پر نا جائز ہے؟ شہید حضرت حسینؓ کی اسی طرح دین اسلام کی یاد میں تعزیہ بنایا جائے اور اس تعزیہ کے ساتھ کسی بدعت کا کام نہ کیا جائے، صرف تعزیہ بنایا جائے اور کسی بھی طرح کے خرافات کئے بغیر پانی میں لے جا کر ٹھنڈا کر دیا جائے تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دسویں محرم بہت ہی فضیلت والا اور برکت والا دن ہے۔ اور اس دن کی عظمت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلی آرہی ہے، اور قیامت بھی دس محرم ہی کو آئے گی ایسا کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس دن زیادہ سے زیادہ اللہ کی یاد میں مشغول ہونے کی کوشش کرنا، روزہ رکھنا اور اپنے اہل وعیال پر فراخ دلی سے خرچ کرنے سے پورے سال برکت رہتی ہے۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت بھی تاریخ کا ایک اہم قصہ ہے، کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جسے اس واقعہ سے دلی رنج نہ پہنچا ہو، لیکن انکی یاد میں تعزیہ بنانا، اور اس کے ساتھ ناچنا

کودنا وغیرہ اہل سنت والجماعت کے ہر عالم نے اس سے منع کیا ہے۔
ہمارے یہاں تعزیہ کا جو رواج ہے وہ رافضیوں کے طریقہ سے (کی طرف سے) آیا ہے، اور سب سے پہلے تیمور لنگ نامی بادشاہ کی شروع کی ہوئی رسم ہے۔ اس لئے یہ رسم بالکل بند کر دینی چاہئے۔ اور کسی بھی طرح سے اس میں مدد کرنا یہ سخت گناہ اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی نافرمانی اور اہل بیت کرام کا مذاق کرنے کے مترادف ہے۔
تعزیہ کے ساتھ جو منت اور نذر و نیاز کا معاملہ جہلاء کرتے ہیں اس سے ایمان کے چھین جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے صرف تعزیہ بنانا بھی جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اس لئے جو لوگ بھی اس کام کو بند کریں گے وہ اللہ اور اس کے رسول اور آپکے اہل بیت کی رضامندی کا سبب بنیں گے۔ یهدی الله لنوره من یشاء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۷﴾ عورتوں کے لئے قبرستان جانا کیسا ہے؟

سوال: محلّہ کی مسجد میں پیر صاحب امامت کرتے ہیں، ان کے خسر کا انتقال ہو گیا، ان کا مقبرہ قبرستان میں بنایا ہوا ہے، ایک مرتبہ انہوں نے محلّہ میں عورتوں میں اعلان کیا کہ میں اور میری عورت قبرستان زیارت کے لئے جانے والے ہیں، آپ لوگ بھی چلو۔ تو کیا اس طرح عورتوں کو لے کر پیر صاحب قبرستان جا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... فی زماننا جہالت اور فتنہ کے سبب عورتوں کو قبرستان جانے سے فقہاء منع فرماتے ہیں۔ نیز غیر محرم عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کو غیر محرم مرد کے ساتھ جانا جائز نہیں ہے، اس لئے منع کرنا چاہئے۔
علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ قبروں کی زیارت

کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو ایسے ہی موقع اور وقت کے لئے ہے۔ (شامی: ۱؍۶۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۸﴾ کیا شعلوں پر چلنا سچ ہوسکتا ہے؟

سوال: محرم میں بہت جگہوں پر لوگ شعلوں سے بھری ہوئی کھائی پر پاپیادہ پا چلتے ہیں، اور لوگوں کو اور خاص کر غیر مسلموں کو بہت تعجب ہوتا ہے، پھر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جو لوگ سوگ نہیں کرتے ،تعزیہ کو نہیں مانتے وہ سچے مسلمان نہیں ہیں، سچے ہوں تو شعلوں پر چل کر بتاویں۔ تو انکے جواب میں ہم کیا کہیں؟ اخبار کی نقل حسب ذیل ہے:

شعلہ زن راہ پر قدم بوسی

اونا: اونا کے ۱۱؍مسلمان نوجوانوں نے امام حسین اور واقعۂ کربلا پر اعتقاد رکھتے ہوئے جلتے شعلوں بھرے طویل راستہ پر پیادہ پا چل کر مذہب پر ان کا اعتقاد ظاہر کیا، تین فٹ گہری شعلوں سے بھری ہوئی اس کھائی والے راستہ پر ۱۱؍نوجوان چلے، تب خواتین کی آنکھیں اشکبار اور دلوں کی دھڑکنیں تیز تھیں، اور دو معصوم بچوں نے بھی ان کے ساتھ شعلوں پر چل کر بتایا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی تعلیمات، عقائد اور اس کی اصولی باتوں کی عمارت یقینی اور معتبر روایتوں پر تعمیر کی گئی ہے۔ اور اس کی حقانیت اتنی عیاں ہے کہ اس میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

کسی کرشمہ کے ہونے یا کرنے پر اس کی حقانیت کا مدار نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے کرشمے اور چمتکار ہر وقت صحیح نہیں ہوتے۔ نظر بندی یا مجاہدہ یا اللہ کی طرف سے ڈھیل دینے سے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے شریعت میں اس کی مختلف قسمیں مثلاً: معجزہ، کرامت،

استدراج وغیرہ بتائی گئی ہیں، اوران کا حکم بھی بتایا گیا ہے۔

قیامت سے پہلے دجال جب آئے گا، تو وہ ایسے مختلف اور مختلف قسم کے کرشمے اپنی حقانیت پر بتلائے گا کہ اسے دیکھ کر بہت سے لوگ اسے سچا جانیں گے، لیکن وہ اخیر میں گمراہی میں شمار ہوں گے۔ اس لئے شرعی تعلیم کے خلاف جو بھی کرشمہ ہو اسے تسلیم نہ کرنا ضروری ہے۔

مسئولہ صورت میں شیعہ حضرات جو شعلوں پر چل کر بتاتے ہیں وہ بھی اسی قسم سے شمار ہوگا۔ اس لئے کہ سوگ منانا یا تعزیہ بنانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

کسی بھی شخص کے انتقال کے بعد اس کے رشتہ داروں کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا، یا ماتم کرنا حدیث شریف کی رو سے منع ہے۔ صرف عورت اپنے خاوند کے انتقال کے صدمہ پر چار مہینے اور دس دن تک سوگ منا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ شعلوں پر چلنے کو اپنی حقانیت بتانا صحیح نہیں ہے۔ کیا شیعہ مذہب کا ہر شخص اس طرح چل سکتا ہے؟ بہت سے سادھوؤں کی بھی اس طرح شعلہ پر چلنے کی مثال موجود ہے۔ تو کیا وہ بھی حق پر ہیں؟ اس لئے ایسے کرشموں سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿۲۳۹﴾ دل میں ارادہ کرنے سے ارادہ ہی شمار ہوگا یا نذر، منت شمار ہوگی؟

سوال: میں نے خلوص دل سے ایک جائز ارادہ کیا تھا جو اللہ بہتر جانتا ہے، میرے ارادہ کی تفصیل فرما کر مہربانی فرمائیں۔ جو نیچے دیا گیا ہے:

میں وطن خانپور سے نئی دہلی بستی نظام الدین کا ۴۵؍دن کا سفر ختم کر کے وطن خانپور آنے کے لئے احمد آباد تک آیا، احمد آباد میں اخبار میں میرے وطن کی بُری خبر سن کر میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اگر اللہ کے حکم سے یہ خبر غلط ہوگی اور میرا گمان غلط نکلے گا تو میں کاشتکاری کی

زمین جو گورانٹ ’بھاٹا‘ (جگہ کا نام) میں ہے اس کا صدقہ کر کے وہ کھیت خانپور گاؤں کے مدرسہ کو دے دوں گا، مدرسہ کے منتظمین اسے اور اس سے ہونے والی آمدنی کو صدقہ کے مصرف میں استعمال کریں گے، یہ ارادہ کیا تھا۔ تو اب میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اس کی تفصیل فرماویں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسئولہ صورت میں یہ الفاظ صرف ارادہ ہی کی حد میں ہوں تو اس سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔ لیکن منت کے طور پر اپنے اوپر زبان سے بول کر واجب کرلیا ہو تو اب وہ کھیت نذر اور منت کے حکم میں آجاتا ہے۔ اس لئے اس کی آمدنی مدرسہ میں پڑھنے والے غریب مستحق طلباء پر خرچ کی جائے گی۔ اور اس زمین کی ملکیت مدرسہ کی ہو جائے گی۔ (شامی:۳/۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۰﴾ کسی بھی چیز کا ثواب اپنی طرف سے یقینی طور پر نہیں بتایا جا سکتا؟

سوال: ایک شخص کا کہنا ہے کہ تبلیغی جماعت کے غیر عالم امیر جب بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، تب فضائل میں کہتے ہیں کہ جماعت میں چل کر جو شخص ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے اس کو آٹھ لاکھ سے لے کر ۴۹ کروڑ مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اور ایک روپیہ خرچ کرنے پر آٹھ لاکھ سے لے کر ۴۹ کروڑ روپے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح جماعت میں ایک نماز کا ثواب، مسجد حرام میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی میں ۵۰ ہزار نمازوں کے ثواب سے زیادہ آٹھ لاکھ سے لے کر ۴۹ کروڑ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ تو اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا کسی حدیث میں ایسا ثواب بتایا گیا ہے؟ یا قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے اس طرح ثواب ثابت ہوتا ہے؟ اگر ہوتا ہو تو تفصیل سے جواب مرحمت

فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی چیز کا ثواب یا ثواب کی مقدار اپنی طرف سے یا قیاسی انداز سے طے نہیں کی جاسکتی۔ نیز مذکورہ جماعت میں سب لوگ عالم نہیں ہوتے اس لئے افہام وتفہیم ناقص رہ جاتی ہے۔ اس لئے یہ صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ باقی مجموعی طور پر تبلیغی جماعت دین کی حفاظت اور عوام میں جس طرح دینی شعور بیدار کررہی ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

اور اس جماعت پر اٹھائے جانے والے سوالات اور ان کے محقق جوابات دیکھنا ہوں تو سیدی ومولائی حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی کتاب **"تبلیغی جماعت پر اعتراضات اوران کے مفصل جوابات"** دیکھ لینا چاہئے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں ایک لاکھ اور پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے یہ حدیث سے ثابت ہے۔ اور تبلیغ میں جہاد میں نکلنے سے جو زیادہ ثواب ملتا ہے وہ وقتی فضیلت کے اعتبار سے اتنا ثواب مل سکتا ہے۔ اخلاص، للّٰہیت، اور کام کی اہمیت کے مطابق ثواب بڑھ سکتا ہے۔ دس نیکیاں یا سات سو نیکیاں یا اس سے بھی زیادہ ہوسکتا ہے۔ اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ لینے والے میں استعداد ہونی چاہئے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: کہ جو شخص گھر رہ کر اللہ کے راستے میں خرچ بھیجے تو اسے ایک درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر خود جہاد میں نکلے تو اسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۱﴾ ۲۷ ویں رجب کی شب کو بڑی رات ماننا

سوال: رجب کی ۲۷ ویں شب کو بڑی رات (عبادت کی رات) ماننا اور ۲۷ ویں رجب کو دن میں روزہ رکھنا اور اچھا کھانا پکانا یہ کلام پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایسا کچھ ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح صرف اس دن کا روزہ رکھنا یا صرف اس رات شب بیداری کرنے میں کوئی خاص فضیلت یا ثواب بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۲﴾ گیارہویں شریف، بارہ وفات، شب معراج، شب براءت میں مسجد میں مولود شریف پڑھنا

سوال: کیا گیارہویں شریف، بارۂ وفات، شب معراج، شب براءت میں مسجد میں مولود شریف پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بدعت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، پیدائش وغیرہ کا ذکر کرنا ایک نیک کام ہے۔ لیکن خارجی پابندیاں اور موجودہ رسم ہونے کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۳﴾ شب براءت اور دیوالی کے دن آتش بازی کرنا اور مکر سکرانتی میں پتنگ اُڑانا

سوال: شب براءت اور دیوالی کے تیوہار پر آتش بازی کرنا، اور مکر سکرانتی کے موقع پر مسلمانوں کو پتنگ چگانا اور آتش بازی کرنا وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ اس کے لئے پیسے خرچ کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شب براءت جیسی راتوں میں تو اللہ تعالیٰ کی خوب یاد

اور عبادت کرنی چاہئے، اس رات میں عبادت کا ثواب دوسری راتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح گناہوں کی سزا بھی سخت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ آتش بازی اور پتنگوں میں پیسوں کا خرچ کرنا اور برباد کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ وہ اسراف اور فضول خرچی ہے۔ جس کی ممانعت قرآن شریف اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ نیز قرآن شریف میں فضول خرچی کرنے والےکو اخوان الشیاطین شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ اسی طرح اس میں اپنی جان - مال اور وقت کی بربادی کے ساتھ دوسروں کی تکلیف کا سبب بنتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسی چیزیں جن میں خرابیاں ہی خرابیاں ہوں ان سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔ ان میں پیسے خرچ کرنے میں یا خرچ کرنے کے لئے دینا حرام ہے۔ اور مسلمانوں کو دوسرے مذہب والوں کے تیوہار میں حصہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔ نیز ایسے کام میں فضول خرچی کرنے سے گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

﴿۲۴۴﴾ استسقاء کی جدید رسم

سوال: مسلمانوں میں ایسا رواج شروع ہو گیا ہے کہ بارش کی تنگی کے وقت لڑکے، لڑکیاں اور جوان مرد بارش مانگنے کے لئے نکلتے ہیں، گھر گھر جاتے ہیں، دروازہ پر کھڑے ہو کر کچھ اشعار پڑھتے ہیں، گھر والے کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں، تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ اور ان لوگوں کو کچھ دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت نے استسقاء یعنی بارش مانگنے کا طریقہ بتایا ہے، اسی طرح نبیٔ کریم ﷺ نے بھی اس پر عمل کر کے بتایا ہے۔ اب ایسا صحیح اور مبارک

طریقہ کو چھوڑ کر جس کے قبول ہونے کی بھی زیادہ امید ہے سوال میں مذکور طریقہ کو اپنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ایسے غلط طریقہ کو چھوڑ دینا چاہیئے اور نبوی تعلیم والے طریقہ کے مطابق بارش طلب کرنی چاہیئے۔

مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق محلّہ درمحلّہ جماعت در جماعت گھوم پھر کر تال سے تال ملا کر اشعار پڑھنا، چندہ کرنا، پھر کھیچڑے وغیرہ کی ضیافت اڑانا بے فائدہ ہے۔ اس لئے اس میں تعاون نہیں کرنا چاہیئے۔ اور سنت طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۵﴾ کنواں یا بور کھدوانے کے لئے ہندو کو پانی دیکھنے کے لئے بلانا

سوال: ہمیں ہماری زمین پر کنواں یا بور کھدوانا ہے، اور ایک ہندو بھائی پانی دیکھنے کا کام کرتے ہیں، تو اسے بتانا کیسا ہے؟ اور سائنسی ٹکنیک سے بھی دیکھا جاتا ہے، تو اس سے معلوم کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کنواں یا بور کروانے سے پہلے پانی نکلے گا یا نہیں یہ جاننے کے لئے کسی ماہر سے اس کی معلومات کروانی چاہیئے۔ تو وہ اپنے تجربہ یا سائنسی ٹکنیک سے بتاتے ہوں تو جائز اور درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض جانوروں کو بھی ایسی حس دی ہے جس سے وہ زمین کے نیچے بھی پانی کی جگہ جان لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہدہد نامی پرندہ کے لئے بتایا گئی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقیدہ کی سلامتی کے ساتھ پانی حاصل کرنے میں سہولت رہے اس کے لئے اس طرح معلومات حاصل کرنے میں گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۶﴾ اولاد کی بسم اللہ کی مجلس کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں جب بچہ چار سال، چار مہینے اور چار دن کا ہو جاتا ہے، تو بچہ سے بسم اللہ پڑھوائی جاتی ہے، جب بچہ بسم اللہ پڑھتا ہے تب بچہ کے گھر جلسہ ہوتا ہے۔ تو بسم اللہ پڑھوانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور کس طرح بسم اللہ پڑھوانی چاہئے؟ اسکا طریقہ لکھ کر ممنون فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنی چاہئے تاکہ پہلی آواز جو بچہ کے کان کے راستہ سے دل تک پہنچے وہ اللہ کی عظمت ہو۔ پھر بچہ جب بولنا شروع کرے تو اللہ کا پاکیزہ نام سکھانا چاہئے۔ اور جب صحیح صحیح بولنے لگے تو کلمہ طیبہ سکھانا چاہئے۔ یہ شرعی تعلیم ہے۔ پھر جب وہ چار، پانچ یا چھ سال کا ہو جائے تو مذہبی تعلیم دلانے کے لئے بسم اللہ کرانی چاہئے، برکت کے لئے کسی بزرگ یا دیندار شخص کی خدمت میں لے جا کر وہاں بسم اللہ یعنی تعلیم کی ابتداء کرائیں، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جائز ہے۔

اور سوال میں جو طریقہ لکھا گیا ہے اس کے مطابق جب بچہ چار سال چار مہینے اور چار دن کا ہو جائے تب جلسہ کرنا اور دھوم دھام کرنا یہ غلط رسومات میں سے ہے۔ اس کو ترک کرنا لازم اور ضروری ہے۔ مذکورہ رسم کی خرابی حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہشتی زیور ۱۵/۶ پر تفصیل سے بیان کی ہے۔ اسے دیکھ لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷﴾ خط، دعوت نامہ وغیرہ کے شروع میں ۷۸۶/۹۲ لکھنا

سوال: بہت سے مسلمان خط، لفافہ یا کاغذ پر پہلے ۷۸۶/۹۲ لکھتے ہیں، اس کی کیا وجہ

ہے؟۷۸۶ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ ۹۲ کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... بسم اللہ میں جو عربی حروف ہیں ان کے ابجد کے اعتبار سے کچھ عدد متعین کیئے گئے ہیں، مثلاً: الف کا ایک، با کے دو، جیم کے تین اور دال کے چار وغیرہ۔ اس حساب سے بسم اللہ کے حروف کے عدد کی کل مجموعی تعداد ۷۸۶ ہوتی ہے۔

محمد کا حساب حسب ذیل ہے:

میم کے چالیس، حاء کے آٹھ، میم کے چالیس، اور دال کے چار کل جمع ۹۲ ہوا۔

اب رہی یہ بات کہ کاغذ یا لفافہ پر پوری بسم اللہ لکھی جائے تو اس کی بے ادبی ہونے اور یہاں وہاں پھینک دیئے جانے کا ڈر ہے، اس لئے اس کے عدد لکھ دیئے جاتے ہیں۔

اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ کے نام کا بھی عدد لکھ دیتے ہیں۔ اس لئے ۹۲ کا عدد لکھا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۸﴾ منت کے بکرے کو بیچ کر دوسرا بکرا خرید کر ذبح کرنا

سوال: منت مانی تھی کہ اگر میرے یہاں صحیح سلامت اولاد ہوگی تو میں ایک بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت پکا کر اعزہ واقرباء اسی طرح غرباء کو کھلاؤں گا۔ اس نیت سے ایک بکرا پالا تھا۔ لیکن دو تین سال گذر جانے کے بعد بھی وہ موقع نہیں آیا، اور اس بکرے کو بیچ دیا، جسکے ۱۴۰۰ (چودہ سو) روپے موصول ہوئے۔

اب اولاد پیدا ہونے کا موقع آیا ہے۔ تو اس چودہ سو روپے کا کیا کیا جائے؟ دوسرا ایک بکرا خرید لیا جائے؟ یا چودہ سو میں جتنے بکرے ملیں اتنے خرید کر ذبح کر کے کھلایا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... منت مانی ہو تو شرط کے پورا ہونے کی صورت میں

اسے پورا کرنا واجب ہے۔ مسئولہ صورت میں بکرے کو بیچ دیا گیا ہے تو دوسرا بکرا خرید کر قسم پوری کی جاسکتی ہے۔ اور زائد رقم خود استعمال میں لا سکتے ہیں۔ (شامی: ۳/۷۰)

﴿۲۴۹﴾ درگاہ پر چڑھایا ہوا منت کا بکرا خرید کر اسکا گوشت کھانا

سوال: ایک شخص نے نذر مان کر بکرا درگاہ پر چڑھایا، اب وہ بکرا مثال کے طور پر میں نے میری بہن کی شادی میں ذبح کرنے کے لئے پوری قیمت دے کر جماعت سے خرید لیا۔

اور جو بکرا درگاہ پر چڑھایا جاتا ہے وہ جماعت کا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے جماعت کے پاس سے خریدا ہے۔ اب اس بکرے کا گوشت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... منت ماننا یا چڑھاوا چڑھانا عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ اور عبادت اللہ کے علاوہ اور کسی کی ہو نہیں سکتی۔ کسی اور کی عبادت شرک ہے۔ اس لئے جو جانور یا چیز اللہ کے علاوہ اور کسی ولی یا بزرگ یا پیر کے مزار پر چڑھائی گئی ہو وہ ناجائز اور حرام ہے۔ اسکا گوشت کھانا بھی قرآنی حکم کے مطابق ناجائز اور حرام ہے۔ (دیکھیں سورۂ مائدہ)

جو جانور درگاہ پر منت مان کر زندہ چڑھایا گیا ہو تو اس کی ملکیت چڑھاوا چڑھانے والے کی ہی باقی رہتی ہے۔ درگاہ یا درگاہ کے متولی یا جماعت کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اس لئے انہیں وہ جانور بیچنا اسی طرح دوسرے کسی شخص کا ان سے خریدنا جائز نہیں ہے۔ اور ایسا کرنا یہ دوسرے کی ملکیت میں دخل اندازی ہے۔ اس لئے مسؤلہ صورت میں جماعت کا بیچنا یا آپ کا خریدنا یا اس کو ذبح کر کے گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

البتہ بکرا نذر کے طور پر چڑھانے والا سچے دل سے توبہ کر لے اور اپنی نیت درست کر لے پھر اس کو کاٹ کر یا زندہ اس جانور کو بیچے تو اب مذکورہ خرابی کے دور ہو جانے کی وجہ سے اس

جانور سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۰﴾ مسروقہ زیورات کے حصول پر صدقہ کرنے کی منت

سوال: جس دن میرے گھر میں چوری ہوئی اس دن میں نے اور میری عورت نے یہ نیت کی تھی کہ: ہمارے یتیم کے زیورات مل جائیں تو ہم اس میں سے پانچ تولہ زیور یا اتنے زیور کی جو قیمت ہوتی ہو اتنے پاؤنڈ صدقہ کر دیں گے۔ اور پھر مجھے خیال آیا کہ میرے یتیم کا کچھ نہ جائے اسلئے میں نے اتنا کہا تھا کہ میرے یتیم کے زیورات مل جائیں تو میرے پاس فی الحال جو پانچ تولے کا زیور ہے وہ صدقہ میں دے دوں گا۔

اس کے لئے یہاں پوچھا تو یہ جواب ملا کہ جو زیورات ہیں وہ تو یتیم کے ہیں اور اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے تم اس میں سے صدقہ نہیں دے سکتے۔ اور جو زیور تمہارا ہے جسکی تمنے نیت کی تھی وہ عورت کو دیا ہے اس لئے اس میں سے تم صدقہ نہیں دے سکتے، تو پوچھنا یہ ہے کہ میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ یتیم کا مال مل جائے تو پانچ تولہ زیور یا اس کی قیمت صدقہ کر دوں گا۔ اور بعد میں لکھا ہے کہ فی الحال میرے پاس جو زیور ہے وہ پانچ تولہ صدقہ کر دوں گا۔ اور اب آپ کو زیور مل گئے ہیں تو آپ کی نذر کے مطابق پانچ تولہ زیور یا اس کی قیمت کے برابر پاؤنڈ صدقہ کرنا واجب ہے۔

یتیم نابالغ کا زیور تو صدقہ میں نہیں دیا جا سکتا، لیکن فی الحال جو زیور آپ نے آپکی اہلیہ کو استعمال کے لئے دیا ہے اس کے مالک آپ ہی ہیں اس لئے آپکی منت صحیح ہوگئی آپ کو وہ زیور یا اس کی قیمت کے پاؤنڈ یا روپئے صدقہ کرنے ہونگے۔

نوٹ: ہمارے یہاں کے دستور کے موافق شادی کے وقت جو زیورات عورت کو دئے جاتے ہیں اسکا مالک شوہر ہی رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۱﴾ اولیاء کرام کی منت مان کر بکرا، ناریل اور ملیدہ چڑھانا

سوال: اولیاء کرام کی منت مان کر بکرا، ناریل اور ملیدہ چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور کی منت ماننا حرام ہے۔ اس لئے کہ نذر اور منت ماننا ایک عبادت ہے۔ اور عبادت اللہ کے علاوہ دوسرے کسی کی نہیں کی جا سکتی۔ اور منت چڑھائی ہوئی چیز بکرا، ناریل وغیرہ کھانا ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن شریف اور شامی حصہ اول میں بہت ہی وضاحت کے ساتھ اس کی تفصیل موجود ہے۔

﴿۲۵۲﴾ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کی منت پوری کرنا

سوال: مندرجہ مسئلہ میں شرعی نقطۂ نظر بتا کر مہربانی فرمائیں۔

کہا جاتا ہے کہ: آج سے اندازاً سو سال قبل میرے پردادا کے یہاں بچے زندہ نہیں رہتے تھے، اس لئے انہوں نے ایسی منت مانی تھی کہ "اگر میرے بچے زندہ رہیں گے تو میں ہر سال ربیع الآخر کے ۱۱ویں چاند میں میرے بڑے بیٹے کا غوث پاک کا آستانہ کروں گا۔

اس وقت سے ہمارے خاندان میں ہر سال اس آستانہ کی رسم چلی آ رہی ہے، جس میں ہوتا یہ ہے کہ: یہ سلسلہ پیڑھی در پیڑھی چلتا رہتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کا آستانہ ہو رہا ہو اس کی اولاد میں سے پہلی اولاد (چاہے لڑکا ہو یا لڑکی) اس کا آستانہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً: میرے والد میرے دادا کی پہلی اولاد تھے اس لئے ان کا آستانہ تھا۔ اس کے بعد میں میرے والد کی پہلی اولاد میں ہوں اس لئے میرا آستانہ ہوتا تھا، اور اب میری پہلی

اولاد کا آستانہ چل رہا ہے۔اوراسی طرح مذکورہ رسم جاری رہے گی۔ ہر سال ربیع الآخر کے ۱۱ویں چاند ملیدہ تیار کیا جاتا ہے،اور پھر محلّہ میں دعوت دی جاتی ہے۔اور مغرب کی نماز کے بعد سب جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں اوراس کے بعد ملیدہ تقسیم کیا جاتا ہے،اس طرح ایک اولاد کے آشیانہ کو جب ۱۱ سال ختم ہوتے ہیں تب اس کا آستانہ اتارا جاتا ہے۔اوراس وقت بہت زیادہ خرچہ کیا جاتا ہے،اورتین دن پیٹھی لگائی جاتی ہے، گیت، رنگ کیا جاتا ہے، گاؤں میں دعوت دے کرسب کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔اور پھر ۱۱ر مرتبہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس وقت ۱۱رقسم کی مختلف چیزیں رکھی جاتی ہیں، اوراس وقت شادی کی طرح تعاون (رقم) بھی رشتہ داروں کی طرف سے لکھا جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کی منت یا رسم کیا شریعت میں جائز ہے؟ نیز اس طرح سالوں پہلے کسی کی مانی ہوئی منت اس کے وارثین کو پوری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اوراگر یہ رسم ناجائز ہو اور مجھے اسے بند کرنا ہو تو مجھے کیا کفارہ دینا ہوگا؟

اس طرح کی رسم میرے گاؤں کے دوسرے بہت سے خاندانوں میں جاری ہے۔اس لئے شرعی مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نذراور منت بھی عبادت ہے۔اس لئے غیراللہ کی نذراور منت ماننا بھی جائز نہیں ہے،حرام ہے۔اسی طرح منت کے طور پر چڑھائی ہوئی چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔اورایسی منت معصیت ہونے کی وجہ سے اسکا پورا کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

اسلئے مسؤلہ صورت میں آج سے سو سال قبل آپ کے پر دادا میں سے کسی کی حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کی مانی ہوئی منت صحیح نہیں ہے۔ایسی غلط رسم اور غلط عقیدہ کو ختم کر کے شریعت کی صحیح تعلیم کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

ایسی ناجائز رسم کے بند کرنے پر کوئی کفارہ تو لازم نہیں ہوتا، لیکن آج تک ایسی رسم پر عمل کر کے اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے ہیں اس لئے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے۔ اور اس رسم کو بند کرنا اور کرانا چاہئے۔ (شامی، درمختار، بحر، عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳﴾ بزرگوں کے مزار کے غلہ میں نیاز، منت کے طور پر جمع ہوئی رقم کا مصرف

سوال: ہمارے یہاں قبرستان کی ایک جانب میں جنازہ کی نماز کے لئے ایک جماعت خانہ بنایا ہوا ہے، احاطہ کے طور پر آگے ایک دیوار تھی، لیکن مرور زمانہ نے اسے کمزور کر دیا، اور وہ گر گئی۔ تو اس کی تعمیر کے لئے فی الحال ہمارے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے یہاں مسجد کے احاطہ میں واقع بزرگوں کے مزار پر ایک غلہ رکھا گیا ہے، اس میں نیاز، منت کے طور پر گاؤں کے لوگ پیسے ڈالتے ہیں، وہ رقم ہمارے پاس جمع ہے۔ تو اس رقم سے مذکورہ دیوار کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ یا نہیں؟ اس کا تفصیل سے جواب مرحمت فرماویں۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا فرمان ہے؟ اور اس کے علاوہ ان پیسوں کو مستقبل میں اور کہاں کہاں استعمال کیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بزرگوں کے مزار پر نذر و نیاز کے نام سے کوئی بھی چیز چڑھانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی بھی نذر و نیاز ماننا جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے وہ چیز **ما اهل لغير الله** میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ کسی جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ مردار جانور کے حکم میں آ جاتا ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں رہتا۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر چڑھائی ہوئی چیز بھی حرام کہلاتی ہے۔

اس لئے مزاروں کے گلوں میں جو پیسے، پھول وغیرہ چیزیں چڑھائی جاتی ہیں وہ حرام ہیں۔اوراس طرح جمع ہوئی رقم کی مالک نہ درگاہ بنتی ہے، نہ درگاہ کی کمیٹی بلکہ پیسے ڈالنے والوں کی ملکیت باقی رہتی ہے۔اس لئے پیسے ڈالنے والوں کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے کام سے توبہ کریں،اور پھر وہ اسے اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔

بہتر طریقہ تو یہ تھا کہ اللہ کے واسطے یہ پیسے غریب محتاجوں کو دے کر اس کا ثواب درگاہ کے بزرگ کو بخش دیا جاتا تو دونوں کو فائدہ ہوتا۔

مسؤلہ صورت میں پیسے ڈالنے والے شخص کون کون تھے؟ یہ معلوم نہیں ہوسکتا ہے،اس لئے یہ پیسے حرام مال کے حکم میں شمار ہو کر وہ پیسے خاص محتاجوں اور نادار غرباء کو مالک بنا کر ثواب کی نیت کے بغیر دے دئے جائیں۔اور وہ لوگ اگر محتاج ہوں تو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں،جیسا کہ سخت مجبوری کے وقت مردہ جانور کا گوشت اپنی جان بچانے کے لئے کھا سکتے ہیں۔آئندہ ایسی حرام آمدنی جمع نہ ہو اسی طرح لوگوں کا ایمان سلامت رہے اس کے لئے یہ طریقہ بہتر ہے کہ درگاہ پر سے گلہ ہٹا لیا جائے،اور جماعتی کاروائی کے لئے چندہ کا نظم کیا جائے۔ (بحر:۲/۲۹۸، درمختار:۲/۱۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۴﴾ غیراللہ کے چڑھاوے کھانا

سوال: درگاہ یا مندر پر چڑھائی جانے والی چیزیں یا ہولی کے تیوہار پر چڑھایا ہوا ہولی کا ناریل یا اس پر رکھے ہوئے پیسے یا دوسری کوئی چیز لینا یا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ چیزیں چڑھاوے کے طور پر چڑھائی جاتی ہیں، اس لئے ان کا لینا یا کھانا (یعنی اپنے کسی بھی استعمال میں لانا) ناجائز اور حرام ہے۔

﴿۲۵۵﴾ عاشورہ کے دن کربلا کے شہداء کے لئے ختم پڑھوانا

سوال: ۱۰ ویں محرم کو (عاشورہ کے دن) شہدائے کربلا کے لئے ختم پڑھایا جاوے تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر دن تاریخ متعین کئے بغیر پڑھوایا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب: بسہولت جس دن ہو سکے جانی و مالی عبادت کر کے یا کروا کر ان کا ثواب ہر مرحوم کو بخشا جا سکتا ہے لیکن اپنے طور پر غلط پابندیوں کے ساتھ یا رواجی طور پر یا دکھلاوے کے لئے کرنے سے ثواب نہیں ملتا بلکہ گناہ ہوتا ہے اس لئے دن و تاریخ متعین کئے بغیر اور رواجی پابندی کے بغیر ایصال ثواب کرنا اور کرانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۶﴾ تعزیہ بنانا

سوال: تعزیہ بنانا، اور اس کو مختلف طور پر ماننا کہاں تک درست ہے، اور اس کا منفی جواب کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... محرم میں تعزیہ بنانا یہ شیعوں کی جاری کی ہوئی بدعت ہے، جو ناجائز اور منع ہے۔ اس میں دیوبندی اور بریلویوں کی ایک ہی رائے ہے۔ اور اس میں شرکت کرنا گناہ ہے۔ اس لئے اس دن روزہ رکھنا چاہئے، اور بدعت و شرکیہ کاموں سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۷﴾ درگاہ پر جانا

سوال: کسی بھی درگاہ پر فاتحہ خوانی کے لئے جانا کیسا ہے؟ درگاہ پر جانے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ کیا درگاہ پر جانا گناہ ہے؟ اگر شرک جیسا نہ ہو تو جا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا درگاہ پر جانے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے؟ کسی مشہور ولی اللہ کی قبر پر جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبرستان، درگاہ یا قبروں پر جانے سے شریعت منع نہیں کرتی، بلکہ موت و آخرت کی یاد کا سبب ہونے کی وجہ سے جانا چاہئے۔ حضور اقدس ﷺ جنت البقیع اور احد کے شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے تھے، اور وہاں جا کر ایصال ثواب کرنا اور مغفرت کی دعا مانگنی چاہئے

[illegible]

﴿۲۵۸﴾ درگاہ پر پھول چڑھانا، عرس کرنا، کھانا کھانا، کھلانا وغیرہ کیسا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ولی اللہ کی ایک درگاہ ہے، جس کا ہر سال رجب کے ۲۶ ویں چاند عرس ہوتا ہے، اور اس سے پہلے والے دن صندل ہوتا ہے، صندل کے دن صندل کا لکڑا گھس کر ولی اللہ کے مزار پر چھڑکا جاتا ہے، اور عرس کے دن کھانا پکایا جاتا ہے، جس کا خرچ ایک ہی گھر والے دیتے ہیں۔ لیکن ثواب کی نیت سے محلّہ کے دوسرے گھر والے بھی اپنی حیثیت کے مطابق پیسے دیتے ہیں، یہ کھانا ولی اللہ کی قبر کے پاس پکایا جاتا ہے، جو ایک قبرستان میں ہے، وہاں محلّہ کے دوسرے لوگ بھی دفن ہوتے ہیں، یہ کھانا محلّہ والے اور اطراف کے گاؤں والے (سبھی مرد، عورت اور بچے) کھاتے ہیں۔ اور درگاہ پر پھول، ناریل چڑھاتے ہیں، اور اگربتی بھی سلگاتے ہیں۔ تو شرعی رو سے عرس کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ کھانا کھانا درست ہے؟ کیا قبرستان کے احاطہ میں آگ جلا سکتے ہیں؟ اسی طرح پھول، ناریل اور اگربتی کے لئے کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمانوں کے قبرستان میں جانا یا اولیاء اللہ کے مزاروں پر جانا اور وہاں جا کر عبرت حاصل کرنا اور خود سے جتنا ہو سکے پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بلا شبہ جائز اور درست ہے۔ حدیث میں اس کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے لئے

غلط پابندیاں اپنی طرف سے داخل کرنا یا شریعت کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔ اور جب ایسی حالت ہو جاوے تو جانے سے منع کرنا چاہئے۔ عرس کے نام پر قبر پر جو ہجوم کیا جاتا ہے، اور خلاف اسلام جو کام ہوتے ہیں، انہیں دیکھ کر کوئی بھی دینی علم رکھنے والا شخص اسے جائز نہیں کہہ سکتا۔

صندل کے نام پر صندل کی خوشبودار لکڑی کو گھس کر قبر کو جو غسل دیا جاتا ہے یہ بالکل فضول اور اسراف ہے۔ اس سے نہ تو صاحب قبر کو کچھ راحت پہنچتی ہے، اور نہ ہی غسل دینے والے کو، بلکہ اس وقت جو بے ادبی اور شور ہوتا ہے اس سے تو صاحب قبر کو تکلیف ہی پہنچتی ہوگی۔

حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ہوسکتا ہے؟ اور صحابہ کرام سے زیادہ اور کسے حضور کی محبت اور قدر ہوسکتی ہے؟ لیکن انہوں نے کبھی حضور ﷺ کا عرس نہیں منایا، اور نہ ہی کبھی صندل یا گلاب کے پانی سے قبر اطہر کو غسل دیا، تو پھر دوسروں کے لئے کہاں سے گنجائش ہوسکتی ہے؟

اور کھانا جو پکایا جاتا ہے وہ اگر نیاز کا ہو تو اللہ کے علاوہ کسی اور کی نذر یا نیاز ماننا درست نہیں ہے، اس لئے اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر وہ کھانا نیاز کا نہ ہو اور ایصال ثواب کے لئے ہو تو اس میں سے غرباء و مساکین جو کھائیں گے اس کا ثواب ملے گا۔

اور جلسہ اور میلہ کے طور پر رواجی طریقوں سے جو کھانا پکا کر کھایا کھلایا جاتا ہے وہ غلط ہے اور اس میں ثواب بھی نہیں ملے گا۔ اور قبرستان میں آگ سلگانا بہتر نہیں ہے۔ اللہ تعالی ہر مسلمان کو نار حقیقی و حکمی سے محفوظ فرماوے۔ آمین

قبر پر پھول، ناریل چڑھانا ناجائز ہے۔ اور غیر اللہ پر چڑھاوے کے طور پر چڑھائی ہوئی چیزوں کا کھانا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس میں ایک نہیں چھوٹی بڑی بہت سی

خرابیاں ہیں۔اس لئے نہ تو عرس کرنا چاہئے اور نہ ہی اس میں شرکت کرنی چاہئے۔ بلکہ صلح و اتفاق کے ساتھ (ہر ممکن سعی کر کے) بند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۹﴾ عید کے دن خطبہ کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: عید کے دن خطبہ کے بعد جمع شدہ لوگ ہاتھ ملاتے ہیں،تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہ رواج شریعت کے خلاف اور بدعتوں میں سے ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰﴾ یوم ولادت منانا اور اس میں شرکت کرنا

سوال: یہاں نیوزی لینڈ (New Zealand) میں لوگوں میں ایک طرح کا رواج ہے، جسے "برتھ ڈے" یوم ولادت کہتے ہیں۔یعنی لڑکے کی پیدائش کے بعد جب وہ ایک سال کا ہو جائے اور پھر ۱۹ سال کا ہو جائے تب برسی منائی جاتی ہے۔

اس میں یہاں کے دستور کے مطابق کیک، رکابی کی طرح بنا کر لوگوں کو دعوت دے کر کھلایا جاتا ہے۔ یہ رواج ہمارے مسلمان بھائی بھی اپناتے ہیں، اور ایسی مجلس میں شرکت کرتے ہیں۔تو کیا شریعت کے مطابق اس میں کوئی حرج ہے؟ ایسے موقع پر اسلامی تعلیم ہمیں کیا سبق دیتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اسلامی تعلیم میں برتھ ڈے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ ایک غیر اسلامی رواج ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ رواج نہیں اپنانا چاہئے۔ بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں عقیقہ کرنا اسی طرح اسلامی طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

انگریزوں کے یہاں کی ایسی مجلسوں میں شرکت کرنا اور کیک وغیرہ کھانے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر اس مجلس میں ان کا کوئی مذہبی کام ہوتا ہو یا خلاف اسلام کوئی کام (ناچ، گانا) وغیرہ ہوتا ہو تو اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔ (درمختار و شامی: ۳۰۵/۵)

اسی طرح کیک وغیرہ پر شراب وغیرہ ڈالی جاتی ہو تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ان کی دعوت میں شرکت کرنا اور ان کے یہاں کا بنا ہوا کھانا کھانا جائز ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ اس میں حصہ لینے سے بچا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد: ۵ میں لکھا ہے کہ ضرورت ہو اور موقع مناسبت سے کھانا پڑے تو حرج نہیں ہے۔ لیکن بلاضرورت کھانا اور اس کی عادت بنالینا ناجائز اور مکروہ ہے۔

﴿۲۶۱﴾ ''میں ہندو دھرم کو نہیں چاہتا ہوں'' کہنے سے مردہ مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

سوال: اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہے اور کلمہ پڑھنے کیلئے مسلمانوں کے پاس جائے اور کوئی بھی مسلمان ڈر سے اس کو کلمہ نہ پڑھائے اور کافر کو مسلمان ہونا بھی ہے لیکن کلمہ پڑھنے سے پہلے کوئی ایسا کام پیش آجائے جس کی بناء پر اس کو ہمیشہ کافر رہنا پڑے گا اب اس کفر سے بچنے کیلئے کوئی زہر کھالے جس کی بناء پر اس کی موت واقع ہو جائے اور یہ کہتے ہوئے مرے کہ میں ہندو دھرم کو نہیں چاہتا ہوں، میرے اللہ مجھے مسلمان بنادے تو ایسے شخص کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ کافر ہے یا مسلمان؟ اگر کافر ہے تو کیوں؟ اس نے تو کفر سے بچنے کیلئے زہر کھایا ہے اور مسلمان ہے تو زہر کھانے کی بناء پر عذاب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اگر کوئی کافر کفر سے توبہ کرنا چاہے اور اسلام اختیار کرنا چاہے تو اسے فوراً کلمہ پڑھا کر ایمان میں داخل کرنا لازم ہے، کسی وجہ سے اس کو کلمہ نہ پڑھایا تو ایسا کرنے والے کے لئے شریعت نے بہت سخت حکم لگایا ہے، **کافر قال لمسلم**

اعرض على الاسلام حتى اسلم عندك فقال اذهب الى فلان الخ (شرح فقہ اکبر)
اگر دل سے اللہ کی وحدانیت پر یقین کر لیا اور رسول للہ ﷺ کی رسالت پر یقین کر لیا اور اس کے اظہار سے پہلے اس کو موت آ گئی تو وہ عند اللہ مؤمن ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ: ۱/۱۸۷)

﴿۲۶۲﴾ گاؤں والوں کا چندہ کر کے گاؤں کی طرف سے بکرا صدقہ کرنا

سوال: السلام علیکم......صدر مفتی صاحب!

ہمارے گاؤں والے پورے گاؤں کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ بکرے خرید کر انہیں ذبح کر کے گاؤں کے قبرستان کے چاروں کونوں میں دفن کر دئے جائیں گے۔ تو آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ یہ طریقہ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے یا نہیں؟

نیز ان بکروں کو خریدنے کے لئے پورے گاؤں سے روپے چندہ کر کے جمع کئے جائیں گے ،تو شرعی رو سے صحیح طریقہ کیا ہے؟ا

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صدقہ کرنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے، قرآن پاک اور حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے، اور صدقہ کرنے سے خدا کا غضب دور ہوتا ہے، اس لئے ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق صدقہ کرتے رہنا چاہئے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کے لئے بھی یہ سب سے اچھا راستہ ہے۔ اس میں جتنا اخلاص ہوگا اتنی قبولیت اور فائدہ کی امید زیادہ ہے، اور جتنا رسم ورواج اور ریاء کے لئے کیا جائے گا یا اسلامی تعلیم کے خلاف ہوگا اتنا خدا کی ناراضگی کو بڑھانے والا ہوگا۔

سوال میں آپ نے لکھا ہے کہ پورے گاؤں کی طرف سے صدقہ کرنا ہے، اور اس کے لئے گاؤں والوں سے چندہ کیا جائے گا، چار بکرے لا کر ان کو ذبح کر کے قبرستان کے

چار کونوں میں دفن کر دئے جائیں گے، وغیرہ وغیرہ، یہ سب افعال اسلامی تعلیم کے خلاف اور ممنوع ہیں، اول تو اس میں ریاکاری ہے، دوسرا زبردستی چندہ کرنا اور بکرے لا کر ذبح کر کے ان کا گوشت مستحق غرباء میں تقسیم کرنے کے بجائے اسے دفن کر کے اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے کے برابر ہے۔ جو ناجائز ہے، اس لئے ایسی حرکتوں سے بچنا چاہئے۔

اور فتاویٰ محمودیہ میں جو لکھا ہے اس کے مطابق اول تو اپنے گناہوں اور ظلم وغیرہ سے توبہ کر کے اطاعت اور فرمانبرداری والی زندگی گزارنی چاہئے، شریعت کے احکام کی فرمانبرداری کی جائے، اور اخلاص کے ساتھ خفیہ طریقے سے صدقہ کر کے محتاجوں کی ضرورت پوری کی جائے، چندہ کر کے بکرا خرید کر دفن کر دینے سے صدقہ کیا ہوا نہیں سمجھا جائے گا، اور لوگوں کے مال، روپے اور حلال گوشت کے ضائع کرنے کا کارکنان کو گناہ ہوگا۔

اس لئے ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق اخلاص سے رقم نکالے اور اپنے یہاں جو سب سے زیادہ محتاج اور ضرورتمند ہوں انہیں مالک بنا کر دیدیا جائے یا ان لوگوں کی جو ضرورت ہو اس میں خرچ کیا جائے، بکرا ذبح کر کے گوشت محتاج غرباء کو کچا یا پکا کر تقسیم کر دیا جائے تو اس سے بھی نفلی صدقہ ادا ہو جائے گا، اور اس سے انشاء اللہ آفت اور مصیبت بھی دور ہوگی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الطهارة

﴿۲۶۳﴾ مستعمل اینٹ ڈھیلے سے دوبارہ استنجاء کرنا

سوال: استنجے کے لئے ایک مرتبہ اینٹ اور ڈھیلہ استعمال کرلیا، اب دوبارہ اسی اینٹ اورڈھیلہ سے استنجاء کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... استنجاء پاک چیزوں سے کرنا چاہئے اس لئے ایک مرتبہ ناپاک ہو چکے ڈھیلے کو دوبارہ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔مکتوب فی السوال طریقہ کے مطابق عمل کرنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴﴾ استنجے میں بلوٹینگ (ٹائیلٹ) پیپر کا استعمال

سوال: استنجے کے لئے بلوٹینگ پیپر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا بلوٹینگ پیپر سے طہارت حاصل ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قضائے حاجت سے فارغ ہوکر ناپاکی دور کرنا ضروری ہے، اوراس ناپاکی کے دور کرنے کو استنجا کہتے ہیں، استنجے کا سنت اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلہ یا ایسی ہی کسی پاک چیز سے ناپاکی دور کر کے پھر پانی استعمال کر کے پاکی حاصل کی جائے۔مسجد قباء کے پاس رہنے والے صحابہ اسی طرح پاکی حاصل کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے قرآن میں انکی تعریف بیان کی گئی ہے۔ (سورۂ توبہ)

دوسرا درجہ صرف پانی سے پاکی حاصل کرنے کا ہے اور تیسرا درجہ صرف ڈھیلہ سے پاکی حاصل کرنے کا ہے، لیکن نجاست اگراس کے مخرج کے اردگرد پھیل گئی ہوتو اب صرف ڈھیلہ یا پیپر سے استنجا کرنے سے پاکی حاصل نہیں ہوگی۔ پانی سے دھونا فرض ہے۔جیسا

کہ طحطاوی ص: ۲۷ پر اس کی وضاحت موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵﴾ کنیڈا میں مجبوراً ٹائلیٹ پیپر سے استنجا کرنا

سوال: یہاں کنیڈا میں بیت الخلاء میں پیپر ہوتے ہیں، اور کارخانہ میں کام کرتے وقت بول و براز کی سخت ضرورت آپڑے تو ایسے موقع پر استنجا کرنے کے لئے صرف پیپر ہی مہیا ہوتا ہے، تو ایسے حالات میں استنجے کے لئے صرف پیپر استعمال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

پیپر ایسا ہوتا ہے جو پانی کو جذب کر لیتا ہے، کارخانہ میں پانی کی بہت تکلیف ہوتی ہے، اس لئے پیپر سے استنجا کرنا پڑتا ہے، ایسی حالت میں نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

صبح ۸/ بجے سے شام کو ۵/ بجے تک کام کرنا پڑتا ہے، اس لئے پیشاب و پاخانہ کو روکنا پڑتا ہے، تو ایسے حالات میں پیپر سے استنجا کرلیں تو کیا کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... بول و براز کے بعد پاکی حاصل کرنے کے لئے پانی کا استعمال لازم یا ضروری نہیں ہے، صرف سنت ہے۔ پانی کے علاوہ دوسری کسی چیز سے بھی اگر ناپاکی دور ہو جائے تو اس سے بھی پاکی حاصل ہو جائے گی۔

اس لئے آپ کے یہاں کنیڈا یا دوسرے مغربی ممالک میں ایسے پیپر سے استنجا کیا جائے تو پاکی حاصل ہو جائے گی۔ اور وہ پیپر خاص استنجا کے لئے ہی بنائے گئے ہوں تو ان سے استنجا کرنا مکروہ بھی نہیں کہلائے گا۔ اس لئے بلا حرج اسکا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الباب الاول: ما یتعلق بالوضوء

﴿۲۶۶﴾ وضوء کے آداب

سوال: وضوء کے آداب کیا ہیں؟ دوران وضو بات کرنے کا حکم کیا ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضوء کی سنتیں عالمگیری میں تیرہ بتائی گئی ہیں، اور مستحبات بہت تفصیل سے بتائے گئے ہیں، دوران وضوء ہر عضو کے دھونے کی دعا بھی بتلائی گئی ہے، کلمۂ شہادت، درود شریف وغیرہ پڑھتے رہنا چاہئے، سخت مجبوری یا ضرورت کے علاوہ دنیوی باتیں کرنا مکروہ بتایا گیا ہے۔ (عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۷﴾ وضو کرتے وقت باتیں کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں نماز کے وقت وضو کرتے ہوئے لوگ بہت باتیں کرتے ہیں، اور بہت شور ہوتا ہے، جس سے نمازیوں کو نماز میں خلل ہوتا ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ شرعی رو سے مسجد میں شور شرابہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضو کرتے وقت دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے، (شامی: ۸۶) اسی طرح شور و شرابہ کرنا کہ جس سے نمازیوں کو خلل ہو اور مسجد کی بے حرمتی ہو غیر اسلامی طریقہ ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے، اور اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

کیا کوئی شخص ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے سامنے جا کر شور کرے گا؟ تو پھر اللہ جل شانہ کے دربار کا اتنا بھی احترام مسلمان نہیں رکھ سکتے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۸﴾ سوکر اٹھ کر سب سے پہلے ہاتھ دھونے چاہئے۔

سوال: زیادہ تر لوگ صبح اٹھ کر ہاتھ دھوئے بغیر ہی پیشاب، پاخانہ کی حاجت کو چلے جاتے ہیں، اور ایسے ہی ہاتھوں سے بذریعہ نل لوٹے میں پانی لے کر استنجا کرتے ہیں، تو کیا اس طرح استنجا کرنے سے استنجے کی پاکی میں کوئی نقص آتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر ہاتھ کی انگلیوں پر کوئی نجاست دکھائی دیتی ہو تو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھو کر پاک کرنا ضروری ہے۔ پاک کئے بغیر لوٹے وغیرہ کے قلیل پانی میں ناپاک انگلیاں ڈال دینے سے وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پھر اس پانی سے پاکی حاصل نہیں ہوگی۔

لیکن اگر ہاتھ یا انگلیوں پر ظاہری نجاست کے کوئی آثار نہ ہوں تب بھی ایسے ہاتھوں کو پانی میں ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھو لینا مستحب اور سنت ہے۔ (شامی: ۷۵) اور اس صورت میں ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈال دینے سے پانی ناپاک بھی نہیں ہوگا۔ اور اس سے استنجا کرنے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ ہاتھ دھوئے بغیر نل کھولا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۹﴾ مسواک کب تک استعمال کرنا چاہئے؟

سوال: مسواک کتنا چھوٹا ہو جائے وہاں تک استعمال کرنا چاہئے؟ اور چھوٹا ہو جانے کے بعد مسواک کو کب پھینک دینا چاہئے یا دفن کرنا چاہئے؟ بعض حضرات دفن کرنے کو کہتے ہیں

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: مسواک پکڑنے کا جو سنت طریقہ ہے اس طرح اسے پکڑا جا سکے وہاں تک اسے استعمال کرنا درست ہے۔ اس سے چھوٹا ہو جائے تو پھر بدل لینا

چاہئے۔ ''دفن کرنے کے متعلق'' کوئی روایت نظر سے گذری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۰﴾ کیا مس قرآن کے لئے وضو ضروری ہے۔

سوال: کیا بے وضو قرآن کی تلاوت کرنا یا قرآن شریف کو بے وضو مس کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کو بے وضو مس کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن ہاتھ لگائے بغیر تلاوت کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱﴾ گھر سے بے وضو مسجد جانے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: گھر سے وضو کر کے مسجد جانے کا جو ثواب حدیث شریف اور کلام پاک میں وارد ہے وہ ثواب گھر سے بے وضو مسجد جانے پر ملے گا یا نہیں؟ اس لئے کہ آج کل ہر جگہ مسجد میں وضو کا معقول انتظام ہونے کی وجہ سے ہر شخص گھر سے بے وضو جاتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث شریف میں گھر سے وضو کر کے مسجد نماز پڑھنے کے لئے جانے کا جو ثواب بتایا گیا ہے وہ بے وضو مسجد جانے والے کو نہیں ملے گا۔ لیکن نماز کا جو ثواب ہے وہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲﴾ وضوء کے بعد دعا پڑھنا

سوال: وضو کے بعد بعض کتابوں میں یہ دعا پڑھنے کے لئے بتلائی گئی ہے: اللھم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطھرین۔ تو اس کا ترجمہ بھی بتلاویں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھنے کی بھی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ: اے اللہ! آپ مجھے تائبین اور طاہرین میں سے بنا دیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳﴾ بعد الوضو اور خطبہ میں شہادتین پڑھتے وقت کیا آسمان کی طرف انگلی کا اُٹھانا سنت ہے؟

سوال: بعد سلام مسنون سوال یہ ہے کہ وضو کے بعد شہادتین پڑھتے وقت آسمان کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح خطیب خطبہ میں شہادتین پڑھتے وقت اپنی انگلی سے اشارہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضو کے بعد شہادتین اور دیگر دعاؤں کا پڑھنا مستحب بتلایا گیا ہے، اس وقت آسمان کی طرف دیکھنا اور کلمۂ شہادت پڑھتے وقت توحید کے عملی اظہار کے لئے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا وغیرہ ادب اور مستحب کے درجہ میں ہے، اس لئے کیا جائے تو ثواب ملے گا اور نہ کیا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسی طرح خطبہ میں شہادتین پڑھتے وقت توحید کے عملی اظہار کے لئے انگلی سے اشارہ کیا جائے تو بھی جائز ہے اور نہ کیا جائے تو بھی کچھ گناہ نہیں ہے۔

ابن عقبة بن عامر حدثه قال قال لی عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ من توضأ فاحسن الوضوء ثم رفع بصره الى السماء فقال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله فتحت له ثمانية ابواب الجنة۔(عمل اليوم و الليلة :)۔

(و الاتيان بالشهادة بعده)ذكر الغزنوى انه يشير بسبابته حين النظر الى السماء (طحطاوی)

و تسن الاشارة فى الصحيح و تكون بالمسبحة (مراقى الفلاح)لانه يشار بها فى التوحيد و هو تسبيح آى تنزيه عن الشركاء (طحطاوی)

حكمه: الثواب بفعله و عدم الذم على تركه(مراقى الفلاح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۴﴾ قبلہ رخ ہوکر وضو کرنا مستحب ہے۔

سوال: ہماری مسجد میں وضو کی جگہ کم ہے، اور وضو خانہ کے نل (Water pipe, Tap) مشرق کی جانب لگائے گئے ہیں لیکن اس سے وضو کرنے والوں کے چہرے قبلہ کی جانب نہیں ہوتے، تو کیا اس طرح وضو خانہ بنانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وضو کرتے وقت متوضی کا چہرہ قبلہ رخ ہونا مستحب ہے، اسی طرح قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھنا یا وضو کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اس لئے مشرق کی جانب وضو کے لئے جگہ بنائی جائے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵﴾ کیا بارش میں کھڑے رہنے سے وضو ہو جائے گا؟

سوال: ایک شخص بارش میں کھڑا ہو جائے یا حوض میں غوطہ لگالے جس سے اس کے پورے جسم پر پانی پہنچ جاوے، تو کیا اس سے اس کا وضو ہو جائے گا؟ اور اگر ہو گیا ہو تو کیا اس کو مسح کرنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب اعضاء وضو پر پورے طور پر پانی پہنچ گیا، تو وضو ہو گیا۔ اور سر بھی پانی سے بھیگ گیا اس لئے مسح کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن نیت نہ کرنے کی وجہ سے ثواب نہیں ملے گا۔ صرف طہارت حاصل ہو جانے کی وجہ سے اس سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اور قرآن شریف کو ہاتھ بھی لگا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۶﴾ برہنہ بدن کئے ہوئے وضو سے نماز پڑھنا

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر برہنہ بدن غسل کرے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ برہنہ بدن کئے ہوئے غسل کے وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تنہائی میں اور غسل خانہ میں برہنہ بدن غسل کرنا جائز ہے۔اور اس وضو سے نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿۲۷۷﴾ وضو کے وقت ستر کھلا ہوا ہوتو

سوال: ایک شخص نے صرف چڈی پہن کر وضو کیا،اور وہ چڈی اتنی اونچی تھی کہ گھٹنے بھی ڈھکے ہوئے نہیں تھے،تو کیا ایسی حالت میں وضو کرنے سے وضو معتبر ہوگا یا نہیں؟ مذکورہ شخص شافعی مذہب کا پیرو کار ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....ستر کھلا ہوا ہونے کی حالت میں وضو کرنا مناسب نہیں ہے،لیکن اس طرح کئے ہوئے وضو سے نماز پڑھنا درست ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۸﴾ اذان ہورہی ہوتو اس وقت وضو کرنا

سوال: جب مغرب کی اذان ہورہی ہو اس وقت وضو کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یا اذان ختم ہونے کے بعد وضو کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب اذان ہورہی ہو تو اذان کو پوری توجہ سے سننا اور اذان کے کلمات کا جواب دینا اور وضو وغیرہ میں مشغول نہ ہونا مستحب ہے۔اس لئے کسی بھی اذان کے وقت وضو کیا جائے تو حرج یا گناہ نہیں ہے۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح:۱۲۰)

﴿۲۷۹﴾ اذان ہورہی ہوتو کیا اس وقت وضو کر سکتے ہیں؟

سوال: جب اذان ہوتی ہے تو بہت سے لوگ حوض پر بیٹھے رہتے ہیں اور وضو بھی نہیں کرتے اور دوسرے لوگوں کو انتظار کرنا پڑتا ہے،تو آنجناب اس کی تفصیل فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب اذان سنائی دیوے تو سارے کام بند کر کے

پوری توجہ سے اذان سننا اوراس کا جواب دینا مستحب ہے۔لیکن اس مستحب پر عمل کرنے کی وجہ سے دوسرے وضو کرنے والوں کو تکلیف اور پریشانی ہوتی ہوتو اس مستحب کو چھوڑ دینا چاہئے۔یا وضو کی جگہ خالی کردینی چاہئے۔

﴿۲۸۰﴾ پہنے ہوئے موزوں کے ساتھ وضو کرنا

سوال: موزے پہنے ہوئے وضو کرنا اور پیر دھونے کے بدلے موزوں پر مسح کر لینا کیا یہ درست ہے؟ کیا اس طرح وضو صحیح ہو جاتا ہے؟

یہاں افریقہ میں عام طور پر سب لوگ موزے پہنتے ہیں، وضو کرتے وقت موزے اتار کر وضو کرتے ہیں، پیروں کو دھو کر پھر دوبارہ موزے پہن لیتے ہیں، لیکن ابھی ایک مولانا صاحب نے موزے اتارے بغیر مسح کر کے وضو مکمل کیا، دوسرے بھی انکی اتباع کرنے لگے۔تو آنجناب شرعی رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضو میں پیروں کو دھونے کے بدلے موزوں پر مسح کر لینا درست ہے۔اس سے وضو مکمل ہو جاتا ہے، لیکن رائج کوٹن کے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔شریعت کی طرف سے اس کی کچھ خاص شرطیں متعین ہیں مثلاً: موزے چمڑے کے ہوں، وضو اور طہارت کی حالت میں انہیں پہنا ہو وغیرہ وغیرہ۔

دوسری شرائط فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں، سوال میں یہ نہیں بتایا گیا کہ موزے کس قسم کے پہنے جاتے ہیں، فی زمانناز یادہ تر لوگ جو موزے پہنتے ہیں وہ مذکورہ شرائط کے موافق نہیں ہوتے، اس لئے ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ان کو نکال کر پیروں کو دھونا ضروری ہے۔ عربی میں ایسے موزوں کو خفین کہتے ہیں، جن پر مسح کرنے کے بعد پیر دھونے کی ضرورت

باقی نہیں رہتی۔ (شامی وغیرہ کتب فقہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۱﴾ کیا کپڑے کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں؟

سوال: کپڑے کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اہل سنت و الجماعت کے نزدیک خف یعنی موزہ پر مسح کرنا جائز ہے۔ اور حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے اس طرح کرنا حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ لیکن اس کے لئے بعض شرائط ہیں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

مسؤلہ صورت میں کپڑے یا سوت کے موزوں جو فی زماننا رائج ہیں ان میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں ہیں، اس لئے ایسے موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "نیل المآرب فی المسح علی الجوارب" ہے، اسے دیکھ لینا چاہئے جو فتاویٰ دارالعلوم میں شامل ہے۔

﴿۲۸۲﴾ ناک کی ہڈی سے سر کے مسح کی ابتدا کرنا

سوال: ایک شخص وضو میں سر کا مسح ناک کی ہڈی سے شروع کرتا ہے، اور پورے سر کا مسح کرتا ہے، تو اس صورت میں اس کا وضو ہوگا یا نہیں؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس کا وضو نہیں ہوا، تو صحیح رہبری فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... وضو میں صرف سر کا مسح فرض ہے۔ ناک کی ہڈی سے پیشانی تک کے حصہ کو دھونا فرض ہونے کی وجہ سے وہ تو دھل جاتا ہے، اس لئے اس کا مسح کرنا فضول ہے۔ اس لئے پیشانی پر جہاں سے بال اگتے ہیں وہاں سے مسح کی ابتداء

کرے۔ جو شخص ناک کی ہڈی سے مسح شروع کر کے پورے سر کا مسح کرتا ہے تو اگر سر پر پانی کی تری لگتی ہو تو مسح صحیح ہو جائے گا، اور مسح کے صحیح ہونے سے وضو بھی صحیح ہو جائے گا۔ (شامی: ۶۷:۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۳﴾ کیا غسل کے ضمن میں وضو ہو گیا یا نہیں؟

سوال: غسل کرنے کے بعد نماز کے لئے الگ سے وضو کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ غسل کے دوران باقاعدہ وضو نہیں کیا تھا، تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غسل میں وضو کے تمام اعضاء پر بھی پانی پہنچ جاتا ہے، اس لئے وضو بھی ہو جائے گا۔ اور اس وضو سے نماز وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن وضو کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴﴾ برہنہ بدن کئے ہوئے غسل کے وضو سے نماز پڑھنا

سوال: برہنہ حالت میں فرض، واجب یا سنت غسل کیا ہو اور پھر کپڑے پہن کر وضو کئے بغیر نماز پڑھنا چاہیں تو کیا پڑھ سکتے ہیں؟ کیا دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس غسل کے وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ برہنہ حالت میں وضو کرنے سے وضو ہو جاتا ہے۔ کشف ستر نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔ اور اگر دوران نماز ستر کھل جائے اور ایک رکن کی مقدار کھلا رہے تو اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۵﴾ وضو کے بعد گالی بکے تو

سوال: کچھ لوگوں کو گالی بکنے کی عادت ہوتی ہے وہ وضو کرنے کے بعد بھی گالی بکتے ہیں

تو کیا اس سے وضو میں یا نماز میں کوئی خرابی آتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: اللہ تعالی نے انسان کو بغیر مانگے جو عظیم نعمتیں عطا کی ہے تو ان عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت زبان بھی ہے۔ اس لئے اسے اللہ کی رضامندی میں استعمال کر کے شکر ادا کرنا چاہئے، اس سے گناہ کے کام نہیں کرنے چاہئے، یہ نعمت کی ناشکری ہے اسی لئے حدیث شریف میں اس کی حفاظت کرنے کی بہت تاکید بیان کی گئی ہے۔ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں گالی دینے کو منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا گیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایسے فعل سے ضرور بچنا چاہئے۔

ہم نے جب وضو کر کے اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کی تیاری کر لی، اور اللہ کی حفاظت میں ہم داخل ہو گئے اور ایسی حالت میں گالی دینے سے گناہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی وضو یا نماز کی ادائے گی میں کوئی نقص نہیں آئے گا، اور وضو بھی نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ فقہاء نے گالی، غیبت، جھوٹ وغیرہ دینے کے بعد دوبارہ وضو کر لینا مستحب بتایا ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶﴾ ہاتھ پر اوئل کلر (تیل والا رنگ) لگا ہوا ہو تو وضو ہوگا یا نہیں؟

سوال: ایک دن ہمارے مولانا صاحب کی ہتھیلی میں ایک طرف اور انگلیوں پر گیہوں کے دانہ کی مقدار سے تھوڑا زیادہ تین چار مقام پر اوئل کلر لگا ہوا تھا، اور ایسی حالت میں انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھائی۔

وضو کی حالت میں میری نظر پڑی تو میں نے کہا کہ ”اوئل کلر پانی سے صاف نہیں ہوتا تو اسے کیروسن سے نکالو، نہیں تو وضو نہیں ہوگا“، لیکن انہوں نے کہا کہ: نہیں! وضو ہو گیا۔ اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ امام صاحب کے ساتھ پڑھی ہوئی ہماری وہ نماز صحیح ہوئی

یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے وہاں ایسی کوئی چیز لگی ہوئی ہو جس کے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا اور اسے دور بھی کیا جا سکتا ہو تو اس کے لگے ہوئے ہونے کی حالت میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوگا۔ اس لئے اس کلر کے نیچے پانی نہ پہنچ سکا ہو (کلر کے ثقیف ہونے کی وجہ سے) تو وضو نہیں ہوا۔ لہذا نماز دہرانی پڑے گی۔

﴿۲۸۷﴾ کیا گوبر پر چلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

سوال: گھر گوبر سے لیپا ہوا ہے، اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس پر وضو کی حالت میں چلنے سے کیا وضو باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گوبر بالکل خشک ہو گیا ہو اور پانی لگنے سے پھر گیلا نہ ہوتا ہو تو ناپاک شمار نہیں ہوگا۔ اس لئے وضو کی حالت میں اس پر چلنا جائز ہے۔ اور اس پر چلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸﴾ برہنہ ہونے سے اور مسّ امرأة بالشہوة سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: افریقہ سے موصول ہونے والے ''اظہار حق'' کے حالیہ جریدہ میں میں نے پڑھا کہ ۱۸/ چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اس میں سے ایک پورے برہنہ ہونے سے اور عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ: پورے برہنہ ہو کر عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، تو برائے کرم اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟ (۱) کیا پورے برہنہ ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ (۲) عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ

لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ (۳) پورے برہنہ ہوکر عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پورے برہنہ ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نیز عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے بھی جب تک مذی نہ نکلے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ برہنہ حالت میں مرد وعورت کی شرمگاہ کے مساس سے جسے مباشرت فاحشہ کہتے ہیں شیخین کے قول کے مطابق وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (شامی: ۱/۹۹)۔ جب کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اس حالت میں بھی جب تک مذی نہ نکلے صرف مساس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

میرے خیال سے اظہار حق میں مباشرت فاحشہ کو نواقض وضو میں سے بتایا ہوگا۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ برہنہ حالت میں عورت کی شرم گاہ کے ساتھ مرد کی شرم گاہ کے مساس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (درمختار) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۹﴾ پیروں کے شگاف میں مٹی بھری ہوئی ہو تو کیا وضو میں اسے دور کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: میرے پیروں میں شگاف ہے، جس میں کیچڑ وغیرہ بھر جاتا ہے، سوئی وغیرہ سے جب تک نہ نکالیں نہیں نکلتا۔ تو مجھے وضو میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اعضاء وضو میں کیچڑ بھر جائے تو اسے نکالنا اور دور کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں پانی داخل ہو جاتا ہے اور جلد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے وضو صحیح ہو جائے گا۔ لیکن اگر موم یا آٹا بھر جائے تو نکالنا اور اندر تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے جلد تک پانی پہنچ نہیں سکتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الباب الثانی : ما یتعلق بالمریض و المعذور

﴿۲۹۰﴾ معذور کا وضو وقتِ نماز کے نکلنے سے ٹوٹ جائے گا؟

سوال: اگر کسی شخص کو سلسل بول کی بیماری ہے، اور وہ شخص غروب آفتاب سے پہلے وضو کرے تو کیا اس وضو سے مغرب کی نماز پڑھنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ شخص غروب آفتاب سے پہلے وضو کرے تو اس وضو سے مغرب کی نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ غروب آفتاب کے بعد دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ معذور کا وضو وقت کے خارج ہو جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿۲۹۱﴾ معذور کی تعریف اور حکم

سوال: مجھے ریح کا عارضہ لاحق ہوا ہے، جو وضو کے بارے میں مجھے بہت تکلیف دیتا ہے، ہر وقت کی نماز میں بار بار ہوا خارج ہوتی ہے، اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ عام طور پر پانچوں وقت کی نماز میں ریح خارج ہوتی ہے۔ اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بار بار وضو کرنے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ وضو کی بار بار کی تکلیف کے سبب مجھے بعض سنتیں اور نفلیں چھوڑ دینی پڑتی ہیں، اور کبھی کبھی ریح روک کر پڑھ لیتا ہوں، اگر چہ ایسا کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، اور صحت بھی خراب ہوتی ہے۔ لیکن بوجہ مجبوری ایسا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دو وقت کی نماز وضو سے پڑھ بھی لیتا ہوں، لیکن زیادہ تر پانچوں وقت کی نمازوں میں بار بار وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک سال سے یہ تکلیف ہے۔ اس کے لئے حکیموں کا علاج، انجیکشن، گھریلو علاج وغیرہ بہت دوائیں کروائیں، لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوتا، ذرا بھی فائدہ نہیں ہوا، اب میں بہت ہی پریشان ہوں، یہ کوئی ایک دو وقت کی نماز کا سوال نہیں ہے، اب مجھے نماز کس طرح

پڑھنی چاہیئے؟ اور ساتھ ہی قرآن پاک کی تلاوت کس طرح کرنی چاہیئے؟ اس بارے میں شرعی تفصیل بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شریعت میں معذورین کے لئے بہت ساری رخصت ہے، اور ایسی صورت میں اس عذر کے ساتھ نماز، تلاوت وغیرہ دیگر عبادتیں بھی کرے گا تو وہ صحیح ہو جائیں گی۔ لیکن معذور کون ہے اور کب ہوتا ہے اس کے لئے مندرجہ ذیل تفصیل پڑھ کر سمجھ لیں، اور آپ کے لئے شریعت کی طرف سے کونسا حکم ہے وہ جان لیں۔ سوال میں وہ بات صاف نہیں بتائی گئی ہے۔

ثبوت عذر: یعنی معذور وہ شخص ہے جس پر پانچوں نمازوں میں سے کسی بھی ایک نماز کا وقت ایسا گزرے کہ وہ طہارت حاصل کر کے اس وقت کی فرض نماز پاکی کی حالت میں نہ پڑھ سکے۔

مثلاً: صبح صادق سے لے کر طلوع شمس تک کا پورا وقت ایسا گزرے کہ اس میں وہ شخص طہارت حاصل کر کے پاکی کی حالت میں فرض نماز ادا نہ کر سکے تو وہ شخص شریعت کی نظر میں معذور ہے۔ اسی طرح پانچوں نمازوں میں سے کسی بھی ایک نماز کا وقت اس حالت میں گزرے تو عذر ثابت ہو جاتا ہے۔

دوام عذر: یعنی معذور کب تک رہے گا؟ اس کا حکم یہ ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ایک مرتبہ عذر ثابت ہو جائے پھر ہر نماز کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا لاحق ہونا ضروری ہے۔ مثلاً: خروج ریح کی بیماری والے شخص کا ایک مرتبہ ایک نماز کے پورے وقت میں ہوا کا خروج ضروری ہے، چاہے جس وقت ہوا خارج ہو اور چاہے اس وقت وہ نماز میں نہ ہو۔

معذور کے لئے حکم یہ ہے کہ نماز کے وقت کے داخل ہونے کے بعد ایک مرتبہ وضو کر کے

جب تک وقت ختم نہ ہو اس وضو سے (بشرطیکہ دوسری کوئی وضو کو توڑنے والی چیز پیش نہ آئی ہو) جتنی چاہے نفل، تلاوت وغیرہ عبادتیں کر سکتا ہے۔ اور اس درمیان معذور کو وہ عذر لاحق ہو مثلاً: ہوا خارج ہو جائے تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

انقطاع عذر: (مجبوری کا ختم ہونا) یعنی پھر جب دوبارہ ایک نماز کا مکمل وقت ایسا گزرے کہ جس میں کم از کم ایک مرتبہ بھی وہ عذر لاحق نہ ہو تو پھر تم معذور کے حکم سے نکل جاؤ گے۔ (طحطاوی، نور الایضاح اور ہدایہ وغیرہ)

مذکورہ تفصیل کے مطابق آپ اگر معذور نہ ہوں تو ہوا کے خارج ہونے سے آپ کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور روک کر نماز پڑھ لو گے تو مجبوری ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ شمار نہیں ہوگی (انشاء اللہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۲﴾ ۱۰۱ سال کا معمر شخص طہارت کا خیال نہ رکھ سکتا ہو تو کیا کرے؟

سوال: ایک شخص کی عمر ۱۰۱ سال کی ہے، وہ پاک صاف نہیں رہ سکتا، تھوڑی دیر میں کپڑوں میں ہی پیشاب ہو جاتا ہے، اور پاخانہ بھی ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں کس طرح پاک رہے؟ نماز کس طرح پڑھے؟ کبر سنی کی وجہ سے کچھ یاد بھی نہیں رہتا، یہ شخص عالم ہے، ساری عمر بچوں کو تعلیم دی، دوسرا کوئی پیشہ بھی اختیار نہیں کیا، ہم نے ان سے بھی بڑی عمر کے عالموں کو دیکھا ہے انہیں سب برابر یاد تھا، ایک کو یاد رہا اور دوسرے کو نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ شخص سنت کے پابند بھی تھے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... بول و براز ناپاک ہیں، اس کے کپڑے یا بدن پر لگنے سے کپڑا یا بدن ناپاک ہو جائے گا۔ لہذا ان کو پاک کرنا ضروری ہے۔

اگر کبر سنی کی وجہ سے ناپاکی سے حفاظت نہ رکھ سکتے ہوں تو نماز کے وقت اتنا بدن پاک کر کے دوسرے پاک کپڑے (لنگی وغیرہ) پہن کر نماز پڑھ لینی چاہئے۔ لیکن اگر شریعت کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق اگر معذور کی تعریف میں داخل ہوں تو اس کا حکم الگ ہے۔

اب رہا آپ کا یہ پوچھنا کہ اس کی وجہ بتلائیں؟ تو اس کے لئے قرآن شریف کے چودہویں پارہ کی اس آیت کے مضمون پر غور فرمائیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں: **واللہ خلقکم ثم یتوفکم و منکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا ان اللہ علیم قدیر۔ (النحل: ۷۰)**

اس کا مطلب یہ ہے کہ ''اللہ نے تمہیں پیدا کیا، پھر وہی تمہاری روح قبض کرتا ہے، اور تم میں سے کچھ تو وہ ہیں جو ارذل عمر تک پہنچا دئے جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز کو جاننے کے بعد پھر اس سے لاعلم ہو جاتا ہے۔ بیشک اللہ تعالی وسیع علم والے اور بڑی قدرت والے ہیں۔

تفسیر خازن: ۳/۱۲۵ میں لکھا ہے کہ انسان کی عمر کے چار حصے ہیں:

(۱) پہلا حصہ: پیدائش سے لے کر ۳۳/ سال تک کا ہے۔ جس میں ہر چیز توانائی، علم وغیرہ میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ (۲) دوسرا حصہ: ۳۳/ سال سے ۴۰/ سال تک کا ہے۔ جو بھرپور جوانی اور طاقت کے دن ہیں، اس میں عقل و خرد اور دیگر کمالات درجۂ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ (۳) تیسرا حصہ: کہولت کا زمانہ ہے، جو چالیس سے ساٹھ سال کا عرصہ ہے، اس عمر میں ہر طاقت میں گرہن لگ جاتا ہے، یہ زوال کا دور ہے۔ (۴) اور چوتھا حصہ: ۶۰ سے اوپر کی عمر کا ہے۔ جو شیخوخت یعنی بڑھاپے کا زمانہ ہے، یہی ارذل عمر ہے۔ اس میں انسان چھوٹے بچوں کی طرح ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی دعاؤں میں ایسی ارذل العمر زندگی سے بچنے کی پناہ مانگی گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں وہ ناسمجھ بچے جیسا ہو جاتا ہے۔ تفسیر بیان القرآن میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''ہر انسان میں اس کی حالت اور مزاج کے اختلاف سے فرق ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کے علیم اور قدیر ہونے کا ظاہری ثبوت اور علامت ہے۔ اسی لئے ہر ایک کی حالت میں بھی فرق رکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳﴾ سلسل بول اور دائمی خروج ریح کی بیماری ہو تو کیا کرے؟

سوال: ایک شخص کو پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد قطروں کے ٹپکنے کی شکایت ہے، پیشاب سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے کے بعد قطرے شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وضو کے لئے حوض پر آ کر بیٹھ نہ جائے۔ یہ شخص پیشاب کے بعد اس جگہ پر بہت دیر تک بیٹھے رہتا ہے، اطمینان کے بعد کھڑا ہوتا ہے، پھر بھی قطرے شروع ہو جاتے ہیں، اب اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔ اور نماز میں ہمیشہ ہوا خارج ہوتی رہتی ہے، ایک طرح کی بیماری ہو گئی ہے، وضو کر کے نماز کے لئے آویں وہاں تک دو تین مرتبہ ہوا خارج ہو جاتی ہے، اس کی بھی وضاحت فرمادیں۔ بینوا توجروا

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضو کرنے کے بعد پیشاب کا قطرہ نکلنے سے یا ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے اگر بیٹھ کر پڑھنے سے مذکورہ عارضہ لاحق نہ ہوتا ہو (کھڑے رہنے سے یا چلنے سے ایسا ہوتا ہو) تو اس شخص کو بیٹھ کر فرض نماز پڑھنے کی رخصت ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہئے۔

اور اگر مذکور شخص اپنی بیماریوں کی وجہ سے معذور کی تعریف میں آتا ہو تو اس عذر کے ساتھ نماز پڑھنا بھی درست ہے۔ اس صورت میں اس عذر سے (نماز کے وقت کے دوران)

ان کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۴﴾ سلسل بول کا عارضہ ہو تو کیا کرے؟

سوال: مجھے سلسل بول کی بیماری ہے، اس میں مجھے تھوڑی دیر میں غیر اختیاری طور پر پیشاب ہو جاتا ہے، یا میرے جسم کو ہلکا سا دھکا بھی لگے یا ذرا سی کھانسی یا کھنکھارنے سے بھی پیشاب کے دو تین قطرے نکل جاتے ہیں۔ اس حالت میں مجھے بدن اور کپڑوں کی پاکی کس طرح رکھنی چاہیئے؟ اسی طرح وضو نماز کے بارے میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ نماز میں بھی ذرا کھنکھارنے سے پیشاب کے قطرے نکل جاتے ہیں، تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پیشاب ناپاک ہے اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے جو بھی وجہ ہو۔ اور بدن یا کپڑے پر لگ جانے سے کپڑا یا بدن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسے پاک کئے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ لیکن اگر آپ شرعی معذور کی تعریف میں آتے ہوں تو اسی حالت میں نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ معذور کے شرائط و احکام "فقہی مسائل کے عنوان" میں بہت مرتبہ لکھے جا چکے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۵﴾ پیشاب کے قطرہ کا شک رہتا ہو تو کیا کرے؟

سوال: کسی کو پیشاب کا قطرے نکلنے (ٹپکنے) کا شک رہتا ہے، لیکن حقیقت میں پیشاب کا قطرہ نہیں نکلا ہوتا ہے اور کبھی حقیقت میں ہوتا بھی ہے، تو ایسی صورت میں وضو کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب تک نجاست کے نکلنے کا یقین نہ ہو وہاں تک صرف شک اور وہم ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نجاست کا شک پیدا ہونے سے طہارت کا یقین ختم

نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶﴾ مریض کا چڈی میں ٹسیو یا ٹوئلیٹ پیپر رکھنا

سوال: ایک شخص کو پیشاب کے بعد قطرے ٹپکتے ہیں، وہ شخص ٹسیو یا ٹائلیٹ پیپر (چڈی کے اندر) رکھتا ہے تاکہ کپڑے ناپاک نہ ہوں، اور ٹسیو یا ٹائلیٹ پیپر پیشاب کے قطروں کو جذب کر لیتا ہے، اور وہ شخص وضو کر کے نماز پڑھتا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکور شخص کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر نماز نہیں ہوئی تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیشاب اپنے مخرج سے تجاوز کر کے اردگرد پھیلاؤ میں ایک درہم سے کم مقدار لگا ہو تو پانی سے استنجا کئے بغیر صرف وضو کر کے نماز پڑھ لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔

ٹسیو اور ٹوئلیٹ پیپر سے بھی استنجا ہو سکتا ہے۔ اس لئے نماز صحیح ہو گئی لیکن نجاست ایک درہم (یعنی ہتھیلی کے اندر کا گہرائی والا حصہ،) سے زیادہ پھیل جائے تو نماز صحیح نہیں ہو گی۔ (طحطاوی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۷﴾ عورت کو رات دن سفید پانی نکلتا رہتا ہو تو نماز ہو گی؟

سوال: میری عورت کو رات دن شرمگاہ سے سفید چکنا پانی نکلتا رہتا ہے ایسی حالت میں وہ نماز پڑھتی ہے تو کیا اس کی نماز صحیح ہو گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وہ سفید پانی وضو کرنے کے بعد نکلے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے اسے دھو کر وہ جگہ صاف کر کے پھر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اس سے صرف وضو ٹوٹتا ہے، غسل واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی نماز معاف ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۸﴾ نماز پڑھنے کے بعد کپڑے پر ناپاکی کا اثر معلوم ہونا

سوال: ایک شخص نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی، پھر اس نے دیکھا کہ اس کی پہنی ہوئی لنگی پر منی کے دھبے ہیں اور اسے معلوم نہیں ہے کہ یہ دھبے کب لگے؟ تو اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسؤلہ صورت میں وہ لنگی رات کو پہن کر سوئے ہوں تو فجر سے نماز قضا کرنی پڑے گی۔ اور دوپہر کو پہن کر سوئے ہوں تو ظہر کی نماز قضا کرنی پڑے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آخری مرتبہ جب بھی وہ لنگی پہن کر سوئے ہوں تب احتلام ہوا ہوگا یوں سمجھ کر قضا کرلیں۔ (درمختار، شامی: ۱/۱۴۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۹﴾ پیشاب کے قطرے ٹپکنے کا شک ہو تو کیا کرے؟

سوال: ۱۰، ۱۲ سال قبل میں نے پیشاب کی گانٹھ کا آپریشن کروایا تھا، الحمد للہ! پیشاب کے قطروں میں بہت ہی افاقہ ہے، لیکن ابھی بھی بیت الخلاء میں زیادہ دیر تک بیٹھنا پڑتا ہے، اور اطمینان ہو جانے کے بعد اٹھتا ہوں، لیکن جب سفر میں ہوتا ہوں تب یا مسجد کے بیت الخلاء میں جانے کا وقت آتا ہے تو دوسروں کے خیال سے جلدی کرنی پڑتی ہے، اور پائجامہ پہنا ہوا ہو اور وضو کرنے بیٹھیں تو شک پیدا ہوتا ہے کہ قطرہ نکلا ہوگا؟ تو اس کا علاج کیا ہے؟ فرض نماز چھوڑ کر کپڑے بدلنے جاویں یا کیا کریں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیشاب کا قطرہ نکلنے کا یقین ہو تب وضو ٹوٹنے کا اور بدن کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا، صرف شک یا وہم سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الباب الثالث : ما يتعلق بالغسل

﴿۳۰۰﴾ منی نکلنے سے غسل واجب کیوں ہوتا ہے؟

سوال: ایک مولانا صاحب کا خود کا کہنا ہے کہ جب کہ پاخانہ (منی کے مقابلہ میں) بہت زیادہ ہوتا ہے، کمیت زیادہ ہوتی ہے، پھر بھی غسل واجب نہیں ہوتا، تو ذرا سی منی کے خارج ہونے سے شریعت نے غسل کیوں واجب کر دیا؟

یہ سوال بھی قابل غور ہے۔ اس لئے آنجناب سے درخواست ہے کہ آپ اپنے وسیع علم کے ذریعہ اس پہلو پر روشنی ڈالیں کہ صحیح معنی میں ان دونوں میں فرق کہاں تک درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدث کے ثبوت میں نجاست کی قلت و کثرت کا ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ نجاست کی کیفیت اور محدث کی سہولت کا اعتبار ہے۔

منی جب نکلتی ہے تو بدن کے ہر حصہ کو ایک لذت اور مزہ حاصل ہوتا ہے اور پاخانہ کے وقت یہ کیفیت نہیں ہوتی، اور سائنس بھی اس بات کو مانتی ہے کہ منی کے نکلنے کے بعد پورے بدن پر ایک نہ دِکھائی دینے والی چیز چھا جاتی ہے جس کا دھونا بدن کی صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں کہا گیا ہے کہ: لكل شعرة جنابة ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے۔ اس لئے غسل میں ہر بال کی جڑ کو دھونا ضروری ہے۔ اور اگر پاخانہ کرنے کے بعد ہر مرتبہ غسل کو فرض کیا جاتا تو انسان تکلیف میں پڑ جاتا، اس لئے اسلام نے سب احکام ایسے بتائے ہیں جو انسان کی دینی و دنیوی فلاح کے لئے سہل اور آسان ہیں۔

﴿۳۰۱﴾ روزانہ غسل کرنا منع نہیں ہے۔

سوال: ہمارا بدن پاک صاف ہو پھر بھی روزانہ غسل کرنے میں کیا شریعت کی طرف سے کوئی

ممانعت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بدن کے پاک ہونے کے باوجود روزانہ غسل کرنا نظافت کے لئے ہو یا دوسری کسی اچھی نیت سے ہو، شریعت اس سے منع نہیں کرتی۔ اس لئے روزانہ غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۰۲﴾ احتلام سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔

سوال: ایک شخص کو احتلام کی بیماری ہے، علاج کے باوجود بیماری اچھی نہیں ہوتی، اور احتلام کا غسل فرض ہے، وہ یہ جانتا ہے، پھر بھی بیماری کی وجہ سے وہ شخص وضو کر لیتا ہے، تو کیا غسل نہ کرے تو جائز ہے؟ مذکورہ شخص کو ہمیشہ احتلام ہوتا رہتا ہے، کبھی کبھی تو دو دو مرتبہ احتلام ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ اس شخص کے بدن میں زیادہ ٹھنڈک کی بیماری ہے۔ اور اس کا گھر چھوٹا ہے وغیرہ وغیرہ بہت سے اعذار ہیں۔ تو مذکورہ شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ کیا بیماری کی وجہ سے کچھ رخصت ہے؟ کیا صرف وضو کر لے تو جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... احتلام سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے صرف وضو کرنے سے وہ فرض ادا نہیں ہوگا۔ غسل کرنا ضروری ہے۔ سوال میں مذکورہ عذر سے غسل معاف نہیں ہوتا۔

﴿۳۰۳﴾ نفاس کے بند ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔

سوال: کسی عورت کو بچہ پیدا ہوا اور چالیس دن کے اندر حیض کے بند ہو جانے کے باوجود چالیس دن تک وہ بیٹھی رہے اور روزہ اور نماز وہ نہ پڑھے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اس راستہ سے جو

خون آتا ہے اسے حیض نہیں نفاس کہتے ہیں۔ جس کی اکثر مدت چالیس دن ہیں۔ اگر چالیس دن کے اندر ہی اندر خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔ اور پاک ہو جانے کے بعد روزہ کا وقت ہو تو روزہ بھی رکھ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ اب دونوں کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ جو چالیس دن تک عورتیں بیٹھی رہتی ہیں، اور نماز و روزہ کا اہتمام نہیں کرتیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔

﴿۳۰۴﴾ منی نکلنے کا احساس ہو لیکن دیکھنے سے نہ دکھائی دے تو کیا کرنا چاہئے؟

سوال: ایک شخص روزانہ گھوڑ سواری کرتا ہے، بعض اوقات گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غسل کی حاجت ہوگئی ہے، اور جب گھوڑے پر سے اتر کر دیکھتا ہے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا، اسی طرح کبھی کبھی چلتے چلتے بھی ایسا احساس ہوتا ہے تو اس بارے میں اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گھوڑے پر یا چلتے ہوئے منی کے نکلنے کا احساس ہو، لیکن دیکھنے سے اس جگہ پر یا کپڑے وغیرہ پر منی بالکل نکلی ہوئی دکھائی نہ دے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ البتہ! اُس احساس کے بعد پیشاب کرتے ہوئے منی نکلے تو طرفین کے قول کے مطابق غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۰۵﴾ مذی کی تعریف اور حکم

سوال: ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ دل لگی کرتا ہے، یا ہنسی مذاق کی باتیں کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس شخص کو کچھ چکنے قطرے نکلتے ہیں اور وہ قطرے منی کے ہیں یا مذی کے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی، منی کے دھبے کپڑے پر سخت طرح کے ہوتے ہیں لیکن بعض مرتبہ یہ

نشانی معلوم نہیں ہوتی، لیکن کپڑے پر تری معلوم ہوتی ہے۔تو اب مجھے اس مسئلہ میں کیا کرنا چاہئے؟اس سے غسل فرض ہوگا یانہیں؟

اور یہ شخص اپنی عورت کے ساتھ سوتا ہے لیکن مجامعت نہیں کرتا پھر بھی اس شخص کو مذکورہ حاجت ہوتی ہے اوراسی سبب سے وہ شخص اپنی عورت کے ساتھ سونا پسند نہیں کرتا، جس کی وجہ سے اس کی عورت اس سے ناراض ہو جاتی ہے، وہ ناراض نہ ہواس کے لئے اس کے ساتھ اس شخص کو ایسا برتاؤ رکھنا پڑتا ہے، اور ایسی حاجتیں دن میں دو تین بار اس کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے ہو جاتی ہیں تو اب اس شخص کو اس مسئلہ میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذی اور منی دونوں میں فرق ہے۔

منی سفید، گاڑھی رینٹ جیسی ہوتی ہے۔اور مذی چکنی پتلی پیشاب کے رنگ کی ہوتی ہے۔

دوسرا یہ کہ منی نکلتے وقت ایک خاص لذت محسوس ہوتی ہے اور پھر خواہش باقی نہیں رہتی، اور مذی کے نکلنے کے بعد جوش ختم نہیں ہوتا، بلکہ اور بڑھتا ہے۔

لہذا اگر نکلنے والی چیز مذی ہو تو صرف اتنی جگہ کو دھو لینے سے پاکی حاصل ہو جائے گی، اور کپڑا بھی اتنا دھو لینے سے پاک ہو جائے گا۔اس میں غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال میں درج تفصیل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذی نکلتی ہوگی۔(شامی وغیرہ)

﴿۳۰۶﴾ کیا غسل کے وقت مصنوعی دانتوں کو نکالنا ضروری ہے؟

سوال: غسل واجب میں غرغرہ کے وقت مصنوعی ایک دو دانت کا ڈھانچہ نکالنا ضروری ہے؟ جس طرح ہاتھ کی مصنوعی انگوٹھی نکال کر پانی پہنچانا ضروری ہے، تو اسی طرح کیا مصنوعی دانتوں کو بھی نکالنا ضروری ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مصنوعی دانتوں کے ڈھانچے کو نکال کر غسل کرنا افضل اور بہتر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کے ساتھ ہی غرغرہ کرلے تو ضرورت کی وجہ سے غسل صحیح سمجھا جائے گا۔ (فتاوی دارالعلوم جدید) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۰۷﴾ غسل کب واجب ہوتا ہے؟

سوال: ناپاک یا برے خیال آنے سے، اگر آلہ تناسل سے چکنا پانی نکلے تو اس کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے؟ یا صرف کپڑے بدل لینے چاہئے؟ اور بیداری کی حالت میں یا خواب کی حالت میں منی نکلے تو کیا غسل واجب ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پیشاب کے مقام سے نکلنے والی تین چیزیں ہیں:

۱......منی ۲......مذی ۳......ودی

......منی کا حکم یہ ہے کہ خواب میں یا بیداری میں شہوت اور جوش کے ساتھ نکلنے سے غسل واجب ہوجاتا ہے۔ اور کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا بھی ناپاک ہوجاتا ہے۔

مذی بھی اسی طرح جس حالت میں نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کپڑا بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی جگہ کا دھونا ضروری ہے۔ اور دھونے کے بعد پاکی حاصل ہوجائے گی۔ اور اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ مذی اور ودی دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۰۸﴾ کیا میت کو غسل دینے والے پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: میت کو غسل دینے والا میت کو غسل دینے کے بعد جنازہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ غسال پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور غسل میں مدد کرنے

والے پر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے، تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو غسل دینے سے غسال پر یا غسل میں مدد کرنے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا۔ صرف بہتر ہے کہ وہ غسل کرلیں، لہذا صرف وضو کر کے نماز پڑھیں یا پڑھائیں گے تو بھی بلا کراہت نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور جو شخص غسل کے واجب ہونے کو کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۰۹﴾ کپڑے پر تری دیکھی، تو کیا غسل واجب ہو گیا؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی، اور غسل کر کے سو گیا، لیکن جب وہ اٹھا تو اس نے تازہ دھبے دیکھے تو اس پر دوبارہ غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ نیند میں احتلام کا ہونا یاد ہے یا نہیں؟ اگر یاد ہو تو غسل کرنا واجب ہے۔ اور اگر احتلام کا ہونا یاد نہ ہو تو پھر دیکھنا چاہئے کہ وہ دھبے منی، مذی یا ودی میں سے کس کے معلوم ہوتے ہیں؟ اگر دھبے منی کے معلوم ہوں تو بھی غسل کرنا واجب ہے۔ اور مذی یا ودی کے معلوم ہوتے ہوں یا سونے سے پہلے آلہ تناسل میں جوش کی کیفیت ہو تو ایسا سمجھا جائے گا زیادہ جوش کی وجہ سے مذی نکلی ہوگی۔ پھر اس صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر یقینی طور پر معلوم نہ ہوتا ہو کہ یہ کیا چیز ہے تو پھر احتیاطاً غسل کر لینا چاہئے۔ (درمختار، شامی: ۱/۱۱۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۱۰﴾ جمعہ، عید اور غسل واجب کے بارے میں

سوال: کل عید ہے اور وہ عید کا دن جمعہ کا دن ہے، اس رات ایک شخص نے اپنی عورت سے جماع کیا، پھر رات میں تین چار گھنٹوں کے بعد اس شخص کو احتلام بھی ہو، اور صبح میں

عید اور جمعہ کا دن بھی ہے، تو اس شخص کو کونسا غسل کرنا چاہئے؟ (۱) صحبت کا (۲) احتلام کا (۳) عید کے دن کا (۴) جمعہ کے دن کا۔ وہ کون سا غسل ہے؟ جس سے سب غسلوں کی طرف سے ایک غسل کافی ہو جاوے۔ اس سوال کا تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک ہی غسل سے چاروں غسل ادا ہو جائیں گے۔ علیحدہ علیحدہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نیت کے مطابق ثواب بھی چاروں غسلوں کا ملے گا۔ (ہدایہ، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۱۱﴾ نفاس سے پاک ہونے کے لئے پڑھے ہوئے پانی سے غسل کا اعتقاد غلط ہے۔

سوال: بعض مقامات پر ایسا دستور ہے کہ سوا مہینے کا غسل (نفاس سے پاکی پر) کیا جاتا ہے، تب ایک شخص پانی پڑھوا کر لاتا ہے، یا کوئی عورت پڑھ دیتی ہے پھر وہ عورت اس پانی سے غسل کرتی ہے، تو اس طرح کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کر سکتے ہیں تو کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضع حمل کے بعد عورت کو جو خون آتا ہے اسے شریعت کی اصطلاح میں نفاس کہا جاتا ہے، جو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک آسکتا ہے۔ اور اس کی کم سے کم مدت ایک ساعت ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس خون کے بند ہوتے ہی غسل کر لینا چاہئے، تاکہ پاکی اور طہارت حاصل ہو جاوے۔ اور اس غسل کے لئے (نفاس سے پاک ہونے کے لئے) کوئی چیز پڑھنے کی یا پڑھے ہوئے پانی سے غسل کرنے کو فرض، واجب یا مستحب قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ عام طریقہ سے جیسے دوسرے غسل کئے جاتے ہیں اسی طرح غسل کرنے سے نفاس سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔

آپ کا بتایا ہوا دستور جو عوام میں رائج ہے جہالت اور شریعت سے لاعلمی ہے۔ اسے دور کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الباب الرابع : ما يتعلق بالتيمم

﴿۳۱۲﴾ تیمّم کا طریقہ

سوال: تیمّم کا طریقہ بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نیت کرکے پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر جھاڑ لیں، پھر پورے چہرہ پر ایک مرتبہ اس طرح پھیریں کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے، پھر دوسری مرتبہ اسی طرح زمین پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہاتھ پھیرا کر اس طرح مسح کریں کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ انگلیوں کے درمیان خلال کریں، بس تیمّم ہو گیا۔ (شامی: ۱۵۸/۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۱۳﴾ نماز جنازہ کے لئے تیمّم کرنا

سوال: جنازہ تیار ہو، تو جنبی اور بے وضو شخص تیمّم کر کے نماز میں شامل ہو جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے ولی کے علاوہ اور کوئی شخص جنبی یا بے وضو ہو اور وہ وضو اور غسل کرنے جاوے وہاں تک جنازہ کی نماز فوت ہو جانے کا امکان ہو تو تیمّم کر کے نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔ (شامی، ۱۶۱/۱)

﴿۳۱۴﴾ تیمّم سے کپڑے پاک ہو جائیں گے؟

سوال: تیمّم سے وضو اور غسل ہو جاتا ہے، لیکن اگر بدن پر یا کپڑے پر ناپاکی لگی ہوئی ہو تو کیا وہ بھی تیمّم سے پاک ہو جائے گی؟ مثلاً: منی یا پیشاب لگی ہوئی ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غسل کے لئے پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کر لینے سے

جنابت یا احتلام سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔ بدن پر لگی ہوئی نجاست پانی سے دھو کر پاک صاف کر سکتے ہوں تو کر لینا چاہئے ،اور اگر اتنے پانی پر بھی قدرت نہ ہو اور دوسرا کوئی کپڑا بھی میسر نہ ہو تو صرف تیمّم کر کے نماز پڑھ لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔

کپڑے پر لگی ہوئی نجاست تیمّم سے پاک نہیں ہوتی ،اسے پاک کرنا ضروری ہے۔لیکن اگر اس کے علاوہ دوسرا کوئی کپڑا میسر نہ ہو تو ایسے وقت وہ کپڑا پہن کر پڑھی ہوئی نماز صحیح ہو جائے گی۔(عالمگیری:١) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿٣١٥﴾ کیا آشوب چشم کا مریض تیمّم کر سکتا ہے؟

سوال: آشوب چشم کے مریض کے لئے تیمّم کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے وقت تیمّم کرنا درست ہے؟ یا وضو کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... وضو ہو یا غسل دونوں میں آنکھوں میں پانی پہنچانا فرض ،واجب تو دور سنت بھی نہیں ہے۔اس لئے جسے آشوب چشم ہو اس کے وضو کرنے کی وجہ سے کچھ نقصان نہ ہونے کے سبب اس کو تیمّم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الباب الخامس : ما یتعلق بالاشیاء الطاهر و النجس

﴿۳۱۶﴾ پیشاب ناپاک ہے اور پسینہ پاک ہے۔

سوال: پسینہ بھی پیشاب ہی کی ایک قسم ہے، تو جنہیں بار بار پسینہ آتا ہے ان کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ان پر اس گندگی کو دور کرنے کے لئے غسل واجب ہوگا؟

مطلب یہ کہ پیشاب کرنے کے بعد اسے پاک کرنا ضروری ہے، تو سائنسی قاعدہ کے تحت پسینہ بھی پیشاب ہی ہے۔ جیسا کہ سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ پیشاب میں جو مادے اور نمکیات اور جو چیزیں ہیں پسینہ میں بھی وہی سب چیزیں ہیں۔ تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیشاب ناپاک ہے اور پسینہ پاک ہے اس لئے پسینہ کو دھونا یا پاک کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور شریعت نے پیشاب کو ناپاک قرار دے کر اس سے بچنے کا اور لگ جائے تو پاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پسینہ کو پاک کہا ہے، پسینہ چمڑی کے سوراخوں کے ذریعہ گوشت میں سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر اسے ناپاک قرار دیا جاتا تو اس سے پاکی حاصل کرنے میں اور کپڑے دھونے میں انسان حرج میں مبتلا ہو جاتا، جبکہ پیشاب بعض مرتبہ بہت ہی خراب بدبو کے ساتھ آتا ہے اور اس سے بچنا بہت آسان ہے۔ اس لئے اسے ناپاک قرار دے کر اس سے پاکی حاصل کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ پیشاب اپنے ارادہ اور اختیار سے کر سکتے ہیں، اور روک سکتے ہیں۔ اور پسینہ کے لئے اپنا ارادہ اور اختیار کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

﴿۳۱۷﴾ دم سائل ناپاک ہے۔

سوال: ایک شخص نے جانور ذبح کیا، اور اس کا خون کپڑے پر لگ گیا، تو کیا رگ کا خون ناپاک ہے یا اس کے ساتھ گوشت کا خون ناپاک ہے؟ اور لوگوں کا کہنا ہے کہ گوشت کے اوپر کا خون پاک ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ مسئلہ کی مدلل وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذبح کے وقت جو خون بہتا ہے وہ ناپاک ہے، اس لئے وہ اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن ناپاک ہوجائے گا۔ خون نکل جانے کے بعد جو خون رگوں میں یا گوشت میں رہ جاتا ہے وہ دم سائل نہیں ہے۔ اس لئے وہ ناپاک نہیں ہے۔ دم سائل گوشت یا کپڑے پر لگ جائے تو وہ ناپاک ہوجائے گا۔ اس کو برابر دھونے سے پاک ہوجائے گا۔ (درمختار: ۲۹۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۱۸﴾ بالوں کی جڑوں میں سے نکلنے والی چکنائی ناپاک ہے؟

سوال: انسان کے بدن کے کسی بھی حصہ کے بال اکھاڑے جائیں تو ان کے نیچے سفید چکنائی لگی ہوئی ہوتی ہے، تو کیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور کونسی جگہ کے بال کی چکنائی ناپاک ہے؟ سر میں یا داڑھی میں کنگی کرتے وقت جو بال نکلتے ہیں اور ان کے ساتھ جو چکنائی لگی ہوئی ہوتی ہے کیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور اگر وہ ناپاک ہو تو کیا کنگی دھونی پڑے گی؟ داڑھی وغیرہ برابر کرتے وقت جو بال گرتے ہیں اور ان کے ساتھ جو چکنائی لگی ہوئی ہوتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ جس جگہ سے بال گرتے ہوں وہ جگہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ایسی چکنائی والے بال کسی پانی کے برتن میں گریں تو وہ پانی پاک رہے گا یا ناپاک؟ اگر منہ دھوتے وقت بال گریں تو ہاتھ دوبارہ دھونے پڑیں گے یا نہیں؟ وضو کے بعد جس جگہ

سے بال گرے ہوں وہ جگہ دھونی پڑے گی؟ بھیگے رومال پر ایسے بال گریں تو رومال دھونا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انسان کے بدن کے کسی بھی حصہ کے بال اکھاڑے جائیں تو بال کی جڑوں میں جو چکنائی لگی ہوئی ہوتی ہے وہ ناپاک ہونے کی وجہ سے وہ بال ناپاک کہلائیں گے۔ اسی طرح کنگی کرتے ہوئے جو بال جڑ کے ساتھ جھڑیں (گریں) ان میں بھی چکنائی لگی ہوئی ہوتی ہے اس لئے وہ بھی ناپاک کہلائیں گے۔

اور جو بال کٹائے گئے ہوں یا منڈوائے گئے ہوں ان میں وہ چکنائی نہیں ہوتی، اس لئے وہ بلاشبہ پاک ہیں۔ اب اگر یہ بال پانی میں گریں یا کنگی یا بدن پر لگیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس بارے میں فقہاء کے دو قول ہیں: لیکن دوسری روایتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درہم کے برابر یا ناخن جتنی جگہ گھیر لے اتنی مقدار میں ہوں تو ماءِ قلیل میں گرنے سے وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور ایک دو بال کے ساتھ لگی ہوئی چکنائی بہت ہی کم مقدار میں ہونے کی وجہ سے اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (درمختار مع الشامی: ۱/۱۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۱۹﴾ کیا پھنسی میں سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے؟

سوال: بدن پر چھوٹی چھوٹی پھنسی ہوئی ہوں، اور پکنے سے پہلے کپڑے کے لگنے سے یا کسی وجہ سے پھٹ جائے اور اس میں سے سفید چکنا پانی نکلے، جو خون یا پیپ نہ ہو تو وہ پانی ناقض للوضو ہے یا نہیں؟ کپڑے پر اس کے لگنے سے دھبہ بھی نہیں بنتا، اس لئے وہ سائل ہے یا نہیں وہ بھی نہیں جانا جا سکتا، اس لئے برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ان پھنسیوں میں سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے جبکہ وہ

اتنی مقدار میں ہو جائے کہ اگر ایک ہی جگہ سے ایک ساتھ نکلتا تو بہہ جاتا۔ اور اگر اتنی مقدار میں نہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہے۔ خواہ مخواہ وہم نہیں کرنا چاہئے۔

اور ان پھنسیوں کا پانی ایک ہی مجلس میں نہیں نکلتا، وقفہ وقفہ سے تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے، اس لئے وہ ناپاک نہیں کہلائے گا۔ (شامی وغیرہ) علامہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس طرح نکلنے والا سفید و صاف پانی ناپاک نہیں ہے جب تک کہ اس میں خون یا پیپ ملا ہوا نہ ہو۔ (طحطاوی:۵۲)۔

﴿۳۲۰﴾ کتے کا لعاب نجس ہے۔

سوال: کتے کے بدن یا پیروں پر ظاہری نجاست معلوم نہ ہوتی ہو ایسی حالت میں کتا جس جگہ بیٹھے یا پھرے یا سوئے وہ جگہ پاک رہے گی یا ناپاک ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صحیح قول کے مطابق کتا نجس العین نہیں ہے۔ اس لئے اگر اس کے بدن اور پیروں پر ظاہری نجاست نہ ہو تو اس کے بیٹھنے یا چلنے پھرنے سے وہ جگہ ناپاک نہیں ہوگی۔ (اس کے منہ سے نکلنے والا لعاب ناپاک ہے) (شامی:۱/۱۹۳)

﴿۳۲۱﴾ ناپاک لباس پہن کر کی ہوئی عبادت کا حکم؟

سوال: ایک شخص کو غسل کی حاجت ہوئی اس نے غسل کر کے پاک کپڑے پہنے پھر کپڑے پر منی کا دھبہ دیکھا تو اسے کھرچ کر نکال ڈالا اور کپڑا پاک کر کے پہن لیا اور اس نے کوئی اچھا کام کیا مثلاً: نماز پڑھی یا قرآن شریف کی تلاوت کی تو یہ عبادتیں قبول ہوں گی یا نہیں؟ مذی والا یا منی والا لباس پہن سکتے ہیں یا نہیں؟ نہ پہن سکتے ہوں تو اسے کس طرح پاک کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذی کپڑے پر جس جگہ لگی ہو اتنی جگہ کو تین مرتبہ دھو کر نچوڑنے سے وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ اب اس کپڑے کو پہن کر نماز تلاوت وغیرہ دیگر عبادتیں کی جاسکتی ہیں۔ اگر نجاست ایک درہم سے زیادہ لگی ہو تو صرف کھرچ ڈالنے سے کپڑا پاک نہیں ہوگا اور ان کپڑوں میں نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ کپڑے کو پاک کرنے کے لئے اس کا دھونا ضروری ہے۔

مذی نجاست غلیظہ ہے اس لئے ایک درہم کے برابر یا اس سے زیادہ لگی ہو تو بغیر دھوئے کپڑا پاک نہیں کہلائے گا۔ اور ایسے ناپاک کپڑے پہن کر تلاوت کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اور اگر دوسرے کسی وقت میں وہ ناپاک کپڑا پہنا جائے تو اچھا نہیں ہے جائز تو ہے لیکن دھو کر پاک کر لینا چاہئے۔ (طحطاوی، شامی وغیرہ:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۲۲﴾ ناپاک کپڑے گھر میں رکھ چھوڑنا

سوال: ہمبستری کے بعد عورت کی پائجامہ یا مرد کی لنگی وغیرہ ایسے ہی (بغیر دھوئے) رکھ چھوڑنا کیسا ہے؟ غالباً ایسے وقت میں ازار یا لنگی میں ناپاکی لگتی ہی ہے۔

تو ایسی ناپاکی اور منحوس چیز کو اسی حالت میں رکھ چھوڑنا کیسا ہے؟ کیا اسی حالت میں رکھ چھوڑنے سے گھر کی برکت میں کچھ کمی آتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہمبستری کے بعد کپڑے پر لگی ہوئی ناپاکی اسی وقت دور کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن ایسے ناپاک کپڑوں کو رکھ چھوڑنا اور دنوں تک سستی کر کے نہ دھونا یا نہ دھلوانا پاکیزہ اور مطہرہ شریعت کی رو سے بھی اچھا نہیں ہے۔ پھر بھی وہ اگر گھر میں ہو تو نحوست نہیں ہے۔

یہ جواب اس وقت ہے جب کہ دوسرے پاک کپڑے پہننے کے لئے موجود ہوں تاکہ نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ اور اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں یا سب کپڑے ناپاک ہوں اور دھونے کے لئے پانی موجود ہو تو ناپاک کپڑے رکھ چھوڑنا گناہ ہے۔

﴿۳۲۳﴾ ٹیریلین کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: ابھی ٹیریلین اور ٹیری کوٹن کپڑے نکلے ہیں، یہ کپڑے اگر ناپاک ہو جائیں تو کیا انہیں دھوکر نچوڑنا ضروری ہے؟ اور ان کپڑوں کو نچوڑنے سے انکی باہری سطح خراب ہو جاتی ہے۔ تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ان کپڑوں کو اس طرح دھویا جائے کہ ان پر لگی ہوئی نجاست دھل کر دور ہو جائے یعنی اس کی بدبو اور نجاست کے ذرّات کپڑوں پر لگے ہوئے نہ رہیں، اور ان کو نچوڑنے سے وہ خراب ہو جاتے ہوں تو انہیں نچوڑنا ضروری نہیں ہے۔ اوپر لکھے ہوئے طریقہ سے تین مرتبہ دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۲۴﴾ کیا ڈرائی کلین کئے ہوئے کپڑے پاک ہیں؟

سوال: گرم کوٹ، پتلون یا دوسرے کپڑے پٹرول میں ڈرائی کلین کئے ہوں تو پاک ہیں یا نہیں؟ ان کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا وہ نماز جائز کہلائے گی

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پٹرول سے ڈرائی کلین کئے ہوئے کپڑے اگر پہلے سے ناپاک نہ ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ پٹرول ناپاک نہیں ہے۔ لیکن اگر کپڑے ناپاک ہوں تو صرف ڈرائی کلین سے وہ پاک نہیں ہوں گے انہیں دھونا ضروری ہے، ڈرائی کلین سے کپڑے صاف تو ہوتے ہیں لیکن پاک نہیں ہوتے، پاک

کرنے کے لئے انہیں دھونا ضروری ہے۔اور دھونے کے لئے اتنا پانی یا پاک سیال چیز ان کپڑوں پر ڈالنا چاہئے کہ کچھ قطرے ٹپکیں۔

اور جن کپڑوں کو نچوڑنے سے وہ خراب ہو جاتے ہوں تو انہیں پانی یا پاک سیال چیز میں بھگو کر ٹپکتا چھوڑ دینا چاہئے، جب قطرے گرنا بند ہو جائیں تو پھر دوسری اور تیسری مرتبہ اس طرح کیا جائے تب وہ کپڑے پاک ہو جائیں گے۔ اور کپڑوں میں جو نجاست مرئیہ ہو اسے پہلے دھو کر دور کر دینا چاہئے پھر پورے کپڑوں کو بھگو دیوے۔اسی طرح کپڑوں کا کچھ ہی حصہ ناپاک ہو تو اتنے ہی حصہ کو دھونا ضروری ہے۔ پورے کپڑوں کو دھونا ضروری نہیں ہے۔

پٹرول سے کپڑے دھونے سے کپڑے پاک تو ہو جائیں گے لیکن فی زمانہ ڈرائی کلین میں مشین سے جو دھویا جاتا ہے اس میں پٹرول کے ناپاک ہو جانے کے بعد اسے بدلا نہیں جاتا اس لئے کپڑے صاف تو ہو جائیں گے لیکن پاک نہیں ہوں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۲۵﴾ کیا انجکشن کے اسپریٹ سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں؟

سوال: ڈاکٹر انجکشن دیتا ہے اس سے پہلے اسپریٹ لگاتا ہے اور انجکشن دینے کے بعد بھی اسپریٹ لگاتا ہے، وہ کپڑے اور بدن پر لگتا ہے تو کیا اس سے کپڑے یا بدن ناپاک ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور کپڑے یا بدن دھوئے بغیر کیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہندوستان میں بنی ہوئی اسپریٹ، خاص کر جس کا استعمال پینے کی دواؤں میں نہیں بلکہ لگانے کے لئے یا دیگر مصارف میں استعمال ہوتا ہے وہ انگور یا کشمش یا تر یا خشک کھجور کی شراب سے بنی ہوئی نہیں ہوتی۔اس کے علاوہ دیگر

ارزاں چیزوں سے جیسے گڑ یا پھول وغیرہ سے بنی ہوئی ہوتی ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اسے پینا تو ناجائز ہے لیکن لگانے میں حرج نہیں ہے۔ نیز وہ مذکورہ چار چیزوں کی شراب جیسی ناپاک بھی نہیں ہے۔ اس لئے انجکشن کے وقت مستعمل اسپریٹ بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو جہاں تک ہو سکے وہاں تک اسے دھو لینا اچھا ہے تاکہ بالاتفاق اس کی نماز صحیح ہو جائے۔ اور اگر کبھی ایسا موقعہ نہیں ملا اور نماز پڑھ لی تو شیخین کے قول کے مطابق ناپاک نہیں ہے اور اس کی نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۲۶﴾ مٹی کا تیل پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: مٹی کا تیل پاک ہے یا ناپاک اگر ناپاک ہے تو پھر ایسی صورت میں کسی نے لگا کر نماز پڑھ لی تو وہ نماز قابل اعادہ ہے یا نہیں؟ اگر مٹی کا تیل ناپاک ہے تو اس کی ناپا کی کی علت کیا ہے؟ اگر مٹی کا تیل کسی دوسری چیز میں ملا کر اس کو سر میں یا بدن میں لگانے والا بنا دیا تو ایسا تیل لگا کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مٹی کا تیل، پیٹرول وغیرہ پاک ہے۔ ناپاک نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۲۷﴾ کیا شیر خوار بچے کا پیشاب پاک ہے؟

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ بچہ جب چھ مہینے یا ایک سال کا ہو جاوے وہاں تک اس کا پیشاب پاک کہلاتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہ خیال حنفی مذہب کے خلاف ہے۔ بچہ دودھ پیتا ہو یا کھانا کھاتا ہو، لڑکا ہو یا لڑکی اس کا پیشاب ناپاک ہے۔ اور کپڑا یا بدن پر لگ جائے تو

ناپاک چیز کو پاک کرنے کا جو طریقہ ہے اسی طرح دھونا ضروری ہے۔(شامی:۱)

﴿۳۲۸﴾ ناپاکی کے وہم سے ناپاکی کا حکم نہیں لگتا۔

سوال: ایک شخص کو شک ہوتا رہتا ہے کہ پیشاب کا قطرہ نکلا ہے دیکھتا ہے تو نہیں ہوتا اور کبھی ذرا سا دیکھتا بھی ہے تو اس شخص کے لئے وضو کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک ناپاکی کے نکلنے کا یقین نہ ہو جائے تب تک صرف ناپاکی کے شک اور وہم سے ناپاکی کا حکم نہیں لگتا۔ الاشباہ میں لکھا ہے: **اليقين لا يزول بالشك**۔ یقین وہم سے ختم نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۲۹﴾ رینٹ (ناک کی ریزش) پاک ہے۔

سوال: ناک میں سے پتلی رینٹ (ریزش) جو پانی جیسی اور پیپ کے رنگ کی خود بخود نکلتی ہے تو اس سے نمازی کا وضو رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ اسی طرح یہ رینٹ کسی جگہ یا کپڑے پر گرے (لگے) تو وہ جگہ یا کپڑا پاک رہے گا یا ناپاک؟ وضاحت فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ناک سے نکلنے والی رینٹ (ریزش) رقیق ہو یا ثقیف تھوک کی طرح پاک ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اس سے بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۳۰﴾ کیا مردہ جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جائے گا؟

سوال: مردار حلال جانور کے چمڑے کو دباغت کے بعد اپنے استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟ یا بیچ کر اس کی قیمت کو کس مصرف میں خرچ کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مردار جانور کا چمڑا اتار کر دباغت دینے کے بعد اس کو

استعمال میں لانا، بیچنا جائز ہے۔(ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۳۱﴾ حالت حیض میں تعلیم قرآن

سوال: حیض کی حالت میں عورت اپنے بچوں کو قرآن کریم ہاتھ لگائے بغیر اندر دیکھ کر پڑھا سکتی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ بچہ ضد کرتا ہے تو مفصل جواب مرحمت فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حیض، نفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اگر بچہ کو تعلیم کے لئے پڑھانا ضروری ہو تو پوری آیت نہ پڑھائیں صرف ایک ایک دو دو الفاظ کر کے پڑھا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۳۲﴾ حیض سے متعلق چند سوالات

سوال: ا......ایک لڑکی کی عمر ۲۰ (بیس) سال ہے اس کو جب سے ماہواری شروع ہوئی ہے باقاعدگی سے نہیں آتی ایک ماہ آتی ہے پھر دو تین یا چار ماہ تک نہیں آتی اس کے بارے میں کیا احکامات ہیں؟

۲......جب حیض سے پاک ہونے کا وقت آتا ہے گدی یا Pad بالکل صاف ہوتا ہے مگر ٹشو پیپر کبھی گلابی یا براؤن سا خون آتا ہے پاکی کا وقت کا اعتبار گدی کے صاف ہونے سے کیا جائے گا یا ٹشو پیپر کے صاف ہونے سے؟

۳......ایک عورت کو ایام شروع ہونے سے پہلے براؤن یا گلابی سا خون ۲-۳ دن آتا رہتا ہے پھر ۲-۳ دن یا ۱-۲ دن بالکل پاکی کی حالت ہو جاتی ہے اس کے بعد خون آنا شروع ہوتا ہے، ہر ماہ یہی کیفیت رہتی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جبکہ یہ سب کچھ دس دن کے اندر ختم ہو جاتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

۴......ایک عورت کو سات دن تک حیض کا خون آتا ہے پھر بالکل پاک ہو جاتی ہے دو دن کے بعد پیڈ پر ہلکا سا داغ لگ جاتا ہے اس کے لئے کیا احکامات ہیں؟

۵......ایک عورت کو شوال کی ۸/تاریخ کو حیض شروع ہوا، پہلے دس دن ہلکا سا دھبہ لگتا رہا پھر پورے ۲۰/دن خون آیا (مسلسل) اور ذوالقعدہ کی ۸/تاریخ کو ختم ہوا، اب یہ کس تاریخ کا حساب کرے؟ عادت سے بہت عرصہ پہلے اسلامی مہینہ کی ۸/تاریخ تھی مگر اب کافی عرصہ سے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے، نیز تب حیض کی عادت ۶/دن کی تھی۔

۶......کسی عورت کی کوئی عادت نہیں کبھی جن دنوں میں خون آتا ہے بعد میں انہی تاریخوں میں پاکی کی حالت ہوتی ہے، یہ نظام بدلتا رہتا ہے اب وہ کون سے ایام کے اور کون سے پاکی کے دن شمار کرے؟

۷......حیض بے قاعدگی سے ہوتے ہیں کبھی ہفتہ پہلے کبھی ہفتہ بعد کبھی درمیان میں پاکی کے ۱۵/دن ہوتے ہیں اگر پندرہ دن سے کم ہوں تو کیا حکم ہوگا؟

۸......حیض شروع ہونے کے دنوں میں تقریباً 10 Pence کے برابر خون کا دھبہ ظاہر ہوتا ہے پھر دو دنوں تک کچھ نظر نہیں آتا پھر تیسرے دن دوبارہ نشان نظر آتا ہے اور پھر اس کے بعد صحیح حیض شروع ہو جاتا ہے پہلے نشان سے لیکر خون کے ختم ہونے تک کبھی نو (۹) دن لگتے ہیں مگر اکثر دس (۱۰) دن سے زیادہ ہو جاتے ہیں تو حیض کے ایام کون سے شمار کریں؟

۹......ایام کے دنوں میں استنجاء کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ وظائف اور اذکار جاری رکھنے ہوتے ہیں مگر کئی عورتوں کو ان دنوں میں استنجاء کرنے سے بے قاعدہ حیض کی وجہ سے سرین وغیرہ میں درد اور بانجھ پن بھی ہونے کے خطرات ہوتے ہیں اس بارے میں کیا کیا

جائے؟

۱۰...... کسی عورت کو پاکی کے دنوں میں بھی Spotting ہوتی رہتی ہے، جب حیض ختم ہونے کو آتا ہے تو پتہ نہیں چلتا کہ یہ حیض کی Spotting ہے یا عادت کی تو اس صورت حال میں کیا کرے؟

۱۱...... جب بے قاعدگی سے حیض آتا ہو تو پاکی کے دنوں میں جو خون آئے گا یعنی استحاضہ اس کے وضو و استنجا اور پیڈ کے احکامات کیا ہوں گے؟ جب کہ یہ خون کپڑوں کو بھی لگ جائے؟

۱۲...... کسی لڑکی کو حیض آیا پھر ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ دوبارہ ۱۲/دن تک خون آیا اور بند ہو گیا اور اب ایک ماہ سے کچھ نہیں آ رہا ہے حیض اور پاکی کے دن کون سے شمار ہوں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً

۱...... جب اس عورت کی عادت مقرر نہیں تو جس وقت حیض آنا شروع ہوگا اس وقت سے حائضہ قرار دی جائے گی اور اکثر مدت تک حائضہ شمار ہو گی اس لئے صورت مسئولہ میں دس دن حیض کے ہوں گے اور اس سے زائد جو ہو گا وہ استحاضہ کے حکم میں شمار ہو گا۔

۲...... جب حیض سے پاک ہونے کا وقت آتا ہے تو فقہاء جس کو بیاض خالص کہتے ہیں تو اس صورت میں حیض کا اختتام ہو گا، اب اس کے بعد وہ غسل کر کے پاک ہو گی۔ بیاض خالص کے بعد گلابی یا براؤن دھبہ دیکھا جائے تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جس وقت کپڑا رکھے اس وقت کا اعتبار ہو گا بعد میں خشک ہو کر کلر پکڑے تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔

وفی التجنیس امرأة رات بیاضا خالصا علی الخرقة ما دام رطبا فاذا یبس اصفر فحکمه حکم البیاض لان المعتبر حال الرؤیة لا حالة التغیر بعد ذالك الخ

(بحر الرائق: ۱۸۲/۱)۔

۳......عورتوں کی حیض کے اعتبار سے مختلف اقسام ہوتی ہیں، مثلاً: مبتدأہ، معتادہ، ممیّزہ، متحیرہ، اس کے لئے سب سے پہلے یہ عورت کس درجہ میں آتی ہے وہ دیکھا جائے گا، تمام اقسام کے رنگوں کو فقہاء نے حیض میں شمار کیا ہے۔

الوان الدماء ستة السواد و الحمرة و الصفرة و الكدرة و الخضرة و التربية و هى التى على لون التراب الى ان قال و كل هذه الالوان حيض فى ايام الحيض الى ان ترى البيض اه (بحر الرائق: ۱۹۲/۱) امرأة رات بياضا خالصا على الخرقة ما دام رطب فاذا يبس اصفر فحكمه حكم البياض لان المعتبر حال الرؤية لا حالة التغير بعد ذالك اه

لہذا یہ عورت معتادہ ہے تو اس کی عادت کے دن حیض ہوں گے، مبتداہ یا متحیرہ ہے تو پورے دس دن حیض کے ہوں گے، جب پہلے ایک دو دن خون آیا پھر دو تین دن بند رہا تو یہ استحاضہ ہے پھر جب خون آنا شروع ہوا تو تین دن تک مسلسل آتا رہا تو یہ حیض ہے پھر جب بند ہوگا تو غسل وغیرہ کر کے نماز پڑھے۔

۴......عورت کو عادت کے مطابق سات دن خون آیا اور پھر ختم ہو گیا تو وہ پاک ہوگئی غسل کرے اور نماز پڑھے پھر بیاض خالص کے بعد دو دن کے بعد صرف خون کا دھبہ دکھائی دے تو اس سے وہ عورت طہر میں ہی شمار ہوگی۔

۵......اگر وہ معتادہ ہے تو اپنی عادت کے مطابق (عادت کے دن سے جتنے دن کی عادت ہے) حیض ہوگا۔

۶......مدت طہر پندرہ دن ہے اس کے بعد حیض آ سکتا ہے اس عورت کو کب اور کتنے دن

خون آیااس کے مطابق حساب کیا جائے گا۔

۷......پندرہ دن سے کم میں خون آیا تو وہ استحاضہ ہوگا۔

۸......اس کی حیض کی عادت جو ہوگی وہ حیض ہوگا۔

۹......حیض کے دنوں میں نماز تلاوت روزہ نہیں رکھ سکتی،تسبیحات،درود شریف اور دعائیں وغیرہ پڑھ سکتی ہے۔

۱۰......پاکی کے دن میں Spot پیشاب کے حکم میں ہے،دھوکر پیشاب کر کے دوسرے کام کرسکتی ہے۔

۱۱......دم مسفوح ناپاک ہے۔

۱۲......حیض سے پاک ہوکر ایک ہفتہ میں پھر خون آیا وہ استحاضہ ہے اور اب جب تک حیض کا خون نہ آئے وہاں تک پاک شمار ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۳۳﴾ مردار جانور کے چمڑے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: گائے،بیل،بھینس مر جائے تو اس مردہ جانور کے چمڑے کو اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ یا کسی دوسرے کے پاس اتروا سکتے ہیں؟ کیا مردہ جانور کے چمڑے کو فرخت کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......گائے،بیل،بھینس اگر مر جائے تو اس کا چمڑا اتارنا یا اتروانا جائز ہے۔ اور دباغت کے بعد اپنے کام میں لا سکتے ہیں،اور فروخت بھی کر سکتے ہیں۔ دباغت سے پہلے کچا چمڑا بیچنا جائز نہیں ہے۔ محلل جانور یعنی شرعی طور پر ذبح کئے ہوئے جانور کا چمڑا گوشت کی طرح پاک ہے، دباغت سے پہلے بھی فروخت کیا جا سکتا ہے۔(شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۳۴﴾ مدبوغہ چمڑے کی چیز پہن کر نماز پڑھنا

سوال: امام صاحب نماز پڑھاتے وقت جناح کیپ یا دوسری ایسی ٹوپی پہنتے ہیں جس کا استر چمڑے کا ہوتا ہے تو اس سے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور امام کو دوسری ٹوپی پہننا ضروری ہے یا نہیں؟ اسی طرح کمر میں چمڑے کا پٹہ ہو تو اسے نکال کر ہی نماز صحیح ہوتی ہے، ایسا ہمارے ایک بھائی کا کہنا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ان کا ایسا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چمڑے کا پٹہ یا ٹوپی کا استر میں لگا ہوا چمڑا مدبوغہ ہو تو وہ پاک ہے۔ اس لئے ان چیزوں کے ساتھ نماز بلا کراہت صحیح ہے۔ آپ کے اس بھائی کا کہنا غلط ہے۔ (شامی:۱)

﴿۳۳۵﴾ کتے کے پالنے کے بارے میں تفصیل

سوال: کسی بھی امیر یا غریب مسلمان کے لئے کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شکار کے لئے یا حفاظت کے لئے امیر یا غریب دونوں کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔ لیکن شوقیہ کتا پالنے کے متعلق حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔ اور مذکورہ ضرورتوں کے علاوہ کتا پالنے یا رکھنے سے روزانہ ہمارے نامۂ اعمال میں سے ایک یا دو قیراط نیکیاں کم کردی جاتی ہیں۔ (مشکوۃ شریف:۳۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الباب السادس : ما یتعلق بالماء الطاھر و النجس

﴿۳۳۶﴾ حوض کی مقدار

سوال: حوض کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟ کیا بیٹھنے کی نشست بھی اس مقدار میں شمار کی جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حوض کی لمبائی، چوڑائی کم از کم ۱۵ فٹ ہونی چاہئے۔ نشست ۱۵ فٹ سے باہر ہونی چاہئے۔ گہرائی کے لئے کوئی خاص حد مقرر نہیں ہے صرف اتنی گہری ہونی چاہئے کہ چلو سے پانی لیتے وقت نیچے کی زمین کھل نہ جائے۔ضرورت کے مطابق اور گہری رکھی جاسکتی ہے۔(شامی، کتاب الطہارت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۳۷﴾ حوض میں مینڈک مرجائے تو کتنا پانی نکالنا ضروری ہے؟

سوال: حوض کے ایک گوشے میں مینڈک یا چوہا پھول کر پھٹ گیا ہے، دوسرا پانی اچھا ہے، مینڈک یا چوہے کو نکال کر باہر پھینک دیا ہے تو حوض کے اس گوشے سے کتنا پانی نکالنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر حوض ۱۵×۱۵ فٹ سے بڑا ہو تو اس میں چوہا یا زمین پر رہنے والے مینڈک کے مرکر پھول پھٹ جانے سے وہ حوض ناپاک نہیں ہوتا۔اس لئے کچھ پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۳۸﴾ حوض میں کتے نے منہ ڈال دیا تو

سوال: ہماری مسجد کے حوض کا پانی کتے روزانہ خراب کردیتے ہیں، روزانہ رات کو تین چار مرتبہ مل کر ہر مرتبہ ساتھ آنے والے کتوں کی تعداد شمار کی تو ۱۹ کتوں نے چار مرتبہ حوض کا پانی

خراب کیا ہے۔تو ایسے حوض کے پانی سے وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر حوض دہ دردہ (۱۵×۱۵فٹ) ہوتو اس کا پانی کتے کے منہ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے مسؤلہ صورت میں اس حوض سے وضو کرنا صحیح ہے۔ پھر بھی ایسا بندوبست کرنا چاہئے کہ جس سے کتے اندر آ کر حوض کا پانی خراب نہ کرسکیں۔

﴿۳۳۹﴾ دہ دردہ حوض میں پہلے سے ناپاکی گری تھی پھر پانی بھرا تو حوض پاک ہے یا نہیں؟

سوال: ایک خالی حوض جس کی لمبائی اور چوڑائی ۱۰×۱۰ (دہ دردہ) گز ہے، اوراس میں ناپاکی پہلے سے گری ہوئی ہے اور بعد میں اس میں پانی بھرا گیا تو وہ حوض پاک رہا یا ناپاک ہوگیا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حوض دہ دردہ تو ہے لیکن پانی سے خالی ہے اوراس حالت میں اس میں کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہے اوراسے پاک صاف کئے بغیراس میں پانی بھرا جائے تو اس ناپاک چیز کو لگتے ہی پانی ناپاک ہوجائے گا، اور پھر جیسے جیسے پانی بھرتا رہے گا ناپاک پانی میں اضافہ ہوتا رہے گا، اس لئے سارا پانی ناپاک ہوجائے گا، اور حوض بھی ناپاک سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۴۰﴾ حوض کے پانی کے ساتھ گندی نالی کا پانی مل جاتا ہوتو

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں حوض کا پانی برسات کے دنوں میں حوض کی نالی کے ساتھ مل جاتا ہے (جب بہت بارش ہوتی ہے) تب حوض کی نالی کا پانی بیت الخلاء کی نالی کے ساتھ مل جاتا ہے اس طرح گندا پانی حوض میں آتا ہے اور جب بارش بند ہوجاتی ہے تب گندا پانی بھی چلا جاتا ہے پانی پھر نالی میں نہیں رہتا، تو ایسے حوض کے پانی سے وضو درست ہے یا

نہیں؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... شرعی حوض کا پانی ماء کثیر میں داخل ہے، اس لئے جب تک اس حوض کے پانی کے اوصاف یعنی رنگ بو مزہ بدل نہ جائیں تب تک وہ پانی ناپاک شمار نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴۱﴾ کنویں میں مرغی گر کر زندہ نکل آئی

سوال: کنویں میں مرغی گر گئی اور زندہ نکل آئی تو کنویں کا پانی پاک رہا یا ناپاک ہو گیا؟ اور اگر ناپاک ہو گیا تو کتنے ڈول پانی نکالنا ضروری ہے؟ اور اگر مرغی پر نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو دونوں صورتوں میں کتنے ڈول پانی نکالنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مرغی پر ناپاکی لگی ہو تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔ اور اگر مرغی پر ناپاکی لگی ہوئی نہ ہو یا مرغی کے کنویں میں بیٹ نہ کرنے کا غالب گمان ہو تو صرف وہم سے کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

کنواں ناپاک ہونے کی صورت میں اگر سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو ۳۰۰ر ڈول نکال دینے سے ناپاک کنواں پاک ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴۲﴾ کنویں میں پیشاب کر دیا تو

سوال: کنویں میں پانچ سال کے بچے نے پیشاب کر دیا تو اس سے کنواں ناپاک ہو گیا یا نہیں؟ اور اگر ناپاک ہو گیا تو کتنے ڈول پانی نکالنا ضروری ہے؟ اور اگر سارے کنویں کا پانی نکالنا ضروری ہو اور سارا پانی نہ نکالا جا سکتا ہو تو کتنا پانی نکالنا کفایت کرے گا؟

کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہونے کی صورت میں جتنا پانی نکالنے سے سارا پانی نکالنا

سمجھا جاتا ہے اس کی آج تک تحقیق نہیں ہوئی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کنویں میں پیشاب کا ایک بھی قطرہ گرنے سے کنویں کا سارا پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔ چاہے پانچ سال کے بچے کا پیشاب ہو یا اس سے کم عمر بچے کا پیشاب ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اس سے کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

اگر کنویں میں پانی کے سوت زیادہ ہونے کی وجہ سے سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو اوّلاً دیکھ لیں کہ کنویں میں پانی کہاں تک ہے اور اس کی نشانی رکھ لیں پھر یکبارگی ایک دو گھنٹوں تک مسلسل کنویں میں سے پانی نکالا جائے پھر دیکھو کہ پانی کتنا کم ہوا، جتنا کم ہوا ہو اس کا اندازہ کر کے باقی پانی کی مقدار فی گھنٹہ متعین کی جائے اور اس کے حساب سے باقی پانی نکالا جائے۔

مثلاً: پہلی مرتبہ دیکھا تو پانی تین فٹ تھا، پھر ایک گھنٹہ مسلسل پانی نکالنے سے آدھا فٹ کم ہو گیا تو کنویں کا سارا پانی نکالنے میں چھ گھنٹے صرف ہوں گے۔ لہذا چھ گھنٹوں تک پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کے مطابق ۳۰۰ ڈول پانی نکال ڈالنے سے بھی کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ (شامی، فتاوی دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴۳﴾ کنویں میں جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو کنواں کب سے ناپاک سمجھا جائے گا؟

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد کے کنویں میں ایک بلی گر کر مر گئی، جو کب گری اس کا علم نہیں ہوا، لیکن پانی میں بدبو آنے سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بلی مری ہے۔

اوراس پانی کا استعمال مسجد کے پیشاب خانہ اور بیت الخلاء میں ہوتا تھا، تو اس پانی سے جنہوں نے استنجا کیا تھا ان کی نمازیں ہوئی یا نہیں؟ اور کتنے دن کی نمازیں انہیں دہرانی پڑے گی؟ اور کنواں پاک کرنے کے لئے کتنا پانی نکالنا ضروری ہے؟ اسکی وضاحت فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صاحبین کے قول کے مطابق جب سے بلی کے گرنے کا علم ہوا تب سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا، اور معلوم ہونے سے پہلے جو پانی استعمال کیا گیا اسے ناپاک نہیں سمجھا جائے گا۔ لہذا نمازیں دہرانے کی یا کنویں سے بھرے ہوئے پانی کو پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق کنویں میں گرا ہوا جانور پھول کر پھٹ گیا ہوتو تین دن اور تین رات کی نماز دہرانی پڑے گی، اور اس پانی کو بھی پھینک دینا ضروری ہے۔

اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے اور یہی بہتر ہے۔

اور صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں سہولت ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

کنواں پاک کرنے کے لئے اوّلاً اس جانور کو نکال دیں پھر کنویں کا سارا پانی نکال دیں اگر سارا پانی نہ نکال سکتے ہوتو اندازہ لگائیں کہ کنویں میں کتنا پانی ہے، پھر اس اندازے کے مطابق پانی نکالیں۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ۳۰۰/ڈول پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ (شامی، طحطاوی، فتاوی دارالعلوم وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۴۴﴾ کنویں سے پاخانہ کا کنواں کتنا دور ہونا چاہئے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں گھریلو استعمال کا کنواں ہے، اس سے تقریباً دس بارہ قدم پر پاخانہ کا کنواں بنایا گیا ہے، تو سوال یہ ہے کہ اتنے قریب پاخانہ کا کنواں ہونے سے پانی کے کنویں پر مسئلہ کی رو سے کچھ اثر ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پانی کے کنویں اور پاخانہ کے کنویں کے درمیان کی کوئی خاص حد فقہاء نے مقرر نہیں کی ہے۔ وہ زمین کی سختی اور نرمی سے کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان اتنی دوری ہونی چاہئے جس سے پاخانہ کے کنویں کی نجاست کا اثر پینے کے پانی پر نہ پڑے۔ (شامی: ۱/۱۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴۵﴾ کنویں میں کوّے نے بیٹ کردی تو

سوال: ہمارے یہاں کے کنویں میں کوّے نے بیٹ کردی تو کنواں پاک رہا یا ناپاک؟ اور کتنے ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کنویں میں کوّے کے بیٹ کرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ اس لئے پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے پرندوں سے کنویں کو بچانا بہت ہی مشکل ہے، اس لئے شریعت کی طرف سے یہ رخصت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴۶﴾ شراب والے برتنوں سے کنویں سے پانی نکالا تو کنواں پاک رہا یا ناپاک؟

سوال: مسجد کا ایک کنواں ہے جس سے غیر مسلم بھی پانی بھرتے ہیں وہ لوگ انکے مٹی کے برتنوں کے کنویں کی منڈیر پر رکھ کر پانی بھرتے ہیں، ان برتنوں میں وہ لوگ شراب بناتے ہیں ان برتنوں میں سے کچھ پانی کنویں میں بھی گرتا ہے تو کنویں کا پانی پاک رہا یا ناپاک ہوگیا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نجاست یا شراب لگے ہوئے برتنوں میں پانی بھرنے سے وہ پانی بھی ناپاک ہوجاتا ہے۔ اور ناپاک پانی کنویں میں گرنے سے کنواں بھی ناپاک ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم

﴿۳۴۷﴾ پائپ لائن میں ناپاک پانی جانے کا شک ہو تو

سوال: ہمارے گاؤں میں ووٹر ورکرس (پانی کی بڑی ٹنکی) کی پائپ لائن ہے۔ اور ایک جگہ پر پائپ بڑے عرصہ سے پھٹا ہوا ہے، اور اس پائپ میں پانی جاری ہے، جہاں پائپ پھٹا ہوا ہے وہاں ایک گڑھا ہے اور پائپ سے نکلنے والا پانی اس گڑھے میں جمع ہوتا ہے اس گڑھے میں سے کتے پانی پیتے ہیں اور اس میں گرتے بھی ہیں قریب میں لوگ پاخانہ کرتے ہیں اور اس پانی سے استنجا کرتے ہیں اور جب پائپ پانی سے خالی ہوجاتی ہے تو گڑھے والا پانی پائپ میں جاتا ہے گاؤں والے وہ پانی پیتے ہیں اور اپنے ہر کام میں استعمال کرتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں مذکورہ گڑھا اگر ۱۵×۱۵ فٹ سے چھوٹا ہو تو اس میں جمع شدہ پانی کتے کے پینے سے یا نجاست گرنے سے ناپاک ہوجائے گا۔ جیسا کہ طحطاوی: ۲۲ پر ہے۔ اور وہ ناپاک پانی کے پائپ میں اترنے سے وہ پائپ اور اس میں موجود پانی بھی ناپاک ہوجائے گا۔

اور جب وہ پانی نکل کر بہہ جائے گا یا جاری پانی سے مل جائے گا تو ماء جاری کے حکم میں آکر پاک ہوجائے گا۔ اور اگر اس گڑھے کا پانی نل میں آتا نہ ہو تب تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

گاؤں کے ووٹر ورکرس کے لئے کوئی معتمد شخص گڑھے کے پانی کے نجس ہونے کی خبر دے

تب اس پانی کو ناپاک سمجھا جائے گا۔ لیکن جب تک اس پانی کے واپس پائپ میں جانے کا یقین نہ ہو جائے تب تک صرف شک کی وجہ سے اس پائپ کے ناپاک ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ خاص کر جب کہ سب کی دینی دنیوی ضروریات میں یہی پانی استعمال ہوتا ہے۔ (شامی، مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ، امداد الفتاویٰ سے ماخوذ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصلوۃ

الباب الاول : فی اوقات الصلوۃ

﴿۳۴۸﴾ صبح صادق کب ہوتی ہے؟

سوال: طلوع سے کتنے وقت قبل صبح صادق ہوتی ہے؟ صبح صادق کا وقت کس طرح متعین کیا جاتا ہے؟ حال میں فجر ۵:۴۰ کو ہوتی ہے، لیکن فجر کی اذان کبھی ۴:۴۵ تو کبھی ۵:۰۰ بجے ہوتی ہے مطلب یہ کہ مؤذن صاحب جب بیدار ہوتے ہیں تب وہ اذان دیتے ہیں، کبھی صبح صادق سے پہلے بھی اذان دیتے ہیں، تو کیا وقت سے پہلے کی اذان معتبر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......رات کی اخیر گھڑیوں میں آسمان کے بیچ طــــولاً سفید روشنی کی ایک لکیر ظاہر ہوتی ہے، جسے صبح کاذب یعنی جھوٹی صبح کہتے ہیں، تھوڑی دیر بعد یہ صبح ختم ہو جاتی ہے اور آسمان کے عرض میں چاروں گوشوں سے ایک سفیدی نکل کر پورے آسمان میں پھیل جاتی ہے، اسے صبح صادق کہتے ہیں، اسی صبح سے فجر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل اذان دی جائے تو اذان معتبر نہیں ہے، صبح صادق کے بعد دوبارہ اذان دینی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۴۹﴾ صبح صادق رات کا کونسا حصہ ہے؟

سوال: بعد سلام مسنون!

جس طرح شریعت میں دن کا آٹھواں حصہ (غروب سے پہلے) عصر کا وقت کہلاتا ہے، تو شریعت میں صبح صادق یہ رات کا کونسا حصہ کہلائے گا؟ جواب بتا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں مذکورہ حقیقت ہر ملک کے لئے یکساں نہیں

ہے، طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے (کونسا ملک کتنے طول البلد اور عرض البلد پر واقع ہے اس کے حساب سے) کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے جگہ کی تعیین کے بغیر صحیح جواب نہیں دیا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۵۰﴾ لندن میں وقت سحر کا آخری وقت کونسا ہے؟

سوال: محترمی ومکرمی جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون! مندرجہ ذیل سوالات کا جواب شرعی حوالوں کے ساتھ دے کر مشکور فرمائیں۔

یوکے میں لاکھوں مسلمان ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش اور عرب ممالک سے آکر آباد ہوئے ہیں، اور اب تبلیغی تحریک کی بدولت نماز روزہ اور تراویح کی بھی اچھی پابندی ہورہی ہے۔ مقصد تحریر یہ ہے کہ یہاں کے موسم کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ہمیشہ آسمان پر بادل موجود رہتے ہیں، اسی طرح دوسری بھی بہت سی پریشانیاں ہیں، موسم سرما اور گرما میں بھی رات دن کا تناسب ہندوستان کے مقابلہ میں بہت ہی متفاوت رہتا ہے۔ اب ایسے حالات میں موسم گرما میں بہت سے مہینے ایسے آتے ہیں کہ جن میں پوری رات آسمان پر اجالا رہتا ہے، اور آفتاب بھی ۱۲/ڈگری سے زیادہ نیچے نہیں جاتا، اس لئے صبح صادق کی علامتیں ظاہر نہیں ہوتیں، اب اسی عرصہ میں رمضان بھی آرہا ہے، تو فجر اور عشاء کی نماز اور سحری کا وقت کس طرح متعین کیا جائے؟

ہمارے یہاں علماء برطانیہ اور مساجد کے ائمہ کی ایک میٹنگ بلائی گئی تھی، جس میں خوب غور وفکر کے بعد موقع محل کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہندوستان و پاکستان کے مفتیان کرام کے

فتاویٰ کو بنیاد بنا کر اتفاق رائے سے یہ طے کیا گیا کہ جن دنوں آفتاب ۱۸؍ڈگری سے نیچے نہیں جاتا اور پوری رات اجالا رہتا ہے تب طلوع سے سوا گھنٹہ قبل صبح صادق کا وقت سمجھا جائے، اور اس سے پہلے سحری سے فارغ ہو جائیں اور اس کے بعد فجر کی نماز پڑھی جائے۔اور جن دنوں صبح صادق کی شرعی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، اور صبح صادق ہوتی ہے یعنی ۱۸؍درجہ پر آفتاب طلوع سے پہلے آجائے، تب اسے صبح صادق سمجھا جائے۔

لہذا آنجناب سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس تفصیل کو پیش نظر رکھ کر ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور اقدس ﷺ جب معراج کے لئے تشریف لے گئے، تب اولاً رات دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر اخیر میں ہماری کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے شمار میں تو پانچ کردی گئیں لیکن ثواب میں پچاس باقی رکھی گئیں۔

اب جو شخص اللہ ورسول پر ایمان ویقین رکھتا ہو اسے ان پانچوں نمازوں کو ان کے صحیح وقت پر ادا کرنا لازم اور ضروری ہے۔ان نمازوں کا طریقہ اور وقتوں کی تفصیل بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو دن مسلسل آکر حضور ﷺ کو بتادی ہے، جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)۔

یعنی: بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اس کے (متعینہ) وقت کے ساتھ۔ (پارہ: ۵ سورہ نساء، بیان القرآن: ۱۵۵)۔تفسیر خازن (۱؍۴۰۰) میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ

مكتوبة موقوتة فى اوقات محدودة فلا يجوز اخراجها عن اوقاتها على اى حال كان الخ

یعنی: نماز فرض ہے متعینہ وقت کے اندر، لہذا کسی بھی حالت میں اس متعینہ وقت سے باہراس کونکالنا جائزنہیں ہے۔

اسی لئے فقہاء نے اصل سبب حکم الٰہی کواور سبب ظاہری وقت کومقرر کیا ہے۔اس لئے جہاں بھی وقت اور اس کی علامتیں ظاہر ہونگی اس وقت اس نماز کی ادائے گی اس پر لازم ہوگی۔طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ۹۲ پرلکھا ہے کہ:

و سببها الاصلی خطاب الله تعالى الازلى اى سبب وجوب ادائها و اعلم ان عندهم وجوبا و وجوب اداء و لكل منها سبب حقيقى و سبب مجازى فالوجوب سببه الحقيقى ايجاب الله تعالى۔ فى الازل لان الموجب للاحكام هو الله تعالى وحده لكن لما كان ايجابه تعالى غائبا عنا لا نطلع عليه جعل لنا سبحانه و تعالى اسبابا مجازية ظاهرة تيسيرا علينا وهى الاوقات بدليل تجدد الوجوب بتجددها۔ الخ

اس لئے سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ عشاءاور فجر کی نماز کا وقت حدیث میں کیا بتلایا گیا ہے؟ اور فقہاء نے اس کی کیا علامتیں بیان کی ہیں؟ تا کہ مسئلہ سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔حدیث امامت جبرئیل میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:

و صلى بى العشاء حين غاب الشفق و صلى بى الفجر حين حرم الطعام و الشراب على الصائم۔ الخ

یعنی: آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے عشاء کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو چکی تھی۔اور فجر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو چکا تھا۔(یعنی صبح صادق کے بعد)،اسی لئے فقہاء عشاء کا اول وقت بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وقت العشاء اذا غاب الشفق: یعنی: عشاء کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب شفق غائب ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ: ۱/۶۶)۔

غروب کے بعد آسمان کے مغربی افق پر ایک روشنی باقی رہتی ہے شروع میں وہ سرخ نظر آتی ہے اور اخیر میں سفید نظر آتی ہے۔ اور آفتاب جب افق سے ۱۸/ ڈگری سے بھی زیادہ نیچے چلا جاتا ہے تب وہ روشنی غائب ہو جاتی ہے اور بالکل تاریکی چھا جاتی ہے، سرخ روشنی کو شرعی اصطلاح میں شفق احمر اور سفید روشنی کو شفق ابیض کہتے ہیں۔ یہ دونوں طرح کی روشنیوں کے غائب ہو جانے کے بعد امام صاحب کے قول کے مطابق عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور صاحبین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شفق احمر کے غائب ہو نے کے ساتھ ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

ہدایہ: ۱/۶۶ پر ہے: **ثم الشفق هو البياض الذى فى الافق بعد الحمرة عند ابى حنيفة رحمه الله عليه و عندهما هو الحمرة و هو رواية عن ابى حنيفة و هو قول الشافعى لقوله عليه السلام (الشفق الحمرة) الخ۔**

امام صاحب کا قول احوط اور صاحبین کا قول ایسر للناس ہے، جیسا کہ مبسوط میں لکھا ہے، اور ملتقط الابحر میں صاحبین کے قول کو مفتیٰ بہ بتایا گیا ہے۔

قول الامام احوط و قولهما اوسع اى ارفق للناس (قیل وبہ یفتیٰ) (۱/۷۰)

اس لئے ان ممالک میں ضرورت کی وجہ سے شفق احمر کے غائب ہونے کے فوراً بعد عشاء اور تراویح وغیرہ پڑھنا جائز اور درست ہے۔

یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ امام صاحب کی ظاہری روایت کے مطابق شفق ابیض کے غائب ہونے کے بعد، جب کہ آفتاب کی روشنی کی تمام نشانیاں ختم ہو جائیں اور

مکمل تاریکی چھا جائے تب عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، تو ایسے ممالک جو غیر معتدل اور ۴۵/ درجہ عرض البلد سے اوپر شمال میں، نیز وہ ممالک جو جنوب کی جانب ۴۵/ درجہ عرض البلد پر اور اس سے زیادہ اوپر ہیں وہاں موسم گرما (کے چند ہفتوں) میں مکمل تاریکی نہیں چھا جاتی (آتی) اس لئے وہاں کے باشندوں پر عشاء کا وقت نہیں آتا تو عشاء کے وجوب کے بارے میں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

علامہ ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر (۱۵۶/۱) میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فقہاء کے دونوں قول نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی۔ اور ان کے لئے اندازہ لگا کر وقت مقرر کیا جائے گا۔ تنویر الابصار میں اسی کو مختار کہا ہے اور ابن ہمام نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔

ومن لا یوجد عندھم وقت العشاء کما قیل یطلع الفجر قبل غیبوبة الشفق عندھم افتی البقالی بعدم الوجوب علیھم لعدم السبب، و ھو مختار صاحب الکنز کما یسقط غسل الیدین من الوضوء عن مقطوعھما من المرفقین، و انکرہ الحلوانی ثم وافقہ و افتی الامام البرھانی الکبیر بوجوبھا، و لا یرتاب متأمل فی ثبوت الفرق بین عدم محل الفرض و بین سببه الجعلی الذی جعل علامة علی الوجوب الخفی الثابت فی نفس الامر۔ الخ (۱۵۶/۱)۔

فتاویٰ دار العلوم جدید (۶۰/۲) میں ہے:

سوال: ’’فتاویٰ محمدی مع شرح محمدی‘‘ (مصنفہ: مولینا اصغر حسین صاحب (رحمہ اللہ علیہ) میں لکھا ہے: کہ بلغار ایک شہر ہے، جہاں مغرب کی نماز کے بعد شفق غروب ہوتے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے۔ اور عشاء کا وقت نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ کیا ان لوگوں پر عشاء کی نماز فرض نہیں ہوتی؟ اور باشندگان بلغار پر عشاء کی نماز فرض ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب تفصیل سے مع حوالاجات کے عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ایک صاحب اس مسئلہ کا صاف انکار کرر ہے ہیں۔

جواب: یہ مسئلہ جو فتاویٰ محمدیہ میں لکھا ہے' صحیح ہے،فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے،در مختار اور شامی جو فقہ کی قابل اعتماد کتابیں ہیں،اس میں یہ مسئلہ لکھا گیا ہے۔

نہ معلوم! وہ آدمی کیوں انکار کرر ہا ہے۔اگر یہ وجہ ہے انکار کی کہ بلغار ایسی جگہ نہیں ہے،تو معلوم ہونا چاہئے کہ بلغار اور ان کے چاروں طرف ایک بہت بڑا وسیع علاقہ ہے جہاں بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں یہ حالات پیش آتی ہیں۔فقہاء نے اپنے تجربوں اور اپنے مشاہدے کے بعد لکھا ہے۔اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جہاں عشاء کی نماز کا وقت نہیں ہوتا تو وہاں عشاء کی نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ تو بعض فقہاء کا یہی کہنا ہے کہ وہاں عشاء کی نماز فرض نہیں ہے کیونکہ وہاں عشاء کی نماز کا وقت ہی نہیں ہوتا جیسا کہ' فتاویٰ محمدی' میں مولینا اصغر حسین صاحبؒ نے لکھا ہے۔

لیکن محققین فقہاء جیسے کہ ابن ہمام (رحمہ اللہ علیہ) وغیرہ فرماتے ہیں ہیں: کہ بہر حال! عشاء کی نماز کا وقت نہیں ہوتا لیکن عشاء کی نماز وہاں بھی فرض ہے۔اور ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔اور ان کو ہر جگہ اور ہر وقت پڑھنا چاہئے۔جیسا کہ حدیث دجال میں آیا ہے کہ ایک دن سال بھر کا ہوگا۔

تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا: کہ ان دنوں میں نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اس دن سال بھر کی نمازیں پانچوں نمازوں کے اوقات کا اندازہ (حساب) کر کے پڑھو یعنی ہر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں ادا کرو۔فقط

اسی طرح دوسرے ایک سوال کا جواب صفحہ ۴۴ پر ہے اس طرح ہے:

سوال: جس جگہ تین بجے سورج طلوع ہوتا ہو اور نو بجے غروب ہوتا ہو یعنی لندن میں ایسا ہوتا ہے۔تو اس حساب اٹھارہ گھنٹے سے زیادہ وقت کا روزہ ہوتا ہے۔اور چھ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔تو مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھے یا بارہ گھنٹے کے حساب سے پڑھی جائے؟اور اسی طرح عشاء کی نماز کس طرح اور کس وقت پڑھی جائے؟

جواب: مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھے اسی طرح دوسری سب نمازیں وہاں کے حساب سے پڑھی جائیں۔فقط واللہ اعلم۔

کتبہٗ: بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

اسی لئے محققین فقہاء کے ارشاد کے مطابق دن بھر میں پانچوں نمازیں پڑھی جائیں گی اور جہاں وقت نہ ہوتا ہو وہاں اندازہ (حساب) کیا جائے گا۔

اب رہا فجر کی نماز کا مسئلہ تو اوپر کی حدیث جبرئیل میں ایک جملہ ہے صلی بی الفجر الخ۔یعنی پہلے دن فجر کی نماز صبح صادق ہوتے ہی فوراً پڑھی گئی،اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ

اول وقت الفجر اذا طلع الفجر الثانی و هو البیاض المعترض فی الافق (هدایه: ٦٤)۔اور مجمع الانھر میں (ص:) لکھا ہے:

(وقت الفجر)(من طلوع الفجر الثانی) ای الصادق (و هو البیاض المعترض) ای المنتشر (فی الافق) یمنة و یسرة و هو المستضیء المسمٰی بالصبح الصادق الخ۔

صبح دو قسم کی ہے،ایک صبح کاذب دوسری صبح صادق۔دونوں کی علامتیں یہ ہیں:

(۱) صبح کاذب: اس روشنی کو کہتے ہیں جو رات کے اخیری حصہ میں افق کے اوپر ”جو لومڑی

کی دُم کی طرح'' لمبائی میں دکھائی دیتی ہے، طولاً پھیلتی ہے۔اس کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے وہ رات ہی کا حصہ ہے، اس سے عشاء اور سحری کا وقت نہیں بدلتا، اس میں عشا و سحری جائز ہے، انگریزی زبان میں جسے زوڈیکل لائٹ (Zodiacal Twilight) کہتے ہیں۔

(۲) صبح صادق: دوسری قسم صبح صادق ہے، یہ وہ روشنی ہے جو افق کے مشرقی کنارے پر عرضاً پھیلتی ہے یعنی دائیں- بائیں جانب پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی بڑھتی جاتی ہے اور کچھ سرخی مائل ہوتی ہے، اور گرد و غبار اور کہر سے فضا صاف ہو تو آفتاب کی روشنی کی طرح سفید ہوتی ہے۔ انگریزی زبان میں اسے فلکی یا سٹرونمیکل ٹوالائٹ (Astronomical Twilight) کہتے ہیں۔

آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور افق سے ۱۸ر ڈگری نیچے ہوتا ہے تب یہ روشنی دکھائی دینا شروع ہوتی ہے، اور صبح صادق کی جو علامتیں فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں وہ تمام اس وقت ظاہر ہوتی ہیں۔اسی لئے تمام ماہرین فقہ و اہل علوم ہیئت جب آفتاب ۱۸ر ڈگری پر آتا ہے اس وقت کو صبح صادق کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جن جگہوں پر ان علامتوں کا وقوع ممکن ہو یا ظاہر ہوتی ہوں وہاں ان ہی پر اعتماد کر کے ان علامتوں کے مطابق اوقات متعین کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ایسی جگہوں پر علم ہیئت کی بتائی ہوئی باتوں کا ذرا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔صرف استمداد کے لئے ان سے سہارا لیا جا سکتا ہے۔لیکن جن جگہوں پر ان نشانیوں کا دیکھنا مشکل ہو جیسا کہ یو کے میں جہاں آسمان کہر اور ابر آلود رہتا ہے، اسی طرح لائٹ کا مکمل اور زیادہ تر انتظام ہونے کی وجہ سے یا ان نشانیوں کے پہچاننے کی صحیح معرفت نہ ہونے کی وجہ سے علم ہیئت کے حساب کے مطابق احتیاط کو مدنظر رکھ کر عمل کیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں ہے:

سوال: گھڑی پر اعتماد کرتے ہوئے اذان دینا چاہیئے یا آسمانی نشانیوں کو دیکھ کر؟

جواب: درحقیقت آسمانی نشانیاں ہی ہیں لیکن گھڑی کا وقت اگر برابر رکھا جارہا ہے اور نشانیاں اور گھڑی کے درمیاں کوئی خاص فرق نہ پڑتا ہو تو گھڑی پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔ الیٰ آخرہٖ۔(ملخص: امداد الفتاویٰ حصہ اول صفحہ ۱۰۲)۔

اس لئے فی زمانا مذکورہ تفصیل کے مطابق رصدگاہوں کے اوقات سے مدد حاصل کرنا درست ہے۔

۴۵ر ڈگری عرض البلد سے اوپر جو جگہیں جنوب یا شمال میں واقع ہیں، ان جگہوں کو غیر معتدل کہتے ہیں وہاں دن و رات کا وقت موسم کے مختلف ہونے سے بہت ہی زیادہ بدلتا رہتا ہے، نیز ان جگہوں میں عرض البلد کے بدلنے سے حالات میں تفاوت آتا ہے، یو کے ۵۰ سے ۵۸ عرض البلد کے درمیان میں واقع ہے، اور اس حصہ کو بھی غیر معتدل کہتے ہیں، اس لئے موسم سرما و گرما میں دن و رات کے وقت میں بہت ہی فرق ہوتا ہے۔ بعض جگہوں پر نماز کے وقت کی تمام نشانیاں دِکھائی دیتی ہیں اس لئے ان جگہوں پر نشانیوں کو دیکھ کر نماز وروزہ کی پابندی ضروری ہے۔ چاہے روزہ ۱۸ر گھنٹوں کا ہو یا ۸ر گھنٹوں کا۔

اور کچھ جگہوں پر موسم گرما میں آفتاب غروب ہونے کے بعد ۱۸ر ڈگری سے نیچے نہیں جاتا اور پوری رات شفق ابیض باقی رہتی ہے جس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اخبرنی من هو من تلك البلاد انه فی اربعينة الصيف يطلع الفجر قبل مغيب الشفق الاحمر۔ و انه فی الصوم فی مدة الليل ياكلون فيها اما مرة واحدة او

مرتین بفاصل یسیرة قبل ظهور الفجر۔ و اخبرنی عن بعض بلاد بعیدة عنهم انه لا ظلام فیها اصلا و عن بلاد آخر انها دائمة لا نور فیها الا بالمصباح۔ الخ۔ (طحطاوی علی الدر: ۱/۲٦۱)۔

اور رصدگاہوں کے اوقات میں وضاحت کی گئی ہے کہ ۵۰ ڈگری عرض البلد پر جون وجولائی میں اور ٦۰ ڈگری عرض البلد پر اگست تک پوری رات افق پر روشنی باقی رہتی ہے، اسی طرح ٦۰/ڈگری سے اوپر ۸۰/ڈگری تک یا ۹۰/ڈگری تک ایسی جگہیں بھی آئیں گی کہ ایک طرف آفتاب غروب ہوگا اور تھوڑی ہی دیر میں پھر طلوع ہو جائے گا۔ یا ٦-٦ مہینوں تک مسلسل آفتاب طلوع رہے گا یا غروب رہے گا۔ تو ان جگہوں پر شریعت کی بتائی ہوئی علامتوں کا ظہور نہ ہو جیسا کہ مسؤلہ صورت میں انگلینڈ میں پوری رات روشنی باقی رہنے سے حدیث پاک اذا اسود الافق (یعنی مغربی افق پورا تاریک ہو جائے) جو عشاء کا وقت ہے، ثابت نہیں ہوتیں۔ اور وہ علامتیں جو آفتاب کے ۱۸/ڈگری پر آنے سے ظاہر ہوتی ہیں وہ ظاہر نہیں ہوتیں جو نماز فجر کے لئے ضروری ہیں یا سحری کے اخیری وقت کو بتلائیں تو اس حالت میں نماز وروزہ اور سحری کا وقت کس طرح متعین کیا جائے؟

اس کے لئے فقہ حنفی کی مشہور ومعتمد کتاب درمختار اور اس کے حاشیہ ردالمحتار جو شامی سے مشہور ہے' (حصہ اول ص۲۴۲) میں لکھا ہے:.................

(وفاقد وقتها) کبلغار ،فان فیها یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیة الشتاء(مکلف بهما فیقدر لهما الخ)۔

اور اسی طرح حدیث دجال جو حدیث کی تقریباً سبھی کتابوں میں موجود ہے جس میں حضور ﷺ کا ارشاد (اقدرو له): یعنی اس کے لئے اندازہ کرو۔

اور اسی طرح ابن ماجہ شریف ص ۳۰۸ پر ایک حدیث ہے: حدیث دجال میں جہاں طویل ایام کا حکم بیان کیا گیا ہے وہاں اسی طرح مختصر سے مختصر ایام کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وآخر ایامہ کالشررۃ یصبح احدکم علی باب المدینۃ فلا یبلغ بابھا الآخر حتی یمسی۔ فقیل لہ: یا رسول اللہ! کیف نصلی فی تلک الایام القصار؟ قال: تقدرون فیھا الصلاۃ کما تقدرونھا فی ھذہ الایام الطوال ثم صلوا۔ الخ۔

مختصر یہ ہے کہ جہاں ان نمازوں کی نشانیاں نہ ہوتی ہو وہاں کے لوگ بھی نمازوں کے (ادا کرنے کے) مکلّف ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ اندازہ کس طرح کیا جائے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہوسکتا ہے؟

تو علامہ طحطاوی (رحمہ اللہ علیہ) درمختار کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

لان المصنف اختار التقدیرولم یبین معناہ ولم ارہٗ لائمتنا ـالخ۔ (حصہ اول ص ۲۶۷)۔

یعنی مصنفؒ نے اندازہ کرنے کا حکم تو بتایا لیکن انہوں نے ان کی تفصیل اور صراحت کی طرف رہنمائی نہیں کی۔ اور ہمارے ائمہ احناف میں سے بھی کسی نے اس کا خاص طریقہ مقرر کیا ہو ایسا میں نے نہیں دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقدیرا اور اندازہ تو لگایا جائے گا لیکن ہمارے فقہاء نے اس کا کوئی طریقہ لازم نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اس طرح کے دوسرے مسائل کی طرح جن میں یقینی طور پر فیصلہ کرنا مشکل ہو وہاں تحرّی کے قواعد وضوابط اور اصولوں کے مطابق غالب گمان پر عمل کیا جائے گا۔ ہاں! شافعی حضرات رحمۃ اللہ علیہم نے اس تقدیر کی مختلف صورتیں بتائی ہیں علامہ نوویؒ مسلم

شریف کی شرح حصہ دوم ص ۴۰۱ پر تحریر کیا ہے: کہ
(واقدروا لہ قدرہٗ)انہ اذامضی بعد طلوع الفجر قدر مایکون بینہ و بین الظھر کل یوم فصلوا الظھر، ثم اذا مضی بعدہٗ قدر مایکون بینھا و بین العصر فصلوا العصر،واذا مضی بعد ھٰذا قدر مایکون بینھا و بین المغرب فصلوا المغرب و کذا العشاء و الصبح۔ الخ۔
یعنی ”واقدروا لہ قدرہٗ“ کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ظہر تک جو وقت عمومی طور پر رہتا ہے اتنا وقت چھوڑ کر ظہر پڑھی جائے ،اوراس ظہر کے وقت سے عصر تک عمومی طور پر جو وقت رہتا ہے ان کو چھوڑ کر عصر پڑھنی چاہئے ،اور عصر کے وقت سے مغرب تک جتنا وقت رہتا ہے ان کو چھوڑ کر مغرب پڑھنی جائے ،اوراسی طرح عشاء اور صبح کی نماز پڑھی جائے گی۔
یہ طریقہ اور ترتیب وہاں کام آئے گی جہاں مسلسل چھ مہینے تک سورج طلوع رہتا ہے اور چھ مہینے تک غروب رہتا ہے،لیکن لندن اور اس کے اطراف میں اس طریقہ پر عمل در آمد نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ سورج طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی ہوتا ہے۔
نیز علامہ طحطاوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی حضرات شوافع ؒ کی طرف سے دو طریقے بتائے ہیں:
الاولیٰ :ان یعتبر باقرب البلاد الیھم کما ذکرہ الشافعیة، فاذا کان فی اطول الایام السنة وغربة الشمس ثم طلعت بعدساعة من غروبھا قبل ان یغیب الشفق الاحمر فیھا ۔
فاذا کان یغیب فیھاالشفق بعد ساعتین من غروب الشمس یکون مغیب

الشفق فی ھٰذہ بعد ساعة من طلوع الشمس فیھا فیصلون العشاء والوتر بعد ساعة من طلوع الشمس۔

وعلی ھٰذالقیاس الصبح اذا کان یطلع فی القریبة بعد ثلاث ساعات من غروب الشمس یصلی بعد ساعتین من طلوع الشمس فیھا۔

والثانیة : ان ینظر الی وقت العشاء فی قریبة منھا ، فاذا یکون من لیلھم فبقدر ھٰذہٖ النسبة یفعل ھٰؤلاء، فان کانت السدس، جعلنا ھٰؤلاء سدسه وقت المغرب وبقیة وقت العشاء الخ

صورت مسئلہ میں صرف رات اور صبح صادق اور سحری کی تعیین ہی کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے اس کے متعلق غور کریں تو امام غزالی (رحمہ اللہ علیہ) نے احیاء العلوم میں لکھا ہے:

ویعرف بالقمر فی لیلتین من الشھر ،فان القمر یطلع من الفجر لیلة ستّ وعشرین ویطلع الصبح مع غروب القمر اثنی عشر من الشھر ۔ ھٰذا ھو الغالب ۔(جلد اول ص ۱۷۳) ۔

یعنی صبح صادق کا وقت دوراتوں سے پہچانا جائے گا، اس لئے کہ ۲۶ ویں شب میں چاند صبح صادق کے ساتھ ہی طلوع ہوتا ہے اور ۱۲ ویں شب میں طلوع فجر کے وقت چاند غروب ہوتا ہے۔ اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور بعض بروج میں تفاوت بھی ہوتا ہے۔

حضرت اقدس تھانوی (رحمہ اللہ علیہ) نے (امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۰۰) میں صبح صادق کے اسی قاعدے کو تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں صبح کا قاعدہ بتاتا ہوں، اس کو بھی دیکھنا پڑے گا، قاعدہ اکثری یہ ہے کہ قمری مہینہ کی ۲۶ ویں شب کو طلوع قمر کے ساتھ صبح صادق ہوتی ہے۔ اسی طرح بارہویں شب کو غروب کے ساتھ صبح صادق ہوتی ہے۔ ان دوشبوں سے جس شب میں چاہیں صبح صادق کا وقت دیکھ کر گھڑی سے طلوع شمس کا فاصلہ دیکھ لیجئے۔ اتنا

ہی فاصلہ اس روز غروب شمس اور ابتداء وقت عشاء میں ہوگا۔اس کو بھی ہر مہینہ دیکھ کر ضبط کر لیجئے یعنی فجر بھی اور عشاء بھی عین اول وقت سے دس پندرہ منٹ بعد پڑھ لیا کیجئے۔اور روزہ میں اسی قدر پہلے سحری چھوڑ دیجئے۔

نیز ایک صاف اور صریح جزئیہ اندازہ سے سحری کے متعلق (عالم گیری ج ۱ ص ۱۹۵) پر ہے کہ:

ولو اراد ان یتسحر بالتحرّی فله ذالك : اذا كان بحال لايمكنه مطالعة الفجر بنفسهٖ او بغيرهٖ وذكر الشيخ شمس الائمة الحلوانی ان من تسحر باكبر الرائی لابأس بهٖ اذا كان الرجل ممن لا يخفى عليه مثل ذالك ۔

نیز اس کی مکمل تائید علامہ ابن عابدین کی اس تصریح سے بھی ہوتی ہے جو شامی جلد ثانی کتاب الصوم کے (صفحہ ۱۰۶) پر موجود ہے کہ:

فی تعبیر المصنف كغيرهٖ بالظن اشارة الى جواز التسحر والافطار بالتحرى وقيل لايتحرى فی الافطار والى ان يتسحر بقول عدل وكذا بضب الطبول:

نیز (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۵) پر لکھا ہے کہ: ہیئت کے قاعدے سے طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں، اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے اس کو سات پر تقسیم کریں۔ چھ حصہ سحری کھا سکتے ہیں۔

حضرت اقدس تھانویؒ کے اس ارشاد پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تحریر کیا ہے کہ: یہ قول تقریبی ہے تحقیقی نہیں، یہ صحیح ہے، لیکن صورت مسئولہ میں جب تحقیقی طور پر صبح صادق کا تعین دشوار ہے تو اسی تقریبی قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے تقدیر کی جائے تو مناسب ہے۔ اس لئے کہ ہمارا مقصد تو (اقدروالہ) کی ایک صورت کو ہی تجویز کرنا ہے۔ یہی حال رات

کے ساتویں حصہ والے قول کا ہے۔

حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ (امداد الاحکام ج ا ص ۳۱۴) پر تحریر فرماتے ہیں کہ: اس صورت میں جب کہ غروب کے بعد پانچ گھنٹہ رات ہوتی ہے، لندن والوں پر مغرب، عشاء اور فجر تینوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنی واجب ہے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: عشاء کی نماز غروب کے ایک گھنٹہ بعد پڑھ لیا کریں، صاحبین کے مذہب پر شفق احمر کے غائب ہوجانے سے عشاء کا وقت ہوجاتا ہے اور شفق احمر غروب کے بعد ایک گھنٹہ میں غائب ہوجاتی ہے۔

اسی کتاب میں ص ۳۰۹ پر عبارات فقیہ ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع آفتاب سے ۱۸ درجہ پہلے ہوتی ہے، جس کی مقدار گھنٹوں کے حساب سے ایک گھنٹہ پندرہ منٹ ہوتی ہے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ سحری طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ترک کردی جائے۔

حضرت اقدس مفتی یحییٰ صاحب مدظلہ العالی مفتی مظاہر العلوم سہارنپور اپنے ایک فتویٰ نمبر ۱۱۲۳ میں مملکت برطانیہ کے لئے اس قسم کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: صورت مسئولہ میں عشاء کی نماز مغرب کی نماز کے ایک گھنٹہ بعد پڑھنا درست ہے، نیز طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل فجر کی نماز ادا کریں۔

اکابرین امت اور فقہاء کرام کے مذکورۃ الصدر ارشادات کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو جہاں جن دنوں میں پوری رات روشنی افق پر رہتی ہے اور جس جگہ حالات کے پیش نظر مشاہدہ بھی مشکل ہے کہ آسمان عموماً ابر آلود رہتا ہے، حکومت کی طرف سے روشنی کا مکمل انتظام ہے، نیز ہر ایک شخص کو صبح صادق کی معرفت اور پہچان بھی نہیں ہوتی۔ ”الضرر یزال

مهما امکن " اور الضرورات تبیح المحظورات" کے قانون کے پیش نظر مسافت سفر کی ۴۸ میل کی تحدید اور ماء کثیر کی ''دہ دردہ'' کی تعیین کی طرح ان دنوں میں صبح صادق کا وقت ساتواں حصہ مقرر کر دیا جائے تو یہ اوسع للناس اور ارفق ہوگا۔

امام غزالی (رحمہ اللہ علیہ) نے احیاء العلوم میں اور حضرت اقدس تھانوی (رحمہ اللہ علیہ) نے امداد الفتاویٰ میں صبح صادق کی پہچان کے لئے جو قاعدہ بتایا ہے اسی طرح یہی فاصلہ صبح صادق اور طلوع شمس کے درمیان ہوا۔

اور حضرت اقدس تھانویؒ نے رات کے ساتویں حصہ والا جو قول لکھا ہے: اس کے حساب سے تقریباً ایک گھنٹہ ہوتا ہے۔ اس لئے ایک گھنٹہ اور بطور احتیاط پندرہ منٹ کا اضافہ کر کے سوا گھنٹہ مقرر کرنے سے زیادہ تائید ہوتی ہے۔

میری اپنی رائے میں جن دنوں حقیقی صبح صادق ہوتی ہے ان دنوں میں یعنی آفتاب جب افق سے ۱۸ دگری سے زیادہ نیچے جاتا ہے ان دنوں میں تو روزہ اور نماز کے لئے اسی کا اعتبار کیا جائے اور گرمی کے ان دنوں میں جب آفتاب اتنے نیچے نہیں جاتا اور آسمان پر پوری رات روشنی رہتی ہے اس وقت (فاقدروالہ) پر عمل کرتے ہوئے رات کے سات حصے کر کے اخیری حصہ کو صبح صادق کا اندازہ کر لیا جائے۔ اور اس پر عمل کر لیا جائے تو لوگوں کے لئے بھی سہولت و آسانی رہے گی اور وقت کی تعیین میں بھی زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔ اور روزہ رکھنے والوں کے لئے بھی سہولت رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۹ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ۔

علماء برطانیہ اور ائمہ حضرات نے بالاتفاق سوا گھنٹہ مقرر کیا وہ غیر محل میں نہیں ہے بلکہ وہاں کے لوگوں کی سہولت اور شریعت کی حدود کے بموجب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

﴿۳۵۱﴾ زوال کا صحیح وقت

سوال: زوال کا وقت ۱۲:۲۰ سے ۱۲:۵۹ کا ہے، اس دوران کیا نفل نماز، پنج سورہ یا تلاوت قرآن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... وہ تین اوقات میں جن میں ہر قسم کی نماز پڑھنا ممنوع ہے اس میں سے ایک استواء یعنی ٹھیک دوپہر کا وقت ہے جب آفتاب بالکل سر پر ہوتا ہے اور سایہ گھٹنا بڑھنا بند ہو جاتا ہے۔ یہ وقت صرف دو یا تین منٹ کا ہوتا ہے، سوال میں لکھنے کے مطابق ۳۹ منٹ کا نہیں ہوتا۔ احتیاط کے طور پر پانچ منٹ سمجھنا چاہیئے، لہذا اتنے وقت میں کوئی بھی نماز نفل ہو یا فرض پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور تلاوت کرنا یا پنج سورہ پڑھنا یا دوسرے اوراد پڑھنا منع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۵۲﴾ زوال کی کتنی دیر بعد نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: زوال کی کتنی دیر بعد نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ہمارے یہاں ۱۲:۵۵ زوال کا وقت ہے تو ۱:۰۰ بجے اذان دے کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... جب آفتاب ٹھیک سر پر آ جائے اور سایہ گھٹنا بڑھنا بند ہو جائے اسے استواء کہتے ہیں اس وقت کوئی بھی نماز پڑھنا حدیث شریف کے حکم کے مطابق ناجائز ہے۔ یہ وقت بہت ہی کم مقدار کا ہے، استواء سے پہلے یا بعد کا وقت مکروہ نہیں ہے، لیکن ہمیں صحیح وقت کا علم نہیں رہتا اس لئے استواء سے دو تین منٹ قبل اور دو تین منٹ بعد احتیاط کے طور پر نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

مسؤلہ صورت میں ۱۲:۵۵ کا استواء ہے (جسے زوال بھی کہتے ہیں) تو ایک بجے اذان دیکر

نماز پڑھنا بلاشبہ جائزاور درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۵۳﴾ ظہر کی نماز میں کتنی تاخیر درست ہے؟

سوال: یہاں موسم گرما میں غروب آفتاب ۹:۰۰ بجے کا ہے، اور طلوع ۵:۳۰ بجے کا ہے، اور عصر کا وقت حنفی مذہب کے مطابق ۶:۴۵ کو ہوتا ہے، تو ظہر کی نماز کتنے بجے تک پڑھ سکتے ہیں؟ جواب بتا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ظہر کی نماز کا وقت زوال یعنی آفتاب، استواء کے بعد جب مغرب کی طرف ڈھلنے لگتا ہے تب سے شروع ہوتا ہے۔ اور ہر چیز کا سایہ، سایہ اصلی کے علاوہ دو چند ہو جائے تب تک رہتا ہے۔ اور یہ وقت ختم ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس لئے عصر کے وقت کے شروع ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے، پھر بھی اختلاف سے بچنے کے لئے ایک مثل سے قبل ظہر پڑھ لینی چاہئے۔ اور یہی بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۵۴﴾ جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا زوال کے وقت کوئی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ صرف جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... استواء یعنی جب آفتاب بالکل سر پر ہو، اور سایہ گھٹنا بڑھنا بند ہو جائے تب کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ جمعہ کے دن اس وقت نماز پڑھنے کو جائز بتلاتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اس لئے جمعہ کے دن بھی اس وقت کوئی بھی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۵۵﴾ عصر کی نماز کا وقت کب تک رہتا ہے؟

سوال: یہاں افریقہ میں عصر کا وقت موسم گرمی اور سردی میں بدلتا رہتا ہے، مغرب کا وقت بھی غروب کے وقت کے بدلنے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ عصر کی نماز ۵:۳۰ کو ہوتی ہو تو عصر کا وقت کب تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے؟ مغرب سات بجے پڑھتے ہیں، اور عشاء کی نماز ۸:۴۵ کو ہوتی ہے، تو کیا یہ ٹھیک ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں عصر کا مستحب وقت سات بجنے میں ۲۰، ۱۵ منٹ کم (۶:۴۰ سے ۶:۴۵) تک رہتا ہے۔ پھر سات بجے تک آفتاب کی روشنی کم ہونے لگتی ہے، اور سات بجے تک بھی عصر کا وقت رہتا ہے، لیکن یہ آخری وقت مکروہ وقت شمار ہوتا ہے۔ مغرب کی نماز سات بجے ہوتی ہو تو آٹھ بج کر تیس منٹ پر (۸:۳۰ بجے) عشاء کی اذان دے کر ۸:۴۵ کو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وقت ہو جاتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۵۶﴾ عصر کی نماز کا وقت

سوال: عصر کی نماز ادا کرنے کا بہتر وقت کب سے کب تک کا ہے؟ مکروہ وقت کتنی منٹ کا ہے؟ آفتاب غروب ہونے کو پانچ-سات منٹ باقی ہوں تب ادا کی ہوئی عصر کی نماز صحیح سمجھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عصر کی نماز کا وقت، ہر چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے تب سے شروع ہوتا ہے۔ اور جب تک آفتاب کی روشنی پھیکی نہ پڑ جائے تب تک عصر کی نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

پھر جب آفتاب کی روشنی اتنی کم ہو جائے کہ اس کی طرف آنکھ ملا کر دیکھنا آسان ہو جائے تب سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت عصر کی نماز کے لئے مکروہ ہے۔ عامۃً ایسا وقت ۲۰/منٹ تک کا ہوتا ہے، لیکن موسم اور جگہ کے حساب سے یہ وقت کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔
غروب آفتاب کے پانچ - دس منٹ پہلے اسی دن کی عصر کی نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ (شامی، درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۵۷﴾ عصر کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے نفل پڑھنا

سوال: عصر کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے یا جماعت ہونے سے پہلے تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عصر کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے ہر طرح کی نفل نماز پڑھنا درست ہے۔ عصر کی فرض نماز پڑھنے کے بعد نفل پڑھنا منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۵۸﴾ عصر، مغرب اور عشاء کا وقت شرعی نقطہ نظر سے

سوال: ۳۰ نومبر کو دن ۸/گھنٹے اور ۲۴/منٹ کا ہوتا ہے، اس دن ۵۲:۷ کو آفتاب طلوع ہوتا ہے، اور شام ۰۶:۴ کو غروب ہوتا ہے، اس حساب سے آدھا دن ۵۸:۱۱ کو (زوال) ہوتا ہے، اسی طرح اس دن دن کے آٹھویں حصہ کے حساب سے عصر کا وقت شام ۰۵:۳ کو ہوتا ہے، اس حساب سے عشاء کا وقت (رات کا آٹھواں حصہ) رات ۰۵:۶ کو ہوتا ہے۔
تو پوچھنا یہ ہے کہ اوپر بتائی گئی وقت کی تفصیل صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مفتیٰ بہ قول کے مطابق غروب آفتاب کے بعد آسمان پر جو سرخی (شفق احمر) باقی رہتی ہے اس کے غائب ہونے کے ساتھ مغرب کا وقت ختم ہو جاتا

ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، لہذا آپ کے یہاں شفق احمر کب غائب ہوتی ہے یہ معلوم کر کے عشاء کا وقت طے کیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۵۹﴾ عصر کی نماز وقت مکروہ سے پہلے ادا کرلینی چاہئے۔

سوال: ایک مسجد میں تجارت و کاروبار کرنے والے مصلی حضرات عصر کی نماز کا وقت اپنی سہولت کے مطابق مغرب کی نماز سے ۲۰-۲۵ منٹ پہلے کا رکھتے ہیں، تو کیا مندرجہ بالا وقت پر عصر کی نماز کی جماعت کرنا جائز ہے؟ اسی طرح ہر نماز کی جماعت اس کے وقت کے ختم ہونے سے کتنی منٹ پہلے کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عصر کی نماز کے وقت میں تفصیل یہ ہے کہ غروب سے قبل آفتاب کی روشنی پھیکی ہو کر پیلی ہو جائے تب سے عصر کی نماز کا مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے یہاں کے موسم کے حساب سے غروب سے ۱۵-۲۰ منٹ پہلے یہ وقت شروع ہوتا ہے، لہذا اس وقت سے اتنی دیر پہلے نماز پڑھنی چاہئے کہ اگر کبھی اس نماز کو دہرانے کی ضرورت پیش آجائے تو وقت مکروہ سے پہلے اسے دہرائی جاسکے۔ (شامی وغیرہ)

﴿۳۶۰﴾ مغرب کی نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

سوال: مغرب کا وقت کب ہوتا ہے؟ ہمیں یقین ہے کہ غروب ۵:۴۸ کو ہوتا ہے، کیا پھر بھی تین چار منٹ تاخیر کرنی چاہئے؟ ہمارے مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ غروب کے بعد بھی تین منٹوں کی تاخیر کر کے اذان دینی چاہئے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب آفتاب غروب ہو جائے تب سے مغرب کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے، (مراقی الفلاح: ۱۴۰) جب یقینی طور پر آفتاب کے غروب ہونے کا

علم ہو گیا تو اب تاخیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، فوراً اذان دے کر نماز پڑھ لینی چاہئے۔ اس لئے کہ مغرب کی نماز میں تعجیل مستحب ہے۔ دو تین منٹ انتظار کرنے کے لئے جو کہا گیا ہے وہ بھی اس لئے کہا گیا ہے تا کہ غروب آفتاب کا مکمل یقین ہو جائے۔ (طحطاوی:۱۰۸)

﴿۳۶۱﴾ مغرب کی نماز کا اخیری وقت

سوال: مغرب کی نماز کی سات رکعتیں کب تک ادا ہو سکتی ہیں؟ یعنی مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور شفق ابیض کے غائب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ موسم اور جگہ کے اعتبار سے وقت کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔

حضرت مفتی بسم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ایک گھنٹہ ۳۸ ؍منٹ سے زیادہ اور ایک گھنٹہ ۲۱ ؍منٹ سے کم نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۶۲﴾ افطاری کے سبب تکبیر تحریمہ کا فوت ہو جانا

سوال: افطاری کر کے مسجد جاتا ہوں تو ایک رکعت فوت ہو جاتی ہے تو میں گھر ہی پر بچوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز پڑھ لیتا ہوں تو اس طرح کرنے میں جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد جا کر جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے، اس لئے گھر پر بچوں کے ساتھ جماعت نہ کرتے ہوئے مسجد جا کر جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے۔ اور افطاری سے جلد فارغ ہو جانا اپنے اختیار میں ہے، پھر بھی اگر رکعت فوت

ہوتی ہوتو بھی مسجد کی جماعت میں شریک ہونے میں زیادہ ثواب ہے۔ نماز کے لئے آنے جانے کا ثواب، اعتکاف اور بڑی جماعت کا ثواب اور مسجد میں ایک نماز ادا کرنے سے ۲۷/نمازوں کا ثواب ملتا ہے، جو گھر میں تکبیر تحریمہ اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کے باوجود نہیں ملے گا۔ باقی گھر میں بچوں کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب تو مل ہی جائے گا۔ (مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۶۳﴾ عشاء کی نماز کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

سوال: مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ کے اخیر میں خاص- خاص فتاویٰ ہیں، جن میں عشاء کی نماز کا ٹائم ٹیبل بھی دیا ہے، کیا یہ صرف انڈیا کے لئے ہے؟ یا ٹرینیڈاڈ میں بھی چل سکتا ہے؟ غروب کے کتنے گھنٹوں کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غروب کے بعد شفق ابیض کے ختم ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور یہ وقت موسم اور جگہ کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، مسلم گجرات میں جو ٹائم ٹیبل دیا ہے وہ صرف انڈیا کے لئے ہے، ٹرینیڈاڈ میں وہ وقت نہیں چلے گا۔ فق

﴿۳۶۴﴾ عشاء کی نماز کا وقت

سوال: عشاء کے وقت کے بارے میں کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک جتنا وقت ہوتا ہے اتنا ہی وقت غروب کے بعد سے عشاء کے وقت کا ہوتا ہے۔ یعنی ۳۰/نومبر کو صبح صادق ۶:۳۱ کا ہے، اور طلوع ۷:۵۲ کا ہے تو اس حساب سے دونوں کے بیچ کا وقت ۱/گھنٹہ ۲۱/منٹ کا ہوا۔ اسی وقت کو غروب آفتاب کے بعد جوڑ دینے سے عشاء کا وقت معلوم ہو جائے گا۔ یعنی اسی دن کا غروب ۴:۰۶ کا ہے تو اس میں ۱/گھنٹہ

۲۱ ؍منٹ جوڑ دیں تو وقت ۲۷:۵ کا ہوتا ہے، لہذا یہ وقت عشاء کا ہوا، تو کیا اس طرح شمار کرنا صحیح ہے؟ یا رات کے آٹھویں حصہ کے حساب سے ۶:۰۵ بجے کا ہوتا ہے اسے عشاء کا وقت سمجھنا چاہیئے؟ ان دونوں میں صحیح کیا ہے؟ شرعی مسئلہ بتا کر مشکور فرمائیں۔

اس کے بعد جس طرح ۱۵-۱۶ نومبر کو دن ۸؍ گھنٹوں کا ہوتا ہے اسی طرح جولائی میں دن بڑا ہو جاتا ہے، اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے، (جولائی کے مہینہ میں رات سات-آٹھ گھنٹوں کی اور دن ۱۶-۱۷ گھنٹوں کا ہو جاتا ہے، یہ آپ کی اطلاع کے لئے ہے)۔ جولائی کے مہینہ میں رات کے آٹھویں حصہ کے مطابق عشاء کا وقت ۰۹:۱۰ منٹ پر ہوتا ہے۔

اور کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ رات کا آٹھواں حصہ نہ کیا جائے، بلکہ ان دنوں میں جولائی میں صبح صادق ۳۹:۳ کو ہوتا ہے اور طلوع آفتاب ۲۸:۵ کا ہے، تو دونوں کے درمیان کا وقت ۴۵:۱ منٹ کا ہوا، اور اس دن غروب کا وقت ۰۳:۹ کا ہے اس میں (۰۳:۹ میں) ۴۵:۱ کا اضافہ کیا جائے تو وقت ہوا ۴۸:۱۰ کا، جو عشاء کا وقت ہے۔ تو کونسا حساب شرعی رو سے صحیح ہے، جواب بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اصول ہیئت کے ماہرین کے کہنے کے مطابق سوال میں بتائی گئی تفصیل صحیح ہے، اس لئے آپ کے یہاں ۲۷:۵ کو عشاء کا وقت ہو جائے گا۔ پھر بھی محکمہ موسمیات کے کسی ماہر سے بات-چیت کر لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳٦۵﴾ رات کو ۱۲؍ بجے کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا

سوال: عشاء کی نماز رات ۱۲؍ بجے کے بعد پڑھنا مکروہ ہے، تو کیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اور عشاء کی نماز صبح صادق سے پانچ-سات منٹ قبل پڑھی جائے تو وہ قضاء سمجھی

جائے گی یا ادا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شفق ابیض کے ختم ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور صبح صادق تک عشاء کا وقت رہتا ہے، لہذا اس درمیان جب بھی عشاء کی نماز پڑھی جائے گی ادا کہلائے گی، عشاء کی نماز کا وقت ہوتے ہی تہائی رات تک پڑھ لینی چاہیئے، یہ مستحب وقت ہے، اور آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۱/۳۸۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۶۶﴾ عرب ممالک میں عصر اور عشاء کی نماز کا وقت شافعی مذہب کے مطابق ہے۔

سوال: ایسا معلوم ہوا ہے کہ مکہ شریف اور مدینہ شریف میں عصر کی نماز کا وقت حنفی مذہب کے مطابق نہیں ہوتا، اس وقت وہیں امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے، اس لئے کہ منفرداً نماز پڑھنے میں جماعت کے ثواب سے محرومی ہے، اور دوسری جماعت کرنا وہاں کی سلطنت میں معتبر نہیں ہے، تو مذکورہ حالات میں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عرب ممالک میں عصر کی نماز اور عشاء کی نماز شافعی مذہب کے مطابق پڑھی جاتی ہے، لیکن احناف میں بھی صاحبین کے قول کے مطابق ان اوقات میں نماز کا وقت ہوجاتا ہے، اس لئے ہم احناف بھی سوال میں بتائی گئی حقیقت کے مد نظر ان اوقات میں جماعت سے نماز پڑھیں گے تو بلا شبہ نماز صحیح ہوجائے گی۔ ایسے حالات میں منفرداً نماز نہ پڑھی جائے۔ (شامی: ۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۶۷﴾ حضور ﷺ کی فجر کی نماز کی قضا کے بارے میں

سوال: ایک مولانا صاحب نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ: ایک مرتبہ حضور ﷺ کی آنکھ

فجر کی نماز کے لئے نہیں کھلی، آپ سو رہے، یہاں تک کہ نماز قضا ہوگئی، اور آفتاب کی گرمی سے اٹھے پھر قضا نماز ادا کی، تو کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟ ہمارے علم کے مطابق تو پیغمبروں سے بھول نہیں ہوسکتی، اگر یہ بھول ہوئی ہو تو بھول کی وجہ تفصیل سے بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... حضور ﷺ ایک مرتبہ سفر میں تھے، اور رات بہت دیر تک چلتے رہے، آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جماعت بھی تھی، ایک جگہ تھوڑی دیر آرام کے ارادے سے رک گئے، اور حضرت بلالؓ کو صبح کے وقت اٹھا دینے کی ذمہ داری سپرد کی، اس لئے آپ ﷺ آرام کرتے ہی سو گئے، اور حضرت بلالؓ کو بھی نیند آ گئی، یہاں تک کہ سورج نکل گیا، اور اس کی شعاؤں کی تیزی سے سب سے پہلے آپ ﷺ بیدار ہوئے، اور فجر کی نماز قضا ہوگئی۔ پھر تھوڑی دور چل کر قافلے والوں کے ساتھ اذان اور اقامت کہہ کر فجر کی نماز کی قضا پڑھی۔ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ حدیث کی کتابیں جیسا کہ بخاری شریف، مشکوۃ شریف وغیرہ میں اور فقہ کی ہر معتبر کتاب میں یہ واقعہ موجود ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ تو اس میں بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں جو حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوسکتے ہیں، اسی طرح قضا نماز کے وقت سنت نبوی کیا ہے؟ اس کا بھی عملی نمونہ اس سے معلوم ہوا، اس میں شریعت کی پوری تکمیل بھی ہے جو مخفی نہیں، ہر نبی گناہ سے معصوم ہوتا ہے، لیکن بھول چوک انسان کی طبیعت کا اثر ہے، جس سے نبی بھی محفوظ نہیں ہے، جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اخیر تک بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۶۸﴾ فجر کی قضا اور اشراق کب پڑھیں؟

سوال: ہر موسم میں طلوع کی کتنی دیر بعد فجر کی فرض نماز کی قضا اور اشراق پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... آفتاب طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ برابر اونچا ہو جائے، اور آفتاب کی روشنی میں تیزی آجائے کہ کھلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا نہ جا سکے تب پڑھنی چاہئے۔ میرے اندازے کے مطابق ۱۵ سے ۲۰ منٹ کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۶۹﴾ ظہر اور عصر کی نماز کب ادا اور کب قضا کہلائے گی؟

سوال: دائمی احمدی تقویم میں عصر کا حنفی وقت ۵:۰۵ کا بتایا ہے، جب کہ ہمارے یہاں ہر مسجد میں ۵:۰۰ بجے اذان ہوتی ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ تقویم میں بتائے ہوئے عصر کے شروع وقت تک ظہر کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ (یعنی نماز ادا سمجھی جائے گی؟) اور اس طرح وقت سے پہلے اذان دے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... حدیث شریف میں نماز کے لئے جو اوقات اور علامتیں بتائی گئی ہیں انہیں پر مکمل دار و مدار رکھا گیا ہے، تقویم یا گھڑی تو صرف مدد یا سہولت کے لئے ہے۔ اب یہ کہ ظہر کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟ تو اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے دو عظیم شاگردوں میں اختلاف ہے، امام صاحب کہتے ہیں کہ ہر چیز کا سایہ سایہ اصلی (ہر چیز کا وہ سایہ جو استواء کے وقت ہوتا ہے) کے علاوہ دو مثل ہو جائے تب تک باقی رہتا ہے، اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

جبکہ صاحبین کا کہنا ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے تب تک ظہر کا

وقت باقی رہتا ہے، اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔
مذکورہ اختلاف سے بچنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ ظہر ایک مثل سے پہلے پڑھ لی جائے اور عصر دو مثل کے بعد پڑھی جائے۔ تا کہ ہر امام کے قول کے مطابق دونوں نمازیں صحیح ہو جائیں۔ اور ہمارے یہاں عصر حنفی کے عنوان کے نیچے جو وقت بتایا جاتا ہے وہ اوپر کی تفصیل کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بتایا جاتا ہے۔
لہذا جو شخص ایک مثل اور دو مثل کے درمیان کے وقت میں ظہر اور عصر پڑھے گا تو امام صاحب کے قول کے مطابق اس کی ظہر کی نماز وقت میں ہونے کی وجہ سے صحیح ہو جائے گی۔ اور صاحبین کے قول کے مطابق عصر کا وقت شروع ہو جانے کی وجہ سے ظہر قضا سمجھی جائے گی، اور عصر ادا سمجھی جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۷۰﴾ عصر اور مغرب کے درمیان کے وقت میں قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا

سوال: عصر سے مغرب تک مکروہ وقت ہونے کی وجہ سے نفل نماز نہیں پڑھ سکتے، لیکن کسی فرض نماز کی قضا یا تلاوت قرآن یا سجدۂ تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عصر کے بعد دوسری قضا نمازیں اور سجدۂ تلاوت غروب کے پندرہ منٹ پہلے تک کر سکتے ہیں، لیکن سجدۂ تلاوت اگر اسی وقت واجب ہوا ہو تو کر سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ غروب کے بعد ادا کریں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۷۱﴾ فجر کی دو رکعت سنت کی قضا ہے یا نہیں؟

سوال: فجر کی دو رکعت سنت فرض سے پہلے نہ پڑھی ہو تو فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فجر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد طلوع تک کوئی بھی سنت یا نفل نماز پڑھنا درست نہیں ہے، مکروہ ہے۔ اس لئے فجر کی سنت نہ پڑھی ہو تو طلوع کے بعد جب وقتِ مکروہ ختم ہو جائے پھر پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۷۲﴾ کیا طلوع کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال: مسجد میں فجر کی نماز کا آخری وقت تقویم کے مطابق ۱۰:۷ کا تھا، اسی وقت مسجد کی گھڑی میں ۱۰:۷ ہوئی تھی، تب میری گھڑی میں ۰۵:۷ ہوئی تھی، میری گھڑی میں ریڈیو ٹائم تھا، اور مسجد کی گھڑی بھی اس کے ذمہ دار افراد کی طرف سے برابر تھی، تو ایک شخص اسی مسجد کے وقت سے ۱۰:۷ پر نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے اسے روکا، لیکن میری گھڑی کے مطابق وہ پڑھ سکتا تھا، تو ایسی حالت میں کیا میں گنہگار کہلاؤں گا یا نہیں؟ اور اس کے لئے کیا کفارہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز کے اوقات کے لئے شریعت کی بتائی ہوئی قدرتی علامتوں پر مدار رکھا گیا ہے، تقویم یا گھڑی تو صرف اس وقت کے جاننے کے لئے استمداد کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں بتائے گئے اوقات پر نماز کا وقت موقوف نہیں ہے۔ اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ آفتاب کا کنارہ طلوع ہو رہا تھا یا نہیں؟

اگر آفتاب طلوع ہو رہا تھا تو اس وقت نماز پڑھنا حرام کہلائے گا۔ اس لئے ایسے فعل سے روکنا گناہ نہیں ہے، ثواب ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ اس نماز سے فارغ ہونے پر آفتاب نکلنے والا ہو تو اسے پڑھنے دینا چاہئے تھا، تاکہ اس کی نماز قضا نہ ہو جائے، آپ نے اسے روک کر اس کی نماز قضا کرائی ایسا شبہ پیدا ہوتا ہے، لیکن اصل مقصد تو نماز سے روکنا نہیں تھا اس لئے کوئی گناہ

نہیں ہوا، لیکن گناہوں سے توبہ کرنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں توبہ و استغفار کرنا چاہئے، دونوں صورتوں میں کفارہ نہیں آتا۔

﴿۳۷۳﴾ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک کوئی نفل نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

سوال: فجر کی سنت و فرض نماز پڑھنے سے پہلے تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک فجر کی دو سنت کے علاوہ دوسری کوئی بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔

ہاں! اگر ذمہ میں کوئی فرض نماز کی قضا باقی ہو تو اسے پڑھنا جائز ہے، مگر تنہائی میں پڑھے سب کے سامنے نہ پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۷۴﴾ کیا صبح صادق اور عصر کے بعد نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: کیا صبح صادق کے بعد تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اور کیا عصر کی اذان ہو جانے کے بعد یہ دو نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک فجر کی دو سنت اور دو فرض کے علاوہ دوسری کوئی سنت یا نفل نماز مثل تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد وغیرہ کے پڑھنا جائز نہیں، مکروہ تحریمی ہے۔

عصر کی اذان کے بعد فرض نماز پڑھنے سے پہلے جتنی چاہے نوافل و سنن پڑھ سکتے ہیں، لیکن فرض نماز پڑھ لینے کے بعد غروب شمس تک کوئی بھی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، مکروہ

تحریمی ہے۔(ہدایہ وشامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۷۵﴾ استوا کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

سوال: یہاں افریقہ میں ابھی ہندوستان سے آئے ہوئے ایک مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ ’’زوال کے وقت نماز پڑھنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس وقت جہنم کی آگ زور پکڑتی ہے، اور جمعہ کے دن وہ ٹھنڈی ہوتی ہے، اس لئے جمعہ کے دن یہ ممانعت نہیں ہے، لہذا جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھ سکتے ہیں‘‘ کیا ان کا ایسا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زوال یعنی استواء کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ حضور ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے استواء کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے جمعہ یا اس کے علاوہ دوسرے کسی بھی دن جب آفتاب سر پر ہو تب نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس وقت آفتاب پرست آفتاب کی پوجا کرتے ہیں، اور شیطان بھی آفتاب کے پاس آکر اپنے معبود ہونے پر خوش ہوتا ہے، اس لئے منع ہے۔

جہنم کی آگ کا زور پکڑنا گرمی کے دنوں کے لئے حدیث شریف میں آیا ہے، لیکن آپ کے مولانا صاحب نے جو مطلب نکالا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔(شامی ودرمختار:۱/۳۴۴،۳۴۵)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۷۶﴾ زوال کے وقت نفل پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں جمعہ کے دن زوال کے وقت بھی لوگ نوافل پڑھتے ہیں تو کیا زوال کے وقت نوافل پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......استواء یعنی جب آفتاب سر پر ہو اور سایہ گھٹنا - بڑھنا بند ہو جائے تب کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، چاہے جمعہ کا دن ہو یا ہفتہ کا کوئی اور دن، سب کے لئے یہی حکم ہے، کوئی فرق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۷۷﴾ زوال کے وقت کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا زوال کے وقت کوئی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ صرف جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھ سکتے ہیں، باقی دنوں میں نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......استواء یعنی جب آفتاب سر پر ہو اور سایہ گھٹنا - بڑھنا بند ہو جائے تب کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور جو لوگ جمعہ کے دن اس وقت نماز پڑھنا جائز بتلاتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے، لہذا جمعہ کے دن بھی اس وقت کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (طحطاوی)

﴿۳۷۸﴾ رمضان میں فجر کی نماز میں تعجیل

سوال: رمضان کے مہینہ میں اگر صبح صادق کے پانچ - سات منٹ کے فوراً بعد فجر کی اذان دی جائے اور دس منٹ کے بعد جماعت کی جائے تو بہتر کہلائے گا یا نہیں؟ اس لئے کہ ایسا وقت رکھنے میں تقریباً سب مصلی سحری کر کے مسجد کی طرف آنے لگیں گے، اور نماز کے بعد کام پر جانے تک ان کو اچھا خاصا وقت آرام کا مل جائے گا، تو رمضان میں اس طرح کا وقت رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ کس کے نزدیک یہ وقت افضل کہلائے گا؟

مذکورہ سوال اس لئے پوچھا گیا کہ یہاں کچھ لوگ اس کے خلاف کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج تک ایسا نہیں ہوا ہے، کسی نے نہ ایسا کہا ہے نہ ہی ایسا کیا ہے، اور اس میں ایک دلیل

یہ بتاتے ہیں کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان پڑھنے کے وظائف کے لئے وقت نہیں رہتا، اتنے مختصر وقت میں وہ وظائف پورے نہیں ہو سکتے، تو کیا ان کی یہ دلیل صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر مفصل روشنی ڈالیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حنفی مذہب میں فجر کی نماز کا وقتِ مستحب اسفار (یعنی خوب اجالے میں پڑھنا) ہے، لیکن اگر لوگوں کو جلدی ہو یا اسفار میں پڑھنے سے لوگ کم آتے ہوں اور غلس میں (خوب اندھیرے میں سحری سے فارغ ہونے کے ساتھ فوراً) پڑھنے سے مصلیوں کی کثرت ہوتی ہو تو مذکورہ فائدہ کے لئے صبح صادق کے فوراً بعد فجر کی نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

یعنی نمازیوں کی سہولت کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں، ورنہ سحری کھا کر سو جانے کی صورت میں بہتوں کی جماعت بھی چھوٹ جائے گی، اور رمضان کے علاوہ دنوں میں اس کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے رمضان کے علاوہ میں اسفار کے مستحب وقت میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ وظائف دوسرے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں، اور شخصی فائدے پر عام فائدے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(۳۷۹) کیا طلوع آفتاب سے ۱۰ر منٹ قبل صبح کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: راجکوٹ کی ایک مسجد میں بورڈ پر لکھا ہوا تھا کہ طلوع آفتاب کی ۲۰ر منٹ کے بعد فجر کی نماز رہ گئی ہو تو پڑھیں، اس درمیان تلاوت بھی نہ کریں، یومیہ وظائف پڑھ سکتے ہیں۔ آپ جب رنگون میں تھے تب سورتی مسجد میں آپ نے قرآن شریف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ: مسجد کے باہر صحن میں طلوع کے وقت لال بتی جلائی جاتی ہے، جو پانچ-

سات منٹ تک جلتی رہتی ہے، تب تک فجر کی نماز نہ پڑھیں، اور یہاں بیس منٹ لکھی ہوئی ہے۔ رنگون میں رمضان کے مہینہ میں سحری کے بعد قرآن شریف پڑھنے والوں کی لائن لگتی ہے اور فجر کی نماز کے وقت تلاوت بند ہو جاتی ہے، نماز کے بعد پھر شروع ہو جاتی ہے، اور طلوع آفتاب تک تلاوت جاری رہتی ہے، کوئی بھی طلوع کے وقت بند نہیں کرتا، تو اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... طلوع آفتاب کے دس منٹ بعد قضا ہوئی فجر کی نماز پڑھ سکتے ہیں، رنگون میں بھی لال بتی ۱۰/منٹ تک جلتی رہتی ہے، اوراس وقت میں قرآن مجید کی تلاوت منع نہیں ہے، خاص کران لوگوں کے لئے جنہیں فجر کی نماز کے بعد کے علاوہ دوسرا کوئی وقت ملتا نہ ہو، ان کے لئے اس وقت میں تلاوت کر لینا تلاوت کو بالکلیہ ترک کر دینے سے بہتر ہے۔ راجکوٹ کی مسجد والوں نے ۲۰/منٹ احتیاط کے طور پر لکھا ہے، اور رنگون میں سہولت کے مد نظر ۱۰/منٹ رکھی تھی، اور دونوں صحیح ہیں۔

﴿۳۸۰﴾ جب مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا تب نماز کا وقت کیسے سمجھا جائے گا؟

سوال: طلوع الشمس من المغرب قیامت کی سچی نشانیوں میں سے ایک ہے، اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ اس وقت نماز کے اوقات کیسے معلوم ہوں گے؟ اور نماز پڑھنا ضروری رہے گا یا نہیں؟ اور کتنی پڑھنی پڑے گی؟ کیا اہل یلغار کی نمازوں کی طرح اس کا حکم رہے گا؟ یا کچھ فرق رہے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... روزانہ کے معمول کے مطابق غروب کے کافی دیر بعد دوبارہ مغرب ہی سے سورج نکلے گا، اور مشرق کی طرف جائے گا، اور زوال کے وقت

آفتاب جہاں ہوتا ہے وہاں تک آکر پھر مغرب کی طرف جائے گا، اور غروب ہوگا۔ جیسا کہ مسلم شریف، مشکوۃ شریف، شرح مشکوۃ اور نووی وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اس وقت کی نمازوں کے سلسلہ میں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل بحث کی ہے، دیکھیں: شامی: ۲۴۴/۱۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ حساب لگا کر نماز پڑھی جائے گی، اور آفتاب جب مغرب کی طرف واپس جائے گا تب ظہر کا وقت سمجھا جائے گا، درمیانی رات تین راتوں کے برابر ہوگی جو گذر گئی ہوں گی لہذا ایک رات تو روزانہ کی راتوں کی طرح سمجھ کر باقی دو راتوں کو ۲۴ گھنٹہ مانیں گے جو ایک دن-رات کے برابر ہے لہذا اس میں پانچ وقت کی نمازیں آئیں گی، جو پڑھی نہیں گئی ہیں، لہذا ان کی قضا کرنی پڑے گی۔

لیکن قیامت کی علامتوں کی ترتیب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی طرف سے ایک ہوا نکلے گی جس کی وجہ سے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کا انتقال ہو جائے گا۔ اور سب نافرمان لوگ رہ جائیں گے، کوئی اللہ کو یاد کرنے والا بھی نہیں ہوگا، پھر صور پھونکا جائے گا اس لئے اس وقت کوئی نماز پڑھنے والا ہی نہیں ہوگا، اس لئے یہ پوچھنا ہی بیکار ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۸۱﴾ تہجد کا افضل وقت

سوال: رات ۱۲/ بجے کے بعد تہجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... پڑھ سکتے ہیں، اور زیادہ افضل وقت رات کا اخیری حصہ ہے، عشاء کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد تہجد کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے، اور رات

کے اخیری حصہ یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے پڑھنا افضل ہے، لہذا اگر اس وقت تہجد کے لئے نہ اٹھ سکیں تو عشاء کی سنتوں کے بعد تہجد کی نیت سے نفل پڑھ لینے سے بھی تہجد کا ثواب مل جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۸۲﴾ کیا تقویم یا گھڑی پر مدار رکھنا صحیح ہے؟

سوال: اسلامی محمدی بڑی تقویم میں ۹/۷/۰۷ کا صبح صادق کا وقت ۵:۰۷ کا لکھا ہوا ہے، جب کہ دائمی محمدی تقویم میں ۵:۱۴ کا لکھا ہوا ہے۔ اس طرح دونوں تقویموں کے وقتوں میں فرق ہے، تو کونسی تقویم پر اذان دینی چاہئے؟ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... تقویم یا ایسی ہی کسی چیز پر اعتماد کر کے نماز، روزہ اور تاریخ متعین کرنا صحیح نہیں ہے، اسلامی شریعت فطری (قدرتی) شریعت اور بہت ہی آسان ہے۔ جس میں مذکورہ چیزوں کے لئے خاص علامتیں بتائی گئی ہیں، ان چیزوں کے جاننے میں گھڑی وغیرہ سے مدد لے سکتے ہیں، بالکلیہ ان ہی پر مدار رکھنا اور اسلام کی بتائی ہوئی علامتوں کو نظر انداز کر دینا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۸۳﴾ طلوع، زوال اور غروب کے وقت نماز پڑھنا کیوں ممنوع ہے؟

سوال: طلوع شمس، استواء (زوال) اور غروب کے وقت نماز پڑھنا کیوں منع ہے؟ کس لئے منع کیا گیا؟ اور یہ ممانعت صرف مذہب احناف میں ہے یا باقی تینوں مذاہب کے ساتھ غیر مقلدوں میں بھی یہی حکم ہے؟ اور ان اوقات میں جیسے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ کیا اسی طرح دعا، درود اور تلاوت بھی منع ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... طلوع، استواء اور غروب کے وقت نماز پڑھنا اس لئے

منع ہے کہ اللہ تعالی نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور آپ ﷺ نے ہمیں اس کی اطلاع دی، ایک مسلمان کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے باوجود احادیث میں اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں: آفتاب پرست ان وقتوں میں آفتاب کی پرستش کرتے ہیں، لہذا ان وقتوں میں نماز پڑھنے میں ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، اور شیطان بھی سورج کے پاس آجاتا ہے اور اپنی عبادت ہو رہی ہے سمجھ کر خوش ہوتا ہے۔ ان وقتوں میں بالاتفاق سب اماموں کے نزدیک کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور حدیث سے یہ حکم صاف ثابت ہے اس لئے اہل حدیث کے یہاں بھی منع ہوگا۔

ان اوقات میں درود شریف، تسبیحات وغیرہ پڑھ سکتے ہیں، لیکن تلاوت کرنا بہتر نہیں ہے، اس لئے ان اوقات کے ختم ہونے کے بعد تلاوت کرنا چاہئے۔ (شامی:۱)

﴿۳۸۴﴾ آسمان میں ابر ہو تو یقین پر مدار رکھو

سوال: یہاں کا موسم ایسا ہے کہ آفتاب کب طلوع ہوتا ہے اور کب غروب ہوتا ہے پتہ نہیں چلتا، اس لئے کہ ہمیشہ آسمان میں ابر بہت ہوتے ہیں، تو ہمیں نماز کے وقتوں کو جاننے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسی صورت میں احتیاط اور یقین پر مدار رکھ کر عمل کرنا چاہئے۔

﴿۳۸۵﴾ کیا محکمۂ موسمیات کی خبر کا اعتبار کیا جائے گا؟

سوال: محکمۂ موسمیات (ایسٹرونومیکل) ہے، جن سے آفتاب کب طلوع ہوتا ہے، کب غروب ہوتا ہے اور صبح صادق کب ہوتی ہے اس کی خبر اور معلومات محکمہ موسمیات سے لی

جاتی ہیں،تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگراس محکمہ کے اوقات کے سچ ہونے کا یقین ہوتو ان کے بتائے ہوئے اوقات کو صحیح ماننے میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۸۶﴾ محکمۂ موسمیات کے بتائے ہوئے اوقات میں احتیاط کوملحوظ رکھیں۔

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں محکمۂ موسمیات کے بتائے ہوئے اوقات سے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کا وقت متعین کیا ہے تو کیا ان کے بتائے ہوئے اوقات سے طلوع وغروب کا وقت متعین کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ان کے بتائے ہوئے اوقات میں احتیاط کا پہلو مدنظر رکھیں، مثلاً: بتائے ہوئے اوقات سے ۵/منٹ آگے پیچھے وقت متعین کریں، اور گھڑی کا وقت بھی اس کے ساتھ ٹھیک رکھیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۸۷﴾ شرعی نقطۂ نظر میں رات اور دن

سوال: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ رات ''جب آفتاب غروب ہوتا ہے وہاں سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے تک کے وقت'' کو کہتے ہیں، تو اس بارے میں شریعت کا رجحان کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت میں دن ''صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک'' اور رات ''غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک'' کے وقت کو کہتے ہیں۔ جسے شرعی اصطلاح میں نہار شرعی کہتے ہیں، اور نہار عرفی طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

﴿۳۸۸﴾ چھ مہینوں کا دن اور چھ مہینوں کی رات ہو وہاں نماز، سحری، افطاری کا وقت

سوال: جن ممالک میں چھ مہینوں کی رات اور چھ مہینوں کا دن ہوتا ہے، وہاں نماز کا وقت، سحری اور افطاری کا وقت کس طرح متعین کیا جائے گا؟ وہاں بھی تھوڑی آبادی (سائنسدانوں کے کیمپ) رہتی ہے، اسی طرح زمین کی تہہ میں آب دوز کشتی میں کوئی شخص ۲۴ر گھنٹہ رہا تو وہاں نماز کے اوقات کس طرح سمجھنے چاہیئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہاں مسلسل چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے وہاں بھی ۲۴ر گھنٹوں میں پانچ نمازوں کے حساب سے ہر نماز کے وقت کا حساب کر کے پڑھنی پڑے گی۔ اسی طرح مہینہ کا حساب کر کے رمضان بھی متعین کیا جائے گا، اور سحری اور افطاری کا وقت حساب لگا کر متعین کیا جائے گا۔ جس طرح دوسرے کام مثلاً: ملازمت کا وقت، کھانے پینے اور سونے کا وقت حساب لگا کر متعین کیا جاتا ہے اسی طرح ان شرعی امور کے لئے بھی حساب لگا کر اوقات متعین کئے جائیں گے، حساب لگانے کے مختلف طریقے ہیں، ضرورت کے مطابق جو بھی طریقہ مناسب ہو جان کر معلوم کر کے وقت متعین کیا جا سکتا ہے۔ سب مرین (آبدوز) جب سمندر کی تہہ میں ہو تو اس جگہ کے خارجی حصہ کے حساب سے (سمندر کی سطح کے) اوقات متعین کئے جائیں گے۔

﴿۳۸۹﴾ خلائی سفر میں نماز، سحری اور افطاری کا وقت؟

سوال: خلائی سفر کے دوران جب راکٹ دنیا کی قوت کشش سے باہر نکل جاتا ہے، اس کے بعد کے سفر میں مذکورہ امور (نماز، روزہ، افطاری) کے اوقات کس طرح متعین کئے جائیں؟ خلائی مسافر کو اس سفر کے دوران سحری، افطاری اور نماز کے ارکان ادا کرنے ہیں،

تو وہ کس طرح ادا کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... خلائی سواری جب قوت کشش سے باہر نکل جائے پھر کیا حالات ہوتے ہیں اس کا مجھے علم نہیں ہے، نماز کے اوقات اور علامتیں معلوم ہو سکتی ہیں یا نہیں اسی طرح طلوع وغروب وغیرہ معلوم ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ پوری تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب معلوم کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۹۰﴾ ناروے میں غروب کے کچھ دیر بعد آفتاب طلوع ہو جاتا ہے تو وہاں نماز، سحری اور افطاری کا وقت کیسے متعین کیا جائے۔؟

سوال: یورپ میں ایک ملک ہے، جس کا نام ''ناروے'' ہے، وہاں آفتاب غروب ہونے کے بعد آدھی رات کو کچھ دیر کے لئے پھر طلوع ہوتا ہے، پھر دوبارہ غروب ہو جاتا ہے، وہاں شریعت کی بتائی ہوئی علامتوں سے وقت کس طرح متعین کیا جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سوال میں مذکور ناروے کی حقیقت صحیح نہیں ہے، وہاں تو آفتاب غروب ہونے کے بعد بہت ہی جلد پھر طلوع ہو جاتا ہے، اس لئے آپ کا ایسا کہنا کہ آدھی رات کو تھوڑی دیر کے لئے آفتاب طلوع ہوتا ہے پھر غروب ہو جاتا ہے بالکل غلط ہے۔ ناروے میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھنی پڑے گی، اور طلوع آفتاب سے قبل عشاء اور فجر کی نماز سے فارغ ہو جانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ایک فتویٰ اس سے قبل مفصل طبع ہو چکا ہے اسے دیکھ لینا مفید رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب فی صفة الصلوة

﴿۳۹۱﴾ کیا گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: یہاں کے علاقہ کے ہر کچے مکان میں زمین پر گارہ لیپنے کے بجائے گوبر لیپا گیا ہے، تو کیا اس زمین پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ یا گوبر کے ساتھ مٹی ملا کر لیپیں تو حکم بدل سکتا ہے؟ مطلب کہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گوبر میں مٹی ملا کر اس سے لیپنا یا خالص گوبر سے لیپنا دونوں طریقے جائز ہیں۔ فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے، اور جب یہ خشک ہو جائے اور بدبو ختم ہو جائے تب اس جگہ کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا، ایسی زمین پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (شامی: ۵/۲۴۶، فتاویٰ سراجیہ) فقط واللہ تعالی اعلم

الباب الثانی : فی الاذان و الاقامة

﴿۳۹۲﴾ کیا اذان نماز کے لئے ضروری رکن ہے؟

سوال: کیا اذان نماز کے لئے ضروری رکن ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اذان نماز کے لئے ضروری (شرط صحت) نہیں ہے۔ نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے اور شعائر دین میں سے ہے۔ اس لئے اسے چھوڑنا نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹۳﴾ کیا گھر میں نماز پڑھنے والے کو اذان اور اقامت کہنا ضروری ہے؟

سوال: میں فرض نمازیں گھر پر پڑھتا ہوں، جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھتا ہوں تو مجھے گھر پر اذان دینی ضروری ہے یا نہیں؟ مثلاً میں ظہر کی نماز ۲۰:۳ کو پڑھتا ہوں تو کیا مجھے ظہر کے لئے اذان دینی ضروری ہے؟ اور اگر ۳۰:۱ کو پڑھوں تو کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......گھر پر نماز پڑھنے کی صورت میں اذان اور اقامت کہنی سنت ہے۔ لیکن اگر محلہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان ہو چکی ہے تو وہ اذان اس کے لئے بھی کافی ہے۔ اس لئے اس صورت میں اذان نہ دینے سے سنت چھوڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر گاؤں میں اذان نہ ہوئی ہو یا گاؤں کے باہر رہائش ہو تو اذان اور اقامت کی سنت ادا کر کے نماز پڑھنی چاہئے۔ (شامی: ۲۶۲/۱)

﴿۳۹۴﴾ کیا بغیر اذان کے مسجد میں نماز ہو سکتی ہے؟

سوال: کیا بغیر اذان کے مسجد میں نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز تو ہو جائے گی، لیکن سنت طریقہ کے مطابق نہیں ہو

گی،سنت کے ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹۵﴾ غلطی سے وقت سے پہلے اذان دے دی تو

سوال: غلطی سے وقت سے پہلے اذان دے دی،تو وقت ہونے کے بعد کیا دوبارہ اذان دینی ضروری ہے یا وہی اذان کافی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز کے شرعی وقت کے شروع ہونے سے پہلے عمداً یا سہواً اذان دی ہو تو وہ اذان غیر معتبر ہے۔اس لئے وقت آنے کے بعد دوبارہ اذان دینی ضروری ہے۔طحطاوی میں لکھا ہے کہ صحت اذان کے لئے نماز کا وقت ہونا شرط ہے۔ (ص:۱۱۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹۶﴾ صبح صادق سے پہلے اذان دینا

سوال: صبح صادق سے پہلے اذان دی جائے تو کیا وہ اذان فجر کی نماز کے لئے معتبر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے اس لئے اس سے پہلے دی گئی اذان معتبر نہیں ہے۔وقت ہونے کے بعد دوبارہ اذان دینی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹۷﴾ قبل الوقت اذان غیر معتبر ہے

سوال: صبح صادق سے پہلے دی گئی اذان سے فجر کی نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ نماز کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ اذان معتبر نہیں ہے۔اس لئے بغیر اذان کے نماز پڑھی گئی ایسا سمجھا جائے گا۔اور ترک سنت کا گناہ ہوگا۔نماز اس کے وقت میں پڑھی گئی

ہے، اس لئے نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹۸﴾ چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب دیکھنے کے بعد مغرب کی اذان دینا

سوال: مسجد یا گاؤں میں فارغ التحصیل عالم کے موجود ہونے کے باوجود مسجد کے متولیان یا عوام جو جاہل ہیں مغرب کے وقت چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب کو دیکھتے ہیں پھر مغرب کی اذان یا روزہ کھولنے کا حکم دیتے ہیں جو تقویم اور شرعی وقت سے الگ ہوتا ہے۔ کیا علماء کرام کے موجود ہونے کے باوجود اور شرعی تقویم کے موجود ہونے کے باوجود ان سے استفادہ نہ کرنا اور اپنی مرضی چلانا اور جہلاء کی بات پر روزہ کھولنا یا اذان دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غروب آفتاب کا مشاہدہ کرنا اور اس کے مطابق اذان دینا یا روزہ کھولنے کے لئے کہنا ہر شخص کے لئے اگر اس کو اس فن میں مہارت ہو تو منع نہیں ہے، جائز ہے۔ تقویم یا گھڑی پر اعتماد نہ رکھتے ہوئے مذکورہ نشانیوں کو دیکھ کر عمل کرنا بلا شبہ درست ہے۔ بلکہ ایک درجہ بہتر ہے۔ اس میں علماء کو ہی پوچھنا یہ ضروری نہیں ہے بلکہ علماء کو بھی اس میں ساتھ دینا چاہئے، اور خود بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کبار علماء میں سے ہونے کے باوجود خود دھوپ گھڑی سے وقت کی صحت کا خیال رکھتے تھے، جیسا کہ ان کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۳۹۹﴾ کیا صبح صادق ہوتے ہی اذان دینا صحیح ہے؟

سوال: صبح صادق ہوتے ہی گھڑی دیکھ کر فوراً اذان دینا بہتر ہے یا کچھ منٹ گزر جانے کے بعد اذان دینا بہتر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صبح صادق ہوتے ہی فوراً فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اس لئے فوراً اذان دینا بھی جائز ہے۔ اگر گھڑی، تقویم اور صبح صادق سب کا وقت صحیح ہو تو گھڑی کے وقت سے اذان دینا جائز ہے۔ البتہ صبح صادق سے پہلے اذان دینا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۰۰﴾ مسجد کے صحن یا جماعت خانہ میں اذان دینا

سوال: مسجد کے باہر کا صحن ہم جماعت خانہ میں شمار کرتے ہیں تو کیا وہاں سے مائک میں اذان دے سکتے ہیں؟ یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے صحن سے اذان دینا جائز ہے۔ اسی طرح جماعت خانہ سے بھی اذان دی جائے تو جائز ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۰۱﴾ مسجد کے جماعت خانہ سے اذان دینا

سوال: مسجد میں سے اذان دی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جائز ہے، لیکن باہر سے دینا بہتر ہے تاکہ دور تک آواز پہنچ سکے۔ (طحطاوی: ۱۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۰۲﴾ جمعہ کی اذان ثانی کہاں سے دی جائے؟

سوال: جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر سے دینی چاہئے یا اندر سے؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اذان اول جو مسجد سے باہر دی جاتی ہے اسی طرح اذان ثانی بھی مسجد سے باہر دینی چاہئے۔ صحیح بخاری کی حدیث سے حوالہ دیا تو کہتے ہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ تو صحیح کیفیت سے مطلع فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اذان کا مقصد اعلام عوام ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، اسی لئے وہ طریقہ جس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آواز پہنچے جیسے: بلند جگہ سے اذان دینا اسی طرح ایسے شخص کا اذان دینا جس کی آواز بہت بلند ہو پسندیدہ ہے۔

اور مسجد کے اندر کے حصہ سے زیادہ باہر کے حصہ سے دور تک آواز پہنچ سکتی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانہ میں بھی باہر بلند مقام سے اذان دی جاتی تھی۔

جمعہ کی نماز کے لئے دو اذانیں مسنون ہیں۔ پہلی اذان جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مشروع ہوئی، اسی مقصد کے پیش نظر آج بھی مسجد سے باہر کے بلند مقام سے اذان دی جانی چاہئے تاکہ زیادہ لوگوں تک آواز پہنچے۔

اور دوسری اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی مسجد میں ممبر شریف کے سامنے کھڑے ہو کر دی جاتی تھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ خطیب صاحب خطبہ دینے کے لئے بیٹھ گئے ہیں، تاکہ دوسرے سب کام جیسا کہ نماز، تسبیح چھوڑ کر خطبہ سننے میں دھیان دیں۔ اور اس زمانہ سے آج تک اسی طرح ہر ملک اور ہر قوم عمل کر رہی ہے اس لئے اس کے خلاف کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ غلط کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جسکا نام "تنشیط الاذان فی محل تحقیق الاذان" ہے۔ اس میں بہت بسط و تفصیل سے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔ اسے دیکھ لینا چاہئے۔

بخاری شریف کی کس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے؟ وہ سوال میں نہیں بتایا ہے، اس لئے اس پر کچھ کہہ نہیں سکتے۔ باقی بخاری شریف کی حدیث کو ضعیف کہنا اور کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے یہ بخاری شریف کے وصف خصوصی اصح الکتب بعد کتاب اللہ پر اعتراض

کرنا ہے۔اس کتاب کا نام صحیح بخاری اسی لئے ہے کہ اس میں ہر حدیث صحیح ہے۔

﴿۴۰۳﴾ کیا ریڈیو کی اذان سے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: ابھی رات آٹھ (۸) سوا آٹھ بجے کویت ریڈیو پر سے اذان سنائی دیتی ہے وہ اذان بہت عمدہ اور بلند اور دلفریب آواز سے دی جاتی ہے ہمارے یہاں اسی وقت سوا آٹھ بجے ہی عشا کی اذان ہوتی ہے۔تو اگر مؤذن کے بدلے ریڈیو کی وہ اذان مائک پر رکھ دی جائے تو کیا وہ معتبر ہے یا نہیں؟اور کیا اس میں شرعی رو سے کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ریڈیو سے اذان دینے میں اذان جو دینی شعار ہے اس کے آداب واحکام کا لحاظ باقی نہیں رہتا۔نیز فقہاء نے ایک ہی مؤذن کو ایک ہی وقت کی اذان دو مسجدوں میں دینے سے مکروہ تحریمی لکھا ہے۔نیز جس نے اذان دی ہو اسی کو تکبیر کہنے کا حق ہے،اگر دوسرا کوئی تکبیر کہے تو اس کی اجازت سے کہے۔اذان دینے والے نے جس مسجد میں اذان دی ہے اسی میں فرض نماز پڑھنی چاہئے اب ریڈیو جس مسجد میں اذان دیتا ہے وہ کہاں نماز پڑھنے کا ہے؟اور اذان دینے والا سمجھ دار اور مسلمان ہونا چاہئے،یہ اوصاف ریڈیو میں کہاں سے ہو سکتے ہیں؟اور مؤذن کا قبلہ رخ اذان دینا مسنون ہے،اور ریڈیو کے لئے قبلہ کا کوئی مطلب نہیں ہے،اور کویت کے جو مؤذن اذان دیتے ہیں انکا قبلہ ہندوستان کے قبلہ سے مخالف سمت میں ہوتا ہے،اور یہاں تو الگ مؤذن کے بدلے ریڈیو ہی مؤذن ہو جائے گا۔مختصر یہ کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے ریڈیو کی اذان کافی نہیں ہو سکتی۔اور اگر یہ سلسلہ مروج ہو گیا تو پھر امام کی جگہ بھی ریڈیو آ جائے گا،اس لئے عبادت میں جو مسنون طریقہ ہے اسے چھوڑنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔(ماخوذ از امداد

الفتاویٰ:۱/۱۰۱۱بحوالہ درمختار) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۰۴﴾ مؤذن کے بدلے ٹیپ ریکارڈ سے مدینہ شریف کی اذان سنانا

سوال: آج کل دیہاتوں میں اذان دینے والے افراد کچھ خاص پڑھے لکھے نہیں ہوتے، اسی طرح ان کی اذانیں بھی بے ربط، اور حروف کی ادائے گی صحیح نہیں ہوتی۔ اور ایسی اذان کا گناہ ہونا ہم سب جانتے ہیں۔ اس لئے ہمارے یہاں کہ بعض نوجوانوں کا کہنا ہے کہ ٹیپ ریکارڈر میں مدینہ شریف کی اذان ہوتی ہے جسے سن کر دل پگھل جاتا ہے اسی اذان کو مائک پر رکھ دیا جائے تو کیا یہ طریقہ معتبر ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہے جو اس سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس بارے میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اذان بھی ایک شرعی حکم ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے، حدیث پاک میں مکلّف مرد کو اذان دے کر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اذان دینے پر مخصوص ثواب کا وعدہ بھی کیا گیا ہے، اسی طرح اذان دینے والے کا مکلّف یعنی مسلمان، عاقل، بالغ ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے مکلّف مرد کے اذان دئے بغیر یہ سنت ادا نہیں ہوگی، اور ٹیپ ریکارڈ سے دی گئی اذان معتبر نہیں سمجھی جائے گی۔
(بدائع، شامی:۱/۲۶۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۰۵﴾ بلا وضو اذان دینا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک حبشی مؤذن صاحب ہیں، وہ بعض مرتبہ بے وضو اذان دیتے ہیں، پھر معلوم ہونے پر انہیں کہا گیا کہ بھائی! وضو کر کے اذان دینی چاہئے، تو انہوں نے

جواب میں کہا کہ ہمارے شافعی مسلک میں بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، انہیں دیکھ کر ہمارے ایک بھائی نے بھی ایک دن بلا وضو اذان دی، ہم وہاں موجود تھے، پھر وضو کر کے دوسری مرتبہ اس کے پاس اذان دلوائی۔ تو اس بارے میں تفصیل بتائیں کہ با وضو اذان دینا بہتر ہے یا بے وضو اذان دینے میں کچھ حرج نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... با وضو اذان دینا سنت ہے۔ اس لئے بغیر مجبوری کے یہ سنت ترک نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر کبھی کسی وقت بلا وضو بھی اذان دے دی گئی تو ظاہری روایت کے مطابق مکروہ نہیں ہوگی، اس لئے بلا وضو کے دی گئی اذان کا دہرانا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص عادت ہی بنا لے کہ ہمیشہ بے وضو ہی اذان دیتا رہے تو یہ مکروہ ہوگا۔ (شامی، فتاوی عالمگیری، ہدایہ:۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۰۶﴾ بغیر وضو کے اذان دینا

سوال: فرض نمازوں کے لئے بغیر وضو کے اذان دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بے وضو اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وضو کے ساتھ اذان دینی چاہیئے۔ البتہ اگر کبھی موقع نہ ہو اور بے وضو اذان دے دی جائے تو بھی اذان صحیح ہوگئی، لیکن اس کی عادت بنا لینا مکروہ ہے۔ (طحطاوی:۱۱۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۰۷﴾ درمیان تلاوت اذان ہونے لگے تو کیا کرے؟

سوال: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میں مسجد میں بیٹھ کر تلاوت کر رہا ہوتا ہوں اور اذان ہونے لگتی ہے تو کیا اذان ہوتی ہو اس وقت تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ گھر میں تلاوت کر

رہے ہوں اور اذان ہونے لگے تو تلاوت جاری رکھے یا بند کر دے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تلاوت جاری ہو اور اذان ہونے لگے تو دونوں صورتیں جائز ہیں چاہے تلاوت جاری رکھے چاہے بند کر کے اذان کا جواب دے، تلاوت جاری رکھتے ہوئے زبان سے اذان کا جواب نہ دینے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے، اور تلاوت بند کر کے اذان کا جواب دینے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ (طحطاوی: ۱۲۰) گھر میں تلاوت کرتا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۰۸﴾ اذان ہو رہی ہو تب نفل پڑھنا

سوال: ظہر کا وقت ۱:۴۵ کا اور جماعت کا وقت ۲:۰۰ بجے کا ہے، اگر اذان سے پہلے مسجد پہنچ کر قضائے عمری پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اذان ہو رہی ہو تب نفل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جن تین وقتوں میں نماز پڑھنا منع ہے (طلوع آفتاب، زوال، غروب آفتاب) ان کے علاوہ اور وقتوں میں قضائے عمری پڑھ سکتے ہیں۔ اذان ہو رہی ہو تب نفل پڑھ سکتے ہیں۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۰۹﴾ بدون اذان نماز پڑھ لی تو

سوال: یہاں ایک مسلمان کے گھر ایک پیر صاحب آئے، اور گاؤں کے اردگرد غیر مسلم کی آبادی ہے، ان سے ملنے اور سننے کے لئے ۲۰-۱۵ مسلمان جمع ہو گئے، تب نماز کا وقت ہوا، ایک بھائی نے کہا کہ اذان دیدو نماز پڑھ لیں، تو پیر صاحب نے فتویٰ دیا کہ یہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے اس لئے اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے، بغیر اذان کے ہی

نماز پڑھنی چاہئے، تو سب نے بدون اذان جماعت سے نماز ادا کی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں نماز تو ہو گئی لیکن اذان کی سنت کو بغیر عذر ترک کرنے کا گناہ ہوا، جو درست نہیں ہے۔

پیر صاحب کا مذکورہ قول صحیح نہیں ہے، اذان دینے کے لئے اس جگہ مسلم آبادی کا ہونا فقہ کی کسی بھی معتبر کتاب میں ضروری بتلایا نہیں گیا ہے۔

اگر کوئی شخص سفر میں ہو یا غیر مسلم آبادی میں رہتا ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو اذان و اقامت کہہ کر فرض نماز ادا کرنا سنت ہے۔ اذان نماز کا وقت بتلانے کے ساتھ شعائر دین میں سے ہونے کی وجہ سے غیر مسلموں تک اس کا پہنچانا ہمارا دینی فریضہ بھی ہے۔

﴿۴۱۰﴾ کھلے سر اذان دینا، نماز پڑھنا

سوال: یہاں امریکہ میں بہت سے لوگوں کو دیکھا جو بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں، اور کبھی کبھی امام بھی بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں، اور پڑھاتے ہیں۔ تو کیا بغیر ٹوپی کے کھلے سر جماعت کے ساتھ یا انفراداً نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا کھلے سر اذان دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز، اذان اور ایسے ہی دینی کام کرتے وقت ٹوپی پہن کر یا عمامہ باندھ کر ادب کے ساتھ وہ کام کرنا سنت طریقہ ہے۔ اس لئے بلا عذر یا براہ تکبر و بڑائی یا کاہلی کی وجہ سے کھلے سر اذان دینا اور نماز پڑھنا، پڑھانا مکروہ ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص تذلل و تواضع کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔ اور سر ڈھانک کر نماز پڑھنا مردوں کے لئے فرض یا واجب نہیں ہے، اس لئے مسؤلہ صورت میں

نماز ہو جائے گی۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۱۱﴾ جہاں مسلم آبادی نہ ہو وہاں بھی اذان دینی چاہئے۔

سوال: یہاں (افریقہ) کے ایک گاؤں میں ایک مسلمان بھائی کے گھر ایک مولانا صاحب تشریف لائے وہاں اردگرد غیر مسلم آبادی ہے، مولانا صاحب سے ملنے اور استفادہ کرنے کے لئے قرب وجوار کے تیس کے قریب مسلمان جمع ہو گئے، اس وقت مغرب کا وقت ہو گیا۔ ایک بھائی نے کہا کہ اذان دو مغرب پڑھ لیتے ہیں، تب مولانا صاحب نے کہا کہ "اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں مسلم آبادی نہیں ہے کہ اذان دی جائے" تو بغیر اذان کے سب نے نماز پڑھی، تو کیا ان کا ایسا کہنا ٹھیک ہے؟ کیا اس طرح پڑھی ہوئی نماز صحیح ہو گئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مولانا صاحب کا کہنا کہ "اذان کے لئے مسلم آبادی کا ہونا ضروری ہے" صحیح نہیں ہے۔ غیر مسلم آبادی میں بھی اگر کوئی مسلمان رہتا ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنی چاہئے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تمہارا پروردگار اس بکری چرانے والے کو زیادہ پسند فرماتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر نماز کے لئے اذان دیتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو جو اذان دیتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے، مجھ سے ڈرتا ہے میں نے میرے اس بندے کو معاف کر دیا۔ اور جنت میں داخل کر دیا۔ (مشکوۃ، فضائل اذان)

اس حدیث سے غیر آباد جگہ میں تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے اذان دینے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو پھر آباد جگہ میں کیوں فضیلت نہیں ہو سکتی؟

نیز سوال میں مذکورہ واقعہ میں تو مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود بھی تھی، اگر چہ وہ وہاں کے

باشندے نہیں تھے لیکن نماز کے وقت میں اذان تو دینی ہی چاہئے۔ اگر چہ بغیر اذان کے بھی نماز تو صحیح ہوگئی لیکن اذان چھوڑنے کی وجہ سے اس کی فضیلت سے محروم رہے، اور جان بوجھ کر ہمیشہ اذان کو چھوڑ نا تو گناہ بھی ہے۔

﴿۴۱۲﴾ اذان توجہ سے سننا مستحب ہے۔

سوال: اذان کے وقت بہت سے لوگ حوض پر بیٹھے رہتے ہیں، اور وضو نہیں کرتے اور دوسرے لوگوں کو انتظار کرنا پڑتا ہے، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اذان سنائی دیوے تو ہر کام چھوڑ کر دھیان سے اذان سننا اور اس کا جواب دینا مستحب ہے۔ لیکن اس استحباب پر عمل کرنے میں دیگر وضوء کرنے والوں کو حرج اور تکلیف ہوتی ہو تو اس استحباب کو چھوڑ کر وضو کر لینا چاہئے یا جگہ خالی کر دینی چاہئے۔ (طحطاوی: ۱۲۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۱۳﴾ مراہق کی اذان صحیح ہے

سوال: اذان دینے والے کی عمر کم از کم کتنی ہونی چاہئے؟ ۱۲ سے ۱۵ سال کی عمر کا لڑکا اذان یا اقامت کہے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اذان دینے والا مرد اور بالغ ہونا چاہئے۔ اور قریب البلوغ لڑکے کا بھی اذان دینا صحیح ہے۔ (شامی: ۲۶۳) ۱۲ سے ۱۵ سال کے عمر کے لڑکے کی اذان بھی صحیح ہو جائے گی۔ (عالمگیری: ۲۷) اقامت کا بھی یہی حکم ہے۔

﴿۴۱۴﴾ مؤذن کیسا ہونا چاہئے؟

سوال: مؤذن داڑھی منڈاتا ہو یا کترواتا ہو یا صرف نیچے کے حصہ کی ہی رکھتا ہو اور اس

کے حروف کی ادائیگی صحیح نہ ہو، ایسے شخص کو مؤذن کے طور پر رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر رکھا جائے تو متولی اور اہل قریہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پوری داڑھی رکھنا اور ایک مشت رکھنا سنت اور اسلامی نشانیوں میں سے ہے، اس لئے منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا یا صرف نیچے کے حصہ کی رکھنا اوپر کی طرف نہ رکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ اس لئے شرعی داڑھی نہ رکھنے والے کو فاسق کہتے ہیں۔

مؤذن کا رتبہ شریعت میں بہت بڑا ہے، اس لئے ایسے بڑے رتبہ کے لئے آدمی بھی اس کے لائق اور متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے۔ اور جو شخص اذان کے تلفظ صحیح طور پر ادا نہ کرسکتا ہو اور فاسق ہو تو ایسے شخص کی اذان مکروہ ہے، اور اس عہدے کے وہ لائق نہیں ہے، اس لئے اسے بدل دینا چاہئے۔ اور دیندار متقی اور صحیح اذان دینے والا مل سکتا ہو پھر بھی اسے یعنی فاسق شخص کو اپنے عہدے پر باقی رکھیں گے تو رکھنے والے اور بستی والے اس کی مخالفت نہ کریں تو بستی والے بھی گنہگار ہوں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۱۵﴾ مؤذن اذان دینے کے بعد واپس آنے کے ارادے سے مسجد سے باہر جائے تو؟

سوال: مؤذن اذان ختم کر کے سنت پڑھ کر اسی نماز کی جماعت شروع ہونے سے قبل مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟ مذکورہ شخص سنت پڑھ کر وظائف پڑھنے کے لئے اپنے گھر جا کر واپس جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر کوئی شخص خود اذان دے یا مسجد میں پہلے سے موجود ہو اور اذان ہو چکی ہو اور اب وہ شخص مسجد سے باہر جانا چاہے تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، اور

اس میں گناہ ہوگا۔لیکن یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جوشخص جماعت سے نماز پڑھنے کا ارادہ نہ رکھتا ہولیکن مسؤلہ صورت میں مذکورشخص جماعت سے نماز پڑھتا ہےاور نکلتے وقت اسی نماز کو جماعت سے پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہےصرف تنہائی ملنے کے خیال سے دوسری جگہ جاتا ہےتو یہ مکروہ نہیں ہوگا۔(شامی:۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۱۶﴾ کیا متعدد قضاء کے لئے ایک اذان اور الگ الگ اقامت ضروری ہے؟

سوال: اگر اذان و اقامت کہنا ضروری ہوتو دو پانچ قضاء نمازیں پڑھتے وقت کیا ہر نماز کے لئے الگ الگ اذان و اقامت کہنا ضروری ہے؟ یا ایک مرتبہ اذان اور دو پانچ مرتبہ اقامت کہنا کافی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: صورت مسؤلہ میں ایک مرتبہ اذان دے کر الگ الگ اقامتیں کہہ کر نماز پڑھ سکتے ہیں، ہر ایک کے لئے الگ الگ اذان کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب چار نمازیں قضا ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ایک اذان اور چار اقامتوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی تھی۔(مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۱۷﴾ تکبیر میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا

سوال: تکبیر میں حی علتین پر کھڑے ہونا کیا حدیث سے ثابت ہے؟ نماز کے لئے کب کھڑا ہونا چاہئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تکبیر کہتے وقت امام صاحب مصلے پر آ گئے ہوں تو فوراً کھڑے ہو جانا چاہئے۔اگر کوئی شخص شروع سے کھڑا نہ ہوا ہوتو حی علی الصلوۃ پر تو کھڑا ہو جانا ضروری ہے۔

﴿۴۱۸﴾ اقامت میں مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال: اقامت میں حی علی الفلاح سے پہلے نماز کے لئے صف بنا کر کھڑے ہوجانا مکروہ تحریمی ہے۔ اوراس کی سند بخاری شریف اور عالمگیری وغیرہ سے ملتی ہے، ایسا معلوم ہوا ہے۔ حالانکہ کچھ بدعتیوں کی مسجدوں کے علاوہ سب مسجدوں میں دیکھا گیا ہے کہ مقتدی حضرات (جس میں علماء بھی شامل ہیں) تکبیر شروع ہوتے ہی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں، اورحی علی الفلاح تک بیٹھ کر انتظار نہیں کرتے، تو کیا اس طرح کھڑے ہوجانا مکروہ تحریمی ہے؟ اور کیا حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا صرف مستحب ہے؟

مذکور الصدر سوال کا مفصل جواب کتاب وسنت کے حوالہ سے آراستہ فرما کر مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت جب اقامت ہو رہی ہو اور مصلے پر امام صاحب آچکے ہوں اور اقامت کہنے والا امام کے علاوہ کوئی اور ہو (جیسا کہ عامۃً ہمارے یہاں یہی ہوتا ہے) ''تب مقتدیوں کا صف بنا کر کھڑے رہنا مکروہ تحریمی ہے'' یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کا تکبیر کہتے وقت حی علی الفلاح سے پہلے صف میں کھڑے ہوجانا ثابت ہے۔ جیسا کہ ابو داؤد شریف میں حضرت برّاء بن عازبؓ کی حدیث میں ہے کہ **کنا نقوم فی الصفوف علی عهد رسول الله ﷺ طویلا قبل ان یکبر۔** یعنی: ہم حضور ﷺ کے زمانہ میں تکبیر سے پہلے صفوں میں کھڑے ہوجاتے تھے۔ (بذل: ۳۰۹/۱)

تکبیر میں کب کھڑے ہونا چاہئے؟ اس کے لئے مندرجہ ذیل تفصیل احادیث وعبارات فقہ

سے معلوم ہوتی ہے۔
حضور ﷺ کے زمانہ میں صحابۂ کرامؓ مسجد میں آکر صفوں میں ترتیب سے بیٹھ کر جماعت کا انتظار کرتے تھے، اور آپ ﷺ ازواج مطہرات کے حجروں میں (جو مسجد سے متصل تھے) رہتے تھے، جب جماعت کے لئے ان حجروں سے مسجد میں تشریف لانے کے لئے نکلتے تو حضرت بلالؓ کی نظر آپ پر پڑتے ہی وہ فوراً اقامت کہنا شروع کر دیتے۔
مطلب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی آپ ﷺ کے مصلے پر آنے سے پہلے تکبیر شروع ہو جاتی تھی، اور بعض اوقات حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے تکبیر کہی جاتی تھی۔ اگر مصلے پر امام نہ ہو اور تکبیر کہی جائے تو بغیر امام کے نماز کس طرح شروع ہو سکے؟ اور مقتدیوں کو بغیر ضرورت کھڑے رہنے کی اذیت میں مبتلا ہونا پڑے گا، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک مجھے نہ دیکھو تب تک (تکبیر سن کر) کھڑے نہ ہو جاؤ۔
بذل ص: ۳۰۷ پر نقل کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ حضور ﷺ کے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے، جب آپ ﷺ کو دیکھتے تو فوراً اقامت کہنا شروع کر دیتے، آگے مصنف عبدالرزاق ص: ۵۰۷ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ مؤذن کے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کرنے کے ساتھ ہی مقتدی کھڑے ہو جاتے تھے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ امام کی جگہ خالی ہو اور اقامت شروع کر دی جائے جیسا کہ بعض جگہوں پر تکبیر ختم ہو جانے کے بعد بھی کوئی امامت کے لئے آگے نہیں آتا مصلّٰی خالی ہی رہتا ہے تو اس وقت بغیر ضرورت کھڑے رہنا پڑتا ہے جس میں ایک طرح کی تکلیف ہے، اس زمانہ میں اذان، اقامت اور امامت کی فضیلت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے ایک ہی شخص اذان بھی کہتا تھا وہی شخص اقامت بھی کہتا تھا اور وہی امامت بھی کراتا تھا، جیسا کہ

حضرت عمرؓ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے حالات سے ظاہر ہے۔ امام صاحب خود ہی اذان واقامت کہہ کر امامت کراتے تھے، تو اس صورت میں تکبیر کے وقت امام کی جگہ خالی ہی رہے گی، تو ایسے وقت امام سے پہلے کھڑے ہو جانا ادب کے خلاف اور مکروہ کہلائے گا۔ جیسا کہ درمختار: ۲۶۸ پر لکھا ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اقامت ہورہی ہو اور امام مصلے پر نہ ہو تو یہ شخص کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے، شامی میں ایسے شخص کے کھڑے رہنے کو مکروہ لکھا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی شخص اذان اور اقامت کہے اور امامت کوئی دوسرا شخص کرے تو اس کے لئے مسئلہ یہ ہے کہ امام مسجد میں موجود ہے یا مسجد کے باہر سے آرہا ہے اگر مسجد کے باہر سے قبلہ کی طرف سے آرہا ہے تو مقدیوں کی نظر پڑتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں اور اگر پیچھے سے آرہا ہے تو جس صف پر سے گزرے وہ صف والے کھڑے ہو جاویں۔ (درمختار اور طحطاوی)

اور اگر مسجد ہی میں صفوں میں امام اور مقتدی موجود ہوں اور مؤذن صاحب اقامت کے لئے کھڑے ہوں جیسا کہ آج کل یہی رواج ہے تو مقتدیوں کو شروع اقامت سے کھڑے ہو کر صف سیدھی کر کے تکبیر تحریمہ کی تیاری کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ اور اگر بیٹھے رہیں نہ اٹھیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن جب حی علی الفلاح کہا جائے تو اب بیٹھے رہنا جائز نہیں ہے، اب تو کھڑے ہو ہی جانا چاہئے، اس لئے کہ طحطاوی ص: ۱۳۱ پر صاف وضاحت کی گئی ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ حتی لو قام اول الاقامة لا باس یعنی: شروع اقامت سے کھڑے ہو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے سوال میں پوچھی گئی دونوں صورتیں جائز اور درست ہیں صرف۔ افضلیت اور اولیت وغیر

اولیت کا اختلاف ہے، جس میں مندرجہ بالا تفصیل ہے۔اس لئے کسی ایک صورت کو افضل سمجھ کراس پر اتنی سختی اور پابندی سے عمل کرنا اور دوسری صورت کو جو صحابہ سے ثابت بھی ہے مکروہ یا مکروہ تحریمی کے درجہ تک پہنچادینا صحیح نہیں ہے۔

جب کہ ہمارے یہاں صف میں سیدھے بیٹھنے کا رواج بھی نہیں ہے اور صف سیدھی رکھنے کا انتظام نہ ہو اور ایسے وقت اگر حی علی الفلاح پر سب کھڑے ہوں تو صف کو درست کرنے میں بہت لوگ تکبیر تحریمہ کی فضیلت سے محروم رہ جائیں گے۔

نیز درمختار میں جس باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اس کا عنوان ''آداب ومستحبات'' بتایا گیا ہے اور پہلی سطر ہی میں لکھا ہے اس طرح عمل نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔اس لئے شروع اقامت سے کھڑے ہو جانے میں راحت ہو تو اس طرح کھڑے ہو جانے میں کوئی ممانعت یا گناہ نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۱۹﴾ ابتدائے اقامت سے کھڑے رہنا

سوال: اقامت کے وقت کچھ مصلی اور امام مصلے پر بیٹھے رہتے ہیں، مکبر جب حی علی الفلاح کہتا ہے تب سب کھڑے ہوتے ہیں، دوسرے سب مصلی شروع اقامت سے ہی کھڑے رہتے ہیں۔مذکور امام صاحب سختی سے اس کے پابند ہیں، یہاں تک کہ جمعہ کے دن بھی خطبہ سے فارغ ہو کر مصلے پر بیٹھ جاتے ہیں جب مکبر حی علی الفلاح کہتا ہے تب اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شروع اقامت سے کھڑے رہنا مکروہ تحریمی ہے، تو کیا شروع اقامت سے کھڑے رہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کی شرح میں لکھا ہے کہ: امام جب امامت کرانے کے لئے جائے تو جس صف پر سے گذریں اس صف

والوں کو کھڑے ہونا چاہئے، اور جب وہ مصلے پر پہنچ جائے تو سب کو کھڑے ہو کر صف بندی کر لینی چاہئے، اور اگر کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور بیٹھا رہے تو تکبیر کی حی علی الفلاح تک بیٹھ سکتا ہے پھر تو اسے بھی کھڑے ہو جانا ضروری ہے۔

اس لئے سوال میں مذکورہ حقیقت غلط ہے، اور شروع اقامت سے کھڑے رہنے کو مکروہ تحریمی کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور امام کو بھی تکبیر کے وقت مصلے پر جا کر بیٹھ نہیں جانا چاہئے۔ حضور ﷺ نے پوری زندگی نماز پڑھائی، لیکن کبھی بھی آپ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ (طحطاوی، شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۲۰﴾ قضا نماز اور تنہا نماز پڑھنے والے کو اقامت کہنی چاہئے یا نہیں؟

سوال: قضاء عمری ادا کرنے والے کو اسی طرح فرض نماز تنہا پڑھنے والے کو کیا اقامت کہنا ضروری ہے؟ اقامت نہ کہنے سے کیا نماز میں کوئی کمی آئیگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قضا نماز پڑھتے وقت اسی طرح تنہا فرض پڑھتے وقت اقامت کہنی سنت ہے۔ اور بدون اقامت پڑھی گئی نماز مکروہ کہلائے گی۔ (شامی، طحطاوی)۔ حضور اقدس ﷺ کی غزوۂ احزاب کے موقع پر جب کچھ نمازیں قضا ہو گئیں تو آپ نے اس کی قضا کرتے وقت ہر نماز کے لئے اقامت کہلوائی تھی، اس لئے اقامت کہہ کر نماز پڑھنا سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۲۱﴾ جس نے اذان دی اس کی اجازت سے دوسرا اقامت کہہ سکتا ہے

سوال: اذان دینے والے کو ہی تکبیر کہنا چاہئے، یا دوسرا شخص بھی تکبیر کہہ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو شخص اذان دے وہی اقامت کا زیادہ حقدار ہے۔

اب اگر کسی دوسرے کے اقامت کہنے پر اذان دینے والے کو کوئی اعتراض نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے، جائز ہے، لیکن اگر دوسرے کے اقامت کہنے پر اذان دینے والے کو اعتراض ہو، یا وہ ناراض ہوتا ہو اور خود اقامت کہنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے۔ (شامی: ۲۶۵، عالمگیری: ۵۴)

﴿۴۲۲﴾ اقامت میں کب کھڑے ہوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ بہت سے مصلی حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہوتے ہیں تو کیا یہ فعل مباح ہے، مستحب یا بدعت ہے؟ یہ مصلی ثواب کے قابل ہیں یا گناہ کے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اقامت کے وقت امام مصلے پر ہو تو اقامت کی آواز سنتے ہی ہر مصلی کو کھڑے ہو کر صف درست کرنا چاہئے، تاکہ بروقت نیت کر کے تکبیر تحریمہ کا ثواب حاصل کرسکیں۔

لیکن اگر کوئی شخص شروع اقامت پر بیٹھا رہے یا تسبیح اور تلاوت میں مشغول رہے تو اس کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الصلاۃ کے بعد تو بیٹھے رہنا بالکل جائز نہیں ہے، اسے فوراً کھڑے ہو جانا چاہئے۔

سوال کے مطابق امام صاحب مصلے پر پہنچ گئے ہوں اور تکبیر کہنے والا کھڑا تکبیر کہہ رہا ہو اور مصلی بیٹھے رہیں اور حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہوں اور اس طریقہ کو سنت سمجھنا اور جو شروع تکبیر سے کھڑے ہو جاتے ہیں انہیں بری نظر سے دیکھنا مناسب نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شروع اقامت سے

صف میں کھڑا ہو جائے تو یہ گناہ نہیں ہے۔(۱/۱۳۳۱) اسی طرح ابوداؤد و دیگر احادیث کی کتابوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ شروع اقامت سے زیادہ تر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور حدیث میں جو ممانعت ہے وہ اس وقت کی ہے جبکہ امام مصلے پر نہ ہو اور مقتدی انتظار میں کھڑے ہو جائیں تو یہ منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۲۳﴾ کیا قضاء عمری کے لئے اذان واقامت ضروری ہے؟

سوال: کیا قضاء عمری پڑھنے کے لئے اذان واقامت ضروری ہے؟ اذان واقامت کہے بغیر اس طرح نیت کرے کہ ''میں میری قضا نمازیں پڑھتا ہوں'' تو اس طرح میری نماز شرعی قاعدے سے صحیح ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قضاء عمری کے لئے نہ تو اذان ضروری ہے، اور نہ ہی اقامت۔ اس لئے بغیر اذان واقامت کے پڑھی گئی نمازیں درست اور صحیح ہیں۔

البتہ اذان واقامت نماز کی یہ خارجی سنتوں میں سے ایک سنت ہونے کی وجہ سے خلاف سنت عمل کہلائے گا۔ اگر یہ نمازیں منفرداً پڑھ رہے ہوں تو اذان واقامت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے۔ لیکن اگر مسجد میں پڑھ رہے ہوں تو اذان دینے سے لوگوں میں غلط فہمی کا امکان ہے اس لئے صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھ لینی چاہئے، یا خوب آہستہ آواز سے اذان دے کر قضا پڑھی جائے تو بھی درست ہے۔ (طحطاوی، عالمگیری:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۲۴﴾ سب مقتدیوں کا دائیں جانب کھڑے ہو جانا

سوال: حضرت مولانا مفتی صاحب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض تحریر یہ ہے کہ بندہ کو ایک مسئلہ کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے

یہاں مسجد میں انویٹر پر ایک ہی پنکھا ہے اور وہ دائیں جانب ہے، اس صورت میں ہم سب کے سب بائیں جانب کو چھوڑ کر عشاء کی فرض نماز اور تراویح ادا کرتے ہیں، کیا اس صورت میں ہمارا دائیں جانب نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ مع دلائل مسئلہ کی وضاحت کیجئے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت میں صف کے قائم کرنے کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے وہ اس طرح ہے کہ امام کی دونوں جانب مقتدی برابر ہوں اور امام درمیان میں ہو۔ السنة ان یقوم فی المحراب لیعتد ل الطرفان و لو قام فی احد جانب الصف یکرہ (شامی:۲/۳۰۱) اسلئے امام کی ایک ہی جانب انویٹر اور پنکھا کی سہولت کے لئے سب کھڑے رہیں اور دوسری جانب آدمی کم ہوں یا نہ ہوں تو اس طرح کرنا مکروہ کہا جائے گا۔ اس لئے پنکھے کی سہولت کو چھوڑ دیں یا دونوں جانب پنکھے کا نظم کریں کہ جس کی وجہ سے ترتیب صفوف سنت طریقہ کے مطابق ہو یا پھر جس طرف پنکھا ہے اس طرف درمیان میں محراب چھوڑ کر امام کھڑا رہ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۲۵﴾ اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنا

سوال: اقامت کے کلمات ایک مرتبہ کہنا کیسا ہے؟ مثلاً: اَللّٰہُ اَکْبَرُ ☆ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ☆ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ ☆ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ☆ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحَ ☆ قد قامت الصلوٰۃ ☆ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ☆ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ☆

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اقامت کے مذکورہ کلمات ایک ایک مرتبہ کہنا حنفی مذہب کے خلاف ہے، احناف کے نزدیک اذان واقامت کے کلمات دو دو مرتبہ کہنا سنت ہے۔ (ہدایہ، شامی)

﴿۴۲۶﴾ رمضان میں مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا

سوال: مغرب کی اذان ۶:۰۵ کو ہوتی ہے، تو روزہ داروں کی سہولت کے خیال سے عام طور پر جماعت کتنی تاخیر سے کھڑی کرنی چاہئے؟ یعنی ایسے وقت زیادہ سے زیادہ اور کم از کم کتنی منٹ کے بعد جماعت کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... روزہ دار آسانی سے روزہ کھول کر جماعت کے ساتھ مستحب وقت میں نماز پڑھ سکیں ایسا بندوبست کرنا چاہئے۔ اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دس (۱۰) منٹ کا انتظار کرنا بہتر ہے۔

مغرب کی نماز کا مستحب وقت غروب آفتاب کے بعد ستاروں کے خوب چمکنے تک ہے، اور اس میں بھی غروب آفتاب کے بعد جتنی عجلت سے نماز پڑھی جائے اتنا بہتر ہے، اس بات کا خاص خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۲۷﴾ رمضان میں مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

سوال: رمضان المبارک کے مہینہ میں مسجد میں روزہ افطار کرنے کے بہانے لوگ بہت دھوم دھام سے کھانا پینا کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟ اور روزہ افطاری میں کتنی دیر تک کھاتے رہنا چاہئے؟ اور اذان کے بعد کھانے کے لئے کتنا وقت ہونا چاہئے، تاکہ جماعت کھڑی کی جاسکے؟ لوگ اذان ہوتی ہے وہاں تک اور اذان کے بعد بھی ۱۰-۸ منٹ تک کھاتے رہتے ہیں، اور امام کو رمضان میں کتنی دیر کے بعد مصلے پر کھڑے ہو جانا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ ہونا چاہئے کہ جس میں ضرورت مند اپنی ضروریات (کھانا، پینا، بول و

براز) وغیرہ سے فارغ ہوکر پورے اطمینان کے ساتھ نماز کے لئے آسکیں۔ اب رمضان میں افطار کا وقت اور نماز کا وقت ایک ساتھ ہی ہوتا ہے اس لئے اتنا وقفہ رکھنا چاہئے کہ جس میں روزہ کھول کر مستحب وقت میں نماز ادا کی جاسکے۔ اس لئے دس (۱۰) منٹ کے بعد جماعت کی جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۲۸﴾ شہر کی اذان ڈیڑھ میل کے لئے کافی ہے یا نہیں؟

سوال: میں برقیات کے دفتر میں ملازم ہوں، میرا دفتر شہر نوساری سے ڈیڑھ میل دور ہے، دفتر کا وقت ایسا ہے کہ ظہر کی نماز وہیں کالونی کے باشندے ایک مسلمان بھائی کے گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور نوساری کی مسجد کی صرف فجر کی اذان یہاں سنائی دیتی ہے، دیگر نمازوں کی اذانیں سنائی نہیں دیتیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہم جب نماز پڑھیں تو ہمیں اذان واقامت کہنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ لوگ جب نماز پڑھیں تو اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا سنت ہے۔ اور اگر اذان نہ کہیں تو بھی نوساری شہر کی اذان اس کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ وہ بھی شہر نوساری کی حد ہی میں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۲۹﴾ مسجد کی اذان نہ سنائی دے تو اذان دینی چاہئے؟

سوال: جماعت خانہ، مکان یا مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ جماعت ہوگئی ہو یا اذان اور جماعت ہو جانے سے پہلے یا بعد میں گھر یا کارخانہ میں مرد یا عورت نماز پڑھنا چاہے تو اذان اور اقامت کہنی چاہئے یا نہیں؟ یہاں کے جماعت خانہ کی اذان کی آواز گھر میں نہیں سنائی دیتی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کی اذان کی آواز سنائی دے یا نہ سنائی دے اگر مسجد میں اذان ہوگئی ہو اور ہم گھر یا کارخانہ میں نماز پڑھنا چاہتے ہوں تو بغیر اذان کے نماز پڑھ سکتے ہیں، مطلب یہ کہ ترک سنت کا گناہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۳۰﴾ اذان۔تکبیر کتنی بلند آواز سے کہنی چاہئے؟

سوال: تکبیر کہتے ہوئے کچھ الفاظ یا کلمات غیر اختیاری طور پر بلند آواز سے نکلیں اور کچھ آہستہ آواز سے نکلیں تو کیا اس طرح کہی ہوئی تکبیر غلط سمجھی جائے گی؟ اور اس طرح کی تکبیر سے نماز شروع کردی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اذان غائب لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے دی جاتی ہے، اس لئے بلند آواز سے کہی جانی چاہئے۔اور تکبیر حاضرین کو جماعت کے کھڑے ہونے کی اطلاع کے لئے کہی جاتی ہے۔اس لئے اسے اتنی بلند آواز سے کہی جائے کہ قریب کا شخص سن سکے۔لہذا کچھ کلمات اتنے زور سے کہنا کہ آدمی (کی قوت سماع درست ہو تو) سن سکے تو ایسی تکبیر بھی درست ہے۔

﴿۴۳۱﴾ کیا اقامت کہنا واجب ہے یا سنت؟

سوال: اقامت کہنا واجب ہے یا سنت مؤکدہ؟ اور فرض نماز کی قضا پڑھتے وقت اور جماعت ثانیہ میں اقامت کہنا بھول جائے تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اذان و اقامت دونوں سنت ہیں، اس لئے بغیر اقامت کے نماز پڑھ لی گئی تو نماز تو صحیح ہوگئی لیکن ترک سنت کا گناہ ہوگا۔(شامی)

﴿۴۳۲﴾ نماز کا ثبوت قرآن سے

سوال: نماز کا بیان قرآن شریف کی بہت سی آیتوں میں ہے، اس میں کونسی آیت سے فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نماز ثابت ہوتی ہے؟ طریقۂ ثبوت کی مفصل وضاحت بھی فرما دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کی بہت سی آیتوں سے پانچوں نمازیں ثابت ہوتی ہیں، اور واضح الفاظ میں اس کا بیان حضور ﷺ کی احادیث و اعمال میں ملتا ہے۔ جیسا کہ اس مضمون کی حدیث بخاری شریف وغیرہ دیگر کتب حدیث میں ملتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: کبیری ص: ۶/ سے ۱۱/ تک۔ اس میں پانچوں نمازوں کا مستدل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۳۳﴾ درمیان نماز مصلیٰ پر سے گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر پیر لگے تو کیا نماز ہوگی؟

سوال: گھر میں گوبر اور مٹی کی آمیزش سے لیپی ہوئی زمین ہے، اور درمیان نماز سجدہ کرتے ہوئے مصلی کا پیر مصلیٰ پر سے ایسی زمین پر تھوڑا کھسک جائے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وہ لیپی ہوئی زمین خشک ہوگئی ہو تو ناپاک زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے، اس لئے مذکورہ کیفیت کے مطابق پیر کے لگنے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔

﴿۴۳۴﴾ کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے؟

سوال: کوئی شخص ایسی سواری پر سوار ہے جس میں وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے پر قادر ہے، مثلاً ریل گاڑی، تو کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، یا جس

طرف سواری کا رخ ہے اس طرف منہ کر کے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فرض اور وتر کی نماز میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۳۵﴾ نیت میں ”میرا منہ کعبہ شریف کی طرف“ ایسا کہنا ضروری نہیں ہے۔

سوال: نیت کرتے وقت ”میرا منہ کعبہ شریف کی طرف“ ایسا کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا یہ نیت کا ایک جز ہے؟ اور سینہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور چہرہ پھر جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

اگر میں اس طرح نیت کروں ”کہ میں چار رکعت عشاء کی فرض نماز پڑھتا ہوں“ تو میری نیت صحیح ہوئی یا نہیں؟ میری نماز صحیح ہوگی؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے، لیکن نیت کرتے وقت ”میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں“ ایسا کہنا صحیح قول کے مطابق ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی کہنا چاہے تو منع بھی نہیں ہے۔ (کبیری شرح منیہ: ۲۱۶) سینہ قبلہ سے پھر جائے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی، اور اگر منہ پھر گیا تو نماز تو ہو جائے گی، لیکن ثواب میں کمی آجائے گی اس لئے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۱)۔ سوال میں مذکور نیت صحیح ہے، نماز درست ہو جائے گی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۳۶﴾ قبلہ کی دیوار میں آئینہ لگا ہوا ہو تو

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں یا کسی بھی جگہ کی مسجد میں قبلہ رخ دیوار پر مصلی کے سینہ کے برابر آئینہ لگا ہوا ہو یا گھڑی کی الماری کے آئینہ میں سے یا کسی بھی چھوٹی بڑی چیز جس

میں آئینہ لگا ہوا ہو یا کوئی ایسی چیز لٹکائی ہوئی ہو جس میں مصلی کی تصویر یا عکس اس میں ظاہر ہوتی ہو تو ایسے آئینہ یا ایسی کسی چیز کے سامنے کھڑے ہو کر منفرداً یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں کیا کوئی حرج ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ صورت میں ایک تو خشوع و خضوع میں خلل آئے گا، اس لئے کہ مصلی اپنا عکس دیکھنے میں مصروف ہوگا، اسی طرح اس میں دوسروں کے عکس اور تصویریں بھی ہوں گی، اس لئے خشوع میں خلل کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اس لئے اگر ایسی چیز قبلہ رخ دیوار میں ہو تو اسے دور کر دینی چاہئے یا دائیں بائیں رکھ دینی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۳۷﴾ فرض نماز کی نیت سے پہلے ''انی وجہت'' پڑھنا

سوال: فرض نماز کی نیت سے پہلے ''انی وجہت سے مشرکون تک'' پڑھنا یہ کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے، ایسا پڑھنے میں آیا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مراقی الفلاح میں وضاحت ہے کہ یہ دعا نماز شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مسنون نہیں ہے، اس لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ اسے نہ پڑھا جائے۔ (۱۶۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۳۸﴾ کیا نماز کی نیت زبان سے کہنا ضروری ہے؟

سوال: مسجد میں جماعت ہو رہی تھی، جلدی سے جا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ دئے، زبان سے کچھ نیت نہیں کی۔ ہاں! گھر سے نکلتے وقت یہ خیال ضرور تھا کہ ظہر کی فرض نماز

پڑھنے جاتا ہوں تو کیا نماز صحیح ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، مستحب ہے۔ اس لئے مسؤلہ صورت میں گھر سے ظہر کی فرض نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلے تو یہی ارادہ نیت کہلائے گا۔

اب صرف اتنا ضروری ہے کہ اس ارادہ اور نماز شروع کرنے کے درمیان دوسرا کوئی خلاف نماز فعل نہ کیا ہو۔ لہذا مسجد میں داخل ہوتے ہی فوراً تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی تو نماز بلا شبہ درست ہو گئی۔ جیسا کہ درمختار میں اس کی وضاحت ہے کہ گھر سے جماعت کے ارادہ سے نکلا اور امام کے پاس پہنچ کر تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی اور اس وقت از سر نو نیت نہیں کی تو بھی جائز ہے۔ (۲۷۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۳۹﴾ عورت کا باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنا

سوال: ایک مسلمان عورت باریک کپڑا جیسا کہ ململ یا باریک وائل جیسا کپڑا پہن کر نماز پڑھے گی تو کیا اس کی نماز ہو گی یا نہیں؟ اور اگر کپڑے ایسے باریک ہوں کہ اندر کے بدن کا رنگ سفید ہے یا کالا یہ معلوم نہ ہوتا ہو صرف ہمیں اتنا معلوم ہو سکے کہ اندر کے اعضاء پتلے ہیں یا موٹے، ہاتھ پتلے ہیں یا موٹے، ایسا دیکھنے والے کو معلوم ہو تو کیا اس عورت کی نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جس سے جلد کی رنگت یا اعضاء کی ساخت ظاہر نہ ہوتی ہو بہتر اور شرعی حکم ہے۔ پھر بھی ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھی کہ جس سے جلد کی رنگت تو معلوم نہ ہوتی ہو صرف اعضاء کی ہیئت سمجھ میں آتی ہو تو تو

ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔(کبیری شرح منیہ :۲۱۲)

﴿۴۴۰﴾ باریک دوپٹہ میں سے بالوں کا دکھائی دینا

سوال: باریک دوپٹہ پہن کر جس میں سے بال معلوم ہوتے ہوں کہ چوٹی بنائی ہے یا گوندھی ہوئی ہے جیسے کہ ململ، وائل، ٹیریکوٹن کا دوپٹہ ہو تو اسے پہن کر تنہائی میں یا لوگوں کے سامنے عورت نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں ستر کا چھپانا فرض ہے، چاہے خلوت میں نماز پڑھ رہے ہوں یا جلوت میں، یا تاریکی میں پڑھے یا روشنی میں، ہر ایک کے لئے نماز میں ستر کا چھپانا فرض ہے۔ اگر باریک دوپٹہ میں سے بال دکھائی نہ دیتے ہوں صرف چوٹی بنائی ہوئی یا گوندھی ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہو تو نماز ہو جائے گی۔(عالمگیری:۳۰)

﴿۴۴۱﴾ باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں

سوال: باریک کپڑے پہن کر نماز صحیح نہ ہوتی ہو تو آج تک اس طرح پڑھی گئی نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ان کی قضا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسے باریک کپڑے پہن کر نماز پڑھی ہو کہ جن سے بدن کا رنگ صاف معلوم ہوتا ہو اور اس عورت کے پاس دوسرا ایسا پاک کپڑا موجود ہو کہ جس سے ستر ڈھانپ سکے تو ستر عورت جو کہ نماز میں فرض ہے اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوگی، نماز کا اعادہ ضروری ہے۔(عالمگیری:۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۴۲﴾ نماز کے فرائض

سوال: ہمارے گاؤں کے مولانا صاحب نے نماز کے ۱۳ فرض بتائے ہیں، ان میں سے

نماز کے اندر کے سات فرض بتائے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ کہنا ۲۔ رکوع کرنا ۳۔ قومہ کرنا ۴۔ دونوں سجدے کرنا ۵۔ اخیری قاعدہ میں التحیات کی مقدار بیٹھنا ۶۔ قرآن شریف کی تین آیتیں پڑھنا۔

لیکن میرا کہنا ایسا ہے کہ قومہ واجب ہے، اور تکبیر تحریمہ کے بعد تھوڑی دیر قیام کرنا فرض ہے، تو اس بارے میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں کہ صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شرعی اصطلاح میں شرط اور رکن دونوں علیحدہ چیزیں ہیں، اس اعتبار سے نماز کے شرائط سات ہیں، اور نماز کے رکن چھ ہیں، لیکن فرض ہونے میں دونوں برابر ہیں، یعنی دونوں امور فرض ہیں، اس حساب سے نماز کے کل فرض تیرہ ہیں۔

نماز کے لئے سات چیزیں شرط ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدن کا حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونا (۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر چھپانا (۵) نماز کا وقت ہونا (۶) نماز کی نیت کرنا۔

نماز کے ارکان چھ ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ کہنا (۲) قیام کرنا (۳) قرآن شریف پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) اخیری قاعدہ میں التحیات کی مقدار بیٹھنا۔

رکوع کر کے سیدھا کھڑا ہونا (جسے قومہ کہتے ہیں) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بھی فرض شمار کیا ہے، لیکن ان کے قول پر فتویٰ نہیں ہے، اس لئے آپ کا کہنا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۴۳﴾ تکبیر تحریمہ اور تکبیر اولیٰ میں کیا فرق ہے؟

سوال: تکبیر اولیٰ اور تکبیر تحریمہ کا کیا مطلب ہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور دونوں کی ادائیگی کی کیفیت کیا ہے؟ واضح فرما کر ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کسی بھی نماز کو شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کی جو تکبیر کہی جاتی ہے اسے تکبیر تحریمہ یعنی تکبیر اولیٰ کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اولیٰ یعنی اول، جو چیز پہلی ہو۔ یہ تکبیر نماز میں سب سے پہلے کہی جاتی ہے اس لئے اسے تکبیر اولیٰ کہتے ہیں اور یہ تکبیر نماز میں کھانے پینے چلنے اٹھنے بیٹھنے بات کرنے کو حرام کر دیتی ہے اس لئے اسے تکبیر تحریمہ بھی کہتے ہیں۔

﴿۴۴۴﴾ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑنا نہیں چاہئے۔

سوال: کچھ لوگ نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں اور نیچے چھوڑ دیتے ہیں پھر اٹھا کر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھتے ہیں تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ کیا اس سے نماز صحیح ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... نماز تو ہو جاتی ہے، لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھا کر لٹکانے نہیں چاہئے بلکہ ہاتھ اٹھا کر باندھ لینے چاہئے۔ اس لئے کہ قیام شروع ہو گیا ہے اور اس میں ذکر مسنون ہے، اس لئے ہاتھ فوراً باندھ لینے چاہئے۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۴۵﴾ مقتدی نے تکبیر تحریمہ نہ کہی ہو تو نماز دہرانی پڑے گی؟

سوال: امام کے ساتھ مقتدی نے تکبیر تحریمہ نہ کہی صرف امام نے ہی تکبیر تحریمہ کہی تو مقدی

کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تکبیر کہنا امام کے لئے فرض ہے، اسی طرح مقتدی کے لئے بھی فرض ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ امام اتنی زور سے کہے گا کہ مقتدی سن لیں، اور مقتدی خود سن سکے اتنی زور سے کہے۔ اگر مقتدی نے بالکل ہی تکبیر تحریمہ نہ کہی تو اس کی نماز نہیں ہوگی، مقتدی کو اپنی نماز دہرانی پڑے گی۔ (طحطاوی، مراقی الفلاح، شامی: ۱۳۰)

﴿۴۴۶﴾ مقتدی امام کے پیچھے کیا کیا پڑھے؟

سوال: امام کے پیچھے مقتدی کیا کیا پڑھے؟ امام تکبیر تحریمہ اور سمع اللہ لمن حمدہ اور دوسری تکبیریں اللہ اکبر اور الحمد اور سورت وغیرہ پڑھے تو مقتدی اس کے ساتھ کیا کیا پڑھے؟ یعنی امام کے ساتھ یہ سب چیزیں پڑھے یا نہ پڑھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مقتدی کے لئے تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے، اگر نہیں کہے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ امام جب قرأت پڑھے تو مقتدی خاموش کھڑے رہ کر اسے سنیں، مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے، مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری تکبیریں مقتدیوں کو امام کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ (شامی: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۴۷﴾ مقتدی کا ثنا، تعوذ، تسمیہ پڑھنا

سوال: تکبیر کے بعد ثنا، تعوذ اور تسمیہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ یہ پڑھنا واجب ہے یا سنت؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنے کے بعد ثنا پڑھنا مقتدی اور امام دونوں کے لئے سنت ہے، اور تعوذ و تسمیہ مقتدی کو نہیں پڑھنا ہے، وہ صرف امام اور منفرد کے لئے سنت ہے۔ (شامی: ۳۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۴۸﴾ کیا ثنا پڑھنا ضروری نہیں ہے؟

سوال: امام صاحب کے قرأت شروع کر دینے کے بعد ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا تو اب اسے جب کہ قرأت ہو رہی ہے ثنا پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر ثنا نہیں پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، کیا یہ بات صحیح ہے؟ دوسرے شخص کا کہنا ہے کہ ثنا نہیں پڑھ سکتے، البتہ آیت پر امام صاحب وقف کریں تو تھوڑی پڑھ کر پوری کریں؟ تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز میں امام صاحب کے قرأت شروع کر دینے کے بعد جماعت میں شامل ہونے والے شخص کو قرأت سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے، اس لئے اس وقت ثنا نہیں پڑھ سکتے، اگر پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ (طحطاوی) یہ کہنا کہ ثنا نہیں پڑھیں گے تو نماز نہیں ہوگی، صحیح نہیں ہے۔

﴿۴۴۹﴾ سنت مؤکدہ اور نفل نماز کی تیسری رکعت میں ثنا پڑھنا

سوال: کیا نفل نماز اور سنت غیر مؤکدہ اور تہجد کی چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے وقت پہلا قعدہ کر کے تیسری رکعت شروع کرتے وقت ثنا پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ آپ کے جولائی کے رسالہ میں آپ نے تیسری رکعت میں ثنا بھی پڑھنی چاہئے اور یہی طریقہ سنت ہے ایسا لکھا ہے، ہم نے اس طرح پڑھنے کے بارے میں پہلی مرتبہ ہی سنا اور پڑھا ہے اس لئے اس مسئلہ کو تفصیل سے واضح فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نوافل، سنت غیر مؤکدہ، تہجد، اوابین، چاشت اور اشراق وغیرہ کی جو نمازیں ہیں وہ سب حکم کے اعتبار سے نوافل میں ہی شمار ہوتی ہیں، اور

بعض احکام کے اعتبار سے نوافل کی دو رکعت ایک مکمل نماز ہے، اس لئے التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف اور دعا پڑھنا بھی سنت ہے۔

اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت چونکہ یہ نئی نماز ہے اس لئے اول ثنا پڑھنا سنت کہلائے گا۔ (دیکھیں ہدایہ: ۱۲۸، شامی: ۱/۴۵۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۵۰﴾ کیا مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھتے وقت ثنا پڑھنا چاہئے؟

سوال: کبھی امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت ایک دو یا تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں تب سلام کے بعد چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرتے وقت ثنا پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے وقت پہلی رکعت میں ثنا پڑھنا سنت ہے۔ (طحطاوی: ۱۶۸، عالمگیری: ۹۱)

﴿۴۵۱﴾ قرأت شروع ہوجائے تو ثنا چھوڑ دینی چاہئے

سوال: امام نے قرأت شروع کردی تو اب مقتدی باقی ثنا کو پوری کرلے یا پڑھنا چھوڑ کر قرأت کی طرف دھیان لگائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام کے قرأت شروع کرنے کے ساتھ مقتدی کی ثنا باقی ہو تو ثنا کو چھوڑ دینا چاہئے، اور قرأت سننے کی طرف دھیان لگانا چاہئے۔ اس لئے کہ ثنا پڑھنا سنت ہے، اور امام کی قرأت کو سننے اور اس وقت خاموش رہنے کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے۔ (درمختار: ۳۲۸، عالمگیری: ۴۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۵۲﴾ تراویح پڑھانے والے کے لئے ثنا کا حکم

سوال: تراویح پڑھانے والے ثنا، تعوذ اور تسمیہ تو پڑھتے ہی نہیں ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے،

تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... تراویح پڑھانے والوں کے لئے بھی اس کا پڑھنا سنت ہے، اس لئے پڑھنا چاہئے۔ شاید بہت تیزی سے پڑھ لیتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۵۳﴾ قرأت میں آواز میں چڑھاؤ اتار

سوال: نماز میں قرأت پڑھتے وقت آواز میں چڑھاؤ اتار کرنا یعنی دھیمی آواز سے پڑھ کر پھر بلند آواز سے پڑھنا، جیسا کہ مصری قاری پڑھتے ہیں اس طرح نماز میں قرأت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... فن تجوید کے اصول کے مطابق لہجہ سے قرآن پڑھنا درست ہے۔ گانوں کے طرز پر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۵۴﴾ فرض کی تیسری رکعت میں سورت پڑھنا

سوال: فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد بسم اللہ اخیر تک پڑھ لی یا کوئی سورت پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بسم اللہ یا سورت پڑھ لی تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اور ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بھی نہ پڑھی جائے تو بھی حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۵۵﴾ ایک ہی سورت دو نمازوں میں پڑھنا

سوال: بکر نے جو قرأت رات کو عشاء کی نماز میں پڑھی تھی وہی قرأت صبح میں فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں پڑھی، اور دوسری رکعت میں والضحیٰ کی سورت پڑھی، اس میں و وجدک ضالاً فھدیٰ میں ہائے ہوز کی جگہ حائے حطی پڑھی، اور و اما السائل فلا تنھر میں

حائے حطی پڑھی تو اس طرح کل ملا کر پانچ غلطیاں کی، تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور جو قرأت رات کو عشاء کی نماز میں پڑھی تھی اسی کو فجر کی نماز میں پڑھنا شرعی رو سے جائز ہے یا مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عشاء کی نماز میں پڑھی ہوئی قرأت فجر کی نماز میں پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن فجر کی نماز میں طوال مفصل میں سے پڑھنا بہتر ہے، اسی طرح تجوید کی غلطی کسی بھی نماز میں نہیں ہونی چاہئے۔

﴿۴۵۶﴾ ایک سورت میں سے تھوڑا پڑھ کر پھر دوسری سورت شروع کر دینا بہتر نہیں ہے۔

سوال: امام صاحب نے فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ نبا شروع کی، دو چار آیتیں پڑھ کر آگے نہ چل سکنے کی وجہ سے سورۂ بنی اسرائیل میں سے قرأت شروع کر دی، تو کیا اس طرح کرنے سے نماز صحیح ہوئی یا فاسد ہوگئی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سورۂ نبا میں سے تین آیتیں پڑھیں، تو نماز کی قرأت کی مقدار واجب کے ادا ہو جانے کی وجہ سے قرأت ادا ہوگئی، اور اس سے نماز صحیح ہوگئی۔ اس لئے امام کو دوسری سورت نہ پڑھتے ہوئے رکوع میں چلے جانا چاہئے تھا، اب شروع کی ہوئی سورت چھوڑ کر اسی رکعت میں دوسری سورت شروع کر دی یہ اچھا نہیں کیا، پھر بھی نماز ادا ہوگئی۔

﴿۴۵۷﴾ واجب قرأت ۱۸ سے ۲۰ الفاظ ہیں۔

سوال: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں دو بڑی آیتیں پڑھی جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر تھیں، تو کیا اس سے نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فقہاء نے نماز کی قرأت کی مقدار واجب تین چھوٹی

آیتیں یا ایک بڑی آیت جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو یا کم از کم ۱۸ سے ۲۰ الفاظ ہو جاتے ہوں بتائی ہے۔ اتنی قرأت کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جان بوجھ کر اتنی قرأت پر اکتفا کرنا بہتر نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۴۵۸﴾ سِر کی مقدار

سوال: کچھ لوگ نماز میں ہونٹوں کو حرکت دئے بغیر صرف زبان کی حرکت سے قرأت وغیرہ پڑھتے ہیں، کیا اس طرح بالکل خاموش قرأت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز میں اتنا آہستہ پڑھنا چاہئے جس سے حروف صحیح ادا ہو جائیں، یا خود اپنی آواز سن سکے، اس سے آہستہ یا ہونٹ بند کر کے صرف زبان کی حرکت سے قرأت کی جائے تو قرأت ادا نہیں ہوگی۔ اور اس طرح قرأت کرنے سے نماز نہیں ہوگی۔

﴿۴۵۹﴾ تنہا فرض پڑھنے والے کے لئے قرأت کا حکم

سوال: ایک شخص کی مغرب کی نماز چھوٹ گئی، پھر وہ تنہا اس نماز کو پڑھے تو قرأت زور سے کرے یا آہستہ؟ (۲) نماز پڑھاتے ہوئے امام کا وضو ٹوٹ گیا تو کیا کرے؟ پیچھے سے کسی مقتدی کو امام بنائے یا سب لوگ نماز توڑ دیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......

(۱) مغرب کی جماعت چھوٹ جانے کے بعد جو شخص تنہا اس نماز کو پڑھے تو قرأت زور سے بھی کر سکتا ہے اور آہستہ پڑھے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (شامی)

(۲) نماز پڑھاتے ہوئے امام کا وضو ٹوٹ گیا تو فوراً اسی حالت میں پیچھے سے مقتدی کو آگے کر دے اور اسے امام بنا دے، اور وہ شخص نماز پڑھاتا رہے اور امام وہاں سے وضو

کرنے کے لئے چلا جائے، اور اگر امامت کے لائق کوئی شخص نہ ہو یا کوئی امام بننے کے لئے تیار نہ ہو تو امام وضو کر کے پھر سے نماز پڑھائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۶۰﴾ پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ لی تو

سوال: چار رکعت والی نماز میں اگر پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھ لی تو اب باقی رکعتوں میں الٓمّ سے نہ پڑھتے ہوئے کہیں سے بھی پڑھ لے تو چل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہ چل سکتا ہو اور اسے الٓمّ یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... قرآن جس ترتیب سے اس وقت لکھا ہوا ہے اسی ترتیب سے پڑھنا چاہئے، ترتیب کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے۔ (شامی، امداد الفتاویٰ)
اس لئے سورۂ ناس کے بعد سورۂ بقرہ میں سے پڑھنا چاہئے، اور اگر وہ نہ یاد ہو تو دوبارہ سورۂ ناس پڑھ لی جائے، اور اس طرح پڑھنے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ (مراقی الفلاح: ۲۱۲)

﴿۴۶۱﴾ لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھانے سے متعلق ایک سوال

سوال: امام صاحب اکثر بغیر ضرورت کے لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں پڑھاتے لیکن اگر کوئی مہمان خصوصی بڑے قاری صاحب یا کوئی اچھے مقرر حضرات تشریف لاتے ہیں تو اس وقت نماز پڑھانے کی دعوت دیتے ہیں تو اکراماً اور احتراماً اس وقت لاؤڈ اسپیکر دیا جاتا ہے اور حضرات اکابر اس میں نماز پڑھاتے ہیں چاہے مصلی کم ہو یا زیادہ۔
بہرصورت لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ نماز پڑھانے کا کیا مسئلہ ہے؟ ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔ جبکہ مصلی اور مسجد کے ذمہ دار حضرات بھی لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھانے کو چاہتے ہیں۔

(۲) اگر نماز لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ پڑھانے میں کراہت ہے تو کراہت کس چیز میں ہے نفس نماز میں یا کسی خارجی چیز میں۔اس کو بھی مفصل بیان کر کے ممنون ہوں۔

(۳) اگراس طرح لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھادی پھر کیا بعد میں اس پر نکیر کر سکتے ہیں اور مسئلہ پرنکیر کرنا کیسا ہے؟ ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ا......نماز اللہ تعالی کی بہت اہم اور خاص عبادت ہے جہاں تک ہو سکے اس کو حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کے مطابق پڑھنی چاہئے۔امام صاحب بغیر ضرورت کے لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں پڑھاتے، اچھا کرتے ہیں۔ اگر ضرورت ہو آواز دور تک پہونچانا ہو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا درست ہے، اور اس میں پڑھی گئی نماز بھی درست ہے۔

مہمان خصوصی کے آنے پر ان کو نماز پڑھانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر دینا ان کا اعزاز نہیں ہے بلکہ ضرورت پر ہی منحصر ہے لہذا ضرورت نہ ہو تو اس کا استعمال بے فائدہ اور بے کار ہوگا۔ کیونکہ اس میں فائدہ کی جگہ خرابی زیادہ ہے اسلئے ناپسند کیا گیا ہے۔اگر کبھی مجمع زیادہ ہے اور مکبرین سے کام نہیں چل سکتا جیسے حرم شریف یا تبلیغی اجتماع وغیرہ میں تو آواز پہنچانے کے لئے اس کا استعمال کرنا درست ہے۔چھوٹی مسجد کہ جہاں امام کی نقل وحرکت یا آواز سن کر سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھی جاسکتی ہے وہاں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ بغیر ضرورت کے امام کی قرأت یا تکبیرات کی آواز کو بلند کرنا ہے، اس لئے مکروہ ہوگا۔شامی: ۲/۲/۷ا پر لکھا ہے **و اعلم ان التبليغ عند عدم الحاجة اليه بان بلغهم صوت الامام مكروه الخ۔**

اگر بغیر ضرورت کے صرف شوقیہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر رہے ہیں تو وہاں نرمی سے نکیر کرنی

چاہئے، تشدد اور اختلاف نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۶۲﴾ کم متقدی ہوں تب مائک چالو کرنا کیسا ہے؟

سوال: مسجد کے جماعت خانہ اور صحن میں ۲۰ صفیں ہیں، امام صاحب کی آواز سب کو برابر سنائی دیتی ہے، جمعہ اور عید یا کسی خوشی کے موقعوں سات آٹھ صفیں ہوتی ہیں، تب متولی صاحب مائک چالو کرنے کے لئے کہتے ہیں، اور امام صاحب منع کرتے ہیں، پھر بھی مائک کی سوئچ چالو کر دیتے ہیں، تو اس طرح مائک چالو کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز اسلام کی خاص اور اہم و بنیادی عبادت ہے، اس لئے جہاں تک ہو سکے سنت طریقہ کے مطابق اور اصل حالت کے مطابق پڑھنی چاہئے۔ خاص مجبوری اور ضرورت کے بغیر سائنسی تکنیک سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔

آپ کے یہاں مصلیوں کو امام صاحب کی تکبیرات کی آواز برابر سنائی دیتی ہے تو اس صورت میں متولی صاحب کو مائک نہیں چالو کرنا چاہئے، اگر مصلی زیادہ تعداد میں ہوں تو مائک کا استعمال نماز کے لئے کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۶۳﴾ سنت سمجھ کر کچھ سورتیں ہی پڑھتے رہنا

سوال: میں ہمیشہ سنت سمجھ کر فجر کی سنتوں میں **قل یا ایھا الکافرون، قل ھو اللہ احد** پڑھتا رہتا ہوں، اور ظہر کی چاروں سنتوں میں چار قل پڑھتا رہتا ہوں، تو کیا اس میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ نمازوں میں جو سورتیں پڑھتے تھے، ان سورتوں کو سنت کی پیروی کی نیت سے پڑھنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے، لیکن کبھی کبھی

ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتیں بھی پڑھتے رہنا چاہئے، جس طرح حضور ﷺ بھی دوسری سورتیں پڑھتے تھے۔

فجر کی دوسنتوں میں جہاں سورۂ کافرون اور سورۂ احد پڑھنا ثابت ہے وہیں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں اور دوسری رکعت میں **قل یا اھل الکتاب** پڑھنا بھی ثابت ہے، لہذا ہر مرتبہ ایک ہی سورت کو نہ پڑھتے ہوئے دوسری سورتیں بھی پڑھنی چاہئے، اور یہی بہتر ہے۔ (طحطاوی: ۲۳۳،۲۷۲، شامی: ۳۶۵،۴۴۷)

﴿۴۶۴﴾ پنج وقتہ نماز میں قرأت مسنونہ کا حکم

سوال: نماز میں قرأت مسنونہ یعنی فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھنا لازمی ہے یا مستحب ہے؟ کیا یہ سورتیں پڑھنا چاہئے یا ان سورتوں کی مقدار قرأت کے برابر دوسری قرآن کی سورتیں پڑھی جاسکتی ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز میں پورے قرآن میں سے جہاں سے پڑھا جائے درست ہے نماز صحیح ہو جائے گی اور فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل میں سے پڑھنا سنت ہے۔ اس میں بھی نماز کے صحیح ہونے کی ساتھ سنت قراءت کرنے کا مزید ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۶۵﴾ نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ

سوال: امام جہری نماز پڑھا رہا ہو تو امام جب ایک سورت ختم کر کے دوسری سورت شروع کرے تو بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ آواز سے؟ یا پھر بسم اللہ پڑھے ہی نہیں؟ اسی طرح سری نماز کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس طرح جہری نماز میں ایک ہی رکعت میں دو سورتیں پڑھنا بہتر نہیں ہے، پھر بھی اگر پڑھی جائیں تو حنفی مذہب کے مطابق بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے۔(شامی)

﴿۴۶۶﴾ نماز میں دوسورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا

سوال: کسی ایک رکعت میں ایک ساتھ دو تین سورتیں پڑھی جائے تو کچھ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ پڑھے اور کچھ کے شروع میں پڑھنا بھول جائے یعنی کہ بسم اللہ نہ پڑھے یا عمداً بسم اللہ چھوڑ دے تو کیا اس سے نماز میں کوئی نقص آئے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......بسم اللہ دوسورتوں کے درمیان جدائی بتانے کے لئے ہے، اس لئے ایک ہی رکعت میں دو تین سورتیں پڑھی ہوں تو ایک سورت ختم کر کے دوسری سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔(طحطاوی) اور اگر پڑھنا بھول جائے تو اس سے نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔(شامی:۱/۳۳۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۶۷﴾ سورۂ فاتحہ کے بعد نماز میں بسم اللہ پڑھنا

سوال: نماز میں الحمد ختم کر کے سورت شروع کی جائے اسی وقت بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا رکوع کے درمیان سے پڑھنے پر بھی بسم اللہ پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز میں امام اور مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے، سورۂ فاتحہ کے بعد سورت شروع کی جائے تو بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔

﴿۴۶۸﴾ کیا نماز میں سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: پوری سورت نماز میں پڑھنے کا ارادہ نہ ہو صرف سورت کا بسم اللہ والا پہلا رکوع پڑھنے کا ارادہ ہو تو کیا بسم اللہ کے ساتھ اسے پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۶۹﴾ خلاف ترتیب سورت پڑھنا

سوال: رمضان کے مہینہ میں امام صاحب نے وتر نماز کی پہلی رکعت میں اذا زلزلت پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ قدر اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی، یعنی خلاف ترتیب قرآن پڑھا، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز میں خلاف ترتیب قرأت کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، لیکن اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۷۰﴾ نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے یا زور سے؟

سوال: مفتیٰ بہ قول کے مطابق نماز میں سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی ہو تو آہستہ آواز سے پڑھی جائے ایسا آپ کے بتائے ہوئے فتاویٰ میں میں نے پڑھا ہے، لیکن آپ کے ڈابھیل میں جب مولانا اسعد مدنی صاحب تشریف لائے تھے، تب خاکسار نے بھی مولانا ارشد مدنی صاحب کے پیچھے تراویح پڑھی تھی، تب مذکورہ فتوے کے خلاف دیکھا تھا، اتنا ہی نہیں، سننے میں بھی آیا ہے کہ مدنی خاندان میں پہلے سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ تو کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟ اور اگر صحیح قول آہستہ پڑھنے کا ہی ہو تو پھر کیوں ایسے بڑے بزرگوں کا عمل اس پر نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حنفی مذہب کے فقہاء کے اقوال کے مطابق نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے۔ فن قرأت کے امام عاصم کے نزدیک زور سے پڑھنا اور دوسرے قراء کے نزدیک آہستہ پڑھنا ثابت ہے۔

حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی بڑے عالم تھے، وہ امام عاصم کی قرأت کے مطابق پڑھتے تھے، فتاویٰ دارالعلوم میں لکھا ہے: کہ حنفیوں کو اپنے فقہائے مذہب کی اتباع ضروری ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بسم اللہ کے جہر کو منع فرماتے ہیں اور آہستہ پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں، پس حنفیوں کو چاہئے کہ الحمد اور سورت میں بسم اللہ سنت سمجھ کر پڑھیں، لیکن آہستہ پڑھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۱/۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۷۱﴾ سورۂ فاتحہ کے بعد کونسی سورت پڑھنا ہے وہ بھول جائے تو

سوال: اگر تراویح ہو رہی ہو اور سورۂ فاتحہ کے بعد امام بھول جائے کہ اب کونسی سورت پڑھنی ہے تو پیچھے سے مقتدی نے اس طرح لقمہ دیا کہ فلاں سورت پڑھنی ہے تو اس صورت میں کیا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟ اگر امام نے لقمہ نہ لیا اور دوسری سورت پڑھ لی تو پھر کیا حکم ہے؟ اور دوسری دو رکعتوں کے لئے کھڑا ہو تو کس ترتیب سے سورت پڑھنی پڑے گی؟ اس کی وضاحت فرماویں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱) مسؤلہ صورت میں لقمہ دینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، سجدۂ سہو بھول سے کوئی واجب چھوٹ جانے پر یا کسی رکن کی ادائیگی میں دیر ہونے پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ (۲) جو سورت پڑھ لی ہے اس کے بعد کی سورت دوسری رکعت میں پڑھی جاوے۔

﴿۴۷۲﴾ مقتدی قرأت نہ پڑھے

سوال: امام کے پیچھے فرض نماز پڑھنے والوں کو قرآن پڑھنا ہے یا نہیں؟ اور چار رکعت والی نماز ہو تو تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف پڑھیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو امام زور سے قرأت کرتا ہو تو مقتدیوں کو اسے دھیان سے سننا چاہئے اور آہستہ قرأت کرتا ہو تو خاموش کھڑے رہنا چاہئے، اس وقت کسی بھی رکعت میں مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ یا قرأت پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر پڑھے گا تو مکروہ تحریمی شمار ہوگا۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۷۳﴾ مقتدی قرأت کرے یا نہ کرے؟

سوال: حضرت شیخ نے فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ نماز میں کھڑے ہو کر ایک حرف کی تلاوت پر ۱۰۰/نیکی اور بیٹھ کر ایک حرف کی تلاوت پر ۵۰/نیکی ملے گی۔

زید کا کہنا ہے کہ مقتدی تو تلاوت نہیں کرتا، اس لئے وہ مذکور نیکی سے محروم رہتا ہے، تو کیا مقتدی نیکیوں کی لالچ میں تلاوت کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی بھی قرأت ہے، اس لئے مقتدیوں کو بھی پورا ثواب ملے گا۔ اور امام کے پیچھے مقتدیوں کو تلاوت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے مقتدیوں کو تلاوت نہیں کرنی چاہئے اور جہری نماز میں دھیان سے قرأت سننی چاہئے اور سری نماز میں خاموش کھڑے رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۷۴﴾ فرض نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں سورت پڑھنے کے طریقے اور مقدار

سوال: فرض یا دوسری کوئی بھی نماز کی پہلی رکعت میں کسی بڑی سورت کی اخیر کی آیتیں اور

دوسری رکعت میں دوسری بڑی سورت کی اخیر کی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
پہلی رکعت میں کوئی بڑی سورت کی اخیر کی آیتیں اور دوسری رکعت میں چھوٹی سورت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... فرض نماز میں افضل اور بہتر تو یہی ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت سنت طریقہ کے مطابق پڑھی جائے، پوری سورت نہ پڑھتے ہوئے صرف اخیر کی آیتیں پڑھنا بعض فقہاء کے قول کے مطابق مکروہ ہے، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح پہلی رکعت میں کچھ آیتیں اور دوسری رکعت میں ان آیتوں کی مقدار سے چھوٹی سورت پڑھنے میں بھی صحیح قول کے مطابق کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن یہ دونوں صورتیں بہتر نہیں ہے۔ (فتاوی عالمگیری: ۴۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۷۵﴾ دوسورتوں کے درمیان کی سورت چھوڑ کر قرأت کرنا

سوال: پہلی رکعت میں سورۂ قریش پڑھی ہو تو دوسری رکعت میں سورۂ ماعون چھوڑ کر سورۂ کوثر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... فرض نماز میں اس طرح قرأت کرنا مکروہ ہے، نفل نماز میں اس طرح پڑھنا درست ہے۔ (طحطاوی: ۲۱۲، عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۷۶﴾ پورا رمضان وتر کی نماز میں ایک ہی سورتیں پڑھتے رہنا

سوال: ہمارے پیش امام صاحب پورا رمضان کا مہینہ وتر میں انا انزلنا اور قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ پڑھتے رہے، اس طرح پڑھنا سنت کے خلاف تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... رمضان کا پورا مہینہ وتر میں صرف مذکورہ سورتیں پڑھتے

رہنا اور دوسری سورتیں نہ پڑھنا مکروہ ہے۔اس لئے دوسری سورتیں بھی کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہئے۔(شامی وطحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۷۷﴾ کیا بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزنہیں ہے؟

سوال: نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کا کیوں حکم ہے؟ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزنہیں ہے، اور اگر ہوتی تو اسے بھی جہراً پڑھا جاتا۔تو اگر وہ ایک مستقل آیت ہے تو قرآن کی ابتدا اس سے شمار کی جائے گی، یا سورۂ فاتحہ سے شمار ہوگی؟ اور کس وجہ سے نماز میں اسے سراً پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزنہیں ہے۔ بلکہ دوسورتوں کو علیحدہ بتانے کے لئے علامت کے طور پر لکھی گئی ہے۔اور ہر سورت کے شروع میں حصول برکت کے لئے پڑھی جاتی ہے۔(شامی:۱/۳۳۰) اسی لئے ثنا اور تعوذ کی طرح اسے بھی سراً ہی پڑھا جاتا ہے۔حضور ﷺ بسم اللہ سرّاً پڑھتے تھے۔اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت بھی اسی طرح عمل کرتی تھی۔اس لئے نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھنا مذہب حنفی میں خلاف سنت عمل کہلائے گا۔(فتاویٰ دارالعلوم:۱)

﴿۴۷۸﴾ کچھ نمازوں میں قرأت میں جہر اور کچھ میں سراً قرأت کیوں کی جاتی ہے؟

سوال: فجر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں امام زور سے قرأت کرتا ہے، اور ظہر اور عصر میں سراً قرأت کیوں کرتا ہے؟ اس کی وجہ حدیث کی رو سے بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حضور ﷺ کا یہی حکم ہے کہ دن میں پڑھی جانے والی نمازوں میں سراً قرأت کی جائے، اور رات میں پڑھی جانے والی نمازوں میں جہر کیا

جائے، حضور ﷺ کا حکم ہے اس لئے اس طرح نماز پڑھی جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۷۹﴾ سورۂ فاتحہ میں سے کوئی ایک آیت کا سہواً چھوٹ جانا

سوال: کسی امام سے بھول سے سورۂ فاتحہ میں سے ایک آیت چھوٹ جائے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ یا سجدۂ سہو کرنا ضروری ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اس لئے اگر بھول سے اس کی ایک آیت چھوٹ جائے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

﴿۴۸۰﴾ فكذب و عصىٰ ثم ادبر يسعىٰ کے بعد و هو يسعىٰ فانت عنه پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: میں نماز میں ۳۰ ویں پارہ کی والنازعات پڑھ رہا تھا، تب فكذب وعصىٰ ثم ادبر يسعىٰ پڑھا پھر بھول سے وهو يسعىٰ فانت عنه پڑھ لیا، اور نماز ختم کی، تو پوچھنا یہ ہے کہ میری نماز ہوئی یا نہیں؟ یا مجھے نماز دہرانی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پہلے یہ بتائیں کہ یسعیٰ پر سانس توڑ دیا تھا یا نہیں، اگر ایک ہی سانس سے پڑھا تھا تو اس کا مطلب بدل جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی، اور اگر سانس توڑ کر نیا سانس لے کر وهو يسعىٰ پڑھا تھا تو نماز صحیح ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۸۱﴾ قرأت مسنون کے بعد لقمہ دینا

سوال: اگر امام نے اتنی قرأت کر لی ہو جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے، اور اس کے بعد امام سے کوئی بھول ہوئی اور وہ بھول ایسی بھی نہیں ہے کہ جس سے معنیٰ بدل جاتا ہو یا ایک

آیت چھوڑ دی تو کیا مقتدی کولقمہ دینا ضروری ہے؟ اگر ضروری نہیں ہے تو مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود بار بار لقمہ دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر امام اتنی قرأت کر چکا ہو جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو بھی صحیح قول کے مطابق مقتدی کولقمہ دینا جائز ہے، واجب اور ضروری نہیں ہے۔

ہاں! مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، یا امام کا مقدار جائز قرأت کر چکنے کے بعد بھی لقمہ لینے کے لئے اڑ جانا دونوں مکروہ ہیں۔ (شامی:۱/۴۱۸)

﴿۴۸۲﴾ مقتدی امام کے پیچھے کیا پڑھے، کیا نہ پڑھے؟

سوال: امام کے پیچھے مقتدی نماز پڑھ رہا ہواور امام تکبیر تحریمہ کہے، سمع الله لمن حمده کہے، دوسری تکبیریں کہے اور الحمد پڑھے اور قرأت کرے تو مقتدی امام کے ساتھ یہ سب چیزیں پڑھے یا نہ پڑھے؟ مقتدی کو کیا پڑھنا چاہئے، اور کیا نہیں پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مقتدی کے لئے تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے، اگر نہیں کہے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ امام جب قرأت پڑھے تو مقتدی خاموش کھڑے رہ کر اسے سنیں، مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے، مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری تکبیریں مقتدیوں کو امام کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۸۳﴾ رمضان میں وتر نماز میں امام کا سنت قرأت نہ کرنا

سوال: ہمارے امام صاحب نے پورے رمضان میں وتر میں صرف تین یا چار مرتبہ سبح اسم ربك اور قل یا ایها الکافرون اور قل هو الله پڑھی ہے، باقی پورے رمضان میں

یہاں وہاں سے تین آیتیں پڑھتے رہے یا دوسری سورتیں پڑھتے رہے تو کیا اس طرح پڑھنا سنت کے خلاف ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت کا پڑھنا ضروری ہے، اس لئے مذکورہ طریقے سے پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی، لیکن ضرورت کے بغیر تین آیتوں پر اکتفا کرنا مکروہ ہے، سنت طریقہ کے مطابق قرأت کرنی چاہئے۔

﴿۴۸۴﴾ رمضان میں وتر کی ہر رکعت میں تین تین سورتیں پڑھنا

سوال: رمضان میں حفاظ اور علماء تراویح پڑھانے آتے ہیں، اس میں سے امام صاحب وتر کی نماز کے لئے کسی کو کھڑا کرتے ہیں، وہ وتر کی نماز شروع کرنے سے پہلے یہ اعلان کرتے ہیں کہ پہلی رکعت میں تین سورتیں، دوسری میں تین سورتیں اور تیسری میں تین سورتیں پڑھی جائیں گی، اس طرح ہماری عمر کے کسی عالم وحافظ نے اعلان نہیں کیا ہے، اور تین سورتیں بھی نہیں پڑھی ہیں، ہم تو سورۂ اعلی، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص یا دوسری سورتیں پڑھتے تھے، لہذا اس بارے میں آپ تفصیل سے کلام فرمائیں کہ کونسا طریقہ صحیح اور بہتر ہے؟ کچھ نوجوان مولانا کے ساتھ ہو کر فتنہ کھڑا کرتے ہیں اس لئے آنجناب سے اس مسئلہ میں شرعی رہنمائی چاہتے ہیں، جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رمضان میں عشاء کی نماز امام صاحب پڑھاوے اور وتر کی نماز کوئی دوسرا شخص پڑھاوے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وتر کی نماز میں قرآن شریف میں سے جہاں سے چاہو پڑھ سکتے ہو، لیکن رمضان میں وتر جماعت سے ہوتی ہے ، اور وتر سے قبل بیس رکعتیں تراویح کی ہو چکی ہیں اس لئے عوام کا خیال کرنا ضروری ہے، ہر

رکعت میں تین سورتیں پڑھنے کا اعلان کرنا یا ایک ایک رکعت میں زیادہ سورتیں پڑھنا مکروہ کہلائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھیں، اور دوسری سورتیں پڑھیں تب بھی مذکورہ سورتوں کی مقدار میں ہونا زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۸۵﴾ کیا رکوع ملنے سے رکعت ملے گی

سوال: کتنی جگہوں پر جب امام رکوع میں ہوتا ہے تب پیچھے سے آنے والا تکبیر کہہ کر سیدھا رکوع میں شامل ہوجاتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ ان کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیچھے سے آنے والے تکبیر کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ جاملیں اور امام کو کچھ دیر کے لئے بھی رکوع میں پالیا تو رکوع کے ملنے سے رکعت بھی مل جائے گی، اور رکوع میں امام کو پانے سے پہلے امام رکوع سے کھڑا ہو گیا تو وہ رکعت نہیں ملے گی۔ (ہدایہ، شامی: ۱/۴۸۴، فتاویٰ دارالعلوم جدید: ۳۹۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۸۶﴾ رکوع میں زیادہ دیر لگانا

سوال: ایک شخص امامت کرتا ہے وہ جب رکوع میں ہوتا ہے اور کوئی شخص نماز میں شریک ہونے آرہا ہے ایسا اسے معلوم ہوتا ہے تو وہ رکوع طویل کردیتا ہے تو اس امام کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے نماز فاسد ہوجائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......کبیری شرح منیۃ المصلی میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر کوئی امام رکوع بہت ہی طویل کرے اور اس کی نیت اللہ کو راضی کرنے کی نہ ہو بلکہ نماز میں شریک ہونے والے متولی یا بڑے آدمی کی رعایت یا خوش کرنا ہو اور

یہی مقصد ہوتو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۳۰۹) لیکن اگر وہ آنے والا شخص کون ہے وہ معلوم نہ ہو اور اتنی دیر بھی رکوع میں نہ لگاوے کہ جس سے دوسرے مقتدیوں کو تکلیف یا پریشانی ہوتی ہو مثلاً پانچ مرتبہ تسبیح پڑھنے کی ہمیشہ کی عادت ہو اور آنے والے شخص کو رکعت مل جائے اس خیال سے سات مرتبہ تسبیح پڑھ لیوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، جائز ہے۔ لیکن کسی کا خیال نہ کرتے ہوئے پورا دھیان اللہ کی طرف لگانا ہی بہتر اور افضل ہے۔
(کبیری: ۳۰۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۸۷﴾ رکوع اور سجدہ میں تسبیح نہ پڑھے تو

سوال: نماز فرض ہو یا نفل اس کے رکوع وسجدہ میں اگر عمداً یا سہواً تسبیح نہیں پڑھی بلکہ کچھ بھی نہیں پڑھا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رکوع اور سجدہ میں تسبیح پڑھنا سنت ہے، بلا عذر چھوڑ دینے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، لہٰذا مسؤلہ صورت میں نماز تو صحیح ہو جائے گی، لیکن ثواب کم ملے گا۔ (شامی: ۱/۳۳۲)

﴿۴۸۸﴾ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر رکوع ملا تو رکعت ملی یا نہیں؟

سوال: نماز شروع ہو چکی تھی، اور امام صاحب رکوع میں تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور رکعت باندھ کر رکوع میں شامل ہو گیا، ابھی ایک ہی مرتبہ **سبحان ربی العظیم** پڑھا تھا کہ امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو گئے، تو شرعی رو سے اس شخص کو وہ رکعت ملی یا نہیں؟ اگر ایک مرتبہ بھی تسبیح پڑھنے کا موقع نہ ملے اور امام صاحب کھڑے ہو جاویں تو کیا رکعت کا ملنا شمار ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں امام صاحب رکوع میں تھے اور کوئی شخص آ کر تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو گیا تو اگر کچھ دیر کے لئے بھی امام کو رکوع میں پا لیا تو مقتدی کو وہ رکعت مل گئی، اور اگر رکوع میں امام کو پانے سے پہلے امام صاحب کھڑے ہو گئے تو وہ رکعت نہیں ملی۔ چھوٹی ہوئی رکعت پڑھتے وقت اس رکعت کو بھی پڑھنا پڑے گا۔ (ہدایہ، شامی: ۱/۴۸۴، فتاوی دار العلوم جدید: ۳۹۹) نئے آنے والے مقتدی کو امام کے ساتھ رکوع میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کی مقدار پا لینا ضروری نہیں ہے۔ (شامی: ۱/۴۸۴، طحطاوی: ۲۷۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۸۹﴾ منفرد رکوع سے کھڑا ہو کر کیا پڑھے؟

سوال: منفرد رکوع سے کھڑے ہوتے وقت سمع الله لمن حمده کے ساتھ ربنا لك الحمد بھی پڑھے یا صرف سمع الله لمن حمده ہی پڑھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... منفرد کے لئے تسمیع و تحمید دونوں پڑھنا سنت ہیں۔ (ہدایہ، شامی: ۳۳۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۹۰﴾ کیا سجدہ میں زمین کی سختی معلوم ہونا ضروری ہے؟

سوال: ہمارے یہاں نئی مسجد کی تعمیر ہوئی ہے، جماعت خانہ میں پتھر لگے ہوئے نہیں ہیں، سجدہ میں جماعت خانہ کے کنکر پیشانی پر چبھتے ہیں، ہم لوگوں نے گھاس پھوس بچھا دیا ہے، اس پر ہم نماز پڑھتے ہیں، لیکن اتنا گھاس پھوس بچھایا ہے کہ سجدہ میں زمین کی سختی معلوم نہیں ہوتی۔ تو مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ نماز میں سجدہ میں زمین کی سختی معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی؟ تو آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح نماز پڑھنے سے نماز صحیح

ہوگی؟ شرعی رہبری فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......گھاس یا دوسری کوئی چیز بچھا کر سجدہ کرنے کی صورت میں زمین کی سختی کا معلوم ہونا ضروری نہیں ہے، صرف اتنی سختی ہونی چاہئے کہ سر اس چیز پر ہلے بغیر ایک جگہ رہ سکے، دبتا نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۱﴾ جو شخص رکوع وسجدہ پر قادر نہ ہو اور قیام پر قادر ہو وہ نماز کیسے پڑھے؟

سوال: ایک شخص گھٹنوں میں درد کی وجہ سے رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں ہے لیکن قیام پر قادر ہے تو یہ شخص نماز کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر پڑھے، عام طور پر مرد بھی اور عورتیں بھی دکان میں اور گھر میں سب کام کرتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں لیکن نماز کے وقت کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں کیا قیام پر قدرت کے باوجود قیام کو چھوڑ دینے سے نماز صحیح ہوگی؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ جو شخص حقیقت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حقدار ہے، اب بیٹھنے کی دو صورتیں ہیں: ایک ہے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا دوسری صورت کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا، اگر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے اور کس طرح اشارہ کرے؟ یا سامنے ٹیبل رکھ کر اس پر سجدہ کرنا ضروری ہے؟ نماز جیسی اہم عبادت میں لوگ معمولی بہانے سے قیام کو چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں، امت کی صحیح رہنمائی کی آپ سے درخواست ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اصل یہ جاننا ضروری ہے کہ مذکور شخص زمین پر سر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ (معمولی عذر یا بیماری کو دھیان میں نہیں لیا جائے گا) اگر ایسی حالت ہے کہ زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا مجبور ہے تو ایسے شخص کو اشارہ سے سجدہ کرنے کی شریعت کی طرف سے اجازت ہے، اب یہ شخص قیام نہ کرے اور بیٹھ کر رکوع وسجدہ اشارہ

سے کرلے تو یہ طریقہ فقہاء کے قول کے مطابق مستحب ہے، اور اگر کھڑے رہ کر رکوع اور قیام ہمیشہ کی طرح کرے، اور سجدہ بیٹھ کر اشارہ سے کرے تو یہ طریقہ بھی جائز ہے، لیکن مستحب طریقہ میں ثواب زیادہ ہے۔ (شامی، عالمگیری)

(۲) جو بیمار یا معذور زمین پر سجدہ کر ہی نہیں سکتا اس کے لئے زمین پر یا کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنے کی اجازت ہے، سامنے کوئی چیز رکھ کر اس پر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر ایسا بیمار ہو کہ زمین پر سر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہو تو زمین پر سجدہ کرنا فرض ہے، اب ایسا بیمار شخص زمین پر سجدہ نہ کرے اور کوئی ٹیبل یا سخت تکیہ وغیرہ کوئی چیز سامنے رکھ کر اس پر سجدہ کرے اور وہ چیز زمین سے زیادہ اونچی نہ ہو اور زمین پر رکھی گئی ہو تو سجدہ صحیح کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۲﴾ کرسی پر بیٹھ کر ٹیبل پر سجدہ کرنا

سوال: بہت سی مسجدوں میں کرسی کے ساتھ ٹیبل بھی رکھے جاتے ہیں کہ کرسی پر نماز پڑھنے والا اس پر سجدہ کرے تو کیا یہ ضروری ہے؟ ٹیبل ہونے کے باوجود کوئی مصلی ٹیبل پر سجدہ نہ کرے اور اشارہ سے سجدہ کرلے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جسے زمین پر سر رکھ کر سجدہ کرنے پر قدرت نہ ہو اور اسے شریعت کی طرف سے اشارہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہو ایسے شخص کے لئے سامنے ٹیبل رکھ کر اس پر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر اشارہ کر کے نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت نہ ہو تو زمین پر اور زمین پر نہ کرے تو زمین پر رکھے ہوئے ٹیبل، اینٹ، تخت وغیرہ پر سجدہ کر سکتا ہے تو اس طرح سجدہ کرنا ضروری ہے

لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ چیز بیٹھک سے نو (۹) انچ سے زیادہ اونچی نہ ہو۔

و لم یزد ارتفاعه علی قدر لبنة او لبنتین فهو سجود حقیقی فیکون راکعاً ساجدا لا مومئاً حتی انه یصح اقتداء القائم به (شامی: ٥٦٩/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۳﴾ کیا مسجد میں ٹیبل وکرسی رکھنا درست ہے؟

سوال: (۱) کیا مسجد میں کرسی رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ صحیح تندرست شخص بھی جسے کوئی عذر نہ ہو وہ بھی کرسی پر نماز پڑھنے لگتا ہے، تو اس بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) ٹیبل پر سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے اور اشارہ سے نماز صحیح ہو جاتی ہے تب تو ٹیبل ضرورت کے بغیر کی چیز ہے ایسی بے ضرورت چیز مسجد میں رکھنے سے مسجد کی بے حرمتی تو نہیں ہوتی؟ بہت سی مسجدوں میں دو تین بلکہ اس سے زیادہ ٹیبل رکھے جاتے ہیں جس سے ہوٹل جیسا لگتا ہے، تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... معذور کی سہولت کا انتظام کرنا اچھا کام ہے، لیکن تندرست حضرات کے لئے اس کا استعمال جائز اور مناسب نہیں ہے۔

(۲) ضرورت نہ ہو تو مسجد کو فرنیچر سے خالی رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۴﴾ زمین یا کرسی پر نماز پڑھنے کے بارے میں

سوال: بہت سے لوگ دیکھنے میں تندرست اور صحت مند معلوم ہوتے ہیں، پھر بھی وہ زمین یا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ کیسے شخص کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ (۲) جو شخص زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، کیا وہ کرسی پر بیٹھ

کربھی نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن دونوں میں بہتر کیا ہے؟ (۳) جو شخص کمر یا گھٹنوں کے درد کی وجہ سے رکوع وسجدہ پر قادر نہ ہو اور قیام پر قادر ہو تو وہ شخص نماز کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر پڑھے؟ (۴) جو شخص کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے وہ قیام کر کے رکوع وسجدہ کا اشارہ کرے یا قیام کرنے کی ضرورت نہیں رہتی؟ بہت سے لوگ قیام کرتے ہیں اور رکوع وسجدہ کے لئے کرسی پر بیٹھ کر اشارہ کرتے ہیں، تو صحیح کیا ہے؟ (۵) کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں رکوع وسجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ لوگ گھٹنوں پر سے ہاتھ ہٹا کر قبلہ کی طرف لمبا کر کے زمین کی طرف جھکا کر اشارہ کرتے ہیں، تو کیا اشارہ میں ہاتھوں کو کچھ دخل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ا...... جو شخص تندرست اور صحت مند معلوم ہوتا ہو لیکن حقیقت میں معذور ہو تو اس کی بیماری اور معذوری کے مطابق شریعت کی دی ہوئی سہولت کے مطابق اجازت دی جائے گی۔

جو شخص بیماری یا کسی صحیح عذر کی وجہ سے قیام یا رکوع وسجدہ پر قادر نہ ہو تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ **و اذا عجز عن القیام و الرکوع و السجود و قدر علی القعود یصلی قاعدا بایماء و یجعل السجود اخفض من الرکوع** (عالمگیری: ۱/۱۳۶)

بان کان مریضاً لا یقدر علی القیام و الرکوع و السجود یسقط عنه لان العاجز عن الفعل لا یکلف به...... یصلی قاعداً بالایماء (بدائع: ۱/۲۸۴)

و مومیا ان تعذر ای یصلی مومیا و هو قاعد ان تعذر الرکوع و السجود (بحر: ۲/۱۱۳)

(۲) جو شخص قیام پر قادر نہ ہو لیکن رکوع وسجدہ پر قادر ہو تو زمین پر بیٹھ کر سجدہ کر کے نماز ختم کرنی چاہئے، ایسا شخص اشارہ سے نماز پڑھے گا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

اور اگر بیماری یا معذوری کی وجہ سے اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنے کی سہولت شریعت کی طرف سے دی گئی ہو تو زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے یہ طریقہ زمین سے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے بہتر ہے۔ لیکن اگر زمین پر بیٹھ نہ سکتا ہو تو کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

اذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً و يركع و يسجد...... و اذا عجز عن القيام و الركوع و السجود ...... يصلى قاعداً بايماء و يجعل السجود اخفض من الركوع...... ثم اذا صلى المريض قاعداً كيف يقعد الاصح ان يقعد كيف يتيسر عليه هكذا فى السراج الوهاج (عالمگیری: ۱۳۶/۱)

اذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع و يسجد (هدايه: ۱۶۱/۱)

فان لم تستطع الركوع و السجود ادى ايماء يعنى قاعداً (هدايه: ۱۶۱/۱)

صلى قاعداً كيف شاء على المذهب لان المرض اسقط عنه الاركان فالهيئات اولى اى كيف تيسر به بغير ضرر من تربع او غير ه قال فى البحر: لا يخفىٰ ما فيه بلاعدم التقييد بكيفيته من الكيفيات (در مختار مع الشامى: ۵۶۶/۲)

تعذر عليه القيام ...... صلى قاعداً يركع و يسجد (بحر: ۱۱۲/۲)

(۳) جو شخص قیام پر قادر ہو لیکن عذر کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کرسکتا ہو تو اس کے لئے بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قیام کے وقت کھڑا رہے اور سجدہ کے وقت بیٹھ کر اشارہ سے سجدہ ادا کرے تو بھی جائز ہے۔

و كذا لو عجز عن الركوع و السجود و قدر على القيام فالمستحب ان يصلى قاعداً بايماء و ان صلى قائما بايماء جاز عندنا (عالمگیری: ۱۳۶/۱)

(۴) جب سجدہ کرنے پر قدرت نہیں ہے تو اب اگر قیام نہ بھی کرے تو بھی درست ہے

ایسے شخص کے لئے بیٹھ کر اشارہ سے رکوع کرنے کو قیام کرنے کے مقابلہ میں بہتر کہا گیا ہے۔(۵) کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی شریعت کی طرف سے اجازت ملے تو رکوع کے وقت دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور سر اور کمر اتنی جھکاوے کہ سر گھٹنوں کے برابر آجائے اور سجدہ کے لئے اشارہ کرتے وقت اس سے تھوڑا زیادہ جھکائے، بہت سے لوگ سجدہ کا اشارہ کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو آگے کی طرف ہوا میں رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔

و ان عجز عن القيام و الركوع و قدر على القعود يصلى قاعداً بايماء و يجعل السجود اخفض من الركوع كذا فى فتاوى قاضيخان حتى لو نوى لم يصح كذا فى البحر الرائق (هنديه: ١٣٦/١) فقط و الله تعالى اعلم

﴿۴۹۵﴾ کیا ٹیبل پر سجدہ کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: میں بیماری کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکتا ہوں، تو میں کرسی پر بیٹھ کر سامنے میز رکھ کر اس پر سجدہ کرتا ہوں تو کیا اس طرح پڑھنے سے میری نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... معذوری کی حالت میں زمین پر سجدہ نہ کر سکتے ہوں اور کرسی زمین ہی پر رکھی ہوئی ہے اور اس پر سجدہ کیا جائے تو جائز ہے۔ اور اس طرح پڑھی گئی نماز بھی صحیح ہو جائے گی۔

حضرت ام سلمہؓ معذوری کے وقت زمین پر تکیہ رکھ کر اس پر سجدہ کرتی تھیں۔(شامی: ۱۱۰/۱)

﴿۴۹۶﴾ ہتھیلی پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا

سوال: ہمارے یہاں کے امام صاحب سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں ہاتھ زمین پر

رکھتے ہیں پھر دونوں ہاتھوں کو اس طرح الٹا کر دیتے ہیں کہ ہتھیلی اوپر کی طرف رہتی ہے، پھر سر رکھتے ہیں، تو انکے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سجدہ سنت طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے، خاص کر امامت کرانے والے کو اس کا خوب خیال رکھنا چاہئے، تا کہ اپنی نماز کے ساتھ مقتدیوں کی بھی نماز صحیح ہو۔

سجدہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر اس طرح زمین پر رکھا جائے کہ انگوٹھے کان کے برابر رہیں، اور ہتھیلی برابر زمین پر رہے، اور انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں۔ (شامی: ۱/۳۳۹، طحطاوی وغیرہ)

سوال میں سجدہ میں ہاتھ الٹانے کی جو صورت بتائی ہے وہ سنت طریقہ کے خلاف ہے، نماز مکروہ ہوتی ہے، لیکن سجدہ کا رکن ادا ہو جانے کی وجہ سے نماز ادا ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۷﴾ سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ

سوال: (۱) سجدہ میں جاتے وقت کہنیوں کو زمین پر بچھا دینا (۲) سجدہ میں جاتے وقت ازار کا پائنچہ اونچا کرنا (۳) سجدہ میں جاتے وقت دونوں پیر زمین سے اونچے ہو جائیں تو ان تینوں حالات میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سجدہ کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں کہنیاں زمین سے الگ رہیں، حضور ﷺ مذکورہ طریقے سے سجدہ کرتے تھے، اس لئے کوئی خاص عذر کے بغیر اس طرح کرنا مکروہ ہے، اسی طرح سجدے میں دونوں پیروں کی انگلیاں زمین پر نہ رکھ کر اوپر رکھنا مکروہ ہے۔ اور اگر سجدہ میں جانے کے بعد سر اٹھانے تک ایک بھی مرتبہ

پیر کی انگلیاں زمین پر نہیں رکھیں تو سجدہ ادا نہیں ہوگا، اور نماز پھر سے پڑھنا پڑے گی۔ (کبیری، شامی) تھوڑی دیر کے لئے انگلیاں زمین سے علیحدہ ہو جائیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۸﴾ ایک ہی سجدہ کیا تو نماز ہوگئی؟

سوال: میں نے چار رکعت یا دو رکعت نماز کی نیت کر کے نماز شروع کر دی، ایک رکعت ختم کر کے دوسری رکعت شروع کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ میں نے پچھلی رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا ہے، تو نماز توڑ کر دوبارہ نیت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں نماز توڑ کر دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ دوسری رکعت کا سجدہ کرتے وقت پہلی رکعت کا بھی سجدہ کر لیا جاوے، یعنی دوسری رکعت میں کل تین سجدے کئے جاویں، اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (کبیری: ۴۳۰، طحطاوی: ۲۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۴۹۹﴾ تکلیف کی وجہ سے اشارہ سے سجدہ کرنا

سوال: نماز پڑھنے میں مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، اب مجھے کیا تکلیف ہوتی ہے وہ دیکھو: میرا بدن بہت ہی بھاری ہے، جیسے حضرت شیخؒ کا بدن بھاری تھا، بلکہ اس سے بھی زیادہ بھاری ہے۔

اب جب نماز کھڑی ہوتی ہے، تب قیام اچھی طرح ادا ہوتا ہے، اسی طرح رکوع بھی اچھی طرح کر لیتا ہوں، لیکن جب سجدہ میں جانے کا نمبر آتا ہے تو سجدہ میں نہیں جا سکتا، سجدہ میں جانے میں بہت تکلیف ہوتی ہے، پیروں میں ورم اتنا بڑھ جاتا ہے کہ چلنے کا ہوش بھی نہیں

رہتا، اس ورم کی وجہ سے بیت الخلاء بھی نہیں جا سکتا ہوں، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا ایسی حالت میں مجھے قیام کی حالت میں سجدہ کرنا چاہئے؟ اور قیام کی حالت میں اشارہ سے سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں جب کہ آپ زمین پر سجدہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے یا آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو آپ کے لئے حکم یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھو، اور رکوع کے اشارہ سے سجدہ کا اشارہ زیادہ جھک کر کرو، نماز بھی صحیح ہو جائے گی، اور حضور ﷺ کے فرمان پر عمل بھی ہو جائے گا، آپ ﷺ نے ایک بیمار کو اس طرح کرنے کا حکم دیا تھا۔

پھر بھی اگر آپ کھڑے کھڑے نماز پڑھو گے اور رکوع سجدہ اشارے سے کرو گے تو بھی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن فقہاء نے اسے مکروہ کہا ہے۔ (طحطاوی:۲۵۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۰۰﴾ ہاتھ میں تکلیف کی وجہ سے سجدہ میں ہاتھ زمین پر نہ رکھنا

سوال: ایک شخص کے بائیں ہاتھ میں درد ہے، وہ شخص سجدہ میں ہاتھ زمین پر نہیں رکھتا ہے، تو کیا اس طرح سجدہ کرنے سے سجدہ صحیح ہوگا؟ مذکور شخص کو دائمی جوڑوں کے درد کی تکلیف ہے، تو ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیماری کی وجہ سے اگر ایک ہاتھ زمین پر نہ رکھ سکیں تو سجدہ ادا ہو جائے گا، نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۰۱﴾ سجدہ میں دونوں پیر اٹھا کر پھر زمین پر رکھ دینا

سوال: ایک اہم سوال کے جواب کا طلبگار ہوں، سجدہ میں اگر دونوں پیروں کی انگلیاں

زمین سے اٹھ جائیں تو کیا اس سے نماز ٹوٹ جائے گی؟ سجدہ میں دائیں پیر کا انگوٹھا یا انگلیاں زمین سے اٹھ جائیں تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی؟

مہربانی فرما کر حدیث کی معتبر کتابوں کے حوالہ کے ساتھ اس مسئلہ میں رہبری فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... حدیث پاک میں سجدہ کا جو طریقہ بتایا گیا ہے نیز فقہاء نے سجدہ کے طریقے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کی انگلیاں زمین سے ملی ہوئی ہونی چاہئے، اور انگلیوں کو دبا کر زمین سے لگانا چاہئے تا کہ پیروں کی انگلیاں قبلہ رخ ہو جائیں۔

اب اگر کوئی شخص سجدہ کرتے وقت پیر یا اس کی انگلیاں یا ایک بھی پیر زمین کے ساتھ بالکل نہ لگائے تو سجدہ مکمل ادا نہیں ہوتا، اس لئے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، لیکن مسؤل فی السوال صورت میں پیروں کی انگلیاں اٹھ جائیں یا زمین سے ہٹ جائیں اور وہ شخص دوبارہ ان کو زمین پر لگا دے تو سجدہ صحیح ہو جاتا ہے، اور نماز کے ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ (شامی، کبیری وغیرہ) فقط واللہ اعلم

﴿۵۰۲﴾ امام سے پہلے رکوع وسجدہ کر لینا

سوال: حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل لوگ نماز میں اکثر امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں چلے جاتے ہیں، یا پھر اور رکن میں بھی امام سے جلدی رکن ادا کرتے ہیں، شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم تفصیلی جواب دیں مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... حدیث شریف میں امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے امام رکوع کرے اس کے بعد مقتدی کو رکوع کرنا چاہئے اور امام سجدہ میں

چلے جائے پھر مقتدی کو سجدہ میں جانا چاہئے امام سے سبقت کرنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ عالمگیری میں لکھا ہے: **و یکرہ للمأموم ان یسبق الامام بالرکوع و السجود و ان یرفع راسہ فیہا قبل الامام** ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۰۳﴾ سجدہ میں جانے سے پہلے امام کا سجدہ سے اٹھ جانا

سوال: امام صاحب سجدہ میں گئے، لیکن میں کمزوری کی وجہ سے سجدہ میں پہنچوں اس سے پہلے امام صاحب سجدہ سے اٹھ گئے، تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں آپ امام صاحب کے ساتھ نماز میں شریک ہو، اس لئے کمزوری کی وجہ سے اگر آپ امام کے ارکانوں کے پیچھے پیچھے ارکان ادا کرتے رہو گے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ (طحطاوی: ۱۸۵)

﴿۵۰۴﴾ سجدہ میں پیشانی پر زمین کی سختی معلوم ہونی چاہئے؟

سوال: یہاں ایک مسجد میں فرش پر اسپنج (نرم نرم گدی) بچھا کر پھر اس پر صفیں بچھائی گئی ہیں، اس پر سجدہ کرنے سے پیشانی خوب نیچے تک پہنچ جاتی ہے، تو کیا ایسی نرم چیز پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوتا ہے؟ اور اس طرح پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سجدہ کرتے وقت پیشانی کو زمین کی سختی معلوم ہونا ضروری ہے، لہذا اسپنج یا ایسی کوئی نرم چیز بچھا کر اس پر سجدہ کیا جائے تو اتنا دباؤ کے ساتھ کیا جائے کہ پیشانی زمین کی سختی تک پہنچ جائے، تبھی سجدہ صحیح ہوگا۔

اور اگر پیشانی ایک جگہ نہ ٹھہرے بلکہ جتنا دباتے جائیں اتنا پیشانی ایک جگہ ٹھہرنے کے بجائے دبتی جائے اور اسپنج کی نرمی لگتی رہے، تو سجدہ صحیح ادا نہیں ہوا۔ (طحطاوی: ۱۳۸)

﴿۵۰۵﴾ ٹوپی کے کپڑے پرسجدہ کرنا

سوال: اگرکسی شخص نے اس طرح ٹوپی پہنی ہے جس سے اس کی نصف یا مکمل پیشانی ڈھک جاتی ہے، اورسجدہ میں پیشانی زمین پرنہیں لگتی بلکہ ٹوپی ہی لگتی ہے، اورسجدہ ٹوپی کے کپڑے پر ہوتا ہے تو کیا اس طرح ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سجدہ میں پیشانی زمین کے ساتھ لگنی چاہئے، پھر بھی ٹوپی یا عمامہ باندھ کر سجدہ کرتے وقت پیشانی کے بدلے عمامہ یا ٹوپی پر سجدہ ہو رہا ہو تو بھی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن کوئی خاص مجبوری کے بغیر اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی:۱/۳۳۶) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۰۶﴾ سجدہ میں دائیں پیر کے انگوٹھے کا اُٹھ جانا

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اوراس کے داہنے پیر کا انگوٹھا زمین سے اٹھ جائے یا اس شخص کو اسے بار بار اٹھانے کی عادت ہے تو ایسے حالات میں کیا اس کی نماز صحیح ہوگی؟ کتاب وسنت کی روشنی میں شرعی مسئلہ بتا کرممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سجدہ کرتے وقت دونوں پیروں کی انگلیوں کو حتی المقدور دبا کر زمین کے ساتھ لگانا چاہئے، تا کہ انگلیاں قبلہ رخ ہو جائیں، لیکن سجدہ کرنے میں اگر کچھ دیر کے لئے انگلیاں زمین سے اٹھ گئیں، اوراس نے پھر زمین سے لگا دی یا کم از کم ایک انگوٹھا زمین کے ساتھ لگا ہوا رہنے دیا تو سجدہ صحیح ہوگیا، اورنماز ادا ہوگئی۔ (شامی: ۱/۳۳۵، فتاویٰ دارالعلوم:۱۴۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۰۷﴾ قعدۂ اخیرہ نہ کیا تو کیا نماز دہرانی پڑے گی؟

سوال: ایک شخص نے ظہر کی چار رکعت سنت کے بجائے پانچ رکعت پڑھ لی، قعدہ میں بھی یاد نہیں آیا، سلام کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے پانچ رکعت پڑھ لی ہیں، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس کو نماز دہرانی پڑے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہے، اور اگر قعدہ کر لیا ہو تو بھول سے پانچ رکعت پڑھ لینے پر سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی، اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا ہو تو از سر نو نماز پڑھنی پڑے گی۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

﴿۵۰۸﴾ قعدۂ اخیرہ میں کونسی دعا پڑھنا بہتر ہے؟

سوال: کسی بھی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد کونسی دعا پڑھنی ضروری ہے؟ اس کے علاوہ اور کون کونسی دعا پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد **اللھم انی ظلمت نفسی** سے لے کر **غفور الرحیم** تک پڑھنا ہمارے حنفی مذہب کے مطابق افضل ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو خاص اہتمام کر کے یہ دعا نماز میں پڑھنے کے لئے سکھائی تھی، جیسا کہ مشکوۃ شریف میں (ص:۸۷) پر حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ: میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے! جو میں نماز میں مانگتا رہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ **اللھم انی ظلمت نفسی** (سے لے کر اخیر تک) مانگتے رہو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف)

قعدۂ اخیرہ میں کوئی بھی ایسی دعا عربی میں پڑھنا مستحب ہے، جس میں اپنے لئے یا والدین

یا عام مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگی گئی ہو، اس لئے کہ وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے، اس وقت ایسی دعا مانگنا جو ہم انسانوں میں سے ایک دوسرے سے حاصل کر سکتے ہیں، جائز نہیں ہے۔ بعض اوقات نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید، حدیث شریف میں حضور ﷺ سے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں ان کے مطابق دعا مانگنی چاہئے۔ (شامی، بحر، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۰۹﴾ قعدہ میں تکلیف کی وجہ سے پیر نہ مڑ سکے تو

سوال: قعدہ میں بیٹھتے وقت دائیں پیر میں تکلیف ہوتی ہے، تو اس پیر کو تھوڑا ٹیڑھا رکھ کر بیٹھتا ہوں، تو کیا اس طرح نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیروں میں تکلیف کی وجہ سے پیر سیدھا نہ رکھ سکیں بلکہ تھوڑا ٹیڑھا رکھ کر قعدہ کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

﴿۵۱۰﴾ تشہد میں انگلی اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

سوال: تراویح میں قعدہ کی حالت میں التحیات میں تشہد کی انگلی اٹھانے کا کیا حکم ہے؟ فرض، واجب، سنت اور نفل نماز میں اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......التحیات میں **اشهد ان لا** پر انگلی اٹھانا اور **الا الله** پر جھکا دینا سنت ہے، اور یہی حکم دوسری واجب، سنت، نفل اور فرض نمازوں کا بھی ہے۔ (مراقی الفلاح:۱۶۱)

﴿۵۱۱﴾ پورا تشہد پڑھنا واجب ہے

سوال: ایک شخص التحیات میں **وعلی عباد الله الصالحین** تک پڑھ کر تیسری رکعت

کے لئے کھڑا ہو گیا، تو کیا اسے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پورا التحیات پڑھنا واجب ہے، لہذا صالحین تک پڑھ کر اٹھ جانے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (شامی: ۳۱۳، طحطاوی: ۱۵۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۱۲﴾ مسبوق قعدہ میں کیا پڑھے؟

سوال: امام جب اخیری قعدہ میں ہو تو مسبوق التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھے یا نہیں؟ اگر پڑھے تو کیا کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......امام جب قعدۂ اخیرہ میں ہو تو مسبوق التحیات کے بعد درود شریف، دعا وغیرہ پڑھ سکتا ہے، بلکہ امام سلام پھیر دے وہاں تک خاموش بیٹھے رہنے سے یہ سب دعائیں پڑھنا بہتر ہے۔

امام ایک طرف سلام پھیر دے تو باقی دعا وغیرہ کو چھوڑ کر چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے۔ (قاضی خان) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۱۳﴾ التحیات ختم ہونے سے پہلے امام کھڑا ہو جائے تو

سوال: امام صاحب کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں پہلے قعدہ میں ہماری التحیات ختم نہ ہوئی ہو اور امام صاحب تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں اول مقتدی کو اپنا تشہد ختم کرنا چاہئے، اور پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے، اس لئے کہ مقتدی پر بھی تشہد پڑھنا واجب ہے، پھر بھی اگر کوئی تشہد ختم کئے بغیر امام صاحب کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (درمختار: ۳۳۲، فتاویٰ قاضی خان)

﴿۵۱۴﴾ قعدہ میں انگشت شہادت اٹھانا

سوال: نماز کے دوران قعدہ میں التحیات پڑھتے وقت مصلی انگشت شہادت کیوں اٹھاتا ہے؟اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز پڑھنے والا قعدہ میں جب اشھد ان لا پر پہنچے تو اسے دو انگلیاں بند کر کے دو انگلیوں کا حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہئے، یہ سنت ہے۔اور الا اللہ پر انگلی نیچے رکھ دینی چاہئے۔(شامی، ہدایہ وغیرہ)

﴿۵۱۵﴾ التحیات میں انگشت شہادت اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟

سوال: تشہد میں کلمۂ شہادت پر انگلی کیوں اٹھائی جاتی ہے؟اس بارے میں کوئی حدیث ہو تو اس سے ضرور مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تشہد میں اشھد ان لا الہ پر انگلی اٹھانا اور الا اللہ پر انگلی نیچے کر دینا حدیث سے ثابت ہے۔حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تھے تو بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے تھے، اور عقد بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے،(مشکوۃ شریف:۸۵،مسلم شریف) اس لئے انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ التحیات میں مصلی جب کلمۂ شہادت پڑھتا ہے تو جس طرح زبان سے توحید کا اقرار کرتا ہے اسی طرح انگلی سے بھی ایک اللہ کی وحدانیت کا اظہار کرتا ہے اور غیر اللہ کی نفی کرتا ہے، مطلب یہ کہ انگلی کا اٹھانا یہ غیر اللہ کی نفی کے لئے ہے اور نیچے کرنا ایک اللہ کے اثبات کے لئے ہے، اس عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۱۶﴾ نماز میں درود شریف کے بعد دعا نہ پڑھنا

سوال: اگر کوئی شخص نماز میں درود شریف کے بعد دعا نہ پڑھے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس کی نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کے بعد دعا پڑھنا سنت ہے، اس لئے کسی خاص عذر کے بغیر چھوڑنا ترک سنت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (طحطاوی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۱۷﴾ مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا اسی وقت امام نے سلام پھیر دیا تو اب التحیات پڑھے یا نہ پڑھے؟

سوال: امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور اخیر رکعت کے قعدہ میں تھے، اتنے میں پیچھے سے ایک شخص آیا، اور تکبیر تحریمہ کہہ کر قعدہ میں بیٹھ گیا کہ فوراً امام نے سلام پھیر دیا تو اب یہ شخص کیا کرے؟ التحیات پڑھ کر اپنی رکعتوں کے لئے کھڑا ہو؟ یا بغیر پڑھے کھڑا ہو جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں آنے والے شخص کو التحیات پڑھ کر پھر اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کے لئے کھڑا ہونا چاہئے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۱۸﴾ تراویح میں مقتدیوں کے درود اور دعا کا رہ جانا

سوال: تراویح پڑھانے والے قعدہ میں مقتدیوں کو التحیات بھی ختم نہیں کرنے دیتے کہ سلام پھیر دیتے ہیں، درود شریف اور دعا کی تو بات ہی دور رہی، تو مقتدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں مقتدیوں کو تشہد ختم کر کے سلام

پھیر دینا چاہئے، درود اور دعا رہ جائے گی تو مقتدیوں کو گناہ نہیں ہوگا اور امام کی اقتداء کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۱۹﴾ درود ابراہیم میں حضور ﷺ کے اسم سامی سے پہلے سیدنا پڑھنا

سوال: نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں حضور ﷺ کے اسم سامی سے پہلے سیدنا کا لفظ بڑھا کر پڑھا جائے تو کیا اس طرح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... در مختار میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے نماز میں درود شریف پڑھتے وقت آپ کے اسم سامی سے پہلے سیدنا بڑھا کر پڑھنا مستحب ہے۔ (در مختار، طحطاوی:۱۶۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۰﴾ چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ یا نفل میں دو رکعت پر قعدہ میں التحیات کے ساتھ درود و دعا کا پڑھنا

سوال: چار رکعت سنت غیر مؤکدہ یا نفل پڑھی جارہی ہو تو دو رکعت پر قاعدہ میں التحیات کے ساتھ درود اور دعا پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ شرعی حکم بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اس کا جواب گجراتی ماہ نامہ 'تبلیغ' میں مفصل ذکر کیا جا چکا ہے، نوافل کی ہر دو رکعت پر تشہد کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے، یہی سنت طریقہ ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۱﴾ سوال مثل بالا

سوال: عصر اور عشاء کی پہلی چار رکعت سنت میں دو رکعت کے قعدہ میں التحیات کے بعد درود و دعا پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سنت غیر مؤکدہ بھی نفل کے حکم میں ہے، لہذا پہلے قعدہ میں تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے، اور پھر ثنا بھی پڑھنا چاہئے، یہی سنت طریقہ ہے۔ (عالمگیری، شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۲﴾ کیا ارکان کی ادائیگی میں جلدی نہ کرنا واجب ہے؟

سوال: دو سجدوں کے درمیان تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر ٹھہرنا اور وہاں تک دوسرا سجدہ نہ کرنا کیا واجب ہے؟ یا سنت یا مستحب ہے؟ اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس حکم کو پورا نہ کیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز اور نماز کا ہر رکن مکمل ادب واطمینان اور سکون کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے رکوع میں سے اٹھنے کے بعد اور ایک سجدہ میں سے دوسرے سجدہ میں جاتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے، لیکن تین تسبیح کی مقدار ٹھہرنے کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، صرف ایک تسبیح (سبحان ربی العظیم) کے بقدر ٹھہرنا چاہئے۔ (طحطاوی:۱۵۰، شامی:۳۱۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۳﴾ نماز میں دونوں ہاتھوں سے دامن سیدھا کرنا

سوال: ایک شخص نماز میں رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کا دامن سیدھا کرتا ہے، اسی طرح قعدہ میں بیٹھ کر بھی دامن سیدھا کرتا ہے، تو کیا اس طرح کرنے سے نماز میں کچھ خرابی آئے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی، لیکن کسی خاص ضرورت کے بغیر ایسا نہیں کرنا چاہئے، اس سے نماز مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۴﴾ کیا گوندے ہوئے بالوں کے ساتھ نماز درست ہے؟

سوال: عورت کو نماز پڑھتے وقت کیا بالوں کو لٹکانا ضروری ہے؟ یا باندھنے کی حالت میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ اور ایک صورت بالوں کو باندھنے کی یہ ہے کہ چوٹی کو لپیٹ کر سر کے پیچھے کے حصہ میں رکھ دیتی ہیں پھر اس پر ایک پن جالی کی شکل میں ہوتی ہے اس کو سر میں لگاتی ہیں اور بال اس جالی میں آجاتے ہیں، گجراتی میں اسے انبوڑا کہتے ہیں تو نماز کے وقت اسے کھول کر نماز پڑھیں یا اس کے ساتھ بھی نماز درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عورتوں کو نماز پڑھتے وقت بالوں کو لٹکا ہوا رکھنا چاہئے، تاکہ سجدہ میں جاتے وقت ہر عضو کے ساتھ وہ بھی سجدہ میں رہیں، اس لئے انبوڑا بنا کر یا بالوں کو جمع کر کے سر پر باندھ دیا ہو اس حالت میں نماز پڑھنے سے نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ (شامی: ۴۰۸) فقط واللہ اعلم

﴿۵۲۵﴾ آدھی آستین کا جاکٹ پہن کر نماز پڑھنا

سوال: میرے ایک رشتہ دار کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ ۲۴ر گھنٹہ رہنے کا موقع ملا، اس دوران ان کی ۲۴ر گھنٹہ کی زندگی دیکھی، اور یہاں تک کہ رات کو سونے سے پہلے انہوں نے نفل نماز پڑھی وہ بھی دیکھی، لیکن اس دوران مجھ جیسے کے لئے حیرت انگیز بات یہ دیکھی کہ انہوں نے صرف لنگی اور جاکٹ پہن کر (جو آدھی آستین کا تھا) نماز ادا کی۔

دوسرے دن اس بارے میں پوچھنے پر بتایا کہ ایک صحابیؓ (جن کا نام بتایا تھا لیکن یاد نہیں ہے) کی اتباع ہے۔ اور اس طرح ایک صحابی کی سنت ادا کی ہے ایسا ان کا کہنا ہے، لیکن

مفتیٰ بہ قول کے مطابق آدھی آستین کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔تو مذکور صاحب نے جو عمل کیا وہ اس مسئلہ کے خلاف کہلائے گا یا نہیں؟ جب کہ ان کے پاس دوسرے کپڑے تھے، پھر بھی عمداً ایسا جاکٹ پہن کر نماز پڑھی۔تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسے کوئی صحابی تھے جنہوں نے ایسا عمل کرتے ہوئے آپ کو دیکھا ہو؟

مہربانی فرما کر اس خلجان کو دور فرمائیں، حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، صحابی کا اسم گرامی اور انہوں نے مذکورہ عمل کیا ہو تو اس کی تفصیل پر بھی روشنی ڈالیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکور تفصیل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل مکروہ کہلائے گا۔اس لئے کہ ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ بتایا ہے جن کو پہن کر دوسروں کے سامنے جانے میں عار محسوس ہوتی ہو۔نیز دوسرے کپڑے (کرتا وغیرہ) ہوتے ہوئے ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

کیا مذکور صاحب یہ کپڑے پہن کر کسی مجلس میں جانے سے شرم محسوس کرتے ہیں؟ حضور ﷺ یا کسی صحابی نے جاکٹ پہن کر نماز پڑھی ہو ایسا میرے علم میں نہیں ہے، نیز ہم مقلد کہلاتے ہیں، ائمہ کے علم کے مقابلہ میں ہمارے علم کی کیا حقیقت؟ اس لئے کسی صحابی کے فعل سے استدلال کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے لہذا فقہاء نے (جو تمام احادیث سے واقف تھے) جو لکھا ہے اسی طرح عمل کرنا چاہئے، اس بارے میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال: آدھی آستین کا بنیان یا جاکٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بنیان یا جاکٹ نیم آستین کا بلکہ پوری آستین کا جاکٹ پہن کر بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر کسی کے پاس (اس کے علاوہ) دوسرا کپڑا نہ ہو تو بلا کراہت نماز درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ۲ص ۲۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۲۶﴾ نماز میں آستین اتارنا

سوال: وضو کر کے مسجد میں آئے تو امام صاحب رکوع میں تھے تو جلدی میں نماز میں شامل ہو گئے اور آستین اتارنے کا موقعہ نہیں ملا۔

تو نماز میں یہ آستین اتارنی چاہئے یا نہیں؟ یہاں ایک جید عالم صاحب چڑھی ہوئی آستین سے ہی نماز ختم کر لیتے ہیں، تو اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آستین چڑھی ہوئی ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر کسی وجہ سے رہ گئی ہو تو نماز پڑھتے پڑھتے ہی تھوڑی تھوڑی کر کے دو تین رکن میں اتار لینی چاہئے، تاکہ عمل کثیر بھی نہ ہو اور نماز بھی مکروہ نہ ہو۔ (طحطاوی: ۱۹۴، ۲۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۲۷﴾ کیا جماعت ثانیہ مسجد میں مکروہ تحریمی ہے؟

سوال: محلّہ کی مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہو چکی ہو، پھر محلّہ کے کچھ لوگ آویں جو پہلی جماعت میں نہیں تھے اور اس جگہ کو چھوڑ کر جہاں پہلی جماعت ہوئی تھی دوسری جماعت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں؟

اور اگر محلّہ کے لوگ نہ ہوں بلکہ کچھ مسافر لوگ ہیں جو پہلی جماعت ہو جانے کے بعد آئے ہیں تو کیا وہ لوگ پہلی جماعت والی جگہ پر دوسری جماعت کرا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا!

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... محلّہ کی مسجد میں محلّہ والوں نے اذان اور اقامت کہہ کر وقت متعینہ پر جماعت سے نماز ادا کر لی تو اب بعد میں آنے والے حضرات اسی مسجد میں

دوسری جماعت کر کے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، اس لئے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۱) ۔لہذا ایسی صورت میں مسجد سے باہر دوسری جماعت کر کے یا مسجد میں منفرداً نماز ادا کرنی چاہیئے۔ایسی مسجدوں میں اگر باہر سے مسافر بھی آئیں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ جو مسجد شارع عام پر واقع ہو اور وہاں امام وغیرہ متعین نہ ہوں تو ایسی مسجد میں دوسری جماعت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔(شامی: ۱/۱ ۳۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۸﴾ جماعت ثانیہ کب درست ہے؟

سوال: جماعت ثانیہ کے مکروہ ہونے کے بارے میں آپ کا تفصیلی فتویٰ'' ہفتہ واری گجراتی اخبار'' 'امید' میں پڑھا، کچھ سوالات اس کے متعلق میرے ذہن میں آئے ہیں، جس کا تفصیلی جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دوسرے محلّہ یا گاؤں کی مسجد ہو تو جماعت کر سکتے ہیں؟ (۲) اللہ کے راستہ میں ہوں اور جماعت ہو جائے تو جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں؟ (۳) تجارت یا تفریح یا کسی اور کام سے باہر گئے ہوں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی پابندی ہے، لیکن ابھی جماعت ہو چکی ہو تو کیا جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں؟

خلاصہ یہ کہ کن حالات میں جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں؟ اور مسجد کی کونسی جگہ میں کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تندرست انسان کو مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنی چاہیئے۔ جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ اور واجب میں شمار کیا گیا ہے، اس لئے اسکا خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔

بستی کی وہ مسجدیں جن میں امام اور مؤذن اور مقتدی متعین ہوں ان میں ایک بار مقامی

لوگوں نے متعین وقت پر اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو وہاں اب اسی نماز کی دوبارہ جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔اس لئے بعد میں آنے والے اگر مسجد میں داخل ہو گئے ہوں تو انہیں بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھنی چاہئے۔اور اگر جماعت خانہ میں داخل نہ ہوئے ہوں اور وقت دیکھ کر ایسا لگے کہ جماعت ہو چکی ہوگی اور دوسری مسجد میں جماعت مل جائے گی ایسی امید ہو تو وہاں جانا واجب تو نہیں ہے لیکن وہاں جا کر جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہے۔اور جس جگہ شرعی مسجد نہ ہو یا شرعی مسجد تو ہو لیکن امام اور مصلی متعین نہ ہوں اور راستہ چلنے والے لوگ اپنی سہولت سے اذان واقامت کہہ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں جیسا کہ بعض شاہ راہوں پر ایسی مسجدیں ہوتی ہیں تو ایسی مسجدوں میں جتنی مرتبہ چاہو جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں،مکروہ نہیں ہوگا۔

جماعت ثانیہ تبدیل ہیئت کے ساتھ جماعت خانہ میں پڑھی جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جائز تو ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے، جمہور احناف کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے۔لیکن جماعت خانہ کے علاوہ دوسری باہر کی جگہ مثلاً حوض یا دوسرے کمرہ میں یا صحن میں جماعت کی جائے تو مکروہ نہیں،لیکن وہ جگہ مسجد (جماعت خانہ) نہ ہونے کی وجہ سے وہاں مسجد کا ثواب نہیں ملے گا،جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

بغیر عذر و مجبوری کے جماعت نہیں چھوڑنی چاہئے۔اور بعد میں جماعت کر کے نماز پڑھ لیں گے ایسا خیال نہیں رکھنا چاہئے، یہ زمانہ گھڑی کا زمانہ ہے،اور ہر مسجد میں اذان اور جماعت کا وقت متعین ہوتا ہے اس لئے تھوڑا احتیاط اور دھیان رکھنے سے جماعت کو پالینا بہت آسان ہے۔

نماز کا وقت ہو چکا ہو اور ابھی اذان نہ ہوئی ہو اور کسی وجہ سے اپنی نماز پڑھنی ہے تو آہستہ سے

اذان واقامت کہہ کراپنی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ایسے ہی باہر سے آنے والے شخص کوبھی ضرورۃً ایسا کرنا پڑے تو وہ بھی آہستہ سے اپنی اذان واقامت کہہ کرنماز پڑھ لے گا تو جائز ہے۔ پھر بعد میں بستی والے یا مسجد والے روزانہ کے متعین وقت پراذان واقامت کہہ کرنماز پڑھ لیں تو یہ مکروہ بھی نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۲۹﴾ مسجد میں موجود ہونے کی حالت میں جماعت میں شرکت نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

سوال: ہمارے گاؤں میں رمضان کے مہینہ میں تراویح کی نماز کے ختم ہونے کے بعد کچھ نوجوانوں نے امام صاحب سے کہا کہ فلاں پارہ کا پورا ایک رکوع آپ پڑھنا بھول گئے، امام صاحب نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا؟ تو ان لڑکوں نے کہا کہ فلاں شخص مسجد میں جماعت سے تراویح پڑھنے کے بجائے ایک کونہ میں بیٹھ کرقرآن شریف لے کر غلطی ڈھونڈتا ہے،اس نے بتایا،اور کہتا ہے کہ امام صاحب بہت جگہ غلطی کرتے ہیں، جب کہ مسجد میں امام صاحب کی غلطی بتانے والا کوئی نہیں ہے،تو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے قرآن شریف لے کرغلط پڑھنے کا اختلاف پیدا کرتے ہوں ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تراویح میں قرآن شریف پڑھنے میں بھول ہوتی ہو تو پیچھے ایک حافظ صاحب کو سننے کے لئے رکھنا چاہیے، تاکہ نماز فاسد ہونے یا قرآن کے ناقص رہنے کا خوف نہ رہے،اور اختلاف بھی پیدا نہ ہو۔

تراویح یا نماز ہورہی ہوتو اس میں شریک نہ ہونا اور مسجد کے ایک کونہ میں علیحدہ قرآن لے کر بیٹھنا یا تلاوت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(شامی:۱/۶۷۰،۶۷۹) نیز امام صاحب کی غلطیاں

ڈھونڈنے اور اختلاف پیدا کرنے کی نیت سے جماعت میں شریک نہ ہونا بھی بڑا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۳۰﴾ برہنہ سر پھرنے والا صرف نماز کے وقت ٹوپی پہنتا ہے

سوال: ایک بھائی شرٹ پینٹ پہنتے ہیں، اور مسجد میں داخل ہونے تک ٹوپی نہیں پہنتے ہیں، پیشاب بھی کھلے سر کرتے ہیں، اور وضو کرنے کے بعد ٹوپی یا رومال باندھتے ہیں، تو ایسی حالت میں ان کی نماز میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں مذکور برہنہ سر رہنے کی عادت غلط ہے، لیکن اس سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۳۱﴾ دعاؤں کے لئے سجدہ کرنا مکروہ ہے؟

سوال: ہمارے یہاں کچھ لوگ نماز سے فارغ ہوکر ایک سجدہ کرتے ہیں، اور سجدہ سے سر اٹھا کر گھر چلے جاتے ہیں، تو اس طرح نماز، دعا وغیرہ سے فارغ ہوکر سجدہ کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......دعاؤں کے لئے وہ سجدہ کرنے کی عادت بنا لینا مکروہ کہلائے گی، اور بہت سے جہلاء اسے دیکھ کر وہم میں مبتلاء ہوں گے، اس لئے اس کی عادت نہیں بنانی چاہئے۔

اگر سجدے ہی میں دلی دعا کرنے کا تقاضا پیدا ہو تو تنہائی میں کبھی کبھی کیا جائے تو منع نہیں ہے۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا منع ہے، اس لئے ایسے نفلی سجدے بھی نہیں کرنے چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۳۲﴾ دعاؤں کے لئے سجدہ کرنا

سوال: ایک تہجد گزار نمازی بھائی کو ایسی عادت ہے کہ ہر نماز کے بعد وظائف ختم کر کے سجدہ میں جانے کے بعد ہاتھ کی ہتھیلی آسمان کی طرف رہے اس حالت میں دعا مانگتے ہیں۔تو ہر روز اس طرح ہتھیلی رکھ کر سجدہ کی حالت میں دعا مانگنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ خلاصہ فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صرف دعا مانگنے کے لئے سجدہ کرنا اور اس کی عادت بنا لینے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ نیز سجدہ کی مسنون کیفیت کے خلاف سجدہ کرنا مثلاً ہتھیلی اوپر رکھ کر سجدہ کرنا ثابت نہیں ہے۔لہذا یہ عمل قابل ترک ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۳۳﴾ کون سے رنگ کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال: کیا زرد رنگ کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ دوسرے کون سے رنگ کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ مجبوری کے وقت ان کپڑوں میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زرد رنگ کے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، عورتوں کے لئے ہر رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے۔مردوں کے لئے زعفرانی اور نارنگی رنگ کے کپڑے پہننا منع ہے، سرخ رنگ کے کپڑے پہننا مکروہ ہے، اس لئے ایسے کپڑے نہیں پہننے چاہئے، اور ایسے کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

باقی ضرورت اور مجبوری کے وقت ایسے کپڑوں میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔(شامی، امداد الفتاویٰ)

﴿۵۳۴﴾ کیا مسجد میں دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے؟

سوال: مسجد میں پانچوں نمازوں کا وقت مقرر ہے، وقت پر جماعت ہوتی ہے، اگر بعد میں پانچ چھ (۵-۶) آدمی آجائیں تو کیا نماز کے لئے دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟ اور جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں تکبیر کہیں یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد میں روزانہ وقت متعینہ پر اذان و اقامت کے ساتھ ایک مرتبہ محلّہ والوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کو اسی مسجد میں دوسری مرتبہ اسی نماز کی جماعت کرنا حنفی مسلک کے مطابق مکروہ تحریمی ہے۔
لہذا جماعت خانہ چھوڑ کر باہر کی جگہ پر جماعت کر کے یا جماعت خانہ میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۳۵﴾ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو اس کا حکم

سوال: نماز مکروہ تحریمی ہو تو سجدۂ سہو کیا جائے گا یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوا سے دوبارہ پڑھ لینا چاہئے، اور سجدۂ سہو جب ہی واجب ہوتا ہے جب نماز میں کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے، اگر واجب بھول سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر سجدۂ سہو نہیں کیا یا ترک واجب کے ماسوا کسی اور چیز سے نماز مکروہ تحریمی ہوئی تو وقت کے ختم ہونے سے پہلے نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ (شامی)

﴿۵۳۶﴾ برہنہ سر نماز پڑھنا

سوال: بدون ٹوپی کے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بدون ٹوپی کے نماز پڑھنا تواضع، خاکساری اور اللہ کے سامنے اپنی ذلت کے اظہار کے خیال سے ہو تو جائز ہے۔ لیکن کاہلی یا تہاون یا لاپرواہی کی وجہ سے نہ پہنے تو نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ البتہ مردوں کے لئے نماز میں سر ڈھانکنا شرط یا فرض نہیں ہے، اس لئے نماز تو صحیح ہو جائے گی۔ (شامی: ۱/۴۳۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۳۷﴾ منہ میں چاکلیٹ رکھ کر نماز پڑھنا

سوال: چنے سے بڑے مقدار کی چاکلیٹ منہ میں رکھ کر نماز شروع کی، نماز ختم ہوتے ہی چاکلیٹ بھی پگھل کر ختم ہوگئی، چاکلیٹ کو چبایا نہیں ہے، تو کیا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... منہ میں چاکلیٹ رکھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں مٹھاس پیٹ میں پہنچتی رہی تو اس سے نماز فاسد ہوگئی، چاہے چاکلیٹ کو چبایا نہ ہو۔ (طحطاوی: ۱۹۴، ۲۱۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۳۸﴾ نماز میں کھجلانا

سوال: کچھ لوگ نماز میں بار بار کھجلاتے رہتے ہیں، کیا اس طرح بار بار کرنے سے نماز میں کوئی نقص آتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بار بار کھجلانا اچھا نہیں ہے، عمل کثیر ہو جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ایک ہی رکن میں علیحدہ علیحدہ تین مرتبہ کھجلانے کو فقہاء نے عمل کثیر میں شمار کیا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۳۹﴾ کیا ہاتھ میں گھڑی باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

سوال: ہاتھ میں گھڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہاتھ میں گھڑی باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر لینے کے بعد اگر ہاتھ میں گھڑی باندھی جائے تو عمل کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۴۰﴾ نماز میں سورۂ ملک کے بعد اللھم ربنا و رب العالمین پڑھیں تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

سوال: کوئی شخص نماز میں سورۂ ملک کی آخری آیت کی تلاوت کرے: قل ارأتیم ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یأتیکم بماء معین۔ (الملك:٣)۔ پھر اللھم ربنا و رب العالمین کہے تو کیا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی؟ یا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟ نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللھم ربنا و رب العالمین کا مطلب تو صحیح ہے، لیکن مذکورہ الفاظ سے کوئی آیت قرآن میں ہو ایسا مجھے یاد نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ الفاظ قرآن کی نیت سے پڑھے ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اور اگر سہواً یہ جملہ اچانک زبان سے نکلا ہو تو سہولت کے پیش نظر نماز کے صحیح ہو جانے کا فتویٰ دیا جائے گا۔ (کبیری) باقی دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۴۱﴾ کیا نماز میں لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟

سوال: ایک امام صاحب نے فجر کی نماز میں سورۂ والنازعات شروع کی جب فاما من

طغیٰ و ئاثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوی پر پہنچے تو فان الجحیم کی جگہ فان الجنۃ پڑھا، پیچھے سے ایک مقتدی نے بھول سمجھ کر لقمہ دیا تو امام صاحب نے درست کر کے صحیح پڑھ لیا، اور نماز ختم کی۔

سلام کے بعد ایک مقتدی نے کہا کہ اس طرح لقمہ دینے سے بہت سے علماء کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لئے لقمہ نہیں دینا چاہئے۔

جو مقتدی نے لقمہ دیا تھا اس نے کہا کہ مفتیوں کا فتویٰ یہ ہے کہ لقمہ لینے سے یا دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اس لئے آئندہ ایسا جھگڑا نہ ہو، اور اختلاف ختم ہو جاوے اور لوگوں میں غلط خلجان پیدا نہ ہو اس نیت سے آپ کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے جاتے ہیں آپ ان کے جوابات دے کر اس جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیں۔

(۱) تین آیات قراءت پڑھ لینے کے بعد لقمہ دینے یا لینے سے کیا نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

(۲) کیا قرآن میں بھول ہو رہی ہو اور غلط پڑھا جا رہا ہو پھر بھی مقتدی خاموش رہے اور سنا کرے اور لقمہ نہ دے تو کیا حکم ہے؟

(۳) مذکورہ بالا صورت میں نماز کے فساد و عدم فساد کے علاوہ اگر نماز کے لئے کوئی اور حکم ہو تو وہ بھی بتلا دیں۔ مذکورہ سوالات فقہ و حدیث کی روشنی میں دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال میں مذکورہ حقیقت کے مطابق امام صاحب قرأت میں غلطی کرے اور مقتدی اسے لقمہ دے تو فقہاء کی وضاحت کے مطابق نہ تو امام کی نماز فاسد ہوتی ہے، اور نہ ہی مقتدی کی، یعنی اس سے نماز میں کسی طرح کی خرابی نہیں آتی۔ بلکہ کبھی معنی فاسد ہو جانے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لئے اپنی اور امام کی نماز

کو بچانے کی نیت سے لقمہ بتا کر آیت درست کر لینی چاہئے۔

(بخلاف فتحه علی امامه) فانه لا یفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بکل حال (قوله بکل حال) ای سواء قرا الامام قدر ما تجوز به الصلاة ام لا، انتقل الی آیة اخری ام لا تکرر الفتح ام لا، وهو الاصح ، نهر۔ الخ (در مختار مع حاشیه: ٤١٨)

ترجمہ: اپنے امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، نہ لقمہ دینے والے کی اور نہ ہی لقمہ لینے والے کی، چاہے امام نے مقدار ما تجوز به الصلوۃ یعنی تین آیتوں کی مقدار پڑھ لی ہو یا نہ پڑھی ہو، بھول گیا ہو یا دوسری آیت پڑھنے لگا ہو، بہرصورت قول صحیح کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ہدایہ میں ہے: وان فتح علی امامه لم یکن کلاما مفسدا استحسانا لانه مضطر الی اصلاح صلاته فکان هذا من اعمال صلاته معنی۔ الخ (هدایه: ١١٦/١)

ترجمہ: اگر امام کو لقمہ دیا تو اس سے استحساناً نماز فاسد نہیں ہوتی، اس لئے کہ وہ اپنی نماز کو فساد سے بچانے کے لئے مجبور تھا، تو یہ گویا ایسا ہوا جیسے وہ اس کی نماز کا ہی ایک فعل تھا۔

مذکورہ عبارت کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں: کہ حدیث شریف میں اس کی (لقمہ دینے کی) اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے نماز میں سورۂ مؤمن پڑھی، درمیان میں ایک آیت چھوٹ گئی، نماز کے بعد ایک صحابی حضرت ابیؓ نے عرض کیا کہ ایک آیت چھوٹ گئی ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں کیوں نہیں بتایا؟ (فتح القدیر، ابوداؤد، بذل: ۸۸/۲)

لہذا تین آیتوں کی مقدار قرأت ہو جانے کے بعد بھی لقمہ دینے یا لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اور امام کی بھول ہو رہی ہو تو لقمہ دینا بھی منع نہیں ہے۔

فقہاء نے لقمہ دینے کے جس طریقہ سے منع کیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی امام کو دوران نماز مشابہت لگے اور وہ دوسری کوئی آیت پڑھنے لگے یا بھول جاوے اور آگے نہ پڑھ سکے اور امام نے تین آیتوں کی مقدار قرأت کر لی ہو تو لقمہ دینے میں عجلت نہیں کرنی چاہیے، اور بار بار لقمہ نہیں دینا چاہیے۔

اور امام کو بھی چاہیے کہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے، بلکہ رکوع کر کے نماز کو ختم کرے۔ اس لئے کہ مقدار ما تجوز به الصلوة قرأت ہو چکی ہے اس لئے نماز کے فاسد ہونے کا خطرہ نہیں ہے، لہذا تعلیم کی ایسی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہتی، جیسا کہ شامی ج:۱ میں اس کی وضاحت ہے:

یکره ان یفتح من ساعته کما یکره للامام ان یلجئه الیه، بل ینتقل الی آیة اخری لا یلزم من وصلها ما یفسد الصلوة او الی سورة اخری او یرکع اذا قرا قدر الفرض۔ الخ (شامی: ٤١١/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۴۲﴾ خارج از صلوۃ شخص کے بھول بتانے سے اپنی نماز کی اصلاح کرنا

سوال: زید فجر کی نماز پڑھ رہا ہے وہ قعدہ میں تشہد پڑھ کر بھول سے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، عمر نماز سے باہر تھا اس نے اپنی ران پر تالی بجا کر زید کو اس بھول کی اطلاع دی، جس سے زید نے اپنی نماز کی اصلاح کر لی اور سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کی، تو کیا زید کی نماز ہو گئی یا نہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زید فجر کی نماز میں بھول سے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، عمر جو کہ نماز سے باہر تھا اس نے اپنے بدن پر تالی بجا کر اسے مطلع کیا، زید اس کی اطلاع پر فوراً بیٹھ گیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی، سجدۂ سہو سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ اگر عمر کے

اطلاع دینے کے بعد زید تھوڑی دیر کھڑا رہے اور اس کو اپنی بھول سمجھ میں آجائے اور اپنی سمجھ سے پھر اپنی نماز کی اصلاح کرے تو سجدۂ سہو سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (شامی: ۲/ ۳۸۱)

﴿۵۴۳﴾ ان تموت کے بجائے ان تؤمن پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال: (۱) عشاء کی نماز میں امام صاحب نے چوتھے پارہ کے چھٹے رکوع کی آیت ان تموت کے بجائے ان تؤمن پڑھی تو کیا اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی؟ اگر نماز دہرانی پڑے تو اس کے لئے کیا نیت کریں؟ قضا کی نیت کریں؟ جماعت کے ساتھ پڑھیں یا منفرداً پڑھ لیں؟ (۲) نماز وتر کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد اور دعائے قنوت سے پہلے جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ واجب ہے یا سنت؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱) مذکورہ آیت میں امام صاحب نے ان تؤمن پڑھ لیا ہے اس سے معنی میں ایسی تبدیلی نہیں آئی جس سے کہ نماز فاسد ہو جائے، اس لئے نماز صحیح ہوگئی۔ البتہ کوئی متقی شخص احتیاط کے طور پر قضاء کی نیت سے لوٹانا چاہے تو لوٹا سکتا ہے۔ (کبیری)۔ (۲) وتر کی تیسری رکعت میں سورت کے بعد کہی جانے والی تکبیر اور اس کے ساتھ رفع یدین کرنا سنت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۴۴﴾ رایتُھم کی جگہ رایتَھم بصیغۂ خطاب پڑھا

سوال: کسی نے نماز میں رایتُھم لی ساجدین کی جگہ رایتَھم بصیغۂ خطاب پڑھا، اسی طرح الم تر الی الذی حاج ابراھیم میں ابراہیم کو بجائے منصوب کے مرفوع پڑھا تو کیا اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں جان بوجھکر غلط قرأۃ کی ہے تو نماز فاسد ہو

جائے گی اور قرأت میں بھول سے غلطی ہوئی اور اس میں اعراب کی غلطی ہوئی ہے تو متأخرین فقہاء کے ارشاد کے مطابق نماز کے صحیح ہوجانے کا فتوی دیا جائے گا اور متقدمین فقہاء کے ارشاد کے مطابق معنیٰ میں اگر تغیر فاحش ہوا ہوگا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور احتیاط اسی میں ہے۔

و ما اشبه ذلك مما لو تعمد به يكفر اذا قرأ خطا فسدت صلاته فی قول المتقدمين و اختلف المتاخرون قال محمد بن مقاتل ......لا تفسد صلاته و ما قاله المتقدمون احوط لانه لو تعمد يكون كفرا......(فتاوی عالمگیری:۸۱/۱)

﴿۵۴۵﴾ قرأت میں لحن جلی کی غلطی کرنا

سوال: ہمارے امام صاحب فرائض کی نمازوں میں دوران قرأت حالت وقف میں حرکات کو مد کی مقدار پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں مثلاً: **بهذا البلد** کو **بهذا البلد** ۔ وغیرہ وغیرہ۔ **بامره** کو **بامريه** تجوید کے لحاظ سے **والطارق** کو **والطاریق** تو یہ لحن جلی میں شامل ہے فقہی رو سے نمازوں کا کیا ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قرآن پاک کی تلاوت کے لئے تجوید اور ترتیل کے لئے جو قواعد بتائے گئے ہیں انکی رعایت کرنا ضروری ہے لحن جلی اور لحن خفی دونوں گناہ کے سبب ہیں اس لئے ان سے بچنا چاہئے لیکن آپ نے جو لکھا ہے کہ حرکات کو مد کے درجہ میں کھینچ کر پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ایک حرف کی زیادتی ہوجاتی ہے تو اس سے معنی میں تغیر فاحش نہیں ہوتا اس لئے نماز کے فاسد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا اگر واقعی قرأت میں ایسی غلطی پیش آتی ہے تو امام صاحب کو بتا کر یا کسی قاری صاحب کو سنا کر اصلاح کرنی چاہئے۔

﴿۵۴۶﴾ نماز میں نام مبارک سن کر درود پڑھنا

سوال: فرض نماز ہورہی تھی، امام صاحب نے قرأت میں **محمد رسول الله** والی آیت پڑھی، پیچھے سے ایک مقتدی نے زور سے صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا۔

تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ دوسرے مقتدی نے کہا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، تو انہوں نے نماز دہرالی، تو کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں آیت کو سن کر مقتدی نے باواز بلند درود شریف پڑھا، تو اس میں آپ ﷺ کا اسم مبارک سن کر جواب میں درود شریف پڑھنے سے اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۴۷﴾ نماز میں کھنکھارنے کا حکم

سوال: کچھ لوگوں کو نماز میں کھنکھارنے کی عادت ہوتی ہے، کچھ لوگ ضرورت کی وجہ سے کھنکھارتے ہیں، تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز میں کسی ضرورت یا مجبوری کی وجہ سے کھنکھارنا پڑے مثلاً: بلغم آجائے، یا آواز صاف کرنے کے لئے کھنکھارنا پڑے تاکہ تکبیر یا قرأت پڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور صحیح قول کے مطابق اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن بغیر ضرورت کے کھنکھارنا یا کھنکھارنے کی عادت بنالینا یا بار بار کھنکھارنا مکروہ تحریمی اور خلاف نماز فعل کہلائے گا۔

اور اس طرح کھنکھارنے میں تین یا اس سے زیادہ حروف ادا ہوگئے تو اس سے نماز بھی فاسد ہوجائے گی، اور نماز دہرانی پڑیگی۔ (ہدایہ، شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۴۸﴾ قلیل کی جگہ کثیر پڑھ لیا تو

سوال: امام صاحب نے فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ طٰہٰ کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرا رکوع یعنی قال رب اشرح لی پڑھا، دوسرے رکوع میں بھول سے کی نسبحك قليلا و نذكرك كثيرا پڑھ لیا تو کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قلیل کی جگہ کثیر اور کثیر کی جگہ قلیل پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں، اس لئے نماز فاسد ہو گئی، اعادہ کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۴۹﴾ کن حالات میں نماز ترک کرنا جائز ہے؟

سوال: کن حالات میں نماز ترک کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف اور احادیث رسول کے فرامین اور حضور ﷺ کا نماز پر دوام کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نماز کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے، البتہ اگر کبھی کسی وجہ سے قضا ہو جائے تو قضا کرنا بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۰﴾ نماز کسی حال میں معاف نہیں ہے

سوال: کن حالات میں نماز معاف ہو جاتی ہے؟ برائے کرم وہ حالات بیان کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے، اور عورتوں کے لئے حیض اور نفاس کی ناپاکی کی حالت کی وجہ سے معاف ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۱﴾ درمیان نماز والدین بلائیں تو؟

سوال: درمیان نماز اگر کسی ضرورت سے والدہ یا والد بلائیں تو کیا نماز توڑ کر جانا ضروری ہے؟ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والدین کو معلوم ہو کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور بلائیں تو نماز توڑ کر جواب دینا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ نماز میں جواب نہیں دے سکتے، اس لئے انہیں برا نہیں لگے گا۔

اور اگر انہیں معلوم نہ ہو تو نماز توڑ کر جواب دینا ضروری ہے، اس لئے کہ انہیں معلوم نہیں ہے کہ آپ نماز میں ہو، اس لئے اگر آپ جواب نہ دیں گے تو وہ سمجھیں گے کہ آپ نے ان کی حکم عدولی کی ہے، اس لئے نافرمانی سمجھ کر انکے دل کو ایذاء پہنچے گی۔ اور والدین کو تکلیف ہو ایسے کام سے قرآن میں منع کیا گیا ہے۔ یہ حکم غیر فرض نماز کا ہے۔ (طحطاوی: ۲۲۳)

اور اگر فرض نماز پڑھ رہے ہوں تو کسی مصیبت یا آفت کی وجہ سے پکاریں تب ہی نماز توڑ کر جواب دینا چاہیئے ورنہ نہیں۔ (شامی: ۱/۴۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۵۲﴾ کن حالات میں نماز توڑنا جائز ہے؟

سوال: کن حالات میں نماز توڑنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کوئی مجبور و مظلوم شخص مدد کے لئے پکارے، اور نمازی کے علاوہ اور کوئی وہاں مدد کرنے والا نہ ہو، مثلاً ڈوبتے شخص کو بچانے کے لئے، کوئی جنگلی جانور حملہ کردے تب وغیرہ وغیرہ۔

اپنے مال کی چوری ہو رہی ہو تو اس کو بچانے کے لئے نماز توڑ سکتے ہیں، لیکن اس مال کی قیمت کم از کم ایک درہم کے برابر ہونی چاہیئے، یا اپنے مال یا جان پر آفت آپڑے تب بھی نماز توڑنا جائز ہے، گناہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۵۳﴾ نماز ہو رہی ہو تب باتیں کرنا

سوال: کچھ لوگ جب نماز ہو رہی ہو، تب زور زور سے باتیں کرتے ہیں، اس سے نماز پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے، تو کیا ان کو گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد میں باتیں کرنا منع ہے، اور اس سے نمازیوں کو خلل ہوتا ہو تو گناہ کی شدت اور بھی بڑھ جاتی ہے، لہذا اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۴﴾ اجتماع کے پنڈال میں نمازی کے سامنے سے گزرنا

سوال: اجتماع میں جہاں ہزاروں انسان پنڈال میں نماز پڑھ رہے ہوں تب نمازی کے سامنے سے گزرنے کا کیا حکم ہے؟ اور کتنی حد تک گزر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اجتماع میں بڑے میدان میں نماز ہوتی ہے، اور نمازی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، لہذا اگر گزرنے والا نمازی کی نظر میں نہ آوے اتنی دور سے گزر سکتا ہے۔ مثلاً: نمازی کے آگے سے دو یا تین صف کی جگہ چھوڑ کر گزر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۵﴾ نمازی کے آگے سے گزرنا، نماز میں آگے پیچھے ہٹنا

سوال: کیا نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نمازی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ اور نماز میں آگے پیچھے ہٹنے سے نماز ٹوٹے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نمازی کے سامنے سے نہیں گزرنا چاہئے، حدیث شریف میں نمازی کے سامنے سے گزرنے پر سخت وعید بتائی گئی ہے، باوجود اس کے اگر کوئی شخص یہ فعل شنیع کرے، اور نمازی کے سامنے سے گزرے گا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹے گی۔

عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یہ بالکل غلط ہے۔

اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھنی پڑے جہاں سے لوگ گزرتے ہوں تو مصلی کو چاہئے کہ اپنے سامنے سترہ رکھ لے، یا ایسی جگہ نماز پڑھنی چاہئے جہاں اس کے آگے سے لوگ نہ گزریں، ورنہ سترہ نہ رکھنے سے نمازی گنہگار ہوگا۔

نماز میں چلنا یا آگے پیچھے ہٹنا منع ہے، عمل کثیر ہو جائے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی، فقہاء نے ایک صف سے زیادہ آگے پیچھے ہٹنے کو عمل کثیر بتایا ہے، اس لئے ایک صف کی مقدار ہٹنے سے نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۶﴾ کھلے سر اذان دینا، نماز پڑھنا و پڑھانا

سوال: یہاں امریکہ میں بہت لوگوں کو دیکھا جو بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں، اور کبھی کبھی امام بھی بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں، اور پڑھاتے ہیں۔ تو کیا بغیر ٹوپی کے کھلے سر جماعت کے ساتھ یا انفراداً نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا کھلے سر اذان دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز و اذان اور ایسے ہی دینی کام کرتے وقت ٹوپی و عمامہ باندھ کر ادب کے ساتھ کرنا سنت طریقہ ہے۔ اس لئے بلا عذر یا براہ تکبر و بڑائی یا کاہلی کی وجہ سے کھلے سر اذان دینا اور نماز پڑھنا اور پڑھانا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی شخص تذلل و تواضع کی وجہ سے کھلے سر نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔ اور سر ڈھانک کر نماز پڑھنا مردوں کے لئے فرض یا واجب نہیں ہے، اس لئے مسؤلہ صورت میں نماز ہو جائے گی۔ (شامی: ۱)

﴿۵۵۷﴾ کھلے سر نماز پڑھنا

سوال: کنیڈا (Canada) میں مسلمان بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے ہیں، تو کیا کھلے سر نماز

پڑھنے سے نماز صحیح ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وہ مسلمان کس امام کے پیروکار ہیں یہ جاننا ضروری ہے، باقی حنفی مذہب کے مطابق سر پر ٹوپی یا عمامہ وغیرہ باندھ کر خشوع وخضوع اور ادب کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے، اور یہی سنت ہے، اسی لئے کھلے سر نماز پڑھنے کو شامی اور در مختار وغیرہ میں مکروہ بتایا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور تذلل ظاہر کرنے کے ارادے سے کھلے سر نماز پڑھے اور ٹوپی نہ پہننا لاپرواہی اور کاہلی کے سبب نہ ہو تو مکروہ نہیں کہلائے گا، پھر بھی ٹوپی وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ (شامی: ۱/۴۳۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۸﴾ بعد الصلوۃ فاتحہ پڑھنا

سوال: ہم نماز کے بعد فاتحہ پڑھتے ہیں وہ کن روحوں کو بخش سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز کے بعد فاتحہ خوانی حضور ﷺ یا کسی بھی صحابی یا مجتہد امام سے ثابت نہیں ہے، لہذا غیر ثابت عمل کو نہیں کرنا چاہئے، ایسے ہی عمل کو بدعت کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۵۹﴾ نمازی بننے کا نسخہ

سوال: میں بے نمازی ہوں، تو آنجناب کوئی ایسی دعا بتلاویں جس سے میں نمازی بن جاؤں، نماز میں غلط خیالات آتے رہتے ہیں ان کو دور کرنے کا طریقہ بتائیں؟ شیطان کو دور کرنے کی دعا بھی بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پکا عہد، عزم مصمم اور اس پر پوری پابندی سے عمل اور

کسی بھی صورت میں نماز نہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ اور اللہ تعالی سے اس کی توفیق کی دعا کرتے رہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۶۰﴾ درود ابراہیم کے علاوہ کیا دوسرا درود نماز میں پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: التحیات کے بعد درود ابراہیم کے علاوہ دوسرا کوئی درود شریف پڑھیں تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... درود ابراہیم نماز میں پڑھنا افضل ہے، اس لئے وہی پڑھنا چاہیئے، دوسرا کوئی درود پڑھا جائے تو بھی نماز صحیح ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۶۱﴾ وقف لازم پر وقف نہ کیا تو

سوال: قرآن شریف میں جہاں جہاں وقف لازم ہیں وہاں ٹھہرنا ضروری ہے، کوئی شخص تراویح یا نماز میں وہاں وقف نہ کرے تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟ کیا وقف نہ کرنے والا گنہگار ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وقف لازم پر وقف کرنا ضروری ہے، اگر وقف نہیں کیا تو نماز تو ہوجائے گی، لیکن قرأت کے قانون کے خلاف سمجھا جائے گا۔ اس لئے وقف کرنا ضروری ہے۔

﴿۵۶۲﴾ کیا نماز میں ڈکار لینے سے نماز فاسد ہوجائے گی؟

سوال: نماز میں زور سے ڈکار لینا کیسا ہے؟ ایک شخص کو گیس (خروج ریح) کی بیماری ہے، وہ ایسے زور سے ڈکار لیتا ہے کہ دور تک آواز جاتی ہے، اس میں آواز بھی پیدا ہوتی ہے، فرض نماز میں بھی ایسا کرتا ہے، تو کیا اس سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیماری کے سبب معذور ہونے کی وجہ سے نماز ہوجائے گی۔

﴿۵۶۳﴾ سبیلا کی جگہ نصیرا پڑھا تو

سوال: کسی امام صاحب سے نماز میں ایسی غلطی ہو جس سے ترجمہ بدل جاتا ہوتو ایسی غلطی سے نماز فاسد ہوجائے گی یانہیں؟ اوراگر یہ صورت مقدار **ما تجوز به الصلوة** قرأت ہوچکنے کے بعد پیش آوے تو کیا حکم ہے؟

و من یضلل الله فلن تجد له سبیلا میں **سبیلا** کی جگہ **نصیرا** پڑھا تواس سے نماز فاسد ہوجائے گی یانہیں؟ امام صاحب کے کہنے کے مطابق ایسا بھول سے پڑھا گیا ہے، تو کیاحکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مسؤلہ صورت میں **سبیلا** کی جگہ **نصیرا** بھول سے پڑھاہےتو دونوں کے مطلب میں کچھ خاص فرق نہیں ہے، اس لئے نماز صحیح ہوگئی۔

نماز میں **مقدار ما یجوز به الصلوة** قرأت ہوچکنے کے بعد بھول ہو یااس سے پہلے بھول ہو، دونوں کاحکم ایک ہی ہے، اوروہ یہ کہ بھول ایسی ہو جس سے معنی ایسے بدل جائیں جو قرآن کی دوسری کسی آیت میں بھی بیان نہ کئے گئے ہوں تو نماز فاسد ہوتی ہے۔

﴿۵۶۴﴾ نمازی کے سامنے سے ہٹنا

سوال: جماعت کی نمازختم ہونے کے بعد جن لوگوں کی رکعت رہ گئی ہووہ اپنی رکعت پڑھ رہے ہوں تب ان کے سامنے والی صفوں والے سامنے سے ہٹ کر سنت پڑھتے ہیں تو کیااس طرح نمازی کے سامنے سے ہٹنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نمازی کے سامنے سے گزرنا، چلے جانا حدیث شریف کی رو سے منع ہے، لیکن دائیں بائیں ہٹ جانا منع نہیں ہے، جائز ہے۔ (طحطاوی، کبیری)

﴿۵۶۵﴾ کیا کھانسی اور دم کا مریض جماعت چھوڑ کر تنہا نماز پڑھ سکتا ہے؟

سوال: ایک شخص بیمار ہے وہ امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھتا ہے، اسے دم اور کھانسی کی شکایت ہے، اسے اتنی کھانسی آتی ہے جس سے دوسرے نمازیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ کچھ مقتدیوں نے انہیں مشورہ دیا کہ نمازیوں کی اس تکلیف کے سبب آپ نماز ختم ہونے کے بعد تنہا نماز پڑھ لو تو کتنا اچھا؟ تو کیا ان حالات میں وہ شخص تنہا نماز پڑھ سکتا ہے؟ کیا اس تکلیف کی وجہ سے تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں اسے جماعت کا ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ شخص کو کھانسی اور دم کی زیادہ شکایت ہو اور دوسرے نمازیوں کو اس کی وجہ سے نماز میں خلل اور تکلیف ہوتی ہو تو ایسے شخص کو جماعت میں شریک نہ ہونا جائز ہے، بعد میں تنہا نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

معذور ہونے کی وجہ سے ترک جماعت کا گناہ نہ ہوگا، بلکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اس ارادہ سے تنہا نماز پڑھنے اور معذوری نہ ہوتی تو جماعت سے نماز پڑھنے کی نیت کے سبب اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ بہتر صورت تو یہ ہے کہ گھر میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے، اور لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو اور لوگ تکلیف برداشت کر سکتے ہوں تو مسجد میں جماعت کے ساتھ ہی نماز پڑھنا بہتر ہے۔ یا صف سے ذرا دور رہ کر مسجد کے کونے میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔

(شامی: ۱/۵۱۸، مراقی الفلاح: ۱۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۶۶﴾ کیا ایک ہی جگہ دوسری جماعت ہوسکتی ہے؟

سوال: یہاں یوکے میں کارخانہ میں کام کرنے والے ملازمین زیادہ تر چار نششتوں میں کام کرتے ہیں، یعنی دن کی نششت کے ساتھ کل چار نششتیں ہوتی ہیں، صبح ۶:۰۰ سے دوپہر کے دو بجے تک، پھر دوپہر کے دو سے رات کے دس تک پھر رات کے دس سے صبح کے چھ تک، اور صبح ساڑھے سات سے ساڑھے چار تک۔

اب ہماری مسجد میں فی الحال مارچ کی ۱۸/ سے اکتوبر کے اخیری ہفتہ تک ظہر کا وقت ۳/ بجے کا رہے گا۔ اور اکتوبر کے اخیری ہفتہ سے مارچ تک ایک بجے کا وقت رہے گا۔

تو لوگوں کی جمعہ کی نماز فوت نہ ہو اس ارادہ سے دوسری جمعہ کی جماعت ۱:۱۵ بجے (ایک بج کر پندرہ منٹ پر) مسجد میں شروع کی ہے، ہماری مسجد دوسری مسجدوں کی طرح وسیع جماعت خانہ والی نہیں ہے، دو گھر ہیں، دوسری اور تیسری منزل پر بیچ کی دیوار نکال کر ہال جیسا بنا دیا گیا ہے، مدرسہ وہیں پڑھایا جاتا ہے، جمعہ کے دن دونوں گھروں میں تمام منزلوں پر اوپر سے نیچے تک لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ جو دوسری جمعہ کی جماعت شروع کی ہے یہ جاری رہنے دی جائے یا بند کردی جائے، اس لئے کہ یہ خدشہ ہے کہ شاید دن بدن کام پر جانے والوں میں سے کوئی تیسری جمعہ نہ شروع کردے، یہ صرف وہم ہے، اور اگر یہ جمعہ بند کردیتے ہیں تو دوپہر کی نششت میں کام پر جانے والوں کی جمعہ کی نماز چھوٹ جاتی ہے، اور اگر جاری رکھیں تو بعد میں جب ایک بجے ظہر کا وقت ہوگا تو صبح ۶/ بجے کام پر جانے والے لوگ ۲/ بجے جمعہ کی ایک اور جماعت رکھنے کا مطالبہ کریں گے، اس لئے کہ ابھی دوپہر کو کام پر جانے والوں کی جمعہ کی نماز چھوٹ جاتی ہے، اس وقت صبح جانے والوں کی جمعہ چھوٹ

جائے گی۔ بہر حال! ابھی دوپہر والوں کے لئے دوسری جمعہ شروع کی ہے، یہ جاری رکھی جائے یا بند کردی جائے؟ ابھی ہی شروع کی ہے اس لئے بند ہوسکتی ہے۔

نوٹ: (۱) جس کمرہ میں امام صاحب کھڑے رہتے ہیں اسی کمرہ میں امام کے ساتھ دس بارہ مقتدی بھی کھڑے رہتے ہیں۔ (۲) پہلے سوال میں جو دومرتبہ جمعہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا وہ ایک ہی مسجد میں دومرتبہ جمعہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا ہے۔ (۳) مذکورہ مسجد دائمی مسجد نہیں ہے، وقتی طور پر مسجد ہے، سرکار کچھ سال بعد پرانے مکان گرادیتی ہے، یہاں دائمی مسجد وہی کہلاتی ہے جس کے لئے زمین خرید کر اس زمین پر مسجد بنائی جائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسؤلہ صورت میں سب سے پہلے یہ تحقیق کرنی ضروری ہے کہ یہ مکان شرعی مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ مکتوبہ نوٹ کے نمبر دو میں اس جگہ کے مسجد ہونے کا اور نمبر تین میں مسجد نہ ہونے کا ذکر ہے، جس سے کافی الجھن پیدا ہوتی ہے، اور کوئی صاف نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر وہ جگہ شرعی مسجد کے حکم میں ہے تو وہاں ایک مرتبہ سنت طریقہ کے مطابق اذان واقامت کے ساتھ مقامی لوگوں نے جماعت کر کے نماز پڑھ لی ہو تو اب دوسروں کے لئے وہاں دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے، چاہے جمعہ کی نماز کے لئے ہو یا دوسری کسی نماز کے لئے ہو، دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔

حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نیز فقہ کے دوسرے ماہر علماء نے لکھا ہے کہ: جماعت ثانیہ کے مکروہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اور دونوں صورتوں میں جماعت ثانیہ نہیں کرنی چاہئے۔ (شامی: ۱، فتاویٰ دار العلوم جدید)

اب اگر وہ جگہ وقف نہ ہو یا شرعی مسجد کے حکم میں نہ ہو بلکہ سوال میں لکھنے کے مطابق وقتی

طور پر مسجد بنالی گئی ہو یا دوسری ذاتی جگہوں کی طرح نماز کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہو تو دوسری مرتبہ جماعت کرنا مکروہ یا منع نہیں ہے، جیسے شارع عام پر واقع مسجد میں امام وغیرہ مقرر نہ ہونے کی صورت میں دوسری جماعت کرنا مکروہ نہیں ہے۔

و هذا اذا لم يكن المسجد على قارعة الطريق فان كان كذالك فلا باس بتكرار الجماعة فيه باذان و اقامة، لانه ليس له اهل معلوم فكان حرمته الاخف و هذا لا يقام فيه باعتكاف الواجب فكان بمنزلة الرباط فى الموافض و هناك فعاد مرة اخرى فهذا كذالك؛الخ۔ (منحة الفائق: ٣٤٦)

جولوگ ملازمت کے سبب پہلی جماعت میں شریک نہ ہوسکیں ان کے لئے بہتر تو یہی ہے کہ دوسرے کسی گھر یا جگہ میں جماعت کر کے جمعہ پڑھ لیں، یا دوسری مسجد کا التزام کریں، تا کہ ہر شخص کی ضرورت پوری ہواور جماعت سے محرومی نہ رہے، اور ایک جگہ میں دو یا تین مسجدوں کا ہونا منع نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

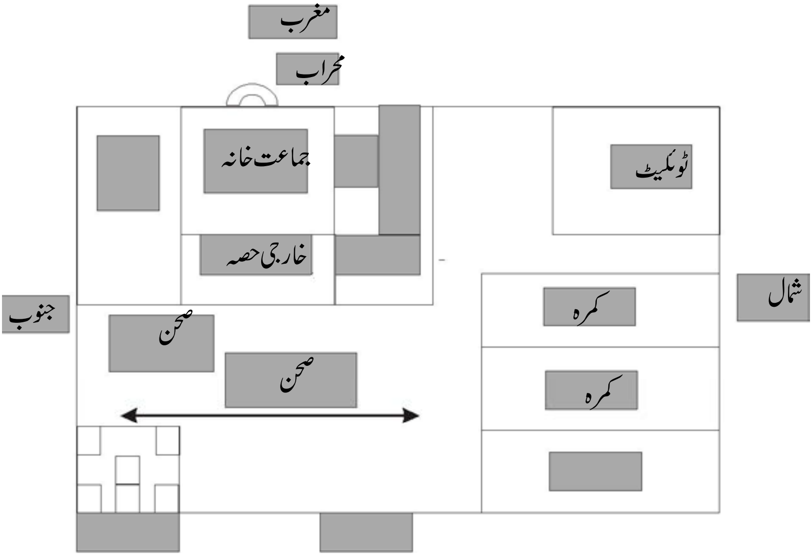
﴿۵۶۷﴾ پرانی قبر کو ہموار کر کے کیا اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: ہماری مسجد کے خارجی حصہ میں ایک غیر متعارف قبر ہے، جو پکی بنائی ہوئی ہے، یہ پرانی مسجد کے بھی خارجی حصہ ہی میں تھی، اور فی الحال بھی باہر ہی ہے۔

ہماری مسجد کے ستون اندازاً چار پانچ فٹ بلند کئے گئے ہیں، اور قبر کے اطراف میں بھی دیوار بنا کر اوپر سلیب بھر دیا گیا ہے، اب باقی کے صحن کا کام شروع کرنا ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ قبر کے اوپر صحن کے حصہ میں قبر کی صورت بنانا ضروری ہے، یا صحن کے نیچے قبر رہے اور اوپر صحن بنالیا ہو تو بھی چل سکتا ہے؟ صحن بن جانے کے بعد کیا اوپر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ (قبر اندازاً پچاس سال پرانی ہے)

نقشہ:



الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورصورت میں قبر برسوں پرانی ہے، لہذا اسے ہموار کر کے اس جگہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بنالینا چاہئے۔

﴿۵٦٨﴾ نماز میں آغا خانی یا خوجہ شریک ہو تو کیا سنیوں کی نماز میں کچھ خرابی آئے گی؟

سوال: ہمارے یہاں سنی مسلمانوں کے عبادت کرنے کے لئے عبادت گاہ ہے، امام صاحب بھی ہے، سنی مسلمان کے علاوہ خوجہ بھائی، آغا خانی تنیاری بھائی بھی شریک ہوتے ہیں۔تو کیا سنی مسلمانوں کے ساتھ سنی مسلمان امام کے پیچھے دوسرے مذکورہ فرقے والے حضرات نماز کی جماعت میں شریک ہو کر فرض وواجب عید کی نماز یا تراویح وغیرہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اس کا خلاصہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اہل سنت و الجماعت کے عقائد کے حامل امام کے پیچھے سنی مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی، اقتدا کرنے والوں میں خوجہ یا آغا خانی عقائد والے مقتدی ہوں تو اس سے سنیوں کی نماز میں خلل نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۶۹﴾ مجبوراً مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جماعت کرنا

سوال: ہماری مسجد میں رنگ و روغن کرانا ہے، تو کیا اس وقت کے درمیان مسجد چھوڑ کر دوسری کسی جگہ نماز پنج گانہ اور جمعہ وغیرہ جماعت کے ساتھ ادا کریں تو چل سکتا ہے یا نہیں؟ رنگ و روغن کے دوران فرش خراب ہوتا ہے، اس لئے کہ اولاً چھت پر رنگ کیا جائے گا تو اس سے فرش خراب ہوگا، اور فرش پر نماز کی صفیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں تو وہ صفیں خراب ہوتی ہیں، لہذا دوسری جگہ نماز پڑھیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

نیز جماعت خانہ کے علاوہ مسجد کا صحن بھی کافی کشادہ ہے، لیکن اس میں ایک تکلیف یہ ہے کہ ظہر اور عصر کے وقت وہاں دھوپ ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ زمین اس وقت بہت گرم ہوتی ہے، لہذا یہ سب تکلیفوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس کا شرعی حکم بالتفصیل بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز پنج گانہ نیز جمعہ کی نماز کی ادائیگی مسجد ہی میں ہونا شرط یا فرض نہیں ہے، لہذا مسجد کے علاوہ دوسری جگہ پر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن مسؤلہ صورت میں مسجد میں نماز نہ پڑھنے سے مسجد کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی، اور مسجد کا حق ادا نہیں ہوگا۔ البتہ یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ایک حصہ میں رنگ و روغن ہو رہا ہو تب دوسرے حصہ میں جماعت کی جائے تا کہ مسجد کا حق بھی ادا ہو اور رنگ و روغن سے صفیں بھی

خراب نہ ہوں، اس ترکیب پر عمل کرنا چاہئے۔
مسجد کا صحن یا خارجی حصہ جماعت خانہ میں شامل ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس حصہ میں نماز پڑھنا مسجد ہی کے حکم میں شمار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۷۰﴾ کیا رولڈ گولڈ کے پٹہ والی گھڑی پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: دستی گھڑی کا پٹہ رولڈ گولڈ کا ہو تو ایسا پٹہ والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بعض عالموں کا کہنا ہے کہ ایسے رولڈ گولڈ کے پٹہ والی گھڑی پہن کر نماز صحیح نہیں ہوتی، پٹہ رولڈ گولڈ کا ہو یا کسی دوسری چیز کا بنا ہوا ہو، کیا اسے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گھڑی کا پٹہ رولڈ گولڈ کا ہو یا کسی دوسری چیز کا بنا ہوا ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، منع نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے گھڑی کی حفاظت مقصود ہے ہاتھ کی زینت نہیں، لہذا اس کا شمار ضرورت کے تحت ہے، صرف زینت یا نمائش کے لئے کوئی چیز یا زیور پہنا جائے تو یہ ناجائز اور ممنوع ہے۔ البتہ سونے کی گھڑی یا پٹہ پہننا مردوں کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ سنگرہ، فتاویٰ رحیمیہ: ۱۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۷۱﴾ فرض صحیح ادا نہ ہوا تو کیا سنتیں دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟

سوال: عشاء یا ظہر میں جماعت کے بعد سنتیں یا وتر پڑھ لی، بعد میں معلوم ہوا کہ فرض نماز فاسد ہوگئی تھی تو وتر اور سنتوں کو بھی اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنتیں یا وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض دوبارہ پڑھنی پڑے گی تو سنتیں اور وتر کا بھی اعادہ کر لینا بہتر ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

قول کے مطابق وتر پڑھ لی ہو تو اس کو دوبارہ نہ بھی پڑھیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (عالمگیری،شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۷۲﴾ کیا قبرستان میں فرض نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: قبرستان میں جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے ایک علیحدہ جگہ بنی ہوئی ہے، سامنے ایک دیوار ہے،کوئی قبر دکھائی نہیں دیتی ہے،تو اگر کبھی اتفاقاً ایسی جگہ پر فرض نماز کا وقت ہو جائے تو کیا وہیں قبرستان میں اذان دے کر نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک عالم صاحب منع کرتے ہیں اس لئے تنازع رہتا ہے۔لہذا جواب مرحمت فرما کر تسلی دیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قبرستان میں نماز پڑھنا تب مکروہ ہے جب سامنے قبر ہو، یا اس جگہ گندگی ہو، اگر ایسا نہیں ہے اور جگہ بھی صاف ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ سامنے دیوار ہے تو قبرستان کی ایسی جگہ میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔(طحطاوی:۲۱۵)

﴿۵۷۳﴾ ایک پیر پر کھڑے ہوکر عبادت کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک پیر پر کھڑے ہوکر عبادت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایک پیر پر کھڑے ہو کر (مجاہدہ کے طور پر) عبادت کرنا منع نہیں ہے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ شریف میں دو رکعت نفل میں پورا قرآن شریف ختم کیا تھا، اور امت کے لئے دعا کی تھی، جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔ فق

﴿۵۷۴﴾ جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: بخاری شریف میں ایک باب ہے کہ جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے۔(حدیث نمبر:۳۷۲) سعید بن مزید اسدی کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک ؓ سے

پوچھا، کیا رسول اللہ ﷺ اپنے جوتوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، انہوں نے کہا: ہاں۔ (ص: ۱۴۳، باب الصلوۃ) تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہم جو جوتیں پہنتے ہیں ایسے جوتے آپ ﷺ کے پیروں میں نہیں تھے، آپ کے جوتوں میں نیچے کی جانب چمڑہ اور اوپر پٹی جیسی نعل تھی، جیسی کہ آج کل ہوائی چپل ملتی ہے۔ اب اگر وہ چپل پاک ہوں اور سجدہ میں انگلیاں زمین پر لگتی ہوں تو اسے پہن کر نماز پڑھنا درست ہے، لیکن آج کے ماحول میں مبارک اور مقدس جگہوں پر جوتے وچپل نہیں پہنے جاتے، اور اگر کوئی پہنے تو اسے بے ادبی سمجھی جاتی ہے، نیز انگریز اپنی عبادت جوتے وپہن کر کرتے ہیں، لہذا ایسے جوتے وچپل پہن کر نماز تو درست ہو جائے گی لیکن مذکورہ وجوہ سے مکروہ اور بعض صورت میں ناجائز کہلائے گی۔ (بذل المجہود شرح ابی داؤد: ۱/۳۵۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۷۵﴾ نماز کے بعد دعا کب مانگی جائے؟

سوال: مسجد میں فجر کی نماز کے بعد تسبیح فاطمی پڑھنے کے بعد فوراً دعا کرنے کے بجائے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے کے بعد دعا کرائی جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ یا دعا کے بعد ترجمہ ہونا چاہیئے؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دونوں طریقے درست ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۷۶﴾ گھر میں نماز کے لئے علیحدہ کمرہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال: گھر میں نماز کے لئے ایک علیحدہ کمرہ بنایا ہوا ہے، اس میں نماز، تسبیح، تلاوت وغیرہ کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسرا کوئی کام وہاں نہیں کرتے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس کمرہ

میں جاتے وقت مسجد میں جانے کی دعا اور نکلتے وقت نکلنے کی دعا اور اعتکاف کی دعا وغیرہ عورتیں پڑھیں تو انہیں اعتکاف کا اور دعا وغیرہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ وہاں اگربتی جلانا اور خوشبو وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا وہاں دنیاوی باتوں سے احتراز کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورتوں کے لئے وہ کمرہ مسجد کے حکم میں ہے، لہذا وہاں اعتکاف کی نیت بھی کر سکتی ہیں۔ (طحطاوی)۔

مسجد میں خوشبو سلگانا سنت ہے، اس کا ثواب بھی ملے گا، البتہ وہاں دنیوی باتیں کرنا منع نہیں ہے اس لئے کہ وہ شرعی مسجد نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۷۷﴾ ٹیلفون آوے تو کیا اس کے لئے نماز توڑ سکتے ہیں؟

سوال: کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو (فرض، سنت، یا نفل) اور نماز پڑھنے کے دوران ٹیلیفون کی گھنٹی بجے تو کیا نماز توڑ کر رسیور اٹھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز کے دوران ٹیلیفون کی گھنٹی بجے تو بہتر یہ ہے کہ جلدی نماز ختم کر کے رسیور اٹھاوے، لیکن ایسا کرنے میں لائن کٹ جانے کا یا کسی خاص ضرورت کی وجہ سے فون ہو تو ایسی امید ہے کہ ضرورت کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا۔ (مراقی الفلاح:۲۲۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۷۸﴾ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

سوال: یہاں امریکہ کی مسجدوں میں عورتیں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے آتی ہیں، اور مردوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوتی ہیں، عورتوں کے لئے علیحدہ کمرہ کا انتظام ہے، البتہ وہاں سے مردوں کا آنا جانا رہتا ہے، پردہ کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے، تو ان حالات

میں عورتوں کا جماعت میں شامل ہونا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورتوں کے لئے مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، نیز صحابہ کے وقت سے فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا گیا، لہذا عورتوں کو نماز کے لئے مسجد نہیں جانا چاہئے، مکروہ کہلائے گا۔

لیکن مسؤلہ صورت میں جیسا کہ لکھا ہے کہ وہاں پردہ کا اہتمام بھی نہیں ہے، مردوں کا گزرنا اور آنا جانا وہاں لگا رہتا ہے تو ان حالات میں وہاں جانا بالکل جائز نہیں ہے، ممنوع ہے۔

درمختار میں ہے: فساد زمانہ کے سبب عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد جانا مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۷۹﴾ درمیان نماز وضوء کا ٹوٹ جانا

سوال: اتفاقاً فرض نماز یا رمضان کے مہینہ میں وتر نماز میں یا سنت یا نفل نماز پڑھتے وقت دوسری یا تیسری رکعت میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ نماز کس طرح پوری کرنی چاہئے؟ کیا اسی حالت میں نماز ختم کر کے وضو کر کے پھر سے نماز پڑھنی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... درمیان نماز وضوء ٹوٹ جائے تو فوراً وضوء کر کے نماز میں شریک ہوکر بنا کر سکتے ہیں، یا دوبارہ از سر نو نماز پڑھ لینا بہتر ہے، بے وضوء نماز نہیں ہوتی، اس لئے بے وضو نماز ختم نہ کی جائے۔ (شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۸۰﴾ فجر کے بعد اسی جگہ طلوع آفتاب تک بیٹھے رہنے سے کیا ایک حج کا ثواب ملتا ہے؟

سوال: فجر کی نماز امام صاحب کے ساتھ ادا کر کے اسی جگہ طلوع آفتاب تک بیٹھے رہنے سے

کیا ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یا جو بھی ثواب ملتا ہوا گر وہ شخص سلام پھیرنے کے بعد یا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کھانسی کی وجہ سے یا بول و براز کی حاجت کے سبب اسے اٹھنا پڑے اور حاجت پوری کر کے پھر اسی جگہ بیٹھ جائے تو کیا موعودہ ثواب اسے حاصل ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فجر کی نماز کے بعد اشراق تک مسجد میں بیٹھے رہنے پر حدیث شریف میں جو حج اور عمرہ کا ثواب بتایا گیا ہے وہ اسی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ذکر میں مشغول رہنے پر بتایا گیا ہے، لہذا اس جگہ سے اٹھ جانے کے بعد وہ فضیلت کامل طور پر باقی نہیں رہتی، لیکن کسی خاص مجبوری یا ضرورت کے تحت وہاں سے اٹھنا پڑے اور پھر دوبارہ اسی جگہ پر واپس آجاوے تو کریم باری تعالی کے فضل سے امید ہے کہ وہ شخص بھی اس ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۸۱﴾ مصلے پر مقامات مقدسہ کی تصویر ہو تو

سوال: حال میں مساجد و گھروں میں جو مصلے استعمال ہوتے ہیں ان پر مقامات مقدسہ یا مقدس جگہوں کی تصویریں ہوتی ہیں، جیسے کہ مکہ شہر، کعبہ شریف، بیت المقدس وغیرہ کی تصویر بنی ہوئی ہوتی ہے، تو اسے استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا ان پر نماز پڑھنا جائز ہے؟ ان مقامات کے ساتھ مسلمانوں کو دلی عقیدت ہوتی ہے، اور مسلمان ہی ان پر نماز پڑھ کر انہیں پیروں تلے روندتے ہیں کیا یہ حرکت زیبا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وہ مصلے جن پر مقامات مقدسہ یا مقدس جگہوں کی تصویریں ہوں انہیں استعمال میں لانا جائز ہے۔ ان پر نماز پڑھنے میں یا ان تصویروں کے پیروں تلے آنے میں ان کی بے ادبی نہیں ہے، باوجود اس کے اگر کوئی احتیاط کرنا چاہے تو

وہ زیادہ اچھا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۸۲﴾ کیا سری نماز میں دو آیتیں جہراً پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا؟

سوال: سری نماز میں ایک شخص نے دو آیتیں جہراً پڑھ لیں، تو کیا اس سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مثلاً: عصر کی نماز میں الرحمن الرحیم تک جہراً قرأت کر لی پھر سراً پڑھنے لگا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صحیح قول کے مطابق چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت کے برابر سری نماز میں جہراً قرأت کر لینے سے یا جہری نماز میں اتنی مقدار سراً قرأت کر لینے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ مقدار کے مطابق جہراً قرأت کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو گیا، پاس میں کھڑا شخص کان لگا کر سننا چاہے تو سن سکے اتنی مقدار کو بھی جہر کہتے ہیں۔ (شامی، ہدایہ)

فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۸۳﴾ تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ کرنے کے بجائے کھڑے ہو جانا اور لقمہ دینے پر واپس بیٹھنا

سوال: تراویح کی دو رکعت سنت مؤکدہ میں دوسری رکعت پر امام صاحب بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے، پیچھے سے لقمہ دیا تو بیٹھے اور التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسؤلہ صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب تھا، لہٰذا سجدۂ سہو کے بغیر نماز ختم کی ہو تو اعادہ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۸۴﴾ کیا نماز مکروہ تحریمی ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہوتا ہے؟

سوال: نماز مکروہ تحریمی ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوا سے دوبارہ پڑھ لینا چاہیئے، اور سجدۂ سہو تب ہی واجب ہوتا ہے جب نماز میں کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے، اور اس وقت سجدۂ سہو کر لینے سے نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر سجدۂ سہو نہیں کیا یا واجب چھوٹنے کے علاوہ اور کسی سبب سے نماز مکروہ تحریمی ہوئی ہو تو نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اعادہ کرنا ضروری ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۸۵﴾ سورۂ فاتحہ، درود ابراہیم، تشہد مکرر پڑھ لیا تو

سوال: درود ابراہیم یا سورۂ فاتحہ یا التحیات نماز میں مکرر پڑھ لینے کا کیا حکم ہے؟ مذکورہ اوراد کتنی مقدار میں زائد پڑھ لینے پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سورۂ فاتحہ اگر مکرر پڑھ لی تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر پہلی یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت پڑھی پھر سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں دو مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو اس سے بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

صرف فرض کی پہلی اور دوسری رکعت میں اور سنن و نوافل کی سب رکعتوں میں مسلسل دو مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ اور یہ حکم چھوٹی تین آیتوں کے برابر پڑھ لینے پر واقع ہو جائے گا۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۱۷۶، عالمگیری: ۱/۴۶)

درود شریف قعدۂ اولیٰ میں دومرتبہ پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ اور اگر قعدۂ اخیرہ میں دومرتبہ پڑھ لیا تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (عالمگیری، زیلعی) اور اس میں صحیح قول کے مطابق **اللھم صل علی محمد** کی مقدار پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ اور کبیری میں لکھا ہے کہ **اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد** تک پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (ص:۴۳۳)

اسی طرح قعدۂ اولیٰ میں دومرتبہ تشہد پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا، اس لئے کہ ایک مرتبہ تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے فوراً کھڑا ہونا ضروری ہے، اس میں تاخیر ہونے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور قعدۂ اخیرہ میں دومرتبہ پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں مکرر درود شریف پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۸۶﴾ نماز میں فرض، واجب یا سنت کا چھوٹ جانا

سوال: نماز میں فرض کے چھوٹ جانے کا کیا حکم ہے؟ اور واجب کے چھوٹ جانے کا کیا حکم ہے؟ سنت کے چھوٹ جانے کا کیا حکم ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز میں جو چیزیں فرض ہیں ان کے عمداً یا سہواً چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی، نماز دہرانی پڑے گی۔ (یعنی دوبارہ پڑھنی پڑے گی) اور جو چیزیں واجب ہیں ان کے بھول سے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے، اور جو چیزیں سنت ہیں وہ عمداً یا سہواً چھوٹ جائیں تو اس سے نماز کے ثواب میں کمی آتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۸۷﴾ امام کا پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوتے ہی مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ جانا

سوال: امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں تھے لیکن انہیں یہ پہلا ہی قعدہ ہے ایسا خیال تھا اور وہ تکبیر کہہ کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہونے ہی والے تھے کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو سنتے ہی وہ بیٹھ گئے، صرف بدن کو حرکت ہی دی تھی، جس کی وجہ سے امام صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا، تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں امام صاحب کھڑے نہیں ہوئے، صرف کھڑے ہونے کی حرکت کی اور بیٹھ گئے، تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، لہذا نماز صحیح ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۸۸﴾ امام صاحب کا تیسری رکعت پر قعدہ میں بیٹھ جانا اور لقمہ کے ملنے پر کھڑا ہونا

سوال: چار رکعت فرض نماز میں امام صاحب تیسری رکعت پر قعدہ میں بیٹھ گئے اور لقمہ ملنے سے کھڑے ہو گئے تو سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار امام صاحب بیٹھے رہے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اس سے کم میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۱/ ۴۸۷، ۴۹۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۸۹﴾ امام صاحب بھول سے دل ہی میں تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے تو

سوال: امام صاحب ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا بھول گئے بلکہ دل ہی میں پڑھ کر رکوع میں چلے گئے، پیچھے سے ایک مقتدی نے

لقمہ دیا جس سے دوسرے مقتدی بھی رکوع میں گئے، تو اس بھول سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اس لئے کہ امام صاحب نے بغیر سجدۂ سہو کے نماز ختم کی تو پوچھنا یہ ہے کہ امام صاحب اور مقتدیوں کی اور لقمہ دینے والوں کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سجدۂ سہو تب کرنا ضروری ہے جب بھول سے کوئی واجب چھوٹ جائے اور اگر چھوٹنے والی چیز واجب نہ ہو تو سجدۂ سہو کرنا بھی واجب نہیں ہے لہذا مسؤلہ صورت میں تکبیر بلند آواز سے کہنے کے بجائے دل ہی میں کہی تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اس لئے کہ تکبیر بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔ (شامی: ۳۱۹)

﴿۵۹۰﴾ امام کا سجدۂ سہو کرنا مقتدی کی طرف سے بھی کافی ہے۔

سوال: مغرب کی نماز کی دوسری رکعت میں امام صاحب بھول سے کھڑے ہو گئے، اور تیسری رکعت کے بعد سجدۂ سہو کرلیا، نماز کے بعد امام صاحب نے کہا کہ میری نماز سجدۂ سہو کرنے سے ٹھیک ہوگئی، آپ اپنی نماز دوبارہ پڑھ لیں، اس لئے کہ آپ لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، تو مقتدیوں نے دوبارہ نماز پڑھ لی۔

پھر دو تین مصلیوں نے اختلاف کیا، اور کہا کہ تمہاری نماز ہوگئی اور ہماری نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟ بالکل گنوار کی طرح نماز پڑھاتے ہو، تو پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کہنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں امام صاحب کا بھول سے قعدہ چھوٹ گیا، اور پھر انہوں نے سجدۂ سہو کرلیا لہذا امام کی بھی نماز ہوگئی اور مقتدیوں کی بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرنے سے ان کی بھی نماز صحیح ہوگئی۔ مقتدیوں کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت

نہیں تھی۔امام صاحب سے مسئلہ بتانے میں غلطی ہوئی ہے۔

اور چند مصلیوں کا ایسا کہنا کہ ’’بالکل گنوار کی طرح نماز پڑھاتے ہو‘‘ بہت ہی غلط بات ہے۔توبہ کرنی چاہئے۔اور آئندہ ایسے کلام سے پرہیز کرنا چاہئے۔اور امام صاحب کو صحیح مسئلہ معلوم نہ ہو تو نہیں بتانا چاہئے،کسی اچھے عالم،متقی اور پرہیزگار کو امام بنانا چاہئے،ایسا کہنے والا اس امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی،اور امام امامت کرانے کے لائق ہو تو خواہ مخواہ حیران و پریشان نہیں کرنا چاہئے،اس سے پرہیز ضروری ہے،اس لئے کہ امام کا مرتبہ بہت ہی بڑا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۹۱﴾ تیسری رکعت پر امام کا بیٹھ جانا اور لقمہ ملنے پر کھڑے ہو جانا

سوال: فرض نماز کی تیسری رکعت پر امام صاحب بھول سے بیٹھ گئے اور پھر کھڑے ہو گئے اور چوتھی رکعت ختم کر کے سلام پھیر دیا۔تو مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوا یا نہیں؟ فقہ وسنت کی روشنی میں

نوٹ:امام صاحب اتنی دیر بیٹھے تھے جتنی دیر میں تین مرتبہ **سبحان اللہ یا اللھم صل علی محمد** کہا جا سکتا ہے،لہذا کیا حکم ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام صاحب تیسری رکعت پر اتنی دیر بیٹھے رہے جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتا ہے تو اس سے سجدۂ سہو کرنا واجب ہو گیا۔(شامی:۱)

﴿۵۹۲﴾ چار رکعت والی نماز میں امام صاحب نے دوسری رکعت پر ایک طرف سلام پھیر دیا پھر مقتدی نے لقمہ دیا تو اب امام صاحب کیا کرے؟

سوال: امام صاحب چار رکعت والی نماز پڑھا رہے ہوں،اور دوسری رکعت کے قعدہ میں

بھول سے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر دیا اور پھر مقتدی نے لقمہ دیا تو اب امام صاحب کیا کرے؟ لقمہ لے کر کھڑے ہو جانا چاہئے اور سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کرنی چاہئے؟ یا پوری نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مسؤلہ صورت میں سہواً (درمیان نماز) سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، لہذا باقی رکعتیں پوری کر کے اخیر میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے، اس لئے کہ قعدۂ اولی میں التحیات کے بعد درود و دعا پڑھنے سے تاخیر ہوئی تیسری رکعت کے قیام میں، لہذا اس سے سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۹۳﴾ تیسری رکعت میں بسم اللہ پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

سوال: امام صاحب نے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد ختم ہونے کے بعد بھول سے سورت ملانے کے ارادے سے بسم اللہ پوری پڑھ لی، اور یاد آ گیا کہ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت ملانا نہیں ہے، تو کیا بسم اللہ کے پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت ملانا نہیں ہے، پھر بھی اگر کسی نے بھول سے یا جان بوجھ کر بسم اللہ یا سورت پڑھ لی تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (طحطاوی، شرح مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۵۹۴﴾ کیا سورۂ فاتحہ واجب ہے؟

سوال: کوئی شخص فرض نماز کی پہلی یا دوسری رکعت میں جان بوجھ کر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے

تو کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں مکمل سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام اور منفرد کے لئے واجب ہے۔ لہذا جان بوجھ کر اس واجب کو چھوڑ دینے سے نماز واجب الاعادہ یعنی دوبارہ پڑھنی ضروری ہوگی۔ اور اگر سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۹۵﴾ عمداً سراً قرأت کرنا

سوال: کبھی دل میں شوق ہوتا ہے تو زور سے قرأت کرنے میں مزہ آتا ہے، لیکن اس طرح کرنے میں کبھی نفل نماز میں زور سے شروع کی ہوئی قرأت والی نماز میں آہستہ اور آہستہ شروع کی ہوئی نماز میں زور سے قرأت کرنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے؟ نماز کے لئے کیا حکم ہے؟ اس صورت میں کیا سجدۂ سہو لازم آتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نوافل اگر دن میں پڑھی جائیں تو سراً قرأت کرنا واجب ہے، اور رات کی نوافل میں اختیار ہے چاہے جہر کرے یا سر کرے۔ لہذا مسؤلہ صورت رات کو پیش آئے تو اس میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ لیکن ایک ہی رکعت میں جہر بھی کیا جائے اور سر بھی کیا جائے یہ مناسب نہیں ہے، لہذا کوئی بھی ایک طریقہ ہی اپنانا چاہئے۔ البتہ رات کی نوافل میں جہراً افضل ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ: ۱۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۹۶﴾ منفرد سری نماز میں اگر جہر کرے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

سوال: ایک شخص ظہر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھ رہا ہے اور وہ اتنی زور سے قرأت کرتا ہے کہ ساتھ میں نماز پڑھنے والے شخص کو اس کی آواز سنائی دیتی ہے تو کیا اتنی زور سے

قرأت کرنے سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہری نماز میں جہراً قرأت کرنا اور سری نماز میں سراً قرأت کرنا واجب ہے۔ اس لئے ظہر کی نماز میں تصحیح حروف ہو جائیں اس کا خیال رکھ کر سراً قرأت کرنا چاہئے، پڑوس میں کھڑے ہوئے شخص کو آواز سنائی دے اتنی زور سے قرأت کرنا جہر میں داخل ہے، اور مقدار واجب کے برابر سری نماز میں جہر سے قرأت کر لی تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ اور اگر بالقصد جہر کیا تو نماز مکروہ ہوگی۔ (عالمگیری: ۱/۱۲۸)

﴿۵۹۷﴾ در بابت سجدۂ سہو

سوال: دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا، تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ ایک روایت کے مطابق جائز ہے، لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں طرف سلام پھیر دیا تو اب سجدۂ سہو نہ کرے، بلکہ نماز دہرالے۔

تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور میں اس کے متعلق جدا جدا تفصیل ہے، تو اس بارے میں تحقیقی رائے سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر نماز میں کوئی واجب بھول سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوتا ہے، قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے، اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، (اس لئے کہ اس مسئلہ میں دونوں طریقے صحیح بتائے گئے ہیں اس لئے دونوں کی گنجائش ہے) لیکن ایک طرف سلام پھیرنے کو بہت سے محقق علماء نے پسند کیا ہے، لہذا صرف دائیں طرف سلام پھیرنا چاہئے۔ (شامی، بحر: ۱/۶۹۱، عالمگیری: ۱/۴۵، طحطاوی، مراقی الفلاح: ۲۷۷،

۲۷۸)، اور دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، یہی صحیح قول ہے۔ (عین الہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۵۹۸﴾ سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو

سوال: نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی سورت ملائی، پھر دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟ چاہے کوئی بھی نماز ہو سنت، نفل اور واجب یا فرض سب کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......خلاصۃ الفتاویٰ:۱۷۶ پر لکھا ہے کہ پہلے سورۂ فاتحہ پڑھی پھر سورت ملائی پھر دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

﴿۵۹۹﴾ سورۂ فاتحہ اور سورت دونوں پڑھنا بھول جائے تو

سوال: نماز کی چاروں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بھی یاد نہ رہے اور سورت پڑھنا بھی یاد نہ رہے تو کیا سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی؟ صرف کھڑے کھڑے سوچتا رہا اور ارکان ادا کر لئے، قرأت نہیں کی، تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے، اس لئے مسؤلہ صورت میں نماز دہرانی پڑے گی۔

﴿۶۰۰﴾ سجدۂ سہو کے واجب ہونے کے باوجود نہیں کیا تو کیا نماز دہرانی پڑے گی؟

سوال: ہماری بستی کے امام صاحب فرض نماز کی اخیری رکعت میں قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنے کے بجائے تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے، پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا تو امام صاحب بیٹھ گئے، اور سجدۂ سہو نہیں کیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو مسؤلہ صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا

یا نہیں؟ اور امام صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا ہے، تو کیا نماز ہوئی یا نہیں؟ سجدۂ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ نیز امام صاحب سے یہ دوسری مرتبہ ایسی غلطی ہوئی ہے امام صاحب کا کہنا ہے کہ بیٹھنے میں تین تسبیح کے بقدر دیر نہیں ہوئی تھی اسلئے سجدہ واجب نہیں تھا، لہذا نماز ہوگئی، تو صحیح مسئلہ بتا کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......فتاویٰ عالمگیری میں ہے: و یجب اذا قعد فیما یقام او قام فیما یجلس فیه۔ الخ: یعنی قعدۂ اخیرہ کرنے کے بجائے بھول سے کھڑے ہو جانے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، امام صاحب کا کہنا کہ تین تسبیح کی مقدار کے برابر دیر نہیں ہوئی تھی اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اس موقع کے لئے صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ قعود کے موقع پر قیام کا ثبوت ہو چکا ہے اور یہاں سجدہ سے فارغ ہو کر فوراً قعدہ کرنا ضروری تھا اس میں کھڑے ہونے کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ اور بغیر سجدۂ سہو کے نماز ختم کی ہے لہذا وقت کے اندر نماز کا اعادہ واجب ہے۔ لیکن اب وقت بھی ختم ہو چکا ہے اس لئے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۰۱﴾ سورۂ فاتحہ میں سے کوئی ایک آیت کا سہواً چھوٹ جانا

سوال: کسی امام سے بھول سے سورۂ فاتحہ میں سے ایک آیت چھوٹ جائے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ یا سجدۂ سہو کرنا ضروری ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اس لئے اگر بھول سے اس کی ایک آیت چھوٹ جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق

سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

﴿۶۰۲﴾ ثنا چھوٹ جاوے تو کیا حکم ہے؟

سوال: تراویح میں امام صاحب سے بھول سے ثنا چھوٹ جاوے، یعنی وہ سیدھے ہی الحمد پڑھنے لگیں تو نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟ یا نماز دہرانی چاہئے؟
اگر امام صاحب سہو کا سجدہ کریں تو نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟ ورنہ کیا کرنا چاہئے؟ نماز کا اعادہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......ثنا پڑھنا نماز میں سنت ہے۔لہذا ثنا کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اس لئے سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے۔
سجدۂ سہو تب واجب ہوتا ہے جب کوئی واجب بھول سے چھوٹ جائے، اور مسؤلہ صورت میں کوئی واجب نہیں ترک ہوا ،لہذا سجدۂ سہو واجب نہیں تھا اور کر لیا تو فتاویٰ دار العلوم (دیوبند) میں لکھا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿۶۰۳﴾ امام کی بھول سے نماز دہرانی پڑے تو اس میں کون کون شامل ہوسکتا ہے؟

سوال: امام صاحب سے نماز میں کوئی واجب بھول سے چھوٹ جاوے اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا اور نماز کے بعد یاد آیا جس سے نماز دہرانی پڑے تو اس دوسری نماز میں کون کون لوگ شریک ہو سکتے ہیں؟ جو لوگ پہلی جماعت میں شامل نہیں تھے وہ لوگ اب آویں تو کیا اس دوسری جماعت میں وہ شامل ہو سکتے ہیں؟ ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر کسی فرض کے چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز دہرانی پڑے یا نماز کے فاسد ہونے کی وجہ سے اعادہ کیا جا رہا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں کسی فرض کے چھوٹ جانے کی وجہ سے یا نماز میں مفسد صلاۃ کسی امر کے پیش آنے کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھنی پڑے تو پہلی نماز چونکہ ادا نہیں ہوئی ہے اس لئے فرض کے باقی رہنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھتے وقت جو بھی شریک ہونا چاہے سب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔

لیکن اگر نماز میں کوئی واجب اصلی رہ گیا یا بھول سے چھوٹ گیا جس کی وجہ سے نماز دہرانی پڑے تو جو لوگ پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے اور اس دوسری مرتبہ دہرانے والی نماز میں شریک ہوئے ہیں ان کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ وہ تنہا اپنی نماز پڑھ لیں، عبادات میں احتیاطی پہلو اختیار کرنا چاہئے۔

اصل میں اس مسئلہ میں فقہاء احناف میں اختلاف ہے، بعض کا کہنا ہے کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو گیا، اور تکمیل دوسری نماز سے ہو رہی ہے اس لئے تکمیل اور اعادہ والی نماز میں جو لوگ شریک ہوئے ہیں انہیں اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔

جبکہ دوسرے فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ نمازِ اول مکمل طور پر صحیح ادا نہیں ہوئی تھی اس لئے دوبارہ نماز کا اعادہ کیا جا رہا ہے اور وہ بھی فرض ہی کے حکم میں ہے اس لئے دوسری نماز میں شریک ہونے والوں کو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن قول اول مختار ہے کہ پہلی نماز سے فرض ادا ہو چکا ہے۔ (شامی: ۱/۳۰۷)

﴿۶۰۴﴾ امام کو لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی؟

سوال: عصر کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ہو رہی تھی، اس میں امام صاحب دو رکعتوں کے بعد کا قعدہ بھول گئے، تو پیچھے سے دو تین مقتدیوں نے لقمہ دیا تو امام صاحب نے سہو کا

سجدہ کیا اور نماز کے بعد جنہوں نے لقمہ دیا تھا انہیں دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ اب جب لقمہ دیا تب تو امام صاحب کو معلوم ہوا کہ میری بھول ہوئی ہے، تو پھر جن لوگوں نے لقمہ دیا تھا انہیں دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت کیوں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں پر کیا جانے والا قعدۂ اولیٰ واجب ہے، لہذا اگر یہ چھوٹ جائے تو آخر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاتی ہے، دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ)

امام سے نماز میں کوئی ایسی بھول ہو جائے کہ جس سے فساد نماز کا اندیشہ ہو تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سے مقتدی کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی۔ لہذا مسؤلہ صورت میں امام کا لقمہ دینے والے کو نماز پھر سے پڑھنے کے لئے کہنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۰۵﴾ وتر یا فرض مکرر پڑھنا

سوال: کسی وجہ سے مقتدی اور امام دونوں پھر سے نماز پڑھنے کے لئے تیار اور راضی ہو جائیں تو کیا وہی نماز سجدۂ سہو سے صحیح ہو جانے کے بعد پھر سے وہی امام اور وہی مقتدیوں کے ساتھ دوبارہ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو گئی ہو تو دوسری مرتبہ وہی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، (چاہے سب لوگ اس پر راضی کیوں نہ ہوں)۔ جب شریعت کہتی ہے کہ نماز صحیح ہو گئی، اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں! ہم دوبارہ پڑھیں گے تو یہ فعل کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۰۶﴾ قرأت میں بھول ہونے سے کیا سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: امام صاحب نے عشاء کی نماز میں سورۂ قدر شروع کی، اور سورۂ بینہ کی آخری آیتوں پر پہنچ گئے، نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسؤلہ صورت میں نماز تو ہوگئی، لیکن سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے کہ سجدۂ سہو تو تب واجب ہوتا ہے کہ جب نماز میں کوئی واجب بھول سے چھوٹ جائے یا کسی واجب کے ادا کرنے میں تاخیر ہوئی ہو، اور یہاں ان دونوں امروں میں سے کوئی نہیں تھا لہذا سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے تھا، البتہ سجدۂ سہو واجب نہ ہو پھر بھی کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اس لئے مسؤلہ صورت میں صرف اسی وجہ سے نماز کے فساد کا حکم نہیں لگے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۰۷﴾ پیش امام صاحب سے ہر نماز میں بھول ہوجانا

سوال: پیش امام صاحب ہر نماز میں بھول کرتے ہیں اور تقریباً روزانہ سجدۂ سہو کرتے ہیں، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اچھا ہے یا پھر تنہا پڑھ لینا اچھا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ۲۷/درجہ زیادہ ثواب ہے، نیز جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، اور اگر بھول سے سجدۂ سہو واجب ہوجائے تو سجدۂ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجاتی ہے، لہذا تنہا نماز نہیں پڑھنی چاہئے، جماعت کے ساتھ ہی پڑھنی چاہئے۔

اگر امام صاحب ہر نماز میں بھول کرتے ہوں اور دھیان رکھ کر نماز نہ پڑھتے اور پڑھاتے ہوں تو مناسب طور پر انہیں علیحدہ کرکے کوئی دیندار، متقی اور پرہیزگار شخص کو امام مقرر کرلینا

چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۰۸﴾ امام کا پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جانا اور لقمہ کے ملنے پر بیٹھ جانا اور بغیر سجدۂ سہو کے نماز ختم کرنا

سوال: امام صاحب عصر کی چار رکعت فرض نماز پڑھا رہے تھے، بھول سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے، لیکن مقتدی کے لقمہ دینے سے پورے کھڑے ہو جانے کے باوجود فوراً بیٹھ گئے، لیکن سہو کا سجدہ نہیں کیا اور نماز ختم کی تو کیا نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

ایک مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ مذکور امام صاحب تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں اتنی دیر کھڑے نہیں رہے تھے اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، تو صحیح مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... امام صاحب چار رکعت والی فرض نماز میں بھول سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے اور لقمہ کے ملنے سے بیٹھ گئے تو اس سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (شامی، درمختار: ۵۰۱)

اس لئے کہ مکمل کھڑے ہو جانے کی وجہ سے تشہد پڑھنے میں اور سلام پھیرنے میں دیر ہوئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۰۹﴾ سورۂ حج کا دوسرا سجدہ واجب نہیں ہے۔

سوال: ستر (۱۷) ویں پارہ کے اخیر میں جو سجدۂ تلاوت کی آیت ہے وہاں سجدہ کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر لازم نہ ہو اور کیا جائے تو اس سے تراویح میں کوئی حرج آئے گا؟ اور اگر کوئی حرج ہو تو اب اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... یہ سجدہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تلاوت کا

سجدہ نہیں ہے، اس لئے اس کے پڑھنے سے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اس لئے وہاں سجدہ نہیں کرنا چاہیئے، لیکن اگر کوئی شخص اس جگہ سجدہ واجب سمجھ کر سجدہ کر لے گا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ سجدہ واجب نہ ہونے کے باوجود نماز میں سجدہ کرنا مکروہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۰﴾ سورۂ حج کے دوسرے سجدہ کا حکم

سوال: قرآن شریف کی تلاوت کے وقت جب کہ نماز میں نہ ہو یہ سجدہ کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اس وقت بہتر یہ ہے کہ کر لیا جائے، تا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق واجب سر سے اتر جائے۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۱﴾ سورۂ حج کا دوسرا سجدہ کیوں واجب نہیں ہے؟

سوال: یہ سجدہ بھی مستقل ایک سجدہ ہی ہے پھر اس کی تلاوت سے سجدہ واجب کیوں نہیں ہوتا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ مستقل سجدہ نہیں ہے، اس میں ساتھ میں رکوع کا بیان بھی ہے، جس سے نماز مراد ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۲﴾ سائکل پر سوار بار بار آیت سجدہ پڑھے تو

سوال: ایک شخص سائکل پر سوار ہے، اور وہ سجدہ کی ایک ہی آیت کی بار بار تلاوت کر رہا ہے،

تو اس پر کتنے سجدے واجب ہوں گے؟ ایک سجدہ یا جتنی مرتبہ تلاوت کرے اتنے سجدے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سائکل پر سوار سواری کی حالت میں جتنی مرتبہ آیت سجدہ کی تلاوت کرے گا اتنے سجدے واجب ہوں گے، جیسے کہ گھوڑ سوار پر واجب ہوتے ہیں۔(طحطاوی علی مراقی:۲۹۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۱۳﴾ سجدۂ تلاوت کا کیا مطلب ہے؟

سوال: سجدۂ تلاوت کا کیا مطلب ہے؟ کب اور کس وجہ سے اور کس طرح واجب ہوتا ہے؟ تراویح لاؤڈ اسپیکر سے ہو رہی ہو اس وقت عورتیں بھی سنتی ہیں تو ان پر مذکورہ سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ اس کے واجب ہونے کا سبب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پورے قرآن میں ایسی ۱۴؍آیتیں ہیں جنہیں پڑھنے سے یا سننے سے سجدے کرنا واجب ہوجاتا ہے، ان ۱۴؍آیتوں میں انبیاء ورسل کے اعمال اور سجدے کرنا بتایا گیا ہے، اس لئے ان کی اتباع میں اور بعض آیتوں میں کافروں کی نافرمانی اور سجدہ نہ کرنے کی حالت کو بیان کیا گیا ہے اس لئے ان کی مخالفت اور اللہ تعالی کی فرمانبرداری کے لئے اور بعض آیتوں میں اللہ تعالی نے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اس کی اتباع میں سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ لہذا مذکورہ آیتیں پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، اور وہ پوری زندگی کے دوران کبھی بھی ادا کیا جاسکتا ہے، لیکن فوراً ادا کرلینا بہتر ہے۔

تراویح میں لاؤڈ اسپیکر میں سجدہ کی آیت کی آواز عورتوں کے کانوں میں پہنچتی ہوں اور وہ حیض ونفاس سے پاک ہوں تو ان پر بھی سجدہ واجب ہوجائے گا۔(شامی، درمختار، ہدایہ)

﴿۶۱۴﴾ سجدۂ تلاوت کے لئے قیام شرط نہیں ہے؟

سوال: سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ بتائیں، کسی شخص نے بیٹھے بیٹھے سجدۂ تلاوت کیا تو ادا ہوگا یا نہیں؟ کیا سجدۂ تلاوت کے لئے قیام شرط ہے؟ یا بیٹھے بیٹھے بھی ادا ہو جائے گا؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہتر طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، لیکن بیٹھ کر بھی ادا کرے گا تو ادا ہو جائے گا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۵﴾ چودھویں پارہ کی سجدہ کی آیت میں وللہ یسجد پڑھ کر سجدہ کر لیا پھر دوسری رکعت میں یخافون والی آیت پڑھی تو کیا حکم ہے؟

سوال: تراویح میں ۱۴/ویں پارہ کی سجدہ والی آیت **ولله يسجد ما فى السموت و ما فى الارض من دابة و الملائكة و هم لا يستكبرون**۔ صرف ایک ہی آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا اور پھر کھڑے ہو کر **يخافون ربهم من فوقهم و يفعلون ما يؤمرون** والی آیت پڑھ کر رکوع کیا۔ تو سجدہ ادا ہوا یا نہیں؟

کیا یہ دونوں آیتیں پھر سے دہرانی پڑے گی؟ دوسری آیت سجدۂ تلاوت ہے یا نہیں؟ یہاں سجدۂ تلاوت کی آیت ایک ہے یا دو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ۱۴ ویں پارہ میں سورۂ نحل میں جو سجدۂ تلاوت ہے اس کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ دونوں آیتیں ختم کر کے **ما يؤمرون** پر سجدہ کیا جائے جیسا کہ فقہ کی ہر کتاب میں لکھا ہے، البتہ عالمگیری میں سجدہ کی پہلی آیت **لا يستكبرون** پر سجدہ کا واجب ہونا بتلایا ہے۔ لہذا مسؤلہ صورت میں اتنی آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا تو واجب ادا ہو گیا، اس کے

بعد کی دوسری آیت پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ سجدہ کا لفظ پہلی آیت میں آ گیا۔ (عالمگیری: ۱/۱۳۲، مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۶﴾ مجبوراً نماز قضا ہو جائے تو کیا گناہ نہیں ہوگا؟

سوال: ایک شخص وضو کر کے بس میں سوار ہوا، راستہ میں وضو ٹوٹ گیا، بس میں اتنا ازدحام تھا کہ نہ نیچے اتر سکتا تھا اور نہ وضو کر سکتا تھا، نہ تیمّم، بس میں کھڑا رہنا ایک مصیبت تھی، تو وہ شخص اپنی نماز کیسے ادا کرے؟ دوران سفر نماز کے قضا ہو جانے کا اندیشہ ہے، ایکس پریس بس ہونے کی وجہ سے کبھی بس رکتی ہے تو صرف پانچ منٹ رکتی ہے، جس میں نہ نماز پڑھ سکتے ہیں نہ وضو کر سکتے ہیں، تو اس شخص کے لئے نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اگر ایسی ہی حالت ہو کہ نہ وضو کر سکتا ہو، نہ تیمّم کرنے کی گنجائش ہو، نہ کھڑے رہ سکتا ہو اور نہ نماز پڑھ سکتا ہو تو ایسی حالت میں مجبوری کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۷﴾ قضاء کے لئے سنتیں چھوڑنا

سوال: قضائے عمری جلدی ختم ہو جائے اس وجہ سے سنت اور نفل چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عمر بھر میں قضا شدہ نمازوں کی قضا کرنا فرض ہے۔ اس لئے نفل میں مشغول ہونے سے ان قضا نمازوں کو پڑھنے کا وقت نہ ملے یا کم ملے تو نوافل چھوڑ کر باقی قضا نمازیں پہلے ادا کر لینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۱۸﴾ نماز اور روزہ کے فدیہ سے متعلق

سوال: میری والدہ پانچ مہینہ سے مرض کے سبب صاحب فراش ہیں، کھڑے یا بیٹھے

ہوئے بھی نماز نہیں پڑھ سکتیں، سال رواں ۲۶ ویں روزے کو والدہ کا انتقال ہو گیا، مرحومہ پر چار پانچ مہینوں کی نمازیں قضا ہیں نیز تین روزے ذمہ میں باقی ہیں۔

تو مذکورہ نمازوں اور روزوں کا کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اور کتنا دینا ضروری ہے؟ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرحومہ نے نماز اور روزوں کے فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو والدہ کے متروکہ مال کے تیسرے حصہ سے وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور اگر وصیت نہ کی ہو، لیکن آپ اپنی مرضی سے اپنے مال یا حصہ سے فدیہ ادا کرنا چاہتے ہوں تو آپ دے سکتے ہیں اور اللہ کی کریم ذات سے امید ہے کہ ان کے نماز اور روزہ کے بدلے میں قبول فرمالیں گے۔

دونوں صورتوں میں فدیہ میں ایک روزہ کے بدلہ ایک صدقۂ فطر کی مقدار اور ایک نماز کے لئے بھی ایک صدقۂ فطر کی مقدار دینی چاہئے، یعنی ایک دن کی چھ نمازیں (وتر کے ساتھ) شمار کر کے تین صاع گیہوں (چھ صدقۂ فطر کی مقدار) اور ایک روزہ کے بدلہ آدھا صاع گیہوں سے حساب کر کے دیا جائے۔

آدھا صاع گیہوں ہمارے حساب کے مطابق ایک کیلو ۶۶۲ رگرام اور ایک صاع گیہوں ہمارے حساب کے مطابق ۳ کیلو ۳۲۴ رگرام ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۱۹﴾ پیرانہ سالی کی وجہ سے پاکی کا خیال نہیں رہتا اس کے لئے نماز کا کفارہ

سوال: بعد سلام مسنون: آنجناب سے ایک مسئلہ میں رہبری کا خواستگار ہوں، جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کی عمر تقریباً ۹۰ سال کی ہے، وہ چل پھر نہیں سکتے ، ہوش وحواس صحیح سالم ہیں لیکن پا کی وناپا کی کا خیال نہیں رہتا ہے وہ شخص کبھی کبھی اپنی اولاد کو بھی نہیں پہچان سکتا ہے کبھی بچوں جیسا برتاؤ کرتا ہے اس کے تندرست ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے ، پچھلے تین سال سے اس کی یہی حالت ہے، اوراس وقت سے ان کی نمازیں قضا ہو گئی ہیں۔تو پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کی نمازوں کا کفارہ ان کی حیات ہی میں دینا چاہئے یا ان کے انتقال کے بعد دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......مسؤلہ صورت میں مذکورشخص کی عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اس لئے ذہنی کمزوری اور پیرانہ سالی کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی ہے،جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ہے کہ بچوں جیسی حالت ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی شرعی احکام ان پر سے ختم نہیں ہوتے ، جب تک ہوش وحواس باقی ہوں نماز اور پا کی وناپا کی کا حکم بھی باقی رہے گا، کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکیں تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکیں تو سوتے سوتے اوراس کی بھی سکت نہ ہوتو اشارہ سے اوراشارہ سے پڑھنے پر بھی قدرت نہ ہواور پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک یہ حالت رہے تو نمازیں معاف ہوجائیں گی۔(شامی:۵۷۰/۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۲۰﴾ عشاء کی فرض نماز فاسد ہوجائے تو وتر کی بھی قضا کرنی ضروری ہے؟

سوال: اگرعشاء کی فرض نماز فاسد ہو جائے اور دوسرے دن معلوم ہوکہ گذشتہ کل کی عشاء کی نماز فاسد ہوگئی ہے تو اب صرف فرض کی قضا کرنی چاہئے یا وتر کی بھی قضا کرنی ضروری ہے

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ صرف فرض کی ہی قضا کی جائے گی،تو کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟ اگر

صحیح ہے تو پھر وتر کا وقت عشاء کی نماز کے بعد بتایا جاتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مذکورہ مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا اختلاف ہے، امام صاحب کا قول یہ ہے کہ وتر اس کے وقت میں پڑھی گئی ہے اس لئے اب اس کی قضا کی ضرورت نہیں ہے، اور صاحبین کا کہنا ہے کہ پہلے عشاء اور اس کے بعد وتر اس ترتیب سے پڑھنا ضروری ہے، اور مذکورہ مسئلہ میں اس ترتیب سے نماز نہیں ہوئی ہے اس لئے عشاء کی قضاء کے ساتھ وتر کی بھی قضاء کرنی ضروری ہے۔ (ہدایہ: ۱۳۶، شامی: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۲۱﴾ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کب کرنی چاہئے؟

سوال: پانچوں نمازوں میں سے اگر کوئی بھی ایک نماز کسی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس نماز کو کب پڑھنا چاہئے؟ مثلاً: ظہر کی نماز کے وقت بس سے سفر کرنے کی وجہ سے ظہر کی نماز چھوٹ گئی، اور عصر تک قضا پڑھنے کا وقت نہیں ملا، تو اب یہ ظہر کی نماز کب پڑھنی چاہئے؟ یعنی یہ چھوٹی ہوئی نماز کب تک پڑھ لینی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کسی خاص مجبوری یا عذر کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو جتنا ہو سکے اتنی جلدی یاد آتے ہی یا وقت ملتے ہی پہلے اسے پڑھ لینا چاہئے۔ مکروہ اوقات میں قضا نماز نہیں پڑھ سکتے، جیسا کہ مسؤلہ صورت میں ظہر کی نماز کا وقت ختم ہو گیا تو عصر سے پہلے یا عصر کے بعد مکروہ وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھ لینا چاہئے۔

اور اگر مذکور شخص صاحب ترتیب ہو تو اسے پہلے ظہر پڑھنی چاہئے پھر عصر پڑھنی چاہئے، اور اس ترتیب کا لحاظ رکھنا اس کے لئے ضروری ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۲۲﴾ فجر اور ظہر کی سنتوں کی قضا

سوال: فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر ظہر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو کب پڑھی جائیں؟ اور کیا نیت کرنی چاہئے؟ قضا کی نیت کریں یا ادا کی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ظہر کی چار رکعت سنت مؤکدہ فرض سے پہلے پڑھنا رہ جائے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق فرض کے بعد پڑھ لی جائیں، اور وقت پر پڑھنے کی وجہ سے قضا نہیں کہلائیں گی، اس لئے ادا کی ہی نیت کرنی چاہئے، البتہ اول دو رکعت سنت فرض کے بعد کی پڑھ لیں پھر یہ چار رکعت سنت پڑھیں (عالمگیری)

اور اگر فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ چھوٹ گئی ہوں تو اسی دن کے زوال سے پہلے اگر فجر کی قضا کی جائے تو فرض کے ساتھ سنتوں کی قضا بھی پڑھ سکتے ہیں، اور دونوں قضا سمجھی جائیں گی، لہذا نیت قضا کی کریں گے۔ دوسری کسی بھی صورت میں صحیح قول کے مطابق سنتوں کی قضا کرنا درست نہیں ہے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۲۳﴾ فجر اور ظہر کے درمیان اور عصر اور مغرب کے درمیان قضا نماز پڑھنا

سوال: صبح صادق کے بعد فجر اور ظہر کے درمیان کے وقت میں کیا پچھلے دس سالوں کی قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟ سننے میں آیا ہے کہ اس وقت نفل نمازیں نہیں پڑھ سکتے ہیں، تو چاشت اور اشراق کی نماز جو کہ نفل ہیں ان کو پڑھنا کیوں کر جائز ہے؟ (مجھے اس مسئلہ کا کچھ علم نہیں ہے اس لئے خاص جاننے کے لئے پوچھا ہے) اسی طرح عصر اور مغرب کے درمیان کے وقت میں کیا قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فجر کی نماز سے پہلے اور فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب

تک کوئی بھی نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، منع ہے۔ فجر کی فرض نماز سے پہلے صرف دو رکعت سنت پڑھنا ہی درست ہے۔ البتہ اس وقت میں اپنی پچھلی قضا نمازیں جتنی چاہیں پڑھ سکتے ہیں، کچھ حرج نہیں ہے۔ اسی طرح طلوع آفتاب ہوتے ہی یہ مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد استواء تک جتنی قضا نمازیں پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں، آپنے اس وقت قضا اور نفلیں نہ پڑھنے کے بارے میں سنا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح عصر کی نماز کے بعد نفلیں پڑھنا منع ہے، البتہ اس وقت بھی مکروہ وقت کے شروع ہونے سے پہلے قضا نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ (طحطاوی، شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۲۴﴾ ایک نماز قضا ہوئی اور دوسری نماز کا وقت آگیا تو اول کونسی نماز پڑھنی چاہئے؟

سوال: میری ظہر کی نماز چھوٹ گئی، اور قضا ہوگئی، میں ملازمت سے دیر سے آیا اور عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تو مجھے اول ظہر پڑھنی چاہئے یا عصر پڑھنی چاہئے؟

میری عصر کی نماز پڑھنی باقی ہے، اور مغرب کا وقت ہونے میں تھوڑی ہی دیر باقی ہے، تو کیا پہلے عصر کی نماز پڑھنی چاہئے؟ ظہر کی نماز پڑھنے میں عصر کا وقت چھوٹ جاتا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

نوٹ: میرے گھر سے مسجد پانچ کلومیٹر دور ہونے کی وجہ سے میں گھر ہی پر نماز پڑھتا ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے تو مسؤلہ صورت میں اسے اول ظہر کی قضا پڑھنی چاہئے پھر عصر کی نماز پڑھنی چاہئے، ترتیب کا خیال رکھنا لازم ہے۔ (شامی)۔ اور اگر صاحب ترتیب نہ ہو تو اول عصر پڑھ کر پھر بعد میں ظہر کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔ صاحب ترتیب کے لئے ترتیب سے نماز پڑھنا ضروری ہے، اور ترتیب کی

رعایت کرنے میں وقتیہ فوت ہوتی ہوتو اول وقتیہ پڑھ لیں پھر قضا نماز پڑھنی چاہئے، جیسا کہ سوال میں لکھا ہے کہ ظہر کی قضا پڑھنے میں عصر کی نماز کے قضا ہونے کا اندیشہ ہے تو اول عصر کی نماز پڑھ لیں پھر ظہر کی قضا پڑھیں۔ (شامی:۴۸۹/۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۲۵﴾ ۱۱/دن کی قضا نمازیں کس طرح ادا کریں؟

سوال: کچھ سالوں پہلے میرا پتھری کا آپریشن ہوا تھا، جس میں میری تقریباً ۱۱ دن کی نمازیں قضا ہوگئی تھیں؟ اب ان قضا نمازوں کو کس طرح ادا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گیارہ (۱۱) دنوں میں جو نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کے لئے ۱۱ دن تک روزانہ ایک ایک نماز قضا ادا کرتا رہے تو آسانی سے قضا ادا ہو جائے گی۔ اگر دنوں کی تاریخ یاد نہ ہو تو اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ جتنی فجر کی فرض یا ظہر کی فرض باقی ہیں ان میں سے سب سے پہلی فجر یا ظہر کی فرض نماز ادا کر رہا ہوں، اس طرح فرض اور وتر کی قضا کریں، سنتوں کی قضا نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم

﴿۶۲۶﴾ کیا اذان سے پہلے قضائے عمری پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: ہماری مسجد میں ظہر کی اذان کا وقت ۱:۴۵ اور جماعت کا وقت ۲:۰۰ بجے ہے۔ میں اذان سے پہلے مسجد پہنچ جاؤں تو قضائے عمری کی نماز پڑھ سکتا ہوں؟ کیا اذان سے پہلے قضائے عمری پڑھ سکتے ہیں؟ اذان ہو رہی ہو تب نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وہ تین اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے (طلوع، استواء، غروب) اس کے علاوہ تمام وقتوں میں قضائے عمری پڑھ سکتے ہیں۔ اذان ہو رہی ہو تب نفل پڑھ سکتے ہیں۔ (شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۲۷﴾ تحیۃ المسجد کب پڑھیں، کب نہیں؟

سوال: تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز کب پڑھنی چاہئے؟ کسی مسجد میں پہلی مرتبہ جاتے وقت پڑھنی چاہئے؟ یا جس مسجد میں روزانہ جاتے ہوں وہاں بھی جب جب جاویں پڑھنی چاہئے؟ اور کیا حرم شریف میں داخل ہوتے وقت یہ دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مسجد میں داخل ہو تو وہاں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لو۔ (مشکوۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب جب بھی مسجد میں جاویں تب دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھ لینی چاہئے، فقہاء نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ "مسجد میں داخل ہوتے وقت اگر مکروہ وقت ہو تو یہ دو رکعت نہ پڑھے" جیسا کہ عصر کی نماز کے بعد مغرب سے پہلے، اور صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک کے وقت میں، جس میں سوائے دو سنت اور دو فرض کے اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ جن فرائض سے پہلے سنن ہیں جیسا کہ ظہر، عصر اور عشاء میں ان نمازوں میں مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے یہ سنتیں پڑھ لینے سے بھی تحیۃ المسجد کا ثواب مل جائے گا۔ اور وقت میں گنجائش ہو تو سنن سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھ لینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ اور حرم شریف کا بھی یہی حکم ہے، وہاں بھی پڑھ سکتے ہیں، البتہ وہاں تحیۃ المسجد سے طواف کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۶۲۸﴾ جمعہ کی سنن کی پابندی اور فضیلت

سوال: یہاں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھ کر زیادہ تر لوگ سنن پڑھے بغیر مسجد چھوڑ کر چلے

جاتے ہیں، اور گھر جا کر بھی نہیں پڑھتے ، تو اس بارے میں کوئی وعید ہو تو حوالہ کے ساتھ بتا کر ممنون فرمائیں، تا کہ بورڈ پر لکھ کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا جائے ، اور تارکین سنت کی توجہ اس طرف مبذول کی جائے ، اس لئے کہ زیادہ تر لوگ جمعہ کے فرض پڑھ کر چلنے لگتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فرض نمازیں جس خشوع اور اہتمام سے پڑھنے کا حکم ہے ایسے خشوع اور اہتمام سے ہم ہماری نالائقی کی وجہ سے نہیں پڑھتے ہیں، اس لئے اس کی کمی سنتوں سے دور کی جاتی ہے، اس لئے نوافل اور سنتوں کو بھی پوری پابندی سے پڑھنا چاہئے ۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص میری سنت کو چھوڑ دے گا اسے میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی ۔ (شامی :۴۵۳)

نیز ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جو شخص روزانہ بارہ رکعت سنتوں کی پابندی کرے گا وہ جنت میں جائے گا ۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص روزانہ بارہ رکعت سنتوں کی پابندی کرتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں ایک گھر (محل) بناتے ہیں ۔ (ترغیب : ۳۶۰) اس لئے بغیر عذر کے سنتیں نہیں چھوڑنی چاہئے ۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۲۹﴾ بیماری کے عذر سے سنتیں نہیں چھوڑنی چاہئیں؟

سوال: بیماری کی وجہ سے کوئی شخص صرف فرض پڑھ لے اور سنتیں نہ پڑھے تو کچھ گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنت مؤکدہ نمازیں پڑھنے کی بہت تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے، اور سستی کی وجہ سے نہ پڑھنے پر گناہ لازم اور چھوڑنے کی عادت بنا لینے پر شفاعت سے محرومی کا اعلان کیا گیا ہے، البتہ بیماری یا سخت کمزوری کے سبب کچھ وقت تک

سنتیں نہ پڑھی جائیں تو گناہ نہیں ہوگا، جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر یا اشارہ سے بھی پڑھنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۰﴾ فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو کب پڑھنی چاہئے؟

سوال: فجر کی دو رکعت سنتیں چھوٹ جائیں تو کب پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فجر کی جماعت ہو جانے کے بعد ان کو نہیں پڑھ سکتے، اور وقت کے چلے جانے کے بعد سنتوں کی قضا نہیں ہے، اس لئے اب ان کو نہیں پڑھ سکتے البتہ بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ طلوع آفتاب کے بعد جب کہ وقت مکروہ ختم ہو جائے تو ان سنتوں کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔ (طحطاوی: ۲۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۱﴾ فرض نماز سے فارغ ہو کر ذکر و اذکار کے بعد سنن پڑھنا

سوال: فرض سے فارغ ہو کر فوراً آیۃ الکرسی اور کچھ معوذتین اور تسبیح فاطمی وغیرہ پڑھنی چاہئے یا سنن و نوافل سے فارغ ہو کر پڑھنی چاہئے؟ بہتر اور افضل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جن نمازوں کے بعد سنن و نوافل ہیں ان میں بہتر یہ ہے کہ فرض پڑھ کر مختصر دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہو جائے اور ان کے بعد وظائف وغیرہ پڑھے، تا کہ فرض اور سنت دونوں ساتھ ساتھ خدا کے دربار میں پہنچے، لیکن فرض کے بعد آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھی جائے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی، شامی)

﴿۶۳۲﴾ وعظ ہو رہا ہو تب سنتوں میں مشغول ہونا

سوال: ہمارے یہاں جمعہ کے دن عربی خطبہ سے پہلے ممبر کے نیچے اردو میں تقریر کی جاتی ہے، اور پھر عربی میں خطبہ ہوتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ اردو تقریر کے وقت سنت پڑھ سکتے

ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسؤلہ صورت میں ممبر کے نیچے جب تقریر یا ترجمہ بیان کیا جا رہا ہو تب جمعہ کی سنتیں نہیں پڑھنی چاہئے۔ تقریر کے بعد پڑھے ہاں اگر کسی مسجد میں وعظ کے بعد سنت کا وقت نہ دیا جاتا ہو تو دوران وعظ بھی کسی دوسرے کمرے میں سنتیں پڑھ لینی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۳﴾ بیٹھ کر نوافل پڑھنے کے بارے میں تفصیل

سوال: ظہر، مغرب اور عشاء کی نوافل عام طور پر لوگ بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں، جیسے کہ یہ بیٹھ کر ہی پڑھنے کی نفلیں ہیں، کچھ ہی لوگ کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں، اس بارے میں کوئی حکم ہے یا نہیں؟ کیا نوافل بیٹھ کر ہی پڑھنی چاہئے؟

میرے مطالعہ میں حضرت عائشہؓ کا ایک قول آیا ہے کہ: آپ ﷺ نے بیماری کے علاوہ کبھی بھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی، تو پھر بیٹھ کر پڑھنے کا رواج کہاں سے اور کب سے شروع ہوا؟ آنجناب سے واضح رہبری کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نوافل بیٹھ کر پڑھنی چاہئے یہ خیال غلط ہے، بلکہ نفل نماز بھی بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ عشاء کی وتر کے بعد کی دو رکعت نفل حضور ﷺ نے کبھی کبھی بیٹھ کر پڑھی ہیں، اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز بہت لمبی پڑھتے تھے، اور پھر وتر پڑھتے تھے، اس وجہ سے کبھی تھکن کی وجہ سے دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے، نیز حضور ﷺ کے لئے یہ حکم تھا کہ بیٹھ کر پڑھنے پر بھی آپ کو پورا ثواب ملتا تھا تو کبھی کبھی وہ دو رکعتیں اس نیت سے بیٹھ کر پڑھی جائیں کہ حضور ﷺ کی

سنت ہے تو اس میں سنت کی تابعداری کا ثواب ملے گا۔ ان دو نفلوں کے علاوہ دوسری کوئی نفل نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

اب یہ رواج کیسے اور کب سے شروع ہوا؟ اس کی تاریخ و وقت کا مجھے علم نہیں ہے، نوافل بیٹھ کر پڑھنی سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، البتہ اس میں ثواب آدھا ہو جاتا ہے۔ بعد کے لوگوں نے سستی کی وجہ سے کسی دراز عمر بزرگ کو کسی عذر سے بیٹھ کر پڑھتے دیکھا ہوگا تو اس کے سببِ اصلی پر غور کئے بغیر ان کی اتباع شروع کر دی ہوگی جس سے یہ طریقہ مروج ہو گیا ہو' یہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ شریعت میں یہ نوافل بیٹھ کر ہی پڑھنے چاہئے ایسا کوئی حکم یا صراحت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۴﴾ نوافل با جماعت کا حکم

سوال: بڑی راتوں میں خاص کر شعبان کی پندرہویں رات میں ۶ رکعتیں با جماعت پڑھنے کا رواج ہے کہ دو رکعت بلا دور کرنے کے لئے، دو رکعت درازی عمر کی دو رکعت مخلوق سے بے پرواہی کی، دو دو کر کے الگ الگ جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ نوافل با جماعت ادا کرنا حدیث یا فقہ سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بڑی رات ہو یا چھوٹی رات ہو، تراویح کے علاوہ اور کسی بھی نفل نماز کے لئے اعلان کر کے تین سے زیادہ افراد کو جمع کر کے با جماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی، فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۵﴾ نوافل بھی کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے؟

سوال: ظہر، مغرب اور عشاء کی نوافل ہمیشہ بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھنا

بہتر ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس میں پورا ثواب ملتا ہے۔ اور بغیر عذر بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے، اور ہر نفل کا یہی حکم ہے۔ (بحر: ۲/۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۶﴾ کھڑے کھڑے نوافل پڑھنا بدعت نہیں ہے؟

سوال: ظہر، مغرب اور عشاء کی نوافل ہمیشہ کھڑے کھڑے پڑھنے کی عادت بنا لینا کیا بدعت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نوافل کھڑے کھڑے پڑھنے کی صورت میں پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھے بیٹھے پڑھنے کی صورت میں آدھا ثواب ملتا ہے۔ لہذا کھڑے کھڑے ہی پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور یہ بدعت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۷﴾ نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: میں عصر اور عشاء کی چار رکعت سنتوں کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنت غیر مؤکدہ بھی نوافل ہی کے حکم میں ہیں، اس لئے قعدۂ اولیٰ میں تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے۔ اور پھر ثنا اور تعوذ و تسمیہ بھی پڑھنا چاہئے، یہی سنت طریقہ ہے۔ (عالمگیری، شامی) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۳۸﴾ بعد الوتر نفل پڑھنا

سوال: کیا وتر کی نماز کے بعد نفل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا نفل پڑھنے کا ثبوت حدیث سے ثابت ہے؟ اور اگر نہیں ہے اور کوئی پڑھے تو کیا اسے بدعت سمجھا جائے گا؟

نیز ایک عالم کا کہنا ہے کہ حدیث میں ہے کہ **اجعلوا آخر صلوتکم وترا** اس لئے وتر کے بعد کوئی نفل نماز جائز نہیں ہے۔ نیز آدھی رات کے بعد تہجد پڑھنے والے اور اول شب میں وتر پڑھنے والوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے، تو صحیح ثبوت کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے، اس لئے اسے بدعت نہیں کہہ سکتے، مشکوۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے، اس لئے بعد الوتر نفل پڑھنا جائز ہے۔ اور ''تمہاری نمازوں میں آخری نماز وتر کو رکھو'' والی حدیث جو عالم صاحب نے بتائی ہے وہ بھی صحیح ہے، لیکن یہ حکم استحبابی ہے، اس لئے دونوں طریقوں میں کوئی تناقض اور ٹکراؤ نہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۳۹﴾ نوافل

سوال: ظہر اور مغرب کی دو دو رکعت نفل اور عشاء کی تین وتر سے پہلے کی دو رکعت نفل پڑھنا کیا آپ ﷺ سے ثابت ہے؟ ان نمازوں کے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا قرآن وحدیث سے یہ نمازیں ثابت ہیں؟ اور کیا آپ ﷺ نے ان نفلوں کے پڑھنے کی اجازت دی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکور نوافل پڑھنا بھی جائز ہے، اور حضور ﷺ اور صحابہ سے کبھی کبھی ان نوافل کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ نیز نوافل کے لئے کوئی خاص حد بندی نہیں ہے، اس لئے مکروہ وقت نہ ہو تو جب چاہیں جتنی چاہیں نوافل پڑھ سکتے ہیں، منع نہیں ہے۔ (طحطاوی، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۰﴾ نوافل بیٹھ کر پڑھنا

سوال: کیا نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟ تشفی بخش جواب کی گذارش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نفل نماز بغیر عذر کے بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، البتہ بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۱﴾ کیا فجر کی اذان کے بعد نفل پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: فجر کی اذان کے بعد ابھی جماعت کے کھڑے ہونے میں دیر ہو تو کیا سنت پڑھنے سے پہلے تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب کے درمیانی وقت میں کوئی بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، چاہے وہ تحیۃ الوضو کی نماز ہو یا تحیۃ المسجد کی۔ اس لئے اس وقت میں سوائے دو رکعت فجر کی سنت کے اور کوئی بھی سنت یا نفل نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ (طحطاوی، مراقی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۲﴾ کیا وتر کے بعد کی دو رکعت حدیث شریف سے ثابت ہے؟

سوال: وتر کے بعد کی دو رکعت نفل حدیث شریف سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو وہ حدیث بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وتر کے بعد کی دو رکعت نفل نماز پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت ہے، اور حدیث کی کئی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف کی پہلی جلد صفحہ:۱۱۳ پر ہے کہ:

عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین و زاد ابن ماجه خفیفتین و هو جالس۔

وعن ابی امامة ان النبی ﷺ کان یصلیهما بعد الوتر و هو جالس یقرا فیهما اذا زلزلت الارض و قل یا ایها الکافرون۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۳﴾ نوافل بیٹھ کر پڑھنے اور کھڑے کھڑے پڑھنے میں ثواب کا فرق کیوں؟

سوال: نفل نمازیں کھڑے کھڑے پڑھنے سے جتنا ثواب ملتا ہے اتنا ثواب بیٹھ کر پڑھنے سے ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بغیر مجبوری کے بھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ البتہ بیٹھ کر پڑھنے کی صورت میں کھڑے کھڑے پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملتا ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ اعلم

﴿۶۴۴﴾ سوال مثل بالا

سوال: نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے اور کھڑے کھڑے پڑھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے، اور بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۵﴾ عصر کے فرض کے بعد سے غروب تک کیا نوافل پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال: صبح صادق کے بعد کیا تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا عصر کی اذان کے بعد یہ دونوں نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک فجر کی دو سنت کے علاوہ اور کوئی سنت یا نفل نماز جیسا کہ تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد وغیرہ نہیں پڑھ سکتے ہیں، ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد سے غروب تک کوئی بھی نفل نماز پڑھنا درست نہیں ہے، ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ (ہدایہ، شامی: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۶﴾ اشراق کی نماز دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: اشراق کی نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟ کیا دو دو کر کے چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ کسی وجہ سے دو ہی رکعت پڑھی جائے تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اشراق نفل نماز ہے، جو دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور چار بھی، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۷﴾ نمازِ اشراق میں قرأت کے متعلق

سوال: اگر اشراق کی نماز دو دو کر کے پڑھی جائے اور پہلی دو رکعت میں قرأت جہراً کی جائے اور بعد کی دو رکعت میں سراً کی جائے تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ نفل دن میں پڑھی جاتی ہیں، اور دن کی نوافل میں

جہراً قرأت کرنا مکروہ ہے، اس لئے جتنی بھی رکعتیں پڑھیں اس میں قرأت آہستہ کرنی چاہئے۔(شامی، ہدایہ)

﴿۶۴۸﴾ کیا اشراق بیٹھ کر پڑھنا

سوال: کیا اشراق بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اشراق بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں، بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۴۹﴾ ایام تشریق میں اشراق پڑھنا

سوال: ہماری بستی میں ۲۳؍۱۲؍۷۴ کو ایک جماعت آئی تھی، اس میں ایک بھائی نے مجمع میں ایک مسئلہ بیان کیا کہ: ایام تشریق (قربانی کے دن) میں اشراق کی نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، اس لئے ہماری بستی کے بہت لوگوں نے ان دنوں میں اشراق پڑھنا بند کر دیا ہے، تو اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے وہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قربانی کے دنوں میں اشراق کی نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں ایسا کوئی حکم آج تک کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا۔

البتہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز پڑھنے سے پہلے نوافل پڑھنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اور عید کی نماز سے فارغ ہوکر گھر جا کر جتنی چاہیں نوافل (چاشت وغیرہ) پڑھ سکتے ہیں۔ (مراقی الفلاح:۳۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۵۰﴾ اشراق کی نماز میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

سوال: تقویم میں طلوع کا وقت ۶:۲۵ کا بتایا ہے، تو کیا ۱۵ منٹ بعد ۶:۴۰ کو اشراق کی

نماز پڑھ سکتے ہیں، لیکن اگر ۶:۴۰ کو اشراق پڑھنے کے بجائے ۶:۵۵ یا ۷:۰۰ بجے پڑھیں تو کیا اشراق کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اس وقت کے حساب سے ۸:۰۰ بجے بھی اشراق کی نماز پڑھو گے تو اشراق کی نماز ادا ہو جائے گی، اشراق کا ثواب ملے گا، ۱۵-۲۰ منٹ کے بعد ہی پڑھ لینا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۵۱﴾ چاشت کی نماز سے متعلق

سوال: کیا صلوۃ الضحیٰ نام کی کوئی نماز ہے؟ اور ہے تو کونسی؟ یہ کب پڑھی جاتی ہے اس کی وضاحت فرماویں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... چاشت کی نماز کو صلوۃ الضحیٰ کہتے ہیں، اس کی زیادہ سے زیادہ ۱۲ یا ۸ رکعتیں ہیں اور کم از کم دو رکعت ہے، حدیث شریف میں اس نماز کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، اس نماز سے اللہ کا شکریہ ادا ہو جاتا ہے، اور روزی میں بے انتہا برکت ہوتی ہے، اس کا وقت زوال سے پہلے تک رہتا ہے، اس لئے ہو سکے وہاں تک روزانہ اسے ضرور پڑھ لینا چاہئے۔ (شامی: ۴۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۵۲﴾ اوابین کی کتنی رکعتیں ہیں؟

سوال: مغرب کی دو رکعت سنت کے بعد اوابین ادا ہو جائے اس کے لئے کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئیں؟ مغرب کی دو رکعت نفل کا شمار اوابین میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اوابین کی کم از کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں حدیث شریف میں بتائی گئی ہیں، اور اس نماز کی فضیلت اور ثواب بھی بہت ہے،

البتہ یہ چھ رکعتیں مغرب کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ ہیں، اس لئے مغرب کے بعد کی دو رکعت نفل کو اوابین میں شمار کر سکتے ہیں۔ (مراقی الفلاح: ۲۳۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۵۳﴾ رات کی نوافل چار چار پڑھیں یا دو دو؟

سوال: تہجد کی نماز دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے؟ یا چار چار؟ یا آٹھ آٹھ رکعت؟ اپنے وسیع علم کی روشنی میں وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تہجد کی نماز چار چار رکعت پڑھنا افضل بتلاتے ہیں، اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ (کبیری: ۳۷۴، ہدایہ، طحطاوی وغیرہ) اور اس میں زیادہ وقت تک تحریمہ باقی رہتا ہے جو زیادتی ثواب کا سبب ہے۔ باقی رات کی نفلیں تراویح کی طرح دو دو رکعت کر کے پڑھنا بہتر ہے، صاحبین کا بھی یہی قول ہے۔ (بحر، شامی، فتح القدیر وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۵۴﴾ آپ ﷺ نے کبھی بھی تہجد کی نماز ترک نہیں فرمائی۔

سوال: نبی کریم ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں کتنی مرتبہ اور کب کب تہجد کی نماز نہیں پڑھی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ پر تہجد کی نماز بھی فرض تھی، آپ نے کبھی نہ پڑھی ہو ایسا میرے علم میں نہیں ہے، بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ منسوخ ہونے کے باوجود آپ ﷺ یہ نماز پابندی سے پڑھتے تھے۔ (شامی: ۴۶۰/۱)

﴿۶۵۵﴾ صلوۃ التسبیح با جماعت پڑھنا

سوال: کیا صلوۃ التسبیح با جماعت ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ادا کی جا سکتی ہے تو امام

صلوۃ التسبیح کی تسبیح جہراً پڑھے یا سراً؟ اور امام کے پیچھے پڑھنے والے مقتدی کس طرح تسبیح پڑھیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صلوۃ التسبیح بھی نوافل میں سے ایک بہت ہی ثواب والی اور برکت والی نفل ہی ہے، اس لئے دوسرے نوافل کی طرح تنہا ہی پڑھنا چاہئے، جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۵۶﴾ صلوۃ الکسوف اور صلوۃ الخسوف کا طریقہ؟

سوال: کسوف اور خسوف کا سبب کیا ہے؟ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث سے اس بارے میں کچھ ثابت ہو تو بتائیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس بارے میں حدیث شریف میں کوئی وضاحت نہیں ہے، اور کہیں پڑھا ہے کہ حضور ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہ جب کسوف یا خسوف ہوتا دیکھتیں تو سجدہ ریز ہو جاتیں اور دو رکعت نفل نماز شکرانہ کی پڑھتیں۔ تو اس بارے میں شرعی رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......آفتاب و ماہتاب اللہ پاک کی قدرت کی نشانیوں میں سے بڑی نشانیاں ہیں، کبھی کبھی اللہ تعالی اپنے بندوں پر اپنی جلالت شان کا اظہار کرنے کے لئے ان میں سے روشنی کو دور کر دیتے ہیں تا کہ جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ صحیح راستہ اپنائیں۔

اللہ تعالی اس وقت جلال میں ہوتے ہیں اس لئے سورج گرہن کے موقع پر دن میں آپ ﷺ با جماعت دو رکعت نفل نماز اتنی طویل ادا فرماتے تھے کہ سورج گرہن ختم ہو جاتا تب سلام پھیرتے تھے۔ اور رات میں جب چاند گرہن ہوتا تو چونکہ مصلیوں کو آنے جانے میں

تکلیف کا اندیشہ ہے اس لئے تنہا اس وقت نماز اور عبادت وغیرہ میں مشغول رہنے کا حکم دیا ہے، اس لئے اس پر عمل کرنا چاہئے، اور غلط خیالات چھوڑ دینے چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۵۷﴾ صلوۃ الکسوف والخسوف کا طریقہ

سوال: سورج گرہن اور چاند گرہن کی کیا حقیقت ہے؟ اس بارے میں ہمارا عقیدہ کیا ہونا چاہئے؟ اور اس کے لئے کوئی خاص عمل شریعت نے بتایا ہو تو اس سے آگاہ فرمائیں، حدیث سے کیا ثابت ہے؟ اس کی وضاحت اور خلاصہ اس لئے ضروری اور مفید ہے کہ عوام تو عوام خواص بھی اس سے نا آشنا ہیں، اور اس خاکسار کے علم کے مطابق مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ میں یا دیگر فتاویٰ میں اس موضوع پر تفصیلی کلام نہیں ہے، اس لئے آپ کی وضاحت، تعلیم، رہبری بہت ہی مفید رہے گی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف میں اور حدیث شریف میں گرہن اور اس جیسے غیر معمولی حادثات کے لئے صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ یہ سب باتیں یا حادثے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اور ان کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ انسان ان کو دیکھ کر اپنے اندر خدا کا خوف پیدا کرے کہ وہ ذات جس کی قدرت اور طاقت میں ایسی بڑی بڑی چیزیں (جن کو کچھ لوگ ان کے بڑے ہونے کی وجہ سے یا ان کے فائدے کی وجہ سے یا ان کے خوف سے ڈر کر عبادت کرتے ہیں) ہیں وہ ان کی روشنی اور ان کے فوائد کو وہ طاقتور خدا کچھ وقت کے لئے بند کر سکتا ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسکا خاتمہ بھی کر سکتا ہے، تو یہ چیزیں یا حادثات کو دیکھ کر انسان کو اس عظیم الشان طاقتور خدا کے سامنے عاجزی ظاہر کر کے اس کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے پناہ مانگ کر دعا مانگ کر اپنے گناہوں سے

معافی مانگنی چاہئے۔قرآن شریف میں اس بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:**و ما نرسل بالآیات الا تخویفا۔**(ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لئے)۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورج گرہن اور چاند گرہن کسی شخص کے مرنے کی وجہ سے نہیں ہوتا، وہ دونوں تو اللہ تعالی کی آیات اور نشانیوں میں سے ایک ہیں، جب تم ان حادثوں کو دیکھو تو نماز میں مشغول ہو جاؤ۔(اور ایک روایت میں دعا میں مشغول ہونے کا تذکرہ ہے)

مذکورہ بالا آیت اور دوسری روایتوں سے فقہاء نے اس وقت کیا کرنا چاہئے وہ بتایا ہے کہ سورج گرہن کے وقت دو یا چار رکعت نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے، اور اس میں آہستہ آواز والی اور طویل سورت والی قرأت کی جائے، اور اگر جماعت کا انتظام نہ ہو تو اکیلے ہی نماز پڑھ لے اور دعا مانگے، جیسا کہ چاند گرہن میں اکیلے نماز پڑھنا ثابت ہے، اس میں جماعت نہیں ہے۔

اور اسی طرح دن میں جب سخت اندھیرا چھا جائے یا سخت ہوا چلنے لگے یا دوسرا کوئی ایسا خوفناک واقعہ پیش آجائے تو ان تمام اوقات میں نماز شروع کر دینی چاہئے، اور اللہ تعالی سے دعا مانگنی چاہئے کہ عذاب کو دور فرما کر اس کے غضب سے ہمیں بچالے۔

یہ تو ان حادثات کی شرعی حیثیت اور اس وقت کے کرنے کے کام بتائے ہیں۔ان کے علاوہ اس بارے میں جو دوسرے اعتقادات ہیں وہ زیادہ تر مشرکانہ ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، جیسا کہ کچھ لوگ مانتے ہیں کہ اس وقت حاملہ عورت کو چاقو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے، اور کوئی چیز کاٹنی نہیں چاہئے، وغیرہ باتوں کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

البتہ یہ کہنا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن دنیا کے چکر لگانے کے سبب ہوتا ہے یا سائنس داں کے وضع کئے ہوئے قاعدوں کے پیش نظر ہوتا ہے، تو چاہے اس کے ہونے کی جو بھی وجہ ہو، قرآن یا حدیث میں اس کا انکار نہیں کیا گیا، اس لئے وہ وجوہات صحیح ہیں یا غلط اس سے شریعت میں کوئی بحث نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن شریف یا حدیث شریف میں ان واقعات کی وجوہات کیا ہیں اس پر بحث نہیں کی گئی ہے۔

اس میں ان حادثات و واقعات کا مقصد کیا ہے اور ان حادثات کے وقت انسانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ وہ بتایا گیا ہے۔ اور قرآن وحدیث کا مقصد بھی انسانوں کو اس وقت کن اعمال میں مشغول ہونا چاہئے اور ان کے کرنے والی ذات اللہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے یہ بتانا ہے جس کی طرف مذکورہ بالا آیت میں انسانوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۵۸﴾ سورج گرہن کا کیا مطلب ہے؟

سوال: کچھ دنوں پہلے گرہن ہوا تھا، تو اس بارے میں مجھے پوچھنا یہ ہے کہ گرہن کیا ہے؟ ایک مسلمان بھائی سے میں نے سنا کہ اگر حاملہ عورت اس وقت باہر نکلتی ہے تو اس کو گرہن کا بُرا اثر ہوتا ہے یا اس عورت کو جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ نقص والا ہوتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس مسئلہ کا جواب دے کر ممنون فرمائیں تاکہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی معلوم ہوسکے.

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سورج گرہن ہو یا چاند گرہن ہو، یہ دونوں قادر مطلق اللہ تعالی کی وحدانیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جو لوگ چاند اور سورج کی عبادت کرتے ہیں ان کے منہ پر طمانچہ ہے کہ تم جنہیں خدا سمجھتے ہیں وہ تو اتنے کمزور ہیں کہ ان کی روشنی ان سے چھین لی جائے تو بھی وہ کچھ نہیں کرسکتے، اس لئے وہی (اسی) زبر

دست طاقت والے خدا کی عبادت کرنی چاہئے جس کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہیں۔

سوال میں مذکورہ عقیدہ بالکل غلط ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، وہمی اور دوسرے مذہب والوں کی خودساختہ (منگھڑت) باتوں میں سے ایک ہے، اس لئے ایسا عقیدہ رکھنا بالکل درست اور صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۵۹﴾ کسوف اور خسوف کے متعلق تفصیلی فتوی

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں جولائی کے مہینہ میں سورج گرہن ہونے والا ہے، اور اس کے بعد چاند گرہن بھی ہونے والا ہے، ایسا اخبار والے کہتے ہیں، اور اس کے اچھے برے اثرات بھی بتائے جارہے ہیں، تو ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام میں گرہن کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ ہمیں اس کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟ اور کیا اس کا کوئی برا اثر ہماری زندگی پر ہوسکتا ہے؟ کیا حضور ﷺ کے زمانہ میں کبھی گرہن ہوا تھا اور اس وقت آپ ﷺ نے کیا کیا تھا؟ اور کیا کرنے کے لئے حکم دیا؟ یہ حدیث وفقہ کی معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ بتاکر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سورج اور چاند اللہ کی دوسری مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہیں، جو انسانوں کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے، اور اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں، کبھی ان میں گرہن بھی کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کا اللہ کی عبادت اور بندگی کی طرف دھیان زیادہ ہوجائے، اور جو لوگ سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں انہیں معلوم ہوجائے کہ وہ جسے خدا سمجھ کر اس کی عبادت کررہے ہیں وہ اتنی بھی طاقت نہیں رکھتا کہ اپنی روشنی اور نور کو بچاسکے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ گرہن سے اللہ تعالی اپنے

بندوں میں خوف اورڈر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔(بخاری شریف)
سورج اور چاند اللہ کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں ان کی بھی اللہ تعالی گرفت کرتے ہیں تو ہم تو سراپا نافرمان ہیں ہمارا کیا ہوگا؟ وغیرہ۔
زمانۂ جاہلیت میں یہ مشہور تھا کہ سورج اور چاند گرہن سے دنیا میں غلط اثرات پیدا ہوتے ہیں اور حضور ﷺ کے زمانہ میں جس دن سورج گرہن ہوا تھا اتفاق سے اسی دن حضور ﷺ کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تھا، جس کی وجہ سے لوگوں کے غلط خیالات کو اور تقویت ملی تو سورج گرہن کی نماز کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ سورج اور چاند گرہن کی وجہ سے برے اثرات پیدا ہوتے ہیں یا کسی کا انتقال ہوتا ہے' ایسا عقیدہ رکھنا بالکل غلط ہے۔ اسلام کے مذہب میں ایسے غلط وہم اور غلط عقیدوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے ایسے غلط وہم اور غلط عقیدوں سے بچنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو بڑی نشانیاں ہیں ان میں کسی کے مرنے جینے سے گرہن نہیں لگتا، جب تم لوگ گرہن دیکھو اللہ کے سامنے عاجزی کرو، دعا کرو، نماز پڑھو اور صدقہ اور خیرات کرو۔(بخاری شریف)۔
اسی لئے فقہاء کرام سورج گرہن کے وقت اگر وہ وقت مکروہ نہ ہو اور نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں امام صاحب موجود ہوں تو مسجد میں جماعت کے ساتھ طویل قرأت والی دو رکعت نفل نماز پڑھنے کو سنت مؤکدہ یا مستحب بتاتے ہیں۔(شامی:۳/۶۷)
اور اگر سورج گرہن غروب کے وقت یا طلوع کے وقت ہو رہا ہو تو نفل نماز کے لئے مکروہ وقت ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی جائے گی، صرف دعا اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا چاہئے۔(شامی) سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت عورتیں تنہا اپنے گھروں میں نفل کی

نیت سے نماز پڑھ سکتی ہیں۔(شامی)

آپ ﷺ کے مبارک زمانہ میں بھی سورج گرہن ہوا تھا اور مسجد نبوی میں حضور ﷺ نے صحابہ کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھی تھی، جیسا کہ بخاری شریف اور ابوداؤد شریف ص: ۱۶۸ پر اس کی روایت موجود ہے، اسی لئے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ گرہن کا پورے وقت میں اتنی لمبی قرأت والی دو رکعت نفل نماز پڑھنی چاہئے، مثلاً: سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جیسی بڑی سورتیں پڑھنی چاہئے۔ اور اس نماز میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سری قرأت یعنی ظہر اور عصر کی نماز میں جس طرح قرأت کی جاتی ہے اس طرح قرأت کرنی چاہئے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق عید کی نماز میں جہراً قرأت کی جاتی ہے اسی طرح اس نماز میں بھی جہراً قرأت کر سکتے ہیں۔(شامی)

ہمارے زمانہ میں لوگوں میں خشوع اور خضوع کی کمی اور دنیا کی طرف رغبت کی وجہ سے اور اس نماز میں چونکہ قیام بہت طویل ہوتا ہے اس لئے ضرورۃً جہراً قرأت کی جائے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے، لوگوں میں سستی کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے مختصر قرأت کر کے نماز پڑھی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں، جائز ہے۔ حضور ﷺ کی سنت پر عمل بھی ہوگا اور باقی وقت کو اللہ کی یاد میں یا دعاؤں میں لگایا جائے تو یہ سب سے افضل کہلائے گا۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے یہاں ۲۶/۷/۰۹ء کو جو سورج گرہن ہو رہا ہے تو صبح میں مکروہ وقت کے ختم ہونے کے بعد مسجد والے انتظام کر کے اپنی توفیق کے مطابق دو رکعت نماز پڑھیں اور باقی وقت دعا اور استغفار میں گزاریں، عورتیں تنہا گھروں میں نماز پڑھیں، اسی طرح رات کو جب چاند گرہن ہو تب اپنے گھروں میں مرد اور عورتیں تنہا تنہا نوافل پڑھیں اور اللہ کی رضامندی حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق نصیب فرماوے۔ آمین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سورج اور چاند بھی اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوقات کی طرح ایک مخلوق اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی اورانسان کی حیات اور بقاء کے لئے ایک بہت بڑی ضروری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے اظہاراورسورج اور چاند کے عجز واحتیاج کو بتلانے کے لئے کبھی کبھی اسکے نورکوکم کردیتے ہیں یا بالکل لے لیتے ہیں تاکہ لوگوں کومعلوم ہوجائے کہ سورج اور چاند سے بھی بڑی کوئی پاک ذات ہے جواس پر بھی حکم چلاتی ہے۔

حضوراقدس ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ سورج کی روشنی سے ہماری زندگی وابستہ ہے اس لئے بعض جاہل اس کی عبادت کرتے تھےاوراسی طرح بعض جاہل یہ خیال کرتے تھے کہ گرھن کاتعلق ہمارے ستاروں سے ہےاورسورج اورچاند گرھن سے دنیا میں کوئی اہم واقعہ ہوگا یا انسانوں کی تقدیر پر اسکے اچھے یا برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

حضوراقدس ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے اورآپکے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی پیدائش ہوئی اور جس دن حضرت کاانتقال ہوگیا تواسی دن مدینہ منورہ میں سورج گرھن ہوا توزمانۂ جاہلیت کے خیالات کوسامنے رکھتے ہوئے کسی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج گرھن ہوا تو حضوراقدس ﷺ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ چانداورسورج بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے،اسکوکسی کی موت یاحیات کی وجہ سے گرھن نہیں لگتا بلکہ اس طریقہ سے اللہ اپنی مخلوق کوڈراتا ہے۔اور جب ایسا واقعہ ہوتو نماز پڑھواوردعاکرو۔خود حضوراقدس ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں صحابہ کرام کی

ایک بڑی جماعت کے ساتھ دو رکعت نفل نماز طویل قرأت کے ساتھ پڑھی ہے اس لئے فقہاءِ کرام تحریر فرماتے ہیں کہ سورج گرھن ہوتو دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے اوراس میں طویل قرأت کی جائے اور جب تک سورج میں مکمل روشنی نہ آجائے وہاں تک نماز، دعا اور عبادت میں مشغول رہے۔ ھدایہ میں لکھا ہے کہ پورا وقت نماز دعا میں مشغول رکھے، نماز مختصر پڑھے تو دعا ذکر میں مشغول رہے۔

آئندہ گیارہ اگست کو ہمارے یہاں چاشت کے وقت سورج گرھن ہونے والا ہے لہذا اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے عقیدہ کو خراب نہیں کرنا چاہئے اوراس عظیم الشان واقعہ کو لہولعب اور تفریح میں گزارنا نہ چاہئے بلکہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد اور سنت پر عمل کرتے ہوئے مسجد میں جمع ہوکر سورج گرھن کی ابتداء سے لیکر اختتام تک عبادت میں مصروف ہونا چاہئے، عورتیں اپنے اپنے گھروں میں عبادت میں مشغول رہیں۔ جماعت کے ساتھ دو رکعت نفل نماز لوگوں میں تحمل ہو اسکا خیال رکھتے ہوئے طویل قرأت یا مختصر قرأت سے پڑھنا۔ قرأت سرّاً کرنا افضل ہے اور جہراً قرأت بھی اس میں جائز ہے اسی طرح پورا وقت نماز میں مشغول رہنا افضل ہے مگراس کی طاقت نہ ہو تو جتنی دیر ہوسکے نماز میں مشغول رہے اور بقیہ وقت میں ذکر اور دعا میں مشغول رہنا چاہئے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں صدقہ خیرات کرنیکا حکم دیا گیا ہے۔ سورج اور چاند گرھن کی نماز کے اذان اور اقامت مسنون نہیں ہے لیکن اعلان کرکے لوگوں کو اطلاع کرنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۱۴۔ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ 27-07-99

﴿۶۶۰﴾ زلزلہ کا دینی پہلو

سوال: زلزلہ کے بارے میں دینی نقطۂ نظر بتانے کی مہربانی فرمائیں، زلزلہ کس لئے ہوتا ہے؟ کیا مبارک زمانہ میں زلزلہ ہوا تھا؟ حدیث شریف میں اس بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ اسی طرح اس وقت کونسا عمل کرنا چاہئے؟ کتاب وسنت کے حوالہ کے ساتھ جواب بتا کر ہم جاہلوں کو اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خالق کائنات انسانوں کی تمام ضرورتوں کو پوری کرتا ہے، اور اللہ کی مفت میں دی ہوئی انمول نعمتوں سے انسان اپنی زندگی گزارتا ہے تو ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عظیم خدا کے احکام کی اطاعت کر کے اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے، لیکن بہت سے لوگ اس کے احکام کی کھلے عام خلاف ورزی کرتے ہیں، جب نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے تو ڈرانے کے لئے کوئی مصیبت یا تکلیف میں مسلط کر دیا جاتا ہے تا کہ انسان پھر راہ راست پر آ جائے، کچھ حد تک زلزلہ کا بھی یہی سبب ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جب علی الاعلان اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہونے لگے اور لوگوں میں سے اللہ کا خوف ختم ہو رہا ہو تب ان میں زلزلے ہوتے ہیں تا کہ اللہ کا ڈر اور احکام کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔ (عمدۃ القاری: ۴۶۳/۳)

قرآن شریف میں ہے کہ: **و ما نرسل بالآیت الا تخویفا۔** (الاسراء: ۵۹)۔ ترجمہ: ہم یہ نشانیاں ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ چاند اور سورج بھی اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان میں گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا،

البتہ اللہ تعالی اس سے اپنے بندوں کوڈراتے ہیں۔(بخاری شریف:۱/۱۴۳)۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ میں زلزلہ کا دھکا لگا تو حضرت عمرؓ نے اہل مدینہ کوخطاب کرتے ہوئے کہا: کہ: مدینہ والوں! تم نے کوئی نیا گناہ کیا ہے کہ جس سے یہ زلزلہ آیا ہے؟ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کے بعد اگر زلزلہ آیا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا،تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔(عینی:۳)

صحابہؓ میں اور ہم میں اصل فرق یہی ہے کہ وہ کسی بھی مصیبت کو اپنے اعمال کا بدلہ اور اللہ کی ناراضگی کا سبب سمجھتے تھے، اور ہم ہر وقت گناہوں میں مشغول رہنے کے باوجود اپنے گناہوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے۔

ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے زلزلہ کے بارے میں کچھ بتائیں،تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جب لوگ زنا کو مباح فعل کی طرح کرنے لگیں، شراب پینے لگیں، ڈھول، تاشے بجانے لگیں تو اس وقت اللہ تعالی کا غضب بڑھ جاتا ہے، اور اللہ تعالی زمین کو حکم کرتا ہے کہ انہیں ذرا ہلا ڈال، اگر وہ توبہ کر کے ٹھیک ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی نافرمانی کے سبب وہ اس کے سزاوار ہیں کہ ان پر عمارتیں گرا کر انہیں دبا دیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ: یارسول اللہ ﷺ ہم میں نیک لوگوں کے موجود ہوتے ہوئے ہم ہلاک کئے جائیں گے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ہاں! جب برائیاں بڑھ جائیں گی لیکن نیکوں کے لئے (اس طرح مرنا بھی) رحمت کے طور پر ہوگا۔(مسلم شریف:۳۸۸)۔

دوسری ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: انہوں نے نبی کریم

ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کا عذاب دنیا والوں پر اس حالت میں آجائے کہ ان میں نیک لوگ بھی ہوں تو کیا نیک لوگوں کو اس سے کوئی نقصان پہنچے گا؟ تو حضورﷺ نے جواب دیا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہنچے گا، لیکن آخرت میں وہ لوگ گنہگاروں سے الگ ہو جائیں گے۔

دوسرا ایک مطلب تیسری حدیث سے سمجھا جا سکتا ہے کہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ: میری یہ امت امت مرحومہ ہے، ان پر آخرت میں (بہت سخت) عذاب نہ ہوگا لیکن دنیا ہی میں تکالیف اور فتنے زلزلے، قتل و غارت گری اور لوٹ مار وغیرہ سے ان کے گناہوں کا بدلہ ادا کر دیا جائے گا۔ (ابو داؤد، مشکوۃ شریف: ۴۶۰، ۵۴۴)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب میری امت ۱۵؍ کام کرنے لگیں گی تو ان پر مصیبتیں اترنے لگیں گی:

(۱) مال غنیمت ذاتی ملکیت بن جائے (۲) امانت ایسی ہو جائے جیسے کہ غنیمت کا مال (۳) زکاۃ ادا کرنا مصیبت یا بوجھ بن جائے (۴) عورت کی تابعداری کی جانے لگے (۵) ماں کی نافرمانی ہونے لگے (۶) دوستوں کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا (۷) اور باپ کے ساتھ ظلم کا معاملہ کرنا (۸) مسجدوں میں شور و شغف کرنا (۹) ذلیل لوگ قوم کے حاکم بن جائیں (۱۰) انسان کا اعزاز و اکرام اس کی شرارت سے بچنے کے لئے کیا جائے (۱۱) علی الاعلان شراب پی جانے لگے (۱۲) مغنیہ، فاحشہ اور آلات موسیقی کا کثرت سے استعمال ہونے لگے (۱۳) مرد ریشمی کپڑا پہننے لگے (۱۴) سابقین اولین (صحابہ، تابعین، مجاہدین وغیرہ) کو برا بھلا کہا جائے (۱۵)

تو امت کے لوگ اس وقت تیز آندھیوں اور زلزلے اور زمین میں دھنسا دئے جانے اور

چہرے مسخ کر دئے جانے کا اور آسمان سے آفتوں کی بارش کا انتظار کریں۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: دین کا علم دنیا کمانے کے لئے سیکھا جائے اور باقی مذکورہ بالا چیزیں گنا کر کہا کہ اس وقت تیز آندھی، زلزلے اور زمین میں دھنسا دیئے جانے اور مسخ صور اور آسمان سے آفتوں کی بارش کا انتظار کریں۔ (۴۴/۲)۔

اور مجمع الزوائد کی حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ کم عمر بچے ممبر پر وعظ کہنے لگیں۔

حضور اقدس ﷺ کا فرمان مد نظر رکھ کر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مذکورہ چیزیں کتنی عام اور رائج ہیں، اس لئے برائیوں سے بچنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔

جب کوئی شخص گناہ اکیلا اور تنہائی میں کرتا ہے تو اس گناہ کی سزا اور برائی اسی تک محدود رہتی ہے، لیکن جب وہ گناہ سرے عام اور کھلم کھلا ہونے لگے اور قدرت کے باوجود کوئی اسے نہ روکے تو پھر اس کی وباء اور سزا بھی سب کو ملتی ہے۔ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے حضور ﷺ نے قیامت کی نشانیوں کی خبر دی تھی اس میں زلزلوں کا کثرت سے ہونا ایک پیشین گوئی کے طور پر بتایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے، اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے اور وقت میں برکت نہ رہے اور فتنوں کی کثرت نہ ہو جائے اور گناہ بہت ہونے نہ لگیں، تب تک قیامت نہیں آئے گی۔ (بخاری شریف)۔

دوسری ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: میری امت کے لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پینے لگیں گے اور ناچ گانے اور آلات موسیقی میں مشغول ہو جائیں گے تو اللہ تعالی انہیں زمین میں غرق کر دیں گے، اور بعضوں کو ان میں سے بندر اور خنزیر بنا دیں گے۔ (ابن ماجہ شریف: ۳۰۰)۔

پارۂ عم کی سورۂ زلزال سے معلوم ہوتا ہے کہ: قرب قیامت جو زلزلے ہوں گے وہ بہت ہی سخت ہوں گے۔اس لئے ایسے سخت عذاب سے بچنے کے لئے گناہوں سے بچنا اور اللہ کی خوشنودی والے کام مثلاً: نماز، توبہ، صدقہ اور مصیبت سے بچنے کی دعا میں مشغول ہونا چاہئے۔اور جو مصیبت میں مبتلاء نہیں ہوئے انہیں بھی اطمینان سے نہ بیٹھتے ہوئے وہ بچ گئے اس پر اللہ کا شکر ادا کر کے اپنے برے اعمال سے توبہ کر کے مصیبت میں گرفتار لوگوں کی مدد کرنی چاہئے۔

درمختار اور شامی جلد: اول میں لکھا ہے کہ: چاند گرہن ہو یا سخت آندھی چلے یا دن میں سخت اندھیرا چھا جائے یا رات کو تیز روشنی ہو جائے یا زلزلے ہونے لگیں تو اپنے اپنے گھروں میں تنہا نفلیں پڑھنی چاہئے یا صرف دعائیں مانگیں، البتہ فتاویٰ سراجیہ کے ایک فتوے کے مطابق نفلوں میں مشغول ہونا بہتر ہے۔(۱۲۷)۔

حضور ﷺ کا یہی طریقہ حدیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی دل ہلا دینے والی بات پیش آتی تو حضور ﷺ نفلوں میں مشغول ہو جاتے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری ۲۹۱/۲ میں لکھتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے بہتر یہ ہے کہ زلزلے، سخت بجلی اور تیز آندھی کے وقت عاجزی اور دل سے دعا مانگے، اور تنہا نفلیں پڑھے تاکہ غافلوں میں اس کا شمار نہ ہو، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے زلزلہ کے وقت لوگوں کو نفلیں پڑھنے کی ترغیب دلائی تھی، اور آگے لکھتے ہیں: کہ زلزلے کے وقت گھر سے باہر نکل کر میدان کی طرف نکل جانا جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

سائنس داں زلزلے کے جو اسباب بتاتے ہیں مثلاً: پتھر، پہاڑ وغیرہ کا ہٹنا وغیرہ، اسلام اس سے بھی ایک قدم آگے ان اسباب کا بھی سبب بتاتا ہے اس لئے ان کی تحقیق اسلامی

تعلیمات کے خلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہماری نافرمانیوں، گناہوں کو معاف فرماوے، اور ہر انسان کو ہدایت نصیب فرما کر ہر مصیبت، پریشانی اور اپنی ناراضگی سے بچائے، اور اس کے پاک رسول اللہ ﷺ کی مکمل تابعداری نصیب کرے۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٦٦١﴾ نمازِ استخارہ اور دعا

سوال: استخارہ کی نماز کا طریقہ اور اس میں پڑھی جانے والی خاص دعا بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً... استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اول نفل کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھیں، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ احد پڑھنا بہتر ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد بہت ہی عاجزی کے ساتھ اللہ کی حمد اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے درود شریف پڑھ کر نیچے لکھی ہوئی دعا پڑھیں۔

اللھم انی استخیرك بعلمك و استقدرك بقدرتك و اسئلك من فضلك العظیم، فانك تقدر و لا اقدر و تعلم و لا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری و عاجله و آجله فاقدره لی و یسره لی ثم بارك لی فیه۔ و ان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری و عاجله و آجله فاصرفه عنی و اصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به۔

یہ دعا زبانی یاد نہ ہو تو اندر دیکھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں، اور جہاں لکیر کھینچی ہوئی ہے وہاں اس کام کا ارادہ کریں جس کے لئے استخارہ کیا ہے، مثلاً: اگر کسی لڑکی سے شادی کرنے کے

لئے استخارہ کیا ہے تو وہ کلمہ پڑھتے وقت اپنے دل میں یہ ارادہ لائے کہ اس لڑکی سے شادی کرنا میرے لئے کیسا ہے؟ یا یہ دعا ختم ہونے کے بعد اس امر کو دل میں لا کر پاکیزہ چادر والے بستر پر کسی سے بھی بات کئے بغیر قبلہ کی طرف منہ رکھ کر دائیں کروٹ پر سو جائے، اگر ایک دو مرتبہ استخارہ کرنے کے بعد بھی کچھ سمجھ میں نہ آئے تو مسلسل سات دن تک یہ عمل کرتے رہیں، انشاء اللہ جو کام بہتر ہوگا وہ دل میں مضبوط ہو جائے گا، یا وہی کرنے کا دل میں پکا ارادہ ہو جائے گا، اور کبھی کچھ لوگوں کو خواب میں بھی بتا دیا جاتا ہے۔

استخارہ کے لئے بہتر وقت عشاء کے بعد سونے سے پہلے کا ہے، پھر بھی حسب ضرورت دوسرے وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔ (شامی: ۱؍۴۶۱، طحطاوی: ۲۳۸) اللہ آپ کی مدد کریں۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۶۲﴾ وتر میں خاص سورتیں پڑھنے کا معمول

سوال: ہمارے پیش امام صاحب پورے رمضان کے مہینہ میں وتر کی نماز میں انا انزلنا اور قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ پڑھتے رہے، اس طرح پڑھنا سنت کے خلاف تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... رمضان کا پورا مہینہ وتر میں صرف مذکورہ سورتیں پڑھتے رہنا اور دوسری سورتیں نہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اس لئے دوسری سورتیں بھی کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہئے۔ (شامی وطحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۶۶۳﴾ وتر کا قعدۂ اولیٰ واجب ہے۔

سوال: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: حضور ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، تو آخری

رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھتے تھے، **کان النبی ﷺ یوتر بصلوۃ لا یقعد الا فی آخرھن**۔(مستدرک)۔

ایک کتاب بنام ''**نمازِ مقبول**'' (مصنفہ: مولانا حکیم محمد صادق صاحب، سیالکوٹی، ادارۂ اشاعت دین، اجمیری گیٹ، دہلی سے چھپی ہوئی ہے،) اس میں ص:۴۵ پر یہ عبارت لکھی ہے کہ: تین وتر پڑھتے وقت دوسری رکعت پر التحیات کے لئے نہ بیٹھیں، سیدھے کھڑے ہو جائیں، اور تیسری رکعت میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر نماز ختم کریں۔ اس کے بعد مذکورہ بالا حدیث لکھی ہوئی ہے، تو آپ اس کا خلاصہ فرماویں کہ صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وتر میں دوسری رکعت پر پہلا قعدہ کرنا واجب ہے، اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ دو رکعت کے بعد قعدہ کرتے تھے۔ (شامی: ۱/ ۴۴۷)۔

نماز مقبول نامی کتاب یہاں نہیں ہے کہ جسے دیکھ کر صحیح صورت سمجھی جا سکے، آپ کے پاس ہو تو دیکھ کر اس کا صحیح جواب دیا جا سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ترجمہ میں کچھ بھول ہوئی ہو یا پریس کی غلطی ہو، کتاب دیکھے بغیر کیا کہا جائے؟ باقی مسئلہ وہی صحیح ہے جو شامی کے حوالہ سے اوپر لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۶۶۴﴾ وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر سنت ہے یا واجب؟

سوال: وتر کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد اور دعائے قنوت سے پہلے جو تکبیر کہی جاتی ہے وہ تکبیر کہنا واجب ہے یا سنت؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وتر کی تیسری رکعت میں سورت کے بعد کہی جانے والی

تکبیر راجح قول کے مطابق سنت ہے۔ (شامی: ۴۴۷،۳۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۶۵﴾ وتر کی تین رکعتیں ہیں یا ایک رکعت؟

سوال: اہل حدیث وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں، آنجناب تین وتر کا ثبوت فقہ وفتاویٰ و حدیث سے ثابت فرما کر مدلل جواب دیں۔ اہل حدیث کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک رکعت ہی پڑھی تھی، اور اہل حدیث تین رکعت نہیں پڑھتے تو وہ گنہگار کہلائیں گے یا نہیں؟ اور سالوں سے وتر چھوٹ رہی ہے تو اس کی قضا کرنی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... وتر کا مطلب طاق عدد کا ہوتا ہے، نیز وتر النہار اور وتر اللیل دو طرح کے الفاظ ہیں، وتر النہار یعنی مغرب کی نماز اور وتر اللیل یعنی ہم جسے وتر کہتے ہیں وہ نماز، یہ دونوں نمازوں کی تین رکعتیں ہی ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث میں بطیراء کا لفظ بھی وتر کے لئے آیا ہے، یعنی ایک رکعت پڑھنے سے منع بھی کیا گیا ہے، جو لوگ وتر کی تین رکعت کے بجائے ایک رکعت کہتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ (ہدایہ، فتح القدیر وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۶۶﴾ وتر میں ہاتھ اٹھا کر سیدھا باندھنا

سوال: وتر واجب نماز میں تیسری رکعت میں سورت پڑھنے کے بعد ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ کر پھر باندھنے چاہئے، یا ہاتھ اٹھا کر سیدھا بغیر چھوڑے باندھ لینے چاہئے؟ کونسا طریقہ صحیح ہے؟ دلائل کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... وتر کی تیسری رکعت میں سورت کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر فوراً باندھ لینے چاہئے، اور دعائے قنوت پڑھنی چاہئے، کانوں تک

ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دینا اور پھر باندھنا سنت طریقہ کے خلاف ہے۔ (طحطاوی:۱۵۴) فقط و اللہ تعالی اعلم۔

﴿۶۶۷﴾ رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا

سوال: ایک شخص کو رمضان کے مہینہ میں تراویح میں عشاء کی فرض نماز کے وقت آنے میں دیر ہو جاتی ہے، جس سے اس کو فرض نماز نہیں ملتی، تو وہ شخص تنہا فرض ادا کر کے تراویح میں جماعت کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، اور تراویح کی ۲۰/رکعت پوری ادا کرتا ہے، اور وتر بھی جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ وتر کی نماز اسے تنہا ادا کرنی چاہئے یا امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو شخص رمضان مہینہ کے میں عشاء کی فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کر سکے وہ شخص وتر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔ (عالمگیری) اسی طرح تراویح بھی جماعت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے، لیکن پہلے فرض تنہا پڑھ لینی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

﴿۶۶۸﴾ رمضان میں عشاء کی فرض نماز جس نے جماعت کے ساتھ نہ پڑھی ہو اس کا وتر جماعت سے پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: رمضان میں عشاء کی فرض نماز اگر جماعت کے ساتھ نہ پڑھ سکیں تو اس شخص کے لئے وتر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسئولہ صورت میں نمازِ وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنا بلا تردد جائز ہے، جیسا کہ طحطاوی میں اس کی وضاحت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۶۹﴾ رمضان میں وتر جماعت سے نہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: رمضان کے مہینہ میں جو شخص تہجد پڑھتا ہو وہ وتر جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے اور تہجد پڑھنے کے بعد تنہا وتر پڑھ لے تو حنفی مذہب کے مطابق اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رمضان کے مہینہ میں نمازِ وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، اس لئے مفتیٰ بہ قول کے مطابق رمضان کے مہینہ میں وتر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا پچھلی رات میں تنہا پڑھنے سے بہتر ہے۔ (طحطاوی، قاضی خان)

﴿۶۷۰﴾ قنوت نازلہ میں لفظ ’و مبتدعنا‘ کا اضافہ درست ہے؟

سوال: قنوت نازلہ میں ’و مبتدعنا‘ کا لفظ بڑھانے میں کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قنوت نازلہ جب مسلمانوں پر کوئی سخت مصیبت یا آفت آپڑے تب مخالفین پر لعنت اور ان کے حق میں بد دعا کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اور وہ بد دعا کے الفاظ حضور ﷺ سے بھی ثابت ہیں، جن میں **و مبتدعنا** کا جملہ استعمال نہیں کیا ہے، اور ہر بدعتی کافر بھی نہیں ہے، اس لئے اس جملہ کو استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۶۷۱﴾ دعائے قنوت کے لئے قیام واجب ہے؟

سوال: دعائے قنوت کے پڑھنے کا وقت قیام میں ہے تو یہ قیام فرض ہے یا اور کچھ؟ اگر فرض ہے تو سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز صحیح نہیں ہوگی؟ تو اب کیا کیا جائے؟ یا ایسے وقت کس بات کا خیال رکھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دعائے قنوت پڑھنے کے لئے قیام کا حکم واجب ہے،

فرض نہیں ہے۔ (شامی: ۱/۴۴۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۷۲﴾ وتر میں دعائے قنوت کا بھول جانا

سوال: رمضان میں تراویح کے بعد وتر کی نماز میں امام صاحب بھول سے دعائے قنوت پڑھنے کے بجائے اللہ اکبر کہہ کر سیدھے رکوع میں چلے گئے، تو صورت حال یہ ہوئی کہ کچھ لوگ امام صاحب کو دیکھ کر رکوع میں چلے گئے، اور کچھ لوگ امام کے انتظار میں کھڑے ہی رہے، تو اب نماز کو کس طرح پوری کی جائے؟ ان میں کس کی نماز ہوئی کس کی نہیں ہوئی؟ ایسے مسئلہ میں کیا کرنا چاہئے؟ شرعی مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

نوٹ: دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے، اس کے چھوٹنے کی وجہ سے امام صاحب نے سجدۂ سہو کیا تھا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... امام صاحب بھول سے دعائے قنوت چھوڑ کر رکوع میں چلے گئے، تو اب مقتدیوں کو بھی ہو سکے تو جلدی سے قنوت پڑھ کر رکوع میں چلے جانا چاہئے۔ اور اخیر میں امام صاحب نے سجدۂ سہو کرلیا تو ان کی اور ان کے پیچھے پڑھنے والے تمام مقتدیوں کی نماز بھی ہوگئی۔ (طحطاوی: ۲۷۶) اگر مقتدیوں کو یقین ہو کہ ہمارے قنوت پڑھ کر رکوع میں جانے تک امام صاحب رکوع سے اٹھے نہ ہوں گے تو ایسی حالت میں قنوت پڑھ کر ان کو رکوع میں جانا چاہئے۔ (طحطاوی: ۲۳۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۷۳﴾ مقتدیوں کا رکوع میں چلے جانا اور امام کا قنوت پڑھتے رہنا

سوال: امام صاحب وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنے کے لئے کھڑے رہے، لیکن مقتدی رکوع میں چلے گئے، تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ ان کی نماز صحیح ہوئی یا

نہیں؟ کیا انہیں وہ نماز پھر سے دہرانی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ رکوع سے کھڑے ہو جائیں اور امام کے ساتھ دعائے قنوت میں شامل ہو جائیں، اور پھر امام کے ساتھ رکوع کریں، امام کے بغیر مقتدیوں کا تنہا رکوع کرنا معتبر نہیں ہے، اور امام کی اقتدا میں ہونے کی وجہ سے ان پر ان کی بھول کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہے۔ (شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۷۴﴾ مقتدی کا دعائے قنوت پڑھنا بھول جانا

سوال: امام کے ساتھ وتر نماز پڑھتے ہوئے مقتدی سے دعائے قنوت پڑھنا بھول سے رہ گیا، تو اس طرح امام کے ساتھ پڑھی ہوئی وتر کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو ایسے وقت کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مقتدی جب امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو، اور کچھ بھول ہو جائے یا کوئی واجب چھوٹ جائے تو اس پر امام کی اقتدا میں ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، اس لئے بغیر سجدۂ سہو کے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اگر کوئی فرض چھوٹ جائے تو مقتدی کی نماز نہیں ہوگی، اس لئے مسئولہ صورت میں دعائے قنوت رہ جانے کی وجہ سے مقتدی کی نماز ہوگئی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۷۵﴾ نمازِ استسقاء کے لئے بڑے عالموں سے اجازت چاہنا

سوال: نمازِ استسقاء کے لئے بڑے عالموں سے اجازت مانگی، لیکن اس کے شرائط پورے نہ ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں ملی، پھر بھی کچھ لوگوں نے اس حکم کو نظر انداز کر کے نماز پڑھی، اور عالموں کو جاہل کہا، تو ان کا نماز پڑھنا اور عالموں کی شان میں گستاخی کرنا شرعی رو

سے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مخلص علمائے حق رسول ﷺ کے نائب ہوتے ہیں، ان کی تابعداری اور بات ماننا بڑی سعادت مندی اور خوش نصیبی کی بات ہے، ان کے حکم اور فرامین کو نظر انداز کرنا، اور ان کی مخالفت کرنا، ان کو برا بھلا کہنا، گالی دینا محرومی اور بدبختی کا سبب ہے۔ بعض صورتوں میں آدمی کے ایمان کے چلے جانے کا ڈر رہتا ہے، اس لئے ایسی بات سے بہت بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۷۶﴾ نمازِ استسقاء میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا

سوال: نمازِ استسقاء میں دعا کے وقت اس طرح ہاتھ اٹھانا کہ بغل بھی دکھائی دیوے ضروری ہے؟ اگر بغل نہ دکھائی دے تو اس طرح اٹھانا کافی نہیں ہے؟ اور اس وجہ سے کیا امام کو معزول کر دینا یا اس کو رسوا کرنا مناسب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نمازِ استسقاء میں خوب عاجزی اور انکساری سے دعا مانگنی چاہئے، حضور ﷺ خوب عاجزی اور محتاجی ظاہر کرتے تھے، جس کی وجہ سے ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ ﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی تھی، اس لئے ایسا کرنا مناسب ہے۔ باقی! اور نمازوں کی طرح دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، درست ہے۔ صرف اسی سبب سے امام کو معزول کرنا اور رسوا کرنا بڑی جہالت اور کھلا ظلم ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۷۷﴾ نمازِ استسقاء میں دو خطبوں کے درمیان امام کا چادر پلٹانا

سوال: نمازِ استسقاء میں امام کا دو خطبوں کے درمیان چادر پلٹانا جیسا کہ جوہرہ اور درمختار

وغیرہ کتابوں میں ہے، یہ عمل کیسا ہے؟ مقتدیوں نے بھی امام کو دیکھ کر ایسا کیا ہے؟ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جب کہ بعض دوسرے لوگوں نے کہا: کہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جب دعا کے لئے قبلہ رخ ہوں تب چادر پلٹانا ضروری ہے، اور امام صاحب کے ایسا نہ کرنے پر متولی اور کچھ مصلیوں نے امام کو ہٹا کر دوسرے عالم صاحب کو کھڑا کیا جوان مصلیوں کے مددگار تھے، تو کیا اس سبب سے امام کو امامت سے ہٹانا مناسب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: نمازِ استسقاء میں چادر پلٹانا حسن ظن اور تفاؤل کے لئے ہے، اور یہ ایک غیر مؤکد سنت ہے جو خطبہ کے درمیان یا دعا کے وقت دونوں طریقے درست ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے خطبہ کے درمیان چادر کا پلٹانا نقل کیا گیا ہے، اور جوہرہ وغیرہ میں اسی کو مفتیٰ بہ کہا گیا ہے جیسا کہ شامی: ۱/۷۵۲ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور دوسرے طریقہ کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں بیان کیا ہے، اس لئے اگر امام صاحب نے خطبہ کے درمیان چادر نہیں پلٹائی ہے تو یہ شریعت کے خلاف اور ناجائز نہیں ہے، اسے طعن وتشنیع کا سبب بنا لینا اور امامت سے ہٹانے کی دلیل بنانا زیادتی اور غیر مناسب حرکت اور جہالت ولاعلمی کا ثبوت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۷۸﴾ صحن میں تراویح کی نماز پڑھنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کے صحن میں تراویح کی نماز پڑھی جائے یا نہیں اس بارے میں سخت اختلاف ہوا ہے۔ ایک فریق کہتا ہے کہ صحن میں نماز پڑھاؤ، اندر گرمی بہت لگتی ہے، ہمارے گاؤں میں الیکٹرک لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں بجلی کے پنکھے نہیں ہیں،

اس لئے نماز میں دل نہیں لگتا، اور مسجد کی چھت پر مکروہ ہونے کی وجہ سے جا نہیں سکتے (فتاوی رحیمیہ)، اور گرمی بھی سخت ہے۔

اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ: جماعت خانہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ باہر پڑھنے سے نہیں ملے گا، اور جماعت خانہ خالی رہے گا، اور جماعت خانہ کو خالی چھوڑ کر دوسری جگہ نماز پڑھنا شریعت کے خلاف ہے، اور اتنی دیر گرمی برداشت کر لینی چاہئے تو اس بارے میں آپ ہماری رہبری فرمائیں اور مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں۔

(۱) سخت گرمی کے سبب جماعت خانہ چھوڑ کر صحن میں کوئی فرض نماز یا تراویح پڑھ سکتے ہیں؟ (۲) سخت گرمی کے سبب مسجد کے قریب کے کسی گھر یا مکان کے صحن میں فرض نماز یا تراویح پڑھ سکتے ہیں؟ (۳) اگر پڑھ سکتے ہیں تو اعتکاف والے کیا کریں گے؟ (۴) اگر نہیں پڑھ سکتے تو نمازِ عشاء جماعت خانہ میں اور تراویح صحن میں یا دوسری کسی کھلی جگہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

نوٹ: ہماری مسجد کی تعمیر کے وقت کچھ وجوہات سے صحن کو خارج مسجد رکھا گیا تھا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صحن جماعت خانہ سے خارج ہے، اس لئے جماعت خانہ کو خالی چھوڑ کر صحن میں فرض نماز یا تراویح پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا، اور مسجد کا حق بھی ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے اگر صحن میں جماعت کر کے نماز پڑھنی ہو تو سب لوگوں کو متفق ہو کر اس جگہ کو جماعت خانہ ہی میں شمار کر لینا چاہئے، پھر وہاں جماعت کرنے میں یا معتکف کے وہاں تک آنے جانے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۷۹﴾ گرمی کی موسم میں چھت پر تراویح پڑھنا

سوال: ہماری مسجد کی چھت پکی بنی ہوئی ہے، گرمی کی سختی کی وجہ سے بہت سے مصلیوں کا کہنا ہے کہ تراویح چھت پر پڑھنی چاہئے، چھت کھلی ہے تو کیا چھت پر نماز پڑھنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گرمی کی وجہ سے چھت پر جا کر جماعت سے نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اس لئے جماعت کے لئے مسجد میں جو جگہ بنائی ہو وہیں تراویح پڑھنی چاہئے۔ (عالمگیری: ۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۸۰﴾ تراویح میں ثنا پڑھنی سنت ہے۔

سوال: تراویح میں حفاظ تکبیر تحریمہ کہتے ہی سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، جس سے ثنا پڑھنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا، تو کیا تراویح میں ثنا نہیں ہے؟ اور تراویح میں ثنا نہیں پڑھنی چاہئے ایسا کہیں لکھا ہوا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تراویح میں بھی تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھنی چاہئے، اتنی عجلت نہیں کرنی چاہئے کہ ثنا بھی نہ پڑھی جا سکے۔ البتہ اگر امام صاحب جلدی ثنا پڑھ کر قرأت شروع کر دیں تو مقتدیوں کو ثنا چھوڑ کر یا باقی ہو تو ادھوری چھوڑ کر قرآن سننے میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۸۱﴾ تراویح میں ثنا وغیرہ کا حکم

سوال: تراویح پڑھانے والے اور پڑھنے والے تو ثنا، تعوذ، تسمیہ پڑھتے ہی نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تراویح پڑھنے والے اور پڑھانے والے کے لئے بھی

اس کا پڑھنا سنت ہے۔اس لئے اسے پڑھنا چاہئے، شاید پڑھانے والے بہت تیزی سے پڑھ لیتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۸۲﴾ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح کا حکم

سوال: جس شخص کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو، یعنی وہ داڑھی کتراتا ہو تو ان کے پیچھے مبارک مہینہ میں (جو فضیلتوں سے بھر پور ہے) تراویح کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر مسلمان کے لئے ایک مشت داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ اور اسلامی شعار میں سے ہے، داڑھی نہ رکھنے والوں کو شامی میں خنثیٰ اور مشرکین اور آتش پرست کی مشابہت رکھنے والا بتایا گیا ہے۔ ایک مشت سے کم رکھنے والوں کو بھی بالکل مونڈنے والوں کی طرح ہی گنہگار بتایا ہے۔اس لئے داڑھی نہ رکھنے والے یا ایک مشت سے کم رکھنے والے یا وقتی طور پر رکھنے والے شریعت کی نظر میں فاسق وفاجر بتلائے گئے ہیں۔

جو شخص فاسق وفاجر ہو اسے امامت جیسی بلند مرتبہ والی جگہ سونپ کر اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے نماز فرض ہو یا نفل اس کی امامت فاسق کو نہ سونپتے ہوئے ایسے شخص کو سونپنی چاہئے جو عالم ہو متقی ہو پرہیز گار ہو اور متبع سنت ہو، پھر بھی ایسا شخص امام بن کر نماز پڑھائے گا تو نماز تو صحیح ہو جائے گی، فرض کی ادائے گی تو ہو جائے گی لیکن اللہ کی طرف سے انعام نہیں ملے گا اور نزدیکی حاصل نہیں ہوگی۔ (شامی:۱-۲)

﴿۶۸۳﴾ جس کا قرآن صحیح نہ ہو اس کی امامت

سوال: جس کا قرآن صحیح نہ ہو اور صاد، سین، شین، ہاء، حاء وغیرہ میں فرق نہ کرتا ہو ایسے شخص کا تراویح پڑھانا یا امامت کرنا کیسا ہے؟ اگر بدرجہ مجبوری یا زبان کی ثقالت کی وجہ سے

الفاظ صحیح ادا نہ ہوتے ہوں تو ان کا تراویح پڑھانا یا امامت کرانا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن مجید کو صحیح پڑھنا اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کر کے تجوید کے ساتھ پڑھنا لازم اور ضروری ہے، اس کے لئے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے، مخارج سے ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت سی مرتبہ نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، اور مکروہ تحریمی کا گناہ ہوتا ہے، اس لئے صحیح پڑھنے کی خاص کوشش کرنی چاہئے۔

انسان کی اپنی تمام کوششوں اور محنت کے باوجود بھی اس کی ادائے گی، حروف کا تلفظ صحیح نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں پڑھی ہوئی نماز درست کہلائے گی، اور پڑھانے والا انسان مجبور کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۸۴﴾ طلاق دینے والے امام کی امامت

سوال: حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک شخص عالم دین ہے اور امام ہے، اس کی بیوی نافرمان ہے، شوہر پردہ کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن وہ پردہ نہیں کرتی، شوہر پر تہمت لگاتی ہے کہ تیرا تعلق دوسری لڑکیوں سے ہے، شوہر کو ذلیل کرنے کے لئے اس پر مقدمہ اور کیس کرتی ہے، اس بیوی کو اگر شوہر طلاق دے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟ اور اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت نافرمان ہو، شریعت کے خلاف کام کرتی ہو تو اس کو ہو سکے اس طرح سمجھا کر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن سمجھانے کے باوجود وہ اپنی اصلاح نہ کرے اور زیادہ نافرمانی کرتی رہے تو ایسی فاسقہ وفاجرہ عورت کو

طلاق دینا واجب ولازم یا ضروری نہیں ہے، شوہر مناسب سمجھے تو طلاق دے سکتا ہے، ایسی صورت میں طلاق دینے سے گنہگار یا ناپسندیدہ فعل کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا، اور اسی وجہ سے طلاق دی ہوگی تو اللہ کے یہاں گنہگار بھی نہیں کہلائے گا۔ شامی جلد:۲ میں لکھا ہے کہ **لا یجب تطلیق الفاجرۃ الخ** عورت شریعت کے خلاف کام کرے اور شوہر اسے شریعت کے مطابق عمل کرنے کو کہتا رہے اور غلط بہتان لگاتی ہو تو صرف اسی وجہ سے اس کی امامت مکروہ نہیں کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۸۵﴾ متولی کسی کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ سکتا ہے؟

سوال: مسجد کے امام صاحب باہر کسی کام کے لئے جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز اور خطبہ کے لئے ایک عالم باعمل کو متعین کر کے جاتے ہیں، لیکن متولی صاحب جمعہ سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اطلاع دیتے ہیں کہ آپ نماز نہیں پڑھائیں گے اور دوسرے امام کو خطبہ اور نماز کے لئے کہتے ہیں تو متولی صاحب اس طرح دوسرے امام کو متعین کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: متولی یا کمیٹی کا مقرر کیا امام امامت کے لئے افضل ہے، لیکن وہ امام چھٹی لے کر باہر جائے تو اپنی طرف سے کسی نائب امام کو متعین کرنے کے بجائے متولی کو سونپنا چاہیئے یا دونوں کی رضامندی سے کسی کو نائب بنانا چاہیئے۔

﴿۶۸۶﴾ الم تر کی تراویح سے قرآن شریف کی تراویح بہتر ہے۔

سوال: ہمارے گاؤں کے دو شخصوں نے تراویح پڑھانے کے لئے حافظ صاحب کو بلایا، اور انہوں نے قرآن شریف کی تراویح پڑھائی لیکن عوام قرآن کی تراویح کے بجائے الم تر کی تراویح کو زیادہ پسند کرتے ہیں، تو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......تراویح میں قرآن شریف ختم کرنا اور سننا سنت ہے، اس لئے سستی اور کوتاہی کی وجہ سے عوام قرآن کی تراویح کو پسند نہ کرتی ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٦٨٧﴾ ایک حافظ مکمل تراویح پڑھا سکتا ہے؟

سوال: ایک حافظ مکمل بیس رکعت تراویح پڑھا سکتا ہے؟ حافظ صاحب کے پیچھے کوئی سننے والا نہیں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......اگر قرآن پختہ یاد ہو، پڑھنے میں غلطی کا اندیشہ نہ ہو تو ایک ہی حافظ مکمل تراویح پڑھا سکتا ہے۔ منع نہیں ہے۔ غلطی نہ ہو، مشابہت لگنے سے قرآن چھوٹ نہ جائے اور پورا قرآن صحیح اور مکمل پڑھا جائے اور سنا جائے اس کے لئے سامع رکھا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٦٨٨﴾ چار رکعت کی نیت سے تراویح پڑھنا

سوال: رمضان المبارک میں تراویح دو دو رکعت کی نیت سے پڑھی جاتی ہے، تو چار چار رکعت کی نیت سے تراویح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... دو دو رکعت کر کے تراویح پڑھنا سنت طریقہ کے مطابق اور زیادہ ثواب کا سبب ہے، اس لئے اسی طرح پڑھنا چاہئے، لیکن چار رکعت کی نیت کر کے پڑھی جائے تو بھی ادا ہو جائے گی۔ (شامی: ۱/۴۷۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٦٨٩﴾ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا چاہئے۔

سوال: خاص کر لوگ رمضان کے مہینہ ہی میں قرآن شریف پڑھ کر ختم کرتے ہیں، تو کیا

اس طرح رمضان کے مہینہ میں قرآن شریف کم از کم ایک بار ختم کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کو رمضان کے مہینہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے، اس لئے اس مہینہ میں اس کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنی چاہئے، حضور ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام بھی اس مہینہ میں خاص قرآن کا دور کرتے تھے، اور ایک سال تو رمضان میں دو دور کئے تھے، اس لئے اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنی چاہئے، اور اگر زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم ایک مرتبہ تو قرآن ختم کرنا ہی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۹۰﴾ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے؟

سوال: ہمارا قصبہ بڑا ہے، اس میں چار مسجدیں ہیں، اور ہر مسجد میں الم تر سے تراویح ہوتی ہے، قرآن کی تراویح نہیں ہوتی، اور ان مسجدوں میں کوئی اعتکاف بھی نہیں کرتا، تو آنجناب اس کے لئے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رمضان کے مہینہ میں تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا سنت ہے، اس لئے یہ سنت ادا ہو اس کا انتظام ہر عاشق رسول کو کرنا چاہئے، ورنہ سنت کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔ لیکن اس کے لئے تراویح اجرت سے پڑھاویں ایسے ہی افراد ملتے ہوں، بغیر اجرت کے للہ قرآن سناوے ایسا کوئی شخص نہ ملتا ہو تو چونکہ اس کی اجرت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں اس لئے الم تر سے پڑھ لینا بہتر ہے۔ مجبوری ہونے کی وجہ سے ترک سنت کا گناہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۹۱﴾ تراویح میں چار رکعت کے بعد خاموش رہنا

سوال: تراویح کی چار رکعت کے بعد کلمہ، درود شریف، چار اصحاب کے نام وغیرہ بلند آواز

سے پڑھنے کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ بلند آواز سے پڑھنا یا آہستہ آواز سے پڑھنا یا خاموش رہنا چاہئے؟ خاموش رہنے سے گناہ تو نہیں ہوگا؟ یہاں ایک مسجد میں امام صاحب ہر چار رکعت کے بعد دعا پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......تراویح میں ہر چار رکعت پر تھوڑی دیر ٹھہر کر تسبیح، نفل نمازیں یا قرآن شریف، درود شریف وغیرہ اکیلے اکیلے اور آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔ اور صرف خاموش بیٹھنا بھی جائز ہے، مکروہ نہیں ہے۔ چار رکعت کے بعد امام کا پابندی سے دعا مانگنا اور لوگوں کا آمین کہنا اور چاروں اصحاب کا نام لینا وغیرہ ثابت نہیں ہے، اس لئے اس غیر مسنون طریقہ کو چھوڑنا ضروری ہے۔ (شامی: ۶۶۰/۲، قاضی خان: ۱۱۳ وغیرہ)

﴿۶۹۲﴾ تراویح میں چار رکعت پر بیٹھنا سنت ہے؟

سوال: تراویح میں چار رکعت کے بعد جو تھوڑی دیر کے لئے بیٹھنا ہوتا ہے اس میں بیٹھنا نہ بیٹھنا برابر ہو تو یہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......تراویح کی چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا سنت ہے، اور سبحان ذی الملك و الملكوت والی دعا کم از کم تین مرتبہ پڑھی جا سکے اتنی دیر بیٹھنا چاہئے۔ (شامی: ۴۷/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۹۳﴾ تراویح میں چار رکعت پر کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد سب مل کر جو تکدیر (تکبیر) پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اور ہر دو رکعت پر جو پڑھا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں تکدیر پڑھنے کا لکھا ہے جو سمجھ میں نہیں آیا،

اس لئے دوبارہ وضاحت فرما کر لکھیں، اور جو پڑھا جاتا ہو وہ بھی تفصیل سے لکھ کر بھیجیں تو اور زیادہ اچھا ہے۔

باقی تراویح کی ہر چار رکعت پر اجتماعی طور پر کسی چیز کا پڑھنا یا دو رکعت پر کسی چیز کا اجتماعی طور پر پڑھنا ثابت نہیں ہے بلکہ فقہاء نے اس وقت تلاوت، ذکر، تسبیح وغیرہ تنہا تنہا پڑھنے کے لئے یا خاموش رہنے کے لئے لکھا ہے۔ اس لئے بعض دیہاتوں میں یہ جو چار یاروں کے نام وغیرہ بلند آواز سے پڑھنے کا رواج ہے اور اگر آپ کے سوال سے یہی مراد ہو تو یہ رواج بدعت ہے اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۹۴﴾ تراویح کی ہر چار رکعت پر دعا مانگنا

سوال: تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے؟ اور بیس رکعت کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تراویح کی بیس رکعتوں پر امام کا دعا مانگنا اور ہر مقتدی کا اس پر آمین کہنا اس طرح اجتماعی طور پر دعا مانگنا جائز ہے۔ اور ہر چار رکعت کے بعد اس طرح اجتماعی طور پر دعا مانگنا بدعت کہلائے گا۔ اس کے بجائے ہر چار رکعت پر تنہا تنہا تلاوت کرنا، ذکر کرنا، تسبیح پڑھنا یا تنہا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی: ۱/۴۷۱)

﴿۶۹۵﴾ کسی جگہ صرف عشاء اور تراویح کی ہی نماز پڑھی جاتی ہو تو

سوال: رمضان کے مہینہ میں کسی جگہ صرف تراویح ہی ہوتی ہے، اور تراویح سے پہلے عشاء کی نماز ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور کسی وقت کی نماز وہاں جماعت سے نہیں ہوتی تو ایسی جگہ تراویح درست ہوگی یا نہیں؟ اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ دائمی ہونی چاہئے یا

نہیں؟ ایک مکان ہے اس میں عشاء کی نماز اور تراویح ہو جانے کے بعد ہر شخص وہاں آتا جاتا رہتا ہے، تو ایسی جگہ تراویح کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ جگہ پر تراویح کی نماز پڑھنے میں یا عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور وہ جگہ شرعی مسجد نہیں ہے اس لئے وہاں رہنے میں یا دوسرے کسی دوسرے استعمال میں لایا جائے تو بھی گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ جگہ کسی کی ملکیت نہ ہو، بلکہ وقف ہو تو وہ جگہ مسجد کہلائے گی، لہذا دوسری نمازوں کو بھی جماعت سے پڑھنے کا انتظام کرنا چاہئے تاکہ مسجد کا حق بھی ادا ہو اور وہاں دوسرا استعمال بھی بند کیا جائے تاکہ مسجد کا ادب باقی رہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۶۹۶﴾ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں یا آٹھ رکعتیں ہیں؟

سوال: مولوی عبد الجلیل سامرودی صاحب نے آٹھ رکعت تراویح کے بارے میں ہنڈ بل (اشتہار) چھپوایا ہے، اس کے مدار پر میں آٹھ رکعت تراویح پڑھتا ہوں، تو کیا اس طرح میرا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صحیح ہے؟ حدیث سے کتنی رکعتیں ثابت ہیں؟ فقہ وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تراویح پڑھنا مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے، اور اس کی بیس رکعت پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

ہمارے مذہب کے چاروں ائمہ میں سے کسی نے بھی بیس سے کم رکعت نہیں بتائی ہے، اس لئے ہر مسلمان مرد اور عورت کو تراویح کی بیس رکعت ہی پڑھنی چاہئے، جو شخص اس سے کم آٹھ رکعت پڑھتا ہے وہ غلط کرتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے عمل کے خلاف ہے۔

آپ نے ہنڈ بل (دستی اشتہار) کے مضمون سے دھوکا کھایا ہے، وہ غیر مقلد اور اہل حدیث کا مضمون ہے۔ جو آپ جیسے سیدھے سادے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اور مسلمانوں میں فتنہ پھیلانے کے لئے تھوڑے تھوڑے وقت میں چھپواتے رہتے ہیں، بہت سی مرتبہ اس کے تفصیل سے جوابات بھی دئے جا چکے ہیں۔

انہوں نے اس دستی اشتہار (ہنڈ بل) میں حنفی مسلک کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ بھی سچے نہیں ہیں، کمی وبیشی کر کے اپنا مقصد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے تراویح کی بیس رکعت پڑھنا چاہئے، یہی سنت طریقہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٦٩٧﴾ تراویح میں بھول سے ایک سلام سے چار رکعت پڑھ لینا

سوال: تراویح کی نماز میں امام نے دو رکعت کے بجائے چار رکعت ختم کر کے سلام پھر دیا، تو یہ چار رکعت صحیح ہوئی یا وہ باطل ہو گئیں؟ یا دو رکعت تراویح سمجھی جائے گی یا چار رکعت سمجھی جائے گی؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے: کہ سجدۂ سہو نہیں کیا ہے اس لئے دو رکعت تراویح ہوئیں اور دو باطل ہو گئیں؟ اور کچھ لوگ کہتے ہیں: کہ ایک بھی رکعت تراویح کی نہیں ہوئی، پھر سے چاروں رکعتیں پڑھنی پڑے گی، اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے: کہ سجدۂ سہو کیا ہوتا تو دو رکعت تراویح کی ہوتی اور دو نفل ہو جاتی تو اس میں صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسئولہ صورت میں امام صاحب نے دو رکعت کے بجائے بھول سے چار رکعت پڑھا دی، یہ تو آپ نے سوال میں لکھا ہے لیکن دو رکعت پر تشہد کے لئے بیٹھے تھے یا نہیں یہ نہیں لکھا ہے۔

اگر التحیات پڑھنے کی مقدار کے برابر بیٹھے ہوں اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھی ہوں اور

سلام پھر دیا ہو تو صحیح قول کے مطابق تراویح کی چار رکعتیں ادا ہو گئی، لیکن اس طرح تراویح کی چار رکعتیں پڑھنا اچھا نہیں ہے، لیکن اگر انہوں نے دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو اور چار رکعتیں پڑھ لی اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو استحساناً اور صحیح قول کے مطابق تراویح کی چار رکعتیں ادا سمجھ لی جائے گی۔ (قاضی خان، عالمگیری: ۱۹)۔ سوال میں آپ کی آپس کی بات چیت کے جو تین قول ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

﴿۶۹۸﴾ تراویح میں ثنا کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو نہیں آتا

سوال: تراویح میں امام صاحب بھول سے ثنا پڑھنا بھول جائیں اور سیدھے الحمد شروع کر دیں تو کیا کرنا چاہئے؟ سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے؟ یا نماز دہرانی پڑے گی؟ اور سجدۂ سہو کر لیا ہو تو نماز درست کہلائے گی یا نہیں؟ ورنہ کیا کرنا چاہئے؟ نماز کا اعادہ آئے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ثنا پڑھنا سنت ہے، اس لئے اس کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اس لئے سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے۔ سجدۂ سہو جب واجب ہوتا جب کہ کوئی واجب بھول سے چھوٹ جائے اس لئے مسئولہ صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا ہے۔ اگر سجدۂ سہو واجب نہ ہوا ہو اور کر لیں تو فتاویٰ دار العلوم کے فتوے کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۶۹۹﴾ تراویح خواں کے ہدیہ کے لئے چندہ کرنا

سوال: رمضان کے مہینہ میں تراویح پڑھانے والے حافظ صاحبان کے ہدیہ کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟ چندہ کر کے ہدیہ دینا جائز ہے؟ کچھ جگہوں پر برسوں سے اس طرح ہدیہ دینے کا رواج ہے، دو سال سے ہمارے محلّہ میں بھی یہ چندہ بند کر دیا ہے لیکن کچھ بھائی ہدیہ

کے طور پر دے جاتے ہیں، تو اس طرح ہدیہ کے طور پر رقم لینا اوراس میں کچھ اضافہ کر کے ہدیہ لینااور دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......رمضان کے مہینہ میں تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، اور تراویح میں پورے قرآن کا سننا اور پڑھنا یہ بھی ایک الگ سنت ہے، اور یہ بھی سنت مؤکدہ ہے۔

ہمارے یہاں تراویح میں قرآن سنانے والے کو ہدیہ دینے کا رواج ہوگیا ہے بہت سی جگہوں پراس کے لئے پہلے سے ہی کچھ رقم متعین کر دی جاتی ہے، اور پڑھانے والے کو بھی یقین ہوتا ہے کہ مجھےاسی وجہ سے ایک خاص رقم ملے گی، اور مسجد کے متولی کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں حافظ صاحب کو کوئی خاص رقم پڑھنے کے عوض دینی پڑے گی، اور نہ دیں گے تو کوئی پڑھانے نہیں آئے گا۔تو اب دیکھنا چاہئے کہ تراویح میں قرآن شریف سنانے کے لئے اجرت لینا دینا جائز ہے یانہیں؟ اور شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

فقہ کی ہر کتاب میں لکھا ہوا ہے: کہ عبادت کے کام پر عوض کے طور پر اجرت لینا نا جائز اور حرام ہے، تراویح میں قرآن پاک پڑھنا بہت ہی ثواب کا کام اور بڑی عبادت ہے، اور اس پراجرت لینے سے پڑھنے والا بھی گنہگار رہوتا ہے۔(شامی:۴۸)۔

اسی طرح فقہاء نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے: کہ اگر کسی جگہ بغیر اجرت کے تراویح میں قرآن پاک سنانے والا نہ ملے تو الم تر سے تراویح پڑھ لینی چاہئے، ایک سنت کے ادا کرنے کے لئے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے۔اس لئے اس کام کے لئے چندہ کرنا یا چندہ کر کے پیسے دینا جائز نہیں ہے۔اور اس میں پیسے دینے والے کو بھی ثواب نہیں ملے گا۔امداد

الفتاویٰ: ۱/۳۱۵ میں ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے: کہ ہر وہ عبادت جس کا کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: کہ قرآن پڑھو اور اسے کمانے کا ذریعہ مت بناؤ۔

نیک اور اچھے کام کے لئے چندہ کرنا جائز ہے، لیکن جو کام گناہ ہو یا نا جائز ہو اس کے لئے چندہ کرنا بھی نا جائز ہے، اور چندہ دینے والوں کو بھی ثواب نہیں ملے گا، بلکہ گناہ کے کام میں مدد کرنے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔ اس لئے جن لوگوں نے پیسے دئے ہوں انہیں وہ پیسے واپس کر دینے چاہئے۔

بہت سی جگہ پر پڑھانے والے پیسے پہلے سے متعین نہیں کرتے، اور مسجد والے بھی متعین نہیں کرتے، لیکن بعد میں ہدیہ کے طور پر دیتے ہیں، وہ بھی نا جائز ہے، اس لئے کہ فقہ کا قانون ہے کہ **المعروف کالمشروط** یا ہر مرتبہ کا دستور ہو جیسا کہ ہمارے یہاں تقریباً بہت سی مسجدوں میں یہی ہوتا ہے تو یہ بھی شرط کے درجہ ہی میں ہے۔

افضل اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ حافظ صاحبان کسی بھی طرح کے عوض کے بغیر تراویح پڑھائیں، اور ان کے پیچھے سننے والا ہر مصلی ان کا احسان مانے کہ انہوں نے قرآن سنایا تو ہمیں قرآن سننے ملا، اور ایک ساتھ دو سنت ادا کرنے کا موقعہ ملا، تو تنہائی میں اپنی طرف سے جتنی خدمت ہو سکے کسی بھی طرح کی پہلے سے شرط کئے بغیر یا دکھاوے کے بغیر جو ہو سکے اپنی طرف سے تراویح خواں کی مدد کرے تو تراویح پڑھانے والے کے لئے بھی جائز کہلائے گا، اور مدد کرنے والے کو بھی خاص ثواب ملے گا۔

دوسرا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے: کہ ایسے حافظ صاحبان کو رمضان کے مہینہ میں نماز

پڑھانے کے لئے نائب امام یا مدرسہ میں تعلیم کے لئے ملازمت پر رکھ سکتے ہیں، جتنی بھی رقم عوض کے طور پر متعین کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، اس کی گنجائش نکل سکتی ہے، باقی تراویح پڑھانے کا طے کر کے تراویح پڑھانے کا عوض دینا یا عوض لینا جائز نہیں ہے۔

﴿۷۰۰﴾ فاسق اور فاجر امام کے پیچھے تراویح

سوال: رمضان المبارک قریب آتے ہی یہاں کے کچھ حفاظ جو پورے سال شرٹ اور پینٹ اور کلین شیو کر کے پھرتے ہیں، فرض نمازیں بھی پوری پابندی سے نہیں پڑھتے، اور دس مہینوں تک دنیاوی امور میں مشغول رہتے ہیں، سینما ہال، اور تفریح گاہوں کو آباد کرتے رہتے ہیں، وہ لوگ رجب کے مہینہ سے رمضان آنے تک داڑھی رکھ لیتے ہیں، اور کفنی اور پائجامہ پہننا شروع کر دیتے ہیں، اور مسجد کے متولیان تراویح کے لئے ایسے حفاظ کو متعین کر دیتے ہیں، اور ایک یا دو فرض نماز کی ذمہ داری بھی انہیں دے دیتے ہیں تو یہ کتنا مناسب ہے؟

دوسری بات یہ کہ صلاحیت سے زیادہ لوگ تعلقات کی طرف توجہ دیتے ہیں، مثلاً: متولی کے رشتہ دار یا کوئی مالدار شخص ہو جو مسجد میں زیادہ چندہ دیتے ہیں اس کو مدنظر رکھتے ہوئے حفاظ کا تقرر کیا جاتا ہے، جس میں اچھے حفاظ کو تراویح پڑھانے سے منع کر دیا جاتا ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟ اس کا صحیح جواب اسلامی روشنی میں دینے کی آنجناب سے میری مؤدبانہ گزارش ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فرض نماز کی امامت یا تراویح پڑھانا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ نمازیوں اور اللہ جل شانہ کے درمیان امامت کرنے والا واسطہ بنتا ہے، اور حضور

ﷺ کی نیابت کرتا ہے، اسی لئے شریعت میں ایسے شخص کے لئے جو مقتدیوں میں سب سے زیادہ علم، تقویٰ، پرہیزگاری اور اخلاق میں افضل ہوں اسے امام بنانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ فاسق اور فاجر کی امامت چاہے فرائض کے لئے ہو یا تراویح کے لئے فقہاء نے مکروہ تحریمی بتائی ہے، اس لئے متقی، پرہیزگار عالم ملتے ہوں تو ایسے ہی افراد کو امامت کے لئے متعین کرنا چاہئے۔

تراویح کی امامت کے لئے قرآن شریف کی صفائی اور مخارج کی صحت کے ساتھ ادائے گی، قوت حفظ، آواز، لہجہ اور مقتدیوں میں جو محبوب ہو اس کا خاص لحاظ کرنا چاہئے۔

آپ نے لکھا ہے: کہ صلاحیت سے زیادہ لوگ تعلقات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، یہ مناسب نہیں ہے، متولی یا ذمہ داروں کو بھی اللہ کے یہاں جواب دینا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں رہنمائی کی گئی ہے: کہ کوئی ذمہ دار کسی کام کے لئے کسی کو متعین کرے اور اس ذمہ دار کو اس سے زیادہ صلاحیت والا شخص مل سکتا ہو تو اس ذمہ دار نے خیانت کی ہے اس لئے رشتہ داری کا لحاظ یا تعلقات سے زیادہ صلاحیت کو اہمیت دینی چاہئے۔

اب جو لوگ پورا سال سینما گھروں یا تفریح گاہوں کی جگہوں کو آباد کرتے رہتے ہوں اور فاسق اور فاجر کے زمرہ میں آتے ہوں تو ایسے لوگ جب بھی سچے دل سے توبہ کریں اور مستقبل میں ایسے برے اعمال نہ کرنے کا پکا عزم کریں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالی ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور گناہوں کے معاف ہونے سے فاسق اور فاجر نہیں رہتے، اس لئے ایسے افراد امامت کے لئے غیر لائق نہیں رہتے۔

سچی توبہ کے بعد ان کے پرانے اعمال کو یاد کرکے انہیں ذلیل کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اللہ تعالی نے معاف کر دیا تو ہمیں بھی معاف کر دینا چاہیئے۔ اور جو علماء وقتی اصلاح یا وقتی بزرگی یا وقتی تقویٰ حاصل کرتے ہیں وہ فاسق اور فاجر ہی کے شمار میں آتے ہیں ان کی امامت مکروہ تحریمی اور انہیں عزت دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰۱﴾ شبینہ کا حکم

سوال: شبینہ کا ختم کا کیا مطلب ہے؟ اسلام میں اس کی ادائے گی کا کیا طریقہ ہے؟ اور شبینہ کا حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ہمارے یہاں ایک رات میں تراویح کی جماعت کر کے تراویح کی نماز میں پورا قرآن ختم کرنے کو شبینہ کہا جاتا ہے۔ بعض شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پورا قرآن شریف ختم کیا جائے تو منع نہیں ہے، جائز ہے لیکن ان شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا، اس لئے فقہاء نے منع لکھا ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰۲﴾ شبینہ کے لئے کچھ شرائط کی پابندی ضروری ہے

سوال: ہمارے گاؤں کی بستی آٹھ سو (۸۰۰) افراد کی ہے، اس میں مسلمانوں کی آبادی تین سو (۳۰۰) ہے تو ہمارے یہاں تراویح کی نماز میں شبینہ کا ختم کر سکتے ہیں؟ ہمارا ارادہ اطراف کے دو تین گاؤں میں بھی خبر کرنے کا ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: تراویح میں ایک رات میں پورا قرآن شریف ختم کرنے کی اجازت تو ہے لیکن اس کے لئے دوسرا کوئی اہتمام یا اعلان نہ ہو، تراویح پڑھانے والا ہر شخص زیادہ قرأت کے لئے رضامند ہو، ائمہ کی تلاوت صاف ہو اور پڑھنے والا اور سننے

والا تلاوت کے ادب کا لحاظ کر سکتا ہو تبھی شبینہ کا ختم رکھنا جائز کہلائے گا۔

﴿۷۰۳﴾ شبینہ کے متعلق تنبیہ

سوال: شبینہ کا ختم تراویح ہی میں ہوسکتا ہے؟ یا تراویح کے بعد نوافل میں ختم رکھا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: تراویح کے علاوہ دوسری نفل نمازیں تہجد وغیرہ میں جماعت کرنا اور اس کے لئے لوگوں میں اعلان کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے اس طرح دوسری نفل نماز جماعت کے ساتھ تین سے زیادہ لوگوں کو نہیں پڑھنی چاہئے۔ اس لئے اس طرح کا اہتمام کر کے شبینہ کا ختم رکھنے میں مکروہ تحریمی کا گناہ ہوگا۔ (فتاوی رشیدیہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰۴﴾ شرعی رو سے مسافر کون ہے؟

سوال: شریعت میں مسافر کون ہے؟ اور اسے فرض نمازیں کتنی پڑھنی چاہئیں؟ اور سنت و نوافل کے بارے میں کیا حکم ہے؟ باہر کسی جگہ گھومنے جانا ہو اور گھومتے گھومتے کسی شہر میں پہنچ گئے تو کیا وہاں مسافر کہلائیں گے؟ اور اس شہر میں رہنے کے بعد گھومنے نکلیں اور گھومتے گھومتے نماز کا وقت ہو جائے، اور مسجد میں پہنچنے پر وہاں جماعت ہوگئی ہو تو دو یا تین چار آدمی مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ مسافر ہونے کی حالت میں امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں کتنی اور کس طرح نماز پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص ۴۸ میل یا سوا ستتر کلومیٹر دور جانے کے ارادہ سے نکلے وہ شخص اپنے گاؤں کی بستی سے باہر نکلتے ہی مسافر کہلائے گا۔ اور جب تک کسی جگہ پندرہ دن سے زیادہ رہنے کی نیت سے نہ ٹھہرے یا اپنے وطن واپس نہ آجائے تب تک

مسافر ہی رہے گا۔

اور اس کے لئے ہر چار رکعت والی فرض نماز میں قصر یعنی چار کے بجائے دو رکعت پڑھنا حنفی مذہب کے مطابق واجب ہے۔ سنن ونوافل میں قصر نہیں ہوتی، اس لئے ان کو پوری ہی پڑھنی چاہئے۔ لیکن اگر جلدی ہو یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکیں تو سنت مؤکدہ چھوڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ مسافر ہونے کی حالت میں تنہا نماز پڑھیں یا امام بن کر نماز پڑھائیں دونوں صورتوں میں قصر کرنا ضروری ہے۔ البتہ مقیم امام کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھ رہے ہوں تو اب امام کی متابعت میں پوری نماز پڑھنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۰۵﴾ مسافر کب بنتا ہے؟

سوال: ۵۰ کلومیٹر کی مسافری کر کے میں ایک بستی میں پہنچا، واپس ہوتے وقت ایسے راستہ سے آیا جس سے اسی (۸۰) کلومیٹر ہوتے تھے، تو کیا واپسی میں قصر کرنی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......۸۰ کلومیٹر مقدار سفر سے زیادہ ہے، اس لئے واپس آتے وقت سفر کی نیت کی ہوگی تو قصر کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ جس راستہ سے سفر کیا جائے اسی کا اعتبار ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۰۶﴾ وطن اصلی کسے کہتے ہیں؟

سوال: غلام گجرات میں رہتا ہے، اس کا وطن اصلی گجرات ہے، لیکن کاروبار ممبئ میں کرتا ہے، تو جب وہ گجرات اپنے وطن میں جائے گا تو قصر کرے گا یا نہیں؟ غلام کا لڑکا ممبئ میں پیدا ہوا ہے، اور وہ جب گجرات جائے گا تو قصر کرے گا یا نہیں؟ اس کی پیدائش ممبئ کی ہے، تو اس کا وطن اصلی ممبئ کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غلام اپنے وطن اصلی گجرات جائے گا تو وہاں نماز پوری پڑھے گا، جس جگہ پیدائش ہوئی، گھر، مکان اور ہمیشہ وہاں رہنے کا ارادہ ہو وہ جگہ وطن اصلی کہلاتی ہے، اس لئے غلام کا لڑکا گجرات میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت سے ٹھہرے گا تو قصر کرے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰۷﴾ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

سوال: میں سورت میں ملازمت کرتا ہوں، یہاں میں بال بچوں کے ساتھ رہتا ہوں، اور میرا اصل وطن (باپ کا گاؤں) یہاں سے تین منزل یعنی ۴۸ میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے، اور مجھے یہاں سے آفس کے کاموں کے لئے یا دوسرے کاموں کے لئے ۱۵ دن کے اندر اندر ۴۸ میل سے زیادہ فاصلہ پر جانا ہوتا رہتا ہے، تو میں یہاں پر یعنی سورت میں نماز پڑھوں تو قصر کروں یا نہیں؟

اگر مجھے میرے گاؤں اور ملازمت کی جگہ کے درمیان میں ۴۸ میل سے زیادہ جانا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور دوسری طرف ہو تو کیا حکم ہے؟ سورت میں آکر میرا پھر باہر جانا تو نہیں ہوتا، لیکن کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا، کل بھی جانا پڑے، مہینہ بھی نکل جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تم جس جگہ پندرہ دن سے زیادہ رہنے کی نیت سے ٹھہرتے ہو اسے وطن اقامت کہتے ہیں، اور وطن اقامت سفر کے ارادہ سے نکلنے سے ختم ہو جاتا ہے یعنی تم سورت سے ۴۸ میل سے زیادہ سفر کے ارادہ سے نکلو گے تو نکلتے ہی قصر کرنی ضروری ہے۔ اب دوبارہ وطن اقامت میں آتے ہی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھنی پڑے گی، ورنہ قصر کرتے رہنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰۸﴾ وطن اصلی میں قصر پڑھیں تو

سوال: زید نے وطن اصلی میں پہنچ کر چھ اور سات دن کی سب نمازیں قصر ہی ادا کیں تو یہ نمازیں دوبارہ دہرانی (اعادہ کرنا) ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... وطن اصلی میں پوری نمازیں پڑھنی فرض ہیں، اس لئے قصر کرنے سے فرض مکمل نہیں ہوگا۔ اس لئے جتنی نمازیں قصر کی ہیں ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، وہ نمازیں قضا شمار کی جائیں گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۰۹﴾ اقامت کی نیت سے نمازیں پوری پڑھنی ضروری ہیں۔

سوال: ایک شخصیت پنجاب سے بنگال آتی ہے، اور ایک ضلع میں اقامت کے ارادہ سے چھ مہینہ اس طرح گذارتے ہیں کہ ایک دو دن ایک جگہ وعظ کی، اور ایک دو دن دوسری جگہ۔ اس طرح پانچ چھ مہینے ایک ہی ضلع کے دس بارہ گاؤں میں گذارتے ہیں تو ان حالات میں نماز قصر کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: ...... پنجابی شخصیت نے بنگال مین جا کر ایک ہی جگہ اقامت کی نیت کر لی تو اب جب تک سفر کی نیت نہ کرے تب تک نماز پوری پڑھنی ضروری ہے۔ (شامی:۱) لیکن سوال میں لکھنے کے مطابق الگ الگ جگہوں پر ایک دو دن وعظ کے پروگراموں کی وجہ سے سفر کرتے رہیں اور اقامت کی نیت نہیں کی تو نماز قصر کرنی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

﴿۷۱۰﴾ کتنے کلو میٹر کے سفر کے ارادہ سے قصر کا حکم آئے گا؟

سوال: ہم جب سفر کریں تو کتنے کلو میٹر وطن سے دور جانے کا قصد ہو تو قصر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما: جب ستتر (۷۷) کلومیٹر سے زیادہ دور جانے کے ارادہ سے اپنی بستی سے باہر نکلیں اور بستی کے مکانات کی حد ختم ہو جائے تو قصر پڑھنا لازم ہے۔اس میں چار رکعت والی فرض نمازیں دو رکعت پڑھنی ضروری ہیں۔(شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۱۱﴾ کتنے کلومیٹر کے قصد سے قصر کرنی ضروری ہے؟

سوال: آج کل میل کے بجائے کلومیٹر چلتا ہے،تو کتنے کلومیٹر کے قصد سے قصر کا حکم آئے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اڑتالیس میل کے سوا ستتر کلومیٹر ہوتے ہیں،اس لئے اتنے کلومیٹر کے سفر کے ارادہ سے نکلنے سے نماز قصر کرنی پڑے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۱۲﴾ گھر سے نکلنے پر تیس میل اور واپس آتے وقت پچاس میل ہوئے تو مسافر کہلائے گا یانہیں؟

سوال: میں اپنے گھر سے تیس میل کے سفر پر گیا تھا، وہاں سے واپس آتے وقت پچاس میل کے سفر پر جانا ہوااور راستہ میں میرا شہر بھی آیا تو اس صورت میں مسافر کہلاؤں گا یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اولاً سوال میں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے اسی پر جواب کا مدار ہے۔اور وہ یہ کہ مذکورہ جگہ سے پچاس میل کے سفر پر نکلتے وقت راستہ میں جب آپ کا وطن بھی آتا ہے تو اس وقت آپ کا ارادہ کیا تھا؟

اگر وطن کی حد میں داخل ہو کر آگے جانے کا ارادہ تھا تو مسافر نہیں کہلائیں گے،اس لئے کہ مسلسل اڑتالیس میل کے سفر کا ارادہ نہیں تھا۔اور اگر وطن کو ایک طرف رکھ کر آبادی کی حد میں داخل ہوئے بغیر آگے جانے کا ارادہ تھا تو مسافر کہلائیں گے،اور نماز قصر کرنی ضروری ہے۔(ہدایہ،شامی) فقط واللہ تعالی اعلم۔

﴿۷۱۳﴾ قصر کب ہوگی؟

سوال: میں پچاس کلومیٹر کے ارادہ سے گھر سے نکلا، اور ایک گاؤں پہنچا، وہاں سے پھر آگے تیس کلومیٹر گیا، تو اب مجھے نمازیں قصر کرنی ہوں گی یا نہیں؟ اور جب میں وہاں سے واپس آؤں گا تو پورے اسی کلومیٹر کا سفر ہوگا تو اب قصر کرنی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں سفر تو اسی کلومیٹر کا ہو گیا، لیکن سفر میں نکلتے وقت ایک ساتھ سوا ستتر کلومیٹر کے سفر کی نیت نہیں تھی اس لئے مسافر شرعی کہلائے گا نہیں، اور قصر واجب نہیں ہوگی لیکن واپسی میں پورے اسی کلومیٹر کے سفر کی نیت ہے اس لئے قصر کرنی ضروری ہے۔ (شامی: ۵۲۶، بحر، طحطاوی: ۲۵۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۱۴﴾ پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے جانے والا مسافر راستہ میں قصر کرے گا۔

سوال: زید پندرہ دن ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت سے اپنے وطن اصلی سے جا رہا ہو تو راستہ میں وطن اقامت پہنچنے سے پہلے نمازیں قصر کرے گا یا نہیں؟ اور جب وطن اقامت سے اپنے وطن اصلی کی طرف آ رہا ہو تو دونوں وطنوں کے درمیان کے سفر میں اپنی نمازیں قصر کرے یا مکمل پڑھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وطن اصلی سے سوا ستتر کلومیٹر یا اس سے زیادہ دور جانے کے ارادہ سے سفر شروع کیا تو جب تک کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی تو نمازیں قصر کرنی ضروری ہیں۔

اس لئے مسئولہ صورت میں کسی جگہ کو جب تک وطن اقامت نہ بناوے تب تک نمازیں قصر کرے، اسی طرح وطن اقامت سے وطن اصلی کی طرف جاتے ہوئے سفر میں جتنی نمازیں

آویں وہ بھی مسافری کے حکم میں آنے کی وجہ سے قصر کرنی پڑے گی۔(شامی، وغیرہ) فقط

﴿۷۱۵﴾ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر ہی کیا جاوے۔

سوال: میں میری عورت کے ساتھ سفر میں نکلا، اڑتالیس سے پچاس میل پہنچنے پر حیض آ گیا، ہمیں وہاں آٹھ دن رکنا پڑا، میری عورت تین دن کے بعد پاک ہوگئی، تو اب وہ نماز قصر پڑھے گی یا اتمام کرے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: مسافر بننے کے بعد جب تک کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کریں نمازیں قصر کرنی ضروری ہیں، اس لئے مسئولہ صورت میں مرد اور عورت دونوں کے لئے قصر کرنا ضروری ہے۔(شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۱۶﴾ سفر کی حالت میں عورت بھی قصر کرے گی؟

سوال: میں سفر کے ارادہ سے نکلا، میرے ساتھ میری عورت گھر سے حیض کی حالت میں میرے ساتھ چلی، اڑتالیس میل پہنچنے کے بعد دوسرے دن وہ پاک ہوئی، تو اب وہ نماز قصر کرے گی یا پوری پڑھے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حالت حیض میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور ان نمازوں کی قضا بھی نہیں ہے، اور حیض سے پاک ہونے کی حالت میں وہ مسافر ہی ہے تو قصر کرے گی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۱۷﴾ عورت شوہر کے گھر نماز میں اتمام کرے گی؟

سوال: عورت شادی کے بعد اپنے شوہر کے یہاں پہلی مرتبہ جاتی ہے تب پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہوتی ہے، تو نماز میں اتمام کرے گی یا قصر کرے گی؟ اور والد کے یہاں

جب جائے گی تو قصر کرے گی یا اتمام کرے گی؟ شوہر کا گھر والد کے گھر سے پچاس میل دور ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......عورت شادی کے بعد شوہر کے تابع سمجھی جاتی ہے، اب شوہر نے عورت کو رواج کے مطابق نقد مہر وغیرہ اس کا جو حق ہے وہ اس کو دے دیا ہو تو شوہر کے یہاں پہنچ کر عورت نماز پوری پڑھے گی۔

عورت کے سفر کا اس وقت اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ شوہر کے ساتھ رہنے سے اور اس کے تابع ہونے سے اس کا وطن اصلی (اس کے والد کا گھر) باطل ہو جائے گا۔ اور والد کے یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت پر نماز قصر کرے گی۔ (امداد الفتاویٰ، عزیز الفتاویٰ، شامی، عینی شرح کنز) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۷۱۸﴾ کشتی بان (ملاح) بندرگاہ میں نماز قصر کرے گا؟

سوال: ہم سمندری جہاز میں سفر کرتے ہیں، اور بہت سے پورٹ (بندرگاہوں) میں پھرتے رہتے ہیں، کسی پورٹ میں پندرہ دن ٹھہرتے ہیں، تو کسی پورٹ میں اٹھائیس دن، تو کسی پورٹ میں مہینہ بھی نکل جاتا ہے، کبھی کبھی سمندر میں ایک مہینہ تک جہاز چلتا رہتا ہے تو قابل دریافت امر یہ ہے کہ اس درمیان ہمیں نماز کس طرح ادا کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جب کوئی شخص اپنے وطن سے اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کے سفر کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ شرعی مسافر کہلاتا ہے، اور اب اس کے لئے چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھنی فرض ہو جاتی ہیں، اس لئے آپ کے لئے حکم یہ ہے کہ آپ چار رکعت والی نمازیں دو رکعت قصر پڑھیں گے۔

اور جب کبھی کسی بندرگاہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہوتو اتنے دن پوری نمازیں پڑھنی ضروری ہے، اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوتو قصر کرتے رہیں۔
جس جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر کے پوری نمازیں پڑھتے تھے اب وہاں سے جب آگے جانے کے لئے آپ بندرگاہ چھوڑ دیا تو دوبارہ قصر کرنی چاہئے۔(شامی، کتب فقہ)

﴿۷۱۹﴾ کیا سمندری جہاز میں نماز قصر کریں گے یا اتمام؟

سوال: سمندری جہاز میں حاجی صاحبان ممبئی سے روانہ ہوکر آٹھ دس دن میں جدہ پہنچتے ہیں، تو جہاز میں نماز قصر کریں گے یا اتمام کریں گے؟ اگرچہ یہ لوگ پندرہ بیس دن میں منزل پر پہنچیں گے لیکن روزانہ پانچ پچیس میل کا ہی سفر ہوتا ہے، تو ان حالات میں نماز قصر کریں یا اتمام کریں؟ برائے مہربانی جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہاز میں سفر کرنے کی صورت میں نماز میں قصر ہی کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ لوگ سفر ہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۲۰﴾ قصر کہاں سے کہاں تک ہوگی؟

سوال: زید وطن اقامت سے وطن اصلی کی طرف سفر کرے تو قصر نماز کہاں سے کہاں تک پڑھے؟ زید وطن اصلی میں صرف چھ یا آٹھ دن ہی رہنا چاہتا ہے تو اس کا خلاصہ فرماویں یعنی قصر پڑھے یا پوری نماز پڑھے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب وطن اقامت سے سفر کی نیت سے بستی سے باہر نکل جائیں تو قصر کرنا لازم ہو جائے گا، اور وطن اصلی کی آبادی کے شروع ہوتے ہی پوری نماز پڑھنے کا حکم آجائے گا۔ وطن اصلی میں کم دن رہنے کا ارادہ ہو یا زیادہ، نماز پوری پڑھنی پڑے

گی۔ (شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۲۱﴾ کونسی نماز میں قصر نہیں ہے؟

سوال: کون کونسی نمازوں میں قصر نہیں پڑھ سکتے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فجر، مغرب اور وتر یا سنتوں میں قصر نہیں ہے۔

﴿۷۲۲﴾ سفر کی قضا نماز حضر میں قصر پڑھیں گے۔

سوال: سفر میں جو نمازیں قضا ہو جائیں ان کو اگر مقیم بننے کے بعد ادا کیا جائے تو قصر پڑھیں گے یا پوری پڑھیں گے؟ اسی طرح مقیم کی جو نمازیں قضا ہوگئی ہوں وہ سفر میں ادا کرے تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حالت سفر میں قضا شدہ نمازوں کو قصر ہی پڑھنا ضروری ہے۔ اور مقیم ہونے کی حالت میں جو نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کو سفر میں ادا کریں یا حالتِ اقامت میں، دونوں صورتوں میں پوری ہی پڑھنی ضروری ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۲۳﴾ حج میں قصر کے مسائل

سوال: ایک شخص ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں اس نے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا، اب وہ شخص آٹھویں ذی الحجہ کو ارکان حج ادا کرنے کے لئے منیٰ اور عرفات اور مزدلفہ گیا تو مذکورہ جگہوں پر نماز کے لئے کیا حکم ہے؟ قصر کرنی ضروری ہے یا پوری پڑھی جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکور شخص نے پندرہ دن ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی نیت نہیں کی، بلکہ منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ مل کر پندرہ دن کی نیت کی ہے، (اس لئے کہ وہ شخص حج کے لئے گیا ہے) اس لئے ان کی یہ نیت صحیح نہیں ہوگی، اور انہیں قصر کرنا ضروری ہے۔

﴿۲۴۷﴾ سفر کی حالت میں مکہ اور منیٰ پہنچنے پر نماز قصر کریں یا اتمام؟

سوال: محترم مفتی صاحب! بعد سلام مسنون،

حال میں سفر حج کی حالت میں ایسا سننے میں آیا کہ ہم مسافر ہوں اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور دس دن کے بعد منیٰ بھی جانے کا ہو تو اب مکہ میں اور منیٰ میں پوری نماز پڑھنی پڑے گی، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ہم سفر میں ہوں اور مکہ مکرمہ یا دوسری کوئی جگہ پہنچیں اور اس جگہ مکمل پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو سفر ختم ہو جائے گا، اور اگر دو تین الگ الگ جگہوں پر ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو سفر ختم نہیں ہوتا، یعنی قصر کا حکم برقرار رہتا ہے۔ حاجی سفر کر کے جب حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے، تو مکمل پندرہ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی نیت کرے گا تو مقیم کہلائے گا اور نمازوں میں اتمام کرے گا۔ (مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں حکم ہے)

لیکن مسئولہ صورت میں پندرہ دن مکمل ہونے سے پہلے منیٰ و عرفات اور مزدلفہ وغیرہ وغیرہ الگ الگ مقامات پر وقت لگانا پڑے گا، اس لئے حاجی کے لئے یہ سفر ہی کی حالت سمجھی جائے گی، اس لئے اسے قصر ہی کرنا پڑے گا۔ مدرسہ مظاہر العلوم سے حال میں ایک فتویٰ آیا ہے جسے مزید تشفی کے لئے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

الجواب وباللہ التوفیق: (۲۱۷)

منیٰ ایک مستقل جگہ ہے، سفر اور اقامت کے لئے یہ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہے، اس کی صراحت تمام فقہاء اور محدثین نے کی ہے۔

و لو نوی الاقامة خمسة عشر یوما فی موضعین فان کان کل منهما اصلا بنفسه نحو مکة و منی و الکوفة و الحیرة لا یصیر مقیما و ان کان احدهما تبعا للآخر حتی تجب الجمعة علی سکانه یصیر مقمیا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۱/۱۴۰،

بدائع:۱/۲۷۰، بحرالرائق:۲/۲۵۱)۔

خارج مصر کی کسی جگہ کو شہر کے ساتھ متصل کرنے اور شہر میں شمار کرنے کے لئے اور سفر و اقامت کے مسئلہ میں اس جگہ کو شہر کے تابع بنانے میں کچھ بنیادی شرطیں ہیں:

پہلی شرط: شہر کی آبادی وہاں تک پہنچ جائے۔ دوسری شرط: خود اس جگہ پر بھی آبادی ہو۔

فتاویٰ ہندیہ:۲/۲۵۱ میں ہے:

فان كان بقرب ذلك قرى لاهل الذمة فعظم المصر حتى بلغ تلك القرى و جاوزها، فقد صارت من جملة المصر لاحاطة المصر بجوانبها (الفتاوى الهندية:۲/۲۵۱)۔

اس عبارت میں اہل ذمہ کی بستی کو شہر کے ساتھ ملانے کے لئے شہر کی آبادی کے وہاں تک پہنچ جانے کی قید لگائی گئی ہے۔ دوسری بستی کو ملانے کی بات ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی آبادی کا ہونا ضروری ہے۔

شامی میں ہے: جو شخص شہر کی آبادی سے اپنا سفر شروع کر رہا ہو اس پر مسافر کے احکام تب وارد ہوں گے جب وہ اس جگہ سے آگے نکل جائے جو شہر کے تابع ہے، مثلاً: ربض مصر یعنی وہ مکانات جو شہر کے کنارے پر آباد ہوں اور وہ آبادی جو شہر کے کنارے پر آباد ہو، اسی طرح وہ آبادی جو شہر سے متصل ہو وہ بھی شہر ہی کے تابع ہے۔

و اشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الاقامة كربض المصر و هو ما حول المدينة من بيوت و مساكن فانه فى حكم المصر و كذا القرى المتصلة بالربض فى الصحيح۔ (شامی:۱/۵۲۵)۔

شہر سے متصل مکانات اور متصل گاؤں سب میں آبادی ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خود

اس جگہ میں آبادی کا ہونا ضروری ہے۔

اگر وہ جگہ خود آبادی سے خالی ہے تو پھر اس کی حیثیت فناء مصر کی ہے، فناء مصر وہ جگہ ہے جو شہر کی ضرورتوں کے لئے ہوتی ہے یعنی شہر سے باہر کی وہ جگہ جو شہریوں کی عام ضرورتوں کے کام میں آتی ہو، مثلاً: مردوں کو دفن کرنے کے لئے قبرستان، نمازِ عید ادا کرنے کے لئے عیدگاہ کی جگہ، گھوڑ دوڑ کا میدان، وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر وہ جگہ شہر سے متصل ہو اور اس کی دوری قدر غلوہ یعنی ۱۳۷ میٹر سے کم ہو تو وہ بھی شہر کے تابع ہی شمار کی جاتی ہے۔

و اما الفناء و هو مكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب و دفن الموتى و القاء التراب، فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته و ان انفصل بغلوة او مزرعة فلا كما يأتي، بخلاف الجمعة فتصح اقامتها فى الفناء و لو منفصلا بمزارع۔ (رد المحتار: ۱/۵۲۵)۔

بستی کا متصل ہونا ایسی جگہ سے ہوا ہے جہاں آبادی نہیں ہے، اور نہ ہی وہ جگہ فناء مصر میں سے ہے، تو یہ ملنا قابل اعتبار نہیں ہے، اور اس جگہ کو شہر کے تابع نہیں سمجھا جائے گا۔

حضرات فقہاء کرام نے یہ وضاحت کی ہے کہ کھیتی باڑی اور باغات وغیرہ جو اس شہر سے متصل ہوں وہ شہر کے حکم میں نہیں ہیں، اس لئے کہ نہ تو اس میں آبادی ہے اور نہ ہی اس پر فناء مصر کی تعریف صادق آتی ہے۔ اس کھیتی باڑی اور باغات میں اس کے محافظ اور کام کاج کرنے والے اگر چہ پورا سال وہاں رہتے ہوں پھر بھی اس جگہ کو شہر میں داخل نہیں سمجھا جائے گا اس لئے کہ باغات اور کھیتی باڑی رہنے کی جگہ نہیں ہیں۔

بخلاف البساتين، و لو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة و لو سكنها اهل البلدة فى جميع السنة او بعضها۔ (مندرجہ بالا: ۱/۵۲۵)۔

مذکورالصدر مسئلہ میں تبعیت کے شرائط مفقود ہیں، کچھ جگہوں سے منیٰ کے ساتھ آبادی کامل جانا مان بھی لیا جائے تو بھی خود منیٰ میں آبادی نہیں ہے، اورآگے مزدلفہ اورعرفات میں بھی آبادی نہیں ہے، حقیقت میں منیٰ، مزدلفہ اورعرفات پہاڑوں کے درمیان میں ریتیلے پہاڑ کی جگہ ہے، جو رہنے اورآبادی کی جگہ نہیں ہیں بلکہ مناسک (حج کے اراکین ادا کرنے) کی جگہ ہے، حکومت کی طرف سے قانوناً بھی اس جگہ رہائش کی یا آباد ہونے کی ممانعت ہے۔ حکومت کے دفتری کاغذات میں بھی اس جگہ کو غیر رہائشی علاقہ اورشعائرمقدسہ کی حیثیت سے بتایا گیا ہے۔اس میں جو شاہی محل، اسپتال اورآفس وغیرہ ہیں وہ اصالۃ حج کے دنوں کے لئے ہیں، حج کے ایام کے علاوہ اوردنوں میں اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے حجاج کے خیموں کی طرح وہ جگہیں بھی پوراسال خالی رہتی ہیں۔

جونئی تعمیرات ہورہی ہیں وہ بھی حجاج کی سہولت کے لئے یا منتظمین کے لئے وقتی طور پر رہنے کی سہولت کے لئے ہوتی ہیں، اور پوراسال حکومت کے افسران کی ضرورت یا رکنے کے لئے ہوتی ہیں، اور یہ تعمیران خیموں اورنئی تعمیرات کی نگرانی کے لئے ہوتی ہیں، رہائش کے مقصد سے نہیں ہے، اورخدام اورکارکنان کے رہنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

شرعی طور پر بھی منیٰ میں آبادی منع ہے اورناپسند ہے۔امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن دارمی ۶۸۱/۶: میں ایک باب قائم کیا ہے: **باب كراهية البنيان في المنى**؛ اس میں حضرت عائشہؓ کی حدیث بیان کی ہے کہ:

قالت قلت: يا رسول الله الا نبنى لك بمنى يظلك فقال رسول الله ﷺ منى مناخ من سبق۔

امام دارمی کے علاوہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو اپنی جامع میں اورابن

ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس لئے حضرات محدثین اور فقہاء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ منیٰ اور عرفات میں تعمیری کام پسندیدہ نہیں ہیں، اس جگہ کی حیثیت دائمی شعائر کی ہے، اور یہ رہائش کی جگہ نہیں ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور علامی طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

فمنع و علل بان منی موضع لاداء النسك من النحر و رمی الجمار و الحلق يشترك فيه الناس فلو بنی فيها لادی الی كثرة الابنية تاسيا به فتضيق علی الناس و كذلك حكم الشوارع و مقاعد الاسواق۔ (مرقاۃ:۵/۵۱۷،طیبی:۵/۲۹۷)۔

علامہ ابن رشد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ منیٰ میں تعمیری کام کو ناپسند کرتے تھے۔ (البیان والتحصیل:۱/۲۵۳)۔ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منیٰ میں تعمیری کام کو بدعت کہا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ:۲۶/۱۱۹)۔

شہر رہنے کے لئے ہوتا ہے، فناء شہر شہر کی ضرورتوں کے لئے ہوتا ہے، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات نہ تو رہنے کے لئے ہیں اور نہ ہی شہر کی ضرورتوں کے لئے ہیں۔ شہر اور فناء شہر کا مقصد الگ الگ ہے، اور شعائر مقدسہ کا مقصد الگ ہے، اس لئے یہ شعائر شہر کے تابع نہیں ہوں گے، ان کی ایک الگ حیثیت اور پہچان ہے اور استقلالی حیثیت نصوص سے اور محدثین اور فقہاء کے اجماعی کلام سے ثابت ہے۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ چاروں طرف سے آبادی آ کر وہاں مل جائے تو بھی شعائر نسک ہونے کی وجہ سے اس کی استقلالی حیثیت ختم نہیں ہوگی، اور وہ شہر کے تابع نہیں سمجھی جائے گی، اس لئے کہ دو جگہیں مستقل ہوں اور متصل ہو جائیں تو بھی ایک دوسرے کے تابع نہیں ہوں گے۔

امام حرم شیخ محمد بن عبد اللہ السبیل سے مسعیٰ سے متعلق سوال کیا گیا کہ سعی کی جگہ مسعیٰ پہلے مسجد حرام سے باہر تھی لیکن اب مسجد کے احاطہ میں اور عمارت میں آ گئی ہے تو کیا یہ جگہ مسجد کے حکم میں سمجھی جائے گی؟ اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے یہ وجہ بتائی کہ مسعیٰ مشاعر میں ایک مشعر ہے اس میں تحریف نہیں ہوسکتی، نہ تو اس کی ذات میں تحریف ہوسکتی ہے، اور نہ ہی اس کے حکم میں کچھ فرق آ سکتا ہے جو اس سے تبعاً متعلق ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

الذی یظهر لنا و الله اعلم ان المسعی لا یعد الیوم من المسجد الحرام و ان کان متصلا بالمسجد و ذلك لان موضع المسعی مشعر من المشاعر التی لا تتغیر و لا تتبدل لا بذواتها و لا بالاحکام المتعلقة بها تبعا لذلك، و بناء علی هذا فانه لا باس من بقاء الجنب و الحائض و النفساء فیه۔ الخ

اس جواب کی تائید میں مجلس **المجمع الفقهیة الاسلامیة لرابطة العالم الاسلامیه** نے جو فیصلہ نقل کیا ہے: اس میں بھی مسعیٰ کو مسجد کی عمارتوں میں ہونے کے باوجود اس کی حیثیت میں تحریف نہ کرنے کے اسباب میں اس کا مستقل شعائر ہونا بتایا گیا ہے۔

فقرر بلا غلبة ان المسعی بعد دخوله ضمن مبنی المسجد الحرام لا یاخذ حکم المسجد لانه مشعر مستقل، یقول الله عز و جل ان الصفاء و المروة من شعائر الله الخ

اس فتوے اور فیصلے پر سب اہل علم کا اتفاق ہے، اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو جگہ شعائر میں سے ہوں ان میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوسکتی جو اس کی استقلالی حیثیت کے منافی ہے، اور نہ تو ان کی ذات میں اور ان سے متعلق کسی حکم میں، چاہے وہ حکم مناسک حج میں سے ہو یا مناسک حج کے علاوہ اور کسی سے اسکا تعلق ہو۔

یعنی مسعیٰ کی عمارت مسجد کے اندر آنے کے باوجود اس میں سعی کا حکم باقی ہے، جو مناسک حج میں سے ہے اسی طرح حائضہ اور نفساء عورتیں اس میں داخل بھی ہوسکتی ہیں جس کا تعلق مناسک حج میں سے نہیں ہے، دونوں طرح کے حکم میں کوئی تبدیلی اور فرق نہیں ہے۔

میری ناقص رائے کے مطابق یہ بات ٹھیک اسی طرح مسئلہ متنازع فیہ میں بھی ہے کہ منیٰ بھی مشاعر مقدسہ میں سے ایک مشعر ہے، اور شرعی نصوص سے ثابت اور دائمی حیثیت رکھنے والی جگہ ہے، رمیٔ جمار جیسا اہم نسک یہاں ادا کیا جاتا ہے، اور منیٰ میں رات کے قیام کی عبادت بھی اس سے وابستہ ہے، اس لئے اس حیثیت سے اس کی ذات میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، اور نہ ہی اس سے متعلق کسی حکم چاہے وہ مناسک حج میں سے ہوں یا حج کے علاوہ اور کوئی حکم ہوں' اس میں تحریف نہیں کی جاسکتی۔

اور اگر آبادی کے اتصال کی وجہ سے منیٰ کو مکہ مکرمہ کے تابع کہا جاتا ہے تو مناسک حج کا کوئی حکم نہیں بدلے گا لیکن دائمی جگہ اور مقام ہونے کی وجہ سے سفر اور اقامت سے متعلق جو اس کے احکام ہیں وہ سب بدل جائیں گے، اس لئے کہ سفر اور اقامت کے باب میں دائمی جگہ کا حکم الگ ہے، اور تابع اور ملحق جگہ کا حکم الگ ہے **کما لا یخفی**۔

تین دہائی پہلے منیٰ میں کچھ عمارتیں اور بلڈنگیں تھیں، اکابرین کی بعض تحریروں سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ ایک وقت مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منیٰ کے ساتھ مل گئی تھی، علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ معارف السنن میں لکھتے ہیں کہ **غیر ان الآن قد اتصلت ابنیة مکة بھا و بنیت فیھا بیوت للسکنی و الحجاج فی الموسم**۔ (معارف السنن: ۶/ ۱۹۳)۔ اس وصل کے باوجود منیٰ کو تابع مان کر وہاں اقامت کا حکم نہیں دیا گیا،

اس لئے کہ دائمی جگہ اتصال کے باوجود تابع نہیں بنتی۔فقط۔کتبہ: محمد طاہر عفی اللہ عنہ

مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۲۶/۲/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: زین العابدین، رئیس قسم التخصص، ۴/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: مقصود علی، مفتی مظاہر العلوم، سہارنپور، ۳۰/۲/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: صدر مدرس، مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد پالنپوری، خادم دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: محمد، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

الجواب و بالله التوفيق:

عہد نبوی سے لے کر آج تک مکہ معظّمہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات سب ہی ایک دوسرے سے الگ اور مستقل میدان اور مشاعر مقدسہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، ان کے الگ الگ اور مستقل ہونے پر نصوص شرعیہ احادیث نبویہ اور کتب فقہ کی واضح عبارات موجود ہیں، مگر کچھ حضرات نے یہ شوشہ کھڑا کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منیٰ تک پہنچ گئی ہے، اور دونوں متصل ہوگئے، لہٰذا دونوں کے اتصال کی وجہ سے مکہ معظّمہ اور منیٰ دونوں ایک ہوگئے، یعنی میدان منیٰ مکہ معظّمہ کا حصہ اور اس کا جزء ہوگیا ہے، اس اختلاف کے پیدا ہونے کی وجہ سے نماز کے قصر و اتمام میں اور قربانی کے مسئلہ میں بھی اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔

(۱) حقیقت یہ ہے کہ یہ مشاعر مقدسہ منیٰ، مزدلفہ، عرفہ تینوں اپنی اپنی علیحدہ اور مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور قیامت تک ان تینوں مشاعر کی حیثیت مستقل اور علیحدہ رہے گی، جو لوگ منیٰ اور مکہ کی آبادی کو متصل کہتے ہیں اگر بفرض محال یہ بات مان لی جائے جب بھی ان تینوں میدانوں کی حیثیت مستقل اور علیحدہ رہے گی اگر واقعۃً اتصال ابنیہ ہو جائے جب بھی منیٰ مکہ معظّمہ میں داخل نہ ہوگا، حتی کہ فناء مکہ بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ فناء شہر کے مصالح کے لئے استعمال ہونے والی جگہ کو کہتے ہیں، حالانکہ منی مکہ معظّمہ کے مصالح کے لئے نہیں ہے، اگر منی اور مکہ معظّمہ ایک ہو جائیں گے تو حج کے موقع پر رات منی میں گذارنے کا مسئلہ ختم ہو جائے گا، جبکہ ایام رمی میں منیٰ کے اندر رات گذارنے کا حکم احادیث میں آیا ہے۔

جو لوگ مکہ و منی کے اتصال کی بات اٹھاتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ فقہائے کرام کے نزدیک دو آبادیوں کے درمیان اتصال مراد ہے، جبکہ یہاں آبادی اور میدان کے درمیان اتصال ثابت کیا جا رہا ہے، دوسرے یہ کہ ابھی گذشتہ سال ۱۴۲۸ھ میں شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی جو مستقلاً مکہ معظّمہ میں رہتے ہیں، خود بنفس نفیس حضرت مولانا ابولبابہ صاحب حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب اور مولانا اسعد محمود صاحب وغیرہ کو ساتھ لے کر منی کی طرف لے گئے۔ اور منیٰ سے مکہ اور مکہ سے منیٰ جانے والے ہر راستہ پر پہونچ کر دونوں کے درمیان کی مسافت کی پیمائش کی، تو کسی طرف سے بھی ۹۰۰ میٹر سے کم فاصلہ نہیں ہے، بعض اطراف میں اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک ایک غلوۃ سے کم فاصلہ ہو جب اتصال مانا جاتا ہے، یا اس سے زائد ہو تو انفصال مانا جاتا ہے۔ ایک غلوۃ کی مسافت ۳۰۰ قدم بتائی گئی ہے۔ گویا غلوۃ کے حساب سے تین گنا زیادہ دوری ہے، پھر اتصال کی بات شرعاً کیونکر

درست ہوسکتی ہے؟

اگر مکہ معظّمہ اور منیٰ دونوں ایک ہوتا تو مسجد خیف میں سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر مہینہ کے ہر ہفتہ میں منیٰ میں جمعہ بھی ہوتا، لیکن موسم حج کے علاوہ کبھی وہاں جمعہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی اب ہورہا ہے، نہ ہی وہاں کوئی جمعہ کے جواز کا قائل ہے، تعجب ہے کہ یہ اتصال کا نیا شوشہ اٹھانے والے صرف چند حنفی علماء ہیں، سعودیہ کے حنبلی علماء، مالکی وشافعی علماء بالکل خاموش ہیں اور مطمئن ہیں، وہ ان تینوں مشاعر مقدسہ کو نصوص صریحہ کی روشنی میں مکہ معظّمہ سے الگ اور مستقل حیثیت دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تینوں میدانوں کی حد بندی ہے اور ہر ایک کی ابتداء اور انتہاء کے علامات بھی لگے ہوئے ہیں، یعنی یہاں سے یہاں تک منیٰ ہے اور یہاں سے یہاں تک مزدلفہ ہے، اور یہاں سے یہاں تک عرفات ہے اور یہ متوارث ہے اور یہ حد بندی صدیوں سے بلکہ قرون اولیٰ سے چلی آرہی ہے۔

سعودی عرب کے سب سے بڑے مفتی الشیخ عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ جو حکومت سعودیہ کے دینی ذمہ دار اور سعودی عرب میں سند مانے جاتے ہیں ان سے مدرسہ صولتیہ کے مدرس ڈاکٹر سعید احمد نے ایک استفسار کیا تھا کہ مشاعر مقدسہ (منیٰ، مزدلفہ اور عرفات) کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ تینوں مکہ معظّمہ کے تابع ہیں یا ان کی اپنی مستقل حیثیت ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ان مذکورہ مقامات کی مستقل حیثیت ہے وہ مکہ مکرمہ کا حصہ نہیں ہیں، جس پر انہوں نے مشاعر کے انتظامی مستقل اداروں کا بھی حوالہ دے کر انہیں مکہ مکرمہ شہر کا حصہ ہونے کی صراحۃً نفی فرمائی ہے، (ڈاکٹر صاحب کی تحریر کی کاپی ہمارے پاس موجود ہے)۔

(۲) دوسری بات یہ اٹھائی جاتی ہے کہ منیٰ میں بہت سے مکانات بن گئے ہیں، جن میں

رہائش ہے، شاہی محل، ہسپتال اور مہمان خانہ بھی بنے ہوئے ہیں، یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ یہ شاہی عمارتیں صرف ایام حج میں استعمال ہوتی ہیں وہاں رہائش نہیں ہے، ہاں صفائی، ستھرائی اور دیکھ بھال کے لئے پہرہ دار رہتے ہیں وہاں رہائشی مکانات نہیں ہیں، اب سے آٹھ نو (۸، ۹) سال پہلے مکہ معظّمہ میں تعمیر کو گراں دیکھ کر چند لوگوں نے رہائشی مکانات بنوا لئے تھے، لیکن وہ منہدم کر دئے گئے اور اب کوئی رہائشی گھر نہیں ہے۔ مہمان خانہ میں رابطہ اسلامی کے مہمان ایام حج میں یا اس کے علاوہ وقتی طور پر وہاں ٹھہرائے جاتے ہیں۔

(۳) کچھ لوگ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ مکہ معظّمہ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات سب ایک ہی بلدیہ کے تابع ہیں، یہ بات بھی صحیح نہیں، بلکہ ان مشاعر ثلاثہ کی بلدیات اپنی مستقل ہیں، غالباً اس کا نام **لجنة الحج العلیاء** ہے یہ بڑی اونچی سطح کی **لجنة** ہے، مشاعر ثلاثہ کے تمام تر قوانین وضوابط یہی کمیٹی بناتی ہے اور ان ہی قوانین وضوابط کے مطابق ایام حج میں عمل ہوتا ہے، یعنی وہ صرف ایام حج کے ساتھ مخصوص ہے۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے کراچی میں واقع سیمینار میں پیش کئے گئے ہر دو فریق کے مقالات کو پڑھنے کے بعد اور ۶ / ماہ تک مسلسل اپنے طور پر تحقیقات کرنے کے بعد لکھا ہے، اور احقر اسی کو حق اور صواب سمجھتا ہے، یہ قول کتاب اللہ اور احادیث نبویہ **علی صاحبها الصلوة و السلام** سے مؤید ہے، نیز فقہی کتابوں کے بھی موافق ہے، یہ لکھنے کے بعد ڈاکٹر حسن امام صاحب استاذ انجینئر نگ مکہ یونیورسٹی کی ایک تحریر ملی، انہوں نے اپنے ساتھ بہت سے انجینئر وں کو لے کر مشاعر مقدسہ کا سروے کیا ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ یہ تینوں مشاعر مکہ معظّمہ سے علیحدہ اور مستقل میدان ہیں ان کے متصل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں مکہ معظّمہ کے ساتھ متصل قرار دینا کہیں سے کہیں تک صحیح نہیں ہے، (یہ تحریر مظاہر علوم

وقف کے دارالافتاء میں موجود ہے) فقط

واللہ اعلم حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ،

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: زین الاسلام قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمدللہ جواب صحیح ہے، امام حرم سبیل صاحب نے بھی صفا مروہ کو مشعر ہونے کی وجہ سے مسجد حرام سے خارج قرار دیا ہے اور منیٰ وغیرہ بھی مشاعر ہیں اس لئے ان کی حدود اور حیثیت بھی نہیں بدل سکتیں۔ فقط حررہ سعید احمد عفی عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند ۳۰/محرم ۱۴۳۰ھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۲۵﴾ سفر میں امامت کے مسائل

سوال: کوئی مسافر پندرہ دن قیام کی نیت کر کے نماز پڑھاوے اور اس درمیان کسی کام سے اپنے وطن اصلی میں جانا پڑے تو حالت اقامت میں امام بن کر جتنی نمازیں پڑھائی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ نمازیں دوبارہ دوہرانی پڑے گی؟ اور یہی شخص اپنے وطن اصلی میں ایک دو دن رہ کر جب واپس آئے تو پوری نماز پڑھائے تو نماز درست ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسافر نے جب کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی، تو اب وہ مقیم ہوگیا، اس لئے اس پر پوری نماز پڑھنا فرض ہے، اور اگر وہ واپس اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کی نیت سے سفر میں نکلا تو اس جگہ کی حد سے باہر

نکلتے ہی اسے قصر کرنا پڑے گا۔ مطلب یہ کہ پندرہ دن کے قیام کی نیت ہونی چاہئے، ساتھ میں پندرہ دن ٹھہرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے ضرورت پڑنے پر سفر بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس جگہ کی حد چھوڑتے ہی مسافر کا حکم آ جائے گا۔ اس لئے اس قیام کے دوران پوری نماز پڑھنے میں یا پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وطن اصلی سے سفر کی نیت کر کے نکلتے ہی مسافر کہلائے گا، اور وطن اصلی میں پہنچتے ہی یا سفر سے وطن اقامت باطل ہو گیا، اس لئے دوبارہ اس جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو گی تو پوری نماز پڑھا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۲۶﴾ نماز قضا ہو جانے کے ڈر سے عورت کا کھلے میدان میں نماز پڑھ لینا

سوال: عورت کھلے میدان میں نماز کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لیتی ہے، اگر وہ وہاں نماز نہ پڑھے تو گھر پہنچنے تک یا قریب میں کسی مسجد میں پہنچنے تک (یہاں مسجد میں عورتوں کے لئے انتظام ہے) نماز قضا ہو جانے کا ڈر رہتا ہے، اور میدان میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ تو اس حالت میں نماز پڑھ لینی چاہئے، یا نماز قضا کر کے پھر گھر آ کر یا مسجد پہنچ کر اطمینان سے قضا نماز پڑھ لیں تو بھی چل سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسئولہ صورت میں نماز قضا نہیں کرنی چاہئے بلکہ میدان میں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے، اور نماز میں پورا بدن پوشیدہ (چھپا ہوا، ڈھکا ہوا) ہوتا ہے اس لئے کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۲۷﴾ نفاس کا خون چالیس دن سے قبل بند ہو جاوے تو نماز و روزہ کا حکم

سوال: کسی عورت کو بچہ پیدا ہوا اور چالیس دن کے اندر حیض (نفاس) کے بند ہو جانے

کے باوجود چالیس دن تک وہ بیٹھی رہے اور روزہ نماز نہ پڑھے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس راستہ سے جو خون آتا ہے اسے حیض نہیں نفاس کہتے ہیں۔ جس کی اکثر مدت چالیس دن ہے۔ اگر چالیس دن کے اندر ہی اندر خون بند ہو جاوے تو فوراً غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔ اور پاک ہو جانے کے بعد روزہ کا وقت ہو تو روزہ بھی رکھ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ اب دونوں کو ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ جو چالیس دن تک عورتیں بیٹھی رہتی ہیں، اور نماز اور روزہ نہیں رکھتیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کی اصلاح ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۲۸﴾ مرد کے پیچھے عورت کا نماز پڑھنا

سوال: میں تہجد کی نماز میں قرآن بلند آواز سے پڑھتا ہوں، کبھی میری عورت میرے پیچھے نماز کی نیت کر کے تہجد پڑھتی ہے، جو کہ میں نے اس کی امامت کی نیت نہیں کی ہوتی تو کیا ہم دونوں کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت مرد کی اقتدا میں فرض یا نفل نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مرد نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو، اگر مرد نے عورت کی امامت کی نیت نہ کی ہو اور عورت شریک ہو جائے تو عورت کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (مراقی الفلاح: ۱۳۳، طحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۲۹﴾ عورت کو نماز سکھانے کے لئے فرض، سنت، نفل تمام نمازیں با جماعت پڑھانا

سوال: عورتوں کے لئے با جماعت نماز ادا کرنا منع ہے، لیکن زیادہ تر عورتیں نماز میں پڑھی جانے والی چیزوں سے ناواقف ہوتی ہیں تو پڑھی لکھی اور تجربہ کار عورت انہیں فرض، سنت،

نوافل (تراویح) سب نمازیں با جماعت پڑھائیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تنہا عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، اس لئے عورتوں کو نماز کا طریقہ سیکھنا چاہئے اور منفرداً نماز پڑھنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۳۰﴾ عورتوں کا وتر، تراویح، جمعہ اور تفسیر کے لئے مسجد میں آنا

سوال: عورتیں تراویح، وتر ترجمہ اور تفسیر کے لئے مسجد میں آسکتی ہیں یا نہیں؟ عورتوں کو دین کی بات پہنچانے کا اور کوئی موقع نہیں ملتا ہے، کہ ہم ان تک دین کی بات پہنچائیں تو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ شرعی رہنمائی کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورتوں کا عید، جمعہ، تراویح، وتر یا تفسیر یا تقریر کے لئے مسجد میں آنا حنفیہ کے ظاہری قول کے مطابق مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ عالمگیری اور درمختار میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتیں مسجد میں آتی تھیں لیکن ان کے لئے مسجد میں آنے سے زیادہ اپنے گھر میں نماز پڑھنا اور گھر کے اندر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا بہتر اور افضل بتایا گیا ہے۔

اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب حالات بدل گئے، تب سب صحابہ کی موجودگی میں عورتوں کو مسجد آنے سے منع کر دیا گیا جیسا کہ بخاری شریف: ۱۲۰/۱ پر لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں کی جو حالت آج ہوگئی ہے وہ حالت اگر حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوئی ہوتی تو آپ ﷺ عورتوں کو مسجد آنے سے منع فرما دیتے۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب حضور ﷺ کے انتقال کو ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا، آج چودہویں صدی میں عورتوں میں فیشن اور بے شرمی بڑھ گئی ہے، اور اخلاق خراب ہو چکے

ہیں، ان باتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں مسجد میں آنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ وتر، جمعہ، تراویح یا تفسیر یا تقریر کے نیک کام کے لئے بھی نہیں۔

ہاں! ان تک دین وایمان کی باتیں پہنچانے کے لئے اور جائز اور فتنے نہ کھڑے ہوں ایسے راستے اپنائے جانے چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۳۱﴾ فتنہ کا زمانہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو مسجد جانے سے روکنا

سوال: ہمارے یہاں نئی مسجد تعمیر ہوئی ہے، اس میں عورتوں کو مسجد دیکھنے کی خواہش ہے تو عورتیں مسجد کے اندر داخل ہوکر مسجد دیکھ سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے، اس جگہ کا عبادت ہی کے لئے استعمال ہونا چاہئے، اسے تفریح گاہ بنانا اچھا نہیں ہے، لہذا سیر وتفریح کے ارادے سے وہاں نہیں جانا چاہئے۔ نماز کا وقت ہو تو نماز کے لئے اور وقت نہ ہو تو کم از کم تحیۃ المسجد پڑھ کر مسجد کا حق ادا کرنا چاہئے۔

رہا عورتوں کا مسجد میں داخل ہونا تو یہ جائز ہے، منع نہیں ہے۔ حیض یا نفاس یا جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، منع ہے۔ اور پاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوسکتی ہیں، لیکن فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے اس پاک جگہ پر کوئی برا واقعہ نہ بن جائے اس لئے عورتوں کو وہاں جانے سے روکنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۳۲﴾ عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ ہے؟

سوال: عورتیں گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں؟ امام عورت ہی ہو تو کیا حکم ہے؟ اس لئے کہ بہت سی مرتبہ کسی کے گھر جانا ہوتا ہے تو عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی ہیں

ایسا دیکھنے میں آتا ہے؟ تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس طرح مردوں کا مسجد جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بہتر ہے اسی طرح عورتوں کا گھر میں اور تنہائی میں اکیلے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ عورتوں کا جماعت کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی بتایا گیا ہے، اس لئے عورتوں کو تنہا تنہا ہی نماز پڑھنی چاہئے۔ (ہدایہ، شامی وغیرہ)

﴿۷۳۳﴾ عورتوں کی تعلیم کے لئے عورتوں کا جماعت کرنا

سوال: ہمارے محلہ کی کچھ عورتوں کو نماز پڑھنی نہیں آتی، وہ ہمارے گھر آ کر ہماری عورتوں کے ساتھ نماز پڑھتی ہیں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ عورتوں کی جماعت میں عورت امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ اور وہ کس طرح امامت کرے گی، مفصل مسئلہ بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، اس لئے انہیں اکیلے ہی نماز پڑھنی چاہئے، اگر وہ جماعت کرے گی تو عورت ہی امام بنے گی اور صف میں دوسری عورتوں کے ساتھ ہی کھڑی رہے گی، مردوں کی طرح امام کو الگ کھڑے رہنا جائز نہیں ہے۔
بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے مردوں سے ہی نماز پڑھنا سیکھیں، یا جس عورت کو نماز پڑھنا اچھا آتا ہو اسے پوچھ پوچھ کر پڑھیں، تا کہ مکروہ تحریمی کا گناہ نہ ہو، اور جب برابر نماز پڑھنا آ جائے تو اپنے گھر میں تنہائی میں پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۳۴﴾ اپنے خاوند کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال: اپنے خاوند کے پیچھے عورت جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اپنے خاوند کے پیچھے عورت جماعت کر کے نماز پڑھ سکتی ہے، اس طرح پڑھنے سے جماعت کا ثواب ملے گا، البتہ امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔

﴿۷۳۵﴾ عورتیں مردوں کے پیچھے نماز پڑھ سکتی ہیں؟

سوال: ہماری مسجد میں عورتیں مردوں کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی ہیں، یہ صحیح ہے یا غلط؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے عورتوں کے مسجد میں آنے کو فقہاء نے منع لکھا ہے، اس لئے عورتوں کو نماز پڑھنے کے لئے مسجد نہیں آنا چاہئے بلکہ اپنے گھر کے الگ کمرہ میں پڑھ لینی چاہئے۔ عورت کا مرد کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں مرد امام کا عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے، اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہوگی تو عورت کی نماز ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۳۶﴾ زچگی کی حالت میں عورت پر نماز کب معاف ہوگی؟

سوال: عورت زچگی کی حالت میں ہے، اور ابھی بچہ آدھا باہر آیا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی فرض نماز کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا نماز اس پر معاف ہے؟ اگر نہیں ہے تو ادائے گی کی کیا صورت ہوگی؟ وہ کب اور کس طرح پڑھے؟ تفصیل سے شرعی حکم واضح فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکور مسئلہ اور اس طرح کے دوسرے نازک مسئلے کتابوں میں دیکھ کر یا کسی عالم کی تقریر میں سن کر کتنے بھائیوں کو تعجب ہوتا ہے، اس لئے اس کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے نماز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ نماز کتنی ضروری چیز ہے؟ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس حالت میں اور کب نماز معاف ہوتی ہے؟ اور کب معاف نہیں ہوتی؟ کچھ بناوٹی فقیر اور پیر کتنی مرتبہ یہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ان پر نماز معاف ہوگئی ہے، ان کے لئے بھی اس میں سبق ہے کہ ایک عورت پر جب اس حالت میں نماز معاف نہیں تو بناوٹی فقیری کا دعویٰ کرنے والے ہٹے کٹے تندرستوں پر کیسے نماز معاف ہوسکتی ہے؟

عورتوں پر صرف دو حالتوں میں نماز معاف ہوتی ہے، ایک ماہواری آنے پر جس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس (۱۰) دن کی ہے اور کم از کم مدت تین (۳) دن ہے۔ اور دوسری حالت نفاس کی ہے، جب بچہ آدھا یا اس سے زیادہ باہر آتا ہے اور اس کے ساتھ جو خون نکلتا ہے اسے نفاس کا خون کہتے ہیں، اس وقت نماز معاف ہو جاتی ہے، اس سے پہلے جو خون دیکھے یا نہ دیکھے وہاں نماز معاف نہیں ہوتی۔

سوال میں مذکور حالت نفاس کی نہیں ہے، ایسی حالت میں اگر نماز کا وقت ہو جائے اور عورت ہوش میں ہو، چاہے اشارہ سے نماز پڑھنے پر قادر ہو اور بچہ کو نقصان نہ ہوتا ہو تو نماز قضا نہ کرے، اگر اس وقت نہیں پڑھی تو اس وقت کی نماز بعد میں قضا کرنی ضروری ہے، نماز معاف نہیں ہوگی۔

نفاس کی اکثر مدت چالیس یوم ہے۔ اس لئے جسے چالیس دن تک خون آتا رہے اس پر چالیس دن کی نمازیں معاف ہیں، اور نفاس کی اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے، کسی کو گھنٹہ بھر میں یا اس سے بھی کم وقت میں بند ہو جاتا ہے، اس لئے جسے چالیس دن سے کم میں جب بھی بند ہو جائے اسے غسل کر کے نماز شروع کر دینی چاہئے، اور اگر اس کے بعد جتنے دن

نہیں پڑھی تو ان کی قضا کرنی ضروری ہے۔ بہت سے مقامات پر عورتوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ بچہ کی ولادت کے بعد چالیس دن سے پہلے بھی اگر خون بند ہو جائے تب بھی عورت غسل کر کے نماز نہیں پڑھ سکتی، یہ خیال غلط ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسئولہ صورت میں بچہ کے بدن کا آدھا حصہ باہر آ گیا ہو اور اس وقت کوئی فرض نماز کا وقت آ جائے تو اس وقت کی نماز معاف نہیں ہوتی، چاہے اس وقت وہ ادا کرنے کی حالت میں نہ ہو تو نفاس سے پاک ہو کر اس نماز کی قضا کر لینی چاہیے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰه والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابهٖ اجمعين الى يوم الدين

تم الجزء الاول بحمد الله سبحانه وتعالى و يليه الجزء الثانى واوله باب الامامة

فتاویٰ دینیہ

جلد دوم

حضرت مولانا مفتی اسمٰعیل کچھولوی صاحب
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر، گجرات، انڈیا

باب الامامة، باب بدعت وتعزیہ

کتاب المساجد — کتاب الوقت — کتاب الجنائز

کتاب الزکوٰۃ

حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری
مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات، انڈیا
Phone: 0261-2763303
Fax 0261-2766327

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ دینیہ

جلد دوم

حضرت مولانا مفتی اسمٰعیل کچھولوی صاحب

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر، گجرات، انڈیا

باب الامامۃ والجمعۃ والعیدین

کتاب المساجد

کتاب الوقف

کتاب الجنائز

کتاب الزکوٰۃ

ناشر

حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری

مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

Phone: 0261-2763303

Fax: 0261-2766327

کتاب کا نام : فتاوی دینیہ جلد دوم

مصنف : حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ، راندیر ضلع سورت، گجرات انڈیا

مترجم : مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہم

ناشر : جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

سن اشاعت : باراول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد : ۱۱۰۰۰

کمپوزر : مولانا مفتی محمد امین ومولانا یوسف ماما صاحب

طباعت : ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی

ملنے کا پتہ : جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

جامعۃ القرأۃ، کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

فون: 0261-2763303 فیکس: 0261-2766327

مفتی یوسف ساچا، باٹلی

68 Broomsdale Road, Batley, WF 17 6PJ

Phone : 01924 441230

صفحہ	فہرست مضامین
	باب الامامة
۵۰	امام کیسا ہونا چاہئے؟
۵۱	امام کے اوصاف کیا ہونے چاہئے؟
۵۲	امامت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟
۵۳	امام کیسا ہونا چاہئے؟
۵۴	اقرأ امامت کا زیادہ حقدار ہے؟
۵۵	چھوٹی داڑھی والے امام کی امامت
۵۵	سوال مثل بالا
۵۶	مراہق کی امامت
۵۶	جس نے اذان دی وہ امامت کرسکتا ہے؟
۵۷	بدعتی امام کی امامت
۵۸	جھوٹی توبہ کرنے والے امام کی امامت
۵۸	فاسق کی امامت مکروہ ہے؟
۵۹	یارسول اللہ کہنے والے امام کی امامت
۵۹	جھوٹ بولنے والے امام کی امامت
۶۰	فاسق امام کی امامت کا حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الامامۃ

﴿۲۳۷﴾ امام کیسا ہونا چاہئے؟

سوال: ہماری بستی میں ایک مولانا صاحب تقریباً چھ سات سالوں سے امامت کرتے ہیں، اور بہت پابندی سے نماز پڑھاتے ہیں، ایک دن بستی کے صدر صاحب نے امام صاحب سے کہا: کہ جناب یوسف بھائی کو جمعہ کی نماز پڑھانے دو تو کچھ حرج ہے؟ تو امام صاحب نے یوسف بھائی (مدرسہ کے مدرس) کو اجازت دیدی، انہوں نے دو جمعہ کی نمازیں پڑھائی، پھر تیسری جمعہ کو پیش امام صاحب نے کہا: کہ میں موجود ہوں اس لئے میں ہی نماز پڑھاؤں گا۔

تو بستی کے صدر صاحب نے کہا: کہ نہیں، یوسف بھائی کو پڑھانے دو، تو پیش امام صاحب نے انکار کیا: کہ میں موجود ہوں اس لئے میں ہی پڑھاؤں گا، دوسرے دو تین مصلیوں نے بھی کہا: کہ ہمیشہ کے امام صاحب ہیں اس لئے وہی نماز پڑھائیں تو بہتر ہے، امام کا پڑھنا غلط نہیں ہے، قرآن اچھا پڑھتے ہیں۔

تو اس مسئلہ میں علماء کرام کیا حکم دیتے ہیں اور کیا فیصلہ فرماتے ہیں؟ نماز پڑھانا ایک بڑی ذمہ داری کا کام ہے، اور جو امام ہمیشہ نماز کی پابندی کا اہتمام رکھتا ہو، نیز پرہیزگار بھی ہو تو ایسا شخص امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

صدر صاحب نے اس امام صاحب کو ملازمت سے مستعفی کردیا، اس لئے کہ انہیں لگا کہ انہوں نے میری بات کا لحاظ نہیں رکھا، تو شرعی نقطۂ نظر سے کیا نماز پڑھانے کے لئے صدر

صاحب کی اجازت لینی ضروری ہے یا دائمی امام کی اجازت لینی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امامت ایک بہت بڑا رتبہ ہے، جس کے لئے صلاحیت اور علم اور عمل کے اعتبار سے جو سب سے افضل ہو اسے ہی متعین کرنا چاہئے۔ جب کسی کو اس عہدہ پر فائز کر دیا گیا پھر وہی شخص نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے، اب اس کی اجازت سے دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص نماز پڑھائے گا تو نماز تو ہو جائے گی لیکن امامت کا ثواب ملنے کے بجائے گناہ ہوگا۔ (طحطاوی: ۱۷۹)

﴿۴۳۸﴾ امام کے اوصاف کیا ہونے چاہئے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک مدرس صاحب ہیں، وہ صرف مدرسہ پڑھاتے ہیں امامت نہیں کرتے، لیکن کبھی پیش امام صاحب کی اجازت سے یا ان کی عدم موجودگی میں وہ نماز پڑھاتے ہیں، اور ان مدرس صاحب کو سر پر ٹیڑھی ٹوپی پہننے کی عادت ہے، ہم نے ان مدرس صاحب کو ایک دو مرتبہ سمجھایا، لیکن وہ کہتے ہیں: کہ بھائی! مجھے بچپن سے اس طرح پہننے کی عادت ہوگئی ہے، مجھ سے یہ عادت چھوٹتی نہیں ہے، اور وہ کہتے ہیں: کہ میں اس طرح ٹوپی فخر یا تکبر کی وجہ سے نہیں پہنتا ہوں، انشاء اللہ آہستہ آہستہ میں یہ عادت چھوڑ دوں گا۔

نیز ایک دوسرے مدرس صاحب ہیں جن کا پورا لباس شرعی طریقہ کا ہے، لیکن سردی میں یا کسی دوسرے شہر جانا ہو تو تب کبھی کبھی پتلون پہن کر جاتے ہیں، اور یہ پتلون صرف دوسرے کسی گاؤں جانا ہو تبھی استعمال کرتے ہیں، مدرسہ میں تعلیم دیتے وقت یا نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت کبھی بھی پتلون نہیں پہنتے، نماز پڑھنے میں اور بچوں کو تعلیم دیتے وقت کرتہ اور ازار (پائجامہ) ہی پہنتے ہیں، مدرس صاحب جوان ہیں اس لئے کبھی دوسرے گاؤں جانا ہو یا کبھی خوشی کا موقع ہو تو اس وقت پتلون پہن کر جاتے ہیں۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ وہ مدرس صاحب بچپن کی عادت کی وجہ سے ٹیڑھی ٹوپی پہننے پر اپنی مجبوری بتا رہے ہیں، اور وہ عادت چھوڑ دینے کے لئے بھی تیار ہیں، انشاء اللہ آئندہ وہ چھوڑ دیں گے، اس طرح اپنی بھول کا اقرار کرتے ہیں، تو آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ وہ مدرس صاحب کبھی کبھی شرعی لباس میں نماز پڑھائیں یا ہمیشہ شرعی لباس میں رہے تو ایسی حالت میں ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا مکروہ ہوگی؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام ایسا ہونا چاہئے جو تمام مقتدیوں میں علم، تقویٰ، اور دینداری میں سب سے افضل ہو، اس لئے صورت مسئولہ میں دونوں میں سے جو شخص تقویٰ اور دینداری میں فائق ہو اسے امامت سپرد کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۳۹﴾ امامت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

سوال: ہمیں پیش امام صاحب رکھنا ہے، تو ایک بھائی کا کہنا ہے کہ امام ایسا ہو کہ جو پرہیزگار، متقی اور دیندار ہو، اور ان کی عورت بھی پردہ والی ہو۔

تو کتاب وسنت کی روشنی میں آپ بتلائیں کہ امام کیسا ہونا چاہئے؟ اس میں کیا کیا صفتیں ہونی چاہئے؟ تاکہ ہم اس کے مطابق امام متعین کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امامت بہت ہی اہم اور بڑی نیکی کا کام ہے، امام تمام مقتدیوں کی طرف سے خدا کے دربار میں نمائندگی کا فریضہ ادا کرتا ہے، اس لئے امام کا تمام مقتدیوں سے دینداری، تقوی اور علم میں افضل ہونا ضروری ہے۔

حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کے مبارک زمانوں میں اس پر بہت توجہ دی جاتی تھی، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں: کہ امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو مسائل میں سب

سے اعلم ہو، پھر جو تجوید کے ساتھ قرآن بہترین پڑھنا جانتا ہو، پھر جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب سے فائق ہو، اور جو شخص مذکورہ صفات کا حامل نہ ہو یا فاسق وفاجر ہو ایسے شخص کو امامت کی ذمہ داری سپرد کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی، لڑکیوں وغیرہ کو نامحرم مردوں سے پردہ کرنے کی تاکید کریں، اور اس کا اہتمام کرنے کے لئے انہیں ہدایت کریں، اگر وہ تاکید نہیں کرے گا تو شرعی قاعدہ کی خلاف ورزی کرنے کا گناہ ہوگا، اور وہ فاسق کہلائے گا۔ لہذا اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے لوگ اتقیاء، پرہیزگار ہوں، تو ان سے نیچے والے درجہ کے شخص کو بڑا مرتبہ دینے کی وجہ سے ان کی نمازیں بھی مکروہ تحریمی ہوں گی، اور اپنے سے افضل شخص امامت کا حقدار تھا اور انہیں موقعہ نہیں دیا اس لئے امام کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، اس لئے دینی مسائل سے واقف، متقی پرہیزگار اور نیک شخص کو امام بنانا یا امامت کے لئے مقرر کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۴۰﴾ امام کیسا ہونا چاہئے؟

سوال: ہمارے گاؤں کے متولی صاحب تیس پینتیس (۳۰-۳۵) دن سے امامت کی خالی جگہ سنبھال رہے ہیں، لیکن وہ حافظ، قاری یا عالم نہیں ہیں، اور وہ قرآن بھی صحیح نہیں پڑھتے اور وقف بھی برابر نہیں کرتے، اور گالی گلوچ بھی کرتے ہیں۔ تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ دوسرے بہت سے افراد انکے پیچھے نماز پڑھنے پر خوش نہیں ہیں، اور اہل علم بھی ان کے پیچھے ہوتے ہیں پھر بھی انہیں امامت نہیں کرنے دیتے۔ لہذا آنجناب تفصیل سے اس مسئلہ میں رہبری فرمائیں، بڑی عنایت ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے، اور اس کی امامت کا درجہ بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے مصلیوں میں جو شخص علم واخلاق اور دینداری میں سب سے بڑھا ہوا ہو اسے اس درجہ کو زینت بخشنے دینی چاہئے۔ حدیث شریف اور فقہ کی دوسری کتابوں میں یہی لکھا ہے، اسی لئے وہی شخص امامت کرائے جو مقتدیوں میں علم، تقویٰ اور دینداری میں سب سے افضل ہو، اگر مقتدیوں سے ان اوصاف میں کم درجہ کا شخص امامت کرائے گا تو فقہاء نے اسے مکروہ لکھا ہے۔ (طحطاوی، شامی:۱)

﴿۴۷﴾ اقرأ امامت کا زیادہ حقدار ہے؟

سوال: بکر اور زید دونوں مسائل سے واقف ہیں، لیکن زید اصول تجوید کے مطابق نماز میں قرأت پڑھتا ہے، اور بکر اصول تجوید کے مطابق پڑھ نہیں سکتا۔

تو اس صورت میں بکر کے پیچھے نماز پڑھنے سے زید اور دوسرے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ عشاء کی چار رکعت فرض میں بکر کی چھ مخرج کی غلطیاں ہوئی ہیں، تو یہ چار رکعت فرض ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....نماز کے مسائل سے واقفیت میں زید اور بکر دونوں برابر ہوں تو تجوید کے ساتھ قرآن کے صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہئے، اس لئے کہ اس صورت میں تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والے کا پہلا حق بنتا ہے۔

صورت مسئولہ میں نماز تو ہو جائے گی، البتہ تجوید سے پڑھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، بکر کو جماعت کی طرف سے امامت کے لئے مقرر کیا گیا ہے تو اس حالت میں زید کی اقتداء درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

﴿۷۴۲﴾ چھوٹی داڑھی والے امام کی امامت

سوال: ہمارے پڑوس کے گاؤں میں ایک مولانا صاحب ہیں، یہاں انہیں ایک دو سال ہی ہوئے ہیں، البتہ مولانا کی داڑھی بہت چھوٹی ہے، مولانا کسی دن داڑھی پر استرا تو نہیں پھیرتے لیکن رخساروں پر بال ہی نہیں ہیں، صرف تھوڑے تھوڑے بال ٹھڈی پر ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ..... داڑھی منڈانا یا ایک مشت ہونے سے پہلے کترواناناجائز اور حرام ہے، اگر داڑھی ایک مشت سے زیادہ لمبی ہوگئی ہو تو اتنی کٹانا جائز ہے، البتہ کسی شخص کی داڑھی پوری آئی نہ ہو اور وہ کاٹتا یا کٹواتا یا منڈتا یا منڈواتا نہ ہو تو وہ گنہگار نہیں ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۴۳﴾ سوال مثل بالا

سوال: امام صاحب کی داڑھی چھوٹی ہے، لیکن وہ حلفیہ کہتے ہیں: کہ میں استرا نہیں پھیرتا یا پھیراتا ہوں اور نہ ہی داڑھی کترواتا ہوں، میرے بال جھڑ جاتے ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ..... جو شخص داڑھی کترواتا ہو تو ایسا شخص فاجر کہلائے گا، اس لئے اس کے پیچھے نماز نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ لیکن جس شخص کی داڑھی قدرتی طور پر چھوٹی ہو یا سوال میں ذکر کردہ صورت میں بال جھڑ جاتے ہوں اور امامت کرنے والا شخص خدا کی قسم کھا کر کہہ رہا ہو تو اسے مان لینا لازم اور ضروری ہے، اس لئے آپ کا ان کے ساتھ لڑنا غیر مناسب اور غلط ہے، لہٰذا آپ کو معافی مانگنی چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی چھوٹی واڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلا تردد جائز اور درست ہے۔(شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۴﴾ مراہق کی امامت

سوال: ایک لڑکے کی عمر اسلامی تاریخ کے مطابق ۱۵رسال ۸رماہ اور انگریزی تاریخ کے مطابق ۱۵رسال تین ماہ کی ہے، اس لڑکے کی واڑھی مونچھ نہیں ہے، اور قد بھی چھوٹا ہے۔ تو یہ لڑکا رمضان میں تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور فرض نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس شخص کے پندرہ سال پورے ہو گئے ہوں وہ شریعت کی نظر میں بالغ کے حکم میں ہے، اس لئے وہ تراویح میں امامت کر سکتا ہے، لیکن چونکہ یہ شخص امرد ہے اس لئے فرائض میں اس کی امامت مکروہ کہلائے گی۔ (شامی)

﴿۲۴۵﴾ جس نے اذان دی وہ امامت کر سکتا ہے؟

سوال: ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس میں مؤذن نہیں ہے جو حافظ صاحب امامت کرتے ہیں وہی ہمیشہ اذان دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اذان دے کر خود امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اذان دیتا ہو وہ امامت نہیں کر سکتا، تو آنجناب تفصیل سے اس کا جواب مرحمت فرمائیں، بڑی نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسا کہنا کہ جو شخص اذان دے وہ امامت نہیں کر سکتا یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ سب سے بہتر تو یہی ہے کہ جو شخص اذان دے وہی امامت بھی کرے تاکہ اذان اور امامت دونوں کا ثواب ملے۔

امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے: کہ آپ اذان اور امامت دونوں کام کرتے تھے، اور حضرت عمرؓ فرماتے تھے: کہ اگر مجھے خلافت کے کام کی مشغولی نہ ہوتی تو میں اذان بھی دیتا اور امامت بھی کراتا۔ اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اذان دے وہی امامت بھی کراوے تو یہ افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۴۶﴾ بدعتی امام کی امامت

سوال: ایک شخص دینی علوم کا حامل ہے، یعنی حافظ، مولوی یا قاری جیسی سندیں اس کے پاس ہیں۔ پھر بھی وہ شخص راتب میں بیٹھتا ہے، ڈھول بجاتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟ ایسا شخص لوگوں کی امامت کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری کرے، اور عالم یا دینی علوم کے حامل یا امام کو تو اور زیادہ توجہ رکھنی چاہئے، اور عمل کرنا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہت بڑے مرتبہ سے نوازا ہے۔ ڈھول بجانا، راتب کی محفل قائم کرنا یا اس میں شرکت کرنا، تعزیہ میں شرکت کرنا گناہ کے کام ہیں اور یہ شرک تک لے جانے والی چیزیں ہیں۔ اس میں شریک ہونا یا ڈھول بجا کر لوگوں کو ناچنے پر آمادہ کرنا یہ حضور ﷺ سے محبت کی نشانی نہیں ہے، بلکہ حضرت حسینؓ کے قاتل ظالم یزید اور اس کے متبعین کے ساتھ کامل مشابہت ہے کہ جنہوں نے حضور ﷺ کے جگر کے ٹکڑے کو ظلماً شہید کردیا اور اس کی خوشی میں خوب ناچے، اس لئے ہر مسلمان کو ایسے فعل سے بچنا چاہئے اور اس سے توبہ کرنی چاہئے، جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے وہ امامت کے لائق نہیں ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی۔ (شامی، ہدایہ

وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷﴾ جھوٹی توبہ کرنے والے امام کی امامت

سوال: ایک امام صاحب نے مسجد میں پانچ چھ افراد کے سامنے رمضان میں خدا کی قسم کھا کر سنیما دیکھنے سے توبہ کی اور تراویح پڑھائی، لیکن رمضان بعد پھر سنیما دیکھنے لگا اور اپنے بیوی بچوں کو بھی سنیما دیکھنے لے جانے لگا، تو ایسی جھوٹی قسم کھانے والے، جھوٹی توبہ کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس شخص نے چھ سات افراد کی حاضری میں توبہ کر کے قسم کھائی ہے اور ہم اس کے دل کے اندر کی بات نہیں جانتے ہیں، البتہ وہ مسلمان ہے اس لئے یوں مان لینا چاہئے کہ اس نے سچے دل سے ہی توبہ کی ہوگی۔ سچے دل سے توبہ کرنے سے انسان کے چھوٹے بڑے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

لیکن اب اس شخص نے قسم توڑ کر علی الاعلان گناہ کرنا شروع کر دیا ہے اس لئے ایسا شخص شرعاً فاسق کہلائے گا، لہٰذا اسے امام نہیں بنانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۸﴾ فاسق کی امامت مکروہ ہے؟

سوال: ایک شخص نماز کا پابند ہے، لیکن امام صاحب علی الاعلان جوا یا سٹا جیسی حرام کمائی کھاتے ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟ اور مذکور مصلی بھائی ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے اور جان بوجھ کر جماعت چھوڑ دے تو انہیں کوئی گناہ ہوگا؟ جماعت چھوڑنے پر کیا وعید ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس لئے دیندار، متقی عالم دین شخص کو امام بنانا چاہئے۔ پھر بھی تنہا نماز پڑھنے سے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لینا بہتر ہے، تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۴۹﴾ یارسول اللہ کہنے والے امام کی امامت

سوال: مسجد کے امام صاحب حضور ﷺ کو حاضر وناظر سمجھتے ہیں اور بار بار یا رسول اللہ کہتے ہیں، تو ایسے امام کے پیچھے مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

ہمارے گھر کے قریب اچھے عقائد والے امام کی کوئی مسجد نہیں ہے، یہی ایک مسجد ہے جو بدعتیوں کی ہے، تو ہمارا وہاں نماز باجماعت پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے امام کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور ﷺ یا کوئی بھی شخص ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر نہیں رہ سکتا، یہ خصوصیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ عقیدہ قرآنی احکام کے بالکل خلاف ہے، اس لئے اسے کفر اور شرک کہا جائے گا، لہٰذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہئے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، اس لئے یا تو اپنی نماز تنہا پڑھ لیں یا کسی دوسری جگہ جماعت کر کے نماز پڑھنی چاہئے، اور اگر اس کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کہتا ہو تو کافر کہنے میں عجلت نہیں کرنی چاہئے، پھر بھی اس حالت میں بھی اس کی امامت مکروہ تحریمی کہلائے گی۔

﴿۷۵۰﴾ جھوٹ بولنے والے امام کی امامت

سوال: مسجد میں ایک امام کو امامت کے لئے مقرر کیا گیا، تب آپس کے مذاکرہ اور بات

چیت اور سوال وجواب میں انہوں نے کہا: کہ میں حافظ ہوں، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حافظ نہیں ہیں، تو ایسے جھوٹ بولنے والے امام کو رکھنا چاہئے یا معزول کردینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے، اس لئے ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہئے، ملازمت پر رکھنا نہ رکھنا متولیوں کے اختیار کی بات ہے، البتہ یاد رہے کہ فاسق وفاجر کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۱﴾ فاسق امام کی امامت کا حکم

سوال: ہماری بستی کے آٹھ دس گاؤں کی مجموعی آبادی دوسو (۲۰۰) سے زیادہ کی ہے، اور خاص خاص موقعوں پر اسی سے نوے تک (۸۰تا۹۰) نمازی ہوتے ہیں، یہاں اللہ کے فضل وکرم ہماری ایک جماعت ہے، اور اس میں تین حفاظ کرام بھی ہیں، جماعت کے کام کاج کے لئے پانچ افراد نامزد کئے گئے ہیں، اور یہاں ایک جماعت خانہ بھی ہے، مسجد نہیں ہے، جس کا انتظام ونظم ونسق اور دیکھ بھال بھی یہی پانچ افراد کرتے ہیں، یہ پانچ افراد الگ الگ خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں جو سب کی رضاء سے منتخب کئے گئے ہیں، اور اس کمیٹی کو مکمل اختیار دیا گیا ہے۔ جماعت کے قوانین میں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب تک حفاظ نماز کے وقت موجود ہوں تب تک وہی امامت کرائیں گے۔

اب ایک خاص بات یہ ہے کہ تینوں حفاظ نہ تو نماز کے پابند ہیں اور نہ شرعی پابندیاں نبھاتے ہیں، تینوں داڑھی منڈے ہیں، بہت سے نمازیوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس ہوتی ہے، اگر انہیں امامت سے منع کیا جائے تو خاندانوں میں آپس کے تعلقات کا سوال آکھڑا ہوتا ہے، اور جھگڑا ہونے کا خدشہ ہے اس لئے کہ ہر شخص اپنے خاندان کی

طرفداری کرتا ہے، اور سب کی سوچ اور فکر ایک جیسی نہیں ہوتی۔

اور دوسری خاص بات یہ ہے کہ کمیٹی کے یہ پانچ افراد بھی شریعت کے پابند نہیں ہیں، سنت طریقے پر چلنے والے نہیں ہیں، حقیقت میں ان پانچ افراد میں میں بھی پھنس گیا ہوں، پہلے ہمارے درمیان بہت ہی رنجش اور ناموافقت تھی، پھر ہم نے ایک جماعت بنائی۔

اب ہمیں کچھ بھی کرنا ہوتا ہے تو ان پانچ افراد کی اجازت سے ہی کر سکتے ہیں، مثلاً: میں ان حافظ کو امامت کے لئے منع کر دوں تو اس میں لڑائی جھگڑا پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اور یہ پانچوں افراد امام کے معزول کرنے پر متفق ہونے والے نہیں ہیں تو ان حالات میں کیا کیا جانا چاہئے، تفصیلی رہنمائی کی گذارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... امامت کا درجہ اور ذمہ داری شریعت میں بہت ہی بڑی ہے، تمام مقتدیوں کی نماز اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنے کا ذمہ دار اور وسیلہ یا واسطہ امام ہی بنتا ہے، اسی لئے حدیث شریف میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ جو تمام مقتدیوں میں دین، علم، تقویٰ میں افضل ہو وہی امامت کا حقدار ہے۔ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ تھے، اسی لئے جب حضور ﷺ مرض وفات میں تھے اور اس کی وجہ سے نماز پڑھانے نہ آسکے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم دیا، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے۔

اب اگر مصلیوں میں امام سے زیادہ کوئی دین، علم، اخلاق کے اعتبار سے افضل ہو تو سب کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اس لئے کہ انہوں نے جو زیادہ حقدار تھا اسے نماز پڑھانے کا موقع نہیں دیا۔ فاسق وفاجر شخص جو گناہ کرنے میں شریعت کے قوانین کی سرے عام نیلامی کرتا ہو ایسے شخص کو امامت جیسی عظیم فضیلت والی اور عزت والی جگہ کا مالک بنا دینا جائز نہیں ہے،

وہ تو توہین کے قابل ہے، اسی لئے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۱، ہدایہ)۔

اس لئے امام مقرر کرتے وقت مذکورہ باتوں کا خوب خیال رکھنا چاہئے، اس کے باوجود متولی یا جماعت کسی شخص کو امام مقرر کردے تو اب ایسے شخص کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے، انہیں چھوڑ کر تنہا نماز پڑھنے سے جماعت چھوڑنے کا گناہ ہوگا، صحابہ کرام تمام حضرات اور گورنروں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

یہ سب باتیں تب ہیں جب مقتدیوں میں دیندار، عالم، متقی موجود ہو، لیکن اللہ نہ کرے کسی جگہ سب انسان داڑھی مونڈے، کوٹ پتلون میں ہوں یا ایسے ہی کسی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوں تو پھر انہی میں سے کوئی امام بن جائے گا تو نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوگی، اس لئے آپ کے لکھنے کے مطابق جماعت کے افراد میں کوئی عالم، حافظ بھی ایسا ہی ہو تو وہ حافظ صاحب بلاشبہ ان کے پاس علم ہونے کی وجہ سے امامت کے حقدار کہلائیں گے، اور انکے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اور اگر مصلیوں کی جہالت اور دوسرے کسی عذر کی وجہ سے مذکورہ دینداروں کی امامت سے فتنہ، لڑائی یا فرقہ بندی ہونے کا ڈر ہو اور اسی وجہ سے کمیٹی ممبران فاسقوں کو آگے کرنے پر مجبور ہوں تو اس میں کمیٹی ممبران گنہگار نہیں کہلائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۲﴾ انگریزی بال کٹانے والے امام کی امامت

سوال: جو امام انگریزی بال کٹاتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے، قزع کہتے

ہیں بالوں کو اس طرح کٹانا کہ جس میں سر کے کچھ حصہ کے بال بڑے اور کچھ حصہ کے بال چھوٹے رہیں، نیز اس طرح کٹانے میں فساق وفجار سے مشابہت بھی ہے، اس لئے ایسے بال کٹانے والا شرعاً فاسق کہلائے گا، اور اس کی امامت مکروہ ہے، البتہ نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۳﴾ سینما دیکھنے والے امام کی امامت

سوال: امام صاحب کبھی کبھی ٹی وی اور سینما دیکھنے جاتے ہوں تو ان کی امامت صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص سرے عام (علی الاعلان) گناہ کے کام کرتا ہو، ایسا شخص شرعاً فاسق ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۴﴾ گالی دینے والے امام کی امامت

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب گاؤں کی مسجد میں پچھلے ۳۵ر سال سے نماز پڑھاتے ہیں، امام صاحب بیمار تھے، انہیں رات کو نیند نہیں آتی تھی، جس کا علاج ڈاکٹر کے پاس جاری تھا، دماغی اعتبار سے امام صاحب پریشان تھے، اس عرصہ میں متولی صاحب سے امام صاحب کا جھگڑا ہو گیا، اور آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دی جس میں امام صاحب نے بھی غصہ میں آکر گالیاں دی، جھگڑا مسجد سے باہر محلہ میں ہوا تھا، بعد میں امام صاحب کو اپنی بھول کا احساس ہوا تو انہوں نے متولی صاحب سے معافی مانگ لی، اور گاؤں کے بڑے لوگوں کے سامنے بھی اپنی غلطی کا اقرار کر لیا کہ میں نے غصہ میں آکر گالیاں دی ہیں، اور شرعی اعتبار سے بھی کوئی معافی مانگنی ہو تو اس کی بھی تیاری بتائیں، امام صاحب شرعاً واخلاقاً اور وضع قطع سے بھی اطمینان بخش ہونے کے باوجود صرف اس گالی

دینے کی وجہ سے متولی صاحب اور دیگر مصلیوں کا کہنا ہے: کہ "گالی دینے والے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اور ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے"۔لہذا آنجناب مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات فقہ وسنت کی روشنی میں بتا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) ایک مرتبہ گالی دینے والے اور سچے دل سے معافی مانگنے والے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) ایسا امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلا تردد درست اور جائز ہے۔کوئی کیسا ہی فاسق وفاجر ہو، ایک مرتبہ سچے دل سے توبہ کرلے اور حقداروں سے حق معاف کروالے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔اب پچھلے افعال یاد دلا کر شرمندہ کرنا بھی جائز نہیں ہے، ایسا کرنے والے قابل تعزیر ہیں۔(شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۵﴾ ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے امام کی امامت

سوال: جس شخص کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہو یعنی وہ شخص ڈاڑھی کترواتا ہو تو اس کے پیچھے مبارک مہینہ میں یعنی رمضان میں تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر مسلمان کے لئے ایک مشت ڈاڑھی رکھنا سنت مؤکدہ اور اسلامی شعار میں سے ہے، اور ڈاڑھی نہ رکھنے والے کو شامی میں خنثیٰ اور مشرک اور آتش پرست کے ساتھ مشابہت رکھنے والا بتایا گیا ہے، ایک مشت سے کم رکھنے والے بھی مونڈنے والوں کے برابر گنہگار ہیں، اس لئے ڈاڑھی نہ رکھنے والے یا ایک مشت سے کم رکھنے والے یا وقتی طور پر رکھنے والے شریعت کی نظر میں فاسق وفاجر ہیں، اور جو شخص فاسق

وفاجر ہوتو اسے امامت جیسی عظمت والی نبوی جگہ دینا اور اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ بنانا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے فرض نماز ہو یا نفل ہر صورت میں نماز کی امامت کے لئے فاسق کے بجائے کسی دوسرے پرہیزگار، عالم، متقی، متبع سنت شخص کو امام بنانا چاہئے، پھر بھی ایسا شخص امام بن کر نماز پڑھائے گا نماز صحیح ہوجائے گی، فرض کی ادائے گی تو ہوجائے گی، لیکن اللہ سے جو انعام کی امید رکھی جاتی ہے وہ انعام نہیں ملے گا، اور قربت بھی حاصل نہیں ہوگی۔ (شامی:۱:۴۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۶﴾ تارک صلوۃ امام کی امامت

سوال: ہماری مسجد میں ایک مولانا امامت کرتے ہیں اور مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتے بھی ہیں، مولانا کبھی باہر گئے ہوں تو ایک دوسرے مولانا صاحب مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں، یہ مولانا صاحب پارٹ ٹائم کے امام ہیں، وہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے نہیں پڑھتے، تو ان کے پیچھے ہم نماز پڑھیں تو ہماری نماز صحیح ہوگی؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں اُس امام کے پیچھے پڑھی گئی نماز ادا تو ہوجائے گی، لیکن امام نماز کا پابند نہیں ہے اس لئے مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۷﴾ خارجی آمدنی حاصل کرنے والے امام کی امامت

سوال: ایک امام صاحب امامت کی خدمت کے ساتھ بچوں کو دینی تعلیم بھی دیتے ہیں، ان کے گھر کا خرچ بہت زیادہ ہے، گرانی کی وجہ سے گھر مشکل سے چلتا ہے، یہ امام صاحب خارجی (اپنی ڈیوٹی کے علاوہ) وقت میں دو نمبر کا کاروبار کرتے ہیں، جس میں ڈرافٹ، ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو، کپڑے، گھڑی وغیرہ لاکر بیچتے ہیں، تو یہ کاروبار امام صاحب کے لئے

شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح دو نمبر کا کاروبار کرنے والے امام کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: امام صاحب نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے آپ کے یہاں مشغول رکھا ہے، تو ان کے مناسب درمیانی خرچہ کی ذمہ داری وہاں کے مسلمانوں کی ہے، انہیں ان کی اتنی مدد کرنی چاہئے جس سے ان کو دوسری خارجی آمدنی حاصل کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑے، اور امام کو بھی چاہئے کہ امامت اور دین کے عالم اور رہبر کا درجہ ملنے سے اس کا ادب کرتے ہوئے دنیا طلبی میں پڑ کر ایسے ہر کام سے بچنا چاہئے جس سے اس عہدہ پر آنچ آتی ہو۔

پھر بھی شرعی اصول کے مطابق خرید و فروخت کرنا اور اس سے آمدنی حاصل کرنا جائز ہے، اس کی وجہ سے امامت میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۸﴾ سب سیڈی والی لون لینے والے امام کی امامت

سوال: ہمارے پیش امام صاحب کی کھیتی باڑی ہے، اور وہ مدرس کی نوکری بھی کرتے ہیں، اس سے ملنے والی تنخواہ سے اپنا گذران چلا سکتے ہیں، پھر بھی امام صاحب نے سلائی مشین کے لئے سب سیڈی والی لون لی ہے، تو وہ یہ لون لے سکتے ہیں یا نہیں؟ سب سیڈی والی لون لینے والا امام امامت کراوے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوگی؟

نوٹ: مذکورہ لون سود کے ساتھ واپس کرنی ہوتی ہے، اور اس بارے میں امام صاحب کہتے ہیں: کہ سود سب سیڈی سے زیادہ نہیں ہوگا، تو یہ لون لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سب سیڈی منہا کرنے کے بعد جمع کی جانے والی رقم

وصول کی ہوئی رقم سے زیادہ نہ بچتی ہو تو اسے لینے کی گنجائش ہے، اس لئے مذکورہ امام صاحب کی امامت میں اس سبب سے کوئی کراہت نہیں آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۵۹﴾ ظہر کی چار رکعت سنت پڑھے بغیر کی جانے والی امامت کا حکم

سوال: ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے، یہ چار رکعت فرض سے پہلے پڑھنی ہوتی ہے، لیکن جماعت کا ٹائم ہو جانے کی وجہ سے یہ چار رکعت پڑھے بغیر امام صاحب امامت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، تو یہ چار رکعت پڑھے بغیر امام کی امامت کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے، اس لئے اسے جماعت سے پہلے پڑھ لینا چاہئے، لیکن کبھی کسی وجہ سے یہ چار رکعت پڑھ نہ سکا اور جماعت کا وقت ہو جائے یا مقتدی حضرات انتظار کرنے کے لئے رضامند نہ ہوں اور یہ سنتیں پڑھے بغیر امامت کی جائے تو امامت یا نماز مکروہ نہیں ہوگی، ظہر کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد یہ سنتیں پڑھ لی جائیں۔ (امداد الفتاویٰ، عالمگیری) فقط واللہ اعلم

﴿۷۶۰﴾ فاسق وفاجر امام کی امامت

سوال: ایک حافظ صاحب ایک جگہ مدرس اور امام ہیں، یہ امام صاحب تماشہ (ڈرامہ) دیکھنے جاتے ہیں، تماشہ میں خراب باتیں ہوتی ہیں، اور جوان لڑکیاں پتلے کپڑے پہن کر ناچ گانا (رقص) کرتی ہیں، اور ایسی درگاہ پر بھی حاضری دیتے ہیں جہاں مجاور گڑیا کے پتلے بنا کر لوگوں کو تعویذ اور گنڈے دیتا ہے اور وہاں پر مرد اور عورتیں آتے جاتے ہیں، تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دین کے عالم اور امامت کی ذمہ داری سنبھالنے والے امام اور بچوں کو دینی علم سکھانے والے مدرس کو اپنے مرتبہ کے مطابق تقویٰ اور پرہیزگاری والی زندگی گزار کر لوگوں کے لئے عملی نمونہ بنا چاہئے۔ فسق وفجور یا گناہ والے کام کرنے سے یا جہاں یہ کام ہوتے ہوں وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔ اور گناہ کبیرہ کا مرتکب شرعی نقطۂ نظر سے فاسق کے زمرہ میں آتا ہے، جس کی امامت کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۶۱﴾ ٹی وی اور سینما دیکھنے والے امام کی امامت

سوال: امام صاحب کبھی کبھی ٹی وی دیکھنے جاتے ہوں یا کبھی کبھی سینما دیکھتے ہوں تو ان کی امامت صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص سرِ عام گناہ کے کام کرتا ہو، ایسا شخص شرعی رو سے فاسق ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۶۲﴾ سینما دیکھنے والے، کذب گو، ڈاڑھی منڈے، بدعتی امام کی امامت

سوال: ایک مسلمان بھائی ہے، دینی علم سے جاہل ہے، اگر جانتے بھی ہیں تو بھی بدعت نہیں چھوڑتے، کوئی ان سے کہتا ہے: کہ یہ طریقہ شرعاً غلط ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے تو دوسرے گاؤں کی دلیل دیتے ہیں، اور گاؤں کے دوسرے لوگوں سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں، ڈاڑھی شرعی اصول کے مطابق نہیں ہے، ڈاڑھی کٹاتے ہیں، سر کے بال انگریزی ہیں، سینما دیکھتے ہیں، ایسا شخص پانچ وقت کی نماز کا امام بن کر کبھی کبھی نماز پڑھاتا ہے، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی پرہیزگار ہوتے ہیں، شرعی ڈاڑھی والے ہوتے

ہیں۔تو سوال یہ پوچھنا ہے کہ ایسا شخص کوئی نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوگی؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ عیوب کے حامل شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔(طحطاوی،شامی)۔

امامت ایک بہت ہی بڑا کام ہے،اور امام تمام مقتدیوں کی نماز کا ضامن اور تمام نمازیوں سے زیادہ قابل عزت شخص ہے،اس لئے دیندار، متقی، عالم شخص کو اور مقتدیوں سے زیادہ خوبی رکھنے والے شخص کو امام بنانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۶۳﴾ خلاف شریعت کام کرنے والے امام کی امامت

سوال: اگر مسجد کے امام، مدرسہ کے استاذ خلاف شریعت کوئی کام کرتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا انہیں استاذ کے طور پر باقی رکھنا جائز ہے؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ موقع اور وقت دیکھ کر عیب پوشی کا خیال رکھ کر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......خلاف شریعت کام سے کیا مراد ہے؟ پیش امام صاحب کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوں تو اسے فاسق کہتے ہیں، جس کی امامت مکروہ تحریمی ہے،اس لئے دیندار عالم، متقی شخص کو امام بنانا چاہئے، وہی امام توبہ کر کے ایسے افعال سے رک جائے تو اس کی امامت مکروہ نہیں رہے گی۔(شامی،طحطاوی)

استاذ بھی ماہر اور اچھے اخلاق والے رکھنے چاہئے تاکہ بچوں پر اچھا اثر پڑے،لیکن فی الحال نہ ملیں تو موجودہ استاذ کو جاری رکھنے میں حرج نہیں ہے،عیب پوشی کرنا اچھا کام ہے،لیکن جس عیب پوشی سے دین کے کام میں نقص آتا ہو وہاں چپ رہنا کیسے بہتر ہو سکتا ہے؟ نیز

اس میں عیب پوشی کرنے نہ کرنے کا سوال ہی نہیں ہے، یہاں تو نمازیوں کی نماز کی حفاظت اور بچوں کے اخلاق کی حفاظت کا سوال ہے۔ جس کے لئے امام اور استاذ کا عیب ظاہر کئے بغیر ایسے امام یا استاذ کو معزول کر کے یا ان سے استعفیٰ لے کر ہی یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔
البتہ اس امام یا استاذ میں حقیقت میں وہ عیوب ہیں جو دین کے لئے مضر ہیں، تب ہی مذکورہ رائی پر عمل کرنا چاہیے، کچھ لوگوں کے ساتھ عداوت کی وجہ سے ایسا کرنا ظلم کہلائے گا، جس کا مرتکب مضاعف گناہ کا بوجھ اپنے سر لا دے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۶۴﴾ فیملی پلاننگ کرانے والی عورت کے شوہر کی امامت

سوال: جس شخص کی عورت نے فیملی پلاننگ کا آپریشن کروایا ہو، اس شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا اس شخص کا امام بننا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر امام صاحب کی مرضی سے ان کی عورت نے فیملی پلاننگ کروائی ہے تو دونوں سخت گنہگار اور فاسق ہیں، اس صورت میں ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن سچے دل سے اپنے اس فعل پر نادم ہو کر توبہ کر لی ہو یا امام صاحب کی مرضی کے خلاف یہ کام کیا ہو تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، مسجد کے ائمہ کو بہت ہی پابندی اور احتیاط رکھنا چاہئے۔ (طحطاوی، شامی:۱)

﴿۷۶۵﴾ طویل عرصہ تک امامت کرانے کے بعد امام کا کہنا کہ 'میں کافر تھا'۔

سوال: ایک شخص نے بیس سال تک امامت کرائی ہے، اب کہتا ہے: کہ میں کافر تھا، تو آج تک لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ ان نمازوں کو اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایسے فاسق شخص کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائیگا، اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز صحیح ہوگئی، اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح:۲:۱۷۲) فقط واللہ اعلم

﴿۷۶۶﴾ سینما بیں امام کی امامت

سوال: شرعی ڈاڑھی نہ رکھنے والے، ڈاڑھی کٹانے والے، انگریزی بال رکھنے والے، فوٹو اور سینما دیکھنے والے، جھوٹ بولنے والے، بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ عیوب کے حامل شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (طحطاوی، شامی) امامت ایک بہت ہی بڑا منصب ہے، اور امام تمام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے، اور تمام نمازیوں سے زیادہ قابل عزت ہے، اس لئے دیندار، متقی عالم شخص کو اور ایسے شخص کو جو تمام مقتدیوں میں اچھے اوصاف میں بڑھا ہوا ہو اسے امام بنانا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۶۷﴾ بے پردہ عورت کے شوہر کی امامت

سوال: امام صاحب کے کہنے کے باوجود ان کی عورت پردہ میں نہ رہے تو اس سے ان کی امامت میں کوئی نقص آئے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام صاحب کا ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود ان کی عورت ان کی بات نہ مانے اور نافرمانی کرے تو اس سے امام صاحب کی امامت میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔

﴿۷۶۸﴾ سوال مثل بالا

سوال: جس پیش امام صاحب کی عورت بے پردہ رہتی ہو، تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی نقصان آتا ہے؟ اور جو امام عورت کو پردہ نہ کرائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو امام عورت کو بے پردہ رکھتا ہو اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مصلی حضرات کی عورتیں پردہ میں رہتی ہوں تو ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی کہلائے گی، ورنہ نہیں۔

﴿۷۶۹﴾ ٹخنہ سے نیچے ازار پہننے والے کی امامت

سوال: سلام بعد ایک مسئلہ میں آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے،

ہمارے گاؤں کے پیش امام صاحب اگر کسی کام (وجہ) سے کہیں جاتے ہیں، تو مسجد کے منتظمین کسی بھی ایرے غیرے کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کر دیتے ہیں، وہ اس کے لباس وغیرہ کی ذرا بھی فکر نہیں کرتے، اور اسے ٹوکتے تک بھی نہیں ہے، امامت کرانے والوں میں ایک لڑکا حافظ ہے، اور وہ ابھی اسکول کی تعلیم لے رہا ہے، وہ پینٹ، پتلون اور کفنی پہنتا ہے، اور پینٹ بھی ٹخنوں سے نیچے تک ہوتی ہے، جب مصلے پر کھڑا ہوتا ہے تو جھک کر اول پائینچا موڑ کو اوپر چڑھاتا ہے، پھر نماز پڑھاتا ہے، تو کیا اس کے پیچھے نماز صحیح ہو جائے گی؟ جو لوگ مسئلہ جانتے ہیں وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، اور جو نہیں جانتے وہ کچھ نہیں کہتے، منتظمین ان کی بلکہ کسی کی کچھ نہیں سنتے، تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز

ہو جائے گی؟ اور نماز ہو جاتی ہو تو کیا اس میں کراہت وغیرہ آتی ہے؟ اور جو مصلی مسئلہ جانتے ہیں کیا ان کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... متولی اور مسجد کمیٹی کے اراکین کو عوام نے مسجد کے کام کے انتظام کیلئے منتخب اور پسند کئے ہیں، اس لئے ان پر شرعاً اور اخلاقاً لازم ہے کہ اپنی ہر ممکن کوشش کے ذریعہ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو اس کا خاص خیال رکھے، ایسا کرنے سے انہیں ثواب اور اللہ کی رضامندی نصیب ہوگی اور مزید ثواب کے مستحق ہوں گے، اور اس کے خلاف کرنے پر اللہ کے یہاں جواب دینا پڑے گا اور دنیوی زندگی میں بھی فتنے پیدا ہوں گے۔

امامت کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہئے کہ جو نمازیوں میں سب سے زیادہ عالم، دیندار، متقی اور پرہیزگار ہو، سوال میں مذکور اوصاف والا شخص شریعت میں فاسق، فاجر کہلاتا ہے، جس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، مقتدیوں کے اختلاف کرنے کے باوجود متولی ایسے شخص کو امام بنا دے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز ادا اور صحیح ہو جائے گی، مذکورہ سبب کی وجہ سے جماعت چھوڑنا یا تنہا نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۷۷۰﴾ گالی بولنے والے امام کی امامت

سوال: ایک مسجد کے امام صاحب کو ان کے استاذ سے ایک دو مسئلہ میں اختلاف رائے تھا، جس کی وجہ سے امام صاحب نے ایک مرتبہ ان کے ساتھ تو تو میں کر دی اور زبان درازی کی، اور اس دن سے اپنے استاذ سے تعلق ختم کر دیا، پھر کمیٹی والوں سے کہا: کہ اگر وہ مسجد میں آئیں گے تو میں نہیں آؤں گا، اور ایسا ہوا بھی کہ ایک مرتبہ وعظ کے لئے انہیں

بلایا گیا، تو امام صاحب مسجد میں امامت کے لئے نہیں آئے اور اپنے نائب کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ شہر میں وہ (استاذ) وعظ کے لئے تشریف لے آئے، تو دو مسلمان بھائیوں نے سوچا کہ ہمارے امام صاحب اور ان کے استاذ کے درمیان صلح کرا دینی چاہئے، اور وہ امام صاحب کے گھر گئے، اور یہ درخواست رکھی کہ ہم کسی کے کہے بغیر آپ کی خدمت میں اس مقصد کے لئے آئے ہیں، آپ کے درمیان صلح ہو جائے تو اچھی بات ہے، اور اس لئے اول آپ کے پاس آئے ہیں، تو امام صاحب ان کے استاذ پر اور ان کے ایک ساتھی عالم پر غصہ اتارتے گئے، اور ایک ایک جملہ کے ساتھ ماں بہن کی گالیاں دیتے گئے، اخیر میں ان دو بھائیوں کو بے عزت کر کے نکال دیا۔

سوال یہ ہے کہ مذکور امام صاحب کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟ ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ جو لوگ امام کی یہ بداخلاقی جاننے کے باوجود ان کی طرفداری کرتے ہیں ان کے متعلق اور کمیٹی والوں کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

امام صاحب سے ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہوا، بلکہ جب بھی غصہ میں گفتگو کرتے ہیں تو وہ اپنی زبان پر قابو میں نہیں رکھ پاتے، اور گالیاں دیتے ہیں، اس سے پہلے کچھ مقتدیوں کے ساتھ بھی ایسی بیہودہ زبان استعمال کی ہے، تو اس امام صاحب کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امامت یہ نیابت رسول ہے، اور امام مقتدی اور اللہ کے درمیان واسطہ بنتا ہے، لہذا علم، تقویٰ، بزرگی وغیرہ میں جو سب سے فائق ہو وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے، بداخلاق، فاسق اور فاجر آدمی کو ایسے مرتبہ پر رکھنا ناجائز اور مکروہ

ہے۔
مسائل میں دلائل وغیرہ کی وجہ سے اختلاف ہوسکتا ہے، صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی اختلاف تھا، اور آج بھی ہوسکتا ہے، لیکن مخالفت، دشمنی کی حد تک پہنچادینا یہ جائز اور صحیح نہیں ہے۔

سوال میں مذکورہ حرکت اگر صحیح ہو تو اول سمجھانے سے کام چلایا جائے، اور سمجھانے کے باوجود بھی امام صاحب اپنی عادتیں چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں، تو انہیں معزول کر کے دوسرے متقی پرہیزگار شخص کو امام بنانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۷۱﴾ نابالغ لڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے؟

سوال: نابالغ لڑکا حنفی مذہب کے مطابق تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ مفتیٰ بہ قول کونسا ہے

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بالغ مقتدیوں کے لئے امام بھی بالغ ہونا ضروری ہے، نابالغ لڑکا حنفی مذہب کے مطابق بالغ مقتدیوں کو تراویح کی نماز پڑھائے تو تراویح صحیح نہیں ہوگی۔

المختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها کذا فی الهدایة و هو الاصح فی المحیط و هو قول العامة و هو ظاهر الروایة هکذا فی البحر الرائق۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: ۸۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۷۲﴾ قصائی کی امامت

سوال: ایک شخص مسجد کا پیش امام ہے، اور اسے بکرا ذبح کرنے کے لئے ہفتہ میں دو مرتبہ ایک قصائی بلاتا ہے، اور اس قصائی کا یہ ہمیشہ کا دھندا نہیں ہے۔ تو اگر یہ امام صاحب بکرا

ذبح کرنے جاویں تو ایسے امام کے پیچھے لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ایسے امام کی امامت صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام کے لئے جن چیزوں سے احتراز اور جن کاموں کو نہ کرنے کی ہدایات فقہ کی معتبر کتابوں میں ہیں ان میں سے بکرا ذبح کرنا نہیں ہے، نیز بکرا وغیرہ ذبح کرنے سے کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہوتی جو امامت کے لئے حرج کرنے والی ہیں، اس لئے بکرا وغیرہ ذبح کرنے والا شخص امامت کرائے تو اس کی امامت درست اور اس کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز صحیح کہلائے گی۔ فقط واللہ اعلم

﴿۷۷۳﴾ معذور کے پیچھے صحیح کی نماز کا حکم

سوال: میں پیر میں تکلیف کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں، اور سجدہ بھی اشارہ سے کرتا ہوں ۔ اب بعض مرتبہ مجھے بھی نماز پڑھانی پڑتی ہے، خود اپنی مرضی سے یا کبھی دوسرے نماز نہیں پڑھا سکتے ہیں اس لئے، تو میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام بیماری یا معذوری کی وجہ سے رکوع وسجدہ پر قادر نہ ہو اور اشارہ سے نماز پڑھاتا ہو اور اس کے پیچھے مقتدی رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھتے ہوں تو مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۷۴﴾ عیب والے شخص کی امامت

سوال: مسجد کے پیش امام صاحب ایک آنکھ سے معذور ہوں تو اس سے نماز میں کراہت یا قباحت یا کمی آئے گی؟ خاص کر جبکہ اچھے اور لائق امام مل سکتے ہوں تو ایک آنکھ سے معذور امام کو امامت کے لئے رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:..... امامت کے لئے ایسا اچھا شخص مقرر کرنا چاہئے جو مقتدیوں میں سب سے زیادہ اعلم، اتقی اور دیندار ہو، صرف ایک آنکھ سے معذور ہونے کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ نہیں کہلائے گی، لیکن مذکورہ عیب کی وجہ سے اگر مقتدی ناپسند کرتے ہوں تو انہیں امامت نہیں کرانی چاہئے۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۷۵﴾ معذور کی امامت

سوال: ایک شخص کو سلاسل بول کی بیماری ہے، اور یہ بیماری صبح میں رہتی ہے، رات کو یہ عذر نہیں رہتا، تو یہ شخص تراویح یا نماز پڑھا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب رات کو یہ عذر نہیں رہتا تو یہ شخص معذور نہیں کہلائے گا، اس لئے کہ معذور ہونے کے لئے پورے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا پیش آنا ضروری ہے۔

﴿۷۷۶﴾ معذور شخص کی امامت

سوال: زید پیدائشی طور پر ایک پیر سے معذور ہے، تو کیا ایسا معذور شخص امامت کر سکتا ہے؟ بکر کا کہنا ہے کہ جس طرح قربانی کا جانور صحیح وسالم ہونا ضروری ہے اسی طرح امام کا بھی صحیح وسالم ہونا ضروری ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر امام ایک پیر سے معذور ہو لیکن رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھا سکتا ہو تو اس کی امامت صحیح ہے۔ امام کوئی قربانی کا جانور نہیں ہے کہ اس کا عیب و نقائص سے پاک ہونا ضروری ہو۔ جو بھائی ایسا کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ (شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۷۷﴾ پیروں سے معذور کی امامت

سوال: جو شخص دونوں پیروں سے معذور ہو اور چل نہ سکتا ہو ایسا شخص امامت یا تراویح بیٹھ کر پڑھا سکتا ہے؟ یا کوئی شخص ایسا لنگ ہے کہ ایک پیر سے چل سکتا ہے، دوسرے پیر سے نہیں چل سکتا، گھوڑی (لکڑی، عصا) کے سہارے چلتا ہے، جب نماز پڑھتا ہے تو ایک پیر کے سہارے سے کھڑا رہتا ہے تو کیا ایک پیر پر کھڑے رہ کر تراویح یا فرض نماز کی امامت کر سکتا ہے؟ دونوں شخصوں کے لئے شرعی حکم بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام صاحب معذوری کی وجہ سے اگر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھائیں اور ان کے پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ (شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۷۸﴾ حرامی لڑکے کی امامت

سوال: ایک شادی شدہ عورت کو طلاق ہو گئی، دو سال بعد اسے بغیر نکاح کے ایک لڑکا پیدا ہوا، گاؤں میں چاروں طرف اسی لڑکے کا چرچہ ہے کہ کیا یہ حرامی ہے؟ اب آج یہ لڑکا احمد آباد کے ایک دار العلوم میں حافظ بن رہا ہے، لڑکا نوجوان، بالغ ہو چکا ہے، اگر وہ امامت کرائے تو کیا اس کی امامت صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حرامی لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنے میں مقتدی ناراض ہوں یا وہ جاہل ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، باقی نماز تو ادا ہو جائے گی۔

﴿۷۷۹﴾ صحیح قرآن نہ پڑھنے والے امام کی امامت

سوال: جس امام کی قرأت میں حروف صحیح ادا نہ ہوتے ہوں، ایسے امام کی امامت کا کیا حکم

ہے؟ اسی طرح ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز میں قرآن پاک کو تجوید کے اصولوں اور طریقوں کے مطابق پڑھنا چاہئے، مخارج یا اصول کے خلاف پڑھنے میں کئی مرتبہ مطلب بدل جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، اسی لئے صحیح پڑھنے والے کو امامت کا پہلا حق دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص کوشش کرنے کے باوجود صحیح نہ پڑھ سکے تو نماز تو صحیح ہو جائے گی، لیکن ایسوں کا امامت کرنا بہتر نہیں ہے، اور اگر کوشش کر کے اپنے پڑھنے کو صحیح کر سکتا ہو لیکن غفلت کی وجہ سے صحیح نہ کرتا ہو تو ایسے شخص کو امامت کرنا جائز نہیں ہے، اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ (امداد الفتاوی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۸۰﴾ امام صاحب کا امامت کی پابندی نہ کرنا

سوال: زید جس گاؤں میں رہتا ہے وہاں کے امام صاحب فرض نمازیں اور جمعہ کی نماز پڑھانے میں پابندی نہیں کرتے، جس کی وجہ سے گاؤں والے ان سے ناراض ہیں، اور امام صاحب کو بار بار نوٹس دیتے ہیں، پھر بھی امام صاحب پابندی نہیں کرتے، تو اس بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ کیا امام صاحب اس طرح پابندی نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام کے ذمہ جو کام سپرد کیا گیا ہو اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا چاہئے، اگر انہیں کچھ کام ہو جس کی وجہ سے کہیں جانا پڑے تو وہ آپ کے اصول کے مطابق رخصت لے کر جا سکتے ہیں، لیکن وہ رخصت نہ لیتے ہوں اور اپنے کام کے لئے کسی کو نائب بھی مقرر نہ کرتے ہوں تو ان کے لئے اتنے دن کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔

﴿۷۸۱﴾ امام کا آواز بدل کر دوسری آواز میں قرأت کرنا

سوال: ہمارے یہاں کے امام صاحب کبھی کبھی نماز میں اپنی اصلی آواز چھوڑ کر مصنوعی آواز میں قرأت کرتے ہیں، ایک دو آیت اصلی آواز سے پڑھ کر پھر مصنوعی آواز سے قرأت کرتے ہیں، جیسے مغنی آواز بدل بدل کر گاتا ہے اس طرح وہ کرتے ہیں، تو کیا اس طرح نماز پڑھانا جائز ہے؟ اور اس طرح نماز پڑھانے کا کیا حکم ہے؟ اور اس طرح قرأت کرنے سے تجوید کا خیال نہیں رہتا، تو آنجناب حوالوں کے ساتھ مفصل جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن پاک اصول تجوید کی رعایت کرتے ہوئے اچھی آواز میں پڑھنا چاہئے، حدیث شریف میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد شریف)۔ تجوید کے اصولوں کے خلاف قرأت کرنا لحن کہلاتا ہے، جو مکروہ تحریمی ہے اور بعض مرتبہ اس سے نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے، نیز مغنیوں کے طرز پر قرآن کی تلاوت کرنا گناہ ہے، اس لئے نماز میں اس طرح قرأت کرنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ اس لئے امام کو چاہئے کہ ایسے غیر شرعی طریقوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۸۲﴾ بیوی اور بچوں سے دور رہنے والے امام کی امامت

سوال: ہمارے امام صاحب بہت دور (اندازاً دو ہزار کلومیٹر) کے رہنے والے ہیں، وہ شادی شدہ ہیں، اور ان کی بیوی بچے وطن میں رہتے ہیں، سال میں ایک مرتبہ چھٹی لے کر وطن اپنی بیوی بچوں کے پاس جاتے ہیں، باقی گیارہ مہینے یہیں رہتے ہیں، خلاصہ یہ کہ گیارہ (۱۱) ماہ وہ اپنی بیوی سے دور رہتے ہیں، تو اس حالت میں وہ امامت کر سکتے ہیں؟

ان کے پیچھے نماز صحیح ہوتی ہے یا مکروہ؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ امام صاحب متقی، پرہیزگار اور عالم دین ہوں تو ان کے پیچھے نماز بلا تردد جائز اور درست ہے، صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنی عورت کے ساتھ نہیں رہتے، ان کی امامت میں کوئی کراہت نہیں آتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۸۳﴾ جس کا قرآن صحیح نہ ہو اس کی امامت

سوال: ۱...... جس کا قرآن صحیح نہ ہو اور وہ حروف میں فرق نہ کر سکتا ہو، ایسے شخص کا تراویح پڑھانا یا امامت کرانا کیسا ہے؟ (۲) اگر مجبوری کی وجہ سے یا زبان میں ثقل ہونے کی وجہ سے حروف صحیح ادا نہ ہوتے ہوں تو ان کا تراویح پڑھانا یا امامت کرانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ۱...... قرآن پاک کو اصول تجوید کے ساتھ پڑھنا اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے صحیح ادا کرنا لازم اور ضروری ہے، جس کے لئے علم تجوید کا حاصل کرنا بھی فرض ہے، مخارج سے ادا نہ کرنے کی صورت میں بعض مرتبہ معنیٰ فاسد ہو جاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ اس لئے صحیح پڑھنے کی خاص کوشش کرنی چاہئے۔ (۲) انسان کی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش اور محنت کرنے کے باوجود اس کے تلفظ صحیح نہ ہوں تو ایسی حالت میں پڑھائی ہوئی نماز صحیح ہو جائے گی، اور پڑھانے والا شخص مجبور کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۸۴﴾ ہمیشہ تاخیر سے آنے والے امام کی امامت

سوال: ہمارے یہاں کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں، جو ہر نماز میں عین جماعت کے

وقت آتے ہیں، پھر آرام سے پانچ سات منٹ تک وضو بناتے ہیں، پھر سنت مؤکدہ پڑھتے ہیں، پھر جماعت شروع ہوتی ہے، آپ جانتے ہیں کہ شہر کے لوگوں کی زندگی بہت ہی مصروف اور مشغول ہوتی ہے، جس سے مقتدیوں کو بہت تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے۔ امام صاحب کو وقت پر آنے کے لئے بہت سے مقتدیوں نے بہت مرتبہ عاجزی اور منت سماجت کے ساتھ درخواست بھی کی، لیکن یہ امام صاحب کسی بات پر کان نہیں دھرتے یعنی توجہ نہیں دیتے، اور کچھ مقتدیوں کے ساتھ انہوں نے جھگڑا بھی کیا، مذکورہ مسجد کی مینجنگ کمیٹی کو بھی اس کی شکایت کی گئی، لیکن کمیٹی بھی امام صاحب کو کچھ تنبیہ نہیں کرتی، ان حالات میں مذکورہ سوالات کے جوابات شریعت کی روشنی میں دے کر مہربانی فرمائیں۔

(۱) ہر روز ہر نماز کی جماعت میں ۵، ۷، ۱۰ منٹ تاخیر سے آنے کی عادت بنالینا امام کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ (۲) امام صاحب کی مذکورہ حرکت پر انکا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں کہنے والے مقتدیوں کے ساتھ امام صاحب کا جھگڑا کرنا اور انکی بے عزتی کرنا امام صاحب کے لئے جائز ہے؟ (۳) اس طرح وقت کی بالکل پابندی نہ کرنے والا امام امامت کی تنخواہ کا شرعاً حقدار ہے؟ (۴) اس امام صاحب کی جائز شکایتیں کمیٹی کو کرنے پر کمیٹی کا اس پر خاموش رہنا اور چشم پوشی کرنا کمیٹی کے لئے جائز ہے؟ (۵) مذکورہ وجوہات کی بناء پر امام اور کمیٹی گنہگار ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب کہ نماز کے اوقات مستحب وقت کا خیال رکھ کر متعین کئے گئے ہیں تو امام صاحب اور ہر مقتدی کو ان کی پوری اتباع کرنی چاہئے، جان بوجھ کر سستی سے دیر کرنا بالکل غیر مناسب بات ہے، پھر بھی دیر ہو جانے سے امام صاحب

سے لڑائی جھگڑا کرنا یا ان کی بے عزتی کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔ امام صاحب تنخواہ کے پورے حقدار ہیں، لیکن مصلیوں کی رعایت کرنا امام پر لازم ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۸۵﴾ ورزش کی نیت سے کھیلنے والے امام کی امامت

سوال: میں یہاں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں اور امامت بھی کرتا ہوں، اور اسی قریہ کا باشندہ ہوں، کمزوری کی وجہ سے تندرستی کے پیش نظر میں کچھ کھیل ورزش کی نیت سے کھیلتا ہوں، جیسا کہ کرکٹ، ٹیبل ٹینس وغیرہ۔ ان کھیلوں کی وجہ سے کبھی میری نماز قضا نہیں ہوتی، نیز کھیلنے میں لباس بھی قابل اعتراض نہیں ہوتا، اور کھیل میں کسی بھی فریق کی طرف سے شرط نہیں ہوتی تو میں کیا یہ کھیل ورزش کی نیت سے کھیل سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شرائط وشرعی احکام کی پابندی کرتے ہوئے ورزش کی نیت سے ان کھیلوں کا کھیلنا جائز تو ہے، لیکن آپ کی علمی اور دینی شان دیکھتے ہوئے اور وہ کھیل کھیلنے والے ساتھیوں میں آپ جیسی امامت کرنے والی شخصیت کے لئے یہ مناسب نہیں ہے، اور مقتدیوں کی نظر سے گرا دینے والی چیز ہے، اس لئے جائز تو ہے لیکن اس سے احتراز ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۸۶﴾ جسے پیشاب کے قطروں کا عارضہ ہو وہ امامت کر سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ اور مولوی ہے، اور ایک مسجد میں نائب امام کی خدمت انجام دے رہا ہے، لیکن اس شخص کو پیشاب کرنے کے بعد فوراً اطمینان نہیں ہوتا، قطرے ٹپکنے کا اندیشہ رہتا ہے، پندرہ بیس منٹ چلنے پھرنے یا لیٹنے سے اطمینان ہو جاتا ہے، اس کے بعد وہ شخص دوبارہ پانی

سے استنجا کر کے پاک پائجامہ پہنتا ہے، نیز وہ شخص ایسے وقت استنجا کرتا ہے جب نماز کا وقت نہ ہو، نماز کے وقت وہ استنجا نہیں کرتا، اور وہ شخص جیسا کہ میں نے لکھا ہے بہت احتیاط کرتا ہے، اور اس شخص کو کچھ جریان کی بھی شکایت ہے، کبھی دھات بھی گرتی ہے، تو اس کی کمزوری کی وجہ سے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ فجر کی نماز پڑھاتے وقت مذی یا ودی کا قطرہ نکل گیا، اور وہ نماز دوبارہ دہرائی گئی۔ تو یہ شخص امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ شخص شرعاً معذور ہے؟ اور عذر شرعی کے احکام اس پر عائد ہوں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت نے ثبوت عذر، دوام عذر اور انقطاع عذر کی جو تعریف بتائی ہے اس میں سے کوئی بھی بات مذکورہ شخص پر صادق نہیں آتی، اس لئے اسے شرعی معذور نہیں کہہ سکتے، اور معذور کے احکام اس پر عائد نہیں ہوں گے۔ مذکورہ شخص مکمل احتیاط رکھتا ہو تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، لیکن درمیان نماز یا بعد الوضوء کوئی ناپاک چیز نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور وہ ناپاکی جہاں لگی ہو اسے پاک کرنا ضروری ہوگا۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۸۷﴾ زکوٰۃ وفطرہ لینے والے امام کی امامت

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص امامت کراتا ہے، وہ زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ کا مال کھاتا ہے، تو اس کے پیچھے جمعہ اور دوسری پنج وقتہ فرض نمازیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ امام صاحب زکوٰۃ لینے کے حقدار ہوں اس لئے وہ زکوٰۃ وغیرہ لیتے ہوں، تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا تردد درست ہے۔ اور اگر زکوٰۃ کے حقدار نہ ہوں، صاحب نصاب ہوں تو وہ سخت گنہگار ہیں، اور ایسے فاسق کے پیچھے نماز

پڑھنا مکروہ تحریمی کہلائے گا۔ (طحطاوی، شامی)

نوٹ: امام صاحب محتاج ہوں تو بستی والوں پر ضروری ہے کہ ان کی روز مرہ کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں، تاکہ انہیں زکوۃ لینے کی نوبت نہ آئے۔

﴿۸۸۷﴾ زکوۃ لینے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: ہماری مسجد کے مؤذن صاحب زکوۃ اور صدقہ لیتے ہیں، امام صاحب ہر جمعہ کو دو تین دن کے لئے جاتے ہیں تب یہ مؤذن صاحب نماز پڑھاتے ہیں۔

تو کیا ایسے مؤذن کے پیچھے نماز صحیح ہوتی ہے؟ کوئی کراہت تو نہیں آتی؟ مذکورہ باتوں کا تفصیلی جواب ''تبلیغ'' میں دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب (یعنی وہ شخص جو نماز جماعت سے پڑھا رہا ہے) وہ ایسا شخص ہونا چاہئے جو مصلیوں سے سب سے زیادہ اعلم واتقیٰ اور دیندار ہو، غریب ہونا منصب امامت کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح زکوۃ کے مستحق ہوں یا زکوۃ لیتے ہوں تو یہ بھی عیب نہیں ہے، اس لئے ایسے شخص کے پیچھے اس سبب سے نماز کے مکروہ ہونے کا خیال کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ ہمارے لئے یہ بات شرمناک ہے کہ جو شخص مسجد کی خدمت کرتا ہو، پانچ وقت کی اذان دے کر ہمیں نماز اور کامیابی کی یاد دلاتا ہو اس کے پاس ضروریات زندگی کے گزارنے کا سامان بھی نہیں ہے، اور ہم اسے پوری تنخواہ بھی نہیں دے سکتے کہ یہ شخص زکوۃ لینے پر مجبور ہو رہا ہے۔

نوٹ: امام صاحب محتاج ہوں تو بستی والوں پر ضروری ہے کہ ان کی روز مرہ کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں، تاکہ انہیں زکوۃ لینے کی نوبت نہ آئے۔

﴿۷۸۹﴾ نماز میں امام کا نائب امام بنانا

سوال: اگر کسی وجہ سے مثلاً بیہوش ہو جانے کی وجہ سے، یا سخت تکلیف کے سبب امام صاحب نماز ختم نہ کر پائیں تو ایسی حالت میں پیچھے سے کوئی مقتدی امامت کی جگہ پر آ کر بقیہ دو تین رکعت کی امامت کرا کر نماز ختم کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا از سر نو نماز پڑھانی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام صاحب نماز پڑھا رہے ہوں، اور درمیان نماز کوئی ایسا عذر پیش آ جائے جس سے امام اپنی نماز پوری نہ کر سکیں تو پیچھے سے کسی کو امام بنا دینا چاہئے، اور وہ شخص بقیہ نماز ختم کرا دے تو یہ جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱/۱۰۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۰﴾ امام آمین کہے یا نہیں؟

سوال: کیا امام کو نماز میں الحمد شریف کے بعد آمین کہنا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہ کہے تو کیا حکم ہے؟ اور آمین کہنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام کو چاہے جہری نماز ہو یا سری سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا چاہئے، اور یہ سنت ہے۔ (شامی: ۱/۳۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۱﴾ رکوع اور سجدہ کی تکبیریں کب کہنی چاہئے؟

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں دے کر مہربانی فرمائیں۔

(۱) امام صاحب رکوع میں پہلے چلے جاتے ہیں، اور اللہ اکبر بعد میں کہتے ہیں، اسی طرح رکوع سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور سمع اللہ لمن حمدہ بعد میں کہتے ہیں، اور تبدیلی ارکان کے بعد ایک دو سیکنڈ کے وقفہ کے بعد تکبیر کہتے ہیں۔ جب دوسرے سجدہ میں جانے

سے پہلے جلسہ کرتے ہیں تو اول بیٹھ جاتے ہیں پھر ایک دو سیکنڈ کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں، اسی طرح رکوع اور سجدہ ادا کرتے ہیں، تو اس طرح نماز کے ارکان ادا کرنا کیسا ہے؟

(۲) جب سلام پھیرتے ہیں، تو پہلے گردن گھما دیتے ہیں پھر بہت دیر بعد السلام علیکم کہتے ہیں، انہیں جب اس بارے میں کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں مجھے اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ تو اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک حالت سے دوسری حالت میں جاتے وقت جو تکبیریں کہی جاتی ہیں ان کو تکبیرات انتقالات کہا جاتا ہے، جیسا کہ قیام کے بعد رکوع میں جاتے وقت اسی طرح رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوتے وقت یا قومہ سے سجدہ میں جانے کے لئے جو تکبیریں اور تسمیع کہی جاتی ہے وہ ساتھ ساتھ ہی کہی جاتی ہیں۔ آپ نے سوال میں جو کیفیت لکھی ہے اس میں رکوع سے بغیر تکبیر کے کھڑے ہو جانا اور کھڑے ہونے کے دو سیکنڈ بعد تسمیع کہنا اور جلسہ کی تکبریں بھی سیدھے بیٹھ جانے کے دو سیکنڈ بعد کہنا لازم آتا ہے، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے اور سنت کے خلاف ہے، اگر کیفیت یہی ہے تو عادت کا بدلنا نہایت ضروری ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ۱/۷۴ پر لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت امام ابو یوسفؒ سے پوچھا گیا کہ کسی شخص نے رکوع سے سر اٹھایا اور سر اٹھاتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہا؟ تو آپ نے فرمایا: کہ سیدھے کھڑے ہو جانے کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہا جائے، اسی طرح ہر وہ ذکر جو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتے وقت پڑھا جاتا ہے وہ اس حالت کے علاوہ دوسری حالت میں نہ پڑھا جائے، جیسا کہ رکوع میں جاتے وقت یا سجدہ میں جاتے وقت۔ مطلب یہ کہ امام صاحب کو نماز سنت طریقہ کے مطابق ادا ہو اس کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۲﴾ نماز شروع کرنے سے قبل سَوُّوا صفوفکم کہنا

سوال: یہاں ایک عالم صاحب پانچ سال سے امامت کرا رہے ہیں، تقریباً پچھلے دو سال سے وہ ہر جمعہ اور عیدین میں خطبہ کے بعد کبھی ممبر پر کبھی تکبیر کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے مصلے پر سے دائیں بائیں رخ کر کے یہ اعلان بلند آواز سے کرتے ہیں ”صفیں سیدھی کرو، صف مکمل کرو، چھوٹے بچے پیچھے رہو“ یہ اعلان تین چار مرتبہ بلند آواز سے کرتے ہیں۔ شہر کی دوسری کسی مسجد میں کوئی عالم یا امام ایسا اعلان نہیں کرتا ہے، کچھ بھائیوں کا کہنا ہے: کہ ہر جمعہ میں یہ اعلان کرنے سے آنے والی نسل کے لئے یہ ایک ضروری رسم و رواج ہو جائے گا، دو تین جمعہ کے وقفہ سے الفاظ کے تغیر کے ساتھ اعلان کریں تو بہتر ہے۔ مثلاً: صفیں صحیح کرو، درمیان میں خالی جگہ مت چھوڑو، کندھے سے کندھا ملاؤ، چھوٹے بچے پیچھے رہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا ہر جمعہ کو یہ اعلان کرنا ضروری ہے؟ فرض، سنت، واجب ہے؟ اعلان نہ کیا جائے تو کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صفوں کی درستگی کے لئے حدیث شریف میں بہت تاکید آئی ہے، اور حضور ﷺ سے تکبیر سے پہلے ان الفاظ کا کہنا حدیث شریف سے ثابت ہے، اس لئے کوئی امام اگر یہ جملے کہے تو منع نہیں ہے، جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۳﴾ حنفی امام کا فجر کی نماز میں شافعی مقتدیوں کے قنوت پڑھنے کی خاطر انتظار کرنا

سوال: ہمارے یہاں کی مسجد میں امام حنفی ہیں، مقتدی بھی زیادہ تر حنفی ہیں، لیکن کچھ شافعی مسلک کے مصلیوں کی درخواست ہے کہ امام صاحب فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہو کر کچھ دیر کے لئے رُک جائیں تاکہ ہم قنوت نازلہ پڑھ لیں، اتنی رعایت کرنے کی

درخواست کی ہے، تو کیا اس کی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حنفی مذہب میں فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا منسوخ ہے، یعنی پہلے حضور ﷺ پڑھتے تھے پھر آپ کو منع کیا گیا، اور اس کے بجائے عشاء کی نماز کے بعد وتر میں قنوت پڑھنا واجب رکھا گیا، اور فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قنوت صرف اس وقت پڑھنا ہے جبکہ مسلمانوں پر کوئی آفت یا آسمانی وباء یا بلاء نازل ہو، اس کو قنوت نازلہ کہتے ہیں۔ اس لئے شافعی مقتدیوں کے قنوت پڑھنے کی خاطر تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نیز امام مقتدیوں کا تابع نہیں ہوتا، بلکہ مقتدی پر امام کی اقتدا اور پیروی کرنا ضروری ہے، لہذا امام کا شافعی مقتدیوں کی رعایت میں رکوع کے بعد کچھ دیر رکنا جائز نہیں ہے، اور رکوع کے بعد سجدہ میں جانے میں تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴﴾ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

سوال: میں مسجد پہنچا تو امام صاحب قعدہ میں تھے، تو میں جماعت میں شریک ہو گیا، امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد میں نے میری نماز ختم کی، وہ نماز عصر کی تھی۔

امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں نے کہا تین رکعت ہوئی ہیں، چار نہیں، دوسری مرتبہ جماعت شروع ہوا اس سے پہلے میری نماز ختم ہو گئی، تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میری نماز ہو گئی یا دوبارہ جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب نے چار رکعت پڑھنے کے بجائے بھول سے تین رکعت پر سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی، اور جس طرح امام کی نماز نہیں ہوئی اسی طرح

ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز بھی نہیں ہوئی، سب کو وہ نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔
(عالمگیری:۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۵﴾ جب نماز دہرائی جائے تو مسبوق کیا کرے؟

سوال: کسی نماز میں کوئی شخص بعد میں شامل ہوا، اور اس نماز میں امام سے کچھ بھول ہوئی جس سے وہ نماز دوبارہ دہرانی پڑے، اور امام صاحب وہ دوبارہ پڑھائیں تو وہ بعد میں آنے والا شخص کیا کرے؟ وہ بھی امام کے ساتھ اپنی نماز دوبارہ پڑھے یا صرف اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... نماز فاسد ہو جانے کی وجہ سے اگر امام صاحب وہ نماز دوبارہ پڑھائیں تو ان کے پیچھے پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، اس لئے اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھنے کا کوئی مطلب نہیں ہے، اس لئے امام کے ساتھ پھر سے اپنی پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ (شامی:۱، ہدایہ اولین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۶﴾ امام کا سہواً پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جانا

سوال: ایک دن میں عصر کی چار رکعت فرض امام کے پیچھے پڑھ رہا تھا، میری ایک رکعت چھوٹ گئی تھی، لیکن بھول سے امام نے چار رکعتوں کے بعد کھڑے ہو کر چھ رکعتیں پڑھائیں تو میری پانچ رکعتیں ہوئی، تو مجھے پانچ رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینا چاہئے یا چھ رکعتیں پوری کرنی چاہئے؟ یا امام کی پانچویں رکعت پر میری چار رکعتیں ختم ہو جاویں تو چار رکعت پر مجھے سلام پھیر دینا چاہئے؟ یا امام کے ساتھ نماز جاری رکھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... صورت مسئولہ میں چوتھی رکعت پر تشہد کی مقدار قعدہ کر

کے امام بھول سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو اگر مسبوق بھی امام کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو گئی۔ (عالمگیری:۳۳) اس لئے آپ کی نماز فاسد ہو گئی، لہذا نماز دہرانی پڑے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۷﴾ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی؟ (گانے سننے والے، جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے والے کی امامت)؟

سوال: مسجد کے امام صاحب ریڈیو پر گانے سنتے ہیں، انہیں اسلام میں کون سے پانچ روزے حرام ہیں اس کا علم نہیں ہے، وہ پہلی رکعت میں چھوٹی قرأت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں بڑی قرأت کرتے ہیں، وہ پانچوں نمازوں کے پابند نہیں ہیں، فجر کی نماز کے لئے انہیں اٹھانے جانا پڑتا ہے، جنابت کی حالت میں وہ جماعت خانہ میں وقت دیکھنے کے لئے جاتے ہیں، ایسے امام کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں لکھے ہوئے عیوب امام صاحب میں ہوں تو بہت ہی صدمہ اور افسوس کی بات ہے، ایسا شخص شرعاً فاسق ہے، اس لئے اس کے پیچھے اس سے اچھی حالت والے (متقی) مصلیوں کی نماز مکروہ ہوگی۔ (طحطاوی، شامی)

اس لئے کسی دوسرے دیندار، عالم، متقی شخص کو امامت کے لئے رکھنا چاہئے، اگر ہو سکے تو نرمی اور آسانی سے امام صاحب کو سمجھا کر ان کی اصلاح کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹۸﴾ امام کو حدث لاحق ہو تو وضو کر کے بنا کر سکتے ہیں؟

سوال: نماز میں امام صاحب کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ پھر دوبارہ وضوء کر کے آکر اسی نماز کی بقیہ رکعتیں جماعت سے پڑھا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں اس طرح نماز پڑھانے کو 'بنا' کرنا کہتے ہیں، اور امام بنا کر کے بقیہ نماز پڑھا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۹۹﴾ بنا کے وقت تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے؟

سوال: درمیان نماز حدث لاحق ہو جائے تو اسی نماز میں دوبارہ تکبیر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر داخل ہونا چاہئے؟ یا سیدھا ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر نماز ختم کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز کے جس رکن میں حدث ہوا ہو اسی رکن میں شامل ہو جانا چاہئے، ازسر نو تکبیر کہنا یا ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ (ہدایہ، طحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۰۰﴾ امام کسی عذر کی وجہ سے نماز ختم نہ کرا سکے تو مقتدیوں میں سے کسی کو امام بنا دینا چاہئے؟

سوال: اگر کسی وجہ سے مثلاً: بیہوشی کی وجہ سے یا کچھ سخت تکلیف کی وجہ سے امام صاحب نماز ختم نہ کرا سکیں تو ایسی حالت میں پیچھے سے کسی مقتدی کو امام کی جگہ پر آ کر امامت کر کے نماز ختم کرانی چاہئے؟ یا ازسر نو اس نماز کی امامت ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب نماز پڑھا رہے ہوں اور درمیان نماز کوئی ایسا عذر پیش آ جائے کہ جس کی وجہ سے بقیہ نماز پوری نہ کر سکیں تو پیچھے کھڑے مقتدیوں میں سے کسی کو امام بنا دینا چاہئے، اور وہ امام بن کر نماز ختم کرا دے تو یہ جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱۰۸، شامی: ۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۰۱﴾ دوبارہ پڑھی جانے والی نماز میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا

سوال: امام صاحب سے سہواً نماز میں ایک واجب رہ گیا، اور سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گئے،

نماز کے بعد یاد آیا تو نماز لوٹانی پڑی۔ تو اس دوسری نماز میں نئے آنے والے مقتدی جو پہلی نماز میں نہیں تھے ان کا شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے لئے کیا حکم ہے؟
اور اگر کوئی فرض رہ گیا ہو جس کی وجہ سے نماز دوبارہ دہرانی پڑے تو کیا حکم ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، بڑی نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں کسی فرض کے چھوٹ جانے کی وجہ سے یا نماز میں کوئی مفسد صلوٰۃ امر کے پیش آنے کی وجہ سے نماز دوبارہ دہرانی پڑے تو چونکہ پہلی نماز ادا نہیں ہوئی ہے اس لئے ابھی ذمہ میں فرض باقی ہے تو دوبارہ ادا کی جانے والی نماز بھی فرض ہے اس لئے نئے شریک ہونے والے مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

لیکن نماز میں کوئی واجب اصلی رہ گیا یا بھول سے چھوٹ گیا ہو جس کی وجہ سے نماز لوٹانی پڑے تو جو لوگ پہلی نماز میں شریک نہیں تھے اور دوسری نماز میں شریک ہوئے ہیں ان کے لئے بہتر تو یہی ہے کہ وہ اپنی نماز تنہا دوبارہ دہرالیں۔ عبادت میں احتیاطی پہلو اختیار کرنا چاہئے۔

اصل اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف ہے، بعضوں کا کہنا ہے کہ فرض پہلی نماز سے ادا ہو گیا تکمیل دوسری نماز سے ہو رہی ہے، اس لئے تکمیل اور اعادہ والی نماز میں جو مقتدی نئے شامل ہوئے ہیں انہیں اپنے فرض کی ادائے گی کے لئے نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

اور بعضوں کا کہنا ہے کہ اول نماز پوری صحیح ادا نہیں ہوئی ہے اس لئے نماز دوبارہ لوٹائی جا رہی ہے، اور یہ بھی فرض ہی کے حکم میں ہے، اس لئے بعد میں آنے والے مقتدی بھی اس دوسری جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں، اس لئے انہیں دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن قول اول (یعنی نماز اول سے فرض ادا ہو گیا) مختار ہے۔ (شامی: ۱/ ۳۰۷)

﴿۸۰۲﴾ جماعت کے لئے کتنے مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال: جماعت سے نماز پڑھنی ہوتو کتنے مقتدیوں کا ہونا ضروری ہے؟ تاکہ جماعت سے نماز صحیح ہوسکے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... امام کے علاوہ اور ایک شخص ہوتو جماعت سے نماز ہو سکتی ہے، اور جماعت میں جتنے مقتدی زیادہ ہوں گے اتنا ثواب زیادہ ملے گا، صرف جمعہ کی نماز کی جماعت کے لئے امام کے علاوہ کم ازکم دو یا تین مقتدی کا ہونا ضروری ہے، تبھی جمعہ کی نماز صحیح ہوگی۔ (طحطاوی:۳۰۲)

﴿۸۰۳﴾ آگے کی صف کی خالی جگہ پر کرنے کے لئے نماز میں آگے بڑھنا

سوال: امام کے پیچھے لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں اور تحریمہ باندھنے کے بعد آگے کی صف میں جگہ خالی ہوجاوے تو نماز میں آگے پیچھے ہٹ کر وہ خالی جگہ پر کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بعض مصلی حضرات ایسے وقت میں آگے بڑھنے کے لئے بہت اشارہ کرتے ہیں تو ان کے اشارہ پر توجہ دینی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد اپنے ارادہ سے ایک صف کی مقدار اس طرح آگے پیچھے ہٹنے سے جس سے سینہ قبلہ سے نہ پھرے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ البتہ باہر کے شخص کے اشارہ پر یا اس کے کہنے پر اس کی اطاعت میں یا اس کی بات مان کر آگے پیچھے ہٹیں تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (شامی:۱/۳۸۴)۔

لہٰذا اگر ایسا موقع ہوتو ان کے کہنے کے تھوڑی دیر بعد اپنی مرضی وغور وفکر سے آگے پیچھے ہٹنا چاہئے تاکہ نماز بھی فاسد نہ ہو اور خالی جگہ بھی پر ہوجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۰۴﴾ صف میں تنہا کھڑے رہنا

سوال: نماز میں ایک صف مکمل ہو جاوے، پھر کوئی شخص آوے اور وہ دوسرے مقتدی کے آنے کا انتظار کرتا کھڑا رہے، اور نماز ختم ہونے تک دوسرا مقتدی نہ آوے تو نماز میں کوئی کراہت آئے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں کسی سمجھدار شخص کو آگے کی صف سے اپنے ساتھ کر لینا چاہئے، تنہا صف میں کھڑے رہنے کو فقہاء نے مکروہ بتایا ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں اگر کسی کو آگے کی صف سے پیچھے کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ جہالت کی وجہ سے یا تو وہ اپنی نماز توڑ دے گا یا لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا، اس لئے صف میں تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ (شامی) فقط واللہ اعلم

﴿۸۰۵﴾ قعدۂ اخیرہ میں شامل ہونے والے کو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو بہت سے نمازی باتوں میں مشغول رہتے ہیں، اور آخری قعدہ میں آکر جماعت میں شامل ہوتے ہیں، اور ایسا سمجھتے ہیں کہ انہیں جماعت مل گئی، کچھ نمازی ہمیشہ ایسا کرتے ہیں، تو انہیں جماعت کا پورا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مسجد میں باتیں کرنا حدیث شریف کی رو سے منع ہے، اس سے دوسری نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں نیز جب جماعت سے نماز ہو رہی ہو تو فوراً اس میں شامل ہونے کے لئے حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے، اس وقت دوسری نماز یا تسبیح وتلاوت میں مشغول ہونا صحیح نہیں ہے، تو جماعت چھوڑ کر باتوں میں مشغول رہنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے؟ یہ تو سراسر نماز کی ناقدری اور منافقوں کی نشانیوں میں سے ہے کہ انہیں

نماز پڑھنا ایک بوجھ معلوم ہوتا ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ طریقہ سے اپنے آپ کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

جو شخص آخری رکعت کے قعدۂ اخیرہ میں آکر شامل ہوگا تو اسے جماعت کا ثواب ملے گا لیکن زیادہ رکعتیں چھوٹ جانے کی وجہ سے جماعت کا ملنا نہیں کہلائے گا۔ (شامی: ۱ مشکوۃ شریف) فقط واللہ اعلم

﴿۸۰۶﴾ قعدۂ اخیرہ میں شامل ہونے والے کو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: کچھ نمازی نماز کے آخری قعدہ میں آکر شامل ہوتے ہیں، تو اس طرح جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کا پورا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فرض نماز کے آخری قعدہ میں شریک ہونے سے جماعت کا ملنا نہیں کہلائے گا، لیکن جماعت کا ثواب مل جائے گا، البتہ جو ثواب تکبیر تحریمہ سے جماعت میں شامل ہونے والے کو ملے گا اتنا ثواب نہیں ملے گا۔ (شامی، طحطاوی: ۲۷۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۰۷﴾ درمیان نماز مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آکر جماعت میں شریک ہونے کا طریقہ

سوال: درمیان نماز حدث لاحق ہو جائے تو اسی نماز میں دوبارہ تکبیر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر داخل ہونا چاہئے؟ یا سیدھا ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر نماز ختم کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز کے جس رکن میں حدث ہوا ہو اسی رکن میں شامل ہو جانا چاہئے، از سر نو تکبیر کہنا یا ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ (ہدایہ، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۰۸﴾ مسجد کے باہر والے حصہ میں جماعت ثانیہ کرنا

سوال: کسی بھی مسجد میں محلہ کی ہو یا بازار کی، جماعت ہو جانے کے بعد کچھ لوگ آتے ہیں، اور مسجد سے باہر والے حصہ میں جہاں جنازہ کی نماز ہوتی ہے، یا جنازہ کی نماز تو نہ ہوتی ہو لیکن وہ حصہ بالکل مسجد سے باہر کا ہو تو وہاں دوبارہ جماعت کر کے نماز پڑھتے ہیں، تو کیا اس طرح نماز پڑھنا صحیح ہے؟ یا شرعی اعتبار سے کچھ حرج ہے؟

اور مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد اس طرح دوبارہ جماعت کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مسجد سے باہر والے حصہ میں جماعت کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس سے نماز بھی ادا ہو جائے گی اور جماعت کا ثواب بھی مل جائے گا، لیکن اس جگہ کے مسجد نہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب جو ایک نماز کا پچیس گنا ثواب ہے وہ نہیں ملے گا، اس لئے مسجد میں جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۰۹﴾ عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے والے کو پوری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے؟

سوال: بزرگان دین سے سنا ہے کہ جو شخص عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے اسے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ پوری رات عبادت کا ثواب ملنے کے لئے نماز با جماعت کی قید ہے؟ اگر کسی کی جماعت چھوٹ گئی ہو اور اس نے تنہا نماز پڑھی ہو تو اسے ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ ثواب کے حصول کے لئے عشاء اور فجر کی دونوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۰﴾ دو صفوں کے درمیان حوض کا آنا

سوال: امام کے پیچھے مقتدی کتنی جگہ چھوڑ کر کھڑا رہے؟ درمیان میں دہ دردہ حوض ہو اور اس کے بعد صفیں قائم کی جائیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ یا حوض کے اوپر سامنے کی جانب کے کمرہ میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مسجد کے اندر بھی نماز ہو اور مشرق کی جانب حوض ہو تو اس کے اوپر کے کمرہ میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو صفوں کے درمیان اتنا خلاء ہو کہ اس میں سے ایک موٹر گاڑی گزر سکے تو اس طرح کھڑے رہنے سے پیچھے والوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی، لیکن یہ مسئلہ تب ہے جب نماز میدان یا مسجد سے باہر جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو، اور اگر مسجد ہی میں اس طرح دو صفوں کے درمیان جگہ خالی رہتی ہو مثلاً صورت مسئولہ میں درمیان میں حوض ہے، تو پوری مسجد ایک جگہ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے دور صف بنا کر کھڑے مقتدیوں کی بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۱﴾ امام سے بار بار غلطی ہوتی ہو پھر بھی تنہا نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے۔

سوال: پیش امام صاحب ہر نماز میں بار بار غلطی کرتے ہیں، تقریباً روزانہ ہی سجدۂ سہو کرتے ہیں، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اچھا ہے یا تنہا نماز پڑھ لینا اچھا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تنہا نماز پڑھنے سے جماعت سے نماز پڑھنے میں ستائیس (۲۷) درجہ ثواب زیادہ ملتا ہے، نیز جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے،

اگر بھول کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہو اور سجدۂ سہو کرلیا جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے۔اس لئے تنہا نماز نہ پڑھ کر جماعت سے پڑھنا چاہئے، اگر امام صاحب ہر نماز میں ایسی غلطی کرتے ہوں اور پوری توجہ کے ساتھ نماز نہ پڑھتے اور پڑھاتے ہوں تو مناسب طور پر الگ کرکے کوئی دیندار، متقی، پرہیزگار شخص کو امام مقرر کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۲﴾ گھر پر جماعت سے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے پر بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

سوال: افطاری کرکے مسجد جانے پر ایک دو رکعت چھوٹ جاتی ہے، اس لئے گھر ہی پر بچوں کے ساتھ جماعت کرکے نماز ادا کرلی جائے تو جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، اس لئے گھر میں بچوں کے ساتھ جماعت نہ کرتے ہوئے مسجد جاکر جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے۔اور افطاری سے جلدی فارغ ہو جانا اپنے اختیار میں ہے، اس کے باوجود اگر رکعت چلی جائے تو بھی مسجد کی جماعت میں شریک ہونے میں ہی ثواب زیادہ ملے گا۔نماز کے لئے آنے جانے کا، اعتکاف کا، بڑی جماعت کا اور مسجد میں نماز پڑھنے پر ستائیس (۲۷) گنا زیادہ ثواب ملتا ہے وہ بھی ملے گا۔اور مذکورہ ثواب گھر میں تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر نہیں ملتا ہے۔(عالمگیری: ۴۳) البتہ گھر میں بچوں کے ساتھ جماعت کرکے نماز پڑھ لینے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۳﴾ نابالغ کے ساتھ جماعت کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے گھر سے مسجد ایک میل دور ہے، موسم گرما میں عشاء کی نماز رات کو بارہ (۱۲)

بجے ہوتی ہے، اور فجر کی نماز ۴:۰۰ بجے ہوتی ہے، اور موسم سرما میں بہت ہی برف گرتی ہے، اور ہم بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنے جاتے ہیں، پیدل جانے پر اندازاً پچیس (۲۵) منٹ لگتے ہیں، اس لئے کم از کم ایک گھنٹہ آنے جانے میں لگ جاتا ہے، اور رات کے وقت راستہ میں چور اور ستانے والے اور ایذا رساں لوگ بہت ہوتے ہیں، اس لئے اس کا بھی ڈر ہوتا ہے، پھر بھی مسجد میں نماز پڑھنے جانے کی ممکن ہر کوشش کرتے ہیں۔ آخر (جب برف بہت گری ہو تب) مجبوراً گھر میں نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ میرا ایک گیارہ (۱۱) سال کا نابالغ لڑکا ہے اسے پاس میں کھڑا رکھ کر جماعت کر لیتا ہوں، تو کیا میری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں بتائے گئے حالات میں گیارہ (۱۱) سال کے بچہ کو پیچھے کھڑا رکھ کر جماعت سے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ (طحطاوی:۱۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۴﴾ نابالغ کو پہلی صف میں کھڑا رکھنا

سوال: نابالغ بچہ کو پہلی صف میں کھڑا رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

زید کا کہنا ہے کہ کھڑا رکھ سکتے ہیں، اس لئے کہ مقتدی ایک ہی ہے، اور بکر کا کہنا ہے کہ چاہے ایک مقتدی ہو یا صف مکمل بھر جاتی ہو پھر بھی نابالغ کو پہلی صف میں کھڑا نہیں رکھ سکتے؟ تو ان دونوں میں صحیح کیا ہے؟ جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر ایک ہی مقتدی ہو تو نابالغ کو پہلی صف میں کھڑا رکھ سکتے ہیں۔

﴿۸۱۵﴾ چھوٹے نابالغ بچوں کو مسجد لانے کے بارے میں

سوال: رمضان کا مہینہ آرہا ہے، انشاء اللہ مساجد نمازیوں سے بھر جائیں گی، لیکن ہمارے یہاں کچھ مصلی بھائی اپنے نابالغ بچوں کو بھی نماز اور تراویح کے لئے اپنے ساتھ لے آتے ہیں، اور بچے وہاں شرارت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مسجد میں شور شرابہ ہوتا ہے، کچھ مصلی بھائی بچوں کو نہ لانے کے لئے عاجزی کے ساتھ کہتے بھی ہیں نیز کمیٹی کے افراد بھی بار بار اعلان کرتے ہیں کہ بچوں کو نہ لائیں لیکن بچوں کے ولی نہیں مانتے، اور نابالغ بچوں کو ساتھ لاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے یا نہیں؟ اور لانا ہی ہو تو کتنی عمر کے بچوں کو لانا چاہئے؟ اکیلے کھڑا رکھنے سے یا بچوں کی صف میں کھڑا رکھنے سے وہ شرارت کرتے ہیں تو انہیں مردوں کی صف میں کھڑے رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

امید ہے کہ سوال کا جواب حدیث وفقہ کی روشنی میں بالتفصیل مرحمت فرما کر ہماری الجھن کو دور فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے، اور اس جگہ کو اللہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے، اس لئے اس کا احترام کرنا، گندگی، بدبو اور نجاست سے پاک رکھنا، اس کا ادب کرنا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنبوا مساجد کم صبیانکم و مجانینکم۔ یعنی مسجدوں کو اپنے چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔

یعنی جن چھوٹے بچوں کو مسجد کی پاکی اور ناپاکی اور مسجد کی اہمیت کا خیال نہ ہو ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں ہے۔ فقہاء نے اسے مکروہ تحریمی بتایا ہے، شریعت میں اس کے

لئے کوئی خاص عمر بتائی نہیں گئی ہے، البتہ دوسری ایک حدیث میں ارشاد ہے: بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو اس کی عادت ڈالنے کے لئے اور اسلامی تہذیب سکھانے کے لئے نماز پڑھنے کا حکم کرو۔ اور عام طور پر اس عمر میں پاکی اور ناپاکی اور مسجد کی اہمیت اور آداب وغیرہ کی کچھ نہ کچھ تمیز ہو جاتی ہے، اس لئے اس عمر کے بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت ہونی چاہئے۔ اور اس سے چھوٹی عمر کے بچوں کو مسجد میں لانے سے بچنا چاہئے۔

جن بچوں کو پاکی اور ناپاکی اور مسجد کے آداب کی تمیز ہو ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے کمیٹی یا ادارہ کے ذمہ داروں کا منع کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ نرمی اور محبت سے مسجد اور مسجد والے اعمال کی طرف شوق ورغبت دلانی چاہئے، اس لئے کہ یہی مستقبل میں مسجد کے آباد کرنے والے ہیں

صف بنانے کی ترکیب اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: جب نماز شروع ہو اور مقتدیوں میں صرف ایک ہی شخص ہو تو چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ امام کی دائیں طرف امام کی ایڑی کے پاس اس مقتدی کے پیروں کی انگلیاں رہے اس طرح کھڑا رہنا چاہئے۔ اور اگر دو مقتدی ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں امام کے پیچھے صف بنا کر کھڑے رہنا چاہئے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے پہلی صف میں اہل علم، متقی اور بالغ حضرات کو کھڑے رہنا چاہئے، بالغ کی صف کے بعد نابالغوں کی صف ہونی چاہئے۔ اور اگر ایک ہی نابالغ لڑکا ہو، تو فقہاء نے اس کے تنہا الگ صف بنا کر کھڑے رہنے کو مکروہ لکھا ہے، لہذا وہ بھی بالغوں کے ساتھ ان کی صف میں ہی کھڑا رہے گا۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لیکن نابالغوں کی الگ صف بنانے میں ان کے شرارت وشور وغل کرنے کا ڈر ہو اور انہیں سمجھانے سے کام نہ چلتا ہو اور مسجد میں انتشار واختلاف نہ ہو تو بچوں کو مسجد نہ لاؤ، ایسا کہنے کے بجائے ان کے والد یا دوسرے ذمہ داروں کو یہ سمجھانا چاہئے کہ وہ دوسری یا تیسری صف میں انہیں لے کر کھڑے رہیں۔ اس طرح دوسری یا تیسری صف میں یا ان صفوں کے بعد کی صفوں میں نابالغوں کا کھڑے رہنا جائز ہے، مکروہ نہیں ہے۔ اور اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں بھی خرابی نہیں آئے گی۔ اور بچے بھی نماز اور مسجد کے ماحول سے مستفید ہوں گے ۔ (بحر الرائق، کبیری، شامی، احسن الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۶﴾ بیمار پر جماعت واجب نہیں ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص تندرست ہونے کے باوجود مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، اس کا گھر قریب میں ہی ہے، اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے، بازار جاتا ہو، یا کسی بھائی یا دوست کے گھر ملاقات کے لئے جانا ہو تو جا سکتا ہے، اسے میں نماز کے لئے مسجد آنے کی دعوت پیش کرتا ہوں، تو کہتا ہے کہ چکر آتے ہیں، پیر دکھتے ہیں، وغیرہ بہانے بتاتا ہے، ایسے شخص کے لئے شریعت کے مطابق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیمار شخص اپنی بیماری کی وجہ سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو اس میں گناہ نہیں ہے، لیکن کاہلی یا بہانے بنا کر جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز نہ پڑھے گا تو گناہ ہوگا، اور زیادہ ثواب سے محروم رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۷﴾ مسجد کے صحن میں جماعت کر سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کے اندر کے حصہ میں تین صفیں ہوتی ہیں، لیکن فی الحال گرمی

کی وجہ سے امام صاحب باہر صحن میں نماز پڑھاتے ہیں، اور اس طرح نماز پڑھنے میں مسجد کے اندر کا حصہ خالی رہتا ہے، تو صحن میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... صحن اگر جماعت خانہ میں داخل نہ ہو تو جماعت خانہ چھوڑ کر صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد کا حق باقی رہ جائے گا، اور مسجد میں نماز پڑھنے سے جو زیادہ ثواب ملتا ہے وہ نہیں ملے گا، اس لئے اس صورت میں صحن میں جماعت نہ کر کے مسجد ہی میں پڑھنا چاہئے۔ سنن باہر صحن میں پڑھ سکتے ہیں، اور اگر صحن بھی جماعت خانہ کا ایک حصہ ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۸﴾ نابالغ لڑکوں کی صف کہاں ہونی چاہئے؟

سوال: نماز جماعت سے ہو رہی ہو تب نابالغ لڑکوں کو کہاں کھڑے رہنا چاہئے؟ آگے یا نمازیوں کے پیچھے؟ ۸-۷ سال کے لڑکے بڑے آدمیوں سے جلدی مسجد میں آکر آگے کی صف میں جگہ روک لیں اور وہاں نماز ادا کریں تو اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

بڑے آدمی چھوٹے لڑکوں کو پیچھے نکال دیتے ہیں، اس لئے ایک بھائی جو کہ اہل حدیث ہے ان کا کہنا ایسا ہے کہ تم لڑکوں کے حوصلے اور شوق کو ختم کر رہے ہو، اور بڑے آدمی دیر سے آتے ہیں، پھر جبراً لڑکوں کو پیچھے نکال کر ان کی جگہ پر قبضہ کر لیتے ہیں، لڑکے جلدی آدیں اور پھر انہیں کوئی پیچھے نکال دے تو ان کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ بچے پھر دوسری نمازوں میں نہیں آئیں گے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی صف اخیر میں رہتی تھی، ایسا کہنے والے بھائی کو اہل حدیث بھائی کہتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ اگر حیات ہوتے تو بچوں کا حوصلہ دیکھ کر (جس

طرح وہ جلدی آکر بیٹھتے ہیں) انہیں وہیں بیٹھنے دیتے، اور وہیں نماز ادا کرنے کے لئے اجازت دیتے۔ پیچھے نہ نکالتے، نیز اس بھائی کا کہنا ایسا ہے کہ بچوں کو پیچھے نہ نکالو، وہ جلدی آئے ہیں، لہذا آنجناب اس فتوے کا تفصیلی جواب مرحمت فرما کر اس خلجان کو دور فرمائیں۔

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھانے کا حکم ہے، اسے جہاں جگہ ملے وہاں نماز پڑھے؟ بہت سے لوگ نہیں سمجھتے ہیں، باہر جگہ ہو یا نہ ہو، بارش ہو یا سخت دھوپ ہو تو بھی باہر جانے کے لئے کہتے ہیں، اور اس پر بہت زور دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اپنے نواسے کو ساتھ میں رکھ کر نماز پڑھتے تھے، کیا یہ صحیح ہے؟ لہذا تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت صف کی ترتیب کے لئے حضور ﷺ نے اور آپ کے فرامین کے مطابق مجتہد ائمہ نے درجہ بندی کی ہے، ردالمحتار کے مصنف علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں کہ، اگر ایک ہی مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں طرف تھوڑا سا پیچھے کی طرف ہٹ کر کھڑا رہے، اور دو یا دو سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف بنائیں گے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز میں پہلی صف میں میرے ساتھ عاقل، بالغ مرد کھڑے رہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کو پہلی صف میں اور بالغوں کے درمیان کھڑے رکھنا مکروہ ہے۔ (بحر)

بالغوں کی صف کے بعد نابالغوں کی صف بنانی چاہئے۔ اگر نابالغ لڑکا ایک ہی ہو تو اسے مردوں کی صف میں ساتھ ہی میں کھڑا رکھے، یا دوسری یا تیسری صف میں بچے بالغوں کے

ساتھ کھڑے رہیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر نابالغ لڑکے دو یا تین ہوں تو ان کی ایک الگ صف بنانی چاہئے۔ مشکوۃ شریف ص:۹۹ پر ابو مالک اشعریؓ کی روایت ہے، جس میں آپ نے حضور ﷺ کی نماز اور جماعت کا طریقہ بتایا ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ پہلے بالغوں کی صف ہونی چاہئے، پھر ان کے پیچھے نابالغوں کی، آگے دوسری ایک حدیث میں قیس ابن عبادؓ کا بیان ہے کہ: میں آگے کی صف میں کھڑا رہ گیا، تو ایک شخص نے مجھے پیچھے سے کھینچ کر پیچھے کر دیا، اور میری جگہ پر وہ کھڑے ہو گئے، نماز کے بعد میں نے دیکھا تو وہ ابی بن کعب تھے۔

خلاصہ یہ کہ نابالغ کو پیچھے کھڑے رکھنا یہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق ہے، اس میں بچوں کا شوق ختم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، نیز ایسا کہنا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہوتے! یہ بھی صحیح نہیں ہے، جو دینی تعلق اور غیرت حضور ﷺ کے زمانہ کے بچوں میں تھی اس کا دسواں حصہ بھی آج کے بچوں میں نہیں ہے، پھر بھی انہیں پیچھے کھڑا کیا جاتا تھا۔

سوال میں بتائے گئے تنازع میں پڑنے سے بہتر تو یہی ہے کہ بڑی عمر والوں کو بچوں سے جلدی آ کر آگے کی جگہ روک لینی چاہئے۔ تا کہ ثواب بھی زیادہ ملے اور فتنہ اور فساد سے بھی بچا جا سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۱۹﴾ امام کا سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو......

سوال: ہمارے یہاں امام صاحب روزانہ پانچ وقت کی نماز ممبر کے پاس محراب کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھاتے ہیں، اور ان کے پیچھے پہلی صف قائم ہوتی ہے۔ لیکن جمعہ میں شہر کی وجہ سے مصلی زیادہ ہوتے ہیں، اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے امام صاحب محراب کی طرف

آگے اس طرح بڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں کہ سجدہ محراب میں ہوتا ہے اور دونوں پیر اور بدن کا کچھ حصہ محراب سے باہر رہتا ہے، پھر ایک دوفٹ امام صاحب کے پیچھے پہلی صف قائم ہوتی ہے، امام کے بالکل پیچھے اور دائیں طرف ممبر کے آجانے کی وجہ سے چار مقتدیوں جتنی جگہ مجبوراً خالی رکھنی پڑتی ہے، لہذا سوال یہ ہے کہ:

(۱) امام کا اس طرح کھڑے رہنا مکروہ تو نہیں ہے؟ (۲) صف اول کونسی کہلائے گی؟ امام کے ساتھ جو ہے وہ یا روزانہ کی جو پہلی صف ہوتی ہے وہ کہلائے گی؟ صف اول کی فضیلت کسے ملے گی؟

کچھ لوگ جو اپنے آپ کو بہت مسائل کے واقف کار سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ: (آج کی) پہلی صف باطل ہے، اصل پہلی صف وہی ہے جو روزانہ کی پانچوں وقت کی نماز میں ہوتی ہے۔ وہ بعض کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ لہذا آنجناب کتاب وسنت کی روشنی میں حوالوں کے ساتھ اس اختلاف کو دور فرمائیں، ایسی مؤدبانہ گذارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دو یا اس سے زائد مقتدیوں کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھی جائے تو امام کو ایک صف آگے اور مصلیوں کو پیچھے کھڑا رہنا چاہئے۔ لیکن جگہ کی قلت اور کثرت مصلیوں کی مجبوری کی وجہ سے امام صاحب محراب کی طرف اس طرح بڑھ کر کھڑے رہیں کہ سجدہ محراب میں ہوتا ہو لیکن پیر اور بدن کا کچھ حصہ محراب سے باہر رہتا ہو اور ان کی دائیں بائیں جانب ڈیڑھ دو فٹ پیچھے مصلیوں کی صف ہو تو اس طرح نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ فتاویٰ دار العلوم اور شامی: جلد:۱ میں اسکی صراحت موجود ہے۔

امام سے قریب جو صف ہو وہی صف اولیٰ کہلائے گی، جیسا کہ بذل المجہود جلد:۱ میں ہے:

قال ابن حجرؒ: الصف الاول هو الذی یلی الامام و ان تعلی نحو المنبر۔ (البذل المجهود) ۔یعنی: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: پہلی صف وہی ہے جو امام کے بعد سب سے پہلی صف ہے، چاہے ممبر وغیرہ آجانے کی وجہ سے وہ صف مکمل نہ ہو۔

علامہ شامیؒ صف اول کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: صف اول وہ صف ہے جو امام کے فوراً بعد ہو، اور اس صف سے پہلے مقتدی نہ ہوں۔ (۳۸۳/۱)

لہذا صورت مسئولہ میں امام کے فوراً بعد جو صف ہے وہی صف اول کہلائے گی۔ اور صف اول کا ثواب اور فضیلت پہلی صف والوں کو ہی ملے گی۔ علامہ شامیؒ کے قول کے مطابق دیکھا جائے تو آج کی دوسری صف سے آگے مقتدی ہیں اس لئے وہ پہلی صف نہیں ہوسکتی، صرف ممبر والی جگہ کے پیچھے جو مقتدی ہیں کہ ان کے اور امام کے بیچ کوئی مقتدی کی صف نہیں ہے انہیں ہی صف اول کی فضیلت حاصل ہوگی۔

آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ کچھ حضرات آج کی پہلی صف کو باطل شمار کرتے ہیں لیکن اس کا سبب یا کتاب کا نام نہیں بتایا ہے، کہ جس سے کوئی صحیح جواب ان کے سوال کا دیا جا سکے، شاید ان کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو ایسا ہوسکتا ہے، اور وہ یہ کہ بحر الرائق: ۱۶۹/۲ اور شامی ۱: ۳۸۳ پر ایک مسئلہ مذکور ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ: جب خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہوگیا، اور ملوکیت آگئی، اور لوگوں میں عداوت اور اختلاف بڑھ گیا، تو بڑے عہدے کے لوگوں کے لئے مسجد میں جہاں ہر کسی کو آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے (انہیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی طرح شہید نہ کردیں اس لئے) ان لوگوں کے لئے امام کے پیچھے قبلہ کی طرف دیوار کے پاس اپنی حفاظت کے لئے ایک کمرہ بنا کر اس کے اندر نماز پڑھتے تھے۔

جس میں ان کے خاص معتمد حضرات کے علاوہ اور کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی، اور اس کمرہ کو مقصورہ کہا جاتا تھا۔ لہذا اگر کسی جگہ ایسی مجبوری ہو تو مقصورہ میں کھڑے رہ کر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کی صف پہلی صف شمار کی جائے گی؟ یا مقصورہ کے پیچھے عام مصلیوں کی جو سب سے پہلی صف ہے وہ صف اول سمجھی جائے گی؟

اس کے متعلق فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ: مقصورہ میں جانے کی عام اجازت نہیں ہوتی، اور یہ صف اول کے ثواب سے محروم رکھتا ہے اس لئے مقصورہ سے باہر عام مصلیوں کی صفوں میں جو پہلی صف ہے وہ صف اول سمجھی جائے گی۔ علامہ شامیؒ اسی چیز کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: جہاں یہ کیفیت نہ ہو تو امام کے پیچھے کی صف پہلی صف سمجھی جائے گی۔

﴿۸۲۰﴾ مقتدی صف میں امام کے پیچھے دونوں طرف برابر کھڑے رہیں، کیا یہ ضروری ہے؟

سوال: جس وقت جماعت کھڑی ہو، اور مؤذن تکبیر کہے اس وقت مصلی امام کی دائیں طرف زیادہ کھڑے ہوتے ہیں اور بائیں جانب دو تین آدمی ہی کھڑے ہوتے ہیں، اگر ان لوگوں کو کہا جائے کہ بائیں طرف کھڑے ہو کر صف برابر آدھی آدھی کرو، تو کہتے ہیں کہ: دائیں طرف کھڑے رہنے میں زیادہ ثواب ہے، تو آنجناب بتائیں کہ مصلیوں کا اس ارادہ سے دائیں طرف زیادہ تعداد میں کھڑے ہونا صحیح ہے؟ یا صفوں کی درستگی زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب جماعت شروع ہو تو امام کو صف کے بیچ کھڑے رہنا چاہئے، محراب اسی لئے بالکل درمیان میں بنایا جاتا ہے، تاکہ امام کھڑا رہے تو مقتدی امام کے دونوں طرف برابر تعداد میں رہیں۔ اب اگر سب مقتدی یا زیادہ تر مقتدی ایک

طرف کھڑے ہو جائیں تو ان کی نماز مکروہ ہوگی۔ دائیں طرف اور صف اول میں ثواب زیادہ ہے یہ بات صحیح ہے لیکن سب لوگ یہی کریں گے تو صف کی ترتیب میں خرابی آئے گی۔ اس لئے جو لوگ صفوں کی درستگی کی نیت سے دائیں جانب چھوڑ کر بائیں جانب کھڑے ہوں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ بھی ثواب سے محروم نہیں رہیں گے۔
(شامی: ۱/۳۸۲، فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۲۱﴾ بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا تنہا پڑھ لیں؟

سوال: ایک قصبہ ہے جہاں ایک ہی مسجد ہے، اور وہاں کا امام افعال بدعت کا مرتکب ہے، اور زیادہ تر مصلی بلکہ سب ہی اس کی پیروی کرتے ہیں، اور بدعتی ہیں، تو اس امام کے پیچھے اور اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ گھر نماز پڑھنا بہتر ہے یا اس مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے؟ اور جمعہ کی نماز کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ اگر اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہو تو مسجد کا ثواب حاصل کرنے کے لئے ان کی جماعت ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا بہتر ہے یا بعد میں پڑھنا چاہئے؟ اور مشکل بات یہ ہے کہ پورے قصبہ میں سنی حضرات کے گھر ایک دو ہیں اس لئے ان کے خلاف بات کرنا باعث نزاع شدید ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، پھر بھی امام غالی بدعتی نہ ہو تو گھر میں تنہا نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے ہی نماز پڑھنی چاہئے۔
(شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۲۲﴾ مسئلہ مثل بالا

سوال: اگر اہل سنت والجماعت کے تین یا چار افراد ہو جاتے ہوں تو ان کے ساتھ گھر پر

جماعت کر کے نماز پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بہتر ہے؟ یعنی مسجد میں نماز پڑھنے سے ثواب زیادہ ملے گا یا مسجد سے باہر جماعت کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں بدعتی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھ کر گھر میں جماعت کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش تو ہے، لیکن مسجد کے ثواب سے محروم رہیں گے، اس لئے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے رہیں، اور مقدور بھر اصلاح کی کوشش کرتے ہوئے دعا کرتے رہیں یہی بہتر ہے۔

﴿۸۲۳﴾ عورت کے بدن کا نماز میں مرد کے ساتھ مس ہونا

سوال: ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھ رہا ہے، اور عورت اس کے پڑوس میں اس طرح کھڑی رہتی ہے کہ اس کا بدن اس کے شوہر امام کے ساتھ لگ جاتا ہے، تو ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں اقامت کون کہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے کی صورت میں اس کا بدن مرد سے لگ جاوے تو نماز میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔ لیکن اسے پیچھے صف میں کھڑا رکھنا چاہئے، اور اقامت مرد خود کہہ کر نماز شروع کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۲۴﴾ صف میں زبردستی گھسنا خلاف شریعت ہے۔

سوال: زید اذان کے بعد پہلی صف میں مؤذن کے قریب جگہ لے لیتا ہے، اور بکر پیچھے کی صف میں ہوتا ہے، جب مؤذن صاحب اقامت شروع کرتے ہیں تب مصلی صف بندی کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، تو زید جو پہلے سے مؤذن کے قریب بیٹھا ہے صف بندی کے

لئے کھڑا ہوتا ہے اسی وقت بکر پیچھے کی صف سے صف پھلانگتا ہوا آتا ہے اور مؤذن کے پڑوس میں دائیں بائیں ذرا سی خالی جگہ دیکھ کر جان بوجھ کر زبردستی جگہ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ بکر کی یہ حرکت خلاف شریعت ہے، بکر کو اگر پہلی صف کی فضیلت حاصل کرنی ہو تو پہلے سے آکر پہلی صف میں مؤذن کے قریب کی جگہ لے لینی چاہئے ورنہ اس طرح صف پھلانگ کر درمیان میں جگہ کر کے آنے کے بجائے پیچھے کی صف میں جہاں جگہ ملے وہاں کھڑے ہو جانا چاہئے، تو اس بارے میں زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کی حرکت صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں درج حقیقت اگر صحیح ہو تو زید کا کہنا صحیح ہے، اور ایسی حرکت کرنے سے بکر کو پہلی صف کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ (شامی وغیرہ)

﴿۸۲۵﴾ مسجد دور ہو تو نماز کے لئے کیا کیا جائے؟

سوال: کتنے فاصلہ پر مسجد ہو تو نماز کے لئے وہاں جانا فرض ہے؟ یعنی اگر یہاں سے پانچ میل دور ایک مسجد ہے جہاں چھٹیوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو کیا وہاں جانا فرض یا واجب ہے؟ یا گھر میں نماز ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جتنی دور جماعت کے لئے مسجد میں جائیں گے اتنا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ لیکن جانے آنے میں کوئی تکلیف ہو یا بیماری کی وجہ سے نہ جا سکتے ہوں تو جماعت کے لئے یا مسجد کے لئے نہ جانے میں کوئی گناہ نہیں ہے، تنہا پڑھ سکتے ہیں، اور اس کے لئے شریعت کی طرف سے میل وغیرہ کی حد بندی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۲۶﴾ کالج میں ہوسٹل کے کمرہ میں جماعت کر کے نماز پڑھنا

سوال: ہم یہاں ایک کالج میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ہماری تمنا ہے کہ ہم پانچوں وقت

کی نماز کے پابند بن جاویں، اور کالج سے مسجد تھوڑی دور ہے، وہاں نماز پڑھنے کے لئے آنے جانے میں اتنا وقت لگتا ہے کہ ہمیں ہمارا درس وغیرہ کے چھوٹ جانے کا ڈر ہے، اس وجہ سے ہم مسجد نہیں جا سکتے۔

ہم نے اس مسئلہ کا حل یہاں کہ کچھ علماء سے طلب کیا تھا، تو کچھ علماء یہیں کالج میں نماز پڑھنے کی طرفداری میں تھے، لیکن کچھ علماء کے خیال میں کالج میں نماز نہیں ہوسکتی، اور کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز جامع مسجد میں ہی ہونی چاہئے، اس لئے برائے مہربانی مختصر اور عام فہم انداز میں جواب عنایت فرما کر یہ بتائیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کی نماز کی اہمیت، فضیلت اور خصوصیت کو دیکھتے ہوئے فقہاء کرام نے آیات قرآنی واحادیث رسول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نماز کی صحت اور نفس وجوب کے لئے بارہ شرائط کا موجود ہونا ضروری بتایا ہے۔ جن میں سے چھ شرائط مصلی میں ہونا ضروری ہے اور بقیہ اس کے علاوہ ہیں۔

مثلاً: (۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) مرد ہونا (۴) مقیم ہونا (۵) آنکھوں اور پیروں کا صحیح سالم ہونا تا کہ جمعہ پڑھنے جانے میں کسی کا محتاج نہ ہو (۶) جس جگہ جمعہ پڑھی جا رہی ہے اس جگہ کا شہر یا قصبہ یا قریۂ کبیرہ ہونا، یا اس کی حد میں داخل ہونا (۷) اذن عام ہونا۔ جہاں یہ شرائط موجود ہوں گی وہیں جمعہ کی نماز فرض بھی ہوگی اور پڑھنے سے صحیح ادا بھی ہوگی۔

لہذا صورت مسئولہ میں وہ جگہ شہر یا اس جگہ میں داخل ہو جو شہر کے حکم میں ہو اور کالج کے طلباء کے علاوہ ہر مسلمان کو وہاں آنے کی اجازت ہو (۸) نماز پڑھنے والوں میں امام کے علاوہ کم از کم تین شخص ایسے ہوں جن پر جمعہ کی نماز واجب ہو، تو پھر کالج کے کسی بھی کمرہ میں بلا تردد

جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ خطبہ پڑھ کر جمعہ کی نماز ادا کرنے سے جمعہ ادا ہو جائے گا۔
کچھ علماء اس لئے جمعہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں کہ جمعہ کے لئے جامع مسجد کا ہونا ضروری ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ شرط وجوب یا وجوب ادا کے لئے کسی بھی کتاب میں جامع مسجد کا ہونا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔
ہاں! جمعہ کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھنا بہت ہی ثواب کا کام ہے، لیکن ان طلباء کی مجبوری کے مدنظر اگر یہ کالج میں جمعہ کی نماز پڑھ لیں (اگر مذکورہ بالا شرائط موجود ہوں، اور ان شرائط کے ساتھ پڑھی جائے) تو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔
و کما یجوز اداء الجمعة في المصر يجوز ادائها في فناء المصر...... و تؤدى الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

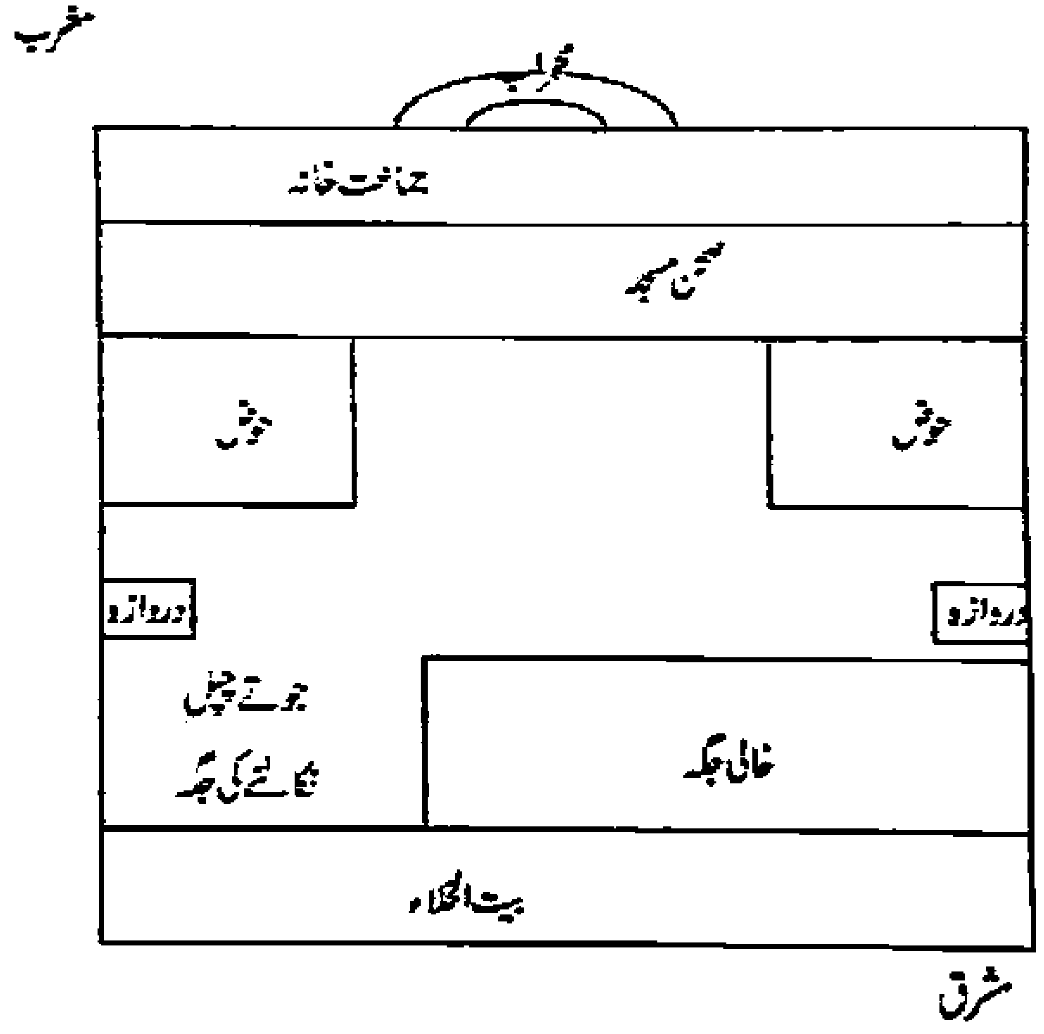
﴿۸۲۷﴾ شافعی وقت میں عصر ہو رہی ہو تو حنفی مصلی کیا کرے؟

سوال: ایک پورا گاؤں اہل حدیث کا ہے، اب اگر اتفاقاً کوئی حنفی شخص وہاں پہنچ گیا، اور حنفی مسلک کے اعتبار سے ابھی عصر کی نماز کا وقت نہیں ہوا، اور اسی وقت بستی والے عصر کی نماز پڑھتے ہیں، تو ایسے وقت حنفی شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ ان لوگوں کے ساتھ عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے یا جماعت چھوڑ کر حنفی مسلک کے اعتبار سے تنہا نماز پڑھے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں اس شخص کو عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے، اس لئے کہ صاحبین کے قول کے مطابق عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ (شامی، شرح وقایہ)

﴿۸۳۶﴾ دو صفوں کے بیچ کتنا فاصلہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوتی؟

سوال: ہمارے یہاں کی مسجد میں جماعت خانہ کے بعد صحن ہے، اور صحن کے نیچے حوض کا بڑا حصہ ہے، اور حوض کا تھوڑا حصہ کھلا ہے۔ اس نقشہ کے مطابق:



نقشہ میں جہاں حوض لکھا ہے وہاں بیٹھ کر لوگ وضوء کرتے ہیں، حوض کے بعد جوتے چپل نکالنے کی جگہ کے ساتھ ایک احاطہ ہے جسے نقشہ میں خالی جگہ سے موسوم کیا گیا ہے حوض اور صف کے بیچ دو صفوں کا فاصلہ ہے، جمعہ اور عیدین میں ازدحام کی وجہ سے اس خالی جگہ میں بھی لوگ مسجد والی جماعت کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ ان کی اقتدا صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ان کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ نیز اس جگہ کو داخل مسجد یا خارج مسجد سمجھنے میں اقتدا کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کا کیا حکم ہے اس سے مطلع فرمائیں۔

نیز مسجد کا جہاں صحن ختم ہوتا ہے وہاں ایک بالا خانہ بنایا ہے جو حوض کے کھلے حصہ کو اور جوتے چپل نکالنے کی جگہ کو اور خالی جگہ کو ڈھانک دیتا ہے، اس پر بھی جب لوگ زیادہ ہوتے ہیں نماز ہوتی ہے، تو ان لوگوں کی اقتدا صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ امام ہر صورت میں جماعت خانہ میں محراب کے پاس کھڑا رہتا ہے، تو اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت خانہ کا صحن صحت اقتدا کے متعلق مسجد کے حکم میں ہے۔ (منیۃ المصلی)۔ جب ایک صف اور دوسری صف کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ جس میں ایک بیل گاڑی، یا چھوٹی کشتی آسانی سے گزر سکے، تو اتصال صف نہ ہونے کی وجہ سے اقتدا صحیح نہیں ہوتی۔

ایسے وقت نماز کے صحیح ہونے کے لئے یہ صورت اختیار کی جائے کہ صحن اور خالی جگہ کے درمیان کم از کم تین افراد کی صف بنائی جائے تاکہ صفوں کا اتصال ہو جائے، اور درمیان میں خلاء نہ رہے، یہ طریقہ اپنانے سے سب کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور بالا خانہ حوض پر ہے اور اس پر لوگ کھڑے رہتے ہیں تو وہ اقتدا صفوف کے اتصال کی وجہ سے صحیح ہے۔

(کبیری، شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۲۹﴾ مقتدی میں صرف ایک نابالغ لڑکا ہو تو اس کے ساتھ جماعت کر سکتے ہیں؟

سوال: جماعت میں ایک امام اور ایک دس سال کا لڑکا ہے، تو کیا وہ جماعت سے نماز پڑھ

سکتے ہیں؟ اور اگر وہ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں اور درمیان میں بڑے لوگ آ جائیں اور وہ نماز میں شریک ہو جائیں تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنا درست ہے، اور پیچھے سے دوسرے بڑی عمر والے مقتدی آ جائیں تو وہ بھی شریک ہو سکتے ہیں، اس حالت میں امام کو آگے یا مقتدیوں کو پیچھے ہٹ جانا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ:)

﴿۸۳۰﴾ گھٹنوں میں درد کی وجہ سے امام کے ساتھ سجدہ میں شریک نہ ہونا

سوال: میرے گھٹنوں میں درد کی وجہ سے امام صاحب کے ساتھ سجدہ میں جانے میں دیر لگتی ہے، کبھی ایک تسبیح ملتی ہے تو کبھی سجدہ میں پہنچتا ہوں اسی وقت امام صاحب اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ میری نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے باوجود ارکان ادا کرنے میں کسی سبب سے امام کے ساتھ نہ رہ سکیں اور آپ امام کے ساتھ یا پیچھے پیچھے ارکان ادا کرتے رہیں تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ شرعی اصطلاح میں ایسے شخص کو لاحق کہتے ہیں۔ (شامی: ۴۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۱﴾ امام کی تکبیر تحریمہ سے پہلے تکبیر کہنا

سوال: جماعت کی نماز میں امام صاحب کے تکبیر تحریمہ کہنے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے پہلے اگر کسی نے ہاتھ اٹھا لئے اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کر لی تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ نیز امام سے پہلے سجدہ میں چلا جائے تو ایسے مقتدی کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہی مقتدیوں کو تکبیر کہنی چاہئے۔اسی طرح ہر رکن میں امام کی تابعداری کرنی چاہئے، اور امام کے ساتھ ساتھ یا فوراً بعد رکوع وسجدہ وغیرہ کرنا چاہئے۔

امام سے آگے بڑھ جانے والے پر حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، اس لئے اس طرح نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ امام کی تکبیر تحریمہ سے پہلے اگر کوئی مقتدی تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دے گا تو اس کی اقتدا صحیح نہیں ہوگی۔نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

(شامی:۳۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۲﴾ جماعت خانہ سے باہر جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے یا مسجد کے کسی دوسرے حصہ میں جماعت سے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: محلہ یا بازار کی مسجد میں جماعت ہو جانے کے بعد جماعت خانہ سے باہر کی جگہ جہاں جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں یا کسی دوسرے حصہ میں جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت خانہ سے باہر سوال میں ذکر کردہ طریقہ کے مطابق جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے۔اس سے نماز بھی ہو جائے گی اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا، لیکن اس جگہ کے خارج از جماعت خانہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب جو ہر نماز کا پچیس گنا زیادہ ثواب ہے، نہیں ملے گا۔اس لئے مسجد میں جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۳﴾ جماعت ہو رہی ہو تب صفوں میں سنتیں پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال: فجر کی نماز کھڑی ہوگئی ہو تو جماعت خانہ میں سنت نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کوئی

مکروہ کہتا ہے تو کوئی ناجائز اور کوئی حرام کہتا ہے، تو آنجناب شرعی علم بتلا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فجر کی جماعت شروع ہو چکی ہو، اور سنت پڑھنا باقی ہو، اور اس حالت میں سنت پڑھنے سے جماعت کے چھوٹ جانے کا ڈر نہ ہو تو حدیث میں اس کی تاکید بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے پڑھ لینا چاہئے۔ لیکن بالکل صف میں جماعت کے ساتھ نہ پڑھتے ہوئے ایک کونہ میں یا دیوار یا ستون کی آڑ میں پڑھنا چاہئے۔ جماعت کی صف میں ساتھ میں پڑھنے سے مخالفت کا ڈر رہتا ہے، اس لئے فقہاء اسے مکروہ کہتے ہیں، لہذا صف سے الگ رہ کر صحن میں یا جماعت خانہ سے باہر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۴﴾ پہلی صف میں سنت پڑھنے والا جماعت کے کھڑے ہونے سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

سوال: سنت مؤکدہ مسجد میں یا صحن میں پڑھنا افضل ہے، اور وہ سنتیں کوئی مصلی پہلی صف میں پڑھے اور جماعت کا وقت ہو جائے اور ان کی سنت ختم ہونے سے پہلے جماعت کھڑی ہو جائے تو یہ سنت پڑھنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سنت مؤکدہ مسجد میں پڑھنا بلا تردد جائز اور درست ہے، اور اگر جماعت کے کھڑے ہونے کا وقت قریب ہو تو صحن یا جماعت خانہ سے باہر کی جگہ میں پڑھے، پھر بھی پہلی یا دوسری صف میں نماز پڑھ رہے ہوں اور جماعت شروع ہو جائے تو نماز کو مختصر کر کے ختم کر کے جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ اور اس طرح نماز

پڑھنے میں گناہ نہیں ہوگا۔ (طحطاوی: ۲۷۰، شامی) جماعت سے نماز پڑھی جا رہی ہو اور صف میں آکر کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا شروع کردے تو یہ منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۵﴾ مسبوق کا سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دینا

سوال: مسبوق امام کے ساتھ سہواً ایک طرف سلام پھیر دے تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسبوق امام کے بالکل ساتھ سہواً سلام پھیر دے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی، اور سہواً ایسا کرنے سے سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوتا۔ (شامی:۱)

﴿۸۳۶﴾ مسبوق کا سہواً امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر دینا

سوال: میں نماز میں ایک رکعت کے بعد شریک ہوا، امام صاحب کے سلام پھیرنے سے میں نے بھی دونوں طرف سلام پھیر دیا، اور دوسرا سلام پھیرتے ہی مجھے یاد آگیا کہ مجھے تو سلام نہیں پھیرنا تھا، اس لئے کھڑے ہو کر فوراً ایک رکعت سجدۂ سہو کے ساتھ ختم کی، تو وہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسبوق اگر امام کے لفظ سلام کہنے کے بعد سلام پھیرے تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی، اس لئے صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (شامی: ۲:۴۰۲، ۵۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۷﴾ مسبوق کا سہواً امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے سجدۂ سہو لازم آئے گا؟

سوال: مسبوق کہ جسے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں ملی ہیں اور کچھ چھوٹ گئی ہیں جو اسے پڑھنی ہیں، وہ اگر بھول سے امام کے ساتھ ایک طرف سلام پھیر دے اور فوراً یاد آتے ہی دوسرا سلام نہ پھیرے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھ کر نماز ختم کرنے سے پہلے اس پر سجدۂ سہو

لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسبوق پر امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیرنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا، لیکن امام کے لفظ سلام کے بعد سلام پھیرنے سے سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۸﴾ مسبوق تشہد، درود اور دعا بھی پڑھے گا؟

سوال: امام صاحب ظہر کی چار رکعت فرض پڑھا رہے ہیں، اور میں امام کے پیچھے تیسری رکعت میں شامل ہوا، تو جب امام صاحب چوتھی رکعت میں بیٹھیں تو آخری قعدہ میں مجھے التحیات وغیرہ پڑھنا ہے یا صرف التحیات پڑھ کر خاموش بیٹھے رہنا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں فقہ کی کتابوں میں دونوں طریقے بتائے گئے ہیں اس لئے آپ تشہد پڑھ کر بیٹھے رہیں یا درود شریف، دعا پڑھیں دونوں درست ہیں۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۳۹﴾ مسبوق کا سہواً سلام پھیر دینا

سوال: مسبوق اگر بھول سے امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس سے مسبوق پر سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسبوق اگر بالکل امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ سلام پھیرے تو اس سے مسبوق کی نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس پر سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۴۰﴾ مسبوق اپنی نماز کس طرح ختم کرے؟

سوال: میں عشاء کی نماز میں امام صاحب کے پیچھے چوتھی رکعت میں شامل ہوا، تو شامل ہوتے ہی مجھے ثنا، سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اور ثنا، سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور بقیہ چھوٹی ہوئی تین رکعتیں پڑھنے کی ترتیب بھی بتائیں، سورۂ فاتحہ کے بعد سورت کون کونسی رکعت میں پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ جب چوتھی رکعت میں شامل ہوئے تو اب تکبیر تحریمہ کہہ کر آپ امام کی اقتدا میں سلام تک امام کے ساتھ نماز پڑھتے رہیں، اس درمیان قیام کی حالت میں ثنا وغیرہ نہ پڑھیں۔

امام جب سلام پھیرے تو آپ بقیہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کے لئے تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جائیں، اور ثنا، تعوذ، تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھیں۔ اس رکعت کے ختم ہونے پر آپ کی کل دو رکعتیں ہوئیں اس لئے تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھ جائیں، تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں، اور اس رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھیں، اس لئے کہ قرأت کے حساب سے یہ آپ کی دوسری رکعت ہے، اور ترتیب کے حساب سے یہ تمہاری تیسری رکعت ہے، اس لئے اس رکعت میں تشہد کے لئے نہ بیٹھیں۔ اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھیں (اس لئے کہ قرأت کے حساب سے یہ تمہاری تیسری رکعت ہے، اور تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت ملانا نہیں ہے) پھر جیسے نماز ختم کرتے ہیں ایسے ہی نماز ختم کریں۔ (شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۴۱﴾ اقتدا کب صحیح ہوگی؟

سوال: ہماری مسجد دو منزلہ ہے، نیچے اصل جماعت خانہ ہے، جب لوگ زیادہ ہوتے ہیں تو اوپر کی منزل میں بھی نماز ہوتی ہے، تو کیا وہاں کی اقتدا کے صحیح ہونے کے لئے نیچے کے جماعت خانہ میں کوئی بڑا ایسا سوراخ وغیرہ ہونا ضروری ہے جس کا دہانہ اس اوپر کی منزل کی طرف ہو؟ اس لئے کہ آپ کے فتوے کے ایک سوال کے جواب میں ہم نے پڑھا کہ اگر درمیان میں دیوار آجاتی ہو تو اس کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے اس کے بعد کی صفوں کی نماز جماعت سے صحیح نہیں ہوتی ہے۔ تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟ مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر امام مسجد کے نیچے کے حصہ میں نماز پڑھا رہا ہو اور مقتدی اوپر کی منزل پر ہوں، اور مکبر کے تکبیر کہنے سے امام کی آواز اور رکوع، سجدہ وغیرہ کی حالات صحیح طور پر اوپر والوں کو معلوم ہوتی ہوں تو اوپر پڑھنے والوں کی نماز مفتیٰ بہ قول کے مطابق صحیح ہو جائے گی۔ اس لئے کہ پوری مسجد ایک جگہ کے حکم میں ہے۔ (شامی: ۳۹۴، طحطاوی: ۱۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۴۲﴾ سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے والے امام کے پیچھے مسبوق کی نماز

سوال: میں مسجد پہنچا تو امام صاحب قعدہ میں تھے، میں ان کے ساتھ شریک ہو گیا، امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد میں نے اپنی نماز ختم کی، یہ نماز عصر کی تھی۔

امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعتیں ہوئیں ہیں، چار نہیں۔ دوسری مرتبہ جماعت ہونے سے پہلے میری چار رکعت مکمل ہو گئی، تو اب مجھے کیا

کرنا چاہئے؟ میری نماز ہوگئی یا اب دوسری جماعت میں شریک ہونا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب نے چوتھی رکعت پڑھنے سے پہلے سہواً سلام پھیر کر نماز ختم کردی، تو جس طرح امام صاحب کی نماز نہیں ہوئی ہے اسی طرح ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز بھی ادا نہیں ہوئی۔ اس لئے سب کو نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے۔ (عالمگیری: ۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۴۳﴾ دعا میں ہاتھ اٹھانا چاہئے یا نہیں؟

سوال: دعا میں ہاتھ اٹھانا ضروری ہو تو کہاں تک اور کس طرح اٹھانا چاہئے؟ چلتے پھرتے دعا کے الفاظ پڑھیں تو شرعی لحاظ سے کوئی اعتراض ہے؟ جیسا کہ کچھ وظائف کا ورد کام کاج کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ضروری تو نہیں ہے، لیکن سنت ہے، اور دعا کے آداب میں سے ہے۔ سینہ تک ہاتھ اٹھانا اور اس طرح کہ اس میں خوب عاجزی ظاہر ہوتی ہو کچھ مقدار میں انگلیاں اور ہتھیلیاں جدا رہتی ہوں، بہتر ہے۔ (طحطاوی) چلتے پھرتے دعا کے الفاظ پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، جن مقامات پر دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے وہاں نہیں اٹھانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۴۴﴾ فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھتے رہنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قنوت نازلہ فجر کی نماز میں اس وقت پڑھی جاتی ہے جب مسلمانوں میں اجتماعی طور پر کوئی مصیبت یا آفت آپڑے، اور جب تک مصیبت ختم نہ ہو

جائے تب تک پڑھی جاسکتی ہے، ہمیشہ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔آفت اور مصیبت کے دن طویل ہو جائیں تو تیس دن یا چالیس دن کے بعد کچھ دنوں کے لئے موقوف کر دینا یا ترک کر دینا چاہئے۔اور ضرورت محسوس ہو تو دوبارہ پڑھنا شروع کریں، حنفی مذہب میں مسلسل یا دائمی طور پر پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ (شامی:۱/۶۲۸) فقط واللہ اعلم

﴿۸۴۵﴾ قنوت نازلہ نماز میں کتنے دن پڑھی جائے؟

سوال: آج کل اپنے مصری بھائیوں کے ساتھ اسرائیلیوں نے جنگ شروع کی ہے، جس کے لئے ہر ہر مسلمان بھائی قنوت نازلہ پڑھتا ہے۔اس کے متعلق پوچھنا یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت متعین ہے؟ کہ کتنے دن تک پڑھنی چاہئے؟ بعض حضرات کے قول کے مطابق ایک مہینہ پڑھنا چاہئے؟ اس لئے صحیح اور اصل قول کونسا ہے؟ وہ حوالہ کے ساتھ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....قنوت نازلہ مسلمانوں پر جب اجتماعی طور پر کوئی آفت یا مصیبت آجائے تب نماز میں یہ پڑھی جانے والی دعا ہے، اس کی کوئی خاص مدت متعین ہو ایسا کہیں کتابوں میں نظر سے نہیں گزرا، یہ دعا جب تک مصیبت کا خاتمہ نہ ہو جائے تب تک پڑھ سکتے ہیں، اور یہ دعا حضور ﷺ پڑھتے تھے۔آفت اور مصیبت کے دن اگر زیادہ ہو جائیں تو تیس دن یا چالیس دن کے بعد کچھ دنوں کے لئے موقوف کر دینا یا ترک کر دینا چاہئے، اور ضرورت محسوس ہو تو پھر دوبارہ پڑھنا شروع کرنا چاہئے۔(کبیری، بحر وغیرہ)

﴿۸۴۶﴾ دعائے قنوت نماز کے بعد دعا کے طور پر کبھی بھی پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: پنج وقتہ نمازوں کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......دعا کے طور پر دعائے قنوت نماز کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۴۷﴾ دعائے گنج العرش پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: پنج سورہ میں دعائے گنج العرش ہے، اسے پڑھنا کیسا ہے؟ یہ دعا پڑھنا اچھا ہے یا قرآن پاک کی تلاوت کرنا بہتر ہے؟ اس دعا پر یقین رکھنا کیسا ہے؟ اس کی فضیلت بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن مجید کی تلاوت افضل ہے، اور دعائے گنج العرش کی فضیلت اور ثبوت معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۴۸﴾ خاتمہ بالایمان کے لئے دعا

سوال: ایمان پر خاتمہ ہو اس کے لئے ہمیشہ پڑھ سکیں ایسی مختصر سی دعا بتلائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایمان پر خاتمہ ہو اس کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ حرام اور معصیت والے افعال سے اپنے آپ کو بچائیں، اور کثرت استغفار کو لازم پکڑیں، اور ہر حالت میں کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں، انشاء اللہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ موت نصیب ہوگی۔ ربنا لا تزغ قلوبنا اخیر تک پانچوں نمازوں کے بعد پڑھتے رہیں۔

﴿۸۴۹﴾ دعائے ثانیہ کا حکم

سوال: بہت سی جگہوں پر دعائے ثانیہ مانگی جاتی ہے، اسے بدعتی حضرات ضروری سمجھ کر امام کو اس کے لئے مجبور کرتے ہیں، سوال کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے خیال والے لوگوں کو اس دعائے ثانیہ میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟

ایک شخص کا کہنا ہے کہ بدعتی حضرات پانچ نمازوں میں سے ایک دو نمازوں میں آتے ہیں، اور زیادہ تر مقتدی بدعتی نہیں ہیں۔ وہ لوگ دعائے ثانی میں حصہ نہ لیں تو پھر امام اور موذن اور ایک دو بدعتی ہوں گے، ان لوگوں کے کم ہونے کی وجہ سے دعائے ثانی میں تقویت نہیں رہے گی۔ اس طرح لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ کام غلط ہے۔ اس لئے اگر ہم حصہ لیں گے تو اس بدعت کو تقویت ملے گی۔ اور ہمارے خیال کے لوگوں کی بھی عادت ہو جائے گی۔

دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ امام کے ساتھ دعا مانگنے میں گناہ تو نہیں ہوتا تو پہلے شخص کا کہنا ہے کہ بدعت کو تقویت ملی تو گناہ کا امکان ہے، اس لئے دعائے ثانی میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔

اس لئے آنجناب تفصیل سے بتائیں کہ دعائے ثانی میں حصہ لیا جائے یا نہیں؟ کسی شخص کو اس کے بدعت ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس میں حصہ لے تو اسے گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دعائے ثانی اجتماعی طور پر مانگنا اور اس میں فاتحہ پڑھنا بدعت ہے۔ اور حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس طریقہ کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اسی طرح اس کام کے لئے کسی کو مجبور کر کے کرانا بہت ہی غلط بات ہے، اور جو لوگ اسے بدعت سمجھتے ہیں ان لوگوں کو اس میں ساتھ نہیں دینا چاہئے، اس سے بدعت کو تقویت ملے گی اور تمہارے دل میں بدعت کی نفرت کم ہو جائے گی۔ آپ لوگ خود پابندی کے بغیر جتنی مرتبہ چاہیں دعا مانگ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۰﴾ دعا کے اختتام پر بحق لا الہ الا اللہ کہنا کیسا ہے؟

سوال: دعا کے اختتام پر لا الہ الا اللہ بحق لا الہ الا اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بدعت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......دعا کے اختتام پر لا الــــہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ اور بدعت بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۱﴾ فجر کی نماز ختم کرکے دعا کب مانگنی چاہئے؟

سوال: مسجد میں فجر کی نماز کے بعد تسبیح فاطمی پڑھنے کے بعد فوراً دعا کرنے کے بجائے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر دعا کی جائے تو اس میں کچھ حرج ہے؟ یا دعا کے بعد ترجمہ پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......دونوں طریقے جائز ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۲﴾ پیغمبر یا ولی اللہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا

سوال: الاصلاح نومبر: ۱۹۷۷ کے ماہانہ جریدہ میں "مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے" کے عنوان کے تحت مذکورہ مضمون تحریر کیا گیا تھا:

مان لو کہ ایک بہت بڑا سخی، داتا ہے جو ہر چھوٹے بڑے کی حاجت کو پوری کرتا ہے، اس کا فیض عام ہے، اس کا دربار ہمیشہ کھلا ہوا ہے، اس کے سامنے ہر سائل اپنا سوال پیش کرسکتا ہے، کسی پر اسکی عطاو بخشش بند نہیں ہے، ایسی ہستی کے حضور ایک شخص آتا ہے، اور اس سے سیدھے طور پر یہ نہیں کہتا کہ اے مہربان! اے کریم میری مدد فرما، بلکہ یہ کہتا ہے کہ تیرے فلاں دوستوں کی خاطر میری حاجت پوری کردے، کیا مانگنے کے اس انداز میں یہ بدگمانی پنہاں نہیں ہے کہ وہ اپنی رحم اور مہربانی کی صفت کی وجہ سے کسی کی دست گیری کرنے والا نہیں ہے، بلکہ اپنے دوست، احباب اور اقرباء کی خاطر احسان کرتا ہے، ان کا بدلہ نہ دیا جائے تو گویا تمہیں اس کے یہاں سے کچھ ملنے کی امید نہیں ہے۔

اور فلاں کا واسطہ کہہ کر مانگا جائے تو معاملہ بدگمانی سے بھی آگے نکل جاتا ہے، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ گویا آپ اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں فلاں بڑے شخص کے وسیلہ سے آیا ہوں، میری درخواست کو کوئی بغیر وسیلہ والے شخص کی درخواست سمجھ کر رد نہ کر دینا۔ اب آپ سوچیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتوں کے بارے میں صحیح عقیدہ رکھتا ہو وہ دعا میں یہ طریقہ اختیار کرنے کا ارادہ بھی کیسے کر سکتا ہے؟

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں کتاب الکراہیۃ میں مختلف مسائل کے درمیان ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ: اور یہ بھی مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں فلاں کے حق سے یا انبیاء اور رسول کے حق سے کہے، اس لئے کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔

مذکورہ مضمون کی روشنی میں آپ سے التماس ہے کہ شرعی مسئلہ کی رو سے دعا میں کسی ولی یا پیغمبر کا صدقہ یا وسیلہ لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مذکورہ ماہنامہ میں جو مضمون طبع ہوا ہے، اور آپ نے جس کی نقل بھیجی ہے اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کی کچھ بھول ہوئی ہے، اس لئے کہ حق اور وسیلہ دونوں الگ الگ چیزیں ہے، اور ان دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے، جسے اس مضمون میں ایک دوسرے کے ہم معنیٰ سمجھ کر ایک ہی حکم میں دونوں کو گھسیٹ لیا گیا ہے۔

ہدایہ میں مذکورہ عبارت 'فلاں کے حق سے' یہ عبارت شامی: اور دوسری کتابوں میں بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، مختار کل ہے، کسی بھی مخلوق کا دباؤ یا حق اس پر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے وہ کوئی کام کرنے پر مجبور ہو جائے، اس لئے دعا میں ایسے الفاظ استعمال کرنا کہ جن سے اللہ پر مخلوق میں سے کسی کا حق یا دباؤ ہے ایسا معلوم ہوتا ہو تو

ایسے الفاظ استعمال کرنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اور کسی کا ایسا عقیدہ ہو تو اس کا ایمان سالم نہیں رہے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ دعا میں وسیلہ یا سفارش کے طور پر کسی رسول، نبی، یا ولی یا اپنے کسی نیک کام کو پیش کرنا تو یہ بلا شبہ جائز اور درست ہے، بلکہ اس طرح وسیلہ یا سفارش کے ساتھ دعا مانگنے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ بارش مانگنے کے لئے حضرت عباسؓ کا وسیلہ پیش کر کے دعا مانگی تھی، اور دعا فوراً قبول ہوگئی تھی، اس لئے بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا کہ اے اللہ! میں فلاں بزرگ اور تیرے نیک بندے کو سفارشی اور وسیلہ کے طور پر پیش کرتا ہوں ان کی برکت اور وسیلہ سے میری دعا قبول فرما، تو یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں آدمی اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے، جس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، اور جتنی عاجزی اور تواضع سے دعا مانگی جائے گی اتنی اللہ کے دربار میں قبولیت کی امید زیادہ ہے، اس لئے حق، دباؤ، سفارش اور وسیلہ کے الفاظ کے فرق کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

﴿۸۵۳﴾ کسی عورت سے نکاح کے لئے دعا مانگنا

سوال: ایک شخص ایک عورت سے نکاح کے لئے ہمیشہ دعا کرتا ہے کہ: یا اللہ! تو میری شادی اس کے ساتھ کرا دے، مجھے اور کوئی نہیں چاہئے، اس کے علاوہ دوسری کسی سے نکاح نہیں کروں گا، تو کیا اس طرح دعا مانگنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز میں یہ دعا مانگنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن خارجِ نماز ایسی دعا مانگنے میں کچھ حرج نہیں ہے، مانگ سکتے ہیں۔ (ہدایہ، شامی: ۴۸۸/۱)

باب ما یتعلق بصلوۃ الجمعۃ

﴿۸۵۴﴾ غسل جمعہ اور سورۂ کہف کی فضیلت کب تک رہتی ہے؟

سوال: غسل جمعہ اور سورۂ کہف کی فضیلت کا صحیح وقت کونسا ہے؟ اور یہ فضیلت کب تک رہتی ہے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے غسل کا وقت جمعہ کی نماز ادا کرنے تک اور سورۂ کہف کے پڑھنے کا آخری وقت عصر سے پہلے تک رہتا ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۵﴾ عورت پر جمعہ اور عید واجب نہیں ہے۔

سوال: عورت پر عید اور جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیوں؟ اگر عورت جمعہ کی نماز پڑھے تو یہ جائز ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عید اور جمعہ صرف بالغ مردوں پر پڑھنا ضروری ہے، عورتوں پر یہ نمازیں واجب نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ نمازیں بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اور عورتیں وہاں نہیں جاسکتیں، اس لئے عورتیں اپنی جگہ گھر پر جمعہ کے دن ظہر پڑھیں، اور عید کے دن گھر پر نفل پڑھ سکتی ہیں، اور اگر کسی جگہ عورتیں مسجد میں پہنچ جائیں اور وہاں مردوں کے ساتھ جمعہ ادا بھی کرلیں تو اگر امام نے ان کی امامت کی نیت کی ہوگی تو ان کی جمعہ ادا ہو جائے گی، اب ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۸۵۶﴾ دیہات میں جمعہ کی ادائے گی

سوال: ہمارے گاؤں کی آبادی سات سو افراد کی ہے، تو گاؤں میں جمعہ اور عید کا خطبہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ جمعہ پڑھتے ہیں ان کی ظہر ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ خطبہ کے لئے

کتنی آبادی کا ہونا ضروری ہے؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے یہاں پہلے سے جمعہ ہو رہا ہے اس لئے خطبہ صحیح ہو جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز جمعہ کے فرض ہونے کے لئے من جملہ شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو، چھوٹے گاؤں میں حنفی مذہب کے مطابق جمعہ واجب نہیں ہوتا، اس لئے چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے، اس کے بجائے ظہر پڑھنی چاہئے۔

جس جگہ جمعہ واجب نہ ہوتی ہو وہاں جمعہ پڑھنے سے ظہر ادا نہیں ہوگی، ذمہ میں باقی رہ جائے گی، اور جمعہ کی نیت سے پڑھی گئی نماز نفل ہو جائے گی، اور دن میں نفل نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہونے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے گاؤں کی آبادی ہی پر سارا دارومدار نہیں ہے، بلکہ عرف میں جسے بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو، اس میں محلے، گلی کوچے ہوں، ضروریات زندگی کی سب چیزیں مہیا ہوں، ہر پیشہ کے لوگ بڑھئی، لوہار، موچی وغیرہ کی دکانیں، پوسٹ آفس، کھیل کود کا میدان ہو وہ جگہ قصبہ اور بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے۔ اور وہاں جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔

(شامی: ار۷۴۷)

عید کے لئے بھی یہی حکم ہے، اور اگر گاؤں ایسا نہ ہو بلکہ چھوٹا گاؤں ہو تو "پہلے سے خطبہ پڑھا جاتا ہے اس لئے صحیح ہو جائے گا" ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ کسی دیندار ماہر عالم کو وہ جگہ بتائی جائے اور وہ جو فیصلہ کریں اسے معتبر سمجھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۷﴾ شرائطِ فرضیتِ جمعہ فی القریٰ

سوال: ہمارے گاؤں میں ۶۵ گھر مسلمانوں کے اور ۱۱۰ گھر ہندوؤں کے ہیں، گاؤں میں

پوسٹ آفس، شفاخانہ، گجراتی اسکول اور مدرسہ ہے، شہر میں آمد ورفت کے لئے پکے راستے ہیں، ایس ٹی بس کا انتظام ہے، یہاں برسوں سے جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے، کچھ لوگ جمعہ ادا کرتے ہیں، اور کچھ ظہر ادا کرتے ہیں، یا شہر جا کر جمعہ پڑھتے ہیں۔

تو کیا مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں ہے تو امام کو کیا کرنا چاہئے؟ اس لئے کہ امام کو تو یہاں جمعہ پڑھانا پڑتا ہے۔ لہٰذا شرعی مسئلہ بتا کر جواب سے ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کی نماز کے فرض ہونے کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو، چھوٹے گاؤں میں حنفی مذہب کے مطابق جمعہ واجب نہیں ہوتا، اس لئے چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے، اس کے بجائے ظہر پڑھنی چاہئے۔ جس جگہ جمعہ واجب نہ ہوتا ہو وہاں جمعہ پڑھنے سے ظہر ادا نہیں ہوگی، ذمہ میں باقی رہ جائے گی، اور جمعہ کی نیت سے پڑھی گئی نماز نفل ہو جائے گی، اور دن میں نفل نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہونے کی وجہ سے گناہ ہوگا۔

جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے گاؤں کی آبادی ہی پر سارا دارومدار نہیں ہے، بلکہ عرف میں جسے بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو، اس میں محلے، گلی اور کوچے ہوں، ضروریات زندگی کی سب چیزیں مہیا ہوں، ہر پیشہ کے لوگ بڑھئی، لوہار، موچی وغیرہ کی دکانیں، پوسٹ آفس، کھیل کود کا میدان ہو وہ جگہ قصبہ اور بڑا گاؤں سمجھا جائے گا۔ (شامی: ۱/۷۴۷)

اگر گاؤں چھوٹا ہو تو "پہلے سے خطبہ پڑھا جاتا ہے اس لئے صحیح ہو جائے گا" ایسی دلیل دینا صحیح نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ کسی دیندار ماہر عالم کو وہ جگہ بتائی جائے اور وہ جو فیصلہ دیں اسے معتبر سمجھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۸﴾ گاؤں میں جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے آبادی کی تعداد پر دارومدار نہیں ہے۔

سوال: مسلم گجرات فتاوی سنگرہ: ۱/۲۶۱ پر جمعہ کی نماز کے بارے میں ایک مسئلہ یہ لکھا ہے کہ: "جہاں ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار کی آبادی ہو وہاں بھی شہر کے آثار دکھائی دیتے ہیں" اس لئے وہاں بھی جمعہ پڑھنے کی اجازت دی ہے، اس سے کم کی آبادی میں اجازت نہیں ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے گاؤں کی کل آبادی ۱۹۵۰ افراد کی ہے، اور مدرسہ میں باہر سے پڑھنے والے طلباء کی تعداد ہر سال ۶۵ سے ۷۵ کی رہتی ہے، اور گاؤں میں پوسٹ آفس کی برانچ ہے۔ تو ہمارے گاؤں میں جمعہ اور عید کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جمعہ کی نماز پہلے سے ہوتی ہے، لیکن کچھ لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ جمعہ صحیح نہیں ہوتی، اس لئے ظہر پڑھتے ہیں، اس لئے اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: نماز جمعہ کے فرض ہونے کے لئے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ شہر یا بڑا قصبہ ہو، بڑا گاؤں یا قصبہ کسے کہتے ہیں اس کا مدار عرف پر ہے۔ عوام میں جس جگہ کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو وہاں جمعہ پڑھنا درست بلکہ فرض ہے، اور عام طور پر ہم بڑا گاؤں کسے کہتے ہیں اس کی علامت کے طور پر پوسٹ آفس، شفا خانہ، مختلف بازار اور گلی کوچے، محلے وغیرہ علامتیں بتائی جاتی ہیں، تا کہ اس گاؤں کو بڑے گاؤں یا قصبہ میں شمار کیا جاسکے۔ صرف آبادی کی تعداد پر اس کا مدار نہیں ہے، اس لئے مذکورہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۵۹﴾ جمعہ فی القریٰ

سوال: ہمارے گاؤں میں ۴۵۰۰ کی کل آبادی ہے، اور اس میں اپنے مسلمانوں کے کل ۱۲

گھر ہیں، اور مسلمانوں کی کل آبادی چھوٹے بڑے جمع کر کے ۸۵ سے ۹۰ کی ہے، اور ہمارے گاؤں میں بینک ہے، ضروریات زندگی کی ہر چیز ملتی ہے، پوسٹ آفس ہے، تو اس گاؤں میں جمعہ کی نماز فرض ہوتی ہے یا نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز جمعہ کے فرض ہونے کے لئے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ شہر قصبہ یا قریۂ کبیرہ سمجھا جاتا ہو۔ اس لئے اگر مذکورہ گاؤں قریۂ کبیرہ سمجھا جاتا ہو تو وہاں جمعہ کی نماز واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔ جمعہ کی نماز فرض ہونے کے لئے صرف گاؤں کی آبادی پر مدار نہیں ہے، عرف میں جس گاؤں کو بڑا گاؤں یا چھوٹا گاؤں سمجھا جاتا ہو اس پر مدار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۶۰﴾ شرائط وجوب جمعہ

سوال: جمعہ کی نماز وخطبہ کے لئے گاؤں کا کتنا بڑا ہونا ضروری ہے؟ گاؤں میں مسلم آبادی کتنی ہونی چاہئے؟ ہندو اور مسلم ملا کر کل آبادی دو ہزار (چھوٹے، بڑے، بچے، بوڑھے) کی ہو، ایسے گاؤں میں جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

اس بارے میں بہت غلط فہمی پائی جاتی ہے، لہٰذا صحیح رہبری فرما کر ثواب آخرت کے حقدار بنیں۔ نیز سب قوم ملا کر کم از کم کتنی آبادی کا ہونا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز جمعہ کے فرض ہونے کے لئے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ شہر قصبہ یا قریۂ کبیرہ ہو، اور اس جگہ کے قریۂ کبیرہ ہونے یا نہ ہونے کا مدار عرف پر ہے، عرف اور محاورہ میں جس جگہ کو قصبہ یا قریۂ کبیرہ سمجھا جاتا ہو وہاں جمعہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ محاورہ میں قریۂ کبیرہ یا قصبہ کسے کہتے ہیں؟ اسکے لئے

فقہاء نے اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق تعریف کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ:

عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکك و اسواق و لها رساتیق و یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث، و هذا هو الاصح اه۔ الخ (هدایه: ۱۴۸/۱)۔

مطلب یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں آبادی زیادہ ہو، محلے اور بازار ہوں، بڑھئی، لوہار وغیرہ مختلف پیشے کے لوگ ہوں، پوسٹ آفس، دکانیں، اسکول ہو، ایسی جگہ قریہ کبیرہ سمجھی جائے گی۔ اور وہاں جمعہ درست ہے۔ تین ہزار کی آبادی والی جگہ میں موجودہ صفات عامۃً ہوتی ہیں، اس لئے ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔

(۱) آبادی مسلمانوں کی ہو یا ہندوؤں کی اسکی کوئی قید نہیں ہے۔ (۲) صحت جمعہ کے لئے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا آبادی پر مدار نہیں ہے، عرف پر ہی مدار ہے، اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اس جگہ کو لوگ بڑا گاؤں سمجھتے ہیں یا چھوٹا گاؤں سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۶۱﴾ ۸۰۰۰ کی آبادی والی جگہ میں جمعہ جائز ہے؟

سوال: یہاں کاشت کاری کا کیمپ ہے اور کالج ہے، ۸۰۰۰ کی آبادی ہے، تقریباً ایک گاؤں ہی ہے، لیکن کیمپ میں مسجد نہیں ہے، اس لئے میں اپنے ہوسٹل کے کمرہ میں نماز ادا کرتا ہوں، اور یہاں قریب سے قریب جو مسجد ہے وہ آنند میں ہے، اور وہ تین میل دور ہے، اور جمعہ کے دن بھی میری کالج جاری رہتی ہے، میں ایک وقت کی بھی اذان سن نہیں سکتا ہوں۔

تو میرے لئے کالج چھوڑ کر جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جانا فرض ہے؟ یا جمعہ کے دن ظہر پڑھ سکتا ہوں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔ اگر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہوں تو آنے

جانے میں اتنا وقت لگ جاتا ہے کہ کالج والے مجھے نکال دیں گے۔ تو میں جمعہ کے بجائے ظہر پڑھ لوں تو گنہگار تو نہیں ہوں گا؟ اور مجھ پر جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً. بصورت مسئولہ میں آپ نے یہ نہیں بتایا کہ مذکورہ جگہ کا شمار شہر، قصبہ یا قریۂ کبیرہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟ صرف آبادی ۸۰۰۰ کی بتائی ہے، اس لئے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ قصبہ سے بڑا تقریباً شہر جیسا ہوگا، اگر ایسا ہی ہو تو وہاں جمعہ پڑھنا فرض ہے، اگر وہاں نہ پڑھ سکتے ہوں تو قریب میں جہاں بھی جمعہ ہوتی ہو وہاں جا کر جمعہ پڑھنا چاہئے۔ ورنہ سخت گناہ ہوگا۔ اور پھر بھی اگر جمعہ چھوڑ دی تو ظہر کی نماز پڑھنی پڑے گی۔

اور اگر وہ جگہ شہر، قصبہ یا قریۂ کبیرہ کی تعریف میں نہ آتی ہو جیسا کہ کاشتکاری کی کالج اور کیمپ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے تو وہاں جمعہ واجب نہیں ہوتی، لہذا آنند جانا اور وہاں جمعہ ادا کرنا بھی فرض نہیں ہے، اس لئے جمعہ کے بجائے ظہر پڑھ سکتے ہیں، اور اس میں گناہ بھی نہیں ہوگا۔

جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے اس جگہ کا قریۂ کبیرہ یا قصبہ یا شہر کی تعریف میں آنا ضروری ہے۔ اور امام کے علاوہ دوسرے تین افراد کا ہونا بھی ضروری ہے، مسجد ہونا شرط نہیں ہے۔ اس لئے تمہارے کمرہ میں دوسرے مصلیوں کے ساتھ اذان اور خطبہ اور اقامت کہہ کر آسانی سے جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

﴿۸۶۲﴾ کالونی میں جمعہ ہو سکتی ہے؟

سوال: گجرات کی حکومت کی طرف سے نرمدا ندی کے کنارے پر سرکاری ملازموں کے رہنے کے لئے ایک کالونی بنام "کیوڈیا کالونی" تعمیر کی گئی ہے، یہاں تقریباً ۳۰۰ کوارٹرز

بنائے گئے ہیں، ضروریات زندگی کے لئے دکانیں بھی ہیں، پوسٹ آفس، شفاخانہ اور ہائی اسکول بھی ہے، پکے راستے بھی ہیں، قریب میں راج پیپلا شہر پندرہ (۱۵) میل دور ہے۔ تو کیا ہم یہاں جمعہ کی نماز (خطبہ) پڑھ سکتے ہیں؟ یہاں اندازاً پندرہ (۱۵) مسلمان رہتے ہیں، مسجد بنی ہوئی نہیں ہے، لیکن ایک کمرہ میں روزانہ پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز جمعہ کے فرض ہونے کے لئے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ شہر، قصبہ یا بڑا گاؤں ہو۔ لہٰذا اگر مذکورہ جگہ اس تعریف میں آتی ہو تو وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے، ورنہ دوسری نمازوں کی طرح ظہر ہی پڑھی جائے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۶۳﴾ گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: کنیڈا میں "اوساوا" نامی ایک جگہ ہے، جس کی کل آبادی آٹھ (۸) سے دس (۱۰) ہزار کی ہے، اس میں مسلمانوں کے تیس چالیس (۳۰ تا ۴۰) گھر ہیں، مذکورہ آبادی میں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی، لیکن وہاں جمعہ کے دن لوگ ایک گھر میں جمع ہوکر جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، تو یہ جمعہ کی نماز شرعاً صحیح ہوگی یا نہیں؟ قرب و جوار میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں جمعہ پڑھنے جائیں، اور ٹورنٹو نامی ایک شہر ہے لیکن وہ چالیس (۴۰) میل دور ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کی نماز کے واجب ہونے اور صحیح ہونے کے لئے جو شرائط شریعت میں بتائے گئے ہیں اس میں مسجد کا ہونا شرط یا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔

لہذا وہ آبادی قصبہ یا قریۂ کبیرہ یا شہر ہو تو وہاں کے رہنے والے مسلمانوں پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا فرض ہے، اور اگر وہ کسی گھر میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں، ان کا جمعہ پڑھنا صحیح کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۶۴﴾ عبادت خانہ میں دو مرتبہ جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: یہاں انگلینڈ میں دو تین مکانات کو ملا کر ایک بڑا ہال بنا کر پھر اس میں پانچوں نمازیں اور جمعہ ہوتی ہے، زیادہ تر لوگ فیکٹری میں کام کرتے ہیں، جس میں ۲۴ گھنٹوں کی تین نشستیں بنی ہوئی ہوتی ہیں، صبح چھ (۶) سے دوپہر کے دو (۲) بجے تک پھر دوپہر کے دو (۲) سے دس (۱۰) اور رات کے دس (۱۰) سے صبح کے چھ (۶) بجے تک۔

جو صبح کام پر جاتے ہیں وہ دوپہر کو دو بجے آکر جمعہ کی نماز تین بجے پڑھتے ہیں، اور جو دو بجے کام پر جاتے ہیں وہ سوا ایک بجے جمعہ پڑھ کر کام پر جاتے ہیں۔

اور ایک ہی عبادت خانہ میں اس طرح دو مرتبہ جمعہ اور خطبہ ہوتا ہے، ہر ایک سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے دو مرتبہ الگ الگ خطبے ہوتے ہیں، جمعہ کا صحیح وقت تین بجے کا ہے، سوا ایک یا ڈیڑھ بجے کا وقت صرف کام پر جانے والوں کے لئے ہے۔

تو اس طرح جمعہ کی نماز پڑھنے سے ادا ہوگی یا نہیں؟ جلد پڑھنے والے خطبہ نہ پڑھ کر صرف ظہر کی نماز پڑھ کر کام پر جاویں تو کوئی گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زوال کے بعد جمعہ اور ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اس لئے اس (زوال) وقت کے بعد جب تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تب تک کسی وقت بھی جمعہ کی نماز ادا کرنے سے جمعہ کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ وقت شروع ہونے سے پہلے یا

وقت ختم ہونے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔اس سے جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوگی۔ ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ جماعت کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔لہذا سوال میں عبادت خانہ سے مراد مسجد ہو تو مذکورہ حکم عائد ہوگا،لیکن عبادت خانہ سے مراد ایسی جگہ ہو جو نماز کے لئے وقف نہ ہو، کچھ لوگوں کی ملکیت کا کمرہ ہے، جس کو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو وہ شرعی مسجد نہیں ہے۔اس لئے ایسی جگہ دو مرتبہ جماعت کر کے الگ الگ لوگ نماز پڑھیں تو یہ جائز ہے،اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔جیسا کہ منحة الخالق علی بحر الرائق میں اس کی صراحت ہے:

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا کہ قبل الزوال ظہر یا جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے،اس لئے اگر ڈیڑھ بجے وقت نہ ہوتا ہو تو نماز ادا نہیں ہوگی،اور اس سے پہلے زوال ہو جاتا ہے تو جمعہ پڑھ سکتے ہیں،جن لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض ہو اور وہ جمعہ نہ پڑھیں تو سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے، اس سلسلہ میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۶۵﴾ جمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے۔

سوال: کسی سبب سے (مثلاً میچ دیکھنے کے لئے میدان پر گئے) وہاں پانچ سات یا دس آدمی جمع ہو کر جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ میدان میں اگرچہ اذن عام نہیں ہوتا اس لئے کہ جو پیسے دے کر ٹکٹ خریدے گا وہی اندر جا سکتا ہے،اور کرکٹ دیکھنے والے اگر جمعہ کی نماز پڑھنے باہر جاویں تو واپس اندر آنے کے لئے پیسے دینے پڑیں گے، تبھی انہیں اندر آنے دیا جائے گا۔تو علماء کرام کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے اذن عام شرط ہے،اس

لئے اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگی۔ (طحطاوی، شامی) جمعہ کے مبارک دن میں ایسے لہو ولعب میں پڑکر وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے، نیز میدان میں جو مسلمان ہوں ان سب کو آنے کی اجازت ہو تو میری رائے میں اذن عام کی شرط پوری ہو جائے گی۔

﴿۸۶۶﴾ دور دراز سمندر کے کنارے پر جمعہ جائز ہے؟

سوال: کبھی کچھ لوگ دور سمندر کے کنارے (لیکن ۴۸ر میل کے اندر) دو تین دن کے لئے رہنے پھرنے جاتے ہیں، تو وہاں وہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر وہ جگہ شہر یا بڑے قصبہ کی حد میں یا فنا میں داخل ہو تو وہاں جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۶۷﴾ جمعہ کے دن قبل الجمعہ ایسی جگہ کا سفر کرنا جہاں جمعہ نہ ہوتی ہو

سوال: ہمارے گاؤں سے ہفتہ میں تین دن جمعرات، جمعہ اور سنیچر کے لئے تبلیغی جماعت نکالی جاتی ہے، اور جماعت قرب وجوار کے چھوٹے چھوٹے گاؤں میں دینی محنت کرتی ہے، جو چار پانچ کیلومیٹر کی دوری پر ہوتے ہیں، ہمارے گاؤں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ جماعت جمعہ کے دن کیا کرے؟ کیا ان پر جمعہ معاف ہو جائے گی؟ دوسری بات یہ کہ پروگرام بنانے والے حضرات جمعہ کی فضیلت مدنظر رکھتے ہوئے کسی بڑے گاؤں میں جمعہ کا پروگرام رکھ لیں تو کچھ حرج ہے؟ تاکہ لوگوں کے دلوں میں بھی جمعہ کی فضیلت باقی رہے۔ نیز ایک بات یہ بھی پوچھنی ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے جمعہ کے دن زوال آفتاب کے بعد سفر کرتا ہے، وہاں سے جہاں جمعہ ادا کی جاتی ہے، ایسی جگہ کی طرف جہاں جمعہ ادا نہیں کی جاتی۔ تو یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تبلیغی جماعت کا پروگرام بنانے والے جمعہ کا پروگرام ایسی جگہ کا بناویں کہ جو چھوٹا گاؤں ہونے کی وجہ سے وہاں جمعہ نہ ہوتی ہو تو ان لوگوں پر شرعاً جمعہ واجب نہیں ہے۔ اس لئے وہ ادا کرنے کے مکلف نہیں رہتے۔ یعنی اس میں کوئی گناہ یا حرج نہیں ہے۔ وہ لوگ جمعہ کے بجائے شرعی حکم کے مطابق ظہر ہی ادا کریں گے، جس جگہ شرعی طور پر جمعہ صحیح ہوتی ہو وہاں سے جمعہ کے دن قبل الزوال نکل جانے میں تو گناہ نہیں ہے، لیکن بعد الزوال نکلنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اس لئے کہ اب جمعہ کا وقت شروع ہو جانے کی وجہ سے اس پر جمعہ کا ادا کرنا لازم ہو گیا۔ اس لئے اب جمعہ چھوڑنا اور ایسی جگہ جانا جہاں جمعہ نہ ہوتی ہو مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۱۴۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۶۸﴾ جمعہ کے دن زوال نہیں ہے ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔

سوال: ایسا کہا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہے، تو کیا یہ بات حدیث میں ہے؟ اگر ہے تو کونسی حدیث میں ہے؟ اور زوال کے کتنی دیر پہلے نماز بند کر دینی چاہئے؟ اور کتنی دیر بعد پڑھ سکتے ہیں؟ اور زوال کے بعد کب تک نماز نہیں پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......استواء یعنی آفتاب کا عین سر پر آ جانا، اس کے بعد جب آفتاب مغرب کی طرف ڈھلنے لگتا ہے، تو اسے زوال کہتے ہیں، اور یہ روزانہ ہوتا ہے، اس لئے ایسا کہنا کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہے بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف بات ہے۔ اب جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے ان میں سے ایک وقت استواء بھی ہے، یعنی جب آفتاب بالکل سر پر آ جائے تب کوئی بھی نفل یا فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اور جمعہ کے دن بھی یہ مکروہ وقت ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن استواء کے وقت نماز پڑھنا گناہ نہیں ہے، لیکن مفتیٰ بہ قول کے مطابق دوسرے دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی اور حرم شریف وغیرہ میں بھی اس وقت کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۲۴۸) فق

﴿۸۶۹﴾ جمعہ کا وقت سالوں سے ایک ہی رکھنا

سوال: ہمارے یہاں ۱۷ رسال سے جمعہ کا وقت ایک میں پانچ کم کا ہے، اور ہمیشہ یہی رہے گا، ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری نمازوں کا وقت شریعت کے بتائے ہوئے وقت کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر ایک میں پانچ کم سے پہلے جمعہ کا وقت شروع نہ ہوتا ہو تو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، وقت بدلنا ضروری ہے۔ اور اگر اس سے پہلے زوال ہو جاتا ہو اور لوگوں کو اس وقت میں سہولت ہو تو نماز پڑھنا بلا شبہ جائز ہے۔ دوسری نمازوں کی طرح وقت بدلنے کی ضرورت نہیں ہے، حضور ﷺ بھی زوال کے بعد جلد نماز ادا فرما لیتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۷۰﴾ جمعہ کی اذان سن کر سب کام چھوڑ کر مسجد جانا

سوال: فرمان خداوندی 'اذا نودی للصلوۃ الخ' میں حکم خداوندی ہے: فاسعوا، اس سے کیا مراد ہے؟ اور اس سے کیا حکم ملتا ہے؟ کیا جمعہ کی اذان سن کر سب کام کاج چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو جانا ضروری ہے؟ اور اگر ضروری ہو تو سب مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہاں جمعہ پڑھنا واجب ہو، اور جن لوگوں پر جمعہ واجب ہو، ان سب مسلمان بھائیوں کے لئے جمعہ کی اذان سن کر سب کام چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جانا واجب ہے۔ شامی جلد: ۱ میں ہے: **وجب السعی الیها و ترك البیع۔**
معارف القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یعنی نماز و خطبہ کے لئے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، جیسے دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا، اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز نماز و خطبہ کے توجہ نہ دو۔ (ابن کثیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۷﴾ اذانِ جمعہ سننے کے بعد مسجد جانے میں سستی کرنا

سوال: کچھ علماء نے اذان کا بالا قدام جواب دینے کو واجب بتایا ہے، نیز جمعہ کی اذان اول سن کر جامع مسجد جانا واجب اور دنیوی کام کاج میں مشغول رہنا حرام بتایا ہے، تو یہ دیکھتے ہوئے کچھ لوگ جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے سے پانچ دس منٹ پہلے ہی مسجد میں آتے ہیں، تو پانچ دس منٹ پہلے آنے والے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ نیز فرمان خداوندی ایسے لوگوں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جمعہ کی اذان اول ہوتے ہی سب کام چھوڑ دینے چاہئے، ایسے کسی کام میں مشغول رہنا جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہو، مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا جو لوگ سستی کرتے ہیں یا دنیوی کام کاج کی وجہ سے خطبہ سے دس پانچ منٹ پہلے تشریف

لاتے ہیں، وہ بہت بڑی خیر اور بھلائی سے محروم رہنے کے ساتھ خدا کے حکم کی توہین کرنے کے بھی گنہگار ہوتے ہیں۔ شامی: میں لکھا ہے کہ ہر وہ کام جو سعی کے خلاف ہو وہ 'وذروا البیع' میں شامل ہے۔ امداد الفتاویٰ: ۱/۷۴۵ میں کھانے پینے اور کتاب پڑھنے کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔

معارف القرآن: ۴۴۱ پر لکھا ہے: "ہر وہ کام جو جمعہ کے احترام میں مخل ہو، وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے، اس لئے اذان جمعہ کے بعد کھانا، پینا، سونا اور کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہو وہی کئے جاسکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۷۲﴾ جمعہ کی جماعت ثانیہ کے لئے اذان اور اقامت کہنا

سوال: یہاں یو.کے. میں جمعہ کی نماز تین مرتبہ ظہر کے وقت میں ادا کی جاتی ہیں، لوگ فیکٹری میں الگ الگ وقت پر جاتے ہیں اس لئے ان کی سہولت کے لئے وقت کا خیال کر کے ایسا کرنا پڑتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ جمعہ کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کرلی جائے تو پھر دوسری مرتبہ جب جمعہ کی نماز ادا کی جائے تو اس کی جماعت کے لئے اذان اور خطبہ کی اذان و اقامت کہنی چاہئے یا نہیں؟ نماز پڑھنے کے لئے یہاں بنیادی مسجد نہیں ہے، ایک عبادت خانہ بنایا گیا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ظہر کی نماز کا جتنا وقت ہوتا ہے اتنا ہی وقت جمعہ کی نماز کا بھی ہے، یعنی زوال سے لے کر ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کو چھوڑ کر دو چند ہو جانے تک رہتا

ہے۔اس درمیان میں جب بھی جمعہ کی نماز ادا کی جائے گی، جمعہ صحیح ہو جائے گی۔اور اس وقت سے پہلے یا بعد میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

نیز فقہاء نے مسجد میں ایک نماز کی دو جماعتیں کرنا مکروہ تحریمی بتایا ہے،لہذا سوال میں عبادت خانہ سے مراد مسجد ہو تو دوسری جماعت مکروہ تحریمی ہوگی،اور اگر عبادت خانہ سے مراد نماز پڑھنے کی وہ جگہ ہے جو کسی کی زیر ملکیت ہے اور اسے نماز پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے،یعنی وہ جگہ نماز کے لئے وقف نہیں ہے تو وہاں دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ بھی جماعت کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے،اس لئے کہ مذکورہ جگہ شرعاً مسجد نہیں ہے۔

ہر مرتبہ اذان اور اقامت کہنا سنت ہے،اس لئے ہر مرتبہ اذان اور اقامت کہنی چاہئے، لیکن اگر اس جگہ ایک مرتبہ اذان دے دی ہو تو اب دوسری مرتبہ میں نہ دی جائے تو بھی کچھ حرج نہیں۔اور اگر مذکورہ مسجد میں مکروہ تحریمی ہونے کے باوجود دوسری جماعت کی جائے تو دوسری مرتبہ جماعت نہ کرنا ہی بہتر ہے،اور جمعہ میں شریک نہ ہونے والے بھائی ظہر پڑھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۷۳﴾ قبل الجمعہ تقریر کرنا حدیث سے ثابت ہے؟

سوال: جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے جو تقریر کی جاتی ہے یہ حدیث سے ثابت ہے یا خلاف سنت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے ممبر کے نیچے کھڑے رہ کر تقریر کرنا منع نہیں ہے، جائز ہے۔اس لئے کہ یہ بھی ایک نصیحت ہے،اور فَذَكِّرْ میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث کے مطابق اس کا ثبوت حضور ﷺ سے بھی ہے کہ: عید کے دن حضور ﷺ عورتوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر ان کے سامنے تقریر کی، نیز مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے ممبر کے قریب وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ (۱۰۸/۱) مسند احمد میں ہے کہ: حضرت تمیم داریؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں خطبہ سے پہلے تقریر کرتے تھے۔ (۴۴۹/۱)۔ اس لئے خطبہ سے پہلے وعظ و تقریر کا جواز سنت سے بھی ہے۔ م

﴿۸۷۴﴾ سوال مثل بالا

سوال: جمعہ کے دن جمعہ کی اذان اور خطبہ کے درمیان نمازی بھائیوں میں سے کچھ سنت مؤکدہ پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں، اور کچھ مصلی وظائف پورے کر رہے ہوتے ہیں، نیز کچھ نمازی بھائی تو خطبہ سے پانچ دس منٹ پہلے ہی مسجد میں آکر سنت پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ خطبہ سے قبل مقرر صاحب تقریر کرتے ہیں جس سے سنت مؤکدہ پڑھنے والے بھائیوں کو نماز میں خلل ہوتا ہے، اور نماز میں سے توجہ دوسری طرف ہٹ جاتی ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خطبہ سے پہلے تقریر کرنے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ آج تک جمعہ سے پہلے تقریر کا رواج نہیں تھا، اور اب یہ نیا رواج اور سلسلہ کے جاری ہونے کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟ نیز تبلیغی کتابی تعلیم روزانہ کسی نہ کسی نماز کے بعد ہوتی ہے، اس کا بھی تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امداد الفتاوی ۳۳۸/۱ پر حضرت اقدس مولانا اشرف علی

صاحب تھانویؒ نے ایسے ہی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اسے جائز بتلایا ہے، اور حدیث شریف سے اس کا ثبوت بھی پیش کیا ہے۔ تا کہ لوگوں کو دین کی معلومات حاصل ہوں۔ اس کے لئے خطبہ سے پہلے ممبر کے نیچے کھڑے رہ کر یا بیٹھ کر مختصر تقریر کی جائے اور اخیر میں خطبہ سے پانچ دس منٹ پہلے سنتیں پڑھنے کے لئے وقت دیا جائے تو اس سے امت کو دینی علم کا فائدہ اور نفع حاصل ہوگا۔ سنت بھی اطمینان سے ادا ہوگی، اور دینی علم بھی حاصل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۷۵﴾ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر یا باہر کہی جائے؟

سوال: جمعہ کے خطبہ سے پہلے امام صاحب کے سامنے کھڑے رہ کر جو اذان دی جاتی ہے اس کے متعلق ہند سے آئے ہوئے ایک مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر امام صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ اذان اگر دینی ہی ہو تو جماعت خانہ سے باہر کھڑے ہو کر دینی چاہئے، اس بارے میں حقیقت کیا ہے؟ شرعی مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

نیز یہ اذان ثانی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی، انہوں نے یہ اذان جاری کی، اس سے قبل یہ اذان مشروع نہیں تھی، کیا یہ بات صحیح ہے؟ ایک ماہنامہ میں میں نے پڑھا کہ یہ اذان ثانی مکروہ ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دی جائے یا مسجد سے باہر، دونوں درست ہیں۔ صرف امام صاحب کے سامنے ہونا چاہئے۔ لیکن اذان اول مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اور اذان ثانی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دی جائے تو یہ زیادہ بہتر

ہے۔فقہاء حنفیہ نے اسے سنت طریقہ بتلایا ہے۔

فی زمانا جو پہلی اذان دی جاتی ہے وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں شروع ہوئی، نہ کہ دوسری۔اوراس وقت کے تمام صحابہ نے اسے جائز رکھا تھا،اس لئے وہ اذان بھی سنت ہی کہلائے گی۔دوسری اذان تو حضور ﷺ کے زمانہ سے جاری ہے،اس لئے ان دونوں اذانوں میں سے کسی ایک کو بھی مکروہ کہنا درست نہیں ہے۔(شامی،ہدایہ،طحطاوی:۱)۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں:(تنشیط الاذان، خلاصة الكلام فی اذان الجمعة بين الامام،فتاویٰ دارالعلوم،امدادالفتاویٰ:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۷۶﴾ جمعہ کی اذان ثانی کا محل

سوال: جمعہ کو جو دوسری اذان دی جاتی ہے وہ اذان مسجد کے اندر دی جائے یا خارج مسجد دی جائے؟ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اذان اول جس طرح مسجد سے باہر دی جاتی ہے اسی طرح دوسری اذان بھی مسجد سے باہر دینی چاہئے،اندر اذان دینے کے لئے صحیح بخاری کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔لہذا صحیح حقیقت بتا کر روشناس فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اذان دینے کا اصل مقصد اعلام عوام ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا'اس لئے ہر وہ طریقہ جس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آواز پہنچ جائے اپنانا پسندیدہ ہے۔ مثلاً:اونچی جگہ سے اذان دینا،اور ایسے شخص کا اذان دینا جس کی آواز بلند ہو۔اور مسجد کے اندر کے حصہ کے مقابلہ میں باہر سے اور زیادہ دور تک آواز پہنچ سکتی ہے۔اس لئے حضور ﷺ کے زمانہ میں اور صحابہ کے زمانہ میں بھی باہر اونچی جگہ سے اذان دی جاتی

تھی۔ جمعہ کی نماز کے لئے دواذانیں سنت ہیں:

اذان اول جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے جاری کی گئی، وہ اسی مقصد کے لئے آج بھی خارج مسجد اونچی جگہ سے دینی چاہئے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آواز پہنچ سکے۔

اور دوسری اذان حضور ﷺ کے زمانہ سے مسجد میں اور ممبر شریف کے سامنے کھڑے رہ کر دی جاتی تھی، تا کہ معلوم ہو جائے کہ خطیب صاحب خطبہ دینے کے لئے بیٹھ گئے ہیں، تا کہ دوسرے سب کام جیسے کہ نماز، تسبیح وغیرہ چھوڑ کر خطبہ سننے کے لئے تیار ہو جائیں، اور اس زمانہ سے آج تک اسی طریقہ سے ہر ملک، ہر قوم کا یہی عمل رہا ہے۔ اس لئے اس کے خلاف کرنا مناسب نہیں ہے، اور جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے خاص اس مسئلہ کی تحقیق پر ایک رسالہ تنشیط الاذان فی محل تحقیق الاذان مرتب فرمایا ہے، جس میں بہت ہی بسط و تفصیل سے اس مسئلہ کی پوری تحقیق بیان فرمائی ہے، اس کا مطالعہ فرمالیں۔

بخاری شریف کی کس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے وہ سند کے ساتھ بیان نہیں کیا، ورنہ اس کا بھی جواب دیا جا سکتا، بخاری شریف کی کسی حدیث کے متعلق ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے، اس کتاب کا نام صحیح بخاری اسی لئے ہے کہ اس میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔

﴿۸۷۷﴾ جمعہ کی اذان ثانی مسجد میں خطیب کے سامنے دی جاسکتی ہے؟

سوال: اپریل ۱۹۷۸ء کے طیبہ ماہنامہ میں سنن ابوداؤد کے حوالہ سے مذکورہ عبارت پیش کی گئی ہے کہ: کان یوذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن جب ممبر پر

تشریف لاتے، تو آپ ﷺ کے روبرو مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی، اور اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔

مذکورہ حوالہ کی وجہ سے ہمارے یہاں جمعہ مسجد میں جو سالوں سے جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دی جاتی تھی وہ اب خارج مسجد صحن میں دی جاتی ہے۔ تو اس مسئلہ کو حوالوں کے ساتھ معتبر کتابوں کی روشنی میں حل فرما کر جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ اس لئے کہ یہاں کے کچھ لوگ مسجد میں اذان دینے کو مکروہ بتاتے ہیں، تو صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے وہ خطیب کے سامنے اور مسجد میں دینا بلا شبہ درست ہے۔ بلکہ سلف صالحین کا طریقوں کے مطابق ہے، خطبہ کی یہ اذان مسجد میں دینے کو مکروہ بتانا صحیح نہیں ہے۔

آپ نے جو حدیث ذکر کی ہے اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں، جو تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان نامی رسالہ میں تفصیل سے موجود ہے، اسے دیکھ لینا مناسب ہوگا۔

مذکورہ حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے اذان مسجد سے باہر کہی جاتی تھی یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ترجمہ میں لکھا ہے کہ 'مسجد کے دروازہ پر دی جاتی تھی' اس سے خارج مسجد اذان دینا ثابت نہیں ہوتا۔ اور جو اذان لوگوں کو وقت کی اطلاع دینے کے لئے دی جاتی ہے وہ خارج مسجد بلند مقام سے اور زیادہ سے زیادہ لوگ سن سکیں اس طرح دینی چاہئے، اور جو حاضرین کے اعلام کے لئے ہو جیسے کہ اقامت تو اس کا مسجد میں کہنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح جمعہ کی اذانِ ثانی حاضرین کو خطبہ کے اعلام کے لئے ہے اس لئے اس کا بھی مسجد میں ہونا مکروہ نہیں

ہے۔ یہی توارث متقدمین ہے، اور فقہاء کا قول بھی یہی ہے، حال میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اذانیں مسجد کے اندر دی جاتی ہیں، اس لئے صحن میں اذان دینے کے بجائے پہلے کی طرح مسجد میں ہی دی جائے، جو سنت کے مطابق ہے اور اسے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿۸۷۸﴾ جمعہ کی اذان ثانی کہاں کہی جائے؟

سوال: جمعہ کی اذان ثانی امام صاحب کے سامنے ممبر کے پاس دینی چاہئے یا نہیں؟ یا کچھ لوگوں کی طرح جو جماعت خانہ کے باہر اذان دیتے ہیں، اذان دینی چاہئے؟ کیا یہ صحیح ہے؟ دونوں میں صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے دو اذانیں دی جاتی ہیں، یہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ سے جاری ہے، اس میں اذان اول جمعہ کا وقت ہو چکا ہے اس کی اطلاع کے لئے دی جاتی ہے، اس لئے دوسری اذانوں کی طرح مسجد سے باہر اور بلند مقام سے دینی چاہئے تا کہ دور تک آواز پہنچ سکے، اور زیادہ سے زیادہ لوگ سن سکیں۔
دوسری اذان خطبہ کے ابتداء کی اطلاع کے لئے ہے، تا کہ حاضرین دوسری عبادتیں سنت، ذکر وغیرہ چھوڑ کر خطبہ کی طرف توجہ کریں۔

حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں یہی ایک اذان دی جاتی تھی، اس لئے فقہاء اسے ممبر کے قریب جماعت خانہ میں دینے کو سنت بتاتے ہیں، اور آج تک ہر جگہ یہی توارث چلا آ رہا ہے۔

ہدایہ اور دوسری معتبر کتابوں میں ایسا کرنا سنت بتایا گیا ہے، اور سنت ہونے کی وجہ سے سوال میں لکھنے کے مطابق ممبر کے سامنے مسجد میں اذان دینے کو گناہ یا مکروہ سمجھنا درست

نہیں ہے۔ تنشیط الاذان نامی کتاب خاص اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے مرتب کی گئی ہے، اسے دیکھ لینا چاہئے۔ امداد الفتاویٰ، فتاویٰ دار العلوم وغیرہ میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۷۹﴾ جمعہ کی نماز اور خطبہ ریکارڈ کر سکتے ہیں؟

سوال: جمعہ کا خطبہ اور جمعہ کی نماز ایک شخص کی ضرورت کی وجہ سے باہر بھیجنے کے لئے ٹیپ ریکارڈ کی، جس کی وجہ سے دو تین شخصوں کو شک ہوا کہ ہماری نماز خراب ہوگئی، تو شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اس سے نماز خراب ہو جاتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جمعہ کی نماز یا خطبہ جو پڑھا جا رہا ہو اسے ریکارڈ کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، نیز اذان، وعظ وغیرہ ریکارڈ کرنے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، البتہ اسے مزاح یا لہولعب کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے، ورنہ گناہ ہوگا۔

﴿۸۸۰﴾ خطبہ سے پہلے خاموش رہو کہنا

سوال: جمعہ کے دن جب خطیب ممبر پر بیٹھتا ہے اور خطبہ کی اذان سے پہلے مؤذن صاحب ہاتھ میں عصا پکڑ کر بلند آواز سے وانصتوا رحمکم اللہ کہتے ہیں، تو یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے: خاموش رہو! اللہ آپ پر رحم کرے، یہ جملہ کہنا بدعت ہے، اس لئے اسے بند کر دیا جائے، البتہ اس وقت خطبہ ختم ہونے تک کسی بھی طرح کی بات چیت یا امر بالمعروف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ بالکل خاموش رہنا چاہئے، لیکن سوال میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق اس جملہ کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸۱﴾ دوران خطبہ بلند آواز سے درود پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: جمعہ کے دن خطبہ میں امام صاحب قرآن شریف کی آیت: ان اللہ ...... تسلیما تک پڑھتے ہیں، تو سب لوگ بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں، تو کیا درمیان خطبہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنا صحیح ہے؟ جائز ہے؟ اور اگر نہیں پڑھا تو گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کا خطبہ جب پڑھا جارہا ہو تو چاہے سنائی دے یا نہ سنائی دے، خاموش بیٹھنا چاہئے، اور امام صاحب جب مذکورہ آیت پڑھیں تو آہستہ آواز سے دل میں درود شریف پڑھنا چاہئے۔ سب بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔(ہدایہ: ۱۰۱) اور طحطاوی شرح مراقی الفلاح: ۳۱۴ پر لکھا ہے کہ: امام جب خطبہ میں مذکورہ آیت پڑھے تو سامعین آہستہ (اپنی آواز اپنے کانوں تک پہنچے اس طرح) درود شریف پڑھیں، تاکہ خطبہ سننے کا اور درود شریف پڑھنے کا دونوں کا ثواب حاصل ہو، لہٰذا درمیان خطبہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا رواج چھوڑ دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸۲﴾ خطبہ کے لئے اعلان کرنا

سوال: جمعہ کے خطبہ کا وقت ہونے پر مؤذن صاحب ممبر کے قریب آکر کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ: حضرات آگے کی صف میں آجایئے۔ اس درمیان امام صاحب خطبہ کے لئے نکل کر ممبر پر تشریف فرما ہو چکے ہوتے ہیں، تو اس طرح کرنے یا کہنے میں کچھ خرابی تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب جب خطبہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر ممبر کی طرف چلنے لگیں تب سے لے کر نماز کا سلام پھیریں وہاں تک کسی بھی طرح کی بات چیت کسی کے لئے بھی کرنا یا خطبہ سننے کے علاوہ کسی بھی کام میں مشغول ہونا جائز نہیں

ہے۔اوراب امام صاحب کے علاوہ کسی اور کو امر بالمعروف کرنا بھی جائز نہیں ہے، خطیب مناسب سمجھے تو کرسکتا ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں خطیب کے خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد مؤذن کا لوگوں کو پہلی صف میں بیٹھنے کی ترغیب دینا جائز نہیں ہے۔(طحطاوی:۳۱۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۸۳﴾ خطبہ سے پہلے کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: خطبہ کے بعد اوراس سے پہلے کچھ پڑھنا مسنون ہو تو بتائیں۔اگر کوئی دعا ہو تو وہ دعا کونسی؟ بتا کر ممنون فرمائیں۔خطبہ سے پہلے اگر تعوذ وتسمیہ پڑھا جائے تو کیسا ہے؟ خطبہ کے بعد کچھ پڑھنا ہے یا امام سیدھا مصلے پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہو جائے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......خطبہ شروع کرنے سے پہلے یا ختم کرنے کے بعد خطیب کے لئے کوئی خاص چیز پڑھنا مسنون نہیں ہے، لہذا خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً جمعہ کی نماز پڑھانا شروع کر دینا چاہئے۔(طحطاوی:۳۰۶)۔

خطبہ شروع کرنے سے پہلے تعوذ دل میں پڑھنا چاہئے۔(شامی:۵۴۰/۱)

﴿۸۸۴﴾ خطبہ سے قبل فرنچ زبان میں تقریر کرنا

سوال: خطبہ سے پہلے دینی احکام بیان کرنے میں کچھ خرابی ہے؟ اس زمانہ میں مسلمان دن بہ دن مذہبی تعلیم سے دور ہو رہے ہیں، اور خاص کر باہر کے ممالک میں تو دینی تعلیم اور اردو اور گجراتی زبان سے بھی دور ہو رہے ہیں، زیادہ تر یعنی ۸۰/فی صد لوگ اردو اور گجراتی سمجھتے ہی نہیں بلکہ نابلد ہیں۔تو ان حالات میں جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے ۱۵ منٹ مقامی

زبان فرنچ میں دینی احکام بیان کئے جائیں تو نمازیوں کو بہت کچھ سیکھنے کو مل سکتا ہے۔

اگر جمعہ کے دن نماز کے بعد بیان یا تقریر رکھی جائے تو لوگ ٹھہرتے نہیں ہیں، ان حالات میں خطبہ سے قبل دینی مسائل فرنچ زبان میں بیان کئے جائیں تو شرعاً کچھ حرج ہے؟ کچھ حضرات خطبہ سے قبل دینی احکام بیان کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں، اور کچھ حضرات اپنی عبادت، نوافل اور تلاوت میں خلل سمجھ کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ سوالات کا جواب دے کر ممنون فرمائیں، زیادہ تر ۸۰ سے ۹۰ فی صد حضرات دینی بیان سننے کے مشتاق ہیں، اذان زوال کے بعد ۱۲ بجے اور جماعت پونے ایک بجے ہوتی ہے

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں بتائی گئی تفصیل اور حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ سے پہلے ممبر کے نیچے کھڑے رہ کر کسی بھی زبان میں دینی احکام بیان کئے جائیں یا اصلاح عوام کے لئے مختصر تقریر کی جائے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اسے بدعت کہنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ لہٰذا اس میں دونوں جماعتوں کو سمجھداری سے کام لینا چاہئے۔

امام صاحب تقریر میں زیادہ وقت نہ لگائیں، اور زیادہ بلند آواز سے تقریر نہ کریں اور خطبہ سے پانچ دس منٹ پہلے تقریر بند کردیں، اور لوگوں کو سنت پڑھنے کا موقعہ دیں، اور مقتدی حضرات جلدی آجائیں، اور سنت اور دوسری عبادتوں سے فارغ ہو کر بیان توجہ سے سننے کے لئے بیٹھ جائیں، اس طرح مقتدیوں کو دوہرا فائدہ ہوگا۔

تقریر سننا بھی ایک عبادت ہے، پھر بھی تلاوت وغیرہ کرنی ہو تو وہاں سے ہٹ جائیں، تا کہ خود کو تکلیف نہ ہو، اور سامعین کو بھی مخالفت کا شک نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۴۳۸)

﴿۸۸۵﴾ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

سوال: جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے بیچ خطیب کو کچھ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ شریعت سے کوئی چیز ثابت ہو تو بتائیں۔ پہلے خطبہ کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر فوراً دوسرے خطبہ کے لئے کھڑے ہو جانا چاہئے؟ افضل طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دونوں خطبوں کے درمیان کچھ پڑھنا مسنون نہیں ہے، صرف تین آیت پڑھ سکیں اتنی دیر بیٹھنا بہتر ہے۔ (طحطاوی: ۳۱۰، شامی) حضور ﷺ بھی دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے بیٹھتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸۶﴾ ممبر پر خطبہ کا اردو ترجمہ پڑھنا ممنوع ہے۔

سوال: جمعہ کے دن ممبر پر عربی کے ساتھ اردو ترجمہ ساتھ میں پڑھا جائے تو اس میں کچھ حرج ہے؟ ہمارے امام صاحب ممبر پر عربی کے ساتھ اردو ترجمہ پڑھتے ہیں، آپ ﷺ کا نام مبارک آوے تو بلند آواز سے درود شریف پڑھنے میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جمعہ کا خطبہ ممبر پر صرف عربی زبان میں ہی ہونا چاہئے، صحابۂ کرام نیز فقہاء دین سے یہی ثابت ہے، لہذا اس وقت اردو ترجمہ ساتھ میں بیان نہ کیا جائے۔ خطبہ سے قبل ممبر کے نیچے یا نماز کے بعد ترجمہ سنا سکتے ہیں۔

دوران خطبہ درود شریف دل میں پڑھنا چاہئے، اور اگر قدرے بلند آواز سے پڑھا جائے تو یہ بھی ممنوع نہیں ہے، گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸۷﴾ کیا عمامہ باندھنا اور چھڑی ہاتھ میں رکھنا سنت ہے؟

سوال: حضور ﷺ کس کس وقت عمامہ باندھتے تھے؟ یا ہمیشہ عمامہ پہن رکھتے تھے؟ اور

ہاتھ میں لکڑی رکھنا بھی سنت ہے؟ یہ دونوں باتیں حدیث کی روشنی میں بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ ﷺ کے سر مبارک پر ہمیشہ عمامہ رہتا تھا، اس لئے عمامہ باندھنا سنت کہلایا، (دیکھیں: خصائل نبوی) اسی طرح ضرورت ہو تو ہاتھ میں چھڑی رکھنا بھی ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸۸﴾ جمعہ کے خطبہ میں عصا پکڑنا ضروری ہے؟

سوال: کیا جمعہ کے دن خطبہ میں عصا پکڑنا ضروری ہے؟ عصا کی کیا فضیلت ہے؟ اور نہ پکڑنے پر کیا وعید ہے؟ نیز نماز کے بعد امام صاحب دعا جہراً مانگیں یا سراً؟ مقتدیوں کا کہنا ہے کہ زمانہ قدیم سے یہی چلا آرہا ہے کہ جہراً دعا مانگی جاتی ہے، (اس لئے اسی کی اتباع کرنی چاہئے) تو اس مسئلہ میں بہتر کیا ہے؟ حضرت تھانویؒ کے بارے میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ملفوظات دوم میں تحریر فرمایا ہے کہ: عوام بلند آواز سے دعا مانگنے کے لئے کہیں اور عصا پکڑنا ضروری سمجھیں تو اسے ترک کیا جائے۔ یعنی عصا نہ لے اور دعا سراً مانگے یہی بہتر ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے، لیکن مؤکدہ یا واجب نہیں ہے، لہٰذا عصا لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور نہ لیا جائے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، لہٰذا اسے ضروری سمجھنا غلط اور قابل ترک ہے۔

نیز نماز کے بعد سراً دعا کرنا افضل اور بہتر ہے، اور اگر مقتدی جاہل ہوں یا انہیں امام کی دعا پر آمین کہنا ہو تو جہراً دعا کرنا بھی جائز ہے، ممنوع نہیں ہے۔ (دیکھیں: امداد الفتاویٰ)

حضرت مولانا نے جو لکھا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ جہلاء شرعی مسئلہ میں اپنی طرف سے تشدد یا سختی کرتے ہیں اور اپنا اعتقاد خراب کر لیتے ہیں تو اس کی اصلاح ہو جائے۔ اس مقصد سے یہ عبارت لکھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۸۹﴾ خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا ضروری ہے؟

سوال: ہمارے امام صاحب جمعہ کے خطبہ میں ہاتھ میں عصا نہیں لیتے ہیں، نیز ایک کافی مدت سے نہیں لیتے، اور کہتے ہیں کہ عصا ہاتھ میں نہیں لیں گے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے؟ تو اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ یا عیدین کے خطبے میں عصا ہاتھ میں لینا حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ اسکے لئے ابوداؤد شریف میں بھی روایت ہے اور یہ سنت لازم یا ضروری نہیں ہے، لہذا دونوں طریقوں میں سے جو بھی اختیار کیا جائے درست ہے۔ صرف کسی ایک طریقہ کو ضروری سمجھ کر اختیار کرنے کے لئے کہنا مناسب نہیں ہے۔ (شامی: ۵۵۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۹۰﴾ ایک خطبہ کو دو مرتبہ پڑھ لینا

سوال: ہمارے یہاں امام صاحب اچانک بیمار ہو گئے، تو دوسرے ایک آدمی نے جمعہ کا خطبہ پڑھایا، اور خطبہ پڑھنے میں بھول ہو گئی، اور دونوں خطبوں میں خطبۂ اولیٰ ہی پڑھ دیا، یعنی پہلا خطبہ دو مرتبہ پڑھ دیا، اور دوسرا خطبہ پڑھا ہی نہیں، بلکہ دوسرے خطبہ میں پہلا والا خطبہ ہی پڑھا، تو خطبہ صحیح ہوا یا نہیں؟ اور نماز ہوئی یا نہیں؟ خطبہ میں کیا کیا باتیں ہونی چاہئیں؟ کیا جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے دن خطبہ پڑھنا یہ بھی جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ (درمختار) لیکن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا، دو خطبے پڑھنا، اور اس میں تعوذ، آیتیں اور نصیحت وغیرہ ہونا اور دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کے لئے دعا، خلفائے راشدین وغیرہ کا ذکر ہونا سب امور سنت اور مستحب ہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں خطبۂ اولی ہی کو دو مرتبہ الگ الگ پڑھ لیا تو اس سے نماز یا خطبہ میں کسی طرح کی خرابی نہیں آئے گی، سنن ومستحبات اگر سہواً چھوٹ جائیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

﴿۸۹۱﴾ ممبر کے کسی بھی زینہ سے خطبہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: جمعہ کے دن ممبر کی سیڑھی کے پہلے زینہ پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جائے تو خطبہ ہوگا یا نہیں؟ آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے تھے تب آپ ﷺ پہلے زینہ پر تھے، اور انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جسے رمضان کا مبارک مہینہ ملے اور وہ اپنی مغفرت نہ کرائے۔ تو حضور ﷺ نے کہا آمین۔ اس طرح تین دعائیں حضرت جبرئیلؑ نے کی، اور آپ ﷺ نے ہر مرتبہ آمین کہی۔ تو اس حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ تیسرے زینے تک جاتے تھے اور خطبہ پڑھتے تھے، تو پہلے زینہ پر سے خطبہ دینے سے خطبہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس طریقہ پر اور امام صاحب کے فعل پر لعن طعن کریں تو کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... ممبر کے پہلے زینہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جاوے یا دوسرے یا تیسرے زینے پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جاوے، سب جائز ہے۔ خطبہ ادا ہو جائے گا۔

حضور ﷺ تیسرے زینے پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، آپ کے انتقال کے بعد

حضرت ابوبکرؓ آپ کے احترام میں اس سے ایک درجہ نیچے اتر کر دوسرے زینے پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، ادب کی وجہ سے تیسرے زینے پر کھڑے نہ ہوتے تھے، اور آپ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ ادب و احترام کی وجہ سے دوسرے زینے پر چڑھتے نہ تھے، صرف پہلے زینہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ ممبر پر حسب ضرورت اور مصلحت جہاں چاہے کھڑے ہو کر خطبہ دینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۹۲﴾ خطبہ سے قبل بیان کرنا کیسا ہے؟

سوال: ہماری جامع مسجد میں خطبہ کا وقت ۱:۳۰ کا ہے، لیکن امام صاحب کبھی کبھی جمعہ کے دن ۱:۲۵ کو بیان کرنے کھڑے ہوتے ہیں، اور وہ بیان کبھی دس پندرہ منٹ میں ختم کرتے ہیں، اور کبھی پچیس تا تیس منٹ تک بیان کرتے ہیں۔ تو یہ بیان شریعت محمدی کی رو سے خطبہ سے قبل دے سکتے ہیں؟ اور یہ بیان شرعی رو سے بدعت تو نہیں ہے؟ اگر بدعت ہو تو آنجناب حوالہ کے ساتھ اس کا جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جمعہ کے خطبہ سے قبل دین کی ضروری باتیں لوگوں کو بتانا جیسا کہ بیان کرنا یا وعظ و نصیحت کرنا جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو، جائز ہے، ممنوع نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، امداد الفتاویٰ)۔ بلکہ آج کے دور میں مسلمانوں کی دینی غفلت اور بے توجہی دور کرنے کا بہترین طریقہ ہے، اسے بدعت کہنا بالکل غلط ہے۔ لیکن مقرر کو چاہئے کہ وہ حاضرین کا خیال رکھے کہ زیادہ وقت لینے میں ان کے کسی ضروری کام میں حرج نہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۹۳﴾ خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت غیر مؤکدہ ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین جمعہ کے دن خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینے کے بارے میں:

ہمارے یہاں جمعہ کے خطبہ کے لئے امام صاحب کھڑے ہوئے، ان کے ہاتھ میں عصا نہیں تھا، ایک بھائی نے غصہ میں امام صاحب سے کہا کہ: تو پہلے عصا ہاتھ میں لے، پھر مجھے مسئلہ بتانا۔ امام صاحب نے عصا ہاتھ میں لے کر خطبہ پڑھایا، تو اس مسئلہ میں شرعی نقطۂ نظر کیا ہے؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے خطبہ میں خطیب کے لئے ہاتھ میں عصا لینا سنت غیر مؤکدہ ہے، اور اسے لازم یا ضروری سمجھ کر لینا امداد الفتاویٰ کی عبارت کے مطابق مکروہ ہے۔ اس لئے کبھی بغیر عصا کے بھی خطبہ پڑھایا جائے تو بھی خطبہ میں کسی طرح کی خرابی نہیں آتی۔

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے امام صاحب کے خطبہ دینے کے لئے جب ممبر پر تشریف لا چکے اس کے بعد ان کے ساتھ جو کلام کیا یہ بھی مبنی بر جہالت ہے۔ اس لئے کہ اس وقت کسی بھی شخص کے لئے سوائے خطبہ کی طرف دھیان دینے کے کوئی کلام کرنا یا امر بالمعروف کرنا بھی منع ہے، اس لئے اس نے اس حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔

دوسرا امام جیسے بڑے رتبے والے شخص کے ساتھ ایسی بے ادبی والے الفاظ کہے، اور تیسری غلطی یہ کی کہ ایک سنت غیر مؤکدہ چیز کے لئے اتنا التزام کیا کہ اسے لازم وضروری، فرض و واجب کے درجہ تک پہنچا دیا، یہ بھی ممنوع ہے۔ بعد میں اکیلے میں دونوں مل کر اس مسئلہ کو سمجھ

سکتے تھے، اس لئے ایسی ایک سے بڑھ کر ایک غلطیوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (امداد الفتاوی: ۴۶۲، طحطاوی: ۳۰۹، شامی: ۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۹۴﴾ دعا بعد الجمعہ

سوال: جمعہ کی نماز کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دعا کی قبولیت کے اوقات میں سے ایک وقت فرض نماز کے بعد دعا کرنا بھی ہے، لہذا جمعہ کی نماز کے بعد بھی دعا کرنا جائز ہے۔ لیکن اس نماز کے بعد سنت مؤکدہ نماز بھی پڑھنی ہے، اس لئے دعا میں زیادہ وقت نہ لگائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ اللھم انت السلام الخ پڑھ سکیں اتنی دیر بیٹھتے تھے، اس لئے اس وقت مختصر دعا مانگ کر سنت وغیرہ میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ (طحطاوی: ۱۸۶) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۹۵﴾ کیا انگریزی میں خطبہ پڑھنا جائز ہے؟

سوال: خطبہ کا ایک حصہ عربی میں پڑھ کر باقی پورا خطبہ انگریزی میں پڑھا جائے، یعنی انگریزی میں خطبہ دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر نا جائز ہے تو کس حدیث سے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کی نماز کے لئے پڑھے جانے والے دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا سنت مؤکدہ اور سنت متوارثہ ہے۔ اس لئے اس کے علاوہ اور کسی زبان میں بھی خطبہ پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ہے، صحابہؓ کے زمانہ میں عرب کے علاوہ عجم کے ممالک بھی فتح کیے گئے، اور کچھ صحابہ عجمی زبان جانتے تھے پھر بھی کسی صحابی نے عجمی زبان میں کبھی بھی خطبہ نہیں دیا۔ اس لئے حضرت شاہ محدث دہلویؒ مؤطا کی شرح میں لکھتے

ہیں: کہ خطبہ عربی زبان میں ہی ہونا چاہئے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ جلد:۲ میں اسی مسئلہ پر ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا ہے، اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۹۶﴾ خطبہ کا عربی کے ساتھ اردو ترجمہ کرنا

سوال: خطبہ کا عربی زبان کے ساتھ اردو میں ترجمہ بھی کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ شرعاً کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے خطبہ کا عربی میں ہونا مسنون ہے، اس لئے یہ خطبہ اس کے وقت پر عربی میں ہی ہونا چاہئے، اور لوگ ترجمہ سننے کے خواہشمند ہوں تو دوسرے کسی مناسب وقت میں سنایا جائے تو اس کی اجازت ہے، مثلاً: نماز بعد یا خطبہ سے پہلے ممبر کے نیچے ترجمہ بیان کیا جاسکتا ہے۔

البتہ اس ترجمہ سے کسی کی نماز وغیرہ میں خلل آتا ہو یا سنت پڑھنے میں حرج ہوتا ہو تو اس سے احتیاط کرنا چاہئے، نماز سے قبل ممبر پر اردو یا انگریزی میں ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۸۹۷﴾ خطبہ سننے کے لئے سہارا لگا کر بیٹھنا

سوال: مسجد میں خطبہ سنتے وقت سہارا لے کر بیٹھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خطبہ سنتے وقت سہارا لگا کر بیٹھنا خلاف ادب ہے، لہذا مجبوری یا کمزوری نہ ہو تو محض کاہلی کی وجہ سے ایسا کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

عالمگیری: ۱۴۷ پر لکھا ہے کہ: خطیب کے سامنے منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے، نیز آگے لکھا

ہے کہ: نماز میں قعدہ میں جس طرح بیٹھا جاتا ہے اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔

﴿۸۹۸﴾ جمعہ کے خطبہ یا نماز میں کوئی بیہوش ہو جاوے تو......

سوال: جمعہ کے خطبہ میں یا نماز میں کوئی شخص بیہوش ہو جاوے تو اس کے قریب آس پاس یا پیچھے والے مصلیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ جب کہ سب نماز میں ہے، اور نماز ہو رہی ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:...... جمعہ کے خطبہ کے درمیان یا دوران نماز کوئی شخص بیہوش ہو جائے، تو نماز و خطبہ چھوڑ کر اس کی مدد کرنا جائز اور درست ہے۔ (شامی:۱)

﴿۸۹۹﴾ خطبہ کی آخری عبارت کے ختم ہونے سے قبل مقتدیوں کا کھڑے ہو جانا

سوال: جمعہ کے دن جب امام صاحب ممبر پر خطبہ دیتے ہیں تو خطبہ کی آخری عبارت کے ختم ہونے سے پہلے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں، تو اس طرح لوگوں کا کھڑے ہو جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......امام جب خطبہ کے لئے کھڑا ہو تب سے لے کر خطبہ کے ختم ہونے تک پورے دھیان اور توجہ سے خطبہ سننا چاہئے، اور سننے میں جو چیز خلل ڈالنے والی ہو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ اس لئے خطبہ باقی ہو اور مصلی کھڑے ہو جائیں تو یہ مناسب نہیں ہے۔ البتہ خطبہ کے ختم ہوتے ہی فوراً صف بندی کے لئے کھڑے ہو جائیں تو یہ ممنوع نہیں ہے، جیسا کہ شامی، عالمگیری (۱۴۹/۱) میں اس کی صراحت موجود ہے۔

﴿۹۰۰﴾ خطبۂ جمعہ بزبان اردو جائز ہے؟

سوال: جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر اردو زبان میں خطبہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......خطبہ عربی میں ہی ہونا چاہئے، حضور ﷺ اور صحابہ اور

تابعین وغیرہ سے عربی میں ہی پڑھنا ثابت ہے۔ اگر دوسری زبان میں خطبہ جائز ہوتا تو ایک مرتبہ تو ان میں سے کسی سے ضرور ثابت ہوتا، لہذا اردو میں خطبہ خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

﴿۹۰۱﴾ کیا جمعہ پڑھانے کے لئے دائمی امام کی اجازت لینا ضروری ہے؟

سوال: ہمارے شہر میں ایک مسجد ہے، اس مسجد کے متولیوں کے کہنے سے (قریب ۱۴ رسال سے) میں جمعہ کی نماز اور خطبہ پڑھاتا ہوں، اور اس مسجد میں ایک قائمی امام رکھا جاتا ہے، جب بھی کوئی قائمی امام رکھا جاتا ہے اس وقت متولی حضرات امام صاحب کو صاف صاف بتا دیتے ہیں کہ: جمعہ اور خطبہ تو آپ ہی کو یعنی مجھ ناچیز کو ہی پڑھانا ہے، جمعہ کی ذمہ داری امام کی نہیں ہے۔ اس طرح بہت سے ائمہ آئے، اور کسی نے بھی میرے خلاف اعتراض نہیں کیا، حال میں اس مسجد میں ایک قائمی امام ہے، اس کے ساتھ بھی مذکورہ شرط طے کی گئی تھی۔ اس امام نے ایک سال تک کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن اس امام کے ساتھ ایک مسئلہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے امام ایسا کہتے ہیں: کہ امام کی اجازت کے بغیر ناچیز جمعہ کی نماز نہیں پڑھا سکتا، اور مجھے جمعہ پڑھانے سے روکتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا مجھے امام کی اجازت لینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں قائمی امام صاحب کا تقرر کرتے وقت جمعہ کی نماز انہیں سپرد نہیں کی تھی، اور اس نماز کے لئے متولیوں کی طرف سے آپ کو نامزد کیا گیا ہے۔ تو اب جمعہ پڑھانے کے لئے قائمی امام کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے، اور ان کا منع کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

﴿۹۰۲﴾ جمعہ کے لئے امام کیسا ہونا چاہئے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص بہت پابند شرع ہے، نمازیں پڑھانا بھی جانتا ہے،

جمعہ کا خطبہ بھی صحیح طریقہ سے زبانی پڑھا سکتا ہے، پیش امام کی عدم موجودگی میں سب نمازیں پڑھا لیتا ہے۔ جب جمعہ کی نماز کا وقت آتا ہے تو پیش امام کی غیر حاضری میں یہاں کے لوگ باہر گاؤں سے امام کو لا کر خطبہ پڑھا لیتے ہیں۔ تو جمعہ کے پڑھانے کا حق کس شخص کا ہے؟ باہر سے امام بلانا چاہئے یا نہیں؟ مقامی شخص پڑھاوے تو کچھ حرج ہے؟ یہاں کے شخص کی کوئی ظاہری عیب نہیں ہے، تو جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... حاضرین میں جو سب سے زیادہ دیندار، متقی اور شرعی لیاقت رکھتا ہو وہ جمعہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے، مقامی طور پر ایسی شخصیت مل سکتی ہو تو باہر گاؤں سے بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۰۳﴾ جو خطبہ پڑھاوے اسے ہی امامت کرنی چاہئے؟

سوال: ہمیشہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھاتا ہے، لیکن خطبہ ایک شخص پڑھاوے اور جمعہ دوسرا شخص پڑھاوے تو اس میں کچھ حرج ہے؟

ہماری مسجد میں امام صاحب خطبہ انگریزی، عربی اور اردو اس طرح تینوں زبانوں میں پہلا خطبہ پڑھتے ہیں، اور دوسرا مختصر خطبہ عربی میں پڑھتے ہیں، اور میں نماز پڑھاتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے کہا تھا کہ خطبہ بھی عربی میں میں ہی پڑھاتا ہوں، لیکن انہوں نے منع کر دیا تھا، البتہ نماز کے لئے وہ مجھے ہی کھڑا کرتے ہیں، اور پچھلے وقت کی نماز کی امامت بھی میں ہی کرتا ہوں، تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ [illegible]

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص خطبہ پڑھے امامت بھی وہی کرے یہ زیادہ بہتر ہے۔ ورنہ سوال میں جو طریقہ لکھا ہے اس طرح کرنا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پڑھے اور نماز دوسرا پڑھاوے، البتہ خطبہ صرف عربی زبان میں ہی ہونا چاہئے۔

﴿۹۰۴﴾ مسافر جمعہ پڑھا سکتا ہے؟

سوال: مسافر امام (مقیم مقتدیوں کو) جمعہ پڑھا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام مسافر ہو، اور مقتدی مقیم ہوں تو جمعہ کی امامت مسافر کر سکتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۰۵﴾ خطبہ سے پہلے اور بعد میں دعا مانگنا

سوال: خطبہ سے قبل امام ممبر پر بیٹھ کر دعا کرتا ہے، یا کبھی خطبہ کے اختتام پر ممبر پر بیٹھ کر دعا کرتا ہے، تو امام صاحب کا اس طرح دعا کرنا کیا حدیث سے ثابت ہے؟ امام صاحب خطبہ سے پہلے یا بعد میں ممبر پر بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں یہ صحیح ہے؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خطبۂ اولیٰ میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کا مضمون ہونا چاہئے اور دوسرے خطبہ میں عام مسلمین کے لئے دعائیہ کلمات ہونے چاہئیں، یہ مسنون طریقہ ہے۔ (طحطاوی: ۳۰۹) لیکن ممبر پر بیٹھ کر اول میں یا اخیر میں دعا کرنا خلاف سنت اور آداب خطبہ کے خلاف ہے، اس لئے اس سے پرہیز ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۰۶﴾ جمعہ کی چار رکعت سنت دوسری سنتوں کی طرح ہی پڑھنی ہے۔

سوال: جمعہ کی پہلی چار رکعت سنت مؤکدہ کے ارکان میں مثلاً: قیام یا دونوں سجدے یا رکوع میں جانے سے پہلے یا اٹھنے سے پہلے نیز سجدوں کی تسبیحات کے بعد صلوۃ التسبیح کی طرح کچھ زائد تسبیح یا دعا وغیرہ پڑھنے کی ہے؟

یہاں ایک مولانا صاحب اس چار رکعت کو صلوۃ التسبیح کی طرح ادا کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں اس طرح پڑھنے کے لئے دیکھا ہے، لیکن وہ کتاب کا نام نہیں بتا سکتے ہیں، لیکن ان کے جواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اپنے مرتبہ کو بچانے کے لئے ایسا کہتے ہیں، چاہے جو بھی بات ہو آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر جو کچھ پڑھنا مسنون ہو وہ بتا کر اس مسئلہ کو منقح فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:...... جمعہ سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ کے ادا کرنے کا وہی طریقہ ہے جو دوسری سنتوں کا ہے، اس کی تسبیحات میں کوئی حذف و اضافہ کہیں بھی نہیں ہے، اس لئے سوال میں مذکور طریقہ بالکل غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۹۰۷﴾ جمعہ کے دن فجر کی نماز سے پہلے غسل کیا تو غسل سنت کا ثواب ملے گا؟

سوال: جمعہ کے دن فجر کی نماز سے پہلے غسل کیا، اور دن میں غسل نہیں کیا، تو جمعہ کے مسنون غسل کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام حسنؒ کا اختلاف ہے، لہذا مفتیٰ بہ قول کے مطابق جمعہ کی نماز سے پہلے اس طرح غسل کرنا چاہئے کہ اسی طہارت سے جمعہ کی نماز ادا ہو سکے، پھر دوبارہ وضو نہ کرنا پڑے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۰۸﴾ جمعہ کے فرض کے بعد چار رکت سنت پڑھنی چاہئے۔

سوال: جمعہ کے فرض کے بعد پہلے میں دو رکعت سنت پڑھتا ہوں پھر چار رکعت سنت پڑھتا ہوں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:...... جمعہ کی دو رکعت فرض کے بعد پہلے چار رکعت سنت

مؤکدہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور پھر دو رکعت پڑھنی چاہئے، سوال میں مذکورہ طریقہ بھی درست ہے۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی: ۲۳۴، شامی: ۴۵۲، فتاوی محمودیہ ص ۴۳۹ ج ۳۰، انعام الباری شرح بخاری ص ۱۲۱ ج ۴، اعلاء السنن ج ۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۰۹﴾ جمعہ میں سنت مؤکدہ کتنی ہیں؟

سوال: جمعہ کی نماز میں سنت غیر مؤکدہ اور سنت مؤکدہ کتنی ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آٹھ سنت مؤکدہ ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ دس سنت مؤکدہ ہیں؟ تو آنجناب صحیح بات کیا ہے حوالہ کے ساتھ بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ اور پھر دو رکعتیں ہیں، اس طرح کل دس رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، اور نوافل جتنی پڑھنی ہوں اتنی پڑھ سکتے ہیں۔ (ہدایہ)

﴿۹۱۰﴾ اوپر کے مسئلہ کی مزید وضاحت

سوال: اس مہینہ کے ماہنامہ تبلیغ میں آپ کے ایک سوال کے جواب میں ہم نے پڑھا : آپ نے لکھا ہے: کہ جمعہ سے پہلے چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت مؤکدہ اور دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں، یہ کل ملا کر دس رکعتیں سنت مؤکدہ ہوئیں، ہم تو سب کو یہ تاکید کرتے رہے کہ فرض سے پہلے چار رکعتیں اور فرض کے بعد چار رکعتیں ہے، اور دو رکعت کو ہم سنت غیر مؤکدہ سمجھتے رہے، تو اس بارے میں گذارش ہے کہ مفتیٰ بہ قول جو بھی ہو اس سے واقف فرما کر احسان مند فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے فرض کے بعد کی سنتوں میں شیخین کا اختلاف

ہے، اس میں بھی شروع کی چار رکعتیں بالاتفاق سنت مؤکدہ ہیں، جیسا کہ ابن ماجہ اور مسلم شریف میں بھی اس کے متعلق حدیث موجود ہے۔ اس کے بعد کی دو رکعت میں اختلاف ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے، جب کہ امام ابو یوسفؒ کا کہنا ہے کہ یہ بھی سنت مؤکدہ ہے۔ (شامی: ۱/۴۵۲)

ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں: کہ جیبرہ اور تجنیس میں نیز اکثر فقہاء نے امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی ہے، اور منیہ میں ہے کہ: افضل یہ ہے کہ اول چار رکعتیں سنت مؤکدہ پڑھی جائیں پھر دو رکعت پڑھی جائیں۔ (بحر: ۲/۵۳)

علامہ شامیؒ نے منحۃ الخالق میں حضرت علیؓ کی حدیث نقل کی ہے جس سے چھ رکعت کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے، اسے نقل کر کے کہتے ہیں: کہ اس حدیث کے مطابق امام ابو یوسفؒ اور امام طحاویؒ اور اکثر فقہاء کا مذہب جمعہ بعد چھ رکعت سنت مؤکدہ ہونے کا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں، جس میں اول چار رکعتیں اور پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ ان دلائل کی روشنی میں پہلے جواب میں جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہونا لکھا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۱۱﴾ جمعہ کی ۱۴ رکعتیں کس حدیث سے ثابت ہیں؟

سوال: جمعہ کی ۱۴ رکعتیں کس حدیث سے ثابت ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کے فرض سے پہلے چار رکعتیں سنت مؤکدہ اور دو رکعتیں فرض اس کے بعد چار رکعتیں سنت مؤکدہ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق دوسری مزید دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، اس طرح کل بارہ رکعتیں حدیث سے ثابت ہیں،

اور دو نفل مل کر کل ۱۴ ررکعتیں لکھی ہوں گی۔ اور ہر ایک کی دلیل حدیث کی کتابوں میں مثلاً: مشکوۃ شریف، مسلم شریف نیز فقہ کی تقریباً سبھی کتابوں میں موجود ہے۔ (بحر، منحۃ الخالق: ۲/۵۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۱۲﴾ جمعہ کو عید ہو تو جمعہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

سوال: گذشتہ سال یہاں رمضان عید جمعہ کو ہوئی تھی، اس بارے میں امام صاحب کا کہنا تھا: کہ عید جمعہ کو ہوئی ہے اس لئے اب جمعہ کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس طرح انہوں نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھائی تھی، خطبہ عید کی نماز کا پڑھ لیا تھا، اس لئے اب جمعہ کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسا امام صاحب کا کہنا یا کرنا صحیح ہے؟ دلائل کی روشنی میں جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں لکھنے کے مطابق امام صاحب کا کہنا صحیح نہیں ہے، نیز دلیل بھی واہیات میں ہے۔ دونوں نمازیں اور ان کے احکام جدا جدا ہونے کی وجہ سے ایک نماز دوسری نماز کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ جمعہ کی نماز فرض ہے، اس لئے اسے چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

عید جمعہ کے دن آتی ہو اور اس کے واجب ہونے کی شرائط بھی موجود ہوں تو دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہیں۔ (شامی: ۱/۷۷۶، ہدایہ: ۱/۱۵۱، بدائع، قاضی خان وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۱۳﴾ ملازمت کی وجہ سے جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکنا

سوال: میرا لڑکا چھ سال سے سعودی عربیہ میں ملازمت کر رہا ہے، اور فی الحال دوسری جگہ کام

کر رہا ہے، ملازمت پر صبح سات بجے جانا ہوتا ہے، اور شام سات بجے کام پر سے کمرہ پر آتا ہے۔ جمعہ کے دن بھی کام کرنا پڑتا ہے، جمعہ بھی اس کی فوت ہو جاتی ہے، اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ کی نماز کے فرض ہونے کے ساتھ اس کی بہت ہی تاکید اور فضیلت آئی ہے، اس وجہ سے کام کے عذر کی وجہ سے جمعہ کی نماز کا ترک کرنا جائز نہیں ہے، گناہ ہوگا۔ اس لئے جمعہ پڑھنے کے لئے کسی بھی طرح چھٹی لے کر جمعہ پڑھنی چاہئے، یا دوسری ملازمت کی تلاش کرنی چاہئے اور ایسی ملازمت جس میں خدائی حکم کی نافرمانی ہوتی ہو چھوڑ دینی چاہئے، مراقی الفلاح میں ہے: و اعلم ان الله تعالی فرض علیکم الجمعة فی یومی هذا شهری هذا فی مقامی هذا فمن ترکها تهاونا بها الخ (۳۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل مایتعلق بالعیدین

﴿۹۱۴﴾ عیدگاہ جانے کا سنت طریقہ

سوال: عید کے دن عیدگاہ جاتے وقت کیا ڈھول بجاتے ہوئے جانا اور ہاتھ میں جھنڈے لے کر جانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عیدگاہ جاتے وقت ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، اور عید الفطر میں آہستہ اور عید الاضحیٰ میں قدرے بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھتے ہوئے جانا سنت ہے۔ اور ڈھول، جھنڈے وغیرہ لے کر جلوس کی شکل میں نکلنا اور تکبیر نہ پڑھتے ہوئے دوسری چیزیں گاتے ہوئے جانا خلاف سنت و بدعت اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۱۵﴾ عید کے دن عید مبارک کہنا

سوال: عید کے دن عید مبارک کہنا اور مصافحہ کرنا ثابت ہے؟ کیا دونوں ناجائز ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عید کے دن کسی کو عید مبارک کہنا یا ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا ثابت ہے، رواج کے طور پر یا لازمی طور پر کرنا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۱۶﴾ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا سنت نہیں ہے۔

سوال: عید کی نماز کے بعد جماعت خانہ میں مصلی آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں، ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دیتے ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ دھکم دھکا ہوتا ہے، امام صاحب سے بھی ہاتھ ملاتے ہیں۔ تو کیا اس طرح جماعت خانہ میں ہاتھ ملانے کا رواج مناسب ہے؟ اس کے لئے کوئی شرعی کراہت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مصافحہ یا معانقہ کرنا مستحب ہے، لیکن خاص عید کی نماز یا دوسری کسی نماز کے بعد مسجد میں ہی سلام پھیرنے کے بعد مصافحہ کرنے یا مبارک باد دینے کو سنت یا مستحب سمجھنا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا غلط ہے۔ اور ایسا سمجھ کر کرنے سے یہ مستحب بھی بدعت بن جاتا ہے، اس لئے خاص عید کی نماز کے بعد مسجد میں اس کے لئے بھاگ دوڑ نہیں کرنی چاہئے۔ اس میں بسا اوقات آداب مسجد کی خلاف ورزی ہو کر شور شرابہ کی شکل ہو جاتی ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۱۷﴾ عورت پر عید کی نماز واجب نہیں ہے۔

سوال: عید کی نماز گھر پر عورت پر پڑھنا واجب ہے؟ یا جمعہ کی نماز کی طرح معاف ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کی نماز عورت پر واجب نہیں ہے، لیکن عورت گھر میں نفل نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۱۸﴾ عید کی نماز صحیح ہونے کے لئے فجر کی نماز شرط ہے؟

سوال: فجر کی نماز جس شخص نے نہ پڑھی ہو، وہ عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور فجر کی نماز پڑھے بغیر عید کی نماز پڑھ لی ہو تو ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فجر کی نماز فرض ہے، اس لئے اسے تو پڑھنی ہی چاہئے، لیکن بدقسمتی سے کسی شخص نے فجر کی نماز نہیں پڑھی اور اب وہ عید کی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو پڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ عید کی نماز کی صحت کا مدار فجر کی نماز پر موقوف نہیں ہے، یعنی عید کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے فجر پڑھنا شرط نہیں ہے۔ البتہ صاحب ترتیب کے لئے حکم جدا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۱۹﴾ عید کی نماز سے قبل دو شخصوں کا کھڑے ہو کر اعلان کرنا

سوال: عید کی نماز سے قبل دو شخص کھڑے ہو کر "الصلوۃ عید الفطر یا عید الاضحی، بارك الله لنا و لکم پڑھتے ہیں، اور سامنے والے اللہ اکبر کہہ کر جواب دیتے ہیں، ایسا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ان سے پوچھئے کہ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے بھی عید کی نماز پڑھی ہے، اور ہم سے زیادہ پابندی اور خوشی کے ساتھ اچھی طرح پڑھی ہے، کیا ان لوگوں نے بھی یہ الفاظ کہے ہیں؟ اگر انہوں نے نہیں کہے تو ہم ان کے ماننے والے ہو کر ان کے خلاف کیوں کریں؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۰﴾ عید کی نماز میں ثنا کب پڑھیں؟

سوال: عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ثنا پڑھنی چاہئے یا زائد تین تکبیریں کہنے کے بعد ثنا پڑھنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھنی چاہئے، اور زائد تکبیرات کہہ کر قرأت کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۱﴾ عید کی نماز کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں۔

سوال: ہمارے گاؤں میں مسجد کا تعمیری کام ختم ہوا ہے، اور نماز شروع ہو گئی ہے، اس سال رمضان کے مہینہ میں قرآن شریف کی تراویح بھی ہوئی، گاؤں والوں کو امید ہے کہ اس سال عید الفطر کی نماز ہماری مسجد میں ہی پڑھنی ہے، ہمیں قریب کے گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھنے جانا پڑتا ہے۔ ہماری مسجد میں ممبر بنا ہوا نہیں ہے، تو بغیر ممبر کے عید کی نماز ہو گی یا

نہیں؟ اور اگر ممبر ضروری ہو تو تختہ کا ہنگامی ممبر بنالیں تو چل جائے گا یا نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ گاؤں میں کل گیارہ گھر ہیں، اس میں کل ۱۸ سے ۲۰ نمازیوں کی تعداد ہوتی ہے، تو ہماری مسجد میں عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جلد جواب سے سرفراز فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کی نماز کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی نماز کے شرائط ہیں۔ لہذا مذکورہ آبادی قریہ صغیرہ شمار میں ہوتی ہو تو عید یا جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، عید یا جمعہ کے لئے ممبر بنا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے، بغیر ممبر کے بھی خطبہ دے سکتے ہیں، اور لکڑی کا ممبر بنانا بھی درست ہے، حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں ابتداءً کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر جمعہ اور عید کا خطبہ دیتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۲﴾ عید کی نماز دو مرتبہ پڑھنا

سوال: ایک شخص نے اپنے شہر میں عید کی نماز ادا کی، پھر دوسرے دن کسی کام سے دوسری جگہ جانا ہوا، اور وہاں چاند نہ دکھائی دینے کی وجہ سے دوسرے دن عید تھی۔ اب یہ شخص عید کی نماز وہاں دوسری مرتبہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور پھر امام بن کر پڑھا دے تو جائز ہے یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چاند کا شرعی طور پر ثبوت ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ جب عید کی واجب نماز ادا کر لی، تو اب دوسری جگہ عید کی نماز نفل کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن امام بن کر پڑھا نہیں سکتے، اس لئے کہ امام کی نفل نماز ہوگی، اور مقتدیوں کی واجب نماز ہوگی۔ واجب نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے صحیح

نہیں ہے۔ (فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ دارالعلوم جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۳﴾ عید کی جماعت ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ کرنا

سوال: ہمارے ممبئی شہر میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور فی الحال بارش کے موسم میں دونوں عید کی نمازیں آتی ہیں، اس لئے سب لوگ مسجد میں عید کی نماز نہیں پڑھ سکتے، اور بارش کی وجہ سے باہر کھڑے نہیں رہ سکتے، اس لئے ہمارا ارادہ یہ ہے کہ مسجد میں جتنے آدمی آسکیں وہ ایک مرتبہ میں نماز پڑھ لیں پھر باقی لوگوں کے لئے اس کے بعد ایک اور جماعت اسی مسجد میں کی جائے جس میں باقی سب افراد شرکت کریں، تو مجبوری کی حالت میں ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اس طرح دوسری یا تیسری جماعت کرکے عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا ہمیں کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟ مدلل تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا مسنون ہے، حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی کی فضیلت کے باوجود عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھتے تھے، اس کے باوجود مجبوری اور معذوری کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں پڑھی جائے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔ اب ایک مسجد میں ایک مرتبہ محلہ والوں نے سنت طریقہ کے مطابق جماعت سے نماز ادا کرلی تو اب اسی مسجد میں حنفی مسلک کے صحیح اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ عید کی نماز کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: البتہ! ایک ہی مسجد میں ایک نماز کی دوبارہ جماعت ہمارے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ کفایت المفتی: ۳/۲۵۷ نیز فتاویٰ دارالعلوم جدید: ۳/۶۰ پر بھی مکروہ لکھا ہے۔ اور آپ کی مجبوری کا

حل یہ ہے کہ کوئی بڑا ہال یا مکان کرایہ پر لے لیا جائے یا بارش سے حفاظت کے لئے کچھ وقتی انتظام کر لیا جاوے، اور ایک ساتھ نماز پڑھی جائے تو شریعت کا مقصد بھی پورا ہوگا اور لوگوں کے دل میں جماعت اولیٰ کی اہمیت بھی باقی رہے گی اور لوگوں کی تکلیف بھی ختم ہو جائے گی۔ اس لئے صورت مسئولہ کے مطابق نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۴﴾ جنازہ گاہ میں عید کی نماز پڑھنا

سوال: ہمارے گاؤں میں جنازہ گاہ (جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ) بنائی گئی ہے، اور ہم اس میں نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، جنازہ گاہ کافی کشادہ اور چھت والا ہے، جس سے بارش ہونے پر تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، سہولت کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں، چاروں اطراف دیوار سے بند ہیں، اس لئے محفوظ ہے، اب کے بعد ہم عید کی نماز وہاں پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور دائمی طور پر عید گاہ نامزد کرنا چاہتے ہیں، تو عید کی نمازیں وہاں پڑھ سکتے ہیں؟ نیز آج تک ہم عید کی نماز مسجد میں پڑھتے تھے، اور اب ہم مذکورہ جگہ میں عید کی نماز پڑھنے والے ہیں، تو یہ دونوں یعنی مسجد میں عید کی نماز اور عید گاہ میں عید کی نماز کی فضیلت تفصیل سے بتا کر ممنون فرمائیں۔ اس کیفیت میں شرعی حکم کیا ہے؟ یہ بھی بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، آپ ﷺ نے مدنی زندگی میں مسجد نبوی کی فضیلت ہونے کے باوجود ہمیشہ عید کی نماز آبادی سے باہر میدان میں ادا فرمائی ہے۔ اس لئے اگر کوئی عذر یا مجبوری نہ ہو تو عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنی چاہئے۔ قبرستان ایک جدا وقف ہے، اس کا مقصد اور اس کا استعمال میت کی

تدفین یا نماز جنازہ کے لئے ہونا چاہئے۔ اور جب اس مقصد میں اس کا استعمال ہو رہا ہے تو اسے عیدگاہ کے طور پر بدلنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، شامی) البتہ! اس جگہ عید کی نماز ادا کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۵﴾ مسبوق عید کی نماز کس طرح ادا کرے؟

سوال: عید کی نماز میں مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ نیز اس پہلو پر کچھ کلام فرمائیں کہ اللہ کے کچھ بندے اس دن بھی اتنی تاخیر سے آتے ہیں کہ نماز ہو جاتی ہے، تو ان کا اس طرح تاخیر سے آنا اور نماز چھوڑنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر کوئی شخص ایسے وقت پر پہنچا کہ امام نے عید کی نماز ختم کر دی تھی، تو اب دوسری جگہ جہاں عید کی نماز کے ملنے کی امید ہو وہاں جا کر پڑھنی چاہئے۔ (طحطاوی) اگر دوسری جگہ نہ ہوتی ہو یا کسی جگہ عید کی نماز کے ملنے کی امید نہ ہو تو گھر آ کر چار رکعت نفل نماز بنیت چاشت ادا کرے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت پر عمل کر لے، آپؓ فرماتے ہیں کہ ''جس شخص کی عید کی نماز چھوٹ جائے وہ چار رکعت نفل پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۂ و الشمس تیسری رکعت میں و الیل اذا یغشی اور چوتھی رکعت میں و الضحیٰ پڑھے، اور آپ ﷺ نے اس میں بہت ثواب بتایا ہے۔ (دیکھیں: طحطاوی، مراقی الفلاح: ۳۲۲)

﴿۹۲۶﴾ عید کی نماز میں سہواً تکبیرات کا چھوٹ جانا

سوال: عید کی نماز کی دوسری رکعت میں امام صاحب کو تین تکبیرات کے بعد رکوع کرنا چاہئے، لیکن بھول سے امام صاحب بغیر تکبیرات کہے رکوع میں چلے گئے، اور تکبیرات چھوڑ

دیں، پیچھے سے مقتدی کے لقمہ دینے پر رکوع سے کھڑے ہوئے، تین تکبیرات کہی اور رکوع کر کے سجدہ کیا۔ سلام پھیرنے کے بعد مقتدی نے کہا، امام صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا ہے، اس لئے نماز قابل اعادہ ہے، نیز ایک شخص نے کہا کہ جس مقتدی نے لقمہ دیا ہے اس کی بھی نماز نہیں ہوئی، تو آنجناب اس پوری حقیقت کو شرعی پہلو پر جانچ کر جواب دیں کہ اس میں حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امام صاحب عید کی نماز میں زائد تکبیرات کہنا بھول گئے اور رکوع میں چلے گئے، تو مسئلہ یہ تھا کہ رکوع میں تکبیرات یاد آنے پر وہ زائد تکبیریں رکوع میں کہنی چاہئے تھی، تکبیرات کے لئے دوبارہ کھڑے ہونا بہتر نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے (ظاہری روایت کے مطابق) نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور نوادر کی روایت کے مطابق تکبیرات کے لئے دوبارہ کھڑے ہو کر تکبیرات کہہ کر پھر دوبارہ رکوع کیا ہو تو نماز صحیح ہو گئی۔ لہذا صورت مسئولہ میں نوادر کی روایت کے مطابق گنجائش ہونے کی وجہ سے نماز صحیح ہو گئی۔ (شامی، درمختار: ۱/۵۶۰) نیز مقتدی کا امام کو لقمہ دینے سے امام کی یا مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور عید کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہو جائے اور پھر بھی نہ کیا جائے تو بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۷﴾ عید کی نماز میں سجدۂ سہو کیوں نہیں ہے؟

سوال: عیدین کی نماز میں سجدۂ سہو نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عیدین کی نماز میں مصلیوں کی کثرت ہوتی ہے، اور ان میں سے بیشتر تو جاہل ہوتے ہیں، اس لئے سجدۂ سہو کیا ہے؟ اور کب اور کیسے کیا جاتا ہے؟

وغیرہ کا علم انہیں نہیں ہوتا، اس لئے اگر سجدۂ سہو کیا جائے تو بہت سے لوگ اپنی نماز فاسد کر دیں گے، یا تشویش میں مبتلا ہوں گے، اس لئے شریعت نے رخصت دی ہے کہ عید کی نماز میں غلطی ہوجائے تو بھی سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں ہوتا۔ (طحطاوی، شرح مراقی)

اور اگر کسی جگہ یہ بات نہ ہو، مقتدی مسائل سے باخبر ہوں اور تشویش میں مبتلا ہونے کا یا نماز کے فاسد کردینے کا ڈر بھی نہ ہو تو سجدۂ سہو کرنے کی اجازت بھی ہے۔

﴿۹۲۸﴾ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھی جائیگی یا نہیں؟

سوال: تکبیر تشریق جو کہ نویں کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے، یہ تکبیر عید الاضحیٰ کی دو رکعت واجب کے بعد پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو اس کا ثبوت بھی پیش فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھنے کے متعلق علماء کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ واجب نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھنا نہیں ہے، اور عید کی نماز واجب ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کی طرح اجتماعی شان سے عید کی نماز ادا کی جاتی ہے، اس لئے جمعہ کی طرح عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق پڑھی جائے گی، اور یہ پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر پڑھنی چاہئے۔ (شامی: ۱/۵۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۲۹﴾ مقتدی سے اگر زائد تکبیریں رہ جائے تو......

سوال: عید کی نماز میں زید ایسے وقت آیا کہ تین تکبیرات کہہ کر اگر رکوع میں امام کے

ساتھ شرکت کرے تو امام رکوع میں سے کھڑا ہو جائے گا۔ تو کیا اب زید تین واجب تکبیرات کہے یا رکوع میں شامل ہو جائے؟ بصورت دیگر جو تکبیرات رہ گئی ہیں تو ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اور رکوع کی حالت میں بغیر رفع یدین کے تین مرتبہ زائد تکبیرات کہہ لے۔ (مراقی الفلاح:۳۲۱)

﴿۹۳۰﴾ امام سے تکبیرات زوائد کا چھوٹ جانا

سوال: امام سے اگر سہو ہو جائے اور پہلی یا دوسری رکعت میں واجب تکبیرات رہ جائیں، تو عید کی نماز میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کی نماز میں سہواً واجب کے چھوٹنے سے سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں رہتا۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۳۱﴾ عید کی نماز میں واجب چھوٹ جائے تو......

سوال: ہمارے گاؤں کے حال کے بریلوی امام صاحب نے گذشتہ عید الفطر کی نماز میں چھ کے بجائے سات تکبیرات زوائد کہی، اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، تو عید کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اس سے پہلے بھی دو مرتبہ دو بریلوی اماموں نے اس طرح کی غلطی کی تھی، تو اس طرح نماز صحیح ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس وقت جو امام صاحب ہے انہوں نے نماز سے قبل بیان میں وضاحت کردی ہے کہ اگر نماز میں کوئی غلطی ہو جائے تو عیدگاہ سے باہر اس کو ظاہر نہ کیا جائے، تو ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کی نماز میں سہواً واجب چھوٹ جائے یا کوئی زیادتی ہو جائے اور پیچھے نماز پڑھنے والے مصلی زیادہ تعداد میں ہوں یا ان میں بیشتر جاہل ہوں تو فقہاء کے قول کے مطابق سجدۂ سہو کے بغیر بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اس لئے صورت مسئولہ میں نماز صحیح سمجھی جائے گی۔ (طحطاوی)

﴿۹۳۲﴾ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق ہے یا نہیں؟

سوال: عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق بآواز بلند پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ یہاں کچھ لوگ بآواز بلند پڑھنے کے لئے اصرار کر رہے ہیں، تو کچھ بلند آواز سے نہ پڑھنے کو کہہ رہے ہیں، تو اس نماز کے بعد تکبیر پڑھنا واجب ہے یا مستحب؟ امید ہے کہ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، درمختار میں ہے کہ عید کی نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر پڑھنا مستحب بتایا ہے، اس لئے جو حضرات پڑھنا چاہیں تو انہیں منع نہیں کرنا چاہئے، اور جو نہ پڑھنا چاہیں ان پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ دوسری فرض نمازوں کی طرح اس نماز کے بعد تکبیر پڑھنا واجب نہیں ہے۔ (شامی: ۵۶۴/۱، مراقی: ۳۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۳۳﴾ ایام تشریق کی قضا نمازوں پر تکبیر پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: ذی الحجہ کی ۹ سے ۱۳ تک کی کوئی نماز قضا ہو جائے تو اب ۱۴ ویں کے بعد اس کی قضا کرنے پر اس نماز کے بعد تکبیر پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایام تشریق کی قضا نمازیں ۱۴ ویں کے بعد ادا کی

جائیں تو اب ان نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں رہتی، اس لئے اب نہیں پڑھنی چاہئے۔
(شامی:۱/۵۶۳)

﴿۹۳۴﴾ عید کی نماز کے بعد دعا مانگی جائے یا خطبہ کے بعد؟

سوال: امام صاحب عید کے دن عید کی نماز کے بعد دعا نہیں مانگتے، البتہ خطبہ کے بعد ممبر سے نیچے اتر کر ممبر کے پاس بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں، تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کے دن عید کی نماز کے بعد حضور ﷺ اور صحابہؓ کا دعا کے متعلق کیا معمول تھا؟ یہ صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا ہے، اور فرض نماز کے بعد آپ ﷺ دعا مانگتے تھے، اور جماعت کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، لہٰذا عید کی نماز بھی از قبیل نماز ہونے کی وجہ سے اس کے بعد دعا مانگنا بہتر ہے، البتہ کسی جگہ نماز کے بعد دعا مانگنے کے بجائے خطبہ کے بعد دعا مانگی جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔
(امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۳۵﴾ عیدین کے خطبہ میں تکبیر کی مقدار

سوال: عیدین کے خطبہ میں خطبہ کی کتاب یا مسائل میں یہ خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ تکبیر "الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر، پانچ یا سات مرتبہ پڑھیں۔ تو کیا اس کا پڑھنا ضروری ہے؟ کتاب میں اس کی جو صراحت مذکور ہے، وہ صحیح ہے؟ اگر لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق نہ پڑھ کر صرف تین مرتبہ یا ایک مرتبہ پڑھ لیں تو کیا گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عیدین کے خطبہ میں زیادہ مقدار میں تکبیر تشریق پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، نیز اول خطبہ کی ابتداء میں مسلسل ۹ ر مرتبہ اور خطبۂ ثانی کی ابتداء

میں سات مرتبہ اور خطبے سے فراغت پر ممبر سے اترنے سے پہلے مسلسل ۱۴ مرتبہ تکبیر تشریق پڑھنے کو شامی میں مستحب اور سنت قرار دیا ہے۔ اس لئے ایک یا تین مرتبہ پڑھنا خلاف مستحب کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۳۶﴾ تبدیل عیدگاہ

سوال: ایک گاؤں میں برسوں سے ایک عیدگاہ ہے، آج تک ہم وہیں عید کی نماز پڑھتے تھے، اور آج بھی پڑھتے ہیں۔ بارش کے موسم میں عیدگاہ جانے آنے میں سخت دشواری ہوتی ہے، اس لئے ہمارا ارادہ یہ ہے کہ اس عیدگاہ کو شہید کر کے گاؤں کے قریب ایک نئی عیدگاہ بنائیں۔ لہٰذا آنجناب شریعت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اس طرح عیدگاہ شہید کر کے اسے ویران رکھ کر ہم نئی عیدگاہ تعمیر کر سکتے ہیں؟ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ عیدگاہ کو ویران کر کے دوسری عیدگاہ بنانے کا کام بے فائدہ ہے، راستہ کی تکلیف ہو تو اسے درست کرنا چاہئے، نیز آبادی سے دور عیدگاہ کا ہونا سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۳۷﴾ شہر کے اندر کسی میدان یا پارک میں عید کی نماز ادا کرنے سے عیدگاہ کی سنت ادا ہوگی؟

سوال: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ

عیدگاہ کے کیا شرائط ہیں؟ خاص طور پر یہ بتلائیں کہ عیدگاہ کا شہر سے باہر ہونا ضروری ہے؟ انگلینڈ کے بڑے شہروں میں مثلاً لیسٹر، بریڈ ورڈ، برمنگھم وغیرہ جہاں مسلمان کافی تعداد میں

بستے ہیں وسط شہر میں یعنی مسلمانوں کی آبادی میں کسی پارک میں نماز عید یا پھر فناء شہر ضروری ہے؟

پارک میں عید پڑھنے کے لئے دس سے پندرہ ہزار پونڈ کا خرچہ ہوسکتا ہے، کیا اس صورت میں بھی عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنی چاہئے؟ (خاص طور پر جبکہ نماز عید وسط شہر میں عورتوں کے لئے عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ممانعت کے باوجود ان کے آنے کا اندیشہ ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ پارک میں پڑھیں یا مسجد میں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ مسجد نبوی کی اتنی فضیلتوں کے باوجود حضور ﷺ نے عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھی ہے صرف بارش کی وغیرہ کے عذر سے مسجد میں پڑھنا کتب حدیث سے ثابت ہے۔ (ابوداؤد شریف)

شہر کے آبادی سے باہر شہر سے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے جو وسیع میدان ہوتا ہے، ایسی جگہ پر عیدگاہ یا عید کی نماز کے لئے انتظام کرنے سے یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ عیدگاہ کے لئے وقف ہونا ضروری نہیں، پارک یا شہر کے اندر کسی مقام میں جمع ہو کر عید کی نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی مگر عیدگاہ کی سنت ادا نہ ہوگی۔ اس کے لئے تو مقامی آبادی سے باہر ہونا سنت کے مطابق ہے۔

عورتوں کے لئے عید کی نماز واجب بھی نہیں ہے اور ان کو پنج وقتہ نماز کیلئے مسجد میں حاضر ہونا بھی مکروہ تحریمی ہے تو عید کے لئے عیدگاہ میں جانا بھی شرعاً منع اور مکروہ تحریمی ہوگا۔ اگر جانا چاہیں تو سختی سے روکنا ہوگا۔

فتاویٰ دارالعلوم جدید ۱۸۵/۵ "الخروج الی المصلی یوم العیدین لصلوٰتہا بالقول المعتبر و لاصحیح عند عامۃ الفقہاء سنۃ مؤکدۃ اہ"۔ و اما مواضع الذی کان

یصلی نبی الله ﷺ فیه صلوات العیدین هو موضع لاصحراء خارضه المدینة المنورة اه ۔ نیز ۵/۱۹۵ میں لکھا ہے کہ نماز عیدین کے لئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ صحراء میں آبادی سے باہر پڑھیں۔ عیدگاہ قدیم جو کہ مسجد نماز پنجگانہ ہوگئی اور بستی کے اندر آگئی وہ بحکم جبانہ یعنی صحراء نہیں رہی۔ ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عید اه ۔ الدر

اب رہا یہ سوال کہ ہم یو کے میں رہنے والے اس سنت کی ادائیگی کے لئے کیا کریں؟ تو اس کے لئے تو اس مختصر سے خط میں جواب ناکافی ہے ارباب حل وعقد دیندار متقی صاحب بصیرت حضرات سے متفقہ راستہ دریافت کیا وقتی جوش اور جذبہ میں ناسمجھی سے قدم نہ اٹھایا جائے۔

حضور اقدس ﷺ کی کسی بھی سنت کی ادائیگی یا اس متروکہ سنت کو پھر جاری کرنے کا ثواب اور فضیلت بھی بہت ہے اور ہونا اور کرنا بھی چاہئے مگر ہماری دینی امور سے اور اس کے لئے اخراجات اور انتظام سے کنارہ کشی اور فرقہ بندی اور عدم اطاعت کا جذبہ سیاسی طور پر کمزوری وغیرہ یہ سارے امور ایسے ہے کہ اس وقت مقامی مسجدوں میں ہی پڑھتے رہیں اور لوگوں میں سنت کو سنت کی رعایت کے ساتھ ادائیگی کا جذبہ پیدا کیا جائے پھر پورے اہتمام کے ساتھ اس اس طرح دوسری سنتوں پر عمل کیا جائے۔ اللہ الموفق وہو یھدی السبیل فقط اللہ اعلم

فصل مایتعلق باستعمال المکرفون فی الصلوات الخمسۃ و الجمعۃ و الاعیاد

﴿۹۲۸﴾ نماز میں آلۂ مکبر الصوت کا استعمال

سوال: ہمارے یہاں انگلینڈ میں انڈیا کی طرح باقاعدہ (شرعی) مساجد بہت ہی کم ہیں، زیادہ تر مکانات، یا پرانی عمارتیں، ہال یا کلیسا وغیرہ خرید کر اس میں پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے پہلے ایک بڑا ہال خریدا تھا، اس میں فی الحال نماز پڑھتے ہیں، اور ایک کلیسا خرید کر اس کو مسجد کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح دو مقام پر دو مکان خرید کر اس میں پانچ وقت کی نماز اور جمعہ ادا کرتے ہیں، مذکورہ کلیسا کے بالائی منزل میں دو بڑے اور ایک چھوٹا کمرہ ملا کر کل تین کمرے ہیں، اسی طرح ایک بڑا کمرہ ہے جس میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں، اس کے نیچے تہہ خانہ میں کمرے ہیں، وہاں بھی خدا کے فضل و کرم سے جمعہ اور عید اور رمضان المبارک میں لوگ نماز پڑھتے ہیں، اور سارے کمرے بھر جاتے ہیں، اسی طرح جن جگہوں پر کمرے لے کر پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی ہے وہ مکانات بھی جمعہ کے دن اور رمضان المبارک کے دنوں میں (تراویح میں بالائی منزل کے اور نیچے تہہ خانہ کے کمرے) بھر جاتے ہیں، اس کی وجہ سے ہم خطبہ میں اور جماعت سے ادا کی جانے والی نماز میں اور تراویح میں ابھی بھی مائک کا استعمال برسوں سے کر رہے ہیں، اگر مائک کا استعمال نہ کریں تو نمازوں میں اور تراویح اور جمعہ کی نماز میں سخت انتشار کا خطرہ رہتا ہے، اور اگر ہر کمرے اور ہر جگہ مکبر رکھے جاتے ہیں تو اور بھی دشواری ہوتی ہے، اس لئے ابھی تک مائک کا استعمال جاری ہے۔

تو مسؤل بہ امر یہ ہے کہ مائک سے جماعت کی نماز ادا کی جائے تو جماعت کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور مائک سے ادا کی ہوئی نماز صحیح کہلائے گی یا نہیں؟ اور مائک کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اس کا تفصیلی جواب مرحمت فرما کر احسان مند فرمائیں۔ تا کہ عوام میں جو اختلاف ہوا ہے وہ دور ہو سکے اور فتنہ سے نکلنے کا صحیح راستہ معلوم ہو سکے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز دین کا ستون ہے، اس لئے جہاں تک ہو سکے اسے سنت طریقہ کے مطابق سادگی سے ادا کر کے عبدیت کی شان پیدا کرنی چاہئے، لیکن یو کے ممبئی اور حرمین میں حالات کے پیش نظر نماز میں مائک کا استعمال جائز ودرست ہے۔

صورت مسئولہ میں نماز اوپر نیچے جدا جدا کمروں میں ادا کی جاتی ہے، اور مکبرین سے بھی انتشار ہو سکتا ہے، اور مقتدی بھی دینی احکام سے پورے باخبر نہیں ہوتے، ان حالات میں لاؤڈ اسپیکر کا نماز میں ضرورت کے مطابق استعمال کیا جائے، تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، اور نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۳۹﴾ بلا ضرورت نماز میں مائک کا استعمال

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں فرض نمازیں لاؤڈ اسپیکر میں ہوتی ہیں، اسپیکر کا برقی تار مسجد کے خادم کے پاس سے گزرتا ہے، اور اس کے پیر کے پاس اس کی سوئچ رکھی گئی ہے، فرض نماز کے وقت اگر مائک شور کرنے لگے تو مسجد کے خادم کو اسے پیر سے سوئچ دبا کر بند کرنا پڑتا ہے، تا کہ اسپیکر بند ہو جائے، ایسی ہدایت متولی کی طرف سے دی گئی ہے، اور اس ہدایت پر پابندی سے عمل کرنا خادم کے لئے ضروری ہے۔

مذکورہ بالا قصہ میں مسجد کے خادم سے یہ خدمت لینا جائز ہے؟ مقتدیوں کے بارہا منع کرنے کے باوجود متولی کا اپنی بڑائی اور تعصب کی وجہ سے مائک پر اصرار کرنا اور یہ رواج جاری

رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ طریقہ بے ضرورت اور تکلیف دہ ہے، اس لئے جلد از جلد اسے ترک کر کے سنت طریقہ کے مطابق نماز ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بلا ضرورت لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھنے سے فقہاء منع کرتے ہیں۔

﴿۹۴۰﴾ نماز میں مائک کا استعمال

سوال: مسجد میں جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے امام صاحب تقریر کرتے ہیں پھر خطبہ پڑھتے ہیں، تب لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہوتا ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ جماعت خانہ سے باہر صحن میں دور بیٹھے ہوئے مصلیوں تک آواز پہنچ سکے، تو پھر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کیوں استعمال نہیں کر سکتے؟ نماز پڑھانے والے امام صاحب کا آواز دور کے مصلیوں تک نہیں پہنچتا ہے، اس کے پیش نظر کیا مائک استعمال نہیں کر سکتے؟ کیا یہ مصلی صرف مکبر کی تکبیر کا آواز سن کر صرف رکوع وسجدہ ہی کرتے رہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اذان، خطبہ اور تقریر کے لئے کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اس میں بلا تردد اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔ اور نماز میں اس کا استعمال پسندیدہ نہیں ہے، اس لئے کہ لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز اصل متکلم کی آواز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء اور لاؤڈ اسپیکر کے ماہرین میں بہت ہی اختلاف ہے۔

اگر یہ حقیقت میں متکلم کی آواز نہیں ہے، جیسا کہ بعض ماہرین کا کہنا ہے، تو رکوع وسجدہ امام کی آواز پر نہ ہوگا، اور لاؤڈ اسپیکر جو ایک بے جان چیز ہونے کی وجہ سے نماز میں شریک نہیں ہے اس کی آواز پر رکوع وسجدے ہوں گے، اور اس صورت میں تمام فقہاء کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی، لہذا نماز جیسی اہم اور بنیادی عبادت میں احتیاط پر ہی عمل کرنا چاہئے۔

نیز قرأت کا ہر مصلی کو سنانا ضروری نہیں ہے، اور رکوع وسجدہ کے لئے مکبر کا انتظام کر کے آسانی سے بلا حرج نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہ پڑھی جائے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'')۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴۱﴾ جمعہ اور عیدین میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال: ہمارے یہاں ایک بڑی مسجد ہے، مسجد کا جماعت خانہ وسیع ہے، پنج وقتہ نمازوں میں مصلیوں کی بہت کثرت ہوتی ہے، جمعہ اور عید میں مصلیوں کی تعداد اور بڑھ جاتی ہے، اس لئے تمام نمازیوں کے کانوں تک امام صاحب کی آواز پہنچ جائے اس کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جمعہ اور عیدین اور خطبہ کے لئے کیا جاتا ہے، تو اس طرح نماز اور خطبہ میں مائک کا استعمال جائز ہے؟ متولیان اور بہت سے مصلیان مائک کے استعمال پر اصرار کر رہے ہیں، اور بعض حضرات اس کی مخالفت بھی کر رہے ہیں، تو صحیح عمل کیا ہے؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... اذان، تقریر اور خطبہ کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جمعہ، عیدین یا کسی دوسری نماز میں اس کے استعمال کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے،، نیز لاؤڈ اسپیکر کے ماہرین کے اقوال بھی اس میں مختلف ہیں، کہ لاؤڈ اسپیکر سے سنائی دینے والی آواز اصل امام کی آواز ہے یا نہیں ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس مسئلہ پر محقق بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ: نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں فائدہ سے نقصان زیادہ ہے، اس لئے نماز میں اس کے استعمال سے

پرہیز اور ممنوع ہونے کا ہی فتویٰ دینا چاہئے۔اور کبھی اتفاقاً کسی جگہ نماز میں اس کا استعمال کرلیا جائے تو اختلاف کی وجہ سے نماز کے فساد کا حکم نہیں دیا جائے گا،اس لئے نماز جیسی اہم اور بنیادی عبادت میں احتیاط کرنا ہی بہتر ہے۔اور مکبرین کا انتظام کر کے نماز پڑھنی چاہئے،تاکہ بالاتفاق بلا اختلاف علماء نماز صحیح ہوجائے۔(آلات جدیدہ کے شرعی احکام، فتاویٰ دارالعلوم،امدادالفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴۲﴾ اذان میں مائک کا استعمال

سوال: کیا آلۂ مکبر الصوت میں اذان دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آلۂ مکبر الصوت میں اذان دینا بلاتردد جائز اور درست ہے،نیز تقریر کرنا اور خطبہ دینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴۳﴾ فرض نماز اور تراویح میں مائک کا استعمال

سوال: کیا امام صاحب فرض نماز،تراویح وغیرہ مائک میں پڑھادیں تو جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......نماز میں خاص ضرورت کے بغیر مائک کے استعمال سے بچنا چاہئے،اور سادگی اور سنت طریقہ کے مطابق نماز جیسی اہم عبادت ادا کرنی چاہئے۔نماز میں اس کے استعمال میں کچھ خرابیاں ہیں،جن سے نماز میں عدم اطمینان کا بھی اندیشہ رہتا ہے،اس لئے اشد ضرورت کے بغیر اس کے استعمال سے احتراز کرنا چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴۴﴾ وعظ میں مائک کا استعمال

سوال: مولوی صاحبان نیز مفتی صاحبان اپنے وعظوں میں مائک کا استعمال کرتے ہیں،کیا

یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وعظ و دیگر ضروریات میں مائک کا استعمال شرعاً جائز ہے، لہذا وعظ، اذان اور خطبہ وغیرہ میں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴۵﴾ لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھانے سے متعلق ایک سوال

سوال: امام صاحب اکثر بغیر ضرورت کے لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں پڑھاتے لیکن اگر کوئی مہمان خصوصی بڑے قاری صاحب یا کوئی اچھے مقرر حضرات تشریف لاتے ہیں تو اس وقت نماز پڑھانے کی دعوت دیتے ہیں تو اکراماً اور احتراماً اس وقت لاؤڈ اسپیکر دیا جاتا ہے اور حضرات اکابر اس میں نماز پڑھاتے ہیں چاہے مصلی کم ہو یا زیادہ۔

بہر صورت لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ نماز پڑھانے کا کیا مسئلہ ہے؟ ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔ جبکہ مصلی اور مسجد کے ذمہ دار حضرات بھی لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھانے کو چاہتے ہیں۔

(۲) اگر نماز لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ پڑھانے میں کراہت ہے تو کراہت کس چیز میں ہے نفس نماز میں یا کسی خارجی چیز میں۔ اس کو بھی مفصل بیان کر کے ممنون ہوں۔

(۳) اگر اس طرح لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھادی پھر کیا بعد میں اس پر نکیر کر سکتے ہیں اور مسئلہ پر نکیر کرنا کیسا ہے؟ ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ا...... نماز اللہ تعالیٰ کی بہت اہم اور خاص عبادت ہے جہاں تک ہو سکے اس کو حضور اقدس ﷺ کے طریقہ کے مطابق پڑھنی چاہئے۔ امام صاحب بغیر ضرورت کے لاؤڈ اسپیکر میں نماز نہیں پڑھاتے، اچھا کرتے ہیں۔ اگر

ضرورت ہو آواز دور تک پہونچانا ہو لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا درست ہے، اور اس میں پڑھی گئی نماز بھی درست ہے۔

مہمان خصوصی کے آنے پر ان کو نماز پڑھانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر دینا ان کا اعزاز نہیں ہے بلکہ ضرورت پر ہی منحصر ہے لہذا ضرورت نہ ہو تو اس کا استعمال بے فائدہ اور بے کار ہوگا۔ کیونکہ اس میں فائدہ کی جگہ خرابی زیادہ ہے اسلئے ناپسند کیا گیا ہے۔ اگر کبھی مجمع زیادہ ہے اور مکبرین سے کام نہیں چل سکتا جیسے حرم شریف یا تبلیغی اجتماع وغیرہ میں تو آواز پہنچانے کے لئے اس کا استعمال کرنا درست ہے۔ چھوٹی مسجد کہ جہاں امام کی نقل وحرکت یا آواز سن کر سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھی جا سکتی ہے وہاں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ بغیر ضرورت کے امام کی قرأت یا تکبیرات کی آواز کو بلند کرنا ہے، اس لئے مکروہ ہوگا۔ شامی: ۲/۱/۷۱ پر لکھا ہے و اعلم ان التبلیغ عند عدم الحاجة اليه بان بلغهم صوت الامام مكروه الخ۔

اگر بغیر ضرورت کے صرف شوقیہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر رہے ہیں تو وہاں نرمی سے نکیر کرنی چاہئے، تشدد اور اختلاف نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۳۶﴾ کم مقتدی ہوں تب مائک چالو کرنا کیسا ہے؟

سوال: مسجد کے جماعت خانہ اور صحن میں ۲۰ صفیں ہیں، امام صاحب کی آواز سب کو برابر سنائی دیتی ہے، جمعہ اور عید یا کسی خوشی کے موقعوں سات آٹھ صفیں ہوتی ہیں، تب متولی صاحب مائک چالو کرنے کے لئے کہتے ہیں، اور امام صاحب منع کرتے ہیں، پھر بھی مائک کی سوئچ چالو کر دیتے ہیں، تو اس طرح مائک چالو کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... نماز اسلام کی خاص اور اہم و بنیادی عبادت ہے، اس لئے جہاں تک ہو سکے سنت طریقہ کے مطابق اور اصل حالت کے مطابق پڑھنی چاہئے۔ خاص مجبوری اور ضرورت کے بغیر سائنسی تکنیک سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔

آپ کے یہاں مصلیوں کو امام صاحب کی تکبیرات کی آواز برابر سنائی دیتی ہے تو اس صورت میں متولی صاحب کو مائک نہیں چالو کرنا چاہئے، اگر مصلی زیادہ تعداد میں ہوں تو مائک کا استعمال نماز کے لئے کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب المساجد

﴿۹۴۷﴾ مسجد کی صحن میں لوگوں کو کھانا کھلانا

سوال: بعد سلام مسنون! مندرجہ ذیل مسائل کا شرعی حل بتا کر ممنون فرمائیں۔
ہمارے گاؤں کی مسجد کا جماعت خانہ دو منزلہ ہے، بالائی منزل پر مدرسہ پڑھایا جاتا ہے، اسی طرح کبھی مسلم بھائی بہنوں کو کھانا کھلانے کے لئے بھی بٹھایا جاتا ہے، تو کیا یہ جائز ہے؟ نیچے کے جماعت خانہ سے باہر صحن ہے، وہاں پینے کے پانی اور وضو خانہ کا انتظام کیا گیا ہے، وہ صحن جماعت خانہ میں داخل ہے؟ کیا وہاں فرض نماز با جماعت مجبوری میں یا بغیر مجبوری میں پڑھنا جائز ہے؟ اور اس صحن میں بھائی بہن کھانا کھا سکتے ہیں؟ اور جماعت خانہ کتنے منزلہ تک شمار ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کا جماعت خانہ زمین سے لے کر آسمان تک پورا جماعت خانہ ہی شمار ہوگا۔ اس لئے اس کا ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جس طرح جماعت خانہ میں حائضہ کا داخل ہونا ممنوع ہے، اسی طرح اس کے بالائی منزلوں پر بھی داخل ہونا، اور غیر معتکفین کو کھانا کھلانا ممنوع ہے۔ صحن کو جماعت خانہ میں شامل نہ کیا ہو تو وہ جگہ جماعت خانہ سے باہر ہے، لیکن وہ جگہ بھی مسجد کی حد میں داخل ہونے کی وجہ سے کھانا کھلانے کے لئے مردوں، عورتوں کو وہاں بٹھانا خلاف ادب ہونے کی وجہ سے مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۴۸﴾ مسجد میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال: مسجد کے جماعت خانہ میں سلام پڑھ رہے تھے، اس وقت دو شخص آئے اور کہنے

لگے: کہ مسجد میں حضور پاک ﷺ پر سلام بھیجنے سے مندر اور مسجد میں کوئی فرق نہیں رہتا، تم مسلمان سلام پڑھتے ہو، اور وہ بھجن (ہندوؤں کا اپنے خدا اور معبدوں کی حمد وثنا کرنا) گاتے ہیں، تو کیا سلام پڑھنے سے مسجد کی اہمیت کم ہو جاتی ہے؟ اور مسجد اور مندر میں کوئی فرق نہیں رہتا؟ کیا سلام بھی بھجن کی طرح اہمیت رکھتا ہے؟ کیا ایسے الفاظ کہنے والا گنہگار نہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت، ذکر، درود شریف وغیرہ کی جگہ ہے، اس میں شور کرنا، بے ادبی کرنا جائز نہیں ہے، فقہاء وہاں تلاوت وذکر بھی بلند آواز سے کرنے سے منع فرماتے ہیں، تاکہ دوسرے نماز پڑھنے والوں کو حرج نہ ہو۔

حضور ﷺ پر درود پڑھنا بہت ہی ثواب کا کام ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں بدعتی وجہلاء حضرات جس طرح اور جس نیت سے کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ سنت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اور اس پر مصر ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ سمجھا کر نرمی سے اس کام سے روکنا چاہئے، لیکن اس سے روکنے میں سختی یا بدکلامی کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

﴿۹۴۹﴾ مسجد کے نیچے پاخانہ کا کنواں رکھنا

سوال: ہمارے یہاں پرانی مسجد شہید کر کے نئی بنانے کا ارادہ ہے، اس لئے کہ حال کی آبادی کو دیکھتے ہوئے پرانی مسجد بہت چھوٹی معلوم ہوتی ہے، اور جمعہ اور بڑی راتوں میں مصلیوں کی کثرت ہو جاتی ہے، اور اتنی تعداد ہو جاتی ہے کہ مصلیوں کو نماز پڑھنے کے لئے جگہ نہیں رہتی، اس وجہ سے کسی بھی حالت میں مسجد کو وسیع کرنا ضروری ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ مسجد کو وسیع کرنے میں مسجد کا پاخانہ کا کنواں مسجد کے نیچے آجاتا ہے، تو اس طرح مسجد کی تعمیر کرنا درست ہے جس سے پاخانہ کا کنواں مسجد کے نیچے آجاتا ہو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کو حسب ضرورت وسیع کرنا درست ہے، مسجد حرام اور مسجد نبوی ضرورت کے مطابق وسیع کی گئی ہیں، اور جو نئی جگہ مسجد کے وسیع کرنے میں داخل مسجد ہو جائے اس کا احترام بھی اور ثواب کا حکم وہی ہے جو پرانی مسجد کا رہتا ہے۔

اس لئے مسجد کو وسیع کرنے میں پاخانہ کا کنواں مسجد کے اندر آجاتا ہو، اور اس کنویں میں ناپاک پانی آتا رہتا ہے تو چونکہ مسجد کو پاک رکھنا ضروری ہے، اور اس سے اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، لہٰذا اتنی جگہ کو مسجد (جماعت خانہ) میں شامل نہ کیا جائے، یا پاخانہ کے کنویں کے طور پر اس کا استعمال بند کر دیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۰﴾ درمیان نماز اگر خونی حملہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: زید اور عمر کے درمیان تجارتی لین دین رہتی تھی، زید نے عمر کو تجارت کے لئے پیسے دیئے تھے، اور نفع میں شراکت متعین کی ہوئی تھی، کچھ دن یہ معاملہ رہا۔ اس عرصہ میں عمر نے جو رقم زید سے تجارت کے لئے لی تھی اسے دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اصل رقم میرے پاس نہیں رہی، جیسے جیسے آئے گی ویسے ویسے دوں گا۔ زید نے بارہا مطالبہ کیا، تب عمر نے بھی ترش روئی دکھانی شروع کی، اور دونوں میں بات بڑھ گئی، اور عمر نے زید پر ہتھیار سے حملہ کر کے سخت زخمی کر کے ہسپتال پہنچا دیا، اس درمیان گاؤں کے ذمہ داروں نے درمیان میں آکر زید کو بتایا کہ: جو رقم تو نے دی ہے اس کے لئے ابھی عمر کے پاس انتظام نہیں ہے، جیسے انتظام ہو جائے گا ویسے ویسے ہم اس سے وہ رقم تمہیں دلاتے رہیں گے۔

زید ہسپتال کے علاج سے ٹھیک ہو کر گھر آیا، چلتا پھرتا ہو گیا، تو دو چار بار زید نے چھوٹے چھوٹے حملے عمر پر کئے، بار بار صلح کراتے رہے، اخیر میں جمعہ کے دن عمر نماز کے لئے مسجد

میں آیا، جمعہ کی فرض نماز امام صاحب پڑھا رہے تھے، پہلی رکعت کے سجدہ میں پوری جماعت تھی، اس وقت دو تین صفوں کے پیچھے سے صفوں کو چیرتا ہوا آگے آیا، زید نماز کی حالت میں تھا، اور عمر پر حملہ کر کے زخمی کر دیا، عمر نے قوت برداشت سے کام لیا، اور زید نماز چھوڑ کر بھاگ گیا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اسلام اخوت اور بھائی چارگی کی تعلیم دیتا ہے، اس کے اصول، تعلیم اور اعمال صحابہ اس پر بین طور پر دال ہیں، دنیا کی دوسری قومیں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ قرآن شریف اور حدیث پاک میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتایا گیا ہے، اور آپس میں ایک دوسرے کا احترام وادب برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپس میں اختلاف ولڑائی جھگڑے کو ممنوع کہہ (بتا) کر بڑی خیر وبرکت سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ علامہ نوویؒ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ: آپس میں لڑائی جھگڑا کرنا کافروں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (۵۸/۱)

مسجد ایک محترم جگہ اور مسلمانوں کی عبادت کی جگہ ہے، اور جو شخص نماز کی حالت میں ہوتا ہے وہ گویا کہ خدا کے دربار میں خدا کے روبرو کھڑا ہوا ہوتا ہے، مسجد میں جائز شرعی سزاؤں کے نفاذ سے بھی شریعت نے منع فرمایا ہے۔ ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسجد میں جمعہ کے مبارک دن میں اور جمعہ جیسی عظیم رتبہ والی نماز کے درمیان اور سجدہ کی حالت میں جب کہ نمازی خدا سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، چھری سے حملہ کرنا بہت ہی بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل شنیع ابولولؤ کے فعل سے تشبیہ رکھتا ہے جس نے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا تھا، البتہ وہ ایک مجوسی کافر تھا۔

خیر! ایسے شخص کو جماعت والے سبق سکھانا چاہیں تو قبائلی دباؤ ڈال کر ایسا کر سکتے ہیں، حملہ کرنے والے کے لئے بھی سچے دل سے توبہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ تعزیر کے لئے کوئی حد مقرر یا ضروری نہیں ہے۔ (شامی:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۱﴾ مسجد میں اگربتی سلگانا

سوال: مسجد کے اندرونی حصہ میں یعنی جماعت خانہ میں خوشبو کے لئے اگربتی جلا سکتے ہیں یا نہیں؟ سنا ہے کہ اگربتی کو گوبر سے بنایا جاتا ہے، تو اس کی کیا حقیقت ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں خوشبو کرنا یا خوشبو پھیلے ایسی کوئی چیز سلگانا مثلاً: لوبان یا اگربتی وغیرہ بلاشبہ جائز اور درست ہے، بلکہ نیکی کا کام ہے۔ بغیر تحقیق کے کہنا: کہ اگربتی گوبر سے بنتی ہے، صحیح نہیں ہے، ہمارے علم کے مطابق اگربتی میں گوبر کا حصہ نہیں ہوتا، دوسرے مسالے ملا کر بنائی جاتی ہے۔ اس لئے جب تک یقین نہ ہو جائے ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۲﴾ مسجد میں ذی روح کی تصویر رکھنا منع ہے۔

سوال: مسجد کے اندر ذی روح کی تصویر رکھنا مثلاً: اگربتی یا دیاسلائی وغیرہ پر گھوڑے یا ہاتھی کی تصویر ہوتی ہے تو یہ مسجد کے اندر رکھنا گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذی روح کی تصویر مسجد میں رکھنا سخت منع ہے، اس لئے ایسی دیاسلائی پر سے تصویر والے کاغذ کو دور کرنا چاہئے، پھر بھی عام استعمالی اشیاؤں پر آنے والی ذی روح تصاویر، مثلاً: دیاسلائی، کاپی وغیرہ میں مجبوراً گنجائش ہے، اس لئے

کہ اس میں تصویر مقصود نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۳﴾ مسجد میں سات سال سے کم عمر کے بچوں کو نہ آنے دینا

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد میں نابالغ چھوٹے چھوٹے بچے نماز کے وقت پر آتے ہیں، اور کھیل کود کرتے ہیں، تو مسجد میں ان چھوٹے بچوں کو مارنا کیسا ہے؟ نیز مسجد میں تعلیم دیتے وقت مسجد ہی میں مارنا جائز ہے یا نہیں؟ مسجد کے ادب کے خلاف تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں سات سال سے کم عمر کے بچوں کو نہیں آنے دینا چاہئے، مسجد میں مارنے سے دوسری کوئی خرابی پیدا نہ ہوتی ہو (مثلاً: شور، ناپاکی، لڑائی وغیرہ) تو تعلیم ادب کے لئے تھپڑ مار سکتے ہیں۔ مسجد میں شور کرنا، چیخ کر بولنا یا دوسرے مصلیوں کو خلل ہو ایسا کوئی کام کرنا منع اور مکروہ ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ:۱/۴۷۳)

﴿۹۵۴﴾ سات سال سے کم عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا

سوال: والد خود اپنے ساتھ اپنے چھوٹے (ناسمجھ) بچوں کو مسجد میں جماعت کے وقت پر لاتے ہیں، اور جماعت شروع ہونے کے بعد بچے شور شرابہ کرتے ہیں، اور صف میں نمازیوں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ تو صورت مسئولہ میں باپ گنہگار ہوگا؟ ایک شخص نے مسجد خود بنا کر وقف کی، کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟ کیا اس کے لئے اجازت ہے؟ کیا اس کے لئے مسجد کی تعظیم ضروری نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سات سال سے بڑے بچوں کو مسجد میں لانا منع نہیں ہے، اس سے چھوٹی عمر کے بچوں کو نماز کے لئے مسجد میں لانا منع ہے۔ سات سال کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم ہے، اور دس سال کے بعد ڈرا دھمکا کر بھی نماز پڑھانے کا حدیث

میں حکم ہے، تاکہ عادت بنے، اس لئے ایسے بچے شور کرتے ہوں تو انہیں سمجھا کر روکنا چاہئے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۵﴾ مسجد میں بدبودار چیز لے کر جانا خلاف ادب ہے۔

سوال: مسجد کی حد میں مٹی کا تیل ڈال کر لال ٹین (فانوس) جلایا جاتا ہے، تو مسجد کی حد میں اس کا جلانا شرعی نقطۂ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مٹی کے تیل (کیروسین) میں بدبو ہوتی ہے، اور مسجد میں بدبودار چیز لے جانا یا رکھنا خلاف ادب ہے۔ اس لئے لال ٹین (فانوس) وغیرہ مسجد کی حد میں جلانا منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۶﴾ مسجد میں سونا

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد میں ایک حافظ صاحب جو مکتب پڑھاتے ہیں، روزانہ مکتب پڑھانے کے بعد دوسری تیسری صف میں چادر وغیرہ کچھ بچھائے بغیر سو جاتے ہیں، ان کا مکان بھی ہے پھر بھی انہوں نے روزانہ کی یہ عادت بنالی ہے، ہم نے علماء سے سنا ہے کہ محلہ کے لوگوں کا مسجد میں سونے کی عادت بنالینا منع ہے، لہذا پوچھنا یہ ہے کہ اس حافظ صاحب کا اس طرح کا سونا کیسا ہے؟ مسجد میں سو سکتے ہیں یا نہیں؟ مکروہ تحریمی ہے یا حرام ہے یا ناجائز ہے؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ اور خدائی دربار ہے، اس کا احترام ہر مسلمان کو کرنا چاہئے، مسجد دنیوی آرام گاہ یا ریسٹ روم نہیں ہے، اس کا خیال رکھنا چاہئے، اور ایسا فعل کرنا ناجائز اور مکروہ تحریمی تک پہنچ جاتا ہے، لیکن کوئی شخص عالم ہے،

بچوں کو پڑھاتا بھی ہے، صبح شام مدرسہ پڑھا کر نماز اور جماعت کی پابندی کا خیال رکھتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آرام کرنے کے ارادہ سے سوتا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ (عالمگیری)۔ بہتر یہ ہے کہ جماعت خانہ کے باہر آرام کیا جائے، اور جماعت خانہ میں آرام کرنا ہو تو اعتکاف کی نیت کر کے مصلیوں کو تکلیف نہ ہو اس طرح سو سکتے ہیں۔

﴿۹۵۷﴾ نئے تعمیری کام کی وجہ سے مسجد میں سہولت نہیں ہے تو نماز کہاں پڑھی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کی نئی تعمیر کرنی ہے، تو جب تک مسجد کا تعمیری کام جاری ہے وہاں تک نماز کہاں پڑھنی چاہئے؟ مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ جمعہ کا خطبہ، نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اگر تعمیری کام کی وجہ سے مسجد میں جگہ نہ ہو تو کہاں پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد عبادت کرنے کی جگہ ہے، اور جو جگہ ایک مرتبہ مسجد کے طور پر وقف ہوگئی وہ قیامت تک مسجد ہی کہلائے گی، اور اس کا احترام کرنا اور ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے، لیکن عمارت پرانی ہو جانے کی وجہ سے نئے سرے سے تعمیر کرنا پڑے تو پرانی عمارت کو توڑ کر اس کی جگہ نئی عمارت تعمیر کر سکتے ہیں۔

نئی تعمیر کرنے میں اگر وہاں سہولت اور جگہ ہو تو وہاں جماعت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں، اور جگہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے یا تعمیری کام کی ضرورت کی وجہ سے وہاں نماز پڑھنے کی سہولت نہ ہو تو وہاں نماز پڑھنی ہی چاہئے ایسا کچھ ضروری نہیں ہے، نماز پڑھنے والے مصلی حضرات کی سہولت کو دھیان میں رکھتے ہوئے مدرسہ یا کسی ہال وغیرہ میں وقتی طور پر جماعت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں، اور ایسا کرنے سے وہ جگہ مسجد کے حکم میں نہیں آئے گی۔

﴿۹۵۸﴾ سود کی رقم مسجد کے تعمیری کام میں لگا سکتے ہیں؟

سوال: مسجد کی کچھ رقم بینک میں جمع ہے، اور اس رقم کے ساتھ سود بھی جمع ہے، تو وہ رقم سود کے ساتھ اٹھا کر مسجد کے تعمیری کام میں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر سود کی رقم خرچ نہیں کر سکتے، تو اس رقم کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اور سود کے لینے دینے پر سخت وعیدیں بتائی گئی ہیں، اس لئے ضرورت کی وجہ سے یا مجبوراً کچھ رقم بینک میں رکھنی پڑے اور اس پر سود ملے تو اس رقم کو لے کر سود کے گناہ اور وبال سے بچنے کی نیت سے کسی غریب محتاج مسلمان کو مالک بنا کر دے دی جائے، مسجد جیسی پاکیزہ جگہ کے لئے سود جیسی ناپاک رقم لگانا جائز نہیں ہے، سخت گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۵۹﴾ مسجد اور جماعت خانہ کے آداب

سوال: مسجد کے آداب اور جماعت خانہ کے آداب بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد مسلمانوں کی پانچوں وقت کی جماعت کے ساتھ عبادت کرنے کی پاکیزہ جگہ ہے، جس کا بہت ہی احترام اور ادب کرنا چاہئے، اور اسی وجہ سے اسے اللہ کا گھر بھی کہا گیا ہے، قرآن پاک اور حدیث شریف میں دنیا کی سب سے افضل جگہ بتا کر اس میں ہر طرح کی نامناسب حرکتوں سے احتراز کا حکم دیا گیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں حضرت فقیہ ابو اللیثؒ نے پندرہ آداب شمار کئے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت اگر مصلی حضرات ذکر وعظ وغیرہ میں مشغول نہ ہوں تو

سلام کر کے داخل ہونا، اور مسجد خالی ہو یا مصلی حضرات نماز وغیرہ میں مشغول ہوں تو آہستہ سے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہہ کر داخل ہونا چاہئے (۲) مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا (۳) مسجد میں خرید و فروخت سے احتراز کرنا (۴) ہتھیار نکالنے یا چلانے سے احتراز کرنا (۵) گم شدہ چیز کے لئے اعلان نہ کرنا (۶) اونچی آواز سے بات چیت یا شور شرابہ نہ کرنا (۷) دنیاداری کی باتیں نہ کرنا (۸) صفوں میں بیٹھے ہوؤں کی گردن نہ پھلانگنا (۹) صفوں میں جگہ لینے کے لئے لڑائی نہ کرنا (۱۰) صف میں زبردستی گھس کر دوسروں پر تنگی نہ کرنا (۱۱) نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہ گزرنا (۱۲) مسجد میں اِدھر اُدھر نہ تھوکنا (۱۳) انگلیاں نہ چٹخانا (۱۴) ناپاکی اور گندگی نہ کرنا، مجنون اور بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ لانا (۱۵) مسجد میں زیادہ سے زیادہ تلاوت اور ذکر وغیرہ عبادت کی جائے، وغیرہ وغیرہ، بیڑی تمباکو کھا کر مسجد میں نہ آنا، اگر کھایا ہو تو منہ صاف کر لینا، موبائل ساتھ میں ہو تو اس کی رنگ ٹون بند کر لینا، مسجد میں اپنے لئے کسی جگہ کو مخصوص نہ کر لینا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۰﴾ مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر بیان کرنا

سوال: ایک گاؤں کی مسجد میں مدرسہ کا انعامی جلسہ رکھا گیا تھا، اس میں تقسیم انعام کے بعد علماء حضرات کا بیان بھی رکھا گیا تھا، اس کے لئے ممبر کے پاس لکڑی کی کرسی لائی گئی، جس پر بیٹھ کر ان کا بیان رکھا گیا تھا۔ اس بارے میں کچھ بھائیوں نے کرسی پر بیٹھ کر بیان کرنے پر اعتراض کیا کہ مسجد میں ممبر ہونے کے باوجود کرسی کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس نظریہ پر مقرر حضرات کی توہین کی اور کرسی ہٹالی گئی۔

تو کیا ممبر ہونے کے باوجود کرسی پر بیان کرنا جائز نہیں ہے؟ اور کرسی پر بیٹھ کر بیان کرنے میں مسجد کی توہین ہے؟ اور مقرر شرعی رو سے گنہگار ہے؟ جبکہ بڑے بڑے مدارس میں ہمارے گجرات میں خاص کر سالانہ جلسہ میں اور انعامی جلسہ میں ہمارے علمائے کرام مسجد کے اندر ممبر ہونے کے باوجود کرسی پر بیٹھ کر بیان کرتے ہیں، اور تقریر کرتے ہیں، تو کیا یہ شریعت کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟ مدلل محقق جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں ممبر موجود ہونے کے باوجود کرسی پر بیٹھ کر بیان کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ اس میں مسجد کی بے ادبی یا توہین نہیں ہے، جو ایسا کہتے ہیں ان کی بات بغیر دلیل کے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۱﴾ مسجد کی سنگ بنیاد کون رکھے؟

سوال: ہمارے یہاں مسجد کی سنگ بنیاد ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کی سنگ بنیاد چھوٹے بچوں سے کرائی جائے، اس لئے کہ وہ معصوم اور بے گناہ ہیں، اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بڑی عمر کے وہ لوگ جو پانچ وقت کی نماز کے پابند ہیں ان سے کراؤ، اب کس سے کروانا افضل ہے؟ سنگ بنیاد کے وقت کونسی آیتیں، دعا مانگنی چاہئے؟ اور کس دن کرنا افضل ہے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد یا کسی دوسرے مکان کی سنگ بنیاد کسی سے رکھوانا ضروری نہیں ہے، البتہ! حصول برکت کے لئے کسی نیک، پرہیزگار اور دیندار شخص کے مبارک ہاتھوں سے بنیاد رکھی جائے تو یہ منع بھی نہیں ہے، اچھا اور بہتر ہے۔

اس موقع پر اللہ کا نام لینا چاہئے، اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے تعمیر خانہ کعبہ

کے وقت جو دعائیں مانگی تھیں ان کا پڑھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۲﴾ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ٹوپی پہننا

سوال: ایک بھائی شرٹ پہنتے ہیں، وہ مسجد میں داخل ہونے تک ٹوپی نہیں پہنتے، اور قضائے حاجت کے لئے بھی برہنہ سر جاتے ہیں، اور وضو کرنے کے بعد ٹوپی یا رومال باندھتے ہیں، تو اس طرح کرنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ یا نماز میں کوئی نقص آتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شرٹ پہننا فساق وفجار کا لباس ہونے کی وجہ سے اور ان سے مشابہت ہونے کی وجہ سے مناسب نہیں اور اس کا پہننا کراہت سے خالی نہیں۔ اور ٹوپی پہننا سنت اور اقتدائے رسول ہے، حضور ﷺ کبھی بھی برہنہ سر گھومے ہوں یہ ثابت نہیں ہے، نیز قضائے حاجت کے لئے بھی سر ڈھانک کر جانا سنت طریقہ ہے، اور کھلے سر جانا مکروہ ہے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ غلط اور قابل اصلاح ہے، لیکن نماز پڑھتے وقت ٹوپی یا رومال باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اس لئے نماز میں نقص نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۳﴾ مسجد کے جوار میں مسجد سے بلند مکان تعمیر کرنا

سوال: مسجد کے جوار میں یا مسجد کے قریب امام کے لئے مکان تعمیر کرنا ہے، تو مسجد سے بلند مکان تعمیر کر سکتے ہیں؟ کیا مسجد سے بلند مکان تعمیر کرنا حرام ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے جوار میں مسجد سے بلند اور زیادہ شان وشوکت والا مکان بنانا نہ تو حرام ہے اور نہ ہی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم) اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حدیث شریف کے فرمان کے مطابق تعمیر میں غیر ضروری خرچ کرنا

جس سے مقصود بڑائی اور اپنی شان کا اظہار ہو فضول خرچی ہے، اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۴﴾ مسجد میں اعلان کرنا کیسا ہے؟

سوال: مسجد میں جماعت ختم ہوتے ہی یہ اعلان کیا جاتا ہے:......

(۱) دو روپے ملے ہیں جس کے ہوں وہ آ کر لے لے (۲) گھڑی ملی ہے جس کی ہو وہ آ کر لے جائے (۳) قبرستان کے گھاس کی نیلامی ہے (۴) مسجد کے غیر ضروری سامان کی نیلامی ہے (۵) تھوڑی دیر تشریف رکھیں، کتابی تعلیم ہوگی۔

یہ اعلان کئے جاتے ہیں، کیا یہ اعلان مسجد میں کرنا جائز ہے؟ نیز اس وقت مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں، تو شریعت اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت اور ذکر و تلاوت کی پاکیزہ جگہ ہے، لہٰذا وہاں یہی کام ہونے چاہئے۔ وہاں لغو باتیں اور شور شرابہ کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز مسجد اشیاء کے اشتہار دینے یا اعلان کرنے کی جگہ نہیں ہے، اور جماعت خانہ کے باہر یہ مقصد بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ گم شدہ اشیاء کے اعلان سے بھی حدیث شریف میں صاف طور پر منع فرمایا گیا ہے، لہٰذا اس رواج کو بند کرنا چاہئے۔ اور اگر اعلان کرنا ضروری ہو تو جماعت خانہ سے باہر نماز سے قبل یا بعد میں بھی اعلان ہو سکتا ہے، اور اگر مسبوق کو اس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو ایسا کرنا ناجائز ہے اور ایسا کرنے سے گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۵﴾ تعمیر مسجد کی فضیلت

سوال: ہم ساؤتھ افریقہ میں برسوں سے ایک جگہ رہتے تھے، سرکار کے قوانین ایسے ہیں

کہ ہر قوم کو جدا جدا جگہوں پر رکھتے ہیں، اس قاعدہ کے مطابق ہمیں ایک الگ جگہ دی ہے، وہاں ہمارے بھائیوں نے اپنی وسعت کے مطابق زمین خرید کر خود کے رہنے کے لئے اچھے اچھے مکان بنائے ہیں، فی الحال پرانی جگہ پر صرف تجارت باقی ہے، وہ بھی تھوڑی مدت میں اس خطہ سے ختم ہو جائے گی۔

ہم جس جگہ رہتے تھے وہاں ہمارے پاس نماز پڑھنے کے لئے جماعت خانہ تھا (مسجد نہیں) بلدیہ نے مسجد کے لئے ایک جگہ مفت دینے کا فیصلہ کیا مگر مسجد کمیٹی نے وہ جگہ بجائے مفت لینے کے کچھ رقم دے کر خرید لی تو اب ہمیں مذکورہ جگہ پر جماعت خانہ بنانا چاہئے یا مسجد بنانی چاہئے؟

نوٹ: ہمارے گاؤں میں ۷ا گھر کی آبادی ہے، جس میں دو ہندو بھائیوں کے گھر ہیں، اور اس نئی آبادی میں عیسائیوں کی بڑی آبادی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کی اس نئی رہائشی جگہ میں مسلمانوں کے گھر بھی اچھی تعداد میں ہیں، اور وہاں کوئی مسجد بھی نہیں ہے، اور مسجد کے مناسب جگہ بھی اللہ نے دلا دی ہے، تو وہاں مسجد ہی بنانی چاہئے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں اس کی بہت سی فضیلت اور اہمیت آئی ہے۔ یہ جان لینا چاہئے کہ سب سے پہلے دنیا میں کوئی چیز بنائی گئی ہو تو وہ "کعبہ شریف" ہے۔ حضور ﷺ ہجرت کر کے جب نئی رہائش گاہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو راستہ میں سب سے پہلے "مسجد قبا" کی تعمیر کی۔ یہ مسجد طلوع اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور وہاں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔

نیز حدیث شریف میں تعمیر مسجد کی دوسری بھی بہت فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً: اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ مسجد ہے، جو کوئی رضائے الٰہی کے لئے

مسجد تعمیر کرے گا، تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائیں گے۔ (مشکوۃ، بخاری شریف) نیز دوسرے بہت سے کام مسجد سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہاں مسجد بنانا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اس بات کا خاص خیال رہے کہ شان وشوکت والی اور کاریگری کے نمونہ کے طور پر بنانا اچھا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

جو جگہ کسی کی زیر ملکیت نہ ہو، اور سب مسلمانوں نے اپنا حق ختم کر کے نماز کے لئے اسے وقف کر دیا ہو تو وہ جگہ شرعی وضاحت کے مطابق مسجد ہو جاتی ہے، چاہے اس پر عمارت، مینارہ وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ ایسی جگہ پر اعتکاف کرنا، نماز پڑھنا جائز ہے، اور مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب غیر مسجد کی نماز کے مقابلہ پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔ (ہدایہ: ۶۲۴/۲)

لہذا میونسپلٹی (بلدیہ) کے پاس سے جماعت نے جو زمین خرید کر وقف کی ہے اور وہاں نماز پڑھنا شروع کیا ہے تو وہ جگہ شرعی طور پر مسجد کہلائے گی۔

اور اگر جماعت نے وہ جگہ وقف نہ کی ہو، بلکہ اپنے زیر ملکیت رکھ کر صرف نماز پڑھنے کے لئے لوگوں کو عام اجازت دی ہو تو وہ شرعی مسجد نہیں کہلائے گی، صرف عبادت خانہ کہلائے گا۔ اسے مسجد کہنا درست نہیں ہے۔ (شامی: ۴۴۲/۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۶۶﴾ مسجد میں غیر مسلم کے چندہ کا استعمال

سوال: ایک گاؤں میں نئی مسجد تعمیر ہو رہی ہے، اس کے لئے پنچایت (غیر مسلم عوام) نے بھی چندہ دیا ہے، تو یہ چندہ تعمیر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں؟ مسلمانوں نے اس کے لئے ان کے پاس چندہ کا سوال نہیں کیا تھا، انہوں نے اپنی رضامندی سے دیا ہے، تو یہ رقم لینا کیسا ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما......غیر مسلم (کافر ومشرک) سے چندہ لینے میں دو باتوں کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے: (۱) وہ ثواب سمجھ کر دیتے ہوں، اور (۲) ان کے چندہ دینے سے مستقبل میں کسی طرح کی دخل اندازی کا اندیشہ نہ ہو، تو ان کا چندہ لینا یا دینی کام میں صرف کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۷﴾ مسجد میں سنگ مرمر پر کلمۂ طیبہ لکھنا

سوال: حال میں ہمارے گاؤں میں نئی مسجد تعمیر ہو رہی ہے، کچھ لوگوں کا ارادہ ہے کہ قبلہ کی جانب محراب کی کمان میں سنگ مرمر میں کلمۂ طیبہ کندہ کروائیں (کھودوائیں)، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما......مسجد کی جانب قبلہ کی دیوار پر کلمہ، قرآنی آیتیں وغیرہ لکھوانا یا سنگ مرمر میں کندہ کروا کر لگانے کو امداد الفتاوی میں مکروہ بتایا ہے۔ (۶۳۱/۲، فتاوی دار العلوم: ۳۳۲/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۸﴾ مسجد میں دو ممبر رکھ سکتے ہیں؟

سوال: محراب کی ایک طرف ایک ممبر رکھا جاتا ہے، اس کے بجائے دو ممبر رکھے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز ممبر کے تین زینے ہوتے ہیں تو خاص ممبر میں تین زینے رکھیں اور دوسرے ممبر میں دو ہی زینے رکھیں تو کیا وہ ممبر شمار ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما......حضور ﷺ کے مبارک زمانہ سے آج تک ایک ہی ممبر کا ہونا ثابت ہے، اس لئے دو ممبر نہیں رکھنے چاہئے۔

زاد المعاد میں حضور اقدس ﷺ کے ممبر کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ممبر کے تین زینے تھے، اور محراب کی طرف رخ کر کے آپ کھڑے رہتے تھے، دائیں جانب دیوار کی طرف رکھا گیا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۶۹﴾ محراب بنانا

سوال: اکثر جگہ مسجد میں قبلہ کی جانب محراب کے نام سے ایک گہری کمان بنائی جاتی ہے، کبھی تین محراب بھی بناتے ہیں، تو اس کا کوئی ثبوت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... محراب بنانا حدیث سے ثابت ہے، لیکن ایک شخص سجدہ کر سکے اتنا گہرا ہونا ضروری نہیں ہے۔ قبلہ کی جانب دیوار میں زینت کے لئے کمان بنانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۰﴾ مسجد میں سونے کے احکام

سوال: ایک شخص کو عبادت کا بہت شوق ہے، وہ رات گھر سونے کے بجائے مسجد میں سونا چاہتا ہے، تاکہ رات کو عبادت کر سکے۔ اور دوسرے ایک بھائی ہیں انہیں موسم گرما میں گھر میں گرمی لگتی ہے اس بناپر صرف گرمی میں مسجد میں سونا چاہتے ہیں، اور تیسرے ایک شخص کو گھر میں زیادہ افراد ہونے کی وجہ سے گھر چھوٹا پڑتا ہے، اس لئے دائمی طور پر مسجد میں سونا چاہتا ہے، تو ان لوگوں کا مسجد میں سونا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت اور ذکر وتلاوت کے لئے بنائی گئی ہے، کسی کے سونے کے لئے نہیں، البتہ معتکف مسجد میں سو سکتا ہے، سوال میں مذکورہ افراد کو مسجد میں سونے کی اجازت نہیں دینی چاہئے اس لئے کہ سونے والے مسجد کے آداب کا لحاظ نہیں رکھیں گے، اور اگر یہ مسجد شہر میں ہے تو مسافر خانہ بن جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۱﴾ سوال مثل بالا

سوال: مسجد میں سونے کے کیا قوانین ہیں؟ کوئی بھی شخص مسجد میں سو سکتا ہے؟ داخل مسجد کے حصہ کی حد کتنی ہے؟ اور خارج مسجد کے حصہ کی حد کہاں تک شمار کی جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں اللہ کی عبادت اور دینی کام ہونے چاہئیں، مسجد میں سونا خلاف ادب اور مکروہ ہے، البتہ معتکف کے لئے مسجد میں سونے اور کھانے کی اجازت ہے۔ (عالمگیری: ۳۵۵/۵)

جماعت خانہ کی حد جہاں تک ہو وہ حصہ داخل مسجد ہے۔ اور باقی حصہ خارج مسجد کہلائے گا۔ گجرات کے کچھ گاؤں میں صحن کی جگہ بھی جماعت خانہ میں داخل ہوتی ہے، اس لئے اس کا حکم بھی جماعت خانہ کی طرح ہی ہوگا۔ مسجد کی حد میں اصل واقف یا بنانے والے کی نیت پر خاص دارومدار ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۲﴾ مسجد میں بیٹھ کر سبق پڑھا سکتے ہیں؟

سوال: مسجد کے جماعت خانہ میں بیٹھ کر بچوں کو مدرسہ پڑھانا جائز ہے؟ اور مسجد کے جماعت خانہ میں بیٹھ کر اساتذہ کا چائی پینا یا پان کھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کا اصل مقصد اللہ جل شانہ کی عبادت، تلاوت اور اعتکاف وغیرہ کرنا ہے، لہذا معتکف کے علاوہ کسی اور کے لئے مسجد میں کھانا، پینا سونا وغیرہ مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۹۳/۴)۔ تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھانے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اور ضرورۃً جائز بتلایا ہے۔ اس لئے اگر ضرورت ہو تو مسجد میں بیٹھ کر پڑھایا جائے اور بچے بھی مسجد کے آداب کا خیال رکھتے ہوں، سات سال سے بڑی عمر کے بچے ہوں اور مسجد میں

عبادت کرنے والوں کو حرج نہ ہوتا ہو تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۳﴾ چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ لائیں۔

سوال: دس سال سے کم عمر کے بچوں کو مسجد میں نہ لائیں، ایسا اعلان تختہ پر لکھ کر مسجد میں رکھ سکتے ہیں؟ کیا دس سال سے کم عمر بچوں کو مسجد میں لانا منع ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسے بچے شور شراب، رونا چلانا، مستی ہنگامہ کرتے ہیں۔ اور مسجد کے آداب کا خیال نہیں رکھتے، اور پاکی ناپاکی کو بھی نہیں جانتے، تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا اعلان لکھ کر مسجد میں لگا سکتے ہیں، البتہ سات سال کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے انہیں نہیں روکنا چاہئے، بلکہ نرمی سے سمجھا کر ان کی اصلاح کرنی چاہئے۔

حدیث شریف میں ان چھوٹے بچوں کو مسجد لانے سے منع کیا گیا ہے جو پاکی وناپاکی کی تمیز نہ رکھتے ہوں، حدیث میں سال کی قید نہیں ہے، اس لئے وہ چھوٹے بچے جو پیشاب وپاخانہ کہاں کرنا اس کی بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں، انہیں مسجد کے ملوث ہونے کے ڈر سے نہیں لانا چاہئے۔ جن بچوں میں پاکی وناپاکی کی تمیز ہو اور سات سال کے بچہ کو نماز کا حکم ہے اس لئے انہیں منع نہیں کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۴﴾ مسجد میں دنیوی باتیں کرنا منع ہے۔

سوال: ایک شخص کو مسجد میں باتیں کرنے سے منع کیا گیا، اور کہا کہ: بھائی! مسجد میں دنیوی باتیں کرنے سے ۴۰ سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے، تو وہ بھائی کہنے لگے: کہ یہ وعید تو

مسجد میں فضول اور لہولعب کی باتیں کرنے والوں کے لئے ہے، دنیوی جائز کام کاج کی باتیں کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے اس سے واقف فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں کسی بھی طرح کی دنیوی باتیں کرنے کے بجائے تسبیح وعبادت میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہئے۔ مسجد اللہ کی عبادت اور ذکر وتسبیح و تہلیل کے لئے بنائی گئی ہے، اس لئے وہاں دنیوی باتیں نہ کرتے ہوئے عبادت میں مشغول رہنا چاہئے، اور خدا کے گھر کے احترام کا خیال رکھنا بہت ہی بہتر اور اچھا ہے، لیکن ضرورت کے وقت جائز دنیوی باتیں کرنے میں گناہ نہیں ہے، اس لئے ایسی باتیں کر سکتے ہیں۔ ہاں! مسجد کو لغویات کا مرکز نہ بنائیں، اور لایعنی اور فحش باتیں اور غیبت وغیرہ کرنا سخت گناہ ہے۔ اور اسی کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: مسجد میں فضول باتیں کرنا نیکی کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے جانور گھاس کھا جاتا ہے۔ (عالمگیری، کبیری) اس لئے اس شخص کا کہنا کسی درجہ میں صحیح بھی ہے، البتہ آپ نے چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے یہ بات کہاں سے کہی؟ فق

﴿۹۷۵﴾ مسجد میں دنیوی باتیں کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں لوگ دنیوی باتیں خوب کرتے ہیں، اور جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں، نیز پیشاب خانوں میں باتیں کرتے ہیں اور وضو کرتے وقت بھی باتوں میں مشغول رہتے ہیں، تو اس طرح دنیوی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد خدا کی عبادت کا گھر ہے، وہاں نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ نیک کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہئے، مسجد میں دنیوی باتیں کرنے سے حدیث شریف میں سخت منع کیا گیا ہے، نیز مسجد میں دنیوی باتیں کرنے سے نیکی اس طرح برباد ہوجاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو ختم کر دیتی ہے، اس لئے مسجد میں دنیوی باتوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

دنیوی جائز باتوں میں اتنا نقصان ہے تو غیبت وغیرہ میں کتنا سخت گناہ ہوگا، اس کا خود ہی اندازہ لگالینا چاہئے، وضو کرتے وقت دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے، اور غیبت کرنا کبیرہ گناہ اور مردار بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، اس لئے لوگوں کو اس کی برائی اور خرابی نرمی سے سمجھا کر روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۶﴾ مسجد میں بیڑی-سگریٹ پینا جائز نہیں ہے۔

سوال: ہمارے یہاں نئی مسجد تعمیر ہورہی ہے، تو جماعت خانہ میں لوگ جوتے چپل پہن کر دیکھنے آتے ہیں، اور وہاں بیڑی، سگریٹ پیتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کا ادب واحترام کرنا نہایت ہی ضروری ہے، مسجد میں بدبودار چیز سلگانا اور ناپاک جوتے چپلوں کے ساتھ آنا جائز نہیں ہے، معصیت ہے۔ مسجد سیر وتفریح کی جگہ نہیں ہے اس لئے وہاں بیڑی سگریٹ پینے اور جوتے پہن کر آنے سے منع کیا جائے۔ (عالمگیری، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۷﴾ مسجد میں ریح خارج کرنا

سوال: مسجد میں بیٹھ کر ریح خارج کرنا کیسا ہے؟ جب کہ پیچھے نمازی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کو پاک وصاف رکھنے کا حکم ہے، نیز بدبودار چیزوں سے بچانے کا حکم بھی ہے، لہذا مسجد میں بیٹھے ہوں اور ہوا خارج ہونے کا امکان ہو تو باہر نکل جانا چاہئے تاکہ اس کی بدبو سے کسی فرد یا فرشتہ کو تکلیف نہ ہو۔ اور اگر بغیر ارادہ یا ارادہ سے ریح خارج ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں ہے، اور اس سے جگہ ناپاک نہیں ہوتی۔ البتہ مسجد کے ادب کا خیال رکھتے ہوئے حتی الامکان مسجد کو بدبودار چیزوں سے بچایا جائے۔

﴿۹۷۸﴾ وقف مسجد کو گھر کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے؟

سوال: ایک مسجد تھی، جہاں پنج گانہ نماز پڑھی جاتی تھیں، کئی بڑی عمر والوں نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہیں، وہ گواہی بھی دیتے ہیں کہ ایک شخص نے اس کی ماں اور اس کی زوجہ سے ایسی آڑ لے کر اس مسجد کو مکان بنا دیا ہے، اور رہنا، بسنا، کھانا، پینا، سونا اور پکانا شروع کر دیا ہے، مسجد کے نشان بھی نظر آتے ہے، محراب کے حصہ میں محراب بنا ہوا ہے، وضو بنانے کے لئے باہر کی جگہ وغیرہ وغیرہ۔

تو جو اللہ کے گھر کو مٹا کر اس میں خود اپنے ذاتی مفاد کے لئے اپنا گھر بنا دے، اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ اپنے فائدے کے لئے اس کا ساتھ دیتے ہیں، خاص کر ایک شخص جو حافظ ہے، نمازی ہے، حاجی ہے، اور مالدار ہے، وہ اس کا ساتھ دیتا ہے، اور مسجد کے خلاف لڑنے کے لئے مدد کرتا ہے، تو شریعت ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو جگہ ایک مرتبہ مسجد بن کر وقف ہو گئی، تو اب قیامت تک وہ جگہ مسجد ہی رہے گی، اس جگہ کا مسجد کے طور پر ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں رہائش رکھنا، رہنا جائز نہیں ہے، سخت گنہگار ہوگا۔ مسلمانوں کو اسے آباد کرنا اور مسجد کی صفائی

کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۷۹﴾ صحنِ مسجد میں نیلامی رکھنا جائز ہے؟

سوال: مسجد کے صحن میں کسی چیز کی نیلامی رکھی جائے، چاہے مدرسہ کے کام کی ہو یا مسجد کے کام کی ہو یا جماعت کے کام کی ہو، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے، صحنِ مسجد اگر جماعت خانہ میں داخل ہو تو وہاں کسی بھی چیز کا بیع وشراء جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں اس سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے، مسجد تجارت کی منڈی نہیں ہے، وہاں عبادت ہونی چاہئے۔ اور اگر صحن جماعت خانہ میں داخل نہ ہو، مسجد کی حدود یا کمپاؤنڈ (احاطہ) میں نہ ہو تو مسجد، مدرسہ یا جماعت کے لئے نیلام کرنے میں حرج نہیں ہے، البتہ زیادہ شور شرابہ نہ کیا جائے تاکہ مسجد میں عبادت کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸۰﴾ مسجد میں کتے آجاتے ہوں تو......

سوال: مسجد میں بہت مرتبہ کتا داخل ہو جاتا ہے، اور اس کا علم نہیں رہتا کہ اس نے کہاں کہاں پیر رکھے ہیں، اس لئے دھونا بھی مشکل ہے، تو اس بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کتا مسجد میں داخل نہ ہو سکے اس کا انتظام کرنا چاہئے، اور کسی جگہ کتے کا لعاب یا نجاست گری ہوئی نہ دکھائی دے تو وہ جگہ پاک ہی کہلائے گی، صرف وہم سے ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸۱﴾ مسجد میں موم بتی اور ارنڈی (Castor oil) کا تیل (دیویل) کا استعمال

سوال: مسجد میں رات کو موم بتی یا ارنڈی کا تیل (:Castor oil) کا چراغ جلا کر روشنی کرتے ہیں، تو کچھ لوگ منع کرتے ہیں، کیا موم بتی کی روشنی ناجائز ہے؟ اس روشنی سے نماز میں کچھ نقص آئے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں روشنی کے لئے موم بتی یا ارنڈی کا تیل (: Castor oil) کا چراغ جلانا جائز ہے، اور اس کی روشنی میں نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آتا، مسجد میں ایسی چیز جلانا جائز نہیں ہے جس سے بدبو آتی ہو۔ (شامی، عالمگیری)

﴿۹۸۲﴾ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا کیوں ناجائز ہے؟

سوال: مسجد میں موم بتی جلانا جائز ہے یا نہیں؟ مٹی کے تیل کا چراغ جلانے یا بجھانے کے وقت جیسے بدبو آتی ہے موم بتی میں بھی ایسی بدبو ہوتی ہے، تو باہر جلا کر اندر لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد خدا کا گھر ہے، اس کا مکمل ادب کرنا چاہئے۔ بدبودار چیز کھا کر مسجد جانے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح بدبودار چیز مسجد میں سلگانا بھی جائز نہیں ہے، موم بتی، ارنڈی کا تیل (دیویل) کے چراغ یا الیکٹرک کے گولے جلانے سے بدبو پیدا نہیں ہوتی، جبکہ مٹی کے تیل کے چراغ سے بدبو پھیلتی ہے اس لئے وہ ممنوع ہے، اس لئے باہر جلا کر اندر لانا یا اندر جلانا دونوں ناجائز ہیں۔ (فتح القدیر، شامی:۱، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸۳﴾ مسجد میں پیٹرومیکس یا ڈی ڈی ٹی (DDT) کا استعمال جائز ہے؟

سوال: مسجد کے جماعت خانہ میں یا مسجد کے اندر کیڑوں کی وجہ سے ڈی ڈی ٹی وغیرہ

چھڑکنا جائز ہے؟ پیٹرومیکس، قندیل، دیا جلانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد پاکیزہ جگہ ہے، اس لئے حدیث شریف میں اسے پاک وصاف رکھنے اور بدبودار چیزوں سے اس کو بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز لہسن، پیاز کھا کر بدبودار منہ کے ساتھ مسجد میں داخل ہونے سے بھی منع کیا گیا ہے، اس لئے فقہاء بدبودار اشیاء کے مسجد میں استعمال سے منع فرماتے ہیں، اسی لئے مسجد میں پیٹرومیکس، مٹی کے تیل کا چراغ جلانا یا ڈی ڈی ٹی چھڑکنا جائز نہیں ہے، منع ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، عالمگیری)

﴿۹۸۴﴾ مسجد میں ووٹرکولر رکھنا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کے لئے ایک صاحب خیر نے بیرون ملک سے ایک خطیر رقم بھیجی، اور لکھا تھا کہ ان روپیوں سے گاؤں کی مسجد کے لئے ایک ووٹرکولر (پانی ٹھنڈا کرنے کا مشین) خرید کر رکھیں، ان کے لکھنے کے مطابق ایک ووٹرکولر خرید کر مسجد میں رکھا گیا، اس ووٹرکولر کے چلانے کے لئے الیکٹرک پاور کی ضرورت رہتی ہے، اس کے لئے الیکٹرک پاور بھی مسجد میں لگوایا گیا، اور اس الیکٹرک پاور سے وہ پانی ٹھنڈا ہوتا ہے، لیکن وہ پانی گاؤں والے اپنے گھروں میں پینے کے لئے بھر کر لے جاتے ہیں، تو گاؤں والوں کا وہ پانی گھروں میں پینے کے لئے بھر کر لے جانا جائز ہے؟ بجلی کا بل مسجد ادا کرتی ہے تو دوسرے لوگوں کا گھروں میں پانی لے جانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں نماز کے لئے آنے والے مصلیوں کی پیاس بجھانے کی نیت سے واقف نے یہ کولر وقف کیا ہو تو واقف کی شرط کے مطابق اس کا استعمال صرف مسجد میں آنے والے مصلیوں تک ہی محدود رہے گا، اور گھروں میں پینے کے لئے بھر

کر لے جانا جائز نہیں کہلائے گا۔

اور اگر گاؤں میں بسنے والے ہر مسلمان کے لئے وقف کیا ہو اور صرف کولر رکھنے کی جگہ کے لئے مسجد کو منتخب کیا ہو، تو ہر ایک کو پینے کا حق ہے البتہ اس کے لئے مسجد کی بجلی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس کے اخراجات کا الگ سے انتظام کیا جائے، اور اگر بجلی استعمال کرنی ہو تو اس کا حساب کر کے مہینہ کے اخیر میں مسجد میں جمع کرا دیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم، کتاب الوقف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸۵﴾ مسجد کی اشیاء کا نجی کام میں استعمال

سوال: مسجد کی کوئی بھی چیز گاؤں والے اپنے نجی (ذاتی) کام کے لئے لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... مسجد کی کوئی بھی چیز اپنی نجی ضرورت کے لئے اپنے گھر لے جانا یا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸۶﴾ مسجد کی زیر ملکیت اشیاء کا نجی ضرورت میں استعمال جائز نہیں ہے۔

سوال: مسجد، مدرسہ یا درگاہ کی وقف جمع شدہ رقم میں سے اس کے متولی یا ٹرسٹی یا دوسرا کوئی ذمہ دار یا مقتدی یا ممبر قرض کے طور پر کچھ رقم کسی ضرورت کے لئے لے کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ جمع شدہ رقم جس کے پاس امانت کے طور پر رکھی گئی ہو اور وہ ان لوگوں کو بطور قرض دے تو دینے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ امام صاحب یا مدرس اپنی تنخواہ کے طور پر اس میں سے اٹھا کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وقف کی جمع شدہ نقد رقم وقف کے مقاصد میں ہی

صرف کرنی چاہئے، اپنی نجی ضرورت میں صرف کرنا یا قرض کے طور پر کسی اور کو دینا نہ تو متولی کے لئے جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے ممبر کے لئے، اور اس طرح خرچ کرنے والا گنہگار ہوگا۔ مسجد کی جمع شدہ رقم میں سے امام صاحب کے لئے اور مدرسہ کی جمع شدہ رقم میں سے مدرس کے لئے تنخواہ کی ادائے گی کے لئے رقم کی ضرورت ہو تو متولی یا مہتمم استعمال کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۸۷﴾ مسجد کے مائک کا دنیوی فائدے کے لئے استعمال

سوال: مسجد کے مائک سے دنیوی کام کاج کا اعلان کرنا مثلاً: شفاخانہ کی ضرورت کے لئے، جنازہ کی نماز کے لئے یا دوسرے گاؤں کی میت کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد اور مسجد کے لئے دی گئی تمام چیزیں وقف شمار ہوتی ہیں، اس لئے ان کو مسجد کے مقاصد کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ شفاخانہ یا کسی اور کام کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، جنازہ کی نماز کے اعلان کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۹۸۸﴾ مسجد کا پرانا سامان فروخت کرنا اور اس کی قیمت کا مصرف

سوال: مسجد کے وقف دروازے اس مسجد میں کسی کام میں نہیں آتے، تو ان دروازوں کو بیچ کر ان کی قیمت مسجد کے دوسرے کاموں میں لاسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کے وقف دروازے یا اسی طرح کی اور کوئی چیز جو اب استعمال میں نہ آتی ہو اور مستقبل میں اس کے استعمال کی ضرورت نہ ہو اور اسے حفاظت سے رکھنے کے باوجود اس کے خراب ہو جانے یا چوری ہو جانے کا ڈر ہو تو متولیان

کی اجازت سے اسے فروخت کر دینا جائز ہے، اور اس کی آمدنی مسجد کے خرچہ میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۸۹﴾ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں استعمال کرنا

سوال: ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں؟ مثلاً: ایک مسجد میں گھڑی یا جنازہ کا تختہ وغیرہ بہت ہو گئے ہوں تو اس میں دوسری مسجد کو دے سکتے ہیں؟ یا عیدگاہ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اور اس کی ملکیت کی تمام اشیاء وقف ہوتی ہیں، اور اس وقف کا استعمال واقف کی اجازت کے بغیر یا شرط کے بغیر دوسری جگہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر گھڑی اور جنازہ کے تختے زیادہ تعداد میں جمع ہو گئے ہوں تو حفاظت سے بچا کر رکھیں، پھر جب ضرورت ہو تب استعمال میں لیا جائے، اور اگر بچا کر رکھنے سے بالکل خراب ہو جانے یا چوری ہو جانے کا ڈر ہو یا مستقبل میں کبھی اس کی ضرورت نہ پڑنے کا قوی یقین ہو تو دوسری مسجد میں دے سکتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۰﴾ مسجد کے مائک کا استعمال

سوال: گاؤں میں اذان کی آواز سب جگہ نہیں پہنچ رہی تھی، اس لئے چندہ کر کے مسجد کے لئے ایک مائک کا انتظام کیا گیا، اس مائک کا بیٹری چارج نیز خراب ہونے پر بنانے کا خرچہ وغیرہ مسجد کے اخراجات میں شامل کیا جاتا ہے، اور مسجد کی جمع شدہ رقم سے اس کا خرچہ کیا جاتا ہے، اس مائک سے مؤذن اذان دیتا ہے، اگر کوئی اور اذان دینے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے تو مؤذن صاحب اجازت دیتے ہیں تو وہ دوسرا شخص بھی کبھی اذان دیتا

ہے، تو مؤذن صاحب کے اس فعل سے گاؤں والے ناراض ہو گئے ہیں، اور مؤذن صاحب ہی کے اذان دینے پر مصر ہیں، لیکن مؤذن صاحب آنے والے شخص کو ناراض نہ کرنے کی نیت سے اذان دینے کی اجازت دیتے ہیں، تو اس دوسرے شخص کا مائک سے اذان دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ مؤذن صاحب کسی کام کے لئے باہر گئے ہوں یا بیمار ہو جائیں تو دوسرے شخص کو ذمہ داری سپرد کر جاتے ہیں، تو اس حالت میں اس دوسرے شخص کا اذان دینا کیسا ہے؟ نیز مسجد کے مائک سے جمعرات کے دن عورتوں کے اجتماع کا اعلان کیا جاتا ہے، تو یہ اعلان کرنا کیسا ہے؟ اعلان ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں مائک کے انتظام کے لئے چندہ کر کے پیسے جمع کئے گئے اور اس سے مائک خرید کر مسجد کے لئے وقف کیا گیا، تو یہ وقف صحیح ہو گیا۔ اس کا استعمال مسجد کی ضرورتوں تک محدود رہے گا۔ مثلاً: اذان، خطبہ، مسجد میں ہونے والی تقریروں کے لئے اس کا استعمال جائز رہے گا۔ عورتوں کے اجتماع کا اعلان مسجد کے افعال یا مسجد کے فوائد میں سے نہ ہونے کی وجہ سے اس مائک سے اس کا اعلان مناسب نہیں ہے، متولی صاحب مناسب سمجھیں تو کرایہ پر دے سکتے ہیں۔

اور ہر کوئی اذان دینے والا اذان دینے کے لئے اس کا استعمال کر سکتا ہے، اس لئے مؤذن صاحب دوسرے گاؤں گئے ہوں یا اذان دینے سے معذور ہوں ایسے وقت ان کی جگہ مؤذن صاحب یا متولی کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص اذان دینے کے لئے مائک کا استعمال کرے تو یہ بلا شبہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

مؤذن بھی ملازم ہوتا ہے، اسے اس کی خدمت، کام کی تنخواہ ملتی ہے، اس لئے اسے خود ہی کام کرنا چاہئے، دوسروں کے سپرد نہیں کرنا چاہئے، اپنا کام خود کرنے کی اور اپنی ذمہ داری

نبھانے کی خاطر دوسرے شخص سے معذرت کی جائے تو اس میں دل آزاری کی کوئی بات نہیں ۔مجبوری اور چیز ہے۔اس لئے جو حضرات مؤذن کے اذان نہ دینے پر اعتراض کرتے ہیں من وجہ حق بجانب ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۱﴾ مسجد کے بیت الخلاء کون استعمال کرسکتا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں کچھ لوگ مسجد کے قریب کے کارخانہ میں کام کرتے ہیں، وہ لوگ مسجد کے بیت الخلاء میں پیشاب، پاخانہ کرنے آتے ہیں، اور مسجد میں کسی طرح کی صفائی نہیں ہوتی ہے تو یہ لوگ متولی کی برائیاں کرتے رہتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو متولی مسجد میں پیشاب، پاخانہ کرنے سے منع کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے والے مصلیوں کی سہولت کے لئے بیت الخلاء کا انتظام کیا جاتا ہے، اس لئے نماز کے اوقات کے علاوہ وقت میں اسے بند کرنا ہو تو اس کی اجازت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۲﴾ سوال مثل بالا

سوال: ہمارے یہاں بہت سے بے نمازی کھلے سر بیڑی پیتے پیتے آتے ہیں، اور مسجد کے بیت الخلاء استعمال کرتے ہیں، تو کیا بے نمازی مسجد کا بیت الخلاء استعمال کرسکتا ہے؟ بیت الخلاء جاتے وقت سر پر ٹوپی ہونی ضروری ہے؟ بیڑی کا دھواں مسجد میں جائے تو مسجد کی بے ادبی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے بیت الخلاء بنانے والے نے بناتے وقت یہ نیت کی ہو کہ ہر کوئی اسے استعمال کرسکتا ہے تو نمازی یا بے نمازی ہر کوئی اسے استعمال کرسکتا

ہے۔لیکن واقف نے یا بنانے والے نے صرف نمازیوں کے استعمال کے لئے ہی بنایا ہوتو بے نمازیوں کا استعمال کرنا یا انہیں استعمال کرنے دینا جائز نہیں ہے۔ بیت الخلاء جاتے وقت سر پر ٹوپی پہن کر جانا مستحب اور طریقۂ رسول کے مطابق ہے۔(مراقی الفلاح:۳۱) بیڑی پینے سے اس کی بدبو مسجد میں جاتی ہوتو اس سے روکنا چاہئے۔حدیث شریف میں مسجد کو بدبو سے بچانے کا حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۳﴾ وقف پانی کے کنویں کو بیت الخلاء کا کنواں بنانا

سوال: ہمارے مدرسہ میں ایک صاحب خیر کی طرف سے (کہ جس کا انتقال ہو چکا ہے) ایک کنواں کھدوایا گیا تھا، اس کنویں کا پانی مدرسہ کے کام کاج میں صرف ہوتا تھا، لیکن پچھلے کچھ سالوں سے پانی کے خشک ہو جانے کی وجہ سے ہم نے دوسرا کنواں کھدوایا اور اب اس پر ووٹر ورکس وغیرہ تعمیر کروا کر اس کا استعمال ہو رہا ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ اس نئے کنویں میں پانی بھی اچھا ہے، اس لئے اس کا استعمال ہوتا ہے، اور آئندہ بھی انشاء اللہ اسی کا استعمال ہوگا۔

اب ہمارے مدرسہ میں بیت الخلاء بنانے ہیں، جن کا آج تک مدرسہ میں کچھ معقول انتظام نہیں ہو سکا ہے، جو ہر ادارہ کی ایک اہم ضرورت کی چیز ہے، ہمارا ارادہ یہ ہے کہ پرانے کنویں کو جو بیکار پڑا ہے (اور مستقبل میں اس کی ضرورت کا امکان بھی نہیں ہے) اس پر بیت الخلاء بنا کر مذکورہ کنویں کو بیت الخلاء کے کنویں میں استعمال کر لیں، اگر بیت الخلاء کے لئے نیا کنواں کھدوایا جاتا ہے تو ڈھائی تین ہزار کا مزید خرچ مدرسہ کو اٹھانا پڑے گا، اور یہ پرانا کنواں ایسا ہی بیکار پڑا ہوا ہے، واقف کے ارادہ کے مطابق استعمال بھی نہیں ہو رہا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس پرانے کنویں کو واقف کے منشاء کے خلاف بیت الخلاء کے

کنویں میں استعمال کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں یہ کنواں وقف کے مقصد کے مطابق پانی پینے کے استعمال میں نہیں آتا ہے، اور مستقبل میں بھی اس فائدہ کے لئے اس کی ضرورت پڑنے والی نہیں ہے، تو مدرسہ کے ذمہ دار اسے بیت الخلاء کے لئے استعمال میں لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں، تاکہ اس کنویں کے بنانے والے کو بھی ثواب ملتا رہے، اور مدرسہ کی ضرورت کی بھی تکمیل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۴﴾ مسجد کی دری عیدگاہ میں بچھانا جائز ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کی صفیں یا دری عید کے دن عیدگاہ لے جا کر اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، تو اس مسئلہ میں شریعت کیا کہتی ہے، اور شرعی حکم کیا ہے؟ اس سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت کا قانون یہ ہے کہ جو چیز جہاں وقف ہوئی ہو وہیں اس کا استعمال کیا جائے، اس لئے جو چیز مسجد کے لئے وقف کی گئی ہو یا مسجد کے پیسے سے خریدی گئی ہو اسے مسجد کے لئے استعمال کرنا چاہئے، اس لئے یہ صفیں صرف مسجد میں ہی استعمال کرنی چاہئے، عیدگاہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

﴿۹۹۵﴾ مسجد کی ٹنکی کا پانی اپنی نجی ضرورت میں استعمال کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں مسجد ہے، اس میں مسجد کے پیسے سے ایک موٹر لگائی گئی ہے، اس موٹر سے دوسرے کے کنویں سے پانی کھینچ کر مسجد کی ٹنکی بھری جاتی ہے، اور اس میں سے پانی میں اپنے گھر کے استعمال کے لئے بھی لیتا ہوں۔

تو سوال یہ ہے کہ موٹر سے مسجد کی ٹنکی بھری جاتی ہے اور وہ پانی مسجد میں بھی استعمال ہوتا ہے اور میں بھی اپنے گھریلو استعمال میں لاتا ہوں، اور اس موٹر کا بل میں بھرتا ہوں، مسجد میں لائٹ، پنکھے اور موٹر ریپیرنگ میں اپنے خرچ سے کرتا ہوں، تو اس طرح میں مسجد کی ٹنکی سے پانی استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں مسجد کی لائٹ، موٹر ریپیرنگ خرچ وغیرہ کے بل آپ بھرتے ہیں، اور اس طرح پانی استعمال کرنے سے مسجد کے مصلیوں کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی، اور وقف کو فائدہ ہو رہا ہے تو اس طرح پانی لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۶﴾ مسجد کی لائٹ نماز کے اوقات کے علاوہ جلانا

سوال: مسجد میں فجر کی نماز، فاتحہ وغیرہ کے بعد دس منٹ کوئی دینی کتاب کی تعلیم ہونے کے بعد لائٹ بند کردیتے ہیں، لیکن کچھ لوگ اس تعلیم کے مذاکرہ میں تھوڑا وقت بیٹھتے ہیں، اس وقت مسجد کی لائٹ بند کی جاتی ہے تو یہ لائٹ جلانے پر اصرار کرتے ہیں، تو علاوہ نماز کے فضول کاموں کے لئے مسجد کی لائٹ جلانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی لائٹ کا استعمال آپ کے یہاں کے رواج کے مطابق رہے گا۔ اس لئے آپ کے یہاں تعلیم کے بعد لائٹ بجھا دینے کا رواج ہے تو اس کے بعد زیادہ دیر لائٹ جلائے رکھنا جائز نہیں ہے۔

بہتر یہ ہے کہ جنہیں لائٹ زیادہ دیر جلانے کی رخصت چاہئے وہ لائٹ بل اپنے پیسوں سے بھر دیا کریں، جس سے وقف مزید خرچ برداشت کرنے سے بچ جائے گا، اور وہ لوگ

جتنی دیر چاہیں لائٹ جلا بھی سکتے ہیں، اور دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے تو اس کا ثواب بھی ان کو ملے گا۔ (عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۷﴾ مسجد کے بیت الخلاء قرب وجوار کے تاجر استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: شہر کی ایک مسجد میں پیشاب خانہ اور پینے کے پانی کا انتظام ہے، قرب وجوار کے تاجر اپنے لئے اور اپنے گاہکوں کے لئے پینے کا پانی بھر کر لے جاتے ہیں، تو شرعی نقطۂ نظر سے یہ کیسا ہے؟ یہی تجار بھائی پیشاب خانہ بھی استعمال کرتے ہیں، اس بارے میں بھی شرعی حکم کیا ہے؟ کچھ حضرات نماز کے اوقات میں اور اس کے علاوہ اوقات میں بھی مسافر خانہ کی طرح مسجد کے صحن میں اور جماعت خانہ میں اور حوض کے اوپر سوئے رہتے ہیں، یہ بھی شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟ ان پریشانیوں کی وجہ سے اگر مسجد کو نماز کے اوقات کے علاوہ بند رکھا جائے تو یہ شرعی حیثیت سے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے، اور اس میں وضو، بیت الخلاء وغیرہ کی سہولت کے لئے جو چیزیں رکھی جاتی ہیں وہ نمازیوں کے لئے ہیں، اس سے ہر مسلمان ضابطہ کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن اس کے لئے اس کی حفاظت اور اس کا ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ نیز وقف چیزوں کے غلط استعمال سے بچنا چاہئے۔ پیشاب خانہ اور پانی کا انتظام نمازیوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے اس لئے تجار حضرات یا غیر مسلموں کے غلط استعمال سے بچانے کے لئے نماز کے علاوہ وقت میں مسجد بند رکھی جائے تو اس میں شرعاً کچھ گناہ نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱/۱۰۹، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۹۹۸﴾ مسجد میں وعظ رکھنے کے لئے متولی کی اجازت ضروری ہے؟

سوال: مسجد میں عالم کا وعظ رکھنے کے لئے متولی کی اجازت لینی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... متولی مسجد کے کاموں کا بندوبست کرنے والا اور منتظم ہوتا ہے اس لئے اس سے اجازت لینی چاہئے تاکہ وہ بھی ضروری انتظام کر سکے۔

﴿۹۹۹﴾ مسجد اور عبادت خانہ میں شرعی فرق

سوال: مسجد اور عبادت خانہ میں شرعی حیثیت سے کیا فرق ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد نماز کے لئے شرعی طور پر وقف ہوتی ہے، اور عبادت خانہ اپنی ملکیت کی جگہ میں صرف نماز کی سہولت کے لئے بنائی ہوئی جگہ ہوتی ہے، جس میں مسجد والے اعمال کے علاوہ دوسرے اعمال بھی کر سکتے ہیں، مثلاً: مجلس، دعوت کا پروگرام، جلسہ وغیرہ کرنا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۰﴾ عبادت خانہ کو مسجد بنانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟

سوال: عبادت خانہ کو مسجد میں تبدیل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس جگہ کو نماز کے لئے وقف کر کے اپنی تملیک بالکلیہ ختم کر لی جائے، اور جماعت سے نماز کی عام اجازت دے دی جائے۔

﴿۱۰۰۱﴾ گھر میں نماز کے لئے مخصوص جگہ یا کمرہ شرعی مسجد ہے؟

سوال: گھر میں ایک کمرہ نماز کے لئے الگ بنایا ہے، اس میں نماز، تسبیح، تلاوت کے علاوہ دوسرا کوئی کام نہیں کیا جاتا، تو اس نماز والے کمرہ میں داخل ہوتے وقت یا باہر نکلتے وقت مسجد کی دعائیں یا اعتکاف کی دعائیں عورتیں پڑھیں تو انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ اس

میں خوشبو کرنا اگربتی جلانا کیسا ہے؟ کیا اس کمرہ میں دنیوی باتوں سے احتراز ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورتوں کے لئے وہ کمرہ مسجد کے حکم میں ہے، (اگرچہ یہ شرعی طور پر مسجد نہیں ہے) اس لئے وہاں اعتکاف کی نیت کر سکتے ہیں۔ (طحطاوی) مسجد میں خوشبو سلگانا سنت ہے، اور اس کا ثواب بھی ملے گا، اس کمرہ میں دنیوی باتیں کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۲﴾ مسجد کے لئے بذریعۂ بینک گھر خریدنا

سوال: یہاں ایک مسجد کمیٹی نے ضرورت کی وجہ سے مسجد کے پڑوس میں ایک گھر خریدا، جس میں آدھی رقم مسجد کی تھی اور باقی رقم مکان کے مالک کو دینے کے لئے بینک سے سود پر حاصل کی۔ اب اس رقم پر جو سود بھرنا پڑے گا تو کمیٹی کے شرکاء نے یہ طے کیا تھا کہ سود کی رقم مسجد کے خرچ میں سے نہ بھری جائے بلکہ وہ خود اپنی طرف سے بھر دیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک دو شخص کے پاس یا کچھ لوگوں کے پاس بینک میں اپنی رقم کا سود جمع ہے، تو کیا وہ سود کی رقم مسجد کی سودکی رقم میں دے سکتے ہیں؟ یہ مکان جو مسجد کمیٹی نے خریدا ہے، مسجد سے متصل ہے، اور مسجد والوں کو اس کی ضرورت تھی، لیکن کسی نے قرض حسنہ نہیں دیا، اس لئے مجبوراً بینک سے قرض لینا پڑا، تو برائے کرم اس مسئلہ کا حل شرعی طور پر بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے لئے جو مکان خریدا گیا اس کے لئے سودی معاملہ کیا گیا یہ اچھا نہیں کیا، یہ امر معصیت ہے، پھر بھی اس پر لازم ہونے والے سود کی رقم اگر کچھ لوگوں کی جمع شدہ سود کی رقم سے دی جائے تو کچھ علماء کے قول کے مطابق اس کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۳﴾ مسجد کی رقم، مسجد میں ہی استعمال کرنا چاہئے؟

سوال: کچھ مختلف گاؤں کے لوگوں نے مل کرایک مسجد بنائی، مسجد کی کمیٹی کے ممبر بننے کے لئے داخلہ فیس ۷۵ ڈالراور سالانہ خرچ کے طور پر ۲۰ ڈالرادا کرنا طے کیا تھا، اور مسجد کے کچھ ممبران اور صدر اعلیٰ کے پیر صاحب کو جو کہ پاکستان میں رہتے ہیں، مسجد کے افتتاح کے لئے بلائے گئے تھے۔

صدر صاحب نے حساب پیش کرتے وقت لوگوں کو بتایا کہ اگر آپ لوگ راضی ہوں تو پیر صاحب کی ٹکٹ کے پیسے مسجد ہی میں سے بھیجے گئے ہیں، وہ مسجد کے حسابی خرچ میں شمار کر لئے جائیں، اور اگر آپ لوگ برضا ورغبت یہ اجازت نہیں دیتے تو یہ ٹکٹ کے پیسے میں اپنی طرف سے مسجد کو واپس کر دیتا ہوں، کچھ لوگ اس وقت راضی ہو گئے، لیکن کچھ لوگ ناراض تھے، اور جیسے جیسے نئے ممبر بنیں گے ویسے ویسے اور زیادہ پیسے آتے جائیں گے۔

تو کیا صدر صاحب کو یہ حق ہے کہ مسجد کے پیسے اس طرح صرف کر سکیں؟ آنے جانے کی ٹکٹ کا خرچ اندازاً ۲۲۰ یا ۲۲۵ ڈالر تھا، یہ آپ کی اطلاع کے لئے لکھ رہا ہوں، فی الحال میں بھی مسجد کا ممبر ہوں اور میں بھی ناراض ہوں۔ اور صدر صاحب نے سالانہ حسابی رپورٹ پیش کرنے سے پہلے اس خرچ کے لئے کسی سے پوچھا نہیں تھا، اور صدر صاحب نے اس حساب کو پیش کرتے وقت سب ممبروں کو بتایا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی ممبر فیس اور خرچ کے طور پر عوام نے جو امداد اور چندہ دیا ہے اسے جس مقصد کے لئے لیا گیا ہو اسی میں اس کا خرچ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اس لئے اس رقم کو مسجد کے تعمیری کام اور روزانہ کے خرچ میں ہی استعمال

کرنا چاہئے، چندہ دینے والوں کی رضامندی کے بغیر دوسرے مقصد میں خرچ نہیں کر سکتے، اگر اس طرح خرچ کیا جائے گا تو متولی ضامن ہوگا۔

صورت مسئولہ میں اراکین کی خوشی کے بغیر متولی صاحب نے جس بزرگ ہستی کو مسجد کی افتتاح کے لئے بلایا اور اس کے لئے مسجد کے پیسے صرف کئے تو اتنی رقم متولی صاحب خود اپنی رقم سے ادا کردیں یا جتنے اراکین راضی تھے وہ سب مل کر اتنی رقم جمع کرادیں۔ (کما فی کتب الفقہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۴﴾ مسجد کے کام کے لئے قرض لینا

سوال: مسجد کی آمدنی میں سے کچھ رقم جمع ہے، مسجد کا کوئی بھی کام ہوتو متولی حضرات اپنے پیسوں سے کام کر لیتے ہیں اور جب حساب ہوتا ہے تو متولی حضرات مسجد کی جمع رقم میں سے اپنے خرچ کئے ہوئے پیسے وصول کر لیتے ہیں تو مسجد کی جمع شدہ رقم میں سے اپنے خرچ کئے ہوئے پیسے واپس لینا کیسا ہے؟ ایسا کرنا امانت میں خیانت تو نہیں ہے؟ شرعی مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے کام کے لئے اپنے پاس سے قرض کے طور پر کچھ پیسے دے کر کام کروانا اور پھر مسجد کی جمع شدہ رقم سے حساب کے وقت وصول کر لینا جائز ہے، اس میں خیانت کا شائبہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۵﴾ ایک مسجد کا چندہ دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال: ایک شخص نے ایک مسجد کے لئے چندہ کیا، یہ چندہ اتنا کم تھا کہ جس سے مسجد کی ضرورت کی تکمیل نہیں ہوتی تھی، پھر ایک شخص نے سارا خرچ اپنے ذمہ لینے کا وعدہ کیا لیکن

شرط یہ کی کہ دوسری کوئی بھی چندہ کی رقم اس کام میں نہیں لی جائے گی، تو اب جو چندہ وصول کر کے رقم جمع ہوئی تھی اسے کہاں صرف کیا جائے؟ یہ چندہ کی رقم پڑوس کی دوسری مسجد کے تعمیری کام میں خرچ کرنا جائز ہے؟ اور جنہوں نے چندہ دیا ہے ان سے اس دوسری مسجد میں خرچ کرنے کے لئے اجازت لینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپنے یہ وضاحت نہیں کی کہ چندہ کسی بھی مسجد کے تعمیری کام کے لئے کیا تھا یا کوئی خاص جگہ کی مسجد کے تعمیری کام کے لئے کیا تھا؟ پہلی صورت میں وہ رقم کسی بھی مسجد کے تعمیری کام میں صرف کر سکتے ہیں، اور دوسری صورت میں چندہ دہندگان کا مقصد پورا نہ ہونے کی وجہ سے از سر نو جب تک ان سے دوبارہ اجازت نہ لے لی جائے دوسری کسی مسجد میں اسے خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز چندہ لینے والے چندہ دہندگان کے وکیل ہوتے ہیں، جو مؤکل کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتے۔

﴿۱۰۰۶﴾ مسجد کے تعمیری کام کی رقم مسجد کے روزانہ کے خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: ہماری مسجد کے تعمیری کام کا چندہ افریقہ، یوکے، پناما، کنیڈا وغیرہ ممالک میں ہوا تھا، وہاں کے ملکی قوانین کی تکلیف کی وجہ سے چندہ کی رقم ایک ساتھ بھیجی نہیں جا سکتی، ہر ملک سے تھوڑی تھوڑی رقم ہمیں انڈیا میں ملتی رہتی ہے، اس آنے والی رقم سے مسجد کا تعمیری کام جاری ہے، فی الحال تاجروں کے ساتھ حساب وکتاب ہوا نہیں ہے، جب کام جاری ہوگا تو تاجر حضرات جمع شدہ رقم پر مال بھیجتے رہتے ہیں۔

ان حالات میں چندہ وصول کرنے والے اور چندہ دینے والے حضرات کا کہنا ہے: کہ ہمارے روپے مسجد کے تعمیری کام میں ہی صرف ہونے چاہئیں، اگر تعمیری کام میں

ہمارے پیسے خرچ نہیں ہوئے تو ہمیں ثواب نہیں ملے گا۔
مسجد کے چندہ میں کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ تعمیر کے اندازا خرچ سے چندہ کی رقم کبھی بڑھ جاتی ہے اور کبھی کم ہو جاتی ہے، اگر کم پڑ جاتی ہے تو پھر سے جھولی پھیلانی پڑتی ہے، اور اگر بچ جاتی ہے تو مسجد کے شیئرز، زمین، بلڈنگ خرید کر مسجد کے رنگ وروغن، صفائی، مؤذن کی تنخواہ کے لئے آمدنی کے ذریعہ کے طور پر لگائی جاتی ہے۔ مسجد کے تعمیری خرچ کے لئے بھیجی گئی رقم تاخیر سے ملے تو ان امور میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس سے ثواب میں کوئی کمی ہوگی؟ کیا جو پیسے بچ جائیں وہ چندہ دہندگان کو واپس کر دیئے جائیں؟ کیا یہ ضروری ہے؟ یا ان پیسوں سے مسجد کے روزانہ خرچ کی آمدنی کے لئے کچھ انتظام کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے تعمیری کام کے لئے کئے جانے والے چندہ کی رقم اولاً تعمیری کام میں یا اس کے لئے جو رقم باقی ہو اسے ادا کرنے میں خرچ کرنا چاہئے، اس کے بعد جو رقم فاضل ہو اسے مسجد کے روزانہ کے خرچ میں بھی استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اور یہ چندہ دہندگان کے مقصد کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ یہ رقم واپس کر دینا ضروری نہیں ہے۔ اور اس سے دینے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ (درمختار مع الشامی: ۳۷۲/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۷﴾ تعمیر مسجد کے لئے کئے جانے والے چندہ کی رقم دوسری مسجد میں خرچ کرنا

سوال: ایک جگہ تعمیر مسجد کے لئے چندہ کر کے پیسے جمع کئے گئے، اب اس جگہ کے پاس رہنے والے مسجد بنانے نہیں دیتے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب اس جگہ مسجد بنانا مشکل ہے، تو یہ چندہ سے جمع کی ہوئی رقم اور اس کے لئے وصول شدہ رقم کا کیا کیا جائے؟ یہ پیسے

دوسری مسجد میں جہاں ضرورت ہو خرچ کر سکتے ہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چندہ کرتے وقت کسی خاص جگہ کی وضاحت کر کے چندہ جمع کیا گیا ہو تو وہ رقم چندہ دہندگان کے مقصد کے مطابق ہی صرف کرنا ضروری ہے۔ اور دوسری جگہ صرف کرنے کے لئے چندہ دینے والے کی از سر نو اجازت لینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ:۴۰۵)۔ اور کسی خاص جگہ کی صراحت کے بغیر صرف تعمیر مسجد کے لئے چندہ کیا ہو تو دوسری مسجد میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم وغیرہ)

﴿۱۰۰۸﴾ مسجد ومدرسہ کا اجتماعی چندہ کس طرح استعمال کیا جائے؟

سوال: مسجد ومدرسہ کے نام پر اجتماعی چندہ کیا ہو تو اسے صرف مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر استعمال نہیں کر سکتے تو تقسیم کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: مسجد ومدرسہ کا اجتماعی چندہ کیا گیا ہو اور دینے والے نے چندہ دیتے وقت وضاحت کر دی ہو کہ اسے صرف مدرسہ کے کام میں لینا ہے یا صرف مسجد کے لئے دیا ہو تو اس کے کہنے کے مطابق اسی وقف میں اسے استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کسی طرح کی وضاحت نہ کی ہو تو وہ چندہ مسجد، مدرسہ دونوں کا شمار ہوگا، اور نصف نصف تقسیم ہوگا۔ جیسے مبہم وصیت میں نصف نصف تقسیم ہوتا ہے۔ (درمختار، فتاویٰ دار العلوم ۶۰۲)۔ مسجد کے پیسے اور مسجد کے لئے وقف کی گئی اشیاء کا مدرسہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۰۹﴾ مسجد کے لئے چندہ کی گئی رقم سے میموریل ہال بنانا جائز ہے؟

سوال: ہمارے محلہ میں مسجد بنانے کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں، چندہ میں کچھ رقم جمع

ہوئی ہے لیکن وہ مسجد بنانے کے لئے کافی نہیں ہے، یہاں تک کہ اس سے مسجد کے لئے زمین تک خریدی نہیں جاسکتی، دوسری رقم کے جمع کرنے میں کافی وقت لگ سکتا ہے، حال میں جو رقم جمع ہوئی ہے وہ ویسے ہی غیر مستعمل پڑی ہے، دن بدن روپے کی قیمت بھی گھٹ رہی ہے اور چیزوں کی قیمت بڑھ رہی ہے، اس لئے وہ رقم بینک میں رکھ چھوڑنے کے بجائے اس سے محلہ کے باہر ایک پلاٹ خرید کر رکھ سکتے ہیں؟

(۱) مستقبل میں جب مسجد کے لئے محلہ میں مناسب جگہ ملے تو یہ پلاٹ بیچ کر اس رقم کو مسجد میں استعمال کر لی جائے گی۔ (۲) فی الحال محلہ میں بلکہ پورے شہر میں شادی وغیرہ کے موقعوں پر مہمانوں کے اترنے کے لئے، کھانا بنانے کے لئے یا کھانا کھلانے کے لئے مسلمانوں کے پاس کوئی ہال یا جگہ وغیرہ نہیں ہے، اور غیر مسلم اپنا ہال مسلمانوں کو کرایہ پر نہیں دیتے، اس لئے ایسے موقعوں پر بہت تکلیف ہوتی ہے، اور زیادہ تر لوگوں کو باہر شامیانے میں کھلانے کے لئے بٹھانا پڑتا ہے، جو قیل وقال کا سبب بنتا ہے، اس لئے ہم کومن ہال بنانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں، اگر اس میں کامیابی ملے تو مذکورہ پلاٹ اس کام میں بھی استعمال میں لا سکتے ہیں، اس لئے کہ وہ پلاٹ محلہ سے باہر لیکن قریب میں ہے، اور لب سڑک اہم مقام پر ہے، جب اس کا کامن ہال کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس کی مناسب رقم طے کر کے مسجد کو ادا کر کے مسجد سے وہ پلاٹ خرید لیا جائے، تو اس طرح اور اس نیت سے مسجد کے لئے چندہ کی گئی جمع شدہ رقم سے حال میں مذکورہ پلاٹ خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں شرعی تفصیلات بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تعمیر مسجد کے لئے چندہ کر کے جو رقم جمع کی گئی ہے، تو یہ

رقم دینے والوں نے اپنی طرف سے تعمیر مسجد میں اس رقم کے خرچ کرنے کا آپ کو وکیل بنایا ہے، اس لئے یہ رقم چندہ دینے والوں کی ہدایت کے مطابق تعمیر مسجد میں ہی صرف کرنی چاہئے، اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، اگر دوسرے کاموں میں خرچ کی گئی تو خرچ کرنے والے ضامن ہوں گے۔ (امداد الفتاویٰ:۲؍۵۰۲، فتاویٰ رشیدیہ:۴۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۰﴾ مسجد کے لئے خریدی گئی زمین پر امام یا مؤذن کا مکان بنانا

سوال: ہماری سوسائٹی نے ایک جگہ اس لئے رکھی تھی کہ قریبی زمانہ میں ضرورت پڑنے پر وہاں مسجد بنائیں گے، ساتھ میں امام ومؤذن کا مکان بھی بنائیں گے، سوسائٹی نے ابھی تک اس جگہ پر کوئی تعمیر نہیں کی ہے، اور وہ زمین ایسے ہی خالی پڑی ہوئی ہے، اور یہاں قریب میں ایک مسجد بن گئی ہے، اب سوسائٹی کو مسجد بنانے کی ضرورت نہیں رہی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ اس زمین پر قریب والی مسجد کے خدمت گزاروں (امام ومؤذن) کے لئے مکان بنانے کے لئے سوسائٹی انہیں دے دیں تو اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوسائٹی نے مسجد بنانے کے لئے زمین خریدی یا مسجد کی نیت سے زمین کو فارغ کر کے وقف کیا تو زمین وقف ہوگئی لیکن اس پر نماز پڑھی نہیں اس لئے وہ جگہ شرعی مسجد کے حکم میں نہیں آئے گی، اس لئے اس جگہ کو قریب کی مسجد کے پیش امام یا مؤذن کی رہائش گاہ کے طور پر مکان تعمیر کرنے کے لئے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

﴿۱۰۱۱﴾ مسجد میں جماعت خانہ کے دائیں بائیں آگے پیچھے کچھ جگہ چھوڑنا کیسا ہے؟

سوال: ہماری بستی میں مسجد بنانی ہے، اور اس مسجد میں جماعت خانہ کے دائیں بائیں،

آگے پیچھے کچھ جگہ چھوڑنے کا ارادہ ہے، تو کیا اس جگہ میں جماعت ہو سکتی ہے؟ اور یہ جگہ چھوڑنا درست ہے یا نہیں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے جماعت خانہ کے لئے جگہ متعین کر کے اس کے دائیں بائیں جگہ چھوڑی جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور ضرورت کے وقت وہاں جماعت کے ساتھ نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۲﴾ تعمیر مسجد کے لئے سودی رقم کا استعمال

سوال: ہم یعنی جامع مسجد کی تعمیر کمیٹی کے ممبران آپ کو اطلاع دے رہے ہیں کہ ہم نے بتاریخ ۲۲/۷/۸۳ مطابق ۱۱/شوال ۱۴۰۳ھ کو ہماری اس وقت کی مسجد کی متصل زمین پر باقاعدہ جامع مسجد کی بنیاد علماء کرام کے مبارک ہاتھوں سے ڈلوائی، مسجد کا کل تعمیری خرچ اندازاً ۲،۳۵،۰۰۰ روپے ہے، اس میں اول مرحلہ میں باہر کی دیواریں اور کھڑکیوں، دروازوں اور چھت کا کنٹریکٹر ۱،۷۰،۰۰۰ روپے میں دیا ہے، اور اللہ کے فضل سے یہ کام ۲/اگست سے شروع ہو چکا ہے، اور فی الحال جاری ہے۔ اس کام کے ختم ہونے پر دوسرے مرحلہ کا کام یعنی اندر کی تمام ضروریات مثلاً: وضوخانہ، بیت الخلاء، بجلی، اندر کی کھڑکیاں دروازے، چھت، صحن اور سیلینگ وغیرہ کا کنٹریکٹر دیا جائے گا، جس کا اندازاً خرچ ۶۰،۰۰۰ آج کے حالات میں کہا جا سکتا ہے۔

اول مرحلہ کے کام کو شروع کرنے کے وقت بھی ہمارے پاس ضروری روپے نہیں تھے، لیکن اللہ کے بھروسے پر اور علماء کرام کے مشورہ سے اللہ کے گھر کا مبارک کام شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ ہی سے امید ہے کہ وہ کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے، آپ سے بھی دعا

کی گزارش ہے۔

اب یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ اس تعمیر کے لئے کچھ رقم ہمارے پاس پچھلے پانچ سالوں سے جمع تھی، جو بینک میں رکھی ہوئی ہونے کی وجہ سے اصل رقم کا سود اور سود کا سود ملا کر خاصی بڑی رقم ہوگئی ہے، اب چندہ سے جمع کی گئی رقم سے ہر ماہ کونٹراکٹر کو جتنا کام اس نے کیا ہو اس کے مطابق پیسے دئے جاتے ہیں، ہمارا چندہ بھی جاری ہے، لیکن خدانخواستہ ایسے حالات آجائیں کہ ہمارے پاس سود کی رقم کے علاوہ کوئی رقم پاس میں نہ رہے اور اخراجات پورے نہ ہوسکیں اور ہمیں سود کی رقم استعمال کرنی پڑے تو اس بارے میں ہم شرکاء کی طرف سے کچھ سوالات ہیں جن کا جواب شرعی طور پر بتا کر ممنون فرمائیں۔

ہمارے پاس حال میں سود کے ماسوا جو رقم ہے، اس کے ختم ہونے پر مسجد کے اخراجات کا بل سود کی رقم سے ادا کردیا جائے اور اس درمیان چندہ سے حاصل ہونے والی رقم کو سود والی رقم میں واپس جمع کرادیں، اگر اس کی اجازت ہو تو مسجد کے اول مرحلہ کا کام بآسانی مکمل ہوسکتا ہے، اور قرض حسنہ کی تلاش کی ضرورت بھی نہ رہے، کیا اس کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اور قرآن شریف اور احادیث میں اس پر بکثرت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لئے ایک مسلمان کو ایسے کاموں سے اور ایسے کاموں کی طرف لے جانے والے کاموں سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ اور خاص کر مسجد جیسی مقدس جگہ اور تعمیر کے لئے تو حلال رقم ہی استعمال کرنی چاہئے، حدیث شریف کے فرمان کے مطابق "اللّٰہ طیب و یقبل الطیب" اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب و

پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔ اس لئے سود کی رقم بینک سے اٹھا کر اس رقم سے فائدہ حاصل کرنا سود کے استعمال کرنے کے مترادف ہی ہے، اس لئے سود کی رقم سے تعمیر کے بل ادا کئے جائیں یا وہ پیسے قرض لے کر استعمال کئے جائیں بہر صورت ناجائز ہے۔

سوال میں مذکورہ حالات اللہ کرے پیدا نہ ہوں، اور خدانخواستہ ایسے حالات آ جائیں تو قرض لے کر وہ بل ادا کئے جائیں۔ سود کی حرمت پر فرمان خداوندی ہے: یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفة و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ (آل عمران) و احل اللہ البیع و حرم الربوا۔ (البقرۃ: ۲۷۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۳﴾ تعمیر مسجد کے لئے سود کی رقم رہن رکھ کر حلال رقم حاصل کرنا

سوال: یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ مسلمان بھائی اپنی حلال رقم مسجد کے تعمیری خرچ کے لئے قرض کے طور پر دینے کے لئے راضی ہو جائیں، لیکن اس کے لئے ضمانت مانگتے ہیں، ان حالات میں مسجد کی تعمیر کمیٹی سود کی رقم ضمانت کے طور پر دے دیں اور جب اتنی رقم چندہ سے وصول ہو جائے تو سود کی رقم واپس لے کر چندہ کی رقم قرض خواہ کو دے دیں، تو کیا یہ طریقہ شرعی رو سے صحیح ہے؟ شریعت میں اسکی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس شخص کے پاس یا بینک میں سود کی رقم جمع ہے، وہ سود کی رقم وہیں رہنے دیتے ہوئے، وہاں سے اٹھائے بغیر اگر اس رقم سے ضمانت دیں اور اس سے حلال رقم قرض کے طور پر حاصل کی جائے اور وہ رقم تعمیر مسجد میں صرف کی جائے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر وہ سود کی رقم بینک یا جس شخص کے پاس ہو اس سے حاصل کر کے اسے رہن کے طور پر رکھ کر اس کے بدلے حلال رقم لے کر تعمیر مسجد میں صرف کی جائے تو اس سے

تعمیر مسجد تو حلال رقم سے ہونے کی وجہ سے اس صورت میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔ مسجد کی تعمیر کمیٹی مسجد کی رقم کا سود ضمانت کے طور پر بتا کر حلال رقم کو قرض کے طور پر حاصل کر کے مسجد کے تعمیری کام میں صرف کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۴﴾ مسجد کی سودی رقم قرض دے کر اس کے عوض حلال رقم حاصل کر کے اسے تعمیر مسجد میں صرف کرنا

سوال: مسجد کی تعمیری کمیٹی کے اراکین مسجد کی سودی رقم کچھ مسلمان بھائیوں کو قرض کے طور پر دے، اور پھر ان سے ان کی حلال رقم سے قرض وصول کرے، تو اس حاصل ہونے والی رقم کو مسجد کے تعمیری کام میں صرف کر سکتے ہیں، خلاصہ یہ کہ اس حیلہ سے رقم حلال ہو جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود کی رقم واجب التصدق ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں قرض دینے سے حیلہ نہیں ہو جاتا، حیلہ صحیح ہونے کے لئے مالک بنا کر دوبارہ نہ لینے کی شرط کے ساتھ دینا ضروری ہے۔ (اشاعۃ الکلام من المال الحرام)

﴿۱۰۱۵﴾ مسجد کی سودی رقم آرکیٹیکٹ، اسٹرکچرل انجینئر وغیرہ کو اجرت کے طور پر دینا

سوال: ایک نئی تعمیر ہونے والی مسجد کے پلان (نقشہ) کے لئے ایک آرکیٹکٹ یعنی مسجد کا نقشہ بنانے والا، ایک کانٹیٹی سرویر یعنی کس کس چیز کی کہاں کتنی ضرورت ہوگی؟ اور اندازاً اس کا خرچ کتنا ہوگا اور ہر ماہ کنٹریکٹر کی طرف سے آنے والے بل کی جانچ کرنے والا اور ایک اسٹرکچرل انجینئر جس کا کام عمارت کی مضبوطی کی جانچ کرنا ہوتا ہے مسجد نے رکھے ہیں۔ یہ تینوں غیر مسلم ہیں، ان تینوں کی اجرت الگ الگ ہوتی ہے، اور کنٹریکٹر سے طے

ہوئی رقم کے علاوہ انہیں رقم دینی ہوتی ہے۔ تو ان تینوں کی اجرت سود کی رقم سے دی جائے تو کیا اس کی شریعت میں گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مذکورہ تینوں افراد اپنی اجرت اور معاوضہ کے طور پر طے شدہ رقم کے حقدار ہیں، اس لئے سود کی رقم سے ان کی اجرت دینا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۰۱۶﴾ مسجد کا صحن فروخت کرنا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں پرانے زمانہ کی ایک وقف شاہی مسجد ہے، جس میں ۱۱۰۰ مربع فیٹ کا تعمیری کام ہے۔ بشکل ہذا: جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے جماعت خانہ ہے (۲) کھلا صحن ہے (۳) وضو کے لئے حوض ہے، جو غیر مستعمل ہے (۴) آٹھ پرانی قبریں ہیں (۵) بارہ پرانی قبریں ہیں۔ (۶) مؤذن صاحب کے رہنے کے لئے حجرہ ہے۔

اب مسئول بہ امر یہ ہے کہ ایک متولی نے اس مسجد کا کھلا ہوا صحن کچھ لوگوں کو فروخت کر دیا ہے، تاکہ وہ اپنے رہنے کے لئے وہاں مکان بنا سکیں تو......

(۱) مسجد کی تعریف کیا ہے؟ (۲) صحن اور جماعت خانہ میں کچھ فرق ہے؟ (۳) اس طرح کی بیع صحیح ہے؟ مفصل مدلل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

(۱) مسجد اس جگہ اور مکان کو کہتے ہیں جسے کسی مسلمان نے فرض نماز پڑھنے کے لئے وقف کر دیا ہو۔ اور اپنی ملکیت سے خارج کر کے اللہ کی ملکیت میں دے دیا ہو، خواہ اس جگہ پر کوئی عمارت بنی ہوئی ہو یا نہ ہو، اس کا ہر جزء مسجد کہلائے گا۔ اور مسجد کے تمام احکام اس پر

عائد ہوں گے۔ جیسا کہ فتاویٰ دار العلوم: ۵، ۲۵۴/۶ پر ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

"مسجد شرعی وہ ہے کہ کوئی ایک شخص یا چند اشخاص اپنی مملوکہ زمین کو مسجد کے نام پر اپنی ملکیت سے جدا کر دیں، اور اس کا راستہ شاہ راہ عام کی طرح کھول کر عام مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دیں، جب ایک مرتبہ اذان اور اقامت کے ساتھ اس جگہ میں نماز پڑھ لی جائے تو یہ جگہ مسجد ہو جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ: ۵۵۵/۲، طحطاوی علی الدر ۵۳۶/۲، فتاویٰ قاضی خان)

اصطلاح میں مسجد کے احاطہ میں جو بھی جگہ ہو اس پورے احاطہ پر مسجد کا اطلاق ہوتا ہے۔ بارش، سردی سے حفاظت کے لئے جو تعمیر والا مسقف حصہ ہوتا ہے اسے فقہاء شطوی مسجد اور ہم جماعت خانہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مسجد کے مسقف حصہ کے علاوہ جو کھلی جگہ ہوتی ہے جہاں فرش وغیرہ لگا ہوا ہوتا ہے، جہاں سردی وگرمی وغیرہ میں نماز اور جماعت بھی کی جاتی ہے وہ حصہ بھی جماعت خانہ میں داخل ہے، شرعی اصطلاح میں اسے مسجد صیفی کہتے ہیں۔ اور وہ حصہ جو سنن ونوافل وغیرہ پڑھنے اور مسجد کی دیگر ضروریات میں استعمال ہوتا ہے جسے صحن کہتے ہیں، اس حصہ کا حکم ادب ملحوظ رکھنے کے باب میں پہلے والے حصہ سے کم ہے، اور اس کے علاوہ وہ حصے جہاں وضو خانہ، پیشاب خانہ، امام ومؤذن کے رہائش کے حجرے وغیرہ اور اس چہار دیواری میں اس کے علاوہ جو بھی جگہ ہو اسے فناء مسجد کہتے ہیں۔ کفایت المفتی: ۳۴/۷ پر ہے کہ "صحن مسجد کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے"

(۱) اول مسجد کے اس غیر مسقف حصہ کو صحن کہتے ہیں جو مہیأ للصلوۃ ہوتا ہے، یعنی نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے، لیکن بغیر چھت کے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(ب) اس حصہ کو بھی صحن کہہ دیتے ہیں جو موضع مہیأ للصلوۃ کے مسقف اور غیر مسقف حصہ کے بعد خالی زمین یا فرش کی صورت میں چھوڑ دیا جاتا ہے، مگر وہ نماز و جماعت کے لئے نہیں بنایا جاتا ہے۔

اول معنیٰ کے لحاظ سے صحن تو مسجد ہی کا ایک حصہ ہے، اور اس کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔

اور دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے صحن ایک علیحدہ چیز ہے یعنی اگر چہ مسجد کے ساتھ وقف ہونے میں شامل ہے مگر مسجد کے آداب واحکام اس کے لئے ثابت نہیں، اس میں جوتیاں پہن کر جانا، جنابت کی حالت میں گزرنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ کہ وقف کے حکم میں ان دونوں جگہوں کا حکم یکساں ہے، البتہ آداب کی رعایت کے باب میں دونوں میں کچھ فرق ہے۔

و الفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد، کذا فی محیط السرخسی۔ (عالمگیری: ٤٦٢)۔

امداد الفتاویٰ ص: ۵۶۵ پر مفصل مرقوم ہے کہ: حنفی مسلک میں بھی صحن مسجد ہی کے حکم میں داخل ہے، اور فناء مسجد میں بھی ایسا کام کرنا جو مسجد کے مقصد اصلی میں مخل ہو جائز نہیں ہے، بحر اور طحطاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

لا یجوز لقیم المسجد ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فنائه الخ (بحر: ٢٦٩/٥، طحطاوی: ٥٣٦/٢)

مسجد کے احاطہ میں جو بھی جگہ ہوتی ہے وہ وقف ہوتی ہے، کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، متولی اور ذمہ دار حضرات اس کی دیکھ بھال وغیرہ کرنے کا حق رکھتے ہیں، اس لئے ایسی وقف زمین کے بیچنے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے، پھر بھی کوئی خلاف قاعدہ ایسی وقف زمین کو بیچ دے، تو یہ

بیع باطل ہے اور غیر معتبر ہے، اس لئے مشتری کی تملیک میں وہ چیز داخل نہیں ہوگی۔ (در مختار مع الشامی: ۳۹۴/۳)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: و فی فتاوی النسفی بیع عقار المسجد لمصلحة المسجد لایجوز و ان کان بامر القاضی و ان کان خراباً فاما بیع النقض فیصح الخ (٤٢٥/٤) و فی الجامع الصغیر: و قال محمد لا یباع، و لا یوهب و یورث الخ۔ (ص:۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۷﴾ مسجد و مدرسہ اور دوسرے مذہبی اداروں کے ماہانہ خرچ کی ذمہ داری لینا ثواب جاریہ کا سبب ہے۔

سوال: ہمارے دادا، پردادا، مسجد اور مدرسہ کی جائداد بنا کر اس کی آمدنی سے اس کا خرچ نکالتے تھے، لیکن آج کے دور میں کرایہ داروں سے معاملہ کرنا بڑا ہی مشکل ہو گیا ہے، اور جماعت کی ملکیت والے مکانات خالی رہتے ہیں، اس لئے جماعت کی آمدنی کے لئے شیئرز، سرٹیفکیٹ خرید کر جماعت کی آمدنی کا ذریعہ بنانے کا ارادہ ہے۔ اور دیہات و شہر کے لوگوں کو دیہات یا شہر میں کئے جانے والے چندہ کو بالکلیہ بند کرنے کی ترغیب دی جائے، ایسے کسی طریقہ کے بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

مثلاً: مسلم انویسٹ منٹ کارپوریشن کی بنیاد ڈال کر جس گاؤں یا شہر کی مسجد و مدرسہ چلانے کے لئے آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو وہ گاؤں اور شہر والے کچھ رقم انویسٹ کر کے اس کا جو ڈیویڈنڈ حاصل ہو اس سے اس کا خرچ چلائیں، یا کارپوریشن جہاں مکانات کی ڈیمانڈ زیادہ ہو اور اچھا کرایہ آتا ہو ایسی جگہ مکان بنائے اور کرایہ پر دے اور انویسٹ کرنے والوں کو اس کرایہ کے نفع سے حصہ دیا جائے، تاکہ گجرات کے بہت سے دیہات و شہر کے

مسجد و مدرسے آسانی سے چل سکیں، اور آنے والی امت دینی و دنیوی تعلیم حاصل کر سکے، گجرات کے کونے کونے کے مدرسوں کا نظام بآسانی چلایا جا سکے، علماء کی تنخواہوں کا معیار یکساں رہ سکے، ایسے کثیر فائدے یہ کارپوریشن کر سکتی ہے۔ اگر کچھ نہ ہو سکے تو کارپوریشن ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' کو لکھ سکتی ہے کہ مسلم قوم تمہارے یونٹ میں اس لئے پیسے نہیں روکتی کیونکہ اس میں منافع کی جگہ انٹرسٹ یعنی سود لکھا ہوا ہے، اگر آپ اس لفظ کو بدل کر اس کی جگہ ڈیویڈنڈ لکھ دو تو مسلمان اور مسلم جماعت اس میں اچھی خاصی رقم روک سکتی ہے، لہذا یہ طریقہ شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟ اس کے شرعی حکم سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد، مدرسہ یا دوسرے مذہبی اداروں کے ماہانہ خرچ کے لئے کسی جائز صورت کا انتظام کرنا کارِ خیر اور ثواب جاریہ کا سبب ہے۔ اور یہ کام کرنا ضروری بھی ہے۔ لیکن اس کے لئے سائل کا بتایا ہوا طریقہ صحیح نہیں ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے اس میں کچھ خرابیاں ہیں، جیسا کہ مسجد کی وقف اشیاء یا مدرسہ کی وقف اشیاء کو ایک دوسرے کے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ دونوں کے مقصد الگ الگ ہیں اور دونوں الگ الگ مستقل علیحدہ علیحدہ وقف ہیں۔ نیز کرایہ کی کمی کی وجہ سے اس تعمیر کو بیچ کر اس سے شیئرز وغیرہ خریدنا یہ بھی جائز نہیں ہے، صرف ان وجوہ سے وقف کی ملکیت بیچی نہیں جا سکتی۔

البتہ دوسری کسی آمدنی یا بقایا یا چندہ کی رقم سے آرڈینری شیئرز خرید کر آمدنی کا ذریعہ بنانا منع بھی نہیں ہے، اور وہ آمدنی بھی حلال ہے۔ ''یونٹ ٹرسٹ انڈیا'' کو ایسا کہنا کہ انٹرسٹ لفظ کی وجہ سے مسلم قوم پیسے نہیں روکتی اس کی جگہ ڈیویڈنڈ لفظ ہو تو مسلم قوم پیسے روک سکتی ہے، یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اصل حرمت اس کے سود اور سودی کاروبار کی وجہ سے ہے، جس سے اللہ ورسول نے بہت سخت الفاظ میں وعید بیان فرمائی ہے۔ اس لئے مذکور یونٹ میں سودی

کاروبار یا لین دین ہوتی ہوتو اس آمدنی کو ڈیویڈنڈ لکھا جائے یا انٹرسٹ کا نام دیا جائے دونوں صورتوں میں وہ ناجائز اور حرام ہے۔

دینی و مذہبی جگہوں کو اپنی مال و جائداد سمجھ کر اس کی حفاظت اور اس کا اچھا انتظام کیا جائے اور اپنی ذاتی دشمنی کو مسجد و مدرسہ یا اجتماعی کام میں داخل نہ کیا جائے اور خوشی و غمی کے موقعوں پر اپنی بڑائی جتانے کے ارادے سے کیے جانے والے بڑے خرچوں کو کم کر کے مسلم قوم بہت کچھ کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۸﴾ مسجد و مدرسہ کی چیز کو ضائع ہو جانے کے ڈر سے فروخت کرنا جائز ہے؟

سوال: ہماری سنی جماعت نے مجھے پرانے مدرسہ کے کباڑ خانہ سے کچھ لکڑیاں دی ہیں جس سے ایک گھر بنایا جا سکے بطور ہدیہ دی تھی، زمین سرکار کی طرف سے ملی ہے، باقی خرچ دوسرے گاؤں سے ملا ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پرانے مدرسہ کی کباڑیاں اور لکڑیاں جو مجھے ہدیہ کے طور پر ملی ہیں ان کو استعمال کرنا میرے لئے جائز ہے؟ اگر نہیں ہے تو مجھے کتنی قیمت جمع کروانی پڑے گی؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما...... مسجد و مدرسہ یا اس کی اشیاء وقف ملکیت شمار کی جاتی ہے، وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، اس لئے متولی یا ذمہ دار کا اس میں سے کوئی چیز بطور ہدیہ دے دینا جائز بھی نہیں ہے۔

اس لئے صورت مسئولہ میں مذکورہ لکڑیوں کو اولاً مسجد و مدرسہ کی ضرورتوں میں ان کو استعمال کیا جائے یا حفاظت سے رکھ دئے جائیں کہ جب ان کی ضرورت ہو استعمال کئے جا سکیں، البتہ اس طرح رکھنے میں اس سامان کے گم ہو جانے یا خراب ہو جانے کا

اندیشہ ہوتو انہیں فروخت بھی کر سکتے ہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں متولی اور جماعت کے پاس سے رقم متعین کر کے خرید نا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۱۹﴾ مسجد کی وقف اشیاء غیر مسلم کو بیچنا

سوال: ہمارے یہاں مسجد ہے، جو بہت پرانی اور خستہ حالت میں ہے، اسے شہید کر کے از سر نو بنانے کا ارادہ ہے، اس مسجد کو شہید کرنے پر اس کا کباڑ مثلاً: ستون، تختے، نالے، ڈنڈے، چھپر وغیرہ نکلے گا، اس کا کیا کیا جائے؟ اس کی اب نئی تعمیر ہونے والی مسجد میں کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر اسے فروخت کرنا جائز ہو تو اگر اسے کوئی غیر مسلم بھائی خریدے اور اسے بیت الخلاء وغیرہ خراب جگہ میں استعمال کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

دوسرے کسی غریب گاؤں کی مسجد میں دینا جائز ہے؟ اور بیچنے کی صورت میں قیمت کا مصرف کیا ہے؟ جماعت خانہ کی دیوار اور چھت کا کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پرانی مسجد کی جو اشیاء قابل استفادہ ہوں انہیں نئی مسجد میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور اگر حال میں یا مستقبل میں کبھی اس کی ضرورت نہ پڑنے والی ہو، یا تب تک کے لئے اسے حفاظت سے رکھنا دشوار ہو تو اسے بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں استعمال کرنی چاہئے تا کہ وقف کا مقصد مکمل ہو۔

صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ اس کباڑ کو بیچ دیا جائے، اور مسلمان ہی ایسی متبرک اشیاء خریدیں اور ان کے پیسے مسجد میں استعمال کئے جائیں، باقی کسی دوسرے شخص کو یہ چیزیں بیچی جائیں اور وہ بیت الخلاء وغیرہ میں انہیں استعمال کرے تو اس سے بیچنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ (شامی، فتاویٰ دار العلوم وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۰﴾ مسجد کی آمدنی مدرسے کے کام میں خرچ کرنا جائز ہے؟

سوال: مسجد مالدار ہے اور مدرسہ غریب ہے، تو کیا مسجد کی آمدنی مدرسہ میں لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی آمدنی مدرسہ میں خرچ نہیں کر سکتے۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۱﴾ ایصال ثواب کے لئے پیسے دینی تعلیم میں دینا بہتر ہے یا مسجد و مدرسہ کے تعمیری کام میں دینا؟

سوال: اپنے ایصال ثواب کے لئے (دائمی وقف) زمین، مکان یا نقد روپئے مدرسہ (دینی تعلیم) کے لئے دینا بہتر ہے یا مسجد کی تعمیر کے لئے یا دوسرے کسی کام کے لئے دینا بہتر ہے؟ افضل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو وہاں خرچ کرنا چاہئے۔ باقی مسجد و مدرسہ دونوں میں دینے سے ثواب تو ملے گا ہی، کمی بیشی اخلاص اور ضرورت کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۲﴾ ٹرسٹ و کمیٹی کا رکن بنانے کی شرط پر چندہ دینا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد جس کا نام ''اسٹیشن مسجد'' ہے، جمعہ عیدین اور چھٹی کے موقعوں پر مصلیوں سے بھر جاتی ہے، جگہ کی تنگی ہو جاتی ہے، اس لئے اسے بڑی بنانے کی ضرورت ہے، ایک نیک دل صاحب اس کے لئے ایک سے ڈیڑھ لاکھ تک کا خرچہ دینے کے لئے تیار ہے، لیکن ان کی شرط یہ ہے کہ ٹرسٹ و کمیٹی میں باقاعدہ ان کے تین

ٹرسٹیوں کو لیا جائے، اس طرح مشروط سخاوت کے قبول کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ شخص اہل سنت والجماعت کے عقائد کا حامل ہو، اور صرف اچھا نظم چلانے کے لئے ہی یہ شرائط رکھی ہوں اور مستقبل میں اس کے وقف پر قابض ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، ان کے پیسوں سے مسجد فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۵۱۴/۲) فقط واللہ اعلم

﴿۱۰۲۳﴾ دینی اداروں میں حلال رقم دینی چاہئے۔

سوال: ایک ٹرسٹ ہے، جس کے شرکاء ہندو اور مسلمان دونوں ہیں، ان شرکاء کا ایک کاروبار پکچر (فلم) دکھانے کا بھی ہے، اور ٹرسٹ کی ایک ذاتی تجارت ہے، اور وہ لوگ پکچر (فلم) سے حاصل ہونے والی رقم اور ذاتی تجارت سے حاصل ہونے والی رقم دونوں کو ساتھ ہی رکھتے ہیں، اور اضافی رقم ٹرسٹ میں جمع کراتے ہیں۔ اس ٹرسٹ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ ہر ایک عام تعلیمی ٹرسٹ میں امداد کے طور پر للہ رقم سے مدد کرتے ہیں چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ٹرسٹ ہو، تو مذکورہ امداد کی رقم مدرسہ کی عمارت یا دار الاقامہ کی تعمیر میں استعمال میں لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں؟ نیز طلباء کے استعمال میں مثلاً: اساتذہ کی تنخواہوں اور طلباء کی دوا اور کپڑے وغیرہ میں استعمال میں لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ دینی و تعلیمی اداروں میں بھی حلال رقم ہی استعمال کی جائے۔ اس لئے حتی الامکان ایسے مال اور امداد سے احتراز بہتر ہے، تاہم ضرورۃً اس کے استعمال کی اجازت ہے۔

عالمگیری ص: ۳۴۲ پر لکھا ہوا ہے:

”اگرکسی نے ہدیہ بھیجایا دعوت کی اوراس کی کمائی کا اکثر حصہ حلال کمائی کا ہو، تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ ادارہ کی اکثر آمدنی حلال کمائی کی ہو اوراس امداد دینے کی وجہ سے ان کے اس دینی تعلیم میں کچھ دخل اندازی کا بھی خوف نہ ہو تو ان کی امداد قبول کرنے میں حرج نہیں ہے، جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۴﴾ جس ادارہ کی اکثر آمدنی حرام کمائی کی ہو، اور وہ کسی غریب شخص کو کچھ رقم ہدیہ دے اور وہ غریب شخص وہ رقم مدرسہ میں دے تو اس رقم کو استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: مذکورہ بالا رقم کے استعمال کا حکم اگر عدم جواز کا ہو تو اگر مذکورہ ادارہ کے ذمہ دار حضرات کسی غریب شخص کو ہدیہ کے طور پر یہ رقم دیں اور وہ غریب شخص اس رقم کو مدرسہ کی ضرورت کے لئے دے دے تو یہ رقم مدرسہ کی مذکورہ ضرورت میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا جائے تو بلا تردد جائز اور درست ہے۔(عالمگیری:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۵﴾ مسجد کی رقم سے امام کے ذاتی قرض میں مدد کرنا

سوال: میں مسجد کا امام ہوں، اور مسجد کے متولیوں کی طرف سے امام کو رہنے کے لئے گھر دینا ضروری ہے، اگر مسجد کا امام اپنا ذاتی گھر بنادے، اوراس کی تعمیر میں مال، سامان مول لینے کی وجہ سے امام پر کچھ قرضہ باقی رہ گیا ہو تو یہ قرض ادا کرنے کے لئے متولیوں سے مسجد کی امانت میں سے کچھ رقم کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور متولی حضرات مسجد کی جمع شدہ رقم میں سے امام کے قرض کی ادائے گی میں مدد کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور امام لے

سکتا ہے یا نہیں؟ اور امام کو لینے کا حق ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کی امامت کرنے کے لئے امام کی ضروریات زندگی کی کفالت جماعت کو کرنی چاہیے۔ اس لئے متاخرین فقہاء امامت پر کھانے پہننے اور رہنے کی سہولت کے لئے تنخواہ لینے کو جائز کہتے ہیں۔ اس لئے امام درمیانی درجہ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے اتنی رقم کی تنخواہ کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ یہ ضرورت ملازمت پر ہونے کی حالت میں جماعت کے گھر یا کرایہ کے مکان میں رہ کر پوری کی جاسکتی ہے۔ اپنی سہولت یا آزادی کے لئے اپنی ملکیت کا گھر بنانے میں قرض ہو جانے پر جماعت والے ذمہ دار نہیں ہیں۔ البتہ احسان کر کے جماعت والے اپنے امام کا قرض ادا کرنے کے لئے اپنی ذاتی رقم دیں تو یہ جائز ہے، بلکہ افضل ہے۔ اور یہ امام کی قدردانی کہلائے گی۔ لیکن اس کے لئے مسجد کی آمدنی سے یا مسجد کی جمع شدہ رقم سے امام کے ذاتی قرض کے لئے دینا یا امام کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وقف کے مقصد کے خلاف ہے۔ (ہدایہ، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۶﴾ مدرسہ کے تعمیری کام کے لئے حاصل ہونے والی رقم مدرسہ کے اخراجات میں استعمال کرسکتے ہیں؟

سوال: نیا مدرسہ تعمیر کرنے کے لئے دوسرے ملک میں رہنے والے اس گاؤں کے ہر شخص کو خطوط لکھے گئے، اور خدا کے فضل سے مدرسہ کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا، اس کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں تن تنہا ہی پورا مدرسہ بنا دیتا ہوں، لیکن اس بھائی نے جب کہا اس وقت چندہ کی خاصی رقم جمع ہو چکی تھی، تو اب اس تعمیر مدرسہ کے لئے آنے والی رقم مدرسہ کے

ماہانہ خرچ میں امداد کے طور پر اسے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ماہانہ خرچ میں یہ رقم استعمال کی جائے تو چندہ دہندگان کے ثواب میں کچھ کمی بیشی ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آسان اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ تعمیر کے لئے چندہ میں آنے والی رقم اولاً تعمیر میں صرف کی جائے، پھر جتنی رقم کی ضرورت باقی رہے وہ مذکورہ شخص سے حاصل کر کے کام ختم کیا جائے، اور پھر ماہانہ آمدنی کے لئے کوئی نئی تعمیر وہ صاحب بنا دیں، یہ بہتر ہے، ورنہ صورت مسئولہ میں چندہ دہندگان راضی نہ ہوں تو ان کی رقم انہیں واپس دینا ضروری ہے اور اگر واپس دینا ممکن نہ ہو تو پھر ماہانہ اخراجات کے لئے کسی تعمیر وغیرہ میں اسے خرچ کرنا ضروری ہے اور اس آمدنی کو مدرسہ ہی کے کام میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۷﴾ حرام آمدنی کا مسجد و مدرسہ کے لئے استعمال

سوال: ایک شخص ویڈیو کیسیٹ بیچنے کا کاروبار کرتا ہے، (اس کا ایک چھوٹا سینما ہال ہے) اور فلمی گانوں کی کیسیٹیں بھی بیچتا ہے، وہ شخص مسجد کے چندہ یا مدرسہ میں للہ رقم دینا چاہے تو اس کی رقم لے کر مسجد، مدرسہ کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا وہ رقم کہاں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ویڈیو کیسیٹ اور فلمی گانوں کی کیسیٹ کی تجارت معصیت ہے، اس کی آمدنی پاکیزہ نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص ایسی رقم سے مسجد و مدرسہ کے لئے چندہ دے تو یہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کی کوئی دوسری جائز آمدنی ہو اور وہ اس میں سے چندہ دے یا کسی سے قرض لے کر وہ رقم چندہ میں دے تو اس چندہ کا لینا اور کار خیر میں

صرف کرنا جائز ہے۔(عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۸﴾ مسجد کے گدّے بیچ کردہ رقم مسجد کے کام میں لینا

سوال: ہمارے گاؤں میں جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے، تو ایک گدّا مسجد میں ثواب کی نیت سے دیتے ہیں، اب ہمارے پاس بہت سارے گدّے جمع ہو گئے ہیں، تو ان گدّوں کو بیچ کر ان کی قیمت مسجد کے کام میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں یہ گدّے مسجد میں وقف کے طور پر وارثین دیتے ہوں اور وہ سب بالغ ہوں تو یہ وقف صحیح ہے، اب ان کا استعمال مسجد میں ہی ہونا چاہئے، لیکن زیادہ جمع ہو جانے کی وجہ سے ان کی حفاظت مشکل ہو یا ضائع ہو جانے کا ڈر ہو تو متولیوں کی اجازت سے ان کو بیچ کر مسجد کی دوسری کوئی ضرورت کی چیزیں ان کے عوض لے لینا درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۲۹﴾ مسجد کی وقف زمین پیش امام کو بیچنا اور اس کی قیمت مسجد میں جمع کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام بہت سالوں سے مسجد کے پیش امام اور استاذ کے طور پر ملازم ہیں، اور آج ۲۷ سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی بھی برابر خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کے پاس رہنے کے لئے اپنا مکان نہیں ہے، اور ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد بچوں کے ساتھ کہاں جائیں گے؟ اس تکلیف میں ہیں، گاؤں میں مسجد کی کچھ زمین وقف ہے، جہاں بارش کے موسم میں گاؤں والے گھانس کی نیلامی کے لئے جمع ہوتے ہیں، امام صاحب کی مدد کے لئے اس زمین کے ایک کونے سے گھر بن سکے اتنی زمین مناسب دام میں دے کر وہ قیمت مسجد کے کام میں صرف کی جائے یا جمع رکھی جائے تو ایسا کر سکتے

ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... مسجد کی موقوفہ زمین کو بیچنا بلا شدید ضرورت کے جائز نہیں ہے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں مکان بنانے کیلئے وہ زمین نہیں بیچی جا سکتی۔ (شامی، کتاب الوقف)

﴿۱۰۳۰﴾ وقف مسجد کے احاطہ میں بنے ہوئے کمرے کرایہ پر دینا

سوال: وقف مسجد کے احاطہ میں جماعت خانہ سے اندازاً پچاس فٹ دور کمرے بنے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک کمرہ ہم نے ایک مسلمان بھائی کو بیڑی، سگریٹ اور دیا سلائی کے گودام کے طور پر کرایہ پر دیا ہے، کرایہ پر لینے والا شخص پانچوں وقت کی نماز کا پابند اور پرہیزگار ہے، اس لئے مسجد کا احتیاط اور ادب کے لحاظ پر کوئی سوال کھڑا نہیں ہوتا، اس کے علاوہ امام و مؤذن کے کمرے بھی ہیں، جو فی الحال خالی ہیں، اور یہ کمرے مسجد کے بانی نے صرف آمدنی کے لئے بنائے ہیں، اور وقف کے کاغذات میں اس کا تذکرہ بھی ہے۔ پہلے وہاں اردو اور گجراتی نسوانی (زنانہ) اسکول چلتی تھی، اور فی الحال وہ خالی ہے، ان کمروں کو کرایہ پر دینے کا مقصد یہ ہے کہ اس سخت گرانی میں آمدنی کی رقم کے کم ہونے کی وجہ سے ہر ماہ ۳۰۰ روپے کی کمی آتی ہے، اور خرچ پورا نہیں ہو پاتا، اس لئے ہم نے وہ کمرہ کرایہ پر دیا ہے، اور یہ شرط بھی رکھی ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر پیش آجاوے تو کمرہ خالی کر دینا ہوگا اور وہ بھائی خالی کر دینے پر تیار ہے۔ تو اس طرح کمرہ کرایہ پر دینا جائز ہے؟ اس میں شرعی نقطۂ نظر سے کچھ خرابی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... مسجد کے احاطہ میں صحن کے مقابل جو کمرے بنائے

جاتے ہیں، وہ مسجد اور مسجد کی ضروریات مثلاً: امام ومؤذن کے رہنے کے لئے، مسجد کا سامان رکھنے کے لئے یا مذہبی تعلیم کے استعمال کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ بحرالرائق کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: کہ جو کمرے مسجد کے لئے بنائے جاتے ہیں جن کا مقصد امام اور مؤذن کے رہنے نیز دینی تعلیم کے لئے ہوں اسے رہنے یا سامان رکھنے کے لئے انہیں کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم: ۳۰۴) اس لئے صورت مسئولہ میں بیڑی، سگریٹ اور دیا سلائی کے گودام کے لئے وہ کمرہ کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۰۳۱﴾ پندرہ (۱۵) دن کی امامت پر پورے مہینہ کی تنخواہ لینا دینا

سوال: یہاں ایک مولانا صاحب کو صرف امامت کے لئے دو تین سال کے معاہدہ کے ساتھ رکھا گیا ہے، چار چھ مہینوں کے بعد امام صاحب اور مدرسہ میں پڑھانے والے مدرس متولی کی رضامندی سے ایک ایک ہفتہ کر کے نماز پڑھانے لگے، ان عالم صاحب کو صرف امامت کے لئے رکھا ہے، یہ عالم صاحب مہینہ میں صرف پندرہ (۱۵) دن ہی نماز پڑھاتے ہیں، اور تنخواہ پورے ماہ کی لیتے ہیں، کمیٹی والے بھی پورے ماہ کی تنخواہ دیتے ہیں، بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ متولی یا کمیٹی والوں کو مسجد کے پیسے غلط طریقے سے برباد نہیں کرنے چاہئے، پندرہ دن کی نماز پڑھا کر پورے ماہ کی تنخواہ لینا کیا اس امام کے لئے جائز ہے؟ اور متولی یا کمیٹی والے پندرہ دن کی تنخواہ امامت نہ کرنے کے باوجود امام صاحب کو دیتے ہیں کیا انہیں اس کا جواب نہیں دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ صورت میں امام صاحب اپنی کاہلی یا بے توجہی کی وجہ سے پندرہ دن نماز نہیں پڑھاتے ہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ متولی کی اجازت سے

انہوں نے دوسرے شخص کو پڑھانے دیا ہے، اس لئے معاہدہ کے مطابق پورے ماہ کی تنخواہ لینا ان کے لئے بلا تردد جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۰۳۲﴾ مسجد کے پرانے کباڑ کو بیچ کر اس کی رقم سے مسجد کے لئے بیت الخلاء بنوانا

سوال: ہمارے یہاں ابھی مسجد شہید کر کے نئی تعمیر کی گئی ہے، مسجد کے پرانے کباڑ جس میں پتر ے اور لکڑیاں وغیرہ ہیں جنہیں بیچ کر اس سے جو رقم حاصل ہو مسجد کے بیت الخلاء وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... مسجد کا پرانا کباڑ جس کی اب مسجد کو ضرورت نہ ہو انہیں بیچ کر اس کی رقم مسجد کی ضرورت میں صرف کرنی چاہئے تا کہ واقف کا مقصد پورا ہو۔ ورنہ طریقہ تو یہ ہے کہ بیت الخلاء وغیرہ کے لئے علیحدہ رقم نکالی جائے، اس کے باوجود بیت الخلاء نمازیوں کی سہولت کے لئے بنایا جاتا ہے تو وضو خانہ کی طرح جو ضروریات مسجد میں شمار ہوتا ہے فی زمانا یہ بھی ضرورت میں ہی شمار کیا جائے گا، اس اعتبار سے یہ رقم بیت الخلاء کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۰۳۳﴾ مسجد کی موقوفہ زمین فروخت کرنا جائز ہے؟

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد میں کچھ سال پہلے دو آدمیوں نے اپنے گھر کی زمین محلہ کی مسجد میں وقف کر دی تھی، یہ زمینیں کھلی ہیں، اور اس پر عمارت بالکل نہیں ہے، اب متولی حضرات ان زمینوں کو فروخت کر دینا چاہتے ہیں، تو کیا مسجد میں وقف کی گئی زمین کو بیچنا جائز ہے؟ اگر بیچنا جائز ہو تو کس طرح بیچ سکتے ہیں؟ اس کا طریقہ بھی بتلائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... وقف زمین کا بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن واقف نے وقف

کرتے وقت یہ وضاحت کردی ہو کہ وہ خود یا متولی بعد میں اسے بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے، تو اس صورت میں وقف زمین کا بیچنا جائز ہے۔ یا موقوفہ زمین سے کوئی آمدنی نہ ہوتی ہو، اور بنجر ہوگئی ہو تو شرعی قاضی کی اجازت سے صحیح قول کے مطابق بیچ سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو، اور اس کی آمدنی کم ہو اور بیچ کر دوسری چیز لینے میں آمدنی کے بڑھ جانے کی امید ہو تو صرف اس وجہ سے اس زمین کو بیچنا صحیح قول کے مطابق جائز نہیں ہے۔

﴿۱۰۳۴﴾ مسجد کی رقم سے تعزیہ بنانا

سوال: ایک متولی صاحب نے اپنی مسجد کا حساب پیش کیا، جس میں اندازاً دو سے تین ہزار کی رقم محرم کے تعزیہ بنانے میں اور محرم میں لائٹ اور زینت اور ڈھول، باجہ اور نیاز وغیرہ میں خرچ کی تھی۔ تو کیا متولی خود یا جماعت کی اجازت سے مسجد کی رقم ان کاموں میں خرچ کرسکتا ہے؟ ایسا شخص متولی بننے کے لائق ہے؟ اور اس خرچ کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی رقم اور اس کی آمدنی مسجد اور مسجد کی ضروریات میں ہی خرچ کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جنہوں نے وہ رقم گناہ والے کاموں میں خرچ کی ہے وہ اس کے ضامن ہیں، انہیں وہ رقم مسجد میں جمع کردینی چاہئے، ورنہ خدا کے یہاں سخت جواب دینا پڑے گا۔ مسجد کی رقم خرچ کرنے میں فقہاء نے بہت احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۳۵﴾ مسجد کی رقم سے مؤذن کو پینشن دینا

سوال: ایک شخص ایک گاؤں کی مسجد میں ۴۰ سال سے مؤذن کی خدمت کرتا تھا، گاؤں والے اس خدمت کی وجہ سے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہتے ہیں، اور اس کی مدد کرنا

چاہتے ہیں، اس کے لئے انہوں نے دو طریقے تجویز کئے ہیں۔
(۱) ایک تو یہ کہ مسجد کی آمدنی میں سے انہیں ۵۰۰/روپئے مدد کے طور پر دینا چاہتے ہیں، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ (۲) انہیں ماہانہ پچاس روپئے مدد کے طور پر دئے جائیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت شریعت کے حساب سے صحیح ہے؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد ایک وقف ملکیت ہے، اور اس کی آمدنی واقف کی شرائط یا وقف کے مقاصد کے مطابق ہی خرچ کرنی چاہئے۔ اس لئے اگر وہ شخص مسجد کی خدمت مثلاً: اذان، صفائی وغیرہ کرتے ہوں تو مسجد کی آمدنی میں سے ان کے گھر کی ضرورت کے مطابق انہیں تنخواہ دینا جائز ہے۔ لیکن اگر فی الحال وہ مسجد کے ملازم نہ ہوں اور ان کی گذشتہ خدمت کے صلہ کے طور پر پینشن یا مدد دینا چاہتے ہوں تو اس میں مسجد کی کوئی مصلحت اور بھلائی نہیں ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے الگ سے چندہ کر کے کچھ رقم جمع کر کے دے سکتے ہیں، یا انہیں مسجد کی صفائی وغیرہ کے لئے ملازم رکھ کر تنخواہ دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۳۶﴾ مسجد کی زمین مدرسہ کو کرایہ پر دینا

سوال: فی الحال ہاتھی خانہ (جگہ کا نام) بڑودہ میں مکتب چل رہا ہے، مکتب میں بچوں کے بیٹھنے کے لئے جگہ کافی نہیں ہے، اور بچوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، اس لئے کچھ اور انتظام کرنا ضروری ہے، مکتب کے پاس اپنی ملکیت کی زمین بھی نہیں ہے، جہاں کوئی عمارت بنائی جا سکے، نیز محلہ والوں کی مالی حالت اتنی تو ہے نہیں کہ وہ مدرسین کی تنخواہ بھی پوری ادا کر

سکیں۔ البتہ محلہ کی مسجد کے پاس ایک زمین ہے، تو کیا مدرسہ کو یہ زمین کرایہ پر دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر کرایہ پر لے سکتے ہیں تو مدرسہ اس جگہ پر عمارت بنا کر کچھ حصہ درسگاہ کے طور پر استعمال کرے اور کچھ حصہ کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟ تا کہ مدرسہ کی آمدنی کا مسئلہ بھی حل ہو سکے۔ اور مدرسین کی تنخواہ کا انتظام بھی ہو جائے۔

اگر مسجد کی جگہ میں مدرسہ بنایا جائے تو اسے مدرسہ کے ماتحت چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ مدرسہ کی مذکورہ صورت حال دیکھتے ہوئے اس کے لئے جائز شکل کیا ہوگی؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ جگہ مسجد کی وقف زمین ہو، تو اسے مسجد یا مسجد کے لئے ہی استعمال کرنا چاہئے، اگر وہ زمین غیر مستعمل ہو اور مستقبل میں بھی اس کے کار آمد ہونے کا امکان نہ ہو تو اس زمین پر مسجد کی ملکیت والی عمارت بنوا کر اس میں دینی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کو بٹھایا جاسکتا ہے، اس لئے ایسا کچھ نظم بنانا چاہئے، یا مدرسہ کو کرایہ پر بھی دے سکتے ہیں۔ مذکورہ زمین مدرسہ کو کرایہ پر دینے کی وجہ سے اور اس زمین پر مدرسہ کی عمارت بنانے سے اس کے وقف کے ختم ہو جانے کا اور مسجد کی ضرورت کے مطابق استعمال کرنے میں دشواریاں پیدا ہونے کا امکان ہے، اس لئے ایسے کاموں سے متولیوں کو بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۳۷﴾ مسجد کی بینک میں رکھی ہوئی جمع رقم کے سود کا مصرف

سوال: مسجد، مدرسہ کے روپئے بینک میں رکھے ہوئے ہیں، اس کا جو سود آتا ہے اسے بیت الخلاء، پیشاب خانہ وغیرہ میں صرف کرنے کے باوجود کچھ رقم بچ گئی ہے، تو اب ان روپیوں کا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غریب مسلمانوں کے بچے، بچیوں کو مالک بنا کر دے دی جائے، نیز مدرسہ کے مدرس، مؤذن صاحب وغیرہ ضرورت مند ہوں تو انہیں بھی علاوہ ان کی تنخواہ کے مزید امداد کے طور پر دی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۳۸﴾ مسجد میں رکھی ہوئی چندہ پیٹی کی رقم مکتب، مدرسہ میں استعمال کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کا مکتب بہت غربت کی حالت میں ہے، مسجد میں ایک چندہ پیٹی رکھی گئی ہے اور اس کے پیسوں سے مولانا صاحب اور بچوں کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا یہ رقم مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی رقم یا آمدنی یا مسجد کے لئے کئے گئے چندہ سے مدرسہ کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے، مدرسہ کی ان ضرورتوں کے لئے الگ سے چندہ کرنا چاہئے، اگر تمہارے یہاں مسجد مدرسہ دونوں کا مشترکہ وقف ہو تو استعمال کر سکتے ہیں۔

﴿۱۰۳۹﴾ مسجد کے لئے جبراً چندہ لینا

سوال: چار شخص شرکت کر کے سوسائٹی کے نام پر زمین خریدتے ہیں، سوسائٹی کی زمین کو سوسائٹی کے نام پر کرنے میں خرچ کم ہوتا ہے، اور اس زمین کے پلاٹ بنا کر دوسرے لوگوں کو نفع لے کر فروخت کیا جارہا ہے، سوسائٹی کے نام سے خریدی گئی زمین کو نفع لے کر بیچنا سرکاری قاعدہ سے گناہ ہے، لہذا سوسائٹی والی زمین کے پلاٹ بنا کر نفع سے اس کو فروخت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

پلاٹ لینے والے شخص سے کہا جاتا ہے کہ مسجد بنانے کے لئے فی پلاٹ مسجد میں ۵۰۰ روپئے کا چندہ دینا ضروری ہے، لینے والے کو اختیار نہیں دیا جاتا بلکہ جبراً وصول کئے

جاتے ہیں، تو مجبوری کا فائدہ اٹھا کر پانچ سو روپئے مسجد بنانے کے نام سے لینا جائز ہے یانہیں؟

(الجواب): حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام میں دھوکہ بازی کی اجازت نہیں ہے، اپنی رضامندی سے اگر کوئی شخص دے تو لے سکتے ہیں، نیز خریدنے پر اتنے روپئے کا چندہ دینا ہوگا ایسی شرط کے ساتھ فروخت کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۴۰﴾ مسجد کی تعمیری کام کے لئے آئی ہوئی رقم بینک میں رکھ چھوڑنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد پرانی ہوگئی ہے، اسے کچھ ٹھیک کرانا ہے اور کچھ نئی تعمیر کروانی ہے، اس کے لئے اچھی خاصی رقم اس گاؤں کے قدیم باشندے جو فی الحال برطانیہ میں آباد ہیں، انہوں نے چار پانچ سال قبل چندہ کر کے بھیجی تھی، اور اس مسجد کے متولیان نے وہ رقم بینک میں جمع رکھ چھوڑی ہے، کسی خاص وجہ کے بغیر مسجد کا تعمیری کام جاری نہیں کرتے، اور مسجد کی ان دیواروں کو سہارا دے کر کھڑا رکھا گیا ہے، وہ کبھی بھی گر پڑے اس کا خطرہ ہے، اور اس کا چھت بھی نمازیوں پر گر پڑے ایسی حالت میں ہے، پھر بھی اس طرف توجہ نہیں دی جاتی اور کام شروع نہیں کیا جاتا، لہٰذا آنجناب شرعی لحاظ سے بتائیں کہ

(۱) اس کام کے لئے چندہ کر کے جمع کی گئی رقم غیر متعینہ مدت تک کے لئے بینک میں رکھ سکتے ہیں یانہیں؟ اور اس پر سود ملے اسکا مصرف کیا ہے؟ نیز چندہ جمع کرنے والوں کو اس حرکت پر کیا گناہ ہوگا؟ (۲) جو لوگ ثواب کی نیت سے مسجد مدرسہ کے کام کے لئے پیسے دیتے ہیں تو انہیں جب تک وہ کام نہ ہو جائے ثواب ملے گا یانہیں؟ (۳) اگر غلط لوگ کسی کام کے بہانے سے ایسے روپئے نکلوا کر ہضم کر جائیں، تو نیک کام کے لئے روپئے دینے

والوں کو ان روپیوں پر ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے تعمیری کام کے لئے چندہ لینے والے چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں، اس لئے جس کام کے لئے چندہ کیا ہو اسی کام میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کام کے علاوہ کسی اور کام میں خرچ کیا جائے یا بینک میں جمع رکھ چھوڑے تو وہ ضامن ہوں گے۔ اس لئے جس کام کے لئے چندہ کیا ہو اس میں خرچ کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہئے، اگر ایسا نہ کیا جائے تو سخت گنہگار ہوں گے۔ اور اس رقم کا جو سود حاصل ہو وہ غریب مسلمان حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جن لوگوں نے مسجد کے متولی کو یا متولی کی طرف سے منتخب کئے گئے افراد کو مسجد کی ضرورت پوری کرنے کے لئے للہ روپئے دے دئے ہیں اور اپنی ملکیت اس پر سے ختم کر دی ہے، تو اسی وقت انہیں ثواب مل جائے گا، اب ان روپیوں میں ذمہ دار وغیرہ خیانت کریں یا کوئی اور غلط طریقہ اپنائیں تو اس کے جواب دہ ذمہ دار ہوں گے۔ (نظام الفتاویٰ، امداد الفتاویٰ:٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۴۱﴾ مسجد میں للہ رقم دینا

سوال: غیر رمضان میں للہ رقم مسجد میں دی جائے، اور رمضان میں للہ دی جائے تو دونوں صورتوں میں کس رقم کا ثواب زیادہ ملے گا؟ یا دونوں کا ثواب یکساں ہی ہے؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کوئی بھی نیک کام جب اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے تو اس کا ثواب ایک گنا سے دس گنا تک ملتا ہے، اور جس قدر اخلاص زیادہ ہوتا ہے ویسے

ویسے ثواب بڑھتے بڑھتے ۷۰۰ گنا تک ملتا ہے۔ اور مکمل اخلاص ہو تو ۷۰۰ گنا سے بھی زیادہ ثواب ملنے کی امید ہے، اسی لئے صحابہؓ کا ایک مد صدقہ کرنا ہمارے آج کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے، اس لئے کہ ان کا خلوص اور بروقت مدد پر انہیں یہ درجہ ملا۔ اسی طرح آج بھی ضرورت اور وقت کا تقاضہ ہو تو ثواب زیادہ ملے گا۔

کسی کو پانی پلانے پر بھی ثواب ملتا ہے، لیکن وقت، اخلاص اور خاص محنت کے ساتھ پانی پلانے سے جنت اور مغفرت کے واقعات حدیث کی کتابوں میں مشہور ہیں۔ رمضان میں ایک نفل نیکی کا ثواب ایک فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب غیر رمضان کے ستر فرائض کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس قاعدہ کے مطابق مسجد میں للہ رقم رمضان میں دی جائے تو اس میں زیادہ ثواب ملنے کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۴۲﴾ مسجد کی گھاس والی زمین کی نیلامی کرنا

سوال: ایک مسجد کی زمین ہے، جس میں بارش کی موسم میں بارش کے پانی سے گھاس اگ جاتی ہے، بارش کی موسم شروع ہونے سے پہلے اس کی نیلامی کی جاتی ہے، تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بارش کے پانی سے از خود اگی ہوئی گھاس مباح الاصل ہے، یعنی ہر شخص کے لئے بلا عوض اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ کاٹ کر اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے بیچنا یا نیلامی کرنا جائز نہیں ہے۔ اور سوال میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق اگنے سے پہلے نیلامی کرنا بیع المعدوم ہونے کی وجہ سے بالکل جائز نہیں ہے۔ ایسی نیلامی باطل ہے۔ اور ایسے آئے ہوئے پیسے حرام کہلائیں گے۔ (علی قول شامی و ھدایہ)

﴿۱۰۴۳﴾ مسجد مدرسہ کے انتظام میں حرام مال سے پرہیز ضروری ہے۔

سوال: (۱) غیر قوم، ناچنے گانے والے، سرکس والے اپنے پیسے سے اگربتی، لوبان لاکر مسجد میں سلگانے کے لئے دیتے ہیں، تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) غیر قوم کے شراب بنانے والے، جواری مسجد میں روپے یا کوئی اور چیز دے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کوئی شخص سرکاری ساگ کے لکڑے کی چوری کرتا ہو، اس کے پاس سے مسجد کی کھڑکی دروازہ کے لئے لکڑی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... مسجد اللہ کا گھر ہے، اسے پاک اور پاکیزہ رکھنا چاہئے۔ اور اس میں حلال آمدنی خرچ کرنی چاہئے۔ ناپاک یا حرام مال اس میں لگانا یا خرچ کرنا گناہ ہے، مسلمان ہو یا غیر مسلم دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۰۴۴﴾ مسجد کے بیت الخلاء، راستے اور کمپاؤنڈ کی دیوار بنانے میں سود کے پیسے استعمال کرنا

سوال: نئی تعمیر ہونے والی مسجد میں عمارت کے علاوہ اور بھی دوسرے بہت سے کام کروانے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مسجد میں آنے والے نمازی بھائیوں کی سہولت کیلئے ۸ بیت الخلاء بنوانے ہیں۔ (۲) مسجد میں عبادت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے آنے والے مسلم یا غیر مسلم بھائیوں کی موٹر کار کھڑی رکھنے کے لئے کار پارکنگ اندازاً ۵۰ کار کھڑی رہ سکے اتنا بڑا بنانا سرکاری قانون کے تحت ضروری ہے، اس کا خرچ بھی بڑا ہے۔ (۳) یہاں بارہ مہینہ بارش والا موسم ہوتا ہے، اس لئے راستے اور کار پارکنگ پکے اور تارکول والے بنانے پڑتے ہیں، اس لئے

سرکاری راستہ سے کار پارکنگ تک ایک ہی ساتھ دو کار آ جا سکے اتنا پکا اور چوڑا راستہ بنانا سرکاری قانون کے تحت ضروری ہے۔(۴) عام طور پر ہماری مسجد یا مدرسہ مذہبی عمارتیں مخلوط آبادی میں ہوتی ہیں یا غیر مسلم آبادی میں ہوتی ہے اس لئے ایسی جگہوں کو جہاں عیسائیوں کی آبادی زیادہ ہو، مسجد مدرسہ کی عمارت کی دیواروں پر متعصب اور شر پسند لوگوں کی طرف سے اسلام مخالف جملے لکھے جاتے ہیں، اور کھڑکی دروازہ کے کانچ بھی توڑے جاتے ہیں، ان لوگوں سے عمارت کی حفاظت کے لئے مسجد کے چاروں طرف احاطہ اور کمپاؤنڈ (Fence) کرنی ہے، جگہ بڑی ہے اس لئے خرچ بھی زیادہ ہوگا۔
ان سب ضرورتوں میں سود کے پیسے استعمال کرنے میں شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے؟ سود کے پیسے ان کاموں میں صرف کرنے کی گنجائش ہے؟ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود کی رقم واجب التصدق ہے، اور سوال میں مذکور کاموں میں اس کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ حیلہ کر کے یا ان کاموں کے لئے الگ سے چندہ کر کے یہ کام کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ! مسجد مدرسہ کو شر پسند لوگوں سے بچانے کے لئے کمپاؤنڈ بنانے میں مسجد مدرسہ کے تعمیری کام کے روپئے خرچ کر سکتے ہیں۔

﴿۱۰۴۵﴾ سود کی رقم مسجد کے کن کن کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں؟

سوال: سود کی رقم مسجد کی عمارت یا مسجد کی کن کن ضرورتوں میں استعمال کر سکتے ہیں؟ موجودہ بے کاری کے حالات دیکھتے ہوئے اور لوگوں کی مالی حالت دیکھتے ہوئے یہ حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ سود کی رقم مسجد کے کاموں کے لئے لینے کی نوبت آئی ہے، لہذا آپ سے گذارش ہے کہ آپ حضرت اس مسئلہ کا تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں، اللہ

تعالیٰ آپ کو دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سود کی رقم ناپاک اور حرام ہے، اور مسجد اور مسجد سے متعلق تمام چیزیں پاک اور اور رحمت خداوندی کے اترنے کا مرکز ہے، اور اللہ تعالیٰ ناپاک رقم یا اس سے بنائی جانے والی عمارت کو قبول نہیں کرتے، اس لئے ایسی رقم استعمال نہیں کر سکتے، اور اگر استعمال کیا گیا تو اس کا استعمال یا اس سے فائدہ اٹھانا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

﴿۱۰۴۶﴾ مسجد مدرسہ کا بیمہ کروانا

سوال: یہاں بیرون ممالک میں مکانات کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے، اس میں خاص کر مسجد مدرسہ کی عمارت قد میں بڑی ہوتی ہے اس لئے اس کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے، تو مسجد مدرسہ کا بیمہ اتر وانا جائز ہے؟

(ا) سرکاری قاعدہ، قانون کے تحت مسجد یا مدرسہ میں چلتے پھرتے اگر کسی شخص (چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم) کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ جائے اور اسے زخم پہونچے یا کچھ نقصان ہو جائے تو وہ شخص مسجد یا مدرسہ کے متولیوں پر عدالت میں دعویٰ دائر کر سکتا ہے، اور اس کی نقصانی کا دعویٰ کر سکتا ہے، لیکن اگر سامنے والے نے بیمہ اتر وایا ہو تو بیمہ کمپنی اس کا نقصان اور تاوان ادا کر دیتی ہے، لیکن اگر بیمہ کروایا نہ ہو تو متولی یا ذمہ دار شخص کو نقصان ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کے بیمہ کو (Personal Liability) ذاتی ذمہ داری کا بیمہ کہتے ہیں۔

(ب) مسجد یا مدرسہ میں نماز پڑھنے یا بچوں کو تعلیم دینے کے لئے آنے والے مدرسین یا طلبہ کو آگ یا کسی دوسرے حادثہ سے نقصان پہنچے تو اس کے لئے بھی نقصانی ادا کرنی پڑتی

ہے، اور اسے تملیکی ذمہ داری (Employer Libility) کا بیمہ کہتے ہیں۔

(ج) اگر کوئی مرد یا عورت مسجد یا مدرسہ کے راستہ پر سے گزر رہا ہو (اور گزرنے کے وہ حقدار ہیں) اور چھت پر سے قدرتی طور پر یا کسی بھی طرح پترا یا پتھر وغیرہ گرے جس سے راہ چلنے والے کو نقصان پہنچے، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم تو اس کے زخم کا بدلہ قاعدہ کی رو سے دینا ضروری ہوتا ہے، ایسے بیمہ کو عوام کی جوابداری (Public Liability) کا بیمہ کہتے ہیں۔

مذکورہ تینوں قسم کے بیمہ کا بھگتان اور اس سے مستقبل میں ہونے والے حادثہ اور کمزوری کو دیکھ کر دیا جاتا ہے۔ جس کی رقمیں بہت بڑی ہوتی ہیں ہمارے دینی ادارے اس کی ادائے گی پر قادر نہیں ہوتے، اگر اس طرح کے کسی حادثہ میں کسی کا انتقال ہو جائے تو مرنے والے کے وارثین کو بڑی رقم ذمہ داروں کی طرف سے دینی پڑتی ہے۔

ان قواعد و قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے ا، ب، ج، میں بتائے گئے بیمہ کروانے کی شریعت کی طرف سے اجازت ہے؟ اور اس بیمہ کروانے کے لئے بینک کے سود کی رقم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) دوسری بات یہ پوچھنی ہے کہ شر پسند غیر مسلم بہت سی مرتبہ مسجد، مدرسہ یا مسلمانوں کی عمارتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور بہت سی مرتبہ ہمیں بھی تجربہ ہوا کہ جس میں مسجد مدرسہ کے کانچ توڑ دئے گئے، اور پیٹرول بم مسجد کی عمارتوں میں پھینکے گئے، اور اس سے ادارہ کو بہت سی مرتبہ بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے، اس لئے اگر اس کا بیمہ کروایا ہو تو مذکورہ امور سے ہونے والے نقصان کی ادائے گی بیمہ کمپنی کر دیتی ہے، تو کیا ان حالات میں مسجد، مدرسہ کی عمارتوں کا بیمہ اتروانا جائز ہے؟

(۳) خاص کر سردی کی موسم میں بہت سی مرتبہ ہوا سو میل سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چلتی ہے، اور برف بھی گرتی ہے، عمارتوں کی چھپر والی چھتوں کو بہت نقصان ہوتا ہے، بیمہ کروایا ہوتو ایسے نقصان کی بھرپائی (ادائے گی) بیمہ کمپنی کردیتی ہے، اور اگر بیمہ نہ کروایا ہوتو عمارت کے مالک یا ادارہ کے متولیوں کو ادارہ کی جمع رقم سے نقصانی کی تلافی کرنی پڑتی ہے، تو کیا ان حالات میں بیمہ کروانا جائز ہے؟

مذکورہ بالا نمبر: ۱، ۲ اور ۳ میں بتائے گئے سوالوں کے تفصیل سے جواب فقہ وسنت کی روشنی میں جلد از جلد عنایت فرمانے کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فقہ حنفی کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے: الضرورات تبیح المحظورات۔ یعنی: سخت مجبوری کے وقت ممنوع چیز بھی مباح ہو جاتی ہے۔ جس طرح کوئی انسان بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو، اور اس کے پاس کھانے کے لئے کوئی حلال چیز نہ ہوتو جان بچانے کے ارادہ سے اگر وہ خنزیر کا گوشت کھالے یا شراب پی لے تو اس سے اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور ساتھ ہی ایک دوسرا اصول بھی ہے: الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ۔ یعنی ضرورت جتنی ہو اسی کے بقدر رخصت ملتی ہے۔ اس لئے ان دونوں اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے مکان، دکان، جائداد، مسجد، مدرسہ کی حفاظت کے لئے دوسری کوئی جائز صورت نہ ہو اور غیر مسلموں کے فتنہ فساد کی وجہ سے بیمہ کرایا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اور ایسا کرنے سے گناہ نہیں ہوگا۔ اور جتنا نقصان ہوا ہو اتنے ہی پیسے لے سکتے ہیں، زیادہ کا کلیم کرنا درست نہیں ہے۔ نظام الفتاویٰ: ص ۳۹ اور ۳۲۵ پر تفصیل موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کسی جگہ کی ملکی حالت، فتنہ فساد، قومی تنگدلی ایسی ہوگئی ہو کہ بیمہ کرائے بغیر مال، جائداد کی حفاظت دشوار ہو، تو اس مجبوری میں مجبوری کی

حد تک مال، جائداد کے بیمہ کی گنجائش اس شرط کے ساتھ ہے کہ بیمہ میں اپنی جمع کی ہوئی رقم سے زائد جو رقم ملے اس سے بچا جائے۔ (نظام الفتاویٰ)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ رخصت بہت مجبوری اور سخت ضرورت کے وقت ہے، اور نقصانی بھی لی جاسکتی ہے، لہذا اس صورت میں سود کے پیسے اس میں نہیں دے سکتے، اس لئے کہ یہ سود سے فائدہ اٹھانا کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۴۷﴾ مسجد کی رقم ذاتی تجارت، کاروبار کے لئے دینا

سوال: ہمارے یہاں کی مسلم جماعت نے یہاں کی جمعہ مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا ہے، اور اس کے لئے ملک و بیرون ملک بسنے والے مسلم بھائیوں سے چندہ وصول کرنا شروع کیا ہے، اور چندہ جمع کرنے کے لئے یہاں کہ ایک معزز و معتبر شخص کو بیرون ملک بھیجا ہے، اور اس بھائی نے مسجد کے لئے چندہ جمع کر کے اچھی خاصی رقم یہاں کے ایک دو بھائی پر امانت کے طور پر بھیجی، اور ان بھائیوں کو وہ رقم مل گئی، اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ اس بھائی نے وہ پوری رقم یہاں کی جماعت کے صدر یا منتظم یا کمیٹی کو پوچھے بغیر یہاں کی ایک چاول کے کارخانہ کو استعمال کے لئے دے دی ہے۔ اور سننے میں آیا ہے کہ اس کے عوض اسے کچھ نفع بھی کارخانہ والوں کی طرف سے ملے گا۔ تو کیا مسجد کا جمع کیا ہوا چندہ اس طرح تجارت یا کاروبار یا کارخانہ وغیرہ میں استعمال کے لئے دے سکتے ہیں؟ اور وہ کارخانہ والے جو نفع دیں اسے مسجد کے کام کاج میں لے سکتے ہیں؟ اور اگر وہ نفع وہ شخص خود استعمال کرلے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں چندہ کرنے والے بھائی نے جو رقم

جمع کی ہے، اور ایک دو لوگوں پر امانت کے طور پر وہ رقم بھیجی تو ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس رقم کو الگ حفاظت سے رکھتے، امانت کے طور پر دینے والے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے وہ رقم انہیں استعمال نہیں کرنی چاہئے تھی۔

اب انہوں نے یہ رقم کچھ مدت کے لئے قرض کے طور پر دی، اور اس کے عوض جو نفع حاصل ہوگا وہ سود کہلائے گا، اس لئے وہ نفع نہ تو مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں اور نہ ہی امانت رکھنے والا خود اسے استعمال کر سکتا ہے۔ (شامی، فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۴۸﴾ مسجد کی زمین مدرسہ کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟

سوال: یہاں ہمارے محلّہ میں ایک مسجد ہے، اسکی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، البتہ مسجد کے پاس ایک جگہ ہے، اگر اس پر عمارت بنا کر مکانات کرایہ پر دیئے جائیں تو اچھی آمدنی ہونے کی امید ہے، لیکن مسجد کے پاس اتنے روپے نہیں ہے کہ وہ اتنی بڑی عمارت بنا سکے۔ آج بہت سالوں سے وہ زمین خالی پڑی ہے آج تک مسجد اس پر کوئی تعمیری کام نہیں کر سکی ہے، وقتاً فوقتاً سرکار ٹرسٹ کی خالی پڑی ہوئی جگہ الائٹ منٹ میں لے کر ضبط کر لیتی ہے، خدانہ کرے اگر یہ زمین بھی اس طرح اسی حالت پر پڑی رہی تو کب میونسپالٹی اسے الائٹ منٹ میں لے لیگی اور اسے ضبط کر لیگی، یہ کہہ نہیں سکتے؟ اس لئے اب مسجد کے متولیوں نے اس زمین کو کرایہ پر دینے کا ارادہ کیا ہے۔

اب محلّہ ہی میں ایک مدرسہ ہے، مدرسہ کے ٹرسٹ کے پاس پیسے ہیں، اس مدرسہ کے متولی کہتے ہیں کہ یہ مسجد کی جگہ تم ہمیں کرایہ پر دے دو، ہم اس پر عمارت بنا کر مکانات کرایہ پر دیں گے، اور جو بھی آمدنی ہوگی اس کا نصف مسجد کو دیں گے اور نصف حصہ مدرسہ لے گا،

تا کہ دونوں کو فائدہ ہو۔ ماہانہ خرچ دونوں کا نکل جائے گا، اور زمین کے ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر نہیں رہے گا۔

لہذا آنجناب فقہ وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اس طرح مسجد کی جگہ مدرسہ ٹرسٹ کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

آپ کے جواب آنے کے بعد ہی ہم آگے کوئی کام کریں گے، تو شرعاً اس طرح کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، زمین بے کار پڑی ہوئی ہے، اور زمین کے اسی حالت میں پڑے رہنے سے اس کے ضبط ہو جانے کا ڈر ہے، تو ان مذکورہ حالات میں متولیان اور ذمہ دار حضرات اگر مناسب سمجھتے ہوں تو وہ زمین کرایہ پر دی جا سکتی ہے۔

صرف اس بات کا خاص خیال رہے کہ ان شرائط کے ساتھ کرایہ پر دی جائے کہ آگے جا کر کرایہ دار اس پر مالک ہونے کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ صورت مسئولہ میں وہ زمین مدرسہ کو کرایہ پر دینے میں حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۲۷۶/۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۴۹﴾ کیا مسجد کی آمدنی سے قبرستان کے کمپاؤنڈ کی دیوار بنا سکتے ہیں؟

سوال: مسجد کی دکانیں وغیرہ سے جو آمدنی ہوتی ہو اس سے قبرستان کی چاروں طرف کمپاؤنڈ کی دیوار بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی دکانوں کی آمدنی بھی مسجد اور مسجد کے مقاصد میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ لہذا ان روپیوں سے قبرستان کا کمپاؤنڈ بنانا صحیح نہیں ہے۔

اس لئے کہ دونوں وقف کے مقاصد جدا جدا ہیں۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۰﴾ جو جگہ ایک مرتبہ شرعی مسجد ہوگئی وہ تا قیامت مسجد ہی رہے گی۔

سوال: ضلع سورت میں ھجیرا روڈ پر دو گاؤں آباد تھے، یہ دونوں گاؤں تاپی ندی کے کنارے پر ہونے کی وجہ سے اکثر وہاں سیلاب کا خطرہ رہتا تھا، اس لئے اس گاؤں کو منتقل کر دیا گیا، ان دونوں گاؤں والوں کی گاؤں میں ایک مسجد تھی، آج بھی یہ دونوں گاؤں والے اتنی دور سے بھی اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اور اس مسجد میں آنے جانے کے لئے راستہ بھی رکھا گیا ہے۔

بھارت سرکار نے اس جگہ پر ''افکو'' کے کھاد کا کارخانہ ڈالنا طے کیا ہے، اس لئے منتقل ہو جانے پر خالی جگہ میں یہ کارخانہ ڈالا جائے گا۔ اور یہ پوری جگہ افکو کے پلان میں ہے، اور اس پر افکو کو آباد کرنا ہے، اور ساتھ ہی مسجد والی جگہ کو بھی توڑ کر کچھ بنا کر آباد کرنے کا طے کیا ہے، اور یہ مسجد والی جگہ اور اس کے ساتھ کی جگہ کو بھی آباد کرنے کا سرکار نے طے کیا ہے۔ تو اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ یہ مسجد چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری جگہ لے کر وہاں مسجد تعمیر کر لی جائے یعنی تبدیل کیا جائے تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شرعی قانون کے مطابق جو جگہ ایک مرتبہ شرعی مسجد کے طور پر وقف ہوگئی وہ اب تا قیامت مسجد ہی رہے گی۔ کسی بھی شخص کو اسے ایکوایر کرنے کا یا کسی دوسری جگہ منتقل کرنے یا کسی دوسرے کام میں لینے کا حق نہیں ہے۔

جب وہ جگہ وقف کے مقصد کے مطابق نماز وغیرہ کے استعمال میں آرہی ہے تو مسلمانوں کو اسے بچانے اور آباد رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ (شامی، فتاویٰ عالمگیری)

﴿۱۰۵۱﴾ مسجد کے باہر سیرت کا بیان رکھنا

سوال: یہاں کی انجمن کے کارکنان پانچ ہی سال سے ہر سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بعد عشاء کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں ہمارے نبی ﷺ کی یاد میں مجلس منانا چاہتے ہیں جس میں ہمارے نبی ﷺ کی حیات مبارکہ پیدائش سے لے کر وفات تک کی تاریخ بیان کی جائیگی۔ تو ایسی مجلس رکھنے میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور ﷺ کی سیرت طیبہ سوانح حیات کا بیان کرنا بہت ہی بڑی نیکی اور ثواب کا کام ہے، لیکن اس میں ہم نے ہماری کم سمجھی اور جہالت کی وجہ سے جو خرابیاں داخل کردی ہیں وہ نہیں ہونی چاہئے، اور ان ہی خرابیوں کی وجہ سے اس سے منع کیا جاتا ہے۔ اس لئے وقت اور جگہ کی پابندی کے بغیر اور بیان کئے جانے والے واقعات صحیح حدیث سے ثابت بھی ہوں اور فضول روشنی یا آرائش یا ریا وغیرہ کی نمائش نہ ہو اور غلط شور شرابہ یا گانے قوالی کے انداز میں نہ ہو تو ایسی مجلس کرنا منع نہیں ہے۔ لیکن آج کل مولود کے نام پر ڈھونگ ہوتا ہے، جس میں مسجد کی بے حرمتی اور مذکورہ خرابیاں زیادہ ہوتی ہیں، اس لئے منع کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۲﴾ مسجد کی ٹائلس غسل خانہ میں لگا سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد میں جماعت خانہ کے حصہ میں ٹائلس لگی ہوئی تھی، یہ ٹائلس سالوں پرانی ہے، اور یہ جماعت خانہ میں لگی ہوئی تھی اس لئے برسوں تک لوگوں نے اس پر نماز پڑھی ہے، اب یہ ٹائلس مسجد کے غسل خانہ کے فرش پر لگائی جائے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فتاویٰ دار العلوم: ۲۸۵/۵ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ ٹائلس

مسجد ہی میں لگانی چاہئے، لیکن اگر اب وہاں ضرورت نہ ہو تو غسل خانہ میں بھی لگا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۳﴾ مسجد کے مکان میں مدرسوں کا مفت میں رہنا کیسا ہے؟

سوال: مسجد کے مکان میں مدرسین کرایہ دئے بغیر مفت میں رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کا مکان بھی ایک طرح مسجد کے لئے ہی وقف ہوتا ہے، تو اس کا استعمال مسجد کے مقاصد کے لئے ہی کرنا چاہئے۔ اور مسجد، مدرسہ دونوں کے مقاصد الگ ہوتے ہیں، اور واقف کی شرط کے بغیر دوسرے مقصد میں استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں مسجد کے مکان میں کرایہ دئے بغیر مدرس کو رکھنا یا مدرس کا رہنا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ مدرس امامت کی ذمہ داری بھی سنبھالتے ہوں تو بغیر کرایہ کے رکھنا جائز ہے۔ (شامی، کتاب الوقف، امداد الفتاویٰ:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۴﴾ مسجد کو قفل لگا سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے شہر میں ایک شاہی مسجد ہے، وہاں ماضی قریب میں نماز پڑھنے والے لوگ بہت کم آتے تھے، حال میں مسجد کے قریب سبزی بازار، میونسپل آفس، شوپنگ سینٹر وغیرہ بن جانے کی وجہ سے قدرتی طور پر لوگوں کی آمد و رفت بڑھ گئی ہے، اور مسلمان بھائی بھی نماز کے لئے اب زیادہ آتے ہیں، مسجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔

اس مسجد میں کبھی بھی چوری ہونا سننے میں نہیں آیا، اور نہ ہی اس بارے میں کوئی پولس فریاد پولس رکارڈ میں ہے، اور پہلے مسجد کے جماعت خانہ کو تالا بھی نہیں لگایا جاتا تھا۔ لیکن پچھلے چار مہینوں سے جماعت خانہ کو تالا لگایا جاتا ہے، اور صرف جماعت کے وقت پر ہی مسجد کو

کھولا جاتا ہے، اور جماعت سے نماز ہو جانے کی پندرہ، بیس منٹ بعد پھر جماعت خانہ کو تالا لگا دیا جاتا ہے، اس لئے جماعت سے نماز چھوٹ گئی ہو ان لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے اس بارش کی موسم میں بہت تکلیف پڑتی ہے۔ اس مسجد کی نگرانی کے لئے (مؤذن کے علاوہ) ایک شخص کو تقریباً آخری چھ ماہ سے مقرر کیا ہے، اس لئے چوری ہونے کا امکان بھی نہیں ہے، مسجد کے کمپاؤنڈ میں بیت الخلاء اور غسل خانہ خاص نمازیوں کی سہولت کے لئے پچھلے دو سال سے بنائے گئے ہیں، وہ مذکورہ وقت پر بند کر دیئے جاتے ہیں، اس لئے نماز پڑھنے آنے والے بھائیوں کو قضائے حاجت کے لئے جانا ہو تو بڑی تکلیف پڑتی ہے، اور وہ لوگ نماز چھوڑ کر قضائے حاجت کے لئے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔

تو سوال یہ ہے کہ مسجد کے منتظمین اس طرح مسجد کو تالا لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے لئے ہماری شریعت کیا کہتی ہے؟

نوٹ: اس طرح جماعت خانہ کو تالا لگانے کی وجہ سے عام مصلی حضرات جو قرآن شریف کی تلاوت کرنا چاہتے ہوں، یا نفل نماز پڑھنا چاہتے ہوں یا اشراق، چاشت وغیرہ نماز یا ذکر خدا کرنا چاہتے ہوں انہیں تکلیف ہوتی ہے، اسے بھی آپ فتویٰ لکھتے وقت خاص خیال میں رکھیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد عبادت کی جگہ ہے، اور اس میں ایسی کوئی چیز نہیں کرنی چاہئے جس سے عبادت کرنے والے کو رکاوٹ پیدا ہو۔

سوال میں لکھنے کے مطابق مسجد اور اس کے سامان کی حفاظت کے لئے ایک شخص مقرر کیا گیا ہے، اور وہ پورا وقت وہی کام کرتا ہے، اور تالا لگانے سے مسلمان نمازیوں کو حرج ہوتا ہے، اس لئے تالا لگانا ناپسند اور مکروہ کہلائے گا۔ علامہ شامیؒ نے ان حالات میں تالا

لگانے کو مکروہ لکھا ہے۔(شامی:۱/۴۴۱،۴۴۱،بحر:۲/۳۳،۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۵﴾ مسجد اور مندر ایک ہی چیز ہے یا الگ الگ؟

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسجد اور مندر ایک ہی ہے، تو دوسری طرف کچھ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں، تو اس بارے میں شرعی موقف واضح فرمائیں، اور یہ بتائیں کہ صحیح کیا ہے

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما:...... مسجد اور مندر دونوں الگ الگ چیز ہے، دونوں میں مشرق ومغرب کا فرق ہے، اس لئے دونوں کو ایک ہی کہنا عقل ونقل دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

مسجد میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے، اور مندر میں اللہ کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے اور بتوں کی عبادت ہوتی ہے۔ مسجد سب سے افضل اور اللہ کی پسندیدہ جگہوں میں سے ایک جگہ ہے، اور مندر میں شرک ہونے کی وجہ سے معصیت کا مرکز ہے۔ مسجد میں جانے والے اور اللہ کی عبادت کرنے والے اللہ کے مقبول اور پیارے بندے ہیں اور بت پرستوں کو کالحیوان بلکہ حیوان سے بھی زیادہ گمراہ کہا گیا ہے۔ اس لئے ہر اعتبار سے دونوں میں بہت فرق ہے۔ اور دونوں کو ایک کہنا کسی بھی حالت میں صحیح نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے سے ایمان جانے کا بھی ڈر ہے۔ اس لئے جو لوگ اس اعتقاد کی مخالفت کرتے ہیں (یعنی دونوں کو الگ الگ کہتے ہیں) وہ صحیح ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۶﴾ جو جگہ ایک مرتبہ مسجد بن جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے

سوال: ہمارے یہاں آج سے تیس سال قبل ایک مسلم بھائی نے اپنی زمین مسلمان کی

آبادی سے تقریباً سات میل دور اس وقت کی مسلم جماعت کو مسجد بنانے کے لئے وقف کی تھی، اور جماعت نے چندہ کر کے وہاں سادی وضع کی مسجد بنائی تھی، اور تقریباً تیس سال تک جمعہ اور عید کی نماز کے لئے اس کا استعمال ہوتا تھا، اور اس کے ایک حصہ میں غیروں میں اسلام کی تبلیغ کی جاتی تھی، آج تقریباً ۷ رسال سے ان کاموں کے لئے بھی اس مسجد کا استعمال نہیں ہو رہا ہے، اس لئے کہ سات سال قبل اس مسجد کے پاس سے ایک سرکاری بڑا روڈ بنایا گیا تھا، تو سرکاری آدمیوں اور کنٹریکٹروں نے راستہ بنانے کا سامان مثلاً: سمینٹ، پائپ، لوہا اور ریت وغیرہ اس میں جمع کر کے گودام کے طور پر اسے استعمال کرنے لگے، اور اس کے لئے مسلم جماعت کی اجازت یا رضامندی نہیں لی تھی، اور اس سے مسجد کی عمارت کو بھی کافی نقصان پہنچا تھا، اس لئے اس کا استعمال بند ہو گیا تھا۔ اور حال میں درست ہو سکے ایسی بھی نہیں ہے، اس لئے کہ اس مسجد کی جماعت کے دو تین ساتھی ہی رہ گئے ہیں اور وہ بھی بہت ہی ضعیف ہیں، اور مسلم آبادی سے بہت دور رہتے ہیں، اور یہ مسلم جماعت نادار ہو چکی ہے، اندازاً آٹھ سال سے یہاں کی مسلم آبادی میں اضافہ ہوا ہے، اور اکثر شہر کے درمیان رہتے ہیں، اور انہوں نے نئی مسلم جماعت بنا کر ایک عبادت خانہ کا انتظام آبادی کے اطراف میں کیا ہے، اس لئے آبادی سے دور اُس مسجد تک کوئی نہیں جاتا۔

مذکورہ بالا پُرانی مسجد کے پڑوس میں سرکاری بنجر زمین ہے، سرکار نے اس زمین میں سرکاری دفاتر بنانے کا پلان کیا ہے، اور اس مسجد کی زمین کا مطالبہ کیا تھا، لیکن مسجد کی جگہ اسلام مذہب میں دوسرے کسی کام کیلئے استعمال نہیں کی جاسکتی، یہ عذر بتانے پر ابھی سرکار نے اس جگہ پر قبضہ نہیں کیا ہے، اور اب اس جگہ کا بہت سے ناجائز کام کے لئے استعمال ہو رہا ہے، اس لئے سرکار نے مسلم کارکنان کو بلا کر اس طرف توجہ دلائی، اور نوٹس دے کر دو مہینہ کا

وقت دیا ہے کہ اتنے وقت میں تم اس جگہ کا استعمال شروع کردو، لیکن اوپر بتائے گئے اعذار کی وجہ سے ہم اس جگہ کو مسجد کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے، لیکن وہ جگہ بڑے روڈ پر واقع پر ہونے کی وجہ سے ہمیں ڈر ہے کہ سرکار دوبارہ اس کا مطالبہ کرے گی، اور بیچنے پر دباؤ ڈالے گی۔ تو سوال یہ ہے کہ ان حالات میں اس جگہ کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر فروخت کر سکتے ہیں تو ان روپیوں کو کن کاموں میں صرف کر سکتے ہیں؟ اور اگر نہیں بیچ سکتے تو اس جگہ کا کیا انتظام کرنا چاہئے؟ جس سے اس کا ناجائز استعمال بند ہو جائے۔

یہ کفار کا ملک ہے، مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابل کچھ بھی نہیں ہے، اور ہمارے مذہب اور دین کا انہیں کچھ بھی علم نہیں ہے، اور ہمارے دین کے قاعدہ کو سرکار عزت دے ایسا لگتا نہیں ہے، ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں اطمینان بخش حل بتانے کی گزارش ہے۔

نوٹ: ہمارے شہر کی آبادی اندازاً ساڑھے چار لاکھ ہے، اس میں مسلمانوں کی تعداد دوسو پچاس (۲۵۰) افراد کی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہماری شریعت کے قاعدہ کے مطابق جب کوئی جگہ ایک مرتبہ شرعی طریقہ کے مطابق مسجد بن جاتی ہے، تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہی رہتی ہے، اس کو آباد کرنا اور اس کا ادب ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اسے بیچ نہیں سکتے، لیکن اس جگہ کے دور ہونے کی وجہ سے اس کو آباد کرنا اور حفاظت کرنا مشکل ہو اور اس کی کوئی صورت نہ ہو اور سرکار جبراً اپنے قانون کے سہارے وہ جگہ لے لے تو اس میں مسلمان گنہگار نہیں کہلائیں گے۔ اور سرکار جو بھی قیمت عوض کے طور پر دے وہ مسلمانوں کے لئے لینا جائز ہے، اور وہ آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۷﴾ مسجد میں عبادت سے روکنے والے پرچے لگانا

سوال: کچھ سالوں قبل جنوبی گجرات کے کچھ دیہاتوں کی مساجد میں کسی درگاہ یا خانقاہ کی ماتحت والی کسی کمیٹی کی طرف سے مذکورہ مضمون والا پرچہ دیکھا گیا تھا۔

''نجدی، وہابی، دیوبندی اور غیر مقلدوں کو یہاں سنت والجماعت کی مسجد میں نماز، عبادت کرنے پر پابندی ہے۔''

اسی عرصہ میں آپ مرضی سے بنے ہوئے پیری مریدی کی دکان چلانے والے کاروباری شخص کا وعظ بند کروانے کے لئے ایک گاؤں والوں نے خط لکھا تھا۔ تو کیا یہ سب کرنے کا کسی کو حق ہے؟ خاص کر جبکہ وہ اپنے آپ کو سید بھی کہلواتے ہوں؟ اگر اس کے لئے کوئی شرعی حکم ہو تو کتاب وسنت کے حوالوں کے ساتھ واضح فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

نوٹ: سوال میں مذکور پرچہ آج بھی ایک شخص کے پاس موجود ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت اور بندگی کرنے کی جگہ ہے، وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہے، اس لئے جو شخص توحید، رسالت اور ایک اللہ پر ایمان لاتا ہو وہ کسی بھی مسجد میں جا کر عبادت کر سکتا ہے، کسی شرعی عذر کے بغیر اسے روکنا یا منع کرنا جائز نہیں ہے، جو لوگ اللہ کے نیک بندوں اور حضور ﷺ کے سچے متبعین کو مسجد میں عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے۔

قرآن پاک میں سورۂ بقرہ (پ:۱، آیت:۱۴۰) میں فرمایا گیا ہے: اور اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجد میں اس کا ذکر کئے جانے سے بندش کرے، اور اس کے ویران ہونے میں کوشش کرے۔ (بیان القرآن:٦٧)

پرچہ میں مذکور فرقے مسلمان ہیں اور کافر مشرک نہیں ہیں اور حنفی مذہب کے مطابق کافر بھی اگر ادب کے ساتھ مسجد میں آنا چاہیں تو آ سکتے ہیں، انہیں منع کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لئے ایسے پرچے لگانا جائز نہیں ہے، اور ایسے پرچوں پر عمل کرنا بھی بالکل غلط ہے۔ اسی طرح جو شخص قرآن وحدیث کی صحیح باتیں تقریر میں بتاتا ہو اس کی تقریر سننا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے، اسے بند کرانا غلط اور گمراہی والا کام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۵۸﴾ مسجد بنانے کے کیا شرائط ہیں؟

سوال: مسجد بنانے کے کیا شرائط ہیں؟ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ کوئی جگہ مسجد بن جاوے تو وہاں پابندی کے ساتھ پانچ وقت کی اذان ہونا ضروری ہے اور باجماعت نماز ہونی چاہئے اور رمضان میں باقاعدہ اعتکاف ہونا چاہئے ورنہ پورے گاؤں پر وبال آئے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ گاؤں کے ہر شخص کو کہیں شادی وغیرہ کے موقع پر جانا ہوتا ہے، ایسے موقع پر مسجد میں اذان جماعت نہ ہو سکے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے جس عالم کا قول نقل کیا ہے کہ مسجد بننے کے بعد وہاں پابندی سے باقاعدہ پانچ وقت کی اذان ہونی چاہئے وغیرہ وغیرہ، تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جہاں عاقل بالغ مسلمان ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو اذان دے کر جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہوتا ہے، مسجد نہیں ہے تو یہ حکم ختم نہیں ہو جاتا اسی طرح اعتکاف کا بھی یہی حکم ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ کے بتائے گئے اعذار ایسے نہیں ہیں کہ جسے دیکھ کر مسجد تعمیر نہ کرنے کا حکم دیا

جائے، اسی طرح خوشی غمی کے موقع پر اگر کوئی مسلمان موجود نہ ہو اور اس وجہ سے جماعت سے نماز نہ پڑھی گئی اور اذان نہیں ہوئی تو اس میں دوسرے گاؤں جانے والے اور وہ لوگ جن پر جماعت نہیں ہے مثلاً: عورتیں، بچے وغیرہ تو ان پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا۔

﴿۱۰۵۹﴾ مسجد کی وضع کیسی ہونی چاہئے؟

سوال: مسجد کی وضع، صورت اور دکھاؤ کیسا ہونا چاہئے؟ اس بارے میں شرعی رہنمائی کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی وضع یا صورت کے لئے کوئی خاص حکم نہیں ہے۔

﴿۱۰۶۰﴾ شرعی مسجد کب کہلائے گی؟

سوال: ایک مسلمان بھائی نے ایک جگہ مسجد جیسا مکان بنایا ہے، لیکن اس میں محراب یا ممبر نہیں ہے، اس میں لوگ جمعہ اور عید کی نماز پڑھتے تھے، اس مکان کی حالت آج بہت بسمار ہے، یہ مکان ابھی بھی بنانے والے کے قبضہ میں ہے، یہ مکان مسلم آبادی سے ڈیڑھ میل دور ہے، اس لئے مسلمان بھائی بستی میں مسجد بنانا چاہتے ہیں، تو مالک کی رضامندی سے یہ مکان بیچ کر اس کے پیسوں سے نئی مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اولاً یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ مذکور شخص نے مکان بنا کر جمعہ وغیرہ نماز پڑھنے کے لئے اپنی ملکیت ختم کر کے یہ مکان مسلمان قوم کو وقف کر دیا تھا یا نہیں؟ اگر اپنا مالکانہ حق ختم کر دیا تھا تو یہ جگہ شرعی مسجد کے حکم میں ہے، چاہے اس میں ممبر ومحراب ہو یا نہ ہو، اس لئے بغیر سخت مجبوری کے اسے بیچنا جائز نہیں ہے۔ (اس کے شرائط اور ضروریات کون سی ہیں؟ بعد میں پوچھ لیں)۔

اور بصورت دیگر مکان نماز پڑھنے کے استعمال کے لئے دیا ہو، وقف نہ کیا ہو تو یہ مکان اصل مالک کی ملکیت ہے۔ اور وہ اپنی مرضی کے مطابق چاہے تو بیچ سکتا ہے، اور اس کی آمدنی بھی اس کی اپنی ملکیت کہلائے گی، اسلئے اس کی رضامندی کے بغیر دوسری مسجد کے تعمیری کام میں نہیں لے سکتے۔ (شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۶۱﴾ مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہے۔

سوال: تاریخ ۲۸/۸/۱ے ء کو ہمارے گاؤں کی جماعت جمع ہوئی، وہاں سخت و تیز بحث و مباحثہ ہوا، ایک شخص نے کہا کہ: یہ مسجد چندہ کے پیسوں سے بنائی گئی ہے۔ تو میں نے کہا کہ: یہ مسجد ہمارے خاندان کے پیسوں سے بنائی گئی ہے، چندہ کے پیسوں سے نہیں بنی۔ تو سامنے والے نے کہا کہ: یہ مسجد ان کی ملکیت ہے تو کل سے وہاں کوئی نماز پڑھنے نہ جائے، اس میں تالا لگا دو، یہ ان کی ملکیت ہے۔ تو ایسے الفاظ کہنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا مسجد کسی کی ملکیت ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہ مسجد میرے خاندان کے پیسوں سے بنی ہے، ایسا کہنے سے مسجد پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنے کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اور ایسا معنیٰ لینا صحیح نہیں ہے۔ یہ تو چندہ کے پیسوں سے بنی ہے، ایسا جو کہا گیا تھا اس کے رد میں کہا گیا ہے، اس لئے اس میں نماز پڑھنے جانے والوں کو روکنا یا اسے تالا لگانے کے لئے کہنا اچھی بات نہیں ہے۔ مسجد جب ایک مرتبہ وقف ہو جاتی ہے پھر وہ کسی کی ملکیت نہیں رہتی، خود واقف یا بنانے والا بھی اس کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ بھی معتبر نہیں ہے، (شامی) اور آپ کے اجداد نے بھی آخرت کی کمائی اور ثواب کے لئے مسجد بنائی ہے، کسی پر احسان کرنے کے

لئے نہیں، اس لئے ہمارے خاندان نے بنائی ہے ایسا کہنا بھی غلط اور کم عقلی کی بات ہے، اس سے بھی بچنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۶۲﴾ سرکاری زمین پر مسجد بنا دینے سے وہ جگہ شرعی مسجد نہیں بنتی؟

سوال: اندازاً پینتیس (۳۵) سال قبل ممبئی میں باندرا ریلوے اسٹیشن کے پاس گھوڑا گاڑی کھڑی رکھنے کی ایک جگہ تھی، وہاں ایک چھوٹی سی پرب (پیاؤ) بھی تھی، ہوٹل کے قریب پانی کے مٹکے بھی رکھے رہتے تھے، آنے جانے والے لوگ اسے استعمال کرتے تھے، نیز ان گھوڑے گاڑی والوں کو نماز کے لئے دور جانا پڑتا تھا، اس لئے ہوٹل کے پاس (بازو) کی جگہ خاص نماز کے لئے الگ کر دی گئی تھی، اور وہاں پانچوں وقت کی نماز پابندی کے ساتھ ہوتی تھی۔ پھر گھوڑے گاڑی کا استعمال کم ہو گیا، اور یہ دھندا آہستہ آہستہ بند ہو گیا، اس لئے ہوٹل بھی بند ہو گئی، لیکن وہ جگہ ابھی بھی نماز کے لئے استعمال ہوتی تھی، تھوڑے دنوں بعد وہ جگہ کو ہوٹل والی جگہ میں شامل کر دی گئی، اور اسے مسجد کی شکل دے دی گئی۔ جسے آج پینتیس (۳۵) سال ہو گئے ہیں، یہ جگہ سرکاری تھی، اور ریلوے والوں کے قبضہ میں تھی، اس لئے ریلوے افسران نے اس جگہ پر خلاف قانون قبضہ کرنے کا دعویٰ دائر کیا ہے، جسے آج چھ سال ہو گئے ہیں، مسجد والوں کے پاس زمین کی ملکیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہاں! دو غیر مسلم ہندو بھائیوں نے یہ گواہی دی ہے کہ لمبی مدت سے اس زمین پر نماز ادا کی جا رہی ہے، عدالت نے مسجد کے حق میں فیصلہ سنایا، اور ریلوے کا دعویٰ رد کر دیا، اس فیصلہ کو پانچ سال ہو گئے ہیں، اور یہاں پانچ وقت کی نماز، تراویح، جمعہ اور عید کی نماز پورے انتظام کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، لیکن یہ مسجد اب چھوٹی پڑتی ہے، اور سب

نمازی اس میں نہیں آسکتے ہیں، اس لئے متولیان نے اسے وسیع کرنے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے تعمیر ہونے والی مسجد کا نقشہ افسران کو منظوری کے لئے بھیجا، لیکن انہوں نے نا منظور کر دیا۔

کچھ بارسوخ افراد کی کوششوں کے بعد میونسپل پالیٹی (بلدیہ) نے یہ بات رکھی کہ: یہ جگہ چھوڑ دو، اور باندرا قتل خانہ کے پاس جتنی چاہے اتنی جگہ لے لو۔ مسجد کی جگہ راستہ بڑا کرنے کے لئے بلدیہ کو ضرورت ہے، اور مسجد کی زمین مسجد کے لئے خریدی نہیں گئی ہے۔

بہت سے لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں، دلیل یہ ہے کہ ایک طویل عرصہ سے یہ زمین مسجد کے طور پر استعمال کی جارہی تھی، وہاں نماز ادا ہوتی تھی، اسے چھوڑ دینا یہ شریعت کے خلاف ہے، اس بارے میں شرعی نقطۂ نظر سے واقف فرمائیں؟ اور یہ بتائیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس زمین پر حال میں مسجد ہے، اور برسوں سے مسجد کے طور پر اس کا استعمال ہو رہا ہے، پھر بھی شرعی قاعدہ کے مطابق وہ مسجد شرعی وقف مسجد نہیں ہے، اس لئے کہ اس زمین کے مالک (ریلوے) نے اس زمین کو مسجد کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت بھی نہیں دی تھی، اور اسے کسی نے خرید کر وقف بھی نہیں کی تھی، اس لئے کسی غیر کی زمین اس کی رضامندی کے بغیر سالوں تک بھی مسجد کے طور پر استعمال کرنے کے باوجود وہ مسجد نہیں بنتی۔

اور بلدیہ جو جگہ دینے کو کہتی ہے، اگر وہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اور بلدیہ وہ زمین ہدیہ کے طور پر مسجد کو اس کی ملکیت کے حق کے ساتھ دیتی ہو اور اس کیساتھ ساتھ اس چھوٹی وقتی مسجد

کی عمارت کے عوض کوئی رقم دیتی ہو تو اس ریلوے کی زمین کے عوض بالدرا میں زمین لے کر وہاں مسجد بنانا جائز ہے۔ اور وہ باقاعدہ شرعی مسجد کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۶۳﴾ کونسی مسجد کو جمعہ مسجد بنائیں؟

سوال: ہمارے یہاں تین مسجد ہے، اس میں سے ایک پرانی مسجد ہے، جو کنارہ مسجد کے نام سے مشہور ہے، اور اس مسجد میں مصلیوں کی سہولت اتنی زیادہ ہے کہ گاؤں کے سب آدمی مل کر نماز پڑھیں تو بھی کسی طرح کی تنگی پڑنے کا امکان نہیں ہے۔

دوسری مسجد ناوروالی مسجد کے نام سے مشہور ہے، یہ مسجد کنارہ مسجد کے بعد تعمیر ہوئی ہے، اور تیسری چھوٹی مسجد ہے، اس مسجد میں تمام مصلی نہیں آسکتے، تو پوچھنا یہ ہے کہ ہم سب مل کر جمعہ کی نماز ایک جگہ پڑھنا چاہتے ہیں تو کونسی مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جمعہ مسجد کے لئے بہتر وہی مسجد ہے جو سب سے پرانی ہو اور مصلیوں کو بھی جب اس میں راحت ہو تو کنارہ مسجد کو جمعہ مسجد بنانا بہتر ہے۔

﴿۱۰۶۴﴾ مسجد کے لئے جگہ وقف کر دینے سے وہ جگہ مسجد کہلائے گی یا نہیں؟

سوال: ایک شخص کے گھر میں اوپر، نیچے دو کمرے ہیں، اس میں سے نیچے کا کمرہ مسجد کے لئے (نماز پڑھنے کے لئے) وقف کر دے اور اوپر کا کمرہ اپنے رہنے کے لئے رکھے یا دوسرے کو رہنے کیلئے دینا چاہے تو اس طرح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نیچے کا کمرہ مسجد کے طور پر وقف کر دے اور اوپر کا کمرہ اپنے قبضہ میں رہنے دے تو اس طرح وقف کرنے سے وقف صحیح نہیں ہوتا۔ (شامی: ۳۷۰/۳، ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۶۵﴾ صحن کو جماعت خانہ میں داخل کر سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد جب بنائی گئی تو جماعت خانہ برآمدہ تک تھا، مسجد کا برآمدہ جماعت خانہ میں شامل نہیں تھا، سالوں کے بعد گاؤں کے بڑے لوگوں نے گرمی کی موسم میں جماعت خانہ میں گرمی لگتی تھی اس لئے مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھنے کے لئے برآمدہ کے حصہ کو جماعت خانہ کی نیت کرکے مسجد میں شامل کر دیا، اور وہاں فرض نماز جماعت سے ہونے لگی، پھر کچھ لوگوں نے منع کیا تو وہاں نماز پڑھنا بند کر دی، تو پوچھنا یہ ہے کہ ان کچھ لوگوں کا صحن کو جماعت خانہ میں داخل کرنے کی نیت کرنے سے وہ صحن کا حصہ جماعت خانہ کہلائے گا؟ اور ہمیشہ کے لئے وہ مسجد رہے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... واقف یا وقف کا انتظام کرنے والے ذمہ دار افراد ایک جگہ کو جماعت خانہ میں شامل کر دے تو وہ جگہ قیامت تک مسجد یا جماعت خانہ میں شامل مانی جائے گی۔ اور اس کا ادب کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ (عالمگیری: ۲/۴۷۴)

﴿۱۰۶۶﴾ عوض میں مدرسہ کے مکان دینا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد چھوٹی ہے، مسجد کے پڑوس میں قاضیوں کے مکانات ہیں، وہ مکانات مسجد کی تعمیر میں لینے ہیں، اور قاضیوں کو ان کے مکانات کے عوض مدرسہ کے مکانات دئے جائیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سوال میں مذکور صورت جائز تو نہیں ہے، لیکن مسجد وسیع کرنا ضروری ہو تو وہ مکانات خرید لینا جائز ہے اور اس کے عوض مدرسہ کے مکانات نہ دئے جائیں بلکہ دوسری جگہ انتظام کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۶۷﴾ مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: ہمارے یہاں کوٹ کے پاس کی مسجد سیلاب کی وجہ سے شہید ہو گئی ہے، اور مسجد کی کسی بھی طرح کی کوئی آمدنی نہیں ہے، اس لئے ہمارا ارادہ مسجد کے جماعت خانہ میں مدرسہ بنانے کا ہے، اس لئے کہ مسجد بالکل ویران ہو چکی ہے، اسی طرح اس کے نزدیک دو مسجدیں آباد ہو چکی ہیں، اگر ہم شہید ہو چکی مسجد کو پھر آباد کریں گے تو ان دونوں مسجدوں کے مصلی کٹ جائیں گے، تو اس جگہ مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مدرسہ بنائیں گے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... حنفی مذہب کی کتابوں کی صراحت کے مطابق کسی جگہ کو مسجد کے طور پر وقف کر دیا اور وہاں نماز بھی پڑھ لی گئی تو اب وہ جگہ تا قیامت مسجد ہی کے حکم میں رہے گی، اس لئے اس کا ویسا ہی ادب کرنا ضروری ہے، چاہے وہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ (ہدایہ:۲)

اسی طرح وقف کے بارے میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ ایک وقف کو اس کے مقصد کے خلاف دوسرے کام میں لینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کا مدرسہ کے طور پر استعمال کرنا اور مسجد کے طور پر استعمال بند کر دینا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۳۷۲/۲، امداد الفتاوی: ۵۸۵/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۶۸﴾ مدرسہ کے لئے بنائے گئے مکان میں نماز پڑھنے سے وہ شرعی مسجد نہیں بنے گی؟

سوال: یہاں یو کے میں ایک جگہ کے باشندوں نے (سب نے مل کر تیس تیس پاؤنڈ فی مدرسہ کی تعمیر کے لئے نکالے) مدرسہ کی تعمیر کے لئے ایک جگہ خریدی، اس کا نام بھی

رکھا گیا، کچھ وقت کے بعد مدرسہ کا تعمیری کام ختم ہوا، تب سے پانچ وقت کی نماز اور جمعہ وغیرہ بھی وہیں پڑھی جانے لگی، اور مدرسہ میں تعلیم بھی اچھی ہو رہی ہے، فی الحال سات اساتذہ مدرسہ میں تعلیم دے رہے ہیں، اور نماز میں اچھے مصلی ہوتے ہیں، ابھی محراب نو نٹ لمبا اور نو فٹ چوڑا بنایا گیا ہے، ہمارے بہت سے اراکین کا کہنا ہے کہ جہاں پانچ وقت کی نماز پابندی سے ہوتی ہو اور وہاں محراب بھی ہو وہ جگہ مسجد ہی کہلاتی ہے، کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایک مفتی صاحب نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

میں یہاں کا ناظم ہوں، حساب کتاب میرے پاس ہے، یہاں صرف ایک ہال ہے، مدرسہ کے لئے اراکین نے پیسے نکال کر زمین خرید کر کے مدرسہ بنایا ہے، یہاں ایک ہی ہوا گرم کرنے والا مشین ہے جو پورے ہال کی ہوا گرم کرتا ہے، بجلی کے ایک میٹر سے سب میں بجلی چلتی ہے، چندہ کی رسید بک پر مدرسہ کا نام لکھا ہوا ہے، اسی رسید بک سے للہ چندہ لیا جاتا ہے، خرچ پورا کرنے کے لئے ہر رکن سے سالانہ ۲۵ پاؤنڈ لئے جاتے ہیں، بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ للہ چندہ کر کے مدرسہ کے لئے زمین خریدی تو وہ زمین وقف ہوگئی، نماز پڑھنے کیلئے اور بچوں کو پڑھانے کے لئے حکومت سے اجازت لی گئی ہے، تو کیا یہ مسجد ہی کہلائے گی

اگر حساب الگ رکھنا ضروری ہو تو کس طرح رکھنا چاہئے؟ نیت کئے بغیر اور سب اراکین کی اجازت لئے بغیر مسجد بن سکتی ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ...... سوال میں ذکر کردہ صورت حال سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کے لئے چندہ کر کے زمین خریدی گئی اور اس پر عمارت بنائی گئی، اور مدرسہ کی تعلیم بھی

شروع کردی، پھر وہاں سہولت ہونے کی وجہ سے نماز پڑھنا بھی شروع کیا، لہذا یہ جگہ شرعی مسجد نہیں بنے گی۔ آپ نے جس مفتی صاحب کا قول نقل کیا ہے وہ بھی صحیح ہے، البتہ اس میں ایک قید رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس جگہ کا مسجد یا نماز پڑھنے کے لئے وقف ہونا ضروری ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں وہ صورت نہیں ہے اس لئے وہ شرعی مسجد نہیں کہلائے گی۔

﴿۱۰۶۹﴾ مدرسہ کے لئے بنائے گئے مکان کو کرایہ پر دینا

سوال: ہمارے یہاں ایک مدرسہ چل رہا ہے، اور جس مکان میں ابھی مدرسہ چل رہا ہے اس کے بالائی منزلہ پر مدرسہ اور تحتانی حصہ میں دکانیں ہیں، اور دکان سے حاصل ہونے والا کرایہ مدرسہ کے خرچ میں لیا جاتا ہے، اور ابھی جس مکان میں مدرسہ جاری ہے وہاں بچوں کی تعداد کے بڑھ جانے کی وجہ سے جگہ تنگ ہو رہی ہے، اسی لئے گاؤں والوں نے نیا مدرسہ بنانے کا ارادہ کیا ہے۔

تو اب پرانے مدرسہ کا مکان جہاں فی الحال مدرسہ چل رہا ہے اور مدرسہ کے نام سے چندہ کر کے ہی بنایا ہے اس کا کیا کیا جائے؟ کیا اسے کرایہ پر دے سکتے ہیں؟ اور کرایہ پر دینے سے چندہ دینے والے بھائیوں کے ثواب میں کچھ فرق آ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: جو مکان مدرسہ کے نام سے چندہ کر کے بنایا گیا ہے، اسے دینی تعلیم کے لئے ہی استعمال کرنا چاہئے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں اس مکان کے بالائی اور تحتانی دونوں حصوں کو دینی تعلیم کے لئے استعمال کرنا چاہئے، تاکہ چندہ دینے والوں کا مقصد بھی پورا ہو اور وقف کی شیء کا اس کی مناسب جگہ پر استعمال بھی ہو، اور دوسری خرابیوں سے بھی بچا جا سکے۔

اس کے باوجود نئی تعمیر بنانے سے اس جگہ کا فائدہ نہ رہے تو اسے کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی مدرسہ کے خرچ میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔لیکن کرایہ دار مالک نہ بن جاویں اس کا خیال رکھا جائے، اور اس سے چندہ دینے والوں کے ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۰﴾ ایک مسجد کی موقوفہ شیء دوسری مسجد میں لے جانا

سوال: ایک مسجد کی موقوفہ شیء دوسری مسجد میں استعمال کرنے کے لئے لے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اسی جماعت یا کمیٹی کا مدرسہ بھی چلتا ہو تو اپنی جماعت یا کمیٹی کی مسجد کی چٹائی یا گھڑی یا کوئی دوسری چیز مدرسہ میں استعمال کے لئے لے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شی جس مسجد میں وقف ہو اس شی کا استعمال اسی مسجد میں ہونا ضروری ہے، اگر اس مسجد میں فی الحال ضرورت نہ ہو تو حفاظت سے رکھ دیا جائے، اور جب ضرورت پڑے اسے استعمال کیا جائے۔لیکن اگر کسی جگہ حفاظت سے رکھنا مشکل ہو اور اس شی کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اسے فروخت کر دیا جائے، اور اس کی آمدنی اس مسجد میں استعمال کی جائے، اور اگر اسے فروخت بھی نہ کیا جا سکے یا یہ مسجد اتنی تونگر ہے کہ اسے اس کی ضرورت نہ ہو اور مستقبل میں بھی اس کی ضرورت محسوس نہ ہو تو اس مسجد کے قریب جو دوسری مسجد ہو وہاں استعمال کی گنجائش ہے۔(شامی:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۱﴾ مدرسہ کے مکان کا اسکول کے لئے استعمال

سوال: جماعت مدرسہ کا مکان بنانا چاہتی ہے، فی الحال مدرسہ کا جو مکان ہے وہ مدرسہ کی

ملکیت کا ہے، جس میں گجراتی اسکول اور مدرسہ چلتا ہے، اب اگر نیا مدرسہ اسی جگہ بنایا جائے تو جگہ کم پڑتی ہے اور ساتھ میں اسکول بھی چلانی پڑے۔

جماعت کا ارادہ یہ ہے کہ فی الحال جو مکان مدرسہ کا ہے اسے ہمیشہ کے لئے اسکول کیلئے وقف کردیں، اور نیا مدرسہ دوسری جگہ بناویں، اور مدرسہ کے مناسب جگہ مدرسہ کے پاس ہے، اور وہ زمین ایک غیر مسلم کی ہے اور وہ مول دینے پر تیار نہیں ہے، جماعت کی دوسری کھیتی والی زمین کے بدلے میں مذکورہ زمین بیچنے پر راضی ہے، تو کیا یہ کھیتی والی زمین دے کر وہ غیر مسلم کی جگہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس غیر مسلم کی زمین قیمتی ہے، اور دام یعنی قیمت کے اعتبار سے دونوں زمینیں یکساں ہے، اور جماعت تبدیل کرنے پر رضامند ہے۔ تو اس طرح ایک زمین کے عوض دوسری زمین لے کر اس پر مدرسہ کی تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جلد جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: مدرسہ کا مکان وقف ہے، اور دینی تعلیم کے مقصد کے لئے اس کا استعمال جاری ہے، لہذا اسے اب صرف اسکول کے لئے کر دینا جائز نہیں ہے، یہ وقف کے مقصد کے خلاف ہے۔ نیا مدرسہ بنانے کے لئے مدرسہ کے پاس جو دوسرے کی زمین ہے وہ زمین مول لی جائے اور مول نہ ملے اور دوسری زمین کے ساتھ تبدیل کرنی پڑے تو مدرسہ کی وہ دوسری زمین وقف ہو تو اس سے تبدیل کر سکتے ہیں۔ (شامی، کتاب الوقف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۲﴾ مدرسہ اور عبادت خانہ کے نام پر چندہ کی گئی رقم سے مسجد تعمیر کرنا

سوال: آج سے تقریباً دس سال قبل ہماری بستی میں بچوں کی دینی تعلیم اور دینی اخلاق کو

مدنظر رکھتے ہوئے مدرسہ اور عبادت خانہ کی نیت سے ایک ادارہ قائم کیا گیا، دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہونے کی وجہ سے پرانا (قدیم) مکان بیچ دیا اور اس کی رقم میں دوسرا چندہ کر کے دوسری رقم ملائی اور ایک بڑی دکان خرید لی، اس دکان میں کچھ اصلاح کروا کر اوپر نیچے دو ہال تیار کروائے اور وضو خانہ اور بیت الخلاء بنوائے، ادارہ کے شرکاء کی تعداد کم وبیش ہوتی رہی فی الحال یہ تعداد ۴۹ کی ہے، ادارہ کی مالی حالت دیکھتے ہوئے آج تک کوئی دائمی عالم رکھ نہیں سکے۔

الحمدللہ اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور جماعت کی انتھک محنتوں سے (جمعہ اور عید کے علاوہ) پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی شکل وصورت اللہ تعالی نے پیدا کر دی، جس کی امامت کی ذمہ داری ایک متقی وپرہیزگار بھائی فی سبیل اللہ انجام دے رہے ہیں، ان کی عدم موجودگی میں کوئی نہ کوئی یہ ذمہ داری انجام دیتا ہے۔ الحمدللہ نمازیوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے، اور بستی میں رہنے والے مسلمانوں کو یہ جگہ نزدیک ہونے کی وجہ سے سہولت بھی رہتی ہے، رمضان المبارک میں پانچ چھ سالوں سے تراویح میں قرآن شریف بھی ختم ہو رہا ہے۔ سردی کے موسم میں عصر اور مغرب کی نماز مدرسہ کے وقت میں آنے کی وجہ سے نیچے ہال میں پڑھی جاتی ہے، طلباء کی تعداد میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اور جگہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو پڑوس کی ایک دکان بھی للہ چندہ کر کے خرید لی، اس کی اصلاح کروا کر دو دکانوں کے نیچے والے حصہ میں ہال کے بیچ دروازہ رکھ کر ایک کر دینے کا ارادہ ہے، اور اس میں ابھی خریدی گئی دکان کے نیچے والے ہال کو جماعت خانہ کے طور پر استعمال کرنے اور بقیہ کمروں کو مدرسہ کے لئے اور دیگر دینی ضروریات کے لئے استعمال کرنے کا ارادہ ہے، اس طرح اللہ تعالی کے فضل وکرم سے مذکورہ دونوں ارادے پورے ہو رہے ہیں، فی الحال پانچ

اساتذہ شام کو دو گھنٹے پڑھاتے ہیں۔

سیٹی کاؤنسل (بلدیہ) کی طرف سے اولاً مذہبی تعلیم کے لئے مذکورہ مکان کو صبح نو سے رات آٹھ بجے تک استعمال کرنے کی اجازت ملی تھی، رمضان کے آنے سے پہلے رمضان مہینہ میں دیر تک استعمال کرنے کے لئے خاص اجازت لینی پڑتی تھی، اور ہر سال جنرل ریٹ، ووٹر ریٹ وغیرہ بھی بھرنا پڑتا ہے، اس لئے ادارہ کے فائدہ کے لئے سیٹی کاؤنسل (بلدیہ) سے مسجد کے لئے اجازت طلب کی ہے، اس کے ملنے سے مذکورہ وقت کی پابندی بھی ختم ہو جائے گی، اور امید ہے کہ مذکورہ ٹیکس بھی معاف ہو جائیں گے، اور رمضان کے لئے بھی خاص اجازت نہیں لینی پڑے گی۔

کچھ شرکاء کا کہنا ہے کہ چندہ مدرسہ اور عبادت خانہ کی نیت سے ہوا ہے اور کاؤنسل (بلدیہ) سے مسجد کے نام سے اجازت طلب کی ہے تو اس طرح کرنے سے نیت بدل گئی۔

لہٰذا مذکورہ تفصیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے آنجناب سے یہ گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کا صحیح جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) مدرسہ اور عبادت خانہ کی نیت سے چندہ کر کے کاؤنسل سے ادارہ کے دینی فائدہ کے لئے مسجد کی اجازت طلب کرنے سے کیا نیت میں شرعی کھوٹ (نقص) آئے گی یا نہیں؟ (۲) یہاں یو کے میں زیادہ تر اسی طرح مکان، دکان اور ہال وغیرہ خرید کر عبادت خانہ اور مساجد میں تبدیل کیا جاتا ہے، بنیادی مسجدیں بہت کم ہیں، تو مذکورہ مدارس اور عبادت خانے شرعی مساجد سمجھے جائیں گے؟ بنیادی مسجد اور مذکورہ عبادت خانہ کے مابین کیا فرق ہے؟ (۳) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسے ادارے جو بنیادی مسجد نہیں ہیں وہاں

رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے سے سنت اعتکاف کا ثواب نہیں ملتا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ ان حالات میں مذکورہ جگہوں پر اعتکاف کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر کیا جائے تو کس نیت سے؟ عبادت خانہ کو مسجد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ دونوں کے مابین کیا فرق ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مدرسہ اور اس کی غرض اور وقف اور مسجد اور اس کی غرض اور اس کا مقصد دونوں جدا جدا ہیں۔ شریعت میں وقف اور اس کے مقصد کو خاص اہمیت دی جاتی ہے، اور اس کی رعایت کرنے پر خاص زور دیا جاتا ہے، واقف ایک مرتبہ کوئی چیز وقف کردے اور اس پر سے اپنا قبضہ ہٹالے پھر وہ بھی اگر اس میں تبدیلی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ یعنی ایک وقف کے روپئے اس سے عمدہ وافضل دوسرے مخالف مقصد کے وقف میں استعمال نہیں کئے جاسکتے۔

چندہ وصول کرنے والے چندہ دہندگان کے وکیل ہیں، لہٰذا مدرسہ کے نام سے چندہ کیا ہو تو مدرسہ ہی کے لئے اور مسجد کے نام سے چندہ کیا ہو تو مسجد کے لئے ہی خرچ کرنا ضروری ہے، دوسرے کام میں خرچ کرنے ہوں تو چندہ دہندگان کی اجازت لینی ضروری ہے۔

جو زمین وقف ہو اور نماز پڑھنے کے لئے خاص ہو اور کسی کی زیر ملکیت نہ ہو تو اسے مسجد کہتے ہیں، اور جو جگہ کسی شخص یا کمپنی کی ملکیت ہو، وقف نہ ہو صرف مالک کی طرف سے وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہو تو ایسی جگہ عبادت خانہ کہلاتی ہے، جہاں وقف کے قواعد کی رعایت یا آداب مسجد کا خیال رکھنا ضروری نہیں ہے، ایسی جگہ کی بیع وشراء جائز ہے، حائضہ ونفساء کا وہاں آنا جانا درست ہے، وغیرہ وغیرہ۔

کسی جگہ اگر شرعی مسجد نہ ہو صرف عبادت خانہ ہی ہو اور وہاں جماعت سے نماز ہوتی ہو تو

مجبوراً ایسی جگہوں میں اعتکاف کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۳﴾ پگڑی کی رقم سے مدرسہ اور جماعت خانہ بنانا

سوال: ایک ادارہ مدرسہ اور جماعت خانہ بنانا چاہتا ہے، جگہ راستہ پر واقع ہونے کی وجہ سے آگے دکانیں بنانے کا ارادہ ہے، دکان موقع پر ہونے کی وجہ سے پگڑی کی بڑی رقم ملنے کی امید ہے، وہ رقم لے کر کیا مدرسہ اور جماعت خانہ کا تعمیری کام کرواسکتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ پگڑی کا لین دین شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو اس کی جائز صورت کیا ہے؟ کوئی راستہ بتا کر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پگڑی لینا جائز نہیں ہے، اور ایسی ناجائز رقم سے مسجد یا مدرسہ جیسی پاکیزہ جگہ کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے، لہذا ڈیپوزٹ (امانت) کے طور پر رقم لی جائے اور اسے خرچ کرنے کی اجازت لے کر تعمیر میں صرف کی جائے، پھر جب کرایہ دار جانے لگے تو وہ رقم لوٹادی جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۴﴾ مدرسہ کا چندہ کرنے والے سفراء کو کمیشن دینا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص کو چندہ کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ یہ بات طے ہوئی ہے کہ جتنے روپے کا چندہ ہوگا اس میں سے سفرخرچ نکالنے کے بعد جو رقم بچے گی اس کا پچیس (۲۵) فی صد یا تیس (۳۰) فی صد سفیر کا ہوگا اور باقی رقم مدرسہ کی ہوگی، لہذا اس طریقہ کا معاملہ شرعی رو سے صحیح ہے؟ کچھ لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے کتابوں کے حوالوں کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں جو حضرات اسے ناجائز کہتے ہیں وہ

صحیح اور سچ کہتے ہیں، اور اس کی دو وجہ ہیں جس کی وجہ سے چندہ کا یہ طریقہ نا جائز ہے۔
پہلی وجہ یہ ہے کہ آجر کی اجرت غیر متعین ہے، یہ معلوم نہیں ہے کہ اسے کتنی رقم ملے گی؟ اور جس اجارہ میں آجر کی اجرت مجہول ہو وہ اجارہ فاسد ہے۔(جوہرہ:۳۱۶)۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز آجر کی محنت اور کام کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہو اسے اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔ اور اس معاملہ میں آجر کی محنت سے حاصل ہونے والی رقم میں سے ہی پچیس (۲۵) فی صد دینا متعین ہوا ہے اس لئے یہ نا جائز ہے۔(ہدایہ:۳) لہذا سفیر کو تنخواہ پر رکھنا چاہئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۵﴾ بینک کے سود کی رقم مدرسین کی تنخواہ میں استعمال کرنا

سوال: ایک شخص نے کچھ رقم بینک میں جمع کروائی ہے، اسے اس رقم پر سود ملتا ہے اس شخص نے یہ نیت کی ہے کہ اس رقم پر جو بھی سود ملے گا ہمیشہ وہ یہ رقم مدرسہ کے مدرس کی تنخواہ کے طور پر استعمال کرے گا، لہذا پوچھنا یہ ہے کہ یہ رقم مدرس کی تنخواہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر استعمال کرنا ہو تو اس کی کوئی جائز صورت ہے؟
اسی شخص نے تین کمرے بنوائے ہیں، اس کا جو کرایہ آتا ہے اسے للہ مدرسہ میں دینے کی نیت کی ہے، تو اس سود کی رقم اور کمرے کی آمدنی کی رقم دونوں کو ساتھ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا دونوں رقم الگ الگ رکھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بینک میں سود حاصل کرنے کی نیت سے رقم رکھنا جائز نہیں ہے، اور سود جیسی ناپاک رقم اللہ کی رضامندی کے کام میں خرچ کرنا یا خرچ کرنے کی نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ پاک طیب ہے اور طیب مال ہی قبول کرتے ہیں اس لئے سود

حاصل کرنے کی نیت سے بینک میں رقم رکھنا گناہ ہے، اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، البتہ بغرض حفاظت مجبوراً بینک میں رقم رکھ سکتے ہیں، البتہ اس سے حاصل ہونے والے سود کو سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے غریب محتاج مسلمان کو مالک بنا کر دے دیا جائے، پھر وہ غریب قبضہ کر کے اپنی رضامندی سے مدرس کی تنخواہ کے لئے وہ رقم دے تو یہ طریقہ جائز ہے۔ براہ راست مدرس کو تنخواہ کے طور پر یہ سود کی رقم دینا جائز نہیں ہے۔

البتہ کمروں کا کرایہ اللہ مدرسہ میں دیا ہو تو اس میں سے بلا حرج مدرس کی تنخواہ دی جا سکتی ہے، دونوں آمدنیوں کا حکم الگ الگ ہے، اس لئے دونوں رقم الگ الگ رکھنی چاہئے۔

﴿۱۰۷۶﴾ مدرسہ، یتیم خانہ وغیرہ کی تعمیری امداد کی رقم مسجد بنانے کے لئے قرض کے طور پر دینا

سوال: شہر کے یتیم خانہ، مدارس وغیرہ اداروں کے تعمیری کاموں کے لئے آئی ہوئی امدادی رقم متعلقہ ادارہ کے ذمہ داروں کے پاس جمع ہوتی ہے یا باقاعدہ بینک میں ڈیپوزٹ کے طور پر لازماً رکھنی پڑتی ہے، اس طرح بینک میں رکھی گئی رقم بینک لوگوں کو سود پر دیتی ہے، اگر کسی وجہ سے ان مذکورہ اداروں کے تعمیری کام آنے والے قریب کے دنوں میں شروع ہونے والے نہ ہوں، تو یہ رقم یا تو کسی کے پاس پڑی رہے گی یا بینک کے سودی کاروبار میں استعمال ہوتی رہے گی۔

اب شہر کے درمیان غیروں کی آبادی میں ایک اہم مسجد کی تعمیر کی اجازت پچھلے پانچ سالوں سے نہیں ملتی تھی، اور اسے ختم کرنے کی بہت سازشیں کی گئیں، ۱۹۵۹ کے قومی فساد میں اسے یکلخت جلا کر ختم کر دیا گیا، پھر خدا کے فضل سے وقتی طور پر اصلاح کروا کر پھر نماز پڑھی

جانے لگی، اس کی تعمیر کے لئے دس سال بعد پھر کوشش کی گئی، جس کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے اس کی تعمیر کی اجازت مل گئی ہے، لیکن حالات نامناسب ہیں، اگر فوری طور پر اس کی تعمیر نہیں ہوئی تو پھر کوئی سازش ہونے کا امکان ہے، یہی نہیں کبھی بھی اس کا وجود خطرہ میں پڑسکتا ہے، ان حالات میں فوری تعمیر کے لئے دوسرے اداروں کی رقمیں جو کسی کے پاس پڑی ہوئی ہوں یا بینک میں ڈپوزٹ کے طور پر رکھی ہوئی ہو ان سے حاصل کر کے اس مسجد کے تعمیری کام میں وقتی طور پر ادھار لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ رقم اس مسجد کے تعمیری کام میں لگانے کی وجہ سے سلامت رہے گی، اور سودی کام میں لین دین سے بھی بچ جائے گی، یہی نہیں بلکہ فوری طور پر اتنی رقم کا چندہ ہونا مشکل ہونے کی وجہ سے شہر کی مذکورہ اہم مسجد کا وجود خطرہ میں ہے، یہ خطرہ بھی ٹل جائے گا۔ مذکورہ تفصیلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تفصیل سے جواب دینے کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....صورت مسئولہ میں مذکورہ مسجد کو آباد کرنا اور غیروں کے تسلط سے اسے بچانا اہم اور ضروری اور ثواب کا کام ہے، اس کے لئے ہر ایک کو اپنے سے بنتی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ اسے کوئی ایک شخص تعمیر نہ کرسکتا ہو تو چندہ کر کے یا دوسروں سے امداد کا مطالبہ کر کے رقم جمع کرنی چاہئے، دوسرے اداروں سے رقم قرض لے کر یہ کام نہیں کرنا چاہئے، اس میں دونوں طرف شرعی خرابیاں ہیں۔ یتیم خانہ اور مدارس وغیرہ اداروں کے تعمیری کام کے لئے حاصل ہونے والی رقم جس مقصد کے لئے لی گئی ہو اسی مقصد میں خرچ کرنا لازم اور ضروری ہے، دوسری جگہ خرچ کرنا یا شرعی اجازت کے بغیر قرض دینا جائز نہیں ہے، قرض دینے والے ضامن ہوں گے۔

البتہ تعمیر مسجد کے لئے مطلوبہ رقم نہ ہو اور تعمیر ضروری ہو تو فقہاء بامر القاضی یعنی کمیٹی اور متولی کی اجازت سے نجی (ذاتی) قرض لے کر تعمیر کرنا جائز کہتے ہیں، یعنی کسی شخص سے نجی (ذاتی) قرض لے کر تعمیر کر سکتے ہیں۔ (شامی: ۳۴۱/۴، عالمگیری: ۴۶۴/۲)

﴿۱۰۷۷﴾ دینی علم کو فروغ دینے والے اداروں میں زکوۃ و سود کی رقم استعمال کرنا

سوال: دینی علم کو فروغ دینے والا ادارہ کہ جہاں ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم دی جاتی ہو، یہ ادارہ اپنے قرب و جوار کے دیہاتوں سے سات سے دس سال کے نابالغ بچوں کو داخل کر کے ان کے رہنے اور کھانے پینے کے اخراجات اور کتابوں کا انتظام کرتا ہے، اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے اس ادارہ کے ناظم صاحب زکوۃ لیتے ہیں، تو اس ادارہ میں زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر اس طرح زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا نہ ہوتی ہو تو ادارہ کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟ جس سے ادارہ کا کام بھی ہو جائے اور زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ ادارہ میں پڑھنے والے طلباء بالغ ہوں اور ان کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ ہو، اور جو نابالغ ہوں ان کے باپ کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو تو شرعی اعتبار سے یہ لوگ زکوۃ کے حقدار ہیں، لہذا ادارہ میں جو زکوۃ کی رقم آئے اس رقم سے ناظم صاحب کتابیں، قرآن شریف یا کپڑے خرید کر ایسے بچوں کو مالک بنا کر دے دیں تو اس سے زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور کھانا، پینا اور غلہ وغیرہ دینے یا پکا کر کھلانے کا بھی یہی حکم ہے، اس طرح زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور دینی تعلیم میں مددگار بننے کا ثواب مزید ملے گا۔

دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ ادارہ زکوۃ میں وصول ہونے والی رقم کسی محتاج غریب مسلمان

مستحق کو، مدرسہ کو دے دے، خرچ کرنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب یہ زکوٰۃ لینے والے پہلے سے مقرر نہ ہوں کسی بھی شرط کے بغیر خود کی مرضی سے کسی زور، دباؤ کے بغیر مدرسہ چلانے کے لئے یہ رقم دے دیں تو اس رقم سے مدرسہ کا ہر کام کر سکتے ہیں، مدرسہ کو بھی ان کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ (شامی، امداد الفتاویٰ وغیرہ)

﴿۱۰۷۸﴾ مدرسہ کو وقف دیا ہوا گھر پوتے کا واپس مانگنا

سوال: اپنی تندرستی کی حالت میں ایک بیوہ عورت نے اپنا گھر مسجد میں دے دیا تھا، اب اس کی موت کے بعد ورثاء (پوتے) وہ گھر واپس مانگتے ہیں، تو کیا انہیں وہ گھر واپس کر دینا چاہئے؟ ان کے پوتوں میں سے ایک تو کہہ رہا ہے کہ وہ گھر تو مسجد میں دے دیا ہے، اور اس میں رہنے والا مسجد کو کرایہ دے رہا ہے، لیکن دوسرا بھائی گھر کا قبضہ مانگتا ہے، تو شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ اس کا مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ بیوہ نے اپنی ملکیت کا گھر مسجد میں اپنی حیات میں اور تندرستی کی حالت میں وقف دے دیا تھا، تو یہ وقف صحیح ہوگیا، اب اس کے بعد واقف یا اس کے وارثین کا اس میں کوئی حق نہیں رہتا، لہٰذا ان کا مطالبہ صحیح نہیں ہے۔ متولی کا دینا بھی درست نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۹﴾ مدرسہ کی عمارت میں درزی کلاس چلانا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں کے مدرسہ کے ہال میں پچھلے سات آٹھ سال سے ایک درزی کلاس چلتا ہے، یہ درزی کلاس ایک دوسرا ادارہ دوپہر کے وقت چلاتا ہے، محلے کے بچوں کے لئے مدرسہ دو وقت صبح اور دوپہر کو چلتا ہے، صبح بچے مدرسہ ہال میں پڑھتے ہیں اور دوپہر کو مسجد

کے تخت پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اس لئے کہ مدرسہ ہال میں درزی کلاس چلتا ہے، اس درزی کلاس کا ہم کوئی کرایہ نہیں لیتے۔

سوال یہ امر یہ ہے کہ اس طرح بغیر کرایہ کے درزی کلاس چلانے دینا کیسا ہے؟ ہم بالکل کرایہ لینا نہیں چاہتے، اور مدرسہ مسجد کے تخت پر چلے اور مدرسہ ہال میں نہ چلے، کیا یہ جائز ہے؟ لڑکیوں کا درزی کلاس چلانے والا یہ ادارہ درزی کلاس عوام کی خدمت کے ارادے سے ہی چلاتے ہیں، کوئی تجارت یا دھندے کی نیت سے نہیں چلاتے۔

اگر دوپہر کو مدرسہ کے ہال میں بچوں کو مدرسہ پڑھانے دیا جائے، تو اس کے علاوہ دوسرے وقت میں درزی کلاس چلانے کیلئے یہ ہال دے سکتے ہیں؟ اس کے لئے مسجد، مدرسہ کے متولیان گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ فی الحال ہم مدرسہ ہال میں مدرسہ چلانا چاہتے ہیں، مسجد کے حوض کی وجہ سے کچھ سرپرست اپنے بچوں کو مدرسہ بھیجنے سے ہچکچاتے ہیں۔ لہذا اس تفصیل کا معقول حل بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدرسہ کی عمارت کی بنیاد مسلم بچے، بچیوں کے دینی تعلیم وتربیت کی نیت سے رکھی گئی ہے۔ لہذا اس میں دینی تعلیمی کلاس بھی جائز ہے اور درزی کلاس چلا کر درزی کی تعلیم دینا بھی جائز ہے۔ جماعت خانہ کے باہر مسجد کے حوض کے تخت پر یا صحن میں دینی تعلیم کے لئے بچوں کو بٹھایا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

﴿۱۰۸۰﴾ سود کی رقم حیلہ کرکے مدرسین کی تنخواہ میں لینا

سوال: مدرسہ کی کچھ رقم بینک میں جمع رہتی ہے، اس رقم سے جو سود حاصل ہو اس سود کی رقم کو حیلہ کرکے مدرسہ کے مدرسین کو وہ رقم تنخواہ کے طور پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ کا

تفصیلی جواب عنایت فرمائیں، اور بصورت عدم جواز اگر کوئی جائز شکل ہو تو اس سے مطلع فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بینک میں رکھی ہوئی رقم سے حاصل ہونے والے سود کو کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر دے دیا جائے پھر وہ شخص قبضہ کرنے کے بعد اپنی خوش دلی سے مدرسہ کو للہ یا بخشش کے طور پر دے دے اور پھر وہ رقم تنخواہ میں دی جائے تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ اس غریب کو مالک بنا کر دے دینے سے اس رقم پر سے سود والی بات ختم ہو گئی، اور اب وہ اس کی ملکیت کے روپے ہو گئے، پھر وہ اپنی خوش دلی سے مسجد و مدرسہ کو دے دے تو یہ جائز کہلائے گا، اور اس رقم میں سود کا اثر نہیں رہے گا۔ اس لئے مدرس کی تنخواہ میں دینا یا مدرسہ کی دیگر ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ)

﴿۱۰۸۱﴾ ادارہ کے اخراجات میں مہمان کا خرچ محسوب کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دار العلوم میں کسی بزرگ یا عالم کو دعوت دی جاتی ہے ان کے ساتھ ان کے خدام اور ان سے فیضیاب ہونے کے لئے عوام بھی دار العلوم میں آتے ہیں۔

(۱) تو ان لوگوں پر دار العلوم میں آئی ہوئی رقم سے خرچ کرنا شرعی رو سے کیسا ہے؟ بزرگ یا عالم پر خرچ کر سکتے ہیں؟ دار العلوم کے روپیوں سے عوام کو کھلا سکتے ہیں؟ (۲) دار العلوم میں آئی ہوئی عوام پر دار العلوم کے روپیوں سے خرچہ کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے۔ (۳) دار العلوم کے بہی خواہوں اور وقت پر کام آنے والے افراد کو دار العلوم کے فائدہ کے لئے مہمان کے طور پر بلایا جائے تو اس میں شرعی رو سے کچھ حرج ہے؟

نوٹ: دار العلوم کا خرچ چندہ پر چلتا ہے، اس کی اپنی کوئی وقف ملکیت نہیں ہے، جس کی

آمدنی پر اس کا گذارہ ہو سکے۔ والسلام

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دار العلوم یا دیگر مدارس جن کا گذارہ چندہ پر ہوتا ہے، وہاں کے مہتمم صاحب چندہ دہندگان کے نائب اور وکیل ہیں، لہٰذا چندہ دہندگان نے جس طرح خرچ کرنے کا مکلف بنایا ہو اسی طرح خرچ کر سکتے ہیں۔ حضرت اقدس تھانوی امداد الفتاوی: ۲۸۹/۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

"سو اصل یہ ہے کہ ایسے اموال میں کسی تصرف کا جواز و عدم جواز معطیین اموال کی اذن و رضا پر موقوف ہے، اور مہتمم مدرسہ ان معطیین کا وکیل ہوتا ہے، پس وکیل کو جس تصرف کا اختیار دیا گیا ہے وہ تصرف اس وکیل کو جائز ہے"۔

یا معطیین نے کوئی وضاحت نہ کی ہو تو مدرسہ کے مقاصد میں جن چیزوں میں خرچ کرنا بتایا گیا ہو اس میں خرچ کر سکتے ہیں، اور مقاصد میں بھی کوئی وضاحت نہ ہو تو عرف کے مطابق دیگر مدارس میں یہ رقم جس طرح خرچ کی جاتی ہے اس طرح خرچ کر سکتے ہیں، بہتر طریقہ یہی ہے کہ للہ آنے والی رقم میں ایک مد اسی نام کا رکھا جائے کہ مدرسہ میں آنے والے علماء یا خواص کا خرچ اسی میں سے کیا جائے، اور اس کے لئے الگ سے چندہ کر کے رقم جمع کی جائے۔ نظام الفتاوی ص: ۹۱ پر "مدارس دینیہ کے مالی سرمایہ کے متعلق ایک فقیہانہ گفتگو" دس صفحات میں تفصیل سے لکھی گئی ہے، اسے دیکھ لینا مفید رہے گا۔

جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ "مدرسہ کے مہتمم چندہ دینے والے کے بالکلیہ وکیل یا نائب نہیں ہوتے، اسی طرح چندہ دیتے وقت مدرسہ میں جتنے لڑکے لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہے ہوں ان کے بھی پورے طور پر وکیل یا نائب نہیں کہہ سکتے، بلکہ کچھ فرق کے ساتھ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ بیت المال جیسا حکم ہے، لیکن چندہ میں آنے والی ہر رقم کا حکم الگ الگ ہے۔

(۱) للہ: جو رقم کوئی خاص کام متعین کر کے اس کے لئے دی جائے (یا لی جائے) مثلاً: کسی کمرہ کی تعمیر، یا کتابیں خریدنے کے لئے یا تنخواہ کے طور پر دینے کے لئے وغیرہ وغیرہ تو ان کاموں میں مہتمم چندہ دہندگان کے وکیل ہیں اسے اسی معطیین کی ہدایت کے مطابق ہی خرچ کرنا ضروری ہے، دوسرا کام چاہے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہوں بغیر اذن معطیین کے اس میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اور جب تک وہ رقم اس کام میں خرچ نہ کی جائے دینے والے کی ملکیت اس پر سے ختم نہیں ہوگی، اسلئے جب تک اس کام میں خرچ نہ کی جائے معطیین کو واپس لے لینے کا بھی اختیار ہے، خلاصہ یہ کہ اس رقم میں معطیین کی ملکیت اور خرچ کرنے والے پر وکالت کا ہر حکم باقی رہے گا۔

(۲) وہ رقوم جن میں غرباء کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، مثلاً: زکوۃ، فطرہ، نذر، کفارہ اور سود وغیرہ، تو ان میں مہتمم ایک درجہ معطیین کے وکیل اور کچھ حد تک غرباء کے بھی وکیل ہیں۔ لہذا ان رقوم کا حکم یہ ہے کہ زکوۃ وغیرہ کی نیت سے یہ رقم دی جائے تو صرف چندہ لینے والے کے ہاتھ میں آنے سے زکوۃ ادا نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ مستحق طلباء کو مالک بنا کر وہ رقم ہاتھ میں دے دینا، ادائیگی زکوۃ کے لئے ضروری ہے، اور غرباء کے نائب کی حیثیت بھی ہے، لہذا رسید پھاڑ دینے سے چندہ دینے والا وہ رقم واپس نہیں لے سکتا، اس لئے کہ یہ رقم اب اس کی ملکیت نہیں رہی، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ لکھتے ہیں کہ: میرے نزدیک مدرسہ کے روپئے وقف نہیں ہیں، مدرسہ کے منتظمین بیت المال کے منتظمین کی طرح چندہ دینے والے اور لینے والے دونوں کی طرف سے وکیل ہیں، لہذا اس رقم میں دوبارہ زکوۃ واجب نہیں ہوگی، اور دینے والا واپس نہیں لے سکتا۔

(امداد الفتاویٰ)

(۳) وہ رقوم جن میں مالک بنا کر دینا ضروری نہیں ہے، مثلاً: للہ رقوم، نفلی صدقات کی رقوم وغیرہ، اس میں اگر مہتمم اور کمیٹی ہو تو وہ معطیین کے وکیل تو کہلائیں گے لیکن خرچ کرنے کے لئے شریعت کی حد میں جو مد مدرسہ میں ہوں اسی میں خرچ کر سکتے ہیں، مہتمم یا کمیٹی اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتے، اگر اس کے لئے مدرسہ میں کوئی ہدایت یا ضوابط نہ ہوں تو اس جیسے دوسرے مدرسہ کے عرف کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۸۲﴾ طالب علم کے قصور پر کھانہ بند کر دینا جائز ہے؟

سوال: کسی طالب علم کے قصور پر کچھ وقت تک کے لئے اس کا کھانا مدرسہ سے بند کر دینا شرعی رو سے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... کوئی طالب علم قصور کرے، اور سمجھانے پر بھی اپنی اصلاح نہ کرے اور اس کی اصلاح کے لئے اس کے استاذ یا مہتمم کوئی سزا تجویز کریں اور اس کے لئے کچھ وقت تک مدرسہ کی طرف سے دیا جانے والا کھانا اس پر بند کر دیا جائے، تو اس میں حرج نہیں ہے، البتہ وہ فیس بھر کر کھانا کھاتا ہو تو اتنے دنوں کے روپے وصول نہیں کر سکتے۔ (شامی: ۳ر فصل فی التعذیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۸۳﴾ مدرسہ کے فنڈ سے انعامی جلسہ کا خرچ لے سکتے ہیں؟

سوال: انعام اور جلسہ کے خرچ کے لئے کوئی رقم آئی نہ ہو تو مدرسہ کے فنڈ سے انعام اور جلسہ کا خرچ کرنا جائز ہے؟

(۲) ختم بخاری شریف کے جلسہ میں عوام کو دعوت دے کر مدرسہ کے فنڈ سے ان کے لئے کھانے کا خرچ کرنا شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... ۲،۱۔ انعام اور جلسہ کے لئے الگ سے خرچ کی رقم نہ ہو تو دوسرے فنڈ میں سے اس مد میں خرچ کرنے کے لئے چندہ دہندگان کی اور مدرسہ کی جمع رقم میں سے خرچ کرنے کی صورت میں اراکین مدرسہ کی اجازت لینی ضروری ہے اس کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، طلباء کو انعام دینا تو انہیں کھانا دینے کے مانند سمجھا جائے گا، درست کہلائے گا، سالانہ جلسہ یا ختم بخاری کے جلسہ کے لئے الگ مد رکھ کر الگ سے چندہ کر کے خرچ کیا جائے یا مذکورالصدر تفصیل کے مطابق اجازت لے کر خرچ کر سکتے ہیں۔

﴿۱۰۸۴﴾ مدرسۃ البنات کا قیام جائز ہے؟

سوال: مسلمان لڑکیوں کی مکتب کی تعلیم سے زیادہ کی تعلیم کے لئے مدرسۃ البنات کی بنیاد رکھ کر اس میں پانچ سات سال تک دارالاقامہ میں قیام کے ساتھ پڑھائی کا انتظام کرنا شرعی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مردوں کے لئے جس طرح زندگی میں آنے والی حالتوں کے لئے شرعی احکام کا سیکھنا ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی دینی احکام کا سیکھنا اور جاننا ضروری ہے، مکتب کی تعلیم سے یہ غرض کامل طور پر پوری نہیں ہوتی، اس لئے جیسے جیسے ضرورت پڑے، ویسے ویسے ضروری عقائد، مسائل اور تدبیر منزل تربیت اولاد اور اپنی ضرورت کے لئے کچھ درزی کا کام وغیرہ بھی سیکھنا چاہئے، اور اس کا انتظام کرنا منع نہیں ہے، لیکن عورتوں کے لئے پردہ اور پاکدامنی کا خاص انتظام کرنا شرعاً ضروری ہے، اور خراب ماحول کا اثر وہ بہت جلد قبول کرتی ہیں، اور اب ان کی عمر بھی مراہق یا بلوغت کی ہوتی ہے، اس لئے پردہ کا مکمل نظم اور نصاب تعلیم ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس

سے ان کے قلب پر غلط اثر نہ پڑے اور وہ ماحول کے غلط اثر سے اپنے کو دور کر سکیں، اور خود کو محسنات وصالحات میں سے بنا سکیں۔

پرانے زمانہ میں گھروں میں اور اپنے محرموں سے تعلیم حاصل کی جاتی تھی، جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ، علامہ ابن سعطی بعلبکیؒ کی لڑکی اور علامہ کاسائیؒ کی عورت فاطمہ فقیہہ اور صاحب مجمع الانہر کی لڑکی فقہ کی ماہر عالمہ تھی، اور علامہ ابن تیمیہؒ کی جدہ بزرگوار بڑی واعظہ تھیں، امام طحاویؒ کی لڑکی حدیث وفقہ کی ماہر فن تھی، اور تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صاحبزادی تصوف کے اعلیٰ مراتب کی حامل تھی۔ وغیرہ وغیرہ

اب آج گھروں کا یہ ماحول نہیں رہا، اور اگر کسی جگہ ہو بھی تو باہر کا ماحول اتنا مسموم ہو چکا ہے کہ کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے مؤمنات کے لئے الگ سے انتظام کیا جائے، اور مذکورہ بالا تفصیل کا خاص خیال رکھا جائے تو اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ بہتر اور اچھا ہے۔

بخاری شریف میں ایک باب ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے کوئی خاص دن مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں، اور اس باب میں وہ حدیث لائے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے تعلیم دینے والے معلم اور تعلیم حاصل کرنے والوں یعنی بنات کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی خاص انتظام کرنا درست ہے۔ (مکمل تفصیل کیلئے دیکھیں ۱/۲۱، عینی شرح بخاری:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۸۵﴾ نس بندی کا آپریشن کرانے والا مسجد کا متولی بننے کے لائق ہے؟

سوال: جس مرد نے نس بندی کا آپریشن کروایا ہو یا وہ مرد خصی ہو گیا ہو یا اس کی عورت نے

حمل نہ ٹھہرنے کا آپریشن کروایا ہو ایسے شخص کو مسجد کا منتظم یا متولی بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کبھی پیش امام موجود نہ ہو تو ایسا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ممبر پر یا ممبر کے قریب کھڑے رہ کر تقریر کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسا شخص فاسق اور گنہگار ہے، اسے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے، لیکن اس وجہ سے وہ شخص عہدۂ تولیت کے لئے غیر لائق نہیں قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ اس کے لئے ضروری اوصاف میں سے من جملہ امین یعنی امانتدار ہونا اور وقف کا صحیح نظم کرنے کی صلاحیت کا ہونا ہے۔

اب اگر نیک، دیندار، عالم، امانتدار شخص مل جائے تو اسے ہی متولی بنانا چاہئے (شامی: ۳۸۵/۳) اسی طرح نس بندی کا آپریشن کرانے والا شخص سچے دل سے توبہ کرلینے کے بعد امامت یا تقریر وغیرہ بھی کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۸۶﴾ عہدۂ تولیت کی شرعی حیثیت

سوال: اوقاف کا انتظام اور حساب وکتاب کی صفائی بہت سی مرتبہ بحث ومباحثہ کا موضوع بنتی رہتی ہے، جس سے آپ واقف ہوں گے، اس بارے میں کچھ شرعی تفصیل متولیان اور جماعت کے اراکین کے لئے مہمیز کا کام کرے گی، نزاع کم ہوں گے اور وقف کا انتظام درست ہوگا، ایسی امید ہے، اس لئے اس بارے میں مندرجہ ذیل کچھ سوالات آپ کے سامنے پیش کرکے ان کے جوابات کا متمنی ہوں۔

(۱) متولی کا انتخاب کون کرسکتا ہے؟ جو شخص خلاف قاعدہ اپنے زور پر متولی بن بیٹھا ہو تو لوگ یا جماعت اسے اس کے عہدہ پر سے ہٹا سکتے ہیں یا نہیں؟ جس متولی کا حساب، کتاب

صاف نہ ہو، وقف کے انتظام میں من مانی کرتا ہو، ایسے متولی کو دور کرنے کا شرعی راستہ کیا ہے؟ جس متولی یا منتظم پر سے جماعت کا اعتماد ختم ہو چکا ہو اسے دور کرنے کا کیا راستہ ہے؟ متولی وقف کی جمع رقم اپنے نجی کاروبار میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ (خاص کر ایسا متولی جسکی مالی حالت اچھی نہ ہو)۔

(۲) وقف کا حساب دیکھنے کا حق متولی کا انتخاب کرنے والی جماعت کے اراکین کو ہے یا نہیں؟ متولی سے حساب مانگنے کا حق جماعت یا عام مسلمانوں کو ہے یا نہیں؟ جہاں حساب، کتاب میں شک ہو وہاں اس کے بارے میں پوچھنے کا حق ہے یا نہیں؟ حساب کتاب کی صفائی متولی کی ذمہ داری ہے، اور وہیں سے اس کی دیانت داری کا پتہ چلتا ہے، پھر بھی حساب کتاب کا خلاصہ مانگنے پر متولی کا اپنی آبروریزی کا بہانہ نکال کر ٹال مٹول کرنا کیسا ہے؟ لہذا قوم کی جائداد اور وقف کے صحیح انتظام اور حفاظت اور متولی کی ذمہ داری پر کچھ تفصیلی کلام کی خاص ضرورت ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال کا جواب دینے سے قبل موضوع عما نحن فیھا سے متعلق کچھ تمہیدی بات بتانا اور سمجھنا ضروری ہے، اسے پیش کیا جاتا ہے، تاکہ جواب سمجھنے میں سہولت اور آسانی ہو۔

سب سے پہلی بات متولی کی شرعی حیثیت اور قابلیت کے بارے میں ہے، متولی بننے کے لائق وہ شخص ہے جو خود یا اپنے منتخب کئے ہوئے کسی شخص سے امور مفوضہ کا اچھا انتظام کروا سکے، ان کی نگرانی کر سکے، اور وہ امین یعنی امانتدار ہو کہ وقف کی آمدنی میں خیانت نہ کرے، اسے اپنے نجی کام یا دوست برادر یا رشتہ دار یا کسی کو بھی اپنی نجی ضرورت کے لئے نہ دے، اسے صرف وقف کی ترقی اور اچھے انتظام میں خرچ کرے۔ (شامی:۳)۔

جو شخص اپنی کسی جائداد کو وقف کرے اور خود اس کا متولی بنے تو اسے اس کا حق ہے، یا اپنی زندگی میں یا اپنے انتقال کے بعد کسی اور کو اس کا متولی نامزد کرے تو اس کا بھی اسے حق ہے۔ اس کے بعد واقف نے جسے وصی، متولی یا مسجد کا اختیار دیا ہوا سے کسی کو متولی بنانے کا حق ہے۔ لیکن واقف خود یا متولی وقف امانت میں خیانت کرے تو قاضی یا قاضی کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کی جماعت کو یہ حق ہے کہ ایسے خائن واقف کو اس مرتبہ سے برخاست کردیں۔ (شامی، درمختار)۔

اس کے بعد نئے متولی کو نامزد کرنے کا اختیار قاضی کو ہے لیکن موجودہ زمانہ میں قاضی نہیں ہے اس لئے قاضی کی جگہ گاؤں یا بستی یا محلہ یا جماعت کے متعلقہ مسلمان یہ کام کر سکتے ہیں، اس بارے میں مناسب کاروائی کرنے کا اختیار انہیں ہے۔ مذکورہ بالا میں سے کسی کی اجازت، رضامندی کے بغیر کوئی متولی نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ جو شخص از خود متولی کی درخواست کرے اسے متولی نہیں بنانا چاہئے۔

نیز فقہاء لکھتے ہیں کہ جب تک واقف کی اولاد میں کوئی نیک دین دار امانت دار شخص متولی بننے کا حقدار ہو وہاں تک کسی دوسرے کو متولی نہیں بنانا چاہئے، لیکن اولاد میں سے کسی کو متولی بنانے کے بعد وہ خیانت کرے تو اسے برخاست کردینا چاہئے، دوسری کوئی اولاد یا رشتہ داروں میں امین اور اچھی صلاحیت والا ہو چاہے وہ تنخواہ لے کر کام کرنے پر راضی ہو اور دوسرا غیر رشتہ دار ایسی ہی صلاحیت والا بغیر معاوضہ کے کام کرنے پر تیار ہو تو قاضی یا متعلقہ جماعت کو اختیار ہے کہ ایسی حالت میں وقف کے لئے جو زیادہ انفع ہو اسے اختیار کرے۔

اس تفصیل کو سمجھ لینے کے بعد اب جاننا چاہئے کہ......

(۱) متولی کا انتخاب واقف کرے، اور وہ نہ ہو تو وصی کرے اور وہ بھی نہ ہو تو مسلمان

جماعت کرے۔(۲) جو شخص خلاف قاعدہ اپنی مرضی سے متولی بن بیٹھا ہو اور اس میں متولی کے لئے ضروری اوصاف، صلاحیت نہ ہو تو جنہیں اسے دور کرنے کا حق ہے وہ اسے اس ذمہ داری سے ہٹا سکتے ہیں، اس میں بیشک جماعت بھی داخل ہے۔(۳) جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ متولی کا امین ہونا ضروری ہے، تو جس کا حساب وکتاب صاف نہ ہو، اور جو وقف کے انتظام میں من مانی کرتا ہو، اسے عہدۂ تولیت سے دست بردار کر دینا چاہئے۔ چاہے ایسا متولی خود واقف ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اسے دست بردار نہ کرنے والے گنہگار ہوں گے، جماعت کو یہ کام کرنا چاہئے، اور ایسا کرنے میں قانونی کاروائی بھی کرنی پڑے تو قانوناً اسے علیحدہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۴) جب کہ امین کا مطلب وقف کی رقوم کی حفاظت کرنا اور ان کو وقف کے مقاصد کے علاوہ دوسرے کسی کام میں استعمال نہ کرنے کا ہے، تو جو متولی اپنے انتظام کے تحت آنے والی وقف رقم خود کے نجی کام میں استعمال کرے یا اپنی تجارت میں لگائے وہ خائن کہلائے گا، اور ایسے خائن کو فوراً دور کرنا چاہئے، اگر دور نہیں کیا گیا تو اس کا گناہ جماعت پر آئے گا۔

(۵) جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ متولی کا امین ہونا ضروری ہے، لہذا جماعت نے اگر کسی شخص کو نامزد کر دیا جس کے بارے میں پہلے سے جماعت کو ایسا گمان ہو کہ اس کا حساب وکتاب صحیح نہیں ہے، تو جماعت اس کا حساب وکتاب جانچ کر اطمینان کر سکتی ہے، ایسا کرنے سے روکنے کا متولی کو کوئی اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ ان باتوں میں آج قاضی کی جگہ جماعت نے لے لی ہے۔ ہاں! غلط وہم کر کے اور شکوک پیدا کر کے متولی کو پریشان کرنا یا ستانا یا حسد وبغض کی وجہ سے یا خود کو متولی بننے کے لئے وقت بے وقت حساب جانچنے وغیرہ کا مطالبہ کرنا نامناسب بلکہ ناجائز ہے۔

(۶) فارسی میں مقولہ ہے کہ" آراں کہ حساب او پاک است اور اازمحاسبہ چہ باک" (جس کا حساب صاف ہو ان کو حساب لینے والے سے کیا ڈر؟) اس حساب سے اگر متولی کا حساب صاف ہے اور ارباب حل وعقد کو اس کے حساب اور انتظام کے بارے میں شکوک وشبہات ہوں اس وجہ سے جماعت اسے جانچنا چاہے تو متولی ٹال مٹول کیوں کرتا ہے؟ وہ دفاتر لاکر ان کے سامنے رکھ دیں، تاکہ جانچ پڑتال کر کے اطمینان کر لیں، ایسے مطالبہ کو آبرو ریزی سمجھنا غلط ہے، متولی کو ایسا نہیں سوچنا چاہئے۔

حضرات سلف صالحین میں خود حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ" سنو اور اطاعت کرو، تو فوراً ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ" سننے اور اطاعت کرنے کی بات بعد میں" اول یہ بتایئے کہ آپ نے جو لباس زیب تن کیا ہے وہ اس ایک چادر میں سے تو بن نہیں سکتا جو سب کو یکساں طور پر تقسیم کی گئی تھی، اس لئے کہ آپ کا جسم بڑا ہے اور چادر چھوٹی تھی، اور آپ کا حصہ ہمارے برابر تھا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے فرزند عبداللہ سے کہا: اٹھ، کھڑا ہو، اور ان کی بات کا جواب دے۔ حضرت عبداللہؓ نے وضاحت فرمائی کہ" میں نے میرے حصہ میں آئی ہوئی چادر میرے والد کو ہدیہ کے طور پر دی تھی، خلیفہ کا کرتہ میری اور ان کی چادر کو ملا کر بنایا گیا ہے۔" اس شخص کو اس جواب سے اطمینان ہو گیا اور اس نے کہا: ہاں! کہو، اب ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔

لہذا موجودہ زمانہ کے متولیان یا ادارہ کے منتظمین کی کیا حیثیت! کہ اسے اپنی آبرو ریزی سمجھیں؟ اس احتیاط سے صفائی تو ہو جاتی ہے بلکہ مطالبہ سے تو معاملہ کی صفائی ہو جاتی ہے،

اور متولی کی امانتداری اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے، جیسے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی مذکورہ واقعہ سے بجائے توہین کے مزید عزت بڑھی۔

﴿۱۰۸۷﴾ فی سبیل اللہ دینی خدمت گزاروں کو کچھ لوگوں کا پریشان کرنا

سوال: کچھ لوگ کافی مدت سے فی سبیل اللہ دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، مثلاً: تدریس، امامت، نکاح خوانی اور تولیت وغیرہ۔ لیکن کچھ لوگ انہیں پریشان کرتے ہیں، اور ذلیل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ لوگ اپنی ذمہ داری چھوڑ دیں، اور وہ لوگ ان کی جگہ پر آ جائیں، ان کی یہ حرکت ایک مدت سے جاری ہے، تو ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ کیا ان کے لئے بددعا کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دین کے مخلص اور للہ خدمت گزاروں کو سب سے پہلے اپنے عمل اور نیت کے متعلق دومنٹ سر جھکا کر سوچنا چاہئے کہ اس میں کوئی کمی یا کوتاہی تو نہیں ہو رہی، جس کی وجہ سے وہ ناپسند ٹھہرائے جا رہے ہیں، اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، جو شخص دین کا خادم ہوتا ہے تو دنیادار اور مفاد پرست اتنے ہی اس کے دشمن اور مخالف ہوتے ہیں، اور اسے پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے، اور احسن الی من اساء الیك (جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھی بھلائی کرو) پر عمل کرنا سنت نبوی کے عین مطابق اور دین، دنیا کی بھلائی کا سبب ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی ذات پر حملہ کرنے والوں کے لئے کبھی بددعا نہیں کی، بلکہ اللھم

اھد قومی فانھم لا یعلمون فرماتے رہے، اس سنت اور طریقہ کو اپنانا چاہئے، اللہ کے یہاں ہر ظالم کو اپنے ظلم کا حساب دینا ہے، یہ یاد رکھنا چاہئے، جیسا عمل ہوگا ویسا بدلہ ملے گا، من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ۔ اس لئے اس اٹل قانون سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

﴿۱۰۸۸﴾ عیدگاہ میں تقریبات کا کھانا کھلانا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں گاؤں کے باہر میرے گھر کے پیچھے عیدگاہ بنی ہوئی ہے، جہاں سال میں دو مرتبہ عید کی نماز ہوتی ہے، عیدگاہ کی چاروں طرف دیوار کا احاطہ کیا ہوا ہے، عیدگاہ میں داخل ہونے کے دروازہ کے دونوں طرف کمرے بنا کر کرایہ پر دیئے گئے ہیں، وہاں ایک جگہ جانوروں کے باندھنے کے لئے بھی ہے، جو کرایہ پر دی گئی ہے۔، اس سے عیدگاہ کی آمدنی ہوتی ہے، اور اندر کی طرف عیدگاہ ہے۔

اب میرے یہاں شادی کا موقعہ ہے، شادی میں آنے والے مہمانوں کے کھلانے کے لئے ہمارے یہاں کوئی بڑی جگہ نہیں ہے، اور عیدگاہ میرے گھر کے پاس ہے، عیدگاہ کی خالی جگہ مہمانوں کے کھلانے کے لئے مناسب ہے، دوسری جگہ میسر نہیں ہے، تو ایک طرف کھانا بنا کر عیدگاہ میں شادی میں آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا جائے تو شرعی قاعدہ سے اس میں کوئی خرابی ہے؟

عامۃً وہاں فقراء کا اڈا ہوتا ہے، اور وہاں جوا وغیرہ ناجائز امور وہ لوگ کرتے ہیں، لہذا شریعت کی طرف سے اگر رخصت ہو تو عیدگاہ میں کھانے پینے کا انتظام کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عیدگاہ عید کی نماز پڑھنے کے لئے بنائی گئی ایک وقف جگہ ہے، اس لئے اس کا اسی مقصد کے لئے استعمال ہونا اور کرنا چاہئے، فقراء کا جوے کا اڈا

بنانا یا پڑوسی کا مہمانوں کو کھلانے کے لئے اس جگہ کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی، کتاب الوقف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۸۹﴾ عیدگاہ کی آمدنی سے قبرستان کے کام کرنا جائز ہے؟

سوال: عیدگاہ کے روپیوں سے قبرستان کا کوئی کام کرنا جائز ہے؟ یا قبرستان سے متعلق کوئی اور کام کرنا جائز ہے؟ مثلاً: قبرستان کے اندر راستہ بنانا، سامان، اوزار رکھنے کے لئے کمرہ بنانا وغیرہ۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عیدگاہ کے روپیوں سے قبرستان کا کوئی کام کرنا واقف کی کسی وضاحت کے بغیر جائز نہیں ہے، اس لئے کہ دونوں الگ الگ وقف ہیں، اور دونوں کے مقاصد بھی جدا ہیں۔

﴿۱۰۹۰﴾ عیدگاہ کو چھپر لگا سکتے ہیں؟

سوال: عیدگاہ میں دھوپ لگتی ہو، تو سایہ دار کرنے کے لئے ناریل کے پتوں یا پترے کا چھپر ڈال سکتے ہیں؟ کیا عیدگاہ کا اوپر سے کھلا ہوا ہونا ضروری ہے؟ دھوپ، بارش وغیرہ سے بچنے کے لئے عیدگاہ میں چھاتہ کھول کر اس کے سایہ میں بیٹھنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عیدگاہ کا اوپر سے کھلا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے، سایہ دار، چھپر والی بنا سکتے ہیں، چھاتہ سے سایہ کرنا بھی درست ہے اور ناریل کے پتوں یا کسی اور چیز کا چھپر بنانا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۹۱﴾ عیدگاہ میں فرش پر پتھر بچھانا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں عیدگاہ میں نیچے صرف ریت بچھائی ہوئی ہے، عید کے دن مسجد یا

مدرسہ کی صفیں بچھائی جاتی ہیں، تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟ افضل اور بہتر طریقہ کیا ہے؟ اس کی جگہ پتھر بچھا کر پکا بنا دیا جائے شرعاً کچھ حرج ہے؟ تفصیل سے جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عیدگاہ میں مسجد اور مدرسہ کی وقف صفیں بچھانا جائز نہیں ہے، (امداد الفتاویٰ: ۲، فتاویٰ دار العلوم: ۲۹۰) اس لئے اس طریقے کو بند کرنا چاہئے، یا پھر اس کے لئے الگ صفوں کا انتظام کرنا چاہئے، نماز کے لئے افضل تو یہی ہے کہ کچھ بھی بچھائے بغیر پاک زمین پر نماز پڑھی جائے، اس لئے کہ اس میں مکمل خشوع، خضوع ظاہر ہوتا ہے، اس کے بعد افضل یہ ہے کہ زمین سے اگی ہوئی چیزوں میں سے کوئی چیز بچھا کر مثلاً: چٹائی، صف وغیرہ بچھا کر اس پر نماز پڑھی جائے۔ (طحطاوی شرح مراقی: ۱۶۰) اور مصلیوں کی سہولت کے لئے یا تکلیف ہوتی ہو تو اسے دور کرنے کے لئے پتھر بچھا کر فرش پکا بنا کر اس پر نماز پڑھنا بھی بلا تردد جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جدید) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الوقف

﴿۱۰۹۲﴾ یہ وقف نامہ ہے یا وصیت نامہ؟

سوال: ایک بیوہ نے اپنا مکان اور زمین شہر کی مسجد کو دے دی ہے، یہ بیوہ فی الحال حیات ہے اور تندرست ہے، مسجد میں اپنی ملکیت دینے کے لئے حسب ذیل قرارنامہ تیار کیا گیا ہے، اور سرکاری دفتر میں درج کر دیا گیا ہے۔ قرارنامہ یہ ہے:

قرارنامہ

میں فلاں بنت فلاں اس قرارنامہ یعنی وصیت نامہ سے اقرار کرتی ہوں کہ میں نے اپنی رضامندی اور خوشدلی سے پورے ہوش وحواس کے ساتھ بغیر کسی زور زبردستی کے اور تندرستی کی حالت میں میری تمام ملکیت جس میں میرا مکان اور میری کھیتی کی زمین ہے جو یہ یہ............ ہے، میری حیات کے بعد شہر کی ہاجرہ محلہ کی مسجد کے نام کرتی ہوں، میری پوری ملکیت کی آمدنی میری حیات میں میری ہی رہے گی، اور میرے انتقال کے بعد ملکیت کا انتظام مسجد کے متولی کریں گے اور اس کی آمدنی مسجد میں خرچ کریں گے، اس وصیت نامہ اور اقرارنامہ کو رد کرنے کا اختیار میری حیات میں صرف مجھے ہی رہے گا۔

دستخط..............................

اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ طریقہ سے کیا گیا وقف صحیح ہوا یا نہیں؟

(۲) اگر یہ وقف صحیح ہے تو اب بیوہ کو اپنی حیات میں یہ وقف رد و باطل کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ شرعی قواعد کی نظر سے صحیح کیا ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.... سوال میں مذکور اقرارنامہ کے مطابق عورت نے وصیت کی ہے، اس لئے اس کے انتقال کے بعد اگر وارثین کو کوئی اعتراض نہ ہو تو اس عورت کی

جائداد کی مالک مسجد بنے گی، اور اگر وارثین کو اعتراض ہو تو صرف تہائی مال میں وصیت نافذ ہوگی، یعنی اس کی جائداد کے تہائی حصہ کی مسجد مالک بنے گی۔ اور چونکہ یہ اقرار نامہ وصیت ہے اس لئے انتقال سے قبل موصی کو اس میں رد و بدل کا اختیار ہے، آپ کے لکھنے کے مطابق یہ اقرار نامہ وقف نامہ نہیں ہے، یہ وصیت نامہ ہے۔

﴿۱۰۹۳﴾ یہ وقف ہے یا وصیت؟

سوال: میں میرے خاندان کے جھگڑے کا حال مختصر طور پر آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، مہربانی فرما کر شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ فرمائیں۔

میرے ماموں...... گاؤں میں رہتے تھے، ان کا ایک گھر تھا، میں بھی اسی گاؤں میں رہتا ہوں، وہ گھر انہیں میراث میں ملا تھا، ان کا ایک اسماعیل نام کا لڑکا تھا، وہ بچپن میں اللہ کو پیارا ہو گیا، ماموں اس وقت حیات تھے، ان کی لڑکی رحمت آپا بھی بہت سال ہوئے انتقال کر گئی، اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی، ماموں کی حیاتی میں رحمت آپا کا انتقال ہو چکا تھا۔

ماموں کا انتقال ۱۹۷۱ میں ہوا، ان کے اس گھر میں ان کی دوسری لڑکی خدیجہ رہتی تھی، خدیجہ کی شادی...... گاؤں میں ہوئی تھی، لیکن وہاں سے طلاق ہو گئی پھر وہ یہاں ماموں کے گھر تنہا رہتی تھی، طلاق دینے والے شوہر سے اسے ایک حمیدہ نام کی لڑکی ہے، اس لڑکی کی شادی اس کے ماں باپ نے...... گاؤں میں کرا دی، اور وہیں رہتی ہے، ماموں کے انتقال کے بعد بھی خدیجہ وہاں تنہا ہی رہتی تھی۔

خدیجہ آپا کا انتقال بھی ۱۹۷۴ میں ہو گیا، ماموں کے وارثین میں خدیجہ کی لڑکی اور ہم تین بھائی بہن ہیں، اور ہم ان کے حقیقی بھتیجے اور بھتیجیاں ہوتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں شروع سے جھگڑے چلے آ رہے ہیں، اور اس سے غلط فائدہ دوسروں

نے اُٹھایا ہے، اس طرح کے جھگڑوں سے ہمارے خاندان کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس جھگڑے کے پس منظر میں بتانا یہ ہے کہ ۱۹۷۴ میں خدیجہ آپا کا جب انتقال ہوا، تب ان کی وفات سے دو تین دن قبل کچھ افراد کے کہنے پر چار، پانچ لوگوں کی موجودگی میں رات گیارہ بجے قــولاً اس نے یہ وصیت کی کہ میرے والد کا گھر میں...... مسجد کو دیتی ہوں، وصیت کے وقت خدیجہ کی طبیعت بہت خراب تھی، ڈاکٹر نے ناامیدی ظاہر کردی تھی، اور خدیجہ آپا برابر بول بھی نہیں سکتی تھی۔

ماموں کے گھر میں وارثین کو ملنے والے حق سے ہمیں محروم کرنے کے لئے یہ کاروائی کی گئی ہے، اور رات کی اس وصیت کے وقت مجھے یا میرے بھائیوں یا میری بہن کو نہیں بلایا گیا تھا، وصیت کے دو تین دن بعد خدیجہ کا انتقال ہوگیا، اس کے انتقال کے تھوڑے ہی دنوں بعد محلہ کی جماعت کی ایک کمیٹی نے ماموں کے گھر کے بارے میں ایک تحریری قرارنامہ پیش کیا کہ "فلاں فلاں (جو میرے ماموں ہے) ان کا گھر جماعت کو وقف ہوگیا ہے۔ اور ان کے وارثین سے درخواست لے کر پنچایت میں وہ بھائی کا نام کم کرواکر جماعت کے نام پر وہ مکان کردیا گیا ہے، لیکن اس قرارنامہ کو میں نے قبول نہیں کیا، اس لئے کہ ماموں کی لڑکی خدیجہ نے مرض الموت کی حالت میں قــولاً یہ وصیت کی تھی، اور وہ اکیلی اس گھر کی مالک نہیں تھی، شریعت کے مطابق اسے اس گھر میں کچھ حصہ مل سکتا تھا، اور اس گھر میں ہمارا حق تلف کرنے کا مقصد ثابت ہو چکا تھا، میں پیشہ ور وکیل ہوں اور لوگوں کے سرکاری کام بھی کروادیتا ہوں، میں نے کہا: کہ اسلامی شریعت کے قانون کے مطابق عدالت ہی اس وصیت کے بارے میں فیصلہ کرسکتی ہے، اور میں عدالت کے فیصلہ ہی کو مانوں گا، پھر میں نے گھر کا قبضہ لے لیا، اور ایسا کیا کہ ہر ماہ کے پندرہ روپے اس بھائی کے ایصال ثواب

کے لئے مسجد ٹرسٹ کو دیتا رہا، یہ کرایہ نہیں تھا، اس لئے کہ پنچایت کے دفتر میں جماعت کے نام پر مکان نہیں تھا، اس لئے جماعت با قاعدہ اس کا کرایہ وصول نہیں کر سکتی۔

میں نے چونکہ خدیجہ آپا کی وصیت کو قبول نہیں کیا، اس لئے اس سے وصیت کرانے والے نے یہ کہنا شروع کر دیا: کہ اس گھر کے بارے میں وصیت ماموں نے کی تھی، ہمارے لئے یہ بالکل نئی بات تھی، پھر بھی ان کے دو آدمیوں نے بتاریخ ۲۴/۳/۱۹۷۷ء کو مجھ سے وہ مکان زبردستی خالی کروایا، اور جماعت کے لئے اس کا قبضہ لے لیا، اور ۱/۴/۷۷ سے ایک شخص کو ۳۵/روپے وہ مکان کرایہ پر دے دیا، اور وہ ۳۵ روپے مسجد، مدرسہ کے کام میں خرچ ہوتے ہیں۔ خدیجہ کے پاس وصیت کرانے والے بعد میں ایسا کہنے لگے: کہ اس گھر کے لئے تو ماموں نے پہلے سے وصیت کی تھی، اس بارے میں مجھے پوچھنا یہ ہے کہ......

(۱) مرحوم ماموں نے گھر جماعت کو وقف کرنے کا ارادہ کبھی بھی اپنے وارثین کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔ (۲) ہمارے گاؤں میں چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کے حل کے لئے بھی ہمیشہ پوری جماعت بیٹھتی ہے، یعنی محلّہ کے تمام افراد جمع ہو کر اس مسئلہ کا حل نکالتے ہیں، گھر جماعت کو دینے کے لئے ماموں کبھی بھی اپنی حیاتی میں جماعت کو میں نہیں کہا (۳) ماموں نے اپنی بیماری میں پانچ آدمیوں کو بھی جمع کر کے وقف نہیں کیا تھا، انہوں نے پانچ آدمیوں کو جمع کیا ہوتا، تو سب نے ہم ورثاء کو بلایا ہوتا، ہم میں سے ایک بھائی جماعت کا متولی ہے، میں وکیل ہوں اور تیسرا بھائی کسٹم افسر ہے، ہمارے رتبہ کو دیکھتے ہوئے اگر ماموں نے پانچ آدمیوں کو جمع کیا ہوتا تو ہمیں بھی ضرور بلایا ہوتا۔

فرض کرو کہ ہم تین بھائیوں کی غیر حاضری میں ماموں نے وصیت کی تھی تو بھی دوسرے دن تو ہمیں اس کی خبر ہو جاتی، یا جمع ہونے والے آدمیوں نے ہمیں اس کی اطلاع دی

ہوتی، یہی نہیں بلکہ ہم سرکاری قاعدہ کے مطابق ان کی وصیت کو نافذ کر کے پنچایت میں جمع کرواتے، اس لئے ہماری غیر حاضری میں بھی انہوں نے وصیت نہیں کی تھی۔

(۵) ماموں نے جماعت نہیں بلائی، پانچ آدمیوں کو جمع بھی نہیں کیا، اس لئے جو ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ ماموں نے ان کے روبرو وصیت کی تھی، اس میں تین شخص کہتے ہیں: کہ ماموں نے تنہائی میں ان کے سامنے وصیت کی تھی، کوئی کہتا ہے: کہ ماموں نے ان کے گھر آ کر وصیت کی تھی، اور کوئی کہتا ہے: کہ ماموں نے ان کو ایسی وصیت کی تھی، یہاں یہ بات خاص یاد رکھیں کہ ماموں نے وصیت کی تھی ایسا کہنے والے یہی لوگ پہلے کہتے تھے: کہ خدیجہ نے ہمارے سامنے وصیت کی تھی، یا ہم اس وقت حاضر تھے۔ (۶) ماموں نے وصیت کی ہے، ایسا تین چار آدمیوں نے آج کہا، لیکن انہوں نے ماموں کی حیات میں ایسا نہیں کہا تھا، ۱۹۷۱ میں جب ماموں کا انتقال ہوا تب سے لے کر ۱۹۷۴ میں جب بہن کا انتقال ہوا تب تک بھی کسی نے ایسا نہیں کہا کہ ماموں نے گھر کو وقف کرنے کی وصیت کی ہے، یہ بات انہوں نے ۱۳/۴/۷۷ ۱۹ کے دن جب پنچایت نام بدلی کے لئے بیٹھی تب انہوں نے کہی۔ یعنی ماموں کے انتقال کے چھ سال بعد یہ تین چار گواہ ظاہر ہوئے ہیں۔ (۷) اگر ماموں نے انہیں وصیت کی ہوتی تو انہوں نے جماعت بٹھائی ہوتی کہ انہوں نے وصیت کی ہے اس کے لئے کیا کرنا چاہئے، اس پر آگے کیا کرنا ہے اس کا جواب جماعت سے لیا ہوتا۔ (۸) ماموں نے وصیت کی ہوتی تو ان تین چار آدمیوں یا جماعت نے ماموں کی حیاتی ہی میں ان کے پاس سے گھر کا قبضہ لے لیا ہوتا۔ (۹) اگر ماموں نے وصیت کی تھی تو خدیجہ سے دوبارہ وصیت کروانے کی ضرورت نہیں تھی، ایک گھر کے لئے باپ کی اور پھر بیٹی کی الگ الگ وصیت لی جائے تو یہ بیوقوفی ہے۔ (۱۰) ماموں کے انتقال

کے بعد ان کی تجہیز و تکفین اور زیارت اور کھانے پینے کا خرچ ہم ورثاء نے کیا تھا، اگر انہوں نے وصیت کی ہوتی تو جماعت کے ذمہ دار ہمیں ایسا خرچہ نہ کرنے دیتے، اور جماعت خود یہ خرچہ کرتی۔

لہذا معزز مفتی صاحب! ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ شریعت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں، ایک بات اور بتادوں کہ ویسے تو اس گھر میں سے مجھے ملنے والی رقم ۵۰۰ یا ۶۰۰ روپئے ہے، اور اتنی معمولی رقم کے لئے میں اتنا بڑا جھگڑا ہرگز مول نہ لوں، لیکن میں ایک غلط بات کو روکنے کے لئے کر رہا ہوں، میرا ارادہ جماعت کو بدنام کرنے کا نہیں ہے، لہذا مجھے پوچھنا یہ ہے:

(۱) کیا خدیجہ کی وصیت کے مطابق یہ گھر جماعت کو وقف ہو گیا؟ (۲) مذکورہ امور کو مد نظر رکھتے ہوئے بتایئے کہ ماموں کی وصیت ثابت ہوتی ہے؟ (۳) حقداروں کا حق نہ دے کر کتنے مال کی وصیت اسلام میں معتبر ہے؟ (۴) قولی وصیت معتبر ہے؟ قولی وصیت کے معتبر ہونے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ (۵) اگر بالفرض ماموں کی وصیت ثابت ہوتی ہے تو کیا وہ گھر جماعت کو وقف ہو گیا۔ (۶) اگر اس گھر کی وصیت ثابت نہ ہو، یا گھر وقف نہ ہوا ہو تو جماعت نے زبردستی جو مجھ سے گھر لے لیا، اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ (۷) وصیت ثابت نہ ہوتی ہو یا گھر وقف نہ ہوا ہو تو اس گھر سے حاصل ہونے والا کرایہ مسجد اور مدرسہ کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں؟ اس بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ (۸) اگر ماموں کی وصیت ثابت نہ ہو یا گھر وقف نہ ہوا ہو تو اس سوال میں مذکورہ ورثاء میں سے ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: سوال میں مذکور تفصیل اگر صحیح ہو تو اس کا جواب مندرجہ ذیل

ہے۔

(۱) خدیجہ بی بی کا ایسا کہنا کہ میرے ماں باپ کا یہ گھر میں فلاں مسجد کو دیتی ہوں، معتبر نہیں ہے، اس لئے نہ تو وصیت صحیح کہلائے گی اور نہ ہی وقف صحیح کہلائے گا۔ اس لئے کہ اس گھر میں ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ دوسرے ورثاء کا بھی حق وحصہ تھا، اور میراث تقسیم نہیں ہوئی تھی، اور جو مال مشترک ہو اس کا تقسیم سے قبل وقف صحیح نہیں ہے۔ (شامی، درمختار: ۳/۳۶۴)۔ (۲) مذکورہ بھائی نے گھر وقف کیا یا وصیت کی، اس کے لئے الفاظ کیا کہے؟ کس نے سنے؟ وہ کیسے لوگ ہیں؟ یہ سب پہلے دیکھنا، جاننا ضروری ہے، جماعت کو اپنے دعوے پر مضبوط دلائل پیش کرنے ہوں گے، اگر بالفرض شرعی طریقہ کے مطابق وصیت ثابت بھی ہوتی ہے تب بھی ایک تہائی حصہ میں ہی وصیت نافذ ہوگی۔ (۳) ورثاء کا حق دبانے کی وصیت شریعت میں معتبر نہیں ہے۔ اور شکوک والی وصیت قاضی گواہوں کو جانچ کر رد کر سکتا ہے۔ (۴) قولی (زبانی کی گئی) وصیت صحیح ہے، لیکن اختلاف کے وقت شرعی شہادت کا پیش کرنا ضروری ہے۔ (۵) مذکورہ بھائی کی وصیت ثابت نہ ہو اور قاعدہ کے مطابق وصیت یا وقف ثابت ہو جائے تو وہ گھر جماعت کو وقف سمجھا جائے گا۔ (۶) اور (۷) سخت معصیت اور ظلم سمجھا جائے گا۔ اور اس کا استعمال یا آمدنی جائز نہیں ہے۔ (۸) مذکور بھائی کے ورثاء میں صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا حصہ اور بقیہ آدھے حصہ میں تینوں بھائی برابر کے حقدار ہوں گے، بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ آپ نے جن امور کو سوال میں پیش کیا ہے اس میں سے:

(۱) مورث اپنی حیات اور تندرستی میں اپنی ملکیت کی چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے، اس وقت ورثاء کا ان چیزوں میں کوئی حق وحصہ نہیں ہے، اس لئے ورثاء کی

اجازت لینا یا ورثاء کو اطلاع دینا ضروری نہیں ہے، بھائی نے کبھی ایسا ارادہ ظاہر نہ کیا ہو تو بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (۲) یہ بھی ضروری نہیں ہیں، اس لئے کہ وصیت یا وقف کے لئے یہ ضروری نہیں ہیں۔ (۳) پنچایت کو جمع کرنا یا ورثاء کو بلانا وقف یا وصیت کے صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے، البتہ اوقف یا وصیت کے ثبوت کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۴) اگر گواہوں نے اس وقت شاہد بننے سے انکار کیا ہو، یا شہادت کی ضرورت پڑی ہو اور انہوں نے کتمان شہادت کیا ہو، یا ان کی شہادت پنچایت نے رد کردی ہو، تو اب ان کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ (۵) وصیت کا نفاذ انتقال کے بعد ہوتا ہے، اس لئے حیات میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ (۶) تجہیز و تکفین کا خرچ اولاً میت کے مال سے اور اگر میت نے مال نہ چھوڑا ہو تو ورثاء میں سے جو حقدار ٹھہرتے ہوں ان پر آتا ہے، مسجد یا جماعت پر وہ خرچ نہیں آتا، اور جماعت کے لئے ایسا خرچ کرنا جائز بھی نہیں ہے۔

﴿۱۰۹۴﴾ موقوفہ کولر کا مرمت خرچ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: ایک شخص نے اس نیت سے مسجد میں کولر دیا کہ ہر قوم کا شخص اس کا ٹھنڈا پانی پی سکے، اس کے اخراجات اور درستگی کے خرچ کا اس بھائی نے کچھ انتظام نہیں کیا ہے، ابھی فی الحال اس کے خرچ کی ذمہ داری ایک صاحب خیر نے لی ہے، لیکن اس کا مرمت کا خرچ جو ایک بڑی رقم ہے اس کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا ہے، لوگ کہتے ہیں: کہ مسجد کے روپیوں سے مرمت کا خرچ نکالو، لیکن مسجد اتنی تونگر نہیں ہے کہ اس کی درستگی کا خرچ برداشت کرسکے، نیز مسجد کے پاس اتنی رقم جمع بھی نہیں ہے کہ وہ اس خرچ کو نبھا سکے، تو پوچھنا یہ ہے کہ مسجد کے روپے کولر کی درستگی میں استعمال کرسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اول تو یہ جاننا ضروری ہے کہ مذکورہ کولر مسجد کو وقف کیا تھا یا نہیں؟ اگر وہ کولر مسجد کو وقف کردیا تھا تاکہ مسجد میں نماز پڑھنے والے مصلیوں کو راحت ہو اور ٹھنڈا پانی پینے کو ملے، تو مسجد کی دیگر چیزوں کی طرح اس کی حفاظت اور دیکھ بھال اور خرچ بھی مسجد ہی کے ذمہ رہے گا، اور مسجد کے روپیوں میں سے اس کا خرچ نکال سکتے ہیں۔

اور اگر مسجد کو وقف نہ کیا ہو، مستقل الگ وقف کیا ہو کہ جس سے نمازی اور غیر نمازی سب مستفید ہوسکیں، صرف محفوظ جگہ سمجھ کر مسجد میں رکھا ہو تو اس صورت میں اس کی حفاظت اور درستگی وغیرہ کا خرچ مسجد کے روپیوں سے دینا جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے الگ انتظام کیا جائے۔ (شامی، درمختار وغیرہ)

﴿۱۰۹۵﴾ ایسا غریب جو زکوۃ کی رقم نہ لیتا ہو اسے اس وقف کے روپے دے سکتے ہیں جو غرباء پر خرچ کرنے کے لئے ہوں؟

سوال: ایک شخص نے اپنی جائداد (بلڈنگ) کی آمدنی وقف کردی ہے، یعنی اس جائداد سے جو بھی کرایہ حاصل ہو وہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کردیتا ہے، اب وہ رقم کسی ایسے غریب کو دے سکتے ہیں جو زکوۃ نہیں لیتا، لیکن وہ غریب ہے، کیا اسے دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... یہ شخص ایک نصاب کا مالک نہ ہو، تو یہ شخص شرعاً غریب ہے، اس لئے ایسے شخص کو اس وقف کے مقصد کے مطابق رقم دے سکتے ہیں۔

﴿۱۰۹۶﴾ مسجد کی گھڑی مدرسہ میں رکھ سکتے ہیں؟

سوال: ہماری مسجد میں بہت پہلے ایک شخص نے وقت دیکھنے کے لئے گھڑی دی تھی، فی الحال وہ شخص موجود نہیں ہے، ابھی مسجد میں نئی گھڑی کے ساتھ تین گھڑیاں ہیں، تو ہمارا ارادہ

یہ ہے کہ یہ پرانی گھڑی مدرسہ میں رکھ دینی ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر مدرسہ کمیٹی والے اس گھڑی کی قیمت مسجد کو دیں تو مذکورہ گھڑی مدرسہ میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا تفصیلی جواب جلد دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ گھڑی مسجد کے لئے وقف ہے، اور واقف نے اس لئے وقف کیا ہے تا کہ مسجد میں وقت دیکھنے کی سہولت رہے، اس لئے جب تک اس گھڑی سے یہ مقصد حاصل ہے تب تک اسے اسی کام میں لینا ضروری ہے، لیکن دوسری گھڑیاں بھی ہیں اس لئے یہ گھڑی زائد از ضرورت کے شمار میں آنے کی وجہ سے اس کی خاص اہمیت یا ضررت باقی نہیں رہتی، اس لئے اسے بیچنے کی گنجائش ہے، لہذا گھڑی مدرسہ کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ حامدیہ: ۱۱۷)

﴿۱۰۹۷﴾ کفن کے لئے آئے ہوئے روپئے مسجد کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں؟

سوال: بعد سلام مسنون! مرحوم ...... نے اپنی وصیت میں لکھا ہے کہ ...... گاؤں کی مسجد میں غرباء کے کفن کے لئے سالانہ چھ سو روپئے دئے جائیں، گاؤں میں چھ سو روپئے کا کفن ایک سال میں استعمال نہیں ہوتا، اس کفن کے لئے جو روپئے آتے ہیں وہ للہ ہیں، کوئی بھی لے سکتا ہے، لیکن اتنا زیادہ کفن استعمال میں نہیں آتا ہے، لہذا سال کے ختم پر جو رقم بچ جائے وہ مسجد کے دوسرے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب عدم جواز ہے تو کیا اس رقم سے دوسرے گاؤں کے غرباء کو کفن دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں اولاً اسی گاؤں کے غرباء میں وہ رقم

کفن کے لئے خرچ (استعمال) کی جائے، پھر جو رقم بچے اسے دوسرے گاؤں کے غرباء کے کفن کے لئے خرچ کر سکتے ہیں، وہ رقم مسجد کے کام میں خرچ نہیں کر سکتے۔ (شامی: ۴۲۶/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۹۸﴾ متولی مسجد کی رقم اپنے نجی کام میں خرچ نہیں کرسکتا؟

سوال: میں پانچ (۵) سال سے متولی کی ذمہ داری نبھار ہا ہوں، اور مسجد کا انتظام سنبھالتا ہوں، میرے پاس مسجد کی جمع رقم کل چالیس ہزار تھی، اس میں سے کل ۱۲ ہزار روپے مسجد کے کام میں خرچ کئے، باقی ۲۸ ہزار میرے پاس بچے، وہ ۲۸ر ہزار میں نے اپنے گھر خرچ اور قرض میں خرچ کردئے، اس طرح پوری رقم خرچ ہو گئی، لیکن لوگ میرے ڈر سے، کچھ رواداری سے، کچھ خوشامد کی خاطر مجھے کچھ کہتے نہیں ہیں، لیکن لوگ مجھ سے ناراض ہیں یہ یقینی بات ہے، اب مجھے مسجد کی رقم واپس دینی ہے، تو میں نیچے تفصیل درج کر رہا ہوں مجھے اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

میرے پاس دو گھر ہیں، ایک کی اندازاً قیمت ۳۰ر (تیس) ہزار ہے اور ۵۰ (پچاس) ایکڑ زمین ہے، ایک ایکڑ کی اندازاً قیمت ۱۲۰۰ (بارہ سو) روپئے ہے، یعنی زمین کی کل قیمت ۶۰،۰۰۰ (ساٹھ) ہزار ہوتی ہے، اور مجموعی دونوں کی قیمت ۹۰،۰۰۰ (نوے) ہزار ہوتی ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے: کہ

(۱) مسجد کی اس رقم کے عوض مسجد میری زمین گروی (رہن) رکھ سکتی ہے؟ یا مسجد بیچنے کے لئے لے سکتی ہے؟ (۲) دونوں میں جو طریقہ صحیح ہو وہ بتائیں؟ (۳) ابھی قحط سالی ہے اس لئے کوئی گاؤں والا زمین رکھنے کو راضی نہیں ہے، اس لئے رہن کے طور پر دیا جائے یا بیچنے کے لئے دیا جائے۔ جلد جواب سے نوازیں تا کہ بندہ اس گناہ سے نجات پا سکے۔

نوٹ: فی الحال مسجد کے پاس کچھ رقم جمع ہے، جس سے مسجد و مدرسہ کا کام چل رہا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... متولی کا اپنی نجی اور ذاتی ضرورت میں مسجد کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ایسا کرنا معصیت ہونے کے ساتھ متولی کے لئے وہ رقم ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے جتنا ہو سکے اتنی جلدی سے وہ رقم ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے، اور جو صورت مسجد کے لئے فائدہ مند ہو وہ دیکھ کر اس پر عمل کرنا چاہئے۔

﴿۱۰۹۹﴾ جماعت کے سرمایہ سے کسی کی دل بستگی کے لئے چندہ دینا

سوال: مندرجہ ذیل مسئلہ میں شرعی طور پر صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

۵/۳/۲ئے ء کے دن ...... میں کرفیو کے درمیان ایس آر پی نے یہاں کے گھروں کے دروازے توڑ کر گھر میں گھس کر لوگوں پر سخت ظلم کیا تھا۔ اس لئے اس کی مخالفت کرنے کے لئے اس محلّہ کے اور آس پاس کے دوسرے محلے کے ہر قوم کے ہندو، مسلمان بھائی گھر کے باہر نکل گئے تھے، اور اس محلّہ کے باشندوں اور...... شہر کی بلدیہ کے افسر کی صدارت میں ایس آر پی کے کئے ہوئے ظلم کے خلاف متعلقہ افسران کے روبرو فریاد لے کر جا رہے تھے، تب ایس آر پی نے ان پر گولی باری کی اور اس میں جناب...... اور ایک ہندو بھائی ...... کا انتقال ہو گیا۔ یہ دونوں شخص کی مالی حالت کمزور ہے، اور ان کے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ اس لئے ان کے پس ماندگان کی مالی امداد کے لئے فنڈ جمع کرنے کے لئے ہندو مسلم بھائیوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی ہے، جس میں...... کی ہر چھوٹے بڑے ادارہ سے مالی امداد کے لئے اپیل کی گئی ہے، تو پوچھنا یہ ہے: کہ اس کمیٹی میں ہماری جماعت کی جمع شدہ رقم میں سے امداد دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

اس چندہ میں جمع ہونے والی رقم ہندو مسلمان دونوں کے گھر والوں کے بیچ نصف

نصف (آدھی آدھی) تقسیم کردی جائے گی، اور کچھ رقم سے ان کی یاد میں سمارک بنایا جائے گا، ہماری جماعت کے مقاصد، اغراض، کام اور مالی آمدنی کی تفصیلات حسب ذیل ہے، اور قرار نامہ میں اس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مدرسہ فرقانیہ کا نظام سنبھالنا، اور وہاں بچوں کو دینی تعلیم دینے کا انتظام کرنا۔ (۲) جماعت کے قبرستان کا نظام سنبھالنا۔ (۳) جماعت کی ملکیت کے کنویں کی دیکھ بھال، اور خرچ نکالنا۔ (۴) اس جماعت کی آمدنی کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) للہ (ب) قبرستان کے آم کے درخت اور گھاس سے حاصل ہونے والی رقم (ج) جماعت کے مکان کا کرایہ (د) جماعت کے برتن کرایہ پر دینے سے آنے والے کرایہ کی رقم (ھ) جماعت کے اراکین کے یہاں شادی بیاہ کے موقعہ پر مقرر کی ہوئی رقم لی جاتی ہے، جو ہدیہ وغیرہ ہوتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت کا سرمایہ وقف کہلاتا ہے، جس کے کچھ مقاصد اور خرچ کرنے کے حدود شریعت کی طرف سے مقرر ہیں، اس لئے اس کی آمدنی سے کسی کی دل بستگی کے لئے چندہ دینا جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے الگ سے للہ رقم کا چندہ کر کے ہندو، مسلمان محتاجوں کو دے سکتے ہیں، اور اس میں ثواب بھی ملے گا۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۰۰﴾ وقف کی آمدنی کا مصرف

سوال: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس نے ایک وقف کیا ہے، اس کے شیئرز اور دوسری آمدنی ہے، اور وقف نامہ میں واقف کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ایک سدس حصہ محفوظ رکھنا (۲) دو سدس حصے وھورا قوم کے غرباء میں تقسیم کرنا (۳)

ایک سدس دوسری مسلم قوم کو دینا (۴) ایک سدس حصہ مکہ کے غرباء میں تقسیم کرنا (۵) ایک سدس مدینہ کے غرباء میں تقسیم کرنا۔

نمبر: چار اور پانچ (۴ اور ۵) والی رقم سرکاری پابندی کی وجہ سے اس کے مصرف میں خرچ نہیں ہو پا رہی ہے، اور واقف کی قوم کے ضرورت مند فی الحال زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ رقم کیا نمبر: دو (۲) کے مقصد میں خرچ کی جاسکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وقف کی آمدنی واقف کے مقاصد اور شرائط کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے، لیکن سرکاری قانون کی وجہ سے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے غرباء میں تقسیم نہ کیا جاسکے تو نمبر: ۲ میں بتائے گئے غرباء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (عالمگیری: ۲؍ ۴۲۷)۔ اس لئے کہ واقف کے مقاصد کے مطابق اصل حقدار محتاج غرباء ہیں، اور اس صورت میں اس مقصد کے پیش نظر خرچ کیا جارہا ہے، اس لئے یہ جائز ہے۔

﴿۱۱۰﴾ مسجد کی زائد زمین کو بیچ کر مسجد کے کام میں رقم استعمال کرنا کیسا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین کہ ہمارے یہاں باٹلی میں ۱۹۵۶ء سے مسلمانوں کی آبادی شروع ہوئی، اس وقت مسجد ومدرسہ کا کوئی انتظام نہیں تھا، بعض لوگ اپنے مکانوں میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر مسلمانوں کی ایک تنظیم بنی جنہوں نے مسجد ومدرسہ وغیرہ دوسرے کاموں کے لئے فکر کرنا شروع کی اور اس نے چندہ کرکے رقم جمع کی اور اس چندہ سے ایک مکان ۱۹۶۴ء میں خریدا کیا گیا تاکہ نماز، مدرسہ، جنازہ کی نماز اور کمیونٹی کے دیگر مختلف ضروریات کی ادائیگی میں آسانی ہو۔

یہ مکان تنظیم کی ملک تھا جس میں نماز اور تعلیم وتدریس وغیرہ سارے امور انجام دیئے جاتے تھے۔ بعد میں تنظیم کے شرکاء کے مشورہ سے ایک حصہ کو جو پانچ صف کی مقدار تھا

مسجد شرعی قرار دیا گیا اور باقی دوسرا حصہ جو سوسائیٹی کی ملک میں رکھا گیا تھا۔ وہ نہ مسجد پر وقف کیا گیا تھا نہ مسجد کی ملک بنایا گیا بلکہ سوسائیٹی کی ملک تھا جس میں دوسرے امور انجام دیئے جاتے رہیں۔

مذکورہ مسجد کے اطراف میں ایک کمپنی جس کا نام ریڈ بڑیک مینل ہے یہ ایک ترقیاتی کمپنی ہے اور اس کے ڈائیریکٹرز اس کو چلا رہے ہیں جن میں کچھ مسلمان ڈائیریکٹرز بھی ہیں یہ ادارہ مسجد کے اردگرد ایشین شوپینگ سنٹر بنا رہا ہے۔

ریڈمیل کے ڈائیرکٹروں نے، مسجد کے اردگرد جو ان کی زمین ہے اس میں شوپینگ کمپلیکس بنانے کے پلان کے ماتحت کمیٹی کے ذمہ داروں سے ملاقات کی۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ وہ اس پوری عمارت کو شہید کر کے جو حصہ جماعت خانہ یا مسجد شرعی کا ہے وہ مسجد ہی کے لئے رہے گا، اس پر مسجد ہی تعمیر کریں گے اور بقیہ زمین لیکر اس کے عوض اس جماعت خانہ کے داہنی یا بائیں طرف کچھ زمین میں تعمیر کر کے سوسائیٹی کو دیں گے جس میں سوسائیٹی مدرسہ یا دیگر امور انجام دے سکے گی۔

نیز ریڈمیل کے ڈائیرکٹروں نے اس بات کو بھی منظور رکھا ہے کہ جو بھی تعمیرات مسجد کے ارد گرد ہوگی اس میں نہ تو شراب خانہ ہوگا اور نہ تو اس میں ڈیسکو، کلب یا ویڈیوں کی دکان اور جوا وغیرہ ہوگا۔

اب سوال ہے یہ کہ مذکورہ جگہ میں سے شرعی مسجد کے حصہ کو چھوڑ کر باقی جگہ کو دوسری زمین اور تعمیر جدید کے عوض بیچنا یا بدلنا جائز ہے یا نہیں؟ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ فقط والسلام

الجواب : صورت مسئولہ میں مذکورہ مکان مسلمانوں سے چندہ کر کے خریدا گیا اور اس وقت اس کو وقف نہیں کیا گیا اور نماز مدرسہ وغیرہ کے امور اس میں حسب ضرورت انجام

دیتے رہیں بعد میں ضرورت پڑنے پر اس میں سے ایک حصہ کو کمیٹی کے مشورہ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے اور مسجد کے لئے خاص کر کے وقف کیا گیا تو اب یہ جگہ وقف ہو کر مسجد ہو گئی اور قیامت تک مسجد ہی رہیگی اور اسی مقصد کے لئے استعمال کرنا پڑیگا۔

اس کے علاوہ وہ حصہ جو کمیٹی کی ملک تھا اور دوسرے امور اس میں انجام دیئے جاتے تھے وہ حصہ مسجد کی ملک بھی نہیں تھا اور مسجد پر وقف بھی نہیں تھا بلکہ کمیٹی کی ملک تھا، اس جگہ کو مقامی حالات اور مصلحت کو مدنظر رکھ کر مذکورہ سوسائٹی اس کو ریڈ بڑ یک میل والوں سے تبادلہ یا بیچنا چاہتی ہے تو مذکورہ مسجد میں تغیر و تبدل کرنے سے جو وقف کی غرض و غایت ہے اس میں کسی قسم کا نقصان یا کمی نہیں ہوگی اور ان غیر مسلم یا اس کی تنظیم کا کوئی دخل یا اقتدار بھی نہیں ہوگا اور مسجد کی ہیئت اور انتظام میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا، مسجد میں ہر ایک مصلی کو آنے جانے کی بھی پوری آزادی ہوگی، آمد و رفت کا راستہ بھی ملے گا تو نئی تعمیر کی پوری تفصیل اور تصریح مثلاً پلان وغیرہ کے ساتھ تعین کر کے بیچنا یا تبادلہ کرنیکی شرعاً گنجائش ہے۔

(۱) امداد الفتاوی جلد ۲ (۲) فتاوی محمودیہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۱ (۳) رسالہ القول البدیع فی احکام التوزیع، احسن الفتاوی جلد اول۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

﴿۱۱۰۲﴾ وقف کے لئے جو صورت زیادہ انفع ہو وہ اختیار کرنی چاہئے۔

سوال: ہمارے یہاں ہر سال مسجد، مدرسہ کی وقف زمینیں نیلامی سے کرایہ پر کسانوں کو دی جاتی ہیں، قاعدہ کے مطابق گذشتہ سال بھی دی تھیں، اس سال بھی انہی کسانوں کو جنہیں گذشتہ سال کرایہ پر دی تھیں اس سال چالیس فی صد کم کرایہ پر دے دی ہیں، تو کیا مسجد و مدرسہ کے ذمہ داروں کا ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں ہے تو اب کیا کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وقف کی زمینوں میں جو صورت وقف کی زمینوں کی

حفاظت اور زیادہ آمدنی والی ہو ذمہ داروں کو وہی اختیار کرنا چاہئے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں وقف کی زمینیں چالیس فی صد کم کرایہ سے دی گئی ہیں اس میں وقف کے مفاد کو نظر انداز کیا گیا ہے، بلکہ کرایہ پر لینے والوں کا فائدہ دیکھ کر ۴۰ فی صد کم کرایہ متعین کیا گیا ہے اس لئے یہ طریقہ جائز نہیں ہے، جو فسخ کرنے کے قابل ہے، لیکن متولیان کی رائے یہ ہو کہ دوسروں کو دینے سے ان کے قبضہ کر لینے کا ڈر ہو تو اس صورت میں جواب بدل جائے گا، اور دینا درست کہلائے گا۔ (درمختار، شامی: ۳/۳۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۰۳﴾ ادارہ کے لئے آمدنی کا ذریعہ کرنا

سوال: ہم اہالیان ادارہ کی طرف سے مندرجہ ذیل مسئلہ میں رہبری کی گزارش ہے، مذکورہ سوال کا جواب فقہ وسنت کی روشنی میں جلد دے کر ممنون فرمائیں۔

ہمارے گاؤں اسٹو یو۔ (طلبہ تنظیم: Student Union) کے نام پر پچھلے ۲۷ سال سے ایک ٹرسٹ رجسٹرڈ ہے، مذکورہ ادارہ میں فی الحال جو رقم جمع ہے، وہ زکوۃ، للہ، فطرہ، صدقہ اور ہدیہ کی ہے، اس رقم کو ادارہ کے ذمہ داروں کے ہاتھ میں آتے ہی ہم اس کا حیلہ کر کے اسے بینک میں جمع کروا کر مندرجہ ذیل مقاصد میں استعمال کرتے ہیں۔

(۱) دینی، دنیوی تعلیم لینے والے طلباء کو کتابیں اور فیس وغیرہ کے لئے سکالرشپ (وظیفہ) فراہم کرنا۔ (۲) مقامی کتب خانہ میں ہدیہ کی رقم سے اخبار اور رسائل رکھے جاتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ آج کچھ عرصہ سے ٹرسٹ کے روپیوں پر سخت کاروائی عمل میں آنے کا امکان ہے، ہمارے پاس جو کچھ رقم فی الحال جمع ہے، اس سے ہم کچھ زمین ومکان کی جائداد بنا کر اس کی آمدنی مندرجہ بالا مقاصد میں خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس رقم سے زمین اور مکان خرید سکتے ہیں یا بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا تفصیلی جواب مرحمت فرما کر ممنون

فرمائیں۔آپ کے پاس اس مسئلہ کا اور کوئی حل ہو جس سے ان روپیوں سے یہ مقاصد اور اچھی طرح پورے ہو سکتے ہوں تو اس سے بھی ضرور مطلع فرمائیں۔

نوٹ: مذکورہ جمع شدہ رقم مقاصد میں خرچ کرنے کے بعد کی بچی ہوئی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زکوۃ، فطرہ یا ایسی ہی کوئی رقم غریب محتاج مسلمان کو مالک بنا کر دے دی جائے تو اس سے زکوۃ وغیرہ دینے والوں کی زکوۃ ادا ہو گئی، اب وہ رقم لینے والا اپنی خوشدلی سے مذکورہ ادارہ میں دینا چاہے تو دے سکتا ہے، اور وہ رقم اب زکوۃ، صدقہ کی نہیں رہے گی۔اب سوال میں لکھے گئے مقاصد میں خرچ کرنے کے بعد رقم بچ جائے اور اس سے ادارہ کی آمدنی کے لئے کوئی ذریعہ بنایا جائے اور آمدنی ادارہ کے اسی مقاصد میں خرچ کی جائے، تو ایسا کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۰۴﴾ وقف کے مقاصد میں تبدیلی جائز ہے؟

سوال: ایک شخص نے ایک جائداد اپنی قوم کے غریب ضرورت مندوں کے لئے وقف کر دی، اور اس جائداد کا متولی اپنے بیٹوں کو بنایا، جب جائداد وقف کی تب ان کی قوم میں غرباء ضرورت مند تھے، لیکن آج قوم میں ضرورت مند نہیں رہے، تو کیا اس جائداد کو کسی دوسرے دینی کام میں یا دوسرے غریب مسلمانوں میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس وقف کے شرائط بدل کر، الگ وقف نامہ تیار کر کے دوسرے مسلمانوں کے لئے اسے کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں اپنی قوم کے غرباء کے لئے وقف کیا ہو، اور بعد میں غرباء نہ رہیں تو اس وقف کی آمدنی اپنی قوم کے علاوہ دوسرے غریب، محتاج مسلمانوں میں خرچ کی جائے، وقف کے شرائط بدلنا اور دوسرا وقف نامہ تیار کرنا

صورت مسئولہ میں جائز نہیں ہے۔ (عالمگیری:۴۶۴/۴، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۰۵﴾ مسجد، مدرسہ کا وقف الگ الگ ہو تو دونوں کا نظام بھی الگ الگ چلانا چاہئے۔

سوال: ہمارے محلہ میں ایک مسجد اور ایک مدرسہ ہے، اور مدرسہ مدرسہ کی عمارت میں چلتا ہے، مذکورہ مدرسہ کی عمارت میں مدرسہ کے لئے ایک بڑا ہال ہے، اور ۱۵ کمرے اور دکانیں ہیں، جس کے آنے والے کرایہ سے مدرسہ کا خرچ نکلتا ہے۔ اور یہ مدرسہ کی بلڈنگ جس زمین پر بنائی گئی ہے وہ زمین مسجد کی ہے، اور مسجد ٹرسٹ نے ۹۹ سال کے لئے مدرسہ کو دی ہے، جسے آج ۲۰ سال ہوئے ہیں۔ مدرسہ کی بلڈنگ مدرسہ کے نام سے کئے گئے چندہ سے بنائی گئی ہے، اور مدرسہ ٹرسٹ نے بنائی ہے۔ لیکن اس کے بعد آج تک کچھ مزید کام نہیں ہوسکا، اور مسجد، مدرسہ دونوں کا حساب کتاب ساتھ ہی میں چلتا ہے، مسجد کی بھی دکانیں اور کمرے ہیں، جس سے کرایہ کی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

پوچھنا یہ ہے: کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا مسجد کی زمین کا کچھ کرایہ طے کر کے مدرسہ کے حساب میں سے اتنی رقم مسجد کے حساب میں جمع کر دینی چاہئے؟ یا مدرسہ کے کرایہ کی جو آمدنی ہے اس کا کچھ فی صد مدرسہ کے لئے متعین کر دینا چاہئے؟ اور بقیہ آمدنی مدرسہ کے لئے رہے گی۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ مدرسہ کی بلڈنگ کا چندہ مدرسہ کے نام سے کیا گیا ہے، اور انہیں روپیوں سے تعمیر کی گئی ہے، اور ۹۹ سال والا معاملہ اب باقی رہ سکے ایسی حالت میں نہیں ہے، اس لئے کہ دونوں چیزیں ایک ہی ٹرسٹ میں درج کی گئی ہیں، صرف ہم مسجد، مدرسہ کا الگ الگ حساب کتاب رکھنا چاہتے ہیں، لہذا اس معاملہ میں شرعی مسئلہ کیا ہے اس سے

واقف فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد ٹرسٹ اور اس کا مقصد اور مدرسہ ٹرسٹ اور اس کا مقصد الگ الگ چیزیں ہیں، اس لئے جو چیز جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہو، اسی مقصد میں اسے استعمال کرنا اور اس کی رعایت کرنا لازم اور ضروری ہے۔ متولی کے لئے بلکہ خود واقف کے لئے بھی اس میں ترمیم کرنا (ایک مرتبہ وقف ہو جانے کے بعد) جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہاء ایک وقف کو دوسرے وقف میں استعمال کرنے کو ناجائز بتلاتے ہیں، اس لئے مسجد ٹرسٹ کی زمینوں کا استعمال مسجد کے وقف کے مقاصد اور مفاد کے لئے ہونا چاہئے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مدرسہ کی بلڈنگ کی تعمیر مسجد ٹرسٹ کی زمین پر کی گئی ہے جو اصول شرع کے خلاف اور ناجائز ہے۔ متولیان اور ذمہ داران جماعت کو ایسا غیر ذمہ دارانہ کام نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وقف زمین کو ایسی طویل مدت کے لئے کرایہ پر دینا کہ جس سے وقف پر قبضہ ہو جانے کا ڈر ہو جائز نہیں ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کی زمین ۹۹ سال کے لئے کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، اگر مسجد اور مصلیوں کو اس کی ضرورت نہ ہو تو دو تین سال کے لئے کرایہ پر دی جا سکتی ہے، اور اس مدت کے ختم ہونے کے بعد پھر دوبارہ اجارہ کا معاملہ طے کر سکتے ہیں، اس طرح ہر مدت کے ختم پر دوبارہ معاملہ کر کے کام چلا سکتے ہیں۔

مسجد کی زمین پر مدرسہ کی عمارت ہے، اس لئے مدرسہ سے قاعدہ کے مطابق جو کرایہ ہوتا ہو وہ لے کر مسجد کے کام میں خرچ کریں۔ سرکاری دفاتر میں اگر چہ دونوں وقف ایک ہی ٹرسٹ کے نام پر ہوں، لیکن دونوں وقف شرعی اعتبار سے الگ الگ وقف ہیں، ان کی

آمدنی، اخراجات کا حساب کتاب الگ الگ رکھنا چاہئے، اس لئے شروع سے ہی دونوں ٹرسٹ کو ایک نہیں سمجھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۰۶﴾ وقف کا انتظام کون کرے؟

سوال: ایک مرحوم نے غرباء کے لئے ایک کھیت وقف کیا تھا، اور اس کی آمدنی غرباء میں خرچ کرنے کے لئے کہا تھا، لیکن کچھ سالوں سے اس کھیت کی آمدنی مرحوم کی دو بہنیں اور مرحوم کی دوسری عورت اپنے اوپر خرچ کرتی تھیں، تو اس کھیت کی ملکیت شرعی طور پر کس کی ہے؟ اور آج کے بعد ان تینوں میں سے اس کھیت کا انتظام کون سنبھالے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وقف شدہ چیز کا کوئی مالک نہیں ہوتا، وہ تو اللہ کی ملکیت میں چلا جاتا ہے، لہذا وقف چیز کا رہن رکھنا یا بیچنا وغیرہ جائز نہیں ہے۔

وقف کرتے وقت مرحوم نے اس وقف کی آمدنی کو جہاں خرچ کرنے کے لئے بتایا تھا وہیں خرچ کرنا ضروری ہے، وارثوں کا اپنے طور پر قبضہ کر لینا صحیح نہیں ہے، لہذا اس کی آمدنی غرباء میں تقسیم کرنی چاہئے۔ واقف نے وقف کے انتظام سنبھالنے کے لئے جسے ذمہ دار ٹھہرایا ہو وہ اس کا ناظم بنے گا، اور اگر کسی کو ذمہ دار نہ بنایا ہو تو آپس میں رضامندی سے کسی کو مقرر کر دیں یا محلہ کی جماعت کے متولی کو اس کا انتظام سونپ دیں۔ (شامی: ۵٦٦/۳)

﴿۱۱۰۷﴾ میراث کو تقسیم سے پہلے وقف نہیں کر سکتے۔

سوال: بعد سلام مسنون! میرا نام...... بنت...... ہے، میرے فتویٰ پوچھنے کی وجہ مندرجہ ذیل ہے:

میرے والد کے انتقال کے بعد ترکہ کا سب ساز وسامان میرے بھائیوں نے مجھے پوچھے

بغیر آپس میں تقسیم کرلیا، اور ایک بڑا لکڑے کا صندوق اور لکڑے کا کباٹ میری رضامندی کے بغیر مسجد میں وقف کردیا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ مسجد کے لئے یہ کیا گیا وقف صحیح ہوا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے والد کے انتقال کے بعد ان کے متروکہ مال سے ہر وارث کو شریعت کا مقرر کیا ہوا حصہ ملے گا، یعنی متروکہ مال میں ہر وارث کے لئے شریعت کا مقرر کیا ہوا حصہ متعین ہو چکا تھا۔ اس لئے شرعی طریقہ کے مطابق جب تک تقسیم نہ ہو جائے اس سے قبل اسے وقف کرنا صحیح نہیں ہے، اور اس طرح تقسیم سے قبل کیا گیا وقف صحیح نہیں کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۰۸﴾ الوقف لا یباع ولا یوھب

سوال: ایک وقف ہے، اس سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ملنے کے برابر ہے، تو کیا اس وقف کی جائداد کو بیچ کر اس کے عوض دوسری ایسی جائداد خرید سکتے ہیں جس سے زیادہ آمدنی حاصل ہو۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: کہ

ہمارے گاؤں میں ایک عورت نے اپنے حین حیات میں ایک کچا مکان مدرسہ کو وقف کردیا تھا، اور یہ شرط مقرر کی تھی کہ میرے لڑکے کی بہو جو بیوہ ہے وہ جب تک زندہ ہے اسی مکان میں رہے گی، اور اس کے انتقال کے بعد وہ مکان مدرسہ کے قبضہ میں آجائے گا۔ مکان کچا ہے، اور اس کی حالت اچھی نہیں ہے، اگر اسے بیچ کر کھیتی کی زمین یا کسی اچھی کمپنی کے شیئرز خریدے جائیں تو مدرسہ کو دو فائدے ہوں گے ایسی امید ہے:

(۱) کھیتی کی زمین کے پرانے ہو جانے یا خراب ہو جانے کا ڈر نہیں ہے۔ (۲) مکان کے کرایہ کے مقابلہ کھیتی کی آمدنی زیادہ آئے گی، اسی طرح شیئرز کی آمدنی بھی اس سے زیادہ

آئے گی۔

اور مذکورہ مکان ایک بھائی مناسب دام میں خریدنے کو تیار ہیں، اور اس مکان میں جو بیوہ رہتی ہے ان کے دوسری جگہ رہنے کا انتظام کرنے کی بھی ذمہ داری لیتے ہیں، تو ان حالات میں مذکورہ مکان بیچ کر دوسری جائداد خریدنے کی شرعاً گنجائش ہے؟ کتابوں کے حوالوں کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... درمختار اور شامی میں لکھا ہے: شرط الواقف کنص الشارع یعنی واقف کی شرائط کی پابندی کرنا شریعت کے قطعی حکم کی پابندی کرنے کی طرح ضروری ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں واقف نے شرط مقرر کی ہے کہ یہ بیوہ جب تک زندہ رہے گی اسی مکان میں رہے گی، اور یہ شرط خلاف شرع نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پابندی کرنا اشد ضروری ہے، وہ مکان ان کے انتقال کے بعد مدرسہ کے قبضہ میں آئے گا، تب تک اسے بیچنا یا بیوہ کو نکالنا بالکل جائز نہیں ہے۔ نیز مذکورہ جائداد کو بیچنے کے متعلق فقہاء کا فرمان اس طرح ہے: واقف نے یہ مکان بیچ کر اس کی جگہ دوسری جائداد کر کے اس سے آمدنی حاصل کرنے کی اجازت دی ہو تو اسے بیچ کر زیادہ آمدنی والی جائداد خرید سکتے ہیں، اس صورت میں نئی خریدی گئی چیز بھی اصل کی طرح ہی وقف کہلائے گی۔ اور اگر وقف نامہ میں اس کی وضاحت نہ کی ہو یعنی اس کی اجازت نہ دی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ مذکورہ وقف کی بالکل ہی آمدنی نہ ہو، اور اس کا فائدہ باقی نہ رہا ہو، تو قاضی کی اجازت سے (اور فی زماننا جماعت کے ٹرسٹ کی اجازت سے) بیچ سکتے ہیں۔

(۲) اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا کچھ فائدہ ہو، لیکن یہ فائدہ بہت کم ہو، لیکن اسے بیچ کر دوسرا ذریعہ کرنے میں آمدنی کے بڑھ جانے کی امید ہو اور زیادہ فائدہ کی امید ہو تو اس

صورت میں اس وقف کو بیچنا یا اس کے عوض دوسری کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس وقف مکان کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۳؍۳۸۷، فتح القدیر وغیرہ)

﴿۱۱۰۹﴾ وقف زمین میں سے راستہ کے لئے جگہ دینا جائز ہے؟

سوال: مسجد کا ایک موقوفہ باغ ہے، اس باغ کے پڑوس میں دوسرے ایک بھائی کی ملکیت کا باغ ہے، وہ باغ والا وقف باغ میں سے اپنے باغ میں آمد و رفت رکھتا تھا، اور اب ہم نے وہ راستہ بالکل بند کر دیا ہے، اس لئے کہ پڑوس کے باغ میں جانے کے لئے دوسرا ایک بہت بڑا راستہ ہے، اور آج بھی ہم نے اس باغ والے کو وہی راستہ اختیار کرنے کے لئے کہا ہے، لیکن وہ پڑوسی اس پر مصر ہے کہ مجھے یہیں سے راستہ چاہئے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ اس پڑوسی کو اس وقف باغ میں سے راستہ دینا کیسا ہے؟ آیا جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس کے باغ میں جانے کے لئے دوسرا راستہ موجود ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب کہ پڑوسی کے پاس اپنے باغ میں جانے کے لئے دوسرا بڑا راستہ ہے، تو آپ اسے اپنے موقوفہ باغ میں آنے جانے کے لئے منع کر سکتے ہیں، اور اپنے باغ میں جانے کے لئے وقف زمین سے راستہ مانگنے کا اسے حق باقی نہیں رہتا۔ (عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۱۰﴾ موقوفہ زمین کی بیع درست نہیں

سوال: ۱۹۷۰ء میں حکومت نے ایک قاعدہ نافذ کیا، جس کے تحت ایسی زمین جو مندر، مسجد وغیرہ کے لئے وقف ہو، اور مزارع کے قبضہ میں ہو، اس زمین کا مالک خود مزارع ہو جاتا ہے، اور مالک زمین کے لئے ضروری ہے کہ وہ زمین مزارع کو اس دام پر بیچ دے جو

حکومت متعین کرے، اور مزارع وہ رقم قسط وار ادا کرے گا۔

ہمارے یہاں مسجد کی کچھ زمینیں کرایہ پر کھیتی کے لئے دی ہوئی ہیں، وہ زمینیں بھی اس قاعدہ میں شامل ہونے کی وجہ سے اور حکومت کے مقرر کئے ہوئے دام بہت ہی کم ہونے کی وجہ سے ہم ٹرسٹیان کا ارادہ یہ ہے کہ ہم مزارع سے اس زمین کی بیع وشراء کیلئے بات چیت کریں، اور آپس میں بیٹھ کر بات چیت سے بازاری قیمت متعین کریں، اور اس قیمت پر ان مزارعوں کو بیچیں، بازار کی قیمت حکومت کی مقرر کی ہوئی قیمت سے ۱۰ گناہ زیادہ ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ مسجد کی موقوفہ زمین اس طرح بیچی جائے تو کیا یہ درست ہے؟ دونوں فریقوں کی خوشدلی سے یہ معاملہ طے ہوتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وقف زمین کو بیچنا درست نہیں ہے، لیکن حکومت کے کسی قانون کی وجہ سے مجبوراً سے بیچنا پڑے تو اس سے حاصل ہونے والی قیمت سے ایسی کوئی چیز خرید لی جائے جو اسی وقف کے مقصد میں مفید اور کارآمد ہو، تو اس طرح بیچنا درست ہے، چونکہ مزارع سے بات چیت کر کے آپس کی رضامندی سے قیمت طے کرنے میں مسجد ہی کو فائدہ ہے اور یہ معاملہ فریقین کی خوشدلی سے ہوتا ہے، اس لئے جائز ہے۔

﴿۱۱۱۱﴾ وقف زمین تبدیل ہوسکتی ہے؟

سوال: آج کل حکومت گجرات نے ایک قاعدہ نافذ کیا ہے، جس کے تحت حکومت ایک شخص کی متفرق جگہوں پر موجودہ زمینوں کو ایک جگہ پر کر دیتی ہے، یعنی ایک شخص کی متفرق جگہوں پر علیحدہ علیحدہ زمینیں ہوں تو حکومت اس کی کسی ایک جگہ کی زمین کے عوض دوسری جگہ جو اس کی زمین کے ساتھ ہو وہ دے دیتی ہے، اب اگر مفوضہ زمین قیمت میں بڑھی

ہوئی ہے، تو زائد رقم ادا کرنی ہوتی ہے، اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہیں تو کچھ ادا کرنا نہیں پڑتا، اور اس طرح ایک نام پر زمین تبدیل کر کے اس کی اطلاع زمین کے مالک کو کر دی جاتی ہے؟ سوال یہ ہے کہ اس طرح زمین کے لین دین پر بہت سی مرتبہ بائع مشتری راضی نہیں ہوتے تو

(۱) اس طرح ہیرا پھیری سے زمین لینا جائز ہے؟ اور کیا وہ زمین جبکہ دونوں رضامند نہ ہوں ایک دوسرے کی ہوسکتی ہے؟ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۲) اس قاعدہ کے تحت مسجد کی موقوفہ زمین کو بھی تبدیل کرنے کا حکم آیا ہے، تو کیا وقف زمین بھی تبدیل ہوسکتی ہے؟ متولی اس کی اجازت دے تو ماخوذ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱) زمین مالک اپنی خوشدلی سے تبدیل کرنے پر راضی ہوں تو ایک زمین کے بدلے دوسری زمین لینا درست ہے، اور اس طرح بدلے میں آئی ہوئی زمین یا روپیوں کے مالک بن جائیں گے، اور اگر فریقین رضامند نہ ہوں یا ایک راضی ہو اور دوسرا راضی نہ ہو تو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے، اور اس طرح آئی ہوئی زمین کا مالک نہیں بنے گا، اور حکومت کے قانون کا سہارا لے کر اگر کوئی شخص زمین لے گا تو غاصب کہلائے گا، اور سخت گنہگار ہوگا۔ (درمختار مع الشامی: ۴/۱۶،۲۴ بیع تعاطی)

(۲) وقف زمین کا بھی یہی حکم ہے، اور اس میں واقف کی رضامندی کے بغیر متولی تبدیل نہیں کرسکتا۔ (شامی: ۴) یا وہ زمین بنجر ہو جائے تو بدل سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۱۲﴾ وقف زمین کی نیلامی درست ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں مسجد و مدرسہ کی وقف زمینیں ہیں، جسے کرایہ پر دیا جاتا ہے، تو

سوال یہ ہے کہ کرایہ پر دینے کے لئے نیلامی کرنی چاہئے؟ یا آپس میں بیٹھ کر اور طے کر کے بھی کرایہ پر دیا جاسکتا ہے؟ نیلامی سے دینے میں کرایہ زیادہ آنے کی امید ہے، اور آپس میں طے کر کے کر دینے میں کرایہ نیلامی کے مقابل کم آئے گا، تو اگر ذمہ دار حضرات نیلامی نہ کریں اور آپس میں مل بیٹھ کر اور طے کر کے کرایہ پر دے دیں تو ذمہ دار حضرات ماخوذ ہوں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد و مدرسہ کے منتظمین کے لئے ضروری ہے کہ جو طریقہ وقف کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو اسے اختیار کریں۔

اب آپس میں مل جل کر کرایہ متعین کرنے میں کرایہ کتنا متعین کیا ہے؟ یہ دیکھنا چاہئے، آیا اس طرح کی دوسری زمینوں کا کرایہ بھی اتنا ہی ہوتا ہے تو اس طرح کرایہ پر دینا درست ہے، اور نیلامی نہ کرنے میں ذمہ دار ماخوذ نہ ہوں گے۔

لیکن اس جیسی دوسری زمینوں کا کرایہ اس سے زیادہ آتا ہے، اور ذمہ داروں نے اپنے قبضہ کا غلط فائدہ اٹھایا ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے، اور اس صورت میں متولی خائن شمار ہوگا، اور کرایہ پر دی ہوئی چیز کا اجارہ صحیح نہیں کہلائے گا۔ (شامی: ۳/۴۰۰، فتاوی حمیدیہ: ۱۷۴) اور اس صورت میں نیلامی کر کے کرایہ پر دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۱۳﴾ وقف زمین رہن پر رکھنا جائز ہے؟

سوال: ایک گاؤں میں مسجد، مدرسہ ہے، وہاں دو مدرس خدمت انجام دے رہے ہیں، اور اس مسجد و مدرسہ کی کچھ زمینیں ہیں، لیکن بستی والوں کی لاپرواہی کی وجہ سے وہ زمینیں ایسی ہوگئی ہیں کہ اس سے کوئی آمدنی حاصل نہیں ہوتی، اور یہ دونوں مدرس کی کئی مہینوں کی تنخواہیں باقی

ہیں، گاؤں والے یہ خرچہ برداشت نہیں کر سکتے، اور کہتے ہیں: کہ ہم مدرسوں کی تنخواہوں کا انتظام نہیں کر سکتے؟ لہذا مسؤل بہ امر یہ ہے کہ اس مسجد اور مدرسہ کی جو زمینیں ہیں وہ بینک میں رہن رکھ کر کچھ رقم بینک سے قرض کے طور پر حاصل کر سکتے ہیں؟ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد، مدرسہ کی زمینیں وقف کہلاتی ہیں، اور وقف زمین کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے، لہذا صورت مسئولہ میں ان زمینوں کو رہن رکھنا اور قرض لے کر اپنی تنخواہ میں محسوب کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اس کے لئے مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہئے، نیز متولی یا ٹرسٹی بھی وقف زمین رہن کے طور پر نہیں رکھ سکتے۔ (درمختار)

﴿۱۱۱۴﴾ وقف زمین کو غصب سے بچانے کا طریقہ

سوال: مسجد و مدرسہ کی وقف زمینیں جو حکومت نے اداروں کو ان کے اخراجات پورا کرنے کے لئے دی تھیں، جو انعامی زمین کہلاتی ہیں، ایسی زمینوں کا اب حکومت کسانوں کو مالک بنا دیتی ہے، اور مسجد و مدرسہ کو بے دخل کر دیتی ہے، اگر کسان مالک بننے سے انکار کرے تو حکومت خود اس کا قبضہ لے کر اسے کسی ہریجن وغیرہ کو دے دیتی ہے، تو ان حالات میں کوئی مسلمان شخص حکومت کی مقرر کی ہوئی رقم مسجد، مدرسہ کو دے کر وہ زمین خرید لے تو کیا یہ جائز ہے؟ اگر کوئی وہ زمین خریدنے کے لئے تیار ہو تو گاؤں کی جماعت آج کے دن کی قیمت وصول کر سکتی ہے یا نہیں؟ حکومت کے قوانین کا فائدہ اٹھا کر اوقاف کو نقصان پہنچانے والے کے ساتھ تعلق رکھنا اور اس کا ساتھ دینا گناہ ہے یا نہیں؟ وقف زمین کو غصب کرنا جائز ہے؟ ایسے مذہبی اداروں کی زمینوں کو غصب سے بچانے کی ذمہ

داری صرف اداروں کے ذمہ دار اور متولی کی ہے یا پورے گاؤں کی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد، مدرسہ کو کوئی زمین کسی کی طرف سے وقف کے طور پر ملی ہو، تو ایسی وقف زمینوں کے انتظام کا مکمل حق متولیان اور ٹرسٹیان کو ہوتا ہے، اور وہ حضرات وہ چیز جس مقصد کے لئے وقف کی گئی ہے اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لئے جو طریقہ زیادہ فائدہ مند ہو اس طریقہ سے اسے وقف کے کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ وقف کے صحیح ہو جانے کے بعد خود واقف کو بھی اسے بیچنے کا حق باقی نہیں رہتا، نیز متولی حضرات بھی وہ زمین بیچ نہیں سکتے۔ (شامی، درمختار: ۳/۳۶۷) نیز متولیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ زمینیں ان لوگوں کو کھیتی کے لئے کرایہ پر دیں جو اس پر قبضہ نہ کرلیں، درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ اتنی مدت کے لئے کرایہ پر دیا جائے کہ مزارع مالک نہ بن بیٹھے۔

لہذا صورت مسئولہ میں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ وہ ایسا کہہ سکیں کہ مسجد مدرسہ ہی اس کی کھیتی کرواتا ہے، تا کہ حکومت قبضہ نہ کر سکے، اور وقف اپنی حالت پر باقی رہے اور مسجد اور مدرسہ کو نقصان نہ ہو، اور واقف کا مقصد پورا ہوتا رہے۔ (شامی: ۳۹۷)

حکومت کے لئے اس طرح زبردستی کر کے وقف زمین لے لینا اور اس کا مالک بنا دینا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ یا جبراً بیچ کروانا جائز نہیں ہے، لہذا ایسے ناجائز کام میں مدد کرنا، خرید کر مدد کرنا بھی گناہ سے خالی نہیں ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ 'جس نے کسی کی ایک بالشت زمین غصب کر لی، تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گردن میں ڈال دیا جائے گا' (بخاری، مسلم، مشکوۃ: ۲۵۴) لہذا خاص کر مسلمانوں کو تو اس سے ضرور بچنا چاہئے۔

حکومتی قانون کی وجہ سے اگر وہ زمینیں ہاتھ سے نکلنے ہی والی ہوں تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ زمینیں حکومتی دفاتر میں مسلمان خرید لے، اور پھر دوبارہ مسجد و مدرسہ کو وقف کر دے، اور ایسا کرنے میں اسے ثواب بھی ملے گا، اور مسجد مدرسہ کو نقصان بھی نہیں ہوگا۔ مسجد و مدرسہ کی جائداد کو غصب سے بچانے کی ذمہ داری اولاً متولی اور ٹرسٹی کی ہے، اس کے بعد جماعت کے ہر مسلمان فرد پر بھی اس کی پوری ذمہ داری آتی ہے۔

﴿۱۱۱۵﴾ موہوبہ مکان کا وقف صحیح نہیں ہے۔

سوال: میرے پاس ایک مکان ہے، اور میرے ورثاء میں ایک لڑکی اور میری اہلیہ ہے، دوسرا کوئی وارث نہیں ہے، اور میرے سوال کی تفصیل اس طرح ہے کہ:

میں نے اپنی خوش دلی کے ساتھ میرا اپنا مکان اپنی لڑکی کو ہبہ نہیں کیا، لیکن میری تجارت میں نقصان ہونے کی وجہ سے میرے مرحوم والد کے کہنے پر کہ 'تو اگر تیری لڑکی کو یہ مکان ہبہ کر دے تو میں تجھے ۱۵۰ روپے تجارت کے لئے دوں گا' تو میں نے یہ شرط قبول کر کے اپنی لڑکی کے نام وہ گھر کر دیا تھا، اور دستاویز بنوایا تھا، جس میں لکھا تھا: کہ میں یہ گھر اسے ہبہ کرتا ہوں، اور اس کے بیچنے، کرایہ پر دینے رہن دینے وغیرہ مکمل حق اسی کو ہے، جب یہ دستاویز تیار ہوا تھا تب اس کی عمر پانچ مہینہ کی تھی، پھر ۱۹۵۲ء کی جنوری کی پہلی تاریخ کو میری عورت لڑکی کو لے کر اس کے والد کے گھر چلی گئی، اور میری عورت اور لڑکی میرے علاتی بھائی کے یہاں آمد و رفت رکھتے ہیں، لیکن وہ میرے یہاں کبھی بھی نہیں آتے، تو اب میرا ارادہ یہ گھر مسجد کو وقف کر دینے کا ہے، تو میں یہ گھر مسجد میں وقف کر سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے والد کی شرط کے مطابق ۱۵۰ روپے لیکر آپ

نے اپنا گھر اپنی لڑکی کے نام کر دیا، اسے شرعی اصطلاح میں ہبہ بالعوض کہتے ہیں، اس کی وجہ سے آپ کی لڑکی اس گھر کی مالک بن گئی۔ لہذا آپ اس گھر کو مسجد میں وقف نہیں کر سکتے، آپ نے خوش دلی سے یہ معاملہ نہیں کیا تھا اس کا ثبوت کیا ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۱۶﴾ تھالی وقف کرنا صحیح ہے؟

سوال: ہمارے دادا کے انتقال کی برسی کے موقع پر میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اپنے گاؤں کی جماعت میں تھالیاں وقف کر دوں، اس لئے کہ جماعت کو اس کی ضرورت ہے، اس سے پہلے کوئی جماعت کی چالیس تھالیاں چرا لے گیا، اس لئے گاؤں والوں کو تھالیاں لینے دوسرے گاؤں اندازاً ۴، ۵ میل دور لینے اور دینے جانا پڑتا ہے، تو گاؤں والوں کی یہ تکلیف دور ہو جائے، اور گاؤں کی ایک ضرورت پوری ہو جائے، اس لئے تھالیاں وقف کرنے کا ارادہ کیا ہے، لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے: کہ اس میں ثواب بالکل نہیں ملے گا، اس لئے کہ جماعت تھالیوں پر پانچ پیسہ یا ۱۰ پیسہ کرایہ لیتی ہے، لیکن میرے اندازے کے مطابق یہ معمولی کرایہ تجارت کی غرض سے نہیں لیا جاتا، بلکہ تھالیوں پر سالانہ خرچ، قلعی اور حفاظت خرچ وغیرہ کے لئے لیا جاتا ہے۔ لہذا آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ میرے اس طرح تھالیاں وقف کرنے سے میرے دادا کو ان کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گاؤں والوں کا مزاج ہی ایسا ہے کہ خود تو کوئی اچھا کام کرتے نہیں اور کوئی کر رہا ہو تو اس میں نقص، اعتراض نکال کر اسے کام سے روک دیتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے جماعت میں تھالیاں وقف کرنا صحیح ہے، اور عوام کو اس سے فائدہ ہوگا، اس لئے اس کام سے ثواب بھی

ملے گا، اور جو کرایہ لیا جاتا ہے وہ اس چیز کے خرچ اور حفاظت وغیرہ کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اس میں حرج نہیں ہے، پھر بھی بہتر یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر آپ خود قلعی وغیرہ کروا دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۱۷﴾ وقف عیدگاہ کو اپنی ملکیت بتانا کیسا ہے؟

سوال: ایک گاؤں میں اندازاً ۱۷۵ سال پرانی عیدگاہ ہے، جسے ایک بھائی نے تعمیر کر کے مسلمان بھائیوں کے لئے وقف کی تھی، وہاں سالوں سے مسلمان بھائی عید کی نماز ادا کرتے ہیں، اس کے بعد بریلوی فرقہ والے نماز میں تاخیر سے آتے تھے اس لئے انہیں جلدی آنے پر سمجھایا گیا، اس بارے میں جھگڑا ہونے کی وجہ سے ایک محلہ کی جماعت...... کو الگ کر دیا گیا، تو انہوں نے اپنی ایک الگ عیدگاہ بنا کر عید کی نماز ادا کرنا شروع کر دیا، اندازاً چار پانچ سال قبل حال کے بریلوی فرقہ والوں کے امام صاحب نے بریلی سے فتویٰ منگوا کر دیوبندیوں کو کافر ظاہر کیا، جس کی وجہ سے اور ایک جماعت.......... نے مسجد میں عید کی نماز پڑھنی شروع کر دی، اس سال .... جماعت کے بریلویوں نے .... جماعت کے بریلویوں کو بھی پرانی عیدگاہ پر نماز پڑھنے کے لئے کہا، اس کے جواب میں بازار کے اکثریت والوں نے کہا کہ عیدگاہ پر ہمیشہ آپ کے امام نماز پڑھاتے ہیں، اس کے بجائے اگر آپ کو منظور ہو کہ دونوں امام یکے بعد دیگرے نماز پڑھائیں، تو ہم وہاں آنے کے لئے تیار ہیں۔

اس کے جواب میں .... بریلویوں نے ڈپوٹی (نائب) کمشنر کو یہ لکھ کر منظوری لی کہ یہ عیدگاہ ہماری ہے، ہم اس کے مالک ہیں، اور ہمارا ہی امام وہاں نماز پڑھائے گا، اس لئے

بازار والوں نے اپنی مسجد میں نماز عید ادا کی۔

تو مذکورہ عیدگاہ جو وقف ہے، اور.........وہ اس عیدگاہ کو اپنی ملکیت بتاتے ہیں، تو عیدگاہ عیدگاہ باقی رہتی ہے یا نہیں؟ جب اس پر ملکیت ظاہر کی جارہی ہے تو وہاں نماز ادا ہوگی؟ اس کا تفصیلی جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مذکورہ عیدگاہ جبکہ وقف ہے، لہذا وہاں نماز پڑھنے کا ہر سنی مسلمان کو پورا پورا اختیار ہے، کسی ایک جماعت والوں کا اس پر اپنا دعویٰ کرنا درست نہیں، اس کے باوجود وہ اپنی نجی اور ذاتی ملکیت کا دعویٰ نہیں کر رہے ہیں، بلکہ ایک جماعت کی ملکیت ثابت کر رہے ہیں، (جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے) لہذا وہاں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۱۸﴾ وقف جائداد کی آمدنی دوسری جگہ استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: ایک گاؤں میں سیلاب آیا تھا جس سے کچھ گھر بہہ گئے، حکومت نے انہیں گاؤں سے تین فرلانگ دور نئے گھر بنا کر دئے، اور یہ ایک بستی بن گئی، ان بستی والوں کو نماز کے لئے اور بچوں کو مکتب میں تعلیم کے لئے اس پرانے گاؤں تک آنا جانا پڑتا ہے، اور بارش، ٹھنڈی، گرمی میں تکلیف ہوتی ہے، اس لئے نئی بستی والوں نے ایک مدرس مقرر کر کے نماز، اذان اور مدرسہ کا انتظام کرنے کا ارادہ کیا ہے،

تو سوال یہ ہے کہ پرانے گاؤں کی وقف جائداد کی آمدنی سے پرانے گاؤں کی مسجد ومدرسہ پر خرچ کرنے کے بعد اخیر سال میں جو رقم بچ جائے اس سے اس نئی بستی کے مدرس کو تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا مسجد کے امام کو تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں گاؤں والے سب ایک ہی ہیں، لیکن جگہ الگ الگ اور وقف بھی الگ ہے، اور فقہ کے قاعدہ کے مطابق ایک وقف کا مال دوسرے وقف میں کچھ شرائط کے بغیر نہیں دیا جا سکتا۔ اور وہ شرائط صورت مسئولہ میں موجود نہیں ہیں، مثلاً: اس مسجد کی آمدنی اتنی زیادہ ہو اس کی جملہ ضروریات کی تکمیل کے بعد بھی رقم بچ جائے اور مستقبل میں بھی اس رقم کی اسے ضرورت نہ ہو یا غصب ہو جانے یا تلف ہو جانے کا ڈر ہو تو قریب کی دوسری مسجد میں وہ رقم خرچ کی جا سکتی ہے، اور یہ صورت آپ کے یہاں نہیں ہے، اور پرانے گاؤں میں وقف کے مقصد کے مطابق وہ رقم خرچ ہو رہی ہے اس لئے نئی بستی کے لئے وہ رقم خرچ نہیں کی جا سکتی، اس کے لئے نئے وقف کا انتظام کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۱۹﴾ مسجد کی موقوفہ زمین فروخت نہیں کی جاسکتی؟

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد میں بہت سال قبل دو شخصوں نے اپنے اپنے گھر کی زمین محلہ کی مسجد میں وقف کر دی تھی، زمینیں کھلی ہیں، اس پر بالکل عمارت نہیں ہے، اب متولیان اس زمین کو فروخت کر دینا چاہتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ مسجد میں وقف کی ہوئی زمین کو فروخت کرنا درست ہے؟ اگر جائز ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟ فروخت کا طریقہ بھی بتلا دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وقف زمین کو بیچنا جائز نہیں ہے، البتہ واقف نے وقف نامہ میں یہ شرط لگائی ہو کہ وہ خود یا متولی اسے بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے تو اس صورت میں اس وقف زمین کو بیچ سکتے ہیں، یا وقف زمین سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، اور بالکل

بنجر ہوگئی ہو تو شرعی قاضی کی اجازت سے صحیح قول کے مطابق اسے بیچنا جائز ہے۔
اگر ایسا نہیں ہے، آمدنی آتی ہے لیکن کم آتی ہے، اور اسے بیچ کر دوسری چیز خریدنے سے آمدنی کے بڑھنے کا امکان ہے، تو اس سبب سے بیچنا صحیح قول کے مطابق جائز نہیں ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۲۰﴾ درخت کا وقف صحیح ہے؟

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں کے ایک باشندہ نے اپنے دولڑکے بنام ابراہیم و احمد کے درمیان اپنی زمین تقسیم کردی تھی، مذکورہ زمین پر آم کے درخت تھے، جو انہیں میراث میں ملے تھے، وہ درخت مرحوم نے قـــــولاً مسجد میں وقف کردئے تھے، اور ہر سال ان درختوں کے آموں کو نیلام کر کے ان کی رقم متولی صاحب مسجد کے کام میں لیتے تھے، فی الحال مرحوم کے بیٹوں کا کہنا ایسا ہے: کہ مرحوم کے وقف کئے ہوئے درخت جو ہماری زمین پر ہیں ہمارے لئے دشواری پیدا کرتے ہیں، تو وہ درخت کاٹ کر ان کی لکڑیوں کی قیمت مسجد میں دے دیں۔ اور انہوں نے ان درختوں کو کاٹ لینے کے لئے متولی صاحب کو کہا، لیکن درخت پھلدار ہونے کی وجہ سے اور وقف ہونے کی وجہ سے متولی صاحب نے کاٹنے سے منع کیا، لہٰذا دونوں بھائیوں نے کم داموں میں وہ درخت بیچ کر کٹوانے شروع کر دئے، تو متولی صاحب نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔
متولی صاحب کا کہنا ایسا ہے کہ اگر درخت کو مجمع عام میں نیلام کیا جائے تو اچھے دام ملنے کی امید ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ
(۱) یہ وقف کے درختوں کو کاٹنا درست ہے؟ (۲) متولی صاحب آم کے درختوں کو نیلام کر

سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) شرعاً اگر ان درختوں کو کاٹنا درست ہو تو ان سے حاصل ہونے والی رقم کا مصرف کیا ہے؟ اس رقم سے کوئی آمدنی کا ذریعہ کیا جائے، یا مسجد کے تعمیری کام میں استعمال کر سکتے ہیں؟

نوٹ: آم کے درختوں کو نیلام کرنے سے حاصل ہونے والی آمدنی کی رقم ۲۰۰ سے ۳۰۰ روپے ہے، درخت کاٹنے سے یہ آمدنی مسجد کی بند ہو جائے گی۔

ان درختوں میں سے تین درخت کھیتی کی زمین پر ہیں اور ایک بنجر زمین پر ہے، ورثاء کے کہنے کے مطابق ان کی کھیتی پر ان درختوں کا سایہ پڑتا ہے، جو ان کی کھیتی کے لئے مضر ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صرف درخت وقف کئے ہوں ساتھ میں زمین وقف نہ کی ہو، پھر بھی صحیح قول کے مطابق وہ درخت وقف ہو گئے ہیں، اس لئے جب تک ان درختوں پر پھل لگتے رہیں تب تک ان درختوں کو کاٹنا یا کاٹنے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ زمین کے مالک نے بغیر اجازت کاٹ ڈالے ہوں تو زندہ درختوں کی جو قیمت ہوتی ہے وہ ادا کرنی ضروری ہے، اور لکڑیاں وہ خود لے لیں گے۔ یا کٹی ہوئی لکڑیاں اور پھلدار درختوں کی قیمت میں جو فرق ہو اتنی رقم اور لکڑیاں دونوں جماعت کو دینا ضروری ہے۔ (فتاوی حامدیہ: ۲۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۲۱﴾ حکومتی قاعدہ کی مدد سے وقف زمین پر قبضہ کرنا

سوال: ہمارے مدرسہ کے اخراجات کے لئے ایک صاحب خیر نے ثواب جاریہ کے لئے آم کا باغ مدرسہ کو وقف کر دیا تھا، اور اس باغ کے آم کی قیمت اور زمین کے گھاس کی قیمت مدرسہ کے ٹرسٹ میں جمع ہوتی تھی، لیکن اندازاً چالیس سال قبل آم کے باغ کی دیکھ بھال

رہے اس نیت سے اور حکومت کا کوئی قاعدہ نافذ ہو تو اس سے تحفظ کی نیت سے ایک مسلمان بھائی کو وہ باغ گھاس کاٹنے کے لئے کرایہ پر دے دیا تھا، لیکن "جو کھیتی کرے اس کی وہ زمین" کا حکومت کا قاعدہ آنے کی وجہ سے اس بھائی نے متولیوں کو بے خبر (انجان) رکھ کر اپنا نام اس زمین کے دعوے دار (مدعی) کے طور پر لکھوا دیا، اور متولیوں کو یہ اطمینان دلایا کہ مدرسہ کی زمین ہے اس لئے ہمیں وہ زمین نہیں لینی ہے، اور ایسا لکھ کر بھی گاؤں کے سرپنچ (گاؤں کے صدر) کو دیا، لیکن حکومت کے افسران نے سرپنچ کی بات غیر معتبر مان کر مقدمہ دائر کر دیا اور من جملہ مالک کے اس بھائی کا نام اور اس کے ورثاء کا نام شامل کر دیا، آج حالت یہ ہے کہ وہ درخت پرانے ہو چکے ہیں ہم ٹرسٹی حضرات وہاں نئے درخت لگانا چاہتے ہیں لیکن وہ لوگ ہمیں ایسا کرنے سے روکتے ہیں، مرحوم کے داماد نمازی، سنت کے پابند، عوام میں دین کی دعوت دینے والے، لیکن جو لوگ اس زمین پر ناجائز قبضہ کر بیٹھے ہیں اس کی طرف وہ توجہ نہیں کرتے۔

مدرسہ کی حالت ایسی ہے کہ مدرسہ میں تین مدرس ہیں جن کا ماہانہ خرچ ۸۰۰ روپے ہے جو مدرسہ کو اٹھانا پڑتا ہے، اور یہ آمدنی کے بند ہو جانے کی وجہ سے خرچ اٹھانا بھاری پڑتا ہے، لہذا آنجناب قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ شریعت اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے؟ اور اس کا حل کیا ہے؟

(الجواب): حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد ومدرسہ یا ایسی ہی کوئی وقف زمین یا کوئی اور وقف چیز کا کوئی مالک نہیں ہوتا، اس کے ظاہری اور باطنی مالک اللہ جل شانہ ہیں، اسی لئے ہدایہ کتاب الوقف میں لکھا ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق جس چیز کی ملکیت اللہ

کی ہو اس کا مالک خود واقف بھی نہیں رہتا، اور اس وقف کو بیچنا یا اس میں حق میراث جاری نہیں ہوتا۔ (۱/۲۱۷)

لہٰذا مذکورہ زمین پر حکومت کے قانون کی مدد سے اپنی ملکیت کا حق یا دعویٰ کرنا ناجائز اور حرام اور غصب کے گناہ میں داخل ہے، اور حدیث شریف کے فرمان کے مطابق غاصب کے گلے میں قیامت کے دن وہ زمین طوق بنا کر پہنا دی جائے گی، اور اس کی وجہ سے وہ جہنم میں اس کے ساتھ جائے گا، لہٰذا ایسے ناجائز قبضہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔

﴿۱۱۲۲﴾ وقف عمارت کتنی مدت کیلئے کرایہ پر دی جاسکتی ہے؟

سوال: وقف عمارت جو عوام کے افادہ کے لئے ہو، مثلاً: مکان، ہوٹل وغیرہ کو کتنے سالوں کے لئے کرایہ پر دے سکتے ہیں؟ اس لئے کہ بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پانچ سال کے لئے کرایہ پر دیتے ہیں اور تین سال کے بعد اس مکان کی قیمت، کرایہ بازاری نرخ کے اعتبار سے بڑھ جاتا ہے، جس سے وقف کو نقصان ہوتا ہے، مثلاً: شرعاً اکثر مدت تین سال ہو اور اس ادارہ کے مہتمم شرعی مسئلہ سے ناواقفیت کی وجہ سے پانچ سال یا نو سال کے لئے کرایہ پر دے دیں اور تین سال کے بعد کرایہ بہت زیادہ بڑھ جائے یا پرانا کرایہ سے زیادہ کرایہ کی پیش کش آئے تو شرعی قاعدہ کے مطابق اس ادارہ کے مہتمم یا صدر صاحب تین سال کی مدت ختم ہونے کے بعد مکان یا ہوٹل خالی کرواسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... واقف نے وقف کرتے وقت کرایہ پر دینے کے لئے کوئی مدت متعین کر دی ہو تو اس کے خلاف کرنا درست نہیں ہے، اور اگر مدت متعین نہ کی ہو تو وقف اور وقف کے مقاصد کے فائدہ کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اور زیادہ مدت کے

لئے وقف دینے سے وقف کو خاص کوئی فائدہ نہ ہوتا ہو بلکہ وقف کے باطل ہو جانے کا ڈر ہو تو ایسا نہیں کرنا چاہئے، فقہاء گھر کے لئے ایک سال اور زمین کے لئے زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت بتلاتے ہیں، لیکن موقع اور حالات کے اعتبار سے وقف کے فائدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے زیادہ مدت کے لئے بھی کرایہ پر دیا جا سکتا ہے، اب اگر مدت کے بیچ کرایہ کی رقم دوگنا ہو جائے یا اس سے بھی زیادہ بڑھ جائے تو قرار ختم کر کے از سر نو نئے کرایہ سے دینا متولی کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: امداد الفتاویٰ، شامی، ہدایہ، بحر: ۲۹۹/۷)

﴿۱۱۲۳﴾ وقف رقم پر لگنے والے حکومتی ٹیکس کی ادائے گی سود سے کرنا جائز ہے؟

سوال: مسجد اور مدرسہ کے جو ٹرسٹ ہوتے ہیں، ان کو وقف کی آمدنی میں سے دو فی صد رقم حکومت کو ادا کرنی پڑتی ہیں، اور یہ حضرات وقف کی آمدنی کو بینک میں جمع کرتے ہیں اور اس جمع شدہ رقم پر جو سود آتا ہے وہ اس رقم میں سے حکومت کو دیتے تھے، اس کے بعد مسلمانوں نے یہ درخواست کی کہ ہم یہ رقم وقف بورڈ کو چکائیں گے، تو حکومت نے یہ کام وقف بورڈ کے سپرد کر دیا اب وقف بورڈ بجائے کم لینے کے اور زیادہ لے رہی ہے، مثلاً: حکومت دو فی صد لیتی تھی تو یہ چھ فی صد وصول کرتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے: کہ اس وقف بورڈ کو اس سود کی آئی ہوئی رقم میں سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مسجد ومدرسہ اور دوسرے اوقاف حقیقۃً اللہ کی ملکیت ہے، ٹرسٹی صرف منتظم ہیں، اس لئے ان کی آمدنی کو حسب شرائط وقف میں خرچ کرنا لازم اور ضروری ہے، اب حکومت جو وقف کی آمدنی میں ٹیکس لے رہی ہے، شرعاً اسکا لینا جائز

نہیں، لیکن حکومت کے قوانین کے سامنے ہم اس پر مخالفت بھی نہیں کر سکتے، اس لئے بینک میں جو رقم وقف کی جمع ہے، اس پر جو سود ملے گا اس کو لے کر حکومت کے غیر واجبی ٹیکس میں ادا کر دینا درست ہے، گویا کہ حکومت سے سود لے کر اس کو واپس کر دیا۔ کذا فی فتاوی محمودیہ۔ وقف بورڈ بھی حکومت کا قائم کیا ہوا ذیلی ادارہ ہے، اس لئے دونوں کا حکم یکساں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۲۴﴾ استراحت کے لئے جماعت خانہ میں سونا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک مرکز والی مسجد ہے، جو چار پانچ سال سے بنی ہوئی ہے، اور اس میں جمعہ دو سال سے ہو رہا ہے، جمعہ کے روز کثیر تعداد میں لوگ آتے ہیں، عام دنوں میں بھی دو تین صف ہوتی ہے، ظہر کی نماز کے انتظار میں ایک گھنٹہ، آدھا گھنٹہ پہلے لوگ آ جاتے ہیں، اور مسجد میں سوتے ہیں، بعد ظہر سب چلے جاتے ہیں، ان میں کوئی بھی بے نمازی نہیں ہوتا، اور جماعت کا کام بھی اچھا ہوتا ہے، تو اس طرح مسجد میں سونا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... جو لوگ مسجد میں دور سے جلدی آتے ہیں، اچھا تو یہ ہے کہ ان کے لئے تعلیم یا فضائل کی کتابی تعلیم کا کچھ انتظام ہو جائے، تاکہ ان کا انتظار صلوۃ کا وقت اچھے کام میں گزرے، لیکن نماز کے انتظار میں مسجد کے آداب کا خیال کرتے ہوئے استراحت کے لئے اگر کوئی جماعت خانہ میں سوتا ہے تو اس کی گنجائش ہے، ناجائز اور حرام نہیں ہے کہ اس پر زیادہ تشدد کیا جائے (عالمگیری)۔ ان کو بھی چاہئے کہ جماعت خانہ سے باہر آرام کریں، اور جماعت خانہ میں ہی آرام کرنا ہو تو نفل اعتکاف کی نیت کر لیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۲۵﴾ بینک میں جمع وقف رقم پر ملنے والے سود کا مصرف

سوال: (۱) مسجد، مدرسہ کی رقم پر بینک سے سود ملتا ہے، اسے کیا کرنا چاہئے؟ بیت الخلاء کی تعمیر، مرمت پر خرچ کر سکتے ہیں؟ (۲) خدام غریب ہوں تو ان کو دینا کیسا ہے؟ (۳) خدام کے علاوہ اور کسی جگہ خرچ کرنا یا کسی غریب کو دینا کیسا ہے؟ (۴) سود کی رقم سے اسکول، مدرسہ کے طلباء کو کمبل، چادر کوئی ضرورت کی چیز دینا کیسا ہے؟ (۵) اگر کسی طالب علم کو سود کی رقم دیں (اس کو سمجھا دیں کہ ادارہ میں کمپیوٹر یا اور کسی سامان کی ضرورت ہے) اور وہ مالک بن کر واپس مدرسہ کو دیدیں تو اس سے اسکول اور مدرسہ میں مذکورہ چیزیں خریدنا اور اس سے سب کا فائدہ اٹھانا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اور مدرسہ کی رقم بینک میں جمع ہو، اور اس پر جو سود ملتا ہے وہ لے لیا جائے اور لینے کے بعد جو گناہ ہوتا ہے اس سے بچنے کے لئے اس رقم کو مستحقین کو مالک بنا کر (تملیکاً) دیدیں تو گناہ سے بچا جا سکتا ہے، حضرت اقدس مفتی شفیع صاحبؒ اور دیگر مفتیان کرام کی تصریح کے مطابق اس رقم کو رفاہ عام کے کام میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے اس رقم کو لے کر غریب مسلم مستحق کو بلا معاوضہ دے کر مالک بنا دیا جائے، پھر وہ اس رقم سے اپنے لئے جو کرنا چاہے یا اپنی رضا ورغبت سے مدرسہ میں جمع کرا دے تو اہل مدرسہ اس کو جس چیز میں ضرورت ہو صرف کر سکتے ہیں۔

﴿۱۱۲۶﴾ جس مدرسہ میں ۷۰ فی صد سے زیادہ بچے کھانے والے ہوں اسی مدرسہ کو چندہ دینے کا اعلان کرنا

سوال: بعد سلام مسنون! عرض یہ ہے کہ مدرسہ ہذا چاندہ پورہ میں ۱۹۸۸ء سے قبل دین

کی تعلیم اور مسجد وغیرہ کا کچھ انتظام نہیں تھا، نوجوان دوستوں کے ساتھ وہاں جانا ہوا اور اللہ، رسول کی باتیں سنائی، جس کا اثر ہوا اور بار بار جانے سے رغبت پیدا ہوئی لیکن گاؤں کے بڑے احباب نے درد بھرے الفاظ میں کہا: کہ مولوی صاحب کچھ بچوں کے لئے کرو، گاؤں مسلمانوں کا ہے، لیکن نہ مسجد ہے نہ مدرسہ۔ اگر بچے کچھ سکھ لیں گے تو آگے فائدہ ہوگا، بہر حال ایک ذمہ داری میں نے لی، اور ۱۹۸۸ء جنوری کی ۲۰ تاریخ کو سنگ بنیاد ڈالی اور پورے گجرات میں چل پھر کر چندہ کیا اور وہاں مدرسہ اور مسجد بنائی، اور الحمد للہ! آج گاؤں میں سینکڑوں بچے بچیاں دینیات سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اور اٹھا رہے ہیں، لیکن حضرت فی الحال سالانہ خرچ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ کا ہے، اور میں نے زیادہ تر احمد آباد، بڑودہ اور سورت کو ہی محنت کا میدان بنایا تھا، لیکن ابھی احمد آباد میں کچھ کمیٹی بنا کر یہ طے کیا: کہ جس مدرسہ میں ۷۰ سے زیادہ بچے کھانے والے ہوں ان کو ہی تصدیق دیں گے بقیہ کو اعلان کی بھی ممانعت کردی ہے، تو اب ایسی بچیاں اور بچے جو دین کی تعلیم سے محروم تھے، ان کا اب کیا کریں، ایسے گاؤں میں بڑی مشکلوں سے انتظام ہوا تو کیا پھر بند کردیں، یا ان کمیٹی والوں کو ایسی بستیوں کا سوچنے کا حق بنتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... چاندہ پورہ میں جہالت تھی، مجاہدہ کر کے حالات درست کئے گئے، مسجد ومدرسہ کی تعمیر کی گئی، اس کے لئے چندہ کیا گیا، اللہ جل شانہ شرف قبولیت سے نوازے، اخلاص کے ساتھ کام کیا جاتا ہے تو اللہ جل شانہ قبول فرماتے ہیں، اور اس کے ثمرات اور برکات بھی ظاہر ہوتے ہیں جنہوں نے چندہ صحیح جگہ پر صرف ہو اور صحیح حقدار کو ملے اس کے لئے کچھ انتظام کیا تو یہ بھی صحیح ہے، غلطی نہیں ہے آپ حقدار ہیں

، یہ بھی صحیح ہے، اللہ جل شانہ سے مدد طلب کریں دوسرے علاقہ میں چندہ کریں، ان الله لا یضیع اجر المحسنین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۲۷﴾ مسلم بینک ٹرسٹ کے نقصان کی تلافی کے لئے صدقہ وزکوۃ اور فطرہ کی رقم استعمال کرنا

سوال: بعد سلام مسنون! مفتی صاحب، آپ کے علم میں یہ بات تو ہوگی ہی کہ ہمارے شہر میں مسلم بینک کے نام سے ایک ٹرسٹ شروع کیا گیا تھا، جو شہر کے مسلمانوں کو سود کی خرابی سے بچانے کے لئے اپنی آمدنی کا کچھ حصہ بچانے کی ترغیب کیلئے ۱۹۹۴ء میں ''مسلم بینک'' کے نام سے جس کا قیام عمل میں آیا، مقصد یہ تھا کہ مسلمان خود کفیل بن جائیں۔

مسلم بینک (ٹرسٹ) میں کوئی بھی شخص جو ہمارے اس شہر کی حد میں سکونت پذیر ہو، بھلے کسی بھی سماج سے تعلق رکھتا ہو، وہ اپنا بچت کھاتہ مسلم بینک میں کھلا سکتا تھا، شیڈیول بینک کی طرح اس میں بھی کھاتہ دار کو فارم پر کرنا ہوتا تھا، اور کھاتہ دار اس میں روپیہ جمع کرا سکتا تھا اور جب چاہے اس وقت اپنے روپیہ واپس لے سکتا تھا۔

کھاتہ دار کی جمع شدہ رقم پر مسلم بینک کھاتہ دار کو کوئی فائدہ یا لالچ یا کوئی اسکیم پیش نہیں کرتا تھا، روپیہ جمع کرنے کے لئے مسلم بینک (ٹرسٹ) کھاتہ دار کے لئے تنخواہ دار کارکنان کا انتظام کرتا تھا، روزانہ کلیکشن کرنے والے یہ کارکنان کھاتہ دار اور مسلم بینک کے لئے درمیانی کڑی کی طرح تھے۔ کھاتہ دار اپنی مرضی سے رضا کارانہ طور پر ۱۰ر روپیہ سروس چارج مسلم بینک کو بطور للہ دے سکتا تھا، (یہ دس روپیہ بھی کھاتہ دار سے لازماً وصول نہیں کئے جاتے تھے، بلکہ اس کی رضامندی سے لئے جاتے تھے)۔

مسلم بینک (ٹرسٹ) سورت کا دوسرا کام یہ تھا کہ سونے چاندی کے زیورات پر اپنے کھاتے داروں کو بغیر سودی قرض دینا، قرض لینے اور دینے کے لئے بھی ادارے نے کچھ قواعد بنائے تھے، جن کا لحاظ کرنا کھاتہ دار پر ضروری تھا، الحمدللہ مسلم بینک (ٹرسٹ) آخری پندرہ سالوں سے اپنے کام میں مصروف تھا، اس عرصہ میں مسلم بینک (ٹرسٹ) نے شہر کے مسلمانوں کے تمام طبقات کے لئے بہترین کام انجام دئے، اور متعدد لوگوں نے 'مسلم بینک' (ٹرسٹ) سورت سے فیض حاصل کیا، اس کی روئیداد آپ حضرات جب چاہو تب آپ کو ہم ارسال کر سکتے ہیں، اس عرصہ میں ادارے نے کسی بھی قسم کا چندہ امداد کے طور پر نہیں لیا۔ اس طرح مسلم بینک (ٹرسٹ) کی آمدنی کے صرف دو ذریعہ تھے، ایک کھاتہ دار کی مرضی پر مختصر دس روپیہ جتنا معمولی سروس چارج یا پھر سونے چاندی کے زیورات پر قرض لینے والے کے پاس سے وصول کی جانے والی معمولی سی رقم، اس آمدنی میں سے ادارہ اپنے کارکنان کی تنخواہ اور آفس کے تمام اخراجات مثلاً: لائٹ بل، ٹیلیفون بل اور لاکر کا کرایہ وغیرہ ادا کرتا تھا، یا کہو کہ پورے کرتا تھا۔

اس طرح آج کے تجارتی اور نفع زنی کے دور میں شہر کے مالی اعتبار سے کمزور غریب، پسماندہ مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی کے آخری پندرہ سالوں سے کام کرنے والا مسلم بینک (ٹرسٹ) آمدنی اور خرچ کے درمیان توازن قائم نہ رکھ سکا، ناکام ہو گیا، اس ناکامی کی وجہ سے بالآخر ۱۵ر اکتوبر ۲۰۰۹ء کو ادارے کو مجبوراً بند ہونا پڑا۔

ادارے کو تالا لگانے سے پہلے مسلم بینک (ٹرسٹ) کے موجودہ متولیان اور کارکنان (اسٹاف) نے حتی الامکان کوشش اس بات کی کی کہ ادارہ کسی طرح سے بچ جائے، جاری و ساری رہے، ان کوششوں میں سے ایک یہ تھی کہ شہر کی سربرآوردہ شخصیات سے اس ٹرسٹ

کو بچانے کی عاجزانہ درخواست کی گئی، لیکن سب بے سود، بلکہ اس کے برعکس کچھ شرارتی عناصروں نے متولیان وکارکنان کے خلاف اشتعال انگیز کاروائی کر کے انہیں بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، آخر وہی ہوا جو ہونا تھا، مسلم سماج کے ہمدرد کہلانے والے لوگوں نے ہی ادارے کو اخبارات وٹی وی پر چڑھادیا۔

اس ناکامی اور بدنامی کے باوجود اللہ پر بھروسہ رکھ کر متولیان اور کارکنان نے اپنی کوشش آج تک جاری رکھی ہے، کہ اللہ پاک کوئی اسباب بنا دیوے کہ یہ ٹرسٹ پھر سے معمول کے مطابق شروع ہو جائے، اور غریب، بیوہ، بے سہارا لوگوں کا کام پھر سے شروع ہو جائے اور فی الحال جن لوگوں کے روپیہ ٹرسٹ میں جمع ہیں ان کے روپے واپس مل جائیں۔

جب ادارہ بحران کا شکار ہوا، تب شروع میں مسلم بینک (ٹرسٹ) کے عہدہ داران نے جو بہت مالدار نہ ہونے کے باوجود اپنی جائداد کا کچھ حصہ مسلم بینک میں جمع کروایا، جس سے یہ ٹرسٹ معمول کے مطابق جاری رہے، اس سے عام حضرات بھی واقف ہیں، لیکن فی الحال اب عہدہ داران بھی ادارہ کو مالی تعاون دینے کی حالت میں نہیں ہیں۔

حضرت مفتی صاحب! مسلم بینک (ٹرسٹ) پھر سے معمول کے مطابق اپنا کام شروع کر سکے اور لوگوں کی جمع شدہ رقم واپس مل سکے، اس کے لئے کیا مسلم بینک (ٹرسٹ) زکوۃ، صدقۂ فطر یا سود کی رقم لے سکتا ہے؟ اگر ایسی رقم نہ لے سکتے ہوں تو پھر اس حالت میں اپنے برادران وطن غیر مسلم حضرات کے مذہبی اور غیر مذہبی اداروں اور پیشواؤں کے پاس بطور چندہ رقم لے سکتے ہیں؟ اور اگر یہ دونوں صورت حال جائز نہ ہوں تو سماج کے غریب طبقہ کے روپیہ واپس ملے، اس کے لئے شریعت کی روشنی میں جو ممکن شکل ہو اس کی طرف

رہنمائی کرنے کی مہربانی کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مسلم بینک میں جنہوں نے امانت رکھی ان کو اپنا حق ملنا چاہئے، مسلم بینک میں خسارہ کیوں ہوا، کس کی غلطی تھی وہ اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے، منتظمین اور ذمہ داروں پر یہ لازم ہے کہ لوگوں کی امانتوں کو واپس کریں، لیکن اس کے لئے ٹرسٹ زکوۃ، فطرہ سود وغیرہ کی رقم لینا چاہے تو نہیں لے سکتا، اگر اس رقم سے آئندہ کاروائی کریں گے تو زکوۃ اور فطرہ والوں کا زکوۃ اور فطرہ بھی ادا نہیں ہوگا، صرف عطیات اور للہ کی رقم یا اصحاب خیر سے تعاون حاصل کرکے یا جن کی غلطی تھی ان سے وصول کرلیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۲۸﴾ متحدہ وقف میں ایک وقف کی زمین دوسرے وقف کے کام میں استعمال کرنا

سوال: مدرسہ اسلامیہ اور آنند مسجد ٹرسٹ دونوں متحدہ ٹرسٹ کے طور پر چلتے ہیں، اور ان کے سالانہ حسابات مدرسہ کے اور مسجد کے الگ الگ رجسٹر میں درج ہوتے ہیں۔

فی الحال آنند محلہ کی پرانی مسجد مدرسہ اسلامیہ کی وقف زمین میں قائم ہے، اس کے اوپر بنے ہوئے کمرے بہت ہی خراب حالت میں ہیں، (کبھی بھی ٹوٹ کر گر سکتے ہیں) اور نیچے کے کمرہ میں جہاں فی الحال عبادت ہوتی ہے وہ بھی مین روڈ سے نیچے کی سطح پر ہونے کی وجہ سے بارش کے موسم میں جماعت خانہ میں پانی دیواروں سے نکلتا ہے، مسجد مین روڈ پر ہونے کی وجہ سے سواری کی آمد ورفت سے دھول بھی بہت آتی ہے، گرمی میں بہت گرمی لگتی ہے، اور جمعہ اور رمضان میں مصلیوں کی کثرت کے وقت سب مصلی اس میں سما نہیں سکتے، اور اوپر کی منزلہ پر چھت کا حصہ وقتاً فوقتاً ٹوٹنے کی وجہ سے احتیاطاً وہاں نماز ادا نہیں کی جاتی، اوپر کی اور نیچے کی منزل کو مرمت کرکے صحیح نہیں کیا جا سکتا، اور اگر مرمت کی جائے تو

خرچ بڑھ جائے گا اور جیسا فائدہ ہونا چاہئے ویسا نہیں ہوگا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) ان حالات میں مسجد کو شہید کر کے از سر نو اس کی تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نئی مسجد بنانے کے لئے محلہ والے اور مدرسہ، مسجد ٹرسٹ بھی راضی ہے۔ فی الحال مسجد جس جگہ ہے اس کی دائیں بائیں جانب مدرسہ کی وقف زمین ہے جو محلہ والوں کو کرایہ پر دی ہوئی ہے، وہ بھی مسجد میں شامل کر لی جائے تو مسجد اور وسیع ہو جائے اور ہر سہولت (مثلاً: مسجد میں سے نکلنے کے لئے دو تین راستے، وضو خانہ، پیشاب خانہ، بیت الخلاء، جوتے چپل رکھنے کی جگہ وغیرہ) کے ساتھ تیار ہو سکے۔

(۲) اگر مسجد شہید کر کے از سر نو تعمیر کر سکتے ہیں تو مسجد کی دائیں بائیں جانب کی جگہ جو مدرسہ کی وقف زمین ہے اسے مسجد کے اندر شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

نوٹ: آنند محلہ میں بہت سی زمینیں مدرسہ میں وقف ہیں، جو محلہ والوں کو ماہانہ کرایہ پر دی ہوئی ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل متضاد ہے اور واضح نہیں ہے، ایک جگہ ہے کہ مدرسہ اور مسجد ٹرسٹ متحدہ ٹرسٹ کے طور پر چلتا ہے، اور آگے لکھتے ہو کہ مدرسہ اور مسجد کے حساب کے رجسٹر الگ الگ ہیں۔

ہر وقف اور اس کے مقاصد الگ الگ ہوتے ہیں، مثلاً: مسجد کہ اس کے مقاصد، نماز، ذکر، تلاوت وغیرہ ہے اور مدرسہ کے مقاصد تعلیم وغیرہ ہیں، فقہاء ہر وقف کو واقف کی شرط کے مطابق ہی استعمال کرنے اور واقف کی شرائط کے خلاف استعمال کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اب کسی جگہ واقف نے مسجد اور مدرسہ دونوں کے لئے ایک وقف کیا ہو اور وقف کے مقاصد میں دونوں کو یکساں رکھا ہو، تو اس طرح متحد بھی کر سکتے ہیں، اب آپ کے سوال میں یہ بات

سمجھ میں نہیں آتی کہ دونوں وقف جدا جدا ہیں یا دونوں متحدہ وقف ہیں، اگر دونوں جدا جدا وقف ہیں تو ایک وقف کی چیز دوسرے وقف کے کام میں نہیں لے سکتے، مسجد کی زمین اور آمدنی مسجد کے لئے اور مدرسہ کی زمین اور آمدنی مدرسہ کے لئے استعمال کرنا ضروری ہے۔

اتحد الوقف و الجهة الى قوله و ان اختلف احدهما او رجل مسجدا و مدرسة و وقف عليها اوقافا لا يجوز له ذلك (در مختار: ۵۵۱/۶)۔

مسجد کے پرانے اور بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے گر جانے کا ڈر ہے، اور مرمت کرنے سے کما حقہ فائدہ نہیں ہوگا، اور از سر نو تعمیر میں ہر طرح سے فائدہ ہے، اور متولیان اور نمازی نئی تعمیر کے لئے رضا مند ہیں تو اس صورت میں مذکورہ تعمیر کو شہید کر کے نئی تعمیر بنا سکتے ہیں۔

مسجد کی دائیں اور بائیں جانب زمین ہے، جو مدرسہ کی وقف زمین ہو تو اسے مسجد میں شامل نہیں کر سکتے، اور اگر دونوں متحدہ وقف ہوں تو شامل کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۲۹﴾ باری سسٹم سے چندہ دینا

سوال: ہمارے شہر میں مٹن مارکیٹ میں ۲۸ دکانیں ہیں، ان دکانداروں میں مسجد، مدرسہ، قبرستان بنانے کے لئے کوئی ضرورت مند آتا ہے، تو اس کے لئے ۲۸ دکانداروں میں سے ۴، ۵ دکاندار چندہ کے لئے باری بیچتے ہیں، لیکن اس باری کے لئے بعض لوگ راضی ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ناراض رہتے ہیں، لیکن مجبوری میں ناراض ہونے والے لوگوں کو بھی ہاں کہنا پڑتا ہے، اس لئے کہ جس دن باری بیچی جاتی ہے، اس دن ناراض لوگوں کو اپنا دھندا بند رکھنا پڑتا ہے، کیونکہ اس دن ایک ہی آدمی باری کا دھندا کرتا ہے، اور باری کے جتنے روپے طے ہوتے ہیں وہ اس شخص کو دینے پڑتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ وہ رقم مسجد میں دے سکتے ہیں؟ یہ باری سسٹم جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس کی رقم مسجد میں دے سکتے ہیں، یا

نہیں؟اس کا جواب حدیث وقرآن کی روشنی میں پیش کرنے کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ کے راستہ میں مال دینا اور خرچ کرنا بہت ہی فضیلت اور ثواب کا کام ہے، مسجد، مدرسہ بنانے کے لئے للہ رقم دینا، اس کے لئے چندہ کرنا جائز اور درست ہے۔ اخلاص کے ساتھ رضائے الٰہی کی غرض سے ایسے کام کرنا یا ایسے کام میں معین بننا خوش نصیبی اور صدقۂ جاریہ کہلاتا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو زیادہ سے زیادہ اس میں حصہ لینا چاہئے۔ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلتیں وارد ہیں۔

لیکن ایسے پاک کام میں ناجائز طریقہ سے حاصل کئے گئے روپے لگانا یا کسی مسلمان سے زور وزبردستی کرکے اس کی ناراضگی کے باوجود روپے لینا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ: کسی بھی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی اور رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے، اس لئے چندہ کرتے وقت بھی اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے، اور راضی نہ ہو تو شرما شرمی سے یا زبردستی سے رقم نہیں لینی چاہئے، ایسی آمدنی اور اس کا چندہ مسجد، مدرسہ جیسی پاکیزہ جگہوں پر نہیں لگا سکتے۔ سوال میں جو'باری بیچتے ہیں' لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ یہ بھی جاننا ضروری ہے۔ کسی مسجد، مدرسہ یا کسی دوسری وجہ سے چندہ کی ضرورت ہوئی تو چندہ لینے والا قریشی برادری کے پاس چندہ کے لئے آتا ہے، برادری کے لوگ بھی چندہ دینے کے لئے تیار ہیں، اور زیادہ چندہ ہو، اچھی رقم ملے اس کے لئے ایک طریقہ اپناتے ہیں، پوری مارکیٹ والے جمع ہو کر کہتے ہیں: کہ ہم سب مل کر ایک بڑی رقم دیں گے، اور اس کے لئے متعین کرتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو روزانہ جتنی تعداد میں جانور کٹتے ہیں اس دن کسی ایک ہی شخص کے اتنے جانور کٹیں گے اور ہر دکاندار وہی جانور کو روزانہ کی طرح فروخت کرے گا، اس بیچنے کے اخیر میں جو آمدنی ہوگی اس میں سے جانوروں کی

قیمت منہا کر کے بقیہ قیمت جو کہ نفع ہے چندہ میں دیا جائے گا۔

اگر اتفاق اور سب کی اجازت وخوشدلی سے یہ کام کیا جائے تو یہ طریقہ بہتر اور جائز ہے، اس میں شرعا کوئی خرابی نہیں، چندہ دینے والوں کو ان کی محنت کا بدلہ ملے گا، ثواب پورا پورا ملے گا۔ جانور والے کو گھاٹے کا ڈر یا خوف نہیں رہے گا۔ سب کا اتفاق بھی کہلائے گا۔ اور چندہ لینے والے کو سب کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے گا۔ اور ایک جگہ سے اچھی خاصی رقم بھی مل جائے گی۔ اس لئے یہ طریقہ جاری رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے، صرف ایک ہی تکلیف ہے جس کا حل ضروری ہے یا اس کی اصلاح ہونی چاہئے اور وہ یہ کہ ہر شخص کو اس دن کے لئے اپنا مال بیچنے سے روکنا پڑے گا، اور اتفاق کے سایہ تلے اگر وہ اسے ناپسند بھی کرے تو بھی اسے شریک ہونا ضروری ہوگا۔

اس لئے اولاً اس شخص کو اس میں کیوں شریک نہیں ہونا ہے؟ اس کی مجبوری کیا ہے؟ وہ جان کر اس کی مجبوری اور تکلیف کو دور کرنا چاہئے، یا اسے اس کام میں شریک نہ ہونا ہو تو اسے اس کی اجازت دے دینی چاہئے، اور اسے اس کا جانور بیچنے دینا چاہئے، اور چندہ کیلئے اس کی خوش دلی سے وہ جو رقم دینا چاہے قبول کر لینا چاہئے، اس طریقہ میں شرعا کوئی کراہت نہیں ہے۔

اگر اسے مجبور کر کے ساتھ میں رکھا گیا، اور اسے جبراً دوسرے کا مال بیچنا پڑا تو کمیٹی یا یہ کام کرنے والوں کو بے گاری کرانے (یعنی بغیر معاوضہ کے کام کرانے) کا گناہ ہوگا۔ لیکن بیچے ہوئے مال میں یا روپیوں میں کوئی فساد یا خرابی نہیں آئے گی۔ اس لئے بیچنے والے کو وہ روپے لینے یا چندہ دینے میں کوئی گناہ یا خرابی نہیں آئے گی۔

اب چندہ دینے کے لئے شروع سے وعدہ کر کے ایک رقم متعین کی ہو، مثلاً: پچاس ہزار

روپے دیں گے، اب مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق پورا مال فروخت کرنے کے بعد نفع کی رقم کم زیادہ ہو تو اب وعدہ کی ہوئی رقم کے مطابق باری والا شخص جس کے جانور بکے ہیں وہ باقی کی رقم خوش دلی سے اپنے پاس سے دے دے تو یہ جائز ہے، لیکن اسے بقیہ رقم ادا کرنے کے لئے مجبور کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نفع کی رقم وعدہ کی رقم سے بڑھ جائے، تو وعدہ کی رقم ادا کرنے کے بعد جو نفع بچ جائے وہ اسے اپنے پاس بھی رکھ سکتا ہے، اس میں کسی طرح کی کراہت یا حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۳۰﴾ گھر وقف کرنے سے گھر کے اندر کی اشیاء بھی وقف سمجھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: خدیجہ بی بی جو احمد حسین منصور کی لڑکی ہے، اس نے اپنا گھر اپنی حیاتی (زندگی) میں شہر کی جامع مسجد کو بخشش دے دیا تھا، اس وقت مسجد کے متولیان نے خود جا کر مذکورہ مکان کا قبضہ دو شاہدوں کے روبرو کر لیا تھا، اور بخشش دینے والی صاحبہ خدیجہ بی بی کو ان کی موت تک رہنے کے لئے دیا تھا، اس گھر کا ہر خرچ، میونسپل ٹیکس وغیرہ مسجد برداشت کرتی تھی۔

فی الحال تاریخ ۱۸/۳/۹/۲۰۰۹ء کے دن خدیجہ بی بی کا انتقال ہو گیا، مسجد والوں نے ان کی تدفین کا جائز خرچ اٹھایا، اور مرحومہ خدیجہ بی بی کے اس مکان کو تالا لگا دیا، مرحومہ خدیجہ بی بی وقتاً فوقتاً لوگوں کو کہا کرتی تھی: کہ ”میں نے میرا اپنا مکان اور اس کے اندر کی تمام اشیاء، اندر کی دھول تک مسجد کے نام کر دی ہے“ اس تفصیل کے ذیل میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں:

(۱) مرحومہ کے مکان میں سے بینک آف بروڈہ کی پاس بک ملی ہے، جس میں ۷۱،۷۶،۶۷۵ (اکہتر لاکھ چھہتر ہزار چھ سو پچھتر) روپے جمع ہیں، جو اکاؤنٹ ان کے اپنے ہی نام پر ہے، یہ رقم مسجد کی گنی جائے گی یا ورثاء کی؟

(۲) گھر میں سے نقد روپئے ۳۳،۸۳۹:۵۰ ملے ہیں، نیز گھریلو ساز وسامان، کپڑے وغیرہ کل ملا کر ۶۳۰۰ (چھ ہزار تین سو) کی قیمت کا سامان ہے، یہ رقم مسجد کی سمجھی جائے گی یا ورثاء کی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......خدیجہ بی بی نے اپنی ملکیت کا مکان مسجد کو بخشش دے کر قبضہ بھی دے دیا تھا، اس لئے یہ بخشش شرعاً درست کہلائے گی، خدیجہ بی بی کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگا۔ بخشش ہو جانے کے بعد متولیوں نے انہیں زندگی بھر رہنے دیا یہ بھی درست ہے، انہیں دوران زندگی رہنے کا حق ملا، ان کا انتقال ہو جانے کے بعد متولیوں نے اپنے قبضہ میں لے کر تالا لگا دیا، یہ بھی مناسب کاروائی ہے۔

کسی بھی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی تدفین کا درمیانی خرچ اس کے ترکہ سے کیا جاتا ہے، سوال میں لکھنے کے مطابق متولیوں نے اگر اپنے روپیوں سے یہ خرچ کیا ہے، تب تو کوئی اعتراض نہیں، لیکن ادارہ کے روپئے خرچ کئے ہوں تو انہیں اس کا حق نہیں تھا، عورت کے ترکہ سے تدفین کا خرچ نکالنا چاہئے۔

بخشش کے دستاویز میں زمین اور اس پر تعمیر شدہ مکان ہی بخشش کیا ہے، اپنی نجی چیزیں، کپڑے یا گھریلو سامان بخشش نہیں کیا ہے، اس لئے ان کے انتقال کے بعد ان کی نجی رقم یا کپڑے، چیزیں وغیرہ ہیں وہ ان کے ورثاء کی سمجھی جائیں گی، اس میں سے مرحوم کا درمیانی کفن دفن کا خرچ لیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۳۱﴾ ایک وقف کا سامان دوسرے وقف میں دینا

سوال: ہمارے یہاں ایک مسلم جماعت ہے، جو تقریباً ۱۰۰ سال پرانی ہے، اس کی ملکیت

میں تقریباً ۸۰،۰۰۰ روپے کی مالیت کے برتن ہیں، جو ہم شادی بیاہ وغیرہ میں کرایہ پر دے کر کچھ آمدنی حاصل کرلیتے ہیں، جماعت کے برتن جماعت کے ممبر کو پورے پورے کرایہ پر دیتے ہیں، اسی طرح جماعت کی تین دکانیں ہیں، جو کرایہ پر دے رکھی ہیں، اس طرح ماہانہ کل آمدنی تقریباً ۳،۵۰۰ روپے ہوتی ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ جماعت کے کچھ برادران اس سو سالہ جماعت کو منتشر کرنا چاہتے ہیں، اور اس کی تمام ملکیت کو ہمارے محلہ کے ایک مدرسہ کو جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے نام سے چل رہا ہے، اس میں وقف کردینا چاہتے ہیں، اور اس میں شرط یہ رکھنا چاہتے ہیں کہ اگر ہماری جماعت کے کسی فرد کو بوقت ضرورت شادی، بیاہ وغیرہ موقع پر برتن وغیرہ صرف آدھے کرایہ پر دینا ہوں گے، جب کہ زیادہ تر لوگ جماعت توڑنا نہیں چاہتے، اور ۱۰۰ سال پہلے جب جماعت قائم ہوئی تھی اس وقت ایسی کوئی شرط و قاعدہ و قانون بنا ہوا ہو ایسا ہم میں کسی بڑی عمر والوں کو بھی یاد نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح اختلاف کے باوجود جماعت کی ساری ملکیت مدرسہ کو وقف کردینا جائز ہے؟ اور اس کے بعد اس طرح اس مدرسہ سے آدھے کرایہ پر برتن وغیرہ لینا ہمارے لئے جائز ہوگا یا نہیں؟ کیا تمام برادران کے صلح و مشورہ سے جماعت کی آمدنی سے بچی ہوئی رقم ہم مسجد، مدرسہ یا غریب بچوں کی پڑھائی لکھائی میں امداد کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں آپ کے یہاں مسلم جماعت کے نام سے ایک جماعت ہے، جس کے پاس ۸۰،۰۰۰ کی مالیت کے برتن ہیں، جو کرایہ پر دئے جاتے ہیں، نیز جماعت کی تین دکانیں بھی کرایہ پر دی ہوئی ہیں، ماہانہ ۳،۵۰۰ کی

آمدنی ہے، اب اسے پرانے قرار کے مطابق جاری رکھا جاسکے اس حالت میں ہے یا نہیں؟ اگر پرانے قرار کے مطابق اسے جاری رکھا جاسکتا ہو تو مدرسہ میں نہیں دینا چاہئے، بلکہ قرار کے مطابق اس جماعت کی جو آمدنی ہوتی ہے اس سے مسجد، مدرسہ اور جماعت کے لڑکے لڑکیوں کی دینی تعلیم میں خرچ کرنا چاہئے، یہ زیادہ بہتر اور قوم کے لئے فائدہ مند کہلائے گا۔ جماعت کے بانیین کو اور ممبران کو بھی ثواب ملے گا۔

اگر قدیم دستور موجود نہ ہو تو موجودہ اراکین کسی ماہر عالم دین کو ساتھ میں رکھ کر نیا قرار اور قاعدہ قانون بنا کر ممبران سے منظوری لے کر اتفاق کے ساتھ عمل کریں، اس صورت میں آمدنی جماعت کے کاموں میں مشورہ سے مسجد یا مدرسہ میں اور دینی و دنیوی تعلیم حاصل کرنے والے بچے بچیوں کے لئے بھی خرچ کی جاسکتی ہے۔

مسجد یا مدرسہ میں وقف کردینے سے صرف ان کے مقاصد میں ہی استعمال کرسکتے ہیں، دوسرے کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں کہلائے گا۔ مدرسہ میں وقف کرتے وقت ممبران کو آدھی قیمت میں کرایہ پر دینے کی شرط کے ساتھ وقف کیا جائے تو ایسا بھی کرسکتے ہیں۔

﴿۱۱۳۲﴾ مسجد کی رقم کے سود سے مسجد کے بیت الخلاء بنوانا یا مرمت کرنا جائز ہے؟

سوال: (۱) ہمارے یہاں مدرسہ کی رقم جو بینک میں جمع رہتی ہے، اس پر سود ملتا ہے، تو مدرسہ کی سود کی رقم سے مدرسہ کے بیت الخلاء بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں شریعت کیا کہتی ہے؟ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(۲) نئے بیت الخلاء بنا سکتے ہیں؟ اگر نیا نہ بنائیں تو جو پرانے بیت الخلاء ہیں ان کی مرمت کا م سود کے روپیوں سے کرسکتے ہیں؟

نوٹ: فتاویٰ رحیمیہ جلد: ۲ /۱۹۲ پر سود کی رقم کے متعلق لکھا ہے کہ مسجد کے بیت الخلاء کی مرمت میں سود کی رقم استعمال کر سکتے ہیں، لہذا آنجناب تفصیل سے اس مسئلہ پر کلام فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، آیت قرآن میں اس کا حرام ہونا واضح طور پر بتلایا گیا ہے، لیکن مجبوراً اپنی حلال کمائی بینک میں حفاظت کی غرض سے رکھی جاتی ہے، اور ضرورتاً یہ جائز بھی ہے، لیکن بینک کے قوانین کی رو سے اس رکھی ہوئی رقم پر سود تو ملے گا ہی، جسے لینے سے سود لینے کا گناہ بھی ہوگا، اور نہ لینے میں بھی گناہ اور نقصان ہے، اس لئے فقہاءؒ کہتے ہیں: کہ اسے لے لیا جائے اور غرباء پر اسے تقسیم کر دیا جائے۔ مسجد و مدرسہ کے روپیوں کا حساب کتاب بھی رکھنا قانونی نقطہ نظر سے ضروری ہے، اس لئے اس پر ملنے والے سود کی رقم کا لینا بھی ضروری ہو جاتا ہے، اب لینے سے سود لینے کا گناہ ہوا، لیکن وہ رقم لے کر غریب محتاج مسلمان کو گناہ سے بچنے کی نیت سے مالک بنا کر دے دی جائے تو دونوں گناہ سے بچ جائیں گے۔ ہم سود لینے کے گناہ سے بچ جائیں گے، اور لینے والا محتاج ہونے کی وجہ سے اس کے لئے استعمال کرنا بھی درست کہلائے گا۔

فقہاء کرام ایسے مال کو رفاہ عامہ کے کاموں میں استعمال کرنے سے منع کرتے ہیں، مثلاً: حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس موضوع پر فتاویٰ دار العلوم میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، نیز ہمارے یہاں علمائے دیوبند و سہارنپور بھی اس مسئلہ میں متفق ہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں سود کی رقم سے مسجد و مدرسہ کے بیت الخلاء، نئے ہوں یا پرانے، نہ بنائے جائیں، بلکہ زکوۃ کی رقم کی طرح اسے کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر دیا جائے، پھر وہ شخص اپنی خوش دلی سے وہ رقم مسجد اور مدرسہ یا رفاہ عامہ کے کام میں دے تو لے سکتے ہیں،

پھر سود کی نحوست اس رقم پر عائد نہیں ہوگی، اس لئے اس طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔
حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ نے اس مسئلہ کا واضح حکم بتایا ہے، جو فتاویٰ محمودیہ ۱۶ر ۳۸۱ پر موجود ہے، اسے دیکھ لینا بھی مفید رہے گا، جس کا عنوان ہے 'سودی پیسے کا مصرف' ۔

﴿۱۱۳۳﴾ مسجد کا نام بدلنے کی شرط پر چندہ دینا

سوال: میں ایک مسجد کا متولی ہوں، اور اس مسجد کا فی الحال تعمیری کام جاری ہے، یہ مسجد اندازاً ۲۰۰ سے ۲۵۰ سال پرانی ہے، نئی تعمیر میں ۳۰ فی صد کام دس بارہ سال قبل ہو چکا تھا، بقیہ حصہ کا تعمیری کام اب شروع ہوا ہے، اس میں سے بھی اندازاً ۸۰ فی صد کام ہو چکا ہے، ۲۰ فی صد کام باقی ہے، ایک شخص نے جو یو.کے. سے آیا تھا، کہا: کہ آپ کی مسجد میں میں ۱۰ لاکھ روپئے امداد کے طور پر دیتا ہوں، اگر مسجد کا ابھی کا نام بدل کر میری والدہ کے نام سے 'مسجد فاطمہ' نام رکھو۔ اور کہا: کہ اس محلہ والوں کی سب کی میں نے منظوری لے لی ہے، یہ بات جب ہوئی تب مسجد کا ۵۰ فی صد کام باقی تھا، ان کی بات فوراً ماننے کے بجائے ایک دن کے بعد انہیں ہاں کہا، ایسا سمجھ کر کہ انہوں نے پورے محلہ کی اجازت لے لی ہے، اور انہوں نے پوچھا کہ تعمیری کام کتنے وقت تک جاری رہے گا؟ تو ہم نے کہا ۶ مہینہ میں مکمل ہو جائے گا۔

انہوں نے یو کے جانے کے بعد اندازاً ڈھائی مہینہ کے بعد کچھ روپئے بھیجے، اندازاً ایک لاکھ روپئے ان کے بھتیجے پر بھیجے جو یہاں انڈیا میں رہتا ہے، وہ روپئے ہمارے امام صاحب کے ہاتھ میں آ گئے۔ لیکن اس درمیان دوسرے لوگوں کے روپئے آئے اور مسجد کا ۸۰ فی صد کام ختم ہو گیا، اس لئے ان سے کہا: کہ اب ہمیں ۱۰ لاکھ کی نہیں بلکہ صرف تین لاکھ کی

ضرورت ہے، اور دوسرے لوگوں کے روپیوں سے اتنا سب کام ہوگیا، اس لئے ہمیں مسجد کے اوپر آپ کی والدہ کا نام لکھنا منظور نہیں ہے۔ نیز آپ نے جو کہا: کہ آپ نے پورے محلّہ کی اجازت لے لی ہے وہ بات بھی صحیح نہیں ہے، محلّہ میں سے بہت سے لوگ اس بات سے ناراض ہیں، کہ روپیوں کے لئے مسجد کا پرانہ نام بدل دیا جائے، مستقبل میں کوئی اار لاکھ دے کر دوبارہ بدلنے کے لئے کہے گا، تو کیا پھر نام بدل دیں گے؟ کیا مسجد کے نام کی تجارت کرتے ہو؟ ابھی تک جن لوگوں نے روپئے دے کر اتنا کام کروایا، ان لوگوں کا کیا؟ ان میں سے بھی کچھ کو اعتراض ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ یو. کے. والے بھائی یوں کہتے ہیں: کہ مسجد فاطمہ نام میں فاطمہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی لگنا نہیں چاہئے، اس لئے کہ وہ حضور ﷺ کی بیٹی کا نام ہے، اور میری والدہ کے نام کی مسجد بنی ہے، ایسا لگے گا نہیں۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... مسجد بنانا یا مسجد کے تعمیری کام میں مدد کرنا بہت ہی ثواب اور فضیلت کا کام ہے، قرآن پاک اور حدیث شریف میں اس کی خاص فضیلتیں بتائی گئی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اخلاص کے ساتھ اس کام میں خوب مدد کریں۔

جو شخص مسجد میں چندہ دینے کے لئے تیار ہوا، اور ساتھ میں اپنی والدہ کا نام لکھوانے یا رکھنے کی شرط رکھی اور محلّہ والوں کی اجازت لے لی ہے، ایسے جھوٹے الفاظ کہے، جس کی بنیاد پر کمیٹی والوں نے منظوری دے دی، اور اب نام رکھنے کو تیار نہیں ہیں، تو جتنے روپئے اس نام رکھوانے والے بھائی نے چندہ میں دئے تھے، اتنے روپئے واپس دے دینا چاہئے۔

﴿۱۱۳۴﴾ اصل کرایہ دار مسجد کا مکان دوسرے کسی کو کرایہ پر دے سکتا ہے؟

سوال: مسجد کی ملکیت کا مکان ہے، اس مکان میں گراؤنڈ فلور اور اس پر پہلی منزل ہے، وہ مکان مسجد نے ایک شخص کو کرایہ پر دیا ہے، تو کرایہ دار دوسرے کسی کو وہی مکان کرایہ پر دے سکتا ہے؟ کرایہ دار کو گراؤنڈ فلور کی ضرورت نہیں ہے تو مسجد کو واپس دے دینا چاہئے یا نہیں؟ مسجد کے اصل کرایہ دار مسجد کو کم کرایہ دیتے ہیں اور دوسرے کو کرایہ پر دے کر اس سے زیادہ کرایہ وصول کرتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے؟ اس طرح اصل کرایہ دار مسجد کے مکان دوسرے کسی کو کرایہ پر دے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کا مکان کرایہ پر لیا ہو اور اب کرایہ دار کو اس کی ضرورت نہ ہو تو مسجد کو واپس کر دینا چاہئے، پرانے کرایہ دار کے قانون کا سہارا لے کر مکان اپنے قبضہ میں رہنے دینا اور پرانہ کرایہ دیتے رہنا اور دوسرے کسی کو زیادہ کرایہ پر دے دینا اچھا نہیں ہے، اگر اس کرایہ دار نے اس جائداد میں کچھ اضافہ کیا ہے تو زیادہ کرایہ لینا جائز ہے، اور اگر کچھ اضافہ نہ کیا ہو تو زیادہ کرایہ لینا مناسب اور پاکیزہ آمدنی میں شمار نہ ہوگا، فقہاء ایسی آمدنی کے صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں، اگر مسجد کے مکان کو نقصان نہ ہوتا ہو تو اصل کرایہ دار دوسرے کسی شخص کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔ (درمختار:۹/۳۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۳۵﴾ مسجد کی حفاظت دشوار ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: جناب مفتی صاحب! میں گاؤں موش تلاؤ (جھگڑیا، ضلع: بھروچ) کا ساکن ہوں، پچھلے چھ، سات سال سے گاؤں میں میں اکیلا ہی مسلمان رہتا ہوں، اور اب میں بھی گاؤں چھوڑ دینے والا ہوں، گاؤں میں ایک مسجد ہے، اس مسجد کی کوئی سلامتی نہیں ہے، میں بہت

الجھن میں ہوں، دوسری قوم سے مسجد کی عمارت کو نقصان بھی ہو رہا ہے، اور چھیڑ چھاڑ بھی جاری ہے، میں تنہا ہوں، اس لئے مڈبھیڑ (لڑائی جھگڑا) کرنا نہیں چاہتا، میں پریشانی اور مصیبت میں ہوں، آس پڑوس کی پوری آبادی غیر مسلم کی ہے، اور مسلمانوں کے نزدیک میں دو گاؤں ہیں، مجھے ان کا بالکل بھی ساتھ نہیں ہے، بلکہ خبر تک نہیں پوچھتے، اور اگر میں مسجد چھوڑ کر چلا جاؤں، تو مسجد میں بت تک رکھ سکتے ہیں، یا دوسری کوئی خرابی بھی ہوسکتی ہے، اور میرے لئے اس گاؤں میں رہنا دشوار ہے، میں آپ کے جواب کا ہی انتظار کر رہا ہوں، لیکن مسجد کا میں کیا کروں؟ یہ ایک سوال ہے، کہ مسجد کو بند کر کے جاؤں؟ یا شہید کر کے؟ بس مجھے اسی کا جواب چاہئے؟ باقی میرے لئے ناممکن ہے کہ میں مسجد آباد رکھنے کے لئے یہاں رہ سکوں، تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ جلد جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے، اور مسجد وقف ہوتی ہے، اس لئے اس کا مالک ظاہری اور باطنی طور پر صرف اللہ ہے، ہمیں چاہئے کہ اسے آباد رکھیں اور اس میں نماز، اذان وغیرہ ہوتی رہے اس کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اس کے آباد ہونے میں ہماری اور بستی والوں کی آبادی ہے، آپ اللہ پر بھروسہ رکھ کر ہمت کر کے آباد کریں، اللہ آپ کی مدد کرے گا۔

اور اگر آپ تنہا ہو گئے ہوں، اور اسلام دشمن زیادہ ہوں، آپ کے جان و مال کی حفاظت کسی بھی طرح نہ ہوسکتی ہو تو آپ وہاں سے جا سکتے ہو، البتہ جانے سے پہلے اس جگہ کو تالا لگا کر اسے سرکاری دفتر میں مسجد کے نام سے درج کروا کر جا سکتے ہو، آس پاس کے مسلمانوں کا بھی مذہبی اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ آپ کی مدد کریں، مسجد کو شہید کر کے جانا جائز نہیں ہے، ورنہ آپ گنہگار ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی المقابر و فی المسائل التی تعود الی الاشجار التی فی المقبرۃ و انتظامها و غیر ذلک

﴿۱۱۳۶﴾ قبروں کو زمین دوز کر کے اس پر مدرسہ کی کلاس بنانا جائز ہے؟

سوال: ہمارے شہر میں جمعہ مسجد کے پڑوس میں معصوم قبرستان واقع ہے، اس قبرستان میں بالکل چھوٹے بچوں کو سالوں سے دفن کیا جاتا ہے، قبرستان میں پرانی پکی قبریں ہیں، قبرستان کے پڑوس میں مدرسہ کی کلاس واقع ہے، اب مدرسہ کی نئی تعمیر پلاننگ سے کرنا طے ہوا ہے، مدرسہ کا نیا نقشہ بن گیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ نئے نقشہ میں قبرستان کے قبروں والے حصہ میں مدرسہ کی نئی کلاس بنانا طے ہوا ہے، کچھ قبروں میں دو تین مہینہ قبل لڑکوں کو دفن بھی کیا گیا تھا، اس قبرستان میں قبروں کو زمین دوز کر کے ان پر کلاسیں بنیں گی، تو سوال یہ ہے کہ اس طرح قبرستان کی زمین میں قبروں کو نابود کر کے مدرسہ کی نئی تعمیر کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہمارے یہاں قبرستان وقف ہوتا ہے، اور مردوں کو دفن کرنے کے لئے ہی وقف ہوتا ہے، آپ کے لکھنے کے مطابق فی الحال وہاں مردوں کو دفن بھی کیا جاتا ہے، یعنی یہ وقف اس کے مقصد کے مطابق کام کر رہا ہے، اس لئے ایسے وقف قبرستان کی زمین کسی دوسرے کام میں لینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے نئے نقشہ کے مطابق وہاں مدرسہ کی عمارت بنانا جائز نہیں ہے، اور اس کے لئے نئی اور پرانی قبروں کو نابود کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۳۷﴾ وقف قبرستان کی زمین دوسرے وقف کے کام میں کب استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: موقوفہ قبرستان کی زمین میں قبروں کو نابود کر کے وہ زمین کسی دوسرے کام میں

استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قبرستان میں راستہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر قبرستان بھر گیا ہو، اس میں مردوں کی تدفین بند ہو گئی ہو، تدفین کے لئے دوسری جگہ متعین کی گئی ہو، اور مردوں کی تدفین کے بعد اتنا وقت ہو گیا ہو کہ نعش مٹی بن چکی ہوگی، اور وہ قبرستان فی الحال کسی کام میں نہ آتا ہو، اور اس کے غلط استعمال ہونے کا خوف ہو، تو اس صورت میں اس زمین کو دوسرے وقف کے کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۳۲۱)

﴿۱۱۳۸﴾ وقف کے کمرے مجبوراً بیچنے پر ورثاء کا اس کی قیمت میں حصہ مانگنا

سوال: سورت میں 'وسرام نگر' میں 'انوار محمدی' کے نام سے پہلے منزلہ پر مسجد ہے، اور اس کے نیچے مکتب چلتا ہے، جس کا شروع سے ہم انتظام سنبھالتے ہیں۔

۱۹۹۲ء میں قومی فساد ہوئے پھر ۲۰۰۲ء میں قومی تنگ دلی کے بعد تقریباً سب مسلمان یہاں سے ہجرت کر گئے، اب یہاں نام نہاد مسلمان رہ گئے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں سید محمد حسین نام کے ایک شخص نے ان کی ملکیت کے دو کمرے جن کا کرایہ ۱۶۰۰=۲×۸۰۰ روپئے آتا تھا، انوار محمدی کے نام وقف کر دیا، جس کا باقاعدہ لکھا ہوا قرار ہمارے پاس موجود ہے۔

کرایہ آج تک انوار محمدی کے خرچ میں استعمال ہوتا تھا، لیکن حالات بدل گئے، اور دو کمرے والی پوری جائداد اور آس پاس کی تمام جائداد غیروں (دوسروں) نے خرید لی، اور وہ ان کمروں کو اور آس پاس کی دوسری جائداد کو توڑ کر بڑا اپارٹمنٹ بنانا چاہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہم الجھن میں آ گئے ہیں، مجبوراً مجھے وہ دو کمرے بیچنے پڑے جس کی قیمت چار لاکھ

روپے آئی، جو ہمارے پاس جمع ہے۔ ہمارا یہ اقدام شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا غلط ہے؟ مذکورہ کمروں کے بیچنے کی اطلاع محمد حسین اور اس کے متعلقین کو ہوئی تو وہ ہمیں دھمکی دے رہے تھے اور وہ رقم واپس مانگ رہے تھے، لیکن ہم نے ان سے مفتیان کرام کا مشورہ لینے کے لئے کہا، تو وہ ان کے مفتیان کے پاس گئے، جہاں ان کے خلاف فیصلہ ہوا، تو وہ تھوڑے نرم ہوئے۔

(۱) کیا ان کا اس طرح زور و زبردستی کرنا صحیح ہے؟ (۲) کیا مسجد میں دی ہوئی بخشش وہ واپس لے سکتے ہیں؟ (۳) کیا ہمیں انہیں واپس دے دینی چاہئے؟ (۴) کمروں کی جو قیمت (۴ لاکھ روپے) آئی ہے، اس سے ہم انوار محمدی کے فائدہ کے لئے زمین یا مکان وغیرہ خرید سکتے ہیں؟ (۵) یا روپیوں کو نقد حالت میں جمع رکھنا ضروری ہے؟ از روئے شرع اس مسئلہ کا حل جلد بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سید محمد حسین نے اپنی ملکیت کے کمرے مسجد انوار محمدی کو وقف کر دئے، تو ان کا یہ وقف کرنا صحیح ہو گیا، اب وہ کمرے وقف ہو جانے کی وجہ سے محمد حسین کی ملکیت سے خارج ہو گئے اور ظاہراً و باطناً اللہ کی ملک میں داخل ہو گئے۔

اب اس جگہ کے حالات بدل جانے کی وجہ سے کمیٹی والوں کو مجبوراً وہ کمرے بیچنے پڑے، تو ان کی جو قیمت آئی ہے اس سے کوئی دوسری جگہ یا چیز خرید لینی چاہئے، اور اس سے جو آمدنی حاصل ہو وہ وقف کے مقاصد میں خرچ کرنی چاہئے، تا کہ وقف کا مقصد پورا ہو، اور واقف کو ثواب ملتا رہے، وقف کے صحیح ہو جانے کے بعد ان کے ورثاء کا حصہ مانگنا یا حصہ میراث کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے، اور کمیٹی والوں کا ان کے زور میں دب کر دے دینا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۳۹﴾ مسجد کا مکان جو کرایہ پر دیا ہے اس کا کرایہ کم ہے، تو اسے بیچ سکتے ہیں؟

سوال: ایک شخص مسجد کے مکان یا دکان میں کرایہ سے رہتا ہے، اور کرایہ کم ہے، اور قاعدہ کی وجہ سے کرایہ بڑھا نہیں سکتے، یا بڑھا بھی سکتے ہیں، لیکن مسجد کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ دکاندار یا مکان میں رہنے والا کرایہ دار خود اس مکان یا دکان کو مسجد سے خرید لے، تو اس طرح مسجد کے فائدہ کے لئے وہ مکان یا دکان خریدنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی دکان یا مکان مسجد کے لئے وقف ہے، اور وقف کی چیز بیچنا جائز نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئلہ میں دکان یا مکان کا بیچنا صحیح نہیں ہے، البتہ کرایہ بڑھا سکتے ہیں۔

﴿۱۱۴۰﴾ مدرسین کی تنخواہ کے اضافہ کے لئے نوجوانوں کا چندہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ ہے، اس کا نام فیض عام مدرسہ ہے، یہ مدرسہ محفل اسلام ٹرسٹ کی نگرانی میں چلتا ہے، اس میں ۴۰۰ سے ۴۲۵ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس مدرسہ میں ۱۰ استاذ ہیں، اور چار آپا خدمت انجام دیتی ہیں، اس مدرسہ میں استاذ اور آپا کی تنخواہ کا معیار بہت کم ہے، گاؤں کے دو استاذ کے علاوہ ۸ مولانا کو ادارہ نے رہنے کے لئے گھر دیا ہے، ان کا کرایہ ان سے نہیں لیا جاتا، لائٹ بل استاذ بھرتے ہیں، گاؤں کی مسجد بھی یہی ادارہ چلاتا ہے۔

ادارہ مسجد کے اخراجات پورا کرنے کے لئے جمعہ کی نماز کے بعد تھیلی پھیرا کر چندہ کرتا تھا، لیکن فی الحال مسجد کی زمین بکنے پر مسجد کی آمدنی بہت اچھی ہوگئی ہے، اس لئے جمعہ کے بعد تھیلی پھیرانا بند کر دیا ہے۔

موجودہ حالات (گرانی) دیکھتے ہوئے گاؤں کے نوجوان مدرسین کی تنخواہ کے اضافہ کے لئے جمعہ کی نماز کے بعد تھیلی پھیرانا چاہتے ہیں، (جس میں صرف للہ روپے لئے جائیں گے) تاکہ مدرسین کی تنخواہ میں اضافہ ہوسکے، اگر متولیان تھیلی پھیرا سکیں تو ادارہ کی ماتحتی میں تھیلی پھیرائیں گے، اور اگر متولیان نہ پھیرائیں تو ہم نوجوان یہ کام کرنے کے لئے تیار ہیں، تاکہ مدرسین کو راحت ملے۔ لہذا یہ طریقہ از روئے شرع کیسا ہے؟ اس میں کوئی خرابی تو نہیں؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مسجد، مدرسہ میں خدمت دینے والوں کی مالی معاونت کرنا، اوران کا اوران پر جن کا گذر بسر ہورہا ہے ان کا خرچ نکل سکے اتنی رقم تنخواہ میں دینا متعلقہ وقف یا مسجد، مدرسہ سے فائدہ اٹھانے والوں پر لازم ہے۔ لہذا متولیان یا کمیٹی کے اراکین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے، اگر کمیٹی کے اراکین اس بات کی طرف توجہ نہ دیں اور دلچسپی نہ لیتے ہوں تو دوسرے لوگ ان کے مشورہ سے یا انہیں خبر کر کے چندہ کے دوسرے طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ اختلاف کر کے یا ان سے آگے بڑھ کر کوئی کام کرنے میں فتنہ ہونے کا اندیشہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۱﴾ چرم قربانی کی رقم سے مکاتب کی تعمیر

سوال: بعد سلام مسنون! اولپاڑ میں جھونپڑی ڈپٹی (کچے گھاس کے مکانات) میں رہ کر زندگی گزارنے والے غریب مسلمانوں کی دو بستیاں ہیں، ان دونوں بستیوں میں محفل اسلام، اولپاڑ ٹرسٹ کی جانب سے دو مکاتب کا انتظام غریب بچوں کو دینی تعلیم دینے کے سبب کیا گیا ہے، اوران مکاتب میں دینی تعلیم دینے والے دو استاذ رکھے ہیں، جو بچوں کو

دینی تعلیم دینے کے مقررہ وقت میں دینی تعلیم دیتے ہیں اور نماز کے وقت نماز پڑھاتے ہیں۔ان ذمہ داریوں کے لئے ہمارے ٹرسٹ کی جانب سے ان کو ہم ماہانہ تنخواہ اور کمرے کا کرایہ دیتے ہیں، یہ اخراجات ٹرسٹ کو ملنے والی رقم جو زکوۃ، صدقہ ،للہ وغیرہ ہوتی ہے اس میں سے دیتے ہیں۔

اب ہم قربانی کے چمڑوں کی رقم سے بھی یہ خرچ کرنا چاہتے ہیں،تو آپ شریعت کی روشنی میں رہبری کریں کہ آیا ہم اس طرح سے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور زکوۃ، صدقہ للہ رقموں سے جو خرچ کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان چمڑوں کی رقم کو غریب بستیوں کے مکاتب کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... محفل اسلام ٹرسٹ کی طرف سے مسجد مدرسہ کا انتظام سنبھالتے ہو، یہ بہت ہی اچھا کام ہے، ایسے کاموں کی خاص ضرورت ہے، مسجد، مدرسہ کا انتظام کر کے وہاں عالموں کو بچوں کی تعلیم وغیرہ کے لئے رکھنا اور انہیں تنخواہ اور کرایہ دینا وغیرہ امور کار خیر اور باعث برکت ہے، اور دین کی خدمت ہے، لیکن اس کے لئے زکوۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم استعمال کرنا صحیح اور جائز نہیں ہے۔زکوۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم قرآن میں بتائے گئے مصرف میں ہی خرچ کرنا چاہئے، اس کے حقدار غریب محتاج مسلمان ہیں، انہیں مالک بنا کر بغیر کسی عوض کے دینا زکوۃ وغیرہ کے صحیح ادا ہونے کے لئے شرط ہے۔

آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، مسجد، مدرسہ کے مکان کے کرایہ کے لئے یا اساتذہ کی تنخواہ کے لئے للہ رقم کا چندہ کرنا چاہئے، اور اس میں

سے خرچ کرنا چاہئے۔اگر للہ رقم نہ ملے اور زکوۃ، صدقہ اور چرم قربانی کی رقم ہی ہوتو اولاً وہ رقم مستحق زکوۃ غریب مسلمان کو مالک بنا کردے دی جائے،اس شخص کے ہاتھ میں رقم آتے ہی زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگئی، پھر اس سے درخواست کی جائے کہ مسجد اور مدرسہ کے خرچ کے لئے وہ رقم للہ اپنی خوش دلی سے دیدے، پھر وہ رقم مدرسہ کے تعمیری کام میں یا کرایہ یا تنخواہ میں استعمال کرسکتے ہیں۔(شامی: جلد:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۲﴾ مسجد میں نیا تعمیری کام کب کرنا جائز ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں بہت قدیم یعنی ۱۲۵ سال پرانی مسجد ہے،اس میں جماعت خانہ کے علاوہ کا حصہ یعنی وضو خانہ اور فنائے مسجد وغیرہ بنانے کے لئے ۱۹۹۵ میں یو.کے. میں چندہ کیا تھا، اور گاؤں کے حضرات نے بھی مدد کی تھی، اور اس رقم سے آر سی سی کا پکا تعمیری کام کیا گیا، جس میں وضوخانہ، غسل خانہ، بیت الخلاء اور کھلی صحن بنائی گئی تھی۔

اب جماعت خانہ اور صحن مسجد بنانے کی ضرورت ہے،اس کام کے لئے سالوں قبل بیرون میں سکونت پذیر اسی گاؤں کی ایک فیملی نے اپنی کھیتی کی زمین مسجد کو دے دی تھی، جب انہوں نے زمین دی تب ہی زمین بیچ کر مسجد بنانے کی اجازت لے لی تھی،اس کے بعد قبضہ وغیرہ تکالیف اور قاعدے وغیرہ سے گزرنے میں سالوں بیت گئے، فی الحال وہ زمین بکی، اور اچھی خاصی رقم اللہ کے فضل وکرم سے ملی۔

اس لئے مسجد شہید کر کے نئی بنارہے ہیں، نیز زمین کی قیمت اچھی آئی ہے اس لئے فنائے مسجد اور وہ صحن جو ۱۹۹۵ میں بنایا تھا اس پر اور ایک منزلہ بنانے کا ارادہ ہے، تاکہ بارش میں افطاری کے وقت اور عیدین میں کام آسکے، بیت الخلاء کے اوپر ایک کمرہ بنانا ہے،اس میں

مسجد کا زیادہ سامان اور جماعت ٹھہر سکے۔

پوچھنا یہ ہے کہ یہ زمین مسجد کو وقف کی گئی تھی، اس لئے اس کی جو قیمت آئی ہے وہ مسجد کا فنڈ کہلائے گا یا نہیں؟ مسجد کے فنڈ میں سے مذکورہ کام مسجد کا صحن اور فنا بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

نیز تبلیغی جماعت کے افراد کے لئے رہنے دھونے کے لئے کمرہ بنانا اور اس کے ساتھ مذکورہ فنڈ میں سے بیت الخلاء اور غسل خانہ وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ تا کہ رات میں نیچے آنا نہ پڑے اور غسل خانہ بھی تمام سہولتوں والا کہ گرم، ٹھنڈے پانی کی سہولت ہو وغیرہ ان روپیوں سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان کاموں کے بعد جو رقم بچ جائے اس سے مسجد کی آمدنی کے لئے مکان وغیرہ بنا سکتے ہیں، تا کہ ماہانہ کرایہ پر دے کر اس سے کچھ آمدنی حاصل ہو سکے؟ ہمارے لئے اور مسجد کا تعمیری کام خیر و عافیت سے ختم ہو اس کے لئے دعا کی گزارش ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ شخص نے زمین وقف کی تھی، اور اسے بیچ کر مسجد کی تعمیر میں لگانے کا ارادہ تھا، اب آپ کے یہاں مسجد اور مسجد سے متعلق چیزیں مثلاً وضو خانہ، غسل خانہ وغیرہ اچھی حالت میں ہوں، ضرورت پوری ہو ایسے ہوں تو ان کو توڑنا جائز نہیں ہے، اور مسمار ہو گئے ہوں یا مصلیوں کے لئے ناکافی ہوں تو بنانا جائز ہے۔

اور ہمارے یہاں مسجد یعنی صرف جماعت خانہ مراد نہیں ہوتا، بلکہ مسجد کے ساتھ دوسری سہولت کی چیزیں بھی شامل ہوگئی ہیں، مثلاً: مینارہ، وضو خانہ، غسل خانہ، جماعت کے قیام کا کمرہ وغیرہ، اس لئے اس رقم سے مذکورہ امور ضرورت کے مطابق درمیانی خرچ کے ساتھ پورے کرنا جائز ہے۔ واقف کے مقصد کے خلاف نہیں کہلائے گا۔ بچی ہوئی رقم سے مسجد کے اخراجات پورے کرنے کے لئے مکان وغیر بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۳﴾ مسجد کے متولی مکان کا کرایہ بڑھانے کا مطالبہ کرتے ہیں، میں کیا کروں؟

سوال: بعد سلام مسنون! میں شاہپور مسجد کے مکان میں لمبے وقت سے کرایہ پر رہ رہا ہوں، مسجد کے متولی جگہ کی ضرورت کی وجہ سے مجھ سے جگہ کا مطالبہ کر رہے ہیں، یا کرایہ بڑھانے کی درخواست کرتے ہیں، میں بہت غریب ہوں، فی الحال مسجد کے مکان میں رہتا ہوں، میرے پاس دوسرا کوئی انتظام نہیں ہے، مسجد کے متولی مکان کا مطالبہ کر رہے ہیں، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ اگر مسجد کی جگہ نہ چھوڑوں تو شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ کیا میں گنہگار رہوں گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اور مسجد کی زمین اور مکان سب وقف ہوتا ہے اور وقف کا مالک ظــاھراً و بــاطنــاً صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس پر کسی اور کی ملکیت نہیں ہوتی، متولی صرف اس کا انتظام کرنے والا ہے، صحیح نظام کرے گا تو ثواب ملے گا اور خیانت کرے گا تو اللہ کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔

متولی مسجد کو ضرورت ہونے کی وجہ سے آپ سے جگہ اور مکان کا مطالبہ کر رہے ہیں، تو آپ کو مکان خالی کر دینا چاہئے، یا اس وقت کی مہنگائی کے اعتبار سے مزید کرایہ کا مطالبہ کریں تو اس کے مطابق کرایہ دینا چاہئے۔ سرکاری قانون کا سہارا لے کر یا پرانے کرایہ دار ہونے کی وجہ سے قبضہ نہ دینا یا مناسب کرایہ نہ دینا سخت گناہ اور غصب کہلائے گا۔ جس سے حدیث شریف اور شریعت میں سخت وعید بتا کر ڈرایا گیا ہے۔

اگر آپ کے پاس فی الحال انتظام نہ ہو تو دو تین مہینہ کی مدت مانگ لینی چاہئے، اور اس مدت میں اپنے رہنے کا انتظام کر لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۴﴾ ایک سے زائد متولی رکھنا

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ، ہدایت مسجد کے اطراف میں مسجد کی وقف زمین پر تقریباً ۴۰، ۵۰ کرایہ دار رہتے ہیں، مسجد اور مسجد کے ٹرسٹ کا نظام اتفاق، اخلاص، میل ومحبت اور امانت داری کے ساتھ چلتا رہے اس کے لئے ۴، ۵ ٹرسٹی کا ہونا مناسب ہے، اور اس نظام کے لئے ۲، ۳ ٹرسٹی عام نمازیوں میں سے لے لئے جائیں اور ۲، ۳ ٹرسٹی مسجد کی وقف زمین کے پنج وقتہ نمازی کرایہ داروں میں سے لے لئے جائیں تو شریعت کی رو سے یہ نظام جائز ہے یا ناجائز؟ آپ کی مہر کے ساتھ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد یا ٹرسٹ میں واقف نے شروع سے جنہیں متولی نامزد کئے ہوں انہیں ہی متولی رہنے دینا چاہئے۔ اور اگر ضرورت محسوس ہونے پر متولی بڑھانے کی ضرورت ہو تو مسلمان جماعت زیادہ متولی بھی مقرر کر سکتی ہے، لیکن متولی متقی، پرہیزگار اور وقف کے مسائل سے واقف کار، امانت دار اور دیانت دار ہونا اور ہر حکم اور انتظام اسلامی اصولوں کے مطابق کرنے والا ہونا ضروری ہے۔ (شامی، کتاب الوقف)۔ اس لئے متولی کی ضرورت ہو اور مذکورہ صلاحیت والے اشخاص ہوں تو مسلم جماعت زیادہ متولی بنا سکتی ہے، متولی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے، اور اللہ کے مال میں خیانت کرنے سے اللہ کے یہاں سخت حساب دینا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۵﴾ مسجد کے صحن میں مکتب چلانا جائز ہے؟

سوال: راندیر میں ایک مکتب ۱۹۹۱ء سے جاری ہے، جو حضرت مولانا شیخ اجمیریؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کی دعاؤں سے شروع کیا گیا تھا، شروع میں پانچ سے ۱۰ طلبہ کی تعداد تھی اس مدرسہ میں فی الحال ۳۰۰ سے زائد طلبہ تعلیم حاصل کر رہے

ہیں، یہ مکتب ایک مکان میں شروع کیا گیا تھا، آہستہ آہستہ مکتب کی مقبولیت کی وجہ سے طلبہ کی تعداد بڑھتی گئی اور اسے انجمن اسلام راندیر کی بلڈنگ میں منتقل کرنا پڑا۔ داخلے اور بڑھ رہے تھے، اور یہ جگہ بھی ناکافی تھی اور نئی جگہ لینے کے لئے روپے نہیں تھے، اس لئے قریب میں واقع بڑی مسجد کے متولیوں سے بات کی گئی کہ مدرسہ میں جاری حفظ کلاس مسجد میں منتقل کر دی جائے تو نئے داخلے ممکن ہوں۔ متولی صاحبان نے محلّہ کے بااثر لوگوں سے بات کر کے اجازت دے دی۔ یہ کلاس مسجد کے شمالی حصہ میں چلتا ہے وہاں صبح میں دھوپ آتی ہے تو کچھ بچے مسجد کے صحن میں قرآن یاد کرنے بیٹھتے ہیں، پڑھائی سے نمازیوں کو کوئی خلل نہیں ہوتی، لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے: کہ مسجد میں مدرسہ پڑھانے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے مسجد میں مدرسہ نہیں ہونا چاہئے۔ لہٰذا آنجناب بتائیں کہ اس نوعیت سے مدرسہ پڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

موجودہ دور میں جہاں ہمارے ایمان وعقائد خراب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے، وہاں معصوم ذہنوں کے لئے مناسب مکتب کی تعلیم ایک حفاظتی قلعہ ہے، لیکن فی زماننا مدرسہ کے لئے علیحدہ زمین یا مکان خریدنا ایک خطیر رقم کا مطالبہ رکھتا ہے، جو بہت ہی مشکل ہے، ایسے وقت مسجد میں مدرسہ کی اجازت دے کر ہم کم قیمت میں زیادہ کام لے سکتے ہیں، لہٰذا شرعی رو سے ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... حضرت اقدس سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اور حضرت اقدس مولانا احمد رضا اجمیریؒ کی دعاؤں، مشوروں اور توجہ سے یہ مکتب شروع کیا گیا اور انہی کی دعاؤں وبرکتوں کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت کم وقت میں مکتب کو خوب ترقی اور مقبولیت سے نوازا۔

آپ کا لکھنا بالکل صحیح ہے، مسلمان لڑکے، لڑکیوں کو اسلامی و مذہبی اور بنیادی تعلیم دینا بہت ضروری ہے، اور اس تعلیم کے لئے سہولت والی جگہ اور بلڈنگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لیکن آج کے گرانی کے زمانہ میں دینی تعلیم کے لئے چندہ کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، اسکول کی تعلیم کے لئے لوگ ڈانیشن (Donetion:ہدیہ) کے نام سے بڑی رقم دے دیتے ہیں لیکن دینی تعلیم پر خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس روپے (ہدیہ: Donetion) نہیں ہیں، ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسجد کے صحن یا کمرے میں تعلیمی کلاس چلائی جائے اور مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

مسجد کا ادب واحترام کا لحاظ رکھا جائے، شور شرابہ اور کھیل کود نہ ہو، نماز پڑھنے والوں کو خلل نہ ہو، دس سال سے بڑی عمر کے بچوں کو ہی پڑھایا جائے تو جائز ہے سو اما معلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة القرآن وغیرہ لا یکرہ۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱۱۰، فتاویٰ دارالعلوم جدید: ۲۰۴/۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۶﴾ وقف کی جائداد کا بازار کے نرخ سے کرایہ دینا ضروری ہے۔

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک ٹرسٹ کے کرایہ دار ایسے ہیں کہ جن کے پاس خود کے مکان ہیں، جن کو آج کی بازار قیمت (کرایہ) کے حساب سے اونچے کرایہ پر دے رکھا ہے، اور دوسری طرف ٹرسٹ کی عمارت کو معمولی کرایہ پر استعمال کرتے ہیں، ان کا یہ عمل اور حاصل ہونے والا کرایہ شریعت کی روشنی میں کیسا ہے؟ واضح فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اپنی جائداد کو موجودہ کرایہ پر دے کر وقف کی جائداد کو کم کرایہ یا معمولی کرایہ سے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ان پر حالیہ نرخ سے جو کرایہ ہوتا ہو وہ کرایہ دینا واجب ہے، لیکن کسی مجبوری یا وقف کے فوائد کے تحت کم قیمت پر کرایہ پر دے

رکھا ہو تو معذور سمجھے جائیں گے۔

﴿۱۱۴۷﴾ کیا تین سال بعد متولی بدل دینا چاہئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ شریعت کے قانون کے مطابق کیا یہ ضروری ہے کہ کسی بھی ٹرسٹی کو تین سال سے زیادہ نہ رکھا جائے، جب کہ وہ ٹرسٹ کے فائدہ کا ہمیشہ خیال رکھتے ہوں، ایک آدمی کتنے سال تک کے لئے ٹرسٹی بن سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... ٹرسٹی یا متولی کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے، متولی ادارہ کے فائدہ کو پیش نظر رکھنے والا ہو، امانت دار ہو، نیک اور متقی ہو، اور ادارہ کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو، تو ایسے شخص کو متولی رکھنا چاہئے، اسے عہدۂ تولیت سے (بلا ضرورت ومصلحت) فارغ کرنا درست نہیں ہے۔

﴿۱۱۴۸﴾ مسجد کے متولی مسجد کے کام میں لاپرواہی برتیں تو......

سوال: زید نے اپنی مرحومہ والدہ کے ایصال ثواب کے لئے ایک مسجد میں روپئے دئے، اور مسجد کے متولی اور گاؤں والوں سے مشورہ کیا کہ مسجد میں وضو کرنے کے لئے پانی کی چھوٹی ٹنکی بنائی جائے، اور مسجد کی کھڑکی اور دروازوں میں کانچ ڈلوانے کے لئے روپئے دئے۔ اس بات کو چھ مہینے ہو گئے لیکن متولی نے ابھی تک یہ کام کئے نہیں ہیں، جب زید کو معلوم ہوا تو اسنے متولی کو خط لکھا کہ یہ کام کیوں نہیں ہوئے ہیں؟ تو متولی صاحب نے جواب دیا کہ سیمنٹ کی تنگی کی وجہ سے اور ایک دوسری جگہ سے رقم آنے والی ہے، اس کے آنے کے بعد ایک ساتھ کام شروع کر دیا جائے گا، لیکن جب زید نے رقم دی تھی تب

دوسری رقم کے آنے کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اور فی الحال بھی جو ٹنکی بنانی ہے اس کے لئے سیمنٹ بلیک سے لینے کی بات ہوئی تھی اور بلیک میں سیمنٹ مل جاتی ہے، اس کے باوجود انہوں نے وہ دونوں کام نہیں کئے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ روپئے بینک میں جمع ہیں، تو اب روپئے دینے والے زید کی نیت کے مطابق متولی اور گاؤں والوں نے خرچ نہیں کئے تو شرعی طور پر یہ لوگ گنہگار ہوں گے؟ نیز زید کی والدہ کو اس رقم کا ثواب ملا؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما: متولی مسجد کا انتظام کرنے والا ہے، مسجد کی بہتری اور بھلائی کے لئے اسے کوشش اور محنت کرنی چاہئے، اگر وہ اس میں سستی کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ لہذا صورت مسئولہ میں اگر ان کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے کام نہ ہو سکا ہو تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے، لیکن اگر یہ بات نہ ہو کسی وجہ سے تاخیر ہوئی ہو تو گنہگار نہیں ہوں گے۔

آپ نے جو رقم والدہ کے ثواب جاریہ کی نیت سے جدا کر کے منتظم کو خرچ کرنے کی نوعیت بتا کر دیدی، تو اب ثواب ضرور مل گیا، البتہ اس کے استعمال ہو جانے کے بعد صدقہ جاریہ کا جو ثواب ہے وہ ملے گا، اس لئے فی الحال وہ ثواب والدہ کو نہیں ملا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۴۹﴾ وقف چیز متولی ہدیہ میں دے سکتا ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کی سنی جماعت نے مجھے مدرسہ کے کباڑ سے پرانے لکڑیاں دی جس سے ایک گھر تعمیر ہو سکے اتنی لکڑیاں بخشش میں دی ہیں، زمین حکومت کی طرف سے ملی ہے، دوسرا خرچ باہر گاؤں سے ملا ہے، تو مجھے پوچھنا یہ ہے کہ مدرسہ کے کباڑ کی پرانی لکڑیاں استعمال کرنا میرے لئے جائز ہے؟ اگر نا جائز ہو تو مجھے قیمت دینی پڑے گی؟ جواب بتا

کرممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد، مدرسہ اوراس کی چیزیں وقف شمار ہوتی ہیں، وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، لہذا متولی یا مہتمم اس کی کوئی چیز بخشش کے طور پر نہیں دے سکتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں پرانی لکڑیاں جس وقف کی ہیں اسی وقف کے کام میں استعمال کرنی چاہئے، یا محفوظ رکھی جائیں کہ جب ضرورت ہوتب کام میں لی جاسکیں، البتہ اس طرح محفوظ رکھنے میں ان کے ضائع ہوجانے کا ڈر ہو یا گم ہوجانے کا ڈر ہو تو ان کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں جماعت یا متولی سے ان کی رقم متعین کر کے خرید لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۵۰﴾ مسجد کے احاطہ میں اُگے ہوئے درخت کا مالک کون ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے، مسجد کے احاطہ میں ایک شخص نے درخت اگایا ہے، اس شخص کا انتقال ہوگیا، اور اس کے ورثاء ہیں، تو اس درخت کا مالک کون ہے؟ اس اگانے والے شخص کے ورثاء، یا مسجد میں وقف شمار ہوگا؟ تفصیل سے جواب بتا کرممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ اس احاطہ میں درخت اگانے والے نے وہ درخت اپنے لئے اُگایا تھا یا مسجد کے فائدہ کے لئے؟ اگر وہ درخت اپنے لئے اگایا تھا تو اب اس کے مالک اس کے ورثاء ہیں، اور اگر مسجد کے فائدہ کے لئے اگایا تھا تو وہ درخت وقف شمار ہوگا، اور متولی اس میں حسب منشاء وقف تصرف کر سکتا ہے۔ (امداد الفتاوی:۵۳۲/۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۵۱﴾ جنازہ کی جگہ کے لئے قبرستان کے روپے استعمال کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ قبرستان کے پاس ہے، اور وہ کھلی جگہ ہے، ہم اس جگہ پر چھپر وغیرہ بنا کر اس جگہ کو محیط کر لینا چاہتے ہیں، تو قبرستان کے روپے اس کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ جبکہ قبرستان کے پاس ہی ہے، اور جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے انتظام کرنا قبرستان کے مقاصد میں سے ہی ہے، اس لئے ان روپیوں سے کمپاؤنڈ (احاطہ) بنانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۵۲﴾ قبرستان کے درخت کب کاٹ سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے یہاں دوسری قوم کے لوگ شراب، تاڑی وغیرہ قبرستان کی جھاڑیوں میں چھپاتے ہیں، اور وہاں صبح قضائے حاجت کے لئے بھی آتے ہیں، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ غلط کام کے لئے غیر قوم کے لوگ اجنبی اور پرائی عورت کو لے کر وہاں آئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قبرستان کی جھاڑیوں میں انہیں تنہائی ملتی ہے اور آڑ ہو جاتی ہے۔ تو ان حالات میں قبرستان کے وہ درخت کاٹ ڈالنا کیسا ہے تاکہ مذکورہ گناہوں کو روکا جا سکے، اور قبرستان کی آڑ نہ ملے، کیا اس سبب سے درختوں کو کاٹا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جس طرح قبرستان وقف ہے اسی طرح اس میں اُگے ہوئے درخت بھی وقف ہیں، متولی اور ٹرسٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ وقف کی دیکھ بھال رکھیں، اس کی حفاظت اور اس سے زیادہ فائدہ ہو ایسا کام کریں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں قبرستان کی بے حرمتی روکنے کے لئے ایسے درخت، جھاڑی وغیرہ کا

کاٹنا درست ہے، لیکن اس سے حاصل ہونے والی رقم قبرستان کے کاموں میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے۔ (عالمگیری: ۲ر۱۴۰)

نوٹ: پھل دار درخت ہوں تو اگر جھکی ہوئی شاخوں کو کاٹ دینے سے کام چل جاتا ہو تو جڑ سے نہ کاٹا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۵۳﴾ قبرستان کے پیڑ، پودوں کو شرعی عذر کی بنا پر کاٹنا درست ہے۔

سوال: قبرستان کے ہرے پیڑ، پودے جو از خود اگے ہوں ان پیڑ، پودوں، بیلوں کو بیچنے کا کیا طریقہ ہے؟ بغیر کاٹے بیچ سکتے ہیں؟ یا کاٹ کر بیچنا ضروری ہے؟ اس کے علاوہ کوئی شرعی طریقہ ہو تو وہ بھی ضرور بتلاویں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبرستان یا وقف زمین میں جو درخت از خود اُگے ہوں ان کا حکم بھی متعلقہ وقف زمین کی طرح ہی ہے، اور وہ درخت بھی وقف ہی کہلائیں گے، اس لئے کسی شرعی عذر کی وجہ سے کاٹنا پڑے تو کاٹنا یا بیچنا جائز ہے، اور اس سے جو آمدنی حاصل ہو اسے اسی وقف کے کام میں لینا ضروری ہے۔

قبر پر اُگے ہوئے ہرے پیڑوں کی تسبیح سے مردوں کو راحت ملتی ہے، اس لئے بغیر سخت مجبوری کے ان کو نہیں کاٹنا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۵۴﴾ قبرستان کے گھاس کو نیلام کرنا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک قبرستان ہے اس کی جگہ حکومت کی ہے لیکن اس کا انتظام گاؤں کی کمیٹی کرتی ہے، اس قبرستان کی زمین پر جو گھاس اُگتی ہے اس کے خشک ہو جانے سے پہلے اس کو نیلام کیا جاتا ہے، جو زیادہ قیمت دے اسے اس گھاس کا مالک بنا دیا جاتا ہے،

اس سے قبرستان کو ۱۵۰۰ سے ۱۷۰۰ روپے کی آمدنی ہوتی ہے، کمیٹی اس رقم سے قبرستان کی حفاظت، صفائی اور گڑھے بھرنا وغیرہ کا خرچ نکالتی ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح گھاس کو نیلام کرنا جائز ہے؟ اگر اس میں کوئی ناجائز بات ہو تو اس سے مطلع فرمائیں، اور جو جائز صورت ہو اس سے مطلع فرمائیں، تاکہ قبرستان کو جو آمدنی حاصل ہو اس سے قبروں کی حفاظت وغیرہ کا خرچ نکل سکے، بہت سالوں سے اسی طریقہ سے نیلام ہو رہا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبر پر اگی ہوئی ہری گھاس کو جب تک وہ خشک نہ ہو جائے نہیں کاٹنا چاہئے، اس لئے کہ وہ گھاس جب تک ہری رہتی ہے، اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے، جس سے مردوں کو راحت ملتی ہے، نیز خودرو گھاس مباح الاصل ہوتی ہے، یعنی کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس لئے ہرے گھاس کو نیلام کرنے کو درمختار میں حرام بتایا گیا ہے۔ (جلد:۵)۔

اس لئے سوال میں مذکورہ صورت جو بہت سالوں سے جاری ہے ناجائز اور حرام ہے، اسے جلد از جلد بند کر دینا چاہئے، اور اس کی جگہ دوسری کوئی جائز صورت اپنانی چاہئے، مثلاً: اس گھاس کے خشک ہو جانے کے بعد متولی یا اور کوئی ذمہ دار مزدوری دے کر کٹوا لے اور اپنے قبضہ میں لے لے پھر اسے فروخت کر دے اور پھر اس رقم میں سے اپنی مزدوری منہا کر کے باقی رقم قبرستان میں جمع کرا دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۵۵﴾ قبرستان میں دفن کے لئے فیس لینا

سوال: ہمارے قبرستان میں باہر کے لوگوں کو یعنی اس محلہ کے علاوہ کے لوگوں کو بھی دفن

کرنے دیا جاتا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسے باہر سے آنے والوں کے پاس کچھ فیس لے لینی چاہئے، الحمد للہ ہمارے محلہ کی آمدنی اچھی ہے، ہمیں روپیوں کی ضرورت نہیں پڑتی، اب تک میت کے دفن کے لئے ہم روپے نہیں لیتے تھے، اب آپ تفصیل بتادیں کہ روپے لینے مناسب ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہاں عامۃً قبرستان کی زمین وقف ہوتی ہے، اور وقف زمین کسی خاص طبقہ کے لوگوں کے لئے وقف نہیں ہوتی بلکہ ہر مسلمان کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہوتا ہے، اس لئے مسلمانوں سے وہاں تدفین کے لئے فیس لینا جائز نہیں ہے۔(امداد الفتاوی:۲/ ۵۰۱)

﴿۱۱۵۶﴾ قبرستان کے کمپاؤنڈ کی دیوار بنانے کے لئے سود اور زکوۃ کے رقم استعمال کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک کھلا قبرستان ہے، اس کے چاروں طرف پانی کی نہر ہے، اس کا پانی قبرستان میں آتا رہتا ہے، جس سے قبرستان ڈھل جاتا ہے، اور قبریں کھل جاتی ہیں، اس لئے ہم نے قبرستان کے چاروں طرف دیوار کا کمپاؤنڈ کرنے کا ارادہ کیا ہے، جس میں ایک لاکھ چار ہزار روپیوں کا خرچ ہوگا، اتنی رقم نکالنے کی گاؤں والوں کی وسعت نہیں ہے، تو اس کام کے لئے للہ رقم کے علاوہ سود اور زکوۃ کے پیسے بھی استعمال کئے جائیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قبرستان کے چاروں طرف دیوار بنانے کے لئے للہ رقم ہی خرچ کرنی چاہئے، زکوۃ یا سود کی رقم مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، اس لئے ایسی رقم بغیر تملیک کے ان کاموں میں خرچ نہیں کی جاسکتی۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۵۷﴾ عام مسلمانوں کے لئے وقف قبرستان پر کسی خاص قوم کا ناجائز قبضہ کرنا اور اس میں مسجد اور دکانیں بنانا

سوال: ہمارے قصبہ میں سپاہی، سید، شیخ، سندھی، سیدی، میر، فقیر، پٹھان، قاضی اور گھانچی سب سنی مسلمانوں کا ایک عام قبرستان ہے، جو خستہ حالت میں ہے، جس میں بارہ قوم کے لوگ دفن ہوتے ہیں، اور ان بارہ قوم کے لوگوں کو دفن کرنے کے لئے قصبہ میں دوسرا کوئی قبرستان نہیں ہے، ایسا عام قبرستان جو سرکاری دفتر میں عیدگاہ قبرستان کے نام سے درج ہے، اور خاص مقصد کے لئے وقف کا ذکر ہے، اور ظاہری بات ہے کہ قبرستان کا مقصد صرف مردوں کو دفن کرنا ہی ہے۔

ایسے قبرستان کی اپنی مرضی سے دیکھ بھال کرنے کے لئے ایک جماعت (گھانچی) نے قبرستان پر قبضہ کرنے کے غلط ارادہ سے ۱۹۶۵ میں حرکت کی تھی، چیریٹی کمشنر کی کچہری میں قبرستان اپنی قوم کے نام رجسٹر کرانے کی کوشش کی تھی، لیکن سب جماعت نے اس کے خلاف آواز اٹھائی، رجسٹرار صاحب کو درخواست دی، جس کی وجہ سے وہ قبرستان گھانچی جماعت کے نام رجسٹر نہ ہوسکا۔

آج سولہ سال کے بعد دوبارہ اسی گھانچی جماعت کے کچھ لوگوں نے اپنی زور وزبردستی سے قبرستان کے کچھ حصوں کی قبریں اکھاڑ کر اپنی قوم کی مسجد بنانے کی کوشش کی، (اپنی قوم کی مسجد لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم گھانچی کے علاوہ کسی اور سے چندہ نہیں لیا تھا) جہاں تک مسجد کا سوال ہے تو اس بارے میں لوگ خاموش رہے، لیکن اس خاموشی کو انہوں نے اپنی فتح سمجھ کر مسجد کی آڑ میں دکانیں بھی بنانے لگے، جس کی وجہ سے حقدار جماعتوں کو ان کے خلاف کورٹ میں مقدمہ داخل کرنے کی نوبت آئی۔

اور کمزور جماعتوں کو دبا کر کھلے عام داداگیری بتا کر از خود قبرستان میں بغیر اجازت داخل نہ ہونے کے بورڈ لگا دئے، اور دروازے بند کر دئے، اتنا ہی نہیں بلکہ ایک معصوم بچہ کو دفن کرنے گئی جماعت کو وہاں سے نکال دیا، جس کی وجہ سے اسے ایک ویران جگہ پر دفن کرنا پڑا، پھر سب جماعتوں نے قبرستان کھلوانے کیلئے کورٹ میں دوسرا مقدمہ داخل کیا، جس کی وجہ سے مقدمہ چلنے کی مدت تک کسی بھی شخص کو دفن سے نہ روکنے کا فرمان کورٹ نے دے دیا، لیکن کورٹ کے فرمان کی بھی پرواہ کئے بغیر ایک مسلمان عورت کی تدفین میں رخنہ ڈالا، جسے پولس کی حاضری میں پولیس کی مدد سے دفن کیا گیا۔

ڈسٹرکٹ کورٹ میں جو کیس چل رہا ہے، اس میں گھانچی جماعت کے وکیل نے اتنے اچھے انداز میں دلائل پیش کئے اور کورٹ کو غلط فہمی میں ڈالا کہ ہمارے اصیل اس میں دراصل مسجد بنانا چاہتے ہیں، جو مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے، اور دکانیں تو مسجد کے اخراجات نکالنے کے لئے ہیں، اور مسجد مؤمن کی عبادت گاہ ہے، جسے پورا کرنے کی اجازت کورٹ کو دینی پڑے گی۔ مذہبی امور کی ایسی دلیل سے کورٹ نے تعمیر ختم کرنے کی کچھ شرائط کے ساتھ اجازت دیدی، تو ان لوگوں نے اور جوش میں آ کر عمارت اور مسجد کا کام ختم کرنے کے لئے ہزاروں روپئے کی پگھڑی لی اور غیر قوموں کو وہ دکانیں پگھڑی پر دی، جس سے غیر قوم کا دکانوں کے ذریعہ دخل اندازی کا اندیشہ اور بڑھ گیا، اور زندگی بھر کا جھگڑا فساد کرانے کی چال شروع ہو گئی، جس کی وجہ سے آپس میں صلح ومشورہ کر کے احمد آباد ہائی کورٹ میں مقدمہ داخل کر دیا۔

اور اللہ کے فضل وکرم سے ہائی کورٹ نے کام روکنے کا آرڈر دے دیا ہے، اور مقدمہ کا فیصلہ ہماری طرف میں آ دے تو ہمیشہ کیلئے ان کا کام رک جائے گا۔ اب ہمیں شرعی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم پرسنل لاء کے مطابق مقدمہ کو چلانا ضروری ہو گیا ہے، اس لئے

ڈسٹرکٹ کورٹ صرف مسجد بنانے کی وجہ سے اجازت دے بیٹھی ہے، تو ہمیں کورٹ میں یہ ثابت کر دینا ہے کہ اس طرح قبرستان کی قبروں کو اکھاڑ کر حقداروں کا حق مار کر وقف زمین پر جو قبرستان کے لئے وقف ہے اور جہاں مردے دفن ہو رہے ہیں اس پر دکانیں اور مسجد بنانا اور ایسی بنی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا اور نماز کا قبول ہونا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

قبرستان کی قبروں کے ساتھ من چاہا برتاؤ کر کے صرف ایک قوم کے ذاتی فائدہ کے لئے قبرستان پر بنائی گئی عمارتوں اور مسجدوں کو اسلامی شریعت جائز قرار دیتی ہے؟

سرکار نے بنجر زمین کو عام قوم کی تدفین کے لئے دیا ہے، اور سالہا سال سے جماعت کے لوگ اس میں دفن ہو رہے ہیں، ایسی تمام قوموں کے حصوں والی زمین کے حقدار جب تک پوری اجازت نہ دیں وہاں تک اس میں بنی ہوئی مسجد میں نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... صورت مسئولہ میں مذکورہ زمین ایک طویل عرصے سے اسلامی طریقہ کے مطابق مسلمان مردوں کے دفن کرنے کے لئے مستعمل ہے، اور سرکاری دفاتر میں بھی عیدگاہ، قبرستان کے نام سے رجسٹرڈ ہے، کسی خاص شخص کے نام پر نہیں ہے، اس لئے وہ جگہ شروع سے تمام مسلمانوں کی میت کی تدفین کے لئے ہی وقف ہوگی۔ اب کوئی قوم یا جماعت اپنے قبیلہ کے لئے اسے خاص کرلے اور دوسروں کو محروم رکھے تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے، خود واقف بھی ایک مرتبہ وقف کر لینے کے بعد اس میں کچھ تبدیلی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، تو دوسرے اور بعد کے لوگ اس میں کس طرح تحریف کر سکتے ہیں؟

اور جو وقف اس کے مقصد کے مطابق استعمال میں ہو، اسے دوسرے کسی کام میں جو اس کے مقصد کے خلاف ہو استعمال میں لینا جائز نہیں ہے، لہذا قبرستان کی زمین میں صورت مسئولہ میں مسجد بنانا جائز نہیں ہے، اور بنانے کی اجازت دینا بھی جائز نہیں ہے، لہذا

مذکورہ مسجد شرعی مسجد نہیں کہلائے گی، اور اس میں نماز پڑھنے سے نماز ادا تو ہو جائے گی لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ ''جو زمین کہ قبرستان کے لئے واقف نے وقف کی ہو اس کو دفن کے کام میں ہی لینا چاہئے، اس پر نماز پڑھ لینا تو جائز ہے مگر مسجد بنانا جائز نہیں ہے، جو مسجد بنائی تو اس میں نماز تو ہو جاتی ہے مگر اس میں مسجد کا ثواب نہیں ملتا، کیوں کہ وہ باقاعدہ شرعی مسجد نہیں ہوئی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۹/۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ زمین عام مسلمان میت کی تدفین کے لئے ہے، اس میں ہر قوم، قبیلہ، خاندان کے مسلمانوں کو دفن کرنے کا حق ہے، صرف ایک خاندان یا قوم کے لئے اسے خاص کر لینا درست نہیں ہے، جیسا کہ فقہ کی تمام مطول کتابوں میں ایسا ہی لکھا گیا ہے۔

﴿۱۱۵۸﴾ قبرستان کی ہری گھاس کاٹنا اور بیچنا

سوال: ہمارے گاؤں میں آج سے دو تین سال قبل قبرستان کی ہری گھانس کی نیلامی کی جاتی تھی، لیکن مسئلہ کے اعتبار سے ہری گھانس کاٹنے کی ممانعت ہے، مردوں کو اسکی تسبیح سے فائدہ پہنچتا ہے، اس لئے اسے کاٹنا بند کر دیا، لیکن نہ کاٹنے کی وجہ سے گھانس بہت بڑی ہو جاتی ہے، اور گر کر خراب ہو جاتی ہے، اور گھانس کے بڑے ہونے کی وجہ سے قبرستان ایصال ثواب کے لئے آنے جانے والوں کو تکلیف پڑتی ہے، اور کسی جانور وغیرہ کے ہونے کا ڈر لگتا ہے، اور قبرستان کے ارد گرد کافروں کی بڑی آبادی ہے، جو قبرستان کے گھانس کے اندر گو کے ڈبے اور شراب کی بوتلیں وغیرہ چھپاتے ہیں، اور جب گھانس خشک ہو جاتی ہے، تو اسے کوئی لینے تیار نہیں ہوتا۔ اور ہری گھانس سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ

قبرستان کے کمپاؤنڈ کی دیوار اور مرمت کام میں صرف کی جاتی ہے، یہ فائدہ بھی نہیں ہوتا، اور قبرستان کی حفاظت نہیں رہتی، ان حالات کے پیش نظر بارش کے موسم میں ہری گھانس کی نیلامی کرنا کیسا ہے؟ اور ہری گھانس کاٹ لی جائے تو قبرستان صاف رہے گا، اور رہی بات مردوں کے فائدہ کی، تو گھانس جڑ سے نہیں کاٹی جاتی، اس لئے دو تین دن میں دوبارہ گھانس اگ جاتی ہے، اس لئے مردوں کو گھانس کی تسبیح سے فائدہ تو ہوتا ہی ہے، اس لئے اس تفصیل کی روشنی میں آپ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں ہری گھانس نہ کاٹنے کی وجہ سے جو مشکلات ذکر کی ہیں اسے دیکھتے ہوئے کاٹنے کی گنجائش تو معلوم ہوتی ہے، لیکن گھانس (جو بارش کے پانی سے خود اگے) مباح الاصل ہے، یعنی وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، کوئی بھی شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اسلئے کاٹنے سے پہلے اسے بیچنا یا نیلامی کرنا جائز نہیں ہے، اور اس طرح کی بیع سے حاصل ہونے والی رقم حلال نہیں ہوتی۔ اس لئے متولی کسی کے پاس کٹوا کر اپنے قبضہ میں لے کر اس گھانس کی نیلامی کر کے بیچ دے تو یہ جائز ہے، اور اس سے ملنے والی رقم بھی حلال کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۵۹﴾ قبرستان کے گھانس کی نیلامی سے حاصل ہونے والی رقم سے امام اور مؤذن کی تنخواہ دینا

سوال: ایک گاؤں میں ہر سال قبرستان کی گھاس کو نیلام ہوتا ہے، اور اس سے جو رقم آتی ہے، وہ امام صاحب اور مؤذن صاحب کی تنخواہ میں دی جاتی ہے، تو اس بارے میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قبرستان کی گھاس کاٹنے سے پہلے اس کو نیلام کرنا اور اسے بیچنا جائز نہیں ہے، وہ گھاس کچھ مزدوروں کے پاس کٹوا کر مزدوروں کو مزدوری دے کر گھاس کو اپنے قبضہ میں لے لیا جائے، پھر اس کو نیلام کر کے اسے فروخت کیا جائے تو یہ جائز ہے، قبروں پر سے ہری گھاس نہیں کاٹنی چاہئے، قبروں کے علاوہ کی گھاس اوپر کے طریقہ کے مطابق کٹوا کر قبضہ کر کے فروخت کی جا سکتی ہے، اور وہ گھاس کے روپئے قبرستان کے کام میں ہی استعمال کرنے چاہئے، البتہ اگر اس وقف میں یہ لکھا ہو کہ اس کے روپئے دوسرے کسی دینی کام میں بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں تو اس سے مدرس، مؤذن کی تنخواہ بھی دی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۶۰﴾ قبرستان کی زمین کو تدفین کے علاوہ کسی اور کام میں لینا

سوال: ہمارے گاؤں کی سرکاری بنجر زمین ہے، جو سالوں سے قبرستان کے لئے دی ہوئی ہے، جس کے پونے حصے میں میت کو دفنایا گیا ہے، تو اس زمین کے خالی حصہ میں سے راستہ کے لئے جگہ دی جا سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ زمین حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے مردوں کی تدفین کے لئے موصولہ زمین ہے، اور سالوں سے آج تک برابر مردوں کی تدفین ہو رہی ہے، تو یہ زمین قبرستان کے طور پر وقف کہلائے گی، اب اس زمین کو مردوں کی تدفین کے علاوہ کسی اور کام میں لینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ)۔

اس لئے متولی یا جماعت کے لئے مذکورہ مقصد کے علاوہ کسی اور کام میں لینے کی اجازت دینا بھی جائز نہیں ہے، لیکن اگر ظلماً راستہ کے لئے جگہ لے لی جائے تو وہ جگہ جہاں مردے دفن نہیں ہیں راستہ کے لئے دے دینی چاہئے، اور اس صورت میں متولی یا جماعت

گنہگار نہیں کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۶۱﴾ قبرستان کے درخت کب کاٹے جاسکتے ہیں؟

سوال: ہمارے یہاں دوسری قوم کے لوگ شراب، تاڑی وغیرہ قبرستان کی جھاڑیوں میں چھپاتے ہیں، اور وہاں صبح قضائے حاجت کے لئے بھی آتے ہیں، اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ غلط کام کے لئے غیر قوم کے لوگ پرائی عورت کو لے کر وہاں آئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قبرستان کی جھاڑیوں میں انہیں تنہائی ملتی ہے اور آڑ ہو جاتی ہے۔ تو ان حالات میں قبرستان کے وہ درخت کاٹ ڈالنا کیسا ہے تاکہ مذکورہ گناہوں کو روکا جاسکے، اور قبرستان کی آڑ نہ ملے، کیا اس سبب سے درختوں کو کاٹا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس طرح قبرستان وقف ہے اسی طرح اس میں اُگے ہوئے درخت بھی وقف ہیں، متولی اور ٹرسٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ وقف کی دیکھ بھال رکھیں، اس کی حفاظت اور اس سے زیادہ فائدہ ہو ایسا کام کریں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں قبرستان کی بے حرمتی روکنے کے لئے ایسے درخت، جھاڑی وغیرہ کا کاٹنا درست ہے، لیکن اس سے حاصل ہونے والی رقم قبرستان کے کاموں میں ہی خرچ کرنا ضروری ہے۔ (عالمگیری: ۲/۱۴۰)

نوٹ: پھل دار درخت ہوں تو اگر جھکی ہوئی شاخوں کو کاٹ دینے سے کام چل جاتا ہو تو جڑ سے نہ کاٹا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۶۲﴾ روپئے لے کر قبرستان میں پکی قبر بنانے دینا

سوال: بعد سلام مسنون، ہمارے گاؤں کی جماعت نے یہ طے کیا کہ اگر کوئی جماعتی بھائی

قبرستان میں پکی قبر بنانا چاہتا ہے تو وہ بھائی ایک ہزار روپے جمع کروا کر پکی قبر بنا سکتا ہے، ۱......قبرستان میں پکی قبر بنا سکتے ہیں؟ اور ایک ہزار روپے آویں تو اسکو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ٹرسٹی اور کمیٹی اسے بنانے کی منظوری دیں تو وہ گنہگار ہونگے یا نہیں؟ ۲...... پکی قبر بنانے کے لئے ایک ہزار روپے لینا جائز ہے؟ ۳......اس طرح کی جو رقم جمع ہو اس سے نیا قبرستان خرید سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پکی قبر بنانا ناجائز ہے، اور وقف قبرستان میں پکی قبر بنانا اس جگہ کو اپنے لئے روک لینے کے مترادف ہے، اس لئے پکی قبر نہیں بنانا چاہئے۔

جماعت کا قاعدہ ایک ہزار روپے لینے کا بھی مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ وقف زمین بیچی نہیں جا سکتی، اور مالی تاوان جائز نہیں ہے، اس لئے پکی قبر نہ بنانے کا اجتماعی قرار کر کے اس پر پابندی سے عمل کیا جائے، اور جو اعتراض کرے یا مخالفت کرے اس کی قبر کو توڑ کر دوبارہ کچی بنادی جائے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۱۶۳﴾ جنازہ کی جگہ کے لئے قبرستان کے روپے استعمال کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ قبرستان کے پاس ہے، اور وہ کھلی جگہ ہے، ہم اس جگہ پر چھپر وغیرہ بنا کر اس جگہ کو محیط کر لینا چاہتے ہیں، تو قبرستان کے روپے اس کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ جبکہ قبرستان کے پاس ہی ہے، اور جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے انتظام کرنا قبرستان کے مقاصد میں سے ہی ہے، اس لئے ان روپیوں سے کمپاؤنڈ بنانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الجنائز

﴿۱۱۶۴﴾ کلمہ والی موت نصیب ہونا

سوال: دنیا میں گمراہی والی زندگی بسر کی، اور آخری وقت میں کلمہ نصیب ہو جاوے تو کیا وہ شخص جنتی ہو گیا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دنیا میں گمراہی والی زندگی بسر کی، لیکن مرتے وقت کلمہ اور اس کے یقین کے ساتھ موت آئی تو اپنے اخیر میں بھی اسے جنت نصیب ہوگی، کافر و مشرک کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، اس کی بخشش ہو جائے گی، یا اپنے اعمال کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

﴿۱۱۶۵﴾ سکرات کا وقت نہ ہو تو کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: بہت سی مرتبہ سکرات کا وقت بالکل نہیں ہوتا، تو ایسے وقت کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر سکرات کا وقت نہ ہو تو نیچے بتائی گئی دعا پڑھنا بہتر ہے: استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم و اتوب الیه۔ تاکہ توحید کا اقرار بھی ہو جائے، اور توبہ بھی ہو جائے، اور اس شخص اور اس کے اقرباء کو تکلیف اور افسوس بھی نہ ہو۔ (شامی: ۵۷۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۶۶﴾ سکرات کی علامات

سوال: ایک مسلمان کی روح قبض کی جارہی ہے، ایسا کس طرح معلوم ہوسکتا ہے؟ روح کے قبض ہونے کی کیا کیا علامتیں ہیں؟ اگر یہ بات معلوم ہو جائے تو کلمہ شہادت کی تلقین

میں آسانی ہوسکتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... روح قبض ہورہی ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں پیر ڈھیلے ہوجاتے ہیں، کہ وہ سیدھا کھڑا نہیں رہ سکتا، ناک کا سرا تھوڑا ٹیڑھا ہوجاتا ہے، گردن جھک جاتی ہے، سانس اکھڑ جاتی ہے، جب یہ علامتیں ظاہر ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس شخص کی روح نکل رہی ہے۔ (بحر:۱۷۱)

﴿۱۱۶۷﴾ سکرات کے وقت کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: جب کسی مسلمان شخص کے انتقال کا وقت قریب ہو، اور وہ سکرات کی حالت میں ہو تو اس کے پاس کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ابوداؤد شریف میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ نیز مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جب کسی مسلمان شخص کی موت کا وقت قریب آجائے تو اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو (مشکوۃ:۱۴۰)

اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ: جب کسی شخص پر نزع طاری ہو، مثلاً: اس کے پیر ڈھیلے ہوجائیں، ناک کی ڈنڈی ٹیڑھی ہوجائے، اخیری سانسیں چلنے لگے، تو اسے سیدھا یا دائیں کروٹ پر سلادیں، اور حاضرین اس کے پاس اول کلمہ پڑھیں تاکہ وہ بھی اسے سن کر پڑھ لے، اور اس کا اخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو۔ نیز اس وقت سورۂ یٰسٓ اور سورۂ رعد پڑھنا بھی مستحب ہے۔ (درمختار، شامی:۱/۵۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۶۸﴾ میت کی تدفین کے بعد سرہانے الٓمٓ سے مفلحون اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں جہراً پڑھی جائیں یا سراً؟

سوال: فتاویٰ دار العلوم جلد: ۴۰۵/۵ پر سوال ہے، سوال (۳۰۶۷): بعد تدفین میت قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ پڑھنا جو مسنون ہے، جہراً پڑھا جائے یا بلا جہر؟ جواب: بلا جہر پڑھا جائے۔ اسی طرح فتاویٰ محمودیہ جدید: ۱۰۷/۹ پر سوال ہے، سوال (۴۲۳۵): بعد تدفین میت قبر کے سرہانے الٓمٓ تا مفلحون اور پاؤں کی طرف آمن الرسول جہراً آواز سے پڑھا جائے یا خفیہ آواز سے؟ جواب: خفیہ آواز سے۔

فتاویٰ رحیمیہ میں بھی لکھا ہوا ہے: بعد تدفین میت سورۂ بقرہ اول، اخیر آہستہ پڑھا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۹۸/۳) اور امداد الفتاویٰ زکریا: ۷۲۵/۱ میں بھی حضرت مفتی سعید صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ بعد تدفین میت بلا جہر پڑھا جائے، اور دیو بند، سہارنپور، شاہی مرادآباد کے فتاویٰ میں بھی لکھا ہے کہ بعد تدفین میت سراً پڑھا جائے۔ اور علمائے دیوبند، ہردوئی سہارنپور، ذر پالنپور بھی سراً ہی پڑھتے ہیں اور حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے فرمایا: کہ دفن کے بعد سراً پڑھا جائے اور اکابر کا عمل بھی سراً پڑھنے ہی کا ہے، کیا تدفین کے بعد کسی مسائل کی کتاب میں اول اخیر سورۂ بقرہ جہراً پڑھنا لکھا ہے؟

نوٹ: اس بات کا خاص خیال رہے کہ سوال تدفین کے بعد پڑھی جانے والی سورۂ بقرہ کے اول اخیر کی آیتوں کے بارے میں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کی تدفین کے بعد میت کے سرہانے "الٓمٓ" سے

"مفلحون" تک اور پیروں کی جانب سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، (مشکوۃ شریف: ۱۴۹)

اور ہمارے اکابر مفتیان کرام نے فتاوٰی میں صاف لکھا ہے کہ اسے سرّاً پڑھا جائے، حوالہ کے لئے دیکھیں: فتاوٰی دار العلوم جدید: ۵/۴۰۵، فتاویٰ محمودیہ جدید: ۹/۱۰۷، فتاویٰ رحیمیہ قدیم: ۳/۹۸۔

کتبہ: مفتی آدم صاحب بھلونی (مدرسہ نذیریہ، کاکوسی)

حضرت مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ اس جواب کی تصدیق فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ جواب صحیح ہے، البتہ اس کے ساتھ یہ تفصیل بھی ذہن نشین رہے کہ میت کی تدفین کے بعد میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں اور پاؤں کی طرف آمن الرسول سے اخیر تک کی آیتیں پڑھنا مستحب ہے، حدیث شریف اور صحابۂ کرام کے عمل سے یہ ثابت ہے لہذا یہ آیتیں یا اس کے علاوہ دوسری آیتیں یا سورتوں کی تلاوت کرنا یا تسبیحات وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

فقہ کی یا حدیث کی کتابوں میں جہراً پڑھا جائے یا سرّاً پڑھا جائے، اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے، اس لئے ضرورت کے مطابق دونوں طریقوں میں سے جس پر بھی عمل کیا جائے جائز کہلائے گا۔ کسی ایک طریقہ پر اصرار کرنا یا کرانا اور دوسرا طریقہ جس سے فقہاء نے منع نہیں کیا اسے ممنوع سمجھنا اور فتنہ کے درجہ تک پہنچانا تشدد اور زیادتی ہے، جو ناجائز اور ناپسندیدہ ہے، آپ نے جن اکابرین مفتی صاحبان کے فتاویٰ کا ذکر کیا ہے اس میں سراً پڑھنے کے

لئے بتایا گیا ہے، لیکن اسے لازم یا واجب نہیں کہا گیا ہے، ایک طریقہ کو لازم یا ضروری اور دوسرے کو ناجائز یا مکروہ وغیرہ نہیں لکھا ہے، دونوں طریقوں پر ضرورت کے مطابق عمل کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۶۹﴾ دو پیروں کے بیچ کی مٹی ڈالنا منع ہے؟

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! ایک سوال کا جواب دے کر ممنون فرمائیں۔
میت کی قبر کھودتے وقت قبر کی مٹی دو پیروں کے بیچ سے کھودی جاتی ہے، لیکن میت کو دفن کرتے وقت دونوں پیروں کے بیچ کی مٹی ڈالنے سے بدعتی فرقہ منع کرتا ہے۔ تو اس مسئلہ کی کیا حقیقت ہے؟ فی الحال بہت سے گاؤں میں جہاں جماعتی ماحول ہے وہاں بھی یہ حرکت دیکھنے میں آئی ہے، بدعتی حضرات ایسی حرکت کرنے پر مجبور کرتے ہیں، تو آنجناب شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: میت کی قبر کھودتے وقت دو پیروں کے بیچ سے کھودنا اور دفن کرتے وقت تین لپ بھر کر مٹی سر کی طرف سے یہ کہتے ہوئے ڈالیں: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ، دوسری مرتبہ میں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ، اور تیسری مرتبہ میں وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى۔ یہ عمل سنت کے مطابق ہے۔ اور حدیث وفقہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ (شامی: ۱۴۳/۳)
اور دفن کرتے وقت کون کونسی باتیں مکروہ ہیں وہ سب فقہاء نے قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر مفصل بیان کر دی ہیں، اور ان میں دو پیروں کے بیچ کی مٹی ڈالنے کا مکروہ ہونا کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ نیز معاشرتی معاملات میں بھی اسے غلط نہیں سمجھا جاتا، لہذا اس طریقہ کو مکروہ سمجھنا یا اس کے لئے کسی کو مجبور کرنا شریعت میں اپنی طرف سے زیادتی ہے، جو منع ہے، اس

لئے ایسے غلط عقائد پیدا کرنے سے بچنا چاہئے۔

﴿۱۱۷۰﴾ میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر قبلہ رخ ہو کر اذان دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ میت دفن کرنے کے بعد قبرستان میں قبر کے پاس قبلہ رخ کھڑے ہو کر کچھ لوگ اذان دیتے ہیں، اور کچھ لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں، تو کیا قبر کے پاس قبلہ رخ کھڑے ہو کر اذان دینا درست ہے؟

حضور ﷺ کے زمانہ میں کسی بھی صحابی کے انتقال کے بعد قبرستان میں حضور ﷺ نے یا پھر کسی بھی صحابی نے اذان کہی تھی؟ حضور ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں کسی نے کسی کے انتقال کے بعد قبرستان میں میت دفن کرنے کے بعد کسی نے اذان کہی تھی؟ تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں کسی بھی میت کو دفن کرنے کے بعد کسی نے اذان کہی تھی؟ اولیاء کرام کے زمانہ میں کسی بھی میت کو دفن کرنے کے بعد کسی نے اذان کہی تھی؟ اگر اذان دینا چاہیں تو کون سے وقت کی اذان دینا چاہئے؟ فجر کی یا کسی اور وقت کی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ تشریف لائے، اور اذان کی ابتداء ہوئی، تو حضور ﷺ نے اذان کے مواقع ومحل حدیث شریف میں بتادئے، جن کو مدار بنا کر فقہاء نے اذان کے مواقع تفصیل سے بیان کئے ہیں، لیکن کسی بھی حدیث یا فقہ کی معتبر کتاب میں میت کی تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا سنت یا مستحب ہونا بیان نہیں کیا گیا، نیز کسی بھی صحابی یا تابعی سے بھی یہ عمل ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کسی میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر اذان دی ہو، اس لئے یہ طریقہ

مسنون نہیں ہے، اس لئے کسی جگہ یہ عمل مروج ہو تو اسے بند کر دینا چاہئے۔

فتاویٰ کی مشہور کتاب شامی: ۳۰/۱۴۱ پر لکھا ہے کہ میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے، نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔

شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میت کو دفن کرتے وقت قبر پر اذان دینا سنت نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۱۲۷، فتاویٰ محمودیہ)۔

لہٰذا ذمہ دار متولیان پر لازم ہے کہ سنت طریقہ پر عمل کریں اور کرائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۱﴾ قبرستان میں دعا مانگتے وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے یا نہیں؟

سوال: قبرستان میں میت پر فاتحہ پڑھنے کے بعد دعا مانگتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی چاہئے یا بغیر ہاتھ اٹھائے مانگنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبرستان میں ایصال ثواب کرتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور قبر کی طرف پشت رکھ کر ہاتھ اٹھائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۲﴾ قبرستان میں بیت الخلاء اور غسل خانہ بنا سکتے ہیں؟ پرانی قبروں کو ہموار کر سکتے ہیں؟

سوال: بعد سلام عرض یہ ہے کہ

(۱) ہمارے یہاں (تانپورا مارکیٹ) پر ایک غیر موقوفہ قبرستان ہے، جو چند سال سے خستہ حالت پر تھا، ابھی زیر تعمیر ہے، کافی حد تک کام ہو گیا ہے، اور عنقریب رجسٹر ہو جائے گا، اب سوال یہ ہے کہ قبرستان کے دروازہ کے قریب قبرستان کی نگرانی کے لئے ایک کمرہ پہلے

سے تھا جو بہت خراب تھا اسے واپس بنایا گیا تو اب اس کمرہ میں بیت الخلاء اور غسل خانہ بنا سکتے ہیں؟

(۲) اسی طرح جو قبر پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہو، اس کو زمین کے برابر ہموار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تا کہ قبروں کو ایک لائن (سیدھ، ایک خط) میں کھودنا آسان ہو جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:...... (۱) قبرستان ہمیشہ ہر جگہ ہمارے یہاں وقف ہی ہوتا ہے، قبرستان کی حفاظت اور نگرانی کے لئے ایک پرانہ کمرہ تھا، اب اس کمرہ کو نئے سرے سے درست اور تعمیر کیا جارہا ہے، تو اس میں بیت الخلاء اور غسل خانہ بنا سکتے ہیں۔

(۲) قبرستان میں میت کے تدفین کے بعد اتنا عرصہ ہوگیا ہو کہ جس سے نعش گل کر مٹی ہوگئی ہو تو اس صورت میں اس جگہ کو ہموار کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۴﴾ قبروں پر نام کی تختیاں لگانا

سوال: قبرستان میں قبروں پر جو نام کی تختیاں لگائی جاتی ہیں، وہ ان کے رشتہ داروں کو پوچھے بغیر وہ تختیاں قبروں پر سے نکال کر دور کر سکتے ہیں؟ اس میں گناہ تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبر سادی اور سنت طریقہ کے مطابق ہونی چاہئے، اس پر تعمیر کرنا یا اسے پکی بنانا ناجائز اور منع ہے، صرف علامت کے لئے اور دوسری قبروں سے ممتاز کرنے کے لئے سرہانے پتھر رکھنا یا مرنے والے کے نام کی تختی لگانے کی گنجائش ہے۔

اب مرحومین کے ورثاء کی طرف سے یا دوسرے لوگوں کی طرف سے پتھر کی تختی وغیرہ لگائی گئی ہو، تو ان چیزوں پر لگانے والے کی ملکیت باقی رہتی ہے، اس لئے ان کو توڑنا یا توڑ کر

دوسرے کام میں لینا جائز نہیں ہے، نیز ان تختیوں کے توڑنے میں فتنہ وفساد کا بھی خوف ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے، اگر مرحومین کے ورثاء قبرستان میں ناجائز یا خلاف شرع کام کرتے ہوں تو جائز اور صحیح تعلیم جو قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہے وہ انہیں نرمی سے سمجھانی چاہئے۔

و اما البناء علیه فلم ار من اختار جوازه...... وعن ابی حنیفة یکره ان یبنی علیه بناء من بیت او قبة او نحو ذلك لما روی عن جابر۔ (شامی: ۱۴۴/۳)۔لا باس بالکتابة ان احتیج الیها حتی لا یذهب الاثر و لا یمتهن (شامی: ۱۴۴/۳)۔لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملك الغیر بغیر اذنه۔ (قواعد الفقه: ۱۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۴﴾ سکرات کے وقت رونا کیسا ہے؟

سوال: کسی شخص پر نزع کی حالت طاری ہوتی ہے، تو اس کے متعلقین اس کی یہ حالت دیکھ نہیں پاتے اور گھر کے ایک کونہ میں بیٹھ کر روتے ہیں، تو مرنے والے سے دور بیٹھنا اور رونا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... سکرات کے وقت اس کے متعلقین اس کے قریب نہ بیٹھیں اور دور بیٹھیں اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور اپنے تعلق کی وجہ سے رونا آئے جس سے آنسو نکلیں تو یہ بھی منع نہیں ہے، بلکہ قریبی رشتہ دار کی موت کے رنج سے آنکھوں میں آنسو آجانا انسان کی طبیعت کا تقاضا ہے، اور یہ حدیث وسیرت سے ثابت بھی ہے۔

﴿۱۱۷۵﴾ جس پر نزع کی حالت طاری ہو اس کے پاس جنبی کا جانا

سوال: (۱) جس پر نزع طاری ہو اس کے پاس جنبی یا حائضہ، نفساء جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور

اس کی کیا وجہ ہے؟ (۲) جنبی اس حالت میں تیمم کر لے، تو چل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فتاوی قاضی خان اور عالمگیری میں لکھا ہے کہ سکرات کے وقت حیض، نفاس والی عورت وہاں موجود ہو تو بھی کچھ حرج نہیں ہے، (ص:۸۱) اور نور الایضاح میں لکھا ہے کہ: اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہے، کچھ فقہاء فرماتے ہیں: کہ حائضہ، نفساء اور جنبی کا وہاں سے ہٹ جانا بہتر ہے، اس لئے کہ ان کی ناپاکی کی وجہ سے کچھ فرشتے وہاں نہیں آتے۔

ان دونوں میں تطبیق کی یہ شکل ہے کہ اگر مرنے والے کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو، اور ان کی وہاں ضرورت ہو، یا اس شخص کے رہنے سے مرنے والے کو اس سے تسلی ہوتی ہو تو ان کا وہاں ٹھہرنا بھی جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو ان کا وہاں نہ ٹھہرنا ہی بہتر ہے۔ (شامی، مراقی الفلاح: ۳۴۰)

(۲) پانی موجود ہو اور جنبی غسل کرنے پر قادر ہو تو اس حالت میں جنبی پاک ہونے کے لئے تیمم کرے گا تو معتبر نہیں ہوگا، پانی سے غسل کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۶﴾ رمضان المبارک میں موت کی فضیلت

سوال: ماہ رمضان میں بدعتی، دیندار یا کوئی گنہگار شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے بھی مغفرت کا وعدہ ہے؟ عام طور پر رمضان میں مرنے والا بخشا جاتا ہے، یہ بات مشہور ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... جو شخص سچا مسلمان ہو، اس کے لئے یہ فضیلت ہے، چاہے وہ گنہگار ہو یا دیندار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۷﴾ مردہ عورت کی نعش ملے اور معلوم نہ ہو کہ مسلمان ہے یا کافر تو کیا کیا جائے؟ مسلمان ہونے کی علامتیں کیا ہیں؟

سوال: ایک عورت کی نعش جنگل میں سے ملی، اس پر کوئی نشانی نہیں ہے، جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم، اور کپڑے بھی نہیں ہیں۔

مسلمان کہتے ہیں: کہ یہ مسلمان عورت ہے، اس لئے ہم اسے دفن کریں گے، اور ہندو کہتے ہیں کہ یہ ہندو عورت ہے، اس لئے ہم اسے جلائیں گے، دونوں کے یہ دعوے ہیں، اگر کسی ایک فرقہ کی بات مانتے ہیں تو لڑائی کا امکان ہے، تو اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟

اور مرد یا عورت مسلمان ہے یا نہیں اس کے پہچاننے کی کیا کیا علامتیں ہیں؟ تفصیل سے بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اول تو گذارش یہ ہے کہ یہ محض ایک فرضی سوال ہے، اور ایسے مسئلہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی ہے، اور واقعی میں یہ واقعہ نہیں بنا ہے تو پوچھنے سے فائدہ کیا؟ نیز اس نعش پر کوئی علامت نہیں ہے، تو مسلمان اسے مسلمان بتا کر اس کی تجہیز و تکفین پر اتنے آمادہ کیوں تھے؟ کہ لڑائی جھگڑے تک کے لئے تیار تھے، اس لئے سوال بے معنیٰ ہے۔

خیر! اس کے باوجود فقہاء ہر ممکن شکل کا جواب اپنی کتابوں میں بیان کرتے آئے ہیں، اس لئے اس شکل کا بھی فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں جواب لکھا ہے، مثلاً: بدائع اور درمختار اور شامی میں لکھا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ:

اگر کسی جگہ نعش ملے، اور معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا غیر مسلم کی؟ تو غالب گمان جس

بات کا ہو اس پر عمل کیا جائے گا، مثلاً: ختنہ، داڑھی، لباس، خضاب اور عورتوں میں مہندی وغیرہ وغیرہ، اور اگر اس پر غیر مسلم کی علامت ہو، مثلاً: سر پر ٹیکہ، سندور، منگل سترہ خاص مقام کے بالوں کو صاف نہ کرنا وغیرہ وغیرہ، تو اسے غیر مسلموں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ بعض فقہاء نے دار الاسلام اور دار الحرب کا فرق بھی بیان کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ نعش پر علامتیں دیکھ کر غالب گمان جس بات کا ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: شامی: ۵۷۷، بدائع: ۳۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۸﴾ بیوہ اپنے مرحوم شوہر کا منہ دیکھ سکتی ہے؟

سوال: ایک مسلمان بھائی کا انتقال ہو گیا، تو گاؤں کے با اختیار لوگوں نے مرنے والے کی عورت کو اسکے شوہر کا منہ نہیں دیکھنے دیا، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان مرد کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ اسکا منہ بلا کراہت دیکھ سکتی ہے، اس لئے جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں، انہوں نے صحیح نہیں کیا، مذکورہ عورت کا تعلق مرنے والے سے بالکلیہ ختم نہیں ہوا، اسی لئے اسے ابھی عدت وفات بھی گزارنی ہے، فقہاء کے قول کے مطابق اگر ضرورت ہو تو بیوہ اپنے شوہر کو غسل بھی دے سکتی ہے اور کفن بھی پہنا سکتی ہے۔ (شامی: ۱/۵۷۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۷۹﴾ تلقین کا کیا معنیٰ ہے؟

سوال: تلقین کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مقصد مرنے والے کو سنانا ہوتا ہے یا کوئی دوسرا مقصد ہے؟

2

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... مرنے والے کے قریب تین چیزیں پڑھنا وارد ہے۔
(۱) کلمہ (۲) یٰسٓ شریف (۳) سورۂ رعد۔
کلمہ اس لئے پڑھا جاتا ہے تا کہ مرنے والا سن کر پڑھ لے، تا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو، اور سورۂ یٰسٓ اور سورۂ رعد اس لئے پڑھی جاتی ہیں تا کہ روح آسانی سے نکل جائے، اس لئے کہ ان صورتوں میں مابعد الموت کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ (شامی: ۱:۵۷۱) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۸۰﴾ تلقین کب کی جائے؟ اور کب تک کی جائے؟

سوال: سکرات زیادہ ہوں تو تلقین کرنی چاہئے یا کم ہوں تو بھی تلقین کرنی چاہئے؟
الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب سکرات کا وقت شروع ہو جائے تب پڑھنا چاہئے، اور مرنے والا جب ایک مرتبہ پڑھ لے تو پھر بند کر دینا چاہئے، پھر اگر وہ کوئی دنیوی بات کرے تو پھر سے تلقین کرنا چاہئے، یہاں تک کہ وہ سن کر پڑھ لے۔ (شامی: ۱/ ۵۷۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۸۱﴾ تلقین کس جگہ بیٹھ کر کرے؟

سوال: سکرات کی حالت والے کے پاس کہاں بیٹھ کر تلقین کرنی چاہئے؟
الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس کے لئے کوئی خاص جگہ متعین نہیں، صرف اتنا خیال رکھیں کہ مرنے والا پڑھنے والے کو دیکھ کر یا سن کر کلمہ پڑھ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۸۲﴾ ایک شخص تلقین کراوے تو؟

سوال: مرنے والے کے پاس کھڑے ہوئے سب لوگ کلمہ پڑھتے ہیں، تو ایک آدمی کلمہ

پڑھ لے تو چلے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک شخص تلقین کرے یا موجود سب لوگ تلقین کریں دونوں طریقے درست ہیں، لیکن اتنا خیال رکھیں کہ مرنے والا سمجھ کر پڑھ لے۔ ہمارے یہاں جہالت کی وجہ سے اس طرح کلمہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں کہ کچھ سنائی نہیں دیتا، اور سمجھ میں نہیں آتا، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۸۳﴾ تلقین کے وقت اِنّی لفظ کا استعمال

سوال: جب کسی پر نزع طاری ہوتی ہے اسے تلقین کرتے وقت بعض لوگ لفظ اِنّــی بڑھا کر اِنّیْ اَشْھَدُ......... وَرَسُوْلُہٗ پڑھتے ہیں، تو اس طرح پڑھنا کیسا ہے؟ کیا تلقین کے وقت اسی طرح پڑھنا چاہئے؟ اِنّــــی پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ صحیح طریقہ کیا ہے؟ تلقین کا طریقہ کیا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بستر مرگ پر لیٹا ہوا شخص کلمہ پڑھ لے، اور اس کا آخری کلمہ لا الٰــہ الا اللّٰــہ ہو اس نیت سے مرنے والے کے پاس کلمہ پڑھا جاتا ہے، اس لئے لفظ اِنّــی بڑھا کر کلمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف اول کلمہ یا دوسرا کلمہ اتنی آواز سے پڑھنا چاہئے کہ مرنے والا اسے سن کر خود پڑھ لے۔ (ہدایہ، شامی)

﴿۱۱۸۴﴾ عورت کو تلقین کون کرے؟

سوال: عورت سکرات کی حالت میں ہو، تو اسے تلقین کون کرے؟ اس کے محرم مرد پڑھیں یا کوئی بھی پڑھ سکتا ہے؟ یا کسی عورت کو ہی پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس پر نزع طاری ہو، اس کے دوست، احباب، پڑوسی،

اقرباء وغیرہ کا تلقین کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ دوسروں کے بجائے انکا زیادہ حق ہے۔ (مراقی الفلاح:۳۳۹)۔

بستر مرگ پر شرعی احکام ختم نہیں ہو جاتے، اس لئے اس وقت بھی غیر محرم نہیں ہونے چاہئے، عورت کی تلقین محرم مرد یا عورتیں کریں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۸۵﴾ نامحرم کب تلقین کرسکتا ہے؟

سوال: بیمار عورت ہسپتال میں ہو، اور اتفاق سے وہاں اس کے محرم مرد موجود نہ ہوں، اور کوئی پرایہ مرد وہاں حاضر ہو، اور وہ سکرات کی حالت میں آجائے تو یہ پرایہ مرد اسے کلمہ تلقین کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کی تلقین محرم مرد ہی کرے، اور وہ نہ ہو تو دوسری مسلم عورت یہ خدمت ادا کرے، اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوسکیں اور یقین ہو کہ تلقین نہ کی جائے گی تو کلمہ پڑھے بغیر انتقال ہو جائے گا تو مجبوراً دوسرا مرد پردہ کی رعایت کر کے پردہ کے پیچھے سے تلقین کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۸۶﴾ عورت کمزوری کی وجہ سے تلقین نہ کرے تو......؟

سوال: کچھ عورتیں کمزور دل کی ہوتی ہیں، مرنے والے کے پاس کھڑے رہ کر کلمہ نہیں پڑھ سکتیں؟ تو وہ تلقین نہ کرے تو چل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسے وقت عورت کو اپنی کمزوری چھوڑ دینی چاہئے، اور مرنے والی عورت کو کلمہ تلقین کرنا چاہئے تاکہ مرتے وقت مرنے والا بغیر کلمہ کے نہ گزر جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۱۸۷﴾ گونگے شخص کو تلقین کس طرح کی جائے؟

سوال: گونگا شخص سکرات کی حالت میں ہو، تو اسے تلقین کس طرح کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تلقین کا مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت اللہ کی یاد دلانا، اس لئے کوئی شخص گونگا یا بہرا ہو تو اسے اشارہ وغیرہ سے یا جو طریقہ مناسب ہو اس سے اللہ کی یاد دلانی چاہئے، تاکہ اس کی موت ایمان پر ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۸۸﴾ مرنے والے کو کس طرح لٹانا چاہئے؟

سوال: مرنے والے کو شریعت کے بتائے ہوئے سنت طریقہ کے مطابق نہ لٹائیں تو کیا اس میں گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بحر الرائق (۲/۱۷۰) پر ہے کہ مرنے والے کو لٹانے کی کیفیت جگہ اور وقت کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے، اس لئے جس طرح بھی سہولت ہو اسے لٹانا جائز ہے، اس میں گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۸۹﴾ مرنے والے کا منہ قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے؟

سوال: روح نکلتے وقت مرنے والے کا سر اونچا کرنا چاہئے یا نہیں؟ تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... روح نکلتے وقت اگر سہولت ہو تو مرنے والے کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ کوئی چیز رکھ دینی چاہئے تاکہ چہرہ آسمان کی طرف نہیں بلکہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ (شامی) فقط واللہ اعلم

﴿۱۱۹۰﴾ مرنے والے کے پیر قبلہ کی طرف ہوں تو......

سوال: بعض علماء کا کہنا ہے کہ مرنے والے کا چہرہ اور پیر قبلہ کی طرف کر دینے میں پیر قبلہ کی طرف ہو جائیں گے، تو قبلہ کی طرف پیر کرنا بے ادبی نہیں کہلائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس طرح بیمار شخص سوتے سوتے نماز پڑھتا ہے، تو اپنا چہرہ اور پیر قبلہ کی طرف کر دیتا ہے، اور بیمار کے اس طرح قبلہ کی طرف پیر کرنے میں بے ادبی نہیں ہے اسی طرح مرنے والے کا بھی اس نیت سے کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے پیر قبلہ کی طرف کرنا بے ادبی نہیں کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۹۱﴾ میت کے اعلان کا طریقہ کیا ہے؟

سوال: میت کا اعلان کس طرح کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس کے لئے کوئی خاص الفاظ یا طریقہ منقول نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۹۲﴾ میت پر آواز سے رونا سینہ پر ہاتھ مار کر رونا

سوال: کسی کے مرنے پر اس کے گھر والے یا متعلقین آواز لگا لگا کر روتے ہیں، تو اس طرح رونا کیسا ہے؟ اور اگر کوئی روتا ہے تو اس کا گناہ میت کو ہوگا؟ اگر کوئی دل میں روئے تو اس کی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی اہل یا رشتہ دار کے مرنے پر دلی صدمہ اور رنج ہوتا ہے، جس کی بنا پر آنکھوں میں سے آنسو نکل آتے ہیں، یہ منع نہیں ہے، یہ انسانی فطرت ہے۔ لیکن مرحوم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے آواز سے رونا اور جزع

فزع کرتے ہوئے رونا منع ہے، اس سے میت کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اور رونے والے کو بھی گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۹۳﴾ رونے سے کیا نقصان ہوگا؟

سوال: مرنے والے کو سکرات کی حالت میں دیکھ کر رونا آجائے، یا کسی کے انتقال پر رونا آئے تو اس سے کیا نقصان ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی کی سکرات کی حالت دیکھ کر یا کسی کے انتقال پر جو رویا جاتا ہے اسکی دو صورتیں ہیں:

ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان کو بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں، یہ انسان کی فطرت ہے جو جائز ہے، بلکہ سنت ہے۔ (۲) اور دوسری صورت جو ہمارے یہاں دیکھنے میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آواز کے ساتھ، مرنے والے کے اوصاف بیان کرتے ہوئے، جزع فزع کرتے ہوئے رویا جاتا ہے یہ ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں بے صبری کا اظہار اور اللہ کے فعل پر اعتراض ہوتا ہے، اور زمانہ جاہلیت کا عمل ہونے کی وجہ سے حدیث شریف میں اس طرح رونے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس طرح رونے سے کبھی مرنے والے کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل مایتعلق بغسل المیت

﴿۱۱۹۴﴾ میت کے ناخون اور بال تراش سکتے ہیں؟

سوال: کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کے بال خاص کر زیر ناف کے بال لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح ختنہ باقی ہو تو ختنہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ناخون کاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب باصواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کے کسی بھی جگہ کے بال کاٹنا، بالوں میں کنگی کرنا، تیل لگانا، سرمہ لگانا، ناخون وغیرہ کاٹنا سب مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ یہ امور زینت اور صفائی کے لئے کئے جاتے ہیں، اور میت کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی، امداد الفتاویٰ) فقط واللہ اعلم

﴿۱۱۹۵﴾ میت کو غسل دینے کا حکم

سوال: میت کو غسل دینا واجب ہے یا فرض؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عالمگیری میں لکھا ہے کہ ’’مسلمانوں پر مردہ کو غسل دینا واجب علی الکفایہ ہے‘‘۔ یعنی کوئی بھی شخص غسل دے گا تو سب کی طرف سے واجب ادا ہو جائے گا۔ ہر عضو کو غسل میں تین تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ (عالمگیری: ۱/۸۱)

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ: میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اس لئے اگر ایک شخص بھی یہ فرض ادا نہیں کرے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔ (۳۴۲)۔

خلاصہ یہ کہ یہ اختلاف ایک لفظی اختلاف ہے، معنوی طور پر کوئی اختلاف نہیں، عالمگیری میں واجب بول کر فرض مراد لیا گیا ہے، اس لئے دونوں کے معنی ایک ہیں۔ (بحر الرائق:

۱۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۹۶﴾ مردہ عورت کے ناخنوں سے نیل پالش اتارنا چاہئے یا نہیں؟

سوال: کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور اس کے ناخنوں پر نیل پالش لگی ہوئی ہو تو اسے صاف کرنا چاہئے یا نہیں؟ یہاں یہ بات یاد رہے کہ ایسی دوائیں بھی ملتی ہیں جن سے سہولت اور آسانی سے نیل پالش اتر (صاف ہو) جاتی ہے، اور اگر بالوں میں رنگ لگایا ہو تو بالوں کو کاٹنا پڑے گا؟ تاکہ غسل صحیح ہو سکے؟ یا بالوں کو ایسے ہی رہنے دیا جائے؟ اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا نیل پالش لگانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ناخنوں پر جو رنگ لگایا جاتا ہے، جسے نیل پالش کہتے ہیں، اس سے ناخنوں پر رنگ کی پرت جم جاتی ہے، جس کے نیچے پانی نہیں پہنچتا، اور ایسی جگہ جہاں وضو یا غسل میں پانی پہنچانا ضروری ہے، وہاں پانی کے نہ پہنچنے سے وضو یا غسل صحیح نہیں ہوتا، وضو یا غسل کے صحیح ہونے کے لئے نیل پالش کو اتار کر (صاف کر) کے اس جگہ پانی پہنچانا ضروری ہے۔ نیل پالش صاف کرنے کے لئے جو دوائیں آتی ہیں، جن سے رنگ سہولت سے نکل (اتر) جاتا ہے اس سے نیل پالش کو صاف کیا جائے، اس کے بعد ہی غسل دیا جائے تو ہی غسل صحیح ہوگا۔

نیز عورتوں کا نیل پالش لگانا ناجائز ہے، نیل پالش کی وجہ سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتا، اس لئے لگانے والی بے وضو اور ناپاک رہتی ہے، اور جتنی بھی نمازیں پڑھی جائیں گی وہ بے وضو اور ناپاکی کی حالت میں پڑھی ہوئی ہونے کی وجہ سے ادا نہیں ہوں گی۔

بالوں میں جو رنگ لگایا جاتا ہے اگر اس رنگ کی بالوں پر پرت (تہ) نہیں بنتی، صرف مہندی

کی طرح بالوں پر رنگت باقی رہتی ہے، تو اس کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا، لیکن اگر اس رنگ کی بالوں پر پرت (تہ) جمتی ہو تو یہ بھی نیل پالش کی طرح پانی کے بالوں تک پہنچنے سے مانع ہے، اس صورت میں اس کے لگے ہوئے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل کرنے سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہوگا۔ البتہ عورتوں کا بال کاٹنا اور کٹانا ناجائز اور حرام ہے۔ (شامی: ۱، احسن الفتاوی: ۲/۲۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۱۹۷﴾ غسل کا سنت طریقہ

سوال: مردہ عورت یا مرد کے غسل کا سنت طریقہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت عورت ہو یا مرد دونوں کے غسل کے طریقہ میں کچھ خاص فرق نہیں ہے، دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے۔

لوبان یا خوشبو کی دھونی دیئے ہوئے تختہ پر میت کو لٹا کر اس کے کپڑے تن سے جدا کئے جائیں، ستر پر کوئی کپڑا ڈھکا ہوا رکھیں، ستر پر نظر نہ پڑے اس کا خاص خیال رکھیں۔ بعد ازاں غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر دستانے پہن لے یا کپڑا لپیٹ لے اور اول میت کو استنجا کرائے، ستر ڈھانکنے کے لئے جو کپڑا ڈالا ہے اس کے نیچے سے دستانے والے ہاتھ ڈال کر پیٹ کو دبائے، اور میت کو استنجا کرائے۔ (جوہرہ: ۱۰۴)۔

پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرائے، لیکن میت خود غسل نہیں کر سکتا اس لئے پہنچوں تک ہاتھ دھونا ضروری نہیں ہے، اس لئے اول چہرہ دھوئے، کلی اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے، اس کے بجائے روئی کو پانی میں بھگو کر منہ میں اور مسوڑھوں پر اور ناک میں آہستہ سے پھیر دے۔ (شامی: ۵۷۴)۔ پھر کہنیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ دھوئے جائیں، پہلے داہنا

ہاتھ پھر بایاں ہاتھ، پھر مسح کیا جائے، اور پھر دونوں پیر ٹخنوں تک دھوئے جائیں۔

اب اس کے ناک کان میں تھوڑی روئی رکھ دی جائے تا کہ اس میں پانی نہ داخل ہو، اسی طرح اگر منہ کھلا رہتا ہو ہونٹ پر تھوڑی روئی رکھ دی جائے، پھر سر اور ڈاڑھی اور پورا بدن خطمی سے اور اگر وہ نہ ہو تو صابون سے برابر صاف کر کے دھویا جائے۔ (جوہرہ:۱۰۴)۔

بعد اس کے بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا ہوا پانی میت کو بائیں کروٹ پھیر کر تین مرتبہ اس طرح ڈالا جائے کہ نیچے تک پانی پہنچ جائے، پھر میت کو دائیں کروٹ پھیرے، اور تین مرتبہ اسی طرح پانی ڈال کر غسل کرایا جائے، جب کل بدن پر پانی پہنچ جائے، تو میت کو پیٹھ کی طرف سہارا دے کر بٹھلایا جائے، اور ہلکے ہاتھ سے اس کے پیٹ کو دبایا جائے تا کہ جو نجاست نکلنے کی باقی ہو وہ نکل جائے، اگر نجاست نکلے تو اسے پانی سے دھولیا جائے۔ (نجاست نکلنے سے دوبارہ وضو یا غسل کرانے کی ضرورت نہیں ہے)۔

اب میت کو سیدھے سلا کر کافور کی آمیزش والا پانی میت پر مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق ڈالا جائے، بعد ازاں تولیہ، رومال وغیرہ سے پوچھ لیا جائے تا کہ کفن گیلا نہ ہو۔

﴿۱۱۹۸﴾ میت کو غسل کتنی مرتبہ دینا چاہئے؟

سوال: کچھ جگہوں پر میت کو دو مرتبہ غسل دیا جاتا ہے، پہلی مرتبہ انتقال ہو جانے کے بعد فوراً غسل دیا جاتا ہے اور پھر کفن لپیٹنے سے پہلے اور ایک مرتبہ غسل دیا جاتا ہے، تو کیا میت کو اس طرح دو مرتبہ غسل دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گجرات کے کچھ دیہاتوں میں اس طرح دو مرتبہ غسل دینے کا رواج ہے، میرے اندازے سے مقامی لوگوں کو سنت طریقہ معلوم نہ ہونے کی وجہ

سے باہر سے غسال کو بلایا جاتا ہے، اس کے آنے تک مقامی لوگ اپنے طریقہ سے میت کو غسل دیتے ہیں، جسے 'مسافر کیا' کا نام دیتے ہیں، بہر حال یہ جو بھی طریقہ ہے، صحیح نہیں ہے۔ روح نکلنے کے بعد میت کو صرف ایک مرتبہ سنت طریقہ کے مطابق غسل دینا مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس لئے دو مرتبہ غسل دینے کی جو رسم ہے، یہ قابل ترک ہے، غسل دینے کے بعد جلدی کفن پہنا کر جلدی دفن کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۹۹﴾ غسل کب دینا چاہئے؟

سوال: انتقال کے بعد میت کو غسل کب دینا چاہئے؟ فوراً یا کفن میں لپیٹنے سے پہلے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب روح نکل جائے، اور پکے طور پر روح کے نکل جانے کا یقین ہو جائے پھر غسل دینا چاہئے۔ (شامی: ۳؍۵۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۰۰﴾ غسل دینے کے لئے افضل کون ہے؟

سوال: میت کو غسل دینے کے لئے افضل کون ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غسل دینے والا عالم، سمجھدار اور پرہیز گار شخص ہو یہ افضل ہے۔ (جوہرہ: ۳؍۱۰۳) عورت کو مذکورہ اوصاف کی حامل عورت غسل دے۔

﴿۱۳۰۱﴾ عالم، پرہیز گار کا غسل دینا افضل ہے؟

سوال: مرد میت کو اس کے رشتہ داروں میں سے کس کو غسل دینا چاہئے؟ اور اسی طرح عورت میت کو کون غسل دے؟ اگر یہ حضرات موجود نہ ہوں تو غسل کون دے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کا قریبی رشتہ دار غسل دینا جانتا ہو تو وہی غسل دے، ورنہ امانت دار عالم شخص غسل دے۔ (کبیری: ۷؍۵۳)۔

اسی طرح عورت کو اس کے قریبی رشتہ دار عورت غسل دینا جانتی ہو تو وہ غسل دے، ورنہ مسائل سے واقف پرہیزگار عورت غسل دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۰۲﴾ مردوں کو غسل کون دے؟

سوال: ایک مسلمان شخص کو بڑھاپے میں جذام کی بیماری لاحق ہوئی، یہ ایک سے دوسرے کو لگنے والی بیماری ہے، اب اس شخص کا انتقال ہو گیا تو اسے غسل دینے کا کام اس کے رشتہ داروں کو کرنا چاہئے یا کسی جان کار (غسل کے مسائل کے ماہر، جاننے والے) سے دلوانا چاہئے، ایسی بیماری والوں سے لوگ دور رہتے ہیں تو ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟ مرنے والے کی بیماری دوسرے کو لگ سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کے قریبی رشتہ دار اگر غسل دینا جانتے ہوں تو انہیں ہی غسل دینا چاہئے کہ صحیح حقدار وہی ہیں، لیکن نہ آتا ہو تو دوسرا جاننے والا شخص بھی دے سکتا ہے۔

ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کی بات بالکل غلط ہے، اسلامی تعلیم اس کی سخت مخالف ہے، اس لئے ہر مسلمان کو ایسے غلط عقیدہ سے بچنا چاہئے، اگر یہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے تو اب تک گھر کے کسی فرد کو یہ بیماری کیوں نہیں ہوئی؟ کیا مرنے کے بعد بیماری لگے گی؟ اسی طرح سب سے پہلے جسے یہ بیماری لگی اسے کس کی طرف سے لگی؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۰۳﴾ حقدار غسل نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا؟

سوال: حقدار غسل نہ دے تو گنہگار ہوگا؟ جس پر میت کو غسل دینا ضروری ہے، وہ موجود ہو یا جو حقدار ہے اور موجود ہے پھر بھی میت کو غسل نہ دے تو گنہگار کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غسل دینا واجب علی الکفایہ ہے، اس لئے کسی بھی ایک

شخص کے غسل دینے سے سب کے ذمہ سے یہ فریضہ ادا ہو جائے گا، کوئی گنہگار نہیں کہلائے گا۔ البتہ ثواب صرف غسل دینے والے کو ملے گا۔ اور اگر کوئی بھی شخص غسل نہ دے تو سب گنہگار ہوں گے۔ (عالمگیری: ۸۱) حدیث شریف میں میت کو غسل دینے کی بہت بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۰۴﴾ میت کو غسل دینے سے پہلے غسال کا وضو کرنا ضروری ہے؟

سوال: میت کو غسل دینے سے پہلے غسال کا خود وضو یا غسل کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غسل دینے والے کا غسل دیتے وقت باوضو ہونا ضروری نہیں ہے، صرف افضل ہے، اس لئے غسل دینے سے پہلے غسال کا وضو یا غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۲) البتہ حائضہ ونفساء حالت حیض ونفاس میں مردہ عورت کو غسل نہ دیں، کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ (شامی: ۱)

﴿۱۲۰۵﴾ کیا غسل دینے کے بعد وضو یا غسل ضروری ہے؟

سوال: کیا میت کو غسل دینے کے بعد غسال پر وضو یا غسل ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو غسل دینے کے بعد غسال کا خود غسل کر لینا بہتر ہے۔ (طحطاوی: ۶۳) ضروری یا فرض نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۰۶﴾ شوہر اپنی مردہ عورت کو غسل دے سکتا ہے؟ یا ہاتھ لگا سکتا ہے؟

سوال: زید کی عورت کا انتقال ہو گیا، تو زید اپنی عورت کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ زید اپنی مردہ عورت کو ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں؟ زید اپنی عورت کے جنازہ کو کاندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور آخری منزل پر پہنچا کر قبر میں اتارتے وقت زید قبر میں اتر کر دفن کر سکتا ہے یا

نہیں؟ ان سوالات کا تفصیلی جواب مع دلائل بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کی روح قبض ہوتے ہی نکاح کا جو تعلق تھا وہ ختم ہو گیا، اس لئے مرد اپنی عورت کو غسل دینا چاہے تو غسل نہیں دے سکتا، اسی طرح اسے ہاتھ لگانا اور قبر میں اتارنا بھی اچھا نہیں ہے، ہاں دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے عورت کا غسل اور کفن عورتوں ہی کو دینا چاہئے، اور جنازہ میں لینے کے لئے اور قبر میں اتارنے کے لئے عورت کے محرم ہوں تو وہی قبر میں اتاریں۔

اگر اتفاق سے وہاں عورت یا محرم میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اسے تیمم کرا لے، ایسے وقت میں غسل کی جگہ تیمم کافی ہو جائے گا۔ (شامی: ۸۰۳) اور جنازہ میں رکھتے وقت یا قبر میں اتارتے وقت محرم نہ ہوں یا ضرورت پڑے تو شوہر ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۵۰۹) ایسے وقت دوسروں کی بنسبت شوہر کا اترنا بہتر کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۰۶﴾ میت کو غسل دینے کا کیا ثواب ہے؟

سوال: میت کو غسل دینے کا کیا ثواب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو غسل دینا مسلمانوں پر واجب ہے، اس لئے غسل دینے سے واجب ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے، اسی طرح طحطاوی میں لکھا ہے کہ جس نے میت کو غسل دیا اس کے لئے ۷۰ مغفرتیں لکھی جاتی ہیں، اس میں سے ایک مغفرت بھی اگر مخلوق میں تقسیم کردی جائے تو سب کے لئے کافی ہو جائے گی۔ (ص: ۳۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۰۸﴾ غسل دینے پر مزدوری لینا

سوال: میت کو غسل دینے پر مزدوری لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اور حدیث پاک میں میت کو غسل دینے کی بہت فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس لئے رضائے الٰہی حاصل کرنے کی نیت سے غسل دینا چاہئے۔

اگر اس کے علاوہ دوسرا کوئی شخص غسل دے سکتا ہو تو اس صورت میں اس کے لئے غسل کی مزدوری لینا جائز ہے، اور اگر اس کے علاوہ دوسرا کوئی شخص غسل نہ دے سکتا ہو تو مذکورہ شخص پر غسل دینا فرض ہو جانے کی وجہ سے اس کے لئے غسل دینے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

(طحطاوی:۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی کفن المیت

﴿۱۲۰۹﴾ کفن میں لپیٹتے وقت کیا پڑھنا چاہیئے؟

سوال: میت کو کفن میں لپیٹتے وقت کیا پڑھنا چاہیئے؟ اگر کوئی وردِ مسنون ہو تو بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کتابوں میں لکھا ہے کہ میت کو غسل دینے والا غسل دیتے وقت 'غفرانك یا رحمن' غسل کے ختم تک پڑھتا رہے۔ البتہ کفن میں لپیٹتے وقت کوئی وردِ مسنون میری نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۱۰﴾ کفن کی مقدار اور وصف

سوال: کفن کتنا ہونا چاہیئے؟ کفن کی زیادہ سے زیادہ مقدار اور کم از کم مقدار کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو کفن دینا فرض ہے، اس میں مرد کے لئے تین کپڑے اور عورت کے لئے پانچ کپڑے ہونا سنت ہے۔

جو تین کپڑے مسنون ہیں ان میں سے ایک کو لفافہ (چادر) دوسرے کو ازار اور تیسرے کو کفنی (کرتہ) کہتے ہیں، چادر اور ازار میت کے قد سے دو فٹ لمبی رکھنی چاہیئے، اور کفنی کندھے سے لے کر پیروں کی آدھی ساق تک لمبی ہونی چاہیئے۔

آپ ﷺ کو بھی مذکورہ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، یہ حدیث سے ثابت ہے، اگر اتفاق سے تین کپڑے کفن کے لئے میسر نہ ہوں تو ازار اور چادر اس طرح دو کفن سے بھی ضرورت پوری ہو جائے گی، اسے شرعی اصطلاح میں کفن کفایت کہتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کو اسی طرح دو کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، اور اگر دو کپڑے بھی میسر نہ ہوں

تو صرف ایک کپڑے میں جس میں پورا بدن لپٹ جائے مل جائے تو کافی ہو جائے گا۔

نوٹ: کفن کے کپڑے میں جسے کفنی کہا جاتا ہے، یہ سلی ہوئی نہیں ہوتی، صرف کپڑا ہی ہوتا ہے جو سینہ کے پاس سے چاق کیا ہوا ہوتا ہے، اس میں آستین یا جیب یا کلی وغیرہ نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۱۱﴾ کفن کے لئے خرچ کئے گئے روپئے میت کے ورثاء سے وصول کر سکتے ہیں؟

سوال: زید کے انتقال کے بعد اس کی جائداد ورثاء میں تقسیم نہیں ہوئی، اور تین سال بعد زید کی بیوہ عورت کا بھی انتقال ہو گیا، زید کی ایک لڑکی ہے، اس کی عمر ہونے پر اس کی شادی ہوئی اور وہ اپنے سسرال چلی گئی، زید کا ایک لڑکا شادی شدہ ہے، اور اپنی ماں سے الگ بیوی بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔

زندگی بھر دونوں بھائی بہن نے اپنی ماں کا کوئی خرچ نہیں اٹھایا، زید کی عورت سبزی بیچ کر اپنا گذر بسر چلاتی تھی، اس عورت کے انتقال کے بعد اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے بعد کے خرچوں میں مرحومہ کی لڑکی نے دوسو روپئے کا خرچہ کیا، اور مرحومہ نے ضرورت پڑنے پر لوگوں سے ۳۰۰ روپئے کا قرضہ لیا تھا، جو اس کے ذمہ ابھی بھی باقی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مرحومہ کے سر لوگوں کا ۳۰۰ روپئے کا قرض ہے، اس کی ادائے گی کی کیا صورت ہے؟

مرحومہ کے شوہر کا جو مکان تھا اس میں مرحومہ کے انتقال کے بعد اس کی لڑکی اور لڑکے کا کتنا کتنا حصہ بنتا ہے؟ اور مرحومہ کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ مرحومہ کے قرض کی ادائے گی کی کیا صورت ہے؟ مرحومہ کے انتقال کے بعد اس کی لڑکی نے اپنی ماں لئے ۲۰۰ روپئے کا خرچ کیا ہے ان روپیوں کی ادائے گی کس طرح کی جائے؟ وغیرہ امور کا شرعی جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحومہ کے حصہ میں ان کے شوہر کے گھر میں سے جو حصۂ میراث ملے، اس سے ان کا قرض ادا کیا جائے، قرض کی ادائے گی کے بعد جو رقم بچے اس کے تین حصہ کر کے دو حصے لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ اور مرحومہ کی تجہیز و تکفین میں مرحومہ کی لڑکی نے جو خرچ کیا تھا وہ اسے واپس وصول نہیں کرسکتی، یہ اس نے ماں کا حق ادا کیا ایسا سمجھا جائے گا، اب یہ خرچ بھائی کے پاس سے یا ماں کے مال سے وصول نہیں کر سکتی۔ (شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۱۲﴾ کفن پر خوشبو لگانا جائز ہے؟

سوال: کفن پر کوئی چیز لگانے کی ہو تو وہ بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کفن کو تین مرتبہ لوبان کی دھونی دینا چاہئے، یا جائز خوشبو لگانا ہو تو لگا سکتے ہیں، نیز میت کے سجدہ کے اعضاء پر اور ڈاڑھی، بال وغیرہ میں بھی خوشبو لگا سکتے ہیں، اور جو خوشبو اپنی زندگی میں استعمال کرنا ناجائز ہے، وہ میت کو لگانا بھی ناجائز ہے، بلکہ اس کا استعمال جہالت ہے۔ (رسائل الارکان:۱۵۱، شامی:۵۰۴، بحر:۱۷۲)

﴿۱۲۱۳﴾ کفن پہنانے کا طریقہ

سوال: مرد میت کو کفن پہنانے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرد میت کے کفن میں اول چادر یعنی لفافہ بچھایا جائے، بعد ازاں اس پر ازار بچھائی جائے، بعدہ اس پر کفنی بچھائی جائے، پھر میت کو اس پر لٹا کر کفنی پہنائی جائے، پھر ازار کا کپڑا لپیٹا جائے، لپیٹتے وقت میت کی بائیں جانب کا کپڑا پہلے لپیٹیں اور دائیں جانب کا کپڑا اوپر رہے اس طرح لپیٹیں، اس کے بعد لفافہ کے

کپڑے کو بھی اسی طرح کے اول بائیں جانب کا کپڑا لپیٹ لیں، اس کے بعد دائیں جانب کا کپڑا اوپر رہے اس طرح لپیٹیں، اور کفن کے کھل جانے کا اندیشہ ہو تو تین جگہوں سے کفن کو باندھ دیں۔ (شامی، درمختار:۵۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۱۴﴾ عورت کے کفن کی تفصیل

سوال: عورت کے کفن میں کتنے کپڑے ہونے چاہئے؟ اور کون کونسے؟ کفن کی کم از کم مقدار کتنی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہونا مسنون ہے، (۱) چادر یعنی لفافہ (۲) ازار، یہ دونوں میت کے قد سے دو فٹ لمبے ہونے چاہئے (۳) کرتہ یا کفنی گردن سے پیروں تک لمبی رکھنی چاہئے (۴) اوڑھنی جو تین ہاتھ یعنی ساڑھے چار فٹ ہونی چاہئے، اور (۵) سینہ بند، یہ سینہ سے لے کر رانوں تک لمبا اور چوڑائی میں اتنا چوڑا ہونا چاہئے کہ مردہ کو اس میں برابر لپیٹا جاسکے۔

میت عورت کو ان پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے، اور اگر اتفاق سے تین کپڑوں میں کفن دیا جائے، جس میں چادر، ازار اور اوڑھنی شامل ہو تو بھی جائز ہے، اور اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۲۱۵﴾ میت عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ

سوال: میت عورت کو کفن پہنانے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کے کفن میں اول چادر یعنی لفافہ بچھایا جائے، پھر اس پر سینہ بند پھر اس پر ازار اور اخیر میں کرتہ بچھایا جائے۔

اب میت کو کفن پر رکھ کر اول کرتہ پہنایا جائے، اور اس کے سر کے بالوں کے دو حصے کر کے ایک حصہ داہنے سینہ پر اور دوسرا بائیں سینہ پر رکھ دیا جائے، بعد ازاں اوڑھنی پہنا دی جائے، اسے باندھنے کی یا لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے، پھر ازار کا کپڑا لپیٹ دیا جائے، اول بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے، اب سینہ بند بھی لپیٹ دیا جائے، اول بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے، پھر چادر لپیٹ دی جائے، اول بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے۔ اور کفن کھل نہ جائے اس لئے تین جگہوں سے کپڑے کی پٹی سے باندھ دیں۔ (فتاوی عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۱۶﴾ میت کو لحاف میں لپیٹنا کیسا ہے؟

سوال: اکثر جگہوں پر میت کو کفن میں لپیٹ کر پھر اس کے اردگرد لحاف یا استعمالی چادر لپیٹ کر پھر جنازہ میں رکھتے ہیں، اور پھر وہ لحاف یا چادر مسجد میں دے دیتے ہیں، ایسا کرنا صحیح ہے؟ اس سے ثواب ملتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... کفن کھل نہ جائے اس کے لئے تین جگہوں سے کپڑے کی پٹی سے باندھ دینا بتایا گیا ہے، جنازہ کو لحاف وغیرہ میں لپیٹنا اور پھر وہ لحاف مسجد میں وقف کر دینا یہ رسم صحیح نہیں ہے، قابل ترک ہے، یہ لحاف میت کی ملکیت نہیں ہے، یہ تو اب ورثاء کا ہو گیا، اور تقسیم میراث سے قبل کسی کو صدقہ کرنے کا حق نہیں ہے، اسی طرح اگر ایک بھی وارث نابالغ ہو یا وہاں موجود نہ ہو، تو اس کی اجازت نہیں ہوتی، اس لئے ثواب کی جگہ گناہ ہوگا۔

میت کے احترام میں یا کفن نہ کھل جائے اس لئے صرف چادر لپیٹتے ہوں، اور وہ بھی بعد

میں گھر والوں ہی کو دیتے ہوں تو یہ مباح کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۱۷﴾ عورت کی تجہیز و تکفین کا خرچ مرد پر لازم ہے یا نہیں؟

سوال: عورت کے انتقال ہونے پر اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ کس پر ہے؟ اگر شوہر موجود ہو پھر بھی عورت کے ماں باپ خوشی سے اپنی طرف سے یہ خرچہ کرنا چاہیں اور شوہر دل سے اس کی اجازت دے تو ایسا کر سکتے ہیں؟ کیا شوہر کو اس کا خرچ دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے انتقال ہونے پر اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر پر لازم ہے، لیکن پھر بھی لڑکی کے ماں باپ خوشی سے اپنی طرف سے یہ خرچہ کرنا چاہیں تو منع نہیں ہے، جائز ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں باپ نے اپنی لڑکی کی تجہیز و تکفین کے لئے جو خرچ کیا ہے وہ خرچ شوہر کو لازماً دینا چاہئے ایسا ضروری نہیں ہے، البتہ اگر لڑکی کا باپ مطالبہ کرے تو دینا پڑے گا۔ (کفایت المفتی، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۱۸﴾ مرحوم نابینا مؤذن صاحب کی تجہیز و تکفین سے متعلق

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک مؤذن صاحب تھے، اخیر عمر میں ان کی بینائی چلی گئی تھی، اس لئے جماعت والے زکوٰۃ و خیرات کی رقم سے ان کی امداد کرتے تھے، ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی ان کی خبر نہیں لیتا تھا۔ ان مؤذن صاحب کا انتقال ہو گیا، تو ان کے بھائی ان کو کفن دینے کے لئے تیار ہوئے، جماعت نے ان کی بات منظور کی، تو اس بھائی کو (مرنے کے بعد صلہ رحمی کرنے پر) ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور جماعت کو کوئی گناہ ہوگا؟ مرحوم مؤذن صاحب کے زکوٰۃ و خیرات کے جو روپے ہیں، وہ اب کسے دیے جائیں؟ ان

کی بوڑھی والدہ کو یہ رقم دے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرنے والے کے بھائی نے تجہیز وتکفین کا خرچ اٹھایا، تو اسے ضرور ثواب ملے گا، اور جماعت نے تجہیز وتکفین کا خرچ نہیں کیا تو اس کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگی۔ البتہ اگر ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی بھی تجہیز وتکفین کا خرچ نہیں کرتا تو جماعت کے ہر مسلمان شخص پر اسکا انتظام کرنا ضروری ہو جاتا، پھر اگر جماعتی بھائیوں میں سے کوئی بھی شخص یہ فریضہ ادا نہ کرتا تو سب فرض کفایہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوتے۔ مرحوم مؤذن صاحب کے جو روپے ہیں، وہ ان کی ماں اور بھائیوں کو میراث کے قاعدہ کے مطابق ملیں گے، جب مؤذن صاحب کی ملکیت کے روپے ہیں، تو ان کی تجہیز وتکفین مرنے والے کے مال میں سے ہی کرنا چاہئے، اس کے بعد جو مال بچ جائے اس میں میراث تقسیم ہوگی۔

فصل فی حمل الجنازۃ و مایتعلق بھا

﴿۱۲۱۹﴾ جنازہ کے ساتھ کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو کیا پڑھنا چاہئے؟ دل میں پڑھے یا بلند آواز سے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنازہ کے ساتھ چلتے وقت جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے، اور خود کے لئے بھی ایسا وقت ایک مرتبہ آنا ہے، اور اپنی موت، حساب کتاب وغیرہ کو دھیان میں رکھتے ہوئے چلنا چاہئے، اگر کوئی ورد یا دعا وغیرہ پڑھنے کا ارادہ ہو تو آہستہ آواز سے دل میں پڑھنا چاہئے، عین الہدایہ میں لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا چاہئے، اونچی آواز سے تلاوت یا ذکر کرنا مکروہ ہے، آہستہ سے دل میں پڑھنا جائز ہے، ہنسنا اور دنیوی باتیں کرنا بہت ہی غلط اور برا کام ہے۔ (ص:۷۲۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۰﴾ جنازہ کو ڈھانک کر لے جانا کیسا ہے؟

سوال: بہت سی جگہوں پر جنازہ پر کپڑا ڈھانک کر لے جایا جاتا ہے اور اس کپڑے پر قرآن کی آیتیں اور سورتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں، تو ایسا کپڑا ڈھانک کر جنازہ لے جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کے احترام اور عزت کے لئے جنازہ پر کپڑا ڈھانک دیا جائے تو ایسا کرنا جائز ہے، اور عورت کے جنازہ پر اس نیت سے کپڑا ڈھانکنا کہ پردہ ہو جائے یہ اور بھی اچھا ہے، لیکن اس کپڑے پر قرآن کی آیتیں لکھی ہوئی ہوں تو مکروہ ہے، اور ان کا ادب کرنا ضروری ہوگا، اگر کوئی کپڑے کا ادب نہ کر سکے اور بے وضو ہاتھ لگائے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔ اس لئے سادہ کپڑا ڈھانکنے کے لئے ہو تو وہی بہتر ہے۔

﴿۱۲۲۱﴾ جنازہ میں رکھنے سے قبل کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: میت کو جنازہ میں رکھنے سے قبل کوئی دعا یا ذکر وغیرہ پڑھنے کا ہو تو بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو جنازہ میں رکھنے سے قبل کوئی دعا یا ذکر حدیث شریف یا فقہاء کے اقوال سے ثابت نہیں ہے۔ ہمارے یہاں جو بعض کلمات پڑھے جاتے ہیں یہ ثابت نہیں ہیں، رسم ورواج ہے، جو قابل ترک ہے، اس لئے کہ جو طریقہ شریعت سے ثابت نہیں ہے اسے ثواب کی نیت سے دین سمجھ کر کرنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۲﴾ جنازہ گھر میں سے نکل رہا ہو تو کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: جب جنازہ گھر میں سے نکل رہا ہو تو اس وقت کوئی ورد مسنون ہو تو بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کے گھر سے نکلتے وقت کوئی دعا یا ذکر قرآن و حدیث یا فقہاء کے اقوال سے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۳﴾ جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

سوال: جنازہ اٹھانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ اٹھانے والے چار آدمی ہوں تو یہ سنت اور بہتر ہے۔ اور جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے آگے کا داہنا پایہ داہنے کندھے پر اٹھا کر کم از کم دس قدم چلا جائے، پھر اسی طرف کا پیچھے کا پایہ داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلا جائے۔ پھر بائیں جانب کا آگے کا پایہ اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس

قدم چلا جائے، اور پھر پیچھے کا بایاں پایہ اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلا جائے، تا کہ کل چالیس قدم ہو جائیں۔ (درمختار، عالمگیری)۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: کہ جو شخص جنازہ اٹھا کر چالیس قدم چلے گا، اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (طحطاوی: ۳۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۴﴾ جنازہ اٹھانے میں مدد کرنا ضروری ہے؟

سوال: جنازہ اٹھانے میں مدد کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ اٹھانے میں مدد کرنا مسلمانوں پر ضروری ہے، اور اگر کوئی اٹھانے والا نہ ہو یا اٹھاتا نہ ہو تو اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

﴿۱۲۲۵﴾ جنازہ اٹھانے میں دوسرے کو تکلیف دینا

سوال: کبھی کبھی جنازہ کو کندھا دینے میں مسلمان دھکا دیتے ہیں، جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ جنازہ کو کندھا دینے کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے دوسرے کو تکلیف دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ اٹھانا اور چالیس قدم چلنا مستحب ہے، لیکن اس کے لئے کسی مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۶﴾ جنازہ کے آگے صف بنانا مکروہ ہے۔

سوال: جنازہ کو کندھا دینے کے لئے جنازہ کے آگے دونوں طرف صف بنائی جاتی ہے، یہ صف کبھی کبھی بہت لمبی ہوتی ہے، تو اس طرح صف بنانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے کہ جنازہ کے پیچھے

رہو، جنازہ کے آگے نہ چلو، اس لئے حنفی مذہب میں جنازہ کے پیچھے چلنا افضل کہا گیا ہے، اس لئے جنازہ کو کندھا دینے کے لئے جنازہ کے آگے دور دور تک صف بنانا مکروہ کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۷﴾ جنازہ کو کندھے پر لے کر تھوڑا چلنا چاہئے؟

سوال: جنازہ کو کندھا دینے کے لئے جب ہم جاتے ہیں، اور جیسے ہی ہم ہمارے کندھے پر لیتے ہیں تو سامنے کھڑا دوسرا شخص فوراً اپنے کندھے پر لے لیتا ہے، اسی طرح اس کے پاس سے تیسرا شخص اپنے کندھے پر لے لیتا ہے، کندھے پر لے کر چلنے کا موقع نہیں ملتا، کبھی کبھی تو کندھے پر رکھنے کا موقعہ بھی نہیں ملتا اور دوسرا لے لیتا ہے یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ طریقہ بہتر نہیں ہے، مستحب طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے پائے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلا جائے، اس طرح چار پائے رکھ کر چالیس قدم چلنے سے حدیث شریف میں وارد فضیلت کے مستحق بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر ازدحام زیادہ ہو جس کی وجہ سے چلنا بھی دشوار ہو تو اس صورت میں سوال میں مذکورہ طریقہ میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۸﴾ جنازہ کو لے کر چلنے کا طریقہ

سوال: جنازہ لے کر آہستہ چلنا چاہئے یا تیز چلنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ لے کر نہ تو بالکل آہستہ چلے اور نہ اتنی تیز چلے کہ دوڑنے کی شکل ہو جائے، بلکہ درمیانی چال سے اس طرح چلے کہ میت کو حرکت نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۲۹﴾ جنازہ کے ساتھ خیرات کرنا کیسا ہے؟

سوال: جنازہ لے کر جاتے وقت پیچھے چل کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت خیرات کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کے ایصال ثواب کے لئے جو کچھ جانی مالی عبادت کر کے ثواب بخشا جائے وہ میت اور بخشنے والے دونوں کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہے، لیکن اس کے لئے رسم کی پابندی اور ریا کاری سے بچنا سخت ضروری ہے۔

سوال میں مذکورہ طریقہ بھی اسی قبیل سے ہونے کی وجہ سے قابل ترک ہے، نیز غیر بھی اپنے جنازہ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں اس لئے ایسا کرنے میں ان کے ساتھ مشابہت بھی ہے، اس لئے تنہائی میں صدقہ، خیرات کر کے ثواب پہنچانے کا طریقہ اپنانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۳۰﴾ کیا جنازہ زمین پر رکھنے سے قبل بیٹھنا ممنوع ہے؟

سوال: جنازہ کو اٹھانے والے جنازہ کو زمین پر رکھیں اس سے قبل زمین پر بیٹھنا جائز ہے یا ممنوع ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنازہ زمین پر رکھنے سے قبل بیٹھنے کو مکروہ کہا گیا ہے۔

﴿۱۲۳۱﴾ میت کو بیل گاڑی میں لے جانا کیسا ہے؟

سوال: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میت کا انتقال دور گاؤں میں ہوتا ہے اور اسے اس جگہ سے اپنے گاؤں پر لانا پڑتا ہے، یا کبھی قبرستان دور ہوتا ہے تو اس صورت میں میت کو بیل گاڑی یا ٹرک وغیرہ میں رکھ کر لے جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کو احترام اور عزت کے ساتھ دفن کے لئے لے جانا چاہئے، سامان کی طرح بھر کر نہیں لے جانا چاہئے۔ اس لئے سخت مجبوری یا ضرورت کے بغیر ٹرک یا بیل گاڑی یا سواری وغیرہ میں لے جانا مکروہ ہے۔ (طحطاوی: ۳۶۵)

آپ کے یہاں یو. کے. میں قبرستان دور ہوتا ہے اور راستہ پر اژدحام بھی خوب ہوتا ہے اور خاص سواری میں احترام کے ساتھ میت کو لے جایا جاتا ہے اس لئے منع نہیں ہے۔

﴿۱۲۳۲﴾ عورت اپنے شوہر کے جنازہ میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اس کے جنازہ کو دوسرے گاؤں میں دفن کرنے کے لئے لے جانے کا ارادہ ہے، تو عورت ساتھ میں آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس گھڑی شوہر کا انتقال ہو گیا اسی لمحہ سے عورت کی عدت شروع ہو چکی ہے۔ اس لئے جس گھر میں شوہر کی وفات ہوئی اس گھر میں عدت گزارنا ممکن ہو تو اس گھر سے وہ عورت باہر نہیں نکل سکتی، وہاں رہ کر اسے اپنی عدت پوری کرنا ضروری ہے، اگر اس عورت کا وہاں گھر نہ ہو بلکہ دوسرے گاؤں میں اس کا گھر ہو تو عورت وہاں جاسکتی ہے، لیکن دفن میں شرکت کے لئے جانا بالکل جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس سے سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔ (درمختار: ۸۵۴/۱) فقط واللہ اعلم

﴿۱۲۳۳﴾ جنازہ میں شرکت کرنے والے کو کتنا ثواب ملے گا؟

سوال: میت کے جنازہ کی نماز سے لے کر اس کی تدفین تک ہر عمل میں شریک رہنے والے کو شریعت کی طرف سے کیا ثواب اور بدلہ ملتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنازہ کی نماز پڑھنے سے پہلے وہاں سے چلا جانا

مناسب نہیں ہے، لیکن اگر کوئی جانا چاہے تو ولی کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے، اور جنازہ کی نماز کے بعد تدفین سے قبل جانا چاہیں تو ولی کی اجازت لینا ضروری ہے۔ اور بعد تدفین جانے میں ولی کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱/۱۶۵)۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ: جس شخص نے جنازہ کی نماز پڑھی تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا، اور تدفین میں بھی حصہ لیا تو اسے دو قیراط ثواب ملے گا، پوچھا گیا کہ قیراط کی کیا مقدار ہے؟ فرمایا: دو بڑے پہاڑ کے برابر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۳۳﴾ غیر مسلم ماں کی تجہیز و تکفین کرنا

سوال: میرا ایک شاگرد نو مسلم ہے، ماں غیر مسلم ہے، جو اس کے ساتھ ہی رہتی ہے، وہ جاننا چاہتا ہے کہ اگر اس کی ماں کا انتقال ہو جائے تو وہ کس حد تک اس کی ماں کے تجہیز و تکفین میں حصہ لے سکتا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ اس کی ماں کی تجہیز و تکفین ہندو مذہب کے مطابق ہی ہوگی، کیا یہ شخص تجہیز و تکفین کا خرچ اپنی طرف سے کر سکتا ہے؟ تجہیز و تکفین کے بعد بھی تیجا، چالیسواں کیا جائے گا، کیا اس کا خرچ وہ اپنی طرف سے دے سکتا ہے؟ یا اس میں کچھ رقم اپنی طرف سے لگا سکتا ہے؟ یہ میرا شاگرد بہت ہی نیک ہے، الف با کی تختی سے شروع کر کے ابھی پانچواں پارہ ناچیز کے پاس ہی پڑھتا ہے، اس کی والدہ کی اس کو بہت فکر ہے وہ اس کو بہت سمجھاتا ہے، لیکن وہ کلمہ پڑھنے پر راضی نہیں ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جبکہ اس کی ماں مسلمان نہیں ہے، اور اس کے دوسرے غیر مذہب رشتہ دار موجود ہیں تو یہ شخص اس کی تجہیز و تکفین میں حصہ نہ لے یہی بہتر ہے، اس کے باوجود چونکہ وہ اس کی ماں ہے اگر یہ تجہیز و تکفین کا خرچ اپنی طرف سے کر دے تو گناہ

نہیں ہوگا۔(طحاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۳۵﴾ جنازہ میں شرکت کے لئے عورتوں کا جانا

سوال: دوسرے گاؤں کے مرد یا عورت کے انتقال کی خبر سنتے ہی ہمارے گاؤں کے مرد اور عورتیں جنازہ میں شرکت کے لئے فوراً جانا شروع کردیتے ہیں، تو اس طرح عورتوں کو جنازہ میں شرکت کے لئے جانا ازروئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... باہر گاؤں سے میت کی خبر سنتے ہی جنازہ میں شرکت کے لئے جانا جائز ہے، اور موت کے بعد تعزیت کے لئے جانا بھی سنت ہے، اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر جو حق ہے اس کی ادائے گی یا سنت کی پیروی کے لئے شریعت کے کسی دوسرے حکم کو توڑنا یا اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے، سنت کی ادائے گی میں اگر حرام کا ارتکاب کیا جائے گا تو ثواب کی جگہ گناہ ہوگا، اور شریعت ایسے کام سے منع کرتی ہے۔

اول تو ہمارے یہاں ۱۰، ۱۵ گاؤں دور دور تک خبر کرنا اور اس کے لئے میت کو روک رکھنا بھی حدیث کی تعلیم کے خلاف ہے، دوسری بات یہ کہ واردین میں صحیح جذبہ نہیں ہوتا، وہ صرف رسم پوری کرنے یا اپنی حاضری کی خبر دینے کے لئے آتے ہیں، عورتیں بے پردہ اور پرائے مردوں کے ساتھ آتی ہیں، یہ سوچ کر آتی ہیں کہ اگر نہیں جائیں گی تو لوگ کیا کہیں گے، اور اسی طرح میت کے گھر کھانے کا رواج ہے۔

وہاں جاکر ایصال ثواب کرنے کے بجائے غیبت، برائی اور شور شرابہ یا رونے میں زیادہ وقت گزرتا ہے، فرض نمازوں کی ادائے گی کا بھی کچھ اہتمام نہیں ہوتا۔ جس طرح زندگی میں پرائے مرد کو دیکھنا جائز نہیں ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی میت مرد کو دیکھنا جائز نہیں

ہے، جسے کوئی خیال میں نہیں لاتا، اس لئے ان سب گناہوں والے افعال کے ساتھ جو تعلیمات حدیث کے خلاف ہیں، سنت کی ادائے گی کا ثواب نہیں ملتا۔ بلکہ گناہوں کا پلہ جھک جاتا ہے، اور نیکی برباد گناہ لازم والا معاملہ ہوتا ہے، اس لئے ان افعال کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۳۶﴾ میت کو قبرستان لے جاتے وقت بآواز بلند کلمہ پڑھنا

سوال: میت کو قبرستان لے جاتے وقت سب کا مل کر بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو قبرستان لے جاتے وقت دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کرنا، کلمہ طیبہ پڑھنا جائز ہے اور جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے، بآواز بلند کلمہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (مراقی الفلاح)

فصل فی صلوۃ الجنازۃ

﴿۱۲۳۷﴾ جنازہ کی نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے؟

سوال: جس جگہ جنازہ کی نماز ہو رہی ہے وہاں خشک گوبر یا جانور کے پیشاب کا نشان ہو تو اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟ یعنی جنازہ کی نماز کے لئے جس جگہ کھڑے رہیں اس جگہ کا پاک ہونا شرط ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنازہ کی نماز کے لئے بھی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اس لئے پیر رکھنے کی جگہ ناپاک ہوگی تو نماز نہیں ہوگی، بہت سے لوگ جوتوں پر کھڑے ہوتے ہیں تو ان کا بھی پاک ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۳۸﴾ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال: جس مسجد میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے، جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے ایسی مسجد میں یا ایسی مسجد کے کسی حصہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیا و مسلما:...... کسی خاص عذر کے بغیر مسجد کے جماعت خانہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چاہے جنازہ جماعت خانہ میں لا کر رکھا جائے یا نہ رکھا جائے، جماعت خانہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ وہ صحن جو جماعت خانہ میں داخل نہیں ہے، وہاں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ (شامی، درمختار: ۱/۵۹۳) برف،، بارش یا سخت سردی وغیرہ اعذار کے سبب مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۳۹﴾ مسجد کے صحن میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: مسجد کی صحن میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کا صحن اگر جماعت خانہ میں شامل نہ ہوتو وہاں جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۰﴾ مسجد سے باہر میت رکھ کر جماعت خانہ میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء امت اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مسجد کا محراب اس نیت سے کچھ لمبا بنایا ہے کہ جنازہ کی نماز کے لئے میت آگے والے آدھے حصہ میں رکھی جا سکے اور امام صاحب اسکے پیچھے والے آدھے حصہ کے محراب میں کھڑے ہوکر پڑھا سکیں نیز مصلی حضرات جماعت خانہ میں پڑھیں۔ نقشہ اس طرح ہے؟

سوال طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کا محراب جسکا آدھا حصہ شرعی مسجد میں داخل ہو اور بقیہ آدھا حصہ شرعی مسجد کا حصہ نہ ہوتو کیا اس طرح شرعی مسجد سے باہر جنازہ رکھا جائے اور امام صاحب مسجد کے محراب میں اور مصلی حضرات جماعت خانہ میں جنازہ کی نماز پڑھیں تو جائز ہے؟

نوٹ: آنجناب کو معلوم ہے کہ برطانیہ میں تقریباً موسم خراب رہتا ہے۔ کبھی بارش کبھی برف ایسی حالت میں جنازہ کی نماز کھلی جگہ میں پڑھنے کے لئے کافی دشواری ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی سہولت کے لئے یہ راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ تکلیف فرما کر جواب ارسال فرمائیں گے۔ شرعی نقطہ نظر کیا ہے۔ **بینوا و توجروا!**

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی نماز مسجد کے جماعت خانہ میں پڑھنے کے

سلسلہ میں فقہاء احناف اسکو مکروہ قرار دیتے ہے اور یہ کراہت تحریمی ہے کہ تنزیہی اسمیں دونوں قول منقول ہیں اب جنازہ خارج عن المسجد ہو اور مصلی جماعت خانہ میں ہوں یا جنازہ اور امام ومصلی سب مسجد میں ہو دونوں صورتوں کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

وكرهت تحريما وقيل تنزيها في مسجد جماعت هواى الميت فيه وحده اوسع القوم واختلف في الخارجة عن المسجد وحده او مع بعض القوم درالمختار الكراهة مطلقة الدرالمختار، ج ۳، ص ۱۲۶، امداد الفتاوی، ج ۱، ص ۵۳۳)

موسم خراب ہو بارش یا برف کی وجہ سے کسی دوسری جگہ میں جنازہ کی نماز نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی مجبوری کی حالت میں جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھ سکتے ہیں آپ نے جو صورت تحریر فرمائی ہے کہ محراب میں خارج عن المسجد جو جگہ ہے وہاں جنازہ رکھا جائے اور امام اور قوم دونوں مسجد کے جماعت خانہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو اس صورت کے متعلق بھی فقہاء مکروہ لکھتے ہے جیسا کہ اوپر کی عبارت میں صراحت کی گئی ہے انما تكره في المسجد بلاعذر فان كان فلا ومن الاعزار المطر كمافي الخانيه. اھ شامی ص ۱۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۱۲۴۱﴾ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: ایک شخص نے عیدگاہ کے لئے زمین وقف کی ہے، اس عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (عالمگیری، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۲﴾ کسی کی نجی زمین پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؟

سوال: کسی کی نجی زمین پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؟ کیا مالک زمین سے اجازت لینی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مالکِ زمین سے اجازت لینا ضروری ہے، اس لئے کہ زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کی نجی زمین پر جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۳﴾ قبرستان میں جنازہ کی نماز پڑھنا

سوال: قبرستان میں قبروں کے سامنے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قبرستان میں جہاں جگہ خالی ہو، سامنے یا پیچھے قبریں نہ ہوں ایسی جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بہشتی ثمر میں لکھا ہے کہ وہاں جنازہ کی نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبرستان میں ایسی جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے جہاں مصلی کے سامنے قبریں نہ آتی ہوں، اگر سنت طریقہ کے مطابق سجدہ کی جگہ نظر رکھ کر نماز پڑھتے ہوئے مصلی کی نظر قبر پر پڑتی ہو تو ایسی جگہ جنازہ کی نماز مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، بدائع: ۱/۳۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۴﴾ قبرستان میں جنازہ کی نماز پڑھنا

سوال: قبرستان میں ایک خالی جگہ ہے جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے، البتہ اس خالی جگہ کے اردگرد قبریں ہیں تو کیا اس خالی جگہ میں جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر سنت طریقہ کے مطابق سجدہ کی جگہ نظر رکھ کر نماز پڑھتے ہوئے مصلی کی نظر قبر پر نہ پڑتی ہو تو ایسی جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۴۵﴾ جنازہ کی نماز کے لئے سترہ رکھنا ضروری ہے؟

سوال: ایک کھلا میدان ہے، ہمارے یہاں جب جنازہ کی نماز پڑھنے کا موقع آتا ہے تو وہیں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے، تو وہاں نمازی کے سامنے سترہ رکھنا ضروری ہے؟ کیا جنازہ کی نماز کے لئے سترہ ضروری ہے؟ سترہ کتنا لمبا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جنازہ کی نماز کے لئے سترہ کی ضرورت نہیں ہے، لیکن عام راستہ اور میدان کو جنازہ کی نماز کے لئے روکنا یا نجی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (طحطاوی:۳۶۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۴۶﴾ تیمم کر کے جنازہ کی نماز پڑھنا

سوال: جنازہ تیار ہو اور غسل یا وضو کا وقت نہ ہو، غسل یا وضو کرنے میں نماز چھوٹ جانے کا ڈر ہو تو کیا تیمم کر کے جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ولی کے علاوہ دوسرا کوئی شخص جنبی یا بے وضو ہو اور اس کے وضو یا غسل کرنے میں جنازہ کی نماز کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو تو تیمم کر کے جنازہ کی نماز میں شریک ہو جانا درست ہے۔ (شامی:۱/۱۶۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۴۷﴾ جنازہ کی نماز میں قبلہ رخ ہونا شرط ہے؟

سوال: جگہ کی تنگی کی وجہ سے جنازہ کے پیچھے اتنی جگہ نہ ہو کہ نئی صفیں قبلہ رخ کھڑی رہ سکیں

ہو تو جو لوگ قبلہ رخ کھڑے نہ ہوں تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو لوگ قبلہ رخ نہیں ہیں ان کی نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ جنازہ کی نماز میں بھی چہرہ قبلہ کی طرف ہونا شرط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۸﴾ جنازہ کی نماز میں کتنے فرض ہیں؟ اور کون کون سے؟

سوال: جنازہ کی نماز میں کتنے فرض ہیں؟ اور کون کون سے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی نماز میں صرف دو چیزیں فرض ہیں، (۱) چار تکبیریں کہنا، اور (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، اسی لئے سخت مجبوری یا معذوری کے بغیر جنازہ کی نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۹﴾ جنازہ کی نماز میں صفیں درست نہ ہوں تو

سوال: ہمارے یہاں ایک بڑا میدان ہے، وہیں جنازہ کی نماز ہوتی ہے، وہ میدان اونچا نیچا ہے، اس میں کھڈے زیادہ ہونے کی وجہ سے، صفیں بھی اونچی نیچی رہتی ہیں، تو اگر جنازہ کی نماز میں صفیں اونچی نیچی ہوں تو چل سکتا ہے یا نہیں؟ مفصل جواب بتا کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صفیں اونچی نیچی ہوں تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔

﴿۱۲۵۰﴾ جنازہ کی نماز میں کون سی صف میں کھڑے رہنا افضل ہے؟

سوال: ایک مولانا صاحب نے فرمایا: کہ جنازہ کی صفوں میں جو آخری صف ہوتی ہے اس میں کھڑے رہنا افضل ہے، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ اسکی کیا وجہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی صف میں بالکل اخیر کی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اس لئے کہ یہ نماز حقیقت میں میت کے لئے دعا

ہے اور نماز پڑھنے والا سفارشی ہے، اور اخیر میں کھڑے رہنے میں زیادہ عاجزی ظاہر ہوتی ہے اس لئے اس میں زیادہ ثواب ہے۔ (کبیری شرح منیہ: ۵۴۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۵۱﴾ جنازہ کی نماز میں کثرت صفوف کی فضیلت

سوال: جنازہ کی نماز میں زیادہ آدمی ہوں تو اس سے مردہ جنتی سمجھا جاتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ زیادہ آدمی کے ہونے سے مردہ کو کوئی فائدہ ہوتا ہے؟ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص کی جنازہ کی نماز ایسے چالیس (۴۰) لوگوں نے پڑھی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو میت کے حق میں ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مشکوۃ)

جنازہ کی نماز میت کے لئے دعا ہے، اور نماز پڑھنے والا سفارشی ہے، اور حدیث شریف میں سفارش قبول ہونے کا جو کہا گیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ میت کی مغفرت کردی جائے گی۔

مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں سو کی تعداد میں نمازیوں کا آنا وارد ہوا ہے۔ کہ اگر سو آدمی ہوں تو ان کی سفارش قبول کی جائے گی (مشکوۃ: ۱۴۵) اس لئے جتنے زیادہ نیک آدمی جنازہ میں شریک ہوں تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اتنی مردہ کی مغفرت کی امید زیادہ ہوگی، اور مغفرت کی دعا منظور ہوگی۔

﴿۱۲۵۲﴾ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا مانگنا

سوال: جنازہ کی نماز سے فارغ ہوکر امام صاحب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور حاضرین تمام اس پر آمین کہتے ہیں، تو اس طرح دعا مانگنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما...... نماز جنازہ میت کے لئے ایک طرح کی مغفرت کی دعا

ہی ہے، جو شریعت کی طرف سے مقرر کی گئی ہے، لہذا ایک دعا کے بعد دوبارہ دعا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس لئے نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا اور حاضرین کا اس پر آمین کہنا وغیرہ ناجائز اور بدعت ہے، اور اگر یہ دعا ضروری ہوتی تو حضور ﷺ ضرور اس کی تعلیم دے کر جاتے، اس لئے نماز کے بعد اجتماعی طور پر دعا نہیں مانگنی چاہئے۔

﴿۱۲۵۳﴾ مرد، عورت اور مجنون کی جنازہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال: عورت اور مجنون کی جنازہ کی نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اول جنازہ کے سامنے قبلہ کی طرف چہرہ کر کے کھڑے ہو کر نیت کر لیں کہ "میں جنازہ کی نماز (مغفرت کی دعا کے لئے) اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں"۔ اور جہراً اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لیں، اور ثنا پڑھیں، نمازِ جنازہ کی ثنا اس طرح ہے:

سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك و جل ثنائك و لا اله غيرك۔

پھر امام دوسری تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر بلند آواز سے کہے، اور مقتدی سراً بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہیں۔ اور درود ابراہیم پڑھیں، پھر تیسری تکبیر اسی طرح کہیں اور میت بالغ مرد یا عورت ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثٰنَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

اور اگر نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً۔

اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً۔

پھر چوتھی تکبیر اسی طرح کہیں اور بغیر کچھ پڑھے کھڑے کھڑے ہی سلام پھیر دیں۔

چوتھی تکبیر کے بعد اگر کوئی شخص ربنا اتنا......الی آخرہ پڑھنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے۔

اور سلام پھیرنے کا وہی طریقہ ہے جو پنج وقتہ نمازوں میں سلام پھیرنے کا طریقہ ہے، اور سلام پھیرنے میں فرشتوں اور مقتدیوں پر سلام کی نیت کرنے میں میت کو بھی شامل کرلیں، اگر میت داہنی طرف ہو تو داہنی طرف میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں طرف میں۔(مراقی الفلاح)۔ مجنون کا حکم جدا نہیں ہے، اگر مجنون بالغ ہے تو بالغ میت کی دعاء اور نابالغ ہو تو نابالغ میت کی دعاء پڑھی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۵۴﴾ نابالغ لڑکے اور لڑکی کی جنازہ کی نماز کا طریقہ

سوال: نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کی نمازِ جنازہ کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نابالغ لڑکے اور لڑکی کی نمازِ جنازہ کا وہی طریقہ ہے جو بالغ کی نمازِ جنازہ کا طریقہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد بالغ کی نمازِ جنازہ میں اللھم اغفر لحینا والی دعا پڑھی جاتی ہے جبکہ نابالغ کی نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد اگر میت لڑکا ہے تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً۔

اور اگر میت لڑکی ہے تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْھَا لَنَا اَجْراً وَّ ذُخْراً وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۵۵﴾ اگر بغیر نماز پڑھے مردہ کو دفن کردیا تو

سوال: اگر کسی مردہ پر نماز پڑھے بغیر اسے دفن کردیا تو کتنے دنوں کے اندر اندر اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ یا اس کی تلافی کی اور کیا شکل ہوسکتی ہے؟ قبر میں نعش کے پھولنے پھٹنے کا اندازہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر کسی مردہ پر نماز پڑھے بغیر اسے دفن کردیا گیا تو جب تک نعش کے صحیح وسالم ہونے کا گمان ہو اس کی قبر پر جنازہ کی نماز پڑھ لی جائے، اگر گمان غالب ہو کہ نعش پھول گئی ہوگی یا پھٹ گئی ہوگی تو اب اس پر نماز نہیں پڑھ سکتے، نعش کتنے دنوں میں پھول جاتی ہے یا پھٹ جاتی ہے یہ موسم اور جگہ کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، عام طور پر تین دن تک یہ حالت پیدا نہیں ہوتی، اس لئے تین دن کے اندر اندر پڑھ لینی چاہئے۔ (شامی: ۵۹۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۵۶﴾ پھانسی کے بعد حکومت نعش نہ حوالہ کریں اور خود دفنا دے تو اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا جنازہ کی نماز غائبانہ پڑھ سکتے ہیں؟ اگرچہ حنفی مسلک کے مطابق غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، تو شافعی مسلک کے کسی شخص کو امام بنا کر اس کے پیچھے غائبانہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ اور غائبانہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھ سکتے ہیں؟ یا باہر پڑھنا ضروری ہے۔

سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہاں ایک واقعہ پیش آیا، اور وہ یہ کہ ایک مسلمان بھائی کو حکومت نے پھانسی کی سزا سنائی، اور اسے پھانسی ہوگئی، اور حکومت نعش گھر والوں کو حوالہ نہیں کرتی، اور حکومت نے بغیر نہلائے بغیر کفنائے ایسے ہی مردہ کو دفنا دیا، دعا کریں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کریں، آمین۔ اور یہاں سب لوگ جنازہ کی نماز غائبانہ پڑھ رہے ہیں، تو اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی نماز کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے من جملہ ایک شرط میت کا موجود ہونا بھی ہے، اس لئے جو میت نمازی یا امام کے سامنے نہ ہو ایسے غیر موجود میت پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ لہذا حنفی مسلک کے مطابق لوگوں کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ ایسی صورت میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ سب آدمی جمع ہو کر تلاوت کر کے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں۔ حکومت نعش حوالہ نہیں کرتی، اور اسلامی طریقہ کے مطابق غسل، کفن، دفن بھی نہیں کرتی، تو جب وہ مردہ کو قبر میں رکھ دے تو اس کے بعد نعش کے پھولنے پھٹنے سے پہلے پہلے مسلمان اس کی قبر پر جا کر جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (شامی، عالمگیری: ۱۶۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۵۷﴾ جنازہ کی نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

سوال: جنازہ کی نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار مسلم بادشاہ، اگر وہ نہ ہو تو اس کا نائب، اس کے بعد میت کا ولی یا میت کے ولی سے زیادہ متقی پرہیزگار محلہ کی مسجد کا امام ہو تو وہ اور اس کے بعد میت کا ولی جسے اجازت دے وہ زیادہ

حقدار ہے، اسے ہی نماز پڑھانی چاہئے۔ (مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۵۸﴾ اگر زیادہ حقدار ہوں تو کس کا نماز پڑھانا افضل ہے؟

سوال: اگر کسی میت کے نماز پڑھانے کے حقدار زیادہ ہوں تو نماز پڑھانے کے لئے تمام کی اجازت لینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کے ساتھ تعلق رکھنے والے حقدار زیادہ ہوں تو جس کا حق میت کے ساتھ زیادہ ہوگا وہی ولی اور اصل حقدار کہلائے گا، اس کی موجودگی میں دوسرے حقداروں کا حق باقی نہیں رہے گا۔ اور نماز پڑھانے والے کو ان چھوٹے حقداروں کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

﴿۱۲۵۹﴾ جنازہ کی نماز پڑھانے والے امام کو کہاں کھڑا رہنا چاہئے؟

سوال: جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے امام کو کہاں کھڑا رہنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا میت کے سینہ کے بالکل سامنے کھڑے رہ کر نماز پڑھانی چاہئے، اس لئے کہ سینہ میں ایمان ہوتا ہے اور ایمان ہی کی وجہ سے یہ نماز پڑھی جارہی ہے۔ (ہدایہ ۱۶۱:۱۸۱ ـ عالمگیری ۸۴:۱۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۰﴾ جنازہ کی نماز میں امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچتی ہو تو......

سوال: کبھی کبھی جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے آنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے، اور پیچھے تک امام صاحب کی آواز نہیں پہنچتی ہے تو پیچھے کے مقتدیوں کو تکبیر کی آواز نہیں سنائی دیتی وہ آگے والوں کی حرکت سے سلام کو پہچانتے ہیں اور سلام پھیرتے ہیں تو کیا ان کی نماز صحیح ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ......سوال میں مذکورہ صورت پیدا ہو تو مکبر کا انتظام کرنا چاہئے اور جنازہ اٹھانے سے پہلے ان لوگوں نے تکبیر کہہ کر اپنی نماز ختم کر لی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۱﴾ جنازہ کی نماز دو مرتبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: کسی میت پر دو مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھا سکتے ہیں، ایک میت پر ایک مرتبہ جنازہ کی نماز ہو جانے کے بعد ایک مولانا صاحب نے دوبارہ اس میت کی جنازہ کی نماز پڑھائی تو کسی میت پر دو مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھانا مناسب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حنفی مذہب کے مطابق ایک جنازہ پر دو مرتبہ نماز نہیں پڑھ سکتے، یہ جائز نہیں ہے، اگر پہلی مرتبہ میں میت کے ولی نے نماز نہ پڑھی ہو یا اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص نے نماز پڑھادی ہو تو ولی کو حق ہے کہ وہ دوبارہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو وہ پڑھا سکتا ہے۔ (ہدایہ اولین:۲:۱۷۱، شامی:۱:۸۲۶، طحطاوی:۳۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۲﴾ جنازہ کی نماز دو جگہ پڑھنا

سوال: ایک صاحب کا ایک گاؤں میں انتقال ہو گیا، گاؤں والوں نے میت کو غسل بھی دیا کفن بھی دیا اور ان پر نماز بھی پڑھ لی پھر میت کے گھر والے آئے اور جنازہ اپنے گاؤں لے آئے اور پھر گھر والوں نے وہاں دوبارہ نماز پڑھی، تو کسی میت پر دو مرتبہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ان دو میں سے کون سی نماز صحیح ہوئی؟ اول یا ثانی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حنفی مذہب کے مطابق ایک جنازہ پر دو مرتبہ نماز نہیں

پڑھ سکتے، حدیث شریف سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض صورتوں میں مثلاً میت کے ولی سے اجازت لئے بغیر کسی نے جنازہ کی نماز پڑھادی یا اس کا نماز پڑھنا رہ گیا ہو اور اب وہ پڑھنا چاہتا ہو تو ولی کو یہ حق ہے کہ وہ دوسری مرتبہ جنازہ کی نماز قائم کرسکتا ہے۔
ولی کی اجازت سے کسی نے نماز پڑھادی اور ولی نے بھی پڑھ لی تو اب کسی کو حق نہیں ہے کہ اس میت پر دوسری مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھائے۔(شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۳﴾ ایک جنازہ کی نماز دو مرتبہ پڑھنا

سوال: مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین کے جنازہ کی نماز مولانا فخر الدین صاحب نے ایک مرتبہ پڑھائی پھر دہلی میں جامعہ ملیہ میں مولانا عتیق الرحمٰن صاحب نے دوسری مرتبہ پڑھائی تھی، شرعی نقطۂ نظر سے ایک جنازہ کی دو مرتبہ نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:......ایک جنازہ پر دو مرتبہ نماز پڑھنا یا پڑھانا حنفی مذہب کے مطابق جائز نہیں ہے۔ اگر میت کے ولی نے پہلی مرتبہ میں نماز نہ پڑھی ہو یا اس کی اجازت کے بغیر کسی اور نے نماز پڑھادی ہو تو ولی کو یہ حق ہے کہ وہ دوسری مرتبہ نماز پڑھ سکتا ہے، یا کسی اور کو اجازت دے تو وہ پڑھا سکتا ہے۔(ہدایہ اولین:۱۷۲، شامی:۱/۸۲۶، طحطاوی:۳۵۷)

یہ جواب دو مرتبہ نمازِ جنازہ کے پڑھنے کے جواز و عدم جواز پر ہے، باقی مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین کے جنازہ کی نماز دو مرتبہ کیوں پڑھی گئی، اور حقیقۃً دو مرتبہ پڑھی گئی یا نہیں پڑھی گئی، اگر پڑھی گئی تو اس کی وجہ کیا تھی؟ اس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۴﴾ ولی نے نماز نہیں پڑھی اور میت کو دفن کر دیا گیا تو......

سوال: ولی کے علاوہ کسی اور نے میت کی نماز پڑھادی اور میت کو دفن کر دیا تو ولی میت کو باہر نکال کر نماز پڑھے یا قبر پر نماز پڑھ لے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر ولی وہاں حاضر ہو اور اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھ کر میت کو دفن کر دیا گیا تو اس صورت میں ولی کو یہ اختیار تو نہیں ہے کہ وہ میت کو قبر سے باہر نکالے، البتہ تین دن میں قبر پر جا کر نماز پڑھنے کا حق باقی رہتا ہے۔

اور اگر ولی وہاں موجود نہیں تھا، اس لئے دوسرے ولی نے نماز پڑھا کر دفن کر دیا تو اب ولی کو بالکل حق باقی نہیں رہتا۔ قبر میں سے باہر نکالنے کی بات تو دور رہی قبر پر نماز بھی نہیں پڑھ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۵﴾ بہرا شخص جنازہ کی نماز کس طرح پڑھے؟

سوال: بہرا شخص جماعت کے ساتھ جنازہ کی نماز پڑھنا چاہے تو کس طرح پڑھے؟ وہ امام کی تکبیر سن نہیں سکتا اور جنازہ کی نماز میں تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی نہیں ہیں، پہلی تکبیر تو اشارہ سے وہ سمجھ سکتا ہے لیکن بقیہ تکبیریں وہ کس طرح ادا کرے گا، اور دعائیں کس طرح پڑھے گا؟

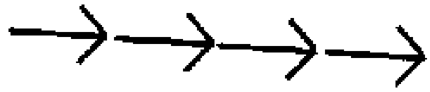
الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......بہرا شخص امام کی آواز بالکل سن نہ سکتا ہو تو وہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے، پہلی تکبیر میں رفع یدین ہوتا ہے اسے دیکھ کر وہ سمجھ سکتا ہے کہ نماز شروع ہو گئی، اس کے بعد آہستہ آہستہ دعائیں اور تکبیریں پڑھتا رہے تاکہ امام سے آگے نہ بڑھ جائے اور آہستہ آہستہ امام کے پیچھے رہے اس طرح دعائیں اور

تکبیریں پڑھتا رہے اور لوگوں کے سلام پھیرانے کو دیکھ کر نماز ختم کرے، اگر اس کی کچھ تکبیریں باقی رہ جائیں اور امام صاحب نے سلام پھرادیا تو جنازہ کو زمین سے اٹھانے سے پہلے وہ اپنی بقیہ تکبیریں جلدی سے کہہ کر سلام پھیر دے، اس طرح اس کی جنازہ کی نماز صحیح ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۶﴾ متعدد جنازوں پر ایک ہی نماز کافی ہے

سوال: اگر کبھی متعدد جنازے آجائیں، جس میں کچھ مردوں کے ہوں کچھ عورتوں کے کچھ نابالغ لڑکوں کے اور کچھ نابالغ لڑکیوں کے ہوں، تو تمام جنازوں پر ایک ہی نماز کافی ہے یا ہر جنازہ کے لئے الگ الگ نماز پڑھنی ضروری ہے؟ اگر ایک نماز پڑھنا کافی ہو تو جنازوں کو رکھنے کی ترکیب اور نماز کی صورت کیا ہوگی؟

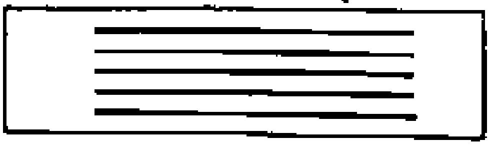
الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر بیک وقت متعدد جنازے آجائیں تو بہتر تو یہی ہے کہ ہر جنازہ پر الگ الگ نماز پڑھیں، لیکن اگر تمام پر ایک ہی نماز پڑھنا چاہیں تو یہ بھی کافی ہے۔ (مراقی الفلاح)۔ اگر تمام جنازے ایک ہی جنس کے ہوں تو تمام کو ایک ہی صف میں اس طرح رکھیں کہ ہر ایک کے پیروں کے پاس دوسرے کا سر رہے۔ بشکل ہذا:



پھر جو میت سب سے افضل ہو اس کے سینہ کے سامنے امام کھڑا ہو کر ہر ایک کی نماز پڑھائے۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر جنازہ کو قبلہ کی طرف یکے بعد دیگرے اس طرح رکھے کہ ہر ایک کے سینہ کے سامنے امام کا چہرہ ہو جائے، تاکہ میت کے سینہ کے سامنے کھڑے ہو کر

نماز پڑھنے کا جو طریقہ ہے وہ ہر ایک میں ادا ہو جائے، اور ہر میت امام کے سامنے رہے، اسی لئے اس طریقہ کو افضل بتایا گیا ہے۔ بشکل ہذا:



ایک تیسرا طریقہ بھی منقول ہے کہ ایک میت کا جنازہ دوسری میت کے جنازہ کے سامنے اس طرح رکھا جائے کہ دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے پاس ہو اور تیسرے کا سر دوسرے کے کندھے کے پاس ہو، جس کی صورت سیڑھی جیسی بنے گی۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں اس بات کا خیال رہے کہ جو شخص زیادہ افضل ہو وہ امام کے قریب رہے۔

اگر اجناس مختلف ہوں، مرد عورتیں بچے بچیوں کے مختلف اجناس کے جنازے جمع ہو جائیں تو امام کے قریب مردوں کے جنازے، اس کے بعد نابالغ لڑکوں کے جنازے رکھے جائیں پھر عورتوں کے جنازے، اس کے بعد نابالغ لڑکیوں کے جنازے رکھے جائیں۔

(درمختار مع الشامی: ۵۸۹، طحطاوی، بدائع، امداد الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۷﴾ مکروہ اوقات میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

سوال: ایک جنازہ کو قبرستان لے کر ایسے وقت پہنچے کہ مکروہ وقت شروع ہونے والا تھا یعنی سورج نکلنے کی تیاری تھی، اس لئے جنازہ کی نماز فوراً نہیں پڑھی۔ اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد ۱۵ منٹ مکروہ وقت ہوتا ہے، تو پندرہ منٹ تک ٹھہرنا چاہئے یا سورج نکلنے کے فوراً بعد نماز پڑھ لینی چاہئے؟ جنازہ کی نماز میں سجدہ نہیں ہے تو سورج نکلنے کے فوراً بعد پڑھ لینا جائز ہے؟ شرعی مسئلہ کیا ہے؟ مفصل جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس طرح طلوع آفتاب کے وقت جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح یہ مکروہ وقت جب تک باقی رہتا ہے تب تک جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہی ہے۔ جنازہ کی نماز میں سجدہ نہیں ہے لیکن یہ نماز ایک قسم کی عبادت ہی ہے، اور یہ عبادت مکروہ وقتوں کے رہنے تک ممنوع ہے، لیکن اگر جنازہ ایسے وقت میں لایا گیا کہ مکروہ وقت جاری تھا تو فوراً اسی وقت اگر نماز پڑھ لی گئی تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

﴿۱۲۶۸﴾ خودکشی کرنے والے پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: خودکشی کرنے والے پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور اسلامی طریقہ کے مطابق اس کی تجہیز وتکفین کی جائے گی یا نہیں؟ تفصیل سے جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان شخص یہ کام کرے اور اس کا انتقال ہو جائے تو چونکہ اس نے ایک گناہ کا کام کیا ہے اس لئے وہ فاسق سمجھا جائے گا لیکن ایمان سے نہیں نکلے گا، اس لئے ایک مسلمان کی جس طرح تجہیز وتکفین ہوتی ہے اسی اسلامی طریقہ کے مطابق اس کی بھی تجہیز وتکفین کی جائے گی اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں شرعی طریقہ کے مطابق دفن بھی کیا جائے گا۔

﴿۱۲۶۹﴾ مردہ بچہ پیدا ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: مجھے پانچویں مہینہ میں اسقاط ہو گیا، اور مرا ہوا بچہ پیدا ہوا، بچہ کو آنکھیں نہیں تھیں، سر ہاتھ پیر تھے، دفنانے کے لئے ہسپتال والوں سے بچہ مانگا تو ہسپتال والے منع کرتے ہیں، انتقال کا سرٹیفکیٹ بھی نہیں دیتے، پورے نو مہینہ کے بعد اگر ایسا ہوا ہو تو ہی بچہ حوالہ

کرتے ہیں اور سرٹیفکیٹ بھی دیتے ہیں، یہاں یو. کے. میں یہی قاعدہ ہے، ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ایک دو مولانا صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا دفنانا ضروری نہیں ہے، پوری خلقت کا بچہ نہیں ہے اس لئے نہ دے تو حرج نہیں ہے، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ اس مسئلہ میں شریعت کی رہنمائی کیا ہے؟ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں اس کی وضاحت نہیں ہے کہ ہسپتال والے اس بچہ کا کیا کرتے ہیں؟ اس بچہ کی زندہ پیدا ہو کر مرنے والے بچہ کی طرح نماز یا تجہیز و تکفین نہیں ہے، البتہ اس کا نام رکھا جائے گا، اور پانی سے صاف کر کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر گہرا گڑھا کھود کر دفنایا جائے گا، اور اس کے لئے ہسپتال والوں سے مطالبہ کرنا چاہئے، اور مطالبہ کرنے کے بعد بھی اگر ہسپتال والے نہ دیں تو بچہ کے اولیاء ماخوذ نہ ہوں گے، البتہ وہاں کے مسلمانوں کو بچہ واپس لینے کے لئے قوانین میں رخصت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷۰﴾: چند منٹ زندہ رہ کر مرنے والے کی نماز جنازہ ہے یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کو ایک بچہ پیدا ہوا، بچہ چار منٹ زندہ رہ کر انتقال کر گیا، تو اس بچہ پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کی شرعی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟ کیا اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے؟ اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہوا ہے، تو اس کی نماز جنازہ نہیں ہے، لیکن اس مردہ بچہ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

اور اگر پیدا ہونے کے بعد اس میں زندگی کے کسی بھی طرح کے آثار مثلاً: حرکت کرنا، رونا

وغیرہ نمایاں (ظاہر) ہوں، اوراس کے بعد بچہ کا انتقال ہو، تو بچہ کو پورا کفن دیا جائے گا، اور غسل بھی دیا جائے گا، اور جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے گی، اورا سے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (شامی:۱)

﴿۱۲۷۱﴾ کن کن لوگوں کے جنازہ میں شرکت کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے؟

سوال: کن کن لوگوں کے جنازہ میں شرکت کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: (۱) باغی (یعنی امیر المؤمنین کی اطاعت سے مخالفت کرنے والے) (۲) رہزن جو ڈکیتی کی لڑائی میں قتل ہو جائے (۳) جو شخص اپنی قوم کی حمایت کرتے ہوئے (ظلم پر ہونے کے باوجود) مرجائے (۴) مکابر (یعنی لوگوں کا خون کر کے ان کے اموال چھین لینے والا) (۵) لوگوں کو ظلماً گلا دبا کر مار ڈالنے والا۔

ان لوگوں کو غسل نہیں دینا چاہئے، اوران کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔ بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ ہر مسلمان کی تجہیز وتکفین میں حصہ لینا چاہئے، اور نماز بھی پڑھنی چاہئے۔ (درمختار، شامی:۴:۵۸۴)

﴿۱۲۷۲﴾ جنازہ کی نماز کے بعد دعا مانگنا

سوال: جنازہ کی نماز سے فراغت کے بعد امام صاحب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، اور مقتدی آمین کہتے ہیں، تواس طرح دعا مانگنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... جنازہ پر پڑھی جانے والی نماز میت کی عبادت کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ نماز میت کے لئے مغفرت کی دعا ہی ہے، جس کا خاص طریقہ شریعت کی طرف سے بتادیا گیا ہے، اس لئے نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا مانگنا اور آمین کہنا وغیرہ

امور ناجائز اور بدعت ہیں۔

اگر نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی حاجت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی تعلیم ضرور کرتے، اس لئے نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا مانگنا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی جگہ یہ عمل ہو رہا ہو تو اس میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ فق

﴿۱۱۷۳﴾ جنازہ کی نماز میں دو سلام ہیں۔

سوال: نمازِ جنازہ میں کتنی تکبیرات اور کتنے سلام ہیں؟ رمضان میں ہم نے ایک جگہ دیکھا کہ وہاں کے لوگوں نے نمازِ جنازہ میں ایک ہی سلام پھیرا تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ نمازِ جنازہ کا صحیح طریقہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہنا فرض ہے، اور پہلی تکبیر جسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، اس میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لینا سنت ہے۔ اور دیگر تکبیرات رکعات کی جگہ پر ہیں، اس لئے امام اور مقتدیوں کو چار تکبیرات کہنی چاہئیں۔ اور ان تکبیرات میں ہاتھوں کا نہ اٹھانا سنت ہے، اگر ہاتھ اٹھا لئے تو بھی گناہ یا ممنوع نہیں ہے۔ (شامی:۲)۔

اور دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے، اس لئے نماز کے اختتام پر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز کو ختم کرنا چاہئے۔ آپ نے جن لوگوں کو ایک طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا وہ ہوسکتا ہے دوسرے مسلک کے ہوں، اور اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھتے ہوں۔ لیکن ہمیں ہمارے مسلک کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷۴﴾ کچھ تکبیرات کا چھوٹ جانا

سوال: کسی شخص کی جنازہ کی نماز میں ایک یا دو تکبیریں چھوٹ جائیں تو وہ نماز میں کس طرح شریک ہو؟ اور نماز کس طرح ختم کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......کوئی شخص جنازہ کی نماز کے لئے ایسے وقت حاضر ہوا کہ امام صاحب کچھ تکبیرات کہہ چکے تھے، تو بعد میں آنے والے کو چاہئے کہ وہ امام کے تکبیر کہنے کا انتظار کرے، اور امام کے تکبیر کہنے کے ساتھ فوراً نماز میں شریک ہو جائے، اور جب امام سلام پھیرلے تو اپنی بقیہ تکبریں جنازہ کے اٹھانے سے پہلے کہہ کر نماز ختم کرلے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی القبر و الدفن

﴿۱۲۷۵﴾ گورکن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟

سوال: گورکن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟ اگر ہندو قبر کھودے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... بہتر تو یہی ہے کہ قبر کھودنے والا مسلمان ہو، البتہ اگر کسی جگہ قبر کھودنے والا غیر مسلم ہو، تو اس سے بھی قبر کھدوانا بھی جائز ہے۔

﴿۱۲۷۶﴾ قبر کھودنے کا طریقہ

سوال: قبر کیسی ہونی چاہیے؟ حنفی مذہب میں قبر کھودنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... قبر دو طرح کی ہوتی ہیں:

ایک کو لحد کہتے ہیں، اور دوسری کو شق کہتے ہیں، لحد کھودنا بہتر اور سنت ہے، البتہ اگر زمین نرم ہو اور قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو شق بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ لحد کو ہمارے عرف میں بغلی قبر بھی کہتے ہیں، اور شق کو ہمارے یہاں صندوقی قبر کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی قبر مبارک لحد بنائی گئی تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷۷﴾ بغلی قبر کیسی ہوتی ہے؟

سوال: بغلی قبر کیسی ہوتی ہے؟ عبارت مع نقشہ کے سمجھائیں تو عنایت ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبر دو طرح کی ہوتی ہیں:

ایک کو لحد دوسری کو شق کہتے ہیں، لحد کو ہمارے یہاں بغلی قبر اور شق کو صندوقی قبر کہتے ہیں۔

لحد قبر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً قبر کو سینہ تک کا گہرا سیدھا کھودا جائے، اور جب پوری قبر بن جائے تو اس قبر کے اندر سے داہنی طرف ایک اور گڑھا کھودا جائے، جس میں میت

کو بآسانی داخل کیا (رکھا) جا سکے، یہ گڑھا ہی اصل قبر ہے، میت کے اوپر زمین کی چھت رہے گی، جب میت کو اس گڑھے میں رکھ دیا جائے تو کھلی قبر میں کچھ کچی اینٹیں رکھ کر اس گڑھے کو بند کر دیا جائے، پھر پوری قبر میں مٹی ڈال کر اسے بند کر دیا جائے۔

میت کے اوپر زمین کی چھت رہتی ہے، اس لئے نرم زمین میں یہ قبر بنانا مشکل ہے، سخت زمین میں یا بچوں کے لئے چھوٹی قبر بنانے میں ایسی قبر بنانا آسان ہے۔ آپ ﷺ کو ایسی قبر بہت ہی پسند تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷۸﴾ صندوقی قبر کی وضع

سوال: کیا صندوقی قبر اور شق قبر دونوں میں کچھ فرق ہے؟ اگر ہے تو وہ فرق کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شق قبر جسے ہمارے عرف میں صندوقی کہتے ہیں، ایک ہی قبر کے دو نام ہیں، ہمارے یہاں زیادہ تر شق قبریں ہی کھودی جاتی ہیں، اور ان کو صندوقی قبر کہا جاتا ہے۔ جس کا عمق سینہ تک ہونا چاہئے، اس قبر میں میت کو رکھنے کے بعد بانس اور تختوں کی چھت بنے گی، اور اس پر مٹی ڈال کر قبر کو بند کر دیا جائے۔

﴿۱۲۷۹﴾ قبر کا طول وعرض وعمق

سوال: قبر کا طول وعرض کتنا ہونا چاہئے؟ عمق کتنا ہونا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبر کا طول میت کے طول پر مبنی ہے، یعنی میت کے قد سے ایک دو فٹ زیادہ لمبا رکھنا چاہئے، اس سے سہولت رہتی ہے، اور ایک آدمی قد کے برابر گہرا ہو یہ زیادہ بہتر ہے، اور کم از کم سینہ تک گہرا ہونا چاہئے، اور عرض میں آدمی کے آدھے قد کے برابر رکھنا چاہئے، یعنی اندازاً تین سے ساڑھے تین فٹ رکھنا چاہئے۔ (شامی:

۵۶۹، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۰﴾ قبروں کو پیروں تلے روندنا

سوال: پرانی قبروں پر جوتے و چپل کے ساتھ چل سکتے ہیں یا نہیں؟ قبروں پر پیشاب پاخانہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبریں نئی ہوں یا پرانی، ان کے احترام کرنے کا شریعت میں تاکیدی حکم ہے، اس لئے قبروں پر چلنا یا بول و براز کرنا یا ایسی کوئی نامناسب حرکت کرنا جس سے قبروں کی توہین ہوتی ہو، جائز نہیں ہے۔ (شامی، فتح القدیر)

﴿۱۲۸۱﴾ کنیڈا میں برفیلی زمین میں مشین سے قبر کھودنا اور مشین سے مٹی ڈالنا

سوال: کنیڈا میں بہت زیادہ برف گرتی ہے، جس سے وہاں کی فضا مرطوب ہے، اور زمین کھودنے میں بہت جلد پانی نکل آتا ہے، اس لئے یہاں مشین سے قبریں کھودی جاتی ہیں، اور مٹی میں بدبو ہوتی ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ نصف قبر کو پکا بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مٹی چکنی ہوتی ہے، اور کیچڑ جیسی ہوتی ہے، تو میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مشین سے مٹی ڈالی جائے تو کچھ حرج ہے؟ اور قبر میں مردے کو رکھنے کے بعد قبر کو بند کر کے قبر پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبر میں ایسی چیزیں رکھنا جن میں آگ کا کچھ اثر ہو، فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، اور اسے مکروہ کہا ہے، قبروں کو اندر سے پکی بنانے میں اینٹیں لگائی جائیں گی، اور اینٹیں آگ سے پکائی جاتی ہیں، اس لئے کچی اینٹیں رکھ کر یا لکڑے کے بوکس (box) یا پٹی وغیرہ سے کام چلایا جائے، مشین سے مٹی ڈالنے میں بوجہ

مجبوری کوئی گناہ نہیں ہے، اور فاتحہ پڑھنا بدعت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

﴿۱۲۸۲﴾ قبروں پر پودے لگانا

سوال: قبر کو مٹی سے پر کرتے وقت اس پر مہندی یا اور کوئی پودا لگا سکتے ہیں؟ یا قبر پر ہو جانے کے بعد کوئی پودا لگا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بحرالرائق میں لکھا ہے کہ میت کی قبر پر ہرے درخت کی ٹہنی وغیرہ رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور قبر پر ہرا گھاس یا درخت اگ جائے تو اسے کاٹنا مکروہ ہے۔ اور خشک گھاس یا درخت کا کاٹنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۳﴾ قبر کتنی اونچی ہونی چاہئے؟

سوال: زمین کی سطح سے قبر کتنی اونچی ہونی چاہئے؟ اس کی ہیئت کیسی ہونی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زمین کی سطح سے قبر ایک دو بالشت اونچی اور کوہان نما ہونی چاہئے۔ (شامی: ۶۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۴﴾ قبر کے اوپر گڑھے کو پُر کرنا

سوال: قبر میں تھوڑے ہی دنوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں، تو یہ گڑھے بھرنا (پُر کرنا) جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پرانی قبروں کی مرمت کرنا اور مٹی سے گڑھے پر کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۵﴾ قبر پر علامت کے لئے پتھر کا کتبہ لگانا

سوال: ہمارے گاؤں میں کچھ دنوں سے ایک نئی رسم شروع ہوئی ہے، اور سمجھدار لوگ بھی اس میں ملوث ہو گئے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے ورثاء اس کی قبر کی علامت کے لئے قبر کے سرہانے ایک پتھر کا کتبہ لگاتے ہیں، اس میں مرنے والے کا نام اور اس کی سنہ وفات درج ہوتی ہے اور بسا اوقات پتھر پر کندہ کرائی جاتی ہے، کچھ سالوں سے یہ رواج عام ہو گیا ہے، اب اگر پورا قبرستان اس طرح کتبہ سے بھر جائے، اور بعد میں کسی کو دوبارہ انہی قبروں میں دفن کرنا ہو، تو ان کتبوں کو ہٹانا پڑے گا، جس سے فتنہ برپا ہوگا، اب یہ طریقہ مروج ہو گیا ہے، تو ان حالات میں شریعت کیا کہتی ہے؟ سنت طریقہ کیا ہے؟ لوگوں کو کس چیز پر عمل کرنا چاہئے؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت کا اصل مزاج تو یہی ہے کہ قبریں کچی ہی بنائی جائیں، اور زیادہ اونچی نہ بنائی جائیں، البتہ علامت کے لئے پتھر یا ایسی ہی کوئی چیز رکھی جائے تو منع بھی نہیں ہے، جائز ہے۔ پختہ قبریں بنانا یا قبر کا سرہانا کتبہ کی طرح پختہ بنانا اور اس پر لکھنا بلا ضرورت شدیدہ مکروہ ہے۔ (طحطاوی:۷۰) اور ضرورت کی وجہ سے لکھنے کی اجازت بھی اس وقت ہے جب کہ اپنی ملکیت کی زمین میں یا مالک کی اجازت سے اس کی زمین میں دفن کیا جائے، لیکن وقف قبرستان میں دفن کرنے کی صورت میں سوال میں مذکورہ اندیشہ کے مطابق فتنہ ہونے کا خطرہ ہو یا مردوں کو دفنانے میں تنگی یا پریشانی کا ڈر ہو تو ان حالات میں کتبہ کی طرح سرہانا پختہ بنانا یا بنوانا مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ شامی:۱/۶۰۱ اور نووی شرح مسلم:۱/۳۱۲ پر اس کی وضاحت موجود ہے کہ قبرستان میں ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۶﴾ دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا

سوال: قبر کو مٹی سے بند کر دینے کے بعد اس پر پانی چھڑکنا کیسا ہے؟ کتنا پانی ڈالنا چاہئے؟

الجواب: حامدا و مصلیا و مسلما...... آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی قبر پر پانی ڈالا ہے، اس لئے قبر کو مٹی سے بند کر دینے کے بعد اس پر پانی چھڑکنا مستحب ہے، اور اس سے مٹی بھی جم جائے گی۔ (شامی: ۶۰۱)

﴿۱۲۸۷﴾ قبر کا عذاب حق ہے/ایک عبرتناک واقعہ

سوال: ہائے اماں! جل گیا...... ہائے اماں! جل گیا...... ہائے اماں! جل گیا......

قبر کے عذاب کا حالیہ عبرتناک واقعہ: اورنگ آباد کے ضلع بشارتپور سے جناب عمر انصاری صاحب لکھتے ہیں کہ تاریخ ۱۵/۱۱/۱۹۷۶ء کو عبداللہ نامی ایک شخص کا کوٹھی گاؤں میں انتقال ہو گیا، تدفین کے عمل کے کچھ دیر بعد رات ۷:۳۰ بجے، ہائے اماں! جل گیا...... ہائے اماں! جل گیا...... ہائے اماں! جل گیا...... ایسی خوفناک آواز سنائی دینے لگی، پڑوس کے لوگ اس خوفناک آواز کو سن کر تحقیق کرنے کے لئے نکلے، تو معلوم ہوا کہ قبرستان کی ایک قبر سے یہ آواز آرہی ہے، یہ لوگ ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے، جناب رفیع الدین صاحب اور جناب محمد بشیر اور کوٹھی گاؤں کے مؤذن صوفی عبدالقادر صاحب حالات کا معائنہ کرنے اور حقیقت حال سے باخبر ہونے کے لئے قبرستان گئے، اور ان میں سے جناب رفیع الدین صاحب نے قبر پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی، تو ایسا زور کا جھٹکا لگا کہ جیسے پورا ہاتھ جھٹکا مار کر توڑ دیا گیا ہو، اور دونوں ساتھیوں کا بھی یہی حال ہوا، یہ لوگ بھی گھبرا کر واپس آگئے، اور گاؤں

والوں سے آنکھوں دیکھا حال بیان کیا، کہ قبر کا درمیانی حصہ دھنس گیا ہے، قبر کی مٹی اوپر سے نیچے تک کالی ہوگئی ہے، اور قبر کے ارد گرد شدت کی گرمی محسوس ہو رہی ہے، اور اس سے سخت بات یہ ہے کہ قبر سے جلے ہوئے گوشت کی بدبو آرہی ہے، اس خوفناک واقعہ کی وجہ سے تمام لوگوں میں دہشت اور خوف کی لہر دوڑ گئی۔ (یوپی کے اخباروں میں نشر ہوئی خبر پرمبنی)۔

اللہ رب العزت کے نافرمان بندوں اور فساق و فجار کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، جو آیات قرآنی ومضامین احادیث سے ثابت ہے، ہر مسلمان اس سے خوب واقف ہے، اس کے باوجود عذاب قبر کی غیبی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ظاہر پرستوں اور دل کے اندھوں کی عبرت کے لئے ظاہر فرما دیتے ہیں، تا کہ غیب کی باتوں پر شکوک کرنے والے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر پکا یقین کرلیں اور اپنی غلط زندگی کی اصلاح کرلیں۔

محترم بھائیو! آج نہیں تو کل ہم سب کو یہ دنیا چھوڑ کر قبر میں جانا ہے، خدانخواستہ اگر غفلت والی اور نافرمانی والی زندگی بسر کی ہوگی تو اللہ کی پناہ! اللہ رحم کرے، اس لئے کہ عذاب قبر یہ بہت ہی خوفناک مرحلہ ہے، دوسری کسی بات سے نہیں تو مذکورہ واقعہ سے عبرت حاصل کرو، اس لئے کہ قبر میں اس بھائی کی جو حالت ہوئی ہے، ایسی حالت ہر کسی نافرمان کی ہوسکتی ہے، اس لئے آج کے اس مبارک دن میں سچے دل سے توبہ کرکے صحیح زندگی گزارنے کا فیصلہ کریں، توبہ کو مؤخر نہ کریں، کون جانتا ہے کہ کل کون زمین کے اوپر ہوگا؟ اور کون زمین کے نیچے؟

اس لئے سب سے پہلے فیصلہ کرلیں کہ جو حضرات نماز کے پابند نہیں ہیں وہ نماز کے پابند بن جائیں، اس لئے کہ کفر وشرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ترک صلوۃ ہے، اور ہم سب

چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے توبہ کریں، شراب، قمار، جوا، زنا، حرام خوری، حرام کمائی، غیبت، چغلی، بہتان، حق تلفی اور ظلم، سینما بینی، بے پردگی وغیرہ وغیرہ تمام حرام کاموں سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ طفیل ہم تمام کو نیک توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

نوٹ: یہ پمفلیٹ صاحب حیثیت افراد طبع کرواکر گاؤں در گاؤں پہنچا کر بے حد ثواب کے مستحق بنیں، ایسی گذارش ہے۔

ناشر: دار العلوم، بڑودا، جامع مسجد، مانڈوی، بڑودا۔ امین پرنٹری، مانڈوی، نزد جمنا بائی شفاخانہ، بڑودا: تاریخ ۲۵/۱۲/۱۹۷۷ء

اس پرچہ کی روشنی میں مجھے پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس پمفلیٹ میں بتائی گئی خبر صحیح ہے؟ جبکہ اسے نشر کرنے والا ایک معروف ادارہ ہے، اور اخیر میں نوٹ کر کے لکھا ہے کہ صاحب حیثیت افراد اسے طبع کرواکر اور لوگوں تک پہنچائیں، تو اس واقعہ کو صحیح سمجھنا کیسا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ عذاب قبر حق ہے، لیکن انسان اسے سن نہیں سکتے، جبکہ مذکورہ واقعہ میں لوگوں نے اسے دیکھا اور سنا؟ اور اس پرچہ کو طبع کرواکر تقسیم کرنے میں ثواب ملے گا؟ بالتفصیل حوالوں کے ساتھ جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام کے صحیح عقیدہ کے مطابق ہر انسان کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ اس کے مرنے کے بعد کی زندگی سے ملنا شروع ہو جاتا ہے، اور اس کا حتمی فیصلہ قیامت کے بعد حشر کے میدان میں ہوگا، اہل سنت والجماعت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے، قرآنی آیات اس پر دال ہیں، اور احادیث میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے، صرف مشکوۃ شریف میں قریب ۱۵/ احادیث میں اسکا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ جب بھی کوئی نماز پڑھتے تو نماز کے بعد عذاب قبر سے ضرور پناہ مانگتے، حضرت عثمانؓ کے متعلق منقول ہے کہ جب بھی آپ کا گزر کسی قبر پر ہوتا تو آپ قبر کو دیکھ کر اور اس کے عذاب کو یاد کر کے اتنا روتے، اتنا روتے کہ آپ کے آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ جنت، جہنم کے تذکرہ سے اتنا نہیں روتے، جتنا قبر کو دیکھ کر روتے ہو، ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے، اگر اس سے نجات مل گئی تو باقی کی تمام منزلیں آسان ہیں، اور اگر اس سے نجات نہیں ملی تو باقی کی تمام منزلیں اور بھی سخت ہوں گی۔

خلاصہ یہ کہ عذاب قبر حق ہے، اور ایسے ہر فعل سے بچنا چاہئے جس سے شرعی احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، خاص طور پر غیبت، چغلی اور پیشاب کے قطروں سے اجتناب کرنا چاہئے، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ قبر میں زیادہ تر عذاب ان دو چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی طرح سونے سے قبل سورۂ ملک پڑھ کر سونا بھی عذاب قبر سے نجات دلاتا ہے۔

اب آپ نے جو پرچہ بھیجا ہے اس میں بتائی گئی خبر صحیح ہے یا نہیں؟ البتہ اس میں ناشر کا نام و پتہ اور واقعہ کا وقت و تاریخ اور جگہ کا نام اور نظروں سے دیکھنے والوں کے نام بھی موجود ہیں، اس لئے شک کرنا بے جا ہے، پھر بھی آپ ان سے تحقیق کر سکتے ہو۔

اسلامی تعلیم ایمان بالغیب اور حدیث کے مطابق قبر میں ہونے والا عذاب انسان اور جنات کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے، یہ صحیح ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ”میت جب منکر نکیر کے سوالوں کا صحیح جواب نہیں دے پاتی، تو وہ اسے

لوہے کا ایک گرج مارتے ہیں، جس سے مردہ ایک خوفناک چیخ مارتا ہے، اس چیخ کی آواز جنات وانسان کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ وہ تم کو قبر کا عذاب سنادے، جو میں سن رہا ہوں۔" (صفحہ:۲۵)

خلاصہ یہ کہ مذکورہ وجوہات اور حکمتوں کے پیش نظر ہر کوئی شخص ہر جگہ اسے سن نہیں سکتا، لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ عبرت کے لئے اور غفلت میں پڑی ہوئی امت کی تنبیہ کے لئے اس کا کچھ حصہ امت کے سامنے ظاہر فرما دیتے ہیں، اور ایسے کئی واقعات اور مثالیں کتابوں میں موجود ہیں، اس لئے مذکورہ واقعہ میں کوئی بات خلاف حدیث یا خلاف عقیدہ نہیں ہے، اس لئے مذکورہ پرچہ کو طبع کروانے کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور ایک نصیحت ملے، اور اپنی بقیہ زندگی کی اصلاح کریں اور عذاب قبر سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں، تو اس نیت سے طبع کروانے میں ثواب ملے گا، نیک نیتی کے ساتھ کیا گیا کوئی عمل خدا کے دربار میں رائگاں نہیں جاتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۸﴾ عورتوں کا قبرستان جانا صحیح ہے؟

سوال: عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں کے علماء سختی سے اس سے منع کرتے ہیں، اور مدینہ منورہ میں بھی عورتوں کو قبرستان نہیں جانے دیتے، ہندو پاک میں بہت سی عورتیں اللہ والوں کی قبروں یا اپنے متعلقین کی قبروں پر جاتی ہیں، تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ اگر جائز ہے تو اس کے لئے کیا شرائط ہیں؟ حدیث وفقہ کی معتبر

کتابوں کے حوالوں کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف کی کتابوں میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ ”قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے“ اس لئے عورتوں کے لئے کسی بھی حالت میں اور کسی بھی جگہ قبرستان یا مزارات پر جانا جائز نہیں ہے، منع ہے۔ دوسری ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: میں نے تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، لیکن اب تم قبرستان جاسکتی ہو، اس لئے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ اس لئے ہر شخص کیلئے چاہے وہ مرد ہو یا عورت قبرستان جانا جائز اور درست ہے۔

مذکورہ دونوں اقوال کے علاوہ ایک تیسرا قول بھی ہے جو امداد الفتاویٰ میں حضرت تھانویؒ نے نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ: یہ دیکھا جائے گا کہ عورتوں کے قبرستان جانے کا مقصد کیا ہے؟ صرف رونے، ناجائز امور کرنے یا نذر، منت پوری کرنے یا فاتحہ خوانی کی نیت سے جانا چاہتی ہوں تو جانا جائز نہیں، حرام ہے۔ اور اگر عبرت حاصل کرنے، ایصال ثواب کے لئے جانا چاہتی ہوں تو عمر رسیدہ خواتین کا جانا جائز ہے، اور جوان عورتوں کا جانا مکروہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ)۔

آج کل ہمارے یہاں بے پردگی عام ہے، عورتیں شرعی پردہ میں نہیں ہوتیں، قبروں پر جا کر عبرت حاصل کرنے کے بجائے خلاف شرع امور کئے جاتے ہیں، اللہ والوں کی قبروں پر جا کر شرکیہ افعال کئے جارہے ہیں، اس لئے عورتوں کو مذکورہ وجوہ کی بنا پر زیارت قبور سے منع کیا جائے گا، اور اگر کسی جگہ محرم مرد، عورتوں کو اپنے ساتھ لے جائیں، اور عورتیں شرعی پردے میں ہوں اور رونے، پیٹنے کے بجائے زیارت قبور سے عبرت حاصل کرنے والی ہوں اور مذکورہ خرابیوں سے بچنے کا پورا یقین ہو تو جانے کی اجازت ہے۔ (فتاویٰ

محمودیہ،شامی:۱/۲۴۲)

زیارت قبور کے لئے جمعہ کے دن جانا زیادہ بہتر اور فضیلت کا باعث ہے۔(شامی) اور جمعرات، سنیچر اور پیر کو جانا بھی بہتر ہے،وہاں جا کر اول یہ دعا پڑھیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

اور کھڑے کھڑے جو پڑھنا ہو پڑھیں،اور دعا کرتے وقت قبلہ رخ ہو کر دعا کریں،اور یٰسٓ شریف،سورۂ اخلاص ۱۱ر مرتبہ،سورۂ تبارک،آیت الکرسی اور سورۂ تکاثر وغیرہ پڑھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۹﴾ قبرستان ہموار کرنے کے لئے بلڈوزر چلانا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کا قبرستان بہت ہی بڑا ہے،اندازاً آٹھ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اس کی زمین ہموار نہیں ہے،گڑھے بہت ہیں،اور قبرستان ہی میں سے بیل گاڑے کے جانے کا راستہ بھی ہے،اور قبرستان میں جو گھاس ہوتی ہے وہ تلخ ہے،جانور بھی اسے نہیں کھاتے،اور امسال قبرستان میں آگ لگ گئی تھی،اس لئے اب ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ پورے قبرستان میں بلڈوزر پھیر کر قبرستان کو ہموار کر دیں،اور زمین کو یکساں کر دیں،تو ایسا کرنے میں شرعی رو سے کچھ خرابی تو نہیں ہے؟ قبرستان ہموار کرنے کا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قبرستان میں قبریں اتنی پرانی ہوں کہ مردے مٹی ہو کر مٹی بن چکے ہوں تو قبرستان کو ہموار کرنا جائز ہے،اسی طرح ان قبروں کو کھود کر ان میں دوسرے مردوں کو دفن کرنا بھی جائز ہے،لیکن اگر ایسا نہ ہو تو فقہاء نے اسے مکروہ کہا ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر وہ قبرستان فی الحال مستعمل ہوتو اس میں بلڈوزر پھیر کر اسے ہموار نہیں کرنا چاہئے، اس سے قبروں اور مردوں کی توہین ہوگی، اور بلڈوزر پھیر کر زمین ہموار کرنے سے نہ تو میت کو کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی قبرستان کو، اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے، البتہ جن جگہوں پر قبریں نہیں ہیں اور وہ زمین گڑھے والی ہے اسے ہموار کر سکتے ہیں اور اگر تلخ گھاس سے فائدہ نہ ہو تو خشک ہو جانے کے بعد کاٹ لیا جائے، تا کہ آگ لگنے کا ڈر نہ رہے۔ (عالمگیری:۱۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۹۰﴾ قبرستان میں جوتے پہن کر داخل ہونا

سوال: قبرستان میں داخل ہونے سے پہلے جوتے چپل باہر نکال دینے چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... قبرستان میں جوتے چپل پہن کر چلنا جائز ہے۔

﴿۱۲۹۱﴾ قبرستان میں داخل ہونے کی دعا

سوال: قبرستان میں داخل ہوتے وقت کونسی دعا پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبرستان میں داخل ہوتے وقت مردوں کو سلام ودعا کرنے کے لئے حدیث شریف میں مخصوص الفاظ وارد ہیں، وہ پڑھنا چاہئے دعا یہ ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

آپ ﷺ بھی اس جیسی ہی دعا پڑھتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۹۲﴾ مردہ پیدا ہونے والے بچہ کو قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کو مردہ بچہ پیدا ہوا، ساتویں مہینہ ہی وہ بچہ پیدا ہو گیا، تو اس مردہ بچہ کو

قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قبرستان کی ایک جانب دفن کرنا ضروری ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان عورت کو وقت پر یا وقت سے پہلے کبھی بھی مردہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو اسے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے، ہمارے یہاں قبرستان سے باہر دفنانے کا جو رواج ہے وہ مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۹۳﴾ ہندو میت کے ساتھ سمشان (ہندوؤں کے مردوں کو جلانے کی جگہ یا قبرستان) جانا

سوال: زید کے ہندو دوست کے گھر میت ہوگئی، تو میت کو سمشان لے جاتے وقت زید بھی ان کے ساتھ سمشان تک جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور آج کے ماحول میں تعلق بڑھے، اور ملنساری بڑھے اس نیت سے جانا کیسا ہے؟ نیز یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ کئی مرتبہ ہندو بھائی بھی ہمارے قبرستان تک تعلق کی وجہ سے آتے ہیں، تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہتر تو یہی ہے کہ صرف تعزیت کر کے (ان کے غم میں شریک ہو کر) چلا آئے۔ لیکن کسی وجہ سے اگر مجبوراً جانا پڑے تو ان کے مذہبی افعال میں حصہ نہ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۹۴﴾ قبرستان میں بجلی کا انتظام کرنا

سوال: ہمارے یہاں گاؤں میں مسجد اور قبرستان ہے، وہ سرکاری قاعدہ بی ۸۵ کے مطابق مندرج کیا ہوا ہے، قبرستان کا احاطہ بہت بڑا ہے، اسکے گھاس کی آمدنی سالانہ تقریباً چار ہزار کی ہے، کچھ دنوں قبل متولیان نے قبرستان میں لائٹیں لگوائیں، تاکہ رات کو میت

کے کفن دفن میں سہولت رہے، قبرستان میں پیڑ، پودے اور لائٹ وغیرہ کا خرچ اندازاً بیس ہزار کے قریب ہوا ہے، کچھ لوگ قبرستان میں لائٹ لگوانے کو فضول خرچ سمجھتے ہیں، اور چندہ دینے سے ہچکچاتے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......رات میں قبرستان میں میت کی تدفین کے وقت روشنی کی ضرورت رہتی ہے، اور اس کی سہولت کے لئے قبرستان میں لائیں لگوائی گئی ہیں، تو یہ جائز ہے، اور یہ خرچ اسراف (فضول) نہیں ہے، یہ ایک ضرورت ہے اس لئے اس کام میں روپے دینے سے ثواب بھی ملے گا۔ ف

﴿۱۲۹۵﴾ قبرستان کے گھاس کی نیلامی کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: بعد سلام مسنون! عرض اینکہ قبرستان کی ہری یا خشک گھاس کی نیلامی کرنا جائز ہے؟ کسی جگہ میں نے پڑھا ہے کہ ہری گھاس تسبیح پڑھتی ہے، اس لئے ہری گھاس نہیں کاٹنی چاہئے، گھاس ہری یا خشک کس حالت میں کاٹنا چاہئے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت میں بعض چیزوں کو مباح الاصل کہا گیا ہے، مباح الاصل کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، من جملہ ان میں سے ایک خودرو گھاس بھی ہے، اس لئے جس شخص کا اس پر پہلے قبضہ ہو جائے وہ اس کا مالک ہے، اس لئے قبضہ کرنے سے پہلے اسے بیچنا اور اس کی رقم وصول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

اور اس کے لئے جائز طریقہ یہ ہے کہ اول کسی کے پاس وہ گھاس کٹوا کر اس پر قبضہ کر لے،

اب یہ گھاس اس کی ملکیت ہوگئی، پھر اسے بیچ کر یا نیلام کر کے اس کی رقم قبرستان کے کاموں میں صرف کرے، تو یہ جائز ہے۔

اب رہا قبرستان کی ہری گھاس کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ہری چیز تسبیح پڑھتی ہے (البتہ ہم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے) اور ان کے تسبیح پڑھنے سے میت کو ایک طرح راحت اور سکون ملتا ہے، اس لئے فقہاء قبر پر اُگی ہوئی ہری گھاس کو کاٹنے سے منع کرتے ہیں، اس لئے جب تک گھاس خشک نہ ہو جائے اسے نہیں کاٹنا چاہئے۔ (شامی: ۲۷۳/۵،۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۲۹۶﴾ قبرستان میں آگ جلا کر صفائی کرنا

سوال: قبرستان میں اُگی ہوئی گھاس ہر سال کاٹی جاتی ہے، اس سے قبرستان کی صفائی تو ہو جاتی ہے لیکن قبرستان میں جڑیں اتنی ہوگئی ہیں کہ چلنا اور بیٹھنا دشوار ہو گیا ہے، کچھ لوگوں کا ارادہ ہے کہ اس میں آگ لگا کر جڑوں کو ختم کر دیا جائے، اس لئے کہ کھود کر جڑوں کو نکالنا بہت مشکل ہے، لہٰذا آنجناب یہ بتائیں کہ یہ طریقہ از روئے شرع مناسب ہے یا نہیں؟ اگر یہ طریقہ مناسب نہیں ہے تو ان جڑوں کو ختم کرنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ تا کہ قبرستان میں آنے جانے، بیٹھنے کی سہولت ہو سکے۔

نیز قبرستان میں دوسرے درخت ہیں، ان کا کیا کیا جائے؟ انہیں کاٹا جائے یا جڑ سے اکھاڑ دیا جائے یا تنہ باقی رکھتے ہوئے صرف ٹہنیوں کو کاٹ دیا جائے؟ جو طریقہ مناسب ہو بتا کر ممنون فرمائیں۔

نیز ہری چیز کے تسبیح پڑھنے سے کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟ اگر صغیرہ گناہ معاف

ہوتے ہیں تو کاٹنے میں یا جلانے میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟ البتہ آپ ﷺ نے ٹہنی رکھی تھی اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عذاب میں تخفیف ہوئی، اور عذاب تو کبیرہ گناہ پر دیا جاتا ہے، اور یہ بات بتلائی گئی کہ کبیرہ گناہ میں بھی آسانی ہوگئی، تو کیا درختوں کے تسبیح پڑھنے سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں؟

اور وان من شیء والی آیت تو یہ بتلاتی ہے کہ ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قبر کی مٹی بھی صاحب قبر کے لئے دعا کرتی ہے، اس لئے قبر پر ہری گھاس ہو تو اس کے کاٹنے میں کچھ حرج نہیں ہونا چاہئے؟

مذکورہ سوال کا تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں، اس لئے کہ عوام اس مسئلہ میں اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ قبرستان بالکل خراب ہو چکے ہیں، نہ کوئی اس کی صفائی کرتا ہے، اور نہ کوئی اس پر دھیان دیتا ہے، وہ تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ تسبیح پڑھ رہے ہیں اس لئے ان کو نہیں کاٹنا چاہئے، اس کے علاوہ اور کوئی علم کی بات اس مسئلہ سے متعلق ہو تو وہ بھی بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبرستان میں آگ لگا کر قبرستان کی صفائی کرنا جائز تو ہے، لیکن مناسب اور بہتر نہیں ہے، اس لئے کہ آگ اور آگ کے اثر والی چیزوں سے مردوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی لئے فقہاء نے قبر میں پکی اینٹیں رکھنے کو مکروہ لکھا ہے، علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: لانہ مما مستہ النار، فیکرہ ان یجعل علی المیت تفاؤلاً، کما یکرہ ان یتبع قبرہ بنار تفاؤلاً۔ (شامی: ۱/۶۰۰)۔

اس لئے قبرستان کو آگ لگا کر صاف کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے ان جڑوں کو اکھاڑ کر دور کیا جائے، مسلمان کی قبر اور میت کو آگ سے دور رکھا جائے، قبرستان کے بڑے درختوں کو کاٹ چھانٹ کر کے صاف کرلیا جائے تا کہ آنے جانے والوں کو راستہ نظر آسکے،

اور درمیان میں رکاوٹ نہ رہے، اور سایہ اور پھل کا فائدہ بھی باقی رہے، یہ درخت بھی وقف کے حکم میں ہیں۔ (امداد الفتاویٰ)۔

نیز آپ نے جو لکھا ہے: کہ ہری چیز کی تسبیح سے میت کے گناہ معاف ہوتے ہیں، ایسی کوئی حدیث یا قرآنی آیت میرے علم میں نہیں ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، اور ہر چیز میں جان ہوتی ہے، لیکن ہر چیز کی جان اس چیز کے مطابق ہوتی ہے، اسے ہم نہیں سمجھ سکتے، و ان من شیئ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ: وان من شیئ حی ثم قال و حیاۃ کل شیء بحسبه فحیاۃ الخشب ما لم ییبس الخ (مرقاۃ:۱۸۶)۔

ان چیزوں کے تسبیح پڑھنے سے میت کو راحت ملتی ہے، اور قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ قبرستان میں اگے ہوئے خود رو گھاس یا پیڑ، پودے، بیل وغیرہ کا کاٹنا مکروہ ہے۔

یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر و الدرر و شرح المنیة و علله فی الامداد بانه ما دام رطبا یسبح الله تعالیٰ فیؤنس المیت و تنزل بذکرہ الرحمة۔ (شامی:۱/۶۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۹۷﴾ تدفین میں تعجیل مستحب ہے۔

سوال: ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو قرب و جوار کے دیہاتوں میں میت کے متعلقین ورشتہ داروں کو جنازہ کی نماز کے وقت کے بارے میں خبر دی جاتی ہے، اور نماز کا وقت ایسا متعین کیا جاتا ہے کہ جس میں جنہیں خبر بھیجی گئی ہے وہ بآسانی پہنچ سکیں، تو اس طرح جنازہ کی نماز کا وقت متعین کرنا جائز ہے؟

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میت کا خاص قریبی رشتہ دار دور ہوتا ہے، تو وہ نماز میں شریک ہو سکے

اس کا خیال رکھتے ہوئے نماز کا وقت مقرر کیا جاتا ہے، اس میں کبھی کبھی میت کو ۱۵، ۱۸، ۲۰ گھنٹوں تک روک رکھتے ہیں، تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: جب میت کو غسل دے دیا جائے، اور کفن پہنا دیا جائے تو اب نماز میں اور تدفین میں جلدی کرنی چاہئے، اگر مرنے والا نیک ہے، تو یہاں سے اچھی نعمتیں اور یہاں سے اچھی راحت وسکون والی جگہ میں پہنچ جائے گا، اور اگر خدانخواستہ بد ہے تو تم اس بوجھ کو جلد اتار کر دور کرسکو گے۔ (مشکوۃ شریف)

نماز کے لئے قرب وجوار کے دیہاتوں اور گاؤں میں خبر کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن دور دراز علاقوں میں خبر بھیجنا اور وہاں کے متعلقین کی آنے کی انتظار میں (راہ دیکھ کر) میت کو ۱۵، ۱۸، ۲۰ گھنٹہ تک روکنا مناسب نہیں ہے یہ آپ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے، اس لئے قابل ترک ہے۔

آپ ﷺ کے مبارک زمانہ میں صحابہ میت کی تدفین میں اتنی عجلت کرتے تھے کہ خود آپ ﷺ کے حاضر ہونے تک بھی میت کو روک رکھنا پسند نہیں کرتے تھے، اور دفن کر دیتے تھے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ: ایک حبشی عورت جو مسجد میں صفائی کا کام کرتی تھی اس کا انتقال ہوگیا، آپ ﷺ کو اس کی خبر نہ ہوئی، جب کافی دن ہوگئے اور آپ ﷺ نے اسے مسجد میں صاف صفائی کرتے نہیں دیکھا تو صحابہ سے پوچھا، تو صحابہ نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم لوگوں نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ (ص: ۱/۶۵)

نیز بخاری شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب میت کو جنازہ میں رکھا جاتا ہے اور لوگ کندھوں پر جنازہ کو اٹھاتے ہیں، تو مرنے والا نیک ہوتا ہے

تو کہتا ہے: عجلونی! عجلونی! (مجھے جلدی لے چلو، مجھے جلدی لے چلو) اور اگر مرنے والا بد ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے: ہائے بربادی ہو تمہارے لئے، تم مجھے کہاں لے جاتے ہو، اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق یہ آواز سنتی ہے، اور اگر انسان اس آواز کو سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ (۱/۱۷۶)۔

نیز میت کو زیادہ دیر روک رکھنے سے میت میں تعفن کا بھی اندیشہ ہے، اور متعلقین واحباب کی حاضری سے میت کو یا خود ان کو کوئی خاص دینی فائدہ نہیں ہوتا، اس لئے ان کی راہ دیکھ کر میت کو نہیں روک رکھنا چاہئے، اور ان ہی وجوہ سے میت کی تدفین میں تاخیر کرنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ (شامی، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۹۸﴾ میت کو دفن کرنے کے لئے جلدی لے جانا چاہئے

سوال: ہمارے یہاں ایک میت ہوگئی، اسے تین دن کے بعد دفن کیا گیا، شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کا کفن اور قبر تیار ہو جانے کے بعد اسے جلد از جلد دفنا دینا چاہئے، اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے، اور یہی اسلامی تعلیم ہے، اور اس کے خلاف کرنا معصیت اور گناہ ہے۔ (شامی، مشکوۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۹۲﴾ میت کو قبر میں اتارنے کے حقدار کون ہیں؟

سوال: میت کو قبر میں اتارنے کے حقدار کون ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو قبر میں اتارنے کا زیادہ حق ولی کو ہے، اس لئے ولی کو اتارنا چاہئے یا ولی کی اجازت سے کوئی دوسرا بھی یہ کام کرسکتا ہے، عورت کا جنازہ ہو تو

محرم کو اتارنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۰﴾ میت کو قبر میں اتارنے کے لئے کتنے آدمیوں کو قبر میں اترنا چاہئے؟

سوال: بڑی عمر والی میت کو قبر میں اتارنے کے لئے کتنے آدمیوں کو قبر میں اترنا چاہئے؟ اور چھوٹی عمر والی میت کے لئے کتنے آدمیوں کو قبر میں اترنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ضرورت کے مطابق دو، تین، چار افراد بھی قبر میں اتر سکتے ہیں، قبر میں اترنے کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی تعداد متعین نہیں ہے، جتنوں کی ضرورت ہو اتنے اتر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۱﴾ میت کو قبر میں اتارنے والوں کو کیا دعا پڑھنی چاہئے؟

سوال: میت کو قبر میں اتارتے وقت اتارنے والوں کو کیا دعا پڑھنی چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۲﴾ میت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ

سوال: جنازہ میں سے میت کو قبر میں اتارتے وقت پیروں کی طرف سے قبر میں اتارا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق میت کو قبر میں اتارنا جائز تو ہے لیکن بہتر اور سنت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف جنازہ رکھ کر اسی طرف سے میت کو قبر میں اتارا جائے، تاکہ قبر میں اتارنے والے کا چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہو جائے۔ (شامی: ۶۰۰)۔ البتہ بغلی قبر ہو تو پیروں کی طرف سے قبر میں اتارنا بھی بہتر کہلائے گا۔

﴿۱۳۰۳﴾ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کا چہرہ دیکھنا

سوال: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد چٹائی، تختے رکھنے سے قبل اس کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کا چہرہ کھول کر نہیں دیکھنا چاہئے، بعض مرتبہ برزخ کے حالات شروع ہو جاتے ہیں، اس لئے ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ (فتاوی دارالعلوم جدید)۔ البتہ کوئی خاص ضرورت پیش آجائے تو کھول سکتے ہیں، لیکن دوبارہ ڈھانک دینا چاہئے۔

﴿۱۳۰۴﴾ قبر میں میت کا پورا جسم یا صرف چہرہ قبلہ کی طرف کرنا چاہئے۔

سوال: میت کا پورا جسم قبلہ کی طرف کرنا چاہئے یا صرف چہرہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو داہنی کروٹ پر قبلہ کی طرف چہرہ اس کا رہے اس طرح رکھنا چاہئے، صرف چہرہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۵﴾ قبر میں میت کا رخ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے تو

سوال: میت کو قبر میں قبلہ رخ کرنا رہ جائے، یا چھوٹ جائے، یا کوئی اور امر چھوٹ جائے تو شرعی رو سے اس میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو قبر میں قبلہ رخ رکھنا سنت ہے، اور ایسا نہ کرنا خلاف سنت کہلائے گا۔ (شامی: ۱/۶۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۶﴾ متعدد اموات کو ضرورتاً ایک قبر میں دفن کرنا کیسا ہے؟

سوال: محترمی ومکرمی جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدہم السلام علیکم

سوال یہ ہے کہ ہمارے قبرستان جو کہ بریڈفورڈ (انگلینڈ) میں واقع ہے ایک مدت سے مردہ پیدا ہونے والے بچوں کے لئے ایک بڑی پختہ قبر بنا کر یہ مردہ پیدا شدہ بچہ (Still-Birth) کو ایک صندوق (بکس Box:) میں رکھ کر اس قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ قبر میں ضرورت کے مطابق درمیان میں دیوار بنا کر اور اس کے مکمل بھر جانے پر آخر میں پختہ دیوار سے ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جاتا ہے۔ جس کو کھولنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ بعض اوقات جسمانی کمزور بچوں کو جو کہ ایک آدھ گھنٹہ زندہ رہے ہوں (خرچ سے بچنے کے لئے) بھی اس بڑی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔

حال ہی میں یہ سوال اٹھا گیا کہ کیا یہ تدفین اسلامی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں؟

لہٰذا گذارش ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق جواب تحریر کر ممنون فرمائیں۔

جواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام میں انسان کو بہت ہی احترام کی نظر سے دیکھا گیا ہے، چاہے زندہ ہو یا مردہ ہو، اس کی بے عزتی اور بے ادبی کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اس کی نعش کو بھی حضرت آدمؑ کے زمانے سے مٹی کھود کر دفن کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ اور اسی کو ہماری شریعت میں بھی مسنون قرار دیا گیا ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: ”یحفر القبر نصف قامت او الی الصدر لانه ابلغ فی الحفظ“ الخ (ص ۳۶۷)

اسی طرح جو بچہ زندہ پیدا ہوا ہو یا جسم کی تخلیق یا اعضاء بنے ہو اور پیدائش کے بعد حیات کی کچھ علامت پائی گئی ہو تو اس کے لئے بھی مسنون طریقہ سے غسل، کفن اور دفن کے سارے احکامات پورے کرنا ہمارے لئے ضروری اور فرض کفایہ ہے۔ ’’ومن ولد فمات یغسل و یصلی علیہ ان استھل ‘‘الخ (الدر المختار ص ۱۳۰)۔

اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو (Still-Birth) یا انسانی اعضاء نہ بنے ہو یا اسقاط ہو گیا ہو، اس کو دھو کر صاف کر کے کپڑے میں لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا جائے، اس کے لئے قبر کو مسنون قرار نہیں دیا گیا ہے۔ ’’ولا یستھل غسل و سمّی اکرامًا لبنی آدم کما فی ملتقی البحار وادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ‘‘ ۔(الدر المختار)۔

اب ہمارے یہاں قبرستان وقف نہیں ہوتے اور جگہ کی تنگی کا مسئلہ بھی ہے۔ اور دفن کے لئے زمین خریدنی یا کرایہ پر لینی پڑتی ہے، جو مہنگی ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورتًا اور مجبورًا ایک ہی قبر میں متعدد بچوں کو دفن کیا جائے، جب کہ ہر ایک بچے کے لئے الگ صندوق ہوتی ہے۔ جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے جائز اور درست ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں بھی بعض غزوات میں اس پر عمل کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

یہاں زمین میں ایک گڑھا کھودا ہوا ہوتا ہے، اس میں متعدد بچوں الگ الگ صندوق میں رکھ کر لائن سر رکھ دیا جاتا ہے، اور پھر جب وہ جگہ بھر جاتی ہے تو قبر کو بند کر دیا جاتا ہے اور اس کو کبھی کھولا نہیں جاتا۔ تو یہ طریقہ درست ہے۔ اچھا تو یہ ہے کہ اس صندوق کے نیچے مٹی بچھا دی جائے اور پھر اس صندوق کو بند کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ مراقی الفلاح میں ہے ’’

’’ولا بأس بدفن اکثر من واحد فی قبر واحد للضرورت قالہ قاضی خان ویحجز بین کل اثنین بالتراب ھکذا امر رسول اللہ ﷺ فی بعض الغزوات

"۔(ص ۳۷۱

لہٰذا اس طریقہ کو اسلامی طریقہ کے خلاف اور سنت نبوی کے خلاف کہنا سنت نہیں ہے۔فق

﴿۱۳۰۷﴾ تختوں کی جگہ قیمتی لکڑے استعمال کرنا

سوال: تختوں کی جگہ قیمتی لکڑے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......میت کی تدفین میں درمیانی قسم کے لکڑے استعمال کرنے چاہئے، بیش قیمت لکڑے استعمال کرنا بہتر نہیں ہے، اور بعض صورتوں میں جائز بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۸﴾ قبر کو مٹی سے بھرنے کا شرعی طریقہ

سوال: قبر کو بھرنے کے لئے مٹی ڈالنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قبر میں مٹی ڈالنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص تین لپ (مٹھی بھر مقدار) مٹی ڈالے، پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے ہوئے یہ کہے: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ، دوسری مرتبہ میں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ، اور تیسری مرتبہ میں وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرىٰ پڑھنا چاہئے۔(شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۰۹﴾ پھاوڑے سے مٹی ڈالنے والا دعا کس طرح پڑھے؟

سوال: پھاوڑے سے مٹی کھینچ کر ڈالنے والا مٹی ڈالتے وقت پڑھی جانے والی دعا کس طرح پڑھے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پھاوڑا کھینچنے سے قبل تین لپ (مٹھی بھر مقدار) مٹی ہاتھوں سے ڈال کر دعا پڑھ لے، اور پھر پھاوڑے سے مٹی کھینچے، اس طرح سنت بھی ادا ہو

جائے گی۔(طحطاوی:۳۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱۰﴾ قبر میں تین لپ (مٹھی بھر مقدار) بھر کر مٹی ڈالنا

سوال: ہمارے محلہ میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا، انہیں دفن کرنے کے لئے قبرستان لے گئے، میت کو قبر میں رکھنے کے بعد پیر صاحب نے کہا کہ: مرنے والا شخص تارک دنیا نہیں تھا، اس لئے میں اسے مشت خاک نہیں دوں گا، اور پیر صاحب نے مٹی نہیں ڈالی، دوسرے تمام لوگوں نے مٹی ڈالی، تو تارک دنیا کا کیا مطلب ہے؟ اور مرنے والا شخص تارک دنیا نہ ہو تو مشت خاک نہیں ڈالنے کا حکم صرف پیر صاحب کے لئے ہے یا تمام لوگوں کے لئے یہی حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی قبر میں تین لپ بھر (مٹھی بھر مقدار) کر مٹی ڈالنا اسلامی حق اور مستحب ہے۔ آپ ﷺ منافقین کے سردار ابن ابی کے جنازہ میں شریک ہوئے اور اپنا کرتہ مبارک اسے پہنایا، اور اس کی نماز جنازہ بھی آپ نے پڑھی، یہ سب حدیث سے ثابت ہے۔

اس لئے مذکورہ پیر صاحب کا عمل شرعی تعلیم کے خلاف ہے، تارک دنیا نہیں ہے، اس لئے مٹی نہیں ڈالوں گا، ایسا کوئی حکم شریعت میں نہیں ہے، تارک دنیا کا مطلب ہوتا ہے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والا، درمختار میں ہے، میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مٹی ڈالنا مستحب ہے، اور سر کی طرف سے تین لپ (مٹھی بھر مقدار) ڈالنا مستحب ہے۔ (ص:۱/۱/۶۰۱)

﴿۱۳۱۱﴾ نعش کو ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانا

سوال: ہمارے یہاں عوام میں یہ رواج ہے کہ یہاں کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے، تو

غسل، کفن اور جنازہ کی نماز کے بعد نعش کو اپنے ملک بھیج دیتے ہیں، اور یہاں دفن کے لئے کہا جاتا ہے تو نہیں مانتے، تو اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور نعش کو ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت کا اصل حکم یہ ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو جلد از جلد اسے غسل وکفن دے کر اور نماز پڑھ کر جلد دفن کر دینا چاہئے۔

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ: جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی تجہیز وتکفین میں تعجیل کرنا چاہئے، اس میں میت کا اکرام ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں بھی جلد دفن کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، مسلمان میت کو زیادہ دیر رُو کے رکھنا مناسب نہیں ہے۔ (ص:۳۷۱)

جس جگہ انتقال ہوا ہو وہاں کے قبرستان میں دفن کرنا مسنون اور مستحب ہے، اور بلا ضرورت دوسرے ملک یا دوسرے شہر یا دوسری جگہ لے جانا مکروہ تحریمی ہے، اگر وہاں قبرستان نہ ہو یا دفن کرنے کی سہولت نہ ہو یا کوئی مجبوری ہو تو ایسی حالت میں دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے: کہ جس جگہ انتقال ہوا ہو یا شہید ہوا ہو وہاں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے، اس جگہ یا اس شہر سے دوسری جگہ لے کر جانا مکروہ تحریمی ہے۔ (ص:۳۷۱)

ہمارے یہاں برطانیہ میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے، اور تقریباً ہر شہر میں بڑی تعداد میں آباد ہیں، اور اسلامی اداروں کی طرف سے میت کے غسل، کفن ودفن کا پورا انتظام کیا جاتا ہے، اور حکومت اور کاؤنسلوں کی طرف سے مسلمان میت کو دفن کرنے کے لئے الگ جگہ اور شرعی احکام پر عمل کی سہولت دی جاتی ہے، اس لئے میت کو یو.کے. ہی میں دفن کرنا چاہئے، تدفین میں کسی وجہ سے یا پوسٹ مارٹم اور قانونی کارروائی کی وجہ سے

تاخیر ہو جائے تو یہ مجبوری ہے، اس سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

وہ مباح فعل جس کے ارتکاب سے بہت سے ناجائز یا ممنوع فعل وجود میں آتے ہوں تو وہ مباح فعل بھی ناجائز اور ممنوع ہو جاتا ہے، اس قاعدہ کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ میت کو دوسرے ملک لے جانے میں بہت سے ناجائز امور کا ارتکاب لازم آتا ہے، مثلاً:

(الف) اس طرح میت کو دوسرے ملک لے جانے سے اکثر وبیشتر دو تین دن یا ہفتہ تک تدفین مؤخر ہوتی ہے، اور شریعت میں یہ حکم ہے کہ میت کو جلد از جلد دفن کر دو۔ (ب) بعض مرتبہ میت میں تعفن آ جاتا ہے، اور آلائش نکلنی شروع ہو جاتی ہے، جو جائز نہیں ہے۔ (ج) ہمارے حنفی مذہب میں جنازہ کی نماز ایک ہی مرتبہ پڑھنے کا حکم ہے، اور ایک مرتبہ ولی کی اجازت سے نماز ہوگئی تو دوسری مرتبہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اور دوسرے ملک بھیجنے سے دو یا تین بار نماز ہو جاتی ہے۔ (د) دونوں ملکوں کے طبی قوانین کی پابندی کرنی پڑتی ہے، جس کی وجہ سے میت کی رگوں میں الکوحل یا دوسری دوائیں بھری جاتی ہیں اور ایسا کرنے سے میت کا احترام باقی نہیں رہتا۔ (ھ) معتمد خبر کے مطابق جسم کے اندر کے کچھ اعضاء نکال لئے جاتے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ مسلمان میت کی اور مسلمان میت کے جسم کی سخت توہین ہے۔ (و) نعش کو صندوق میں بند کر کے نعش کو موٹر یا پلین میں ڈال کر سامان کی طرح لے جایا جاتا ہے، جس میں مسلمان نعش کی توہین ہے۔ (ز) دینی، دنیوی کسی بھی فائدہ کے بغیر اس کے لئے زر کثیر صرف کیا جاتا ہے، جو ممنوع ہے۔ (ک) مرد کے انتقال ہوتے ہی عورت پر عدت شروع ہو جاتی ہے، اور بکثرت عورت اپنے شوہر کی نعش کے ساتھ سفر کرتی ہے، جو ناجائز اور حرام ہے، اس میں عدت میں نہ بیٹھنے کا اور عدت کے درمیان بلا ضرورت سفر کرنے کا گناہ لازم آتا ہے، مذکورہ وہ خرابیاں ہیں جو عیاں ہیں،

اس کے علاوہ بھی دوسری کچھ خرابیاں ہیں، اس لئے اس طریقہ کے اصلاح کی اور چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

احسن الفتاویٰ جلد:۴ میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل موجود ہے، اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی منقول ہیں، اسے دیکھ لینا مفید رہے گا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میت کو اسی جگہ دفن کرنا چاہئے جہاں اس کا انتقال ہوا ہو، اور دوسرے ملک بھیجنے کے رواج کو بالکلیہ بند کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱۲﴾ میت کو ایک ملک سے دوسرے ملک بھیجنے کا شرعی حکم

یہاں انگلستان میں بعض لوگ کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جاتا ہے، تو اس کو غسل وکفن دیکر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر میت کو ہمارے ملک میں بھیجتے ہیں اور اس کے لئے کمیٹیوں کا نظم بھی بنا ہوا ہے، اور یہ طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے مگر آج کل کے سند یافتہ مولانا اس کی مخالفت کرتے ہیں، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ تفصیل اور حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں تا کہ عمل کرنے کرانے میں سہولت ہو۔

الجواب: وباللہ التوفیق۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے، تو جلد از جلد جتنا ممکن ہو، اس کو مسنون طریقہ کے مطابق غسل وکفن دیکر دفن کر دینا چاہئے۔

مراقی الفلاح صفحہ ۳۱۷ پر لکھا ہے کہ واذا تیقن موته یعجل بتجهیزه اکراما له لما فی الحدیث وعجلوا به فانه لاینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله الخ

یعنی جب موت ہو جانے کا یقین ہو جائے تو کفن دفن میں جلدی کرنا چاہئے اس میں میت کا اکرام ہے کیوں کہ حدیث شریف میں بھی جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مسلمان میت کے

لئے مناسب نہیں کہ اس کی نعش کو روکی جائے۔

جس جگہ پر موت واقع ہوئی ہے اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کرنا مسنون ومستحب ہے اور بلاضرورت شرعیہ دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا یا دوسرے ملک کی طرف لے جانا مکروہ تحریمی ہے۔ ویستحب الدفن فی مقبرۃ محل مات بہ اوقتل (مراق الفلاح)

اگر اس جگہ مقبرہ مسلمین نہیں ہے یا ایسی ہی کوئی خاص مجبوری ہے تو مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے اس کے قریب میں جہاں انتظام ہو لے جانا جائز ہوگا۔ النقل من بلد إلى بلد مكروه أي تحريما لإن قدر الميلين فيه ضرورة و لا ضرورة في النقل إلى بلد آخر الخ۔۔۔ (مراق الفلاح)

ہمارے یہاں یو کے میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی ہے اور اسلامی تنظیموں کی طرف سے غسل اور کفن کے بھی سارے انتظام آسانی کے ساتھ ہو سکتے ہیں نیز حکومت اور کونسلوں کی طرف سے بھی مسلمانوں کی تدفین کے لئے علحدہ جگہ اور شریعت کے احکامات کے مطابق دفن کرنے کی سب سہولت موجود ہے۔ اس لئے میت کو اسی شہر کے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے۔ دفن کی کارروائی یا اجازت میں یا پوسٹ مارٹم میں قانونی طور پر تاخیر ہو تو یہ مجبوری ہے اس میں گناہ نہیں ہوگا۔

شریعت کا ایک حکم یہ ہے کہ جائز اور مباح صورت کو اختیار کرنے میں اگر کوئی کام ایسا کرنا پڑتا ہے جو گناہ یا مکروہ تحریمی ہو تو اس جائز کام کو کرنے سے منع کر دیا جاتا ہے۔ اس اصول کو سامنے رکھکر دیکھا جائے تو میت کو دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں لے جانے میں مندرجہ ذیل کئی ممنوع کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے اس لئے اس کو ممنوع اور قابل ترک ہی کہا جائیگا۔

(۱) میت کو دفن کرنے میں بعض مرتبہ تو دو تین دن یا زیادہ وقت لگ جاتا ہے اور شریعت

میں دفن کرنے میں جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس حکم کی مخالفت ہوتی ہے۔

(۲) بعض مرتبہ تاخیر کرنے کی وجہ سے نعش میں بدبو اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔

(۳) ہمارے حنفی مسلک میں جنازہ کی نماز صرف ایک بار پڑھنے کا حکم ہے، دوسری یا تیسری بار پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے، اور اس صورت میں جنازہ کی نماز متعدد بار پڑھی جاتی ہے۔

(۴) دونوں حکومت کے صحت کے قوانین کی رعایت کرنا پڑتی ہے جس کی وجہ سے نعش میں دوائی بھرنی پڑتی ہے، اور میت کا جو احترام زندگی میں کیا جاتا تھا مرنے کے بعد بھی ویسا ہی احترام کیا جانا چاہئے اس کی مخالفت ہوتی ہے۔

(۵) بعض ثقہ لوگوں کے کہنے کے مطابق بدن کے اندرونی اجزاء کو نکال دیا جاتا ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو مسلمان میت کے بدن کے اجزاء کی بڑی توہین ہے کہ اس کو پھینک دیا جائے۔

(۶) صندوق میں بند کرنے کے بعد اس نعش کو سامان کی طرح لاد کر لے جایا جاتا ہے، جس میں نعش کی توہین ہے۔

(۷) بغیر شرعی اور دنیوی ضرورت کے مال کثیر کا خرچ کرنا اور بہت ہی محنت کرنی پڑتی ہے جو ممنوع ہے۔

(۸) مرد کے انتقال کے بعد اسی وقت سے عورت پر عدت وفات شروع ہو جاتی ہے اور نعش کے ساتھ عورت بھی سفر کرتی ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

مذکورہ بالا خرابیاں تو وہ ہے جو ظاہر ہیں اس کے علاوہ بھی چند دوسری خرابیاں اس میں ہے اس لئے اس طریقہ کی اصلاح کرنی ضروری ہے اور مولانا صاحبان جو منع کرتے

ہیں وہ صحیح اور شرعی حکم بتا کر اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہیں ۔ اس لئے ان کی باتیں ماننی چاہیے ۔ احسن الفتاوی جلد چہارم میں بھی اس مسئلہ کو پوری وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور مخالفین کے دلائل کے جوابات بھی دیئے ہیں اس کو دیکھ لینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم ۔

(مفتی) اسماعیل کچھولوی (صاحب) عفی عنہ

۴؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ ۶۔۷۔ ۲۰۰۰ء

الجواب صحیح

۱	مفتی زبیر بٹ	۵	مولانا محمد اشرف	۹	مولانا ابراہیم
۲	مفتی سیف الاسلام	۶	مولانا عبدالرقیب	۱۰	مولانا عبداللہ پٹیل
۳	مولانا عبدالجلیل	۷	مولانا عبدالجلیل	۱۱	مولانا احمد بھانا
۴	مولانا مخلص الرحمٰن	۸	مولانا عبدالرشید فلاحی	۱۲	مولانا محمد اسحاق

﴿۱۳۱۳﴾ تدفین کے وقت توپ کی سلامی دینا

سوال: ایک مسلم لیڈر جنہوں نے قوم کی بہت خدمت کی، اور وہ حکومت کے اعلیٰ افسر تھے، ان کے انتقال پر انہیں ۱۰۱ توپوں کی سلامی پیش کی گئی، اور لشکر کی گاڑی پر رکھ کر تدفین کے لئے لے جایا گیا، تو تدفین کے وقت توپ چھوڑنا کیسا ہے؟ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ (۲) مرحوم کی نعش کو قبر میں رکھنے سے پہلے پرملال موسیقی بجائی گئی، تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، اس لئے وہاں کوئی بھی ناجائز امر نہ ہو اس کا بہت ہی خیال رکھنا چاہئے، جو کام شریعت

میں ناجائز ہیں وہ اللہ کی ناراضگی کو بڑھانے والے ہیں، اور وہ مرنے والے اور دفن کرنے والے کے لئے بھی بوجھ بنتے ہیں، اس لئے سوال میں لکھے گئے کاموں سے بچنا چاہئے، اور شیطان کی تابعداری نہیں کرنی چاہئے، آج کل ویڈیو کا رواج بھی عام ہو رہا ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱۴﴾ میت کے ولی کون ہیں؟

سوال: میت کے ولی کون ہیں؟ درجہ بدرجہ ہر ایک کی تفصیل بیان کریں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کے اولیاء یہ ہیں:

میت کی اولاد نرینہ، لڑکا نہ ہو تو پوتا، وہ نہ ہو تو پڑپوتا وغیرہ اس کے بعد میت کے اصول باپ، دادا، پردادا وغیرہ۔ اس کے بعد بھائی پھر چچا اور چچازاد بھائی، اور ان میں سے کوئی نہ ہو اور میت عورت ہو تو اس کا شوہر اور شوہر بھی نہ ہو اور مذکورہ ولی میں سے کوئی نہ ہو یا یہ کہ میت مرد ہو اور ان مذکورہ لوگوں میں سے کوئی نہ ہو تو پڑوسی حقدار کہلائیں گے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱۵﴾ میت کے ولی کے لئے گھنٹوں انتظار کرنا کیسا ہے؟

سوال: اگر میت کا ولی دور ہو، اور اس کے پہنچنے میں اندازاً ۱۰، ۱۵، یا ۲۰، ۳۰، یا ۴۸ گھنٹے لگتے ہوں، تو اس کے لئے میت کو روکے رکھنا مناسب ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ میت کے ولی کی اجازت کے بغیر نماز نہیں پڑھی جاسکتی، یہ بھی متعین ہے، تو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کے کفن، دفن اور نماز کے لئے سب سے زیادہ حقدار میت کا ولی ہے، لیکن وہ اتنا دور ہو کہ میت کے غسل وکفن اور قبر تیار ہونے اور اس کے

بعد نماز پڑھنے تک میں وہ حاضر نہیں ہوسکتا، تو اب اس ولی کا حق باقی نہیں رہتا، بلکہ اس کے بعد میت کے ساتھ جس کا قریبی رشتہ ہو وہ حقدار کہلائے گا، اس لئے دور سے آنے والے ولی کے لئے میت کو ۱۰، ۲۰ یا ۴۸ گھنٹوں تک روکے رکھنا بالکل جائز نہیں ہے۔ (عالمگیری، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱۶﴾ منکر، نکیر کون ہیں؟

سوال: منکر اور نکیر کون ہیں، منکر، نکیر کا کیا معنیٰ ہوتا ہے؟ ان کی وجہ تسمیہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... منکر، نکیر عربی زبان کے دو لفظ ہیں، منکر یہ انکر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اس کا معنیٰ وہ شخص جو کسی کو نہ پہچانتا ہو، اور نکیر یہ نکر سے اسم مفعول ہے، وہ شخص جسے کوئی نہ پہچانتا ہو۔

یہ دونوں دو فرشتوں کے نام ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ایسے دو فرشتے ہیں جن کی شکل بہت ہی ڈراونی ہے، نہ وہ کسی کو پہچانتے ہیں کہ کسی پر رحم کریں گے اور نہ انہیں کوئی پہچانتا ہے کہ جن سے ذرا بھی رحم یا محبت کی امید کی جاسکے، بالکل اجنبی ہیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۱/۱۶۸)

فصل ما یتعلق بعد الدفن علی القبر

﴿۱۳۱۷﴾ بعد تدفین قبر پر پھول، چادر، صندل چڑھانا

سوال: مرحومین کی قبر پر پھول چڑھائے جاتے ہیں، اور چادر بنا کر قبر پر چڑھائی جاتی ہے اور صندل لگایا جاتا ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، صندل چڑھانا کیسا ہے؟ صندل چڑھا کر چہرہ پر لگانا کیسا ہے؟ کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... قبر پر اور قبرستان جا کر کون کون سے اعمال کرنے چاہئیں اس کی پوری تفصیل حدیث پاک میں بتائی گئی ہے، اس لئے اس کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے، قبرستان جا کر قرآن وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہئے اور دعائیں مانگ کر مردوں کو فائدہ پہنچانا چاہئے، قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانا نہ تو آپ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے، نیز پھول چڑھانے سے میت کو کسی طرح کا فائدہ نہیں ہوتا، اور نہ ہی پھول چڑھانے والے کو کوئی فائدہ ہوتا ہے، اس لئے اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اتنے روپے فقیر، غریب اور محتاج کو صدقہ کر کے اس کا ثواب مردوں کو بخش دیا جائے، قبروں پر پھول چڑھانا یا صندل یا خوشبو لگانا فضول اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے ناجائز اور منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۱۸﴾ بعد تدفین پڑھنے کے معمولات

سوال: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد کسی جگہ ایک مرتبہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اور کسی جگہ دو مرتبہ تو کسی جگہ چار مرتبہ پڑھی جاتی ہے، تو کسی جگہ مغفرت کی دعا پڑھی جاتی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ مردہ کو دفن کرنے کے بعد کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبرستان میں داخل ہوتے وقت قبر والوں کو سلام کرنا چاہئے، اسکا طریقہ حدیث شریف میں بتایا گیا ہے، یعنی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ والی دعا پڑھنی چاہئے، اور سورۂ یٰسین ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص ۱۱ مرتبہ پڑھ کر اسکا ثواب تمام مرحومین کو بخشنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (مراقی الفلاح: ۳۷۵)۔

اور جب کسی میت کو دفن کیا جارہا ہو تو دفن کے بعد سرہانے کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک پڑھنا چاہئے، اور پیروں کی طرف کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں پڑھ کر مردہ کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے۔ (شامی: ۱)۔ باقی سوال میں لکھنے کے مطابق سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ یا چار مرتبہ رسماً فاتحہ پڑھنا بدعت ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۱۳۱۹﴾ بعد تدفین قبر کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: بعد تدفین میت کے سرہانے اور پیروں کی جانب سورۂ بقرہ کی آیتیں پڑھ کر قبر کے سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبر کے سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے مشابہت کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے، اور قبر کی طرف پشت کر کے اور قبلہ کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگنی چاہئے، البتہ صحیح عقیدہ کے ساتھ قبر کے سامنے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲۰﴾ بعد تدفین قبر کے سرہانے اور پیروں کی جانب سورۂ بقرہ کی آیتیں پڑھ کر دعا مانگنا

سوال: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مٹی ڈال کر قبر کے سرہانے اور پیروں کی جانب کچھ

تلاوت کی جاتی ہے، اور پھر دعا کی جاتی ہے، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... بعد تدفین میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں، مفلحون تک اور پیروں کی جانب آمن الرسول سے ختم سورۃ تک پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے، اس لئے اس طرح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (شامی:۱)

﴿۱۳۲۱﴾ بعد تدفین ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ میت کو دفن کرنے کے بعد ۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا بدعت نہیں ہے، اس لئے کہ فاتحہ پڑھ کر مردہ کو اس کا ثواب بخشا جاتا ہے، اس سے تو مردہ کو فائدہ ہوتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا ۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا صحیح ہے؟ اس سے مردہ کو ثواب ملتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے، کن چیزوں سے میت کو فائدہ ہوتا ہے، اور کن چیزوں کو کرنا چاہئے، یہ تمام باتیں اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث شریف میں بتلا دی ہیں، اور احادیث سے مسائل اخذ کر کے فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کو بیان کر دیا ہے، کسی میت پر ۴۰، ۵۰، یا ۸۰ قدم پر آپ ﷺ کا فاتحہ پڑھنا یا کسی صحابی کا پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا یہ اپنی مرضی سے شریعت میں داخل کیا گیا دین میں ایک اضافہ ہے، دین میں اس کا کوئی درجہ نہیں ہے، اس لئے یہ بدعت ہے، اور ناجائز ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲۲﴾ قبر کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: قبر کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قبر کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آپ ﷺ سے

ثابت نہیں ہے، اور اس طرح دعا مانگنے سے صاحب قبر سے سوال حاجت کا شبہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگنی چاہئے، اگر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی ہو تو قبر کی طرف پشت کر کے سینہ قبلہ کی طرف کر کے دعا مانگنی چاہئے۔ (فتاوی محمودیہ:۶/۳۰۲)

﴿۱۳۲۳﴾ بعد تدفین ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال: ہمارے یہاں میت کو دفن کرنے کے بعد پیروں کی طرف سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، تمام حاضرین دعا مانگتے ہیں، پھر امام صاحب سبحان ربك رب العزة .... پر دعا ختم کرتے ہیں، تو اس طرح کرنا کیسا ہے؟ یہ طریقہ ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کو دفن کرنے کے بعد میت کے سرہانے کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک اور پیروں کی طرف کھڑے ہو کر آمن الرسول سے اخیر سورۃ تک پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے، پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی مرضی کے مطابق جتنی چاہیں دعا مانگ سکتے ہیں، نیز جتنی مرتبہ پڑھنا چاہیں پڑھ کر ایصال ثواب کر سکتے ہیں، اور اجتماعی دعا کا طریقہ چھوڑ دینا چاہئے، اس لئے کہ اب یہ رواج بن رہا ہے، اور بدعت کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲۴﴾ بعد تدفین سرہانے اور پاؤں کی طرف کیا پڑھنا چاہئے اور دعا کرنے کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام حسب ذیل مسئلہ میں: مسئلہ نمبر ا۔ دفن کے وقت قبر کے اردگرد چاروں طرف لوگوں قبر کی جانب روخ کئے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں تو دعاء کے وقت اس طرح کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دعا مانگنا کیسا ہے؟ ۲۔ دفن کے بعد دعا

کرتے وقت قبلہ کی جانب چہرہ نہ کرے تو کوئی مضائقہ تو نہیں؟ ۳۔ بعد دفن آپ علیہ اور صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کا عمل کس طرح تھا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان میت کو دفن کرنے کے بعد اسکے سرہانے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیتیں مفلحون تک اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کی اخیری آیتیں آمن الرسول سے اخیر تک پڑھی جائے اور اسکے بعد قبلہ کی طرف منہ اور قبر کی طرف پیٹھ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعاء کی جائے تو یہ درست اور جائز طریقہ ہے، قبر کے ارد گرد کھڑے ہو کر تلاوت اور ذکر اللہ کرنا بھی درست ہے، ضرورت ہو تو بیٹھنا بھی درست ہے،

سنن ابی داود میں ہے کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسالوا اللہ التثبت فانہ الان یسئل یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تھے تو اسکی قبر پر تھوڑی دیر کھڑے ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور ثابت قدم رہنے کی دعاء کرو کہ وہ اسوقت سوال کیا جاتا ہے۔

اسوجہ سے وہاں جو کچھ اللہ توفیق دے پڑھکر مرحوم کو ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرنی چاہئے، جس جگہ کھڑے ہیں اور اسکے سامنے نئی یا پرانی قبریں ہیں اور اسی حالت میں سامنے ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں تو اہل قبر سے مانگنے کا شبہ ہوتا ہے اسلئے ایسی حالت میں فقہاء ہاتھ اٹھانے سے منع کرتے ہیں، بغیر ہاتھ اٹھائے اور دل سے بھی دعاء ہوسکتی ہے اس پر عمل کرنا چاہئے۔

دفن کے بعد قبلہ کی طرف منہ کرنا دعاء کی قبولیت کے لئے زیادہ مفید ہے، اسلئے قبلہ کی طرف منہ کرنا افضل ہے اگر کسی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ نہ کیا اور دوسرے طرف منہ کر کے دعاء

مانگی گئی تو یہ بھی درست ہے۔ شامی جلد ثانی اور فتاوی دار العلوم جدید، فقط واللہ اعلم۔

﴿۱۳۲۵﴾ بعد تدفین ۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک فتنہ اٹھا ہے، کہ میت کو دفنانے کے بعد ۴۰ قدم چل کر فاتحہ پڑھنا چاہئے، اور اس مسئلہ میں دو جماعت ہو گئی ہیں، ایک جماعت کا کہنا یہ ہے: کہ ۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، اور دوسری جماعت کا کہنا ہے: کہ اگر نہ پڑھا جائے تو گناہ بھی نہیں ہے اور پڑھا جائے تو ثواب بھی نہیں ہے۔ لہذا آنجناب بتائیں کہ شرعی رو سے ۴۰ قدم پر فاتحہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اس میں ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بعد تدفین میت قبر پر کھڑے ہو کر ایصال ثواب کرنا، دعائے مغفرت کرنا اور سرہانے سورۂ بقرہ کی شروع کی آیتیں اور پیروں کی جانب سورۂ بقرہ کی اخیر کی آیتیں پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، اس لئے ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور ۴۰ قدم پر یا قبرستان سے نکل کر فاتحہ پڑھنے کا جو رواج ہے وہ غلط ہے، اس کے بجائے شریعت میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق قرآن کی تلاوت کر کے یا کوئی ثواب کا کام کر کے اس کا ثواب میت کو بخشنا چاہئے، اپنی طرف سے دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرنی چاہئے، جو کام دین میں نہ ہو اسے ضروری اور دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۳۲۶﴾ بعد تدفین میت کے اہل خانہ کے ساتھ انکے گھر تک جانا

سوال: میت کو دفن کرنے کے بعد میت کے اہل خانہ کے ساتھ ان کے گھر تک جانا کیسا ہے؟ کیا ایسا کرنے سے ثواب ملتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مراقی الفلاح میں ہے کہ: تدفین سے فراغت پر ہر

شخص کو اپنے اپنے کام میں لگ جانا چاہئے۔ (ص:۳۷۳)۔ اسلئے تدفین سے فراغت پر کسی خاص ضرورت کے بغیر تعزیت کے لئے میت کے گھر تک نہیں جانا چاہئے، اور ایسا کرنا مکروہ کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲۷﴾ بعد تدفین معوذتین پڑھنا بدعت ہے؟

سوال: کچھ جگہوں پر بعد تدفین میت سورۂ فاتحہ، سورۂ فلق، سورۂ ناس وغیرہ پڑھ کر ''یا ایہا الذین'' الخ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بعد تدفین قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے لئے ایصال ثواب، دعائے مغفرت کر سکتے ہیں، اور ایسا کرنا مستحب ہے، لیکن اس کے لئے مروج اور رسوم کی پابندی کے ساتھ فاتحہ خوانی کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲۸﴾ بعد تدفین کھڑے ہو کر اذان دینا

سوال: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر ایک شخص اذان دیتا ہے، اور دوسرے لوگ قبر سے چالیس قدم دور کھڑے ہوتے ہیں، اور اذان کے بعد دور کھڑے لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا، فاتحہ پڑھتے ہیں، اور اس کے بعد تمام لوگ میت والے گھر کے دروازے تک آ کر وہاں دعا و فاتحہ پڑھتے ہیں، تو کیا شریعت میں ایسا کوئی عمل کرنا ثابت ہے؟ اس طرح کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بعد تدفین میت قبر پر اذان دینا اور چالیس قدم پر فاتحہ پڑھنا، اور میت کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنا یہ سب عمل سنت طریقہ کے خلاف اور بدعت ہے، اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

قرآن وحدیث میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے، میت کو جب چاہیں تلاوت، درود، نفلی صدقات، خیر خیرات کر کے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، لیکن کسی خاص جگہ یا وقت کی پابندی کے ساتھ یا کسی خاص شرط کی پابندی کے ساتھ اور اس پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہوئے کرنا دین میں اپنی طرف سے اضافہ ہے، جو ناجائز اور گمراہی ہے۔ اس لئے ایسے طریقہ کو چھوڑ کر سنت طریقہ پر عمل کرنا چاہئے، اسی میں بہتری اور کامیابی ہے۔

﴿۱۳۲۹﴾ قبر کو پختہ بنانا اور قبر پر ٹائلز لگانا

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں دو بزرگوں کے مزار ہیں، وہ خستہ حالت میں ہیں، انہیں پختہ بنانا ہے، ایک آدمی ان کو توڑ کر (مسمار کر کے) پختہ بنوانے اور اس پر چائنیز ٹائلز بچھانا چاہتا ہے، تو کیا اس پرانی قبر کو اوپر سے توڑ کر (مسمار کر کے) اس پر نئی ٹائلز لگانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قبروں کو پختہ بنانے سے آپ ﷺ اور بزرگان دین نے سختی سے منع کیا ہے، اس لئے اسے توڑ کر از سر نو پختہ بنانا یا اس پر ٹائلز لگانا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے صاحب قبر کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور لگانے والے کو گناہ ہوگا۔

اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جتنی رقم خرچ کرنا چاہتے ہو اتنی رقم کسی غریب محتاج کو دیں یا کسی نیک کام میں خرچ کر کے اس کا ثواب اس قبر کے بزرگ کو بخش دیں، اس سے صاحب قبر کو بھی فائدہ ہوگا اور وہ خوش بھی ہوں گے، اور روپئے خرچ کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔

(طحطاوی:۳۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۰﴾ بعد تدفین میت کے گھر جانا

سوال: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد میت والے کے گھر جا کر دوبارہ دعا کرنے

کا رواج ہے، اس کے لئے خاص اصرار بھی ہوتا ہے، اور جہلاء اس کے لئے خاص زور دے کر کہتے ہیں کہ "میت کے حق میں دعا کرنی ہے، اور اہل خانہ کو تسلی دینی ہے" اہل خانہ گھر آ کر نہ روئیں، اور غم بھول جائیں، لوگوں کیساتھ باتوں میں لگ جائیں، اس نیت سے دعا کے بہانے لوگ آتے ہیں، تو اس طریقہ کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کیا اس طرح میت کے گھر تک جانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... میت پر پڑھی جانے والی نماز اور قبر پر جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ اصل میں دعا ہی ہے، اور میت کی مغفرت کے لئے ہی ہے، پھر دوبارہ میت کے گھر جمع ہو کر دعا کرنا حدیث یا اعمال صحابہ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے میت کے گھر جمع ہو کر دوبارہ دعا نہیں کرنی چاہئے، اور غیر ثابت عمل کے لئے اصرار کرنا بھی معصیت میں داخل ہے۔

باقی مرحومین کے حق میں دعا یا ایصال ثواب کے لئے جمع ہونا ضروری نہیں ہے، اور اس طرح قبرستان سے میت کے گھر تک جانے سے گھر والوں کو تسلی تو کیا ہوگی اور غم میں اضافہ ہوتا ہے، اس لئے یہ طریقہ خلاف سنت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیوی طور پر بھی بے فائدہ ہے، اس لئے اس رواج کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۱﴾ قبر پر مزار بنانا

سوال: قبر پر مزار بنانے کے ارادے سے اس کے اردگرد پکی عمارت بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبر کو پختہ بنانا یا اس پر عمارت تعمیر کرنا ناجائز اور حرام

ہے، علامت کے طور پر قبر کے سرہانے نام والی تختی رکھی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۲﴾ میت کے غسل وکفن کے لئے میت کو قبر میں سے نکال سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: ایک مجنون شخص رات کو پل پر سے گر گیا، اور اس کی روح پرواز کر گئی، اس کی نعش کا پوسٹ مارٹم ہوا، اور میونسپل والوں نے بغیر غسل وکفن ونماز کے اس کی نعش دفن کر دی۔

اس کے بھائیوں کو نو دن کے بعد خبر ہوئی، تو انہوں نے قبر کھود کر اس کی نعش کو نکالا، جو قریب گل سڑ گئی تھی، اور بدبو والی ہو گئی تھی، اسے غسل دیا اور کفن دیا اور نماز پڑھ کر اسے دفنا دیا۔

تو کیا جس میت کو بغیر غسل وکفن اور نماز کے دفن کر دیا جائے اسے اس طرح نکال کر بعد میں غسل وکفن دے کر نماز پڑھ کر دفنانا چاہئے؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ ایسی صورت میں تین دن کے اندر اندر قبر پر جا کر صرف نماز پڑھ لینی چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ ایسی نعش کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... میت کو غسل، کفن دینے اور اس پر نماز پڑھنے اور اس کو دفنانے کا پورا حق ولی کو ہے، اگر ولی نہ ہو تو یہ حق پڑوسی کا ہے، اور اس کے بعد پوری مسلم آبادی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے، اور اگر کوئی بھی یہ حق ادا نہیں کرے گا، تو سب گنہگار ہوں گے۔

لیکن اگر کسی میت کو بغیر غسل وکفن اور نماز کے دفن کر دیا جائے تو اب کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ قبر سے میت کو باہر نکالے۔ اب صرف اتنا کیا جا سکتا ہے کہ نعش کے پھٹ جانے سے قبل قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔ (درمختار، شامی) صورت مسئولہ میں میت کی قبر کھود کر نعش نکال کر اسے غسل وکفن دیا گیا، یہ طریقہ صحیح نہ تھا۔

﴿۱۳۳۳﴾ ولی میت کو قبر سے باہر نہیں نکال سکتا؟

سوال: ولی کی اجازت کے بغیر میت کو دفن کر دیا جائے تو کیا ولی کو یہ حق ہے کہ وہ قبر کھول کر میت کو باہر نکال کر اس پر نماز پڑھے؟ یا ولی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ صحیح جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... ولی اگر وہاں موجود ہو، اور اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھ کر میت کو دفن کر دیا جائے پھر بھی ولی کو یہ حق نہیں ہے کہ قبر کھولکر میت کو باہر نکال کر اس پر نماز پڑھے، البتہ اتنا حق ہے کہ تین دن سے پہلے قبر پر جا کر جنازہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور اگر اس ولی کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے ولی نے غسل وکفن دیا اور نماز پڑھائی، تو اب اس ولی کو کچھ بھی حق باقی نہیں رہتا، اس لئے قبر میں سے نکالنے کی بات تو دور رہی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۴﴾ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو کھانا کھلانا

سوال: ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، تو میت کے گھر والے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کے لئے اور تعزیت کرنے آنے والوں کے لئے اور پڑوس میں رہنے والوں کے لئے اور اعزہ واقارب کے لئے کھانا بناتے ہیں، اور انہیں کھانا کھلاتے ہیں، تو یہ کھانا کھلانا کیسا ہے؟ اور کھانا کھانا کیسا ہے؟ میت کے گھر والوں کو کتنے دن تک کھانا تیار کر کے کھلانا چاہئے؟ فقہ وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میت کے گھر کھانے کا جو انتظام کیا جاتا ہے یہ جائز

نہیں ہے، اس میں ایک دو نہیں کئی برائیاں ہیں، اس لئے قابل ترک ہے۔
آپ ﷺ کے انتقال پر یا صحابہ میں سے کسی کے انتقال پر یا کسی مشہور امام یا ولی کے انتقال پر ان کے پس ماندگان سے کبھی کھانا کھلانے کا ثبوت کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔
ہمارے یہاں کھانا تیار کرنے کا جو رواج ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل چار اسباب ہو سکتے ہیں:
(۱) آنے والے مہمانوں کی مہمانی کے لئے کھانا کھلانا (۲) مردوں کے ایصال ثواب کے لئے کھلانا (۳) لوگوں میں نیک نامی کے لئے کھلانا (۴) رسم ورواج کی پابندی کے لئے کھلانا۔
اگر یہ کھانا مہمانوں کی مہمانی کے لئے کھلایا جاتا ہے تو شیخ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ: میت کے گھر والوں کا مہمانی کے طور پر کھانا اور کھلانا سخت مکروہ اور بدترین بدعت ہے، اس لئے کہ مہمانی خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، غمی کے وقت نہیں، اور یہ وقت غمی کا ہے۔
حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ: ہم (صحابہ) میت کے گھر جمع ہونے اور اس کے یہاں کھانا کھانے کو نوحہ میں سے سمجھتے تھے۔ (ابن ماجہ)۔ نیز فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے: کہ میت کے پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ کے دن کھانا تیار کرکے کھلانا مکروہ ہے۔ (شامی، فتح القدیر)۔
اگر وہ کھانا میت کے ایصال ثواب کے لئے بنایا جاتا ہے تو جان لینا چاہئے کہ زیادہ تر اس کھانے کو کھانے والے مالدار ہوتے ہیں، فقراء کو اس کھانے سے دور رکھا جاتا ہے، حالانکہ ثواب کی امید پر پکانے میں فقراء کو پہلے یاد کرنا چاہئے۔ اور جو لوگ جنازہ میں شریک ہوئے تھے انہیں ہی کھلایا جاتا ہے، جو شریک نہیں ہوئے انہیں نہیں کھلایا جاتا، تو اس سے

شبہ ہوتا ہے کہ جنازہ میں شرکت کی مزدوری کے طور پر کھلایا جارہا ہے، اس لئے رسم ورواج اور ایام کی پابندی کے بغیر استطاعت کے مطابق جانی ومالی جس اعتبار سے ہو سکے صدقہ وخیر خیرات، تلاوت قرآن وغیرہ کر کے میت کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہئے، یہی صحیح طریقہ ہے، اسی پر عمل کرنا چاہئے۔

یا نیک نامی کے لئے بنایا جاتا ہے تو اس کی یہ نیت ہوتی ہے کہ نہ کھلائیں گے تو جماعت والے کیا کہیں گے؟ بدنامی ہوگی۔ تو اس طرح دکھلا دے کے لئے ریاکاری کے طور پر کھلانا بھی جائز نہیں ہے۔ اور اس طرح بنایا گیا کھانا کھانا بھی جائز نہیں ہے، اور اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کی نیت نہیں ہے، اس لئے ثواب بھی نہیں ملے گا۔ (شامی:۶۰۳)

نیز یہ کھانا میت کے متروکہ مال سے بنایا جاتا ہے، اور مورث کے انتقال کے ساتھ ہی اس کا مال وارثوں کا ہو جاتا ہے، اور ورثاء میں بعض مرتبہ نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں، اور نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں ہوتی، اور بعض مرتبہ کچھ ورثاء وہاں حاضر نہیں ہوتے، ان کی اجازت کے بغیر مال میں تصرف کیا جاتا ہے، حالانکہ تمام ورثاء کا اس میں حق ثابت ہو چکا ہے، اس لئے یہ کھانا کھلانا یا کھانا جائز نہیں ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجا جائے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ: میت کے اقرباء اور پڑوسیوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ میت کے گھر والوں کے لئے ایک دن رات کھانا تیار کر کے بھیجیں، اس لئے کہ حضرت جعفرؓ کے انتقال کے وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنا کر بھیجو، کہ ان پر آج ایسی چیز آپڑی ہے کہ اس میں وہ مشغول ہیں۔ (ترمذی شریف) اس لئے میت کے

گھر والوں کیلئے کھانا تیار کر کے بھیجنا چاہئے نہ کہ ان کے یہاں جا کر ضیافت کرنی چاہئے۔ (شامی:۳-۶۰۳) اس لئے ہمارے یہاں جو یہ رواج ہو گیا ہے اسے دور کرنا چاہئے۔ بہت سے غریب لوگ سماج کے اس رواج کے بوجھ تلے ایسے دب جاتے ہیں کہ قرض لے کر رسم پوری کرتے ہیں، اور موت کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، اس لئے بے وقت اس کا انتظام کرنے میں بہت مصیبت پڑتی ہے، اس لئے اس غلط رواج کے بند ہونے سے بے چارے غریب لوگوں کو بھی نجات ملے گی، باہر سے جنازہ میں شرکت کے لئے آنے والے لوگ اپنے کھانے کا خود انتظام کر سکتے ہیں، وہ بستی والوں کے یہاں یا اپنے رشتہ داروں کے یہاں اپنے کھانے کا انتظام کر سکتے ہیں، اگر کسی اجنبی جگہ پر ایسا انتظام نہ ہو سکے تو ایک وقت فاقہ ہو جانے سے کوئی جان نہیں نکل جائے گی، اپنے کاموں کے لئے بہت سی مرتبہ ایسی نوبت آجاتی ہے، اور ہم اسے نبھا لیتے ہیں، تو آپ ﷺ کی تعلیم پر عمل کرنے میں اگر بھوکا رہنا پڑے تو ثواب کی امید بھی ہے۔ (شامی، فتح القدیر، فتاویٰ دار العلوم وغیرہ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی ایصال الثواب

﴿۱۳۳۵﴾ دوسرے، تیسرے دن میت کے گھر زیارت رکھنا

سوال: میت کے گھر والے دوسرے تیسرے دن زیارت رکھتے ہیں، تو یہ زیارت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تیجا وغیرہ کر کے زیارت رکھنا، دعوت کر کے کھلانا یہ سب ناجائز ہے، اس میں ثواب نہیں ملتا، فقہاء اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں، اور گناہ ہوگا وہ مزید رہا۔ اگر ایصال ثواب ہی کرنا ہو تو اس کے دوسرے طریقے ہیں، ان کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۶﴾ زیارت، دسواں، چالیسا اور برسی کرنا

سوال: زیارت رکھنا، دسواں، چالیسواں اور برسی کرنا کیسا ہے؟ اور کرنے والے اور اس میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور ان دنوں میں کھانا تیار کر کے کھلانے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر غریب، مالدار سب کھائیں تو مرحوم کو ثواب پہنچے گا یا نہیں؟ اس لئے یہ سب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کیا جاتا ہے، تو برائے مہربانی بتائیں کہ اس طرح زیارت، دسواں، چالیسواں رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زیارت، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے، اور لوگوں کی گھڑی ہوئی رسم ہے، اس میں بہت ہی خرابیاں اور برائیاں ہیں، اسی لئے کہ آپ ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے دور میں ایسا کوئی رواج نہیں تھا، اس لئے یہ رواج بند کر دینے چاہئیں، اور دعوت کے لئے جو کھانا بنایا جاتا ہے وہ میت کے مال میں سے

بنایا جاتا ہے، اس میں تمام ورثاء کا حق ہوتا ہے، اور کچھ وارث وہاں موجود نہیں ہوتے، جس کی وجہ سے ان کی اجازت شامل نہیں ہوتی، اور کچھ نابالغ ہوتے ہیں، اور کچھ اتنے غریب ہوتے ہیں کہ خود کھانے کے محتاج ہوتے ہیں، اور کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ اس لئے ایسے امور میں شرکت کرنا بھی ناجائز ہے۔

﴿۱۳۳۷﴾ سوال مثل بالا

سوال: ہمارے گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، تو انتقال کے چوتھے دن زیارت رکھی جاتی ہے، پھر چالیسویں دن اور پھر سال کے ختم پر برسی رکھی جاتی ہے، یہ زیارتیں مسجد میں یا گھر میں رکھی جاتی ہیں، اس بارے میں دن متعین کر کے اعلان کیا جاتا ہے، تا کہ تمام لوگ حاضر ہو جائیں، پھر قرآن خوانی ہوتی ہے، اور قرآن خوانی کے بعد ایک شخص زیارت کے یہ کلمات پڑھتا ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ دو مرتبہ، اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ، سورۂ فلق ایک مرتبہ، سورۂ ناس ایک مرتبہ، سورۂ بقرہ الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ سورۂ بقرہ کا آخری رکوع پورا پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر ختم کیا جاتا ہے۔

دوران قرأت مسجد سے آئے ہوئے یا گھر میں موجود تمام لوگوں کے ہاتھوں پر عطر لگایا جاتا ہے، اور ایک تھالی میں پھول اور صندل رکھ کر گمایا جاتا ہے، جسے زیارت میں آئے ہوئے لوگ انگلی پر رکھ کر سونگھتے ہیں، اور اس کے ساتھ شکر کے ٹکڑے یا میوے تقسیم کئے جاتے ہیں، اور پھر فاتحہ پڑھا جاتا ہے، تو اس طریقہ سے زیارت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب

سے مستفید فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زیارت کا یہ طریقہ یا زیارت کے ہی طریقہ کو جائز نہیں کہا جا سکتا، اس میں انسانوں کے اپنی مرضی سے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں کی پابندی ہے، آپ ﷺ کے مبارک دور میں اس میں سے کوئی بھی عمل نہیں ہوتا تھا، مذکورہ طریقہ کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لئے یہ ناجائز اور قابل ترک ہے۔

﴿۱۳۳۸﴾ کیا باپ کے انتقال پر لڑکی کا ماں کے پاس رہنا ضروری ہے؟

سوال: ہمارے رشتہ داروں میں ایک لڑکے کے والد کا انتقال ہوگیا، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ والد کے انتقال ہونے کی وجہ سے لڑکی ماں کے گھر سے اپنے سسرال نہیں جا سکتی، یعنی شریعت کی طرف سے اسے اپنے شوہر کے گھر جانے کی ممانعت ہے، اور جب تک سسرال کی عورتیں اسے لینے نہ آویں تب تک نکلنا گناہ سمجھتے ہیں، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا ماننا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شوہر کے انتقال ہونے پر عورت کو عدت گزارنا یعنی چار ماہ دس دن تک سوگ منانا ضروری ہے، اس کے علاوہ اور کسی بھی شخص کو چاہے وہ میت کا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔

اس لئے صورت مسئولہ میں مرحوم کی لڑکی کا اپنے شوہر کے گھر نہ جانا اور ماں کے گھر سے از روئے شرع نہ نکل سکنے کا عقیدہ رکھنا بالکل غلط اور مبنی بر جہالت ہے، اس لئے کسی کے لینے کے لئے آنے کی انتظار کی بجائے خود ہی سسرال چلے جانا چاہئے، تا کہ ایک غلط رسم کا انسداد ہو سکے، اور جہالت دور ہو سکے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۳۹﴾ کسی رئیس کے انتقال پر مدرسہ بند رکھنا

سوال: فی الحال دیکھنے میں آرہا ہے کہ بیرون میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے اور اس رئیس کا تعلق کسی مدرسہ سے ہو تو مدرسہ والے ان کے انتقال پر مدرسہ میں چھٹی رکھتے ہیں، حالانکہ ہندوستان کے کسی اکابر کے ساتھ تعلق رکھنے والے مثلاً: مولانا مدنیؒ، قاری محمد طیب صاحبؒ اور مولانا زکریا صاحبؒ وغیرہ کے انتقال پر بیرون میں دکانیں بند دیکھنے میں نہیں آتیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کسی مالدار کے انتقال پر مدرسہ بند رکھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی کے انتقال پر چاہے وہ بڑا دیندار ہو یا دنیادار رئیس ہو، مدرسہ بند رکھنا فرض، واجب یا سنت نہیں ہے۔

حدیث شریف میں کسی کے انتقال پر تین دن اور شوہر کے انتقال پر عورت کے لئے چار ماہ دس دن سوگ منانے کی اجازت مذکور ہے۔ لہٰذا اگر مرحوم کا کوئی خاص احسان یا تعلق ہو جس کی وجہ سے تعطیل رکھی جائے تو شریعت کی طرف سے اسکی ممانعت بھی نہیں ہے۔ ورنہ اسکول، کالج یا دنیوی رواج کے مطابق ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلام غلط رسومات کو ختم کرتا ہے، اور مدارس تو دینداری کے نمونے ہوتے ہیں۔ بہتر طریقہ تو دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا ہے، جس سے مرحوم کو بھی فائدہ ہوتا ہے، اور پڑھنے والوں کو بھی ثواب ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۰﴾ مچھلی کی ترکاری کا فاتحہ دینا

سوال: مچھلی کی ترکاری کا فاتحہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رضائے الٰہی کے لئے چھوٹی بڑی کوئی بھی چیز کسی کو

دینے یا کھلانے سے ضرور ثواب ملتا ہے، اور اس ثواب کو ہم جسے چاہیں بخش سکتے ہیں، چاہے وہ ہدیہ میں دی جانے والی چیز مچھلی ہو یا چنے ہوں، سب چیزوں کا ایک ہی حکم ہے، لیکن اس کے لئے غلط پابندیاں شریعت کی طرف سے نہیں لگائی گئی ہیں، انسان اپنی مرضی سے اس میں پابندیاں لگا دے تو یہ غلط ہے، اور ایسے غلط کام کا گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے، اس لئے ایسے غلط طریقے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۱﴾ بعد تدفین فاتحہ پڑھ کر میت کا کھانا پکانا

سوال: کچھ گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، تو کھانا بنایا جاتا ہے، اسے کھیچڑی بنانا کہتے ہیں، یہ کھانا گھر والے گھر میں میت ہو جانے کی وجہ سے غم کے سبب نہیں کھا سکتے ہیں، اور باہر سے آنے والے لوگ کھا سکیں اس کے لئے بنایا جاتا ہے، اس کا خرچ میت کے گھر والے اٹھاتے ہیں، اور یہ کھانا میت کو دفنانے کے بعد فاتحہ پڑھ کر کھلایا جاتا ہے، تو یہ کھانا کھانا کیسا ہے؟ یہ کھانا میت کے رشتہ دار، پڑوسی، گاؤں والے، اور ارد گرد سے آئے ہوئے لوگ جس میں مالدار، غریب سب ہوتے ہیں، کھاتے ہیں، تو کیا ہر کوئی یہ کھانا کھا سکتا ہے؟ اور اس طرح کھانا کھلانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ ﷺ کا فرمان ہے: مرحوم کے اہل خانہ اس دن غم کی وجہ سے کھانا نہیں بنا سکتے ہیں، تو ان کے پڑوسیوں کو چاہئے کہ وہ ایک دن رات کا کھانا بنا کر انہیں کھلائیں۔ اس کے بجائے ہمارے یہاں کھیچڑی کا رواج ہو گیا ہے، جو قابل ترک ہے۔ اور مرحوم کے انتقال کے بعد اس کی تمام ملکیت اس کے ورثاء کی ہو جاتی ہے، اور ورثاء میں یتیم، بیوہ اور نابالغ بچے ہوتے ہیں، اور کچھ ورثاء بیرون ملک میں بھی

ہوتے ہیں، اور کھانا انہی لوگوں کے روپیوں سے بنایا جاتا ہے، تو کچھ ورثاء کی (بوجہ عدم موجودگی) اجازت شامل نہیں ہوتی، اور نابالغ ورثاء اجازت دے بھی دیں تو بھی ان کی اجازت معتبر نہیں ہوتی، اور بغیر اجازت کے کسی کا مال کھانا حرام ہے، اور یتیم کا مال کھانے کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ: یتیم کا مال کھانے والے اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں، اس لئے ایسا کھانا نہیں کھانا چاہئے، اور کھلانا بھی نہیں چاہئے۔ (شامی، درمختار: ۶۰۳ پر اس مسئلہ کی مکمل وضاحت موجود ہے)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۲﴾ ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ

سوال: ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ قرآن شریف پڑھنے کے بعد اس کا ثواب میت کو پہنچانے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نیک کام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ میرے اس نیک کام کا ثواب فلاں مرحوم کو پہنچا دیا جائے۔ (شامی: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۳﴾ ایصالِ ثواب کے لئے افضل عمل

سوال: مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے آپ کی رائے میں کون سا عمل افضل ہے، جس سے مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ ہو سکے؟ ایک شخص دس ہزار کی رقم اپنے مرحوم رشتہ داروں کے ایصالِ ثواب کے لئے خرچ کرنا چاہتا ہے، تو اس بارے میں کونسا کام اس کے لئے افضل کہلائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ رقم سے کوئی چیز بنائی جائے جو ہمیشہ یا لمبے عرصے تک باقی رہے، مثلاً: مسجد، مدرسہ، کنواں وغیرہ، اور اسے رضائے الٰہی کے خاطر

وقف کر دینا چاہئے، تو لوگ جب تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، ثواب بھی ملتا رہے گا، اور حدیث شریف میں اس کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۴﴾ مرحوم کا خواب میں آکر اپنی حالت کا اظہار کرنا

سوال: میری سہیلی ۲۰ سال کی کنواری تھی، چھ سات ماہ قبل ایک حادثہ میں اس نے اپنی جان گنوادی یعنی ان کا انتقال ہو گیا، کچھ دنوں قبل وہ میرے خواب میں آئی اور اس نے کہا: کہ مجھے یہاں نہیں رہنا ہے، مجھے یہاں ذرا بھی اچھا نہیں لگتا، مجھے یہاں نہیں آنا تھا، لیکن کیا کریں؟

(۱) اس کی حالت اس خواب سے کیا سمجھی جا سکتی ہے؟ (۲) ہمیں اس کی بخشش کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ (۳) کوئی عمل یا وظیفہ بتانے کی مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اہل سنت والجماعت کے نزدیک گنہگار شخص بغیر توبہ کے ایمان کی حالت میں انتقال کر جائے، اور اللہ اس کی مغفرت نہ کرے تو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے تک جہنم میں رہنا پڑتا ہے، ہمیشہ جہنم میں نہیں رہنا پڑتا، دائمی جہنم صرف کافر ومشرک کے لئے ہی ہے، اس تفصیل سے آپ کا جواب واضح ہو گیا، مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہی، لیکن ان کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی، ان کے لئے شرعی طریقہ کے مطابق ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا خاص اہتمام کریں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرماوے، عذاب قبر اور جہنم سے نجات عطا فرماوے۔ آمین۔

﴿۱۳۴۵﴾ ختم پڑھنے جانا کیسا ہے؟

سوال: قرآن کا ختم پڑھنے جانا کیسا ہے؟ ختم کے بعد شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، اس میں

کبھی دودھ کا شربت ہوتا ہے، کبھی نان کھٹائی ہوتی ہے، تو اس کا کھانا کیسا ہے؟ اس طرح کی قرآن خوانی سے میت کو ثواب ملتا ہے؟ اور دوسرے گاؤں ختم پڑھنے جانا اس طور پر ہو کہ قرآن خوانی کے بعد شیرینی نہ رکھی جائے، صرف آنے جانے کا کرایہ دے دیا جائے تو اس طرح قرآن خوانی کے لئے جانا کیسا ہے؟

اور مسجد میں فجر کی نماز کے بعد تلاوت کے لئے بیٹھنے کا ماحول ہے، تو اس میں تھوڑی دیر بعد کسی کو بخشنے کا اعلان کیا جاتا ہے، اور پھر نان کھٹائی تقسیم کی جاتی ہے، تو یہ نان کھٹائی لینا کیسا ہے؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اس طرح بخشنے سے ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ اور کسی جگہ ختم کے لئے استاذ یا ماں باپ بھیجیں تو جانا کیسا ہے؟ لیکن وہاں ختم کے بعد کھانے کا انتظام ہوتا ہے، تو استاذ یا والدین کو منع کرنے سے نافرمانی کہلائے گی یا نہیں؟ نہ کھانے سے فتنہ ہوتا ہو تو کھانا کیسا ہے؟ بالتفصیل مع حوالہ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی طرح کی رواجی یا غیر شرعی پابندی کے بغیر رضائے الٰہی کی خاطر کوئی مالی یا بدنی عبادت کر کے اس کا ثواب مرحوم کی روح کو بخشا جائے تو یہ بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ اور اس طرح پڑھنے سے پڑھنے والے کو، پڑھانے والے کو اور مرحومین کو سب کو فائدہ ہوتا ہے، اور ثواب ملتا ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ لیکن اگر رسماً قرآن خوانی رکھی جائے یا اپنی طرف سے غلط پابندیاں لگائی جائیں یا اجرت لے کر قرآن خوانی کی جائے یا معاشرہ میں قرآن خوانی کے بعد کھانا پینا ضروری سمجھ لیا گیا ہو، اور قرآن خوانی کر کے کھلایا پلایا جائے تو ایسی قرآن خوانی سے کسی کو ثواب نہیں ملتا، اور نہ اس سے مرحوم کو کوئی فائدہ ہوتا ہے، بلکہ قرآن پر اجرت لینے کا گناہ ہوتا ہے، اس لئے اس طرح کی قرآن خوانی رکھنا یا اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۳۴۶﴾ ایصال ثواب کے لئے اجرت دے کر قرآن خوانی کروانا

سوال: ہمارے مرحوم رشتہ داروں کے لئے ہم بہت کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں، اور خاص طور پر ہمارے مرحوم بھائی کے لئے ہمارے گاؤں کے مؤذن صاحب کو ماہانہ پانچ روپے دے کر مہینہ میں ایک قرآن ختم کراتے ہیں، مؤذن صاحب قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مرحوم بھائی کو بخش دیتے ہیں، تو اس طرح قرآن خوانی کروانے سے مرحوم بھائی کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ اور یہ طریقہ ازروئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور اس طرح اجرت لے کر پڑھنے سے ثواب بھی نہیں ملتا، بلکہ گناہ ہوتا ہے، جب پڑھنے والے کو ہی ثواب نہیں ملتا تو وہ مرحوم کو ایصال ثواب کیسے کرے گا؟ اور مرحوم کو ثواب کیسے ملے گا؟ اس لئے اس طرح کے پڑھنے سے مرحوم کو بھی کچھ ثواب نہیں ملتا، اور اجرت پر قرآن خوانی کا سبب بننے کی وجہ سے پڑھانے والا بھی گنہگار ہوتا ہے، اور پڑھنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے، اس لئے اس طرح قرآن خوانی نہیں کروانی چاہئے۔

اور کسی بھی طرح کی پابندی اور دنیوی متاع کی حرص کے بغیر اخلاص کے ساتھ تھوڑا بہت حسب توفیق خود پڑھ کر یا دوسروں کے پاس پڑھوا کر اس کا ثواب مرحوم کی روح کو بخش دیا جائے تو ضرور اس کا ثواب مرحوم کو ملتا ہے، اور اس سے مرحوم کی روح خوش ہوتی ہے، اور اس سے اس کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۳۴۷﴾ مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے رقم بینک میں رکھ کر اس کا سود غریبوں میں تقسیم کرنا

سوال: اگر کوئی شخص اپنے مرحوم رشتہ داروں کے ثواب کے لئے کچھ رقم بینک میں فکس

ڈپازٹ میں رکھدے اوراس کے سود سے غریبوں کو دوا، پھل میوے یا غریبوں کی تعلیم کے لئے کتابیں دلوائے تو اس کا ثواب مرحوم کو ملے گا یا نہیں؟ اور اگر ثواب کی نیت کے بغیر دے تو اس کا اجر مرحوم کو ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بینک کی فکس ڈپازٹ میں رقم رکھنا اور اس پر اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنا سود ہے، جس کا حرام ہونا قرآن پاک کی آیتوں سے صراحۃً ثابت ہے، اور حرام کی آمدنی سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنا اور ایصال ثواب کے لئے خرچ کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے، اور ایسا کرنے سے ایمان خطرہ میں پڑ سکتا ہے، اس لئے صورت مسئولہ جائز نہیں ہے، اور ایسے کام سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۸﴾ بیمہ کی رقم کے سود سے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مسجد مدرسہ میں کوئی چیز وقف کرنا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص کا ٹرک کی ٹکر لگنے سے انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء نابالغ ہیں، جس سے ان کا گذارہ مشکل سے ہوتا ہے، انتقال کرنے والے شخص کا کوئی بیمہ نہیں تھا، لیکن ٹرک والے کا بیمہ تھا، اس لئے وکیل کے ذریعہ مقدمہ لڑنے کی وجہ سے عدالت نے ٹرک والے کے بیمہ میں سے پچاس ہزار روپے دینے کا حکم دیا، بیمہ کمپنی نے وہ رقم دینے میں تاخیر کی، اس کی خبر عدالت کو دی گئی تو عدالت نے بیمہ کمپنی کو ۵۰ ہزار کے ساتھ اور تین ہزار مزید سود دینے کا حکم دیا، اس شخص کے ورثاء اس سود کی رقم سے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مسجد میں صفیں بچھانا چاہتے ہیں، تو اس طرح بیمہ کے سود کی رقم سے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کوئی چیز مسجد یا مدرسہ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ امیر یا غریب یہ بیمہ

کی رقم لے سکتا ہے یا نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں ہے کہ: حرام مال سے کیا گیا صدقہ اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوتا، اور ایسی رقم سے صدقہ کرنا گناہ ہے، اس لئے مذکورہ رقم کو مسجد میں خرچ نہ کیا جائے۔ مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت، تسبیح، نوافل حسب توفیق پڑھ کر اس کا ثواب مرحوم کو بخش دیا جائے، اور ان کے لئے دعاء کی جائے، یہی بہتر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۴۹﴾ ایصال ثواب کی مجلس رکھنا اور اس میں قُل پڑھنا

سوال: میت کے گھر دوسری تیسری رات کو قرآن شریف کے پارے تقسیم کئے جاتے ہیں اور حاضرین تھوڑا تھوڑا پڑھتے ہیں، پھر ایک شخص قُل پڑھتا ہے، تو کیا اس ختم کا رکھنا درست ہے؟ اس سے مرحوم کو ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف یا ایسی ہی کوئی دوسری عبادت اللہ کے لئے کی جائے اور اس کے ساتھ دوسری کوئی پابندی نہ ہو تو عبادت کرنے والے کو اس کا ثواب ضرور ملتا ہے، اور یہ ثواب مردوں کو بخشنے سے ہم اہل سنت والجماعت کے نزدیک مردوں کو یہ ثواب پہنچتا ہے، اور سوال میں جو قُــــل پڑھنا لکھا ہے یہ ثابت نہیں ہے، شریعت میں اپنی مرضی سے کچھ کمی بیشی کرنا یا کوئی پابندی لگانا گناہ ہے۔

﴿۱۳۵۰﴾ روزانہ کی تلاوت کا ثواب بخشنا افضل ہے یا ختم قرآن پر پورا ثواب بخشنا افضل ہے؟

سوال: قرآن پاک ختم کرنے کی نیت سے تلاوت شروع کی ہو، اور روزانہ تھوڑی تھوڑی

تلاوت ہوتی ہو تو روزانہ کی تلاوت کا ثواب مرحوم کو بخشنا افضل ہے، یا ختم قرآن پر ایک ساتھ پورے قرآن کا ثواب بخشنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دونوں طریقے درست ہیں، جو بھی طریقہ پسند ہو اسے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵۱﴾ ایصال ثواب کا شرعی حکم اور اس کے لئے تاریخ وغیرہ کی تعیین کرنا

شریعت میں ایصال کرنے کا کیا حکم ہیں۔ آج کل لوگ مخصوص تاریخوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ایصال ثواب کی مجلسوں پر اصرار کرتے ہیں نیز منع کرنے پر لوگوں سے دستخطوں کی جنبش چلائی جاتی تا کہ اکثریت پر عمل کیا جائے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اھل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق مرحومین کو ایصال ثواب کرنا جائز اور درست ہے، احادیث میں اسکی طرف رغبت بھی دلائی گئی ہے اور فقہاء نے اسکی تصریح بھی فرمائی ہے جیسا کہ ردالمختار میں ص۲۴۲ پر اور امداد الفتاوی ص۵۱۴ میں تفصیل مذکور ہے،

اسلئے جو بھی آدمی عبادت بدنی یا مالی کرے اور اس میں اپنی طرف سے کوئی غیر شرعی پابندی یا لوازمات کو ضروری نہ سمجھے رسم رواج کے طریقہ پر نہ ہو تو ایسا ایصال ثواب جائز اور درست ہے۔

آج کل ہمارے یہاں نام و نمود رسم و رواج کے پیش نظر اہتمام کر کے لوگوں کو دعوت دے کر جمع کیا جاتا ہے اور جو شریک نہ ہو اس کو طعن و تشنیع بھی کی جاتی ہے بعض جگہ تین۔ چالیس یا سال کی تاریخ کا بھی خصوصیت سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور شیرینی کو بھی

لوازمات میں سے سمجھ لیا گیا ہے۔ پورے قرآن شریف کی جگہ صرف یٰس شریف ہی پر اکتفاء کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ ان خرابیوں کی وجہ سے فقہاء بدعات میں شمار کر کے منع فرماتے ہیں۔ آپ نے سوال میں لکھا کہ آپ کے یہاں مساجد میں ایصال ثواب کی مجلس کے لئے اصرار اور دستخطوں کی جنبش چلائی جارہی ہے یہ دوسرے قسم میں شمار کی جائیگی جس سے بچنا چاہئے۔

اکثریت پر عمل کرنا آج کل کی غیر شرعی معاشرہ کی دین ہے۔ اسلام حق اور دلائل کی روشنی میں اور ہمارے لئے فقہاء کے ارشادات پر عمل کرنے میں ہی نجات وفلاح ہے۔

فصل الشہید و ما قتل فی الحوادث و غیرہ

﴿۱۳۵۲﴾ خودکشی کرنے والے کے غسل وکفن اور نماز سے متعلق

سوال: خودکشی کرنے والے بے نمازی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور غسل دیا جائے گا یا نہیں؟ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے، لیکن خودکشی کرنے والے مسلمان شخص کو دوسرے مسلمان مردوں کی طرح سنت طریقہ سے غسل دینا، کفن دینا، اور اس پر نماز پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اس لئے اسے غسل بھی دیا جائے گا، مسنون کفن بھی دیا جائے گا، اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵۳﴾ خودکشی کرنے والے کی روح کا بھوت بن کر ڈرانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک شخص نے کسی وجہ سے کنویں میں گر کر خودکشی کر لی، اس کی نعش باہر نکالی گئی، اور اسلامی طریقہ کے مطابق غسل، کفن دے کر اسے دفن کر دیا گیا۔

یہاں کے جہلاء میں ایسی بات پیدا ہو گئی ہے کہ رات کو اس مرنے والے کا بھوت آتا ہے، اور لوگوں کو ڈراتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ خودکشی کے متعلق قرآن وحدیث میں کیا فرمایا گیا ہے؟ اس کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور کیا اس کی روح بھوت بن کر دوسروں کو ڈرا سکتی ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خودکشی کرنا ناجائز اور حرام ہے، مظاہر حق میں لکھا ہے کہ "خودکشی کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے" (۲۵۱/۲) حدیث شریف میں خودکشی کرنے والے کے لئے سخت وعیدیں اور سزائیں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ مشکوۃ شریف: ۲۹۹ پر ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کرتا ہے اسے جہنم میں یہ سزا دی جائے گی کہ وہ اپنے آپ کو پہاڑ سے پھینکا کرے، اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرتا ہے جہنم میں ہمیشہ اس کے ہاتھ میں زہر رہے گا اور وہ اسے کھاتا رہے گا۔ اور جو شخص کسی تیز چاقو وغیرہ سے اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے وہ جہنم میں ہمیشہ اپنے آپ کو اس چیز سے مارتا رہے گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جو شخص اپنے آپ کو پھانسی لگا کر مار ڈالتا ہے، وہ جہنم میں ہمیشہ اپنے آپ کو پھانسی لگاتا رہے گا، اور جو شخص اپنے آپ کو نیزہ مار کر خودکشی کرتا ہے وہ جہنم میں اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ خودکشی کرنے والا جس طریقہ سے خودکشی کرتا ہے اسی طریقہ سے جہنم میں اسے سزا دی جاتی ہے۔

حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: امم سابقہ میں ایک شخص تھا، اس کے ہاتھ میں زخم ہوا، اس کی تکلیف اس کے برداشت سے باہر تھی، اس نے چاقو لے کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، ہاتھ سے خون بہنا شروع ہو گیا، اور بہت خون بہہ گیا، جس کے سبب اس کا انتقال ہو گیا، تو اللہ تعالی نے فرمایا: کہ میرے بندے نے اپنی ذات پر جلد بازی کی، اس لئے میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔ (مشکوۃ: ۳۰۰)

درمختار میں لکھا ہے کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق خودکشی کرنے والے کو غسل بھی دیا جائے گا اور

کفن بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی اور اسلامی طریقہ کے مطابق دفن کیا جائے گا۔ (ص:۵۸۴)۔ اس لئے خودکشی کرنے والا مسلمان ہو تو سنت طریقہ کے مطابق اس کا غسل و کفن اور دفن بھی کرنا چاہئے، اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی روح علیین میں چلی جاتی ہے، اور وہاں سے واپس نہیں آسکتی، اس لئے ایسا کہنا کہ ''اس کی روح بھوت بن کر ڈراتی ہے'' بالکل غلط اور تمسخر ہے، البتہ سرکش شیاطین لوگوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے اور ڈرانے کے لئے ایسے انسانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جہلاء اسے اصل آدمی سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ وہ اصل انسان یا اس کا بھوت نہیں ہوتا، سرکش شیطان ہوتا ہے، اسی لئے اس وقت اللہ کا نام لیا جائے، آیۃ الکرسی پڑھی جائے اذان دی جائے، تو شیطان بھاگ جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ مرنے والے کی روح بھوت بن کر ڈراتی ہے یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔ فق

﴿۱۳۵۴﴾ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: خودکشی کرنے والے پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور اسلامی طریقہ کے مطابق اس کی تجہیز و تکفین کی جائیگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خودکشی کرنا سخت گناہ کا کام ہے، حدیث شریف میں ایسا کرنے سے سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان شخص ایسا کرتا ہے، اور اس سے اس کا انتقال ہو جائے تو دوسرے مسلمان کے میتوں کی طرح اسلامی طریقہ کے مطابق اسے غسل دیا جائے گا، اور کفن دیا جائے گا، اور اس پر جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔ (شامی، عالمگیری، ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵۵﴾ خودکشی کرنا حرام ہے؟

سوال: کیا خودکشی کرنا جائز ہے؟ ایک مسلمان شخص زندگی سے تنگ آکر مایوس ہوکر گھر کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ آکر خودکشی کرنا چاہے تو شرعی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خودکشی کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، ایسے شخص کو تا قیامت وہی سزا دی جاتی رہے گی جس طریقہ سے اس نے اپنے آپ کو مار ڈالا ہو، اور جہنم میں بھی وہی سزا دی جائے گی۔ اس لئے مصیبتوں سے پریشان ہوکر خودکشی کرنے کے بجائے مصیبتوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور ہمت، دعا اور خدا سے مدد مانگنی چاہئے، خودکشی کرنا تو دور کی بات ہے، مصائب سے پریشان ہوکر موت کی دعا یا تمنا کرنا بھی گناہ ہے۔ (شامی:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵۶﴾ ایکسیڈنٹ (حادثہ) سے واقع ہونے والی موت شہادت کہلائے گی یا نہیں؟

سوال: آج کل بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اکسیڈنٹ مثلاً: کار ایکسیڈنٹ وغیرہ میں کوئی مر جائے تو وہ شہید کہلاتا ہے، یہ حقیقت کہاں تک صحیح ہے؟ کیا اسے شہادت کا مرتبہ ملتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں شہید کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: ایک دنیا کے اعتبار سے شہید اور دوسرا آخرت کے اعتبار سے شہید۔

آخرت کے اعتبار سے شہید وہ ہے جو حقیقت میں شہید نہ ہوا ہو البتہ آخرت میں اسے شہیدوں جیسا مرتبہ دیا جائے گا، حدیث شریف میں اس کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں، مثلاً: ڈوب کر مرنے والا، طلب علم میں جان دینے والا، وغیرہ وغیرہ، ہر اکسیڈنٹ کو شہادت کا

مرتبہ دینا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۳۵۷﴾ مردہ کی روح گھر آتی ہے؟

سوال: مردوں کی روحیں کسی خاص وقت پر اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں؟ اور آتی ہیں تو کس وقت آتی ہیں؟ اگر نہیں آتی تو اس کی دلیل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی روح علیین میں چلی جاتی ہے، اور وہاں سے واپس نہیں آسکتی، اس لئے مردے یا اس کی روحیں گھر پر نہیں آتیں۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵۸﴾ قبر کھود کر میت کی کھوپڑی (پورا سر) نکالنا

سوال: ہمارے پڑوس کے گاؤں میں سے یہ خبر آئی ہے: کہ کوئی شخص قبرستان میں قبریں کھود کر مردوں کی کھوپڑیاں نکالتا ہے، کون نکلواتا ہے، اور ان کا کیا کیا جاتا ہے؟ یہ ہم نہیں جانتے، لیکن گاؤں میں بات پھیلنے کی وجہ سے ہم قبرستان گئے اور دیکھا، تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حقیقۃً تین چار قبریں کھودی گئی ہیں۔

ایک مسلمان شخص گاؤں میں ملازمت کرتا ہے، اس نے آتے جاتے ایک غیر مسلم شخص کو کھوپڑی نکالتے دیکھا، وہ شخص وہاں گیا اور اس نے اس غیر مسلم سے پوچھا: تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ اس غیر مسلم نے جواب دیا کہ: فلاں مسلمان شخص مجھ سے کھوپڑی نکالنے کا کام لیتا ہے۔ اب گاؤں والے اس مسلمان شخص کے ساتھ کیا کریں، یہ سوچ رہے ہیں؟ تو از روئے شرع ایسا فعل کرنے والے کو کیا گناہ ہوتا ہے؟ اور اسے کیا سزا دینی چاہئے؟ مثلاً: تاوان کے اعتبار سے اگر تاوان لیا جا سکتا ہو تو کتنا لینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس طرح ایک زندہ مسلمان شخص احترام کے قابل ہے، اسی طرح مسلمان میت کی نعش بھی احترام کے قابل ہے، اور مسلمان میت کے ساتھ یہ فعل شنیع مسلمان میت کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ انسانی اعضاء کی تجارت بھی ہے جو بہت ہی مذموم اور ناجائز اور حرام ہے۔

صورت مسئولہ میں مسلمان میت کی کھوپڑی نکالنا، اسے بیچنا ناجائز اور حرام ہے، جو شخص یہ حرکت کرے یا کرائے وہ شریعت کی نظر میں سخت گنہگار ہے، اور لعنت کے قابل ہے، اگر اس غیر مسلم کا دیا ہوا نام تحقیق سے ثابت ہو جائے تو یہ شخص سب کے سامنے معافی مانگے، اور سچے دل سے توبہ کر لے، اور اگر توبہ کرنے کے لئے راضی نہ ہو تو تمام مسلمانوں کو اس کے ساتھ ہر طرح کا تعلق ختم کر دینا چاہئے، جب تک کہ وہ سب کے سامنے معافی مانگ کر توبہ نہ کر لے۔ آپ ﷺ نے کسی مسلمان سے مالی تاوان لینے کو ناجائز فرمایا ہے، اس لئے اس سے مالی جرمانہ نہیں لیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۵۹﴾ کفار کے جنازہ میں شرکت کرنا

سوال: ہم جنگل میں سرکاری کالونی میں سرکاری ملازمت کی وجہ سے رہتے ہیں، یہاں مختلف قسم کے لوگ سرکاری ملازمت کی وجہ سے رہتے ہیں، یہاں ایک ہندو بھائی جو ہماری طرح سرکاری ملازم ہے، اس کے بھائی کا یہاں کالونی میں انتقال ہو گیا، تو کیا ہم مسلمان ہیں تو اس بھائی کو جلانے کے لئے سمشان (ہندوؤں کا قبرستان یا ان کے مردوں کے جلانے کی جگہ یعنی آخری منزل) لے جاتے وقت ہم ساتھ میں جا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... کافر ومشرک کے جنازہ میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس سے بچنا چاہئے، اگر مجبوراً یا پڑوسی ہونے کی وجہ سے جانا پڑے تو گنجائش ہے، لیکن وہاں کسی بھی طرح کے مذہبی عمل میں حصہ نہ لیا جائے۔ (تفسیر احمدی، فتاویٰ دار العلوم)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۰﴾ شیعہ کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: شیعہ کی میت میں سنی کا شامل ہونا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ ایک مولانا صاحب نے ایسے ایک موقع پر کہا: کہ شیعہ کے جنازہ میں اور نماز میں شرکت کرنے سے سنی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... شیعہ میں بہت سے فرقے ہیں، اگر شیعہ ایسے ہوں کہ وہ شیخین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) کی فضیلت کے قائل ہوں، ان کی مذمت نہ کرتے ہوں، اور صحابہ کو معیار حق سمجھتے ہوں، ان کی برائی نہ کرتے ہوں، اور حضرت عائشہؓ پر جھوٹی تہمت نہ لگاتے ہوں، تو اس شیعہ کی میت میں سنی شامل ہو سکتا ہے، اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھ سکتا ہے، اور جس شیعہ کے یہ عقائد نہ ہوں اس کے جنازہ میں سنی شرکت نہیں کر سکتا، اور نماز بھی نہیں پڑھ سکتا۔ (فتاویٰ دار العلوم مکمل ومدلل: ۲۶۳/۵)

﴿۱۳۶۱﴾ غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کیا پڑھنا چاہئے؟

سوال: غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کیا کرنا چاہئے؟ اور کیا پڑھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جنازہ کو دیکھ کر اپنی موت اور آخرت میں پیش آنے والے حالات یاد کرنے چاہئے، چاہے وہ جنازہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا، کافر کا جنازہ دیکھ

کر کوئی خاص دعا پڑھنا کہیں منقول نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۲﴾ غیر مسلم میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا

سوال: ایک مسلم عورت نے ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی کی، اگر اس مسلمان عورت کا انتقال ہو جائے یا ان سے پیدا ہونے والے بچوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو ان پر نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور ان کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان عورت کا نکاح ہندو مرد سے کسی صورت میں نہیں ہو سکتا، مسلمان عورت ہندو مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اس کا حکم قرآن شریف میں موجود ہے، اس لئے اسے جائز سمجھ کر کرنے سے مرتد (دین سے پھر جانے والی) سمجھی جائے گی، (العیاذ باللہ) لہذا اس کی اولاد بھی ہندو سمجھی جائے گی، اور اسی حالت میں انتقال ہو جائے تو اس کو یا اس کی اولاد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا۔

﴿۱۳۶۳﴾ پرانی قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے۔

سوال: ایک مسلمان کا ۴۰ بیگہ کا برآمدہ تھا، اس میں ایک پختہ قبر اور دو، چار کچی قبریں تھیں، وہ قبریں کس سن کی اور کس کی ہیں؟ وہ کسی کو نہیں معلوم۔ حال ہی میں وہ جگہ اس مسلمان نے ایک غیر مسلم کو بیچ دی، اس نے گذشتہ کل وہ پختہ قبر توڑ ڈالی، اور وہ وہاں کھیتی کرنا چاہتا ہے، اور کچی قبروں کی نشانی بھی نہیں ہے، عوام کا کہنا ہے کہ وہ کسی بزرگ کی قبر ہے، اس پر غلاف چڑھا ہوا ہے، پھول رکھے ہوئے ہیں، اگر بتی ہوتی ہے، تو ہم اس قبر کو کھود کر اس میں سے ہڈی، ڈھانچہ وغیرہ جو نکلے اسے نکال کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیں تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ تا کہ اس قبر کی بے حرمتی نہ ہو، ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے حکومتی طور پر

کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ تو کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں میت کو دفن کئے ہوئے سالوں بیت گئے ہیں، اس لئے قبر کھودنا چاہے ہڈی ڈھانچہ وغیرہ نکال کر باعزت دوسری جگہ دفن کرنے کی نیت سے کیوں نہ ہو بالکل جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ مذکورہ حالت میں فقہاء کے اقوال کی روشنی میں قبر کو کھودنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے، اس لئے ڈھانچہ، ہڈی وغیرہ نکالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ (عالمگیری، شامی، کبیری) اور زمین خریدنے والا اس پر کھیتی کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۴﴾ پڑوس میں قبرستان ہونے سے گھبراہٹ ہونا

سوال: قبرستان کے شرعی آداب اس کے قریب یا پڑوس میں رہنے والوں کے لئے کیا ہیں؟ قبرستان بہت پرانا ہے، تقریباً ایک صدی پرانا ہے، اس کے پڑوس میں جگہ خریدنے والے نے دیکھ بھال کر جگہ خریدی، اور گھر بنایا، اور گھر میں سے قبرستان نظر آتا ہے، اور موت کا خوف بڑھتا ہے، تو ایسے غیر مسلم کو خود وہاں سے چلے جانا چاہئے یا قبرستان کو ہٹانے کی یا بند کرنے کی یا اس پر چھپر لگانے کی فکر کرنی چاہئے؟ ہمیشہ موت کی یاد اور عبرت دلانے والا پڑوسی اچھا ہے یا نہیں؟ کسی مسلمان کے لئے ایسے پڑوس کو نحوست بتانا اور اس سے نفرت دلانا اور بے زاری بتانا یہ ایمان کی کمی نہیں ہے؟ کھڑکی میں سے قبرستان میں کوڑا ڈالنا، باسی کھانا ڈالنا قبرستان کی بے حرمتی نہیں ہے؟ قبرستان کی زمین پر ناجائز قبضہ کر کے اسے دنیوی باتوں کا اڈا بنانا کیسا ہے؟ وہ پڑوسی بھائی اس قبرستان کو بند کرنے کے لئے غیر مسلموں سے مدد مانگتے ہیں، اور عہدے داروں کے پاس سفارش کروا کر اسے بند کروانے کی کوشش کرتے ہیں، آج کل ان کوششوں نے زور پکڑا ہے، اور اسے بند کرنے کی

درخواست غیر مسلم کے نام سے دی گئی ہے، ایسا کام ایک مسلمان کے لئے کرنا کیسا ہے؟ قبرستان کے متولیان کی ذمہ داری ان حالات میں کیا ہے؟ انہیں خاموش رہنا چاہئے، یا پوری طاقت کے ساتھ قانون کا سہارا لیتے ہوئے اس فساد کو روکنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر یہ قبرستان بند ہوگیا، تو قبرستان بند ہونے کی ایک مثال قائم ہوجائے گی، اور شہر میں دوسرے مختلف قبرستان بند کرنے کے پروگرام اور منصوبے شروع ہوجائیں گے۔ اور اگر اس کی دیکھا دیکھی دوسرا قبرستان بھی بند ہوا تو اس کا گناہ بھی اس قبرستان کے بند کرانے والوں کو ہوگا یا نہیں؟ اس لئے کہ اس شہر میں کئی قبرستانوں کے لئے اس سے پہلے ایسی حرکت کی جاچکی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... قبرستان کے پڑوسی مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے ایک ہی حکم ہے، قبرستان کا پڑوس اور اس سے موت کی یاد تازہ ہونا ایمان کی علامتوں میں سے ہے، حدیث شریف میں موت کو یاد کرنے اور قبروں کی زیارت کرنے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، وہ بھی اسی لئے ہے۔

قبرستان کو بند کرنے کی کوشش کرنا یا بند کرنے کے لئے فتنہ پیدا کرنا گناہ کا کام ہے، اگر یہودیوں کی طرح زندگی سے بہت ہی محبت ہو، اور قبرستان کی خاموشی موافق نہ آتی ہو تو خود وہاں سے ہٹ جانا چاہئے، یا کوئی دیوار یا پردہ کر لینا چاہئے، تاکہ وہاں نظر نہ پڑے۔ شریعت میں قبروں کے احترام کا تاکیدی حکم بیان کیا گیا ہے، انسان زندگی میں جتنا محترم تھا، مرنے کے بعد بھی اسلام نے اس کا احترام باقی رکھا ہے، اس لئے قبروں کی بے حرمتی ہو ایسے کام کرنا گناہ ہے۔ (عالمگیری: ۱۳۲)۔

کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ قبروں پر چلنا یا قبر پر بیٹھنا یا قبر کے پاس سونا، وہاں پیشاب

وپاخانہ کرنا وغیرہ مکروہ (تحریمی) ہے۔ (شامی: ۸۴۶/۱، فتح القدیر: ۴۷۲/۱) اس لئے کھڑکیوں کے ذریعہ یا کسی اور راہ سے قبرستان میں باسی کھانا یا کوڑا ڈالنے سے قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے، اس لئے ایسی حرکتوں سے بچنا چاہئے۔

متولیان اور ذمہ دار حضرات کے لئے ضروری ہے کہ نرم کلامی سے اسے سمجھائیں اگر نہ مانے تو طاقت یا قانون کا استعمال کر کے ایسی حرکتوں اور بدیوں کو روکنا چاہئے۔

مسلم شریف اور مشکوۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ: جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کرے، تو اس کے فعل کا تو اسے گناہ ملے گا ہی، اور اسے دیکھ کر جتنے لوگ اس طریقہ کو اپنائیں گے سب کا گناہ بھی اسے ملے گا، اور ان گناہ کرنے والوں کے گناہ میں کمی نہیں آئے گی۔ (کتاب الاعتصام: ۳۵)۔

اس لئے ان کی دیکھا دیکھی کوئی دوسرا شخص بھی قبروں کی بے حرمتی کرے گا یا قبرستان کے بند کرانے کی کوشش کرے گا تو اس کو تو گناہ ہوگا ہی، ساتھ ہی اس پہلے والے شخص کو بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جسے دیکھ کر اس نے یہ کام کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۵﴾ قبرستان میں اپنے خاندان والوں کے لئے الگ جگہ کا مطالبہ کرنا

سوال: ہمارے یہاں ہماری آبادی کے کچھ لوگوں نے مقامی کاؤنسل (بلدیہ) میں درخواست دی ہے کہ ”ان کے خاندان کے مردوں کو دفن کرنے کے لئے قبرستان میں الگ سے جگہ دی جائے“ سیٹی کاؤنسل (مقامی بلدیہ) نے ذمہ داروں کو اطلاع دی، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ قبرستان میں کسی خاندان کے لئے الگ سے جگہ دینا کیسا ہے؟ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جگہ دینی چاہئے یا نہیں؟ آپ کا جواب سیٹی کاؤنسل میں پیش کیا جائے گا اس لئے حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قبرستان جہاں مردے دفن کئے جاتے ہیں، وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) اسلامی ممالک نیز ہندوستان پاکستان میں اکثر مقامات پر قبرستان کی زمین وقف ہوتی ہے، کسی انسان کی ملکیت نہیں ہوتی، اس کے انتظام کے لئے متولی اور کمیٹی ہوتی ہے، اور اس قبرستان میں دفن ہونے کے لئے میت کا صرف مسلمان ہونا کافی ہے، اس قبرستان میں کسی کی ذرہ برابر ملکیت نہیں ہوتی، اس لئے وقف قبرستان کے اصولوں کے مطابق ہی دفن کرنا ہوگا۔

(۲) دوسرا قبرستان وہ ہے جو وقف نہیں ہوتا، بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت یا کسی خاندان کی ملکیت ہوتا ہے، تو اس میں مالکوں کا حق ہے، وہ صرف اپنے لئے یا اپنے خاندان والوں کو ہی دفن کرنا چاہیں اور دوسروں کو منع کردیں، تو اس کا انہیں اختیار ہے۔ جیسا کہ فتاوی محمودیہ: ۴۴۹/۲ میں لکھا ہے: کہ عادت عامہ کے موافق قبرستان کی زمینیں وقف ہی ہوتی ہیں، خواہ وہ زمین وقف عام ہو جیسے گور غریباں یا وقف خاص ہو جیسے کوئی مخصوص خاندان اپنے خاندان والوں کی قبروں کے لئے کوئی قطعہ وقف کردیں۔ الخ

ہمارے یہاں یو. کے. میں قبرستان کے لئے زمین وقف نہیں ہوتی، بلکہ حکومت یا سیٹی کاؤنسل کی ملکیت ہوتی ہے، جس میں سے ایک حصہ مسلمانوں کے لئے خاص کیا جاتا ہے، اور دوسرے حصے دوسرے مذہب والوں کو دئے جاتے ہیں، اور دفن کے لئے ایک طویل مدت تک کرایہ پر دی جاتی ہے، اور وہ جگہ صرف تدفین کے لئے ہی استعمال کی جاسکتی ہے، اس لئے کوئی شخص یا خاندان زمین کا ایک حصہ خود کرایہ پر لے لے اور اس میں اپنے یا اپنے خاندان کے مرحومین کو ہی دفن کرنا چاہے تو ایسا کرسکتا ہے، اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں

ہے۔لیکن ہمارے یہاں مسلمانوں کو دیئے گئے حصہ میں سب قوم کے لوگوں کے دفن کرنے کا رواج چلا آ رہا ہے، اس میں بہت فائدے ہیں، اس لئے اس طریقہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے، اور اپنے یا اپنے خاندان کے لئے علیحدہ انتظام کرنا اور عام مسلمانوں سے الگ دفنانے کی درخواست دینا کوئی خاص ثواب یا فضیلت کا باعث نہیں ہے، بلکہ اپنی یا اپنے خاندان کی افضلیت بتانے اور تکبر کی علامت ہے، جو شریعت میں ناپسند ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، جتنی تواضع اور عاجزی زیادہ ہوگی اتنی اللہ کی رحمت زیادہ متوجہ ہوگی۔

﴿۱۳۶۶﴾ کیا ایکسیڈنٹ (حادثہ) سے مرنے والا شہید کہلائے گا؟

سوال: آج کل بہت سے لوگوں کا ماننا ہے کہ کسی ایکسیڈنٹ (کار ایکسیڈنٹ وغیرہ) سے کوئی شخص مرجائے تو وہ شہید کہلاتا ہے، اس کی تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......احادیث میں شہید کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں: ایک دنیا کے اعتبار سے شہید، اور دوسرا آخرت کے اعتبار سے شہید۔ دونوں کے حکموں کا مدار اس بات پر ہے کہ شہادت کس طرح ملی؟

دوسری قسم کا شہید یعنی آخرت کے اعتبار سے شہید، اسے شہیدوں جیسا رتبہ اور سلوک ملے گا۔ اس کی بہت سی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً: ڈوب جانے والا، دین کے راستہ کی موت وغیرہ، اس لئے ہر حادثہ (ایکسیڈنٹ) کو شہید حقیقی کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۷﴾ حادثہ میں غائب پر شہادت کا حکم لگایا جائیگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سن عیسوی ۲۰۰۲ کی فروری کی اخیری تاریخوں میں ہندوستان کے صوبہ گجرات میں جو فساد ہوا اور ان کی جو صحیح تفصیلات سامنے آئیں اور ملکی اور

غیر ملکی ایجنسیوں نے بیانات دیئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فساد مسلمانوں کے خلاف اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک سوچی سمجھی اسکیم تھی اور اس دن گجرات کے موٹروے پر صرف مسلمانوں کی آنے جانے والی گاڑیوں کو لوٹا اور جلایا گیا، وہ بھی ایک بہت بڑی ظالمانہ کارروائی تھی۔

باٹلی یارک شائر کے برٹش مسلمانوں کے ساتھ ۲۸ فروری ۲۰۰۲ کو پرانتیج کے قریب جو حادثہ ہوا، اس میں دو مسلمانوں کو بلوائیوں نے اسی وقت شہید کر دیا، عمران نامی تیسرے ایک شخص کو خوب مارا اور جب وہ مرنے کے قریب ہوا تو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا جس کو بعد میں پولیس نے شفاخانہ میں داخل کرایا اور باقی دو، شکیل داؤد اور سعید داؤد چند قدم دور بلوائیوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ عمران اس کا شاہد ہے مگر اس وقت وہ بے ہوش ہو گیا تھا، اس لئے پولیس کو بتا نہیں سکا (اس وقت عمران نے ہمارے سامنے یہ بات بتائی ہے) اس حادثہ کے بعد شکیل داؤد اور سعید داؤد کی تلاش میں جو اشتہار شائع کیا گیا اور اس کے جواب میں اس علاقے کے ایک ذمہ دار مولانا صاحب نے جواب دیا کہ وہ دونوں زندہ نہیں ہے، ان کو بھی بلوائیوں نے شہید کر کے جلا دیا اور ان فسادیوں کے نام بھی بتائے، نیز برطانوی اور ہندوستانی حکومت کے ذمہ داروں نے بھی اس واقعہ کی تفتیش کی، اور قاتلوں کے نام بھی بتائے، نیز ان کے رشتہ داروں میں مرحوم سعید داؤد کے بھائی جناب بلال داؤد اور ان کے بہنوئی جناب بشیر عبدالجبار نے مقامِ حادثہ پر جا کر جو معلومات حاصل کیں اس کی تفصیل ہمیں بتائیں، نیز وہاں سے انسانی ہڈیوں کو لا کر ڈی این اے کرایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ڈی این اے کا رپورٹ اس کی والدہ کے خون سے ملتا ہے، نیز ایک غیر ملکی کا اتنے دنوں تک چھپا رہنا اور فون وغیرہ سے اپنے گھر والوں تک کو مطلع نہ کرنا یہ سب باتیں

اس کی شاہد ہیں کہ بلاشبہ اور یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسی تاریخ کو اسی جگہ شکیل داؤد اور سعید داؤد کو شہید کر دیا گیا، لھذا ان کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا اور ان دونوں کو شہید قرار دیا جائیگا (۱) اور ان کی بیوی پر اسی وقت سے عدت شروع ہو جائے گی، اگر وہ بلوائیوں کے قبضہ میں نہ ہوتے، وہاں سے بھاگ گئے ہوتے اور گم ہوگئے ہوتے تو مفقود الخبر میں شمار کیا جاتا جبکہ یہاں قتل اور جلانے کے شواہد اور مذکورہ بالا دلائل قتل کئے جانے پر موجود ہیں (۲)۔ اس لئے اس میں شرعی کونسل کے فیصلہ یا سرکاری وفات نامہ کی ضرورت نہیں ہے اور مذکورہ بالا جس تاریخ کو یہ واقعہ ہوا اسی دن سے چار ماہ دس دن کی عدت پوری کرے (۳)۔ اور عدت وفات پوری کرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے (۴)۔ نیز میراث بھی ان کو ورثاء میں اسلامی حکم کے مطابق تقسیم کردی جائے۔

(۱) أو القرائن الواضحة التي تصير الأمر في حيز المقطوع به، فقد قالوا لو ظهر انسان من دار بيده سكين وهو متلوث بالدم سريع الحركة عليه أثر الخوف فدخلوا الدار على الفور فوجدوا فيها انسانا مذبوحا بذلك الوقت ولم يوجد أحد غير ذلك الخارج فانه يؤخذ به وهو ظاهر اذ لا يمترى أحد في أنه قاتله الخ۔ (رد المحتار اول كتاب القاضي، ص ۲۹۸ / ٤ بعد مطلب الحكم الفعلي)۔ والسابع قرينة قاطعة كأن ظهر لك دار خالية انسان خائف بسكين متلوث بدم فدخلوها فوراً فرأوا مذبوحاً لحينه أخذ به اذ لا يمترى أحد أنه قاتله۔ (الدر المختار كتاب الدعوى ص ٤٢٤ /٤)۔ اذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به كما اذا فقد في وقت الملاقاة العدو أو مع قطاع الطريق أو سافر على المرض الغالب هلاكه أو سفره في البحر وما أشبه ذلك حكم بموته لأنه الغالب في هذه الحالات۔ (رد المحتار ص ۳۳۱ / ۳ مطلب في الافتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود)

(۲) (وهو غائب الخ) أفاد ان قول الكنز هو غائب لم يدر موضعه معناه لم تدر حياته ولا موته قال في البحر فالمدار ا□ •ما هو على الجهل بحياته وموته لا على الجهل بمكانه فانهم جعلوا منه كما في المحيط، المسلم الذى اسره العدو ولا يدرى أحى أم ميت مع أن مكانه معلوم وهو دارالحرب فل□ •ه اعم من أن يكون عرف أنه في بلدة معينة من دار الحرب أو لا اه۔ لكن في الملتقى وغيره هوغائب لايدرى مكانه ولا حياته ولاموته قيل فهذا صريح في اشتراط جهل المكان فيكون التعويل عليه۔ (رد المحتار اول كتاب المفقود ص ۳۲۸ / ۳)

(۳) والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا ☆ الآيه (بقره / ۲۳٤)

(٤) اخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلقها ثلاثاً أو أتاها منه كتاب على يد ثقة بالطلاق □• أكبر رايها أنه حق فلا بأس أن تعتد و تتزوج۔ وفى الشامية وفى البحر أخبرها رجل بموته وآخر بحياته فا□• شهد أنه عاين موته أو جنازته وهو عدل وسعها أن تعتد و تتزوج مالم يؤرخا وتاريخ الحياة متأخر، ولو تزوجت و اخبرها جماعة بانه حى ان صدقت الاول صح النكاح ـ (رد المحتار قبيل فصل الحداد ص ٦١٥ / ٢)

کتاب الزکوۃ

﴿۱۳۶۸﴾ چندہ کی رقم پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

سوال: مسجد و مدرسہ کے چندہ کی رقم سالانہ خرچ کے لئے بینک میں جمع رکھی جاتی ہے، اور مسجد و مدرسہ کو جتنی ضرورت ہوتی ہے، اتنی لاکر استعمال کرتے ہیں، تو بینک میں رکھی ہوئی جمع شدہ رقم پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد اور مدرسہ کے روپے کسی شخص کی ذاتی ملکیت کے نہیں ہوتے، اس لئے ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۶۹﴾ تجارتی کتب خانہ میں کتابوں کی زکوۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: میرا بنام ''اسلامی تنظیم'' ایک کتب خانہ ہے، اس میں درسی و غیر درسی، دینی، تاریخی، تبلیغی، طبی، صنعتی بہت سی کتابیں مختلف زبانوں میں اردو، ہندی، گجراتی وغیرہ زبانوں میں ہیں، کچھ کتابیں نقد فروخت ہوتی ہیں اور کچھ ادھار فروخت ہوتی ہیں، کوئی ایک کتاب پورا سال نہیں رہتی، کل مال ۱۵۰۰ روپے کا ہے، جو تبدیل ہوتا رہتا ہے، تو مجھے ان کتابوں کی زکوۃ کس طرح نکالنی چاہئے؟ کیا ان کتابوں پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اس لئے کہ صرف پانچ چھ کتابیں ہی پورے سال رہتی ہیں، باقی سب بک جاتی ہیں، جن کی قیمت اندازاً پانچ سے دس روپے ہے، تو میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ کتب خانہ میں کتابیں تجارت کے لئے ہوں تو مالِ تجارت کی زکوۃ نکالنے کا جو طریقہ ہے اسی طریقہ سے اس مال کی بھی زکوۃ نکالی جائے گی، یعنی سال کے ختم ہونے پر جتنی کتابیں کتب خانہ میں ہوں ان کا اندازہ لگالیا جائے،

اوران کی قیمت اگر نصاب کو پہنچ جائے تو ان پر زکوۃ لازم ہوگی، چاہے ان کتابوں پر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو، تجارت کا مال سال تک رہتا نہیں ہے اور رہنا شرط بھی نہیں ہے۔ (ہدایہ:۱۷۵)

اس کے لئے شرط صرف یہ ہے کہ سال کے شروع میں اتنا مال ہو کہ جو نصاب کی مالیت کو پہنچ جاتا ہو اور سال کے ختم پر بھی اتنا مال ہو کہ جو نصاب کی مالیت کو پہنچ جاتا ہو، تو زکوۃ واجب ہو جاتی ہے، درمیان سال میں مال تجارت کا کم وبیش ہونا بھی وجوب زکوۃ کے لئے مانع نہیں ہے۔ (عالمگیری:۱۷۹/۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۷۰﴾ کھیتی کی پیداوار میں زکوۃ ہے؟

سوال: ہم نے ایک زمین خریدی ہے، جو کھیتی کی ہے، یہ زمین ہم نے غیر مسلم سے خریدی ہے، تو کیا اس زمین سے حاصل ہونے والے غلہ پر زکوۃ لازم ہوگی؟ اور اگر زکوۃ لازم ہے تو کتنی زکوۃ لازم ہوگی؟ نہر کے پانی سے اس کھیتی میں پانی پہنچایا جاتا ہے، تو اس زمین کے غلہ میں وجوب زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس غلہ میں شرعی طور پر کچھ واجب نہیں ہوتا، اپنی مرضی سے رضائے الہی کی خاطر جو دینا ہو دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۷۱﴾ کیا ۸ تولہ سونا اور ۸۰۰۰ روپے نقد پر زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: میرے پاس ۸/ تولہ سونا ہے، جو مجھے میری شادی پر ۸/ سال قبل میرے بھائی نے تین تولہ اور میری پھوپھی نے پانچ تولہ دیا تھا، اس کے زیور بنا کر میں نے اپنی زوجہ کو دے دیئے ہیں، میرے پروویڈنٹ فنڈ میں ۱۰۰۰۰ روپے جمع ہیں، میری ملازمت کو نو سال پورے

ہوئے ہیں اور ایسی حالت میں ملازمت چھوڑنے پر فنڈ میں سے ۸۰۰۰ روپے مل سکتے ہیں۔

میرے پاس ۸ر تولہ سونا اور ۸۰۰۰ روپے فنڈ میں جمع ہیں، تو میرے لئے حج، زکوۃ، اور قربانی کے وجوب وعدم وجوب کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ کی شادی پر آپ کو جو سونا ملا تھا، اگر وہ بخشش کے طور پر ملا ہوا نہ ہو، بلکہ عاریت پر دیا ہو، تو اس کی ملکیت دینے والوں کی ہے، تو جب تک وہ سونا آپ کی ملکیت میں نہیں آجاتا آپ کے ذمہ اس کی زکوۃ واجب نہیں، اور پی ایف میں جو رقم جمع ہے وہ جب تک آپ کے قبضہ میں نہ آجائے اس پر زکوۃ فرض نہیں، اس لئے اس صورت میں آپ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

لیکن اگر بھائی اور پھوپھی نے آپ کو سونا بخشش میں مالک بنا کر دے دیا ہو، اور آپ نے اس سونے کے گہنے (زیور) بنا کر اپنی عورت کو پہننے یا استعمال کے لئے دیئے ہوں تو اس صورت میں آپ پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر آپ نے وہ زیورات عورت کو پہننے کے لئے نہیں بلکہ بخشش کے طور پر دیئے ہوں تو اس کی مالک عورت ہے، اس صورت میں عورت پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۷۲﴾ ۵ر تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی پر زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: میرے پاس پانچ تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی ہے، کچھ پہننے کے کپڑے ہیں، اور کچھ استعمال کے برتن ہیں، اس کے علاوہ دوسری کوئی قیمتی چیز نہیں ہے، تو مجھ پر زکوۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ اور اگر فرض ہوگی تو کتنی؟

پانچ تولہ سونے میں سے دو تولہ سونا خریدنے کو ابھی دو مہینہ ہی ہوئے ہیں، اس پر سال گذرا

نہیں ہے، تو اس کی زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......صورت مسئولہ میں سونے کا نرخ اور چاندی کا نرخ جان کر تین تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی کی قیمت نکالی جائے، اور دونوں کی کل قیمت اگر سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کے برابر ہو تو آپ پر زکوۃ واجب ہو جائے گی، اور بعد میں جو دو تولہ سونا خریدا ہے زکوۃ نکالتے وقت اسے بھی شامل کر کے کل ۵ تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی کی کل قیمت کا چالیسواں حصہ یعنی ۱۰۰ روپے پر ڈھائی روپے زکوۃ میں دینے چاہئیں.

شروع میں تین تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی تھی، تو آپ کا نصاب مکمل ہو گیا، اور بعد میں جو دو تولہ خریدا گیا ہے تو وہ اسی نصاب سے ہونے کی وجہ سے اسے الگ نہیں رکھا جائے گا بلکہ اسے بھی شامل کر لیا جائے گا، اور مجموعہ سونے اور چاندی پر زکوۃ واجب ہوگی۔

﴿۱۳۷۳﴾ صرف سونا اور کچھ نقد ہو تو......

سوال: ایک عورت کے پاس ایک تولہ اور چودہ آنی سونا ہے، اور زمین خریدنے کے لئے بانے کے طور پر ۵۰۰ روپے دئے ہوئے ہیں، اور پچاس روپئے نقد ہیں، اور ۱۲۷ روپے مہر کے شوہر کے پاس باقی ہیں، شوہر غریب ہونے کی وجہ سے ابھی نہیں دے سکتا، جب آئیں گے تب اپنی عورت کو دے گا، تو سوال یہ ہے کہ اس عورت پر زکوۃ لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو کتنی رقم پر زکوۃ لازم ہے؟ اور کتنی لازم ہے؟ عورت کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وجوب زکوۃ کے لئے ساڑھے سات تولہ سونا یا

ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی مالیت کے برابر روپئے ہوں اوران پر سال گزر جائے، تو زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

صورت مسئولہ میں عورت کے پاس صرف ایک تولہ اور چودہ آنی سونا ہے، اور چاندی بالکل نہیں ہے، اس لئے اگر دوسرے نقد روپئے پاس ہوں تو ان کو ملالیا جائے اور کل مالیت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو زکوۃ واجب ہوگی، ورنہ زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

اور اگر تھوڑی سی بھی چاندی ہو تو مذکورہ سونے اور نقد روپئے اور وہ چاندی ملا کر چاندی کا نصاب بنایا جائے گا، اگر کل مالیت چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو زکوۃ واجب ہو جائے گی۔شوہر کے ذمہ مہر کی رقم دین ہے، اس کے قبضہ میں آنے کے بعد اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔(شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۷۴﴾ زکوۃ کب واجب ہوگی؟

سوال: ہم نے ایک جائداد بیچی ہے اس کی رقم ۱۸/۷/۲۰۰۷ء کو ہمارے قبضہ میں آ گئی، تو اس رقم پر اس سال کی زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟ رمضان آنے میں ابھی دو مہینے باقی ہیں، تو شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس رقم کے وصول ہونے سے قبل آپ کے پاس نصاب کے بقدر رقم تھی یا نہیں؟ اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب ہوں تو بعد میں آنے والی رقم کو بھی سابقہ نصاب کے ساتھ ملا کر کل مال پر زکوۃ واجب ہوگی۔

اور اگر آپ پہلے سے صاحب نصاب نہیں تھے، تو اس رقم پر سال گذرنے کے بعد اس کی

زکوۃ واجب ہوگی، سال گذرنے سے پہلے زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۷۵﴾ نصاب سے زائد رقم ہی پر زکوۃ آتی ہے؟

سوال: ۱۰۰ روپئے پر ڈھائی روپے زکوۃ ہے، تو ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت سے زائد جتنی رقم ہو اسی کی زکوۃ دینی ہے یا کل مال کی زکوۃ لازم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حوائج اصلیہ سے زائد روپئے ہوں اور وہ نصاب کے برابر یا نصاب سے زائد ہوں تو پوری رقم کی زکوۃ لازم ہوگی، یعنی جتنی رقم میں ساڑھے سات تولہ سونا خریدا جاسکتا ہے اس سے زائد رقم ہو تو اسے بھی ملا کر کل مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۷۶﴾ مقروض پر کب زکوۃ لازم ہوگی؟

سوال: میں یہاں لیسٹر میں رہتا ہوں، میرے پاس ۱۱/تولہ سونے کے زیورات ہیں، جو میری عورت کے پہننے، استعمال کے لئے ہیں، میں نے بینک سے تین ہزار پاؤنڈ کی لون لے کر گھر گروی رکھا ہے، جس کا سود اور اصل رقم قسط وار مجھے ہر ماہ بھرنا پڑتا ہے، ابھی وہ دین باقی ہے، اب میرے پاس جو سونا ہے اس کی زکوۃ مجھ پر لازم ہوگی یا نہیں؟ میں شریعت کے قاعدہ کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہوں، اگر مجھ پر سونے کی زکوۃ لازم ہوتی ہے تو مجھے اس پر عمل کرنا ہے، یہاں میں نے ایک دو صاحبوں سے پوچھا تو کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ، اس لئے آنجناب کو تکلیف دے رہا ہوں، آنجناب تفصیل سے بتائیں کہ مجھ پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مذکورہ میں اول آپ کے پاس موجود سونے کی

بازاری قیمت معلوم کرلی جائے، اور کل قیمت سے آپ کا یہ دین اور اس کے علاوہ اور کوئی دین ہوتو وہ بھی منہا کردیا جائے، اور باقی جو رقم بچے وہ اگر نصاب کے برابر ہوتو آپ پر زکوۃ واجب ہوگی والا فلا۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۷۷﴾ زکوۃ دینے کے لئے سال کا پورا ہونا ضروری نہیں ہے۔

سوال: مجھ پر زکوۃ میں بڑی رقم واجب ہوتی ہے، رمضان میں ایک ساتھ پوری رقم نکالنے کی گنجائش نہیں ہوتی، تو رمضان سے دو تین ماہ قبل تھوڑی تھوڑی زکوۃ نکالی جائے اور بقیہ رمضان میں دی جائے تو زکوۃ ادا ہوگی؟ اور اگر رمضان تک پوری زکوۃ نہ دی جاسکے تو کتنے ماہ میں پوری کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نصاب کے برابر مال ہوتو سال کے ختم پر زکوۃ نکالنا فرض ہے، لیکن اگر کوئی شخص سال گذرنے سے پہلے ہی اس مال کی زکوۃ نکال دے تو بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور سوال میں پوچھنے کے مطابق رمضان میں ایک ساتھ پوری رقم نکالنے کی گنجائش نہ ہوتو تھوڑی تھوڑی سہولت کے مطابق آئندہ پورے سال تک میں نکالی جاسکتی ہے۔ (ہدایہ) لہذا صورت مسئولہ میں رمضان سے قبل تھوڑی تھوڑی زکوۃ نکال دینا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۷۸﴾ سونے کی تقسیم کے بعد زکوۃ کس پر لازم ہوگی؟

سوال: میرے چار لڑکے ہیں، اور میرے پاس ۱۶ تولہ سونا ہے، میری حیات (زندگی) میں میں نے میرے چاروں لڑکوں کو ان کے حصہ کا سونا انہیں مالک بنا کر دے دیا ہے، تو کیا مجھے اب رمضان آنے پر زکوۃ دینی ہوگی؟ بینوا توجروا!

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....صورت مسئولہ میں سونا لڑکوں کو بخشش کے طور پر دے دیا ہے، تو اب یہ آپ کی ملکیت نہیں رہا، اس لئے اس سونے کی زکوۃ آپ پر لازم نہیں ہوگی۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۷۹﴾ بلیک میں کم روپے آئیں گے تو زکوۃ ادھوری رہے گی؟

سوال: ہمارے یہاں ڈالر کا سرکاری نرخ ۱۴ روپے ہے، اور بلیک میں سات روپے ملتے ہیں، ایک شخص نے زکوۃ کے ۵۰۰ ڈالر نکالے ہیں، اور اس کے روپے انڈیا بھیجنا چاہتا ہے، بلیک میں اسکے ۳،۵۰۰ روپے ملیں گے، تو اس شخص کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر جواب یہ ہو کہ اس کی زکوۃ ادھوری رہے گی، تو کیا مزید ۵۰۰ ڈالر نکالنے سے زکوۃ پوری ادا ہو جائے گی؟ کیا یہ زائد ۵۰۰ ڈالر نکالنا اسراف نہیں ہے، اس لئے کہ یہ زائد رقم ہے، تو یہ فضول خرچی ہوئی، تو اس طرح اسراف کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زکوۃ میں کل مال کا چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے، اس اعتبار سے جتنے ڈالر واجب ہوئے ہوں اتنے نکالنا ضروری ہیں، اور جتنی قیمت کم آئے گی اتنے دوسرے دینے پڑیں گے۔

صورت مسئولہ میں ڈالر کا سرکاری نرخ جو ہو اس کے حساب سے زکوۃ ادا کرنے سے زکوۃ ادا ہوگی، لیکن اگر بلیک میں سرکاری نرخ سے کم قیمت وصول ہو تو جتنی قیمت کم وصول ہوئی ہے اتنی زکوۃ ذمہ میں باقی رہ جائے گی، اتنی قیمت اپنے پاس سے دینا ضروری ہے۔

رہا سوال اسراف اور فضول خرچی کا، تو یہ آپ کی نا سمجھی ہے، اگر زکوۃ کی رقم زیادہ دی جائے یا زائد رقم للہ مد میں دی جائے تو وہ صدقہ کہلاتا ہے، اور صدقہ جتنا بھی دیا جائے باعث

ثواب واجر ہے، اور فضول خرچی میں شامل نہیں بلکہ قرآن وحدیث کے حکم پر عین عمل اور مسلمان کی شان کے موافق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۸۰﴾ قرض پر زکوۃ

سوال: عمر کے زید پر ۵۰۰ روپئے قرض ہیں، اور زید دو سال سے روپئے نہیں دے رہا ہے، تو کیا عمر پر ان روپیوں کی زکوۃ لازم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زید عمر کے قرض کا اقرار کرتا ہو، یا عمر کے پاس اس قرض پر بینہ موجود ہو کہ زید کے انکار کرنے پر بینہ پیش کر کے اس سے قرض وصول کر سکتا ہے، تو ان روپیوں کی زکوۃ فی الحال دینا ضروری نہیں ہے، جب وہ رقم عمر کے قبضہ میں آ جائے، تب گذرے ہوئے تمام سالوں کی ایک ساتھ زکوۃ دینا ضروری ہے۔

﴿۱۳۸۱﴾ جڑے ہوئے پتھر اور چاندی کو سونے کے ساتھ محسوب کیا جائے گا یا نہیں؟

سوال: سونے کے ہار کے پیچھے چاندی کی کڑی ہے، انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ ہے، اور سونے کی بالیوں کے پیچھے لوہے کی کڑی ہے، اور پتھر کا نگینہ بھی ہے، تو ان چیزوں کی زکوۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

کیا سونے کے ہار کے ساتھ چاندی اور نگینہ تمام کا وزن کر کے سونے کی قیمت سے زکوۃ نکالنی ضروری ہے؟ اور انگوٹھی اور بالیوں میں بھی جو کھوٹ ہے اسے بھی سونے کے ساتھ محسوب کر کے پورے زیور کی سونے کی قیمت سے زکوۃ نکالی جائے گی؟ الغرض ان چیزوں کی زکوۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سونا اور چاندی دونوں کو گلا کر ایک نہیں کر دیا گیا ہے

بلکہ دونوں متمیز ہیں، اور چاندی کی کڑی الگ لگی ہوئی ہے، اس لئے اس کڑی کو سونے کے ساتھ محسوب نہیں کیا جائے گا، اسی طرح پتھر کا نگینہ جڑا ہوا ہے اور لوہے کی کڑی الگ ہے، ان چیزوں کا وزن منہا کر کے سونے کا جو وزن ہو اس پر زکوۃ واجب ہوگی، اگر سونا اور چاندی دونوں کو گلا کر ایک کر دیا گیا ہو تو جو غالب ہو اس کا اعتبار ہوگا۔ (شامی، فتاویٰ دارالعلوم)

﴿۱۳۸۲﴾ تقسیم میراث سے قبل ترکہ پر زکوۃ

سوال: زید کی ماں نے ۲۵ سال قبل بیگم کی تصویر والے سکے (روپئے) زمین میں دفن کئے تھے، زید کو یہ بات معلوم تھی، زید کے دوسرے بھائی اور رشتہ داروں کو اس بات کا علم نہیں تھا، زید دوسرے ملک کا سفری ہے، زید کی ماں کا دس سال قبل انتقال ہو گیا ہے، ان کے انتقال کے سات آٹھ سال بعد زید نے ملک آ کر مدفون سکے نکالے، اور ان کو تبدیل کر کے رائج روپئے لئے، اور ان روپیوں سے مسجد میں پتھر لگوائے، تو سوال یہ ہے کہ ان روپیوں پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر واجب ہوتی ہے تو کتنے سالوں کی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ماں کے انتقال کے بعد ان روپیوں میں تمام ورثاء کا حق حصہ ہے، ورثاء کی اجازت کے بغیر ان روپیوں کو مسجد میں دینا جائز نہیں ہے۔ جب تک ماں حیات تھیں، تب تک ان روپیوں کی زکوۃ (اگر نصاب مکمل ہو جاتا ہو تو) ماں پر واجب تھی، اور ماں کے انتقال کے بعد ہر وارث کا اس میں شرعی حصہ ہے، اور یہ حصہ ابھی تقسیم نہیں ہوا ہے، اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، ہر وارث کا حصہ جدا کر کے اس کے قبضہ میں دے دیا جائے اور اس وارث کے پاس نصاب مکمل ہو جاتا ہو اور اس پر سال گذر جائے پھر اس پر اس سال کی زکوۃ واجب ہوگی۔ (عالمگیری، شامی: ۲۳۸/۱)

﴿۱۳۸۳﴾ مال مشترک پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: ایک گھر میں بالغ پانچ افراد ساتھ میں رہتے ہیں، ان کا کھانا پینا اور خرچ سب ساتھ میں ہوتا ہے، ان میں دو بھائی ان کی دو عورتیں اور ان کی ماں ہے، ہر ایک اپنی آمدنی ایک ساتھ رکھتا ہے، سال کے اخیر میں خرچ منہا کر کے ۲۰۰ تولہ چاندی کی قیمت برابر رقم بچ جاتی ہے، تو اس گھرانہ پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اگر ان پر زکوٰۃ نکالنا فرض نہیں ہے، تو کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہیں؟ ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب کہ اس گھرانہ کے پانچوں بالغ افراد اپنی آمدنی ایک ساتھ جمع رکھتے ہیں، اور اس میں برابر کے ساجھی دار ہیں، تو اب جب تک پانچ نصاب مکمل نہ ہو جائیں تب تک ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، لہذا صورت مسئولہ میں سال کے اخیر میں ۲۰۰ تولہ چاندی کی بچت ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (شامی، درمختار: ۲)
مذکورہ تفصیل کے مطابق جب ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے تو شریعت کی اصطلاح میں انہیں غریب سمجھا جائے گا، اس لئے ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے، لیکن گذر بسر آسانی سے ہو رہا ہے، اس لئے زکوٰۃ مانگنے کا حق نہیں ہے، بغیر مطالبہ کے اگر کوئی دے تو لے کر استعمال کر سکتے ہیں۔

یہ جواب سوال میں مذکور ''پانچوں افراد کی جمع آمدنی'' کے اعتبار سے لکھا ہے، لیکن ہمارے یہاں کے دستور کے مطابق عورتیں اور ماں آمدنی میں حصے دار نہیں ہوتیں، اس لئے اگر ماں اور عورتیں آمدنی میں برابر کا حق اور حصہ نہ رکھتی ہوں، تو کل مال دونوں بھائیوں کا سمجھا جائے گا، اور وہ مال دو نصابوں کے برابر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

﴿۱۳۸۴﴾ عورت کی زکوۃ مرد پر واجب نہیں ہے؟

سوال: میری عورت کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے سونے کے زیورات ملے ہیں، اور وہ ساڑھے تین تولہ سے کم ہیں، اور شوہر کے پاس ساڑھے تین تولہ سے زائد سونا ہے، تو شوہر کو اس کی عورت کے سونے کی زکوۃ نکالنی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کے پاس نصاب کے برابر مال ہو تو اس کی زکوۃ عورت پر فرض ہوگی، اور عورت کو اس کی زکوۃ نکالنا ضروری ہے، مرد پر اس کی زکوۃ نکالنا ضروری نہیں، ہاں عورت کے کہنے سے مرد ادا کردے گا، تو ادا ہو جائے گی، عورت اپنے مال کی مختار ہے، اس لئے نصاب کے برابر مال کے مالک ہونے پر عورت پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۸۵﴾ درمیان سال میں نصاب کا کم اور زیادہ ہونا وجوب زکوۃ کے لئے مانع نہیں ہے

سوال: ایک شخص کے پاس گذشتہ رمضان میں ۱۵۰۰ روپے تھے، درمیان میں ضرورت پڑنے پر ان روپیوں میں سے کچھ خرچ ہو گئے، اور پھر کچھ روپے آگئے، اور اس رمضان کے آنے پر ۱۵۰۰ روپے ہیں، تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کتنی؟ دو سالوں سے ایک شخص کو ۵۰۰ روپے ادھار دئے ہیں، اس ۵۰۰ روپے کے ساتھ ۱۵۰۰ روپے ہوتے ہیں، تو زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سال کے شروع میں نصاب کے برابر روپے ہوں، اور سال کے ختم پر بھی نصاب کے برابر روپے ہوں، لیکن درمیان سال میں کم اور زیادہ ہوتے رہیں، اور اخیر سال میں پھر نصاب مکمل ہو جاتا ہو تو جتنے روپے ہوں ان کی زکوۃ

واجب ہوگی، درمیان سال میں نصاب کا کم اورزیادہ ہونا مانع زکوۃ نہیں۔ (شامی)
صورت مسئولہ میں پندرہ سوروپے کی زکوۃ دینی ضروری ہے۔

﴿۱۳۸۶﴾ کرایہ کے مکان پرزکوۃ ہے؟

سوال: اگرکسی شخص کے پاس اپنے رہنے کے مکان کے علاوہ دوسرے چار مکان اور ہیں، اوروہ کرایہ پردئے ہوئے ہیں، تواس شخص پران مکانوں کی زکوۃ واجب ہے؟ کیاان کی بازاری قیمت لگاکرکل قیمت پر ہرسال زکوۃ لازم ہوگی؟ کیا کرایہ پرزکوۃ واجب ہوگی؟ اگر وہ مکان بند پڑے ہوئے ہیں، توان پرزکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مکان یااس کی قیمت پرزکوۃ نہیں ہے، جب کہ وہ تجارت کے لئے نہ ہوں، چاہے کرایہ پردئے ہوئے ہوں، البتہ کرایہ پرزکوۃ واجب ہوگی، جب کہ نصاب مکمل ہوجاتا ہو۔ (امدادالفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۸۷﴾ عاریت کے زیورپرزکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: ایک عورت کے پاس ۱۵ تولہ سوناہے، نوتولہ تواسے اس کے والدین کے یہاں سے مکمل مالک بناکردے دیاتھا، اور ۶ تولہ اس عورت کوسسرال میں سے عاریت پرملاہے، ان زیورات کااسے مالک نہیں بنایا، صرف استعمال کے لئے دیاہے، توتمام زیورات کی زکوۃ اس کاشوہردے تودرست ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... عورت کووالدکی طرف سے جوسوناملاہے، عورت اس کی مکمل مالک ہے، اورنصاب سے زائدہونے کی وجہ سے عورت پرزکوۃ واجب ہوگی، اورشوہر کی طرف سے استعمال کے لئے ملے ہوئے زیورات کی وہ مالک نہیں ہے، اس لئے ان کی

زکوۃ اس پر واجب نہیں ہوگی، اگر شوہر کے پاس نصاب کے برابر مال ہو تو اس سونے کی زکوۃ شوہر پر واجب ہوگی، اور زکوۃ جس پر واجب ہوئی ہے، اسے ہی ادا کرنا ضروری ہے، البتہ اس کے حکم یا اجازت سے دوسرا کوئی اس کی طرف سے ادا کر دے تو بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ لہذا صورت مسئولہ میں عورت کی اجازت سے اس کا شوہر اس کی زکوۃ ادا کرے گا تو عورت کی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۳۸۸﴾ درمیان سال آنے والی رقم کو نصاب کے ساتھ ملا لیا جائے گا۔

سوال: اسلام میں صاحب نصاب پر سال میں ایک مرتبہ زکوۃ نکالنا ضروری ہے، ایک شخص نے گذشتہ سال رمضان میں ۱۰۰۰ روپے کی زکوۃ نکالی تھی، پھر چھ ماہ بعد اس کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا، اور اس کے پاس کل مال ۱۵۰۰ روپے ہو گئے، یعنی ۵۰۰ روپے کا اضافہ ہوا، تو اب اس رمضان میں اسے کتنے روپیوں کی زکوۃ نکالنی ہوگی؟ اس لئے کہ اس رقم میں سے ۱۰۰۰ روپیوں پر تو سال گزر رہا ہے، لیکن ۵۰۰ روپیوں پر چھ ماہ ہی گزر رہے ہیں، تو کتنے روپیوں پر زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فقہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس نصاب کے برابر مال ہو اور سال کے درمیان اسی نصاب کا اور مال اس شخص کے پاس آ جائے، تو اسے اسی سابقہ نصاب کے ساتھ جوڑ دے گا اور سال کے اخیر میں پورے مال کی زکوۃ نکالے گا، چاہے درمیان سال آنے والے مال پر کچھ ہی مہینے گذرے ہوں۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس رمضان میں آپ کو پورے ۱۵۰۰ روپے کی زکوۃ نکالنی ہوگی، درمیان سال جو ۵۰۰ روپے حاصل ہوئے ہیں ان کو بھی شامل کر لیا جائے گا۔

﴿۱۳۸۹﴾ مکان خریدنے کے لئے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے آج سے دو سال قبل لندن کی بینک میں پانچ سو پاؤنڈ اس نیت سے جمع کروائے تھے، کہ بچوں کو یہاں بلانے اور مکان خریدنے کے کام آئیں گے، اور اس وقت اس رقم کے علاوہ دو سو پاؤنڈ کی اور ضرورت پڑے گی، تو قرض میں لے گا، تو سوال یہ ہے کہ ان پانچ سو پاؤنڈ پر دو سال کی زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بچوں کو بلانے اور رہنے کے لئے مکان خریدنے کے لئے جو روپے رکھے ہیں ان پر زکوۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کے قول کے مطابق ان روپیوں پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، اس لئے ان روپیوں کی بھی زکوۃ نکالی جائے گی۔ (شامی:۲، طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۹۰﴾ سات تولہ سونے پر زکوۃ نہیں ہے؟

سوال: ایک شخص کے پاس صرف سات تولہ سونا ہے، اور چاندی بالکل نہیں ہے، تو کیا اس پر زکوۃ فرض ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صرف سات تولہ سونا ہو، اور چاندی اور نقد روپے نہ ہوں، تو نصاب نامکمل ہونے کی وجہ سے اس شخص پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔

﴿۱۳۹۱﴾ امانت کے روپیوں پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص نے مجھے امانت کے طور پر ایک ہزار روپے رکھنے کے لئے دئے، اور امانت رکھوانے والا مالدار ہے، اور اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب مجھے ضرورت ہوگی، میں لے لوں گا۔ اب وہ ایک ہزار روپے مجھ سے میرے گھر خرچ میں صرف ہوگئے، اور

میرے خود کے روپئے بینک میں جمع ہیں، جب وہ مطالبہ کرے گا تو میں اسے دے سکتا ہوں، تو سوال یہ ہے کہ وہ ایک ہزار روپیوں کی زکوۃ مجھ پر واجب ہوگی یا نہیں؟ اور امانت کی رقم گھر میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......امانت رکھوانے والے کی اجازت کے بغیر اپنے نجی کام میں امانت خرچ کر دینا ایک طرح کی خیانت اور بددیانتی ہے، اور ایک مرتبہ امانت کے استعمال کر لینے سے وہ رقم امانت نہیں رہتی، بلکہ قرض ہو جاتی ہے، جسے ادا کرنا آپ پر ضروری ہے، دوسرے کی امانت آپ کے پاس ہو تو اس کی زکوۃ آپ پر واجب نہیں ہے، اس کے مالک کے ذمہ واجب ہوگی۔ اور آپ کے جو روپئے بینک میں جمع ہیں ان کی زکوۃ آپ پر واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۹۲﴾ پروویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ

سوال: پروویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کا کیا مسئلہ ہے؟ کیا پروویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ واجب ہے؟ جمع رقم پر زکوۃ ہے یا موصول ہونے والی رقم پر زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شرعی قاعدہ کے مطابق جب تک پروویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم قبضہ میں نہیں آجاتی، تب تک اس شخص کی ملکیت میں نہیں آتی، اس لئے اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی، جب قبضہ میں آجائے تب حسب دستور دوسرے اموال کی طرح نصاب دیکھ کر زکوۃ واجب ہوگی۔

﴿۱۳۹۳﴾ مویشیوں پر زکوۃ

سوال: گائے، بیل، بھینس اور بکری کی زکوۃ کا کیا نصاب ہے؟ اور ان کی زکوۃ کس طرح

نکالی جائے گی؟ یعنی زکوۃ میں جانور دینا ضروری ہے، یا اس کی قیمت دینا بھی درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... گائے، بیل، بھینس اور بکری پر وجوب زکوۃ کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہوں تو تجارت کے قاعدہ کے مطابق ان پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر اپنے ضروری کاموں میں استعمال کے لئے ہوں تو ان پر زکوۃ نہیں ہے۔

اور اگر افزائش نسل کے لئے ہوں اور سال کے اکثر دن عام چراگاہ سے چر کر کھاتے ہوں تو ان پر سال کے گزرنے پر ۳۰ گائے، بیل پر ایک پٹھا (نوجوان) جس کا دوسرا سال چل رہا ہو، زکوۃ میں دینا واجب ہوگا، بھینسوں اور پاڑوں (کٹڑوں) کے لئے بھی یہی عدد اور یہی حکم ہے۔ اور بکری میں مذکورہ شرائط کے ساتھ چالیس کی تعداد ہو جائے تو ۱۲۰ بکری تک ایک بکری واجب ہوگی، اور ۱۲۱ بکریوں میں دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اور پٹھا، پاڑی (بھینس کا بچہ یا بچی) یا بکری جو واجب ہوا ہو بعینہ وہی دینا چاہیں تو وہ بھی دے سکتے ہیں، اور اگر اس کی قیمت دینا چاہیں تو قیمت دینا بھی درست ہے۔ (ہدایہ، شامی وغیرہ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۹۴﴾ دوسرا مکان حاجت اصلیہ میں داخل ہے؟

سوال: مفتی صاحب! ان تینوں مسئلوں کے تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

پہلی شکل: ایک شخص کے پاس دو چار مکان ہیں، اور یہ شخص ملازمت کرتا ہے، اس کی تنخواہ نیز مکان کے کرائے دونوں کے مجموعہ سے اس کا خرچ پورا ہوتا ہے، اور کچھ بچت نہیں ہوتی۔

دوسری شکل: ایک آدمی کمزوری کی وجہ سے کچھ کام نہیں کر سکتا، لیکن دو چار مکانوں کے

کرایوں سے اس کا گذر بسر ہوتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں ایک مکان کے علاوہ دوسرے مکان حاجت اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو ان دو صورتوں میں کیا صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہوگی؟ اور کیا کوئی دوسرا شخص ان دونوں شخصوں کو زکوۃ یا صدقۂ فطر دینا چاہے تو ان کے لئے لینا جائز ہے؟

تیسری شکل: ایک شخص کے پاس بقرعید یا رمضان عید کے بعد پورا سال چل سکے اتنا غلہ تو ہے، لیکن اس سے زائد بھی اور غلہ ہے، جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے، تو کیا اس شخص پر صدقۂ فطر یا قربانی واجب ہوگی؟ اور واجب ہے تو کیوں؟ اس لئے کہ آئندہ سال کی فصل کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، غلہ کی پیداوار ہو یا نہ ہو، غلہ کی فصل اچھی ہو یا نہ ہو، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو گھر رہنے کے لئے ہو یا کرایہ پر دینے کے لئے ہو وہ حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، آپ کے لکھنے کے مطابق تنخواہ اور کرایہ پر گذر ہوتا ہے، اور کچھ بچت نہیں ہوتی، تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ ساتھ ہی ان دونوں شخصوں کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر اگر کوئی دوسرا غیر ضروری سامان (ان مکانات کے علاوہ) ہو تو ان پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہوگی، اور وہ زکوۃ لینے کے حقدار نہیں ہیں، اور اگر اتنی قیمت کا غیر ضروری سامان ان کے پاس نہیں ہے تو ان پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب نہیں ہوگی، اور چونکہ ان کا گذر اچھا چل رہا ہے اس لئے ان کے لئے زکوۃ، صدقہ مانگنا تو جائز نہیں ہے، البتہ کوئی دے تو لے سکتے ہیں۔

اور تیسری شکل کا حکم یہ ہے کہ اس شخص پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہوگی، جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔

﴿۱۳۹۵﴾ رفاہ عامہ کے کاموں میں زکوۃ کا استعمال

سوال: بعد سلام مسنون ایک مسئلہ کا شرعی جواب عنایت فرمائیں۔
کسی غریب مسلمان گاؤں کے مدرسہ کے تعمیری کام کے لئے زکوۃ کے روپئے دینا جائز ہے؟ یا سود کی رقم مدرسہ کے تعمیری کام کے لئے دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کی رقم اور سود کی رقم کے لئے تملیک یعنی کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر وہ رقم دینا ضروری ہے، تب ہی زکوۃ ادا ہوگی، اس لئے رفاہ عامہ کے کام مثلاً: پل بنانا یا مدرسہ کے تعمیری کام میں ان روپیوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔
اس لئے سب سے پہلے وہ رقم کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر دے دی جائے، پھر وہ اپنی مرضی سے وہ رقم مدرسہ، مسجد کے تعمیری کام میں دے تو اسے لے کر ان کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں۔ (شامی، عالمگیری:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۹۶﴾ زکوۃ میں تملیک شرط ہے۔

سوال: ادارہ کے کارکنان لوگوں سے زکوۃ کے روپیوں کا چندہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو وصول ہونے کے بعد زکوۃ کی رقم کا انتظام کس طرح کرنا چاہئے؟ یہ بھی بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کی رقم کا چندہ کر سکتے ہیں، اور زکوۃ کی رقم زکوۃ کے حقداروں کو مالک بنا کر تقسیم کر دینا چاہئے، تب ہی زکوۃ ادا ہوگی۔ اگر زکوۃ کی رقم کا چندہ کر کے بینک میں جمع رہنے دیا جائے گا، تو جب تک وہ رقم مستحق کے ہاتھ میں نہیں جائے گی تب تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

﴿۱۳۹۷﴾ ادائے زکوۃ کے لئے تملیک شرط ہے۔

سوال: ایک مسلم ادارہ ہے، جو مستحق طلباء کو اسکالرشپ فراہم کرتا ہے، زکوۃ کی رقم سے ہر ماہ وظیفہ کے طور پر طالب علم کو روپئے دیتا ہے، اس مرتبہ کی ان کی میٹنگ (نشست) میں یہ بات (قاعدہ) طے کی گئی کہ اسکالرشپ دینے سے پہلے اخبار کے زرتعاون (اخبار کی سالانہ قیمت) کے طور پر ایک متعین رقم منہا کر کے اس پر دستخط کرالی جائے، تو سوال یہ ہے کہ ایسا قاعدہ مقرر کرنا اور اس پر عمل کرنے سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ اگر صحیح ہے تو زکوۃ کی ادائے گی کے لئے فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ ادائے زکوۃ کے لئے 'تملیک' شرط ہے۔ یعنی مستحق کو زکوۃ کے روپئے مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دینا شرط ہے۔

اس لئے مذکورہ صورت میں روپیوں پر قبضہ کرنے سے قبل کچھ روپئے منہا کر کے اس پر دستخط کروالی جاتی ہے تو اتنے روپیوں کی زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ نیز حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے "لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب قلبه" یعنی کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ اس لئے زبردستی دستخط کروا کر اتنے روپئے کم دینا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۹۸﴾ زکوۃ کے لئے تملیک شرط ہے۔

سوال: مستحق زکوۃ کو زکوۃ میں اگر زکوۃ کی رقم کا کھانا بنا کر کھلایا جائے تو اس سے زکوۃ ادا ہوگی؟ یا اس کے گھر زکوۃ کی رقم کا بنا ہوا کھانا بھیج دیا جائے تو اس سے زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کے ادا ہونے کے لئے زکوۃ کے مال کا مستحق کو

مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دینا شرط ہے۔ اس لئے کسی غریب محتاج کو کھانا دے کر اسے مالک بنا کر اس کھانے پر سے اپنا پورا حق ختم کر کے اس غریب کے قبضہ میں دے دیا جائے تو زکوۃ ادا ہوگی، اور گھر پر بلا کر کھلانے کی صورت میں کھانے سے پہلے اس کھانے کا انہیں مکمل مالک بنا دیا جائے تو بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی، صرف کھانے کا حق دیا جائے تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۹۹﴾ ایک مستحق کو زکوۃ کی پوری رقم دینا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک صاحب مال ہے، جو ہر سال آٹھ ہزار سے نو ہزار روپئے زکوۃ میں دیتا ہے، اگر وہ شخص یہ پوری رقم ایک ہی شخص کو دے تو شرعی نقطۂ نظر سے کچھ حرج ہے؟ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے امام صاحب مستحق زکوۃ ہیں، اور انہیں مکان خریدنے کی ضرورت بھی ہے، کیونکہ ان کے پاس مکان نہیں ہے، اور امام صاحب پرہیزگار ہیں، اور گاؤں میں امامت کراتے ہیں، تو کیا یہ شخص پوری زکوۃ کی رقم امام صاحب کو دے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زکوۃ کی رقم غریب محتاجوں کو دینا چاہئے، رہنے کے لئے مکان نہ ہو ایسے محتاج کو اتنی زکوۃ کی رقم یک مشت دے سکتے ہیں، جس سے اس کے مکان کی حاجت پوری ہو سکے، اور وہ اپنا گھر خرید سکے۔ (شامی:۲/۶۸)

﴿۱۴۰۰﴾ مستحق کے قبضہ میں رقم آنے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال: ہماری جماعت کے زیادہ تر افراد زکوۃ جماعت کو دیتے ہیں، اور جماعت کی طرف سے اس رقم کا انتظام میں کرتا ہوں، میں کچھ رقم مدرسوں میں بھیج دیتا ہوں، اور کچھ رقم مستحق

کو تلاش کر کے اس کو پہنچا دیتا ہوں، رقم کی تقسیم میں کچھ لوگوں سے مشورہ کرتا ہوں، تو اس طرح زکوۃ ادا کرنے سے ہم ذمہ داری سے سبکدوش ہوں گے؟ اور زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس طرح زکوۃ جماعت میں جمع کر کے صحیح حقداروں کو پہنچانے سے جب زکوۃ کی رقم ان کے قبضہ میں آ کر وہ اس رقم کے مالک بن جائیں گے تب زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

﴿۱۴۰۱﴾ زکوۃ میں روپیوں کے علاوہ کوئی چیز دینا

سوال: زکوۃ کے حقداروں کو ایک نہیں کئی طرح سے نقد روپیوں کی ضرورت ہوتی ہے، اور بہت سی مرتبہ زکوۃ میں غلہ، کھانا، کپڑا اور میوہ، گلاب، کیوڑہ وغیرہ دیا جاتا ہے، تو ان چیزوں کے زکوۃ میں دینے کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کے طور پر روپیوں کے بجائے غلہ، کپڑا وغیرہ چیزیں قیمت لگا کر مالک بنا کر مستحق کو دی جائیں تو اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۰۲﴾ زکوۃ کے طور پر کپڑا دینا

سوال: ایک شخص زکوۃ کے طور پر روپیوں کے بجائے کپڑا وغیرہ کوئی چیز زکوۃ کے مستحقین کو دیتا ہے، تو اس سے زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کے طور پر روپیوں کے بجائے مستحقین کو کپڑا وغیرہ کوئی چیز دینے سے بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۰۳﴾ کیا ہیرے پر زکوۃ ہے؟

سوال: ہیرے پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہیرے کا شمار قیمتی پتھروں میں ہوتا ہے، اور یہ مال نامی نہیں ہے۔ اس لئے اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ تجارت کے لئے ہوں تو مال تجارت ہونے کی وجہ سے زکوۃ واجب ہوگی۔ (درمختار، طحطاوی: ۴۳۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۰۴﴾ بقایہ کرایہ پر زکوۃ کا مسئلہ

سوال: ایک شخص کو مکان کرایہ پر دیا تھا، اس نے تین سال سے کرایہ نہیں دیا، اگر چہ اس نے کرایہ دینے سے انکار بھی نہیں کیا تھا، اب اس نے تین سال کا کرایہ ایک ساتھ ۷۵ ہزار روپئے دیا ہے، پہلے سال کے ۲۵ ہزار تھے، دوسرے سال ۵۰ ہزار ہوئے، اور تیسرے سال ۷۵ ہزار ہوئے، تو ان روپیوں کی زکوۃ کس طرح ادا کی جائے؟ کیا پچھلے سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کرایہ پر دئے ہوئے مکانات پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، لیکن اس کی آمدنی پر اگر وہ نصاب کے برابر ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کرایہ کی رقم پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں انہوں نے تین سال کا کرایہ ۷۵ ہزار روپئے دیا ہے اور ایک سال کا کرایہ نصاب کے برابر ہو جاتا ہے، تو یہ قرض قوی کہلائے گا، اور گذشتہ سالوں کی زکوۃ بھی ان کے حساب سے واجب ہوگی۔ (شامی، بحر وغیرہ)

﴿۱۴۰۵﴾ ٹکٹ اور خرچ کے روپیوں پر سال ختم ہوتے وقت زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے پوری دنیا گھومنے کے ارادہ سے ہوائی جہاز کی ٹکٹ خریدی، اور

ساتھ میں خرچ کے لئے ۲۵-۵۰ ہزار روپے اپنے پاس رکھے، ابھی ایک دو ملک کا ہی سفر کیا تھا، کہ اس کے مال پر زکوۃ کا سال ختم ہو گیا، تو اس ٹکٹ کی قیمت اور پاس میں رکھے ہوئے روپیوں کی بھی زکوۃ نکالنی واجب ہوگی؟ اگر سال ختم ہونے کے بعد ٹکٹ بیچ دی تو گذشتہ سال کی زکوۃ ان روپیوں پر واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہوائی جہاز کی ٹکٹ خریدی اور کرایہ کے روپئے دے دئے، تو وہ روپئے آپ کی ملکیت سے نکل کر کمپنی کی ملکیت میں آ گئے، اس لئے سال ختم ہونے پر وہ روک۔۔۹ پئے آپ کی ملکیت میں نہیں ہیں، اس لئے اس رقم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، اور آپ کے پاس جو ٹکٹ ہے وہ مال نامی نہیں ہے، اس لئے اس پر بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (بحر: ۲۲۴)۔

اب اگر سال ختم ہونے کے بعد اس ٹکٹ کو فروخت کر دیا جاتا ہے تو بھی موصولہ رقم کی زکوۃ سال ختم ہونے سے پہلے آپ پر واجب نہیں ہوگی، اس لئے کہ سال کے ختم پر آپ کے پاس وہ رقم ٹکٹ کی شکل میں تھی، اور ٹکٹ پر زکوۃ نہیں ہے۔ کما مر۔ اور اخراجات کے ۲۰ تا ۲۵ ہزار جو جمع ہیں وہ اگر چہ سفر خرچ کے لئے ہیں، لیکن چونکہ وہ نقد ہیں اس لئے شرعاً وہ مال نامی میں شمار ہوتے ہیں، اس لئے ان پر زکوۃ واجب ہوگی۔

﴿۱۴۰۶﴾ نمائش کے کھلونے، کپڑے برتن پر زکوۃ کا مسئلہ

سوال: گھروں میں نمائش کے لئے رکھے ہوئے برتن، اور زینت کا سامان اور کھلونے اور زائد از ضرورت کپڑے، جوتے وغیرہ پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زینت کے برتن، زائد از ضرورت کپڑے، جوتے

وغیرہ استعمالی چیزوں پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ (شامی) البتہ صدقۂ فطر کے نصاب میں ان چیزوں کو محسوب کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۰۷﴾ کچھ تجارتی مال، کچھ سونا، کچھ قرض ہے تو کتنی زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: میری ایک دکان ہے، اس میں تجارتی سامان ۸۲،۲۲۵ کا ہے، اور ۳۰،۰۰۰ کا قرض ہے، یعنی کل رقم ۵۲،۲۲۵ کی بنتی ہے، اور تین تولہ سونا ہے، جس کی قیمت ۶،۳۰۰ روپے ہے، اور ایک دکان اور ایک رہائش کا مکان ہے، تو مجھ پر کتنی زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں سال کے ختم پر آپ کے پاس جتنا تجارتی مال ہو اس کی قیمت لگا کر اس میں سونے کی بازاری قیمت جوڑ کر جتنا قرض ہو وہ اس سے منہا کرنے کے بعد جو رقم بچے اس کا چالیسواں حصہ یعنی سو روپے پر ڈھائی روپے زکوۃ میں دینا فرض ہے، رہائش کا مکان اور دکان کی قیمت یا ویلیو پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، اس لئے کہ ان چیزوں کو اموالِ زکوۃ میں محسوب نہیں کیا جائے گا۔ (شامی:۲)

﴿۱۴۰۸﴾ استعمالی چیزوں پر زکوۃ

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس ایک ٹریکٹر، ایک موٹر سائکل اور گھر میں پنکھا اور فریج ہے، جو ذاتی استعمال کے لئے ہیں، اور ٹریکٹر کرایہ پر بھی دیتا ہے، اور اسی ٹریکٹر سے اپنی کھیتی بھی کرتا ہے، تو اس شخص کو ان چیزوں پر زکوۃ نکالنا واجب ہے؟ آیا ان چیزوں پر زکوۃ واجب ہوگی؟ اگر ہوگی تو کتنی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... ٹریکٹر، رولی، موٹر سائکل اور پنکھے جب تک تجارت کے لئے نہ ہوں، ذاتی استعمال کے لئے ہوں یا کرایہ پر چلانے کے لئے ہوں، ان

چیزوں پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ اس لئے نصاب میں ان چیزوں کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ تجارت کے لئے ہوں تو مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۰۹﴾ نصاب سے کم سونا اور کچھ روپے ہوں تو زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: مہربان مفتی صاحب! ایک شخص کے پاس نصاب سے کم سونا (صرف چار یا پانچ تولہ سونا) ہے، اور سو دو سو روپے پاس میں نقد ہیں، تو کیا یہ شخص صاحب نصاب کہلائے گا؟ اور سال کے ختم پر اس پر زکوۃ یا قربانی واجب ہوگی؟ ان روپیوں اور سونے کی بازاری قیمت جوڑنے سے چاندی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے، لیکن اگر روپیوں کو سونے کی رسید مانا جائے تو سونے کا نصاب جو کہ ساڑھے سات تولہ ہے وہ مکمل نہیں ہوتا، تو اس شخص پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی؟ روپے جو نوٹ کی شکل میں ہیں فی زماننا ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی بھی ساتھ میں وضاحت فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وجوب زکوۃ کے لئے سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہونا ضروری ہے، اور چاندی میں ساڑھے باون تولہ چاندی کا ہونا ضروری ہے، اور اگر دونوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہے تو دونوں کو جمع کر کے ان کی قیمت ان دونوں نصابوں میں سے کسی ایک نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو زکوۃ واجب ہو جائے گی۔

اب اگر کسی شخص کے پاس صرف پانچ تولہ سونا ہے اور چاندی بالکل نہیں ہے، تو اس شخص پر وجوب زکوۃ کے لئے صرف سونے کا نصاب دیکھا جائے گا، اور سونے کا نصاب مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، اسی طرح کسی کے پاس صرف پچاس تولہ

چاندی ہےاور سونا بالکل نہیں ہے،تو بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

اب اگر کسی شخص کے پاس نصاب سے کم سونا یا نصاب سے کم چاندی ہے ساتھ میں تھوڑے نقد روپئے ہیں،تو اس شخص پر وجوب زکوۃ وعدم وجوب زکوۃ کے لئے نوٹ کی شرعی حیثیت کا جاننا ضروری ہے۔

حضرت مفتی سعید احمد سہارنپوریؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ کاغذی روپیوں (نوٹ) کی تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم وہ ہے جسے جاری کرتے وقت اتنی ہی قیمت کا سونا یا چاندی حکومت اپنے خزانہ میں محفوظ رکھتی ہے، اسے 'نیابتی زر کاغذ' کہتے ہیں (۲) اور دوسری قسم وہ ہے جسے جاری کرتے وقت اس کی قیمت کے دوخمس جتنی قیمت کا سونا یا چاندی حکومت اپنے خزانہ میں محفوظ رکھتی ہے (۳) تیسری قسم جسے 'غیر بدل پذیر' کہتے ہیں، جس کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی، صرف حکومت کے اعتماد اور بھروسہ پر جاری کئے جاتے ہیں، جیسا کہ آج کل ایک روپئے کی نوٹ۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق کاغذی نوٹ کی حیثیت بدلتی رہتی ہے، اس لئے مجموعی طور پر نوٹ کی حیثیت سند زر یا حوالہ کی سمجھی جاتی ہے۔

پرانے زمانہ میں نقد روپئے چاندی کے بنتے تھے، اس لئے اس کی سند یا حوالہ چاندی کے قرض کے حکم میں سمجھے جاتے تھے۔ پھر ایسے روپئے بننے لگے کہ جس میں ایک دو گرام چاندی اور اس کے علاوہ دوسری دھات ہوتی تھی، اور اب اتنی بھی چاندی نہیں آتی، اور دوسری دھات مثلاً جست وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں، اس لئے حال کے روپیوں کو سونا یا چاندی کا بدل نہ سمجھتے ہوئے جست وغیرہ دھات کی رسید کے حکم میں سمجھے جائیں گے۔

اس لئے فی زمانا نقد روپے اتنی مقدار میں ہو کہ جس سے ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی خریدا جاسکے تب ہی ان روپیوں پر زکوۃ واجب ہوگی۔ سونے اور چاندی کا نرخ روزانہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے، اس لئے جس دن سال ختم ہوا ہو اسی دن کے نرخ سے حساب لگا کر حکم لگایا جائے گا۔

صورت مسئولہ میں صرف دوسو روپے نقد ہیں، اور سونے کا نصاب مکمل نہیں ہے، اس لئے غرباء کے فائدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ نوٹوں کو ثمن کی حیثیت دے کر چاندی کا بدل سمجھا جائے گا، اور دوسو روپیوں کے بقدر چاندی ہے یہ سمجھ کر چاندی کا نصاب مکمل ہوتا ہو تو زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ اور پانچ تولہ سونا اور دوسو روپے ملا کر چاندی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے اس لئے پانچ تولہ سونا اور دوسو روپیوں پر زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۱۰﴾ معلم کے جمع شدہ فنڈ کی رقم پر زکوۃ

سوال: بعد سلام مسنون! ہماری اسکول میں معلم کا ایک جمع شدہ فنڈ ہے، اس کے اصول معلموں کے خود کے بنائے ہوئے ہیں، اس فنڈ میں ہر معلم ہر ماہ تنخواہ ملنے پر ۲۵/روپے جمع کرواتا ہے، اس طرح جمع شدہ رقم سے کسی معلم کو غلہ کی ضرورت ہو یا اچانک بڑی رقم کی ضرورت پیش آجائے تو اس جمع شدہ رقم سے دیا جاتا ہے، جو رقم اٹھائی ہو وہ قسطوں سے واپس کرنی پڑتی ہے، اور قسط نہ بھرنے پر اس فنڈ سے کسی طرح کا فائدہ نہ اٹھانے دینا، ایسا اصول ہے، چاہے اس کے روپے فنڈ میں جمع ہوں۔

اس فنڈ میں جمع شدہ رقم پر متعلقہ ملازم کے ذمہ زکوۃ واجب ہوگی؟ اور جمع رقم ملازم جب مستعفی ہوتا ہے تب ہی ملتی ہے، یا بصورت انتقال وارثین کو ملتی ہے، تو اس رقم پر زکوۃ کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... تنخواہ کی وہ رقم بنائے گئے اصولوں کی بنا پر ملازم کی تنخواہ سے بغیر ادا کئے وضع کرلی جاتی ہے، اور فنڈ میں جمع کرلی جاتی ہے، ملازم اس رقم کے وصول کرنے کا حقدار ہوتا ہے، لیکن اصول کی بنا پر وضع کروانے پر مجبور ہے، اس لئے وہ رقم اس کے قبضہ یا تملیک میں نہیں آتی، اس لئے جمع شدہ رقم پر ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

ملازم جب مستعفی ہو یا وہ رقم وصول ہو جائے اس کے بعد شرعی قاعدہ کے مطابق اس رقم پر زکوۃ واجب ہوگی۔ (امداد الفتاوی وغیرہ) اور اگر تنخواہ پر قبضہ کے بعد وہ رقم جمع کروائی جاتی ہو تو اس رقم پر متعلقہ ملازم کی ملکیت سمجھی جائے گی اور نصاب کے ساتھ ملا کر اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۳۱۱﴾ نقد رقم، تجارتی مال اور دین پر زکوۃ

سوال: میری ایک دکان ہے، اس میں مال وسامان رکھنے کے لئے فرنیچر بھی ہے، اور اس پر ایک سال گزر چکا ہے، میرے ذمہ کوئی قرض نہیں ہے، اور میرے پاس سونا چاندی بھی نہیں ہے، البتہ ۵۰۰۰ روپئے نقد ہیں، اور ۲۰۰۰ روپیہ کا تجارتی مال ہے، اور ۱۵۰۰ روپئے دین وصول کرنے کے باقی ہیں۔ تو ان اموال پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر واجب ہوگی تو کتنی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نقد روپیوں اور تجارتی مال پر سال کے گزرنے پر چالیسواں حصہ زکوۃ میں دینا ضروری ہے، اور وہ دین جس کا وصول کرنا باقی ہے اس پر بھی زکوۃ واجب ہوگی، البتہ دین کی زکوۃ میں یہ اختیار ہے کہ وصول ہونے کے بعد گذشتہ

سالوں کی زکوۃ دی جائے، اور اگر زکوۃ کا حساب لگاتے وقت دین کو بھی محسوب کر کے اس کی بھی زکوۃ نکال دی جائے تو یہ بھی درست ہے۔

﴿۱۳۱۴﴾ عورت کو استعمال کے لئے دیئے گئے زیورات پر زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: ہماری جماعت میں عورت کی مہر علیحدہ متعین کی جاتی ہے، اور دوسرے زیورات الگ سے بنا کر دیئے جاتے ہیں، اور زیورات صرف استعمال کے لئے دیئے جاتے ہیں، اس لئے کہ اگر خدانخواستہ اگر طلاق ہو جائے تو زیورات خاوند کو واپس دے دئے جاتے ہیں، تو اس صورت میں ان زیورات کی زکوۃ کس کے ذمہ ہوگی؟

ایک گھر میں ایک خاندان والے سب ساتھ میں رہتے ہیں، اور خاندان کے بڑے ذمہ دار شخص پر قرض ہو، اور اس کے لڑکے کی بیوی کو زیور دئے گئے ہوں، اور لڑکے پر قرض نہ ہو تو ان زیورات کی زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر زکوۃ واجب ہو اور کچھ سالوں تک زکوۃ ادا نہ کی ہو تو اس سے بری ہونے کی کیا شکل ہے؟ اور قربانی بھی واجب ہونے کے باوجود ادا نہ کی ہو تو اب اس کی ادائے گی کی کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زیورات کا مالک جو ہوگا، اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ لہذا صورت مسئولہ میں زیور کا مالک شوہر ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر زیور کا مالک گھر کا بڑا ذمہ دار شخص ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

اور کئی سالوں سے زکوۃ واجب ہونے کے باوجود ادا نہ کی ہو تو انتقال سے قبل گذشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کر دی جائے تو گناہ نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح قربانی بھی واجب ہو اور ادا نہ کی ہو تو ہر سال کا حساب لگا کر فی سال کا ایک بکرا سمجھ کر اتنے سالوں کے بکروں کی جو قیمت بنتی

ہو اس کا صدقہ کردیا جائے، تو بھی ذمہ سے واجب اتر جائے گا۔ (شامی وغیرہ)

﴿۱۴۱۴﴾ زکوۃ کی رقم کا چوری ہو جانا

سوال: میرا لڑکا وطن جا رہا تھا، اور میرا سیٹھ میرے رشتہ داروں کو ہر سال رمضان کے مہینہ میں زکوۃ کے روپئے بھیجتا تھا، اس لئے میں نے کہا آپ زکوۃ کے جو روپئے میرے رشتے داروں کو بھیجتے ہو، وہ اگر بھیجنے ہوں تو میرا لڑکا وطن جا رہا ہے، اس کے ساتھ بھیج دو، تو میرے سیٹھ نے ۲۰۰ اور ۳۰۰ روپئے کل ملا کر ۵۰۰ روپئے میرے لڑکے کو دئے، اور دیگر اشیاء میں تولیہ، کپڑے وغیرہ بھی دئے، اور میرے لڑکے نے اپنے روپئے اور چیزیں اور سیٹھ کی دی ہوئی رقم اور اشیاء وغیرہ پیٹی میں رکھ کر برابر بند کر دیا، اور سفر شروع کیا، اور ریلوے کے سفر میں رات کو کوئی وہ پیٹی اٹھا کر چلا گیا، اور وہ پیٹی چوری ہو گئی، تو اندر رکھی ہوئی زکوۃ کی رقم کا کیا مسئلہ ہوگا؟ اور اس رقم کا ذمہ دار کون؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زکوۃ کے جن روپیوں کی چوری ہوئی ہے، وہ روپئے زکوۃ کے نہیں کہلائیں گے، اس لئے زکوۃ دوبارہ ادا کرنی ضروری ہے، اور آپ کے لڑکے کے پاس وہ رقم اور دوسری چیزیں جو آپ کے سیٹھ نے دوسروں کو دینے کے لئے سپرد کی تھیں، وہ امانت کے طور پر تھیں، اور اس کا حکم فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ امانت کی چیز مکمل حفاظت کے باوجود اگر چوری ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو امانت رکھنے والا اس میں ماخوذ نہیں ہوگا، بلکہ اصل مالک کی چیز چوری ہوئی سمجھی جائے گی۔ اور امانت رکھنے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں آئے گی۔ لہذا صورت مسئولہ میں آپ کے لڑکے پر اس کا جرمانہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ (عالمگیری، شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۱۴﴾ زکوۃ کی رقم چوری ہو جانا

سوال: سال کے ختم پر زکوۃ کی رقم جدا کر کے الگ رکھی ہوئی تھی، اتفاق سے وہ چوری ہو گئی، تو کیا زکوۃ دوبارہ نکالنا ضروری ہے؟ یا ضروری نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ ادا کرنے کی نیت سے رقم جدا کر کے علیحدہ رکھ دی، لیکن ابھی مستحق کو مالک بنا کر دی نہیں، کہ وہ رقم چوری ہو گئی، تو اتنی رقم کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور نہ ہی ذمہ سے ساقط ہوگی، از سر نو اتنی رقم دوبارہ نکال کر زکوۃ میں دینا ضروری ہے۔ (فتاوی دار العلوم جدید، شامی: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۱۵﴾ والد سے لئے ہوئے قرض کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال: میں اپنے والد سے جدا رہتا ہوں، اور میرے والد کی زمین ان کی اجازت سے میں نے بیچ دی ہے، جس کی رقم میرے پاس دو سال تک جمع تھی، تب تک اس رقم کی زکوۃ ادا کر دی گئی ہے، آج کی تاریخ میں وہ رقم میں نے کاروبار میں لگائی ہے، اور ایک سال بعد منافع کما کر وہی رقم مجھے واپس میرے والد صاحب کو لوٹانی ہے، اس لئے کہ اس رقم کے اصل مالک والد صاحب ہیں، جس میں آج کی تاریخ میں میرا کوئی حق وحصہ نہیں ہے، تو وہ رقم میں نے استعمال کی ہے، اور آج کی تاریخ میں اس رقم میں سے نقد کچھ بھی میرے ہاتھ میں نہیں ہے، تو اس رقم کی زکوۃ مجھے یا میرے والد صاحب کو ادا کرنا ضروری ہے؟ میں نے یہ رقم استعمال کی ہے اس میں اگر میرے والد صاحب راضی ہوں تو کس پر زکوۃ واجب ہوگی؟ تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ رقم آپ کے والد صاحب کی ملکیت ہے، اور آپ پر

قرض ہے، اور آپ قرض کا اقرار بھی کر رہے ہو، اس لئے اس کی زکوۃ آپ کے والد صاحب کو ادا کرنا ضروری ہے، اور اس رقم کی زکوۃ آپ پر واجب نہیں ہے۔ جب آپ یہ رقم آپ کے والد کو لوٹا دیں گے، تب آپ کے والد کے ذمہ گذرے ہوئے تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی۔ (شامی، مراقی الفلاح)

﴿۱۴۱۶﴾ دوسرے ملک میں زکوۃ بھیجنے پر کس ملک کی کرنسی کے حساب سے زکوۃ ادا ہوگی؟

سوال: ایک شخص اپنے ملک کی کرنسی کے حساب سے زکوۃ نکالتا ہے، مثلاً: پاؤنڈ یا ڈالر کے حساب سے، اور جس ملک میں بھیج رہا ہے وہاں سرکاری نرخ ایک پاؤنڈ کے ۱۸ روپئے اور ایک ڈالر کے آٹھ روپئے ہیں، اور اگر وہ شخص ان پاؤنڈ یا ڈالر کو اپنے طور پر بیچے تو ۱۸ روپئے کے بجائے ۲۲ روپئے اور ۸/ روپئے کہ بجائے ۱۰ روپئے ملتے ہیں، تو اس صورت میں صاحب نصاب کی زکوۃ کتنی ادا ہوگی؟ اور کس کرنسی کے حساب سے زکوۃ ادا ہوگی؟ نیز ایک سوال یہ بھی ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کا حکم دوسرے ملک میں کیا ہے؟ اگر سکوں کی حیثیت ہے، تو جو بھی قیمت موصول ہو اس سے زکوۃ ادا ہو جانی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو شخص جس ملک میں رہائش رکھتا ہو، یا جہاں اس کی جائداد اور کاروبار ہو اور وہ وہاں رہائش رکھتا ہو، تو اس ملک کی کرنسی اور قیمت کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوۃ میں نکالنا واجب ہوگا۔ اور وہاں کی کرنسی کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوۃ کے طور پر نکال کر غرباء میں تقسیم کر دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن دوسرا ملک جہاں کی کرنسی جدا ہے، اور وہاں یہ شخص زکوۃ کی رقم بھیجنا چاہتا ہے، تو وہاں یہ رقم توڑوانے پر (تبدیل کرنے پر) جو رقم موصول ہوگی وہ کل رقم زکوۃ ہی کی شمار ہوگی۔ اب

سرکاری طور پر توڑوانے سے (تبدیل کرنے پر) ۱۸؍روپئے اور نجی طور پر توڑوانے سے (تبدیل کرنے پر) ۲۲؍روپئے موصول ہوتے ہیں تو اصل زکوۃ ۲۲؍روپئے کہلائے گی، اور اسی میں غرباء کا فائدہ ہے، جس ملک میں کرنسی کی جو قیمت موصول ہو وہی زکوۃ کہلائے گی۔ اب اگر نجی طور پر توڑوانے پر (تبدیل کرنے پر) کم قیمت ملتی ہے تو اتنی زکوۃ کم ادا ہوئی سمجھی جائے گی۔ اس لئے کہ اس نوٹ کی معتبر قیمت سے کم پر فروخت ہوئی ہے۔ اور اگر سرکاری طور پر توڑوانے پر (تبدیل کرنے پر) کم قیمت موصول ہوتی ہے تو چونکہ یہ ملک کی مالیت میں کمی ہونے کی وجہ سے کم موصول ہوئی ہے، اس لئے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

ہر ملک کی کرنسی نوٹ 'سندی مال' اور 'حوالہ' کی حیثیت رکھتی ہے، وہ اصل 'ثمن' یا 'قیمت' نہیں ہے، اس پر ہمارے اکابر کی تفصیل موجود ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں، فتاوی رشیدیہ، امداد الفتاوی، فتاوی دار العلوم، نوٹ کی شرعی حقیقت وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۱۷﴾ نصاب کو ملا کر کل مال پر زکوۃ واجب ہوگی۔

سوال: زکوۃ میں چالیسواں حصہ یعنی ۱۰۰ روپئے پر ڈھائی روپئے نکالنے ضروری ہیں، تو یہ نصاب کو منہا کرنے کے بعد جو رقم ہو اس کا چالیسواں حصہ یا نصاب کو ساتھ میں ملا کر کل مال کا چالیسواں حصہ نکالنا ہے، یعنی کسی کے پاس ۱۰ تولہ سونا ہے تو ساڑھے سات تولہ سونا منہا کرنے کے بعد بقیہ ڈھائی تولہ کی زکوۃ نکالنی ہے یا کل مال ۱۰ تولہ کی زکوۃ نکالنی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حوائج اصلیہ کے علاوہ جو بھی نقد رقم نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو اس کی زکوۃ دینی ضروری ہے، اس لئے جتنی رقم میں ساڑھے سات تولہ سونا خریدا جا سکتا ہے اتنی رقم اور اس سے زائد جو بھی رقم ہو تمام پر زکوۃ واجب ہوگی۔ مطلب یہ

کہ نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سونے کو منہا نہیں کر سکتے، اور اس ساڑھے سات تولہ سونے پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۱۸﴾ بلا حساب زکوۃ نکالنے سے زکوۃ ادا ہوگی؟

سوال: ایک شخص ہمیشہ زکوۃ دیتا رہتا ہے، لیکن اسے خود معلوم نہیں تھا کہ اس پر کتنی زکوۃ واجب ہے، وہ شخص حساب وکتاب نہیں رکھتا، تو اس طرح دی ہوئی زکوۃ معتبر کہلائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں زکوۃ ادا ہو جائے گی، البتہ حساب نہ کرنے کی وجہ سے اگر زکوۃ کم نکالی ہوگی تو فرض میں کمی کا گناہ ہوگا، اور اتنے مال کی زکوۃ ذمہ میں باقی رہے گی، اور اگر واجب سے زیادہ ادا ہوگئی ہوگی تو ثواب میں اضافہ ہو جائے گا، اللہ کے یہاں کوئی عمل رائیگاں نہیں جاتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۱۹﴾ کمیشن کی رقم زکوۃ میں ادا نہیں ہوگی؟

سوال: زید پر ۱۰۰۰ روپیہ زکوۃ واجب ہوئی ہے، وہ ہر سال اپنی زکوۃ کی رقم بنگال بھیجتا ہے، زید یہاں سے ۱۰۰۰ روپیہ ہی بھیجتا ہے، لیکن مرسل الیہ کو ۹۰۰ روپیہ یا ۸۰۰ روپیہ ہی ملتے ہیں، لے جانے والے کے کمیشن کے طور پر ۱۰۰ تا ۲۰۰ روپئے کاٹ لیتے ہیں، تو اس صورت میں کتنے روپیہ کی زکوۃ ادا ہوئی؟ آیا ۱۰۰۰ روپیہ کی یا مرسل الیہ کے قبضہ میں آنے والی رقم کی مقدار زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صرف زکوۃ کی رقم جدا کر دینے سے یا دوسرے ملک ارسال کر دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہو جاتی، ادائے زکوۃ کے لئے مستحق کے قبضہ میں بلا عوض تملیک کے ساتھ اس رقم کا پہنچنا ضروری ہے، مستحق جب اس پر قبضہ کر لے گا تب زکوۃ ادا

ہوگی، اس لئے مستحق جتنی رقم پر قبضہ کرے گا اتنی رقم کی زکوٰۃ ادا ہوئی سمجھی جائے گی۔ صورت مسئولہ میں سو تا دو سو روپیہ جو کمیشن کے طور پر لئے گئے ہیں اتنی زکوٰۃ دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ (شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۲۰﴾ گاہکوں سے جو رقم وصول کرنا باقی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوال: زکوٰۃ کا حساب کرتے وقت تمام مال کا حساب لگایا جاتا ہے، اور کل مال سے قرض کو منہا کیا جاتا ہے، اور دکان میں موجود تجارتی اموال کی اصل قیمت اور تاجروں کے ذمہ پر باقی قرض اس سے منہا کیا جاتا ہے۔ لیکن پوچھنا یہ ہے کہ گاہکوں سے جو رقم وصول کرنا باقی ہے، اسے زکوٰۃ کی رقم میں ملائیں گے یا نہیں؟ مثلاً: ۱۰۰ روپیہ کا تجارتی مال ہے، اور ۵۰ روپیہ گاہکوں سے وصول کرنا باقی ہے۔

اگر دونوں کو ملا دیں تو کل رقم ۱۵۰ کی بنتی ہے، اور تاجروں کو ۷۵ روپیہ ادا کرنا باقی ہے، یہ اس رقم سے منہا کریں تو ۷۵ کا حساب ہوتا ہے، تو کیا اس ۷۵ روپیہ کی زکوٰۃ نکالی جائے گی؟ یا تجارتی مال کی قیمت ۱۰۰ روپیہ میں سے تاجروں کا قرض ۷۵ روپیہ منہا کر کے مابقیہ رقم ۲۵ پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا!

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اولاً تجارتی مال کی اصل قیمت کا حساب لگا لیا جائے، پھر اس میں سے ذمہ پر باقی قرض کو منہا کر دیا جائے، مابقیہ رقم نصاب کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، گاہکوں سے جو رقم وصول کرنا باقی ہے، اور وہ اس کا اقرار کرتے ہوں، یا بینہ پیش کر کے وصول کرنے پر قدرت ہو تو وہ رقم وصول ہونے پر گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۲۱﴾ زکوۃ میں تملیک ضروری ہے۔

سوال: ہمارا ایک ادارہ ہے، اس کے مقاصد میں تعلیم لینے والے طلباء کو اسکالرشپ فراہم کرنا ہے، مثلاً: اسکول، کالج جانے والے طلباء اور حرفت وصنعت سیکھنے والے طلباء جیسے ڈرائیونگ، ٹیلرنگ اور میکینک وغیرہ کے طلباء کو وظیفہ فراہم کرتا ہے، اس ادارہ کو متعدد مد سے یعنی للہ، زکوۃ، فطرہ، صدقہ، سود وغیرہ کی رقم ملتی ہے، ہر رقم کو علیحدہ رکھا جاتا ہے، اور زکوۃ کے مستحق طلباء کو زکوۃ سے اور للہ کے مستحق طلباء کو للہ کی مد سے اور سود کے مستحق طلباء کو سود کی رقم سے اسکالرشپ دی جاتی ہے، ہمیں موصول ہونے والی رقم میں زیادہ مقدار زکوۃ کی ہوتی ہے، بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ زکوۃ کے طور پر ملنے والی رقم سال کے ختم ہونے کے بعد بھی ہمارے پاس بچ جاتی ہے، اور تقسیم نہیں ہوتی، تو اس طرح کی سال کے اخیر میں بچ جانے والی زکوۃ کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟ یا دوسرے سال میں اس رقم کو تقسیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جن لوگوں پر زکوۃ واجب ہے وہ اپنی زکوۃ کی رقم آپ کے ادارہ کو دیتے ہیں، تاکہ ادارہ زکوۃ کے مستحقین کے درمیان یہ رقم تقسیم کر سکے، یعنی انہوں نے ادارہ کو وکیل بنایا ہے، اور حنفی مذہب کے مطابق ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے مستحق کا اس مال پر بلا عوض تملیکاً قبضہ کرنا شرط ہے۔ اس لئے جب تک مستحق طلباء کا اس رقم پر تملیک کے ساتھ قبضہ نہ ہو جائے تب تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ اس لئے اخیر سال میں زکوۃ کی جو رقم بچ جائے اتنی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور اصل مالکان نصاب کے سر باقی رہے گی۔

اس لئے بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ وہ رقم اسی سال مستحقین میں تقسیم کردی جائے، یا مستحقین کو تملیک کے ساتھ وہ رقم دے کر ان کی رضا سے دوسرے للہ فنڈ میں وہ رقم جمع کر لی جائے، تاکہ زکوۃ دہندگان کے ذمہ سے وقت پر فرض اتر جائے، اور ادارہ کے دوسرے تعمیری کام بھی بآسانی پورے ہوسکیں۔ (امداد الفتاویٰ، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۲﴾ ادارہ کے بچت کے روپیوں سے جائداد بنانا

سوال: ہمارے گاؤں میں ''اسٹوڈنٹ یونین'' کے نام سے ایک ادارہ ہے، جو پچھلے ۲۷ سالوں سے کام کر رہا ہے، اس ادارہ کے اغراض یہ ہیں

(۱) دینی اور دنیوی طلباء کی مالی معاونت یعنی وظیفہ جاری کرنا، ان کو کتابیں خرید کر دینا وغیرہ۔

(۲) مقامی کتب خانہ میں للہ رقم سے اخبارات ورسائل خرید کر رکھنا۔

اس ادارہ کے ملازموں کو زکوۃ، صدقہ، فطرہ، للہ، بخشش کی مد سے رقم موصول ہوتی ہے، وہ اس ادارہ کے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہوتی ہے۔

ان اغراض میں خرچ کرنے کے بعد ادارہ کے پاس ایک خاصی رقم جمع ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ وقف پر حکومت کی سخت پالیسی (قوانین) کا کافی امکان ہے، تو ان حالات میں ان روپیوں سے ہم کوئی جائداد وغیرہ بنانا چاہتے ہیں، تو کیا اس کی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ، فطرہ یا ایسی ہی کوئی دوسری رقم غریب محتاج مسلمان کو مالک بنا کر ان کے قبضہ میں دے دی جائے تو زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگئی، پھر یہی آخذین زکوۃ اپنی مرضی سے یہ رقم ادارہ کو للہ مد سے دیں تو یہ جائز ہے، اور ادارہ پھر

اسے کسی بھی کام میں خرچ کرسکتا ہے، اور یہ رقم اب زکوۃ وفطرہ کی نہیں رہے گی۔ اور ادارہ کے مقاصد میں خرچ کرنے کے بعد اس میں سے رقم بچ جائے تو اس سے کوئی آمدنی کا ذریعہ کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۲۳﴾ بنیت زکوۃ قرض دینا، اور مقروض کا اس رقم کو واپس لوٹانا

سوال: ایک شخص نے میرے پاس قرض کے طور پر رقم کا مطالبہ کیا، وہ زکوۃ کا مستحق تھا، تو میں نے بنیت زکوۃ قرض کہہ کر اس کو زکوۃ دی، ایک مدت کے بعد وہ شخص وہ رقم واپس لوٹانے آیا، میں نے ہر چند اسے واپس کیا، لیکن اس نے باصرار وہ رقم مجھے واپس کردی، تو اس مسئلہ میں زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ روپیہ اب میں دوسرے کسی مستحق کو دے سکتا ہوں؟ اور دوسرے شخص کو دینے کی صورت میں زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... فتاویٰ عالمگیری ص: ۱۷۰ اور بحر ص: ۲۲۶ پر تحریر ہے کہ: بنیت زکوۃ مستحق کو کوئی رقم قرض کا نام لے کر دی جائے تو بھی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے، البتہ وہ رقم واپس وصول نہیں کرسکتے، اس لئے جب وہ شخص واپس لوٹانے آئے تو نہیں لینا چاہئے۔ اسے بخشش وغیرہ کے الفاظ سے سمجھا دیا جائے، اس کے باوجود وہ نہ مانے اور وہ رقم واپس لینی پڑے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، وہ رقم دوبارہ کسی محتاج غریب کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۲۴﴾ بھائی، بہن کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: میں یہاں انگلینڈ میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتا ہوں، میرے والدین، ایک بہن، ایک بھائی اور اس کی اہلیہ تمام ایک ساتھ ایک گھر میں (انڈیا میں) رہتے ہیں، تمام کا

خرچہ پانی، کھانا پینا سب ساتھ میں ہے۔
میری حالت اتنی تونگر نہیں ہے کہ میں ان کے پورے خرچ کی کفالت کرسکوں، البتہ کچھ رقم والدین کے لئے للہ مد کی اور بھائی، بھابھی، بہن کے لئے زکوۃ یا بینک کے سود کی رقم بھیج سکتا ہوں، تو کیا ان کو زکوۃ دینے سے میری زکوۃ ادا ہوگی؟ اور للہ، زکوۃ، سود کی رقم ایک ساتھ بھیجنے میں میرے والدین کے کھانے پینے کا خرچ ساتھ میں ہے تو کیا شرعاً کچھ حرج ہے؟ میں یہ رقم ان کو بھیج سکتا ہوں؟ اس مسئلہ میں میری رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔
الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں والدین کے لئے للہ مد سے اور بھائی وبھابھی اور ان کی اولاد کے لئے ''اگر وہ محتاج اور زکوۃ کے حقدار ہوں تو'' زکوۃ یا سود کی رقم بھیجنا جائز ہے، اس طرح بھیجنے سے صلہ رحمی اور ادائے زکوۃ کا دوہرا اجر ملے گا۔
اب اگر بھائی بھابھی ماں باپ کے ساتھ رہتے ہیں تو زکوۃ یا سود کی رقم وہ لوگ جدا کر کے اپنے مکمل قبضہ اور اختیار میں لینے کے بعد اجتماعی خرچ میں استعمال کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ دونوں مد کی رقم جدا جدا ارسال کی جائے، اور ہر ایک کے نام کے ساتھ رقم بھیجی جائے، تاکہ وہ اس کو تڑوا کر (تبدیل کرنے پر) اس کے مکمل مالک بن سکیں، اور آپ کی ادائے زکوۃ میں شبہ نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۲۵﴾ زکوۃ کے حقدار کون ہیں؟

سوال: زکوۃ کے حقدار کون ہیں؟ غیر مستحق اگر زکوۃ کی رقم لے تو اسے گناہ ہوگا یا نہیں؟ کسی کے ایسا کہنے سے کہ میں قرض دار ہوں، تکلیف میں ہوں، انہیں زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا کہنے والے بعض مرتبہ اچھے گھرانہ کے اور اچھے کپڑوں میں ہوتے ہیں، بعض تو

جائداد کے مالک ہوتے ہیں، پھر بھی زکوۃ لیتے ہیں، توانا، تندرست ہوتے ہیں، پھر بھی خود کو زکوۃ کے حقدار بتاتے ہیں، ایسے لوگوں کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی اس آیت میں زکوۃ کے حقداروں کو تفصیل سے بیان کیا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انما الصدقات للفقراء و المساکین و العاملین علیها و المؤلفة قلوبهم و فی سبیل الله و ابن السبیل۔

زکوۃ کے حقدار تو فقراء، مساکین (جن کے پاس خود کی ملکیت کی کوئی بھی چیز نہ ہو) اور مکاتب یا قرضدار غلام اور عاملین (مسلم امیر کے حکم سے زکوۃ جمع کرنے والے) اور فی سبیل اللہ (ضرورت مند غازی، حاجی، طالب علم) اور ضرورت مند مسافر ہیں۔

لہذا ان ضرورت مندوں میں سے جن پر بھی زکوۃ کی رقم خرچ کی جائے گی، زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ توانا، تندرست شخص بھی اگر محتاج ہو تو اسے بھی زکوۃ کی رقم دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، البتہ اگر توانا شخص کسب وحرفت چھوڑ کر کاہلی اختیار کرلے تو اسے زکوۃ دینے میں اس کے اس رویہ میں اعانت کرنا کہلائے گا، اس لئے اسکے بجائے معذور شخص کو دینے میں زیادہ ثواب ملے گا۔

اگر کوئی شخص خود کو مقروض ظاہر کرے، اور اس کی بات پر آپ کو یقین ہو، اور آپ اسے زکوۃ دے دیں تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (درمختار: ۶۷)۔ اسی طرح کسی شخص کو غریب سمجھ کر زکوۃ دی، اور وہ تونگر ظاہر ہوا، تو اس صورت میں بھی زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہوگئی، البتہ اس تونگر کو معلوم ہو جائے کہ یہ رقم زکوۃ کی ہے تو اس کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، چاہے صدقہ کردے، چاہے معطی کو واپس کردے۔ (شامی: ۶۸)۔

غیر مستحق کا زکوۃ کا مطالبہ کرنا اور اس کا پیشہ بنالینا گناہ کا کام ہے، حدیث شریف میں ایسے شخص کے لئے سخت وعیدیں وارد ہیں۔ یہ شخص قیامت کے دن ایسے حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر نشان ہوگا۔

﴿۱۴۲۶﴾ زکوۃ کی رقم سے مستحق کو ہوائی ٹکٹ خرید کر دینا، اسکا بل چکانا

سوال: زکوۃ کی رقم سے ہوائی جہاز کی ٹکٹ خرید کردہ ٹکٹ اگر مستحق کو دے دی جائے یا زکوۃ کی رقم سے کسی مستحق کا بل ادا کیا جائے تو اس سے صاحب مال کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

نوٹ: بیرون ملک سے ٹکٹ اس لئے بھیج دی جاتی ہے کہ رقم بھیجنے کی صورت میں مستحق کا اسے خرچ کر دینے کا امکان ہے اور اسی لئے بل بھی ادا کر دیا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ادائے زکوۃ کے لئے مستحق مسلمان کے قبضہ میں ملکیت کے ساتھ زکوۃ کی رقم کا قبضہ میں آنا شرط ہے، اور جب تک قبضہ میں نہ آئے تب تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی، (شامی، ہدایہ، بحر)۔ اس لئے ہوائی جہاز کا کرایہ ادا کر دینے یا بل ادا کر دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

﴿۱۴۲۷﴾ بنام قرض واپس لینے کے ارادہ کے ساتھ زکوۃ دینا

سوال: ہمارا ایک ادارہ ہے، ہم نے اس میں ایک بیت المال قائم کیا ہے، اس میں زکوۃ کی رقم جمع کی جاتی ہے، اور مستحق اور غیر مستحق (جس کے پاس سرمایہ نہ ہو، اور نصاب کے برابر زیورات ہوں) کو تجارت کے لئے لون کے طور پر رقم فراہم کی جاتی ہے، اور یومیہ ا/ روپیہ یا ماہانہ ۲۰ تا ۲۵ روپیہ قسطوار مقرر کر کے وصول کرتے ہیں، یہ لون لینے والے کی استطاعت پر ہے کہ وہ کتنی قسط مقرر کرتا ہے، اور ادارہ یہ لون زکوۃ کی رقم سے دیتا ہے، اگر

کوئی شخص لون واپس نہ کرے تو اس سے مطالبہ نہیں کیا جاتا، اور مذکورہ رقم کو زکوۃ سمجھ کر معاف کر دی جاتی ہے۔ تو اس طریقہ کار میں از روئے شرع کوئی خرابی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں، اور اس طرح زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے کہ ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے من جملہ ایک شرط یہ ہے کہ (۱) زکوۃ لینے والا غریب محتاج ہو، اور صورت مسئولہ میں نصاب کے برابر زیورات کے مالک کو بھی زکوۃ کی رقم دی جاتی ہے، اور شریعت کی نظر میں ایسا شخص غریب نہیں کہلاتا۔

نیز دوسری شرط یہ ہے کہ (۲) مستحق کو مالک بنا کر وہ رقم دی جائے، صورت مسئولہ میں قرض کے طور پر یہ رقم دے کر واپس وصول کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، اس لئے یہ رقم قرض کہلائے گی، اور اگر وہ شخص واپس نہ کرے تو مدزکوۃ میں محسوب کر لی جاتی ہے، تو اس طریقہ کو بھی فقہاء نے ادائے زکوۃ کے صحیح نہ ہونے کی صورتوں میں بیان کیا ہے۔

اس لئے سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق کام کرنا ہو تو للہ رقم جمع کر کے اس سے یہ کام کیا جائے، یا خوشی وغمی کے موقع پر جو فضول خرچی کی جاتی ہے اس سے رقم بچا کر اس رقم سے یہ کام کئے جا سکتے ہیں۔

﴿۱۲۲۸﴾ زکوۃ اور سود کی رقم سے ہسپتال بنانا

سوال: ہم رفاہی ہسپتال بنانا چاہتے ہیں، جس سے ہر قوم فائدہ اٹھا سکتی ہے، اس کام کا بیڑا ہماری جماعت نے اپنے سر لیا ہے، جس کے لئے حکومت کی طرف سے ہمیں بلا عوض ۱۰ ارگونٹھا زمین فراہم کی گئی ہے، اس ہسپتال کے لئے ہم ساؤتھ (جنوبی) افریقہ میں چندہ

کرنا چاہتے ہیں، وہاں مسلمانوں کی خاصی آبادی ہے، اوران کی مالی حالت بھی اچھی ہے، ان کے پاس زکوۃ اور سود کی رقم بھی بہت ہوتی ہے، اور وہاں سے رفاہی کاموں کے لئے روپیہ بھیجنے پر پابندی بھی نہیں ہے، ہمارا ہسپتال کا منصوبہ بہت بڑا ہے، اس میں لاکھوں روپیوں کی ضرورت ہے، اگر ہم ہسپتال کے لئے زکوۃ اور سود کی رقم چندہ میں وصول کریں تو ہی ہم اس منصوبہ کو پورا کر سکتے ہیں، تو ہسپتال بنانے کے لئے زکوۃ یا سود کی رقم چندہ میں وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور سود کی رقوم جو لوگوں کی الماریوں میں ویسے ہی پڑی ہوئی ہیں، اور وہ رقوم ہسپتال بنانے کے لئے وہ ہمیں دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ اسلامی فریضہ اور اللہ کا حکم ہے، اور شریعت کی طرف سے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے کچھ اصول مقرر ہیں، ان اصولوں کی رعایت اور پابندی کے ساتھ جو زکوۃ دی جائے گی وہی زکوۃ معتبر کہلائے گی، من جملہ ان اصولوں کے ایک اصول یہ ہے کہ کسی غریب مستحق زکوۃ شخص کو مالک بنا کر زکوۃ کی رقم اس کے قبضہ اور اختیار میں دی جائے، اس کے بغیر زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے زکوۃ کی رقم سے اگر مسجد، مدرسہ یا پل یا ہسپتال وغیرہ بنایا جائے تو اس سے صاحب مال کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیوں کہ زکوۃ میں کسی غریب مسلمان کو مالک بنانا ضروری ہے، اور وہ یہاں مفقود ہے۔ اس لئے اول زکوۃ کی رقم کسی غریب مستحق زکوۃ کے قبضہ میں مالک بنا کر دی جائے، پھر وہ شخص اپنی خوش دلی سے یہ رقم تعمیری کام میں تعاون کے لئے دینا چاہے تو دے سکتا ہے، اور پھر اس رقم سے تعمیری کام کیا جا سکتا ہے۔ سود کی رقم کا بھی بقول حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ و دیگر مفتیان کرام یہی حکم ہے۔ (شامی، فتاوی دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۲۹﴾ مدارس میں صدقات زکوۃ، للہ رقوم کا حساب الگ الگ ہونا چاہئے

سوال: مدرسہ میں طلباء کے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام مفت ہوتا ہے، اس میں زکوۃ کی رقم کا حساب الگ ہوتا ہے یا تمام رقمیں ملی جلی ہوتی ہیں؟ اگر یہی صورت ہے تو بہت سی مرتبہ صاحب مال لوگوں کے بچے بھی مفت میں مدرسہ میں رہتے ہیں، تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

میرے ایک ساتھی کے دو تین بچے شوال سے دار العلوم میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس لئے وہ بھائی اس تفصیل کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہیں، اور انہوں نے یہ سوال قائم کیا ہے، تو مجھے بھی میرے متعلق یہ سوالات پیدا ہوئے ہیں، اس لئے تشفی بخش جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اکثر مدارس میں زکوۃ، صدقات، للہ رقوم کا حساب و کتاب الگ ہوتا ہے، اور الگ ہونا بھی چاہئے، ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے مستحق کو زکوۃ کی رقم کا مالک بنانا ضروری ہے، جب تک مالک بنا کر اس کے قبضہ اور اختیار میں نہ دی جائے تب تک زکوۃ ادا نہیں ہوتی، اسی لئے طلباء یا کسی غریب شخص کو وہ رقم دے کر اس کا مالک بنا دیا جاتا ہے، اور پھر وہ شخص اپنی خوش دلی سے مدرسہ میں خرچ کے لئے دے تو زکوۃ دہندگان کی زکوۃ بھی ادا ہوگئی، اور ہر طبقہ کا طالب علم محتاج، غریب، تونگر ہر ایک اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اگر یہ حیلہ نہ کیا جائے، اور زکوۃ کی رقم سے غلہ خرید کر اس کا کھانا بنا لیا جائے، تو جتنا کھانا غریب مستحق طلباء کھائیں گے اتنی زکوۃ ادا ہوگی، اور جو کھانا تونگر یا نابالغ طلباء کھائیں گے

اتنی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور ان کا کھانا بھی جائز نہیں ہے، اور ایسا کرنے سے مدرسہ میں دی ہوئی زکوۃ بھی ادا نہیں ہوگی؟

ان سوالات میں نہ پڑتے ہوئے ان پریشانیوں سے بچنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ فیس بھر کر کھلایا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳۰﴾ ادارہ کا ادائے زکوۃ میں تاخیر کرنا

سوال: ادارہ غریب مستحق طلباء کو اسکالرشپ دیتا ہے، وہ چار چھ ماہ بعد دیتا ہے، حالانکہ سخی حضرات یہ رقم رمضان میں ادارہ کو دیتے ہیں، ادارہ چار مہینہ کے بعد زکوۃ کی رقم تقسیم کرتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس تاخیر سے ادارہ یا صاحب مال پر کچھ گناہ آتا ہے؟ اور اصحاب اموال کی زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ادارہ یا دیگر ٹرسٹ میں زکوۃ کی رقم دی جاتی ہے، وہ زکوۃ تب ہی ادا ہوگی جب کسی مستحق کے ہاتھ میں وہ رقم مالک بنا کر دی جائے، اس لئے کہ یہ رقم جلد از جلد مستحقین کو دینی چاہیے۔ (امداد الفتاوی، نظام الفتاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳۱﴾ ادائے زکوۃ کے لئے تملیک ضروری ہے۔

سوال: ایک مدرسہ ہے، جس میں یتیم بچے اور فیس بھر کر کھانے والے طلباء سب ساتھ میں رہتے ہیں، ساتھ میں مدرس اور مدرسہ کے دوسرے خدام بھی رہتے ہیں، جنہیں تنخواہ کے ساتھ کھانا بھی مدرسہ دیتا ہے، بچوں کے لئے جو کھانا تیار ہوتا ہے اسی میں سے ملازمین بھی کھاتے ہیں، عوام گیہوں، بکرے و دیگر اشیاء مدرسہ میں صدقہ کے طور پر دے جاتے ہیں، وہ چیزیں بھی مشترک ہوتی ہیں، تو مدرسین و ملازمین اور فیس بھر کر کھانے والے طلباء کا ان

چیزوں کو کھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو جواز کا طریقہ کیا ہے؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صدقات واجبہ، زکوۃ، فطرہ کے حقدار غریب مسلمان ہیں، مالدار صاحب نصاب شخص یا اس کی نابالغ اولاد کو دینے سے ادائے گی صحیح نہیں ہوگی، نیز اجرت میں یہ رقم دینے سے بھی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے یہ رقم اول کسی غریب محتاج طالب علم کو مالک بنا کر دی جائے، پھر وہ اپنی خوش دلی سے بغیر زور وزبردستی کے یہ رقم ادارہ کو للہ مد میں دے، پھر وہ رقم ہر طالب علم، مدرس یا ملازم کے لئے استعمال کرنا، تنخواہ میں دینا سب جائز ہے۔ (شامی وغیرہ)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۳۲﴾ گھڑی زکوۃ میں دینا

سوال: ایک دوست نے مجھے ایک گھڑی ۱۵۰ ؍روپیہ میں بیچنے کے لئے دی، لیکن گھڑی بکی نہیں، اس لئے میں نے اپنے دوست کو خط لکھا کہ گھڑی بکی نہیں ہے، اور میں اسے خریدنا چاہتا ہوں، تو تو مجھے کتنے میں دے گا؟ اس نے جواب لکھا کہ ۱۰۰ ؍روپیہ میں تمہیں دوں گا۔ اور اب گھڑی کی قیمت ۲۵۰ روپیہ ہوگئی ہے، اور اب وہ گھڑی مجھے غریب شخص کو زکوۃ میں دینی ہے، تو مجھے اسکا نرخ ۱۰۰ روپیہ سمجھ کر زکوۃ سے محسوب کرنا چاہئے، یا دو سو پچاس روپیہ زکوۃ کے سمجھنے چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وہ گھڑی آپ خرید کر زکوۃ میں دینا چاہتے ہیں تو اس گھڑی کا بازار میں جو نرخ ہوگا اتنی ہی قیمت سمجھی جائے گی، اور اتنے روپیہ کی زکوۃ ادا ہوگی۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۳۳﴾ زکوۃ کی رقم سے راستے بنانا

سوال: ہمارے یہاں ایک ایجوکیشن ویلفیئر سوسائٹی ہے، جس کا مقصد غریب بچوں کو تعلیم دلانے میں مدد کرنا اور غرباء کی امداد ہے، ابھی اس ادارہ کی جمع پونجی بہت زیادہ ہے، اس کی آمدنی میں سود کی رقم، زکوۃ، فطرہ اور چرم قربانی کی رقم آتی ہے، اور دو تین اداروں کا سود ہمارے ادارہ میں ہی جمع ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں پکے راستے اور اسٹریٹ لائٹ کا انتظام بھی ہے، اور راستے کی مرمت یہی ادارہ کرتا ہے، اور دور گاؤں سے آنے والے مسافر اور سفراء کے کھانے کا انتظام بھی یہی ادارہ کرتا ہے، اور کرکٹ اور والی بال کی ٹیم کو بھی کبھی اس میں سے روپے دیئے جاتے ہیں۔ تو مذکورہ کاموں کے لئے ادارہ کی جمع شدہ پونجی (رقم) میں سے رقم لے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز رفاہ عامہ کے لئے بیت الخلاء بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟ مجبور حفاظ و علماء کے حالات دیکھ کر ان کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ، فطرہ، سود اور چرم قربانی کی رقم مستحق مسلمان کو مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دینا ضروری ہے، تبھی یہ زکوۃ ادا ہوگی، غریب مستحق زکوۃ کو مالک بنائے بغیر راستہ کی مرمت یا دوسرے رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۳۴﴾ مدرس کو زکوۃ دینا

سوال: میں مکتب میں تدریس کی خدمت انجام دیتا ہوں، میری تنخواہ ۳۰۰/روپیہ ہے، اور ہم گھر میں کھانے والے بچوں کے ساتھ سات افراد ہیں، گھر کی دوسری کوئی خارجی آمدنی

نہیں ہے، ان ۳۰۰ روپیوں پر ہی گذر ہوتا ہے، مجھے گاؤں والے زکوۃ کی رقم دینا چاہتے ہیں، تو میرے لئے ان روپیوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر آپ نصاب کے برابر مال کے مالک نہ ہوں اور کوئی آپ کو زکوۃ کی رقم دینا چاہے تو آپ کے لئے لینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ گاؤں والے زکوۃ کی رقم تنخواہ میں دینا چاہیں، تو یہ جائز نہیں ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳۵﴾ زکوۃ کی رقم سے مدرس کو تنخواہ دینا

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک ادارہ ہے، وہ گاؤں سے ہر سال زکوۃ جمع کرتا ہے، اور دو تین مدرسوں کے اخراجات بھی اس کے ذمہ ہیں، مدرسہ میں غریب بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور اساتذہ بھی انہی میں سے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ اساتذہ کی تنخواہ اسی زکوۃ کی رقم سے دی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کے روپیوں سے قرآن خرید کر غریب مستحق بچوں کو مالک بنا کر دے دینا جائز ہے، اس سے زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی، اور غریب طالب علم کی مدد بھی ہو جائے گی، لیکن مدرس کی تنخواہ میں زکوۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے، اس سے صاحب مال کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳۶﴾ کیا مقروض زکوۃ کا حقدار ہے؟

سوال: ایک شخص مقروض ہے، اس کے پاس اپنا قرض ادا کرنے کے لئے روپے نہیں ہیں، ایک دکان جس کی قیمت ۷۵ ہزار روپئے ہے، اور ایک رہائش کا مکان ہے، ایسے مقروض کو اس کا قرض ادا کرنے کے لئے زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سے زکوۃ

دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ شخص مقروض ہے، اور اس کے پاس نصاب برابر سونا چاندی یا نقد روپئے بھی نہیں ہیں، تو یہ شخص زکوۃ لینے کا حقدار ہے، اور یہ سید بھی نہیں ہے اس لئے ایسے شخص کو زکوۃ کی رقم قرض ادا کرنے کے لئے دی جائے تو اس سے زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳۷﴾ مسجد کے پیش امام کو زکوۃ دینا

سوال: مسجد کے پیش امام صاحب کو زکوۃ، صدقات، فطرہ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیش امام صاحب سید نہ ہوں اور نصاب کے برابر مال کے مالک نہ ہوں، تو انہیں زکوۃ وصدقات کی رقم دینا جائز ہے، اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ البتہ تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۳۸﴾ حافظ جی کو زکوۃ دینا

سوال: ہمارے گاؤں کے حافظ جی صاحب بالکل غریب ہیں، انہیں زکوۃ، خیرات اور للہ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک صاحب نے انہیں سورۂ جن کا وظیفہ بتایا ہے کہ اس سے تمہاری مرادیں پوری ہوں گی، تو کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حافظ جی صاحب امام یا مدرس ہوں اور وہ مسجد اور مسلمانوں کی دینی خدمات میں مشغول ہوں، تو اس بستی والوں پر لازم ہے کہ ان کی اور ان کے ذمہ جن کی کفالت لازم ہے ان کا خرچ نکل سکے اتنی تنخواہ کا انتظام کریں، اگر بستی والے اس ذمہ داری میں کوتاہی کریں گے، تو اللہ کے یہاں اس کا جواب دینا پڑے گا، ایک

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں سے پوچھیں گے: کہ اے بندے! میں بھوکا تھا، تو نے مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا، وہ بندہ کہے گا: یا اللہ! تو احد، صمد بے نیاز ہے، تو تو کھانے کا محتاج نہیں ہے، تجھے میں کیسے کھانا کھلاتا؟ تو اللہ جل شانہ ارشاد فرمائیں گے: میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، تو اسے کھلاتا تو مجھے وہیں پاتا، اسے تو نے کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ اس لئے امام، مدرس کی پوری کفالت بستی والوں کو کرنی چاہئے، اور بستی والے غفلت کرتے ہوں، اور عالم صاحب کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو تو انہیں زکوۃ دینا جائز ہے۔

جن تابع کرنے کے وظیفہ کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے، اور آپ کے بتائے ہوئے وظیفہ سے جن تابع ہوتا ہے یا نہیں یہ بھی میرے علم میں نہیں ہے، اور نہ مجھے اس میں دل چسپی ہے، ہم اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، کسی آزاد مخلوق کو تابع کرنے کے لئے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۳۹﴾ جس کا گذر وبسر ٹھیک چلتا ہو اس کو زکوۃ دینا

سوال: میں نہ مالدار ہوں اور نہ بہت غریب، ٹھیک ٹھاک گذر بسر ہو جاتا ہے، اور ابھی مجھے شادی بھی کرنی باقی ہے، کوئی شخص مجھے زکوۃ کی رقم دے تو میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ میں مزدوری کر کے گذر چلاتا ہوں، اور اس کے علاوہ دوسری کوئی آمدنی نہیں ہے، تو میں زکوۃ لے سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں آپ کے پاس حوائج اصلیہ کے علاوہ نصاب کے برابر سونا یا چاندی نہ ہو اور ان دونوں میں سے کسی ایک نصاب کی قیمت

برابر نقد یا تجارتی مال یا حوائج اصلیہ سے زائد کوئی چیز نہ ہو تو آپ زکوۃ کے مستحق ہیں، اور آپ کے لئے زکوۃ لینا جائز ہے۔(شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۴۰﴾ پرانے خدمت گزار کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے یہاں بچپن سے ایک مسلمان خدمت گذار ہے، جن کی عمر ابھی ۵۰ سال سے زائد ہو چکی ہے، وہ ہمارے باپ دادا کے گھر میں ہی رہتے ہیں، ان کے کھانے پینے کا مکمل خرچ ہمارے ذمہ ہے، اور ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے روپیوں میں سے ایک دو ہزار ہمیشہ جمع رہتے ہیں۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ ہم انہیں زکوۃ، خیرات، صدقات کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ پرانا خدمت گزار ہے اس لئے نہیں دے سکتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟

نوٹ: یہ خدمت گزار تنخواہ نہیں لیتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً..... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص آپ کا پرانا خادم ہے اس لئے اسے زکوۃ نہیں دے سکتے، ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے، یہ شخص سید نہ ہو، اور نصاب کے برابر سونا، چاندی اور نقد یا ضرورت اصلیہ سے زائد کوئی چیز نصاب کی قیمت برابر نہ ہو تو یہ شخص زکوۃ وصدقات کا مستحق ہے، اب آپ کا اسے زکوۃ وصدقات دینا اس کی خدمت کے عوض نہ ہو تو اسے زکوۃ صدقات دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۴۱﴾ بلا اجازت بیوی کے اس کے مال کی زکوۃ دینا / غیر مسلم کو زکوۃ دینا

سوال: میری بیوی کے مال کی زکوۃ مجھے دینی تھی، یہ میری بیوی کو معلوم تھا، لیکن میں نے زبان سے اجازت لئے بغیر ایک مسلمان بھائی جو میرے پاس قرض لینے آئے تھے انکو دل

میں یہ نیت کر کے دے دی کہ میری بیوی کی جو زکوۃ مجھے دینی ہے اس میں سے دے رہا ہوں۔

اسی طرح ایک غیر مسلم کو بھی زکوۃ کی نیت سے قرض دیا تھا، تو دونوں صورتوں میں میری بیوی سے زبانی اجازت لئے بغیر زکوۃ دے دی تو میری زکوۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان محتاج غریب کو اس طرح زکوۃ دے دینے سے استحساناً بقول امام ابو یوسفؒ زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ اور غیر مسلم کو زکوۃ کے روپے دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ دوبارہ زکوۃ دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۴۲﴾ زکوۃ کی رقم سے مسجد اور مدرسہ کے لئے آمدنی کا ذریعہ کرنا

سوال: ایک شخص صاحب نصاب ہے، اور اس پر زکوۃ واجب ہے، اس نے زکوۃ کی رقم سے ایک زمین خریدی، اور اسے مسجد اور مدرسہ کی آمدنی کے لئے وقف کر دی، تو اس زمین کا حیلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ زمین کے بائع اور مشتری دونوں صاحب نصاب ہیں، تو زمین کا حیلہ کس طرح کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس کا حیلہ نہیں ہو سکتا، زکوۃ میں جو رقم واجب ہوئی ہے وہ کسی غریب مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، تبھی زکوۃ ادا ہوگی، کوئی شخص زکوۃ کے روپیوں سے زمین خریدے تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہو جاتی، اور وہ زمین زکوۃ کی نہیں کہلاتی، اور اس کا حیلہ نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۴۳﴾ دوسرے گاؤں زکوۃ بھیجنا

سوال: گاؤں میں یا اپنے شہر میں زکوۃ کے مستحق فقراء موجود ہیں کیا انہیں چھوڑ کر دوسرے

گاؤں یا شہر زکوۃ بھیجنا مکروہ ہے؟ اگر جواب ہاں ہے، تو گاؤں کے مستحق سے مراد رشتہ دار فقراء ہیں یا غیر رشتہ دار بھی؟ اور گاؤں کے فقراء کو نظر انداز کر کے دوسرے گاؤں کے مدرسہ میں زکوۃ دینا کیسا ہے؟ کیا یہ مکروہ کہلائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گاؤں میں رشتہ دار یا غیر رشتہ دار مستحق مسلمان موجود ہوں تو وہ زکوۃ کے زیادہ حقدار ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ان کے مالداروں سے زکوۃ لے کر ان کے غرباء پر خرچ کی جائے، اب یہ زکوۃ باہر اپنے ضرورت مند رشتہ داروں کو بھیجی جائے یا دوسری جگہ بھیجنے میں دین کی حفاظت اور ضرورت دونوں پہلو سے فائدہ ہوسکتا ہو تو باہر بھیجنا بھی گناہ نہیں ہے، جائز اور درست ہے۔ اور رشتہ دار دوسرے گاؤں رہتے ہیں اور وہ ضرورت مند ہیں تو انہیں دینے میں دہرا اجر بھی ملے گا، ایک صلہ رحمی کا اور ایک ادائے زکوۃ کا، اسی طرح باہر کے مدارس مالی تنگی کے شکار ہوں اور زکوۃ کا انتظام شرعی اصولوں کے مطابق کرتے ہوں تو انہیں دینے میں ادائے زکوۃ اور اعانت دین کا دہرا اجر ملے گا۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۴۴﴾ کسٹم کے غیر شرعی ٹیکس میں سودی رقم دے سکتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص بیرون میں رہتا ہے، اور اپنے اور اپنے گھر والوں کے پرانے کپڑے یا نئے کپڑے انڈیا میں غرباء میں مفت تقسیم کرنے کے لئے بھیجنا چاہتا ہے، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ غرباء میں تقسیم کرنے کے لئے یہ کپڑے پوسٹ سے بھیجنے میں پوسٹ کا جو خرچ ہوگا وہ اس کے پاس جمع شدہ سود کی رقم سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی سود کی رقم پوسٹ خرچ میں استعمال کر

سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر انڈیا کپڑوں کے پہنچ جانے کے بعد بھی انڈیا میں اگر ان کپڑوں پر کسٹم ڈیوٹی لگے تو پارسل چھوڑانے والے والے کو سود کی رقم بھیج کر وہ شخص اس پارسل کو چھڑالے تو یہ بھی درست ہے یا نہیں؟ اور ان کاموں میں سود کی رقم لگنے کے بعد وہ کپڑے غرباء کے علاوہ کوئی غیر مستحق پہن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود کی رقم اپنے اوپر یا اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، پارسل بھیجنے کے لئے پوسٹ میں دی جانے والی رقم پوسٹ کی مزدوری کے طور پر دی جاتی ہے، جس کی ادائے گی پارسل بھیجنے والے کو خود کرنی ہوتی ہے، اس لئے سود کی رقم پارسل بھیجنے میں استعمال نہیں کر سکتے، اگر پارسل چھڑانے والا شخص غریب محتاج مستحق ہو تو اسے اس رقم کا مالک بنا کر وہ رقم اس کے قبضہ میں دے دی جائے، پھر وہ جہاں چاہے اپنی مرضی سے خرچ کر سکتا ہے، اور پارسل بھی چھڑا سکتا ہے، کسٹم کے غیر شرعی ٹیکس میں سود کی رقم دینے کی گنجائش ہے، اور ان کاموں میں سود کی رقم خرچ کرنے سے کپڑوں میں کوئی خرابی نہیں آتی، اور نہ ہی ان کا حکم بدلتا ہے، اس لئے مالدار ہو یا غریب کسی کو بھی وہ کپڑے ہدیہ میں دے جا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۴۵﴾ زکوۃ کی رقم سے مکان بنا کر تقسیم کرنا

سوال: (۱) کوئی شخص کسی ایک یا کئی افراد سے بحیثیت وکیل زکوۃ کا چندہ کر کے ایسے لوگوں کو جو اپنا گذر و بسر تو چلا لیتے ہوں، لیکن ان کے پاس رہنے کو مکان نہیں ہے، یا مکان میں رہنے والے افراد زیادہ ہیں، اور مکان چھوٹا ہے، اور انہیں بڑے مکان کی ضرورت ہے، تو ان کو زکوۃ کی رقم سے مکان بنا کر دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) اسی طرح ایسے افراد جن کے

پاس سونا و چاندی ملا کر نصاب کے برابر مال ہو، لیکن اوپر لکھنے کے مطابق رہنے کے لئے مکان نہ ہو، ایسے لوگوں کو زکوۃ کی رقم سے مکان بنا کر ہدیۃً دینے سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ (۳) جن لوگوں کے پاس نصاب کے برابر مال ہو، لیکن مکان نہ ہو، ان سے ان کا مال لے لیا جائے، اور مکان دے کر مکان کی بقیہ قیمت زکوۃ میں محسوب کر لی جائے، تو ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسا کرنے سے زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......(۱) ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے صاحب نصاب یا اس کے وکیل کو زکوۃ کی رقم ایسے مفلس غریب مسلمان کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے جو نصاب کے برابر مال یا نصاب کی قیمت کے برابر ضرورت اصلیہ کے علاوہ کی کوئی چیز کا مالک نہ ہو، اس لئے جو شخص اپنا گذر و بسر اچھا چلا لیتا ہے، لیکن اوپر لکھے گئے قاعدہ کے مطابق اس کے پاس نصاب کے برابر مال بھی نہیں ہے اور نہ ہی نصاب کے برابر کوئی چیز ضرورت اصلیہ کے علاوہ کی ہے، تو ایسے شخص کو اتنی رقم دینا کہ جس سے وہ اپنا مکان بنا لے، یا مول لے سکے جائز اور درست ہے، اور اس سے زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی، اور غریب کی رہائش کی تکلیف بھی دور ہو جائے گی۔ (۲) جو نصاب کے برابر مال کا مالک ہے وہ زکوۃ کا مستحق نہیں ہے، اور شرعاً مالدار سمجھا جاتا ہے، اس لئے انہیں زکوۃ دینا یا انکا زکوۃ لینا صحیح نہیں ہے۔ (۳) نصاب کے مالک اپنی اس رقم سے گھر خریدیں، اور پھر جو رقم ادا کرنا باقی ہو، وہ زکوۃ میں سے ان کے قبضہ میں دے دی جائے، اور وہ اس پر قبضہ کر کے اس سے اپنا بقیہ قرض ادا کر دیں، تو یہ شکل بلا تردد جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۴۶﴾ مستحق کے قبضہ میں رقم آنے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی

سوال: ہماری ایک جماعت ہے، اور اس جماعت کا بڑا ذمہ دار میں ہوں، ہم لوگ رمضان کے مہینہ میں جماعت والوں سے زکوۃ جمع کرواتے ہیں، اور مستحق مدرسہ یا کسی غریب حاجت مند شخص کو تلاش کر کے اس تک زکوۃ پہنچا دیتے ہیں، زکوۃ کسے دینی ہے اس کے لئے کچھ متعین لوگوں سے مشورہ لیا جاتا ہے، اور زکوۃ کی رقم اس کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے، تو اس طرح زکوۃ دینے سے صاحب مال کی زکوۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......اس طرح زکوۃ جمع کر کے صحیح حقداروں کو تلاش کر کے انہیں مالک بنا کر یہ رقم ان کے قبضہ میں دینے سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۴۷﴾ مدرسہ میں زکوۃ کی رقم استعمال کرنے کا حیلہ

سوال: ہمارا ارادہ ایک مدرسہ قائم کرنے کا ہے، اس میں امیر وغریب ہر بچہ تعلیم حاصل کر سکتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس میں زکوۃ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا حیلہ کرنے کی ضرورت ہے؟ اگر حیلہ کرنا پڑے تو حیلہ کی صحیح شکل کیا ہے؟ بہت سوں کا کہنا ہے: کہ حیلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بغیر حیلہ کے بھی زکوۃ کی رقم مدرسہ میں چل سکتی ہے، تو صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے وہ رقم کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، مسجد، مدرسہ یا اس میں تنخواہ کے طور پر وہ رقم استعمال کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (شامی:۲)۔

اولاً کسی ایسے غریب شخص کو جو زکوۃ کا مستحق ہو، کہا جائے کہ مدرسہ میں تنخواہ کے لئے کچھ

روپیوں کی ضرورت ہے، آپ ثواب کی نیت سے قرض لے کر یہ رقم مدرسہ میں للہ مد میں دیں، اور اس شخص کو قرض ملے اس کا انتظام کیا جائے، پھر اسے زکوۃ کی رقم کا مالک بنا دیا جائے، اس کے مالک بنتے ہی اصحاب اموال کی زکوۃ ادا ہو جائے گی، پھر وہ شخص اس زکوۃ کی رقم سے اپنا قرض ادا کر دے، اور اگر وہ اس رقم سے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے، تو قرض دینے والا زبردستی بھی اس سے وہ قرض وصول کر سکتا ہے، اس طرح مدرسہ کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور طریقہ جائز بھی کہلائے گا۔ (عالمگیری: ۵)

﴿۱۲۴۸﴾ زکوۃ میں کپڑا دینا

سوال: ایک شخص زکوۃ میں روپیوں کے بجائے کپڑا وغیرہ کوئی چیز دینا چاہتا ہے، تو اس سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زکوۃ میں روپیوں کے بجائے مستحقین کو کپڑا وغیرہ کوئی چیز دینے سے بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۴۹﴾ حیلہ کا شرعی طریقہ

سوال: ایک گاؤں میں مدرسہ کا تعمیری کام جاری ہے، اور اس مدرسہ کے مہتمم صاحب بھی غریب ہیں، اور زکوۃ کے حقدار ہیں، اس کا مجھے پورا علم ہے، میرے پاس کچھ رقم زکوۃ کی پڑی ہوئی ہے، مہتمم صاحب کا کہنا ہے: کہ مدرسہ کا تعمیری کام ابھی باقی ہے، اور اس میں کچھ رقم کی ضرورت ہے، اگر آپ زکوۃ کی رقم مجھے دیں تو اس رقم کا ایک ربع میں اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کر کے بقیہ رقم مدرسہ کے تعمیری کام میں خرچ کروں گا، تو اس طرح زکوۃ کی رقم مہتمم صاحب کو دے سکتے ہیں؟ اس سے زکوۃ ادا ہوگی؟

اسی طرح ایک دوسرے گاؤں میں پانی کی ٹنکی بنانی ہے، لیکن گاؤں کی آبادی غریب ہے اس لئے کام باقی ہے، تو وہاں کے کسی غریب شخص کو میں زکوۃ کی رقم دوں، اس میں سے کچھ رقم وہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے رکھ لے اور بقیہ رقم ٹنکی بنانے کے کام میں دے تو جائز ہے یا نہیں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کی رقم محتاج، غریب مسلمان شخص کو کسی بھی طرح کے عوض یا مزدوری یا شرط کے بغیر مکمل مالک بنا کر اپنا حق اس پر سے ختم کر کے نہ دی جائے وہاں تک زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

لہذا صورت مسئولہ میں مذکورہ طریقہ سے زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، پھر وہ شخص اپنی خوشدلی سے مسجد، مدرسہ یا جس کام کے لئے دینا چاہے دے سکتا ہے۔ (شامی، عالمگیری)۔

بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ کسی مستحق زکوۃ کو ترغیب دے کر مدرسہ کے تعمیری کام کے لئے قرض لے کر للہ روپے دینے کے لئے کہا جائے، اور اسے کوئی قرض دے اس کا انتظام کیا جائے، اور یہ شخص قرض لے کر تعمیری کام کے لئے للہ مدد میں یہ رقم دے دے، پھر اتنی ہی رقم زکوۃ کی دے کر اسے مالک بنا دیا جائے، اور یہ شخص اس زکوۃ کی رقم سے اپنا قرض اتار دے، اس طرح زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی، اور تعمیری کام بھی ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۵۰﴾ تنخواہ میں زکوۃ کی رقم دینا صحیح نہیں ہے۔

سوال: مدرسہ میں مالدار صاحب نصاب لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کے ساتھ غریب بچے بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، لیکن چندہ سے مدرسہ کے اخراجات پورے

نہیں ہوتے، تو کیا زکوۃ لے کر اس کا حیلہ کر کے وہ رقم مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ محلّہ کے افراد مزید چندہ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے، وہ سب مزدور اور ملازمت پیشہ لوگ ہیں، جو صاحب نصاب نہیں ہیں، تو کیا زکوۃ کی رقم حیلہ کر کے مدرسہ میں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کی رقم تنخواہ میں نہیں دے سکتے، البتہ زکوۃ کی رقم کسی غریب مستحق کو مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دے دی جائے، پھر وہ اپنی خوش دلی سے مدرسہ میں تنخواہ کے لئے دے تو درست ہے۔ (عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۵۱﴾ زکوۃ کی رقم سے مسجد کا احاطہ کرنا

سوال: مسجد کا کمپاؤنڈ بنانے کے لئے زکوۃ کے روپئے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ میں کسی غریب مسلمان کو مالک بنانا شرط ہے، اور مسجد کسی رقم کی مالک نہیں ہو سکتی، اس لئے مسجد کے لئے آئی ہوئی زکوۃ کی رقم سے کمپاؤنڈ بنانا درست نہیں ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۵۲﴾ زکوۃ کی رقم سے مسجد کے بیت الخلاء بنانا

سوال: مسجد میں بیت الخلاء، پیشاب خانہ مصلیوں کی سہولت کیلئے زکوۃ کی رقم سے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کی رقم کا کسی غریب کو مالک بنائے بغیر بیت الخلاء، پیشاب خانہ کی تعمیر کے کام میں خرچ کرنا صحیح نہیں ہے، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۵۳﴾ مسجد و مدرسہ میں زکوۃ کی رقم دینے سے زکوۃ ادا ہوگی

سوال: مسجد، مدرسہ کے لئے چندہ کی رسید بک چھپوا کر چندہ کیا، اس میں زکوۃ کی رقم زیادہ ہے، اب متولیان اس رقم کو لاؤڈ اسپیکر، بچوں کی کتابیں اور مسلم بھائی کو قرض حسنہ دینے کے کاموں میں استعمال کرنا چاہتے ہیں، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کتاب کے حوالوں کے ساتھ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......زکوۃ، فطرہ کے ادا ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ کسی غریب مستحق مسلمان کو یہ رقم مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دے دی جائے، اس لئے صرف مسجد، مدرسہ میں زکوۃ کی رقم دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، بلکہ اس زکوۃ کی رقم کو کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر اس کے اختیار میں دینا ضروری ہے، پھر وہ اپنی خوش دلی سے یہ رقم مسجد و مدرسہ میں اللہ دے تو پھر اس سے مسجد و مدرسہ کا کوئی بھی کام کرنا درست ہے، یا یہ شخص جس کام کے لئے دے اس میں خرچ کرنا درست ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۵۴﴾ شیعہ کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: ایک عورت شیعہ مذہب کی ہے، اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، اور ساس کی کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس عورت کے پاس کھانے پینے کے روپئے بھی نہیں ہیں، تو اس عورت کو زکوۃ کے روپئے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے من جملہ ایک شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان غریب شخص کو زکوۃ دی جائے، چاہے وہ مسلمان متقی، پرہیزگار ہو یا فاسق، فاجر۔ اگر اس عورت کے عقائد کافر شیعہ مذہب کے عقائد نہ ہوں،

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالی نہ دیتی ہو، حضرت عائشہؓ کو تہمت سے بری سمجھتی ہو، حضرت علیؓ کو نبی نہ مانتی ہو، صرف تمام صحابہ میں افضل سمجھتی ہو، تو ایسی عورت مسلمان ہے، البتہ فاسق ہے، اسے زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (شامی، کفایت المفتی)

﴿۱۴۵۵﴾ اپنی حقیقی بیٹی کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: میرے پاس زکوۃ اور سود کی کچھ رقم ہے، اور میری ایک لڑکی کی شادی ہو چکی ہے، وہ اپنے سسرال رہتی ہے، اور سسرال سے زکوۃ لینے آئی تھی، اور کہا کہ ہم قرضدار ہیں تو ہمیں زکوۃ دو، تو پوچھنا یہ ہے کہ اپنی بیٹی کو زکوۃ یا سود کی رقم دے سکتے ہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں اپنی حقیقی بیٹی کو چاہے وہ غریب ہو، اور شادی شدہ ہو، زکوۃ یا سود کے روپے دینا جائز نہیں ہے، اس لئے اپنی بیٹی کو یہ رقم دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ داماد اگر مستحق ہو تو اسے بلا تردد دے سکتے ہیں۔ (شامی:۲)

﴿۱۴۵۶﴾ بھائی -- بہن اور ان کی اولاد کو زکوۃ دینا

سوال: ایک شخص کی حقیقی بہن اور اس کی بھتیجی اور ایک بھانجی اور ان کا گھرانہ مالی تنگی میں ہے، کیا زکوۃ یا سود کی رقم بہن، بھتیجی اور بھانجی کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان کی دوا، پانی یا خوشی وغمی کے موقع پر ضرورت کی چیز خرید کر انہیں دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حقیقی بھائی، بہن یا ان کی اولاد اگر نصاب کے برابر مال کے مالک نہ ہوں، اور زکوۃ کے مستحق ہوں تو انہیں زکوۃ یا سود کی رقم دے سکتے ہیں، بلکہ حدیث شریف کی تعلیم کے مطابق رشتہ داروں کو دینے میں صلہ رحمی اور ادائے فرض کا دہرا

ثواب ملے گا، اس لئے بہن، بھتیجی، بھانجی کو یہ رقم مالک بنا کر ان کے اختیار میں دینی چاہئے، پھر وہ اپنی ضروریات میں جس طرح چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۵۷﴾ جس کے پاس چھ سات تولہ سونا ہو وہ زکوۃ لے سکتا ہے؟

سوال: میرے پاس چھ سات تولہ سونا ہے، اور دو تین بیگہ کھیتی کی زمین ہے، میرے سات لڑکے ہیں، اور جب کام ملتا ہے تو روزانہ کام کرتا ہوں، اب گرانی بھی بہت بڑھ گئی ہے، اور گذر و بسر میں تنگی پڑتی ہے، تو ان حالات میں میں زکوۃ لے سکتا ہوں؟ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا کہ میرے پاس سات تولہ سونا ہے، وہ سب سونا میں اپنے لڑکوں میں برابر حصہ سے تقسیم کر دوں، اور انہیں اس کا مالک بنا دوں، تو میں آج کی گرانی کے تحت حالات میں زکوۃ، سود وغیرہ لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:.....صورت مسئولہ میں سونے کا نصاب مکمل نہیں ہے، اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، لیکن اتنی مقدار میں سونا پاس میں موجود ہوتے ہوئے آپ کے لئے زکوۃ مانگنا مناسب نہیں ہے، بغیر مطالبہ کے کوئی آپ کو زکوۃ دے تو لینا اور استعمال کرنا درست ہے، اور اگر آپ یہ سونا اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیں، اور انہیں اس کا مالک بنا دیں تو ضرورت پڑنے پر زکوۃ دوسروں سے مانگ بھی سکتے ہیں۔ (شامی:۲)

﴿۱۴۵۸﴾ زکوۃ کی رقم تھوڑی تھوڑی سب میں تقسیم کرنا

سوال: بیرون سے زکوۃ کی ایک معتد بہ رقم میرے پاس غرباء میں تقسیم کرنے کے لئے آتی ہے، تو میں یہ روپئے تھوڑے تھوڑے چند غرباء میں تقسیم کروں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً: دو سو یا تین سو روپئے آئے ہوں ان میں سے کسی غریب کو ۲۰ روپئے کسی بیوہ کو ۲۵

روپے یا سب کو ۱۵، ۱۵ روپے تقسیم کروں تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ جواب باصواب سے نواز کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ......زکوۃ کی رقم بھیجنے والے نے غرباء یا بیوہ کی تعداد مقرر نہ کی ہو تو کم وزیادہ افراد میں زکوۃ کی رقم تھوڑی تھوڑی تقسیم کرنا درست ہے۔

﴿۱۴۵۹﴾ نابالغ بچہ کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ کے روپے کتنی عمر کے لڑکے کو دے سکتے ہیں؟ اور کتنی عمر سے کم لڑکے کو نہیں دے سکتے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ......زکوۃ کے روپے بالغ، نابالغ ہر عمر کے بچوں کو دے سکتے ہیں، صرف یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ غریب محتاج اور مسلمان ہوں، اور نابالغ کے لئے اس کے والد کا بھی غریب ہونا ضروری ہے، تبھی زکوۃ ادا ہوگی، اس لئے کہ صغیر السن بچے ان کے والد کے مالدار ہونے سے وہ بھی حکماً مالدار سمجھے جاتے ہیں۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۱۴۶۰﴾ مطلقہ بے روزگار عورت کے پاس نصاب کے برابر مال ہو تو کیا اسے زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: ایک لڑکی مطلقہ ہے، اور اس کے والدین بچپن ہی میں گزر گئے تھے، اس کے پاس مال، جائداد کچھ نہیں ہے، صرف ایک سونے کا ہار دو تولہ کا ہے، اور بالیاں پونے تولہ کی اور چاندی کی انگوٹھی اور نقد سو دو سو روپے ہیں، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زائد مال ہے، اس کی پرورش، خرچہ اس کے بڑے چچا کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس لڑکی کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟ فقہ وسنت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس عورت کے پاس حوائج اصلیہ سے زائد نصاب کے برابر مال ہے، اس لئے وہ شرعاً مالدار ہے، اس لئے اس عورت کو زکوۃ دینا صحیح نہیں ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۶۱﴾ کیا نابالغ بچہ کو زکوۃ دے کر واپس لے لینے سے زکوۃ ادا ہوگی؟

سوال: ایک شخص کے پاس زکوۃ کی رقم ہے، وہ شخص ایک تھیلی میں زکوۃ کے روپے رکھ کر ایک نابالغ لڑکے کو دیتا ہے، اور کچھ دیر بعد اس لڑکے سے واپس لے لیتا ہے، اور خود خرچ کرتا ہے، تو کیا اس کی زکوۃ ادا ہوئی؟ اگر نہیں ہوئی تو کس قاعدہ سے زکوۃ ادا نہیں ہوئی؟ اور زکوۃ کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ اصول فقہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ صورت واضح نہیں ہے، پھر بھی اصول فقہ کی روشنی میں جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس زکوۃ کی رقم ہے تو ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے کسی غریب مسلمان کو مالک بنا کر یہ رقم اس کے قبضہ میں دے دینا ضروری ہے، تبھی زکوۃ ادا ہوگی۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی کے پاس نصاب کے برابر مال ہو تو وہ مالدار کہلائے گا، اور اگر نصاب کے برابر مال نہ ہو، لیکن اس کے والدین یا ولی کے پاس نصاب کے برابر مال ہو تو بھی وہ نابالغ مالدار کے حکم میں ہے۔

اور اگر وہ نابالغ غریب کے حکم میں ہو، اور اسے تھوڑی دیر کے لئے زکوۃ کے روپے دے کر واپس لے لئے جائیں تو چونکہ زکوۃ کے روپیوں کا اسے مالک نہیں بنایا تھا اس لئے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دے دئے تھے، تو مالک بناتے ہی زکوۃ

دینے والے کی زکوۃ ادا ہوگئی، اور نابالغ کے مالک بن جانے کی وجہ سے نابالغ کی اجازت ہو یا نہ ہو کسی دوسرے کے لئے وہ رقم استعمال کرنا یا اس سے بخشش لینا جائز نہیں ہے۔ (درمختار:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۲﴾ کیا ماموں اور سوتیلی نانی کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

سوال: ایک عورت کے پاس زکوۃ کی کچھ رقم ہے، اور وہ عورت یہ زکوۃ کی رقم اپنے ماموں اور کچھ رقم اپنی سوتیلی نانی کو دینا چاہتی ہے، اس کی حقیقی نانی کے انتقال کے بعد اس کے نانا نے دوسری عورت سے شادی کی تھی، اور وہ سوتیلی نانی ہے، اور نانا کا انتقال ہو چکا ہے، تو وہ عورت اپنے ماموں اور سوتیلی نانی کو زکوۃ کی رقم دے سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ عورت اپنے ماموں اور اپنی سوتیلی نانی کو اگر وہ زکوۃ کے مستحق ہوں تو زکوۃ کی رقم دے سکتی ہے، بلکہ رشتہ داروں کو دینے میں صلہ رحمی بھی ہے، اس لئے دہرا اجر ملے گا۔ (طحطاوی، شرح مراقی الفلاح:۴۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۳﴾ سید کو زکوۃ دینا درست نہیں ہے۔

سوال: ایک لڑکا یتیم ہے، لیکن اس نے کہا کہ میرے لئے تم سے زکوۃ وفطرہ لینا حرام ہے، تو اس لڑکے کو زکوۃ اور فطرہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وہ یتیم لڑکا اگر غریب اور مستحق زکوۃ ہے، تو اسے زکوۃ اور فطرہ دینا جائز ہے، اس لڑکے نے زکوۃ لینا حرام کیوں کہا؟ سوال میں اس کی وضاحت موجود نہیں ہے، کیا وہ سید ہے؟ یا مالدار ہے؟ اگر ایسا ہو تو اسے زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۳۶۴﴾ مقروض کا زکوۃ مانگنا، اور اسے زکوۃ دینا

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! میں سورت میں اپنے تین بچوں اور بیوی کے ساتھ اپنے والد صاحب کے مکان میں اپنے بھائی اور اس کے گھر والوں کے ساتھ رہتا ہوں، تینوں بچے اسکول جاتے ہیں، میرے کھانے پینے کپڑے وغیرہ کا خرچ میرے والد صاحب اور بھائی اٹھاتے ہیں، کسی مہینہ میں کچھ رقم میرے پاس آتی ہے تو میں بھی دے دیتا ہوں، فی الحال میری جو آمدنی ہے اس سے میرا اور میرے گھر کا خرچ نہیں نکل سکتا، پچھلے سالوں میں مجھے تجارت میں بہت بڑا گھاٹا ہو گیا، تقریباً ۴۰ لاکھ روپئے کا نقصان ہو گیا، اور اس تجارت میں میں نے دوسروں کی امانتیں بھی ضائع کر دیں، اور میرے پاس کچھ نہیں ہے، میرے بال بچوں کے لئے بھی بہت سی مرتبہ مجھے قرض لینا پڑتا ہے، میرے پاس کوئی جائداد، رقم یا زیورات وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے، فی الحال میں شیئرز کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہوں، لیکن میری آمدنی میرے خود کے گذر اور بسر کے لئے بھی ناکافی ہے، کبھی دو تین مہینہ میں کچھ رقم ملتی ہے، تو اس میں سے خرچ کے لئے لیا ہوا قرض ادا کرتا ہوں تو بہت کم رقم بچتی ہے، اور دوسری طرف میرے اوپر بہت بڑا قرضہ ہے، اس بچی ہوئی رقم سے قرض ادا کرنے میں طویل عرصہ گزر جائے گا، اور سرمایہ داروں کی طرف سے بھی وصولی کے لئے بہت سخت دباؤ ہے، میرے کئے ہوئے گناہوں پر میں بہت نادم ہوں، میں نے توبہ بھی کی ہے، اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری آخرت میں کتنی بڑی ہے، مجھے اس کا بھی احساس ہو چکا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے کچھ سوالات کے جوابات درکار ہیں......

(۱) کیا میں زکوۃ کا مستحق ہوں؟ (۲) اگر جواب ہاں میں ہے، تو میں اس زکوۃ کی رقم سے

اپنا قرض ادا کرسکتا ہوں؟ (۳) جن لوگوں کا مجھ پر قرض ہے، ان سے زکوۃ کی رقم لے کر، ان کو قرض کے طور پر واپس کردوں، تو کیا یہ جائز ہے؟ (۴) اس صورت میں زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

مجھے قرض سے بری ہونے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی، اس لئے اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو، تو برائے کرم ان سوالات کے جواب جلد از جلد دینے کی گزارش ہے، تا کہ رمضان کے مہینہ میں میں یہ فتویٰ صاحب زکوۃ کو پڑھا سکوں، اور کچھ راحت حاصل کر سکوں۔ جزاکم اللہ فی الدارین۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... آپ کے لکھنے کے مطابق آپ کے پاس سونا چاندی نہیں ہے، اور نقد رقم بھی نہیں ہیں، اور اندازاً چالیس لاکھ روپیوں کا قرض ہے، تو آپ شرعاً غریب اور محتاج کے حکم میں ہیں، اس لئے آپ زکوۃ کے مستحق ہیں، اور آپ کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ اور آپ زکوۃ لے کر اس کے مالک بن کر اس رقم سے قرض ادا کرنا چاہو تو قرض بھی ادا کر سکتے ہو، جو بھائی آپ کو زکوۃ دے تو زکوۃ کی رقم پر قبضہ کرتے ہی، اس بھائی کی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور وہ روپئے آپ کی ملکیت ہو گئے، پھر اگر اسی شخص کے آپ مقروض ہیں تو اسی شخص کو زکوۃ کی رقم اپنے قرض کی ادائے گی میں دے دینے سے قرض بھی ادا ہو جائے گا، اور لینے والے کے لئے بھی وہ رقم جائز اور حلال کہلائے گی، اور آپ کے لئے بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔ (شامی، وغیرہ)

لوگوں کے حقوق اور قرض کی ادائے گی کی ذمہ داری کا آپ کو احساس ہے، اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے کی آپ کی نیت بھی ہے، تو حدیث شریف کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا، اور انشاء اللہ قرض ادا ہو جائے گا، اور اس پریشانی کے بعد آپ پر آسانی اور

راحت بھی آئے گی، اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں:ان مع العسر یسراً۔ بیشک تنگی کے بعد آسانی آتی ہے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کا اللہ تعالیٰ امتحان لیتے ہیں، اور پھر کامیابی سے نوازتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہوئے سچی توبہ کر کے صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ ادائے قرض کے لئے ابوداؤد شریف میں ایک مسنون دعا بتلائی گئی ہے، جو یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْھَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَ الْكَسَلِ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْبُخْلِ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ۔ اَللّٰھُمَّ اكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

روزانہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد سات سات مرتبہ اول اخیر درود شریف پڑھ کر درمیان میں سات مرتبہ یہ دعا پڑھا کریں، انشاء اللہ، بہت فائدہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۶۵﴾ مقروض کسانوں کو زکوۃ دینا

سوال: آج کے دور میں صرف گجرات ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم میں سودی ادارے چلتے ہیں، زراعت پیشہ لوگ سالوں سے سرکاری اداروں سے سودی لین دین کر کے اپنا کام چلا رہے ہیں، کچھ صاحب خیر حضرات ان اداروں کو سود سے پاک کرنا چاہتے ہیں، اور کسانوں کے لئے راحت کرنا چاہتے ہیں، جس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ صاحب مال اپنی اور دوسرے بھائیوں سے زکوۃ جمع کر کے ادارہ کے کارکن کو یا جن پر اعتماد ہو انہیں دیں، اور وہ کارکن یا معتمد آدمی وہ زکوۃ مقروض کسان کو دے، اور کسان اس سے اپنا قرض ادا کر دے۔

اس تفصیل کی روشنی میں کچھ سوالات کے جوابات درکار ہیں، امید ہے کہ آنجناب اپنے قیمتی وقت سے کچھ وقت نکال کر اس مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

(۱) بہت سے کسان قرض میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں، کوئی تین ہزار کا، کوئی پانچ ہزار کا مقروض ہے، ان کسانوں کو زکوۃ کی رقم کا مالک بنادیا جائے، اور وہ اسی جگہ کھڑے کھڑے ادارہ کو اپنے قرض کی ادائے گی میں وہ رقم واپس کردیں، تو کیا اس سے زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا ہو جائے گی؟ اور کیا ان کا اس طرح قرض سے سبکدوش ہونا صحیح ہے؟

(۲) ایک غریب شخص کو نصاب کی قیمت کا تین گنا روپیہ دیا جائے، مثلاً: ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ۶۰۰ روپئے ہے، اور مقروض پر ۱۸۰۰ روپئے قرض کے ہیں، تو اسے تین نصابوں برابر روپئے دینا یا ۳۶۰۰ روپئے کے مقروض کو چھ نصابوں کے برابر روپئے دئے جائیں، تو کیسا ہے؟ کیا اس طرح نصاب سے زیادہ رقم دینا درست ہے؟

(۳) کچھ کسان دکان چلانے کے لئے، زمین میں اضافہ اور مکانات کی تعمیر میں روپئے خرچ کرتے ہیں، اور خود کو مقروض بتاتے ہیں، تو کیا انہیں زکوۃ دینا جائز ہے؟

(۴) صاحب مال اگر یہ شرط لگائے کہ یہ رقم اس طرح کسانوں کو دی جائے کہ اس سے میری زکوۃ ادا ہو جائے، لیکن کارکنان نے زکوۃ کے روپئے سوال نمبر:۳ میں مذکور شخص کو جان بوجھ کر دئے، تو صاحب مال کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اور اگر زکوۃ ادا نہیں ہوئی، تو اس کا گناہ کس کے سر رہے گا؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: یہ تمام سوالات مسلمان کسانوں کے متعلق پوچھے گئے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا جواب

(۱) مقروض کو زکوۃ میں اتنی رقم دینا جائز ہے، جس سے وہ اپنے قرض سے سبکدوش ہوسکے،

اور بعد ادائے قرض اس کے پاس نصاب کے بقدر مال باقی نہ رہے، اتنی رقم دینے میں کچھ حرج نہیں، اور اس سے صاحب مال کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی۔

مقروض زکوۃ پر قبضہ کر کے اس کا مالک بن جائے، اور پھر وہ رقم اپنے قرض میں واپس دے تو زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی، اور قرض بھی ادا ہو جائے گا۔

(۲) یہ بھی جائز ہے۔ (۳) حوائج اصلیہ کے علاوہ کوئی چیز نصاب کے برابر قیمت کی ان کے پاس نہ ہو، اور نہ ہی کسی نصاب کے مالک ہوں، یا ان کے پاس موجود مال کو قرض محیط ہو، تو وہ زکوۃ کے مستحق ہیں۔ (۴) وکیل امانتدار ہوتا ہے، مؤکل کے ارشاد کے خلاف عمل کرنے کا اس کو حق نہیں ہے، مخالفت کی صورت میں وکیل ضامن ہوگا، اور زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مظاہر العلوم کے مفتی حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب کا جواب

(۱) اگر مقروض کسان سید نہ ہو، اور اسے زکوۃ کی رقم کا مالک بنا دیا جائے، تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، پھر وہ خود قرض خواہ ادارہ کو قرض میں وہ رقم دے دے، یا قرض خواہ جبراً اس سے وصول کر لے، ہر حالت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (۲) نصاب سے زیادہ رقم دینا مکروہ ہے، البتہ زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ (۳) صاحب نصاب نے جن کسانوں کو زکوۃ کی رقم دینے کا وکیل بنایا ہے، وہ وکیل کسی دوسرے کو وکیل بنا دیں، مثلاً: کسانوں کے کسی سربراہ کو وکیل بنا دیں اور وہ سربراہ زکوۃ کی رقم کسانوں تک پہنچا دے، تو اس سے بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور وکیل اول کے لئے ایسا کرنا جائز بھی ہے، البتہ زکوۃ کی رقم کا مستحق کے قبضہ میں جانا ہر حالت میں ضروری ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی گجرات حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کا جواب

(۱) صاحب نصاب تونگر شخص اگر مزید تونگری کے لئے قرض لیتا ہے، تو ایسے قرضداروں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ جو کسان غریب ہو، اور قرض ادا کرنے کے لئے زیور یا زائد از حاجت اصلی زمین یا مکان یا سامان نہ ہو، کہ اسے فروخت کر کے قرض ادا کیا جا سکے، ایسا کسان زکوٰۃ کا مستحق ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ طریقہ سے زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۲) زکوٰۃ کے مستحق قرضدار کو اتنی رقم دی جا سکتی ہے کہ وہ اپنا قرض ادا کرنے کے بعد صاحب نصاب نہ بن جائے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

و یکره ان یؤت الفقیر اکثر من مئتی درهم، و ان اعطاه جاز عندنا، هذا اذا لم یکن الفقیر مدیوناً، فالدفع الیه مقدارها، لو قضا به دینه لا یبقی له شیء او یبقی دون المئتین، لاباس به۔ الخ

(۳) اگر وہ شخص صاحب نصاب ہے تو جائز نہیں ہے۔ (۴) کسان صاحب نصاب ہے، اور زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے، یہ معلوم ہونے کے باوجود اسے زکوٰۃ کی رقم دی جائے گی، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور جان بوجھ کر دینے کی وجہ سے کارکنان ماخوذ ہوں گے۔

دارالعلوم اشرفیہ کے مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب کا جواب

جو زراعت پیشہ حضرات حوائج اصلیہ کے پورا کرنے میں مقروض ہو گئے ہوں، جائداد، دولت میں ترقی کے لئے نہیں، وہ زکوٰۃ کے حقدار ہیں، انہیں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، ایک ہاتھ سے لے کر دوسرے ہاتھ سے ادارہ کا قرض ادا کر دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں آئے گا، حوائج اصلیہ کے علاوہ جائداد میں اضافہ کے لئے

قرض لینے والے مثلاً فی زمانناترقی زراعت اسکیم سے فائدہ اٹھانے کے لئے کسان حضرات لون (قرض) لیتے ہیں، انہیں زکوۃ دینا درست نہیں ہے۔ (شامی، امداد الفتاویٰ)

(۳) فقیر کو نصاب کے برابر یا اس سے زائد مال دینا مکروہ ہے، نصاب سے کم دینا چاہئے، البتہ حوائج اصلیہ کے پورا کرنے کے لئے قرض لیا ہوا یسے قرضدار کو اتنی رقم زکوۃ میں دے سکتے ہیں، جس سے وہ اپنے قرض سے سبکدوش ہوسکے، چاہے نصاب سے زائد ہو۔ (عالمگیری، علم الفقہ) (۴) زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا گناہ وکیل کے سر ہوگا، وکیل پر ضمان آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دارالعلوم فلاح دارین کے مفتی حضرت مولانا مفتی احمد بیات صاحب کا جواب

(۱) زکوۃ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکال کر غریب، مستحق زکوۃ کے قبضہ میں اس طرح دینا ہے کہ اس پر سے صاحب مال کا مکمل اختیار ختم ہو جائے، اور وہ اس غریب کی ملکیت میں داخل ہوجائے، اور یہ دینا محض رضائے الٰہی کی غرض سے ہو۔ (مراقی الفلاح: ۳۹۰، مجمع الانہر: ۱/۱۹۲، شامی: ۲/۶)۔ اور ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے زکوۃ ادا کرتے وقت زکوۃ کی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے، چاہے مستحق کو زکوۃ دیتے وقت زکوۃ کی نیت سے دے، یا اپنے مال سے زکوۃ کے نام سے کچھ رقم جدا کر کے رکھتے وقت زکوۃ کی نیت کی، اور پھر اسی مال سے غرباء کو دیتا گیا، تو بھی زکوۃ ادا ہوگئی۔ (مجمع الانہر: ۱/۱۹۵، ۱۹۶، مراقی الفلاح: ۳۹۰، شامی: ۲/۱۱)

ایک شخص زکوۃ کا حقدار ہے، اس کو بنام قرض یا ہبہ زکوۃ دی جائے، اس لئے کہ اگر زکوۃ کے

نام سے اسے یہ رقم دیں گے تو وہ نہیں لے گا، تو ایسی صورت میں زکوۃ دیتے وقت صاحب مال نے دل میں زکوۃ کی نیت کی اور زبان سے کہا کہ یہ بخشش ہے، تو بھی زکوۃ ادا ہوگئی، ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے مستحق کے علم میں اس رقم کا زکوۃ ہونا ضروری نہیں۔ (مراقی الفلاح: ۳۹۱)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں زکوۃ کے حقداروں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی شخص نے اپنے بال بچوں کی ذمہ داری پورا کرنے یا گاؤں میں لڑائی جھگڑے کو ختم کرنے یا دو گروہ میں صلح کرانے کے لئے رقم خرچ کی، اور اس میں وہ مقروض ہوگیا، اور اس کے پاس اس کے قرض سے سبکدوش ہونے کے لئے رقم نہیں ہے، تو وہ شخص زکوۃ کا حقدار ہے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ فقیر مسکین کو دینے سے ایسے مقروض کو دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ (مجمع الانہر: ۱/۲۲۱، در مختار مع الشامی: ۲/۶۱) قرضدار کو دینے میں ثواب زیادہ ہے۔ (مراقی الفلاح: ۳۳۹) فقیر مسکین سے زیادہ قرضدار کو دینے میں ثواب ہے۔ (عالمگیری: ۱/۱۵۰)۔

جب کسان قرض میں غرق ہے، اور سودی قرض لے کر اپنی ضرورتیں پوری کر رہا ہے، اور سود در سود کا سلسلہ چلتا ہے، مثلاً: نقد پر سود، پھر کسان نے مونگ پھلی ادارہ کو دی تو پیشگی کی رقم پر سود، روئی ڈالی تو اس کی پیشگی پر سود، ان حالات میں کسانوں کی مدد کرنا اور انہیں زکوۃ دینا بہت ثواب کا کام ہے، اور اس سے کسان کے لئے سود جیسے ملعون گناہ سے بچنا آسان ہوگا۔

بیرون ملک رہنے والے بھائی یہاں اپنے ملک میں زکوۃ بھیجیں گے تو یہاں رشتہ داری کا تعلق بھی ہے، تو صلہ رحمی اور اچھے سلوک کا بھی ثواب ملے گا، زکوۃ صدقات، منت کے مال کے اول مستحق اپنے بھائی، بہن اور ان کی اولاد ہے، پھر چچا اور پھوپھی اور ان کی اولاد، پھر ماموں، خالہ اور ان کی اولاد، پھر ذوی الارحام پھر پڑوسی ہے۔ اس لئے ان رشتہ داروں کو

زکوۃ دینے سے صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا۔ (عالمگیری: ۱/۱۵۱، مراقی الفلاح: ۳۹۴) بعض علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اقرباء میں کوئی محتاج مستحق زکوۃ موجود ہے، تو اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو زکوۃ دینے سے زکوۃ قبول نہیں ہوگی۔ (مجمع الانہر: ۱/۲۲۶)

ان حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مالدار صاحب زکوۃ شخص اپنے معتمد کارکن کو زکوۃ کی رقم دے کر وکیل بنادے، اور وہ معتمد غریب کسان کو وہ زکوۃ کی رقم دے، تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور جس قرضدار کے پاس اپنے قرض کو ادا کرنے کے لئے رقم نہ ہو وہ زکوۃ کا حقدار ہے۔

اس لئے بیرون رہائش رکھنے والے وہ بھائی جو اپنے گاؤں، خاندان، قبیلہ کے لئے اس طرح کی مدد کرنا چاہتے ہیں، وہ بہت ہی ثواب کا کام ہے، اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی مدد کرتے ہیں۔ (الحدیث) اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مدد کی فکر میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کو دور کر دیتے ہیں۔ (الحدیث)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قیامت کے دن کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے چھوٹنا چاہتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ فقراء کی فکروں اور تکلیفوں کو دور کرے۔ (مسلم شریف)۔

خلاصہ یہ کہ مقروض کسان کی مدد کرنا بہت ہی ثواب کا کام ہے، اور زکوۃ دہندگان کی زکوۃ بلا تردد ادا ہو جائے گی۔

(۲) مقروض کو اس کے قرض کی مقدار کے برابر پانچ دس ہزار روپیہ زکوۃ میں دینا جائز ہے، ۳۶۰۰ روپئے چاندی کا نصاب ہے، لیکن اگر اتنی رقم کا اس پر قرض ہو تو اتنی رقم دینا جائز ہے، البتہ قرض سے سبکدوش ہونے پر اتنا مال نہ بچے جو نصاب کے برابر ہو، مثلاً کسی پر

چار ہزار روپیہ قرض ہے، تو اس شخص کو ۴۶۰۰ روپیہ نہیں دینے چاہئے کہ ۴۰۰۰ روپے قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس ۶۰۰ روپیہ نصاب کے برابر مال بچ جائے۔ (مراقی الفلاح: ۳۹۳، عالمگیری: ۱۶۱)

البتہ اگر کوئی شخص اپنے رشتہ دار وغیرہ کی زیادہ مدد کرنا چاہے تو اس شخص کے لڑکے یا گھر کے دوسرے افراد کے ہاتھ میں جو مستحق زکوۃ ہوں تھوڑی تھوڑی اور رقم رکھ دے، پھر چاہے مجموعی رقم نصاب سے زائد کیوں نہ بنتی ہو، اس طرح دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)۔

بعض علماء کے قول کے مطابق کسی فقیر کو جس کی کفالت میں دو تین لڑکے لڑکیاں ہوں، اس کو دو تین نصاب کے برابر مال دینا کہ اس کے گھر کے تمام افراد پر یکساں تقسیم کرنے پر کسی کے پاس بھی نصاب کے برابر مال نہ بچے جائز اور درست ہے۔ (درمختار، شامی: ۶۸/۲)

لہذا صورت مسئولہ میں ایک نصاب سے زائد رقم دینا درست ہے۔

(۳) جو شخص سونے یا چاندی کے نصاب کا مالک ہو، اسے زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، روپے، چاندی، سونا یا تجارت کا مال نصاب کے برابر ہو یا ضرورت اصلی کے علاوہ کی کوئی چیز (جو سال میں ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں ہوتی) نصاب کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے شخص کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح: ۳۴۹، مجمع الانہر: ۲۲۳/۱)

کسی کے پاس دو مکان ہیں، ایک میں رہائش رکھتا ہے، اور دوسرا فاضل ہے، تو اس کی قیمت دیکھ لی جائے، اگر نصاب کی قیمت کو پہونچ جاتی ہے، تو اسے زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر یہ مکان کرایہ پر دیا ہو، اور اس مکان کے کرایہ سے اس کا خرچ پورا ہوتا ہو، بغیر اس کرایہ کے اس کا خرچ پورا ہونا مشکل ہو، تو یہ مکان حاجت اصلی میں داخل ہے، یا مکان کی قیمت نصاب کے برابر کی نہ ہو تو ایسے شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ (مجمع الانہر: ۲۲۳/۱)۔

آلات زراعت نیز ضروری مال وسامان جو سال میں ایک مرتبہ ہی استعمال ہوتے ہیں وہ ضرورت میں داخل ہیں، ان کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا۔ (مجمع الانہر: ۲۲۲/۱)۔

مالداری کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ مالداری جس پر زکوۃ فرض ہو جاتی ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے زکوۃ لینا اور مانگنا دونوں حرام ہیں۔ (۲) وہ مالداری جس پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی، البتہ صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہے۔ جس شخص کے پاس نقدی، یا سونا چاندی نصاب کے برابر نہیں ہے، البتہ گھر میں فرنیچر، آرائش کی چیزیں، ایسے کپڑے اور مکان اور سامان جو سال میں ایک مرتبہ بھی استعمال میں نہیں آتے، اور ان کی قیمت نصاب کو پہونچ جاتی ہے تو اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے، البتہ زکوۃ واجب نہیں۔ اور ایسے شخص کے لئے بھی زکوۃ لینا یا مانگنا حرام ہے۔ (۳) جس شخص کے پاس ایک دن اور رات کا کھانا پینا ہو، اور بدن چھپانے کے لئے ٹھنڈی، یا گرمی کے کپڑے ہوں، تو اس شخص کے لئے سوال کرنا حرام ہے، لیکن ایسے شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ (مجمع الانہر: ۱، شامی: ۶۹/۲) البتہ اس تیسری قسم کے طالب علم یا مجاہد کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔ (شامی، عالمگیری، مجمع الانہر)

اس تفصیل کے بعد یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اگر کوئی شخص مالداری بڑھانے کے لئے قرض لیتا ہے، تو اس کے لئے زکوۃ لینا حرام ہے۔ البتہ کسی کا گذر بسر ۱۵ سے ۲۰ بیگھہ زمین میں نہیں ہوتا، اور گھر میں زیب وزینت کا سامان یا فرنیچر وغیرہ بھی نہیں ہے، اور بال بچوں کے گذر وبسر کے لئے قرض لے کر زیادہ زمین خریدی ہوتا کہ آمدنی زیادہ ہو، تو اس کے لئے زکوۃ لینا جائز ہے۔

(۴) صاحب مال یا اس کے وکیل کے لئے ضروری ہے کہ صحیح حقداروں تک زکوۃ کی رقم

پہنچائے، وکیل نے کسی کسان کو حقدار یقین کیا، اور اسے زکوۃ دے دی، پھر معلوم ہوا کہ وہ کسان زکوۃ کا حقدار نہیں تھا، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوۃ ادا ہو جائے گی۔
(عالمگیری: ۱۵۱، درمختار مع الشامی: ۲/۶۸، مجمع الانہر: ۲۲۵)

البتہ صاحب مال یا اس کے وکیل کو یہ یقین ہو کہ یہ زکوۃ کا حقدار نہیں ہے، اور اسے زکوۃ دے دی، تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور پوری ذمہ داری وکیل کے سر رہے گی۔ (شامی: ۲/۶۷)
اس لئے کارکنان کے لئے ضروری ہے کہ پوری تحقیق کرنے کے بعد بہت احتیاط سے کام کریں، جواب نمبر: ۳۰ میں زیادہ تفصیل آگئی ہے، اس لئے کارکنان کے لئے ضروری ہے کہ صاحب مال جس شرائط کے ساتھ زکوۃ دینے کے لئے کہیں ان کی مکمل رعایت کریں، ان شرائط کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، اور غیر مستحق کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور پوری ذمہ داری کارکنان کے سر رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۶۶﴾ کیا صدقہ کا گوشت مالدار کھا سکتے ہیں؟

سوال: ایک مالدار شخص گائے کا صدقہ کرتا ہے، اور یہ نیت کرتا ہے کہ مالدار، غریب سب کھا سکتے ہیں، تو صورت مسئولہ میں صدقہ کون کھا سکتا ہے، اور صدقہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو شخص اپنے مال میں سے کوئی بھی چیز اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے اللہ کی مخلوق کو دے اور اس پر سے اپنی ملکیت ختم کر دے، تو اسے صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) صدقات نافلہ (۲) صدقات واجبہ

(۱)صدقات نافلہ: غریب محتاج، غیر مسلم اور مالدار بھی کھا سکتا ہے، غیر مسلم اور مالدار کو دینے میں ثواب کم ملے گا، جب کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق مالدار کو دی گئی یا کھلائی گئی چیز صدقہ نہیں رہتی، بلکہ بخشش اور ہدیہ بن جاتی ہے۔(۲)صدقات واجبہ: صرف غریب، محتاج اور مسلمان کو ہی دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۶۷﴾ زکوۃ میں روپیوں کے بجائے کوئی دوسری چیز دینا

سوال: زکوۃ میں روپیوں کے بجائے کوئی دوسری چیز دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......زکوۃ، صدقات وغیرہ میں جو چیز واجب ہوئی ہو، ان کے بجائے ان کی قیمت کے برابر نقد یا کوئی اور چیز مستحق کو دینا بھی درست ہے۔(ہدایہ:۱، حسامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۶۸﴾ جس بچہ کی ماں یا باپ مسلمان نہ ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: مشترک کلچر کے گھرانوں کے بچے، جن کے ماں یا باپ مسلمان نہ ہوں اور وہ خود کو مسلمان کہتے ہیں، کبھی پوجا وغیرہ میں بھی شرکت کرتے ہیں، اگر وہ زکوۃ دیں تو کیا اسے زکوۃ مانا جائے؟ یا اسے مد تعاون میں شمار کر کے عمومی مصرف پر صرف کیا جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:......مشترک کلچر کے لوگ جن میں کوئی ماں یا باپ مسلمان ہو تو ''الولد تابع لخیر دین الابوین '' کی وجہ سے وہ بچے مسلمان مانے جائیں گے، بالغ ہونے کے بعد ان کے پاس مال ہو، تو ان پر زکوۃ وغیرہ بھی واجب ہوگی، دوسری صورت میں وہ لوگ جو بالغ ہونے کے بعد اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہ بھی مسلمان ہی سمجھے جائیں گے، کیونکہ ظاہری طور پر وہ ایمان کا اقرار کر رہے ہیں، اور وہ زکوۃ کی رقم کہہ کر

دے رہے ہیں، تو اس کو لینا بھی درست ہے، اور بعد زکوۃ خرچ کرنا بھی لازم ہے۔

﴿۱۴۶۹﴾ مستحق کو چیز سے صرف فائدہ اٹھانے کا حق دیا جائے تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

سوال: کسی مستحق زکوۃ شخص کو آلہ تجارت دینے کے بجائے زکوۃ فنڈ سے (کوئی سلائی سینٹر یا ڈرائیونگ سینٹر بنا کر) اس تجارتی سینٹر میں کام پر لگوایا جائے، اور اس سے حاصل شدہ منافع کا مالک بنایا جائے، تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ مثلاً: (۱) رکشا خریدا، اور تین شفٹ میں تین آدمی ڈرائیونگ پر متعین کئے، اور اس وقت میں جو آمدنی موصول ہو اس میں سے مینٹیننس (MAINTAINANCE) نکال کر اسے دیا جائے، اور اسے وہ چیزیں دی جائیں جو عام طور پر بمبئی میں رائج ہیں، اس طرح ہاتھ گاڑی، سلائی مشین وغیرہ یا کوئی صنعتی کارخانہ بنا کر مستحق زکوۃ کو دیا جائے، لیکن از اس مالک نہ بنایا جائے، البتہ اس کے منافع کا وہ حقدار رہے گا تو اس طرح ان چیزوں کے دینے سے زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مستحقین زکوۃ کو مالک بنا کر روپے دینا جائز ہے، اسی طرح مشین، رکشا وغیرہ خرید کر تملیکاً دینا بھی درست ہے، ان چیزوں کو تملیکاً نہ دیا جائے، صرف اس سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا جائے تو اس صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ کما فی ردالمختار فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۷۰﴾ فی زماننا عاملین زکوۃ کو زکوۃ سے تنخواہ دے سکتے ہیں؟

سوال: ہم بمبئی کی سطح پر اجتماعی زکوۃ کا نظم کر رہے ہیں، کیا ہم عاملین زکوۃ کو زکوۃ کی رقم سے تنخواہیں دے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....جن لوگوں پر اپنے مال کی زکوٰۃ فرض ہے، ان سے زکوٰۃ لی جائے اور مستحقین کو ادا کی جائے، جو ان کے لئے بھی مفید ہو اور آسان ہو، بہت اچھا کام ہے، اسلامی حکومت میں بیت المال کا جو طریقہ تھا اس پر عمل کرنا اس وقت اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے مشکل ہے، لیکن صورۃً ایسی صورت پیدا کرنا اور لوگوں کو فائدہ پہونچانا بہت مناسب اور کارِ خیر ہے، لیکن موجودہ فتنہ کے دور میں آگے چل کر احکامات سے تغافل برتا جاتا ہے، خیانت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے بہت بڑا نقصان اور بے عزتی ہوتی ہے، زکوٰۃ والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، ان کا فریضہ باقی رہ جاتا ہے، جو سراسر 'خسر الدنیا و الآخرۃ' کا مصداق ہے، اس کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

اسلامی حکومت کی طرف سے بیت المال کا نظام ہو تو اس میں کام کرنے والے عامل کو زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ لینا جائز اور درست ہے، قرآن پاک اور فقہ کی ہر کتاب میں اس کی تصریح ہے، لیکن ہم نے اپنے طور پر جو ادارہ قائم کیا ہے اس میں زکوٰۃ وصول کرنے والے کو زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ وصول کرنے والا صرف سفیر اور معاون کا درجہ رکھتا ہے، اور عامل حکومت کی طرف سے متعین ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷۱﴾ جو زکوٰۃ لیتا ہو اس کے یہاں کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال: جو شخص زکوٰۃ کا حقدار ہو اور زکوٰۃ لیتا ہو، اور وہ کبھی کھانے پینے، چائے پانی کی دعوت دے تو اس کے یہاں چائے پانی یا کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے بتائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً.....زکوٰۃ لینے والا شخص صحیح معنوں میں زکوٰۃ کا حقدار ہو، اور وہ ان روپیوں سے چائے پانی یا کھانے کی دعوت کرے تو اس کے قبول کرنے میں شرعاً

کوئی حرج نہیں ہے، مالدار ہو یا غریب سب کھا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۷۲﴾ زکوۃ کے روپیوں سے قبرستان کا کمپاؤنڈ بنانا

سوال: ہمارے یہاں قبرستان کے چاروں طرف کمپاؤنڈ کرنے کا ارادہ ہے، تو زکوۃ کے روپیوں سے کمپاؤنڈ کی دیوار بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ کے روپیوں سے قبرستان کا کمپاؤنڈ بنانا جائز نہیں ہے، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، زکوۃ کے روپئے کسی غریب مسلمان کو دے کر مالک بنا دیا جائے، پھر وہ اپنے قبضہ میں لے کر جو کام کرانا چاہے کرا سکتا ہے۔ (شامی، عالمگیری)

﴿۱۴۷۳﴾ کیا وکیل زکوۃ کی رقم پہونچانے پر اجرت لے سکتا ہے؟

سوال: میرے پاس جو رقم آتی ہے، وہ پوری رقم میں بینک معرفت یا پوسٹ سے انڈیا بھیج دیتا ہوں، اس پر صاحب مال سے کوئی خرچ نہیں لیتا ہوں، جو خرچ ہوتا ہے وہ پورا میں اٹھاتا ہوں، لیکن انڈیا پہونچنے کے بعد ہر ایک کے گھر تک پہونچانے میں جو خرچ ہوتا ہے، کیا یہ خرچ زکوۃ کی رقم سے وصول کر سکتے ہیں؟ یا یہ خرچ کسی سے لے سکتے ہیں؟ صاحب مال تو پانچ، پچیس یا سو، دو سو روپیہ زکوۃ میں دے کر بری ہو جاتا ہے، اب یہ پہونچانے کی ذمہ داری ہمارے اوپر آتی ہے، سالوں سے لوگ اسی طرح زکوۃ بھیجتے آرہے ہیں، اور لوگ زکوۃ ہی میں سے خرچ منہا کرتے ہیں، تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ برائے کرم فقہ وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ تب ہی ادا ہوگی جب زکوۃ کی رقم پوری کی پوری کسی مستحق کے قبضہ میں پہونچ جائے، اس لئے مستحق جتنی رقم کا مالک بنے گا، اتنی ہی رقم

کی زکوۃ ادا ہوگی۔ اگر کوئی شخص بذریعہ وکیل زکوۃ کی رقم بھیجے تو مستحق تک پہونچانے میں جو بھی خرچ ہو وہ وکیل للہ اپنی طرف سے دے، یا موکل سے زیادہ کی رقم کا مطالبہ کرے، اس لئے کہ اگر زکوۃ کی رقم ہی میں سے بھیجنے کا خرچ کیا تو جتنا خرچ کیا اتنی رقم کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، بینک یا دوسرے کسی ادارہ سے رقم ارسال کرنے پر ڈرافٹ بنایا یا لیا جاتا ہے، تو مطلوبہ رقم سے زیادہ روپے بنام ارسال خرچ کے دینے پڑتے ہیں ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔

﴿۱۲۷۴﴾ شیئرز کی زکوۃ نکالنے کا طریقہ

سوال: شیئرز کی زکوۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟ شیئرز کی مارکیٹ ویلیو پر زکوۃ واجب ہوگی؟ یا ڈیویڈنٹ (Dividend) پر زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شیئرز پر بھی زکوۃ فرض ہے، اور جس دن زکوۃ کا سال ختم ہوتا ہو اس دن اس شیئرز کی جو قیمت ہو اس قیمت کے اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً: ایک شیئرز دس روپیہ کا ہے، لیکن اس دن بازار میں اس کا نرخ ۵۰۰ روپے ہے، تو ۵۰۰ روپئے پر زکوۃ فرض ہوگی، اصل قیمت یا ڈیویڈنٹ کی قیمت کے اعتبار سے زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۷۵﴾ صدقۂ فطر میں نقد روپے دینا کیسا ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص صدقۂ فطر میں گیہوں، جو، کھجور یا کشمش نہ دے اور اس کے بجائے اس کی قیمت مستحقین میں تقسیم کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ نیز صدقۂ فطر میں روپے دینا حدیث یا کسی فقہ کی کتاب سے ثابت ہو تو اس کی دلیل ضرور بتلائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوۃ، صدقات وغیرہ میں جو چیز واجب ہوئی ہو اس

کے علاوہ کوئی اور چیز اسی قیمت کی مستحق کو دینا یا اس قیمت کے برابر مستحق کو روپے دینا بھی جائز ہے، زکوٰۃ وصدقات بلاشبہ ادا ہو جائیں گے۔ (ہدایہ: ۱، حسامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۷۶﴾ فاسق کو صدقات، خیرات دینا

سوال: ایک شخص گناہوں میں ملوث رہتا ہے، شراب فسق وفجور کا عادی ہے، اور مالدار ہے، اس کے پاس ریس کے گھوڑے ہیں، اور جوا کھیلتا ہے، کرکٹ کھیلتا ہے، قمار میں ۳۰۰۰ روپے کماتا ہے، ایسے شخص کے لئے چندہ کرنا، یا چندہ میں روپے دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ شخص جب تونگر ہے، اور اپنے روپے شریعت کے منع فرمودہ کاموں میں خرچ کرتا ہے، ایسوں کو صدقات، خیرات، للہ، بخشش وغیرہ دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان۔ گناہ اور سرکشی کے کاموں میں مدد نہ کرو، اس آیت میں حرام کاموں میں مدد کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس شخص کے لئے چندہ کرنا یا چندہ میں رقم دینا حرام کاموں میں اس کی مدد کرنے کے برابر ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۷۷﴾ کیا فاسق، گنہگار کا صدقہ اللہ کے یہاں قبول ہوگا؟

سوال: ایک شخص حلال وحرام میں فرق نہیں رکھتا، اور نہ ہی حلال حرام کو جانتا ہے، البتہ یہ شخص سنت وفرض صدقات خوب کثرت سے کرتا ہے، روپیوں سے امداد بہت کرتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس کے صدقات اللہ کے یہاں قابل قبول ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص حلال وحرام میں فرق نہیں کرتا، اور حرام کاموں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا، البتہ فرض، سنت صدقات کثرت سے کرتا ہے، تو اس کے سر

سے فریضہ تو ادا ہو جائے گا، لیکن بارگاہ ایزدی میں قبول نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۷۸﴾ صدقۂ فطر کب واجب ہوگا؟

سوال: قرض ہونے کی وجہ سے رمضان میں مجھ پر زکوۃ فرض نہیں تھی، اور قربانی بھی واجب نہیں تھی، البتہ عید سے قبل میرا قرض ادا ہو گیا، اور ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر قیمت بھی میرے پاس بچی ہے، تو اب مجھ پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید الفطر کے دن صبح صادق سے قبل اور دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق سے قبل نصاب کے برابر مال ہو اور قرض نہ ہو، تو صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہو جاتی ہے، ان دونوں چیزوں کے واجب ہونے کے لئے مال پر سال کا گزرنا شرط نہیں ہے۔

﴿۱۴۷۹﴾ بیوہ صاحب نصاب کے لئے زکوۃ کی رقم سے مکان خریدنے کی کیا صورت ہے؟

سوال: بعض آدمیوں نے ایک آدمی کے علاج کے لئے بڑی رقم بھیجی تھی، لیکن اس آدمی کا انتقال ہو گیا، اب وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس رقم سے مرحوم کی بیوہ اور دو چھوٹے بچے ہیں ان کے لئے گھر خرید کر دیں، لیکن بیوہ عورت کے پاس زیورات ہیں، مذکورہ رقم زکوۃ کی ہے، زکوۃ دینے والے چاہتے ہیں کہ یتیم بچوں کیلئے رہائش کا انتظام ہو جائے، ان کی آمدنی کا کوئی انتظام نہیں ہے، زکوۃ کی رقم سے گھر خرید کر دیتے ہیں، تو بیوہ ماں کے پاس زیورات ہیں، اس لئے مشکل ہے، مکان بیوہ عورت اور اس کے دونوں بچوں کے نام کرنا چاہتے ہیں، اس کی بہتر صورت کیا ہوگی؟ تحریر فرمائیں، عنایت ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جن آدمیوں نے زکوۃ کی رقم کسی بیمار کے علاج کرنے کے لئے بھیجی وہ رقم مستحق بیمار تک پہونچنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا، اس لئے وہ رقم

ابھی زکوٰۃ کی ہی رہے گی، جب تک مستحقوں کو دے کر قبضہ نہ کرادیا جائے، زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اب اگر زکوٰۃ کی رقم دینے والے چاہتے ہیں کہ اس رقم سے عورت اور دونوں یتیم بچوں کے لئے رہنے کی سہولت ہو اس لئے مکان خرید کر دیدیں، لیکن وہ بھی صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ عورت کے پاس زیورات ہیں جس کی وجہ سے صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ لینے کی حقدار نہیں ہے۔

اس میں سہولت کا راستہ یہ ہے کہ عورت زیورات بیچ کر اپنے اور بچوں کے نام پر مکان خرید لے، زیورات کی قیمت سے ابتدائی معاملات نمٹ سکتے ہیں، پھر وہ مکان خریدنے کی وجہ سے مقروض ہو جائے گی، اس زکوٰۃ کی رقم سے وہ اپنا قرضہ ادا کرلے اور مکان کا معاملہ صاف کرلے، اس کے اور بچوں کے لئے مکان کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور روپے بچے تو اس سے زیورات بھی خرید سکتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی محتاج مستحق زکوٰۃ کو یہ رقم دے کر مالک بنایا جائے، وہ مالک بن کر مکان خرید لے، اور بعد میں اس عورت یا بچوں کے نام بخشش کردے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور عورت کو زیورات بھی بیچنے نہیں پڑیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۸۰﴾ کیا وکیل زکوٰۃ کی رقم سے اجرت لے سکتا ہے؟

سوال: ایک شخص کو کچھ لوگ مصارف زکوٰۃ میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے کا وکیل بناتے ہیں، وکیل زکوٰۃ کی رقم کے حساب کیلئے دوسرے شخص کو بطور اجرت رکھتا ہے، اس کی اجرت کی رقم زکوٰۃ سے دی جاسکتی ہے؟ یہ شخص عاملین علیہا میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی شکل ہو تو تحریر فرمائیں، اور عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اموال باطنہ، سونا چاندی نقد وغیرہ کی زکوۃ جس پر واجب ہو، اس کو خود ادا کرنی چاہئے، اگر وکیل بنا کر اس کی معرفت ادا کرنا چاہے، تو وہ بھی کر سکتے ہیں، لیکن وکیل دوسرے شخص سے کام لینا چاہے تو اس کی تنخواہ یا اجرت خود وکیل کے ذمہ ہے، چندہ یا زکوۃ کے روپیوں سے اس کام کے لئے اجرت پر رکھنا اور اس رقم سے تنخواہ دینا جائز نہیں ہے، اتنی رقم کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور اس کا ضامن وکیل ہوگا۔

آپ نے پوچھا عاملین علیہا جو قرآن میں ہے، اس میں یہ شخص داخل ہے کہ نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عاملین میں داخل نہیں ہے، اور اس کی وجہ اور تفصیل معلوم کرنا ہو تو معارف القرآن جلد: چہارم میں اس آیت کی تفسیر اور تفصیل دیکھ لی جائے۔

﴿۱۴۸۱﴾ بیوی کو زیورات ہبہ کرنے کے بعد زکوۃ کس پر واجب ہوگی؟

سوال: میں نے اپنی بیوی اور لڑکی کو پہننے کے لئے زیورات بنا کر دئے تھے، جو فی الحال وہ لوگ پہنتے ہیں، میں ہر سال ان زیورات کی زکوۃ نکالتا ہوں، اب میرا ارادہ یہ ہے کہ اپنی بیوی اور لڑکی کو وہ زیورات ہبہ کر دوں، اور ان زیورات کا انہیں مالک بنا دوں، تو ہبہ کرنے کے بعد ان زیورات کی زکوۃ کس کے ذمہ واجب ہوگی؟ کیا مجھے اس کی زکوۃ دینی ہوگی؟ کیا میری بیوی اور لڑکی پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... آپ نے اپنی بیوی اور لڑکی کیلئے جو زیورات بنائے تھے وہ آپ کی ملکیت کے ہیں، اور ان کے پاس وہ زیورات عاریت ہیں، جسے وہ پہنتے ہیں، اس پر آپ کو ثواب ملے گا، اور ملکیت آپ کی ہونے کی وجہ سے زکوۃ آپ پر واجب ہوگی۔

اب اگر یہ زیورات آپ اپنی بیوی اور لڑکی کو ہبہ کرنا چاہتے ہیں، تو ہبہ کر سکتے ہیں، اور بعد ہبہ کے جب زیورات ان کے قبضہ میں آجائیں گے تو اس پر ان کی ملکیت ہو جائے گی، اور ان کی ملک مین آنے کے بعد اگر ان کے پاس نصاب مکمل ہو جاتا ہو تو ان پر زکوۃ واجب ہوگی، اور بعد ہبہ کے آپ پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۸۲﴾ درمیان سال آنے والی رقم کی زکوۃ کب نکالی جائے؟

سوال: رمضان شریف میں زکوۃ کا حساب الگ کر کے زکوۃ کی نیت سے روپے رکھ دیے، اور جنہیں دینا تھا دے دیے، اس درمیان میرے پاس دوسری ایک رقم آگئی، تو اس رقم کی زکوۃ اس سال دینی پڑے گی یا آئندہ سال اس کا حساب لگانا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس دن زکوۃ کا سال ختم ہوتا ہو، اس دن آپ کے پاس جو رقم ہو اس کا حساب کر کے زکوۃ کی رقم الگ رکھ دی، چاہے ابھی مستحقین میں تقسیم کی ہو یا نہ کی ہو، دوسرے دن یا اس کے بعد کسی بھی دن دوسری نئی رقم آگئی تو ابھی اس رقم کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، آئندہ سال جب زکوۃ کا حساب لگایا جائے گا تب اگر وہ رقم موجود ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۸۳﴾ مقروض زکوۃ لے سکتا ہے؟

سوال: بعد سلام گزارش ہے کہ ہمارے نیچے لکھے ہوئے سوال کا شریعت کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں، جزاکم اللہ خیرا

آج سے تین سال قبل میں نے اسی ہزار روپے کا قرض لیا تھا، اس رقم سے میں نے اپنے گھر کی مرمت کا کام کروایا، اور کچھ رقم میری شادی میں خرچ ہوئی، اس وقت میری والدہ کو

ان کے والد کی میراث سے تین لاکھ روپے ملنے والے تھے، جس میں سے یہ اسی ہزار ہم ادا کرنے والے تھے، لیکن میرے ماموں کے انتقال کے بعد ان کے بچوں نے میری والدہ کو ان کا حق میراث دینے سے انکار کر دیا، اور مجھ پر وہ اسی ہزار کا قرض ادا کرنا باقی ہے، میری تنخواہ اتنی نہیں ہے کہ میں یہ قرض ادا کر سکوں، اور قرض خواہ گھر آ کر تنگ کرتا ہے، میں نے سود پر اسی ہزار لے کر وہ قرض ادا کر دیا، لیکن یہ تین سال میں وہ قرض سود کے ساتھ بڑھ کر دو لاکھ روپے ہو گیا، تو میرے گھر والوں نے جھگڑا کر کے مجھے گھر سے نکال دیا، اب میں کرایہ کے گھر میں رہتا ہوں، اور میری آمدنی اتنی نہیں ہے کہ میں یہ قرض ادا کر سکوں، اور میرے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے کہ اسے بیچ کر کام میں لا سکوں، اور سود والے قرض کے لئے بہت پریشان کرتے ہیں، اور میرے گھر والے بھی میرا ساتھ نہیں ہیں، تو میں کسی سے زکوۃ یا صدقہ کی رقم لے کر اپنا قرض ادا کر سکتا ہوں؟ اگر کوئی مجھے زکوۃ کی رقم دے تو کیا اس کی زکوۃ ادا ہو گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں آپ قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہو، اور آپ کے پاس کوئی زر و زیورات یا نقدی بھی نہیں ہے، اس لئے آپ شریعت کی نظر میں مستحق زکوۃ ہو، اس لئے اگر کوئی شخص آپ کو زکوۃ کی رقم دے یا آپ کو مطالبہ کرنا پڑے تو یہ بھی جائز ہے، اور اس رقم سے آپ اپنا قرض بھی ادا کر سکتے ہیں۔

﴿۱۴۸۴﴾ بالغ لڑکی ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے زکوۃ لے سکتی ہے؟

سوال: بعد سلام مسنون! مفتی صاحب ایک مسئلہ میں آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔
میری لڑکی بارہ (۱۲ سال کی) سائنس میں ۷۰ فی صد سے کامیاب ہوئی ہے، اور اسے آگے

ڈاکٹری کی پڑھائی کرنی ہے، اس کے داخلہ کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے، میری آمدنی سالانہ چالیس (۴۰) تا پچاس (۵۰) ہزار روپئے ہے، اور ڈاکٹری کی پڑھائی میں سالانہ ۲ر لاکھ روپئے کی ضرورت ہوتی ہے، اور بہت سے لوگ روپئے دینے کے لئے راضی بھی ہیں، لیکن وہ روپئے صدقات یا زکوۃ کے ہوں گے یا سود کے، تو میرے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے فتویٰ پوچھ رہا ہوں، جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں آپ کی لڑکی بالغ ہو، اور اس کے پاس نصاب کے برابر سونا، چاندی یا نقد روپئے نہ ہوں، تو شریعت کی نظر میں وہ زکوۃ کی مستحق کہلائے گی، اس لئے وہ زکوۃ، صدقات اور سود کی رقم لینے کی حقدار ہے، اور اسے زکوۃ دی جائے تو زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی، پھر وہ اس رقم سے اپنی تعلیم کا خرچ اور فیس وغیرہ ادا کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۵﴾ مالدار بیوہ زکوۃ لے سکتی ہے؟

سوال: میری بہن بیوہ ہے، اس کی کوئی آمدنی نہیں ہے، میں ہر ماہ سات سو روپئے اس کو دیتا ہوں، جس سے اس کا گھر چلتا ہے، وہ زکوۃ لیتی ہے، اور دوا کے نصف روپئے پنچایت سے ملتے ہیں، زکوۃ کی رقم سے پورا سال نکالتی ہے، اور سود بھی لیتی ہے، اس کے پاس ایک لاکھ روپئے اور دو چوڑیاں ۲۰ ہزار کی ہیں، اب اس کا گھر مالک گھر بنا رہا ہے، وہ میری بہن کو بخشش دینا چاہتا ہے، میری بہن کے دو لڑکے ہیں، اس میں سے ایک کو گھر چاہئے اور دوسرا روپئے مانگتا ہے، گھر کی قیمت اندازاً ۸ر لاکھ روپئے ہیں، میری بہن مجھ سے روپیوں کا مطالبہ کر رہی ہے، قریب دو لاکھ روپئے مانگتی ہے، میرے پاس سود کے روپئے ہیں، تو کیا

یہ میں اپنی بہن کو دے سکتا ہوں؟ اور پھر میری بہن وہ روپئے اپنے لڑکے کو دیوے، تو کیا یہ جائز ہے؟ اس لڑکے کے پاس دو موٹر بائک ہیں، ایک اس کی اور ایک اس کی اہلیہ کی، خود کا ایک پرانہ گھر ہے، اس کی تنخواہ ماہانہ ۷،۸ ہزار ہے، اس کی اہلیہ کے پاس آج کی قیمت کے اعتبار سے ۱۰ ہزار کا سونا ہے، دو موبائل ہیں، اس کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اسکول، ٹیوشن، دوا وغیرہ کا کچھ خرچہ پنچایت میں سے ملتا ہے تو اس صورت میں میری بہن اسے سود کی رقم دے سکتی ہے یا نہیں؟ میں گنہگار تو نہیں بنوں گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ آپ کی بہن بیوہ ہے، اور اس کی کوئی آمدنی نہیں ہے، آپ ہر ماہ اس کی مدد کرتے ہیں، اور آگے لکھتے ہیں کہ بہن کے پاس ایک لاکھ روپئے اور ۲۰ ہزار کی قیمت کی دو چوڑیاں ہے تو ان کے پاس سونا اور نقد اتنا ہے کہ وہ زکوۃ کی حقدار نہیں بنتی، بلکہ ان کے لئے زکوۃ نکالنا فرض ہو جاتا ہے، اس لئے ان کے لئے زکوۃ یا سود کے روپئے لینا بالکل جائز نہیں ہے، بلکہ خود ان پر زکوۃ نکالنا فرض ہے۔

اگر گھر مالک گھر بنا کر تملیکاً دے رہا ہے تو یہ بخشش ہے، اور خوش دلی سے دے رہا ہو تو لینا جائز ہے، قبضہ میں آنے کے بعد بہن اس کی مالک بن جائے گی۔

اور ان کے دو لڑکے جن میں سے ایک گھر کا مطالبہ کرتا ہے، اور ایک روپئے مانگ رہا ہے، تو جب تک ماں حیات ہے، ماں کی ملکیت میں ان کا کوئی حق اور حصہ نہیں ہے، اور ماں کے لئے انہیں دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ لڑکوں کو ماں کی مدد کرنی چاہئے۔ بہن اگر محتاج ہو، اور زکوۃ کی مستحق ہو تو اسے زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں، اسی طرح بہن کے لڑکوں پر اگر زکوۃ فرض ہو تو ان کے لئے بھی زکوۃ یا سود کے روپئے لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر غریب محتاج ہوں، زکوۃ کے مستحق ہوں تو زکوۃ یا سود کے روپئے انہیں دینا جائز ہے۔

بہن اگر زکوۃ کی مستحق ہو، اور اسے سود یا زکوۃ کے روپئے دئے جائیں، اور وہ اس کی مالک بن جائے پھر بہن وہ روپئے جہاں خرچ کرنا چاہے، جسے دینا چاہے دے سکتی ہے، اور موہوب لہ کے لئے ان کا استعمال بلاتردد جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۸۶﴾ مشترک میراث پر تقسیم سے قبل زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

سوال: مرحوم محمد پٹیل کی میراث ان کے ورثاء میں تقسیم ہوگئی تھی، اس وقت اس بات پر بھی غور کیا گیا کہ مرحوم محمد پٹیل کا ایک لڑکا شاید برما وغیرہ میں کہیں پر ہے، یہ سوچ کر میراث کا ایک حصہ جدا کر کے محفوظ رکھا گیا۔ بعد میں تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ اس طرح کا مرحوم کا کوئی وارث برما وغیرہ میں نہیں ہے، اس لئے اس کے حصہ کی محفوظ رکھی ہوئی رقم بقیہ ورثاء میں تقسیم کے لئے نکالی گئی، یہ رقم سات سال تک محفوظ رکھی گئی، اب سوال یہ ہے کہ یہ محفوظ رکھی گئی میراث کی رقم پر سات سال کی زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور تقسیم سے قبل اس کی زکوۃ نکال کر ورثاء کو ان کا حصہ دیا جائے یا بعد از تقسیم ورثاء اس کی زکوۃ نکالیں گے؟ شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

نوٹ: ورثاء میں سے بعض ورثاء صاحب نصاب ہیں، اور بعض صاحب نصاب نہیں ہیں، اور جو رقم جدا رکھی گئی وہ ایک لاکھ پینتیس ہزار پانچ سو بہتر روپئے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میراث کا ایک حصہ سات سال تک محفوظ رکھا گیا، اور ورثاء میں تقسیم نہیں کیا گیا، اس مال پر ورثاء کی ملکیت تو تھی، لیکن قبضہ نہیں تھا، اور وجوب زکوۃ کے لئے مال کا مالک ہونا اور قبضہ میں ہونا دونوں ضروری ہیں، اور قبضہ یہاں نہیں تھا، اس لئے اس مال پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی، جب ورثاء میں تقسیم ہوجائے اس کے بعد زکوۃ

کے قاعدہ وقانون کے مطابق زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۲۸۷﴾ کیا انویسٹ کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ پر زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: (۱) ایک شخص ایک پلاٹ، یا ایک فلیٹ، یا ایک مکان (انویسٹ کے لئے) خریدتا ہے، اور اس نیت سے خریدتا ہے کہ دو چار (۲،۴) سال میں جب قیمت بڑھ جائے گی تو فروخت کردے گا، اور ہر سال قیمت بڑھتی بھی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ چیز (پلاٹ وغیرہ) مالِ تجارت کے حکم میں شمار کی جائے گی یا نہیں؟ اور ہر سال اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر واجب ہوگی تو کس قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی؟ قیمتِ خرید پر یا بازاری قیمت پر؟

(۲) ایک شخص نے ایک پلاٹ چار لاکھ میں خریدا، اور دو لاکھ روپئے فی الفور دے دے، اور بقیہ دو لاکھ زمین کے این او (N.O.) ہوجانے کے دو سال بعد دینے ہیں، اور یہ پلاٹ بھی بیچنے کی نیت سے خریدا ہے، تو کیا اس پلاٹ کی قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی؟ اور اگر واجب ہوگی تو کب واجب ہوگی؟ کیا پوری رقم دینے کے بعد جب پلاٹ نام پر ہو جائے اس کے بعد زکوۃ واجب ہوگی؟ اور کیا پچھلے تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی؟ یا ابھی واجب ہوگی تو کتنی قیمت پر؟

(۳) ایک شخص نے فلیٹ خریدا اور کرایہ پر دے دیا، لیکن ساتھ میں نیت یہ ہے کہ فلیٹ کی اچھی قیمت ملے گی تو بیچ ڈالوں گا، اور اس مکان کو دو سال تک کرایہ پر رکھا، اور دو سال کے ماہانہ ۲۰۰۰ روپئے کے حساب سے ۴۸۰۰۰ روپئے کرایہ موصول ہوا، بعد میں خرید کی قیمت سے زیادہ قیمت مل رہی تھی، تو فلیٹ بیچ دیا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے لئے زکوۃ کا

کیا مسئلہ ہے؟ کیا کرایہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ یا مکان کی خرید قیمت یا بازار کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ اور کیا ان دو سالوں کی زکوٰۃ ایک ساتھ دینی ہوگی؟ یا بیچنے کے بعد آنے والی قیمت پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پلاٹ یا زمین خریدتے وقت یہ نیت کی گئی کہ قیمت بڑھنے پر اسے بیچ دوں گا، یعنی خریدتے وقت بیچنے کی نیت سے خریدا تھا، تو یہ مال تجارت سمجھا جائے گا، اور سال ختم ہونے پر اس کی بازار کی قیمت کے اعتبار سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

و ما اشتراها ای للتجارة كان لها لمقارنة النية بعقد التجارة۔ (الدر المختار: ۱۹۳/۲)

(۲) اس شخص نے زمین خریدی اور قیمت کے طور پر دو لاکھ روپے دئے، اور دو لاکھ روپے دینے باقی ہیں، تو مالکِ زمین نے زمین کا قبضہ دیا ہے یا نہیں؟ اگر قبضہ دیا ہے تو یہ زمین اس شخص کی ملک ہوگئی، اور مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے سال کے ختم پر اس کی بازار کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ دو لاکھ روپے جو دینے باقی ہیں، اسے ذمہ پر باقی دین سمجھا جائے گا، اور کل قیمت سے دو لاکھ روپے منہا کرنے کے بعد بقیہ قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی.

اور اگر قبضہ نہیں دیا ہے، تو اس زمین پر فی الحال زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، جب زمین پر قبضہ مل جائے، تو گزرے ہوئے تمام سالوں کی زکوٰۃ ایک ساتھ ادا کرنی ہوگی، اور دو لاکھ روپے مبیع کی قیمت کے طور پر دئے جا چکے ہیں، اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

(۳) جس وقت فلیٹ خریدا، اس وقت کرایہ پر دینے کی نیت سے خریدا، اور بیچنے کا ارادہ بعد میں ہوا، خریدتے وقت بیچنے کا ارادہ نہیں تھا، تو یہ چیز مالِ تجارت کے حکم میں نہیں آئے گی،

اور کرایہ کی رقم پر اگر نصاب مکمل ہوتا ہوتو سال کے ختم پر زکوۃ واجب ہوگی، فلیٹ یا اس کی قیمت پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، اول کرایہ کی نیت سے مکان خریدا، بعد میں ارادہ بدل گیا، یا قیمت بڑھنے سے بیچ دیا تو اس سے مسئلہ میں فرق نہیں آتا، فروخت کرنے کے بعد دیکھا جائے کہ کیا یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب تھا، اگر پہلے سے صاحب نصاب تھا تو سال کے اخیر میں دوسرے اموال کے ساتھ جوڑ کر اس کا حساب لگایا جائے گا۔

اور اگر خریدتے وقت بیچنے کی نیت تھی، البتہ قیمت زیادہ نہ ملنے کی وجہ سے فی الحال کرایہ پر دیا ہو، تو یہ مالِ تجارت سمجھا جائے گا، اور سال کے ختم پر اس کی بازار قیمت کے اعتبار سے اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۸۸﴾ کیا مستحق زکوۃ کے روپیوں سے شادی کا کھانا کھلا سکتا ہے؟

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! ایک مسئلہ میں آپ سے شرعی رہنمائی چاہتی ہوں، مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنی زکوۃ اور صدقہ کا روپیہ ایک طرف رکھتی ہوں، اور ضرورت مند پر خرچ کرتی ہوں، میں جس کو زکوۃ اور صدقہ کا روپیہ دیتی ہوں وہ بیوہ ہے، وہ ان روپیوں کو اپنی بچی کی شادی میں کھلانے کے لئے یا اپنی بچی کو جہیز میں دینے کے لئے استعمال کرے تو کیا یہ جائز ہے؟ شادی میں ایسے بھی لوگ آتے ہیں، جو زکوۃ اور صدقے کے مستحق نہیں ہوتے، اور بچی کا سسرال بھی زکوۃ کا مستحق نہیں ہے، تو کیا یہ جائز ہے؟ جواب جلد ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہم پر جب زکوۃ فرض ہو جاتی ہے تو اتنی رقم غریب مسلمان محتاج کو مالک بنا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے، اور یہ روپئے جب ہم کسی غریب

مسلمان کو مالک بنا کر دیتے ہیں، اور وہ اس پر قبضہ کر لیتا ہے، تو اس رقم کو قبضہ کرتے ہی ہمارا فریضہ اور زکوۃ ادا ہو جاتی ہے، اب وہ شخص اس رقم کو جس کام میں خرچ کرنا چاہے کسی کو بخشش دینا چاہے تو اس میں بھی شرعاً کچھ حرج نہیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں وہ بیوہ عورت اپنی لڑکی کو اس زکوۃ وصدقہ کی رقم سے کوئی چیز خرید کر دے یا شادی میں کھانا کھلائے، تو یہ آپ کے لئے، کھانے والے ہر ایک کے لئے اور سسرال والوں کے لئے سب کے لئے جائز ہے، اور کچھ حرج نہیں۔ بیوہ عورت محتاج، ضرورت مند ہے تو اسے شادی بیاہ میں فضول خرچ کرنا یا زیادہ چیزیں دینا یا فضول رسومات کی پابندی سے بچنا چاہئے۔

قال الطيبي اذ التصدق على المحتاج بشيء ملكه فله ان يهديه به الى غيره و هو معنى قول بن الملك فيحل التصدق على من حرم عليه بطريق الهدية۔
(مرقاة: ٤/١٦٧، كذا في الطيبي: ٤/٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴۸۹﴾ قسطوں پر رکشا خریدنے میں زکوۃ کی رقم سے پیشگی ادا کرنا

سوال: میں کرائے کی رکشا چلاتا ہوں، جس سے میرا خرچ پورا نہیں ہوتا، اس لئے میں اپنی خود کی رکشا لینا چاہتا ہوں، اور نئی رکشا اگر نقد لی جائے، تو اس کی قیمت تقریباً ۳۰،۰۰۰ روپے ہیں، اور میری اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں اتنی رقم یک مشت نکال سکوں، اگر قسط پر لوں تو یہ رکشا ۶۵،۶۰۰ روپے میں پڑے گی، جس میں پیشگی ۲۸،۵۰۰ روپے دینے پڑیں گے، اور اس کے بعد ہر ماہ ۴،۵۰۰ روپے کی قسط دینی پڑے گی، جو تیس مہینوں تک دینا پڑے گی، تو قسطوں پر رکشا لینا کیسا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

قسطوں پر رکشا لینے کی جو صورت سوال میں مذکور ہے، اس میں پیشگی ۲۸،۵۰۰ روپے دینے

پڑیں گے، یہ قیمت میرے پاس نہیں ہے، اور میں اپنے خود کے مکان میں اپنی بیوی و بچوں کے ساتھ رہتا ہوں، اور ایک مسلمان بھائی مجھے اتنی رقم زکوۃ کی دینا چاہتا ہے، البتہ وہ کہتا ہے کہ شرعاً دینے کی گنجائش ہو تب ہی دوں گا، تو کیا ان کا وہ روپیہ دینا جائز ہے؟ کیا اس سے ان کی زکوۃ ادا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ادائے زکوۃ کے صحیح ہونے کے لئے غریب مستحق کو تملیکاً زکوۃ کی رقم دینا ضروری ہے، اس لئے اگر آپ مستحقِ زکوۃ ہیں اور وہ بھائی پیشگی کی رقم آپ کے قبضہ میں تملیکاً دیتے ہیں، اور پھر آپ وہ رقم پیشگی میں دیں تو یہ جائز ہے۔ البتہ اگر صاحب مال خود جا کر پیشگی میں زکوۃ کی رقم بھر آئے، تو آپ کی پیشگی تو ادا ہو جائے گی، لیکن اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

فصل فی صدقة الفطر

﴿۱۴۹۰﴾ ایک صدقۂ فطر چند محتاجوں میں تقسیم کرنا

سوال: رمضان المبارک میں جو صدقۂ فطر نکالا جاتا ہے، تو کیا اس صدقۂ فطر کی رقم ہم دو تین مانگنے والوں کو دے سکتے ہیں؟ یعنی کیا ایک صدقۂ فطر کی رقم چند مستحقین میں تقسیم کی جا سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک ہی محتاج کو دینا بہتر ہے، البتہ دو تین محتاجوں کو دینا بھی صحیح قول کے مطابق جائز ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

﴿۱۴۹۱﴾ مقروض پر صدقۂ فطر واجب ہے یا نہیں؟

سوال: کسی شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی سے زیادہ قیمت کا مال ہے، لیکن اس کے سر پر قرض ہے، تو اس شخص کو اپنی طرف سے یا اپنے بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں موجود مال سے قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد دیکھا جائے کہ نصاب کے برابر مال بچتا ہے یا نہیں، اگر نصاب کے برابر مال بچتا ہے تو اپنی طرف سے اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر نکالنا واجب ہے، اور اگر نصاب کے برابر مال نہیں بچتا تو زکوۃ یا فطرہ واجب نہیں ہوگا۔ (درمختار)

﴿۱۴۹۲﴾ زکوۃ، فطرہ کی رقم سے مسجد کے بیت الخلاء بنانا

سوال: زکوۃ، فطرہ کے روپیوں سے مسجد کے پیشاب خانے یا بیت الخلاء اور غسل خانے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زکوۃ،فطرہ کی رقم غریب محتاج مستحق زکوۃ مسلمان شخص کو مالک بنا کر اس کے قبضہ اور اختیار میں دینا ضروری ہے، جب تک کسی غریب کے قبضہ میں یہ رقم نہیں جائے گی زکوۃ ادا نہیں ہوگی، لہذا سوال میں مذکورہ کاموں میں یہ رقم استعمال نہیں کر سکتے۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۹۳﴾ زکوۃ فطرہ کی رقم سے عیدگاہ بنانا

سوال: زکوۃ وفطرہ کے روپیوں سے نئی عیدگاہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۹۴﴾ فطرہ کی رقم مسلمان کو دینا ضروری ہے۔

سوال: ہندوستان میں ایک ادارہ ہے، جس کے سرپرست ہندو حضرات ہیں، یہ ادارہ مذہب وقوم کے فرق کے بغیر ہر ایک کے لئے آنکھ کے آپریشن میں امداد کی خدمت انجام دیتا ہے، اس ادارہ کو فطرہ کی رقم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......فطرہ کی رقم بھی غریب مسلمان کو تملیکاً دینا ضروری ہے، اور مذکورہ ادارہ میں دینے سے یہ شرط پوری نہیں ہوتی، البتہ نفلی صدقات وخیرات دے سکتے ہیں۔

﴿۱۴۹۵﴾ کیا امام صدقہ کا گوشت کھا سکتا ہے؟

سوال: ایک امام صاحب کی تنخواہ ۲۷۵ روپئے ماہانہ ہے، کیا وہ صدقہ کا گوشت کھا سکتے ہیں؟ ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ امام صاحب زکوۃ، صدقات کے مستحق ہوں، اور

انہیں صدقہ کا گوشت دیا جائے، تو جائز ہے، اور ان کے لئے لینا بھی جائز ہے، ان کے پیچھے بلاتردد نماز صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۹۶﴾ وکیل کے حکم کے بغیر کئے گئے صدقہ کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

سوال: ایک شخص بیرون میں رہتا ہے، ان کے بڑے بھائی وطن میں بیمار ہیں، بیرون ملک والے بھائی کو معلوم ہونے پر اس نے اپنے پوتے کو ہندوستان میں خط لکھا کہ فلاں شخص کو کہنا: کہ کچھ صدقہ کر دے، پوتے نے اس شخص کو خبر نہیں دی بلکہ خود صدقہ دینا شروع کر دیا، اب پوتا دادا کے وکیل سے صدقہ میں دی ہوئی رقم کا مطالبہ کرتا ہے، تو کیا یہ مطالبہ کرنا صحیح ہے؟ اور اس طرح کیا گیا صدقہ قبول ہوگا؟ اور کیا دادا کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنا درست ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں اس پوتے کا کام صرف خبر پہونچانا تھا، اور صدقہ کے لئے اسے وکیل نہیں بنایا گیا تھا، پھر بھی اس نے اپنے دادا کی طرف سے صدقہ کیا تو یہ صدقہ صحیح ہو جائے گا، البتہ اس کا خرچ واپس لینے کا اسے حق نہیں بنتا، اپنی طرف سے سلوک اور احسان کہلائے گا۔

اگر واجب صدقہ ہو تو جس کی طرف سے کیا جائے اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتا، اور صورت مسئولہ میں صدقہ نفلی تھا، اس لئے ادا ہو گیا، البتہ پوتے کو دادا کے وکیل سے خرچ واپس لینے کا حق نہیں بنتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۴۹۷﴾ اپنے رشتے داروں کو صدقہ وغیرہ سے محروم رکھنا

سوال: ایک بھائی نے اپنے قریبی رشتہ دار کو مدد کرنے اور روزگار شروع کرانے میں

تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا، اور زبان دی تھی، پھر دوسرے لوگوں کے بہکاوے میں آ کر وہ مدد آج تک اس غریب تک نہیں پہنچی، حالانکہ یہ وعدہ کرنے والے بھائی مالی حیثیت سے بہت تونگر ہیں، پھر بھی وعدہ خلافی کی، اور غریب رشتہ دار کو مدد سے محروم رکھا، اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......وعدہ پورا کرنا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے، اور وعدہ خلافی کرنا منافق کی علامت ہے، اللہ کے رسول ﷺ مؤمن کی علامتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا وعد وفی۔ مؤمن وہ ہوتا ہے جو وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے، نیز رشتہ داروں کی مدد کرنے میں دہرا اجر ملتا ہے، ایک صلہ رحمی کا اور دوسرا صدقہ کرنے کا۔ اس لئے دوسرے محتاجوں سے زیادہ اپنے رشتہ داروں کو دینا چاہئے، وہ زیادہ حقدار ہیں، اول خویش بعدہ درویش۔ رشتہ دار محتاج ہوں، اور انہیں نظر انداز کر کے دوسروں پر صدقہ کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ ایسے صدقہ کو قبول نہیں کرتے۔ (شامی:۲)

﴿۱۴۹۸﴾ صدقہ میں بڑا جانور دے سکتے ہیں؟

سوال: میں اپنی طرف سے اور اپنے دو لڑکوں اور دو لڑکیوں کی طرف سے اور ایک حصہ مزید ملا کر کل چھ حصوں کا صدقہ کرنا چاہتا ہوں، تو صدقہ کے لئے بڑا جانور خریدوں تو جائز ہے یا نہیں؟ یا پھر چھ مینڈھے یا بکرے لینے ضروری ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نفلی صدقہ کرنے کے لئے لڑکوں کے دو حصے اور لڑکیوں کا ایک حصہ یا یہ کہ بڑے جانور کا صدقہ کیا جائے یا چھوٹے چھ جانور صدقہ میں دئے جائیں، شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے، جتنا چاہیں اور جو چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں۔

﴿۱۴۹۹﴾ صدقۂ نافلہ وواجبہ کی قسمیں اور ان کا حکم

سوال: کیا بکرا یا مرغی کا صدقہ کر سکتے ہیں؟ اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کرنا گناہ ہے یا ثواب؟ مالدار شخص کو صدقہ کا گوشت دے سکتے ہیں؟ اور قصائی صدقہ کے گوشت میں سے کچھ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں صدقہ کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے، نیز اللہ کی ناراضگی سے بچنے اور گناہوں سے بھڑکی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے صدقہ بے حد مفید اور کارآمد ہے، اس لئے تھوڑا بہت جو بھی میسر ہو صدقہ میں دیتے رہنا چاہئے، بکرا، مرغی، انڈا، روپے، گوشت وغیرہ ہر چیز کا صدقہ کرنا صحیح اور درست ہے۔

صدقہ کی دو قسمیں ہیں:

صدقات نافلہ: ان کا حکم یہ ہے کہ نادار، غریب مسلمان کو ہی دینا چاہئے، اسی میں زیادہ ثواب ہے، اور یہی بہتر ہے، البتہ مالدار یا صاحب حیثیت کو دینا بھی جائز ہے، البتہ اس میں نادار پر تصدق کرنے کا جتنا ثواب ہے اتنا نہیں ملتا۔ (امداد الفتاویٰ: ۲/۶۴)

صدقات واجبہ: یہ صدقہ کی دوسری قسم ہے، اسے واجب صدقات کہتے ہیں، مثلاً: زکوۃ، منت، فطرہ، فدیہ، وغیرہ یہ صدقات صرف محتاج، غریب حقداروں کو ہی دینا ضروری ہیں، مالداروں کو دینا درست نہیں ہیں، خود اپنے پر واجب صدقہ کا گوشت صدقہ کرنے والا نہیں کھا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۰۰﴾ صدقۂ فطر کی مقدار

سوال: حال میں ایک کتاب ''اسلامی مہینے'' مطالعہ میں آئی، اس کے صفحہ: ۸۳ پر یہ

عبارت مذکور ہے:

ایک شخص کا صدقۂ فطر پونے دو سیر، یعنی ۸۶۶ گرام انگریزی وزن سے ہے، البتہ احتیاط کے طور پر ایک کیلو گیہوں یا چار سیر جو کی قیمت دے دی جائے۔ یہ مقدار آج تک جو سنی اور پڑھی اس سے مختلف ہے، تو کیا یہ وزن صحیح ہے؟ صدقۂ فطر کی صحیح مقدار کیا ہے؟ معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں صدقۂ فطر کی جو مقدار بتائی گئی ہے، اس میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ستو کے لئے آدھا صاع اور کھجور، جو وغیرہ کے لئے ایک صاع ضروری بتایا گیا ہے۔ (مشکوۃ: ۱۶۰)۔

صاع ایک پیمانہ کا نام ہے، جو آپ ﷺ کے مبارک زمانہ میں مروج تھا، اس صاع کی مقدار کیا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔ اور (۱) ایک صاع، صاع مدنی ہے، اور (۲) دوسرا ایک صاع ہے جسے صاع عراقی کہتے ہیں، دونوں میں خاص کچھ فرق نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ صاع عراقی کو معتبر قرار دیتے ہیں، اس لئے اس کا اعتبار کرنا زیادہ صحیح ہے۔ (شامی: ۲/۷۶) صاع عراقی آٹھ رطل شرعی کا ہوتا ہے، اس صاع کی مقدار تین طرح کے وزن سے کی جاتی ہے۔ (۱) مثقال کے اعتبار سے (۲) درہم کے اعتبار سے (۳) مد کے اعتبار سے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) مثقال کے اعتبار سے ایک صاع ۲۷۰ تولہ اور آدھا صاع ۱۳۵ تولہ کا بنتا ہے۔

(۲) درہم کے حساب سے ایک صاع ۲۷۳ تولہ اور آدھا صاع ساڑھے ۱۳۶ تولہ کا بنتا ہے۔

(۳) مد کے حساب سے ایک صاع ۲۸۰ تولہ اور ۶ ماشہ اور آدھا صاع ۱۴۰ تولہ اور تین ماشہ

کا بنتا ہے۔ ان مقداروں کو موجودہ اوزان میں تبدیل کریں تو......۱۳۵ تولہ برابر ۱۵۷۴ گرام اور ۱۳۶ تولہ برابر ۱۵۹۲ گرام اور ۱۴۰ تولہ اور تین ماشہ برابر ۱۶۳۵ گرام، بنتا ہے۔

حضرت اقدس مولانا تھانویؒ "بہشتی زیور" میں صدقۂ فطر کی مقدار بیان کرتے ہوئے تحریر فرما تے ہیں کہ آدھا صاع یہ بنگالی پونے دو سیر اور ایک چھٹانک کا ہوتا ہے، اس حساب سے انگریزی وزن ۱۶۶۲ گرام ہوگا، اس لئے مندرجہ بالا مقادیر میں سب سے زیادہ مقدار ۱۶۶۲ گرام کو احوط سمجھ کر اس کے گرام سے ۱۶۶۲ گرام گیہوں یا اس کی قیمت صدقۂ فطر میں دی جائے، اور مزید احتیاط کے طور پر اس سے اور جتنا زیادہ دینا ہو دے سکتے ہیں، یہ اور بھی بہتر ہے، اس لئے کہ وہ کریم پروردگار کسی نیک عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

سوال میں مذکورہ مقدار غلط ہے، میرے گمان سے انہوں نے بنگالی سیر اور مروج سیر میں فرق کو ملحوظ نہیں رکھا، یا کاتب کا سہو ہے۔ (شامی: ۲، اوزان شرعیہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۰۱﴾ للہ مد کی رقم وکیل کسی بھی ادارہ کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص بیرون ملک میں رہتا ہے، اس کے مرحوم والد کی کچھ جائداد انڈیا میں بھی ہے، جس کی نگرانی اس کا بھائی رکھتا ہے، اور اس جائداد کی آمدنی میں اس بھائی کا بھی حصہ ہے، اس بیرون ملک میں ساکن بھائی نے اپنے انڈیا میں رہنے والے بھائی کو کہا: کہ میرے حصہ کے روپئے دینی ادارہ میں للہ مد میں دے دئے جائیں، سالوں بعد بیرون ملک والے بھائی نے پوچھا: کہ میرے روپیوں کا کیا کیا؟ تو اس بھائی نے کہا: کہ میں نے اسے تبلیغی جماعت کے کام میں خرچ کئے ہیں، بیرون ملک والے بھائی کا کہنا ہے: کہ میں نے تجھے

دینی ادارہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا تھا، جس سے میری مراد مدرسہ تھا، اور تو نے تبلیغی کام میں خرچ کیے، تو کیا وہ بھائی اب انڈیا والے بھائی سے روپئے واپس لے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ رقم بیرون ملک میں ساکن بھائی کی ملکیت ہے، اور اس نے یہ رقم مدرسہ میں للہ مد میں دینے کے لئے کہا تھا، تو انڈیا میں رہنے والا بھائی اس کام کے لئے اس کا وکیل کہلائے گا، اور اسے اسی طرح عمل کرنا چاہئے۔

البتہ یہ رقم حصول ثواب کی نیت سے للہ مد میں خرچ کرنے کے لئے کہا تھا، اور اس کے لئے مدرسہ کو نامزد کیا تھا، اور اس بھائی نے تبلیغ کے کام میں خرچ کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے اس نیت سے تبلیغ کے کام میں خرچ کیے، تو ایسا کرنے سے مقصد حاصل ہو گیا، اس لئے اس رقم کو واپس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿۱۵۰۲﴾ امدادی رقم سے غیر سودی قرض دینا کیسا ہے؟

سوال: ایک اسلامی ادارہ اپنے اراکین کے واسطہ سے امداد کے نام سے رقم وصول کرتا ہے، اور اس کی رسید بھی دیتا ہے، امدادی رقم سے مستحقین کی مدد کرنے کے بجائے انہیں غیر سودی قرض دیتا ہے، اور بدلے میں زیورات یا جائداد رہن میں رکھتا ہے، تو کیا ادارہ کے لئے ایسا کرنا مناسب ہے؟ امداد میں آئی ہوئی رقم امداد میں دینی چاہئے، ایسی ہماری درخواست ہے، آنجناب اس کا جواب شرعی نقطۂ نظر سے تحریر فرما کر مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بنام امداد جو رقم موصول ہوتی ہے، اس میں معطیین کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اگر معطیین کی نیت یہ ہے کہ غیر سودی قرض میں رہن پر یہ رقم دی جائے، تو ادارہ کا یہ طریقہ کار درست اور صحیح ہے، اور یہ بھی ایک قسم کی امداد ہی ہے، اور اگر

معطیین کی نیت یہ ہو کہ یہ رقم للہ یا نفلی صدقہ کے طور پر دے دی جائے تو وہ رقم نادار غرباء کو تملیکاً دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۰۳﴾ خودرو گھاس پر عشر ہے یا نہیں؟

سوال: کھیتی کی پیداوار پر عشر واجب ہے، کیا خودرو گھاس پر بھی عشر واجب ہے؟ یعنی اس کا دسواں حصہ زکوۃ کے طور پر دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خودرو گھاس میں عشر واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۰۴﴾ کیا کرایے کی رکشا چلانے والا زکوۃ کا مستحق ہے؟

سوال: میں کرایے کی رکشا چلاتا ہوں، اس سے روزانہ مجھے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے، اسی سے میرا گذر بسر چلتا ہے، میرے چار بچے ہیں، میرے پاس نقد یا سونا، چاندی کچھ بھی نہیں ہے، میری والدہ بھی میرے ساتھ رہتی ہے، ان کا خرچ بھی میں ہی نکالتا ہوں، خرچ میں بہت تنگی پڑتی ہے، کئی مرتبہ قرض بھی لینا پڑتا ہے، اور قرض ادا کرنے میں بھی بہت تکلیف ہوتی ہے، تو کیا میں زکوۃ کا مستحق ہوں؟ میں زکوۃ لے سکتا ہوں؟ اصول فقہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے پاس نقدی یا بچت نہیں ہے، سونا چاندی بھی نہیں ہے، روزانہ کماتے ہو، اور اسی سے گذر بسر چلتا ہے، تو شرعاً آپ غریب مستحق کی تعریف میں آتے ہیں، آپ پر زکوۃ دینا واجب نہیں ہے، بلکہ نصاب کے برابر مال کے مالک نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے لئے زکوۃ لینا جائز ہے، کوئی شخص آپ کو زکوۃ کے روپے دے تو آپ بخوشی لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۰۵﴾ کیا غیر مستحق سود کی رقم سے جرمانہ بھر سکتا ہے؟

سوال: ایک پولیس انسپکٹر نے میری گاڑی پر چار طرح کے جرمانے لگائے ہیں، اور مجھے آر ٹی او میں اندازاً ۳۰ ہزار روپے کا جرمانہ بھرنے کے لئے کہا ہے، اور میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں یہ رقم بھر سکوں، میرے ایک دوست کے پاس سود کی رقم ہے، تو سود کی رقم سے میں وہ جرمانہ بھر سکتا ہوں یا نہیں؟ جلد جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ زکوۃ کے مستحق ہیں یا نہیں؟ یعنی آپ کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقد یا ایسا کوئی مال جو حاجت اصلیہ میں داخل نہ ہو آپ کے پاس نہیں ہے تو آپ شرعاً زکوۃ کے مستحق ہیں، ایسی صورت میں اگر آپ کا دوست آپ کو سود یا زکوۃ کی رقم دیتا ہے، تو آپ کے لئے لینا جائز ہے، اور آپ کی ملک میں آنے کے بعد آپ آر۔ ٹی۔ او۔ میں جمع بھی کروا سکتے ہیں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ زکوۃ کے مستحق نہیں ہیں، تو آپ سود کی رقم نہیں لے سکتے، تو اس صورت میں سود کی رقم سے جرمانہ بھرنا صحیح نہیں۔

﴿۱۵۰۶﴾ وکیل کا مؤکل کے امر سے پہلے پیشگی زکوۃ دینا

سوال: ایک شخص کرانہ (پنساری) کی دکان چلاتا ہے، اور یہ صاحب نصاب ہے، اس پر جب زکوۃ واجب ہوتی ہے تو وہ زکوۃ میں لوگوں کو غلہ، کپڑے اور دیگر اشیاء دیتا ہے، اب یہ شخص آئندہ سال کی زکوۃ اسی سال دے اور اس میں مذکورہ اشیاء دے تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ یعنی ۵۰۰ روپے کی قیمت کا سامان مستحق کو دے دیا، اور بعد میں جب خود پر زکوۃ فرض ہوئی تو اس میں سے ۵۰۰ روپے اپنے گلہ میں ڈال دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اسے دوسرے رشتہ دار زکوٰۃ تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں، تو وہ صاحب زکوٰۃ کے امر سے روپیوں کے بجائے یہ چیزیں مستحق کو دیتا ہے، اب اگر اس کے پاس زکوٰۃ کے روپئے آئے نہ ہوں لیکن یہ کسی مستحق کو ۵۰۰ روپئے کا سامان دے، اور پھر زکوٰۃ کی رقم آنے پر اس رقم کو اپنے گلہ میں ڈال دے، اور اسے ۵۰۰ روپئے کے سامان سے محسوب کر لے، اور بقیہ رقم مستحق میں تقسیم کر دے تو اس طرح پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) گھر میں پہننے کے کپڑوں میں کچھ کپڑے نئے ہیں، اور کچھ ایک دو مرتبہ پہنے ہوئے ہیں، یہ کپڑے زکوٰۃ کے طور پر مستحق کو دے سکتے ہیں، ان کپڑوں کی خرید کی قیمت سے کم یا بہت ہی کم قیمت پر زکوٰۃ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں مذکورہ بالا دونوں صورتیں پیش آتی ہیں تو زکوٰۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوٰۃ میں جو چیز واجب ہوئی ہو وہی دی جائے یا اس کی قیمت کے برابر نقد یا کوئی اور چیز دی جائے، درست ہے، البتہ دوسری چیز دینے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس چیز کی بازار کی قیمت جو ہوگی اتنی ہی قیمت کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔ اب اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہے، اور وہ پیشگی زکوٰۃ نکالنا چاہتا ہے، تو دے سکتا ہے، بعد میں جب زکوٰۃ فرض ہوگی تو اتنی رقم زکوٰۃ میں محسوب کر سکتا ہے، اس لئے کہ یہ شخص اتنی رقم پہلے زکوٰۃ میں دے چکا ہے۔

لیکن کسی اور کی طرف سے زکوٰۃ تقسیم کرنے میں یہ شخص وکیل کا درجہ رکھتا ہے، اور مؤکل نے ابھی اسے زکوٰۃ تقسیم کرنے کا وکیل نہیں بنایا ہے، اور کوئی حاجت مند آنے پر اس نے اپنی طرف سے کوئی رقم یا چیز زکوٰۃ کے طور پر دے دی، کہ جب مؤکل کا امر ہوگا تو اتنے روپئے

خود کے حساب میں جمع کرلے گا، تو اس طرح کرنا درست نہیں ہے۔

و یجوز تعجیل الزکوة بعد ملك النصاب و لا یجوز قبله کذا فی الخلاصه۔ (عالمگیری، کتاب الزکوة: ۱۷۶/۱)۔و الاصل ان کل مال یجوز التصدق به تطوعا یجوز اداء الزکوة منه و مالا فلا، و هذا عندنا۔ (بدائع: ۱۴۶/۲)۔و لو تصدق عن غیره بغیر امره فان تصدق بمال جازت الصدقة عن نفسه و لا تجوز عن غیره و ان اجازه و رضی به۔ (بدائع: ۱۴۵/۲)

(۲) زکوة میں جو چیزیں یا کپڑے دیئے جائیں اس دن ان چیزوں کا جو بازاری نرخ ہو اسی قیمت کا اعتبار ہوگا، گھر میں مستعمل کپڑے بازار کے نرخ کے اعتبار سے قیمتی نہیں ہوتے، اس لئے ان کی صحیح قیمت نکال کر زکوة کے طور پر دینا جائز ہے۔

لکن یجب ان یکون التقویم بما هو انفع للفقراء قدراً و رواجاً۔ (عالمگیری: ۱۷۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۰۷﴾ وکیل بغیر اجازت زکوة کے روپے خرچ کردے، اور اپنی طرف سے دوسرے روپیوں سے زکوة ادا کرے تو زکوة ادا نہیں ہوگی؟

سوال: ایک شخص کو کسی نے زکوة کے ہزار روپے تقسیم کے لئے دیئے، وہ روپے اس شخص کی جیب میں تھے، اور وہ گھر سے باہر نکلتا ہے، اور اچانک روپیوں کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس کے پاس ان روپیوں کے علاوہ دوسرے روپے نہیں ہیں، تو کیا وہ اپنے پاس موجود زکوة کے روپیوں سے اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے؟ اور گھر جا کر دوسرے روپے ان زکوة کے روپیوں میں رکھ سکتا ہے؟ کیا از روئے شرع اس میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زکوة کی رقم جس کی ہے اس نے استعمال کی اجازت

دی ہو تو جائز ہے، اور استعمال کی اجازت نہ دی ہو اور یہ شخص ان روپیوں کو خرچ کر ڈالے اور ان کے بجائے اپنی طرف سے دوسرے روپے زکوٰۃ میں دے تو اس سے صاحب زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

بخلاف ما اذا انفقها اولاً علی نفسه مثلا ثم دفع من ماله فهو متبرع۔ (شامی: ۱۸۹/۳)

﴿۱۵۰۸﴾ نفل حج کروانا بہتر ہے یا مسجد میں پانی کا انتظام کرنا؟

سوال: ایک شخص اپنے روپیوں سے دوسروں کو نفل حج کروانا چاہتا ہے، تو یہ نفل حج کروانا بہتر ہے یا بہت سی مسجدوں میں پانی کا انتظام نہیں ہے، یا بہت سے مدرسوں میں بچوں کے کھانے پینے کا نظم نہیں ہے، وہاں ان روپیوں سے مذکورہ ضرورتوں کو پورا کرنے میں یہ روپے خرچ کرنا چاہئے، ان دونوں مصرف میں سے کس جگہ روپے خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے؟ نفلی حج کرانے میں زیادہ ثواب ہے یا مذکورہ ضرورتوں میں خرچ کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر کار خیر میں روپے خرچ کرنا ثواب اور رضائے الٰہی کا سبب ہے، البتہ جس وقت جس جگہ جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو وہاں روپیوں کو خرچ کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

بل یجوز صرفه فی جهات البر کلها لان اللفظ للعموم فیجب حمله علی عمومه۔ ولایجوز تخصیص العموم بغیر دلیل و ربما کان غیر هذه الجهات احوج من بعضها و احق و قد تدعو الحاجة الی تکفین میت و اصلاح طریق و فك اسیر و اعتاق رقبة و قضاء دین و اعانة ملهوف اکثر من دعائها الی حج من لایجب علیه

الحج فیکلف وجوب ما لم یکن علیه واجباً۔ (المغنی: ۵۵۹/۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۰۹﴾ کیا گھر کی بقیہ قیمت ادا کرنے کے لئے سود کے روپئے لے سکتے ہیں؟

سوال: ہمارے گھر کے دو مالک ہیں۔ (۱) فریدہ بی بی عبدالکریم (۲) صغریٰ بی بی عبدالحمید، اب گھر سے کسی ایک کے نکلنے کا وقت آگیا، تو صغریٰ بی بی نکلنے کے لئے ہم سے ساڑھے تین لاکھ روپئے (گھر کی نصف قیمت) کا مطالبہ کرتی ہے، ہمارے پاس اتنی قیمت نہیں ہے، اور نہ ہی ہم سے کسی طرح کا انتظام ہوسکتا ہے، ہم زکوۃ کے مستحق ہیں، تو کیا ہم ان کو دینے کیلئے سود کے روپئے لے سکتے ہیں؟ کیا ہمارے لئے سود کے روپئے لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ کے پاس نصاب کے برابر سونا، چاندی یا حاجت اصلیہ سے زائد کوئی چیز نہیں ہے، تو آپ شرعاً غریب اور مستحق زکوۃ کے حکم میں ہیں، ایسی حالت میں اگر آپ کو روپیوں کی ضرورت پڑے اور کوئی آپ کو سود کے روپئے دے، تو آپ اسے لے کر اپنا قرض ادا کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۱۰﴾ گھر خریدنے کیلئے زکوۃ لینا کیسا ہے؟

سوال: میں ایک مدرسہ میں پڑھاتا ہوں، اور ساتھ میں امامت بھی کراتا ہوں، اور میرے پاس خود کا گھر نہیں ہے، میں نے ایک گھر خریدنے کا ارادہ کیا ہے، اور گیارہ لاکھ میں بات چیت ہوگئی ہے، اور اب میں گیارہ لاکھ کا قرضدار ہوگیا ہوں، میرے پاس دوسری کوئی آمدنی نہیں ہے، اور میں زکوۃ کا مستحق ہوں، اور ایک صاحب خیر کی طرف سے مجھے گھر لینے کے لئے زکوۃ کی رقم دینے کو کہا گیا ہے، تو کیا پوری رقم ایک ساتھ لے کر اپنا قرض ادا کر سکتا ہوں؟ یا تھوڑی تھوڑی رقم لے کر اپنا قرض ادا کر سکتا ہوں، اسکا جواب شریعت کی روشنی

میں دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں ہے، اور آپ کا ارادہ ایک گھر خریدنے کا ہے، اور گیارہ لاکھ میں بات چیت بھی ہوگئی ہے، تو اب اگر کوئی شخص آپ کو گیارہ لاکھ روپے دے تو آپ لے سکتے ہیں، زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جائے گی، اور گھر آپ کی ملکیت کا ہو جائے گا، اس لئے کہ گھر کا سودا کر لینے سے اور گھر خریدنے سے آپ پر قیمت ادا کرنا واجب ہو گیا، اور آپ کے پاس اتنی رقم نہیں ہے، تو آپ قرضدار کہلائیں گے، پھر ایسی حالت میں وہ شخص آپ کو پوری زکوۃ کی رقم دے تو اوپر لکھنے کے مطابق آپ بلاتردد لے سکتے ہیں، اور وہ دے سکتے ہیں۔

﴿۱۵۱۱﴾ کپڑوں میں لگی ہوئی چاندی پر زکوۃ کا مسئلہ

سوال: ہمارے گھرانہ میں شادی بیاہ کے موقع پر جو کپڑے بنائے جاتے ہیں، ان میں خالص چاندی کے تاروں کا کام کیا جاتا ہے، میرے پاس ایسے دو جوڑ کپڑے ہیں، ایک جوڑے میں ۱۶۰ تولہ چاندی ہے، اور دوسرے جوڑے میں ۸۰ تولہ چاندی ہے، دس سال قبل ان کی قیمت چھبیس ہزار روپے تھی، دس سال میں دو مرتبہ میں نے پہنا ہے اور وہ بھی خوشی کے موقع پر۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کپڑوں کی زکوۃ کس طرح نکالی جائے گی؟ فی الحال ان کی بازار قیمت بہت زیادہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پہننے کے اچھے اور غیر قیمتی کپڑوں پر تو زکوۃ واجب نہیں ہے، البتہ ان کپڑوں میں چاندی لگی ہوئی ہے، اس لئے چاندی کا جو وزن ہو اس کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں نکالا جائے گا۔ کپڑوں میں لگی ہوئی چاندی نصاب سے

زائد ہے، آپ کے لکھنے کے مطابق ایک جوڑے میں ١٦٠ تولہ اور دوسرے جوڑے میں ٨٠ تولہ چاندی ہے، جس سے چاندی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے، اس لئے اس چاندی کی زکوۃ نکالنا (ادا کرنا) فرض ہے، جس دن زکوۃ نکال رہے ہیں اس دن چاندی کا بازار کا نرخ معلوم کرلیا جائے، اور کپڑوں میں موجودہ چاندی کی قیمت کا حساب لگالیا جائے، جو قیمت بنتی ہو اس کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فی صد زکوۃ کے طور پر دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوٰه والسلام على سيد المرسلين محمد وآله
واصحابه اجمعين الى يوم الدين

تم الجزء الثاني بحمد الله سبحانه وتعالى
و يليه الجزء الثالث واوله كتاب الصوم

فتاوی دینیہ

جلد سوم

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر

ناشر
مہتمم حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری
جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا
Phone: 0261 2763303
Fax : 0261 2766327

کتاب کا نام: فتاوی دینیہ جلد سوم

مصنف: حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی وخلیفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد
زکریا صاحبؒ

مترجم: مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہم

ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

سن اشاعت: باراول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

کمپوزر: مولانا مفتی محمد امین و مولانا یوسف ماما صاحب

ملنے کا پتہ: جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

جامعۃ القرأۃ، کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات انڈیا

مفتی یوسف ساچا، باٹلی

68 Broomsdale Road, Batley, WF17 6PJ.

Phone: 01924 441230

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الصوم

باب ما یثبت به الهلال

﴿۱۵۱۳﴾ انگلینڈ میں رؤیت ہلال کا شرعی طریقہ

سوال: یہاں انگلینڈ میں چاند کی رؤیت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے رمضان اور عید کے موقع پر بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں، اختلافات کی وجہ سے ایک ہی جگہ پر الگ الگ دنوں میں عید منائی جاتی ہے، کچھ لوگ ہندوستان، پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک کے ریڈیو کی خبروں کو بنیاد بنا کر عید مناتے ہیں، اور کچھ لوگ کہتے ہیں: کہ ہندوستان، پاکستان دور دراز کے ممالک ہیں، انگلینڈ کے قریب کے ملک **مثلاً** موروکو (Morocco مراکش) میں چاند ہونے کی خبر ٹیلیفون سے منگوا کر یا موروکو (Morocco مراکش) کے ریڈیو کی خبر کی بنیاد پر عید کر سکتے ہیں، نیز کچھ لوگ کہتے ہیں: کہ ریڈیو کی خبر معتبر نہیں ہے، دور ملک کا ریڈیو ہو یا قریب ملک کا ریڈیو ہو، تو ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ آپ سے گذارش ہے کہ ایسا جواب تحریر فرمائیں کہ تمام خلجان دور ہو جائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رمضان اور عید کے چاند کے لئے ہماری شریعت میں خاص اصول مقرر ہیں، **مثلاً**: آسمان صاف نہ ہو، ابر آلود یا غبار آلود ہو تو رمضان کے چاند کے لئے ایک عادل یا مستور الحال شخص کا خبر دینا بھی کافی ہے، اور چاند کی رؤیت ثابت ہو کر رمضان ثابت ہو جائے گا، خبر دینے والا اگر فاسق ہو تو اس کی خبر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (ہدایہ: ۱۹۵، درمختار: ۱۲۳) اور اگر آسمان بالکل صاف ہو، تو کم از کم دو تین عادل

دیندار شخص چاند دیکھنے کی خبر دیں تو وہ بھی معتبر سمجھی جائے گی۔ (بحر: ۲۶۹/۲، درمختار: ۱۲۷)
اور اگر عید کا چاند ہو اور آسمان صاف نہ ہو تو عادل، دیندار، معتمد دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب ہی چاند ثابت ہوگا۔ (درمختار: ۱۲۴) اور عید کے چاند میں چاند دیکھنے والوں کا لفظ شہادت کے ساتھ گواہی دینا بھی ضروری ہے۔ اور ریڈیو سے نشر ہونے والی خبر میں مذکورہ شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، اور خبر دینے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم، دیندار ہے یا فاسق یہ معلوم نہیں ہوتا، اور بعض مرتبہ تو اول سے ریکارڈ کی گئی ٹیپ ہی کو چلا دیا جاتا ہے، اس لئے اس خبر کی بنیاد پر رمضان یا عید کا چاند ثابت نہیں ہوسکتا۔ نیز حکومتی اداروں میں بھی ریڈیو کی شہادت معتبر نہیں مانی جاتی، تو اسلامی ارکان میں کیسے معتبر قرار دی جاسکتی ہے؟

ہاں! مذکورہ شرائط کی پابندی کی جائے اور شرعی قاضی یا شرعی رؤیت ہلال کمیٹی چاند کے ثبوت کا اعلان کرے (جبکہ گواہوں کے ذریعہ ان کے نزدیک چاند ثابت ہو چکا ہو) تو معتبر مانا جاسکتا ہے، صرف یہ خبر دینا کہ دہلی یا ممبئی میں چاند ہوگیا ہے اور آئندہ کل عید ہے، ثبوت ہلال کے لئے کافی نہیں ہے۔ ٹیلیفون کی خبر کا بھی یہی حکم ہے کہ کون بات کر رہا ہے یہ غیر معلوم ہے۔ البتہ آواز پہچانی جاسکتی ہو اور مکمل یقین ہو جائے کہ فلاں شخص ہی ہے تو اس کی بات ماننا صحیح ہے۔

اور اگر مذکورہ بالا طریقہ پر عمل نہ ہوسکتا ہو تو حدیث شریف کے فرمان کے مطابق **فاکملوا العدة ثلاثین** (مشکوۃ: ۱۷۴) رمضان کے تیس دن مکمل کر کے عید منائی جائے، اور انگلینڈ یا اس کے قریب ملک میں چاند ثابت ہوگیا ہو، اور مذکورہ اصولوں کی رعایت کے ساتھ چاند کی خبر یا شہادت انگلینڈ پہنچے تو اسے بھی معتبر سمجھ کر یہاں رمضان یا عید کرنا جائز اور درست کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۱۴﴾ کیا ریڈیو کی رؤیت ہلال کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟

سوال: ریڈیو سے رمضان یا عید کے چاند کی رؤیت کا اعلان کیا جائے، چاہے انڈیا کے کسی بھی شہر کے ریڈیو کی خبر ہو، تو اسے معتبر سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس خبر کی بنیاد پر رمضان شروع کرنا یا عید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ریڈیو کی خبر کی بنیاد پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا جائز نہیں ہے، چاند دیکھ کر یا چاند کے شرعی ثبوت کے مل جانے پر پوری تحقیق کے بعد عمل کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۱۵﴾ ریڈیو، ٹیلی فون یا فیکس کی خبر سے چاند کا ثبوت

سوال: اس سال ممبئی میں تاریخ ۲۷/۱۰/۳۷ء کو آسمان ابر آلود تھا، اس لئے چاند کی رؤیت نہیں ہوئی، بعد میں رات کو سورت سے بذریعہ ٹیلی فون اطلاع ملی کے سورت میں چاند ہو گیا ہے، البتہ شرعی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے ممبئی ہلال کمیٹی نے سورت کی بات معتبر قرار نہیں دی، اور ممبئی میں اعلان ہوا کہ اتوار تاریخ ۲۸ کو تیسواں روزہ ہوگا، اور پیر تاریخ ۲۹ کو عید ہوگی، اور یہی ہوا۔ اس تفصیل کی روشنی میں مندرجہ ذیل کچھ سوالات ہیں:

سورت کے چاند کی خبر سے ممبئی کے کچھ لوگوں نے اتوار کو روزہ نہیں رکھا، تو روزہ نہ رکھنے والے گنہگار ہوں گے؟ کیا اس روزہ کی قضا ان پر لازم ہے؟ زیادہ تر لوگوں نے روزہ رکھا، اس لئے کہ ممبئی میں چاند کا اعلان نہیں ہوا تھا، اور ممبئی ہلال کمیٹی نے باوجود اس اختلاف کے اتوار کو روزہ رکھنے کا اعلان کیا تھا، اور سب لوگوں نے پیر کے روز عید منائی، دونوں طرف کے لوگ اپنے آپ کو حق پر ہونا بتاتے ہیں، تو اس مسئلہ میں صحیح کون ہیں؟ کیا جنہوں نے

روزہ نہیں رکھا کیا وہ بھی صحیح ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لئے شہادت کی ضرورت ہے، اور اگر ۲۹ ویں کو مطلع صاف ہو اور لوگ چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو ایک جم غفیر کا گواہی دینا ضروری ہے، اور لفظ شہادت کے ساتھ ''کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے'' اس طرح گواہی دینا ضروری ہے، اور اگر مطلع صاف نہ ہو ابر یا غبار آلود ہو تو دو دیندار معتبر مردوں کا گواہی دینا ضروری ہے۔

چاند کے شرعی ثبوت کے لئے گواہی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ریڈیو، ٹیلیفون یا فیکس سے ملنے والی خبر سے چاند کا ثبوت نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ وہ ایک خبر ہے، شہادت نہیں ہے، اس لئے ممبئ میں شہادت نہ ملنے کی وجہ سے وہاں کے ذمہ دار علماء نے چاند کی خبر کو معتبر قرار نہ دیا ہو تو عوام کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اور جنہوں نے اس دن روزہ نہیں رکھا ان پر قضا ضروری ہے، یہاں تک کہ جنہوں نے آنکھوں سے چاند دیکھا ہے وہ آکر رؤیت ہلال کمیٹی میں شہادت نہ دیں، اور چاند کا شرعاً ثبوت نہ ہو جائے۔ (شامی، طحطاوی وغیرہ)

﴿۱۵۱۶﴾ کتنے میل دور کی خبر رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے معتبر ہے؟

سوال: کتنے میل دور کی خبر رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے معتبر ہے؟ ٹیلیفون یا تار یا شاہد خود آکر شہادت دے، ان تینوں صورتوں میں کون سی صورت شرعاً معتبر ہے؟ اور کون سی خبر قبول کی جائے گی؟ زید کہتا ہے کہ ۳۰۰ میل دور کی خبر بھی معتبر ہے، اور بکر کہتا ہے کہ ۵۰ میل دور کی خبر کا بھی اعتبار نہیں ہوگا؟ ان دونوں میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق اس مسئلہ میں

ظاہری روایت کے مطابق میل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، صرف اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ اس شہادت کے قبول کرنے میں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۱۷﴾ ریڈیو کی خبر سے چاند کا ثبوت

سوال: رمضان کی ۲۹ ویں تاریخ کو عید کے چاند کے لئے کلکتہ، یا دہلی یا پاکستان کے ریڈیو سے چاند نظر آنے کی خبر موصول ہو تو معتبر سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور تیسویں رمضان کو سب نے روزہ رکھا، اور کچھ لوگوں نے دوپہر کو ۱۱:۰۰ بجے روزہ توڑ دیا، اور یہ روزہ ایک شخص کے کہنے پر توڑا، تو اس روزہ کی قضا ہے یا کفارہ بھی دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کے چاند کے لئے شہادت شرط ہے، صرف خبر کافی نہیں ہے، اس لئے ریڈیو کی خبر پر دارومدار نہیں رکھ سکتے، جب تک شرعی طریقہ کے مطابق اعلان نہ کیا جائے چاند ثابت نہیں مانا جائے گا۔ اس کے باوجود اس روزہ کو توڑنے کی وجہ سے کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۱۸﴾ کیا ایک شخص کی شہادت قبول ہوگی؟

سوال: اگر ایک ہی شخص نے عید کا چاند دیکھا، اور دوسرے کسی کی شہادت نہ ملی، تو چاند کی رؤیت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ثابت نہیں ہوگی تو کیا چاند دیکھنے والے کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر آسمان ابرآلود ہو یا کہر وغیرہ ہو، اور ایک ہی شخص چاند کی رؤیت کی گواہی دے تو عید کے چاند کے لئے اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اور شرعی طور پر چاند کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے رمضان باقی رہے گا، اور چاند دیکھنے

والے کو بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنا ضروری ہوگا، ایسا سمجھا جائے گا کہ اسے چاند دیکھنے کا وہم ہوا ہوگا۔ (ہدایہ: ۱۹۵، شامی: ۱/۹۰، بحر: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۱۹﴾ جس نے عید کا چاند دیکھا، لیکن اس کی گواہی قبول نہیں ہوئی، تو کیا اس کے لئے بھی روزہ رکھنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص نے عید کا چاند دیکھا، لیکن ایک گواہی ہونے کی وجہ سے چاند ثابت نہیں ہوا، تو مولانا صاحب نے کہا کہ سب کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، اور چاند دیکھنے والے کو بھی کہا: کہ اس کے لئے بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، تو کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں لکھنے کے مطابق مولانا صاحب کا بتایا ہوا مسئلہ فقہ حنفی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۲۰﴾ ممبئی میں دیکھے گئے چاند کی گواہی سے سورت میں عید منانا

سوال: کتنے میل دور سے آئی ہوئی چاند کی گواہی معتبر ہے؟ کیا ممبئی میں دیکھے گئے چاند کی گواہی سورت کے لئے قابل قبول ہے؟ اس سے سورت میں چاند ثابت ہوگا؟ اختلاف مطالع کا اعتبار کتنے میل دور پر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ظاہری روایت کے مطابق اس کی کوئی حد نہیں ہے، صرف اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس گواہی کے قبول کرنے میں مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہو جائے تو گواہی قبول کی جاسکتی ہے، ممبئی، احمد آباد کی گواہی سے سورت میں چاند ثابت مانا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۲۱﴾ کیا اختلاف مطالع کا اعتبار ہے؟

سوال: یہاں یو.کے. میں مطلع کبھی صاف نہیں ہوتا ہمیشہ ابر آلود رہتا ہے، جس کی وجہ سے چاند دیکھنا بہت مشکل ہے، زیادہ تر پہلی تاریخ کا چاند تو کبھی نظر آتا ہی نہیں ہے، میں نے بہت مرتبہ کوشش کی، لیکن ایک مرتبہ عید الاضحیٰ کے چاند کے علاوہ کبھی بھی کسی بھی مہینہ کا چاند نظر نہیں آیا، جس کی وجہ سے رمضان، عید الفطر وغیرہ موقعوں پر بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہاں کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ مورو کو (Morocco مراکش، مغرب) کے حکومتی ادارہ سے جب تک خبر موصول نہ ہو تب تک اعلان نہ کیا جائے، اور بعضوں کا کہنا ہے کہ افریقہ سے چاند کی خبر موصول کی جائے، وہاں ہم سے پہلے رات ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے مغرب سے قبل ہی خبر موصول ہو جاتی ہے، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ دوسرے ممالک سے خبر موصول کر کے اس کے مدار پر اعلان کرنا کیسا ہے؟ اختلاف مطالع کا کیا حکم ہے؟ اور خبر مستفیض کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ حوالوں کے ساتھ جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت نے چاند کے ثبوت کے لئے خاص اصول مقرر کئے ہیں، جو اتنے سہل اور آسان ہیں کہ اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے تو کوئی پریشانی باقی نہیں رہتی، جیسا کہ ہدایہ اور درّ مختار میں ہے کہ آسمان ابر آلود ہو، اور افق صاف نہ ہو، تو رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے ایک عادل، معتبر شخص یا مستور الحال شخص کا خبر دینا بھی کافی ہے، اور عید الفطر کے چاند کے لئے عادل ہونے کے ساتھ ساتھ نصاب شہادت کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے اسی طرح عمل کرنا چاہئے۔

البتہ اگر چاند دیکھنا مشکل ہو، تو پڑوسی ملک میں جہاں کا مطلع صاف ہو تو وہاں چاند دیکھنے کا

انتظام کر کے شرعی طریقہ کے مطابق شہادت منگوا کر چاند کا فیصلہ کر سکتے ہیں، اگر اس میں بھی سخت دشواری ہو تو نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک میں سے اقرب الممالك موروکو (مراکش) ہے، اور وہاں اسلامی حکومت بھی ہے، اس لئے ان سے رابطہ کر کے حکم موصول کر کے عمل کرنا مناسب ہے، خاص کر جب کہ آپ کے لکھنے کے مطابق موروکو (مراکش) اور آپ کے طلوع وغروب کے وقت میں زیادہ فرق نہیں ہے، اور افریقہ کے طلوع وغروب کے وقت میں بہت فرق ہے، قرب وجوار کے ممالک جس کے طلوع وغروب میں خاص فرق نہیں ہوتا، ظاہری روایت کے مطابق ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا، ایک جگہ کے ثبوت سے دوسری جگہ یا دوسرے ملک میں بھی چاند ثابت مانا جا سکتا ہے، لیکن جہاں کے طلوع وغروب کے اوقات میں نمایاں فرق ہو، کہ اس کی خبر قبول کرنے سے مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا ہو جائے تو ایسی جگہ کی خبر قبول نہیں کی جائے گی۔

خبر مستفیض: اس خبر کو کہتے ہیں کہ مختلف جگہوں سے یہ خبر موصول ہوئی اور جہاں سے خبر مل رہی ہے وہاں شرعی طریقہ پر اس کا ثبوت بھی ہوا ہو۔ (شامی: ۲/۴۹۴)

یعنی مختلف ملکوں یا جگہوں پر شرعی طریقہ کے مطابق ثبوت ہوا ہو اور ٹیلیفون یا وائرلیس کے ذریعہ معتبر ثبوت کے ساتھ علم حاصل ہو تو اس کو خبر مستفیض کہتے ہیں۔ (شامی، منحۃ الخالق، طحطاوی، ھدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۲۲﴾ گواہی لینے جانا کیسا ہے؟

سوال: یہاں ہم رہتے ہیں اگر چاند نہیں ہوا اور دوسری جگہ چاند ہو گیا ہو تو وہاں چاند کی گواہی لینے جانا کیسا ہے؟ جنہوں نے خود چاند دیکھا ہے، وہ خود یہاں آ کر گواہی دیں تبھی

چاند ثابت ہوسکتا ہے؟ یا شرعی طریقہ کے مطابق ان کے پاس جا کر گواہی لانے سے بھی چاند کا ثبوت ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چاند دیکھنے والا خود گواہی دینے کے لئے آئے، یا گواہی لینے جانا پڑے، دونوں صورتوں سے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

﴿۱۵۲۳﴾ یکم رمضان کو چاند کی خبر آئی، تو ۲۷ویں شب اور عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کس تاریخ سے سمجھا جائے گا؟

سوال: تاریخ ۶/۸/۷ء کو ہم نے روزہ نہیں رکھا، اس لئے کہ اس سے پہلے والی رات کو رمضان کا چاند نظر نہیں آیا، لیکن بعد میں سب جگہ سے خبر آئی کہ رمضان کا چاند ہوگیا ہے، تو اب ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس روزہ کی قضا ضروری ہے؟ اور ۲۷ویں شب کون سی شمار کی جائے گی؟ کس تاریخ سے اعتکاف کا حساب لگایا جائے؟ عید کا چاند ہمارے حساب سے نہ دکھائی دے تو تیسویں کا روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......آپ کے یہاں اس دن چاند نظر آنے کی معتبر شہادت یا خبر موصول نہیں ہوئی اس لئے یوم الشک کا آپ نے روزہ نہیں رکھا تو روزہ چھوڑنے کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن بعد میں شرعی طریقہ سے چاند کے ثبوت کی معتبر خبر موصول ہوئی تو اب ایک دن کے روزے کی قضا رکھنی ضروری ہے، اور اب ۶/۸/۷ء سے رمضان کی پہلی تاریخ شمار کی جائے گی، اور اسی تاریخ کے حساب سے ۲۷ویں رمضان اور عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف شروع کیا جائے گا۔ اگر اب بھی اتنے اعلانات اور خبروں کے بعد شرعی وجوہ سے اعتبار یا اعتماد نہ آتا ہو تو آپ اپنی تاریخ کی گنتی کا اعتبار کر سکتے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۲۴﴾ یوم الشک میں اس نیت سے روزہ رکھنا کہ رمضان ہوا تو فرض روزہ ورنہ نفل

سوال: میں نے اتوار تاریخ ۶/۸/۷۰ ء کو روزہ اس نیت سے رکھا تھا کہ اگر رمضان ہو جائے تو فرض روزہ ورنہ نفل ہو جائے گا، اور بعد میں شرعی طریقہ سے چاند کی گواہی آ گئی اور ۶ تاریخ کو رمضان کی پہلی تاریخ ثابت ہو گئی، تو میرا یہ روزہ فرض ادا ہو گا؟ یا مجھے اس روزہ کی قضا کرنی پڑے گی؟ اس کاغذ کے ساتھ جوابی لفافہ ملحق ہے اس پر جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اس طرح دہری نیت سے یوم الشک کا روزہ رکھنا مکروہ اور منع ہے، اس لئے اس نیت سے روزہ نہیں رکھنا چاہئے، البتہ اب شرعی ثبوت سے وہ دن رمضان کا ثابت ہو چکا ہے اس لئے وہ روزہ فرض سمجھا جائے گا، اور قضا واجب نہیں ہے۔ (شرح وقایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۲۵﴾ دوپہر کے بعد چاند کے ثابت ہونے سے اعتکاف کب سے شروع کرے؟

سوال: اگر وقت پر چاند ثابت نہیں ہوا، اور بعد میں دوپہر کے بعد شرعی طور پر چاند ثابت ہو گیا، اور بعد ثبوت کے کسی نے اعتکاف کیا، تو کیا اس کا اعتکاف کامل ہو گا؟ وہ شخص اعتکاف کب سے شروع کرے؟ چاند کی خبر ملتے ہی یا مغرب بعد؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: جب سے وہ شخص اعتکاف میں بیٹھے گا تب سے اسے اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور جتنا وقت چھوٹ گیا ہے، اتنا مہینہ میں کم شمار ہو گا۔

فصل فی مسائل الصوم

﴿۱۵۲۶﴾ سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت

سوال: میں ایک اسکول میں معلم ہوں، ہماری اسکول نے بچوں کو ۱۴ دن باہر گھمانے لے جانے کا پروگرام بنایا ہے، یہ پروگرام رمضان کے مہینہ میں آتا ہے، معلم کے لئے اس میں جانا ضروری ہے، سفر کے دوران کبھی ہم رات کو سحری کے لئے نہ اٹھ سکیں، یا ایسی جگہ پر ہوں کہ وہاں سحری کا انتظام نہ ہو، تو ہم روزہ نہ رکھیں، اور سفر ختم ہونے کے بعد ان روزوں کی قضا کرلیں، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ہماری تراویح کی قضا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... وطن سے ۴۸ میل دور سفر کی نیت سے جانے سے انسان شرعاً مسافر بن جاتا ہے، اور اس سفر کی وجہ سے اللہ تعالی نے بہت سے احکام میں رخصتیں دی ہیں، اس لئے اگر آپ کا سفر ۴۸ میل سے زیادہ کا ہے، اور جس کی وجہ سے آپ رمضان کے مہینہ کے روزے نہ رکھ سکیں، تو شریعت کی طرف سے اس کی قضا کرنے کی اجازت ہے، اور سفر شرعی کی وجہ سے رمضان میں روزہ نہ رکھیں تو گناہ نہیں ہوگا، البتہ سفر ختم ہوتے ہی ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے، اس حالت میں اگر تراویح کی نماز چھوٹ جائے، تو اب اس کی قضا نہیں ہے، قضا صرف واجب اور فرض نماز کی ہوتی ہے، اور تراویح سنت مؤکدہ ہے، اس لئے اس کی قضا نہیں ہے۔ (شامی، طحطاوی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۲۷﴾ روزہ کی حالت میں انجکشن لینا

سوال: روزہ کی حالت میں انجکشن لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... روزہ کی حالت میں انجکشن سے رگوں میں دوائی پہنچانا جائز ہے، اس لئے کہ یہ دوائی سیدھی پیٹ یا دماغ تک (میں) نہیں پہنچتی۔ (امدادالفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۲۸﴾ کیا گلوکوز کے انجکشن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

سوال: روزہ کی حالت میں انجکشن لینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟ حضرت مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہؒ کے فتاویٰ سنگرہ میں لکھا ہے کہ ''اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا''۔ لیکن ہمارے یہاں ایک مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ ''اگر گلوکوز کا انجکشن لیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے'' اس لئے کہ گلوکوز غذا کا کام دیتا ہے، اور ایک بات یہ ہے کہ کچھ انجکشن گوشت میں لگائے جاتے ہیں، اور کچھ انجکشن رگوں میں لگائے جاتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ رگوں میں لگائے جانے والے انجکشن سے انسان کو قوت ملتی ہے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے؟ فقہ وسنت کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام روزہ ہے، لہذا جو کام روزہ کے منافی ہوں ان سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے جو چیز پیٹ یا دماغ میں براہ راست جائے گی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (شامی، کتب فقہ)۔

اور اگر منفذ غیر معتبر سے کوئی چیز دماغ تک پہنچے، مثلاً: سر پر تیل لگایا، اور سر کے مسامات کے ذریعہ وہ تیل دماغ تک پہنچا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح انجکشن سیدھا پیٹ

یا دماغ میں نہیں لگایا جاتا، اگر دوا رگوں سے پیٹ یا دماغ تک پہنچتی ہے تو جان لینا چاہئے کہ رگ منفذ غیر معتبر ہے، اس لئے اس راستہ سے جانے والی دوا سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ جو مولانا گلوکوز کے انجکشن سے روزہ کے فاسد ہونے کا کہتے ہیں، وہ غلط کہتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ:۱۱۹، فتاویٰ دار العلوم جدید) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۲۹﴾ دوا سونگھنے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

سوال: روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا اور دلیل میں کہتا ہے کہ عطر، تیل سونگھنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، بکر کہتا ہے کہ عطر پر دوا کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے تو صحیح مسئلہ کیا ہے؟ روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... روزہ کی حالت میں خالص خوشبو یا ہوادار خوشبو سونگھنا جائز ہے، جیسے عطر، پھول وغیرہ، اس لئے کہ اس خوشبو سے کوئی ذی جرم (جسم والی) چیز بدن میں داخل نہیں ہوتی، صرف ہوا ہی جاتی ہے، اس لئے اگر دوا اسی طرح سونگھنے کی ہو، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، جیسے وکس (vicks) یا ایسی ہی دوسری کوئی دوائی۔

اور اگر ہوا کے ساتھ دوسری چیز کے ذرات مل کر بدن میں جاتے ہوں، اور وہ دماغ تک پہنچ جائیں، تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا، جیسے: دھواں، نسوار (Snuff, Tapkir) یا دم کی بیماری کے لئے استعمال ہونے والا پمپ وغیرہ، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (شامی:۲/۴۹۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۳۰﴾ کان و ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

سوال: کیا روزہ کی حالت میں بوتل چڑھا سکتے ہیں؟ اسی طرح انجکشن لگوا سکتے ہیں یا

نہیں؟

(۲) کیا روزہ کی حالت میں آنکھ، کان، ناک میں دوا ڈال سکتے ہیں؟ زخم پر مرہم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... روزہ کی حالت میں انجکشن کے ذریعہ رگوں میں گلوکوز کی بوتل چڑھانے سے نیز انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ انجکشن کے ذریعہ دوا براہ راست دماغ، پیٹ (معدہ) یا انتڑیوں میں پہنچائی جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

(۲) روزہ کی حالت میں آنکھوں میں دوا ڈالنے سے یا سرمہ لگانے سے چاہے اس دوا یا سرمہ کا اثر حلق میں معلوم ہو، اس سے روزہ فاسد یا مکروہ نہیں ہوتا۔ البتہ ناک اور کان میں دوا ڈالنے سے فقہاءؒ کی صراحت کے مطابق وہ دوا منفذ کے ذریعہ دماغ تک پہنچتی ہے، اس لئے اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، البتہ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق کان، ناک اور دماغ کے بیچ منفذ نہیں ہے، یعنی کان میں ڈالی ہوئی دوا دماغ تک نہیں پہنچتی، اس لئے حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے فتوے کے مطابق اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ زخم پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ دماغ یا پیٹ پر زخم ہو، اور اتنا گہرا ہو کہ دوا سیدھی جوف تک پہنچ جائے، تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۳۱﴾ پیٹ میں انجکشن لینے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

سوال: کتے کے کاٹنے کی وجہ سے چودہ (۱۴) انجکشن لینے پڑتے ہیں، تو پیٹ میں انجکشن لینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر وہ انجکشن سیدھے معدہ میں دئے جائیں، تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۳۲﴾ روزہ کی حالت میں عطر استعمال کرنا

سوال: روزہ دار شخص عطر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... روزہ کی حالت میں عطر استعمال کرنا اور عطر کی خوشبو سونگھنا جائز ہے، اس سے روزہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۳۳﴾ کانچ (مقعد) کے باہر نکلنے کے بعد اسے دوبارہ اپنی جگہ پر رکھنے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

سوال: ایک آدمی کو کانچ (مقعد) باہر نکلنے کی تکلیف ہے، روزہ میں کپڑے سے اچھی طرح صاف کر کے مقعد کو دبا دیا جاتا ہے، تو اس طرح کرنے سے روزہ باقی رہے گا یا فاسد ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مقعد کے اندر کا حصہ باہر نکل آئے تو دھونے کے بعد اس پر پانی وغیرہ جو لگا ہے، اس کو صاف کر کے دوائی وغیرہ لگائے بغیر اس کو پھر بٹھا دیا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی:۲)

﴿۱۵۳۴﴾ استمناء سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

سوال: اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں کسی بے جان چیز سے عضو تناسل کو رگڑ کر مثلاً: پلنگ یا دیوار وغیرہ سے اپنی خواہش پوری کر لے، اور اسے انزال بھی ہو تو اس کا روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟ اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی واجب ہوگا؟ اس شخص نے اس عادت

سے پکی توبہ کرتے ہوئے قسم کھائی تھی کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا، تو کیا اس حرکت کے کرنے سے قسم کا کفارہ بھی واجب ہوگا؟

(۲) نیند سے بیدار ہونے پر کپڑوں پر منی کے دھبے دیکھے، البتہ خواب دیکھنا یاد نہیں ہے، تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر واجب ہوگا تو بغیر غسل پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں دہرانا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں بے جان چیز سے اپنی خواہش پوری کرتے ہوئے انزال ہو جائے، تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اوراس کی قضا ضروری ہے، البتہ کفارہ واجب نہیں، اوراس بری عادت کے چھوڑ دینے کی قسم کھائی تھی پھر بھی یہ حرکت وجود میں آئی تو قسم توڑنے کا کفارہ بھی دینا پڑے گا، جو دس مسکینوں کو پیٹ بھر دو وقت کھانا کھلانا ہے، یا ایک مسکین کو دو وقت دس دن تک پیٹ بھر کھانا کھلانا ہے، یا دس مسکینوں کو اتنا کپڑا دینا کہ جس سے وہ اپنے بدن کے زیادہ حصہ کو چھپا سکیں، یا دس فقیروں میں سے ہر ایک کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ دے دینے سے بھی یہ کفارہ ادا ہو جائے گا، اگر کوئی شخص ان چیزوں کے دینے یا کھلانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین دن مسلسل روزہ رکھ لے، یہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔

(۲) اگر اس بات کا یقین ہو کہ کپڑے پر نظر آنے والے دھبے منی ہی کے ہیں، تو چاہے خواب یاد ہو یا نہ ہو غسل کرنا واجب ہے، اور بغیر غسل کے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ (شامی، عالمگیری، وغیرہ)

﴿۱۵۳۵﴾ کیا منہ بھر قے ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

سوال: کیا قے ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کی جائے تو اس سے روزہ

ٹوٹ جاتا ہے، خود بخود ہونے والی قے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۳۶﴾ کیا احتلام والا شخص روزہ رکھ سکتا ہے؟

سوال: احتلام والا شخص جس پر غسل کرنا ضروری تھا، وہ حدث (جنابت) ہی کی حالت میں روزہ رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صبح صادق سے قبل غسل کر لینا بہتر ہے، البتہ جنابت (حدث) کی حالت میں روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ صحیح ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۳۷﴾ کان یا آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ کا حکم

سوال: روزہ کی حالت میں کان میں یا آنکھ میں دوا ڈال سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنے کی اجازت ہے، اس سے روزہ مکروہ یا فاسد نہیں ہوتا، کان میں دوا ڈالنے سے فقہاءؒ کی صراحت کے مطابق وہ دوا منفذ کے ذریعہ دماغ تک پہنچتی ہے، اس لئے اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، البتہ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق کان اور دماغ کے بیچ منفذ نہیں ہے، یعنی کان میں ڈالی ہوئی دوا دماغ تک نہیں پہنچتی، اس لئے حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے فتوے کے مطابق اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۳۸﴾ جلتی ہوئی لکڑی کا دھواں ناک کے ذریعہ حلق میں چلا گیا تو

سوال: میرا نفل روزہ تھا، اور کھانا پکاتے وقت جلتی ہوئی لکڑے کا دھواں ناک کے ذریعہ حلق تک پہنچ گیا، تو اس سے روزہ میں کوئی خرابی آئے گی؟ روزہ باقی رہے گا یا فاسد ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:...... روزہ کی حالت میں دھواں ناک میں چلا جائے، تو اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، اس لئے کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ (مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۳۹﴾ روزہ پر قدرت کے باوجود فدیہ دے تو فریضہ ساقط ہوگا؟

سوال: ایک شخص نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا، تو کیا اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، وہ تندرست ہے، روزہ رکھنے کی طاقت بھی رکھتا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ دو مہینوں کے مسلسل روزے نہ رکھے اور مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ نیز قضا روزوں کے بدلے میں فدیہ دے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......فرض روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو روزہ رکھنا ضروری ہے۔ (بحر: ۲۰۰)۔

روزہ کی طاقت ہوتے ہوئے قضا کے بدلے میں فدیہ دینا درست نہیں، قضا کے روزے رکھنا ضروری ہیں، مسکینوں کو فدیہ دینے سے فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ (عالمگیری، مراقی الفلاح: ۴۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۴۰﴾ روزہ کی حالت میں مصنوعی دانت پہننا

سوال: روزہ کی حالت میں ایک دو مصنوعی دانتوں کا کَوَر پہننا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۴۱﴾ تھوک کے ساتھ خون حلق کے نیچے اتر جاوے تو؟

سوال: میں روزہ سے تھا، اور کلی کر رہا تھا، اس وقت دانت میں سے خون نکلا، اور ایک

دو مرتبہ تھوک کے ساتھ حلق سے نیچے بھی اتر گیا، مجھے کمزوری کی وجہ سے اکثر روزہ کی حالت میں اس طرح خون نکلتا ہے، اس کا بہت علاج کروایا، لیکن افاقہ نہیں ہوا، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، اور قضا کرنی پڑے گی، تو قضا کے روزہ میں پھر ایسا خون نکل آیا تو پھر کیا کروں؟ یہ مرض تین چار سال سے ہے، تو کیا چاروں سالوں کے روزوں کی قضا کرنی پڑے گی؟ یا جو روزے گزر گئے وہ صحیح ہوگئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں آپ کو کمزوری کی وجہ سے خون نکلتا ہے، اور اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اور کبھی تھوک کے ساتھ خون حلق کے نیچے بھی اتر جاتا ہے، اور اس سے بچنا ناممکن ہے، اس لئے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، کمافی الدرالمختار والشامی۔

﴿١٥٤٢﴾ اکیس گھنٹہ تیس منٹ کا دن ہو ایسے ملک میں روزہ کا حکم

سوال: سویڈن میں گرمی کے موسم میں ١١:٠٠ بجے مغرب ہوتی ہے اور ١:٣٠ منٹ پر فجر ہوجاتی ہے، یعنی ٢١:٣٠ (اکیس گھنٹہ اور تیس منٹ) کا دن ہوتا ہے، تو ایسے ملک میں روزہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ رکھنا ضروری ہے، ایسے ملک میں ہمارے یہاں جیسی گرمی نہیں ہوتی، اس لئے بھوک، پیاس برداشت ہوسکتی ہے، البتہ اگر کوئی شخص برداشت نہ کرسکے اور معذور کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو اس کے لئے حکم جدا ہے۔

﴿۱۵۴۳﴾ غروب آفتاب کی کتنی منٹ بعد افطار کرنا چاہئے؟

سوال: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے کے تین چار منٹ بعد روزہ افطار کرنا چاہیئے، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟ اور غروب آفتاب کی کتنی دیر بعد روزہ افطار کرنے سے روزہ مکروہ ہوتا ہے؟ احتیاط کے لئے کتنی منٹ بعد افطار کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما:...... آفتاب کے غروب ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے، اس کے فوراً بعد روزہ افطار کر لینا چاہئے، بہت دیر کرنا مکروہ ہے، احتیاطاً تین سے پانچ منٹ تاخیر کرنے کی گنجائش ہے، بلکہ جس جگہ غروب دکھائی نہ دیتا ہو، وہاں احتیاط کرنا ضروری ہے، اور ۱۰ سے ۱۵ منٹ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۴۴﴾ کیا افطار کے وقت کی دعا بے اصل ہے؟

سوال: الاصلاح میں احکام رمضان مبارک کے عنوان کے تحت آپ کا مضمون پڑھا، اس میں آپ نے افطار کے وقت پڑھنے کی دعا بتلائی ہے، وہ یہ ہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ بِكَ آمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّي۔ اور دیگر بزرگان دین بھی یہی دعا بتلاتے آئے ہیں، لیکن ملا علی قاریؒ نے مرقات: ۵۱۵/۲ پر اس دعا کے بارے میں لکھا ہے کہ ”عام لوگوں کی زبان پر جو یہ الفاظ مشہور ہیں: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ بِكَ آمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَلِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ یہ بے اصل ہیں، تو الاصلاح میں بتائی گئی دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ یا مرقات کی عبارت کا مصداق کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ سے عبارت سمجھنے میں تسامح ہوا ہے، ملا علی قاریؒ نے اول ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ افطار کے وقت ”يَا وَاسِعَ الْفَضْلِ

اِغْفِرْلِیْ“ پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ“ پڑھتے تھے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ ”عوام میں جو یہ الفاظ مشہور ہو گئے ہیں، وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں، بے اصل ہیں،“ البتہ ان کا معنی اور مطلب صحیح ہے، اس لئے ان کے پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔

نیت کا معنیٰ عزم القلب یعنی دل سے پکا ارادہ کرنا ہے، زبان سے الفاظ کا تکلم نہ بھی کیا جائے تب بھی نیت صحیح ہو جاتی ہے، اس لئے زبان سے نیت کے الفاظ پڑھنے کا جو رواج ہو گیا ہے، وہ بدعت حسنہ ہے۔

﴿۱۵۴۵﴾ افطار کے وقت بلند آواز سے اجتماعی دعا مانگنا

سوال: کیا معتکف افطار سے کچھ دیر قبل دوسرے روزہ داروں کو جمع کر کے روزانہ بلند آواز سے دعا مانگے تو کیا یہ جائز ہے؟ کیا اس طرح جمع ہو کر افطار کے وقت دعا مانگنا درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اس لئے اس وقت دعا مانگنا بہتر ہے، اور ساتھ میں دوسرے لوگ بھی جمع ہو جائیں اور ضرورت کے مطابق آواز بلند رکھی جائے اور کسی شرعی اصول کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو تو جائز ہے۔

﴿۱۵۴۶﴾ کس چیز سے روزہ افطار کرنا سنت ہے؟

سوال: کس چیز سے روزہ افطار کرنا سنت ہے؟ کچھ لوگ نمک سے روزہ افطار کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ مغرب کی نماز سے قبل تر کھجور یا خشک کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے، اس لئے تر یا خشک کھجور

سے روزہ افطار کرنا افضل ہے، اور اگر یہ میسر نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی سے بھی روزہ افطار کرنا بہتر ہے، سوال میں لکھنے کے مطابق نمک سے افطار کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں ہے، اور نہ ہی شریعت کی طرف سے اس کا کوئی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۴۷﴾ ۲۰ ویں کو غروب آفتاب کے بعد اعتکاف شروع کیا تو اعتکاف صحیح ہوگا؟

سوال: ۲۰ ویں رمضان کا روزہ گھر پر افطار کر کے پھر مسجد میں ایسے وقت آئے کہ اذان ختم ہو چکی ہو، اور پھر اعتکاف شروع کرے، تو کیا یہ صحیح ہے؟ البتہ ابھی جماعت شروع نہ ہوئی ہو، اور یہ پہنچ جاتا ہے، اور اگر اتنی تاخیر ہو جائے کہ جماعت فوت ہو جائے، اور پھر یہ شخص اعتکاف شروع کرے، تو کیا اس کا اعتکاف صحیح ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال میں مذکورہ طریقہ غلط ہے، غروب آفتاب سے قبل مسجد میں پہنچ جانا ضروری ہے، البتہ تاخیر کرنے سے اعتکاف نفلی ہوگا، سنت نہیں کہلائے گا۔ (بحر: ۳۲۰)

﴿۱۵۴۸﴾ افطاری کی رقم سے غیر روزہ دار بچوں کا کھانا

سوال: ہمارے گاؤں میں بیرون سے افطاری کی رقم آتی ہے، اس رقم سے افطاری کا انتظام کیا جاتا ہے، اس افطاری سے روزہ دار اور غیر روزہ دار معصوم بچے کھاتے ہیں، تو غیر روزہ دار بچوں کا اس افطاری سے کھانا کیسا ہے؟ اور اس کا ذمہ دار کون کہلائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... یہ رقم بھیجنے والا ایک شخص ہو یا متعدد اشخاص ہوں، رقم بھیجتے وقت انہوں نے یہ صراحت کی ہو کہ اس رقم سے صرف روزہ دار ہی کو افطار کرایا جائے، تو ان روپیوں کو صرف روزہ دار کی افطاری ہی میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی صراحت نہ

کی ہو، تو آپ کے یہاں کے عرف کے مطابق ان روپیوں سے جو لوگ افطاری کرتے ہیں وہ سب شامل ہو سکتے ہیں، اور اپنے یہاں عرف یہ ہے کہ مرد، بچے روزہ دار یا غیر روزہ دار سب افطاری کے کھانے سے کھاتے ہیں، روزہ دار یا غیر روزہ دار سب کھا سکتے ہیں۔

﴿۱۴۴۹﴾ چار منٹ قبل افطار کر لیا تو

سوال: ہمارے گاؤں میں افطاری کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے بیل بجایا جاتا ہے، جو افطاری کے معینہ طبع شدہ وقت پر بجایا جاتا ہے، تا کہ بستی والے تمام صحیح وقت پر روزہ افطار کر سکیں، گذشتہ کل بھول سے چار منٹ قبل بیل بجا دیا، بیل کی آواز سن کر بہت سے لوگوں نے چار منٹ قبل روزہ افطار کر لیا، اور بعد میں یہ بات علم میں آئی، تو ان حالات میں چار منٹ قبل روزہ افطار کر لینے سے روزہ صحیح ہوا یا نہیں؟ کیا اس روزہ کی قضا لازم ہے؟ کیا کفارہ بھی واجب ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں یہ جاننا ضروری ہے کہ غروب کے بعد بیل بجایا تھا یا غروب سے قبل بیل بجایا تھا؟ اگر غروب کے بعد بیل بجایا ہو تو روزہ ادا ہو گیا، قضا کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر غروب سے قبل بیل بجایا تھا، تو جن لوگوں نے اس کی آواز پر روزہ افطار کر لیا ان کے لئے اس روزہ کی قضا ضروری ہے۔

روزے کی مروج تقویم پر مدار رکھ کر کوئی حکم نہیں بتایا جا سکتا، اس لئے کہ بعض تقویم میں احتیاطاً پانچ منٹ شامل کر کے غروب کا وقت لکھا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اگر صورت حال یہی ہے تو روزہ صحیح ہو گیا، اور بعض تقویم میں عین غروب کا وقت مکتوب ہوتا ہے، اور بعض میں تین منٹ احتیاطاً شامل کی ہوئی ہوتی ہیں، نیز گھڑی بھی بالکل صحیح وقت بتاتی ہو یہ ضروری ہے، خلاصہ یہ کہ گھڑی یا تقویم اصل مدار نہیں ہیں بلکہ وقت جاننے کے لئے معین ہے، اصل مدار

غروب آفتاب پر ہے۔(شامی:۱۰۴/۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۵۰﴾ رمضان میں مغرب کی نماز کے قیام میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

سوال: بہت سے لوگ گھر میں افطاری کر کے نماز پڑھنے آتے ہیں، اور بہت سے لوگ مسجد ہی میں افطاری کرتے ہیں، اور وہ نماز کے لئے جلد حاضر ہو جاتے ہیں، گھر سے آنے والوں کا انہیں انتظار کرنا پڑتا ہے تو گھر سے آنے والوں کا کتنی دیر انتظار کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز میں عجلت کرنی چاہئے، اور تقریباً ۲۰ منٹ سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ کہلائے گا۔ رمضان میں افطاری کی وجہ سے ۱۰ سے ۱۵ منٹ کی تاخیر ہو، یا اتنی دیر مصلیوں کا انتظار کرنا پڑے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۵۱﴾ افطاری کی بچی ہوئی رقم کا مصرف

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں افطاری کے انتظام لئے چندہ کیا جاتا ہے، چندہ دینے والے اس سال کے رمضان میں ہی چندہ دیتے ہیں، ان روپیوں میں سے کچھ روپئے بچا کر آئندہ سال کی افطاری کے انتظام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ اور جنہوں نے روپئے دئے ہیں، انہیں ثواب کب ملے گا؟ از روئے شرع اس مسئلہ کا جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:...... چندہ کرنے والے معطین اموال کے وکیل ہیں، اور وکیل کیلئے مؤکل کی ہدایت کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے، جس مہینہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا ہے اسی مہینہ میں خرچ کرنا ضروری ہے، اور اگر خرچ نہ ہو سکیں اور کچھ روپئے بچ

جائیں تو اس صورت میں دوبارہ اجازت لینا ضروری ہے۔(امداد الفتاویٰ)

﴿۱۵۵۲﴾ کیا درگاہ کی منت کی نیت پر پالے ہوئے بکرے سے افطاری کروانا جائز ہے؟

سوال: ایک بھائی نے درگاہ کی منت کا بکرا پالا، مقصد یہ تھا کہ درگاہ پر بکرا کاٹ کر میزبانی کر کے لوگوں کو کھلائے گا، اب اس بھائی کا ارادہ یہ ہے کہ افطاری میں اس بکرے کو ذبح کر کے لوگوں کو افطاری میں یہ بکرا کھلائے، تو کیا افطاری میں اس بکرے کو ذبح کر کے کھلا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... درگاہ یا اولیاء اللہ کی منت ماننا، یا چڑھاوا چڑھانا یا ان کے نام کا جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اس منت کے پورا کرنے سے نہ اولیاء اللہ کو ثواب پہنچتا ہے، اور نہ ہمارا ایمان سلامت رہتا ہے، اس لئے ایسی منت نہیں ماننی چاہئے اور اگر پہلے ایسا کیا ہو تو سچے دل سے اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ لہذا اس بکرے کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے افطاری میں لوگوں کو کھلایا جائے تو یہ جائز ہے، اور اس میں ثواب بھی ملے گا اور افطاری میں کھلا کر بزرگوں، اولیاء اللہ کو اس کا ثواب بخشا جائے تو ان کی روح بھی خوش ہوگی، اس لئے اس جائز طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

﴿۱۵۵۳﴾ ستارے کا طلوع ہونا غروب آفتاب کی علامت ہے یا نہیں؟

سوال: آسمان صاف ہو اور ستارہ ظاہر ہو جائے، تو یہ غروب آفتاب کی علامت ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں ۷:۱۲ منٹ پر ستارہ صاف ظاہر ہو گیا، پھر بھی ۷:۱۷ منٹ پر مغرب کی اذان دی گئی، اور افطاری کی گئی، تو ستارہ کے طلوع سے مغرب کا وقت سمجھ کر افطاری کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ ستارہ مغرب کی جانب تین چار ہاتھ اوپر دکھائی دیتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت میں افطار کا مدار ستارہ پر نہیں، بلکہ غروب

آفتاب پر ہے، اس لئے غروب کا مکمل یقین حاصل ہو جانے کے بعد ہی افطار کرنا ضروری ہے، کچھ روشن ستارے غروب سے قبل اور کچھ غروب کے بعد ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے ستاروں پر مدار نہیں ہے، غروب کے بعد ہی افطار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿١٥٥٤﴾ افطاری کی رقم رمضان ہی میں خرچ کر دینی چاہئے؟

سوال: رمضان کے مہینہ میں کچھ لوگ مسجد میں افطاری کے لئے اس نیت سے روپئے دیتے ہیں کہ ہمارے روپئے رمضان کے مبارک مہینہ میں خرچ ہوں، اور ہمیں رمضان کا ثواب ملے، لیکن مسجد والے وہ تمام روپئے اس مہینہ میں خرچ نہیں کرتے، یا کچھ روپئے خرچ کرنے کے بعد بچ جاتے ہیں، تو ان تمام روپیوں کو رمضان میں خرچ کرنا ضروی ہے یا نہیں؟ اور رقم دینے والے کو پورا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رمضان میں افطاری کے لئے آئی ہوئی رقم رمضان کے روزوں کی افطاری کے لئے ہوتی ہے، ان روپیوں کو اسی مہینہ میں افطاری ہی میں خرچ کر دینا چاہئے۔ اور جو روپئے خرچ کے بعد بچ جائیں، اس کے لئے معطین سے دوبارہ اجازت لینی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿١٥٥٥﴾ کیا افطاری کے لئے آئی ہوئی رقم سے ٢٧ ویں شب کو شیرینی تقسیم کرنا اور حافظ جی کو ہدیہ دینا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں رمضان المبارک میں افطاری کے لئے جو روپئے آتے ہیں، ان میں سے باورچی اور باورچی کے ساتھ کام کرنے والے معاونین کو اور ختم قرآن کے موقع پر شیرینی میں اور تراویح پڑھانے والے حافظ جی کو ہدیہ بھی اس رقم میں سے دیا جاتا ہے، تو

کیا یہ دینا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... افطار کے لئے آئی ہوئی رقم سے روزہ داروں کی افطاری کا انتظام کرنیوالے باورچی اور باورچی کے ساتھ کام کرنے والے معاونین کو اس سے تنخواہ دی جا سکتی ہے، ختم قرآن کی شیرینی کا خرچ اور تراویح پڑھانے والے کا ہدیہ اس میں سے نہیں دیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۵۶﴾ ایک مسجد کے افطاری کے روپئے بھول سے دوسری مسجد میں دے دینا

سوال: میرے پاس لندن کمیٹی کی جانب سے تین مسجدوں کی افطاری کے روپئے آتے تھے، میں تینوں مسجدوں کے متولیوں کو ان کے حصہ کی رقم پہنچا دیتا تھا، اس سال جمعہ مسجد کے افطاری کے روپئے لندن والوں نے جمعہ مسجد کے ہی ایک آدمی کو دے دئے، اور مجھے دو مسجدوں کے روپئے ہی بھیجے، اور ساتھ میں جو کاغذ لکھا تھا جس میں صاف صراحت تھی کہ یہ روپئے صرف دو مسجدوں کے ہیں، جمعہ مسجد کے نہیں ہیں، وہ کاغذ میرے پاس دیر سے پہنچا، میں نے رقم آتے ہی تینوں مسجدوں کے متولیوں کو رقم برابر حصہ کر کے دے دی، اور کاغذ ملنے پر میں نے وہ خط جمعہ مسجد کے متولی کو بتایا، اور جو رقم میں نے دی تھی، اس کا مطالبہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ وہ روپئے تو خرچ ہو گئے، البتہ میرے پاس جمعہ مسجد کے افطاری کے دوسرے روپئے ہیں اگر مسئلہ کی رو سے یہ روپئے میں تم کو دے سکوں تو دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، لہذا آنجناب از روئے شرع بتائیں کہ میرا ان روپیوں کا مطالبہ صحیح ہے یا نہیں؟ متولی کو وہ روپئے واپس کرنے چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق جمعہ مسجد کے متولی

نے آپ سے رقم کا مطالبہ نہیں کیا، اور پہلے آپ وکیل بن کر اس مسجد میں افطاری کے روپئے دیتے تھے، اور اس سال بھول سے آپ نے اس مسجد کو افطاری کے روپئے دے دئے، اور متولی نے خرچ کر دئے، تو متولی پر اس کا کوئی ضمان نہیں آئے گا۔
البتہ جب صحیح دلیل سے ثابت ہو گیا کہ دینے والے سے بھول ہو گئی ہے تو جمعہ مسجد کے متولی کو چاہئے کہ وہ روپئے واپس کر دے، متولی کے پاس اس مسجد کی افطاری کے جو روپئے جمع ہیں ان میں سے یہ رقم واپس کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۵۷﴾ تندرست انسان کا روزہ کے بدلہ فدیہ دینا

سوال: جو شخص رمضان میں طاقت ہونے کے باوجود روزہ نہیں رکھتا، اور روزہ کے بدلے میں فدیہ دے دیتا ہے، اس کے ذمہ سے کیا روزہ کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے؟ اور کیا اس طرح فدیہ دینا صحیح ہے؟ فدیہ کی رقم کتنی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... رمضان میں روزہ رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، اور اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ایک فرض ہے، اگر کوئی شخص پیرانہ سالی یا کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ایسا شخص ہر روزہ کے بدلہ ایک صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ کر دے، تو یہ روزہ کا فدیہ ہو جائے گا، اور اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ لیکن جو شخص تندرست ہو، روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، وہ اگر روزہ نہ رکھے اور بدلہ میں فدیہ دے تو اس کا فدیہ دینا کسی بھی امام کے نزدیک صحیح نہیں ہے، اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۵۸﴾ مرض الموت میں گرفتار شخص کا فدیہ

سوال: ایک شخص کے رمضان کے روزے بیماری کی وجہ سے چھوٹ گئے ہیں، ابھی بھی وہ بیمار ہے، اور اس بیماری سے اچھا ہونے کی امید دکھائی نہیں دیتی ہے، کیا یہ اپنے روزوں کے بدلے فدیہ دے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، تو بھی رمضان کا مہینہ عاقل بالغ مسلمان پر آنے سے اس پر روزے فرض ہو جاتے ہیں، البتہ بیماری کی وجہ سے ادا نہ کر سکے، تو جب تندرستی حاصل ہو، اور روزہ رکھنے کی طاقت آئے، اس وقت قضا کرنا ضروری ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص بیماری کے لاحق ہونے کے بعد بقیہ پوری زندگی ایسا ہی بیمار رہا کہ اسے روزہ پر قدرت نہیں رہی تو اس پر فدیہ بھی واجب نہیں ہوتا، البتہ جتنے دن اس بیماری سے افاقہ رہا، کہ جن میں روزے رکھ سکتا تھا، لیکن نہیں رکھے، اتنے روزے ذمہ میں باقی رہیں گے، اور مرنے سے قبل ان روزوں کے فدیہ کی وصیت کرنا لازم ہے۔

اور ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کی مقدار (تقریباً ۱۶۶۲ گرام گیہوں) دیئے جائیں۔ کوئی شخص اپنی حیات ہی میں فدیہ دینا چاہتا ہو، تو مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دے سکتا ہے، البتہ فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے پر قدرت حاصل ہو گئی تو فدیہ نفلی شمار ہوگا اور وہ روزے دوبارہ رکھنے پڑیں گے، یعنی ان روزوں کی قضا ذمہ میں لازم ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ: ۱۱۸/۲، درمختار مع الشامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۵۹﴾ بیماری کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ

سوال: ایک شخص کے کچھ روزے بیماری کی وجہ سے چھوٹ گئے، ابھی بھی یہ شخص بیمار ہے،

اور اتنا کمزور ہے کہ روزہ پر قدرت نہیں ہے، تو چھوٹے ہوئے روزوں کے بدلے فدیہ دے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیماری کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا تندرستی ملنے کے بعد کرنی چاہئے، البتہ بیماری کے بعد روزوں پر قدرت باقی نہ رہے، اور ابھی بھی قدرت نہ ہو، تو اس صورت میں چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے، البتہ بعد میں جتنے دن روزے رکھنے کی قدرت حاصل ہو اور روزے نہ رکھے جائیں، اتنے دن کی قضا واجب ہوگی، اور نہ رکھنے کی صورت میں ہر روزہ کے بدلہ ایک صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ:۲/۱۱۸، درمختار، شامی)

﴿۱۵۶۰﴾ ایک مہینہ کے روزوں کا فدیہ

سوال: ایک شخص نے پورے ماہ روزے نہیں رکھے، تو اس شخص کو ایک مہینہ کے فدیہ میں کتنے گیہوں دینے لازم ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان عاقل بالغ پر رمضان کے روزے فرض ہیں، اگر رمضان میں یہ روزے نہیں رکھے تو اس کے بعد اس کی قضا لازم ہے، تندرستی اور روزوں پر قدرت کے باوجود اگر روزے کے عوض فدیہ دے دیا جائے تو فدیہ قبول نہیں ہوگا، روزوں کی قضا ضروری ہے۔ البتہ بیماری یا کمزوری یا کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قدرت نہ ہو تو ایک روزہ کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار فدیہ میں دی جائے، لہذا ایک مہینہ یعنی ۳۰ دن کے فدیہ کی مقدار ۴۹ کلو ۸۶۰ گرام گیہوں ہوتے ہیں، اس لئے اتنے گیہوں یا اس کی قیمت کا صدقہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۶۱﴾ متعدد روزوں کا فدیہ ایک ہی کو دینا

سوال: ایک شخص کمزوری کی وجہ سے روزے رکھنے سے معذور ہے، اور یہ اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینا چاہتا ہے، تو متعدد روزوں کا فدیہ ایک ہی شخص کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ میں یہ رقم دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... متعدد روزوں کا فدیہ ایک ہی شخص کو دینا یا مدرسہ میں پڑھنے والے غریب بچوں کے لئے مدرسہ میں دینا جائز ہے، اور بعض صورتوں میں مدرسہ میں دینی علم حاصل کرنے والے طلباء کو دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ (شامی: ۱۱۹/۲، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۶۲﴾ رمضان کے قضا روزوں کو مؤخر کر کے شوال کے چھ روزے رکھنا

سوال: رمضان کے دو چار قضا روزے باقی ہیں، اور شوال میں شوال کے چھ نفل روزے رکھنا چاہے اور بعد میں رمضان کے روزے رکھے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ قضا روزے شوال میں نہ رکھے اور اس کے بعد کے مہینہ میں رکھے تو نفل روزے قبول ہوں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رمضان کے قضا روزے جتنا ہو سکے اتنی جلدی ادا کر لینے چاہئے، ذمہ سے ایک فریضہ ساقط ہو جائے یہ نفل سے بہتر ہے، موت کا کیا ٹھکانہ اور کیا پتہ ہے کہ کب آئے؟ اس کے باوجود قضا روزے شوال میں نہ رکھے اور اس کے بعد کے مہینہ میں رکھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ قضا روزے فوراً رکھنا واجب نہیں ہیں، اس لئے شوال میں نفل روزے رکھنا جائز ہیں، اور اس کا ثواب بھی ملے گا۔

﴿۱۵۶۳﴾ نماز و روزوں کے فدیہ میں غریبوں کو کھانا کھلانا

سوال: روزہ اور نماز کے فدیہ میں کتنے غریبوں کو کھانا کھلانا چاہیئے؟ کھانا کھلانے کے بجائے اگر غلہ دے دیا جائے تو کیا اس سے فدیہ ادا ہوگا؟ فدیہ کی رقم مسجد و مدرسہ کے کام میں دے سکتے ہیں؟ مرحوم کے کتنے فرض چھوٹے ہیں، ان کی گنتی نہیں ہے، تو ان کی گنتی کس طرح کی جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرحوم کے ذمہ جتنی نمازیں یا روزے باقی ہوں ان کا حساب لگا کر ہر نماز کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار یعنی ۱۶۶۲ گرام گیہوں یا اس کی قیمت غریبوں میں صدقہ کر دی جائے، ایک دن کی پانچ نمازیں اور ایک وتر یعنی کل ملا کر چھ نمازیں شمار کی جائیں۔ اور اسی طرح ہر روزہ کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار کا حساب لگایا جائے گا۔ (شامی، عالمگیری:۱) غلہ یا اس کی قیمت فقراء میں صدقہ کر دی جائے، اور ایک فقیر کو کم از کم ایک صدقۂ فطر کی مقدار دینا ضروری ہے۔ صدقہ میں تملیک بلاعوض شرط ہے، اس لئے مسجد، مدرسہ کے کام میں دینے سے فدیہ ادا نہیں ہوگا، بعد تملیک جس کام میں لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۶۴﴾ فدیہ کس جگہ کے حساب سے دیا جائے؟

سوال: ایک شخص کا یو. کے. میں انتقال ہوگیا، اس کے وارثین اس کے روزوں کا فدیہ انڈیا میں دینا چاہتے ہیں، تو انڈیا کے حساب سے فدیہ دیا جائے یا یو. کے. کے حساب سے دیا جائے؟ اور فدیہ کس کے مال میں سے دیا جائے گا؟ مرحوم کے مال سے یا مرحوم کے ماں باپ کے مال میں سے دیا جائے گا؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحوم نے وصیت کی ہوتو اس کے متروکہ مال کے ثلث سے فدیہ ادا کیا جائے، اور اگر وصیت نہ کی ہوتو فدیہ دینا کسی پر واجب نہیں۔ اس کے باوجود ماں باپ دوسرے اعزہ اپنی مرضی سے اپنے مال سے فدیہ ادا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، اور امید ہے کہ اللہ کے یہاں قبول ہوگا، مذکورہ شخص جہاں سکونت رکھتا ہو اسی جگہ کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵٦۵﴾ روزہ کا فدیہ کتنا دیا جائے؟

سوال: ضعیف اور بوڑھا شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو اسے رمضان کے روزوں کا فدیہ کتنا دینا چاہئے؟ اور کیا یہ فدیہ یتیم خانہ میں دے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیرانہ سالی یا ضعف یا مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قدرت نہ رہے تو جب قدرت حاصل ہو ان کی قضا کرے، اور اگر قدرت حاصل نہ ہو تو ان روزوں کا فدیہ واجب نہیں، البتہ اگر قدرت حاصل ہو جائے، اور ان روزوں کی قضا نہ کرے، اور پھر قدرت نہ رہے تو جتنے روزوں کی قضا کر سکتا تھا، ان کا فدیہ اب ادا کرے، ہر روزہ کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار فقراء میں تقسیم کرے، اور یہ فدیہ غریب مسلمان مسکین کو تملیکاً دینا ضروری ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵٦٦﴾ مرحومہ والدہ کی چھوٹی ہوئی نماز و روزوں کا فدیہ

سوال: میری والدہ پانچ مہینہ سے بستر مرگ پر تھیں، اٹھ کر یا بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتی تھیں، اس سال ۲٦ ویں رمضان کو والدہ کا انتقال ہو گیا، مرحومہ والدہ پر پانچ مہینوں کی نمازیں باقی ہیں، اور تین روزے باقی ہیں، تو ان نماز و روزوں کے عوض فدیہ دیا جائے گا یا نہیں؟

اور کتنا دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحومہ نے نماز وروزوں کے فدیہ کی وصیت کی ہوتو والدہ کے متروکہ مال کے ثلث سے وصیت نافذ کی جائے گی، اوراگر وصیت نہ کی ہوتو جو وارث اپنی خوش دلی سے اپنے مال سے ادا کرنا چاہتا ہو کرسکتا ہے، اوراللہ کی کریم ذات سے امید ہے کہ ان کے فدیہ میں وہ رقم قبول ہوجائے گی۔

بہرصورت فدیہ میں ایک روزہ کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقداراور ہرنماز کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار دینی لازم ہے،یعنی ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اورایک وتر کل ملاکر چھ نمازیں شمار کرکے جتنے دنوں کی نمازیں چھوٹی ہیں ان کا حساب لگالیا جائے،اورغریب مستحق مسلمان کو تملیکاً دےدی جائے۔ایک صدقۂ فطر کی مقدار۱۶۶۲ گرام گیہوں ہے۔

﴿۱۵۶۷﴾ مرحومہ بیوی کا فدیہ اسکا شوہر دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کا انتقال ہوگیا،اس کے ذمہ کچھ روزوں کی قضا باقی ہے،اس کا فدیہ اس کا شوہر دے سکتا ہے یا نہیں؟البتہ عورت نے اس کی کوئی وصیت نہیں کی ہے،تو شریعت اس بارے میں کیا فرماتی ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً:...... بلاشبہ شوہر اپنی مرحومہ بیوی کے روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے،اللہ تعالیٰ کی کریم ذات سے امید ہے کہ مرحومہ کے فدیہ میں وہ رقم قبول ہوگی۔

﴿۱۵۶۸﴾ کفارہ میں روزہ پرقدرت ہوتو دومہینوں کے مسلسل روزہ رکھنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص تندرست ہے،روزہ رکھنے کی طاقت ہے، پھربھی ایک روزہ جان بوجھ کرتوڑ دیا تواب اس پرکفارہ کے دومہینوں کے مسلسل روزے رکھنا فرض ہے،اگر یہ کفارہ کے روزے

نہ رکھے اور ان کے بجائے ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ قضا روزوں کے عوض فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فرض روزہ جان بوجھ کر توڑ دینے کی وجہ سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں، اور روزہ رکھنے کی قدرت ہو تو دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھنا ضروری ہیں۔ (بحر: ۲۹۹) اور مسکینوں کو کھانا کھلا دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ (عالمگیری، مراقی الفلاح: ۴۰۴) روزوں پر قدرت ہوتے ہوئے قضا روزوں کے بجائے اس کا فدیہ دے دینا درست نہیں ہے، قضا رکھنا ضروری ہے۔

﴿۱۵۶۹﴾ رمضان کے اخیری عشرہ میں الوداعی اشعار پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں جب رمضان کے مہینہ کا اخیری عشرہ شروع ہوتا ہے، تو سحری کے بعد مائک میں بلند آواز سے ''اے ماہ رمضان الوداع'' نظم کے طور پر پڑھا جاتا ہے، اور الوداعی اشعار پڑھے جاتے ہیں، تو یہ الوداعی نظم پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رمضان کے مہینہ کے ختم ہونے پر کوئی شخص یہ سوچ کر کہ رمضان جیسا مبارک مہینہ گزر گیا، اور ہم نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس سے ہم اللہ کی رحمت کے مستحق بنتے، اور اس کے قیمتی لمحات کی ہم نے قدر دانی نہیں کی، اس دلی کیفیت کے ساتھ اپنے کلام میں اس کا اظہار کرے، تو اس میں گناہ نہیں ہے، لیکن صرف زبان سے رمضان جا رہا ہے، ایسا کہنا ریاکاری اور غلط رسم کے طور پر ہے، اور مذکورہ الفاظ آپ ﷺ یا کسی صحابی یا ائمہ اربعہ میں سے کسی سے ثابت نہیں ہیں، اس لئے ان اشعار کا پڑھنا ممنوع ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۷۰﴾ ۲۷ویں شب کو شیرینی تقسیم کرنا

سوال: رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب کو تراویح کے بعد مسجد میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، تو کیا یہ شیرینی تقسیم کرنا ضروری ہے؟ شیرینی تقسیم کرنے کو زیادہ اہمیت دینا اور عالم کے وعظ کو اس لئے نہ رکھنا کہ اس سے شیرینی تقسیم کرنے میں حرج ہوتا ہے تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ۲۷ ویں شب کو ختم قرآن کے بعد شیرینی تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے، اور اس رواج کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے، وعظ سے لوگوں کے دینی علم میں اضافہ ہوتا ہے اور عمل کی ترغیب حاصل ہوتی ہے، اس لئے وعظ کا پروگرام ملتوی نہیں کرنا چاہئے، بعد وعظ کے بھی شیرینی تقسیم کی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۷۱﴾ عید کے دن مصافحہ کرنا

سوال: عید کے دن مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ میں نے منع کیا تو لوگ کہتے ہیں: کہ یہ تو پہلے سے رائج رسم ہے، اس لئے ملاقات کر لینی چاہئے تو کیا مسجد میں اس طرح مصافحہ کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عید کے دن اس نیت سے مصافحہ کرنا کہ یہ ایک رواج ہے جو سالوں سے چلا آرہا ہے، اور اس دن ملاقات کرنی ہی چاہئے، اس نیت سے مصافحہ کرنا تعلیمات نبوی کے خلاف ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ (شامی: ۳۳۶/۵) فقط واللہ تعالی اعلم

فصل فی الاعتکاف

﴿۱۵۷۲﴾ کیا بے نمازی عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کرسکتا ہے؟

سوال: جو شخص نماز کا پابند نہ ہو، وہ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرسکتا ہے؟ البتہ اعتکاف کی حالت میں یہ شخص صوم وصلوۃ کا پابند ہوجاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص نماز وروزہ کا پابند نہ ہو، البتہ اعتکاف میں بیٹھنے کے بعد صوم وصلوۃ کی پابندی کرے، تو اس کے اعتکاف کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اس کا اعتکاف صحیح ہے، ہوسکتا ہے اس کے اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نواز دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۷۳﴾ رمضان کے مکمل مہینہ کا اعتکاف کرنا

سوال: رمضان شریف کے پورے مہینہ کا اعتکاف کرنا کیسا ہے؟ کیا آپ ﷺ نے کبھی پورے مہینہ کا اعتکاف کیا ہے؟ کسی حدیث سے ثابت ہو تو مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رمضان کے پورے مہینہ کا اعتکاف کرنا نفلی عبادت ہے، اور اعتکاف کا اصل مقصد عبادت ہے جو کامل توجہ اور اطمینان سے ادا کرسکے۔ آپ ﷺ نے بھی ایک مرتبہ پورے ماہ کا دس دس دن کی نیت سے اعتکاف کیا تھا، جو بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے ثابت ہے، اور آپ ﷺ کی عادت شریفہ اخیری دس دن کے اعتکاف کی تھی، اس لئے اس دس دن کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

﴿۱۵۷۴﴾ پورے ماہ کے اعتکاف کا ارادہ کرنے والا اعتکاف کب سے شروع کرے؟

سوال: معتکف پورے رمضان کے مہینہ کے اعتکاف کا ارادہ کرے، تو اعتکاف کب سے

شروع کرے؟ اور مسجد میں کب سے بیٹھ جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر پورے ماہ کے اعتکاف کا ارادہ ہے تو رمضان کے چاند ہونے سے پہلے مسجد میں بیٹھ جانا چاہئے، یعنی چاندرات کو مغرب سے پہلے بیٹھ جانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۷۵﴾ کیا بعد ثبوت چاند کے اعتکاف میں بیٹھنے والوں کو ثواب پورا ملے گا؟

سوال: ہمارے یہاں اس مرتبہ رمضان کے چاند کی خبر وقت پر نہیں آئی، عشاء کے بعد آئی، تو جولوگ شروع چاند سے اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ رکھتے تھے، وہ بعد ثبوت چاند کے اعتکاف میں بیٹھے، تو ان کا اعتکاف صحیح ہوا یا نہیں؟ انہیں اعتکاف کے لئے کب سے بیٹھنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب سے اعتکاف شروع کیا تب سے اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور جتنا وقت بغیر اعتکاف کے گزرا اتنا وقت مہینہ میں کم شمار ہوگا، البتہ سچی نیت کی وجہ سے پورے ماہ کے اعتکاف کا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۷۶﴾ اعتکاف کی فضیلت

سوال: اعتکاف کی فضیلت اور حدیث میں وارد وعدہ پر تفصیلی روشنی ڈالیں، تاکہ اعتکاف میں نہ بیٹھنے والوں کو رغبت ہو، اور تختہ پر بھی ہم لکھ سکیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......اعتکاف مسنون عمل ہے، اعتکاف میں بیٹھنے والا ہر وقت اللہ کی رحمت اور مسجد کے ماحول میں ہوتا ہے، اور ہر حالت میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے، ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے دس دن کا اعتکاف کیا، اسے دو حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا، (رواہ بیہقی، ترغیب:۲/۲۷۲) حضرت

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رضائے الٰہی کی خاطر ایک دن کا بھی اعتکاف کیا، تو اللہ تعالی اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ فرمادیتے ہیں۔ (ترغیب: ۲۷۳:۳)۔

آپ ﷺ اور صحابہ بڑی پابندی واہتمام کے ساتھ ہر سال رمضان میں اعتکاف کرتے تھے، اعتکاف کرنے والے کی حیثیت ایسی ہے جیسے اس نے کریم مالک کے دروازہ پر پڑاؤ ڈال دیا ہے، کہ جب تک اس کا مقصد (مغفرت، وغیرہ) حاصل نہ ہوگا وہ یہاں سے نہیں اٹھے گا، اگر کسی دنیادار رئیس کے دروازہ پر کوئی سائل پڑاؤ ڈال دے اور اپنے مطلب کے حصول کے بغیر وہاں سے نہ ملے تو دنیادار رئیس کا دل بھی پگھل جاتا ہے، اور وہ اس کا مطلب پورا کردیتا ہے، یہ تو کریم احکم الحاکمین کا دربار ہے، جس کے خزانہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہے، وہ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ کیسے پھیر سکتا ہے؟ اس لئے اعتکاف بہت ہی فضیلت والی عبادت ہے، اس میں اور بھی برکتیں اور ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۷۷﴾ کیا آخری عشرہ کا اعتکاف عبادت خانہ میں کرسکتے ہیں؟

سوال: کیا آخری عشرہ کا اعتکاف عبادت خانہ میں کرسکتے ہیں؟ کیا اس کے لئے مسجد ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس مسجد میں پنج وقتہ نماز جماعت اور اہتمام کے ساتھ ادا ہوتی ہو وہاں اعتکاف کرنا چاہئے۔ عبادت خانہ (جہاں پانچ وقت کی نماز اہتمام سے نہ ہوتی ہوں) میں اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۷۸﴾ معتکف مسجد میں کہاں اٹھ بیٹھ سکتا ہے؟

سوال: معتکف مسجد میں کہاں آجا سکتا ہے؟ اس کے حدود کیا ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... معتکف جماعت خانہ میں جہاں چاہے اٹھ بیٹھ سکتا ہے، اس کی حد جماعت خانہ ہے، اس سے باہر بلاضرورت نہ جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۷۹﴾ کیا اعتکاف کے لئے معتکَف (پردہ باندھنا) ضروری ہے؟

سوال: رمضان میں یا کسی اور مہینہ میں دس دن یا پورے مہینہ کے لئے مسجد میں اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ ہو تو کیا کپڑے وغیرہ سے پردہ باندھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں اعتکاف کرنے والے کے لئے پردہ باندھنا ضروری یا فرض نہیں ہے، صرف معتکف کی سہولت کے لئے یہ انتظام کیا جاتا ہے، آپ ﷺ اور صحابہ بھی اعتکاف کرتے وقت پردہ باندھتے تھے، اس لئے اس نیت سے باندھنا سنت کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۰﴾ عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے غروب سے قبل مسجد میں بیٹھ جانا چاہئے۔

سوال: رمضان کے اخیری عشرہ کے اعتکاف کے لئے ۲۰ ویں رمضان کو عصر بعد سے مسجد میں بیٹھ جانا چاہئے، یا عصر کے بعد گھر جا کر غروب سے قبل مسجد میں آسکتے ہیں؟ صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سنت مؤکدہ اعتکاف کے لئے ۲۰ ویں تاریخ کے غروب آفتاب سے قبل اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بیٹھ جانا چاہئے، تاکہ مکمل دس دن کا اعتکاف شمار ہو۔ اس لئے کہ غروب ہوتے ہی ۲۱ ویں تاریخ شروع ہو جائے گی، اس کے لئے عصر بعد گھر جا کر غروب سے قبل مسجد میں آجائیں تو بھی کچھ حرج نہیں۔ (شامی:

۲/۱۳۷، عالمگیری:۲۱۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۱﴾ غروب کے بعد آنے سے اعتکاف نفل شمار ہوگا۔

سوال: ۲۰ رمضان کا روزہ گھر افطار کر کے پھر مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں آ کر اعتکاف شروع کیا جائے تو کیا اس میں کچھ حرج ہے؟ مسجد پہنچنے تک اذان ختم ہو چکی ہوتی ہے، تو اس طرح اعتکاف کرنے سے اعتکاف صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور کبھی ایسا کرنے میں جماعت فوت ہو جائے، تو کیا اعتکاف میں کچھ فساد آئے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ طریقہ غلط ہے، سنت مؤکدہ اعتکاف کے لئے ۲۰ ویں رمضان کو غروب سے قبل مسجد میں پہنچ جانا ضروری ہے، اگر غروب کے ذرا دیر بعد مسجد میں آیا تو اعتکاف نفل شمار ہوگا۔ (بحر:۳۲۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۲﴾ نفلی اعتکاف بیچ سے چھوڑ دیا تو کیا اس پر قضا ہے؟

سوال: ایک عورت نے رمضان کے اخیری عشرہ کے اعتکاف کا ارادہ کیا، پھر ۱۸ رمضان کو والد کی طبیعت ناشائستہ ہونے کی وجہ سے بیٹھنے کا پکا ارادہ نہیں تھا، اور رمضان کے ۲۰ روزے ختم ہو گئے، اور ۲۱ ویں شب آ گئی، اور اس شب کو عشاء کے بعد وہ عورت اعتکاف میں بیٹھی، اس کی نیت اخیر عشرہ کی تھی، پھر ۲۵ ویں رمضان کو والد کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ہسپتال ملنے گئی، پھر اعتکاف میں بیٹھی ہی نہیں، تو اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ۲۱ ویں کو عشاء کے بعد اعتکاف کی نیت سے بیٹھی اس لئے یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ نہیں رہا، نفلی شمار ہوگا، اور جس تاریخ کو اعتکاف سے اٹھ گئی، اس تاریخ تک اعتکاف کا ثواب ملے گا، اور اسی تاریخ تک کا اعتکاف اعتکاف

کھلائے گا،صورت مسئولہ میں اس عورت پر کوئی قضا نہیں ہے۔(شامی، ہدایہ)

﴿۱۵۸۳﴾ اعتکاف کی حالت میں خط وکتابت کرنا

سوال: معتکف مسجد میں بیٹھ کر اعتکاف کی حالت میں ملک و بیرون ملک خویش واقارب سے خط وکتابت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۴﴾ گھر کے کام کے لئے بات چیت کرکے انتظام کرنا

سوال: معتکف اپنے گھر کے کام کاج کے لئے یا گھر خرچ کے لئے یا گھر کے سامان کے لئے اپنے بھائی، یا لڑکے یا چھوٹی لڑکی سے بات چیت کرکے انتظام کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......بات چیت کرکے انتظام کرسکتا ہے۔

﴿۱۵۸۵﴾ حالت اعتکاف میں کون سی عبادت افضل ہے؟

سوال: حالت اعتکاف میں کون سی عبادت افضل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ......اس کے لئے کوئی خاص عبادت متعین نہیں ہے، ہر معصیت سے خاص کر دنیوی باتوں اورغیبت سے خوب بچ کر رہنا چاہیئے۔

﴿۱۵۸۶﴾ حالت اعتکاف میں ٹیپ ریکارڈر پر بیان سننا

سوال: ہمارے محلّہ کی مسجد میں ایک شخص نے رمضان المبارک کے اخیری عشرہ کا اعتکاف کیا، اوروہ ٹیپ ریکارڈر پر علماء کرام کے بیانات سنتا تھا،تو معتکف مسجد میں جماعت خانہ میں ٹیپ رکارڈ پر علماء کے بیانات سن سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے جماعت خانہ کا ادب ہر مسلمان کو کرنا چاہئے، اور اعتکاف کرنے والے شخص کو تو مسجد کا اور زیادہ احترام ملحوظ رکھنا چاہئے، اور زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارنا چاہئے، ٹیپ ریکارڈر سے وعظ سننا جائز اور درست ہے، لیکن ٹیپ ریکارڈر آلۂ لہو ولعب میں شمار ہوتا ہے، اس لئے بلا ضرورت مسجد کے جماعت خانہ میں اور اعتکاف کی حالت میں استعمال نہیں کرنا چاہئے، اور اس فعل سے دوسرے معتکفین اور عبادت کرنے والوں کو خلل ہوتا ہو تو اسے بجانا جائز نہیں کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۷﴾ معتکف سنت کہاں پڑھے؟

سوال: معتکف جماعت خانہ میں سنت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جماعت خانہ میں یا اپنے معتکَف میں دونوں میں سے جہاں چاہے پڑھ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۸﴾ معتکف مسجد کی اشیاء استعمال کرسکتا ہے؟

سوال: ،معتکف کے لئے مسجد کی چیزیں استعمال کرنا جائز ہے؟ مثلاً: پرانی چٹائی جو سوائے عید کے دن کے استعمال میں نہیں آتی، مسجد کا چراغ، تیل، مسجد کی وقف چادریں، گدے، کلام پاک، رحل، جنازہ کے اوپر کا کپڑا، تولیہ، وغیرہ استعمال کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کی وہ اشیاء جسے استعمال کرنے کا حق ہر مصلی کو ہے، اسے استعمال کرنے کا حق معتکف کو بھی ہے، اور جتنا حق مصلی کو ہے اتنا ہی حق اعتکاف کرنے والے کو بھی ہے، اس لئے روزانہ جتنی دیر چراغ جلتا تھا، اس سے زیادہ دیر مسجد کا چراغ جلانا جائز نہیں ہے، اپنے لئے الگ سے انتظام کرنا چاہئے، مسجد کے گدے

وغیرہ جو مسجد کے لئے وقف کئے گئے ہیں، ان میں واقف کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۸۹﴾ معتکف بچوں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: معتکف حالت اعتکاف میں جماعت خانہ میں بڑے لوگوں کو یا مدرسہ کے بچوں کو قرآن یا کتابیں پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حالت اعتکاف میں پڑھنا پڑھانا جائز بلکہ ثواب کا کام ہے، لیکن چھوٹے بچے مسجد کا احترام ملحوظ نہیں رکھتے، اس لئے بچوں کو خاص کر سات سال سے چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہیں آنے دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۹۰﴾ حالت اعتکاف میں سلائی کا صلاح مشورہ دینا، کپڑا کاٹ کر دینا

سوال: معتکف کا بھائی یا گھر کی عورتیں سلائی کا کام کرتی ہیں، انہیں سلائی یا کپڑا کاٹنے میں صلاح ومشورہ دینے کی ضرورت پڑے تو معتکف مسجد میں بیٹھے بیٹھے صلاح ومشورہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ گاہک کا ناپ لے کر کپڑا کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما: صلاح ومشورہ دے سکتا ہے، اور کپڑا بھی کاٹ سکتا ہے، البتہ کپڑا کاٹنے سے بچنا بہتر ہے، اشد ضرورت ہو تو ہی اس پر عمل کیا جائے۔

﴿۱۵۹۱﴾ مدرس اعتکاف کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص بچوں کو پڑھاتا ہے، علم دین سکھاتا ہے، وہ اعتکاف میں بیٹھنا چاہتا ہے، تو کیا وہ اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما: بچوں کو علم دین سکھانا بہت ہی ضروری ہے، اس لئے

اعتکاف کرنے سے بچوں کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہو تو ایسے شخص کے لئے اعتکاف نہ کرنا بہتر ہے، اس لئے کہ حالت اعتکاف میں تعلیم دینے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۵۹۲﴾ معتکف صحن مسجد میں جا سکتا ہے؟

سوال: ایک شخص نے رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کیا، اور مسجد کے صحن میں کتابی تعلیم ہوتی ہے، تو کیا وہ شخص کتابی تعلیم میں بیٹھ سکتا ہے؟ اور اگر ہمیشہ کتابی تعلیم معتکف ہی کرتا ہو تو حالت اعتکاف میں صحن میں جا کر معتکف کتابی تعلیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کی صحن جماعت خانہ میں داخل ہو، تو معتکف وہاں بیٹھ سکتا ہے، اور اگر صحن جماعت خانہ میں داخل نہ ہو تو وہ خارج از مسجد ہونے کی وجہ سے معتکف کے لئے بلا ضرورت انسانی وشرعی وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے تعلیم کے لئے وہاں نہیں بیٹھ سکتا۔ (ہدایہ) فقط واللہ اعلم

﴿۱۵۹۳﴾ کیا معتکف بنانا ضروری ہے؟

سوال: کیا معتکف کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام عبادتیں اپنے پردہ سے بنائے ہوئے معتکَف ہی میں ادا کرے؟ اور باہر نہ نکلے؟ نیز کھانا سونا سب معتکف ہی میں کرے، باہر نہ کرے، کیا ایسا ضروری ہے؟ اگر پردہ سے بنائے ہوئے معتکَف میں مچھر کی تکلیف ہو یا گرمی لگتی ہو، یا چند معتکف مل کر ایک ساتھ مسجد کے کونے میں بیٹھ کر کھانا کھائیں، یا کتابی تعلیم کریں، تو اس میں کچھ حرج ہے؟ نیز نمازیوں کو اس سے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی، اور کیا یہ پردہ والا معتکف باندھنا ضروری ہے؟ اگر نہ باندھا جائے تو کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... معتکف کے لئے مسجد میں پردہ والا معتکف بنانا ضروری

نہیں ہے، معتکف کی سہولت اور تنہائی ویکسوئی کے لئے بنایا جاتا ہے، اس لئے پردہ کے اندر یا باہر جماعت خانہ میں جہاں چاہے اٹھ بیٹھ سکتا ہے، اور ساتھ میں بیٹھ کر کھا پی سکتا ہے، اور جہاں چاہے سنت ونوافل پڑھ سکتا ہے، البتہ جماعت خانہ سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، جماعت خانہ کی حد میں رہنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۹۴﴾ کیا معتکف اذان دینے کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے؟

سوال: اگر کبھی ایسا اتفاق ہوجائے کہ اذان کے وقت اذان دینے کے لئے کوئی موجود نہ ہوتو معتکف اذان دے سکتا ہے؟ اقامت کہہ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اذان واقامت دونوں کہہ سکتا ہے، لیکن جماعت خانہ میں کھڑے کھڑے ہی اذان دینا چاہئے، اور ضرورت ہوتو اذان کے لئے باہر نکلنے کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۵۹۵﴾ کیا معتکف تمباکونوشی کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے؟

سوال: معتکف صرف پیشاب پاخانہ کے لئے جب نکلے اس وقت تمباکونوشی سے صبر نہ ہوتو مثلاً افطار یا سحر کے بعد، عادی ہونے کی وجہ سے مجبوراً صرف تمباکونوشی کے لئے باہر نکل سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......اصل تو کوشش کرنی چاہئے کہ اس قسم کے کام کرنے کی عادت ہی چھوٹ جائے، تاکہ فرشتوں اور دوسروں کو اذیت نہ ہو، تاہم عادت سے مجبور ہو اور اس کے کئے بغیر اس کے چارۂ کار نہ ہوتو تمباکونوشی کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

والحاصل ما يغلب و قوعه يصير مستثنىٰ حكماً و ان لم يشترطه (شامی: ۴۳۸/۳)

﴿۱۵۹۶﴾ موئے زیرناف لینے کی نیت سے غسل خانہ جاسکتا ہے؟

سوال: کیا معتکف زیرناف بال صاف کرنے کے لئے مسجد کے غسل خانہ میں جاسکتا ہے؟ اگرنہیں جاسکتا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......صرف اسی نیت سے نہ نکلے، لیکن فرض غسل یا قضائے حاجت کے لئے باہر نکلے تو جلدی سے اس کام سے بھی فراغت حاصل کرلے۔

﴿۱۵۹۷﴾ جنازہ میں شرکت یا جنازہ کی نماز کے لئے مسجد سے باہر جانا

سوال: معتکف کے اپنے گھر کسی کا انتقال ہوجائے یا اپنے کسی عزیز رشتہ دار کا انتقال ہوجائے، تو معتکف جنازہ میں شرکت کے لئے اور جنازہ کی نماز پڑھنے یا پڑھانے کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......معتکف کا جنازہ کی نماز کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، نیز جنازہ میں شرکت کی نیت سے میت والے گھر نہیں جاسکتا، اس نیت سے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اور مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے مسجد میں جنازہ کی نماز نہیں پڑھنی چاہئے، مگر ضرورۃً باہر نکلا ہو اور جنازہ کی نماز میں شریک ہوگیا تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۹۸﴾ کیا وقت سحر کے ختم کی اطلاع دینے کے لئے معتکف بیل بجاسکتا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں وقت سحر کے ختم کی اطلاع دینے کے لئے دومرتبہ بیل بجایا جاتا ہے،

ایک مرتبہ جب وقت سحر میں ۱۰ منٹ باقی ہوں تب اور ایک مرتبہ وقت سحر کے ختم پر بجایا جاتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اگر مؤذن یا اور کوئی حاضر نہ ہو تو کیا معتکف یہ بیل بجا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیل بجانے کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلنا معتکف کے لئے جائز نہیں ہے، اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۵۹۹﴾ غسلِ سنت یا نفل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلنا

سوال: سنت مؤکدہ علی الکفایہ اعتکاف میں گرمی کے غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکل سکتے ہیں؟ سخت گرمی ہوتی ہے، اور اعتکاف میں پردہ میں بیٹھنا ہوتا ہے، جس سے بہت پسینہ ہوتا ہے، تو روزانہ دن میں ایک مرتبہ ٹھنڈک کے لئے غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ غسل خانہ جماعت خانہ سے بالکل قریب ہے، نیز جمعہ کے سنت غسل کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر میں روزانہ غسل نہ کروں، تو کراہت ہوتی ہے، گھبراہٹ ہوتی ہے، طبیعت پر اثر پڑتا ہے، اس لئے غسل کی ضرورت رہتی ہے، تو برائے مہربانی بتائیں از روئے شرع غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حالت اعتکاف میں فرض غسل کے لئے نکلنے کی اجازت ہے، محض ٹھنڈک کے لئے یا پسینہ دور کرنے کے لئے یا جمعہ کے سنت غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، اس نیت سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (شامی)

﴿۱۶۰۰﴾ بدن پر پیشاب کے قطرے کا گمان ہونے کی وجہ سے غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلنا

سوال: رمضان کے مہینہ کے عشرۂ اخیرہ کے سنت اعتکاف کے لئے ایک شخص نے

اعتکاف کیا، اور معتکف کو پیشاب کے قطرے گرنے کی بیماری ہے، اور ودی بھی نکلتی ہے، سو کر اٹھنے پر بھی پیشاب کے دھبے معلوم ہوتے ہیں، اور جسم کے کچھ حصوں پر بھی لگتے ہیں، اور نیند میں ہاتھ اس جگہ لگ کر معلوم نہیں بدن پر کہاں کہاں لگتا ہے؟ اس لئے جسم کے ناپاک ہونے کا گمان ہوتا ہے، تو ایسے معتکف کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا یہ شخص سر سے یا سینہ سے نیچے تک غسل کر سکتا ہے؟ اپنے بدن کو دھو سکتا ہے؟ شرعاً اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیشاب کے قطرے بدن پر لگنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، جتنی جگہوں پر قطرے لگے ہوں اتنی جگہ دھو لینے سے پاکی حاصل ہو جائے گی، اس لئے صرف اسی وجہ سے معتکف کا غسل کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۰۱﴾ محکمہ کے بلاوے پر سنت اعتکاف توڑ دینا

سوال: ایک شخص جو سرکاری محکمہ میں ملازم تھا، اس نے عشرۂ اخیرہ کا سنت اعتکاف کیا، اور پھر اچانک بڑے محکمہ سے اس کے محکمہ میں ضروری کام کی وجہ سے ٹیلیفون آیا، اور اس کے بغیر وہ کام پورا نہیں ہو سکتا تھا، تو اسے جانا پڑا، یہ شخص سحری کھا کر گیا اور تراویح میں پھر حاضر ہو گیا، تو کیا اس کا اعتکاف ٹوٹ گیا؟ کیا اس پر قضا لازم ہے؟ اب اس کے لئے اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ آئندہ اعتکاف وہ جاری رکھے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں یہ شخص شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلا ہے، اس لئے رمضان کا سنت مؤکدہ اعتکاف ٹوٹ گیا، اور اس پر ایک دن کی قضا ضروری ہے، اس لئے واپس آکر ایک دن قضا کی نیت سے اور بقیہ دن نفلی اعتکاف کی نیت سے اعتکاف کر سکتا ہے۔ (شامی: ۱۳۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۰۲﴾ معتکفین کا اخیری دن جمع ہو کر مبارکبادی دینا اور اجتماعی دعا کرنا

سوال: رمضان کے اخیری عشرہ میں ۵ یا ۷ آدمی ہمارے یہاں اعتکاف کرتے ہیں، عید کا چاند ہو جائے اور اعتکاف ختم ہو جائے تب ایک آدمی جہراً دعا کرتا ہے اور سب آمین کہتے ہیں پھر اخیر میں سب معانقہ کرتے ہوئے معافی تلافی کرتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: اعتکاف کے اختتام پر معتکفین جمع ہو کر دعا کرتے ہیں اور ایک بہت ہی اہم عبادت کی توفیق ہوئی اس لئے ایک دوسرے کو مبارکبادی پیش کرتے ہیں، تو یہ جائز ہے، منع کی کوئی وجہ نہیں ہے، لیکن دوسرے لوگ علم کی کمی کی وجہ سے ضروری سمجھ لیں گے اور آئندہ اعتکاف کے لوازمات میں شمار کر لیں گے جس سے بدعت کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے سمجھا کر روک دینا چاہئے تاکہ اعتکاف کی عبادت اپنی اصلی ہیئت اور صورت نورانی پر باقی رہے، اور بدعت کی ظلمت سے ملوث نہ ہو۔

﴿۱۶۰۳﴾ صحن یا وضو کی جگہ کھانا پینا

سوال: معتکف مسجد کی صحن میں یا وضو کی جگہ کھا پی سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... معتکف جماعت خانہ میں کھا پی سکتا ہے، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ جماعت خانہ میں گندگی نہ ہو، کھانے کے لئے جماعت خانہ سے باہر جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۰۴﴾ معتکف کا مسجد میں کھانا پینا

سوال: معتکف کا سحری کے وقت یا افطاری کے وقت دوسروں کے ساتھ کھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ......جس کے ساتھ کھانا ہو اس کے پاس بھی تھوڑی دیر کا

نفلی اعتکاف کرالیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۰۵﴾ غیر معتکف کا مسجد میں کھانا پینا

سوال: معتکف اپنا زیادہ تر وقت لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں یا دنیوی کام کاج میں گذارتا ہے، غیر معتکف کو اور افطاری کرانے والوں کو پکڑ پکڑ کر بٹھاتا ہے، اور بلا بلا کر بٹھاتا ہے، کیا معتکف کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا معتکف کے علاوہ دوسرے روزہ دار مسجد میں بیٹھ کر افطاری کر سکتے ہیں؟ کھا پی سکتے ہیں؟ اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... مسجد اللہ کی عبادت کرنے کی جگہ ہے، بات چیت کرنے یا کھانے پینے کی ہوٹل نہیں ہے، یہاں دنیوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت، دین کی خدمت اور لغو کاموں سے پرہیز میں گزارے، مسجد میں خرید وفروخت کرنا یا دنیوی باتیں کرنا گناہ کا کام ہے، اس سے نیکی برباد گناہ لازم والا معاملہ ہو جاتا ہے، اس سے بچنا چاہئے، مسجد میں معتکف کے علاوہ کسی اور کے لئے کھانا پینا یا سونا جائز نہیں ہے۔ (شامی، عالمگیری)

﴿۱۶۰۶﴾ معتکف کا دوستوں کی پارٹی میں شریک ہونا

سوال: معتکف کے دوست اور برادر مسجد کے احاطہ میں چائے، گوشت کی پارٹی رکھیں تو معتکف اس میں حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں شریک ہو سکتا ہے؟ اگر دوست برادر کھانا مفت بھیجیں تو کھا پی سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دوست برادر باہر بلائیں تو نہیں جا سکتا، کھانا بھیجیں تو کھا سکتا ہے، لیکن جماعت خانہ سے باہر نہیں جا سکتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۰۷﴾ بورڈنگ ہال جہاں پنج وقتہ نماز اور جمعہ ہوتی ہے، کیا وہاں اعتکاف کرنا صحیح ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں مسجد وسیع کرنے کے ارادہ سے شہید کی گئی، ابھی مدرسہ کے بورڈنگ ہال میں پنج وقتہ نماز اور جمعہ کی نماز ہوتی ہے، اور رمضان آ گیا ہے، تو بہت سے احباب عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کا ارادہ رکھتے ہیں، تو کیا اس بورڈنگ ہال میں جہاں پنج وقتہ نماز اور جمعہ بھی ہوتی ہے، اعتکاف کر سکتے ہیں؟ وہاں اعتکاف کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ...... اعتکاف کے لئے اس جگہ کا مسجد شرعی ہونا ضروری ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں مذکورہ مدرسہ ہال میں اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے۔

﴿۱۶۰۸﴾ فرض غسل کے لئے گرم پانی منگوانا

سوال: معتکف کو ٹھنڈی کے موسم میں فرض غسل کی حاجت پیش آئے، تو کیا وہ اپنے گھر سے یا قریب کے گھر سے گرم پانی مسجد کے غسل خانہ میں منگا کر غسل کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ...... معتکف گرم پانی منگوا کر غسل کر سکتا ہے۔

﴿۱۶۰۹﴾ نفل غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلنا

سوال: معتکف فرض غسل کے علاوہ ٹھنڈک کے لئے یا شب قدر کا غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟ مسجد میں غسل خانہ کا انتظام ہے، اگر معتکف فرض غسل کے علاوہ نفل غسل کرے تو اعتکاف میں کچھ حرج آ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... معتکف طبعی حاجت یعنی بول و براز، وضو اور فرض غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکل سکتا ہے، نفل اور سنت غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اگر نفل غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ختم ہو

جائے گا۔(امداد الفتاویٰ،شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۱۰﴾ معتکف کو نماز کے لئے اپنے پردہ سے کب باہر نکلنا چاہئے؟

سوال: معتکف کو پہلے جماعت خانہ میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا چاہئے، یا تکبیر کے وقت پردہ سے باہر نکل کر جماعت میں شریک ہونا چاہئے؟ دونوں میں بہتر کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دونوں جائز ہیں،البتہ پہلے سے صف میں بیٹھ جانا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۱۱﴾ کیا معتکف حجامت بنوا سکتا ہے؟

سوال: معتکف کو جمعہ اور شب قدر کے غسل کے لئے اور حجامت کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... معتکف مسجد میں بیٹھ کر حجامت کروانا چاہے تو اس طرح کروائے کہ مسجد میں کپڑا بچھادے تاکہ بال مسجد میں نہ گرے،تو یہ جائز ہے۔اور صرف نظافت حاصل کرنے یا بڑی راتوں کے مسنون غسل کے لئے جماعت خانہ سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۱۲﴾ کیا معتکف نجی کام میں صلاح ومشورہ دے سکتا ہے؟

سوال: گاؤں کے کام کاج یا کوئی شخص اپنے نجی کام کے لئے مشورہ لینے آئے یا دوسرے برادر ملاقات کے لئے آئیں،تو اعتکاف کی جگہ صلاح ومشورہ یا بات چیت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کر سکتے ہیں، البتہ غیبت یا فضول باتوں سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۱۳﴾ اپنے معتکف میں اپنے خرچ سے روشنی کرنا

سوال: کیا معتکف اپنے معتکف میں تلاوت کے لئے اپنے خرچہ سے موم بتی لاکر روشنی کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں یا معتکف میں تلاوت کے لئے موم بتی جلا کر روشنی کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۱۴﴾ کتابی تعلیم اور وعظ میں شرکت کرنا

سوال: ہمارے یہاں طویل عرصہ سے مسجد میں عصر بعد تعلیم ہوتی ہے، معتکف اس تعلیم میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تبلیغی جماعت کے بیان میں معتکف شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... جماعت خانہ میں ہی تعلیم یا وعظ ہورہا ہوتو معتکف اس میں شریک ہوسکتا ہے، بلکہ شرکت کرنا اچھا ہے، اور جماعت خانہ سے باہر ہوتا ہوتو اس میں شرکت کے لئے جماعت خانہ سے باہر جانا جائز نہیں ہے، اگر نکلے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۱۵﴾ ''ریڈیو رمضان'' کے متعلق مفصل فتویٰ

سوال: بعد سلام مسنون، عرض اینکہ پچھلے کچھ سالوں سے یہاں یو.کے. میں ''ریڈیو رمضان'' کے نام سے چوبیس گھنٹہ مختلف شہروں میں ریڈیو کے منتظمین اپنا پروگرام چلا رہے ہیں، اور ہمارے شہر میں بھی ریڈیو کا یہ پروگرام چلتا ہے، شروع میں ان منتظمین نے وعدہ کیا تھا کہ یہ پروگرام مسجد سے نشر ہوگا، لیکن گذشتہ سال کے تجربہ اور کارکردگی سے معلوم ہوا کہ تراویح اور

پانچوں نمازوں کے علاوہ کچھ تقریریں بھی نشر کی جاتی ہیں، اور باقی وقت میں نظم، مختلف مذاہب کے متبعین سے بات چیت، مستورات کا انٹرویو شائع کیا جاتا ہے، مستورات اور مرد حضرات شرعی مسائل اور اپنے نجی مسائل ٹیلیفون سے پوچھتے ہیں، اور وہ ریڈیو پر اس کا جواب دیتے ہیں، یہ پوچھے جانے والے مسائل محلّہ کے علماء سے بھی بسہولت پوچھے جا سکتے تھے، لیکن وہ تمام مسائل ریڈیو سے نشر ہوتے رہے، اور مختلف مذاہب بھی سامنے آتے رہے، چھوٹے بچے موبائل میں ریڈیو پر قرآن مجید کی سورتیں، دعائیں، نظم وغیرہ سننے لگے، اپنے بچوں کو دیکھا دیکھی مستورات بھی ریڈیو سننے لگی، اپنی روزانہ کی تلاوت، معمولات، ذکر وتسبیح کو چھوڑ کر ریڈیو کی تلاوت اور پروگرام سننے کو خیر سمجھنے لگے، پروگرام سحری اور افطاری کے وقت بھی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بھی لوگوں کو عبادت میں اور نماز میں خلل ہوتا ہے۔ان حالات میں یہ پروگرام چلانے والے جو اپنے آپ کو جدت پسند، ترقی یافتہ مسلمان سمجھتے ہیں، علماء سے اس پروگرام میں شرکت کرنے کی درخواست کر رہے ہیں، کیا ہمارے لئے اور مسلمانوں کے لئے یہ بہتر ہے؟ اس بارے میں شرعی رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رمضان المبارک بہت ہی برکت والا، رحمت والا اور مغفرت کا مہینہ ہے، اس میں نفل عبادتوں کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ۷۰ فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے، رات دن کی ہر گھڑی ہر پل بہت ہی قیمتی اور رحمت خداوندی کے نزول کی گھڑیاں ہیں، اس لئے جو شخص ان مبارک اور قیمتی گھڑیوں کی قدر نہ کرے، اور انہیں برباد کر دے، اور اس میں زیادہ سے زیادہ نیکی کے کام کر کے اپنے آپ کو مغفرت کا حقدار نہ بنائے اس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ہلاکت کی بددعا فرمائی ہے، اور حضرت جبرئیلؑ کی آمین نے اسے اور بھی سخت بنا دیا ہے۔

بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ رمضان کے آنے پر عبادت کی طرف زیادہ دھیان دیتے تھے، اور حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے، اور اخیری عشرہ میں اور زیادہ عبادت کا اہتمام فرماتے تھے، اور مسجد نبوی میں اعتکاف فرماتے تھے، اس کی مزید تفصیل حضرت اقدس سیدی ومولائی مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی کتاب فضائل رمضان میں کی ہے، جس سے ہر شخص واقف ہے۔

آپ ﷺ کے قولی و عملی اہتمام کی وجہ سے صحابہ اور اکابرین امت اس ماہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرتے تھے، اور دنیوی کام میں مشغول ہونے کو بالکل ناپسند فرماتے تھے، امام ابو حنیفہؒ، اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ دن میں ایک قرآن پاک اور رات میں ایک قرآن پاک ختم فرماتے تھے، حضرت شیخ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا یحیٰ صاحب کا معمول رات دن میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کا تھا، حضرت مولانا رائے پوریؒ تو اپنے آپ کو عبادت میں اتنا مشغول رکھتے تھے کہ کسی سے ملاقات اور بات چیت سے بھی احتراز کرتے تھے کہ اتنا وقت بھی بغیر عبادت کے نہ گزرے، مزید تفصیل کے لئے حضرت شیخ کی کتاب 'اکابرین کا رمضان' مطالعہ کریں۔

اس تفصیل کے مدنظر ہر مسلمان پر لازم ہے کہ عملی طور پر خیر اور آخرت کے کاموں کی طرف توجہ کرے، اور ہم علماء پر خصوصی طور پر لازم ہے کہ قوم کو اصل سنت کی طرف رغبت دلائیں، لیکن ہماری غفلت اور دنیا کی طرف توجہ کی وجہ سے اور دیگر اغراض و مقاصد کے پیش نظر ہم نے ہمارے فرائض منصبی کو پورا نہیں کیا، اور یہ قدرتی امر ہے کہ زمین میں پھلدار درخت نہیں لگائے جاتے تو کانٹے دار درخت تو اگ ہی جاتے ہیں۔

ہمیں حکومت کا احسان مند ہونا چاہئے کہ اس نے اپنے قوانین میں خاص رخصتیں پیدا فرما

کر رمضان کے مبارک مہینہ میں آزادی کے ساتھ رمضان ریڈیو کے نشر کی محدود اجازت دی، تو ہمیں اس کی قدر دانی کرنی چاہئے تھی، اور قدر دانی کے طور پر صحیح اسلامی ایمانی تعلیم اور تہذیب اور رمضان کی قدر دانی کی اور رمضان کے صحیح احکامات اور مسائل کی اشاعت کر کے مسلمانوں اور غیروں میں دعوت کا کام ریڈیو کے ذریعہ کیا جاتا۔

صاحب استعداد و مستند علمائے کرام سے قرآن و حدیث کی تفسیر اور فقہ کے مسائل سنائے جاتے، تلاوت قرآن اور اس کے آداب اور احکام کی رعایت کی جاتی، اور ناجائز اور ممنوعات سے ریڈیو کو پاک رکھا جاتا، تو اس کی کچھ گنجائش اور ثواب کی امید تھی، لیکن اس نشر میں آج کل جو ہو رہا ہے اور آپ نے بھی اس کی طرف نشان دہی کی ہے، جیسا کہ:

(۱) ریڈیو کے منتظمین مبینہ دینی مضامین سے غفلت برتتے ہیں، اور صرف دنیوی مقصد اور نفع کے پیش نظر کام کر رہے ہیں، اور اس میں ان کا مطمح نظر اسپانسر سے زیادہ سے زیادہ روپئے وصول کرنا ہے، اور جائز و ناجائز اشتہارات کی بھرمار ہوتی ہے۔

(۲) کان اور دماغ کو مستورات کی آواز اور موسیقی سے تباہ کیا جا رہا ہے، موسیقی سے حدیث شریف میں سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے، جس چیز کے ختم کرنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تھے اسے ہی ہم رواج دے رہے ہیں۔

(۳) غلط اور تخیلاتی حکایتوں پر مبنی قوالیاں پیش کی جا رہی ہیں، اور وہ بھی موسیقی کے ساتھ نشر کی جا رہی ہیں، حدیث شریف کے فرمان کے مطابق یہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، اور ناجائز اور حرام ہے۔

(۴) قرآن کریم کی تلاوت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جب تلاوت ہو رہی ہو، تو پوری توجہ اور ادب کے ساتھ تلاوت سنی جائے، اور اس وقت دوسرا کوئی کام نہ کیا جائے،

حالانکہ یہ سنتے ہوئے گھر میں عورتیں دوسرے کاموں میں مشغول ہوتی ہیں، حالانکہ تلاوت ہورہی ہوتو اور کسی کام میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔

(۵) جن حضرات کے انٹرویونشر ہوتے ہیں، وہ اس فن کے ماہر نہیں ہوتے، بلکہ آزادانہ خیال کے ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ دینی احکام پر طنزیہ کلام کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں.

(۶) مسلمانوں میں آپس میں اتحاد پیدا کرنے کے بجائے دوفرقوں کو آمنے سامنے لاکر کھڑا کردیا جاتا ہے، اور ایک دوسرے کی توہین کی جاتی ہے، دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد حضرات ایک دوسرے کے خلاف اپنی پوری قوت صرف کرتے ہیں۔

(۷) مسائل بتانے والے ماہر نہیں ہوتے، اس لئے غلط جواب دے کر سائل کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اور اپنی عاقبت بھی خراب کرتے ہیں۔

(۸) رمضان اپنے طور پر زیادہ سے زیادہ بدنی، مالی عبادت کا مہینہ ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ مالی و بدنی عبادت کرکے اپنے دل کو روحانی طاقت سے مضبوط بنانا چاہئے، لیکن ریڈیو کی وجہ سے ہر طبیعت کا انسان صرف سماعت کرکے عبادت سے اپنے آپ کو کنارہ کش کرلیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ وہ خرابیاں ہیں جو ہر انسان جانتا ہے، اور تسلیم کرتا ہے، اس لئے ان برائیوں کی وجہ سے اسے اور اہمیت نہیں دینی چاہئے، اور صاحب اثر اور مقتدا حضرات علماء کو اس میں حصہ نہیں لینا چاہئے، اس لئے کہ ایسے علماء اس میں حصہ لیں گے تو عوام اس کے مفسدات کو نظر انداز کردیں گے، اور اگر عوام ریڈیو سننے پر مصر ہو تو مضبوط شرعی انتظام کرکے مذکورہ برائیوں سے بچتے ہوئے صحیح طریقہ پر کام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو راہ راست کی ہدایت نصیب فرمائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

قال النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم :
من اعتکف ایمانًا واحتسابًا غفر لہ ماتقدم من ذنبہٖ
(رواہ الدیلمی)

اعتکاف

فضائل ومسائل

تألیف

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر

فہرست مضامین

دو حدیثیں

حدیث(۱) قال النبیّ صلی الله علیه و سلم : من اعتکف ایمانًا و احتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبہٖ۔(رواہ الدیلمی)۔

ترجمہ: جس شخص نے عبادت یقین کرکے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اعتکاف کیا تو اس کے گذشتہ (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔(دیلمی)۔

حدیث(۲)عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت : السنّة علی المعتکف ان لایعود مریضًا ولایشهد جنازةً ولایمسّ المرأة ولایباشرها ولایخرج لحاجة الا لما بُدّ منه ولا اعتکاف الا بصوم ولااعتکاف الا فی مسجد جامع ۔(رواہ ابوداؤد فی کتاب الصیام فی باب المعتکف یعود المریض)۔

ترجمہ: معتکف کے لئے شرعی مسئلہ یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کو جائے ،نہ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے باہر نکلے ، نہ عورت سے صحبت کرے، نہ بوس وکنار کرے ،اور اپنی ضرورتوں کے لئے بھی مسجد سے باہر نہ جائے سوائے ان ضرورتوں کے جو بالکل ناگریز ہیں،اور روزے کے بغیر اعتکاف نہیں اور ایسی مسجد کے بغیر اعتکاف نہیں جس میں پانچوں وقت نماز کی جماعت پابندی سے ہوتی ہو۔(ابوداؤد شریف)۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

بعد الحمد والصلوٰۃ

اعتکاف کی اہمیت اوراس سے متعلق مسائل کی ضرورت اہل علم پر مخفی نہیں۔اس ضرورت کی تکمیل کے لئے مولانا الحاج المفتی اسماعیل حسین صاحب نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا،جس میں مسائل کے مأخذ کو بھی تحریر کردیا تاکہ ضعیف،قوی،راجح مرجوح کی بحث کرنے والوں کوسہولت حاصل ہوجائے۔اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ مؤلّف سلمہ کے علم وعمل میں برکت دے اوران کی اس تألیف سے نیز دیگر فیوض سے مخلوق کونفع بخشے۔(آمین) (املاہ العبد:محمود غفرلہ)۔

تقریظ

حضرت مولانا مفتی سید محمد یحیٰ صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مولوی مفتی اسماعیل صاحب سلمہ کے رسالے ''اعتکاف کے فضائل ومسائل'' کا احقر نے اکثر حصہ دیکھ لیا۔مسائل کے مأخذ بھی مؤلف نے لکھ دئے ہیں جن سے رسالہ مزید مستند ومعتبر ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرماویں اور معتکفین کواس سے مستفید فرماویں۔

(مولانا مفتی) یحیٰ (غفرلہ)۔

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(از مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند)

رسالہ ''اعتکاف'' مؤلفہ جناب مولانا مفتی اسماعیل حسین صاحب پھولوی زید مجدہم احقر کے سامنے ہے۔رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرے کے مخصوص اعمال میں سے ایک عمل اعتکاف بھی ہے۔اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یک سو ہو کر' بس! اللہ تعالیٰ جل شانہ' سے لَو لگا کر' ان کے در پر یعنی مسجد کے کسی گوشے میں پڑ جائے اور ہر وقت عبادت اور ذکر وفکر میں مشغول رہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی بندے کی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ سب سے کٹ کر اور سب سے ہٹ کر اپنے مالک اور اپنے مولا کے آستانے پر اور گویا ان کے قدموں میں جا پڑتا ہے۔اور ہر وقت ان کو یاد کرتا ہے۔انہیں کے دھیان میں رہتا ہے۔ان کی تسبیح اور تقدیس کرتا ہے۔ان کے حضور میں توبہ واستغفار کرتا ہے۔اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے۔اور رحیم وکریم مالک سے رحمت ومغفرت مانگتا ہے۔ان کی رضا اور ان کا قرب چاہتا ہے۔اسی حال میں اس کے دن گذرتے ہیں۔اور اسی حال میں اس کی راتیں بسر ہوتی ہیں۔(معارف الحدیث ص ۱۱۸ ج ۸)۔

اعتکاف کے اس کے علاوہ بھی متعدد فائدے ہیں: **مثلاً** :

(۱) لوگوں سے میل جول اور کاروباری مشاغل میں انسان سے چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہوجاتے ہیں لیکن معتکف ان سے محفوظ رہتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ''هو يعتكف الذنوب''یعنی اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲) اعتکاف کرنے والا اپنا گھر ودر کو چھوڑ کر خدائے پاک جل شانہٗ کے در پر آ پڑتا ہے گویا اس عالم ناسوت میں اللہ پاک سے جس قدر قریب ہونا ممکن ہوتا ہے اتنا قریب ہوجاتا ہے ۔اور حدیث قدسی میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر پہنچتا ہوں''۔اب آپ اندازہ لگائیں کہ معتکف سے اللہ پاک کس قدر قریب ہوں گے اور کس قدر اس پر مہربان ہوں گے۔

(۳) اعتکاف کی حالت میں ہر آن عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے، خواہ معتکف خاموش بیٹھا رہے یا سوتا رہے یا کسی اور کام میں مشغول رہے۔

(۴) جب اعتکاف کرنے والے کا ہر سانس عبادت ہے تو شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جب بھی شب قدر آئے گی وہ بہر حال عبادت میں ہوگا۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب اسی وقت ملتا ہے جب وہ عند اللہ مقبول ہوجائے اور قبولیت عند اللہ کے لئے اسباب ظاہری میں اس عبادت کا شریعت مطہرہ کی تعلیمات کے مطابق ہونا ضروری ہے۔محترم مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم نے یہ رسالہ اسی غرض سے لکھا ہے کہ معتکفین اپنے اعتکاف کو احکام شریعت کے مطابق بنانے کے لئے اس سے رہنمائی حاصل کریں۔لہٰذا آیئے ہم سب دعاء کریں کہ اللہ پاک مؤلف دام مجدہٗ کی یہ نیک خواہش باحسن وجوہ پوری فرمائیں اور امت کو اس رسالہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔(آمین یارب العالمین)۔

(مولانا مفتی) سعید احمد پالنپوری صاحب (دامت برکاتہم) استاد حدیث وقفہ دارالعلوم دیوبند

۱۶/ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۸ھ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہٖ الکریم ...... اما بعد

رمضان المبارک کی ہر ساعت بڑی قیمتی ہے ۔ اور اپنے اندر ہزاروں خیر و برکت لئے ہوئے ہے ۔ اس میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستّر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے ۔ اور عشرہ اخیرہ کی جو قدر و قیمت اور اہمیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت پہچاننے والے اور اس کو کماحقہٗ وصول کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقرّب بندے آج بھی اس پُرفتن دور میں پائے جاتے ہیں ۔ انہیں میں بقیۃ السلف ، رأس الاتقیاء سیدی و مولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے ۔ جس وقت لوگوں نے مختلف عوارض اور بہانوں کے تحت حج کے مبارک سفر کو تقریباً ترک کر دیا تھا ، اس وقت مجدد وقت حضرت اقدس سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معتقدین و مریدین کے ایک جم غفیر کے ساتھ حج کا سفر کر کے لوگوں میں حج کا ایسا ولولہ اور جوش پیدا کر دیا کہ آج تک ہندوستان کے حاجیوں کی تعداد برابر بڑھتی ہی جا رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک بڑھتی رہے گی ۔ اسی طرح ہمارے اقدس دامت برکاتہم نے اپنی پیرانہ سالی اور مشغولی کے باوجود ۱۳۸۴ھ سے خود اہتمام کے ساتھ پورے ماہ کا اعتکاف کر کے اس سنت کو جو فروغ دیا اور لوگوں میں جو اعتکاف کی اہمیت اور طلب پیدا کی اس کی برکت سے آج ہندوستان کی

لاکھوں مسجدیں معتکفین سے آباد ہیں۔اورانشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔خودحضرت اقدس مدظلہم العالی کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ اعتکاف کرتے رہتے ہیں،جن میں ہرطبقہ اور ہرمکتب خیال کےلوگ ہوتے ہیں۔جنہیں اعتکاف کے مسائل اوراحکام سے سابقہ پڑتا رہتا ہےلیکن اس اجتماع میں علماء ومشائخ اور مفتی حضرات کی بھی کثرت ہوتی تھی اس لئے ان سے بہ آسانی ضرورت پوری ہوجاتی تھی، لیکن اس کے باوجوداکثراکابر کا یہ خیال تھا کہ اعتکاف کےفضائل ومسائل ایک جگہ عام فہم اردوزبان میں جمع ہوجائیں تو بہت ہی سہولت ہوجائے اورجن جگہوں پرانفرادی طور پر لوگ اعتکاف کرتے ہیں ان کوبھی معلومات بہم پہنچ جائیں اورجمع کرنے والے کے لئے بھی صدقہ جاریہ ہوجائے۔چنانچہ اس ناکارہ نے لیت ولعل کے بعد محض اللہ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اسی غرض کے پیش نظر اپنی نااہلیت اورعلمی کم مائیگی کے باوجود یہ چند اوراق جمع کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ جل شانہٗ شرف قبولیت سے نوازیں اور ذخیرۂ آخرت بنائیں اورامت محمدیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بناویں۔آمین یارب العالمین۔

العبد:اسماعیل کچھولوی غفرلہٗ

جامعہ ڈابھیل

یکم ربیع الآخر۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتکاف کی فضیلت

اعتکاف کے فضائل و برکات کے متعلق سیدی و مولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی مشہور و معروف کتاب ''فضائل رمضان'' کی فصل ثالث کو تیمناً و رتبرگاً نقل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کی قبولیت عامہ کے طفیل اس رسالہ کو بھی قبول فرمالے۔ (آمین یارب العالمین)۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم ''فضائل رمضان'' میں ارشاد فرماتے ہیں: کہ اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے، معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے	یہی دل کی حسرت، یہی آرزو ہے

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے بلکہ بے بہا مرحمت فرماتے ہیں۔ ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے	در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال	کہ آگ لینے جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازہ پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تأمل ہو سکتا ہے؟ اور اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھرپور

خزانوں کا بیان کون کرسکتا ہے؟ اس کے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کرسکتا ہے؟ مگر ہاں! یہ ٹھان لے کہ ؎

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پہ فدا ہوں | یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابن قیمؒ کہتے ہیں: کہ اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح دل کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیتوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات، تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اس کی محبت سما جائے حتی کہ مخلوق کے ساتھ اُنس کے بدلہ اللہ کے ساتھ انس پیدا ہو جاوے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ پاک کی ذات کے سوا نہ کوئی مونس، نہ دل بہلانے والا ہوگا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا؟ ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن | بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں: کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے، اس کی خصوصیتیں حد احصاء سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیھا سے یکسو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے۔ ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں | سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ

قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

(۱) عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکیة ثم اطلع رأسهٗ فقال انی اعتکف العشر الاول التمس هذه اللیلة ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انها فی العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الاواخر فقد اُریت هذه اللیلة ثم انسیتها وقد رأیتنی اسجد فی ماء وطین من صبیحتها فالتمسوها فی العشر الاواخر والتمسوا فی کل وتر، قال فمطرت السماء تلك اللیلة وکان المسجد علی عریش فوکف المسجد فبصرت عینای رسول الله ﷺ وعلی جبهته اثر الماء والطین من صبیحة احدی و عشرین۔ (مشکوٰة عن المتفق علیه باختلاف اللفظ)۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی، پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے، سر باہر نکال کر ارشاد فرمایا: کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے۔ لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا

دی گئی، (اس کی علامت یہ ہے کہ) میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا، لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں: کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس (۲۱ویں) کی صبح کو دیکھا۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے، اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اکثر عادت شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لئے علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ وہی ہے۔

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شب قدر کی تلاش ہے اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا لہٰذا شب قدر کے قدردانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر کوئی صورت نہیں۔ نبی کریم ﷺ اول تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی اور رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے ۔بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ اخیر عشرہ میں حضور ﷺ لُنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی

جگاتے۔ لُنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہوسکتی ہے اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہوکتا ہے۔

(۲) عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فی المعتکف ھو یعتکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا۔ (مشکوٰۃ عن ابن ماجہ)۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔

فائدہ: دو مخصوص نفع اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں: ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوجاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہوجاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہوجانا کس قدر ظلم عظیم ہے، اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن و حفاظت رہتی ہے۔

دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کرسکتا، اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا، ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر! کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

رحمت حق بہانہ می جوید بہانمی جوید

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں۔ ضرورت ہی نہیں، توجہ کون کرے؟ اور کیوں

کرے؟ کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر ☆ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۳) عن ابن عباسؓ انه كان معتكفًا فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتاه رجل فسلّم عليه، ثم جلس فقال له ابن عباس: يا فلان !اراك مكتئبًا حزينًا،قال : نعم يا ابن عم رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم لفلان علىّ حقّ ولاء ولا حرمة صاحب هذا القبر مااقدر عليه ـ قال ابن عباسؓ: افلا اكلمه فيك قال ان اجبت قال فانتقل ابن عباس ثم خرج من المسجد ـ قال له الرجل :انسيت ماكنت فيه قال لا ولٰكنى سمعت صاحب هذا القبر صلى الله عليه وسلم والعهد به قريب فدمعت عيناه وهو يقول من مشى فى حاجة اخيه وبلغ فيها كان خيرا له من اعتكاف عشر سنين ومن اعتكف يوما ابتغاء وجه الله جعل الله بينهٗ وبين النار ثلث خنادق ابعد مما بين الخافقين ـ (رواه الطبرانى فى الاوسط والبيهقى واللفظ له والحاكم مختصرا وقال صحيح الاسناد كذا فى الترغيب وقال السيوطى فى الدر صححه الحاكم وضعّفه الدارمى والبيهقى)۔

(حاشيه:ولا‘ هٰكذا فى النسخة التى بايدينا بلفظ حرف النهى وهو الصواب عندى لوجوه، وقد وقع فى بعض النسخ لفظ’ ولاء‘ وهو تصحيف عندى من الكاتب وعليه قرائن ظاهرة ـ حاشیہ از فضائل رمضان)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں معتکف تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا: کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں، کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! میں بیشک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے، اور نبی کریم ﷺ کی قبر

اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا: کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں!۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں! اس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ ابن عباسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے، اس شخص نے عرض کیا: کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا: بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (ﷺ) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، کہ حضورﷺ فرمارہے تھے: کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے۔ اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی)۔

فائدہ: اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے: اول یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرمادیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہاں اور ایک دن سے زیادہ جس قدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔

علامہ شعرانیؒ نے ''کشف الغمۃ'' میں نبی کریمﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے: کہ جو شخص عشرہ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے۔ اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک اعتکاف کرے کہ نماز اور قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے، حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔

دوسرا مضمون جواس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی ہے کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے۔اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہوسکتی ہے۔اوراس کی قضا ممکن ہے۔اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں ۔یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بددعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔حضورﷺ جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھےاور نصائح کے ساتھ یہ بھی'' واتق دعوۃ المظلوم ''ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بددعا سے بچیو! ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن	اجابت از در حق بہر استقبال می آید

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لئے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہےاور اگر اعتکاف واجب ہوتو اس کی قضا واجب ہوتی ہے ۔نبی کریمﷺ ضرورت بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مرجاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اس لئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے وہ اپنے سے مقدم ہے ۔یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو،اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔(فضائل رمضان بحذف یسیر)۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں: کہ حضور اقدسﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص حالت ایمان میں ثواب کی امید کرتے ہوئے اعتکاف کرتا ہے اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔(دیلمی)۔

(۵)قال الزهری عجبًا للناس ترکوا الاعتکاف وقد کان رسول الله ﷺ یفعل الشئ ویترکه ولم یترك الاعتکاف منذ دخل المدینة الی ان مات ومواظبة النبیّ صلی الله علیه وسلم دلیل کونه سنّة فی الاصل،ولان الاعتکاف تقرب الی الله تعالیٰ بمجاورة بیتهٖ والاعراض عن الدنیا والاقبال علی خدمتهٖ لطلب الرحمة وطمع المغفرة۔(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۸)۔

ترجمہ:امام زہریؒ فرماتے ہیں: کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ انہوں نے اعتکاف کی سنت کو چھوڑ رکھا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ بعض امور کو انجام دیتے تھے اوران کوترک بھی کرتے تھے،اور جب سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت سے لے کر وفات تک بلا ناغہ آپ اعتکاف کرتے رہے،کبھی ترک نہیں کیا۔(اوراگرکبھی ترک کیا ہےتو(اس کی) قضاء فرمائی ہے۔کمافی الحدیث)۔اور حضوراکرم ﷺ کا ہمیشگی فرمانا(ترک کرنے والوں پرنکیر کئے بغیر) یہ اس کی سنیت کی دلیل ہے۔نیز اعتکاف میں اللہ تعالیٰ کے گھر میں قیام کرکے تقرب باری تعالیٰ کا حصول ہے، دنیا سے منہ موڑنا اور رحمت خداوندی کی طرف متوجہ ہونا اور مغفرت باری تعالیٰ کی حرص کرنا ہے۔(اللہ تعالیٰ ہم سب کواس کی توفیق عطافرمائے)۔

اعتکاف کے معنی

لغت میں اعتکاف(کالفظ)مشتق ہے''عــــــکف'' سے لازم اورمتعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہےاورلبث اور حبس النفس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں لکھاہے: کہ والظاهر انه ان اعتبر فیه حبس النفس یأتی من المتعدی وان اعتبر فیه اللبث والاقامة یکون من اللازم۔ص۴۲۱۔

قرآن پاک میں اس معنی میں مختلف مقامات پرتقریبًا چھ آیتیں موجود ہیں۔ مثلًا: سورہ

بقرہ میں ہے:

ان طھرابیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود :(ترجمہ:اورحکم دیا ہم نے ابراہیم اوراسماعیل علیہما السلام کوکہ پاک رکھوگھر میرا واسطے طواف والوں کےاوراعتکاف والوں کےاوررکوع سجدہ کرنے والوں کے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:**ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد**:(ترجمہ:اور مباشرت نہ کروعورتوں کےساتھ اس حال میں کہ تم اعتکاف میں بیٹھے ہومسجدوں میں)۔

تیسری جگہ سورہ اعراف میں بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہے:**فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لھم** :(ترجمہ:تووہ پہنچے ایسےلوگوں پرکہ پوجنے میں لگ بیٹھے تھے اپنے بتوں کے)۔

چوتھی جگہ سورہ انبیاء میں ہے:**ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون** :(ترجمہ:ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اورقوم سے کہا: کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن پرتم لگے بیٹھے ہو؟)۔

ان آیات مبارکہ سے دوفائدے مزید حاصل ہوئے:ایک تواعتکاف کا عبادت اورمرغوب ومطلوب ہونا اوردوسراامم سابقہ میں اعتکاف کا رواج ہونا کہ وہ بھی اپنے معبودان باطلہ کےسامنےاعتکاف کیا کرتے تھے۔

<u>شریعت میں اعتکاف کے معنی</u>:اصطلاح شرع میں کسی عاقل بالغ مسلمان کاثواب کی نیت سےایسی مسجدمیں جس میں پنج وقتہ نمازہوتی ہوٹھہرنااعتکاف کہلاتا(۱)ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:**ھو الاقامة بنية الاعتكاف فی مسجد تقام فيه الجماعة بالفعل للصلوا ت الخمس** اھ(ص۴۲۱)۔

بحرالرائق جلد ثانی میں لکھا ہے کہ:الرکن ھو اللبث والکون فی المسجد والنیة شرطان للصحة ۔اھ (ص۳۲۲): یعنی: اعتکاف میں ٹھہرنا تو رکن ہے اور مسجد میں ٹھہرنا اور نیت کا ہونا دو شرطیں ہیں ۔اسی طرح مسلمان ہونا ، عاقل ہونا ، جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا بھی اعتکاف کے لئے شرط ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) واجب (۲) سنت مؤکدہ اور (۳) نفل

(۱) واجب: نذر اور منت ماننے کی وجہ سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے نذر معین ہو یا غیر معین ۔ مثلاً :اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو اس کام کے ہونے سے اس پر اعتکاف کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ کہے: کہ میں اعتکاف کی نذر مانتا ہوں یا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرتا ہوں تو اس صورت میں جتنے دن کی نیت ہوگی اتنے دن کا روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا واجب ہو جائے گا۔

فی البدائع وانما یصیر واجبًا باحد الامرین :احدهما قول وهو النذر المطلق بان یقول للّٰه علیّ ان اعتکف یومًا او شهرا او نحو ذالك ۔ او علّقه بشرط بان یقول ان شفی اللّٰه مریضی او ان قدم فلان فللّٰه علیّ ان اعتکف شهرا او نحو ذالك۔اھ۔(ص۱۰۸)۔

(۲) سنت مؤکدہ: اعتکاف کی دوسری قسم سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ جو رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں کیا جاتا ہے۔حضور اقدس ﷺ جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اس کے بعد سے انتقال تک ہر سال رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف کرنے کا آپ ﷺ کا

معمول رہا ہے۔اسی وجہ سے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے: کہ

والصحیح انه سنة مؤکدة لان النبیّ ﷺ واظب علیه فی العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دلیل السنة۔اھ (ص۲۰۹)۔

اور چونکہ حضور ﷺ نے ہر سال پابندی کے ساتھ اعتکاف کیا ہے اور ایک سال جب کسی عذر کی وجہ سے ملتوی کیا تو شوال میں قضا فرمائی تھی ۔نیز ازواج مطہرات نے بھی حضوراقدس ﷺ کے انتقال کے بعد اپنے حجروں میں اعتکاف کیا ہے، یہ اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔صاحب مراقی الفلاح نے (ص۴۲۲ پر) لکھا ہے: کہ

وسنة کفایة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان۔اھ۔

اور علامہ علاء الدین حصکفی نے لکھا ہے: کہ

ای سنة کفایة کما فی البرهان وغیره لاقترانها بعدم الانکار علی من لم یفعله من الصحابة اھ (ص۱۲۹)۔

اسی لئے اگر کسی بھی مرد یا عورت نے اعتکاف کرلیا تو یہ سنت ادا ہو جائے گی ۔ ورنہ سب باشندے ترک سنت کے گنہگار رہوں گے۔

اگر کسی شہر میں متعدد مساجد ہیں تو ہر محلّہ اور ہر مسجد والوں کو اعتکاف کرنا ہوگا یا پوری بستی میں سے کسی ایک مسجد میں بھی اعتکاف ہو جانے سے یہ سنت ادا ہو جائے گی؟ طحطاوی علی الدر (ص۵۸۷ج۱)' میں لکھا ہے کہ: **اذا قام بها البعض ولو فردًا سقطت عن الباقین ۔** اس عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ پوری بستی میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف کرلیا تو باقی حضرات کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔مولانا عبدالحئیؒ لکھنویؒ نے ''**الانصاف فی حکم الاعتکاف**'' میں لکھا ہے: کہ

الاعتكاف على تقدير كونه سنة كفاية كماهو الحق هل هو سنة كفاية على اهل البلدة كصلوٰة الجنازة ام سنة كفاية على اهل كل محلة كصلوٰة التراويح بالجماعة، فظاهر عباراتهم يقتضى الاول ، ففى مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر عند ذكر الاقوال وقيل سنة على الكفاية حتیٰ لوترك اهل البلدة باسرهم يلحقهم الاساء ة والا فلا كالتأذين اھ۔(ص۱۶۲)۔

واجب اورسنت مؤکدہ دونوں قسم کے اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔(بغیر روزہ کے یہ اعتکاف صحیح نہیں ہوں گے) لہٰذا اگر صرف رات کا اعتکاف کیا تو وہ نفل شمار ہوگا۔سنت نہیں کہا جائے گا۔البتہ نفل اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے بغیر روزہ کے بھی یہ صحیح ہوسکتا ہے یہی ظاہرالروایۃ ہے۔اگر کسی آدمی نے رمضان کے اعتکاف کی نذر مانی ہے تو رمضان کے فرض روزے اس کے لئے کافی ہوجائیں گے۔ مستقلاً روزہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ:

ان الصوم شرط ايضًا فى الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخيرحتى لو اعتكفه بلاصوم لمرض او سفر ينبغى ان لا يصحّ عنه بل يكون نفلًا فلاتحصل به اقامة سنة الكفاية اھ۔(ص۱۳۰ج۲)۔

عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا وقت بیس رمضان کے غروب آفتاب سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک ہے۔لہٰذا بیسویں رمضان کے عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں پہنچ کر نیت کر لیوے اور عید کا چاند نظر آنے تک وہاں رہے چاہے انتیس کو چاند نظر آئے یا تیس کو،عید کا چاند ہوتے ہی اعتکاف ختم ہوجائے گا۔

''رسائل الارکان''میں ہے:کہ

والمشهور عند مشائخنا ان يدخل المعتكف بعد العصر قبل غروب الشمس

من الیوم العشرین من شھر رمضان لیدخل اللیلۃ الحادیۃ والعشرین فی الاعتکاف اھ۔(ص۳۲۱)۔

(۳)**اعتکاف کی تیسری قسم نفل اعتکاف ہے**۔اس میں نہ توکسی دن کی قید ہے نہ وقت کا تعین۔کوئی بھی آدمی جتنے دن یا جتنے وقت تک چاہے یہ اعتکاف کرسکتا ہے۔اس اعتکاف کے لئے روزہ کی بھی شرط نہیں ہے۔بغیر روزہ کے بھی نیت کرکے مسجد میں ٹھہرنے سے اعتکاف کا ثواب مل جائے گا۔اور جب مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف ختم ہوجائے گا۔اور اس اعتکاف میں باہر نکل جانے سے قضاوغیرہ بھی لازم نہیں آئے گا۔

واقلہ نفلاً ساعۃ من لیل او نہارعند محمد وھو ظاھر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ وبہ یفتیٰ۔ فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لایلزم قضاء ہ لانہ لایشترط لہ الصوم علیٰ ظاھر المذھب۔اھ(درمختار علی ہامش ردالمحتار ص۱۳۱ج۲)۔

سیدی ومولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم نفل اعتکاف کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں: اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہواعتکاف کی نیت کرلیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ (اذکار) میں مشغول رہے،اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے۔میں نے اپنے والدصاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کو ہمیشہ اِس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے،اور بسا اوقات ہم خدّام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے اھ(فضائل رمضان ص۴۸)۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ میں نے بھی ہمیشہ بلاناغہ حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کواسی کے مطابق عمل کرتے دیکھا ہے۔اللہ جل شانہٗ ہمیں بھی توفیق اور اتباع کی

سعادت سے نوازے۔(آمین)۔

اعتکاف کے لئے کونسی جگہ افضل ہے؟

اعتکاف ایک ایسی عبادت ہے جو مسجد کے ساتھ خاص ہے،اس لئے اعتکاف کے لئے مسجد شرعی کا ہونا شرط ہے۔عورتوں کے لئے حضور مساجد ممنوع ہے اس لئے ان کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کے حکم میں رکھی گئی ہے۔

''رسائل الارکان''میں ہے کہ:

فالمسجد شرط فی الاعتکاف ولایکون الاعتکاف دون المسجد لما عن امیر المؤمنین علیؓ لاا عتکاف الا فی المسجد (رواہ ابن ابی شیبة وعبد الرزاق اھ ص۲۲۹)۔

بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے اس لئے کہ اعتکاف تخلیہ برائے عبادت ہے جس کے لئے مسجد کا ہونا کوئی ضروری نہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ تخلیہ برائے عبادت بہت ہی اچھی اور عمدہ چیز ہے،صحراء یا گھر یا پہاڑ وغیرہ میں،اگر کوئی تنہائی اختیار کرے گا تو ضرور اس کو ثواب ملے گا لیکن شریعت میں جس چیز کو معتبر اور باعث ثواب ٹھہرایا گیا ہے جس کو اعتکاف کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کے لئے تو مسجد کا ہونا شرط ہے۔جیسا کہ''رسائل الارکان''میں ہے:

قال قوم من الصوفية لایشترط المسجد للاعتکاف لان الاعتکاف اعتزال لعبادة الله تعالیٰ ولاتخصیص له بالمسجد ، ونحن نقول: الاعتزال امر حسن، فمن اعتزل لعبادة الله تعالیٰ ولو فی الصحراء او بالبیت یکون مثابا ،ونحن لا نمنع ذالك ،لکن کلامنا فی الاعتکاف الذی هو عبادة فی ذاتہٖ ماهو ، فنقول

ھٰذہ العبادۃ المعتبرۃ فی الشرع المسماۃ بالاعتکاف لایکون الا فی مسجد جماعۃ اھ (ص۲۲۹)۔

مردوں کے لئے اعتکاف کرنے کی سب سے افضل جگہ مسجد حرام ہے، اس کے بعد مسجد نبوی **علی صاحبھا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ** ہے، اس کے بعد مسجد اقصیٰ اور اس کے بعد جامع مسجد اور اس کے بعد وہ مسجد جہاں نمازی زیادہ ہوتے ہیں اور پھر محلّہ کی مسجد کا درجہ ہے۔

فافضل الاعتکاف ان یکون فی المسجد الحرام ثم فی السجد النبوی ثم فی المسجد الاقصیٰ ثم فی المسجد الجامع ثم فی المساجد العظام التی کثر اھلھا اھ (بدائع ص۱۱۳)۔

عورتوں کے لئے اعتکاف کا حکم:

عورتوں کے لئے بھی اعتکاف کرنا مسنون ہے۔ ازواج مطہرات حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے: کہ عورت اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جو جگہ متعین ہو وہاں اعتکاف کرے۔ اور اگر کوئی جگہ متعین نہ ہو تو متعین کر لیوے۔ عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ نیز عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرنا مناسب نہیں ہے۔

لبث امرأۃ فی مسجد بیتھا ویکرہ فی المسجد ولایصح فی غیر موضع صلوٰتھا من بیتھا اھ۔ (الدر المختار) **ولاینبغی لھا الاعتکاف بلااذنہٖ** اھ (در مختار علی ھامش رد المحتار (ص۱۲۹ ج۲)۔

بچوں کے لئے اعتکاف کا حکم:

علامہ شامیؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ اعتکاف کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے، پس اگر ممیّز اور

قریب البلوغ بچہ اعتکاف کرے تو اس کا اعتکاف صحیح ہوگا۔

واما البلوغ فلیس بشرط حتی یصحّ اعتکاف الصبیّ العاقل کالصوم و کذا الذکوریة والحریة اھ۔ (بحر الرائق ص۳۲۲ ج۲)۔

آداب اعتکاف:

اعتکاف کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنے اوقات کو اللہ کے ذکر وعبادت، تلاوت ودعاء وغیرہ میں مشغول رکھے۔ درس وتدریس، دینی کتب کا مطالعہ اور تعلیم کرنا کرانا، یہ سب امور جائز ہیں، ضروری باتیں کرنا بھی درست ہے۔ خاموشی کو عبادت سمجھ کر چپ چاپ بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ اسی طرح دنیوی باتیں کرنا، غیبت کرنا، مسجد میں سامان رکھ کر خرید وفروخت کرنا، جھگڑا فساد کرنا، یہ سب امور ناجائز اور مکروہ ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

ان لایتکلم الا بخیر ویلازم التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی ﷺ والانبیاء علیهم السلام واخبار الصالحین و کتابة امور الدین۔ (کذا فی فتح القدیر اھ ص۲۱۲)۔

اس لئے کوئی مدرس بچوں کو تعلیم دینا چاہے یا خطوط لکھنا چاہے تو جائز ہے۔ البتہ اتنا خیال رہے کہ بچے اتنی کم عمر کے نہ ہوں کہ وہ پاکی ناپاکی اور مسجد کے آداب کا لحاظ نہ رکھ سکیں۔ اسی طرح سامان کو موجود رکھے بغیر کسی چیز کی خرید وفروخت کی بات چیت کرنا بھی جائز ہے، معتکف کا نکاح کرنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا جائز ہے۔ **ویلبس المعتکف ویتطیب ویدهن رأسهٗ کذا فی الخلاصة اھ** (هندیہ ص۲۱۳)۔ اپنے اعتکاف کی جگہ میں پردہ سے احاطہ وغیرہ کرلینا بھی جائز ہے۔ حضور اقدس ﷺ بھی خیمہ لگاتے تھے، اگر کسی وجہ سے احاطہ نہیں کیا گیا تو اس میں بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے۔

معتکف کے لئے مسجد سے نکلنے کا حکم:

اعتکاف کرنے والے کو اپنا پورا وقت مسجد میں گذارنا چاہئے، اسی وجہ سے کھانا پینا، سونا اور دوسری وہ تمام ضرورتیں جو مسجد میں مسجد کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے پوری ہوسکتی ہوں وہ سب اس کے لئے جائز ہیں۔ اس مقصد کے لئے اس کو باہر نکلنا جائز نہیں ہے بلکہ ان سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اس لئے حرام ہے۔ البتہ ان شرعی و طبعی ضرورتوں کے لئے جو وہاں رہ کر پوری نہین کی جاسکتیں ان کے لئے نکلنا جائز ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری)۔

ضرورت شرعیہ:

اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں معتکف ہے جہاں جمعہ کی نماز کا انتظام نہیں ہے تو شہر کی دوسری مسجد میں اس کو جمعہ پڑھنے کے لئے نکلنا جائز ہے، اس صورت میں جمعہ کی نماز کے لئے ایسے وقت میں جائے کہ وہاں پہنچ کر خطبہ شروع ہونے سے پہلے تحیة المسجد اور سنت وغیرہ ادا کر سکے۔ اور نماز کے بعد بھی اتنی دیر ٹھہرنا درست ہے کہ چھ رکعت سنت پڑھ سکے، زیادہ نہ ٹھہرے، فوراً اپنی مسجد میں واپس ہوجائے لیکن اگر وہیں زیادہ ٹھہر گیا یا بقیہ اعتکاف وہیں پورا کرلیا تو بھی جائز ہے مگر اس طرح کرنا مکروہ ہوگا۔ اگر کسی نے زبردستی کر کے مسجد سے نکال دیا یا اتفاقاً وہ مسجد منہدم ہوگئی جس کی وجہ سے وہاں سے نکلنا پڑا تو فوراً دوسری مسجد میں چلے جانے سے اعتکاف صحیح ہوجائے گا۔ اسی طرح وہاں اپنے مال یا اپنی جان کا خوف پیدا ہوگیا تو بھی دوسری مسجد بدل لینا جائز ہے۔

ویخرج للجمعة حين تزول الشمس ان كا معتكفه قريباً من الجامع بحيث لو انتظر زوال الشمس لاتفوته الخطبة والجمعة، واذا كان بحيث تفوته لم ينتظر زوال الشمس، لكنّه يخرج في وقت يمكنه ان يأتي الجامع فيصلي اربع

رکعات قبل الاذان عند المنبر، وبعد الجمعة يمكث بقدر مايصلى اربع رکعات او ستًا على حسب اختلافهم فی سنة الجمعة كذا فی الكافی۔ فان مكث يوماً وليلةً او اتمّ اعتكافه لايفسده ويكره كذا فی السراج الوهاج ۔ فان خرج من المسجد بعذربان انهدم المسجد او اخرج مكرهاً فدخل مسجداً آخر من ساعته لم يفسد اعتكافه استحساناً هكذا فی البدائع ، وكذا لو خاف على نفسه او ماله خرج هكذا فی التبيين اھ (عالمگیری ص۲۱۲)۔

مؤذن کا اذان دینے کے لئے منارہ پر چڑھنا جائز ہے چاہے تو منارہ کا دروازہ صحن کی طرف ہی کیوں نہ ہو، مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی بھی اس طرح اذان دے دیگا تو یہ بھی صحیح قول کے مطابق درست ہے۔اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ وشرعية كعيد واذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد اھ (درمختار ص۱۳۲ علی ہامش ردالمحتار)۔

نفل نماز کے لئے وضو کرنے کے واسطے بھی مسجد میں انتظام نہ ہوتو باہر نکل سکتے ہیں، تلاوت قرآن کے لئے وضو کرنا شرط نہیں بغیر وضو کئے بھی تلاوت ہوسکتی ہے اس لئے خاص اسی مقصد کے لئے نکلنا جائز نہیں ۔اسی طرح کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھونے کے لئے بھی نکلنا جائز نہیں ہے۔مسجد میں رہتے ہوئے ہی دھونے کا انتظام کرلیا جائے۔

حالت اعتکاف میں خرید وفروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا مکروہ تحریمی ہے۔مثلاً: بے ضرورت خرید وفروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا۔ہاں! جو کام بہت ضروری ہواوراس کے سوائے کوئی دوسرا انجام دینے والا نہ ہوتو ایسی حالت میں ضرورۃً گنجائش ہے۔مگر مبیع کا مسجد میں لانا جائز نہیں ۔مثلاً: بعض آدمی چائے یا پان بنا کر مسجد میں لاتے ہیں اورمعتکفین اس سے خریدتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے ۔اگر بہت ہی ضرورت ہوتو کسی آدمی کو بھیج کر

منگوالے۔ مسجد میں خرید وفروخت نہ کرے۔

ضروت طبعیہ:

طبعی ضرورت وہ ہے جس کو کئے بغیر انسان اپنی زندگی نہیں گذار سکتا، اور ان ضرورتوں کو مسجد میں رہتے ہوئے پورا کرنا بھی درست نہ ہو تو ایسی طبعی ضرورتوں کے لئے باہر نکلنا جائز ہے ۔مثلاً: پیشاب کرنا، پائخانہ کرنا، احتلام ہو جائے تو غسل کرنا، وضو کرنا، کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے لئے باہر نکلنا، حقہ، بیڑی اور سگریٹ کی عادت ہو تو اچھا تو یہ ہے کہ اتنے دنوں کے لئے چھوڑ دے، لیکن اگر اس کو نہیں چھوڑ سکتا اور بغیر پئے گذر بھی نہیں ہو سکتا تو اس کے لئے باہر نکلنا بھی درست ہے۔ ریاح خارج کرنے کے لئے بھی باہر نکل سکتے ہیں۔

لحاجة الانسان طبعية كبول، وغائط، و غسل لو احتلم اھ (درمختار ج ۲ ص ۱۳۲) **۔ولا يمكث بعد فراغه من الطهور لان ماثبت بالضرورة يتقدر بقدرها** اھ (ھدایۃ ص ۲۱۰)۔

فتاویٰ رشیدیہ (ص ۳۷۵) پر لکھا ہے کہ معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر اور کلی کر کے، بو زائل کر کے مسجد میں چلا آوے۔ اھ۔

مسجد کے کسی حصہ میں وضو کرنے کا نظم ہے اور ماء مستعمل مسجد میں نہ گرے اس کا اہتمام ہو سکتا ہے تو اس صورت میں باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

بان كان فيه بركة ماء او موضع معد للطهارة او اغتسل فى اناء بحيث لايصيب المسجد الماء المستعمل اھ۔ **وقال فان بحيث يتلوث بالماء المستعمل يمنع منه لان تنظيف المسجد واجب** اھ۔ (ردالمحتار ص ۱۳۲)۔

جن ضرورتوں کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے ان سے فارغ ہونے کے بعد جلدی سے

واپس لوٹ آئے، باہر ٹھہرا نہ رہے، اسی طرح ضرورت رفع کرنے کی دو جگہ ہیں، ایک قریب کی دوسری دور کی، تو نزدیک کو چھوڑ کر دور تک جانا یا مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر اپنے گھر کے بیت الخلاء میں جانا اچھا نہیں، مگر یہ کہ اس جگہ کے علاوہ مکمل فراغت نہ ہوسکتی ہو یا وہاں جلدی سے فراغت حاصل ہوسکتی ہو تو دور تک جانا جائز ہے۔

واختلف فيما لو كان له بيتان فاتى البعيد منهما قيل فسد، وقيل لا، وينبغي ان يخرج على القولين مالو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب واتى بيته اھ (ص ۱۳۲ ردالمحتار)۔

کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلنا ہوا ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی ایسا کام کرلیا جائے جس کے لئے مستقلاً نکلنا جائز نہیں تھا اور اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگایا تو کوئی حرج نہیں مثلاً: عیادت مریض کرلی، یا استنجاء کرتے ہوئے پورے بدن پر پانی بہا کر غسل کرلیا یا غسل کے ساتھ لنگی وغیرہ نچوڑ لی تو یہ جائز ہے۔

لو خرج لها ثم ذهب لعيادة مريض او صلوٰة جنازة من غير ان يكون خرج لذالك قصدًا فانه جائز كما فى البحر عن البدائع اھ (ردالمحتار ص۱۳۲)۔

بعض معتکفین اس قسم کے مسائل میں غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں مثلاً: جمعہ کے غسل کے لئے نکلنا مقصود ہوتا ہے ساتھ میں استنجاء وغیرہ کا بہانہ ہوتا ہے اور وہیں بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اصل تو یہ ہے کہ شریعت نے جن امور کے لئے نکلنے کی اجازت دی ہے انہی کے لئے نکلے تو ضمناً یہ امور بھی انجام دئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے اعتکاف کے فساد کا حکم نہیں دیا جاتا، اس کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

بلا ضرورت شرعی یا طبعی مسجد سے تھوڑی دیر کے لئے بھی باہر نکل گیا، چاہے بھول سے ہو یا

جان بوجھ کرتو اعتکاف ٹوٹ جائے گا یانہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔امام صاحبؒ کے نزدیک ایک ساعت کے لئے بھی باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔اور صاحبینؒ کے نزدیک دن کا اکثر حصہ باہر رہے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔شیخ ابن ہمامؒ نے امام صاحبؒ کے قول کواور علامہ ابن نجیمؒ نے صاحبینؒ کے قول کوترجیح دی ہے۔

نیز خلاصۃ الفتاویٰ میں علامہ سرخسیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ **قولهما ايسر على المسلمين** اھ(ص ۲۶۸ ج ۱)۔یعنی صاحبینؒ کے قول میں آسانی زیادہ ہےاس لئے اچھا تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے قول کو احتیاطاً مدنظر رکھ کرعمل کرے۔باقی صاحبینؒ کے قول پرعمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

ولو خرج من المسجد بغير عذر فسد اعتكافهٗ عند ابی حنيفةؒ لوجود المنافی وهو القياس وقالاؒ لايفسد حتی يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان اھ (ہدایہ ص ۲۱۰)۔

نیز یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ نفلی اعتکاف کے لئے کوئی خاص مدت متعینہ نہیں ہے،البتہ احوط یہ ہے کہ کم ازکم روزہ کے ساتھ ایک دن کا (اعتکاف) کرے،مگراس سے کم تھوڑی دیر کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس لئے بلاضرورت نکل جانے سے وہ (اعتکاف) پورا ہوجائے گا اور (اعتکاف) ٹوٹے گانہیں اوراس کی قضا بھی نہیں لہٰذا دوبارہ جب داخل ہو تو پھر تجدید نیت کرلی جائے۔

اور سنت مؤکدہ (اعتکاف) دس دن سے کم کانہیں ہوسکتا،لہٰذا بلاضرورت شرعی یا طبعی نکل جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا،نیز واجب اعتکاف بھی اس طرح ٹوٹ جائے گا،البتہ ان ضرورتوں میں جوشرعی یا طبعی تونہیں مگرمجبوری میں داخل ہیں اوراعتکاف سے نکلنا پڑے

تو ابطال عمل کا گناہ تو نہیں ہوگا مگر اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ مثلاً: سرکاری وارنٹ آ جائے جس کی وجہ سے کورٹ (عدالت) جانا پڑے یا اچانک بیمار ہو جانے کی وجہ سے شفا خانہ جانا پڑے یا اپنے کسی عزیز کے انتقال پر انتظام کے لئے گھر جانا پڑے وغیرہ۔

واما مالا یغلب کانجاء الغریق وانهدام المسجد فمسقط للاثم لا للبطلان اھ (درمختار ص ۱۳۴)۔

ومن الاعذار المرض الا انه لایأثم اذا کان الخروج بعذر اھ (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۶۸)۔

مفسدات اعتکاف:

جماع کرنے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، چاہے عمداً کیا ہو یا سہواً، دن میں کیا ہو یا رات میں، مسجد کے باہر ہو یا مسجد کے اندر، انزال ہو یا نہ ہو، بہر صورت اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اور جو چیزیں جماع کے تابع ہیں جس کو دواعی جماع میں شمار کیا جاتا ہے مثلاً: بوسہ لینا، شہوت سے چھونا، تفخیذ کرنا وغیرہ یہ سب امور نا جائز ہیں لیکن جب تک منی کا خروج نہیں ہوگا وہاں تک فساد اعتکاف کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

وبطل بوطئ فی فرج انزل ام لا، ولو کان وطئه خارج المسجد لیلا او نهارا ،عامداً او ناسیاً فی الاصح لان حالته مذکرة، وبطل بانزال بقبلة اولمس او تفخیذ ولو لم ینزل لم یبطل وان حرم الکل اھ (درمختار ص ۱۳۵)۔

حالت اعتکاف میں اپنی بیوی کے ساتھ بات چیت کرنا یا اس کا پردے کی پوری پابندی کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ احتلام ہونے کی وجہ سے یا غور و فکر کرنے سے منی نکل جانے سے یا روزہ کی حالت میں بھول سے کھا پی لینے سے یا بے ہوش ہو جانے کی وجہ سے

اعتکاف میں کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا، البتہ بے ہوشی یا جنون کی مدت ایک دن سے زیادہ ہوگئی جس کی وجہ سے روزہ رکھنے کی نیت نہ ہوسکی تو اعتکاف صحیح نہیں ہوا، لہٰذا قضا لازم ہوگی۔

ولا یبطل بانزال بفکر او نظر ولا بسکر لیلًا ولا باکل ناسیاً ...الی قولہٖ ......فان دام جنونہ سنۃ قضاہ استحساناً۔اھ (درمختار ص۱۳۶)۔

عورت نے اعتکاف کیا تھا پھر اس کو حیض یا نفاس آ گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اس کی قضا واجب ہوگی۔ اور سنت مؤکدہ ہے تو ایک دن کی جس میں یہ خون آیا ہے روزہ کے ساتھ قضا کرنی پڑے گی۔

ولو حاضت المرأۃ فی حالۃ الاعتکاف فسد اعتکافھااھ (بدائع ص۱۱۶)۔

حالت اعتکاف میں رات کو کوئی نشہ آور چیز کھا پی لی، جس سے نشہ ہوگیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، جیسے کسی نے کوئی چیز غصب کر کے یا چوری کر کے کھا پی لی تو یہ فعل برا ہے مگر اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (قاضی خان ص۲۲۶)۔

نذر مانتے وقت کسی چیز کا صراحت کے ساتھ استثناء کر لینا مثلاً: یہ کہ جنازہ کی نماز کے لئے نکلوں گا یا عیادت کے لئے جاؤں گا تو اس کام کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

کما فی الدر المختار عن التاتارخانیۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ مریض وصلوٰۃ جنازۃ وحضور مجلس علم جاز ذالکاھ (ص۱۳۴)۔

دن میں جان بوجھ کر کھانا کھا لیا یا پانی پی لیا جس کی وجہ سے روزہ فاسد ہوگیا تو اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا اور بھول سے کھا پی لیا تو روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا اور اعتکاف میں بھی کوئی حرج نہیں ہوگا۔

لو اکل او شرب فی النھار عامداً فسد صومہ وفسد اعتکافہ لفساد الصوم،

ولو اکل ناسیاً لایفسد اعتکافه لانه لایفسد صومه۔والاصل ان ماکان من محظورات الاعتکاف وهو ما منع عنه لاجل الاعتکاف لا لاجل الصوم لایختلف فیه العمد والسهو والنهار واللیل کالجماع والخروج من المسجد۔اھ(بدائع ۱۱۶)۔

قضائے اعتکاف:

اعتکاف اگر واجب ہے اور وہ فاسد ہوگیا تو اس کی قضا کرنا واجب ہوگی۔اور اگر سنت مؤکدہ (اعتکاف) فاسد ہوگیا تو اس کی قضا سنت ہے مگر یہ قضا کتنے دن کی ہوگی اس میں اختلاف ہے؟ حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق پورے عشرہ کی قضا ہوگی اور طرفینؒ (یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک جس دن (اعتکاف) فاسد ہوا ہے صرف اسی ایک دن کی قضا ہوگی۔نفل اعتکاف خروج کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ نکلتے ہی ختم ہوجاتا ہے،اس لئے اس کی قضا بھی نہیں ہوگی۔

فیظهر من بحث ابن الهمامؒ لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم جمیعه او باقیه مخرج علی قول ابی یوسفؒ واما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه اھ(ردالمحتار ج۲ص ۱۳۱)۔

متفرقات:

اگر کسی نے صرف نہار یعنی دن کے اعتکاف کی نیت کی تو یہ بھی درست ہے،اس صورت میں رات کو اعتکاف کرنا لازم نہیں ہوگا۔اور اگر نہار کی تخصیص نہیں کی اور مطلق ''نہار یعنی دن'' بولا ہے تو رات کا اعتکاف اور تتابع بھی لازم ہوگا۔

ومن نذر ان یعتکف ایاماً یلزمه اعتکاف الایّام بلیالیها شرط التتابع لفظاً او لا ،الّا

ان ینوی الایّام خاصۃً لانہ نوی حقیقۃ الکلام اھ (رسائل الارکان ص ۲۳۳)۔

معتکف کے پاؤں تو مسجد میں ہوں اور بدن کا کچھ حصہ باہر کر دیا جائے تو اس سے خروج پایا نہ جانے کی وجہ سے اعتکاف میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث عائشہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سر مبارک باہر کر دیتے تھے اور حضرت عائشہؓ کنگھی کر دیتی تھیں۔ (البحر الرائق)۔

اگر رمضان کے اعتکاف کی منت مانی لیکن کسی رمضان کی تعیین نہیں کی تو جونسے (یعنی کسی بھی) رمضان میں چاہے نذر پوری کرسکتا ہے۔ اور اسی سال کے رمضان کی نیت کی تو اسی رمضان میں اعتکاف کرنا لازم ہوگا۔ اور ان تمام صورتوں میں رمضان کے روزے کافی ہو جائیں گے، ورنہ مستقل روزوں کے ساتھ اعتکاف کرنا پڑے گا۔ (رسائل الارکان)۔

مسجد کے آداب اور احترام کی رعایت کرنا (ہر حال میں) لازم ہے، اس لئے ایسا کوئی بھی کام نہیں کرنا چاہئے جس سے اس کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ بعض آدمی اعتکاف کے دنوں میں مسجد میں گھر کا سماں کھڑا کر دیتے ہیں اور نظافت اور ستھرائی تک کا خیال نہیں کرتے، کھاتے وقت فرش وغیرہ کو خراب کرتے ہیں یا گندے اور ناپاک کپڑوں تک کو مسجد میں رکھتے ہیں، ان سب امور سے بچنا اور احتیاط کرنا لازم ہے۔ مسجد میں بال کٹوانے میں بھی خاص لحاظ کرنا چاہئے کہ بال اِدھر اُدھر اُڑ کر صفائی میں خرابی نہ پیدا کریں۔ اگر ایسا ہوا تو خلاف ادب ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا۔ معتکف کو احتلام ہو جائے تو آنکھ کھلتے ہی فوراً وہیں تیمّم کر کے غسل کرنے کے لئے باہر نکل جاوے۔ ایسی ناپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھے رہنا یا گھومنا پھرنا جائز نہیں ہے۔ چادر یا لحاف وغیرہ بھی پاک ہونے چاہئے اس لئے کہ مسجد میں ناپاک چیز کا رکھنا ممنوع ہے۔

اجتماعی اعتکاف کا جواز

حضرت ابو سعید خدریؓ کی وہ روایت جو صحیحین کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا ہے، جس میں ابتداءً دس یوم کی نیت فرمائی، بعدہ عشرہ وسطیٰ کی نیت فرمائی، پھر جب کسی مخبر غیبی نے بتلایا کہ شبِ قدر اخیری عشرہ میں ہے تو آپ ﷺ نے عشرہ اخیرہ کی نیت فرمائی۔ اس لئے آج بھی کوئی شخص پورے ماہ کا اعتکاف کرنا چاہے اور ساتھ میں معتکفین کی ایک جماعت بھی ہو تو (اس طرح کرنا) عین سنت نبوی ہوگی۔ نیز حضور اقدس ﷺ کا (اپنے) ساتھیوں کو ترغیب دے کر اعتکاف کروانا بھی اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے: کہ **فمن کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الاواخر** یعنی جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے اس کو چاہئے کہ عشرہ اخیرہ کا بھی اعتکاف کرے۔ اس طریقہ کے سنت ہونے میں شبہ کرنا یا بدعت وغیرہ کے جملہ سے یاد کرنا بہت بڑی زیادتی ہے، اور ایسی چیز کا انکار ہے جس کا ثبوت بخاری ومسلم کی صحیح حدیث سے ہے۔

نیز بعض اکابرامت کا بھی اس پر عمل رہا ہے، چنانچہ مسند ہند مجدد وقت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے متعلق آپ کے سوانح نگار **"الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ"** میں رقم طراز ہیں: کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب فرماتے ہیں: کہ **"دراں ہنگام بزرگاں بسیار واولیاء بسیار از یاران والد ماجد..... معتکف بودند**۔ یعنی اس زمانہ میں بہت سے بزرگ اور بہت سے اولیاء والد ماجد کے دوستوں میں سے مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے بعض مخصوص مسترشدین اور مریدین کو رمضان

میں اپنے پاس بلانے کی کوشش بھی فرماتے ۔ چنانچہ شاہ ابوسعید صاحبؒ کوایک مکتوب تحریر فرماتے ہیں: کہ **اگرگرمی ہوا بہم رسد اینجا تشریف آوردہ اینجا رمضان گذرانند** یعنی اگر گرمی شوق بہم پہنچے تو پھر رمضان ہمارے یہاں آکر گذاریں ۔ (ص۱۸۴) ۔

رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے سنت ہونے میں کیا رمز ہے

حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ نے اپنے رسالہ ''**الانصاف فی حکم الاعتکاف**'' میں تحریر فرمایا ہے: کہ حضور اقدس ﷺ خصوصیت سے عشرۂ اخیرہ ہی کا اعتکاف فرماتے تھے، اس میں کیا رمز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا مقصود **لیلة القدر** کی فضیلت کو حاصل کرنا تھا اس لئے کہ مشہور اور صحیح قول کے مطابق **لیلة القدر** رمضان کے اخیری عشرہ میں ہے ۔ (ص۱۶۴) ۔

لہٰذا معتکف حضرات کو چاہئے کہ **لیلة القدر** کے حصول اور اس کی عبادات اور دعا میں خصوصیت کے ساتھ مشغول ہوں ۔ اللہ جل شانہٗ مجھے اور تمام معتکفین حضرات کو اعتکاف کے صحیح آداب کی رعایت کرتے ہوئے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر اس کی عشق ومحبت اور اس کے در کے سچے گداؤں میں شمار فرمائیں ۔ آمین ۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين ۔ والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين الى يوم الدين ۔

تمت

فہرست مأخذ

	مأخذ	مصنفؒ
۱	فضائل رمضان	سیدی ومولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دام مجدہٗ
۲	الدرالمختار علی ہامش الردالمحتار	علامہ علاؤالدین حصکفیؒ
۳	ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ
۴	بدائع الصنائع	علاءالدین ابی بکر بن مسعود الکاسانیؒ
۵	بحرالرائق	ابن نجیم مصریؒ
۶	رسائل الارکان	مولانا بحرالعلوم عبدالعلی محمد بن نظام الدین الانصاریؒ
۷	عالمگیری	جماعۃ من علماء الہند
۸	خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاریؒ
۹	الانصاف فی حکم الاعتکاف	حضرت مولانا عبدالحئ فرنگی محلیؒ
۱۰	طحطاوی علی الدرالمختار	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاویؒ
۱۱	ہدایہ اولین	برہان الدین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانیؒ
۱۲	الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ	مولانا عبدالقیوم مظاہری مدظلہ

کتاب الحج

﴿۱۶۱۶﴾ حج کب فرض ہوگا؟

سوال: ایک شخص کے پاس مارچ اور اپریل کے مہینہ میں اتنے روپئے ہیں کہ جن سے حج فرض ہو جاتا ہے، لیکن یہ حج کا وقت نہیں ہے، اور جب حج میں جانے کا وقت آتا ہے، تو وہ روپئے گھر کے خرچ میں یا زمین خریدنے میں یا مکان بنانے میں خرچ ہو جاتے ہیں، حج میں جانے کے لئے پاسپورٹ بناتے وقت اتنے روپئے پاس میں نہیں ہوتے ہیں، تو کیا اس شخص پر حج فرض ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج فرض ہونے کے لئے حج کا سفرخرچ اور جن لوگوں کی کفالت اس شخص پر ضروری ہے، اور سفر سے واپس آنے تک ان کے گذر بسر کا خرچ نکل سکے اتنے روپئے اشہر حج میں یا حجاج کے قافلے حج کے لئے جن دنوں میں جاتے ہیں ان دنوں میں مذکور خرچ پاس میں موجود ہو تو حج فرض ہو جائے گا، اور ان دنوں میں اس شخص کے پاس اتنی رقم نہیں ہے، اپنی ضرورت میں خرچ ہو چکی ہے، تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ (معلم الحجاج:۶۲)۔

شروط الوجوب وهى التى اذا وجدت تمامها وجب الحج و الا فلا و هى سبعة:الاسلام والعلم بالوجوب لمن فى دار الحرب و البلوغ و العقل والحرية والاستطاعة والوقت۔ (شامی:۴۵۵/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۱۶۱۷﴾ شرائط فرضیت حج کیا ہیں؟

سوال: حج فرض ہونے کے لئے کیا نصاب ہے؟ اور حج کب فرض ہوتا ہے؟ اور حج فرض

ہونے کے کیا شرائط ہیں؟ تفصیل سے بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج پوری زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتا ہے، اور صحیح قول کے مطابق حج فرض ہونے کے لئے آٹھ شرائط ہیں:

(۱) مسلمان ہونا، کافر اور مشرک پر حج فرض نہیں ہے۔ (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) آزاد ہونا (۵) ایام حج کا ہونا (۶) مکہ شریف جانے آنے اور حج ادا کرنے کے درمیان وہاں کے قیام، طعام کا درمیانی خرچ اور اپنے اہل وعیال جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے سفر سے واپسی تک کا ان کے گذر بسر کے خرچ کے برابر روپئے ہونا (۷) دار الحرب میں رہنے والے کے لئے حج کی فرضیت کا علم ہونا (۸) راستے کا مامون ہونا۔ اگر یہ تمام شرطیں پائی جائیں گی اس وقت حج فرض ہوگا۔ (مراقی الفلاح)۔

قوله الاسلام و العقل و البلوغ و الحرية و الوقت والقدرة على الزاد ولو بمكة بنفقة وسط والقدرة على راحلة مختصة به او على شق محمل بالملك او الاجارة لا الاباحة والاعارة لغير اهل المكة ومن حولهم اذا امكنهم المشى بالقدم والقوة بلا مشقة والا فلا بد من الراحلة مطلقا۔ و تلك القدرة فاضلة عن نفقة عياله الى حين عوده عما لا بد منه كالمنزل........... و الكون بدار الاسلام۔ و قوله: و زوال المانع الحسى عن الذهاب۔ و قوله: و امن الطريق الخ (طحطاوی: ۳۹۷؛ کتاب الحج)

﴿۱۶۱۸﴾ کیا ساڑھے دس ایکڑ زمین کے مالک پر حج فرض ہوجاتا ہے؟

سوال: میرے پاس فی الحال ساڑھے دس ایکڑ زمین ہے، اور میری ملکیت کا اپنا ایک مکان ہے، اس کی قیمت اندازاً ۱۵۰۰۰ یا سولہ ہزار روپئے ہے، اس کے علاوہ میرے پاس

دوسری کوئی جائداد نہیں ہے، تو مجھ پر حج فرض ہے یا نہیں؟ میرے ذمہ ۶۰۰۰ روپئے کا قرض بھی ہے تو میرے لئے فرضیت حج کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کی ملکیت کی زمین سے اگر آپ کا اور آپ کے اہل خانہ کا گذر بسر ہوتا ہو، اور زائد از ضرورت اور کچھ نہ ہو، اور مکان رہائش کا ہو تو آپ پر حج فرض نہیں ہے۔ (درمختار مع الشامی:۲/۱۴۳)۔

قوله الاسلام و العقل و البلوغ و الحرية و الوقت قوله بنفقة وسط على راحلة مختصة به لا الاباحة لغير اهل المكة اذا امكنهم المشيء الى حين عوده كالمنزل او الكون بدار الاسلام و زوال المانع الحسى عن الذهاب للحج و امن الطريق الخ۔ (طحطاوی:۳۹۷؛ کتاب الحج)۔

﴿۱۶۱۹﴾ کیا بیماری کی حالت میں نصاب کا مالک بننے پر حج فرض ہوگا؟

سوال: ایک شخص کے پاس زائد از حاجت اصلی اتنے روپئے ہیں کہ وہ حج کو جانا چاہے تو جا سکتا ہے، لیکن وہ بیمار ہے، اس کی طبیعت اچھی نہیں رہتی، تو کیا اس پر حج فرض ہوگا؟ اگر فرض ہوگا تو ادائے گی کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج کے نفس وجوب کے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط اتنے روپیوں کا مالک ہونا ہے جس سے مکہ آنے جانے کا سفر خرچ اور ایام حج کے درمیان وہاں کے قیام کا درمیانی خرچ اور اہل خانہ کا گذر بسر کا خرچ نکل سکے۔ اتنے روپئے اس کے پاس ہیں اس لئے حج اس پر فرض ہو جائے گا۔ اور حج کے وجوب ادا کے من جملہ شرائط میں سے ایک ایسی بیماری کا نہ ہونا ہے جو حج کے سفر سے مانع ہو، اور یہ شخص بیماری کی وجہ سے سفر نہیں کر سکتا تو جب تک یہ تندرست نہیں ہو جاتا حج کی ادائے گی اس پر فرض

نہیں ہے، یہ شخص تندرست ہونے کا انتظار کرے، اور اس درمیان اگر اس کا انتقال ہوجاتا ہے تو حج بدل کی وصیت کرے، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ فرض کی ادائےگی میں کوتاہی یا فرض ترک کرنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۲۰﴾ اول خود حج کرے یا والدین کو حج کروائے؟

سوال: اللہ کے فضل سے میں مالدار ہوں، میرے والدین بھی حیات ہیں، میرا حج کرنے کے لئے جانے کا ارادہ ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ اول اپنے والدین کو حج کراؤ، تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے، اول مجھے حج کے لئے جانا چاہیئے یا اپنے والدین کو حج کے لئے بھیجنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ صاحب استطاعت ہوں، اور آپ پر حج فرض ہو تو اول آپ کو اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیئے، اور اس کے بعد گنجائش ہو تو والدین کو حج کروانا چاہیئے۔ (شامی:۲)

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آیت: ۹۷)

فرض مرة على الفور بشرط حرية و بلوغ و عقل و صحة و اسلام و قدرة زاد و راحلة فضلاً عن مسكنه۔ (کنز الدقائق، کتاب الحج)

شروط الوجوب وهى التى اذا وجدت بتمامها وجب الحج و الا فلا و هى سبعة؛ الاسلام والعلم بالوجوب ممن فى دار الحرب و البلوغ و العقل و الحرية و الاستطاعة و الوقت۔ (شامی:۳/۴۵۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۲۱﴾ حج فرض ہونے کے باوجود نہ ادا کرنے پر وعید؟

سوال: کچھ متعلقین ایسے کم نصیب ہیں، کہ اللہ نے انہیں وسعت دی ہے، ان پر حج فرض

ہے لیکن حج ادا نہیں کرتے، انہیں سمجھایا جاتا ہے تو بہانے بناتے ہیں، تو جن لوگوں پر حج فرض ہے لیکن وہ حج ادا نہیں کرتے ان کے لئے کیا وعید ہے؟ فقہ وسنت کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صاحب استطاعت پر حج کی فرضیت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اور حج اسلام کے بنیادی اہم پانچ فرائض میں سے ایک فرض ہے، اسے ادا کرنے سے دینی اور دنیوی بہت سے فائدے اور فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں، اور فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں اور آخرت کی سزائیں معتبر احادیث میں بیان کی گئی ہیں، اس لئے جس مسلمان پر حج فرض ہوا سے اس فرض کو جلد از جلد ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے، سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا** ۔ (آیت ۹۷)۔

ترجمہ: اور صاحب استطاعت لوگوں پر اللہ کے لئے اسکے گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ اس آیت کے ذیل میں علمائے کرام لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اس شخص پر حج کرنا فرض ہو جاتا ہے جو بیت اللہ جانے کے خرچ کی وسعت رکھتا ہو، نیز آگے اسی آیت میں حج نہ کرنے والوں کو سخت الفاظ میں عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ **وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ** ۔ (سورۂ آل عمران آیت: ۹۷)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص تندرست اور صاحب حیثیت ہو اور اس پر حج فرض ہو پھر بھی بغیر حج کئے اس کا انتقال ہو جائے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا۔ (در منثور)

حج کرنے والوں کے فضائل اور نہ کرنے والوں پر وعیدیں بہت تفصیل کے ساتھ سیدی و

مولائی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کی کتاب 'فضائل حج' میں دیکھ لی جائیں۔ نیز کتاب الترغیب والترہیب میں کثرت سے اس موضوع کی روایتیں موجود ہیں، اس کی جلد:۲ کے صفحہ:۱۷۰ پر ایک حدیث مذکور ہے جس کی نقل پر اکتفاء کرتا ہوں، حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں منیٰ کی مسجد میں حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اس وقت انصار اور ثقیف قبیلہ کے دو شخص آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا، اور کہا: یا رسول اللہ ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں تم کیا پوچھنے آئے ہو؟ یا چاہو تو نہ کہوں؟ اور تم جو سوال کرو اس کا جواب دے دوں؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ بتلا دیجئے، پھر آپ نے ثقفی انصاری صحابی سے کہا: پوچھ، تو اس انصاری صحابی نے کہا: آپ ہی بتلا دیجئے یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ دونوں یہ پوچھنے آئے ہو کہ جب تم بیت اللہ حج کے ارادے سے گھر سے نکلو گے تو اس پر تمہیں کیا اجر ملے گا؟ اور طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھو گے تو اس پر کیا اجر ملے گا؟ اور صفا اور مروہ کی سعی میں کیا اجر ملے گا؟ اور وقوف عرفہ پر کیا اجر ملے گا؟ اور رمیٔ جمار پر کیا اجر ملے گا؟ اور قربانی پر کیا اجر ملے گا؟ تو اس شخص نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، میں صرف یہی پوچھنے آیا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: جب تو حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے گا تو تیرا اونٹ جتنے قدم اٹھائے گا اور رکھے گا، ہر ایک قدم پر تیرے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور تیرا ایک گناہ معاف ہوگا، اور طواف کے بعد کی دو رکعت کا ثواب حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ملے گا، اور صفا و مروہ کی سعی کا ثواب ستر غلاموں آزاد کرنے کے برابر ملے گا۔ اور بندہ جب عرفات میں وقوف کرتا ہے تو اللہ کی خاص توجہ اس پر ہوتی ہے، اور اللہ

تعالیٰ پہلے آسمان پر آجاتے ہیں، اور فرشتوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میرے بندے مختلف علاقوں سے پراگندہ بال جنت کی امید میں آئے ہیں، چاہے ان کے گناہ ریت کے ذرات کے برابر ہوں یا بارش کے قطرات کے برابر ہوں یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، میں معاف کرتا ہوں، اب وہ ایسی حالت میں واپس جائیں گے کہ اب ان کی مغفرت ہو چکی ہوگی، اور یہ لوگ جن کی مغفرت کی سفارش کریں گے ان کی بھی میں مغفرت کردوں گا۔ اب شیطان کو کنکر مارتے وقت تیرے ہر کنکر کے بدلے تیرا ایک ہلاک کرنے والا کبیرہ گناہ معاف ہوتا رہے گا، اور تیرا قربانی کرنا اللہ کے یہاں ذخیرہ ہوگا، اور تیرے حلق کرنے میں ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی، اور ایک گناہ معاف ہوگا، پھر تو جب طواف کرے گا تو ایسی حالت میں طواف کرے گا کہ تجھ پر کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا، اور ایک فرشتہ آکر تیرے دونوں کندھوں کے بیچ ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ اب نئے سرے سے اعمال شروع کر، تیرے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو چکی۔

اس روایت سے حج کی فضیلت اور مذکورہ آیت سے حج نہ کرنے والوں کے لئے وعید ظاہر اور واضح ہے، اللہ جل شانہ تمام مسلمانوں کو اس بیش بہا نعمت اور دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۲۲﴾ کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟ کیا بیت اللہ شریف پر نظر پڑ جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟ کوئی آفاقی شخص عمرہ کرنے گیا اور اس نے شوال کا چاند وہاں دیکھ لیا تو بعض

لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس پر حج فرض ہوجاتا ہے خواہ استطاعت ہو یا نہ ہو؟ تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس پر حج کن حالات میں فرض ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......فقہاء کرام نے حج کی فرضیت اور ادائے گی کے لئے جو شرائط ذکر کی ہیں ان میں کسی نے بھی یہ نہیں لکھا کہ عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجاتا ہے اس لئے یہ کہنا کہ عمرہ کرنے سے حج فرض ہوجاتا ہے صحیح نہیں ہے حج اسلام کا ایک اہم رکن اور عبادت ہے اس کے شرائط مقرر ہیں یہ شرائط جس میں پائے جائیں گی اس پر حج کرنا فرض ہوگا۔کمافی الشامیہ(۴۵۹/۳)۔

آفاقی شخص مکہ مکرمہ گیا اور اشہر حج کا وقت ہوگیا تو اب اس کے پاس وہاں قیام کرنے کا اور رہنے کا خرچ وغیرہ کا انتظام ہے تو اس پر حج فرض ہوگیا، رہ کر حج کو ادا کرلے جیسا کہ شامی میں لکھا ہے :الفقیر الآفاقی اذا وصل فھو کالمکی۔ (شامی:۴۵۹/۳)۔

لیکن اس کے پاس حج کے ایام تک قیام کا ویزا نہیں ہے اور بغیر ویزا کے رہنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے گرفتاری اور سزا وغیرہ بھی ہوتی ہے اس لئے وہ رہ نہیں سکتا لہذا اس پر حج فرض نہیں ہوگا بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اس پر حج فرض ہوگیا اور اس وقت ادا کرنا فرض نہیں اس لئے بعد میں اس کو قانونی اجازت لےکر آ کر ادا کرنا ہوگا یا حج بدل کی وصیت کرنی ہوگی۔

ثم بعد ذلك رایت بخط بعض الفضلاء ناقالاً عن مجمع الانهر علی الملتقی الابحر ما صورته و یجوز احجاج الضرورة و لکن یجب علیه عند رؤیة الکعبة الحج لنفسه و علیه ان یتوقف الی عام قابل و یحج لنفسه او ان یحج بعد عودة اهله بماله و ان کان فقیرا فلتحفظ و الناس عنها غافلون و صرح علی القاری فی شرح مناسکه الکبیر بانه بوصوله لمکة وجب علیه الحج--- ما رایته فی

الحامدية و رايت فی بعض حواشی الدر المختار انه افتی بعدم وجوب الحج عليه۔(منحة الخالق علی هامش البحر: ۶۹/۳)۔فقط واللہ اعلم

﴿۱۶۲۳﴾ نابالغ بچہ حج کرے تو بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض ہوگا یا نہیں؟

سوال: ایک شخص حج کے لئے جاتے وقت اپنے نابالغ بچوں کو بھی ساتھ میں لے گیا، نابالغ بچوں کے پاس والد نے حج کے تمام ارکان پورے کروائے،اب مسئول بہ امر یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد ان بچوں پر حج فرض ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ان نابالغ بچوں کا یہ حج نفل کہلائے گا،اب بالغ ہونے کے بعد اگر فرضیت حج کے شرائط پورے ہوتے ہوں اور ان کے پاس حج کے ضروری خرچ کے برابر روپئے ہوں تو ان پر حج فرض ہوگا، یا اتنے روپئے جب بھی ان کی ملکیت میں آئیں اس وقت حج فرض ہوگا،وہاں تک حج فرض نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۲۴﴾ استطاعت کے وقت حکومت کے قانون کی وجہ سے حج کرنے نہ جا سکا، اور جب اجازت ملی تب روپئے نہیں تھے تو کیا قرض لے کر حج کرنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص کے پاس فی الحال اتنی رقم ہے کہ وہ حج کرنے کے لئے جانا چاہے تو جا سکتا ہے،یعنی اس پر حج فرض ہے،اور اس کا حج کرنے کے لئے جانے کا ارادہ بھی ہے، لیکن وہ حکومتی دفتر میں ملازم ہے،وہ درخواست رکھے گا تو جن لوگوں نے پہلے درخواست دی ہے ان کا نمبر پہلے آئے گا،اور اس کا نام آتے آتے دو تین سال لگ جائیں گے،اب اگر جس سال اس کا نام نکلے،اس وقت اس کے پاس حج کے ضروری خرچ کے برابر روپئے نہ ہوں،اور وہ گھر یا زمین رہن رکھ کر قرض لے کر حج کرنے کے لئے جائے تو کیا اس کا حج

قبول ہوگا؟ اور کیا اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب کوئی شخص ایام حج میں اتنے روپیوں کا مالک بن جاوے کہ جس سے حج کے لئے آنے جانے کا اوسط درجہ کا سفر خرچ اور اہل خانہ کا گذر بسر کا ضروری خرچ نکل سکتا ہو تو اس شخص پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اب اگر کسی وجہ سے وہ اس وقت حج نہ کر سکے، اور دوسرے سال اس کے پاس اتنی رقم موجود نہ ہو تو فرض ادا نہ کرنے کا گناہ ہوگا۔ اس لئے اپنے آپ کو اس گناہ سے بچانے کے لئے اور اپنے سر سے فریضہ اتارنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر کے حج کر لینا چاہئے۔

البتہ انڈیا یا ایسے ہی کسی دوسرے ملک میں جہاں حکومتی پابندی ہو، اور یہ شخص حکومت کے قانون کی وجہ سے حج کرنے کے لئے نہ جا سکے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس شخص نے حج کے ضروری خرچ کے برابر روپیوں کا مالک بنتے ہی درخواست دے دی ہو، اور تین سال کے بعد جب اس کا نمبر آیا اس وقت اس کے پاس ضروری روپئے نہ ہوں تو اس صورت میں اب اس پر حج کرنا فرض نہیں رہے گا، اس لئے قرض لے کر جانا ضروری نہیں ہے۔

﴿۱۶۲۵﴾ کیا عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے؟

سوال: ایک صاحب یو.کے. سے براستہ مکہ نفلی عمرہ کر کے انڈیا آنا چاہتے ہیں، تو کیا نفلی عمرہ کرنے سے ان پر دوسرے سال حج کے لئے جانا فرض ہو جاتا ہے؟ مختصر یہ کہ عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے چاہے وہ شخص صاحب نصاب ہو یا نہ ہو؟ اشہر حج کے علاوہ مہینوں میں نفلی عمرہ کرنے والے کے لئے حج کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اشہر حج کے علاوہ دیگر مہینوں میں مکہ شریف جا کر عمرہ

کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، اس لئے عامر اگر صاحب نصاب نہ ہو اور مستقبل میں بھی اتنے روپئے نہ ملیں کہ جس سے حج فرض ہوجاتا ہے تو اس پر صرف عمرہ کرنے کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۲۶﴾ عورتوں کی کمائی ہوئی رقم سے حج کرنا؟

سوال: یہاں انگلینڈ میں عورتیں پردہ کی پابندی کے بغیر کارخانوں اور دفتروں میں ملازمت کرتی ہیں، اس پر انہیں تنخواہ ملتی ہے اس تنخواہ کی رقم سے بچا کر کچھ روپئے جمع ہوجائیں تو اس صاحب مال پر حج فرض ہوگا یا نہیں؟ اور ان روپیوں سے یہ عورتیں حج کرسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت کے احکام کی پابندی کے ساتھ عورت کا ملازمت یا مزدوری کرنا اور اس ملازمت یا مزدوری سے حاصل ہونے والی رقم کا دینی کام میں خرچ کرنا درست ہے، منع نہیں ہے۔

لیکن شریعت کے حکم کو نہ ماننا، بے پردگی کا گناہ کرنا، پرائے مردوں سے اختلاط سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں شریعت اس سے منع کرتی ہے، اس طرح ملازمت کرنا ناجائز اور حرام ہے، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی اور تنخواہ بھی پاکیزہ اور طیب نہیں کہلاتی۔ البتہ اس طرح کی ملازمت سے نصابِ حج کے برابر روپئے جمع ہوجائیں تو حج تو فرض ہوجائے گا لیکن ان روپیوں سے حج ادا کرنے سے وہ حج اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگا۔

﴿۱۶۲۷﴾ حرام روپیوں سے حج کرنا جائز نہیں ہے؟

سوال: میرا ایک دوست حج کرنے مکہ معظّمہ اور زیارت کے لئے مدینہ شریف جانا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس سب روپئے حرام کمائی سے کمائے ہوئے ہیں، حلال کمائی کا ایک

روپیہ بھی نہیں ہے، اور وہ حج کرنے کے لئے جانا چاہتا ہے، تو وہ کس طرح جائے؟ اس کے لئے کیا طریقہ ہے؟ اسے حج کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ قمار اور سود سے کمائے ہوئے روپئے ہیں اس کے لئے کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حرام روپیوں سے عبادت کرنا یا حج، زیارت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ایسے روپئے اصل مالک کو واپس کر دینے چاہئے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو غرباء، فقراء، مساکین کو بغیر ثواب کی نیت کے اپنے سر سے وبال دور کرنے کے لئے دے دینے چاہئے، اور توبہ کرنی چاہئے۔

و یجتهد فی تحصیل نفقة حلال ماله لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها و لا تنافی بین سقوطه و عدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول و لا یعاقب عقاب تارك الحج ۔(شامی:۴۵۳/۳، کتاب الحج مطلب **فیمن حج بمالٍ حرام**)۔

جس شخص کے پاس حلال طیب روپئے ہوں تو اس سے قرض لے کر حج اور زیارت کی تمنا پوری کی جا سکتی ہے، بعدہ اپنے روپیوں سے قرض ادا کر دیا جائے۔

اذا اراد الرجل ان یحج بمال حلال فیه شبهة فانه یستدین للحج و یقضی دینه من ماله (کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی المقطعات، فتاویٰ هندیه: ۲۲۰/۱؛ کتاب المناسك الباب الاول)۔

﴿۱۶۲۸﴾ مقروض پر حج فرض ہوگا یا نہیں؟

سوال: ایک شخص انگلینڈ کا باشندہ ہے، اس شخص نے اپنے رہنے کے لئے گھر حکومت سے لون لے کر خریدا ہے، اور لون کی ادائے گی کے طور پر ہر ماہ آٹھ یا دس پاؤنڈ دینے پڑتے

ہیں، اور اس لون کی ادائے گی کی مدت دس سال ہے، اور پانچ سال کی قسطیں ادا ہو چکی ہیں، صرف پانچ سال کی قسطیں ادا کرنی باقی ہیں، اس لئے یہ ایک طرح کا اس شخص کے ذمہ قرض ہے، اور میں نے سنا ہے کہ جس کے ذمہ قرض ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا، تو اس شخص پر اس قرض کے ہوتے ہوئے حج فرض ہوگا یا نہیں؟ اور اگر یہ شخص اس قرض کے ہوتے ہوئے حج ادا کرے گا تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج فرض ہونے کے لئے شریعت میں جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان میں سے ایک شرط استطاعت یعنی اتنے روپیوں کا مالک ہونا ہے کہ جن سے مکہ آنے جانے کا اور درمیان حج وہاں کے قیام کا اوسط درجہ کا سفرخرچ اور اپنے واپس آنے تک کا اہل خانہ کا گذر بسر کا ضروری خرچ نکل سکے، اب اگر یہ شخص مقروض ہے تو پاس میں موجود رقم سے اپنے قرض کو منہا کرنے کے بعد ما بقیہ رقم سے اگر یہ خرچ پورا ہوسکتا ہے تو اس پر حج فرض ہوگا ورنہ نہیں۔ اور بصورت عدم وجوب حج کے لئے جانا بھی فرض نہیں، اس کے باوجود اگر یہ شخص حج کرنے جائے، اور فرض حج کی نیت سے حج ادا کرے تو اس کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائے گا، یعنی مستقبل میں اگر یہ شخص صاحب استطاعت ہوتا ہے تب بھی اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

سوال میں لکھا ہے کہ ''جس کے ذمہ قرض ہو اس پر حج فرض نہیں'' یہ خیال بالکل غلط ہے، قرض ادا کرنے کی ذمہ داری بہت سخت ہے، اس لئے اول قرض ادا کرنا چاہئے، نیز لون پر سود بھی دینا پڑتا ہوگا، اس لئے اول اس لون کی ادائے گی کا انتظام کرنا چاہئے، بعدہٗ حج کے ضروری خرچ کے بقدر رقم بچے تو حج فرض ہوگا۔ اگر قرض ادا نہ کرے اور حج کو جائے اور فرض کی نیت کرے تو حج ادا ہو جائے گا۔

﴿۱۶۲۹﴾ کیا مقروض حج کے لئے جاسکتا ہے؟

سوال: ایک شخص حج کرنے کے لئے جانے کا ارادہ رکھتا ہے، لیکن اس کے ذمہ کچھ قرض ہے، اور اس کے پاس جو گھر ہے اس کی قیمت دو لاکھ ہے، اور اس کا قرض دس سے بارہ ہزار کا ہے، تو وہ شخص حج کرنے جاسکتا ہے؟ اس کے لڑکے قرض کی ذمہ داری لیتے ہیں، تو یہ شخص حج کرنے کے لئے جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس شخص کے ذمہ کوئی قرض ہو، اور وہ شخص اس قرض کو ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو قرض فوراً ادا کر دینا چاہئے تا کہ حقوق العباد کے ادا کرنے میں کاہلی کا گناہ نہ ہو، اس کے باوجود ایسا شخص اگر حج کرنے کے لئے جانا چاہتا ہے تو جاسکتا ہے صورت مسئولہ میں اس کے لڑکے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لیتے ہیں تو جانے میں کچھ حرج نہیں ہے، البتہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب کہ قرض ادا کرنے کے بعد اتنی رقم پاس میں ہو کہ جس سے حج کے آنے جانے کا سفر خرچ اور دوران حج وہاں کے قیام، طعام کا خرچ اور جن کی کفالت اس کے ذمہ ضروری ہے اس کے واپس آنے تک ان کا گذر بسر کا خرچ نکل سکتا ہو۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۶۳۰﴾ کیا قرض لے کر حج کے لئے جانا جائز ہے؟

سوال: ایک بھائی کے پاس خود کا گھر ہے اور اپنا کاروبار ہے، اور سرمایہ، روپئے وغیرہ تجارت میں لگے ہوئے ہیں، اور کچھ قرض بھی ہے، اس حالت میں یہ شخص حج کو جانا چاہتا ہے، لیکن اس کے پاس روپئے نہ ہونے کی وجہ سے قرض لے کر جانا چاہتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ تھوڑا قرض اور ہو جائے گا، تو کیا اس کے لئے حج کرنے کے لئے جانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج فرض ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے گذر بسر کے ضروری خرچ پورا کرنے کے بعد اور قرض ہو تو قرض کی ادائے گی بعد اتنے روپئے بچ جائیں کہ جس سے حج کے لئے آنے جانے کا اوسط درجہ کا سفر خرچ اور درمیان حج وہاں کے قیام کا اوسط درجہ کا خرچ نکل سکے۔ اگر اتنی رقم ہو تو حج کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ مثلاً: آج (۱۹۸۵ء) کے حساب سے حاجت اصلیہ کے علاوہ دس سے بارہ ہزار روپئے ہوں تو اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اگر قرض ادا کرنے کے بعد اتنی رقم نہ بچتی ہو تو حج فرض نہیں ہوگا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آیت:۹۷)

فرض مرة على الفور بشرط حرية و بلوغ و عقل و صحة و اسلام و قدرة زاد و راحلة فضلاً عن مسكنه ۔ (کنز الدقائق، کتاب الحج)۔

شروط الوجوب وهى التى اذا وجدت بتمامها وجب الحج و الا فلا و هى سبعة؛ الاسلام والعلم بالوجوب لمن فى دار الحرب و البلوغ و العقل و الحرية و الاستطاعة و الوقت (شامی:۳/۴۵۵)۔

اب اگر کسی شخص پر حج فرض نہ ہو، لیکن اس کی تمنا ہو کہ حرمین کی زیارت کرے اور حج کی عبادت سے مشرف ہو اور قرض کے ادا کرنے کا مکمل یقین اور ارادہ ہو تو ایسا شخص قرض لے کر یا پچھلا قرض باقی رکھ کر اپنے روپیوں سے حج کے لئے جائے اور فرض حج کی نیت سے حج ادا کرے تو اس کا حج ادا ہو جائے گا

ان يستقرض و يحج و لو غير قادر علىٰ وفائه و درجى ان لايواخذه الله بذلك اى لو ناديا۔ (درمختار مع الشامی:۳/۴۵۵)۔

مستقبل میں اگر وہ اتنے مال کا مالک بنتا ہے جس سے حج فرض ہوتا ہے، تو اب اس پر از سرنو حج کے لئے جانا فرض نہیں ہے، اور پہلے کیا ہوا حج کافی ہو جائے گا۔ (شامی:۲/۱۴۱) فقط

﴿۱۶۳۱﴾ لون پر مکان خریدا ہے تو حج فرض ہوگا یا نہیں؟

سوال: یہاں کینڈا میں میں نے ایک گھر خریدا ہے، اس کی قیمت ۳۲۰۰۰ ڈالر ہے، کچھ قیمت پیشگی ادا کرنی ہوتی ہے، اور بقیہ رقم قسطوں سے ادا کرنی ہوتی ہے، اس پر ۱۸ فی صد سود بھی دینا پڑتا ہے، اس پوری رقم کو ادا کرنے میں ۲۰ سے ۳۰ سال نکل جائیں گے، اب میرا حج کرنے کے لئے جانے کا ارادہ ہے، تو میں اس قرض کے ہوتے ہوئے حج کے لئے جا سکتا ہوں یا نہیں؟ ایسا کہا جاتا ہے کہ قرض ذمہ میں باقی ہو اور کوئی حج کو جائے تو حج قبول نہیں ہوتا؟ میری سالانہ آمدنی ۱۶ ہزار ڈالر ہے۔ تو میرے لئے حج میں جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی بھی ملک میں کسی بھی جگہ قرض کی رقم پر سود دینا اور سودی معاملہ کرنا بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔ لہذا ایسی چیزیں قسطوں پر خریدنا کہ جن میں سود دینا پڑتا ہو ناجائز اور حرام ہے۔ اور سودی لین دین پر قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں؛

عن جابرؓ قال لعن رسول الله ﷺ آکل الربوا و موکله و کاتبه و شاهدیه و قال هم سواء ۔ رواه مسلم۔ (مشکوة: ۲۴۳، باب الربوا الفصل الاول)۔

قال الله تعالیٰ: احل الله البیع و حرم الربوا۔ (البقرة:۲۷۵)۔

حج کے فرض ہونے کے من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ آدمی کی ضروریات اصلیہ اور قرض ادا کرنے کے بعد اتنے روپئے بچتے ہوں جن سے مکہ آنے جانے کا اور

وہاں کے قیام، طعام کا اوسط درجہ کا خرچ نکل سکتا ہو اس وقت حج فرض ہوتا ہے۔

فرض مرة على الفور بشرط حرية و بلوغ و عقل و صحة و اسلام و قدرة زاد و راحلة فضلاً عن مسكنه۔ (کنز الدقائق، کتاب الحج)۔

اور جب کہ آپ کے ذمہ قرض ہے، اور قرض ادا کرنے کے بعد اتنی رقم نہیں بچتی ہے تو آپ پر حج فرض نہیں ہے، اس کے باوجود آپ حج کے لئے جائیں گے اور فرض حج کی نیت سے حج کریں گے تو حج تو ادا ہو جائے گا؛

ان يستقرض و يحج و لو غير قادر عمل وفائه و بر لى ان لا يواخذه الله بذلك ان لو ناديا۔ (درمختار مع الشامی: ۴۵۵/۳)

لیکن بہتر یہ ہے کہ اول سود کی لعنت سے بچنے کے لئے گھر کا قرض ادا کیا جائے، اور اس کے بعد ہی حج کا ارادہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

(۱۶۳۲) مقروض کو نفل حج پر ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: ایک شخص جو بہت ہی مالدار ہے، اور میرے دوست بھی ہیں، میرے پاس سے رجب کے مہینہ میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) روپئے قرض لئے، اور رمضان میں عمرہ کے لئے گئے، اور عید مکہ ہی میں کی اور واپس آئے، اور آ کر مجھے ملے اور کہا کہ دو چار دن میں آپ کے روپئے لوٹا دوں گا، لیکن وہ روپئے نہ لوٹا سکے، اور تھوڑے دن بعد نفل حج کے لئے چلے گئے، اور وہ ہر سال و دو سال میں نفل حج کے لئے جاتے ہی ہیں، فرض حج تو ۱۱ سال قبل وہ ادا کر چکے ہیں، اور انہوں نے ابھی تک میرے روپئے نہیں دئے، اور جب جب ملاقات ہوتی ہے تو دو تین دن کا وعدہ کر دیتے ہیں، تو کیا ان کا حج اور دوسری عبادتیں قبول ہوں گی؟ ان میں کوئی نقص آئے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں نفل حج اور عمرہ کرنے سے زیادہ ضروری اور لازم اپنا قرض ادا کرنا ہے، اس کے باوجود کئے گئے حج اور عمرہ ادا ہو گئے، اور ان کا ثواب بھی ملے گا۔

﴿۱۶۳۳﴾ شوہر کی اجازت کے بغیر فرض حج کے لئے عورت کا جانا؟

سوال: ا۔ ایک عورت اپنے لڑکے کے ساتھ شوہر کی اجازت کے بغیر حج میں گئی، جاتے وقت بھی اس نے اپنے شوہر سے بات نہیں کی یہاں تک کہ ملاقات بھی نہیں کی۔ اس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہے تو کیا اس عورت کا حج ہوگا؟ اور لڑکا بھی اپنے والد سے نہیں ملا اور بات بھی نہیں کی تو کیا دونوں ماں بیٹے کا حج صحیح ہوا؟

۲۔ ایک عورت گھر میں اکیلی ہے اس کا شوہر سفر میں ہے، اور لڑکے کا خسر مرد کی غیر حاضری میں گھر میں رہتا ہو تو کیا پرایا مرد لڑکے کی ماں کے ساتھ رہ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شوہر کا بیوی پر بہت حق ہے، اور بیوی کا بھی شوہر پر حق ہے جو بہتر اور خوش حال زندگی کے لئے دونوں فریق کو پورا پورا ادا کرنا چاہئے، عورت پر حج فرض ہے اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا محرم بھی ساتھ ہے اور وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر فرض حج ادا کرنے کے لئے گئی تو اس کا اور اس کے لڑکے کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔

۲۔ عورت پر نامحرم سے پردہ ضروری ہے، اور لڑکے کا خسر یعنی اس عورت کا سمدھی اس عورت کے لئے محرم نہیں ہے اس لئے اس کے ساتھ بے پردگی کے ساتھ تنہا رہنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۶۳۴﴾ کیا حج میں جانے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص ۱۴ سال سے گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے، بہت تلاش کیا لیکن آج تک اس کا

کوئی سراغ نہیں ہے، خط وغیرہ کے ذریعہ بھی اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اس کی تلاش میں آج تک پانچ ہزار روپے خرچ ہو گئے ہیں، لیکن وہ نہیں ملا۔

اس شخص کی ایک عورت اور ایک لڑکا ہے، اس عورت کا لڑکا اپنی والدہ کو حج میں ساتھ لے جانا چاہتا ہے، تو شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اپنے لڑکے کے ساتھ حج میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ شوہر کہاں ہے اس کا کسی کو کچھ علم نہیں ہے، تو اجازت بھی لیں تو کیسے لیں؟ عورت کی عمر ۶۰ سال ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والدہ اپنے عاقل بالغ لڑکے کے ساتھ حج کے سفر میں جانا چاہے تو جاسکتی ہے۔ اور اگر عورت کا یہ حج فرض حج ہو تو اس میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں، بغیر رضامندی کے بھی فرض حج کے لئے عورت جاسکتی ہے، اور اس صورت میں عورت گنہگار نہیں ہوگی۔ اور اگر نفل حج ہو تو اس کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے، لیکن صورت مسئولہ میں شوہر لاپتہ ہے، اس لئے بغیر اجازت کے بھی جائے گی تو بھی حج ہو جائے گا، اور گنہگار نہیں ہوگی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۶۳۵) کیا عورت تنہا حج کے لئے جاسکتی ہے؟

سوال: ایک عورت کا حج میں جانے کا پختہ ارادہ ہے، اس کے لڑکے افریقہ میں ہے، اس عورت کی عمر ۷۵ سال ہے، اور اس مہینہ میں وہ حج میں جانے کا ارادہ رکھتی ہے، تو وہ عورت تنہا حج میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جاسکتی تو اس کے لئے ادائے حج کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس کے لڑکے نہیں آسکتے ہیں، اور عورت کی عمر زیادہ ہے، اور ضعیف ہے، اور اس کے لڑکے اگر اسے وہاں نہ بلائیں تب بھی کسی بھی طرح یہ عورت اس سال حج میں جانا چاہتی ہے، تو کیا ایسی کبیر السن عورت کے لئے محرم کی ضرورت رہتی ہے؟ اگر یہ عورت تنہا

سفر حج میں جائے گی تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں؟ اس کا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ ہر امر کا تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت جوان ہو یا کبیر السن بوڑھی ہو، محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہے، سخت گناہ ہوگا، اس لئے اگر گھر سے محرم نہ مل سکتا ہو، اور اس عورت پر حج فرض ہو تو زندگی کے اخیری ایام تک محرم کا انتظار کرے، اور اگر کوئی نہ ملے تو مرتے وقت حج بدل کی وصیت کر جائے۔ (شامی:۲)

﴿۱۶۳۶﴾ بغیر محرم حج کرنا؟

سوال: میں اور میری والدہ یہاں ساتھ میں آئے تھے، اس کے بعد میری والدہ انگلینڈ میں میرے ساتھ تھوڑی مدت ساتھ میں رہی، اب میری والدہ واپس مادر وطن انڈیا جانا چاہتی ہیں، تو میرا ارادہ یہ ہے کہ میں انہیں حج کے لئے ساتھ لے جاؤں، اور جدہ سے انہیں ہوائی جہاز میں بٹھا دوں، اور وہ انڈیا آجائے، اور میں انگلینڈ چلا آؤں۔ اور میں انہیں گھر تک چھوڑنے نہیں جا سکتا، اس لئے کہ مجھے صرف چھ ہفتوں کی چھٹیاں ملتی ہیں، اس لئے میں اگر انہیں جدہ سے بٹھا دوں تو جائز ہے یا نہیں؟ شریعت مقدسہ اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......کوئی بھی عورت جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے محرم کے بغیر سفر کرے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں جدہ سے گھر تک کے سفر میں محرم ساتھ نہیں ہے، اس لئے اس طرح سفر کرنے سے سخت گناہ ہوگا۔

﴿۱۶۳۷﴾ ساس کا داماد کے ساتھ حج میں جانا؟

سوال: ساس اپنے داماد کو اپنے محرم کے طور پر سفر حج میں لے جانا چاہتی ہے، تو کیا داماد کا

محرم بن کر ساس کے ساتھ حج میں جانا جائز ہے؟ اور اگر خدانخواستہ راستہ میں ساس بیمار ہو جائے تو داماد ساس کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟ یہاں ایک مولانا صاحب جائز کہتے ہیں، اور دوسرے مولانا ناجائز بتاتے ہیں (کہ یہ حرمت دائمی نہیں ہے) تو اس مسئلہ میں صحیح حکم کیا ہے؟ بتا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...عورت کے ساتھ سفر حج میں محرم کا ہونا ضروری ہے، اور داماد ساس کے لئے محرم ہے، اس لئے داماد کے ساتھ ساس کا حج میں جانا جائز ہے، اور ضرورت کے وقت ہاتھ بھی لگا سکتا ہے، اس میں گناہ نہیں ہے۔

لیکن دونوں میں سے ایک نے بھی شہوت کے ساتھ دوسرے کو ہاتھ لگایا تو داماد کے لئے اس عورت کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، اس لئے جوان ساس کے ساتھ داماد کا نہ جانا بہتر ہے۔ (شامی: ۱۱۹/۲، فتاویٰ دارالعلوم: ۵۷/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۳۸﴾ لڑکوں کے ہوتے ہوئے اپنے داماد کے ساتھ حج میں جانا؟

سوال: ہمارے مرحوم چچا کے دو لڑکے حیات ہیں، ہماری چچی ان کے دو لڑکوں کو چھوڑ کر اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ حج میں جانا چاہتی ہے، تو لڑکوں کے ہوتے ہوئے داماد کے ساتھ حج میں جانا جائز ہے؟ حج قبول ہوگا یا نہیں ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حج قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے، اس بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کس کا حج قبول ہوگا اور کس کا نہیں؟ لیکن عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ داماد محرم ہے اس لئے داماد کے ساتھ حج میں جانا جائز ہے۔ لیکن فتنہ کا زمانہ ہے، اس لئے اگر ساس جوان ہو تو داماد کے ساتھ سفر نہیں کرنا

چاہئے۔(شامی:۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۳۹﴾ بہو کا خسر کے ساتھ حج میں جانا؟

سوال: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے شوہر کے والد ابھی بقید حیات ہیں، تو وہ اپنی بہو کو حج میں ساتھ لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خسر اپنی بہو کو حج میں ساتھ لے جانا چاہے تو محرم بن کر ساتھ میں لے جاسکتا ہے۔ خسر اپنی بہو کے لئے محرم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۴۰﴾ والد اپنی نابالغ لڑکی کو اپنے ساتھ حج میں لے جاسکتا ہے؟

سوال: میری ایک دس سال کی لڑکی ہے، ہم نے اس کی منگنی کر دی ہے، لیکن شادی نہیں کروائی ہے، میں اس سال حج کے لئے جا رہا ہوں، تو اپنی اس بیٹی کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والد اپنے ساتھ اپنی بالغ یا نابالغ لڑکی کو حج میں لے جا سکتا ہے، منگنی کی وجہ سے سسرال والوں سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

﴿۱۶۴۱﴾ شیعہ بھائی کے ساتھ حج میں جانا جائز ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک عورت حنفی اہل سنت والجماعت کے مسلک کی ہے، اس عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، اور اس عورت پر حج فرض ہے، اور اس عورت کے چند لڑکے بھی ہیں، لیکن وہ لڑکے والدہ کو حج میں لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، اور اس عورت کے بھائی، بہن حج میں جا رہے ہیں، تو یہ عورت اپنے بھائی کے ساتھ حج میں جانا چاہتی ہے، لیکن اس عورت کا بھائی شیعہ جعفری فرقہ کا ہے، تو حنفی سنی عورت کا اپنے شیعہ

جعفری بھائی کے ساتھ حج میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے لئے حج کے سفر میں محرم کا ہونا ضروری ہے، اور محرم بھی ایسا ہونا چاہئے کہ جس پر بھروسہ کیا جا سکے، اور محرم ایسا ہونا چاہئے جس کی حرمت ابدی ہو، کہ جس سے ہمیشہ ہر حال میں نکاح حرام ہو۔ (شامی: ۲/۱۴۷)۔

صورت مسئولہ میں عورت اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ حج میں جانا چاہتی ہے، تو اگر بھائی ہر طرح سے قابل اطمینان ہو تو صرف شیعہ فرقہ کا ہونے کی وجہ سے غیر لائق نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے اس کے ساتھ حج میں جانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۴۲﴾ طواف کرتے وقت حجر اسود کو استلام کرنے کا طریقہ؟

سوال: طواف کرتے وقت حجر اسود کے بالکل مقابل آنے پر استلام کرنا ہے تو استلام کا طریقہ کیا ہے؟ اور طواف کرتے کرتے قرآن کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ طواف کرتے وقت کعبہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے تو کیا یہ صحیح ہے؟ دوران طواف اپنے لئے اور بچوں کے لئے دعائیں مانگ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... طواف کرتے وقت جب حجر اسود بالکل سامنے آجائے تو منہ اور سینہ حجر اسود کی طرف کر کے حجر اسود کا جس طرح آسانی سے بوسہ لیا جا سکے بوسہ لینا چاہئے اور اگر ازدحام سخت ہو تو اشارہ سے بوسہ لے لینا چاہئے، بوسہ لینے کے بعد فوراً وہیں سے دوسرا چکر شروع کر دینا چاہئے، طواف کرتے وقت کعبہ شریف کی طرف دیکھنا یا سینہ کرنا منع ہے، طواف کرتے وقت سنت دعائیں اور تیسرا کلمہ دل ہی دل میں پڑھتے رہنا چاہئے، اپنی زبان میں دعائیں بھی مانگ سکتے ہیں، دوسروں کو تکلیف ہو اتنی بلند آواز سے

دعا مانگنا یا قرآن کی تلاوت کرنا' اس وقت مکروہ ہے، آہستہ پڑھ سکتے ہیں۔

﴿١٦٤٣﴾ رمی میں کنکر کا دائرہ میں گرنے کا یقین ہو جانا کافی ہے؟

سوال: ١٠، ١١ اور ١٢ ذی الحجہ کو رمی کا عمل ہے، تو حج بدل میں جانے والا رمی کے وقت کیا نیت کرے؟ اور کنکر مارنے میں ازدحام زیادہ ہو اور دیوار کے پاس پہنچنا ممکن نہ ہو تو ہمیں کیسے معلوم ہو کہ کنکر اس کے دائرہ میں برابر گرا یا باہر گرا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... دسویں ذی الحجہ کو ایک اور گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو تینوں شیطانوں کی رمی کرنی ضروری ہے، دیوار کے پاس پہنچنا ضروری نہیں ہے، دیوار سے پانچ سات فٹ یا زیادہ دوری سے بھی کنکر ماری جائے اور وہ کنکر نیچے دائرہ میں گر جائے یا دائرہ میں گرنے کا یقین ہو جائے تو رمی کا عمل صحیح ہو گیا، صرف وہم یا شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب العمرة

﴿۱۶۴۴﴾ کیا مکہ پہنچ کرعورت تنہا عمرہ کے لئے تنعیم جاسکتی ہے؟

سوال: ایک عورت اپنے بھائی کے ساتھ حج اور زیارت کے لئے مکہ مکرمہ گئی، اب مکہ مکرمہ جا کرعورت تنہا عمرہ کرنا چاہتی ہے تو کیا وہ عمرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر تنہا عمرہ کرے گی تو گنہگار ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اول یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ عورت مکہ مکرمہ پہنچ کر اقامت کی نیت کر کے مقیم ہوئی ہے یا نہیں، اگر وہ مقیم ہوئی ہے اور تنہا عمرہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اس میں گناہ نہیں ہے، اس لئے کہ عمرہ کے احرام کے لئے ۴۸رمیل کا سفر نہیں کرنا پڑتا ہے۔ **و لا تسافر المرأة بغير محرم ثلثة ايام فما فوقها و اختلفت الروايات فيما دون ذلك قال ابو يوسفؒ اكره لها ان تسافر يوما بغير محرم و هكذا روى عن ابى حنيفةؒ** الخ ۔ (فتاویٰ ہندیہ:۳۶۶/۵)۔

لیکن اس کے باوجود نئی جگہ ہے اور فتنہ کا زمانہ ہے، اس لئے تنہا عمرہ کرنے سے محرم کے ساتھ عمرہ کرنا بہتر کہلائے گا۔ اور اگر اس عورت نے ۱۵ر دن قیام کی نیت نہ کی ہو، اور ابھی مسافر ہی کے حکم میں ہو تو وہ عورت بغیر محرم کے عمرہ کے احرام کے لئے تنعیم نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو گنہگار کہلائے گی۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے تنعیم بھیجا تھا جو حدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

حدثنا عبد الله بن مسلمة قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبى ﷺ قالت خرجنا مع النبى ﷺ فى حجة الوداع

فاهللنا بعمرة ثم قال النبی ﷺ من كان معه هدى فليهلل بالحج مع العمرة ثم لا يحل حتى يحل منهما جميعا فقدمت مكة و انا حائض و لم اطف بالبيت و لا بين الصفا و المروة فشكوت ذلك الى النبی ﷺ فقال انقضى رأسك و امتشطی و اهلی بالحج ودعی العمرة ففعلت فلما قضينا الحج ارسلنی النبی ﷺ مع عبد الرحمن بن ابی بكر الى التنعيم فاعتمرت الخ۔ (صحیح البخاری: ۱/۲۱۱، کتاب المناسک)۔

﴿۱۶۴۵﴾ عورت کا تنہا عمرہ کرنا؟

سوال: ایک عورت اپنے بھائی کے ساتھ حج اور زیارت کے لئے گئی، مکہ مکرمہ پہنچ کر وہ تنہا تنعیم عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے جاسکتی ہے اور تنہا عمرہ کرسکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہتر یہ ہے کہ عورت عمرہ بھی اپنے محرم کے ساتھ کرے، جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی کے ساتھ تنعیم احرام باندھنے کے لئے بھیجا تھا، اور عمرہ کروایا تھا، البتہ عورت تنہا بھی تنعیم جا کر احرام باندھ لے گی تو بھی اس کا احرام اور عمرہ صحیح ہو جائے گا۔

قد اخرجه البخاریؒ فی حديث عائشةؓ انها قالت: فلما قضينا الحج ارسلنی النبی ﷺ مع عبد الرحمن بن ابی بكر الى التنعيم فاعتمرت الخ (بخاری شریف: ۱/۲۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۴۶﴾ چچا کے ساتھ عمرہ میں جانا؟

سوال: میں نفیسہ اسماعیل سوڑاوالا عمرہ کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ میرے حقیقی چچا اور چچی بھی عمرہ میں جارہے ہیں، تو میرے چچا میرے محرم ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ میں ان کے ساتھ

عمرہ کے لئے جاسکتی ہوں؟ میری بیٹی فرحانہ بھی میرے ساتھ عمرہ میں آنا چاہتی ہے، تو میرے چچا جومیری بیٹی کے نانا بھی ہوتے ہیں وہ میری بیٹی کے بھی محرم بن سکتے ہیں یا نہیں؟ میں اور میری بیٹی ان کے ساتھ عمرہ کے لئے جاسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حقیقی والد کا حقیقی بھائی حقیقی چچا ہوتا ہے، ایسے چچا کے ساتھ بھتیجی کا سفر کرنا جائز ہے، حقیقی چچا بھتیجی کے لئے محرم ہے اور بھتیجی کی اولاد کے لئے بھی محرم ہے اس لئے آپ اور آپ کی مذکورہ بیٹی چچا کے ساتھ عمرہ میں جاسکتی ہیں۔

﴿۱۶۴۷﴾ حج کے لئے جانے والوں کا کثرت سے عمرہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: جولوگ حج کے لئے انڈیا سے جاتے ہیں، وہ عمرہ کا احرام باندھ کر جاتے ہیں، اور عمرہ کے ارکان، طواف، سعی، حلق ادا کر کے احرام کھول ڈالتے ہیں، اور حلال ہو جاتے ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ حج کے ایام شروع ہونے سے قبل پھر دوبارہ عمرہ کرتے ہیں، مسجد عائشہ جاکر احرام باندھتے ہیں اور کثرت سے عمرہ کرتے ہیں، تو اس طرح حج کے لئے جاتے ہوئے حج سے پہلے بار بار عمرہ کرنے کا کیا مسئلہ ہے؟ مرحومین کی طرف سے عمرہ کرنا جائز ہے؟ اور زندوں کی طرف سے عمرہ کرسکتے ہیں؟ تفصیل بتاکر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے، صرف ایام حج کے جو پانچ دن ہیں ان میں عمرہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ **و وقتها جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن۔** کذا فی فتاویٰ قاضی خان (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۳۷)۔ اور رمضان کے مہینہ میں عمرہ کرنا افضل ہے۔

و ندبت فى رمضان۔۔۔ ثم الندب باعتبار الزمان لانها باعتبار ذاتها سنة

مؤكدة او واجبة كما مر اى انها فيه افضل منها فى غيره۔ (شامی:۳/۴۷۷، مکتبہ زکریا دیوبند)۔

اپنے لئے یا مرحومین یا زندوں کے ایصال ثواب کے لئے بھی عمرہ کرنا جائز ہے۔ اشہر حج میں حج کے ارادہ سے جانے والے حضرات کے لئے تمتع یا قران کا ایک عمرہ کرنا درست ہے، ان دنوں میں بار بار عمرہ نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ شرح زبدہ ص:۲۵۴ پر لکھا ہے: مکہ والے اور جو لوگ مکہ والوں کے حکم میں ہیں اور جو اشہر حج سے قبل مکہ پہنچ چکے ہیں، اگر وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان کے لئے ان مہینوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

تنبيه: يزاد على الايام الخمسة ما فى اللباب وغيره من كراهته فعلها فى اشهر الحج لاهل المكة و من بمعناهم اى من المقيمين و من فى داخل الميقات لان الغالب عليهم ان يحجوا فى سنتهم فيكونوا متمتعين و هم عن التمتع ممنوعون و الا فلا منع للمكى عن العمرة المفردة فى اشهر الحج اذا لم يحج فى تلك السنة و من خالف فعليه البيان شرح اللباب و مثله فى البحر و هو رد على ما اختاره فى الفتح من كراهتها للمكى و ان لم يحج و نقل عن القاضى عميد فى شرح المنسك ان ما فى الفتح قال العلامة القاسم انه ليس بمذهب لعلمائنا و لا للائمة الاربعة و لا خلاف فى عدم كراهتها لاهل مكة ۔(شامی: ۳/۴۷۷ مکتبہ زکریا دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب حج عن الغیر

﴿۱۶۴۸﴾ حج بدل کی وصیت متروکہ مال کے ثلث میں نافذ ہوگی؟

سوال: میری والدہ کو حج کرنے کی بڑی تمنا تھی، اور اس کے لئے تین سال تک حج کی ٹکٹ کے لئے روپئے بھی جمع کروائے تھے، لیکن ۱۹۷۳ء میں ان کی ٹکٹ بک ہوئی، لیکن کم نصیبی سے وہ بیمار ہوگئیں، اور کچھ دن بعد ان کا انتقال ہوگیا، مرتے وقت انہوں نے وصیت کی کہ میرے روپیوں سے حج کروایا جائے۔

ہم تین بھائی ہیں، اور تینوں جدا رہتے ہیں، ہم پر حج فرض نہیں ہے، میں ان کا بڑا لڑکا ہوں، میں ان کی طرف سے حج ادا کروں تو ان کا حج ادا ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والدہ کی وصیت کے مطابق والدہ کے متروکہ مال کے ثلث سے حج بدل کروایا جا سکتا ہو تو وارثین پر واجب ہے کہ مرحوم کی وصیت پوری کریں، اور کسی کو حج بدل کے لئے بھیجیں۔ ماں کے حج بدل کے لئے لڑکا کہ جس نے ابھی تک حج نہیں کیا ہے، اور اس پر حج فرض نہیں ہے، جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق والدہ کی طرف سے حج بھی ادا ہو جائے گا۔ (شامی: ۲۳۰/۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۴۹﴾ مرحومہ کا لڑکا حج بدل کر سکتا ہے؟

سوال: میری والدہ کی حج کرنے کی بہت تمنا تھی، لیکن حج کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا، تو میں یعنی مرحومہ کا بڑا بیٹا ان کی طرف سے حج کروں تو میری والدہ کی طرف سے حج کا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ اور ان کی طرف سے یہ حج قبول ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں لڑکے کا اپنی والدہ کی طرف سے

حج کرنے کی صورت میں والدہ کو حج کا ثواب مل جائے گا، اوران کا فرض حج بھی ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱٦۵۰﴾ حج بدل کہاں سے کیا جائے؟

سوال: میں اپنے شوہر کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہوں، میرے شوہر کا انتقال مڈاگاسکر میں ہوا تھا، میرا وطن انڈیا ہے، اور میں اپنے لڑکوں کے ساتھ ۹، ۱۰ سال سے انگلینڈ میں رہتی ہوں، تو مجھے اپنے شوہر کی طرف سے کہاں سے حج بدل کرنا چاہئے؟ مڈاگاسکر سے؟ انگلینڈ سے؟ یا انڈیا سے؟ مڈاگاسکر میں میرا کوئی محرم نہیں ہے، تو میرے لئے شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت اپنے شوہر کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن عورت کے لئے حج کے سفر میں محرم کا ساتھ میں ہونا ضروری ہے، بغیر محرم کے تنہا سفر کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ صورت مسؤلہ میں آپ تینوں جگہوں میں سے جس جگہ سے چاہیں حج بدل کے لئے جا سکتی ہیں، اس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ (شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱٦۵۱﴾ حج بدل کہاں سے کروائے؟

سوال: میری والدہ کا انتقال ہندوستان میں ہوا تھا، اور میں اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کروانا چاہتا ہوں، تو کیا ہندوستان ہی سے کسی کو حج بدل میں بھیجنا ضروری ہے؟ یا کسی بھی ملک سے حج بدل کے لئے بھیج سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحومہ پر حج فرض ہو، اورانہوں نے حج بدل کی وصیت

کی ہو، اور ان کے روپیوں سے حج بدل کیا جا رہا ہو، تو ان کے وطن سے حج بدل کروانا ضروری ہے، شرح زبدہ میں اس کی صراحت موجود ہے، اور اگر صرف ثواب کی نیت سے نفل حج کرایا جائے یا وصیت کے وقت دوسری جگہ سے حج میں بھیجنے کی اجازت دی ہو تو دوسرے ملک سے بھی حج بدل میں بھیجنا درست ہے۔

﴿۱۶۵۲﴾ عورت کے حج بدل میں مرد کو بھیجنا؟

سوال: عورت کے حج بدل میں عورت کو بھیجنا ضروری ہے یا (عورت کی طرف سے) مرد کو حج بدل میں بھیج سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے حج بدل میں مرد اور مرد کے حج بدل میں عورت کو بھیجنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۵۳﴾ عورت کے حج بدل میں مرد کو بھیجنا؟

سوال: میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، میں میری والدہ کے حج بدل میں کسی مرد کو بھیجوں تو یہ درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے حج بدل میں مرد اور مرد کے حج بدل میں عورت کو بھیجنا درست ہے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں والدہ کے حج بدل میں کسی مرد کو بھیجنا درست ہے۔

﴿۱۶۵۴﴾ حج بدل میں اپنے شوہر یا لڑکوں کو بھیج سکتے ہیں؟

سوال: ایک عورت کی عمر اندازاً ۶۵ سال کی ہے، اور وہ صاحب استطاعت ہے، یعنی ان پر حج فرض ہے، لیکن وہ ایک پیر سے معذور ہے، چند سال پہلے ان کے ایک پیر کا آپریشن

ہوا تھا، جس کی وجہ سے وہ لنگڑاتے ہوئے چلتی ہے، نیز پیروں میں ورم کی بیماری ہے، اس لئے چلنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے، دوا لینے پر وقتی طور پر فائدہ ہوتا ہے، اور پانچ سات منٹ چل سکتی ہے، اور زیادہ دور آنے جانے کے لئے سواری کی ضرورت پڑتی ہے، نیز بدن کا زیادہ وزن اور بڑھاپے کی وجہ سے مجمع میں ارکانِ حج ادا کرنے کی ہمت نہیں ہے، ان حالات میں اگر وہ خود حج کرنے کے لئے نہ جائے اور ان کے دولڑکے یا شوہر یا لڑکوں میں سے کسی ایک کو (جو مالدار نہیں ہے، اور جنہوں نے ابھی تک حج نہیں کیا ہے) حج بدل کے لئے بھیجنا چاہے تو بھیج سکتی ہے؟ حج بدل کی وجہ سے اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہوگا؟ یا اس کے لئے خود حج کرنے کے لئے جانا فرض ہے؟ یا اگر وہ خود حج نہ کرے اور نہ حج بدل کروائے اور مرتے وقت وصیت کر جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں یہ عورت بیماری، کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے خود حج کرنے کے لئے نہ جا سکتی ہو، تو حج بدل کے لئے کسی کو اپنی طرف سے بھیج سکتی ہے، اس سے اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر حج بدل کے لئے کوئی نہ ملے، یا حج نہ کروا سکے، تو مرتے وقت وصیت کرنا واجب ہے، اپنے شوہر یا لڑکوں میں سے کسی کو بھی حج بدل کے لئے بھیج سکتی ہے، اور ان کے حج بدل کی نیت سے حج کرنے پر اس عورت کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا، بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجیں جو اس سے قبل اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۱۶۵۵﴾ حج بدل میں جانے والا قران یا تمتع کی نیت کر سکتا ہے؟

سوال: (۱) حج بدل میں جانے والا رمضان سے پہلے مکہ چلا جائے، اور میقات سے احرام

باندھ کر مکہ جا کر عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے، بعد میں مکہ میں رہے یا مدینہ میں، پھر حج کے زمانہ میں دوبارہ احرام باندھ کر حج ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر حج بدل میں جانے والا شوال یا ذی القعدہ کے مہینہ میں جائے اور مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق عمل کرے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حج بدل میں جانے والا صرف افراد کا ہی احرام باندھ سکتا ہے، اور اگر بھیجنے والے نے قران کی اجازت دی ہو تو قران بھی کر سکتا ہے، لیکن قران کی قربانی اپنے روپیوں سے کرنی ہوگی، اور حج بدل میں جانے والا احوط قول کے مطابق تمتع نہیں کر سکتا۔ (معلم الحجاج، زبدۃ المناسک) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۵۶﴾ حج بدل میں قران یا تمتع کی نیت کر سکتے ہیں؟

سوال: میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے، میں ان کی طرف سے حج بدل میں کسی کو بھیجنا چاہتا ہوں، تو تمتع کے لئے بھیجوں یا قران کے لئے؟ اور جس کو حج میں بھیجوں وہ احرام باندھنے میں نیت کس کی کرے؟ مکہ پہنچ کر عمرہ کرتے وقت حج بدل کی نیت کرے یا کوئی اور نیت کرے؟ اور اگر قران کرے تو کیا نیت کرے اور حج کے وقت پھر کیا نیت کرے؟ قران میں قربانی ہے یا نہیں؟ تمتع میں دم شکر واجب ہوتا ہے تو اپنے روپیہ سے کرے یا بھیجنے والے کے روپیہ سے کرے؟ مکمل تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اول تو یہ جاننا ضروری ہے کہ والدین پر حج فرض تھا یا نہیں اگر والدین پر حج فرض تھا اور وہ اپنی حیات میں حج ادا نہ کر سکے اور حج بدل کی وصیت کر گئے ہیں اور کچھ روپئے اس کے لئے چھوڑ گئے ہیں تو جان لینا چاہئے کہ حج بدل کے صحیح

ہونے کے لئے بیس شرطیں ہیں جو پوری تفصیل کے ساتھ '**معلم الحجاج**' نامی کتاب میں مذکور ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ والدین پر حج فرض نہیں تھا لیکن اب لڑکا اپنے والدین کی طرف سے حج کروانا چاہتا ہے تو قران یا تمتع یا افراد جو چاہے کروا سکتا ہے۔ احرام باندھتے وقت جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کا نام لے کر اس کی طرف سے احرام باندھے اور ایک مرتبہ لبیک بھی اس کی طرف سے پڑھیں، ہر عمل کے شروع میں جس کی طرف سے حج بدل کی جارہی ہے اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے۔

قران اور تمتع میں دو عبادتیں ایک سفر میں کر کے فائدہ اٹھایا ہے اس لئے قربانی واجب ہوگی جو حج کرنے والے کے خود کے ذمہ ہے اگر حج کروانے والا اپنی طرف سے قربانی کے روپئے بھی دے تو بھی کچھ حرج نہیں یہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۵۷﴾ حج بدل میں کہاں سے بھیجنا چاہئے؟ ایک تفصیلی فتویٰ

سوال: ایک شخص اپنا فرض حج ادا کرنے کے لئے اپنی والدہ کے ساتھ جارہے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ میرے مرحوم والد نے حج نہیں کیا تھا، اس لئے میں اپنے حج کے ساتھ ان کے حج بدل کی بھی نیت کر کے ان کا بھی حج کرلوں گا، ہم نے کہا کہ اس طرح دو افراد کی طرف سے ایک حج کافی نہیں ہوتا، آپ تو آپ ہی کا حج کرو گے، والد کے حج بدل کے لئے یہاں بنکاک سے پورے خرچ کے ساتھ ایک شخص کو لے جانا چاہئے یا بھیجنا چاہئے جس نے اول اپنا حج کرلیا ہو، اور حج کے ارکان، احکام اور مناسک سے واقف ہو، ان کا کہنا ہے کہ اس طرح تو خرچ بہت زیادہ ہو جائے گا، میں جدہ سے کسی کو اس کے لئے راضی کرلوں گا، تو ہم

نے کہا کہ ایسا درست نہیں ہے، آپ کے والد یہاں رہتے تھے، اور یہیں سے حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتے تھے، ان کی جائداد، ملکیت سب یہیں ہے، اس لئے یہیں سے ان کے حج بدل میں کسی کو بھیجنا چاہیے، تو انہوں نے کہا کہ شافعی لوگ وہاں سے کسی مقامی شخص کو اس کے لئے راضی کر لیتے ہیں، ایسا میں بھی کرلوں گا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ حج بدل کے لئے کہاں سے بھیجا جائے؟ اور کسے بھیجا جائے؟ نیز احرام کی نیت کیا ہونی چاہیے؟ اور کیا اس بھائی کا اپنے فرض حج میں حج بدل کی بھی نیت کرلینا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس بھائی کا اپنے فرض حج میں اپنے والد کے حج بدل کی بھی نیت کرلینا صحیح نہیں ہے، ان کا اپنا فرض حج تو ادا ہو جائے گا، لیکن والد کے ذمہ جو حج کا فریضہ تھا وہ باقی ہی رہے گا۔ حج بدل میں کسی ایسے شخص کو بھیجنا بہتر ہے جس نے پہلے حج کیا ہو، اور حج کے مسائل سے واقف ہو۔

حج بدل کی تین شرطیں ہیں:

(۱) مرحوم پر حج فرض ہو، اور کسی وجہ سے وہ ادا نہ کر سکے ہوں، (۲) اور مرحوم نے وصیت کی ہو کہ اس کے مال سے اس کا حج بدل کروایا جائے، اور مرحوم کے متروکہ مال کے ایک ثلث سے حج کا آنے جانے کا خرچ پورا ہوسکتا ہو، تو حج بدل کروانا ضروری ہے۔

اور حج بدل کے صحیح ہونے کے لئے بیس (۲۰) شرائط ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرحوم نے اتنا مال چھوڑا ہو کہ اس کے ایک ثلث سے مرحوم کے وطن اصلی یا وطن اقامت سے حج بدل میں بھیجنے کا خرچ نکل سکے، اگر ایک ثلث سے خرچ نہ نکل سکتا ہو تو کم از کم میقات سے حج کرنے کا خرچ نکل سکے۔ اگر اتنے بھی روپئے نہ چھوڑے ہوں تو پھر وصیت باطل ہو جائے گی، اور مرحوم کا فرض ادا نہیں ہوگا۔ نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ حج بدل

کرنے والا صرف اس وصیت کرنے والے کی طرف سے ہی حج بدل کرے، اور اس نیت میں اپنے آپ کو یا کسی اور کے حج بدل کو شامل نہ کرے۔ اگر ایک حج میں دو حج کی نیت شامل کرے گا جیسا کہ سوال میں لکھا ہے تو مرحوم کا فرض حج ادا نہیں ہوگا۔ یہ شرائط اس وقت ہیں جب کہ مرحوم نے اپنے مال سے حج بدل کرانے کی وصیت کی ہو۔

اور اگر مرحوم پر حج فرض ہو، لیکن اس نے مرتے وقت وصیت نہ کی ہو، یا متروکہ مال کے ایک ثلث سے حج بدل کا خرچ نہ نکل سکتا ہو، اور کوئی وارث یا کوئی شخص اس کا حج بدل اپنے روپیوں سے کروائے، تو اس صورت میں وہ جدہ سے (میقات کے باہر سے) کسی شخص کو حج بدل کا احرام پہنا کر مرحوم کی طرف سے حج کروائے تو امید ہے کہ مرحوم کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔

مرحوم پر حج فرض ہو، اور مال بھی چھوڑا ہو، لیکن حج بدل کی وصیت نہ کی ہو، تو ورثاء میں سب بالغ ہوں، اور ورثاء متروکہ مال سے مرحوم کا حج بدل کروانا چاہیں یا کوئی ایک وارث اپنے روپیوں سے مندرجہ بالا طریقہ سے حج بدل کروانا چاہے تو کر سکتا ہے، اس صورت میں ورثاء پر حج بدل کروانا ضروری نہیں ہے، البتہ مال چھوڑا ہو تو حج بدل کرا دینا بہتر ہے، تاکہ مرحوم ترک فرض کے گناہ سے سبکدوش ہو سکے۔

حج بدل میں حج افراد کی نیت کرنی چاہئے، روپئے دینے والا قران کی اجازت دے تو قران بھی کر سکتے ہیں، البتہ قران کی قربانی حج بدل کرنے والے کو اپنے مال سے کرنی ہوگی۔ اور حج بدل میں جانے والا تمتع نہیں کر سکتا، روپئے دینے والے کی اجازت ہو تب بھی تمتع جائز نہیں ہے۔ حنفی کا حج بدل شافعی سے بھی کروا سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ حنفی کا حج بدل حنفی ہی کرے، خلاصہ یہ کہ مرنے والے کی حج بدل اس کی وصیت سے اس کے روپیوں سے کرنے

کی صورت میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ نیز جس پر حج فرض ہو لیکن اس نے وصیت نہیں کی البتہ اس کے ورثاء یا کوئی رشتہ دار اس کی طرف سے حج بدل کروا رہا ہو تو اس میں بھی حج بدل کے لئے بھیجنے والے کے فرامین کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اور کسی کے طرف سے نفل حج کرنا اس میں فرض حج جتنی قیود نہیں ہے، وہ صرف ایصال ثواب کی حیثیت رکھتا ہے۔

﴿۱۶۵۸﴾ جس پر حج فرض ہوا سے حج بدل میں بھیجنا کیسا ہے؟

سوال: حج بدل میں کیسے شخص کو بھیجنا چاہئے؟ مالدار شخص جس پر حج فرض ہے، لیکن اس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا اسے حج بدل کے لئے بھیجنا کیسا ہے؟ اور کسی غریب شخص کو جس نے ابھی تک حج ادا نہیں کیا، اور نہ ہی اس پر حج فرض ہے ایسے شخص کو حج بدل میں بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج بدل میں ایسے شخص کو بھیجنا بہتر ہے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو۔ (شامی: ۲) اور ایسے شخص کو حج بدل میں بھیجنا جس پر حج فرض ہو، اور اس نے اپنا فرض حج ابھی تک ادا نہ کیا ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق مکروہ ہے، البتہ بھیجنے والے کا حج بدل ادا ہو جائے گا۔ (شامی: ۲۴۱)

﴿۱۶۵۹﴾ حج بدل کے روپیوں سے کیا کیا ضرورتیں پوری کی جا سکتی ہیں؟

سوال: مجھے ایک شخص حج بدل کیلئے بھیج رہا ہے، اور اس نے اس کے لئے مجھے روپئے بھی دیئے ہیں، میں ان روپیوں سے کیا کیا خرچ کر سکتا ہوں؟ کیا اس میں سے خیرات کر سکتا ہوں؟ مکہ میں کسی کی دعوت یا مہمانی کر سکتا ہوں؟ اپنی ضروریات کی چیزیں خرید سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ان روپیوں کو آپ اپنے کھانے پینے اور قیام اور سواری کی ضرورتوں میں اوسط درجہ خرچ کر سکتے ہیں۔ سوال میں مذکورہ امور میں ان روپیوں کو خرچ

کرنا جائز نہیں ہے، اگر ان ضرورتوں میں خرچ کروگے تو اتنے روپیوں کا لوٹانا واجب ہوگا۔

﴿۱۶۶۰﴾ وصیت کے بغیر کیا جانے والا حج بدل نفل شمار ہوگا؟

سوال: بغیر وصیت کے مرحوم کے حج بدل میں کسی کو بھیجنا کیسا ہے؟ اور یہ حج کونسا کہلائے گا؟ فرض حج یا نفل حج ہوگا؟ جانے والے کے لئے کن شرائط کی پابندی کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً.... مرحوم نے مرتے وقت حج بدل کی وصیت نہیں کی، یا مرحوم پر حج فرض ہی نہیں تھا، اس کے ورثاء یا متعلقین اپنی خوش دلی سے حج بدل کروا رہے ہیں، تو یہ حج نفل کہلائے گا، اور نفل کا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۶۱﴾ حج بدل میں جانے والے کے لئے کن کن شرائط کی پابندی ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص کا چند سال قبل انتقال ہوگیا، اس نے مرتے وقت حج بدل وغیرہ کی کوئی وصیت نہیں کی تھی، مرحوم کے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال و دولت سے نوازا ہے، تو مرحوم کے بھائی اپنے مرحوم بھائی کی طرف سے حج بدل کے لئے جانا چاہتے ہیں، تو ان کے لئے کن کن شرائط کی پابندی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرحوم کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے، اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق اس سے مرحوم کو ثواب بھی ملے گا، اور حج کرانے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ اگر انہوں نے مرتے وقت وصیت کی ہو تو ان کے متروکہ مال کے ایک ثلث سے ان کی وصیت کے مطابق حج بدل کروانا واجب ہے۔

اگر وصیت نہیں کی تھی، تو ان کی طرف سے حج بدل کرنا نفل کہلائے گا، اور نفل حج بدل میں جانے والے کے لئے تین شرائط ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا۔

اورفرض حج بدل میں جانے والے کے لئے کل ۲۰ شرائط کی پابندی ضروری ہے۔

﴿۱۶۶۲﴾ کیا مرد کے حج بدل میں عورت جاسکتی ہے؟

سوال: مرد کے حج بدل میں عورت جاسکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مرد کے حج بدل میں عورت کا جانا اورعورت کے حج بدل میں مرد کا جانا جائز ہے، اس سے حج بدل ادا ہو جائے گا، البتہ عورت کے ساتھ سفر میں محرم کا ہونا ضروری ہے، اور ایسے شخص کو حج بدل میں بھیجنا جو اول اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۶۳﴾ جس سال وصیت کی ہو اسی سال حج کروانا ضروری ہے؟

سوال: ہماری والدہ سات سال بیمار رہیں، اور اس سال ان کا انتقال ہو گیا ہے، جب وہ بیمار تھیں تو میرے بھائی ویسٹ انڈیز سے ان کی خبر گیری کے لئے آئے، اس وقت ماں نے ان کو ان کے انتقال کے بعد حج بدل کی وصیت کی تھی، اور وصیت کے مطابق بھائی ماں کا حج بدل کروانا چاہتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ اسی سال حج بدل کروانا ضروری ہے؟ یا بعد میں کسی بھی سال حج بدل کرواسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مرنے والے کی وصیت کا اس کے متروکہ مال کے ایک ثلث سے پورا کرنا واجب اور ضروری ہے، اور ہر واجب امر اپنے ذمہ سے جتنا جلد ہو سکے پورا کر کے ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔ البتہ کسی وجہ سے جلد پورا نہ کر سکیں تو مرنے سے پہلے پہلے تک ادا کر کے اس ذمہ داری سے نجات پا سکتے ہیں، لہذا آئندہ سال کسی کو حج بدل کے لئے بھیجنا چاہو تو یہ بھی درست ہے۔

﴿۱۶۶۴﴾ وقف رقم سے حج بدل کروایا تو کیا حج صحیح ہوگا؟

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی ایک زمین محلّہ کی مسجد کو وقف کر دی تھی۔ چند سالوں بعد اس کی اہلیہ کا بھی انتقال ہو گیا، ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی، مرحومہ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ وہ زمین جو اس کے شوہر نے مسجد کو وقف کی ہے، اس کی آمدنی سے مرحومہ کے انتقال کے بعد اس کا حج بدل کروایا جائے۔ تو اس کے انتقال کے بعد مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے مشورہ سے یہ طے کیا کہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق ان کے بھانجے کو حج بدل میں بھیجا جائے، اور اس کے لئے بھانجے کو پندرہ (۱۵،۰۰۰) ہزار کی رقم بھی دے دی، اور بھانجے سے حج کروایا۔

اس تفصیل کے ذیل میں کچھ سوالات کے جوابات کے متمنی ہیں، سوالات یہ ہیں کہ

(۱) جب مرحوم نے زمین مسجد میں وقف دے دی تھی، تو اس کی مالک مسجد ہوگئی، اور مسجد اس کا انتظام سنبھالتی تھی، اور سنبھالتی ہے، تو اس زمین میں مرحومہ کا کوئی حق اور حصہ لگتا ہے؟ کیا مرحومہ کو اس مال سے وصیت کرنے کا حق باقی رہتا ہے؟

(۲) اگر مرحومہ کو یہ حق نہیں ہے، تو کیا مرحومہ کے بھانجے کو حج بدل کے روپئے دینا جائز ہے؟ کیا مسجد کے ذمہ داروں کے لئے مرحومہ کے حج بدل میں روپئے دینا جائز ہے؟

(۳) دونوں صورتوں میں اگر حج بدل کے لئے روپئے دینا جائز نہ ہو تو کیا پندرہ ہزار (۱۵،۰۰۰ ہزار) کی رقم حج کرنے والے کے پاس سے وصول کرنی چاہیئے؟ یا مسجد کے ذمہ داروں کے پاس سے وصول کرنی چاہیئے؟

(۴) جب پہلی مرتبہ یہ بات کمیٹی میں آئی تو ایک بھائی نے یہ مشورہ دیا کہ اس مسئلہ کا جواب

مفتی صاحب سے پوچھ لیں، لیکن مفتی صاحب سے جواب پوچھے بغیر کچھ لوگوں کے کہنے پر حج بدل کے روپئے دے دئے۔

اس صورت میں حج کرنے والا روپئے دینے سے انکار کرے تو مسجد کے ذمہ داروں کو وہ رقم ادا کرنی ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی بھی شخص روپئے واپس لوٹانے کے لئے رضامند نہ ہوتو گنہگار کون ہوگا؟ کیا ایسے روپیوں سے کیا ہوا حج صحیح کہلائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زمین مالک نے خوش دلی سے اپنی زمین مسجد میں وقف کردی تھی، اور قبضہ بھی کروایا تھا، لہذا اس زمین پر سے اس کی ملکیت ختم ہوگئی اور وہ زمین اب مسجد کی ہوگئی، اور اس کی آمدنی واقف نے جن مقاصد میں خرچ کرنے کی ہدایت دی ہو، انہی کارخیر میں خرچ کرنا ضروری ہے۔

فاذا تم و لزم لا يملك و لا يملك و لا يعار ولا يرهن۔ (درمختار:۳۸۷/۳) **شرط الواقف كنص الشارع** ۔(درمختار۳۹۶/۳)۔

مرحومہ نے خود حج نہ کیا ہو، اور ان کے ذمہ حج کا فریضہ باقی ہوتو ان پر حج بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے، لیکن اس کے لئے مرحومہ کے پاس حج بدل کروا سکے اتنے روپیوں ہونا ضروری ہے۔ **فيجب الايصاء ان منع المرض، و خوف الطريق او لم يوجد زوج، و لامحرم۔**(۱۳۵/۲)۔

مرحوم نے جو زمین وقف کی تھی اس میں اس کی عورت کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا اس زمین کی آمدنی کے روپیوں سے حج بدل کروانے کی وصیت کرنا معتبر نہیں ہے، اور وقف کی آمدنی سے حج بدل کروانا صحیح نہیں ہے، متولی یا انتظامیہ کمیٹی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ واقف کی شرط

کے خلاف وقف کی آمدنی میں تصرف کرے، کمیٹی کے لوگوں نے وقف کے مقصد کے خلاف اجازت دی، یہ جائز نہیں ہے۔اس رقم کی ذمہ داری کمیٹی کے ممبران پر ہے اور اجازت دینے والے ضامن ہوں گے۔اب یہ لوگ چاہیں تو حج بدل کرنے والے کے پاس سے یہ روپئے وصول کر سکتے ہیں،لیکن رقم ان لوگوں کو مسجد میں جمع کروانی پڑے گی۔ (شامی:۴۰۰/۳)۔

قرآن شریف میں صاف الفاظ میں فرمایا گیا ہے:**فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون**۔ ''اگر تم نہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھ لو''۔اس لئے اگر رقم دینے سے قبل مسئلہ معلوم کرلیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی،اگر حج کرنے والا روپئے دینے سے انکار کرے تو چونکہ وقف کے مقصد کے خلاف روپئے دئے گئے ہیں لہذا جن لوگوں نے اجازت دی ہے انہیں ادا کرنے پڑیں گے۔(امدادالفتاویٰ:۵۰۲/۲)۔

اس رقم سے ادا کیا گیا حج تو صحیح ہو گیا،اس لئے کہ مفسد حج امور میں سے کوئی امر پیش نہیں آیا،لیکن وقف کے روپیوں سے حج کرنے کی وجہ سے مقبول نہیں کہلائے گا،اور کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۶۶۵﴾ سعودی عرب کے کسی مقامی شخص سے ہندوستانی کا حج بدل کروانا؟

سوال: (۱) میں نے اپنے والدین کے انتقال سے پہلے ان سے عہد کیا تھا کہ میں ان کی طرف سے حج بدل کرواؤں گا،انشاءاللہ۔فی الحال خدا کے فضل سے میری مالی حالت اچھی ہے،اور میں اپنے والد اور والدہ کا حج بدل کروانا چاہتا ہوں،تو جو حج کے لئے ہندوستان سے سعودی عرب جا رہا ہو،وہ وہاں کے کسی مقامی عرب شخص کو جس نے اول اپنا فرض حج ادا

کرلیا ہو، تیار کر کے اس کے پاس میرے والدین کا حج بدل کروائے ،تو کیا اس طرح حج کروانے میرے والدین کا حج بدل صحیح ہوگا؟ اور اس طرح کروایا گیا حج فرض کہلائے گا یا نفل؟ کیا حج بدل میں ہندوستان سے کسی کو بھیجنا ضروری ہے؟

(۲) دوسری بات یہ پوچھنی ہے کہ میرے چچا کے انتقال کو تیس پینتیس سال ہو گئے ہیں، ان کے انتقال کے وقت ان کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی ،ان کے دولڑ کے تھے، ان کے انتقال کے وقت لڑکوں کی عمر تین سال اور سات سال تھی، خدا کے فضل سے فی الحال دونوں بھائی کی مالی حالت اچھی ہے، ان کی دلی تمنا ہے کہ وہ اپنے والد کا حج بدل کروائیں، ان کے والد نے مرتے وقت یا کبھی بھی حج بدل کی وصیت نہیں کی، کہ میرا حج بدل کروانا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ جس شخص نے وصیت نہیں کی ،اس کا حج بدل ہندوستان سے حج کے لئے جانے والے کسی شخص کو کہہ کر کہ وہ سعودی عرب جا کر وہاں کے کسی مقامی عرب شخص کو جس نے اپنا فرض حج ادا کرلیا ہو حج بدل کرنے کے تیار کر لے، اور اس سے حج بدل کروائے ،تو اس طرح کروایا گیا حج بدل صحیح ہے؟ اور یہ حج فرض ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱-۲) آپ کے والدین پر حج فرض نہیں تھا، نیز انہوں نے وصیت بھی نہیں کی ، اور انہوں نے کوئی مال بھی چھوڑا نہیں ہے، آپ اپنی خوش دلی سے اور اللہ نے صاحب مال بنایا ہے اس لئے ان کی طرف سے حج بدل کروانا چاہتے ہو، تو اس صورت میں وطن سے یا میقات ہی سے کسی کو حج بدل کے لئے بھیجنا چاہئے ایسی کوئی شرط فقہ میں نہیں ہے، لہذا سعودی عرب کے کسی مقامی باشندہ سے بھی ان کے لئے حج بدل کروا سکتے ہو، اور آپ کے والدین اور چچا کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔

﴿۱۶۶۶﴾ ایک وقت میں ایک شخص کا تین افراد کی طرف سے حج بدل کی نیت کرنا؟

سوال: میری مرحوم والدہ اور میرے مرحوم چچا اور میری مرحوم چچی میرے خواب میں آئے، اور مجھے کہا کہ میں مکہ شریف جا کر ان کے لئے مغفرت کی دعا کروں، تا کہ ان کو قبر میں راحت ملے۔ تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ان تینوں کے حج بدل میں جاؤں، تو پوچھنا یہ ہے کہ تین افراد کی طرف سے ایک ہی وقت میں ایک ساتھ حج بدل ہو سکتا ہے؟ کیا میں ایک ہی حج میں تین کے حج بدل کی نیت کروں تو اس طرح حج کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک وقت میں ایک شخص صرف ایک شخص کی طرف سے ہی حج بدل کر سکتا ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں تین افراد کی طرف سے تین حج بدل کروانے چاہئے۔ البتہ خود ایک نفل حج کر کے تینوں افراد کو اس حج کا ثواب بخشنا چاہیں تو بخش سکتے ہیں، اور اللہ کی کریم ذات سے امید ہے کہ تینوں کو پورے پورے حج کا ثواب بھی ملے گا۔ مذکورہ خواب کے مطابق آپ کو ضرور مکہ جا کر مرحومین کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے، انشاء اللہ مرحومین کی نجات ہوگی، اور یہ عذاب سے نجات کا بہترین راستہ ہے، جو فرمانبردار اولاد کو پورا کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۶۷﴾ جس نے حج نہ کیا ہو اسے حج بدل میں بھیجنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص حج کرنے کے لئے گیا اور اپنے والد کے حج بدل میں ایک دوسرے شخص کو ساتھ لے گیا، اس دوسرے شخص نے اس سے قبل حج نہیں کیا ہے، تو ایسا شخص حج بدل کر سکتا ہے؟ میں نے ایسا پڑھا ہے کہ حج بدل میں ایسے شخص کو بھیجنا چاہئے جس نے اول اپنا حج کر لیا ہو، تو کیا یہ ضروری ہے؟ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اسے حج بدل میں بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس نے اول اپنا فرض حج ادا کرلیا ہو، ایسے شخص کو حج بدل میں بھیجنا بہت ہی بہتر اور افضل ہے، البتہ ایسے شخص سے حج بدل کروائے جس نے ابھی تک اپنا حج نہیں کیا ہوا اور اس پر حج فرض بھی نہیں ہے تو ایسے شخص کے حج بدل کرنے سے حج ادا اور صحیح ہو جائے گا۔(شامی:۲)

﴿۲۴۶۸﴾ حج کا نفقہ دینے والے کو بھی حج کا ثواب ملیگا

سوال: کسی عورت نے میرے ساتھ اس بات پر بھی بحث کی کہ اگر کوئی کسی کو حج میں جانے کے لئے حج کا خرچہ دیدے تو اتنا ہی ثواب پیسہ دینے والوں کو ملے گا جتنا ثواب حاجی کو حج کرنے کی وجہ سے ملتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......چونکہ اس آدمی نے حج کرنے کا خرچہ دیا ہے اس لئے حج کروانے کا اور حج کے اعمال کی ادائیگی کا یہ سبب بنا ہے اس لئے اس کو بھی حج کا ثواب ملے گا۔

باب متفرقات الحج

﴿۱۶۶۹﴾ حاجی کا نویں ذی الحجہ کو عرفہ کا روزہ رکھنا؟

سوال: ایک شخص حج کے لئے گیا ہوا ہے، احرام کی حالت میں ہے، وہ نویں ذی الحجہ عرفہ کا روزہ رکھنا چاہتا ہے، تو کیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حاجی کو وقوف عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے حج کے ارکان ادا کرنے میں کمزوری نہ آتی ہو، یا پریشانی میں مبتلاء ہونے کا ڈر نہ ہوتو اس دن روزہ رکھنا درست ہے، ورنہ مکروہ کہلائے گا۔ (شامی: ۸۲/۲)۔

و لا باس لصوم عرفة و هو افضل لمن قوی علیه فی السفر و الحضر رواه الحسن و قد روی فیه نهی و کذا صوم یوم الترویة و قیل النهی فی حق الحجاج ان کان یضعفه او یخاف الضعف۔ (تاتارخانیہ: ۴۱۵/۳)

﴿۱۶۷۰﴾ کیا دمِ شکر کی قربانی وطن میں کر سکتے ہیں؟

سوال: حجِ تمتع اور قران میں حاجی پر جو دم شکر واجب ہوتا ہے، حاجی یہ قربانی اپنے وطن میں ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اجازت ہے تو حاجی حلال کب کہلائے گا؟ اس لئے کہ بغیر قربانی کے احرام نہیں اترے گا، تو حاجی حلال کب ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تمتع اور قران کرنے والے کے لئے شکر یہ کی قربانی واجب ہے، اور اس قربانی کا حرم کی زمین میں کرنا ضروری ہے۔ اس لئے حرم کے علاوہ اور کسی جگہ وطن میں یا اور جگہ اس قربانی کا کرنا صحیح نہیں ہے۔ (معلم الحجاج). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۷۱﴾ کیا حاجی کا ایک گناہ ستر گناہ کے برابر ہو جاتا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک بات بہت مشہور ہے کہ جو شخص حج کر لیتا ہے، اور حاجی بن جاتا ہے، پھر وہ جب تک زندہ رہتا ہے، اس کا ہر گناہ ستر (۷۰) درجہ بڑھا ہوا ہو جاتا ہے، اور ایک گناہ ستر (۷۰) گناہ کے برابر سمجھا جاتا ہے، اور اس کے لئے مسلم شریف کا حوالہ دیتے ہیں۔ تو یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ عقیدہ کے لئے مسلم شریف کا جو حوالہ دیا جاتا ہے، وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ ایسی کوئی حدیث ابھی تک میری نظر سے نہیں گذری۔ جو لوگ حوالہ دیتے ہیں، ان سے حدیث معلوم کر کے اس کے صفحہ نمبر کے ساتھ لکھ کر بھیجیں، پھر کوئی صحیح جواب دیا جا سکتا ہے۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

﴿۱۶۷۲﴾ کیا طواف کی دوگانہ عصر کے بعد پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: اگر کوئی شخص اپنا عمرہ ایسے وقت ختم کرتا ہے، کہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے، تو طواف کے بعد کی دو رکعت عصر اور مغرب کے درمیان پڑھنا کیسا ہے؟ اگر اس شخص کو مغرب سے قبل حرم شریف چھوڑ دینا ہو، تو اس دو رکعت نفل کا کیا حکم ہوگا؟ یہاں تو لوگ مغرب کو پانچ منٹ کی دیر ہو تب بھی تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، تو ہمارے حنفی مذہب کے مطابق طواف کی دوگانہ مغرب سے قبل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... احناف کے یہاں حرم شریف میں یا حرم شریف کے علاوہ دوسری جگہوں میں مکروہ اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے عصر کے بعد عمرہ کرنا صحیح ہے، طواف بھی صحیح ہے، لیکن طواف کا دوگانہ غروب کے بعد پڑھنا

چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۷۳﴾ حج کے دنوں میں حیض بند کرنے کی دوائی کھانا؟

سوال: حج کے دنوں میں اگر عورت کو حیض آ جائے، تو اس کے لئے بھی اسلام میں مسئلہ بتایا گیا ہے، اور عورت کو کوئی دقت نہیں آتی، لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں حیض بند کرنے کی دوائی بھی بازار میں موجود ہے، تو جس عورت کو درمیان حج حیض آ جائے وہ اپنے ارکان ادا کرنے کے لئے حیض بند کرنے کی دوا کھا لے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی دوائی کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وقتی طور پر حیض بند کرنے کی دوائی کھانے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، اس لئے ایسی دوائی کھانا جائز ہے، اور اگر دوائی نہ کھائی جائے اور حیض آ جائے تو اس سے حج کی ادائے گی میں کچھ فرق نہیں پڑتا، حیض کی حالت میں طواف کے علاوہ دیگر ارکان برابر ادا کرتی رہے۔

﴿۱۶۷۴﴾ حج کے ویزا کے لئے رشوت دینا؟

سوال: ایک شخص پر حج فرض ہے، کیا وہ شخص حج میں جانے کے لئے رشوت دے کر ویزا بنوا سکتا ہے؟ اس لئے کہ حکومت کی پالیسی کے حساب سے جلد نمبر نہیں آتا، تو جلد نمبر آ جائے اس لئے رشوت دینی پڑتی ہے۔ شاید اس شخص کے پاس مستقبل میں حج میں جانے کے روپئے نہ بچیں، یا اس کی تندرستی باقی نہ رہے، تو کیا از روئے شرع یہ شخص گنہگار ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حج کا ویزا بنوانے کے لئے رشوت دینا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں کے لئے سخت الفاظ میں

وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ایک حدیث میں ہے:**الراشی و المرتشی کلاھما فی النار۔** رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔اگر اس سال ویزا نہ ملے تو جس سال ویزا ملے اس سال حج کرے،اور اگر بدقسمتی سے ویزا نہ ملے اور فرض حج ادا نہ کر سکے تو وصیت کر جانا چاہئے۔اور ویزا ملنے تک اگر تندرستی باقی نہ رہے، یا حج کا سفرخرچ نہ رہے یا موت کا وقت قریب آ جائے تو حج فرض ہونے کی وجہ سے وصیت کر جانا ضروری ہے، اور اس صورت میں وہ گنہگار نہیں ہوگا،اگر وصیت بھی نہیں کی تو گنہگار ہوگا۔(شامی، معلم الحجاج)

﴿۱۶۷۵﴾ ٹیکس سے بچنے کے لئے حجاج کا جھوٹ بولنا؟

سوال: عام طور پر فی زمانہ سمگلینگ کی گھڑیوں کی تجارت زور وشور سے ہورہی ہے، سمگلینگ کی گھڑی کا علم ہونے کے باوجود لوگ اسے خریدتے ہیں، اور اسے پہن کر نماز پڑھتے ہیں، تو ایسی گھڑی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی؟ ایسی گھڑیوں کے خرید بل بھی تاجر حضرات نہیں دیتے،اور مکہ سے آنے والے حاجی صاحبان بھی ایسی گھڑیاں لاتے ہیں،اور ایکسائز ڈیوٹی بھی جھوٹ بول کر نہیں بھرتے، ان کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟ ایسی گھڑی کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسی گھڑیاں یا ایسی ہی دوسری چیزیں ان کے اصل مالکان سے خریدی گئی ہوں، تو ان چیزوں اور گھڑیوں کے استعمال میں کچھ حرج نہیں ہے، نیز ان چیزوں کو ہدیۃً دینا لینا اور پہن کر نماز پڑھنا بھی از روئے شرع جائز ہے۔ڈیوٹی یا ٹیکس نہ بھرنے سے اس چیز کی حلت میں کوئی فرق نہیں آتا، البتہ ٹیکس سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا یا دھوکہ دینا جائز نہیں ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، خاص کر حجاج کو ایسے

کام سے بچنا چاہئے جس سے انہیں جھوٹ بولنا پڑے، ایسی حرکتوں کی وجہ سے غیروں پر حجاج کی غلط تصویر ظاہر ہوتی ہے، اس لئے ایسے فعل سے ضرور بچنا چاہئے۔

﴿۱۶۷۶﴾ حج کمیٹی کی سیٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا؟

سوال: بعد سلام مسنون دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ آج کل لوگ حج بیت اللہ جانے کے لئے حج کمیٹی سے فارم بھرتے ہیں، اور حج کمیٹی والے قرعہ اندازی سے نام نکالتے ہیں جس کے نام کا فارم ولفافہ کھلتا ہے وہ حج کمیٹی سے حج کے لئے جا سکتا ہے لیکن حج کمیٹی والے کچھ سیٹ باقی رکھتے ہیں جو اپنے متعلقین اور ملنے جلنے والوں سے ایک سیٹ پر چار یا پانچ ہزار روپئے زیادہ لے کر دے دیتے ہیں تو اس طرح چار یا پانچ ہزار روپئے زیادہ دے کر حج کمیٹی سے حج کے لئے جانا کیسا ہے؟ یہ زائد رقم دینا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حج کمیٹی والے کچھ سیٹ قرعہ اندازی میں نہیں دیتے اور باقی رکھتے ہیں اگر بغیر رشوت دئے اس میں موقع مل جائے تو جانا جائز ہے لیکن ان سیٹوں کے لئے کچھ زائد رقم دینا جائز نہیں ہے، یہ زائد رقم کا دینا رشوت ہے اور حدیث شریف میں رشوت لینے اور دینے والے دونوں کو جہنمی کہا گیا ہے، **الراشی و المرتشی کلاھما فی النار۔** (مشکوۃ) اس لئے رشوت دینا حرام ہونے کی وجہ سے حج جیسے مبارک سفر کو اس برائی سے پاک رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۷۷﴾ مکہ کے سفر میں ''سر کے بل چلنے'' کا کیا مطلب ہے؟

سوال: مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے سفر کے حالات و واقعات کے بیان میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اگر ہو سکے تو سر کے بل چلنا چاہئے، تو سر کے بل چلنے سے کیا مراد ہے؟ اس جملہ کا کیا

مطلب ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کچھ جملے کہاوت اور مقولہ کے طور پر کہے جاتے ہیں، اور مذکورہ جملہ جذبات کو ابھارنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ کہ ان جگہوں کی بہت عزت اور احترام کرنی چاہئے، ان جگہوں کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان جگہوں کے ادب میں اگر سر کے بل چلا جائے تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۷۸﴾ پرائے مردوں کے ساتھ طواف کرنا؟

سوال: کیا مکہ میں خانہ کعبہ کے پاس عورتوں کا پرائے مردوں کے ساتھ طواف کرنا جائز ہے؟ جب کہ مرد صرف لنگی اور ایک چادر میں ہوتے ہیں اور سر کھلا ہوتا ہے، کچھ نے حلق کروایا ہوتا ہے اور عورتوں کے چہرے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، تو ان حالات میں جبکہ عورتیں مردوں کو دیکھ سکتی ہوں اور مرد عورتوں کو دیکھ سکتے ہوں، عورتوں کا مردوں کے ساتھ طواف کرنا جائز کہلائے گا؟ اور پردہ کی وجہ سے عورتوں کو ہماری مسجدوں میں آنے سے بھی منع کیا جاتا ہے، تو یہاں کیوں جائز ہے؟

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ۹۹ فی صد حجاج صرف رضائے الٰہی کی خاطر حج کرنے آتے ہیں، اور اپنی نظروں کو گناہ سے بچائیں گے، لیکن جو کچھ لوگ ایسے ہیں وہ تو اپنی نظروں کو محفوظ نہیں رکھ سکیں گے، تو ان حالات میں اجازت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

(۲) میں اپنے ساتھ حج کے مختلف موقعوں کی الگ الگ دعاؤں کی کتاب اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں، اور ہر موقعہ پر کتاب میں سے دیکھ کر دعا مانگنا چاہتا ہوں، مجھے سب دعائیں یاد نہیں رہتیں، تو حج میں مختلف موقعوں پر کتاب میں دیکھ کر دعا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کتاب

میں دیکھ کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مکہ میں خانۂ کعبہ کے گرد مردوں اور عورتوں کا ساتھ میں مل کر خانۂ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہے، اوران دونوں کے لئے الگ الگ جگہ کا انتظام کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ البتہ مرد حضرات خانہ کعبہ کے قریب اور عورتیں مطاف کے کنارے کنارے اس طرح طواف کرے گی تاکہ مردوں کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو۔ زبدۃ المناسک میں ص:۲۴۲ سے ۲۴۴ تک اسی مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

حج کے مختلف موقعوں پر اور طواف میں کتاب میں دیکھ کر دعا پڑھنا اسی طرح ایک آدمی پڑھائے اور دوسروں کا پڑھنا سب شکلیں جائز ہے، بلا تردد پڑھ سکتے ہیں، لیکن دلی جزبات اور کیفیات سے جو دعا کرو گے اس کا اثر دوسرا ہی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۷۹﴾ رمی اور طواف زیارت ادا نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: اس سال میرے ایک ساتھی جو جدہ میں رہتے ہیں انہوں نے بھی میرے ساتھ جدہ سے حج کا احرام باندھا، اور حج کے ارکان ادا کرنے شروع کئے، لیکن درمیان ہی سے حج چھوڑ کر واپس جدہ آ گئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ ادا کر کے سیدھے مزدلفہ آ گئے، اور رمی اور طواف زیارت وغیرہ کچھ نہیں کیا، تو ان کا حج ہوا یا نہیں؟ اگر ادا نہیں ہوا تو قضا واجب ہے یا نہیں؟ اور ان کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دسویں تاریخ کو رمی اور بعدہ طواف زیارت کرنا پڑتا ہے، اس کے بغیر حج کا احرام نہیں کھلتا، اور طواف زیارت فرض ہے، جب تک طواف نہیں

کرے گا اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا جائز نہیں ہے، اور ایام نحر کے گزر جانے کے بعد طواف زیارت کرنے کی صورت میں دم دینا واجب ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: معلم الحجاج۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۸۰﴾ کیا یوم عرفہ کی تعیین مصری تاریخ سے ہوتی ہے؟

سوال: عربی اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں کچھ مہینے تیس دن کے ہوتے ہیں اور کچھ ۲۹ کے، اور کونسا مہینہ ۳۰ کا ہوگا یا ۲۹ کا یہ متعین نہیں ہوتا، اس لئے کہ اسلامی تاریخ کا دارومدار چاند کی رؤیت پر ہے، اگر چاند ۲۹ کو ہوتا ہے تو مہینہ ۲۹ کا کہلاتا ہے اور چاند تیس کو ہوتا ہے تو مہینہ تیس کا کہلاتا ہے، اور اسی قمری تاریخ سے ہمارے روزے، تیوہار اور نسک کا تعلق ہے، اور اسی پر ہم دیوبندی احناف کا عمل ہے۔

لیکن اس قمری تاریخ کے علاوہ ایک دوسری تاریخ ہے جسے مصری تاریخ کہتے ہیں، اس میں ہر ماہ کے دن متعین ہیں، محرم کے ۳۰ دن، صفر کے ۲۹ دن، ربیع الاول کے ۳۰ دن، ربیع الاولٰی کے ۲۹ دن، جمادی الاول کے ۳۰ دن، جمادی الاخریٰ کے ۲۹ دن، رجب کے ۳۰ دن، شعبان کے ۲۹ دن، رمضان کے ۳۰ دن، شوال کے ۲۹ دن، ذی القعدہ کے ۳۰ دن اور ذی الحجہ کے ۲۹ دن۔

ان تاریخوں پر شیعہ اور روافض کا عمل ہے، ان کے نسک و معاملات میں اسی تاریخ کا اعتبار ہوتا ہے۔ نیز ذی الحجہ کا مہینہ ۲۹ کا ہے، اور ہر تین سال کے بعد چوتھے سال میں یہ مہینہ ۳۰ کا ہوتا ہے۔ اور زیادہ تر دیکھا گیا ہے کہ اس مصری مہینہ کی پہلی تاریخ اور گجراتی مہینے (کارتک، ماگھ، پوس وغیرہ) کی پہلی تاریخ ایک ہی دن آتی ہے، اور اسلامی تاریخ سے

ایک دو دن قبل مصری مہینہ کی پہلی تاریخ آتی ہے، اس لئے کہ وہ متعین کی ہوئی ہوتی ہے، جب کہ اسلامی تاریخ کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے.

سوال یہ ہے کہ سالوں سے وقوف عرفہ جو نویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے، اور حج کا اہم رکن ہے، اور یہ مذکورہ مصری نویں ذی الحجہ کے دن ہی ہوتا ہے، اسلامی نویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ نہیں کیا جاتا، تو کیا یہ وقوف صحیح کہلائے گا؟ اور ہزاروں مسلمان جو اپنے فریضہ کو ادا کرنے کے لئے اپنا وطن، گھربار اور اولاد کو چھوڑ کر وہاں جاتے ہیں، اور ہزاروں روپئے خرچ کرتے ہیں کیا ان کے ذمہ سے فریضہ ادا ہوگا؟

بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ جب ایک ہزار یا ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ ہوتا ہے، تو تاریخ میں ایک دو دن کا فرق آتا ہے، اگر اسے صحیح تسلیم کریں تو سوال یہ ہوتا ہے کہ مصری تاریخ ہمیشہ اسی دن بنتی ہے، ایک دن بھی آگے پیچھے کیوں نہیں ہوتی؟ آج سالوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وقوف عرفہ اسی مصری تاریخ کی نویں ذی الحجہ ہی کو ادا کیا جاتا ہے تو کیا یہ وقوف صحیح کہلائے گا؟ اور حج ادا ہوگا؟ کیا نبیٔ کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ مصری تاریخ کی نویں ذی الحجہ ہی کو وقوف کرتے تھے؟ اور ان کے مبارک دور میں مصری تاریخ مروّج تھی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں لکھنے کے مطابق اسلامی تاریخ کا مدار چاند کی رؤیت پر ہے، اور ہماری وہ عبادتیں جو خاص کسی متعین دن میں ادا کی جاتی ہیں اس میں اسی تاریخ کا اعتبار ہے۔ حساب پر یا کوئی دوسری نئی چیز پر اس کا مدار بالکل نہیں ہے، یہ چیزیں صرف معین ہوتی ہیں۔ مثلاً: نماز، روزوں کے لئے بنائے جانے والے ٹائم ٹیبل یہ سہولت کے لئے ہیں، اور وقت بتانے میں معین ہیں، اصل مدار تو ان علامتوں پر ہی ہے جو احادیث

نبویہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتلائیں ہیں۔

و اما وقته فاشهر معلومات و الاشهر المعلومات ؛شوال و ذو القعدة و عشر ذی الحجه و اذا عمل شيئا من اعمال الحج من طواف و سعی قبل اشهر الحج لا يجوز و اذا عمل فيها يجوز۔ (فتاویٰ ہندیہ،شامی:۲۱۶ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث نمونہ کے طور پر یہاں ذکر کی جاتی ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے روزوں کا دارومدار رؤیت ہلال پر فرمایا ہے، نہ کہ متعین کسی تاریخ پر اسی طرح پنج وقتہ نمازوں کے اوقات بھی طے شدہ گھڑیوں پر نہیں ہیں بلکہ سورج کے طلوع وزوال اور غروب وغیرہ پر ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته و افطروا لرؤيته فان حالت دونه فاكملوا ثلثين يوماً۔ (ترمذی شریف:۱/۱۴۸؛ کتاب الصوم)۔

سوال کی بنیاد جس مصری تاریخ پر رکھی گئی ہے وہی غلط ہے، جس طرح ہمارے یہاں کی تاریخ جو زیادہ تر صحیح ہی ہوتی ہے، اور کبھی غلط بھی ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ تاریخ بھی مصری حساب سے ہونے کی وجہ سے زیادہ تر صحیح ہو جاتی ہے، اور کبھی غلط بھی ہوتی ہے، اور جب غلط ہوتی ہے تو ہمارے یہاں کی طرح وہاں بھی مصری تاریخ پر مدار نہیں رکھا جاتا بلکہ ہماری اسلامی تاریخ پر مدار رکھا جاتا ہے جس میں رؤیت کا اعتبار ہے۔ خود سعودی عربیہ میں چاند دیکھنے، اور شہادت موصول ہونے کے بعد باقاعدہ حکومت کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے۔ اس مرتبہ جب رمضان کے پہلے چاند کے لئے عشاء کی نماز کے آدھے گھنٹہ بعد

حکومت نے ثبوت ہلال کا اعلان کیا، اور ہر وہ شخص جو وہاں رہتا ہے اس بات کو جانتا ہے، اس لئے یوں کہنا کہ ’’وقوف عرفہ کا مدار مصری تاریخ پر ہے، اور سعودی میں مصری تاریخ کا اعتبار ہوتا ہے‘‘ بالکل صحیح نہیں ہے، یہ اتفاق ہے اور ممکن ہے کہ یہ حساب ماہرین کے بنائے ہوئے ہونے کی وجہ سے زیادہ تر صحیح اور سچے ہی ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس پر مدار بالکل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۸۱﴾ کیا متروکہ نماز، روزوں کا گناہ حج سے معاف ہوگا؟

سوال: ایک شخص نماز اور روزہ کی بالکل پرواہ نہیں کرتا، اور نماز اور روزوں کی پابندی نہیں کرتا، البتہ عیدین کی نمازیں پڑھ لیتا ہے، یہ شخص اگر حج کو جائے تو کیا اس کے تمام گناہوں کے ساتھ نماز اور روزے کا گناہ بھی معاف ہو جائے گا؟ اس کے لئے حج کرنے کے لئے جانا کیسا ہے؟ اسے جانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... متروکہ نماز، روزے، زکوۃ وغیرہ توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے معاف نہیں ہو جاتے، البتہ قضاء کی ادائے گی میں کی گئی سستی اور ادا کی ادائے گی میں کی گئی لا پرواہی معاف ہو سکتی ہے، جو نماز اور روزے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۸۲﴾ کتاب میں دیکھ کر دعا مانگنا؟

سوال: میں حج میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، اور حج میں بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور کچھ خاص موقعوں کی الگ الگ مسنون دعائیں ہیں، جو مجھے یاد نہیں رہتیں، میرے پاس ایک دعا کی کتاب ہے جس میں حج کیلئے جانے والوں کے لئے

ہر موقعہ کی دعا لکھی ہوئی ہے، تو کیا میں اس کتاب میں دیکھ کر ہر موقعہ پر اس کی مناسب دعا پڑھ سکتا ہوں؟ طواف کے وقت وقوف کے وقت اس کتاب میں دیکھ کر دعا پڑھ سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... طواف کرتے وقت کتاب میں دیکھ کر دعا پڑھنا یا زبانی پڑھنا یا دوسرا کوئی پڑھائے اور خود پڑھنا، سب جائز اور درست ہے، البتہ دعاء میں توجہ اور خشوع وخضوع اور دل کا متوجہ ہونا یہ سب سے اہم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۸۳﴾ حج کے دنوں میں مقیم ہونے کی نیت معتبر نہیں ہے؟

سوال: ایک شخص یکم ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچتا ہے، اور مکہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کرتا ہے، اور آٹھویں ذی الحجہ کو ارکان حج ادا کرنے کے لئے منیٰ، عرفات، مزدلفہ جاتا ہے، تو اس شخص کے لئے ان مذکورہ جگہوں پر نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آیا وہ قصر کرے گا یا اتمام؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکور شخص نے پندرہ دن ایک ہی جگہ پر قیام کی نیت نہیں کی، بلکہ منیٰ، مزدلفہ، عرفات وغیرہ جگہوں کو ملا کر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حج کے لئے گیا ہے، اور آٹھویں کو اسے منیٰ کے لئے جانا ضروری ہے، اس لئے اس کی مکہ میں پندرہ دن کے قیام کی نیت صحیح نہیں ہے، اور وہ اس مدت میں قصر کرے گا۔ (ہدایہ: ۱۴۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۸۴﴾ ہجوم کی وجہ سے رمی میں نائب بنانا؟

سوال: ایک عورت جوان، تندرست ہے، بارہویں ذی الحجہ کو غروب آفتاب سے قبل منیٰ سے مکہ مکرمہ آنے کے لئے ہجوم بہت تھا، اس لئے اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم میری طرف سے رمی کرلو، اور اس کے بھائی نے اس کی طرف سے رمی کرلی، تو اس طرح جوان

تندرست عورت کی طرف سے اس کے بھائی کا رمی کر لینا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو کیا دم واجب ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......معذور اور مجبور عورت کے لئے کچھ گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن جوان، تندرست عورت کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لئے نیابۃً کی گئی رمی معتبر نہیں ہوگی، اور اس میں جزا واجب ہوگی۔ (مناسک: ۱۶۴، ۱۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۸۵﴾ کعبہ کا طول وعرض

سوال: کعبہ کا طول وعرض وعمق کتنا ہے؟ اور رقبہ کتنا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... کعبہ کا طول تقریباً ۵۷ فٹ، عرض تقریباً ۶۰ فٹ اور عمق تقریباً ۸۰ فٹ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب النکاح

باب الخِطبة والوکالة والخُطبة وغیرها

﴿۱۶۸۶﴾ چار نکاح کی حکمت؟

سوال: مرد ایک ساتھ زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے، ایسا کیوں؟ چار کی ہی پابندی کیوں؟ چار سے زیادہ بیویاں کیوں نہیں رکھ سکتا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو بھی حکم دیا اس میں بندوں کے لئے کچھ نہ

کچھ بھلائی ضرور ہے، اور ہر حکم اس کی شان حکیمی سے حکمت سے بھر پور ہے البتہ ہر حکم کی علت اور اس کا فائدہ محدود علم رکھنے والے انسان کی سمجھ میں نہیں آ سکتا، اس لئے ہر حکم کی علت سمجھنے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے، اللہ کے دئے ہوئے احکام کی علت ڈھونڈنا (تلاش کرنا) بے ادبی اور حق عبدیت کے خلاف ہے ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ حکم اللہ نے دیا ہے اس لئے بلا چوں و چرا اس حکم کو مان لینا چاہئے اور ایک ساتھ چار ہی بیویاں رکھنے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع الخ** اور نکاح کروان عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں دو دو تین تین چار چار۔ (سورۂ نساء)۔

اس کے باوجود علماء نے چار بیویوں میں تحدید کی ایک حکمت یہ بیان کی ہے کہ اسلام مذہب دوسرے مذاہب سے زیادہ حیا، عفت اور پاکدامنی کو پسند کرتا ہے، اور ایک انسان جب نکاح کرتا ہے تو ہمبستری کے نتیجہ میں اگر بیوی کو استقرار حمل ہو جائے تو عامۃً تیسرے مہینہ

میں اس کا یقینی علم ہوتا ہے اس کے بعد جماع حمل کو نقصان کرتا ہے اور حمل کے گر جانے کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے آج کے اطباء بھی اس مدت کے بعد ہمبستری نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، اور مرد کے لئے اب بھی بشری تقاضے موجود ہے اور غیر محل میں مادۂ منویہ کو ضائع کرنے کے بجائے عفت کے تحفظ کی خاطر دوسرا نکاح کر لینا بہتر ہے، اسی طرح یہ دوسری بیوی بھی تین مہینوں بعد حاملہ ہوگی اس کے بعد تیسرا نکاح اور پھر چوتھا نکاح، اس طرح ایک سال میں چار نکاح ہوں گے اور سال کے ختم ہونے پر پہلی بیوی ولادت سے فارغ ہو کر تیار ہو چکی ہوگی، اس لئے چار نکاح کی اجازت ہے، اور مرد میں قوت زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ چار کو نبھا بھی سکتا ہے، اس لئے چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ (المصالح العقلیة) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۸۷﴾ بیوہ اور مطلقہ کے نکاح ثانی کو برا سمجھنا؟

سوال: بیوہ اور مطلقہ کے دوسرے نکاح کو معاشرہ میں برا سمجھا جاتا ہے، لڑکا یا لڑکی دوسرے نکاح کے لئے راضی ہو بھی جائیں تو والدین راضی نہیں ہوتے، دوسرے نکاح کے لئے والدین راضی ہوں تو لڑکا یا لڑکی راضی نہیں ہوتے، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نکاح ثانی کے بارے میں حدیث شریف میں کیا فرمان ہے؟ صحابہؓ کے دور میں ایسے نکاح ہوتے تھے یا نہیں؟ مرد، عورت کتنی عمر تک نکاح کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیوہ اور مطلقہ کے نکاح ثانی کو برا سمجھنا بہت ہی غلط بات ہے، بلکہ اسے عیب یا برا جاننے میں ایمان کے خارج ہو جانے کا اندیشہ ہے، ہمارے نبی ﷺ کی جتنی بھی بیویاں تھیں سوائے حضرت عائشہؓ کے زیادہ تر بیوہ تھیں، نیز آپ

ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی پہلی بیوی کے انتقال پر (جو آپ ﷺ ہی کی بیٹی تھی) اپنی دوسری بیٹی کا نکاح کروایا۔اس لئے بیوہ یا مطلقہ کے نکاح کو برا نہ سمجھتے ہوئے ان کا دوبارہ نکاح ہوجائے اس کی کوشش کرنی چاہئے۔

نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے، صرف عورت کے حقوق ادا کرنے پر قدرت ہونی چاہئے، مثلاً: نان ونفقہ اور سکنیٰ وغیرہ کے حقوق۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۸۸﴾ کامن لاء کے مطابق مرد دوسری عورت کرسکتا ہے؟

سوال: ایک شخص کنیڈا کا باشندہ ہے اس کا نکاح ہو چکا ہے لیکن اس کی ضرورت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی اس میں خواہش کا مادہ زیادہ ہے تو یہ شخص دو نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہاں کا ماحول خواہش بڑھانے والا ہے، یہاں کی عورتوں کا لباس کاسیاتٍ عارياتٍ کا مصداق ہے جس سے خواہش اور بڑھتی ہے، ان حالات میں پرائی عورت کو روپیہ دے کر اس سے اپنی خواہش پوری کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس ملک کے کامن لاء کے مطابق مرد دوسری عورت کرسکتا ہے لیکن اسے بیوی کا درجہ نہیں مل سکتا، مرد اسے جب چاہے تب چھوڑ سکتا ہے اور اس کے بچے وارث نہیں بن سکتے، تو کوئی شخص کامن لاء کے مطابق دوسری عورت کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق کہ بغیر نکاح کے روپیہ دے کر پرائی عورت سے خواہش پورا کرنا از روئے شرع زنا ہے، جو کبیرہ گناہ ہے، جس سے شریعت میں سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے سخت سزائیں بیان کی گئی ہیں، اس لئے اپنی نفسانی خواہش پر قابو رکھنا چاہئے، اگر اپنی منکوحہ بیوی سے خواہش کی تکمیل نہ ہوتی ہو تو دوسری مسلمان عورت سے یا کتابیہ سے شرعی طریقہ

کے مطابق نکاح کر لینا چاہئے، یا مسلسل روزہ رکھ کر خواہش پر قابو حاصل کرنا چاہئے۔ و من لم یستطع فعلیه بالصوم۔ حکومتی لائن کا دوسرا اسول میرج نہیں کر سکتا مگر شرعی نکاح کر کے رکھنا جائز ہو تو اس پر عمل کر سکتے ہیں، اس صورت میں دوسری عورت کو حکومت کی نظر میں عورت کا درجہ اور حقوق نہیں ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۸۹﴾ منکوحہ کے دوسرے نکاح میں حصہ لینا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص ایک لڑکی لے کر اپنی بہن کے گھر آیا، اور ہمارے یہاں کے ایک نوجوان لڑکے سے اس کا یہ کہہ کر نکاح کرا دیا کہ یہ مطلقہ ہے اور اس کی عدت ختم ہو چکی ہے، نکاح کے دو چار دن بعد معلوم ہوا کہ وہ تو کسی کی منکوحہ ہے اور یہ دوسرا نکاح دھوکے سے ہوا ہے، تو اس دوسرے نکاح کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ نیز گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ منکوحہ کا نکاح پڑھانے والے مولانا اور وکیل اور گواہ اور نکاح میں شرکت کرنے والے تمام کے نکاح فاسد ہو گئے، ان کا نکاح بھی پھر سے پڑھانا پڑے گا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور نکاح پڑھانے والے مولانا کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت دوسرے کے نکاح میں تھی اس لئے اس کا دوسرا نکاح صحیح اور معتبر نہیں کہلائے گا، دونوں کو فوراً جدا کر دینا چاہئے، نکاح پڑھانے والے مولانا اور وکیل اور گواہ اور حاضرین کو صحیح حقیقت حال کا علم نہ ہو اور انہوں نے شرکت کی تو اس فعل پر ان سے مؤاخذہ نہیں ہوگا، نیز اس فعل سے ان کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے یہ عقیدہ غلط ہے اور اس سے امام کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر ان لوگوں کو صحیح حقیقت حال کا شروع سے علم تھا، اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ کسی کی

منکوحہ ہے انہوں نے اس کا دوسرا نکاح کرا دیا تو وہ سب سخت گنہگار کہلائیں گے، اور توبہ کرنے سے یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۹۰﴾ مسجد میں نکاح خوانی رکھنا؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص نے اپنے لڑکے کا نکاح مسجد میں جماعت خانہ میں بیٹھ کر کروایا، لوگوں کا کہنا ہے کہ نکاح صحن میں بیٹھ کر ہونا چاہیئے، تو اس بارے میں صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں نکاح خوانی رکھنا منع نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، جماعت خانہ میں نکاح پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

البتہ مسجد اللہ کا گھر ہے اس کا ادب کرنا اور وہاں شور وغل اور دنیوی باتیں نہ کرنا ضروری ہے، اس لئے اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ نکاح خوانی کی وجہ سے مسجد کی بے حرمتی نہ ہو۔

﴿۱۶۹۱﴾ دیندار عالم سے نکاح پڑھوانا؟

سوال: بے ریش، داڑھی تراش شخص نکاح پڑھا سکتا ہے؟ نکاح کا خطبہ کب پڑھنا چاہیئے؟ کلمہ، قنوت

پڑھنے کے بعد خطبہ پڑھا جائے یا پہلے؟ مجلس نکاح میں بعد نکاح کے ڈھول تاشے بجا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کرنے والے زوجین یا وکیل یا نکاح پڑھانے والا قاضی نیک ہو یا فاجر شرعی اصولوں کے مطابق ایجاب وقبول ہو جائے تو نکاح درست اور صحیح ہو جاتا ہے، البتہ داڑھی منڈے، فاسق اور فاجر شخص سے نکاح پڑھوانے سے دیندار متقی

پرہیزگار شخص سے نکاح پڑھوانا اور دعا کروانا قبولیت اور حصول برکت کی علامت ہے۔

نکاح سے قبل یا بعد نکاح کے ڈھول تاشے یا مزامیر وغیرہ بجانا اور گانے گانا سب ناجائز اور حرام ہے، آپ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے، اسے بالکل بند کر دینا چاہئے۔

﴿۱۶۹۲﴾ نکاح کا افضل وقت؟

سوال: نکاح کا افضل وقت کونسا ہے؟ کچھ لوگ عصر کے بعد کا وقت زیادہ پسند کرتے ہیں، تو افضل طریقہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح خوانی مسجد میں اور جمعہ کے دن افضل ہونا درمختار جلد: ۲/۲۶۲ پر لکھا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ جب مجمع زیادہ ہو اور اعلنوا النکاح کا مقصد زیادہ حاصل ہوتا ہو ایسے وقت نکاح رکھنا چاہئے، عصر کے بعد نکاح خوانی رکھنا نہ تو افضل ہے اور نہ مکروہ۔ (فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۹۳﴾ بے وضو نکاح پڑھانا؟

سوال: بے وضو نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ ایک شخص بے وضو نکاح پڑھاتا ہے تو کیا اس کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے لئے وضو یا طہارت شرط نہیں ہے، اس لئے بے وضو نکاح پڑھنے یا پڑھانے سے کوئی خرابی نہیں آتی، نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔

﴿۱۶۹۴﴾ منگنی کے بعد لڑکا لڑکی کا آپس میں خط وکتابت کرنا؟

سوال: منگنی کے بعد لڑکا ولڑکی آپس میں خط وکتابت کے ذریعہ بات چیت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نامحرم لڑکا لڑکی آپس میں خط وکتابت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... منگنی کے بعد نکاح کے ہونے تک لڑکا ولڑکی آپس میں ایک دوسرے کے لئے نامحرم اور اجنبی ہی رہتے ہیں، اور نامحرم لڑکا ولڑکی کا آپس میں خط و کتابت کرنا بہت سی برائیوں کو پیدا کرتا ہے، اس لئے ممنوع ہے، اور احتراز ضروری ہے، اور یہی حکم فون سے بات کرنے کا بھی ہے، اور ساتھ میں گھومنا پھرنا بھی ممنوع اور معصیت ہے، اس لئے اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

﴿۱۶۹۵﴾ ایک مجلس میں متعدد نکاح ؟

سوال: ایک مجلس میں ایک ساتھ کتنے دلہوں کا نکاح پڑھا سکتے ہیں؟ ایک مجلس میں ایک سے زیادہ نکاح پڑھانے کا کیا طریقہ ہے؟ کیا ہر نکاح کے لئے الگ خطبہ ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایک مجلس میں ایک اور ایک سے زائد جتنے بھی نکاح ایک ساتھ پڑھانا چاہیں پڑھا سکتے ہیں، اس میں کوئی پابندی یا تحدید نہیں ہے، عوام میں جو تحدید مشہور ہے وہ بے بنیاد اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، ہر نکاح پر الگ الگ خطبہ افضل ہے اور تمام نکاحوں کے لئے ایک خطبہ بھی کافی ہے۔

البتہ ہر نکاح کے لئے وکیل اور دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اور ایک شخص متعدد نکاح میں وکیل اور گواہ بن سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۹۶﴾ ایک خطبہ سے دو نکاح پڑھانا؟

سوال: ایک گھر میں دو لڑکیوں کے نکاح ہو رہے ہوں، تو دونوں لڑکیوں کے وکیل اور گواہ الگ الگ ہونے ضروری ہیں یا ایک وکیل اور دو گواہ سے دونوں کا نکاح ہو جائے گا؟ اور دو نکاح کے لئے ایک خطبہ کافی ہے یا دو نکاح کے لئے دو خطبے پڑھنے ضروری ہیں؟ ایک شخص

خطبہ پڑھا کر ایک نکاح کراوے، پھر اسی جگہ دوسرا شخص پہلے خطبہ پر اکتفاء کر کے دوسرا نکاح پڑھاوے تو اس طرح کر کے نکاح پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دولڑکیوں کی طرف سے ایک شخص وکیل بن سکتا ہے، اور ایک مجلس میں دونوں کے نکاح بھی پڑھا سکتا ہے، ہر نکاح کے لئے الگ الگ خطبہ پڑھنا افضل ہے، اور ایک خطبہ سے دو یا دو سے زائد نکاح پڑھانا اور ایک ہی مجلس میں پہلے خطبہ سے دوسرے کا نکاح پڑھانا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۹۷﴾ ٹیلی فون پر کیا گیا نکاح صحیح ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کا ایک لڑکا لندن رہتا ہے، اس کا ابھی گاؤں کی ایک لڑکی کے ساتھ فون پر نکاح ہوا، نکاح کے بعد لڑکی اپنے سسرال گاؤں میں لڑکے کے والد کے گھر آئی، لڑکا ابھی لندن ہی میں رہتا ہے، پانچ چھ ماہ بعد جھگڑا ہونے کی وجہ سے لڑکے نے طلاق معلق بذریعہ خط دی جس کا مضمون یہ ہے:

میں اپنی بیوی کو اس کے والد کے یہاں رہنے جانے کے لئے کہتا ہوں، اگر وہ میرے لکھنے کے مطابق اس کے گاؤں نہیں گئی تو اس کو تین طلاق دیتا ہوں۔

لڑکے نے کچھ دن بعد معلوم کیا تو لڑکی خط ملتے ہی فوراً اس کے والد کے یہاں چلی گئی تھی اور کچھ لوگوں کا کا کہنا ہے کہ فوراً نہیں گئی تھی، تو اس صورت میں اس لڑکی کو طلاق ہوئی یا نہیں، بعد میں چھ ماہ بعد اس لڑکے نے لندن سے آ کر اس لڑکی سے دوبارہ نکاح کیا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ پہلا نکاح جو ٹیلی فون پر کیا گیا تھا، کیا وہ صحیح ہوا تھا یا نہیں؟ اور دوبارہ نکاح کی ضرورت تھی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مرداورعورت یاان کے وکیلوں کاایک مجلس میں ایجاب وقبول کرنااوراسی مجلس میں دوگواہوں کااس کوسننا شرط اور ضروری ہے۔(شامی:۲)

ٹیلی فون اورتار سے کئے جانے والے نکاح میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لئے اس طرح کیا گیا نکاح شرعاً معتبر نہیں ہے، اور جب کہ نکاح ہی صحیح نہیں ہوا تو طلاق دینا بھی باطل کہلائے گا اوراس لڑکے نے گاؤں آکر دوبارہ نکاح کرلیا ہے تو یہ دوسرا نکاح صحیح اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۶۹۸﴾ تار سے کیا ہوا نکاح معتبر ہے؟

سوال: لڑکا کنیڈامیں رہتاہےاورلڑکی انڈیامیں ہے، دونوں کی آپس میں منگنی ہوچکی ہےاور شربت پلائی کی رسم پوری ہوچکی ہے۔اب لڑکی کا نکاح کراکےاسے کنیڈا بھیجنا چاہتے ہیں تو تارسےنکاح پڑھادیاجائے تو جائز ہے یانہیں؟ تار سے کیا ہوا نکاح عندالشرع معتبر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت نے نکاح کا طریقہ اوراس کے کچھ شرائط مقرر فرمائے ہیں اگراس طریقہ سے اوران شرائط کے مطابق نکاح کیا جائے گا اس وقت نکاح معتبر سمجھا جائے گا ورنہ نکاح غیر معتبر کہلائے گا۔نکاح کرنے والے مرداورعورت یاان کے وکیل کاایک مجلس میں ایجاب وقبول کرنااوردوگواہوں کااسی مجلس میں اس ایجاب وقبول کوسننا شرط ہے، تار سے کئے جانے والے نکاح میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لئے تار سے کئے جانے والانکاح معتبرنہیں ہے، اس لئے لڑکا دور بیرون ملک میں ہواورلڑکی یہاں انڈیامیں ہواورتار سےنکاح کیا جائےتو یہ نکاح معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔ایسے موقع کے لئے نکاح کی

بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کسی ایسے شخص کو جو لڑکے والوں کے گھر کے قریب رہتا ہو اپنے نکاح کا وکیل بنائے اور وہ وکیل اس اختیار کے مطابق اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے کروا دے اور لڑکا اس نکاح کو قبول کر لے اور اس ایجاب وقبول کو دو مسلمان گواہ سن لیں تو اس سے نکاح صحیح ہو جائے گا۔

اور یہ شکل بھی ہوسکتی ہے کہ لڑکا کسی ایسے شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے جو لڑکی والوں کے گھر کے قریب رہتا ہو اور یہ وکیل عورت کے وکیل کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں اس کو ملے ہوئے اختیار کے مطابق بیرون ملک میں رہنے والے لڑکے کا وکیل بن کر ایجاب و قبول کر لے، تو اس سے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا، اور یہ طریقہ شریعت میں معتبر ہے۔

نوٹ: بیرون ملک رہنے والے لڑکے کا وکیل بن کر ایجاب و قبول کرنا شرط ہے۔

(عالمگیری: ۱/۲۸۴، ۲۸۵، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۶۹۹﴾ ذات ہبہ کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے؟

سوال: ایک مرد جو مسلمان ہے دیندار ہے، اس کو ایک عورت نے جس کی عمر ۱۹ سال ہے ذات ہبہ کی ہے، اور اس مرد نے بخوشی قبول کیا ہے، اور ان دونوں میں میاں بیوی جیسے تعلقات ہیں، تو کیا اس طریقہ سے دونوں میاں بیوی ہو جاتے ہیں؟ اور ذات ہبہ کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عاقلہ وبالغہ لڑکی اپنی ذات کسی مرد کو ہبہ کرے اور وہ مرد اسی مجلس میں اسے قبول کر لے اور وہاں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے طور پر موجود ہوں جو اس ایجاب وقبول کو سن لیں، تو اس سے دونوں کا نکاح ہو جاتا ہے، لیکن اس

طریقہ میں نکاح چھپا ہوا ہوتا ہے، جس سے تہمت لگنے اور فتنہ کا اندیشہ ہے، اور حدیث میں نکاح علی الاعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے مکروہ ہے۔ (درمختار، شامی: ۲)

﴿۱۷۰۰﴾ بذریعہ خط ذات ہبہ کی تو نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

سوال: ہمارے یہاں ایک عاقلہ و بالغہ لڑکی نے نکاح کے لئے ایک جوان لڑکا پسند کرلیا، اور اس کے ساتھ نکاح کی ساری تیاری اور انتظام کرلیا، لڑکی کے باپ کو اس کا علم ہوگیا تو اس نے اس نکاح سے منع کردیا لڑکی کو باہر نکلنے سے منع کردیا، اس لئے لڑکی نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس جوان لڑکے کو اپنی ذات ہبہ کرنے کا کاغذ لکھا، نیز ان گواہوں کی موجودگی میں اس لڑکی نے اپنی زبان سے بھی ذات ہبہ کرنے کے الفاظ کہے، اس واقعہ کو سات آٹھ سال گزر گئے، اس کے باوجود لڑکی کی مرضی کے خلاف لڑکی کے باپ نے اس کی دوسری جگہ شادی کردی، اب یہ لڑکی اس مرد کے ساتھ رہنے کے لئے بالکل راضی نہیں ہے، اور اس نے جو لڑکا پسند کیا تھا اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اور وہ لڑکا بھی اسے رکھنا چاہتا ہے، اور اس لڑکی آج بھی ذات ہبہ کرنے کا اقرار کرتی ہے، اور اگر نکاح کی ضرورت ہو تو دونوں نکاح کرنے کے لئے بھی تیار ہیں، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

اس تفصیل کے ذیل میں مذکورہ چند سوالات کے جوابات فقہ کی روشنی میں آپ سے درکار ہیں، ان کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اس لڑکی کے دوسرے مرد سے کرایا گیا نکاح صحیح ہے؟ (۲) اگر نکاح صحیح نہیں ہوا تو دونوں کے درمیان ہوئی ہمبستری زنا کہلائے گی؟ (۳) لڑکی نے جس کو ذات ہبہ کی تھی وہ لڑکا بغیر طلاق کے آج اس لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے، یا اس سے نکاح کرسکتا ہے؟ (۴)

لڑکی پر عدت آئے گی؟ (۵) اگر دوسرے نمبر کا شوہر لڑکی کو طلاق نہ دے تو پہلے والا لڑکا اس کو بیوی کے طور پر اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں ذات ہبہ کرنے کی جو صورت لکھی ہے اس سے لڑکی کا نکاح اس کے پسند کئے ہوئے جوان لڑکے کے ساتھ صحیح نہیں ہوا، اس لئے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے عورت اور مرد کا ایک ہی مجلس میں اپنے وکیل یا ولی کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کا کرنا ضروری ہے، اور اگر ایک مجلس میں ایجاب و قبول نہ ہو تو اس سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

اب اگر لڑکی کے والد نے لڑکی کی مرضی کے خلاف دوسرے مرد سے نکاح کرا دیا تو اگر والد نے نکاح سے قبل یا نکاح کے وقت جب لڑکی سے پوچھا اس وقت لڑکی نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا ہو تو یہ دوسرا نکاح بھی نہیں ہوا، لیکن اگر لڑکی نے انکار نہ کیا ہو بلکہ خاموش رہی ہو یا ہنسی ہو یا روئی ہو تو یہ بھی اجازت سمجھی جائے گی اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (ہدایہ، درمختار)

اس تفصیل میں آپ کے پانچوں سوالات کے جوابات آ گئے ہیں تاہم جزوی جوابات بغور ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) والد کے لڑکی سے پوچھنے پر لڑکی نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا ہو تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔ (۲) اگر نکاح صحیح ہوا ہے تو ہمبستری زنا نہیں ہے۔ (۳) ذات ہبہ کرنے کی صورت شرعاً صحیح نہیں ہے اس لئے نکاح صحیح ہوا ہی نہیں، اس لئے طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۴) دوسرا نکاح صحیح ہوا ہو تو طلاق سے قبل عدت کا سوال ہی نہیں آتا۔ (۵) جواب نمبر۲ دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۰۱﴾ اسلام میں نکاح کے لئے عمر کی قید؟

سوال: ہمارے ملک میں چند سالوں قبل نکاح کرنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے عمر کی تحدید متعین کرتے ہوئے شاردا ایکٹ کا قانون ملک کے کل باشندگان پر لازم کیا گیا تھا، جس کا اصل مقصد بچوں کے نکاح کی روک تھام تھا، جس میں لڑکی کی اقل عمر ۱۵ سال اور لڑکے کی ۱۸ سال مقرر کی گئی تھی، اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مستحق تعزیر ہوتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا اسلام میں نکاح کے لئے عمر کی کوئی تحدید یا پابندی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے، نیز اس طرح عمر کی پابندی لگانا مناسب اور جائز بھی نہیں ہے، مذکورہ قانون کی مخالفت میں کفایت المفتی اور امداد الفتاویٰ میں سوال اور جواب موجود ہیں، ان کو دیکھنا مفید رہے گا۔

﴿۱۷۰۲﴾ بالغ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے؟

سوال: مسلمان لڑکی اپنی مرضی سے کسی سے شادی کرنا چاہتی ہے، تو کرسکتی ہے یا نہیں؟ شرعاً اسے یہ حق ہے یا نہیں؟ اگر اجازت ہے تو کس درجہ (طرح) کی اجازت ہے؟ آپ کے ایک سوال کے جواب میں پڑھا تھا کہ کفو یعنی میاں بیوی میں برابری کا ہونا ضروری ہے، اور غیر کفو میں کئے جانے والے نکاح میں اگر ولی کی رضامندی نہیں ہے تو اس نکاح کو توڑنے کا حق ولی کو ہے۔ تو اس مسئلہ کی مکمل تفصیل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت میں آزاد بالغ عورت کو کچھ شرائط کے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے، شریعت کی ان شرائط کا خیال رکھتے ہوئے اگر کوئی عورت اپنا نکاح از خود کر لے تو وہ نکاح صحیح اور درست کہلائے گا، اور

کسی بھی شخص کو اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اور عمر کے اعتبار سے لڑکیوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، ایک نابالغ وصغیر العمر اور دوسری بالغ اور جوان۔

(۱) نابالغ لڑکی میں عقل و ہوش کامل نہیں ہوتا، اسے اپنے نفع و نقصان کی پوری سمجھ نہیں ہوتی، اور اس کی وسعت نظر بھی محدود ہوتی ہے، اس لئے ایسی نابالغ لڑکی کو اپنے ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اپنا نکاح کسی بھی جگہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر ایسی لڑکی بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح از خود کر لیتی ہے، تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح صحیح کہلائے گا، ورنہ باطل ہوگا۔

ولی کو نابالغ صغیر العمر لڑکی سے فطری طور پر ہمدردی ہوتی ہے، کبھی کبھی بچی کے روشن مستقبل اور اس کی بھلائی کے لئے اس کا ولی بچی کی رضامندی کے بغیر صرف اپنی ولایت کے اختیار پر کسی کے ساتھ اسکا نکاح پڑھا دیتا ہے، تو ایسا نکاح بھی معتبر سمجھا جائے گا، اس لئے کہ اس نکاح سے اسے مستقبل میں فائدہ ہوگا یہ سوچ کر ولی نے نکاح کرایا ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔

اب اگر اس ولایت کے اختیار پر باپ و دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے نکاح کرایا ہے، تو بچی کو بالغ ہوتے ہی اپنے نکاح کو رد اور فسخ کرنے کا اختیار ملے گا، اس وقت وہ اگر اپنے نکاح کو فسخ کر دینا چاہتی ہے تو اسے اس کا اختیار ہے۔ (شامی: ۲، ہدایہ)۔

(۲) اور اگر لڑکی جوان، بالغ ہے، صحیح عقل ودانش والی ہے، تو وہ اپنا بھلا برا سمجھ سکتی ہے، اس لئے وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے اور جس کے ساتھ چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس

لئے ایسی عاقلہ بالغہ لڑکی کا زور وزبردستی کر کے اس کی مرضی کے خلاف نکاح کرانے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

کبھی کبھی عورت جوش میں یا ضد میں یا جوانی کے خمار میں نکاح کا ایسا فیصلہ کر لیتی ہے، جو اس کی نظر میں صحیح اور مناسب ہوتا ہے، لیکن اس کے اس فیصلہ کا برا اثر اس کے رشتہ داروں پر پڑنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے ایسی آزادی کے ساتھ کئے جانے والے نکاح میں دو شرطیں لگائی ہیں، اگر اس نکاح میں یہ دو شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو نکاح کی اطلاع ملتے ہی ولی کو اس کے توڑنے کا حق رہے گا۔ من جملہ ان دو شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ:

لڑکی کا مہر، مہر مثل سے کم مقرر نہ کیا گیا ہو، لڑکی کے خاندان کی اس عمر کی دوسری لڑکیوں کا جو مہر چلا آتا ہوا سے مہر مثل کہتے ہیں، اس سے کم مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔ مثلاً: مہر مثل ۱۲۷ روپے ہے، اور نکاح صرف ۵۰ روپے مہر پر کیا گیا ہو، تو اس صورت میں ولی کو اس کے خلاف آواز اٹھانے اور نکاح کو توڑنے (فسخ) کا حق رہے گا، اس لئے کہ اس نکاح سے اس کی دوسری بہنوں کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ کفو ہی میں نکاح کیا ہو، اگر غیر کفو میں نکاح کر لیا یعنی اپنے رتبے ، درجے اور خاندان سے اسفل درجہ کے شخص سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، تو ولی کو اس نکاح کے توڑنے کا حق رہے گا۔ (شامی، عالمگیری:۲)۔

غیر کفو میں نکاح کے لئے ولی کی اجازت اس لئے ضروری ہے کہ اس نکاح سے ولی کی عزت وشہرت پر آواز اٹھنے اور بدنام ہونے کا امکان ہے، اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو

بھی اس نکاح سے نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ نیز ایک عورت اپنے سے کم درجہ کے شخص کے ساتھ گھر بسائے گی تو کبھی اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ اپنے اوپر ایک کم درجہ کے شخص کو کیوں اختیار دے رہی ہے، وہ تو اچھے خاندان کی ہے، اور یہ خیال دونوں میں دوری پیدا کرے گا، اور خوشحال زندگی میں فساد پیدا ہوگا، اس لئے اس اور ان جیسے دوسرے وجوہ سے شریعت نے کفو کا بھی اعتبار کیا ہے۔ اور میاں بیوی میں برابری جسے شریعت میں کفو کہتے ہیں، اس میں یعنی کفو چھ چیزوں میں برابری کا حکم ہے۔

(۱) نسب، خاندان (۲) اسلام (۳) آزادی (۴) دینداری اور تقوی

(۵) مالداری (۶) پیشہ، روزگار میں۔

اس لئے کوئی آزاد بالغ عورت ان شرائط کے خلاف اپنی مرضی سے نکاح کرلے اور اس نکاح میں ولی کی رضامندی نہ ہو تو وہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حنفی فقہاء کے دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ نکاح تو صحیح ہو گیا، لیکن ولی کو یہ حق ہے کہ وہ مسلم قاضی یا حاکم یا مسلم پنچایت کے سامنے اپنا دعویٰ دائر کر کے ثبوت پیش کرے، پھر قاضی یا مسلم پنچایت (اس نکاح کو) فسخ کر دے گی، اور بعد فسخ کے وہ عورت اس مرد کی زوجہ نہیں رہے گی۔ اور اس صورت میں اگر نکاح کے بعد خلوت صحیحہ ہوگئی ہو تو پورا مہر دینا ہوگا، لیکن نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو اور ولی کی مخالفت کی وجہ سے نکاح فسخ کیا گیا ہو تو مہر کے طور پر ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا، اور عدت بھی واجب نہیں ہوگی۔

اور دوسرا اور راجح قول یہ ہے کہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا، اور علامہ شامیؒ نے اسی

پر فتویٰ دیا ہے۔(شامی، عالمگیری، ہدایہ؛باب الکفو) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۰۳﴾ باپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص لڑکی کا وکیل بن سکتا ہے؟

سوال: نکاح میں دلہن کی طرف سے اس کے والد کے علاوہ کوئی اور شخص وکیل بن کر نکاح پڑھاوے تو نکاح ہوگا یا نہیں؟ والد موجود ہو اور وہ کسی دوسرے کو وکیل بناتا ہے، تو ایسا کرنا درست ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......لڑکی اگر نابالغ ہو تو والد کی اجازت سے اور والد اپنے ولی ہونے کی حیثیت سے اور لڑکی بالغ ہو تو لڑکی کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص بھی وکیل بن کر نکاح کرا سکتا ہے۔(شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۰۴﴾ نکاح کا وکیل بناتے وقت دو گواہ کا ہونا؟

سوال: (۱) نکاح کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے کیا ان دو گواہوں کا لڑکی کا محرم ہونا ضروری ہے؟ (۲) جب وکیل لڑکی سے اجازت لینے جاتا ہے اس وقت گواہوں کا وہاں موجود رہنا ضروری ہے؟ یعنی گواہوں کو ساتھ میں جانا چاہئے؟ (۳) گواہ لڑکے والوں کی طرف سے ہونے چاہئے یا لڑکی والوں کی طرف سے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نکاح کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایجاب و قبول کے وقت دو گواہ موجود ہوں اور وہ ایجاب وقبول کو سنیں اور ان کا عاقل بالغ مسلمان ہونا ضروری ہے لیکن محرم یا غیر محرم ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے۔(شامی:۹۰/۴) ہمارے یہاں نکاح کے وقت جو ایجاب و قبول ہوتا ہے اس وقت مجلس میں موجود حاضرین اس ایجاب وقبول کو سنتے ہیں تو وہ بھی اس کے گواہ اور شاہد ہوتے ہیں۔(۲) ہمارے یہاں

لڑکی نکاح کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتی وہ کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر بھیجتی ہے اور وہ وکیل اس لڑکی کی طرف سے ایجاب کرتا ہے اور اس وقت اس لڑکی نے اس شخص کو وکیل بنایا ہے اس کی گواہی کے طور پر دو شخص رکھے جاتے ہیں تاکہ مستقبل میں کبھی لڑکی کہے کہ میری اجازت کے بغیر میرا نکاح کرادیا گیا تو یہ دو گواہوں کی گواہی سے اسے ثابت کیا جاسکے، اور اس میں وکیل لڑکی والوں کی طرف سے اور دونوں گواہ لڑکے والوں کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں، لڑکی نے وکیل بنایا ہے اس کی گواہی کے طور پر وکیل بناتے وقت یا اجازت لیتے وقت ان کا ہونا اور سننا ضروری ہے، اس لئے ان کا لڑکی کے سامنے جانا ضروری ہے۔(۳) اسلامی حکم کے مطابق گواہ کسی بھی فریق کی طرف سے ہو نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۰۵﴾ وکیل کے علاوہ فضولی نکاح پڑھائے تو؟

سوال: عورت کے نکاح کے وقت عورت کی طرف سے وکیل اور گواہوں کے نام کے ساتھ اجازت آتی ہے، اب نکاح پڑھاتے وقت کاغذ میں وکیل اور گواہوں کے جو نام ہیں ایجاب وقبول کے وقت کبھی انہی ناموں کو بولا جاتا ہے اور کبھی حاضرین میں سے کسی دوسرے کو وکیل اور گواہ بنا کر نکاح پڑھایا جاتا ہے، تو اس طرح نکاح پڑھانے سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......عورت نے جس شخص کو وکیل بنایا ہو وہ اپنے اختیار سے نکاح کرائے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا، اس کے علاوہ دوسرا شخص جسے عورت نے وکیل نہ بنایا ہو اس کے نکاح پڑھانے سے یہ نکاح ''نکاح فضولی'' سمجھا جائے گا اور عورت کی

اجازت پر موقوف رہے گا، عورت اجازت دے گی تو نکاح صحیح ہو جائے گا، ورنہ پھر سے نکاح پڑھنا پڑے گا۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۷۰۶﴾ وکیل اور شاہدین کو پوچھے بغیر نکاح پڑھانا؟

سوال: وکیل اور شاہدین مجلس میں موجود ہوں، لیکن نکاح پڑھانے والا انہیں پوچھے بغیر کہ "عورت نے اجازت دی ہے یا نہیں" نکاح پڑھا دے تو نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہو جائے گا۔

﴿۱۷۰۷﴾ غیر مسلم کا گواہ بننا صحیح ہے؟

سوال: نکاح میں غیر مسلم شاہد ہو تو نکاح صحیح ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان کے نکاح کے صحیح ہونے کے لئے گواہوں کا بھی مسلمان ہونا ضروری ہے، غیر مسلم شاہد کے روبرو کیا گیا نکاح معتبر نہیں کہلائے گا۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۰۸﴾ لڑکے کے اولیاء

سوال: ایک لڑکے کے اولیاء میں فی الحال اس کے چچا، سوتیلی دادی، پھوپھی، ماموں وغیرہ ہیں، لیکن کورٹ نے والد کی چچی کو اس لڑکے کا ولی قرار دیا ہے، تو کیا اس کی اجازت سے لڑکے کا نکاح درست ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت میں والد کی چچی کو حق تولیت حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اولاً اولیاء میں اس شخص کے لڑکے ہوں تو لڑکے ہی ولی بنتے ہیں اور وہ نہ ہوں تو پوتے، دوسرے نمبر پر اس کے باپ، دادا، پر دادا وغیرہ جو بھی ہوں وہ ولی بنتے ہیں، اور

تیسرے نمبر پر اس کا حقیقی بھائی ولی بنتا ہے، اور چوتھے نمبر پر حقیقی چچا اور چچا کے لڑکے ولی بنتے ہیں، ان میں سے کوئی نہ ہو تو ماں کو تولیت ملتی ہے لہذا صورت مسئولہ میں اس لڑکے کے حقیقی چچا اس کے ولی کہلائیں گے، والد کی چچی کو حق تولیت نہیں مل سکتی۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۲/۴۹)۔

نوٹ: مذکور لڑکا عاقل بالغ ہو تو وہ اپنی مرضی سے اپنا نکاح کر سکتا ہے، اسے کسی ولی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۰۹﴾ والد کی اجازت کے بغیر لڑکی کا اپنی مرضی سے نکاح کر لینا؟

سوال: میرا ایک بھائی اپنے اہل وعیال کے ساتھ جنگل میں رہتا ہے، حال میں میری بھتیجی کا ایک نومسلم سندھی کے ساتھ ناجائز تعلق ہو گیا، اور اس نے بھاگ کر شہر جا کر اس کے ساتھ نکاح کر لیا، اس نکاح کی اطلاع میرے بھائی کو بہت بعد میں ہوئی، اور اسے جیسے ہی اطلاع ملی، اس نے اس نکاح کی مخالفت کی، اور کہا کہ یہ نکاح میری اجازت اور رضامندی کے بغیر ہوا ہے، اسے میں جائز نہیں رکھتا۔ تو اب از روئے شرع اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ ہمارے خاندان اور لڑکے کے خاندان میں کوئی میل جول اور برابری نہیں ہے، ہمارے کاروبار اور اس کے کاروبار میں زمین آسمان کا فرق ہے، تو اس صورت میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح فسخ ہو سکتا ہے تو اس کا اس زمانہ میں کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ لڑکی بالغ ہے یا نابالغ ہے؟ دونوں کا حکم جدا جدا ہے۔ نابالغ لڑکی میں دانشمندی کامل نہیں ہوتی، اور اس کے اولیاء کی شفقت بھی اس کے ساتھ کامل طور پر ہوتی ہے، اور اس کے اولیاء اس کا بھلا برا اچھی طرح

سمجھ سکتے ہیں، اس لئے نابالغ لڑکی اگر اپنی مرضی سے نکاح کرلے اور ولی کی اجازت نہ لے تو وہ نکاح صحیح اور معتبر نہیں، ہاں! ولی نابالغ لڑکی کا نکاح کرادے تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔

اور اگر لڑکی بالغ ہو تو وہ اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہے، اور حکماً اس میں سمجھداری بھی آجاتی ہے، اس لئے اسلام میں ایسی لڑکی کو اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس میں کچھ قیود و شرائط ہیں، اس لئے ان قیود و شرائط کی پابندی کے ساتھ نکاح ہوگا تو ہی معتبر سمجھا جائے گا، ورنہ معتبر نہیں کہلائے گا۔

من جملہ ان کے ایک شرط کفو کا ہونا ہے، یعنی خاندان میں برابری، اگر لڑکی اپنے سے ادنیٰ (کم طبقہ، کم درجہ) خاندان کے مرد سے بلا اجازت ولی نکاح کرتی ہے تو یہ لڑکی کے خاندان والوں کے لئے عار ہے، اس لئے مفتی بہ قول کے مطابق ایسا نکاح معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔

صورت مسئولہ میں کفو کی یہ شرط مفقود ہے، اس لئے کہ مذکور لڑکا نومسلم ہے، اور پیشے اور اخلاق میں بھی بہت فرق ہے، اس لئے یہ نکاح مفتیٰ بہ قول کے مطابق ولی کی مخالفت اور رضامندی نہ ہونے کی وجہ سے صحیح ہی نہیں ہوا، اس لئے وہ لڑکی اگر اس کے ساتھ رہتی ہو تو فوراً الگ کردینی چاہئے، اور یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اس لئے فسخ کی ضرورت نہیں ہے، اگر یہ لڑکی اپنے ولی کی اجازت لیتی یا بعد نکاح کے اجازت لیتی تو نکاح صحیح ہوجاتا۔

(شامی:۲، ہدایہ، امداد الفتاویٰ، فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۰۷۱﴾ داڑھی منڈا بے نمازی نکاح میں گواہ بن سکتا ہے؟

سوال: نکاح کی مجلس میں لڑکی کے والد کا خود وکیل بن کر نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟ زید کا

کہنا ہے کہ دلہے کی طرف سے غیر محرم مردوں کو گواہ کے طور پر دلہن کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور داڑھی منڈے، بے نمازی کو نکاح میں گواہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......لڑکی جب انکار کرے کہ میں نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل نہیں بنایا ہے، تب شاہد کی ضرورت پڑتی ہے، تاکہ وکیل اپنی وکالت ثابت کر سکے، اس لئے وکیل کے ساتھ شاہد بھی ہوتے ہیں، اگر لڑکی بالغ ہو تو اس کی رضامندی یا وکیل ہونا ضروری ہے، اور اگر لڑکی نابالغ ہو تو والد ولی ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح کرا سکتا ہے، اس صورت میں شاہد کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ فاسق فاجر شخص نکاح میں شاہد ہو تو نکاح تو صحیح ہو جائے گا، لیکن قاضی ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کرے گا۔

﴿۱۱۷۱﴾ کیا بیٹے کے نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے؟

سوال: ایک والد کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں اس میں تین بیٹے اور تین بیٹیوں کا نکاح باپ نے کرا دیا اور چوتھے بیٹے کا نکاح آج کل میں ہونے والا ہے اور اب صرف ایک بیٹی کا نکاح کرانا باقی ہے، مذکورہ تین لڑکے جن کی شادی ہو چکی ہے ان میں سے ایک لڑکے نے باپ کی اجازت سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اس میں اور اس کی بیوی میں سخت نا اتفاقی تھی اس بیوی سے اسے ایک پانچ سال کی لڑکی بھی ہے جو باپ کے پاس رہتی ہے، تو اب اس بیٹے کا دوسرا نکاح کرانے کی ذمہ داری باپ پر ہے یا نہیں؟ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیٹا اگر جوان اور تندرست ہے تو اس کے کھانے پینے

اور نکاح وغیرہ کی ذمہ داری والدین پر نہیں رہتی اس پر ضروری ہے کہ وہ خود محنت کرے اور اپنا گذر بسر کرے، لہذا والد پر شرعاً واجب نہیں ہے کہ وہ آپ کے دوسرے نکاح کا خرچ اٹھائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۱۲﴾ لڑکی ایک ملک میں رہتی ہے اور لڑکا دوسرے ملک میں، تو دونوں کے مابین نکاح کی کیا شکل ہے؟

سوال: لڑکا کنیڈا میں ہے، اور لڑکی انڈیا میں ہے، اور منگنی کی رسم ادا ہو چکی ہے، اور اب لڑکی کا نکاح پڑھا کر اسے کنیڈا بھیجنا ہے، تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت میں نکاح کا طریقہ اور شرائط مقرر ہیں، ان شرائط کی رعایت کے ساتھ نکاح کیا جائے گا تو ہی نکاح درست اور صحیح کہلائے گا۔ شرعاً مرد ،عورت یا عورت کے وکیل کی طرف سے جو ایجاب وقبول ہوتا ہے، اس کا ایک مجلس میں ہونا اور دو گواہوں کا اس ایجاب وقبول کو سننا شرط ہے، تار سے کئے جانے والے نکاح (ایجاب وقبول) میں یہ شرائط نہیں پائے جاتے اس لئے تار سے کیا گیا نکاح معتبر نہیں ہے۔

ایسی صورت میں جب کہ لڑکا ایک ملک میں ہو اور لڑکی دوسرے ملک میں ہو، نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکی اپنے نکاح کرانے کا اختیار ایسے شخص کو سپرد کرے جو لڑکے کے ملک میں رہتا ہو، اور وہ شخص لڑکی کا وکیل بن کر اس کو ملے ہوئے اختیار سے اس لڑکے سے اس لڑکی کا نکاح کرائے ، اور ایجاب وقبول کے وقت دو گواہ بھی وہاں ہوں ، جو اس وکیل اور لڑکے کے مابین ہونے والے ایجاب وقبول کو سنیں ، تو اس طرح کرنے سے نکاح صحیح اور درست کہلائے گا۔ اور اسی طرح لڑکا بھی لڑکی کے ملک میں اپنے نکاح کا کسی کو وکیل بنا

کراس طرح نکاح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۱۳﴾ والد نابالغ لڑکی کا نکاح کرادے تو نکاح فسخ نہیں ہوسکتا؟

سوال: ہمارے یہاں ایک ۷،۸ سال کی ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد کی ولایت کے تحت ہوا ہے، بعد میں اسکول جاتے ہوئے اس لڑکی کو ایک دوسرے لڑکے کے ساتھ محبت ہوگئی، بالغ ہوتے ہی لڑکی اپنے منکوحہ شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی تھی، اورلڑکی کو جس کے ساتھ محبت ہوگئی تھی، اس کے ساتھ بھاگ گئی،لڑکی کہتی ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے یا نہیں مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے،اوراس کے ساتھ رہنے پر میں راضی نہیں ہوں، جس کے ساتھ میں بھاگی ہوں اسی کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔تو اب اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے کے ساتھ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ کیا اسے اپنے اول شوہر سے طلاق لینا ضروری ہے؟ یا لڑکی کے انکار کرنے سے نکاح فسخ ہوگیا؟ اورلڑکی پر عدت ہے یا نہیں؟ لڑکی پہلے والے شوہر کے ساتھ کبھی بھی تنہائی میں نہیں ملی، اور نہ ہی ان دونوں میں کبھی کوئی تعلق ہوا تھا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... باپ یا دادا نے اپنی ولایت سے اپنی لڑکی یا پوتی کا نکاح کرا دیا ہو، تو چاہے لڑکی کو وہ نکاح منظور ہو یا نامنظور ہو، اور نکاح کا علم ہو یا نہ ہو، رضامندی ہو یا نہ ہو، بہرصورت نکاح صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے،اورلڑکی بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو منظور نہ کرے تو بھی نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔(شامی:۲،ہدایہ)۔

لہذا صورت مسئولہ میں لڑکی کا نکاح منعقد ہو چکا ہے،اور اگر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ کسی بھی صورت میں رہنے پر راضی نہ ہو تو اس کے شوہر سے کسی بھی طرح طلاق لینی چاہئے،

اورشوہر کے ساتھ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اس لئے ایک طلاق سے لڑکی بائن یعنی نکاح سے بالکل علیحدہ ہو جائے گی، اور اس پر عدت بھی نہیں ہے، لہذا طلاق کے فوراً بعد دوسرے لڑکے سے نکاح بھی کرسکتی ہے، طلاق لینے سے قبل اپنے محبّ کے ساتھ کسی بھی طرح کا رشتہ یا تعلق رکھنا زنا میں شمار ہوگا، جو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

﴿۱۷۱۴﴾ بغیر گواہوں کے نکاح صحیح نہیں ہوں گے؟

سوال: اگر کسی نکاح میں گواہ نہ ہوں، صرف لڑکا لڑکی اور خطیب نکاح پڑھانے والا ہو، تو ان تینوں کی حاضری میں کیئے گئے نکاح صحیح ہوں گے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے صحیح ہونے کے لئے اسی مجلس میں دو گواہوں کا ہونا شرط ہے، جو بیک وقت دونوں کا ایجاب وقبول سن سکیں۔ صورت مسئولہ میں گواہوں کی عدم موجودگی کے سبب نکاح صحیح نہیں ہوں گے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۱۵﴾ آزاد بالغ مرد وعورت کا اپنی مرضی سے دو گواہوں کے روبرو نکاح کر لینا معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: ہندہ نے زید سے نکاح کرنے کا وعدہ کیا، اس کے بعد زید اپنی والدہ کے ساتھ نکاح کا پیغام لے کر ہندہ کے گھر گیا، ہندہ کی والدہ نے جواب دیا کہ ہم ایک ہفتہ کے بعد جواب دیں گے، ہندہ کو بات چیت سے پتہ چل گیا کہ نفی میں جواب دینے والے ہیں، تو ہندہ نے زید کو خط لکھا اور ساری بات سے واقف کر دیا، اور لکھا کہ کسی بھی صورت میں وہ زید ہی سے نکاح کرے گی، زید نے جواب میں کہا کہ وہ اپنے گھر والوں کو کسی بھی طرح منائے، اور شادی پر رضامند کر لے، لیکن ہندہ کے گھر والوں نے ہندہ کو گھر میں قید کر دیا،

اور ایک دن سب گھر والوں کے ساتھ ہندہ کو اپنے وطن ہندوستان بھیج دینے کے لئے گھر سے نکل گئے۔لندن ایر پورٹ پر ہندہ نے وہاں کے افسر کو بتایا کہ اس کے گھر والے زبر دستی سے اسے انڈیا بھیج دینا چاہتے ہیں، اور وہ زید سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اور اس کے گھر والے اسے روکتے ہیں۔افسر نے زید کو ایر پورٹ پر بلایا، اور ہندہ کو زید کے حوالے کر دیا، وہاں سے نکل کر ہندہ اور زید نے تین مسلمان گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا، اور رجسٹر پر دستخط بھی کئے۔نکاح کے بعد دونوں زید کے گھر آئے، زید نے ہندہ سے کہا کہ اب ہم دونوں کی شادی ہوچکی ہے، لیکن لوگ بات کریں گے اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ، اور وہاں مولانا کو بلا کر باقاعدہ خطبہ کے ساتھ نکاح کریں گے، اور یہ بہتر ہے، ہندہ اپنے گھر گئی تو ہندہ کے گھر والوں نے زید کو خبر کئے بغیر اسے دوسرے ملک بھیج دیا، زید کو جب معلوم ہوا تو اس نے اس پتہ پر بہت خط لکھے، لیکن اس کے کسی خط کا جواب نہیں آیا، کچھ دنوں بعد زید کو ہندہ کا خط ملا کہ وہ قانون کے مطابق زید سے طلاق چاہتی ہے، اور اس کی کارروائی وکیل کو سپرد کردی گئی ہے، زید اسے طلاق دینا نہیں چاہتا، اس کے ساتھ گھر بسانا چاہتا ہے، تو کیا زید اگر ہندہ کو طلاق نہ دے تو ہندہ دوسرے کسی مرد سے نکاح کرسکتی ہے؟ اور شرعاً ان کا کیا ہوا نکاح معتبر ہے یا نہیں؟ زید مسلمان ہے، نمازی ہے، اور تاجر ہے، اس کی آمدنی بھی اچھی ہے، ہندہ کے والدین گجراتی وہورا ہیں، اس لئے اونچ نیچ (اعلی وادنی) کا سوال نہیں ہے، سب مسلمان ہیں، کلمہ گو ہیں، اللہ، نبی کو ماننے والے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آزاد بالغ مرد اور عورت جب دو مسلمان گواہوں کے روبرو نکاح کا ایجاب وقبول کرتے ہیں تو اس سے نکاح منعقد اور صحیح ہوجاتا ہے، اور عورت

باقاعدہ اس کی بیوی بن جاتی ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زید نے جب کہ تین مسلمان گواہوں کے روبرو کورٹ میں جا کر ہندہ کے ساتھ نکاح کا ایجاب وقبول کرلیا تھا، اور ہندہ کو بیوی کے طور پر قبول کیا۔ اور احتیاطاً نکاح کے کاغذات پر دستخط بھی کئے، تو یہ نکاح صحیح اور معتبر سمجھا جائے گا۔

نکاح سے قبل خطبہ مسنون ہے، شرط یا فرض نہیں ہے، اس لئے بغیر خطبہ پڑھا گیا نکاح صحیح ہوگیا۔ اب جب تک زید طلاق نہ دے، یا اس کا انتقال نہ ہو جائے، اور عدت پوری نہ ہو جائے یہ عورت کسی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، اور یہ جاننے کے باوجود کہ یہ منکوحہ ہے اس کا دوسری جگہ نکاح کرا دیا جائے تو اس میں حصہ لینے والے سخت گنہگار ہوں گے، اور زنا کا گناہ ہوگا۔

عالمگیری میں ہے: **لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره**۔ کسی مرد کے لئے کسی کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں جب تک ہندہ کو طلاق نہ مل جائے، وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۱۶﴾ والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کرنا؟

سوال: میرا ایک دوست ہے، وہ اپنی پھوپھی کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اور اس کے والد صاحب منع کرتے ہیں، تو اگر میرا دوست والد کی مرضی کے خلاف اس لڑکی سے نکاح کرلے تو اسے گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عاقل بالغ مرد اپنی مرضی سے اپنے خاندان (کفو) میں نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، لیکن والدین ناراض ہوں اور منع کرتے ہوں تو اس کا

سبب معلوم کر کے اس کا حل نکالنا چاہئے۔اور اگر وہ انانیت اور گھمنڈ کی وجہ سے انکار کرتے ہیں، تو ایسی بات ماننے پر لڑکا مجبور نہیں ہے، اور اگر کسی شرعی نقطہ نظر سے یا کسی مانع کی وجہ سے انکار کرتے ہیں تو والدین کی اطاعت واجب ہے۔(شامی:۵)

﴿۱۷۱۷﴾ طلاق کی شرط پر ہونے والے نکاح میں حصہ لینا

سوال: ایک شخص نے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ نکاح پڑھ کر فوراً اپنی بیوی کو طلاق دے گا، نکاح پڑھانے والے اور شاہد اور وکیل کو بھی اس بات کا علم تھا، اس کے باوجود اس کا نکاح پڑھایا گیا اور شاہد اور وکیل نے شرکت کی؟ تو کیا اس طرح نکاح پڑھانا اور اس میں شاہد اور وکیل بننا جائز ہے؟ اور جن حضرات نے اس نکاح میں حصہ لیا ان کا نکاح فاسد ہو گیا یا باقی رہا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نکاح پڑھانے والے اور شاہد اور وکیل کو معلوم ہو تو اس نکاح میں کسی طرح کا حصہ نہیں لینا چاہئے، اس کے باوجود انہوں نے حصہ لیا تو اس سے ان کے نکاح پر کوئی اثر یا فساد نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۱۸﴾ نکاح سے قبل دلہے کو کلمہ، دعائے قنوت پڑھوانا؟

سوال: نکاح سے قبل ہمارے یہاں دلہے کو پانچ کلمے، ایمان مفصل اور دعائے قنوت پڑھاتے ہیں اس کے بعد قاضی صاحب نکاح کا خطبہ پڑھتے ہیں اور پھر ایجاب وقبول ہوتا ہے، تو یہ طریقہ از روئے شرع کیسا ہے؟ اور دلہن کو پانچ کلمے اور قنوت نہیں پڑھاتے، تو کیا شریعت میں صرف مرد کو پڑھانے کا حکم وارد ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نکاح سے قبل پانچ کلمے اور قنوت وغیرہ پڑھوانے کی رسم

صرف ہمارے علاقہ میں ہی ہے، حضور ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں یہ دستور نہیں تھا آپ ﷺ نے یا کسی صحابی نے نکاح سے قبل کلمہ یا قنوت پڑھا ہو یہ کتابوں سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس رسم کو بند کر دینا چاہئے، کلمہ پڑھانے کا ایک فائدہ تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دلہا مسلمان نہ ہو تو کلمہ پڑھتے ہی مسلمان ہو جائے لیکن دعائے قنوت تو بالکل بے محل ہے۔

نکاح پڑھانے والے مُلّاں جو نکاح پڑھانے کے روپئے لیتے ہیں، ہوسکتا ہے انہوں نے یہ رسم شروع کی ہو تاکہ سیدھے سادے سنت طریقہ کے مطابق نکاح پڑھانے میں ایک یا ڈیڑھ منٹ لگے گی اور دلہے والوں کو ہوگا یہ ڈیڑھ منٹ کے اتنے روپئے لے لئے؟ انہیں زیادہ کام بتانے کی نیت سے یہ رسم شروع کی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۱۹﴾ لڑکی کا اجازت میں بسم اللہ کہنا کافی ہے؟

سوال: نکاح کے وقت لڑکی کے پاس شاہد اور وکیل جاتے ہیں، اور اس سے اجازت لیتے ہیں، تو اگر لڑکی جواب میں صرف بسم اللہ کہے تو کیا یہ اجازت سمجھی جائے گی؟ یا زبان سے ''میں اجازت دیتی ہوں'' ایسا پورا جملہ کہنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نکاح کے لئے جب بالغ لڑکی سے اجازت لی جائے تو اگر اجازت لینے والا وکیل یا اس کا مقرر کیا ہوا شخص ہو تو اس کے جواب میں لڑکی اشارۃً یا کنایۃً بھی اجازت دے تو وہ اجازت معتبر سمجھی جائے گی۔ لہذا ''مجھے منظور ہے'' یوں کہے یا صرف ''بسم اللہ'' کہے دونوں صورت میں رضامندی سمجھی جائے گی، اور نکاح معتبر سمجھا جائے گا۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۲۰﴾ گونگے بہرے کے نکاح کا طریقہ؟

سوال: میرے بھائی کا لڑکا پیدائشی بہرا گونگا ہے نہ بول سکتا ہے نہ سن سکتا ہے، اشارہ سے بات کو سمجھتا ہے، اس کے نکاح کرانے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گونگا بہرا شخص لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو لکھ پڑھ کر اور نہ جانتا ہو تو ایجاب و قبول کا اشارہ کر کے یعنی اشارہ سے اسے سمجھایا جائے کہ کیا تو نے اسے اپنے نکاح میں قبول کیا؟ وہ اشارہ میں جواب دے کہ میں نے قبول کیا تو اس سے گونگے اور بہرے کا نکاح ہو جائے گا، گونگے اور بہرے کا اشارہ سے قبول کرنا اور طلاق دینا شریعت میں معتبر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۲۱﴾ جھوٹے نام سے نکاح پڑھنا؟

سوال: ایک لڑکے کا نام عمر ہے اس کے والد کا نام عبد الرحیم ہے اور اس کے چچا کا نام داؤد ہے، داؤد بیرون ملک مقیم ہے، داؤد نے اپنے بھتیجے عمر کو بیرون ملک بلایا اور بلانے کے لئے جو پاسپورٹ بنایا تو اس میں عمر کا نام قاسم لکھوایا اور والد کا نام عبد الرحیم کے بجائے داؤد نام لکھوایا، اب یہ لڑکا جھوٹے نام کے ساتھ لندن پہنچ گیا، اور وہاں اس کا نکاح ہوا، نکاح بھی اسی جھوٹے نام کے ساتھ ہوا، نکاح پڑھانے والے کو اپنا غلط نام قاسم بتایا اور شاہد اور وکیل نے بھی اسی جھوٹے نام سے لڑکی سے اجازت لی، لڑکا اور لڑکی دونوں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں لیکن اصل نام کے بجائے جھوٹے نام سے نکاح پڑھایا ہے، تو اس طرح کیا گیا نکاح شرعی رو سے معتبر ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صحیح رہبری فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... لڑکے نے جب نکاح کا ایجاب و قبول کیا اس وقت یہ

معلوم ہو کہ یہ لڑکا جو بیٹھا ہے اس کا نام قاسم ہے اور لڑکی کو بھی معلوم ہو کہ قاسم سے یہی لڑکا مراد ہے اور اسی نام سے نکاح پڑھایا تو نکاح صحیح ہو گیا، اس لئے جہالت باقی نہیں رہی۔
(درمختار مع الشامی: ۲/ ۳۶۷)

﴿۱۷۲۲﴾ چھوٹے گاؤں میں نکاح درست ہے؟

سوال: میری منگنی ایک ایسے گاؤں میں ہوئی ہے جہاں مسلمانوں کے صرف چار ہی گھر ہیں، اور اس گاؤں میں مسجد بھی نہیں ہے، اور میرے علم کے مطابق وہاں کے لوگ بے نمازی ہیں، صرف جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، تو وہاں نکاح کرنے میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... نکاح کرنے کے لئے اس جگہ کا شہر ہونا یا وہاں مسجد ہونا شرط نہیں ہے، لہذا صورت مسئولہ میں چھوٹے گاؤں میں جہاں آپ کا رشتہ طے ہوا ہے نکاح کرنا درست ہے۔

زواج المدنی یعنی سیول میرج

﴿۱۷۲۳﴾ سیول میرج کا حکم؟

سوال: ایک لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے ایک دوسرے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، لڑکی کی عمر ۱۸ سال اور لڑکے کی عمر ۲۰ سال ہے، تو وہ دونوں دو گواہوں (اپنے دوستوں) کی حاضری میں کورٹ میں جا کر نکاح کر لیں، تو کیا شرعاً ان کا نکاح صحیح ہو جائے گا؟ اور وہ دونوں میاں بیوی بن جائیں گے؟ اور یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بالغ مرد اور عورت اپنے کفو میں دو مسلمان گواہوں کی حاضری میں شرعی طریقہ کے مطابق نکاح کر لیں تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ نکاح علی الاعلان کرو، اس لئے چھپ کر دو گواہوں کے سامنے نکاح کر لینا اور اعلان نہ کرنا اس حدیث کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہے، لہذا لوگوں میں اعلان بھی کر دینا چاہئے اور یہ مستحب ہے، اور اس سے لوگوں میں بدگمانی بھی ختم ہو جائے گی۔
(مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۳/۴۲۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۲۴﴾ سیول میرج ہو جانے کے بعد لڑکی کا اسے غیر معتبر قرار دینا؟

سوال: ہمارے یہاں ابھی ابھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی کا سیول میرج ہوا ہے، اس وقت دو دیندار مسلمان مرد بھی وہاں موجود تھے، اور گواہ کے طور پر ان کے دستخط بھی لئے گئے، اب کسی وجہ سے وہ لڑکی اس لڑکے کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں ہے، اور ہمارے یہاں کے دستور کے مطابق سیول میرج کے بعد سنت طریقہ کے مطابق اسلامی نکاح اس کے ساتھ کرنے سے انکار کر رہی ہے، اور سیول میرج سے کئے گئے نکاح کو معتبر قرار نہیں دیتی، تو

اب یہ لڑکی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلامی قانون کے مطابق نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مرد اور عورت کا ایجاب وقبول کرنا اور اس وقت دو مسلمان گواہوں کا ایک ہی مجلس میں سننا ضروری ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں سیول میرج کے وقت ایجاب وقبول کرتے وقت دو مسلمان دیندار مردوں نے سنا ہے اور اس واقعہ کے گواہ بنے ہیں اس لئے اسلامی نقطہ نظر سے یہ نکاح صحیح اور منعقد ہوگیا۔ البتہ خطبہ مسنونہ نہیں پڑھا گیا اس لئے خلاف سنت کہلائے گا، اور یہ لڑکی اس لڑکے کی زوجہ کہلائے گی، اور اسلامی طریقہ کے مطابق دوبارہ نکاح پڑھنا ضروری نہیں ہے، اس لئے لڑکی کا انکار کرنا اور سیول میرج کو غیر معتبر قرار دینا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جب تک لڑکا نکاح کے تعلق کو ختم نہ کرے یا اور کسی طریقہ خلع وغیرہ سے نکاح کے تعلق کو ختم کرنے پر لڑکے کو رضامند نہ کرلیا جائے یہ لڑکی کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔ (شرح وقایہ، شامی، عالمگیری: ۱/۲۶۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۲۵﴾ سیول میرج سے کیا گیا نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص نے سیول میرج کرکے ایک لڑکی سے نکاح کرلیا، اس نکاح پر لڑکی کے والد نے اعتراض کیا اور مقدمہ دائر کیا، لیکن فیصلہ ان کے حق میں نہیں ہوا، لڑکی کا خاندان نیچے درجہ کا اور لڑکے کا خاندان اونچے درجہ کا ہے، تو اس میں شریعت کی طرف سے اس نکاح کو فسخ کرنے کا کوئی راستہ نکل سکتا ہے؟ اور سیول میرج سے کیا گیا نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے لکھنے کے مطابق لڑکی کا خاندان نیچے درجہ کا ہے اور لڑکے کا خاندان اونچے درجہ کا ہے، تو اگر لڑکی عاقلہ وبالغہ ہو اور مہر مثل پر نکاح کیا گیا ہو، تو

اگر چہ لڑکی کے والدین نکاح کے خلاف ہوں، اور ان کی اجازت کے بغیر نکاح کیا گیا ہو، نکاح صحیح ہو جائے گا، اور ولی کو نکاح کے فسخ کرانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۱۷۲۶﴾ سیول میرج کا حکم؟

سوال: ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، دونوں بالغ ہیں، اور وہ دونوں آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، لیکن لڑکا یا لڑکی یا دونوں کے والدین اس نکاح کے خلاف ہیں، اب اگر یہ دونوں ایک وکیل اور دو گواہوں کو لے کر کسی مولانا صاحب کے روبرو نکاح کر لیں، تو یہ نکاح عند الشرع قابل قبول ہوگا؟ یا اگر یہ دونوں اپنی جان کی سلامتی کے لئے سرکاری قانون کا سہارا لے کر ایک وکیل اور دو گواہوں اور ایک مولانا صاحب کو لے کر سرکاری کورٹ میں سیول میرج کرتے ہیں، تو اس طرح کیا گیا نکاح عند الشرع قابل قبول ہے؟ ان دونوں نکاحوں کا حکم شریعت میں کیا ہے؟ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: شرعی طریقہ کے مطابق گواہوں کی حاضری میں نکاح کیا گیا ہو تو وہ نکاح معتبر اور صحیح کہلائے گا، اس نکاح سے وہ لڑکی اس لڑکے کی زوجہ بن جائے گی۔ **النکاح ینعقد بالایجاب و القبول:** (یعنی دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے)۔ اس لئے شرعی طریقہ کے مطابق کیا گیا نکاح اور سیول میرج دونوں صحیح ہیں، صرف غیر کفو میں یا نکاح کی کوئی دوسری شرط کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو نکاح کے حکم میں فرق آ جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۷۲۷﴾ سرکاری آفس میں نکاح رجسٹرڈ کرانے سے نکاح صحیح ہو جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ :

برطانیہ میں بعض حضرات وقتی طور پر ویزا لے کر اپنے ملک سے تشریف لاتے ہیں اُن میں سے غیر شادی شدہ حضرات برٹش مسلم لڑکیوں سے شادی کر کے رہائش کا حق حاصل کرتے ہیں۔اس سلسلے میں برٹش قانون کے مطابق نکاح پڑھ کر (جسے سول میرج کہتے ہیں)۔ میرج سرٹیفیکٹ حاصل کر کے مستقل ویزا ملنے تک نہ اسلامی نکاح پڑھتے ہیں اور نہ ہی لڑکی کی رخصتی عمل میں آتی ہے۔یاد رہے کہ حکومت کے رجسٹرار کے آفس میں نکاح پڑھانے والا آفیسر کبھی غیر مسلم مرد ہوتا ہے کبھی عورت۔البتہ اس مجلس میں ہمارے دو چار مسلم مرد عورت حاضر ہوتے ہیں۔اب جواب طلب امر یہ ہے کہ :-

(الف) کیا حکومت برطانیہ کے قانون کے مطابق نکاح پڑھانے والا غیر مسلم مرد یا عورت چند مسلم مردوں اور عورتوں کے سامنے دولہا دولہن کا ایجاب وقبول کروادے تو شرعی طور پر نکاح واقع ہو جائیگا؟ اب دوبارہ اسلامی نکاح پڑھانے کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

(ب) لڑکے کی برطانیہ میں رہائش کا حق حاصل کرنے کیلئے ہوم آفس پر میرج سرٹیفیکٹ کے علاوہ اسلامی نکاح نامہ بھی بھیجنا پڑتا ہے۔اس لئے بغیر اسلامی نکاح پڑھائے اسلامی نکاح سرٹیفیکٹ حاصل کر کے بھیجا جاتا ہے۔اس سرٹیفیکٹ پر باقاعدہ لڑکا لڑکی دونوں کے دستخط کرائے جاتے ہیں۔کیا خطبۂ نکاح اور اسلامی طریقہ سے نکاح پڑھائے بغیر نکاح کے رجسٹر پر لڑکا لڑکی دونوں اپنے نکاح کی رضامندی کے صرف دستخط کر دیں تو اس سے اسلامی نکاح ثابت ہو جائیگا؟

(ت) لڑکی کے سول میرج کرنے اور اسلامی نکاح پر دستخط (بغیر اسلامی نکاح کے) کرنے کے بعد کبھی لڑکی اپنا ارادہ بدل دیتی ہے اور جس سے سول میرج ہوا ہے اسکی بجائے دوسرے لڑکے سے یہ سمجھ کر اسلامی نکاح کسی مولوی صاحب سے پڑھا لیتی ہے کہ

اگلے لڑکے سے باقاعدہ نکاح نہیں ہوا ہے۔تو اب ان دونوں نکاحوں میں سے صحیح نکاح کونسا سمجھا جائیگا۔

الجواب : حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

(۱) نکاح کے منعقد ہونیکے لئے مرد اور عورت ایجاب وقبول کرے اسوقت الفاظ صیغہ ماضی کے ہوں اور اسوقت مجلس میں دو مرد مسلم یا ایک مرد اور دو عورت سن لے تو شرعی طور پر نکاح منعقد ہو جاتا ہے نکاح کے الفاظ ادا کرنے والا مسلم یا غیر مسلم ہو مرد ہو یا عورت ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں حکومت برطانیہ کے قانون کے مطابق رجسٹرڈ میرتج بیورو میں سول میرتج کے وقت جو الفاظ میاں بیوی سے مادری اور انگلش زبان میں ادا کروائے جاتے ہیں وہ اسلامی شرائط کے مطابق ہیں اسلئے اسوقت گواہ کی شرط پوری ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا دوبارہ نکاح کروانیکی ضرورت نہیں۔ ہدایہ میں ہے النکاح ینعقد بالایجاب و القبول اھ ص۳۰۵ ج۲

(۲) الفاظ کے ادا کئے بغیر صرف رجسٹرڈ میں دستخط کر دے تو اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوتا شامی میں لکھا ہے اذا الکتابة من الطرفين بلاقول لاتکفی ولو فی الغيبة الخ ص۲۳،ج۴

(۳) سول میرتج جس طریقہ سے یہاں ہوتا ہے اسمیں جو الفاظ ذکر کئے اور کروائے جاتے ہیں وہ اسلامی احکام نکاح کے مطابق ہوتے ہیں اسلئے گواہوں کی تعداد پوری ہوگئی ہو تو اسلامی حکم کے مطابق نکاح کا انعقاد ہو جائیگا اب اس سے شرعی طور پر طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے آدمی سے نکاح کرنا باطل ناجائز اور حرام ہے اور دوسرا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔(عالمگیری) واللہ اعلم۔

﴿۱۷۲۸﴾ یو.کے. جانے سے قبل سول میرج کرنے کی حیثیت؟

سوال: ایک لڑکے کو یو.کے. سے لڑکی والوں نے شادی کے لئے یو.کے. بلایا تھا، بلانے سے قبل لڑکا اور لڑکی کا سول میرج کروانا پڑتا ہے اور اس کے لئے دو گواہ بھی بنانے پڑتے ہیں بعد میں یو.کے. پہنچ کر با قاعدہ اسلامی طریقہ سے دوسری مرتبہ نکاح ہوتا ہے، اس لڑکے کا بھی پہلے سول میرج ہوا اور وہ یہاں سے یو.کے. چلا گیا، لیکن کسی نا اتفاقی کی وجہ سے بعد میں شرعی نکاح نہیں ہوا، اور اب لڑکی والے اس لڑکے سے نکاح کروانا نہیں چاہتے، تو از روئے شرع بتائیں کہ کیا اس مسئلہ میں لڑکے سے طلاق لینا ضروری ہے؟ یا شرعی نکاح نہیں ہوا تو طلاق کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر طلاق لینا ضروری ہو اور لڑکا طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو لڑکی کو علیحدگی کے لئے از روئے شرع کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو مسلمان مردوں کی موجودگی میں سول میرج کرنے سے شرعاً نکاح صحیح ہو گیا، اس لئے بغیر طلاق کے یہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، اگر مرد اس لڑکی کو رکھنے کے لئے راضی نہ ہو اور طلاق بھی دینا نہ چاہتا ہو تو مسلمان جج سے فیصلہ کروا کر یا شرعی پنچایت کے روبرو عورت اپنا مقدمہ دائر کر کے اپنا نکاح فسخ کروا سکتی ہے۔

باب المحارم

باب فیما یحل نکاحه وما لا یحل

﴿۱۷۲۹﴾ کن کن لڑکیوں سے نکاح ناجائز ہے؟

سوال: اسلام میں کن کن لڑکیوں سے نکاح کرنا ناجائز بتایا گیا ہے؟ اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالیں، ترتیب وار ہر رشتہ کو بتائیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن پاک میں اس موضوع پر واضح ارشاد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **حرمت علیکم امهتکم و بنتکم (نساء:۲۳)۔**

حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے صحبت کی اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو۔ (ترجمہ شیخ الہند)۔

اس آیت کی روشنی میں اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، دودھ پلانے والی ماں، دودھ شریک بہن، ساس اور جس عورت سے جماع کیا ہو اس کی پہلے شوہر کی لڑکی، صلبی بیٹے کی عورت، اور اپنی بیوی کے نکاح میں رہتے ہوئے یا عدت میں ہوتے ہوئے اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، اور نانی اور دادی کے ساتھ بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۳۰﴾ کیا پھوپھی کے لڑکے سے میری لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال: میری پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ میری لڑکی کا نکاح جائز ہے؟ ہمارا رشتہ ماموں پھوپھی کا ہے، وہ میری لڑکی کا چچا ہوتا ہے۔(۲) ایک عورت کسی کی منکوحہ ہے، وہ جان بوجھ کر دوسرا نکاح کررہی ہے، اس نے پہلے شوہر سے طلاق بھی نہیں لی، تو ایسی عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسی عورت کو کیا سزا دی جاتی؟ (۳) ایک مرد کی منکوحہ سے دوسرے مرد کا نکاح ہو رہا ہو اور اس کے شوہر کو اس کا علم بھی ہو اور یہ اس نکاح کے خلاف آواز نہ اٹھائے اور نکاح ہونے دے تو ایسے مرد کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے مرد اور عورت کو کیا سزا دی جاتی؟

خلاف شریعت کام کرنے والوں کے ساتھ ہمارا سلوک کیسا ہونا چاہئے؟ ان سوالوں کے جوابات واضح الفاظ میں عطا فرما کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... قرآن شریف میں جن رشتوں سے نکاح کو حرام بتایا گیا ہے ان میں سے یہ رشتہ نہیں ہے، اس لئے دونوں کا آپس میں نکاح درست ہے، مذکور شخص لڑکی کا حقیقی چچا نہیں ہے اس لئے نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (شامی)۔

(۲) جو عورت کسی کی منکوحہ ہو وہ کسی حال میں دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی، اگر نکاح کیا تو وہ نکاح معتبر نہیں کہلائے گا، رد اور باطل کہلائے گا، اسلامی اور دنیوی دونوں قانون اس مسئلہ میں ایک ہی ہیں لہذا دوسرا نکاح غیر معتبر کہلائے گا۔

(۳) ایک شخص جس کا شرعاً اور صحیح نکاح ایک عورت کے ساتھ ہوا ہے، اس نے طلاق بھی نہیں دی ہے اور وہ عورت کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرلے اور پہلا شوہر خاموش

تماشائی بن کر دیکھتا رہے اور کوئی اعتراض نہ کرے' یہ تو ہو نہیں سکتا، مرد کی مجبوری کیا ہے؟ یہ جانے بغیر کوئی سخت حکم نہیں بتایا جا سکتا۔

جو لوگ خلاف شریعت کام کرتے ہوں ان کو ہاتھ یا زبان سے اس کام کو کرنے سے روکنا چاہئے اور منع کرنا چاہئے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اس کام پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے اور یہ بتانا چاہئے کہ ہم ان کی کوئی مدد کرنے والے نہیں ہے' اتنا تو ضرور کرنا چاہئے۔

﴿۱۷۳۱﴾ خالہ زاد بہن سے نکاح درست ہے؟

سوال: دو حقیقی بہنیں ہیں، ان میں سے ایک بہن کے لڑکے کا نکاح دوسری بہن کی لڑکی کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی خالہ زاد بہن سے نکاح درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف میں جن رشتہ دار عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا گیا ہے، اس میں سوال میں مذکورہ رشتہ کو حرام نہیں فرمایا گیا ہے، اس لئے خالہ زاد بہن سے نکاح درست ہے۔

﴿۱۷۳۲﴾ خالہ کی لڑکی سے نکاح درست ہے؟

سوال: میرے بڑے بھائی نے میری حقیقی خالہ کا دودھ پیا ہے اور ان کی بڑی لڑکی نے میری والدہ کا دودھ پیا ہے، میں نے اپنی خالہ کا دودھ نہیں پیا ہے، اور میری خالہ کی چھوٹی لڑکی نے میری والدہ کا دودھ نہیں پیا ہے، ہم دونوں ایک دوسرے سے نکاح کرنے کے لئے رضا مند ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ میرا نکاح مذکورہ میری چھوٹی خالہ زاد بہن سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مجھے دل سے ان رشتوں کی وجہ سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ناجائز رشتہ سے تعلق نہ ہو۔ لہذا آنجناب شریعت کی روشنی واضح حکم بیان فرمائیں تاکہ میرے لئے آسانی ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدت رضاعت میں (ڈھائی برس کے اندر) آپ نے اپنی خالہ کا دودھ نہیں پیا ہے، نیز آپ کی چھوٹی خالہ زاد بہن نے بھی مدت رضاعت میں آپ کی والدہ کا دودھ نہیں پیا ہے، اس لئے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور آپ دونوں نکاح کر سکتے ہیں۔(امدادالفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۳۳﴾ کیا اہل حدیث سے نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل کے متعلق کہ اہل حدیث مسلمان ہیں یا نہیں؟ اور ان کے بچوں اور بچیوں کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے اس طرح کے تعلقات اور ربط کہ وہ پھر اپنی جماعت میں داخل ہونے کی تشکیل کریں تو کیا ان سے اس طرح کے تعلقات جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اہل حدیث دوسرے مسلمانوں کی طرح اسلامی عقائد کو مانتے ہیں اس لئے مسلمان ہیں مگر وہ لوگ تقلید اور دوسرے چند مسائل میں فروعی اختلاف کرتے ہیں اس لئے وہ فاسق وفاجر کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں البتہ ان کے یہاں لڑکی کی شادی کرنا یا ان کے یہاں سے لڑکی کو شادی کر کے لانا شرعاً جائز ہے مگر اس طرح کرنے سے اپنے عقائد پر اثر پڑتا ہو تو اس سے بچنا لازم ہے۔

﴿۱۷۳۴﴾ متبنیٰ بیٹے سے حقیقی بیٹی کا نکاح؟

سوال: میرے لڑکے کو اس کے پھوا نے اپنا بیٹا بنا کر لندن بلوایا ہے، لندن بلانے کے لئے یہاں کی حکومت اور لندن کی حکومت نے ہم سے اور لڑکے کے پھوا سے قسم نامہ لکھوایا ہے، اور ہم نے اور ہمارے پھوا نے قسم نامہ پر دستخط کی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا بصورت مجبوری

قسم نامہ پر دستخط کرنے سے لے پالک لڑکا پھوا کا ہوجاتا ہے؟ اور پھوا کی لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مذکورہ لڑکے کا نکاح لندن بلانے والے پھوا کی لڑکی کے ساتھ ہوسکتا ہے، اس طرح کے جھوٹے قسم نامہ سے یا متبنیٰ بنانے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا، لیکن ایسی جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ کا کام ہے اس سے توبہ ضروری ہے۔(شامی:۲) فقط واللہ اعلم

﴿۱۷۳۵﴾ متبنیٰ بیٹے کا حکم

سوال: اسلام میں شریعت کی رو سے کسی بچے کو گود لینے کا کیا حکم ہے؟ یعنی کسی بچے کو لے پالک بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......متبنیٰ لڑکا قرآنی حکم کے مطابق نسبی بیٹے کی طرح نہیں ہے، اور اسے نسبی بیٹے کا حق حاصل نہیں ہوتا، اور وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں سمجھا جاتا، تاہم ضرورت کی وجہ سے یا محبت کی خاطر کوئی شخص کسی بچے گود لینا چاہے تو شریعت کی طرف سے ممانعت بھی نہیں ہے، جائز ہے۔(کفایت المفتی:۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۳۶﴾ چھوٹے بھائی کی بیوہ سے نکاح کرنا؟

سوال: ہمارے یہاں کبھی کبھی ساتھ میں رہنے کے سبب ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ چھوٹا بھائی کا انتقال ہوجاتا ہے تو بڑا بھائی اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرلیتا ہے، یا چھوٹا بھائی اپنی بھابھی سے نکاح کرلیتا ہے، تو کیا اس طرح نکاح کرنا جائز ہے؟ اور یہاں سوراشٹر(گجرات) میں ایسا رواج ہے کہ دیور اپنی بھابھی کے ساتھ بغیر نکاح کے نکاح

جیسا تعلق رکھتا ہے۔

اس ماہ کے الاصلاح شمارہ میں اس موضوع پر تفصیلی مضمون پڑھ کر معلوم ہوا کہ اگر نکاح کر لیا جاوے تو نکاح درست ہے، اس میں یہاں تک لکھا ہے کہ دیور، جیٹھ محرم نہیں ہیں، تو کیا شرعاً ان سے نکاح جائز ہے؟ کسی جگہ پر چھوٹے بھائی کی بیوی کے ساتھ بڑے بھائی کا تعلق قائم ہو جاتا ہے، اور یہ دونوں علانیہ نکاح سے ڈرتے ہیں، لیکن گھر میں میاں بیوی جیسی زندگی گذارتے ہیں، تو ہماری شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بڑے بھائی کے انتقال کے بعد یا طلاق دینے کے بعد جب کہ عورت اپنی عدت گذار چکی ہو اور اس کا چھوٹا بھائی اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اسی طرح چھوٹے بھائی کے انتقال یا طلاق دینے کے بعد جب کہ عورت اپنی عدت گذار چکی ہو بڑا بھائی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اور اس نکاح کو شریعت میں منہی عنہا یا حرام نہیں بتایا گیا۔ بغیر نکاح کے چھوٹے بھائی کی بیوی کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا زنا اور کبیرہ گناہ ہے، اس سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے، اگر چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا ہو یا ایسی کوئی ضرورت ہو تو اس سے نکاح کر لینا چاہئے، عوام میں ایسے نکاح کا دستور نہیں ہے، اس لئے لوگوں سے یہ غلط فہمی کو دور کرنا اور جائز طریقہ پر عمل کرانے کے لئے لوگوں کو سمجھانا چاہئے، اور جو لوگوں کو سمجھائے گا اور جائز طریقہ پر عمل کرائے گا اسے حدیث شریف کے فرمان کے مطابق سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۳۷﴾ والد کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے؟

سوال: ایک لڑکا ہے اس کا نام زید ہے وہ اپنے والد کے حقیقی چچا کی بیٹی سے نکاح کرنا

چاہتا ہے، تو کیا اس سے نکاح جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زید اپنے والد کے حقیقی چچا کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے، اس لئے کہ یہ رشتہ محرمات میں سے نہیں ہے۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

﴿۱۷۳۸﴾ سوتیلے لڑکے کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے؟

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی، اس عورت کو اپنے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا، اب یہ سوتیلا باپ اس لڑکے کی مطلقہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... باپ اپنے سوتیلے لڑکے کی مطلقہ عورت سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

﴿۱۷۳۹﴾ پتراَئی چچا کے ساتھ نکاح درست ہے؟

سوال: میرے والد کے حقیقی چچا میرے پتراَئی دادا ہوئے ان کے لڑکے میرے والد کے پتراَئی بھائی ہوئے، وہ میرے پتراَئی چچا ہوئے ان کا لڑکا میرا دور کا پتراَئی بھائی ہوا، تو پوچھنا یہ ہے کہ میری لڑکی میرے اس دور کے پتراَئی بھائی سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیا یہ رشتہ محرمات میں سے ہے؟ اس لڑکی کا رشتہ اس کے پتراَئی چچا کے ساتھ طے ہوا ہے تو کیا رشتہ ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ رشتہ محرمات میں سے نہیں ہے دونوں میں آپس میں نکاح جائز ہے اس لئے بلاتردد نکاح کرسکتے ہیں۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

﴿۱۷۴۰﴾ حاملہ من الزنا سے نکاح جائز ہے؟

سوال: ایک مسلمان لڑکی حاملہ ہے اور یہ حمل زنا سے ہے اور اسی حالت میں اس کا نکاح

ہو گیا اور جس کا حمل ہے اس سے نکاح نہیں ہوا کوئی تیسرے شخص کا یہ حمل ہے اور لڑکی بھی یہ بات قبول کرتی ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ یہ نکاح معتبر کہلائے گا؟ حمل کی حالت میں نکاح جائز ہے؟ لڑکے کو ابھی معلوم ہوا وہ لڑکی کو طلاق دے کر علیحدہ کرنا چاہتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زنا سے حمل ٹھہر گیا ہو اور اس حالت میں نکاح کیا جائے تو نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے لیکن جس کا حمل ہو اس کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح ہوا ہو تو نکاح کرنے والے کے لئے وضع حمل تک اس لڑکی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ صورت مسئولہ میں عورت کی بد اخلاقی کی وجہ سے (جب کہ لڑکی خود قبول بھی کر رہی ہے) طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے، اس میں گناہ نہیں ہے۔ (شامی: ۲/۲۹۲)

﴿۱۷۴۱﴾ حاملہ من الزنا کا نکاح صحیح ہے؟

سوال: ایک عورت کو زنا سے حمل ٹھہر گیا، اس کے گھر والوں نے اس کا نکاح کر دیا، تو حاملہ کا نکاح صحیح ہوا؟ نکاح پڑھانے والا اور شاہدین اور وکیل کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حاملہ من الزنا کا نکاح کرانا اور ایسی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اس میں کوئی گناہ یا برائی نہیں ہے۔ البتہ جس کا یہ حمل ہے اگر اسی سے نکاح ہوا ہے تو وہ اس عورت سے جماع بھی کر سکتا ہے اور اگر کسی دوسرے شخص سے نکاح ہوا ہے تو وضع حمل تک اس شخص کے لئے اس عورت سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی، در مختار: ۱/۴۰۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۴۲﴾ انقضائے عدت سے قبل نکاح درست نہیں؟

سوال: ایک عورت کو طلاق ہو گئی دوسرے دن اس عورت نے کسی دوسرے شخص سے نکاح

کرلیا تو کیا یہ نکاح جائز ہو گیا؟ اس عورت نے عدت نہیں گزاری اور یہ عورت پندرہ سال سے گھر بیٹھی ہوئی تھی اپنے شوہر کے یہاں نہیں جاتی تھی ، دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ پندرہ سال سے گھر بیٹھی ہے اس لئے اس پر عدت نہیں ہے طلاق کے دوسرے دن نکاح ہو سکتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ ہمارے یہاں کے امام صاحب نے اس نکاح کے پڑھانے سے منع کر دیا تو دوسرے شخص کو لاکر اس سے نکاح پڑھایا، امام صاحب نے اس لئے منع کیا کہ اس نے عدت نہیں گزاری تو کیا امام صاحب کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... منکوحہ کو طلاق ملنے کے بعد جب تک اس کی عدت ختم نہ ہو جائے وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی ، اور عدت کے درمیان نکاح کرنے سے نکاح صحیح نہیں ہوتا، اس نکاح کے بعد دونوں کا ساتھ میں ملنا اور رہنا زنا کے حکم میں کہلائے گا، چاہے طلاق سے قبل عورت شوہر کے گھر گئی ہو یا طویل عرصے سے گھر بیٹھی ہو دونوں صورتوں میں عدت گزارنا ضروری ہے۔

جن لوگوں کو علم ہو کہ یہ نکاح عدت کے درمیان ہو رہا ہے اور پھر بھی اس نکاح میں حصہ لیں گے تو وہ سخت گنہگار کہلائیں گے اور انہیں توبہ کرنی ضروری ہے۔ (شامی، ہدایہ، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۴۳﴾ جس عورت نے بچہ دانی نکلوادی ہے اس کی عدت کتنی ہے؟ کیا وہ عدت کے ایک مہینہ کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے؟

سوال: ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی اس عورت کی بچہ دانی نکال دی گئی ہے، اس عورت کی عدت میں ابھی ایک مہینہ ہی گزرا ہے کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرنا

چاہتی ہے تو کیا یہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے؟ اس عورت کا کہنا ہے کہ میں نے آپریشن کروایا ہے اس لئے میرے لئے ایک مہینہ کی عدت کافی ہے، تو کیا شرعاً اس عورت کے لئے ایک مہینہ کی عدت کافی ہے؟ اور جس عورت نے آپریشن کروایا ہو اس کی عدت کی مدت کتنی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عدت کے بارے میں شریعت کی طرف سے واضح حکم بیان کیا گیا ہے جس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے اور عدت میں نکاح کرنے سے نکاح صحیح نہیں ہوتا، مذکورہ عورت کو عادت کے مطابق حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر آپریشن کی وجہ سے حیض بند ہو گیا ہو تو عدت تین ماہ ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس عورت کا اپنی عدت ایک ماہ بتانا غلط اور عدت کے حکم کی صریح توہین ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۴۴﴾ عدت میں نکاح صحیح نہیں ہے؟

سوال: باہر گاؤں سے لڑکی آئی ہو اور وہ دوسرا نکاح کرنا چاہے (اس سے پہلے اس کا ایک نکاح ہوا تھا، اور اس شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی اور لڑکی ایسا کہے کہ اس کی عدت ختم ہوگئی ہے) اور اس کا دوسرا نکاح کرا دیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی تو اس کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح کہلائے گا یا نہیں؟ نکاح کے وقت اس کا ولی حاضر نہیں تھا اور لڑکی کے کہنے سے اس کا نکاح کرا دیا گیا تو یہ نکاح معتبر کہلائے گا یا نہیں؟ اور نکاح پڑھانے والے کو کچھ گناہ تو نہیں ہوگا؟ اس لئے کہ نکاح پڑھانے والے کو اس بات کا علم نہیں تھا، جماعت کے لوگوں کے کہنے سے انہوں نے نکاح پڑھا دیا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بالغ لڑکی خود کہے کہ میرا نکاح پڑھا دو حال میں میں کسی کے نکاح میں نہیں ہوں اور نکاح پڑھنے والے اور پڑھانے والے کو اس کے سچے ہونے کا پورا یقین ہو اور نکاح پڑھا دیا جائے تو اس میں وہ لوگ گنہگار نہیں ہوں گے۔ (قاضی خان: ۳۷۵، شامی: ۲۷۰/۵)۔اور بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی دوسرے کے نکاح میں یا عدت میں ہے تو یہ کیا گیا نکاح صحیح نہیں کہلائے گا۔

﴿۱۷۴۵﴾ منکوحہ بغیر طلاق لئے دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

سوال: ایک مرد ایک منکوحہ عورت کو نکاح کر کے لانے کے لئے بیتاب ہے، اگر اس عورت کا شوہر اسے طلاق نہ دے تو اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شرعی اصول کے مطابق ایک مرتبہ نکاح صحیح ہو گیا تو جب تک شوہر کا انتقال نہ ہو جائے یا شوہر طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ ختم ہو جائے اس منکوحہ کا دوسری جگہ نکاح کرنا درست نہیں ہے، منکوحہ کا دوسری جگہ نکاح معتبر نہیں کہلاتا، ایسا کرنا سخت گناہ اور زنا کے مترادف ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

باب فیما لایحل نکاحه

﴿۱۷۴۶﴾ بھانجی کے ساتھ ماموں کا نکاح درست ہے؟

سوال: حقیقی بہن کی لڑکی کے ساتھ حقیقی بھائی کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ہمارے یہاں حقیقی بہن کی لڑکی (بھانجی) کے ساتھ ایک شخص نے نکاح کرلیا ہے تو کیا یہ نکاح معتبر کہلائے گا یا نہیں؟ اس معاملہ میں اب کیا کیا جائے؟ اور اس نکاح کو دس سال ہوگئے ہیں، شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن شریف میں جن رشتوں سے نکاح ناجائز اور حرام بتایا گیا ہے ان میں سے ایک بھانجی کا رشتہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: و بنت الاخ و بنت الاخت، اور حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری........... بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں۔ یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کے ساتھ نکاح حرام ہے، جس طرح بہن سے نکاح جائز نہیں ہے اسی طرح بہن کی لڑکی کے ساتھ حقیقی ماموں کا نکاح ناجائز اور حرام ہے، ایسا نکاح غیر معتبر ہے، اس لئے دونوں کو فوراً علیحدہ کردینا چاہئے۔ (بحر، شامی، عالمگیری: ۲۷۳:۳)

ماموں حقیقی بھانجی کے لئے محرم ہے، اور یہ ایک ایسا رشتہ ہے جس میں بھانجی کبھی بھی ماموں کے لئے حلال نہیں ہوسکتی، یہ نکاح کیسے ہوگیا؟ اور آج تک کسی نے آواز بھی نہیں اٹھائی؟ یہ ادنی درجہ کی جہالت اور گمراہی کی زندہ مثال ہے، اس لئے دونوں کو جلد از جلد علیحدہ کردینا چاہئے۔

﴿۱۷۴۷﴾ والد کے ماموں سے نکاح جائز ہے؟

سوال: ایک بیوہ عورت ہے، اس کے دو بچے ہیں وہ ہندو محلّہ میں رہتی ہے اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے ہمیں ڈر ہے کہ وہ عورت کہیں کسی ہندو مرد کے ساتھ شادی نہ کر لے، اس لئے ہم اس کو کسی مسلمان کے ساتھ نکاح کرنے لئے کہتے ہیں۔ تو وہ عورت کہتی ہے کہ میرے والد کے حقیقی ماموں کے ساتھ میں نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ اپنے والد کے حقیقی ماموں سے اس عورت کا نکاح ہوسکتا ہے؟ کیا اس میں شریعت کی طرف سے کوئی ممانعت تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ماموں اپنی بہن یا بہن کی اولاد یا اولاد کی اولاد سے نکاح نہیں کرسکتا، لہذا صورت مسئولہ میں والد کے ماموں سے نکاح جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۴۸﴾ خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں؟

سوال: میں سنت رسول ﷺ کے مطابق دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہوں، اور وہ دوسری لڑکی میری بیوی کی بہن کی لڑکی یعنی اس کی بھانجی ہے، وہ شادی کی عمر کی ہے، اور وہ بھی سنت رسول کے مطابق مجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے، تو کیا میں شریعت کی روشنی میں اس سے نکاح کرسکتا ہوں؟ میری عورت حیات ہے اور میرے نکاح میں ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب تک اس لڑکی کی خالہ آپ کے نکاح میں ہے، آپ اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتے، یعنی خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں بیوی بنا کر جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۴۹﴾ منکوحۃ الغیر بغیر طلاق لئے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی؟

سوال: ایک لڑکی کا نکاح آج سے چار سال قبل ہو چکا تھا، یہ لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ بہت کم وقت رہی ہے، اس عرصہ کے بعد اس شوہر کے اس لڑکی سے کوئی رابطہ نہیں ہے، اس نے دوسرا نکاح بھی کرلیا ہے اور وہ اس لڑکی کا کوئی حق ادا نہیں کرتا، اور اس کی کوئی دیکھ بھال بھی نہیں کرتا، لڑکی کے باپ نے بارہا اس شخص سے کہا کہ لڑکی کو لے جاؤ یا نان ونفقہ ادا کرو لیکن اس شخص نے اثبات میں یا نفی میں کوئی جواب نہیں دیا، لڑکی کے والدین غریب ہیں اور ضعیف ہیں اسے اکیلے گھر پر چھوڑ کر کام کے لئے بھی نہیں جاسکتے، اس لئے والدین اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرا دینا چاہتے ہیں لیکن اس کے پہلے شوہر نے اسے ابھی تک طلاق نہیں دی ہے، لڑکی کے والدین نے طلاق کے لئے بھی کہا لیکن وہ شخص کوئی جواب نہیں دیتا تو اس معاملہ میں اب کیا کیا جائے؟ کیا اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے لہذا وہ کسی کی منکوحہ ہے تو اب چاہے وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہو یا نہ رہتی ہو جب تک وہ اس شخص کے نکاح میں ہے کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی، لہذا اب اگر یہ ہوسکتا ہو کہ مرد کو سمجھا کر یا زور وزبردستی سے طلاق حاصل کی جاسکتی ہو تو طلاق لے لی جائے، یا عورت مہر یا روپیوں کے عوض خلع وغیرہ کر کے اپنی جان چھڑا سکتی ہو تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے، یہی بہتر صورت ہے۔

اگر اس میں سے کوئی بھی ترکیب کارگر نہ ہو تو عورت مسلم جج کی کورٹ میں دعویٰ کرے کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ ہوا تھا اور آج اتنے سال گذر چکے ہیں اور وہ میری کوئی خیر خبر نہیں

رکھتا اور نان ونفقہ کی ذمہ داری بھی ادانہیں کرتا اور بیوی کے حقوق بھی ادانہیں کرتا اوراس حالت میں میں اپنی زندگی نہیں گذار سکتی لہذا کورٹ مجھے میرے حقوق دلوائے یا اس شوہر سے میرا رشتہ ختم کر کے مجھے نجات دلائے، تو کورٹ عورت کی فریاد مرد کو سنا کر کارروائی کرے گی اور مرد اسے رکھنے کے لئے راضی نہ ہو یا اس کے حقوق ادا نہ کرے اور کورٹ کے کہنے کے باوجود اسے طلاق دے کر اپنے نکاح سے علیحدہ نہ کرے تو کورٹ دونوں کا نکاح فسخ کردے گی، اوراس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

اور جہاں مسلمان جج نہ ہو یا شرعی قانون کے مطابق فیصلہ نہ ہوتا ہو تو مسلم پنچایت بھی مذکورہ طریقہ کے مطابق یہ کارروائی کرسکتی ہے، لیکن اس کے لئے **الحیلۃ الناجزۃ** میں مذکورہ شرائط اور طریقہ کی مکمل پابندی کرنا اور جماعت میں ایک متقی پرہیز گار عالم کا ہونا بھی ضروری ہے، جس کی مکمل تفصیل صفحہ ۶۳ پر زوج متعنت کے بیان میں مذکور ہے، اسے دیکھ لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۵۰﴾ اپنی بیوی کوطلاق دینے کے بعداس کی بہن سے نکاح کرنا کب جائز ہے؟

سوال: ایک گھر میں تین چار بہنیں ہیں، ان میں سے دوسرے نمبر کی لڑکی سے میرا نکاح ہوا تھا، اب وہ لڑکی میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، اور طلاق چاہتی ہے، تو اسے طلاق دے کر فوراً اس کی بڑی یا چھوٹی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے؟ اگر نکاح کرنا جائز ہے تو کتنی مدت کے بعد نکاح کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کوطلاق دینے کے بعد جب تک وہ عدت میں ہو اس کی کسی بھی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے جب تک عدت ختم نہ ہو

اس کی بڑی یا چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، حیض والی عورت کی طلاق کی عدت تین حیض اور کم سنی یا سن ایاس کو پہنچ جانے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی طلاق کی عدت تین ماہ ہے۔ اور حاملہ کی عدتِ طلاق وضع حمل ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۱۷۵۱﴾ بہن کی سوتیلی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

سوال: میری ایک لڑکی ہے جس کا نام فاطمہ ہے اس کا نکاح محمد کے ساتھ ہوا ہے، محمد کی یہ دوسری شادی ہے پہلا نکاح اس کا مریم کے ساتھ ہوا تھا ناانفاقی کی وجہ سے اس سے طلاق ہوگئی، مریم سے محمد کو ایک لڑکی مسمی بہ خدیجہ ہے اس خدیجہ کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی فاطمہ کے حقیقی بھائی کے ساتھ اس کی سوتیلی لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اسلامی قاعدہ وقانون کے تحت یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت میں جن رشتہ داروں سے نکاح حرام بتلایا گیا ہے ان میں سے یہ رشتہ نہیں ہے یعنی خدیجہ کا نکاح آپ کے لڑکے کے ساتھ کرنا درست ہے اس لڑکے کا لڑکی کے ساتھ نسبی یا رضاعی کوئی رشتہ نہیں ہے صرف اس کی بہن کی سوتیلی لڑکی ہوتی ہے اس لئے دونوں کا نکاح آپس میں درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۵۲﴾ بہنوئی کی لڑکی سے سالے کا نکاح

سوال: خسر اپنے داماد کی پہلے والی بیوی کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرو اسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی داماد کو پہلے والی بیوی سے ایک لڑکی ہے اس بیوی کا موجودہ بیوی سے کوئی رشتہ نہیں ہے تو بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی سے خسر اپنے لڑکے کا رشتہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی بہنوئی کی پہلے والی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی سے سالے کا نکاح

ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خسر اپنے داماد کی پہلے والی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرانا چاہے تو کرسکتا ہے، قرآن شریف میں جن رشتوں سے نکاح کو ناجائز بتایا ہے ان میں سے یہ رشتہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۵۳﴾ سالی سے زنا کرنے سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے؟

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی کی حقیقی بہن (سالی) کے ساتھ زنا کرے تو کیا اس کی عورت اس کے نکاح میں باقی رہے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سالی سے زنا کرنے سے اپنی بیوی نکاح میں سے نکل جاتی ہے یہ عقیدہ غلط ہے، البتہ یہ فعل بہت ہی برا اور غلط ہے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے پھر بھی کسی سے یہ فعل ہوگیا ہو تو جب تک سالی کو ایک حیض نہ آجائیں اس وقت تک یہ اپنی بیوی سے جماع نہ کرے اس لئے کہ اتنی مدت اس کے لئے اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۳۸۶/۲) فقط واللہ اعلم

﴿۱۷۵۴﴾ سالی سے زنا کی صورت میں حمل ٹھہر گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے سالی سے زنا کیا اور اس کی وجہ سے سالی کو حمل ٹھہر گیا اس حالت میں وہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سالی کے ساتھ رشتہ فوراً ختم کر دے، اور توبہ اور استغفار کرے اور آئندہ کے لئے عزم مصمم اور پکا عہد کرے کہ آج کے بعد کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا، اس فعل سے اپنی بیوی سے جو نکاح کا رشتہ ہے اس میں کوئی خرابی یا نقص

نہیں آتا وہ اس کی بیوی ہی رہے گی البتہ سالی کو حمل ٹھہر گیا ہے تو وضع حمل تک اس کے لئے اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۷۵۵﴾ سالی کے ساتھ بدفعلی کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی کی حقیقی بہن سے بدفعلی کرے تو اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی رہے گی

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیوی کی حقیقی بہن کے ساتھ زنا کرنا بہت ہی سخت اور کبیرہ گناہ ہے، لیکن اس فعل سے اس کی بیوی اس کے نکاح میں سے نہیں نکلتی، البتہ اس وقت تک اس سالی کو ایک حیض نہ گزر جائیں تب تک یہ مرد اپنی بیوی سے ہم بستر نہیں ہو سکتا۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۵۶﴾ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں؟

سوال: ایک مسلمان بھائی نے کچھ سال قبل ایک غیر مسلم لڑکی کو اسلام میں داخل کر کے اس سے نکاح کیا اور اس سے اس کو اولاد بھی ہوئی اور اب اس لڑکی کی دوسری بہن جو غیر مسلم تھی اس شخص کے تعلق میں آئی اور اس دوسری بہن نے بھی اسلام قبول کر لیا اور اسلامی طریقہ سے اس سے نکاح کیا پہلے والی بہن بھی اس مرد کے نکاح میں ہی ہے تو سوال یہ ہے کہ دو بہنوں کو یہ شخص ایک ساتھ نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں ایک ساتھ دو حقیقی بہنوں کو کوئی شخص نکاح میں جمع نہیں کر سکتا، قرآن پاک میں صاف الفاظ میں اس کی ممانعت وارد ہے، ارشاد باری ہے:: و ان تجمعوا بین الاختین ۔ (اور حرام ہے تم پر) کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو

۔(نساء:۲۳)۔اس لئے بعد میں مسلمان ہوکر کیا گیا دوسری بہن کا نکاح صحیح نہیں ہوا،اس لئے ان دونوں کو فوراً علیحدہ کردینا چاہئے،اور جب تک اس بہن کو تین حیض نہ آجائیں اس وقت تک اس مرد کے لئے اپنی بیوی (یعنی اس دوسری بہن کی بڑی بہن) سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم۔

﴿۱۷۵۷﴾ بیوی کی بہن سے کیا گیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

سوال: میرے سسرالی رشتہ داروں میں سے ایک رشتہ دار ہے،اس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا،اور وہ عورت ان کے ساتھ رہتی ہے،بعد میں اس نے دوسرا نکاح کیا،اور دوسری عورت ان کی سالی ہے،یعنی ان کی زوجہ کی حقیقی بہن ہے،تو پوچھنا یہ ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟اوراس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ دوسرا نکاح عنداللہ صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک پہلی عورت کے ساتھ نکاح باقی ہے اسوقت تک اس کی بہن کے ساتھ نکاح ہی درست نہیں ہوا،زنا اور ناجائز تعلق کہلائے گا،اس لئے جلد از جلد دونوں کو جدا کردینا چاہئے۔مذکور شخص اپنی سالی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اول اس کی بہن کو طلاق دے،اس کے بعد وہ اپنی عدت پوری کرے اس کے بعد وہ اپنی سالی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔(شامی،عالمگیری)

﴿۱۷۵۸﴾ سالی سے نکاح کب ہوسکتا ہے؟

سوال: ایک شخص انگلینڈ میں رہتا ہے اور اس کی بیوی اور بچے بھی وہیں رہتے ہیں یہ شخص انڈیا آتا ہے اور اپنی سالی (بیوی کی بہن) سے نکاح کرتا ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ بڑی

بہن ابھی اس کے نکاح میں ہے لیکن یہ شخص اب انگلینڈ جانا نہیں چاہتا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی دوسری بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: **و ان تجمعوا بین الاختین** ۔ (اور حرام ہے تم پر) کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو۔ اس لئے ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، اس لئے صورت مسئولہ میں سالی سے کیا ہوا نکاح غیر معتبر ہے اور دونوں کا آپس میں ملنا زنا کے حکم میں ہے، نکاح پڑھانے والے اور اس کام میں مدد کرنے والوں کو اس کا علم ہوتے ہوئے انہوں نے یہ کام کیا تو وہ سخت گناہ کے مرتکب ہیں، اور زنا کے کام میں مدد کرنے والے شمار ہونگے، فوراً دونوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۵۹﴾ سالے کی لڑکی سے نکاح درست ہے؟

سوال: میرے بڑے بھائی کی بیوی کا زچگی میں انتقال ہو گیا، البتہ پیٹ میں ایک لڑکی تھی جو بچ گئی، اور اس عورت سے میرے بھائی کو دوسری چار لڑکیاں ہیں، ان کے بڑے سالے کی بھی لڑکیاں ہیں، جن کی عمر ۲۰، ۲۵ سال ہے، اور میرے بھائی کی عمر ۴۰، ۳۵ سال ہے، تو ان کا نکاح ان کے سالے کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے انتقال کے بعد اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے تو سالے کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا کیوں جائز نہیں ہو سکتا؟ لہذا صورت مسئولہ میں سالے کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، عمر میں تفاوت ہونے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا، حضور اقدس ﷺ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تھا اس وقت

آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی، اور آپ کا نکاح جب حضرت عائشہؓ سے ہوا اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال کی تھی جب رخصتی ہوئی اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی، اور حضور ﷺ کی عمر ۵۵ سال کی تھی، اس لئے اپنے سے بڑی یا چھوٹی ہر عمر کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۶۰﴾ سالی سے نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال: میری بیوی کی بہن یعنی میری سالی کے ساتھ میرا نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب تک آپ کی بیوی آپ کے نکاح میں ہے اس وقت تک آپ کی بیوی کی بہن یعنی آپ کی سالی کے ساتھ آپ کا نکاح نہیں ہوسکتا، آپ اپنی بیوی کو طلاق دیں یا آپ کی بیوی کا انتقال ہو جائے اس کے بعد آپ کی سالی کے ساتھ آپ کا نکاح ہوسکتا ہے۔ (قرآن مجید و عام کتب فقہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۶۱﴾ کیا سالی سے زنا کرنے سے بیوی نکاح میں سے نکل جاتی ہے؟

سوال: اپنی بیوی کی بہن یعنی سالی سے زنا کرنے سے خود کی بیوی نکاح میں سے نکل جاتی ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سالی سے زنا کرنا امر معصیت ہے، اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کو عبرتناک سزا دی جاتی، البتہ اس سے خود کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے یہ خیال غلط ہے، لیکن اس زناء کے بعد اس کو حیض نہ آجائے وہاں تک بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۶۲﴾ کیا سالی سے زنا کرنے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اپنی سالی کے ساتھ زنا کیا، تو کیا اب اس کے لئے اس کی بیوی حرام ہوگئی؟ اگر حرام ہوگئی تو اب حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس شخص کو چاہئے کہ اس فعل بد سے توبہ کرے اور سالی سے ناجائز رشتہ کو ختم کرے، اور سالی کی عدت (ایک حیض کا آنا) کے ختم ہونے تک اس کے لئے اپنی بیوی سے صحبت کرنا جائز نہیں، البتہ دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الکفائۃ

﴿۱۷۶۳﴾ سیدزادی اپنا نکاح غیر کفو میں کرلے تو والد کو فسخ کا اختیار ہے؟

سوال: ایک لڑکا اور لڑکی عاقل بالغ ہیں، سنی حنفی مسلمان ہیں، لڑکی سید خاندان کی ہے اور لڑکا غیر سید ہے، دونوں شادی کرنے کے لئے تیار ہیں، لیکن لڑکی صاف شرط لگا کر یہ کہتی ہے کہ میرے والدین کی رضامندی اور اجازت کے بغیر میں یہ شادی نہیں کرسکتی۔ لڑکے کی طرف سے لڑکی کے والدین کی اجازت لینے کی کوشش ڈیڑھ سال تک ہوتی رہی لیکن لڑکی کے والدین اس رشتہ کو ہم پلہ اور کفو نہیں مانتے اور منظور نہیں کرتے۔

اس کے بعد لڑکا لڑکی کو یہ لالچ دے کر کہتا ہے کہ ہم نکاح کرلیں گے اس کے بعد تمہارے والدین راضی ہو جائیں گے یہ کہہ کر ایک دن لڑکی کو قاضی کے مکان لے جاتا ہے جہاں لڑکی اکیلی ہوتی ہے اور لڑکا اپنے دو دوستوں کو گواہ بنا کر لڑکی سے نکاح کرلیتا ہے اس وقت لڑکی کے والدین یا اس کا کوئی رشتہ دار وہاں حاضر نہیں تھا لڑکی نے مجبوراً نکاح قبول کیا۔

لیکن بعد میں لڑکی نے لڑکے سے کہا کہ اس طرح والدین کی اجازت کے بغیر چوری چھپے سے نکاح کو میں دھوکہ سمجھتی ہوں اور اب تو میں بھی تجھ سے تھک گئی ہوں اور کسی قیمت پر تمہارے ساتھ آنے کے لئے راضی نہیں ہوں، اور میں اپنے والدین کے ساتھ ہی رہوں گی لڑکی کے والد کو یہ سب باتیں معلوم ہوتی ہیں تو وہ فوراً نکاح کو رد کردیتا ہے۔ تو کیا یہ نکاح شریعت کی روشنی میں صحیح ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو لڑکی کے والد اس نکاح کو فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عاقل بالغ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہے تو کر

سکتی ہے لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے، اور وہ یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کے کفو اور برابری کا ہو، لڑکے کا خاندان لڑکی کے خاندان سے اسفل درجہ کا نہ ہو، اگر لڑکے کا خاندان لڑکی کے خاندان سے اسفل درجہ کا ہے اور لڑکی نے اپنی مرضی سے اس سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح لڑکی کے والد کی رضامندی پر موقوف رہے گا، والد اگر اس نکاح کو منظور کرے گا تو ہی نکاح صحیح ہوگا اور اگر لڑکے کے ہم پلہ نہ ہونے کی وجہ سے لڑکی کے والد نے رد کر دیا تو یہ نکاح معتبر نہیں کہلائے گا، اور ظاہری روایت اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

و فی العالمگیریه: ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفؤ صح النكاح في ظاهر الرواية الى قوله و لكن للاولياء حق الاعتراض و روى الحسن عن ابی حنيفة ان النكاح لا ينعقد و به اخذ كثير من مشائخنا اھ (۲۹۲/۱)۔

صورت مسئولہ میں نکاح رجسٹرڈ بھی کیا گیا ہے اس لئے کورٹ یا شرعی پنچایت میں جا کر نکاح کو فسخ بھی کروانا چاہئے، فتاویٰ محمودیہ ۶۱۷/۱۱ پر ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں مذکور ہے:

سید زادی یا کوئی عالی نسب لڑکی جب اپنا نکاح غیر کفو میں کر لے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کر لے جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب المہر

﴿۱۷۶۴﴾ مہر سے متعلق چند امور؟

سوال: حنفی سنی مسلمان کے لئے نکاح کے وقت مہر کا مسئلہ آتا ہے تو یہ مہر کیا ہے؟ مہر کتنا ہونا چاہئے؟ مہر کا روپیوں میں ہونا ضروری ہے؟ یا زیورات یا کسی اور چیز کی شکل میں بھی مہر دیا جا سکتا ہے؟ اگر کسی شخص میں نکاح کے وقت مہر ادا کرنے کی قدرت نہ ہو پھر بھی امام صاحب سے مہر کے الفاظ بلوالے (کہلایے جائے) تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ مہر فرض ہے یا سنت؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بعد نکاح کے مرد اپنی بیوی سے بیوی ہونے کی حیثیت سے جو فائدہ اٹھاتا ہے اس کے عوض میں شریعت کے مقرر کئے ہوئے حق کو مہر کہتے ہیں۔ مہر دس درہم سے کم رکھنا درست نہیں ہے، اور دونوں کی رضامندی سے جتنا زیادہ رکھنا چاہیں رکھ سکتے ہیں، اور آپس کی رضامندی سے مؤجل یا معجّل دونوں طرح رکھنا درست ہے، اور زیورات اور کپڑے کی شکل میں دینا بھی جائز ہے، مہر مقرر کرنا اور دینا ضروری ہے۔ (شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۶۵﴾ زندگی میں مہر ادا نہ ہوسکا تو انتقال کے بعد کسے دیا جائے؟

سوال: میرے ایک رشتہ دار کی عورت کا ابھی ابھی انتقال ہوگیا، اس نے ابھی تک اپنی بیوی کو مہر نہیں دیا ہے، اب وہ بھائی اس کی عورت کو خواب میں دیکھتا ہے، اور وہ مصیبت میں ہے ایسا کہتا ہے۔ وہ بھائی کا یہ سوچنا ہے کہ مہر ادا نہیں ہوا ہے اس لئے وہ مصیبت میں ہے، اس لئے وہ اب اپنا مہر کا قرضہ ادا کرنا چاہتا ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ بھائی اپنی روزانہ کی کمائی میں سے کچھ روپئے بچا کر مہر کے بدلے غرباء کو کچھ دیدے اور اس کا

ثواب مرحومہ کو بخش دے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زندگی میں اگر بیوی کو مہر ادا نہ کیا ہو یا بیوی نے مہر معاف نہ کیا ہو اور بیوی کا انتقال ہو جائے تو اتنی رقم شوہر کے ذمہ قرض ہو جاتی ہے، اس لئے اب اس کا ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، لیکن اب یہ میراث بن کر عورت کے ورثاء میں شرعی حق کے مطابق تقسیم ہوگی، لہذا شوہر اس کے ورثاء میں مہر کی رقم ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کر کے اس سے نجات پا سکتا ہے۔ ورثاء کو دئے بغیر فقراء میں اپنی مرضی کے مطابق صدقہ کرنے سے ثواب تو ملے گا، لیکن مہر کا حق باقی رہے گا، اور اگر خواب میں عورت مصیبت میں معلوم ہو تو اس کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرنی چاہئے۔

﴿۱۷۶۶﴾ مہر کی کم از کم مقدار کتنی ہے؟

سوال: مہر کی کم از کم مقدار کتنی ہے؟ یعنی کم از کم کتنے روپیوں پر نکاح کیا جا سکتا ہے؟ کنز الدقائق کے صفحہ: ۹۷ پر لکھا ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، اور اس کے دو روپے دس آنے ہوتے ہیں، یہ کتاب ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء میں طبع ہوئی تھی، اور فتاویٰ حسینیہ: ص: ۱۳۸ پر دو روپے بارہ آنے لکھے ہیں، اور کتاب ''حقوق وفرائض اسلام'' صفحہ: ۳۲۳ پر دس درہم اور ایک درہم کا وزن تین ماشا ڈیڑھ رتی لکھا ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ مہر میں کم از کم کتنے روپئے ہونے چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ ﷺ کی مبارک حدیث اور حنفی فقہاء کی تصریحات کے مطابق مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی، عالمگیری، مشکوۃ شریف)۔

ایک درہم کی مقدار تین ماشا ایک رتی اور ایک خمس رتی کے برابر ہے۔ اور ایک ماشا برابر ایک گرام ہوتا ہے، اس مقدار سے دس درہم کے بتیس ماشا یا بتیس گرام چاندی ہوتی ہے۔ لہذا بتیس گرام چاندی کی موجودہ قیمت یہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، اتنے روپیوں پر نکاح کرنا درست ہے۔ کنز الدقائق اور فتاویٰ حسینیہ وغیرہ کی جو عبارات آپ نے نقل کی ہیں وہ بھی صحیح ہیں، لیکن یہ یاد رکھیں کہ وہ مقدار اس وقت کی ہے جب چاندی ایک روپیہ میں تولہ ملتی تھی، اور آج بھی وقتاً فوقتاً اس کا نرخ بدلتا رہتا ہے، اس لئے احتیاطاً تین تولہ یا ۳۲ گرام چاندی کی جو قیمت ہو اسی کو مہر کی کم از کم مقدار سمجھنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۷۶۷﴾ مہر ایک سو ستائیس روپے اور پچاس پیسے (Rs127-50p) یا چاندی کے سکے؟

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، اور نکاح کے سرٹیفکیٹ میں مہر کی رقم مندرجہ ذیل طریقہ سے لکھی گئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''ایک سو ستائیس روپے اور پچاس پیسے شریعت کے رواج کے مطابق'' تو شریعت کے رواج کے مطابق کی جو قید لگائی گئی ہے، اس قید سے لڑکی کے ولی کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد چاندی کے سکے ایک سو ستائیس عدد اور پچاس پیسے ہیں، اور لڑکے کے ولی کا کہنا ہے کہ اس سے مراد مروج نوٹ ہیں نہ کہ چاندی کے سکے۔

لہذا آنجناب سے گذارش یہ ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں کس کی بات صحیح ہے؟ اور مہر کتنا لازم ہوگا؟ یہ بتا کر فریقین کے خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں لڑکی کے ولی کی بات صحیح نہیں ہے۔ اور لڑکے کے ولی کا قول عقلاً، نقلاً و عرفاً تینوں اعتبار سے صحیح ہے۔ اس لئے کہ مہر فی

زمانہ ایک سو ستائیس روپے اور پچاس پیسے مروجہ کرنسی نوٹ کے حساب سے ہے۔
دوسری دلیل عبارت میں لفظ پچاس پیسے مکتوب ہے، جو چاندی کے سکے کے زمانہ میں رائج نہیں تھے۔ اور شریعت کے رواج کے مطابق کا مطلب یہ ہے کہ عرف میں جسے شرعی مہر سمجھا جاتا ہے وہ رقم۔ اس لئے ایک سو ستائیس روپے پچاس پیسے مروجہ کرنسی نوٹ کے حساب سے مہر لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۶۸﴾ مہر کی ادائے گی سے قبل عورت کا انتقال ہو جائے تو؟

سوال: ایک شخص نے نکاح کیا تو مہر ۱۰۰ پاؤنڈ متعین کیا تھا، اس نے ابھی تک عورت کو مہر نہیں دیا، اور عورت کا انتقال ہو گیا، اس عورت سے اس شخص کو کوئی اولاد نہیں ہوئی، البتہ اس عورت کے دو بھائی بقید حیات ہیں۔
نکاح کرنے والے کا کہنا ہے کہ عورت پاگل تھی، اور چلی گئی، اب اس کا انتقال ہو گیا ہے تو میں اسے مہر کیوں دوں؟ میں اسے مہر نہیں دوں گا۔ اس شخص کو ایک دوسری عورت سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہیں، وہ اپنے والد کے مہر کا قرض ادا کر دینا چاہتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے کہنے کے مطابق کہ ”اس نے گھر بسایا نہیں“ اس لئے مہر نہیں دوں گا، کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟ کیا اس شخص پر مہر واجب نہیں ہے؟ اگر واجب ہے تو کتنا؟ اور اب ادائیگی کی کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نکاح میں مہر کی تعیین کے بعد اگر بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عورت پورے مہر کی حقدار ہے، اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو نصف مہر کی حقدار ہے۔ اور صورت مسئولہ میں عورت کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے عورت کے مہر کی رقم

اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی، اور سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق عورت کے ورثاء میں صرف زوج اور دو بھائی ہیں، اس لئے آٹھ آنے شوہر کے ہوں گے اور چار چار آنے دو نوں بھائیوں کو ملیں گے، دوسری عورت کی اولا دوارث نہیں بنے گی۔

اور شوہر کا یہ کہنا کہ ''اس نے گھر نہیں بسایا اس لئے مہر نہیں دوں گا'' صحیح نہیں ہے، مہر تو واجب ہو چکا ہے، اگر یہاں نہیں دیا تو قیامت میں نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۷۶۹﴾ مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟

سوال: آپ ﷺ کی ازواج مطہرات (امہات مؤمنینؓ) اور آپ کی بیٹیوں کا مہر کتنا تھا؟ مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟ اور موجودہ اوزان میں اس کی مقدار کیا ہے؟ ہمارے یہاں جو مہر ۱۲۷:۵۰ روپے مقرر کیا جاتا ہے، اس کی اصل کیا ہے؟ اور اتنا مہر رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ یہاں یو.کے. میں لوگ کہتے ہیں کہ اتنی قیمت مہر مقرر کرنا جس سے ایک جوڑا اچھی چپلبھی نہیں آسکتی ہے، اس لئے مہر کی رقم زیادہ ہونا چاہئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، اس سے کم مہر نہیں ہونا چاہئے، اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، فریقین آپس کے مشورہ سے جتنا زیادہ متعین کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، البتہ اس میں اپنی بڑائی جتانے کا ارادہ نہیں ہونا چاہئے، اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق مقرر کرنا چاہئے۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر کتنا تھا؟ تو آپؓ نے فرمایا: ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی۔ (مشکوۃ: ۲۷۷)۔

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس حساب سے ۵۰۰ درہم چاندی بنتی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر بھی ۵۰۰ درہم چاندی تھا، جسے ہم مہر فاطمی یا مہر شرعی کے نام سے جانتے ہیں، ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم تھی، لیکن یہ مہر آپ ﷺ نے مقرر نہیں کیا تھا، حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا، اور اپنی طرف سے ادا بھی کیا تھا۔ (مشکوۃ: ۲۷۷)۔

آج کے وزن کے حساب سے مہر کی کم از کم مقدار ۳۰ گرام چاندی ہے، اور مہر فاطمی کی مقدار ۱۵۳۰ گرام چاندی ہے، اور چاندی کا نرخ روز بروز کم و بیش ہوتا رہتا ہے، اس لئے مہر متعین کرتے وقت بازار کے نرخ سے ۱۵۳۰ گرام چاندی کے جو روپئے بنتے ہوں اتنے متعین کرنے سے مہر فاطمی ادا ہو جائے گا۔

ہمارے یہاں ۱۲۷:۵۰ کا جو رواج ہے، وہ زمانہ قدیم کا رواج ہے، میرے اندازے سے ماضی میں یہ بھی مہر فاطمی ہی رہا ہوگا، اس لئے کہ تولہ کے حساب سے ۱۳۱ تولہ چاندی ہوتی ہے، اور انگریزوں کے دور میں ایک روپیہ سے کم میں ایک تولہ چاندی ملتی ہوگی، بعد میں روپیہ کی قیمت گھٹتی رہی، اور چاندی کی قیمت بڑھتی رہی، اور لوگوں نے اسی پہلے والے حساب ۱۲۷:۵۰ کو مدار بنائے رکھا، اس لئے یہ فرق آ گیا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ مہر کے طور پر مہر فاطمی ۵۰۰ درہم ہی رکھا جائے، اور جس دن متعین کی جائے اس دن کے چاندی کے نرخ کے حساب سے روپیوں یا پاؤنڈ یا ڈالر میں ادا کیا جائے۔

آج کے حساب سے یعنی ۱۹۷۰ء میں چاندی کے نرخ کے حساب سے مہر کی کم از کم مقدار روپیوں کے حساب سے ۱۱۰ روپئے بنتی ہے، اور آج سے دو دن قبل کے نرخ کے

حساب سے ۱۲۷:۵۰ میں دس درہم چاندی بھی نہیں آتی ہے، اس لئے اب ۱۲۷:۵۰ مہر مقرر کرتے وقت یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اقل مہر کی مقدار بھی مکمل ہو رہی ہے یا نہیں۔ خاص کر یو.کے. ادوسرے ممالک میں چاندی کا نرخ ہندوستان سے زیادہ رہتا ہے۔

﴿۱۷۷۰﴾ مہر فاطمی مؤجل رکھنا درست ہے؟

سوال: مہر فاطمی کو مؤجل رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو ایسی صورت میں وہ مفضی الی النزاع کا خطرہ ہے کیونکہ مہر فاطمی طے کرتے کے وقت چاندی کی قیمت مثلاً ۲۰،۰۰۰ روپئے تھی، تو ادا کرنے کے وقت ۲۵،۰۰۰ روپئے ہوگئی تو اب یہاں مفضی الی النزاع لازم آتا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مہر نقد یا ادھار دونوں طرح درست ہے، نقد ہو تو جس دن ادائے گی کی جائے اس دن کا بھاؤ معتبر ہوگا اور اگر ادھار ہے تو اس کی جس دن ادائے گی کی جائے گی اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا اس میں جہالت یا جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۷۱﴾ رسماً مرتے وقت مہر معاف کروانا؟

سوال: (۱) میرے بھتیجے کی عورت کا ایک حادثے میں قدرتی طور پر انتقال ہو گیا، مرتے وقت وہ عورت مہر کے بارے میں کوئی خلاصہ نہیں کرسکی، دونوں کی ازدواجی زندگی ساڑھے تین سال رہی، ان حالات میں اس کے مہر کا کیا حکم ہے؟ مرد کے ذمہ اب مہر ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر ورثاء کو ادا کرے تو اس کے ورثاء کون کون کہلائیں گے، اس کے بھائی بہن حیات ہیں کیا وہ وارث بنیں گے؟

(۲) ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ شوہر یا بیوی انتقال سے قبل بیمار ہو تو عورت سے مہر معاف کرواتے ہیں، یہ رواج کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

(۱) عورت کا انتقال ہو جائے، اور اب تک اس کا مہر ادا نہ کیا گیا ہو یا اس نے معاف نہ کیا ہو تو یہ رقم عورت کا قرض ہے، جس کا ادا کرنا شوہر پر ضروری ہے، اگر دنیا میں ادا نہیں کیا تو قیامت کے دن نیکیوں کی صورت میں ادا کرنا پڑے گا۔

صورت مسئولہ میں شوہر اگر اس قرض سے نجات پانا چاہے تو اس کی شکل یہ ہے کہ عورت کے ورثاء کو ان کے شرعی میراث کے حصہ کے بقدر ان میں مہر تقسیم کر دیا جائے، ان کے قبضہ میں رقم آتے ہی مہر ادا ہوا سمجھا جائے گا۔

(۲) عورت خوش دلی سے اگر مہر معاف کر دے، تو مہر معاف ہو جائے گا لیکن رواج کی وجہ سے یا شرما شرمی میں یا ڈر اور دباؤ میں آکر معاف کرے گی تو معاف نہیں ہوگا، اور اس طرح معاف کروانا بھی غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۷۲﴾ بعد مرنے شوہر کے مہر معاف کر دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے نکاح میں اپنی بیوی کو مہر کے طور پر سونے کا ہار دیا تھا، اتفاق سے وہ شخص بیماری میں ایسا مبتلا ہوا کہ مرنے کے قریب ہو گیا، یعنی سخت بیماری میں مبتلا تھا، دوائی کے روپئے نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کے باپ نے یعنی لڑکی کے خسر نے لڑکی سے کہا کہ میرے لڑکے کی دوائی کے روپئے نہیں ہیں، اس لئے تو تیرا ہار دے دے، اسے بیچ کر دوائی لائی جا سکے، لڑکی نے خسر کو ہار دے دیا، لیکن خسر نے بیچ کر دوائی میں خرچ

کرنے کے بجائے دوسری جگہ خرچ کرڈالے، اور دوسری طرف لڑکے کا انتقال ہو گیا، انتقال کی خبر ملتے ہی لڑکی نے سونے کا ہار معاف کردیا، تو اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مہر معاف ہوا یا نہیں؟ اور خسر نے جو غلط کام کیا اسے اس کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور ہار واپس لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......لڑکی نے خسر کو ہار اس لئے دیا تھا تا کہ اسے بیچ کر ان روپیوں سے اس کے شوہر کی دوائی کی جائے، یعنی لڑکی نے انہیں وکیل بنایا تھا، اورانہوں نے امر کے مطابق خرچ نہیں کیا دوسری جگہ خرچ کر دالا، اس لئے وہ ضامن اور گنہگار ہوں گے، ہار کی رقم واپس لوٹانی ضروری ہے، اب لڑکے کے انتقال کی خبر ملتے ہی لڑکی نے ہار معاف کر دیا، تو اب خسر کے ذمہ واپس کرنا ضروری نہیں ہے، اور وہ معاف ہو گیا گا۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۷۳﴾ ازواج مطہرات کی مہر نقدی تھی یا اشیاء کی صورت میں؟

سوال: اللہ جل شانہ کے محبوب سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے نکاح کے موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوش نصیب بندیوں کو اپنے نکاح میں لے کر امہات المؤمنین کا شرف بخشا۔تو امت کی ان خوش نصیب ماؤں کا مہر کیا مقرر کیا تھا؟ اور مہر نقدی تھی یا کسی شیء کی صورت میں دیا گیا تھا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر کیا تھا؟ تو آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی، یعنی ۵۰۰ درہم چاندی تھی۔(۲/۷۷)۔

ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور ایک خمس رتی کا ہوتا ہے، اس حساب سے ۵۰۰ درہم کے ۱۵۳۰ گرام چاندی ہوتی ہے، اور ہمارے یہاں مہر فاطمی جو مشہور ہے اس کی بھی یہی مقدار ہے۔

ام المؤمنین حضرت حبیبہؓ کا مہر حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اور اسی نے ادا کیا تھا، وہ سب سے زیادہ ۴۰۰۰ (چار ہزار) درہم تھے۔ یہ مہر نقد تھا یا اشیاء کی صورت میں تھا؟ اس کی اطلاع مجھے ابھی تک نہیں ہوسکی ہے، لیکن اس وقت میں عام رواج نقد مہر دینے کا تھا، اس لئے مہر نقد ہی دیا گیا ہوگا۔

﴿۱۷۷۴﴾ مہر سے متعلق تفصیلی فتویٰ؟

سوال: (۱) آج کے دور (یعنی ۱۹۷۱-۱۹۷۰) میں شرعاً یو.کے. میں مہر کتنا ہونا چاہئے؟

(۲) کیا آپ ﷺ کے زمانہ کے درہم کے حساب سے ہندوستان میں علماء کی طرف سے مہر ۵۰:۱۲۷ مقرر کیا گیا ہے؟ آج کے زمانہ کے اعتبار سے درہم کے حساب سے مہر کتنا ہونا چاہئے؟

(۳) یو.کے. کے مسلمانوں کے لئے پاؤنڈ میں مہر کتنا ہونا چاہئے؟

(۴) مروجہ مہر ۵۰:۱۲۷ میں کچھ ترمیم کر کے اسے بڑھانا چاہئے یا نہیں؟

(۵) قوم کے زیادہ تر لوگ مہر میں اضافہ کے قائل ہیں، لیکن اقل قلیل مروجہ مہر ۵۰:۱۲۷ ہی پر مصر ہیں، اور یہی رکھنا چاہتے ہیں، تو اس بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہوسکتا ہے؟ اور اکثریت والے اقلیت والوں سے بزور زبردستی زیادہ مہر لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہم جب کسی چیز کو اپنی ملکیت میں لے کر اسے استعمال

کرنا چاہیں تو اس کے عوض کچھ ثمن ادا کر کے اسے مول لیتے ہیں، اسی طرح عورت اپنا بدن (شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ اور حدود کے مطابق) اپنے ہونے والے شوہر کو عطا کرتی ہے، اس کے عوض اسے جو قیمت ادا کی جاتی ہے، اسے شرعی اصطلاح میں مہر کہا جاتا ہے، اور یہ شریعت کی طرف سے عورت کو دیا گیا ایک حق ہے، جس کا ادا کرنا مرد کے ذمہ لازم اور ضروری ہے۔

اسلام میں مہر کی کم از کم مقدار احناف کے یہاں دس درہم ہے، اور اس سے کم مہر نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **لا مهر دون عشرة دراهم (ہدایہ ص ۳۰۴)**۔ اور اس کی قیمت مہر کی کم از کم مقدار کہلائے گی۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کے بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے، اس لئے جو شخص جتنا زیادہ مہر رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے، لیکن اس کے لئے مرد کا اس کے ادا کرنے پر قدرت کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ ایسا شخص جانتا ہے کہ وہ مہر ادا نہیں کر سکے گا، اور اس کی نیت مہر ادا کرنے کی نہیں ہوتی، اسی طرح خاندان کی یا اپنی بڑائی بتانے کے لئے بھی زیادہ مہر باندھنا صحیح نہیں ہے، البتہ اس طرح کیا گیا نکاح تو صحیح ہو جائے گا، لیکن سخت گنہگار ہوگا۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے، اور نکاح کے وقت اس کی نیت مہر ادا کرنے کی نہیں ہے، اور اس نے اخیر وقت تک مہر نہیں دیا تو قیامت کے دن وہ شخص زانی بنا کر اٹھایا جائے گا، اس لئے مہر میں بڑی بڑی مقدار مہر مقرر کرنے کا خیال دل سے نکال دینا چاہئے، نیز یہ کچھ بڑائی جتانے یا عزت بڑھانے کا ذریعہ نہیں ہے۔

مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ مہر میں حد سے نہ بڑھو، اس لئے کہ اگر یہ دنیا میں عزت اور بڑائی کی چیز اور آخرت میں تقویٰ کی علامت ہوتی تو ہم سب سے افضل حضور ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے، حالانکہ میرے علم کے مطابق آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مہر بارہ اوقیہ چاندی سے زیادہ نہیں تھا، اس لئے فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ مہر باندھنا جائز ہے، لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ جتنا مہر ادا کرنے کی قدرت ہو اتنا مہر مقرر کرنا چاہئے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مہر کی کم از کم مقدار کیا ہونی چاہئے، اور زیادہ مہر کا کیا حکم ہے؟ اور یہ حق العبد ہے اس لئے اس کا ادا کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

اب ان شرائط کی رعایت کے ساتھ نیز عورت کو اس کا حق ملے اس نیت کے ساتھ جماعت کی طرف سے کوئی مہر مقرر کر دیا جائے، اور مرد و عورت اس پر رضا مند ہوں تو شریعت کی طرف سے ممنوع نہیں ہے، لیکن اس کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی لاڈلی بیٹی اور جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ کا مہر کیا تھا؟ اسے معلوم کر کے اس کے برابر مہر مقرر کیا جائے تو بہت ہی بہتر کہلائے گا، جسے ہم مہر فاطمی کے نام سے جانتے ہیں، احادیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا مہر ۵۰۰ درہم مقرر کیا گیا تھا۔

آج کے دور میں مروج اوزان کے مطابق اس کا وزن یہ ہے: ایک درہم برابر ساڑھے تین ماشا اور ایک رتی اور ایک خمس رتی ہوتا ہے، اور ۵۰۰ درہم کے ۱۵۳۰ ماشا ہوتے ہیں، اور بارہ ماشا کا ایک تولہ ہوتا ہے تو ایک سو ساڑھے اکتیس تولہ چاندی ہوتی ہے، اور چاندی کا نرخ روز بروز بڑھتا رہتا ہے، اس لئے جس دن مہر مقرر کیا جائے اس دن چاندی کا جو نرخ ہو اس

کے حساب سے مہر فاطمی کے جو روپئے بنتے ہوں اتنے مقرر کرنے چاہئے، مہر نقد اور ادھار، مؤجل اور معجّل دونوں طرح مقرر کرنا درست ہے، اگر ادھار متعین کیا گیا ہو تو عورت فوراً مانگنے کا حق نہیں رکھے گی، اور انتقال سے قبل ادا نہ کیا ہو تو قرض شمار ہو کر تقسیم میراث سے قبل ادا کرنا ضروری ہے، اور اس وقت بھی ادا نہیں کیا اور عورت نے معاف بھی نہیں کیا تو قیامت کے دن نیکیوں کی صورت میں ادا کرنا پڑے گا، اس لئے جتنا ہو سکے جلد اس سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۷۵﴾ آج کے وزن کے حساب سے مہر فاطمی کی مقدار کیا ہوگی؟

سوال: میرے لڑکے کا نکاح ہوا تھا، اس وقت مہر فاطمی مقرر کی تھی، تو آج کے وزن کے حساب سے مہر فاطمی کی مقدار کیا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کرتے وقت جو مہر مقرر کیا تھا، اسے ہماری اصطلاح میں مہر فاطمی کہتے ہیں، جو اس وقت کے وزن کے حساب سے ۵۰۰ درہم تھا، (امداد الفتاویٰ: ۲/۲۵۴، فتاویٰ دار العلوم: ۳/۱۹۸)۔ ۵۰۰ درہم کے ۱۵۳۰ گرام چاندی یا ۱۳۱ تولہ تین گرام چاندی ہوتی ہے، اس لئے اس دن چاندی کی جو قیمت ہوگی اس سے حساب لگا کر اتنے روپئے مہر کہلائے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۲۰۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۷۶﴾ کیا اقل مہر ۳۲ گرام چاندی ہے؟

سوال: شریعت محمدی میں مہر کی مقدار کیا ہے؟ اور مہر کب ادا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ حضور

ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لا مھر دون عشرۃ دارھم"، دس درہم سے کم مہر نہیں ہو سکتا۔ (ہدایہ: ۳۰۴) اس لئے آج کے وزن کے حساب سے اقل مہر ۳۲ گرام چاندی ہوتا ہے، اس لئے اس سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے، مہر اگر نقد مقرر کیا ہو تو نکاح کے وقت یا اس کے بعد عورت جب مطالبہ کرے ادا کرنا ضروری ہے، اور ادھار مہر میں مرنے سے قبل ادا کرنا ضروری ہے۔ (شامی: ۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۷۷﴾ مہر ادا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے؟

سوال: کچھ جگہوں پر نکاح کے وقت جو مہر ادا کیا جاتا ہے وہ ناکح کے والد ادا کرتے ہیں، اور وہ رقم ان کی اپنی کمائی سے ہوتی ہے، ناکح کی کمائی نہیں ہوتی، حالانکہ مہر ناکح پر لازم ہوتا ہے، تو کیا دوسرے کا ادا کرنا جائز ہے؟ مہر کی ذمہ داری ناکح کی ہونی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مہر جو بھی مقرر کیا گیا ہو اس کے ادا کرنے کی ذمہ داری ناکح کی ہے، اس لئے ناکح ہی کو ادا کرنا چاہئے، لیکن اس کی اجازت سے اس کا ولی یا کوئی دوسرا شخص مہر ادا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، ناکح کا اپنی کمائی سے مہر ادا کرنا واجب یا ضروری نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے ام المؤمنین حضرت حبیبہؓ کے نکاح میں مہر ۴۰۰۰ درہم نجاشی بادشاہ نے ادا کئے تھے۔ (شامی: ۲/۴۵۴)

﴿۱۷۷۸﴾ مہر معاف کرنے کا حق کس کو ہے؟

سوال: میرے شوہر میرے بھائی کی دکان پر ضروری بات چیت کرنے آئے، بات چیت میں کسی ضرورت کے پیش نظر مجھے دکان پر بلایا، اس کے بعد میرے شوہر نے پانچ افراد کے روبرو کہا کہ: میں تیری سلامی کے روپئے لایا ہوں، تو میں نے کہا کہ: تم گھڑی بیچ کر ۳۵

روپئے لائے ہو، یہ تم نے مجھے کہا، لیکن میری سلامی کے روپئے جو میں نے دوسرے کو رکھنے دئے تھے وہ تم لائے ہو یا نہیں؟ یہ تم نے بتایا نہیں؟ تو اس پر میرے شوہر نے الٹا میرے بھائی کو سوال کیا کہ کیا تم طلاق چاہتے ہو؟

میرے بھائی نے کہا: یہ کوئی طلاق کی جگہ نہیں ہے، اگر تمہیں ایسا کچھ کرنا ہو تو جماعت بہت بڑی ہے، تو میرے بھائی پر میرے شوہر، دیور اور بہنوئی نے حملہ کیا، تو میرے بھائی نے گھبرا کر کہا کہ ''میں نے مہر معاف کر دیا'' میرے شوہر نے میرے سامنے اور وہاں موجود پانچ افراد کے حاضری میں جان بوجھ کر تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق بولا، اور اتنا بول (کہہ) کر وہ چلے گئے۔

پھر میرے بھائی نے دکان پر دو جماعتی بھائیوں کو بلا کر یہ بات دو مسلمانوں کی گواہی کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش کی۔ جماعت کے بھائیوں نے کہا کہ: ہم بھی طلاق کے گواہ ہیں، پھر میرا بھائی متولی کے پاس گیا، متولی نے کہا کہ: فیصلہ عید بعد ہوگا، گذشتہ کل متولی اور جماعتی بھائیوں نے میرے بھائی اور مجھے بلایا، اور میرے بھائی سے پوچھا کہ: اس معاملہ میں تم کیا کہتے ہو؟ میرے بھائی نے کہا کہ: اوپر کا واقعہ صحیح ہے۔

پھر متولی صاحب نے میرے شوہر کو بلایا اور کہا کہ: تم نے اس لڑکی کو طلاق دی ہے؟ تو انہوں نے جماعتی بھائیوں کی موجودگی میں 'ہاں' کہا، تو جماعتی بھائیوں نے کہا کہ: جب تم نے طلاق دے دی ہے، تو مہر کے روپئے ۱۲۷:۵۰ بھی لڑکی کو دے دو۔ تو شوہر نے جواب دیا کہ ان کے بھائی کی طرف سے مہر معاف کر دیا گیا ہے۔ پھر جماعتی بھائیوں نے مجھ سے کہا کہ: تم مہر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب میں کہا کہ: میرے مہر کے

معاف کرنے کا حق میرے بھائی کو نہیں ہے، مہر کے روپئے پر میرا حق ہے، اس لئے مجھے ملنے چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ میں مہر کی رقم لینے کی حقدار ہوں یا نہیں؟ مجھے عدت کا خرچ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے، اس لئے تین طلاق واقع ہوگئی، اور عورت نکاح سے الگ ہوگئی، اب جب تک شرعی طور پر حلالہ نہ ہوجاوے اسے بیوی بنا کر رکھنا جائز نہیں ہے، مہر شریعت کا دیا ہوا عورت کا حق ہے، جو مرد کو ادا کرنا ضروری ہے، اور بعد طلاق کے عورت کو مانگنے کا حق ہے، جب تک وہ اپنی مرضی سے معاف نہ کرے یا کسی دوسرے کو معاف کرنے کا حق نہ دے، معاف نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں بھائی نے از خود معاف کیا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اس لئے مرد کو مہر ادا کرنا ضروری ہے، نیز بعد طلاق کے عورت پر عدت گزارنا ضروری ہے، اس مدت میں عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح بھی نہیں کرسکتی، اس لئے اس مدت کا خرچ بھی مرد پر ضروری ہے، اگر یہ خرچ نہ دیا جائے تو قیامت کے دن نیکیوں کی صورت میں ادا کرنا پڑے گا، جماعتی بھائیوں کو بھی حلال چیزوں میں اور حق کی ادائیگی میں مدد کرنی چاہئے۔

﴿۱۷۷۹﴾ مہر کی رقم میں مرد کے ورثاء کا کوئی حق و حصہ نہیں ہے؟

سوال: ایک عورت نے اپنے مہر کے روپئے اور زیورات اپنے شوہر کے ایک دوست کے ہاتھ میں دئے اور کہا کہ میری مہر اور زیورات بیچ کر گھر کے لئے زمین خرید کر گھر بنادو۔ تو شوہر کے دوست نے وہ مہر کی رقم اور زیورات بیچ کر جملہ ۲۰۰۰ (دو ہزار) روپئے خرچ کر کے زمین خرید کر گھر بنایا، اس عورت نے دوست کو اس لئے رقم دی کہ شوہر کو دیتی تو وہ خرچ

کر دیتا، بعد میں اس عورت نے وہ گھر اپنی ملک ہی میں رکھا، نہ کسی کو بخشش کیا، نہ مہر معاف کیا، نہ اس مکان کا کسی کو مالک بنایا۔ آج اس بیوہ ماں سے اس کا ایک لڑکا اس گھر میں سے حصہ مانگتا ہے، ماں کہتی ہے کہ یہ تو میرا گھر ہے، تیرے مرحوم باپ کی حیات میں اس کے دوست کے پاس یہ گھر بنوایا تھا۔ تو لڑکا کہتا ہے کہ تمہاری مہر کے دو ہزار روپئے میں دیتا ہوں، مجھے گھر میں سے حصہ دو۔

تو سوال یہ ہے کہ اس مہر کے روپیوں سے خریدے گئے مکان کا مالک کون کہلائے گا؟ ماں یا باپ؟ مرحوم کے انتقال کے وقت اس کے ورثاء میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں حیات تھیں، اس میں سے اب دو بھائی اور ایک بہن حیات ہیں، تو کیا مکان میں سے ان کے حصے ہوں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرد نے مہر کی رقم عورت کو ادا کر کے عورت کو اس کا مالک بنا دیا، تو اب یہ رقم مرد کی ملک سے نکل کر عورت کی ملک ہوگئی، اور مرد کے مرنے کے بعد بھی عورت ہی کی ملک رہے گے، اس میں مرد کے ورثاء کا کوئی حق و حصہ نہیں ہے۔ اب ان روپیوں سے عورت نے گھر بنایا یا خریدا ہے، تو وہ عورت ہی کی ملک سمجھا جائے گا، اس گھر سے لڑکے کا حصہ مانگنا صحیح نہیں، عورت کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء میں میراث بن کر تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۸۰﴾ مہر کی رقم گھر کے خرچ میں استعمال کر دی تو مرد سے واپس لینے کا حق ہے؟

سوال: مہر کی رقم مرد نے عورت کو دے دی، اور اپنا فریضہ ادا کر دیا، وہ رقم عورت نے اپنی خوشی سے روزانہ کے خرچ میں استعمال کر لی، اب عورت کی رضامندی سے گھر خرچ میں

مستعمل رقم مرد کو واپس لوٹانا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرد نے عورت کو مہر کی رقم دے کر اس کو اس کا مالک بنا دیا، تو اب عورت اپنی خوشی سے جہاں خرچ کرنا چاہے خرچ کرسکتی ہے، اسی طرح روزانہ کے گھر خرچ میں عورت نے یہ رقم خرچ کر دی تو مرد کے پاس دوبارہ لینے کا حق نہیں رہے گا، ہاں مرد کے حکم سے یا بزورزبردستی خرچ کی ہے تو اتنی مقدار واپس لینے کا اس کو حق ہے۔

﴿۱۷۸۱﴾ مہر کا کچھ حصہ معاف کرنا؟

سوال: مہر کی رقم پہلے سے ایک ہزار روپئے متعین کر کے نکاح ہوا، پھر ناچاقی کی بنا پر دونوں میں تفریق ہوگئی، لیکن مہر کی رقم ادا کرنے کی مرد کی حیثیت نہیں ہے، پوری رقم ادا کرنے کے لئے رہائشی مکان بیچنا پڑے ایسی حالت ہے، اگر رہائشی مکان بیچ کر مہر ادا کرنے کی نوبت آتی ہو تو ایسے مسئلہ میں مہر کی رقم کم کر کے آپس میں معاملہ نمٹانے کی شریعت میں گنجائش ہے؟ یا مکان بیچ کر یا رہن رکھ کر بھی مہر ادا کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے وقت مہر کی رقم متعین کی جائے اور بعد میں دونوں کے درمیان خلوت صحیحہ یا صحبت ہو جائے اور بعد میں ناچاقی یا نااتفاقی کی بنا پر تفریق ہو جائے تو مہر کے طور پر جتنی رقم متعین کی گئی ہو وہ پوری ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، مہر شریعت کا دیا ہوا عورت کا حق ہے۔ اور شوہر کے ذمہ عورت کا قرض ہے، اس لئے اس کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن مرد کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ وہ پوری مہر ادا کر سکے تو عورت اپنی خوش دلی سے بلاکسی دباؤ کے اپنی مرضی سے پورا مہر یا مہر کا کچھ حصہ معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، ناراضگی کے ساتھ یا دباؤ میں آکر معاف کیا ہوا مہر معاف نہیں کہلائے گا، مہر

عورت کا حق ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر اس میں کمی وبیشی نہیں ہوسکتی، اور اگر عورت پورا مہر کا مطالبہ کرے اور مہر ادا کرنے میں مکان بیچنا ہوگا یا رہن رکھنا ہوگا تو بیچ کر یا رہن رکھ کر بھی مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۸۲﴾ زبردستی مہر معاف کروانے سے مہر معاف نہیں ہوگا؟

سوال: میری لڑکی کا نکاح پانچسو پاؤنڈ مہر پر کیا گیا تھا، پھر لڑکے نے ایک کاغذ پر مذکورہ تحریر لکھ کر بیہوشی کی حالت میں لڑکی سے اس پر زبردستی دستخط کروا لئے، جس کا مضمون یہ تھا: ''میں فلاں بنت فلاں اپنی رضامندی سے پانچسو پاؤنڈ مہر معاف کرتی ہوں۔ دستخط:..............

تو کیا اس طرح بیہوشی کی حالت میں زبردستی مذکور تحریر پر دستخط کروا لینے سے مہر معاف ہو جاتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مہر یہ شریعت کا عورت کو دیا ہوا حق ہے، اس لئے اسے ادا کرنا چاہئے، لیکن کوئی عورت اپنی خوش دلی سے اپنا یہ حق معاف کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، اور اس کے بعد مرد پر اس کو ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ زور (دباؤ) اور زبردستی سے مہر معاف کرنا بہت برا فعل ہے، اور اس طرح زبردستی معاف کرانے سے یا دستخط کروا لینے سے مہر معاف نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں سوال میں درج تفصیل صحیح ہو تو مہر معاف نہ ہوگا، اب بھی عورت کو مہر لینے کا حق ہے۔ (شامی: ۴۶۵)

﴿۱۷۸۳﴾ ۵۱ روپئے مہر پر نکاح کرنا؟

سوال: گھانچی جماعت میں مہر صرف ۵۱ روپئے متعین کیا جاتا ہے، کیا اس مہر پر نکاح کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، جو تین تولہ چاندی کے قریب قریب ہوتا ہے، اس لئے آج کے نرخ کے حساب سے ۵۱ روپیہ مہر متعین کرنا صحیح نہیں ہے، اور اس مہر پر کئے گئے نکاح میں مہر مثل واجب ہوگی۔ آج (یعنی ۱۹۷۵ء) کے چاندی کے نرخ کے حساب سے دس درہم چاندی کی قیمت ۱۲۰ روپئے ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۸۴﴾ مہر فاطمی کے حساب سے ہندوستان میں کتنے روپئے ہوتے ہیں؟

سوال: نکاح میں مرد عورت کو مہر فاطمی دینا چاہے تو آج کے دن ہندوستان میں اس کے کتنے روپئے ہوتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تقریباً ۱۳۲ تولہ (۱۵۳۱ گرام) چاندی کے جتنے روپئے نکاح کے دن ہوتے ہوا تنے روپئے (مہر فاطمی کے) سمجھے جائیں گے، چاندی کا نرخ روزانہ بدلتا رہتا ہے۔

﴿۱۷۸۵﴾ ۱۲۷:۵۰ روپے مہر رکھنا صحیح ہے؟

سوال: ہمارے یہاں عام طور پر ۱۲۷:۵۰ روپئے مہر میں متعین کئے جاتے ہیں، آج کے گرانی کے حساب سے یہ مقدار مہر میں متعین کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور کتنا اضافہ کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مہر کی اکثر مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، شوہر جتنی ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس کی حیثیت کے مطابق زیادہ بھی رکھ سکتے ہیں، لیکن زیادہ مہر مقرر کرنے میں فخر یا اپنی بڑائی جتلانے کو شریعت نے ناپسند قرار دیا ہے۔ (مشکوۃ شریف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۸۶﴾ ایجاب وقبول میں مہر کی مقدار ذکر نہ کی ہو تو نکاح صحیح ہوگا؟

سوال: ایک مولانا صاحب نے ایک مسلمان بھائی کا نکاح پڑھاتے وقت جب ایجاب و قبول کے الفاظ کہلوائے تو اس وقت کہا کہ ”فلاں بنت فلاں کا نکاح وکیل کی وکالت اور شاہدین کی شہادت پر بعوض مہر مؤجل آپ سے کیا جا رہا ہے، آپ نے قبول کیا؟“

بعد میں مجلس میں سے ایک صاحب نے کہا: کہ مولانا صاحب نے مہر کی مقدار نہیں بتائی ہے، اس لئے نکاح نہیں ہوا، تو دوسرے صاحب کہتے ہیں: کہ نکاح فاسد ہوگیا، تو تیسرے صاحب کہتے ہیں: کہ مقدار بتانی چاہئے اس لئے دوبارہ نکاح پڑھاؤ!

تو مولانا صاحب نے دوبارہ نکاح پڑھایا، اور اس میں مہر ۵۰:۱۲۷ کا ذکر بھی کیا، تو پوچھنا یہ ہے کہ صرف مہر مؤجل کہنے اور مقدار کا ذکر نہ کرنے سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ کیا نکاح میں کچھ نقص آئے گا؟ اور اس وقت کے اعتبار سے ۵۰:۱۲۷ روپے مہر متعین کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... نکاح میں ایجاب وقبول کے وقت جو مہر متعین ہوئی ہو اس کی صراحت بھی ہو جانی چاہئے، تاکہ بعد میں کوئی اختلاف واقع نہ ہو، اس کے باوجود اگر کوئی صراحت نہ کی گئی ہو یا بھول سے مہر کی مقدار نہ بتائی ہو تو اس صورت میں نکاح صحیح ہو جاتا ہے، اور مہر مثل واجب ہوتی ہے، اور از سر نو ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے۔

(شامی: ۲/۳۳۴، ہدایہ: ۲/۳۰۳) فقط واللہ اعلم

﴿۱۷۸۷﴾ ۵۰:۱۲۷ روپے مہر کی کوئی اصل ہے؟

سوال: ہمارے یہاں مہر ۵۰:۱۲۷ روپئے مقرر کیا جاتا ہے، اس بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ کیا شریعت میں اس کی اصل ہے؟ اور شریعت کی طرف سے مہر کی کوئی حد متعین

ہے؟ کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنا مہر مقرر کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کے مہر کتنے تھے
؟ مہر فاطمی کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کی راجح مقدار کیا ہے؟ آج کے دور میں مہر متعین کرنے میں علمائے دین کی رائے کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ......شریعت کے مقرر کئے ہوئے حدود اور شرائط کے مطابق عورت اپنی ذات کو مرد کے سپرد کر دیتی ہے، اس کے عوض اسے جو رقم دی جاتی ہے اسے شریعت کی اصطلاح میں مہر کہتے ہیں، اور مہر شریعت کی طرف سے دیا گیا عورت کو ایک حق ہے، جس کا ادا کرنا مرد کے ذمہ ضروری ہے۔

اسلام میں مہر کی کم از کم مقدار عندالاحناف دس درہم ہے، دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **لا مهر دون عشرة دراهم** (دارقطنی) ترجمہ: دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔

ایک درہم کا وزن آج کے مروج وزن سے تین ماشہ ڈیڑھ رتی ہوتی ہے، اس حساب سے دس درہم کے ساڑھے اکتیس ماشہ ہوتے ہیں، جس کے اکتیس گرام سے کچھ زیادہ چاندی ہوتی ہے، اس لئے مہر کم از کم بتیس گرام چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ہونا چاہئے۔

مہر کی زیادہ مقدار شریعت نے متعین نہیں کی ہے، جتنی زیادہ مہر متعین کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، البتہ مرد کا اس کی ادائیگی پر قادر ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جو شخص نکاح کرتے وقت مہر ادا نہ کرنے کی نیت رکھتا ہو، اور مہر ادا کئے بغیر اس کا انتقال ہو جائے وہ بفحوائے حدیث قیامت کے دن زانی بنا کر خدا کے دربار میں پیش کیا جائے گا، نیز خاندان کی بڑائی

جتلانے کے لئے بھی زیادہ مہر مقرر کرنے کو شریعت نے ناپسند کیا ہے، اس لئے کہ زیادہ مہر فخر یا عزت کی چیز نہیں ہے۔

مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ مہر مقرر کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرو، اس لئے کہ یہ اگر دنیا میں عزت اور بڑائی کی چیز اور آخرت میں تقویٰ کی علامت ہوتی تو تم سے افضل حضور اقدس ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے۔ حالانکہ میرے علم کے مطابق حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مہر بارہ اوقیہ چاندی سے زیادہ نہیں تھا۔ اسی لئے فقہاءؒ فرماتے ہیں: زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے، لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ مہر اتنا ہونا چاہئے کہ جس کے ادا کرنے پر شوہر قادر ہو، اور وہ کم ہونا چاہئے، حدیث شریف میں ایسے نکاح کو برکت والا نکاح کہا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کے مہر معتدل تھا، اس لئے ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم ان کی اتباع کرتے ہوئے اتنا مہر مقرر کریں یا ان کے ادب کی خاطر اس سے کچھ کم مقرر کریں تو یہ بہتر کہلائے گا۔

اب ہم حدیث کی روشنی میں ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مہر کتنا تھا اس کی تفصیل سے معلوم کریں گے۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ: آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر کتنا تھا؟ تو آپؓ نے فرمایا: ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی (مشکوۃ: ۲۲۷)۔

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس حساب سے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے ۵۰۰

درہم ہوتے ہیں، حضرت فاطمہؓ کا مہر بھی ۵۰۰ درہم چاندی تھا، جسے ہم مہر فاطمی یا مہر شرعی کہتے ہیں، ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کا مہر ۴۰۰۰ درہم تھا، یہ مہر آپ ﷺ نے مقرر نہیں کیا تھا، بلکہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا، اور اس نے اپنی طرف سے ادا کر دیا تھا۔ (مشکوۃ شریف: ۲۷۷)۔

مہر فاطمی یعنی ۵۰۰ درہم کے پرانے وزن سے ایک سو اکتیس تولہ ہوتا ہے، اور نئے وزن سے ۱۵۳۱ گرام چاندی ہوتا ہے، چاندی کا نرخ روزانہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، لہذا مہر مقرر کرنے کے دن چاندی کا جو بازار میں نرخ ہو اس کے حساب سے روپئے مقرر کرنے سے مہر فاطمی ادا ہو جائے گا۔

ہمارے یہاں ۱۲۷:۵۰ روپے مہر کا جو رواج چلا آ رہا ہے، یہ بھی میرے اندازے سے پرانے زمانہ کا مہر فاطمی ہی ہوگا۔ اس لئے پرانے زمانہ میں ہمارے یہاں چاندی کے سکے مروج تھے، جن کا وزن ایک تولہ کے قریب تھا، اور تولہ کے حساب سے مہر فاطمی ایک سو سو اکتیس تولہ ہوتی ہے، اور انگریزوں کے دور میں ایک روپیہ سے بھی کم نرخ میں ایک تولہ چاندی ملتی تھی، بعد میں روپیہ کی قیمت کم ہوگئی، اور چاندی کی قیمت بڑھتی رہی، اور ہم نے روپیہ ہی کو مدار بنائے رکھا، اس لئے اتنا فرق آ گیا۔ اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ مہر فاطمی رکھنا ہو تو ۵۰۰ درہم یعنی ۱۵۳۱ گرام چاندی رکھی جائے، اور جس دن مہر متعین کیا جائے اس دن کے بازار کے نرخ سے اتنی مقدار چاندی کے جو روپئے یا پاؤنڈ بنتے ہوں ان کی وضاحت کر دی جائے، تو انشاء اللہ آج جو پریشانی پیدا ہوئی ہے وہ پیدا نہیں ہوگی۔

مہر کی کم از کم مقدار جیسا کہ شروع میں گذرا ۱۰ درہم یعنی پونے تین تولہ یا ۳۱ گرام چاندی

ہے، آج کل چاندی کا نرخ اتنا گھٹتا بڑھتا رہتا ہے کہ کبھی تو ۱۳۱ گرام چاندی کا نرخ ۱۲۷:۵۰ روپے کے اندر ہوتا ہے، اور کبھی اتنا تیز ہوتا ہے کہ اتنے روپئے میں ۱۳۱ گرام چاندی بھی نہیں آسکتی۔ اور بیرون ممالک میں چاندی ہمارے یہاں سے اور بھی زیادہ مہنگی ہوتی ہے، جیسا کہ آج جب کہ یہ جواب لکھا جارہا ہے (۱۹۷۶ء) دس گرام چاندی کا نرخ ۴۰ روپے ہیں، اس حساب سے دس درہم چاندی کی قیمت ۱۲۲، ۱۲۳ روپے ہوتی ہے، جب کہ آج سے ڈیڑھ دو ماہ قبل چاندی کا نرخ دس گرام کے ۴۰، ۵۰ روپئے تھے۔ اسی طرح مستقبل میں چاندی کا نرخ بڑھ جائے تو ۱۲۷:۵۰ مہر کی اقل مقدار کو بھی پوری نہیں کرپائے گا، اس لئے مہر متعین کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ، مہر ۱۳۱ گرام چاندی سے کم نہ ہو اور زیادہ مہر مقرر کرنے میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ۱۵۳۱ گرام چاندی یا اس کی قیمت کے برابر روپئے مہر کے طور پر رکھے جائیں، نیز یہ بھی جان لینا چاہئے کہ مہر معجّل ہو یا مؤجل دنیا ہی میں اس کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہئے، تاکہ کل قیامت کے دن نیکیوں کی صورت میں ادا نہ کرنا پڑے۔ ہمارے یہاں شادی بیاہ میں ہزاروں روپئے خرچ کئے جاتے ہیں، اور مہر شرعی مقدار سے کم اور مؤجل رکھی جاتی ہے، یہ بہت ہی شرمناک اور بے عزتی کی بات ہے، نیز بہت سی جگہوں پر تو عورت سے زبردستی یا شرما شرمی میں مہر معاف کرایا جاتا ہے، اس کی اصلاح کرکے عورتوں کو ان کے حقوق برابر ادا کرنے چاہئے۔ وفقنا الله ولسائر المسلمين لما يحب به ربنا ويرضاه۔ آمین (شامی:۲، عالمگیری:۱)

﴿۱۷۸۸﴾ مجھے مہر نہیں چاہئے کہنے سے مہر معاف ہوجائے گا؟

سوال: عورت کہتی ہے کہ میں نے سابقہ مہر معاف کردیا ہے، اور دوسرا نکاح کرتے وقت

مجھے مہر نہیں چاہئے، عورت کے ایسا کہنے سے مہر معاف ہوگا یا نہیں؟ اور عورت کو مہر نہ دیں تو درست ہے یا نہیں؟ مہر کی کم از کم مقدار کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مہر عورت کا حق ہے، عورت اپنی خوش دلی سے مہر معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا، مہر کی کم از کم مقدار دس درہم یعنی تین تولہ چاندی ہے، عورت کا یہ کہنا کہ مجھے مہر نہیں چاہئے اس لئے مہر متعین نہ کیا جائے، صحیح نہیں ہے، مہر تو متعین کیا جائے گا، بعد میں عورت کو نہ چاہئے تو خود معاف کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۸۹﴾ جماعت کے مقرر کئے ہوئے مہر سے کم مقدار پر مہر مقرر کرنا؟

سوال: مہر کی رقم جماعت نے ۵۰:۱۲۷ روپے مقرر کی ہے، لیکن بہت سی مرتبہ اس سے کم مہر ادا کیا جاتا ہے، تو اس طرح کم مہر متعین کرنے سے نکاح کرنے والے کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ ایسی کم رقم کی مہر متعین کرنے میں مرد اور عورت کی رضا مندی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرد کو اپنی حیثیت کے مطابق اتنی مہر متعین کرنی چاہئے جتنی کہ وہ ادا کرنے پر قادر ہو، صرف ناموری یا دکھلاوے کے لئے بڑی مہر مقرر کرنے کو شریعت پسند نہیں کرتی، مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، یعنی پونے تین تولہ چاندی یا اتنی قیمت کی کوئی اور چیز، اس سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی اس سے کم مہر پر نکاح کرے گا تو مہر مثل واجب ہوگا، اس لئے مرد وعورت دونوں اپنی خوشی سے اور نابالغ ہوں تو ان کے اولیاء اپنی رضا مندی سے ایک سو ساڑھے ستائیس روپے سے کم مہر مقرر کرنا چاہیں جب کہ وہ رقم دس درہم چاندی کی قیمت سے زیادہ ہو تو ایسا کرنا درست ہے، مہر متعین کرتے وقت فریقین کا رضا مند ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۹۰﴾ حضرت فاطمہؓ کا جہیز

سوال: حضور نبیٔ کریم ﷺ کی طرف سے اپنی لاڈلی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے نکاح پرانہیں جہیز میں کیا کیا چیزیں عطا کی گئی تھیں؟ حضرت فاطمہؓ کا مہر کتنا تھا؟ نقد دیا گیا تھا یا ادھار؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہیز میں دو یمنی چادر، کھجور کی چھال بھری ہوئی دو رضائیاں، چار گدے، دو چاندی کے کڑے، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشک، ایک سقہ اور ایک کمبل دیا گیا تھا۔ جہیز دینے میں تین باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

(۱) اپنی حیثیت کے مطابق ہو، حیثیت سے زیادہ نہ ہو۔ (۲) ضروری چیزیں دی جائیں۔ (۳) نام ونمود اور شہرت کے لئے نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۹۱﴾ طلاق کے بعد عورت مہر کے روپیوں کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

سوال: لڑکی کی مہر نکاح خوانی کے دفتر میں ۱۱۰۰:۰۰ (گیارہ سو روپئے) درج ہوئی ہے، طلاق نامہ کے ساتھ مہر کے روپئے نہیں ملے ہیں، تو مہر کے روپئے وصول کرنے کے لئے کیا مسئلہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر مہر ادا نہ کی گئی ہو اور نہ تو عورت نے معاف کیا ہو تو طلاق کے بعد مہر وصول کرنے کا عورت کو حق ہے، اس لئے عورت مہر کے روپئے مانگ سکتی ہے، اور مرد کے لئے دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۹۲﴾ لڑکی کو نکاح کے وقت جو زیور اس کے والد نے دیا تھا اس کا مالک کون ہے؟

سوال: ایک لڑکی کو اس کے نکاح کے وقت اس کے والد نے سونے کی چین دی تھی، بعد

میں لڑکی کو طلاق ہوگئی، لیکن لڑکی جب نکاح میں تھی تب اسی چین کو تڑوا کر اس کی بالیاں بنا لی تھی، تو بعد طلاق کے ان بالیوں پر کس کا حق ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے وقت لڑکی کو جو زیور اس کے والد کی طرف سے دیا گیا تھا اس زیور کی مالک لڑکی ہے، لہذا اگر والد نے سونے کی چین دی تھی تو اب اس کی مالک لڑکی ہے۔

﴿۱۷۹۳﴾ نکاح کے وقت کا ہدیہ بعد طلاق کے واپس مانگنا

سوال: ایک لڑکی کو اس کے نکاح کے وقت اس کی نند (شوہر کی بہن) نے ایک ہاتھ کی گھڑی ہدیہ میں دی تھی، تو بعد طلاق کے اس گھڑی کا حقدار کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... موہوبہ شئ کا واپس لینا مروت کے خلاف ہے، نیز حدیث شریف میں اسے قے کر کے دوبارہ چاٹنے سے تشبیہ دی ہے، اس لئے واپس نہیں لینا چاہئے، اس کے باوجود کوئی شخص موہوبہ شئ کو واپس مانگے تو دے دینی چاہئے، لہذا صورت مسئولہ میں نند کا موہوبہ گھڑی کا مانگنا مکروہ تحریمی ہے، اور لڑکی کی رضامندی نہ ہو تو نند اسے واپس نہیں لے سکتی۔ (شامی: ۷۰۹/۴) نند نے جب گھڑی بخشش کی تھی اور بھابھی نے اس پر قبضہ کیا تھا تو اس وقت ہبہ تام ہوگیا تھا اور گھڑی بھابھی کی ملکیت ہو چکی تھی۔

﴿۱۷۹۴﴾ بعد طلاق کے جہیز کا مالک کون؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، طلاق دینے کو ایک سال گزر چکا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ عورت جہیز کے طور پر جو سامان شوہر کے گھر لائی تھی اس کی مالک عورت ہی ہے، طلاق کے بعد مذکور شخص نے اپنے سسرال والوں کو بار بار کہلوایا کہ آپ کا جو بھی

سامان میرے یہاں ہے اسے لے جاؤ، لیکن سسرال والوں میں سے کوئی لینے نہیں آیا، تو اب اس سامان کا کیا کیا جائے؟ کیا ایسا کر سکتے ہیں کہ دو تین افراد کو بلا کر اس سامان کی قیمت متعین کی جائے اور جو رقم بنتی ہو منی آرڈر سے انہیں بھیج دی جائے، کیا ایسا کرنے سے یہ شخص سامان کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ اشیاء و سامان آپ کے پاس امانت ہے، اس لئے ان اشیاء کا استعمال بغیر ان کی اجازت کے آپ کے لئے جائز نہیں، ان کی حفاظت آپ کے ذمہ ضروری ہے، اگر وہ لوگ خود سامان لینے نہ آتے ہوں اور نہ ہی کسی کو بھیجتے ہوں اور آپ سامان کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتے ہوں تو آپ کو خود جا کر وہ سامان ان کے یہاں پہونچا دینا چاہئے یا کسی معتمد شخص کے ذریعہ وہاں پہونچا دینا چاہئے، سامان یقینی طور پر ان کے یہاں پہنچ جانے پر آپ ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ (عالمگیری: باب الودیعت) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۹۵﴾ جہیز کے برتن کا مالک کون ہے؟

سوال: جہیز کے برتن پر کس کا حق ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عورت کو جو برتن جہیز میں ملے ہیں وہ عورت کی ذاتی ملک ہیں لہذا عورت کو ان کے مانگنے یا لے جانے کا پورا اختیار ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۷۹۶﴾ جہیز میں گھڑی، سائیکل اور روپے مانگنا

سوال: جہیز میں گھڑی، سائیکل اور ریڈیو وغیرہ مانگنا کیسا ہے؟ نیز یہ کہنا کہ جب تک ایک ہزار روپے نہیں ملتے نکاح نہیں ہوگا، کیسا ہے؟ شریعت میں اس مانگنے کا کیا درجہ ہے؟ کیا

یہ مانگنا السوال ذلٌّ میں داخل نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......شریعت میں اس طرح مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، جہیز میں کوئی چیز مانگنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ لڑکی کے والدین کی استطاعت ہوتی تو وہ بغیر مانگے ہی دیتے، اگران کی استطاعت نہیں ہے اورانہوں نے صرف طعن وتشنیع سے بچنے کے لئے دیا ہے تو شرعاً ایسا لینا منع ہے، بسا اوقات ایسے موقع پر والدین سودی قرض لے کر بھی سوال پورا کرتے ہیں جو قبیح اور برا ہونے کے ساتھ سودی لین دین کی وعید کا مستحق بناتا ہے۔ نیز اس طرح کا سوال ایک رسم ہے، اور ایک رواج ہے جسے چھوڑ دینا چاہئے، نیز اس طرح کے سوال میں رقم دینے والا بدلہ کی نیت سے دیتا ہے کہ سامنے والے نے میری خوشی کے موقع پر دس روپے دئے تھے تو اب اس کی خوشی کے موقع پر مجھے وہ واپس کرنے ہیں تو یہ ایک طرح کا قرض ہوا، اگر ایسے غلط طریقہ سے مقروض ہونا پڑے تو یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۹۷﴾ لڑکے کا جہیز مانگنا

سوال: ایک لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے، البتہ اس کی رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی ہے، شوہر کا مطالبہ ہے کہ جب تک اسے ریڈیو، گھڑی اور سائیکل وغیرہ نہیں دئے جاتے ہیں وہ لڑکی کو لینے نہیں آئے گا، یہ رسم عام ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے جوان جوان لڑکیاں جن کے نکاح ہو چکے ہیں لیکن وہ ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرت سے محروم ہیں تو ایسی رسم کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور یہ لین دین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ آ کر اپنی منکوحہ کو اپنے گھر لے

جائے، لیکن اس کے لئے کسی چیز کا مانگنا غلط ہے، لڑکی کے والدین کو ان چیزوں کے دینے کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہئے، وہ بخوشی جو دیں اسے لے کر اپنی منکوحہ کو اپنے گھر لے جانا چاہئے، اگر شوہر بیوی کو اپنے گھر نہیں لے جاتا اور بیوی کے اپنے گھر پر رہتے ہوئے اس کا کوئی حق بھی ادا نہیں کرتا تو بیوی کو طلاق کے مطالبہ کا حق ہے، اگر شوہر طلاق نہ دے تو جو شکل ممکن ہو، مہر معاف کر کے یا روپے کی لالچ دے کر طلاق حاصل کر کے نکاح ختم کروا لینا چاہئے۔

ایسی عورت الحیلۃ الناجزہ میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق عمل کر کے بھی اپنا نکاح فسخ کرواسکتی ہے، اس کے لئے برادری کی عام پنچایت کافی نہیں ہے، شرعی پنچایت کا ہونا ضروری ہے، لہذا شرعی پنچایت کا طریقہ اور مزید تفصیل الحیلۃ الناجزہ میں دیکھ لی جائے۔

﴿۱۷۹۸﴾ جہیز کی حیثیت؟

سوال: محترم جناب مفتی صاحب!

مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۱) شریعت میں جہیز کی کیا حقیقت ہے؟ (۲) کیا جہیز حضور ﷺ کی سنت ہے؟ (۳) موجودہ زمانہ میں جہیز دینا چاہئے یا نہیں؟ اگر ہاں تو جہیز میں کیا دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نکاح کے بعد لڑکی کی نئی زندگی شروع ہوتی ہے اس زندگی کی ابتداء

میں اس کے لئے آسانی کے طور پر اس کے اعزہ کی طرف سے جو اشیاء دی جاتی ہیں ان کو جہیز کہا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے موقع پر ان کو کچھ ضروری چیزیں دی تھیں، اس لئے اگر کوئی شخص آج بھی اپنی بیٹی کو کچھ دینا چاہتا ہے تو دے سکتا ہے، ممنوع نہیں ہے۔

جہیز دینے میں تین بنیادی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اپنی حیثیت کے مطابق ہو، حیثیت سے زیادہ نہ ہو۔(۲) ضروری چیزیں دی جائیں۔(۳) نام ونمود کے لئے نہ ہو، اس لئے کہ یہ اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک ہے اس میں اعلان اور نمائش کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب مایتعلق بنکاح منکوحۃ الغیر

﴿۱۷۹۹﴾ دوسرے کی منکوحہ سے لاعلمی میں نکاح کر لینا اور اس سے ہونے والے بچوں کا حکم؟

سوال: خان دیس سے ایک عورت اپنے رشتہ داروں کے یہاں آنند رہنے آئی اور اس عورت اور اس کے گھر والوں کی رضا مندی سے اس عورت نے دوسرے سے نکاح کیا، اس بات کو آج پانچ سال گذر گئے، اب یہ عورت کہتی ہے کہ اس کا پہلا شوہر زندہ ہے میں آئی اس وقت میں شادی شدہ تھی، میرا شوہر زندہ تھا۔ اور اب اس کا کیا حال ہے یہ مجھے نہیں معلوم، اس عورت کو اس دوسرے شوہر سے دو بچے بھی ہیں تو اس عورت کو ہمیں رکھنا چاہئے یا جدا کر دینا چاہئے؟ اس عورت کا نکاح مذکور شخص سے صحیح ہوا یا نہیں؟ ۵-۶ سال ہوئے اس کا پہلا شوہر اس کی خبر تک لینے کبھی نہیں آیا، تو یہ عورت پہلے شوہر کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خان دیس سے آکر اس عورت نے کیا یہ کہا تھا کہ میرا شوہر زندہ ہے یا نہیں؟ یعنی تمہارے سامنے کسی بات کا خلاصہ کیا تھا یا نہیں؟ (عورت کے کہنے سے یا اس کے رشتہ داروں کے کہنے سے) اگر آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ یہ عورت کسی کے نکاح میں نہیں ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی کے نکاح میں ہے تو دوسرا نکاح صحیح نہیں کہلائے گا البتہ اس مدت میں ہونے والے بچے دوسرے شوہر کے ہی کہلائیں گے اور اس میں آپ کو گناہ نہیں ہوگا، البتہ اب اس عورت کو جدا کر دینا چاہئے اس لئے کہ وہ پہلے شوہر کی ہی بیوی کہلائے گی اس سے طلاق لینے کے بعد اور اس طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد آپ از سر نو نکاح کر کے اسے رکھ سکتے ہیں۔ (شامی، درمختار) فقط واللہ تعالی اعلم

باب المصاهرة

﴿۱۸۰۰﴾ بہو سے زنا بالجبر کی صورت میں بہو بیٹے پر حرام ہو جائے گی؟

سوال: ایک شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا بالجبر کیا، تو کیا وہ عورت اس کے بیٹے کے نکاح میں باقی رہی؟ اور اب دونوں میاں بیوی کو ساتھ میں رہنا درست ہے؟ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنے لڑکے کی بیوی باپ یعنی خسر کے لئے بیٹی کے درجہ میں ہے اس لئے بے حیائی اور بے شرمی کا کام کرنا بہت ہی شرمناک فعل اور ذلیل حرکت ہے، لیکن لڑکے یعنی شوہر کا کیا کہنا ہے؟ جواب دینے سے قبل اس کا بیان جاننا بھی نہایت ضروری ہے، اس لئے پوری تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب طلب کر لیں۔

﴿۱۸۰۱﴾ خسر سے نکاح جائز ہے؟

سوال: ایک عورت نے ایک مرد سے شادی کی اس مرد سے اس عورت کو اولاد ہوئی پھر اس مرد کا انتقال ہو گیا اور اس کے مرنے کو کافی عرصہ گذر گیا اب یہ عورت اپنے خسر یعنی مرحوم شوہر کے حقیقی والد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا یہ عورت اپنے خسر سے نکاح کر سکتی ہے؟ اس طرح انتقال کر جانے والے شوہر کے والد سے ایسی عورت عدت کے ختم ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ مرنے والے کی اولاد بھی ہے اور خدانہ کرے اپنے خسر سے جماع کی وجہ سے اس عورت کو اولاد ہو جائے گی تو خسر کی اولاد اور اس کی پہلے والی اولاد دونوں رشتہ میں بھائی بہن ہو جائیں گے، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......جس مرد سے اس عورت کا نکاح ہوا اور اس سے اولاد بھی ہوئی تو اس کا والد یعنی عورت کا خسر عورت کا محرم ہو گیا، اور محرم کے ساتھ کسی بھی صورت میں نکاح جائز نہیں ہے۔ **و حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم الخ** (اور حرام ہیں تم پر) عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں۔ (نساء:۲۳) لہذا صورت مسئولہ میں عورت کسی بھی صورت میں عدت کے گذر جانے کے بعد بھی اپنے خسر سے نکاح نہیں کر سکتی، اور اس کی بیوی نہیں بن سکتی، قرآن پاک میں جن رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام بتایا گیا ہے اس میں خسر بھی داخل ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۰۲﴾ خسر سے نکاح درست ہے؟

سوال: ایک شخص کے لڑکے کا انتقال ہو گیا اس کی عورت ۳۵ سے ۴۰ سال کی جوان ہے اور اس کے چار پانچ چھوٹے بچے ہیں یہ عورت بچوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ نکاح کرنا پسند نہیں کرتی اور وہ اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکے گی اور گناہ میں مبتلا ہو جائے گی ایسا خطرہ ہے اگر یہ اپنے خسر کے ساتھ رہنے پر راضی ہو تو عورت اپنے خسر کو کسی کی حاضری کے بغیر یعنی گواہوں کے بغیر ذات بخش دے تو یہ درست ہے؟ دوسرے کسی کی موجودگی میں عورت اپنی ذات بخشش کرے تو بات کے پھیلنے کا ڈر ہے اور عزت خاک میں مل سکتی ہے۔ تو اس بارے میں بزرگان دین اور شریعت کیا کہتی ہے؟ اس عورت کو بچہ ہونے کا امکان نہیں ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسے بہت واقعات پیش آتے ہیں اس لئے کسی کی موجودگی کے بغیر ذات بخش دے تو چل سکتا ہے، تو کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قرآن شریف میں جن رشتہ داروں سے نکاح کو ابدی

طور پر حرام فرمایا گیا ہے ان میں سے ایک بیٹے کی بیوی بھی ہے، خسر اپنے صلبی بیٹے کی بیوی کے ساتھ کبھی بھی کسی حال میں نکاح نہیں کرسکتا، چاہے وہ عورت بیوہ ہوگئی ہو یا لڑکے نے طلاق دے کر جدا کر دیا ہو۔ و حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم الخ (اور حرام ہیں تم پر) عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں۔ (نساء: ۲۳) لہذا صورت مسئولہ میں خسر کا نکاح بہو سے کسی حال میں جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ (شامی: ۲/۲۷۹)

﴿۱۸۰۳﴾ جوان لڑکے کا ماں کے ساتھ سونا؟

سوال: ایک لڑکا جس کی عمر ۲۰ سال ہے وہ پوری رات اپنی والدہ کے ساتھ قمیص اتار کر سوتا ہے، بہت سی راتیں اس طرح پوری رات سوتا دیکھا گیا، اور صبح میں لڑکے کے پیر والدہ کے پیروں پر دیکھے گئے، والدہ کی عمر ۵۰ کے اندر ہے، تو اس عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب لڑکے کی عمر دس سال کی ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے، اسی لئے فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ جب لڑکے کی عمر دس سال کی ہو جائے تو اس کو اس کی والدہ کے ساتھ نہیں سونا چاہیے، احادیث میں اس کی مکمل تفصیل اور برائیاں مذکور ہے، اس لئے الگ سلانا واجب کہلائے گا پھر بھی جب تک یقینی طور پر کوئی برائی ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک نکاح پر کوئی اثر یا طلاق نہیں ہوتی۔ (شامی: ۵/۲۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۰۴﴾ خون دینے سے جزئیت ثابت نہیں ہوتی؟

سوال: ایک عورت نے اپنے بیمار شوہر کو جو کہ ہسپتال میں داخل تھا اور بیہوشی کی حالت میں

تھا، ڈاکٹر کے کہنے پر خون دیا، اس عورت کا خون اپنے بیمار شوہر کے خون سے میل رکھتا تھا، تو عورت نے اپنی خوشی سے اپنے شوہر کی زندگی بچانے کے لئے خون دیا، بعد میں شوہر کی طبیعت اچھی ہوگئی، اور انہیں معلوم ہوا کہ انہیں خون ان کی عورت نے دیا ہے، تو ایک بھائی جو حافظ یا مولوی ہیں ان کو بتانے پر اس نے ایسا جواب دیا کہ خون دینے سے وہ عورت تمہاری بہن ہوگئی، تو شوہر نے اپنی بیوی سے کہا تو تو میری بہن ہوگئی، اس لئے تو اب میری عورت نہیں رہی، اور اس نے اس کو اپنی ماں کے گھر بھیج دیا، اور دوسری شادی کر لی، تو کیا خون دینے سے عورت بہن بن جاتی ہے؟ اور اس نے اپنی بیوی کو اس کے گھر بھیج دیا کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کا دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خون دینے سے بہن کا رشتہ نہیں ہو جاتا، اور یہ کہنا کہ خون دینے سے تو میری بہن ہوگئی صحیح نہیں ہے، یہ عورت جیسے پہلے نکاح میں تھی اب بھی نکاح میں ہے، اگر نکاح کا تعلق ختم کرنا ہو تو طلاق کے بغیر ختم نہیں ہوگا، جنہوں نے آپ کو بتایا کہ خون دینے سے وہ آپ کی بہن ہوگئی انہوں نے غلط بتایا، اور اس قول پر عورت کو اس کی ماں کے یہاں بھیج دینا بھی غلط تھا، وہ عورت اب بدستور آپ کے نکاح میں ہے، مجبوری میں یعنی بیماری میں اس عورت نے تمہاری مدد کی اس پر آپ کو اس کا شکر گذار ہونا چاہئے، اس کے بجائے ناشکری کرتے ہوئے اسے اپنے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا، یہ بہت ہی غلط کیا، مرد نے دوسرا نکاح کیا وہ بھی صحیح ہو گیا، اور پہلا نکاح بھی باقی ہے۔

﴿۱۸۰۵﴾ خون دینے سے آپس میں رشتہ کرنا ناجائز ہو جاتا ہے؟

سوال: کوئی عورت اپنے پستان سے دو بچوں کو دودھ پلائے تو وہ دونوں آپس میں دودھ

شریک بھائی بہن ہو جاتے ہیں، اوران میں آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایک ماں یااس کالڑکا پرائی لڑکی کو بیماری کی وجہ سے خون دیں اوروہ خون ایک دوسرے کے بدن میں گردش کرنے لگے تو اب یہ لڑکی جسے خون چڑھایا گیا ہے اس کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے یانہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں کسی سخت ضرورت کے پیش نظر چڑھانا پڑے تو سخت مجبوری کے درجہ میں خون چڑھانا تو جائز ہے،لیکن خون چڑھانے کی وجہ سے جزئیت ثابت نہیں ہوتی ،یعنی وہ اس کی لڑکی یا بہن نہیں بنتی،اس لئے دونوں کا آپس میں نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۰۶﴾ مزنیہ کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کا نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال: زید کا ہندہ سے ناجائز رشتہ تھا، پھر ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ ہو گیا اب عمر سے ہندہ کو جواولاد ہوئی ہےان کا نکاح زید کے لڑکوں اورلڑکیوں کے ساتھ ہوسکتا ہے یانہیں؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......صورت مسئولہ میں زیداور ہندہ کے لڑکےاورلڑکیوں کا آپس میں نکاح جائز ہے، جیسے کسی عورت سے کوئی مرد نکاح کرےاوراس کالڑکا اپنی سوتیلی ماں کے پہلے والے شوہر کی لڑکی سے نکاح کرے تو یہ جائز ہے اسی طرح زیداور ہندہ کی اولاد کا نکاح بھی آپس میں جائز ہے۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۰۷﴾ بیٹے کی مزنیہ سے باپ کا نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال: ایک کنواری لڑکی تھی ،ایک مرتبہ اس نے تین آدمیوں کے ساتھ زنا کیا،اس میں سے ایک اس کا محبوب تھااور دوسراایک نوجوان لڑکا تھااور تیسرااس نوجوان لڑکے کا باپ تھا،

یعنی ان تینوں میں ایک اس کا محبوب تھا اور دو باپ بیٹے تھے، تینوں مسلمان تھے، تینوں نے ایک ہی لڑکی کے ساتھ زنا کیا، اور اس زنا سے لڑکی کو حمل رہ گیا، اور تینوں نے اس حمل کا انکار کیا کہ یہ میرا حمل نہیں ہے لیکن تینوں نے زنا کا اقرار کیا کہ انہوں نے زنا کیا ہے۔

اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حمل کس کا کہلائے گا؟ یہ بات ثابت نہ ہوسکی اور معاملہ دب گیا اور باپ بیٹے اس فتنہ سے بچ گئے اور جو محبوب تھا وہ پھنس گیا۔

میرے علم کے مطابق ان تینوں کی بات صحیح تھی لیکن اس محبوب کا اس لڑکی سے گہرا تعلق تھا یہ میرے علاوہ بھی بہت سے لوگ جانتے تھے اس لئے وہ انکار نہ کرسکا اور خود لڑکی کو لے جا کر وہ حمل ساقط کروادیا۔ اس لڑکی کو پھر دوبارہ حمل ٹھہر گیا اس بار لڑکی نے ان تینوں میں سے صرف ایک کا نام لیا اور وہ لڑکے کے باپ کا نام تھا اور کہتی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور لڑکے کا باپ بھی اقرار کرتا ہے کہ یہ حمل اس کا ہے اور وہ لڑکی کو اپنانا چاہتا ہے آج یہ تینوں زانی حیات ہیں، اس لئے لڑکے کا باپ اسے اپنانے سے ہچکچاتا ہے اور اس لڑکی سے ذات بخشش کروانا چاہتا ہے۔

تو مسئول یہ امر یہ ہے کہ وہ زانی (باپ) اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح نہیں ہوسکتا تو خفیہ طور پر ذات بخشش کرواسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں ہوسکتیں تو دوا وغیرہ سے حمل ساقط کروانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مذکورہ لڑکی کے ساتھ باپ اور لڑکے نے دونوں نے زنا کیا ہے جس کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوچکی ہے اس لئے باپ یا لڑکے کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح کسی حال میں نہیں ہوسکتا اور ذات بخشش بھی نہیں ہوسکتی۔ (شامی:

۶/۲۷ پر اس مسئلہ کی مکمل وضاحت موجود ہے)

﴿۱۸۰۸﴾ کیا باپ کی مزنیہ کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

سوال: زید کو اس کی بیوی حمیرہ سے ایک لڑکی ہے، حمیرہ کا بکر کے ساتھ چکر چلتا ہے یعنی ناجائز تعلقات ہیں اور وہ زنا کا گناہ کر بیٹھتی ہے اور بکر کو اس کی بیوی سے ایک لڑکا ہے، اب بکر کا لڑکا حمیرہ کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے؟ کیا حرمت مصاہرت کی وجہ سے یہ رشتہ ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں حمیرہ کی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے کے ساتھ کرنا درست ہے۔ ویحل لاصول الزانی و فروعہ اصول المزنی بھا و فرعھا۔ (شامی: ۱۰۷/۴، شامی: ۲)

﴿۱۸۰۹﴾ بھول سے بہو کی چھاتی پر ہاتھ ڈال دیا تو......؟

سوال: زید اپنی بیوی کے کمرہ میں جاتا ہے، اور اس کے بستر پر سوئی ہوئی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس کی چھاتی پر ہاتھ پھراتا ہے، ہاتھ پھیرتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو کوئی اور عورت ہے اس لئے چپ چاپ واپس آجاتا ہے اور اپنی بیوی کو آواز لگاتا ہے وہ آتی ہے تو اس سے پوچھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج تو بہو (اس کے بیٹے کی بیوی) اس کے پلنگ پر سوئی ہوئی تھی، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے اور وہ عورت اس کے لڑکے کے نکاح میں باقی رہتی ہے؟ اس سے نکاح میں کچھ فرق آئے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں وہ بہو لڑکے کے لئے حرام ہوگئی، لڑکے کے لئے واجب ہے کہ وہ اسے علیحدہ کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۱۰﴾ اوپر کے مسئلہ پر اعتراض اور اس کا جواب؟

سوال: ماہ نامہ ''تبلیغ'' کے جنوری ۱۹۷۰ کے شمارہ میں فقہی مسائل کے عنوان کے تحت آپ کا یہ سوال وجواب نظر سے گذرا، اس کی کچھ وضاحت مطلوب ہے:

سوال تھا کہ: زید اپنی بیوی کے کمرہ میں جاتا ہے، اور اس کے بستر پر سوئی ہوئی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس کی چھاتی پر ہاتھ پھراتا ہے، ہاتھ پھراتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو کوئی اور عورت ہے اس لئے چپ چاپ واپس آجاتا ہے اور اپنی بیوی کو آواز لگاتا ہے وہ آتی ہے تو اس سے پوچھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج تو بہو (اس کے بیٹے کی بیوی) اس کے پلنگ پر سوئی ہوئی تھی، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے اور وہ عورت اس کے لڑکے کے نکاح میں باقی رہتی ہے؟ اس سے نکاح میں کچھ فرق آئے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں وہ بہو لڑکے کے لئے حرام ہوگئی، لڑکے کے لئے واجب ہے کہ وہ اسے علیحدہ کردے۔

اس سوال کے جواب میں کچھ بھول ہوئی ہے، زید کے لڑکے کے لئے اس کی بیوی حرام نہیں ہونی چاہئے میری دلیل یہ ہے کہ کیا انسان سے بھول نہیں ہوتی؟ کیا انسان معصوم ہے خطا سے پاک ہے؟ زید کو جب معلوم ہوا تو وہ فوراً ہٹ گیا اور اس نے اپنی بیوی کو تلاش کیا، اب نہ تو زید نے صحبت کی ہے اور نہ اس کے ساتھ آدھا گھنٹہ سویا ہے، صرف ہاتھ لگاتے ہی اسے معلوم ہو گیا کہ یہ اس کی بیوی نہیں ہے اس لئے فوراً ہاتھ ہٹا لیا، اب اس واقعہ میں لڑکے اور بہو کا کیا قصور ہے؟ تو کیا ان دونوں کو اس کی سزا ملنی چاہئے؟ ایسی واہیات باتیں بغیر حوالہ کے کیسے طبع کر دیں، اور ہزاروں قارئین ایسی (بے تکی) باتیں پڑھتے ہیں، اس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی وہ

بہولڑکے پر حرام ہوگئی بھول ہوئی باپ سے اور سزا ملے لڑکے کو؟ یہ کیسا انصاف ہے؟ بغیر قصور کے بہو علیحدہ ہوگئی اور اس کی زندگی اجڑ گئی اس کی اولاد ہو تو اس کا کیا ہوگا؟

اس سوال کا جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ زید اپنی بہو سے جو بیٹی کے درجہ کی ہے اپنے سے ہوئی بھول پر افسوس ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو وصیت کرے کہ مستقبل میں جب بھی بستر بدلے یا دوسری جگہ سوئے تو پہلے سے زید کو اس کی خبر کرے، اس سوال کا یہی جواب ہوسکتا ہے، ماہ نامہ میں جو جواب دیا گیا ہے وہ محض اختراع ہے اور بے بنیاد ہے لہذا آئندہ شمارہ میں اس مسئلہ کا خلاصہ فرمائیں اور لوگوں کو صحیح بات سے واقف کریں، یہی میری گذارش ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ماہ نامہ ''تبلیغ'' کے شوال ۱۳۸۹ھ کے شمارہ میں صفحہ نمبر ۶ پر دیا گیا حرمت مصاہرت والا جواب بالکل صحیح ہے۔

البتہ اس کے ساتھ ایک قید ہے جو ذکر کرنا چاہئے تھی جیسا کہ فتح القدیر ۲/ ۳۶۷ پر اور بحر الرائق ۲/ ۱۰۰ پر یہ قید مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ

لا تحرم علی ابیه و ابنه الا ان یصدقاه او یغلب علی ظنهما صدقه۔

لڑکے کے لئے اس عورت کے حرام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ لڑکا اس بات کا اقرار کرے کہ اس کے والد نے شہوت سے اس کی بیوی کو ہاتھ لگایا ہے یا اس لڑکے کو عورت کی بات پر کامل یقین ہو تو اب اس عورت کے ساتھ اس لڑکے کو میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے حرام ہے، اس لئے اسے علیحدہ کر دینا چاہئے۔

اس لئے بہتر یہ ہے کہ شوہر خود ''میں تجھے جدا کرتا ہوں'' کہہ کر علیحدہ کر دے، یا قاضی اپنے شرعی فیصلہ سے دونوں میں علیحدگی کر دے، اور بعد انقضائے عدت کے وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ شامی جلد: ۲ میں لکھا ہے کہ: **الا بعد**

تفریق القاضی او بعد المتارکۃ۔ اس لئے اوپر والے سوال کا جواب اس طرح ہوتا تو مکمل کہلاتا۔

خسر اپنی بہو کو جان بوجھ کر یا بھولے سے شہوت کے ارادہ سے ہاتھ لگائے یا اس کے ساتھ زنا کرے اور اس بہو کا شوہر اس بات کو سچ سمجھے یا گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جائے تو عورت اس کے شوہر کے لئے حرام ہو جاتی ہے، اس لئے لڑکے کے لئے واجب ہے کہ وہ اسے علیحدہ کر دے، شریعت کی اصطلاح میں اسے حرمت مصاہرت کہتے ہیں جس کا بیان فقہ کی ہر کتاب میں نکاح محرمات کے باب میں دلائل کے ساتھ مذکور ہے، خاص طور پر شیخ ابن ہمامؒ کی فتح القدیر شرح ہدایہ جلد:۲ صفحہ:۳۶۶ پر اور بدائع جلد:۲ صفحہ:۲۶۱ پر قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ''شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اور حرمت کے ثابت ہونے کے لئے کل ۷ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جس کی تفصیل مطولات میں مذکور ہے۔

اب یہ کہنا کہ ''بھول کرے باپ اور سزا ملے لڑکے کو'' یہ جملہ غلط اور بے محل ہے اس لئے کہ علت بھول کا ہونا نہیں ہے بلکہ ایک شرعی قاعدہ ہے کہ باپ کی موطوءہ (**موطوئۃ الاب:**) جس سے باپ نے نکاح کیا ہو یا جماع کیا ہو وہ عورتیں بیٹے کے لئے ماں جیسی ہو جاتی ہیں اور جماع کے اسباب (ہاتھ لگانا، بوسہ لینا وغیرہ) کو بھی احتیاط کے طور پر جماع کا درجہ دے دیا گیا ہے، اس لئے شرعی قاعدہ کے مطابق جب سبب پایا جائے گا تو مسبب بھی واقع ہو جائے گا یعنی جس عورت کو شہوت کے ساتھ باپ نے ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا یا جماع کیا وہ بیٹے کے لئے ماں جیسی ہو جائے گی، اور بیٹے پر حرام ہو جائے گی۔

اس مسئلہ میں ایک دوسری بات ہے گناہ کا ہونا تو چونکہ بھول سے ہاتھ لگایا ہے اس لئے گناہ

نہیں ہوگا لیکن دوسرا حکم یعنی حرمت مصاہرت تو ثابت ہو ہی جائے گی، جیسے کوئی شخص کسی مشروب کو آب حیات سمجھ کر پی لے اور وہ زہر ہو تو اس سے خودکشی کا گناہ تو نہیں ہوگا لیکن اس سے اس کی جان تو جائے گی، اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں گناہ تو نہیں ہوگا لیکن حرمت مصاہرت تو ثابت ہو ہی جائے گی اور بہو اس کے بیٹے پر حرام ہو جائے گی۔

اب یہ کہنا کہ اولاد کا کیا ہوگا؟ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ اولاد تو ماں باپ کی ہی کہلائے گی اور اس کی پرورش کی پوری ذمہ داری باپ پر ہی ہے، پھر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ خدانہ کرے اولاد چھوڑ کر ماں کا انتقال ہو جاتا تو اولاد کا کیا ہوتا؟

ملحقہ خط میں جواب تو یہی ہو سکتا ہے کہہ کر جو جواب لکھا ہے وہ کس کتاب میں ہے؟ قرآن شریف کی کس آیت یا حدیث کے کس بیان سے ثابت ہے؟ اور فقہ کی کونسی کتاب کا حوالہ ہے یہ نہیں لکھا، شاید اپنے تخیلات کی پیداوار ہے، اگر واقعہ یہی ہے تو کوئی مسئلہ اپنی سمجھ سے بیان کر دینا اور اسے شرعی جواب کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

یہ مسئلہ ایک دوسری مثال سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ مثال کے طور پر اگر باپ کے ہاتھ میں بندوق ہے اور تاریکی میں باپ چور سمجھ کر بھول سے بہو پر گولی چلاتا ہے اور گولی لگنے سے بہو کا انتقال ہو جاتا ہے تو کیا اسے دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے؟ باپ کی بھول سے بیٹے کو کیوں سزا مل رہی ہے؟ بہو کی اولاد کا کیا ہوگا ایسا کہنا مناسب ہے؟ یہ واقعہ بھول سے ہو گیا ایسا سمجھ کر بہو کو دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے؟

﴿۱۸۱۱﴾ خسر کے پیر دبانا اور سر پر بوسہ دینے سے حرمت ثابت ہوگی؟

سوال: میں ایک یتیم لڑکی ہوں، میری عمر تقریباً ۲۲ سال ہے، آج سے تین مہینہ قبل میرا

نکاح ہوا تھا، لیکن کم نصیبی سے یہ واقعہ پیش آ گیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے، تو اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

ایک رات کو میرے خاوند گھر پر نہیں تھے، کام پر گئے ہوئے تھے میرے دیور، نند سب سوئے ہوئے تھے، لائٹ جل رہی تھی اور میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی سامنے پلنگ پر میرے خسر لیٹے ہوئے تھے اور میرے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

خسر نے مجھ سے کہا کہ میری طبیعت اچھی نہیں ہے اس لئے میں نے اپنے خسر سے کہا کہ لائیے میں آپ کے پیر دبا دیتی ہوں، انہوں نے ہاں کہا، میں نے ہاتھوں سے پیر اور سر دبا دیا، لیکن انہوں نے کہا تجھ میں زور نہیں ہے اس لئے پیروں سے دبا، اول میں نے منع کیا کہ مجھے پیروں سے چل کر دبانے میں شرم آتی ہے تو انہوں نے کہا کہ اس میں کیا ہوا؟

اخیر میں میرے خسر الٹے سو گئے اور میں نے پیروں سے پورے بدن پر چل کر بدن دبایا، دباتے دباتے میں نے کہا کہ آپ کا بدن دباتے ہوئے مجھے میرے مرحوم والد جیسا صبر آ رہا ہے، خسر نے مجھے ہاں کہا، تھوڑی دیر بعد میں نے کہا کہ ابا بس؟ تو انہوں نے کہا: ہاں، آج مجھے میرا بدن خوب ہلکا لگتا ہے اور نیند بھی اچھی آئے گی، تھوڑی دیر بعد ہم سو گئے، خسر پلنگ پر اور میں دور چھوٹے دیور کے پاس بستر پر سو گئی، تھوڑی دیر بعد شاید میرا دیور رو یا اس لئے میرے خسر کی آنکھ کھل گئی اور میں بھی اٹھ گئی اور دیور سو گیا خسر نے کہا کہ تو بھی بیمار رہے اور تیرا بھی بدن دکھتا ہے تو لاؤ تیرے پیر دبا دیتا ہوں، میں نے ہاں کہا تو خسر نے پورا بدن دبا دیا، اور کہا کہ تو نے میری بات مانی اس لئے بیٹی تو مجھے بہت اچھی لگتی ہے، ایسا کہہ کہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور سر پر بوسہ دیا اور کہا کہ تو بھی دے، تو میں نے بھی دیا، پیر دباتے

ہوئے بولے کہ بیٹی اچھا لگتا ہے؟ میں نے ہاں کہا، پھر خسر چلے گئے، اس واقعہ میں ہم دونوں کی نیت صاف تھی میں نے انہیں اپنے حقیقی باپ جیسا سمجھا اور انہوں نے مجھے حقیقی بیٹی سمجھی۔

اس واقعہ کے ذیل میں بتائیں کہ کیا میرا اپنے شوہر سے نکاح ٹوٹ گیا؟ تھوڑے دن قبل میری ساس کا انتقال ہوگیا اس لئے روزانہ کہتے تھے کہ میں ہی تیری ماں ہوں اور میں ہی تیرا باپ بھی، تجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دینے کی گذارش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں جو واقعہ ذکر کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ دونوں کی نیت صاف تھی اس لئے کہ دونوں میں سے کسی نے بھی خواہش سے یہ کام نہیں کیا، اور شوہر اپنے دل کی گواہی کے ساتھ یہ کہتا ہو کہ میرے باپ نے خواہش سے ایسا نہیں کیا ہے تو اس فعل سے عورت اس کے شوہر کے نکاح سے نہیں نکلے گی، اور اس سے ان دونوں کے نکاح پر کوئی اثر نہیں آئے گا، اس لئے دونوں میاں بیوی کے طور پر ساتھ میں رہ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۱۲﴾ خوش دامن سے زنا کے نتیجہ میں بیوی کا حرام ہونا

سوال: (۱) بکر نے اپنی بیوی کی حقیقی ماں اور حقیقی بہن اور حقیقی خالہ سے زنا کیا اور ان میں سے ایک تو اس زنا سے حاملہ ہوگئی، تو اس صورت میں بکر کی اپنی بیوی بکر کے نکاح میں باقی رہی یا نکل گئی؟ اور اب اسے نکاح میں لانے کی کیا صورت ہے؟ (۲) اپنی بیوی کو دوسری طلاق بائن دینے کے بعد عدت کے اندر اندر نکاح کر کے اسے واپس اپنے نکاح میں لا

سکتے ہیں؟ اور طلاق مغلظہ کے بعد عدت کے اندر اندر اسے دوبارہ اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں؟ (۳) جاپان کا کیٹی کپڑا مرد حضرات پہن سکتے ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ اس میں بیس فی صد کوٹن ہوتا ہے، شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱) بکر نے جب اپنی خوش دامن کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا اسی وقت اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اور اب مستقبل میں کبھی بھی اس عورت سے بیوی کا رشتہ رکھنا بکر کے لئے جائز نہیں رہا، اس کو نکاح میں لانے کی اب کوئی صورت نہیں ہے۔ (۲) طلاق بائن میں عدت کے اندر یا عدت کے بعد دونوں میاں بیوی راضی ہوں تو از سر نو نکاح کر کے میاں بیوی بن سکتے ہیں، اور تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ (۳) کیٹی کپڑا پہننا مرد کے لئے جائز ہے۔

باب الرضاعت

﴿۱۸۱۳﴾ رضاعی بہن سے نکاح درست نہیں؟

سوال: میرا نام اقبال حسین فاروقی ہے، مجھے ایک مسئلہ میں فتویٰ چاہئے مسئلہ یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کا نام رفیق حسین فاروقی ہے یہ اس وقت چار مہینہ کا تھا اس وقت ایک مرتبہ میں اسے لے کر اپنے بھائی شفیق محمد کے گھر گیا تھا اس لئے کہ میرا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ رات بہت ہو چکی تھی اور میرا لڑکا رو رہا تھا تو میری بھابھی نسیم بانو نے اسے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا تھا دوسرے دن میں اپنے لڑکے کو لے کر گھر آ گیا۔

آج رفیق کی عمر اکیس سال کی ہے اور محمد شفیق کی ایک لڑکی ہے جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے، ہم دونوں بھائی رفیق کا نکاح اس کی چچازاد بہن کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو رفیق کا نکاح اس کی چچازاد بہن کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ نکاح کرانا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: رفیق نے مدت رضاعت میں (ڈھائی برس کے اندر) نسیم بانو کا دودھ پیا ہے اس لئے نسیم بانو رفیق کی رضاعی ماں کہلائے گی اور نسیم بانو کے بچے رفیق کے دودھ شریک (رضاعی) بھائی بہن کہلائیں گے اس لئے نسیم بانو کی لڑکی رفیق کی رضاعی بہن ہونے کی وجہ سے رفیق کا نکاح اس کی چچازاد بہن کے ساتھ کرنا درست نہیں ہے، ناجائز اور حرام ہے۔ (شامی) فقط واللہ اعلم

﴿۱۸۱۴﴾ رضاعی بہن سے نکاح؟

سوال: میری بیوی کو جب پہلا لڑکا ہوا تھا تو اس لڑکے کو میری بڑی سالی نے ایک دو مرتبہ دودھ پلایا تھا، تو کیا میرے اس لڑکے کی شادی میری سالی کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدت رضاعت (ڈھائی برس کے اندر) کسی عورت نے کسی بچہ کو دودھ پلایا ہو تو وہ دودھ پلانے والی عورت اس بچہ کی رضاعی ماں بن جائے گی اور وہ بچہ اس کا رضاعی لڑکا بن جائے گا اور اس عورت کے دوسرے بچے اس کے رضاعی بھائی بہن بن جائیں گے اور جس طرح نسبی بہن سے نکاح جائز نہیں ہے اسی طرح رضاعی بہن سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۱۸۱۵﴾ سوال مثل بالا؟

سوال: ایک بھائی بہن ہیں، بھائی کی بیوی نے بہن (یعنی بھابھی نے نند) کے لڑکے کو دودھ پلایا ہے، بعد میں تقریباً تین سال بعد بھائی کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکی کا نکاح بہن کے لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدت رضاعت ڈھائی سال ہے، صورت مسئولہ میں بھائی کی بیوی نے اپنی نند کے لڑکے کو ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پلایا ہے تو وہ اس لڑکے کی رضاعی ماں ہوگئی اور اس کی لڑکی (بھائی کی لڑکی) اس لڑکے کے لئے رضاعی بہن کہلائے گی، اور جس طرح نسبی بہن سے نکاح جائز نہیں اسی طرح رضاعی بہن سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۱۶﴾ مدت رضاعت کتنے سال ہے؟

سوال: بہت سی عورتیں دو سال سے زیادہ تین سال تک بچہ کو دودھ پلاتی ہیں تو کیا وہ گنہگار ہوں گی؟ بچہ دودھ پینے کے لئے روتا ہو تو کیا وہ معذور کہلائیں گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اس لئے اس

مدت سے زیادہ دودھ نہیں پلانا چاہئے دو سال کے بعد دودھ پلانا حرام ہے اس کے بعد دودھ پلانے سے عورت گنہگار ہوگی، لیکن ڈھائی سال کی مدت میں کسی بچہ کو دودھ پلایا جائے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (بحر، درمختار) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۱۷﴾ بیوی کے پستان کو بوسہ دینا اور منہ میں لینا؟

سوال: اگر خاوند اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت یا ساتھ میں سوتے وقت بیوی کے پستان کو بوسہ دے یا منہ میں لے تو ایسا کر سکتا ہے؟ اور عورت کو دودھ اترتا ہو اور پستان منہ میں لینے کی وجہ سے دودھ کے کچھ قطرے بھی منہ میں چلے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ نکاح باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شوہر اپنی بیوی کے پورے جسم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس کے جسم کے ہر عضو کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا جائز ہے، اس لئے بیوی کے پستان کو ہاتھ میں لینا بوسہ دینا منہ میں لینا جائز ہے، بیوی کو دودھ اترتا ہو اس حالت میں پستان منہ میں لینے کی صورت میں اگر دودھ کے کچھ قطرے منہ میں آجائیں تو ان کو تھوک دینا چاہئے اور کلی کر لینی چاہئے، اس دودھ کو پی جانا جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور اس کے باوجود اگر پیٹ میں چلا گیا تو مکروہ کہلائے گا، اس کی وجہ سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

﴿۱۸۱۸﴾ کیا رضاعی بھتیجی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

سوال: زید اور عمر دو الگ الگ خاندانوں کے دو فرد ہیں، اور ان دونوں کی والدہ بھی الگ الگ ہیں اور دونوں کا باپ بھی الگ ہیں، اور دونوں کی عمر میں ۲۰ سے ۲۵ سال کا فرق ہے، زید بڑا اور عمر چھوٹا ہے، بہت کم وقت کے لئے زید کی ماں کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے عمر کی

ماں نے زید کو دودھ پلایا تھا، اب عمر زید کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا عمر کا نکاح زید کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے؟

کیا حرمت رضاعت کی وجہ سے یہ رشتہ ناجائز ہے؟ کیا زید اور عمر رضاعی بھائی کہلائیں گے؟ اور اس دودھ کے رشتہ کی وجہ سے زید کی لڑکی عمر کی بھتیجی کہلائے گی؟ تو کیا رضاعی بھتیجی سے نکاح ہوسکتا ہے؟ کتنی مدت میں دودھ پیا ہوتو حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں زید اور عمر دودھ شریک بھائی ہیں، اس لئے زید کی لڑکی سے عمر کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ (شامی)۔ڈھائی سال کی عمر تک کسی بھی عورت کا دودھ پیا یا پلایا جائے تو اس عورت سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، اور ڈھائی سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، البتہ اس عمر میں دودھ پینے سے گناہ ہوگا۔ (شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۱۹﴾ شوہر نے بیوی کا دودھ پی لیا تو کیا بیوی شوہر پر حرام ہوگئی؟

سوال: میرے دوست کے گھر اس کی اہلیہ دوپہر کے وقت چائے بنا کر لائی چائے میں دودھ کم تھا میرے دوست نے اہلیہ سے پوچھا کہ دودھ کیوں کم ہے؟ اس نے کہا کہ گھر میں جتنا دودھ تھا سب ڈال دیا میرے دوست نے کہا کہ کیا تیرے پاس دودھ نہیں ہے؟ بھابھی نے کہا کہ کیا یہ دودھ ڈال دوں؟ دوست نے ہاں کہا، تو بھابھی نے ان کی چھاتی کا دودھ کپ میں ڈال دیا، اور وہ چائے میرا دوست پی گیا۔

(۱) تو اب یہ عورت میرے دوست کے نکاح میں رہی یا نکل گئی؟ (۲) اس کے لئے

شریعت کی روشنی میں کوئی گنجائش نکلتی ہو یا کوئی راستہ ہو تو ضرور بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ حقیقت کو دیکھتے ہوئے اپنی بیوی کے دودھ کی چائے بنا کر شوہر نے پی، تو شوہر نے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا جسے سخت بے حیائی اور بے شرمی کا کام بھی کہہ سکتے ہیں، البتہ دونوں میاں بیوی باقی رہتے ہیں اس حرکت سے ان کے نکاح پر کوئی اثر نہیں آئے گا آئندہ ایسے کاموں سے احتراز اور سچے دل سے توبہ کرنا دونوں کے لئے ضروری ہے۔ (شامی:۲)

باب الشتی المتفرقۃ

﴿۱۸۲۰﴾ پرائے مرد سے دوستی کرنے سے نکاح فاسد نہیں ہوتا؟

سوال: ہمارے گاؤں سے ایک بھائی ایک سال چار ماہ سے لندن گیا ہوا ہے، اور اس کی بیوی یہاں انڈیا ہی میں ہے، یہ عورت دوسرے مرد کے ساتھ چھ مہینہ سے محبت کرتی ہے، اور دونوں میں تعلق اتنا گہرا ہے کہ صرف نکاح کرنا باقی ہے، باقی دونوں میں ہر طرح کا تعلق ہے، تو یہ عورت اپنے اصل شوہر کے نکاح میں کہلائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پرائے مرد کے ساتھ محبت کرنا یا زنا کرنا سخت گناہ کا کام ہے، لیکن اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اس لئے مذکورہ عورت لندن میں قیام پذیر بھائی کے نکاح میں ہی کہلائے گی، جب تک وہ اسے طلاق نہ دے، یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۲۱﴾ کیا دبر کے مقام میں وطی کرنے سے عورت کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے دبر میں وطی کی، اور پہلے یہ شخص جاہل اور تبلیغی جماعت کا مخالف تھا، پھر اس کے علاقہ میں تبلیغی جماعت جانے کی وجہ سے اس کا دل بدل گیا، اور تبلیغی جماعت کو ماننے والا بن گیا۔

اس نے یہ کام جہالت کے زمانہ میں کیا تھا، اب اس کو افسوس ہو رہا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس فعل سے اس کا نکاح فاسد تو نہیں ہو گیا؟ ایک شخص کو اس نے پوچھا کہ مجھ سے یہ فعل سرزد ہو گیا تو کیا اس سے میرے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں ہوا؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ تمہارا نکاح فاسد ہو گیا؟ تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے یا بغیر رضامندی کے دبر میں وطی کرنا سخت گناہ کا کام ہے، لیکن اس فعل سے عورت کا نکاح فاسد ہوجاتا ہے یہ عقیدہ غلط ہے، اس سے نکاح کے تعلق پر کوئی اثر نہیں آتا، البتہ قوم لوط کی تباہی کا سبب یہی گناہ تھا، اس لئے اس گناہ سے سچے دل سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ **عن ابی ہریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "ملعون من اتی امرأته فی دبرها"** (مشکوة المصابیح، باب المباشرة، الفصل الثانی: ۲۷۶، عالمگیری: ۳۳۰/۵، جوہرہ: ۳۵/۱)

﴿۱۸۲۲﴾ بیوی سے دبر کے مقام میں وطی کرنا؟

سوال: بیوی سے اس کے دبر کے راستے میں وطی کرنے کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث میں اس بارے میں کیا فرمایا گیا ہے؟ بہت سے لوگوں کو شوق کے خاطر یا اور وجہ سے دبر کے راستے میں وطی کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس بدفعلی پر قرآن و حدیث میں سخت الفاظ میں ممانعت وارد ہے، جب کہ دوسرے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس بدفعلی سے میاں بیوی کے درمیان نکاح کا تعلق ختم ہوجاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اس مسئلہ کی صحیح حقیقت کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: **فأتوا حرثکم انیٰ شئتم:**

ایک حدیث میں ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی سے دبر کے مقام میں ہم بستری کرے، **عن ابی ہریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "ملعون من اتی امرأته فی دبرها"** (مشکوة المصابیح، باب المباشرة، الفصل الثانی: ۲۷۶)۔

دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا جس نے اپنی عورت سے دبر کے مقام میں ہمبستری کی ہوگی۔ (مشکوۃ: ۲۷۶) اس جیسی بہت سی حدیثوں سے اس برے فعل کی ممانعت اور وعید ثابت ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا ضروری ہے، اس کے باوجود کوئی بدبخت یہ کام کرے گا تو اس سے اس کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۲۳﴾ نکاح کے بعد سلام وملاقات کرنا اور مبارکبادی دینا؟

سوال: نکاح کے بعد سلام وملاقات یا معانقہ کے ذریعہ مبارک بادی دینا کیا بدعت ہے؟ آج کل جو یہ کیا جاتا ہے اس میں افتراء علی الرسول کی کوئی صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نکاح کرنے والے کو بارك الله لك و عليك و جمع بينكما بالخير کے الفاظ کے ساتھ دعا دینا اور مبارکباد کہنا یہ تو جائز ہے بلکہ حضور اقدس ﷺ سے بھی ثابت ہے اس لئے سنت کہا جائے گا لیکن ہمارے یہاں دولہا کھڑا ہو کر عقد نکاح کے بعد سلام کرتا ہے یا مصافحہ کرتا ہے معانقہ کرتا ہے یہ سب رسمی امور ہیں سنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر کوئی اس کو شرعی احکام یا سنت سمجھ کر کرتا ہے تو بدعت وناجائز اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۲۴﴾ نکاح سے پہلے کا حمل کس کا کہلائے گا؟

سوال: ایک عورت نے اپنی ذات ایک شخص کو ہبہ کردی، اور موہوب لہ سے اس عورت کو تین ماہ کا حمل بھی ہے، اور اب اس عورت نے تقریباً آٹھ دن سے اس مرد سے نکاح کرلیا ہے، تو یہ بچہ حلال کہلائے گا یا حرام؟ مرد وعورت کا کہنا ہے کہ حمل ہمارا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا

ہے کہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے اس لئے حرامی کہلائے گا؟ تو شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کر لینے کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتو وہ ثابت النسب اور ناکح کا کہلائے گا۔ ذات ہبہ کی ہے ایسا لکھا ہے، لیکن اس کی تفصیل اور وضاحت لکھی نہیں ہے، اس لئے اس کا حکم نہیں لکھا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۲۵﴾ بچے نہ ہونے کے لئے آپریشن کروانا؟

سوال: آج بہت سی عورتیں اولاد کے سلسلے کو بند کرانے کیلئے آپریشن کراتی ہیں تو از روئے شرع اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو عورتیں ناواقفیت میں کر چکی ہیں تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کو یہ نعمت نہیں ملی ان کو پوچھئے وہ کتنے پریشان ہیں یہ دنیا کے بقاء کا خدائی نظام بھی ہے اس نظام کو بند کرانے کیلئے جو ترکیبیں کی جاتی ہیں وہ سب شیطانی اور اسلامی شریعت کے خلاف ہیں، اس لئے ضرورۃً کچھ مدت کے لئے رکاوٹ ہو ایسی صورتیں انتہائی مجبوری کے وقت کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے مگر پورے نظام کو بند کر دینا شیطانی کام اور ناجائز ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے جو عورتیں ناواقفیت میں کرا چکی ہیں ان کو صدق دل سے توبہ کرنا لازم ہے۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۲۶﴾ پہلی ولادت میں لڑکی پیدا ہونے پر حکومت کی طرف سے ملنے والی امداد کا لینا؟

سوال: بعد سلام مسنون! بندہ ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے وہ یہ کہ بندہ ”سینٹرل

گورنمنٹ دادرہ حویلی سیلواس'' کا باشندہ ہے جہاں سرکاری دواخانہ میں ایک رواج چل پڑا ہے کہ اگر ولادت میں لڑکی پیدا ہوئی اور وہ پہلی لڑکی ہو یعنی اس سے پہلے نہ لڑکی ہو نہ لڑکا ہو تو حکومت اولاً بیس ہزار کا چیک دیتی ہے۔ پھر اس چیک کو اپنے پاس جمع کرلیتی ہے اور جب مولودہ لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہوتی ہے تو دولاکھ روپیہ دیتی ہے تو اس دولاکھ روپیہ یا بیس ہزار کا چیک لینا کیسا ہے؟

اور حکومت یہ رقم اس لئے دیتی ہے تاکہ کوئی عورت لڑکی کی ولادت کے خوف سے اسقاطِ حمل نہ کرادے نیز شادی وغیرہ کا خرچ کا بوجھ بھی سر پر دامنگیر رہنے کی بناء پر، اور یہ قاعدہ وقانون خاص ہے صرف اسی شہر والوں کیلئے اور اسی شہر کے سرکاری دواخانہ میں ہے، اور اگر کوئی اس شہر کا نہ ہو تو اس کے لئے سہولت فراہم نہیں ہے۔

نیز حکومت اس مولودہ لڑکی اور اس کی والدہ کو کپڑا وغیرہ بھی دیتی ہے تو کیا اس کپڑے کو لینا درست ہے؟ اور اگر یہ رقم لے کر شوہر کے والدین ''جو کہ غیر مسلم ہیں'' ان کو ان کی ضرورت کیلئے دیا جائے تو کیا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر کسی جگہ کی حکومت لڑکا یا لڑکی پیدا ہونے کی صورت میں ہدیۃً کوئی رقم نومولودہ کو یا اس کی والدہ کو کپڑا یا دوائی وغیرہ کا خرچہ دیتی ہے تو یہ جائز اور درست کام ہے اگر وہاں کے قانون کے مطابق ہے تو اس رقم یا اشیاء کو لینا جائز ہے حکومت کی طرف سے امداد یا ہدیہ سمجھا جائے گا

جو جائز ہے۔

پہلے بیس ہزار کا چیک دیا مگر مالکانہ حق نہیں دیا اور لے لیا اور بعد میں ۱۸ سال بعد اس کے عوض دولاکھ کا چیک دیا تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۲۷﴾ زوجۂ مفقود سے شرعی طریقہ کے مطابق خلاصی اختیار کیئے بغیر دوسرا نکاح کر لیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کی ایک مرد کے ساتھ شادی ہوئی، شادی کے بعد تین سال تک میاں بیوی ساتھ میں رہے، اس کے بعد مرد عورت کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا، کہاں گیا کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے، اور اس کا کوئی حال معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے؟ دو سال کے بعد مرد کا باپ اسے کہیں سے ڈھونڈ کر لایا، تو عورت کے باپ اور مرد کے باپ کے درمیان بات چیت ہوئی کہ دو دن بعد تمہاری لڑکی کو بلالیں گے، ان دو دنوں میں وہ مرد پھر کہیں بھاگ گیا، اور کہاں گیا اس کا کسی کو کچھ علم نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی کاغذ لکھتا ہے اور نہ ہی کوئی فون کرتا ہے، لڑکی کے باپ نے کہا کہ میری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں لڑکی کا خرچ اٹھا سکوں، اور تمہارا لڑکا بھاگ جاتا ہے اور لڑکی کی ذمہ داری نہیں اٹھاتا، اور معلوم نہیں وہ کہاں ہے؟ تو لڑکی کے باپ نے لڑکے کے باپ سے پوچھا کہ میری لڑکی کی دوسری کسی جگہ شادی کر دوں؟ تو لڑکے کے باپ نے اجازت دی کہ تمہاری خوشی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو لڑکی کے باپ نے دوسرے مرد کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح کر دیا، اور اس نئے شوہر سے اس لڑکی کو ایک لڑکا بھی ہے، اس واقعہ کو دو ایک سال گذر گئے، اب پہلے والے شوہر کے بارے میں خبر ملی ہے کہ وہ کسی شہر میں رہتا ہے، تو اب اس عورت کا دوسرا نکاح جائز کہلائے گا یا نہیں؟ اور یہ لڑکا کس کا کہلائے گا؟ اور یہ لڑکی دوسرے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر پہلا شوہر واپس آجائے تو کیا کیا جائے؟ اور اگر دوسرے شوہر کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے تو اس عورت کے نان ونفقہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پہلے شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر یا شرعی طریقہ کے مطابق پنچایت سے نکاح فسخ کرائے بغیر دونوں سمدھیوں نے آپس میں بات چیت کر کے لڑکی کا دوسرا نکاح کرا دیا یہ بہت ہی سخت گناہ کا کام کیا، اس لڑکی کا پہلا نکاح باقی ہے اور دوسرے مرد کے ساتھ کیا گیا نکاح معتبر اور صحیح نہیں ہے، اس لئے فوراً دونوں کو علیحدہ کر دینا چاہئے۔

دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کراتے وقت اس دوسرے شخص کو حالات سے بے خبر رکھ کر نکاح کروایا ہو تو پیدا ہونے والے لڑکے کا نسب دوسرے باپ کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا، اور اگر اس شخص کو واقعہ کا علم تھا کہ یہ لڑکی دوسرے کے نکاح میں ہے اور اس نے طلاق حاصل نہیں کی پھر بھی اس نے اس سے نکاح کیا تو یہ زنا کہلائے گا، اور لڑکے کا نسب پہلے والے شوہر کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔

دونوں صورتوں میں اولاً لڑکی کو دوسرے شوہر سے جدا کر دیا جائے اور اس کا نان ونفقہ پہلے شوہر کے ذمہ اور مال نہ ہو تو لڑکی کے باپ کے ذمہ رہے گا۔

الحیلۃ الناجزہ میں مفقود شوہر کی بیوی کے لئے نکاح سے جدا ہونے کی صورت بیان کی گئی ہے اس طریقہ سے نکاح فسخ کروا کر دوسرے مرد کے ساتھ شرعی نکاح کر سکتی ہے۔

﴿۱۸۲۸﴾ چوری چھپے سے نکاح کرنا، اور نکاح کو پوشیدہ رکھنا؟

سوال: زید ہندہ سے محبت کرتا ہے، وہ دونوں آپس میں رشتہ دار بھی ہیں، اور اس محبت کی وجہ سے دونوں زنا میں ملوث بھی ہو جاتے ہیں، اور ہندہ کو حمل ٹھہر جاتا ہے، دنیا سے چھپانے کے لئے ہندہ اسقاط کرا دیتی ہے، اس کے بعد بھی دونوں میں محبت برقرار رہتی ہے، اس درمیان زید کے والدین زید کا نکاح کسی دوسری لڑکی سے کرا دیتے ہیں، اس کے

بعد بھی دونوں میں محبت باقی رہتی ہے، زید کو ڈر ہے کہ اگر وہ ہندہ کو چھوڑ دے گا تو وہ اور زیادہ بدنام ہو جائے گی، اس لئے وہ چوری چھپے دو گواہوں کے روبرو ہندہ سے ہندہ کی ذات بخشواتا ہے، یعنی ہندہ ان دو مرد گواہوں کی حاضری میں اپنی ذات زید کو ہبہ کرتی ہے، تو اس طرح زید کا نکاح ہندہ سے درست ہے یا نہیں؟ وہ دونوں اپنے اپنے گھر پر رہتے ہیں، اور ان کے اولیاء ان کے اس نکاح سے بے خبر ہیں، اور وہ دونوں سنت سمجھ کر صحبت بھی کرتے ہیں، تو کیا ان دونوں کے لئے صحبت کرنا جائز ہے؟ اور اس صحبت سے وجود میں آنے والی اولاد حلال ہوگی یا حرامی؟ ذات ہبہ کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ زید کے انتقال پر اس طرح کئے گئے نکاح سے وجود میں آنے والی اولاد کو زید کے ترکہ سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو گواہوں کی حاضری میں ہندہ نے مذکورہ الفاظ کہے اور اپنی ذات زید کو ہبہ کر دی اور زید نے قبول کر لیا تو شرعاً نکاح صحیح ہو گیا، اس لئے صحبت کرنا بھی جائز ہے اور اولاد حلالی کہلائے گی، اور میراث کی حقدار ہوگی، لیکن اس طرح چوری چھپے سے نکاح کرنا اور نکاح کو چھپانا مکروہ ہے، حدیث شریف میں نکاح کے اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تا کہ کسی کو وہم نہ ہو، اس لئے اب بھی نکاح کے اخفاء کو ختم کر دیا جائے اور نکاح کو ظاہر کر دیا جائے۔ (شامی: ۲۶۲/۲، ۲۶۸)

﴿۱۸۲۹﴾ نکاح نامہ نکاح کے لئے ضروری ہے؟

سوال: چھپ چھپا کر گھر کے اندر نکاح کر لیا جائے، اور کسی کو پتہ نہ چلے تو ایسا نکاح شریعت کی رو سے معتبر ہے یا نہیں؟ اور نکاح کے بعد جماعت کی طرف سے جو نکاح نامہ دیا جاتا ہے تو کیا اس کا ہونا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نکاح علی الاعلان اور ظاہر میں ہونا چاہئے، تاکہ کسی کو غلط گمان اور وہم نہ پیدا ہو، اس کے باوجود دو گواہوں کی حاضری میں شرعی قانون کے مطابق گھر میں ایجاب وقبول کرلیا جائے تو اس سے نکاح صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے، جماعت کا سرٹیفکیٹ ثبوت کے طور پر کارآمد ثابت ہوسکتا ہے، لیکن نکاح کے انعقاد کے لئے شرط یا ضروری نہیں ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۳۰﴾ عدت کے درمیان نکاح صحیح نہیں ہے؟

سوال: ایک شخص نے گھریلو جھگڑوں سے تنگ آکر اپنی عورت کو اس کی ماں کے گھر بھیج دیا، اس کی عورت تین ماہ اپنی ماں کے گھر ہی پر رہی، اور بعد میں اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، طلاق دینے کو ایک مہینہ ہو چکا ہے، اب ایک دوسرے شخص نے اس عورت سے نکاح کرلیا، تو کیا اس عورت کا نکاح صحیح ہوا؟ نکاح کرنے والے والے دلہے، شاہدین اور نکاح پڑھانے والے قاضی کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عدت کے درمیان دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ اور عدت کے درمیان کیا گیا نکاح معتبر نہیں ہے۔ (عالمگیری)۔ اور اگر نکاح پڑھانے والے قاضی اور شاہدین کو اس بات کا علم ہو کہ یہ عورت عدت میں ہے، اور اس کے باوجود انہوں نے نکاح پڑھانے میں حصہ لیا تو انہوں نے سخت گناہ کا کام کیا، توبہ واستغفار ضروری ہے، اور نکاح صحیح نہیں ہوا اس لئے دونوں مرد، عورت میں تفریق کر دینی چاہئے، اور ایسے نکاح میں حصہ لینے سے شاہدین اور وکیل کی عورتیں بھی ان کے نکاح میں سے نکل جاتی ہے یہ عقیدہ غلط ہے، البتہ ایسے نکاح کو حلال سمجھ کر اس میں حصہ لیا ہو تو

ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۳۱﴾ بھاگ کر شادی کرنے والی لڑکی کو گھر میں قید رکھنا کیسا ہے؟

سوال: ایک مسئلہ کا شرعی حل بتا کر ممنون فرمائیں۔

ایک ۲۱ سال کا جوان مسلمان لڑکا ہے، وہ ایک جوان مسلمان لڑکی سے محبت کرتا ہے، جس کی عمر ڈاکٹری کے حساب سے ۱۷ سے ۱۸ سال اور اسکول سرٹیفکیٹ کے حساب سے ۱۵ سال چھ ماہ اور اس کی ماں کے قول کے مطابق ۱۵ سال ہے۔ یہ لڑکی اس لڑکے کے سامنے والے مکان میں رہتی ہے، لڑکی کی والدہ کو اور محلّہ والوں کو اس کا علم ہو گیا لڑکے والوں نے لڑکی کا ہاتھ مانگا لڑکی کی والدہ نے انکار کر دیا اور لڑکی کی دوسری جگہ شادی کرنے کی بات کی لڑکی نے اپنے گھر سے لڑکے کو بھاگ جانے کا اشارہ کیا اور گھر سے نکل گئی اور دونوں بھاگ گئے اور پہلے دونوں نے شادی کی اور دوسرے گاؤں چلے گئے اور پانچ دن کے بعد لڑکی والے پولس بلا لائے اور کورٹ میں کیس چلا اور لڑکا بے قصور چھوٹ گیا۔

اس وقت علماء سے فتویٰ منگوایا گیا تو جواب میں لکھا کہ نکاح شرعاً صحیح ہو گیا، جسے لڑکی والے بھی قبول کرتے ہیں، اب لڑکی کو اس کے جوان بہنوئی کے یہاں کمرہ میں قید کر کے رکھا ہوا ہے اور کسی سے بات بھی کرنے نہیں دیتے، لڑکے والوں نے لڑکی کو سسرال لانے کے لئے آدمی بھیجے تو وہ ایک رٹ لگائے بیٹھے ہیں کہ لڑکے کو کہو کہ طلاق دیدے لڑکی والے پکے تبلیغی جماعت والے ہیں اور اس مسئلہ میں شریعت کی نہیں سنتے کہ منکوحہ لڑکی کو اس کے شوہر کے یہاں جانے سے روک رہے ہیں، لہذا آنجناب شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ لڑکی والوں کا لڑکی کو روک رکھنا کیسا ہے؟ اور ایسے جماعتی اور تبلیغی بیان کرنے والے کا

شریعت کو نہ ماننا کیسا ہے؟

نوٹ: لڑکی کی ماں کا گھر ہے، اس کے بھائی ہیں جو اس کی ماں کے ساتھ رہتے ہیں اس کے باوجود بہنوئی کے یہاں قید میں رکھنا کیسا ہے؟ اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں، لڑکی کے والد کا انتقال ہو گیا ہے، ماموں، بھائی، چچا ان سب کے حیات ہونے کے باوجود بہنوئی کے یہاں رکھا ہے، تو لڑکی کو بہنوئی کے یہاں رکھنا کیسا ہے؟ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مکتوب تفصیل کے مطابق لڑکی بالغہ ہے اور اس نے شرعی طریقہ کے مطابق نکاح کیا ہے تو اسے اس کے شوہر کے پاس جانے سے روکنے والا سخت گنہگار ہوگا، اس لئے لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس جانے دینا چاہئے، اور لڑکی کا بہنوئی لڑکی کے لئے نامحرم ہے اس لئے اس کے یہاں رکھنے میں فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے یہ بھی گناہ ہے۔ ہاں! کسی محرم کے یہاں رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۳۲﴾ مطلقہ بعد انقضائے عدت کے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: ایک مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق دی ہے، اور عدت کے درمیان رجوع نہیں کیا تو یہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور جس شوہر نے طلاق دی ہے اسی کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو حلالہ کی ضرورت ہے؟ یا بغیر حلالہ کے صرف نکاح پڑھا دینے سے دونوں میاں بیوی ہو جائیں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں یہ مطلقہ عورت بعد انقضائے عدت

کے دوسرے کسی مرد سے بلاتردد نکاح کرسکتی ہے، اور طلاق دینے والے شوہر کے ساتھ بھی واپس رہنا چاہے تو اس کے لئے بھی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، صرف نئے سرے سے نکاح کرنا کافی ہے، تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہو جاتا ہے، اور صورت مسئولہ میں دو ہی طلاق دی گئی ہیں اس لئے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۳۳﴾ اجتماعی نکاح کا پروگرام کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے شہر میں اجتماعی نکاح کا نظم کیا جاتا ہے جس کی بنیاد خاص طور سے دو چیزیں ہیں:

(۱) کچھ لوگوں کو دیکھا جو اپنی نوجوان بیٹیوں کے نام پر چندہ کرتے ہیں اور پھر نکاح میں وہ تمام باتیں وجود میں آتی ہیں جو شرعاً غلط ہیں (۲) کچھ لوگوں کو دیکھا جو غیروں سے قرض لے کر نکاح کرتے ہیں اور پھر وہ قرض سود کے ساتھ لوٹانا پڑتا ہے یہ بھی شرعاً غلط ہے۔

اجتماعی نکاح کمیٹی نے اپنے زیر انتظام نکاح کروانا شروع کیا جس میں آنے والے مہمانوں کیلئے کھانے کا نظم ہوتا ہے مردوں کیلئے الگ انتظام ہوتا ہے عورتوں کیلئے الگ انتظام ہوتا ہے۔ اس نکاح میں لڑکی والوں سے چار ہزار اور لڑکے والوں سے تین ہزار وصول کئے جاتے ہیں یہ بھی حسب حیثیت ہے اگر دینے کی استطاعت نہیں ہے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ یہ رقم اسی نکاح میں خرچ کردی جاتی ہے نیز ہر جوڑے کو گھریلو سامان مکمل دیا جاتا ہے اور حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو شرعاً غلط ہو اس طریقہ سے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

مدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور اس میں کوئی بات قابل ترمیم ہو یا آپ کے

ذہن میں اور کوئی بات مفید ہو تو اس سے بھی مطلع کریں نیز ایک برادری والے ایک قبیلہ والے بھی اس طریقہ سے نکاح کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام بہت سادہ اور فطری مذہب ہے اس کے تمام امور واحکام بہت ہی آسان ہیں من جملہ اس میں سے نکاح بھی ہے۔ہم لوگوں نے دوسری قوموں کو دیکھا دیکھی اس میں بھی بہت سے امور اور رواج لازم کر کے اس کو ایک سخت مرحلہ بنا دیا ہے۔اور اسی وجہ سے غرباء اس کو جب چاہیں آسانی سے انجام نہیں دے سکتے۔اس کی اصلاح ضروری ہے۔اسی وجہ سے آج اجتماعی نکاح کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو مناسب ہے، جو لوگ اس میں محنت اور کوشش کرتے ہیں، نیکی اور ثواب کے کام میں شرکت کرتے ہیں، اس کو مزید عام کرنے کی ضرورت ہے۔جو نکاح جتنی سادگی اور آسانی اور بغیر کسی تکلف کے ساتھ ہوگا اتنا سنت اور شرعی احکام کے مطابق ہوگا ور اتنا ہی خیر و برکت کا باعث ہوگا۔

﴿۱۸۳۴﴾ منکوحہ کا دوسرے کے ساتھ نکاح کر لینا اور بھائی کا اس سے قطع تعلق کرنا؟

سوال: ایک شادی شدہ لڑکی جو اپنے پہلے شوہر کے ساتھ ۲ تا ۳ سال رہنے کے بعد کسی دوسرے مرد کے ساتھ شادی کر کے فرار ہوگئی، فرار ہونے کا سبب پہلے شوہر سے اولاد کا نہ ہونا ہے اور اس لڑکی کو دوسرے مرد کے ساتھ رہ کر تقریباً ۱۲ تا ۱۳ سال ہو گئے اور اس سے اولاد بھی ہے۔

خدمت عالیہ میں عرض آنکہ کہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو اس کی اولاد کا کیا حکم ہوگا جو دوسرے مرد سے ہوئی ہے نیز پہلے شوہر نے ابھی تک طلاق نہیں دی

ہے۔اب ۱۲-۱۳ سال کے بعد اس سے طلاق مانگی جائے اور وہ طلاق دے تو کیا اس کی بیوی پر عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ اور دوسرے مرد سے جس کے ساتھ فی الحال زندگی بسر کر رہی ہے نکاح کی کیا صورت ہوگی؟ نیز اگر عدت واجب ہو تو وہ عدت کہاں گزارے گی؟

(۲) اس لڑکی کے چھ بھائی ہیں اور ان میں سے پانچ بھائی اپنی بہن کو اپنے اپنے گھروں پر آنے کی اجازت دینے پر راضی ہیں اور ایک بھائی یہ کہتا ہے کہ اگر وہ گھر پر آئے گی تو میں اس کو قتل کر دوں گا اسی بھائی نے اپنے باپ کے انتقال کے وقت اپنی بہن کو آنے کی اجازت نہیں دی حالانکہ دوسرے سب بھائی اس کو آنے کی اجازت دے رہے تھے اور اس بہن کی بھی تمنا تھی کہ آخری وقت میں اپنے باپ کا دیدار کرلوں اس بھائی کی یہ بات (جو قتل کرنے کا کہتا ہے) اوپر کی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہے تو شرعاً کون صحیح ہے؟ اور اپنی اس بہن کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جائے شریعت کی رو سے بیان کریں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... منکوحہ عورت جب تک وہ بیوہ نہ ہو جائے یا اس کا شوہر اس کو طلاق نہ دے اس وقت تک وہ نکاح میں رہتی ہے اور ایک مرد کے ساتھ نکاح باقی ہو اسکو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نکاح کرے تو دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوتا اس لئے صورت مسئولہ میں پہلے مرد کو چھوڑ کر دوسرے مرد سے بھاگ کر نکاح کرلیا وہ صحیح نہیں ہوا تو جو ہوا وہ سب زنا ہوا دونوں کو فی الفور الگ کر دینا چاہئے اولاد جس مرد کے ساتھ نکاح باقی ہے شرعاً اسی کی شمار ہوں گی، بغیر لعان کے سلسلۂ نسب ختم نہیں ہوگا، شوہر اول طلاق دے تو عدت تین حیض گزارنی ہوگی اور اس کے بعد دوسرے مرد سے نکاح ہوسکتا ہے۔

یہ عورت فاسقہ فاجرہ ہے اور اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لئے اگر وہ توبہ نہ

کرے تو قطع تعلق کر سکتے ہیں لیکن اس کو قتل کرنا کسی کے لئے جائز نہیں اور جو بھائی اس فسق و فجور کے باوجود اس کے ساتھ نرم تعلق رکھتے ہیں وہ بھی گناہ میں ساتھ دے رہے ہیں۔

﴿۱۸۳۵﴾ کیا دوسرے نکاح کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

سوال: میرا نام انیسہ ہے، اور تاریخ ۲۸/۴/۲۰۰۴ کو میری شادی شریعت محمدی کے مطابق مسلم برادروں اور رشتہ داروں کی موجودگی میں سورت کے ایک گھرانہ میں شعیب کے ساتھ ہوئی، میرے والد کا شادی سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا، اور شادی کے تین مہینوں کے بعد میری والدہ کا بھی انتقال ہو گیا، شادی کے بعد میرے شوہر اور میرے سسرال والوں نے جہیز اور روپیوں کے لئے مجھے بہت ستانا شروع کیا، مجھے مارتے تھے پھر بھی میں نے کئی مرتبہ روپئے لاکر دئے اور جب میں نے روپئے لانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے دوسری شادی کرنے کی بات کی، اور کوشش بھی کی جب یہ بات میرے بھائیوں کو معلوم ہوئی اور وہ ان کو سمجھانے کے لئے میرے سسرال آئے تو میرے شوہر اور سسرال والوں نے میرے بھائیوں کے ساتھ جھگڑا کر کے مجھے مار کر کہ مجھ کو گھر سے باہر نکال دیا، میں اپنے بھائیوں کے گھر ڈیڑھ سال سے رہ رہی ہوں اور وہ کبھی مجھے لینے نہیں آیا، میرے دو چھوٹے بچے ہیں میں سسرال جانا چاہتی تھی لیکن پھر بھی میرے شوہر نے میری اجازت اور میری مرضی کے خلاف اور میرے بچوں کے بارے میں سوچے سمجھے بغیر دوسرا نکاح کرلیا، اس لئے میں نے کورٹ میں اپنے اور اپنے بچوں کے انصاف کے لئے مقدمہ داخل کیا ہے، لیکن وہاں جج کا کہنا ہے کہ اسلام میں شریعت کے حساب سے چار شادی کرنے کی اجازت ہے لیکن وہ شریعت کے حساب سے یہ نہیں جانتے کہ میری مرضی اور

اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتے تو اس لئے مجھے اپنے بچوں اور انصاف کے لئے شریعت کے حساب سے مدد کی آپ سے التجا ہے، لکھنے میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر سوال میں لکھی ہوئی حقیقت صحیح ہے تو واقعی آپ مظلوم ہیں اور ہمدردی کے لائق ہیں، آپ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی صحیح نہیں ہے، اور شوہر کو عورت کا پورا پورا حق ادا کرنا چاہئے اور لڑکوں کی پرورش بھی کرنی چاہئے۔

جج صاحب کا کہنا صحیح ہے اسلام میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے، اور مرد دو تین چار تک بیویاں رکھ سکتا ہے، اور ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور دوسرے نکاح کے لئے پہلی عورت سے پوچھنے کی یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن دوسرا نکاح کرنے کی صورت میں دونوں بیویوں میں برابری اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرنے کا بھی اسلام نے حکم دیا ہے، اور اگر دونوں میں برابری نہ کرسکیں تو ایک ہی بیوی پر اکتفاء کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں

فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى و ثلث و ربع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة الخ

اور نکاح کروان عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں دو دو تین تین چار چار اور اگر تم کو ڈر ہو کہ تم ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو۔ (سورۂ نساء) اور اگر شوہر بیوی کا حق ادا نہ کرے تو بیوی قانون کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے، ورنہ آخرت میں اللہ کے دربار میں پورا پورا اور صحیح فیصلہ ہونے والا ہی ہے۔

﴿۱۸۳۶﴾ شادی کے وقت عورت کو ملنے والے زر وزیورات کا مالک کون ہے؟

سوال: بعد سلام مسنون! میرے لڑکے ہارون کی شادی وحیدہ بنت ایوب کے ساتھ ۱۹۹۷ میں ہوئی، شادی کے بعد وحیدہ ہمارے گھر بہو بن کر آئی وحیدہ کو ہمارے گھر کوئی تکلیف نہیں تھی پھر بھی جب میں اور میری بیوی ۲۰۰۱ میں عمرہ کے لئے گئے تو وہ میرے لڑکے کو لے کر الگ رہنے چلی گئی میرے گھر میں بہت سارا قیمتی سامان تھا، میری غیر حاضری میں وحیدہ اور اس کی دو بہنیں میرے گھر سے زر وزیورات، کپڑے، چاندی اور گھریلو اشیائیں لے گئیں، اور فی الحال وحیدہ میرے لڑکے کے گھر پر بھی نہیں ہے اس کا گھر بھی چھوڑ کر اپنے گھر چلی گئی ہے اور میرا تمام سامان زر وزیورات بھی لے گئی ہے، اول تو وحیدہ کے والد نے ہماری چیزیں لوٹا دینے کے لئے کہا تھا لیکن اب وہ بھی واپس نہیں کر رہے ہیں اور نکاح کے وقت دی ہوئی تمام چیزیں چاندی، کپڑے، زیورات اور سونا وغیرہ کی زکوۃ ہر سال ہم ہی نکالتے ہیں، تو نکاح کے وقت جو چیزیں زیورات وغیرہ ہم نے وحیدہ کو دی ہیں وہ ہم واپس لینے کے حقدار ہیں یا نہیں؟ وحیدہ جب تک ہمارے گھر پر رہی اس وقت تک زیور، کپڑے اور قیمتی سامان ہمارے قبضہ میں رہتا تھا، موقع بموقع اور ضرورت کے وقت میری بیٹی کے ہاتھ سے بہو کو پہننے کے لئے دیتے تھے اور ضرورت پوری ہونے پر واپس ہمارے پاس رکھ لیتے تھے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے وقت عورت کو جو چیزیں دی جاتی ہیں اس میں کچھ تفصیل ہے، عورت کو اس کے والد اور رشتہ داروں کی طرف سے چھوٹی بڑی جو چیزیں اور ہدایا، تحائف مالکانہ طور پر دئے جاتے ہیں عورت اس کی مالک ہے۔ اور شوہر یا

شوہر کے گھر والے یا رشتہ داروں کی طرف سے جو چیزیں اسے ہدیہ یا بخشش کے طور پر دی جاتی ہیں یا مہر کے نام سے دی جاتی ہیں عورت ان کی مالک ہے، طلاق کے بعد یا کبھی بھی اس سے یہ چیزیں واپس لینا جائز نہیں ہے۔ اور جو چیزیں شوہر یا شوہر کے والد کی طرف سے صرف استعمال کے لئے دی جاتی ہیں عورت ان کی مالک نہیں ہوتی، جیسا کہ دیتے وقت یہ کہہ کر دیا ہو کہ یہ استعمال کے لئے ہیں یا ''آپ کے خاندان میں ایسے موقع پر جو بھی رواج ہو کہ مالکانہ اختیار کے ساتھ دیا جاتا ہے یا استعمال کے لئے دیا جاتا ہے اسی کے مطابق ان زر وزیورات کا بھی حکم رہے گا''، لہٰذا زیورات یا کپڑے وغیرہ جو بھی عورت لے کر گئی ہے ان کا حکم اوپر بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق رہے گا، فتاویٰ عالمگیری ۱/۳۲۷ اور فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۱۲۷ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

واذا بعث الزوج الی اهل زوجته اشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت اليه اراد ان يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك اذا بعث اليها على جهة التمليك كذا فی الفصول العمادية۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۳۷﴾ شادی بیاہ میں چولی، سوٹ اور شرارا وغیرہ پہننا؟

سوال: میرے محلّہ میں ایک لڑکی کی شادی ہے، یہ لڑکی شادی میں فیشن کے کپڑے میکسی، چولی سوٹ، شرارا، گھاگھرا وغیرہ پہننا چاہتی ہے تو کیا ان کپڑوں کا پہننا شریعت میں جائز ہے؟ یہ مسئلہ اس نے مجھ سے پوچھا ہے اس لئے آنجناب کو ایک بار اور تکلیف دے رہی ہوں اس کا تفصیلی جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شادی یا خوشی کے موقع پر نئے مناسب دام کے اچھے کپڑے پہننا جائز ہے لیکن جن کپڑوں سے بدن چھپتا (ڈھکتا) نہ ہو اور ستر کا کوئی حصہ کھلا رہتا ہو یا کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے بدن جھلکتا ہو تو ایسے کپڑے پہننا ناجائز اور حرام ہے، سوال میں مذکورہ کپڑے غیروں سے کچھ درجہ مشابہ رکھنے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں ہیں، ان کے بجائے مسلمان نیک عورتوں کے مثل کپڑے پہننا مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۳۸﴾ فلمی دنیا میں اداکار کا اداکارہ سے نکاح کی اداکاری کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

سوال: جس طرح مذاق میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح ایک دوسرا مسئلہ پیش آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ فلمی دنیا میں باقاعدہ شرعی طریقہ کے مطابق ایک اداکار کا ایک اداکارہ کے ساتھ نکاح ہوتا ہے، تو کیا صرف ایکٹنگ میں نکاح کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کرنے والے مرد وعورت (یعنی اداکار و اداکارہ) مسلمان ہوں اور مسلمان گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول کیا جائے تو اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح منعقد ہو گیا اور دونوں میاں بیوی کہلائیں گے۔ (شامی:۲)۔ لیکن اداکارہ پہلے سے کسی کے نکاح میں ہے تو یہ نکاح نہ ہوگا۔

﴿۱۸۳۹﴾ منگنی اور شادی بیاہ میں تھالی میں ناریل رکھنا؟

سوال: منگنی اور شادی بیاہ کے موقع پر تھالی میں ناریل رکھنا غیر اسلامی رسم ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... منگنی اور شادی بیاہ میں تھالی میں ناریل رکھنا یا ایسی ہی دوسری رسمیں کرنا جائز نہیں ہے، غیر قوم کا اپنایا ہوا غلط رواج ہے، جو قابل ترک ہے، سنت طریقہ کے مطابق سادگی کے ساتھ منگنی اور شادی کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۴۰﴾ شادی کے موقع پر ہلدی لگانا، ہار پہننا اور لال جوتے پہننا؟

سوال: شادی کے موقع پر ہلدی لگانا، اور ہلدی والا شخص باہر نکلے تو اسے اثر ہو جانا، شادی میں لال جوتے پہننا، ہاتھ میں ناریل اور گلے میں پھولوں کا ہار پہننا وغیرہ جو رسمیں ہیں ان کا جواب حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شادی بیاہ میں ہلدی لگانا، لال جوتے پہننا، ہاتھ میں ناریل اور گلے میں پھولوں کا ہار پہننا یہ سب غیر اسلامی اور غیروں کے دیکھا دیکھی اپنائے گئے رواج ہیں ان چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔

حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے بھی نکاح کئے تھے، لیکن ان حضرات سے اس طرح کے رواج ثابت نہیں ہے۔ بلکہ فتح مکہ جیسے خوشی کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے سر پر کالے رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا، جو حدیث سے ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۴۱﴾ دلہے کا ہاتھ میں کلغی (گلدستہ) لینا پھولوں کا ہار پہننا؟

سوال: شادی بیاہ کے موقع پر دلہے کا ہاتھ میں کلغی (گلدستہ) لے کر نکاح کرنے جانا اور پھولوں کے ہار پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب زفاف کی باتیں دوستوں میں کرنا بڑا گناہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: پھول، ہار اور کلغی (گلدستہ) پہن کر نکاح کرنے جانا

غیروں کا طریقہ ہے اور غیروں سے مشابہت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، اس لئے اس طرح نکاح کرنے نہیں جانا چاہئے۔ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے بھی نکاح کئے ہیں لیکن کسی سے بھی پھول اور ہار پہننا یا کلغی (گلدستہ) ہاتھ میں لینا ایسا کسی حدیث یا معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ان رسموں کو چھوڑنا چاہئے، اس لئے کہ ہم اللہ کے رسول کے متبع ہیں نہ کہ غیروں کے۔

ہمارا اسلام مذہب فطری مذہب ہے اور اس کی تعلیمات پاکیزہ اور عیوب و نقائص سے پاک ہیں، اور جو کام بے حیائی و بے مروتی اور لا یعنی ہوں ان سے اسلام نے منع فرمایا ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”قیامت کے دن سب سے بری جگہ والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرے اور بیوی اس سے لطف اندوز ہو اور پھر وہ لوگوں میں اپنا راز پھیلاتا پھرے“۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنے دوستوں سے اور عورت اپنی سہیلیوں سے جو باتیں کرتی ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے مرد و عورت کو شب زفاف کی باتیں دوسروں میں نہ کرنی چاہئے، اور یہ صرف شب زفاف تک ہی محدود نہیں بلکہ کسی بھی رات کی بات کسی کے سامنے نہیں کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۴۲﴾ نکاح اور عید کی خوشی کے موقع پر معانقہ کرنا؟

سوال: نکاح کی مجلس میں نکاح ہو جانے کے بعد دعا کے اختتام پر نکاح پڑھانے والے امام صاحب اور مجلس میں موجود حاضرین اور چھوٹے بڑے تمام حضرات دلہا اور دلہن اور دونوں کے والدین کو اور ان کے بھائیوں کو گلے مل کر شادی کی مبارک بادی دیتے ہیں اور شادی مبارک کہتے ہیں، کبھی نکاح کی اس مجلس میں دو سو تین سو افراد ہوتے ہیں اور تمام کو

شادی مبارک کہنا ہوتا ہے اور معانقہ کرنا ہوتا ہے تو جلدی کرنے میں کبھی مسجد میں شور وغل ہوتا ہے جس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، تو کبھی گلے ملنے والا ثواب سمجھ کر سامنے والے کو پوری طاقت سے دباتا ہے جس سے سامنے والے کو تکلیف ہوتی ہے۔

نیز دونوں عیدوں میں بھی عید مبارک کہنے کا رواج عام ہو گیا ہے، اور عید کے دن گلے ملتے ہیں، ایک مولانا کا کہنا ہے کہ نکاح اور عید جیسے خوشی کے موقع پر گلے ملنا اور مبارکباد دینا اچھا کام ہے، تو کیا شادی کی مجلس میں معانقہ کرنا شادی مبارک کہنا فرض، واجب، سنت یا مستحب یا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز عید کے دنوں میں گلے ملنا اور مبارکبادی دینا شرعی عمل ہے ؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کسی خاص مبارک اور نکاح کے موقع پر اتفاق سے آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات ہو جائے تب ہاتھ ملانا اور معانقہ کرنا درست اور جائز ہے، اسی طرح مبارک بادی دینے میں بھی کسی طرح کا حرج نہیں، یہ چیزیں نہ تو فرض ہیں نہ ہی واجب۔ (مشکوۃ، شامی)۔

سوال میں مذکورہ تفصیل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ چیزیں اپنے مقام سے ہٹ گئی ہیں اور رواج کی شکل اختیار کر گئی ہیں، نیز تمام حاضرین سے گلے ملنا اور مصافحہ کرنے میں شور وغل کا ہونا اور مسجد کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسی رسموں، مصافحہ اور معانقہ وغیرہ کو بند کرنا چاہئے۔ فتاویٰ دار العلوم ۵/۲۲۳ پر عید کی نماز کے بعد ملاقات کرنے اور معانقہ کرنے کو رافضیوں کا طریقہ بتایا گیا ہے، اور بدعت کہہ کر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (شامی: ۵)

﴿۱۸۴۳﴾ شادی میں لڑکے والوں کا لڑکی کو کپڑے اور زیور دینا؟

سوال: شادی بیاہ کے وقت لڑکی والے اپنے خاندانی رواج کے مطابق کچھ جوڑے

کپڑے کے اور کچھ سونے اور چاندی کے زیور مانگتے ہیں، تو یہ مانگنا اور دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حیثیت کے مطابق دینا چاہئے، لڑکی والے شادی کے وقت جو کپڑے وغیرہ خاندانی رواج کے مطابق مانگتے ہیں ان کو اپنی حیثیت کے مطابق دینا چاہئے، غیروں کی دیکھا دیکھی اور نقالی میں آپس میں اس وقت جو لین دین کا رواج ہو گیا ہے اور اس رواج کے بغیر شادی نامکمل سمجھی جاتی ہے یہ بالکل غلط ہے، اس رسم کو ختم کرنا چاہئے اور سنت طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

﴿۱۸۴۴﴾ لڑکی والوں کا لڑکی کے انتقال کے بعد شادی میں دی ہوئی چیزیں واپس مانگنا؟

سوال: تین سال قبل میری لڑکی جمیلہ کی شادی ہوئی تھی، اس کی ایک لڑکی بھی ہے، اور تاریخ ۳۰/۷/۸۷ھ کو میری لڑکی جمیلہ کا انتقال ہو گیا، اس کی لڑکی اس کے ابو کے ساتھ ہی رہتی ہے، شادی کے موقع پر بیٹی کو ہدیہ بخشش کے طور پر زیور (سونے کے) اور دوسری ضروری چیزیں کباٹ، کپڑے، پنکھا، پلنگ میری طرف سے اور میرے رشتہ داروں کی طرف سے دیا گیا تھا، اب اس لڑکے کے ساتھ ہمارا کوئی رشتہ نہیں رہا، ہم اس سے شادی کے وقت دی ہوئی چیزیں واپس مانگ رہے ہیں تو ہم یہ چیزیں واپس مانگ سکتے ہیں؟ اس کا جواب فتوے کی شکل میں دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں لڑکی کو شادی کے موقع پر والدین یا اعزہ واقارب کی طرف سے جو چیزیں ہدیۃً دی جاتی ہیں وہ مالکانہ اختیار کے ساتھ بخشش کے طور پر ہوتی ہیں، اس لئے ایسی ہر چھوٹی بڑی چیز کی عورت مکمل مالک ہوتی ہے، خسر یا میکے والوں کا اس پر قبضہ کر لینا درست نہیں ہے غصب کہلائے گا، اور اگر دنیا میں نہیں دیا تو

آخرت میں نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا۔

اس لئے یہ حق شرعی طریقہ کے مطابق دنیا ہی میں ادا کر دینا چاہیے، اب جب کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا ہے تو ہر وہ چیز جس کی لڑکی مالک تھی اس کے ورثاء کی کہلائے گی، اور اس میں میراث جاری ہوگی اور ہر وارث کو اس کے شرعی حق کے برابر اس میراث میں سے حصہ ملے گا۔

لہذا صورت مسئولہ میں ان تمام چیزوں کے تیرہ حصے کئے جائیں اس میں سے مرحومہ کے شوہر کو تین حصے مرحومہ کی لڑکی کو چھ حصے مرحومہ کے والد کو دو حصے اور مرحومہ کی والدہ کو دو حصے ملیں گے، جو کل تیرہ ہوں گئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۴۵﴾ کیا میں اپنی مطلقہ والدہ کو لے کر والد کے گھر رہ سکتی ہوں؟

سوال: میرا نام ہندہ ہے، میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہوں، میرے والد نے میری والدہ کو تاریخ ۳/۱۰/۲۰۰۸ء کو طلاق دی ہے، والدہ کے میکے میں دو بھابھی اور ایک بہن ہے، جو بیوہ ہے، بھائی اور بھابھی کو والدہ کی عدت کے لئے کہا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میرا ایک بھائی بھی ہے جو گھر داماد کے طور پر رہتا ہے، والدہ کو بھائی اپنے گھر عدت کے لئے لے گیا مگر بھابھی والدہ کے ساتھ جھگڑا کرتی رہی اور چھ دن بعد میری چھوٹی بہن کے گھر عدت پوری کرنے کے لئے لے گئے تو یہ صحیح ہوا یا نہیں؟ یا عدت پھر سے گذارنی ہوگی؟ اور عدت کب ختم ہوگی؟ اب عدت کے بعد میرا اور میری والدہ کے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، میری شادی نہیں ہوئی ہے میں اور والدہ ایک ساتھ اکیلے رہ نہیں سکتے، ہمارا گھر دو منزل کا ہے، میرے والد اوپر کی منزل پر کوئی بھی دو کمرہ دینے کے لئے راضی ہے، تو کیا میں اور میری والدہ رہنے کے واسطے والد کے مکان میں نیچے یا اوپر رہ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں طلاق دینے والے مرد پر لازم تھا کہ عدت کی مدت ختم ہونے تک عورت کے رہنے کا معقول انتظام کرتا تا کہ مطلقہ کو عدت گزارنے کے لئے دوسری جگہ جانے کی نوبت نہ آتی، لیکن اب عدت ختم ہو چکی ہے تو اس کے رہنے کا انتظام کرنا مرد پر لازم نہیں ہے، عورت اپنے لڑکے اور لڑکی کے ساتھ رہ سکتی ہے، لیکن لڑکا سسرال میں رہائش رکھنے کی وجہ سے والدہ کو ساتھ میں نہ رکھ سکتا ہو تو کرایہ سے مکان لے کر ماں کے رہنے کا انتظام کرے، اگر یہ بھی نہ ہو سکتا ہو اور لڑکی باپ والے گھر میں ماں کو لے کر رہ سکتی ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ باپ کے ساتھ ماں کا کبھی آمنا سامنا نہ ہو اس کا خیال رکھا جائے، اس شرط کے پورے اہتمام کے ساتھ ہی رہ سکتی ہے۔
عدت کی مدت تین حیض ہے، لیکن عورت کو کبر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ یعنی ۹۰ دن پورے کرنے سے عدت ختم ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۴۶﴾ تین نکاح میں سے کونسا صحیح ہوا کونسا باطل؟

سوال: ہندہ بنت زید کا نکاح عمر کے ساتھ ۳۰/۸/۱۹۸۱ء کے دن ہوا، اس نکاح سے ہندہ کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے، اس لڑکے اور لڑکی کی عمر آج ۲۶ اور ۲۷ سال کی ہے، اور تاریخ ۸/۹/۱۹۹۸ء کو عمر نے ہندہ کو طلاق دی، اس کے ۹ مہینہ بعد ہندہ نے احمد آباد کے ایک ۹۴ سالہ بزرگ سے خدمت کی شرط پر نکاح کر لیا اور آٹھ دن کے بعد ۱۷/۶/۹۹ کو وہ اپنی ماں کے گھر آ گئی اور بچوں کی محبت کی وجہ سے واپس احمد آباد نہیں گئی اور اس بزرگ سے طلاق نہیں ہوئی اور تاریخ ۳۰/۱/۲۰۰۰ء کو دوبارہ پہلے والے شوہر عمر کے ساتھ نکاح کر لیا، اور حال یہی رہا کہ اچانک ۱۰/۳/۲۰۰۲ء کو اس احمد آباد والے بزرگ کا انتقال ہو گیا، انہوں نے

مرتے دم تک طلاق نہیں دی تھی، پھر عمر سے بھی نا اتفاقی ہوئی لیکن عمر نے طلاق نہیں دی، اور اس نے تیسرے شخص بکر سے ۱۰/۳/ ۲۰۰۳ء کو نکاح کر لیا، اس بکر کی یہ دوسری شادی تھی اس کی پہلی بیوی اور پانچ بچے بھی حیات ہیں، اور بیوی بکر کے نکاح میں ہے، اور ہندہ دوسری بیوی ہے، بکر کی عمر ۴۴ سال ہے اور ہندہ کی عمر ۴۳ سال ہے اب اس پورے واقعہ میں پوچھنا یہ ہے کہ ان تین آدمیوں میں سے کس کا نکاح ہندہ کے ساتھ کب صحیح ہوا اور کس کا نکاح ناجائز ہوا؟ بس اس کا خلاصہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں ہندہ نے احمد آباد کے جس بزرگ کے ساتھ نکاح کیا تھا وہ معتبر ہے، اور ان سے طلاق لینے سے قبل ۳۰/۱/ ۲۰۰۰ء کو اس نے شوہر اول عمر سے دوبارہ نکاح کیا یہ صحیح نہیں ہوا، اس لئے کہ اس وقت وہ کسی کی منکوحہ تھی، اور یہ جاننے کے باوجود کہ وہ دوسرے کے نکاح میں ہے عمر نے اس سے نکاح کیا تو اس نے بہت بڑا گناہ کیا اور اس سے میاں بیوی کا جو تعلق رکھا وہ زنا کہلائے گا اور جن جن لوگوں نے اس نکاح میں اس کی مدد کی وہ سب سخت گناہ کے مرتکب ہوئے، ان تمام کو سچے دل سے توبہ کرنا ضروری ہے، ۱۰/۳/ ۲۰۰۲ء کو اس بزرگ کا انتقال ہوگیا انتقال ہوتے ہی ہندہ اس کے نکاح میں سے نکل گئی اور اس کی عدت گزارنا اس پر ضروری تھی اور وہ اس کی بیوہ شمار ہوگی، پھر اس نے بکر کے ساتھ ۱۰/۳/ ۲۰۰۳ء کو نکاح کیا تو یہ نکاح بھی صحیح ہوگیا اور اب وہ اس کی بیوی کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۴۷﴾ نکاح کے موقع پر دلہے سے مسجد والوں کا کچھ روپئے لینا؟

سوال: مسجد کی انتظامیہ کمیٹی ہے یہ کمیٹی والے ہر نکاح کے موقع پر دلہے سے ایک متعینہ رقم

لیتے ہیں اور اسے مسجد کے خرچ میں استعمال کرتے ہیں تو انتظامیہ کمیٹی کا متعینہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور لی ہوئی رقم مسجد کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر مسجد کے کام میں خرچ نہیں کر سکتے تو کہاں خرچ کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... دلہا خوش دلی سے اگر کچھ رقم مسجد میں دے تو اس رقم کا لینا اور مسجد کے کام میں خرچ کرنا جائز ہے، لیکن زبردستی وصول کرنا اور نہ دینے کی صورت میں مسجد میں نکاح کرنے نہ دینا ایسی زبردستی سے روپئے لینا غصب کے حکم میں شمار ہوگا، اور اس طرح روپئے لینا اور مسجد کے کام میں خرچ کرنا ناجائز کہلائے گا، حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضا مندی کے بغیر لینا یا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۸۴۸﴾ نکاح والے گھر کسی کی میت ہو جانے سے نکاح ملتوی کرنا؟

سوال: ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ اگر کسی قریبی رشتہ دار کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے رشتہ دار ایک سال تک گھر میں شادی بیاہ نہیں کرتے، ابھی چھ مہینہ ہوئے میری بہن کا انتقال ہو گیا ہے، اور اب مجھے شادی کرنی ہے تو میں شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟ کیا یہ رواج صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کسی رشتہ دار دوست اور احباب کے انتقال پر رنج و غم کا ہونا فطری چیز ہے، اور اس میں بھی نسبی لڑکا یا بھائی اور بہن کا انتقال ہو جائے تو زیادہ رنج ہوتا ہے اس کا سوگ منانا جائز اور درست ہے لیکن شریعت کی طرف سے اس کی خاص حد مقرر ہے اس مدت سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”کسی شخص کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے، ہاں عورت اپنے شوہر کے انتقال پر چار مہینہ دس دن سوگ منا سکتی ہے“ اور اسی پر ازواج مطہرات، صحابہ کرام اور

بزرگان امت کا عمل آج تک چل رہا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں میت والے گھر ایک سال تک نکاح نہ کرنے کا رواج بنا لینا آپ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے، اور ایسے وقت میں نکاح کرنے کی شریعت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے اس لئے آپ نکاح کر سکتے ہیں، بلکہ اس وقت میں آپ کے نکاح کرنے سے آپ کو اس رواج کے ختم کرنے کا جو خاص ثواب ہے وہ بھی ملے گا۔ (شامی:۲،مشکوۃ شریف) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۴۹﴾ لڑکے کے باپ کا لڑکی کے باپ کو ۲۰۱ روپئے دینے کا رواج

سوال: ہماری جماعت کے بنیادی اصول میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ نکاح کے وقت لڑکی کے باپ کو لڑکے کا باپ ۲۰۱ روپئے دیتا ہے لیکن یہ دینا ضروری نہیں ہے، دے تو اچھا اور نہ دے تو کوئی حرج نہیں، ہماری جماعت میں ۷۰ فی صد لوگ تونگر اور ۳۰ فی صد لوگ غریب ہیں، غریب کی مدد ہو جاوے اس نیت سے یہ قاعدہ بنایا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کمزور اور غریب مسلمان کو خوشی یا غمی کے موقع پر مدد کرنا بہت ہی ثواب کا کام ہے، اس لئے لڑکے کا باپ لڑکی کے باپ کو اپنی خوش دلی سے متعینہ رقم مذکورہ نیت کے ساتھ غیر ضروری سمجھتے ہوئے دے تو جائز بلکہ ثواب کا کام ہے، لیکن اگر یہ رقم جماعت یا دوسرے لوگوں کی طرف سے ضروری اور فرض کر دی جائے اور نہ دینے والے کو لعن وطعن یا ملامت کی جائے تو پھر یہ دینا اور لینا ناجائز ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۵۰﴾ کسی عالم کا طلاق دے دو کہنا کیسا ہے؟

سوال: ایک لڑکے کی عمر ۲۰ سال اور لڑکی کی عمر ۱۶، ۱۷ سال ہے، ڈیڑھ سال قبل دونوں

نے اپنی مرضی سے خفیہ طور پر گھر والوں کو بے خبر رکھ کر شریعت کے مطابق نکاح کرلیا تھا، اور چھ سات دن باہر رہ کر بھی آئے تھے، نکاح صحیح ہو گیا تھا، یہ علماء اور دونوں کے والدین جانتے ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں، اس کے باوجود لڑکی راضی ہے پھر بھی لڑکی والے لڑکی کو سسرال نہیں بھیجتے، اس کی ماں بہت ضدی ہے۔

اس لئے میں ایک دو عالم کے پاس اس امید سے گیا کہ ان کے ذریعہ اس جھگڑے کا حل ہو جاوے، اور میں نے ان کو پورا واقعہ بھی بتایا، اور ان کو پوری حقیقت معلوم ہو گئی، پھر بھی انہوں نے مجھے یہ الفاظ کہے کہ ’’ اسے طلاق دے دو‘‘ تو شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کسی عالم کا ’’طلاق دے دو‘‘ ایسا کہنا مناسب ہے؟ لڑکی والوں کا لڑکی کو نہ بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... کسی شریعت کے پابند شخص نے اس کو بہتر سمجھتے ہوئے کہا تو اس میں وہ گنہگار نہیں ہے، نیز ان کے کہنے سے آپ طلاق دینے کے لئے مجبور یا آپ پر طلاق دینا واجب نہیں ہو جاتا اس لئے اگر آپ طلاق نہ بھی دیں تو آپ گنہگار نہیں ہوں گے۔

آپ اور آپ کی بیوی مل کر گھر بسانا چاہتے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن اس کے لئے مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہئے حالات درست کرنے چاہئے ضد اور نفرت دور ہو ایسے کام کرنے چاہئے۔

﴿۱۸۵۱﴾ شادی بیاہ میں سہرا باندھنا اور ہار پہننا؟

سوال: میں نے اپنے نکاح میں پھول ہار نہیں پہنے تھے۔ اس لئے میرے گاؤں والوں نے

مجھے برا بھلا کہا تو اس بارے میں مجھے ان کو صحیح جواب دینا ہے:
مفتی اسماعیل صاحب واڈی والاؒ کی کتاب **روضۃ الفتاویٰ** میں لکھا ہے کہ "شادی بیاہ کی فضول خرچیوں میں سے ایک فضول خرچی دلہے کا پھول ہار پہننے کے پیچھے روپے خرچ کرنا ہے"، اور ایسی فضول خرچیوں سے بچنا چاہیئے، تو میں نے پھول ہار نہیں پہنے تو لوگ پیٹھ پیچھے بات کرتے ہیں، اور برا بھلا کہتے ہیں تو کیا کہنا ہے مفتیان کرام کا؟ ہمارے یہاں دلہے سر سے لے کر پیروں تک کا سہرا باندھتے ہیں، ہاتھ میں پھول لیتے ہیں، اور گلے میں ہار پہنتے ہیں یہ سب غلط رواج ہے یا نہیں؟ کیا یہ فضول خرچی میں شامل نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... روضۃ الفتاویٰ میں لکھا ہوا جواب صحیح ہے۔ شادی سنت طریقہ کے مطابق اور سادگی سے ہونی چاہیئے، غیروں کی اتباع میں جو رواج ہم میں داخل ہو گئے ہیں ان کو دور کرنا چاہیئے۔ حضور ﷺ اور دیگر صحابۂ کرام مرد و عورتوں نے بھی شادی کی ہے لیکن کسی نے پھول ہار پہنا ہو یا سہرا باندھا ہو ایسا کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ نے پھول ہار نہیں پہنا اور جس طریقہ پر عمل کیا یہ سنت کے مطابق اور اتباع رسول ہے، اور رواج کو بند کیا اس پر اور زیادہ ثواب ملے گا، شادی بیاہ کے موقع پر پھول ہار کے استعمال کا دین میں کوئی درجہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا پہننا فرض واجب یا سنت یا مستحب ہے، اور پھولوں کے نہ ہونے سے نکاح میں کوئی فرق بھی نہیں آتا اس لئے پھولوں کے پیچھے روپے خرچ کرنا فضول خرچی ہے اور قرآن پاک میں فضول خرچی کرنے والوں کو **اخوان الشیاطین** یعنی شیطانوں کا بھائی کہا گیا ہے، اس لئے ایسی فضول خرچی سے بچنا چاہیئے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۸۵۲﴾ ساڑھے چار مہینے میکے میں رہنے کا رواج؟

سوال: ہمارے معاشرہ میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کا نکاح ہو جانے کے بعد اسے صرف سات دن کے لئے سسرال بھیجتے ہیں اور پھر لڑکی کے گھر والے (خاص کر اس کی ماں) اسے اپنے گھر بلا لیتے ہیں، پھر دو مہینہ بعد اس کے سسرال (شوہر کے گھر) بھیجتے ہیں، اس کے بعد دو مہینہ وہ سسرال میں رہتی ہے اور پھر واپس اپنے گھر آتی ہے، اس طرح شروع شروع میں ہر دو تین مہینہ پر وہ اپنے میکے رہنے جاتی ہے۔

اگر اس عرصہ میں لڑکی اپنے میکے میں ہو اور لڑکا یا لڑکی کے خاندان کے کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو چار مہینہ ۱۵ دن تک لڑکی اس کے شوہر کے گھر نہیں جاتی اور اگر لڑکے والوں کے یہاں کسی کا انتقال ہو جائے تو لڑکے والے نہیں بلاتے، اس طرح کے رسم کی وجہ سے بہت برا بھلا کہا جاتا ہے اور دونوں فریق کے خاندانوں میں بہت مخالفت کی جاتی ہے اور جھگڑا بھی ہوتا ہے، ان رواجوں کو عورتیں زیادہ فروغ دیتی ہیں تو کیا ایسے رواج مناسب ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......لڑکا اور لڑکی جب ایجاب وقبول کر لیتے ہیں تو وہ فوراً میاں بیوی بن جاتے ہیں اور مرد پر عورت کے اور عورت پر مرد کے حقوق لازم ہو جاتے ہیں۔ من جملہ ان میں سے ایک شوہر کی اطاعت ہے، ہمارے یہاں غیروں کی اتباع میں بہت سے رواج داخل ہو گئے ہیں اور ہم نے اپنی نادانی سے ان کو دینی حکم کا اور شرعی مسئلہ کا درجہ دے دیا ہے جو بہت ہی غلط اور قابل ترک ہے۔

دونوں فریق میں سے کسی کے یہاں میت ہو جانے پر چار مہینہ ۱۵ دن تک شوہر کے یہاں نہ بھیجنا اسلامی اصول کے مطابق ناجائز اور ظلم کے درجہ میں ہے، اس لئے شوہر کے بلانے

پر بیوی کو چلے جانا چاہئے اور اس چلے جانے پر لعن وطعن کرنا یا اسے برا سمجھنا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، اور اللہ کے یہاں جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہئے، ایسے غلط رواجوں کو بالکل بند کرنا چاہئے اور سنت طریقہ کو اپنانا چاہئے۔

﴿۱۸۵۳﴾ نکاح کی مجلس مسجد میں رکھنا اور اس میں عورتوں کا شرکت کرنا؟

سوال: ہمارے یہاں نکاح کی مجلس زیادہ تر بڑی مسجد میں ہوتی ہے، مسجد دو منزلہ ہے جماعت خانہ کھلا ہوا ہے، اور اوپر کی منزل سے نیچے کا جماعت خانہ نظر آتا ہے، بالائی حصہ میں نکاح کے وقت عورتیں بھی آتی ہیں، اور اوپر کی منزل پر پردہ ڈالا ہوا ہوتا ہے، لیکن کبھی کچھ عورتیں پردہ ہٹا کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں اور نکاح کو سنتی ہیں، بے پردگی ہوتی ہے، شور وغل ہوتا ہے کچھ عورتیں بغیر برقع کے آتی ہیں، عورتوں اور مردوں کے آنے جانے کا راستہ بھی ایک ہی ہے تو کیا اس طرح نکاح کی مجلس کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے؟

نکاح کے بعد لڑکا اس کی منکوحہ لڑکی سے ملنے کے لئے بالائی منزل پر جاتا ہے اور عورتوں کی موجودگی میں ملاقات ہوتی ہے اور گھر کی بڑی عورتیں نانی دادی ساس پھوپھی وغیرہ کو سلام کرتا ہے کیا عورتوں کی موجودگی میں اپنی منکوحہ سے ملنے جانا سلام کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زمین پر سب سے محبوب جگہ اللہ کے نزدیک مسجد ہے اور مسجد اللہ کے سامنے حاضر ہونے کا دربار ہے اس کا خوب ادب واحترام کرنا چاہئے، ہر نیک کام نماز تلاوت ذکر اور نکاح کی مجلس بھی مسجد میں رکھنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے، اور ایسی مقدس جگہ پر اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو یہ بڑی محرومی اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

ایسی نکاح کی مجلس میں عورتوں کا شریک ہونا اگر پردہ کا مکمل انتظام ہو مردوں سے میل جول

نہ ہوتا ہو اور کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو تو آنے کی شریعت کی طرف سے اجازت تو ہے لیکن نماز جیسے اہم اور بنیادی اسلامی حکم کے لئے جب کہ عورتوں کا مسجد میں آنا مکروہ تحریمی بتایا گیا تو نکاح کی مجلس میں شرکت کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا جائز نہیں کہلائے گا، عورتوں کو روکنا اور منع کرنا چاہئے، حضرت عائشہؓ کی ایک روایت بخاری شریف میں ہے، جس میں آپؓ فرماتی ہیں: آج عورتوں کی جو حالت ہو چکی ہے وہ حالت اگر حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوتی تو ضرور آپ ﷺ عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کر دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد میں آنے سے روک دی گئیں۔

آپ نے سوال میں جو حقیقت ذکر کی ہے، اس میں مردوں اور عورتوں کے آنے کا راستہ ایک ہے عورتیں بغیر برقع کے آجاتی ہیں پردہ ہٹا کر سامنے آجاتی ہیں شور وغل ہوتا ہے نکاح کا موقع ہونے کی وجہ سے بن سنور کر آتی ہیں وغیرہ نیز نکاح کے بعد دلہا رشتہ دار عورتوں سے مسجد میں ملتا ہے اور اس وقت دوسری نامحرم عورتیں بھی ہوتی ہیں تو ایسی حالت میں عورتوں کو مسجد میں اور مسجد کے احاطہ میں آنے سے بھی روکنا چاہئے، اور اگر شروع میں مذکورہ برائیاں نہ ہونے کی وجہ سے شرکت کی اجازت دی ہو تو اب اس کے غلط استعمال کی وجہ سے سختی سے منع کرنا چاہئے، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو عورتوں کو مسجد میں لانے والے، اجازت دینے والے، مسجد کمیٹی کے ذمہ داران اور مسئلہ سے واقف حضرات جنھوں نے نہی عن المنکر نہیں کیا وہ سب گنہگار رہوں گے۔

و عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ احب البلاد الى الله مساجدها وابغض البلاد الى الله اسواقها (مشکوۃ: ۱/۶۸)۔

و يندب اعلانه و تقديم خطبة و كونه فى مسجد يوم الجمعة (شامی:

۶۶/۴)۔

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ اعلنوا هذا النكاح و اجعلوه فی المساجد۔عن عمرة بنت عبد الرحمن انها سمعت عائشة زوج النبی ﷺ تقول لو ان رسول الله ﷺ رای ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائيل۔ (مسلم شریف:۱۸۳/۱)۔

و لا يشك للشواب منعهن الخروج الی الجماعات لما ما روی عن عمرؓ انه نهی الشواب عن الخروج و لان خروجهن الی الجماعة سبب الفتنة و الفتنة حرام و ما ادی الی الحرام فهو حرام۔(مرقاة:۳۲۹/۹)۔

ثم اعلم انه اذا كان المنكر حراما وجب الزجر عنه (مرقاة:۳۲۹/۹)

﴿۱۸۵۴﴾ شادی بیاہ میں نیوتہ لینا دینا؟

سوال: ولیمہ کے کھانا میں اگر عقیقہ بھی شامل کرلیا جائے یعنی عقیقہ کا جانور ذبح کر کے اس کے گوشت سے ولیمہ کا کھانا بنالیا جائے تو اس کھانے کے بعد شادی کا نیوتہ لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شادی کے موقع پر نیوتہ کے نام سے جو رقم یا اشیاء دی جاتی ہیں یا لی جاتی ہیں وہ علماء کی صراحت کے مطابق جائز نہیں ہے، یہ ایک رسم ہے اسے بند کرنا اور ترک کرنا چاہیئے، دینے والا کسی بھی طرح کی پابندی کے بغیر اپنی خوش دلی سے ہدیہ کے طور پر دے تو لینا جائز ہے۔عقیقہ کا گوشت شادی کے موقع پر کھلایا جائے تو یہ جائز ہے لیکن کھانے کے عوض روپئے لئے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۵۵﴾ ذیقعدہ کے مہینہ میں نکاح کرنا

سوال: ماہ ذی القعدہ کے متعلق بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ خالی مہینہ ہے اس مہینہ میں

کوئی اسلامی تیوہار نہیں ہے اس لئے اس مہینہ میں شادی بیاہ نہیں کر سکتے، لہذا شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اس ماہ میں شادی بیاہ کرنا منحوس ہے؟ ماہ ذی القعدہ کے متعلق لوگوں کا یہ عقیدہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شادی بیاہ کے لئے اسلام نے کسی مہینہ یا دن کو منحوس نہیں بتایا ہے اس لئے کسی دن یا مہینہ میں نکاح کو منحوس سمجھنا اسلامی عقیدہ نہیں ہے یہ عقیدہ باطل اور قابل ترک ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں شوال کے مہینہ میں نکاح کو منحوس سمجھا جاتا تھا، لیکن میرا نکاح شوال کے مہینہ ہی میں ہوا اور رخصتی بھی شوال کے مہینہ ہی میں ہوئی۔ اور آج ہم ان کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کی مثالیں دیتے ہیں، اس لئے ایسے غلط عقیدوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۵۶﴾ بیوی شوہر کو اپنے پاس بلاوے اور شوہر انکار کردے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

سوال: احادیث میں بیوی پر مرد کے بہت سے حقوق بتائے گئے ہیں، منجملہ ان کے کئی روایات صحیح بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں موجود ہیں اور حقوق کی ادائے گی کی تاکید آئی ہے من جملہ ان کے ایک یہ حق بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر بیوی کو اس کا شوہر بلاوے اور بیوی انکار کرے تو وہ گنہگار ہوگی۔

اس مسئلہ اور اس مسئلہ سے متعلق حدیث کی روشنی میں مجھے کچھ سوالات پوچھنے ہیں:

(۱) کیا اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شوہر ہی بیوی کو بلائے؟ (۲) اگر بیوی کو خواہش ہو تو وہ شوہر کو بلا سکتی ہے یا نہیں؟ (۳) بیوی کو خواہش ہو اور وہ شوہر کے پاس آئے

تو اس میں کچھ گناہ ہے؟

(۴) بیوی شوہر کے پاس آئے اور شوہر انکار کردے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۵) شوہر اپنی خواہش پر بیوی کو بلاتا ہے اور بیوی کو خواہش ہونے پر وہ شوہر کو بلائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت یعنی میاں بیوی دونوں کے حقوق میں مساوات رکھی ہے البتہ دونوں کی جسمانی اور دماغی خلقت کے فرق کے پیش نظر ہر ایک کی ذمہ داری جدا جدا رکھی ہے، شہوت کا تقاضیٰ دونوں میں ہے البتہ عورت پر حیا اور شرم کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے وہ اپنی ضرورت کو صاف طور پر ظاہر نہیں کرسکتی اس لئے مردوں کو پہل کرنے کے لئے کہا گیا ہے اور رہی یہ

بات کہ بیوی پہل کرے تو یہ منع نہیں ہے جس طرح خواہش کا پورا کرنا شوہر کا حق ہے ویسے ہی عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے۔

(۱) نمبر ایک میں جو ثابت کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، عورت بھی بلاسکتی ہے (۲) اس میں گناہ نہیں ہے۔ (۳) بیوی شوہر کے پاس آوے اور شوہر انکار کرے اور کم از کم ایک مرتبہ بیوی کا حق ادا کرچکا ہو تو از روئے شریعت وہ گنہگار نہیں ہے۔ (۴،۵) اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی ہے اس لئے بغیر عذر کے عورت انکار کردے گی تو اللہ کے یہاں نافرمان اور گنہگار کہلائے گی۔ (شامی: ۲/۲۵۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۵۷﴾ بیرون ملک جانے کے لئے لڑکی کا کسی کو شوہر بتانا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی اور لڑکی کے ساتھ انگلینڈ سے انڈیا تفریح کے لئے آیا، یہاں آنے کے بعد وہ اپنے اخیافی بھائی سے ملا،

اوراب وہ اسے انگلینڈ لے جانا چاہتا ہے، اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنی بیوی اورلڑکی کواس اخیافی بھائی کے ساتھ بھیج دے، سرکاری کاغذات اورتحقیقات میں عورت یہ بتائے گی کہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور میں اسے انگلینڈ لے جارہی ہوں، یہ چھوٹی لڑکی میرے دوسرے رشتہ دار کی ہے اوراس عورت کا اصل شوہران کے بعد انگلینڈ آجائے گا،تو اب سوال یہ ہے کہ کیااس طرح عورت کا پرائے مردکوشوہر بتانے سے یااقرار کرنے سے اس کے اصل نکاح میں کوئی خرابی آتی ہے؟ کیااس کا پہلے والا نکاح باقی رہایاٹوٹ گیا؟ اگر ٹوٹ گیاتواب اس کے لئے کیاشکل ہے؟

نوٹ: بعد میں پہنچنے والا اصل شوہراپنی بیوی کے ساتھ ہی رہے گا، نیز ایک بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ عورت نے سرکاری سوالات و جوابات میں جسے اپنا شوہر ظاہر کیا ہے وہ سرکاری کاغذوں میں ہمیشہ کے لئے اس کا شوہر رہے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں عورت کا پرائے مردکواپنا شوہر بتانا جھوٹ اوردھوکہ اورخیانت ہے، اس لئے یہ کام خلاف شرع اور معصیت ہے،اورحکومت کے قانون کی خلاف ورزی بھی ہے جس کی وجہ سے سزا اورتوہین نفس کا سخت اندیشہ ہے،اس لئے یہ کام ناجائز ہے البتہ اس سے اس کے نکاح پرکوئی اثرنہیں پڑتا، نیز اس میں غیرمحرم کے ساتھ سفربھی ہے جسے حدیث شریف میں ناجائز بتایا گیا ہے،لہذاایسے دارین کی بربادی والے عمل سے بچنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۵۸﴾ کیاحضرت علیؓ اپنے نکاح میں موجودنہیں تھے؟

سوال: حضرت علیؓ کا نکاح حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پڑھایا تھا اس وقت

حضرت علیؓ موجود نہیں تھے حضرت علیؓ کو اطلاع دی گئی تو آپؓ نے فرمایا مجھے منظور ہے، یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ سوال کے جواب میں حضرت تھانویؒ کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں، حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کو مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ بنایا، نہ اس میں دعوت نامہ تھا نہ مہمانوں کی آمد تھی نہ دیگر رسومات کی پابندی۔

اولاً حضرت ابوبکرؓ نے ثم حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ نے انکار کر دیا اس کے بعد ان دونوں حضرات نے حضرت علیؓ کو تیار کیا اور کہا کہ آپ ﷺ نے ہم دونوں کو اس مجبوری کی وجہ سے انکار کیا ہے البتہ آپ عمر میں چھوٹے ہو اس لئے پیغام بھیجو۔

حضرت علیؓ خود گئے اور خاموش بیٹھے رہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سمجھ گیا تم کیا مطلب لے کر آئے ہو؟ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ فاطمہ کا نکاح تم سے کر دوں، پیغام منظور ہوتے ہی حضرت علیؓ چلے آئے، بعد میں حضور ﷺ نے دو چار صحابہ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور حضرت علیؓ سے اس صیغہ کے ساتھ نکاح کرا دیا کہ اگر حضرت علیؓ اسے منظور کریں تو......اور آپؓ اس مجلس میں حاضر نہیں تھے، حضرت علیؓ کو اطلاع ملتے ہی آپ نے منظوری کی مہر ثبت فرما دی اور نکاح ہو گیا۔ (الابقاء: شعبان: ۲۴) فقط واللہ تعالی اعلم

باب نکاح اهل الکتاب والفرق الباطلة

﴿۱۸۵۹﴾ مطلقہ کافرہ مسلمان بن کر فوراً نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: ایک ہندو مذہب کی لڑکی سے ایک مسلمان لڑکے کو محبت ہوگئی، وہ لڑکی شادی شدہ تھی ، کچھ عرصہ ایسا ہی چلتا رہا، پھر دونوں گھر چھوڑ کر بھاگ گئے، اس کے شوہر کو معلوم ہونے پر اس نے اپنے مذہب کے مطابق رضامندی سے طلاق دے دی، جسے آج دو چار دن ہوئے ہیں، لڑکی حاملہ نہیں ہے، اور ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئی، اور اب ہندوؤں میں اس کا کوئی سہارا نہیں ہے اس بات کو خاص دھیان میں رکھا جائے، تو اب یہ لڑکی مسلمان بن کر اس لڑکے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا اسے عدت گذارنی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ لڑکی کو کفر کی حالت میں اس کے شوہر نے اپنے مذہب کے مطابق طلاق دی ہے، اور اس کے مذہب کے مطابق طلاق کے بعد عدت گذارنی نہیں ہے، نیز یہ لڑکی حاملہ بھی نہیں ہے، اس لئے اب مسلمان بننے کے بعد فوراً یہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اس لئے کہ جب یہ لڑکی مسلمان ہوئی اس وقت کسی کے نکاح میں نہیں تھی، اور ایسی عورت جب اسلام قبول کرے اس وقت اس پر عدت بھی نہیں ہے، اس لئے مسلمان ہونے کے بعد یہ لڑکی فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ (ہدایہ:۲، امداد الفتاویٰ)

﴿۱۸۶۰﴾ غیر مسلم لڑکی کو مسلمان بنا کر نکاح کرنا؟

سوال: اس مسلمان بھائی کی فضیلت بتائیں جس نے کوئی غیر مسلم لڑکی کو مسلمان بنا کر اس سے نکاح کیا ہو، اور دینی ادب اور علم سکھایا، یا اس نے (اس نو مسلم لڑکی نے) اللہ تعالیٰ کی

نیک ہدایت (توفیق) سے اور اپنے مسلمان خاوند کی فیض صحبت میں اپنی محنت سے علم حاصل کیا، اور ادب سیکھا، اور اسلام پر قائم رہی اور اسی پر اس کا انتقال ہوا، اور اس نومسلم لڑکی کے لئے کیا کیا فضیلتیں ہیں بتا کر ممنون فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور اقدس ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علی! تیرے ذریعہ کسی کو نیک ہدایت ملے یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عرب میں بہت ہی قیمتی مال سمجھا جاتا ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص اخلاص کے ساتھ کسی کو ہدایت کا راستہ بتائے اور وہ اس راستہ کو اپناوے تو بے شک یہ نبیوں والا کام ہے، اور اس کی بہت ہی فضیلت ہے، اور جو شخص اپنے اہل بیت (بیوی بچوں) کو دینی علم سکھائے اور دینی طریقوں پر چلائے تو اس کو حدیث شریف میں نفل صدقہ سے بھی افضل عمل بتلایا گیا ہے۔ یہ نومسلمہ اللہ کی خوشنودی کے لئے ایمان لائی، اسلام پر قائم رہی اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رحلت کر گئی تو اللہ پاک کی کریم ذات سے امید ہے کہ اسے جنت میں ٹھکانہ نصیب ہوگا، اور اس کے ساتھ اس کو اس راستہ پر لے جانے والے کو بھی اللہ پاک محروم نہیں رکھے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۶۱﴾ ہندو لڑکی مسلمان ہو کر مسلمان سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنے پہلے والے ہندو شوہر سے طلاق لینی پڑے گی؟

سوال: ایک شخص بیس پچیس سال سے جنگل میں ایک بھیل اناوِل قوم کی لڑکی کو رکھ کر آج تک ازدواجی زندگی گذارتا رہا ہے۔ اسے دین ومذہب کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اس کی ایک لڑکی ہے اس کی عمر تقریباً بیس سال ہے، اس کی شادی بھیل اناول قوم کے ایک ہندو شخص

سے بھیل اناوِل قوم کے طور وطریقہ کے مطابق ہوئی تھی، یہ لڑکی فی الحال اپنی خالہ کے یہاں رہتی ہے، اور پانچ سال سے وہ اپنے ہندو شوہر کے پاس نہیں گئی ہے، لڑکی مسلمانوں کے طور وطریقہ کے مطابق رہتی ہے، اور فی الحال ایک مسلمان مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس کا پہلا شوہر ہندو ہے اور لڑکی مسلمان ہو چکی ہے تو اس کے پہلے والے شوہر سے طلاق لینا ضروری ہے؟ البتہ یہ پانچ سال سے اپنے ہندو شوہر سے جدا رہ رہی ہے، ان دو سوالوں کے جوابات جلد بتا کر ممنون فرمائیں اس لئے کہ تاریخ ۲۶/۶/۷۲ کو اس کی نکاح خوانی ہے لڑکی کا باپ مسلمان ہے اور والدہ ہندو ہے۔ لڑکی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکی ہے سوال عدت اور طلاق کا ہے، اور مسلمان سے نکاح کرنے کے لئے لڑکی راضی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مذکورہ لڑکی کا نکاح بھیل اناوِل قوم کے مرد کے ساتھ ان کے طور وطریقہ کے مطابق ہوا تھا اس کے بعد لڑکی نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا تو اب مسلمان ہونے کے بعد تین حیض آنے تک اس کا شوہر مسلمان نہ ہوا ہو تو تیسرے حیض کے شروع ہوتے ہی اس کا نکاح اس کے ہندو شوہر سے ٹوٹ جائے گا، لہذا صورت مسئولہ میں اس ہندو شوہر سے طلاق حاصل کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا اور عدت کی مدت گذر جانے کے بعد وہ مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ (شامی، ہدایہ، عالمگیری وغیرہ)

﴿۱۸۶۲﴾ کیا کیتھولک عیسائی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

سوال: شرعی قاعدہ کے مطابق اہل کتاب سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ کیتھولک عیسائی اہل کتاب میں داخل ہیں؟ کیتھولک عیسائی لڑکی سے نکاح شرعی قاعدہ کے تحت ہو سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... فی زماننا عیسائی دو طرح کے ہیں:

(۱) ایک وہ جو نصرانی یا عیسائی کہلاتے ہیں لیکن حقیقت میں مذہب کا انکار کرتے ہیں اور

دہریہ ہیں صرف نام کے عیسائی ہیں ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جو عیسائی مذہب کے ماننے والے ہیں، البتہ انہوں نے اپنے عیسائی مذہب میں رد بدل کر دیا ہے، اوراسی رد و بدل کے مطابق وہ اپنے عقائد رکھتے ہیں، ان کے عقائد شرکیہ ہوں پھر بھی ان سے نکاح کرنا درست ہے۔

اقول و یجوز تزوج الکتابیات، سواء کانت الکتابیة حرة او امة عندنا (الجوهرة النيرة:۲۱/٦)

یہاں یہ بات بھی یادرکھنا ضروری ہے کہ ان سے نکاح کرنا درست تو ہے لیکن فقہاء کرام نے اسے مکروہ شمار کیا ہے اس لئے کہ ماں کے ادب واخلاق کا اثر بچہ پر پڑتا ہے اور ماں کے عیسائی ہونے سے بچہ کے دین واخلاق کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۱۸٦۳﴾ عیسائی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

سوال: ایک مسلمان شخص عیسائی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا عیسائی لڑکی کے ساتھ مسلمان شخص کا نکاح کرنا جائز ہے؟ لڑکی نکاح کے بعد اپنے پرانے مذہب پر برقرار رہے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ لڑکی اپنے مذہب پر باقی رہنا چاہتی ہے، لیکن نکاح کے لئے راضی ہے، تو شرعاً اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان کسی عیسائی مذہب کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عیسائی لڑکی صحیح عیسائی عقائد رکھتی ہو اور اہل کتاب ہو، صرف نام کی عیسائی ہو اور عقائد صحیح نہ ہوں تو ایسی لڑکی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

باب ما یتعلق بنکاح الروافض

﴿۱۸۶۴﴾ آغا خانی خوجہ لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح صحیح ہے؟

سوال: اہل سنت والجماعت کی لڑکی آغا خانی خوجہ لڑکے کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے؟ اگر نکاح کر لیا ہو تو نکاح صحیح ہوا یا فاسد کہلائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آغا خانی خوجہ عقائد کے حاملین موجودہ آغا خان کو خدا کا درجہ دیتے ہیں، اس لئے وہ لوگ شرعاً مسلمان نہیں ہے، لہذا ایسے عقیدہ والے سے سنی مسلمان لڑکی نکاح نہیں کر سکتی، اگر نکاح کیا تو نکاح معتبر نہیں کہلائے گا۔

﴿۱۸۶۵﴾ خوجہ لڑکی سے نکاح درست ہے؟

سوال: ایک مسلمان لڑکا خوجہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اور وہ خوجہ لڑکی اسلام قبول کرنے کے لئے راضی ہے، اس لڑکی کا نکاح پہلے خوجہ لڑکے سے ہوا تھا اس نے اس کے مذہب کے مطابق اس لڑکی کو طلاق دے دی، پھر اس نے ایک مسلمان لڑکے سے نکاح کیا، اور ابھی اسی لڑکے کے نکاح میں ہے، اس نے اسے طلاق نہیں دی ہے، گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ نکاح پڑھانے والے مولانا صاحب اور شاہدین اور وکیل کی عورتیں نکاح میں سے نکل چکی ہیں، اور انہیں کہتے ہیں کہ تمہاری عورت کا حلالہ کراؤ۔ اور مولانا صاحب کو گاؤں والے کہتے ہیں کہ تمہارے پیچھے نماز نہیں ہوتی، تو کیا مولانا صاحب اور شاہدین اور وکیل کی عورتیں ان کے نکاح میں سے نکل گئی ہیں؟ اور کیا ان کی عورتوں کا حلالہ ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خوجہ لڑکی اسلام قبول کرے پھر اسے تین حیض آ جائے وہاں تک اس کا شوہر مسلمان نہ ہو جائے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، پھر اس فسخ نکاح کی

عدت تین حیض ختم ہو جائیں پھر وہ کسی مسلمان کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔
(شامی، ہدایہ)

صورت مسئولہ میں اگر علم ہونے کے باوجود اس خوجہ لڑکی سے نکاح کیا تو بہت ہی غلط کیا، ناکح، شاہد، وکیل، خطیب تمام سخت گنہگار ہیں، انہیں سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے، لیکن اس فعل سے ان کی عورتیں ان کے نکاح میں سے نکل جاتی ہیں اور انہیں حلالہ کروانا ضروری ہے یہ اعتقاد غلط ہے، اس طرح ان کی عورتیں ان کے نکاح میں سے نہیں نکلتیں.

﴿۱۸۶۶﴾ رافضی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: رافضی لڑکی سے سنی مسلمان لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی سنی مسلمان لڑکے نے رافضی لڑکی سے نکاح کیا ہو تو اب کیا ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟ اور یہ نکاح معتبر کہلائے گا یا نہیں؟ وہ لڑکی مسلمان کہلائے گی یا نہیں؟ اور اس لڑکی سے کوئی سنی مسلمان لڑکا نکاح کرنا چاہتا ہو تو نکاح کس طرح کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رافضیوں کے عقائد اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف ہیں، اس لئے جب تک اس لڑکی کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق نہ ہو جائیں اس وقت تک اس کے ساتھ نکاح درست اور صحیح نہیں ہے۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الطلاق

باب وقوع الطلاق

﴿۱۸۶۷﴾ ایک ساتھ تین طلاق دینا بدعت ہے؟

سوال: ایک ساتھ تین طلاق دی جائے تو طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ مولانا عبدالرحیم صادق ؒ کی گجراتی تفسیر میں سورۂ طلاق کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا بدعت اور حرام ہے تو طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

اگر بیوی اپنے میکے گئی ہو اور ایک دن تاخیر سے آئی ہو تو ''کوئی تجھے چھوڑنے کیوں نہیں آیا'' ایسا کہہ کر طلاق دینا مناسب ہے؟ اور اگر دی ہو تو واقع ہوگی یا نہیں؟ اور اب بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہے؟

کن وجوہ سے طلاق دینا جائز ہے؟ چھوٹی معمولی بات پر طلاق دینا مناسب ہے؟ طلاق کا سنت طریقہ کا کیا ہے؟ خیال میں بھی نہ آوے ایسے معمولی عذر کی وجہ سے دی گئی طلاق معتبر ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عجلت میں یا اطمینان کی حالت میں غصہ میں یا خوشی میں، تندرستی میں یا بیماری میں ہر حال میں ایک ساتھ تین طلاق دی جائے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں، اور عورت نکاح میں سے خارج ہو جاتی ہے اور طلاق دینے کا غلط طریقہ اپنانے کی وجہ سے گناہ ہوتا ہے۔ (شامی، ہدایہ) اور مذکورہ تفسیر میں بھی اسے بدعت اور حرام ہی بتایا ہے۔

اب جب تک حلالہ نہ ہو جاوے اسے بیوی بنا کر رکھنا درست نہیں ہے، بغیر حلالہ کے رکھنا قرآن کے حکم کی خلاف ورزی ہے، طلاق کا استعمال انتہائی مجبوری کے درجہ میں کرنا

چاہئے، چھوٹے معمولی عذر پر شوہر طلاق تو دے سکتا ہے اسے اس کا اختیار ہے لیکن اللہ کے یہاں اس کے غلط استعمال کا جواب دینا ہوگا اور اس پر گناہ ہوگا، اس لئے چھوٹی بات پر طلاق نہیں دینی چاہئے اور عورت کو اپنی اصلاح کا موقع دینا چاہئے انتہائی مجبوری کے درجہ میں اگر طلاق دینی ہی ہو تو طلاق احسن یا طلاق حسن کا طریقہ اپنانا چاہئے، جس کی مکمل تفصیل فقہ کی بیشتر کتابوں میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۶۸﴾ عورت کے ستم سے تنگ آ کر طلاق دینا؟

سوال: میں اپنی عورت کے ساتھ پچھلے سات سال سے رہتا تھا، میری عورت نے ظلم وستم کی حدیں پار کر دیں، گالی گلوچ، تکلیف اور بے عزتی ہر طرح سے مجھے پریشان کر دیا، شادی کے بعد میں اور میری عورت امریکہ رہتے تھے، امریکہ میں میری نوکری تھی اس کی تنخواہ سے میرا گھر خرچ مکان کا کرایہ ٹیلی فون بل سب نکلتا تھا، میری عورت بھی نوکری کرتی تھی پھر بھی مجھے چین وسکون یا راحت نہیں تھی، بلکہ بے عزتی، طعنہ اور بدسلوکی اور برداشت نہ ہو ایسے برے الفاظ کے ساتھ ستم اور تکلیفیں پہنچاتی تھی، تین ماہ قبل میں نے اسے طلاق کے کاغذ دے دئے، یہاں کے سرپرست مولانا صاحب اور مفتی صاحب کو میں نے اپنی پوری تفصیل بتائی تو انہوں نے بتایا کہ تم حق پر ہو، آزاد ہو اور تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا، میرا شادی کے وقت دیا ہوا سب زر وزیورات اسی کے پاس ہیں، اب سوال معاوضہ کا ہے، مجھے اب اسے کیا دینا ہے؟ شرعاً مجھ پر جو خرچ دینا ضروری ہو اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: جب کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو جاتا ہے تو شرعی قاعدہ کے مطابق مرد پر عورت کے حقوق واجب ہو جاتے ہیں اسی طرح عورت پر بھی لازم

ہے کہ شوہر کا احترام ملحوظ رکھے اسے عزت دے اور اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے دونوں خوش حال زندگی بسر کریں۔

شوہر کو گالی دینا، اس کی بے عزتی کرنا، اور اسے اتنا ستانا کے وہ طلاق دینے کا ارادہ کر لے ، یہ عورت کے لئے مناسب نہیں ہے۔ سوال میں لکھنے کے مطابق آپ کے یہاں کے علماء اور مفتیان نے مجبوراً طلاق کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہا ایسا کہا ہو اور آپ نے طلاق دی ہو تو آپ طلاق دینے پر برحق ہیں اور طلاق دینے کی وجہ سے اللہ کے یہاں آپ گنہگار نہیں ہوں گے۔

طلاق کے بعد عورت کو تین حیض کی عدت گذارنی پڑتی ہے، اس لئے اتنی مدت کا درمیانی خرچ رہنے کھانے پینے پہننے کا دینا ہوگا، جو آپ دونوں کی حالت دیکھ کر اوسط درجہ کا جو آپ کی مقامی جماعت مقرر کرے وہ دینا ہوگا۔ مہر مؤجل ہو تو جو مہر متعین کیا ہو وہ بھی دینا ہوگا، عورت کو شادی کے وقت اس کے والدین اور متعلقین کی طرف سے جو اشیاء ہدیۃً یا بخشش کے طور پر دی گئی ہیں عورت ان کی مالک ہے عورت وہ چیزیں لے سکتی ہے، شوہر کا اسے لینے سے روکنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۶۹﴾ کیا عورت کے طلاق مانگنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال: ایک مسلمان عورت بار بار اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ ”مجھے نکاح سے الگ کر دے، مجھے تیرے ساتھ نہیں رہنا ہے“ تو کیا عورت کے ایسا کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب تک مرد طلاق نہ دے عورت کے کہنے سے طلاق نہیں ہوتی، نیز عورت کا اس طرح طلاق مانگنے سے سخت گنہگار ہوتی ہے، البتہ شوہر کو بھی

چاہئے کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے جس سے عورت طلاق مانگنے پر مجبور ہو جائے۔

﴿۱۸۷۰﴾ عورت کا ناحق طلاق مانگنا

سوال: میرے بڑے بھائی رحمان انصاری کا نکاح خدیجہ بانو سے ہوا تھا، میری بھابھی رمضان عید کے دوسرے دن اپنے میکے گئی اس وقت میرے والد حیات تھے، اس کے بعد میرے والد کا انتقال ہو گیا، انہیں انتقال کی خبر دی اس کے باوجود وہ نہیں آئی، اس کے بعد میرے چچا کمال الدین اور میرے بڑے ابو حاجی احمد میری بھابھی کو لینے گئے تو میرے بھائی کے خسر نے کہا کہ چار دن بعد بھیج دیں گے، اس کے بعد ۲۸ دن بعد ہماری جماعت کے کچھ لوگوں کو بھیجا تو جواب ملا کہ آٹھ دن بعد بھیجیں گے اس کے بعد میرا بھائی اور اس کے کچھ دوست گئے تو معلوم ہوا کہ خسر اور خوش دامن تو بھیجنے کے لئے راضی ہیں لیکن لڑکی راضی نہیں ہے، خودکشی کرنے کا کہتی ہے ہمارا کوئی لڑائی جھگڑا نہیں تھا لیکن اب بھابھی طلاق مانگتی ہے تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میاں بیوی میں کسی بات میں شکوہ اور شکایت ہو، نا اتفاقی ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن کوششوں کے باوجود دونوں میں اتفاق نہ ہوتا ہو اور مرد کا قصور بھی نہ ہو اور عورت طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو تو ایسی عورت کے لئے بہت ہی سخت وعید بیان کی گئی ہے، ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جو عورت کسی شرعی عذر کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دیتے ہیں۔

مسئلہ کی رو سے ایسے وقت اگر شوہر طلاق دے دے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا، لیکن شوہر طلاق

دینا نہ چاہتا ہو تو عورت عدت خرچ کے عوض یا کچھ زیادہ روپے دے کر مرد سے طلاق حاصل کر سکتی ہے، یا خلع کر سکتی ہے، مرد کا قصور نہ ہو تو اس کو وہ روپے لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۷۱﴾ سائیکالوجی کے بیمار شخص کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

سوال: عرض خدمت یہ ہے کہ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب جن کی عمر ۷۳ سال ہے انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے، طلاق کے وقت موصوف بہت زیادہ غصے میں تھے اور ان کا یہ غصہ ایک معمولی واقعہ کے پیش آنے سے آیا تھا، واقعہ یہ ہے کہ ان کی پرانی چپل ان کے بیٹے کے کہنے سے حافظ صاحب کی بیوی نے پھینک دی، ان کے بیٹے نئی چپل دلانا چاہتے تھے، حافظ صاحب کا دماغی توازن پچھلے کئی سالوں سے صحیح نہیں ہے (تقریباً آٹھ دس سال سے) وہ معمولی باتوں میں الجھ جاتے ہیں اور ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو ایک نارمل (صحیح العقل) انسان نہیں کرتا۔ ایک مرتبہ تو انہوں نے اپنے چہرے سے ڈاڑھی بھی منڈوا دی تھی اور سورت ریلوے اسٹیشن پر جا کر بیٹھ گئے تھے بڑی منتوں کے بعد ان کو وہاں سے لائے تھے اور کئی دنوں کے بعد وہ ٹھیک ہوئے اس قسم کی کئی حرکتیں ان سے ہوئی ہیں، طلاق کے دن میاں بیوی میں کوئی جھگڑا نہیں تھا ہاں ایک بات ضرور ہوئی تھی کہ جب انہوں نے بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق دوں گا تو ان کی بیوی نے کہا تھا کہ ہاں دے دو۔ طلاق کے وقت حافظ صاحب کے دو بیٹے جو عاقل بالغ ہیں وہاں موجود تھے اور انہوں نے حافظ کو روکنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن حافظ صاحب جوش میں جو نہیں بولنا تھا بول گئے۔ ایک ڈاکٹر جن کا علاج چل رہا ہے انہوں نے ایک سرٹیفکیٹ بھی دیا ہے کہ حافظ صاحب

سائیکالوجی کے بیمار ہیں اور زیر علاج ہیں، براہ کرم مندرجہ حالات میں طلاق ہوئی یا نہیں اس کا شرعی حکم بیان فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں حافظ غلام صاحب کو سائیکالوجی کا مرض ہے اور جس وقت انہوں نے بیوی کو طلاق کے الفاظ کہے اس وقت ان کا دماغی توازن خراب تھا اور کیا کہہ رہے ہیں ان کو معلوم نہیں تھا اور اس وقت میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر وہ مذکورہ بیماری سے بیمار تھے لیکن ذہنی توازن خراب نہیں تھا سمجھ کر طلاق کا لفظ استعمال کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۷۲﴾ ماضی کے الفاظ میں طلاق دینا؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو نکاح نامہ کے اوپر لکھ کر دیا کہ عائشہ بانو کو ۲۹/۹/۷۲ کو دوپہر کو ۲:۱۰ کو نکاح سے جدا کر دیا ہے۔ دستخط......

تو اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......"نکاح سے جدا کر دیا ہے" یہ الفاظ صریح طلاق کے ہیں اس لئے عورت پر طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، جدا کر دیا ہے یہ ماضی کی جھوٹی خبر ہے، لیکن اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں عورت پر طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۷۳﴾ مستقبل کے الفاظ میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی؟

سوال: میری بہن کے ساتھ جھگڑا ہونے پر ایک مرتبہ میں نے اپنی بہن سے کہہ دیا کہ" میرے بچوں کو تمہارے گھر میں نہ آنے دینا، اگر آنے دو گے تو میں لڑکے کی ماں کو طلاق

دے دوں گا‘ (ہو جائے گی)۔
ان الفاظ کے کہنے کے بعد ماں اور بہن بچوں کو گھر میں نہیں آنے دیتی لیکن بچے نادان اور ناسمجھ ہیں، گھر میں داخل ہونے کے لئے ضد اور طوفان کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم سب بہت پریشان ہیں، اس لئے پوچھنا یہ ہے کہ اگر اب میں دوبارہ ان سے کہہ دوں کہ میں نے اپنی شرط واپس لے لی ہے اور اب تم بچوں کو گھر میں آنے دینے یا نہ دینے میں مختار ہو۔ اور پھر میرے بچے اس گھر میں داخل ہوں تو طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے اپنی بہن سے کہا کہ ”میرے بچوں کو تمہارے گھر میں نہ آنے دینا، اگر آنے دو گے تو میں لڑکے کی ماں کو طلاق دے دوں گا“ اگر یہی کلمات کہے ہوں تو طلاق دوں گا کہنا یہ طلاق کا وعدہ ہے اور مستقبل کے الفاظ ہیں اور زمانہ مستقبل کے صیغہ میں طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اس لئے اپنے الفاظ واپس لینے کا کوئی سوال نہیں ہے، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان :۲۰۷/۲ پر لکھا ہے کہ: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے میں طلاق دے دوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوگی، سوال میں بین القوسین جو لکھا ہے کہ (ہو جائے گی) اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، اگر مطلب یہ ہو کہ دے دوں گا بول کر ہوگئی مراد لیا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور حکم مذکورہ بالا ہی رہے گا۔
اور اگر دے دوں گا کے بجائے ہوگئی کہا ہو تو اب شرط کو واپس نہیں لیا جا سکتا، ایک مرتبہ بھی بہن بچوں کو گھر میں آنے دیگی تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ)

﴿۱۸۷۴﴾ طلاق کا ارادہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی؟

سوال: ایک شخص کو اپنی بیوی کے بدچلن ہونے کا شبہ ہے، اور عورت سے کچھ ایسی باتیں

ظاہر ہوئی ہیں جن سے اسے یہ لگتا ہے کہ وہ بدچلن ہے، لیکن اس نے کبھی اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ دیکھا نہیں ہے، ہاں احیاناً بیوی اس کے ساتھ ناروا اور برا سلوک کرتی ہے، ذلیل کرتی ہے، اس لئے شوہر اس سے ناراض رہتا ہے، دوسرے سب کاموں میں بیوی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے، لیکن پھر بھی وہ شخص اپنی بیوی پر شک ہونے (کرنے) کی وجہ سے اس سے ناراض رہتا ہے۔

اپنی بیوی کے ایک رشتہ دار کو اس نے تنہائی میں کہا کہ ''مجھے تو اپنی بیوی کو طلاق ہی دینی ہے، میں یہ فتنہ ہی ختم کر دینا چاہتا ہوں، مجھے وہ چاہئے ہی نہیں'' وغیرہ۔

یہ الفاظ شوہر طلاق دینے کے ارادہ سے پانچ سات مرتبہ بولا، اس شخص نے سمجھانے کے لئے کہا تو شوہر نے کہا کہ میں تو اسے بلانا ہی نہیں چاہتا۔ تو اس صورت میں مذکورہ الفاظ کہنے کی وجہ سے عورت پر طلاق واقع ہوگی؟ اگر ہوگی تو کونسی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''مجھے تو اپنی بیوی کو طلاق ہی دینی ہے، میں یہ فتنہ ہی ختم کر دینا چاہتا ہوں، مجھے وہ چاہئے ہی نہیں وغیرہ'' یہ الفاظ طلاق کے ارادہ کے ہیں اور اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئولہ میں طلاق نہیں ہوئی۔ (قاضی خان)

﴿۱۸۷۵﴾ طلاق دے دوں گا، طلاق دینی پڑے گی، ان جملوں سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ خط لکھا، اسے پڑھ کر بتائیں کہ کیا اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کونسی؟

خط کا مضمون:

’’ناچیز تیرا غلام، بعد خیر و عافیت کے بتانا یہ ہے کہ فی الحال میں آنے والا نہیں ہوں، تیرے چچا سے ملنے کے لئے آنے والا تھا، لیکن جب تک تو میرے پاس زیورات لے کر نہیں آ جاتی، میں آنے والا نہیں ہوں، تو اگر زیورات لے کر نہیں آئی تو مجبوراً مجھے تجھے طلاق دینی پڑے گی، اس لئے بغیر زیورات کے میں تجھے قبول نہیں کر سکتا‘‘۔

تیرے لئے میں نے اپنے والدین کو چھوڑ دیا، بچے بہنوں کو چھوڑ دیا، تجھے لے کر میں بازار میں رہا، تیرے ساتھ مجھے بے حد محبت تھی، میں جس کے ساتھ دوستی کرتا ہوں اسے میرے اپنے دل اور دولت سے کبھی محتاج نہیں ہونے دیتا اور جس کے ساتھ دشمنی کر لیتا ہوں اس کے ساتھ سات پشتوں تک دشمنی مول لیتا ہوں، میرے دل میں بہت تمنا تھی وہ تمام ارادے مجھے آگ میں جلا دینے پڑیں گے، اس لئے کہ وہ لوگ تجھے زیورات لے کر آنے نہیں دیں گے، اور میں تجھے بغیر زیور کے قبول کرنے والا نہیں ہوں، یہ بات یقینی ہے، میں اپنے وعدہ کا پکا ہوں یہ تو اچھی طرح جانتی ہے۔

تجھے آنا ہو تو میں تجھے تاریخ دیتا ہوں اس تاریخ تک تو زیورات لے کر آ جا، ورنہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں تجھے طلاق دوں گا، اور شاید اگر میں تجھے طلاق دے دوں تو تو مجھے معاف کر دینا، آج تک میں نے تیرا دل نہیں دکھایا (توڑا) ہے اور اب دکھے گا، اس کی وجہ تو اچھی طرح جانتی ہے تیرے نصیب میں نہیں ہے کہ تو میرے ساتھ سکھ چین (راحت و آرام) سے روٹی کھاوے۔ تو پہلے والا ہی کام کرتی ہو جائے گی ایسا مجھے لگ رہا ہے تجھے طلاق اس لئے دوں گا کہ تو جو گناہ کا کام کرے اس کا بوجھ میرے سر پر نہ پڑے اسی لئے طلاق دوں گا، بھول چوک سچے دل سے معاف کر دینا تو مجھے ضرور معاف کر دینا، اللہ تعالیٰ

جانتے ہیں کہ میں نے تجھے طلاق کیوں دی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں لکھی ہوئی تفصیل کے مطابق عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی ہے، اس لئے کہ ''طلاق دے دوں گا'' یا ''طلاق دینی پڑے گی'' ایسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، آگے لکھا ہے ''تو جو گناہ کا کام کرے اس کا بوجھ میرے سر پر نہ پڑے اسی لئے طلاق دوں گا'' اسی طرح دوسرا جملہ ''میں نے تجھے طلاق کیوں دی؟'' اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں نے تجھے طلاق دینے کا' وعدہ کیا ہے وہ اس لئے ہے کہ گناہ کا بوجھ میرے ذمہ نہ رہے، میرا یہ ارادہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اس لئے ان الفاظ سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (قاضی خان) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۷۶﴾ وقوع طلاق کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو خط لکھا کہ تجھے تین طلاق دیتا ہوں لیکن اس خط میں گواہوں کی دستخط بھی نہیں ہے اور کسی گواہ کا نام بھی نہیں ہے تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق صریح دی ہے، اور خط شوہر نے لکھا ہے اس کا اور طلاق کا اقرار بھی کر رہا ہے تو عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی اور حرمت مغلظہ ثابت ہوگئی، وقوع طلاق کے لئے گواہوں کی دستخط کا ہونا ضروری نہیں ہے، بغیر گواہ کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر شوہر طلاق کا انکار کرتا ہو تب گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ (شامی، عالمگیری کتاب الطلاق)

﴿۱۸۷۷﴾ بغیر گواہ کے بھی طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو جب کہ وہ اپنے میکے گئی ہوئی تھی خط لکھا:

میں فلاں بن فلاں اس خط سے آپ کی بیٹی فلاں بنت فلاں کو تین طلاق دیتا ہوں، یہ خط ملتے ہی لڑکی کو خبر کر دی جائے اور اس معاملہ کو جلد نمٹا دیا جائے اور جب میری ضرورت ہو بلا لیا جائے۔

اب یہ شخص واپس اپنی بیوی کو بلانا چاہتا ہے، خط لکھتے وقت کوئی گواہ یا وکیل نہیں تھا تو اس خط سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور یہ شخص اب اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی، اب بغیر شرعی حلالہ کے دونوں کا میاں بیوی کی طرح رہنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، شامی:۲) طلاق کے صحیح ہونے کے لئے گواہ کا ہونا یا ان کی دستخط کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

﴿۱۸۷۸﴾ حالت حمل میں طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال: ایک حاملہ عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی، طلاق کے پانچ مہینہ بعد اسے بچہ پیدا ہوا تو کیا عورت کو طلاق ہوگئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حمل کی حالت میں طلاق دینا درست ہے، اس لئے حالت حمل میں طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے، اور بچہ کی ولادت ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔

﴿۱۸۷۹﴾ بیوی کا طلاق سننا ضروری نہیں ہے؟

سوال: ہماری شریعت میں کوئی بھی شخص اپنی بیوی کو جب چاہے طلاق دے سکتا ہے لیکن طلاق دینے سے قبل تین مرتبہ عورت کو سمجھانا پڑتا ہے اگر کسی عورت کو حیض آنا بند ہو جائے یعنی وہ حاملہ ہو جائے تو اس حالت میں اسے طلاق دے سکتے ہیں؟

ایک دن لڑکی کی ماں ہمارے گھر آئی اور لڑکی کو لے جانے کے لئے کہا لڑکی بھی اپنے ماں باپ کے کہنے پر چلتی ہے تو وہ تیار ہوگئی عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے مرد کی بات سنے نہ کہ ماں باپ کی اور اس دن لڑکی کی ماں لڑکے کے گھر میں بہت برا بھلا بول گئی اور خوب جھگڑا ہوا اور لڑکی کی ماں لڑکی کو لے کر چلی گئی لڑکی پانچ مہینہ سے اپنے ماں باپ کے ساتھ رہ رہی ہے، لڑکے نے فون پر ان کے پڑوس والے کو مکمل بات بتائی کہ لڑکی کی ماں لینے آئی تھی اور بہت برا بھلا کہا اور زر وزیورات کپڑے لے کر لڑکی کو اپنے ساتھ لے گئی اور اس پڑوسی کو شوہر نے فون پر یہ بات کرتے ہوئے اخیر میں کہا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں، اور مروج طریقہ سے طلاق نہیں دی بلکہ صرف تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہا، لڑکی کے باپ کا نام بھی نہیں لیا اور میں اسے طلاق دیتا ہوں کہہ کر تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہا ہے، اور پڑوس والے نے بھی میں اسے طلاق دیتا ہوں یہ سنتے ہی فون رکھ دیا پورا جملہ بھی نہیں سنا اور لڑکے کے پاس بھی گواہ کے طور پر صرف تین عورتیں ہی ہیں تو کیا اس عورت کو تین طلاق ہوگئی؟ لڑکے کی بیوی نے بھی طلاق نہیں سنی ہے، اور اگر طلاق ہوگئی تو عورت چونکہ حمل سے ہے تو جو بچہ پیدا ہوگا اس پر کس کا حق ہوگا؟ اگر یہ حمل گرا دیا جائے تو کچھ گناہ ہوگا؟ اب دوبارہ اس عورت کے ساتھ یہ لڑکا رشتہ جوڑنا چاہے تو شریعت میں اس کی کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حمل کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں طلاق ہوگئی، اب اس لڑکے نے فون پر اپنی بیوی سے متعلق باتیں کہیں اور اس کی شکایت کی اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طلاق کے کلمات کہے تو یہ کلمات کہتے ہی فوراً طلاق ہوگئی، وقوع طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا یا دوسروں کا سننا یا بیوی کا سننا ضروری نہیں ہے، اس لئے چاہے پڑوسی نے فون کاٹ دیا ہو اور صرف تین

عورتوں نے ہی سنا ہو یا اس نے مکمل نام نہ لیا ہو اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا اور لڑکی کو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔

اب اس کی عدت وضع حمل ہے اور بچہ کے پیدا ہو جانے کے بعد وہ دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتی ہے اور جو بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب طلاق دینے والے لڑکے سے ثابت ہوگا، اور یہ عورت اپنے بچہ کی پرورش کرسکتی ہے جس کا درمیانی درجہ کا نان ونفقہ مرد کو دینا ہوگا، حمل میں جان آجانے کے بعد اسے گرادینا سخت گناہ کا کام ہے، اس دوسرے نکاح کے بعد اگر زوج ثانی اسے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے بعد وہ دوبارہ زوج اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۸۰﴾ خلوت صحیحہ سے قبل دی جانے والی طلاق کا حکم؟

سوال: ایک لڑکے کا ایک لڑکی سے نکاح ہوگیا، لیکن نکاح کے بعد دونوں میں خلوت نہیں ہوئی اور شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی، تو اس طلاق کی وجہ سے اس لڑکی پر عدت واجب ہوگی؟ یہ لڑکی دوسرا نکاح کرنا چاہے تو بغیر عدت گذارے اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ یا اس کے لئے عدت کا گذارنا ضروری ہے؟ اور جس مہر پر نکاح ہوا تھا اس کا کیا حکم ہے؟ مہر پوری ادا کرنی ہوگی یا کتنی دینی ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح ہو چکا ہو لیکن خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو اور اس منکوحہ کو طلاق دے دی جائے تو اس پر عدت گذارنا ضروری نہیں ہے طلاق ملتے ہی فوراً وہ اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے، اور شوہر پر نصف مہر دینا لازم ہوگا۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

باب طلاق بسبب فسقھا

﴿۱۸۸۱﴾ بدچلن عورت کے ساتھ کیا کیا جائے؟

سوال: آصف کو اپنی بیوی فرزانہ سے بہت محبت ہے اور فرزانہ بھی آصف کو بہت چاہتی ہے دونوں ایک دوسرے کے زندگی بھر کے سکھ و دکھ، رنج والم اور تکلیف وراحت کے ساتھی ہیں۔ اب اگر فرزانہ گناہ والے راستے پر جانے لگے اور اپنے شوہر کو لاعلم رکھ کر حرام کاری کا راستہ اپنائے اور آصف کو اس بات کا علم ہو جائے تو آصف کو کیا کرنا چاہئے؟ دونوں میں بہت محبت ہے تو شرعی طور پر آصف اپنی بیوی فرزانہ کو کیسی اور کتنی سزا دے سکتا ہے؟ آصف کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی بیوی کے بدچلن ہونے کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے طلاق دے دو'' تو انہوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ مجھے اس سے بے انتہا محبت ہے (اس لئے طلاق دینے کے بعد اس کی جدائی گی برداشت نہیں ہوگی) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: طلاق نہ دو۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ فاجرہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے اس میں گناہ نہیں ہے اور اگر طلاق دینا ممکن نہ ہو تو حتی المقدور اسے اس گناہ سے روکنے اور سدھارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (مرقات: ۵۰۵/۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۸۲﴾ بدچلن عورت کو طلاق دینے سے مرد گنہگار نہیں ہوگا؟

سوال: آج سے دو سال قبل میری بیوی (کریمہ) میری اجازت کے بغیر میرا گھر چھوڑ

کر بھاگ گئی تھی اس وقت میں سورت میں ملازمت کرتا تھا مجھے گھر سے معلوم ہوا کہ کریمہ گھر چھوڑ کر بھاگ گئی ہے اس کے بعد اس کے محبوب کا اس پر خط آیا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ میرے نکاح میں ہونے کے باوجود میری عدم موجودگی میں اس کے محبوب سے خط و کتابت کرتی تھی اور میرے والدین کو کہتی کہ خط میرے شوہر کا ہے تو گھر والوں کو شک نہیں ہوتا تھا بھاگ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ حقیقت یہ ہے، افسوس کہ اس سے مجھے ایک لڑکا بھی ہے اور اس نے لڑکے کے مستقبل کا بھی خیال نہیں کیا، اس کے باوجود میرے والد صاحب کا کہنا ہے کہ بیٹا ایک گناہ معاف کر دے اور اسے واپس لے آ، ہوسکتا ہے کہ وہ سدھر جائے میں راضی ہو گیا، میرے والد صاحب تین چار مرتبہ لینے گئے لیکن وہ نہیں آئی اور انہوں نے طلاق کا مطالبہ کیا اس کی والدہ نے بھی منع کر دیا کہ مجھے اپنی بیٹی کو نہیں بھیجنا ہے، اس کے باوجود میرے والد صاحب نے ہمارے محلّہ کے دو ذمہ دار ساتھیوں کو سمجھانے کے لئے بھیجا پھر بھی انہوں نے نہیں مانا اور نہیں بھیجا، اور اس کے ساتھ وہ اس محبوب کے ساتھ فلم دیکھنے جارہی تھی اور اس کے ساتھ دوسرے گاؤں بھی جاتی رہی اور رات بھی وہاں رکتی تھی، جب وہ اس گاؤں میں گئی تھی تو بہت سے لوگوں نے اسے اس کے محبوب کے ساتھ نظروں سے دیکھا تھا، اور دیکھنے والے پکے نمازی اور پرہیزگار لوگ ہیں۔

میرے والد صاحب کے کہنے پر ہماری جماعت نے ان کی جماعت کو رجسٹری خط بھی لکھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، اور اس کے محلّہ کے محبوب کے ساتھ کچھ لوگوں نے اسے رات کو قبرستان میں دو لڑکوں کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا، اس واقعہ سے میرا دل رنجیدہ ہو گیا اس لئے کہ اس نے میری عزت و عفت کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا اور زنا جیسے گناہ میں کھلے عام قبرستان میں مبتلا ہوئی، تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا میں اسے

طلاق دوں تو مجھے گناہ ہوگا؟ اور کیا اسے دو سال کا خرچ دینا پڑے گا؟ میرے لڑکے کا شرعی طور پر حقدار کون بنتا ہے؟ لڑکے کی عمر فی الحال تین سال ہے، وہ ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہے، وہ لوگ اگر لڑکا دینے سے منع کردیں تو کیا کیا جا سکتا ہے؟ میرے والد صاحب نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ طلاق دیدو اور لڑکا ہمارا رہے گا، تو اب سوال یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مکتوب حقیقت صحیح ہو تو مذکورہ عورت سخت گنہگار اور نافرمان ہے، اس کے اس فعل کی وجہ سے اس کا شوہر اسے طلاق دے دے تو وہ گنہگار اور ظلم کرنے والا نہیں ہوگا، یہ عورت ایک مدت کے لئے شوہر کے گھر سے بغیر اجازت چلی گئی تھی اس لئے وہ ناشزہ ہے اور اس مدت کے نان ونفقہ کی وہ حقدار نہیں ہے۔ لڑکے کی پرورش کا حق ۹ سال تک اس کی ماں کا ہے، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ماں کے برے اخلاق کا بچے پر کوئی اثر نہ پڑے اور ماں بچے کے غیر محرم سے شادی نہ کرے، ۹ سال کے بعد باپ زبردستی کر کے بھی اپنے لڑکے کو لے سکتا ہے۔ (شامی:۲)

﴿۱۸۸۳﴾ کیا نافرمان بیوی کو طلاق دینا جائز ہے؟

سوال: میری شادی کو ۱۰؍ سال ہو چکے ہیں اور ہمیں کوئی اولاد نہیں ہے میری بیوی بہت غصہ والی ہے اسے گھر کا کوئی شخص پسند نہیں ہے یہاں تک کہ میرے والد کو بھی اپنے ساتھ رکھنے پر راضی نہیں ہے ہر طرح سے گھر میں تکلیف ہے میری بات بھی نہیں مانتی، چھوٹی چھوٹی بات پر گھر میں جھگڑا کرتی ہے دس سال میں بہت سی مرتبہ میں اسے اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ آیا ہوں، بہت سی مرتبہ سمجھایا لیکن اپنی ذرا بھی اصلاح نہیں کرتی گھر

میں اور کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے ہر طرح کی راحت ہے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بچہ ہونے کے لئے علاج کرایا لیکن وہ دوائی نہیں کھاتی، فی الحال تین مہینہ سے اس کے ماں باپ کے گھر ہے، میرے والد صاحب کا کہنا ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں اور دوسرا نکاح کرلوں؟ تو کیا اس حالت میں اسے طلاق دینا جائز ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہو تو کتنی؟ اور ایک ساتھ کتنی دی جاوئیں؟ اسے گھر لاؤں تو والد صاحب کو گھر سے دور رکھنا پڑے گا، تو ان حالات میں کونسا راستہ اختیار کیا جائے؟ اس کے ہوتے ہوئے اگر دوسری شادی کرلوں تو وہ دوسری کو بھی چین سے رہنے نہیں دے گی، تو ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ تفصیل سے جواب دینے کی گذارش ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں عورت نافرمان ہے اور بداخلاق بھی ہے اور آپ کے والد صاحب بھی اسے چھوڑ دینے کو کہہ رہے ہیں تو اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے اور قولی یا فعلی طور پر رجوع نہ کیا جائے تو اس کی عدت ختم ہوتے ہی وہ آپ کے نکاح سے بالکل علیحدہ ہو جائے گی۔

جب کہ اس عورت کے ساتھ گذر بسر کی کوئی شکل نہیں ہے اور والدین بھی طلاق دینے کے لئے کہہ رہے ہیں اور جدا کرنے سے آپ کو کسی فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے تو طلاق دینے میں گناہ نہیں ہے۔

﴿۱۸۸۴﴾ نافرمان بیوی کو طلاق دینا؟

سوال: ایک متقی پرہیزگار شخص کی بیوی نافرمان، بداخلاق، بے صبر اور زبان دراز ہے ذرا

ذراسی بات میں فتنہ کھڑا کر دیتی ہے اس کے والدین اس کی باتوں کو سراہتے ہیں اس لئے سر پر چڑھ گئی ہے شوہر کی ذرا بھی عزت نہیں کرتی اور حمل سے ہے، ان کی شادی کو سات آٹھ سال ہوئے ہیں، اسے نماز و تلاوت کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتی ہے تم جنت میں جانا ہم جہنم میں جائیں گے اور نماز پڑھنے سے انکار کر دیتی ہے کہتی ہے کہ مجھے پڑھنی نہیں ہے؟ تم سے جو ہوسکتا ہو کرلو؟ شوہر اور اس کی ماں و بہن اس کی بھلائی چاہتے ہیں لیکن پھر بھی ان سے دشمنی و عداوت رکھتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ بہت آزاد منش ہے، اس کے شوہر نے اس کی اصلاح کرنے کی اور سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ اپنی حالت بدلنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہے، معصوم بچوں کا خیال کر کے اس کا شوہر آج تک اس کو برداشت کرتا رہا لیکن وہ اب بار بار طلاق مانگتی ہے اور حد سے تجاوز کرنے لگی ہے اور اب دونوں کا ساتھ میں رہنا مشکل اور مصیبت ہو گیا ہے اس لئے شوہر اب اسے طلاق دے دینا چاہتا ہے تو ان حالات میں شوہر اس عورت کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے تو کونسی؟ اور طلاق دینے پر شرعی کون کون سے حکم لازم ہوں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مکتوبہ برائیاں اگر صحیح معنی میں عورت میں ہوں تو ایسی عورت شریعت کی اصطلاح میں فاجرہ کہلاتی ہے اور اس کے کچھ قول ایسے ہیں جو کفر تک لے جانے والے ہیں، بہر حال ایسی عورت کے ساتھ گذر بسر مشکل ہو اور شوہر اسے طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے، ان وجوہ سے طلاق دینے پر شوہر ماخوذ نہیں ہوگا۔ (شامی، درمختار)

طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کے حیض سے فارغ ہونے پر ایک طلاق رجعی دی جائے اور عدت ختم ہونے تک رجوع نہ کیا جائے تو عدت کے ختم ہوتے ہی یہ طلاق بائنہ ہو

کر نکاح کا رشتہ بالکل ختم ہو جائے گا، طلاق کے اس طریقہ کو طلاق احسن کہتے ہیں، عورت فی الحال حاملہ ہے لہذا ایک طلاق صریح الفاظ میں دی جائے اور بچہ پیدا ہونے تک رجوع نہ کیا جائے تو وضع حمل ہوتے ہی عدت ختم ہو جائے گی اور عورت نکاح میں سے بالکل نکل جائے گی، عدت ختم ہو چکی ہو تو اسکا خرچ دینا نہیں پڑے گا صرف مہر ادا نہ کیا ہو تو دینا پڑے گا اور بچے کا خرچ دینا پڑے گا۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۸۵﴾ ناشزہ کا حکم؟

سوال: میرے نکاح کو چھ، سات مہینہ ہوئے ہیں، اس درمیان میری بیوی میرے گھر پچیس یا تیس دن ہی رہی ہے اور اب وہ میرے ساتھ رہنے کے لئے راضی نہیں ہے اور زیادہ تر اپنے بہنوئی کے یہاں یا پھر اپنے والدین کے گھر ہی رہنا پسند کرتی ہے، میرے والدین واقرباء اسے بلانے جاتے ہیں تو اس کی ماں اس کو نہیں بھیجتی، اس کی ماں کہتی ہے کہ اس کا جہیز اور ساز وسامان بھیج دو، وہ مجھے برے الفاظ اور گالی دیتی ہے اور آنے کے لئے منع کرتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے ساتھ رہنے کے لئے راضی نہیں ہے اور شاید طلاق بھی مانگ لے گی، میں ایک غریب انسان ہوں، اور جیسے ویسے کر کے شادی کی تو یہ حالت ہوئی اگر وہ مجھ سے عدت کا خرچ، مہر اور جتنی مدت وہ اپنے ماں باپ کے یہاں رہی اس کا خرچ مانگے تو کیا از روئے شرع مجھے یہ خرچ دینا ضروری ہے؟ اگر میں طلاق نہ دوں اور وہ لوگ طلاق کا مطالبہ کریں تو کیا میں اپنی شادی کا خرچ ان سے مانگ سکتا ہوں؟ شادی سے مجھے کسی طرح کی خوشی حاصل نہیں ہوئی اور کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب آپ کے بلانے پر بھی آپ کی بیوی آپ کے

یہاں نہیں آتی تو ایسی عورت شریعت کی اصطلاح میں ناشزہ کہلاتی ہے اور ناشزہ عورت کا نان ونفقہ مرد پر واجب نہیں ہے لہذا وہ جتنی مدت اپنے ماں باپ کے یہاں رہی اس کا خرچ آپ سے نہیں لے سکتی، اور آپ کو دینا ضروری بھی نہیں ہے۔ (شامی: ۲) ایسی عورت کو طلاق دینا درست ہے گناہ نہیں ہے، لیکن مہر اور عدت کا خرچ دینا پڑے گا۔

﴿۱۸۸۶﴾ نافرمان عورت کے لئے وعید

سوال: ایک عورت پنج وقتہ نماز کی پابند ہے، قرآن کی تلاوت کا معمول ہے، لیکن یہ عورت اپنے شوہر کی بات نہیں مانتی، شوہر کی بات کا منہ توڑ جواب دیتی ہے، گالیاں دیتی ہے، اس نے دو مرتبہ اپنے شوہر کو سخت مارا بھی ہے وہ ہر اعتبار سے اپنے شوہر کی نافرمان ہے، اور بار بار طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو عورت پر شوہر کے کیا کیا حقوق ہیں؟ یہ بتا کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت پر شوہر کے بہت حقوق ہیں اس لئے حقوق اللہ کی ادائیگی کے بعد شوہر کی فرمانبرداری کرنی چاہئے، شوہر کی بے ادبی کرنے کی اجازت شریعت نے نہیں دی ہے تو سخت مار مارنے کی حرمت تو کتنی شدید کہلائے گی؟

ایک حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس حدیث سے شوہر کے مرتبہ کا علم ہوتا ہے، شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورت پر فرشتے بھی لعنت کرتے ہیں، ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جو عورت کسی شرعی عذر کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دیتے ہیں، اس لئے سوال میں بیان کی گئی باتوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ (الترغیب والترہیب: ۳/۶۷) فقط واللہ تعالی اعلم

باب طلاق المعتوہ

﴿۱۸۸۷﴾ معتوہ کی طلاق معتبر ہے؟

سوال: میری لڑکی حبیبہ بانو کا نکاح دس سال قبل بروڈا کے ایک لڑکے رفیق کے ساتھ ہوا تھا۔ رفیق نیم پاگل ہے اور معتوہ العقل ہے۔ یہ ہمیں نکاح کے بعد معلوم ہوا۔ ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ دس سال سے دونوں ساتھ میں رہ رہے ہیں۔ پہلے رفیق کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور ابھی تھوڑے دنوں قبل اس کے والد کا بھی انتقال ہوگیا، رفیق کی صرف ایک بہن اور بہنوئی ہے۔ کوئی بھائی نہیں ہے، رفیق کی بہن اور بہنوئی اس پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ حبیبہ کو طلاق دے۔ حالانکہ رفیق طلاق کو سمجھتا بھی نہیں ہے کہ طلاق کیا ہے؟ اور کہتے ہیں کہ اس کو گھر سے نکال دے۔ مار مار کر اس کو نکال دے۔ اور اس کو کھڑکی سے باہر پھینک دے، اور بقرعید کے دن بکرے کی جگہ اس کو ذبح کر دے۔ یہ دونوں پوری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ رفیق کے والد اپنے پیچھے بہت جائداد چھوڑ کر گئے ہیں جو یہ دونوں ہضم کر جانا چاہتے ہیں۔ میرے داماد کو اپنے نفع اور نقصان سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور وہ دونوں رفیق پر بہت دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ حبیبہ کو چھوڑ دیوے۔

تو مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اگر کبھی دباؤ میں آ کر رفیق حبیبہ کو زبردستی طلاق کے الفاظ بول دے یا وہ دونوں بلوا دیں تو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ ان کا دماغی کمزوری کا سرٹیفکیٹ بھی ملحق ہے، شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اس کے دباؤ میں آ کر طلاق دینے سے طلاق ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو اور رفیق پیدائشی طور پر

دماغ سے معذور ہو، اور معتوہ کے حکم میں ہو، اور اپنے نفع ونقصان یا طلاق کیا چیز ہے یہ جانتا اور سمجھتا نہ ہو، اور ایسی حالت میں وہ طلاق کے الفاظ کہے گا یا کسی کے کہلوانے سے بولے گا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لیکن جس طرح اس نے نکاح کیا تھا اور نکاح اور بیوی وغیرہ اس کی سمجھ میں آجائے اور طلاق اور اس کے اثرات سمجھنے لگے اور پھر طلاق دے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ عالمگیری میں ہے: **و کذا لک المعتوہ لا یقع طلاقہ ایضا و ھذا اذا کان فی حالۃ العتہ اما فی حالۃ الافاقۃ الخ**

سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہوتو بہن اور بہنوئی کا مال حاصل کرنے کے لئے اس طرح دوسرے کوستانا اور طلاق کے لئے مجبور کرنا درست نہیں ہے، ایسی شیطانی حرکتوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے اور اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۸۸﴾ پاگل پن کی حالت میں دی گئی طلاق؟

سوال: میرے بھائی کو ایک سال سے دل کی بیماری تھی، بیماری دن بدن بڑھتی گئی اس کے اثر سے اس کا دماغ بھی ماؤف اور کمزور ہوگیا، ڈاکٹروں کا بھی یہی کہنا ہے اسی پاگل پن میں وہ کبھی ستانے اور مار پیٹ کرنے لگ جاتا ہے اور اسی حالت میں ایک دن اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، اس واقعہ کے چھ روز بعد مستی طوفان کی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس حالت میں دی ہوئی طلاق معتبر سمجھی جائے گی یا نہیں؟ مرحوم کی وفات کے وقت اس کی بیوی وہیں موجود تھی اور گھر ہی میں رہتی تھی انتقال کے چھ دن بعد بیوہ کے اولیاء نے اس واقعہ کو زیادہ اہمیت دے کر بیوہ کو وہ اپنے گھر لے گئے، ان کی دلیل

یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو مرحوم کے گھر رہنے کا کوئی حق نہیں ہے، مرحوم اپنے پیچھے ایک لڑکی چھوڑ کر گیا ہے، جس کی عمر سوا سال کی ہے، ان حالات میں بیوہ عورت کو مرحوم کے گھر میں رہنے کا کوئی حق ہے؟ اسے رہنا چاہئے یا نہیں رہنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذہنی حواس ماؤف اور کمزور ہو جانے کی حالت میں دی گئی طلاق معتبر نہیں ہوتی، اس لئے وہ طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے مرحوم کے انتقال کے بعد وفات کی عدت گذارنی پڑے گی، عدت شوہر کے گھر میں گذارنا چاہے تو گذار سکتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ بیوہ عورت کے اولیاء عورت کو عدت کی حالت میں بغیر عذر کے دوسرے گھر لے گئے یہ اچھا نہیں ہوا، شوہر کی موت کے وقت عورت جس گھر میں تھی وہیں پر عدت بھی گذارنی چاہئے۔ (شامی:۲)

﴿۱۸۸۹﴾ دماغی پریشانی میں مبتلاء شخص کی طلاق کا حکم؟

سوال: ایک شخص پانی کے محکمہ میں نوکری کرتا تھا، اور صلوۃ وصوم کا پابند نہیں تھا۔ اور اپنے گھر میں بہت سخت مزاج کا تھا، یہ حالت پہلے تھی، اب کچھ دنوں سے ان میں کچھ تغیر ہوا ہے۔ اب وہ اپنا زیادہ تر وقت مسجد ہی میں گذارتا ہے اور اپنی نوکری سے بھی استعفیٰ دے دیا ہے اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ اور کہتا ہے کہ سب مجھے عیسائی بنا دینا چاہتے ہیں اور گھر میں بھی بہت نرم طبیعت سے رہتا ہے۔

تو آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کی دماغی حالت بدلی ہوئی ہے تو ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس کی طلاق واقع ہوگی؟ اس نے نوکری سے بھی استعفیٰ دے دیا ہے؟ شریعت کی اصطلاح میں مجنون کسے کہتے ہیں؟ کیا یہ شخص مجنون کی تعریف

میں داخل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکور شخص کی دماغی حالت میں تبدیلی یا تغیر ہو، دماغی پریشانی میں مبتلاء ہو تو ایسے شخص کو مجنون نہیں کہہ سکتے، جب کہ وہ اپنا اچھا برا سمجھ سکتا ہے، لہذا اس حالت میں دی گئی طلاق معتبر سمجھی جائے گی، صورت مسئولہ میں عورت پر طلاق واقع ہوگئی۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

طلاق السکران

﴿۱۸۹۰﴾ کیا طلاق سکران واقع ہوگی؟

سوال: میں مہاراشٹر خاندیش قریشی جماعت سے منسلک ہوں، ہمارے معاشرہ میں ایک کمیٹی کے ذریعہ چھوٹی بڑی پریشانیوں جھگڑوں پر غور وفکر اور مشورہ کر کے ان کا حل نکالا جاتا ہے، ابھی ایک ایسا ہی مسئلہ درپیش ہے۔ وہ یہ کہ
(۱) ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو شراب پی کر نشہ کی حالت میں تین طلاق دی، اس مسئلہ کے حل کے لئے مجھے مہاراشٹر بلایا ہے تو کیا میں جا سکتا ہوں؟ میری کمیٹی نے طے کیا ہے کہ اس کے لڑکے کو معاشرہ میں ذلیل کریں گے، اس کو سبق ملے ایسی سزا دیں گے، ان سے روپئے لیں گے یا کورٹ میں مقدمہ دائر کریں گے۔ کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ (۲) لڑکے نے طلاق دی اور وہ دو ماہ میں دوسری لڑکی دیکھ رہا ہے تو کیا ایسے لڑکے کے لئے پیغام لے کر ہم جا سکتے ہیں؟ (۳) کسی کا گھر بسانے یا کسی کی مدد کرنے یا کسی سچے کو بچانے کے لئے جھوٹ بولنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خدمت خلق یعنی رفاہ عامہ کے کام کرنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے، لیکن اس میں شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کام کیا جائے گا تو ہی ثواب ملے گا، اور شریعت کے حکموں کی خلاف ورزی کر کے صلح کرایا جائے یا معاملہ کی صفائی کی جائے تو گناہ ہوگا۔ اور اس کام میں مدد کرنے والے سب گنہگار ہوں گے۔
(۱) شراب پی کر نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس لئے سوال

میں لکھنے کے مطابق طلاق دینے والے کو صرف تنبیہ کرنے کے لئے یہ کام کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ شریعت کا جو حکم ہے اس پر عمل کرانا چاہئے۔(۲) طلاق دینے میں لڑکا حق بجانب ہو تو دوسری شادی کے لئے اس کی مدد کر سکتے ہیں۔(۳) پوری صورت حال جاننے کے بعد کوئی صحیح جواب دیا جا سکتا ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۹۱﴾ نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق؟

سوال: ایک شخص نے نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، طلاق سنتے ہی بیوی فوراً اپنے والد کے گھر چلی گئی، نشہ اترنے پر اس شخص کو خیال آیا کہ اس سے کتنا بڑا غلط کام ہو گیا، اب یہ شخص اپنی بیوی کو واپس رکھنا چاہتا ہے اور بیوی بھی اس کے ساتھ رہنے پر راضی ہے تو ان کے لئے شریعت کی طرف سے کیا شکل ہے؟ کیا وہ دونوں ساتھ رہ سکتے ہیں؟ شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا اس عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی، اب شرعی قانون کے مطابق جب تک حلالہ نہ ہو جائے اس عورت سے میاں بیوی کا تعلق رکھنا درست نہیں ہے۔(شامی، قاضی خان)

﴿۱۸۹۲﴾ طلاق سکران؟

سوال: میرا نام ثمینہ ہے میری عمر ۴۳ سال ہے، میں حلفیہ یہ بیان دے رہی ہوں کہ میرے شوہر نے نشہ کی حالت میں مجھے پانچ چھ مرتبہ طلاق طلاق کہا اور گھر سے باہر نکال دیا، تو اس حالت میں میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اب میں اس شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......طلاق کے واقع ہونے کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے، نیز نشہ کی حالت میں طلاق دی جائے تو بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہذا جب کہ آپ نے خود اپنے شوہر کو پانچ چھ مرتبہ طلاق طلاق کہتے ہوئے سنا ہے تو اب آپ کا ان سے نکاح کا تعلق ختم ہوگیا، اور حرمت مغلظہ ثابت ہوگئی، اور اب اس شوہر کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ (شامی:۲)

(۱۸۹۳) نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا اعتبار ہے؟

سوال: شراب کے نشہ کی حالت میں طلاق دی جائے تو شرعاً اس کا اعتبار ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شراب پینا ناجائز اور حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص شراب پیئے اور اس سے اس کو نشہ چڑھے اور اس حالت میں وہ طلاق دے تو شرعاً طلاق معتبر سمجھی جائے گی۔ والتفصیل فی الشامی (جلد:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۸۹۴) افیون کے نشہ میں طلاق دینا؟

سوال: ایک لڑکے کے ساتھ میری لڑکی کی شادی ہوئی تھی، اس نے کئی مرتبہ افیون کے نشہ کی حالت میں میری لڑکی کو ''تو میرے نکاح سے خارج ہے، تو اپنے باپ کے گھر چلی جا'' کہا ہے، اور تاریخ ۲۶/۱۱/۸۴ کو میرے ۱۵ سال کے لڑکے کی موجودگی میں بھی 'طلاق دیتا ہوں، اسے لے جاؤ' کہا ہے، اس وقت لڑکے کی پھوپھی بھی موجود تھی، ان کا کہنا ہے کہ وہ تو مذاق میں ایسا کہتا ہے اسے خیال میں نہ لاؤ اور دوسرے کسی سے بات بھی نہ کرنا، اور لڑکی بھی قبول کرتی ہے کہ طلاق بولنے سے طلاق ہوجاتی ہے، تو صورت مسئولہ میں کیا حکم عائد ہوگا؟ لڑکی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شراب، افیون یا نشہ آور کسی بھی شی کے نشہ میں دی گئی طلاق معتبر کہلاتی ہے، اور جب تین سے زیادہ مرتبہ طلاق دی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اور میاں بیوی کا تعلق ختم ہوگیا، ہنسی مذاق یا کھیل میں طلاق دی ہوتو بھی طلاق واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ شرعی کے دونوں کا ساتھ میں رہنا درست نہیں، شوہر کو چاہئے کہ عدت اور مہر کا خرچ عورت کو دے دے۔ (شامی:۲)

﴿۱۸۹۵﴾ ''میں تمہاری بیٹی کو گھر سے باہر نکال دوں گا'' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: زید اور ہندہ کے نکاح کی تاریخ متعین ہوئی، اس وقت زید کے ہم زلف نے زید کے خسر سے کہا کہ اگر زید کا ہندہ سے نکاح ہوا تو میں تمہاری بیٹی کو گھر سے باہر نکال دوں گا، اب زید کا ہندہ سے نکاح ہوگیا تو زید کی سالی اس کے شوہر کے مذکورہ کلمات کی وجہ سے اس کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ''میں تمہاری بیٹی کو گھر سے باہر نکال دوں گا''، اس جملہ میں طلاق کا وعدہ ہے، یہ صریح طلاق یا معلق بالشرط طلاق نہیں ہے اس لئے اگر شوہر نے یہی الفاظ کہے ہوں تو صرف اس جملہ کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔ (قاضی خان:۲۰۸، ۳۸۵) فقط واللہ اعلم

﴿۱۸۹۶﴾ والدہ کہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو کیا طلاق دینا ضروری ہوجاتا ہے؟

سوال: عمر اور زینب بھائی بہن ہیں اور بکر اور ساجدہ بھائی بہن ہیں۔ عمر کی بہن زینب کا نکاح بکر سے ہوا ہے اور بکر کی بہن ساجدہ کا نکاح عمر سے ہوا ہے یعنی عمر اور بکر دونوں ایک دوسرے کے بہنوئی ہیں۔

اب ہوا یہ کہ بکر اپنی بیوی زینب (جو عمر کی بہن ہے) کی چار پانچ سال سے خبر گیری نہیں کرتا ،اور مار پیٹ بھی کرتا ہے اور اپنے بچوں کا خیال بھی نہیں کرتا یعنی زینب کو بہت طرح سے تکلیف دیتا ہے، یہ سب وہ اپنی ماں بہن اور بھابھیوں کے کہنے اور اکسانے پر کرتا تھا اور اخیر میں بکر نے آج سے تین ماہ قبل اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

جس کی وجہ سے بکر کی بہن ساجدہ (جو عمر کے نکاح میں ہے) کو عمر نے اس کے میکے بھیج دیا اس لئے اپنی بہن کی طلاق سے وہ بہت ناراض ہے اور عمر کی ماں بھی ناراض ہے اور عمر نے اپنی بیوی ساجدہ کو فوراً اس وجہ سے اس کے میکے بھیج دیا کہ غصہ کی وجہ سے کہیں طلاق نہ دے دے۔اور عمر کی ماں بہت ناراض ہے اور عمر کو طلاق دینے کے لئے کہتی تو نہیں ہے لیکن یوں کہتی ہے کہ اگر عمر اپنی بیوی کو بلائے گا تو موت تک اس کے ساتھ میں بات نہیں کروں گی، اور عورت کو گھر بٹھا رکھنے کا کہتی ہے، اور عمر کا دوسرا نکاح کروا دینا چاہتی ہے، عمر کی دو لڑکیاں ہیں ایک چار سال کی اور ایک پندرہ دن کی ہے، عمر ایک سمجھدار مولوی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ

کیا عمر اپنی ماں کی ناراضگی کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے؟ اور کیا طلاق دینے سے عمر کو گناہ ہوگا؟ اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو اپنی ماں کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی؟ عمر اور اس کی بیوی کے تعلقات اچھے ہیں دونوں میں محبت بھی ہے دونوں میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں ہے، تو اب عمر کو کیا کرنا چاہئے؟

تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ بہشتی زیور جلد ۱۱ پر والدین کے جو حقوق بیان کئے گئے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: **ابغض الحلال الی اللہ الطلاق**۔ (مشکوۃ ص۲۸۳ ج ۲) تمام حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے ناپسند چیز طلاق ہے، اور جب کسی میاں بیوی میں طلاق ہوتی ہے تو اس سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے، اس لئے بغیر کسی وجہ کے طلاق دینے سے بچنا چاہئے۔ نیز سوال میں مذکورہ تفصیل دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نیز والدہ اور رشتہ داروں کو سمجھانے سے معاملہ درست ہوسکتا ہے، جب میاں بیوی دونوں راضی ہیں اور دونوں میں محبت بھی ہے تو اس رشتہ کو ختم نہیں کرنا چاہئے، ایک عورت کو بغیر قصور کے معلق رکھ کر دوسری بیوی کرنا سخت گناہ کا کام ہے، اگر دونوں کے حقوق پورے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اس صورت میں بہتر تو یہ ہے کہ جس کا حق ادا نہ کرسکتا ہو تو اسے جدا کر دیا جائے، عورت اگر قصوروار ہے اور والدین طلاق دینے کا کہتے ہیں تو طلاق دے دینا واجب ہے، ورنہ لڑکا نافرمان اور عاصی کہلائے گا، اور اگر عورت گنہگار نہ ہو اور والدین طلاق دینے کا کہیں تو طلاق دینا واجب نہیں ہے پھر بھی اگر ان کے کہنے پر طلاق دے گا تو گنہگار نہیں ہوگا، اور اس صورت میں طلاق دینا واجب نہ ہونے کی وجہ سے کسی مصلحت سے طلاق نہ دے تو والدین کا نافرمان نہیں کہلائے گا۔ (درمختار مع الشامی: ۲/۵۷۱، عالمگیری)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب طلاق الصریح

﴿۱۸۹۷﴾ شوہر طلاق دے کر چلا گیا اور واپس نہیں آیا تو اب کیا کریں؟

سوال: ساجد نے اپنی بیوی رقیہ کو آج سے آٹھ مہینہ پہلے ایک مرتبہ طلاق دی اور دے کر چلا گیا وہ آج تک واپس لوٹ کر نہیں آیا۔ نہ ہی ان دنوں میاں بیوی کی کسی جگہ ملاقات ہوئی تو اس حالت میں کیا ان دونوں کی طلاق ہوگئی؟ اگر ہوگئی تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟ کیا رقیہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ ساجد اور رقیہ دونوں انگلینڈ ملک کے ایک شہر لیسٹر میں رہتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: شوہر نے اپنی بیوی کو صاف الفاظ میں ایک طلاق دی تو شرعی اصطلاح میں اسے طلاق رجعی اور طلاق صریح کہا جاتا ہے۔اور طلاق دینے سے ایک طلاق واقع ہوگئی۔،اس لئے تین حیض کی مدت کے درمیان اگر شوہر طلاق سے قولاً یا فعلاً رجوع کر لیتا ہے تو عورت دوبارہ اس کے نکاح میں آجاتی ہے۔اور اب شوہر کو صرف دو ہی طلاق کا اختیار باقی رہتا ہے،اب دو طلاق دینے سے گذشتہ کی ایک طلاق مل کر کل تین ہو جانے سے مغلظہ ہو جائے گی۔

اور اس ایک طلاق دینے کے بعد اگر عدت کے درمیان رجوع نہیں کیا تو عدت کے ختم ہونے پر یہ طلاق بائن ہو کر بیوی نکاح سے نکل جائے گی۔سوال میں جو صورت لکھی ہے وہ اگر صحیح ہو اور شوہر نے عدت کے درمیان طلاق سے رجوع نہ کیا ہو تو عدت ختم ہونے پر عورت اپنی مرضی سے جہاں نکاح کرنا چاہے کر سکتی ہے۔(شامی:۵، عالمگیری:۱/۳۴۸)

﴿۱۸۹۸﴾ ایک دو تین کہنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال: بعد سلام عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو صرف ایک دو تین الفاظ استعمال کئے، صراحۃً طلاق کا لفظ نہیں کہا اور نہ ہی دل میں طلاق کی کوئی نیت تھی تو کیا طلاق واقع ہوگی؟ اور اگر واقع ہوگی تو کون سی واقع ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں لکھی ہوئی بات اگر صحیح ہے اور صرف ایک دو تین کا ہی تلفظ کیا ہے اس وقت طلاق یا بیوی کے ساتھ جھگڑا یا طلاق کا مطالبہ وغیرہ کچھ نہیں ہو رہا تھا تو صرف اتنے الفاظ کہنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۹۹﴾ مرد کا حلفیہ دو طلاق کا معتبر ہوگا؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، جب اس نے طلاق دی اس وقت گاؤں کی کچھ عورتیں وہاں موجود تھیں، انہوں نے طلاق سنی لیکن کچھ عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں یقین کے ساتھ نہیں معلوم کہ اس نے کتنی طلاق دی ہے، کچھ کہتی ہیں کہ یقین کے ساتھ اس نے تین طلاق دی ہے اور کچھ کہتی ہیں کہ دو طلاق دی ہے، اور طلاق دینے والا خود اللہ اور رسول کی قسم کھا کر یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے صرف دو ہی طلاق دی ہے، تو اس مسئلہ میں عورت پر کتنی طلاق واقع ہوئی؟ اور کیا حلالہ کی ضرورت ہے؟

اور اس واقعہ میں جن عورتوں نے تین طلاق کا کہا تھا اور پوچھنے پر ہم نے برابر سنا نہیں یا دو ہی طلاق دی ہوگی ایسا جھوٹ بولنے والی عورتیں ان کے مردوں کے نکاح میں باقی رہی یا نکل گئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں گواہ میں صرف عورتیں ہی ہیں، اور

مرد قسم کھا کر صرف دو طلاق دینے کا اقرار کر رہا ہے، تو شرعاً دو ہی طلاق واقع ہوئی ایسا سمجھا جائے گا۔

دیکھنے اور سننے کے بعد انجان بننا اور گواہی نہ دینا گناہ کبیرہ ہے، لیکن اس سے ان کے نکاح پر کوئی اثر نہیں آئے گا، آپ ﷺ کی قسم نہیں کھانی چاہئے، قسم صرف اللہ کی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا گناہ ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۰﴾ طلاق دوں گا یا دے دوں گا کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: یوسف کی عورت فاطمہ ہے، یوسف کی فاطمہ کے ساتھ تکرار ہوگئی، لڑائی میں یوسف نے فاطمہ کے والد سے یوں کہا کہ اگر فاطمہ فلاں گاؤں اپنے بھائی کے پاس بغیر میری اجازت یا بتائے گئی تو میں اسے طلاق دوں گا یا یوں کہا کہ طلاق دے دوں گا، تو کیا ایسا کہنے سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اب کچھ وقت کے بعد یوسف کا سالہ بیمار ہوگیا اور یوسف فاطمہ کو لے کر اپنے سالے کے یہاں آیا، وہاں معلوم ہونے پر خود یوسف فاطمہ کو وہ گاؤں اس کے بھائی کے پاس لے گیا، اور اس نے مذکورہ کلمات کہے تھے تو اب جب کہ وہ خود عیادت کے لئے فاطمہ کو اس گاؤں لے گیا تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی؟ جب یوسف فاطمہ کے ساتھ سالے کی عیادت کے لئے گیا تو اس کے خسر کو یہ بات بالکل یاد نہیں تھی کہ داماد یوسف نے یہ الفاظ کہے تھے؟ ورنہ وہ داماد یوسف کو ضرور یاد دلاتے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... طلاق دوں گا یا دے دوں گا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (قاضی خان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۱﴾ دوطلاق کہنے سے کتنی طلاق ہوگی؟

سوال: میاں بیوی میں لڑائی ہونے کی وجہ سے میاں نے غصہ میں دوطلاق دے دی، تو طلاق ہوگئی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صاف الفاظ میں دوطلاق دینے سے دوطلاق رجعی واقع ہوگئی، اور عدت میں رجوع کرنے کا شوہر کو اختیار رہے، عدت میں رجوع کرنے سے دونوں دوبارہ میاں بیوی بن کر ساتھ میں رہ سکتے ہیں، اور اب شوہر کو صرف ایک ہی طلاق کا اختیار رہے گا، اب ایک طلاق دینے سے پہلے کی دو مل کر کل تین ہو جائیں گی اور عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۹۰۲﴾ دوطلاق کہنے سے طلاق ہوجائے گی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو دوطلاق دے دی، تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس کا شرعی حکم بیان فرمائیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ دوطلاق سے طلاق نہیں ہوتی، تین طلاق سے ہی عورت نکاح سے نکلتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دوطلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، طلاق ہو جاتی ہے، ہاں اگر یہ طلاق طلاق رجعی ہو تو عدت میں شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار رہتا ہے، عدت میں رجوع کر لینے سے دونوں دوبارہ میاں بیوی بن جاتے ہیں، اور دونوں کا میاں بیوی کی طرح ساتھ میں رہنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۳﴾ کیا 'طلا' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو دوطلاق دے دی، اور تیسری مرتبہ

صرف ''طلا'' کہا اور خاموش ہو گیا، پورا کلمہ 'طلاق' نہیں کہا، اس کا اقرار یہ خود بھی کرتا ہے اور اس کی بیوی بھی کرتی ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں کتنی طلاق ہوئی؟ اور صرف طلا بولنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں دو مرتبہ طلاق بولنے کی وجہ سے دو طلاق رجعی ہو گئی اور تیسری مرتبہ صرف 'طلا' کہا اور طلاق ہو جائے گی اس ڈر سے پورا کلمہ کہنے سے رک گیا یا کسی نے روک دیا تو اس سے طلاق نہیں ہو گی۔ (فتح القدیر، درمختار) صورت مسئولہ میں عدت میں رجوع کر لینے سے دوبارہ دونوں میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۴﴾ پہلی بیوی کو خوش کرنے کے لئے کہا ''اچھا میں نے اسے چھوڑ دیا' سے کونسی طلاق واقع ہو گی؟

سوال: ایک شخص نے اس شرط پر ایک عورت سے نکاح کیا کہ وہ اس کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسرا نکاح نہیں کرے گا، لیکن کچھ مدت کے بعد اس نے شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کر لیا، اس وجہ پہلی والی بیوی اور اس شوہر کے درمیان جھگڑے ہونے لگے اور وہ ناراض رہنے لگی، اس کو خوش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کسی طرح ماننے کے لئے راضی نہیں تھی، ایک دن اس کو منا رہا تھا اس وقت عورت نے کہ اچھا تو تیری دوسری بیوی کو نکاح سے الگ کر دے۔ اس کو خوش کرنے کے لئے اس نے کہا کہ اچھا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

یہ الفاظ کہنے کے بعد عورت نے کہا کہ اچھا یہ لکھ کر دو تو مرد نے یہ الفاظ ایک کاغذ پر لکھ دئے،

لیکن کہتے یا لکھتے وقت طلاق کا بالکل ارادہ نہیں تھا صرف عورت کو خوش کرنا مقصود تھا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اچھا اس کو (دوسری عورت کو) نکاح سے الگ کر دیا کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، اور یہ الفاظ صریح طلاق کے ہونے کی وجہ سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ، فتاویٰ دار العلوم، شامی) اور عدت کے درمیان رجوع کرلیا ہو تو اس عورت سے بیوی کا تعلق رکھنا بھی جائز کہلائے گا۔

﴿۱۹۰۵﴾ اسلامی طریقہ کے مطابق طلاق دیتا ہوں، آج سے میرا اور اسکا کوئی تعلق نہیں ہے، کہنے سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے اپنے سُسر کو یہ خط لکھا کہ ’’آپ کی بیٹی رقیہ جو میرے نکاح میں ہے اس کو اسلامی طریقہ کے مطابق طلاق دیتا ہوں، آج سے میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔لہذا اس خط سے رقیہ بانو کو کونسی طلاق واقع ہوگی؟ طلاق رجعی یا بائن؟
دستخط: سلیم الدین

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر نے جو خط بھیجا ہے اس میں طلاق کے دو جملے لکھے گئے ہیں (۱) اسلامی طریقہ کے مطابق طلاق دیتا ہوں، اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے لیکن آگے لکھا ہے۔ (۲) آج سے میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس سے بائن واقع ہوگی، لہذا صورت مسئولہ میں طلاق بائن واقع ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم، خلاصۃ الفتاویٰ)

باب طلاق الرجعی

﴿۱۹۰۶﴾ مطلقہ رجعیہ بعد انقضائے عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کرسکتی ہے؟

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے کر عدت میں رجوع نہ کرے تو بعد عدت کے وہ عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی مرد کے ساتھ دوبارہ رہنا چاہے تو بغیر حلالہ کے نکاح کر کے رہ سکتی ہے یا نہیں؟ یا حلالہ ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مطلقہ رجعیہ بعد انقضائے عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کرسکتی ہے اور اگر اسی شوہر اول کے ساتھ رہنا چاہے تو نکاح کر کے ساتھ رہ سکتی ہے اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، حلالہ مطلقہ مغلظہ یعنی تین طلاق والی عورت کے لئے ہوتا ہے۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۰۷﴾ طلاق رجعی کی ایک صورت؟

سوال: ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہونے پر اس نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے، بول یہ ایک مرتبہ ہوگئی ہے اور اگر تجھے جدا ہونا ہو تو دو باقی ہیں وہ بھی بول دوں، بول تیرا کیا ارادہ ہے؟ لیکن عورت نے ہاں یا ناں میں جواب نہیں دیا اور بالکل خاموش ہوگئی۔ اور تھوڑی دیر بعد اسی شخص نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ ایک طلاق کا تو علاج ہو جائے گا، دوسری دو کا نہیں ہوگا اور اتنے میں ایک شخص کے آ جانے سے جھگڑا بند ہو گیا، اور جیسے جھگڑا ہوا ہی نہیں اس طرح دونوں ساتھ رہنے لگے؟ تو دونوں کا ساتھ میں رہنا کیسا ہے؟ اور اس طرح زندگی بسر ہو رہی ہو تو کچھ کرنا چاہئے یا نہیں؟ یا بالکل تین طلاق دے کر نکاح ختم کر دینا چاہئے؟ اور اگر نکاح ختم ہو گیا ہو

تو وہی شخص اس عورت سے دوبارہ نکاح کیسے کرے؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں ایک طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگئی اور اسے طلاق رجعی کہتے ہیں، اس لئے دونوں ساتھ رہ کر میاں بیوی کی طرح زندگی گذارنا چاہتے ہوں تو عدت کے درمیان رجوع کر کے رہ سکتے ہیں، ساتھ بسر ہوسکتا ہو تو اسی کے ساتھ زندگی گذارنا بہتر ہے۔

﴿۱۹۰۸﴾ ایک طلاق دینے کے بعد میاں بیوی کا ساتھ میں رہنا؟

سوال: ہم میاں بیوی میں جھگڑا ہوا، جھگڑے اور غصہ کی حالت میں میں نے ایک طلاق دے دی، پھر ہمیشہ تکرار کرتی رہتی ہے ایسا کہہ کر خاموش بیٹھ گیا، جب یہ واقعہ ہوا تو میں نشستگاہ میں تھا اور میری عورت کیچن میں تھی، میری بیوی کو ذیابیطس کی بیماری ہے اس کا اثر اس پر بہت تھا اس لئے اس کا دماغ اس کے قابو میں نہیں تھا۔ اس نے ایک خط میرے رشتہ داروں کو لکھا، لیکن اس خط میں کیا لکھا اس کا مجھے ذرا بھی علم نہیں ہے۔ اس کے بعد پانچ افراد آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے طلاق دی، تو میں نے کہا: ہاں، انہوں نے اتنا ہی پوچھا یہ نہیں پوچھا کہ کتنی دی؟ اور میں نے بھی کچھ نہیں بتایا اور میری عورت کو معلوم نہیں ہے کہ اس نے خط میں کیا لکھا؟

ان وجوہ سے گاؤں والوں اور جماعت والوں نے ہمارے یہاں آنا جانا بند کر دیا اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کا کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ اور دوسروں کو کہتے ہیں: کہ ہم سے قطع تعلق کرلیں۔ میں اب بھی اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہوں۔، تو اس تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ کیا میرا اپنی بیوی کے ساتھ رہنا درست ہے؟ اور جماعتی بھائیوں کا یہ برتاؤ

درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں آپ نے لکھا ہے کہ ایک طلاق دی ہے، اگر یہ حقیقت صحیح ہے تو عدت میں یا عدت کے بعد صرف نکاح کر لینے سے آپ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، اگر رجوع کر لیا ہو اور ساتھ میں رہتے ہوں تو دوسرے مسلمان بھائیوں کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے لیکن آپ نے غصہ میں ایک سے زیادہ طلاق دی ہو یا عورت نے خط میں اس کا ذکر کیا ہو یا آپ نے جماعتی بھائیوں کے سامنے اچھی طرح وضاحت نہ کی ہو جس کی بنا پر وہ ایسا سمجھتے ہوں (اور حقیقت حال سے وہ بے خبر ہوں جس کی وجہ سے انہوں نے قطع تعلق کیا ہو) تو ثبوت پیش کر کے اپنے معاملہ کی صفائی پیش کر دینی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب طلاق الثلاث

﴿۱۹۰۹﴾ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی واقع ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دے دی تو کیا یہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی؟ ہمارے یہاں ابھی ابھی ایک سمینار کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی گئی اور مسند احمد کی روایت ''حدیث رکانہ'' کی بنیاد پر یہ ثابت کیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔ امید ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے فقہ وسنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے ایسی گذارش ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن شریف کے احکامات حدیث شریف کے بیانات اور آپ ﷺ کے فرامین کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام اور مجتہدین امت نے طلاق کی تین قسمیں بیان کی ہیں: (۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی۔

الطلاق علی ثلاثة اوجه : حسن و احسن و بدعی۔ فالاحسن : ان يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة فی طهر لم يجامعها فيه و يتركها حتی تنقضی عدتها۔۔۔ والحسن هو طلاق السنة و هو ان يطلق المدخول بها ثلاثا فی ثلاثة اطهار۔ و طلاق البدعة ان يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة او ثلاثا فی طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق و كان عاصيا۔و كذا ايقاع الثنتين فی الطهر الواحد بدعة لما قلنا۔۔۔ الخ (ہدایہ اولین:۲/۳۳۵)۔

(۱) طلاق احسن وہ طلاق ہے: کہ میاں بیوی کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو جائے اور صلح کی اور میل جول کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور دونوں نکاح

کے رشتہ کو ختم کرنا چاہتے ہوں تو عورت کے حیض سے پاک ہونے پر اس طہر میں جس میں عورت سے وطی نہ کی ہو ایک طلاق دی جائے، اور پھر طلاق نہ دی جائے اور عورت کو تین حیض گزر جائیں اس مدت میں اس سے رجوع نہ کیا جائے تو عورت بالکل نکاح سے نکل جاتی ہے، اس طلاق کو طلاق احسن کہتے ہیں، صحابۂ کرام انتہائی ضرورت کے موقع پر اس طرح کی طلاق دیتے تھے، جیسا کہ ابراہیم نخعیؒ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔

(۲) طلاق حسن وہ طلاق ہے: کہ عورت کے حیض سے پاک ہونے پر طہر کی حالت میں ایک طلاق دی جائے، اور پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی جائے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے، اور تینوں مرتبہ میں رجوع نہ کیا جائے تو تین طلاق ملا کر مغلظہ ہو جائے گی اور عورت نکاح سے جدا ہو جائے گی، اس طریقہ کو طلاق حسن کہتے ہیں۔

(۳) طلاق بدعی وہ طلاق ہے کہ: ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دی جائے (ایک جملہ میں تین طلاق بول دی جائے) یا حیض کی حالت میں تین طلاق دی جائے، اس طرح طلاق دینے سے طلاق تو واقع ہو جائے گی اور تین طلاق دی ہو تو تین طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ البتہ یہ طریقہ غلط ہونے کی وجہ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف خواہش نفس کی اتباع والا طریقہ اپنانے اور اس طریقہ کے معصیت ہونے کی وجہ سے اسے طلاق بدعی کہتے ہیں۔ لیکن اس سے طلاق کا حکم نہیں بدلتا اور حرمت مغلظہ ثابت ہو جائے گی، اور حلالۂ شرعی کے بغیر عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی، اور اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے، ہر امام کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی شمار ہوتی ہے۔

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

(قولہ ثلاثة متفرقة) و كذا بكلمة واحدة بالاولى، و عن الامامية لا يقع بلفظ

الثلاث و لا فی حالة الحیض الخ (ص:۴۱۹)۔

لہذا تین طلاق الگ الگ مجلس میں دی جاوے یا ایک مجلس میں ایک جملہ میں ایک ساتھ تین طلاق دی جاوے یا چاہے حیض کی حالت میں دی جاوے تین طلاق واقع ہو جائے گی۔

نیز علامہ شامیؒ آگے تحریر فرماتے ہیں: اور اس مسئلہ میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہیں اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہذا حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد دوسرا راستہ تلاش کرنا گمراہی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی حاکم نے ایک مجلس کی تین طلاق میں یہ فیصلہ دیا کہ وہ ایک طلاق ہے تو اس کا فیصلہ نہیں مانا جائے گا اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اجماعی مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور اگر کوئی اختلاف کرے گا تو وہ معتبر نہیں بلکہ مخالفت کہلائے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور فقہاء و مفتیان عظام کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ الگ الگ مجلس میں تین طلاق دی جاوے یا ایک مجلس میں تین طلاق دی جاوے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے۔

اب رہا سوال مسند احمد کی روایت حدیث رکانہؓ سے استدلال کا تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے **بذل المجھود** ۳/۲۷۰ پر اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے متن حدیث اور سند روایت و درایت پر کلام کرتے ہوئے اس کے آٹھ جوابات ذکر کئے ہیں اور اس حدیث سے اس مسئلہ میں استدلال کو باطل کہا ہے، بہتر ہے کہ وہ آٹھوں جوابات **بذل المجھود** ۳/۲۷۰ پر دیکھ لئے جائیں۔

نیز قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں

ارشاد فرمایا ہے کہ: ایک مجلس کی تین طلاق تین واقع ہوں گی، اب جب تک شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ نہ ہو جاوے وہ عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۳۹۴)۔

نیز مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ ۲؍۳۴۳ پر لکھا ہے کہ تین طلاق کو ایک سمجھنا جمہور کے مسلک کے خلاف ہے اور جس دلیل سے استدلال کیا گیا ہے جمہور نے اس کا جواب دیا ہے۔

اور دلائل کے قوی یا ضعیف ہونے کو علماء ہی سمجھ سکتے ہیں، عوام الناس کے لئے سہل و آسان طریقہ تو یہی ہے کہ طلاق دینے والا اگر چار مذاہب میں سے کسی ایک کا ماننے والا ہے تو وہ نفسانی یا شہوانی خیالات کو چھوڑ کر اپنے امام کی پیروی میں اسے تین ہی سمجھے، اس لئے کہ مذاہب اربعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اور اگر کوئی اپنے امام کی مخالفت کرتا ہے اور کسی دوسرے کے قول کو راجح اور دین سمجھتا ہے تو وہ اپنے مفاد کی خاطر دین پر دنیا کو ترجیح دے رہا ہے، اب اس اجماعی مسئلہ میں کسی حدیث سے دلیل پکڑنا مذاہب اربعہ کے خلاف ہے، البتہ اس سے غیر مقلد حضرات اور امامیہ فرقہ کی تائید ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۱۰﴾ تین طلاق کے لئے تین مرتبہ طلاق کا بولنا ضروری نہیں ہے۔

سوال: میں نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے فی الحال ایک طلاق دیتا ہوں، اور بقیہ شریعت کے حساب سے یعنی ایک مہینہ کے بعد ایک اور دوسرے مہینہ کے بعد دوسری۔

اس جملہ میں میں نے زبان سے تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق نہیں کہا ہے، لیکن میری نیت طلاق ہی کی تھی، میں ایک ہی مرتبہ طلاق بولا ہوں، اور اس کا گواہ بھی موجود ہے، اس وقت

میرے خسر وہیں موجود تھے اور میری بیوی نے بھی یہ کلمات سنے ہیں، تو اس مسئلہ میں میری عورت پر طلاق واقع ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ''تجھے فی الحال ایک طلاق دیتا ہوں، اور بقیہ شریعت کے حساب سے یعنی ایک مہینہ کے بعد ایک اور دوسرے مہینہ کے بعد دوسری'' اس طرح دی ہوئی طلاق کو شریعت کی اصطلاح میں ''طلاق حسن'' کہتے ہیں، اس لئے یہ جملہ بولتے ہی فی الفور ایک طلاق واقع ہوگئی، اور حیض سے فارغ ہونے پر دوسری طلاق اور دوسرے حیض سے پاک ہونے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی، اور حرمت مغلظہ ثابت ہو جائے گی اور بغیر حلالہ شرعی کے اسے بیوی بنا کر نہیں رکھ سکتے، مذکورہ مسئلہ میں تین مرتبہ طلاق کا بولنا یا گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ (ہدایہ، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱۱﴾ شوہر کا قول دوسری اور تیسری مرتبہ طلاق بولنے میں تاکید مقصود تھی دیانۃً معتبر سمجھا جائے گا۔

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق، اور نیت ایک طلاق کی ہی تھی، دوسری اور تیسری مرتبہ صرف تاکید مقصود تھی یعنی پہلی مرتبہ جو بات کہی ہے اسی بات کو واضح طور پر سمجھانے کے لئے دوسری اور تیسری مرتبہ کہا تھا اور شوہر نے بعد میں کہا بھی کہ میری نیت صرف ایک ہی طلاق کی تھی اور دوسری اور تیسری تو صرف تاکید کے لئے تھی، تو کیا شوہر کی بات معتبر سمجھی جائے گی؟ اور کیا طلاق رجعی واقع ہوگی؟ اگر عورت مدخول بہا ہے تو کیا حکم ہے؟ اور غیر مدخول بہا ہے تو کیا حکم ہے؟

اور اگر کسی نے الفاظ کنایہ کا استعمال کر کے ایک ساتھ تین مرتبہ طلاق کے الفاظ کہے، مثلاً: گھر سے نکل جا، نکل جا، نکل جا، اور نیت طلاق کی تھی لیکن دوسری اور تیسری مرتبہ تاکید مقصود تھی تو کتنی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق طلاق طلاق تو قضاءً تین طلاق واقع ہوجائے گی، اور دیانۃً شوہر کی بات معتبر سمجھی جائے گی، اگر عورت غیر مدخول بہا ہے تو پہلی ہی طلاق میں طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی، اور دوسری اور تیسری طلاق کے وقت عورت طلاق کا محل باقی نہیں رہیگی، اس لئے دوسری اور تیسری لغو جائے گی، کنایہ کے الفاظ ایک سے زیادہ مرتبہ کہنے سے طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ فتاویٰ دارالعلوم)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۱۲﴾ بعد طلاق تاکید در تاکید؟

سوال: ایک دن ہم میاں بیوی میں جھگڑا ہوگیا، جھگڑا بہت بڑھ گیا اور میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی اس پر بات رکی نہیں انہی الفاظ کے ساتھ ایک طلاق دی ایک طلاق تجھے ابھی دیتا ہوں ایک طلاق دی ہاں ایک طلاق دی تجھے ایک طلاق ہوگئی ایسا دو تین مرتبہ کہا، یعنی صاف الفاظ میں طلاق دی، جھگڑا رکا نہیں اس لئے میں گھر سے باہر چلا گیا اور جاتے جاتے اپنی بیوی سے کہا کہ بقیہ دو طلاق دو شخصوں کو لاکر ان کے سامنے دے کر تیرا فیصلہ کر دیتا ہوں، اور بعد میں میں کسی کو لایا نہیں اور کوئی طلاق یا فیصلہ نہیں ہوا، اور اسی رات ہم دونوں میں صلح ہوگئی اور ساتھ رہتے ہوگئے۔

تو ان حالات میں عورت پر کونسی طلاق ہوئی؟ اور کتنی واقع ہوئی؟ اور تین طلاق کہنے سے کتنی طلاق واقع ہوتی ہے؟ اور ایک طلاق کئی مرتبہ کہنے سے جس میں نیت ایک طلاق ہی

کی ہو تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: سوال میں مذکورہ تفصیل کا ہر جزء صحیح ہو تو عورت کو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور عدت میں شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار رہے گا، اور بعد رجوع دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں، اور اب شوہر کو صرف دو طلاق کا اختیار رہے گا، آئندہ دو طلاق دینے سے کل مل کر تین ہو جائیں گی اور حرمت مغلظہ ثابت ہو کر عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ (شامی)

﴿۱۹۱۳﴾ تین طلاق شریعت کے مطابق کہنے سے طلاق کیسے واقع ہوگی؟

سوال: میں حمید ابن رفیق بھائی ٹیلر، تمہاری بہن رابعہ کو شریعت کے مطابق تین طلاق دیتا ہوں۔ دستخط...... اس مکتوب سے عورت کو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور ہوگی تو اس کی نوعیت کیا ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں تین طلاق شریعت کے مطابق لکھنے کی وجہ سے طلاق حسن واقع ہوگی، یعنی لکھتے ہی فی الفور ایک طلاق واقع ہو جائے گی، اور حیض سے پاک ہونے پر دوسری اور دوسرے حیض سے پاک ہونے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت حرام ہو جائے گی، اب بغیر حلالہ شرعی کے عورت مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۱۴﴾ نشہ کی حالت میں ”میں تجھے فارغ خطی دیتا ہوں“ تین مرتبہ کہنا؟

سوال: زید رات کو نشہ کی حالت میں گھر آیا، اور کھانے بیٹھا اور بکواس کرنے لگا زید کے والد نے زید کو مارا اور زید نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں گا، زید کے والد نے

زید کو کہا کہ میں تجھے ماروں گا تو زید نے کہا کہ میں میری بیوی کو فارغ خطی دیتا ہوں، فارغ خطی دیتا ہوں، فارغ خطی دیتا ہوں۔

اور آج سے میری بیوی میری ماں بہن کے برابر ہے۔ زید جب صبح کو اٹھا تو اسے رات کے معاملہ کے متعلق پوچھا گیا تو زید نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، حالانکہ زید کے کہے ہوئے الفاظ چار یا پانچ شخصوں نے برابر سنے ہیں زید کے منہ سے ایک مرتبہ بھی طلاق کا لفظ نہیں نکلا، تو سوال یہ ہے کہ زید کی بیوی کو تین طلاق ہوئی یا نہیں؟ یا کتنی طلاق ہوئی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں زید نے جب پہلی مرتبہ کہا کہ ''میں اپنی بیوی کو فارغ خطی دیتا ہوں'' تو اس جملہ کے کہتے ہی اس کی بیوی کو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اس لئے کہ یہ جملہ صریح طلاق کا نہیں بلکہ کنایہ طلاق کا ہے، اور بائنہ معتدہ کو طلاق دی جائے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اس لئے کہ اب وہ اس کے نکاح میں نہیں رہی، اس لئے یہی جملہ دوسری اور تیسری مرتبہ بولنے سے مزید طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اسی طرح جب اس نے ظہار کا جملہ کہا کہ ''آج سے میری بیوی میری ماں بہن کے برابر'' تو اس سے بھی ظہار نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ الفاظ مطلقہ بائنہ کی عدت میں کہے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عدت میں یا عدت کے بعد زید از سرنو نکاح کر کے اسے اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے، نشہ کی حالت میں یا غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (شامی: ۲/۷۰۵، امداد الفتاویٰ: ۳۹۳)

﴿۱۹۱۵﴾ ایک جملہ میں تین طلاق دینا؟

سوال: تاریخ ۷۴/۱۱/۶ کو میں اپنی لڑکی ریحانہ کے دو لڑکوں کو لے کر ان کے گھر

چھوڑنے گیا، ان کے مکان پر پہنچنے پر میرے داماد کی سوتیلی ماں کے ساتھ میری لڑکی کی لڑائی ہورہی تھی تو اس وقت میرا داماد عبدالسمیع ہمارے سامنے آیا اور مجھے کہنے لگا کہ سن لو یہ میرے لڑکے سے بھی پوچھ لو کہ تمہاری لڑکی نے مجھے مارا ہے یا نہیں؟ اس درمیان اس کا چھوٹا بھائی بھی آگیا ان کے سامنے میرے داماد نے کہا آپ بھی سن لو طلاق طلاق طلاق۔ اور کہا کہ میں روپئے بھی واپس کردیتا ہوں اس وقت وہاں اس کی سوتیلی ماں اور چھوٹا بھائی بھی موجود تھا میں ان کو یہ کہہ کر چلا آیا کہ اب تمہارے لڑکے نے میری لڑکی کو تین طلاق دے دی ہے تو اب تحریر کی یا گواہ کی ضرورت تو نہیں ہے؟

دوسرے دن میرا داماد دوسرے گاؤں گیا تو وہاں دو شخصوں نے اس سے کہا کہ بھائی تو نے یہ اچھا نہیں کیا، اگر تو ہم کو کہتا تو ہم تمہارے درمیان صلح کرادیتے، تو داماد نے کہا میں نے جو کیا ہے سو برابر کیا ہے، میں نے فارغ خطی دے دی ہے۔ تو اس مسئلہ میں میری لڑکی کو طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب لڑکی کی لڑائی جھگڑے کی بات چل رہی تھی تو شوہر نے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ کہے اس سے لڑکی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ شرعی کے وہ زوج اول کے لئے حلال نہیں ہے۔ (شامی: ۴۳۰/۲)

وقوع طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا یا تحریر کا ہونا ضروری نہیں ہے، صرف زبان سے تکلم کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، صورت مسئولہ میں لڑکی کے والد، لڑکی کی ساس اور لڑکے کے بھائی نے بھی یہ کلمات سنے ہیں اور دوسرے دو شخصوں کے روبرو بھی شوہر نے قبول کیا ہے تو اب طلاق واقع نہ ہونے کا سوال ہی نہیں رہتا، اس لئے مذکورہ لڑکی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱۶﴾ اگر تم کہو تو طلاق طلاق طلاق' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: میرے مکان میں دو بھائیوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی تکرار ہونے سے ہم دونوں بھائیوں میں بچوں کی وجہ سے جھگڑا زیادہ ہونے کی وجہ سے ہماری بڑی بہن جن کو ہم گوری آپا کہتے ہیں، انہوں نے مجھے دو چار مرتبہ کہا کہ بھائی تو جدا ہو جا۔ مجھے بہت سخت غصہ آیا اور میں نے میری گوری آپا سے کہا کہ اگر تم کہو تو اس کو طلاق طلاق طلاق، اس کے بعد میری بڑی بہن بہت زور سے چیخ کر روئی، تو اس مسئلہ میں میری بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال میں مذکورہ تفصیل اور طلاق کے لئے کہے گئے کلمات یہی ہوں کہ گوری آپا اگر تم کہو تو اس کو طلاق طلاق طلاق، اور گوری آپا نے طلاق کے لئے نہ کہا ہو تو شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہیں ہوگی اور آپ میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ (ہدایہ:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱۷﴾ حالت حمل میں تین طلاق اور حلالہ کی صورت؟

سوال: (۱) ایک حاملہ عورت کو تین طلاق دے دی گئی، پچیس دن بعد اسے لڑکا پیدا ہوا، اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لڑکا ہوا ہے اس لئے طلاق نہیں ہوتی، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس کے شوہر کے گھر والے دوبارہ حلالہ کروا کر اسے اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں تو اس عورت کی عدت کب ختم ہوگی؟ معاً حلالہ کا صحیح طریقہ بتا کر اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے اس کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً (۱) حالت حمل میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ ہوگئی اور اس عورت کی عدت بچہ کے پیدا ہونے

تک ہے، لہذا طلاق کے پچیس دن بعد لڑکا پیدا ہوا تو بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس عورت کی عدت ختم ہوگئی۔

(۲) ایسا کہنا بالکل غلط ہے، لڑکا پیدا ہو تو طلاق نہیں ہوتی یہ قول محض ذہنی اختراع ہے لہذا اب بغیر حلالہ شرعی کے میاں بیوی کی طرح رہنا درست نہیں۔

(۳) اب مذکورہ عورت کسی اور مرد سے شرعی طریقہ کے مطابق نکاح کرے اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی ہو جائے اس کے بعد وہ شخص اسے طلاق دے دے اور اس کی عدت ختم ہو جائے پھر یہ پہلے والا شوہر اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۹۱۸﴾ عورت کے غصہ میں طلاق مانگنے پر شوہر کا تین طلاق دینا؟

سوال: ایک مرتبہ میری بیوی سے میرا جھگڑا ہو گیا غصہ میں میری بیوی نے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا تو میں نے اسے تین طلاق دیدی، اس عورت سے مجھے ایک لڑکی بھی ہے، اور میری بیوی لڑکی کو لے کر اس کی ماں کے گھر چلی گئی، اب میں اسے واپس لانا نہیں چاہتا تھا میں نے خط میں تین طلاق لکھ کر اس پر بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا لیکن اس نے وہ ڈاک قبول نہیں کیا اور واپس کر دیا۔

اور میں نے عدت کا خرچ بھی منی آرڈر سے بھیج دیا تھا اب اس نے مقدمہ دائر کیا ہے اور نان ونفقہ کا مطالبہ کیا ہے اور کہتی ہے کہ اسے طلاق نہیں ہوئی ہے تو اس مسئلہ میں طلاق کا کیا حکم ہے؟ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور مجھے اب اسے کچھ نان ونفقہ دینا لازم ہے؟ میری لڑکی کی عمر ایک سال کی ہے اسکی پرورش کی ذمہ داری کس کی ہے؟ اور مجھ پر اسکا کیا حق لازم ہے؟ یہ لڑکی کب تک اس کی ماں کے پاس رہ سکتی ہے؟ اور میں اسے کب واپس لے سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کے طلاق مانگنے پر آپ نے زبان سے تین طلاق دے دی تو تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور عورت نکاح میں سے نکل گئی، اس کے بعد تحریری طلاق دینے کی ضرورت نہیں تھی اس کے باوجود آپ نے تحریری طور پر بھی طلاق کی اطلاع دینے کے لئے کاغذات بھیجے جو عورت نے قبول نہیں کئے تو اس سے طلاق کے حکم میں کچھ فرق نہیں آتا، اسلامی اصول کے مطابق طلاق واقع ہوچکی اور عورت پر عدت گزارنا لازم ہے، اور مرد پر عدت کی مدت کا اوسط درجہ کا خرچ دینا واجب ہے شریعت کی طرف سے عدت کا کوئی خرچ متعینہ رقم کے ساتھ مقرر نہیں کیا گیا ہے مرد وعورت دونوں کی حالت دیکھ کر درمیانی درجہ کا رہنے کھانے پینے اور پہننے کا جو خرچ ہوتا ہو وہ واجب ہوگا۔

چھوٹی صغیر العمر بچی کی پرورش ماں اچھی طرح کرسکتی ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ نو سال تک ماں اس بچی کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے اس کے بعد باپ اس بچی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے، اور بچی کی پرورش، کپڑے اور دوا وغیرہ کا خرچ بھی باپ کو دینا پڑے گا۔ (شامی، وغیرہ)

﴿۱۹۱۹﴾ المرأۃ کالقاضی؟

سوال: میرے شوہر مجھ سے تین چار دن سے ناراض تھے بات نہیں کر رہے تھے تو رات کو ۱۰:۰۰ بجے جب کھا پی کر ہم ہمارے کمرہ میں آرام کے لئے گئے تو میں نے اپنے شوہر کو منانے کی بہت کوشش کی کہ مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہو تو معاف کردو۔ اور مجھ سے بولتے کیوں نہیں ہو؟ میں نے بہت عاجزی کی لیکن میرے شوہر موبائل پر گانے سن رہے تھے، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب میرے ایک مرتبہ کہنے پر بھی مجھ سے بات نہیں کی تو میں نے دوسری مرتبہ پھر سے کہا۔ تو موبائل ایک طرف رکھ کر انہوں نے میرے سامنے

دیکھ کر مجھے تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہا۔
نیچے کے منزلہ پر میری ساس اور خسر رہتے تھے میں اس کے بعدان کے پاس گئی اوران سے پورا ماجرا بیان کیا، میری ساس نے کہا کہ تو اب تیرے اپنے گھر چلی جا اور گھر والے پوچھیں تو ایک ہی مرتبہ بولا ہے ایسا کہنا اور اگر تو نے تین کا کہا تو واپس گھر مت آنا، اور میرے شوہر نے بھی کہا کہ میں نے ایک ہی مرتبہ مذاق میں کہا ہے، حالانکہ میں نے یہ الفاظ ان کے منہ سے تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق سنے ہیں۔تو اسلامی شریعت کے لحاظ سے طلاق ہوئی یا نہیں اور ہوئی تو کونسی؟ یہ واقعہ جب ہوا تو کمرہ میں صرف ہم میاں بیوی ہی تھے اس کے علاوہ کوئی گواہ نہیں ہے، میرا شوہر اور اس کی ماں ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اقرار کرتے ہیں جب کہ میں نے تین مرتبہ طلاق سنا ہے تو اسلامی شریعت کے حساب سے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق شوہر نے تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہہ کر اپنی بیوی کو نکاح سے الگ کر دیا تو عورت پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور دونوں میں میاں بیوی کا رشتہ باقی نہیں رہا۔

عورت نے اپنے کانوں سے تین طلاق کے الفاظ سنے ہیں اس لئے اب عورت کے لئے گواہوں کا ہونا یا مرد کا اقرار ضروری نہیں ہے۔ **المرأة كالقاضی** ۔(شامی:۴)۔

مرد کا یہ کہنا کہ میں نے مذاق میں کہا تھا تو مذاق میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے مذاق میں کہنے کی وجہ سے طلاق کے حکم میں کچھ فرق نہیں آتا،عورت نے خود اپنے کانوں سے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ سنے ہیں اس لئے اب عورت کے لئے وہ مرد اس کا شوہر باقی نہیں رہا،اور اب عورت کے لئے کسی طرح بھی اس مرد کے پاس واپس جانا جائز نہیں ہے اور وہ اس سے علیحدہ ہوگئی۔صورت مسئولہ میں عورت کو تین حیض تک عدت میں

بیٹھنا ہوگا، اس کے بعد وہ دوسری کوئی بھی جگہ از سرنو اپنا نکاح کرسکتی ہے۔

﴿۱۹۲۰﴾ ”طلاق فلاق طلاق، عورت نے پوچھا ہو گئی۔ مرد نے کہا نہیں ہوئی“ تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

سوال: میرا اپنی بیوی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں تھا، مجھے اس سے محبت بھی بہت ہے لیکن میرے کاروبار اور تجارت میں نقصان ہوا، اور میں بہت پریشان تھا، روپیوں کی بہت تنگی تھی، تو ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا مجھے تیرا ہار دے، اس کے روپئے کاروبار اور تجارت میں استعمال کروں گا۔ اس نے کہا میں گھر جا کر آؤں پھر۔ میں دو دن اجتماع میں چلا گیا اور وہ اپنے میکے چلی گئی، وہ جب اپنے گھر سے آئی تو میں نے پوچھا ہار لائی ہے، تو اس نے کہا تم کو گھر بلایا ہے، میں پہلے سے بہت پریشان تھا، رات کو جب گھر واپس آیا تو عورت کو ڈرانے کے لئے کہا: طلاق، فلاق، طلاق، اس نے پوچھا ہوگئی۔ تو میں نے کہا نہیں ہوئی لیکن میری بات نہیں مانے گی تو دے دوں گا، پھر وہ خوش ہوگئی۔ ہم نے باتیں کی ساتھ کھانا کھایا، اسے میں نے سمجھایا کہ میرا کاروبار ٹوٹا ہوا ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن ایسے الفاظ آئندہ کبھی مت کہنا۔ میں نے کہا بھول ہوگئی، چل ہم صبح تیرے گھر جاتے ہیں۔ جب ہم صبح ناشتہ کر کے اس کے گھر گئے تو وہاں اس نے میری بہت بے عزتی کی۔ میں نے کہا کہ مجھے ہار نہیں چاہئے۔ میں جا رہا ہوں، میری بیوی نے کہا کہ بچوں کو دوپہر تک گھر بھیج دینا، میں چلا آیا، اس نے گھر میں بات کی رات کو انہوں نے مجھے یہ الفاظ بولے تھے، اور گھر میں شور برپا ہوگیا۔ تو اب پوچھنا یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی طلاق ہوئی اور مجھے کیا کرنا ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں لکھا ہے کہ ڈرانے کے لئے کہا: ”طلاق فلاق طلاق“ اس نے پوچھا ہوگئی تو آپ نے کہا نہیں ہوئی۔ تو اس طرح الفاظ بدل کر طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اور عورت نے خود اپنے کانوں سے تین طلاق سنی ہے اس لئے گواہ یا اقرار کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۲۱﴾ طلاق دیتے وقت گواہ نہ ہوں تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ یہاں پر ایک شخص نے رات کے وقت اپنی بیوی سے جھگڑا ہونے پر غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا ”طلاق طلاق طلاق“ تین یا زیادہ مرتبہ کہا، اس وقت وہاں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا، اور یہ الفاظ کہتے وقت اس شخص کی نیت یہ تھی کہ گواہ موجود نہیں ہے اس لئے طلاق نہیں ہوگی، لہذا اس شخص نے پھر یہ الفاظ کہے کہ میں صبح گواہوں کی موجودگی میں طلاق دوں گا، پھر صبح بیوی سے کچھ نہیں کہا، تو کیا اس حالت میں طلاق واقع ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی بیوی سے ”طلاق طلاق طلاق“ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ کہنے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہے اور بیوی نکاح میں سے نکل جائے گی، اب بغیر حلالۂ شرعی کے عورت کو بیوی کے طور پر رکھنا درست نہیں، اور طلاق واقع ہونے کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے، لفظ ’طلاق‘ طلاق کے معنی میں صریح ہے اس لئے اس میں متکلم کی نیت کا بھی اعتبار نہیں ہے۔ (درمختار، شامی :۲) فقط واللہ تعالی اعلم

باب کنایات الطلاق

﴿۱۹۲۲﴾ ”تیرا میرا کوئی تعلق نہیں“ یہ الفاظ کنایہ طلاق کے ہیں؟

سوال: آج سے سات دن قبل میرا میری اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا، جھگڑے میں غصہ کی حالت میں میں نے یہ الفاظ کہہ دئے ”تیرا میرا کوئی تعلق نہیں، قسم سے کہتا ہوں کوئی رشتہ نہیں اور تین مرتبہ بول دوں گا تو ختم ہو جائے گا“ یہ جملہ میں نے کہا لیکن تین مرتبہ نہیں بولا، اس بیوی سے مجھے دو لڑکے اور ایک لڑکی یعنی کل تین بچے ہیں لیکن فی الحال میرا اس کے ساتھ رہنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور اسے واپس لانے کی مرضی نہیں ہے لیکن اگر کبھی میرے بچوں کو دیکھتے ہوئے یا والدین کے دباؤ میں آکر مجھے اسے واپس لانا پڑے اور صلح کا کوئی راستہ نکلے تو کیا میں اسے اپنی بیوی بنا کر (بغیر حلالہ کے) رکھ سکتا ہوں، اسے بیوی بنا کر لا سکتا ہوں؟ اور اس کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں ”تیرا میرا کوئی تعلق نہیں، قسم سے کہتا ہوں کوئی رشتہ نہیں“ یہ الفاظ کنایہ طلاق کے ہیں، لہذا طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

اب عدت کے درمیان یا عدت کے ختم ہونے کے بعد اسے واپس اپنے نکاح میں لانا ہو تو از سر نو صحیح طریقہ کے مطابق نکاح کر کے اسے بیوی بنا سکتے ہیں، اور میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

لا یقع بها الطلاق الا بالنية او بدلالة حال كذا فی الجوهرة النيرة (عالمگیری: ۳۷۴/۱)۔

و هو الكنايات لا يقع بها الطلاق الا بالنية او بدلالة الحال **(ہدایہ اولین:۳۷۳)**۔ و فی الفتاویٰ لم يبق بيني و بينك عمل و نوى يقع كذا فی العتابیه (عالمگیری: ۱/۳۷۶)۔

﴿۱۹۲۳﴾ ''میں نے تجھ کو جدا کیا، جا تیرے گھر جا'' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاریخ ۲۱/۱/۲۰۱۲ء سنیچر کو صبح ۹:۰۰ بجے میرا اپنی اہلیہ کے ساتھ گھر میں جھگڑا ہوگیا، جھگڑے کی وجہ یہ ہے کہ میرا کمزور دماغ ہے، میں نیم پاگل ہوں، ہم دونوں کے درمیان کوئی ہاتھا پائی نہیں ہوئی تھی اور نہ تو ہاتھ اٹھانا ہوا تھا، ہماری شادی کو ۱۸سال ہو چکے ہیں جھگڑے کے جوش میں میں نے اس کو ''میں نے تجھ کو جدا کیا، جا تیرے گھر جا'' ایسا دو مرتبہ کہا تھا، یہ بات میرے ہم زلف کو پتا چلتے ہی ان کا لڑکا دوسرے دن صبح ۱۰، ۱۱ بجے میرے گھر آیا اور میری بیوی کو اس کے بچوں کے ساتھ ان کے گھر لے گیا، اور وہاں سے وہ اس کے ماں کے گھر نوساری چلی گئی۔

حقیقت میں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا سوچا بھی نہیں تھا اور نہ ہی میں نے طلاق کے الفاظ بولے، اللہ گواہ ہے کہ میں نے اس کو طلاق دے کر جدا نہیں کیا ہے، اب وہ نوساری اپنے میکے سے میرے گھر آنا چاہتی ہے؟ وہ ایسا سوچتی ہے کہ مجھے ہمیشہ کے لئے تو جدا نہیں کر دیا؟ میرے گھر میں میری ضعیف ماں ہے جو تنہا ہے اب میں اپنی بیوی کو گھر لانا چاہتا ہوں میں نے اپنی بیوی کو ''اس کے گھر چلے جانے کے لئے'' کہا تھا تو شریعت کی رو سے یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تو تیرے گھر چلی جا، میں نے تجھ کو جدا کیا، یہ طلاق کنایہ کے الفاظ ہیں۔ طلاق کی نیت کے ساتھ تو تیرے گھر چلی جا کہا ہو تو طلاق بائن ہو

جائے گی، اور طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق نہیں ہوگی۔ لیکن میں نے تجھ کو جدا کیا یہ اب طلاق صریح کہلائے گی، اور یہ الفاظ بولتے وقت طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، اس لئے جب تک عدت ختم نہ ہو دوبارہ رجوع کر لینے کا حق باقی ہے، اور رجوع کر لینے کی صورت میں دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا درست ہے، اور اگر عدت ختم ہو چکی ہو تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا، نکاح کے بعد میاں بیوی کی طرح رہنا درست ہے۔ اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی: ۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۴﴾ میں تجھ کو تیری خوشی سے علیحدہ کرتا ہوں کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: شوہر نے اپنی بیوی کو کاغذ پر لکھ کر دیا کہ میں تجھ کو تیری خوشی سے علیحدہ کرتا ہوں اور عورت اس سے الگ ہونا چاہتی ہے اس بات کو تین سال گزر چکے ہیں اب شوہر اس کو زبردستی رکھنا چاہتا ہے اور عورت رہنا نہیں چاہتی تو شوہر عورت کو اس کی رضامندی کے بغیر اپنے نکاح میں لا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تقریری اور تحریری دونوں طرح طلاق دے سکتے ہیں اور اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اب طلاق کے لئے اگر درج ذیل الفاظ لکھے ہوں کہ ''میں تجھ کو تیری خوشی سے علیحدہ کرتا ہوں'' تو یہ الفاظ کنایہ طلاق کے ہیں اس لئے اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہیں ہوں تو لکھتے ہی طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اور عورت نکاح میں سے نکل جائے گی، بیوی کو واپس نکاح میں لانے کے لئے اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے صرف تجدید نکاح کر لینے سے وہ واپس نکاح میں آجائے گی۔

اس سوال کے لکھنے تک دونوں نے نکاح نہیں کیا ہے تو عدت ختم ہوتے ہی عورت نکاح سے

آزاد ہے، اور دوسری جگہ جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے شوہر کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اگر عدت میں یا عدت کے بعد دونوں نے نکاح کرلیا ہو تو عورت واپس اس مرد کے نکاح میں آ گئی، عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہیئے، اور اگر طلاق دینے کے بعد دونوں نے دوبارہ نکاح نہ کیا ہو اور دونوں ساتھ رہتے ہوں تو دونوں کو فوراً جدا کر دینا چاہیئے ان کے لئے ساتھ رہنا میاں بیوی جیسا سلوک رکھنا جائز نہیں ہے **قوله و سرحتك و فارقتك هما كنايتان عندنا لانهما يستعملان فى الطلاق وغيره** (الجوهرة:۳/۵۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۵﴾ 'اٹھ جا' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: کوئی شخص اپنی بیوی کو اٹھ جا کہے اور اس کہنے میں اس کی نیت طلاق کی نہ ہو، کنایہ طلاق کا خیال آیا لیکن صحیح معنی میں اس کے دل میں طلاق کا ارادہ نہیں تھا تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوئی تو کون سی؟ بائنہ یا رجعی؟ اور بائنہ ہوئی ہو تو اب دوبارہ بیوی کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: مذکورہ جملہ کنایہ طلاق کا ہے اور اس کے لئے طلاق کی نیت کا ہونا ضروری ہے اگر طلاق کی نیت سے یہ جملہ نہیں کہا ہے بلکہ اس کے حقیقی معنی ایک جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے معنی کے لئے ہی کہا ہے تو طلاق نہیں ہوگی۔

﴿۱۹۲۶﴾ تو میرے لئے حرام ہے' کہنے سے کون سی طلاق ہوگی؟

سوال: میری بیٹی کی شادی کو چار سال ہو چکے ہیں، ان چار سالوں میں میری بیٹی نے بہت ظلم برداشت کیا ہے، ایک سال قبل میری بیٹی کو طلاق دے دی گئی تھی، طلاق سے قبل

اس کے شوہر نے اس سے کہا کہ ’’تو میرے لئے حرام ہے‘‘ پھر شوہر نے کہا کہ ’’تو میرے کام کی نہیں ہے‘‘ اور ابھی طلاق سے قبل پانچ افراد کی موجودگی میں کہا کہ ’’تو اور چار سال میرے ساتھ میں رہے تو بھی تیرا گھر نہیں ہوگا، میرے کام میں نہیں آئے گی‘‘ ان جملوں سے کتنی طلاق ہوگی؟ اب لڑکا اپنی تمام بھولوں کی معافی مانگ رہا ہے، اور وہ میری بیٹی کو رکھنا چاہتا ہے، تو ہمیں کیا کرنا چاہئے، میری بیٹی واپس جانا نہیں چاہتی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اگر مجبوراً بھیجنا پڑے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ’’تو میرے لئے حرام ہے‘‘ کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی، اور طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ عدت میں یا عدت کے بعد دونوں میاں بیوی راضی ہوں تو از سر نو نکاح کر کے دوبارہ میاں بیوی بن کر ساتھ میں رہ سکتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں عورت کو مذکورہ کلمات کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی لہذا عورت نکاح میں سے نکل گئی اس لئے اب اسے اس کے شوہر کے پاس نہ بھیجا جائے، مذکورہ جملہ کے بعد جو طلاق کا کلمہ کہا ہے تو مذکورہ عورت طلاق کی عدت میں ہے اس لئے اس سے کوئی نئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (شامی، فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۷﴾ طلاق بائن کا خلاصہ؟

سوال: بعد سلام مسنون ایک مسئلہ میں شرعی استفتاء کی ضرورت ہے برائے مہربانی شرعی حکم بتا کر ممنون فرمائیں۔ طلاق تین طرح کی ہوتی ہے، رجعی، بائنہ، مغلظہ۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی تو عدت کے اندر اندر تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟ طلاق بائن کی عدت کتنی ہے؟ طلاق بائن میں مرد کو رجعت کا اختیار ہے؟ اگر رجوع

نہیں کیا اور عدت گذر گئی تو کیا تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی؟ طلاق بائن میں کب تک تجدید نکاح کا اختیار رہتا ہے؟ عدت میں یا عدت کے بعد بھی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تینوں طلاقوں کی عدت میں کوئی فرق نہیں ہے، تینوں طلاقوں کی عدت کی مدت حائضہ کے لئے تین حیض اور حاملہ کے لئے وضع حمل اور نابالغ یا سن ایاس کو پہنچ جانے کی وجہ سے خون نہ آتا ہو تو تین ماہ عدت ہے۔

طلاق رجعی میں مرد کو عدت کے درمیان رجوع کرنے کا اختیار رہتا ہے، عدت کے اندر رجوع کر لینے سے عورت دوبارہ اس کی بیوی بن جاتی ہے اور اگر عدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو اب ازسرنو نکاح کر کے اسے بیوی بنایا جا سکتا ہے۔

اور طلاق بائن میں مرد کو رجوع کا اختیار نہیں رہتا، اب ازسرنو نکاح کرنا ہوگا، اگر اسی سابق شوہر سے نکاح ہو رہا ہے تو عدت میں یا عدت کے بعد نکاح کر کے دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔

اور اگر سابق شوہر کے علاوہ کسی اور سے نکاح ہو رہا ہو تو عدت میں نکاح درست نہیں، عدت گذر جانے کے بعد نکاح کرنا درست ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۸﴾ ”تجھے اجازت ہے تو چلی جا“ غصہ کی حالت میں کہنے سے کیا طلاق ہو گی؟

سوال: ایک شخص باہر سے لڑائی جھگڑا کر کے گھر آیا، غصہ میں اپنی بیوی کو لعن وطعن کرنے لگا اور کہنے لگا کہ ”تجھے اجازت ہے تو چلی جا“، ”تجھے اجازت ہے تو چلی جا“ ایسا دو مرتبہ کہا، کیا ان کلمات سے اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی؟ ان کلمات کے کہنے کے بعد اب اسے بہت افسوس ہو رہا ہے، اس نے بیوی سے معافی بھی مانگی، تو مذکورہ کلمات سے اگر طلاق ہوئی ہو تو

اب اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما: صورت مسئولہ میں شوہر نے دو طرح کے جملے استعمال کئے ہیں۔(۱) تجھے اجازت ہے (۲) دوسرا جملہ تو چلی جا۔ یہ جملے کنایہ طلاق کے ہیں اور شوہر نے غصہ کی حالت میں کہے ہیں اس لئے طلاق کی نیت سے کہے ہوں تو طلاق بائن واقع ہوگی۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۲۹﴾ ''تو میرے گھر میں سے چلی جا'' کہنے سے کیا طلاق ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی سے غصہ کی حالت میں کہا کہ'' آج سے تو میری بہن اور میں تیرا بھائی، تو میرے گھر میں سے چلی جا'' اس کی بیوی کو چھ مہینہ کا حمل ہے، تو اس جملہ کی وجہ سے کیا اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی؟ اگر وہ دوبارہ اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو اس کے لئے کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شوہر نے اگر طلاق کی نیت سے بیوی کو کہا کہ'' تو میرے گھر میں سے چلی جا'' تو کہنے کے ساتھ فوراً ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اگر اسی عورت کے ساتھ دوبارہ رہنے کا ارادہ ہو اور عورت بھی راضی ہو تو عدت میں یا عدت کے بعد از سر نو نکاح کر لینے سے وہ دوبارہ اس کو بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے۔ (شامی:۲)

﴿۱۹۳۰﴾ ''میں تمہاری بیٹی کو گھر سے باہر نکال دوں گا'' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: زید اور ہندہ کے نکاح کی تاریخ متعین ہوئی، اس وقت زید کے ہم زلف نے زید کے خسر سے کہا کہ اگر زید کا ہندہ سے نکاح ہوا تو میں تمہاری بیٹی کو گھر سے باہر نکال دوں گا، اب زید کا ہندہ سے نکاح ہو گیا تو زید کی سالی اس کے شوہر کے مذکورہ کلمات کی وجہ سے اس

کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ''میں تمہاری بیٹی کو گھر سے باہر نکال دوں گا''، اس جملہ میں طلاق کا وعدہ ہے، یہ صریح طلاق یا معلق بالشرط طلاق نہیں ہے اس لئے اگر شوہر نے یہی الفاظ کہے ہوں تو صرف اس جملہ کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔ (قاضی خان: ۲۰۸، ۳۸۵) فقط واللہ اعلم

﴿۱۹۳۱﴾ تو میری بہن اور میں تیرا بھائی، کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں کہا کہ ''آج سے تو میری بہن اور میں تیرا بھائی، تو میرے گھر سے نکل جا'' تو اس کہنے سے کیا اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی؟ بیوی کو چھ مہینہ کا حمل ہے، وہ اگر دوبارہ اسے ہی بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''تو میری بہن اور میں تیرا بھائی'' یہ جملہ بیوی سے کہنا سخت گناہ کی بات ہے، اس سے طلاق نہیں ہوتی۔ البتہ دوسرا جملہ ''تو میرے گھر سے نکل جا'' یہ جملہ کنایہ طلاق کا ہے، اگر طلاق کی نیت سے یہ جملہ کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اگر اسی عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ ہو اور عورت بھی راضی ہو تو عدت میں یا عدت کے بعد بھی از سر نو نکاح کر لینے سے دونوں میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب کتابۃ الطلاق

﴿۱۹۳۲﴾ کیا طلاق نامہ سے طلاق واقع ہوگی؟

سوال: میں اپنی لڑکی بلقیس بانو کا طلاق نامہ اس کے ساتھ بھیج رہا ہوں، پڑھ کر بتائیں کہ کیا اس طلاق نامہ سے میری بیٹی بلقیس بانو کو طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

طلاق نامہ: میں قاضی سلیم الدین رفیق میاں اپنی زوجہ بلقیس بانو جس سے میرا نکاح پانچ سال قبل اسلامی شریعت کے مطابق ہوا تھا، لیکن اس عرصہ میں زیادہ تر وہ اپنے میکے ہی میں رہتی تھی، اور ۱۹۷۲ء میں میری دماغی حالت تھوڑی خراب ہوئی تھی، اور اسے مجھ سے نفرت ہو گئی تھی، اور وہ مجھ سے دور ہی رہتی تھی، اور پھر جب میرے والد کا ایکسیڈنٹ ہوا اور ان کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی تو اس حالت میں میری والدہ کی مدد کرنے کے بجائے وہ اپنے والد کی بیماری کا بہانہ کر کے اپنے میکے چلی گئی۔ اس وقت وہ شادی میں اسے دئے ہوئے زیورات میں سے تین زیور اور ایک گھڑی اپنے ساتھ لے گئیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) سونے کا ہار اندازاً سوا ۲ تولہ اور آدھی رتی وزن کا۔ (۲) سونے کی بالی اندازاً پونے تولہ وزن کی۔ (۳) سونے کی انگوٹھی اندازاً پاؤ تولہ اور ڈیڑھ وال کی۔ (۴) ایک ہاتھ کی گھڑی۔

ان زیورات کو لے کر وہ راضی خوشی اپنے میکے گئی، جسے آج تقریباً ایک سال ہونے کو آیا ہے، اسے میں نے بہت مرتبہ اپنے گھر آنے کے لئے خط لکھے، لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی، اور ابھی ابھی تین ماہ قبل میری ماں کا انتقال ہوگیا، اس وقت بھی میں نے اسے تار (برقیہ) سے خبر پہنچائی

تا کہ وہ اس بہانے سے آئے تو دونوں مل بیٹھ کر کوئی حل نکالیں۔ لیکن وہ یا اس کا کوئی رشتہ دار جنازہ میں یا بعد میں تعزیت کے لئے بھی نہیں آیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ یا اس کے سر پرست یہ رشتہ نہیں رکھنا چاہتے، اس لئے بدرجہ مجبوری چار و ناچار اخیری قدم اٹھانے پر مجبور ہوا ہوں۔

مجھے اس کے مذکورہ بالا معاملہ اور سلوک کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ میری زندگی خوش حال نہیں رہے گی، اس لئے میں اسے اس خط کے ذریعہ تین طلاق دیتا ہوں، طلاق طلاق طلاق۔ میں اسے اپنے نکاح سے آزاد کرتا ہوں، اب میرے اور اس کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ نہیں رہا، یہ طلاق نامہ لکھ کر دو گواہوں کے سامنے پڑھ سنا کر اس پر میری دستخط بھی کی ہے۔

دستخط : سلیم الدین رفیق میاں .... گواہ : .... گواہ : ....

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر یہ طلاق نامہ صحیح ہو اور مرد اس کا اقرار بھی کرتا ہو تو عورت پر تین طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت مرد کے لئے حرام ہو جائے گی۔ (شامی: ۲ باب طلاق بالکتابت) فقط

﴿۱۹۳۳﴾ مضمون پسند نہیں آیا تو بار بار طلاق لکھی تو کتنی طلاق واقع ہوگی؟

سوال: ایک شخص اپنے وطن سے دور ہے، وہاں سے ایک خط میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی لکھی، لیکن خط کا مضمون پسند نہیں آیا تو دوبارہ دوسرے خط پر طلاق رجعی لکھی، وہ خط بھی بیکار گیا، پھر تیسرے خط پر طلاق رجعی لکھی، تو صورت مسئولہ میں کتنی طلاق ہوئی؟ تینوں مرتبہ طلاق رجعی کی ہی نیت تھی تو کتنی طلاق ہوئی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خط میں ایک طلاق رجعی لکھی، مضمون پسند نہیں آیا اس لئے بار بار طلاق لکھی، اور نیت ایک طلاق کی ہی تھی تو صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

﴿۱۹۳۴﴾ فارغ خطی دینا/نشہ کی حالت میں طلاق لکھنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا:

حلیمہ بی بی ابراہیم کو میں اپنی رضامندی سے فارغ خطی دیتا ہوں۔ اس کا شوہر حمید اللہ خیر الدین، ساکن: نارنگ پور۔

یہ خط حلیمہ بی بی کو تاریخ ۱۹۷۴/۷/۲۸ کو اتوار کے دن ملا، حلیمہ بی بی نے اپنے جماعتی بھائیوں کو یہ خط پڑھ کر سنایا، جماعت کے ذمہ داروں نے اس کے شوہر کو بلایا اور تحقیق کی، تو اس نے بتایا کہ یہ خط اس نے نشہ کی حالت میں اور غصہ کی حالت میں لکھا ہے اور خوشی سے نہیں لکھا۔ تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس خط کی تحریر اور حمید اللہ خیر الدین کے مذکورہ بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے بتائیے کہ حلیمہ بی بی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کونسی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شوہر اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ یہ خط اس نے لکھا ہے تو اس خط کے لکھنے سے حلیمہ بی بی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ نشہ اور غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق بھی صحیح سمجھی جاتی ہے، البتہ دونوں دوبارہ ساتھ میں رہنا چاہیں تو از سرنو نکاح کر کے بغیر حلالہ کے ساتھ میں رہ سکتے ہیں، اس لئے کہ اس خط سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں یا عدت کے بعد پھر اسی شوہر کے پاس جانا چاہے تو صرف نکاح کر کے واپس جاسکتی ہے اس کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۸۸/۲، شامی: ۴۵۶/۴ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۳۵﴾ طلاق کا پیپر بیوی کے پاس نہیں پہنچا تو طلاق ہوگی؟

سوال: ایک مرد نے اپنی بیوی کو اسٹامپ پیپر پر طلاق لکھ کر دی:

جس کا مضمون یہ تھا، میں آصف احمد ساکن ولساڈ، میرا نکاح رضیہ بانو سے ہوا تھا، اس اسٹامپ کے ذریعہ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج سے ہم دونوں جدا ہو رہے ہیں، اب ہمارے درمیان کسی قسم کا تعلق نہیں، اور اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

دستخط............ دستخط............دستخط............

(۱) اس واقعہ کی میں کچھ تفصیل بتانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ آصف احمد اور رضیہ نے سول میرج کیا تھا، اس لئے آصف نے طلاق دیتے وقت اپنے بچاؤ کے لئے (احتیاطی تدبیر کے طور پر) اسٹامپ پیپر کا استعمال کیا۔ (۲) اس اسٹامپ کے لکھ لینے کے بعد کچھ لوگ رضیہ بانو کو اس کے دادا کے یہاں لے گئے تو اس نے بخوشی اسے جانے دیا۔ (۳) اس واقعہ کے بعد اس شخص کے گاؤں آنے پر لوگوں نے اس سے اس کی بیوی کے متعلق پوچھا تو اس نے دو تین آدمیوں کے سامنے یہ کہا کہ میں نے تو اسے طلاق دے دی ہے اور اب وہ اپنے دادا کے یہاں رہ رہی ہے۔ وغیرہ

اب اس شخص کا یہ کہنا ہے کہ یہ اسٹامپ پیپر اس کی بیوی کے ہاتھ لگا ہی نہیں ہے، اور اس کی بیوی نے پڑھا ہی نہیں ہے اس لئے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی، اور اب وہ اس کی بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے، تو کیا وہ لا سکتا ہے؟ تو اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں اس شخص نے اپنی مرضی سے اسٹامپ پیپر پر طلاق لکھی ہے، اس لئے آج سے ہم دونوں جدا ہو رہے ہیں، اب ہمارے درمیان کسی طرح کا تعلق نہیں، لکھنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی، اس لئے کہ یہ اسٹامپ پیپر

خود اسی نے لکھا ہے، یہ گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح نمبر تین میں جیسا کہ لکھا ہے کہ اس نے دو تین آدمیوں کے سامنے اقرار کیا تھا تو صرف طلاق کا اقرار کر لینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے چاہے اقرار جھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا صورت مسئولہ میں عورت پر طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۳۶﴾ بذریعہ خط طلاق؟

سوال: مفتی صاحب۔ محمد رفیق میمن نے اپنی بیوی عارفہ بانو میمن کو اس خط سے طلاق لکھ دی ہے تو شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا طلاق واقع ہوئی؟ اور اگر ہوئی تو کونسی؟ اور اب رجوع کی کوئی صورت ہے؟ خط کا مضمون مندرجہ ذیل ہے:

مہربان حیدرآباد میمن جماعت کے ذمہ داران، بعد سلام عرض یہ ہے کہ بلساڑ سے محمد رفیق میمن اس خط سے بتا دینا چاہتا ہوں کہ عارفہ بانو میمن جو حیدرآباد کی رہنے والی ہے، اس سے میرا نکاح آج سے چار سال قبل ہوا تھا، لیکن مجھے اس سے کسی طرح کا اطمینان نہیں ہے، اس لئے میں تنگ آ گیا ہوں اور آج میمن جماعت کے قانون کے مطابق طلاق نمبر ایک دے کر اسے اپنی بہن کے برابر سمجھتا ہوں، اور یہ خط میں نے پورے ہوش وحواس میں بنا کسی زور زبردستی کے بغیر نشہ کی حالت کے لکھا ہے، اور اس پر میں نے دستخط بھی کئے ہیں۔ دستخط......

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی، اس لئے عدت کے درمیان رجوع کر کے بیوی بنا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۳۷﴾ طلاق نامہ عورت کو نہیں ملا تو طلاق ہوگی؟

سوال: عمر کا زینب سے دو سال قبل نکاح ہوا تھا، دونوں میں نا اتفاقی رہا کرتی تھی جس کی

وجہ سے جھگڑے بھی بہت ہوتے تھے، ایک دن جھگڑا ہونے کی وجہ سے زینب اپنے والد کے گھر چلی گئی، غصہ میں آکر عمر نے سرکاری اسٹامپ پیپر پر محلّہ کے تین افراد کی دستخط لے کر زینب کو طلاق نامہ لکھ بھیجا، طلاق نامہ زینب کو ملنے سے قبل زینب عمر کے گھر آگئی تھی، اور زینب کو طلاق نامہ نہیں ملا، اب عمر زینب کو رکھنا چاہتا ہے، تو کیا عمر زینب کو بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے؟ بعد میں طلاق نامہ جلا دیا گیا تھا، طلاق نامہ میں لکھا تھا کہ ''خدا کو حاضر و ناظر رکھتے ہوئے میں اپنی بیوی کو شاہدین کی موجودگی میں تین طلاق دیتا ہوں''، تو کیا عمر کا نکاح باقی ہے؟ اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... طلاق نامہ میں شوہر نے لکھا کہ میں اپنی بیوی کو شاہدین کی موجودگی میں تین طلاق دیتا ہوں، تو یہ لکھتے ہی اس کی بیوی کو تین طلاق واقع ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ شرعی کے اس عورت کے ساتھ بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۳۸﴾ فارغ خطی لکھ کر دیدنا؟

سوال: میری پھوپھی کے لڑکے کی بہو (حمیدہ) دو مہینہ کی چھوٹی بچی کو چھوڑ کر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی، لڑکے والوں نے بچی کو دودھ پلانے کے لئے اس کے گھر بھیجا، تو بھی ۴۸ گھنٹہ تک اس نے اپنا دودھ نہیں پلایا، تو غصہ میں آکر میری پھوپھی کے لڑکے (رفیق) نے ایک خط میں طلاق لکھ کر اس کے گھر میں ڈال دیا، کیا اس خط سے اس کی عورت پر طلاق ہو گئی؟ خط کا مضمون یہ ہے:

''آج سے میں رفیق بن صغیر بھائی حمیدہ بنت فرقان جو میری بیوی ہے اس کو فارغ خطی

دے کر جدا کرتا ہوں''۔ دستخط......

برائے مہربانی بتائیں کہ کیا رفیق کا نکاح حمیدہ کے ساتھ باقی رہا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شوہر نے خود یہ خط لکھا ہو یا شوہر کے حکم سے کسی اور نے یہ خط لکھا ہو کہ فارغ خطی دے کر جدا کرتا ہوں تو اس کلام کے لکھتے ہی عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۴؍۳۰۷)۔ لہذا عدت میں یا عدت کے بعد از سر نو نکاح کئے بغیر دونوں میاں بیوی کی طرح ساتھ میں نہیں رہ سکتے۔

﴿۱۹۳۹﴾ شوہر کی لاعلمی میں کسی اور کا طلاق کا خط لکھنا؟

سوال: محترم مفتی صاحب: ایک خط دلہن کے گھر پہنچا جس میں طلاق لکھا ہوا تھا، اور لکھا تھا کہ اصل خط کا زیروکس بھیج رہا ہوں اس میں طلاق لکھی ہوئی ہے پڑھ لیں۔

بعد میں اس خط کے متعلق تحقیق کرنے پر دلہے نے کہا ''مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے، اور یہ خط میں نے نہیں لکھا اور میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں'' اور وہ قرآن ہاتھ میں لینے کے لئے بھی تیار ہے، تو ان حالات میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

زیروکس کاپی: مہربان جناب اس خط سے معلوم ہو کہ آپ کی بیٹی رابعہ کو طلاق دے دی ہے اس لئے کہ آپ لوگوں نے روپئے نہیں دئے اس لئے تمہاری رابعہ کو ایک طلاق اور میں جب آپ کے یہاں آیا تو آپ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی زبردستی ہے؟ اس پر دوسری طلاق اور آپ لوگوں نے مہر معاف نہیں کی اس پر تیسری طلاق۔ کتبہ: عمران

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......آپ لوگوں کو ایک خط ملا جس میں طلاق لکھی ہوئی تھی لیکن وہ خط اس کے شوہر نے نہیں لکھا نیز یہ خط شوہر ہی نے لکھا ہو اس پر کوئی بینہ نہیں ہے اور

شوہراس تحریر سے انکار بھی کرتا ہے تو اس خط سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی، لہٰذا صورت مسئولہ میں سوال میں درج تفصیل صحیح ہوتو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (عالمگیری:۱)

﴿۱۹۴۰﴾ ''میری طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا'' لکھنے کے بعد طلاق دینا؟

سوال: کیا اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ ایک شخص نے طلاق دینے سے بہت پہلے یہ لکھ کر اپنی بیوی کو دیا تھا'' کہ مجھے غصہ کی عادت ہے اس لئے میں غصہ میں طلاق دوں یا جو بھی کہوں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا'' اوراس لکھنے کے کئی دنوں بعداس نے غصہ کی حالت میں بھول سے طلاق دی،تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......طلاق غصہ کی حالت میں دی جائے یا رضا مندی کی حالت میں، طلاق واقع ہو جاتی ہے، دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے بھول سے یا غصہ کی حالت میں طلاق دی ہوتو وہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور معتبر سمجھی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۴۱﴾ مجبور ہوکر طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ایک باپ نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اس لئے کہ تیری بیوی بدچلن ہے، لڑکے نے کہا میں ہرگز طلاق نہیں دوں گا، تو باپ نے کہا کہ اگر تو طلاق نہیں دے گا تو میں اپنی جائداد سے تجھے بے دخل کر دوں گا، اور گھر سے نکال دوں گا، اور یہ بھی کہا کہ اگر تو طلاق نہیں دے گا تو میں تیرا اور تیری بیوی کا خون کر دوں گا، باپ نے دھمکی دی اور جبراً اپنے ہاتھ سے طلاق نامہ لکھ کر اس پر لڑکے کو دستخط کرنے کے لئے کہا، اور لڑکے نے ڈر کر دستخط کر دئے، تو از روئے شرع طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... باپ اگر لڑکے سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے کہے تو باپ کی اطاعت میں لڑکے کے لئے طلاق دینا جائز ہے، لیکن اگر لڑکا حالات کے پیش نظر طلاق نہ دے تو اسے اس کا حق ہے، اس کی وجہ سے باپ کا بیٹے کو نافرمان شمار کر کے وراثت سے عاق کرنا زیادتی ہے اور ظلم ہے، لڑکے کے نافرمان ہونے کی وجہ سے لڑکا میراث سے محروم نہیں ہوتا۔

بہر حال طلاق نامہ باپ نے یا کسی اور نے لکھا ہو اور لڑکے نے اپنی رضامندی سے اس پر دستخط کئے ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی، صرف اکراہ کی صورت میں زبان سے تکلم کئے بغیر مجبوراً دستخط کئے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۲﴾ دستخط والے کورے کاغذ پر کسی اور کا طلاق لکھ دینا؟

سوال: ایک سیٹھ اور اس کا نوکر دونوں شراب کے نشہ میں چور تھے، اور سیٹھ نے کورے کاغذ پر نوکر سے دستخط کروالی اور اس خط پر طلاق لکھ کر وہ خط نوکر کی عورت کے گھر بھیج دیا، اس کی عورت میکے گئی ہوئی تھی، نوکر کو سوائے دستخط کرنے کے اور کچھ لکھنا پڑھنا نہیں آتا وہ بالکل جاہل ہے اور نوکر کو اس بات کا بالکل علم نہیں تھا کہ اس کے سیٹھ نے طلاق لکھ کر اس کی عورت کے گھر بھیجی ہے، جب عورت واپس اپنے سسرال آئی تو سیٹھ نے عورت کو نوکر کے گھر میں داخل ہونے نہیں دیا اور کہا کہ پوسٹ سے تیرے گھر طلاق بھیج دی ہے تو تیرے میکے واپس چلی جا، عورت واپس اپنے میکے چلی گئی، میاں بیوی میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں تھا تو اس عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مکتوب تفصیل صحیح ہو اور نوکر نے زبان سے

کلماتِ طلاق کا تکلم نہ کیا ہو تو صرف کورے کاغذ پر دستخط کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئولہ میں طلاق نہیں ہوگی، اور عورت بدستور اس کے میاں کے نکاح میں باقی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۳﴾ عورت طلاق والا رجسٹرڈ خط وصول نہ کرے تو طلاق ہوگی؟

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص کا نکاح ہوئے ۱۵ سال بیت چکے ہیں اس کے دو بچے بھی حیات ہیں ان کی عمر ۱۰ اور ۱۲ سال کی ہے یہ شخص اور اس کی بیوی مزدوری کر کے اپنا گذر بسر چلاتے ہیں، مذکور شخص کی ماں بھی حیات ہے، اس شخص نے ایک دن اپنی بیمار ماں کو اس کی بہن کے یہاں بھیج دیا، ماں بہت دنوں سے بیمار تھی، اور پھر اس کی بیوی جب چنا اور مونگ پھلی بیچنے بیٹھی ہوئی تھی تو گھر کو تالا لگا کر کہیں چلا گیا، اور دوسرے دن رجسٹرڈ پوسٹ سے اپنی عورت کو طلاق لکھ کر بھیج دی اور مہر کی رقم کا منی آرڈر بھی بھیجا، یہ عورت گھر بند دیکھ کر اپنے باپ کے گھر چلی گئی، اس کے باپ نے طلاق کا رجسٹرڈ خط اور منی آرڈر قبول نہیں کیا اور بستی کے ایک مولانا صاحب سے مسئلہ پوچھا، مولانا نے بتایا کہ چاہے قبول کرو یا نہ کرو اس شخص کی طلاق لکھتے ہی فوراً طلاق ہوگئی اس لئے اسے لے لینا چاہئے، تو لڑکی نے رجسٹرڈ خط اور منی آرڈر لے لیا، اس تفصیل کے ذیل میں پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) رجسٹری خط سے طلاق بھیجنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟ (۲) عورت طلاق والا رجسٹرڈ خط وصول نہ کرے تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ (۳) یہ عورت اور اس کے والدین غریب ہیں تو ان حالات میں عورت پر عدت گذارنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۴) اگر عورت عدت نہ گذارے اور کام کاج کرنے کے لئے محلّہ میں جاوے تا کہ اپنا اور اپنے بچوں کا گذر بسر ہو سکے تو

گنہگار ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بذریعہ خط تحریری طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے، لیکن صورت مسئولہ میں جب تک طلاق نامہ کا مضمون نہ دیکھ لیا جائے کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا، اس لئے کہ طلاق نامہ کی تحریر پر وقوع طلاق وعدم وقوع طلاق کا مدار رہتا ہے۔ طلاق والی عورت کا عدت گذارنا ضروری ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، اس لئے کہ عدت کی مدت کا نان ونفقہ کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے اس لئے جو عورت عدت کی پابندی نہیں کرے گی وہ سخت گنہگار ہوگی۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۴﴾ طلاق لکھ کر بیوی کے ہاتھ میں دے دینا؟

سوال: ایک شخص نے اپنے ہاتھوں سے ایک کاغذ پر طلاق طلاق لکھا اور اپنی بیوی کو دے دیا، اس کی بیوی نے وہ خط اپنی پڑوسن سے پڑھوایا تو پڑوسن وہ خط لے کر اصل خط لکھنے والے کے پاس آئی اور کہا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ تو اس لکھنے والے نے جواب دیا کہ میں نے تو دو ہی طلاق لکھی ہے اور اب ایک باقی ہے اس لئے تو میں نے دو لکھی ہیں، پھر پڑوسن نے وہ خط اس کی بیوی کو دے دیا، اور اس عورت سے خط لے کر اس کے شوہر نے پھاڑ دیا اور تاکید کی کہ یہ بات کسی کو نہیں بتانا اور اس پڑوسن سے بھی کسی کو نہ بتانے کی تاکید کی۔

لیکن اس کی بیوی نے کہا کہ شاید طلاق ہوگئی ہو تو شوہر نے اس کے جواب میں کہا کہ تو جا تجھے اور کیا چاہئے؟ لیکن بیوی نہیں مانی تو شوہر باہر سے کسی کو بلا لایا اس نے عورت کی موجودگی میں کہا کہ اس طرح لکھنے سے طلاق نہیں ہوتی، اس واقعہ کے دس پندرہ دن بعد میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تو شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اگر اپنی ماں کے گھر گئی تو مابقیہ

ایک بھی پڑگئی ایسا سمجھنا۔اور شوہر بیوی کو مار پیٹ اور ظلم وستم کرتا تھا اور بیوی یہ ستم برداشت نہ کرسکی اور اپنی ماں کے گھر چلی گئی۔

اس تفصیل کے ذیل میں چند سوالات قابل دریافت ہیں:(۱) اس مسئلہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو کتنی؟ (۲) شوہر کا بیوی کو سمجھا دینا کہ طلاق نہیں ہوئی کیسا ہے؟ (۳) بصورت وقوع طلاق عدت کتنی ہوگی اور کب سے شمار کی جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مرد نے اپنے ہاتھ سے دو طلاق لکھ کر عورت کو دے دی اور مرد کو اس بات کا اقرار بھی ہے اور اس کے گواہ بھی موجود ہیں اس لئے لکھتے ہی عورت کو دو طلاق واقع ہو چکی تھی، اور صریح الفاظ میں طلاق دینے کی وجہ سے طلاق رجعی واقع ہوئی (شامی: ۴۲۸/۲) اب یہ کہنا کہ 'دو طلاق لکھنے سے طلاق نہیں ہوئی' بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔(شامی: ۴۳۰)۔

مرد نے جب کاغذ پر طلاق لکھی اس وقت طلاق واقع ہو چکی تھی اور عدت کا وقت شروع ہو چکا تھا(فتاویٰ دارالعلوم: ۲)۔عورت ۱۰، ۱۵ دن ساتھ میں رہی اس درمیان شوہر نے طلاق سے رجوع کیا یا نہیں یہ سوال میں نہیں لکھا ہے اگر شوہر نے اس مدت میں جماع کیا ہو یا قولی رجوع کر لیا ہو اور بعد میں یہ الفاظ کہے ہوں ''کہ تو اگر تیری ماں کے گھر گئی تو مابقیہ ایک بھی پڑگئی ایسا سمجھنا'' تو جیسے ہی عورت ماں کے گھر گئی تو ایک طلاق واقع ہوگئی، اوراب کل مل کر تین ہوگئی اور عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، اوراسی وقت سے نئی عدت شروع ہوگی، عدت حائضہ کے لئے تین حیض اور حاملہ کے لئے وضع حمل ہے۔

شوہر کا طلاق کو چھپانا اور عورت کو سمجھا دینا کہ طلاق نہیں ہوئی اور جھوٹا دعویٰ کرنا بہت ہی برا فعل ہے، عورت کو طلاق کا یقین ہو اور معلوم ہو کہ شوہر جھوٹ بول رہا ہے تو ایسے شوہر کے

ساتھ رہنا اور میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے حرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۵﴾ دوسرے سے طلاق نامہ لکھوا کر اس پر دستخط کرنا؟

سوال: زوج ثانی جاہل ہے لکھنا پڑھنا نہیں جانتا وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے اس کے زوج اول ہی سے طلاق لکھواتا ہے اور خود دو گواہوں کی موجودگی میں اس پر دستخط کرتا ہے، تو اس سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اس زوج ثانی پر کسی طرح کی زور وزبردستی نہیں ہے، وہ بغیر جبر واکراہ کے صرف دوست کی مدد کی خاطر طلاق دے رہا ہے تو اس سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اب یہ مطلقہ بعد انقضائے عدت زوج اول سے نکاح کرلے گی تو اب یہ شخص دوست ہونے کی وجہ سے زوج اول کے گھر آئے تو اس عورت کو اس کے سامنے آنا کیسا ہے؟ اور عورت کو کس طرح رہنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی اور سے طلاق نامہ لکھوا کر اسے پڑھ کر یا سن کر سمجھ کر کسی بھی قسم کی زور وزبردستی کے بغیر دستخط کی جائے تو اس سے زوجہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زوج ثانی کے دستخط کرنے سے اس کی عورت کو طلاق ہوگئی، اب اس عورت کے لئے عدت گذارنا ضروری ہے، زوج ثانی سے طلاق ملنے کے بعد اس سے اجنبی مرد کی طرح پردہ کرنا ضروری ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۶﴾ کیا پوسٹ سے طلاق بھیجنے پر ساتھ میں مہر کا منی آرڈر بھیجنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص جو ممبئی کا ساکن ہے اس نے سادی پوسٹ سے اپنی بیوی کو جو کہ بھروچ کی ساکنہ ہے طلاق نامہ بھیجا، لیکن اس کے ساتھ مہر کے روپیوں کا منی آرڈر نہیں بھیجا ہے، تو شرعاً اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور طلاق نامہ دیکھ کر شرعی حکم بتائیں کہ کونسی طلاق

ہوئی؟ اور عورت پر عدت کتنی ہے؟

خط: آج کے بعد تو اللہ اور اللہ کے رسول کے واسطے میرے لئے ماں بہن کے برابر ہے۔ طلاق طلاق طلاق۔ دستخط: (۱) صدر سنی وہورا جماعت (۲) شہر قاضی

میں نے یہ قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھایا ہے، یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے اس میں میرے والد کا کوئی قصور نہیں ہے اور انہیں برا بھلا کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتبہ: فلاں بن فلاں

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہ طلاق نامہ متعلقہ بیوی کے شوہر نے بھیجا ہو اور اس کا شوہر اس بات کا اقرار بھی کرتا ہو تو اس عورت کو تین طلاق ہو جائے گی، وقوع طلاق کے لئے مہر کی رقم کا ساتھ میں بھیجنا شرط نہیں ہے، بعد میں بھی بھیج سکتے ہیں یا وصول کر سکتے ہیں، عدت تین حیض ہوگی۔ (عالمگیری)

﴿۱۹۴۷﴾ ڈرانے کے ارادہ سے طلاق لکھی تو طلاق ہوگی؟

سوال ہم دونوں ابراہیم بن اختر بھائی اور شمیم بانو بنت عارف بھائی کا نکاح ۳۰/ اپریل ۱۹۸۲ء کو ہوا تھا، لیکن آپس میں نااتفاقی کی وجہ سے آج ۸/ نومبر ۱۹۸۲ء کے روز رضامندی کے ساتھ طلاق لیتے ہیں۔

(۱) مذکورہ بالا تحریر شوہر نے اپنے ہاتھ سے دو مرتبہ لکھی ہے۔ (۲) اس وقت اس کی بیوی پانچ مہینہ کے حمل سے تھی۔ (۳) اس لکھنے کے دو دن بعد یعنی تاریخ ۹/ ۱۱/ ۸۲ء منگل کے روز دونوں دوبارہ مل گئے تھے اور اس کے بعد چار مہینوں تک میاں بیوی کی طرح رہے۔ (۴) اس تحریر سے شوہر کا ارادہ طلاق دینے کا نہیں تھا بلکہ بیوی کو ڈرانا مقصود تھا، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شوہر کو اس بات کا اقرار ہو کہ مذکورہ تحریر اس نے خود اپنی مرضی سے لکھی ہے تو اس تحریر کے لکھتے ہی بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔
اس طلاق نامہ کو لکھتے وقت عورت حاملہ تھی اس لئے اس کی عدت وضع حمل کہلائے گی، لیکن اس مدت میں دونوں دوبارہ ساتھ رہنے لگے اور حقیقۃً یا حکماً طلاق سے رجوع کر لیا ہو تو اب از سر نو نکاح کی ضرورت نہیں ہے دونوں بلا تردد ساتھ میں رہ سکتے ہیں۔
صریح الفاظ میں طلاق لکھنے سے طلاق ہو جاتی ہے چاہے اس سے نیت کچھ بھی ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (عالمگیری، امداد الفتاویٰ، شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۴۸﴾ سرکاری کاغذ پر نمود کے لئے طلاق دینے سے طلاق ہوگی؟

سوال: میں سرکاری ملازم ہوں میری بیوی ٹی بی کی مریض ہے، ہماری ایک بھی اولاد نہیں ہے میری شادی کو آج ۱۴ سال ہو گئے ہیں، میری عمر ۳۷ سال ہے، میں نے سرکاری دفتر میں دوسرے نکاح کی اجازت طلب کی تھی جس میں میری بیوی کا اجازت نامہ اور اس کا طبی رپورٹ پیش کیا تھا لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں سرکاری کاغذات پر اسے مطلقہ ظاہر کروں (اور دل میں طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو) اور دوسرا نکاح کر لوں تو کیا اس عورت کو طلاق ہو جائے گی؟ یا میں دوسرا نکاح کر لوں اور سرکاری کاغذ پر اسے طائفہ بنا کر رکھوں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر سرکاری طلاق کے کاغذات کی وجہ سے اس عورت کے والد اسے اپنے گھر لے جائیں تو کیا اسے بھیجا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مہر یا نان ونفقہ دینا پڑے گا؟ اور وہ عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت کی طرف سے ہر مسلمان مرد کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا حق حاصل ہے اور حکومت کی طرف سے بھی مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے، اس کے باوجود صورت مسئولہ میں اپنی مرضی سے سرکاری کاغذات پر طلاق نامہ لکھنے سے فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، اور عورت کو مہر اور عدت کا خرچ دینا پڑے گا۔ (عالمگیری)۔

دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکی سے ایجاب وقبول کر لینے سے نکاح ہو جاتا ہے، نکاح کے صحیح ہونے کے لئے اس کا رجسٹر کروانا یا دفتر میں درج کروانا ضروری نہیں ہے اور اس طرح آپ دو بیویاں رکھ سکتے ہیں

خلاصہ کلام یہ کہ اگر آپ موجودہ بیوی کو ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' یہ الفاظ کہو گے یا لکھو گے تو اس سے طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، بعد اس کے عدت کے دوران اس سے قولی (زبان سے کہہ کر کہ تو میرے نکاح میں ہے) یا فعلی (بوس وکنار کر کے یا جماع کر کے) رجوع کر لینے سے وہ دوبارہ آپ کے نکاح میں آجائے گی، اور شرعاً آپ اسے بیوی کے طور پر رکھ سکتے ہیں۔

اب دوسری عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں صرف ایجاب وقبول کر لیا تو اس سے بھی وہ عورت آپ کے نکاح میں آجائے گی اور رجسٹر کرواؤ تو وہ بھی کر سکتے ہو، اور اس طرح دو عورتیں آپ کے نکاح میں آجائیں گی، اور جس کے ثبوت کے لئے آپ کے پاس سرکاری کاغذات بھی ہوں گے۔

﴿۱۹۴۹﴾ ''خلاص! میں تجھے لکھ دیتا ہوں، چلی جا'' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا، غصہ کی حالت میں اس نے اپنی بیوی کو

ڈرانے کے لئے کہا: ''خلاص! میں تجھے لکھ دیتا ہوں، چلی جا'' اس جملہ کے کہنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہو گئی تو کتنی؟ اور کونسی؟ اگر بیوی دوبارہ اسی شوہر کے ساتھ رہنا چاہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ''میں تجھے لکھ دیتا ہوں، چلی جا'' یہ الفاظ کنایہ طلاق کے ہیں، اس لئے اگر بنیت طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی، جس میں اگر دونوں کو میاں بیوی کی طرح رہنا ہو تو از سر نو نکاح کرنا پڑے گا۔ (شامی: ۴۶۶/۲)

﴿۱۹۵۰﴾ ہندو کارکن کے پاس طلاق لکھوائی، اور اس پر دستخط نہیں کی اور گواہ نہیں ہے تو طلاق ہوگی؟

سوال: آج سے ایک سال قبل میرا اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا کرتا تھا، اس کے بعد وہ اپنے والد کے گھر چلی گئی، بہت سمجھانے کے باوجود وہ واپس نہیں آئی، تو تنگ آ کر میں نے ایک ہندو کارکن کے پاس طلاق لکھوائی اس پر میں نے دستخط نہیں کئے اور گواہوں کے دستخط بھی نہیں ہیں، اس بات کو آج ایک سال ہو چکا ہے، لہذا اس صورت میں میری بیوی میرے نکاح میں باقی رہی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......آپ کے حکم پر ہندو کارکن نے طلاق لکھی، تو لکھتے ہی طلاق واقع ہو گئی، آپ کی دستخط یا گواہوں کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے وہ عورت اب آپ کے نکاح میں نہیں رہی، اگر اس مکتوب کی کوئی نقل یا زیروکس (فوٹو کاپی، photo copy) ساتھ بھیجی ہوتی تو طلاق کی قسم بھی بتلائی جا سکتی۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۱﴾ شوہر نے طلاق نامہ پر دستخط کر کے اپنے وکیل کی وساطت سے عورت کے وکیل کو پہنچادیا تو کیا حکم ہے؟

محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں: (۱) ایک عورت کے وکیل نے اس کے شوہر پر طلاق کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک طلاق نامہ مرتب کر کے بھیجا۔ (طلاق نامہ انگریزی میں ہے، اور وہ اس سوال کے ساتھ بعنوان ''طلاق نامہ'' منسلک ہے)۔

شوہر نے اس طلاق نامہ پر دستخط کر کے اپنے وکیل کی وساطت سے عورت کے وکیل کو پہنچادیا۔ سوال یہ ہے کہ اس عبارت سے اور اس طریقہ سے عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور ہوگئی ہے تو کتنی؟ اور عدت کب سے شمار ہوگی؟

سوال: (۲) اگر شوہر نے مذکورہ طلاق نامہ کو ارسال کرنے کے تین دن بعد اپنے وکیل کی وساطت سے عورت کو یہ اطلاع بھیجی کہ مرسلہ طلاق نامہ منسوخ ہے تو کیا اس سے مذکورہ طلاق پر کوئی اثر پڑے گا؟

FORM OF CONCENT

I, ABDULLAH PATEL hereby consent to giving AISHA BIBI PATEL an Islamic divorce by way of the following :-

Talak. Talak. Talak.

Signed .... Dated 27 day of Decmber 1996

الجواب: وباللہ التوفیق حامدًا ومصلیًا ومسلمًا...... (۱) عورت کے وکیل نے مذکورہ طلاق نامہ لکھا، شوہر نے پڑھ کر اپنی رضا ورغبت سے اس پر دستخط کردئے تو دستخط کرتے ہی وہ طلاق نامہ معتبر ہوگیا اور اسی وقت طلاق واقع ہوکر عورت پر عدت بھی شروع ہوگئی۔ اب

تین حیض گذرنے کے بعد وہ عورت نکاح سے باہر ہو کر طلاق مغلظہ والی عورت ہو جائے گی۔عدت ختم ہونے کے بعد وہ دوسری جگہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔(عالمگیری ج ا ص ۳۷۹)۔

(۲) جب شوہر نے طلاق نامہ پر منظوری کی دستخط کر دی اور بھیج دیا اب دوسرے دن وہ منسوخ کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا منسوخ کرتا ہے تو منسوخ نہیں کر سکتا وہ طلاق واقع ہوگئی اور تین طلاق ایک ساتھ لکھی ہے اس لئے مغلظہ ہوگئی۔ کتب انت طالق فمتی کتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة اھ (ج ا ص ۳۷۸)۔فقط واللہ اعلم

﴿۱۹۵۲﴾ بذریعہ وکیل نوٹس سے طلاق دینا؟

سوال: میرے لڑکے سلیم محمد نے اپنی بیوی صابرہ کو وکیل کے ذریعہ نوٹس میں طلاق بھیجی ہے،تو پوچھنا یہ ہے کہ نوٹس میں طلاق بھیجنے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

نوٹس میں کوئی گواہ نہیں ہے،اور نوٹس میں صرف اتنا لکھا ہے کہ میں دو گواہوں کی موجودگی میں یہ لکھ رہا ہوں،لیکن وہ دو گواہ کون ہیں ان کے نام وغیرہ کچھ نہیں لکھے ہیں،اور ان کی دستخط بھی نہیں ہے صرف ان کے وکیل کی دستخط ہے اور وہ ہندو ہے تو اس صورت میں اس کی بیوی صابرہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر اقرار کرتا ہو کہ یہ تحریری طلاق نامہ اسی نے لکھا ہے یا اس کے کہنے سے اس کے وکیل نے لکھا ہے تو طلاق نامہ میں جتنی طلاق لکھی ہو اتنی طلاق واقع ہو جائے گی۔وقوع طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے،اور غیر مسلم وکیل سے طلاق لکھوانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے،اس لئے کہ وہ شوہر کے حکم سے لکھ رہا

ہے، لہذا اس کا لکھنا شوہر کے لکھنے کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۵۴﴾ کابین نامہ سے کیا نکاح قرار ہو جاتا ہے؟

سوال: ماہ نامہ تبلیغ کے مئی ۱۹۷۳ء کے شمارہ میں مرحوم مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کا ایک فتویٰ پڑھا، جس میں مرحوم نے لکھا تھا کہ اگر ظلم کا اندیشہ ہو تو دلہا سے کابین نامہ (تفویض طلاق کا قرار) لکھوالیا

جائے، اگر اس طرح شرط کے ساتھ نکاح کیا جائے تو یہ نکاح ہوا یا قرار ہوا؟

نکاح کی تعریف اور قرار کی تعریف شریعت کی اصطلاح میں کیا ہے؟ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کابین نامہ یا شرطیہ طلاق لکھوا لینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور نکاح صحیح ہو جاتا ہے اس لئے ایسے نکاح کو قرار نہیں کہہ سکتے، شوہر اگر بیوی پر ظلم کرے تو بیوی کی نجات کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے کہ اسے طلاق کا اختیار نہیں ہے اس لئے وہ اپنی ذات کو چھڑانے کے لئے کابین نامہ کا سہارا لے سکتی ہے، اسے شرعی اصطلاح میں تفویض طلاق کہتے ہیں، جس کی مکمل وضاحت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزہ میں کی ہے اسے دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب اقرار الطلاق

﴿۱۹۵۴﴾ اقرار طلاق سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

سوال: ایک شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اور بعد میں رجوع کرلیا، اور دونوں چار سال دوبارہ ساتھ میں رہے، ان کے بچے بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں، ایک دن تاریخ ۷۵/۸/۵ کو صبح ۰۰:۱۱ بجے قرآن شریف کی تفسیر سورۂ بقرہ پارہ:۲ میں طلاق کا مسئلہ پڑھتے پڑھتے عورت سے رجوع کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”میں نے تجھے ایک نہیں لیکن دو طلاق دی ہے، تو مہر لے کر تیرے بھائی کے یہاں چلی جا“ عورت نے سوال کیا کہ دوسری طلاق کب دی؟ اس شخص نے جواب دیا آج سے سات مہینہ قبل میں نے اپنے دل میں دوسری طلاق دی تھی اور آج میں اس کو ظاہر کر رہا ہوں، عورت اپنے بھائی کے گھر جانے پر راضی نہیں تھی لیکن پھر بھی بذریعہ خط اس کے بھائی کو بلا کر کہا کہ ”میں نے تمہاری بہن کو دو طلاق دے دی ہے اور اب میں اسے تم کو سونپتا ہوں اسے تم لے جاؤ“۔

یہ کہہ کر وہ شخص باہر گاؤں چلا گیا اور اس کا بھائی اس عورت کو اپنے گھر لے گیا، اور تین مہینہ عدت گزاری اور ابھی تک میاں بیوی کی ملاقات نہیں ہوئی ہے، اس پورے مسئلہ میں پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) پہلی طلاق کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۲) دوسری طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوگئی تو اس کی عدت کب سے سمجھی جائے؟ جس دن اقرار کیا تب سے یا ۷ مہینہ پہلے سے؟ (۳) اب اسے نکاح میں لانے کی کیا شکل ہے؟ (۴) اور جب اس شخص نے

بیوی کے بھائی کے سامنے اقرار کیا تب تیسری طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ (۵) عدت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب تک طلاق کا تکلم نہ کیا جائے، دل میں طلاق سوچنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن جھوٹے اقرار سے یا طلاق کی جھوٹی اطلاع دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں اس عورت پر دو طلاق واقع ہو چکی ہیں، اس لئے کہ اس نے بیوی کے بھائی کے سامنے اقرار کیا ہے کہ ''میں نے تمہاری بہن کو دو طلاق دے دی ہیں۔ اور اب میں اسے تم کو سونپتا ہوں اسے تم لے جاؤ'' اس سے دوسری طلاق واقع ہو گئی، اور عدت ختم ہو چکی ہے، اس لئے اب بغیر حلالہ کے از سر نو نکاح کر لینے سے دونوں میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔ (شامی، عالمگیری)

﴿۱۹۵۵﴾ فون پر طلاق دینے کی صورت میں اقرار نامہ ضروری ہے؟

سوال: میری لڑکی فرزانہ بانو کا نکاح ولی محمد پٹیل کے ساتھ ہوا تھا، ولی محمد شادی کے بعد بیرون ملک کمانے کے لئے گئے تھے ایک دن بیرون ملک سے انہوں نے فرزانہ کو فون کیا اور فون پر اسے تین طلاق دے دی، اس وقت لڑکے کے گھر والے بھی سب موجود تھے، اور میرا لڑکا بھی وہاں حاضر تھا تو اس مسئلہ میں مجھے یہ جاننا ہے کہ (۱) کیا میری لڑکی کو طلاق ہو گئی؟ (۲) میری لڑکی اس طلاق کو قبول کرتی ہے اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ (۳) ایسے واقعہ میں تحریری طلاق لینے کی ضرورت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں بیرون سے شوہر نے فون کیا اور فون پر طلاق دے دی جو عورت نے اور گھر کے دیگر افراد نے بھی سنی، لہذا اگر مرد یہ قبول

کرتا ہے کہ اسی نے طلاق دی ہے اور عورت اور دوسرے سننے والوں کو بھی آواز کے انداز اور لہجہ سے یہ یقین ہے کہ یہ آواز ولی محمد کی ہی ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔

(۲) عورت کو یہ یقین ہو کہ یہ اس کے شوہر کی ہی آواز ہے اور اسی نے طلاق دی ہے تو اب عورت اپنے آپ کو اس کے نکاح سے خارج سمجھے اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے اور جس طرح بھی ممکن ہو خلاصی اختیار کرے۔ (۳) ایسی صورت میں شوہر کا فون پر طلاق دینے کا اقرار نامہ ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۹۵۶﴾ طلاق کی خبر بھیجنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔

سوال: میرے ایک دوست نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جس کی صورت یہ ہوئی کہ اس نے اول اپنی بیوی کو اس کی ماں کے گھر بھیج دیا پھر اپنے بھائی کو فون کر کے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی۔ تم یہ بات میری عورت تک پہنچا دو، بھائی نے یہ پیغام اس کی بیوی تک پہنچا دیا، پھر جب اس نے اپنے سسرال فون کیا تو اس کی ساس نے کہا کہ فرزانہ تو مرگئی اب میرے دوست کا اس عورت کے ساتھ دوبارہ رشتہ جوڑنے کا ارادہ ہے تو اب اس مسئلہ میں کیا ہو سکتا ہے؟ کیا فرجانہ کو طلاق ہوگئی؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس نے خود طلاق نہیں دی ہے بلکہ اپنے بھائی کے ذریعہ طلاق کا پیغام پہنچایا ہے اس لئے طلاق نہیں ہوگی اور حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ عورت حلالہ کے لئے راضی نہیں ہے؟ تو اس مسئلہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں عورت کو طلاق ہوگئی، لیکن اس نے کتنی طلاق دی ہے یہ سوال میں ذکر نہیں کیا گیا ہے، اگر تین طلاق دی ہو تو بغیر حلالہ شرعی

کے عورت شوہر کے لئے حلال نہیں ہے، اور اگر طلاق رجعی دی ہوتو رجوع کرنے سے یا عدت ختم ہو چکی ہوتو از سرنو نکاح کر لینے سے دونوں میاں بیوی بن جائیں گے، اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

قولہ ''اس نے خود طلاق نہیں دی ہے بلکہ دوسرے کے ذریعہ طلاق کا پیغام پہنچایا ہے اس لئے طلاق نہیں ہوگی'' الی آخرہ، بالکل غلط اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، خود طلاق دینے سے یا دوسرے کے ذریعہ طلاق کی خبر بھیجوانے سے یا دوسرے کو وکیل بنا کر طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۷﴾ کیا جھوٹ موٹ طلاق دینے سے طلاق ہوتی ہے؟

سوال: میں جی.ای.بی. کمپنی میں ملازمت کرتا ہوں میرے بھائیوں نے نان اور بسکٹ کی بیکری کھول کر اس کا کام شروع کیا، ہمارا خاندان کا سارا خرچ اسی سے چلتا ہے۔ بڑے بھائی کو اچانک سفر میں جانا پڑا تو میں اس شرط پر ان کی جگہ بیکری میں کام پر لگا کہ وہ آ جائیں گے تو میں دوبارہ اپنی پرانی ملازمت پر لگ جاؤں گا، اس لئے کہ ملازمت اچھی تھی، مجھے ٹیلیفون انجنیئر کا عہدہ ملا تھا لیکن بھائی ناراض تھے ان کا اصرار تھا کہ میں بیکری میں ان کے ساتھ کام کروں، میں نے کہا کہ میں ٹیلیفون انجینیئرنگ میں ماہر ہو جاؤں پھر بیکری میں کام کروں گا، لیکن بھائی نہیں مانے اور میں ان کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے ایک دن میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مشورہ کیا اور بھائی مجھے بلانے کے لئے آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو میں نے کپڑے بدل کر آتا ہوں ایسا بہانہ بنا دیا۔ اپنی بیوی کو کہا کہ میں کمرہ میں سو جاتا ہوں باہر نہیں نکلوں گا، اس لئے بھائی لوگ مجھے لے جائے بغیر نہیں مانیں گے اور مجھے جانا نہیں ہے اس لئے اگر اب بلانے آوے تو بہانے بنا کر کہہ دینا کہ انہوں نے تو ایسا

کہا ہے" بیکری پر کام کروں تو طلاق"۔

یہ ایک نہ جانے کا بہانہ تھا، طلاق کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔ بھائی دوبارہ بلانے آئے تو میری عورت نے مذکورہ الفاظ ان کو کہہ دئے، بھائی نے کہا کہ جو کہا ہے وہ ایک کاغذ میں لکھ دو ۔مفتی صاحب کوفتویٰ پوچھتے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مشورہ کیا کہ یہ لوگ نہیں مانیں گے اس لئے صرف جھوٹ موٹ میں لکھ دیتا ہوں۔ پھر بھائیوں کو سمجھانے کے لئے میں نے لکھنا شروع کیا کہ" میں اپنی پہلے والی کمپنی جی ای سی کمپنی میں کام پر جانے والا ہوں، اور اگر مجھے کام پر نہیں جانے دیں گے تو تجھے تین طلاق، اور بیکری میں کام کروں تو بھی تین طلاق، اور بیکری میں قدم رکھوں تو بھی تین طلاق" میرا طلاق کا بالکل ارادہ نہیں تھا تو اب طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں بھائی نے پہلی مرتبہ دروازہ کھٹکھٹایا اس وقت آپ کی عورت نے جو الفاظ آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہے کہ" انہوں نے تو ایسا کہا ہے" کہ بیکری پر کام کروں تو طلاق" اس جملہ میں طلاق کو شرط پر موقوف رکھا ہے نیز جب آپ نے اپنی مرضی سے طلاق لکھی جس کے الفاظ سوال میں مذکور ہیں تو اس کے مطابق جب شرط پوری ہوگی تو تین طلاق ہو جائے گی۔ اور عورت نکاح میں سے نکل جائے گی۔ جس طرح فقط جھوٹ موٹ طلاق صریح کے کلمات سے طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح فقط جھوٹ موٹ لکھنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا اس تحریر کے بعد انہوں نے اگر آپ کو جی ای سی میں ملازمت پر جانے نہ دیا ہو تو بھی تین طلاق ہو جائے گی، یا آپ بیکری میں کام کرو گے یا قدم رکھو گے تو بھی تین طلاق ہو جائے گی اور عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، اور بغیر شرعی حلالہ کے زوج کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (شامی: ۲/ ۴۲۸)

باب الرجوع

﴿۱۹۵۸﴾ رجوع میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے؟

سوال: میرا اپنی عورت کے ساتھ تاریخ ۱۹۷۰/۱/۲۱ کو جھگڑا ہوا، غصہ میں میں نے کہا کہ اگر تو گھر سے نکل کر اپنے باپ کے گھر گئی تو تجھے ایک طلاق، اور اسی دن وہ میری اجازت کے بغیر اس کے اپنے باپ کے یہاں چلی گئی، اب تاریخ ۱۹۷۰/۱/۲۱ کو دی ہوئی طلاق سے تین افراد کی موجودگی میں میں نے رجوع کر لیا ہے اور اس کی اطلاع عورت کو کر دی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ کیا اب میں اپنی بیوی کو واپس گھر لا سکتا ہوں؟ اور طلاق سے رجوع صحیح ہوا یا نہیں؟ یا مجھے اب کیا کرنا چاہئے۔ شرعی حکم سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایک طلاق دینے کے بعد عدت کے درمیان رجوع کر لینے سے رجوع صحیح ہو گیا، اس لئے اس عورت کے ساتھ پہلے کی طرح میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز ہے، اس صورت میں نئے نکاح کی یا عورت کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہے، یہ یاد رہے کہ اب دو طلاق دینے سے عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ (شامی، کتب فقہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب التحلیل

﴿۱۹۵۹﴾ نابالغ سے حلالہ کروانا؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اب ساڑھے تین مہینہ بعد یہ شخص اسی عورت کو دوبارہ اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے اور اپنے چھوٹے بھائی جس کی عمر تقریباً ۱۴ سال ہے یا کچھ زائد ہے اس سے نکاح کروا کر تین چار دن بعد وہ طلاق دے دے گا اور عدت کی مدت ختم ہو گی تو یہ شخص اس سے دوبارہ نکاح کر لے گا، لیکن میرا سوال یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، تو اگر میں حلالہ کا نکاح پڑھاؤں تو کیا میں بھی اس وعید کا مستحق بنتا ہوں؟ اور مجھے بھی گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مطلقہ عورت اپنی عدت ختم ہونے کے بعد اپنے ماضی کے شوہر کے چھوٹے بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے اس لئے اس نکاح کے پڑھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے نیز حلالہ کے لئے نکاح پڑھانے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اس لئے وہ نکاح پڑھا سکتا ہے۔

نوٹ: حلالہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ ناکح بالغ یا قریب البلوغ لڑکا ہو، جو کم از کم ایک مرتبہ جماع کر کے طلاق دے، لہذا صورت مسئولہ میں وہ چھوٹا بھائی بالغ نہ ہو تو نکاح تو ہو جائے گا لیکن حلالہ نہیں ہوگا اور نابالغ کی طلاق کا اعتبار بھی نہیں ہوگا لیکن اگر یہ شخص بالغ تو نہیں ہے مگر قریب البلوغ ہے اور جماع کرنے پر قادر ہے تو جماع کرنے کی صورت میں حلالہ درست ہو جائے گا۔ کیونکہ صحت حلالہ کیلئے انزال ہونا شرط نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۰﴾ حلالہ کے لئے شرطیہ نکاح کرنا؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک سال قبل طلاق دے دی تھی اور یہ عورت آج تک زیادہ تر طلاق دینے والے مرد کے ساتھ ہی رہتی تھی اور ابھی اس کا حلالہ اس طرح کروایا کہ دوسرے شخص نے اس عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے فوراً بعد اسے تین طلاق دے دی اور میاں بیوی میں خلوت نہیں ہوئی اور زوج اول نے اس دوسرے شخص سے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ نکاح کے فوراً بعد تین طلاق دے دے، تو کیا اس طرح شرطیہ نکاح کرنے سے حلالہ صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت زوج اول کے لئے ابھی تک حلال نہیں ہوئی اس لئے کہ حلالہ کے صحیح ہونے کے لئے زوج ثانی کا کم از کم ایک مرتبہ جماع کرنا ضروری ہے جو اس صورت میں نہیں ہوا ہے اور اس طرح شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے گناہ ہوا وہ مزید رہا۔

﴿۱۹۶۱﴾ حلالہ کا صحیح طریقہ؟

سوال: ایک شخص نے اپنی حاملہ عورت کو تین طلاق دے دی، کچھ دنوں بعد اسے بچہ پیدا ہوا جس سے اس کی عدت ختم ہوگئی اب اس عورت کو اس کا پہلا شوہر اپنانا چاہتا ہے اور وہ اپنا یہ ارادہ اپنے ایک دوست کو بتاتا ہے اور یہ دوست اسے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور یہ دوست خود ہی اس عورت سے نکاح کر لیتا ہے اور دونوں کا نکاح ہو جاتا ہے لیکن یہ شخص اس عورت سے خلوت میں نہیں ملتا اور اس سے ہمبستری بھی نہیں کرتا اور دو دن بعد اسے طلاق دے دیتا ہے یہ شخص اپنے دوست کے لئے ہی یہ کام کرتا

ہے اور اس شخص پر اس کے دوست کا کوئی زور وغیرہ نہیں ہوتا پھر بھی ہمبستری کئے بغیر ہی وہ طلاق دے دیتا ہے تو شرعاً یہ طلاق صحیح ہوگئی؟ اور یہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہوگئی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں دوسرے شوہر نے وطی سے قبل طلاق دے دی ہے تو یہ طلاق دینا تو صحیح ہے اس سے طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اس سے عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی اس لئے کہ حلالہ کے لئے دوسرے شوہر کا اس عورت سے وطی کرنا ضروری ہے، اور اس صورت میں وطی نہیں ہوئی ہے اس لئے یہ عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

حلالہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مطلقہ مغلظہ اپنی عدت پوری کرے پھر کسی دوسرے شخص سے صحیح طریقہ کے مطابق اس کا نکاح ہو اور اس کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ وطی ہو جائے اس کے بعد اس مرد کا انتقال ہو جائے یا وہ مرد اپنی مرضی سے اسے اپنے نکاح سے علیحدہ کر دے اور وہ عورت پھر اپنی عدت ختم کر لے تو اب زوج اول چاہے تو اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔(شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۶۲﴾ کیا تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص نے ایک غیر مسلم عورت کو مسلمان بنا کر اس کے ساتھ شریعت محمدی کے مطابق نکاح کیا، تین سال تک ان کی زندگی خوش وخرم رہی پھر ایک دن غصہ کی حالت میں اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، مرد نے کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں اس طرح تین مرتبہ کہا اس جملہ کے بعد وہ اپنے شوہر کے گھر سے اپنی بہن کے گھر چلی گئی انہوں نے اسے سمجھایا اور اسلام مذہب کو چھوڑ دینے کے لئے کہا، لیکن اس نے نہیں چھوڑا۔

یہ عورت آج پھر اپنے اسی زوج اول کے پاس واپس جانا چاہتی ہے اور وہ شخص بھی اب اسے رکھنے کے لئے رضامند ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لئے رضامند ہیں تو اب ان کے لئے شریعت میں کونسا راستہ ہے؟ کیا اس شخص کا اس عورت سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ اور وہ اب اسے رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں شوہر نے صریح الفاظ میں تین مرتبہ طلاق کا تکلم کیا ہے اس لئے اس عورت کو تین طلاق مغلظہ ہوگئی اور عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، اب اگر وہ عورت دوبارہ اسی مرد کے نکاح میں آنا چاہتی ہے تو بغیر شرعی حلالہ کے اس مرد کے نکاح میں نہیں آسکتی۔

﴿۱۹۶۳﴾ حلالہ کسے کہتے ہیں؟

سوال: حلالہ کسے کہتے ہیں؟ کیا حلالہ میں زوج ثانی کا جماع کرنا ضروری ہے؟ اگر زوج ثانی جماع نہ کرے تو شرعی قاعدہ سے کچھ خرابی آتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زوج اول سے تین طلاق ملنے کے بعد دوبارہ اسی زوج کے نکاح میں آنے کے لئے عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر کے جماع کرنے کو حلالہ کہتے ہیں، اس میں جماع کرنا شرط ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۶۴﴾ بغیر حلالہ کے بیوی شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہوگی؟

سوال: میرے لڑکے عبدالحفیظ نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی فرجانہ بانو کو گھر کے تین افراد کی موجودگی میں تین طلاق دی، یہ واقعہ پورا ہم نے ایک عالم سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ عورت کو تین حیض آجاوے اس کے بعد اس کا حلالہ کرا کر دوبارہ نکاح میں آسکتی

ہے۔آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ شریعت اسلامی سے اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ کیا مولانا کی بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی اور عورت نکاح میں سے بالکل نکل گئی اب عورت کی عدت یعنی تین حیض ختم ہو جائیں، اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے صحیح طریقہ کے مطابق اس کا نکاح کرا کر کم از کم ایک مرتبہ اس سے وطی ہو جاوے پھر وہ طلاق دیوے اور اس کی عدت ختم ہو جائے پھر وہ زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۶۵﴾ بغیر حلالہ کے مطلقہ مغلظہ کو اپنے گھر رکھنے والے کے ساتھ سلوک؟

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق مغلظہ دی پھر وہ شخص اپنی عورت کو بغیر حلالہ کے ہی اپنے گھر میں رکھنے لگا، تو ایسے شخص کے ساتھ اس کے رشتہ داروں کو کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اور اس شخص کا جب انتقال ہو جائے تو اس کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور اب اس عورت سے اس کی پیدا ہونے والی اولاد کا حکم کیا ہوگا؟ اور اس کے گھر کبھی وہ دعوت کرے تو اس کے یہاں کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟ اور اسے اپنے یہاں دعوت میں بلانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور بہت سخت گنہگار ہے، ایسے شخص کو اول سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو جس صورت سے ممکن ہو (زبان سے یا ہاتھ سے) اس کی اصلاح کرنی چاہئے، اور میاں بیوی کو فوراً جدا کر دینا چاہئے معاشرہ یا جماعت کو شامل کر کے اصلاح کرنی چاہئے، اس حالت میں پیدا ہونے والی اولاد حرامی اور

بیوی کے ساتھ رہنا زنا کے حکم میں ہے، البتہ یہ مؤمن ہے اس لئے انتقال کے وقت اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۶﴾ مطلقہ ثلاثہ کو بغیر حلالہ کے گھر میں رکھنے والے کے ساتھ سلوک؟

سوال: ہمارے گھر کے سامنے ایک مسلمان نے اپنی بیوی کو سب کے سامنے طلاق دے دی، اسے پٹیل صاحب نے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے سات مرتبہ طلاق دی ہے اب مجھے وہ عورت نہیں چاہئے لیکن کچھ دنوں بعد حلالہ کروائے بغیر اسی عورت کو اس نے اپنے گھر میں رکھا ہے اور پہلے کی طرح اس کے ساتھ رہائش رکھتا ہے تو اب ہمیں اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اس کے گھر کی کوئی چیز کھانا پینا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟ خوشی یا غمی کے موقع پر ہمیں یا عام مسلمانوں کو اس کے یہاں جانا چاہئے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں حنفی مذہب کے مطابق کیا فیصلہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اولاً تو اس شخص کو سمجھا سکے ایسے لوگوں کو اسے سمجھانا چاہئے اور آخرت کا خوف بتا کر حلالہ کے لئے سمجھانا چاہئے اس کے باوجود وہ اگر نہ سمجھے تو اس کے ساتھ کھانے پینے کا اور ہر طرح کا رشتہ ختم کر دینا چاہئے اور اس کے اس فعل کو دل سے برا سمجھ کر اور گناہ کا کام سمجھ کر اس سے نفرت کرنی چاہئے، اتفاق سے موت واقع ہو جائے تو مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز جنازہ اور تدفین میں حصہ لے کر کفن و دفن کرنا چاہئے، اس لئے کہ ہر نیک و بد کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۷﴾ کیا تین طلاق کے بعد حلالہ کرنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو بذریعہ خط تین طلاق دے دی، اصل خط انگریزی میں تھا اس لئے اس کا ترجمہ کر کے ساتھ میں ملحق کیا ہے، اب وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، صرف طلاق سے دھمکی دی تھی اور وہ اب اپنی بیوی کو واپس گھر لانا چاہتا ہے، تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صریح الفاظ میں طلاق دینے کے بعد یا لکھنے کے بعد مرد کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، اس لئے اسے طلاق کی دھمکی نہیں کہہ سکتے، اور بیوی کو تین طلاق مغلظہ ہوگئی اب بغیر حلالہ شرعی کے اسے بیوی بنا کر رکھنا زنا کے حکم میں شمار ہوگا، اگر وہ شخص بیوی کو رکھنا ہی چاہتا ہو تو جماعتی بھائیوں کو اس کے لئے حلالہ کروا دینا چاہئے۔ (شامی: ۲، قرآن شریف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۸﴾ شوہر کا ظاہر کے خلاف حلالہ کا دعویٰ کرنا؟

سوال: ہماری جماعت میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو کچھ دنوں قبل طلاق دے دی تھی، جماعت کے چار پانچ افراد کی موجودگی میں مہر، عدت وغیرہ کے روپئے بھی عورت کو دے دئے تھے، اب وہی شخص تین چار مہینوں بعد اسی عورت کے ساتھ گاؤں سے باہر دو تین دن گذار کر حلالہ کروا لیا کا دکھاوا کرتا ہے، لیکن اس میں جتنی عدت گذارنی چاہئے تھی وہ گذارے بغیر دونوں نے میاں بیوی کا رشتہ قائم کر لیا ہے، جماعت کے ذمہ داروں نے اس پر اعتراض کیا تو ان کے سامنے حاضر ہو کر معافی مانگی اور قبول کیا کہ اس نے نہ تو کوئی حلالہ کروایا ہے اور نہ کوئی عدت گذاری ہے وہ سخت گنہگار ہے اور جماعت کا جو بھی حکم ہوگا

اسے وہ پورا کرنے کے لئے تیار ہے۔

ابھی جماعت کوئی حکم کرے اس سے قبل دو دن بعد آ کر کہتا ہے کہ اس نے تمام کارروائی باقاعدہ کی ہے اور جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے جماعت کو اس کے خلاف جو اقدام کرنا ہو کر لے جماعت کی کوئی رائے یا حکم اسے منظور نہیں ہے، ہماری جماعت اس سے کافی الجھن میں آ گئی ہے، ایک بات تو طے ہے کہ اس نے شریعت اسلامی کے حکم کے مطابق حلالہ نہیں کروایا ہے اور نہ تو اس نے یہ ثابت کیا ہے اور یہ اظہر من الشّمس ہے کہ اس نے عدت بھی نہیں گذاری۔

ایک قابل لحاظ بات یہ ہے کہ آج سے کچھ سال قبل بھی اس نے اسی عورت کو طلاق دے کر حلالہ کا ہو بہو ناٹک کیا تھا، اس مرتبہ اس نے اسی ناٹک کو دہرایا ہے، اولاً ہم یہ جاننا چاہتے ہیں:

(۱) حلالہ کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ (۲) مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق کیا ہوا حلالہ شرعاً معتبر ہے؟

ایسے وقت ایک مسلمان کی ذمہ داری کیا ہے؟ ایسے واقعات کے سد باب کے لئے مسلم جماعت کو کیا اقدام کرنا چاہئے؟ اگر اس امر میں ہم تمام کوئی اقدام نہ کریں تو کیا ہم گنہگار ہوں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (۱) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دی یا الگ الگ مجلس میں تین طلاق دی تو قرآن کے فرمان کے مطابق جب تک شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ نہ ہو جائے وہ عورت مذکورہ شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس طلاق کی عدت ختم ہو جائے اس کے بعد یہ عورت کسی اور مرد سے شرعی طریقہ کے مطابق نکاح کر لے اور وہ مرد اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ ہمبستری کرے اس کے بعد وہ مرد اسے طلاق دے یا اتفاق سے انتقال کر جائے اور پھر وہ عورت اس طلاق یا وفات کی عدت ختم کرے اس کے بعد وہ اپنے پہلے والے شوہر کے لئے حلال ہوگی، یہ طریقہ نص قطعی سے ثابت ہے لہذا قرآن شریف پر ایمان رکھنے والے ہر مسلمان کے لئے اس حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اور ماننے کے باوجود عمل نہ کرنا سخت گناہ کا کام ہے، ایسا شخص فاجر کہلاتا ہے، اور بغیر حلالہ شرعی کے اس مطلقہ مغلظہ عورت کے ساتھ بیوی کا رشتہ رکھنا زنا کے حکم میں شمار ہوگا۔

(۲) مذکورہ طریقہ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے حلالہ ہوا ہو تو وہ صحیح نہیں کہلائے گا، اور اس سے عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی، لہذا بغیر حلالہ کے دونوں ساتھ میں رہتے ہوں تو دونوں کو فوراً جدا کر دینا چاہئے۔

(۳) اگر مسلم جماعت کے ذمہ دار اس فعل بد کو روکنے پر قدرت رکھتے ہوں تو جس طریقہ سے اصلاح کر سکتے ہوں، مثلاً: سمجھا کر یا معاشرتی دباؤ ڈال کر تو اس طرح عمل کرنا ضروری ہے، تاکہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکیں اور اللہ کی گرفت سے حفاظت میں رہ سکیں۔

﴿۱۹۶۹﴾ حلالہ سے متعلق گجراتی تفسیر کی عبارت کا مطلب؟

سوال: حلالہ سے متعلق ہم نے ایک گجراتی ترجمہ والے قرآن میں تفسیر دیکھی، جس میں لکھا ہوا تھا کہ عورت کو تیسری طلاق دینے کے بعد وہ عورت طلاق دینے والے مرد کے لئے

حلال نہیں رہتی، البتہ حلالہ کے بعد یعنی عدت کے ختم ہونے کے بعد دوسرا نکاح کر کے نئے شوہر کے ساتھ رہے اور اس سے ہمبستری بھی ہو جائے اس کے بعد وہ شوہر کسی وجہ سے اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے اس کے بعد اس کی عدت ختم ہو تو اب یہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور اب زوج اول اس سے نکاح کر سکتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ دوبارہ اختلاف کا ڈر نہ ہو ورنہ دوبارہ جھگڑا ہوگا اور ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوں گے اور گناہ میں ملوث ہوں گے۔ (پارہ:۲ سورۂ بقرہ آیت نمبر:۲۲۹)۔

دوسرا مسئلہ بہشتی زیور جلد:۴ میں طلاق کے بیان میں دیکھا کہ اگر دوسرے مرد کے ساتھ اس شرط کے ساتھ نکاح کیا گیا کہ بعد ہمبستری کے وہ اسے طلاق دے دے تو اس قول کا کوئی اعتبار نہیں زوج ثانی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اسے طلاق دے اور چاہے تو نہ دے، اور اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا سخت معصیت اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے نکاح کرنے والے اور جس کے لئے نکاح کیا جائے ان سب پر لعنت برستی ہے، البتہ نکاح ہو جاتا ہے، اور اس نکاح سے عورت زوج اول کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ (انتہی کلامہ)۔

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں تعارض نظر آتا ہے، قرآن کے حکم کا مطلب جو ہم نے سمجھا وہ یہ ہے کہ طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے نکاح ہوتا ہی نہیں، اور حلالہ بھی نہیں ہوتا اور وہ عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوتی، اور بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ قول وقرار کا اعتبار نہیں ہے زوج ثانی کو اختیار ہے چاہے طلاق دے یا نہ دے اور اس طرح کی شرط کے ساتھ نکاح کرنا بڑا گناہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت برستی ہے البتہ نکاح ہو جاتا ہے اور بعد طلاق وانقضائے عدت عورت زوج ثانی کے لئے حلال ہو جاتی ہے، تو ان دونوں باتوں میں کون سی بات صحیح ہے؟ اور دوسری بات کا جواب کیا ہے؟ اس

اشکال کو دور فرما کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... آپ نے تفسیر کی کتاب میں جو مسئلہ پڑھا اور بہشتی زیور میں جو مسئلہ پڑھا دونوں اپنی اپنی جگہ درست اور صحیح ہیں، البتہ تفسیر کی کتاب کی عبارت سے آپ نے جو نتیجہ اخذ کیا

(جس کو آپ نے سوال میں جو ہم نے سمجھا وہ یہ ہے کہ طلاق کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے نکاح ہوتا ہی نہیں، اور حلالہ بھی نہیں ہوتا اور وہ عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوتی کہہ کر بیان کیا ہے) یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ تفسیر کی کتاب کی عبارت میں عورت زوج اول کے لئے حلال کب ہوگی وہی بیان کیا ہے، عبارت میں دوسرے نکاح میں شرط لگانے کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، شرط والے نکاح کا مسئلہ بہشتی زیور میں لکھا ہے جو آپ نے پڑھا، لہذا تفسیر کی کتاب میں صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے نکاح اور اس کے بعد کی ہمبستری اور اس کے بعد کسی عذر سے طلاق سے عورت زوج اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور یہ دوسرا نکاح طلاق کی شرط کے ساتھ کیا گیا یا بغیر شرط کے اس کا ذکر تفسیر کی کتاب کی مذکورہ عبارت میں نہیں ہے۔

لہذا خلاصہ یہ ہوا کہ اس طرح شرطیہ حلالہ کرنا سخت گناہ کا کام اور حدیث شریف کے فرمان کے مطابق اللہ کی لعنت کا سبب ہے، البتہ دوسرا نکاح کیا اور ہمبستری بھی ہوئی اور اب طلاق دی تو یہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہو جائے گی، البتہ اس طرح شرطیہ حلالہ نہیں کرنا چاہئے اور ایسی شرط کرنا صحیح نہیں ہے بعد نکاح کے ناکح مختار ہے عورت کو طلاق دینا نہ چاہے تو اس پر زبردستی کرنا یا شرط پوری کرنے کے لئے دباؤ ڈالنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ

تعالی اعلم

﴿۱۹۷۰﴾ حلالہ کے لئے نکاح پڑھانا؟

سوال: حلالہ کے لئے جو شخص نکاح پڑھاوے وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور اس نکاح کے شاہدین اور وکیل
گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اور اگر حلالہ کے لئے کوئی شخص نکاح نہ پڑھاوے اور وہ شخص بغیر حلالہ کے اپنی بیوی کو ساتھ میں رکھے تو نکاح نہ پڑھانے والے کو گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نکاح پڑھانے میں گناہ نہیں ہے اور بغیر نکاح کے عورت کو ساتھ میں رکھنے میں زنا کا گناہ ہے اس سے بچنا چاہئے، ایسے گناہ سے بچانے کے لئے نکاح پڑھنا پڑھانا انشاءاللہ ثواب کا کام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۷۱﴾ بغیر حلالہ کے صرف نکاح پڑھ لینے سے مطلقہ مغلظہ حلال نہیں ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، بیوی اپنے والد کے گھر چلی گئی اور وہیں آٹھ نو مہینے رہی اس درمیان اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا، اب یہ عورت ایک رات والدین کی عدم موجودگی میں طلاق دینے والے مرد کے گھر چلی گئی اور خفیہ طور پر اس سے نکاح کر لیا تو اب سوال یہ ہے کہ بغیر حلالہ کے خفیہ طور پر نکاح ہوسکتا ہے؟ اور وہ شخص اس عورت کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب الفاظ صریح سے تین طلاق دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی اب قرآن کے حکم کے مطابق بغیر حلالہ شرعی کے وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی، چاہے طلاق کے بعد کتنی ہی مدت کیوں نہ گذر گئی ہو نیز بغیر

حلالہ کے اسی پہلے والے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے گا تو یہ نکاح صحیح اور معتبر نہیں کہلائے گا اور یہ شخص اس عورت کو اپنے گھر نہیں رکھ سکتا۔ (قرآن شریف، شامی، ہدایہ)

﴿۱۹۷۲﴾ حلالہ کا طریقہ؟

سوال: ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہونے پر اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، اس عورت کی عدت ختم ہو چکی ہے اور عورت فی الحال طلاق دینے والے مرد کے گھر ہی میں ہے، اب سوال یہ ہے کہ طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت دونوں کی مرضی ہے کہ حلالہ کروا کر نکاح کر لیں تو اس کے لئے حلالہ کی یہ صورت اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ کسی ایک مرد کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے وہ شخص ایک دو دن اس عورت کو رکھے اور صحبت بھی کرے اور دو تین دن بعد اس سے طلاق دلوائی جائے اور وہ طلاق دے دے اور اس طلاق کی عدت ختم ہو جائے تو اب یہ پہلے والا شوہر اس سے نکاح کر لے، تو اس طرح حلالہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق حلالہ کیا جائے گا تو مذکورہ عورت پہلے والے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، لیکن دوسرے شوہر کو طلاق کے لئے مجبور کرنا یا نکاح سے قبل حلالہ کی شرط لگانا سخت گناہ کا کام ہے۔ حدیث شریف میں ایسے محلل اور محلل لہ کے لئے اللہ کی لعنت کی وعید وارد ہوئی ہے، لہذا اسے مجبور نہ کیا جاوے، وہ خود اپنی مرضی سے طلاق دے تو بہتر ہوگا۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۷۳﴾ جیٹھ سے حلالہ کروانا؟

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق دے دی، زید کا بڑا بھائی عمر کنوارا ہے، کیا زید

حلالہ کے لئے

ہندہ کا نکاح اپنے بڑے بھائی عمر سے (جو کہ ہندہ کا جیٹھ ہے) کروا سکتا ہے؟ اگر جواب ہاں ہے تو کن شرطوں کے ساتھ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حلالہ کے لئے اپنے بڑے بھائی سے نکاح کروانا جائز ہے۔

﴿۱۹۷۴﴾ تین طلاق کے بعد عدت میں شوہر بیوی سے نکاح کرلے تو......؟

سوال: عارف اقبال قریشی نے اپنی بیوی مریم کو طلاق دے دی، اس کے دو گواہ بھی موجود ہیں، عارف نے اپنی جماعت کے روبرو اس کا اقرار بھی کیا ہے اور مہر اور عدت کا خرچ اور اس کی بیوی کے حاملہ ہونے کی وجہ سے ولادت کا خرچ دینے کی ذمہ داری بھی لی ہے، فی الحال اس نے صرف مہر کے روپئے ہی دئے ہیں اور بقیہ رقم نہیں دی ہے، طلاق کے ڈیڑھ مہینہ بعد عارف اپنی بیوی مریم کو سمجھا کر لے گیا اور جماعت کو خط لکھا کہ میں نے نادانی اور غصہ کی حالت میں یہ قدم اٹھایا تھا اور اب ہم دونوں دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا چاہتے ہیں اور ہم نے کورٹ میرج کرلیا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ دونوں اب میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں؟ اور انکا کورٹ میرج کرنا صحیح ہے؟ کیا بغیر حلالہ کے عارف مریم سے نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں لکھا ہے کہ عارف نے مریم کو طلاق دے دی، لیکن کتنی طلاق دی یہ نہیں لکھا ہے، اس لئے اگر طلاق رجعی یا بائن دی ہے تو بغیر حلالہ کے بھی عارف مریم سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ طلاق رجعی میں عدت کے درمیان صرف

رجوع کر لینے سے اور طلاق بائن میں عدت کے درمیان یا عدت کے بعد نکاح کر لینے سے دونوں میاں بیوی بن جاتے ہیں، اور اس میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

لیکن اگر عارف نے تین طلاق دی ہیں تو اب بغیر حلالہ شرعی کے مریم سے اس کا نکاح درست نہیں ہے، اس حالت میں مریم کے ساتھ رہنا زنا اور حرام کہلائے گا۔ اس لئے مریم اس طلاق کی عدت کو ختم کرے اور اس کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ مرد اس سے صحبت کرے اور اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے طلاق دے یا اس کا انتقال ہو جائے اور اس کی عدت ختم ہو جائے اس کے بعد وہ پہلے شوہر یعنی عارف سے نکاح کر سکتی ہے اور اس کی بیوی بن سکتی ہے، اس وقت تک کسی صورت میں دونوں کا ساتھ میں رہنا درست نہیں ہے، اس لئے دونوں کو فوراً جدا کر دینا چاہئے تا کہ زنا کا گناہ نہ ہو اور بچے ہوں تو ولد الزنا نہ کہلاویں۔

طلاق رضامندی سے دی ہو یا غصہ میں دونوں کا ایک ہی حکم ہے، بعد میں افسوس کرنے، پچھتانے یا راضی ہو جانے سے معاف نہیں ہو جاتی، نیز طلاق مغلظہ کی عدت میں کیا گیا نکاح معتبر نہیں کہلاتا، اس لئے یہ نکاح صحیح نہیں کہلائے گا بلکہ گناہ ہوگا۔ (شامی: ۲)

﴿۱۹۷۵﴾ حلالہ میں وطی ضروری ہے؟

سوال: ایک عورت کو تین طلاق ہو چکی ہے، عدت کے ختم ہونے پر دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا گیا، اس دوسرے شوہر نے ساڑھے تین گھنٹہ کے بعد طلاق دے دی، اور جس نے پہلے طلاق دی تھی، اس کے ساتھ فوراً نکاح کر لیا گیا، تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح صحیح نہیں ہوا تو نکاح پڑھانے والے اور شاہدین اور وکیل کو اس کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ کیا اس عمل

سے ان کا نکاح بھی فاسد ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مطلقہ ثلاثہ زوج اول کے لئے اس وقت حلال ہوگی جب کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد دوسرے مرد سے نکاحِ صحیح کرے اور اس دوسرے شوہر (زوج ثانی) سے صحبت بھی ہو جائے، پھر یہ زوج ثانی اس عورت کو طلاق دے یا اس کا انتقال ہو جائے، اور اس کی عدت ختم ہونے کے بعد پھر زوج اول کے لئے یہ عورت حلال ہو جائے گی۔

لہذا صورت مسئولہ میں ساڑھے تین گھنٹہ بعد طلاق دے دی گئی ہے، اگر یہ طلاق صحبت کے بعد بھی دی گئی ہو تب بھی عدت کے درمیان نکاح ہونے کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں ہوا، اور اگر صحبت کے بغیر طلاق دے دی گئی تھی تو یہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہی نہیں ہوئی، غرض بہر صورت فی الحال اس مرد کے لئے یہ عورت حلال نہیں ہے، فوراً دونوں کو جدا کر دینا چاہئے، نکاح پڑھانے والے اور شاہدین کو مذکورہ مسئلہ کا علم نہ ہو یا بے خبری میں نکاح پڑھا دیا ہو تو توبہ واستغفار کر لینا چاہئے، اس عمل سے ان کا نکاح بھی فاسد ہو جاتا ہے یہ عقیدہ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۶﴾ حلالہ میں ہم بستری نہ ہوئی ہو تو عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دی، اور انقضاء عدت کے بعد اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، لیکن نکاح کے آدھے گھنٹہ بعد ہی اس مرد نے طلاق دے دی، ہم بستری یا شب باشی نہیں ہوئی ہے، اب عدت کے ختم ہونے کے بعد یہ عورت اپنے زوج اول کے ساتھ نکاح کر کے میاں بیوی کی طرح رہ سکتی ہے یا نہیں؟ بہت سی مرتبہ

عدت ختم ہونے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کرتی ہے، لیکن عورت مرد کو ہم بستری کرنے نہ دے، اور ساتھ میں سونے نہ دے، اور طلاق کے بعد عدت کے ختم ہونے پر زوج اول کے ساتھ پھر سے نکاح کرلے، اور دونوں میاں بیوی کی طرح رہیں، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر کوئی شخص اپنی عورت کو تین طلاق دے، تو وہ عورت اس مرد کے نکاح میں سے نکل جاتی ہے، اگر پھر سے اسی مرد کے ساتھ نکاح کا ارادہ ہوتو شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ ہوجائے اس کے بعد وہ اس کی بیوی بن سکتی ہے۔ اور حلالہ میں دوسرے شوہر کے ساتھ صحیح طریقہ کے مطابق نکاح کرنے کے بعد کم از کم ایک مرتبہ ہم بستری کرنا ضروری ہے، اگر ہم بستری سے پہلے طلاق دے دی، تو یہ عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی، قرآن کریم میں بھی یہی حکم بیان کیا گیا ہے، اور جب کہ یہ عورت اپنے زوج اول کے لئے حلال ہی نہیں ہوئی ہے، اس کا علم ہونے کے باوجود کوئی اس عورت کا زوج اول کے ساتھ نکاح پڑھائے گا تو وہ سخت گنہگار ہوگا، اور مرد، عورت زنا کے گناہ میں ملوث ہوں گے، اس لئے شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ نہ ہوا ہوتو وہ عورت زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوئی، تو جن جن لوگوں نے نکاح ثانی میں حصہ لیا وہ سب تو سخت گنہگار ہیں ہی ساتھ میں بستی والوں کے لئے بھی ایک بوجھ ہے، اس لئے قرب وجوار کے لوگوں اور متعلقین واقرباء کو چاہئے کہ سمجھا کر تعلیم دے کر جماعت کا دباؤ ڈال کر ان کو جدا کردیا جائے، اور ان کی اصلاح کی جائے۔

﴿۱۹۷۷﴾ بغیر حلالہ کے مطلقہ بیوی کو ساتھ میں رکھنے والے کے گھر کا کھانا کھانا؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، کچھ دنوں بعد عورت بغیر حلالہ کے شوہر کے گھر آ گئی، وہ شخص بھی اسی گھر میں رہتا ہے، تو ان کے یہاں کا بنایا ہوا کھانا کوئی بھی شخص کھا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ شوہر نے کتنی طلاق دی تھی؟ اگر تین طلاق دی ہو جیسا کہ آگے حلالہ وغیرہ کے الفاظ سے سمجھا جا سکتا ہے تو اس طرح عورت کو رکھنا اور اس کے ساتھ بیوی کا رشتہ رکھنا ناجائز اور حرام اور زنا کے حکم میں ہے لہذا ہر ممکن شکل اختیار کر کے مقامی مسلم جماعت کو چاہئے کہ انہیں علیحدہ کر دیں، البتہ ایسے گناہ میں ملوث عورت کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے میں کسی طرح کی حرمت یا ناپا کی نہیں آ جاتی اس لئے کھا سکتے ہیں، اگر ان کی اصلاح کے ارادہ سے یا ان کے فعل پر ناراضگی کے اظہار کے لئے کوئی شخص نہ کھاتا ہو یا کھانا نہ چاہے تو بیشک اس میں ثواب ملے گا اور ایسا کرنا جائز ہے۔ (کتبہ فقہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۷۸﴾ بغیر حلالہ کے ہونے والے نکاح میں امام و مؤذن کا شریک ہونا

سوال: بغیر حلالہ کے ہونے والے نکاح میں شامل ہونے والے حضرات جن کو طلاق کا علم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس کا حلالہ نہیں ہوا ہے اور پھر بھی نکاح میں شریک ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے نکاح پڑھانے والے امام، مؤذن وغیرہ گنہگار رہیں یا نہیں؟ مؤذن کی اذان اور امام کی امامت میں کوئی فرق آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مطلقہ مغلظہ کا بغیر حلالہ کے اسی پہلے والے شوہر سے

نکاح پڑھانا سخت گناہ کا کام ہے، اور کچھ صورتوں میں ایمان کے خارج ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے جان بوجھ کر جن لوگوں نے اس نکاح میں حصہ لیا انہیں سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے، اور اس عورت کو شوہر سے جدا کر دینا چاہئے۔ لیکن ان لوگوں کو اگر اس بات کا علم نہ ہو یا عورت نے یہ کہا ہو کہ اس نے حلالہ کروا لیا ہے اور عدت ختم ہو چکی ہے اور ظاہری حالت اس پر دلالت بھی کرتی ہو یعنی اتنی مدت گزر چکی ہو کہ جس میں حلالہ کے ساتھ عدت ختم ہو سکے تو ان لوگوں کے نکاح میں حصہ لینے سے وہ گنہگار نہیں ہوں گے۔ (شامی: ۶۱۲/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۷۹﴾ مطلقہ کو دوبارہ نکاح میں لانے کی کارروائی؟

سوال: میرے بھائی نے اس کی بیوی کو آج سے دو سال قبل رجسٹرڈ خط سے طلاق لکھ دی تھی جو اس نے وصول کر لی تھی اور ہم نے عدت اور مہر کے روپئے بھی دے دئے تھے، اب اس کے گھر والوں سے تعلقات کے بہتر ہونے پر میرا بھائی اس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس کے لئے از روئے شرع کیا کارروائی کرنی پڑے گی؟

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کا دوسرے مرد سے نکاح کروا کر بعد نکاح کے وہ فوراً طلاق دے دے اور وہ عدت ختم کر لے اس کے بعد میرا بھائی اس سے نکاح کر سکتا ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ آپ کے بھائی نے اپنی بیوی کو کتنی طلاق دی تھی؟ اگر ایک یا دو طلاق دی ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہوئی اور اب صرف از سر نو نکاح کر لینے سے دونوں میاں بیوی بن سکتے ہیں اور اگر تین

طلاق دی ہوتو بغیر حلالہ شرعی کے دونوں میاں بیوی نہیں بن سکتے۔
حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ مطلقہ مغلظہ طلاق کی عدت ختم کرے جو حائضہ کے لئے تین حیض اور حاملہ کے لئے وضع حمل ہے اس کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ صحیح طریقہ کے مطابق نکاح کرے اور اس کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ ہمبستری ہوجائے اور اس کے بعد وہ شوہر اپنی مرضی سے اسے طلاق دے یا اس کا انتقال ہو جائے اور اس طلاق یا انتقال کی عدت پوری ہو پھر شوہر اول اس عورت سے دوبارہ نکاح کر کے اس کے ساتھ رہ سکتا ہے۔
آپ نے کچھ لوگوں کا جو قول نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے دوسرے شوہر کا جماع کرنا اور طلاق کے بعد عدت گزارنا ضروری ہے۔(شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

باب انکار الطلاق

﴿۱۷۸۰﴾ شوہر طلاق کا انکار کرتا ہے اور عورت اقرار کرتی ہے تو طلاق ہوگی؟

سوال: شوہر نے بیوی کو مار پیٹ جھگڑے کے دوران تین طلاق کے الفاظ کہے، اب یہ شوہر کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اور میں نے طلاق کے الفاظ نہیں بولے ہیں۔ اور اس کی بیوی کہتی ہے کہ شوہر نے تین سے پانچ مرتبہ طلاق کے الفاظ کہے ہیں۔ اور شوہر انکار کرتا ہے۔ ابھی وہ عورت اس کے والد کے گھر ہے اور شوہر بلانا چاہتا ہے، اور مارنے کی دھمکی دے رہا ہے یہ میاں بیوی کے ۴ سے ۶ سال کے دو بچے ہیں، اس صورت میں بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے؟ عورت کو شوہر کے گھر بھیجنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شوہر نے اپنی بیوی کو مار پیٹ اور جھگڑے کے دوران تین طلاق دے دی، اور عورت نے اپنے کانوں سے یہ طلاق سنی ہے اس لئے عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی اب عورت مرد کے لئے حرام ہوگئی چاہے اس واقعہ کا کوئی گواہ نہ ہو اس لئے کہ عورت نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے اس لئے شوہر کو اپنے اوپر قابو دینا کسی طرح جائز نہیں ہے، چھٹکارے کی جو بھی صورت بن سکتی ہو اسے اختیار کر کے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ (شامی:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۸۱﴾ طلاق دے کر بعد میں انکار کرنا؟

سوال: میرے چھوٹے بھائی نے دوسری شادی کی، جس کی وجہ سے ہمارے گھر میں بہت جھگڑے ہوتے تھے، پہلی بیوی کہتی تھی کہ تم اسے چھوڑ دو۔ تو بھائی نے ایسا کہا کہ سمجھ لے کہ

میں نے اسے چھوڑ دیا۔تو بیوی نے کہا ایسے نہیں منہ سے بول (کہہ) کر بتاؤ۔تو میرے بھائی نے اس کی بیوی کی ماں (اس کی ساس) اور میرے بڑے بھائی اور بڑی بھابھی یہ چاروں کے سامنے دوسری بیوی کو تین مرتبہ منہ سے بول کر طلاق دی۔اور اب اس سے پوچھتے ہیں کہ تو نے طلاق دی تو کہتا ہے کہ معلوم نہیں،تو آنجناب قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ اس طرح کرنے سے طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں دوسری منکوحہ کو منہ سے بول کر تین مرتبہ طلاق دی، اور سننے والے بھی موجود ہیں،تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔اور دوسری عورت نکاح میں سے نکل گئی،اب جب تک شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ نہ ہوجاوے اس عورت سے نکاح کا تعلق رکھنا حرام ہے۔

﴿۱۸۸۲﴾ مرد طلاق کا منکر ہے اور عورت طلاق کا دعویٰ کررہی ہے تو فیصلہ کس طرح کیا جائے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک واقعہ پیش آیا ہے،جس کا شرعی حکم آپ سے چاہتے ہیں کہ اس کا شرعی حل کیا ہے؟

بشیر بھائی اور ان کی عورت کے درمیان ایک دن سخت جھگڑا ہوا، جھگڑے میں مار پیٹ اور گالی دینا وغیرہ سب کچھ ہوا، اخیر میں غصہ میں آکر بشیر بھائی نے اپنی عورت ممتاز کو کہا کہ ” میں تجھے طلاق دے دوں گا، دے دوں گا، دے دوں گا“۔اور بشیر بھائی کی عورت ممتاز کا کہنا ہے کہ اس کے شوہر نے یوں کہا کہ ” تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے“ اور اب تیرا میرے گھر میں کوئی حق نہیں ایسا کہہ کر مجھے گھر سے باہر نکال دیا۔

اس وقت وہاں صرف بشیر بھائی کی ماں موجود تھی لیکن وہ ضعیف ہیں اور دماغ سے بھی کمزور ہیں، البتہ ایک تیسری عورت جو دیوار کے اس پار تھی اس نے یہ پورا ماجرا اپنے کانوں سے سنا اس کی عمر ۴۰ یا ۴۲ سال ہے اس کا کہنا ہے کہ میں نے دونوں میاں بیوی میں جھگڑا ہوتے سنا اور بشیر بھائی نے کہا طلاق طلاق طلاق نکل میرے گھر سے، تو میرے نکاح سے نکل گئی۔ اس واقعہ میں بشیر بھائی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق نہیں دی اور میرا طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا، میں نے صرف غصہ میں آ کر مذکورہ بالا کلمات کہے، ان کی بیوی سے تحقیق کے درمیان یہ ظاہر ہوا کہ ان کی اپنے میاں کے ساتھ بنتی نہیں تھی اس لئے وہ ساتھ رہنا نہیں چاہتی، اس لئے ایسا کہتی ہے۔ تو اس پورے واقعہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح فیصلہ کیسے کیا جائے؟ اور کیا بشیر بھائی کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں اس بارے میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے اس سے واقف فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں شوہر بشیر اور اس کی بیوی ممتاز کے درمیان جھگڑا ہونا اور مار پیٹ کرنا اور گالی دینے وغیرہ پر تو دونوں متفق ہیں، لیکن طلاق کے لئے بشیر بھائی نے کون سے الفاظ استعمال کئے اس پر دونوں کا بیان مختلف ہے، مرد کہتا ہے کہ ”میں تجھے طلاق دے دوں گا، دے دوں گا، دے دوں گا“ ایسا کہا تھا۔ اور عورت حلفیہ بیان دے رہی ہے کہ مجھے صاف الفاظ میں ”تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے“ ایسا کہا ہے۔

تو شرعی حکم یہ ہے کہ عورت کو اپنا مدعیٰ گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا ہوگا، لیکن اس وقت وہاں صرف ساس موجود تھی اور ساس شوہر کی ماں ہوتی ہے لہذا وہ اپنے ضعف اور دماغ کی کمزوری اور طلاق دینے والے کی ماں ہونے کی وجہ سے گواہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

اور گواہ کے طور پر جو دوسری بہن کا ذکر کیا گیا ہے وہ روبرو وہاں موجود نہیں تھیں اُن کے اور اِن کے درمیان دیوار تھی دونوں ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے انہوں نے صرف آواز سنی ہے اس لئے ان کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ مرد طلاق دینے کا منکر ہے اور بیوی طلاق دینے کا دعویٰ کر رہی ہے اور عورت کے پاس گواہ بھی نہیں ہے تو اس صورت میں مرد کو اپنی بات ثابت کرنے کے لئے قسم کھانی ہوگی، اگر مرد حلفیہ بیان دے کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے صرف دے دوں گا دے دوں گا دے دوں گا ہی کہا ہے تو مرد کی بات پر بھروسہ کر کے عدم وقوع طلاق کا فیصلہ کیا جائے گا۔

وقوع طلاق کے لئے گواہی کی ضرورت نہیں ہے، لیکن قاضی کے سامنے طلاق ثابت کرنے کے لئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے، جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷/۲/۴ اور ۲۵۰ پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اب جبکہ عورت نے اپنے کانوں سے صاف طلاق کے الفاظ سنے ہیں اور اسے یقین بھی ہے کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاق دی ہے اور اب تیرا میرے گھر میں کوئی حق نہیں ہے کہہ کر گھر سے باہر نکال دیا ہے تو اب عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے، اور زن وشوہر کا تعلق رکھے، بلکہ اپنے زعم کے مطابق اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر شوہر سے چھٹکارے کی ہر ممکن شکل کو اپنائے، اور اپنے آپ کو گناہ سے بچائے، جیسا کہ شامی ۴۳۲/۲ پر ایسا ہی لکھا ہے کہ:

''کہ جب عورت نے خود سنا ہے یا کسی معتمد نے اس سے طلاق دینے کی خبر دی تو اب عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اوپر شوہر کو قابو دے، ایسی عورت جماعت یا قاضی

کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرے اور جماعت تحقیق کر کے مرد کے حلفیہ بیان کی وجہ سے اور عورت کے پاس گواہ نہ ہونے کی بنیاد پر مرد کے حق میں عدم وقوع طلاق کا فیصلہ دے گی، تو عورت روپئے دے کر یا کسی بھی صورت کو اختیار کر کے اپنا تعلق شوہر سے ختم کرا دے، اگر مجبوراً کوئی قدم نہ اٹھا سکے اور مرد کے ساتھ رہنا پڑے تو اس صورت میں عورت گنہگار نہیں ہوگی مرد ہی گنہگار ہوگا اس کے باوجود عورت کے لئے جماع کروانا حرام ہے، ساتھ رہنے میں مجبوری ہونے کی وجہ سے عورت گنہگار نہیں ہوگی۔''

لہذا صورت مسئولہ میں جماعت اس فتوے کی روشنی میں کارروائی کر سکتی ہے۔

﴿۱۸۸۳﴾ معتمد کا طلاق کی خبر دینا

سوال: میرا نکاح آج سے ۱۴ سال قبل عمران کے ساتھ ہوا تھا اس سے مجھے پانچ بچے ہیں، تاریخ ۱۲/۷/۲۰۰۷ء کو میرے شوہر نے میرے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر میرے والد اور ایک عورت اور ایک مرد کی موجودگی میں مجھے تین طلاق دی، اس وقت میں وہاں موجود نہیں تھی۔ اب میرا شوہر عمران اور اس کی سوتیلی ماں اور اس کا بھائی اور اس کی بہن طلاق کا انکار کرتے ہیں۔

کوئی والد اپنی بیٹی کا برا نہیں سوچتا، طلاق کا علم ہونے کے بعد اپنے سر عذاب کیوں رکھے؟ حقیقت حال کو چھپا کر جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں؟ میرے والد پر مجھے اعتماد ہے اور مکمل یقین ہے کہ میری طلاق ہو چکی ہے اور اب میں اپنے شوہر کے نکاح میں نہیں ہوں اور شرعی حکم کے مطابق اب میں اس کے گھر نہیں جا سکتی۔

میرا شوہر عمران طلاق کے دو دن بعد اپنی نانی کی زیارت میں گیا تھا وہاں دو معتبر شخصوں نے

اس سے کہا کہ تو نے زلیخا کو طلاق دے کر اچھا نہیں کیا؟ تو جواب میں اس نے کہا کہ میں نے جو کیا ٹھیک کیا ہے، اس طرح میرے والد اور گاؤں کے دو معتبر بزرگ گواہ ہیں، اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ مجھے طلاق ہو چکی ہے اور میں اپنے شوہر کے نکاح میں نہیں ہوں۔ ان حالات میں میرے والد اور گاؤں کے دو معتبر بزرگوں کی گواہی کی بنیاد پر شریعت محمدی کے مطابق مجھے طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......طلاق کے وقت آپ وہاں موجود نہیں تھیں، لیکن آپ کے معتمد شخص نے آپ کو طلاق کی اطلاع دی تو اب وہ شوہر آپ کے لئے حلال نہیں رہا، لہذا اب اس شوہر کے ساتھ بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں ہے، اور آپ کو طلاق ہو گئی۔

والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدلٌ لا یحل لها تمکینه الخ (شامی: ۴۳۲/۲)

﴿۱۸۸۴﴾ میاں اور بیوی میں وقوع طلاق کے بیان میں تفاوت

سوال: ایک شوہر نے اپنی بیوی کو پانچ سال قبل ایک طلاق رجعی دی تھی، اور عدت میں اس سے رجوع کر لیا تھا، تھوڑے دن قبل شوہر نے بیوی سے جھگڑا ہونے پر کہا کہ خاموش ہو جا اور ہوش میں آ، ورنہ ایک طلاق تو دے چکا ہوں اور دو باقی ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں بھی پوری کرنی پڑیں، اور بیوی یوں کہتی ہے کہ مجھے میرے شوہر نے یوں کہا کہ ایک طلاق دی ہے اور دوسری دو پوری کرتا ہوں، اس بات چیت کے وقت وہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا کہ وہ گواہ بن سکے تو اس صورت میں بیوی کو طلاق ہو گی یا نہیں؟

کیا بیوی کے لئے شوہر سے جدا رہنا واجب ہے؟ کیا بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ شوہر کو

اپنے اوپر قدرت نہ دے؟ کیا بیوی شوہر سے بات کرسکتی ہے؟ میاں بیوی دونوں اپنا بیان حلفیہ دے رہے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں شوہر کا بیان ہے کہ اس نے یوں کہا کہ ’’ایک طلاق تو دے چکا ہوں اور دو باقی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں بھی پوری کرنی پڑیں‘‘۔اور بیوی کہتی ہے کہ شوہر نے کہا کہ ’’ایک طلاق دی ہے اور دوسری دو پوری کرتا ہوں‘‘اوراس وقت کوئی گواہ نہیں تھا کہ جسے عورت اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر سکے تو شوہر سے اس کے بیان پر قسم لی جائے گی، اگر شوہر قسم کھا کر کہہ دے کہ اس نے بقیہ دو طلاقیں نہیں دی صرف طلاق کا وعدہ کیا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور بیوی شوہر کے نکاح میں ہے۔

اب اگر بیوی کو یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ شوہر نے طلاق دی ہے اور اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو اب یہ اس شوہر کے ساتھ بیوی کا تعلق نہ رکھے اور جس صورت سے بھی ممکن ہو اس شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کی کوشش کرے،شوہر سے بات چیت کرسکتی ہے۔

باب طلاق المکرہ

﴿۱۸۸۵﴾ زور وزبردستی سے ڈباؤ میں آ کر طلاق دینا؟

سوال: ایک شخص کی شادی کو تین سال ہوگئے، اس کی بیوی مہمان کا بہانہ کر کے اپنے میکے گئی، اب سچی جھوٹی باتیں بتا کر شوہر کے گھر آنے سے انکار کرتی ہے، اور اس کے والدین زور وزبردستی کر کے طلاق کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن شوہر طلاق دینے پر رضامند نہیں ہے۔ اب اگر یہ شخص نان ونفقہ اور مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دے تو کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے؟ اگر ظلماً طلاق کے ساتھ لڑکی والے نان ونفقہ اور مہر مانگیں اور اسے دینا پڑے تو کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ظلم یا زور وزبردستی سے مجبور ہو کر دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے، اور مہر اور عدت کا خرچ بھی دینا لازم ہوتا ہے، زور وزبردستی سے مجبور ہو کر طلاق دینے سے عورت کا یہ حق ختم نہیں ہو جاتا۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ)

لیکن عورت یہ کہے کہ میں نے اپنے یہ حقوق یا خرچ معاف کر دئے یا مجھے طلاق دے دو اور اس کے جواب میں مرد طلاق دے دے تو مہر اور عدت کا خرچ معاف ہو جائے گا، اسی طرح مہر اور عدت کے خرچ پر خلع کر لے اور عورت اسے منظور کر لے تو بھی معاف ہو جائے گا۔ (جوہرہ: ۱۲۲، عالمگیری: ۵۱۶)

﴿۱۸۸۶﴾ کورٹ کے ڈباؤ میں آ کر طلاق دینا؟

سوال: ایک عورت اپنے شوہر کی نافرمان ہے اور برائی میں ملوث ہے پھر بھی اس کا شوہر بچوں کے مستقبل کی وجہ سے اسے چھوڑنا نہیں چاہتا اور شوہر کو اس سے بہت محبت ہے لیکن

بلانے پر بھی وہ عورت اپنے شوہر کے گھر نہیں آتی اور دونوں کا مقدمہ کورٹ میں چل رہا ہے ،سرکاری کورٹ تو لڑکی کے حق میں ہی فیصلہ کرتی ہے اور لڑکی جہاں جانے پر راضی ہو وہیں جانے کا حکم دے گی ،لیکن سوال یہ ہے کہ کورٹ اپنے اختیارات کے زور پر شوہر سے طلاق کے الفاظ کہلائے اور شوہر کا طلاق دینے کا بالکل ارادہ نہ ہو اس کی نیت سو فیصد طلاق دینے کی نہیں ہے لیکن کورٹ کے دباؤ میں آکر وہ منہ سے طلاق کے الفاظ کہہ دے اور دل میں طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب کہ زبان سے طلاق کا تکلم کیا ہے تو چاہے جبراً وکرہاً ادا کرنے پڑے ہوں اور طلاق کا ارادہ ونیت نہ ہو تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (شامی وغیرہ)

﴿۱۸۸۷﴾ جبراً وکرہاً طلاق دینے سے طلاق ہوگی؟

سوال: سرکاری کورٹ کا فیصل (جج) مجسٹریٹ مرد پر جبر واکراہ کر کے طلاق دلوا سکتا ہے؟ اسے طلاق دینے کا اختیار ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جبر واکراہ یا زور وزبردستی سے مجبور ہو کر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کے الفاظ کہے (کلماتِ طلاق کا تکلم کرے) تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، چاہے جبر واکراہ کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ (شامی، درمختار)

﴿۱۸۸۸﴾ ڈر اور دھمکی سے مجبور ہو کر دی گئی طلاق؟

سوال: ایک منکوحہ عورت آزاد منش ہے، اپنے شوہر کے علاوہ غیر سے بھی ناجائز تعلق رکھتی ہے ایسی عورت اپنے شوہر کے گلے پر چھری وچاقو رکھ کر اس سے طلاق کہلائے تو کیا اس

سے طلاق ہوگی؟ اور وہ طلاق عند الشرع قابل قبول ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس طرح زور زبردستی یا ڈر سے مجبور ہو کر زبان سے تکلم کر کے دی گئی طلاق صحیح سمجھی جاتی ہے، اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (شامی: ۲)

﴿۱۸۸۹﴾ طلاق کے لئے مجبور کرنا؟

سوال: ایک شخص کی شادی کو دو دن ہوئے، بیوی شوہر کے گھر تھی، شوہر کو جہالت میں رکھ کر اور دھوکہ کر کے لڑکی کا بھائی اور ایک اور شخص لڑکی کو گھر لے گئے، اور اب لڑکے کو طلاق دینے کے لئے مجبور کر رہے ہیں تو کیا طلاق کے لئے مجبور کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ابغض الحلال عند الله الطلاق۔ حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے ناپسند چیز طلاق ہے، اس لئے جب کہ دونوں میاں بیوی نکاح کے بعد ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور نکاح بھی صحیح ہو چکا ہے تو غلط طریقہ سے زور روز بردستی کر کے طلاق کے لئے مجبور کرنا درست نہیں ہے، البتہ اگر غیر کفو میں لڑکی نے اپنی مرضی سے نکاح کر لیا ہو تو لڑکی کے ولی کو اس نکاح کے رد و باطل اور ختم کرنے کا اختیار رہے گا۔

﴿۱۸۹۰﴾ طلاق کی دھمکی سے طلاق واقع نہیں ہوگی؟

سوال: آج سے تقریباً دو سال قبل ایک شخص نے اپنے لڑکے سے کہا تھا کہ ”اگر تو اپنی عورت کو طلاق دے گا تو میں تیری ماں کو طلاق دے دوں گا“ (یہ الفاظ باپ نے صرف لڑکے کو ڈرانے کے لئے کہے تھے، طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، باپ نے جب یہ الفاظ کہے اس وقت باپ کو لڑکے کی بیوی سیدھی سادی اور بے گناہ معلوم ہو رہی تھی اور لڑکے کا قصور معلوم ہو رہا تھا، اس لئے باپ نہیں چاہتا تھا کہ لڑکا طلاق دے اسی لئے یہ الفاظ کہے

تھے) اس بات کو آج دو سال گذر گئے ہیں جیسے جیسے دن گزرتے گئے لڑکے کی بیوی کے اخلاق کا تجربہ باپ کو ہونے لگا اور اخیر میں یقین ہو گیا کہ عورت بد اخلاق ہے اور لڑکے کا قصور نہیں ہے بلکہ عورت ہی کا قصور ہے، میاں اور بیوی میں نا اتفاقی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لڑکے کا ارادہ طلاق دینے کا ہے اور اب باپ بھی راضی ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دے دیوے تو کیا لڑکے کی ماں کو بھی طلاق ہو جائے گی؟

اور اگر لڑکا طلاق نہ دے بلکہ عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور خلع کر لے تو کیا خلع کی صورت میں لڑکے کی ماں پر طلاق واقع ہو گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ جملہ میں باپ نے اس کی ماں کو طلاق دینے کی دھمکی دی ہے تو یہ الفاظ زمانۂ آئندہ میں طلاق دینے کا ارادہ بتلا رہے ہیں، اور طلاق کا ارادہ کرنے یا طلاق کا وعدہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا اب اگر لڑکا اپنی بیوی کو طلاق دے بھی دے یا نہ دے دونوں صورتوں میں باپ کے مذکورہ الفاظ سے باپ کی عورت یعنی لڑکے کی ماں پر طلاق واقع نہیں ہو گی، اور جبکہ لڑکے کے طلاق دینے سے لڑکے کی ماں کو طلاق نہیں ہو گی تو خلع کرنے سے لڑکے کی ماں پر طلاق واقع ہونے کا سوال ہی نہیں رہتا۔ (فتاویٰ قاضی خان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۸۹۱﴾ سیدہ لڑکی کا غیر سید سے خود نکاح کر لینا اور جبراً طلاق لینا

سوال: بعد سلام مسنون! ہماری جماعت کے ایک سربراہ سید خاندان کی لڑکی کو محلّہ میں رہنے والا دوسری جماعت کا ایک لڑکا بھگا کر اپنے ساتھ لے گیا، اور دوسرے گاؤں لے جا کر اس سے نکاح کر لیا، لڑکی پڑھی لکھی تعلیم یافتہ ہے، اور لڑکا گنوار، گجراتی پڑھا ہوا، شرابی

اور جوا کھیلنے والا ہے، اس لئے لڑکی والے لڑکی کو دو دن میں اپنے گھر واپس لے آئے، جماعت کے دس بارہ افراد کی حاضری میں لڑکی نے لڑکے کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا، اس لئے لڑکے نے سب کی موجودگی میں تین مرتبہ بلند آواز سے طلاق دے دی تھی۔ اب اس لڑکے کا کہنا ہے کہ مجھ سے جبراً طلاق لی گئی ہے، تو ان حالات میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکے نے اپنی زبان سے تین مرتبہ طلاق کا تکلم کیا ہے تو تین طلاق واقع ہوگئی، اور عورت نکاح میں سے نکل گئی، جبراً طلاق لی گئی ہو تو اگر اس صورت میں طلاق کا تکلم کیا ہو تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (کما ذکر فی الشامی: ۴۲۱/۲ والعالمگیریہ: ۳۵۳/۱) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۹۲﴾ برطانیہ کی عدالت کیطرف سے دی گئی طلاق کا حکم

نوٹ: یہ سوال وجواب جلد ہذا کے اخیر میں بعنوان **"برطانیہ کی عدالت کیطرف سے دی گئی طلاق کا حکم"** مع تقریظات وتائیدات اکابر درج کیا گیا ہے۔

باب طلاق المدنی

﴿۱۸۹۳﴾ عورت کا کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے طلاق سے انکار کرنا؟

سوال: میرا نکاح ایک عالمہ لڑکی سے ہوا جو ایک مدرسہ کی فارغ التحصیل ہے اور فی الحال مدرسہ آمنہ میں پڑھا رہی ہے، کچھ نا اتفاقی کی بنا پر میں نے دو گواہوں کی موجودگی میں طلاق نامہ لکھ کر دے دیا، اس کے بعد وہ نہ میرے گھر آئی اور نہ اس کا کوئی رشتہ دار آیا، میرا اس سے ایک سات سال کا لڑکا ہے، ایک سال کے بعد اس نے کورٹ میں مقدمہ داخل کر دیا، اور طلاق کا انکار کر دیا اور مجھ سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتی ہے اور کورٹ میں اس لڑکی نے صاف انکار کر دیا کہ میں کوئی عالمہ نہیں ہوں اور میں کسی دار العلوم میں پڑھنے نہیں گئی، اس بات کی تصدیق کرنے والا کورٹ کا کاغذ آپ کے زیر نظر ہے، صفحہ نمبر: ۷ پر اس کا ذکر ہے، اور اس کی ایک نقل ہم نے مدرسہ آمنہ کے ذمہ داروں کو بھی دی اور ان سے پوری بات بھی کی اب ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ یہ لڑکی مدرسہ میں پڑھا سکتی ہے اور ذمہ داران مدرسہ کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور یہ لڑکی مجھے میرے لڑکے سے ملنے بھی نہیں دیتی میں شرعی اعتبار سے اپنے لڑکے کو کتنے سال میں واپس لے سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرد نے تحریراً طلاق دو گواہوں کے سامنے دی ہے جس کا اقرار بھی شوہر کر رہا ہے تو اس صورت میں کاغذ پر طلاق لکھتے ہی عورت پر طلاق واقع ہو گئی اور عدت شروع ہو گئی۔ اب لڑکی کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے طلاق سے انکار کر رہی ہے تو اس کا انکار معتبر نہیں کہلائے گا، طلاق کے بعد عدت کا اوسط درجہ کا خرچ اور مہر ادا نہ کیا ہو تو مہر کی رقم کی عورت حقدار ہے، اس سے زیادہ لینا یا کورٹ

میں مقدمہ دائر کر کے زبردستی وصول کرنا ظلم ہے، ناجائز اور حرام ہے، صرف چھوٹے لڑکے کی پرورش کا درمیانی درجہ کا خرچ لینے کی حقدار ہے، اور باپ کے ذمہ وہ خرچ دینا ضروری بھی ہے۔

عورت کورٹ میں جھوٹ بولتی ہے تو آپ اس کے خلاف ثبوت پیش کر کے کورٹ سے حکم حاصل کر سکتے ہیں، اسلامی نقطہ نظر سے جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، لیکن اس کی سزا آخرت میں ملے گی، مدرسہ میں پڑھانے کی ملازمت کے لئے مدرسہ کے ذمہ داروں سے بات کرنی چاہئے، صرف اس علت کی بنا پر مدرسہ کی تعلیم سے روکنا صحیح نہیں ہے۔

آپ کا لڑکا سات سال کا ہے اسے وقتاً فوقتاً ملنے اور دیکھنے کا آپ کو حق ہے، آپ کے اس حق سے آپ کو روکنا مناسب اور صحیح نہیں ہے، آپ کورٹ سے آپ کا یہ حق حاصل کر سکتے ہو، جب اس کے لکھنے پڑھنے اور تہذیب وتمدن سیکھنے کی عمر ہو جائے تو باپ یہ کام اچھی طرح کر سکتا ہے تب آپ اسے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ (شامی، عالمگیری)

﴿۱۸۹۴﴾ کیا افریقی کورٹ کا رد کیا ہوا نکاح شرعاً رد سمجھا جائے گا؟ نکاح کے فسخ کروانے کا طریقہ کیا ہے؟

سوال: میری پھوپھی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ آج سے پانچ سال قبل ہوا تھا، ان کی عائلی زندگی ایک سال پر سکون رہی، لیکن اس کے بعد ان کے شوہر کا مزاج بدل گیا، اب وہ شخص میری پھوپھی کو اپنے گھر بالکل رکھنا نہیں چاہتا، اس لئے میری پھوپھی اپنے والدین کے ساتھ ان کے میکے چار سال سے رہ رہی ہیں، وہ شخص اپنے والدین کے ڈباؤ کی وجہ سے میری پھوپھی کو طلاق بھی نہیں دے رہا ہے، ہمارے ملک افریقہ کی کورٹ نے ان کے نکاح

کوردوباطل قرار دے کر میری پھوپھی کوان کے نکاح سے علیحدہ کردیا ہے اس لئے اب نہ تو وہ طلاق دے رہے ہیں اور نہ میری پھوپھی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو ان حالات میں اسلامی شریعت کے مطابق میری پھوپھی کوان کے نکاح سے جدا ہونے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے لیکن شوہر اسے رکھنا نہیں چاہتا اور اس کے حقوق بھی ادانہیں کرتا تو عورت یہ کرسکتی ہے کہ شوہر سے مہر کے عوض یا کچھ روپئے دے کر طلاق کا مطالبہ کرے، اور اگر مرد کسی بھی حالت میں طلاق دینے پر راضی نہ ہو اور عورت کا اس حال میں زندگی گزارنا مشکل ہو تو کسی مسلمان جج کی کورٹ میں یا شرعی قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ دائر کرے اور شوہر کی زیادتی اور اپنی ضرورت کو ثابت کر کے اپنا نکاح فسخ کرالے، مسلمان جج یا شرعی قاضی عورت کے دعوے کی تحقیق کرے اگر اسے عورت کا دعویٰ صحیح معلوم ہو تو مرد کو کہے کہ عورت کے حقوق ادا کرے یا اسے طلاق دے کر اپنے نکاح سے آزاد کردے یا میں اس کا نکاح فسخ کر کے تمہارے نکاح سے آزاد کردونگا پھر اس عورت پر تمہارا کوئی حق باقی نہیں رہے گا، اتنا کہنے کے باوجود اگر شوہر دونوں امر میں سے کسی پر راضی نہ ہو تو مسلم جج یا قاضی اس عورت کا نکاح فسخ کر کے اسے مرد کے نکاح سے آزاد کردے گا۔

اب عدت ختم ہونے کے بعد وہ عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے، اور جس جگہ شرعی قاضی یا مسلمان جج نہ ہو یا جج اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو مسلم جماعت بھی مذکورہ ترکیب کے مطابق یہ فیصلہ کرسکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ جماعت میں دیندار، سمجھدار علماء کو رکھا جائے اور الحیلة الناجزة نامی کتاب بھی بغور دیکھ لی جائے۔

افریقی کورٹ نے نکاح کو ردو باطل قرار دیا ہے لیکن اس سے اسلامی اصولوں کے مطابق نکاح فسخ نہیں ہوا ہے اس لئے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کر کے نکاح کو فسخ کرایا جائے تو نکاح فسخ ہوگا۔

﴿۱۸۹۵﴾ غیر مسلم جج کے روبرو عورت کا طلاق کو منظور کرنا؟

سوال: میاں بیوی دونوں کورٹ میں حاضر ہوئے اور دونوں نے کہا کہ ہم دونوں طلاق کے لئے رضا مند ہیں، اور غیر مسلم جج کے روبرو قبول کیا تو کیا از روئے شریعت اس صورت سے طلاق دینے سے طلاق ہوجائے گی؟ مرد کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور عورت کہے کہ میں نے قبول کیا تو طلاق ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مرد جب بھی کہے کہ میں نے اپنی اس بیوی کو طلاق دی تو عورت پر طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اب چاہے عورت اس طلاق کو منظور کرے یا نہ کرے دونوں صورتوں میں از روئے شریعت طلاق ہوجائے گی۔ (شامی:۲)

﴿۱۸۹۶﴾ افریقہ میں غیر مسلم جج کا نکاح کو فسخ کرنا؟

سوال: حسن کا نکاح فریدہ سے اسلامی شریعت کے مطابق ہوا تھا اور کورٹ میں بھی مندرج کروایا تھا، دونوں دو سال ساتھ رہے بعد میں ناچاقی اور نااتفاقی کی بنا پر فریدہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی، حسن اسے بلانے کبھی نہیں گیا اور اس کی طرف سے بھی کوئی بلانے نہیں گیا، تو فریدہ نے کورٹ میں طلاق کے لئے درخواست درج کروائی کہ ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ گذر و بسر نہیں ہوسکتا اور میں جوان ہوں اور اس طرح میں جوانی نہیں گذار سکتی مجھے گناہ میں ملوث ہونے کا ڈر ہے، تو جج صاحب نے تین ماہ کا وقت مانگا، ہائی

کورٹ کے جج نے حسن پر نوٹس بھیجی اور اخبار میں اشتہار بھی دیا کہ فلاں تاریخ تک کورٹ میں حاضر ہو جاؤ ورنہ کورٹ کی طرف سے نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔

اب مقررہ تاریخ کے گذر جانے کے بعد بھی حسن کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو کورٹ نے فیصلہ سنا دیا کہ آج سے تم دونوں میں تفریق کر دی جاتی ہے اور تمہارا نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے اب تم دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ افریقہ میں مسلم جج نہیں ہوتے، غیر مسلم جج ہوتے ہیں، تو اس طرح ان کے تفریق کر دینے سے اور نکاح کو فسخ کر دینے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟ کیا صورت مسئولہ میں فریدہ کا نکاح فسخ ہو گیا اور اب وہ دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غیر مسلم جج اپنے اختیار اور غیر اسلامی قانون کے مطابق کسی مسلمان کا نکاح فسخ کرے تو شریعت میں اس کا اعتبار نہیں ہے اور شرعاً اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں فریدہ کا نکاح فسخ نہیں ہوا اور وہ دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

جس جگہ مسلمان جج نہ ہو یا شریعت کے مطابق فیصلہ نہ ہوتا ہو وہاں چند مسلمانوں کی جماعت مل کر شریعت کے قانون اور شرائط کے مطابق عمل کر کے یہ کام کر سکتے ہیں اور شرعاً ان کا فسخ کرنا بھی معتبر ہے، البتہ کارروائی سے قبل ''الحیلة الناجزة'' کتاب دیکھ لی جاوے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب فسخ النکاح

﴿۱۸۹۷﴾ مفقود شوہر کی بیوی فسخ نکاح کے لئے کیا کرے؟

سوال: بعد سلام ایک مسئلہ میں فتویٰ مطلوب ہے، ایک عورت کا شوہر تین سال سے کہیں چلا گیا ہے اور اس کا کچھ پتہ نہیں ہے، نہ کوئی فون آتا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کونسی جگہ ہے، اور نہ اس نے طلاق دی ہے۔ اب یہ عورت نو جوان ہے اس کے بچے بھی نہیں ہیں، نکاح کو ابھی ۶ سات مہینہ ہی ہوئے تھے کہ وہ کہیں چلا گیا۔ اور اس عورت کے والدین بھی حیات نہیں۔ تو اس مسئلہ میں عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا اس کے لئے گناہ سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں عورت پر لازم ہے کہ گجرات کی امارت شرعیہ میں جا کر اپنی آپ بیتی ثبوت کے ساتھ پیش کرے اور ان سے کارروائی کروا کر نکاح فسخ کرالے اور عدت گذارنے کے بعد وہ عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کرسکتی ہے۔

﴿۱۸۹۸﴾ غیر کفو میں شادی کر لینے پر شرعی پنچایت کا فیصلہ اور اس فیصلہ پر اشکال کا جواب؟

سوال: بعد سلام مسنون! گذارش یہ ہے کہ اس خط کے ساتھ شرعی پنچایت کے فیصلہ کی ایک نقل شامل کی ہے، اس فیصلہ کے ضمن میں مجھے کچھ پوچھنا ہے اور اس کا مجھے جواب چاہئے:

شرعی پنچایت کا فیصلہ

راندیر شرعی پنچایت کے روبرو جناب عبدالعلیم صاحب نے اپنی لڑکی نادرہ بانو کا ان کی

اجازت کے بغیر غیر سید اور اسفل درجہ کے خاندان کے لڑکے سے نکاح کرلیا، بلا اجازت ہونے کی وجہ سے اور خود سید ہونے کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کی درخواست دی تھی، معزز اراکین کے حضور دونوں فریق نے اپنے دلائل وثبوت پیش کئے جس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لڑکا اور لڑکی نے اپنے طور پر سول میرج اور شرعی نکاح کرلیا ہے اور لڑکی کے ولی اور باپ کو معلوم نہیں ہونے دیا، بعد میں جب باپ کو معلوم ہوا تو باپ نے فوراً اعتراض کیا اور نکاح کو مسترد کردیا۔

اب ہمیں فقہی اعتبار سے اس مسئلہ کو دیکھنا چاہئے، تو جاننا چاہئے کہ کتاب النکاح کے ولی کے بیان میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی عاقل بالغ لڑکی اپنی خوشی سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کرسکتی ہے ولی کی اجازت یا رضامندی لینا ضروری نہیں ہے لیکن اس کے لئے ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے، وہ شرط یہ ہے کہ لڑکا اس کے کفو اور برابری کا ہونا چاہئے، اس سے کم درجہ یا اسفل خاندان کا نہ ہو، اور یہ شرط بھی اس لئے ضروری ہے کہ اس کی دوسری بہنیں یا خاندان کی دوسری لڑکیوں پر اسکا کوئی برا اثر نہ پڑے۔

اب اگر کسی لڑکی نے اپنے سے کم درجہ کے لڑکے سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں اس بارے میں فقہاءؒ کے دو قول ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ نکاح تو صحیح ہوگیا لیکن ولی کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے قابل فسخ ہے۔

(۲) موجودہ زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ہر جگہ قاضی یا فسخ نکاح کی سہولت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ سرے سے نکاح ہی صحیح نہیں ہوا، ولی کی اجازت پر موقوف ہونے کی وجہ سے ولی کی اجازت نہ ملتے ہی نکاح معتبر نہیں رہا، اس لئے فسخ کرنے کی یا کرانے کی ضرورت نہیں رہی، دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مفتی

محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے فتوے میں فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۶۱۷ پر ایسا ہی ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جو ثبوت کے طور پر نقل کیا جا رہا ہے:

’’ ہندہ بالغہ لڑکی سید یا شیخ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی زید جولا ہے یا تیلی وغیرہ کی ذات سے نکاح کر لیتی ہے علم ہونے پر اس نکاح پر ولی ناخوش ہے آیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب: سید زادی یا کوئی عالی نسب لڑکی (اگر چہ سید نہ ہو صدیقی فاروقی یا شیوخ میں سے ہو) جب اپنا نکاح غیر کفو میں کرے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کر لے جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔

و یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً و ھو المختار (درمختار:۲/۲۹۷)۔

و فی الشامیہ: (قولہ الکفائۃ معتبرۃ) قالوا معناہ معتبرۃ فی اللزوم علی الاولیاء حتی ان عند عدمھا جاز للولی الفسخ اہ فتح۔ ھذا بناء علی ظاھر الروایۃ من ان العقد صحیح، و للولی الاعتراض اما علی روایۃ الحسن المختار للفتوی من انہ لا یصح فالمعنی معتبرۃ فی الصحۃ۔ (شامی:۲/۳۴۴)۔

و فی العالمگیریہ: ثم المرأ ۃ اذا زوجت نفسھا من غیر کفوء صح النکاح فی ظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ و ھو قول ابی یوسف آخرا، و قول محمد آخرا ایضا حتی ان قبل التفریق یثبت فیہ حکم الطلاق و الظھار و الایلاء و التوارث وغیر ذلك و لکن للاولیاء حق الاعتراض و روی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد و بہ اخذ کثیر من مشائخناؒ کذا فی المحیط و المختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن و قال الشیخ الامام شمس الائمہ السرخسی

روایة الحسن اقرب الی الاحتیاط کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی فصل شرائط النکاح۔(عالمگیری:۱/۲۸۲)۔

مذکورہ عبارتوں کے ذیل میں شرعی پنچایت کا ہر رُکن اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ جو نکاح کیا گیا ہے یہ اسلامی حنفی فقہ کے مطابق صحیح نہیں ہوا، اس لئے شرعی طور پر طلاق لینے یا فسخ کرانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن لڑکا اور لڑکی نے سول میرج کیا ہے اور اس کو رجسٹرڈ بھی کیا ہے اس لئے سرکاری قانون کے طور پر جو کارروائی ضروری ہو وہ کر لینی چاہئے۔

فقط واللہ اعلم (انتہی کلامہ)

شرعی پنچایت کا یہ فیصلہ ۱۰۰ فی صد درست اور صحیح ہے، لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سید کی ہزاروں لڑکیوں نے گھر سے بھاگ کر شادی کی ہے اور اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر سید مسلمان کے ساتھ نکاح کیا ہے، تو کیا اس شرعی فیصلہ کے ضمن میں ان تمام سید لڑکیوں کا نکاح صحیح نہیں ہوا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمام سید لڑکیاں زنا کر رہی ہیں، اس میں سے بہت سی کے تو بچے بھی ہیں، اور بہت سی بوڑھی ہو چکی ہیں، تو ان تمام سید لڑکیوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

میرا خود کا یہ نظریہ ہے کہ اگر آپ کو کسی مسئلہ کا علم ہو تو وہ دوسروں کو بتانا چاہئے، اور دوسروں کو اس سے واقف کرانا چاہئے۔ لہذا آنجناب جلد از جلد اس سوال کا جواب دیں تا کہ میں دوسرے تمام لوگوں کو بھی بتا سکوں، اور ہر مسلمان کو اس مسئلہ کا علم ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میرے اندازے کے مطابق فیصلہ میں لکھے ہوئے پورے بیان کو آپ نے بغور نہیں پڑھا اور اس کے الفاظ کو برابر نہیں سمجھا، اسی لئے آپ کو یہ اشکال پیدا ہوا، اگر آپ الفاظ کے معانی کو سمجھتے تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتے۔

مذکورہ مسئلہ میں فقہاء کے دوقول ہیں: (۱) ایک یہ کہ نکاح تو صحیح ہوگیا (۲) اور دوسرا قول یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے حالات دیکھ کر اور فسخ نکاح میں آنے والی پریشانیوں کو دور کرنے کے ارادہ سے نکاح کو درست ہی نہ کہا جائے۔

دونوں قول میں مدار ولی کی رضامندی اور اجازت ہے، اب کوئی شخص ان فقہاء کے فتوے کو صحیح سمجھتا ہو تو وہ یہ قدم نہیں اٹھائے گا، اور اگر نکاح کر بھی لیا تو چونکہ من وجہٍ نکاح کیا ہے اس لئے شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے زنا نہیں کہا جائے گا۔

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر عورت ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر لے تو ظاہری روایت کے مطابق نکاح تو ہو جائے گا لیکن ولی کو اعتراض کا حق رہے گا، لہذا وہ قاضی کے پاس جا کر نکاح کو فسخ کرائے گا، لیکن حسنؒ کی روایت کے مطابق نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوگا، لہذا اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور جس نکاح میں علماء کا اختلاف ہو وہ نکاح فاسد کہلاتا ہے، اور جس نکاح میں نکاح کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ نکاح فاسد کہلاتا ہے۔ اور طحطاوی علی الدر ۲/۲۷ میں لکھا ہے کہ اس قول کی وجہ سے عورت کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے، اور مذکورہ شرعی پنچایت نے بھی اس نکاح کو غیر صحیح کہا ہے، باطل نہیں کہا، اس لئے زنا کا نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔

آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مطابق ہزاروں سید لڑکیوں نے غیر سید مسلمان کے ساتھ بھاگ کر نکاح کیا ہے، تو اگر انہوں نے ولی کی اجازت نہ لی ہو تو انہوں نے اپنے حق کا غلط استعمال کیا جو ان کے لئے ان کے عالی نسب کو زیبا نہیں دیتا۔ خواہش نفسانی کی اطاعت اور اللہ کے خوف اور مابعد الموت کی زندگی کو سامنے نہ رکھا اور غلط کام کیا جائے اور ان کے

اس فعل کی ذمہ داری شریعت پر ڈالی جائے یہ عقلمندی کی بات نہیں۔
آپ لکھتے ہیں کہ میرا ایسا نظریہ ہے کہ الی قولہ دوسروں کو اس سے واقف کرنا چاہئے، بالکل درست اور فرمان نبوی بلغوا عنی ولو آیة کے تحت ہے۔ اس لئے آپ مبارک بادی کے قابل ہیں صرف اتنا ہی پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ کیا صرف یہی ایک حکم ہے جو لوگوں کو بتانا چاہئے اور لوگوں کو اس سے واقف کرانا چاہئے یا ایسے دوسرے بہت سے مسائل ہیں جن سے امت ناواقف ہے اور اس سے امت کو واقف کرانا چاہئے؟ اور اس کے لئے آپ نے کتنی کوشش کی؟ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۸۹۹﴾ ظالم شوہر سے نجات کا حیلہ؟

سوال: میں ایک غریب گھر کی لڑکی ہوں، میری عمر ۲۴ سال ہے، چھ سال قبل میرا نکاح فاروق احمد سے ہوا تھا، مجھے سسرال میں بہت تکلیف تھی میرا شوہر مجھے گندی گالیاں دیتا تھا اور روزانہ مار پیٹ کرتا تھا دو تین مرتبہ اس نے مجھ پر چاقو سے وار کر کے زخمی بھی کیا اور دو تین مرتبہ حرام کام کے لئے مجبور بھی کیا میں نے انکار کیا تو میری سخت پٹائی کی میرے خسر اور خوش دامن بھی مجھے اس کے ظلم سے بچا نہیں سکتے۔ حقیقت میں وہ دونوں بھی اس سے ڈرتے ہیں۔ میرا شوہر بے کار ہے، کام کاج کی ذرا بھی عادت نہیں ہے جوا اور شراب کا عادی ہے دوسرے لوگوں سے مار پیٹ اور غنڈا گردی کرتا رہتا ہے، اسے چوری کی بھی عادت ہے، بہت سی مرتبہ جیل جا کر آیا ہے، کل پانچ مرتبہ جیل میں جا چکا ہے، اس خط کے ساتھ گاؤں کے پولیس تھانے کا رپورٹ منسلک ہے، فی الحال اس پر کلکٹر آفس میں شہر بدر کا کیس چل رہا ہے۔ اور شہر بدر کی سزا ہو گی ہی ایسا میرا گمان ہے، میرے شوہر کا ظلم

برداشت نہ ہونے کی وجہ سے میں اپنے میکے والدین کے ساتھ تین سال سے رہ رہی ہوں۔ میں نے میرے اپنے وکیل کے ذریعہ نان ونفقہ کی ادائیگی کی نوٹس بھیجی تھی لیکن اس نے اس پر کوئی عمل نہیں کیا، نیز میں نے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے طلاق دینے سے بھی انکار کردیا ہے۔

ان حالات میں اگر میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہوں تو میری جان اور عصمت کی حفاظت کی کوئی سلامتی نہیں ہے، میری عمر چوبیس سال ہونے کی وجہ سے اور نوجوان ہونے کی وجہ سے مستقبل میں مجھے دوسری شادی کرنی ہو تو موجودہ شوہر سے نجات کے لئے مجھے ازراہ شرع کیا کرنا چاہئے؟ اور کون سا طریقہ اپنانا چاہئے؟ اس بارے میں مجھے شرعی رہنمائی بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واقعی مظلوم ہیں، اور ایسی عورت کے نجات کے لئے شرعی صورت یہ ہے کہ اول اپنے شوہر کو سمجھا کر یا مہر کی معافی کے عوض طلاق حاصل کی جائے، اگر شوہر اس طریقہ سے طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو عورت مسلم پنچایت (جماعت) میں اپنی درخواست درج کرائے اور اپنے بیان سے یہ ثابت کرے کہ اس پر کتنی زیادتی اور ظلم ہوا ہے اور شوہر کے ساتھ رہنے میں اس کی جان اور عصمت خطرہ میں ہے اس لئے کسی بھی صورت میں اس شوہر کے ساتھ اس کا گذر وبسر ناممکن ہے اس لئے وہ اس شوہر سے چھٹکارا چاہتی ہے۔ اور جماعت عورت کی بات سن کر اور اس کی بیان کردہ باتوں کی تحقیق کرے اور اگر سچ معلوم ہو تو مذکورہ شوہر کو ایک نوٹس بھیجے، جس میں لکھا ہوا ہو کہ ”تمہاری عورت نے تمہارے خلاف دعویٰ دائر کیا ہے جس میں تمہارے مظالم کا تذکرہ کیا ہے، نیز یہ بھی ہے کہ تم اپنی عورت کے حقوق ادا نہیں

کرتے ، اس لئے وہ اب تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور تمہارے نکاح سے آزاد ہونا چاہتی ہے اس لئے اسے طلاق دے کر آزاد کر دو یا جماعت کے روبرو اتنے دنوں میں حاضر ہو کر تم پر لگائے گئے الزامات سے براءت ظاہر کرو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو جماعت شریعت کے دیئے ہوئے حق کو استعمال کر کے تمہاری عورت کو تمہارے نکاح سے آزاد کر دے گی، اس کے بعد تمہارا کوئی اعتراض یا دعویٰ معتبر یا قابل قبول نہیں ہوگا۔''

جتنے دن کی مہلت دی ہو اتنے دنوں میں وہ شخص نہ آئے تو دوبارہ جماعت جمع ہو اور عورت جماعت کے روبرو اپنا بیان پیش کرے اور نکاح سے علیحدہ ہونے کی درخواست کرے اس کے بعد جماعت اپنے اختیار سے اس عورت کا نکاح فسخ کر دے تو اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا، اور اب عدت ختم ہونے کے بعد وہ عورت کسی دوسری جگہ اپنا نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

الحیلۃ الناجزۃ میں یہ طریقہ پورے بسط وتفصیل سے موجود ہے، جماعت کے اراکین اول اسے دیکھ لیں اور اراکین کا دیندار سمجھدار ہونا نہایت ضروری ہے نیز جماعت میں کم از کم ایک دیندار عالم کا ہونا بھی ضروری ہے۔

(کفایت المفتی: ۱۲۲/۶ پر ایسا ہی ایک سوال اور جواب مذکور ہے، نیز امداد الفتاویٰ اور دیگر معتبر فتاویٰ کی عبارات کے پیش نظر یہ جواب دیا گیا ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۰﴾ عورت کے حقوق ادا نہ کرنے والے شوہر سے چھٹکارے کی صورت؟

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کو شادی کے لئے انگلینڈ بھیجا، یہاں سے جانے کے بعد فوراً متعینہ لڑکے سے اس کا نکاح ہو گیا، البتہ وہاں (برطانیہ) کے قانون کے مطابق کورٹ

میرج میں رجسٹرڈ نہیں کروایا صرف شرعاً نکاح کرلیا، ۹۰ دن اسے رکھ کر وہاں والوں نے اس لڑکی کو واپس بھیج دیا، لڑکی اس لڑکے کے حمل سے ہے، حمل لے کر لڑکی انڈیا آ گئی، یہاں اسے ایک لڑکا پیدا ہوا، اور آج اس بات کو تین سے چار سال ہو گئے، لڑکا نہ لڑکی کو بلاتا ہے اور نہ اسے طلاق دیتا ہے، کورٹ میں رجسٹرڈ نہیں کروایا تھا اس لئے کورٹ کیس بھی نہیں ہوسکتا اور لڑکی والوں کا کوئی ایسا رشتہ دار بھی وہاں نہیں ہے جو اس لڑکے کے خلاف مقدمہ لڑ سکے، تو ان حالات میں لڑکی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہو تو کیا کرسکتی ہے؟ اس شخص سے طلاق حاصل کرنے کا کوئی دوسرا شرعی اطریقہ ہو تو وہ بھی بتلائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورت مسئولہ میں لڑکی کا نکاح شرعی قاعدہ کے مطابق ہو چکا ہے اس لئے یہ شرعاً اس لڑکے کی منکوحہ ہے لہذا بغیر طلاق حاصل کئے یا قاضی کے سامنے اپنے اوپر کئے ہوئے ظلم وستم کو ثابت کر کے اپنا نکاح فسخ کروائے بغیر اور اس کی عدت گزارے بغیر یہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔ ایسی مظلوم لڑکی کے لئے شرعی پنچایت یا مسلم جماعت الحیلۃ الناجزۃ نامی کتاب میں بتائی گئی ترکیب کے مطابق عمل کر کے اس کا نکاح فسخ کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۱﴾ شوہر کو جماع پر قدرت نہیں رہی تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

سوال: ایک شخص کی شادی ہوئی تقریباً دس سال کا عرصہ ہو چکا ہے، تقریباً آٹھ سال سے شوہر کو بیوی سے وطی کرنے پر قدرت نہیں ہے، لہذا اس کا علاج بہت ڈاکٹروں سے کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ عورت شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے لیکن شوہر اس پر راضی نہیں۔ شرعی اعتبار سے شوہر پر کیا لازم ہے؟ اگر شوہر طلاق نہیں دیتا تو عورت کیا کرے؟

کیا شرعی اعتبار سے تفریق کی کوئی شکل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرد نے جب عورت سے شادی کی ہے تو قانوناً واخلاقاً عورت کے جو حقوق ہیں وہ مرد کو ادا کرنے لازم اور ضروری ہیں، اگر وہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتا تو زبردستی روکے رکھنا ناجائز اور ظلم ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ: امساک بمعروف کرے یا تسریح باحسان۔

اگر مرد نے نکاح کیا ہے اس وقت سے ایک مرتبہ بھی جماع پر قادر نہ ہوا تو اس عنوان سے عورت کو طلاق حاصل کرنے کا اختیار ملتا ہے جس کی تفصیل الحیلة الناجزة نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں اور شرعی کورٹ یا مسلم جماعت اس طریقہ کے مطابق تحقیق اور عمل کر کے عورت کے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

اور اگر پہلے تو جماع پر قادر تھا اب قدرت نہیں رہی جیسا کہ سوال میں لکھا ہے کہ نکاح دس سال پہلے ہوا اور اب آٹھ سال سے یہ پریشانی ہے تو اب عورت اس نکتہ پر فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی بلکہ شوہر سے کسی طرح خلع کا معاملہ کر کے اپنی جان چھڑا سکتی ہے یا کچھ مال دے کر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۰۲﴾ نان ونفقہ نہ دینے والے شوہر سے نجات کی کیا شکل ہے؟

سوال: ایک بہن نکاح کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کے مختصر احوال یہ ہیں:

(۱) اس بہن کا نکاح چار سال قبل ہوا تھا، اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ قلیل مدت ساتھ میں رہی تھی۔ (۲) اس قلیل مدت کے بعد شوہر کا اس عورت سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے، وہ اپنے گاؤں رہتا ہے اور یہ یہاں رہتی ہے اور اس نے دوسرا نکاح بھی کر لیا ہے۔ (۳) اور

پچھلے ایک سال سے اس عورت کے ساتھ کسی طرح کی بات چیت یا نان ونفقہ کا خرچ وغیرہ بھی نہیں دیتا۔(۴) چار سال سے لڑکی کے والد اور رشتہ داروں نے لڑکے کو پیغام بھیجا کہ اپنی بیوی کو لے جاؤ اور نان ونفقہ دو لیکن اثبات یا نفی میں کوئی جواب نہیں دیا۔(۵) لڑکی کے والدین غریب ہیں اور ضعیف ہیں، اس کو تنہا رکھ کر کام پر نہیں جا سکتے اس لئے اس کی دوسری شادی کروانا چاہتے ہیں لیکن اس آدمی نے اس عورت کو طلاق نہیں دی ہے۔(٦) ان تمام باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے لڑکی کے والدین سختی سے طلاق کا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔(۷) تو انہیں کیا کرنا چاہئے؟ اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے؟ یہ لڑکی طلاق لینا چاہتی ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے، اس لئے لڑکی چاہے شوہر کے ساتھ رہتی ہو یا نہ رہتی ہو دونوں صورتوں میں جب تک نکاح باقی ہے یہ لڑکی کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی، لہٰذا مرد کو کسی طرح سمجھا کر یا دباؤ ڈال کر طلاق دینے کے لئے مجبور کیا جائے، یا عورت مہر کے عوض خلع کر کے اس کی چنگل سے نجات پا سکتی ہو تو ایسا کرے، اگر مرد کسی طرح طلاق دینے پر راضی نہ ہو اور نبھاؤ کی کوئی شکل نہ ہو تو عورت مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے کہ میرا نکاح فلاں سے ہوا تھا آج اتنی مدت کے بعد بھی وہ میرا کوئی خیال نہیں رکھتا اور میرا کوئی حق ادا نہیں کرتا اور مجھے نان ونفقہ سے بھی محروم رکھا ہے اور ان حالات میں میں اپنی زندگی کا گذارہ کرسکوں اور میں ایسی حالت میں نہیں ہوں اس لئے عدالت اس سے میرا نکاح فسخ کروا دے اور مجھے اس سے نجات دے، عدالت مرد کو بلا کر دعویٰ مرد کو سنا کر کارروائی کرے گی، اور مرد اس کو

رکھنے پر راضی نہ ہو یا اس کے حقوق ادا نہ کرے تو دونوں کا نکاح فسخ کرا دے گی، اور بعد انقضائے عدت کے عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

اور جس جگہ مسلمان حاکم نہ ہو یا شرعی قانون کے مطابق فیصلہ نہ ہوتا ہو ایسی جگہ میں مسلم پنچایت مذکورہ طریقہ سے پوری کارروائی کر سکتی ہے، لیکن اس کے لئے الحیلۃ الناجزۃ میں مذکورہ شرائط اور طریقہ کی پوری پابندی کرنا نہایت ہی ضروری ہے، مکمل تفصیل زوج متعنت مذکورہ کتاب کے صفحہ: ۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۳﴾ عاجز عورت کے لئے شرعی حیلہ؟

سوال: میرا شوہر آج سے ڈھائی سال قبل گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے، کہاں گیا کسی کو کچھ معلوم نہیں، وہ زندہ ہے یا مر گیا یہ بھی خبر نہیں، میرے والدین کے سہارے میرا اور میرے تین بچوں کا گذران چل رہا ہے، اور میں ٹیوشن کرتی ہوں اور کپڑے بیچتی ہوں اور خرچ پورا کرتی ہوں، میرے شوہر کے والدین یا بھائی اور بہن کوئی مدد نہیں کرتا۔

تو از روئے شرع مجھے ابھی اور کتنے سال اپنے شوہر کی راہ دیکھنی ہوگی اور انتظار کرنا ہوگا؟ اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یا میرے لئے شریعت کی طرف سے کوئی رخصت ہو یا میرے لئے کوئی طریقہ ہو تو وہ بھی بتائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں آپ کا شوہر آپ کو چھوڑ کر چلا گیا ہے آپ اس کی بیوی ہیں یہ بھی بھول گیا ہے اور آپ کا کوئی حق ادا نہیں کرتا، نان ونفقہ بھی نہیں دیتا، اور آپ اس کے نکاح میں سے الگ ہونا چاہتی ہیں تو آپ الحیلۃ الناجزۃ نامی کتاب میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق شرعی پنچایت میں جا کر (اگر آپ کے یہاں

شرعی پنچایت ہوتو) اپنے حالات اور اپنی آپ بیتی بتا کر اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہیں، اور اگر شرعی پنچایت نہ ہو تو آپ کے یہاں مسلمانوں کی جو جماعت یا کمیٹی ہو وہ بھی شرعی پنچایت کے طور پر الحیلۃ الناجزۃ میں بتائی گئی ترکیب کے مطابق عمل کر کے تمہارے لئے چھٹکارے کی جو شکلیں ہیں ان پر عمل کر کے آپ کا نکاح فسخ کر سکتی ہے، اور آپ کی پریشانی دور کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۰۴﴾ زوجین میں سے کوئی ایک طلاق کے لئے رضامند نہ ہو تو نکاح کے تعلق کو ختم کرنے کی کون کون سی شکلیں ہیں؟ برطانوی (وکیلوں کی) کونسل کا سوال؟

سوال: ہمارا وکالت کا دفتر ویسٹ یورک شایر میں ہے، اور زیادہ تر ہمارے پاس طلاق کے کیس آتے ہیں، اور آج کل معاشرہ کے بگاڑ کی وجہ سے ایشین کمیونٹی خاص کر باٹلی اور ڈیوزبری میں رہنے والے بھائی بہنوں کے طلاق کے کیس زیادہ تعداد میں آرہے ہیں، ان تمام کیسوں کو ہم ہی نمٹاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں ایک بہت بڑی مشکل طلاق کے فیصلہ میں یہ درپیش رہتی ہے کہ جن بھائیوں اور بہنوں نے اس ملک کے قانون کے مطابق سول میرج کیا ہو اور اسلامی طریقہ کے مطابق بھی ان کا نکاح ہوا ہو اگر کسی وجہ سے ان میں نااتفاقی ہو جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ گذر بسر ناممکن ہو جائے اور فریقین میں سے کوئی ایک طلاق کے لئے رضامند نہ ہو خاص کر لڑکا یہ کہے کہ میں ''طلاق نہیں دوں گا'' یا لڑکی یہ کہے کہ میں طلاق نہیں دوں گی اور کورٹ میں ڈی وورس (طلاق) کے لئے مرد کو تعاون نہیں کروں گی جب تک کہ مجھے اسلامی طریقہ کے مطابق طلاق نہ دے دی جائے۔ تو ان صورتوں میں نکاح کے تعلق کو ختم

کرنے کے لئے شریعت کی رو سے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

اس لئے ہم ان جیسے مسائل کے حل کے لئے آپ سے فقہ کی روشنی میں رائے طلب کرتے ہیں کہ کیا لڑکے کو طلاق کا اختیار ہمیشہ رہتا ہے؟ کبھی لڑکا طلاق دینے کے لئے راضی نہیں ہوتا ہے اور لڑکی کو جب تک طلاق نہ ملے دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی تو برائے کرم بتائیں کہ کن کن صورتوں میں لڑکی اپنی مرضی سے اپنے اوپر طلاق واقع کرسکتی ہے؟ اگر کسی وجہ سے لڑکا طلاق دینے کے لئے رضامند نہ ہو تو لڑکی کے لئے نکاح کی قید سے نکلنے کے لئے کون کون سی شکلیں ہیں؟ اور فریقین میں سے کسی ایک کے طلاق کے لئے رضامند نہ ہونے کی صورت میں لڑکے کے لئے اور لڑکی کے لئے طلاق کی کون کون سی شکلیں ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذہب اسلام میں جب بالغ لڑکا اور بالغہ لڑکی دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں ایک دوسرے سے نکاح کا ایجاب وقبول کرلیتے ہیں تو وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے میاں بیوی بن جاتے ہیں، یہاں برطانیہ کی کورٹ کے سول میرج میں بھی یہی کارروائی ہوتی ہے اور نکاح منعقد ہونے کے شرائط پائے جاتے ہیں اس لئے سول میرج اور اسلامی مذہبی نکاح میں دونوں کا حکم یکساں ہے شرعاً یہ نکاح بھی معتبر ہے اور اس نکاح کے بعد مرد وعورت کے لئے آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور یہ نکاح کا تعلق بہت ہی مضبوط اور دائمی ہے کمزور یا وقتی طور پر نہیں ہے، اس لئے اس کی حفاظت اور اس تعلق کے بہتر سے بہتر بنانے کی قرآن وحدیث میں بہت تاکید آئی ہے، طلاق کے ذریعہ اس تعلق کو ختم کرنے کی اجازت سخت مجبوری اور کوئی راستہ نہ ہونے کی شکل میں ابغض الحلال کہہ کر دی گئی ہے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق طلاق کا اختیار صرف اور صرف مرد کو ہے، عورت کی رضا مندی کا اس میں ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے، اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں مضمر ہیں اس لئے مرد جب چاہے خود یا اپنے وکیل کے ذریعہ اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے عورت کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے اور عورت کتنی مرتبہ بھی طلاق دے تو اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اگر کسی واقعہ میں شوہر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہو یا عورت پر ظلم کرتا ہو یا عورت کو بے سہارا چھوڑ کر غائب ہو جائے یا مفقود الخبر ہو جائے یا عورت کی عفت یا جان کے لئے خطرہ بنے یا کوئی سخت ترین مجبوری پیش آجائے مثلاً: دائمی حبس یا مہلک مرض اور عورت کے لئے پاک دامن رہنا مشکل ہو تو ان صورتوں میں عورت کو نکاح کی قید سے چھٹکارے کی چند شکلیں فقہ کی معتبر کتابوں میں بیان کی گئی ہیں ان پر عمل کر کے عورت اپنے اس تعلق کو ختم کر سکتی ہے اور بعد عدت کے دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتی ہے، چند صورتیں ملاحظہ ہوں

(۱) شوہر کی طرف سے دی گئی قیمتی اشیاء مثلاً: سونا چاندی زیورات یا روپئے دے کر اسے طلاق دینے کے لئے رضا مند کیا جائے۔ (۲) عورت خلع کر سکتی ہے، خلع یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر سے کہے کہ میری مہر کے عوض یا زیادہ روپیوں کے عوض مجھ سے خلع کر لو اور مرد اس کو قبول کر لے تو مرد کے قبول کرتے ہی عورت نکاح میں سے نکل جائے گی۔ (۳) نکاح کے وقت یہ قرار کیا جا سکتا ہے کہ ''مستقبل میں کسی بات پر میری بیوی اور میرے درمیان نا اتفاقی ہو جائے تو عورت جب چاہے اپنے اوپر طلاق واقع کر سکتی ہے اور نکاح سے خارج ہو سکتی ہے۔ (۴) مرد اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تو میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو

اپنے اوپر طلاق واقع کر کے میرے نکاح سے آزاد ہو سکتی ہے۔(۵) مرد کسی صورت میں طلاق کے لئے رضامند نہ ہو تو عورت شرعی قاضی کی عدالت میں جا کر مسلم جج سے فقہ کی معتبر کتابوں میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق اپنا نکاح فسخ کروا سکتی ہے، جس کا مفصل طریقہ الحیلة الناجزة میں بیان کیا گیا ہے۔(۶) اور جہاں شرعی قاضی یا اسلامی عدالت نہ ہو یا مذکورہ شرائط کی پابندی نہ ہوتی ہو وہاں مسلم کمیونٹی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت بنا کر یہ کارروائی کر سکتی ہے، ہمارے یہاں اسے شرعی پنچایت یا اسلامی کاؤنسل یا شرعی کاؤنسل کے نام سے پہچانا جاتا ہے، ان اداروں میں جا کر مذکورہ طریقہ سے عورت اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے تاکہ اسلامی طریقہ کے مطابق اور کورٹ سے بھی دونوں صورتوں میں وہ اپنے نکاح کی قید سے آزاد ہو سکے اور بسہولت اپنا دوسرا نکاح کر سکے، بعض صورتوں میں سرکاری کورٹ سے حاصل کی گئی طلاق بھی اسلامی طلاق کے حکم میں ہوتی ہے۔

﴿۱۹۰۵﴾ بغیر حلالہ کے عنین مرد کے ساتھ بھائی بہن کی طرح رہنا؟

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی، جس کے الفاظ یہ تھے: جا میں نے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اور دوبارہ یہ کلمات لکھ کر اپنی بیوی کو دے دیئے۔

مندرجہ بالا صورت میں ہندہ کو طلاق مغلظہ ہوئی یا نہیں؟ طلاق کے بعد دونوں کو افسوس ہوا اپنے اور بچہ کے مستقبل کا خیال آیا تو اب دونوں ایک ہی گھر میں بھائی بہن کی طرح رہتے ہیں، لیکن عوام میں میاں بیوی کے نام سے مشہور ہیں، نیز ہندہ کا کہنا ہے کہ اس کا شوہر عنین

ہے سخت شہوت والی حرکتیں بھی اس پر کوئی اثر نہیں کرتی، دوائی سے علاج ممکن ہے لیکن وہ علاج کے لئے رضا مند نہیں ہے، کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی کہلائے گی؟ ہندہ اپنی اولاد کی بہتری کے لئے زید کے ساتھ مکان میں رہ سکتی ہے؟ اگر نہیں رہ سکتی تو اب دونوں کے لئے ساتھ رہنے کا شرعی حل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں عورت کو تین طلاق واقع ہوگئی اور عورت حرام ہوگئی، اب زید حلالہ کے بغیر اس عورت کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔

مجبوری ہو تو حلالہ کی صورت اختیار کرنا جائز ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورت کی عدت (تین حیض) ختم ہونے کے بعد دوسرے کسی مرد سے اس کا نکاح کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ہمبستری ہو جائے اس کے بعد وہ مرد اسے طلاق دے اور اس کی عدت کے ختم ہو جائے تو اب یہ عورت زوج اول کے لئے حلال ہو جائے گی، شرعی حلالہ کے بغیر خواہ شوہر عنین ہو ساتھ میں رہنا جائز نہیں ہے، اگر دونوں کے مکان جدا ہوں اور پردہ کے اہتمام کے ساتھ رہیں تو گنجائش ہے، اس کے سامنے بے پردہ آنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۱۹۰۶) جس کا شوہر لاپتہ ہو اس کے لئے خلاصی کی صورت

سوال: ایک عورت ہے، اس کا شوہر ۱۲، ۱۳ سال سے مفقود ہے، بہت ہی جانچ پڑتال کی اخبار میں اشتہارات دیئے لیکن کوئی پتہ نہیں ہے، عورت کا ایک لڑکا ہے اس کی عمر ۱۲ سال ہے، یہ عورت جنگل میں کچھ لوگوں کے ساتھ رہتی ہے اور مزدوری کر کے اپنا گذر کرتی ہے، اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے اور بھیل لوگ زیادہ ہیں یہ عورت بہت مجبور ہے اور بے سہارا ہے۔ وہاں ایک شخص ہے جو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے یہ عورت

بھی نکاح کے لئے خوش ہے لیکن ان دونوں کا کہنا ہے کہ اول ہمیں مسئلہ معلوم کر لینا چاہئے اور فتوے میں جو رائے آئے گی اسی پر عمل کریں گے۔

وہاں کے صحرائیوں کا کہنا ہے کہ بہشتی زیور میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے لکھا ہے کہ عورت نوے (۹۰) سال تک انتظار کرے، اس لئے نوے سال تک کچھ نہیں ہو سکتا، لہذا آنجناب بتائیں کہ اس عورت کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ عورت بہت مظلوم اور مجبور ہے تو اس کے لئے شرعی کچھ گنجائش ہو تو ضرور بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... منکوحہ عورت جب تک کسی مرد کے نکاح ہے اس وقت تک اس کا دوسرے کسی مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا، اس لئے صورت مسئولہ میں جب تک اس عورت کا نکاح فسخ نہ کیا جائے اور اس کی عدت نہ گذر جائے اس وقت تک اس عورت کا دوسرے مرد سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

اس عورت کا شوہر مفقود ہے بہت جانچ پڑتال کے بعد بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے تو عورت مسلم جج کی کورٹ میں دعویٰ دائر کرے اور اپنے شوہر کے مفقود ہونے اور بغیر شوہر کے زندگی گذارنا اجیرن ہونے کا دعویٰ کرے، جج اپنے طور پر اشتہارات کے ذریعہ اور دوسرے وسیلوں سے اس کی خبر معلوم کرے اور بعد ناامید ہونے کے چار سالوں تک انتظار کا حکم دے اور چار سال کے بعد بھی کوئی خبر موصول نہ ہو یا شوہر نہ آئے تو اسے وفات شدہ سمجھا جائے گا اور وفات کی عدت چار مہینہ دس دن گزار کر یہ عورت دوسرا نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

ہندوستان میں جہاں مسلمان قاضی یا جج نہ ہو وہاں مذکورہ تفصیل کے مطابق اور الحیلۃ

الناجزہ میں بیان کئے گئے اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے مسلم جماعت یا سورت اور بلساڑ ضلع کی شرعی پنچایت بھی یہ کارروائی کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۷﴾ کیا ایام عدت میں کسی بھی مرد کی شکل دیکھنا جائز نہیں ہے؟

سوال: ایک بیوہ عورت اپنے شوہر کی حیات میں پردہ کی بالکل پابند نہیں تھی، اور اب عدت میں ہونے کی وجہ سے سخت پردہ کرتی ہے یہاں تک کہ اپنے داماد سے بھی پردہ کرتی ہے کہتی ہے کہ ایام عدت میں میرے لئے مردوں کی شکل دیکھنا تک جائز نہیں، تو یہ مروجہ رسم کی شرعی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پردہ عفت و پاکدامنی کا محافظ اور عورت کا زیور اور شریعت کا حکم ہے، پردہ کا اہتمام کرنا شرعی حکم پر عمل اور عمدہ خصلت ہے، شوہر کی حیات میں بے پردگی کی زندگی گذاری تو یہ بڑے گناہ کا کام کیا، لیکن توبہ کر کے مرنے سے پہلے پردہ کی عادت ڈال لینا اچھی بات ہے اور ایسا ہی کرنا چاہئے، لیکن سوال میں لکھنے کے مطابق صرف ایام عدت میں پردہ کی پابندی کرنا اور وہ بھی جن سے شریعت نے پردہ کا حکم نہیں دیا اور جو محرم کہلاتے ہیں ان سے پردہ کرنا مناسب نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ ایام عدت میں مردوں کی شکل دیکھنا جائز نہیں بلا دلیل اور حکم شریعت کے خلاف ہے، اس لئے شریعت کے حکم کے مطابق پردہ کرنا چاہئے اور محرم مردوں سے بات چیت کرنا اور دیکھنا بلا تردد جائز اور درست ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۰۸﴾ زوجۂ مفقود کے لئے نجات کی صورت

سوال: ایک لڑکا نکاح کے بعد آج سے تقریباً ۱۰ سال قبل کہیں چلا گیا ہے، بہت تلاش

کے بعد بھی نہیں ملا، نیز اس کے گھر واپس آنے کے لئے بہت علاج و عملیات کا بھی سہارا لیا پھر بھی وہ آج دن تک گھر واپس نہیں آیا، اس کی نوجوان عورت منکوحہ ہو کر بیوہ کی زندگی گزار رہی ہے۔

ان حالات میں وہ کیا کر سکتی ہے؟ عورت کے صبر کی انتہاء ہو چکی ہے، سمجھ میں آنے والی بات ہے، ان حالات میں عورت کسی اخبار میں خبر دے کر اس نکاح سے آزاد ہو سکتی ہے؟ یہ عورت اور اس جیسی دوسری عورتیں جو اس پریشانی کا شکار ہیں وہ اپنے اس شوہر کے نکاح سے کس طرح علیحدہ ہو کر دوسرا نکاح کر سکتی ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو شوہر بیوی کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہو اور بسیار تلاش کے بعد بھی اس کا کوئی اتا پتا نہ ملتا ہو ایسے شوہر کو شرعی اصطلاح میں زوج مفقود کہتے ہیں، اور زوج مفقود سے چھٹکارے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ زوج مفقود کی بیوی مسلم قاضی یا مسلم جج کی کورٹ میں دعویٰ دائر کر کے یہ ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا اور اب اس کا شوہر مفقود اور لا پتہ ہے اور یہ بات گواہوں کی گواہی سے ثابت کرے اس کے بعد قاضی مقدور بھر کوشش کر کے اس کے شوہر کا پتا لگائے اور جب بالکل ناامید ہو جائے تو چار سال انتظار کا حکم دے، اور چار سال کے بعد بھی کوئی خبر موصول نہ ہو اور شوہر نہ آوے تو اب اسے مردہ سمجھا جائے گا اور وفات کی عدت (چار مہینہ دس دن) پوری کر کے وہ عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

نوٹ: چار سال کے انتظار کے بعد عورت دوبارہ قاضی کی کورٹ میں دعویٰ دائر کرے کہ چار سال ہو گئے ہیں اور اب بھی اس کے شوہر کی کوئی خبر نہیں ہے اس لئے اس کی موت کا

حکم نافذ کرے اور قاضی بعد تحقیق کے حکم صادر کرے اور اس کے بعد عورت وفات کی عدت گزارے۔

ہندوستان میں جہاں مسلمان قاضی یا جج نہ ہوں یا وہ مذکورہ طریقہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتے ہوں تو مسلمان جماعت مذکورہ ترکیب پر عمل کر کے فیصلہ کرسکتی ہے، البتہ اس جماعت کا دیندار اور سمجھدار ہونا اور کم ازکم ان میں ایک کا عالم دین ہونا اور کتاب الحیلۃ الناجزہ کو ایک مرتبہ دیکھ لینا ضروری ہے۔

﴿۱۹۰۹﴾ زوجۂ عنین کے لئے نجات کی صورت

سوال: میری بہن کا نکاح ایک شخص کے ساتھ ہوا تھا، نکاح کو تین سال ہو چکے ہیں، نکاح کے بعد میری بہن اپنے شوہر کے یہاں گئی، اس وقت معلوم ہوا کہ وہ نامرد ہے تو میری بہن واپس اپنے گھر آ گئی، پھر گاؤں والوں میں باتیں ہونے لگیں کہ میری بہن کا شوہر نامرد ہے، شوہر کے گھر والوں نے ہمیں اطمینان دلایا کہ ہم علاج کروا رہے ہیں اور انشاء اللہ طبیعت ٹھیک ہو جائے گی، ہم نے ان کی بات پر اطمینان کر کے صبر کیا، اس کے بعد چھ مہینے علاج کر کے وہ میری بہن کو واپس لے گیا، لیکن ناکام ہوا، تو دوبارہ اس کے والدین اور بھائی بہن نے کہا کہ صبر کرو ہم علاج کروا رہے ہیں، تیسری مرتبہ پھر اطمینان دلا کر چھ مہینہ بعد دوبارہ میری بہن کو لے گیا اور تیسری مرتبہ بھی ناکام ہوا، تیسری مرتبہ بھیجنے کو بھی آج آٹھ مہینے ہو چکے ہیں۔

ایک ہفتہ قبل میرے بہنوئی اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے پوچھا کہ تمہاری طبیعت اچھی ہوئی یا نہیں؟ تو انہوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ میری طبیعت ٹھیک

نہیں ہوئی ہے، میری بہن کو اپنے شوہر کے یہاں جانے کو دو سال ہو چکے ہیں تو اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ از روئے فقہ اسلامی اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

اس کا شوہر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، میری بہن جوان ہے، دوسری جگہ اس کا نکاح ہو سکتا ہے، طلاق میں تاخیر ہمارے لئے حرج کا باعث ہے، اس لئے میری بہن کے لئے شریعت محمدی کے اصولوں کے مطابق اس نکاح سے آزاد ہونے کی جو بھی شکل ہو وہ آپ فتوے میں بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ عورت مسلمان جج یا قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے کہ میرا شوہر عنین ہے اور آج تک اس نے ایک مرتبہ بھی میرا حق ادا نہیں کیا اس لئے میں اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی مجھے شرعی اصولوں کے مطابق اس کے نکاح سے علیحدہ کر دیا جائے، قاضی شوہر سے اس بات کی تحقیق کرے اور وہ خود قبول کرے کہ وہ آج تک اس عورت سے وطی پر قدرت نہیں پا سکا تو اسے ایک سال علاج کی مہلت دے گا۔

اور ایک سال علاج کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا اور ایک مرتبہ بھی وطی پر قادر نہ ہو تو عورت دوبارہ قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور اس کے ساتھ رہنے پر رضامند نہ ہو تو قاضی مرد سے اس بات کی تحقیق کرے مرد عورت کی بات قبول کرتا ہو تو قاضی مرد کو کہے کہ اسے طلاق دے کر علیحدہ کر دے، اگر وہ طلاق دے تو فبہا ورنہ قاضی عورت کو اس نکاح سے علیحدہ ہونے کا اختیار دے، اور عورت اس اختیار کو قبول کر کے اس نکاح سے علیحدہ ہو جائے، اور اب بعد انقضائے عدت عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتی ہے۔

اگر کسی جگہ مسلمان جج یا قاضی کا انتظام نہ ہو یا مسلمان جج یا قاضی تو ہو لیکن وہ مندرجہ بالا

طریقہ سے فیصلہ نہ کرتا ہوتو مسلم پنچایت یا مسلم جماعت مذکورہ طریقہ سے کارروائی کرسکتی ہے، اوراس جماعت میں سمجھداراور دیندار علماء کا ہونا اور الحیلۃ الناجزہ ص: ۳۳ پر زوجۂ عنین کے باب میں بیان کردہ شرائط وقوانین کا مطالعہ ازحد ضروری ہے،ان کا خاص خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۱۰﴾ غیرحنفی کونسل کا فسخ نکاح کے فیصلہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اور علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ مدت پہلے میری شادی ہوئی تھی۔جس سے اللہ نے دو بچے عنایت فرمائے۔مگراس دوران میرے اور میری بیوی کے درمیان معمولی سا اختلاف ہوگیا۔اور میری بیوی کواس کی والدہ اپنے ساتھ لے گئی۔ میں نے ہرممکن صلح کی کوشش کی مگر وہ اپنی والدہ کے ڈباؤ کی وجہ سے واپس میرے گھر نہیں آئی ۔اس درمیان اس نے ایک شریعت کونسل سے رابطہ کیا، اور انہوں نے مجھے خط لکھا تو میں نے جواب میں پوری وضاحت کردی کہ یہ میری بیوی ہےاور میرے گھر آنے پر میں اس کو ہرطرح آباد کرنے کو تیار ہوں۔مگر کونسل نے میری مرضی کے خلاف ان کے حق میں فیصلہ کردیا۔ میں نے شریعت کونسل پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے واضح طور پر تصریح کردی تھی شریعت کونسل جوکہ اکثریت غیر مقلدوں پر مشتمل ہے میں ان کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا۔اس کے باوجود کونسل نے میری رضامندی کے خلاف فیصلہ کردیا۔اور کونسل نے ایک ناجائز راستہ کھول دیا۔اوراس کونسل کے اسی فیصلہ کی بنیاد پر میری بیوی نے ایک دوسرے شخص سے شادی کرلی ہے۔آپ حضرت سے پوچھنا یہ ہے کہ ایک شادی شدہ عورت جس کواس کے شوہر نے طلاق نہ دی ہو۔اور تحریری طور پر بھی یہ بات

لکھ دی گئی ہے۔ کیا میری بیوی اس بنیاد دوسری شادی کرسکتی ہے؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا و مسلمًا ...... شرعی کونسل یا شرعی پنچایت الحیلۃ الناجزۃ کتاب میں لکھی ہوئی صورتوں پر اور اس کے تمام شرائط کو مدنظر رکھ کر اس کے مطابق فیصلہ کرتی ہو تو وہ فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ اور مجبور اور عاجز عورت کو فسخ کے ذریعہ رہائی مل سکتی ہے۔ لیکن اگر کسی ایک شرط کی بھی مخالفت کی گئی تو ایسے فسخ کا شرعًا کوئی اعتبار نہیں۔ المرقومات للمظلومات ص ۱۴۹ پر یہ عبارت لکھی ہے کہ آج کل اکثر لوگ فسخ نکاح کا اختیار ہونے میں شرطوں کی خبر نہیں رکھتے۔ اور بلا وجود شرائط کے نکاح فسخ کرا لیتے ہیں۔ مگر ایسے فسخ کا شرعًا بالکل اعتبار نہیں۔ اور دوسری جگہ جو نکاح کیا جاوے گا وہ سراسر باطل ہوگا۔ اھ۔

مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق آپ نے شرعی کونسل کو اعتبار دلایا کہ آپ حقوق زوجیت ادا کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے نکاح کو فسخ کر دیا تو ان کا فسخ کرنا معتبر نہیں ہوگا اور دوسری جگہ کیا ہوا نکاح صحیح نہیں قرار دیا جائے گا۔ شرعی کونسل سے جو فروگزاشت ہوئی ہے اس کو اطمینان دلا کر فیصلہ سے رجوع کا خط حاصل کیا جائے اور دوسرے نکاح پڑھنے والے اور پڑھانے والوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جائے اور عورت کو اس کے حقیقی شوہر کو سپرد کی جائے۔ فقط والسلام

باب طلاق المعلق

﴿۱۹۱۱﴾ طلاق معلق کا حکم؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو تیرے چچا وسیم احمد کے یہاں گئی تو تجھے تین طلاق۔اور یہی بات اس نے کاغذ میں لکھ کر بھی عورت کو دی اور کہا کہ یہ کاغذ تیرے چچا اور تیرے والد کو پڑھا کر آ۔لڑکی اپنے چچا وسیم احمد کے یہاں خط لے کر پہنچی اور انہیں خط پڑھایا۔تو شریعت کے حساب سے لڑکی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس لڑکی کے بچے بھی ہیں اگر طلاق ہوگئی تو ان بچوں کا کیا حکم ہے؟ سسرال والے بچے لینے سے انکار کرتے ہیں لڑکی کی عمر ۲۳ سال کی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر نے اپنی بیوی کو لکھ کر دیا کہ تو تیرے چچا وسیم احمد کے یہاں گئی تو تجھے تین طلاق۔تو شریعت کی اصطلاح میں اسے تعلیق طلاق کہتے ہیں،اس لئے اس کہنے یا لکھنے کے بعد لڑکی اپنے چچا وسیم احمد کے یہاں جائے گی تو گھر میں داخل ہوتے ہی لڑکی پر تین طلاق واقع ہوجائے گی،اور تین حیض کی عدت گزارنی ہوگی۔

مرد نے مہر نہ دیا ہو تو مہر ادا کرنا ہوگا،اور عدت کی مدت کا کھانے پینے پہننے رہنے کا اوسط درجہ کا خرچ دینا ہوگا،اولاد کا نان ونفقہ وغیرہ کا پورا خرچ شوہر کے ذمہ ہے جو اسے دینا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱۲﴾ جس دن بھی تو اپنے گھر کیلئے نکلی تو سمجھ لینا کہ تو چھوٹی ہوگئی‘ کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: اپنے شوہر کے ظلم وستم سے عاجز ہوکر ایک مرتبہ میں نے اپنے شوہر (یار بہادر)

سے کہا ہم تمہاری روزمرہ کی باتوں سے تنگ آ گئے ہیں، اب ہم تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتے ہیں، ہم کو طلاق دیدو۔ میرے شوہر نے کہا کہ میری زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ، جس دن بھی تو اپنے گھر کیلئے نکلی تو سمجھ لینا کہ تو علیحدہ (چھوٹی) ہوگئی، اور یہ بات اس نے کئی بار دہرائی، اور میں نے اپنے کانوں سے بھی سنا اور فون پر بھی مجھ سے ایک مرتبہ ایسا ہی کہا۔ لہذا میں اپنے امی اور ابو کے گھر (لکھنؤ) چلی گئی۔

لہذا شرعی اعتبار سے مجھے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو ہماری جدائی کو ڈیڑھ سال ہو چکا ہے لہذا عدت کا مسئلہ کیا ہوگا؟ ابھی واپس عدت گذارنی ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی ہے تو میرا شوہر اپنے اس مذکورہ بیان کا انکار کرتا ہے تو اس سے چھٹکارے (نجات) کی کیا صورت ہے؟

وجہ انکار: میرا شوہر (یار بہادر) اتنا بدکردار ہے کہ نماز کے بارے میں بھی یہ کہتا ہے کہ نماز کچھ ہے نہیں؟ اصل تو اللہ کی رحمت ہے وغیرہ، آگے چل کر یہ کہ گجرات اور سعودی عرب دونوں جگہوں کے تقریباً ہر پولیس تھانے سے وانٹیڈ ہے اور بہت سارے کالے (غیر قانونی) دھندے ہیں جو ضرورت کے وقت ثبوت کے طور پر شاہدوں کے ساتھ پیش کرسکتی ہوں۔

اور میرے پیٹ سے ایک لڑکی ہے، اس کی عمر ابھی ۹ سال کی ہے، اب وہ لڑکی بھی طلب کر رہا ہے تو لڑکی کا حقدار کون ہوگا؟ اگر حقدار والد (میرا شوہر) ہے تو مجھے قطعی طور پر یقین ہے کہ وہ اس کو اپنی بدکرداری کی وجہ سے دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے برباد کردے گا، اور مجھے بھی مار ڈالے گا اور یہ بات (دھمکی) وہ مجھے بھی دے چکا ہے جیسے اس کی پہلی بیوی کی اولاد بھی اجڑی ہوئی ہے، اور اس کی بدکرداری کی وجہ سے دردر بھٹک رہی ہے، اور وہ بھی بالکل عیاں اور ظاہر ہے۔ لہذا ایسی حالت میں لڑکی کا حقدار کون ہوگا؟ (والد یا والدہ)؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: جس وقت شوہر نے کہا کہ جس دن بھی تو اپنے گھر کے لئے نکلی تو سمجھ لینا کہ تو چھوٹی (الگ، علیحدہ) ہوگئی، اس کے بعد جب اپنے گھر (میکے) کیلئے نکلے گی تو شرط پوری ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور یہ لفظ اب طلاق کیلئے عرف میں استعمال ہونے لگا ہے اس لئے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اب عدت کے درمیان قولاً یا فعلاً طلاق سے رجوع ثابت نہیں ہوا ہے تو تین حیض گذرنے پر نکاح کا تعلق ختم ہو جائے گا اور اب عورت جہاں چاہے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

لڑکی ۹ سال کی ہو چکی ہے اس لئے اب اس کو تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے اور وہ والد اچھی طرح پوری کر سکتا ہے اس لئے شرعاً اس کا حق بنتا ہے مگر آپ کے لکھنے کے مطابق شوہر اخلاق وعادات کے اعتبار سے اعتماد کے لائق نہیں اور پہلی بیوی کی اولاد بھی در در بھٹک رہی ہے تو آپ خود بھی رکھنا چاہیں تو رکھ سکتی ہیں۔

اگر شوہر جھوٹے گواہ پیش کر سکتا ہے اور تمہیں اس سے تکلیف ہے اور واقعی تم مظلوم ومجبور ہو تو شرعی پنچایت میں اپنے ثبوت اور حالات ثابت کر کے نکاح فسخ کرا سکتی ہو تو یہ صورت اختیار کرنا درست ہے۔

﴿۱۹۱۴﴾ "بقرعید پر گھر جاوے تو آنا ہی نہیں، اگر میری بات مانی ہو اس وقت ہی آنا، ورنہ تجھے تین طلاق" کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: میرا میری بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا کرتا تھا، ایک دن لڑائی جھگڑا ہوا تو میں نے اسے یوں کہا کہ "اگر تو بقرعید کے وقت گھر جاوے تو آنا ہی نہیں، اگر میری بات مانی ہو تب ہی آنا، ورنہ تجھے تین طلاق۔ سوچ سمجھ کر آنا ورنہ آنا ہی نہیں"۔ لیکن وہ بقرعید کے دن گھر

نہیں گئی، بقرعید ۲۸/ ۲۹/ ۳۰ تاریخ کو تھی۔
اور وہ چار تاریخ کو جمعہ کے دن اس کے گھر گئی، تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری بیوی میرے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں ’’بقرعید کے وقت گھر جاوے تو آنا ہی نہیں، اگر میری بات ماننی ہو تب ہی آنا، ورنہ تجھے تین طلاق‘‘ یہ الفاظ شوہر نے کہے ہیں اور بیوی بقرعید پر گھر نہیں گئی ہے، بلکہ چار دن بعد گھر گئی ہے تو وہ واپس آوے یا نہ آوے مذکورہ کلمات کہنے سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۱۴﴾ ’’میں تجھے تیری ماں کے گھر لینے آؤں تو تجھے تین طلاق کی قسم‘‘ کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: میری لڑکی حمیدہ کا نکاح ۲۰۱۰ء/۵/۱۶ کو فیروز کے ساتھ مسلم شریعت کے مطابق ہوا، شروع میں تو سب اچھا چلتا رہا، اس کے بعد تاریخ ۲۰۱۰ء/۷/۱۶ جمعرات کو دونوں آپس میں مستی کرتے تھے اور دونوں میں تکرار ہوئی اس وقت حمیدہ نے کہا کہ آج جتنی لڑائی کرنی ہے کرلو۔ کل جمعہ ہے کل میں اپنے میکے جاؤں گی تو واپس نہیں آؤں گی۔
تو فیروز نے قسم کھاتے ہوئے کہا: ’’میں تجھے تیری ماں کے گھر لینے کے لئے آؤں تو تجھے تین طلاق کی قسم‘‘ پھر ۱۷ تاریخ کو جمعہ کو لڑکی اپنے میکے گئی۔ رات کو فیروز اسے لینے آیا، اور حلیمہ کو اپنے ساتھ لے گیا، پھر تاریخ ۹/۲۱ کو پھر سے حلیمہ گھر آئی اس وقت اس کو لینے کے لئے اس کا دیور آیا اور وہ اس کے دیور کے ساتھ گئی، اس درمیان تاریخ ۱۰/۲۳ کو ایک دوسرا واقعہ ہوا۔

ایک روز شام کو فیروز کی اس کے والد کے ساتھ کچھ تکرار ہوگئی، غصہ میں اس نے اپنے آپ کو ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ اس کے والد نے دروازہ کھلوانے کی بہت کوشش کی لیکن فیروز نے دروازہ نہیں کھولا اور کمرہ کے اندر سے بولا اگر دروازہ کھلواؤ گے تو میں اپنی بیوی حلیمہ کو غلط الفاظ یعنی طلاق بول دوں گا۔ اخیر میں اس کے والد نے دروازہ کھول دیا۔ تو فیروز نے اس وقت یہ الفاظ کہے: ''حلیمہ کو ایک دو اور تین طلاق''۔ اس وقت گھر میں فیروز کے ماموں اور اس کے والد اور محلّہ کے کچھ لوگ حاضر تھے، پھر وہ لوگ لڑکی کو اس کے میکے چھوڑ گئے اور لڑکی کے گھر والوں سے کہا کہ اس میں لڑکی کا کوئی قصور نہیں ہے حلیمہ کو آپ کے یہاں امانت کے طور پر رکھو تو لڑکی نے فوراً کہا کہ تاریخ ۱۶/۷ کو بھی فیروز نے مجھے تین طلاق دی تھی (جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا) لیکن اس کے دباؤ کی وجہ سے میں نے کسی کو نہیں کہا۔

پھر دو دن بعد فیروز کا چھوٹا بھائی طاہر گھر آکر عدت کے ۳۵۰۰ روپئے دے گیا، اور حمیدہ نے عدت کے دن پورے کئے، پھر چار دن بعد حلیمہ چاول لینے گھر سے باہر گئی تھی تو فیروز نے زبردستی اسے پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ ہم نے ہماری لڑکی کو واپس لانے کے لئے ہمارے گھرانہ کے تین بڑے لوگوں کو بھیجا تو ساس اور سسر صبح و شام کرتے رہے یعنی ٹالتے رہے اور ہماری لڑکی کو واپس نہیں کیا۔

اخیر میں جواب دیا کہ اس کا شرعی حلالہ کرا دیا ہے اور وہ عدت میں ہے۔ فیروز نے بھی ایسا ہی جواب دیا، لوگوں کے کہنے پر میں نے پولیس کیس کر دیا۔ فیروز اپنے گھر کا فتویٰ دے رہا ہے کہ لڑکی کے ماں باپ چاہے راضی نہ ہوں پھر بھی لڑکی راضی ہوں تو حلالہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ شریعت کا قاعدہ ہے۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) ان حالات میں لڑکی کو تین طلاق واقع ہوگئی؟ ہمارے اندازے سے پہلی مرتبہ میں تین طلاق واقع ہوگئی تھی؟ (۲) فیروز صاحب شریعت کا جو قاعدہ بتا رہے ہیں کیا وہ صحیح ہے؟ (۳) انہوں نے اپنی مرضی سے حلالہ کرالیا ہے کیا وہ صحیح ہوا؟ (حلالہ کروایا ہے یا نہیں یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے)۔

انہوں نے حلالہ کرایا وہ گھر کے کسی فرد کو قبول نہیں ہے اور اس حلالہ سے لڑکی بھی خوش ہے یا نہیں یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے؟ لڑکی سے ہم ماں باپ ملاقات بھی نہیں کر سکتے ہیں؟ تو یہ کیا ہے؟ کیا یہ حلالہ صحیح ہوا؟ اور اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......۱۰/۷/۱۶ کو لڑکے نے کہا ''میں تجھے تیری ماں کے گھر لینے آؤں تو تجھے تین طلاق کی قسم'' لڑکی نے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا یا قسم منظور نہیں کی اس لئے قسم منعقد نہیں ہوئی اور طلاق واقع نہیں ہوئی۔ لہذا ۱۰/۷/۱۷ جمعہ کو رات میں لینے جانے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ رحیمیہ)۔

اس کے بعد ۱۰/۹/۲۳ کو فیروز نے کہا حمیدہ کو ایک دو تین طلاق۔ تو اس سے تین طلاق واقع ہوگئی اور جن لوگوں نے سنا وہ گواہ بن گئے، اور عورت ہمیشہ کے لئے شوہر پر حرام ہوگئی۔

اب سوال میں لکھا ہے کہ اس کا حلالہ کرایا گیا ہے تو ایک بات جان لینی چاہئے کہ اگر کسی نے دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح کرایا کہ وہ عورت کے ساتھ ایک رات گذار کر اسے طلاق دیدے تو حدیث شریف میں اس فعل پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، حلالہ کرنے والے اور کروانے والے اور اس کام میں مدد کرنے والے سخت گنہگار ہیں۔ اگر دوسرے مرد سے نکاح کرایا اور اس سے وطی بھی ہوئی پھر اس کے مزاج کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وہ از خود طلاق دے تو عدت ختم کرنے کے بعد یہ عورت زوج اول کے لئے

حلال ہوگی۔

اور رہا سوال فیروز کے زبردستی گھر لے جانے کا تو عدت کے ختم ہونے کے چار دن بعد فیروز زبردستی اسے اپنے گھر لے گیا تو اس نے یہ ناجائز اور حرام کام کیا کہ ایک پرائی (اجنبی) عورت کو زبردستی یا اس کی مرضی کے خلاف اپنے یہاں رکھنا جائز نہیں ہے، اس لئے طلاق ہوجانے کے بعد اور عدت بھی ختم ہوجانے کے بعد وہ اجنبی عورت کے درجہ میں ہے۔

اب اس عورت کا دوسرے کسی مرد سے شرعی نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ اس کا خط میں واضح خلاصہ نہیں ہے۔

(۱۹۱۵) طلاقِ اضافت الی الزمان کا مسئلہ؟

سوال: قدسیہ اور قمر کا نکاح ۲۰ سال قبل ہوا تھا، دونوں میں چھوٹا موٹا جھگڑا رہا کرتا تھا، ایک دن جھگڑا بڑھ گیا اور قمر نے غصہ میں آکر قدسیہ کو تحریراً طلاق دے دی، اس نے لکھا کہ آج ایک طلاق اور تین مہینہ دس دن بعد فلاں تاریخ کو دوسری طلاق اور اس کے تین مہینہ دس دن بعد فلاں تاریخ کو تیسری طلاق، اب طلاق دینے کے بعد دوسرے یا تیسرے دن قمر کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہیں ہے اور مجھے میری عورت واپس چاہئے۔

لہذا اس صورت میں قدسیہ پر کتنی طلاق واقع ہوئی؟ اور پہلی طلاق رجعی واقع ہوئی یا نہیں؟ اور بعد کی دو طلاق معلق بالشرط ہیں یا صرف وعدہ ہے؟ قدسیہ اسی دن قمر کا گھر چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی تھی، اور وہ اب واپس قمر کے پاس آنا نہیں چاہتی، تو شریعت میں اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ کیا قدسیہ قمر کے نکاح میں باقی ہے؟ اور وقت مشروط آنے پر کتنی طلاق واقع

ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں قمر نے اپنی بیوی قدسیہ کو یہ لکھ دیا کہ آج ایک طلاق ہے اور تین مہینہ دس دن بعد فلاں تاریخ کو دوسری طلاق۔ اور اس کے تین مہینہ دس دن بعد فلاں تاریخ کو تیسری طلاق۔ اسے فقہی اصطلاح میں اضافت طلاق الی الزمان کہا جاتا ہے، لہذا مذکورہ کلمات لکھتے ہی ایک طلاق رجعی فی الفور واقع ہوگئی، اب اگر عدت کے درمیان رجوع کرلیا ہوتو وہ عورت واپس نکاح میں آگئی اور اگر رجوع نہ کیا ہوتو وہ عورت نکاح میں سے نکل جائے گی، اگر پہلی طلاق کے بعد اس نے رجوع کرلیا ہوتو وہ عورت اس کے نکاح میں باقی ہونے کی وجہ سے دوسری طلاق کا وقتِ مشروط آنے پر دوسری طلاق واقع ہوجائے گی، اس لئے کہ عورت نکاح میں ہونے کی وجہ سے طلاق کا محل باقی ہے، اور دوسری طلاق بھی صریح الفاظ میں ہونے کی وجہ سے رجعی واقع ہوگی، اور اگر پہلی طلاق کے بعد رجوع نہ کیا ہو اور دوسری طلاق کے وقتِ مشروط کے آنے سے قبل اس کی عدت ختم ہوگئی ہوتو اس تاریخ کے آنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ عورت اس وقت اس کے نکاح میں نہیں ہے اس لئے طلاق کا محل نہیں ہے۔

اس تفصیل کے مطابق اگر دوسری طلاق واقع ہوگئی ہوتو اس میں بھی عدت کے درمیان رجوع کرنے کا حق شوہر کو ہے، اور اگر شوہر نے رجوع کرلیا ہوتو تیسری طلاق کی تاریخ آنے پر تیسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی، اور حرمت مغلظہ ثابت ہوجائے گی، اب جب تک شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ نہ ہوجاوے اس عورت کو بیوی بنا کر رکھنا جائز نہیں ہے۔

اگر دوسری طلاق کے بعد رجوع نہ کیا ہوتو عدت ختم ہوتے ہی عورت نکاح سے نکل جائے

گی اس لئے کہ تیسری طلاق کی تاریخ آنے پر وہ عورت اس کے نکاح میں نہ ہونے کی وجہ سے عورت طلاق کا محل نہیں ہے اس لئے تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی، اب بائنہ طلاق کے حکم میں آجانے کی وجہ سے اس تاریخ کے گذر جانے کے بعد از سر نو نکاح کر لینے سے دوبارہ بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے، اور دوبارہ ایک طلاق نہ دے تب تک حرمت مغلظہ ثابت نہیں ہوگی۔

سوال میں تین مہینہ اور دس دن کے بعد کی تاریخ پر طلاق کو معلق کیا ہے، اور عادۃً اس مدت سے پہلے عدت ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے اتنے دنوں میں عدت ختم نہ ہو اور طلاق کی تاریخ عدت کے درمیان آتی ہو تو بقیہ دو طلاقیں بھی واقع ہو جائیں گی، اس لئے کہ عورت عدت میں ہے اور طلاق کا محل باقی ہے اس لئے بقیہ دو طلاقیں بھی واقع ہو کر حرمت مغلظہ ثابت ہو جائے گی۔

مرد نے اپنی مرضی سے طلاق لکھی ہے اس لئے اب وہ منظور کرے یا نامنظور کرے (رد کرے) اس کا کوئی اعتبار نہیں رہتا، اس کے نامنظور کہنے (رد کرنے) سے وقوع طلاق کو روکا نہیں جاسکتا۔ (ہدایہ: ۲/۳۴۴، عالمگیری: ۱/۳۶۶، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱۶﴾ ”اگر میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں تو میری عورت میرے نکاح سے نکل جاوے“ کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ہمارے یہاں انگلینڈ میں گجراتی مسلم سوسائیٹی ہے، انہوں نے مجلس خدام الدین کے صدر صاحب سے کہا تھا کہ کوئی ایسا استاذ ہو جس کی عورت چھوٹے بچوں کو پڑھا سکتی ہو تو ہمیں اس کی ضرورت ہے، تو صدر صاحب نے ایک مولانا کا نام لکھ کر بھیجا تھا، اور یہ بھی

لکھا تھا کہ ان کی بیوی بچوں کو پڑھا سکتی ہے، جب وہ استاذ انگلینڈ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ کی بیوی بچوں کو پڑھائے گی؟ تو انہوں نے تین افراد کی موجودگی میں کہا کہ میری بیوی پڑھائے گی، یہ تین افراد آج بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔

اب ان کی بیوی کے آ جانے کے بعد بچوں کو پڑھاتی نہیں ہے، سوسائیٹی والوں نے ان کی بیوی کے آ جانے کے بعد ان کی بیوی کو استاذ کے طور پر مقرر کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے اول تو یہ جواب دیا کہ میری بیوی کی طبیعت اچھی نہیں ہے، پھر وہ یہ جواب دینے لگے کہ میں نے ایسی کوئی شرط انڈیا میں یا یہاں منظور نہیں کی کہ میری بیوی پڑھائے گی، تو سوسائیٹی والوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، تو امام صاحب نے کہا کہ ''اگر میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں تو میری عورت میرے نکاح سے نکل جاوے'' اب مذکورہ کلمات کہنے سے اس امام صاحب کی بیوی ان کے نکاح میں رہی؟ اور ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟

نوٹ: ایک شخص نے امام صاحب سے پوچھا بھی کہ آپ کو صدر صاحب نے آپ کی بیوی کے پڑھانے کے متعلق پوچھا تھا یا نہیں؟ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ ''صدر صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے کہا تھا کہ میری بیوی پڑھائے گی''۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورت مسئولہ میں جو الفاظ کہے گئے ہیں وہ تعلیق طلاق اور کنایہ کے ہیں اس لئے گواہوں کی گواہی سے ان کی بات کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاوے تو ان کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور از سر نو نکاح کئے بغیر دوبارہ اس سے بیوی کا تعلق رکھنا ناجائز اور حرام کہلائے گا، عدت میں یا عدت کے بعد از سر نو نکاح کر کے اسے بیوی بنا کر رکھ سکتے ہیں اور بلا نکاح کئے اگر ساتھ میں رہے تو ان کی امامت مکروہ تحریمی شمار ہوگی۔ (ہدایہ: ۲/۳۶۴، فتاویٰ دار العلوم، طحطاوی)

﴿۱۹۱۷﴾ طلاق معلق بالشرط؟

سوال: میرے شوہر نے ایک شرط رکھی ہے کہ ’’تو اگر زلیخا بانو اور محمد بھائی کے ساتھ بات کرے گی تو تو میرے نکاح میں نہیں ہے‘‘ اور میں نے غلطی سے زلیخا بانو سے بات کر لی لیکن محمد بھائی کے ساتھ بات نہیں کی ہے تو مسئول بہ امر یہ ہے کہ میرا نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا؟ کیا اس صورت میں طلاق ہو جاتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں شوہر نے طلاق کو شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے، اور طلاق کے لئے الفاظ کنایہ کا استعمال کیا ہے، اس لئے اگر شرط پائی جائے گی تو عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور نکاح فی الفور ختم ہو جائے گا، اب دوبارہ اسی مرد کے ساتھ رہنا ہو تو نکاح ثانی کر کے عدت میں یا عدت کے بعد میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔

لیکن صورت مسئولہ میں شرط کے مطابق دونوں فرد کے ساتھ بات نہیں ہوئی ہے اس لئے جب تک دونوں فرد کے ساتھ بات نہیں ہو جاتی اس وقت تک طلاق نہیں ہوگی، ابھی صرف ایک فرد زلیخا بانو ہی سے بات ہوئی ہے دوسرے فرد محمد بھائی کے ساتھ بات نہیں ہوئی ہے اس لئے ابھی طلاق نہیں ہوگی۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۱۸﴾ شرط پائی جائے گی تو جزا بھی پائی جائے گی؟

سوال: زید نے اپنی بیوی کو عدم اعتماد کی وجہ سے کہا کہ ’’تو اگر فلاں شخص کے مکان کی طرف نظر کرے گی تو تجھے ایک طلاق‘‘ زید کے یہ کہتے ہی اس کی بیوی نے اس مکان کی طرف دیکھنا بند کر دیا، اب زید کو اعتماد ہو گیا، اور اس کا شک دور ہو گیا تو کیا اب زید کی مرضی

سے اس کی بیوی کسی کام کی وجہ سے اس شخص کے مکان کی طرف نظر کرے گی تو طلاق ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زید کی بیوی اس کی مرضی سے بھی اس مکان کی طرف نظر کرے گی تو بھی شرط پوری ہونے کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ اذا وجد الشرط وجد المشروط۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۱۹﴾ ایک طلاق کو کئی شرطوں کے ساتھ معلق کرنا؟

سوال: زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''تو فلاں جگہ جاوے تو تجھے ایک طلاق فلاں شخص کی طرف نظر کرے تو ایک طلاق''، یعنی تین چار شرطیں جدا جدا ایک طلاق کے ساتھ لگائیں، تو کیا مذکورہ عورت تمام شرطوں کو پورا کرے تو ایک ہی طلاق ہوگی یا زیادہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زید نے طلاق کو معلق بالشرط کیا ہے، البتہ یہ دیکھنا چاہئے کہ تمام شرائط کے بعد ایک مرتبہ طلاق کہا ہے یا ہر شرط کے ساتھ ایک مرتبہ طلاق کہا ہے، اگر ہر شرط کے بعد طلاق بھی بولتا گیا تو جدا جدا طلاق سمجھی جائے گی، اور جب جب وہ شرط پائی جائے گی تو طلاق بھی ہوتی جائے گی، اور اگر تمام شرائط بولنے کے بعد ایک مرتبہ طلاق کہا ہے تو تمام شرائط پورے ہوں گی تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۰﴾ ''تو تیرے ماموں کے گھر گئی تو تجھے طلاق'' کہنے کے بعد شوہر کی اجازت سے ماموں کے گھر جاوے تو طلاق ہوگی؟

سوال: میں نے اپنی عورت کو اس کے ماموں کے گھر جانے سے اس طور پر منع کیا کہ ''اگر تو اپنے ماموں کے گھر گئی تو تجھے طلاق''، اب اگر میری بیوی میری اجازت کے بغیر اپنے ماموں

کے گھر جاوے تو شریعت کی طرف سے اس کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر میری بیوی میری اجازت سے (یعنی اس کے شوہر کی اجازت سے) اپنے ماموں کے گھر جاوے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تو اپنے ماموں کے گھر گئی تو تجھے طلاق" تو اب آپ کی بیوی آپ کے ماموں کے گھر جائے گی تو ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔ (ہدایہ، شامی) شوہر نے جس شرط کے ساتھ طلاق کو معلق کیا اس میں شوہر کی اجازت یا غیر اجازت کا کوئی ذکر نہیں تھا اس لئے چاہے شوہر کی اجازت ہو یا نہ ہو عورت اپنے ماموں کے گھر جائے گی تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۱﴾ تین طلاقوں کو شرط سے معلق کرنا اور ان سے چھٹکارے کی صورت؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو زید کی دکان پر جانے سے منع کیا اور روکنے کی بہت کوشش کی لیکن عورت نے کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گی تو شوہر نے برانگیختہ ہو کر غصہ میں کہا کہ "اگر تو زید کی دکان پر گئی تو تجھے ایک نہیں مگر تین طلاق ہیں" ان کلمات کو سننے کے بعد عورت زید کی دکان پر نہیں گئی، اور آج تک نہیں گئی ہے، لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شوہر اس عورت کو زید کی دکان پر جانے کی اجازت دیدے اور عورت سے کہے کہ تو اب زید کی دکان پر جا سکتی ہے، اور عورت زید کی دکان پر جاوے تو کیا اب طلاق واقع ہوگی؟ اس معلق بالشرط طلاق میں شرط کو روکنے کا اختیار شوہر کے پاس ہے؟ اگر یہ طلاق کے کلمات کہتے وقت شوہر کا ارادہ صرف ڈرانے یا دھمکانے کا ہو طلاق کا ارادہ نہ ہو اور صرف دکان پر جانے سے روکنا مقصود ہو تو مذکور سوال کے جواب میں کوئی فرق آئے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ کے جواب میں قدرے تفصیل ہے، اگر

واقعہ یہ ہو کہ عورت زید کی دکان پر جانے کے لئے نکلی اور شوہر نے منع کیا اس کے باوجود عورت نے ضد کر کے زید کی دکان پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور شوہر اس کی بات سے برانگیختہ ہو گیا اور اس نے مذکورہ طلاق کے کلمات کہے کہ ”اگر تو زید کی دکان پر گئی تو تجھے ایک نہیں مگر تین طلاق ہیں“ اور یہ سنتے ہی عورت رک گئی اور زید کی دکان پر نہیں گئی تو طلاق نہیں ہوئی، اور اب آئندہ زید کی دکان پر جائے گی تو بھی طلاق نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ شوہر نے اسی وقت جانے پر طلاق کو موقوف کیا تھا، جسے یمین فور کہتے ہیں۔ (درمختار:۲)۔

اور اگر جس وقت شوہر نے یہ کلمات کہے اس وقت عورت دکان پر نہ جارہی ہو بلکہ کہیں بیٹھی ہو یا کوئی اور کام کر رہی ہو یا یہ کلمات کہتے وقت شوہر کا ہمیشہ کے لئے اس جگہ جانے سے اس کو روکنے کا ارادہ ہو تو اب جب بھی اس دکان پر جائے گی اسے شرط کے مطابق تین طلاق ہو جائے گی، اور معلق بالشرط طلاق میں جب شرط پائی جائے گی اس کی جزا یعنی طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ اس کے رد کرنے کا اختیار شوہر کو بھی نہیں ہے۔ اس لئے اب بہتر یہ ہے کہ عورت مستقبل میں کبھی بھی اس دکان پر نہ جائے تا کہ وقوع طلاق کی نوبت نہ آئے۔

یا اس مشکل سے نکلنے کا ایک اور حل درمختار میں بتایا گیا ہے اسے اختیار کر لیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ اولاً شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے اور عدت کے درمیان اس سے رجوع نہ کرے، اور عدت ختم ہوتے ہی اس عورت کا نکاح اس مرد سے ختم ہو جائے گا، اب یہ عورت زید کی دکان پر جائے، زید کی دکان پر جاتے ہی شرط پوری ہوگئی، لیکن طلاق نہیں ہوگی اس لئے کہ اس وقت عورت طلاق کا محل نہیں ہے اس لئے طلاق نہیں ہوگی اور قسم پوری

ہو جائے گی،اس کے بعد شوہر اس عورت سے ازسرنو نکاح کرلے تو اب جب بھی اس دکان میں جانا چاہے تو بلاتردد جاسکتی ہے، لیکن اب شوہر کو صرف دو طلاق کا ہی اختیار رہے گا۔ (درمختار:۳/۵۰۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۲۲﴾ معلق بالشرط طلاق میں شوہر کو طلاق کے رد کرنے کا اختیار ہے؟

سوال: زید نے عامرہ سے اس کی والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کرلیا، عامرہ کے والدین اس نکاح سے ناراض تھے بعد میں گاؤں والے اور لڑکی کے رشتہ داروں کے سمجھانے پر ایک شرط پر راضی ہوئے کہ ہر مہینہ کی دس تاریخ کو رات ۱۲:۰۰ بجے سے پہلے لڑکے کو خرچ کے ۱۰۰ روپئے دینے پڑیں گے نہیں تو لڑکی کو طلاق ہو جائے گی، اور لڑکے سے یہ قبول کروایا اور کہلوایا اور لڑکے نے اقرار بھی کیا کہ اگر وہ ہر مہینہ کی دس تاریخ کو رات ۱۲:۰۰ بجے سے پہلے خرچ کے ۱۰۰ روپئے نہ دے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، اس شرط کو آج آٹھ سے دس سال ہو چکے ہیں اور لڑکا برابر ہر مہینہ وقت موعود سے قبل سو روپیہ دیتا رہا ہے، لیکن اب مرد اور عورت دونوں مل کر یہ شرط ختم کرنا چاہتے ہیں تو کیا یہ شرط شرعی اصول کے مطابق رد و ختم ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ختم ہوسکتی ہے تو اس کا طریقہ اور صورت کیا ہے وہ بتا کر ممنون فرمائیں، یہ شرط مرد اور عورت دونوں مل کر ختم کرنا چاہتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب مرد طلاق کو کسی شرط پر موقوف کرے تو جب وہ شرط پائی جائے گی تو طلاق واقع ہو ہی جائے گی، اور جب ایک مرتبہ طلاق کو کسی شرط پر موقوف کر دیا اس کے بعد اس کو کسی طرح ختم نہیں کیا جاسکتا، چاہے دونوں میاں بیوی اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں۔ (شامی:۲/۴۸۹)

﴿۱۹۲۳﴾ طلاق معلق بالشرط میں شرط باطل نہیں ہوسکتی؟

سوال: عمر نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا: اگر تو اپنے بھائی کے گھر جاوے تو تجھے طلاق، ہندہ سالوں سے اپنے بھائی کے یہاں نہیں گئی اب اس کا شوہر اپنے الفاظ واپس لینا چاہتا ہے اور شرط کو باطل کردینا چاہتا ہے اور اسے اپنی قسم پر پچھتاوا اور افسوس ہورہا ہے تو اب اس کا حل کیا ہے؟ اور شرط ختم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر تو اپنے بھائی کے گھر جاوے تو تجھے طلاق'' یہ طلاق معلق بالشرط ہے، اس لئے جب شرط پوری ہوگی طلاق ہو ہی جائے گی۔ اسے اب رد یا باطل نہیں کیا جاسکتا، اس سے بچنے کی اب دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر عدت میں رجوع نہ کرے عدت ختم ہوتے ہی عورت نکاح سے نکل جائے گی اور اب اس کی بیوی نہیں رہے گی اب عورت اپنے بھائی کے گھر جاوے، جیسے ہی عورت اپنے بھائی کے گھر جاوے گی تو شرط پوری ہوجائے گی لیکن اس وقت عورت طلاق کا محل نہیں ہے کیونکہ وہ اس مرد کے نکاح میں نہیں ہے اس لئے طلاق نہیں ہوگی اور شرط پوری ہوجائے گی، پھر مرد اس عورت سے نکاح کرلیوے پھر عورت جب اپنے بھائی کے گھر جانا چاہے گی جاسکے گی، اب بھائی کے گھر جانے پر طلاق نہیں ہوگی، البتہ اب مرد کو صرف دو ہی طلاق کا اختیار رہے گا۔

(۲) یا دوسری صورت یہ ہے کہ بھائی کے انتقال ہونے تک بھائی کے گھر نہ جاوے، انتقال کے بعد وہ گھر بھائی کا نہیں رہے گا اس کے ورثاء کا ہوجائے گا اس لئے اس کے بعد جائے گی تو طلاق نہیں ہوگی۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۴﴾ ''تو میرے گھر سے چلی جا، میں اپنے بچوں کی پرورش خود کرلوں گا'' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھریلو جھگڑے سے تنگ آکر غصہ کی حالت میں کہا کہ ''تو میرے گھر سے چلی جا، میں اپنے بچوں کی پرورش خود کرلوں گا'' جواب میں بیوی نے کہا: ''میں اپنے بچوں کو چھوڑ کر اس گھر سے جانے والی نہیں ہوں، تجھ سے جو بنتا ہو کرلے''۔
تو مسئول بہ امر یہ ہے کہ شوہر کا مندرجہ بالا جملہ کہنے کی وجہ سے اس کی بیوی کو کیا طلاق ہو گئی؟ اور طلاق ہوگئی تو کونسی؟ کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ''تو میرے گھر سے چلی جا، میں اپنے بچوں کی پرورش خود کرلوں گا'' یہ الفاظ کنایہ طلاق کے ہیں، اور کنایہ طلاق کے الفاظ میں طلاق کی نیت کا ہونا ضروری ہے، لہذا اگر یہ کلمات کہتے وقت شوہر کی نیت طلاق کی ہوگی تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی، اب عدت میں یا عدت کے ختم ہونے کے بعد از سر نو نکاح کر کے دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۲۵﴾ لفظ کلّما سے طلاق اور اس سے خلاصی کی صورت؟

سوال: زید نے عمر پر تہمت لگائی اور اپنے دعوے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس نے کلّما کی طلاق والی قسم کھائی تو اس قسم کے کفارہ کی کیا شکل ہے؟ اس سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ کیا اب وہ جب بھی نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کلّما کے جملہ کے ساتھ قسم کھائی جائے تو اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، وہ شخص جب جب نکاح کرے گا اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔

البتہ وہ خود نکاح نہ کرے اور کوئی خیر خواہ فضولی بن کر اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرا دے اور وہ شخص زبان سے نکاح قبول نہ کرے بلکہ عملاً قبول کر لے یعنی اپنی بیوی سے جماع کر لے تو ایسے نکاح پر اس قسم کا اثر نہیں ہوتا، اور اس نکاح کی وجہ سے اس کے نکاح میں آنے والی بیوی کو کلّما کی قسم کی وجہ سے طلاق نہیں ہوگی۔ (شامی: ۶۸۳/۲، درمختار: ۶۸۸/۲، ہدایہ: ۳۶۶/۲) فقط واللہ تعالی اعلم

باب الخلع

﴿۱۹۲۶﴾ روپیوں کے عوض طلاق دینے کا حکم؟

سوال: خالد کا رشتہ عاتکہ سے ہوا اور منگنی ہوگئی، پھر نکاح سے پہلے خالد یو.کے. چلا گیا۔ پھر خالد کے والد صاحب نے لڑکی کو یعنی عاتکہ کو اپنے خرچہ سے یو.کے. بھیجا، وہاں پہنچ کر عاتکہ نے خالد سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا، بہت سمجھانے کے بعد اور والدین ورشتہ داروں کے کہنے کے بعد تین مہینہ کے بعد نکاح کر لیا۔ پھر کچھ مہینوں تک گذر بسر ہوا، پھر کسی وجہ سے خالد کے والد نے دونوں کو ٹکٹ بھیج کر ملاوی بلوالیا، ملاوی میں کچھ دن دونوں ساتھ میں رہے، پھر عاتکہ کے والد عاتکہ کو اپنے گھر لے گئے، گھر پہنچنے کے بعد لڑکی اب واپس اپنے سسرال جانے سے اور اس لڑکے کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر دوبارہ مجھے وہاں بھیجوگے تو میں خودکشی کرلوں گی۔ دونوں فریق نے فیصلہ کے لئے حکم متعین کئے ہیں، خالد کے والد صاحب کا کہنا ہے کہ عاتکہ کو یو.کے. بھیجنے کا خرچہ اور ملاوی بلانے کا خرچہ اور ٹرانسپورٹیشن کا جو کچھ خرچہ ہوا ہے وہ دو تو ہم طلاق دیں گے، تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کیا یہ خرچ مانگنا مناسب ہے؟ اور اگر دینا پڑے تو شریعت کے قانون کے مطابق کتنا دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ ”لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے کس وجہ سے انکار کر رہی ہے، اس میں قصوروار لڑکا ہے یا لڑکی؟

اگر زیادتی اور ظلم لڑکے والوں کی طرف سے ہے تو زیادتی بند کر کے عورت کے حقوق ادا کرنے اور کرانے کی فکر کرنی چاہئے اور یہ نہیں ہوسکتا تو طلاق دے کر اسے آزاد کر دینا

چاہئے اور مرد طلاق دینے کے لئے راضی نہ ہو اور لڑکی سے روپیہ کا مطالبہ کرے تو یہ مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: فلا تاخذوا شیئا۔ یعنی: عورت کے پاس سے اس میں سے کچھ نہ لو۔ (ہدایہ)۔

اور اگر زیادتی اور نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو مہر کی رقم کے برابر رقم لینا درست ہے اور مہر کی رقم سے زیادہ بھی ایک روایت کے مطابق لے سکتے ہیں، اب رہا سوال لڑکی کو یو کے بھیجنے اور ملاوی بلانے اور ٹرانسپورٹیشن کے خرچ کا؟ تو جس وقت یہ خرچ کیا گیا اس وقت خرچ واپس لینے کی یا قرض کے طور پر دینے وغیرہ کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ تبرع اور احسان ہے لہذا یہ خرچ واپس نہیں لیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۷﴾ مہر اور عدت کے خرچ پر خلع کرنا؟

سوال: ایک شخص کی شادی کو تین سال ہو چکے ہیں اس کی بیوی مہمان کے بہانے سے اپنے میکے گئی تھی پھر واپس نہیں آئی، سچے اور جھوٹے بہانے بنا کر اپنے شوہر کے یہاں آنے سے منع کرتی ہے، اس کا باپ شوہر پر زور ڈال رہا ہے کہ وہ اس کی بیٹی کو طلاق دیدے، لیکن شوہر طلاق دینے کے لئے راضی نہیں ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ اگر شوہر اس شرط پر طلاق دیوے کہ وہ مہر کی رقم اور نان ونفقہ کا خرچ نہیں دے گا تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے؟ اگر جبر واکراہ کر کے طلاق لی جاوے تو کیا اس طلاق کی وجہ سے مہر اور نان ونفقہ دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جبر واکراہ کی صورت میں بھی شوہر نے زبان سے طلاق دے دی تو طلاق ہو جائے گی، اور مہر وعدت کا خرچ دینا لازم ہو جائے گا، جبر واکراہ

کر کے طلاق وصول کرنے سے عورت کا یہ حق ختم نہیں ہوجاتا۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ) لیکن بیوی یہ کہے کہ میں نے اپنے حقوق مہر اور عدت کا خرچ معاف کر دیا ہے مجھے طلاق دے دو، اور اس کے جواب میں شوہر اسے طلاق دے دے تو مہر اور عدت کا خرچ معاف ہوجائے گا اور دینا نہیں پڑے گا، نیز شوہر مہر اور عدت کا خرچ معاف کرنے کی شرط پر طلاق دیوے اور عورت اسے منظور کرلے تو بھی معاف ہوجائے گا۔ (جوہرہ:۱۲۲، عالمگیری:۵۱۶)

﴿۱۹۲۸﴾ خلع میں مرد کتنے روپئے لے سکتا ہے؟

سوال: ایک عورت اپنے شوہر سے طلاق مانگ رہی ہے، تو عورت مرد کو کتنے روپئے دیوے؟ اور مرد عورت سے کتنے روپئے لے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت مرد سے خلع کرنے پر راضی ہے اور طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے تو دیکھنا چاہئے کہ قصور اور ظلم کس کی طرف سے ہے؟ مرد کی طرف سے ہے یا عورت کی طرف سے؟ اگر مرد کی طرف سے ظلم ہے تو طلاق یا خلع پر عورت سے مہر لینا یا مال لینا سخت گناہ کا کام اور حرام ہے، اگر لیا بھی ہو تو اس کا استعمال بھی حرام کہلائے گا۔

اور اگر ظلم یا نافرمانی عورت کی طرف سے ہے اور عورت طلاق مانگ رہی ہے تو جتنی مہر مقرر کی ہو اس سے زیادہ نہ لینا بہتر ہے، اتنی رقم لے کر نکاح سے جدا کر دی جائے، البتہ مہر سے زیادہ رقم کے مطالبہ پر بھی گناہ نہیں ہوگا۔ (ہدایہ، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۲۹﴾ خلع کے روپئے لینے کیسے ہیں؟

سوال: میرے بڑے بھائی کی شادی ایک شہر میں ہوئی تھی، میری بھابھی رمضان عید کے دوسرے دن اپنے میکے گئی، اس وقت میرے والد صاحب حیات تھے، کچھ دنوں بعد میرے

والد صاحب کا انتقال ہو گیا، میری بھابھی کو انتقال کی خبر پہنچائی پھر بھی وہ میت میں نہیں آئی، اس کے بعد میرے چچا اور بڑے ابا بھابھی کو لینے کے لئے ان کے گھر گئے تو میرے بھائی کے خسر نے کہا کہ چار دن بعد بھیج دیں گے۔ لیکن ۲۸ دن ہو گئے وہ نہیں آئی اور پھر ہم نے ہماری جماعت کے کچھ ذمہ دار لوگوں کو بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ آٹھ دن بعد بھیجیں گے اور پھر میں اور میرا بھائی اور کچھ دوست میری بھابھی کے گھر گئے تو معلوم ہوا کہ میرے بھائی کے خسر اور خوش دامن تو بھیجنے کے لئے راضی ہیں لیکن لڑکی آنے کے لئے راضی نہیں ہے، خودکشی کرنے کی دھمکی دیتی ہے۔ ہمارا ان سے کوئی لڑائی اور جھگڑا نہیں تھا لیکن وہ اب طلاق مانگتی ہے تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میاں بیوی میں ناچاقی ہو اور کسی وجہ سے ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرتے ہوں تو اول یہ کوشش کرنی چاہئے کہ دونوں کی ناچاقی دور ہو جائے اور صلح ہو جائے اور یہ رشتہ بنا اور قائم رہے، البتہ ہر ممکن کوشش کے باوجود دونوں میں کسی طرح نبھاؤ نہ ہوتا ہو اور عورت طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو اور مرد کا قصور بھی نہ ہو تو ایسی عورت کے لئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

فقہاء کے قول کے مطابق اگر شوہر اس حالت میں طلاق دے گا تو شوہر کو گناہ نہیں ہوگا، البتہ شوہر طلاق دینا نہ چاہتا ہو تو عورت عدت خرچ اور مہر کے عوض یا کچھ زائد رقم دے کر مرد سے طلاق مانگ سکتی ہے، مرد کا قصور نہ ہو تو وہ روپئے لینے میں گنہگار نہیں ہے۔ (شامی:۲)

﴿۱۹۳۰﴾ روپیوں کی شرط پر طلاق دینا

سوال: ایک شخص حج کر کے آیا، اس نے حج کرنے کی خوشی میں رسمی دعوت کی، جس میں

رسم کے طور پر اس کی بیوی کو ۵۰۰ روپے نقدی اور ۱۰۰ روپے کپڑے کے اور ۳۶۵ روپے زیور کے لئے یعنی کل ملا کر ۱۰۶۵ روپے دئے، فی الحال یہ رقم اس کی بیوی کے پاس ہی ہے، اس کی بیوی گھر بیٹھی ہوئی ہے یہ شخص اپنی بیوی کو بلانا چاہتا ہے لیکن وہ آنے سے انکار کرتی ہے اور طلاق مانگتی ہے یہ شخص کہتا ہے کہ مہر کے روپے ۱۲۷:۵۰ منہا کر کے مابقیہ رقم مجھے لوٹا دے تو میں طلاق دے دوں گا، لہذا آنجناب فقہ اسلامی کی روشنی میں بتائیں کہ اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب آپ کی طرف سے بیوی پر کوئی ظلم و زیادتی بھی نہیں ہے اور اس کی حق تلفی بھی نہیں ہے اس کے باوجود وہ عورت طلاق مانگتی ہے تو اس کو طلاق دینے پر آپ سے کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا، لہذا آپ سوال میں مذکورہ شرط پر طلاق دینا چاہتے ہیں تو دے سکتے ہیں، آپ نے سوال میں حساب کا جو میزان کیا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۳۱﴾ شوہر یا اس کا وکیل زوجہ سے خلع کرانے پر راضی ہوا اور شرط کے مطابق عورت راضی ہوگئی ہو تو خلع صحیح ہوگیا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتی صاحب اس مسئلہ میں کہ زید کے والد نے اپنے بیٹے کی طرف سے وکیل بن کر اظہار رضامندی کیا کہ اگر لڑکی مکان اور متعلقہ اخراجات کا کیس ختم کردے تو ہم اس کے خلع کی شرائط کو قبول کرتے ہوئے طلاق دے دیں گے۔ چنانچہ یہ گفتگو زید کے والد کی باقاعدہ ٹیپ میں محفوظ کرلی گئی ہے۔ اور دو گواہ بھی اس کے شاہد ہیں۔ اور ٹیلیفون کو دوسروں کے کانوں کے درمیان رکھ کر وہ الفاظ سنے گئے ہیں کہ

واقعی اگرلڑکی کیس ختم کردے تو وہ طلاق بشکل خلع دیدیں گے۔زید کے والد نے وکیل بن کرخلع کی ہرشکل قبول کی ہے۔اپنے زید کی طرف سے اوراظہار رضامندی کیا ہے کہ ہمارے بیٹے کوخلع کی صورت منظور ہے۔چنانچہ لڑکی نے اپنے وکیل کے پاس جاکر جائداد اوردیگرلوازمات کا کیس ڈراپ (مقدمہ ختم) کردیا ہے۔اورخلع کے لئے اپنا سٹیٹ مینٹ بھی دےدیا ہے۔جس پراس کے دستخط ہیں۔اورملفوف ھٰذا ہے۔اورگواہوں کے دستخط بھی موجود ہیں۔اب چارآدمی گئے تھےان کے پاس طلاق لینے کے لئےلیکن جب وہ چار آدمی ان کے گھر گئےتوانہوں نے طلاق دینے سے انکارکردیا۔ان حالات میں شرعًا لڑکی کوطلاق واقع ہوجاتی ہے یانہیں؟ براہ کرم مذکورہ بالا حالات کا شرعًا فتوی جلدازجلد دےکرممنون فرمائیں۔فقط والسلام

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شوہر یا شوہر کا وکیل زوجہ سے خلع کرانے پرراضی ہواورشرط کے مطابق عورت خلع کرنے پرراضی ہوگئی ہوتو خلع صحیح ہوگیا۔اورخلع بھی طلاق بائن ہےاس لئےخلع کے صحیح ہوتے ہی عورت پرطلاق بائن واقع ہوجائے گی۔اورشوہر سے پھرطلاق لینے کی ضرورت نہیں۔اب عورت عدت پوری ہونے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔کما فی باب الخلع فی رد المحتار۔فقط واللہ تعالی اعلم

باب الظهار

﴿۱۹۳۲﴾ بیوی کا شوہر کو بھائی کہنا؟

سوال: میری بیوی پندرہ دن سے بیمار تھی، اس بیماری کی حالت میں میری بیوی نے مذکورہ کلمات اپنی زبان سے کہے، میری بیوی نے کہا کہ ''تو میرا بھائی اور میں تیری بہن اور آج سے تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں ہے'' اور یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ کی چوڑیاں توڑ دیں۔ اب اس کے اس طرح کہنے کے بعد میرے لئے اس کے ہاتھ کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اسے گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کا مذکورہ کلمات کہنا مبنی بر جہالت اور بے وقوفی کا مظاہرہ ہے۔ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، آپ دونوں بدستور میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔ البتہ عورت مذکورہ کلمات کہہ کر گنہگار ہوئی یہ نفع میں رہا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۳۳﴾ ''تو آج سے میرے لئے میری ماں بہن کے برابر ہے'' کہنے سے طلاق ہوگی؟

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کو تمام گھر والوں کی موجودگی میں کہا کہ ''تو آج سے میرے لئے میرے بھائی اور باپ جیسا ہے'' اور اس مرد نے بھی تمام کی موجودگی میں اپنی بیوی سے کہا کہ ''تو بھی آج سے میرے لئے میری ماں بہن کے برابر ہے'' تو اس کہنے سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیوی مذکورہ کلمات کہہ کر سخت گناہ کی مرتکب ہوئی، اسے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسی جہالت کے مظاہرہ سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے، اور شوہر

نے جن الفاظ کا تکلم کیا ہے کہ ’’آج سے میرے لئے میری ماں بہن کے برابر ہے‘‘ تو شوہر نے مذکورہ کلمات کس نیت سے کہے ہیں یہ جاننا ضروری ہے؟ اگر ظہار کی نیت سے کہے ہیں تو ظہار ہو جائے گا، اور طلاق کی نیت سے کہا ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ (جوہرہ:۲۲۶)

﴿۱۹۳۴﴾ آج سے تو ماں اور بہن ہے‘ کہنے کا حکم؟

سوال: میں نے ایک مرتبہ غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ ’’آج سے تو ماں اور بہن‘‘ تو کیا اس جملہ سے میری بیوی کو طلاق ہوگئی؟ کچھ تبلیغی بھائیوں کا کہنا ہے کہ طلاق ہوگئی، پنچایت نے مجھ سے پوچھا کہ تو عورت کو رکھنا چاہتا ہے یا نہیں؟ تو میں نے نفی میں جواب دیا، تو کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر میں نے ہاں کہا ہوتا تو طلاق نہیں ہوتی، امام صاحب کا کہنا ہے کہ طلاق ہوگئی، تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اور اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ بیوی گھر سے جانے کو راضی نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرد نے اپنی بیوی سے یہ جملہ کہا ہو کہ ’’آج سے تو ماں اور بہن‘‘ تو اس جملہ سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی، اس جملہ کے کہنے سے وہ گنہگار ہوگا۔

پنچایت کے روبرو ’’میں اس کو رکھنا نہیں چاہتا‘‘ کہنے سے آپ کی مراد کیا تھی؟ اگر طلاق کی نیت سے مذکورہ کلمات کہے ہوں تو طلاق بائن واقع ہوگی، اور عدت کے اندر یا عدت کے ختم ہونے کے بعد از سر نو نکاح کر لینے سے دوبارہ وہ عورت آپ کی بیوی بن جائے گی، اور پھر دونوں کا میاں بیوی کی طرح رہنا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم:۳۰۶/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۳۵﴾ بیوی کو ماں اور بہن کہنا؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ میں ماں بہن کہا اور کچھ دنوں بعد نام نہاد دو چار فقیروں کو دو وقت کا کھانا کھلا دیا، اور اسی عورت کے ساتھ نئے سرے سے نکاح کر لیا تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے کیا وہ عورت دوبارہ اس کی بیوی بن گئی؟ اب اگر ان کو کوئی اولاد ہوتی ہے تو وہ حلالی کہلائے گی یا حرامی؟ از روئے شریعت ان کا طریقہ درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیوی کو ماں بہن کہنا سخت گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا چاہئے، اور توبہ کرنی چاہئے لیکن بیوی کو صرف ماں بہن کہنے سے اس سے نکاح ختم نہیں ہو جاتا اور کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی یوں کہے ”کہ تو میرے لئے ماں جیسی حرام ہے“ تو تشبیہ بالمحرمات کے الفاظ ہونے کی وجہ سے ظہار کا حکم عائد ہوگا۔ (شامی) فقط و اللہ تعالی اعلم

باب العدة

﴿۱۹۳۶﴾ فون پر دی گئی طلاق کا حکم؟/ عورت عدت کہاں گزارے؟

سوال: میرے لڑکے ابراہیم منصور نے ساؤتھ افریقہ سے فون کر کے اپنی بیوی عرفانہ کو اپنے نکاح سے خارج کر دیا۔عرفانہ یہاں انڈیا،سورت میں اپنے سسرال میں رہتی ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ تاریخ ۲/۴/ ۲۰۱۰ء کو ابراہیم نے عرفانہ کے موبائل پر فون کیا اور کہا کہ میں ابراہیم بول رہا ہوں اور میں عرفانہ کو اپنے نکاح سے خارج کرتا ہوں طلاق طلاق طلاق ،عرفانہ نے موبائل پر یہ کلمات سنے اس وقت محلّہ کے دو مرد بھی گواہ کے طور پر حاضر تھے اور دوسرے بھی بہت سے لوگوں نے سنا۔عرفانہ کی والدہ بھی حاضر تھی ،تو صورت مسئولہ میں طلاق ہوئی یا نہیں ، مذکورہ طلاق کے کلمات موبائل فون پر ریکارڈ بھی کیئے گئے ہیں؟

(۱) اگر طلاق ہوگئی تو عدت کا خرچ کتنا دینا ہوگا؟ (۲) اور اگر طلاق ہوگئی ہے تو عرفانہ کو اس مکان میں رہنے کا حق ہے یا نہیں؟ عرفانہ عدت کہاں گزارے گی؟ اس مکان میں عرفانہ کے ساتھ اس کی ساس اور خسر رہتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... طلاق دینے والا مرد قبول کرتا ہو کہ اس نے فون پر طلاق دی ہے یا سننے والوں کو پورا یقین ہو کہ یہ آواز ابراہیم منصور ہی کی ہے تو اس طرح دی ہوئی طلاق معتبر کہلائے گی ،لہذا صورت مسئولہ میں عرفانہ کو تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔

عدت کی مدت تین حیض ہے۔شوہر اور بیوی کی مالی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اوسط درجہ کا خرچ متعین کیا جائے گا۔شریعت کی طرف سے کوئی متعین رقم مقرر نہیں ہے۔عرفانہ جس

گھر میں رہتی تھی اور اسی گھر میں اسے طلاق ملی اور اس گھر میں شوہر کی آمدورفت بھی نہیں ہے۔اور خسر کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے تو اس گھر میں عدت گذار سکتی ہے۔

﴿۱۹۳۷﴾ کیا معتدہ فون سے اجنبی مردوں سے بات کرسکتی ہے؟

سوال: میرے ہم زلف کا یو.کے.میں انتقال ہو گیا،تو میری سالی یو.کے.میں ان کے گھر میں عدت میں بیٹھی ہوئی ہے،تو ان سے ان کے داماد،ان کے بہنوئی ان کے بھائی اور بہن کے داماد ٹیلیفون سے بات کر سکتے ہیں؟ یا انٹرنیٹ پر ایک دوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں؟ کس کس کے ساتھ روبرو،ٹیلیفون وغیرہ سے بات کر سکتے ہیں اس کی مکمل وضاحت فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر کا جب انتقال ہو جاتا ہے تو شوہر کے طور پر اللہ نے جو نعمت دی تھی اس سے محروم ہو جانے پر شریعت کی طرف سے اظہار افسوس کے لئے چار مہینہ دس دن کی مدت تک غم منانے کی اجازت ملی ہے اسے شرعی اصطلاح میں وفات کی عدت کہتے ہیں،جس کا سوگ منانا ضروری ہے۔

اس میں اپنے آپ کو سجانا اور سنوارنا اور میک اپ کرنا یا بن سنور کر باہر نکلنے کی ممانعت ہے، اشد ضرورت کے وقت دن میں باہر نکلنے کی اجازت ہے،لیکن رات پھر اسی گھر میں گزارنا ضروری ہے جہاں وہ عدت میں بیٹھی ہے،محرم سے بات کرنا یا انہیں دیکھنا جائز ہے،اور اشد ضرورت کے وقت اجنبی مردوں سے فون پر یا پردہ کی پابندی کے ساتھ بات کرنا بھی جائز ہے منع نہیں ہے۔

پردہ کی پابندی یا کسی بھی طرح اجنبی مردوں سے بات چیت کرنے کا حکم عدت کی مدت میں

یا اس سے پہلے یا اس کے بعد ہر حالت میں عورت کے لئے یکساں ہے۔ ہمارے یہاں روزانہ کے معاملات میں اس بات کی پابندی نہیں کی جاتی صرف عدت کے درمیان ہی اس کی پابندی کی جاتی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ پردہ کا حکم ہر صورت میں پورا کرنا چاہئے، لہذا بغیر اشد ضرورت کے ٹیلیفون یا چیٹنگ پر مسیج لکھ کر اجنبی مردوں سے بات چیت نہیں کرنی چاہئے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً (بقرۃ:۲۳۴)۔

عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ايام سواء كانت مدخولا بها او لا مسلمة او كتابية الخ (عالم گیرد ۵۲۹/۱)

اذا كانت معتدة بت او موت اظهار للتاسف على فوات النكاح بترك الزينة بحلى او حرير او امتشاط الخ (شامی:۲۱۷/۵)۔

و المتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها و لا تبيت فی غير منزلها (شامی:۲۲۵/۵)۔

و لا يكلم الاجنبية الا عجوزا (شامی:۵۳۰/۹)۔

فانا نجيز الكلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عند الحاجة الى ذلك و لا نجيز لهن رفع اصواتهن (شامی:۲۹۰/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۳۸﴾ دو طلاق کی عدت؟

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی صلاح کے لئے دو طلاق دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اگر شوہر بیوی کو لے جانا چاہے تو بھیجنا چاہئے یا نہیں؟ اور دو طلاق کی عدت کتنی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل ناقص ہے، طلاق کن الفاظ سے دی گئی ہے اس پر شرعی حکم کا مدار ہے (اور یہ سوال میں ذکر نہیں کیا گیا ہے)۔

اس کے باوجود اگر صریح الفاظ میں طلاق دی گئی ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوگی جس کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین حیض) کے درمیان شوہر اپنی بیوی سے قولاً یا فعلاً رجوع کر کے اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہے، اور اب شوہر کو ایک طلاق کا ہی اختیار رہے گا، اب جب بھی ایک طلاق دے گا تو کل مل کر تین ہو جائے گی اور عورت ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جائے گی۔

اور اگر دو طلاق دینے کے بعد عدت کے درمیان رجوع نہیں کیا تو عورت نکاح میں سے نکل جائے گی اب اگر اسے دوبارہ بیوی بنانا ہو تو نئے سرے سے نکاح کرنا ہوگا، اور اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۳۹﴾ کبیر السن مطلقہ کا اپنے بچوں کو لے کر شوہر کے گھر میں رہنا؟

سوال: ایک مسلمان شخص کی عمر ۶۵ سے ۷۰ کے درمیان کی ہے، وہ ٹی بی کا مریض ہے اور صاحب فراش ہے، اس کی بیوی کی عمر ۶۰ سے ۶۵ کے درمیان کی ہے، اس شخص نے اپنے لڑکوں کی موجودگی میں مذکورہ الفاظ کہے، بیوی بھی وہاں موجود تھی ’فلاں بنت فلاں جو فلاں کی بہن ہے اسے تین طلاق دیتا ہوں‘۔

لہذا مذکورہ بالا مسئلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک کلمہ میں تین طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے؟ اگر واقع ہوتی ہے تو اس طلاق کی عدت کتنی ہے؟ عورت یہ عدت کہاں گذارے؟ کیا اپنے شوہر کے گھر رہ کر عدت گذار سکتی ہے؟ بعد انقضائے عدت عورت اپنے لڑکوں کے ساتھ رہ سکتی ہے؟ کیا اس کا خرچ اور دیکھ بھال اس کے لڑکے کریں گے،

یاد رہے کہ مکان اس کے شوہر کی ملکیت کا ہے؟ یہ عورت اپنے بھائیوں کے ساتھ نہ رہے اور اپنے لڑکوں کے ساتھ رہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر رہ سکتی ہے تو شوہر کے مکان میں رہ سکتی ہے یا علیحدہ رہنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عمر دراز اور صاحب فراش شخص کے طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں جن الفاظ کا تکلم کیا ہے اس سے عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی۔

اب اگر عورت کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض اور کبرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ عدت گذارنی ہوگی، اس مدت میں شوہر سے کسی بھی قسم کا تعلق نہ رکھتے ہوئے اجنبی مرد کی طرح بالکل علیحدہ اور پردے کے ساتھ شوہر کے گھر میں رہ کر عدت گزارنا چاہے تو گذار سکتی ہے۔

بعد انقضائے عدت کے بہتر یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ یا لڑکوں کے ساتھ علیحدہ رہے، لیکن سوال میں مذکورہ احوال کے پیش نظر کہ شوہر کا مرض الموت میں گرفتار ہونا، اور عورت کا بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانا، تو ان حالات میں لڑکوں اور پوتوں کے ساتھ شوہر کے گھر میں مطلقہ اس شرط پر رہ سکتی ہے کہ شوہر سے بالکل علیحدگی بنائے رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ بحرالرائق ۱۶۸/۴ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۴۰﴾ عورت کے بدکردار ہونے کی وجہ سے عدت خرچ معاف نہیں ہوتا؟

سوال: ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، اس عورت کے بدکردار ہونے کی وجہ سے اس کے شوہر نے اسے بہت مرتبہ اس برے فعل سے اپنی اصلاح کرنے کی تاکید

اورکوشش بھی کی، اوراس کے رشتہ داروں نے بھی سختی کی، پھربھی عورت اپنے برے اطوار سے باز نہ آئی، اور کچھ دنوں قبل خسر نے اپنی نظروں سے دوسرے شخص کے ساتھ بری حالت میں دیکھ لیااس لئے شوہر نے اس عورت کو تین طلاق دے دی، ان حالات میں وہ عورت مہراورعدت خرچ کی حقدار ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کے بدکردار ہونے کی وجہ سے مہراورعدت کا خرچ معاف نہیں ہوتا، طلاق دیتے ہی مہر(اگراس سے قبل نہ دی ہو یا معاف نہ کروائی ہو) اورعدت خرچ دیناضروری ہوجاتا ہے۔(شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۱﴾ عدت کی مدت؟

سوال: طلاق کے بعدعدت میں کتنے دن بیٹھنا چاہئے؟ اورعدت کی مدت کا خرچ شوہر سے کتنالینا چاہئے؟ لڑکے والے غریب نہیں ہیں تو کتنے روپئے لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عدت کی مدت حالت کےاعتبار سے مختلف ہوتی ہے، حاملہ کی عدت وضع حمل ہےاورحائضہ کی عدت تین حیض ختم ہونے تک ہےاورصغرسنی یا کبر سنی کی وجہ سے جس عورت کوحیض نہ آتا ہواس کی عدت مکمل تین مہینہ ہے۔

عدت کا خرچ میاں بیوی کی مالی حالت دیکھ کر درمیانی درجہ کا مقررکیا جائے گا۔شریعت کی طرف سے کوئی خاص رقم تعیین کے ساتھ مقررنہیں ہے، اس لئے کہ حالات اورضروریات زندگی کی اشیاء کے نرخ بدلتے رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۲﴾ برتھ کنٹرول والی عورت کے لئے طلاق کی عدت کتنی ہے؟

سوال: ایک عورت کواس کے شوہر نے طلاق دی ہے اس عورت نے برتھ کنٹرول کا

آپریشن کروایا ہے، اسے طلاق دینے کو ایک مہینہ ہوا ہے اب یہ عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا اس کا دوسرے مرد سے نکاح جائز ہے؟ اس عورت کا کہنا ہے کہ اس نے آپریشن کروایا ہے اس لئے ایک مہینہ کی عدت اس کے لئے کافی ہے تو اس حالت میں اس عورت کو کم از کم کتنی اور زیادہ سے زیادہ کتنی مدت عدت میں گذارنی ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عدت گذارنا شریعت کا لازمی حکم ہے اور ہر مطلقہ کے لئے شریعت کی طرف سے واجب ہے اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے، اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوسری جگہ نکاح کر لینے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا، اس عورت کو عادت کے مطابق حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر اس آپریشن کی وجہ سے حیض بند ہو گیا ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے۔

عورت کا قول کہ'' آپریشن کروایا ہے اس لئے ایک مہینہ کی عدت اس کے لئے کافی ہے'' بالکل غلط اور شریعت کے حکم کی خلاف ورزی اور توہین ہے۔ (شامی وغیرہ)

﴿۱۹۴۳﴾ کیا سفر میں عورت کی عدت سوا مہینہ ہی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ فاطمہ بی بی ساؤتھ افریقہ کے سفر پر گئی تھی، ان کے وہاں جانے کے کچھ دنوں بعد یہاں انڈیا میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا، ہم نے ان کے شوہر کے انتقال کی خبر ان کو افریقہ پہونچائی، خبر ملتے ہی فوراً فاطمہ بی بی وہیں افریقہ میں سوا مہینہ عدت میں بیٹھ گئی اس کے بعد وہ اپنے حقیقی بھائیوں کے یہاں آنے جانے اور چلنے پھرنے لگیں پھر جب کہ ان کے شوہر کے انتقال کو تین مہینہ ختم ہوئے تو فاطمہ بی بی کا ویزا ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ انڈیا

ان کے اصل گھر (شوہر کے گھر) واپس آ گئیں، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ فاطمہ بی بی کو انڈیا آنے کے بعد عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟ افریقہ میں کچھ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ سفر میں عورت کی عدت سوا مہینہ ہی ہے، تو اب اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ان کی عدت ختم ہوگئی یا ابھی باقی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس عورت پر چار مہینہ دس دن عدت میں بیٹھنا اور سوگ منانا ضروری ہے، اور حمل والی عورت کے لئے جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے عدت ختم نہیں ہوگی، اور عدت شوہر کے انتقال کے بعد فوراً شروع ہو جاتی ہے اور یہ مدت ختم ہوتے ہی عدت بھی ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں شوہر کے انتقال کو چار مہینہ دس دن نہ ہوئے ہوں تو باقی ایام عدت میں گذارنا ضروری ہے۔ (ہدایہ: ۴۰۵) سفر میں عورت کی عدت سوا مہینہ ہی ہے ایسا کہنا بالکل غلط ہے، اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ (عالمگیری: ۵۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۴۴﴾ مرد کے ذمہ عدت ہے' اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال: مرد اگر اپنی بیوی کو طلاق دے تو مرد پر عدت ہے یا نہیں؟

سوال کا منشاء یہ ہے کہ جس مرد نے طلاق دی ہے وہ اپنی مطلقہ عورت کی حقیقی بہن اور بھانجی اور وہ محرم عورتیں جن سے اس نکاح کی وجہ سے نکاح حرام ہوا تھا کیا ان عورتوں سے عدت کے اندر نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے؟ یا مرد کو وہ عدت پوری کرنی پڑے گی؟

نیز ایک مرد کی چار بیویاں ہیں اور اس نے ایک بیوی کو طلاق دے دی اور اب وہ چوتھی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو عدت ختم ہونے سے قبل وہ چوتھی عورت سے نکاح کر سکتا

ہے یا عورت کی عدت ختم ہونے کے بعد ہی نکاح کرسکتا ہے؟ اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی عورت کا شوہر اس کو طلاق دے یا کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو متعینہ ایام تک سوگ منانے اور گھر سے باہر نہ نکلنے اور شریعت کے بتائے ہوئے چند احکام کی پابندی کرنے کو عدت کہتے ہیں، جو اصلاً عورت ہی کا وظیفہ ہے جس میں وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی اس لئے یہ عدت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ مرد کے لئے نہیں ہے، اور یہ عدت مرد پر نہیں آسکتی۔

البتہ چند مثالوں میں طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لئے مرد پر کچھ پابندیاں ہیں، اس معنیٰ کے اعتبار سے مرد کے لئے بھی من وجہٍ عدت ہے۔ مثلاً: طلاق دینے کے بعد مطلقہ عورت کی حقیقی بہن یا اس کی دوسری محرم عورت کے ساتھ مرد اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک اس کی عدت ختم نہ ہو جائے، اسی طرح چار عورتوں کے ساتھ نکاح کیا تھا اب ایک کو طلاق دے دی تو جب تک اس چوتھی عورت کی عدت ختم نہیں ہو جاتی تب تک یہ دوسری کسی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، جیسا کہ شامی: جلد:۲ اور بحر الرائق میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۴۵﴾ کیا غریب عورت کے لئے عدت میں بیٹھنا ضروری ہے؟

سوال: ایک عورت غریب ہے اس کے میکے میں اس کے چھوٹے بھائی کے علاوہ کوئی نہیں ہے، وہ بے سہارا ہے، تو اس حالت میں اس عورت کو عدت میں بیٹھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اسے اپنے شوہر سے عدت کا خرچ لینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: مطلقہ عورت کے لئے عدت میں بیٹھنا واجب ہے چاہے وہ غریب ہو یا امیر، اور اس کی اس مدت کا خرچ مرد کے ذمہ واجب ہے اس لئے اس کو لینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۴۶﴾ دو سال سے شوہر سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے تو کیا عورت کو عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟

سوال: زید نے بکر کی بہن ہندہ کو طلاق دی، اور حقیقت یہ ہے کہ تقریباً دو سال سے بکر کی بہن ہندہ بکر کے یہاں ہی رہائش رکھتی تھی، اور ان دو سالوں میں زید سے اس کا کسی قسم کی بات چیت یا خط و کتابت کا بھی تعلق نہیں تھا، اور آج ۱۳/۷/۰/۱۹۷ء کو زید نے ہندہ کو طلاق دی، تو کیا ہندہ کو شریعت کے قانون کے مطابق ساڑھے تین ماہ عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......جس عورت کا نکاح ہوا ہو اور نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی خلوت صحیحہ ہوئی ہو تو ایسی عورت کو جب طلاق دی جائے تو اس کے لئے عدت میں بیٹھنا ضروری ہو جاتا ہے چاہے طلاق سے قبل کئی سالوں تک اس کا اس کے شوہر کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو، اس لئے کہ نکاح کے تعلق کا ہونا یہ وہم (ثبوت نسب) اور مشغولیٔ رحم کے لئے کافی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں ہندہ کو بھی عدت میں بیٹھنا پڑے گا۔

﴿۱۹۴۷﴾ حلالہ میں طلاق کے بعد عدت آئے گی؟

سوال: حلالہ میں نکاح کے دو تین دن بعد طلاق حاصل کر کے عدت میں بیٹھنا پڑے گا یا نہیں؟ اور اس عدت کی مدت کتنی ہے؟ اور یہ عدت کہاں گذارے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کو طلاق ملنے کے بعد عدت گذارنا ضروری ہے، اور عدت کی مدت حائضہ کے لئے تین حیض اور طلاق کے وقت حاملہ ہو تو وضع حمل تک اور صغیر السن یا کبیر السن عورت کہ جسے حیض نہ آتا ہو اس کے لئے تین مہینے ہیں۔ (شامی)

﴿۱۹۴۸﴾ طلاق نامہ میں آگے کی تاریخ لکھوا لینے سے عدت ختم نہیں ہوگی؟

سوال: کسی شخص نے طلاق دینے والے شوہر سے طلاق کی تاریخ سے قبل کی تاریخ لکھوا کر طلاق نامہ لکھوالیا، تو اب آگے کی تاریخ لکھوا لینے سے عدت کا مسئلہ کیا ہوگا؟ اس طلاق دینے والے شخص کو دوسرے لوگوں نے اس کام کے لئے آمادہ کیا تھا، تو ان آمادہ کرنے والوں کو کوئی گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب سے طلاق دی ہے تب سے عدت شروع ہوگی، اور سوال میں مذکورہ ترکیب کے مطابق آگے کی تاریخ لکھوا لینے سے عدت ختم نہیں ہو جائے گی، اور جن لوگوں نے اس میں جس قدر حصہ لیا ان تمام کو اس کے حصہ کے برابر گناہ ہوگا۔

﴿۱۹۴۹﴾ کیا عورت اپنے زوج اول کے گھر عدت گذار سکتی ہے؟

سوال: اگر کسی عورت کا زوج ثانی اسے طلاق دے تو یہ عورت اپنے زوج اول کے گھر عدت گذار سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زوج ثانی کے طلاق دیتے وقت اس عورت کے لئے زوج اول ایک اجنبی مرد کی طرح ہے، اور اجنبی مرد کے گھر عدت گذارنا جائز نہیں ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں عورت اپنے زوج اول کے گھر عدت نہیں گذار سکتی، نیز اس میں دیگر مفاسد کا بھی اندیشہ ہے اس لئے ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۵۰﴾ عدت کے درمیان بھول سے جماع ہو جائے تو اب از سرنو عدت ہوگی؟

سوال: زید کی عورت کو طلاق معلق بالشرط تینوں پوری ہوگئیں، اور اسے ایک حیض بھی آ گیا اس وقت عورت اپنے والد کے گھر تھی لیکن جب وہ اپنے شوہر کے گھر آئی تو دونوں کو اس بات کا علم نہیں تھا اس لئے ایک دو مرتبہ ہم بستری بھی ہوگئی، اب دوسرا حیض آ گیا ہے، جب سے انہیں معلوم ہوا کہ شرط پوری ہو چکی ہے اس وقت سے انہوں نے میاں بیوی کی طرح رہنا بند کر دیا ہے، (اور جو بھول ہوئی اس کی اللہ سے معافی مانگ لی ہے) لیکن سوال یہ ہے کہ عدت کے دو حیض شمار ہوں گے یا ایک؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عدت کے درمیان بھول سے مرد جماع کرلے تو از سرنو نئی عدت واجب ہوگی، یعنی جماع کے بعد سے اب دوبارہ تین حیض شمار کریں گے، اور پہلی عدت کے بقیہ دن بھی اس نئی عدت میں شامل ہو جائیں گے۔ لہذا صورت مسئولہ میں جماع کے بعد سے تین حیض اور اگر حمل ہو تو وضع حمل تک عدت شمار کی جائے گی۔ (شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۱﴾ برسوں سے شوہر سے تعلق نہ ہو اور اس کا انتقال ہو جائے تو عورت کو عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟

سوال: میری لڑکی کا نکاح ہوا تھا، نکاح کے بعد وہ چھ مہینہ اپنے سسرال میں رہی پھر وہ حاملہ ہونے کی وجہ سے ہم اسے رواج کے مطابق اپنے گھر لے آئے، اور نو مہینہ کو اسے لڑکی پیدا ہوئی، اور آج تک یعنی ۷ سال تک میری لڑکی اور نواسی کا مکمل خرچ میں ہی اٹھاتا ہوں، اور شوہر کے انتقال ہونے تک اس کا میری لڑکی کے ساتھ کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں تھا،

شوہر کا انتقال تاریخ ۲۷/۱/۳/۷۱۹۷ء کو ہوا ہے، تو سوال یہ ہے کہ میری لڑکی کو عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... شوہر کے انتقال تک دونوں کا نکاح باقی تھا، اس لئے کسی طرح کا تعلق نہ ہو تب بھی نکاح کا رشتہ باقی ہونے کی وجہ سے چار مہینہ دس دن تک عدت میں بیٹھنا ضروری ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۲﴾ اگر شوہر کا انتقال کسی رشتہ دار کے گھر ہو جائے تو کیا عورت اس رشتہ دار کے گھر عدت گذارے گی؟

سوال: اسماعیل اپنی بیوی آمنہ کو لے کر اپنے ہی گاؤں میں اپنے رشتہ داروں متعلقین سے ملاقات کے لئے گیا، اور یکا یک ایک رشتہ دار کے گھر میں بیٹھے بیٹھے اس کا انتقال ہو گیا۔
تو اب آمنہ عدت کہاں گذارے؟ اسماعیل کا انتقال جس رشتہ دار کے گھر ہوا تھا کیا اس گھر میں عدت گذارے گی؟ وہ گھر تو پرایہ کا ہے تو کیا پرائے گھر میں عدت گذارے گی؟ اگر اسماعیل کا انتقال کسی اجنبی کے گھر میں ہوا ہوتا تو کیا آمنہ اس اجنبی کے گھر عدت گذارتی؟ اگر رشتہ داروں کے گھر یا متعلقین کے گھروں میں سے کسی کے گھر انتقال ہو جائے تو یہ عورت عدت کہاں گذارے؟ آمنہ بال بچے والی ہے، آمنہ کے بچے آمنہ (اپنی ماں) کو اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ خواہ ابا جی (والد) اپنے رشتہ دار کے گھر انتقال فرما گئے یا اپنے دوست کے گھر انتقال فرما گئے لیکن ہم اپنی والدہ کو گھر لے کر ہی جائیں گے، تو ان حالات میں آمنہ کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... شوہر نے عورت کو رہنے کے لئے جو مکان دیا ہو یا جس

مکان میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ بود وباش رکھتی ہو اس مکان میں عدت گذارنے کا شریعت کی طرف سے حکم ہے، اس لئے دوسرے محلّہ میں یا دوست برادر اور عزیز کے گھر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بھی عورت اپنے گھر میں آ کر ہی عدت گذارے گی۔ (ہدایہ: ۴۰۰) نیز اپنی رہائش گاہ سے ۴۸ میل دور گئی ہو اور وہیں شوہر کا انتقال ہو جائے تو بھی اپنے گھر فوراً آ کر عدت گزار سکتی ہے۔ (شامی: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۳﴾ مطلقہ ثلاثہ سے ہمبستری اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا تو اب عدت ختم ہوئی یا نہیں؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی، اب وہ اپنے بچوں کے مستقبل کو سوچ کر افسوس کر رہا ہے، تو عورت کو اپنے بچوں کے ساتھ گھر ہی میں رہنے کا انتظام کر دیا، پھر وہ شخص بھی گھر ہی میں رہنے لگا، اس درمیان عورت کو دوسرے ماہ حمل قرار پا گیا، اور اس حمل سے لڑکا پیدا ہوا، اور فی الحال دو سال ہو گئے دونوں ساتھ ہی رہ رہے ہیں اب سب کے کہنے سے پچھتا رہا ہے اور حلالہ کروانا چاہتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ طلاق کے بعد دونوں ساتھ رہے اور اس کی وجہ سے حمل قرار پایا اور بچہ پیدا ہوا تو عدت ختم ہوئی یا نہیں؟ اگر ختم ہوئی تو کب؟ یا اس عورت کو دوبارہ عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تین طلاق دینے کے بعد اس عورت سے تعلق رکھنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اس شخص نے اپنی مطلقہ سے جو رشتہ قائم کیا اگر وہ یہ سمجھ کر کیا کہ یہ حرام ہے البتہ نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور زنا سمجھ کر کیا تب تو وہ سخت گناہ کا مرتکب ہوا، اور زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ (شامی: ۲/۶۰۸)

اس کے باوجود صورت مسئولہ میں بلا شک وشبہ عدت ختم ہو چکی ہے، اب حلالہ کر کے حرام کاری سے بچ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۴﴾ عدت کہاں گذارے؟

سوال: بڑے بھائی نے طلاق دی تو عورت کو عدت اپنے گھر میں گذارنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......عدت کے لئے دوسرا انتظام کرنا چاہئے، تاکہ کوئی برائی پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۵﴾ کیا ناجائز تعلق رکھنے والی عورت کو طلاق دی جائے تو عدت کا خرچ دینا پڑے گا؟

سوال: ایک عورت اپنے شوہر سے تقریباً سات آٹھ سال سے الگ رہ رہی ہے، اس کا دوسرے مرد سے ناجائز رشتہ ہے جس کے نتیجہ میں اسے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، اس عورت کو اس کا شوہر طلاق دے تو کیا شوہر کو مہر اور عدت کا خرچ دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں عورت شوہر سے جدا رہنے کے باوجود ان کا نکاح کا رشتہ باقی ہے، اس لئے جب بھی اسے طلاق دی جائے گی تو عورت کے لئے عدت گذارنا واجب ہوگا اور شوہر پر مہر اور عدت کا خرچ دینا واجب ہوگا، البتہ عورت مہر اور عدت کا خرچ معاف کرنا چاہے تو معاف کرسکتی ہے۔ (شامی:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۶﴾ سفر میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت عدت کہاں گذارے؟

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو لے کر گاؤں میں کسی کے گھر ملنے گیا، اور وہیں اس شخص کا انتقال ہوگیا تو اب سوال یہ ہے کہ اس کی بیوی عدت کہاں گذارے گی؟ اور اگر گاؤں چھوڑ

کر پچاس میل دور گئے ہوں اور وہاں اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اب عورت اپنے گھر آوے یا وہیں عدت گذارے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شوہر نے جو مکان عورت کو رہائش کے لئے دیا ہو یا جس مکان میں عورت اپنے شوہر کے ساتھ بود و باش رکھتی ہو اسی گھر میں عدت گذارنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس لئے کسی دوسرے محلّہ میں یا کسی دوست کے گھر شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت اپنے شوہر والے مکان میں آ کر عدت گذارے گی۔ (ہدایہ: ۴۰۹) نیز شوہر کے ساتھ اپنی رہائش سے ۴۸ میل دور گئی ہو اور وہاں شوہر کا انتقال ہو جائے تو بھی عورت فوراً اپنے گھر آ جائے گی اور یہیں عدت گذارے گی۔ (شامی: ۲)

﴿۱۹۵۷﴾ ۱۵ سال سے جدا رہنے والی عورت پر عدت ہے یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی دوسرے دن اس عورت نے دوسرا نکاح کر لیا، کیا اس عورت پر عدت گذارنا واجب تھا؟ اس لئے یہ عورت پندرہ سال سے اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ رہی تھی، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہتی تھی اس لئے اس کا نکاح ہو سکتا ہے، تو مسئول بہ امر یہ ہے کہ مذکورہ عورت کا نکاح بغیر عدت گذارے صحیح ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ وہاں کے امام صاحب نے یہ نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تھا، اس لئے دوسرے مولانا کو لا کر نکاح پڑھوایا، اس سوال کا تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی، کیا امام صاحب کا قول کہ ’’عدت کے دن جب تک ختم نہیں ہو جاتے میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا‘‘ درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......منکوحہ کو طلاق ملنے کے بعد جب تک وہ اپنی عدت

پوری نہ کرلے دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست اور صحیح نہیں ہے، عدت میں کیا گیا نکاح معتبر نہیں کہلاتا، زنا اور حرام کاری کے حکم میں ہے، چاہے طلاق سے قبل عورت شوہر کے ساتھ رہتی ہو یا طویل عرصہ سے اپنے گھر بیٹھی ہو، دونوں صورتوں میں عدت گذارنا ضروری ہے۔ جن لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ نکاح عدت میں ہو رہا ہے اس کے باوجود اس میں حصہ لیا وہ سب گنہگار ہوئے ان سب کو توبہ کرنی چاہئے۔ (شامی، ہدایہ، عالمگیری)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۸﴾ عدت کے ممنوعہ افعال؟

سوال: شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو عدت کس طرح گذارنی چاہئے؟ کیا مکان کے ایک کونہ میں پڑے رہنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... عورت کو اللہ تعالیٰ نے شوہر کی صورت میں ایک سایہ اور نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا تھا، اس نعمت سے محرومی پر حدود میں رہتے ہوئے شریعت نے سوگ منانے کی اجازت دی ہے، جسے شریعت کی اصطلاح میں عدت کہتے ہیں، یعنی ان دنوں میں بناؤ سنگار کرنا، خوشبو لگانا، سرمہ لگانا اور ایسے رنگین کپڑے پہننا جو بناؤ سنگار کے حکم میں آتے ہوں، جائز نہیں ہے، نیز عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ گھر ہی میں رہے، آس پاس پڑوس یا دوسرے کسی کے گھر یا بازار میں گھومنے کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے، گھر میں جہاں چاہے رہ سکتی ہے، ایک کونہ میں پڑے رہنا ضروری نہیں ہے۔ (شامی: ۳/۶۲۰)۔ البتہ عدتِ وفات میں ضرورت یا مجبوری کی وجہ سے عورت دن میں گھر سے باہر جا کر کام کاج بھی کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۵۹﴾ حاملہ کی عدتِ وفات کتنی ہے؟

سوال: ایک عورت حمل سے تھی اور اس کا شوہر بیمار ہو گیا بہت علاج کروایا لیکن تندرست نہ ہو سکا اور ایک دن اس کا انتقال ہو گیا، اس کے انتقال کے ایک گھنٹہ بعد اس عورت نے لڑکے کو جنم دیا، عورت جوان ہے، دوسری شادی کرنا چاہتی ہے تو اب یہ عورت شادی کر سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......صورت مسئولہ میں عورت کی عدت وضع حمل ہے، لہٰذا بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہوگئی، اب یہ عورت بلاتردد دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۱۹۶۰﴾ عدت میں محرم سے پردہ نہیں ہے؟

سوال: ایک بیوہ عورت اپنے شوہر کی حیاتی میں بے پردہ وبے محابا پھرتی تھی، اور اب شوہر کے انتقال کے بعد عدت میں سخت پردہ کرتی ہے یہاں تک کہ اپنے داماد سے بھی پردہ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ عدت میں میرے لئے مردوں کی شکل دیکھنا بھی جائز نہیں ہے، تو ان رسوم کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پردہ کا اہتمام کرنا اور عورت کا زندگی کے ہر موڑ پر پردہ کو لازم پکڑنا اسلامی شریعت کا حکم اور فرمان نبوی کی تعمیل ہے، شوہر کی حیات میں بے پردگی کے ساتھ رہی تو یہ گناہ کا کام کیا لیکن توبہ کر لے اور انتقال سے قبل پردہ کو لازم پکڑ لے تو یہ بہت ہی اچھی بات اور ثواب کا کام ہے، ایسا ہی کرنا چاہئے۔

لیکن سوال کے بیان کے مطابق صرف عدت کی وجہ سے پردہ کرنا اور شریعت نے جنہیں

محرم بتایا ہے ان سے بھی پردہ کرنا مناسب نہیں ہے، ایام عدت میں مردوں کی شکل دیکھنا جائز نہیں ہے ایسا کہنا دین میں زیادتی ہے، اس لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے پردہ کرنا اور محرم مرد سے بات چیت کرنا اور دیکھنا وغیرہ بلاتردد جائز اور درست ہے۔ (شامی: ۲)

﴿۱۹۶۱﴾ جو عورت عدت میں نہ بیٹھے اس کے لئے حکم؟

سوال: ایک مسلمان عورت ہے، اس کے شوہر کا ایک مہینہ قبل انتقال ہو چکا ہے، وہ عورت عدت میں نہیں بیٹھی، عدتِ وفات جو ساڑھے چار مہینہ ہے اس میں سوگ منانے سے وہ انکار کرتی ہے، تو اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ اس کے تین چار لڑکے جوان ہیں، کماتے ہیں پھر بھی وہ عدت میں بیٹھنے سے انکار کرتی ہے، گاؤں میں رشتہ دار اور متعلقین کے گھر آتی جاتی ہے، تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کوئی عورت عدت میں نہ بیٹھے تو چل سکتا ہے؟ اور اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: عورت کے لئے عدت میں بیٹھنا لازم اور ضروری ہے، عورت کو نکاح اور شوہر کی شکل میں جو نعمت ملی تھی اس سے محرومی پر سوگ منانا اور سنگار کو چھوڑنا اور اپنے گھر میں ہی رہنے کو عدت کہتے ہیں، جو عورت عدت میں نہیں بیٹھتی ہے اور باہر آتی جاتی رہتی ہے وہ سخت گنہگار ہے، عورت کے اولیاء پر لازم ہے کہ اسے عدت میں بیٹھنے پر مجبور کریں۔ (شامی: ۲/۵۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۲﴾ ۷۰ سال کی بڑھیا عورت پر عدتِ وفات ضروری ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کی بیوی حیات ہے اس کی عمر تقریباً ۶۰ سے ۷۰ سال کے درمیان کی ہے، تو کیا اس عورت کو اپنے شوہر کے انتقال پر

عدت میں بیٹھنا پڑے گا؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس عورت کے دو مکان ہیں، ایک مکان میں وہ خود رہتی ہے اور دوسرے مکان میں اس عورت کے بچے رہتے ہیں، جو اس کے مکان سے تیسرے نمبر پر ہے تو کیا یہ عورت اپنے اس مکان میں جس میں وہ رہ رہی ہے کھا پی سکتی ہے یا کھانے پینے کے لئے اپنے بچوں کے مکان میں جا سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شوہر کے انتقال کے بعد عورت کی عمر چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہو اسے اس گھر میں جس میں وہ شوہر کے ساتھ رہتی تھی چار مہینہ دس دن عدت گذارنا ضروری ہے، دن میں وہ عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، لیکن رات وہیں سوگ کے ساتھ گذارنی پڑے گی۔ (شامی) اور کھانے کے لئے اپنے بچوں کے گھر جا سکتی ہے۔

﴿۱۹۶۳﴾ مطلقہ مغلظہ کا شوہر کے گھر عدت گزارنا؟

سوال: میں نے اپنی بیوی کو پانچ سے چھ مرتبہ طلاق دے دی، میں اپنے مرض کی وجہ سے سخت پریشانی میں تھا، اور اب میں اسے دوبارہ نکاح کر کے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہوں، اجنبی عورت خیال کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا چاہتا ہوں، اور بغیر کسی بری نیت کے میں اسے اپنے گھر رکھنا چاہتا ہوں، صرف اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش اور کھانے پینے کا تعلق ہی رکھنا چاہتا ہوں، تو از روئے شریعت میرے لئے اس کی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیوی کو تین طلاق دیتے ہی وہ بالکلیہ نکاح سے خارج ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی آپ کے نکاح سے بالکلیہ نکل گئی اور تین طلاق سے زیادہ طلاق دینے کی وجہ سے طلاق دینے والا عاصی کہلائے گا، اب بغیر حلالہ

شرعی کے مذکور عورت کے ساتھ بیوی کا رشتہ رکھنا جائز نہیں ہے۔
حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس تین طلاق کی عدت (حاملہ کے لئے وضع حمل اور حائضہ کے لئے تین حیض) کے ختم ہونے پر دوسرے کسی مرد کے ساتھ شرعی طریقہ کے مطابق نکاح کرایا جائے وہ مرد اس عورت کے ساتھ کم از کم ایک مرتبہ ہمبستری کر کے طلاق دے اور اس کی عدت تین حیض ختم ہو جائے اس کے بعد وہ زوج اول سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔
عدت کا وقت عورت اپنے شوہر کے گھر رہ کر ختم کر سکتی ہے، لیکن اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ دونوں اجنبیوں کی طرح بالکل جدا رہیں، اور تنہائی میں نہ ملیں تا کہ زنا یا کوئی اور فتنہ نہ کھڑا ہو، اگر اس بات کا مکمل اعتماد ہو تو مذکورہ عورت شوہر کے گھر رہ کر عدت گذار سکتی ہے اور شوہر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی کھا سکتا ہے اور اس کے دھوئے ہوئے کپڑے بھی پہن سکتا ہے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۴﴾ معتدہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا

سوال: زید اور اس کی بیوی بیرون ملک میں ہے، اور وہاں ان کا دوسرا کوئی نہیں ہے، تو عدت کی حالت میں بیوی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا زید کھا سکتا ہے؟ اللہ کوئی خیر کا راستہ نکالے گا، ایسے الفاظ تسلی دینے کے لئے کہہ سکتا ہے؟ زید کو اللہ کا خوف ہے، برائی کی نظر سے اپنی بیوی کو نہیں دیکھتا، لیکن ایسے کلمات نہ کہے تو بیوی کی حالت خراب ہو جاتی ہے، تو کیا ایسے تسلی کے کلمات کہنے کی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مطلقہ مغلظہ عورت پردے کی پابندی کے ساتھ شوہر کے گھر رہ کر عدت گزار سکتی ہے، مذکورہ الفاظ کے ساتھ تسلی دینا جائز ہے، نیز اس کے ہاتھ کا

پکا ہوا کھانا کھا سکتا ہے، لیکن یہ زمانہ فتنہ اور فساد کا ہے اس کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔ فق

﴿۱۹۶۵﴾ معتدۃ الوفاۃ سے سوتیلے لڑکے بات کر سکتے ہیں؟

سوال: میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، میرے والد کی پہلی شادی سمیہ خاتون سے ہوئی تھی، اس سے والد صاحب کو دو لڑکی اور تین لڑکے ہوئے اور اسے طلاق ہوگئی، پھر دوسرا نکاح میری والدہ سے ہوا، اس سے ایک لڑکا یعنی میں خود ہوں، پھر میری والدہ کا انتقال ہوگیا، اور والد صاحب نے تیسرا نکاح خدیجہ سے کیا اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ابھی یہ تیسری بیوی عدت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ تو ہم سوتیلے لڑکے اپنی سوتیلی ماں سے عدت میں بات کر سکتے ہیں؟ ان کے پاس جا سکتے ہیں؟ یا ان کے پاس بیٹھ سکتے ہیں؟ ان کی عمر ابھی ۵۰ سال ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: مرحوم نے یکے بعد دیگرے تین نکاح کئے، اس لئے فی الحال جو عورت ہے وہ پہلی عورتوں کے لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی ماں کے حکم میں ہی ہے۔ اس لئے پہلے والی عورتوں کے بچوں کے لئے محرم ہے، اس لئے سوتیلے لڑکوں کا ان کی ماں سے ملنے یا بات چیت کرنے یا بیٹھنے میں شرعاً کچھ گناہ نہیں ہے، عدت میں وہ بیوہ ان سوتیلے بچوں سے بات چیت کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۶﴾ میت کا سوگ کتنے دن تک منا سکتے ہیں؟

سوال: میت کے گھر والے میت کا سوگ کتنے دن تک منا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو تو اس کے لئے چار مہینہ دس دن تک سوگ منانا ضروری ہے، اور دوسرے کسی بھی رشتہ دار یا اقرباء کے انتقال

پر تین دن سوگ منانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ دن سوگ منانا یا غم کرنا جائز نہیں ہے، مشکوۃ شریف کے صفحہ ۲۸۹ پر ایک حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے شوہر کے کہ اس کے انتقال پر چار مہینہ دس دن تک سوگ کرسکتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

باب الحضانت

﴿۱۹۶۷﴾ لڑکے کی حضانت ۶ سال بعد اور لڑکی کی حضانت ۹ سال بعد باپ لے سکتا ہے؟

سوال: میرا نام رقیہ خاتون ہے، انیس احمد سے میرا نکاح ہوا تھا، یہ نکاح ۱۹ سال تک رہا اس درمیان مجھے اس سے دو اولاد ہوئیں، ایک لڑکا جس کی عمر آج ۱۹ سال اور ایک لڑکی جس کی عمر ۹ سال ہے۔

طلاق کے بعد میرا لڑکا اپنے والد کے ساتھ رہتا ہے اور لڑکی بھی ان کے پاس ہی تھی، لیکن طلاق کے دو تین دن بعد انیس احمد اسے میرے گھر کے باہر چھوڑ کر چلے گئے، میرا لڑکا بالغ ہے وہ اپنا اچھا برا سمجھ سکتا ہے، میرے شوہر کو نشہ کی عادت تھی یہ لڑکی جانتی ہے اور وہ اپنے باپ کے پاس جانا نہیں چاہتی، تو لڑکے اور لڑکی کا حقدار کون ہے؟ اور اولاد کی پرورش اور مکمل ذمہ داری کس کی ہے؟ میری لڑکی عمر کے بہت نازک موڑ پر ہے تو اس کے لئے ماں باپ میں سے کون پرورش کا زیادہ حقدار ہے؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟ اگر ماں کی ذمہ داری ہے تو والد کی ذمہ داری اس بارے میں کیا ہے؟ اس کے خرچ نان ونفقہ کا ذمہ دار کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لڑکا یا لڑکی جب تک کم سن ہوں ان کی پرورش اور دیکھ بھال کی زیادہ ضرورت رہتی ہے جو اولاد کی ماں اچھی طرح پورا کرسکتی ہے، اس لئے لڑکے کی پرورش کے لئے چھ سال اور لڑکی کی پرورش کے لئے زیادہ سے زیادہ ۹ سال ماں کو پرورش کا حق حاصل ہے اس کے بعد تعلیم اور تربیت کی زیادہ ضرورت رہتی ہے اور یہ ذمہ داری ماں سے زیادہ باپ اچھی طرح پورا کرسکتا ہے اس لئے شریعت نے یہ حق باپ کو دیا ہے اس لئے اس عمر کے بعد باپ زبردستی اپنی اولاد کا قبضہ لے سکتا ہے۔

اگر ماں تعلیم اور تربیت بھی اچھی طرح کرسکتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو اس حالت میں اپنے پاس رکھ سکتی ہے جب کہ باپ نااہل ہو اور لڑکے اور لڑکی کی اچھی تربیت کرنے کے قابل نہ ہو، بچوں پر اس کا غلط اثر پڑتا ہو تو ماں اپنے پاس بچوں کو رکھ سکتی ہے۔ اور تعلیم وتربیت کا پورا خرچ والد کے ذمہ ہے، جو والد کو ادا کرنا پڑے گا۔

لڑکا انیس (۱۹) سال کا ہے جواب رہنے کے لئے اپنی مرضی کا مالک ہے، اگر وہ ماں کے ساتھ رہنا چاہے تو ماں کے ساتھ اور باپ کے پاس رہنا چاہے تو باپ کے پاس رہ سکتا ہے، اور اپنے نان ونفقہ کا خود ذمہ دار ہے، لڑکی کی شادی ہونے تک اس کے نان ونفقہ کا خرچ باپ کے ذمہ ہے۔ (شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۶۸﴾ کیا آٹھ سال کے لڑکے کو باپ اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

سوال: آج سے سات آٹھ سال قبل میری بیوی گھر میں جھگڑا کر کے کسی کو بتائے بغیر اور کچھ سامان لے کر اپنے باپ کے یہاں چلی گئی، اس وقت میں گھر پر نہیں تھا، مسجد میں امامت کر رہا تھا، اس نے خط لکھ کر مجھے اطلاع نہیں کی میں نے اسے گھر لانے کی بہت کوشش کی، ہماری سنی جماعت کے ذمہ داروں نے بھی صلح کی کوشش کی اسے لینے گئے لیکن وہ ایک ہی بات پر ضد کرتی رہی کہ مجھے نہیں جانا ہے اس مدت میں وہ اپنے محبوب کے ساتھ فلم دیکھنے جاتی تھی نیز ایک امام صاحب اور ایک حافظ صاحب نے اسے بدکاری کرتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا، میں نے اپنے بچے کے مستقبل کا خیال کرتے ہوئے اسے طلاق نہیں دی، اس عرصہ میں خوش نصیبی سے میرا بیرون ملک جانے کا بندوبست ہو گیا، اور میں بیرون ملک چلا گیا وہاں سے بھی میں نے بہت کوشش کی کہ وہ واپس گھر آ

جاوے لیکن وہ نہیں آئی اور خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہے، تو کیا ایسی باغیہ نافرمان بھاگ جانے والی عورت کو طلاق دینا جائز ہے؟ اور کیا اس پوری مدت کا خرچ مجھے از روئے شرع دینا پڑے گا؟ اس عورت نے مجھے بھی کہا تھا کہ 'میں ایک لڑکے سے محبت کرتی ہوں' تو کیا ایسی عورت کا خرچ مجھ پر واجب ہے؟ کیا میں اسے طلاق دوں تو گنہگار رہوں گا؟

اس عورت سے مجھے ایک آٹھ سال کا لڑکا ہے، اگر وہ اس کی ماں کے پاس رہے گا تو ماں کے برے اخلاق کا اس پر غلط اثر پڑے گا، تو یہ بتائیں کہ از روئے شرع لڑکے کا صحیح حقدار کون ہے؟ ماں یا باپ؟ **الجواب:** حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں مکتوبہ تفصیل صحیح ہو تو ایسی عورت فاسقہ فاجرہ کہلائے گی، اور ان ہی وجوہ سے اسے طلاق دی جائے تو از روئے شرع بلا تردد جائز اور درست ہے، گناہ نہیں ہے، نیز یہ عورت ناشزہ ہے اس لئے جتنی مدت شوہر سے جدا رہی اتنی مدت کے نان ونفقہ کی حقدار نہیں ہے، البتہ طلاق دینے کے بعد عدت کا خرچ تین حیض کی مدت کا نان ونفقہ دینا پڑے گا، اور اگر لڑکے کی عمر آٹھ سال سے زائد ہے تو اب اس کی تعلیم وتربیت باپ اچھی طرح کر سکتا ہے اس لئے لڑکے کی حضانت کا حقدار باپ ہے، ماں اس بچے کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ (شامی وغیرہ)

﴿۱۹۶۹﴾ کیا بدچلن عورت اپنی لڑکی کو پرورش میں رکھ سکتی ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس شخص کو اس عورت سے ایک لڑکی ہے تو اب اس لڑکی کا حقدار کون ہے؟ مرد یا عورت؟ لڑکی کی والدہ غریب ہے، اور وہ اپنی لڑکی کی تربیت اچھی طرح نہیں کر سکتی، وہ بدچلن ہے، اور جوان ہونے کی وجہ سے دوسرا شوہر کرنے کے لئے بھی رضامند ہے اور نیا شوہر نہ معلوم اس لڑکی کو کیسے رکھے گا یہ کہہ نہیں سکتے؟ ان

حالات میں لڑکی کا حقیقی والد اسے اپنے پاس رکھ کر اس کی پرورش کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... نکاح کے بعد کم از کم چھ مہینوں کے بعد بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب نکاح کرنے والے مرد سے ثابت مانا جائے گا، اور یہ بچہ ناکح کا سمجھا جائے گا، لہذا صورت مسئولہ میں لڑکی کا نسب ناکح سے ثابت مانا جائے گا اور وہی اس کا حقیقی باپ سمجھا جائے گا، لہذا اس لڑکی کا مالک باپ ہی کہلائے گا، طلاق ہو جانے کے بعد بھی اس عورت کو شریعت کی طرف سے یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صغیر العمر بچی کی پرورش کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، شوہر زبردستی اسے اپنے قبضہ میں (جب تک لڑکے کی عمر سات سال نہ ہو جائے اور لڑکی کی عمر نو سال نہ ہو جائے) نہیں لے سکتا، اس عمر کے بعد زبردستی بھی اپنے قبضہ میں لے سکتا ہے، عورت کو مذکورہ عمر تک بچوں کی پرورش کا حق اس شرط کے ساتھ دیا گیا ہے کہ عورت بدچلن نہ ہو (مثلاً: زانیہ یا گانے یا فلم دیکھنے والی نہ ہو) نیز اپنے کام کاج یا لاپرواہی یا کسی اور سبب سے بچہ کی اچھی طرح تربیت نہ کر سکتی ہو یا بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو پرورش کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ (شامی، درمختار: ۶۳۳)

اگر مذکورہ شرائط میں سے ایک بھی شرط پائی جائے گی تو عورت کی پرورش کا حق ختم ہو جائے گا، صورت مسئولہ میں عورت کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ اگر صحیح ہیں تو عورت اپنی لڑکی کو پرورش میں رکھنے کی حقدار نہیں ہے، اس لئے اس کی پرورش میں نہ دینا گناہ نہیں ہے۔

﴿۱۹۷۰﴾ بچہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے حق حضانت ختم ہو جاتا ہے؟

سوال: میری بیوی چھ مہینے کے حمل سے ہے، میں اسے طلاق دینے کا ارادہ کرتا ہوں، اگر میں اسے طلاق دوں تو اب طلاق کے بعد جو بھی بچہ پیدا ہو لڑکا یا لڑکی وہ کس کے پاس رہے

گا؟اور کتنی مدت تک رہے گا؟ مجھے اس کے لئے کسی طرح کا خرچ دینا پڑے گا یا نہیں؟ میں اس بچہ کو اپنی پرورش میں کب لے سکتا ہوں؟ کتنے سال بعد وہ اس بچہ کو مجھے سپرد کر سکتی ہے؟ وہاں تک مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اور مجھے کتنا اور کس کس کا خرچ دینا ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... طلاق کے بعد عورت کو جو بچہ پیدا ہوا اس کی پرورش کا حق عورت کو ملتا ہے، اس لئے وہ اگر بچہ کو اپنی پرورش میں رکھنا چاہے لڑکا ہو تو زیادہ سے زیادہ سات سال اور لڑکی ہو تو نو سال تک رکھ سکتی ہے، اور اس صورت میں بچہ کا درمیانی درجہ کا خرچ باپ کو دینا واجب ہوگا۔

نوٹ: اس مدت میں اگر عورت کسی اجنبی مرد سے نکاح کر لیتی ہے (جو بچہ کا محرم نہ ہو) تو اب عورت کا پرورش کا حق ختم ہو جاتا ہے اور اب باپ جبراً بچہ کو اپنی پرورش میں لے سکتا ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب النفقات

﴿۱۹۷۱﴾ ناشزہ کا نان ونفقہ کا مطالبہ کرنا؟

سوال: میرا نام عبد الرحیم عبد الغفور شیخ ہے، تاریخ ۲۹/۱۲/۲۰۰۹ء کو میرا نکاح بلقیس بانو سے ہوا تھا، وہ اب بھی میرے نکاح میں ہے، ایک دن میری بیوی میرے سسرال کچھ رسم و رواج منانے کے لئے شادی کے شروع ایّام میں گئی تھی، تو واپس آئی ہی نہیں، میں نے بہت بلایا لیکن اس کے گھر والوں نے بھیجنے سے انکار کر دیا اور اس کے ماں باپ اور ماموں نے کہا کہ ہمیں تمہارے گھر لڑکی کو بھیجنا ہی نہیں ہے اور کہا کہ میری لڑکی کو طلاق دیدو، میری بیوی کے گھر والوں نے مجھ سے سامنے آکر طلاق مانگی اور بے وجہ مجھ پر اور میرے گھر والوں پر جھوٹے الزامات لگائے اور مقدمہ دائر کر دیا اور اب نان ونفقہ کا مطالبہ کر رہے ہیں، تو شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟ جب کہ میری بیوی میرے ساتھ رہنے کو تیار نہیں ہے تو کیا وہ نان ونفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے؟ اس مسئلہ کا حل شریعت کی روشنی میں کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے بعد عورت اپنی ذات اپنے شوہر کو سپرد کر دیتی ہے اور شوہر کی خدمت میں لگی رہتی ہے اس لئے اس کا درمیانی درجہ کا کھانے پینے رہنے اور پہننے کا خرچ مرد کے ذمہ لازم ہے۔

اب اگر کوئی عورت شوہر کے ساتھ رہتی نہیں ہے، شوہر اسے رکھنا چاہتا ہے لیکن جھوٹے بہانے نکال کر اپنے ماں باپ کے یہاں رہتی ہے تو ایسی عورت شریعت کی اصطلاح میں ناشزہ کہلاتی ہے اور جتنی مدت اس حالت میں گزارے گی اتنی مدت کے نان ونفقہ کی حقدار

نہیں رہتی اور شوہر کو اس مدت کے نان ونفقہ کا خرچ دینا لازم یا ضروری بھی نہیں ہے، لہٰذا عورت اس مدّت کے خرچ کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

بلا ضرورت شدیدہ طلاق کا مطالبہ کرنا گناہ اور از روئے حدیث شریف وعید کا مستحق ہے، جھوٹا مقدمہ کرنا بھی ایک طرح کا ظلم ہے اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۲﴾ شوہر گھر خرچ کے جو روپیہ دیتا ہے تو اس کی بچت کا مالک کون ہے؟

سوال: زید کی والدہ کو اس کے شوہر سے گھر خرچ کے روپئے ملتے تھے اس گھر خرچ کے روپیوں میں سے اس کی والدہ نے کچھ رقم بچائی تھی اور ایک زمین زید کے نام پر خریدی، زید کے والد کا انتقال ہو گیا اور والدہ حیات ہے، اس زمین کو بیچنے پر شرعی رو سے ان روپیوں کا مالک کون بنے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر اپنی بیوی کو گھر خرچ کے لئے جو رقم دیتا ہے اس کا اس کو مالک نہیں بناتا، اس لئے جو رقم بچے شوہر اس کا مالک کہلائے گا، اس لئے جو روپئے بچیں گے وہ شوہر کی ملکیت کہلائیں گے، اور ان روپیوں سے جو زمین خریدی گئی ہے تو وہ شوہر کی کہلائے گی اور اس کے انتقال کے بعد ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۳﴾ عدت کا نان ونفقہ وسکنیٰ مرد پر واجب ہے؟

سوال: سعید نے آمنہ کو تحریری طلاق دی، اور مہر بھی ادا کر دی، طلاق کے بعد تین حیض آنے تک نان ونفقہ کی ذمہ داری سعید کے پاس سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تین طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے تک نان و

نفقہ اور سکنیٰ کی ذمہ داری مرد پر واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۴﴾ عدت خرچ مہر میں شمار کر لینا؟

سوال: مہر کی جو رقم متعین کی جاتی ہے اسی رقم سے آمنہ عدت گذار سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مہر کی رقم اور عدت خرچ دونوں جدا جدا حق ہیں، دونوں مرد کو دینا ضروری ہیں، ہاں اگر عورت چاہے تو عدت خرچ معاف کر کے مہر کی رقم سے عدت خرچ نکال سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۵﴾ مرد نے امانت دی تھی اس میں خیانت کی تو عدت کی رقم اس میں شمار کر سکتے ہیں؟

سوال: زوج اور زوجہ کے درمیان ایک بات کو لے کر جھگڑا کھڑا ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ زوج نے زوجہ پر اعتماد کر کے نیا گھر لینے کے لئے روپئے بھیجے، اس میں دس ہزار کا غبن ہوا، زوجہ نے کوئی قابل اطمینان جواب نہیں دیا اور شوہر کا جو اعتماد تھا وہ توڑ دیا، اتنا ہی نہیں زوجہ کا دوسرے غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلق تھا جو ظاہر ہوا، زوج نے پانچ افراد کو جمع کر کے مذکورہ فریب کے بارے میں پوچھ تاچھ اور تحقیق کی، تو زوجہ نے اپنا گناہ قبول کر لیا، زوج نے زوجہ کی بے وفائی اور بد کرداری پر غور وفکر کے لئے دو دن کی مہلت مانگی، اور بعد میں زوجہ کو تین طلاق لکھ دی، مہر ایک سو ستائیس روپے پچاس پیسے مقرر ہوئی تھی، اور عدت کا خرچ دینا بھی باقی تھا، طلاق دینے کو تین مہینہ ہو گئے لیکن کسی بھی فریق کی طرف سے مہر یا عدت خرچ کے لینے یا دینے کی بات نہیں ہوئی، زوج کے فریق والے یہ سمجھتے ہیں کہ دس ہزار روپئے کا جو غبن ہوا ہے اس میں عورت کی مہر اور عدت کا خرچ وصول ہو گیا، بلکہ ما بقیہ

رقم عورت کے ذمہ دینا باقی ہے، اس طرح مہر اور عدت خرچ کو غبن کی رقم میں شمار کر لینا صحیح ہے؟ اس سے مہر اور عدت خرچ ادا ہوگا؟ اور اگر حق ادا نہیں ہوا تو جمع کیے گئے پانچ افراد کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زوج نے زوجہ کو مکان خریدنے کے لئے جو رقم دی تھی وہ زوجہ کو مالک بنا کر دی تھی یا وکیل بنا کر محض گھر خریدنے کے لئے دی تھی؟ اگر وہ رقم مالک بنا کر نہیں دی تھی صرف وکیل بنا کر گھر خریدنے کے لئے دی ہو تو یہ رقم زوج کی ملکیت کہلائے گی، اور اس رقم میں زوجہ خیانت کرے تو اتنی رقم زوج کو لوٹانا اس کے لئے ضروری ہے۔

عورت کو طلاق دینے کے بعد اس کی مہر کی باقی رقم اور عدت کا درمیانی درجہ کا خرچ دینا شوہر کے ذمہ لازم ہے، جو اسے ادا کر دینا چاہئے، اب اگر عورت کے ذمہ جو رقم ادا کرنا ضروری ہے اس میں یہ خرچ اور مہر کی رقم کو شمار کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، مہر اور عدت خرچ ادا ہو جائے گا۔

اور اگر شوہر نے وہ رقم معاف کر دی ہو یا مالک بنا کر دی ہو اور اس کے بعد مہر اور عدت کا خرچ واجب ہوا ہو تو یہ رقم وصول کرنے کا عورت کو حق ہے، جو شوہر کو ادا کر دینا چاہئے، اور گواہوں کے ذمہ ضروری ہے کہ یہ بات اور معاملہ دل میں نہ رکھتے ہوئے فریقین سے اس کا خلاصہ کر لیا جاوے تا کہ بعد میں اس کی وجہ سے کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو، اور معاملہ صاف ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۶﴾ کیا ناشزہ عورت نان ونفقہ کی حقدار ہے؟

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ میرے نکاح کے بعد میری بیوی میرے ساتھ ایک ماہ اور سترہ دن

رہی ہے، اور میرے گھر سے اپنی رضامندی سے اپنے والد کے گھر ملنے گئی تھی، اس کے بعد اس نے آنے سے انکار کر دیا، اور اب طلاق مانگتی ہے، لڑکی کا والد بھی بھیجنے سے انکار کر رہا ہے، اور مجھ پر غلط الزامات لگاتا ہے، میں نے بلانے کے لئے تین چار مرتبہ آدمی بھیجے، اور بلانے کے لئے نوٹس بھی بھیجا اور مقدمہ بھی کیا تھا، انہوں نے مجھ پر نان ونفقہ کا مقدمہ کر دیا۔ اب مجھے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کے لئے نان ونفقہ کے روپئے لینا جائز ہے؟ کیا اس حالت میں مجھے ان کو نان ونفقہ کے روپئے دینا ضروری ہے؟ میں اسے ہر حال میں رکھنے کے لئے راضی ہوں، اور اسے طلاق دینا نہیں چاہتا، ایک ماہ اور سترہ دن میرے ساتھ رہنے کے بعد جب وہ گھر گئی تھی تو وہ حاملہ تھی اس حمل سے اسے ایک لڑکے کی ولادت ہوئی، یہ لڑکا فی الحال اسی کے پاس ہے، تو اب اس لڑکے کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورت مسئولہ میں آپ اپنی بیوی کو رکھنا چاہتے ہو لیکن وہ آپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور آپ کی طرف سے بیوی پر کوئی ظلم وزیادتی بھی نہیں ہے اور اسے بلانے کے باوجود وہ نہیں آتی تو شریعت کی نظر میں ایسی عورت ناشزہ یعنی نافرمان ہے اور ایسی عورت نان ونفقہ کی حقدار نہیں رہتی اس لئے اس کا نان ونفقہ مانگنا درست نہیں ہے اور آپ پر ادا کرنا شرعاً ضروری بھی نہیں ہے۔ (شامی: ۲) ۔لڑکے کی پرورش کا حق سات سال تک ماں کو ہے اس لئے سات سال تک ماں اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۷۷﴾ سرکاری قانون کی مدد سے مہر اور عدت خرچ سے زیادہ رقم وصول کرنا؟

سوال: میرے لڑکے یعقوب احمد نے اپنی بیوی سائرہ بانو کو طلاق دے دی، اور شرعاً اس

کے ذمہ مہر اور عدت کا خرچ دینا ضروری تھا وہ بھی دے دیا، لیکن سائرہ بانو اور اس کے اعزہ شریعت کے مقرر کئے ہوئے خرچ سے زیادہ روپئے مانگ رہے ہیں اور ظلماً ناحق کورٹ کے ذریعہ منظور کروانا چاہتے ہیں، لیکن میرا لڑکا اور میں شریعت کے مقرر کئے ہوئے خرچ سے زیادہ روپئے دینے کے لئے راضی نہیں ہیں؛

تو پوچھنا یہ ہے کہ شریعت کے مقرر کئے ہوئے خرچ سے زیادہ رقم کورٹ سے منظور کروانا اور زبردستی یہ رقم ہم سے وصول کرنا اس کے لئے اور اس کے اعزہ کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کو طلاق ملنے کے بعد عدت کی مدت (جو تین حیض یا وضع حمل ہے) تک کا خرچ (نان ونفقہ اور سکنیٰ) شوہر سے وصول کرنے کا حق ہے، اس کے بعد وہ نان ونفقہ اور سکنیٰ کی حقدار نہیں رہتی، اور نہ ہی یہ خرچ شوہر کے ذمہ شرعاً لازم ہے اس لئے غلط اختیار کا سہارا لیتے ہوئے یا سرکاری قانون کے زیر سایہ اس سے زیادہ مدت تک کے خرچ کا مطالبہ ناجائز اور حرام اور عورت کی طرف سے ظلم ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کا مال زبردستی اور ناحق حاصل کرے۔ لہذا صورت مسئولہ میں مطلقہ اور اس کے اعزہ کے لئے مذکور رقم کا مطالبہ اور اس کی کارروائی ناجائز اور حرام ہے۔
(شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۷۸﴾ گذرے ہوئے دنوں کے نان ونفقہ کا مطالبہ کرنا؟

سوال: میری بیوی سے مجھے چار بچے ہیں، دولڑکے اور دولڑکیاں، اور تقریباً ڈیڑھ سال ہو

گیا ہے وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے، میں نے ابھی تک اسے طلاق نہیں دی ہے، اور اب میری بیوی نے وکیل کے ذریعہ مجھے نوٹس بھیجا ہے جو اس سوال نامہ کے ساتھ منسلک ہے، اس نوٹس سے وہ مجھ سے تین ہزار روپئے نان ونفقہ کے مانگ رہی ہے، اور اس نے مجھ پر غلط الزامات لگائے ہیں کہ میں نے اسے کھانے کی تکلیف دی ہے اور اس کے کپڑے بھی لے لئے ہیں۔

میں اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا اور اگر آج بھی وہ واپس آجائے تو میں اسے رکھنے کے لئے راضی ہوں اور یہ بات صحیح ہے، اور اس بات کا یقین اس کے والدین جو میرے پڑوس میں رہتے ہیں وہ بھی دلا سکتے ہیں، میری بیوی کے والد کو میں ساتھ ہی لایا ہوں وہ بھی صحیح حقیقت حال بیان کر سکتے ہیں۔

میرے چار بچے ہیں اس میں سے تین میرے پاس ہیں ایک لڑکی کو وہ اپنے ساتھ لے گئی ہے اگر وہ واپس آتی ہے تو میں اسے رکھنے کے لئے راضی ہوں اور اسے طلاق دینے والا نہیں ہوں، تو اس بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟ وکیل کے ذریعہ جو نوٹس بھیجا وہ مندرجہ ذیل ہے:

میں ایڈوکیٹ حبیب منصور میری اصیلہ نادرہ بانو زوجۂ فاروق بشیر بنت صدیق احمد ساکن فیروزآباد کی طرف سے ملی ہوئی درخواست اور فرمان کی بنا پر آپ کو یہ نوٹس دے رہا ہوں کہ ہماری اصیلہ آپ کی باقاعدہ منکوحہ اور بیوی ہوتی ہے، اور آپ سے ہماری اصیلہ کو چار بچے بھی ہیں جن میں سے تین اولاد فی الحال آپ کے پاس ہیں اور ایک لڑکی جو آپ ہی کے صلب سے ہے وہ ہماری اصیلہ کے ساتھ رہتی ہے۔

آپ نے ہماری اصیلہ کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے، اس کو بہت مرتبہ مار پیٹ کیا ہے، اور

کھانے پینے میں اس پر بہت ظلم کیا ہے، اور بلا وجہ آپ نے ہماری اصیلہ کو دو سال قبل مار کر پہنے ہوئے کپڑوں میں گھر سے نکال دیا تھا، اور بعد میں آپ نے ہماری اصیلہ اور اپنی بیٹی کو نان ونفقہ اور لباس کے لئے ایک پیسے کی بھی مدد نہیں کی ہے، فی الحال ہماری اصیلہ بے سہارا ہو چکی ہے اور وہ لوگوں کے گھروں میں صاف اور صفائی اور برتن مانجھ کر اپنا گذر بسر چلا رہی ہے، اور بڑی مصیبت سے اپنا اور اپنی بیٹی کا گھر چلاتی ہے۔

قانون کے مطابق آپ اس کے نان ونفقہ دینے کے ذمہ دار ہیں، آپ کے پاس آمدنی کا اچھا ذریعہ ہے اور آپ کا ارادہ ہماری اصیلہ کو رکھنے کا معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ آپ نے کبھی بھی ہماری اصیلہ کو واپس لانے کے لئے اپنی رضامندی نہیں بتائی، نیز آپ کے یہاں ہماری اصیلہ کی جان محفوظ نہیں ہے اس لئے آپ تین ہزار روپے بقیہ نان ونفقہ کے فوراً ادا کر دیں، ہماری اصیلہ کو اپنا اور اپنی لڑکی کے نان ونفقہ کے لئے ماہانہ ۱۵۰ روپے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس نوٹس کے ملنے کے آٹھ دن کے اندر تین ہزار روپئے ہماری اصیلہ کو دے کر جماعت کے دو صالح افراد کو درمیان میں رکھ کر انہیں بلا کر اچھی طرح رکھنے کا یقین اور اعتماد دلا کر بلا لیں، نیز ہماری اصیلہ کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے دوسری کوئی عورت رکھی ہے تو اس بارے میں ضروری وضاحت ہماری اصیلہ کے ساتھ کر لی جائے، اس میں کمی کوتاہی پر بعد انقضائے مدت ہماری اصیلہ نان ونفقہ کے حصول کے لئے از راہ قانون سخت سے سخت قدم آپ کے خرچ پر ضرور اٹھائے گی، اسے ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ کتبہ: ایڈوکیٹ

حبیب منصور دستخط: نادرہ بانو زوجۂ فاروق بشیر

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر سوال میں درج تفصیل صحیح ہو اور بیوی شوہر کی

اجازت کے بغیر پرائے مرد کے ساتھ چلی گئی ہو تو ایسی عورت شریعت کی اصطلاح میں ناشزہ یعنی نا فرمان کہلاتی ہے، اور ناشزہ عورت کو شرعاً نان و نفقہ دینا لازم نہیں ہے۔(شامی:۲)

منسلکہ نوٹس میں عورت نے دو سال کے خرچ اور نان و نفقہ کے طور پر تین ہزار روپئے کا مطالبہ کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے، شوہر کے لئے یہ مطالبہ پورا کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ شریعت کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق گذرے ہوئے دنوں کے نان و نفقہ کے روپئے مانگنا یا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ شرعی قاضی کا حکم ہو یا میاں بیوی دونوں راضی اور متفق ہوں۔(شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط

﴿۱۹۷۹﴾ عورت کی کمائی میں شوہر کا کوئی حق ہے؟

سوال: عورت کی آمدنی میں سے شوہر کا کوئی حق ہے؟ نیز اگر شوہر نے عورت کی آمدنی میں سے کچھ استعمال کیا ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟ نیز شوہر نے عورت کو زیورات یا دیگر مال کی شکل میں کچھ دیا ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عورت مالدار ہو یا غریب اس کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ لازم اور ضروری ہے اور شادی کے موقع پر یا بعد میں جو چیزیں عورت کو تملیکاً دی ہیں یا عورت کے رشتہ داروں نے دی ہیں وہ صرف عورت کی ملک ہیں شوہر کا یا کسی کا ان میں کوئی حق نہیں ہے۔ عورت ملازمت کر کے جو تنخواہ وغیرہ لاتی ہے وہ سب اس کی ملک ہے شوہر کا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ عورت نے اپنی خوشی یا رضامندی سے جو رقم شوہر کو دی ہے یا شوہر نے استعمال کی ہے تو وہ واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور اگر زبردستی شوہر نے اپنا حق جتا کر یا

دباؤ ڈال کرلی ہے یا قرضہ کے طور پر لی ہے تو وہ واپس کرنا ہوگی اور عورت کو مطالبہ کرنے کا حق ہے۔معارف القرآن جلد دوم سورۂ نساء آیت نمبر:۴ کے تحت تفصیل لکھی ہے وہ دیکھ لی جائے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۸۰﴾ عدت کا خرچ

سوال: عورت غلط بات پر جھگڑا کر کے اپنے والد کے گھر چلی جائے اور پھر طلاق کا مطالبہ کرے تو طلاق دینا کیسا ہے؟ نیز طلاق کے بعد مہر اور عدت وغیرہ کا تمام خرچ مانگے تو کیا کیا جائے؟ کیا یہ خرچ دینا ضروری ہے؟ شوہر اپنی شادی کا خرچ عورت سے مانگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عورت غلط بات پر جھگڑ کر کے اپنے والد کے گھر چلی جائے تو ایسی عورت نافرمان کہلاتی ہے،اس کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ واجب نہیں ہے،ایسی عورت کو سمجھانے کے باوجود وہ اپنی اصلاح نہ کرتی ہو اور اس کے ساتھ رہنا اجیرن ہو تو طلاق دینا جائز ہے،لیکن مہر جو متعین ہوئی تھی وہ دینی پڑے گی۔

طلاق کے بعد شوہر عورت کو عدت اپنے والد کے گھر گذارنے کی اجازت دے تو شوہر کو عدت کا خرچ بھی دینا پڑے گا،اگر عورت کا قصور ہو اور عورت کے طلاق مانگنے پر طلاق دی جارہی ہو تو مرد طلاق دینے کے عوض روپئے کا مطالبہ کرے تو یہ جائز ہے۔

﴿۱۹۸۱﴾ عدت کے خرچ میں کیا کیا شامل ہے؟

سوال: طلاق کے بعد عورت کی عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو اس خرچ میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟ صرف کھانے پینے کا خرچہ یا دیگر ضروریات کا

خرچ بھی شامل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... طلاق کے بعد عدت کی مدت کا خرچ شوہر کے ذمہ لازم ہے، اتنی مدت کے کھانے اور پینے کا خرچہ اور پہننے کے کپڑے اور رہنے کا خرچہ دینا پڑے گا۔ (درمختار: ۸۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۸۲﴾ عدت کا خرچ کے طور پر دیئے ہوئے روپئے واپس لے سکتے ہیں؟

سوال: میں نے اپنی بیوی کو تاریخ ۱۲/۳/ ۱۹۷۱ء کے روز طلاق دے کر اپنے نکاح سے خارج کردیا، طلاق کے وقت میری بیوی دو مہینوں کے حمل سے تھی اس لئے طلاق کے بعد عدت کے خرچ کے طور پر اسے آٹھ مہینوں کا نان ونفقہ حمل کی وجہ سے ماہانہ ۷۵ روپئے کہ حساب سے کل ۶۰۰ روپئے اور مہر کے ۱۲۷:۵۰ کو شامل کر کے کل روپئے ۷۲۷:۵۰ نقد دے دیئے۔

اور زچگی کے کل خرچ کی ذمہ داری کے لئے میں نے تحریر لکھ دی، یہ خرچ میری بیوی کے کہنے پر ۳۰۰ روپئے میں نے قبول کئے، اور تحریر میں لکھ دیا تھا کہ زچگی کے وقت اس کے خرچ کے طور پر ۳۰۰ روپئے میرے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے، لیکن انہوں نے یعنی میری بیوی نے گھر جانے کے بعد ایک مہینہ گزرنے پر یعنی طلاق کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد ۱/۱/ ۱۹۷۲ کو مجھے اطلاع دیئے بغیر حمل ساقط کروادیا، جیسا کہ میں نے اوپر لکھا حمل ہونے کی وجہ سے میں نے اسے آٹھ مہینوں کا خرچ دیا تھا لیکن ان لوگوں نے ایک مہینہ میں ہی حمل ساقط کرادیا تو اب میں ان سے سات مہینوں کا خرچ واپس لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، حمل میں انسانی اعضاء بن

چکے ہوں تو ایسے حمل کو ساقط کرانا سخت معصیت ہونے کے باوجود عدت ختم ہو جائے گی، اور عدت کے خرچ کے طور پر آپ نے چھ سو روپئے نقد عورت کو دے کر ان کا مالک بنا دیا ہو تو اب مفتیٰ بہ قول کے مطابق یہ رقم واپس نہیں لے سکتے۔ (درمختار، منحۃ الخالق: ۱۹۱/۴)

﴿۱۹۸۳﴾ عدت میں گھومنے پھرنے والی عورت کو عدت خرچ دینا پڑے گا؟

سوال: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے، اور اس کی عدت کے خرچ کے طور پر ۱۷۵ روپئے دینا میں نے قبول کیا ہے، اس میں سے ۱۲۵ روپئے ادا کر دئے ہیں، اور بقیہ پچاس روپئے ادا کرنا باقی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عدت کے درمیان دو تین مرتبہ اسے باہر کام کاج کے لئے گھومتے اور نکلتے میں نے دیکھا ہے، تو ایسی عورت عدت خرچ کی حقدار ہوتی ہے؟ اور اب مجھے اسے بقیہ روپئے دینے چاہئے یا نہیں؟ اور جو ۱۲۵ روپئے میں نے دئے ہیں وہ واپس لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت عدت میں گھومنے یا کمانے نہیں جا سکتی، اس لئے اس کے گزر بسر کے لئے شریعت نے اس کا خرچ مرد کے ذمہ واجب کیا ہے، اس لئے اسے عدت کے تمام احکام کی پوری پابندی کرتے ہوئے بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے، لیکن اگر کوئی عورت عدت کے احکام کی پابندی نہ کرے اور باہر گھومتی پھرتی ہو تو وہ نافرمان کہلائے گی، اور نافرمان عورت کا خرچ دینا مرد پر واجب نہیں ہے، مذکورہ عورت کسی خاص مجبوری یا کام کے لئے باہر نکلی ہو تو نافرمان نہیں کہلائے گی، اور اس کا خرچ دینا پڑے گا، اور اگر وہ بلا ضرورت باہر نکلی ہو تو مذکورہ بالا حکم عائد ہوگا۔ (شامی: ۲/۷۵۴، ٦۲۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۸۴﴾ کیا ناشزہ عورت عدت کے خرچ کی حقدار ہے؟

سوال: میری بیوی میری اجازت کے بغیر پانچ مہینہ سے میرا گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے، اب میں اپنی بیوی کو واپس بلانا نہیں چاہتا، اب اگر میں اسے طلاق دوں تو کیا مجھے اسے عدت خرچ دینا پڑے گا؟ اس لئے کہ وہ میری اجازت کے بغیر میرے گھر سے چلی گئی ہے، اور اگر میں طلاق نہ دوں بلکہ وہ یا اس کے والدین طلاق کا مطالبہ کریں تو کیا اس صورت میں میں عدت خرچ دینے کا ذمہ دار ہوں؟ میں نے اسے گھر سے نہیں نکالا ہے بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے میری اجازت کے بغیر چلی گئی ہے۔

تو کس صورت میں مجھے عدت کا نان ونفقہ دینا پڑے گا اور کس صورت میں نہیں؟ اس کی مکمل وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔ نیز مہر کے متعلق بھی جواب تحریر فرمائیں کہ مہر مکمل دینی پڑے گی یا نصف؟ اس لئے کہ وہ میری اجازت کے بغیر گئی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شوہر کی طرف سے کوئی ظلم وزیادتی نہ ہو اور بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے گھر چلی جائے تو شریعت کی اصطلاح میں ایسی عورت کو ناشزہ یعنی نافرمان کہا جاتا ہے، اور ایسی عورت اپنے شوہر سے نان ونفقہ حاصل کرنے کی حقدار نہیں رہتی، اور نافرمانی کے بعد صلح کا کوئی راستہ نہ ہو اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ میں نہ رہ سکتے ہوں تو طلاق دے دینا درست ہے۔

البتہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے اس لئے مکمل مہر واجب ہوگی، اور طلاق کے بعد تین حیض تک عدت گذارنا ضروری ہونے کی وجہ سے اور اس مدت میں دوسرا نکاح نہ کر سکنے کی وجہ سے عدت کا خرچ بھی مرد کو دینا ہوگا، اور اگر عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور مرد اس شرط پر طلاق

دے کہ عدت اور مہر کے روپئے معاف کئے جاویں تو اس شرط پر دی گئی طلاق میں مہر اور عدت وغیرہ کے حقوق معاف ہو جاتے ہیں۔ (شامی، عالمگیری:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۸۵﴾ عورت کا عدت کی مدت سے زیادہ کا خرچہ مانگنا؟

سوال: میرا نکاح آصف شیخ کی لڑکی معظّمہ سے ۴۵ سال قبل ۱۹۶۳ء میں ہوا تھا اس عورت سے مجھے تین بچے ہیں اس کے بعد کچھ لڑائی جھگڑا ہونے کی وجہ سے بیوی بچوں نے مجھے گھر سے نکال دیا، تاریخ ۹/۷/۱۹۹۵ سے میں اپنے بیوی بچوں سے الگ جھونپڑی بنا کر رہ رہا ہوں، اور ۲۰۰۳ء کو میں واپس گھر آیا، پھر ۲۰۰۴ء میں شریعت کے مطابق اور وکیل کے ذریعہ دو گواہوں کی موجودگی میں طلاق نامہ لکھ کر عورت کو میں نے نکاح سے جدا کر دیا، اور لڑکوں کی موجودگی میں نان ونفقہ اور عدت کا خرچ شریعت کے مطابق جو ہوتا ہو اس سے کئی چند مضاعف پانچ لاکھ روپئے میں نے دئے اور زیور کے طور پر ساڑھے سات تولہ سونا دے کر میں نے اپنی ذمہ داری پوری کی، اب تاریخ ۱/۱۲/۲۰۰۸ء کو میری مطلقہ بیوی نے کورٹ میں مقدمہ داخل کیا کہ اسے نان ونفقہ اور زندگی گزارنے کے لئے خرچہ کے طور پر پچیس لاکھ روپئے چاہئیں، تو اب شریعت کے مطابق قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھ پر کچھ روپئے دینا واجب ہوتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ میری جان چھوٹے اور یہ وبال دور ہو۔

(۱) عدت کی مدت کتنی ہے؟ (۲) عدت کا خرچ کتنا لازم ہوتا ہے؟ (۳) صرف عدت کی مدت کا خرچ عورت لے سکتی ہے یا عدت کی مدت کے بعد بھی عورت کا کوئی حق مرد پر باقی رہتا ہے اور مرد کو عدت کے بعد بھی کوئی خرچہ دینا پڑتا ہے؟ (۴) کیا طلاق ہو جانے

کے چار سال بعد کوئی خرچ شریعت کے مطابق لازم ہوتا ہے؟ (۵) کیا چار سال کے بعد عورت کا ۲۵ لاکھ کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کو طلاق ملنے کے بعد اس کی عدت اگر حیض آتا ہو تو تین حیض ہے یعنی تیسرا حیض ختم ہونے تک ہے، اور اگر کبرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ عدت ہے، اور چونکہ اس عدت میں عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی اس لئے پوری عدت کی مدت کا خرچ نان ونفقہ وسکنی اور کپڑا ان تینوں کا اوسط درجہ کا خرچ مرد کے ذمہ لازم رہے، اور عورت یہ خرچ لینے کی حقدار ہے، اس سے زیادہ مدت کے خرچ کا مطالبہ ناجائز ہے۔

آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ عدت کے خرچ کے طور پر آپ نے مطلقہ کو پانچ لاکھ روپئے اور ساڑھے سات تولہ سونا دیا ہے تو آپ نے اس کا یہ حق مکمل طور پر اور بہت خوبی اور دلداری کے ساتھ ادا کر دیا ہے، اب اسلامی شریعت کے مطابق مطلقہ عورت کا کوئی حق شوہر پر باقی نہیں ہے، اس لئے کچھ دینا واجب یا لازم نہیں ہے، بلکہ عورت کا مطالبہ کرنا ناحق اور ناجائز اور حرام ہے عورت نے کورٹ میں جو دعویٰ داخل کیا ہے وہ غلط اور جھوٹا مقدمہ ہے جور اور باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۸۶﴾ گذرے ہوئے وقت یا مہینہ کے نان ونفقہ کا مطالبہ؟

سوال: ہمارے یہاں ایک لڑکے کی شادی ہوئی، شادی کے بعد اس کی بیوی اس کے گھر تین مہینہ رہی، تین مہینہ بعد بیوی اور اس کے خسر کے درمیان کہا سنی ہوئی (جھگڑا ہوا)، تو خسر اور شوہر نے اس سے کہا کہ تو اپنے میکے چلی جا، تو لڑکی اپنے میکے چلی گئی، اور چار پانچ

مہینے اپنے میکے ہی میں رہی، پانچ مہینوں کے بعد لڑکے کے گھر والوں کا لڑکی کے گھر والوں سے جھگڑا ہوا، تو لڑکے نے غصہ میں آٹھ سے دس طلاق دے دی، اب طلاق سے قبل لڑکی نے اپنے میکے میں جو چار پانچ مہینے گذارے ہیں لڑکی ان چار پانچ مہینوں کا خرچ مانگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور لڑکے کے لئے یہ خرچ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... لڑکی اپنے شوہر کی اجازت سے میکے میں رہے تو وہ ناشزہ اور نافرمان نہیں کہلاتی اور اس مدت کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے اس لئے اگر اسی وقت مانگ لیتی تو شوہر کو دینا پڑتا، لیکن گزرے ہوئے وقت یا مہینہ کے خرچ کا مطالبہ کرے تو قضائے قاضی یا شوہر کی رضامندی کے بغیر نہیں مانگ سکتی، اوران مہینوں کا خرچ دینا شوہر کے ذمہ اب ضروری نہیں ہے۔ (شامی: ۹۰۶/۲)

﴿۱۹۸۷﴾ بغیر اجازت اپنے میکے چلی جانے والی عورت کا بذریعہ کورٹ نان ونفقہ مانگنا؟

سوال: میری بیوی اپنے زیور کپڑے لے کر میری اور اور میری والدہ کی عدم موجودگی میں بغیر اجازت کے اپنے گاؤں اپنے والدین کے یہاں آٹھ نو مہینوں سے چلی گئی ہے، تقریباً ڈیڑھ سال ہوا میری والدہ کا ٹی بی کا آپریشن کروایا تھا میری والدہ کوئی کام کاج نہیں کر سکتی اور چل پھر بھی نہیں سکتی، میرے والد میری بیوی کو بلانے گئے تھے اور میں بھی بلانے گیا تھا اسے خط بھی بہت لکھے اور رشتہ دار بھی بلانے گئے تھے لیکن وہ آنے سے انکار کرتی ہے۔

مجھے اس عورت سے دو لڑکے ہیں ایک تین سال کا اور ایک ڈھائی سال کا مجبوراً میں نے دوسری شادی کر لی۔ میری کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے میں مدرس کی حیثیت سے مدرسہ میں ملازمت کرتا ہوں، میری پہلی بیوی نے کورٹ میں اپنے لئے اور بچوں کے خرچ کے لئے

مقدمہ کیا دائر کیا ہے، میں نے اسے طلاق نہیں دی ہے میں اسے آج بھی رکھنے کے لئے راضی ہوں جو دال روٹی ملے اس میں گذر بسر کرلے بچوں کا علیحدہ خرچ دینے کی میرے پاس گنجائش نہیں ہے وہ میری اجازت کے بغیر گئی ہے اور آج بھی آنے سے انکار کرتی ہے۔تو اس صورت میں وہ مجھ سے خرچ مانگنے کی حقدار ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل صحیح ہوتو ایسی نافرمان عورت کا خرچ مرد کے ذمہ واجب نہیں ہے، اور وہ شرعی قاعدہ کے مطابق مطالبہ بھی نہیں کرسکتی۔ (شامی، عالمگیری:۲)

﴿۱۹۸۸﴾ شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کے یہاں رہائش رکھنے والی بیوی نان و نفقہ کی حقدار نہیں ہے؟

سوال: میری بیوی اپنے والدین کے گھر چلی گئی ہے، بلانے کے باوجود نہیں آتی ہے،تو کیا شوہر کے لئے ایسی عورت کو خرچہ، روٹی، کپڑے اور مکان دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر اپنی بیوی کو اس کے حقوق کی رعایت کے ساتھ رکھنے پر رضامند ہو، اور اپنے مکان میں رہنے کے لئے بلاتا بھی رہا ہوں پھر بھی عورت اپنے شوہر کی بات نہ مانے اور اپنے والدین کے یہاں رہائش رکھے تو ایسی عورت شریعت کی اصطلاح میں ناشزہ یعنی نافرمان کہلاتی ہے، اور جب تک وہ اپنے شوہر کے گھر نہ آجائے شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۸۹﴾ ایام ماضیہ کا نان ونفقہ؟

سوال: ایک عورت کا نکاح ہوگیا، نکاح کے بعد وہ تین سال اپنے شوہر کے گھر رہی اور

اس درمیان عورت حاملہ ہوگئی، اور یہاں کے دستور کے مطابق پہلی ولادت کے لئے عورت اپنے والد کے گھر گئی، اور والد کے گھر اسے لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کی ولادت کے بعد بارہ سال ہوگئے عورت اپنے والد کے گھر ہی ہے اس کا شوہر اسے نہیں بلاتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے اور اس کا اور اس کے لڑکے کا کوئی خرچ بھی نہیں دیتا ہے نکاح کے وقت اس عورت کی مہر مؤجل ۱۲۷ روپئے مقرر کی گئی تھی جو آج تک باقی ہے اور نکاح کے وقت شوہر کے پاس زیورات اور قیمتی کپڑے وغیرہ نہیں تھے تو ایک مکان اسٹامپ پیپر پر بخشش لکھ دیا تھا اور کورٹ میں دستخط کے ساتھ جمع بھی کروایا تھا۔

ان حالات میں پوچھنا یہ ہے کہ:

(۱) یہ عورت اپنے شوہر سے اپنا اور اپنے بچہ کا نان ونفقہ حاصل کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟ (۲) زیور اور کپڑوں کے عوض بخشش دئے ہوئے مکان کا قبضہ لینے کی حقدار ہے یا نہیں؟ (۳) عورت کو ہبہ کیا ہوا مکان شوہر فروخت کر سکتا ہے؟ (۴) اس کا دستاویز دوسرے کے نام کروا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:

(۱) جتنے دن عورت اپنے شوہر سے جدا رہی ان گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ نہیں مانگ سکتی، البتہ آنے والے دنوں کا نفقہ مانگ سکتی ہے۔ (۲) مکان پر بخشش کے بعد عورت نے قبضہ کرلیا ہو تو بخشش تام ہوگئی اور مکان عورت کی ملکیت ہوگیا، اس لئے اب اس مکان میں مالکانہ تصرف کا عورت کو اختیار رہے گا۔ (۳) مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق مکان پر عورت نے قبضہ کرلیا ہو تو اب بغیر اجازت عورت کے اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا، اور اگر عورت نے مکان پر قبضہ نہیں کیا تھا تو بخشش صحیح نہیں ہوئی اور مکان حسب سابق مرد کی ملکیت ہی

رہے گا، اور وہ اب چاہے تو اسے فروخت کرسکتا ہے۔

(۴) اس کا جواب نمبر تین کے مطابق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۹۰﴾ ایام ماضیہ کا نان ونفقہ عورت مانگ سکتی ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو مکان میں دوسرے اجنبی شخص کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا اور شک کی بنا پر بیوی کو مار کر گھر سے باہر نکال دیا، اور آٹھ مہینوں کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی۔ تو ان آٹھ مہینوں کا نان ونفقہ عورت شوہر سے وصول کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو آٹھ مہینے گذر چکے ہیں ان کا خرچ اب عورت نہیں مانگ سکتی۔

﴿۱۹۹۱﴾ بچوں کا دوگنا خرچ مانگنا؟

سوال: والدین ایک ہی قریہ میں رہائش رکھتے ہوں اور والد بچوں کو اپنی پرورش میں رکھنا چاہتا ہو پھر بھی والدہ جبراً بچوں کو اپنے پاس رکھ کر دوگنا خرچہ مانگتی ہو تو اس کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا مرد کو دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بچوں کی پرورش کا حق عورت کو تین شرطوں کے ساتھ دیا گیا ہے، اس لئے وہ جبراً بھی اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہے، لیکن دوگنا خرچہ مانگنا درست نہیں ہے، البتہ بچوں کا واجبی خرچ مانگ سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۹۲﴾ عورت کا بذریعہ کورٹ نان ونفقہ حاصل کرنا؟

سوال: میرے شوہر نے میری لاعلمی میں دوسرا نکاح کرلیا اور مجھے اپنے گھر بھی نہیں لے جاتا ہے، اور مجھے کسی طرح کا نان ونفقہ بھی نہیں دیتا، اس لئے مجبوراً مجھے اپنے نان ونفقہ کے

لئے کورٹ کا سہارا لینا پڑا، کورٹ نے ماہانہ ۳۵۰ روپے مرد پر مقرر کردئے ہیں تو میں یہ خرچ لے سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... عورت کا نان ونفقہ مرد پر واجب ہے، اور وہ اپنا یہ حق کورٹ سے وصول کرسکتی ہے، اس کے لئے کورٹ کی مقرر کردہ رقم وصول کرنا درست ہے۔

لیکن اگر عورت شریعت کی نظر میں ناشزہ ہو یا مطلقہ ہو اور اس کی عدت ختم ہو چکی ہو تو ایسی عورت کا نان ونفقہ مرد پر واجب نہیں ہے، اس صورت میں عورت کا خرچ لینا ناجائز کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۹۳﴾ خرچ کا معیار؟

سوال: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے، طلاق کے دن ہی لڑکی والے مہر کے روپئے اور اس کا سامان اور کپڑے اپنے ساتھ لے گئے ہیں، اب وہ لوگ نان ونفقہ کے روپئے مانگ رہے ہیں اس بیوی سے میری ایک چھ سات مہینوں کی شیر خوار بچی بھی ہے، مجھے اس بچی کا کتنا خرچ دینا ہوگا؟ اور کتنے مہینوں کا خرچ دینا ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورت مسئولہ میں عورت کی عدت کی مدت کا نان و نفقہ جس میں اوسط درجہ کا کھانے پینے پہننے اور رہنے کا خرچ ہو وہ دینا ہوگا، اس کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی متعین رقم مقرر نہیں ہے، میاں بیوی دونوں کی مالی حالت دیکھ کر دونوں کی مالی حالت کا درمیانی درجہ کا خرچ مقرر کیا جائے گا، اور اسی طرح اوسط درجہ کا بچی کی پرورش کا خرچ بھی مقرر کیا جائے گا۔

عدت کی مدت حائضہ کے لئے تین حیض اور حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ اور حاملہ کے لئے وضع

حمل تک ہے۔(شامی:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۹۴﴾ بچہ کا خرچ کتنا دینا ہوگا؟

سوال: ایک شخص مسمیٰ عثمان نے اپنی بیوی خدیجہ کو طلاق دے دی ہے، عثمان کو خدیجہ سے ایک لڑکی مسماۃ سمیہ ہے، اب سوال یہ ہے کہ سمیہ کی پرورش کون کرے گا؟ عثمان سمیہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر خدیجہ سمیہ کی پرورش کرنا چاہے تو کتنے سالوں تک کر سکتی ہے؟ اور اس کا خرچ عثمان سے لے سکتی ہے؟ اگر لے سکتی ہے تو کتنا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......لڑکی کی پرورش میں شریعت نے شفقت کو ملحوظ رکھا ہے، جو والد سے زیادہ والدہ میں ہوتی ہے، اس لئے عورت طلاق کے بعد بھی لڑکے اور لڑکی کی پرورش کی حقدار ہے، اگر وہ اپنی پرورش میں رکھنا چاہے تو رکھ سکتی ہے والد جبراً بچوں کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا، اگر لڑکی ہے تو نو سال تک ماں اسے اپنی پرورش میں رکھ سکتی ہے، اور اتنی مدت کا خرچ والد کو ادا کرنا ہوگا، اور یہ خرچ میاں بیوی دونوں کی مالی حالت دیکھ کر درمیانی درجہ کا مقرر کیا جائے گا، اگر عورت بدچلن ہو یا لڑکی کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو اس کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔(شامی:۶۳۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۱۹۹۵﴾ حقیقی لڑکوں کی موجودگی میں سوتیلے لڑکوں سے نان ونفقہ مانگنا؟

سوال: والد کا انتقال ہو چکا ہے، ان کے ورثاء میں تین لڑکے اور ایک بیوہ ہے اور دوسرے بھی تین لڑکے ہیں جن کی والدہ کا انتقال شوہر کی حیات میں ہو چکا تھا، اس بیوہ عورت کے پاس اچھی خاصی جائداد ہونے کے باوجود اپنے سوتیلے لڑکوں سے نان ونفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے؟ سوال کا مقصد یہ ہے کہ مذکورہ بیوہ عورت کا نان ونفقہ اس کے حقیقی لڑکوں

کو دینا چاہئے یا سوتیلے لڑکوں کو دینا چاہئے؟ مذکورہ عورت دونوں لڑکوں سے نان ونفقہ مانگے تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ بیوہ عورت کے پاس گزر بسر ہو سکے اتنی جائدار ہو تو اسے نان ونفقہ کا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے، اور اس کے حقیقی لڑکے بھی موجود ہیں اس لئے اپنی والدہ کے نان ونفقہ کی مکمل ذمہ داری ان حقیقی لڑکوں کی ہے، اس حالت میں سوتیلے لڑکوں کا سوتیلی ماں سے دور کا رشتہ ہے، نیز وہ اپنے اہل وعیال کا خرچ بھی مشکل سے اٹھاتے ہیں تو اس حالت میں سوتیلی ماں کو نان ونفقہ دینا ان پر لازم نہیں ہے۔ (بدائع: ۳۲/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۹۶﴾ عورت کا مرد کے کل مال میں نصف حصہ کی حقدار ہونے کا دعویٰ کرنا؟

سوال: میرا نام عمران ہے میں فی الحال یو. کے. میں رہتا ہوں، میرا نکاح عائشہ کے ساتھ ہوا تھا، اور چند وجوہ سے میری ازدواجی زندگی خوش حال نہ ہونے کی بنا پر اور میری طبیعت خراب اور نادرست ہونے کی وجہ سے میری بے حد کوشش کے باوجود کہ میرا نکاح باقی رہے لیکن کوئی بہتر نتیجہ ظاہر نہ ہونے کی بنا پر اخیر میں تنگ آکر میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے نکاح سے جدا کر دیا۔ شریعت کے مسئلہ اور قانون کے مطابق جو کچھ خرچ میرے ذمہ دینا واجب تھا وہ میں نے اسے دے دیا۔ اب عدت کے بعد میری بیوی عائشہ نے انگلینڈ کی حکومت کے انگریزی قانون کے مطابق میری کل مال و جائداد ونقدی میں اپنا نصف حصہ مانگا ہے اور مرتے دم تک کا یا دوسرے نکاح ہونے تک کا اپنا نان ونفقہ کا مطالبہ بھی کیا ہے، اور مجھ پر اس نے مقدمہ دائر کر دیا ہے، اس طرح انگریزی قانون کی مدد سے وہ یہ تمام

چیزیں مجھ سے لینے کے لئے مجبور کرتی ہے تو اس پر سوال یہ ہوتا ہے کہ

میری بیوی جسے میں نے طلاق دے کر اپنے نکاح سے جدا کر دیا ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے وہ بذریعہ کورٹ میری جائداد اور مال وملکیت میں سے نصف حصہ لے سکتی ہے؟

اور اس کا اس طرح لینا از روئے شریعت جائز ہے؟

اسلامی شریعت کی مخالفت کر کے اور انگریزی قاعدہ کی مدد سے عدت کے بعد مرتے دم تک یا دوسرے نکاح تک نان ونفقہ کا مطالبہ کرنے والی عورت کے لئے دنیا وآخرت میں کیا کیا وعیدیں آئی ہیں؟

انگریزی قانون کا سہارا لینے کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ اسلامی قانون کو ناقص اور غیر معتبر سمجھتی ہے، تو اس عقیدہ اور خیال سے اس کا ایمان باقی رہا یا چلا گیا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلما: عورت کو طلاق ہو جانے کے بعد وہ اپنی عدت کی مدت تک مرد سے کھانے پینے اور رہنے کے اوسط درجہ کا خرچ لینے کی حقدار ہے، اور اگر مہر اب تک ادا نہ کی گئی ہو اور معاف بھی نہ کی ہو تو وہ بھی لے سکتی ہے، اس سے زائد رقم دینا مرد پر لازم نہیں ہے، اور اگر مرد عدت کا مذکورہ خرچ دینے کے لئے ٹال مٹول کرے تو عورت قانونی کارروائی کر کے بھی اپنا یہ حق وصول کر سکتی ہے۔ **وفی الهدایه: واذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنی فی عدتها۔ (۲/۴۲۳)۔**

اور عدت کے بعد کا کوئی خرچ مرد پر لازم یا ضروری نہیں ہے، اس لئے اس کا مطالبہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اور بذریعہ کورٹ مطالبہ کرنا ظلم ونا جائز اور غصب کے حکم میں ہے اور کورٹ حکم دے بھی دے تو بھی دینا ضروری نہیں ہے، اس بارے میں حدیث شریف میں سخت الفاظ میں وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور اگر مرد نے مرتے دم تک معاف نہیں کیا تو آخرت میں

اس لئے ہوئے مال کے حقوق العباد ہونے کی وجہ سے نیکیوں کی شکل میں ادائے گی کرنی پڑے گی، ابوداؤد شریف کی ایک حدیث میں اس طرح حاصل کئے ہوئے مال کو جہنم کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا ہے، نیز قرآن شریف میں بھی مسلمان کے مال کو باطل طریقہ سے لینے سے منع فرمایا گیا ہے، لہذا اس طرح لیا ہوا مال حرام کہلائے گا۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۶۵ کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ''پھر قسم ہے آپ کے رب کی، یہ لوگ جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے ہیں عنداللہ ایماندار نہ ہوں گے، جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے فیصلہ کراویں، پھر آپ جب تصفیہ کر دیں تو آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں انکار کی تنگی نہ پاویں، اور اس فعل کو پورا پورا ظاہر سے اور باطن سے تسلیم کرلیں۔ (معارف القرآن: ۴۶۰/۲)

﴿۱۹۹۷﴾ جس عمر تک حق حضانت عورت کو حاصل ہے اتنی ہی مدت کا نان ونفقہ شوہر سے حاصل کرسکتی ہے؟

سوال: ایک عورت کو آج سے دس سال قبل طلاق دی جا چکی تھی، اس کے دو بچے ہیں ایک ۱۰ سال کا اور دوسری لڑکی ۱۳ سال کی ہے، اب اس عورت نے اپنے اور بچوں کے نان و نفقہ کے لئے اپنے پہلے کے شوہر پر مقدمہ دائر کیا ہے اور عورت اور دونوں بچوں کے لئے خرچ کا مطالبہ کیا ہے، تو بچوں کو اور عورت کو وہ خرچ لینے کا حق ہے یا نہیں؟ اور یہ خرچ لینا از روئے شریعت کیسا ہے؟

کیا باپ بچوں کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟ باپ بچوں کو رکھنے کے لئے رضامند ہے لیکن ماں

رضامند نہیں ہے، پہلے بھی بار بار کے مطالبہ کے بعد بھی دینے کے لئے رضامند نہیں ہے اور جبراً اپنے پاس رکھتی ہے، تو کیا وہ کورٹ کا سہارا لے کر خرچہ لے سکتی ہے؟ اگر کورٹ کا فیصلہ خرچ دینے کا ہو تو شوہر کی ناراضگی کے باوجود شوہر دینے کے لئے مجبور ہوگا، تو کیا اس صورت میں یہ خرچ لینے والی عورت شرعی نقطہ نظر سے گنہگار نہیں ہوگی؟
نوٹ: عدت کا خرچ اور مہر کی رقم عورت کو دے دی گئی تھی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت طلاق کے بعد عدت کی مدت کے خرچ کی حقدار ہے، اس مدت کے بعد کسی بھی صورت میں نان ونفقہ کا دعویٰ یا مطالبہ نہیں کر سکتی، اگر کرے گی تو ناجائز اور ظلم کہلائے گا، اور مرد کے لئے وہ خرچ دینا ضروری بھی نہیں ہے۔

البتہ! نابالغ بچوں کا نان ونفقہ والد کے ذمہ ہے اس لئے جس عمر تک حق حضانت عورت کو حاصل ہے اتنی مدت کا نان ونفقہ عورت لے سکتی ہے، اس عمر کے بعد بچوں کو باپ کے حوالہ کر دینا چاہئے، جب لڑکے کی عمر ۱۰ سال اور لڑکی کی عمر ۱۳ سال کی ہے تو عورت جبراً ان بچوں کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتی، بچوں کو والد کے سپرد کر دینا چاہئے۔ (شامی: ۲)

﴿۱۹۹۸﴾ شوہر کا اپنے گھر کی مستعمل اشیاء کا مطالبہ

سوال: بیوی نے جو کپڑے و دیگر اشیاء شوہر کے گھر پہن کر پرانے کر دئے ہوں کیا شوہر وہ چیزیں عورت سے واپس مانگے تو عورت کو وہ چیزیں واپس لا کر دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو کپڑے وغیرہ شوہر نے اپنی بیوی کو دئے اور اس نے پہن کر یا استعمال کر کے کر ختم کر دئے تو اب شوہر وہ چیزیں واپس نہیں مانگ سکتا، اور عورت کے لئے وہ چیزیں واپس دینا ضروری بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۹۹۹﴾ مطلقہ کا بذریعہ کورٹ نان ونفقہ متعین کروانا؟

سوال: عثمان نے اپنی بیوی فاطمہ کو طلاق دے دی ہے، نیز عثمان اپنی بیوی فاطمہ کو شریعت کا مقرر کیا ہوا عدت خرچ بھی دینے کے لئے تیار ہے، لیکن فاطمہ نے کورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ اسے طلاق ہو جانے کی وجہ سے وہ بے سہارا ہوگئی ہے اس لئے اسے ہر ماہ اس کے شوہر کے پاس سے دوسو پچاس روپئے دلوائے جائیں۔تو کیا از روئے شریعت عدت کے علاوہ کا اور کوئی خرچ فاطمہ عثمان سے لے سکتی ہے؟ کتنے دن کا عدت خرچ دینا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت نکاح کے بعد شوہر کی ماتحتی اور نگرانی میں آجاتی ہے اس لئے اس کا اوسط درجہ کا کھانے پینے کپڑے اور رہنے کا خرچ شریعت نے مرد کے ذمہ لازم کیا ہے، اس لئے جب تک یہ رشتہ باقی ہے شوہر کو یہ خرچ دینا ضروری اور عورت کا مطالبہ جائز ہے، لیکن جب ایک مرتبہ یہ رشتہ ختم ہوگیا یعنی عورت کو طلاق ہو جائے یا شوہر کا انتقال ہو جائے تو اب وہ اس کی بیوی نہیں رہتی اس لئے اس کے بعد کسی طرح کا خرچ شوہر سے نہیں مانگ سکتی اور شوہر کے لئے شرعاً دینا واجب بھی نہیں ہے، ہدایہ:۲/۴۲۳ اور عالمگیری، شامی: جلد:۲ پر اس کی مکمل وضاحت موجود ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں عورت کے لئے عدت کے بعد کی مدت کا نان ونفقہ کا مطالبہ جائز نہیں ہے اور شوہر کے ذمہ دینا ضروری نہیں ہے، عورت اپنا دوسرا نکاح کر کے یا آزادی کے ساتھ رہ کر اپنے خرچے کا انتظام کرسکتی ہے۔عدت کی مدت تین حیض اور حاملہ کے لئے وضع حمل اور صغرسنی یا کبرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۰۰﴾ نماز میں کاہلی کرنے والی بیوی کو خرچ دینا بند کرنا؟

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کو نماز کی تاکید کرتا ہے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتی تو کیا شوہر اس کا خرچ بند کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اولاً تو بیوی کو نرمی سے سمجھایا جائے، نماز کی فضیلت اور نماز کا تاکیدی حکم اور ترک صلوۃ پر وارد وعیدیں بیان کی جائیں، اس کے باوجود نہ مانے تو اس سے بولنا، بات کرنا چھوڑ دے، پھر بھی نہ مانے تو کچھ دنوں کے لئے جماع بھی چھوڑ دے اور پھر بھی نہ مانے تو ہلکی مار پیٹ بھی کرسکتا ہے جس میں ظلم نہ ہو اگر ایسی ضد اور انانیت والی ہو کہ اس کے باوجود سمجھتی نہ ہو تو کچھ دنوں کے لئے خرچ بھی بند کرسکتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ اپنے والد کے گھر گئی ہوئی ہو، ورنہ صرف اس وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس کا نان ونفقہ بند نہیں کرسکتے اسے اصلاح کی دھمکی دے پھر بھی نہ مانے تو لاچار ہو کر طلاق بھی دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب متفرقات الطلاق

﴿۲۰۰۱﴾ کفریہ عمل کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: میرا نکاح ۲۰۰۶ء میں ہوا تھا، میرے شوہر کھانے سے قبل ایک لقمہ دستر خوان پر پھینک دیتے تھے، چائے بھی گرا کر پیتے تھے۔ میرے ہاتھ کا پکایا کبھی کبھی کھاتے تھے۔ پانی مٹکے یا فریج کے بجائے نل میں سے پیتے تھے۔ یہ کھانا پینا پھینک کر شیطان کو کھلانا ہوتا ہے، پھینکے ہوئے کھانے کو میں کھالیتی تھی، میرے شوہر حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے تھے۔

راندیر میں میں نے اپنے روپیوں سے فلیٹ لیا، میں راندیر میں رہنے آئی، راندیر میں میرے فلیٹ میں میری طبیعت بگڑنے لگی، میں کہتی تھی: کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ لیکن وہ نہیں لے جاتے تھے۔ گوپال نامی اگھوری بڑودا میں رہتا ہے وہ ان کا گُرو ہے۔ اس کے گھر علاج کرنے مجھے لے گئے، اس کے گھر میں مندر ہے میرے شوہر نے مندر کا گھنٹہ بجایا اور مندر کے بتوں کے پیروں میں گر گئے اور بعد میں خود کے گُرو اگھوری گوپال کے پیر چھوئے، اور مجھے بھی کہا کہ تو بھی میرے گُرو کے پیر چھولے، میں نے چھونے سے انکار کر دیا اور بعد میں ہندو مذہب کی کالی چودس کی رات کو بڑودا جا کر ہوَن کیا، شراب پی، کچی کلیجی کھائی، بت پرستی کی۔

طبیعت میری زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے میرے بھائی مجھے میراں داتار (جگہ کا نام) شریف لے گئے، وہاں سب شیطانوں کی پکڑ ہوئی اور یہ راز کھلے یہ تانترک میلی اگھوری علم بت پرستی میں میرے شوہر بھی شامل ہیں میں تین سال کی شادی کی زندگی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ میرے شوہر کالے علم کے جاننے والے ایک بت پرست انسان ہیں، آپ

حضرت سے میری یہ گذارش ہے کہ میں ان کے نکاح میں ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو اور عورت کو یقین ہو کہ اس کا شوہر شرکیہ افعال کرتا ہے تو وہ مرتد سمجھا جائے گا اور مسلمان عورت ایسے شخص کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق نہیں رکھ سکتی، شوہر کے شرکیہ فعل کرتے ہی نکاح ختم ہو جائے گا۔ ولو ارتد احد الزوجین الخ (عالمگیری:۱/۳۳۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۰۲﴾ مذکورہ بالا فتوے کا خلاصہ؟

سوال: میرا نکاح ۲۰۰۶ء میں ہوا تھا، میری عورت مجھ سے طلاق لینے کے لئے مجھ پر غلط الزام لگا رہی ہے کہ میں مندر میں گھنٹہ بجاتا ہوں، بتوں کے پیر پڑتا ہوں، اور سفلی تانترک علم کا کام کرتا ہوں۔ یہ بے بنیاد واہیات الزام ڈال کر مفتی صاحبان سے "میں مرتد ہو گیا ہوں بتا کر" فتویٰ حاصل کرتی ہے کہ وہ میرے نکاح سے نکل گئی ہے۔ لیکن صحیح حقیقت یہ ہے کہ میں نے یہ شرکیہ افعال نہیں کئے، اور ایسے شرکیہ افعال سے میں کھلے طور پر نفرت کرتا ہوں۔ الحمد للہ پیدائشی مسلمان ہوں، کلمہ کے یقین کے ساتھ پورے ایمان پر جما ہوا ہوں، دل سے اقرار کرتا ہوں اور ایمان کے ساتھ الحمد للہ پانچوں وقت کی نماز کا پابند ہوں۔

پھر بھی صرف طلاق لینے کے ارادہ سے معاشرہ میں اس کی بے عزتی نہ ہو، میری ہی بدنامی ہو اس نیت سے بے تکے الزامات لگاتی ہے، اس عورت کے دوسرے مرد سے ناجائز تعلق کا مجھے علم ہو گیا، اور اس کے چشم دید گواہ میرے پاس ہیں، اس گناہ کو چھپانے کے لئے وہ مجھ پر ایمان سے مرتد ہونے کے الزامات لگاتی ہے، اپنا گناہ چھپانا چاہتی ہے۔ میرے لئے شریعت کی طرف سے کیا تجویز ہے؟ اور شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت جھوٹے الزامات لگاتی ہے، اور اس کے پاس ثبوت کے طور پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے تو ایسے غلط الزامات لگانا شریعت میں بڑے گناہ کا کام اور قرآنی احکام کی خلاف ورزی ہے، اور وہ بیوی ہونے کی وجہ سے اس پر شوہر کی عزت کرنا اس کا احترام کرنا ضروری ہونے کے باوجود ایسی ذلیل حرکت کرنے سے سخت گنہگار بھی کہلائے گی، اس لئے عورت پر توبہ کرنا لازم ہے اور شوہر سے معافی مانگنی چاہئے۔ آپ کو اللہ پر کامل ایمان ہے، آپ نماز بھی پڑھتے ہیں اور عورت کے لگائے ہوئے الزامات میں سے آپ نے کوئی کام نہیں کیا تو آپ ایمان والے انسان ہیں کسی کے غلط الزام لگانے سے تمہارا ایمان ختم نہیں ہو جاتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۰۳﴾ کیا کفریہ کلمہ کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: ایک منکوحہ، شوہر والی عورت ایک اجنبی مرد کے عشق میں گرفتار ہوگئی، اور اس کے شوہر کو اس بات کا علم ہو گیا، شوہر نے اس سے باز پرس کی اور بہت مارا پیٹا۔ عورت ظلم برداشت نہ کر سکی اور اس نے قسم کھائی کہ اگر میرا اس مرد کے ساتھ کسی قسم کا ناجائز تعلق ہو تو میں کافر ہو جاؤں اور میرے دل میں اللہ کا ایمان نہ ہو، اب وہ عورت کہتی ہے کہ میرا اس شخص سے رشتہ تھا۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت کا ایمان باقی رہا یا نکل گیا؟ اور عورت کو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کونسی؟ اگر خروج ایمان کی وجہ سے وقوع طلاق سمجھی جائے تو اس صورت میں کیا نیا نکاح کرنا ہوگا؟ اگر یہ عورت توبہ کر لیتی ہے اور دوبارہ ایمان لے آتی ہے تو کیا اب اس عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کا مذکورہ جملہ کہنا کہ ’’اگر میرا اس مرد کے ساتھ کسی قسم کا ناجائز تعلق ہو تو میں کافر ہو جاؤں اور میرے دل میں اللہ کا ایمان نہ ہو‘‘ بہت ہی برا اور گناہ کا کام ہے، جان بوجھ کر ایسا جملہ کہنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے اور بولنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت سے دوبارہ کلمہ پڑھایا جائے اور سچے دل سے توبہ کروائی جائے اور از سر نو نکاح کر لینا بہتر ہے۔ (عالمگیری)۔

کفریہ کلمہ بکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی ایمان کے خارج ہونے سے طلاق ہوتی ہے البتہ نکاح ختم ہو جاتا ہے اور کلمہ پڑھ کر از سر نو نکاح کر لینے سے دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔

﴿۲۰۰۴﴾ کفریہ کلمہ کہنے سے تجدید نکاح کرنا پڑے گا۔

سوال: میرا اپنی بیوی کے ساتھ آج سے دس دن قبل کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا، جھگڑے میں مجھے خاموش کرنے کے ارادہ سے اس نے مجھ سے عاجزی کرتے ہوئے کہا کہ ’’اللہ کے واسطے خاموش ہو جاؤ‘‘ پھر بھی میں چپ نہ ہوا، تو اس نے اور تاکید کرتے ہوئے عجلت میں غصہ میں کہا: آپ خاموش ہو جایئے میں تم کو (نعوذ باللہ) خدا کہتی ہوں، بعد میں مجھے خوب افسوس ہوا، میں نے اس سے کہا کہ یہ تو کفریہ کلمہ ہوا، تو اس نے فوراً توبہ کر لی اور کلمہ پڑھ لیا۔

تو آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان حالات میں مذکورہ کلمہ کہنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے؟ اور (نعوذ باللہ) اگر ایمان خارج ہو جاتا ہے تو اب اسے کیا کرنا چاہئے؟ میری بیوی نے معاً کلمہ پڑھ لیا ہے، تو کیا اب ہمیں دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟ ہم بال بچے والے غریب لوگ ہیں میری عمر ۴۰ سال کی ہے، آنجناب تکلیف گوارا فرما کر ہمارے لئے صحیح

راستہ اورفتویٰ عنایت فرمائیں اور ہمارے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور آنجناب کو دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے، آمین۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت نے غصہ میں جو جملہ کہا وہ اسے نہیں کہنا چاہئے تھا، البتہ اس نے یہ جملہ کہہ دیا ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی، اس کا ایک مطلب یہ بھی نکل سکتا ہے کہ آپ میرے مالک اور شوہر ہیں، جیسا کہ یہ معنیٰ فیروز اللغات میں بھی لکھا ہے، اس لئے خروج ایمان کا اور کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، البتہ یہ جملہ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے بہت سخت ہے اس لئے ایسے جملہ کہنے سے بچنا چاہئے، اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرلیا جائے تو بہتر ہے، احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

﴿۲۰۰۵﴾ ناجائز تعلق کی وجہ سے شوہر کا بیوی کو نکاح سے جدا کردینا

سوال: میرا نام سلیم محمد ہے، میری عمر ۵۵ سال ہے، میری اہلیہ کا ایک شخص کے ساتھ ناجائز تعلق ہے، اس شخص نے اس کو ایک موبائل فون بھی لاکر دیا ہے۔ وہ فون اپنے کپڑے میں چھپا کر رکھتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اسے بات کرتے ہوئے پکڑ لیا، پوچھا تو قرآن اٹھا کر پانچ مرتبہ قسم کھائی کہ وہ کسی غیر سے بات نہیں کررہی تھی اور کسی سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ پھر دوبارہ تاریخ ۱۴/۴/۲۰۱۰ء کو میں نے اسے پھر بات کرتے ہوئے پکڑا اور مشورہ کرکے اس کو اس کے میکے چھوڑ آیا۔ اس حقیقت کے بعد مجھے پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ عورت اس ناجائز رشتہ کی وجہ سے میرے نکاح میں باقی رہی؟

میرے جیسے بے قصور شوہر کی نظر میں پانچ پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم

کی جھوٹی قسم کھانے والی عورت کے لئے شرعی راستہ کیا ہے، میری نظر میں قرآن اٹھا کر جھوٹی قسم کھانے کا گناہ برداشت سے باہر ہے، تو اس عورت کا مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا اسے طلاق دے کر نکاح سے جدا کر دینا چاہئے؟ میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس عمر میں مجھے یہ برداشت کرنا پڑے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شادی شدہ عورت کے لئے سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو تو بہت ہی شرمناک اور ذلیل حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال نعمت دی ہے تو اسی سے فائدہ اٹھا کر اللہ کی رضامندی حاصل کرنی چاہئے۔ اور جو گناہ ہوا اس سے سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے، ہر انسان کو اس کے اچھے برے عمل کا جواب اللہ کے دربار میں دینا ہے۔ جان بوجھ کر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر اس کی جھوٹی قسم کھانا بہت ہی برا اور کبیرہ گناہ ہے، اس کے باوجود اس گناہ والے کام سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ وہ بدستور آپ کے نکاح میں باقی ہے۔ ایسی فاسقہ فاجرہ عورت کو طلاق دینا مناسب معلوم ہو تو شوہر طلاق دے سکتا ہے طلاق دینے سے آپ گنہگار نہیں ہوں گے، آپ اپنی اولاد کے حالات اور مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے مشورہ اور استخارہ کر کے کوئی قدم اٹھاؤ تو وہ زیادہ بہتر کہلائے گا۔

﴿۲۰۰۶﴾ لڑکی والوں کا طلاق کے لئے رشوت لینا؟

سوال: میرے بیٹے اکرام حسین کی شادی بقر محمد ملک کی بیٹی عارفہ بانو کے ساتھ ہوئی تھی، دونوں کے درمیان کچھ باتوں کی وجہ سے لڑائی جھگڑے ہوتے تھے، ایک سال سے زیادہ وقت ہو گیا مگر لڑکے کو بہت سمجھانے پر بھی لڑکی کو بلانے کے لئے راضی نہیں ہے، اور نکاح توڑ دینا چاہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر زبردستی لڑکی کو لائیں گے تو گھر چھوڑ کر چلا جاؤں گا، کچھ

کرلوں گا، تو شریعت کے مطابق اس معاملہ میں کس طرح جدائی کی جائے، لین دین کا کیا مسئلہ ہوگا؟

اگر طلاق کے بعد لڑکی والے اپنے دئے ہوئے مال کے علاوہ اور زیادہ مال کا مطالبہ کریں مثلاً ایک دولاکھ روپئے مانگیں تو کیا یہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شوہر کسی وجہ سے اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے پر راضی نہیں ہے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورت کو طلاق دے کر اس کو اس بندش سے آزاد کر دے تاکہ عدت کے بعد وہ کسی دوسری اچھی جگہ اپنا نکاح کر کے خوش حال زندگی بسر کر سکے۔

طلاق دینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ طلاق احسن دی جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اس طہر میں جس میں اس نے عورت سے وطی نہ کی ہو ایک طلاق صریح دے کر چھوڑ دے، اور تین حیض کی مدت گزر جانے تک قولاً یا عملاً طلاق سے رجوع نہ کرے تو عورت مکمل طور پر نکاح سے نکل جائے گی۔

طلاق دینے کے بعد عورت کا جو سامان شوہر کے یہاں ہو وہ اسے واپس دینا ہوگا، مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی ادا کرنا ہوگا اور عدت کا درمیانی خرچ دینا ہوگا، عورت کی ملکیت کے جو بھی زیورات ہوں وہ واپس دینے ہوں گے۔

لڑکی والے اپنے مال سے زیادہ مال کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ مطالبہ جائز نہیں ہے، رشوت کہلائے گا، جو لڑکے والوں کو دینا اور لڑکی والوں کو لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۰۷﴾ لڑکی والوں کا طلاق کے لئے ایک لاکھ روپئے مانگنا؟

سوال: میرا اپنی عورت کے ساتھ جھگڑا ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ جھگڑا ہوا تو وہ اس کے ماں

باپ کے یہاں چلی گئی، اس وقت گئی تو آج تک واپس نہیں آئی آج ایک سال اور نو مہینے ہو چکے ہیں میں نے کئی مرتبہ ہمارے خاندان کے بڑے آدمیوں کو بھیجا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کو نہیں بھیجا اور نہ ہی نکاح سے الگ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک لاکھ روپیہ دو تو نکاح سے الگ کرتے ہیں ورنہ نہیں اب میں ایک لاکھ روپیہ کہاں سے لاؤں میری تنخواہ ۳۲۰۰ روپئے ہے اس کے علاوہ میری دوسری آمدنی نہیں ہے میں اپنی عورت کو طلاق دینا نہیں چاہتا، وہ لوگ اپنی طرف سے روپیہ لے کر طلاق مانگتے ہیں، اور میں نے سنا ہے کہ عورت کو طلاق چاہئے تو اس کو خود اپنی طرف سے روپئے دینے پڑتے ہیں اسے خلع کہتے ہیں، اب میں کیا کروں، کب تک اس کا انتظار کروں؟ بس میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جو روپیہ مانگتے ہیں وہ ان کے لئے کیسا ہے؟ اور مجھے عدت کے کتنے روپئے دینے ہوں گے؟ کیا میں ان کو زکوۃ وصدقہ اور بینک یا کسی طرح کا سود کا روپیہ (عدت کے خرچ کے علاوہ کے طور پر) دے سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نکاح کے بعد عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور شریعت نے بیوی کے جو حقوق مرد پر عائد کئے ہیں وہ پورے پورے ادا کرنے چاہئے، اسی طرح عورت پر بھی لازم ہے کہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک رکھے اور نکاح کی صورت میں شوہر والی جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے اس کی قدر کرے، طلاق مجبوری کے درجہ میں اخیری علاج کے طور پر استعمال کرنے کا ہتھیار رہے، صلح وصفائی کی جو جائز اور مناسب ترکیبیں ہوں ان کو اختیار کرنا چاہئے، طلاق دینے کا حق صرف مرد کو ہے عورت یا اس کے رشتہ داروں کو اس کا کوئی حق نہیں ہے اس لئے ایسا کہنا کہ ایک لاکھ روپئے

دوتو نکاح سے الگ کر دیں گے یہ بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

مرد کو اختیار ہے وہ جب چاہے عورت کو اپنے نکاح سے الگ کر سکتا ہے طلاق دینے میں عورت یا اس کے رشتہ داروں کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، البتہ طلاق کے بعد عدت کی مدت کا درمیانی درجہ کا کھانے پینے اور رہنے پہننے کا خرچ مرد پر لازم ہے، عورت اتنا خرچ لے سکتی ہے اس کے علاوہ شرعاً اور کچھ مرد پر واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۰۸﴾ تین طلاق دینے والے پر مالی جرمانہ عائد کرنا؟

سوال: ایک ساتھ تین طلاق دینے والے پر جماعت -/۵۰۰ روپئے جرمانہ لازم کرتی ہے، اور جو جرمانہ نہ دے اسے دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتی، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا جماعت ایک ساتھ تین طلاق دینے والے سے -/۵۰۰ روپیہ جرمانہ وصول کر سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ اور آپ ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہے، البتہ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور اس طرح طلاق دینے سے بچنا چاہئے۔ البتہ اس فعل پر جماعت کا جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں مالی تاوان لینے سے منع کیا گیا ہے۔ (ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۰۹﴾ کیا ۱۲ بچے ہونے سے منکوحہ نکاح سے خارج ہو جاتی ہے؟

سوال: زید کو اس کی منکوحہ سے ۱۲ بچے ہوئے، زید کا عقیدہ ہے کہ ۱۲ اولاد ہونے سے منکوحہ نکاح سے خارج ہو جاتی ہے، تو کیا اب زید کا اس منکوحہ سے دوبارہ نکاح پڑھانا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ عقیدہ باطل اور بے بنیاد ہے، ۱۲ (بارہ) تو کیا؟ اس سے بھی زیادہ اولاد ہونے سے منکوحہ نکاح سے خارج نہیں ہوتی اور نہ ہی دوبارہ نکاح کرنا پڑتا ہے۔

﴿۲۰۱۰﴾ مطلقہ مغلظہ کو گھر میں بیوی بنا کر رکھنے پر جماعت کا خاموش رہنا

سوال: جو شخص مطلقہ مغلظہ کو اپنے گھر میں رکھے اور اس کے ساتھ بیوی جیسا سلوک رکھے اور گاؤں کی جماعت اور اس کے والدین چپ چاپ بیٹھے رہیں اور کوئی کارروائی نہ کریں تو والدین اور جماعت کو اس کا گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......بغیر حلالہ کے مطلقہ مغلظہ کو گھر میں رکھنا اور اس کے ساتھ بیوی جیسا سلوک رکھنا زنا کے حکم میں ہے، اور ایسے برے فعل سے روکنے کی قدرت ہونے کے باوجود والدین کا نہ روکنا اور جماعت کا کوئی کارروائی نہ کرنا امر معصیت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی برے کام کو ہوتا ہوا دیکھے تو اگر اسے ہاتھ سے روکنے پر قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے اور زبان سے سمجھا کر روکنے پر قدرت ہو تو زبان سے سمجھا کر منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو اس فعل کو دل سے برا سمجھے اور ان لوگوں سے کوئی رشتہ نہ رکھے، اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۱۱﴾ قرآن کے احترام میں طلاق دی لیکن طلاق کا ارادہ نہیں تھا تو؟

سوال: زید و ہندہ دونوں شرعاً میاں بیوی ہیں، ہندہ شروع سے ہی گرم مزاج کی تھی اس وجہ سے ہندہ زید سے جھگڑتی رہتی تھی، حق اور ناحق کو ہندہ سمجھتی ہی نہیں تھی، اتفاقاً ایک روز یعنی ۱۱/ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ کے روز زید و ہندہ کے درمیان معمولی بات پر جھگڑا ہوا، ہندہ

نے غصہ میں آکر زید سے کہا کہ ’’تو مجھے نکاح سے الگ نہ کرے تو قرآن پوچھے‘‘ زید کو ناگوار گذرنے سے غصہ میں ’’جا تجھے طلاق طلاق طلاق‘‘ کہا اس درمیان ایک بوڑھی عورت آئی اس نے زید سے کہا: کیوں جھگڑتے ہو؟ بس کرو، اطمینان رکھو، زید نے بڑھیا سے کہا: طلاق دے دی اب کیا ہے؟ لیکن زید نے بڑھیا سے یہ نہیں کہا کہ تین طلاق دے دی، واحد کا صیغہ ہی استعمال کیا کہ طلاق دے دی۔

اس واقعہ کے متعلق زید کے رشتہ داروں نے زید سے پوچھا کہ طلاق دینے کی وجہ کیا ہے؟ تو زید نے کہا: ہندہ ہمیشہ جھگڑتی رہتی ہے اور اس نے مجھ سے کہا کہ ’’تو مجھے نکاح سے الگ نہ کرے تو قرآن پوچھے‘‘ تو میں نے کلام پاک کا خیال کرتے ہوئے اس کے جواب میں کہا ’’جا تجھے طلاق طلاق طلاق‘‘ لیکن میرا مقصد طلاق دینے کا نہیں تھا، قرآن کی عزت کی خاطر طلاق دے دی، جیسے کوئی گلے پر چھری رکھ کر کہے کہ کفریہ کلمہ کہو، اور کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے لیکن اس کے دل میں ایمان ہو اور وہ صرف اپنے آپ کو بچانے کے لئے کفریہ کلمہ کہے تو اس سے اس کا ایمان نہیں جاتا، اسی طرح میں نے بھی ڈر کر قرآن کی عزت کے لئے اسے طلاق دی اور میرے دل میں طلاق نہیں تھی، تو طلاق ہوگی یا نہیں؟

نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے تو طلاق طلاق طلاق بغیر عطفِ واؤ کے کہا اس لئے وہ ایک ہی طلاق ہوئی، اگر مجھے تین طلاق دینی ہوتی تو میں یوں کہتا کہ ایک طلاق ایک طلاق ایک طلاق یا یوں کہتا طلاق وطلاق وطلاق، نیز امام اعظمؒ ایک مجلس کی تین طلاق کو ناجائز قرار دیتے ہیں، جو حرام ہے وہ حلال کیسے ہوسکتا ہے؟ لہذا صورت مذکور میں زید کے قول کے موافق ہندہ کو کتنی طلاق ہوئی؟ رجعی ہوئی یا مغلظہ؟ قواعد فقہ وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا، اس کے جواب میں مرد نے کہا ''جا تجھے طلاق طلاق طلاق'' لہٰذا مذکورہ الفاظ کہتے ہی عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی، اورعورت حرام ہوگئی، وقوع طلاق کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے، بغیر گواہ کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ:۲)۔

سوال میں جو دلیل ذکر کی ہے وہ بے معنی اور اس مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے یہ قیاس مع الفارق ہے، عورت کو تین طلاق واقع ہوگئی، اب جب تک شرعی طریقہ کے مطابق حلالہ نہ ہو جاوے اس عورت کو اپنی بیوی بنا کر رکھنا جائز نہیں ہے حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۱۲﴾ لڑکی کتنی مدت تک لڑکے سے جدا رہے تو نکاح سے نکل جاتی ہے؟

سوال: میرے لڑکے شاہد کا نکاح طیبہ کے ساتھ ہوا تھا، دونوں کی رضامندی سے نکاح گورنمنٹ دفتر میں رجسٹرڈ بھی کرایا گیا، ابھی لڑکی اپنے والد کے گھر ہے، اور لڑکی کا باپ کہتا ہے کہ میری لڑکی کو کسی بھی حالت میں وہ لڑکے کے یہاں نہیں بھیجے گا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ لڑکے سے کتنی مدت تک جدا رہنے سے لڑکی نکاح میں سے نکل جاتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شرعی طریقہ کے مطابق نکاح صحیح ہوگیا ہو اور لڑکی کی ملاقات لڑکے سے زندگی بھر بھی نہ ہو تب بھی اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا جب تک شوہر سے طلاق نہ لے لی جائے لڑکی دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۱۳﴾ طلاق میں انشاء اللہ کا لفظ بولنا؟

سوال: ایک شوہر نے اپنی بیوی کو روپئے کے معاملہ میں اپنی بیوی کے میکے ٹھہر جانے پر چار افراد کی موجودگی میں یہ الفاظ کہے ''اگر میری بیوی پانچ منٹ میں میرے گھر نہ آئی تو

اسے بقیہ دو طلاق، اس سے پہلے میں ایک طلاق دے چکا ہوں‘‘ اور یہ بات کہنے کے بعد وہ شخص تین چار قدم چلا اور انشاء اللہ بولا اور موجودہ چار افراد اس پورے واقعہ کی گواہی دیتے ہیں تو اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ کیا اس شخص کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر مرد نے یہ کہا کہ ’’اگر میری بیوی پانچ منٹ میں میرے گھر نہ آئی تو اسے بقیہ دو طلاق‘‘۔ اور پھر تین چار قدم چل کر انشاء اللہ کہا تو یہ انشاء اللہ کلام سے منفصل ہو گیا، اور استثناء صحیح نہیں ہوا، لہذا شرط منعقد ہوگئی اور اگر بیوی پانچ منٹ میں گھر نہ آئی ہو تو عورت کو دو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اس سے قبل ایک طلاق دی ہے اس لئے کل ملا کر تین مغلظہ ہوگئی۔

و لو سکت ثبت حکم الکلام الاول ای اذا سکت کثیراً بلا ضرورة بخلافه بجشاء او تنفس و ان کان له بد بخلاف ما لو سکت قدر التنفس ثم استثنی لا یصح الاستثناء للفصل۔ (فتح القدیر:۳/۴۶۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۱۴﴾ طلاق مع الاستثناء؟

سوال: میرا اپنی دادی کے ساتھ زیور کے بارے میں جھگڑا ہوا، تو غصہ میں میں نے طلاق طلاق طلاق انشاء اللہ بول دیا۔ اور مجھے برابر یاد ہے کہ میں نے ایسا ہی کہا تھا، اس وقت میری بیوی اس کے ماموں کے گھر گئی ہوئی تھی، زیورات میرے یا میری بیوی کے نہیں ہیں تو کیا یہ طلاق ہوگئی؟

جہاں تک میرے علم میں ہے میں نے ہدایہ جلد: ۲ میں پڑھا ہے کہ اس طرح کے جملہ سے طلاق نہیں ہوتی، تو از روئے شرع شریف اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل صحیح ہوتو مذکورہ جملہ سے طلاق نہیں ہوئی، اس لئے کہ کس کو طلاق دی گئی یہ بھی مجہول ہے اور ساتھ میں انشاء اللہ بھی کہا ہے یہ طلاق مع الاستثناء ہے اس سے طلاق نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۱۵﴾ طلاق کے ساتھ انشاء اللہ کہنا

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو مندرجہ ذیل الفاظ میں طلاق نامہ لکھا:

میں اپنے پورے ہوش وحواس میں بغیر کسی جبر واکراہ کے دماغ کی درستگی کی حالت میں اپنی بیوی کو انشاء اللہ طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں، مذکورہ کلمات لکھنے سے اس کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ ان جملوں سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ جملہ میں طلاق کے ساتھ انشاء اللہ لکھا ہوا ہے جس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے اگر اللہ چاہے تو طلاق دیتا ہوں اور اس معاملہ میں اللہ کا ارادہ ہے یا نہیں یہ یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکتا اس لئے طلاق نہیں ہوگی۔ (شامی، ہدایہ، وغیرہ)

﴿۲۰۱۶﴾ اس شرط پر نکاح کرنا کہ طلاق کا اختیار عورت کو بھی رہے گا، اور اختیار لینے کی شرعی صورت؟

سوال: کتابوں میں پڑھا ہے کہ اگر عورت نکاح سے قبل اپنے مستقبل کے شوہر سے یہ لکھوالے کہ ''میں تم سے اس شرط پر نکاح کرتی ہوں کہ تم طلاق کا اختیار مجھے بھی دو'' اور مرد یہ منظور کرلے تو عورت کو بعد نکاح کے اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار رہتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا اس قرار پر نکاح کیا جاسکتا ہے؟ اگر صحیح ہے تو قرارنامہ کے الفاظ کیا ہونے چاہئے؟ جو صحیح الفاظ ہوں جس سے عورت کو اختیار حاصل ہو وہ بیان فرمائیں، اور نکاح سے

پندرہ بیس دن قبل مرد یہ الفاظ لکھ دے تو معتبر ہوں گے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہؒ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر عورت نکاح سے قبل مرد سے یہ اقرار لے کہ میں کچھ شرطوں پر نکاح کے لئے رضامند ہوں اگر تم نے ان شرائط کے خلاف کیا تو میں اسی وقت یا جب میں چاہوں اپنے اوپر طلاق بائن واقع کر کے تمہارے نکاح سے علیحدہ ہو سکتی ہوں، پھر اپنے شرائط لکھے یا لکھوائے اور مرد دو گواہوں کی موجودگی میں اسے قبول کرے کہ مجھے یہ شرائط منظور ہیں تو اب نکاح کے بعد عورت کو اختیار رہے گا کہ اگر شوہر ان شرائط کی خلاف ورزی کرے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس کے نکاح سے علیحدہ ہو جائے، یہ اختیار دینے کو اصطلاح شرع میں تفویض طلاق کہتے ہیں، اور نکاح سے قبل بھی یہ اختیار دیا جا سکتا ہے البتہ اس میں مستقبل میں ہونے والے نکاح کی طرف اشارہ ہونا ضروری ہے۔

قرارنامہ مذکورہ الفاظ میں تیار کیا جا سکتا ہے:

میں مسمیٰ فلاں بن فلاں ساکن گاؤں فلاں اپنے پورے ہوش وحواس اور بغیر کسی زور وزبر دستی کے اپنی رضامندی سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ میرا نکاح مسماۃ فلاں بنت فلاں ساکن گاؤں فلاں سے ہونا طے پایا ہے، اگر میں اس لڑکی سے نکاح کرتا ہوں یا جب بھی میرا اس سے نکاح ہو میں مذکورہ شرائط کی پوری پابندی کا وعدہ کرتا ہوں، اگر میں ان شرائط کے خلاف یا کسی ایک شرط کی بھی خلاف ورزی کروں تو اسی وقت یا جب مسماۃ فلاں چاہے اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے میرے نکاح سے علیحدہ ہو سکتی ہے اور اسے اس کا اختیار اس قرارنامہ سے دیا جاتا ہے۔ شرائط جن کی پابندی میرے لئے ضروری ہے

مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)..........(۲)................(۳) ....

(جتنی شرطیں لکھنی ہو وہ لکھ لی جائے)

دستخط معاہد:

دستخط شاہد(۱)............ (۲)............ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۱۷﴾ شوہر اگر بچہ کا انکار کرے؟

سوال: ایک لڑکی کی شادی ہونے کو ایک سال ہو چکا ہے، وہ لڑکی اپنے شوہر کے یہاں دو ماہ ہی رہی ہے اس کے بعد وہ اپنے ماں باپ کے یہاں آ گئی اپنے شوہر کے ساتھ اس کے بعد اس کا کسی طرح کا زن وشوئی کا (یعنی صحبت وغیرہ کا) تعلق نہیں ہے، اس لڑکی کو سات مہینہ کا حمل ہے اور شوہر اس حمل کا انکار کرتا ہے اور دوسرے کا بتا کر اسے طلاق دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں عدت اور مہر اور زچگی کے خرچ کا کیا حکم ہے؟ اور طلاق دیتے وقت دوسرے کا حمل ہے ایسا طلاق کے ساتھ لکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور نہ لکھا جائے تو نومولود بچے کا نام پیدائشی سرٹیفیکٹ میں لکھا جائے تو بچہ وارث ہوگا؟ اور اس مسئلہ میں کیا کیا جائے؟

نوٹ: لڑکی دس مہینہ سے اس کے باپ کے یہاں ہے اور ابھی سات مہینہ کے حمل سے ہے اور شوہر کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حمل دوسرے کا ہے اور اس شوہر سے اس عورت کا دس مہینہ سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے تو اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہنے

کے لئے راضی نہیں ہے اور شوہر بھی اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کر رہا ہے تو اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو تو طلاق دینے میں گناہ نہیں ب ہے، حاملہ کو طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے اس لئے اس صورت میں طلاق دینے سے طلاق ہو جائے گی، اور طلاق کے بعد مرد کو مہر اور عدت کا خرچ عورت کو دینا پڑے گا البتہ مہر یا عدت کے خرچ پر عورت سے خلع کر لے تو پھر مہر اور عدت کا خرچ نہیں دینا پڑے گا۔

مذکورہ عورت کے ساتھ ابھی تک نکاح کا رشتہ باقی ہے اس لئے شرعی اصول کے مطابق نکاح کے چھ مہینہ بعد بچہ پیدا ہوا اور شوہر اس کا انکار نہ کرے تو اس صورت میں بچہ کا نسب شوہر سے ہی ثابت مانا جاتا ہے۔''الولد للفراش' و للعاهر الحجر'۔

اور اگر شوہر اس بچہ کا انکار کرے اور اپنے نطفہ سے نہ ہونے کا دعویٰ کرے اور بیوی اپنے شوہر ہی کے نطفہ سے بچہ کا اقرار کرتی ہو تو دونوں میاں بیوی کو لعان کرنا ہوگا، البتہ لعان کے لئے دارالاسلام کا ہونا شرط ہے اور ہندوستان دارالاسلام نہیں ہے اس لئے لعان نہیں ہوسکتا نیز حالت حمل میں بہت سی مرتبہ انکار معتبر نہیں ہوتا لہٰذا صورت مسئولہ میں ظاہری دلائل کو دیکھتے ہوئے نومولود بچہ ثابت النسب کہلائے گا۔(شامی:۲ باب اللعان)

﴿۲۰۱۸﴾ لعان سے متعلق ایک فتویٰ؟

سوال: میری بہن کا نکاح گاؤں کے ایک شخص کے ساتھ ہوا تھا، اس مرد سے اسے ایک لڑکا ہے، کچھ دنوں بعد اس شخص نے کہا کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے، دوسرے کا ہے، اس بات پر ہمارے ساتھ سخت جھگڑا ہوا اس نے میری بہن کو گھر سے نکال بھی دیا، وہ اپنے لڑکے کے ساتھ تاریخ ۱۹/۲/۷۶ء کو میرے گھر آ گئی، اس کے ایک سال بعد اس شخص نے میری

بہن کو طلاق دے دی، اب اس شخص نے وکیل کے ذریعہ نوٹس بھیج کر لڑکے کا مطالبہ کیا ہے، تو اس شخص کا لڑکے کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ اور اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کورٹ میں لڑکے کے مطالبہ کا کیس بھی درج کروایا ہے تو وہ لڑکے کا حقدار ہے؟ اتنے سالوں میں کبھی اس نے لڑکے کے نان ونفقہ کے لئے ایک روپیہ بھی نہیں دیا تو نان ونفقہ کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ اس شخص نے لڑکے کو حرامی کہا تو کیا اب وہ اس لڑکے کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو اور اس نکاح کے چھ ماہ بعد اس عورت کو بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ اس ناکح کا ہی سمجھا جائے گا اور ناکح ہی اس بچہ کا باپ کہلائے گا، بچہ کی ولادت ہوتے ہی باپ نے اس کا اپنے نطفہ سے ہونے کا انکار کیا اور اسے حرامی کہا تو اب شریعت کے قانون کے مطابق میاں بیوی کو لعان کرنا ہوگا، اگر لعان نہیں کیا گیا تو یہ بچہ ناکح کا ہی کہلائے گا۔

لہذا صورت مسئولہ میں باپ نے بچہ کی ولادت کے فوراً بعد انکار نہیں کیا بلکہ کچھ دنوں بعد انکار کیا ہے اس لئے یہ انکار غیر معتبر کہلائے گا اور بچہ اسی کا سمجھا جائے گا البتہ جھوٹی تہمت کا سخت گناہ ہوگا جس کا جواب اللہ کے یہاں دینا پڑے گا۔ ماں اپنے لڑکے کو سات سال کی عمر ہونے تک اپنی پرورش میں رکھ سکتی ہے سوائے چند صورتوں کے، لڑکے کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۱۹﴾ منکوحہ کو زنا سے بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب کس سے جوڑا جائے گا؟

سوال: ایک عورت نے اپنے شوہر کے نکاح میں ہونے کے باوجود اپنے دیور (شوہر کے چھوٹے بھائی) سے چار سے پانچ سال تک زنا کا تعلق رکھا شوہر نے خود اپنی نظروں سے

اسے زنا کراتے دیکھا ہے اس درمیان اسے دو بچے پیدا ہوئے، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ دو لڑکے کس کے کہلائیں گے؟ ان چار پانچ سالوں میں عورت سے دیور اور شوہر دونوں نے ہمبستری کی ہے، شوہر کا کہنا ہے کہ یہ دونوں لڑکے میرے نہیں ہیں، زنا سے ہیں، تو اب یہ دونوں لڑکوں کا نسب کس سے ثابت مانا جائے؟ شوہر سے یا اس کے بھائی سے؟

ایسی زانیہ عورت کے لئے قبر اور آخرت میں کیا کیا سزائیں ہیں وہ بھی بتائیں، عورت کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور عذاب بھی نہیں ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شادی شدہ عورت زنا کے گناہ کا ارتکاب کرے اور اس زنا سے اسے بچہ پیدا ہو تو چونکہ وہ کسی کے نکاح میں ہے اس لئے حدیث شریف کے فرمان کے مطابق بچہ شوہر ہی کا سمجھا جائے گا، اگر شوہر انکار کرے تو دونوں میاں بیوی لعان کریں گے، اور لعان کے بعد لڑکے کا نسب اس شوہر سے نہیں جوڑا جائے گا۔ (شامی)۔

زانی مرد اور زانیہ عورت کے لئے دنیا و آخرت میں سخت سزائیں ہیں، اسلامی حکومت ہو تو شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا جائے گا، اور بے شادی والوں کو سو کوڑے مارے جائیں گے، معراج کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے جہنم کی سیر کی تو دیکھا کہ زانی مرد اور عورتیں برہنہ ہیں اور جہنم کی آگ کے ساتھ اوپر آتے ہیں اور پھر نیچے جاتے ہیں اور ان میں سے سخت بدبو آ رہی تھی، نیز شادی شدہ عورت اگر زنا کرائے تو اس کے لئے زیادہ سخت عذاب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں الترغیب و الترھیب: ۵۱/۳)

(۲۰۲۰) روپئے دے کر زنا کرنا؟

سوال: ایک شخص کنیڈا گیا، اس شخص نے اپنے وطن میں نکاح کیا ہے، کنیڈا کا قاعدہ ہے

کہ جس نے وطن میں نکاح کیا ہو وہ یہاں دوسرا نکاح نہیں کرسکتا اسی طرح جب تک اس کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا وہ اپنی بیوی کو وطن سے یہاں بلا بھی نہیں سکتا، اور جب تک اس کا فیصلہ نہیں ہو جاتا وہ یہ ملک (کنیڈا) چھوڑ بھی نہیں سکتا۔

تو ان حالات میں اس شخص کو کیا کرنا چاہیئے؟ وہ اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی کر سکتا ہے؟ یا دوسری عورت سے اپنی خواہش پوری کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی منکوحہ بیوی کے علاوہ کسی عورت سے روپے دیکر جماع کرنا یا غیر اہل کتاب عورت سے نکاح کرنا زنا اور حرام کاری ہے، جس کی شریعت میں کسی بھی حالت میں اجازت نہیں ہے، اس لئے ایسے فعل سے بچنا چاہیئے، یا شریعت کے طریقہ کے مطابق نکاح کرلینا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۲۱﴾ کسی کے پوچھنے پر اس کی حقیقی برائی کو بتانا غیبت نہیں ہے۔

سوال: ہمارے پڑوس میں جو عورت رہتی ہے اس کے اخلاق برے ہیں اور وہ برا کام کرواتی ہے، باہر گاؤں سے اس کے نکاح کے پیغام آتے ہیں تو وہ لوگ ہم سے اس کے اخلاق اور چال چلن کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو ہمیں اس عورت کی تعریف کرنی چاہیئے یا برائی؟ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، تو کیا اس کی برائی کرنا ہمارے لئے جائز ہوگا؟ کوئی ہم سے اس عورت کے بارے میں پوچھے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن و حدیث میں غیبت اور بہتان کو کبیرہ گناہ بتایا گیا ہے، اور اس کے لئے سخت وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں، اس سے ہر مسلمان کو بچنا

چاہئے، البتہ کچھ حالتیں ایسی ہیں جن میں غیبت گناہ نہیں ہے ان میں سے ایک سوال میں مذکورصورت ہے، اس لئے ایسے موقعہ پر صحیح بات بتانے میں گناہ نہیں ہوگا۔(شامی:۵)

﴿۲۰۲۲﴾ کیا تین دن سنیما دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: شادی شدہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ تین دن سنیما دیکھنے جاوے تو کیا اس سے اس کی بیوی اس کے نکاح میں سے خارج ہو جاتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنیما دیکھنا بے حیائی کا کام اور گناہ کا فعل ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اس کے باوجود کوئی شخص اگر یہ کام کرے گا تو اسے سخت گناہ ہوگا، لیکن صرف اس فعل سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلتی، ایسا عقیدہ رکھنا غلط اور بے بنیاد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۲۳﴾ عزل کرنا

سوال: مرد، عورت جماع کریں اور انزال کے وقت مرد ذکر باہر نکال کر منی باہر خارج کرے جسے عزل کہتے ہیں، کیا اسلام میں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر بیوی کی اجازت ہو تو عزل کرنا یعنی انزال کے وقت منی باہر خارج کرنا جائز ہے۔(شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۲۴﴾ بغیر قصور کے طلاق دینا

سوال: بغیر قصور کے جان بوجھ کر طلاق دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی خاص ضرورت یا قصور کے بغیر طلاق دینا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۲۵﴾ نماز نہ پڑھنے والی بیوی کا نان ونفقہ بند کرنا

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کونماز کے بارے میں کہتا ہے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتی تو کیا اس کا نان ونفقہ بند کرسکتے ہیں؟ ورنہ کیا کریں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اولاً تو عورت کونرمی سے سمجھایا جائے پھر بھی نہ مانے تو اس کے ساتھ بات چیت بند کردے اس کے بعد بھی نہ مانے تو کچھ مدت تک اس کے ساتھ جماع کرنا بھی چھوڑ دے پھر بھی نہ مانے تو اتنا مارسکتا ہے جوظلم شمار نہ ہواور اگر عورت اتنی ہٹ دھرم اورضدی ہے کہ اب بھی نہ مانے تو سدھارنے کے لئے کچھ مدت تک نان و نفقہ بند کرسکتے ہیں لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ عورت اپنے باپ کے گھر گئی ہو، ورنہ صرف اسی وجہ سے ہمیشہ کے لئے نان ونفقہ بند نہیں کرسکتے، عورت کوسدھرنے کی دھمکی دے، اخیر میں مجبوراً طلاق دے کر جدا بھی کرسکتا ہے۔ (درمختار ج:۵،ص:۳۱۶)

﴿۲۰۲۶﴾ برطانیہ کی عدالت کی طرف سے دی گئی طلاق کا حکم

سوال: یہاں یو.کے.میں مسلمان کثیر تعداد میں آباد ہیں اور مسلمانوں نے یو.کے.کو اپنا وطن بنالیا ہے اور یہاں کے معاشرہ اور طور طریق سے متاثر ہورہے ہیں اور اسی میں نکاح اور طلاق کا مسئلہ بھی ہے۔

جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ کبھی مرد یا عورت یہاں کی کورٹ میں طلاق کا مقدمہ دائر کرتے ہیں کورٹ اپنے قانون (جوقوانین حکومت نے متعین کئے ہیں) کے مطابق طلاق کا فیصلہ کردیتی ہے، اور عامۃً طلاق کے فیصلہ میں عورت کی رعایت بہت زیادہ کی جاتی ہے، تو مسئول بہ امر یہ ہے کہ کورٹ یا ملکی عدالت کے ذریعہ دی گئی طلاق کا شرعاً اعتبار ہے یا

نہیں؟ اس طلاق سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

کورٹ سے طلاق لینے کی چند صورتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) اگر مرد طلاق کا مطالبہ کرے۔ (۲) یا عورت طلاق کا مطالبہ کرے۔

ان دونوں صورتوں میں اگر کورٹ طلاق دے تو کیا طلاق کا حکم یکساں ہے؟ یا جدا جدا؟ اگر طلاق ہوگی تو کونسی؟ اور طلاق کب ہوگی؟ اور عدت کا وقت کب سے شمار کیا جائے گا؟ بعض واقعات میں عورت مظلومہ ہوتی ہے تو ان صورتوں میں عورت کی نجات کے لئے شرعاً کیا کیا شکلیں ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: **الرجال قوامون علی النساء** ۔ نیز حدیث پاک میں ارشاد ہے: **الطلاق لمن اخذ بالساق**؛ اس لئے شرعی قاعدہ وقانون کے تحت طلاق دینے کا اختیار صرف اور صرف عاقل بالغ مرد ہی کو ہے۔ درمختار اور فقہ کی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے: **اھله زوج عاقل بالغ** (۴۳۱/۲) یعنی طلاق دینے کا حق اور طلاق دینے کا اہل صرف اور صرف عاقل بالغ شوہر ہی ہے، اس لئے مرد خود طلاق دے سکتا ہے یا اپنے اس حق کے استعمال کے لئے وہ دوسرے کو وکیل بھی بنا سکتا ہے۔

بہ چند وجوہ شریعت نے یہ اختیار عورت کو نہیں دیا اس لئے عورت اپنے شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی اور نہ ہی کسی کو طلاق کا وکیل بنا سکتی ہے، اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دی یا کسی جج وغیرہ کو وکیل بنا کر یا کیس کر کے طلاق دی تو شریعت میں اس طلاق کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور طلاق نہ ہونے کی وجہ سے عورت بدستور اپنے زوج اول کے نکاح میں باقی ہے۔

البتہ چند صورتوں میں جب کہ عورت مظلومہ ہو یا شوہر اس کے حقوق ادا نہ کرتا ہو یا شوہر اسے بے سہارا چھوڑ کر غائب ہو گیا ہو تو فقہاء نے اس نکاح سے آزادی کے لئے چند صورتیں بیان کی ہیں۔

(۱) عورت خلع کر لے: یعنی اپنے شوہر کو کچھ روپئے دے کر کہے کہ ان روپیوں کے عوض مجھ سے خلع کر لو اور شوہر قبول کر لے تو قبول کرتے ہی عورت مرد کے نکاح سے نکل جائے گی۔

(۲) یا مرد کسی صورت میں بھی طلاق کے لئے رضا مند نہ ہو تو عورت **الحیلة الناجزة** میں بتائے گئے طریقہ کے مطابق عمل کر کے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

ہم یہاں برطانیہ میں رہتے ہیں اور اسی ملک کو ہم نے وطن بنالیا ہے اور یہ اسلامی ملک نہیں ہے اور اس کے قوانین بھی اسلامی نہیں ہیں بلکہ حکومت کے اپنے بنائے گئے ہوئے قوانین ہیں اور ان قوانین کو عوام الناس کے مفاد و حقوق و اختیارات و ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان قوانین کا احترام کرتے ہوئے بغیر فتنہ کھڑا کئے خوش حال زندگی گزارتے ہوئے ایک سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیں، اس لئے کہ ہم نے اس ملک میں رہتے ہوئے یہاں کے قانون کی پابندی کا عہد کیا ہے اور عہد کو پورا کرنا شرعاً و اخلاقاً ضروری ہے، لہذا ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ شرعی احکام پر عمل کرتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی نہ ہو۔

اس لئے اب ہمیں اس سوال کو بھی مذکورہ نظریہ سے حل کرنا ہے، اور وہ راستہ اختیار کرنا ہے جس سے شرعی قانون کے مطابق بھی طلاق ہو جائے اور دنیوی قانون کی بھی رعایت ہو جائے۔ لہذا جن لوگوں کے نکاح یہاں کے سرکاری دفتر میں حقیقۃً یا حکماً درج ہوئے ہوں

اور وہ اب اپنا نکاح ختم کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لئے کورٹ سے طلاق لینا لازم اور ضروری ہے۔ کارروائی کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: اوّلاً کاؤنٹی کورٹ میں جا کر شوہر یا بیوی کو ایک درخواست دینی ہوتی ہے، (جسے ڈیوورس پٹیشن Divorce petition کہتے ہیں) جس میں یہ بتانا ہوتا ہے کہ کن وجوہ سے آپ طلاق چاہتے ہیں؟ اس کے بعد جج فریق مخالف کو ایک سوال نامہ ڈیوورس پٹیشن کے ساتھ روانہ کرتا ہے جس کا جواب دینا ضروری ہے، اگر کوئی شخص ڈیوورس پٹیشن موصول ہونے کی دستخط کرے لیکن جواب نہ دے تو سرکاری قانون کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے، اور جن وجوہ کا ڈیوورس پٹیشن میں ذکر کیا گیا ہے اگر وہ ثابت ہو جاتے ہیں تو جج ایک حکم نامہ ارسال کرتا ہے، جس میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ ''میرے خیال سے نکاح ٹوٹ چکا ہے، اس لئے دونوں زوج وزوجہ کے درمیان تفریق کر دینی چاہئے'' لیکن جج کے یہ حکم نامہ صادر کرنے کے بعد چھ ہفتہ کی مہلت دی جاتی ہے اس بیچ فریقین میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا تو زوجین کے بیچ تفریق کر دی جاتی ہے، اس درمیانی مدت کو ''طلاق کی نوٹس (Decree Nishi)'' یا درمیانی مدت کا حکم نامہ کہا جاتا ہے، اور اس مدت میں اگر زوجین میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا تو مدعی کو تنفیذ طلاق کے لئے دوبارہ درخواست دینی ہوتی ہے اور اب اس کے جواب میں جج یقینی طلاق کا فیصلہ کرتا ہے جسے کورٹ کی اصطلاح میں عدالتی فیصلہ (Decree absulute) کہا جاتا ہے، اور سرکاری قانون کے مطابق جج کے اس فیصلہ کے بعد فریقین میں تفریق کر دی جاتی ہے یعنی طلاق ہو جاتی ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور فریقین اپنی مرضی سے دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتے ہیں اور اب از روئے ملکی قانون

کوئی رکاوٹ نہیں رہتی، یہ کارروائی حکومت کے قانون کے اعتبار سے ہے اسکا شرعی حکم کیا ہے؟ وہ اب ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ کاؤنٹی کورٹ میں دعویٰ دائر کرنے والا فریق شوہر ہے اور وہ جج سے تفریق اور طلاق کی درخواست کرتا ہے تو چونکہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو شریعت نے دیا ہی ہے اور اس حق پر عمل کرتے ہوئے وہ خود بھی طلاق دے سکتا ہے اور دوسرے کو طلاق کا وکیل بھی بنا سکتا ہے تو اس کا پٹیشن داخل کرنا یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنی طلاق کا وکیل جج کو بنایا ہے کہ میری طرف سے آپ میری بیوی کو طلاق دے دیں، نیز وکیل کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے مسلم غیر مسلم دونوں وکیل بن کر طلاق دے سکتے ہیں اور وکیل بناتے وقت گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے اس لئے جج کے طلاق کے فیصلہ کرنے سے طلاق ہو جائے گی اور عدت ختم ہونے کے بعد عورت دوسری جگہ اپنا نکاح کر سکتی ہے، نیز اس صورت میں کورٹ سے طلاق ملنے کے بعد مزید اسلامی طریقہ سے طلاق دینے یا حاصل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کاؤنٹی کورٹ میں دعویٰ دائر کرنے والی عورت ہے اور عورت نے کورٹ سے طلاق کا مطالبہ کیا ہے لیکن جب کورٹ کی کارروائی شروع ہوئی اور کورٹ نے شوہر کو ڈیوورس پٹیشن بھیجی تو شوہر نے جج کو کارروائی کرنے کی صراحۃً اجازت دے دی اور بعد میں جج نے طلاق کا فیصلہ دے دیا تو اس صورت میں شرعی اعتبار سے بھی طلاق ہو جائے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ڈیوورس پٹیشن ملنے کے بعد شوہر اس کا جواب دینے کے لئے

وکیل (Solicitor) کے پاس مشورہ کے لئے جاتا ہےتو عامۃً وکیل یہ مشورہ دیتا ہے کہ کیس کا دفاع کرنے سے وقت ضائع ہوگا اور پیسے بھی برباد ہوں گےاور کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا اور کورٹ طلاق کا فیصلہ ہی کرے گی، اس لئے شوہر کی اجازت سے وکیل لکھ دیتا ہے کہ فریقین میں تفریق کردی جائے یا شوہر طلاق کے لئے رضامند ہے اور اس سے متعلقہ کاغذات پر دستخط کرکے وہ کاؤنٹی کورٹ میں بھیج دیتا ہے،تو اس صورت میں بھی شوہر کی رضامندی کی وجہ سے شرعاً طلاق ہوجائے گی،فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے:اذا قال لرجل: طلق امرأتی کان توکیلاً و لم یقتصر علی المجلس الخ (ص:۴۰۲)۔

یعنی شوہر نے کسی سے کہا کہ: میری بیوی کوطلاق دے دےتو وہ شخص طلاق کا وکیل ہوگیا، نیز دوسری جگہ مذکور ہے:

مَن قال لامرأته: انطلقی الی فلان حتی یطلقك فذهبت فطلقها فلان صح و یصیر فلان وکیلا بالتطلیق و ان لم یعلم بوکالته۔ (فتاوی عالم گیری ۱/۴۰۸)

یعنی کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے ساتھ فلاں کے پاس چل تاکہ وہ تجھے طلاق دےاور عورت فلاں کے پاس گئی اور اس نے (جج) اسے طلاق دے دی تو طلاق صحیح ہوگئی اور وہ فلاں (جج) طلاق کے لئے وکیل سمجھا جائیگا، چاہے اسے اپنے وکیل بنائے جانے کا علم نہ ہو۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ درخواست تو عورت نے درج کروائی اور جج نے ڈیوورس پیٹیشن شوہر کو بھیج دیا اور شوہر نے دعوے کا دفاع کیا،اور طلاق پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی اور دعوے کی مخالفت کی اس کے باوجود جج نے یہاں کے قانون کے مطابق طلاق کا فیصلہ کردیا۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ شوہر نے اپنی غلطیوں کا اقرار کیا اور مستقبل میں بیوی کے حقوق ادا کرنے کا عہد کیا اور یقین دلایا اس کے باوجود جج نے طلاق کا فیصلہ دیا۔

چھٹی صورت یہ ہے کہ شوہر نے ڈیوورس پیٹیشن تو وصول کر لی لیکن اس کی کوئی کارروائی نہیں کی اور طلاق پر رضامندی ظاہر ہوا ایسا کوئی عمل نہیں کیا اس کے باوجود جج نے طلاق کا فیصلہ کر دیا۔

ساتویں صورت یہ ہے کہ طلاق کی درخواست تو عورت نے درج کروائی جج نے ڈیوورس پیٹیشن شوہر کو بھیج دیا، شوہر نے دفاع سے انکار کر دیا اور طلاق دینے سے بھی صراحۃً انکار کر دیا اس کے باوجود جج نے طلاق کا فیصلہ کر دیا۔

اخیر کی ان چار صورتوں میں حکومت کے قانون میں دونوں کا نکاح ختم ہو گیا لیکن شریعت اسلامی کے قانون کے مطابق دونوں کا نکاح اب بھی باقی ہے، اور عورت اس حالت میں اپنا دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اگر نکاح کرے گی تو وہ نکاح باطل کہلائے گا اور زنا کا گناہ ہوگا، اس لئے کہ شریعت نے عورت کو طلاق دینے کا یا طلاق کے لئے کسی کو وکیل بنانے کا حق اور اختیار نہیں دیا ہے اور اسلامی نکاح کو توڑنے کے لئے غیر اسلامی قانون کا سہارا لینا بھی جائز نہیں ہے۔

مذکورہ بالا چار صورتوں میں طلاق حاصل کرنے کے لئے یا تو شوہر کو کسی بھی طرح رضامند کر کے طلاق حاصل کی جائے یا اسلامی شرعی کاؤنسل کی طرف رجوع کیا جائے جو اسلامی طریقہ کے مطابق صحیح فیصلہ کرتی ہو۔ ان چار صورتوں میں جب کہ عورت کو طلاق نہیں ہوتی اور عورت اپنا نکاح دوسری جگہ نہیں کر سکتی تو ان صورتوں میں عورت اپنے نکاح کے فسخ کے لئے کیا کارروائی کر سکتی ہے؟ اس کی مختصر وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا جا چکا کہ طلاق دینے کا حق اور فسخ نکاح کا حق صرف عاقل بالغ شوہر ہی کو ہے اور عام ولایت کے تحت مسلمان حاکم یا حاکم کے نائب قاضی کو ہے، غیر مسلم قاضی یا غیر مسلم کورٹ کو اسلام نے یہ حق اور اختیار نہیں دیا، اور جس جگہ مسلمان جج نہ ہو یا مسلمان جج تو ہے لیکن وہ اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ان حالات میں عورت کے لئے فقہاء کے قول کے مطابق دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس جگہ کے باشندے متحد و متفق ہو کر ان جیسے کاموں کے لئے ایک جماعت تشکیل کریں جس میں زیادہ تر علماء اور سمجھدار لوگ ہوں یا کم از کم ایک عالم ہو، جیسا کہ یہاں اسلامی شرعی کاؤنسل کے نام سے کچھ ادارے کام کر رہے ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس جماعت کے لئے لازم ہے کہ 'الحیلة الناجزة' میں بتائے گئے طریقہ اور اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے بغیر کسی کاہلی اور رخصت کے کارروائی کرے، ورنہ ان کی کارروائی معتبر نہیں کہلائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آج کل مسلمانوں میں طلاق کے واقعات بڑھ رہے ہیں اور عورتوں کو اس معاملہ میں زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو اس سے بچنے کے لئے 'الحیلة الناجزة' میں اقرار نامہ یعنی تفویض طلاق کی ایک صورت بیان کی گئی ہے، کہ نکاح کرتے وقت یا نکاح سے قبل شوہر سے کچھ شرائط ذکر کر کے ان کی خلاف ورزی پر عورت کو اختیار طلاق کا حق لکھوالیا جائے، جس کی مکمل تفصیل الحیلة الناجزة میں تفویض طلاق کے باب میں مذکور ہے، وہاں دیکھ لی جائے، اس پر عمل کرنے سے عورت کو بھی ایک طلاق بائن کا اختیار ہوگا اور ان شرائط کی خلاف ورزی پر اپنے اوپر طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے آزاد ہوسکتی ہے، اور اس صورت میں شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا اور اگر دونوں

دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا چاہتے ہیں تو ازسرنو نکاح کرکے دوبارہ ساتھ رہ سکتے ہیں اوراس میں حلالہ کی ضرورت بھی نہیں ہوگی، اوراگر دونوں میاں بیوی کی طرح رہنا نہیں چاہتے تو عدت کے ختم ہونے پرعورت اپنادوسرانکاح کرسکتی ہے۔

اسلام میں طلاق کی تین قسمیں ہیں:(۱) طلاق رجعی (۲) طلاق بائن (۳) طلاق مغلظہ

ان تینوں طلاقوں کا حکم اورطریقہ جدا جدا ہے۔یہاں کورٹ کی طرف سے طلاق کا جو مضمون لکھا جاتا ہے اسے اس کے حکم کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے، اس میں غالبًا یہ الفاظ ہوتے ہیں۔

.....Be dissolved unless sufficient cause be shown to court within six weeks from the making there of why the said decree should not be made absolute, and not the much cause having been shown. it is herby certified that the said decree was on the....................... made final and absolute and that he said marriage was dissolved.

اس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’ابھی تک کوئی معقول اورسمجھ میں آوے ایسا عذر بتایا نہیں گیا ہے، اس لئے ماقبل میں جوحکم صادر کیا گیا تھا اسے یقینی طورپرنافذ کیا جاتا ہے اور نکاح کوفسخ کیا جاتا ہے۔تاریخ......

کورٹ کے اس مضمون سے (جن صورتوں میں کورٹ کے مضمون سے طلاق ہوتی ہے ان صورتوں میں) طلاق بائن واقع ہوگی، اورنکاح ختم ہوجائے گا، اورشوہرکورجوع کا اختیار

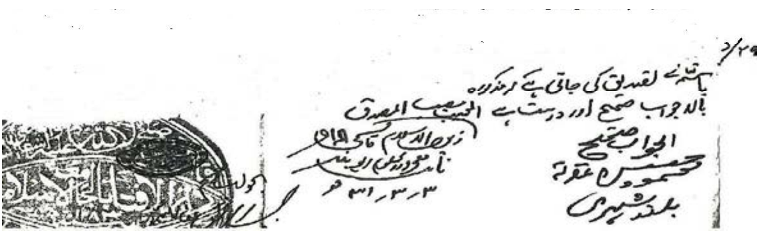
نہیں ہوگا، اگر دونوں دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا چاہتے ہیں تو از سر نو نکاح کر کے دوبارہ ساتھ رہ سکتے ہیں اور اس میں حلالہ کی ضرورت بھی نہیں ہوگی، اور اگر دونوں میاں بیوی کی طرح رہنا نہیں چاہتے تو عدت کے ختم پر عورت اپنا دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

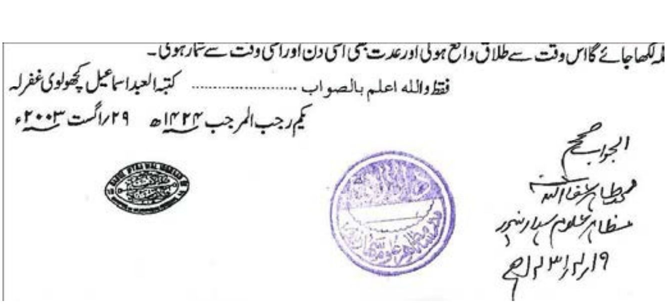
Decree nishi سے طلاق نہیں ہوتی، البتہ جس دن اور جس وقت Decree absulute لکھا جائے گا اسی دن اسی وقت سے طلاق سمجھی جائے گی، اور عدت کا شمار اسی وقت سے ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

کتبہ العبد اسماعیل کچھولوی

یکم رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

۲۹ اگست ۲۰۰۳ء




لکھا جائے گا اس وقت سے طلاق واقع ہوئی اور عدت بھی اسی دن اور اسی وقت سے شمار ہوگی۔
فقط واللہ اعلم بالصواب .... کتبہ العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ
یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ ۲۹/اگست ۲۰۰۳ء



الجواب صحیح
عباس داؤد بن اللہ

الجواب صحیح
خانپوری
۲۳/۱۲/۳۴ھ
۲۴ رجب

الجواب صحیح
العبد عبد القدوس راجکوٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
حامداً ومصلیاً ومسلماً

ماشاء اللہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر
رکھکر مع احکام منقح فرمادیا ہے۔ اللہ پاک
مستفتی اور مجیب مدظلہما دونوں کو اپنے شایان
شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔ احقر جواب
ھذا سے پورے طور پر متفق ہے۔ جزاھم اللہ

العبد اکرام الحق عفا اللہ عنہ دیوالوی
۲۳/۱۲ رجب المرجب ۳۴ھ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله
واصحابهٖ اجمعين الى يوم الدين

تم الجزء الثالث بحمد الله سبحانه وتعالى و يليه الجزء
الرابع اوله كتاب البيوع

فتاوی دینیہ

جلد چہارم

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر

ناشر
مہتمم حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری
جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا
Phone: 0261 2763303
Fax : 0261 2766327

کتاب کا نام: فتاوی دینیہ جلد چہارم

مصنف: شیخ الحدیث وصدر مفتی وخلیفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم

مترجم: مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہم

ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

سن اشاعت: باراول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

کمپوزر: مولانا مفتی محمد امین ومولانا یوسف ماما صاحب

ملنے کا پتہ: جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

جامعۃ القرأۃ، کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات انڈیا

مفتی یوسف ساچا، باٹلی

68 Broomsdale Road, Batley, WF17 6PJ.

Phone: 01924 441230

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب البیوع

﴿۲۰۲۷﴾ مقررہ قیمت سے کم وصول کرنا

سوال: ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ اگر مشتری نقد مال خریدتا ہے تو متعینہ رقم سے کم قیمت پر مال دیا جاتا ہے، یا ایک مہینہ کے اندر اندر قیمت لوٹا دیتا ہے تو بائع کچھ فی صد رقم لوٹا دیتا ہے، مثلاً: اسماعیل نے احمد سے پانچ سو پاؤنڈ کا مال خریدا، اور یہ پانچ سو پاؤنڈ ایک مہینہ میں ادا کر دیئے تو احمد اسماعیل کو ڈھائی پاؤنڈ یا پانچ پاؤنڈ واپس لوٹا دیتا ہے، تو ان روپیوں کا لینا اسماعیل کے لئے کیسا ہے؟ اگر جائز نہیں ہے تو احمد سے لے کر غریبوں میں وہ تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور غرباء میں تقسیم کی نیت سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ سود کے حکم میں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر نا جائز کیوں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فقہ کی کتابوں میں اسے حط الثمن کہا گیا ہے، یعنی بائع اپنی خوشی سے مشتری سے جو قیمت متعین ہوئی ہو اس سے کم وصول کرتا ہے اور کچھ رقم لوٹا دیتا ہے، اور یہ جائز ہے اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (ہدایہ:۳)

﴿۲۰۲۸﴾ اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر مبیع بیچنا

سوال: یہاں کچھ سرکاری اور غیر سرکاری تجارتی کمپنیوں میں منیجر یا سیلز مین کو مبیع کی قیمت سے زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے، مثلاً: مبیع کی قیمت ۱۰ روپے ہے لیکن سیلز مین یا منیجر ۱۲ روپے مانگتا ہے یا مبیع کی قلت ہو اور مشتری زیادہ ہوں تو بائع اس کی قیمت زیادہ کر دیتا ہے مثلاً: ۱۰ روپے والی شئی کے ۱۲ روپے کر دیتا ہے اور جو شخص زیادہ قیمت دے اسے وہ چیز مل

جاتی ہے، دوسروں کو آسانی سے وہ چیز نہیں ملتی، زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے تو اس طرح کا معاملہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

ایک شخص اس طرح ۱۰روپے کی قیمت والی شئ کے ۱۲روپے دے کر مول لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ۱۲روپے دے کر خریدی ہے اور تجھے چاہئے تو میں ۱۳ میں دوں گا مجھے امید ہے کہ اس چیز کو میں ۱۴روپے میں بھی بیچ سکتا ہوں، تو میرے لئے اس چیز کو ۱۳روپے میں خریدنا کیسا ہے؟ یہاں کپڑے کی ایک مل ہے جو اس کا کپڑا صرف کپڑا سینے والے کارخانوں کو ہی فروخت کرتی ہے (ملک میں کپڑے کی قلت کی وجہ سے دوسرے تاجروں کو کپڑا نہیں دیتی، صرف کپڑا سینے والے کارخانوں کو اور سرکاری ہولسیل دکانوں کو ہی دیتی ہے) اب اگر یہ کارخانہ والے اس کپڑے کو لے کر دوسروں کو کپڑا بلا سلائی کے ہی بیچ دیں تو کیا یہ جائز ہے؟ یا کچھ کپڑا سئیں اور کچھ کپڑا بیچ دیں تو ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ سرکاری ہول سیل کی دکان سے بھی چھوٹے تجار کو کافی ہو سکے اتنا کپڑا نہیں ملتا، اور زائد رقم وہ اپنے جیب میں رکھ لیتے ہیں تو از روئے شرع کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر یہ زائد رقم مبیع کی قیمت کے طور پر وصول کی جاتی ہے تو جائز ہے اور رشوت کے طور پر وصول کی جاتی ہے تو جائز نہیں، مل سے کپڑا سینے والے کارخانوں نے کپڑا خریدا تو اب اس کارخانے والوں کو اختیار ہے چاہے اس سے کپڑا سلائیں یا کچا کپڑا ہی بیچ دیں، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۰۲۹) حکومت کے متعینہ فی صد سے زیادہ منافع پر مبیع بیچنا

سوال: یہاں کی حکومت نے بیرون سے آنے والے مال پر تجار کے لئے منافع کا کچھ فی

صد متعین کر دیا ہے، اتنے منافع پر ہی وہ شئی فروخت کر سکتے ہیں اس سے زیادہ منافع نہیں لے سکتے، تو تاجروں کے لئے حکومت کے قاعدہ کے خلاف اس شئی پر متعینہ فی صد سے زیادہ منافع لینا کیسا ہے؟

بیرون سے آنے والے مال کی قلت ہونے کی وجہ سے چھوٹے تاجروں کو بڑے تجار سے متعینہ فی صد سے زیادہ نفع دے کر مال خریدنا پڑتا ہے اور یہ چھوٹے تاجر متعینہ فی صد پر ہی مال فروخت کریں تو انہیں گھاٹے کا خطرہ ہے اس لئے چھوٹے تاجر زیادہ نفع پر مال فروخت کرتے ہیں، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور دوسری طرف ملکی اشیاء کی قلت کی وجہ سے ان کے نرخ اتنے زیادہ ہو چکے ہیں کہ ان کو خریدنے میں عوام پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے تو حکومت کے متعینہ فی صد سے زیادہ منافع پر بیچنا بڑے تاجروں اور چھوٹے تاجروں کے لئے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... حکومت کے متعینہ فی صد سے زیادہ منافع پر مبیع نہیں بیچنی چاہئے، البتہ فریقین کچھ زائد منافع پر راضی ہوں اور ایسا کرنے سے عوام کی تنگی دور ہوتی ہو اور ضرورت پوری ہوتی ہو تو حرج نہیں ہے، جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۳۰﴾ ایک روپے کی شئی پانچ روپے میں بیچنا

سوال: شریعت میں بائع اپنی مبیع پر اپنی مرضی کے مطابق نفع لے سکتا ہے، اس مسئلہ سے تو سب واقف ہیں، لیکن موجودہ زمانہ میں اور آج کے حالات میں تاجر ایک روپے کی چیز پانچ روپے میں بیچ رہے ہیں، جس سے عوام بہت پریشان ہے اور سرکاری ملازمت کرنے والے حکومت کو تنخواہ کے اضافہ پر مجبور کرتے ہیں ایسی مجبوری کے وقت حکومت اور تاجر

دونوں مل کر نرخ متعین کرتے ہیں یا حکومت اپنی طرف سے ۲۰ فی صد نفع متعین کر دیتی ہے،اس کے بعد تاجروں کے لئے اس چیز پر ۵۰ فی صد یا ۶۰ فی صد نفع لینا کیا جائز کہلائے گا؟اورایک روپے کی شیٔ کو چار یا پانچ روپے میں بیچنا جائز کہلائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حکومت اور تاجروں کی آپس کی رضامندی سے ضروریات زندگی کی اشیاء کا نرخ اوراس پر متعینہ منافع کا مقرر کرنا اوراسی کے مطابق خرید و فروخت کرنا جائز ہے،البتہ متعینہ نرخ یا منافع سے زیادہ دوگنا یا تین گنا منافع لینا بے مروتی اورظلم اورمخلوق کو پریشان کرنا ہے،اس لئے ایسی آمدنی پاکیزہ نہیں کہلائے گی،البتہ فروخت کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۳۱﴾ حکومت کے متعینہ شخص سے چھپ کر بیچی ہوئی مرغی کا خریدنا

سوال: حکومت نے کچھ ہریجنوں کو مرغیوں کے فارم بنا کر دئے ہیں اور ہر ہریجن کو مرغیوں کے کچھ بچے دئے ہیں اب یہ مرغیاں بڑی ہوگئی ہیں اورانڈے بھی دیتی ہیں تو حکومت کا ایک متعین کیا ہوا شخص ہر فارم سے مرغیاں اورانڈے حکومت کے متعینہ رقم سے ان سے وصول کرتا ہے،کبھی کبھی یہ ہریجن دس بارہ روپے لے کراس آدمی سے چھپ کر مرغی باہر کسی دوسرے کو بیچ دیتے ہیں،تو ان ہریجنوں سے ایسی مرغی مول لینا اوراسے کھانا کیسا ہے؟ حکومت نے جن جن لوگوں کو مرغیاں دی ہیں ان کی مکمل ذمہ داری اس ہریجن کی ذاتی ہے اسے نفع ہو یا نقصان اس کا اپنا ذاتی سمجھا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر ان مرغیوں کے مالک ہریجن ہی ہوں تو وہ اپنی ملکیت کی شیٔ جسے چاہیں بیچ سکتے ہیں،لہذا اس طرح کے خریدنے اور کھانے میں کچھ حرج

نہیں ہے، جائز ہے۔

﴿۲۰۳۲﴾ وکالت کا پیشہ

سوال: صوم وصلوۃ کے پابند اور تبلیغی جماعت کے شخص کے لئے وکالت کا پیشہ کرنا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وکالت کا پیشہ جائز ہے، البتہ ازراہ تقویٰ نہ کرنا بہتر ہے۔

﴿۲۰۳۳﴾ بیع میں ایسی شرط لگانا جس میں بائع کا کوئی فائدہ ہو

سوال: ایک شخص نے ۷۵۰ روپے میں بھینس خریدی اور یہ شرط لگائی کہ بھینس کے بچہ جننے کے وقت سے دو تین دن قبل لے جاؤں گا، تو بائع نے کہا کہ دو تین دن بعد لے جانا، اور مشتری نے اس شرط کو منظور کرلیا، اور روپے نہیں دیئے تھے، دو تین ہفتہ کے بعد روپے دینے کے تھے، حقیقت یہ ہے کہ جب بھینس نے بچہ جنا تو کسر رہ گئی جس کی وجہ سے پہلے بھینس آٹھ سیر دودھ دیتی تھی وہ اب چار سیر دودھ دینے لگی، تو اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کا لین دین کا سودا صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیع میں ایسی شرط لگانا جس میں بائع کا کوئی فائدہ ہو تو ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، مذکورہ عقد میں جننے کے بعد لے جانے کی شرط ہے، اس لئے یہ عقد شرعاً صحیح نہیں کہلائے گا، فاسد کہلائے گا، لہذا اس عقد کو فسخ کر دینا فریقین کے لئے واجب ہے۔ (شامی، کتاب البیوع: ۱۶۷، ہدایہ: ۴)

﴿۲۰۳۴﴾ تاجر کی جانب سے بغیر کسی شرط کے گاہک کا انعام لینا جائز ہے

سوال: ہمارے یہاں کچھ تاجر اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی چیز انعام میں رکھتے ہیں، مثلاً

کھانا، تیل یا کوئی دوسری چیز اور انعام میں رکھی ہوئی چیزوں کے متعلق لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی رائے دیں کہ اس انعام میں رکھی ہوئی چیزوں میں کتنے آدمیوں نے حصّہ لیا ہے اور اس کے لئے ایک بکس بنایا جاتا ہے اور اس بکس میں لوگ اپنے خیال کے مطابق گنتی کر کے کارڈ پر اپنی رائے تحریر کر کے اس میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً: کوئی شخص ۲۰۰/ آدمیوں کی تحریر کرتا ہے تو کوئی اس سے زیادہ تو کوئی اس سے کم کی تحریر کرتا ہے۔

اس بکس کو کچھ دنوں کے بعد کھولا جاتا ہے پھر دیکھا جاتا ہے کہ جس نے زیادہ سے زیادہ گنتی لکھی ہو یا اس کے قریب ہو، مثلاً: ۱۹۸-۱۹۹ تو جو کارڈ بکس میں سے نکلتا ہو (اور اس گنتی کے قریب قریب ہو) تو اسے تیل کی بوتل دی جاتی ہے اور اسی طرح کے دیگر لوگوں کو بھی تیل کی بوتل انعام میں ملتی ہے تو اس انعام کا لینا اسے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورتِ مسئولہ میں تاجر کی جانب سے دیا گیا انعام لینا اور اسے استعمال کرنا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس میں تاجر کی جانب سے جس کا جواب زیادہ صحیح ہے اسے انعام دیا جاتا ہے اور گاہک کی جانب سے کوئی رقم یا کوئی دوسری شرط نہیں ہوتی، اس لئے اگر اسی طرح انعام ملتا ہو تو اسے لینا اور دینا دونوں جائز ہے۔ (ہدایہ، شامی)

﴿۲۰۳۵﴾ شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک شخص ہے جو پھل بیچ کر اپنے خاندان کا گذر چلاتا ہے، اس نے اس پیشہ کے ساتھ دوسری تجارت شروع کر دی، وہ لوگوں سے شراب کی خالی بوتلیں خریدتا ہے اور شراب بنانے والے تاجر کو فروخت کر دیتا ہے، وہ تاجر اس میں شراب بھر کر بیچتا ہے، تو اس شخص کے لئے شراب کی خالی بوتلوں کی تجارت حلال ہے یا حرام؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خالی بوتل لوگوں سے خرید کر اس کمپنی کو بیچنا جو شراب بناتی ہو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق جائز ہے، اس لئے کہ بوتل خریدنے اور بیچنے میں کوئی خرابی نہیں ہے بوتل دوسری اشیاء بھرنے کے کام بھی آسکتی ہے، البتہ صاحبین اسے مکروہ قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ اس میں تعاون علی الاثم ہے اور یہ شخص شراب بنانے والی کمپنی کو بوتل بیچ کر گناہ کے کام میں حصہ دار بن رہا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ دوسری حلال کمائی ملتی ہو تو اس کام سے بچا جائے۔ (درمختار مع الشامی: ۲۵۰/۵)

﴿۲۰۳۶﴾ سودا فسخ ہونے پر بائع کا پیشگی (بیعانہ) واپس نہ کرنا

سوال: ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ جب کوئی سودا ہوتا ہے تو مشتری کچھ رقم پیشگی دے دیتا ہے، اور بقیہ رقم مبیع پر قبضہ کے وقت دیتا ہے، یہ پیشگی رقم اس لئے دی جاتی ہے تا کہ مشتری سودا کر کے بھاگ نہ جائے اور اپنی مبیع لینے کے لئے واپس آئے اب اتفاق سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پیشگی دینے کے بعد کسی وجہ سے سودا فسخ ہو جاتا ہے تو بائع پیشگی کی رقم واپس نہیں کرتا تو یہ پیشگی کی رقم بائع کے لئے لینا کیسا ہے؟ کیا یہ سود ہے یا ظلماً اپنے بھائی کا مال کھانا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سودا ہو جانے کے بعد پیشگی رقم دی جاتی ہے یہ ثمن ہی کا ایک حصہ ہے، اس لئے سودا فسخ ہونے پر وہ رقم واپس کر دینی چاہئے، اگر نہیں دی تو ناحق مال لینے کا گناہ ہوگا اور حرام کہلائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۴/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۳۷﴾ شراب میں ڈالے جانے والے کالے گڑ کی تجارت

سوال: بازار میں کالا گڑ ملتا ہے جو کھانے کے کسی کام میں نہیں آتا وہ صرف شراب وغیرہ

میں ڈالا جاتا ہے، ایسے کالے گڑ کی تجارت کرنا مسلمان کے لئے کیسا ہے؟ اس کی آمدنی طیب کہلائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس گڑ کا استعمال شراب کے علاوہ کسی اور جائز کام میں بھی ہوتا ہو اور کوئی مسلمان اس کی تجارت کرے تو یہ جائز کہلائے گا، اور اس کی آمدنی طیب کہلائے گی، اس کو فروخت کرنے کے بعد مشتری اسے کسی ناجائز کام مثلاً: شراب وغیرہ بنانے میں استعمال کرے تو اس کی ذمہ داری مشتری کی رہے گی، بائع کی نہیں۔

اور اگر یہ کالا گڑ صرف شراب بنانے میں ہی استعمال ہوتا ہے تو اس کی تجارت کرنا گناہ کے کام میں مدد کرنے کے برابر ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۰۳۸﴾ تر لکڑے کا وزن کر کے گٹھر بنادیا اب خشک ہونے پر اسی وزن سے اسے بیچنا

سوال: ایک شخص لکڑے کٹواتا ہے، اور جب لکڑے کٹ جاتے ہیں تو یہ شخص دس دس کلو کے یا بیس بیس کلو کے گٹھر بنواتا ہے، اور لکڑا بیچتے وقت اس گٹھر کا وزن نہیں کرتا، کاٹنے کے بعد گٹھر بناتے وقت اس کا جو وزن تھا اسی وزن سے بیچتا ہے، تو اس کا اس طرح بیچنا صحیح ہے؟ ظاہری بات ہے کہ لکڑے کے خشک ہونے پر اس کا وزن کم ہوجاتا ہے، تو گٹھر بناتے وقت اس کا جو وزن تھا بیچتے وقت اس کا وہ وزن نہیں رہتا، تو کیا یہ معاملہ صحیح ہوا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر لکڑے کو وزن سے بیچا ہے تو جتنے وزن کے لکڑے ہونگے اتنی ہی قیمت کا بائع حقدار ہوگا اور جتنا وزن کم ہوگا اتنی قیمت بھی کم ہوجائے گی۔

مثلاً: سو من لکڑے سو روپے میں فروخت کئے اور وزن کرنے پر وہ پچاسی (۸۵) من ہی نکلے تو مشتری کو صرف پچاسی (۸۵) روپے ہی ادا کرنے ہوں گے۔ البتہ اگر لکڑے کو گٹھر

کے بھاؤ سے بیچا ہے، کہ ایک گٹھر دس روپے کا تو اب اگر اس میں دس کلو سے کم بھی نکلا تو بھی جائز کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۳۹﴾ حط الثمن کا حقدار کون؟

سوال: احمد نے ایک ہزار روپے میں محمد سے کار خریدی، احمد اس کے دوست سلیمان کو کہتا ہے کہ میری طرف سے تو محمد کو روپے دے تو سلیمان نے روپے دئے یہ ایک ہزار روپے ادا کرتے وقت بائع محمد سو روپے واپس کر دیتا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ اس سو روپے کا حقدار کون ہے؟ احمد ہے یا سلیمان؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کار کی قیمت مقرر کر کے اسے بیچ دی، جو قیمت متعین ہوئی اتنی ہی رقم مشتری کو ادا کرنا ضروری ہے، اب مشتری کے حکم سے اگر کوئی دوسرا شخص یہ رقم ادا کر دے تو یہ بھی جائز ہے، اور بائع متعینہ قیمت میں سے کچھ کم کر دے اور کچھ حصہ ثمن کا واپس لوٹا دے تو یہ اصل قیمت ہی سے کم سمجھی جائے گی جسے فقہ کی کتابوں میں حط الثمن کہا گیا ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں سلیمان نے احمد کے حکم سے ثمن ادا کیا ہے تو اس نے ثمن میں جتنے روپے دئے ہیں اتنے ہی روپے وہ احمد سے لینے کا حقدار ہے، احمد سے پوری رقم لینا اور حط الثمن اپنے پاس رکھ لینا یہ قرض دے کر اس سے فائدہ اٹھانے کے حکم میں ہے اس لئے سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۲)

﴿۲۰۴۰﴾ بیعانہ دینے کے بعد مبیع دوسرے کسی کو بیچنا

سوال: مندرجہ ذیل تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ مسئلہ میں شرعی حکم کتاب وسنت کے

حوالہ سے بتا کر مہربانی فرمائیں۔

ہماری جماعت سنی مسلم جماعت نے ایک زمین ستر (۷۰) ہزار روپے میں خریدی، اور بیعانہ پانچ ہزار روپے فوراً دے کر سودا پکا کرلیا، بقیہ رقم ایک سال کے اندر ادا کرنے کی مہلت دی گئی، اور پوری رقم ادا کرنے پر پکا دستاویز بنانا طے ہوا، اس سودے کے کچھ دنوں بعد سنی مسلم جماعت نے دس ہزار روپے بائع کو دے کر اس سے رسید بھی لے لی۔

اس سودے کی اطلاع جماعت کے ایک بڑے رئیس کو ہوئی تو اس نے بائع کے پاس جا کر جماعت کے دو تین افراد کو درمیان میں رکھ کر تقریباً ایک لاکھ سے بھی زیادہ روپے دے کر زمین خرید لی اور پکا دستاویز بھی کروالیا، اور اسٹامپ ڈیوٹی بچانے کے لئے سرکاری دستاویز پچاس ہزار کا بنوایا، تو پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) اولاً جماعت نے ستر (۷۰) ہزار روپے میں وہ زمین خریدی تھی تو وہ عقد صحیح ہو گیا تھا یا نہیں؟ (۲) مالک نے وہ زمین بیچ دی تھی پھر بھی وہی زمین دوسرے کو فروخت کردی تو یہ دوسری مرتبہ کا بیع کرنا شرعی حکم کے مطابق صحیح ہوا یا نہیں؟ (۳) اول والی بیع صحیح ہو چکی ہے اس کا علم ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص وہی چیز دوسرے کسی کو بیچ دے تو ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟ (۴) مذکور بیعانہ دینے کی اطلاع ہونے کے باوجود کوئی شخص طمع اور لالچ دے کر ظلم و زیادتی کر کے وہ زمین خرید لے تو ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... (۱) بائع اور مشتری نے اپنی مرضی سے ایک قیمت متعین کر کے مبیع کا ایجاب و قبول کرلیا اور ثمن کے ایک حصہ کے طور پر پیشگی بھی ادا کردی اور

بقیہ رقم کے لئے مہلت متعین کر دی تو یہ عقد صحیح ہو گیا اور زمین کی ملکیت مشتری یعنی سنی مسلم جماعت کی ہو گئی۔(۲) اول والی بیع صحیح ہو گئی اس لئے اس زمین میں بائع کو تصرف کا اختیار نہیں رہتا، اس کے باوجود وہ تصرف کرے گا تو ایسی بیع ''بیع فضولی'' کے حکم میں سمجھی جائے گی، یعنی: جماعت اس بیع کو منظور نہ کرے تو وہ بیع رد و باطل سمجھی جائے گی، اور وہ زمین بدستور جماعت کی ملکیت ہی رہے گی۔

(۳) اول والی بیع صحیح ہو چکی ہے اس کا علم ہونے کے باوجود اس شخص نے وہ زمین ابھی بھی اسی کی ملک ہے یہ کہہ کر اسے فروخت کر دی تو اسے دھوکہ دہی کا گناہ ہوگا۔(۴) اور مشتری کو علم ہو کہ اس کا سودا ہو چکا ہے اور اب اسے اس زمین میں کوئی اختیار نہیں ہے اس کے باوجود اس نے نیا سودا کیا تو یہ سودا بھی گناہ سے خالی نہیں ہے۔　فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۴۱﴾ درخت پر لگے ہوئے آم کی بیع

سوال: آم کے درخت پر آم آ چکے ہیں لیکن وہ ابھی پکے نہیں ہیں، کچے ہیں، اسی حالت میں ایک شخص ان کو خریدتا ہے اور جب آم پکنے کے قریب ہو جاتے ہیں اس وقت درخت پر سے اتارتا ہے تو اس طرح کچے آم درخت پر لگے ہوئے ہونے کی حالت میں خریدنا اور پکنے تک درخت پر رہنے دینا کیسا ہے؟ اگر یہ صورت ناجائز ہے تو اس سودے کی جائز صورت کیا ہے؟ آم کے درخت پر آم کی بیع تخمینہ سے ہوتی ہے تو تخمینہ سے درخت پر لگے ہوئے آم کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آم کے درخت پر آم آ چکے ہیں لیکن ابھی پکے نہیں ہیں، کچے ہیں اس سے قبل ان کی بیع کر دی جائے تو یہ جائز ہے، اور پکنے تک درخت پر لگے

رہنے دینے کی شرط کی ہو جیسا کہ فی زماننا اس کا رواج ہے تو امام محمدؒ کے قول کے مطابق یہ جائز ہے۔ (شامی، درمختار) آم کے درخت پر آم بائع اور مشتری کی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں اس لئے تخمینہ سے جہالت نہیں رہتی، اور ایسی بیع جائز کہلائے گی۔

﴿۲۰۴۲﴾ بکی ہوئی بھینس کو مشتری کا نہ لے جانا

سوال: میری ایک بھینس بچہ جننے والی تھی، وہ بھینس میں نے اپنے دوست ابراہیم کو سات سو اکاون (۷۵۱) روپے متعین کر کے بیچ دی، اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے بچہ جننے کے پانچ دن قبل میں اسے لے جاؤں گا، میں نے یہ بات منظور کر لی اور کہا ٹھیک ہے، اس وقت لے جانا اور اگر اس درمیان جنے گی تو مجھے دودھ بھی ملے گا، اتفاق سے بھینس نے میرے گھر ہی بچہ جنا، اور بچہ ٹیڑھا ہونے کے سبب مرا ہوا ہی کھینچ ڈالنا پڑا، اس سے قبل جب بھینس نے بچہ جنا تھا تو اندازاً سات سے آٹھ سیر دودھ دیتی تھی، اس مرتبہ بچہ کھینچ ڈالنے کے سبب تین سے پانچ سیر دودھ ہی دیتی ہے، بھینس کی طبیعت ٹھیک ہے، تو اس صورت میں ابراہیم بھائی کو بھینس لے جانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر لے جاوے تو متعین کی ہوئی قیمت پر لے جاوے یا کم اور زیادہ بھی دے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ نے اپنی بھینس سات سو اکاون روپے میں فروخت کر دی اور ابراہیم بھائی نے اسے خرید لیا تو بیع منعقد ہو گئی، لہذا اب متعینہ قیمت پر بھینس لے جانا ابراہیم بھائی کے لئے ضروری ہے۔ بیچتے وقت سات سے آٹھ سیر دودھ دیتی ہے ایسا کہہ کر بیچا ہو تو جواب بدل جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۴۳﴾ وکیل کا زیادہ قیمت بتا کر منافع کمانا

سوال: ایک شخص بمبئی میں رہتا ہے، اس سے میں نے قرآن شریف اور کتابیں وغیرہ منگوائیں، اس نے قرآن اور کتابوں پر سے مطبوعہ قیمت مٹادی اور زیادہ قیمت لکھ کر اپنا منافع ملا کر مجھ سے زیادہ رقم وصول کی، تو اس کا یہ زائد رقم لینا کیسا ہے؟ کیا یہ شخص گنہگار رہوا یا نہیں؟ اور یہ کونسا گناہ ہوا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب آپ نے اس شخص کو قرآن شریف خریدنے کے لئے وکیل بنایا تھا تو اب وہ شخص آپ (یعنی مؤکل) سے خریدی ہوئی قیمت سے زیادہ رقم نہیں لے سکتا، اس کا یہ زائد رقم لینا حرام کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۴۴﴾ وکیل کا مؤکل سے نفع لینا

سوال: زید سفر میں جا رہا ہے تو بکر نے زید کو پچاس روپے دیئے اور اس سے کوئی چیز منگوائی، زید وہ چیز لے آیا تو کیا اب زید کے لئے خریدی ہوئی قیمت ہی پر وہ شئ بکر کو دینا ضروری ہے یا وہ کچھ منافع شامل کر کے بھی بکر کو دے سکتا ہے؟

دوسری صورت یہ ہے کہ بکر نے زید کو روپے نہیں دیئے، صرف زید سے کہہ دیا ہے کہ میرے لئے فلاں چیز لے آنا، زید اپنی ذمہ داری پر وہ چیز لے آتا ہے، تو کیا اب اس چیز پر زید بکر سے نفع لے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں زید نے بکر کو وہ شئ خریدنے کا وکیل بنایا ہے، اس لئے زید اس شئ پر دلالی یا نفع نہیں لے سکتا، یہ اس کی طرف سے تبرع اور احسان کہلائے گا۔ (شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۴۵﴾ نقد میں کم قیمت اور ادھار میں زیادہ قیمت بتا کر بیچنا

سوال: ایک دکاندار ہے وہ مال نقد اور ادھار دونوں طرح دیتا ہے، اور شروع عقد میں ہی کہہ دیتا ہے کہ بیس من جو نقد لو تو بیس روپے میں اور ادھار لو تو تیس روپے میں، نقد اور ادھار کا بھاؤ الگ الگ بتاتا ہے، حالانکہ بازار کا بھاؤ بیس روپے ہی ہیں تو کیا اس طرح بیچنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... نقد میں کم قیمت اور ادھار میں زیادہ قیمت بتا کر بیچنا جائز ہے، البتہ عقد ختم ہونے سے قبل یہ طے ہو جانا چاہئے کہ یہ معاملہ نقد ہے یا ادھار اور قیمت مقرر ہو جانی چاہئے اس میں جہالت باقی نہ رہے، البتہ اس میں خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے مروت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ کہلائے گا۔

تاہم ایجاب و قبول کے وقت یہ معاملہ ادھار ہے یا نقد اور اس کی قیمت کیا ہوگی یہ مقرر کر لیا جائے تو یہ جائز کہلائے گا، اور اگر عقد ختم ہونے تک یہ طے نہیں کیا کہ یہ معاملہ ادھار ہے یا نقد اور اس کی قیمت کیا ہوگی؟ تو یہ بیع فاسد کہلائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری، امداد الفتاویٰ: ۳، فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۴۶﴾ غریب اور مالدار کو جدا جدا بھاؤ سے بیچنا

سوال: میں ایک تاجر ہوں، غلہ، ضروریات زندگی کی اشیاء، تیل وغیرہ بیچتا ہوں، میرے پاس کوئی سامان خریدنے کے لئے آتا ہے تو وہ اگر غریب ہوتا ہے یعنی جس کے پاس زمین یا رہنے کے لئے مکان نہیں ہے تو ایسے لوگوں کو میں ایک روپے پر ایک نئے پیسے کا نفع لے کر سامان بیچتا ہوں، اور اگر درمیانی طبقہ کے لوگ سامان لینے آتے ہیں یعنی جن کے پاس

رہنے کا گھر اور پانچ چھ ایکڑ زمین ہیں تو میں ان کو ایک روپے پر پانچ پیسے کے نفع سے مال بیچتا ہوں، اور اگر مالدار شخص مجھ سے مال خرید تا ہے تو میں اسے ایک روپے پر دس پیسے کے نفع سے مال بیچتا ہوں، تو میرا یہ بیچنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بائع کو اپنے مال پر پورا اختیار ہے وہ اس شئ کا مالک ہے وہ اسے اصل قیمت پر بیچنا چاہے تو بھی بیچ سکتا ہے اور اس پر کچھ نفع بڑھا کر بیچنا چاہے تو بھی بیچ سکتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں مال پر نفع لینے کے جو درجے بتائے گئے ہیں ان میں خریدنے والے کو یہ کہہ کر بیچا جاتا ہو کہ اگر تو غریب ہے تو یہ قیمت اور درمیانی طبقہ کا ہو تو یہ قیمت اور مالدار ہو تو یہ قیمت، تو اس طریقہ سے بیچنے میں جہالت ہے اور یہ طریقہ مفضی الی النزاع ہے اس لئے یہ بیع فاسد کہلائے گی، البتہ اگر بائع مشتری کی حالت سے واقف ہو یا مشتری سے اس کی حالت معلوم کر کے اسے کوئی متعینہ قیمت پر مال بیچا جائے تو یہ صورت جائز کہلائیگی، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، مثلاً: کوئی مالدار شخص ایک روپے کی چیز خریدنے کے لئے آیا تو اسے اس کی قیمت ایک روپے دس پیسے بتائی اور اس نے خرید لی تو اس طریقہ سے خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۴۷﴾ مدت خریداری کے ختم ہونے کے بعد آنے والے رسالہ کا زر تعاون

سوال: اخبار اور ماہانہ رسائل جو آتے ہیں، تو مدت خریداری کے ختم ہونے کے بعد بھی وہ لوگ اخبار یا رسالہ گھر بھیج دیتے ہیں، اگر انہیں لکھ دیا جائے کہ اب ہمیں آپ کا اخبار یا رسالہ مت بھیجنا تو بھی وہ بھیجتے رہیں تو ایسے رسالہ اور اخبار کی قیمت مرسل الیہ پر واجب ہوتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اخبار ورسائل کے دفتر کے ذمہ دار کوایک مرتبہ لکھ دیا کہ اب ہمیں آپ کا رسالہ یا اخبار مت بھیجنا، اور انہیں بھی اس کی اطلاع ہوگئی، اس کے باوجود وہ اگر بھیجیں تو اس کی قیمت دینا ہم پر ضروری نہیں ہے، لیکن ہمیں وصول کئے بغیر واپس کر دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۴۸﴾ بھیک میں ملنے والا غلہ خریدنا، کھانا، بیچنا

سوال: بھیک میں ملا ہوا غلہ جو فقراء اور ضرورتمند لوگ لوگوں سے مانگ کر لاتے ہیں اس کا خریدنا اور مول لے کر کھانا یا بیچنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بھیک میں ملنے والا غلہ بھیک لینے والے کے لئے عطیہ ہے اور اس پر قبضہ کر لینے سے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اب اس سے اس غلہ وغیرہ کا خریدنا اور مول لے کر بیچنا وغیرہ جائز ہے۔ البتہ جس کے پاس ضروریات زندگی کی اشیاء موجود ہوں ایسے شخص کے لئے بھیک مانگنا اور بھیک مانگنے کو اپنا پیشہ بنا لینا حرام ہے، ایسے شخص کی حقیقت حال کا علم ہو تو دینے والے کے لئے بھی ایسوں کو دینا جائز نہیں ہے، البتہ دینے والا بخوشی کچھ دے تو لینے والا اس کا مالک بن جائے گا۔ حضور ﷺ نے تین شخصوں کے لئے سوال کو جائز بتایا ہے:

(۱) وہ شخص جس پر قرض کا بوجھ بڑھ گیا ہو، تو وہ اپنے قرضہ کی ادائے گی کے لئے بھی کسی سے سوال کر سکتا ہے۔ (۲) جس شخص کا مال کسی حادثہ میں یا آسمانی یا سلطانی آفت میں ہلاک ہو گیا ہو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔ (۳) جو شخص بھوک سے لاچار ہو گیا ہو اور قوم کے تین سمجھدار لوگ گواہی دیں کہ وہ شخص بھوک سے لاچار ہو چکا ہے تو اس کے لئے

سوال کرنا جائز ہے۔

جس شخص نے بھیک مانگنے کو اپنا پیشہ بنا لیا ہو ایسوں سے بھیک میں لیا ہوا غلہ وغیرہ خریدنا بہتر نہیں ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۴۹﴾ شراب بنانے والے کو گڑ اور کشمش بیچنا

سوال: ہمارے یہاں ایک بڑی بستی جنگلی بھیلوں کی ہے، وہ لوگ شراب کے عادی ہیں، یہاں کے دکاندار زیادہ تر مسلمان ہیں یہ بھیل لوگ ان مسلمان دکانداروں سے گڑ اور کشمش خرید کر لے جاتے ہیں اور گھر جاکر اس کی شراب بناتے ہیں، تو ان بھیلوں کو گڑ اور کشمش بیچنا مسلمانوں کے لئے کیسا ہے؟ ایک مولانا صاحب یہاں آئے تھے انہوں نے اس بیچنے کو ناجائز بتایا تھا، تو برائے کرم آپ بتائیں کہ ان مسلمانوں کے لئے ان بھیلوں کو گڑ اور کشمش بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گڑ اور کشمش بیچنا جائز ہے، اور ان چیزوں کا استعمال زیادہ تر جائز کاموں میں ہوتا ہے لہذا چند لوگ اسے ناجائز کام میں استعمال کریں تو اس کا وبال ان کے سر رہے گا، بائع کے سر نہیں آئے گا۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کھجور اور ہرے انگور خرید کر اس سے شراب بناوے تو اس سے کھجور یا انگور کی تجارت حرام نہیں ہو جاتی، اسی طرح کچھ لوگوں کے گڑ اور کشمش سے شراب بنانے سے اس کی تجارت بھی حرام نہیں ہوگی، بشرطیکہ وہ گڑ دوسرے کاموں کے لئے قابل استعمال ہو۔(شامی)

﴿۲۰۵۰﴾ حرام جانوروں کے چمڑے اور چربی کے تیل کی بیع

سوال: وہ چیر پھاڑ کر کھانے والے درندے جن کا گوشت کھانا شریعت نے حرام بتایا ہے

ان کا شکار کر کے ان کو ذبح کرنے کے بعد ان کی چربی نکال کر اس کا تیل بنایا جاوے اور چمڑا اتار لیا جاوے، تو اب اس تیل اور چمڑے کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ان درندوں کو ذبح کرنے سے ان کا گوشت تو حلال نہیں ہوگا البتہ اس کا چمڑا اور چربی پاک ہو جانے کی وجہ سے چمڑا اتار کر اور چربی کا تیل بنا کر اسے بیچنا جائز کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۵۱﴾ مردار جانور کے چمڑے اور چربی کے تیل کی بیع

سوال: میں نے ایک درندہ کا شکار کیا، **مثلاً**: باگھ یا بھیڑیا وغیرہ، جب اس نے دم توڑ دیا تو اب اس کا چمڑا اتار کر بیچنا اور اس کی چربی کا تیل نکال کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورت مسئولہ میں چمڑے کو دباغت دینے سے قبل بیچنا جائز نہیں ہے، دباغت دینے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا اور اسے بیچنا جائز ہے۔ مردار جانور کی چربی ناپاک ہے اس لئے اس کا تیل نکالنا اور بیچنا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۰۵۲﴾ بیع پر بینہ نہیں ہے تو زمین کا مالک کون سمجھا جائے گا؟

سوال: انگریز سرکار نے مگن (ایک شخص کا نام) کو زمین انعام میں دی تھی، مگن کبھی زمین کاشت کرنے نہیں آیا، اس نے یہ زمین محمد کے سپرد کر دی، اور سالوں سے محمد ہی یہ زمین کاشت کرتا تھا، جب ہندوستان آزاد ہوا اور نیا قاعدہ عمل میں آیا، اس قاعدہ کی وجہ سے مگن کی زمین کا مالک محمد ہو گیا، اور مگن کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، مگن کو اس کی قسط مل جاوے تو وہ خوش ہے، محمد قسطیں مکمل کرنے سے قبل انتقال کر گیا، اس کا لڑکا اسحاق غریب ہے، اس نے ایک دوسرے شخص احمد کو کہا کہ میرے بجائے تو قسطیں مکمل کر دے اور زمین

میں کاشت کیا کر، احمد نے تمام قسطیں مکمل کر دیں اور آج تک زمین میں کاشت کرتا رہا، لیکن زمین احمد کے نام پر نہ ہوسکی، اور اسحاق کے نام پر ہی رہی، اب اسحاق کے انتقال کر جانے کے بعد مذکورہ زمین اسحاق کے ورثاء کی ہوگئی۔

احمد کہتا ہے کہ میں نے یہ زمین تمہارے مورث اسحاق سے مول لی تھی، لیکن سرکاری قاعدہ کی وجہ سے وہ میرے نام نہ ہوسکی، اس لئے زمین کی ملکیت میری ہے، اور اسحاق کے ورثاء کہتے ہیں کہ زمین ہمارے نام پر ہے اس لئے ہماری ہے اور تم نے جو روپے قسطوں میں ادا کئے ہیں وہ ہم سے وصول کرلو۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ......

(۱) اس زمین کا مالک کون ہے؟ اسحاق کے ورثاء یا احمد، کہ جس نے قسطیں ادا کی ہیں۔ (۲) سرکاری قانون کے مطابق وہ زمین احمد کے نام پر نہیں ہوسکتی، تو اب اس کا کیا کیا جائے؟ (۳) اسحاق کے ورثاء احمد کو اس زمین میں پیر نہ رکھنے دیں یا احمد کے ورثاء کو اس زمین پر قدم نہ رکھنے دے، اور سرکاری قانون اسحاق کے ورثاء کو حق بجانب سمجھتا ہے تو ان حالات میں کیا کیا جائے؟ (۴) مذکورہ زمین ورثاء کے نام ہی پر رہے اور قسطیں ادا کرنے والا اس پر کاشت کاری کرتا رہے، ایسا کب تک ہوسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں کچھ ضروری باتوں کا خلاصہ کرنا چاہئے تھا جو نہیں کیا ہے، اس لئے سوال نامکمل ہے، تاہم جتنی وضاحت کی گئی ہے اس کے پیش نظر جواب یہ ہے کہ:

انگریز سرکار نے زمین مگن کو انعام میں دی تھی اور مگن نے اس پر قبضہ کرلیا تھا اس لئے وہ زمین مگن کی ہوگئی۔ اب مگن نے وہ زمین کاشت کے لئے محمد کو دی اور نئے قانون کی وجہ

سے کہ جو مالک زمین میں کاشت نہ کرتا ہوتو اس زمین سے اس کی ملکیت کا حق ختم ہو جاتا ہے اور کاشتکار اس زمین کا مالک بن جاتا ہے اور قسطیں مقرر کر لی جاتی ہیں اس زمین سے مگن کی ملکیت کا حق اٹھا لیا گیا اور قسطیں مقرر کر لی گئیں اور مگن اس پر راضی بھی تھا تو محمد اس زمین کا مالک بن جائے گا۔ اب قسطیں مکمل کرنے سے قبل محمد کا انتقال ہو گیا، تو اب وہ قسطیں قرض ہو گئیں، اس لئے محمد کے مال سے اولاً اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا۔

اب اسحاق محمد نے قسطیں ادا نہیں کی اور احمد سے کہا کہ تو قسطیں ادا کر دے اور کاشت کیا کر، تو صرف اتنا کہنے سے زمین احمد کی ملک نہیں ہوتی، احمد نے اگر زمین مول لی تھی تو بیع پر کوئی بینہ یا گواہ کا ہونا ضروری ہے، جس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکے۔ فی الحال یہ زمین اسحاق کے ورثاء کی سمجھی جائے گی، اور احمد نے جتنی قسطیں ادا کی ہیں ان قسطوں کے روپے احمد وصول کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۵۳﴾ ادارہ کی رقم پر بینک قبضہ کر لے تو متولی ذمہ دار ہوگا؟

سوال: (۱) کوئی ادارہ یا کمیٹی چندہ میں آئی ہوئی رقم اس بینک میں جس میں سودی کاروبار نہ ہوتا ہو صرف روپیوں کی لین دین ہوتی ہو، رکھ سکتی ہے؟ (۲) اسی طرح مسجد یا مدرسہ کے متولیان مسجد، مدرسہ کے روپے مسلم فنڈ میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہاں یہ بات بھی خیال رہے کہ مدرسہ کی کچھ رقم زکوۃ کی ہوتی ہے تو کیا ایسی رقم رکھ سکتے ہیں؟ (۳) اگر کسی وجہ سے بینک مقروض ہو جائے یا حکومت اسے اپنی نگرانی میں لے لے اور بینک رقم واپس نہ دے یعنی کسی وجہ سے رقم بینک میں پھنس گئی اور اب واپس آنے کی امید نہیں ہے تو اس صورت میں خزانچی یا کمیٹی کے ذمہ دار یا مہتمم اس رقم کے ذمہ دار کہلائیں گے؟ کیا انہیں وہ رقم ادارہ

کو واپس کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر یہ رقم جن کی ہوان کی اجازت سے یا وقف ہو تو متولیان کی اجازت سے خزانچی نے بنیت حفاظت بینک میں رکھی ہو اور اب وہ رقم پھنس گئی اور واپس آنے کی امید نہ رہی تو چونکہ خزانچی کی حیثیت امین کی ہے اور اس میں وہ قصوروار نہیں ہے اس لئے وہ ماخوذ نہیں ہوگا، اور اسے وہ رقم واپس لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

﴿۲۰۵۴﴾ ادھار معاملہ میں قیمت کا زیادہ مقرر کرنا

سوال: میری دکان میں مختلف اشیاء بیچی جاتی ہیں، مثلاً: ایک شئ ہے جس کی قیمت ایک روپیہ ہے، اب گاہک وہ شئ خریدنے آتا ہے تو میں شروع میں اس سے پوچھ لیتا ہوں کہ آپ نقد خریدیں گے یا ادھار، وہ کہتا ہے کہ ادھار تو میں شروع ہی میں اس شئ کی قیمت اسے ایک روپیہ دس پیسہ بتاتا ہوں، تو اس طرح بیچنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیع کرتے وقت قیمت متعین ہونی چاہئے، قیمت میں جہالت ہو تو اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، لہذا بیع کرتے وقت قیمت متعین کرلی جائے تو بلاتردد یہ معاملہ جائز اور درست کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۵۵﴾ مہنگے بھاؤ میں بیچنا

سوال: یہاں بازار میں مختلف دکانیں ہیں، میری بھی دکان ہے، کچھ دکانوں میں وہی چیز جو میری دکان میں بھی ہوتی ہے میرے بھاؤ سے کم قیمت پر ملتی ہے، تو میرے لئے اس چیز کو مہنگے بھاؤ میں بیچنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر لوگوں کو اس چیز کی تنگی نہ ہو اور وہ دوسری دکان سے

خریدنے میں مختار ہوں تو اس طرح زیادہ بھاؤ میں وہ چیز بیچنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۵۶﴾ برتن کی تجارت میں کم اور زیادہ بھاؤ لینا

سوال: میری دکان میں برتن بکتے ہیں، اس میں کسی گاہک سے زیادہ نفع لیتے ہیں اور کسی گاہک سے کم نفع لیتے ہیں اور کسی کو اصل قیمت میں بغیر نفع کے دینا پڑتا ہے، یعنی ایک قیمت سب کے لئے نہیں ہوتی، تو کیا اس طرح تجارت کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... برتن کی تجارت میں نفع اپنی مرضی کے مطابق کم اور زیادہ لینا جائز ہے، دھوکہ دہی سے بچتے ہوئے نفع کے ساتھ قیمت متعین کر کے تجارت کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۵۷﴾ ادھار میں زیادہ اور نقد میں کم قیمت لینا

سوال: ہم تاجر ہیں، ادھار اور نقد دونوں طرح مال بیچتے ہیں، ادھار میں قیمت زیادہ ہوتی ہے اور نقد میں کم ہوتی ہے تو اس طرح ادھار میں زیادہ اور نقد میں کم قیمت لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عقد نقد ہوگا یا ادھار پہلے طے کر کے پھر بھاؤ اور سودا کیا جائے تو یہ جائز ہے، اگر معاملہ نقد ہوگا یا ادھار یہ طے نہیں ہوا اور اس طرح قیمت بتائی کہ نقد ہو تو اتنی قیمت اور ادھار ہو تو اتنی قیمت اور مشتری نے کہا میں نے خرید لیا تو اس میں ثمن مجہول ہے، اس لئے بیع صحیح نہیں ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۵۸﴾ وکیل کا کمیشن لینا

سوال: میرے ایک محسن معین بھائی میری تنخواہ کے بھی ذمہ دار ہیں، انہوں نے ایک کتب خانہ شروع کیا ہے، اس میں فروخت کے لئے بک ڈپو سے قرآن مجید وغیرہ میں منگاتا

ہوں، اب کتب خانہ والوں نے مجھے کہا کہ اگر میں چاہوں تو وہ اس خرید بل میں کمیشن کاٹنے کے بجائے کمیشن کے روپے میرے والدین کو دیں، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ جب بل کے روپے کتب خانہ کا مالک ادا کرتا ہے تو میرے لئے اس کمیشن کے روپے لینا جائز ہے یا نہیں؟ میں تو ان کے کہنے پر صرف آرڈر لکھوا دیتا ہوں، اور دوسری بات یہ کہ بک ڈپو والے کمیشن کے روپے میرے والدین کو دینے کا کہتے ہیں اور اس کی اطلاع بل ادا کرنے والے کو ہوتی بھی نہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: اس طرح آپ کے لئے کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۰۵۹﴾ وکیل کا آمر سے زیادہ قیمت لینا

سوال: زید تاجر نہیں ہے اور تجارت بھی نہیں کرتا، البتہ اس کے پاس کوئی شخص کوئی چیز منگواتا ہے تو زید اس کی خرید قیمت پر دو پانچ روپے بڑھا کر طلب کرنے والے کو لا دیتا ہے، اور یہ دو پانچ روپے زید خود رکھ لیتا ہے، تو یہ زائد رقم زید کے لئے رکھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زید مذکور چیز خریدنے کے لئے وکیل ہے، اس لئے زید کا اس چیز کو خریدنا آمر کی طرف سے خریدنے کے حکم میں ہے، اس لئے جتنی قیمت میں خریدا ہوا اتنی ہی قیمت آمر سے وصول کر سکتا ہے، اس سے زیادہ نفع سمجھ کر لینا اور اپنے پاس رکھ لینا جائز نہیں ہے۔ (جوہرہ: ۱/۳۷۱)

﴿۲۰۶۰﴾ رشتہ دار بذریعہ خط کوئی چیز منگوائیں اس پر نفع چڑھا کر بیچنا

سوال: میں شہر میں رہتا ہوں میرے کچھ رشتہ دار گاؤں میں رہتے ہیں، انہیں شہر کی کسی چیز

کی ضرورت ہوتی ہے جو گاؤں میں نہیں ملتی اور میرے شہر میں ملتی ہو تو وہ خط لکھ کر مجھ سے وہ چیز منگواتے ہیں، میرے تعلقات تاجروں سے اچھے ہیں اس بنا پر تاجر حضرات مجھے وہ چیز بازار کے بھاؤ سے پانچ دس روپیہ کم میں دیتے ہیں، لیکن میں وہ چیز میرے رشتہ دار کو بازار کے بھاؤ میں ہی دیتا ہوں، اس میں مجھے پانچ دس روپیہ نفع ہو جاتا ہے، مثلاً: پندرہ روپے کی چیز مجھے تاجر دس روپے میں دیتا ہے اور میں اپنے رشتہ دار کو وہی چیز پندرہ روپے میں دیتا ہوں، تو میرے لئے یہ پانچ دس روپیہ رکھ لینا جائز ہے؟ کیا یہ دھوکہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ کے رشتہ دار نے کسی چیز کے خریدنے کے لئے آپ کو خط لکھا اور خط میں اس چیز کی پوری کیفیت بیان کر دی تو اس نے اس چیز کے خریدنے کے لئے آپ کو وکیل بنایا ہے اس لئے بائع نے آپ سے اس چیز کی جو قیمت لی ہو آپ اتنی ہی رقم اپنے رشتہ دار سے لینے کے مجاز ہوں گے، خرید قیمت سے زیادہ روپے لینا آپ کے لئے جائز نہیں ہیں، اور وہ رقم حلال نہیں کہلائے گی۔ (عالمگیری: ۵۶۱/۳، ۵۸۰/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۶۱﴾ اسکوٹر بک کروا کر نفع لے کر بیچنا

سوال: ایک بھائی یہ مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آج کل اسکوٹر وغیرہ خریدنے میں ہوتا یہ ہے کہ خریدنے والے کو اس کے لئے پہلے سے بکنگ کروانا پڑتا ہے، جب نمبر لگتا ہے اس وقت اسکوٹر ملتا ہے اور بکنگ کرواتے وقت کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے، تو اگر کوئی شخص اسکوٹر بک کروالیوے اور جب اس کو مل جائے تو زیادہ قیمت لے کر بیچ دے، خریدتے وقت اس کی نیت استعمال کی نہ ہو بلکہ نفع لے کر بیچنے کی ہی نیت سے خریدا ہو تو اس کے لئے یہ نفع

لینا جائز کہلائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... باری کے مطابق جب اس کو اسکوٹر ملتا ہے تو اسکوٹر اپنے قبضہ میں لینے کے بعد اس پر نفع چڑھا کر زیادہ رقم سے بیچنا بلاتردد جائز اور درست ہے۔

﴿۲۰۶۲﴾ زمین مالک کی رضامندی کے بغیر زمین بٹائی لینا

سوال: میں نے زید کی زمین بٹائی پر لی تھی، میں اس میں کاشت کاری کرتا تھا، اور بٹائی میں زید کا حصہ تھا، اب مجھے دی ہوئی زمین زید خود کاشت کرنا چاہتا ہے، سرکاری دفتر میں کاشت کار کے طور پر میرا نام درج ہے، اور آج کی حکومت کے قاعدہ کی وجہ سے زید کی زمین مجھے مل سکتی ہے، حکومت اپنے قانون کی رو سے زید کی مرضی کے خلاف اس کی زمین میرے نام پر کردے تو کیا وہ زمین میں خرید کر لے سکتا ہوں؟ کیا شرعی نقطہ نظر سے میں گنہگار ہوں گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اس زمین کا اصل مالک اور حقدار زید ہی ہے، اس لئے اس کی دلی رضامندی کے بغیر زمین اپنے نام کر لینا یا اس کے ساتھ بیع اور قرار کئے بغیر زبردستی غصب کر لینا یا غلط قانون کا سہارا لے کر زبردستی خرید لینا جائز نہیں ہے، نیز غاصبِ ارض کے لئے حدیث شریف میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس فعل سے احتراز کرے۔

﴿۲۰۶۳﴾ ملازمت چھوڑنے پر ملنے والی جمع شدہ پونجی کا کیا کیا جائے؟

سوال: میں ایک کمپنی میں ملازمت کرتا تھا، کمپنی میری تنخواہ سے ایک متعینہ رقم ہر ماہ وضع کر لیتی تھی، آج جب کہ میں ملازمت چھوڑ رہا ہوں تو وہ کل رقم کمپنی مجھے یک مشت دے رہی

ہے تو اب اس رقم کا کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اس جمع شدہ پونجی کا لینا اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۶۴﴾ دو طرف سے دلالی لے سکتے ہیں؟

سوال: الف اپنا مکان بیچنا چاہتا ہے اور باء کو ایک مکان کی ضرورت ہے، اور جیم مکان کے خرید وفروخت کا دلال ہے، اتفاق سے الف اور باء جیم کے پاس جاتے ہیں اور اپنی ضرورت بتاتے ہیں اور جیم دونوں سے دلالی لے کر مکان کا سودا کروا دیتا ہے، تو کیا جیم دونوں سے یعنی بائع اور مشتری سے دلالی لے سکتا ہے؟ کیا دلالی کا پیشہ جائز ہے؟ کیا دلالی میں دلالی کا متعین ہونا ضروری ہے؟ اگر فی صد میں دلالی لی جاوے تو جائز ہے؟ یا متعین نہ ہو اور اندازے سے دی جاوے تو جائز ہے؟ اگر دو طرف سے دلالی لینا جائز نہ ہو تو کیا ایک طرف سے دلالی لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... دلالی کا پیشہ اختیار کرنا اور دلالی لینا جائز ہے چاہے بائع سے لی جاوے یا مشتری سے یا دونوں سے اور دلالی کی رقم شروع سے متعین ہو یا متعین کئے بغیر جو دیا جاوے وہ لے لیا جاوے تو یہ بھی جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے، صرف جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۴۳۸)

﴿۲۰۶۵﴾ دلالی یا کمیشن لینا

سوال: کسی بھی چیز کے بیچنے یا خریدنے کی دلالی کرنا اور درمیان میں دلالی یا کمیشن کا لینا یا ایک جانب سے دلالی لینا شریعت میں کیسا ہے؟ دلالی یا کمیشن کا لینا شریعت میں حلال

ہے یا حرام؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دلالی یا کمیشن لینا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ) دلالی ایک طرف سے ہو یا دونوں طرف سے لی جائے دونوں جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم)

﴿۲۰٦٦﴾ متعینہ مدت میں قیمت ادا کر دینے پر بائع کا ثمن کو کم کر دینا

سوال: عام طور پر کاروبار میں یہ طریقہ ہوتا ہے کہ تاجر سے جو مال خریدا جاتا ہے اگر اس کے ثمن کو فی الفور ادا کر دیا جائے یا تاجر کی بتائی ہوئی مدت کے اندر اندر ادا کر دیا جائے (مثلاً: ایک مہینہ میں یا پندرہ دن میں) تو تاجر کل قیمت سے پانچ فی صد یا کچھ متعینہ فی صد کم کر دیتا ہے، تو یہ جو رقم تاجر وصول نہیں کرتا اس کا اپنے پاس رکھ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک قیمت متعین کر کے مال خریدا جائے اور اس کی قیمت ادا کرتے وقت کچھ رقم تاجر کم کر دے یا معاف کر دے تو اس رقم کا مشتری کو رکھ لینا جائز ہے اور اس طریقہ میں از روئے شرع کوئی خرابی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰٦۷﴾ ممنوعہ اشیاء کی بیع

سوال: دکان میں سندور یا شریعت کی ممنوعہ اشیاء کا بیچنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت کی ممنوعہ اشیاء کی بیع و شراء نہیں کرنی چاہئے۔

﴿۲۰٦۸﴾ ذی روح کی تصویر والا کپڑا فروخت کرنا

سوال: ذی روح کی تصویر والے کپڑے کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مقصد کپڑا فروخت کرنا ہے، تصویر کا فروخت کرنا نہیں اس لئے ایسا کپڑا فروخت کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۶۹﴾ پتنگ، پھرکی بیچنا

سوال: پتنگ، پھرکی کی تجارت کرنا اسلامی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟ یعنی دکان میں دیگر اشیاء کے ساتھ پتنگ پھرکی بھی رکھ کر اس کی تجارت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پتنگ، پھرکی یا ایسی ہی دیگر لہو ولعب کی اشیاء کی خرید و فروخت امام صاحب کے فرمان کے مطابق جائز ہے، اور صاحبین کے قول کے مطابق جائز نہیں ہے، اس لئے احتیاطاً کوئی شخص اس کمائی سے احتراز کرے تو بہتر ہے۔ (عالمگیری، شامی، امداد الفتاویٰ)

﴿۲۰۷۰﴾ پتنگ اڑانا اور بیچنا

سوال: پتنگ اڑانا اور اسے بنا کر بیچنا اور اس کی تجارت کرنا ایک مسلمان کے لئے کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس کھیل میں دین یا دنیا کا کوئی بھی فائدہ ہو اور شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی بھی نہ ہوتی ہو تو ایسا کھیل کھیلنا جائز ہے، پتنگ اڑانے میں نہ تو دین کا کوئی فائدہ ہے اور نہ دنیوی کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے، بلکہ اس کی مشغولیت کی وجہ سے نمازیں قضا ہو جاتی ہیں اور جان و مال کی ہلاکت اور فضول خرچی اور بے پردگی جیسے گناہ ہوتے ہیں، اس لئے پتنگ اڑانا یا کٹی ہوئی پتنگ کا لوٹنا سب ناجائز ہے، لہٰذا پتنگ بنانا اور اس کی تجارت کرنا سب گناہ کے کام میں مدد ہے اور ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۸۴، جواہر الفقہ: ۳۴۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۷۱﴾ بنسری بیچنا

سوال: بنسری جو ہمارے یہاں ہولی کے دن صحرائی لوگ بجاتے ہیں اور ہولی کا ناچ ناچتے ہیں، تو اس بنسری کی تجارت کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بنسری بجانا اور سننا موسیقی بجانے اور سننے کے حکم میں ہے اس لئے ناجائز اور حرام ہے، لہذا اس کی تجارت بھی جائز نہیں ہے، تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

﴿۲۰۷۲﴾ لکھوٹی بیچنا

سوال: لکھوٹی جس سے بچے کھیلتے ہیں اور اس سے جوا بھی کھیلا جاتا ہے تو ان لکھوٹیوں کی بیع کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز مع وجہ کے بتائیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لکھوٹی کھیلنا لہو ولعب ہے اور اس سے جوا بھی کھیلا جاتا ہے اس لئے اس کی بیع سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۷۳﴾ سنیما کے احاطہ میں چائے کی کینٹین کھولنا

سوال: یہاں ایک سنیما ہے، اس کے کمپاؤنڈ میں چائے اور بسکٹ کی کینٹین ہے سنیما دیکھنے آنے والے لوگ وہاں سے چائے بسکٹ چاکلیٹ وغیرہ خریدتے ہیں، اس کینٹین سے سنیما میں چلنے والی پکچر نہیں دیکھائی دیتی اور اندر کی کوئی آواز بھی سنائی نہیں دیتی، ایسی کینٹین کو چائے اور بسکٹ کی بکری کے لئے کرائے پر لینا اور وہاں چائے اور بسکٹ بیچنا کیسا ہے؟ کیا یہ آمدنی حرام شمار ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ جگہ میں چائے اور بسکٹ کی بکری کرنا جائز ہے

اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، اس لئے ایسی کینٹین کرائے پر رکھ سکتے ہیں۔

﴿۲۰۷۴﴾ راشن کی شکر عام بیوپاری کو بیچنا

سوال: راشن کی شکر راشن ڈپو والے ایک دکاندار کو بیچتے ہیں وہ بیوپاری اس شکر کو کچھ نفع لے کر ہمارے ہاتھ بیچ دیتا ہے تو اس بیوپاری سے وہ شکر لینا اور ہمارا دوسروں کو وہ شکر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... راشن کی دکان میں حکومت بیچنے کے لئے جو شکر دیتی ہے وہ مقررہ قیمت سے راشن کارڈ کے حامل کو دینے کے لئے ہوتی ہے اس لئے کسی دوسرے شخص کو کم یا زیادہ قیمت پر وہ شکر بیچنا جائز نہیں ہے، ایسے ناجائز کام میں لگ کر دینی اور دنیوی گناہ نہیں کرنا چاہئے۔

﴿۲۰۷۵﴾ راشن کارڈ کوئی اور استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: سرکاری راشن کارڈ جس پر حکومت کی تسلیم شدہ دکانوں سے سرکاری نرخ کے مطابق غلہ، شکر، نیز تیل ملتا ہے، اس کا استعمال راشن کارڈ رکھنے والے کے گھر والوں کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کارڈ رکھنے والا اپنی مرضی سے کسی بھی قسم کی مالی لالچ کے بغیر کارڈ دیتا ہو اور سرکاری قانون کے مطابق اس طرح کے استعمال سے کسی کی بھی عزت آبرو پامال ہونے کا کوئی خطرہ نہ ہو تو اس کارڈ کے نرخ کے مطابق دوسرے شخص کا اس کارڈ پر چیزیں لینا درست ہے، بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ کارڈ رکھنے والا ”سرکاری دکان“ میں سے خود چیزیں خرید لے اور پھر اس کے پاس سے وہ چیزیں خرید لی جائیں، تو یہ صورت

شبہ سے بالاتر ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۷۶﴾ ممنوعہ جنگل کے کٹے ہوئے لکڑے خریدنا

سوال: ہمارے گاؤں سے دس کلومیٹر دوری پر ایک گھنا جنگل شروع ہوتا ہے، اور یہ جنگل بہت بڑا ہے، اس جنگل میں حکومت کی طرف سے لکڑے کاٹنے کی ممانعت ہے، سرکاری ملازم وہاں پہرا دیتے ہیں اور چوری سے لکڑا کاٹنا سرکاری گناہ سمجھا جاتا ہے اور پکڑے جانے پر سزا ہوتی ہے، تاہم وہاں کٹائی جاری ہی رہتی ہے اور وہاں کے لوگ کاٹ کر، درست کرکے، تخت اور پلنگ کے ناپ کے لکڑے بنا کر ہمارے ہاتھوں بیچ دیتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ یہ لکڑے جنگل کے ہیں تو ایسے لکڑے مول لینا اور ذاتی استعمال میں لینا جائز ہے یا حرام ہے؟ لکڑے لانے والوں کی بڑی بڑی ٹولی ہے، اور آرڈر دینے پر جتنا کہو اتنا مال دے جاتے ہیں، تو وہ لکڑا مول لے کر اس کی تجارت کرنا کیسا ہے؟ اگر ہم نہ بھی لیں تو دوسرے لوگ خرید کر اس کی تجارت کرتے ہی ہیں اور خلاف قانون ہونے کے باوجود رشوت چلتی رہتی ہے، اس لئے پکڑے جانے کا ڈر نہیں رہتا، پکڑے جانے پر رشوت لے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جنگل میں خود بخود اگنے والے پیڑ پودے اور مالکی زمین میں اگائے گئے پیڑ پودے دونوں کا حکم جدا جدا ہے، جو زمین کسی کی ملک نہیں ہے اس میں خود بخود اگنے والے پیڑ پودے مباح الاصل ہیں ان سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن جو پیڑ پودے کسی کی زمین میں اگائے گئے ہوں وہ اگانے والے کی ملک ہیں۔

البتہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی پر سزا اور سرزنش ہوتی ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت

میں ڈالنے والی جگہ سے بچانا ضروری ہے نیز ہم نے حکومت کے قانون کی پابندی کو تسلیم کیا ہے اس لئے جس کام سے اپنی ہتک ہوتی ہو ایسے کام سے بچنا چاہئے، لہذا خلاف قانون کٹے ہوئے لکڑے اور جنگل کے محکمہ کی طرف سے اگائے گئے لکڑے حکومت کی ملک ہیں اس لئے بغیر اجازت کاٹنے والا اس کا مالک نہیں بنتا اور جو مالک نہ ہو اس سے وہ چیز خریدنا شرعاً جائز نہیں ہے لہذا ایسے لکڑے خریدنا یا بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی: ۱۷۷/۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۷۷﴾ سونا چاندی کم قیمت میں لے کر زیادہ قیمت میں بیچنا

سوال: سونے چاندی کا نرخ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، اگر کوئی شخص ارزانی کے وقت چاندی خرید لے اور گرانی کے وقت اس چاندی کو بیچ دے اور نفع حاصل کرے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح یہی تجارت سونے میں کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سونے چاندی کی تجارت جائز ہے، شریعت کی اصطلاح میں اسے بیع صرف کہتے ہیں اس کے خاص اصول ہیں ان اصولوں کی پابندی کے ساتھ سونا اور چاندی ارزانی کے وقت لے کر گرانی میں بیچ کر نفع حاصل کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

﴿۲۰۷۸﴾ ممنوعہ کپڑوں کی بیع

سوال: شریعت نے جن کپڑوں کو پہننا ناجائز بتایا ہے ان کپڑوں کی بیع و شراء کا کیا حکم ہے؟ ایسے کپڑوں کی دکان کھولنا اور ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... جن کپڑوں کا پہننا شرعاً جائز نہیں ہے ان کی تجارت کرنا بھی جائز نہیں ہے، ان کی بیع کرنا تعاون علی الاثم ہے اس لئے ناجائز ہے۔

﴿۲۰۷۹﴾ اسلام مخالف تحریروں کو خریدنا بیچنا اور پاس میں رکھنا

سوال: اس کے ساتھ ’’آدملے دم‘‘ کے عنوان کے تحت ایک مضمون دیا گیا ہے وہ بھیج رہا ہوں، اس کے لکھنے والے اسی طرح شائع کرنے والے کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ بالتفصیل بتا کر مہربانی فرمائیں۔ ’’مؤمن گجرات‘‘ ہفت روزہ کے ۲۱/۱۲/۷۹ شمارہ میں شیخ آدم آبو والا کے نام سے چھپا ہوا ہے، یہ اطلاعاً عرض ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ’’مؤمن گجرات‘‘ تاریخ ۲۱/۱۲/۷۹ شمارہ میں چھپا ہوا مذکورہ مضمون پڑھا بہت ہی رنج اور صدمہ پہنچا، مصنف صاحب اپنی سوچ، اور اندازہ کے بہاؤ میں بہہ کر ان کا قلم اسلامی شان، عقائد ایمان اور اللہ کی بزرگی کی حد سے تجاوز کر گیا، اللہ کی مذاق اور توہین نیز حضرت آدم علیہ السلام کی بے ادبی حرف حرف میں جھلکتی ہے اس میں خاص کر درج ذیل کلمات ایمان کو برباد کرنے والے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو سیاست اللہ تعالیٰ نے ہی شروع کی تھی۔

(۲) آدم علیہ السلام نے پارٹی بدلی، شیطان کو ساتھ ملایا، پارٹی بدلنے کی شروعات بھی باوا آدم سے ہی شروع ہوئیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ زیادہ بیویاں رکھنے کے حق میں نہیں تھا، آگے قوسین میں لکھتا ہے کہ (یعنی آگے چل کر انہوں نے اپنی رائے بدل دی تھی)

(۴) اللہ تعالیٰ بستی بڑھانے کے خلاف تھا اس لئے اس نے بہت سی حوّا کے بدلے میں صرف ایک ہی حوّا بھیجی تھی (یعنی کہ اس معاملہ میں بھی اس نے اپنی رائے آگے چل کر بدل دی تھی)

(۵) اللہ تعالیٰ کی پارٹی چھوڑ کر شیطان کی پارٹی میں شامل ہو کر باوا آدم نے دنیا بسائی۔

(٦) اللہ تعالیٰ اداس تھا۔

(٧) اس کی وجہ تجھے جاننا ہو تو اے سب کچھ جاننے والے تو خود ہی نیچے دنیا میں جا اور دیکھ۔

(٨) میری (شیطان کی) جیت، تیری (اللہ کی) ہار وغیرہ وغیرہ۔

اوپر کے واقعات میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی نیز حضرت آدم علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور سب سے پہلے نبی کی شان میں بے ادبی اسی طرح شیطان کا حامی، گناہ کے کام کرنے والا، اللہ تعالیٰ اداس اور عاجز، نیز زیادہ بیویاں اور بستی بڑھانے کے مخالف اور اس طرح کی جو بیہودہ باتیں لکھی ہیں وہ اسلامی عقائد اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے بھی خلاف ہیں ایمان کی سلامتی بھی ان سے باقی نہیں رہتی، ان کا لکھنا، پڑھنا، نیز چھاپنا بھی جائز نہیں ہے اور توبہ کرنا اور نئے سرے سے کلمہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔

جو لوگ مذکورہ اخبار کے ساتھ متعلق ہیں یا اس کے خریدار ہیں یا پڑھنے والے ہیں ان پر ضروری ہے کہ وہ خود بھی اس مضمون کی مخالفت ظاہر کریں اور اس کے مدیر سے جواب طلب کریں کہ تم نے یہ مضمون کیوں شائع کیا؟ اور جس طرح یہ دل آزار مضمون طبع کیا ہے اسی طرح کھلم کھلا معافی نامہ بھی چھاپے، مستقبل میں دین کو مذاق نہ بنائے اس کو ذہن میں رکھیں۔ اور فقہ کی کتابوں میں کلمات کفر کے متعلق جو حکم مذکور ہے اور عقائد کی کتابوں میں ایسے کلمات کے لئے جو سخت احکام مذکور ہیں، ان تمام کو نقل نہ کرتے ہوئے ایسے ہی ایک اخبار کے ایڈیٹر پر حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک فتویٰ فتاویٰ دارالعلوم میں چھپا ہوا ہے اس کو نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس بدترین کفر کے آرگن کو مٹانے میں اپنی پوری سعی کریں، اس

پرچہ کا خریدنا اور اسے پاس رکھنا، دیکھنا، اگر بغرض تردید نہ ہو تو سب حرام اور اعانت علی الکفر ہے، اور اس کے مضامین پر خوش ہونا، دلچسپی لینا اگر چہ اعتقاد سے نہ ہو قریب من الکفر ہے۔

فقہاء نے مبتدعین کی کتابیں خریدنے اور پاس رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے اور نصوص شریعت اس پر شاہد ہیں تو ایسے اسلام مخالف پرچے رکھنے کو کیسے جائز کہا جا سکتا ہے؟ مسئلہ واضح ہے اس لئے کسی سند یا عبارت کے لکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔(فتاویٰ دارالعلوم ج:۵ ص:۱۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۸۰﴾ چوری کے مال کی بیع اور اس کا نفع

سوال: ایک شخص نے چوری کا مال بازار کے بھاؤ سے کم میں ایک دکاندار کو بیچ دیا، دکاندار کو معلوم نہیں تھا کہ یہ مال چوری کا ہے، بعدہ دکاندار نے وہ مال بازار کے بھاؤ سے گاہکوں کو بیچ دیا، اس کے بعد دکاندار کو معلوم ہوا کہ وہ مال چوری کا تھا تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس دکاندار کو اس مال سے جو نفع حاصل ہوا وہ اس کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اور دکاندار نے چور سے جو سودا کیا تھا وہ صحیح ہوا تھا یا نہیں؟ اگر نفع حلال نہیں ہے تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چوری کے مال کی بیع شرعاً رد اور باطل ہے اس لئے کہ چوری کرنے سے وہ چیز چور کی ملک نہیں ہو جاتی وہ اپنے اصل مالک کی ہی باقی رہتی ہے اور اس اجنبی شخص کی اجازت کے بغیر اس کی چیز بیچنا صحیح نہیں ہے، یہ بیع فاسد ہے اور معصیت ہے۔ دکاندار نے لاعلمی میں سودا کیا اس لئے اخروی گناہ تو نہیں ہوگا البتہ اس نے دوسرے کو بیچا تو یہ بیع بھی باطل کہلائے گی اس لئے اس کا نفع حلال نہیں کہلائے گا اس کا تصدق

ضروری ہے، اور اصل مالک کے ملنے پر وہ مال اسے سپرد کر دینا چاہئے تاکہ اللہ کی گرفت سے بچا جا سکے، اور اگر اصل مالک کا علم نہ ہو سکے تو اس مال کو غریبوں محتاجوں میں صدقہ کر دیا جائے۔ (شامی، جوہرہ: ۲۳۷، عالمگیری: ۱۵۲، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۸۱﴾ گوبر کی بیع

سوال: میرا بھینسوں کا تبیلہ ہے، اس میں دودھ کی آمدنی کے ساتھ بھینس کے گوبر کی بھی آمدنی ہوتی ہے، ہم بھینس کا گوبر بیچ دیتے ہیں، تو گوبر کی رقم ذاتی خرچ یا تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گوبر کی بیع جائز ہے، اور اس کی آمدنی ہر کام میں استعمال کر سکتے ہیں۔ (شامی: ۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۸۲﴾ ٹی وی کی تجارت

سوال: بعد سلام پوچھنا یہ ہے کہ ٹی وی کی لین دین کرنا اور مسلمانوں کو بیچنا کیسا ہے؟ اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ٹی وی موجودہ زمانہ کی ایجاد ہے، جس کا استعمال زیادہ تر لغو، فحش اور گناہوں کے کاموں میں ہو رہا ہے، یہ آلۂ لہو ولعب ہے، تاہم یہ سائنسی آلہ اچھے کاموں یعنی تعلیم و تعلم وغیرہ میں بھی استعمال ہو سکتا ہے، اور استعمال ہو رہا ہے، استعمال کرنے والا جس طرح اسکا استعمال کریگا اسکے مطابق اس پر حکم لگے گا، لہذا جائز نیت سے تجارت کی جائے تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اسکی تجارت کرنا درست ہے۔ (شامی: ۹/ ۵۶۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۸۳﴾ قسطوں پر بیع

سوال: آج کل پنکھے، فریج اور فرنیچر وغیرہ قسطوں پر ملتے ہیں جن کے لئے یک مشت رقم نہیں نکالنی پڑتی، کل قیمت کا پانچ فی صد یا دس فی صد قبضہ کے وقت دینا ہوتا ہے اور بقیہ رقم ہفتہ سے یا ماہانہ سو، پانچ سو یا ہزار روپے متعین کر دی جاتی ہے، اس طرح بقیہ رقم وصول کی جاتی ہے اس میں اصل رقم یا سودا لگ سے نہیں لیا جاتا، اس میں لوگوں کے لئے سہولت ہے، تو اس نوعیت سے کوئی چیز خریدنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قسطوں پر بیع میں اگر سود کے نام سے کوئی رقم لی جاتی ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۸۴﴾ قسطوں کے ختم ہونے تک دو ڈالر کرایہ دینا

سوال: میں ایک ٹیکسی ڈرائیور ہوں ٹیکسی میں لوگوں کو کرایہ پر بٹھا کر گذر بسر کرتا ہوں، میں نے یہ ٹیکسی کرائے پر لی ہے، یومیہ پانچ ڈالر ٹیکسی کے مالک کو کرایہ دیتا ہوں، میرے پاس ٹیکسی چلانے کا لائسنس ہے بغیر لائسنس کے ٹیکسی نہیں چلا سکتے، نیز یہاں کا قانون ہے کہ جس کی گاڑی ہے اس کے پاس بھی لائسنس ہونا چاہئے۔

میری ٹیکسی کے مالک کے پاس لائسنس نہیں ہے، تو اس کا کہنا یہ ہے کہ تو مجھ سے میری ٹیکسی خرید لے اور اپنے نام پر کر لے اور یومیہ پانچ ڈالر کے بجائے دو ڈالر ہی دینا اور اس کی قیمت جو ہم متعین کریں وہ ماہانہ قسط وار ادا کر دینا، جب تک تو قیمت نہیں چکاتا اس وقت تک یومیہ دو ڈالر کرائے کے دیتے رہنا، اور جب قیمت ادا کر دے گا تو ٹیکسی پر میرا کوئی حق نہیں رہے گا، تو کیا اس طرح سودا کرنا از روئے شرع جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......ٹیکسی کے مالک کا یومیہ پانچ ڈالر کرائے پر ٹیکسی کو دینا درست ہے نیز قانونی پریشانی سے بچنے کے لئے لائسنس والے ڈرائیور کے نام پر ٹیکسی کر دے تو یہ بھی درست ہے البتہ صرف نام پر کر دینے سے ڈرائیور اس کا مالک نہیں ہوگا، نیز ٹیکسی کی قیمت متعین کر کے بیچ دے اور قسطوں سے وہ رقم وصول کر لے تو یہ بھی جائز اور درست ہے، لیکن یہ رقم کے ادا ہونے تک یومیہ دو ڈالر لینا اور دینا جائز نہیں ہے، یہ سود ہے اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۸۵﴾ ہفتہ سے رکشا لینا

سوال: ۱......مفتی صاحب میں بچت پر رکشا چلاتا ہوں، اس سے میرا خرچ پورا نہیں ہوتا، اس لئے میں ہفتہ سے رکشا لینا چاہتا ہوں، اور نئی رکشا کی قیمت اگر نقد لی جائے تو ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب ہے، اور میرے پاس اتنے روپیوں کی گنجائش نہیں ہے، اور ہفتہ سے لی جائے تو ایک لاکھ تریسٹھ ہزار پانچ سو روپے میں آتی ہے، اس میں ایڈوانس ۵۰۰، ۲۸ روپے پہلے دینے پڑیں گے، اور اس کے بعد ہر مہینہ ۴۵۰۰ روپے کا ہفتہ دینا پڑیگا، اور تیس ماہ میں پوری قیمت ادا کرنی پڑیگی، تو اس ہفتہ سسٹم سے رکشا لینے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

۲......رکشا لینے کی جو دوسری شکل ہفتہ کی ہے اس میں جو پہلے ایڈوانس ۲۸۵۰۰ روپے دینے ہیں، یہ روپے ایک شخص میری طرف سے دینا چاہتا ہے، مگر وہ چاہتا ہے کہ شریعت میں گنجائش ہو تو وہ شخص دینے کے لئے تیار ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......۱......صورت مسئولہ میں ادھار قیمت متعین ہونے کی

وجہ سے ہفتہ سے رکشا لینا جائز ہے۔

۲......ایڈوانس والی رقم آپ کی جگہ کوئی اور آپ کی طرف سے آپ کی مدد کے ارادہ سے ادا کردے تو یہ جائز ہے، آپ کا کام ہو جائیگا، اور انہیں غریب کی مدد کرنے کا ثواب مل جائیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۸۶﴾ اینٹ کے بھٹے میں سال کی شرط پر زمین دینا

سوال: میں نے اپنی زمین اینٹ کے بھٹے میں تین سال کی شرط پر دی تھی، اس میں شرط کے مطابق تین سال میں پانچ سے چھ فٹ مٹی کھود کر لینی ہوتی ہے، اب اگر تین سال ختم ہو جائیں اور کچھ مٹی باقی رہ جاوے تو بقیہ مٹی مالکِ زمین کھود کر اپنے استعمال میں لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اینٹ بنانے والے کو زمین فروخت نہیں کی جاتی بلکہ زمین کی مٹی تین فٹ یا پانچ فٹ تک بیچی جاتی ہے مٹی کا اس طرح بیچنا درست ہے، لیکن اس کے ساتھ سال کی قید لگانا جائز نہیں ہے اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اس میں گناہ ہونے کی وجہ سے اس بیع کو رد کر کے دوبارہ سال کی شرط کے بغیر سودا کیا جائے۔

جتنے فٹ کی قید کے ساتھ مٹی بیچی گئی اس میں سے اگر کچھ بچ جائے تو اب مالکِ زمین اس مٹی کو اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا۔ (قاضی خان: ۱۵۳/۲، شامی: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۸۷﴾ مسجد میں چندہ دینے کی شرط کے ساتھ پلاٹ کا بیچنا

سوال: چار شخص حصہ دار بن کر سوسائٹی کے نام پر زمین خریدتے ہیں، سوسائٹی کی زمین سوسائٹی کے نام پر کرنے میں محصول کم لگتا ہے، پھر اس زمین کے پلاٹ بنا کر دوسروں کو نفع

لے کر بیچا جاتا ہے، سوسائٹی کے نام پر خریدی ہوئی زمین کو نفع لے کر بیچنا حکومت کے قانون کے خلاف ہے اور سرکاری گناہ ہے، تو اس طرح سوسائٹی کے نام پر زمین لے کر اس کے پلاٹ بنا کر نفع سے بیچنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

نیز پلاٹ لینے والے شخص کو کہا جاتا ہے کہ مسجد بنانے کے لئے پانچ سو روپے ایک پلاٹ پر دینا ضروری ہے، لینے والے کو اختیار نہیں دیا جاتا، مجبوراً دینا پڑتا ہے، تو مجبوری کا فائدہ اٹھا کر پانچ سو روپے مسجد بنانے کے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں دھوکہ دہی کی اجازت نہیں ہے، نیز ایسا کام کرنا جس سے بعد میں اپنی یا مسلمانوں کی عزت آبرو پر داغ آئے یہ جائز نہیں ہے، مسجد کے لئے زبردستی چندہ کرنا جائز نہیں ہے، کوئی اپنی رضا مندی سے دے تو لے سکتے ہیں، نیز بیع میں مسجد میں چندہ دینے کی شرط لگانے سے بیع بھی صحیح نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۸۸﴾ فارم کی مرغیوں کا گوشت بیچنا

سوال: میرے پاس مرغیوں کا فارم ہے اور اس کے متعلق چند چیزوں کی معلومات کی مجھے ضرورت ہے، لہٰذا مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(۱) مرغیوں کے پاخانہ کی جگہ کا بیچنا جائز ہے کہ نہیں؟ خریدار مسلمان اور غیر مسلم دونوں طرح کے ہیں اگر نا جائز ہو تو غیر مسلموں کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) بعض مرتبہ مرغیوں کو ٹرک میں بھر کر لانا ہوتا ہے اور اس وقت بعض مرغیاں راستہ میں کسی وجہ سے مر جاتی ہیں ان کا گوشت غیر مسلموں کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) بعض مرتبہ مرغیاں بیمار ہو جاتی ہیں تو ایسی مریض مرغیوں کو ذبح کر کے گوشت بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:.......(۱) حلال جانوروں کی جن سات چیزوں کا کھانا ممنوع ہے یہ گوشت کا حصہ اس میں سے نہیں ہے، اس لئے اس کو کھانا بھی جائز ہے اور بیچنا بھی جائز ہے، شرم گاہ مذکر ومؤنث دونوں مکروہ تحریمی میں داخل ہے۔(۲) مردہ مرغیوں یا ان کا گوشت ناپاک اور حرام ہے ان کو بیچنا مسلمانوں کو یا غیر مسلموں کو دونوں ناجائز ہے، اس کی تجارت درست نہیں ہے۔(۳) بیمار مرغی ذبح کر دی جائے تو اس کا گوشت حلال ہے اور بیچنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۸۹﴾ زندہ مرغی وزن سے بیچنا

سوال: زندہ مرغی وزن سے بیچنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زندہ مرغی کو تول کر اس کی قیمت متعین کر کے بیچا جائے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹۰﴾ کیا پنچایت کے تالاب کی مچھلیاں مباح الاصل ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک تالاب ہے، جو صدیوں پرانا ہے، اسے سرکاری قانون کے تحت پنچایت کی ماتحتی میں کر دیا گیا ہے یعنی گاؤں کی پنچایت اس کی مالک ہے اور پنچایت ہر پانچ سال کی مدت کے لئے اس تالاب کی نیلامی کرتی ہے اور صرف مچھلی اور سنگھاڑا کی پیدائش کے لئے دیا جاتا ہے۔

اب کی بار یہ تالاب میں نے رکھا ہے اس میں مچھلی کی افزائش کے لئے چھوٹی مچھلی لا کر پانی میں میں نے ڈالی ہے، اب یہ مچھلیاں دو سال میں بڑی ہو جائیں گی، تو میں ان کو جال ڈال کر پکڑ کر ان کی تجارت کروں گا، خلاصہ یہ کہ یہ تالاب میں نے نیلامی میں لیا ہے اور اس

میں مچھلی خرید کر میں نے ڈالی ہے جسے روزانہ میں کھانا ڈالتا ہوں اس لئے میرے گمان کے مطابق یہ مچھلیاں میری ملک ہے۔

لیکن ایک شخص کہتا ہے کہ اس تالاب سے جسے بھی مچھلی پکڑنی ہو پکڑ سکتا ہے، اسے تم روک نہیں سکتے (ندی میں ہر کسی کو اجازت ہوتی ہے) لیکن یہاں ملک کا سوال ہے، ایسے مملوکہ تالاب میں کوئی شخص مچھلی پکڑتا ہو تو اسے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا شرعی جواب دے کر ممنون فرمائیں، اس لئے کہ وہ شخص اپنی بات میں بہشتی زیور کا حوالہ دے رہا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بہشتی زیور کے اس مسئلہ کی تحقیق امداد الفتاویٰ جلد:۳ میں کی گئی ہے، صورت مسئولہ میں مذکورہ تالاب کرائے پر لے کر مچھلی خرید کر اس میں ڈالی گئی ہے اور اس کے لئے ایک خاص محنت اور انتظام کیا ہے لہذا مالک کی اجازت کے بغیر اس تالاب سے مچھلی پکڑنے کی اجازت نہیں ہے، بہشتی زیور کا مسئلہ عام تالاب کا ہے جو کسی کی ملک نہ ہو اور اس میں مچھلیاں خود بخود پیدا ہوئی ہوں۔

﴿۲۰۹۱﴾ زندہ مینڈک کی تجارت

سوال: مجھے ممبئ کی ایک کمپنی کی طرف سے آرڈر ملا ہے کہ زندہ مینڈک پکڑ کر بیس کلو کے چالیس روپے کے حساب سے بھیج دو، تو پوچھنا یہ ہے کہ زندہ مینڈک کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فی زماننا مینڈک ایک قابل انتفاع چیز ہے، کالج کی ڈاکٹری تعلیم میں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے اور کام میں آتا ہے اس لئے اس کی تجارت کرنا جائز ہے اور اس کی آمدنی حلال کہلائے گی، جیسا کہ شامی جلد:۴/۱۱ پر لکھا ہے کہ

سانپ کی بیع بھی جائز ہے جب کہ وہ دوائی وغیرہ بنانے کے کام آتا ہو۔ نیز یہ مال متقوم ہے یعنی اس کی قیمت بھی آتی ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور شریعت میں کسی چیز کی بیع کے لئے مال متقوم ہونے کے ساتھ قابل انتفاع ہونے پر بھی مدار رکھا گیا ہے، جیسا کہ باب المتفرقات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے لہذا اس کی تجارت جائز کہلائے گی۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹۲﴾ مردار جانور کے چمڑے کو بعد دباغت بیچنا

سوال: کوئی حلال جانور اپنی موت مرے اور مردار ہو جائے تو کیا اس کے چمڑے کو اتار کر دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟ یا اسے بیچ کر اس کی قیمت کو اپنے کام میں لایا جا سکتا ہے؟ اگر اپنے کام میں نہیں لایا جا سکتا تو اس کی قیمت کا مصرف کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردار جانور کا چمڑا اتار کر دباغت دینے کے بعد اسے استعمال میں لانا اور بیچنا جائز ہے۔ (ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹۳﴾ پہلے سے روپے لے کر فصل بیچنا

سوال: پہلے سے روپے لے کر فصل بیچنے کا کیا مسئلہ ہے؟ کیا اس طرح فصل بیچنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکور صورت بیع سلم کی ہے، اسکے صحیح ہونے کے کچھ شرائط فقہاء نے بیان کئے ہیں ان شرائط کی پابندی کے ساتھ بیچا جائے تو جائز ہے اور نفع بھی حلال ہے۔

﴿۲۰۹۴﴾ شراب کے پھول کی تجارت

سوال: ہمارے گاؤں میں غلہ اور کپڑے کی دکان ہے، گاؤں کے درختوں پر

بسنت (ایک موسم کا نام) میں ایک پھول لگتا ہے یہ پھول نوے فی صد شراب بنانے میں استعمال ہوتا ہے اور دس فی صد مویشیوں کے چارے میں اور انسانوں کے سینک کر کھانے میں استعمال ہوتا ہے، یعنی زیادہ تر یہ پھول شراب بنانے کے کام آتا ہے ہم اس پھول کو اتار کر اس کی تجارت کرتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس پھول کی تجارت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ درخت کے پھولوں کا استعمال زیادہ تر شراب بنانے میں ہوتا ہے اس لئے ان کی تجارت سے بچنا بہتر ہے، البتہ دوسرے جائز کام میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے اس کی تجارت کی گنجائش ہے، بیچنے میں گناہ نہیں ہوگا۔ (شامی:۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹۵﴾ پھلوں کے آنے سے قبل اس کی بیع

سوال: میں نے اپنے کھیت میں پپیتے کے درخت اگائے ہیں، فی الحال یہ پپیتے کے پودے چار ماہ کے ہیں اور ان پر پپیتے نہیں آئے ہیں اور نہ ان کے پھول آئے ہیں۔

میرے پاس ایک بیوپاری آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمہارے کھیت میں پورے سال جو پپیتے آئیں گے میں ان کو گیارہ روپے پچاس پیسے کلو کے دام سے خریدنا چاہتا ہوں، تو کیا اس طرح پھل کے پیدا ہونے سے قبل اس کی بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہمیں پیشگی رقم کی ضرورت ہو تو بھی تاجر دیتا ہے اور اس کا سود بھی دینا نہیں پڑتا، تو پھل کے آنے سے قبل اسے بیچنا کیسا ہے؟ اور اس طرح بیچنے میں کسانوں کے لئے بہت سہولت ہے اس لئے کہ پھل اتارنے کے وقت بیوپاری اپنے مزدور لا کر پھل اتار کر لے جاتا ہے، اور اگر اس طرح تجارت نہ کی جائے تو اس وقت کوئی خریدنے نہیں آتا اور کسان کو گھاٹا ہوتا ہے، لہذا

آنجناب سے گذارش ہے کہ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں پھلوں کے آنے سے قبل ان کی بیع کی جارہی ہے یہ بیع معدوم ہے اور شرعاً باطل ہے اس لئے پھلوں کی بیع کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے۔(امداد الفتاویٰ، شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹۶﴾ کھیتوں میں کیلے کی بیع

سوال: ایک شخص کا کیلے کا کھیت ہے، ۷۵ فی صد کیلے کے درختوں پر کیلے آگئے ہیں لیکن وہ ابھی بہت چھوٹے اور کچے ہیں اور قابل انتفاع نہیں ہیں، اس شخص نے پورے کھیت کا (ان درختوں کا بھی جن پر کیلے نہیں آئے) سودا بیس ہزار روپے میں کردیا ہے، اس شرط پر کہ اسے اخیر تک تین ہزار لوم دینے پڑیں گے، ایک لوم کے قریب چھ روپے پچاس پیسے بنتے ہیں، اگر اس سے کم لوم دی تو اسی دام کے حساب سے بیس ہزار روپے میں سے کم ملیں گے، اور زیادہ ہوگی تو زیادہ روپے ملیں گے، اور ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ کیلے تیار ہونے پر لینے آئے گا، کاٹنے کی تاریخ متعین نہیں ہے، اور اگر لوم چھوٹی ہو تو ایک لوم کے بدلے دو لوم کی شرط بھی ہے، کل قیمت ایک مشت نہیں دی جاتی، تھوڑی تھوڑی دی جاتی ہے، تو از روئے شرع اس طرح سودا کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کھیت میں ہر درخت پر کیلے نہیں آئے ہیں، اور جن درختوں میں کیلے آئے ہیں وہ بھی قابل انتفاع نہیں ہیں اس لئے اس حالت میں بیع کرنا صحیح نہیں ہے، یہ بیع باطل ہے۔ البتہ صورت مسئولہ میں بیع کے وقت کچھ لوم نکل چکی ہے اور ہر لوم ایک ساتھ نہیں آتی اس لئے اس حالت میں امام صاحب کے قول کے مطابق اس میں

گنجائش ہے اور یہ بیع صحیح ہو جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ: ۴؍۷۰) لیکن ساتھ ہی دوسری مفسد بیع شرطیں بھی رکھی گئی ہیں مثلاً: پھلوں کے پکنے تک درخت پر رہنے دینا اور ایک لوم کی بجائے دولوم دینا وغیرہ اس سے بیع فاسد ہی کا حکم دیا جائے گا۔

﴿۲۰۹۷﴾ کھیت میں بنولے کی بیع

سوال: بنولے کی بیع کا کیا طریقہ ہے؟ ہمارے یہاں بنولے کے سودے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بنولے پودوں پر آجاتے ہیں اور اچھا بھاؤ ہوتا ہے تو کسان پورے کھیت کا سودا کر دیتا ہے، اب بعد میں بنولے اچھے اتریں چاہے خراب، بنولے میں کپاس آوے یا کھوکھلا ہی رہ جاویں، تھوڑے آویں یا زیادہ، البتہ کسان بنولے میں سے کپاس نکالتا رہتا ہے اور جو قیمت متعین کی ہوتی ہے اس کے وزن سے دیتا رہتا ہے، اور جتنا وزن دیتا ہے اتنے روپے بیوپاری سے وصول کر لیتا ہے، تو کیا اس طرح سے سودا کرنا صحیح ہے؟ نیز سودا کب کر سکتے ہیں پھول آجاوے اس وقت یا بنولے آجاوے اس وقت یا کپاس نکالنے کے بعد کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہتر اور اولیٰ طریقہ یہ ہے کہ کپاس نکال کر مالک کے قبضہ میں آجاوے اس کے بعد سودا کرنا چاہئے، اور سوال میں لکھنے کے مطابق پھول آئے ہوں اس وقت بیع کرنا رد اور باطل اور ناجائز ہے، اور بنولے میں کپاس آچکی ہو البتہ ابھی پودے پر ہی ہو اس وقت بھی سودا کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۰۹۸﴾ خیر نامی پیڑ کی بیع

سوال: میری ملکیت والی زمین میں خیر نامی پیڑ اگ آئے تو بھی حکومت اسے کاٹنے کی

اجازت نہیں دیتی، بلکہ اسے اپنی ملکیت بتاتی ہے، تاہم لوگ بغیر اجازت کاٹ کر اپنے کام میں استعمال کرتے ہیں اس لئے کہ پیڑ مالک کی ملکیت والی زمین میں اگا ہے اور محنت سے بڑا ہوا ہے البتہ پانی تو قدرتی ہی استعمال ہوتا ہے (یعنی بارش کا پانی) تو اس پیڑ کو کاٹ کر ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذاتی ملکیت والی زمین میں اگا ہوا یا اگایا ہوا پیڑ کاٹ کر اپنے کام میں استعمال میں لینا جائز ہے۔ (ہدایہ، شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۰۹۹﴾ جلاؤ لکڑے کی بیع

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص جلاؤ لکڑے کی تجارت کرتا ہے، یعنی لوگوں کی ملکیت والی زمین میں اگے ہوئے جلاؤ لکڑے کے درخت مول لے کر ان کو کاٹ کر بیچتا ہے، اس میں حکومت کا قاعدہ ہے کہ کاٹنے سے قبل درخواست دینی پڑتی ہے درخواست کے بعد افسران آ کر دیکھ جاتے ہیں، پھر جتنے روپے کے درخت ہوں ان کی کچھ فی صد رقم حکومت کو دینے کے بعد ہی اجازت ملتی ہے، بعدہ ٹرک یا ٹریکٹر میں لکڑوں کو بھرنے سے قبل دوبارہ منظوری لینی پڑتی ہے، اس میں اگر قاعدہ سے کارروائی کی جاوے تو چار چھ مہینوں کے بعد محکمہ کی طرف سے آدمی دیکھنے آتا ہے اور سال کے بعد منظوری ملتی ہے اور وہ بھی رشوت دینی پڑتی ہے، ورنہ سال کے بعد یہ بھی جواب آ سکتا ہے کہ کاغذات گم ہو گئے ہیں دوبارہ درخواست دو؟ اور درخواست کے وقت ہی رشوت دے دی جائے تو بھی دو چار مہینے تو ہو ہی جاتے ہیں، اور لکڑے کاٹنے کے بعد ٹرک بھرنے سے پہلے بھی جانچ ہوتی ہے اس میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے اور لکڑے خشک ہو جاتے ہیں اور گھاٹا ہو جاتا ہے، اس لئے کچھ لوگ سرکاری

کارروائی نہیں کرواتے اور بغیر اجازت کاٹ کر بیچ دیتے ہیں اور مالک کو پوری رقم مل جاتی ہے اور کبھی پکڑے جانے پر رشوت دینی پڑتی ہے، لہذا ایسی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جلاؤ لکڑے خریدنا یا کاٹ کر بیچنا جائز ہے، اور اپنا حق وصول کرنے کے لئے مجبوراً رشوت دینی پڑے تو اس میں گناہ نہیں ہوگا۔

﴿۲۱۰۰﴾ کھوٹے باٹ سے وزن کرنا

سوال: کھوٹے باٹ سے تول کر اشیاء بیچنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......کھوٹے باٹ سے اگر مراد یہ ہو کہ ناپ تول میں کمی کر کے دینا تو یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں: وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۔ الَّذِيۡنَ إِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۔ وَإِذَا كَالُوۡهُمۡ أَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے، یہ لوگ جب دوسروں سے ناپ سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب خود ناپ تول سے یا وزن سے دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ (سورۂ مطففین) قرآنی حکم سے بھی ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت کی وعید وارد ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۰۱﴾ غلہ میں بیع سلم

سوال: ہمارے یہاں کپاس، باجرا اور جو کی بیع کا یہ طریقہ ہے کہ بیوپاری بیس سے پچیس روپے کلو کے بھاؤ سے باجرا اور چالیس روپے کلو کے بھاؤ سے جو اور چالیس روپے کلو کے بھاؤ سے کپاس کے مکمل روپے ہمیں پیشگی دیوالی پر دے دیتے ہیں، اور ہمیں فصل اترنے پر مال دینا ہوتا ہے، جب فصل اترتی ہے تو ہم انہیں مال دیتے ہیں، تو کیا اس طرح تجارت

کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غلہ کی جنس، قسم، تفصیل، جگہ اور قیمت وغیرہ سب چیزیں شروع میں متعین کر کے پیشگی روپے دے دئے جائیں اور موسم آنے پر غلہ دیا جائے تو اس بیع کو شریعت کی اصطلاح میں بیع سلم کہتے ہیں، فقہاء نے اس کے شرائط اور تفصیل وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں ان شرائط کی پابندی کے ساتھ بیع سلم کی جائے تو جائز ہے۔ (شامی: ۳۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۰۲﴾ قرض کے عوض غلہ دینا

سوال: زید نے عمر سے ۱۵ روپے قرض کے طور پر مانگے اور کہا کہ میں آپ کو اس پندرہ روپے کے عوض جَو کی موسم میں ایک من جو دوں گا، موسم میں جو کا جو بھی نرخ ہو اس سے مجھے کوئی واسطہ نہیں، آپ کو ایک من جو مل جائے گا، تو اس طرح کی لین دین کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکور صورت بیع سلم کی ہے، لہذا بیع سلم کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے یہ معاملہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۰۳﴾ قسطوں پر مکان خریدنے کا طریقہ

سوال: میرے پاس سود پر لیا ہوا ایک مکان ہے، میں جانتا ہوں کہ سود لینا اور دینا حرام ہے لیکن مجبوری کی وجہ سے مجھے لینا پڑا، یہاں حکومت (بینک) کچھ فی صد سود پر مکان دیتی ہے، میرے پاس پانچ سو پاؤنڈ کا مکان ہے، یہ رقم نقد نکالنا میرے اختیار میں نہیں ہے، اور کرائے والے مکان کا کرایہ مہنگا پڑتا ہے، دوسرے کے مکان میں اس زمانہ میں فیملی کے

ساتھ کب تک رہیں، ان حالات میں سود پر مکان لے کر قسطوں سے اس کی رقم ادا کرنے میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مکان کی ایک رقم شروع سے متعین کرلی جائے، اور اس رقم سے قسطیں ادا کی جائیں تو اس میں حرج نہیں ہے، مثلاً: ایک مکان نقد ۵۰۰ پاؤنڈ میں ملتا ہے اور یہی مکان قسطوں پر لینے سے ۶۰۰ پاؤنڈ کا ملتا ہے تو شروع ہی میں اس مکان کی قیمت ۶۰۰ پاؤنڈ متعین کی جائے اور قسطوں سے یہ رقم ادا کی جائے، تو یہ طریقہ جائز کہلائے گا، اور حکومت کو بھی اس طریقہ میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۰۴﴾ آر ایم پی مارکیٹنگ بزنیس میں گاہک بننا

سوال: آر ایم پی ایک مارکیٹنگ بزنیس ہے، اس بزنیس میں شامل ہونے کے لئے پہلے چھ ہزار روپے بھرنے پڑتے ہیں، اور اس کے عوض اتنی قیمت کا سامان کمپنی کی طرف سے ملتا ہے، گاہک بننے والے کے لئے دوسرے دو گاہکوں کو بنانا ضروری ہے، دو گاہکوں بنانے پر اسے ایک ہزار روپے نفع میں ملتے ہیں، اسکے بعد ہر ایک گاہک پر ۵۰۰ روپے ملیں گے اور ۵۲۵ گاہک بنانے پر پچیس ہزار روپے ملیں گے۔

اگر ہمارا بنایا ہوا گاہک کسی اور کو گاہک بناتا ہے خواہ اس کی تعداد پانچ، پچاس ہی کیوں نہ ہو ہر گاہک پر ہمیں پانچ سو روپے ملتے ہیں، اور جس نے گاہک (جو دراصل ہمارا بنایا ہوا گاہک ہے) بنایا ہے اسے بھی پانچ سو روپے ملتے ہیں، تو مجھے یہ پوچھنا ہے کہ شرعی رو سے اس کمپنی میں گاہک بننا اور گاہک بنانے پر ملنے والا نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آر ایم پی مارکیٹنگ بزنیس ہے، لیکن اسکے اصول اور

طریقۂ کار کیا ہیں یہ ہمارے علم میں نہیں ہے، لہذا کوئی حتمی فیصلہ نہیں بتایا جاسکتا، تاہم آپ نے جو صورت ذکر کی ہے اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی لالچ دے کر پھنسانے والی اسکیموں میں سے کوئی اسکیم ہے، اول تو کمپنی میں شامل ہونے کے لئے چھ ہزار روپے جمع کروانے پڑتے ہیں، اور اسکے عوض کچھ سامان دیا جاتا ہے، اور دوسرا گاہک بنانے پر روپے ملتے ہیں، جو سودی کاروبار ہونے کی طرف اشارہ کررہا ہے، لہذا ایسی طمع وحرص والی اسکیم میں روپے جمع کرواکر زیادہ نفع لینا یہ سود کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ایسی سودی اسکیم سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے، اور شریعت نے جو حلال صورتیں بتائی ہیں ان کے مطابق کاروبار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۰۵﴾ سرکاری مٹی کا تیل، گیس بھر کر بیچنا

سوال: ا......ایک شخص کے پاس راشن کارڈ ہے اس سے وہ سرکاری دکان سے مٹی کا تیل ایک لیٹر دس روپے کے بھاؤ سے خریدتا ہے اور گھر آکر ۲۵، ۳۰، ۳۵ روپے میں بیچ دیتا ہے، یعنی کچھ نفع لے کر بیچتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے؟

۲......ایک شخص کے پاس ایچ پی گیس کا اجازت نامہ ہے، وہ کسی کو بوتل بھرنے کے لئے اجازت نامہ دیتا ہے تو اس سے ۱۰۰، ۱۵۰ روپے لیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کی اجازت نامہ پر دوسرا شخص اپنا گیس بھروالیتا ہے اور اس اجازت نامہ والے کو اس پر سو، ڈیڑھ سو روپے مل جاتے ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۳......اور ایک شخص کے پاس گیس کا اجازت نامہ ہے وہ خود بوتل بھرتا ہے پھر اس کو نفع لے کر بیچ دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

بس میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان سب کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کیسی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سرکاری اصول وضوابط کے تحت مذکورہ شخص مٹی کا تیل خریدتا ہے، اور اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد نفع لے کر بیچ دیتا ہے تو یہ بیچنا جائز ہے۔

۲......خود گیس کی بوتل بھر کرے اور پھر بوتل بیچے تو یہ جائز ہے، صرف اجازت نامہ دے کر اس کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۰۶﴾ پگڑی کی رقم لینا

سوال: ایک شخص ایک دکان یا مکان میں کرایہ دار بن کر رہ رہا ہے، اور سالوں سے پُرانا کرایہ دار ہے، مکان مالک اس سے خالی کرواتے وقت قبضہ کے عوض کچھ روپے دے تو یہ روپے لینا کرایہ دار کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ نیز کرایہ دار مکان کے مالک سے یہ مکان خرید سکتا ہے یا نہیں؟ اور سالوں پُرانہ کرایہ چلا آرہا ہے جو سو روپے ہے تو مکان کے مالک کو اس کرائے میں اضافہ کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اگر مکان مالک اس کرایہ میں اضافہ کا مطالبہ کرے اور کرایہ دار منع کرے تو کرایہ دار کو منع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور کچھ کرایہ دار اتنا کم کرایہ بھی ادا نہیں کرتے تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کرایہ دار کو خالی کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم اتنے سالوں سے یہاں تجارت کر رہے ہیں ہم خالی نہیں کریں گے تو کرایہ دار کا ایسا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......دکان یا مکان کرایہ پر دیتے وقت جتنی مدت کا قرار کیا ہو اس مدت کے ختم ہونے پر دکان، مکان خالی کروا سکتے ہیں، اور اگر کرایہ دار سے کوئی

مدت متعین نہ کی ہو تو عقد ختم ہونے پر خالی کروا سکتے ہیں۔

کرایہ دار کا قبضہ کے عوض کچھ رقم بنام پگڑی وغیرہ لینا جائز نہیں ہے، ناجائز اور حرام ہے، کرایہ دار مکان مالک کی رضامندی سے یہ مکان خرید لے تو جائز ہے، کرایہ میں اضافہ کا مکان مالک کو حق ہے، کرایہ کی جگہ خالی نہ کرنا غصب کے حکم میں ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

﴿۲۱۰۷﴾ پگڑی کی رقم ہدیہ میں لینا

سوال: میرے پاس ایک دکان ۴۴ سال سے کرایہ پر ہے، میں نے پگڑی دے کر وہ دکان کرایہ پر لی تھی، اس وقت ۱۵ ہزار پگڑی دی تھی، اس وقت سے آج تک برابر وقت پر دکان کے مالک کو کرایہ دیتا آرہا ہوں، پھر دکان کے مالک نے یہ دکان دوسرے کو بیچ دی، اس وقت سے میں دوسرے دکان کے مالک کو کرایہ دے رہا ہوں، اب پوچھنا یہ ہے کہ دکان مالک راضی اور خوشی سے میرے مطالبہ کئے بغیر مجھے دکان خالی کرنے کے روپئے دے رہا ہے، تو کیا میرے لئے وہ روپئے لینا جائز ہیں؟ اس کے علاوہ اور کوئی صورت جواز کی ہو تو بتا کر ممنون فرمائیں۔

دوسری بات یہ کہ دکان کی مرمت اور میونسی پل ٹیکس میں بھرتا ہوں، اور میں شریعت کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہوں تو شریعت کا جو بھی حکم ہو وہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دکان کا مالک آپ کے مطالبہ کے بغیر اپنی خوش دلی سے روپئے دے رہا ہے تو یہ ہدیہ سمجھا جا سکتا ہے اور اس صورت میں آپ کے لئے اسکا لینا جائز کہلائے گا، اور دکان کا میونسی پل ٹیکس جو دکان کے مالک کو بھرنا چاہئے وہ آپ بھرتے ہیں اور مرمت کام بھی دکان مالک کو کروانا چاہئے جو آپ کر دیتے ہیں تو اس کا عوض بھی سمجھا

جا سکتا ہے، نیز کرایہ پر لیتے وقت آپ نے جو رقم دی تھی وہ رقم بھی ڈیپوزٹ تھی اس کا واپس لینا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۰۸﴾ انسانی بالوں کی تجارت

سوال: پیرس شہر میں عورتوں کے اصلی اور مصنوعی بال بیچے جاتے ہیں، کیا ان کا بیچنا یا خریدنا یا لگانا جائز ہے؟ اور میک اپ کے لئے ایسی کریم اور پاؤڈر ملتا ہے جسے لگانے سے سیاہ چمڑی سفید ہو جاتی ہے اور چہرے پر رونق آ جاتی ہے تو از روئے شرع ایسے کریم کی تجارت کرنا یا کسی کو ہدیہ میں دینا اور اسکا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، اور اسے دوسرے حیوانوں پر فضیلت دے کر عزت بخشی ہے، لہذا انسان کے کسی بھی عضو یا حصہ کو مال اور سامان کی طرح بیچنا اس کی بے عزتی اور توہین ہے، اس لئے شریعت نے انسانوں کے بالوں کو بیچنے سے منع کیا ہے، اس لئے انسانی بالوں کی تجارت ممنوع ہے، جائز نہیں ہے، اسکے علاوہ مصنوعی بال مثلاً: نائلون کے بال یا جانوروں کے بال کی تجارت جائز ہے، حدیث شریف میں ان عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو اپنے بالوں میں دوسرے انسانی بالوں کو ملا کر بالوں کی کثرت ظاہر کرتی ہے، اس لئے انسانی بالوں کو لگانا یا ان کا بیچنا یا خریدنا یا ان سے زینت حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

میک اپ کی دوسری اشیاء کی تجارت کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر یہ اشیاء حلال چیزوں سے بنائی گئی ہیں تو ان کی تجارت اور ان کا استعمال جائز ہے، اور حرام اشیاء یا ناپاک اشیاء سے بنائی گئی ہوں تو ان کی تجارت کرنا، استعمال کرنا کسی کو ہدیہ میں دینا سب امور ناجائز و حرام ہے۔

(قوله و شعر الانسان و الانتفاع به) ای لم يجز بيعه و الانتفاع به لان الآدمی مكرم غير مبتذل فلا يجوز ان يكون شیء من اجزائه مهاناً مبتذلاً و قد قال النبی ﷺ لعن الله الواصلة و المستوصلة و انما يرخص يتخذ من الوبر فيزيد فی قرون النساء و ذوائبهن كذا فی الهدايه (بحر:۶/۸۱،کذا فی التبیین:۴/۵۱،کذا فی الفتح:۶/۶۳،کذا فی الشامی:۷/۲۴۵)۔

ولا بأس باتخاذ القراميل و هی ما يتخذ من الوبر ليزيد فی قرون النساء ای فی اصول شعرهن بالتكثير و فی ذوائبهن بالتطويل (عنایۃ:۶/۶۳)۔

ان الذی حرم شربها حرم بيعها و اكل ثمنها (ہدایہ:۴/۴۹۴)۔

والصحيح انه يجوز بيع اكل شیء ينتفع به كذا فی التتار خانيه۔ (عالمگیری:۳/۱۱۴)

﴿۲۱۰۹﴾ سودا باطل کر کے مشتری کا بائع سے زائد رقم مانگنا

سوال: میں ایک بلڈر ہوں، زمین خرید کر اسے ڈیولپ (Develop) کر کے اپارٹمنٹ (Apparment) بنا کر اسکے فلیٹ بیچتا ہوں،

میں نے میرے اپنے ایک پارٹمنٹ کے دو فلیٹ اس شرط پر بیچے تھے کہ ہر مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو ۰۰۰،۵۰،۱ دینے ہونگے، اور تاریخ ۱/۱/۱۰ سے کام شروع ہوا اور سات مہینوں تک مسلسل کام جاری رہا، اور وعدہ کے مطابق اس وقت تک ۰۰۰،۵۰،۱۰ روپے جمع کروا دینے چاہیئے تھے لیکن مشتری نے ۰۰۰،۲۵،۴ ہی جمع کروائے تھے، اور تاریخ ۳/۸/۱۰ کو کام بند ہوا، اور ابھی تک کام بند ہے، پارٹنر شپ ہونے کی وجہ سے دو شریکوں میں اختلاف

ہوگیااور کام بند ہوگیا، میں نے مشتری کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر کام برابر چلتا رہا تو ایک سال میں ہم آپ کو مکان کا قبضہ دیدیں گے اور اگر اتفاقا نہ دے سکے تو آپ کو بتا دیں گے۔

فلیٹ خریدنے والے نے جتنے ماہ کام چلتا رہا اتنے ماہ تک برابر روپے جمع نہیں کروائے، اگر فلیٹ خریدنے والا کہتا ہے کہ مجھے میرے روپے واپس دے دو اور ان کا منافع بھی دو تو کیا میرے لئے دینا ضروری ہے، اوراس کے لئے ان روپیوں کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بلڈنگ بنانے والے نے ایک متعینہ ناپ کا مکان بنا دینے اور اس کی قیمت متعین کرکے خریدنے والے نے ہر چیز اور شرط سمجھ کر سودا منظور رکھا، اب اتفاق سے دونوں معاہدہ کو باطل کرنا چاہتے ہیں تو دونوں فریق کو اختیار ہے آپس کی رضامندی سے باطل کرسکتے ہیں اور اتنی مدت میں مشتری نے جتنے روپے بائع کو دئے ہیں وہ واپس لے سکتا ہے، جتنے روپے دئے ہیں اس سے زائد لینا جائز نہیں ہے۔

الاقالة جائزة فی البیع بمثل الثمن الاول فان شرط اکثر منه او اقل فالشرط باطل و یرد مثل الثمن الاول و الاصل ای الاصل فی لزوم الثمن الاول حتی یبطل الاقل و الاکثر۔ (فتح القدیر:۶/۱۱۴؛ رشیدیہ)۔

و اما صحة شرائطها فمنها رضا المتعاقدین۔ (بحرالرائق:۶/۱۰۱)

﴿۲۱۱۰﴾ اسمگلنگ کی آمدنی مسجد میں استعمال کرنا؟

سوال: ایک اسمگلر اپنی اسمگلنگ کی کمائی مسجد کی دری، چٹائی خریدنے کے لئے دینا چاہتا ہے تو ان روپیوں سے مسجد کی دری، چٹائی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز وہ روپئے مسجد کے

بیت الخلاء میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: جائز طریقہ سے اور جائز چیز کی تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی جائز کہلائے گی، اور ناجائز چیز کی تجارت (مثلاً: برانڈی کی تجارت) سے حاصل ہونے والی آمدنی اور وہ طریقہ جسے اسلام نے ناجائز بتایا ہو اس طریقہ سے حاصل ہونے والی آمدنی ناجائز کہلائے گی۔ اسمگلنگ کی تجارت کی بناء پر حاصل ہونے والی آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۱۱﴾ احتکار کب حرام ہے؟

سوال: ایک کسان نے گیہوں بوئے، وہ پک کر تیار ہو گئے ہیں اور گھر میں موجود ہیں، فی الحال گیہوں کی قیمتیں کافی کم ہیں، اب جب تک قیمت نہ بڑھ جائے وہ اس وقت تک بیچنا نہیں چاہتا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذخیرہ اندوزی کرنا اور زیادہ قیمت آنے کی لالچ میں مال کو بیچنے سے روکے رکھنا اس کو شریعت کی زبان میں ''احتکار'' کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں اس کے متعلق بہت ہی وعیدیں آئی ہیں، جیسے کہ احتکار کرنے والے کو خدا تعالیٰ مفلس بنا دے گا، اور جزام کی بیماری میں مبتلا کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا لوگوں کو تنگی اور ضرورت ہو اور اس کے باوجود مال کو زیادہ قیمت ملنے کی لالچ میں فروخت کرنے سے روکے رکھے تو یہ مکروہ تحریمی کہلائے گا۔ لیکن اگر اس مال کی لوگوں میں تنگی نہ ہو اور دوسروں کے پاس یہ مال فراوانی کے ساتھ دستیاب ہو، نیز اس کسان نے اپنے کھیت میں اس کو بویا ہو اور اناج حاصل کیا ہو اور تاجر نہ ہو تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار، شامی

ج:۵ص:۲۵۱۔امدادالفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۱۲﴾ اخبار کی کوپن پر ملنے والا انعام

سوال: ہم روزانہ سندیش گجراتی اخبار خریدتے ہیں، اس اخبار میں روزانہ ایک کوپن نکلتی ہے، ماہ کے اخیر میں تمام کوپن کو جمع کر کے بل کے ساتھ جمع کرواتے ہیں تو اخبار والے کوپن کے فارم میں ڈرو (Draw) کرتے ہیں اور جسکا نمبر نکلتا ہے اسے انعام ملتا ہے، تو ایسا انعام لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ کوپن کی الگ سے کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی، نیز سالانہ زرتعاون میں اس کوپن کے لئے جدا کوئی قیمت ادا نہیں کرنی ہوتی اس لئے ایسی کوپن پر جو انعام حاصل ہو وہ مسئلہ کی رو سے جائز ہے، البتہ تقویٰ یہ ہے کہ ایسے قماری طریقہ سے بھی احتراز کیا جائے۔

﴿۲۱۱۳﴾ شراب کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں؟

سوال: میں نے ایک شخص کو شراب کے کاروبار کے لئے ۱۰۰/روپے اس شرط پر دئے کہ مجھے نفع میں آدھا حصہ دیگا، تو جو نفع کی رقم آئے گی اس کا لینا میرے لئے جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تنہا ہو یا شرکت کے طور پر، شراب کی تجارت کرنا مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، اوراس کاروبار سے حاصل ہونے والا منافعہ بھی جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، نفع میں آئی ہوئی ناپاک رقم غریب محتاج کو دیدینی چاہئے۔

کتاب الربا

﴿۲۱۱۴﴾ قوم کے روپیوں پر سود حاصل کر کے امداد کرنا

سوال: ہماری قوم کے جمع شدہ روپئے تقریباً پندرہ ہزار روپے الماری میں امانت کے طور پر پڑے ہوئے ہیں، کچھ نوجوانوں کا کہنا ہے کہ وہ روپئے بینک میں رکھ کر ان کے سود سے پوسٹ کے نیشنل سیونگ سرٹیفکیٹ خریدے جائیں یا یونٹ ٹرسٹ کے یونٹ خرید یں جائیں، اور جو آمدنی ہوا سے......

(۱) غریب بیواؤں میں تقسیم کئے جائیں۔ (۲) غریب بچوں کے سکول کی کتابیں اور گجراتی اور انگریزی سکول میں پڑھنے والے بچوں کو سکولر شپ دی جائے۔ (۳) گاؤں میں بیت الخلاء کی کمی ہے تو نئے بنائے جائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس نوعیت سے بینک میں روپئے رکھ کر اس کے سود سے یہ خدمت کے کام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سود کا لینا حرام ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **و لا تاکلوا الربوٰا اضعافاً مضاعفة** ۔ اور بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔ نیز حدیث شریف میں سود لینے والے پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، نیک کام کے لئے سود لینا ایسا ہی ہے جیسے صدقہ خیرات کرنے کے لئے چوری کرنا، لوٹ مار کرنا۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب مال ہی قبول کرتا ہے۔ غرباء کی امداد کی دیگر جائز صورتیں بھی ہیں ان پر عمل کر کے ان کی امداد کی جا سکتی ہے، مثلاً: آرڈنری شیرز خرید کر اس کی آمدنی سے قرض حسنہ دینا، یا کوئی تجارت یا دکان وغیرہ کر

کے اس کی آمدنی سے سوال میں مذکورہ کام کئے جا سکتے ہیں۔ یاد رہے حرام مال میں برکت نہیں ہوتی، اس لئے سود لینے کی نیت سے بینک میں روپئے رکھنے پر عمل نہ کیا جائے۔ فقط

﴿۲۱۱۵﴾ ایک اسکیم کا حکم

سوال: ہمارے ضلع میں ایک بیوپاری نے ایک انعامی اسکیم نکالی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس اس اسکیم میں حصہ لینے والے ہر انسان کو ہر ماہ کی ایک تاریخ کو ۱۰ روپے جمع کرنے ہوتے ہیں، اس طرح کل ۱۲ مہینوں کی سکیم ہوتی ہے، ۱۲ مہینوں میں ۱۲۰ روپئے بھرنے پڑتے ہیں، اور جن جن لوگوں نے روپئے بھرے ہیں ان میں ہر ماہ قرعہ ڈالا جاتا ہے جس کا نام نکلتا ہے اسے ۱۲۰ روپئے کا گھریلو سامان ملتا ہے، اور اب کے بعد اس شخص کو بقیہ روپئے نہیں دینے پڑتے، **مثلاً:** زید نے جنوری کی ایک تاریخ کو ۱۰ روپئے ادا کئے اور جنوری میں اس کا نام نکل آیا تو اسے ۱۰ روپئے میں ۱۲۰ روپیوں کا سامان مل جاتا ہے اور اب بقیہ ۱۱۰ روپئے اس کو ادا نہیں کرنے ہیں، اور عمر کا نام فروری میں نکلتا ہے تو اسے ۲۰ روپئے میں ۱۲۰ روپئے کا سامان مل جاتا ہے اور اب بقیہ ۱۰۰ روپئے اس کو ادا نہیں کرنے ہیں، اور جس کا نام اخیر تک نہیں نکلتا ہے تو اسے اخیر میں ۱۲۰ روپئے جمع ہونے پر ۱۲۰ روپیوں کا سامان مل جاتا ہے، تو اس اس سکیم میں حصہ لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس اس اسکیم میں بیوپاری کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اور دوسری بات کہ جس شخص کا نام پہلے قرعہ میں نام نکل آیا اسے ۱۰ روپے میں ۱۲۰ روپئے کا سامان مل جاتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکور صورت قمار کی ایک شکل ہے اس میں حصہ لینا جائز نہیں ہے، جن لوگوں نے حصہ لیا ہے وہ اپنی رقم واپس لے کر اس کام سے توبہ

کریں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۱۶﴾ سہارا انڈیا کمپنی کی اسکیم میں روپے لگانا

سوال: یہاں انڈیا میں ایک نئی کمپنی شروع ہوئی ہے، جس کا نام ''سہارا انڈیا'' ہے، اس میں بہت سے مسلمان ایجنٹ بھی کام کرتے ہیں، جو وقتاً فوقتاً عوام کو سمجھاتے ہیں کہ اگر آپ کمپنی کی اس اسکیم میں روپئے لگائیں گے تو آپ کو اتنا منافع ہوگا اور اس اسکیم میں روپے لگاؤ گے تو اتنا منافعہ ہوگا وغیرہ۔

یہ کمپنی آپ کی رقم تجارت میں لگا کر آپ کو نفع دیتی ہے، لیکن کمپنی کے پمفلیٹ میں لکھا ہوا ہے کہ اتنی رقم روکنے پر ایک سال میں اتنی رقم اور دو سال پر اتنی رقم اور پانچ سال میں اتنی رقم ملے گی، یعنی جتنی رقم لگائی ہو اسی تناسب سے زائد رقم ملتی ہے۔ مجھے تو یہ سود کی ایک شکل ہی معلوم ہوتی ہے، آنجناب شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اس کمپنی میں روپئے لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اس نازک وقت میں ہماری رقم ہمیں کہاں لگانی چاہئے یہ بھی بتائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال کی صورت میں جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کی صحیح قدردانی اور نعمت پر شکر یہ ہے کہ اسے جائز طریقہ میں لگا کر حلال نفع حاصل کیا جائے۔ اور یہی جائز اور بہتر صورت ہے، سودی کاروبار میں روپئے لگا کر نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے، قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعیدیں بتائی گئی ہیں، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔

سہارا انڈیا کمپنی کے اصول وضوابط یا سالانہ رپورٹ ہمارے پاس نہیں ہے اور ایسا کوئی شخص بھی نہیں ہے جو کمپنی کے طریقہ کار کو پوری تفصیل سے بیان کر سکے تا کہ اس کا کوئی حتمی حکم

بتایا جائے۔قرآن پاک میں ہے: تجارت حلال ہے اور سود حرام ہے: احل اللہ البیع وحرم الربوٰا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۱۷﴾ پریمیم بانڈ خریدنے کا حکم

سوال: پریمیم بانڈ یعنی کچھ پاؤنڈ پوسٹ میں رکھنے پڑتے ہیں، پوسٹ آفس والے اس پر رسید دیتے ہیں، ہمیں جب ہمارے پاؤنڈ کی ضرورت ہو تو ہم ہمارے کھاتہ سے پاؤنڈ اٹھا بھی سکتے ہیں، اور اس پر ہر ماہ انعام دیا جاتا ہے، جس کی قسمت میں ہوا سے انعام ملتا ہے، تو کیا پریمیم بانڈ خریدنا ہمارے لئے جائز ہے؟ کیا یہ قمار ہے؟ ایک عالم سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے بھی پریمیم بانڈ خریدے ہیں، معلوم ہوا اس میں بہت سے اہل علم بھی شریک ہو رہے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پوسٹ میں رقم جمع کروانے پر وہ رقم بعینہ محفوظ نہیں رہتی، بلکہ پوسٹ والے اسے دوسرے کام میں خرچ کر دیتے ہیں اس لئے یہ رقم پوسٹ والوں کے پاس امانت نہیں ہوتی بلکہ قرض ہو جاتی ہے، اور قرض دے کر اس پر جو بھی نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے، اور کچھ کو دینا، اور نمبر لگنے پر دینا قمار کی ایک صورت ہے اس لئے جائز نہیں ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، کسی عالم کا فعل دلیل نہیں بن سکتا، کوئی بھی شخص نبی اور رسول کے علاوہ معصوم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۱۸﴾ بینک میں سود جمع رہنے دینا اور اپنے پاس موجود دوسری رقم سے سود غرباء میں تقسیم کرنا

سوال: ایک شخص نے پوسٹ میں روپے جمع کروائے، اسے اس پر سود ملتا ہے لیکن یہ شخص

پوسٹ سے سود کی رقم نہیں نکالتا تا، البتہ اپنے پاس موجود رقم سے سود کی رقم نکال کر غرباء اور مسجد کے بیت الخلاء وغیرہ کی تعمیر میں بغیر ثواب کی نیت کے دے دیتا ہے، تو کیا اب یہ شخص پوسٹ میں جمع شدہ سود کی رقم ذاتی استعمال میں لاسکتا ہے؟ اس لئے کہ اتنی رقم اس نے اپنے پاس موجود رقم سے نکال کر صدقہ کر دی ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہتر طریقہ یہ ہے کہ سود کو بینک یا پوسٹ سے نکال کر اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے کسی غریب مسلمان مستحق شخص کو مالک بنا کر دے دیا جائے، اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے اور سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق وہ رقم پوسٹ میں جمع رہنے دے اور اتنی رقم اپنے پاس موجود حلال رقم سے نکال کر غرباء میں صدقہ کر دے تو یہ اس رقم کی طرف سے کافی نہیں ہوگا، اس لئے کہ جب تک وہ رقم نہیں نکالے گا اس وقت تک سود لیا ہوا نہیں کہلائے گا، اس لئے اول کھاتہ سے سود کی رقم نکالے اور بعد میں اسی رقم کو غرباء میں صدقہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۱۹﴾ جس شخص کی کل آمدنی سود کی ہو اس کے ساتھ شرکت کرنا

سوال: ایک شخص سود کا کاروبار کرتا ہے اس کی کل آمدنی سود کی ہے، اب میں دکان شروع کروں یا کھیتی کروں اور اس میں اس کو شریک (پارٹنر) بناؤں، اور گذر و بسر کی مقدار کے برابر روپئے آنے لگے پھر یہ شخص اپنا سود کا کاروبار چھوڑ دے اور آج تک جتنے روپئے سود سے حاصل کئے وہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق غرباء میں بغیر ثواب کی نیت کے تقسیم کر دے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس شخص کے ساتھ شرکت میں جائز تجارت کرنا جائز

ہے، لیکن شرکت میں حرام کے روپئے نہ لئے جائیں اسے قرض کے طور پر کچھ رقم دی جائے اور وہ رقم شرکت کے کاروبار میں وہ دے اور نفع سے یا حلال کمائی سے قرضہ ادا کرے تو یہ درست ہے۔سود کا حرام ہونا نص قطعی سے حرام ہے، اور حدیث شریف میں اس کام کے کرنے والے پر سخت لعنت بیان کی گئی ہے، اس لئے اس سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے۔

﴿۲۱۲۰﴾ سود کے طور پر ملی ہوئی بخشش کا استعمال جائز نہیں ہے۔

سوال: میں استاذ کمیٹی کا رکن ہوں، ہر ماہ دس روپے شیرز فنڈ میں بچت کی نیت سے جمع کرواتا ہوں، یہ کمیٹی سود پر روپے دیتی ہے، اور سال کے اخیر میں کل منافع ہر شیرز پر تقسیم کرتی ہے اور شیرز ہالڈر کو دیتی ہے میں وہ پوری رقم کسی غریب کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دیتا ہوں، اور یہ کمیٹی ساتھ میں نفع کی رقم سے انعام کے طور پر پتیلی، لوٹا یا آب خورہ یا کوئی اور چیز اراکین کو دیتی ہے، اس پر ہر رکن کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ جو چیزیں انعام میں ملیں اس کی قیمت معلوم کر کے اتنی رقم غرباء میں صدقہ کر دوں تو یہ کافی ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر کافی نہیں ہوگا تو آج تک جو استعمال کیا اس کا کفارہ کیا ہے؟ کیا کفارہ میں کچھ روپے صدقہ کرنا کافی ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کی آمدنی سے ملی ہوئی کوئی چیز انعام یا تحفہ کے نام سے دی جائے تو اس کا لینا یا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ثواب کی نیت کے بغیر غرباء میں صدقہ کر دینا واجب ہے، اور آج تک جو بھول ہوئی اس پر ندامت کے ساتھ توبہ کی جائے اور وہ چیزیں آج بھی موجود ہوں تو ان کا صدقہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۲۱﴾ سودی لین دین کرنے والی سوسائیٹی میں ملازمت کرنا

سوال: سود پر روپئے لینے اور دینے کا کام کرنے والی سوسائیٹی میں تنخواہ لے کر یا مجانا کام کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کی لین دین کرنی پڑتی ہو یا سود کا حساب کتاب کرنا پڑتا ہو تو ایسی سوسائیٹی میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اعانت علی المعصیت ہے اور قرآن شریف میں گناہ اور سرکشی کے کام میں کسی کی مدد نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے سودی لین دین کرنے والی سوسائیٹی میں تنخواہ لے کر یا مجانا (مفت) کام کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۲۲﴾ سود پر روپئے دینے کا کاروبار کرنا اور اس کمپنی میں ملازمت کرنا

سوال: یہاں اور اطراف میں ایک مسلمان کمپنی سود پر روپئے دینے کا کاروبار کرتی ہے، جسے روپئے چاہئے اسے روپئے دے کر مع سود وصول کرتی ہے، کمپنی کے مالکان دوسرے ضلع میں رہتے ہیں، لیکن یہاں وہ حضرات اپنے ملازم بھیج کر یہاں کا کاروبار چلاتے ہیں ان ملازموں کو تنخواہ اور کپڑے اور کھانا پینا بھی دیتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ ان ملازمین کا ان کے یہاں ملازمت کرنا اور ملازمت کے عوض تنخواہ اور کپڑے اور کھانا پینا لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کے حرام ہونے پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے الفاظ میں صراحت موجود ہے، ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، سود لینے والے اور دینے والے اور حساب کتاب لکھنے والے اور گواہ بننے والے سب پر اللہ کی لعنت ہے، اور تمام اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (مشکوۃ شریف) اس لئے ایسی

کمپنی میں ملازمت کرنا جو سود پر روپئے دینے کا کاروبار کرتی ہے جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور سود کی آمدنی سے ملنے والی تنخواہ بھی حلال نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۲۳﴾ کمیٹی کے سود کا حکم

سوال: ہم بور جائی گروپ سوسائیٹی کے ممبر ہیں، ہماری کمیٹی کپاس اور کھاد کی تجارت کرتی ہے، نیز بینک سے روپے لا کر ممبران کو سود پر دیتی ہے، ہماری کمیٹی کی بڑی آمدنی سود کی ہے، ہمارے شیرز اور سرمایہ پر کمیٹی ڈیوی ڈنڈ دیتی ہے، تو اس ڈیوی ڈنڈ کے روپے گھر کے خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کھاد، کپاس کی تجارت کا نفع اور سود کی آمدنی تمام ملا کر ممبران کو ڈیوی ڈنڈ کی صورت میں تقسیم کی جاتی ہے، تو اس ڈیوی ڈنڈ کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کمیٹی کی بڑی آمدنی سود کی ہے اور تھوڑی آمدنی جائز تجارت کی ہے اور دونوں کو ملا کر ممبران کو تقسیم کیا جاتا ہے تو ان روپیوں کا استعمال جائز نہیں ہے، وہ روپے لے کر کسی غریب مستحق شخص کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دینا چاہئے۔

﴿۲۱۲۴﴾ قرض دے کر کمیشن لینا

سوال: احمد متفرق تاجروں سے مال خریدتا ہے، احمد اس کے دوست سلیمان کو قیمت ادا کرنے کے لئے کہتا ہے، اس کے کہنے پر سلیمان ایک ہزار روپے ادا کر دیتا ہے، ایک مہینہ بعد سلیمان احمد سے ۱۰۰۰ روپے اور مزید دس فی صد کا مطالبہ کرتا ہے تو اس دس فی صد کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... احمد کے کہنے پر سلیمان نے خریدے ہوئے مال کی

قیمت ادا کردی یعنی اتنے روپے احمد کو سلیمان نے قرض دیئے، اور قرض پر زائد رقم لینا سود ہے، لہذا صورت مسئولہ میں ۱۰۰۰ روپے پر مزید ۱۰ فی صد کا مطالبہ سود ہے اور حرام ہے۔

﴿۲۱۲۵﴾ کمیٹی کے سود کا حکم

سوال: میں ایک ایسے ادارہ میں ملازمت کرتا ہوں جہاں ہر قوم کے لوگ کام کرتے ہیں، اور ملازمین کی ضرورت اور مصیبت کے وقت مدد کے لئے ملازمین نے ایک کمیٹی بنائی ہے، ہر ملازم کی تنخواہ سے ۱۰۰ روپے پر دو روپئے بچت کے نام سے اس کی تنخواہ سے وضع ہو کر اس کمیٹی کے فنڈ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ۲۰ روپئے ہونے پر ایک شیر بنا کر اس ملازم کو دے دیا جاتا ہے، اور یہ کمیٹی ملازمین کو ان کی ضرورت پر سود پر روپئے دیتی ہے، جس ملازم کو روپیوں کی ضرورت ہو اسے دو ضامن کی دستخط لے کر قرض دیا جاتا ہے۔ اور ۱۰ اقسطوں میں وہ رقم وصول کی جاتی ہے اور سات فی صد اس پر سود لیا جاتا ہے، سود کی رقم سال کے اخیر میں جو کچھ جمع ہوتی ہے وہ تمام شرکاء کے درمیان تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اس سے کوئی اچھی چیز لے کر (گھریلو استعمال کی اشیاء وغیرہ) دی جاتی ہیں، اور تھوک بند (ہول سیل) چیز خریدنے میں چیز بھی ارزاں ملتی ہے اتنا ملازم کو اور فائدہ ہوتا ہے، ان حالات میں اس کمیٹی کے شریک بننا اور اس میں اپنے روپئے جمع کروانا کیسا ہے؟ کیا فقہی نقطہ نظر سے اس میں کوئی خرابی ہے؟ (۲) اس کمیٹی سے سود پر رقم لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کچھ لوگوں کا مل کر ایک کمیٹی بنا کر بچت کے روپئے جمع کرنا شریعت میں منع نہیں ہے، جائز ہے، نیز حاجت مندوں کو قرض دے کر ان کی ضرورت پوری کرنا بھی جائز بلکہ ثواب کا کام ہے، لیکن یہ سب ثواب کا کام جب بنے گا

جب سود کی لعنت سے بچ کر کام کیا جائے، اور کسی محتاج کی ضرورت کا غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے، قرض دے کر اس سے زیادہ رقم وصول کرنا انسانی ہمدردی کے خلاف ہونے کے ساتھ شریعت کی نظر میں یہ ایک ملعون فعل ہے، اور جو کمیٹی ایسا سودی کاروبار کرتی ہے اس میں خود کے روپیے رکھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ گناہ کے کام میں اعانت ہے، جس سے قرآن پاک میں سختی سے منع کیا گیا ہے، اور اس کاروبار سے جو سود حاصل ہوتا ہے اس سے کوئی چیز وغیرہ خرید کر شیر ہالڈر کو دیا جاتا ہے وہ بھی سود کے حکم میں ہونے کے سبب اس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے، کسی غریب محتاج کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دینا چاہئے۔

(۲) سود لینا اور دینا بنص قطعی حرام ہے، سود لینے اور دینے والے کے متعلق قرآن وحدیث میں سخت الفاظ میں وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اس لئے سود لینے اور دینے سے بچنا چاہئے، اس لئے بغیر سخت مجبوری اور لاچاری کے سود پر روپئے نہیں لینے چاہئے۔

﴿۲۱۲۶﴾ باجرا کے عوض ادھار گیہوں دینا

سوال: ہمارے یہاں کے کچھ کسان جب مجبور ہوئے اور گیہوں کی فصل تیار نہیں تھی تو کچھ باحیثیت لوگوں سے انہوں نے باجرا لیا اور یہ طے کیا کہ باجرا کے عوض انہیں اتنی ہی مقدار میں وہ گیہوں دیں گے، یعنی بیس کلو باجرا کے عوض بیس کلو گیہوں دینا متعین کیا، کچھ کسانوں نے مجبوراً یہ سودا کیا اور کچھ نے تجارت کی نیت سے سودا کیا، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح باجرا کے عوض گیہوں لینا یا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز یا عدم جواز کی وجہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... باجرا کے عوض گیہوں لینا اور دینا جائز تو ہے لیکن دونوں کا اس وقت موجود ہونا اور مقام بیع میں پایا جانا کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے

ضروری ہے، ایک چیز بھی ادھار ہوتو یہ معاملہ ناجائز اور حرام ہو جائے گا، لہذا صورت مسئولہ میں گیہوں پکنے کے وقت دینے کی شرط پر بیچنا جائز نہیں ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۲۱۲۷﴾ پرانے گیہوں کے عوض نئے گیہوں بیچنا

سوال: اور ایک سودا ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ ضرورت مند لوگ ان لوگوں سے جن کے گھر میں پرانے گیہوں ہیں بیس کیلو گیہوں اس شرط پر لیتے ہیں کہ جب ان کے یہاں گیہوں کی فصل ہوگی تو وہ نئے بیس کیلو گیہوں انہیں دیں گے، تو پرانے بیس کیلو گیہوں کے عوض نئے ادھار گیہوں دینا جائز ہے؟ کیا یہ معاملہ بیع سلم ہے یا قرض یا عاریت؟ اس کی فقہی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پرانے گیہوں کے عوض نئے گیہوں کی بیع دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک تو دونوں وزن میں برابر ہوں، کمی زیادتی جائز نہیں اور دوسرا یداًبید ہو، اگر کوئی ایک طرف سے ادھار ہوتو جائز نہیں ہے، لہذا فصل پکنے کے وعدہ پر بیچنا صحیح نہیں ہے، حرام ہے، البتہ اگر پرانے گیہوں قرض کے طور پر دئے جائیں ان کو بیچا نہ جائے اور فصل پکنے پر نئے گیہوں سے قرضہ ادا کر دیا جائے تو یہ جائز ہے۔ (شامی، ہدایہ)

﴿۲۱۲۸﴾ ایک سو پانچ روپے کے بدلے ایک سو روپے کی ریزگاری لینا

سوال: فی الحال ریزگاری کی کافی تنگی چل رہی ہے، میں کنڈکٹر کی ملازمت کرتا ہوں، مجھے ایک بیوپاری نے کہا کہ میں تمہیں سو روپے کی ریزگاری دوں گا تو تم مجھے ایک سو پانچ روپے دینا، تو اس طرح ایک سو پانچ روپے کے بدلے ایک سو روپے کی ریزگاری لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......نوٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس کاغذ کے حامل کو اس

نوٹ کی قیمت کے بقدر چاندی جب مانگے لینے کا حق حاصل ہے، لہذا نوٹ چاندی کا دستاویز اور رسید ہے، لہذا یہ سو روپے کا نوٹ چاندی کے حکم میں ہے، لہذا اس کے عوض دوسری دھات کے سکے کمی وزیادتی کے ساتھ لینا جبکہ ایک مجلس میں ہو اور ہاتھ در ہاتھ ہو جائز ہے، لہذا سو روپے کی ریزگاری ایک سو پانچ روپے میں بیچنا جائز ہے۔

﴿۲۱۲۹﴾ دو سیر آرنڈی کے عوض پانچ سیر آرنڈی کے پھول لینا

سوال: پانچ سیر آرنڈی کے پھول میں سے دو سیر یا کچھ زائد آرنڈی نکلتا ہے، تو دو سیر آرنڈی کے عوض پانچ سیر آرنڈی کے پھول لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پانچ سیر آرنڈی کے پھول میں سے دو سیر یا کچھ زائد آرنڈی نکلتا ہو تو دو سیر آرنڈی کے عوض پانچ سیر آرنڈی کے پھول لینا جائز نہیں ہے، اس کے بجائے پانچ سیر آرنڈی کے پھول میں سے جتنا آرنڈی نکلتا ہو اس سے کچھ زائد آرنڈی کے عوض خریدنا جائز ہے، مثلاً: ڈھائی سیر آرنڈی نکلتا ہو تو تین سیر دیا جائے، تو اس صورت میں آرنڈی کے مقابلہ میں آرنڈی اور زائد کے عوض آرنڈی کے پھول کا بھوسا ہو جائے گا۔

(شامی: ۱۸۶/۴، جوہرہ: ۲۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۳۰﴾ لوٹری کی رقم دینی کام میں خرچ کرنا

سوال: لوٹری میں ملے ہوئے انعام کے روپے کسی دینی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......لوٹری بھی نئے زمانہ کا جوا ہی ہے، اس لئے لوٹری میں نکلی ہوئی حرام رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور کسی نیک یا دین کے کام میں استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۳۱﴾ نیشنل لاٹری کا حکم

سوال: محترمی ومکرمی مفتی صاحب السلام علیکم

نیشنل لاٹری کے بارے میں چند سوالات آپ کی خدمت میں ارسال کررہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ جواب سے ضرور نوازیں گے۔

ایک شہر کے مسلمانوں نے ۱۹۷۰ء کے دہائی میں ایک قطعہ اراضی مسجد بنانے کے لئے خریدا۔ ایک کمیٹی مسلم ایسوسی ایشن کے نام سے وجود میں آئی، جس کی زیرنگرانی مسجد تعمیر ہوئی۔ اور اس کے بعد اسی زمین پر اسی کمیٹی کے زیرنگرانی دو اور عمارتیں جن میں مسلم کمیونیٹی سنٹر بھی شامل ہے، مسلمانوں کے چندے سے تعمیر ہوئیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ یو.کے. میں لاٹری کا ایک سسٹم شروع ہوا ہے جو کہ کیملاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ جیتنے والے کے علاوہ کچھ رقم یو.کے. میں امدادی کاموں میں بھی استعمال کے لئے فراہم کرتے ہیں۔ اس رقم کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے مسلمان بھائیوں نے بھی درخواست دے رکھی ہے۔

(۱) کیا مسلمانوں کے لئے نیشنل لاٹری سے امداد لینا جائز ہے۔ اور اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) کیا وقف املاک میں اس کو استعمال کرسکتے ہیں؟

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمانوں نے جو زمین خریدی ہے، اور اس پر مسجد اور مدرسہ اور دوسری شرعی اور قومی ضروریات کے لئے جو عمارت مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر کی، یہ اسلامی نقطہ نظر سے وقف املاک میں شمار ہوتا ہے یعنی یہ زمین اور اس پر بنی ہوئی عمارت کا حقیقۃ وحکمًا مالک اللہ ہے۔ دنیوی کسی فرد کی ملکیت نہیں۔ اس سے استفادہ کا ہمیں حق

ہے۔ اس میں جنہوں نے محنت کی اور مال خرچ کیا وہ ان کے لئے اللہ کی رضامندی کا سبب اور صدقہ جاریہ ہے۔ جب تک وقف باقی رہے گا وہاں تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ اب اس وقف کی مینیجمنٹ اور کفالت کے لئے جو خرچ ہوگا وہ سب پاک اور حلال اور جائز رقم سے کرنا ہم لوگوں پر لازم اور ضروری ہے۔ اور اس میں ہمیں ثواب اور خیر اور برکت کا باعث ہوگا۔

آج کل ہمارے یہاں نیشنل لاٹری کے نام سے جو وبا پھیلی ہوئی ہے وہ قرآنی ارشاد کے مطابق قطعًا ناجائز اور حرام ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ اور سورہ مائدہ کی آیت ۹۰ میں جوا کی حرمت اور دینی اور دنیوی خرابیاں اور گندے اور شیطانی کاموں میں سے ہونا شمار کر کے روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے جو مسلمان اپنی حلال کمائی سے لاٹری کا جو ٹکٹ خرید کر پیسہ دیتا ہے وہ حرام کام میں صرف کرتا ہے۔ اور حلال مال اس میں دینے کی وجہ سے حرام کہلاتا ہے۔ اس لئے کملاٹ کے پاس اس لائن سے جو رقم جمع ہوتی ہے وہ سب کی سب ناجائز اور حرام کی آمدنی ہے۔

قرآن پاک میں حلال چیزوں کو استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حرام چیزوں سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے۔ حدیث پاک میں حرام چیزوں کے استعمال سے دینی اور دنیوی جو نقصانات ہیں وہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مثلًا: حرام چیزوں کے استعمال سے عبادت قبول نہیں ہوتی، حرام غذاء اور حرام کپڑے پہن کر دعا کرنے سے دعا قبول نہیں ہوتی۔ حرام غذاء سے جو گوشت پیدا ہوگا وہ جہنم کا زیادہ حقدار ہوگا وغیرہ۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ طیب اور پاکیزہ ہے اور طیب اور پاکیزہ مال کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے ایمان والے آدمیوں کو حرام آمدنی اور حرام غذاء کے تمام ذرائع سے بالکل

اجتناب اور پرہیز کرنا چاہئے۔

آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ یہ لوگ (کملاٹ والے) کچھ رقم یو.کے. میں امدادی کاموں میں بھی استعمال کے لئے رقم فراہم کرتے ہیں اور اس رقم کو حاصل کرنے کے لئے مسلمان بھائیوں نے بھی درخواست دے رکھی ہے، کے متعلق عرض ہے کہ یہ لوگ (کملاٹ والے) قرآن اور حدیث پر ایمان نہیں رکھتے، اور یہ رقم لینے میں ان کا مقصد اللہ کو راضی کرنے اور ثواب حاصل کرنا نہیں ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے احکامات کے اور ہمارے دینی مسائل کے پابند بھی نہیں ہے۔ اس لئے ان کے متعلق کچھ لکھنا مفید بھی نہیں ہے۔

باقی اگر کوئی آدمی حرام طریقہ سے مثلاً: جیب کاٹ کر کے یا لوٹ کر کسی کا مال حاصل کرے اور اس مال سے کسی غریب یا بیوہ کی مدد کرے تو سرکاری قانون میں بھی وہ اچھا شمار نہیں کیا جاتا۔ باقی مسلمان جن کا اللہ اور اس کے احکامات پر ایمان ہے اور وہ رقم اللہ کے بندوں کی بہودگی (ہمدردی) کے لئے خرچ کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے حرام رقم حاصل کرنے کے لئے دست سوال پھیلا رہے ہیں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ آج سے دو ہزار سال پہلے مکہ کے قریش نے کعبہ شریف کی تعمیر کے لئے ان کی حلال کمائی کم پڑ گئی تو حطیم کا حصہ تعمیر کے بغیر چھوڑ دیا مگر حرام کمائی اس میں نہیں لگائی۔

پیسے کی کمی کی وجہ سے کمیونٹی کا کوئی کام نہ کر سکے تو اللہ کے یہاں عذر کر سکتے ہیں لیکن یہ سوال ہوا کہ حرام کی رقم کیوں لگائی تو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ

قال تاج الشریعة :اما لو انفق فی ذالك مالًا خبیثاً او مالًا سببه الخبیث و الطیب فیكره لان الله تعالی لایقبل الا الطیب الخ۔

تاج الشریعہ نے کہا کہ اگر اس میں خرچ کیا حرام مال کو یا ایسے مال کو جو حرام اور حلال دونوں طریقوں سے حاصل ہوا ہے تو مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔ فتاوی عالم گیری صفحہ ۳۴۳ /ج ۵ پر لکھا ہے کہ:

آکل الربا کاسب الحرام، اهدی الیه او اضافه او غالب ماله حرام لایقبل و لایاکل الخ۔

یعنی سود کھانے والے اور حرام کمائی کرنے والے نے اس میں سے ہدیہ بھیجا یا اسکی دعوت کی اور اس کس اکثر مال حرام ہت تو قبول نہیں کرنا چاہئے اور دعوت نہیں کھانی چاہئے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم ہند اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ لاٹری کے معاملات قمار ہے شرعا جائز نہیں ہے، جس کا نام نکلا اس کو وہ روپیہ لینا درست نہیں ہے، اور نہ مالک کمپنی کو کمیشن لینا درست ہے اور کبھی ایسا معاملہ نہ کیا جاوے، جس جس شخص نے ایک ایک روپیہ دیا ہے وہ اسی کو وپس کیا جاوے وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ دیا جاوے اھ۔ (عزیز الفتاوی صفحہ ۶۵۰ /ج ۱)

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے لاٹری لینا اس کا انعام نکلے تو وہ پیسے لینا ناجائز اور حرام ہے، اسی طرح یہ لاٹری والے اس رقم سے امداد کریں تو یہ امداد مانگنا یا لینا اس کو کمیونتی کے کسی کام میں صرف کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ جو لوگ ایسا کر رہے ہیں وہ گنہگار رہے ہے اور اللہ کے احکام کے نافرمان ہے فقط واللہ اعلم

﴿۲۱۳۲﴾ لوٹری کے روپیوں کا مصرف

سوال: میرے ایک دوست کو لوٹری کے پچاس ہزار روپے میں سے ۳۲ ہزار روپے حاصل

ہوئے ہیں، تو ان روپیوں کو از روئے شریعت کن کن کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......لوٹری یہ نئے زمانہ کا جوا ہے، اسکا حرام ہونا قرآن و حدیث کی صریح دلیل سے ثابت ہے اس لئے اسکی آمدنی ناجائز اور حرام ہے، اس حرام آمدنی کو ذاتی استعمال میں نہ لاتے ہوئے کسی غریب مستحق مسلمان کو چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بغیر ثواب کی نیت کے اپنے سر سے وبال اتارنے کی نیت سے مالک بنا کر دیدینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۳۳﴾ لوٹری کا انعام

سوال: آج کل لوٹری کی ٹکٹ خریدنے کا رواج عام ہو گیا ہے، کیا لوٹری کا انعام لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......لوٹری نئے زمانہ کا جوا ہے، اسکا حرام ہونا ظاہر نص سے ثابت ہے، اس لوٹری میں ملنے والی انعام کی رقم لینا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

﴿۲۱۳۴﴾ مال کی قیمت ادا کر دینے اور ضمانت دینے کے سبب پانچ فی صد کمیشن لینا

سوال: یہاں ملک افریقہ میں دوسرے ممالک مثلاً: انڈیا، پاکستان اور ہونگ کونگ وغیرہ ممالک سے مال برآمد کیا جاتا ہے، اور مال برآمد کرنے کا طریقہ اور قیمت ادا کرنے کا طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

ہونگ کونگ کا تاجر یہاں ہمیں ہمارے انگلینڈ کے ایجنٹ کی ضمانت پر مال دیتا ہے، جب مال روانہ ہوتا ہے تو ہونگ کونگ والے بلٹی (بل) ہمارے انگلینڈ والے ایجنٹ کو آبی جہاز یا ہوائی جہاز سے بھیجتے ہیں، اور یہ ایجنٹ خود ہماری طرف سے ہونگ کونگ کے تاجر کو قیمت ادا

کر دیتا ہے اور ہم سے ان روپیوں اور ضمانت کے عوض پانچ فی صد کمیشن کا اضافہ کر کے وصول کرتا ہے، تو یہ معاملہ از روئے شرع کیسا ہے؟

نیز ہمارا ایجنٹ مال کی قیمت ادا کر دیتا ہے تو اس کے روپے اسے ادا کرنے میں ہمیں بعض مرتبہ ۳ سے ۴ ماہ ہو جاتے ہیں تو ان تین چار ماہ کا سود ۱۰ یا ۱۲ فی صد کے حساب سے جو بھی ہو وہ ہمیں بینک کو یا ہمارے انگلینڈ والے ایجنٹ کو دینا پڑتا ہے تو اس طرح کا معاملہ کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۳۵﴾ انگلینڈ کو دار الحرب سمجھ کر وہاں سود دے کر مکان خریدنا

سوال: انگلینڈ میں آباد کل مسلمانوں میں سے بہت کم مسلمان ایسے ہوں گے جو نقد مکان خریدتے ہوں گے زیادہ تر لوگ ادھار سود سے ہی مکان خریدتے ہیں، جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دس ہزار پاؤنڈ کا مکان ہو تو شروع میں ایک ہزار پاؤنڈ ادا کرنے ہوتے ہیں اور بقیہ نو ہزار پاؤنڈ ہر ماہ قسط وار ادا کرنے ہوتے ہیں یہ قسطیں کسی کی دس سال کے لئے ہوتی ہیں اور کسی کی بیس سال کے لئے۔

یہاں کی بلڈنگ سوسائٹی بائع کی طرف سے مکان کی کل قیمت ادا کر دیتی ہے اور ہمیں ۱۰۰ پاؤنڈ پر ۱۵ یا ۲۵ فی صد سود کے ساتھ بلڈنگ سوسائٹی کو ہر ماہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ تو اس طریقہ سے مکان خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ کرایہ کے مکان میں بیوی بچوں کے ساتھ رہنے میں تکلیف ہے اس لئے مجبوراً مکان لینا پڑتا ہے۔

تو کیا شریعت میں یہ عذر قابل قبول ہے؟ کرایہ کے مکان بسہولت مل جاتے ہیں تو کرایہ

کے مکان میں کچھ تکلیفوں کے ساتھ رہنا بہتر ہے یا سود سے روپے لے کر خود کے مکان میں آرام سے رہنا بہتر ہے؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عیسائی اور یہودیوں سے سود لینا جائز ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن پاک اور حدیث شریف کے فرمان کے مطابق سود لینا اور دینا حرام ہے، اور سود لینے اور دینے والوں کے لئے قرآن پاک اور حدیث شریف میں جو دینی اور دنیوی مضرات اور وعیدیں بتائی گئی ہیں ان کو سن کر ذرا سی بھی ایمانی غیرت رکھنے والا شخص سود لینے یا دینے کی جرأت نہیں کرسکتا، لہذا صورت مسئولہ میں لون پر مکان لینا اور مع سود مکان کی قیمت قسط وار ادا کرنا کسی بھی امام کے نزدیک جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

نیز جب کہ کرایہ پر مکان مل سکتا ہے اور اس میں رہ کر سود کی لعنت سے بچتے ہوئے گذر و بسر ہوسکتا ہے تو خود کی ملکیت کا گھر حاصل کرنے کے لئے لون لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کرایہ کے مکان میں تھوڑی تکلیف اٹھا کر رہنا لون لے کر دنیا میں اپنے مکان میں آرام سے رہنے اور آخرت میں سود کا عذاب برداشت کرنے سے زیادہ بہتر، ضروری اور دانشمندی کا کام ہے، عیسائی اور یہودی سے سود لینا جائز ہے ایسا نظریہ بالکل غلط اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق دارالحرب میں غیر مسلموں سے ان کے اصول کے مطابق قرض پر زائد رقم لینا سود کی حرمت میں داخل نہیں ہے جب کہ دیگر ائمہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ رقم بھی سود کی حرمت میں داخل ہے، لیکن صورت مسئولہ سود کے دینے کی ہے نہ کہ لینے کی، جو کسی بھی امام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: امداد الفتاویٰ، فتح القدیر، فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ)

﴿۲۱۳۶﴾ دارالحرب میں حربیوں سے سود لینے کا حکم، ایک تحقیقی فتویٰ

سوال: بعد سلام مسنون! ہمارے یہاں انگلینڈ میں آج کل سود کا مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ دارالحرب ہے اور بعض اس کا انکار کرتے ہیں اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ مندرجہ جزئیات کے جواب کے بعد یہاں سود کے جواز وعدم جواز پر مفصل جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۱) دارالحرب کی مفتیٰ بہ تعریف کیا ہے؟ (۲) کتب فقہ میں دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ دارالصلح یا دارالامان کی کوئی اصطلاح ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے احکام کیا ہیں؟

یاد رہے کہ یہاں کے انگریز کے لئے جتنی قانونی مراعات اور انہیں جتنے حقوق حاصل ہیں وہ سارے باہر سے آنے والے مسلمانوں کے لئے بھی ہیں، نیز ماضی میں جن ملکوں کے ساتھ برطانیہ کی لڑائی رہی ان سب اسلامی ملکوں کے ساتھ نہ صرف مصالحت بلکہ تجارتی اور دفاعی معاہدے ہیں، سعودی عرب کی (اور حرمین شریفین جو ہمارا کعبہ اور قبلہ ہے وہاں کی) فوج کی تربیت اور ان کی نگرانی کے لئے برطانوی فوج مستقل وہاں رہتی ہے۔

عرض یہ ہے کہ اندرون ملک اور باہر کے اسلامی ملکوں کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے ہیں تو ان حالات میں کیا یہ دارالحرب ہوگا؟ جب کہ دارالحرب کے فتوے کے بعد یہاں کے پانچ لاکھ مسلمان بلکہ کروڑوں مسلمانوں کا امن خطرہ میں پڑ سکتا ہے، یہاں دینی کاموں کے لئے وہ قانونی مراعات ہیں کہ اتنی سہولت شاید ہندوستان اور اسلامی ملکوں میں بھی نہ ہوں۔ ان حالات کے باوجود بھی یہ دارالحرب ہے تو پھر شاید کوئی اسلامی ملک نہ بچے کہ وہ دارالحرب نہ ہو، اس لئے کہ وہاں دینی کاموں کے لئے وہ رکاوٹیں ہیں کہ ان کا تصور

اسلامی ملکوں میں ناممکن ہے۔ اگر یہ اس لئے دارالحرب ہے کہ یہاں کہ اخبارات وغیرہ میں کبھی کبھی اسلام کے خلاف کوئی مضمون آتا ہے تو یاد رہے کہ یہ اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عیسائی مذہب کی روزانہ یہ مذاق اڑاتے ہیں، اگر ان جزئی واقعات کی وجہ سے یہ دارالحرب ہوسکتا ہے تو پھر ''تیونس'' کو کوئی دارالحرب کیوں نہیں کہہ سکتا جب کہ چار ماہ قبل وہاں کے صدر حبیب برقیہ نے سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں وہ گستاخانہ الفاظ بکے کہ اس کے بعد اس کے ارتداد میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا جب اس صدر کے بیان پر احتجاج ہوا تو احتجاج کرنے والوں پر مظالم ڈھائے گئے، مختصر یہ ہے کہ جزئی حالات میں برطانیہ اور اسلامی ملکوں میں کوئی فرق نہیں، پھر تو کوئی اسلامی ملک نہیں رہ سکتا جو دارالحرب نہ ہو، نہ سعودی عرب، نہ مصر اور نہ پاکستان؟

(۴) اگر بالفرض ہماری کتب فقہ میں دارالصلح یا دارالامن کی کوئی اصطلاح نہیں ہے تو کیا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ دارالاسلام اور دارالحرب کی اصطلاح اس زمانہ کی پیداوار ہے جب کہ دنیا نے جمہوری حکومتوں کا دور نہ دیکھا تھا اور ان فقہاء کے سامنے موجودہ جمہوری نظام حکومت نہیں تھا۔

(۵) نیز اس ملک میں آئے ہوئے مسلمان دو طرح کے ہیں: ایک وہ جن کے پاس اپنے ملکوں کے پاسپورٹ ہیں، اپنے اپنے ملکی شہریت کے حامل ہیں، دوسرے وہ ہیں جنھوں نے یہاں آکر برٹش شہریت حاصل کرلی ہے، یہاں کا پاسپورٹ ان کے پاس ہے، اول الذکر مسلمان کا دخول اس دارالکفر میں ایک معاہد کی حیثیت سے ہے اس عہد و پیمان کی بنا پر وہ اس ملک کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے اپنے اپنے ذریعۂ معاش کے لئے کام کرتے

ہیں، اپنے معاہدہ پر رہتے ہوئے کیا ان کے لئے اس ملک کو نقصان پہنچانا جائز ہے؟
دوسرے وہ ہیں جنہوں نے شہریت بدل لی ہے، اور برٹش بن گئے ہیں، وہ بھی معاہدہ کے طور پر آئے تھے جب انہوں نے شہریت تبدیل کی تھی اس وقت بھی یہاں کے حالات وہی تھے جو آج ہیں تو کیا ایسے دارالحرب کی شہریت اختیار کرنا ان کے لئے جائز ہے؟
(۶) ان پانچوں جزئیات کے متفرق جوابات کے بعد اس ملک کے مسلمانوں کے لئے ایک مفصل اور جامع جواب تحریر فرمائیں جو ان کے لئے رہنما ہو، خدا تعالیٰ آپ کو اجر عظیم دے۔ فقط والسلام مع الاکرام

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قاموس میں دارالحرب کا ترجمہ یہ لکھا ہے: دار الحرب بلاد المشرکین الذین لا صلح بیننا و بینھم۔ (۱/۵۳)۔
یعنی دارالحرب مشرکین کے وہ ملک ہیں جن کے ساتھ ہماری صلح نہ ہو، لہذا جس ملک میں حاکم غیر مسلم ہو اور غلبہ اور احکام مشرکانہ علی الاعلان رائج ہوں اور آج تک کبھی مسلمانوں کا قبضہ یا تسلط نہ ہوا ہو تو اس کو دارالحرب کہا جائے گا، لیکن جن ملکوں پر کبھی مسلمانوں کا قبضہ اور تسلط رہ چکا ہو جس کی وجہ سے وہ دارالاسلام رہ چکے ہوں پھر اس کے بعد کفار مشرکین کا غلبہ ہو جائے تو اس کو دارالحرب کب کہا جائے گا اس میں ائمہ ثلاثہ حنفیہ کا اختلاف ہے۔
(۱) جس ملک میں علی الاعلان احکامات شرکیہ پر عمل ہوتا ہو اسلامی احکامات پر عمل نہ کر سکتے ہوں۔ (۲) اس کے پڑوسی ملک بھی مشرک ہوں۔ (۳) مسلمان یا ذمی اس میں رہتے ہوں لیکن وہ امن اور سلامتی کے ساتھ نہ رہ سکتے ہوں تو وہ ملک دارالحرب ہو جائے گا۔
صاحبین کے نزدیک ایک ہی شرط کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ: علی الاعلان احکامات شرکیہ پر عمل

ہوتا ہو، جیسا کہ درمختار اور شامی میں لکھا ہے:

اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد، و هو اظهار حكم الاسلام فيها قال محمد رحمه الله تعالىٰ فى الزيادات: انما تصير دار الاسلام دار الحرب عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ بشروطٍ ثلاثةٍ۔

۱۔ احدها: اجراء احكام الكفار على سبيل الاشتهار و ان لا يحكم فيها بحكم الاسلام۔

۲۔ و الثانى: ان تكون متصلة بدار الحرب لا يتخلل بينهما بلدٌ من بلاد الاسلام۔

۳۔ و الثالث: ان لا يبقى فيها مؤمنٌ، و لا ذمى آمناً بامانه الاول الذى كان ثابتاً قبل استيلاء الكفار للمسلم باسلامه۔ (عالمگیری: ۲۳۲/۲، شامی: ۲۵۳/۳)

(۲) دار الحرب کی نوعیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔

ایک کو دار الامن اور دوسرے کو دار الضرار یا دار الحرب کہتے ہیں۔

وہ ملک جس میں حکومت تو مسلمانوں کی نہ ہو لیکن مسلمان اپنے مذہبی شعار ادا کرنے میں آزاد ہو تو اس کو دار الامن کہا جائے گا، جیسا کہ ہجرت سے پہلے حبشہ اور صلح حدیبیہ کے بعد مکہ مکرمہ کا حال تھا، علامہ ابن عابدینؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

لو اجريت احكام المسلمين و احكام اهل الشرك لا تكون دار حرب الخ (۲۵۳/۳)

یعنی: مسلمان اور مشرکین دونوں کے احکامات جاری ہوں تو دار الحرب نہیں کہا جائے گا، جن ملکوں میں مذہبی احکامات پر عمل کرنے کی پابندی ہو تو وہاں حتی الامکان جد و جہد کر کے آزادی حاصل کرنا چاہئے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ہجرت کرنا ضروری ہو جاتا ہے، مگر جن

ملکوں میں مذہبی احکامات علی الاعلان ادا کئے جا سکتے ہوں مثلاً جمعہ اور عیدین، اذان اور قربانی وغیرہ تو اس ملک سے ہجرت کرنا فرض تو نہیں صرف مستحب کہلاتا ہے اور دارالامن کا بھی یہی حکم ہے۔

ثم اعلم ان من ینکر علی الفجرة من دار الحرب و لا یمکنه اظهار دینه فیها و اداء واجباته فالهجرة منها واجبة علیه و اما من هو قادرٌ ولکنه یمکنه اظهار دینه و اداء واجباته فمستحبة الخ۔

(۳) یو. کے. دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

مذکورہ بالا جو شرائط ہیں اس میں سے کوئی بھی شرط بتمامہ پائی نہیں جاتی بلکہ آپ کی تحریر کے موافق یہاں دینی کاموں کے لئے قانونی مراعات ہیں۔ نیز مساجد کا قیام، مدارس کی بناء، جمعہ اور عیدین وغیرہ دوسرے امور آزادی کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں اس لئے اس کو یقینی طور پر دارالحرب نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ:

لو اجریت احکام المسلمین، و احکام اهل الشرك لا تکون دار حرب۔ (۲۵۳/۳)

اس وجہ سے محققین فقہاء اور علماء ایسے ملک کو دارالامن کہتے ہیں، جیسے ہجرت سے پہلے حبشہ اور صلح حدیبیہ کے بعد مکہ مکرمہ۔

(۵) جب کوئی مسلمان امن لے کر مشرکوں کے ملک میں داخل ہو تو اس کو وہاں ایسے کام کرنا جس سے عہد کی خلاف ورزی ہو یا اس ملک کو نقصان پہنچے یا کذب، فریب اور دھوکہ بازی کرنا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ: **(دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضه لشئ) من دم و مال و فرجٍ (منهم) الخ (۲۴۷/۳)**

(۶) یہ ساری بحث اس مسئلہ میں تھی کہ دارالحرب کہتے کس کو ہیں یعنی تعریف کیا ہے؟ اور کب وہ دارالحرب ہوتا ہے؟ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس مساویانہ حقوق کے زمانہ میں یقینی اور قطعی طور پر کسی ملک کو دارالحرب قرار دینا بہت ہی مشکل ہے، اور اگر بالفرض دارالحرب کا تحقق ہو بھی جائے تو اس میں سودی کاروبار کرنا جائز بھی ہوگا یا نہیں؟ اور اس وقت مفتیٰ بہ قول کیا ہونا چاہئے؟

اس کے متعلق فقہاء کرام اور علماء ربانیین کے ارشادات اس طرح ہیں: صاحب ہدایہ جلد:۳ میں فرماتے ہیں:

(و لا بين المسلم و الحربي في دار الحرب) خلافاً لابي يوسف و الشافعي رحمهما الله۔ لهما الاعتبار بالمستأمن منهم في دارنا۔ و لنا قوله عليه الصلاة و السلام "لا ربا بين المسلم و الحربي في دار الحرب" و لان ما لهم مباح في دارهم فباى طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدرٌ۔ الخ (هدايه: ۳/ ۷۰)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک کافر کا مال دارالحرب میں مباح ہوتا ہے، اس لئے اگر کوئی مسلم کسی حربی سے اور اس کی رضامندی سے سودی کاروبار کرے اور اس سے مال وصول کر لے گا تو جائز ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ حرمت ربا کی آیت مطلق ہونے کی وجہ سے اور اس امر میں شریعت کی طرف سے شدید ترین وعیدیں وارد ہونے کی وجہ سے دارالحرب میں بھی کسی کافر سے سودی کاروبار کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے ہیں، اور حرام فرماتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام صاحب کا جو قول اوپر نقل کیا گیا ہے وہ بھی ان شرائط کے ساتھ

مشروط ہے کہ

(۱) وہ جگہ دارالحرب ہو (۲) حربی کافر یا وہاں کا باشندہ جو مسلمان ہوگیا ہو اور ہجرت نہ کی ہو اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہو۔ (۳) بغیر کذب اور دھوکہ دہی کے حربی کی خوشی کے ساتھ لیا گیا ہو۔

(۴) صرف لینا جائز ہے، دینا جائز نہیں ہے۔

لہذا دارالحرب میں جو مسلم امن لے کر آیا ہو وہ کسی دوسرے مسلمان سے جو امن لے کر آیا ہے، آپس میں سودی کاروبار نہیں کر سکتے، اسی طرح مسلمان سود دیتا ہو تو وہ بھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ امام صاحبؒ کا مذکورہ قول اکثر اہل علم کے نزدیک ظاہر پر محمول نہیں بلکہ مؤوّل ہے۔ مثلاً: (۱) اگر کسی نے دارالحرب میں حربی سے ایسا معاملہ کیا تو اس کے دار الاسلام میں جانے کے بعد امام اس سے مآخذہ نہیں کرے گا۔ (۲) یہ معاملہ سود کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہوتا، وغیرہ ذلک۔

نیز جب اس میں اتنے احتمالات کثیرہ ہیں تو احتیاط یہی ہے کہ اس کو ترک کیا جاوے، اور عوام شروط وقیود کا لحاظ نہیں کرتے، نیز ذہنی اور عملی طور پر سود کی طرف راغب ہیں تو اس میں شدت والے پہلو ہی کو اختیار کرنا چاہئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ:

(۱) حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۳۰ اور ۴۳۲ پر صراحت کے ساتھ حرام ہونا تحریر فرماتے ہیں۔ (۲) حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ امداد الفتاویٰ: ۳ میں اور ایک رسالہ تحجر الاخواف میں شدت سے عقلی اور نقلی ممانعت ثابت کرتے

ہیں۔(۳) حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے بھی شدت سے ممانعت فرمائی ہے، لکھتے ہیں کہ ہم لوگوں کا فتویٰ بھی عدم جواز کا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم:۷، ۳۴۸/۸)(۴) حضرت اقدس مفتی شفیع صاحب مدظلہ کے فتاویٰ کفار اور دار الحرب میں سود لینے کو ناجائز فرماتے ہیں، تفصیل کے لئے دیکھو: **امداد المفتیین**۔

یہ کہ اولاً یو.کے.کو دارالحرب قرار دینا ہی مشکل ہے اور اگر بالفرض دارالحرب قرار دیا جائے تو بھی آیات قرآنی اور احادیث سے ربا کی شدت اور لوگوں کی حرص کو دیکھتے ہوئے حرمت کا ہی فتویٰ ہونا چاہئے۔ **ان کان ثواباً فمن الله و ان کان خطأً فمنی و من الشیطان**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماشاء اللہ حضرت مفتی اسماعیل صاحب نے جواب میں بہت سے نکات کی تحقیق فرمائی ہے۔ **وقد بقی الخبایا فی الزوایا**۔

ان سب سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی نص قطعی کا نہ ختم ہونے والا اعلان واجب الاذعان موجود ہے، قرآنی آیت: **احل الله البیع و حرم الربوٰا**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔..........

احقر (مفتی) محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۱/۱۳ھ

ما یتعلق بالبنوک

﴿۲۱۳۷﴾ پوسٹ کا سود لینا

سوال: ایک شخص پوسٹ یا بینک میں روپے جمع کرواتا ہےاور سال کے ختم ہونے پر اسے ۱۰۰ روپے پر ۲:۵۰ روپے سود ملتا ہے تو سود کے روپے لینا کیسا ہے؟ اور ان روپیوں کا مصرف کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود لینے اور دینے والے اور سودی کاروبار کرنے والے شخص کے لئے حدیث شریف میں سخت الفاظ میں وعید اور لعنت بیان کی گئی ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ سود لینے اور دینے سے بچا جائے، البتہ جہالت یا کسی مجبوری سے بینک یا پوسٹ میں روپے رکھے ہوں اور اس پر سود ملا ہو تو اسے اٹھا کر کسی غریب مستحق کو ثواب کی نیت کے بغیر سود کی لعنت سے بچنے کی نیت سے دے دیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۳۸﴾ بیوہ کے نام سے آئی ہوئی رقم بیوہ تک پہنچانے سے قبل بیوہ کا انتقال ہو جانا

سوال: ایک شخص جو کہ افریقہ سے آیا ہوا تھا اس نے مجھے ۵۰ روپے ایک بیوہ عورت کو پہنچانے کے لئے دئے تھے میرے اس بیوہ کو ۵۰ روپے پہنچانے سے قبل اس بیوہ کا انتقال ہو گیا تو اب مجھے ان روپیوں کا کیا کرنا چاہئے؟ وہ بیوہ اپنی ایک نواسی کے ساتھ رہتی تھی، تو اب اس نواسی کو وہ پچاس روپے دے سکتا ہوں یا نہیں؟ یا اس بیوہ کی بیٹی کو دینا چاہئے؟ یا ختم پڑھوا کر ایصال ثواب کر دینا چاہئے؟ مجھے نہیں معلوم کہ یہ روپے زکوۃ کے ہیں یا کسی اور مد کے؟ اب ان روپیوں کا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ رقم اسی شخص کو واپس لوٹا دی جائے جس نے بیوہ کو

دینے کے لئے کہا تھا، یا اس سے پوچھ کر اس کی ہدایت کے مطابق خرچ کیا جائے، بیوہ عورت کو دینے سے قبل اس کا انتقال ہو گیا ہے اور آپ اس بیوہ کی طرف سے مال پر قبضہ کرنے کے وکیل بھی نہیں تھے اس لئے بیوہ عورت ابھی اس مال کی مالک نہیں بنی تھی اس لئے یہ مال میراث بن کر تقسیم نہیں ہوگا، یہ اصل مالک کی ملکیت ہی سمجھی جائے گی۔

﴿۲۱۳۹﴾ بیوہ کا روپئے بینک میں رکھ کر آمدنی کا ذریعہ بنانا

سوال: اس ماہ کے ''تبلیغ'' رسالہ میں سود کی حرمت اور آج کے دور کے سودی کاروبار سے متعلق مفصل مقالہ پڑھا، پڑھ کر بہت سی باتیں علم میں آئیں، اس پر مدیر صاحب کا اور مفتی صاحب کا بہت شکر گذار ہوں، البتہ کچھ سوال ذہن میں پیدا ہوئے ان کا تفصیلی جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

ایک بیوہ عورت کو اس کے شوہر کی میراث میں سے تین ساڑھے تین ہزار روپئے ملے ہیں، اس کے پاس اتنا ہی سرمایہ ہے اور اس کی دوسری کوئی آمدنی نہیں ہے، تو وہ اپنی رقم مسلم یا غیر مسلم بینک میں رکھ کر اس کے سود سے فائدہ اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر بینک میں سود پر نہ رکھی جائے تو اس رقم کا کیا جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ان روپیوں کو کسی بھی مسلم یا غیر مسلم بینک میں رکھ کر اس پر سود لینا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ آمدنی کے لئے دوسری جائز صورتیں ہیں ان میں سے کوئی صورت اختیار کرنی چاہئے، مثلاً: ان روپیوں سے خود تجارت کرے یا دوسرے کو نفع میں شرکت کی شرط پر روپیہ دے کر تجارت کروائے، یا جائز تجارت کرنے والی کمپنی کے آرڈنری شیرز خرید کر اس سے بھی آمدنی کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۰﴾ بینک کے سود کا مصرف

سوال: بینک میں جمع شدہ رقم پر سال کے ختم پر سود دیا جاتا ہے، اس سود کی رقم کا مصرف کیا ہے؟ کتابوں میں لکھا ہے کہ غرباء میں تقسیم کیا جائے، تو غریب کی تعریف کیا ہے؟ اور اگر کوئی شخص بینک میں درخواست دے دے کہ اس کے روپیوں پر سود نہ دیا جائے، تا کہ اصل رقم کے ساتھ سود خلط نہ ہو تو ایسا کرنے میں شرعاً کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بینک میں روپئے رکھنے پر جو سود ملتا ہے وہ اپنے اکاؤنٹ سے اٹھا کر غریب محتاج مسلمان کو دے دینا چاہئے، اگر وہ روپئے بینک ہی میں چھوڑ دئے جائیں اور اٹھائے نہ جائیں تو وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کاموں میں اسے خرچ کرتے ہیں، اور اس کام میں ایک گناہ تعاون کا ہمارا بھی ہوتا ہے اس لئے ان کے اسلام اور مسلمان مخالف کاموں میں ہمارا تعاون نہ ہو اس نیت سے بینک سے ہمارے روپیوں پر ملنے والی سود کی رقم لے لینی چاہئے اور شریعت کی اصطلاح میں جو لوگ زکوۃ کے حقدار کہلاتے ہیں ایسے غریب محتاج مسلمانوں کو وہ روپے دے دینے چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۱﴾ سود مانگنا

سوال: دو شخص ہیں ایک کا نام زید اور دوسرے کا نام صالح ہے، صالح ملازمت کرتا ہے زید کو روپیوں کی ضرورت پیش آئی ہے اس نے صالح سے روپیوں کا مطالبہ کیا کہ مجھے قرض حسنہ کے طور پر کچھ روپے دے اور اس کا راستہ بھی بتایا کہ تیری سوسائیٹی میں سے روپے اٹھا کر مجھے دے، ہر ماہ کا سود اور قسط وہ خود ادا کرے گا، صالح نے روپے اٹھا کر زید کو دئے

صالح کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ رقم وضع ہو جاتی ہے اور زید وہ ہفتہ کی قسط صالح کو ادا کر دیتا ہے صالح کی تنخواہ سے جو رقم بنام سود وضع ہوئی ہے زید نے وہ رقم ابھی تک نہیں دی ہے صالح اس سے ان روپیوں کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا زید کو وہ روپے دینے چاہئے یا نہیں؟

اگر زید صالح کو وہ رقم دیتا ہے تو صالح وہ روپئے اپنے ذاتی کام میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟

اگر وہ یہ روپئے نہیں لے سکتا تو صالح کے سود کے روپئے گئے اس کا کیا، بلکہ وہ روپئے تو زید کو ادا کرنے تھے لیکن زید نے نہیں دئے اس طرح دو تین مرتبہ ہوا ہے تو اس سوال کا جواب شریعت کی روشنی میں عطا فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں صالح نے جو قرضہ لیا وہ غلط کیا اس میں اسے سود پر روپئے لینے کا گناہ ہوا، زید کی بات ماننا جائز نہیں تھا اس لئے کہ اس کی بات ماننے میں اللہ کی نافرمانی ہوتی تھی اور جس کام میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو اس کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے، اور جتنے روپئے قرض میں زید کو دئے ہیں اس پر زید سے سود وصول کیا یہ دوسرا گناہ ہوا، اور زید نے سود کے روپئے نہ دئے ہوں تو صالح کے لئے ان روپیوں کا مطالبہ جائز نہیں ہے، قرآن شریف اور حدیث شریف میں سود سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۲﴾ پینشن کی رقم فکس ڈیپازٹ میں رکھ کر اس کے سود سے فائدہ اٹھانا

سوال: ایک مسلمان شخص سرکاری ملازمت سے رٹائر ہوا، اسے پینشن میں رقم ملی اس کی مالی حالت اچھی نہیں ہے، اور ماہانہ ملنے والی پینشن کی رقم سے اس کا گذارہ نہیں ہوتا، کیا یہ شخص اپنے پینشن کی رقم بینک کے فکس ڈیپازٹ میں رکھ کر اس سے ملنے والے سود سے

فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فکس ڈیپازٹ میں روپئے رکھ کر اس پر ملنے والے سود سے فائدہ اٹھانا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے اور سود کی لین دین پر قرآن شریف اور حدیث پاک میں سخت الفاظ میں وعید وارد ہے اور اس آمدنی کو حرام بتا کر بے برکتی والی بتائی گئی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس لعنت والے روپیوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے، پینشن کی رقم کو تجارت میں لگا کر یا جائز تجارت کرنے والی کمپنی کے آرڈنری شیرز خرید کر آمدنی کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۳﴾ پینشن کی رقم بینک میں رکھ کر اس کے سود سے فائدہ اٹھانا

سوال: ایک شخص سرکاری ملازمت کرتا تھا جب وہ رٹایر ہوا تو اسے ایک خطیر رقم ملی اس کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور گھر میں کوئی ایسا نہیں تھا جو تجارت وغیرہ کر سکے وہ شخص دوسروں کو روپئے دینے سے ڈرتا ہے کہ کوئی ان کے روپئے دبالے گا یا کچھ دن نفع دے کر بعد میں مکر جائے گا۔ تو اس شخص کا پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ شخص یہ رقم بینک میں رکھ کر اس پر ملنے والے سود سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اور ان روپیوں سے گھر کا خرچ نکال سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بینک میں روپئے رکھ کر اس پر ملنے والے سود سے فائدہ اٹھانا ناجائز اور حرام ہے، سود لینے اور دینے والے کے لئے قرآن شریف وحدیث پاک میں سخت وعید نازل ہوئی ہے، اس لئے جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو وہ سود لینے کی ہمت نہیں کر سکتا، نیز پینشن کی حلال رقم کو سود سے خلط کر کے اسے حرام بنانا عقلمندی کی بات نہیں ہے، اس لئے اس رقم کو تجارت یا کاروبار میں لگا کر یا جائز تجارت

کرنے والی کمپنیوں کے آرڈنری شیرز خرید کر آمدنی کا ذریعہ کر سکتے ہیں، سوال میں مذکورہ طریقہ پر عمل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۴﴾ بینک میں روپئے رکھنا

سوال: بینک میں روپئے رکھنا کیسا ہے؟ حلال ہے یا حرام؟ بینک سے قرض لینا کیسا ہے؟ روپئے رکھنے پر سود ملتا ہے اور لون لینے پر سود دینا پڑتا ہے یہ بات ملحوظ رہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بینک میں حفاظت کی نیت سے روپئے رکھنے میں حرج نہیں ہے، لیکن ان روپیوں پر ملنے والی سود کی رقم اپنے ذاتی استعمال میں نہ خرچ کرتے ہوئے کسی غریب اور محتاج مستحق کو دے دینا چاہئے، قرض لینے میں سود دینا پڑتا ہے وہ ناجائز اور حرام ہے اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۵﴾ بینک میں روپئے رکھنے والے کو حکومت کا انعام دینا

سوال: قمار اور جوے کی رقم حرام آمدنی سمجھی جاتی ہے، تو حکومت نے ایک سکیم نکالی ہے کہ جس طرح بیما پالیسی لینے والے کو انعام دیا جاتا ہے اسی طرح سوینگ سرٹیفکیٹ اور بچت کھاتہ میں روپئے رکھنے والے کے لئے انعامی سکیم ہے تو اگر انعام لگے تو یہ رقم حلال کہلائے گی یا حرام؟ اور یہ رقم حلال راستہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ بچت کھاتہ میں جب کوئی شخص روپئے امانت رکھواتا ہے تو وہ رقم بعینہ محفوظ نہیں رہتی بلکہ عدد میں بتائی جاتی ہے اور امانت میں رکھی گئی رقم کا استعمال ہوتا ہے اور شرعی قاعدہ کے مطابق امانت میں رکھی گئی رقم استعمال کر لی جائے تو وہ امانت نہیں رہتی بلکہ قرض ہو جاتی ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے **کل قرض جر نفعا فھو ربا،** کہ

قرض پر جو بھی نفع ملے وہ سود ہی ہے، اس لئے حکومت کی طرف سے قرض کی رقم رکھوانے والے کو انعام میں جو زائد رقم دی جائے گی وہ شرعی قاعدہ کے مطابق سود کی تعریف میں داخل ہوتی ہے اس لئے اس کا استعمال ناجائز کہلائے گا۔ (شامی و عام کتب فقہ)

﴿۲۱۴۶﴾ سی ڈی ایف میں وضع ہونے والی رقم پر ملنے والا سود

سوال: ایک شخص کی سرکاری ملازمت ہے اس کے لئے لازمی طور پر انکم ٹیکس کے قاعدہ کے مطابق اپنی تنخواہ سے کچھ رقم سی ڈی ایف کے نام سے بینک میں جمع کروانی پڑتی ہے اور یہ رقم دو سال بعد قسط وار مع سود واپس ملتی ہے تو اس طرح جمع کروائی گئی رقم پر ملنے والے سود کا کیا حکم ہے؟

کیا یہ سود کی رقم دوبارہ سی ڈی ایف میں ڈیپازٹ کے طور پر جمع کروا سکتے ہیں؟ یا انکم ٹیکس میں جو ٹیکس دینا پڑتا ہے اس میں دے سکتے ہیں؟ اس سود کی رقم کا مصرف کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ سود کی رقم کو دوبارہ سی ڈی ایف میں جمع کروانا یا انکم ٹیکس کے ٹیکس میں دینا جائز ہے، یہ تنخواہ سے وضع ہونے والی رقم زیادتی کے ساتھ ملتی ہے یہ شرعی اصول کے مطابق سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے اس لئے پروویڈنٹ فنڈ کی رقم کے حکم کے مطابق استعمال میں لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۷﴾ ٹی آئی آر ڈی کے نام سے تنخواہ میں سے ایک متعینہ رقم وضع کر لینا اور مع سود واپس کرنا

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، میری تنخواہ سے ہر ماہ ٹی آئی آر ڈی کے نام سے ایک رقم وضع کر لی جاتی ہے اور پوسٹ میں جمع ہوتی ہے اور پانچ یا دس سال کے بعد سود کے ساتھ

واپس کی جاتی ہے تو اس رقم پر ملنے والے سود کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ سود کی رقم لے لی جائے تو اب اس کا مصرف کیا ہے؟ کسی غریب اور محتاج کو بغیر ثواب کی نیت کے دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تنخواہ سے جو رقم بغیر اجازت قبضہ میں آنے سے قبل وضع کر لی جاتی ہے، وہ رقم بعد میں کچھ اضافہ کے ساتھ دی جاتی ہے اس زائد رقم کا لینا اور استعمال کرنا بھی جائز ہے، شرعی قاعدہ کے مطابق یہ زائد رقم سود نہیں ہے، اور ملازم کے قبضہ میں آنے کے بعد یا ملازم کی اجازت لے کر کسی فنڈ میں جمع کیا جائے تو اس پر جو اضافہ ملتا ہے وہ سود کہلائے گا اس کا استعمال ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۴۸﴾ پی ایف کی رقم پر ملنے والا سود اور زکوۃ کا حکم

سوال: (۱)...... سرکاری ملازمت یا خانگی ملازمت میں ایک فنڈ ہوتا ہے، اس فنڈ میں تنخواہ سے ایک متعینہ رقم وضع ہو کر جمع ہوتی ہے، پہلے سال میں یہ غیر لازمی یعنی اختیاری ہوتا ہے لیکن تیسرے سال بعد لازمی طور پر روپے کٹتے ہیں، اگر پہلے سال روپے نہ کٹوائے تو تین سال بعد تو لازمی طور پر روپے کٹتے ہی ہیں اور ان روپیوں پر حکومت ہر سال سود دیتی ہے یہ سود کے روپے اپنے ذاتی استعمال میں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس جمع شدہ رقم پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

(۲) سرکاری ملازم کی تنخواہ سے ہر ماہ ایک متعینہ رقم وضع ہوتی ہے چاہے ملازم اس کے لئے اجازت دے یا نہ دے وہ رقم وضع ہوتی ہی ہے نیز اس میں وقت کی کوئی پابندی نہیں ہے چاہے کچھ ہی مدت سے وہ ملازمت کر رہا ہو یا ایک مہینہ سے ہو یا پانچ سال سے، لازمی طور پر بچت اس سکیم کے تحت وہ رقم وضع کر لی جاتی ہے اور سال کے ختم پر کچھ اضافہ کے ساتھ

واپس کی جاتی ہے یعنی اس پر سود ملتا ہے تو یہ سود کی رقم ہمارے ذاتی کام میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ ان روپیوں پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ملازم کی تنخواہ سے ہر ماہ جو رقم وضع کر کے فنڈ میں جمع کی جاتی ہے تو اتنی رقم پر ملازم کا قبضہ نہیں ہوتا ہے اس لئے ملازم اس رقم کا مالک نہیں بنتا اس لئے بعد میں جب اضافہ کے ساتھ وہ رقم واپس کی جاتی ہے تو وہ انعام سمجھی جائے گی، اس لئے سرکاری دفتر میں اگرچہ وہ رقم ملازم کی ملکیت سمجھی جاتی ہے اس کے باوجود اس رقم پر ملنے والا سود، سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے، اس کا استعمال پی ایف کے حکم کی طرح جائز ہے اور جب تک قبضہ میں نہ آجاوے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

﴿۲۱۴۹﴾ قرض پر سود دینا پڑے تو جائز نہیں ہے۔

سوال: ہمارے احمد آباد ضلع میں اور ویرم گام تحصیل میں ساحلی علاقہ والے لوگوں کے لئے حکومت نے ایک قانون جاری کیا ہے کہ جس کے پاس رہنے کا گھر نہ ہو یا کاروبار نہ ہو یا زمین نہ ہو ایسے لوگوں کی امداد کی جائے گی، کسی کو بھینس خریدنے کے لئے اور کسی کو مچھلیوں کے کاروبار کے لئے لون دی جائے گی اور لوگ ہر ترکیب سے بینک سے لون لے رہے ہیں کسی بینک کا سود ۲۰ فی صد ہے تو کسی بینک کا سود ۱۰ فی صد ہے تو کسی بینک کا سود ۶ فی صد ہے اور دوسرا قانون یہ جاری کیا ہے کہ جس کی تین پیڑھی تک کسی پر بھی سرکاری قرض نہ ہو اسی کو مدد ملے گی، دوسرے یہ بھی کہ جس کے پاس مکان نہ ہو اسے مکان بنا دیا جائے گا، اور جس کے پاس زمین نہ ہو اسے مدد دی جائے گی۔

لیکن مفتی صاحب! بغیر مکان والے اور بغیر زمین والے تو کہیں مزدوری کر رہے ہیں کوئی

گجرات میں تو کوئی کاٹھیاواڑ میں اور جن کے پاس زمین، کاروبار اور مکان ہے وہ یہ فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس میں بہت سے دلال بن گئے ہیں۔ رشوت اور گھوس دے کر غلط کو صحیح بنایا جا رہا ہے، ایک لون منظور کرنے کے ۴۰۰ یا ۵۰۰ روپئے رشوت لیتے ہیں، اور دھوکہ بازی سے اور غلط کو صحیح بتا کر روپے کما رہے ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ سرکار دیتی ہے تو کیوں نہیں لینا چاہئے؟ رشوت اور گھوس کی قباحت میں مسلمان بھی حصہ دار بنتا ہے، تو اس معاملہ میں شریعت کیا کہتی ہے؟ اسلام کے ماننے والوں کے لئے ایسی لون لینے کا کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں کو یہ سودی لون لینی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں ایک تو لون پر سود دینا پڑتا ہے تو ایسی لون لینا جائز نہیں ہے، حرام اور اسلامی شان کے خلاف ہے نیز جھوٹ اور فریب بھی گناہ کبیرہ میں سے ہیں ایسے سخت گناہ کے کام سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوتے ہیں اس لئے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۵۰﴾ مکان خریدنے کے لئے بینک سے لون لینا

سوال: یہاں کچھ لوگ مکان اس طرح خریدتے ہیں کہ مکان کی کل قیمت کا دس فی صد ڈپازٹ میں دیا جاتا ہے اور بقیہ قیمت سود کے ساتھ قسط وار ادا کی جاتی ہے تو کیا اس طرح مکان خریدنا جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دار الحرب ہے، یا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے جواز کی کوئی دلیل ہے کیا یہ صحیح ہے؟ یہاں مکان کی قیمت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ پوری قیمت ایک ساتھ دے کر مکان نہیں خرید سکتے، اور کرایہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور عیال

دار کو گھر کرایہ پر نہیں ملتا، اور کرایہ وقتاً فوقتاً بڑھتا ہی رہتا ہے اس لئے کہ کرایہ پر کنٹرول نہیں ہے تو اس صورت میں مذکورہ طریقہ سے گھر خریدنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ انگلینڈ سے بھی زیادہ یہاں مکان خریدنا مشکل ہو گیا ہے، اگر حکم عدم جواز ہے تو جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......سوال میں مذکور صورت ناجائز اور حرام ہے۔

شریعت میں سودی لین دین پر سخت وعید اور اس کا کبیرہ گناہ ہونا اور سودی معاملہ کرنے والے کے لئے جنگ کا اعلان کیا گیا ہے، اس لئے سود کا لینا یا دینا ناجائز اور حرام ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا مسئلہ عوام میں مشہور ہے کہ دار الحرب میں سود لینا جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دار الحرب میں حربی کافر کا مال محفوظ نہیں ہوتا اس لئے اس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا کہ جس میں فریب نہ ہو اور اس کی رضامندی اور اجازت سے اس کا مال کسی طریقہ سے لے لیا جائے مثلاً: اسے کچھ قرض دے کر وہ قرض مع زیادتی وصول کیا جائے تو یہ سود نہیں کہلائے گا، اور اس طرح زائد رقم ناجائز نہیں کہلائے گی۔ (فتح القدیر) اس معاملہ میں مسلمان کو سود لینے کا گناہ نہیں ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ مسلمان کا ان لوگوں کو سود دینا تو یہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔

صورت مسئولہ میں سودی معاملہ سے مکان خریدنا اور قسط وار مع سود مکان کا ثمن ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے، بہت ہی سخت مجبوری کے بغیر ایسا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۱۵۱﴾ ہول سیل کے تاجر کا بازار سے ادھار مال خریدنے پر زیادہ رقم ادا کرنے کی پریشانی سے بچنے کے لئے بینک سے قرض لے کر نقد مال خریدنا

سوال: ہول سیل کے کاروبار میں زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اگر زیادہ سرمایہ نہ ہو تو

کاروبار کرنے والے شخص کو بازار سے ادھار مال خریدنا پڑتا ہے جو متعینہ مدت کی شرط پر ملتا ہے اور ایک متعینہ مدت میں اس کے روپے ادا کر دینے پڑتے ہیں، ادھار مال اور نقد مال کے نرخ میں قدرے فرق ہوتا ہے، مثلاً: ایک میٹر کپڑا نقد خریدنے پر ۰۰:۷ روپے کا آتا ہے اور یہی کپڑا متعینہ مدت کی شرط پر ادھار خریدنے سے ۲۰:۷ کا آتا ہے، متعینہ مدت تیس دن کی ہوتی ہے، یعنی ماہانہ تین فی صد سے بھی زیادہ رقم دینی پڑتی ہے، اتنی قیمت ادھار خریدنے والے کو نقد خریدنے والے سے زیادہ دینی پڑتی ہے، اب اگر کاروبار کرنے والا شخص اتنی رقم بینک سے قرض لے لے اور نقد مال خریدے تو بینک کو ادا کئے جانے والے سود کو منہا کرنے کے بعد بھی میٹر پر صاف ۱۵ پیسے کی بچت ہوتی ہے، بازار سے ادھار خریدنے پر جو مال ۲۰:۷ کا پڑتا تھا وہی مال بینک کے روپے سے خریدنے پر ۰۵:۷ کا پڑتا ہے، اور ہول سیل کے کاروبار میں ۱۵ پیسے کے فرق سے سال بھر میں ایک بڑی رقم کا فرق پڑتا ہے، اب اگر مسلمان تاجر بازار سے ادھار ہی مال خریدے تو اس کے سامنے غیر مسلم تاجر بینک سے قرض لے کر کاروبار کر کے کم قیمت میں مال دیتے ہیں تو ان حالات میں مسلم تاجر بازار میں غیر مسلم تاجر کے سامنے مقابلہ نہیں کرسکتا، اور اپنے کاروبار کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان حالات میں بازار سے ادھار مال خریدنے کے بجائے بینک سے قرض لے کر نقد خریدنا جائز ہے؟ مسلم تاجر کو کیا کرنا چاہیے بازار سے مال ادھار خریدے یا بینک سے قرض لے کر نقد خریدے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سودی کاروبار اور سود کی لعنت سے بچ کر جو بھی کاروبار کرو گے انشاء اللہ اس میں خیر و برکت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۵۲﴾ سب سی ڈی والی سرکاری لون کا حکم

سوال: اس وقت حکومت نے بنام ''حرفت وصنعت امداد دفتر'' جاری کیا ہے، اس میں حرفت شروع کرنے کے لئے حکومت لون دیتی ہے اس لون میں کچھ فی صد سب سی ڈی ہوتی ہے، مثلاً: ہم ایک لاکھ کی لون لیتے ہیں تو حکومت اس میں ۲۵ ہزار کی سب سی ڈی دیتی ہے، ادا کرنے کی رقم ۷۵ ہزار ہے، اور ایک لاکھ پر ۱۵ فی صد سود کا حساب لگایا جائے تو کل ادا کرنے کی رقم ۹۰،۰۰۰ ہوتی ہے، اور ۱۰،۰۰۰ کی رقم معاف ہو جاتی ہے، یعنی اتنا فائدہ ہوتا ہے، تو سب سی ڈی والی سرکاری لون لینا کیسا ہے؟ اور اس لون کی رقم سے جو کاروبار کیا جائے اور اس سے جو آمدنی حاصل ہو وہ حلال کہلائے گی یا حرام؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکور صورت کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ حکومت سے کچھ مدت کے لئے ایک لاکھ روپے قرض لئے جاتے ہیں، اور وقت پر نوے ہزار ادا کرنے پر ۱۰ ہزار کا قرض حکومت معاف کر دیتی ہے، تو اس معنی کر لون لینا جائز کہلائے گا، اور گنجائش کی صورت نکل سکتی ہے، البتہ اس معاملہ میں بنام سود کچھ رقم دینی پڑتی ہے اس لئے تقویٰ کے اعتبار سے اگر کوئی شخص اس سے بھی بچے تو یہ شریعت کی تعلیم اور ایمان کے تقاضے پر عمل کہلائے گا، اور اس کے بہتر ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

﴿۲۱۵۳﴾ سب سی ڈی والی لون سے کاروبار

سوال: فی الحال حکومت کی طرف سے پڑھے لکھے ایس ایس سی کامیاب بے روزگاروں کو رکشا، ٹیمپو اور نیا کاروبار شروع کرنے، دکان کرنے، گھنٹی ڈالنے وغیرہ کاموں کے لئے ۲۵۰۰۰ کی لون ملتی ہے، اور اس میں ۲۵ فی صد سب سی ڈی ہوتی ہے اور ۱۰ فی صد سود دینا پڑتا

ہے تو ۱۵ فی صد کا لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے، اور نیا کاروبار شروع کر کے آمدنی ہوتی ہے، تو ایسی سب سی ڈی والی سودی لون لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حکومت کی طرف سے بے روزگاری کو ختم کرنے کے لئے سب سی ڈی والی لون ملتی ہے یہ لون لینا اور اس سے فائدہ اٹھانا مسلمان کے لئے جائز ہے، البتہ ایک بات کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ سود میں دی جانے والی رقم معافی کی رقم سے بڑھ نہ جائے، یعنی ۱۰،۰۰۰ کی لون پر اگر ۲۵۰۰ معاف ہوتے ہیں تو اس دس ہزار پر دیا جانے والا سود ۲۵۰۰ سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے، اگر زیادہ ہوگا تو سود کہلائے گا اور سود دینے اور سودی لین دین کرنے کا گناہ ہوگا، اور کل قرض کی رقم سے کچھ رقم کم ادا کی ہے یا برابر ادا کی ہے تو ایسا سمجھا جائے گا کہ قرض لوٹاتے وقت حکومت نے کچھ قرض معاف کر دیا یا جتنا قرض تھا اتنا ادا کر دیا، اور یہ معاملہ جائز کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۵۴﴾ حکومت سے لون لینا

سوال: آج کل لوگ حکومت سے کنویں، مشینری، مکان اور دوسری چیزوں کی لون لیتے ہیں تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حکومت سے مذکورہ چیزوں کی لون لینا سخت مجبوری کے درجہ میں ہو تو گنجائش ہے، لیکن احتیاط پر عمل کر کے سود کے شبہ سے بھی بچنا بہتر ہے، نیز لون کی کچھ نوع غیر سودی ہوتی ہے تو اس لون کے لینے میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۵۵﴾ رکشا خریدنے کے لئے لون لینا

سوال: ماہنامہ الاصلاح میں سود کے موضوع پر آپ کا لکھا ہوا تفصیلی مضمون پڑھا، اسی ضمن

میں ایک سوال کا جواب آپ سے طلب کرنا چاہتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ میں ایک رکشا خریدنا چاہتا ہوں، تا کہ مسافروں کو منزل پر پہنچا کر کرایہ حاصل کر کے آمدنی کا ذریعہ کرسکوں، لیکن اس کے لئے میرے پاس ضروری روپے نہیں ہیں، تو کیا میں بینک سے لون لے کر روپے لے سکتا ہوں؟ تا کہ ان روپیوں سے میں رکشا خرید سکوں، بینک سے جو لون لی جاتی ہے وہ مع سود قسط وار ادا کرنی ہوتی ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ سود لینا تو حرام ہے، لیکن کاروبار کی وجہ سے دینا پڑے تو کیا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، لہذا رکشا خریدنے کے لئے بینک سے سود پر روپے لینا جائز نہیں ہے، حضور ﷺ نے سود لینے والے اور دینے والے اور اس معاملہ میں گواہ بننے والے اور سود کے کاغذات تیار کرنے والے ہر ایک پر لعنت فرمائی ہے، اس لئے اس چیز سے بچنا چاہئے۔ (ترغیب، مشکوۃ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۵۶﴾ بینک سے لون لینا

سوال: بینک سود پر روپئے دیتی ہے، ٹرک خرید کر دیتی ہے، کارخانہ کے لئے سود پر روپئے دیتی ہے، اور ملکیت خریدنے اور تعمیر کے لئے بھی روپئے دیتی ہے، تو ان روپیوں کا لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کا حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے، اور سود کی لین دین سے نہ بچنے والے کے لئے قرآن شریف اور حدیث پاک میں جنگ کا اعلان کیا گیا ہے، اس لئے سود کی لعنت سے- چاہے وہ بینک کا سود کیوں نہ ہو؟ اور دوسری قومیں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتی ہو؟- ہمیں ضرور بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۵۷﴾ لون لے کر کاروبار کرنا جائز ہے؟

سوال: تجارت، کاروبار کے لئے ضروری ہنر اور تجربہ ہونے کے باوجود صرف مالی تنگی کی وجہ سے کوئی شخص اپنا کاروبار شروع نہ کر سکا ہو، اقرباء بھی قرض نہ دے رہے ہوں، یا جتنے روپئے دئے ہوں وہ ناکافی ہوں، ان حالات میں بینک وغیرہ سے سود پر لون لے کر کاروبار شروع کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود لینے اور دینے پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں سخت وعیدیں اور خدا سے جنگ کا چیلنج کیا گیا ہے، اس لئے ہر وہ کام جس سے انسان اس لعنت کا مستحق بنتا ہو اس سے ہمیں ضرور بچنا چاہیئے، تجارت اور کاروبار کے لئے اسلام نے دوسری جائز صورتیں مضاربت، شرکت (پارٹنر شپ) وغیرہ بتائی ہیں ان پر عمل کر کے اس حرام کام سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے، غیر سودی قرض کی تھوڑی سی رقم سے اول چھوٹا کاروبار شروع کرنا چاہیئے، یہی برکت والا اور افضل طریقہ ہے، البتہ اگر گذر بسر کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور سودی لون سے کاروبار شروع کئے بغیر زندہ رہنا مشکل ہو تو انتہائی مجبوری کی حالت میں بینک سے سود پر لون لے کر کاروبار شروع کرنے میں گناہ نہیں ہوگا۔

﴿۲۱۵۸﴾ مکان کے لئے سودی قرض لینا

سوال: ۱۵ سے ۲۰ لوگ مل کر ۱۵، ۲۰ مکان بنانا چاہتے ہیں، لیکن ضرورت کے مطابق روپئے پاس نہ ہونے کی وجہ سے بینک سے سود پر قرض لینے کی نوبت آئی ہے، تمام کا ایک ساتھ ایک جگہ مکان بنانے کا مقصد یہ ہے کہ ساتھ مل کر رہنے سے بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ، مسجد بھی بنے گی اور تعلیم کے لئے دور جانا نہیں پڑے گا، یہاں ٹورنٹو میں لوگ دور

دور رہتے ہیں، ساتھ میں رہنے میں ایک دوسرے کا خیال بھی رہے گا، تو اس صورت میں بینک سے روپے لے کر مکان بنانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس مقصد کے لئے ایک ساتھ مکان بنائے جا رہے ہیں وہ مقصد بہت ہی اچھا اور بہتر ہے، لیکن مکان بنانے کے لئے لون لینا یا بینک سے سودی قرض لینے کی ہمت وہی کر سکتا ہے جس میں سود پر قرض لینے والے کو ہونے والے سخت عذاب کے برداشت کرنے کی طاقت ہو، اس لئے روپے حاصل کرنے کی کوئی اور صورت تلاش کرنی چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۵۹﴾ بیرون ملک سے مال منگانے کے لئے بینک سے قرض لینا

سوال: بعض وقت حکومت بیرون سے مال منگانے کی اجازت دیتی ہے اور وہ مال کی قیمت ایک ساتھ ادا کرنی ہوتی ہے اس کے لئے بینک سے لون لینی پڑتی ہے اور بینک اس لون پر سود لیتی ہے اگر بینک سے لون نہ لی جائے تو کاروبار کی حالت خستہ ہو جاتی ہے، ایسی مجبوری کی حالت میں بینک سے لون لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سود دینے اور لینے سے قرآن شریف اور حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے، اور سودی لین دین کرنے والے کے لئے دنیا اور آخرت میں سخت سزائیں بتائی گئیں ہیں اس لئے اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے شخص کو دنیوی تھوڑے سے فائدہ کے لئے اللہ کی ناراضگی اور غضب کا کام نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۶۰﴾ پڑھے لکھے بے روزگار کا سب سی ڈی والی لون لینا

سوال: حکومت کی طرف سے دی جانے والی پڑھے لکھے بے روزگاروں کی لون لینا کیسا

ہے؟ لون مندرجہ ذیل شرائط پر دی جاتی ہے:

(۱) لون میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) لون زیادہ سے زیادہ ۷ سال میں ادا کر دینی ہوگی۔ (۳) لون ۱۲ فی صد سود کے ساتھ ادا کرنی ہوگی۔ (۴) گھرانہ کے ایک ہی فرد کو لون ملے گی، اور وہ شخص کم از کم ایس ایس سی کامیاب ہونا چاہئے۔ (۵) اس لون میں ۲۵ فی صد سب سی ڈی ملتی ہے۔

ایک مسلمان شخص یہ لون لینا چاہتا ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ قرض پر سود کی رقم معافی کی رقم سے زیادہ نہیں ہے، اس کے کاروبار کے لئے اسے ۲۵۰۰۰ کی لون مل سکتی ہے اور یہ لون دو سال میں وہ ادا کر دے گا، اس رقم پر اسے ۷۵۰۰ کی سب سی ڈی ملے گی اور دو سال میں ۶۰۰۰ کا سود دینا ہوگا، اس لئے من وجہٍ سود نہیں دینا ہوگا، فی الحال یہ شخص بے روزگار ہے، تو اس مسئلہ میں از روئے شریعت بتائیں کہ کیا ایسی سب سی ڈی والی لون لینا بے روزگار کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس لون میں کیا فوائد ہیں؟ وہ 'امید' اور 'مجاہد' والے اپنے رسالوں میں اشتہار دے کر بتاتے ہیں، تو اس کے مطابق کرنا کیسا ہے؟ اور اس سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن پاک اور حدیث شریف میں سود لینے اور دینے پر جو سخت سزا اور وعید وارد ہوئی ہے اسے سن کر کوئی بھی ایمان اور ہوش والا شخص سودی لین دین کی ہمت نہیں کرسکتا، اس کے باوجود قرض ملنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو اور قرض لینا ناگزیر ہو اس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو اور جتنا قرض لیا ہے اس سے ایک روپیہ بھی زیادہ دینا نہ پڑتا ہو تو ان شرائط کے پیش نظر اور ان شرائط کی رعایت کے ساتھ ایسی سب سی ڈی والی لون لینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۶۱﴾ سود کی رقم حیلہ کر کے مسجد کے پاخانہ کے کنویں بنانے میں خرچ کرنا

سوال: ہمارے یہاں آج سے سات، آٹھ سال قبل ایک بھائی ملاوی سے انڈیا آئے تھے، ان کے پاس کچھ جمع شدہ پونجی تھی انہوں نے حفاظت کی نیت سے وہ رقم پوسٹ میں جمع کرادی، یہ رقم بڑھتے بڑھتے بہت زیادہ ہوگئی، اب یہ بھائی زائد رقم لینے کے لئے راضی نہیں ہے، اس لئے ان کے غیر مسلم دلال نے کہا کہ اگر آپ کو یہ روپیوں کی ضرورت نہیں ہے تو مجھے دیدو، انہوں نے فی الحال اس کا فیصلہ نہیں کیا ہے، گاؤں میں بات پھیلنے پر گاؤں والے گاؤں کی تین ضرورتوں میں استعمال کرنے کی بات کرتے ہیں۔

(۱) کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ مسجد کے بیت الخلاء کی گندگی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اس کے لئے مسجد سے دور ان روپیوں سے پاخانہ کا کنواں بنایا جائے اور وہاں تک گندگی لے جانے کے لئے نالے بنائے جائیں۔(۲) کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ قبرستان جانے والے راستہ میں بہت کیچڑ ہوتا ہے تو اس کیچڑ کو دور کرنے کے لئے راستہ پر کنکر ڈالے جائیں۔(۳) کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ یہ روپئے غرباء میں تقسیم کر دئے جائیں، اور یہ روپئے غرباء ہی کو دے سکتے ہیں، نیز اس سال گرانی بہت ہونے کی وجہ سے لوگوں کو غلہ خرید کرا اور ان کی ضروری چیزیں مہیا کر کے دی جائیں۔(۴) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ غرباء کو دے کر حیلہ کروا کر قبرستان اور پاخانہ کے کنویں کی ضرورت میں استعمال کیا جائے۔

لہذا آنجناب سے پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ چاروں کاموں میں کس کام میں ان روپیوں کو خرچ کیا جائے؟ اور کس کام میں خرچ کرنا زیادہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال میں مذکورہ تیسری صورت افضل اور اسی میں خرچ کرنا صحیح ہے، نیز چوتھی صورت بھی جائز ہے اور حیلہ کرنے کے بعد پہلی اور دوسری ضرورت

میں خرچ کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۶۲﴾ سود کی رقم لوگوں سے چندہ میں لے کر بینک میں رکھنا اوراس پر ملنے والے سود کو کارخیر میں لگانا

سوال: ہم ٹورنٹو (کنیڈا) کے مسلمانوں کی آپ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ ہم مسلمانوں کے تقریباً ۴۰ سے ۵۰ گھر یہاں ٹورنٹو میں ہیں، گاؤں میں آباد ضرورتمندوں کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر اور لوگوں میں یک جہتی قائم رہے اس نیت سے ہم نے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی ہے، اس ادارہ کا مقصد یہ ہے کہ گاؤں کا کوئی بھی شخص دنیا میں کہیں بھی آباد ہو اس کے لئے یا اس کے لڑکوں اور پوتوں کے لئے دین کے کسی کام کے لئے اس کو مالی ضرورت درپیش ہو یا دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یا کسی گاؤں والے کو مالی امداد کی ضرورت ہو تو اسے للہ یا قرض حسنہ کے طور پر مالی امداد فراہم کی جائے۔ یہ ادارہ وقتاً فوقتاً گاؤں کی مسجد اور مدرسہ یا دوسرے کارخیر میں تعاون کرنے والے اداروں کو بھی ساتھ دینے کا نیک ارادہ رکھتا ہے۔ یہ ادارہ جب قائم کیا گیا تو اس کی مالی پونجی دو طرح کے روپیوں سے چندہ کر کے جمع کی گئی۔

(۱) ہر بھائی سے للہ رقم چندہ میں لے کر (۲) جن کے پاس سود کے روپئے ہوں ان سے وہ سود کے روپئے لے کر۔

آج تک ہر بھائی اسے ملنے والا بینک کا سود اپنے طور پر جہاں مناسب سمجھتا تھا وہاں دے دیتا تھا، یا کسی غریب کو دے دیتا تھا، اب سے یہ ادارہ ان بھائیوں سے وہ سود کی رقم چندہ میں لے کر اپنے مقصد میں استعمال کا ارادہ رکھتا ہے، تاکہ ایک بڑی تعداد میں وہ سود کی رقم ادارہ کے نام سے بینک میں رکھ کر اس پر جو سود حاصل ہو اس سود کو ادارہ کے مقصد میں خرچ کرے۔ اور اتفاق سے مسجد یا مدرسہ میں مدد کی ضرورت درپیش ہو تو للہ جمع کی گئی رقم سے وہ

ضرورت پوری کی جائے، یہ طے کیا گیا ہے۔

آج کی تاریخ میں یہ دونوں روپیوں کا حساب جدا جدا رکھا گیا ہے، بینک کے ایک کھاتہ میں روپے رکھے گئے ہیں اوراس کا چھ ماہ کا سود ١٥٣ ڈالر ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ

(١) ادارہ کا لوگوں سے سود کی رقم وصول کر کے بینک میں رکھ کراس پر ملنے والے سود سے لوگوں کی مدد کرنا کیسا ہے؟ (٢) اوراس طرح چندہ کر کے جمع کی گئی سود کی رقم بینک میں رکھ کر اس پر ملنے والے سود سے ضرورتمندوں کو لون یا قرض حسنہ کے طور پر دینا کیسا ہے؟ (٣) اوراس طرح چندہ کر کے جمع کی گئی سود کی رقم بینک میں رکھ کراس پر ملنے والے سود سے غریب مسلمان طلباء کو اسکولرشپ یا تعلیم کی ضروری اشیاء (مثلاً: کتابیں، کاپی وغیرہ) دے سکتے ہیں یانہیں؟ (٤) اگر مذکورہ مسئلہ میں شریعت کا حکم عدم جواز ہوتو ہم نے جوروپئے سود کے لوگوں سے چندہ میں وصول کئے ہیں اب ان کا کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... للہ رقم کا چندہ کر کے مذکورہ مقاصد میں استعمال کرنے کے ارادہ سے ادارہ قائم کرنا اوراس کے مطابق خرچ کرنا بہت ہی اچھا اور بہتر کام ہے، اور اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہونے کی امید ہے، اسی طرح سود کے روپئے بھی لوگوں سے چندہ میں جمع کر کے ضرورت مندوں پر خرچ کرنا اور مستحقین تک پہنچانا مناسب ہے۔ لیکن بینک میں سود لینے کی نیت سے روپئے رکھنا اوراس پر ملنے والا سود لوگوں میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جن لوگوں نے للہ چندہ میں رقم دی ہے وہ ضرورتمندوں پر خرچ کرنے کے لئے ادارہ کو وکیل بنا کر دی ہے جمع رکھنے کے لئے نہیں اس لئے اس رقم کو جمع نہیں رکھ سکتے اور جمع رکھ کراس کا سود تقسیم کرنے کے لئے دی ہوتو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

(١) اب لوگوں نے سود کے روپے ادارہ کو مناسب اور جائز انتظام کے لئے دیئے ہیں اور

ادارہ ان روپیوں کو بینک میں رکھ کر اس پر ملنے والے سود کو کارِ خیر میں صرف کرنا چاہتا ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے ادارہ کے کارکنان گنہگار رہوں گے اس لئے ایسے کام سے بچنا چاہئے۔ (۲) سود کی رقم لون کے طور پر نہیں دے سکتے، اگر معطی لہ مستحق ہے تو مالک بنا کر دینا چاہئے، سود کی رقم جمع رکھ کر اس کا سود تقسیم کرنا کارکنان کے لئے بھی گناہ کا کام ہے۔ (۳) سود کی رقم سوال میں مذکور کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں۔ (۴) جلد از جلد مستحق مسلمان غرباء میں تقسیم کردی جائے۔

نوٹ: ادارہ کی حسابی سہولت کے لئے یا حفاظت کی نیت سے کچھ مدت کے لئے بینک میں روپئے رکھنے کی نوبت آئے اور اس وجہ سے اس پر سود ملے تو وہ سود کی رقم بینک میں نہ چھوڑتے ہوئے لے لینا چاہئے، اور اس رقم کو بھی مستحقین میں تقسیم کردینا چاہئے، لیکن سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق سود لینے کی نیت سے ہی بینک میں جمع رکھنا جائز نہیں ہے، منع ہے، اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور اس کی دینی اور دنیوی سزائیں بھی قرآن پاک اور حدیث شریف میں تفصیل سے بتائی گئی ہیں اس لئے ہر مومن شخص کو اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

﴿۲۱۶۳﴾ زکوۃ کی رقم بینک میں رکھ چھوڑنا

سوال: ادارہ لوگوں سے زکوۃ کے روپیوں کا چندہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر چندہ کر سکتا ہے تو اس زکوۃ کی رقم کا انتظام کس طرح کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زکوۃ کے روپئے چندہ میں لے سکتے ہیں، اور زکوۃ کی

رقم زکوۃ کے مستحق غریب مسلمانوں کو مالک بنا کردے دینی چاہئے، تب ہی زکوۃ ادا ہوگی، اگر یہ رقم چندہ میں جمع کر کے بینک میں جمع رکھی تو جب تک مستحق کے قبضہ میں نہیں آئے گی اس وقت تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

﴿۲۱۶۴﴾ سی ڈی ایس میں رکھی جانے والی رقم پر ملنے والے سود کا حکم

سوال: ایک شخص کو لازمی طور پر باقاعدہ ہر سال انکم ٹیکس کے قاعدہ کے مطابق سی ڈی ایس میں ڈپازیٹ بھرنی پڑتی ہے، اور یہ رقم دو سال بعد قسط وار واپس ملتی ہے، ان حالات میں انکم ٹیکس کی طرف سے جو سود کی رقم ملتی ہے اس کا کیا کرنا چاہئے؟ اس سود کی رقم کو دوبارہ سی ڈی ایس میں ڈپازیٹ کے طور پر رکھ سکتے ہیں؟ اگر نہیں رکھ سکتے تو اس کا صحیح مصرف کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں اس سود کی رقم سی ڈی ایس میں ڈیوپزٹ کے طور پر جمع کروا سکتے ہیں اور اس سے انکم ٹیکس بھی ادا کر سکتے ہیں۔

﴿۲۱۶۵﴾ بینک کا سود بینک میں دینا

سوال: میرے روپئے ایک بینک میں سال کے کسی حصہ میں جمع رہتے ہیں اور اس کا سود بھی میرے پاس جمع ہے، اس کی برابری کے لئے بینک سے زائد رقم پاس کروا کر کم وقت کا سود دینا پڑے تو پہلے والی رقم پر ملے ہوئے سود سے یہ سود ادا کر دیا جائے تو ایسا کرنا جائز کہلائے گا یا نہیں؟ اور اس زائد رقم سے کوئی کاروبار کرنا جائز کہلائے گا یا نہیں؟ یہ اضافہ والی رقم ہم استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن وحدیث میں سودی لین دین اور سود کے استعمال کو حرام بتا کر اس سے سختی سے روکا گیا ہے، اس لئے جس کام میں سود کی لعنت میں گرفتار ہو

جانے کا اندیشہ ہو اس سے بھی بچنا چاہئے۔اب اتفاق سے بینک میں روپئے جمع کروائے ہوں اوراس پر سود ملے تو استعمال میں نہ لاتے ہوئے اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے کسی غریب مسلمان محتاج کو مالک بنا کردے دینا چاہئے،تاہم اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اُوورڈرافٹ لینا پڑے اوراس پر سود دینا پڑے تو اس سود میں یہ رقم استعمال کرسکتے ہیں،لیکن اس کی عادت بنالینا یا بغیر عذر کے ایسا کرنا معصیت ہے،اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۱۶۶﴾ اوورڈرافٹ چیک کا حکم

سوال: بینک کے کھاتہ میں جمع رقم سے زائد رقم کا چیک لکھ کر زائد رقم استعمال کرنے کے طریقہ کو ''اُوورڈرافٹ''(.O.D) کہتے ہیں۔یعنی اگر ہمارے بینک کے کھاتہ میں کم رقم ہے اورکسی معاملہ میں ہمیں زیادہ رقم کا چیک دینے کی ضرورت پیش آئے تو بینک ہماری طرف سے زائد رقم ہمارے فائدہ کے لئے جاری کردیتی ہے،اوراس زائد رقم پر بینک سود وصول کرتی ہے تو بینک سے اوورڈرافٹ کی رقم لینا کیسا ہے؟ اوراس چیک سے تجارت اور کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اوراس کاروبار سے حاصل ہونے والی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ کیا اس آمدنی سے صدقہ خیرات کرسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اوورڈرافٹ کی توضیح جو سوال میں ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق بینک میں جمع شدہ رقم سے زائد رقم کا چیک بنانا یہ ایک طرح سے بینک سے زائد رقم قرض لینے کے معنی میں ہے،اور یہ رقم مع سود ادا کرنی پڑتی ہے،اورسودی کاروبار اور خاص کر سود دینے پر قرآن وحدیث میں سخت الفاظ میں وعید وارد ہے اوردینی اوردنیوی جو سزائیں بیان کی گئی ہیں ان کو پڑھ کر کوئی بھی ایمان والا شخص سودی لین دین کی ہمت نہیں کر

سکتا، سخت مجبوری کے بغیر ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور اس طرح کی گئی تجارت طیب اور پاکیزہ نہیں کہلائے گی، اب اگر تجارت کا اکثر حصہ حلال آمدنی کا ہو اور سود کی رقم کم ہو تو اس آمدنی سے صدقہ خیرات کرنا درست ہے، البتہ صدقہ خیرات کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس سودی طریقہ سے احتراز کیا جائے۔ (عالمگیری: ۳۴۳/۵)

﴿۲۱۶۷﴾ کریڈٹ کارڈ پر ادھار مال خریدنا

سوال: یہاں بڑی بڑی دکان والے کریڈٹ کارڈ پر مال ادھار دیتے ہیں، ہمیں صرف کریڈٹ کارڈ بتانا ہوتا ہے، بعد میں کل قیمت پر کچھ تھوڑے پیسوں کی زیادتی کے ساتھ وہ قیمت ادا کرنی ہوتی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ پر ادھار مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق ادھار خرید کر جو زائد رقم ادا کی جاتی ہے وہ سود ہے، اس لئے اس طریقہ سے سامان خریدنا تو جائز ہے مگر ادھار کی ادائے گی میں زائد رقم سود کی دینا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۶۸﴾ کمپنی کا تنخواہ سے متعینہ رقم وضع کر کے فنڈ میں جمع کرنا اور اس فنڈ سے سودی کاروبار کرنا اور منافعہ ملازمین کے درمیان تقسیم کرنا

سوال: میری کمپنی مجھے جو تنخواہ دیتی ہے اس سے ہر ماہ ایک متعینہ رقم وضع کر لیتی ہے، ایسا ہی ہر ملازم کی تنخواہ سے ایک متعینہ رقم وضع ہوتی ہے اور کمپنی کے فنڈ میں جمع ہوتی ہے، اور کمپنی کے کسی مزدور یا ملازم کو ضرورت پڑنے پر سود پر اس فنڈ سے ادھار دیا جاتا ہے، اور سال کے ختم پر جو بھی منافع ہو اس سے کوئی ضروری چیز خرید کر یا منافع کی رقم تمام ملازمین کو تقسیم کیا جاتا ہے، تو اس چیز یا رقم کا لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) کسی کی شادی بیاہ یا خوشی کے موقعہ پر یہ چیز اسے ہدیہ کے طور پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وہ چیز یا رقم سود ہے، اسے لے لینا چاہئے اور استعمال میں نہ لاتے ہوئے کسی غریب محتاج کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دینا چاہئے۔(۲) ہدیہ کے طور پر دینا بھی جائز ہے، البتہ اس شخص کا غریب مستحق ہونا بھی ضروری ہے۔

﴿۲۱۶۹﴾ پرووِیڈنٹ فنڈ کے سود کا حکم

سوال: میرے پرووِیڈنٹ فنڈ میں سرکاری سود شامل کیا جاتا ہے، اور میری یہ رقم فی الحال سرکار استعمال کرتی ہے جب میں رٹایر ہوں گا تب مجھے وہ رقم مع سود واپس ملے گی تو اس وقت میں وہ سود کی رقم لے سکتا ہوں یا نہیں؟ اور زکوۃ کے لئے یہ رقم نصاب میں محسوب کرنی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پرووِیڈنٹ فنڈ میں جمع کی جانے والی رقم تنخواہ سے براہ راست وضع کر لی جاتی ہے وہ ملازم کے قبضہ میں نہیں آتی، اس لئے ملازم اتنی رقم کا مالک نہیں بنتا اس لئے اس رقم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، نیز سرکار کی طرف سے اس رقم پر سود کے نام سے جو اضافہ کیا جاتا ہے وہ سود کی تعریف میں داخل نہیں ہے اس لئے کٹوتی، اضافہ اور ڈیوی ڈنڈ کے نام سے جو رقم ملے تمام کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ)

﴿۲۱۷۰﴾ پی ایف سے قرض لے کر ضرورت پوری کرنا

سوال: ایک شخص کے پرووِیڈنٹ فنڈ میں ۴۵۰۰ روپئے جمع ہیں، یہ شخص اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوائی جہاز سے حج کرنے جانا چاہتا ہے، اس فنڈ کے روپئے حاصل کرنے کے لئے اس شخص نے کارروائی کی تو معلوم ہوا کہ حج کے لئے یا کسی مذہبی سفر کے لئے اس فنڈ

سے روپئے نہیں لئے جاسکتے، اس نے بہت کوشش کی کہ چاہے میرا فنڈ بند ہو جائے لیکن جو رقم میرے فنڈ میں فی الحال ہے وہ مجھے مل جائے لیکن اس کی کوئی صورت نہیں ہے، البتہ اگر اشد ضرورت ہو تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ جتنے روپئے اس کے فنڈ میں جمع ہیں حکومت اتنے روپئے دے کر واپس اتنے روپئے مع سود وصول کرے گی، یعنی اس رقم کی ۲۴ قسطیں ہوں گی ایک قسط ۴۵۰ روپے کی اور اس میں ٦ فی صد سود بھی دینا پڑتا ہے اور ہر ماہ کی قسط دوبارہ اس شخص کے فنڈ میں جمع ہوگی، اصل رقم اور سود دونوں اس شخص کے فنڈ میں ہی جمع ہوں گے، تو اس نوعیت سے پرووِیڈنٹ فنڈ کے روپئے اٹھا کر یہ شخص حج کرنے جا سکتا ہے یا نہیں؟ یا اس کے لئے دوسری کوئی جواز کی شکل ہو تو وہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پرووِیڈنٹ فنڈ سے روپئے اٹھانے پر قسط وار اسے دوبارہ واپس کرنا پڑتا ہو اور سود کے نام سے جو رقم جمع کروانی پڑتی ہو وہ بھی رقم بھرنے والے کے ذاتی فنڈ میں ہی جمع ہوتی ہو اور اخیر میں وہ رقم مالک ہی کو ملتی ہو تو سوال میں مذکور ہ طریقہ سے فنڈ سے روپئے اٹھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۷۱﴾ شوگر فیکٹری ثمن کا ایک حصہ ادا نہ کرے اور اس پر سود دے تو

سوال: ہم نے مڈھی (گاؤں کا نام) سوگر فیکٹری کے شیرز خریدے ہیں، سوگر فیکٹری کا قانون یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سوگر فیکٹری کے شیرز ہوں وہی گنا اُگا سکتا ہے، اور فیکٹری اسی شخص کا گنا لیتی ہے۔

اب بات یہ ہے کہ جب گنے کی فصل تیار ہو جاتی ہے اور کٹ کر فیکٹری میں آجاتی ہے اور اس کے بعد جب بھی فیکٹری گنے کی قیمت ادا کرتی ہے تو لازماً ایک ٹن پر ۱۰ روپے وضع کر

لیتی ہے چاہے ہم منع کریں تب بھی اتنے روپئے نہیں دیتی اور کمپنی میں بچت کے طور پر جمع رہتے ہیں، اور سال کے ختم پر ان روپیوں کا جو سود ہو وہ ہر سال دیتی ہے، تو اس سود کو استعمال میں لانا کیسا ہے؟ اور جو روپئے سوگر فیکٹری نے وضع کر کے جمع کئے ہیں ان روپیوں پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ روپئے جبراً بغیر اجازت وضع کئے گئے ہیں اس لئے وہ بائع کی ملک میں آئے ہی نہیں ہیں اس لئے اس رقم پر جو سود ملتا ہے وہ حقیقۃً سود کی تعریف میں نہیں آتا اس لئے اس کے لینے اور استعمال کی گنجائش ہے، اور بائع کی ملک میں نہ آنے کے سبب مذکورہ رقم پر زکوۃ بھی واجب نہیں ہوگی، جب قبضہ میں آوے اس کے بعد ہر سال قانون کے مطابق زکوۃ لازم ہوگی۔

﴿۲۱۷۲﴾ ثمن کی تاخیر پر مع سود ثمن وصول کرنا

سوال: ایک تاجر ہندوستان میں باہر ملک سے مال منگواتا ہے، اور اس مال کے روپے فارن ایکسچینج کے ذریعہ بھیجتا ہے لیکن فارن ایکسچینج اس کے روپے ۱۰ سے ۱۵ مہینے میں اسے بھیجتی ہے، یعنی باہر ملک کا تاجر جب مال روانہ کرتا ہے اس کے ۱۰، ۱۵ مہینوں بعد اسے اس کے مال کی قیمت ملتی ہے، اس وجہ سے باہر ملک والے تاجر نے یہاں کے تاجر سے کہا کہ روپے جتنی تاخیر سے ملیں گے اتنے وقت کا حساب لگا کر کل ثمن کا ۱۰ سے ۱۵ فی صد سود بھی ساتھ میں دینا پڑے گا، یہاں کا تاجر اپنی بینک کو روپے جلد پہنچانے کے لئے کہتا ہے لیکن غیر ملکی روپئے ہونے کی وجہ سے بینک ۱۰، ۱۵ مہینہ نکال دیتی ہے، باہر ملک والا تاجر کہتا ہے کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے، ہمیں اگر روپئے تاخیر سے ملتے ہیں تو اس پر سود بھی ہم

لیں گے، تو اس طرح کاروبار کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود دینا ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۳۱۷۳﴾ اپنا بینک اکاؤنٹ کسی کو استعمال کرنے دینے پر ۲۵ روپے چارج کرنا

سوال: میرے چند دوستوں کے اکاؤنٹ ایس بی آئی میں ہیں، اور میرا اکاؤنٹ بروڈا بینک میں ہے ہم سب کے پاس اے ٹی ایم کارڈ بھی ہے، ہمارے چند دوست جو ہمارے ساتھ ہاسٹیل میں رہتے ہیں وہ ہمارے بینک اکاؤنٹ پر اپنے گاؤں سے روپے منگواتے ہیں تو میرے دوستوں کے بینک اکاؤنٹ میں روپیوں کے آنے پر ۲۵ روپے انٹر سی ٹی چارج لگتا ہے اور میرے بینک اکاؤنٹ میں اس طرح کا کوئی چارج نہیں لگتا تو میرے دوست مجھ سے کہتے ہیں کہ تو بھی ان لوگوں سے ۲۵ روپے لے لیا کر چاہے بینک میں تجھے یہ چارج دینا نہ پڑے، تو کیا میرے لئے اس طرح کا چارج لینا صحیح ہوگا؟ ایس بی آئی میں وہ چارج اکاؤنٹ سے ہی کٹ جاتا ہے، میرے اکاؤنٹ میں یہ چارج نہیں ہے تو یہ چارج لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ کے دوستوں کے اکاؤنٹ سے روپے منگوانے پر بینک ۲۵ روپے کا چارج لیتی ہے اور آپ کے اکاؤنٹ سے آپ روپیوں کو منگوائیں یا آپ کے دوست منگوائیں تو بینک اس پر چارج نہیں لیتی، تو آپ کا آپ کے دوستوں سے چارج کے نام پر روپیوں کا لینا انسانی ہمدردی کے خلاف ہے، آپ کو بھی احسان کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصرف الربا

﴿۲۱۷۴﴾ مستحق کون ہے؟

سوال: ایک شخص بیمار ہے، اس کی ایک بیوی ہے، دونوں کا گذر بسر ٹھیک چل رہا ہے، کھانے پینے کی کوئی تنگی نہیں ہے، لیکن دونوں کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں ہے، اس شخص کی ایک بہن ہے، اس بہن کے پاس بڑی رقم سود کی ہے، یہ بہن اپنے بھائی کو سود کی رقم دینا چاہتی ہے تو کیا اپنے بھائی کو یہ رقم دے سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......سود کی رقم غریب اور مسلمان مستحق کو ثواب کی نیت کے بغیر مالک بنا کر دے دینا ضروری ہے۔

صورت مسئولہ میں بہن کا بھائی کو سود کے روپے دینا جائز ہے، ان کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں ہے اس لئے وہ شریعت کے حکم کے مطابق مستحق کہلانے کے حقدار ہیں، البتہ انکا گذر بسر ٹھیک چل رہا ہے اس لئے ان کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے لیکن بغیر سوال کئے اگر کہیں سے یہ رقم ملے تو اس کا لینا جائز ہے، اور اگر ایک دن کے گذر بسر کے بقدر روپئے یا کھانے پینے کی چیز نہ ہو تو سوال کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ (شامی، فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۷۵﴾ غریب داماد کو سود کی رقم دینا

سوال: سود یا بیمہ کے روپے سے انکم ٹیکس (جو حکومت کی طرف سے حد سے بڑھ کر ہوتا ہے) میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز غریب داماد کو ان کے قرض کی ادائے گی کے لئے مذکورہ روپے اور زکوۃ کے روپے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت کی نظر میں مسلمان کا مال محفوظ ہے، اس لئے کوئی بھی شخص یا حکومت اس کی رضامندی کے بغیر جبراً اس کا مال اس سے نہیں لے سکتی، اس کے باوجود اگر یہ ٹیکس بھرنے کی نوبت آئے تو اس میں سود اور بیمہ کی رقم بھرنے کی گنجائش ہے، نیز غریب داماد کو مالک بنا کر بھی دے سکتے ہیں اس کے بعد وہ اس رقم سے اپنا قرض ادا کردے تو یہ بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ (کتب فقہ)

﴿۲۱۷۶﴾ سود کی رقم سے خود کے بچوں کے کپڑے اور کتابیں خریدنا

سوال: ہمارے لڑکے اور لڑکیاں ہائی اسکول میں تعلیم لیتے ہیں تو ان کے لئے سود کی رقم سے کتابیں، فیس اور کپڑے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کی رقم اپنے لڑکے لڑکیوں کو دینا جائز نہیں ہے، نیز اس رقم سے انکے لئے کپڑے، کتابیں خریدنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ غریب مستحق داماد کو دے سکتے ہیں پھر وہ اپنے قبضہ میں لے کر اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرسکتا ہے۔

﴿۲۱۷۷﴾ سودی رقم سے تعمیر کئے گئے بند کے پانی سے فصل کی آبیاری کا حکم

سوال: جنوبی گجرات میں بہت سے بھائی کاشت کاری کرتے ہیں، فصل کی آب یاری نہر کے پانی سے کرتے ہیں اس نہر کا پانی اُکائی نامی بند سے آتا ہے یہ بند ورلڈ بینک سے سود پر رقم لے کر تعمیر کیا گیا تھا، تو اس بند سے مسلمانوں کا اپنی فصلوں کی آبیاری کرنا کیسا ہے؟ اس مسئلہ میں شریعت کا جو بھی حکم ہو بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سرکاری نہر کے پانی سے غلہ پیدا کرنا اور پانی مول لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۷۸﴾ سود کی رقم سے بیت الخلاء بنانا

سوال: بیرون ملک سے ایک شخص نے سود کی رقم ارسال کی ہے اور میرے پاس بھی بینک کے سود کی رقم ہے نیز ایک اور شخص کے پاس بھی بینک میں سود کی رقم جمع ہے تو کیا ان رقوم سے خود کے گھر کا بیت الخلاء بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کے خرچ کرنے کا دوسرا کوئی راستہ ہو تو وہ بھی بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ان رقوم سے گھر کا بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ہے، سود کے استعمال کا گناہ ہوگا، یہ رقوم کسی غریب محتاج مسلمان کو ثواب کی نیت کے بغیر سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے مالک بنا کر دے دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

﴿۲۱۷۹﴾ سود کی رقم سے بھائی، بہن یا ان کی اولاد کی مدد کرنا

سوال: ایک شخص کی حقیقی بہن اور اس کی بھتیجی اور بھانجی مالی اعتبار سے خستہ حالت میں ہے، یہ شخص اپنے سود کی رقم سے اپنی حقیقی بہن، بھتیجی اور بھانجی کی مدد کرسکتا ہے؟ یا زکوۃ کی رقم سے مذکورہ لوگوں کی مدد کرسکتا ہے؟ اور زکوۃ کی رقم سے ان لوگوں کی دوائی وغیرہ کا خرچ اور گھر کا خرچ دے سکتا ہے؟ یا انہیں دینے کا صحیح راستہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حقیقی بھائی، بہن یا ان کی اولاد اگر مستحق ہوں یعنی وہ نصاب کے برابر مال کے مالک نہ ہوں تو انہیں زکوۃ یا سود کی رقم کا مالک بنا کر قبضہ میں دیدینا بلا شبہ جائز اور درست ہے۔ بلکہ حدیث شریف کی تعلیم کے مطابق انہیں زکوۃ دینے میں دوگنا ثواب ہے ایک فریضہ کی ادائے گی کا اور دوسرا صلہ رحمی کا، اس لئے بھائی بہن یا ان کی اولاد محتاج ہوں تو انہیں مالک بنا کر دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، وہ اپنے قبضہ

میں لے کر اپنی ضرورتوں میں خرچ کر سکتے ہیں۔(شامی:۲)

﴿۲۱۸۰﴾ سود کی رقم سے رفاہی ہائی اسکول کی عمارت بنانا

سوال: میں ایک رفاہی ہائی اسکول کے مکان کے لئے اپنے بیٹوں اور دوسرے بھائیوں سے فنڈ اور چندہ کی امید رکھتا ہوں، میرے بیٹے اور دوسرے کچھ بھائی مجھے چندہ دینے کے لئے راضی ہیں، اس چندہ میں بینک سے ملنے والے سود کے روپئے بھی دینا چاہتے ہیں، البتہ سود کے روپے ثواب کی نیت کے بغیر دینے والے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان روپیوں سے اسکول کی جو عمارت کھڑی ہوگی اس عمارت میں اتفاق سے اگر کوئی مسلمان بھائی نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں علمائے کرام کیا فتویٰ دیتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام میں سودی کاروبار کرنا سخت گناہ کا کام اور ناجائز ہے، اس سے بچنے کی سخت تاکید اور نہ بچنے والے کے لئے سخت وعید اور سزائیں بتائی گئی ہیں، اور سود میں ملنے والی رقم کو پاک اور حلال کمائی نہیں کہا گیا ہے، اس رقم کے مصارف حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب ''**اشباع الکلام فی مصرف الصدقۃ من المال الحرام**'' میں تفصیل سے بتائے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے روپئے غریب اور محتاج مسلمان کو مالک بنا کر دے دینا ضروری ہے، رفاہ عامہ کے کاموں میں تملیک نہیں پائی جاتی، اس لئے رفاہ عامہ کے کام میں یہ روپے لگانا جائز نہیں ہے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے: کہ فقیر مسکین کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، مدرسہ، وقف یا رفاہ عامہ کے کاموں میں ان روپیوں کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے، یہی رائے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اور مظاہر العلوم اور دار العلوم دیو بند کے مفتیان کرام کی بھی ہے، اس لئے سود کی رقم سے ہائی اسکول کی عمارت تیار کرنا درست نہیں ہے، ہائی اسکول کی عمارت کی تعمیر کے لئے ان سے سود کی رقم نہ لی جائے۔

اب اگر ان لوگوں سے سود اس نیت سے لیا جائے کہ یہ لوگ سود کے گناہ سے اپنے آپ کو بچا سکیں اور یہ رقم لے کر کسی غریب اور محتاج مسلمان کو بغیر ثواب کی نیت سے مالک بنا کر دے دی جائے اور پھر اس غریب سے وہ رقم چندہ میں مانگی جائے اور وہ غریب اس رقم کو اپنی خوش دلی سے ہائی اسکول کی عمارت کی تعمیر کے لئے دے دے تو اب اس رقم سے ہائی اسکول کی عمارت بنا سکتے ہیں، اور اب یہ رقم سود کی نہیں کہلائے گی۔ اگر سود یا غصب کے مال سے کوئی عمارت بنائی جائے تو اس میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے، اگر نماز پڑھی گئی تو فریضہ تو ادا ہو جائے گا لیکن نماز مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۸۱﴾ سود کے روپے مزدور کو مرہم پٹی کے لئے دینا

سوال: ہمارے یہاں ایک کولھو (جہاں غنے کا رس نکالا جاتا ہے، رس نکالنے کا آلہ) ہے اس میں کچھ مزدور کام کرتے ہیں، ایک مزدور مشین میں تیل ڈالنے گیا جب کہ یہ ذمہ داری دوسرے شخص کی تھی اور اس کا یہ کام نہیں تھا لیکن اپنی طرف سے کرنے گیا اور مشین میں اس کا ہاتھ آ گیا اور اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا، تو اس کی دوائی اور مرہم پٹی کے خرچ کے لئے میں اسے سود کی رقم دوں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورت مسئولہ میں اس کام کی ذمہ داری اس کی نہیں تھی وہ شخص اپنی طرف سے تیل ڈالنے گیا، انتظامیہ کی طرف سے بھی اسے اس کام کا حکم نہیں کیا

گیا تھا اور وہ زخمی ہو گیا تو اس کی دوائی، مرہم پٹی کی ذمہ داری آپ کی نہیں ہے، البتہ حسن سلوک کے طور پر اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے تو یہ مناسب ہے، اور اس کے لئے آپ سود کی رقم سے کچھ روپے دے کر مالک بنا دو کہ اس سے وہ اپنی دوائی وغیرہ کا خرچ کر لے تو یہ جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۸۲﴾ سود کے روپیوں سے مسجد کے بیت الخلاء کی مرمت

سوال: مسجد کے بیت الخلاء کی مرمت کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے، ایک شخص کے روپے پوسٹ آفس میں جمع ہیں یہ صاحب اس کا سود مسجد کے بیت الخلاء کی مرمت کے لئے دینے پر رضامند ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ پوسٹ آفس یا بینک میں رکھے ہوئے روپیوں کے سود سے مسجد کے بیت الخلاء کی مرمت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود لینا اور دینا حرام ہے، ان حرام کے روپیوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو ان کے اصل مالک کو واپس کر دیا جائے، بینکوں کے سود میں اصل مالک کو واپس کرنا بہت مشکل ہے اس لئے اس سود کو کسی غریب اور محتاج کو مالک بنا کر ان کے وبال سے بچنے کی نیت سے دے دینا چاہئے، سود کے روپیوں سے بیت الخلاء، راستے، پیشاب خانے وغیرہ بنانا (نجی ہو یا مسجد کے لئے یا رفاہ عامہ کے لئے ہو) جائز نہیں ہے۔ (شامی: کتاب الربوٰا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۸۳﴾ سود کی رقم سے بیت الخلاء اور راستے بنانا

سوال: بینک کے سود کی رقم سے بیت الخلاء یا راستے بنانا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بینک کے سود کی رقم غریب مستحق کو ثواب کی نیت کے بغیر دے دینا چاہئے، کسی مسجد، مدرسہ کے بیت الخلاء یا کسی ادارہ کا کمپاؤنڈ یا راستہ بنانا یا رفاہ عامہ کے کاموں میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے، ایسا حرام مال جس کے مالک کا پتہ نہ ہو اس کا مصرف یہی ہے کہ غریب اور محتاج مسلمان کو مالک بنا کر دے دیا جائے، پھر وہ شخص اپنی مرضی سے جس کام میں خرچ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

﴿٢١٨٤﴾ عمارت بنانے کے ٹیکس میں سود کی رقم دینا

سوال: آرکیٹیک عمارت بنانے یا مکان میں بڑھوتری یا کمی کرنے کے لئے کوئی ڈیزائن بناتا ہے تو اسے پاس کرنے کے لئے پچھلے دو سال سے عمارت کے بڑھانے یا گھٹانے کی قیمت کا کچھ فی صد حکومت نے ٹیکس کے طور پر لینے کا قاعدہ جاری کیا ہے، اس سے قبل یہ ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا، تو سود کی رقم سے یہ ٹیکس ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ڈیزائن پاس کروانے کے لئے یا حکومت کی طرف سے لیا جانے والا ناجائز ٹیکس مثلاً: انکم ٹیکس وغیرہ میں سود کی رقم دینے کی شرعاً گنجائش ہے۔

﴿٢١٨٥﴾ دستاویز بنانے والے وکیل کی فیس میں سود کی رقم دینا

سوال: دوسرے ملکوں کی طرح یہاں بھی اگر کوئی ملکیت بیچی جائے یا خریدی جائے تو اس کا دستاویز بنانا پڑتا ہے ہمارے یہاں دستاویز بنانے والے عام انسان ہوتے ہیں لیکن یہاں خاص قسم کے وکیل ہوتے ہیں جو ایسے دستاویز اور مابین معاملوں کے کاغذات تیار کرتے ہیں، وہ بڑی بڑی آفس رکھ کر دو تین آدمیوں کی کمپنی بنا کر کچھ فی صد لے کر یا متعینہ فیس کے عوض عوام کے کام کرتے ہیں۔ فیس کی رقم بہت زیادہ ہوتی ہے، وکیل بھی

عام طور پر غیر مسلم ہوتے ہیں تو اس فیس میں (جو وکیل کو دستاویز بنانے اور زمین کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے ہوتی ہے) سود کی رقم دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وکیل اور دستاویز بنانے والوں کو فیس ان کی محنت اور اجرت کے طور پر دی جاتی ہے، اس لئے اس میں زکوۃ یا سود کی رقم دینا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۱۸۶﴾ سود کے روپیوں سے قرض ادا کرنا

سوال: سود کے روپیوں سے قرض ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سود کے روپیوں سے اپنا قرض ادا کرنا درست نہیں ہے، اگر خود محتاج ہو اور کوئی دوسرا شخص سود کے روپئے دے تو قبضہ میں آنے کے بعد جس کام میں چاہے خرچ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۸۷﴾ ایڈوانس دی ہوئی رقم سے فائدہ اٹھانا سود ہے

سوال: میرے پانچ ہزار روپے ٹیلیفون کمپنی میں ۱۹۷۴ سے جمع تھے، اور کمپنی نے فون ۱۹۸۲ میں دیا، اب کمپنی ہر ماہ جو فون کا بل بھیجتی ہے تو جتنا بل ہو اس سے کچھ رقم کم کر کے بھیجتی ہے (یعنی کمپنی نے آٹھ سال میری رقم سے فائدہ اٹھایا اس کا عوض دیتی ہے)، تو ٹیلیفون کمپنی اپنے بل میں جو رقم کم کر کے بھیجتی ہے اس کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟ کیا یہ رقم سود کہلائے گی؟ اگر یہ رقم سود ہے تو جتنی رقم کمپنی کم کر کے بھیجتی ہے اتنی رقم میں شریعت کے کہنے کے مطابق اس کے مصرف میں خرچ کر دوں گا، میں نے ٹیلیفون لگانے کے لئے جو رقم خرچ کی تھی وہ رقم اس منہا ہونے والی رقم سے وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......فون کمپنی میں آپ کے ایڈوانس روپے جمع تھے یا

ڈپازٹ کے طور پر رکھے گئے تھے اب کمپنی اس کا سود دیتی ہے یعنی ہر ماہ آپ نے جوفون استعمال کیا اس کا آپ کو جو بل ادا کرنا ہے اس میں سے کمپنی کچھ رقم منہا کردیتی ہے حالانکہ وہ رقم آپ کو ادا کرنی ضروری تھی تو یہ ایسا ہوا جیسے آپ نے ایڈوانس رقم سے فائدہ اٹھایا اور قرض کے عوض جو بھی فائدہ اٹھایا جائے وہ سود ہے اس لئے اس ایڈوانس رقم سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۸۸﴾ سب سی ڈی والی لون کا تفصیلی حکم

سوال: سرکاری بہت سے کاموں میں مالی اعتبار سے خستہ حالت والوں کی کئی طرح سے امداد کی جاتی ہے البتہ مستحقین میں سے صرف ۵۰ فی صد لوگوں کو یہ امداد سب سی ڈی کی شکل میں ملتی ہے بقیہ ۵۰ فی صد لوگ محروم رہتے ہیں اور غیر مستحق فائدہ اٹھا لیتے ہیں جب کہ ٹیکس وغیرہ امور میں دوسری قوموں کے ساتھ مسلمان بھی شریک ہوتے ہیں وہاں مسلمانوں کو کوئی چھوٹ نہیں ہوتی، ان حالات میں ایسی سرکاری امداد لینا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

سب سی ڈی ملنے کے بعد ۵۰ فی صد رقم معاف ہو جاتی ہے اور بقیہ ۵۰ فی صد رقم مع سود ادا کرنی ہوتی ہے اس میں سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ بقیہ ۵۰ فی صد رقم پندرہ بیس دن میں ادا کردی جائے تو سود دینے سے حفاظت ہو سکتی ہے، البتہ پندرہ بیس دن سرکاری دفتر میں ایک مہینہ ہی شمار ہوتا ہے اور ایک ماہ کا بہت قلیل سود دینا پڑتا ہے تو اس طریقہ سے سب سی ڈی والی لون لے کر پندرہ بیس دن میں رقم ادا کردینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت مطہرہ کا مزاج یہ ہے کہ ہر مسلمان کو ہر طرح

کے سودی لین دین سے ضرور بچنا چاہئے، اس لئے کہ سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، نیز سودی لین دین کرنے والے سے قرآن پاک میں جنگ کا اعلان کیا گیا ہے، اس لئے تقویٰ یہ ہے کہ جس کام میں حرام کا شبہ بھی ہو اس سے بھی بچا جائے، مسلمانوں کی کامیابی دنیا کمانے میں نہیں ہے بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں ہے یہ نہیں بھولنا چاہئے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بھی جان لینا چاہئے کہ حکومت کی طرف سے سب سی ڈی والی ہر طرح کی لون بھی جائز نہیں ہے، بلکہ سب سی ڈی والی وہ لون جس میں سب سی ڈی منہا کرنے کے بعد جمع کی جانے والی رقم وصول کی ہوئی رقم سے زیادہ نہ بنتی ہو تو اس کے لینے کی گنجائش ہے، مثلاً: ایک ہزار کی لون میں سب سی ڈی منہا کرنے کے بعد مع سود ۵۰۰ روپے بھرنے پڑتے ہیں تو اس سب سی ڈی والی لون کے لینے کی گنجائش ہے، اور جو ۵۰۰ روپے منہا ہوئے وہ حکومت کی طرف سے مدد سمجھی جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سب سی ڈی والی لون لی اور اب سب سی ڈی منہا کرنے کے بعد جمع کی جانے والی رقم وصول کی ہوئی رقم سے زیادہ بنتی ہے تو یہ صورت ناجائز ہے اس صورت میں قرض سے زائد رقم یقیناً سود ہے اس لئے ناجائز اور حرام ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۸۹﴾ سود کے روپیوں کا چوری ہو جانا

سوال: بینک یا پوسٹ میں روپئے رکھے ہوئے ہوں، اور ان پر جو سود ملے وہ اٹھا لیا ہو، اور اٹھا لینے کے بعد وہ روپئے گم ہو جائیں یا چوری ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کے بجائے دوسرے روپئے اپنے پاس سے صدقہ میں دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......سود لینا کبیرہ گناہ ہے،اور سود کا استعمال اس سے بڑھ کر دوسرا کبیرہ گناہ ہے،صورت مسئولہ میں سود کے روپئے استعمال نہیں کئے اور مستحق کو دینے سے قبل چوری ہوگئے یا گم ہوگئے تو اس کے بجائے دوسرے روپئے اپنی طرف سے صدقہ میں دینا ضروری نہیں ہیں،اور سود کھانے کا گناہ نہیں ہوگا،جیسے آئے ویسے چلے گئے، البتہ سود کے روپئے لینے کا جو گناہ ہوا وہ سچے دل سے توبہ کرنے سے معاف ہوگا،اس لئے توبہ ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۹۰﴾ سود کے پیسوں سے چرچ لے کر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم

پچھلے دنوں ہماری شرعی کونسل میں مندرجہ ذیل مسئلہ زیر بحث رہا۔امید ہے کہ آپ ہماری مزید مہربانی فرما کر رہنمائی کریں گے۔

ایک شہر کے لوگوں نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا سود کے پیسوں سے چرچ لے کر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ یہ چرچ مناسب جگہ پر فروخت ہورہا ہے۔اور وہاں کے مسلمانوں کے پاس فی الحال اتنی رقم نہیں ہے جس سے بیک وقت نقد رقم ادا کرسکتے ہیں۔ بینک ان کو قرضہ مع سود دینے کے لئے تیار ہے۔

تو کیا ایسے ممالک میں جہاں بچوں کا مستقبل تاریک نظر آتا ہوا گر یہ موقع کھو دیا جائے تو نہ کوئی نماز جماعت کے ساتھ قائم ہوسکتی ہے اور نہ تو کوئی دینی تعلیم کا انتظام ہوسکتا ہے۔جلد از جلد سود سے خلاصی کردی جائے گی۔اور ضرورت کے پیش نظر سود سے رقم لے کر خرید لیا جائے تو کیا کوئی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اور جس طرح سود لینا ناجائز ہے اسی طرح سود دینا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ امریکہ جیسے ممالک میں اسلامی تعلیم، تہذیب اور اسلامی احکام پر عمل کرنا بھی بہت مشکل ہے مگر اہل ایمان کے لئے اس پر عمل کرنا اور عمل کرانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے مذکورہ چرچ کو خرید کر مسجد و مدرسہ اور دوسرے اسلامی امور کے لئے اس کو استعمال کیا جائے۔ سودی کاروبار پر قرآن شریف اور احادیث مبارکہ میں سخت سے سخت وعیدیں بتائی گئی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو ہر ایسے لعنتی کام سے بچنا چاہئے اور مذکورہ جگہ خریدنے کے لئے چندہ کے ذریعہ سے انتظام کیا جائے اور دوسرے نمبر پر مسلمانوں سے قرض حسنہ (غیر سودی قرض) سے رقم جمع کی جائے اور مذکورہ چرچ کو اس طرح بلاسودی رقم سے خرید لیا جائے۔

جو اس کمیونیٹی کے ممبر ہیں یا جو لوگ یا ان کے بچے اس مسجد اور مدرسہ فائدہ حاصل کریں گے ان کو مذکورہ رقم تقسیم کر دی جائے کہ وہ کسی طرح امدادی یا قرض کے طور پر اتنی رقم اپنے وسائل سے جمع کریں تاکہ یہ چرچ بلاسودی طریقہ پر خریدا جاسکے۔ یا پھر تیسری صورت میں جتنی طاقت ہو اتنی مقدار میں کرایہ یا مختصر عمارت سے کام لیا جائے۔

سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں مگر فقہاء نے اضطرار کی حالت میں مجبوراً سودی قرض لینے کی گنجائش بتائی ہے اس لئے مجبوراً بینک سے سودی قرضہ (قرضہ کے طور پر) حاصل کر کے مسجد اور مدرسہ بنایا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن مجبوری اور اضطرار ہے یا نہیں اس کے متعلق مقامی متقی، دیندار فقہاء کرام سے فتویٰ لیا جائے۔

ہمارے اکابرین فقہاء مثلاً حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ کے رجحان کے مطابق ان دنوں

میں اتنی مجبوری اور اضطرار جس پر سودی قرض لینے کی گنجائش ہو، نہیں ہوتا اس لئے بچنا ہی احوط ہے۔فقط والسلام واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۹۱﴾ زکوٰۃ، للہ اور سودی رقم کا مصرف

سوال: ہم اپنے وطن عزیز کے ایک ہی گاؤں کے چند لوگ جو برطانیہ میں رہ رہے ہیں یہ سوچ رہے ہیں کہ مسلم ویلفیئر سوسائٹی کے نام سے اس پروگرام کے تحت ایک ادارہ قائم کریں تا کہ اپنے گاؤں کے غریبوں، حاجت مندوں کی دینی و دنیوی خدمات انجام دے سکیں ہمارے گاؤں میں کئی غریب مسلمان ایسے ہیں کہ جن کے مکان ازسرنو بنانے کی ضرورت ہے اور بہت سارے مکانات مرمت طلب ہیں جب کہ بہت سے حضرات کے یہاں بیت الخلا نہ ہونے سے تکالیف کا سامنا ہے۔

ان سب ضروریات اور مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ہم سوچ رہے ہیں کہ للّٰلہ، زکوٰۃ، سود وغیرہ کی رقم جمع کر کے اس میں سے کچھ رقم ان مقاصد کیلئے اپنے وطن بھیج دی جائے اور کچھ رقم مقامی بینک کے ڈپازیٹ اکاؤنٹ میں رکھ دی جائے تا کہ بینک سے سود ملتا رہے اور اس سے غریبوں کی امداد ہوتی رہے۔ یا اس رقم سے انگلستان میں مکان خرید لیں تا کہ اس کے کرایہ سے غریبوں کی امداد ہوتی رہے یا شیرز خرید لیں تا کہ اس کی آمدنی سے غریبوں کی امداد ہوتی رہے ہمارا مقصد صرف غریبوں محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کرنا ہے۔ تجارت مقصد نہیں۔

امید ہے کہ جناب والا تفصیل سے بتائیں گے کہ کیا اسطرح سے زکوٰۃِ، للہ اور سودی رقم جمع کر کے اور اس آمدنی کو اوپر والے مقاصد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......غریب محتاج مسلمانوں اور انسانوں کی مدد کرنا یا انکی ضرورت کو پورا کرنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے بلکہ اللہ جل شانہ کی رضامندی اور اعانت کا سبب ہے ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی اعانت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اس لئے خود کوئی مدد کرنا یا اس کیلئے کمیٹی بنانا بھی درست ہے اور اس میں زکوٰۃ صدقات کی رقم جمع کرنا بھی درست ہے

زکوٰۃ وغیرہ کی رقم کی ادائیگی کیلئے شریعت میں مخصوص شرائط ہیں اس کا پورا کرنا ضروری ہے اگر وہ پوری نہیں کی گئی تو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی اور منتظم پر ضمان واجب ہوگا۔ آپ نے لکھا کہ بینک سے سود ملتا رہے اور اس سے غریبوں کی مدد ہوتی رہے یہ نظریہ ہی غلط اور گناہ ہے ترمذی شریف میں ہے کہ اللہ جل شانہ پاک اور طیب ہے اور پاک مال ہی قبول کرتا ہے اسلئے اس نظریہ سے بنک میں رکھنا سودی معاملات کرنے کے برابر ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔مکان کا کرایہ اور شیرز کی آمدنی سے امداد کی جا سکتی ہے مگر اس کیلئے واجب التملیک مال سے خریدا ہوا نہ ہونا چاہیے۔

﴿۲۱۹۲﴾ سود کے روپیوں سے قرضہ وصول کرنا

سوال: میں نے ایک غریب طالب علم کو قرض دے کر اس کی مدد کی، وہ طالب علم ہائی اسکول میں پڑھائی کر رہا ہے، ابھی میرے پاس بینک کے سود کی ایک بڑی رقم آئی ہے تو کیا میں اپنے سود کی رقم اسے دے کر اس سے اپنا قرض واپس لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ طالب علم مسلمان ہو اور مستحق ہو تو سود کے روپے اس کے قبضہ میں دے کر اسے اس کا مالک بنا دیا جائے اور اس کے بعد یہ طالب علم وہی رقم

اپنے قرض کی ادائے گی میں آپ کو واپس کر دے تو آپ کے سر سے سود کا وبال بھی اتر جائے گا اور طالب علم کا قرضہ بھی ادا ہو جائے گا، طالب علم کو مذکورہ طریقہ سے سود کی رقم دینے کے بعد اگر قرض میں وہ رقم ادا نہ کرے تو قرض کی وصولی کے لئے اس سے زبردستی بھی وصول کیا جا سکتا ہے، اور اب زبردستی کرنے میں کوئی برائی یا خرابی بھی نہیں ہے۔ (شامی: کتاب الزکوۃ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۹۳﴾ سود کے عوض ملی ہوئی شئ چھوٹے بھائی بہن کو دینا

سوال: سود کے عوض جو چیز، سامان یا تحفہ ملے اسے ملازم اپنے چھوٹے بھائی بہن یا رشتہ داروں کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چھوٹے بھائی بہن اگر زکوۃ کے مستحق ہوں تو انہیں سود کے عوض ملی ہوئی شئ دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۱۹۴﴾ غیر مسلم ادارہ کو سود کی رقم چندہ میں دینا

سوال: ایک غیر مسلم ادارہ ہے، اس ادارہ نے مجھ سے چندہ کی اپیل کی ہے، میرا چندہ دینے کا بالکل بھی ارادہ یا مرضی نہیں ہے، لیکن حالات اور مجبوری کی وجہ سے چندہ دینا پڑے تو ایسی حالت میں کیا میں اس ادارہ کو چندہ میں سود کی رقم دے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سود کے روپے شریعت میں واجب التصدق ہیں، اور کسی غریب مستحق زکوۃ مسلمان کو مالک بنا کر بغیر عوض کے اپنے سر سے وبال اتارنے کی نیت سے دینا ضروری ہے، اس لئے کسی غیر مسلم شخص یا ادارہ کو دینے سے یہ وبال سر سے نہیں اترے گا، نیز چندہ دینے میں ثواب کی نیت ہوتی ہے اور حرام آمدنی کو ثواب کے کام

میں دینا نبوی تعلیم کے مطابق جائز نہیں ہے۔(کمافی الترمذی، والشامی وفتاویٰ دارالعلوم)

﴿۲۱۹۵﴾ واٹرورکس میں سود کی رقم کا استعمال

سوال: کیا واٹرورکس کے لئے سود کے روپیوں کا استعمال جائز ہے؟ اس پانی کو مسلمان بھی استعمال کرتے ہیں، کیا سود کی رقم مسلمان کے لئے استعمال کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کے روپیوں کو واٹرورکس میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور مسلمان مالداروں کے لئے سود کے روپے لینا بھی جائز نہیں ہیں، سود لینے اور دینے والوں کے لئے قرآن پاک اور حدیث شریف میں بہت سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

﴿۲۱۹۶﴾ غربت کی حالت میں سود کے روپیوں سے بنائے ہوئے مکان میں امیری کی حالت میں رہنا

سوال: ایک امیر شخص نے سود کے روپیوں سے سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے کسی غریب شخص کو دئے، اور اس غریب شخص نے اپنا پرانا مکان ان روپیوں سے مرمت کروایا، یا نیا تعمیر کروایا، اس کے بعد اس غریب شخص پر اللہ کا فضل ہوا اور وہ امیر ہوگیا، تو اب یہ مالدار شخص اس مکان میں جسے اس نے سود کے روپیوں سے غربت کی حالت میں بنایا تھا رہ سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی اس شخص کا اس مکان میں رہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس وقت اس نے سود کے روپے لئے تھے اس وقت وہ حقدار اور غریب تھا، اب بعد میں مالدار ہوجانے کے سبب پہلے لئے ہوئے روپیوں کے حکم میں کوئی اثر نہیں آئے گا، اس لئے اس مکان میں بلا تردد رہ سکتا ہے، یہی حکم زکوۃ کے لئے بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۹۷﴾ سود کی رقم سے مکان کی مرمت

سوال: ایک شخص صاحب ثروت ہے، لیکن اسے دین کا شعور نہیں ہے، اور شریعت کیا ہے وہ نہیں جانتا، لیکن فی الحال دیندار لوگوں سے دوستی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور توفیق بخشی اور اس نے اپنے مال کی زکوۃ نکال کر مستحقین میں تقسیم کی، ہم نے گاؤں میں جن لوگوں کے مکان کمزور ہو گئے ہیں اور رہائش کے لائق نہیں رہے ان کی مرمت کے لئے اس شخص سے مدد مانگی، تو اس شخص نے بینک کے سود کی ایک بڑی رقم بھیجی ہے، اور اس شرط کے ساتھ بھیجی ہے کہ اگر بینک کے سود سے غرباء کے مکان کی مرمت جائز ہو تو تم کروا سکتے ہو۔ تو اس مسئلہ میں علماء دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں، کیا مذکورہ کام میں بینک کے سود کی رقم غرباء کے فائدہ کے لئے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ رقم غریب مسلمان اور مستحق زکوۃ شخص کو مالک بنا کر اس کے قبضہ میں دے دی جائے، پھر وہ ان روپیوں سے اپنا مکان مرمت کروالے تو یہ جائز ہے، یا وہ روپے اس غریب مسلمان مستحق کے قبضہ میں آنے کے بعد وہ آپ کو مکان بنانے کے لئے دے دے تو اس سے وہ رقم لے کر آپ اس کے مکان مرمت کروا سکتے ہیں۔

﴿۲۱۹۸﴾ سود کی رقم حیلہ کروا کر مدرس کی تنخواہ میں دینا

سوال: زید کے پاس سود کی رقم ہے، اس کا ارادہ ہے کہ سود کی رقم کا حیلہ کر کے اس کی رقم کسی غریب گاؤں میں جہاں دینی تعلیم ہوتی ہو ایسے مدرس کی تنخواہ میں خرچ کرے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ نیز اس کام کے لئے وہ ثواب کی امید بھی نہیں رکھتا، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: بہتر یہ ہے کہ سود کی رقم ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب

مسکین مسلمان کو مالک بنا کر دے دی جائے، البتہ سوال میں مذکور طریقہ کے مطابق حیلہ کروا کر مدرس کی تنخواہ میں دینا بھی جائز ہے، لیکن حیلہ برائے نام حیلہ نہ ہو صحیح طریقہ کے مطابق ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۱۹۹﴾ سود کی رقم سے اخبار کا زرتعاون ادا کرنا

سوال: محفل اسلام کے کتب خانہ کی آمدنی شروع میں بہتر تھی، لیکن فی الحال اس کی بالکل آمدنی نہیں ہے، صرف ممبران کی فیس کی آمدنی ہے، جو اخبارات کے زرتعاون اور خادمین کی تنخواہ کے لئے ناکافی ہے، البتہ محفل کی رقم کا سود ایک بڑی مقدار میں بینک میں جمع ہے تو اس سود کی رقم اخبار کے زرتعاون میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر براہ راست استعمال نہ کر سکتے ہوں تو حیلہ کر کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حیلہ کیا ہے؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں، یا استعمال کے لئے کوئی دوسری صورت ہو تو وہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سود کا لینا اور دینا قرآنی حکم کے مطابق حرام ہے، سود کی رقم کسی غریب اور مسلمان مستحق کو مالک بنا کر بغیر عوض کے اپنے سر سے وبال اتارنے کی نیت سے دے دینا چاہئے، اس کے بعد وہ شخص اپنی خوش دلی سے محفل میں چندہ کے طور پر دے دے تو کوئی حرج نہیں ہے، اب ان روپیوں سے زرتعاون بھی ادا کر سکتے ہیں اور خادمین کی تنخواہ میں بھی دے سکتے ہیں۔ ورنہ سود کے روپیوں سے اخبار خرید کر پڑھنا سود کھانے اور استعمال میں لانے کے حکم میں ہے اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۰۰﴾ مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے سود کی رقم صدقہ کرنا

سوال: اگر کوئی شخص اپنے مرحومین رشتہ داروں کے ایصال ثواب کے لئے کچھ رقم بینک

میں فکس ڈیپازٹ کے طور پر رکھے اور اس کے سود سے غرباء کی دوائی، کھانا پانی، دودھ، پھل وغیرہ کا خرچہ کرے یا غرباء کی تعلیم کے لئے انہیں کتابیں خرید کر دے تو اس سے اس کے مرحومین کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور اگر ثواب کی نیت کے بغیر دے تو اس کا اجر اس کے مرحومین کو ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بینک کی فکس ڈیپازٹ میں رکھی ہوئی رقم سے زیادہ وصول کرنا سود ہے، جس کا حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے، نیز حرام آمدنی کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے اور ایصال ثواب کی نیت سے خرچ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے، اور ایسا کرنے سے یہ صدقے اللہ کے یہاں قبول بھی نہیں ہوتے، بعض مرتبہ ایسا کرنے سے ایمان بھی خطرہ میں آجاتا ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ صورت جائز نہیں ہے، اس لئے ایسے کام سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۰۱﴾ زندگی میں آنے والی مشکل کے سبب سود والی لون لینا

سوال: آج کل حکومت کی طرف سے تجارت و کاروبار اور کھیتی باڑی کے لئے لون ملتی ہے، بعض مرتبہ تجارت کو فروغ دینے کے لئے یا کھیتی باڑی میں نقصان ہونے کی وجہ سے یا قحط ہونے کی وجہ سے کسان کی حالت ابتر ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں سرکار کی طرف سے ملنے والی لون کی رقم لینی چاہئے یا نہیں؟

اگر لون نہ لیں تو تجارت یا کھیتی باڑی کے کام کاج کے بند ہو جانے کا ڈر ہے، کسی جگہ سے قرض ملتا نہیں ہے، نیز سرکار کی طرف سے ملنے والی لون کا سود بینک کو دینا پڑتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سود دینا کسی بھی امام کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس

لئے سود والی لون لینا جائز نہیں ہے، البتہ سخت مجبوری کی حالت ہو اور زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہو تو ضرورت کے مطابق لینے کی گنجائش ہے۔ لہذا سوال میں مذکورہ صورتوں میں اتنی مجبوری نہیں ہے کہ لون لینا جائز ہو جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۰۲﴾ مسجد کے بیت الخلاء کی پائپ لائن کے لئے دئے ہوئے سود کے روپے غریب کو شادی خرچ کے لئے دینا

سوال: میرے پاس ایک مسلمان بھائی کے سود کے ستر (۷۰) روپئے مسجد کے بیت الخلاء کی پائپ لائن بنانے کے لئے جمع ہیں، دو سال ہوئے پائپ لائن کا کام شروع نہیں ہوا، اس لئے کہ پائپ لائن کا خرچ اندازاً ۱۵۰۰ روپئے کا ہے اور پاخانہ کے کنویں کا خرچہ ۷۰۰ روپئے کا ہے، اور اتنی رقم میسر نہیں ہے تو یہ پائپ لائن اور کنواں کب بنایا جائے گا یہ کہہ نہیں سکتے، فی الحال میرے گاؤں کے ایک غریب حجام کے لڑکے کے نکاح کی تاریخ متعین ہوئی ہے لیکن روپے نہ ہونے کے سبب وہ الجھن میں ہے تو میں وہ سود کے روپئے جو مجھے پائپ لائن کے کام میں دینے کے لئے دئے تھے اس غریب حجام شخص کو اس کے لڑکے کے نکاح کے خرچہ کے لئے دے سکتا ہوں یا نہیں؟ کیا مجھے جس نے یہ روپئے دئے اس سے مجھے اجازت لینا ضروری ہے؟ وہ یو.کے. رہتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ ان روپیوں کے مالک کی اجازت سے یہ سود کی رقم مذکور غریب حجام کو اس کے لڑکے کے نکاح کے خرچہ کے لئے دے سکتے ہو، اور یہی بہتر ہے، اس لئے کہ سود کی رقم کو مسجد کے بیت لخلاء کے کسی کام میں استعمال کرنے کو فقہاء نے منع لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۰۳﴾ سود کے روپئے کا حکم

سوال: ایک شخص کے پاس سود کی رقم ہے وہ غرباء اور ہنود میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، اور جسے وہ دینا چاہتا ہے اس سے زیادہ غریب دوسرے موجود ہیں تو ان روپیوں کا زیادہ حقدار کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کے روپیوں کا اصل حکم یہ ہے کہ سود کی رقم جس سے لی ہو اسی کو واپس کی جائے اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کے ورثاء کو واپس کی جائے، البتہ بینک یا پوسٹ میں رکھی ہوئی رقم کے سود میں اصل مالک کون ہے یہ پتہ نہیں چلتا اس لئے بینک یا پوسٹ کے سود کی رقم کا حکم لقطہ کے مال کی طرح ہے، یعنی کسی غریب اور مسلمان محتاج کو دے دیا جائے، خود کے رشتہ دار مستحق ہوں تو انہیں بھی دیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۰۴﴾ سود کی رقم سے رفاہی کام کرنا جائز نہیں ہے

سوال: ماہ جون کے تبلیغ ماہ نامہ میں فقہی مسائل کی کالم میں ایک مسئلہ پڑھا کہ سود کی رقم سے بیت الخلاء، راستہ وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، جب کہ فتاویٰ اشرفیہ اور فتاویٰ رحیمیہ میں اس کے خلاف یعنی جواز اور گنجائش لکھی ہوئی ہے۔ (دیکھیں فتاویٰ اشرفیہ: ۱۸۶/۲، فتویٰ نمبر: ۶۸۲، فتاویٰ رحیمیہ اردو: ۱۹۶/۲)

تو پوچھنا یہ ہے کہ دونوں فتووں میں صحیح کونسا ہے؟ آپ ناجائز لکھتے ہیں اور مذکورہ دونوں حضرات جائز لکھتے ہیں، فقہ وسنت کی روشنی میں بالتفصیل مع دلائل جواب بتا کر اس خلجان کو دور فرمائیں، اور صحیح اور غلط میں فرق بتائیں تا کہ امت صحیح راستہ پر چل سکے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سود کا لینا اور دینا بنص قطعی حرام ہے اور قرآن شریف کے ظاہر النص سے اس کی حرمت ثابت ہے، نیز سودی لین دین کرنے والے کے لئے

قرآن شریف اور حدیث پاک میں بہت ہی سخت وعید اور سزائیں بتا کر اس کام سے روکا گیا ہے، اسی لئے سود کا لینا، دینا یا اس کام میں کسی طرح کا تعاون کرنا بالکل جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

ایک حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کا حساب کرنے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا کہ یہ تمام گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

قرآن پاک میں ہے: **و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان**۔ گناہ اور سرکشی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اسی وجہ سے فقہاء بینک میں روپے رکھنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور منع فرماتے ہیں اس لئے کہ اس سے سودی کاروبار میں تعاون اور سودی لعنت کا حقدار بننا لازم آتا ہے، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ: ۱۷۴ پر لکھا ہے کہ بینک میں روپے رکھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ سودی کاروبار میں اعانت ہے۔

اب اگر کسی شخص نے لاعلمی یا قانونی مجبوری کی وجہ سے یا کسی اور عذر سے روپئے بینک میں رکھے تو ان روپیوں پر سود تو ملے گا ہی، تو پھر ان روپیوں کا کیا کیا جائے؟ اگر یہ روپئے نہ لئے جائیں تو بینک والے وہ روپے اسلام مخالف تنظیموں کو دیں گے، یا ان روپیوں سے مالی پوزیشن مضبوط کریں گے جو اخیر میں مسلمان اور اسلام کے لئے مضر بن کر رہے گی، اور یہ شخص بالواسطہ اس کام میں تعاون کرنے والا بنے گا.

اس لئے فقہی ضابطہ کے مطابق کہ **من ابتلی ببلیتین فلیختر اھو نھما** جو شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے تو اس میں سے جو آسان ہو اس کو اختیار کر لے، اس کو سود کی رقم بینک

سے اٹھا لینے کا حکم دیا جائے گا، اور یہ روپے سود کے ہیں اس لئے حرام ہیں، اور حرام آمدنی پر قبضہ کر لینے کے باوجود قابض اس کا مالک نہیں بنتا، بلکہ وہ روپے اصل مالک کی ملک ہوتے ہیں، اس لئے اگر اصل مالک کا علم ہو تو اسے واپس کرنا چاہیے، جیسا کہ کسی خاص شخص سے قرض پر سود لیا ہو تو یہ سود کے روپے اسی شخص کو واپس کرنے چاہیئے اس لئے کہ اصل مالک معلوم ہے، اور اگر اصل مالک کا علم نہ ہو جیسے کہ بینک کا سود کسی ایک شخص کا نہیں ہوتا، بلکہ بینک کے مالکان اور شرکاء کا ہوتا ہے، ان تمام کو تلاش کر کے لوٹانا نہایت ہی مشکل کام ہے، اس لئے اصل مالکان کی طرف سے مستحق غرباء کو صدقہ کر دینا واجب ہے، فتاویٰ کی دیگر کتابیں مثلاً: امداد الفتاویٰ: جلد:۳ فتاویٰ دار العلوم: ۷، ۸۔

اور آپ نے جن معزز مفتیان کرام کا حوالہ دیا ہے ان کے فتاویٰ میں بھی یہ تو لکھا ہوا ہی ہے کہ وہ سود کے روپے غرباء میں صدقہ کر دینا چاہیئے، فقہاء جس صدقہ کے لئے واجبہ کی قید لگاتے ہیں اور صدقہ کرنا واجب ہے کہتے ہیں اور اس صدقہ کے ساتھ صدقہ جاریہ یا نافلہ کی قید نہ ہو تو اسے بھی زکوۃ کے مصرف کے حکم کے مطابق خرچ کرنا واجب ہو جاتا ہے، مطولات میں اس کی تصریح موجود ہے۔

علامہ حصکفیؒ کتاب اللقطہ :۳/۳۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے پاس قرض یا ظلماً لیا ہوا مال ہے اور اسے اس کے مالک کا علم نہیں ہے اور مستقبل میں ملنے کی امید بھی نہیں ہے تو اس پر اتنی مقدار کا مال صدقہ کر دینا واجب ہے، چاہے اس صدقہ میں اس کا پورا مال ختم کیوں نہ ہو جاتا ہو؟ اور یہ شخص اگر صدقہ کر دے گا تو قیامت کے دن اس مال کے مالکان اس سے مواخذہ نہ کر سکیں گے، علامہ شامیؒ اس پر تحریر فرماتے ہیں کہ محتاج فقراء اس

کے مصرف ہیں، اور بعد صدقہ کے توبہ سے ظلم کا گناہ معاف ہوگا۔(شامی)۔
اس لئے یہ مال زکوۃ کے حقداروں کو دینا ضروری ہے، اور اس مال سے بیت الخلاء، راستے، غسل خانے اور پیشاب خانے وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، جس طرح زکوۃ کے روپیوں سے مذکورہ اشیاء بنانا جائز نہیں ہے، نیز یہ مال اصل مالکان کی طرف سے صدقہ کیا جارہا ہے (انہیں پہونچانہ سکنے کی مجبوری کی وجہ سے) مستحقین کے لئے یہ مال لینا بلا شبہ جائز اور درست ہے، اور انہیں سود کھانے کا گناہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ انہیں یہ مال صدقہ میں ملا ہے اصل مالک کی طرف سے، سود لینے والے کی طرف سے نہیں، اگر سود لینے والے کی طرف سے ہوتا تو ان کے لئے بھی ایسا ہی حرام ہوتا جیسا سود لینے والے کے لئے حرام ہے، لیکن یہ اصل مالک کی طرف سے صدقہ ہے اس لئے مستحق کے لئے بھی حلال کہلائے گا۔
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فتاویٰ بزازیہ کی عبارت پیش کر کے لکھا ہے کہ فقیر مسکین کو مالک بنانا ضروری ہے، مدارس، وقف یا رفاہ عامہ کے کاموں میں یہ مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے، نیز دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دامت برکاتہم نے ایک جواب ۱۳۸۶ھ میں دیا تھا جو پیش کرتا ہوں:
سوال: سود کے مال سے کنویں، راستے وغیرہ یا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: حرام مال کے اصل مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو فقراء پر اس کا تصدق واجب ہے، سوال میں مذکورہ کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے اس کی تصریح کی ہے، اور امام ابو یوسفؒ نے کتاب الآثار میں بھی یہی لکھا ہے۔ کتبہ: العبد

محمود عفی عنہ الجواب صحیح: سید مہدی حسن ۳۰/۱/۱۳۸۶ھ۔

نیز فتاویٰ دارالعلوم جلد: ۷ اور ۸ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک رسالہ **اشباع الکلام فی مصرف الصدقة من المال الحرام** پیش کیا گیا ہے، جس میں سود کے مال کا مصرف کیا ہے؟ اس کی مکمل تحقیق موجود ہے۔

اس تفصیل کے پیش نظر میں نے لکھا تھا کہ سود کے روپیوں سے بیت الخلاء، پیشاب خانے اور راستے وغیرہ بنانا (خود کا ہو یا مسجد کا) جائز نہیں ہے، کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان روپیوں میں خباثت ہونے کے سبب ناپاک چیزیں بنانے میں حرج نہیں ہے، اور کچھ لوگ ان روپیوں سے مسجد کے بیت الخلاء بنانے کو جائز سمجھتے ہیں، اسی لئے میں نے لکھا تھا کہ معلوم نہیں عوام میں یہ کہاں سے مشہور ہو گیا کہ سود کے روپے بیت الخلاء، راستے وغیرہ بنانے میں استعمال کر سکتے ہیں۔

جس طرح انسان کو مکان میں رہنے کی، کھانے کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح بیت الخلاء کی بھی ضرورت پڑتی ہے، تو کیا بیت الخلاء صرف محتاج لوگ ہی استعمال کریں گے؟ اور کیا امراء اور صاحب استعداد حضرات اس کا بالکل استعمال نہیں کریں گے؟ سود سے بنائے ہوئے بیت الخلاء کا استعمال امراء کریں گے تو یہ بھی سود سے فائدہ اٹھانا ہی کہلائے گا، اور سود کی رقم صرف کھانے میں حرام نہیں ہے بلکہ سود کی رقم سے کسی بھی طرح کا فائدہ اٹھانا یہ سود کھانے کے حکم میں ہے۔

آپ نے جن معزز بزرگ مفتیان کرام کے فتاویٰ حوالہ میں ذکر کئے ہیں ان کی عبارتوں میں جواز پر کوئی دلیل یا حوالہ یا فقہی صراحت نہیں ہے کہ جسے دیکھ کر کہا جا سکے کہ اس مسئلہ کی

بنیاد کس اصل یا فقہی قاعدہ پر ہے۔اس جواب میں دلیل اور حوالے ذکر کردیئے گئے ہیں، جو میری ادنیٰ فہم میں صحیح اور راجح ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۰۵﴾ سود کی رقم سے مسجد کے بیت الخلاء اور پیشاب خانے بنوانا

سوال: سود کی رقم سے مسجد کے بیت الخلاء یا پیشاب خانے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سود لینا اور دینا حرام ہے، قرآن پاک اور حدیث شریف میں سود لینے اور دینے والوں کے لئے جنگ کا اعلان کیا گیا ہے، اس لئے ایسی حرام آمدنی کے وبال سے بچنے کی نیت سے غریب مستحق کو ثواب کی نیت کے بغیر مالک بنا کر دے دینا ضروری ہے، مسجد اور مدرسہ کے بیت الخلاء کی تعمیر میں یہ رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔(شامی، فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۰۶﴾ مسجد کے بیت الخلاء اور پیشاب خانے میں سود کی رقم کا استعمال

سوال: مسجد کے احاطہ میں مصلیوں کے لئے بیت الخلاء یا پیشاب خانے بنوانے ہیں تو اس کے لئے سود کی رقم استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کے احاطہ میں مصلیوں کے لئے بیت الخلاء یا پیشاب خانے بنوانے ہوں تو اس کے لئے چندہ کر کے یا ثواب کی نیت سے کوئی شخص بنا دے تو یہ بہتر اور صدقہ جاریہ کہلائے گا۔سود کی رقم سے مسجد کے احاطہ میں پیشاب خانے یا بیت الخلاء وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ سود کا حرام ہونا قرآن پاک اور حدیث شریف کے ظاہر نص سے ثابت ہے، اس لئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حرام آمدنی کے وبال سے بچنے کا راستہ یہی ہے کہ اس رقم کو ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب مسلمان مستحق

کو مالک بنا کر دے دیا جائے۔ (شامی: ۲، ۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۰۷﴾ سود کے روپیوں سے بیت الخلاء بنوانا

سوال: اپنے روپیوں کا سود جو بینک سے ملا ہوا ان روپیوں سے اپنے مکان میں بیت الخلاء اور غسل خانہ بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سود کی رقم کا استعمال یا سود سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا ناجائز اور حرام ہے، اور بیت الخلاء، غسل خانہ بنانے میں یہ رقم خرچ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۰۸﴾ لندن کی بینک میں جمع سود کی رقم کو انڈیا میں جمع امانت سے تبدیل کرنا

سوال: زید کے پاس لندن میں ایک بینک میں سود کی رقم جمع ہے اور زید انڈیا میں ہے، زید وہ رقم یہاں منگوا کر شرعی طریقہ کے مطابق اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے، البتہ اس کے پاس اسی ملک کے ایک باشندہ عمر کی رقم جمع ہے، جو اس کو پہنچانا باقی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا زید عمر کی وہ رقم اپنے پاس رکھ لے اور اس کے سود کی رقم عمر بینک میں سے نکال لے، تو یہاں سے بھیجنے اور لندن میں وصول کرنے اور لندن والے کو یہاں سود کی رقم بھیجنے اور زید کو وصول کرنے کی تکلیف سے نجات ملے گی، اور کمیشن کی بھی بچت ہوگی۔ یاد رہے کہ بیرون ملک سے حوالے کے ذریعہ جو روپے منگوائے جاتے ہیں اور بینک سے جو روپے منگوائے جاتے ہیں تو وہ لوگ اصل رقم اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور یہاں انڈیا میں دوسرے روپے دیتے ہیں، تو ایسا کرنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......صورت مسئولہ میں روپے بینک میں جمع کرانے پر سود تو

ملے گا ہی اس لئے بینک والوں کو سود دینے کا اور کھاتہ دار کو سود لینے کا گناہ ہوگا، لیکن کھاتہ دار جب وہ رقم بینک سے نکالے گا تب ہی سود لینے کا گناہ ہوگا۔ اس لئے اسے سود نکال کر جو گناہ لاحق ہوا اس سے بچنے کی نیت سے وہ رقم غریب مستحق کو مالک بنا کر دیدینا چاہئے۔ لہذا صورت مسئولہ میں رشتہ دار کی آپ کے پاس جمع رقم پاک اور حلال ہے اور وہاں بینک میں رکھی ہوئی رقم اور سود جمع ہے، تو جب تک آپ بینک سے وہ رقم نکالو گے نہیں اس وقت تک سود کی رقم نہیں کہلائے گی، اس لئے وہ رقم بینک سے نکال کر اس کا انتظام کرنا ہی اولیٰ و افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۰۹﴾ مدارس میں سود کی رقم کا استعمال

سوال: یہاں کا ایک وقف ٹرسٹ فی الحال غرباء ومساکین کو سود کے روپے تقسیم کر رہا ہے۔ تو ایک مسلم اسکول کے ذمہ داروں نے کھیل کے میدان میں بیت الخلاء اور پیشاب خانے وغیرہ بنانے کے لئے سود کے روپیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ اس وقف ٹرسٹ کے پاس فی الحال سود کے کچھ روپئے جمع ہیں۔ ۳۱ ویں مارچ کو انتظامی سال ختم ہوگا اور زائد رقم پر انکم ٹیکس اور وقف بورڈ کا حصہ لگ جائے گا اور بے فائدہ کچھ روپے حکومتی دفتر میں چلے جائیں گے، بہت سے مدرسہ والے بھی بیت الخلاء بنانے کے لئے سود کے روپیوں کا مطالبہ سالوں سے کر رہے ہیں اور عوام انہیں سود کے روپئے دیتی بھی ہے، سود کے روپئے مدرسہ والے قبول کرتے ہیں، یہ بات ہمارے علم میں ہے۔ ان حالات میں سود کے روپئے بیت الخلاء بنانے کے لئے اس مسلم کھیل کے میدان کے ذمہ داروں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ مدرسہ والے بیت الخلاء بنانے کے لئے سود کی رقم قبول کرتے ہیں یہ عیاں و بیاں

ہے اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بینک سے ملنے والے سود کی رقم کے صحیح مستحق اور حقدار غریب مسلمان ہیں، انہیں سود کی رقم گناہ سے بچنے کی نیت سے مالک بنا کر دیدینا ضروری ہے۔

کسی بھی غریب مستحق شخص یا اس کے وکیل کو سود کی رقم اس کے قبضہ میں دے کر اسے اس کا مالک بنا دیا جائے پھر یہ شخص یہ رقم جس کام میں خرچ کرنا چاہے کرسکتا ہے۔، اس لئے اس طریقہ سے عمل کر کے پھر وہ شخص مسلم کھیل کے میدان کے بیت الخلاء وغیرہ بنانے کے لئے دیدے تو اب لے سکتے ہیں۔ بینک سے ملے ہوئے سود کی رقم کو حکومت کے انکم ٹیکس وغیرہ میں واپس کر سکتے ہیں۔

مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے غریب مستحق طلباء سود اور زکوۃ کے حقدار ہوتے ہیں اور مہتمم صاحب ان کے وکیل بن کر ان کی طرف سے زکوۃ اور سود وصول کرتے ہیں اس لئے یہ رقم شرعی طریقہ کے مطابق ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد بیت الخلاء یا دوسرے تعمیری کام میں استعمال کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

﴿۲۲۱۰﴾ مستحق زکوۃ شخص کا مکان کے عوض سود کے روپے لینا

سوال: میں اپنی والدہ، والد اور اپنے بھائی کے ساتھ ایک پرانے مکان میں کرائے سے رہتا تھا۔ میرے والد کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد صاحب مکان نے وہ مکان ایک کانٹراکٹر کو بیچ دیا۔ کانٹراکٹر نے میری والدہ سے بات چیت کی کہ یہ مکان توڑ کر اس کی جگہ نئے اپارٹمنٹ بنائیں گے۔ اور آپ کو دو روم کیچن والا فلیٹ بنا کر دیں گے۔ میری والدہ نے

اسے منظور کرلیا۔ اور وہ مکان میرے بھائی کے نام پر کردیا اور اس میں سے مجھے کچھ بھی حصہ نہیں دیا۔

میری والدہ زکوۃ لیتی ہے اور ان کی کوئی آمدنی نہیں ہے۔ ان کے بھائی یعنی میرے ماموں مالدار ہیں، چھ مہینے ختم ہونے پر ان کے پاس سود کے روپئے جمع ہوتے ہیں، میری والدہ کہتی ہے کہ میں اپنے بھائی سے وہ سود کے روپے لے کر تجھے دولاکھ روپئے دیدوں گی۔

میری حالت مندرجہ ذیل ہے:

میری ایک بیوی ہے اور چار بچے ہیں۔ دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔ میں پرانے مکان میں رہتا ہوں۔ میری آمدنی سے میرا گذر پورا نہیں ہوتا اور میں زکوۃ بھی لیتا ہوں۔

میری والدہ سود کے جو دولاکھ روپے مجھے دینا چاہتی ہے یہ روپے میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ یہ روپے میں کھانے پینے یا کسی نجی کام میں استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟ یا پرانے مکان کے مرمت میں استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ مکان میں آپ کی والدہ کرایہ سے رہتی تھی، کانٹراکٹر نے اپنی مرضی سے اس جگہ دو روم کیچن بنا کر آپ کی والدہ کو ہبہ کیا اور آپ کی والدہ نے آپ کے بھائی کے نام کر کے اسے اس کا مالک بنادیا تو یہ جائز ہے۔ والدہ ایک لڑکے کو مکان دے اور دوسرے کو مکان کے عوض روپئے دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر آپ شرعاً محتاج اور مستحق زکوۃ ہیں اور آپ کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں ہے تو آپ زکوۃ اور سود کے روپئے لینے کے حقدار ہیں۔ اور زکوۃ اور سود کی رقم لے کر اپنی ہر ضرورت میں استعمال کرسکتے ہیں۔ وہ روپئے آپ کے لئے حلال ہیں۔

﴿۲۲۱۱﴾ دوسرے کی زمین میں اُگے ہوئے درخت کاٹنا؟

سوال: میری زمین کے پڑوس میں دوسرے شخص کی زمین ہے، اور اس کے زمین میں ایسے درخت اگتے ہیں جو میری زمین کے لئے نقصان دہ ہیں مثلاً: ان درختوں کی وجہ سے میری زمین میں بوئے ہوئے اناج کے دانے کما حقہ اگتے نہیں ہیں یا کانٹے وغیرہ گرنے کی وجہ سے کام کرنے والے شخص کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ تو ایسے درختوں کو چھوٹے ہوں اس وقت ہی اکھاڑ پھینکنا درست ہے یا نہیں؟ ان کے اکھاڑنے پر مالک راضی نہ ہوں اور وہ آم کے پودے ہوں تو بڑے ہو جانے کے بعد ان کے سائے سے نقصان ہوتا ہے تو اس طرح لگائے ہوئے درختوں اور پودوں کو اکھاڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... دوسرے کی زمین میں اُگے ہوئے درخت ان کے مالک کی اجازت سے کاٹ سکتے ہیں، اور بغیر اجازت کے صرف اسی صورت میں کاٹ سکتے ہیں جب کہ ان کی وجہ سے اپنا ظاھراً نقصان ہوتا ہو، مثلاً: بالکل غلہ نہ پکتا ہو یا اتنی زمین بنجر رہ جاتی ہو۔ (شامی ج:۵، ص:۲۳۷- عالمگیری ج:۵، ص:۳۹)

باب الرشوۃ

﴿۲۲۱۲﴾ رشوت میں سود کی رقم دینا

سوال: سود کے روپے انکم ٹیکس، سیل ٹیکس یا حکومت کے جن کاموں میں رشوت کا زور ہے اس میں دئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ جگہوں میں سود کے روپیوں کا استعمال مجبوری کی وجہ سے جائز قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۱۳﴾ جائز حق کی وصولی کی رشوت میں سود کی رقم دینا

سوال: ہمارے یہاں میڈیکل اور انجنیرنگ کی کالج میں، ان میں داخلہ لیتے وقت کے ڈونیشن (مالی امداد) کے طور پر بڑی رقم دینی پڑتی ہے، اور طلباء کے ۷۰، ۸۰ فی صد نمبرات ہونے کے باوجود بڑی رقم ڈونیشن میں طلب کی جاتی ہے، یہ رقم دینے پر ہی داخلہ ملتا ہے یہ ایک طرح کی رشوت ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ اپنے بچہ کے داخلہ کے لئے یا کسی رشتہ دار یا مسلمان بھائی کے داخلہ کے لئے ڈونیشن دینا پڑے تو سود کی رقم سے دینا کیسا ہے؟

اگر ہمارے پاس سود کی رقم ہو تو سود کی رقم سے یا اس کام کے لئے شروع سے کچھ روپے فکس میں رکھ کر اس پر ملنے والے سود کو اس مصرف میں خرچ کیا جائے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود کا اصل حکم وہی ہے جو فقہاء نے اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فتاویٰ دار العلوم میں لکھا ہے کہ یہ رقم بینک کے کھاتہ سے اٹھا کر کسی مستحق اور غریب مسلمان کو مالک بنا کر بغیر ثواب کی نیت کے دے دی جائے۔

رشوت دینا یا لینا دونوں ناجائز اور حرام ہیں، حدیث شریف میں رشوت لینے والے اور

دینے والے دونوں کو جہنمی بتایا گیا ہے اس لئے حتی الامکان اس سے بچنا چاہئے، البتہ اگر کسی جگہ ایسی صورت ہو کہ جب تک رشوت نہ دی جائے ہمارے جائز حق سے بھی ہمیں محروم رکھا جاتا ہو تو مجبوری اور لاچاری کے سبب رشوت دینے میں گناہ نہیں ہوگا۔ (شامی:۵)۔

اس مجبوری میں اگر بینک کے سود کی رقم دے دی جائے تو اس کی گنجائش ہے، تاہم اس مقصد کے لئے فکس ڈیپازٹ میں سود لینے کے ارادہ سے رقم رکھنا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۲۱۴﴾ رشوت لینا اور دینا

سوال: رشوت کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟ اس زمانہ میں رشوت دئے بغیر کام نہیں ہوتا، اور نہ دی جائے تو کام بگڑ جاتا ہے، اور قاعدے کے مطابق کام میں بھی سرکاری افسر کو رشوت دینی پڑتی ہے۔ مثلاً: کسی بیوپاری کو لائسنس کے لئے اجازت لینی ہو تو رشوت دینی پڑتی ہے، ناجائز نہیں بلکہ جائز کاموں کے لئے بھی رشوت دینی پڑتی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ کام پورا ہو جانے کے بعد ہدیہ کے طور پر رقم دے سکتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مجبوری میں دے دو اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو، تو اس طریقہ سے رشوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو روکنے کے لئے نیز اپنا جائز حق بھی رشوت کے بغیر نہ ملتا ہو تو مجبوراً ایسی حالت میں رشوت دینا جائز کہلائے گا، یعنی اس میں آپ کو شرعاً گناہ نہیں ہوگا، لیکن لینے والا سخت گنہگار ہوگا۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۱۵﴾ رشوت لینا

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، میں نہیں چاہتا کہ کسی سے رشوت لوں، یا کام کرنے سے مجھے زیادہ روپے ملیں، لیکن میرا کام ہی ایسا ہے کہ مجھے کنٹریکٹروں اور تاجروں سے متعینہ رشوت لینی ہی پڑتی ہے اگر میں نہ لوں تو میرے ساتھ والے دو تین غیر مسلم کارکن ہیں انہیں بھی ملنا بند ہو جائے گا، اور ہم میں اندر اندر اختلاف ہو جانے کا اندیشہ ہے، اور کسی بھی بہانے سے میرا تبادلہ کروا دیں گے، یا غلط تہمت یا الزام کا ڈر ہے، اور رشوت نہ لینے پر وہ مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رشوت لینا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ نے رشوت لینے والے کو جہنمی فرمایا ہے، اس لئے رشوت لینے سے سختی سے بچنا چاہئے، قرآن پاک میں ہے: **و من یتق اللہ یجعل له مخرجا، و یرزقه من حیث لا یحتسب۔** جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے کوئی راستہ ضرور نکالتے ہیں، اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے آپ نے جو حالات لکھے ہیں ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے آپ کو جہنم سے بچانا زیادہ ضروری ہے۔ (مظاہر حق: ۳۵۸، شامی: ۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۱۶﴾ صراحت کر کے روپے دئے جائیں کہ یہ رشوت نہیں ہے تو اس کا لینا کیسا ہے؟

سوال: کسانوں کو سرکاری کنوؤں پر موٹر فٹ کرانے کے لئے حکومت کے متعلقہ زراعت کے دفتر میں درخواست دینی پڑتی ہے، اور میں اسی دفتر میں ان درخواستوں کی چھان بین اور کسانوں کے کھیتوں میں بجلی مہیا کرنے کے کام پر ملازم ہوں، ایک مرتبہ ایک کسان نے

درخواست دی، میں نے اس کی جگہ کی جانچ پڑتال کی، جب میں جانچ پڑتال کر کے واپس ہورہا تھا تو وہ کسان اس کا کام جلد ہو جانے کے لئے مجھے ۲۰۰/۳۰۰/روپے دینے لگا، میں نے لینے سے انکار کر دیا اور میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں رشوت لینا اور رشوت دینا ممنوع ہے جس کی وجہ سے میں نہیں لے سکتا اس وقت وہ بھائی کہنے لگا کہ رشوت کے طریقہ پر نہیں دیتا ہوں بلکہ خوشی سے دیتا ہوں اس کے باوجود بھی میں نے انکار کیا اور نہیں لیا، وہ پھر بھی وہ ضد کرتا رہا اور میرے جیب میں ڈالنے کی کوشش کرنے لگا، تو میرے منھ سے نکل پڑا کہ گھر آؤ تب بچوں کو دے دینا۔ بچوں کو دینا بھی اس ارادے سے کہا کہ دس پانچ روپے دے گا ایسے کہنے میں بھی میرا ارادہ دس پانچ روپے لینے کا نہیں تھا؛ کیوں کہ وہ بھی رشوت کے شمار ہوں گے، لیکن جلدی میں پیچھا چھڑانے کی نیت سے مجھ سے بھول میں یہ نکل گیا، اب وہ بھائی میرے گھر آیا تب بچی کے ہاتھ میں دوسو روپے دے کر چلا گیا۔ بچی کو دیتے وقت میں نے لینے کے لئے منع کیا، پھر بھی دے کر چلا گیا، لہٰذا یہ دوسو روپے رشوت سمجھ کر میں نے استعمال نہیں کئے، اور الگ رکھے ہیں۔ مجھے اس رقم کا کیا کرنا چاہئے؟ کیوں کہ وہ بھائی وہ رقم کسی بھی حالت میں واپس لینے کے لئے تیار نہیں ہے، تو یہ رقم استعمال میں لے سکتے ہیں؟ اور استعمال کریں تو رشوت کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور اگر استعمال میں نہ لیا جا سکتا ہو تو میں اس رقم کا کیا کروں؟ کسی اور کو دے سکتا ہوں؟ اگر دے سکتا ہوں تو کیسے آدمی کو دے سکتا ہوں؟ یعنی کہ اس کا حقدار کون ہے؟ اپنے قریبی رشتہ دار کو دے سکتا ہوں؟ اور دے سکتا ہوں تو کس نیت سے دے سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ نے جب صاف الفاظ میں رشوت لینے سے منع کر دیا، اسی طرح اس آدمی نے ''رشوت نہیں دیتا ہوں'' ایسا کہا اور تمہاری لڑکی کو دیا تو یہ ناجائز

یا حرام نہیں ہے، تمہاری لڑکی اسے استعمال کرسکتی ہے لیکن آج کل کی رسم کے مطابق ہدیہ کا جو مقصد ہے اس مقصد سے نہ دئے ہوں اپنے مطلب کے لئے دئے ہوں تو تقویٰ کے اعتبار سے احتیاطاً اسے استعمال نہ کرنا چاہئے بلکہ صدقہ کردینا زیادہ بہتر ہے اللہ جل شانہٗ آپ کو اس سے زیادہ برکت والی روزی دے گا۔

﴿۲۲۱۷﴾ ملازمت حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا

سوال: آج طویل عرصہ سے ہمارے یہاں سرکاری چھوٹے بڑے محکموں میں نوکری حاصل کرنے کے لئے اس دفتر کے ہیڈ (head) کو یا انٹر یو (Interview) لینے والے کو اچھی خاصی بڑی رقم رشوت کے طور پر دینے کا رواج چل پڑا ہے اور اگر اس طریقہ پر پہلے ہی سے دو، پانچ، آٹھ، دس ہزار روپے نہ دئے جائیں تو نوکری کا چانس (Chance) ہی نہیں دیتے، تو ایسے موقع پر اپنا کوئی نوجوان مسلمان نوکری حاصل کرنے کے لئے رشوت دے تو کیسا ہے؟ اور رشوت دے کر حاصل کی ہوئی نوکری سے جو روزی اور آمدنی ملتی ہے تو وہ روزی و آمدنی حلال ہوگی یا حرام؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام کی پاکیزہ تعلیم میں رشوت دینا یا لینا دونوں کی سخت ممانعت آئی ہے اور ایسی آمدنی کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ایسے شخص کے لئے جہنم کی وعید بھی وارد ہوئی ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہئے، لیکن اس کے باوجود رشوت دئے بغیر اپنا حق حاصل نہ ہوتا ہو تو مجبوراً ایسی حالت میں رشوت دینے پر ان شاء اللہ کوئی گناہ نہ ہوگا، اور اس طریقہ سے حاصل ہونے والی نوکری کی آمدنی میں کوئی کراہت نہیں آتی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۱۸﴾ جائز کام کے لئے سرکاری ملازموں کو رشوت دینا

سوال: رشوت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ موجودہ زمانہ میں رشوت دئے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا اور نہ دینے سے کام بگڑتا ہے، جائز اور صحیح کام کے لئے بھی سرکاری نوکروں کو رشوت دینی پڑتی ہے مثلاً کسی کو تجارت کے لئے لائسنس (Licence) لینا ہو یا اجازت لینی ہو تو بھی رشوت دینی پڑتی ہے، ناجائز کام تو دور کی بات رہی جائز کاموں کے لئے بھی رشوت دینی پڑتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کام پورا ہو جانے کے بعد ہدیۃً کچھ رقم دے سکتے ہیں، نیز کوئی کہتا ہے مجبوری کی بناء پر دو اور اللہ سے معافی مانگو، تو اس طرح رشوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی سے بچنے کے لئے نیز اپنا جائز حق بھی بغیر رشوت دیئے نہ مل سکتا ہو تو مجبوراً ایسی حالت میں رشوت دینا جائز ہوگا یعنی ان حالات میں شرعی قانون کے مطابق رشوت دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے لیکن لینے والا سخت گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انکم تیکس

﴿۲۲۱۹﴾ غلط بِل بنوا کر سرکاری مدد لینا

سوال: آج کل حکومت کی طرف سے مالی اعتبار سے خستہ حالت والے کو اور ۳۰۰۰ سے کم آمدنی والے کو ماہانہ ۵۰۰ روپئے کی مدد ملتی ہے، نیز جس شخص کو روپے چاہئے وہ خود چھوٹا موٹا کاروبار کرنے والا ہونا چاہئے، ایسے شخص کو حکومت ۵۰۰ روپئے کی مدد کرتی ہے، یہ روپئے واپس دینے کے نہیں ہوتے، میں مالی اعتبار سے خستہ حالت میں ہوں اور میری آمدنی بھی ۳۰۰۰ سے کم ہے لیکن میں خود کوئی کاروبار نہیں کرتا لہذا اگر میں بِل بنوا کر روپے لے لوں تو اسلامی نقطہ نظر سے یہ صحیح ہے؟

کچھ مسلمان نوجوانوں کا کہنا یہ ہے کہ اس حکومت میں مسلمانوں کو ملازمت نہیں ملتی اور مسلمانوں کو انصاف نہیں ملتا تو جس طرح بھی ہو سکے دھوکہ دے کر یا جھوٹ بول کر اس حکومت سے روپئے لئے جائیں تو جائز ہے، تو کیا اس طرح ان روپیوں کو لینے میں کچھ حرج ہے؟ اگر میں وہ روپئے لے کر اپنے استعمال میں نہ لاؤں اور کسی غریب کو صدقہ کر دوں تو اس نیت سے میرا لینا جائز کہلائے گا؟ جھوٹ بول کر روپئے لینے کے لئے غلط بِل بنوانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جھوٹ بول کر یا غلط بل پیش کر کے سرکاری مدد لینا ناجائز اور حرام ہے، آپ نے سوال میں جو دلیل ذکر کی ہے وہ بالکل غلط اور گمراہ کرنے والی ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ طریقوں سے روپئے حاصل کرنا دینی دنیوی دونوں طریقہ سے گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۲۰﴾ قبرستان کے اردگرد تار کی باڑھ میں سود کی رقم استعمال کرنا

سوال: قبرستان کے اردگرد اور جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ کے اردگرد دیوار بنانے کا ارادہ ہے، تو اس میں سود کے روپے خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سود کی رقم اول کسی غریب اور مستحق مسلمان کو مالک بنا کر دے دی جائے، اسکے قبضہ میں آنے کے بعد وہ اپنی رضامندی سے یہ رقم تار کی دیوار بنانے کے لئے جماعت کو للہ دے دے تو اب اس سے باڑھ بنانا جائز کہلائے گا۔

﴿۲۲۲۱﴾ انکم ٹیکس سے واپس ملنے والی رقم پر ملنے والا سود انکم ٹیکس میں دینا

سوال: ایک شخص نے انکم ٹیکس کے قاعدہ کے مطابق پیشگی کچھ رقم جمع کروائی تھی، اس شخص کا انکم ٹیکس کا حساب دو تین سال کے بعد ختم ہوا، اس رقم سے انکم ٹیکس والوں نے ٹیکس وضع کر کے بقیہ رقم واپس کر دی، نیز انکم ٹیکس جمع کروانے میں دیری کے سبب ۳۵۴۴ روپے بطور سود زائد لئے، اور ۱۰،۸۴۴ روپے واپس ملنے والی رقم اور اس پر ۲،۵۸۲ روپے کا سود چڑھا کر کل ۱۳۵۲۶ روپے واپس کئے۔

اس واقعہ میں ایک طرف انکم ٹیکس نے سود وصول کیا ہے تو دوسری طرف زائد رقم پر ۲۵۸۲ روپے کا سود دیا بھی ہے، تو یہ واپس ملنے والی رقم انکم ٹیکس میں دوبارہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......وہ رقم انکم ٹیکس میں دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۲۲﴾ سرکاری ٹیکس سے بچنے کے لئے کم آمدنی بتانا

سوال: یہاں جو لوگ با قاعدہ ملازمت اور تجارت کرتے ہیں اگر ان کی آمدنی سرکاری گریڈ سے کم ہوتی ہے تو بینہ کے پیش کرنے پر سرکار ان کی مدد کرتی ہے لیکن کچھ لوگ اپنی

آمدنی زیادہ ہونے کے باوجود اپنی آمدنی سرکاری گریڈ سے کم بتاتے ہیں تاکہ انہیں سرکار کی طرف سے مدد مل سکے اور انہیں انکم ٹیکس نہ بھرنا پڑے، اس لئے کہ انکم ٹیکس کا تعلق بھی اسی سے ہے، زیادہ مدد لینے کے لئے اور انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے صحیح حقیقت حال کو چھپا کر غلط آمدنی لکھوانا صحیح ہے؟ اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال کہلائے گی یا حرام؟ وہ روپے سب استعمال کر سکتے ہیں یا جسے دئے گئے ہیں وہی استعمال کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سرکاری ناجائز ٹیکس سے بچنے کے لئے کم آمدنی بتانے کی گنجائش ہے البتہ سرکاری مدد لینے کے لئے کم آمدنی بتا کر مدد حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۲۲۳﴾ ایرپورٹ ٹیکس میں سود کی رقم دینا

سوال: بیرون ملک جانے والے کسی بھی ہندی شخص کو ایرپورٹ ٹیکس کے طور پر ۱۰۰ روپے جمع کروانے پڑتے ہیں، چاہے وہ سال میں کتنی ہی مرتبہ سفر کرے ہر مرتبہ ہندوستان چھوڑتے وقت یہ رقم جمع کروانے پر ہی ذمہ دار سفر کرنے دیتے ہیں، اس ٹیکس کے پیچھے کوئی مقصد نہ ہونے کے باوجود مجبوراً یہ ٹیکس دینا پڑتا ہے، تو ایسے ٹیکس میں سود کے روپے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ روپے مسافر سے ایرپورٹ کی سہولت اور ایر سفر کی سہولت کے خرچ کے طور پر لیا جاتا ہے، اس لئے یہ رقم اجرت سمجھی جائے گی لہذا اس میں سود کی رقم دینا جائز نہیں ہے، جو ٹیکس ظلم یا ناجائز طریقہ سے وصول کیا جائے مثلاً: انکم ٹیکس وغیرہ تو اس میں سود کی رقم دینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۲۴﴾ حکومت کے ٹیکس میں سود کی رقم دینا

سوال: بینک سے جو سود ملتا ہے اس سود کی رقم حکومت کے ٹیکس میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اوران ٹیکس میں دینے پر سود لینے کے وبال سے نجات ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا غرباء کوثواب کی نیت کے بغیر دینا ضروری ہے؟ حکومت تو غیر مسلم ہوتی ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما:......بہتر تو یہی ہے کہ سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے وہ رقم غریب محتاج کو دے دی جائے، البتہ حکومت کے ناجائز ٹیکس میں یہ رقم دینے کی گنجائش بھی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۲۵﴾ مکان کے ٹیکس میں سود کی رقم دینا

سوال: بینک کا سود جو ہمارے پاس بک میں جمع ہوتا ہے، ہمارے کھاتہ سے وہ رقم نکال کر مکان کے ٹیکس میں جو کہ بہت بڑھ گیا ہے یا سرکاری کام کاج میں مثلاً: مکان یا زمین کی نقل لینی ہوتو سرکاری حساب سے ۲۵ روپئے ہوتے ہیں لیکن سرکاری افسر اس کے ۱۰۰، ۱۵۰، ۲۰۰ روپئے مانگتے ہیں اور کرپشن بہت بڑھ گیا ہے، تو ان کاموں میں سود کے روپے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بینک سے جب بھی سود کی رقم نکالی جائے گی تو سود لینے کا گناہ ہوگا، اب بعد میں اس سود کے گناہ سے بچنے کے لئے کسی غریب اورمحتاج مسلمان کو مالک بنا کر دے دینا چاہیئے تب ہی اس گناہ سے بچ سکتے ہیں، پنچایت یا میونسپل کے مکان ٹیکس یا سرکاری نقل نکلوانے کی قانونی فیس میں یہ روپئے دینا جائز نہیں ہیں، سود کی رقم اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنے کا گناہ ہوگا۔

مکان ٹیکس کے عوض پنچایت یا میونسپل دوسری سہولتیں مثلاً: راستہ کی صفائی، پولیس، لائٹ اوراسکول وغیرہ کی سہولتیں دیتی ہے، جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں اس لئے اس ٹیکس میں سود کے روپئے نہیں دے سکتے، سوال میں مذکور رشوت مجبوراً دینی ہی پڑے اوراس کے بغیر چارۂ کار نہ ہوتو ناچار سود کی رقم اس میں دینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۲۶﴾ سود کی رقم سے سرکاری ٹیکس ادا کرنا

سوال: کیا بینک کے سود سے انکم ٹیکس بھر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بینک سے ملی ہوئی سود کی رقم غریب اور مستحق کو ثواب کی نیت کے بغیر اپنے سر سے وبال اتارنے کی نیت سے دے دینا چاہئے، انکم ٹیکس میں بھی بھرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۲۷﴾ حکومت کے محصول میں سود کی رقم دینا

سوال: حکومت کی طرف سے لگائے گئے ظالمانہ ٹیکس مثلاً: پانی ٹیکس، مکان ٹیکس، روڈ ٹیکس، یا قحط والے علاقہ میں امدادی کارروائی کے لئے ٹیکس لگایا گیا ہے، تو کیا ان سب ٹیکسوں میں سود کی رقم دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......حکومت کی طرف سے جو محصول لئے جاتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ محصول جس کے عوض ہمیں کوئی راحت یا فائدہ پہنچایا جاتا ہے، مثلاً: روڈ ٹیکس، پانی ٹیکس، یا راستے گلی کوچے کی صفائی کے لئے میونسپل ٹیکس وغیرہ لیا جاتا ہے، ان اخراجات کے پورا کرنے کے لئے ہمیں تعاون کرنا ضروری ہے، اس لئے اس میں سود کی رقم دینا ذاتی مفاد میں استعمال کرنے کے برابر ہے۔ دوسرا وہ محصول جو شرعاً ناجائز، ظلم اور جبرو

تشدد ہے، لیکن غیر اسلامی حکومت ہونے کے سبب قانوناً ادا کرنا پڑتا ہے، مثلاً: انکم ٹیکس، چنگی ناکے، ایسے ناجائز ٹیکس میں بینک کے سود کی رقم دی جائے تو اس کی شرعاً گنجائش ہے۔

﴿۲۲۲۸﴾ ٹیکس بچانے کے لئے جھوٹ بولنا

سوال: کئی مسلمان بھائی اپنی تجارت پر عائد شدہ ''اوکٹرائی ڈیوٹی'' (Octroy Duty) یا اس کی برآمد پر عائد ہونے والی کسٹم ڈیوٹی ادا نہیں کرتے، یا کم یا غلط بتا کر حکومتی کو یا بورڈ کو یا افسران کو رشوت دے کر یا جھوٹ بول کر اور چالبازی کر کے مال چھپا کر یا شہر سے بھاگ کر دھوکہ بازی کرتے ہیں، ٹیکس اور ڈیوٹی میں ایسے کھیل بہت عام ہو گئے ہیں۔ کبھی کبھی جب ان کا مؤاخذہ ہوتا ہے تو کم وبیش سزا بھی ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دنیوی حکومت کو اس طرح دھوکہ دینے والے کے لئے شریعت کیا کہتی ہے؟ کیا ایسے ٹیکس چور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ اور سزا کے مستحق ہوں گے؟ آج کل حکومت کی طرف سے بہت پریشانی بڑھ چکی ہے کہ ''اس طرح کرو اُس طرح کرو'' اور ٹیکس ناحق اور ظالمانہ اور بے حد بڑھ گئے ہوں تو اس سلسلہ میں کیا کریں؟ تاجر تو چوری کریں اور ہم ایمانداری سے ادا کرتے رہیں تو کتنی ہی چیزوں میں تجارت مشکل اور ناممکن ہو جائے گی اس کا کیا کریں؟ ایسی مجبوری کی حالت میں آپ کی مفصل رہبری کی ضرورت ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سوال میں مذکورہ ٹیکس کوئی ادا نہ کرے تو صرف اس وجہ سے آخرت میں اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا، لیکن جھوٹ بولنا، رشوت دینا یا دھوکہ دینا شرعاً گناہ کے کام ہیں، نیز ٹیکس نہ دینے پر سزا ہوتی ہو تو چونکہ اس سے ہتک نفس لازم آتا ہے ، جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے تو اپنی عزت کو بچانے کے لئے بھی یہ کام نہیں کرنا

چاہئے،اس لئے ان ٹیکس سے بچنے کے لئے کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا چاہئے جو شرعاً گناہ ہو اور کوئی ایسا قدم بھی نہ اٹھانا چاہئے کہ جس سے اپنی عزت وآبرو پر آنچ آتی ہو، لہٰذا سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب الصرف

﴿۲۲۲۹﴾ ڈالر، پاؤنڈ بلیک میں تبدیل کروانا

سوال: میرے متعلقین مجھے ڈرافٹ سے غیر ملکی کرنسی پاؤنڈ اور ڈالر وغیرہ بھیجتے ہیں، جو میں ان کے رشتہ داروں کو روپیوں میں تبدیل کروا کر واپس کر دیتا ہوں، غیر ملکی کرنسی کو بلیک میں (خانگی تاجروں سے) تبدیل کرایا جائے تو زیادہ روپے ملتے ہیں اور قانونی طور پر تبدیل کرایا جائے تو کم روپے ملتے ہیں تو مجھے کونسے طریقے سے تبدیل کروانا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... از روئے شرع دونوں طرح تبدیل کرانا درست ہے، البتہ بلیک میں تبدیل کرانا سرکاری جرم ہے، اور اس کی وجہ سے قانونی پریشانی میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے قانونی طور پر تبدیل کروانا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۳۰﴾ ۵۰:۱۰ روپے میں ۱۰ روپے کی ریز گاری لینا

سوال: تاجر شخص کو موسم میں ریز گاری کی تنگی پڑتی ہے، تو وہ ایک شخص سے یہ معاملہ کرتا ہے کہ اگر وہ اسے ۱۰ روپئے ریز گاری دے گا تو وہ تاجر اسے ۵۰:۱۰ دے گا تو ۱۰ روپئے ریز گاری کے عوض ۵۰:۱۰ روپے دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ریز گاری کی تنگی کے سبب دس، پچاس یا سو روپئے کی نوٹ کے عوض اس سے کم مالیت کی ریز گاری لی جائے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب الدین

﴿۲۲۳۱﴾ دوسرے کے نام پر سودا کرنا، اوراس کے روپے لے کرمکر جانا

سوال: آج کے ترقی یافتہ دور میں تجارت کے نت نئے طریقے ایجاد ہورہے ہیں، ایسے ہی ایک مسئلہ میں آنجناب سے رہبری کی گزارش ہے۔

ہمارے ضلع میں ارہڑ، اڑد، سینگ اور کپاس کی پیداوار ہوتی ہے، اوراس کی لین دین ہوتی ہے، کبھی کسی تاجر کے پاس بل بک میں خرید وفروخت کے درج کی جگہ نہ ہوتو وہ دوسرے ایمان دار بھروسے مند شخص کے نام پر سودا کرتا ہے اس سودے کے اس شخص کی طرف سے کرنے پر اس شخص کو معاوضہ یعنی کمیشن بھی ملتا ہے۔

اب ہوا یہ کہ الطاف کی ارہڑ کی پچاس بوریاں تھی، الطاف نے یہ پچاس بوریاں عمران کے نام سے بیچی اور عمران کے نام سے چیک بنا کر عمران کے ہاتھ میں دیا، عمران چیک لے کر بینک گیا اور بینک سے روپے لئے اور روپے اپنے گھر لے گیا، بعد میں الطاف نے اس سے روپے مانگے تو الٹا سلٹا جواب دینے لگا اور روپے واپس نہیں کیے، تو عمران کا اس طرح روپے واپس نہ کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اور اس سودے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ یہ امانت میں خیانت ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: سرکاری قوانین کی رکاوٹوں کی وجہ سے مال دوسرے کے نام پر فروخت کیا جائے یا دوسرے کے نام سے روپے لئے جائیں تو اس سے دوسرا شخص اس مال کا مالک نہیں بن جاتا۔

لہذا صورت مسئولہ میں عمران نے اس کے نام پر سودا کرنے کی اجازت دی اور روپے پر

خوداس نے قبضہ کرلیا یہ صحیح نہیں کیا، یہ دھوکہ دہی ،غصب اور امانت میں خیانت تین تین گناہوں کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔

لہذا وہ روپے اصل مالک الطاف کو واپس کر دینا لازم اور ضروری ہے، اگر دنیا میں یہ حق ادا نہیں کیا گیا اور معاف بھی نہیں کروایا تو آخرت میں ایک دانق (قریب دو پیسے) کے عوض سات سو مقبول نمازیں دینی پڑیں گی،اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۳۲﴾ مقدمہ کا خرچ قرض دار سے وصول کرنا

سوال: ہمیں بعض مرتبہ ادھار مال کی رقم وصول کرنے کے لئے قرضدار پر عدالت میں دعویٰ دائر کرنا پڑتا ہے، اس میں وکیل کی فیس، عدالت کی فیس وغیرہ جو بھی خرچ ہو وہ عدالت قرضدار سے دلواتی ہے تو یہ خرچے قرضدار سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دعویٰ دائر کرنے سے قبل وکیل کے ذریعہ انہیں نوٹس دی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ اس کا خرچ ان کے ذمہ ہے، کبھی کبھی عدالت اپنے طے کردہ اصولوں کے مطابق وکیل کی فیس کم رکھتی ہے اور ساتھ میں قرض کی رقم کا سود بھی دلواتی ہے تو سود کی رقم سے وکیل کی فیس ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......قرض دار قرض ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہواس کے باوجود ٹال مٹول کرتا ہواس وجہ سے قرض خواہ عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اپنا حق وصول کرے تو مقدمہ اور وکیل کی فیس وغیرہ کا جو بھی خرچ ہو وہ قرض خواہ قرضدار سے وصول کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی سرکشی کی وجہ سے خرچ ہوا ہے، مقدمہ اور وکیل کی فیس وغیرہ کا خرچ مذکورہ شرط کے ساتھ ہی لے سکتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ، فتاویٰ دار العلوم: ۶۴/۷، ۶۸/۸)

﴿۲۲۳۳﴾ دیوالیہ ہونے سے قرض معاف ہوجائے گا؟

سوال : تجارت کوترقی دینے کی غرض سے بعض مسلمان بھائی بینک وغیرہ سے سودی قرض لیتے ہیں مگر منافع نہ ملنے یا خسارہ ہوجانیکی وجہ سے اپنی تجارت کو دیوالیہ (BANKRUPT) کر دیتے ہیں اس صورت میں بینک وغیرہ کی طرف سے تجارت کا مالی مشینری، پروپرٹی وغیرہ پر قبضہ کرلیا جاتا ہے اور اسے بیچ کر اپنی رقم وصول کرلیتی ہے اور حساب میں پھربھی کوئی رقم باقی رہ جائے تو اس رقم کا یہ شخص قانونی طور پر مقروض گردانا جاتا ہے نیز بینک کے علاوہ دوسرے گاہک مسلم غیر مسلم کے پاس بھی لین دین کا حساب باقی رہ جاتا ہے ان سارے قرض کو (خواہ بینک کا ہو یا گاہک کا) دیوالیہ ہونے والا شخص قرض نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس کی پرواہ کرتا ہے۔

تو کیا اس طرح دیوالیہ ہونے پر جس کی جو رقم اپنے ذمہ باقی رہ جاتی ہے شرعی طور پر قرض سمجھا جائے گا یا نہیں اور اسکی ادائیگی از روئے شرع ضروری ہوگی یا نہیں؟

الجواب : حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دیوالیہ ہوا یا ظاہر کیا گیا شخص دیوالیہ ہونے کی وجہ سے قانوناً اور شرعاً اسکا قرض معاف نہیں ہوجاتا بلکہ وہ قرض باقی رہتا ہے اور حقوق العباد میں ہونیکی وجہ سے اس پر ادا کرنا لازم یا معاف کروانا ضروری ہوتا ہے۔

﴿۲۲۳۴﴾ دوسرے کے حق والی چیز قرض کی ادائیگی میں دینا اور قرض خواہ کا اسکو قبول کرنا

سوال: زید نے عمر کو قرض دیا عمر کے پاس ایک میراث کی زمین ہے جس کی تقسیم شریعت کے مطابق ابھی نہیں ہوئی ہے اس لئے کہ والد کے انتقال کے بعد لڑکیوں کا حصہ بھی لڑکوں نے لے لیا تھا، عمر اس زمین کے غلہ کو قرض میں دے کر اپنے قرض سے نجات پانا چاہتا ہے،

تو کیا زید کے لئے اپنے قرض کے عوض وہ غلہ لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرض خواہ کو معلوم ہو کہ اس کے قرض کی ادائے گی میں اسے جو رقم یا شئ دی جا رہی ہے اس میں دوسرے کا بھی حق ہے تو قرض خواہ کے لئے اپنے قرض کے عوض وہ رقم یا شئ لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۳۵﴾ حرام آمدنی والے کا غیر مسلم سے قرض لے کر مسجد کے کام میں دینا اور اپنی حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا

سوال: ایک شخص کچھ رقم للہ مسجد میں دینا چاہتا ہے، لیکن اس کی یہ رقم شراب، جوا وغیرہ حرام کمائی کی ہے، اب یہ شخص دوسرے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر وہ رقم مسجد میں دے پھر اپنا یہ قرض اپنے شراب، جوا وغیرہ کے ذریعہ سے آئی ہوئی حرام رقم سے ادا کر دے تو اس طرح قرض ادا کر کے رقم مسجد میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس رقم کو مسجد کے کسی بھی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس شخص کا غیر مسلم کے پاس سے قرض لے کر وہ رقم للہ مسجد میں دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، مسجد والے لے بھی سکتے ہیں اور اس کو استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ (عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۳۶﴾ بھتیجے کا قرض چچا کی رقم سے وصول کرنا

سوال: ایک بکروں کے تاجر نے ایک کپڑوں کے تاجر کو ایک لاکھ روپے کے بکرے ادھار قیمت پر دئے تھے، اور یہ قیمت ادا کرنا باقی تھی اور دوسری طرف بکروں کے تاجر کا بھتیجا کپڑوں کے تاجر سے کئی سال تک ادھار کپڑا لیتا رہا، اخیر میں یہ بھتیجا بیرون ملک چلا گیا، تو

کپڑے کے تاجر نے اس بھتیجے کی باقی رقم بکرے کے تاجر کے قرض سے وصول کر لی، اور ایک لاکھ میں سے ۲۳ ہزار منہا کر کے بقیہ رقم لوٹائی، تو کیا بھتیجے کے باقی روپے چچا کے قرض سے وصول کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں صورت مسئلہ کسی کا قرض ہو تو اس کے رشتہ داروں سے ان کی رضا مندی کے بغیر وہ قرض وصول کرنا جائز نہیں ہے، جس کا قرض ہو اس کے مال سے زبردستی کر کے وصول کرنا تو جائز ہے، لیکن اس قرض کے عوض اس کے کسی قریبی یا دور کے رشتہ دار کی رقم سے کاٹ لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الشرکۃ

﴿۲۲۳۷﴾ یکساں سرمایہ لگانے والے شریک کے درمیان نفع کی تقسیم میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ (۱) آج سے بیس سال قبل ۴۰۰ شرکاء نے مل کر ایک رفاہی کمیٹی قائم کی، جس میں ہر شریک نے ایک سو پچیس روپے کے شیرز سرمایہ کے طور پر خریدے۔ (۲) کمیٹی کا بیوپار پیٹرول اور گاڑی سے متعلق اشیاء کی بکری کا تھا، کمیٹی کی آمدنی میں پیٹرول، ڈیزل اور تیل کی بکری کا منافع اور کرائے پر دی ہوئی جگہوں کا کرایہ، گاڑی کی سروس اور پارکنگ کا کرایہ اور دیگر اشیاء کی بکری سے ہونے والا منافع شامل ہے۔ (۳) جب کمیٹی بنی تب کمیٹی کا ہر رکن کمیٹی کے پیٹرول پمپ سے پیٹرول لیتا تھا اور منافع سب میں مساوی طور پر تقسیم ہوتا تھا۔ (۴) لیکن کمیٹی نے پیٹرول کی بکری کی یہ صورت اختیار کی کہ جو بھی شریک خاص مقدار کا پیٹرول کمیٹی کے پیٹرول پمپ سے خریدے اسے ہی پورا نفع دیا جائے، مقدار سے کم خریدنے والے کو کم نفع اور بالکل نہ خریدنے والے کو صرف ۱۱ر روپے سرکاری قاعدہ کی رو سے ڈیوی ڈنڈ کے طور پر دیا جائے۔

جو شریک کمیٹی کے پیٹرول پمپ سے پیٹرول خریدتے ہیں اسے مذکورہ پورے نفع کے ساتھ لیٹر پر کچھ کمیشن بھی ملتا ہے، غیر شیرز ہالڈر گاہکوں کو یہ کمیشن نہیں ملتا۔ آج کے دن کے حساب سے پیٹرول پمپ سے پیٹرول کی بکری میں دس فی صد حصہ شیرز ہالڈر کا ہے، بقیہ بکری غیر شیرز ہالڈر کی ہے، کمیٹی کے شریک کی گاڑی سروس کے لئے آتی ہے تو اس سے کم روپے لئے جاتے ہیں، یہ فائدہ سروس نہ کروانے والے شریک کو نہیں ملتا۔ (۵) کمیٹی کے

اراکین میں سے کچھ رکن اپنی مجبوری (مثلاً: گھر سے پیٹرول پمپ دور ہے) کی وجہ سے کمیٹی پمپ سے پیٹرول نہیں خرید سکتے، کچھ رکن مجبوری کی وجہ سے یا کسی دوسرے پیشہ میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے یا ٹیکسی کا پیشہ چھوڑ دینے کی وجہ سے پیٹرول نہیں لیتے، کچھ رکن یتیم اور غریب ہیں جو پیٹرول خریدنے کی شرط پوری نہیں کر سکتے، کچھ رکن بغیر کسی وجہ کے بھی پیٹرول نہیں خریدتے۔(۶) مذکورہ قاعدہ اور قانون کا تذکرہ کمیٹی کے بنیادی اصولوں میں نہیں ملتا، اور اس قاعدہ کی مخالفت میں قولی بات چیت ہوئی ہے ایسی کچھ باتیں سننے میں آئی ہیں، البتہ بیس سال سے (جب سے کمیٹی بنی ہے) نفع کی تقسیم اسی تناسب سے کی جا رہی ہے۔اب پوچھنا یہ ہے کہ......

(الف) مذکورہ حالات میں یکساں سرمایہ لگانے والے اراکین کے بیچ نفع کی تقسیم میں یہ فرق جائز ہے یا نہیں؟ (با) کیا پیٹرول خریدنے والے شریک کو پیٹرول کی خریدی پر کمیشن دینا جائز ہے؟ اس تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ معاملہ کو شریعت میں شرکت یعنی پارٹنرشپ کہتے ہیں، اور یہ جائز ہے، البتہ عقد شرکت کے شریعت میں خاص اصول مقرر ہیں ان کی رعایت اور پابندی کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے تو ہی جائز کہلائے گا۔

صورت مسئولہ میں جب کمیٹی بنی اور تمام اراکین نے یکساں سرمایہ لگایا، اور نفع کا تناسب بھی یکساں ہی رکھا تو اب ہر رکن کو نفع بھی یکساں ہی ملنا چاہئے۔

اگر شروع سے ہی نفع میں فی صد کے حساب سے کم زیادہ مقرر کیا جاتا تو اس طرح کرنے کی گنجائش تھی، لیکن ایک مرتبہ عقد ہو گیا اور بنیادی اصول طے ہو گئے اس کے بعد جو شرائط

خلاف شریعت لازم کر دئے گئے ہیں جن کا تذکرہ نمبر:۴ میں کیا گیا ہے وہ شرائط فاسد ہونے کی وجہ سے عمل کے قابل نہیں ہیں۔

(۲) کمیٹی کے شریک کو کم قیمت سے پیٹرول دینا جائز ہے۔

مذکورہ حالات میں بہتر یہ ہے کہ جن لوگوں نے صرف سرمایہ لگایا ہے ان کے نفع کا تناسب کم رکھا جائے اور جو سرمایہ کے ساتھ اور بھی کچھ تعاون کرتے ہیں ان کے نفع کا تناسب زیادہ رکھا جائے تو یہ شرکت جائز کہلائے گی۔(شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۳۸﴾ روپیوں میں برابری اور نفع میں کمی بیشی

سوال: ہم نے کچھ سال قبل ایک یونین بنایا تھا اس کے کچھ اراکین ہیں جو ماہانہ پانچ پانچ یا دس دس روپے جمع کرواتے تھے اور اس کا انتظام مجھے سپرد کیا گیا تھا، اس یونین میں میں نے پانچ سال مجاناً خدمت انجام دی، اور یونین کو منافع بھی بہت ہوا، اب میں نے درخواست دی ہے کہ مجھے میری محنت کا صلہ ملنا چاہئے، البتہ میں بھی یونین کا ایک رکن ہوں اور ہر ماہ دوسرے یونین کی طرح میں بھی روپے جمع کرواتا ہوں اور آج تک ان روپیوں کو میں نے شریعت کے قاعدہ کے مطابق تجارت میں لگایا ہے، اور جو بھی منافع ہوا وہ ہر حصہ دار کی طرح مجھے بھی یکساں ہی ملتا رہا، میں نے زیادہ رقم نہیں لی ہے، میری درخواست کے بعد اس نئے سال کی ایک تاریخ سے دوسرے شرکاء نے یہ طے کیا کہ یونین کو جو بھی منافع ہو اس کا پچیس فی صد مجھے دے دیا جائے اور بقیہ ۷۵ فی صد میں ہر ایک یونین کا حصہ ہوگا جس میں میرے شیرز کے مطابق میں بھی حصہ دار کہلاؤں گا۔

تو کیا اس طرح کا معاملہ از روئے شرع جائز ہے؟ نیز گھریلو استعمال کے لئے اس مشترکہ

مال میں سے میں مناسب دام سے لینا چاہوں یا یونین کا دوسرا کوئی فرد لینا چاہے تو لے سکتا ہے، اگر مذکورہ صورت عدم جواز کی ہے تو جواز کی صورت کیا ہے اس پر روشنی ڈال کر مہربانی فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شریعت کی اصطلاح میں ایسی ساجھے داری کو شرکت عنان کہتے ہیں، روپے سب کے برابر ہوں البتہ نفع میں کمی بیشی ہو، شرعاً یہ صورت جائز ہے، جوہرہ میں ہے نفع میں دوسروں سے زیادہ حصہ رکھا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سب کے روپے برابر ہوں اور ایک پر محنت کی شرط لگائی جائے تو یہ شرط فاسد ہے (امداد الفتاویٰ) البتہ شرط لگائے بغیر کام کر سکتے ہیں اور نفع کا تناسب زیادہ رکھ سکتے ہیں۔ اور جو لوگ حصہ دار ہیں وہ مشترکہ مال سے کوئی چیز مناسب دام سے خریدنا چاہیں تو خرید سکتے ہیں۔ (عالمگیری: ۲۹۴/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۳۹﴾ لائسنس کے نام پر روپے مانگنا

سوال: کچھ لوگ اپنا لائسنس دینے کے عوض سالانہ کچھ رقم مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے نام کا لائسنس ہے اس لئے مجھے پانچ سو کواچا (ایک ملک کی کرنسی) دینے ہوں گے، تو انکا یہ مانگنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صرف لائسنس کے عوض سالانہ کوئی رقم مانگنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ لائسنس کوئی مال متقوم نہیں ہے کہ جس کا عوض لیا جا سکے۔

﴿۲۲۴۰﴾ ایک کا لائسنس دوسرے کی محنت اور سرمایہ

سوال: اس ملک میں غیر ملکیوں کو لائسنس نہیں ملتا، جو اس ملک کے باشندے ہیں انہیں کو

لائسنس ملتا ہے، اب جس کے پاس لائسنس ہے وہ اس شخص سے جس کے پاس لائسنس نہیں ہے کہتا ہے کہ تو میرے لائسنس سے کاروبار کر سرمایہ بھی تیرا اور محنت بھی تیری اور نفع میں دونوں کی نصف نصف ساجھے داری رہے گی۔

تو کیا شرعاً جس کا لائسنس ہے اور اس نے سرمایہ بھی نہیں لگایا اور محنت بھی اس کی نہیں ہے وہ اپنے لائسنس کے زور پر سامنے والے سے نفع کے نصف روپے لے سکتا ہے؟ یہ دوسرا شخص خود دکان چلاتا ہے مال بھی اپنے نام پر بیوپاری کے یہاں سے لاتا ہے لائسنس والے کا صرف لائسنس ہے تو اس کے لئے نصف نفع لینا جائز کہلائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت میں شرکت یعنی پارٹنرشپ کے لئے کچھ شرائط بیان کئے ہیں ان شرائط کے مطابق عقد ہو تو ہی دوسرے شریک کے لئے نفع میں سے حصہ لینا درست ہوتا ہے۔ ان شرائط کو بیان کرتے ہوئے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: نفع میں حصہ دار بننے کے لئے تین چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے: (۱) سرمایہ کا لگانا (۲) عمل یعنی محنت کرنا (۳) تقبل یعنی ضمانت

اگر کسی شریک کی طرف سے ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہے تو اس کے لئے نفع میں حصہ دار بننا جائز نہیں ہے، لہذا کسی کی طرف سے ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہے اور وہ شخص دوسرے کو کہے کہ تو اپنا مال بیچ اور نفع میں میرا حصہ رہے گا تو صرف اس کہنے سے نفع میں اس کا حصہ نہیں ہوگا۔ (درمختار: ۳۴۹/۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۴۱﴾ شرکاء مساوی طور پر حقدار ہوں گے۔

سوال: تین حقیقی بھائی اور ایک بھتیجے نے مل کر ایک لمبی مدت تک ساتھ میں کاروبار کیا،

تین بھائیوں میں سے سب سے چھوٹا بھائی ابھی چار مہینے سے ہی شامل ہوا ہے، اس کاروبار کے شروع میں کسی کا حصہ متعین نہیں تھا، سب ساتھ میں کام کرتے رہے البتہ جب تقسیم کا وقت آیا تو باوجود بھتیجے کے پورا ساتھ دینے کے ایک چچا کا کہنا ہے کہ نفع میں بھتیجے کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، لہذا از روئے شرع بھتیجے کو کتنا حصہ ملے گا؟ (۲) تینوں بھائیوں اور بھتیجے کے اِس کاروبار کی آمدنی سے ایک پکی عمارت بنائی گئی ہے، اس عمارت میں بھتیجے کا حصہ کتنا ہوگا؟ (۳) ان تینوں بھائیوں کے دادا کی یو. پی. میں ملکیت ہے، اور اس بھتیجے کے والد حیات ہیں، تو اس بھتیجے کو اس کے دادا کی ملکیت میں کوئی حصہ لگے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سب نے مل کر ایک کاروبار شروع کیا، اور کاروبار کے شروع میں نفع کا حصہ کسی کا متعین نہیں تھا، تو ہر شریک برابر کے نفع کا حقدار ہوگا، چچا کا بھتیجے کے لئے یہ کہنا کہ اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، بغیر دلیل کی بات ہے۔

(۲) جس طرح کاروبار میں سب کا برابر کا حصہ ہے اسی طرح کاروبار کی آمدنی سے بنائی ہوئی عمارت میں بھی ہر ایک کا برابر کا حصہ ہے۔

(۳) دادا کی ملکیت سے بھتیجے کے والد کو میراث ملے گی، اور لڑکے کے ہوتے ہوئے پوتے محروم ہوتے ہیں اس لئے دادا کے کسی پوتے کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

﴿۲۲۴۲﴾ بعد میں شامل ہونے والے شریک کا حصہ کتنا ہوگا؟

سوال: پانچ بھائی مل کر ایک کاروبار کر رہے تھے، بعد میں ایک بھتیجا بھی اس میں شامل ہو گیا اس کے بعد یہ کاروبار گیارہ سال چلا، اس بھتیجے کو چچا نے کہا تھا کہ ہمارا جتنا حصہ ہے اتنا ہی حصہ تیرا بھی رہے گا، اب سب بھائی الگ ہونا چاہتے ہیں تو از روئے شرع تقسیم کس

طرح کی جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں پانچوں بھائیوں نے بھتیجے کے شامل ہوتے وقت ان کے حصہ کے برابر ہی حصہ دینا متعین کیا ہو اور پانچوں چچاؤں کی منظوری سے ہی بھتیجا شامل ہوا ہو تو دوسرے چچاؤں کے برابر ہی اس کو بھی حصہ ملے گا۔(عالمگیری:۴۰۳/۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۴۳﴾ تقسیم کے وقت نفع زیادہ رکھ لینا

سوال: زید اور بکر نے مل کر ایک گائے خریدی، دونوں نے نصف نصف قیمت نکالی، بکر نے کہا کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں گا، اور جو نفع ہوگا وہ نصف نصف ہم دونوں بانٹ لیں گے، زید نے گائے کے منافع سے تھوڑی رقم زید کو دی بقیہ وہ خود ہضم کر گیا، بکر کو پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے اس کی دیکھ بھال کی ہے، تو کیا بکر نے اس کی دیکھ بھال کی ہے اس لئے وہ دوگنا تین گنا نفع لے سکتا ہے؟ اگر اس کے لئے یہ زیادہ روپے لینا جائز نہیں ہے تو اسے اس کے اس برے فعل میں ساتھ دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شروع عقد میں دونوں نے مساوی نفع کی شرط رکھی تھی، لہذا اب تقسیم کے وقت بکر کا دیکھ بھال کے بہانے سے زیادہ نفع رکھ لینا صحیح نہیں ہے، ایسا کرنا گناہ ہے۔

﴿۲۲۴۴﴾ سرمایہ اور نفع کی تقسیم

سوال: ایک کمپنی میں چھ حصہ دار ہیں، اور ان چھ میں سے تین حصہ دار کمپنی کی دکان میں کام کرتے ہیں، کمپنی میں سرمایہ کا فی صد بھی سب کا یکساں نہیں ہے، کمپنی کا رأس المال

پچاس ہزار روپے ہے۔

(۱) زید کا سرمایہ پچیس فی صد یعنی بارہ ہزار پانچ سو روپے ہے۔ (۲) بکر کا سرمایہ پندرہ فی صد یعنی سات ہزار پانچ سو ہے۔ (۳) عمر کا سرمایہ دس فی صد یعنی پانچ ہزار روپے ہے۔ (۴) عثمان کا سرمایہ پچیس فی صد یعنی بارہ ہزار پانچ سو روپے ہے۔ (۵) احمد کا سرمایہ پندرہ فی صد یعنی سات ہزار پانچ سو ہے۔ (۶) علی کا سرمایہ دس فی صد یعنی پانچ ہزار روپے ہے۔

نمبر:۱،۲اور۳ کمپنی کی دکان میں کام کرتے ہیں، اور نمبر:۴اور۵اور۶ کام نہیں کرتے۔ اب انہوں نے یہ طے کیا کہ سال کے ختم ہونے پر جو نفع ہو اس کا پندرہ فی صد زید کو اور ساڑھے سات فی صد عمر کو اور دس فی صد کام کے عوض نفع دیا جائے، اور بقیہ منافع میں پانچوں حصہ دار اپنے سرمایہ کے فی صد کے مطابق حصہ دار رہیں گے۔ مثلاً: سال کے ختم پر تیس ہزار روپے منافعہ ہوا تو......

	سرمایہ	نفع میں سے	عمل کی وجہ سے	کل
زید کو پندرہ فی صد ۴۵۰۰	زید کا ۲۵ فی صد	۵۰۶۲:۵۰	۴۵۰۰:۰۰	۹۵۶۲:۵۰
بکر کو ۱۰ فی صد ۳۰۰۰	بکر کا ۱۵ فی صد	۳۰۳۷:۵۰	۳۰۰۰:۰۰	۶۰۳۷:۵۰
عمر کو ساڑھے سات فی صد ۲۲۵۰	عمر کا دس فی صد	۲۰۵۰:۰۰	۲۲۵۰	۴۲۷۵:۰۰

کل:۹۷۵۰	عثمان ۲۵ فی صد	۵۰۶۲:۵۰	....	۵۰۶۲:۵۰
	احمد ۱۵ فی صد	۳۰۳۷:۵۰	....	۳۰۳۷:۵۰
	علی دس فی صد	۲۰۲۵:۰۰	....	۲۰۲۵:۰۰
	کل	۲۰۲۵۰:۰۰	۹۷۵۰:۰۰	۳۰،۰۰۰:۰۰

کام کرنے والوں کا نفع میں زیادہ کا حصہ (۹۷۵۰:۰۰)۔ بقیہ نفع کی تقسیم کی رقم (۲۰۲۵۰:۰۰)۔ کل منافع (۳۰،۰۰۰:۰۰)

اس تقسیم سے تجارت کی جاتی ہے تو کیا یہ تقسم از روئے شرع صحیح ہے؟

نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ کام کرنے والے حصہ دار کے لئے سال کے دس مہینوں تک کام کرنا ضروری ہے، اگر وہ دس ماہ کام کرتا ہے تو ہی مذکورہ حصہ اسے ملتا ہے، ورنہ جتنے دن کم ہوں اس کے تناسب سے اتنی رقم نفع سے اس کی کاٹ لی جاتی ہے، مثلاً: زید دس مہینوں کے بجائے آٹھ مہینے ہی کام کرتا ہے اور کام کے عوض اس کے پندرہ فی صد متعین ہیں تو ایک ماہ کا فی صد ڈیڑھ ہوا تو اسے اب آٹھ مہینے کام کرنے کے صرف بارہ فی صد منافع ہی ملے گا، لہذا یہ طریقہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ طریقہ میں کام کے عوض علیحدہ نفع کا فی صد متعین کیا گیا ہے ایسا کرنے کے بجائے اس کے سرمایہ کے نفع کی فی صد ہی میں کام کے نفع کی فی صد جوڑ دی جائے اور کل فی صد ہی کو اس کا نفع مقرر کیا جائے، یعنی کام کے عوض کوئی نفع نہ بتایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۴۵﴾ کام کی شرط کے بغیر کچھ شریک کا کام کرنا

سوال: ایک تجارتی کمپنی میں سات حصہ دار ہیں، جس میں سے نمبر: ۱، ۲، ۳ حصہ دار کمپنی کی دکان ہی میں کام کرتے ہیں، بقیہ چار حصہ دار کام نہیں کرتے۔ ہر شریک کا سرمایہ کمپنی کے رأس المال میں برابر سرابر کا ہے، لیکن نفع کی تقسیم حسب ذیل متعین کی گئی ہے۔ اگر سو روپیہ نفع ملتا ہے تو تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ سے ہوتی ہے:

(۱) اسماعیل کو ۲۵ روپے (۲) عمر کو ۲۵ روپے (۳) عثمان کو بیس اور (۴، ۵، ۶ اور ۷) ہر ایک کو سات روپے پچاس پیسے، یعنی کل سو روپے ہوئے۔

یہ تقسیم ہر حصہ دار کی خوشی سے متعین کی گئی ہے، لہذا نفع کی تقسیم مندرجہ بالا طریقہ سے کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

نوٹ: نمبر: ۳ عثمان کام کرتا ہے اور وہ بیس فی صد نفع سے خوش ہے، (اور وقت سب کا یکساں لگتا ہے)

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۴۶﴾ شرکت فاسدہ میں نفع کی تقسیم

سوال: ہم نے ایک معاملہ کیا تھا اس میں کچھ اختلاف ہوا ہے جس کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کر کے اس کا شرعی حل آپ سے چاہتے ہیں۔ غلام اور محمد نے پارٹنرشپ میں ایک کاروبار شروع کیا، اور شرط یہ رکھی کہ

(۱) دونوں فریق ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپے لگائیں گے۔ (۲) نفع، نقصان میں دونوں کا نصف نصف حصہ رہے گا۔ (۳) غلام فی الفور نقد روپے لگائے گا، اور محمد نے اس کا ایک

ایکڑ والا کھیت بیچا ہے اس کے روپے تقریباً ۶۵،۰۰۰ ،۱ ہیں ڈیڑھ دو ماہ کی قسط سے جیسے جیسے آئیں گے لگا تا جائے گا، جو آٹھ نو مہینے میں مکمل ہو جائیں گے۔ ان شرطوں پر یہ عقد کر کے ہم دونوں ایک نامور وکیل کے پاس گئے اور ہم نے پکا اسٹامپ پارٹنر شپ کا بنوایا۔ غلام کاروبار کی ذمہ داری محمد کو سپرد کر کے چلا گیا، اور محمد کے لڑکے کو اس کاروبار کے روزانہ کے کام کی ذمہ داری سونپی اور تنخواہ متعین کر دی، اور مزید تعاون کے لئے غلام نے اپنے بھائی کو اپنے ذمہ تنخواہ لے کر اس کاروبار میں کام پر لگایا، اور ایک آفس لی جس کی ڈپازٹ ۱۵۰۰۰ روپے دی اور کرایہ ۲۰۰ روپے طے کیا اور مستقبل میں کوئی فساد نہ ہو اس لئے دوسری بھی آفس غلام نے رکھوائی۔

دو سال کے بعد غلام کو حساب میں گڑبڑ معلوم ہوئی اور اس نے محمد سے خلاصہ کیا تو اب اسے دو باتوں پر اعتراض ہے، جو حسب ذیل ہیں۔

اعتراض نمبر: (۱) اتنی مدت سرمایہ لگایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

غلام اور محمد کے سرمایہ لگانے کا فی صد نکالتے ہیں تو ساڑھے تیرہ مہینے کے حساب سے غلام کے ۹۶۰۰۰ اور محمد کے ۲۶۶۰۰ روپے لگے، جو ۷۹ فی صد اور ۲۱ فی صد ہوتی ہے، اور محمد نے ہمارے کل سرمایہ سے نو مہینے میں ۶۶۰۰۰ روپے اٹھائے ہیں، اس لئے ہمارے فی صد میں کافی نشیب و فراز آ گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ نفع پندرہ، سولہ ماہ کے بعد آنا شروع ہوا، غلام کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے سے ان کی شرکت فاسد ہو گئی اس لئے اب محمد کو ۵۰ فی صد نفع لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اس کے سرمایہ کے فی صد کے برابر ہی نفع لینے کا حق ہے۔

اعتراض: (۲) غلام نے محمد سے کہا تھا کہ اصل حصہ دار ہم دونوں ہی ہیں اور دوسرے چار صرف قانونی کارروائی کی آسانی کے لئے اور محصول بچانے کے لئے ہیں، اس لئے کاروبار کے سلسلہ میں جو بھی گفتگو ہوگی وہ ہم دونوں کے درمیان ہی ہوگی وہ صرف نام کے حصہ دار رہیں گے اس کے باوجود محمد نے غلام کو پوچھے بغیر ان نام نہاد حصہ داروں کی دستخط لے کر کاروبار کی شرائط میں بنیادی تحریف کردی۔

مجھے یہ اعتراض نہیں ہے کہ محمد نے کیوں وعدہ کے مطابق ڈیڑھ لاکھ روپے نہیں لگائے بلکہ اصل اعتراض اس بات پر ہے کہ اس نے ۶۶۰۰۰ روپے اٹھائے، جب کہ پہلے سے ہمارا کاروبار ۷۰،۰۰۰ کا مقروض تھا، (بلکہ ڈیڑھ لاکھ کا مقروض تھا) تو اس اختلاف کے پیش نظر نمبر ایک کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ مع دلیل وضاحت فرمائیں۔

نیز کیا اب محمد پچاس فی صد نفع کا مستحق ہے؟ یا اس کے سرمایہ کے فی صد کے حساب سے اس کا نفع سمجھا جائیگا؟ اس کے سرمایہ کا فی صد اکیس نکلتا ہے۔

خرچ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۴،۲۰،۰۰۰　کھیت کی قیمت

۹۰،۰۰۰　دوسرا خرچ

۳۰،۰۰۰　دکان کی ڈپازٹ

۵،۴۰،۰۰۰　کل خرچ

اس میں ہمارا سرمایہ رأس المال کی تفصیل یہ ہے:

۱،۴۸،۰۰۰

۳۰۰، ۷۲، +

۲،۲۰،۳۰۰ =

اس طرح ۵،۴۰،۰۰۰ میں سے ۲،۲۰،۰۰۰ منہا کئے جائیں تو ۳،۲۰،۰۰۰ پلاٹ کی آمدنی سے ہم کھیت میں دستاویز کراتے گئے۔

محمد کا کہنا ہے کہ اگر شروع میں ہی ایسی شرط کی ہوتی کہ سرمایہ کے برابر نفع رہے گا تو اکیس فی صد اورانا سی فی صد کی تقسیم صحیح تھی، اب بعد میں ایسی بات کرنا صحیح نہیں ہے، اور غلام کا کہنا ہے کہ یہ شرط لوگوں کے دستور العمل میں ہے، جتنا سرمایہ ہوتا ہے اتنا ہی نفع ہوتا ہے، اور عرف کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا از روئے شرع نفع کی تقسیم کا کیا حساب ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں لکھی گئی پوری تفصیل اگر صحیح ہے تو یہ معاملہ شرکت فاسدہ کے حکم میں آتا ہے، اور شرکت فاسدہ میں نفع کی تقسیم مقررہ شرائط کے مطابق نہیں بلکہ سرمایہ کے فی صد سے تقسیم ہوتا ہے، جس کا سرمایہ زیادہ ہوگا اسے نفع میں سے زیادہ حصہ ملے گا، اور جس کا سرمایہ کم ہوگا اسے نفع بھی کم ملے گا۔ (شامی، جوہرہ باب: کتاب الشرکت) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۴۷﴾ پیدا ہونے والے بچہ کی نصف ملکیت کے عوض جانور چرانے دینا

سوال: ایک شخص کے پاس ایک گائے ایک بھینس اور ایک بکری ہے وہ شخص یہ تین جانور ایک دوسرے شخص کو اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ اس کی دیکھ بھال اور چارا پانی کرے اور جب ان جانوروں کو بچہ ہوگا تو وہ بچہ بیچ کر اس کی نصف قیمت اسے ملے گی یعنی پیدا ہونے

والے بچہ میں نصف ملکیت اس کی رہے گی، اور نصف قیمت مالک کی رہے گی، تو اس طرح پیدا ہونے والے بچہ کے نصف حصہ کے عوض جانور کو چارا پانی اور دیکھ بھال کے لئے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس جانور کی ملکیت کس کی سمجھی جائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پیدا ہونے والے بچہ کی نصف ملکیت کے عوض جانور کو دیکھ بھال کے لئے دینا جائز نہیں ہے، جو شخص دیکھ بھال پر رکھے گا وہ نصف بچہ کا مالک نہیں ہوگا، بلکہ جتنے دن دیکھ بھال اور چارا پانی کرے گا اتنے دن کی اجرت مثل کا حقدار بنے گا، اور وہ بچہ اور جانور دونوں اصل مالک کے ہی کہلائیں گے، گائے ہو یا بھینس یا بکری ہو یا مرغی سب کا حکم ایک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۴۸﴾ نصف چوزوں کے عوض انڈوں پر مرغی بٹھانا

سوال: ایک شخص اپنی مرغی اور کچھ انڈے دوسرے شخص کو دیتا ہے، وہ دوسرا شخص ان انڈوں پر مرغی بٹھاتا ہے اب انڈوں سے جو چوزے نکلیں گے وہ دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے، یعنی جتنے چوزے پیدا ہوں گے وہ نصف مرغی بٹھانے والے کو مزدوری میں ملیں گے، تو اس طرح مرغی بٹھا کر یکساں حصہ سے چوزے تقسیم کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص صرف انڈے ہی دوسرے شخص کو دیتا ہے اور یہ دوسرا شخص ان انڈوں پر اپنی مرغی بٹھاتا ہے اور چوزے بڑے ہو جانے کے بعد دونوں یکساں تقسیم کر لیتے ہیں، تو اس طرح معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو اس کا جائز طریقہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکور دونوں صورتیں نا جائز ہیں، اس طرح

چوزوں کے نصف حصہ کے عوض انڈوں پر مرغی بٹھانا جائز نہیں ہے، اس کے باوجود کوئی بٹھائے گا تو بٹھانے والا نصف چوزوں کا حقدار نہیں ہوگا، بلکہ کل چوزے اور انڈے مرغی والے کے ہوں گے، دوسرے کو پرورش اور دیکھ بھال کی مزدوری ملے گی۔ (شامی، در مختار:۴)۔

جائز صورت یہ ہے کہ دونوں شخص مل کر نصف نصف مرغی اور انڈے خریدیں، اس کے بعد کوئی ایک شخص انڈوں پر مرغی بٹھائے پھر جو چوزے پیدا ہوں گے وہ دونوں کے نصف نصف سمجھے جائیں گے۔ (عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۴۹﴾ بکرے کے نصف حصہ کے عوض بکری پرورش میں دینا

سوال: ہم نے ایک بکری زید کو دیکھ بھال اور پرورش کرنے کے لئے دی اور شرط یہ کی کہ اس بکری کو جو بچہ پیدا ہوگا اس کے ایک سال کے ہونے پر اس کی قیمت لگائی جائے گی اور جو قیمت ہوگی اس کا نصف حصہ زید کو ملے گا، اور بکری کی ملکیت ہمیشہ کے لئے ہماری ہی رہے گی، بکری نے ایک بکرے کو جنم دیا وہ جب ایک سال کا ہوگیا تو ہم نے اس کی نصف قیمت زید کو دے کر بکری اور بکرا واپس لے لیا، اب ہم اس بکرے کی قربانی کرنا چاہتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بکرے کی قیمت نصف ہی ادا کی ہے اس لئے اس بکرے کی قربانی درست نہیں ہے۔ تو اس مسئلہ کا شرعی حل جو ہو وہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شرعاً اس طرح پیدا ہونے والے بچہ کے نصف حصہ کے عوض بکری کو پرورش میں دینا جائز نہیں ہے، لیکن بکری اور اس سے پیدا ہونے والا بکرا آپ کی ملکیت ہی ہے اس کی قربانی جائز ہے، پرورش کے عوض میں جو نصف قیمت دی گئی

وہ بکرے کی قیمت نہیں ہے بلکہ اس کی دیکھ بھال اور پرورش کی مزدوری ہے۔

﴿۲۲۵۰﴾ روپے واپس نہ کرنے والے پر حملہ کرنا

سوال: زید اور عمر کے بیچ روپیوں کی لین دین کا معاملہ تھا، زید نے تجارت کے لئے عمر کو روپے دیئے تھے اور نفع میں زید کا حصہ تھا، کچھ مدت کے لئے معاملہ برابر رہا، بعد میں عمر نے زید کی رقم دبالی اور اصل رقم دینے سے انکار کر دیا اور کہتا ہے کہ اس کے پاس اس کی رقم نہیں بچی، جیسے جیسے رقم آئے گی دیتا جائے گا، زید نے بہت مرتبہ مطالبہ کیا عمر نے بھی سختی بتانی شروع کی، اور دونوں میں تکرار بڑھ گئی اور عمر نے زید پر چاقو سے حملہ کیا اور زخمی کر کے اسے ہسپتال پہنچا دیا۔

گاؤں والوں نے دونوں کے درمیاں صلح کرانی چاہی اور زید سے کہا عمر کے پاس فی الحال رقم نہیں ہے اس کے پاس جیسے جیسے آئے گی تجھے دلاتے رہیں گے، زید ہسپتال سے واپس آیا اور چلنے پھیرنے کے قابل ہو گیا، تو دو تین مرتبہ زید نے چھوٹے چھوٹے حملے عمر پر کئے، گاؤں والے بار بار جھگڑا ختم کراتے رہے اخیر میں جمعہ کے دن عمر نماز کے لئے مسجد میں آیا ہوا تھا، اور جماعت کھڑی تھی زید پیچھے کی صف میں سے آیا اور چاقو سے عمر پر حملہ کیا اور اسے زخمی کر دیا، عمر نے بہت برداشت کیا اور زید صفیں چیرتا ہوا بھاگ گیا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام اخوت اور بھائی چارگی کی تعلیم دیتا ہے، اس کے اصول اور تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کا تعامل اس پر بین دلیل ہے، دنیا کی دیگر قومیں اس کی مثال لانے سے قاصر ہیں، قرآن شریف اوو احادیث مبارکہ میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی کہا گیا ہے، اور ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر خاص حقوق بتائے گئے

ہیں من جملہ ان میں سے مسلمان کی جان مال کا دوسرے مسلمان پر ناحق حرام ہونا مسلمان کی عزت کی حفاظت اور اس کے ادب و احترام کا بھی حکم دیا ہے، ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے ناحق خون بہانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، اور آپس میں لڑنے کو بہت سی برکتوں اور بھلائیوں سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے، مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے **سباب المؤمن فسوق و قتاله کفر۔** مؤمن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ (مسلم:۵۸)۔

مسجد اللہ کا گھر اور عبادت کی جگہ ہے، اور جو شخص نماز کی حالت میں ہوتا ہے وہ گویا اللہ رب العزت سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے، نیز مسجد میں جائز شرعی سزائیں نافذ کرنے سے بھی شریعت نے منع کیا ہے، ان احکام کے پیش نظر مسجد میں جمعہ کے مبارک دن میں جمعہ کی نماز میں نمازی پر حملہ سخت گناہ کا کام اور کبیرہ گناہ ہے، تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل ابولؤلؤ مجوسی غلام کے عمل سے تشبیہ رکھتا ہے جس نے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا تھا، اس لئے اس شخص کو چاہئے کہ اپنے اس عمل سے سچے دل سے توبہ کرے، ایسے شخص کی اصلاح کے لئے جماعت اور معاشرہ کوئی دباؤ ڈالنا چاہے تو کر سکتے ہیں، تعزیر کے لئے کوئی حد مقرر یا ضروری نہیں ہے۔ (شامی:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب المضاربة

﴿۲۲۵۱﴾ ایک کا سرمایہ دوسرے کی محنت اور نفع میں ساجھے داری

سوال: ایک شخص مالدار ہے، وہ غریبوں کو تجارت کے لئے روپے دیتا ہے اور جو نفع ہو اس میں (غریب اور مالدار) دونوں مساوی طور پر حصہ دار ہوتے ہیں تو اس طرح کی پارٹنرشپ جائز ہے؟ مالدار کی محنت نہیں ہے صرف سرمایہ ہے اور غریب کی محنت ہے، تو اس طرح کی ساجھے داری صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک شخص کی طرف سے سرمایہ ہے اور دوسرے کی طرف سے محنت ہے اور نفع میں ساجھے داری ہے تو اسے شرعی اصطلاح میں مضاربت کہتے ہیں، مضاربت کی شرائط کی پابندی کے ساتھ اگر یہ معاملہ کیا گیا ہے تو یہ جائز ہے۔ (شامی، درمختار: ۶/۶۸۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۵۲﴾ گھاٹے میں ساجھے داری نہ ہونے کی شرط پر مضاربت

سوال: ایک کارخانہ میں دو شخص حصہ دار ہیں ایک شخص کے دس ہزار کی مشینری ہے اور دوسرے شخص کے دو ہزار روپے نقد ہیں، اور نفع میں پہلے والے شخص کے دس آنے اور دوسرے شخص کے چھ آنے ہیں، یہ چھ آنی نفع والا شخص اپنے نفع کے چھ آنی میں سے چار آنی نفع اس شرط پر چھوڑ دیتا ہے کہ گھاٹے میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، گھاٹا ہوا تو وہ پورا دس آنی والے کا رہے گا، اس طرح کی شرط کے ساتھ یہ معاملہ آیا جائز رہا یا ناجائز ہو گیا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شرط فاسد سے شرکت بھی فاسد ہو جاتی ہے، صورت

مسئولہ میں ایک حصہ دار کے نفع میں دس آنی اور دوسرے کے نفع میں چھ آنی رکھی گئی ہے اس طرح نفع کی تقسیم تو درست ہے، لیکن گھاٹے میں بھی اسی تناسب سے ساجھے داری ہونی چاہئے، گھاٹے میں ساجھے دار نہ ہونے کی شرط شرط فاسد ہے، اس لئے یہ شرط ہٹا کر نفع میں جس تناسب سے حصہ دار ہیں اسی تناسب سے گھاٹے میں بھی حصہ دار بننے کی شرط کے ساتھ دوبارہ نیا عقد کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۵۳﴾ ایک کی محنت اور سرمایہ اور دوسرے کا صرف سرمایہ

سوال: کچھ لوگوں کے پاس ان کے نام کے لائسنس ہیں لیکن وہ پانچ فی صد یا دس فی صد ہی روپے لگاتے ہیں، اور بقیہ رقم دکان چلانے والا لگاتا ہے اور محنت بھی اس کی ہوتی ہے اور نفع میں نصفا نصف مانگتے ہیں۔

اور کچھ لوگ نصف سرمایہ لگاتے ہیں اور بقیہ نصف سرمایہ دکان والا لگاتا ہے اور محنت بھی اسی کی ہوتی ہے، اور نفع میں دونوں کا آدھا آدھا حصہ ہوتا ہے، تو یہ عقد از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دونوں نے سرمایہ کم یا زیادہ لگایا یا آدھا آدھا لگایا لیکن محنت ایک کی طرف سے ہی ہو اور نفع میں دونوں کی ساجھے داری ہو تو یہ شرکتِ شرکتِ فاسدہ ہے، اور گناہ ہے، البتہ کوئی شخص ایسی شرکت فاسدہ کرلے گا تو نفع دونوں میں آدھا آدھا ہی تقسیم ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۵۴﴾ ایک کے روپے دوسرے کی محنت نفع میں متعینہ رقم کا مطالبہ

سوال: ایک پیشہ میں دو شخص پارٹنر ہیں، ایک کے روپے ہیں اور دوسرے کی محنت، روپے

والے شخص کا کہنا ہے کہ مجھے میرے روپیوں کے عوض ماہانہ ایک خاص رقم دے دی جائے، چاہے تجھے نفع ہو یا نہ ہو اور چاہے بہت زیادہ نفع ہو تو بھی تجھے ایک متعینہ رقم ہی مجھے دینی ہے، تو اس طرح کا عقد کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ فریقین کو اس بات سے کوئی اعتراض نہیں ہے دونوں اس شرط پر خوش ہیں تو کیا اس طرح عقد کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں روپیوں کے عوض متعینہ رقم پہلے سے شروع عقد ہی میں متعین کی گئی ہے اور شرط یہ ہے کہ نفع ہو یا نہ ہو اور چاہے زیادہ ہو تب بھی اسے متعینہ رقم ہی دینا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا سود ہے، یہ شرکت نہیں ہے اس لئے اس طرح کا عقد کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بيع الحصص يعني شيرز

﴿۲۲۵۵﴾ شیرز میں روپے لگانا

سوال: ہمارے یہاں شیر بازار ہے، جہاں بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے شیرز یومیہ نرخ سے بکتے ہیں، اوران کمپنیوں کے شیرز میں روپے لگانے پر سالانہ فی شیر ۲۰ یا ۲۵ روپے ملتے ہیں جسے انگریزی میں ڈیوی ڈنڈ اور گجراتی میں بیاج کہتے ہیں، اگر مذکورہ کمپنی نقصان کرتی ہے تو یہ روپے شیرز ہالڈر کو نہیں ملتے ،توان شیرز کے خریدنے اورڈیوی ڈنڈ کے نام سے ملنے والی رقم کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جائز تجارت اور حلال اشیائیں بنانے والی کمپنی کے شیر جو اکویٹی یا آرڈنری کے نام سے جانے جاتے ہیں خریدنا جائز ہے، اور سالانہ ملنے والا منافع لینا بھی جائز ہے، اس لئے کہ کمپنی کے نقصان کرنے پر یہ منافع نہیں ملتا اور کم منافع کرنے پر کم ملتا ہے اس لئے یہ نفع ہے، سود نہیں ہے، البتہ کمپنی کے جو پریفرنس اور ڈیبینچر شیرز ہوتے ہیں ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۵۶﴾ بلڈنگ سوسائیٹی کے شیر خریدنا اور اسکے ڈیوی ڈنڈ کا حکم

سوال: یہاں برطانیہ میں عوام اپنے روپئے بینک اور بلڈنگ سوسائیٹی میں جمع کرواتے ہیں، اور کچھ حضرات بلڈنگ سوسائیٹی کے شیرز خریدتے ہیں، بینک اور بلڈنگ سوسائیٹی جدا جدا طریقے سے ان روپیوں کو استعمال کرتی ہیں، مثلاً: مکان خریدنے کے لئے یا تاجر حضرات کو تجارت کے فروغ کے لئے سود پر روپئے دیتی ہیں، اور جن کی ڈیپازٹ جمع ہے یا جن کے نام کے شیرز ہیں سال کے اخیر میں انہیں جمع شدہ رقم اور وقت کے حساب سے

ڈیوی ڈنڈ دیا جاتا ہے، یہ ڈیوی ڈنڈ خواہی نہ خواہی ہمارے کھاتہ میں جمع ہو جاتا ہے، تو ان روپیوں کا لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہیلی فکس یا کسی بھی بینک میں یا بلڈنگ سوسائیٹی میں عوام اپنا کھاتہ کھول کر روپے امانت کے طور پر رکھتے ہیں، اور بینک یا بلڈنگ سوسائیٹی اس رقم کو استعمال کر کے سود پر مکان خریدنے کے لئے یا دوسرے کسی کام کے لئے دیتی ہیں، اور امانت رکھنے والے کھاتہ داروں کو ڈیوی ڈنڈ کے نام سے رقم دیتی ہیں جو درحقیقت سود ہی ہوتا ہے، اور سود کی حرمت اور سود کے استعمال کے دینی و دنیوی نقصانات کسی بھی ایمان والے سے مخفی نہیں ہے، قرآن پاک اور حدیث شریف میں سود کھانے والوں سے اللہ اور رسول نے جنگ کا اعلان کیا ہے، اور اس کے لئے آخرت میں دردبھری سزائیں سنائی گئی ہیں، ایک حدیث میں جس مال میں سود کا شبہ بھی ہو اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، اس لئے اللہ، رسول اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کو چاہئے کہ دنیوی تھوڑے سے فائدہ کے لئے آخرت کی ہلاکت کا سودا نہ کرے، اور ہر قسم کے سود سے بچنا چاہئے۔

ہم نے کسی کے پاس کوئی رقم امانت کے طور پر رکھی اور وہ کمپنی یا شخص اس رقم کو استعمال کرے تو وہ رقم اب اس شخص کے پاس امانت نہیں بلکہ قرض ہو جاتی ہے، اس لئے ہم جو رقم بینک یا بلڈنگ سوسائیٹی میں امانت کے طور پر رکھتے ہیں اور وہ اسے استعمال کرتے ہیں تو وہ رقم اب امانت نہیں رہتی بلکہ قرض ہو جاتی ہے، اور شامی میں ہے **کل قرض جر نفعاً فھو رباً۔** ہر قسم کے قرض پر جو بھی نفع ملے وہ سود ہی ہے۔

اب ہم نے رقم امانت کے طور پر بینک میں رکھی ہے اس رقم کی مقدار اور وقت کو ملحوظ رکھ کر بینک یا کمپنی شیرز کی صورت میں یا کسی اور طریقہ سے نفع دیتی ہے تو یہ نفع سود کی تعریف میں

آتا ہے اس لئے یہ اضافہ والی رقم سود کہلائے گی اور سود کا حکم اس رقم پر عائد ہوگا، اس لئے اس رقم کو بینک سے اٹھالیا جائے اور نفع میں جو شیرز ملے ہوں اسے بیچ دیا جائے اور اس کے جو روپئے حاصل ہوں وہ کسی غریب اور مستحق مسلمان کو سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے مالک بنا کر دے دیا جائے، بعد قبضہ کے یہ غریب شخص اس رقم کو جس کام میں خرچ کرنا چاہے کرسکتا ہے۔

آپ نے سوال میں جس بات کا تذکرہ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، نفس کا دھوکہ ہے، اس لئے کہ شیرز رکھنا کمپنی میں حصہ دار بننے کے معنی میں ہے اور اس کے لئے یہ شرط ہے کہ جو کمپنی جائز تجارت اور حلال اشیاء بنانے والی ہو اس کمپنی کے شیرز رکھنا جائز ہے اور جو کمپنی شراب بناتی ہو یا جوا کھیلتی ہو یا سودی کاروبار کرتی ہو اس کمپنی کے شیرز رکھنا یا اس کا ڈیوی ڈنڈ استعمال میں لینا ناجائز اور حرام ہے، سوال میں مذکورہ کمپنیوں کا زیادہ تر کاروبار مارگیج (سود پر روپے لینے دینے) کا ہے، اور بہت سے مسلمان نادانستہ طور پر اس میں شامل ہورہے ہیں اس لئے اس میں حصہ دار بننا اور اس کے شیرز رکھنا اور اس کی آمدنی (نفع) لینا ناجائز اور حرام ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ بغیر مانگے اور بغیر عوض کے مفت میں ملے ہیں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ڈیپازٹ رکھنے پر ملے ہیں، اور سودی کاروبار کی وجہ سے ملے ہیں اور اس کے منافع سے ملے ہیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور سود کے شبہ کو بھی چھوڑ دو، نیز حضرت شعبیؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی چیز کے نو حصہ حلال کے ہوں اور ایک حصہ میں سود کا شبہ ہو تو ہم ان نو حصوں کو جو حلال کے ہیں اس ایک حصہ کی وجہ سے جس میں سود کا شبہ ہے سود کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں۔ (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۵۷﴾ کم قیمت میں لے کر زیادہ قیمت میں شیر بیچنا

سوال: ایک شخص ایک کمپنی کا شیر ۳۰۰ روپے میں خریدتا ہے اور ایک ماہ بعد کمپنی کی حالت درست ہونے پر اس کا بھاؤ ۳۵۰ روپے ہو جاتا ہے تو وہ ۳۵۰ روپے میں وہ شیر بیچ دیتا ہے تو اس کا نفع کے ساتھ یہ شیر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

اگر کوئی شخص صرف شیرز کی خرید و فروخت کرتا ہے اور اس پر ملنے والا ڈیوی ڈنڈ نہیں لیتا تو اس کے لئے یہ معاملہ جائز کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کمپنی کو مالی فائدہ ہو یا کمپنی کی پیداوار بڑھ جائے تو کمپنی کے شیر کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے، جس سے شیر ہالڈر کا حصہ جو کمپنی میں تھا اس کی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے، اس لئے جب شیر کا بھاؤ زیادہ ہو جائے تو اسے نفع کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

﴿۲۲۵۸﴾ زبانی شیرز کی لین دین

سوال: شیرز کی خرید و فروخت کے سودے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جتنے روپے کے شیرز خریدے ہوں اتنے روپے نہیں دینے پڑتے کل قیمت کا دس فی صد یا پندرہ فی صد بھی دے دیا جائے تو بھی کافی ہو جاتا ہے، مثلاً: ۵۰،۰۰۰ روپے کے شیرز خریدے اور ڈپازٹ کے طور پر چار ہزار روپے جمع کروائے اب دلال پندرہ یا بیس دن کا وقت دیتا ہے، اس بیس دن کے بعد اگر شیرز کے بھاؤ بڑھ گئے تو دلال ان چار ہزار روپیوں کے ساتھ نفع دیتا ہے اور اگر گھٹ گئے تو ان چار ہزار روپیوں میں سے اتنے روپے کاٹ لیتا ہے، تو شیرز کا یہ سودا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں شیرز کی لین دین صرف زبانی ہوتی

ہے، با قاعدہ وہ شخص شیرز کا مالک نہیں بنتا اور اس کے قبضہ میں شیرز نہیں آتے ، اور وہ جس چیز کا مالک نہیں بنتا اسے وہ بیچ بھی نہیں سکتا، اس لئے شیرز میں یہ معاملہ ناجائز ہے، اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام کہلائے گی۔

﴿۲۲۵۹﴾ کمپنی کے شیرز میں روپے لگانا

سوال: میرے والد صاحب نے اپنی حیاتی میں ایک مکان خریدا تھا، جس میں انہوں نے آٹا پیسنے کی چکی شروع کی تھی، اب پانچ سال ہوئے میرے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، ہم دو بھائی اور ایک بہن اور والدہ حیات ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ والد صاحب کے انتقال کے بعد چکی کے پیشہ میں نفع نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے یہ پیشہ بند کر دیا، اور اس مکان کو کرایہ پر دے دیا، جس کرایہ دار کو وہ مکان دیا تھا وہ ساٹھ روپے کرایہ دیتا تھا، پھر اس کا تبادلہ ہو جانے کی وجہ سے وہ چلا گیا، فی الحال ایک ویڈیو فلم دکھانے والے نے ہمارا مکان کرائے پر مانگا ہے، اور وہ سو روپے کرایہ دینے کے لئے تیار ہے بلکہ ۱۲۵ روپے تک دینے کے لئے تیار ہے، ہم خوش حال گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں روپیوں کی کوئی تنگی نہیں ہے، تو کیا ویڈیو فلم دکھانے والے کو مکان کرائے سے دینا جائز ہے؟ اس کا دیا ہوا کرائے کا روپیہ حلال کہلائے گا؟

(۲) بینک میں روپے رکھنے کیسے ہیں؟ حلال ہے یا حرام؟ بینک سے لون لینا کیسا ہے؟ بینک میں روپے رکھنے پر سود ملتا ہے، اور لون لینے میں سود دینا پڑتا ہے اس بات کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

(۳) کمپنی کے شیرز خریدنا اور اس میں روپے لگانا کیسا ہے؟ شیرز کا کاروبار جائز ہے یا

نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

(۱) ویڈیو فلم دکھانے کے لئے گھر کرائے سے دینا جائز نہیں ہے یہ اعانت علی المعصیت ہے اس لئے کرائے پر دینے والا بھی اس گناہ میں اتنا ہی حصہ دار ہوگا جتنا ویڈیو فلم دکھانے والا اور دیکھنے والا ہوتا ہے، اس آمدنی سے (جو ناجائز اور حرام ہے) کرایہ ادا کیا جائے تو وہ رقم بھی ناجائز اور حرام کہلائے گی۔

(۲) بینک میں حفاظت کی نیت سے روپے رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اس پر جو سود ملے اسے استعمال میں نہ لاکر غرباء، مساکین کو بلا نیت ثواب اپنے سر سے وبال کو اتارنے کی نیت سے دے دینا چاہئے۔

(۳) جائز تجارت اور حلال اشیاء بنانے والی کمپنی کے آرڈنری شیرز خریدنا اور اس میں روپے لگانا جائز ہے، اور اس کی آمدنی حلال کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۶۰﴾ آرڈنری شیرز سے بھی تقویٰ اور پرہیز گاری پر عمل کرتے ہوئے بچے تو یہ اولی اور افضل ہے۔

سوال: جب کوئی نئی کمپنی بازار میں آتی ہے، تو اول اس کے پروجیکٹ کو پورا کرنے کے لئے اس کے ڈائریکٹر اس کا رأس المال متعین کرتے ہیں، اور کچھ رقم اپنی طرف سے اس میں لگاتے ہیں، اور کچھ رقم شیرز کی شکل میں بازار میں رکھتے ہیں اور کچھ رقم ICICI,IDBI,IFCI,GIIC سے لون پر لی جاتی ہے جس کا سود کمپنی کو ہر سال بھرنا پڑتا ہے۔

اب جو شیر ہالڈر شیر خریدتا ہے اور اس کے شیرز کی قیمت بازار کے بھاؤ سے گھٹتی بڑھتی ہے، اب چاہے اس کمپنی کا ڈیوی ڈنڈ ملے یا نہ ملے لیکن کسی بھی کمپنی کو چلانے کے لئے آج کے دور میں سود پر روپے لینے ہی پڑتے ہیں، تو ایسی کمپنی کے شیرز میں مسلمان بھائی روپے لگا سکتے ہیں؟ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جائز تجارت کرنے والے اور حلال اشیاء بنانے یا بیچنے کا کاروبار کرنے والی کمپنی میں حصہ دار بننا اور اس کے آرڈنری شیرز خریدنا یا بیچنا جائز ہے۔ البتہ تقوی اور پرہیزگاری پر عمل کرتے ہوئے کوئی شخص اس سے بھی بچے تو یہ اولیٰ و افضل ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت مع دلیل امداد الفتاویٰ: ۳/۱۴۱ پر حضرت اقدس مولانا تھانویؒ نے کی ہے، وہاں دیکھ لی جائے، کمپنی چلانے یا کاروبار کو فروغ دینے کے لئے سود پر روپے لینے پڑتے ہوں تو مسلم حصہ دار اپنی ناراضگی اور خلاف شرع ہونے کو بتائے، اب کمپنی کے ذمہ دار یا زیادہ تر حصہ دار غیر مسلم ہوں گے اور اس کی بات نہیں مانیں گے تو اب وہ گنہگار نہیں ہوگا، نیز جو لون انہوں نے لی ہے اس کا جو سود دینا پڑتا ہے وہ شیر ہالڈر سے نہیں لیا جاتا، بلکہ شیر ہالڈر کو ڈیوی ڈند ملتا ہے، اس لئے اس میں کچھ خرابی نہیں ہے۔

نیز اگر کمپنی کو کوئی نفع سود کی رقم سے حاصل ہوا ہے تو چونکہ زیادہ تر نفع حلال کمائی کا ہے اس لئے اس کی بھی گنجائش ہے نیز وہ سود حلال رقم کے ساتھ خلط کر کے تقسیم کیا جاتا ہے اور مسلم، غیر مسلم ہر ایک کو تقسیم کیا جاتا ہے، سود کو حلال رقم سے جدا کر کے تقسیم نہیں کیا جاتا اس لئے اس کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۲۶۱﴾ سودی کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیرز کی خرید وفروخت

سوال: کنیڈا میں ہم چار پانچ مسلمان مل کر شیرز کی خرید وفروخت کرنا چاہتے ہیں، جب شیرز کی قیمت کم ہو تب خرید لیا جائے اور جب نرخ بڑھ جائے تو بیچ دیا جائے، کچھ کمپنیاں سودی لین دین کرتی ہیں، بینک کے ذریعہ سودی کاروبار کرتی ہیں، اور سال کے ختم پر ان کمپنیوں کے شیرز پر ڈیوی ڈنڈ بھی ملتا ہے، تو ایسے شیرز کی خرید وفروخت کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شیرز کی خرید وفروخت اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے تو ہی جائز اور درست کہلاتا ہے، جب قیمت کم ہو تب خرید لیا جائے اور بڑھنے پر بیچ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، شیر ہالڈر کمپنی کا حصہ دار سمجھا جاتا ہے، اس لئے سودی لین دین یا کاروبار کرنے والی کمپنی کے شیرز خریدنا یعنی اس کا حصہ دار بننا ناجائز اور حرام ہے، اس لئے ایسی کمپنی کے شیرز نہیں خریدنے چاہئے۔

﴿۲۲۶۲﴾ شیرز کا منافع

سوال: تجارت کرنے والی کمپنی یا کوئی چیز بنانے والی کمپنی کے آرڈنری شیرز بازار کی قیمت سے خریدنا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟ شیرز کی قیمت بازار میں کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے، تو خرید قیمت سے زیادہ میں اس شیر کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حلال اشیاء بنانے والی یا تجارت کرنے والی کمپنیوں کے آرڈنری شیرز بازار کی قیمت سے خریدنا یا لینا جائز ہے، اور اس کی آمدنی شرعاً درست ہے، ڈبینچر شیرز کی لین دین جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۶۳﴾ یونٹ ٹرسٹ کے یونٹ خریدنا

سوال: یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا ایک فائنانشل ادارہ ہے اس ادارہ کے عہدے داروں کا تقرر سرکار کرتی ہے، جو شخص اس ادارہ کے یونٹ خریدنا چاہتا ہے تو ادارہ اسے یونٹ اصل قیمت سے نہیں بیچتی بلکہ ایک خاص طریقہ سے کمپنی کے یونٹ کی ویلیو گنی جاتی ہے مثلاً فی الحال ایک یونٹ کی قیمت بارہ روپے پچاس پیسے ہے، اب اگر یہی یونٹ ادارہ کو بیچنا ہو تو ادارہ وہ یونٹ خرید لیتا ہے لیکن ادارہ نے جس قیمت میں بیچا ہے اس سے کم قیمت دیتا ہے۔

یونٹ بیچ کر جو سرمایہ جمع ہوتا ہے اسے ادارہ آمدنی کے متفرق ذرائع میں لگاتا ہے کچھ روپیوں سے بڑی کمپنیوں کے شیرز خریدے جاتے ہیں، کچھ رقم سے کچھ نامی کمپنیوں کے بانڈ، ڈبینچرس خریدے جاتے ہیں جس پر ادارہ کو متعینہ سود ملتا ہے، سال کے ختم پر ادارہ کو جو منافع ہوتا ہے اس کا کچھ فی صد اس ادارہ کے یونٹ کے خریداروں میں یکساں طور پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

ابھی ابھی یونٹ ٹرسٹ نے ایک نئی اس سکیم نکالی ہے، جس سے وہ خریداروں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے، اس سکیم کو یولپ کہا جاتا ہے، اس میں چار فائدے ہیں۔

(۱) ڈیوی ڈنڈ ہر سال بڑھتا ہے۔ (۲) جو ڈیوی ڈنڈ ملتا ہے وہ ٹیکس فری ہوتا ہے۔ (۳) پندرہ ہزار روپے کا ایکسیڈنٹ بیما مفت کر دیا جاتا ہے۔ (۴) بارہ ہزار کا لائف انشورنس بغیر کسی چیک اپ کے بنا دیا جاتا ہے۔

اس میں شرط صرف یہی ہے کہ کم از کم تین ہزار روپے کے یونٹ خریدنے ہوں گے اور دس سے پندرہ سال کی مدت تک رکھنے پڑیں گے۔

اس معاملہ پر شرعی نظر ڈال کر بتائیں کہ کیا ایک مسلمان کے لئے اس ادارہ کے یونٹ خریدنا جائز ہے؟ جب کہ یہ سال کے ختم پر ڈیوڈنڈ اور سود ملا کر اپنا نفع تقسیم کرتی ہے۔ کچھ دینی ادارے اس ٹرسٹ میں اپنے روپے لگاتے ہیں تو وہ کس بنیاد پر لگاتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جس طرح بینک میں روپے رکھ کر اس سے ملنے والا سود ناجائز ہے اسی طرح یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا کے یونٹ خرید کر اس پر ملنے والی اضافہ کی رقم بھی ناجائز اور حرام ہے، یہی حکم نیشنل سیونگ سٹیفکیٹ خرید کر اس پر ملنے والی اضافہ کی رقم کا بھی ہے یہ ایک طرح کا سود ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

یونٹ میں لگائی گئی رقم دو حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو یونٹ میں دی جانے والی رقم کو امانت سمجھو، تو مسئلہ یہ ہوگا کہ امانت کے طور پر دی گئی رقم کو بعینہ حفاظت سے رکھنا ضروری ہے، اگر جیسی دی گئی ہے ویسی ہی اس کی حفاظت نہیں کی بلکہ دوسری رقم کے ساتھ اسے ملا دیا یا وہ رقم کسی دوسرے شخص کو دے دی تو اب اس رقم کا حکم امانت کا نہیں رہا وہ قرض ہوگئی۔ اور یہ قرض مالی ہے اور مالی قرض پر جو بھی اضافہ ملے وہ سود ہے، قاعدہ کلیہ ہے **کل قرض جر نفعا فهو ربواً**۔ (شامی)۔

(۲) دوسری حالت یہ ہے کہ اس رقم کو امانت نہ سمجھیں تو یہ ایک طرح کی پارٹنرشپ یعنی شرکت ہے، لیکن یہ ادارہ زیادہ تر فائنانس کا کام کرتا ہے یعنی سود پر روپے دیتا ہے اس کے دوسرے جائز پیشے بھی ہیں لیکن اس کا فی صد بہت کم ہے، اس لئے اس کی زیادہ تر آمدنی بانڈز یا ڈبینچرز اور بڑی کمپنیوں کو دی گئی رقم کا سود ہے، اور اس آمدنی کا حکم حرام ہے، اور یہی آمدنی اس کے شرکاء کو تقسیم کی جاتی ہے اس لئے اس نفع کا لینا یا استعمال کرنا بھی جائز نہیں

ہے، کمافی العالمگیریہ۔

لہذا اس کی جو بھی حیثیت سمجھی جائے بہر حال اس ادارہ میں روپے لگانا شرعاً ناجائز ہے یہ سودی کاروبار کا نیا طریقہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۶۴﴾ یونٹ ٹرسٹ سے متعلق ایک فتویٰ

سوال: حکومت نے سالوں سے یونٹ ٹرسٹ نام کی ایک اس سکیم نکالی ہے، یونٹ کی فروخت قیمت ۱۰:۵۰ ہے، اور خرید قیمت بھی ۱۰:۵۰ ہی ہے، یونٹ کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، جب جو بھاؤ ہو اسی بھاؤ سے ملتی ہے یا بکتی ہے، اس سے حکومت ایک فنڈ جمع کرتی ہے، اور نئی لسٹیڈ کمپنی کو اس میں سے سود پر بڑی رقم دیتی ہے، نیز ان روپیوں سے دوسری بڑی کمپنیوں کے آرڈنری اور پریفرنس شیرز بھی خریدتی اور بیچتی رہتی ہے، حکومت کی طرف سے ایک کمیٹی نامزد ہوتی ہے جو اس کی نگرانی رکھتی ہے، سال کے ختم پر جو منافع ہو اس منافع پر ڈیوی ڈنڈ دیا جاتا ہے، ہر سال یکساں ڈیوی ڈنڈ نہیں ملتا، اس ڈیوی ڈنڈ پر کوئی محصول وصول نہیں کیا جاتا، اور دوسری کمپنیوں سے ملنے والے ڈیوی ڈنڈ پر تیس فی صد محصول دینا ہوتا ہے، کوئی بھی شخص کسی بھی وقت اس یونٹ میں روپے لگا سکتا ہے اور نکال سکتا ہے۔

اس پوری تفصیل پر شرعی نظر ڈال کر بتائیں کہ کیا یونٹ ٹرسٹ کے یونٹ خریدنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ مسجد یا رفاہی اداروں کے روپے اس یونٹ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یونٹ ٹرسٹ کی زیادہ تر رقم سود پر دوسری کمپنیوں وغیرہ کو دی جاتی ہے یعنی اس کا اکثر کاروبار اور لین دین سودی ہے اور اس میں روپے لگانا یہ

سودی کاروبار میں تعاون ہے جو بنص قرآنی ناجائز ہے اوراس سے حاصل ہونے والا منافع سود کی رقم سے دیا جاتا ہے اس لئے وہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۶۵﴾ نام پر کئے بغیر شیرز بیچنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شیرز کی خرید و فروخت از روئے شرع کس طرح جائز اور کس طرح ناجائز ہے؟

بازار میں یہ طریقہ رائج ہے کہ شیرز خریدنے والا فوراً اپنے شیرز کو بیچ سکتا ہے، شیرز کا دلال کچی رسید جسے کنٹریکٹ کہا جاتا ہے وہ شیرز خریدنے والے کے نام بنا دیتا ہے اور شیرز کی ڈلیوری بھی مل جاتی ہے اوراس طرح بازار میں خرید وفروخت ہوتی ہے، کمپنی کے شیرز کی بک میں پُرانے مالک کا نام ہوتا ہے کمپنی کو اطلاع کر کے نئے مالک کے نام پر کرنے میں تین مہینے نکل جاتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنے وقت میں شیرز کا بھاؤ بڑھ کر دوبارہ کم ہو جاتا ہے، مثلاً: کسی شخص نے ٹاٹا کمپنی کا آرڈنری شیر اسی روپے میں خریدا، اب دس دن بعد اسے اس کے نوے روپے مل رہے ہیں لیکن اگر یہ تین مہینہ انتظار کرتا ہے تو اس کا بھاؤ نوے سے واپس اسی ہو جانے کا امکان ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ شیر کی بک میں نام منتقل ہونے سے قبل اس شیر کا بیچنا کیسا ہے؟ یہ سودا ہے یا جُوا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت میں بیع کے صحیح ہونے کے لئے ایجاب وقبول اور قبضہ شرط ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں شیرز بیچنے والے نے شیرز خریدنے والے کے ساتھ ایجاب وقبول کر لیا اور شیر ٹرانفسر کے لئے دستخط بھی کر دی اور شیر سرٹیفکیٹ پر قبضہ

بھی دے دیا، جو شیر پر قبضہ کے مترادف ہے لہذا شرعی تقاضیٰ تام ہو جانے کے سبب یہ بیع صحیح ہوگئی، کمپنی کے رجسٹر میں نام تبدیل کروانا ضروری نہیں ہے، لہذا سوال میں مذکورہ طریقہ سے شیرز کی خرید وفروخت صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۶۶﴾ ڈیوی ڈنڈ کا حکم

سوال: بڑی کمپنی اور تجارتی اداروں کے شیرز خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ شیرز پر ملنے والے ڈیوی ڈنڈ کو استعمال میں لانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آرڈنری شیر خریدنا اور اس پر ملنے والا ڈیوی ڈنڈ جائز ہے، یہ سود نہیں ہے، یہ تجارت کا منافع ہے، اسی لئے اس میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے اور ہر سال یقیناً ملتا ہی رہے گا یہ بھی متعین نہیں ہوتا، اور ڈبینچر شیر جس کی آمدنی متعین ہوتی ہے، کمپنی کو نقصان ہو تو بھی اس میں نفع دینا پڑتا ہے یہ سود ہے، ایسے شیر خریدنا اور اس کے ڈیوی ڈنڈ کو استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۲۶۷﴾ برماشیل اور الیکٹرک کمپنی کے آرڈنری شیرز خریدنا جائز ہے۔

سوال: برماشیل اور الیکٹرک کپمنی کے شیر آمدنی کے لئے خریدنا کیسا ہے؟ ان شیرز کی قیمت کم وزیادہ ہوتی رہتی ہے، کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے، ایسے شیرز خرید کر آمدنی کا ذریعہ بنانا حلال ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کمپنی اگر چہ تجارت کرتی ہے، تاہم سودی لین دین بھی کرتی ہے، اس لئے وہ ناجائز کہتے ہیں، آنجناب فقہ وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی صحیح تحقیق فرما کر شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... برماشیل یا الیکٹرک کمپنی کے آرڈنری شیر خریدنا اور اس

کی آمدنی استعمال میں لانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۶۸﴾ الیکٹرک کمپنی کے شیرز کا ڈیوی ڈنڈ

سوال: میرے پاس الیکٹرک کمپنی کے شیرز ہیں، ان شیرز پر سالانہ ڈیوی ڈنڈ ملتا ہے، اس ڈیوی ڈنڈ کا لینا اور استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شیرز کی مختلف قسمیں ہیں، اور ہر قسم کا حکم بھی جدا جدا ہے، اگر آپ کے پاس جو شیرز ہیں وہ آرڈنری شیرز ہوں تو اس کا ڈیوی ڈنڈ یہ ایک قسم کا نفع ہے اس لئے اس کا لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۶۹﴾ ڈے ٹریڈنگ کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: فی زمانا شیرز کی خرید و فروخت پورے ہندوستان میں انٹرنیٹ سے ہوتی ہے، مثلاً: ٹاٹا، انڈو برما کے بھاؤ دیکھ کر پانچ سو روپے میں شیر خریدے گئے، لیکن کچھ ہی دیر میں ان شیرز کی قیمت چھ سو روپے ہو جاتی ہے، تو خریدنے والا اسے بیچ دیتا ہے، زیادہ تر خرید و فروخت اسی طرح ہوتی ہے، اس سودے سے وہ شیرز مالک کے اکاؤنٹ میں نہیں آتے، اور لئے ہوئے مال کے روپے بھی فوراً نہیں دینے پڑتے، چوبیس گھنٹے میں اپنے اکاؤنٹ میں یا ان کے اکاؤنٹ میں روپے جاتے ہیں، ایسا شیر بازار کے دلال کہتے ہیں، تو اس طریقہ سے شیر بازار کا بیوپار کرنا کیسا ہے؟ اگر یہ طریقہ صحیح نہیں ہے تو اس کی جائز صورت کیا ہے یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آرڈنری شیرز اس کمپنی کے جو جائز تجارت یا حلال مال بنانے والی ہو اس کی خرید و فروخت کرنا اور نفع لینا جائز ہے، کسی بھی کمپنی کے ڈبینچر شیر لینا یا

بیچنا جائز نہیں ہے۔

بیع کے شریعت میں خاص اصول مقرر ہیں، جو فقہ کی کتاب البیوع میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، ان اصولوں کے مطابق بیع ہوگی تو ہی بیع صحیح کہلائیگی۔

لہذا انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کی لیکن سٹیفکیٹ پر قبضہ نہیں کیا اور صرف کاغذ اور کمپیوٹر پر ہی تعداد بتلادی تو ایسی بیع شرعاً جائز نہیں ہے، مبیع پر قبضہ شرط ہے، بعد قبضہ کے کمی زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

متفرقات

﴿۲۲۷۰﴾ کھلے روپے دینا گاہک کی ذمہ داری ہے۔

سوال: آج کل ریزگاری کی بہت تنگی ہے، سب لوگ بہت پریشان ہیں، اس لئے کچھ مسلمان تاجروں نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ جب کوئی گاہک مال لینے آتا ہے اور کھلے روپے نہیں ہوتے ہیں تو اتنی قیمت کی اور کوئی چیز اسے دے دیتے ہیں حالانکہ گاہک کا اس چیز کو لینے کا ارادہ نہیں ہوتا لیکن تاجر زبردستی اسے وہ چیز دے دیتے ہیں۔ اگر گاہک وہ چیز نہ لے تو اسے اس کی ضرورت کی چیز جو اس نے تاجر سے خریدی تھی واپس کر دینی پڑتی ہے اور تاجر کہتا ہے کہ کھلے روپے لے کر آؤ، اس لئے چارو ناچار گاہک کو وہ چیز لینی پڑتی ہے، تو کیا اسلام میں اس طرح زبردستی کوئی چیز دینے کی اجازت ہے؟ تاجر کے اس رویہ کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گاہک نے جتنے روپے کی چیز خریدی اتنے روپے کھلے دینا گاہک کی ذمہ داری ہے اور گاہک پر کھلے روپے دینا لازم ہے، اس لئے گاہک کو کھلے روپے دینے چاہئے، نیز تاجر کے پاس کھلے روپے دینے کے لئے نہ ہوں تو زبردستی کوئی چیز دینا مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۷۱﴾ حکومت کے قاعدہ کے سہارے سے دوسرے کی زمین اپنے نام کر لینا

سوال: ایک ہندو بھائی کی زمین ہے جس میں ایک مسلمان شخص کھیتی کرتا تھا، اور کسان میں مسلمان ہی کا نام تھا، حکومت نے قاعدہ جاری کیا کہ جو کاشت کرے اس کی زمین ہوگی، اس قاعدہ سے یہ زمین اس مسلمان بھائی کو دے دی اور ہندو بھائی کے لئے ایک رقم

ہفتہ سے مقرر کردی، اب یہ ہفتہ کی رقم وہ مسلمان بھائی نہ دے بلکہ مسجد کی جماعت دیدے تو مسجد کی جماعت اس زمین کی مالک بن جائے گی یا نہیں؟ اور اس زمین کی آمدنی مسجد میں یا مسجد کی جماعت کے کاموں میں استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس طرح اس مسلمان بھائی کو اس کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی کی زمین دبا لینا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے، اس لئے حکومت کے قاعدہ کی مدد لے کر کسی کی زمین بغیر اس کی رضامندی کے لے لینا جائز نہیں ہے، تو مسجد اور مدرسہ جیسے کارخیر میں کہاں سے لیا جاسکتا ہے اس لئے زمین کے اصل مالک کو راضی کرکے خود خرید لے یا مسجد کے لئے خرید لے تو جائز ہے، تاکہ قیامت کے دن اللہ کی ناراضگی سے بچا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۷۲﴾ بے خیالی میں لگنے والی آگ سے پڑوسی کا مکان جل گیا تو ذمہ دار کون ہوگا؟

سوال: مکان کے پیچھے والے حصہ میں ایک چھوٹا سا گودام ہے، مغرب کے وقت دکان میں کام کرنے والے حبشی ملازم کو جوتے لینے بھیجا، تاریکی کی وجہ سے اتفاقاً ہاتھ یا پیر لگنے سے بوتل ٹوٹ گئی، دیکھنے کے لئے دیا سلائی جلائی تو فوراً شعلہ بھڑکا، جس کی وجہ سے دوسری بوتل بھی ٹوٹ گئی اور آگ زور پکڑ گئی، پڑوس میں ایک بھائی کا مکان تھا وہ اور اس کا تمام سامان زمین دوز ہوگیا۔

تو اب سوال یہ ہے کہ حبشی سے بے خیالی میں دیکھنے کے لئے دیا سلائی جلاتے ہوئے یہ واقعہ پیش آیا، تو پڑوس کے گھر اور سامان کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حبشی نے جان بوجھ کر آگ نہیں لگائی، بے خیالی میں

اور اتفاق سے آگ لگ گئی جس سے پڑوسی کا مکان اور سامان جل گیا، تو کسی پر ضمان نہیں آئے گا۔ (قاضی خان: ۲:۲۷۷، فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۷۳﴾ پریس میں ذی روح کی تصویر چھاپنا

سوال: ہمارا ارادہ پریس شروع کرنے کا ہے، اب سوال یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم دیوالی کارڈ، کلینڈر، بل بک وغیرہ میں ذی روح کی تصویروں والی تصویر طباعت کے لئے دیتے ہیں تو انہیں طباعت کر دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

ایک شخص کا کہنا ہے کہ ذی روح کی تصویریں یا بتوں وغیرہ کی طباعت غیر مسلم کی ہو تو کر سکتے ہیں اور مسلمان کی ہو تو نہیں کر سکتے، تو اس میں صحیح کیا ہے؟ یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بخاری شریف کی حدیث میں ذی روح کی تصویریں بنانے اور بنوانے پر سخت الفاظ میں وعید وارد ہے، اس لئے اس سے سختی سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۲۷۴﴾ نیلامی میں چرواہوں سے بیٹھک لینا

سوال: ہمارے گاؤں میں دوسرے گاؤں کے چرواہے اپنی بھیڑ بکریاں چرانے آتے ہیں، وہ صرف گھاس چارا ہی نہیں چراتے بلکہ کسانوں نے جو کھیتی کی ہو تو اس کی فصل تیار ہونے کے بعد کسان نے فصل اتار لی تو اب جو جھاڑ جھنکار، پتے پودے بچے ہیں وہ بھی چراتے ہیں، نیز ببول کی سینگ اور دوسرے درخت کے پتے وغیرہ بھی چراتے ہیں۔

اب ہوتا یہ ہے کہ گاؤں والے اس کے عوض ان چرواہوں سے بیٹھک لیتے ہیں، یعنی گاؤں والے نیلامی کرتے ہیں اور گاؤں کا جو شخص زیادہ قیمت دیتا ہے اس کی زمین میں چرواہے اپنی بھیڑ بکریاں بٹھاتے ہیں تاکہ وہ بھیڑ بکریاں جو مینگنی یا پیشاب کریں وہ اس کی زمین

میں گریں اور وہ اس زمین کے لئے کھاد بنے ،اس کے روپے وہ گاؤں والا نیلامی میں دیتا ہے، اور ان روپیوں سے گاؤں والے گاؤں کے راستے، نالے اور تالاب کی مرمت کرواتے ہیں،تو اس طرح چرواہوں کو چرانے دینا اور بیٹھک لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہ پورا معاملہ فقہ وسنت کی روشنی میں صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......صورت مسئولہ میں دو مسئلے ہیں:

ایک تو خودرو گھاس پودوں کے چرنے کا عوض، جس کے لئے درمختار میں لکھا ہے کہ ’’جو چیزیں مباح الاصل ہیں ان کا عوض لینا حرام ہے‘‘۔لہذا جب تک خودرو گھاس پودے کاٹ کر اپنے قبضہ میں نہ لے لئے جائیں اس وقت تک ان کی بیع کرنا یا عوض لینا جائز نہیں ہے،لیکن کھیت میں جو چیزیں اگی ہیں وہ کھیت کے مالک کی ہیں، اور وہ بھیڑ بکریوں کو گھاس پودوں کے چرنے سے روک سکتا ہے،اور اسے بیچ کر عوض بھی لے سکتا ہے،اور یہ جائز ہے لہذا کھیت کے مالکان ان چیزوں کو چرنے دیں اور چرواہوں سے اس کی کوئی قیمت لیں تو یہ جائز ہے۔

ایک ماہر قانون سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ سرکاری قانون کے مطابق جب تک ہر کھیت کا مالک چرانے کی اجازت نہ دے اس وقت تک چرواہے گاؤں میں چرا نہیں سکتے،جس سے معلوم ہوا کہ ہر کسان اپنے کھیت کے جھاڑ جھنکار اور بچے کچے پودے پتے چرانے کی اجازت دیتا ہے، اگر بات یہی ہے تو چرواہوں سے چرانے کے عوض ایک قیمت متعین کرنا اور اس کا عوض لینا جائز کہلائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ چرواہے اپنی بکریوں کو جس کھیت میں بٹھاتے ہیں وہ کھیت والا نیلامی

میں ایک بڑی رقم دیتا ہے، اور بکریاں بٹھانا اصل نہیں ہے بلکہ انکی مینگنیاں اور پیشاب کھاد کے طور پر کام آتا ہے، گویا یہ کھاد کا سودا ہے، اور کھاد اس وقت معدوم ہے اور یہ معدوم کی بیع ہو رہی ہے اس لئے یہ سودا نا جائز ہے، جس وقت نیلامی ہو رہی ہے اس وقت کھاد موجود اور قبضہ میں نہیں ہوتی اور جو چیز موجود اور قبضہ میں نہ ہو اس کی بیع بیع باطل کہلاتی ہے۔

صورت مسئولہ میں جائز طریقہ یہ ہے کہ چرواہوں سے چروانے کے عوض ایک خاص رقم مقرر کی جائے، اور چرواہے اپنی مرضی کے مطابق کھیت میں بھیڑ بکریوں کو بٹھائیں اور وہاں کھیت میں جو مینگنیاں اور پیشاب وغیرہ کریں اسے چرواہوں سے روپے دے کر خرید لیا جائے تو یہ طریقہ جائز ہے۔ (عالمگیری، شامی، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۷۵﴾ چندہ کی رقم کا چوری ہو جانا

سوال: ایک جناب مسجد، مدرسہ کے چندہ کے لئے ممبئی گئے ہوئے تھے، پانچ ہزار ایک سو روپے کا انہوں نے چندہ کیا، جب وہ واپس آرہے تھے تو ٹرین میں ان کی جیب کٹ گئی اور چندہ کی پوری رقم چوری ہوگئی، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ رقم وہ جناب اپنے مال سے دینے کے مستوجب ہیں یا نہیں؟ اور متولی کا انہیں معاف کر دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکور شخص کے پاس وہ رقم امانت تھی، اگر مکمل نگرانی اور حفاظت کے باوجود وہ رقم چوری ہوگئی تو ان پر اس رقم کا ضمان نہیں آئے گا، اور متولی ان سے جبراً وصول نہیں کر سکتے۔ (شامی: ۴/۴۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۷۶﴾ انگلینڈ کے سودی کاروبار کی وجہ سے وہاں کا سفر

سوال: ایک عالم شخص انگلینڈ کے ایک شہر میں بچوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ میں مدرس

کی حیثیت سے جارہے ہیں، جانے سے قبل انہیں یہ اطلاع ملی کہ انگلینڈ میں تمام کاروبار سود پر ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ رہائش کا مکان، مکان کا فرنیچر بھی سود پر ہی لینا پڑتا ہے، یعنی اگر آپ کو انگلینڈ میں رہنا ہو تو کسی نہ کسی حالت میں آپ کی مرضی کے خلاف سودی لین دین کرنی ہی پڑتی ہے ان حالات میں اس عالم شخص کا انگلینڈ جانا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح نہیں ہے، وہاں سود پر لینے کے لئے کوئی مجبور نہیں کرتا ہے اور جو شخص بچنا چاہتا ہو وہ سودی لین دین سے بچ سکتا ہے، لہذا جانے والے شخص کو اگر اپنے آپ پر مکمل یقین ہو کہ وہ گناہ سے بچ سکتا ہے تو وہ انگلینڈ کا سفر کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۷۷﴾ سود کی رقم سے تاوان بھرنا

سوال: ایک شخص کو ایک مسئلہ میں حکومت نے مالی جرمانہ بھرنے کے لئے کہا ہے، اس شخص کے پاس سود کی کچھ رقم ہے اس کا ارادہ ان سود کے روپیوں سے وہ جرمانہ بھرنے کا ہے، تو کیا یہ شخص سود کے روپیوں سے حکومت کا مالی جرمانہ بھرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سود جیسے حرمت والے روپے محتاج اور ضرورت مند شخص کو دے کر اس کی لعنت سے بچنا چاہئے، یہی اس کا بہتر اور صحیح طریقہ ہے البتہ بعض علماء کے قول کے مطابق حکومت سے لی ہوئی سود کی رقم حکومت کے مالی جرمانہ میں بھر کر اسے واپس کی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۷۸﴾ بارش کے پانی سے اُگی ہوئی گھاس دوسروں کو نہ کاٹنے دینا

سوال: ایک شخص کی اپنی ملکیت کی بڑی کھلی زمین ہے اس میں بارش کے موسم میں گھاس

اُگ جاتی ہے اس شخص نے اس زمین کے چاروں طرف باڑ بنائی ہے اور وہ زمین کی دیکھ بھال بھی رکھتا ہے اور زمین سے کانٹے جھنکاڑ دور بھی کرتا ہے، یہ شخص دوسروں کے مویشیوں کو اپنی زمین میں آنے سے روکتا ہے اور کسی اور کو اس زمین سے گھاس کاٹنے نہیں دیتا، اس شخص کا اس زمین سے دوسروں کو گھاس نہ کاٹنے دینا صحیح ہے؟ نیز ایسی زمین کی گھاس کی بیع کی صحیح صورت کیا ہے؟ پوری زمین کی گھاس بغیر کاٹے بیچ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قدرتی پانی سے اگی ہوئی گھاس مباح الاصل ہے اس سے ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے جب تک اسے کاٹ کر اپنے قبضہ اور ملکیت میں نہ لے لیا جائے وہاں تک کوئی اس کا مالک نہیں بنتا، اس لئے کاٹ کر اپنے قبضہ میں لینے کے بعد اسے بیچ سکتے ہیں۔ (کفایت المفتی، شامی) وہ زمین اس کی ملک ہے اس لئے کسی انسان یا جانور کو اس میں داخل نہ ہونے دے تو یہ اس کا قانونی حق ہے۔

﴿۲۲۷۹﴾ بارش کے پانی سے اگی ہوئی گھاس مباح الاصل ہے۔

سوال: چوپائے جانور یعنی مویشیوں کا چارا یعنی گھاس کے کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

ایک شخص کا کہنا ہے کہ بارش کے پانی سے اگی ہوئی گھاس ہو تو چاہے وہ سرکاری زمین میں اگی ہو یا پنچایت کی ماتحتی والی زمین میں اگی ہو یا اپنی ذاتی ملکیت والی زمین میں اگی ہو ہر کوئی اس میں سے گھاس کاٹ سکتا ہے اور ہر جانور وہ گھاس کھا سکتا ہے، یہ مسئلہ کہاں تک صحیح ہے؟

یہ تو ماننے میں آتا ہے کہ سرکاری زمین میں تو کوئی دوسرے کے جانور کو چرنے سے نہیں روک سکتا، لیکن میری ملکیت والی زمین میں میں دوسرے کے جانوروں کو چرنے سے کیوں

نہیں روک سکتا؟ اس کا کہنا ہے کہ ملکیت والی زمین ہو یا سرکاری زمین ہو کوئی بھی زمین میں قدرتی پانی سے اگی ہوئی گھاس کے کاٹنے اور اس میں جانوروں کے چرنے سے کوئی نہیں روک سکتا اور بہشتی زیور کا حوالہ دیتا ہے، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بہشتی زیور کے حوالہ سے بتایا گیا مسئلہ بالکل صحیح ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو گھاس بارش کے پانی سے اگی ہو وہ مباح الاصل ہے یعنی ہر کوئی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کسی کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روکنا صحیح نہیں ہے جب تک اس کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں نہ کر لیا جائے وہ کسی کی ملک نہیں ہے، قبضہ کرنے کے بعد وہ قابض کی ملک ہوتی ہے۔ (دیکھیں کفایت المفتی اور مسلم گجراتی فتاویٰ سنگرہ: ۹۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاجارۃ

﴿۲۲۸۰﴾ کسی تنظیم میں کام کرنے والوں کے مابین انصاف کرنا اور شرائط کی پابندی کرنا ضروری ہے؟

سوال: میں اکیس سال سے فلاں مدرسہ میں نوکری کرتا ہوں مدرسہ میں تنخواہ کے علاوہ غلہ، تیل، مٹی کا تیل، گوشت وغیرہ ہر ملازم کو خریدی ہوئی قیمت میں دیا جاتا ہے، میں بھی مدرسہ کا ایک ملازم ہوں، لہٰذا مجھے بھی اناج وغیرہ ملتا ہے، فی الحال میرے گھر میں گیہوں کے ختم ہو جانے کی وجہ سے گیہوں کی دو بوریاں لینے کے لئے جب میں دفتر میں مولانا صاحب کے پاس اجازت لینے کے لئے گیا تو انہوں نے کہا کہ دو بوریاں نہیں دی جائے گی، میں نے کہا کہ میں گذشتہ سال دو بوریاں لے گیا تھا، وہ دو بوریاں گیہوں سال کے مکمل ہونے پر ختم ہو گئیں تو اب دوبارہ دوسرے سال کے لئے دو بوریاں چاہئے۔ میں ہر ماہ نہیں لے جاتا ہوں، اس وقت انہوں نے کہا کہ مہتمم صاحب نے دینے سے منع کیا ہے تھوڑے لے جاؤ اس طرح کہہ کر پچاس کیلو لکھ دیئے، جب میں پچاس کیلو گیہوں لینے کے لئے مطبخ کی طرف گیا تو میں نے دیکھا کہ مدرسہ کے دوسرے ملازمین گیہوں کی ایک بوری اور ایک بوری چاول کی لے جا رہے ہیں تو میں نے ان ملازمین سے پوچھا کہ اناج کی اتنی ساری بوریاں کہاں لے جا رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ مولانا کی ہیں ان کے گھر لے جا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ مولانا نے تو مجھے اس طرح کہا کہ یہ سب بوریاں دینے کی مہتمم صاحب کی طرف سے اجازت نہیں ہے تو وہ یہ بوریاں کس طرح لے جا سکتے ہیں مولانا صاحب۔ مولانا صاحب اور مہتمم صاحب کو جو چیز جب چاہئے اور جتنی چاہئے

مدرسہ کے ملازمین کے ذریعہ سے اپنے گھروں پر بھیج سکتے ہیں، قاعدہ سب ملازمین کے لئے برابر ہے تو اس طریقہ پر مدرسہ سے اناج اپنے گھروں میں بھیجیں تو کیا یہ ان کے لئے جائز ہے اور دوسرے ملازمین مانگیں تو ان کے لئے ناجائز ہے۔

خیر! میں پچاس کیلو پر صبر کر کے بیٹھا رہا پھر جب اس ماہ مٹی کا تیل تقسیم کیا گیا تو مجھے اس کی اطلاع نہیں دی گئی لیکن میں نے دیکھا کہ مٹی کا تیل دوسرے ملازمین کو دے رہے ہیں تو میں گھر جا کر ڈبّہ لے آیا اور جہاں مٹی کا تیل تقسیم ہو رہا تھا وہاں گیا تو مولانا نے مجھے ڈبّہ لے کر آتے ہوئے دیکھا تو مجھے کہا کہ بھائی تمہیں کیروسین دینے کا مہتمم صاحب نے مجھ کو منع کیا ہے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تم گذشتہ ماہ لے گئے تھے تو میں نے پوچھا کہ تم جن لوگوں کو مٹی کا تیل دے رہے ہو ان میں سے ایک بھی ایسا ہے جو گذشتہ ماہ نہیں لے گیا تھا تو انہوں نے کہا کہ گذشتہ ماہ تو سب لے گئے تھے لیکن تمہارے لئے ہی مجھ کو منع کیا ہے، تو میں نے کہا کہ صرف مجھے ہی کیوں منع کیا؟

مہتمم صاحب کا ایک دستور (عادت) ہے کہ جن کے ساتھ ان کا معاملہ بگڑتا ہے ان کے ساتھ دشمنی کرنے میں وہ کبھی نہیں بھولتے، گاؤں والوں نے ''واٹر ورکس'' کے انتظام کے سلسلہ میں ان کو حیران کیا اسی وجہ سے وہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں اس طرح مجھے پریشان کر کے مجھ پر ظلم کرتے ہیں، کتنے ہی ملازمین اس طرح مہتمم صاحب کے ظلم سے پریشان ہو کر برداشت سے باہر ہونے کی وجہ سے مستعفی ہو گئے اور صابر اساتذہ جن کے بال بچے یوپی اور بہار میں رہتے ہیں، اور یہ حضرات یہاں تنہا رہتے ہیں ان کو روٹی کئی سالوں سے ملتی تھی اب بند ہو جانے کی وجہ سے صبر کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، ان پر بھی ظلم کر کے انہیں حیران کیا جا رہا ہے، نئے مولانا کا تقرر ہوا تو ان کے لئے دو پہر کی روٹی شروع کر

دی گئی تو یہ قاعدہ ایک کے لئے جائز اور دوسروں کے لئے ناجائز ہے۔
اس طرح ''بعض کو دینا اور بعض کو نہ دینا'' ایسی پالیسی پر وہ عمل کر رہے ہیں، کتنے ہی اساتذہ مدرسہ کی تعلیم چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور دوسری کوئی جگہ ملازمت مل گئی تو فبہا ورنہ بے کار رہ جاتے ہیں۔ تو ایسے مہتمم صاحب کے ظلم سے نجات پانے کے لئے مجھے کیا طریقہ اپنانا چاہئے، راشن لینا ہی بند کر دوں؟ یا لیبر کورٹ (Labour court) کا سہارا لوں؟ یا تو اخبار وغیرہ میں دے کر لوگوں کو باخبر کروں۔
کیا شریعت میں ان جیسے سربراہوں کے لئے کوئی حکم ہے؟ جو بعض ملازمین کا حق دبائیں اور بعض کو دیں، بعض ملازمین سے دلی محبت کریں، اور بعض کے ساتھ اپنی ذاتی دشمنی کو لے کر دل میں کینہ و دشمنی کے ارادے سے ظلم کر کے مجھے اسی طرح میرے جیسے دوسرے ملازمین کو مختلف طریقوں سے حیران کریں۔ تو ایسے ظلم کرنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے اور ان کے لئے کیا سزا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ تفصیل فقہ کے **باب الاجارة** کے ساتھ متعلق ہے، ملازمت طے کرتے وقت ملازمت پر رکھنے والا اور ملازمت کرنے والے کے درمیان جو شرائط طے ہوئے ہوں یا دونوں کی آپس کی رضامندی سے جو شرائط اور سہولتوں کی جو کمی بیشی طے ہوئی ہوں اس پر عمل کرنا دونوں کے لئے ضروری ہے، سورۂ مائدہ میں ہے کہ ﴿**وأوفوا بالعقود**﴾ اس کی تفسیر میں حضرت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جو زائد شرائط آپس میں طے کئے جائیں مذکورہ آیت کے مطابق ان شرائط کی پابندی دونوں فریق پر لازم و ضروری ہے۔ (معارف القرآن ج:۳، ص:۱۳)
سوال میں مذکورہ تفصیل اگر شرعی اعتبار سے پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے تو جاننا چاہئے کہ

مذکورہ تنظیم میں کام کرنے والے ملازمین کے لئے جو سہولتیں دینا طے ہوا ہو ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانا درست ہے، اور یہی اس کا حق ہے منتظم اور مہتمم .صاحب بھی مذکور مدرسہ کے ملازم ہیں مالک نہیں ہے۔

بیت المال میں سے ایک مرتبہ کپڑوں کی تقسیم ہوئی، صحابہ کو ایک ایک کپڑا ملا، حضرت عمرؓ اس طرح کے دو کپڑے پہن کر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، تو ایک صحابی نے آپ پر اعتراض کیا کہ دوسرے صحابہ کو ایک کپڑا ملا، اور آپ کے پاس دو کیسے؟ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میرے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو جو کپڑا ملا تھا انہوں نے وہ کپڑا مجھے ہدیہ میں دے دیا تو میرے پاس دو کپڑے ہو گئے۔ مذکورہ بالا قصہ سے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین کو بھی دوسروں سے زائد لینے کا کوئی حق نہیں ہے، اپنے حق سے زائد لینا امانت میں خیانت شمار ہوتا ہے اگر دنیا میں کوئی مؤاخذہ نہ ہو تو آخرت میں تو جواب دینا ہی پڑے گا، ملازمین کے درمیان برابری ضروری ہے، اگر وہ مستقبل میں نہ دے اور تمہارے لکھنے کے مطابق انصاف نہ کرے اور اگر یہ تمام باتیں صحیح ہوں تو ’’عطر الهداية‘‘ نامی کتاب کے ص:۲۱ پر ’’مطل الغني ظلم‘‘ والی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ امیر کسی کو حق دینے میں دورنگی کرے تو یہ ظلم ہے، اور صاحبِ مال پر تقاضہ وتعاقب کرو یعنی مفلس کا حیلہ وحوالہ اور مجبوری قابلِ ترّحم ہے مگر امیر پر تقاضہ میں کوئی حرج نہیں۔ (عطر الہدایہ ص:۲۱)۔

اب رہا دوسرا سوال کہ آپ کو کس کس سے سہارا لینا چاہئے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) آپ اپنی پوری صورتِ حال کمیٹی کے روبرو شکایت کر کے یا لیبر کورٹ میں پیش کر کے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں۔

(۲) مذکورہ تنظیم دینی ہے ذمہ دار علماءِ دین ہیں اور ہمارے صحیح عقیدہ کے مطابق عالمِ آخرت میں ہر ایک مستحق کو نیکی کی صورت میں بدلہ دینا طے ہے اور وہاں نیکی کی بے حد ضرورت رہے گی، اسی وجہ سے مجھے یہ پسند ہے کہ اس دوسرے راستے اختیار کر کے صبر کیا جائے اور کسی طرح شکایت کے بغیر اللہ ہی سے اس کے فضل و کرم کی امید رکھی جائے اور ملتی ہوئی تمام سہولتوں کو چھوڑ کر اپنا کام اخلاص و استقامت کے ساتھ کرتے رہنا چاہئے۔

﴿۲۲۸۱﴾ گیسٹ ہاؤس بنا کر کمرے کرائے پر دینا

سوال: بڑے شہروں میں گیسٹ ہاؤس بنا کر کمرے کرائے پر دے سکتے ہیں؟ زیادہ تر گیسٹ ہاؤس میں گناہ کے کام ہوتے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گیسٹ ہاؤس میں رہنے اور مسافروں کے اترنے کے لئے کمرے کرائے پر دینا جائز ہے، اور اس کی آمدنی حلال ہے، اور گناہ کے کام کرنے کے لئے کرایہ پر دینا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۸۲﴾ بینک کے ملازم کو مکان کرائے پر دینا

سوال: بینک کے ملازم مثلاً: منیجر، کلارک، خادم وغیرہ کو کرائے پر ذاتی مکان دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) فی الحال میرے مکان میں ایک کرایہ دار مسلمان بینک منیجر ہے، وہ اسے ملنے والی تنخواہ سے کرایہ دیتا ہے تو اس کرایہ کا لینا کیسا ہے؟ (۲) آئندہ سال سے منیجر کے رہنے کا کرایہ بینک دے گی، اور کرایہ ملنے پر رسید دینی ہوگی تو یہ کرایہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) میں نے ایک سال کا اس سے کرایہ لیا ہے اور وہ پوری رقم میرے پاس جمع ہے، تو کیا اس رقم سے

میں گھر کی مرمت کر سکتا ہوں؟ یا ذاتی استعمال میں لا سکتا ہوں؟ اگر اسے استعمال نہیں کر سکتے تو اس کا مصرف کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کرائے پر مکان دینا بلا شبہ جائز اور درست ہے، اور کرایہ میں ملنے والی رقم بھی حلال اور طیب ہے، لیکن اگر کرایہ دار کرایہ حلال اور طیب رقم سے نہ دے تو مکان مالک کو وہ رقم قبول نہیں کرنی چاہیئے بلکہ کرایہ دار سے کہا جائے کہ وہ اپنی حلال کمائی سے یا کسی سے قرض لے کر اس قرض سے اس کا کرایہ ادا کرے، اگر وہ حلال رقم کرائے میں دے تو معاملہ درست ہوگا۔ (شامی، مجمع الفتاویٰ)۔ بینک میں سودی کاروبار ہوتا ہے اس لئے بینک کو کرائے پر دینا یا بینک سے کرایا وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۲۸۳﴾ مائک، ٹیپ ریکارڈ اور اسپیکر شادی بیاہ میں کرائے پر دینا

سوال: ایک ادارہ ہے جو غریب محتاجوں کی مدد کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے، اس ادارہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ کچھ رقم سے مائک اور ٹیپ ریکارڈ اور اسپیکر لے کر شادی بیاہ کے موقعوں پر کرائے پر دیوے، اور اس سے آنے والی رقم غرباء کی امداد میں صرف کی جائے گی، تو اس طریقہ سے حاصل کی گئی رقم حلال کہلائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غرباء کی امداد کے لئے ادارہ قائم کرنا اور ان کی مدد کے کام کرنا بہت ہی فضیلت اور ثواب کا کام ہے، لیکن اس کے لئے حرام اور ناجائز کام میں تعاون کرنا اور ناجائز طریقہ سے کمائی کر کے غرباء کی امداد کرنا صحیح نہیں ہے، شادی بیاہ میں گانے بجانے کے لئے ٹیپ ریکارڈ اور اسپیکر کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، اور اس کی آمدنی حرام ہے۔ جائز کام کے لئے مائک کرائے پر دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۸۴﴾ معصیت کے کاموں کے لئے لاری کرائے پر دینا

سوال: میرے پاس ہاتھ لاری ہے، جو میں کرائے پر دیتا ہوں، اگر کوئی شخص شراب کی ہیرا پھیری کے لئے یا خلاف شریعت کام کے لئے لاری مجھ سے کرائے پر مانگے تو اسے ہاتھ لاری کرائے پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایسے شخص کو جو شراب کی ہیرا پھیری یا خلاف شریعت کام کے لئے ہاتھ لاری کرائے پر مانگے ہاتھ لاری کرائے پر دینا جائز ہے، اس لئے کہ ہاتھ لاری زیادہ تر جائز کام میں استعمال ہوتی ہے، وہ شخص ہاتھ لاری جائز کام میں بھی استعمال کرسکتا تھا، لیکن اس نے جائز کام میں استعمال نہ کر کے شراب کی ہیرا پھیری کے لئے استعمال کیا تو اس کا وبال اس کے سر ہوگا آپ ماخوذ نہیں ہوں گے، فتویٰ یہی ہے۔ البتہ تقویٰ یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ شخص اسے گناہ کے کام میں استعمال کرے گا تو اسے نہیں دینا چاہئے، صاحبین کا یہی قول ہے۔ (درمختار: ۲۵۰/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۸۵﴾ ڈیپازٹ کی رقم سے کرایہ وصول کرنا

سوال: ہمارا ادارہ بارڈنگ ہاؤس کی دکانیں حسب ذیل شرائط پر نیلامی کر کے کرائے پر دیتا ہے، ڈیپازٹ میں ۵۰۰ روپے یا چھ مہینوں کا پیشگی کرایہ دینا ہوگا، کرایہ بڑھ جائے تو زیادتی کے ساتھ اور کم ہو جائے تو کمی کے ساتھ ہر ماہ کی ایک تاریخ سے سات تاریخ کے اندر اندر دینا ہوگا، اگر جماعت اس دکان کو واپس لینا چاہے گی تو تین ماہ قبل نوٹس دی جائے گی، تین ماہ میں دکان خالی کر کے قبضہ دے دینا ہوگا، کرایہ دار کسی دوسرے کو کرائے پر نہیں دے سکتا، اگر کوئی کرایہ دار وقت پر کرایہ ادا نہیں کرے گا تو اس کی ڈیپازٹ ضبط کرلی جائے

گی، اور کرایہ دار سے دکان خالی کر لی جائے گی۔

ان شرائط پر ادارہ نے دکانیں کرائے پر دی ہیں، اب کرایہ دار وقت پر کرایہ نہیں دیتے، اور ایک کرایہ دار جس کا کرایہ باقی ہے اس نے اپنی مرضی سے دکان خالی کر دی ہے، تو جو ۵۰۰ روپے ڈیپازٹ کے ادارہ نے لئے ہیں ان کو رکھ لینا یا ضبط کرنا ادارہ کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ڈیپازٹ کا مطلب امانت ہوتا ہے، اس لئے جب دکان خالی کرائی جائے تو جتنا کرایہ باقی ہو وہ اس میں سے وصول کر کے بقیہ امانت کی رقم واپس کر دینی ضروری ہے، ڈیپازٹ پر قبضہ کرنے کی شرط خلاف شرع ہے اس کی آڑ میں پوری امانت پر قبضہ کر لینا غصب اور خیانت کے حکم میں آنے کی وجہ سے گناہ کہلائے گا۔

﴿۲۲۸۶﴾ پگڑی کا حکم

سوال: میں نے انڈیا میں ایک مکان خریدا ہے، اس کے نیچے والے حصہ میں دکان ہے جو میں نے کرائے پر دی ہے، اور اس کی پگڑی کے ۲۷،۰۰۰ روپے لئے ہیں، اب ہر ماہ صرف کرایا ہی آئے گا، کرایہ دار کو انڈیا کی حکومت کے قانون کے مطابق نکال نہیں سکتے اور کرایا بھی بڑھا نہیں سکتے، اب مرتے دم تک یہی کرایہ رہے گا، تو ان حالات میں کرایہ دار نے پگڑی کی جو رقم دی ہے وہ میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ اور اگر میں لی ہے تو اس کا کیا کیا جائے؟ کرایہ دار ہندو ہے اس بات کا خیال رہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پگڑی کی رقم لینا شرعی اصول کے مطابق ناجائز اور حرام ہے، پگڑی کی رقم واپس کر دینا چاہیئے، جائز صورت یہ ہے کہ کرایہ دار سے ڈیپازٹ کے

طور پر رقم لے سکتے ہیں اور وہ رقم امانت کہلائے گی ، اور اس کی اجازت سے وہ رقم استعمال میں لا سکتے ہیں لیکن جب کرایہ دار مکان خالی کر دے تب وہ رقم امانت ہونے کی وجہ سے اسے واپس کرنی ہوگی ، بعض حضرات پگڑی کے متعلق دوسرا رجحان رکھتے ہیں اس لئے ان سے معلومات کرلیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۸۷﴾ کرایہ دار کا دوسرے کو مکان کرائے پر دینا

سوال: میں نے ایک شخص کو اپنا مکان دس روپے کے عوض کرایہ پر دیا ، اس شخص نے میرے مکان کا ایک حصہ ایک تربوز والے کو اس کے تربوز رکھنے کیلئے ۳۰ روپے عوض کرایہ پر دیا ، کیا اس کے لئے میرے مکان کا ایک حصہ دوسرے کسی کو ۳۰ روپے کے عوض کرایہ پر دینا جائز ہے؟ اس ۳۰ روپے میں میرا حصہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کرایہ دار کرائے سے لیا ہوا مکان کسی دوسرے شخص کو کرائے پر دے اور اس سے مکان کو کوئی نقصان نہ ہوتا ہو تو یہ جائز ہے ، لہذا صورت مسئولہ میں اس کرایہ دار کا تربوز رکھنے کے لئے کسی دوسرے کو کرائے پر دینا جائز ہے۔ (شامی : ۱۳/۵ ، عالمگیری : ۴۲۶/۴)

﴿۲۲۸۸﴾ محصول (ٹیکس) بچانے کے لئے مکان کرائے پر دئے جانے کی اطلاع حکومت کو نہ کرنا

سوال: میں پانچ مہینے کے لئے انڈیا جماعت میں گیا تھا ، اتنے مہینوں کے لئے میں نے اپنا مکان کرائے پر دیا تھا ، اس درمیان کرائے کے جو روپے آئے وہ حکومت کو نہ بتائیں تو درست ہے یا نہیں؟ نہ بتائیں تو محصول (ٹیکس) کم بھرنا پڑتا ہے اور مجھے فائدہ ہوگا اور بتایا

جائے تو زیادہ محصول بھرنا پڑتا ہے، لہذا جو بھی حکم شریعت کا ہو مجھے بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اپنی آمدنی دوسرے کو بتانا شرعاً ضروری نہیں ہے، اور محصول لینا بھی شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر وصول کرے، لہذا محصول سے بچنے کے لئے کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس میں بے عزتی نہ ہوتی ہو اور غاصب کے غصب سے بھی حفاظت ہو جاتی ہو شرعاً جائز اور درست ہے۔

﴿۲۲۸۹﴾ استاذ کا ایک ماہ قبل ملازمت چھوڑنے کی اطلاع نہ دینے پر ان کی ایک ماہ کی تنخواہ ضبط کر لینا

سوال: ہمارے گاؤں میں بچوں کی اسلامی تعلیم کے لئے ایک مکتب ہے اس میں ایک استاذ کا تقرر کیا گیا، تقرر کے وقت یہ شرط کی تھی کہ اگر استاذ یہ ملازمت چھوڑنا چاہیں یا کسی وجہ سے جانا چاہیں تو ایک ماہ قبل استاذ کو تحریری اطلاع دینی ہوگی، اسی طرح اگر گاؤں والے استاذ کو نہ رکھنا چاہیں تو گاؤں والے بھی ایک ماہ قبل انہیں اطلاع دیں گے، دونوں طرف سے یہ بات ہوئی تھی تاکہ انتظام میں سہولت رہے، اب ہوا یہ کہ اس ماہ کی ۳۱ تاریخ کو استاذ نے استعفیٰ دیا کہ میں اس ماہ کی ایک تاریخ سے ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں، انہوں نے شرط کے مطابق ایک ماہ قبل اطلاع نہیں دی، تو اب اگر گاؤں والے استاذ کا استعفی منظور نہ کریں اور انہیں کہیں کہ آپ کو ایک ماہ ذمہ داری نبھانی ہوگی، لیکن اس کے باوجود استاذ پڑھانے کے لئے نہ آویں تو کیا ان کی اس ماہ کی جو تنخواہ باقی ہے وہ گاؤں والے ضبط کر سکتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے شرط کے مطابق ایک ماہ قبل اطلاع نہیں دی، تو انہیں ایک

ماہ کی تنخواہ نہ دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اجارہ کے وقت جو شرائط باہم متعین ہوئی تھیں ان کی پابندی اشد ضروری ہے، خلاف ورزی کرنے والا سخت گنہگار ہوگا لیکن استاذ کا شرط پوری نہ کرنے پر انہوں نے جتنے دن کام کیا اس کی تنخواہ روک لینا یا ضبط کر لینا جائز نہیں ہے، تنخواہ دینی پڑے گی، البتہ شرط کی پابندی کے لئے دوسرا کوئی دباؤ ڈال سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۹۰﴾ حرام آمدنی والے کے یہاں جائز کام کرنا

سوال: حرام آمدنی والے شخص کے یہاں جائز کام کی ملازمت کر کے اس سے مزدوری لینا درست اور جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......حرام آمدنی والا شخص خود حرام آمدنی کا مالک نہیں بنتا، اس لئے ہمیں اس کے یہاں مزدوری کر کے ایسے حرام روپے کیوں لینے چاہیئے؟ ہمارے لئے بھی اس کی حرام آمدنی لینا جائز نہیں ہے۔ اگر اس کے یہاں کام کرنا ہو تو مذکورہ دو صورتوں میں سے کوئی ایک اختیار کی جائے۔

(۱) اس کی دوسری جائز آمدنی ہو تو ان روپیوں سے مزدوری مانگی جائے۔ (۲) یا اسے کہا جائے آپ کسی دوسرے شخص سے قرض لے کر وہ روپے مزدوری میں دو اور آپ کی آمدنی سے اس قرض کی ادائیگی کرو۔ ان صورتوں میں آپ کے لئے مزدوری لینا جائز کہلائے گا۔

﴿۲۲۹۱﴾ حرام کی آمیزش والی آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال: دکان میں کچھ چیزیں ممنوعہ بھی بیچی جاتی ہیں، تو ایسی دکان سے حاصل ہونے والی

آمدنی کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کی کل آمدنی حرام کہلائے گی؟ اس کے یہاں جو خادم ملازمت کرتا ہے اس کو اسی آمدنی سے تنخواہ دی جاتی ہے، اس کے لئے اس آمدنی سے تنخواہ لینا کیسا ہے؟ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فتاویٰ عالمگیری میں ہے: حلال اور حرام دونوں آمدنی ایک جگہ جمع ہوتی ہو اور اس میں اکثر حصہ حلال کا ہو تو اس مخلوط رقم سے تنخواہ لینے کی گنجائش ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں ملازم اس آمدنی سے تنخواہ لے سکتا ہے، البتہ بیوپاری کے لئے اس چیز کا بیوپار کرنا گناہ اور اس کی آمدنی حرام ہی کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۹۲﴾ اجیر کو اجرت نہ دینا

سوال: ایک شخص نے مسجد بنانے کا کنٹریکٹ لیا اور مسجد بنا کر دی، ٹرسٹی اور گاؤں والوں کو اس کے کام سے اطمینان بھی ہے، اس کے باوجود کام کے ختم ہو جانے کے بعد کنٹریکٹر سے حساب کر لیا تو اب حساب کے بعد بقیہ روپے دینے میں ٹرسٹیوں کا ٹال مٹول کرنا کیسا ہے؟ ٹرسٹی گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اس مسجد میں عبادت کرنا کیسا ہے؟

نیچے آپ کی اطلاع کے لئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں:

(۱) مسجد کے ٹرسٹ میں روپے موجود ہیں۔ (۲) کام ختم ہونے کو تین سے چار سال ہو گئے ہیں۔ (۳) کنٹریکٹر کو ہر مرتبہ غلط وعدے کئے جاتے ہیں۔ (۴) اخیری بات یہ کہ کنٹریکٹر سخت مالی تنگی میں ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکور حقیقت صحیح ہو تو اجیر کی اجرت کو بغیر عذر

کے روک رکھنا ظلم کہلائے گا، البتہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

﴿۲۲۹۳﴾ کسی کے نام پر مکان خریدنے سے ملکیت کس کی کہلائے گی؟

سوال: چندا بہن نے اپنا مکان رمن بھائی کو کرائے پر دیا، اور رمن بھائی نے عبدالستار کو وہ مکان کرائے پر دیا، میرے بڑے بھائی کو مکان کی ضرورت تھی تو انہوں نے ۹۰۰ روپے پگڑی دے کر عبدالستار سے وہ مکان کرائے پر لے لیا، رمن بھائی کو جب معلوم ہوا کہ عبد الستار نے دوسرے کسی کو مکان کرائے پر دے دیا ہے تو اس نے مکان کے تالے توڑ دئے، اور اس پر ناجائز قبضہ کرنے کی کوشش کی، ہم نے کورٹ کیس کیا، کورٹ نے رمن بھائی کو گنہگار ٹھہرایا اور ہمیں مکان واپس دلوایا۔

چندا بہن کو معلوم ہوا تو انہوں نے میرے بڑے بھائی کو وہ مکان بازاری قیمت سے پچاس فی صد کم قیمت میں فروخت کر دیا، میرا اس سودے میں کوئی حصہ نہیں تھا البتہ میرے بڑے بھائی نے یہ مکان میرے نام پر خریدا تھا، اور فی الحال یہ مکان میرے نام پر ہے۔

اس مکان میں میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ساجھے داری میں کاروبار کرتا ہوں، تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ مکان کس کا ہے اور میرے لئے اس کا استعمال کیسا ہے؟ مکان کے متعلقہ سودے سے میں بالکلیہ بری ہوں، تو میں اس مکان کو استعمال کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اصل مکان مالک چندہ بہن نے اپنی رضامندی سے یہ مکان آپ کے بڑے بھائی کو فروخت کر دیا تو یہ مکان آپ کے بڑے بھائی کا ہو گیا، اور اس کی ملکیت آپ کے بڑے بھائی کی کہلائے گی، اور ان کی اجازت سے آپ اس مکان کو استعمال کر سکتے ہیں۔

﴿۲۲۹۴﴾ اجیر مشترک کا مسئلہ

سوال: میرا ارادہ ہیرے گھسنے کی گھنٹی (مشین) ڈالنے کا ہے، اب بات یہ ہے کہ بیوپاری سے مذکورہ شرط پر ہیرے گھسائی کے لئے لائے جاتے ہیں، اور ہیرے گھسنے پر متعینہ مزدوری ملتی ہے۔

(۱) سو کیریٹ وزن کے ہیرے بیوپاری نے دئے ہوں تو گھسائی کے بعد اس کا وزن ۳۵ کیریٹ سے کم نہیں ہونا چاہئے، بیوپاری ۳۵ کیریٹ مانگتا ہے، اب ہوتا یہ ہے کہ کبھی گھسائی کے بعد ہیرے ۴۰ یا ۵۰ کیریٹ وزن کے نکلتے ہیں، اور کبھی ۳۰ کیریٹ کے ہو جاتے ہیں، اب اگر تیس کیریٹ کے ہو جاویں تو جتنا وزن کم ہوا اتنے روپے بھرنے پڑتے ہیں یا بیوپاری مزدوری سے اتنی رقم وضع کر لیتا ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ جب ۳۵ کیریٹ سے زیادہ وزن نکلے تو پانچ کریٹ کے ہیرے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ تا کہ جب ۳۰ کیریٹ نکلیں تو اپنے پاس رکھے ہوئے پانچ کریٹ سے کمی پوری کی جاسکے۔ دوسری شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ

(۲) اگر گھسنے میں ہیرا ٹوٹ گیا تو ٹوٹے ہوئے ہیرے کی قیمت ہمیں دینی پڑتی ہے، اس لئے کہ ٹوٹے ہوئے ہیرے کی قیمت بہت ہی کم ہو جاتی ہے، اس طرح کا معاملہ کرنا اور زیادہ وزن والے ہیرے رکھ لینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں جو صورت ذکر کی گئی ہے وہ اجیر مشترک کی ہے، اولاً تو یہ جاننا ضروری ہے کہ ہیرے گھسنے کے لئے دینے والے اور لینے والے نے جب گھسائی کی ساخت، قد، نوعیت وغیرہ بیان کر کے مزدوری متعین کر لی تو یہ معاملہ جائز

ہو گیا، اور گھسنے والے کا ہیروں پر قبضہ امانت کا قبضہ کہلائے گا، یعنی گھسنے کے بعد ہیروں کا وزن ۳۵ کیریٹ سے زیادہ نکلا تو وہ اصل مالک کا ہی سمجھا جائے گا، گھسنے والے کا اس میں کوئی حق اور حصہ نہیں ہوگا۔

لہذا شرط سے زیادہ وزن نکلے تو زیادہ کا وزن گھسنے والے کو رکھ لینا درست اور جائز نہیں ہے، جس طرح درزی کو کپڑے سینے دینے پر جو زائد کپڑا بچے وہ درزی کے لئے رکھ لینا درست نہیں ہے۔ نیز گھسنے والے کی لاپرواہی یا جہالت کی وجہ سے ہیرا زیادہ گھس جاوے یا ٹوٹ جاوے تو نقصان کی تلافی بھی گھسنے والے کو کرنی پڑے گی۔ (عالمگیری: ۴، شامی: ۵)

﴿۲۲۹۵﴾ ٹرسٹ کا مکان کرایہ پر لیتے ہوئے ٹرسٹ کو پگڑی کی رقم دینا

سوال: میں ایک ٹرسٹ کا متولی ہوں، اس ٹرسٹ کی بہت سی جائداد ہیں، وہ جائداد کرائے پر دی ہوئی ہیں، کرایہ داروں نے ان جائدادوں پر قبضہ کرلیا ہے اور وہ خالی نہیں کرتے، کرایہ دار دوسروں کو وہ مکان اور دکانیں کرائے پر دے دیتے ہیں اور نئے کرایہ دار کے نام سے کرائے کی رسید بنانے کے لئے پُرانا کرایہ دار متولی کو امداد کے نام سے بڑی رقم دیتا ہے اور کرایہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے، تو متولی یہ جو اضافہ والی رقم لیتے ہیں یہ امداد ہے یا پگڑی ہے؟ کیا متولی یہ اضافہ والی رقم لے سکتے ہیں؟ نیز یہ بڑی رقم دی جاتی ہے تو ہی متولی دوسرے کرایہ دار کے نام پر رسید منتقل کرتے ہیں ورنہ نہیں کرتے، اس معاملہ میں شروع ہی میں بات کر لی جاتی ہے کہ اتنا امداد دینا ہوگا اور اتنا کرایہ دینا ہوگا، اگر ایسا کیا جائے تو ہی رسید منتقل ہوتی ہے، تو ایسا چندہ متولی لے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز امداد کی رقم کی رسید دینے والے کے نام سے نہیں بنائی جاتی، تو ایسی امداد لے سکتے ہیں یا نہیں؟

نوٹ: یہ امداد کی پوری رقم ٹرسٹ میں جمع ہوتی ہے اور ٹرسٹ کے کاموں میں خرچ ہوتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکور تفصیل دیکھنے کے بعد اولاً یہ جان لینا چاہئے کہ ٹرسٹ نے جو جائداد کرائے پر دی ہے وہ شریعت کے اجارہ کے اصولوں کے مطابق دی ہے یا نہیں، اگر ان اصولوں کے مطابق دی ہوگی تو ہی یہ اجارہ صحیح کہلائے گا ورنہ فاسد اور ناجائز کہلائے گا۔

کرائے پر لینے والا کرائے پر لی ہوئی جگہ کو استعمال کرنے اور اس سے پورا فائدہ اٹھانے کا حق رکھتا ہے لیکن اس پر ناجائز قبضہ کا اسے اختیار نہیں ہے، اگر مستاجر عقد ختم کر کے کرائے پر دی ہوئی جگہ واپس مانگے تو اپنا قبضہ ہٹا کر وہ جگہ واپس کرنا ضروری ہے اسی طرح اجیر بھی اگر عقد ختم کر کے وہ جگہ خالی کر کے جانا چاہے تو مستاجر اسے روک نہیں سکتا، انکار کرنے کا یا ناجائز قبضہ کرنے کا اجیر کو کوئی حق نہیں ہے، اور ناجائز قبضہ کرنا شرعاً غصب کے حکم میں ہے۔

اب پہلے والا کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کو وہ مکان یا دکان کرائے پر دیتا ہے تو رسید پر اس دوسرے کرایہ دار کا نام ڈالنے کے لئے پگڑی کے نام سے جو رقم دی جاتی ہے یہ کوئی حق کی رقم نہیں ہے یہ ناجائز ہے، اس لئے پگڑی کی رقم لینا درست نہیں ہے۔

اس رقم کا نام بدل کر امداد رکھ لیا جائے تو اس سے اس کا حکم نہیں بدلتا، نیز امداد کے لئے کوئی زور اور زبردستی نہیں ہوتی، یہاں امداد دینے والا مجبوراً اور نام منتقل کرنے کے عذر سے امداد دے رہا ہے اس لئے یہ رقم امداد نہیں ہے، نیز شریعت نے کرائے پر لینے یا دینے کے لئے ایسی کوئی رقم ملکیت کے ساتھ دینا شرط یا لازم بھی نہیں کیا ہے لہذا صورت مسئولہ میں نام منتقل کرنے کے لئے لی جانے والی رقم چاہے وہ پہلا والا کرایہ دار لے یا مکان مالک لے

ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۹۶﴾ کرائے والی جگہ میں آنے والے آم کا مالک کون ہوگا؟

سوال: زید کا لکڑے کا کاروبار (ٹال) ہے، اور اس کے لئے زمین کا ایک قطعہ کرایہ پر لیا ہے۔ زید اس ٹال میں اپنا مال رکھتا ہے اور ٹال میں آم کے درخت بھی ہیں ان درختوں پر جو آم آتے ہیں ان کا مالک کون کہلائے گا؟ زید اس ٹال (زمین) کا کرایہ دیتا ہے، زید ان آموں کا مالک کہلائے گا یا ٹال کی جگہ کا مالک ان آموں کا مالک سمجھا جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں کرایہ دار صرف زمین سے ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور زمین کا مالک ہی آم کا مالک ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۹۷﴾ کرائے پر دئے ہوئے مکان کا گناہ کے کاموں میں استعمال

سوال: میرا مکان میں نے کرائے پر دیا ہے، کرایہ دار اس مکان میں نشہ آور چیزیں اور شراب بیچتا ہے اور ناچ گانوں کے آلات اور ریکارڈ کی لین دین کرتا ہے، اس مکان کا کرایہ میرے لئے حلال کہلائے گا یا حرام؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف ہے، امام صاحب کا کہنا ہے کہ بنفسہ مکان کرائے پر دینا معصیت نہیں ہے، وہ شخص اسے اچھے کام میں بھی استعمال کر سکتا تھا لیکن اس نے اچھے کام میں استعمال نہ کر کے گناہ کے کام میں اس کا استعمال کیا اس لئے اس کا وبال اس کے سر ہوگا مکان مالک کے سر نہیں۔

اور صاحبین کا کہنا ہے کہ کرایہ دار مکان گناہ کے کام میں استعمال کر رہا ہے اس لئے مکان مالک نے اسے مکان کرائے پر دے کر گناہ کے کام میں اس کی مدد کی ہے اس لئے وہ بھی

گنہگار ہوگا، لہذا گناہ کے کام کے لئے مکان کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق گنجائش ہے اور صاحبین کا قول تقویٰ پر محمول ہے، از راہ تقویٰ اس سے بچا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۹۸﴾ غلہ پیسنے کی دو صورتیں

سوال: میری غلہ پیسنے کی گھنٹی ہے ہمارے گاؤں میں ہر گھنٹی پر بیس کلو غلہ پیسنے کی اجرت چالیس پیسے ہے اور ہر بیس کلو پر ۴۰۰ گرام غلہ کی کٹوتی کی جاتی ہے، اس نرخ اور کٹوتی کا علم سب کو ہے۔
میں اپنی گھنٹی پر بیس کلو کے ۸۰ پیسے لیتا ہوں اور آٹا سب دیتا ہوں، کٹوتی نہیں کرتا، لیکن کچھ لوگ بیس کلو کے چالیس پیسے ہی دیتے ہیں تو ان کو بیس کلو غلہ پر ۴۰۰ گرام کٹوتی کرنا پڑتی ہے، یہ کٹوتی غلہ کے جلنے کی وجہ سے نہیں کاٹی جاتی بلکہ بھاؤ میں جو کمی ہوتی ہے اس کٹوتی سے وہ پوری کی جاتی ہے، اگر بیس کلو کے چالیس پیسے لئے جائیں اور کٹوتی نہ کی جائے تو نقصان ہوتا ہے اور اسی پیسے لینے میں گاہک دوسری جگہ آٹا پسوانے چلا جاتا ہے، گاہک اپنی خوشی سے کٹوتی کرواتے ہیں، اس لئے آنے والے گاہک کو دو بھاؤ بتایا جاتا ہے جو کٹوتی کرواتے ہیں ان کے لئے چالیس پیسے کا بھاؤ اور جو کٹوتی نہیں کرواتے ان کے لئے اسّی پیسے کا بھاؤ ہے، تو اس پیشہ میں یہ طریقہ اپنانا جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں شرعی کوئی خرابی تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں غلہ پیسنے کی اجرت کے دو طریقے بیان کئے گئے ہیں، دونوں کا حکم جدا جدا ہے۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ بیس کلو غلہ پیسنے کی مزدوری ۴۰ پیسے اور ۴۰۰ گرام آٹا ہے، یہ اجارہ کو فاسد کرنے والی شرطوں میں سے ایک ہے جسے فقہ کی اصطلاح میں اجرۃ الطحان کہا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اجیر کے کام سے وجود میں آنے والی چیز ہی کے بعض کو اجرت کے طور پر مقرر کرنا ناجائز ہے، شامی میں ہے: **ان لا تکون الاجرۃ منفعة هی من جنس المعقود علیه۔** (شامی: ۵) اس لئے یہ طریقہ ناجائز ہے۔

سوال میں مذکور دوسری صورت یہ ہے کہ بیس کلو غلہ پیسنے کی مزدوری اسّی (۸۰) پیسے لی جائے اور آٹے میں کٹوتی نہ کی جائے یہ طریقہ درست اور جائز ہے، اسے ہی اپنانا چاہئے، اس لئے کہ یہ حلال طریقہ ہے اور اس کمائی میں برکت ہے، گاہکوں کی رعایت میں یا زیادہ آمدنی کی لالچ میں حرام طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے، اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور آخرت میں جواب دینا پڑتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۲۹۹﴾ درخت کرائے پر دینا

سوال: مسجد ٹرسٹ کے قبرستان میں کھجور کے درخت ہیں، ماضی متولیان نے وہ درخت کرائے پر دئے تھے، وہ رقم آج بھی مسجد میں جمع ہے، اس رقم کا مصرف کیا ہے؟ کیا اس رقم کو مسجد یا قبرستان کے کسی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قبرستان کے کمپاؤنڈ کی دیوار کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے تو ان روپیوں سے قبرستان کے کمپاؤنڈ کی دیوار بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... درختوں کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، اس لئے آئندہ اس سے اجتناب کیا جائے، ان روپیوں سے قبرستان کی دیوار بنا سکتے ہیں، مسجد کے کام میں

استعمال نہ کیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ:۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۰۰﴾ حوالے کا کام اور اس کے ذریعہ سے روپے بھیجنا

سوال: انگلینڈ سے حوالے کے روپے آتے ہیں، انڈیا میں ایک پاؤنڈ کا سرکاری بھاؤ ۱۷:۵۰ ملتا ہے، لیکن انگلینڈ کے کچھ بیوپاری یہاں انڈیا میں حوالے میں ایک پاؤنڈ کے ۳۰ روپے دیتے ہیں، یا اس سے ایک دو روپیہ کم ہوگا، تو حوالے سے پاؤنڈ بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ انگلینڈ میں کچھ لوگ حوالے کا کام کرتے ہیں، جو ایک پاؤنڈ پر چار آنا یا ایک روپیہ کمیشن لے کر انڈیا میں روپے مرسل الیہ تک پہنچا دیتے ہیں، تو یہ حوالے کا کام کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایک شخص اپنے روپے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے کسی کو وکیل بناوے اور وکیل خود یا اپنے کسی ملازم کے ذریعہ وہ روپے مرسل الیہ تک پہنچا دیوے اور اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھاوے تو یہ جائز ہے، اور اس بھیجنے اور پہنچانے میں ہونے والے خرچ کے لئے شروع سے جو اجرت طے ہوئی ہو اس کے مطابق مرسِل سے اجرت لے لیوے تو اس کی بھی گنجائش ہے، جیسا کہ فتاویٰ کی دیگر کتابوں میں منی آرڈر اور اس کی اجرت کے لئے حکم مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۰۱﴾ سنیما ہال تک پکچر کے رول پہنچانے کی ملازمت

سوال: ممبئ سے سنیما کے پکچر کے رول لے کر تمام سنیما ہالوں میں پہنچانے کے ایجنٹ کے طور پر میں ملازمت کرنا چاہتا ہوں، اس میں تنخواہ بھی اچھی ملتی ہے، میں میٹریک پاس ہوں، تو کیا میرے لئے یہ ملازمت جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں و لا تعاونوا

علی الاثم و العدوان، گناہ اورسرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو،اس قاعدہ کے تحت مذکورہ ملازمت جائز نہیں ہے، پکچر کے رول سنیما ہال تک پہنچانا گناہ کے کام میں مدد کرنا ہے، کمائی کے لئے حلال اور پاکیزہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۰۲﴾ پینشن کا حکم

سوال: میرے ایک دوست کی پیدائش ۱۹۳۰ء کی ہے، اسکول میں داخل ہوتے وقت سرکاری ریکارڈ میں سرکاری نوکری کے لئے پُرانے والدین دو تین سال کم لکھواتے تھے، میرا دوست جب اسکول میں داخل ہوا تو اس کی سنہ پیدائش ۱۹۳۳ لکھوائی، اور اسے سرکاری نوکری ملے اس کے لئے حلف نامہ کروا کر ۱۹۳۷ کی سنہ پیدائش لکھوائی، یہ دوست پچھلے ۲۸ سال سے ملازمت کر رہا ہے، قاعدہ کی رو سے ۵۸ سال کے ہونے پر ریٹائرڈ ہو سکتے ہیں، ۱۹۳۰ کے حساب سے میرا دوست ۱۹۸۸ کے جون ماہ میں رٹائر ہوسکتا ہے، اور حلف نامہ کے حساب سے ۱۹۹۵ میں رٹائر ہوگا، تو اس کے لئے ۱۹۹۵ تک کام کر کے اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اس لئے کہ سات سال زیادہ ہوتے ہیں، اس مسئلہ میں صحیح رہبری فرما کر مشکور فرمائیں، اور اسکول سرٹیفکیٹ کے حساب سے ۱۹۹۱ میں ریٹائرڈ ہوگا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ میرے دوست کو کب تک ملازمت کرنی چاہئے؟

(۱) اس کی صحیح سنہ پیدائش ۱۹۳۰ ہے اور اس حساب سے ۱۹۸۸ میں ریٹائرڈ ہوسکتا ہے۔

(۲) اور اس کا ارادہ حلف نامہ میں بتائی گئی سنہ پیدائش ۱۹۳۷ کے حساب سے ۱۹۹۵ میں ریٹائرڈ ہونے کا ہے، تو اسے ابھی اور سات سال ملازمت کرنی ہوگی تو ان سات سالوں کی تنخواہ لینا اس کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ملازمت کو شرعی اصطلاح میں اجارہ کہتے ہیں، جب تک کوئی شخص سپرد کی ہوئی ذمہ داری ادا کرنے پر قادر رہو اور ملازم اور ملازمت پر رکھنے والا دونوں باہم اس عقد پر راضی ہوں تو عمر کے کم یا زیادہ ہونے سے اس میں کوئی فرق نہیں آتا اس ملازمت کو جاری رکھنا درست ہے، ریٹائرڈ ہونا یا کرنا شرعی فرض نہیں ہے، یہ تو مالک کی طرف سے کیا جانے والا ملازم پر ایک احسان ہے کہ اس کی طویل ملازمت کی قدر کے طور پر بغیر کام لئے اس کی مدد کر رہا ہے، اگر اس عمر کو پہنچ کر کام کرنے کی سکت ہو تو کام کر کے پوری تنخواہ لینے کا ملازم حقدار ہے، اور اگر کام اچھی طرح انجام دینے کی سکت نہ ہو تو اپنی عدم قدرت ظاہر کر کے قانون کے مطابق اپنی قدردانی اور انعام اور احسان کے طور پر جو کچھ ملے اسے لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۰۳﴾ یا کرایہ دار سے کرایہ وصول کرنے کے لئے قانونی کارروائی کرنا غریب پر ظلم ہے؟

سوال: وقف ٹرسٹ کی ایک جائداد ہے جو کرائے پر دی ہوئی ہے، کرایہ دار کرایہ نہیں دیتا ہے تو اس پر قانونی کارروائی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کچھ لوگ منع کرتے ہیں کہ غریب کی بددعا نہیں لینی چاہیئے، تو کیا نرمی کرنے والا متولی ماخوذ ہوگا؟ اگر قانونی کارروائی کی جائے تو کیا متولی اللہ کا یا غریب پر ظلم کرنے کا گنہگار ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وقف ٹرسٹ کی جائداد کرائے پر دی ہے اور اس کا کرایہ بھی متعین ہے اور وقت پر کرایہ دار کرایہ نہیں دیتا ہے یا ٹال مٹول کرتا ہے تو اس پر قانونی کارروائی کرنا درست ہے غریب پر ظلم یا بددعا جیسا کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ اس

نے مقرر کی ہوئی شرط کے مطابق وقت پر کرایہ نہ دے کر خود ہی مصیبت مول لی ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۰۴﴾ چھٹی کے دنوں کی تنخواہ کا حقدار کب کہلائے گا؟

سوال: ہمارے مدرسہ کا قانون ہے کہ جو مدرس شوال مہینہ میں پڑھانے آتا ہے اسے رمضان مہینہ کی تنخواہ ملتی ہے، میں شوال کی ۹۰/۱۰/۸ کو مدرسہ میں حاضر ہوگیا، اور اسی دن مدرسہ شروع ہوا، اور تاریخ ۹۰/۱۰/۱۷ کو میں نے استعفیٰ دے دیا، یعنی شوال کے آٹھ دن حاضری دی، تو اب میں شوال مہینہ کی تنخواہ کا حقدار ہوگیا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدرسہ کے قانون کے مطابق شوال میں حاضری دی، پڑھایا تو آپ رمضان مہینہ کی تنخواہ کے حقدار بن گئے، اور شوال کی جس تاریخ کو استعفیٰ دیا اتنے دنوں کی تنخواہ ملے گی۔ (امداد الفتاویٰ:۳/۲۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۰۵﴾ مدرس کا ایک ماہ قبل تدریس چھوڑنے کی اطلاع نہ دینے پر اس کی ایک ماہ کی تنخواہ نہ دینا

سوال: میں ایک مدرسہ میں پڑھاتا ہوں، اتفاق سے میں نے وہاں سے تاریخ ۷۵/۱۱/۱۸ کو استعفیٰ دیا اور کہا کہ میں تاریخ ۷۵/۱۱/۲۸ سے ملازمت چھوڑ رہا ہوں، وہاں کے مدرسہ والوں نے مجھے تاریخ ۱۸ سے ۲۸ تک کی ہی تنخواہ دی اور ایک تاریخ سے اٹھارہ تاریخ تک کی تنخواہ نہیں دی۔

میں نے جب مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ایک مہینہ قبل اطلاع دی ہوتی تو پوری ایک ماہ کی تنخواہ ملتی، ہمارے یہاں یہی قانون ہے، حالانکہ مجھے جب مدرس کے طور پر رکھا تو میں

نے کہا تھا کہ آپ کے یہاں جو قانون ہو وہ بتاؤ، تو ان لوگوں نے مجھے اس قانون کی اطلاع نہیں دی تھی، تو اب از روئے شرع میں نے ایک تاریخ سے اٹھارہ تاریخ تک کا جو کام کیا ہے جس کی انہوں نے تنخواہ نہیں دی ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ شرعاً ایسا قانون بنانا جائز ہے جس سے دوسرے کا حق ضائع ہوتا ہو؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے جب ایک تاریخ سے اٹھارہ تاریخ تک کا کام کیا ہے تو آپ ان اٹھارہ دنوں کی تنخواہ لینے کے حقدار ہیں، اور مدرسہ والوں کو ان دنوں کی تنخواہ دینی ضروری ہے، مزدور مزدوری کرے اور اس کی متعینہ اجرت اسے نہ دی جائے تو یہ ظلم ہے، اور ایسے خلاف شریعت قانون کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۳۰۶) کرایہ دار کا دوسرے کو کرائے پر دینا، اور خالی کروانے پر خالی نہ کرنا

سوال: ممبئ میں حامد کے پاس ایک کرائے کی دکان تھی، حامد اس کا کرایہ اس دکان کے مالک کو بیس، بائیس روپے دیتا تھا، یہ دکان حامد کے استعمال میں نہیں تھی اور بند تھی، محمود نامی ایک دوسرے شخص نے حامد کے پاس جا کر اپنی ضرورت کا اظہار کیا تو حامد نے کہا کہ میں چالیس روپے کرایہ لوں گا، دونوں کی رضامندی سے محمود نے دوکان پر قبضہ کیا، اور اس دوکان میں اپنا کاروبار شروع کیا، دو سال بعد حامد نے محمود سے کہا کہ اب دوکان کا کرایہ پچاس روپے کر دو، حامد کے کہنے پر محمود نے دکان کا کرایہ پچاس روپے کر دیا۔

دس سال بعد حامد نے محمود کو بلا کر کہا دکان خالی کر دو، محمود نے کہا کہ یہ میرے کاروبار کی جگہ ہے جب تک مجھے دوسری جگہ نہیں مل جاتی میں خالی نہیں کر سکتا، حامد نے غصہ ہو کر کہا کہ میں کورٹ کچہری کے دباؤ سے دکان خالی کروالوں گا، تو محمود نے نرمی سے کہا آپ اگر ایسا

ہی کرنا چاہتے ہوتو کرلو، یہ کہہ کر محمود چلا گیا، اس کے بعد حامد نے کرایہ لینا بند کر دیا، تین سال بعد حامد نے جماعت میں اپنا مقدمہ دائر کیا، اس جماعت کے ساتھ حامد اور محمود دونوں کا تعلق تھا، جماعت کے ذمہ داروں نے دونوں فریق سے اپنا فیصلہ سنانے سے قبل لکھوالیا کہ جماعت کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ دونوں فریق کو تسلیم کرنا ہوگا، جماعت نے ایک دو مجلس کے بعد فیصلہ سنا دیا کہ......

(۱) محمود کو دکان خالی کرنے کے لئے پانچ سال کا وقت دیا جائے۔(۲) دو سال کے لئے دکان کا کرایہ ۵۰ روپے سے بڑھا کر ۷۵ روپے کیا جائے، اور بقیہ تین سال کے لئے کرایہ ماہانہ ایک سو پچیس روپے رہے گا۔(۳) اور کرایہ کی مابقیہ رقم ایک ساتھ دے دی جائے۔

جب جماعت نے اپنا یہ فیصلہ سنایا تو حامد غصہ ہوکر جماعت کو یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ میں اس فیصلہ کو نہیں مانتا، محمود نے فیصلہ کے مطابق مابقیہ کرایہ جماعت کے سیکریٹری کے پاس جمع کروادیا، کچھ دنوں بعد وہ رقم محمود کو واپس دے دی گئی کہ حامد اسے قبول نہیں کرتا۔

دو ڈھائی سال بعد حامد نے جماعت سے معافی مانگی اور معافی سے اس کا مقصد یہ تھا کہ جماعت میں مقدمہ کر کے دوبارہ کوئی حل نکالا جائے، جماعت نے تحریری اور زبانی اس کی معافی کی درخواست پر اسے معاف کر دیا، اور دوبارہ پہلے والے فیصلہ کو نافذ کر دیا لیکن محمود اب دوکان چھوڑنے کے لئے راضی نہیں ہے، اسے قریب میں مناسب دوسری جگہ نہیں مل رہی ہے، محمود کو اس دکان میں اٹھارہ سال ہو چکے ہیں اس کا کتابوں کا کاروبار ہے اور اس کا لائسنس بھی ہے وہ بیرون شہر و ملک سے کتابیں منگا کر فروخت کرتا ہے اور محمود کی روزی اور روٹی کا ذریعہ ہے اور اگست ۱۹۷۷ تک یہ دکان خالی کرنے کی ہے۔

مہاراسٹر سرکار نے ایک قانون بنایا ہے کہ کرایہ دار نے اپنے اختیار سے دوسرے کرایہ دار کو

کرائے پر دوکان دی تو حکومت کو ایک درخواست دے کر یہ ثابت کرنے پر کہ ایک طویل عرصہ سے وہ اس دکان میں کرایہ دے کر رہ رہا ہے، تو سرکار مالکِ مکان کو ایک نوٹس دیتی ہے کہ وہ کرایہ کی رسید موجودہ کرایہ دار کے نام پر کردے، اس کے بعد یہ دکان محمود کے قبضہ میں آجائے گی اور حامد کا کوئی دخل نہ رہے گا، اور مکان مالک قانون کے مطابق اصل کرایہ ہی وصول کرسکتا ہے، البتہ جماعت کا خیال کر کے اس نے یہ فیصلہ منظور کرلیا ہے، اور مابقیہ کرائے کی پوری رقم حامد کو دے دی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ سرکار کے اس قانون کی مدد سے محمود اس دکان پر اپنا قبضہ کرسکتا ہے اور اس دکان کو اپنے نام پر کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً:...... حامد کے لئے بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ کرائے کی دوکان دوسرے کسی کو کرائے پر دے کر مالک کی طرح فائدہ اٹھاوے، اور اسے آمدنی کا ذریعہ بناوے۔

زیادہ کرایہ دینے کا جماعت کا فیصلہ نیز دوکان خالی کرنے کے لئے ایک مدت کا وقت دینا کہ اس سے قبل محمود دکان خالی نہ کرے یہ سب خلاف شرع ہے اور ناجائز ہے، محمود کے لئے سرکار کے موجودہ قانون سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے، اصل مالک کی رضامندی کے بغیر نہ تو حامد دکان پر قبضہ کرسکتا ہے اور نہ ہی محمود۔

کتبہ: (مفتی) یحییٰ غفرلہ (مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) تاریخ: ۶/۲۰/ ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح (مفتی) عبدالقیوم رائے پوری عفی عنہ ۹۶/۶/۲۸ھ

جواب صحیح ہے، اس لئے کہ جماعت کا فیصلہ خلاف شرع ہے اس لئے محمود اگر جماعت کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے تو بجا ہے، محمود کو چاہئے کہ براہ راست مکان مالک سے معاملہ کرے اور اس کی اجازت سے دوکان پر اپنا کاروبار جاری رکھے، حامد کا واسطہ درمیان سے ختم کر

دے۔فقط

(مفتی) عبدالعزیز عفی عنہ ۹۶/۶/۲۲ ھ

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عالمگیری میں ہے: اگر کسی نے کوئی جگہ کرایہ پر لی اور اپنے قبضہ میں لینے کے بعد کسی دوسرے کو کرایہ پر دی تو اس کا کرایہ پر دینا جائز اور درست ہے، اور وہ جتنا کرایہ مالک کو دیتا ہے اتنا ہی کرایہ اس دوسرے کرایہ دار سے لیتا ہے یا اس سے کم لیتا ہے تب تو کوئی اشکال کی بات نہیں، لیکن اگر وہ زیادہ کرایہ وصول کرتا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اول کرایہ دار نے اپنی طرف سے اس مکان میں کچھ اضافہ یا سہولت کے لئے کوئی تعمیر زیادہ کی ہو مثلاً: دروازے یا کھڑکیاں یا کوئی چیز بڑھائی ہو تو اس کے لئے زیادہ کرایہ لینا جائز اور درست ہے اور اگر وہ مکان بعینہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کرایہ پر لیا تھا تو اس کے لئے زیادہ کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے، زائد رقم کا صدقہ کر دینا لازم اور ضروری ہے۔

واذا استاجر دارا و قبضها ثم آجرها فانه یجوز ان آجرها بمثل ماستاجرها او اقل و ان آجرها باكثر مما استاجرها فهى جائزة ايضا الا انه ان كانت الاجرة الثانية من جنس الاجرة الاولى فان الزيادة لا تطيب له و يتصدق بها الخ۔
(عالمگیری: ۴۲۵/۵، بدائع، بحر الرائق: ۸)

یہاں کرائے کے دو معاملہ ہوئے ہیں ایک اصل مکان مالک اور حامد کے درمیان، تو اس کا حکم یہ ہے کہ مکان مالک اس عقد کو باقی رکھنا چاہتا ہے یا ختم کرنا چاہتا ہے یہ معلوم نہیں ہے، اس لئے اس عقد کے متعلق جماعت والوں کا یہ فیصلہ کر دینا کہ حامد کو دوکان خالی کرنے کے لئے پانچ سال کی مہلت دی جائے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مکان مالک اور حامد کے

درمیان کوئی تنازع نہیں ہے اور مکان مالک حامد کو الگ کرنا نہیں چاہتا۔

دوسرا حامد اور محمود کا معاملہ ہے، اس میں حامد نے محمود کو دوکان کرایہ پر دی ہے تو اب حامد اس عقد کو ختم کرنا چاہتا ہے تو کرایہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکان خالی کر کے اس کا قبضہ دے دے زبردستی اپنے قبضہ میں نہ رکھے۔

(۳) جماعت نے فریقین کی سہولت کے پیش نظر درمیان کا ایک راستہ نکالا ہے، اس لئے فریقین اس فیصلہ کو مان لیں اور اسی کے مطابق عمل کریں تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

(۴) محمود کے لئے ضروری ہے کہ دکان خالی کر دے، اور جب تک حامد اور دکان مالک کے درمیان عقد قائم ہے محمود کا اس دکان پر کسی طرح کا حق نہیں بنتا، اگر وہ سرکاری قانون کا سہارا لے کر فائدہ اٹھائے گا تو سخت گنہگار ہوگا، اور اللہ کے یہاں جواب دینا ہوگا۔

﴿۲۳۰۷﴾ مدرس کی کاہلی کی وجہ سے تنخواہ میں سے کچھ رقم وضع کر لینا

سوال: مدرس کی کاہلی اور کوتاہی کی وجہ سے اس کی تنخواہ میں سے کچھ رقم وضع کر لینا شرعی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مدرس یہ مدرسہ کا اجیر ہے اور تدریس یہ عقد اجارہ ہے، اجارہ کے اصولوں کے تحت تنخواہ سے کچھ رقم کم کی جا سکتی ہے، سوال میں کوتاہی یا کاہلی ذکر نہیں کی گئی کہ جسے دیکھ کر یقینی حکم بتلایا جا سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۰۸﴾ امامت کی تنخواہ لینا

سوال: امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ امامت کے لئے تنخواہ ہے ہی نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... امامت پر تنخواہ لینا علمائے متاخرین کے نزدیک جائز ہے، اوراس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۰۹﴾ مؤذن کا تنخواہ لینا

سوال: میں ایک غیر مسلم خدمت کمیٹی میں آسسٹنٹ سیکریٹری کی ملازمت کرتا تھا، کمیٹی میں جوسود کی رقم آتی تھی اس سے مجھے تنخواہ دی جاتی تھی، اللہ نے مجھے ہدایت دی اور میں نے یہ سودی لین دین والی ملازمت چھوڑ دی اور حرام آمدنی سے نجات پائی، اور مسجد میں مؤذن کی خدمت کرنے لگا، اور مسجد سے مجھے تنخواہ ملنے لگی، اب کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ کمیٹی میں اپنی محنت کے روپے لیتے تھے اور مسجد والے تو آپ کو للہ مد سے تنخواہ دیتے ہیں، یہ آپ نہیں لے سکتے، تو کیا مسجد کی آمدنی سے مجھے جو تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لئے لینا ناجائز ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ شراب کی دکان پر کوئی مسلمان ملازمت کرے تو وہ اپنی محنت کی اجرت لے سکتا ہے، اسی طرح آپ بھی کمیٹی میں ملازمت کر کے تنخواہ لے سکتے ہو، تو براہ کرم بتائیں کہ کیا میرے لئے مسجد کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور میں نے کمیٹی کی ملازمت چھوڑ دی یہ صحیح کیا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مسجد میں اذان دینے کی خدمت انجام دینے پر تنخواہ لینا متاخرین فقہاء کے نزدیک جائز اور حلال ہے۔ (ہدایہ:۳، شامی:۴)

آپ نے کمیٹی کی سودی لین دین والی ملازمت خوف الٰہی سے چھوڑ دی یہ بہت ہی اچھا اور نیک کام کیا، اللہ آپ کو حلال اور طیب روزی عطا فرماوے۔ (آمین)

جو لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں اور کمیٹی کی سودی لین دین والی ملازمت کو جائز ٹھہراتے

ہیں اور مؤذن کی تنخواہ کو ناجائز وہ اجہل ہیں ان کی بات سے پریشان نہیں ہونا چاہئے، مسجد کی خدمت کر کے تنخواہ لینا بلاشبہ جائز اور درست ہے، شراب پینا یا بیچنا حرام ہے اور شراب بیچنے والے کی دکان پر ملازمت کرنا اور اس کی تنخواہ لینا بھی حرام ہے۔ (شامی: ۲۵۱/۵)

﴿۲۳۱۰﴾ سنیما چلانے کے لئے زمین کرایہ پر دینا

سوال: جماعت کی ایک زمین ہے، جسے جماعت ہر سال نیلامی کر کے کرایہ پر دیتی ہے، اور اس کی آمدنی کو مسجد اور مدرسہ کے کام میں استعمال کرتی ہے، اس سال وہ زمین سنیما چلانے کے لئے مانگی گئی ہے۔

اگر یہ زمین سنیما چلانے کے لئے دی جائے تو اس کی آمدنی بہت بڑھ جانے کی امید ہے اور مسجد اور مدرسہ کو بہت فائدہ ہوگا، تو یہ زمین شرعی رو سے سنیما چلانے کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کرایہ سے آنے والی رقم مسجد اور مدرسہ کے کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ زمین جماعت کی نہ ہو کسی کی ذاتی ملکیت کی ہو تو کیا وہ شخص سنیما چلانے کے لئے کرایہ پر دے سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنیما چلانے کے لئے زمین کرایہ پر دینا امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق جائز ہے، البتہ صاحبین کا اختلاف ہے وہ اسے ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل **ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان** ہے، گناہ اور سرکشی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، سنیما چلانے کے لئے زمین کرایہ پر دینا یہ گناہ کے کام میں مدد کرنے کے برابر ہے، اس لئے اس کی آمدنی ناجائز اور حرام ہے۔ لہذا چاہے زمین ذاتی ملکیت کی ہو یا جماعت کی ملکیت ہو سنیما چلانے کے لئے نہ دینا بہتر ہے۔ (درمختار مع الشامی)

﴿۲۳۱۱﴾ کرایہ وصولی کی اجرت

سوال: یہاں ممبئی میں کچھ لوگ اسٹیٹ بروکر کا کام کرتے ہیں، یعنی کمیشن ایجنٹ ہوتے ہیں، اس میں ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص کی عمارت ہوتی ہے وہ کرایہ پر دی ہوئی ہوتی ہے دوسرا اس کی نگرانی کرتا ہے اور کرایا وصول کرتا ہے اور مرمت کی ضرورت ہو تو مرمت کرواتا ہے ،سب خرچ کرایہ کی رقم سے کرتا ہے اور اس پر اسے کمیشن ملتا ہے، کمیشن کرایہ کی رقم سے ہی لینا ہوتا ہے، جو ۵ فی صد یا ۸ فی صد ہوتا ہے، فی صد میں کمیشن ملتا ہے، تو یہ کمیشن کا لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......صورت مسئولہ میں عمارت کی نگرانی، کرایہ کی وصولی اور عمارت کی دیکھ بھال کے لئے اجرت لینا جائز ہے، البتہ اجرت میں کوئی معینہ رقم ہونی چاہئے، فی صد میں اجرت کتنی ہوگی یہ مجہول ہے، کوئی معینہ رقم مقرر کر لی جائے تو جائز ہے اور جتنی آمدنی ہو اس کا کچھ فی صد اجرت کے طور پر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۳۲۶/۳) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۱۲﴾ سرکاری قاعدہ کا سہارا لے کر کام نہ کرنے کے دنوں کی تنخواہ لینا

سوال: حکومت کے قاعدہ کے مطابق امامت کرنے یا بچوں کو دینی تعلیم دلانے کی نیت سے دوسرے ملک سے علماء کو بلانا ہو تو اس عالم کا نام، ماہانہ تنخواہ اور جو شرائط باہم متعین ہوئی ہوں وہ قرارداد میں لکھ کر کمیٹی کے ذمہ داروں کی دستخط کے ساتھ ایک درخواست حکومت کو دینی پڑتی ہے، یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ قرارداد دو یا تین سال کی مدت کا ہی ہوتا ہے۔ حکومت سے اجازت ملنے پر غیر ملک سے عالم آ کر کام کرتا ہے، قرارداد پر آئے ہوئے عالم کی سروس برابر نہ ہو یا کوئی قصور یا غلطی کی وجہ سے انہیں معزول کرنا پڑے تو وہ عالم قرارداد

میں لکھی ہوئی پوری مدت کی تنخواہ مانگتا ہے، جماعت میں جھگڑا اور فساد کروانے اور فرقہ بندی کی سعی کرتا ہے، اگر کامیاب نہیں ہوتا تو کورٹ میں جا کر دعویٰ کر دیتا ہے، حکومت قاعدہ کے مطابق بقیہ مدت کی تنخواہ کمیٹی سے دلواتی ہے اور کمیٹی کو مجبوراً تنخواہ دینا پڑتا ہے۔

اس طرح تین چار علماء نے مسجد اور مدرسہ کے ہزاروں روپے دبا لئے، کام نہ کرنے کے باوجود خود کا قصور ہونے پر بھی حکومت کے قاعدہ کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، ایسے جبراً تنخواہ لینے والے، جھگڑا اور فساد کرنے والے اور کرانے والے، جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے اور مسجد اور مدرسہ کے ہزاروں روپے غلط طریقے سے لینے والے علماء کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر شرعی اصول کے مطابق عالم کی کوتاہی ثابت ہو جائے جس کی وجہ سے قرارداد سے قبل انہیں معزول کیا جائے تو حکومت کے قانون کا سہارا لے کر ملازمت نہ کی ہو ان دنوں کی تنخواہ یا روپے لینا ان کے لئے جائز نہیں ہے، اگر کسی عالم نے ایسے روپے لئے ہوں اور جماعت نے قانونی مجبوری کی وجہ سے دئے ہوں تو انہیں واپس کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۱۴﴾ ملازم کا لیبر کورٹ میں جانا

سوال: زید ایک مدرسہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہا ہے، وہاں کے ذمہ دار حضرات سب مدرسین میں انصاف نہیں کرتے، کئی سالوں سے وہاں کے ذمہ داروں نے اس کی تنخواہ نہیں بڑھائی، دوسرے مدرسین کی تنخواہ میں ہر سال اضافہ ہوتا ہے، مدرسہ کی ہر رعایت میں اس سے قطع نظر کیا جاتا ہے، خود مہتمم کی تنخواہ دوسرے مدرسین سے دوگنا رکھی گئی

ہے، اور وہاں کے ذمہ دار جب رپورٹ مانگتے ہیں تو اس کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتے ہیں، جس کی وجہ سے زید کا ارادہ ہے کہ وہ لیبر کورٹ میں کیس کر دے، اور اپنا حق مانگے، کیا زید کے لئے لیبر کورٹ میں جانا جائز ہے؟ زید بال بچے والا انسان ہے اگر وہ کیس نہ کرے تو کہاں جائے؟ اس کے لئے جائز صورت کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ صورت ''باب الاجارہ'' کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس لئے ملازمت پر رکھتے وقت اجیر اور مستاجر کے درمیان جو ضوابط متعین ہوئے ہوں یا دونوں کی رضامندی سے جو شرائط اور سہولتوں کی کمی اور زیادتی طے ہوئی ہو اس کی پابندی فریقین کے لئے ضروری ہے، سورۂ مائدہ میں ہے: اوفوا بالعقود، عہد کو پورا کرو، اس کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جو جائز شرائط باہم متعین ہوئے ہوں ان کی پابندی فریقین کے لئے واجب اور ضروری ہے۔ (۱۳/۳)۔

سوال میں مذکورہ تفصیل اگر صحیح ہو تو مذکورہ ادارہ میں کام کرنے والے ملازمین کے لئے جو سہولتیں میسر کی جائیں ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کا ہر ملازم کا حق ہے، منتظم یا مہتمم بھی اس ادارہ کا اجیر ہے، مالک نہیں ہے، بیت المال سے ایک مرتبہ کپڑوں کی تقسیم ہوئی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے حصہ میں آیا ہوا کپڑا حضرت عمرؓ کو دے دیا، حضرت عمرؓ وہ کپڑا پہن کر خطبہ دینے کھڑے ہوئے، تو فوراً آپ سے سوال کیا گیا۔ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین کو بھی دوسرے سے زیادہ لینے کا حق نہیں ہے، حق سے زیادہ لینا امانت میں خیانت ہے، دنیا میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو آخرت کے دربار میں تو جواب دینا ہی پڑے گا، ملازمین کے درمیان انصاف رکھنا چاہیئے، انصاف نہ کرنا اور ملازمین کے درمیان

برابری نہ کرنا درست نہیں ہے۔
اب رہا یہ سوال کہ زید اپنے حق کی وصولی کے لئے کیا کرے؟
تو آپس کی بات چیت یا کمیٹی سے فریاد یا لیبر کورٹ میں درخواست دے کر اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔
مذکور ادارہ دینی ہے، ملازمین عالم دین ہیں، اور ہمارے عقیدہ کے مطابق عالم آخرت میں اللہ کے دربار میں ہر ایک حقدار کو جس کا حق دنیا میں ادا نہ کیا ہونے کی کی صورت میں بدلہ دینا لازم ہے، اور وہاں نیکی کی بہت ضرورت ہوگی، اس لئے میرے خیال کے مطابق نا انصافی پر صبر کر کے اخلاص اور استقامت کے ساتھ خدمت کرتے رہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے امید رکھیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۱۴﴾ سرکار سے دوگنی تنخواہ لینا

سوال: سرکاری ملازموں میں سے جس ملازم نے ہڑتال میں حصہ نہیں لیا، اور ملازمت پر آئے تھے، اسے سرکار دوگنی تنخواہ دے رہی ہے تو ان کا دوگنی تنخواہ لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی مرضی سے دوگنی تنخواہ دیتی ہے تو لینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۱۵﴾ مستاجر کے مال سے بقیہ اجرت اس کو بتائے بغیر لے لینا

سوال: میرا ایک دوست ایک عرب کے یہاں ملازمت کے لئے آیا ہوا ہے، اس کا سیٹھ ایک عرب بدو ہے، اس نے میرے دوست کو ۱۲۰۰ ریال تنخواہ دینے کے وعدہ سے بلایا تھا اور یہاں حکومت کے کاغذات میں ۱۵۰۰ ریال کا قرار لکھوایا ہے اور اب وہ بدو میرے

دوست کو ۱۰۰۰ ریال تنخواہ دے رہا ہے۔
میرا دوست مجھ سے پوچھتا ہے کہ میرے سیٹھ کی روزانہ کی آمدنی میرے پاس جمع ہوتی ہے اور روزانہ میں اسے حساب دیتا ہوں، تو اس کی آمدنی سے ۲۰۰ ریال میری تنخواہ کے باقی چوری چھپے (بغیر اس کی اجازت کے) میں لے سکتا ہوں؟ اس لئے کہ وہ روزانہ میرے پاس آٹھ گھنٹہ سے زیادہ کام کرواتا ہے، تو مجھے تنخواہ بھی پوری ملنی چاہئے، اور وہ پوری تنخواہ نہیں دیتا تو مجھے ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اجارہ یعنی مزدوری پر رکھتے وقت اجیر اور مستاجر نے جو کام اور اجرت طے کی ہو اس کے مطابق دونوں کو عمل کرنا چاہئے، کام پورا لینا اور تنخواہ میں کمی کرنا ظلم ہے، اس کا بدلہ دنیا میں ورنہ آخرت میں نیکی کی صورت میں دینا ہوگا، اس لئے سیٹھ کی آمدنی سے ۲۰۰ ریال لے لینے میں بدنامی ہوگی، اس سے بچنا بھی ضروری ہے، اس لئے سیٹھ سے قانوناً پوری تنخواہ کا مطالبہ کیا جائے، اور اگر پھر بھی نہ دے تو اس کے مال میں سے قرار کے مطابق بقیہ رقم لینے سے گناہ نہیں ہوگا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۱۶﴾ ریڈیو مرمت کا پیشہ

سوال: ہم دو بھائی ہیں، بڑا بھائی دکان پر بیٹھتا ہے اور میں ریڈیو مرمت کا کام جانتا ہوں اس لئے ریڈیو مرمت کا کام کرتا ہوں، تو آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ ریڈیو مرمت کا کام از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اس پیشہ میں مجھے بہت سی مرتبہ گاہک سے جھوٹ بولنا پڑتا ہے تو مجھے یہ پیشہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر کرنا چاہئے تو کس طرح؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جھوٹ بولنا یا دھوکہ دینا شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے، اس

سے بچنا ضروری ہے، ریڈیو مرمت کا کام امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق جائز ہے، تاہم کوئی اور پیشہ مل سکتا ہو تو بچنا بہتر ہے۔(شامی:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۱۷﴾ جھوٹ بول کر بے روزگاری بھتہ لینا

سوال: یہاں انگلینڈ میں اگر کوئی شخص بے روزگار ہو تو حکومت اسے بے روزگاری بھتہ دے کر اس کی مدد کرتی ہے، اور یہ مدد اتنی کم ہوتی ہے جس سے مشکل سے گھر چل سکے، اور پھر بھی گھر کا ٹیکس، لائٹ بل، پانی کا بل وغیرہ بھرنے پر بہت کم رقم بچتی ہے، اگر یہ ٹیکس نہ بھرے جائیں تو حکومت قاعدہ کے مطابق جرمانہ نافذ کرتی ہے، اور انسان مصیبت میں مبتلا ہوسکتا ہے ان حالات میں ایمان کا خطرہ اور بال بچوں کے کھانے پینے کے خرچ کی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے کچھ لوگ ان حالات میں مسجد اور مدرسہ میں پارٹ ٹائم دو تین، چار گھنٹے پڑھانے کا کام کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ حکومت کے گریڈ سے بہت کم ہوتی ہے، اگر یہ لوگ اس تنخواہ کی حکومت کو اطلاع دیں تو مسجد اور مدرسہ یا بڑے اداروں پر حکومت ٹیکس، انکم ٹیکس وغیرہ کا قانون نافذ کرتی ہے، ادارہ چلانے میں پھر مصیبت ہوتی ہے، اور جو شخص تنخواہ لے کر ادارہ میں کام کرتا ہے اس کی تنخواہ کے برابر رقم مالی مدد میں سے کم کردی جاتی ہے، تو اس طرح حکومت سے جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بے روزگار بتا کر بے روزگاری وظیفہ لینا جائز ہے؟

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں کی حکومت نے انڈیا پر حکومت کر کے جو ٹیکس لیا تھا وہ رقم یہاں انگلینڈ میں خرچ کی، تو اب ہم اس ٹیکس کی وصول یابی کی نیت سے انگلینڈ کی حکومت سے بے روزگاری کا وظیفہ کی رقم وصول کریں تو جائز ہونا چاہئے۔ اور رہا جھوٹ بولنا تو ہمیں

حکومت نے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا ہے۔
تو ان حالات میں حکومت سے بے روزگاری بھتہ لینا کیسا ہے؟ اگر کوئی عالم ایسا کرے تو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ہر شِق کا مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ صورت کے لئے اولاً یہ جان لینا چاہئے کہ اسلام مذہب میں جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور حکومت کے قوانین جو اسلام کے مخالف نہ ہوں ان کو تسلیم کرنا اور اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔ اور جو بے روزگار ہو اس کو کام تلاش کرنے باوجود کام نہ ملتا ہو تو ان لوگوں کو حکومت کی طرف سے بے روزگاری وظیفہ ملتا ہے اور بہت کم ملتا ہے تو کم پر راضی رہنا چاہئے، دینی واخلاقی اور معاشرتی تنیوں جہتوں سے یہی بہتر ہے۔
آپ نے جو دلیل پیش کی ہے وہ صحیح اور مناسب نہیں ہے، انڈیا میں انگلینڈ کی حکومت نے جو ٹیکس لیا تھا اس کی وصول یابی کی یہ صورت اپنانے کا خیال اور طریقہ صحیح نہیں ہے، البتہ اگر آپ نے خود کچھ روپے ٹیکس میں دئے ہوں اور ان کی بازیابی کی دوسری کوئی صورت نہ ہو اور سوال میں مذکورہ طریقہ سے ہی لیا جا سکتا ہو تو خود دئے ہوئے روپیوں کے بقدر لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۱۸﴾ غلط بیانی سے ریڈیو مرمت کی اجرت لینا

سوال: ریڈیو مرمت میں بعض مرتبہ گاہک سے جھوٹ بولنا پڑتا ہے، ہم اندازاً اجرت بتاتے ہیں، یا یہ چیز بدلنی پڑے گی ایسا کہتے ہیں لیکن بعد میں وہ چیز اچھی نکلنے پر بدلتے نہیں

ہیں، جو چیز خراب ہو وہ بدل کر دوسری ڈالتے ہیں یا کچھ محنت کر کے پوری اجرت لے لیتے ہیں، تو ہمارا یہ معاملہ فقہ کی روشنی میں کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرمت میں جو چیز نئی ڈالی ہو اس کی جو اجرت بنتی ہو وہ لے سکتے ہیں، یا مرمت اور جو بھی چیز خراب ہو اس کے بدلنے کی اجازت لے کر اور اس کی اجرت بتا کر اتنی رقم لے سکتے ہیں، جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے، اور جھوٹ بول کر کاروبار کرنے سے آمدنی پاکیزہ نہیں رہتی، اس لئے کاروبار میں جھوٹ سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۱۹﴾ مستعمل ڈاک ٹکٹ کا دوبارہ استعمال

سوال: بہت سی مرتبہ ہمارے پاس ڈاک آتی ہے، اس کے ہم مالک ہوتے ہیں، اس پر ٹکٹ لگی ہوئی ہوتی ہے، ان ٹکٹوں پر مہر کی سیاہی لگی ہوئی نہیں ہوتی، تو ان ٹکٹوں کو نکال کر ان کو دوبارہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ ہم اس ٹکٹ کے مالک ہیں، اور ڈاک خانہ کی غلطی ہے کہ اس نے ٹکٹ پر مہر نہیں لگائی، اور یہ ہماری غلطی نہیں ہے تو کیا ہم ان کو دوبارہ استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کاغذ یا رسالہ کو متعینہ پتہ تک پہنچانے کی اجرت ڈاک خانہ والے لیتے ہیں اور یہ اجرت ادا کی ہے یا نہیں؟ اس کی رسید کے طور پر یہ ڈاک ٹکٹ لگی ہوئی ہوتی ہے، یعنی یہ ڈاک ٹکٹ فی نفسہ اجرت نہیں ہے بلکہ یہ اجرت کی رسید ہے، تو جب ایک ڈاک ہم تک پہنچ گئی تو اس کی اجرت میں دوسری مرتبہ کام کروانا کہاں سے جائز کہلائے گا؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۲۰﴾ ڈیوٹی کے وقت میں دوسرا کام کرنا، سرکاری کاغذ قلم لوگوں کے کام میں استعمال کرنا

سوال: میرے گاؤں میں لوگوں کی خدمت کے لئے میں سرکاری کاغذ اور قلم اور دوات کا استعمال کرسکتا ہوں؟ اور سرکاری وقت میں میری ذمہ داری ادا کرتے کرتے لوگوں کی مدد کے لئے سرکاری وقت کا استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اور سرکاری چیزوں کو کسی بھی مقصد کے بغیر کسی کو دے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سرکاری چیزوں کو سرکاری کام کے علاوہ دوسرے کسی کام میں استعمال کرنا یا سرکاری مقررہ وقت میں اپنا نجی کام کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۳۲۱﴾ کمپنی سے جبراً گریجویٹی کی رقم لینا

سوال: میں ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازم تھا، میں نے اس میں اٹھارہ سال ملازمت کی ہے، اب گورنمنٹ کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ملازم ۵ سال یا زیادہ وقت گذار کر استعفیٰ دے یا نکال دیا جاوے تو اسے اتنے سالوں کی گریجویٹی دی جاتی ہے، جو ایک معتد بہ رقم ہوتی ہے جب کوئی کارخانہ یا فیکٹری شروع کی جاتی ہے اس وقت گورنمنٹ اور کارخانہ کے مالک کے درمیان قرار ہوتا ہے کہ ملازم کو گریجویٹی، حق چھٹی، بونس اور پی ایف دی جانی چاہئے۔

اب کمپنی والے انکار کررہے ہیں، تو کیا یہ رقم لینا جائز ہے؟ ان کے انکار کرنے کی صورت میں کورٹ میں مقدمہ کیا جا سکتا ہے؟ کچھ لوگ کارخانہ کے مالک کی خوشی کے بغیر رقم لینا ناجائز بتاتے ہیں تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ نے پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت شروع کی اس وقت کمپنی نے آپ سے جس اقرار نامہ پر دستخط کروایا یا یہ کمپنی دوسرے ملازمین کو جو راحت دیتی ہے اسے حاصل کرنے کا آپ کو اختیار ہے، کمپنی والے تنخواہ کے علاوہ دوسری سہولتیں دینے سے انکار کریں تو آپ کو ان کو جبراً لینے کا اختیار نہیں ہے، جو لوگ کمپنی کی رضامندی کے بغیر راحت لینے کو ناجائز بتاتے ہیں وہ صحیح کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۲۲﴾ ٹکٹ لینا باقی رہ جائے تو

سوال: ایک شخص ریلوے اِسٹیشن سے شہری بس (city bus) میں آکر بیٹھا، بس میں بھیڑ بہت تھی، کنڈکٹر اس کے پاس آئے اور اس کو ٹکٹ دے اس سے پہلے ہی ان کو جہاں جانا تھا وہ اِسٹیشن آگیا، کام اہم تھا اس وجہ سے ٹکٹ لئے بغیر ہی وہ اتر گیا، بعد میں خیال آیا کہ بھول سے ٹکٹ لینا رہ گیا تو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......بس میں سفر کرنے کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، اس میں کرایہ ادا کئے جانے پر ٹکٹ دی جاتی ہے، لہٰذا اگر سفر کیا اور مجبوری کی وجہ سے کرایہ ادا کرنا رہ گیا تو اتنی ہی قیمت کی ٹکٹ لے کر اسے پھاڑ دیا جائے یا دوسری بس میں جتنا کرایہ ہوتا ہو اس میں اتنے مزید پیسے دے کر اگر دو ٹکٹ لے لی جائیں تو حق ادا ہو جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۲۳﴾ داخلہ فیس کا حکم

سوال: نئے آنے والے طالب علم سے شروع سال میں داخلہ کے وقت داخلہ فیس لی جاتی ہے کیا یہ داخلہ فیس لینا شرعاً جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ داخلہ فیس کس مقصد سے لی جاتی ہے؟ اسکے بعد کوئی صحیح جواب بتایا جاسکتا ہے اگر داخلہ فارم اور داخلہ کی کارروائی میں ہونے والے خرچ کے لئے لی جاتی ہے یا اجارہ کی کوئی صورت ہے تو لینا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۲۴﴾ ٹیوشن کلاس کا اپریل، مئی کی فیس لینا

سوال: ا...... میں ٹیوشن کلاس میں عصری علوم کی تعلیم دیتا ہوں، اور علمی ادارہ کے عام قاعدہ کے مطابق مکمل سال کی (گرمی کی چھٹیاں بھی شامل ہیں) تعلیمی فیس لی جاتی ہے، مثلاً: اسکول میں مئی میں چھٹیاں ہونے کے باوجود مئی کے مہینہ کی فیس اور رکشا والوں کی فیس وغیرہ عام قاعدہ کے مطابق لی جاتی ہے، لیکن میں احتیاط کے طور پر ٹیوشن آنے والے بچوں سے چھٹیوں کے ماہ (مئی مہینہ) کی فیس نہیں لیتا، لیکن اپریل کے مہینہ میں بھی کچھ طلباء کے امتحانات ۷ اپریل یا ۱۲ اپریل یا ۲۰ اپریل تک ختم ہو جاتے ہیں اس کے بعد طلباء پورا ماہ ٹیوشن کے لئے نہیں آتے تو ایسے طلباء کی اپریل مہینہ کی فیس مکمل لے سکتا ہوں یا نہیں؟

میرے کچھ دوستوں کا کہنا ہے کہ ہم نصاب تعلیم تو مکمل سال کا پورا کرواتے ہیں اس لئے ہم مکمل سال کی فیس کے حقدار ہیں اس لئے اپریل اور مئی کی فیس لینا بھی (جیسا کہ اسکولوں میں لی جاتی ہے) ہمارے لئے (ٹیوشن کلاس کے لئے) جائز ہے۔

۲......ٹیوشن کلاس میں کچھ غیر مذہب کے طلباء بھی تعلیم لینے آتے ہیں، وہ امتحان کے اگلے دن یا ان کی سالگرہ کے دن استاذ کے پیر پڑتے ہیں، انہیں منع کرنے کے باوجود انکی رسم کے مطابق دعاء لینے کے لئے جھک کر پیروں کو ہاتھ لگاتے ہیں ان کی اس حرکت کے

بعد مجھے ہمیشہ دل میں افسوس ہوتا ہے اور سختی سے منع کرنے کو دل چاہتا ہے لیکن ان کے دلی جذبات کو ٹھیس پہنچنے کے ارادہ سے خاموش ہو جاتا ہوں، لیکن ان کے اس عمل سے مجھ میں کوئی تکبر یا بڑائی نہیں آتی تو کیا انہیں ایسا کرنے دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... تعلیمی اداروں میں مکمل سال کی فیس لی جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہاں تعلیمی نصاب اور وقت کی پابندی دونوں چیزیں مدنظر رکھی جاتی ہیں، اور سال کے درمیان ملنے والی چھٹیاں بھی تعلیمی ضرورت میں شمار کر کے ام کی فیس مقرر کی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے ٹیوشن میں تعلیمی نصاب سکھانے اور پڑھانے کی ذمہ داری ہے، اس لئے جب تک نصاب پورا نہیں ہو جاتا وہاں تک کی فیس لینے کے آپ مجاز ہیں، ہفتہ واری چھٹی یا درمیان میں آنے والی چھٹیوں کی فیس لے سکتے ہیں۔

تعلیمی ادارہ اور ٹیوشن کلاسس دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں، اس لئے تعلیمی ادارہ پورے سال کی فیس لینے کے حقدار ہیں، اور ٹیوشن کلاسس میں صرف ٹیوشن کی ہی ذمہ داری ہوتی ہے اس لئے ٹیوشن میں نصاب ختم ہوتے ہی اجرت کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے اس لئے جو طالب علم اپریل، مئی میں ٹیوشن نہ آوے اس سے جبراً فیس لینا جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ، شامی؛ کتاب الاجارہ)۔

والاجير الخاص الذی يستحق الاجرة بتسليم نفسه فی المدة و ان لم يعمل كمن استوجر شهرا للخدمة الخ (ہدایہ اخیرین:۳۱۰)۔

الخاص و هو من يعمل لواحد عملاً موقتا بالتخصيص و يسمى الاجرة بتسليم نفسه الخ (شامی:۹/۹۵)۔

۲...... طالب علم استاذ کا ادب واحترام رکھے، ان سے دعائیں لے انہیں والد کا درجہ دے

اس کی تعلیم ہونی ہی چاہئے، لیکن ادب کا جو طریقہ غیر اختیار کرتے ہیں وہ ہمارے عقیدہ کے مطابق صحیح نہیں ہے اس لئے انہیں آپ کے ساتھ ان کے مطابق عمل کرنے سے سمجھا کر روکا جائے، شاگرد اپنے مشرکانہ اعتقاد کے مطابق آپ سے برتاؤ کرے اور آپ منع نہ کرو اور پسند کرو تو یہ بھی ایمان کو برباد کرنے والا ہے، اگر کسی کو شوگر کی بیماری ہو اور کوئی شخص اسے محبت میں مٹھائی دے تو یہ شخص کیسی محبت سے اسے منع کر دیتا ہے، ایسا ہی یہاں بھی کرنا چاہئے، فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ جس مسلمان نے شرکیہ فعل کی اجازت دی یا اسے پسند کیا یا اس میں تعاون کیا تو یہ بھی گناہ کا کام ہے۔(۳۰۲/۱)۔

الانحناء للسلطان او لغیره مکروه لانه یشبه فعل المجوس۔ (عالمگیری: ۳۶۹/۵)۔

و ذکر شیخ الاسلام ان الرضا بکفر غیره انما یکون کفرا اذا کان یستجیزه و یستحسنه (شرح فقہ اکبر، فصل فی الکفر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل

﴿۲۳۲۵﴾ میونسی پالٹی کی طرف سے دی جانے والی پانی کی لائن میں آدھے انچ کی جگہ ایک انچ کا کنیشکن کردینا

سوال: میں مسجد کا متولی ہوں ایک مسئلہ میں آپ سے رہبری چاہتا ہوں، ہماری مسجد میں وضو کا حوض ہے، اس حوض میں پانی بھرنے کے لئے بورنگ کروایا ہے اور ساتھ میں میونسی پالٹی کی لائن میں ایک انچ کا کنیکشن بھی کروایا ہے، لیکن اسکی اجازت میونسی پالٹی سے نہیں لی ہے اور اسکا اندراج بھی نہیں کروایا، اس لئے یہ کنیکشن ہم نے بند رکھا ہوا ہے اور مسجد ہی کا دوسرا کنیکشن آدھے انچ کا ہے جو میونسی پالٹی میں درج کرواکر باقاعدہ طریقہ سے لیا ہے اس سے پانی بھرتے ہیں۔

اور اس مسجد کی دوسری دو ملکیتیں ہیں، ان میں بھی آدھے آدھے انچ کے دو کنیکشن ہیں، لیکن یہ دونوں ملکیتیں بندہ ہیں، کوئی استعمال میں نہیں آتی، اور مسجد کو ہر سال ان کا پانی کا ٹیکس بھرنا ہی پڑتا ہے، حالانکہ ان دونوں ملکیتیں کے بند ہونے کی وجہ سے پانی کا استعمال بالکل نہیں ہے۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں ملکیتیں کے آدھے آدھے انچ کے ٹیکس میں ہم جو روپے بھرتے ہیں اسے ہم نے جو ایک انچ کا کنیشکن کیا ہوا ہے اس کا ٹیکس سمجھ کر اس ایک انچ والے کنیکشن کو جاری کردیں، اور ان دو ملکیتوں کے پانیوں کے ٹیکس کو اس ایک انچ والے کنیکشن کا ٹیکس سمجھ لیں تو ایسا کرنا ازروئے شرع جائز کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میونسی پالٹی پانی کا ذخیرہ کرتی ہے اور اسکی پاکی وصفائی

کا انتظام کرتی ہے اور میونسی پالٹی کی حد میں بودو باش رکھنے والوں کو پانی مہیا کرتی ہے، اور اس پانی کے استعمال پر وہ پانی کے ٹیکس کے نام سے روپے لیتی ہے، لہذا آپ نے مسجد میں آدھے انچ کا کنیکشن لیا ہے اور اس کے روپے جمع کرواتے ہو تو وہ پانی استعمال کرنا جائز ہے، اور مسجد کے مکان کے دو کنیکشن ہیں وہاں پانی کا استعمال نہیں ہوتا تو وہ کنیکشن بند کروائے جا سکتے ہیں، لیکن وہاں استعمال نہ کرتے ہوئے مسجد کا کنیکشن آدھے انچ کے بجائے ایک یا ڈیڑھ انچ کا بغیر اجازت کر دینا اور اس سے پانی لینا جائز نہیں ہے۔

﴿۲۳۲۶﴾ میٹر بند کر کے بجلی کی چوری کرنے کا حکم

سوال: آج بہت سے لوگ سرکاری لائٹ کے میٹر میں کچھ ایسا کام کرتے ہیں جسکی وجہ سے میٹر گھومتا نہیں ہے مگر لائٹ جاری رہتی ہے اسکا لوگوں کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جتنی بجلی جلی ہے اتنا بل نہیں آتا ہے بلکہ بہت کم آتا ہے اسکا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لائٹ کے لئے جتنی بجلی کا استعمال کیا اسکا میٹر سے پتا چلتا ہے اور جتنی بجلی استعمال کی اسکے حساب سے روپے دینے ہوتے ہیں اب اس میں ایسی صورتیں پیدا کرنا کہ بجلی تو حاصل کرتے رہیں اور اس سے انتفاع بھی کریں مگر میٹر بند کر دیا جائے یا سست کر دیا جائے تا کہ بجلی کا استعمال کم معلوم ہو اور قیمت کم ادا کرنی پڑے یہ نا جائز اور چوری ہے اسلام میں ایسی چوری کی بھی اجازت نہیں ہے، یہ حقوق العباد کے قبیل سے ہے یہاں بچ جائیں گے تو اللہ جل شانہ کے دربار میں نیکیوں کے عوض میں ادا کرنا پڑیگا۔

﴿۲۳۲۷﴾ چوری کی بجلی سے کھینچا ہوا پانی پینا

سوال: چوری کی ہوئی بجلی سے کھینچا ہوا پانی دوسرے کے گھر پینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گناہ کا کام کرنا چاہے وہ اخلاقاً معصیت ہو یا قانوناً معصیت ہو مسلمان کی شان کے خلاف ہے، اور مسلمان کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے، اس لئے کہ ہر عمل کا اللہ کے یہاں جواب دینا پڑیگا، تاہم اگر کوئی بجلی کی چوری کرے اور اس سے پانی کھینچے تو اس کی وجہ سے پانی ناپاک یا حرام نہیں ہو جاتا اس لئے وہ پانی پینا جائز ہے۔

﴿۲۳۲۸﴾ میونسی پالٹی کی لائن میں ناجائز کنیکشن کر کے پانی لینا

سوال: ہمارے یہاں عام طور پر پانی کا کنیکشن جو لیا جاتا ہے تو میونسی پالٹی میں نام درج کروا کر اور اطلاع دے کر کنیکشن لیا جاتا ہے، لیکن کچھ لوگ میونسی پالٹی کو اطلاع دئے بغیر اور نام درج کروائے بغیر اپنا کنیکشن جوڑ دیتے ہیں، تو اس طرح پانی حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میونسی پالٹی پانی کا ذخیرہ کر کے اور اس کی صفائی وغیرہ کر کے اپنے قبضہ میں کر کے جو لوگ روپئے یا بل ادا کرتے ہیں انہیں دیتی ہے، اور جو لوگ کنیکشن لیتے ہیں ان سے روپے وصول کرتی ہے، لہذا بغیر اجازت کہ میونسی پالٹی کی لائن میں ناجائز کنیکشن کر کے پانی لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۲۹﴾ میونسی پالٹی کی طرف سے دی جانے والی پانی کی لائن میں آدھے انچ کی جگہ ایک انچ کا کنیشکن کر دینا

سوال: میں مسجد کا متولی ہوں ایک مسئلہ میں آپ سے رہبری چاہتا ہوں، ہماری مسجد میں وضو کا حوض ہے، اس حوض میں پانی بھرنے کے لئے بورنگ کروایا ہے اور ساتھ میں میونسی پالٹی کی لائن میں ایک انچ کا کنیکشن بھی کروایا ہے، لیکن اسکی اجازت میونسی پالٹی سے نہیں لی

ہے اور اسکا اندراج بھی نہیں کروایا، اس لئے یہ کنیکشن ہم نے بند رکھا ہوا ہے اور مسجد ہی کا دوسرا کنیکشن آدھے انچ کا ہے جو میونسی پالٹی میں درج کروا کر باقاعدہ طریقہ سے لیا ہے اس سے پانی بھرتے ہیں۔

اور اس مسجد کی دوسری دو ملکیتیں ہیں، ان میں بھی آدھے آدھے انچ کے دو کنیکشن ہیں، لیکن یہ دونوں ملکیتیں بندہ ہیں، کوئی استعمال میں نہیں آتی، اور مسجد کو ہر سال ان کا پانی کا ٹیکس بھرنا ہی پڑتا ہے، حالانکہ ان دونوں ملکیتیں کے بند ہونے کی وجہ سے پانی کا استعمال بالکل نہیں ہے۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں ملکیتیں کے آدھے آدھے انچ کے ٹیکس میں ہم جو روپے بھرتے ہیں اسے ہم نے جو ایک انچ کا کنیشکن کیا ہوا ہے اس کا ٹیکس سمجھ کر اس ایک انچ والے کنیکشن کو جاری کردیں، اور ان دو ملکیتوں کے پانیوں کے ٹیکس کو اس ایک انچ والے کنیکشن کا ٹیکس سمجھ لیں تو ایسا کرنا ازروئے شرع جائز کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میونسی پالٹی پانی کا ذخیرہ کرتی ہے اور اسکی پاکی وصفائی کا انتظام کرتی ہے اور میونسی پالٹی کی حد میں بودوباش رکھنے والوں کو پانی مہیا کرتی ہے، اور اس پانی کے استعمال پر وہ پانی کے ٹیکس کے نام سے روپے لیتی ہے، لہذا آپ نے مسجد میں آدھے انچ کا کنیکشن لیا ہے اور اس کے روپے جمع کرواتے ہو تو وہ پانی استعمال کرنا جائز ہے، اور مسجد کے مکان کے دو کنیکشن ہیں وہاں پانی کا استعمال نہیں ہوتا تو وہ کنیکشن بند کروائے جاسکتے ہیں، لیکن وہاں استعمال نہ کرتے ہوئے مسجد کا کنیکشن آدھے انچ کے بجائے ایک یا ڈیڑھ انچ کا بغیر اجازت کردینا اور اس سے پانی لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

فصل

﴿۲۳۳۰﴾ حکومت کو دھوکہ میں رکھ کر بے روزگاری کا وظیفہ لینا

سوال: یہاں انگلینڈ میں کوئی شخص بے روزگار ہو تو حکومت اسے مالی مدد کرتی ہے، لیکن اس مالی مدد کے لینے سے قبل یا اس زمرہ میں شامل ہونے کے لئے کچھ کارروائیوں سے گذرنا پڑتا ہے، اور اس کارروائی کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ آپ کام کرنے کے قابل ہیں یا نہیں؟ یہ دیکھا جاتا ہے، اور حکومت کوئی کام بتائے تو اس کام کے لئے جانا پڑتا ہے، اگر اتفاق سے کارخانہ والا نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں (اور کام پر رکھ لے تو کام کرنا پڑتا ہے اور خود کام کرنے سے منع کرے تو بے روزگاری کا وظیفہ نہیں ملتا)۔

نیز دوسری کارروائی میں یہ ہوتا ہے کہ خود کی اور بیوی کی دوسری کوئی آمدنی نہیں ہے یہ بتانا پڑتا ہے اور اخیر میں حلف نامہ بنانا پڑتا ہے کہ اگر میری کوئی دوسری آمدنی جاری ہوگی تو میں فوراً اس کی اطلاع حکومت کو کروں گا، اور اس حلف نامہ پر اس شخص کی دستخط ہوتی ہے اس کے بعد ہی مالی مدد ملتی ہے۔

تو اب میرا سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص پہلے سے کوئی کام کرتا ہے یعنی بے روزگار نہیں ہے اور وہ جھوٹ بول کر حکومت سے مالی مدد (بے روزگاری کی مدد) لیتا ہے یا بعد میں کام پر لگتا ہے اور حکومت کو نہیں بتاتا تو اس طرح حکومت سے بیروزگاری بھتہ لینا شریعت کے قاعدہ سے صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کوئی عالم ایسا کرے تو اس عالم کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر اس طرح بے روزگاری کا وظیفہ لینے والے شخص کو کوئی مدرسہ والا ملازمت پر رکھ لے اور ہر ہفتہ اسے تنخواہ کے طور پر نہیں بلکہ ہدیہ کے طور پر غیر متعین رقم کم اور زیادہ دی

جائے یا مہینہ میں ایک مرتبہ ہدیہ کے طور پر کچھ رقم دی جائے تو بے روزگاری کی دستخط کرنے والے شخص کے لئے کوئی گنجائش ہو سکتی ہے یا نہیں؟

کچھ لوگ انگلینڈ کو دارالحرب بتا کر حربیوں سے کسی بھی طریقہ سے مال لینے کے جواز کی آڑ میں یہ مالی مدد لینا جائز سمجھتے ہیں (چاہے وہ بے روزگار نہ ہوں) تو کیا مسلمان مستامن کے لئے اس طرح کی مالی مدد لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا معاہدہ کی پابندی نہ کرنا جائز نہیں ہے، اوراس طریقہ سے حاصل کیا ہوا مال طیب اور پاکیزہ نہیں کہلاتا، لہذا جھوٹ بول کر یا دھوکہ دے کر یا حکومت کو دھوکہ میں رکھ کر مالی مدد لینا شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے۔

(۲) تنخواہ نہ دے کر ہدیۃً دی جانے والی رقم میں اول یہ مقرر کر لینا چاہئے کہ اس کا صرف نام ہدیہ کا ہے یا حقیقت میں یہ ہدیہ ہے، اگر معاوضہ یا مزدوری کے طور پر یہ رقم دی جاتی ہو تو صرف نام ہدیہ رکھ لینے سے ہدیہ نہیں کہلائے گا، اور کچھ لوگوں کے کہنے کے مطابق بے روزگاری کا مالی تعاون لینے والے شخص کو ہدیہ بھی بتانا پڑتا ہے تو اس صورت میں ملنے والی ہدیہ کی رقم بھی ظاہر کرنی پڑے گی۔

دارالحرب میں بھی دھوکہ دے کر یا جھوٹ بول کر مال لینا جائز نہیں ہے، اور انگلینڈ کا دار الحرب ہونا بھی اجماعی مسئلہ نہیں ہے اس لئے دارالحرب سمجھ کر بھی یہ فائدہ نہیں لے سکتے، اور اگر انگلینڈ کو دارالحرب سمجھتے ہوں تو دارالحرب میں رہنا بھی ایک قابل غور مسئلہ ہے۔

﴿۲۳۳۱﴾ پارٹ ٹائم ملازمت کرنے والے کا بیکاری بھتہ لینا

سوال: یہاں یو.کے. میں حکومت کی طرف سے بے روزگاروں کو وظیفہ ملتا ہے، اس طرح

کے ہر دو ہفتہ میں ایک فارم پر دستخط کرنی پڑتی ہے جس میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ میں بے روزگار ہوں اور میرے پاس کوئی کام نہیں ہے اور میری کوئی دوسری آمدنی بھی نہیں ہے، تو حکومت ایسے لوگوں کو وظیفہ دیتی ہے، اب ان میں سے کچھ لوگ پارٹ ٹائم کام کرتے ہیں، کسی مدرسہ میں پڑھاتے ہیں یا کوئی اور کام کرتے ہیں اور مدرسہ میں پارٹ ٹائم کے ہفتہ کے متعینہ ۱۵ پاؤنڈ ملتے ہیں، لیکن فارم پر دستخط کرتے وقت اس کا ذکر نہیں کیا جاتا اس لئے کہ ذکر کرنے میں وظیفہ سے اتنی رقم کم ہو کر ملے گی۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ دوسری جگہ کام کر کے ۱۵ پاؤنڈ ہفتہ کے ملتے ہیں اس کا ذکر نہ کر کے فارم بھر کر وظیفہ لینا صحیح ہے؟ اور جھوٹ بولنے والا گنہگار کہلائے گا یا نہیں؟ اور یہ رقم حلال کہلائے گی یا حرام؟

نوٹ: یہ وبا اس ملک میں عام ہے، حکومت کو بھی اس کا علم ہے، البتہ کسی شخص کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہو تو اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے اور کچھ مدت کے لئے بھتہ بند کر دیا جاتا ہے۔

اور پارٹ ٹائم کام کی اطلاع دینے میں مسجد اور مدرسہ کی کمیٹی کو پورا حساب بتانا پڑتا ہے، اور ٹیکس کی مصیبت میں پھنسنا پڑتا ہے، یہی حالت چھوٹی دکانوں اور کارخانوں کی ہے اس لئے وہاں کے مالک پارٹ ٹائم کام کرنے والوں کو لیبر آفس میں اطلاع دینے سے منع کرتے ہیں، مسجد اور مدرسہ کی کمیٹی باقاعدہ حساب رکھ کر پوری جانکاری حکومت کو دے تو بچوں کو تعلیم دینے والے مدرس ملنے مشکل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کے بے روزگاری کے مالی معاون میں اتنے روپے کم ملتے ہیں دونوں طرف کی تکلیفوں کو پیش نظر رکھ کر کوئی صحیح

حل بتانے کی گذارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں حکومت کی طرف سے ملنے والا بے روزگاری بھتہ (وظیفہ) یہ حکومت کی طرف سے احسان ہے کہ جس شخص کے روزگار کا کوئی ذریعہ نہ ہو وہ اس رقم سے اپنا گذر بسر چلا سکے، اور اس رعایت کے حقداروں کے لئے حکومت نے کچھ شرائط مقرر کئے ہیں ان شرائط کی پابندی اس رعایت کے لینے والے کے لئے ضروری ہے۔

ان شرائط کی پابندی کی وجہ سے اگر کوئی رعایت لینے والا پارٹ ٹائم ملازمت کرتا ہے تو اسے اس کی اطلاع حکومت کو کرنا ضروری ہے،، غلط حقیقت بتلا کر رقم لینا جائز نہیں ہے، اور جھوٹ بولنے کا بھی گناہ ہوگا اور جو شخص جھوٹ بول کر وظیفہ لے گا تو اس کے لئے وہ رقم طیب اور پاکیزہ نہیں کہلائے گی، اس لئے اس میں برکت نہیں ہوگی، نیز حکومت کو علم ہونے پر اگر حکومت کوئی سزا نافذ کرے تو اس سے اسلام اور مسلمان دونوں کی بدنامی ہوگی، اس بدنامی اور توہین سے بچنا بھی ضروری ہے، اس لئے مسلمانوں کو جھوٹ اور دھوکہ دہی وغیرہ غلط طریقوں کے اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔

مسجد اور مدرسہ کمیٹی ایسا کرنے پر زور دیتی ہو تب بھی خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی تابعداری نہیں کرنی چاہئے۔ **لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۳۲﴾ سفر بھتہ میں سفر خرچ سے زائد رقم لینا

سوال: سرکاری ملازم کو پانچ میل سے زیادہ دور جانے پر سفر کا بھتہ دیا جاتا ہے، اس سفر کے بھتہ کی رقم سے سفر خرچ نکالنے کے بعد بھی کبھی کچھ رقم بچ جاتی ہے، تو حکومت نے

جو پوری رقم سفر خرچ کے نام سے دی ہے اس کا لینا کیسا ہے؟ اور سفر سے واپس آ کر حساب دینا پڑتا ہے کہ میں نے اتنے روپے خرچ کئے، اور حساب میں زیادہ رقم بتائی جاتی ہے، حالانکہ اتنی رقم خرچ نہیں ہوئی ہوتی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سرکاری ملازم کو کچھ میل کے سفر پر جانے سے سفر بھتہ دیا جاتا ہے تو سفر میں جتنا خرچ ہوا ہو اتنی ہی رقم لینا اس کے لئے جائز ہے، جھوٹ بول کر زائد رقم لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۳۳﴾ بیماری بھتہ لینا

سوال: یہاں انگلینڈ میں بیماری کی وجہ سے کمزوری بھتہ ملتا ہے، کچھ وقت کے بعد یہ ملنا بند ہو جاتا ہے، اس کے بعد دوسرا فنڈ مریضوں، بے روزگاروں اور بے سہاروں کے لئے ہے، اس میں سے انسان کی ضرورت کے مطابق خرچ حکومت کی طرف سے ملتا ہے، تو کسی شخص کے پاس بینک میں روپے جمع ہونے کے باوجود حکومت سے امداد لینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حکومت کو معلوم ہو کہ اس شخص کے پاس روپے بینک میں جمع ہیں اور اس کی مالی حالت بہتر ہے اس کے باوجود کمزوری بھتہ یا ایسے ہی کسی دوسرے فنڈ سے امداد کرے تو اس کے لینے میں کچھ حرج نہیں ہے، اپنے آپ کو غلط طریقہ سے محتاج اور بے روزگار ظاہر کر کے لینا جائز نہیں ہے، نیز کام کرنے کی قدرت ہونے کے باوجود بیماری کے بہانے سے کام نہ کر کے مذکورہ مدد لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۳۴﴾ بیماری کا غلط سرٹیفکیٹ بنوا کر بھتہ لینا

سوال: یہاں یو.کے. میں بہت سے ہمارے بھائی ہیں جو ڈاکٹروں سے غلط سرٹیفکیٹ

لکھوا کر اپنے آپ کو بیمار ظاہر کر کے ملازمت پر نہیں جاتے، اور لیبر آفس سے مدد لے کر گذر بسر چلاتے ہیں، تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام دھوکہ دہی کو بالکل پسند نہیں کرتا، حدیث شریف میں دھوکہ دینے والے کے لئے سخت الفاظ میں وعید بیان کر کے اس فعل سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے، اس لئے بیمار نہ ہونے کے باوجود غلط سٹیفکیٹ بنوا کر دھوکہ سے راحت فنڈ لینا جائز نہیں ہے، اور ایسی آمدنی بھی پاکیزہ نہیں کہلاتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۳۵﴾ کار ڈرائیونگ کی ملازمت میں عورتوں کو ہاتھ لگتا ہے تو کیا یہ ملازمت جائز ہے؟

سوال: یہاں کچھ لوگ کار ڈرائیونگ سکھاتے ہیں، کچھ مسلمان بھی کار ڈرائیونگ سکھاتے ہیں، بعض مرتبہ لڑکیاں کار سکھنے آتی ہیں اور سکھاتے وقت ان کے بغل میں بیٹھنا پڑتا ہے، اور سکھاتے وقت ان کو ہاتھ پکڑ کر سکھانا پڑتا ہے اور بدن کے دوسرے حصوں کو بھی ہاتھ لگ جاتا ہے، لڑکیوں نے آدھے ننگے، چست اور کھلے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں، تو ایسی ملازمت یا پیشہ کے متعلق شریعت کی کیا رہنمائی ہے؟ اور جو ملازمت کر رہے ہیں انہیں یہ ملازمت چھوڑ دینی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حلال اور پاکیزہ روزی کا تلاش کرنا ضروری ہے، اور جب ایسی کوئی ملازمت یا آمدنی کا ذریعہ مل جائے تو یہ ملازمت چھوڑ دینی چاہئے، اور جب تک ایسی کوئی ملازمت یا آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے وہاں تک یہ ملازمت جاری رکھے، حتی الامکان ہاتھ اور نظر کی حفاظت اور دل کی نگرانی کے ساتھ خوف خدا کو پیش نظر رکھتے ہوئے

کام کرتا رہے، اور توبہ بھی کرتا رہے، قرآن پاک میں ہے: **و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا، و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔** جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے کوئی راستہ ضرور نکالتے ہیں، اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۳۶﴾ کیا عورت کی آمدنی حلال ہے؟

سوال: کیا عورت کی آمدنی حلال ہے یا حرام؟

کنیڈا جیسے ملک میں لوگوں کی مالی حالت خراب ہے، اور ان ملکوں کی مہنگائی اور گھر کا کرایہ وغیرہ اخراجات کی وجہ سے صرف مردوں کی آمدنی پر گھر نہیں چلتا اس لئے وہاں عورتوں کو بھی گھر کے اخراجات پورا کرنے کے لئے کام کرنا پڑتا ہے، کنیڈا جیسے ملکوں میں عورتیں عورتوں کے ساتھ ہی کام کرتی ہیں، اور صرف عورتوں کے کارخانہ میں ہی، البتہ دیکھ بھال اور منیجمنٹ مرد ہی کا ہوتا ہے، یعنی عورتوں کے کارخانہ میں مرد منیجر ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ عورت نے ملازمت کر کے جو روپے کمائے ہیں ان روپیوں سے وہ حج میں جانا چاہے تو جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور عورت کے ان روپیوں میں زکوۃ فرض ہوگی یا نہیں؟

ساؤتھ افریقہ اور ری یونین وغیرہ ملکوں میں عورتیں ہی دکان پر کام کرتی ہیں، اور ان عورتوں سے ہمارے یہاں کے علماء چندہ بھی لیتے ہیں یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ کنیڈا جیسے ملک میں عورتیں بال کھلے رکھ کر کام کرتی ہیں، ایک معتبر شخص کا کہنا ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں گجرات میں عورتیں سبزی اور دیگر گھریلو چیزیں خریدنے کے لئے بازار جاتی ہیں اور ہم ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتے ہیں تو یہ بھی اسی طرح ہے، اس لئے یہ روپے حرام نہیں ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اسلام مذہب کی مقدس تعلیمات میں عورتوں کے لئے خاص حقوق اور احترام کا حق اور اسلامی پردے کے احکام بیان کئے گئے ہیں، اگر کوئی عورت ان احکام کی پابندی کے ساتھ کام کرتی ہے تو جائز اور حلال ہے، اور جو عورت ان احکام کی پابندی نہیں کرتی، بے پردگی اور غیر مردوں سے اختلاط کے ساتھ ملازمت کرتی ہے تو وہ بے پردگی کے گناہ کے ساتھ حدیث شریف میں وارد وعید کی بھی مستحق بنتی ہے، اس لئے ایسی آمدنی حلال ہو تو بھی برکت والی اور پاکیزہ نہیں رہتی اور اس عورت کے اولیاء بھی کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته کے تحت گنہگار ہوں گے۔

یہ آمدنی حلال ہونے کی وجہ سے ان روپیوں سے حج، زکوۃ وغیرہ ادا کیا جا سکتا ہے، البتہ مسلمان عورت کو ایسی ملازمت سے ایسے فتنہ کے دور میں بچنا چاہئے، اور مردوں کو بھی اس سے روکنا چاہئے، عورت کے گذر بسر کا خرچ شریعت نے مردوں پر رکھا ہے عورتوں پر نہیں، اس لئے عورتوں کو اللہ کا گنہگار نہیں بننا چاہئے۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۳۷﴾ عورت کا ملازمت کرنا

سوال: ہم یورپ میں یہاں کے اصل باشندوں کے درمیان رہتے ہیں، اس لئے ان کے اخلاق وطور طریق کا ہم پر کافی اثر ہو گیا ہے، فیشن پرستی و دیگر قباحتیں ہمارے اندر گھر کر گئی ہیں البتہ مسلمان نوجوان لڑکی آج تک ملازمت کے لئے نہیں گئی، لیکن گذشتہ ماہ ایک نوجوان لڑکی نے (جس کے والدین کی مالی حالت بہتر ہے اور کوئی مجبوری بھی نہیں ہے، پھر بھی) بے پردہ سرکاری دفتر میں جہاں نمازیں قضا ہوتی ہیں اور طہارت کا بھی مکمل انتظام نہیں ہوتا، ملازمت شروع کی ہے۔ اور اس کی دیکھا دیکھی دوسری عورتیں بھی ملازمت

شروع کریں گی اس کا امکان ہے، لہذا پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح بے پردہ ملازمت پر جانے والی لڑکی کی آمدنی اسلام میں حلال ہے یا حرام؟ سننے میں آیا ہے کہ ایک مولانا صاحب نے اسے حلال بتایا ہے، لہذا اس کا صحیح حکم بتا کر مشکور فرمائیں؟ نیز اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ عورتوں کا بے پردہ دکانوں میں کھڑے ہو کر تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہمارے اسلام مذہب میں مردوں اور عورتوں کے لئے خاص حدود اور پابندیاں اللہ جل شانہ اور رسول پاک ﷺ نے بتائی ہیں، اور ہمارے لئے ان کی اتباع کرنا اور ان پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اب کوئی عورت بے پردگی اور نمازوں کے قضا کرنے کے ساتھ اور پرائے مردوں سے اختلاط ہو ایسا کوئی کام کرے تو حدیث شریف میں اس کے لئے سخت وعید بیان کی گئی ہے، اور ایسا کرنا قرآنی حکم کی نافرمانی ہے، لہذا ایسی ملازمت کرنا حرام اور اس کی آمدنی پاکیزہ اور حلال نہیں کہلائے گی، اور اگر شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے کوئی کام کر کے آمدنی حاصل کرے تو وہ پاکیزہ اور حلال کہلائے گی، صحابہؓ اور تابعینؒ اور فقہاءؒ مسجد میں فرض نماز کے لئے عورتوں کے آنے سے منع کرتے تھے، اور جب کہ حج جیسی اہم عبادت کے لئے تنہا سفر کرنا عورت کے لئے جائز نہیں ہے تو سوال میں مذکورہ حالت میں دفتر یا کارخانہ میں ملازمت کے لئے جانا کہاں سے جائز کہلائے گا؟ اور جو مرد اور محرم اپنی عورتوں کو ایسے حرام فعل سے منع نہیں کرتے بلکہ حوصلہ دیتے ہیں انہیں حدیث پاک میں دیوث کہا گیا ہے۔

﴿۲۳۳۸﴾ حکومت سے وظیفہ لینا کیسا ہے؟

سوال: میں آپ کا احسان مند ہوں گا اگر آپ مندرجہ ذیل امر پر تبصرہ فرمائیں۔

یو.کے. میں تقریباً بیس لاکھ بے روزگار پائے جاتے ہیں، اور ان کے رفاہ عام کے لئے کروڑں پاؤنڈ ہر سال دئے جاتے ہیں۔ یہ جاننے کے لئے میں مشتاق ہوں کہ کس طرح یہ رقم مہیا کی جاتی ہے۔ کیا میں اپنے اس قیاس میں درست ہوں کہ وزیر خزانہ کو ان اخراجات کے برداشت کرنے کے لئے قرض لینا پڑتا ہے۔

کیونکہ وہ لوگ جو برسر روزگار ہیں ان کی تنخواہ میں سے ٹیکس کی صورت میں لی جانے والی رقم اتنی نہیں ہوتی کہ وہ اس خطیر اخراجات کو برداشت کر سکے۔ اور بے روزگار لوگوں کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ انہیں جو رقم ملتی ہے وہ دراصل پس انداز کی ہوئی وہ رقم ہے جو ٹیکس انہوں نے برسر روزگار ہونے کی شکل میں ادا کیا تھا۔ میرے خیال میں بے بروزگاروں کا یہ خیال درست نہیں! براہ کرم اس امر پر کچھ روشنی ڈالیں۔

بچوں کی پرورش کے لئے جو رقم دی جاتی ہے اس کے سلسلے میں بھی کلام ہے۔ اکثر کا یہ یقین ہے کہ وہ حضرات جنہیں یہاں کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور نئے تارکین وطن جنہوں نے ایک پائی بھی ٹیکس میں ادا نہیں کی ہے وہ بچوں کی پرورش کی رقم وصول کرتے ہیں جیسے ہی وہ اس ملک میں آتے ہیں۔ ان میں اکثریت ان والدین کی ہیں جو بے روز گار ہیں۔ اور چند وجوہات کی بنا پر بے روزگار رہتے ہیں۔ وہ یقیناً سماج پر ایک بوجھ ہیں۔ اس مد میں پیسے کہاں سے آتے ہیں؟ کیا مذکورہ رقم (بچوں کی پرورش کی رقم) سود سے قرض لی گئی رقم سے ملتے ہیں؟

اس خط کے تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس سلسلے میں مسلمانوں کی کیا حیثیت ہے؟ کیونکہ ایسی رقم سے مدد کرنا جو سود پر لی گئی ہو اسلام میں جائز نہیں؟ آپ کا

جواب قابل ستائش ہوگا۔

آپ کا مخلص......

عزیزم مسٹر سائل

آپ کا ۹ رجولائی کا خط...............کے نام سے ملا۔ شکریہ!

جیسے کہ آپ کے علم میں ہے کہ وزیر کے نام بہت سے خطوط آتے ہیں۔اس موقع پر مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس کا جواب دوں۔

بے روزگاروں کی مدد ملکی انشورنس کی مد میں سے ہے، ایسی مدد ملکی انشورنس سے کی جاتی ہے ۔جو پیسہ برسر روزگار لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں روزگار دیا ہے اور ان لوگوں نے جو ٹیکس دیا ہے اس سے دیا جاتا ہے۔اس مد میں مزید رقم ''مستحکم'' مد سے لی جاتی ہے۔

بچوں کی پرورش کے لئے رقم اور مزید برآں کی رقم حکومت کی آمدنی سے منہا کیا جاتا ہے۔

حکومت کی آمدنی کی رقم کا بیشتر حصہ مختلف ٹیکسوں کی وصولی، محصول، نفع ، سامان اور خدمات سے ہوتا ہے۔ان کے ساتھ ساتھ کچھ قرض ضروری ہوتا ہے جو باؤنڈ اور تحفیظ کی شکل میں ہوتا ہے۔جس میں سود کی ادائیگی ہوتی ہے۔ میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ حکومت کی آمدنی میں اس کا حصہ بہت قلیل مقدار میں ہوتا ہے۔حکومت کی اصولی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسے ممکن حد تک کم سے کم کیا جائے۔

ایک خاص قسم کی مد میں رقم کس خاص مد سے لیا جاتا ہے اس کا یقین دلانا ممکن نہیں۔حکومت اس بات کو ترجیح دیتی ہے کہ جملہ آمدنی اور اخراجات میں مساوات ہو۔ایک خاص آمدنی ایک خاص خرچ (مد) میں صرف نہیں ہوتی۔

میں معافی چاہتا ہوں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کے سوالات کا جواب خصوصی حد تک دیا جا سکے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ یہ خط معاون ثابت ہوگا۔ آپ کا مخلص

حضرت مولانا مفتی صاحب السلام علیکم

ایک خط میں نے حکومت کے وزیر کو لکھا تھا اور اس کا جو جواب موصول ہوا ہے انگریزی میں حاضر خدمت ہے۔ (اور ترجمہ آسانی کے لئے اردو میں دیا گیا ہے)

برائے کرم اس مسئلہ میں جس میں سود کی رقم مخلوط ہو، کیا ایک مسلمان کے لئے اس کا لینا جائز ہے؟ اسلامی نقطہ نظر سے اس کی وضاحت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام ۷؍فروری ۱۹۸۹ء

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن پاک کے ارشاد اور مسلمانوں کے سچے عقیدے کے مطابق ہر ایک جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے مطابق کم وبیش ہر ایک کو رزق پہنچاتا ہے۔ یہ انسان کے عمل اور اختیار میں ہے کہ حلال طریقہ سے حاصل کرے یا حرام راستہ سے وصول کرے۔ اس لئے ہر ایک کے ذمہ لازم ہے کہ حلال رزق حاصل کرے۔ اور حلال رزق حاصل کرنے کو عبادت اور جہاد کی فضیلت میں شمار کیا گیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوانح حیات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محنت مزدوری کر کے زندگی گذارتے تھے۔ اور خود بھوکے رہ کر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ کسی دوسرے کے رحم وکرم پر یا خیراتی ادارہ کی خیرات اور رحم وکرم پر زندگی نہیں گذاتے تھے۔ اسی وجہ سے سوال کرنے یعنی خیرات اور امداد مانگنے پر حدیث شریف میں وعید بیان

کی گئی ہے۔ مسلمان کی شان دوسروں کو دینے میں ہے، دوسروں سے مانگنے میں نہیں!
یہاں حکومت کی طرف سے اس کے مقرر کردہ اصولوں پر جو بے روزگاروں کو امداد دی جاتی ہے اس کی نظیر اسلامی بیت المال کی طرح ہے کہ جس میں محتاجوں، ضرورت مندوں یا اپاہجوں کو دیا جاتا ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ یہ حکومت نہ تو اسلامی ہے اور نہ تو مسلمانوں سے کوئی امتیاز برتتی ہے۔
تیسری بات یہ ہے کہ حرام کی رقم نہ تو اکثر ہے اور نہ یہ کہ صرف حرام میں سے دیتے ہیں بلکہ مخلوط ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ حکومت قبضہ کر کے پھر یہ رقم دیتی ہے۔
لہٰذا ان تمام صورتوں کو مدنظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے اس رقم سے احتراز کیا جائے اور ضرورت ہو تو اس رقم کو اپنی سچی حالات بیان کرنے کے بعد لے کر استعمال کرنا درست ہے۔ دلائل اور تفصیلات کتب فقہ میں ہیں۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۳۳۹﴾ حکومت کے محکمۂ وظیفہ کو کم تنخواہ ظاہر کرنا اور حکومتی امداد لینا

سوال: مکرم ومحترم حضرت مفتی اسماعیل صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ
ہم نے اپنی مسجد میں ایک عالم دین کو امامت اور مدرسہ میں بچوں کی تعلیم کے لئے تقرر کیا ہوا ہے۔ اور ہم پوری قوم مل کر امام صاحب کو فی ہفتہ ۱۳۰/ پاؤنڈ تنخواہ دیتے ہیں۔ لیکن حکومت کے سامنے ہم کمیٹی والے پوری تنخواہ ظاہر نہیں کرتے کیونکہ ۹۰/ پاؤنڈ سے زیادہ تنخواہ حکومت کے سامنے ظاہر کرنے پر حکومت کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ ٹیکس حکومت ہر ایک سے ظلماً وصول کرتی ہے تو اس ٹیکس سے بچنے کے لئے کم تنخواہ ظاہر کرتے ہیں۔
فی الحال ہم لوگ ۸۳/ پاؤنڈ تنخواہ حکومت کے سامنے ظاہر کرتے ہیں اور ۸۳/ پاؤنڈ ظاہر

کرنے میں بھی مسجد والوں کو فی ہفتہ سات سے آٹھ پاؤنڈ انشورنس سٹامپ کے لئے حکومت کو دینا پڑتا ہے۔اور ۹۰/ پاؤنڈ تنخواہ ظاہر کرنے کی شکل میں ہم سے حکومت والے ٹیکس بھی وصول کرتے ہیں۔ وہ یا تو مسجد والوں کے ذمہ ہے یا امام صاحب کو ادا کرنا پڑتا ہے۔اور یہ ٹیکس حکومت والے ہم سے ظلمًا وصول کرتے ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے امام صاحب کونسل کے مکان میں کرایہ سے رہتے ہیں تو اگر کمیٹی والے کم تنخواہ ظاہر کریں تو امام صاحب کو مکان کا کرایہ کم دینا پڑتا ہے اور کونسل ٹیکس بھی کم دینا ہوتا ہے۔ اگر کمیٹی والے پوری تنخواہ حکومت کے سامنے ظاہر کریں تو امام صاحب کو مکان کا کرایہ اور کونسل ٹیکس پورا قانونًا ادا کرنا پڑتا ہے۔اور پھر ٹیکس بھی زیادہ دینا ہوتا ہے۔اور پھر دوسری ضرورتیں مثلًا : بجلی، گیس اور پانی کا بل بھی ادا کرنا ہوتا ہے تو اس شکل میں امام صاحب کے لئے دشواری ہوسکتی ہے اور بال بچوں کے ساتھ اطمینان سے گذر بسر کرنا مشکل ہوجاتا ہے نیز کمیٹی والے اور دوسرے متعلقین حضرات امام صاحب کو زیادہ تنخواہ دینے کی قوت نہیں رکھتے اور زیادہ تنخواہ دینے سے قاصر ہیں۔

تو اگر کمیٹی والے امام صاحب کی تنخواہ جہاں سے ٹیکس شروع ہوتا ہے وہاں تک ظاہر کریں، مثلًا ۹۰/ پاؤنڈ تو یہ طریقہ کار از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

کمیٹی والے ویسے ۱۳۰/ پاؤنڈ تنخواہ دیتے ہیں اور فی الحال ۸۳/ پاؤنڈ تنخواہ حکومت کو ظاہر بتلاتے ہیں۔اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو خلجان بھی ہے۔ہم نے جانبین کو شکل تحریر کردی ہے۔اور کم تنخواہ ظاہر کرنے میں امام صاحب کو فیملی بینیفٹ مل سکتی ہے اور یہ رقم گھر خرچ میں معین اور مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

سوال (۲) اگر بالفرض کمیٹی والے یوں کہیں کہ ہم آپ کو پوری تنخواہ دے سکتے ہیں اوراس کی قوت بھی رکھتے ہیں تو فی زمانناحالات کے اعتبار سے ائمہ کرام کی کیا تنخواہ از روئے شریعت اورحکومت کے لحاظ سے ہونی چاہیئے تا کہ اچھی طرح گذروبسر ہو سکے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً ومسلماً......(۱) جھوٹ بولنا اور جھوٹی بات لکھ کر دینا سب گناہ کبیرہ اوراسلامی شان کے خلاف ہے۔اگر کسی اچھے مقصد کے لئے جھوٹ بول دیا جائے تو انشاءاللہ تعالیٰ اللہ کے یہاں گرفت نہیں ہوگی۔امامت اورتدریس کی ذمہ داری ادا کرنے والوں کے لئے متوسط طریقہ پر ان کی اور ان کے لواحقین کی دنیوی ضروریات پوری ہوجائیں اتنی تنخواہ دینا مصلیوں پرلازم ہے۔حکومت سے جھوٹ بولکران کی طرف سے دی جانے والی امداد کو حاصل کرنا شرعاً بھی ناجائز اوراخلاقاً بھی بہت گیری ہوئی بات ہے۔

(۲) شریعت کی طرف سے اس کے لئے کوئی متعین رقم طے نہیں،حالات، افراد اور ملک وغیرہ کے اعتبار سے کم وبیش ہوسکتی ہے۔فقط واللہ اعلم

باب الأمانة

﴿۲۳۴۰﴾ حفاظت کے باوجود امانت کے ضائع ہونے پر ضمان نہیں آتا۔

سوال: موسیٰ نے یعقوب کو ۵۰ روپے دئے اور کہا کہ آپ کے پاس جو پانچ مرغیاں ہیں وہ مجھے بیچ دو، یعقوب نے پانچ مرغی بیچ دیں، اور موسیٰ نے روپے دے دئے، بعد میں یعقوب نے کہا کہ مجھے جیسے جیسے ضرورت پڑے گی میں لیتا رہوں گا، یعقوب جیسے جیسے ضرورت ہوتی گئی ایک ایک مرغی لیتا رہا، اور پانچویں مرغی جو موسیٰ کے پاس تھی چوری ہوگئی یا گم ہوگئی یا مرگئی تو یہ مرغی کس کی گئی؟ موسیٰ کی یا یعقوب کی؟ یعقوب نے اس ایک مرغی کے روپے بھی لئے ہیں کیا یعقوب کو اس مرغی کے روپے لوٹانے ہوں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایجاب وقبول ہو جانے کے بعد مشتری کو مال پر قبضہ بھی دے دیا اس کے بعد مشتری نے امانت کے طور پر مال بائع کے پاس ہی رہنے دیا، اور بائع کی حفاظت کے باوجود امانت ہلاک ہوگئی تو اس کا ضمان امین پر نہیں آئے گا، بلکہ جس نے امانت رکھوائی ہے اسی کا مال ہلاک ہوا سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۴۱﴾ حفاظت کے باوجود امانت کا چوری ہوجانا

سوال: میں ایک دکاندار ہوں، اور ہمیشہ میں اپنی دکان کا سامان ابراہیم کی دکان سے ہی منگواتا ہوں، ابراہیم میری دکان سے ۱۰۰ میل دوری پر تھوک بند سامان کا تاجر ہے، میرا دوست اسماعیل میرے گھر سے ۵۰ میل کی دوری پر رہتا ہے، میں جب اپنا سامان ابراہیم کی دکان سے منگواتا ہوں تو ابراہیم سے کہتا ہوں کہ میرا کل سامان اسماعیل کی دکان پر اتار دیوے، اس کے مطابق ابراہیم ہمیشہ میرا سامان میرے دوست اسماعیل کی دکان پر اتار

دیتا ہے، اور مجھے وقت ملنے پر میں اپنا سامان اسماعیل کی دکان سے اپنی دکان پر لے آتا ہوں، میرا دوست جب ابراہیم سے میرا مال لیتا ہے تو گن کر دکان کے ایک کونہ میں رکھوا دیتا ہے اور وصول یابی کی دستخط کر دیتا ہے کہ سامان اتنا ملا ہے، اور جب میں اسماعیل کی دکان سے اپنا سامان لاتا ہوں تو میں بھی گن لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ ہوا یہ کہ اسماعیل نے گن کر سامان اتار لیا اور دکان کے ایک کونہ میں رکھوا دیا، اور اس کا سامان بھی اسی کونہ میں رکھا ہوا تھا اور اس میں سے کچھ سامان بیچا اور خیال نہیں رہا کہ کس میں سے بیچا اور دونوں سامان ساتھ مل گئے یا خلط ملط ہو گئے، اور اسماعیل نے میرا سامان گنا تو ایک بوری کم تھی (سامان لیتے وقت گنا تو برابر تھا)۔

اسماعیل کا کہنا ہے کہ کوئی گاہک چوری کر کے لے گیا، اب جب میں اپنا سامان لینے گیا تو اس نے مجھے حقیقت بتائی کہ سامان گن کر برابر لیا تھا اور دکان میں اس کونہ میں رکھا تھا اور میرا سامان بھی یہیں تھا، گاہکوں کی آمد و رفت میں کوئی گاہک ایک بوری لے گیا، بوری میں جتنی قیمت کا سامان ہو وہ بوری پر لکھا ہوا ہوتا ہے، اس لئے میں نے اسماعیل سے کہا کہ کوئی بات نہیں قسمت میں جو تھا وہ ہوا، ایک بوری چوری ہو گئی تو کوئی بات نہیں، افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن اسماعیل کہتا ہے کہ ایک بوری کم ہوئی ہے اس لئے ان کی قیمت میں دے دیتا ہوں، میں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا، لیکن اسماعیل تسلیم کرنے کو راضی نہیں ہے۔

لہذا آنجناب فقہ و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میری جو بوری گم ہوئی ہے کیا مجھے اس کی قیمت اسماعیل سے لینی چاہئے یا نہیں لینی چاہئے؟ میں قیمت چھوڑ دینے کے لئے رضامند ہوں لیکن اسماعیل نہیں مانتا تو شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسماعیل کے یہاں آپ کا سامان امانت تھا، اور حفاظت کے باوجود اس میں سے ایک بوری چوری ہوگئی تو اسماعیل پر اس کا ضمان نہیں آئے گا، اس لئے آپ اس سے بوری کی قیمت طلب نہیں کر سکتے، اور اس کے لئے دینا بھی ضروری نہیں ہے۔(شامی، وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۴۲﴾ انتقال کر جانے والے شخص کی امانت کی ذمہ داری سے سبکدوشی کی شکل

سوال: ایک شخص نے بیرون سے دو سال قبل مجھ پر ایک خطیر رقم ارسال کی تھی، اور کاغذ میں لکھا تھا کہ یہ رقم آپ کے پاس میری امانت کے طور پر رہنے دینا، میں جب وطن آؤں گا اس وقت آپ سے یہ رقم لے لوں گا، اب وہ شخص وطن آنے سے قبل انتقال کر گیا، تو اب مجھے اس رقم کا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وہ رقم آپ کے قبضہ میں امانت ہے، وہ مرحوم ہی کی ملکیت ہے، البتہ اب اس کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے اب اس کی ملکیت اس کے ورثاء کی ہوگی، لہذا وہ رقم شرعی حصہ کے مطابق اس کے ورثاء کے قبضہ میں دے کر آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہو۔

﴿۲۳۴۳﴾ بغیر اجازت امانت استعمال کرنا

سوال: میرے پاس ایک شخص کی امانت ہے، اور اچانک مجھے کچھ روپیوں کی ضرورت آ پڑی ہے، میں ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں، تو کیا ان حالات میں میں وہ امانت کی رقم استعمال کر سکتا ہوں؟

میرے پاس کھیت ہے، زمین ہے، گھر ہے امانت رکھنے والے کے مانگنے پر میں کہیں سے

بھی رقم کا انتظام کرکے اسے اس کی رقم لوٹا دوں گا، تو کیا اس نیت سے میں اس امانت کی رقم فی الفور استعمال کرسکتا ہوں؟

نوٹ: جس کی امانت ہے وہ دوسرے ملک میں ہے اور بہت دور ہے اور اس سے پوچھنے کے لئے وقت نہیں ہے اور تفصیل سے سمجھانے کا وقت نہیں ہے، یا پوچھوں تو اجازت نہ دینے کا ڈر ہے تو میں وہ رقم استعمال کرسکتا ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس شخص کی امانت ہے اس کی اجازت کے بغیر وہ رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے، بغیر اجازت استعمال کرنا امانت میں خیانت کے مترادف ہے، اور اگر آپ خرچ کر دوگے تو پھر وہ چیز آپ کے پاس امانت نہیں قرض ہو جائے گی۔ (عالمگیری: ۳۴۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۴۴﴾ امانت کی رقم مسلم فنڈ میں رکھنا

سوال: میں ایک مسلم ادارہ کا خزانچی ہوں، یعنی اس ادارہ کی کل رقم میرے پاس جمع رہتی ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے یہاں مسلم فنڈ نام کی ایک اسلامی بینک شروع ہوئی ہے، اس بینک میں لوگ اپنی امانتیں رکھتے ہیں اور سونا چاندی رہن رکھ کر سود سے پاک قرض دیا جاتا ہے، تو کیا دوسرے مسلم اداروں کی رقم اس فنڈ میں رکھ سکتے ہیں؟ اس بینک میں امانت رکھ کر جب چاہیں اور جتنا چاہیں یہ امانت واپس لے سکتے ہیں، تو کیا دوسرے وقف اداروں کی رقم اس مسلم فنڈ میں رکھ سکتے ہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خزانچی کی حیثیت امین کی ہے، اور امین کے پاس جو

امانت رکھوائی جائے اس کو بعینہ ویسے ہی حفاظت سے رکھنا ضروری ہے، اپنے روپیوں کے ساتھ خلط کرنا یا کسی دوسرے فنڈ کے ساتھ ملا دینا (بغیر اجازت) درست نہیں ہے، یہ ایک طرح کی خیانت ہے، اور اگر وہ رقم ڈوب جائے یا ضائع ہو جائے تو خزانچی کو اپنے روپیوں سے ادا کرنی پڑے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۴۵﴾ کیا اپنی رقم کے ساتھ خلط کرنے سے امانت کا ضمان آئے گا؟

سوال: تاریخ ۲۹ اور ۳۰ کو بڑوڈہ میں تبلیغی اجتماع تھا، ہمارے گاؤں سے بھی اسکول کے طلباء کی ایک جماعت گئی تھی ساتھ میں میں بھی گیا تھا، طلباء کے اولیاء نے مجھے ۴۰۰ روپے دئے تھے اور کہا تھا کہ یہ بچے بڑودہ سے جب جماعت میں جاویں تو ان کے امیر صاحب کو دیدینا، میں نے وہ رقم حفاظت کے ساتھ میرے اپنے پاکٹ میں رکھ دی، پاکٹ میں میرے ۱۵۰ روپے بھی رکھے ہوئے تھے، دونوں رقم خلط کر کے ایک ساتھ رکھ دی، راستہ میں میرا پاکٹ پوری رقم کے ساتھ کہیں گر گیا، رقم دینے کے بعد طلباء کے اولیاء اور میرے درمیان اور کوئی بات نہیں ہوئی، انہوں نے دئے اور میں نے اپنی جیب میں رکھ دئے، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ رقم مجھے دینی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:......صورت مسئولہ میں وہ رقم آپ کے پاس امانت تھی، لیکن آپ نے وہ رقم اپنی رقم کے ساتھ ان کی اجازت کے بغیر ملا دی تو اب یہ رقم آپ کے پاس قرض ہو گئی لہذا اب اس رقم کے ضائع ہونے سے آپ کو وہ رقم ان کے مالک کو لوٹانا ضروری ہو گا۔ (شامی: ۵/۴۹۷)

﴿۲۳۴۶﴾ امانت کی چند رقمیں ہیں اس کو کس طرح رکھنی چاہئے؟

سوال: یتیم خانہ کے کچھ بچے میرے پاس اپنے روپئے امانت کے طور پر رکھواتے ہیں ان تمام کے روپئے میں ایک جگہ ایک ساتھ رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ اور وہ روپئے میرے اپنے روپیوں کے ساتھ ملا کر رکھ دوں اور ضرورت کے مطابق انہیں دیا کروں تو میں گنہگار ہوں گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... امانت کے طور پر جو رقمیں رکھوائی جائیں ان میں سے ہر رقم کو جدا جدا حفاظت سے رکھنا واجب ہے، مالک کی اجازت کے بغیر ان کے روپیوں کو دوسرے روپیوں کے ساتھ یا اپنے روپیوں کے ساتھ اس طرح خلط کر دینا کہ دونوں رقم کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہے اور مالک کے نام کے ساتھ اس کی رقم پہچانی نہ جا سکے تو یہ جائز نہیں ہے، اگر بغیر اجازت خلط کر دیا اور وہ رقم چوری ہوگئی یا کوئی اور صورت پیش آئی جس سے وہ رقم ہلاک ہوگئی تو اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ (درمختار: ۴۹۶/۴)

﴿۲۳۴۷﴾ امین کی حفاظت کے باوجود امانت ضائع ہو جائے تو امین پر ضمان نہیں آتا۔

سوال: میرا لڑکا اور میرے بھائی کا لڑکا دونوں ممبئی جا رہے تھے، مجھے ایک صاحب کو چار ہزار روپے پہنچانے تھے، میرے بھائی کا لڑکا بڑا تھا تو میں نے وہ چار ہزار روپے اسے حفاظت سے رکھنے کے لئے دئے تا کہ وہ ممبئی پہنچ کر مذکور شخص کو پہنچا دے، راستے میں کچھ بدمعاشوں نے دونوں کو گھیر لیا اور چار ہزار روپے لے لئے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نصف رقم دینے کے لئے تیار ہیں، تو یہ نصف رقم یعنی دو ہزار روپے لینا ہمارے لئے کیسا ہے؟ ہمیں پوری رقم لینی چاہئے یا بالکل بھی نہیں لینی چاہئے؟

شریعت کا جو بھی حکم ہو بتلا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ نے اپنے بھتیجے کو جو رقم ممبئ کسی صاحب کو پہنچانے کے لئے دی تھی، اس نے وہ رقم بعینہ حفاظت کے ساتھ اپنی ضروری چیزوں کی حفاظت کی طرح رکھی تھی اور اس میں کوئی کوتاہی یا غفلت نہیں کی تھی اور اتفاق سے وہ رقم چوری ہوگئی تو وہ رقم اس لڑکے کے قبضہ میں امانت تھی۔اور اس کا حکم یہ ہے کہ امین کی مکمل نگرانی اور حفاظت کے باوجود امانت ضائع ہوجاتی ہے تو وہ اصل مالک کی ملک سے جاتی ہے اور امین پر کوئی ضمان نہیں آتا، لہذا چار ہزار یا دو ہزار روپے دینا امین پر واجب نہیں ہے۔(شامی؛ کتاب الودیعت)۔

کتاب الرھن

﴿۲۳۴۸﴾ رہن رکھنا

سوال: کسی مسلمان کو قرض دیتے وقت اس کی کوئی چیز رہن رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت میں رہن رکھنا منع نہیں ہے، البتہ رہن کے کچھ اصول ہیں جو فقہ کی کتابوں میں کتاب الرہن میں بیان کئے گئے ہیں وہاں دیکھ کر ان کے مطابق عمل کرنے سے یہ معاملہ جائز کہلائے گا، ورنہ گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۴۹﴾ غیروں کا لون لے کر ہم سے آگے بڑھ جانا اور ہمارا پیچھے رہ جانا

سوال: ایک سرکاری ادارہ جس کا نام جی ایف سی ہے اور کچھ بینک اور زندگی بیمہ والے کارخانہ کی جگہ خریدنے کے لئے بہت ہی کم رقم کی قسط پر سود والی لون دیتے ہیں، یہ لون ۵، ۱۰، ۱۵ سال میں ادا کرنی ہوتی ہے، تو ان روپیوں سے کارخانہ کی جگہ لے کر اس پر کارخانہ وغیرہ بنانا کیسا ہے؟

نیز مشینری لانے کے لئے بھی بڑی رقم لون پر دیتی ہے جس کا سود بہت کم ہوتا ہے اور قسط بھی چھوٹی ہوتی ہے جس کا ادا کرنا بہت آسان ہوتا ہے، اور یہ تمام لون ہماری کل زمین، مشینری، مارگیج وغیرہ لکھوانے کے بعد ہی دیتی ہے، اس کام میں سرکار آگے چل کر ہر کام میں بھرپور تعاون کرتی ہے تو ان حالات میں ہمارے لئے لون لے کر یہ سب کام کرنا کیسا ہے؟ سرکاری سود بہت ہی کم اور برائے نام ہوتا ہے، اگر ہم لون نہیں لیتے تو ہمارے غیر مسلم بھائی ان سب لونوں سے فائدہ اٹھا کر بہت آگے نکل جاتے ہیں، وہ بڑے بڑے کارخانہ بنواتے ہیں، اگر ہم یہ قدم نہیں اٹھاتے تو تجارت میں ہم ان سے بہت پیچھے رہ

جاتے ہیں، اس بات کو آپ بھی تسلیم کریں گے، تو براہ کرم بتائیں کہ کم سود والی یہ لون لے کر کارخانہ کی جگہ لینا اور اس پر کارخانہ بنانا اور مشینری لگانا کیسا ہے؟ یا پھر شریعت کی نظر میں اس کے لئے جائز صورت کونسی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سودی کاروبار شریعت کی نظر میں لعنت والا کاروبار ہے، چاہے سود کم دینا پڑے یا زیادہ، اس کے حکم میں کوئی فرق نہیں آتا، اس لئے سوال میں مذکور لون لینا جائز نہیں ہے۔

اب رہا سوال یہ کہ ملکی بھائی اس سے فائدہ اٹھا کر ترقی کر لیں گے اور ہم پیچھے رہ جائیں گے، صحیح ہے، لیکن ہماری اور ان کی ترقی میں بنیادی فرق ہے، جو ترقی اللہ کی نافرمانی کر کے بلکہ اللہ سے دشمنی مول لے کر اور جنگ کا چیلنج کر کے حاصل ہوتی ہو وہ ترقی نہیں ہے بلکہ تنزلی ہے، اور غیر جتنی زیادہ اللہ کی نافرمانی کریں گے اتنی انہیں ترقی ملیگی۔

آج کے دور سے زیادہ غربت، محتاجگی اور ضرورت اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں تھی، اور دوسری طرف روم اور فارس جیسے ملک بہت امیر تھے، اس کے باوجود سود کی اجازت نہیں دی اور اسے حرام فرمایا، اور صحابۂ کرامؓ نے ان حکموں کو مانا اور ان طریقوں کو اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی ترقی سے نوازا کہ پوری دنیا اور اس وقت کی بڑی بڑی طاقتیں ان کے قدموں میں گر گئیں، خلاصہ یہ ہے کہ ہماری کامیابی اللہ کی فرمانبرداری میں ہے اور غیروں کی ترقی اللہ کی نافرمانی میں ہے اس لئے ہماری ترقی کے راستہ کو غیروں کی ترقی کے طریقہ میں ڈھونڈنا صحیح نہیں ہے۔

اسلام مالی ترقی حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا، صحابہ میں بھی حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰنؓ جیسے عظیم صحابہ صاحب ثروت تھے، لیکن اس کے لئے شریعت نے تجارت کے جو

اصول بتائے ہیں انہیں طریقوں سے مال کمایا جا سکتا ہے، اور مال آنے پر دینی کام اور خیرات کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے، یا علماء دین اور دانشوران قوم اور صاحب ثروت حضرات مل کر بینک کے سودی طریقہ سے بچنے کے لئے کوئی غیر سودی طریقہ تلاش کر کے ملکی بھائیوں سے بھی زیادہ ترقی حاصل کر سکتے ہیں، جس کی مثال دیوبند میں مسلم فنڈ کے نام سے قائم ایک غیر سودی بینک بہترین نمونہ ہے، جو آپ کے لکھے ہوئے مسئلوں کا بہترین حل ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۵۰﴾ رہن کو کرایہ پر دے کر اس سے فائدہ اٹھانا

سوال: ہمارا مکان ہے اس کے مالک ہم ہیں، مالی حالت کمزور ہو جانے کے سبب یہ مکان رہن رکھ کر ایک شخص سے ۷۰۰۰ روپے قرض لئے ہیں، اس شخص نے ہمارے اس مکان کو کرایہ پر دیا ہے، اور کرایہ خود لیتا ہے ہم اب وہ مکان واپس لینا چاہتے ہیں، تو اب ہمیں کرایہ کی رقم قرض سے منہا کر کے بقیہ رقم قرض میں ادا کرنی ہوگی یا قرض کی پوری رقم ادا کرنی ہوگی؟ مرتہن کا کہنا ہے کہ آپ کو قرض کی پوری رقم ۷۰۰۰ ادا کرنی ہوگی، اور ہمارا کہنا ہے کہ ہم کرایہ منہا کر کے بقیہ رقم دیں گے تو صحیح کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں آپ نے اپنا مکان ۷۰۰۰ میں رہن رکھا ہے، اس لئے یہ مکان مرتہن کے صرف قبضہ میں رہے گا، مرتہن کا اسے کرایہ پر دے کر آمدنی کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

اس لئے کرایہ کی رقم ۷۰۰۰ سے منہا کر کے بقیہ قرض ادا کر کے رہن چھڑوا سکتے ہیں، اپنا پورا قرض اور نفع لینا سود ہونے کی بنا پر رہن رکھنے والے کے لئے لینا ناجائز اور حرام ہے۔

(شامی، عالمگیری، باب: کتاب الربوا) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۵۱﴾ زمین رہن لے کر اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھانا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کی کوئی دائمی آمدنی نہیں ہے، چندہ اور فنڈ سے کام چلتا ہے، اس چندہ اور فنڈ کی رقم کی بچت سے ایک زمین رہن لینے کا ارادہ ہے، جس کی شرط یہ ہے کہ سات سال کی مدت میں راہن اگر روپے واپس دیدے تو زمین واپس دے دی جائے، اور اگر اس مدت میں روپے واپس نہیں کیئے تو ان روپیوں کو زمین کی قیمت سمجھ کر زمین ہمیشہ کے لئے مسجد کی ہو جائے، تو کیا یہ سودا از روئے شرع صحیح ہے؟ نیز جتنی مدت یہ زمین مسجد کے قبضہ میں رہے گی اس وقت تک اس زمین کی پیداوار مسجد کی رہے گی، تو اب سوال یہ ہے کہ اس زمین کی پیداوار حلال کہلائے گی یا سود کہلائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......زمین رہن رکھ کر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، یہ سود ہے، اس لئے ان روپیوں سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، زمین مالک کو واپس دینا چاہئے، یا قرض سے اتنی رقم منہا کر دی جائے۔ (شامی: ۵/۴۲۴) نیز یہ شرط لگانا کہ اتنی مدت میں راہن قرض لوٹا کر زمین واپس نہ لے لے تو قرض کو قیمت سمجھ کر زمین مسجد کی ہو جائے یہ بھی جائز نہیں ہے، اس طریقہ سے زمین، مکان کی بیع صحیح نہیں ہے، اور یہ رہن بھی نہیں کہلائیگا، حضور ﷺ نے ایسے کام سے منع فرمایا ہے، اس لئے یہ ناجائز اور حرام اور باطل ہے، شریعت کی اصطلاح میں اسے غلق کہتے ہیں۔ (فتح القدیر، امداد الفتاویٰ:۳/۳۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۵۲﴾ مرہونہ زمین بٹائی پر دینا

سوال: ایک کسان کو روپیوں کی ضرورت ہے، اسے کوئی قرض حسنہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے، اس لئے وہ اپنا کھیت رہن رکھنے پر مجبور ہے، مرتہن جانتا ہے کہ رہن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اس لئے وہ یہ کرتا ہے کہ کھیت بٹائی کے لئے اسی کسان کو دیتا ہے اور ایک ایکر کے ۲۵، ۳۰ روپے دیتا ہے اور پورا غلہ خود رکھ لیتا ہے اور کھیت پر قبضہ مرتہن کا ہوتا ہے، جب تک کسان اپنا قرض ادا نہیں کر دیتا معاملہ یہی چلتا رہے گا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ کسان کا اس شرط پر زمین رہن رکھ کر قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ طریقہ جائز نہیں ہے، یہ زیادتی سود ہے اور کسان کے سر دوگنا بوجھ آتا ہے، اس کے بجائے اسلام میں اس کی ایک جائز شکل ہے جسے مزارعت کہتے ہیں، جس کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے، اس کے مطابق عمل کر کے کسان کی ضرورت بھی پوری ہوسکتی ہے اور روپے والے کو اس کے روپے کے عوض فائدہ بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۵۳﴾ مرہونہ زمین سے فائدہ اٹھانا

سوال: نماز پڑھانے والے امام صاحب نے ایک شخص کو قرض دے کر اس کی زمین رہن رکھی اس شرط پر کہ زمین کی بٹائی کچھ نہیں دیں گے اور جب تک وہ شخص قرض واپس نہ کرے امام صاحب اس میں کھیتی کریں گے اور جو غلہ آئے گا وہ خود رکھ لیں گے، تو اس طرح زمین رہن رکھنا اور دوسرے کو کرایہ پر دے کر خود فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟ ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور یہ فائدہ اٹھانا سود ہے یا نہیں؟

(۲) نماز پڑھانے والے امام صاحب نے قرض دے کر زمین رہن پر لی اور یہ شرط رکھی کہ اس وقت تک قرض ادا نہ کیا جائے تب تک زمین پر قبضہ امام صاحب کا رہیگا، چاہے ہم کاشت کریں یا بٹائی پر دیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مہنگائی کے زمانہ میں زمین کی بٹائی ۱۵۰ سے ۳۰۰ روپے ایک بیگہ کے ہوتے ہیں اور امام صاحب نے قرضدار کو صرف ۴۰ سے ۵۰ روپے دینا طے کیا ہے اور قرضدار اپنی مجبوری کی وجہ سے اسے قبول کر لے تو یہ فائدہ اٹھانا سود کہلائے گا یا نہیں؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ مرہونہ زمین سے فائدہ اٹھانا سود ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ (شامی)

﴿۲۳۵۴﴾ قرض کے عوض رہن پر قبضہ کی صورت

سوال: بہت سے لوگ قرضہ حسنہ لے جاتے ہیں اور اس قرض کی ادائیگی کے لئے اپنا چہرہ بھی نہیں دکھاتے، اس لئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ قرض حسنہ لینے والے کے پاس سے کچھ زیورات یا کوئی دوسری قیمتی چیز اپنے پاس رکھ لیتا ہوں اس ارادے کے ساتھ کہ مقروض کو اپنے قرض کی ادائیگی کی فکر رہے گی اور میں اس کی رہن میں رکھی ہوئی چیز سے بالکل فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری میرے سر رہتی ہے۔

اسی طریقہ کے مطابق میں نے ایک شخص کو چارسو پچیس روپئے دئے، اس روپئے کی ضمانت میں اس نے جو چیز میرے پاس رکھی تھی اس کی قیمت قرض کی رقم سے کم تھی یعنی ۳۰۰ یا ۳۲۵ کے قریب ہوگی۔

طویل مدت گذر گئی اس نے قرض کی رقم واپس نہیں کی، اب رہن رکھی ہوئی چیز کو بیچنے کے لئے میں نے اس کو خبر دار کیا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا، اس طرح تین سال گذر گئے۔ آخر کار اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس کی بیوی کے پاس میں نے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا لیکن اس نے بھی قرض ادا نہ کیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ شیء مرہون کو اپنے استعمال میں لے لوں؛ اس لئے کہ قرض میں دی ہوئی رقم کے وصول ہونے کی کوئی امید نہیں ہے، لہٰذا اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شیء مرہون کی قیمت حالیہ بازار کے نرخ کے اعتبار سے قرض میں دی ہوئی رقم سے کم ہو تو آپ مرحوم کی بیوی کو خبر کر دیں کہ میں نے اتنی رقم آپ کے شوہر کو بطور قرض دی تھی اس کی ضمانت کے لئے مرحوم نے فلاں چیز میرے پاس رکھی تھی اور اب مرحوم کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے اس چیز کو قرض میں دی ہوئی رقم کے عوض میں خرید کر اپنے استعمال میں لانا چاہتا ہوں، اگر آپ قرض کی ادائیگی کر دیں تو آپ کو وہ چیز میں لوٹا دوں، ورنہ میں خود رکھ لوں۔ اس کے جواب میں عورت خود یا مرحوم کے ورثاء لینے سے انکار کر دیں تو آپ رکھ سکتے ہیں اور اس کو استعمال بھی کر سکتے ہیں۔

﴿۲۳۵۵﴾ قرض کے عوض رہن سے فائدہ اٹھانا

سوال: زید کو مثلاً پانچ لاکھ روپے کی ضرورت ہے اور عمر کو ایک مکان کی ضرورت ہے۔ عمر نے زید سے اسکا ذاتی مکان کرائے پر مانگا، زید نے عمر کو مکان دے دیا، عمر کے پوچھنے پر کہ کرایہ کیا لوگے تو زید نے کہا کہ کرایہ کچھ نہیں تم مجھ کو پانچ لاکھ قرض کے طور پر دو جب میں پانچ لاکھ ادا کر دوں اس وقت تم مجھ کو مکان پر قبضہ دے دینا، لہذا معاملہ اس طرح طے ہوا اور

عمر نے زید کو پانچ لاکھ دئے، زید نے عمر کو مکان دیا، اس طرح دونوں ایک دوسرے کے مال سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ معاملہ ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کرایہ دار مکان کے مالک کو قرض کے طور پر رقم دیتا ہے لیکن کرایہ بالکل معمولی طے ہوتا ہے، مثال کے طور پر ۱۰،۰۰۰ کے بجائے ۲۰۰۰ وغیرہ، کیا یہ دونوں صورتیں شرعی طور پر جائز ہیں یا نہیں؟

اور کبھی مکان کے مالک اور کرایہ دار کے درمیان کوئی دلال ہوتا ہے، جس کی حیثیت دلال ہی کی ہوتی ہے کیا وہ اس طرح کے معاملات میں معاون بن سکتا ہے اور دلالی کے طور پر ملنے والا معاوضہ وہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ضرورت مند کو قرض دینا یا لینا دونوں صورتیں جائز ہیں، اور حدیث شریف کے حکم کے مطابق کچھ صورتوں میں ضرورت مند کو قرض دینے میں نفلی صدقہ سے زیادہ ثواب ملتا ہے، لیکن قرض دے کر کچھ نفع حاصل کرنا اسلامی نقطہ نظر سے سود کی تعریف میں آتا ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ سود لینا اور دینا اسلام میں نص قطعی سے ناجائز اور حرام ہے، یہی نہیں بلکہ اس کام کے کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے، اور اس مال میں بے برکتی کا ہونا بھی حکم الٰہی سے ثابت ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔

صورت مسئولہ میں قرض خواہ قرض کے عوض مقروض کے مکان سے فائدہ اٹھا رہا ہے، اور یہ فائدہ اس وقت تک اٹھاتا رہے گا جب تک اسکا قرض ادا نہ کیا جائے اور شریعت کا حکم یہ ہے کہ قرض دے کر اس پر کچھ بھی نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے اس لئے یہ فائدہ اٹھانا ناجائز اور حرام ہے۔

اگراس مکان کو رہن مانا جائے تو بھی رہن سے فائدہ اٹھانے کو بھی شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے، لہذا خواہ مالک مکان اس میں رہنے کی اجازت دے یا نہ دے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اس لئے یہ صورت بھی ناجائز ہے۔

سوال میں دوسری صورت مذکور ہے اس میں کرایہ متعین کیا گیا ہے، لیکن قرض کی وجہ سے معمولی کرایہ متعین کرنا قرض سے فائدہ اٹھانے کے مانند ہے اس لئے یہ صورت بھی ناجائز ہے، اور سود کے حکم میں ہے۔

حلال چیز کی جائز طریقہ سے دلالی کرنا درست ہے اور دلالی کی اجرت پہلے سے متعین ہونی چاہئے، اور حرام چیز کی یا ناجائز طریقہ سے دلالی کرنا ناجائز اور حرام ہے، اور اس کی دلالی لینا بھی جائز نہیں ہے اور گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

کتاب التامین یعنی بیمہ

﴿۲۳۵۶﴾ بیمہ شرعی اور دنیوی نقطہ نظر سے

سوال: آج کل بیمہ کی بہت سی صورتیں رائج ہیں، زندگی کا بیمہ، کارخانہ اور تجارت کا بیمہ، اکسیڈ ینٹ کا بیمہ وغیرہ وغیرہ، کسی بھی بیمہ میں ہر ماہ ایک قلیل رقم کا پریمیم (ہفتہ) بھرنا پڑتا ہے، پانچ دس یا بیس سال تک یہ رقم جمع کروانے پر بیمہ کمپنی کل رقم سے دوگنا یا تین گنا بڑھا کر پوری رقم واپس کرتی ہے۔ اور اس درمیان حادثہ ہونے پر پورا خرچ بھی بیمہ کمپنی دیتی ہے۔ اس بیمہ سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے کارخانہ یا تجارت میں ہونے والے حادثہ کے نقصان سے بچ جاتا ہے یا اسے جتنا نقصان ہوا ہے اسے اس کا بدل مل جاتا ہے۔ اور اگر کوئی حادثہ یا نقصان نہ بھی ہو تب بھی جمع شدہ رقم فائدہ کے ساتھ واپس ملتی ہے۔ تو یہ بیمہ کروانا اور پریمیم سے زائد رقم کا لینا از روئے شرع کیسا ہے؟ آج کل بہت سے مسلمان بیمہ کروا رہے ہیں تو یہ بیمہ اسلامی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ مولانا آج کل بیمہ کرنا اور پالیسی خریدنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ تو اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ لوگ خود کی زندگی کا بیمہ کرواتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ بیمہ کمپنی کسی شخص کا دس سال کا بیمہ کرتی ہے، ہر مہینہ اس کے پاس سے دو روپے لیتی ہے، اب اگر وہ شخص دس سال کے اندر انتقال کر جائے تو کمپنی مرنے والے کے وارثین کو ایک ہزار روپے دے گی۔ اور اگر وہ شخص دس سال تک زندہ رہے تو کمپنی اس شخص کو ایک ہزار روپے دے گی۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ نہیں! یہ تو قمار ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے کسی نے بیمہ کے متعلق سوال کیا تو مولانا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ انشورنس کی وجہ سے کتنے خاندان پیار ومحبت سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ایک دوسرے کے لئے دل میں نفرت پیدا ہورہی ہے، آج اس کی وباء اتنی کثیر مقدار میں پھیل چکی ہے کہ یورپ اورامریکہ میں اس کی وجہ سے طرح طرح کے طوفان کھڑے ہورہے ہیں۔ بیوی جانتی ہے کہ میں شوہر کے انتقال کے بعد کتنی زیادہ دولت حاصل کرسکتی ہوں۔لڑکا جانتا ہے کہ میں والد کے انتقال کے بعد کتنا زیادہ دولت مند بن سکتا ہوں۔ماں باپ انتقال کرجائیں تو کتنے ہزار ڈالراور پاؤنڈ مل سکتے ہیں؟

ابھی کچھ دن قبل کی ایک خبر ہے کہ ایک لڑکے نے بیمہ پالیسی کی رقم حاصل کرنے کے لئے اپنی والدہ جس ہوائی جہاز میں سفر کررہی تھی اسی ہوائی جہاز میں ٹائم بم فٹ کردیا تھا۔اس ہوائی جہاز نے پرواز شروع کی اور بم پھٹا جس سے اس کی والدہ کے ساتھ ۴۵ دیگر انسانوں نے بھی جان گنوائی۔مطلب یہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ کی زندگی سے بھی زیادہ ان کا مرجانا پسند ہے کہ وہ لوگ کب انتقال کرجائیں،اور وہ ان کی دولت حاصل کریں۔

ایک دوسرا تجربہ یہاں لکھا جارہا ہے کہ رنگون شہر کی مشہور سڑک پر رات میں ایک اور دو بجے کے درمیان پڑوس کے گھر کے نیچے کی دوکان میں دھواں نکلنے لگا، دیکھتے ہی دیکھتے پوری دُکان خاکستر ہوگئی، اور آگ پہلے منزل تک پہونچ گئی،اسی منزل پر کرایہ دار رہتے تھے، اس میں شوہر اور بیوی نیز سات بچے آگ کی لپیٹ میں آگئے، بڑی مصیبت کے بعد فائر بریگیڈ والوں نے بچوں کو آگ میں سے نکالا،اور آگ قابو میں کی، تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ دُکان کا بیمہ نکالا گیا تھا، دُکان کے مالک کو گھاٹا (نقصان) ہونے کی وجہ سے وہ یہ کام انجام دینے پر آمادہ ہوا۔یہ ہے انشورنس کی لعنت کہ لوگ ایک دوسرے کی جان اور مال

سے کس طرح کھیلتے ہیں۔

اس کے برخلاف گھاس کا ایک بڑا مسلمان تاجر جس کا گودام گھاس کی گٹھڑیوں سے سال بھر بھرا رہتا تھا اور گھاس میں آگ لگنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ تو وہ ہر سال گودام کا بیمہ کرواتا تھا۔ قدرت کے کرشمہ سے ہر سال آگ لگتی تھی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ہاتھ پر انہوں نے جب بیعت کی اور بیمہ کے متعلق مسئلہ پوچھا تو مولانا نے فرمایا یہ تو ناجائز ہے۔ وہ پکے مرید تھے، اسی دن سے گھاس اور گودام کا بیمہ کروانا چھوڑ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے کبھی بھی گھاس اور گودام میں آگ نہیں لگی۔ آخر میں اور زیادہ وضاحت کرنے والا حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ کا فتوٰی جو مسلم گجرات فتاوٰی سنگرہ جلد۳ ص ۴۰۷ سے ۴۲۷ پر مذکور ہے افادۂ تام کے لئے یہاں نقل کرتا ہوں۔

سوال: ایک شخص کی بڑی عزت اور شہرت ہے، اور معاشرہ میں اس کا بڑا مقام ہے، آج کل تجارت میں مندی کے سبب پہلے جیسی اچھی حالت نہیں رہی، جو ملتا ہے وہ گھر والوں پر خرچ ہو جاتا ہے، اور کبھی قلت کی وجہ سے قرض بھی لینا پڑتا ہے، اس شخص کے پیچھے کچھ وارث ہیں لیکن وہ اتنے چھوٹے ہیں کہ اس کا کاروبار سنبھالنے کے لائق نہیں ہیں۔ پس ایسا لگتا ہے کہ اس کے بعد اس کا کاروبار بند ہو جائے گا، اس شخص کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی، اس شخص کے پاس جتنا سرمایہ ہے اتنی ہی رقم کا اس پر قرض بھی ہے۔ اس لئے اسے ڈر لگتا ہے کہ اچانک اس کی موت ہو جائے تو اس کے وارث تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے، اس وجہ سے وہ اپنی زندگی کا بیمہ اس طرح نکالنا چاہتا ہے کہ وہ ہر سال چالیس روپیہ پچیس سال تک بھرتا ہے تو جس سے بیمہ کمپنی اس کی موت کے بعد ایک ہزار روپے اس کے ورثاء کو دیگی۔

بیمہ کمپنی کی شرط یہ ہے کہ جتنی رقم کا بیمہ حاصل کرنا ہو اتنی ہی رقم تھوڑی تھوڑی کر کے سالانہ قسطوار بھرنی پڑے گی، لیکن کمپنی صرف اتنی ذمہ داری اپنے سر لیتی ہے کہ اگر خدانخواستہ مقرر کردہ رقم کے بھرنے سے قبل بیمہ حاصل کرنے والا انتقال کر جائے تو بھی کمپنی اپنے پاس سے مقرر کردہ پوری رقم ورثاء کو دے گی۔ البتہ وہ شخص اتنے سال زندہ رہے کہ اتنے سالوں میں مقررہ رقم پوری کر دے تو بھی کمپنی اپنے پاس سے کچھ زیادہ نہیں دے گی جتنی رقم بھری ہوئی ہے اتنی ہی دیگی۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت کے مطابق بیمہ حاصل کرنا جائز ہے؟

نیز بیمہ کی ایک دوسری صورت بھی رائج ہے اور وہ یہ کہ بیمہ کمپنی نے بیمہ کروانے والوں سے سال بھر جو رقم لی ہے اور اس سے اس کو جو منافع ہوا ہے اس میں سے بیمہ کمپنی کا تمام خرچ وغیرہ منہا کر کے کچھ ریز روفنڈ (Reserve Fund) وغیرہ کاٹ کر باقی ماندہ رقم کو نفع شمار کرتی ہے۔ اور اس میں سے تھوڑے پیمانے پر آنے والا نفع بیمہ کروانے والوں کو دیتی ہے۔ تو کیا ایسا بیمہ کروانا اور اس کا نفع لینا جائز ہے؟ اس نفع کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ جتنی آمدنی اور خرچ ہوگا اس کے مطابق نفع بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی تو نفع بالکل بھی نہیں ملتا۔ مختصر یہ کہ یہ سود کہ مشابہ نہیں ہے۔

الجواب: حامدا ومصليا ومسلما.... مسلمان کا ایمان اور اس کا عقیدہ اس کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز اسلام یہ سکھاتا ہے کہ روزی دینے والا اور وسعت دینے والا اور وسعت والے کو محتاج بنانے والا اور در بدر بھٹکانے والا وہی رب العالمین ہے۔ جس کے متعلق قرآن شریف کہتا ہے: ﴿إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين﴾ (الذاريات: ۵۸)

اسلام دنیا میں آیا اس وقت ایک جماعت کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی اولاد کو زندہ قتل کرتی تھی ۔فقط اس وجہ سے کہ اگر اولاد کی کثرت ہوجائے گی تو ان پر خرچ کرنے سے وہ غریب وفقیر ہوجائیں گے۔قرآن شریف سورۂ انعام میں کہتا ہے: **ولاتقتلوا أولادكم من إملاق نحن نرزقكم وإياهم. (۱۵۱)**۔

یعنی اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ یہ تو دیکھو کہ تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ تمہیں بھی ہم روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی۔ دوسری جگہ سورۂ بنی اسرائیل میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ اپنی اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ اولاد کو بھی ہم ہی روزی دیں گے جس طرح تمہیں دیتے ہیں۔

مطلب یہ کہ روزی پہونچانا، کسی کو مالدار یا غریب کرنا یہ انسان کے بس میں نہیں بلکہ اس پر صرف اللہ کا قبضہ ہے، بہت سے ماں باپ لاکھوں کی جائداد اور اولاد کے لئے چھوڑ کر مرگئے، لیکن بہت سی اولاد باپ کے زمین میں مٹی ہونے سے پہلے ہی لاکھوں کی دولت کو اڑا گئی۔ اور بہت سے ایسی حالت میں مرے کہ کفن اور دفن کے لئے بھی کپڑا نہیں تھا لیکن بعد میں اولاد نے ایسی ترقی کی کہ لاکھوں کے مالک ہوگئے۔ مال تو آنے جانے والی چیز ہے: **کماقال: المال غادٍ و راحٍ**۔ انسان کا کام یہ ہے کہ جائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت سے کام کرتا جائے اللہ تعالیٰ ضرور برکت عطا فرمائیں گے۔

انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں بیمہ کمپنی کو ماہانہ یا سالانہ چالیس روپے بھرتا رہوں گا اور پچیس سال تک زندہ رہا تو نقد روپے ایک ہزار ملیں گے، لیکن کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ بیمہ کمپنی کے اندر ہی ایسی وبا پھیلا دے کہ جس بیمہ کمپنی سے پالیسی تھی اس کمپنی کے ہی دروازے بند ہو

جائیں،تو اس شخص نے جتنے روپے جمع کروائے تھے وہ بھی ڈوب جائیں گے۔اور سالانہ جو چالیس روپے بیمہ کمپنی کو بھرنے پر ۲۵ سال کے بعد ایک ہزار روپے ملتے ہیں تو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر سال ۴۰ روپے کسی امانتدار شخص کے پاس جمع کرواتے جائیں اور دعا کرتے رہیں کہ اے خدا! تیرے رحم وکرم کی انتہاء نہیں، بال بچے چھوٹے ہیں لمبی عمر عطا فرما کہ پیسے جمع ہوں اور وہ تجارت سیکھ جائیں اور کاروبار کرنے لگیں،تو کیا وہ رحمٰن ورحیم اس کی دعا قبول نہیں کرے گا،ضرور قبول کرے گا،اس وجہ سے کہ اس نے خود ہی بہت ہی اچھا فرمایا ہے:ادعوني استجب لكم ۔(غافر:٦٠) مجھ ہی سے مانگو جو مانگنا ہو میں قبول کروں گا۔

مزید اس کی رحمت ہر رات کے آخری حصہ میں پہلے آسمان سے ندا کرتی ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں دینے کے لئے تیار ہوں، ہے کوئی غریب کہ میں اسے رزق دینے کے لئے تیار ہوں، ہے کوئی محتاج کہ میں اس کی ضرورت پوری کروں، مطلب یہ کہ بیمہ کمپنی کے ساتھ ۲۵ سال تک ہر سال چالیس روپیہ بھرنے کا معاہدہ کرکے ایک ہزار روپے ہی واپس ملنے کی امید ہے، یہ کرنے کے بجائے بہتر تو یہ ہے کہ ایک ہزار روپے جمع کرنے کا کام شریعت کی حد میں رہ کر کیا جائے ،اور ۲۵ سال تک ایک تاجر زندہ رہے گا تو اس کی اولاد بھی تجارت کے قابل ہو جائے گی؛ اس لئے صرف اندیشہ پر یقین کرکے شریعت نے جس راستہ کو حرام بتایا ہے اس راستہ کو کسی بھی صورت میں اختیار کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس طرح بیمہ نکالنے میں جوا اور سود کا گناہ ہوتا ہے؛اس لئے اس سے ضرور بچنا چاہئے، نفع کے ساتھ بیمہ کروانا یہ بھی جائز نہیں، اس لئے کہ سال کے اخیر میں جو روپے نفع کے نام سے

کمپنی دیتی ہے وہ نفع نہیں ہے بلکہ شریعت کی رو سے خالص سود ہے جو شریعت میں قطعی حرام ہے۔

مگر دارالحرب میں حربی کے پاس سے ذاتی اصل رقم سے زائد رقم لینا اس کی رضامندی سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سود نہیں کہلاتا؛ اس لئے ایسے ملک میں ایسی حربی کمپنی میں بیمہ کروایا ہو تو ایسی کمپنی سے زائد رقم لینا ناجائز نہیں کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۵۷﴾ بیمہ کمپنی کی جانب سے ملی ہوئی رقم کا مصرف

سوال: ایک شخص نے اپنی حیات میں اپنی جان و مال کا بیمہ کروایا تھا، پھر اس شخص کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا، تو بیمہ کمپنی کی جانب سے بیمہ کی رقم اس کے ورثاء کو ملی ہے، تو کیا ورثاء کے لئے وہ رقم استعمال کرنا جائز ہے؟ اگر ورثاء وہ رقم استعمال نہیں کر سکتے تو اب اس رقم کا کیا کیا جائے؟ اس رقم کو کسی کار خیر میں مثلاً: راستہ بنانے کے لئے یا دوسرے کسی رفاہی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے استعمال کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ہو تو وہ بھی بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرحوم نے جتنی رقم پریمیم میں بھری تھی اتنی ہی رقم ورثاء میں تقسیم ہوگی مابقیہ رقم کسی غریب، محتاج کو بغیر ثواب کی نیت کے مالک بنا کر دے دیا جائے، پھر وہ جس کام میں چاہیں اس رقم کو خرچ کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

﴿۲۳۵۸﴾ کیا بیمہ کروانا جائز ہے؟

سوال: بیمہ کروانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیمہ میں قمار اور سود دونوں برائیاں ہیں اس لئے جائز

نہیں ہے بلکہ حرام ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں اس سے بہت ہی سخت وعید اور تنبیہ کے ساتھ منع کیا گیا ہے، مگر فی زمانہ مال و جائداد اور دُکان وغیرہ کے بیمہ کے لئے گنجائش نکل سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۵۹﴾ زندگی کا بیمہ کروانا حرام ہے؟

سوال: جان اور جسم کا بیمہ کروانا حلال ہے یا حرام؟ حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زندگی کا بیمہ کروانا جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

﴿۲۳۶۰﴾ قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ کروانا

سوال: یہاں ری یونین (Re-union) میں اسکول کے طلباء کے لئے بیمہ کروانا ضروری ہوتا ہے اور ورزش بھی اسکول میں ضروری ہوتی ہے تو ورزش کرتے ہوئے یا اسکول میں کسی طالب علم کے گر جانے یا کسی حادثہ کے ہو جانے کی وجہ سے ہاتھ، پیر ٹوٹ جائے یا اسکول میں آتے جاتے ایکسیڈنٹ ہو جائے یا دوسری اور کوئی تکلیف ہو جائے تو اسکول کی بیمہ کمپنی اسپتال کا مکمل خرچ، دوائی اور علاج کا مکمل خرچ اٹھاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں میں کوئی نقص آجاتا ہے تو اس کے لئے بھی دوائی کے ساتھ ساتھ معذور ہو جانے کی وجہ سے ایک اچھی خاصی رقم دیتے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ معذوری کے عوض میں اسکول کی بیمہ کمپنی کی جانب سے جو رقم ملے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... انسانی جان یا جسم کا بیمہ کروانا جائز نہیں ہے، مگر قانون یا ملکی مجبوری کی بناء پر کروانا پڑے تو اس میں مجبوری کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا، اس لئے صورتِ مسئولہ میں قانونی مجبوری کی بناء پر طلبہ کا بیمہ کروایا جائے تو گناہ نہیں ہوگا، اب اتفاقاً وہ بیمہ وصول ہوا اور اس بیمہ کی رقم آئے تو ان آئے ہوئے روپیوں میں سے آج تک جو پریمیم (Premium) میں بھرے ہوں اتنے روپئے لینا حلال ہے، اور وہ آئے ہوئے روپئے خود استعمال کر سکتا ہے، زائد رقم اپنے استعمال میں نہ لیتے ہوئے غریبوں کو مالک بنا کر دے دینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۶۱﴾ کیا زندگی کا بیمہ جائز ہے؟

سوال: آج کل کے ماحول میں جب کہ جان و مال سلامت نہیں ہے، کب کیا ہو جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا؟ تو ایسی حالت میں اپنی دُکان، گھر، تجارت یا کھیتی باڑی یا موٹر ٹرک یا زندگی کا بیمہ کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کچھ ملازمت میں بیمہ ضروری ہوتا ہے اور بعض تجارتوں کے لئے بھی بیمہ ضروری ہوتا ہے، جیسے گاڑی، ٹرک، پیٹرول وغیرہ تو ایسی مجبوری میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ بیمہ کروائیں یا نوکری چھوڑ دیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مال، ملکیت یا دُکان کا بیمہ کروانے میں آج کل کے حالات کی بناء پر گنجائش ہے مگر زندگی کا بیمہ کروانا کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔

﴿۲۳۶۲﴾ تنخواہ بچت پلان کے تحت بیمہ کروانا

سوال: میرا ایک دوست ہے جو سرکاری ملازمت کرتا ہے اس نے تنخواہ اور بچت پلان کے تحت بیمہ کروایا ہے۔ اور یہ ضروری ہے اور اس کا پریمیم (Premium) باہر ہی باہر کچہری

بھرتی ہے، اس بیمہ میں سال کے ختم ہونے پر بونس ملتا ہے۔ اور ہر ماہ ملازم کی تنخواہ سے جو رقم کٹتی ہے بیس سال کے بعد اس پر کچھ فی صد بڑھا کر وہ پوری رقم واپس ملازم کو ملتی ہے، اور اگر درمیان ملازمت ملازم کا انتقال ہو جائے تو بیمہ کمپنی جمع شدہ رقم کے ساتھ بیمہ کی رقم بھی دیتی ہے یعنی انتقال کے کیس میں ورثاء کو بیمہ کی رقم کا فائدہ ملتا ہے تو ایک مسلمان کے لئے یہ بیمہ کروانا، اور اس کے روپئے بونس کے طور پر لینا، یا ورثاء کو اس کے لئے متعین کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیمہ کروانا ناجائز اور حرام ہے اس لئے کہ اس میں سود اور قمار دونوں طرح کے گناہ ہیں اور سود اور قمار کو حدیث شریف میں منع اور حرام فرما کر اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور اس آمدنی کے حرام ہونے کی وجہ سے ورثا کے لئے اس کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔

تنخواہ بچت پلان کے تحت پروویڈنٹ فنڈ میں روپئے یا رقم جمع کروا سکتے ہیں اور یہ طریقہ جائز ہے، لہٰذا بیمہ بند کرادینا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ - فتاویٰ دار العلوم)

﴿۲۳۶۳﴾ بیمہ کے عدم جواز پر پروویڈنٹ فنڈ کی دلیل سے اشکال اور اس کا جواب

سوال: (الف) زندگی کا بیمہ کس حال میں کروا سکتے ہیں؟ ایک شخص ریلوے میں ملازمت کرتا ہے اس کا یہ کہنا ہے کہ مجھے ہر وقت خطرہ رہتا ہے، اس لئے کہ وہ ہمیشہ ریل گاڑی میں سفر کرتا رہتا ہے جس میں زندگی کا خطرہ رہتا ہے تو ایسی حالت میں وہ اپنی زندگی کا بیمہ کروا سکتا ہے کہ نہیں؟

(ب) آپ کی جانب سے مسلم گجرات میں پروویڈنٹ فنڈ پر جو زائد رقم ملتی ہے اس کے

جواز پر یہ علت بیان کی گئی تھی کہ وہ رقم اس لئے جائز ہے کہ جو روپئے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع ہوتے ہیں وہ کمپنی ملازم کی تنخواہ سے اس کے قبضہ میں آنے سے قبل اپنی طرف سے کاٹ لیتی ہے (یعنی اس کٹوتی کا ملازم مالک نہیں بنتا)، تو اس پر ملنے والی زائد رقم سود کی تعریف میں داخل نہیں ہوتی، اس لئے اس کو جائز لکھا تھا۔ تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس زندگی کے بیمہ میں بھی اسی طرح باہر ہی باہر (مالک بنائے بغیر ہی) روپئے کاٹ لئے جاتے ہیں تو اس طرح زندگی کا بیمہ کروانا کیسا ہے؟

(ج) دکان، گھر، کارخانہ، یا سواری کا بیمہ کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ آج حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کی جان، مال، گھر، سواری محفوظ نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کی مال اور جائداد کو نقصان پہنچانے کے مختلف قصے سننے میں آرہے ہیں۔ (مثلاً احمد آباد کا فساد) تو اس صورت میں ان چیزوں کا بیمہ کروانا کیسا ہے؟ لہٰذا مختلف پہلوؤں پر غور فرما کر فقہ وسنت کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

(الف) بیمہ میں قمار اور سود دونوں طرح کے گناہ ہیں، اس لئے بیمہ کروانا سخت مجبوری کے علاوہ جائز نہیں ہے، ہمیشہ سفر میں رہنا مجبوری نہیں اور فقط مذکورہ علت کی بناء پر بیمہ نہیں کروا سکتے۔

(ب) پروویڈنٹ فنڈ میں آپ کی مرضی نہ ہونے کے باوجود لازمی طور پر آپ کی تنخواہ سے روپے کٹتے ہیں، اور بیمہ میں آپ کی مرضی سے کاٹ لئے جاتے ہیں؛ اس لئے کہ آپ نے بیمہ کا پریمیم بھرا تو روپئے کاٹ لئے جاتے ہیں اور نہ بھرتے تو پورے روپئے ملتے۔

(ج) احمد آباد جیسی حالت دیکھتے ہوئے مال وجائداد کے بیمہ کی گنجائش ہے۔

﴿۲۳۶۴﴾ لون لینے کے لئے بیمہ کروانا

سوال: ہم لوگوں نے انگلینڈ میں گھر خریدا ہے، اور یہاں تقریباً ۸۰۰۰ پاؤنڈ میں گھر ملتا ہے، اگر ہمارے پاس مذکورہ رقم نہ ہوتو حکومت کا یہ قاعدہ ہے کہ ایک ہزار پاؤنڈ یا کم وبیش اگر ہم دیں تو بقیہ رقم حکومت سود پر دے گی۔ تو میں نے گھر خریدا ہے اور حکومت کے پاس سے پانچ ہزار پاؤنڈ سود پر لئے ہیں، اور یہ رقم مجھے گیارہ سال میں سود سمیت ادا کرنی ہے، یعنی مجھے ہر مہینہ کے ۸۰ پاؤنڈ ادا کرنے پڑتے ہیں، اور میری آمدنی اتنی نہیں ہے کہ ہر مہینہ اسی پاؤنڈ ادا کرسکوں۔ اس وجہ سے کہ مجھے ہفتہ کے بیس پاؤنڈ ملتے ہیں۔ اسی میں سے اگر میں گھر کا اور اسی طرح اپنا خرچ کروں تو میرے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔ تو میرے لئے اتنی رقم ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ تو اس حالت میں حکومت دوسرا راستہ بتاتی ہے کہ اگر تم یہ رقم ادا نہیں کر سکتے ہو تو تم اپنی زندگی کا یا اپنے گھر کا بیمہ کراؤ، تب ہی تمہیں یہ روپئے ملیں گے۔

میرا خرچ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں گھر کا یا میری زندگی کا بیمہ کراؤں تو مجھے سود کے ساتھ پندرہ سال میں یہ رقم ادا کرنی ہوگی یعنی مجھے مہینہ میں پچاس پاؤنڈ ادا کرنے پڑیں گے۔ تو اس طرح سے بیمہ کر کے مجھے سود پر رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں لکھی گئی صورت میں سود پر رقم لینے کے لئے بیمہ کروانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ کرایہ کے گھر میں رہ کر زندگی گذارنا اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ سود کی لعنت میں ملوث ہوکر جہنم کے گھر کا حقدار بنے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۶۵﴾ بیمہ کمپنی میں ملازمت کرنا

سوال: بیمہ کمپنی یا نجی یا سرکاری بینک میں، کلرک، کیشیر ، یا ملازم کی نوکری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہماری شریعت میں سود بہت ہی بری، ملعون اور حرام چیز ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سود لینے والے پر، سود دینے والے پر، اس کا حساب اور کتاب لکھنے والے پر اور اس میں گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تمام گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (مسلم شریف۔مشکوٰۃ شریف ص:۲۴۴) بیمہ کمپنی ایک سدھری ہوئی قمار کی صورت ہے، اور سود کا کاروبار ہے، اور بینک میں بھی سود کا کاروبار ہوتا ہے، مذکورہ حدیث کی بناء پر ان میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کی آمدنی کا روپیہ پاک اور حلال نہیں ہے۔ کسی دوسرے حلال طریقوں سے رزق تلاش کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۶۶﴾ گاڑی کے بیمہ کا حکم

سوال: آج کل لوگ سواری کا بیمہ کرواتے ہیں، اس میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ہماری گاڑی سے کوئی حادثہ ہو جائے ، یا کوئی جائداد جیسے کہ دُکان، گھر، گاڑی وغیرہ کو نقصان پہنچے، یا گاڑی کی ٹکر سے کوئی مر جائے تو مذکورہ حالات میں جتنا بھی نقصان ہو مکمل نقصان بیمہ کمپنی دیتی ہے، تو کیا ایسا بیمہ کروانا جائز ہے؟ اس طریقہ سے بیمہ کروایا ہو تو دوسرے کی گاڑی سے ٹکر ہونے کی وجہ سے خود کی گاڑی کا نقصان ہو تو بھی بیمہ کمپنی نقصان کی تلافی کر دیتی ہے، تو کیا یہ بیمہ کروانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیمہ میں قمار اور سود یہ دونوں برائیاں ہیں جس کی وجہ سے شریعت نے بہت ہی سختی سے منع کیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے، مگر سرکاری قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ کروانا ہی پڑتا ہے، اس لئے اس میں بھری ہوئی رقم سے جو زائد رقم ملے وہ غریب اور محتاج کو دے دی جائے، اور نقصان سامنے والے کا ہوا ہو تو خود یا بیمہ کمپنی تلافی کرے تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۶۷﴾ معلم پلان کے تحت بیمہ کروانا

سوال: میں ایک معلم ہوں، حکومت نے معلمین کے لئے کچھ قانون بنائے ہیں جن کے تحت بیمہ کروانا ضروری ہوتا ہے اور بیمہ کمپنی نے معلمین کے لئے ایک بیمہ پلان بنایا ہے، جس کی صورت ذیل میں درج ہے:

(۱) ۵۰۰۰ روپئے کا بیس سال کا بیمہ ہے۔

(۲) ہر مہینے ۲۴:۵۰ روپئے کا پریمیم بھرنا پڑتا ہے۔

(۳) اس بیمہ میں ایکسیڈنٹ کا بیمہ بھی شامل ہے، جس کی بناء پر ایک پریمیم جمع کروانے کے بعد بیس سال تک کبھی بھی قدرتی موت ہو تو ۵۰۰۰ روپئے اور اس وقت تک کا بونس ملے گا لیکن اگر قدرتی موت نہ ہو اور ایکسیڈنٹ ہو تو روپیہ دس ہزار اور اس وقت تک کا بونس ملتا ہے۔

(۴) بیس سال کے دوران ہر دسویں اور پندرہویں اور بیسویں سال ایک ہزار روپیہ نقد ملتا ہے اور بیسویں سال بیمہ کے مکمل ہونے پر پانچ ہزار روپئے پورے ملتے ہیں۔

(۵) گیارہویں سال موت ہو تو پانچ ہزار روپئے اور بونس ایک ہزار روپئے اس طرح کل

چھ ہزار روپئے ملتے ہیں۔

(۶) بیمہ کی غرض خاندان کے لئے بچت، نفع اورا یکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے ہونے والے دوسرے فائدے حاصل کرنا ہے۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق شریعت کی رو سے بیمہ جائز ہے یا نہیں؟ پوری تفصیل اور موجودہ زمانہ کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے بالتفصیل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیمہ میں قمار اور سود دونوں ہی برائیاں ہیں جس کے بارے میں شریعت میں بہت ہی سخت وعید آئی ہے اس لئے یہ ناجائز اور حرام ہے، ہر ایک مسلمان کو اس سے بچنا ضروری ہے ملازمت یا اسی طرح کسی حکومتی قانون یا دباؤ کی وجہ سے ایسی برائی میں مبتلا ہونا پڑے تو توبہ کرنا ضروری ہے، اور حلال آمدنی کی کوئی صورت مل جائے تو اس سے بچنا بھی ضروری ہو جاتا ہے لیکن کسی بھی صورت میں اس کی آمدنی حلال نہیں ہے اس لئے اصل رقم سے جو بھی زائد رقم ملے اسے غریب مسلمانوں کو بغیر ثواب کی نیت کے مالک بنا کر اُس کے وبال سے بچنے کی نیت سے دے دینا چاہئے، اور اس مصیبت کو ختم کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۶۸﴾ بیمہ کی رقم استعمال کر لی تو......

سوال: جنوبی افریقہ سے میرے پاس بیمہ کے دو ہزار روپے تقسیم کرنے کے لئے آئے تھے، میں نے اس رقم کو اور میرے اپنے ذاتی تین ہزار روپے خرچ کر کے غسل خانہ اور بیت الخلاء اور بڑی ٹنکی اور بیت الخلاء کے لئے ٹنکی بنائی، تو دو ہزار روپے (جو مجھے تقسیم کرنے کے لئے دئے گئے تھے) میں نے خرچ کر ڈالے۔ کیا وہ میرے لئے جائز تھا یا نا

جائز؟ بعد میں ہم نے یہ نیت کی ہے کہ جب ہاتھ میں رقم آئے گی تب وہ دو ہزار روپے غریبوں میں تقسیم کر دیں گے۔مگر پہلے آپ مذکورہ بالا سوال کا صحیح جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورتِ مسئولہ میں آپ کو رقم تقسیم کرنے کے لئے وکیل بنایا تھا اس لئے وہ رقم آپ اپنی ضرورت میں خرچ نہیں کر سکتے اس طرح خرچ کرنے سے گناہ ہوا، اب اتنی رقم تقسیم کرنا بالتاکید ضروری ہے۔اور اگر آپ کو وکیل نہ بنایا ہو، اور غریب ہونے کی وجہ سے آپ کو تملیکاً دیا ہو تو مالک ہونے کے بعد آپ جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۶۹﴾ آج کے حالات میں بیمہ کروانا

سوال: آج کل دنیا میں جگہ جگہ قومی فسادات ہوتے رہتے ہیں، پولیس لوگوں کی حفاظت کرنے کے بجائے اوباشوں کے ساتھ مل کر اقلیتوں کے جان اور مال کا نقصان کر رہی ہے ان حالات میں مسلمانوں کو اپنی زندگی و اموال اور جائداد کا بیمہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟ بیمہ کی وجہ سے مرنے والے کی بیوی اور بچوں کو گذر بسر کی اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے، اور کاروبار کا بیمہ کروانے سے کاروبار کی حفاظت ہوتی ہے تو ان حالات میں زندگی اور کارخانوں وغیرہ کے بیمہ کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیمہ میں قمار اور سود دونوں برائیاں شامل ہیں، اور اسلام میں ان دونوں برائیوں سے سختی سے روکا گیا ہے اس لئے حتی الامکان اس سے بچنا چاہئے۔

سوال میں مذکورہ حقیقت بھی یقیناً درست ہے اس لئے مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے مال اور دُکان کا بیمہ کروانے کی گنجائش نکل سکتی ہے جیسا کہ دارالعلوم کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے۔

زندگی کا بیمہ کروانے کے لئے فی الحال حالات اور شریعت پوری طرح منطبق نہیں ہے اس لئے اس میں اجازت کا کوئی پہلو نہیں نکل سکتا، دارالعلوم کے فتوے کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

الجواب: حامداومصلیاومسلما.... بیمہ چاہے زندگی کا ہو یا مال اور جائیداد کا ہو اس میں قمار اور سود کی بو ضرور ہوتی ہے اور یہ دونوں برائیاں اسلام میں ناجائز اور حرام ہیں۔ ان کے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں؛ اس لئے بیمہ کو ناجائز اور حرام کہا جاتا ہے، اسلام میں انتہائی مجبوری کے بغیر اس کی اجازت نہیں۔ سخت مجبوری ہو جیسے کہ ایک ملازم ہے جس کے گذر بسر کا صرف وہی ذریعہ ہے اگر ملازمت چھوڑ دے تو گذر وبسر کا کوئی ذریعہ نہ رہے، اور ملازمت کا چھوڑنے سے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے گا یا مصیبت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور ملازمت ملنا یا ملازمت کا باقی رہنا یہ زندگی کے بیمہ کے بغیر قانوناً منع ہو یا مشکل ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں مجبوراً مجبوری کی حد تک علماء نے اس کی گنجائش دی ہے، لہٰذا کسی جگہ قومی حالت بدامنی اور فسادات کی وجہ سے ایسی خطرناک ہو گئی ہو کہ بیمہ کے بغیر مال وجائیداد کی حفاظت مشکل ہو تو ان پریشانیوں کی وجہ سے مجبوری کے حد تک مال وجائیداد کا بیمہ کروانے کی گنجائش ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ بیمہ میں اپنی جمع کردہ رقم سے زیادہ جو رقم بیمہ کی زیادتی کے طور پر ملے وہ زائد رقم غریب مسلمانوں میں تقسیم کرنی ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

احقر مفتی نظام الدین غفرلہٗ

﴿۲۳۷۰﴾ زندگی کا بیمہ کروانا

سوال: لائف انشورنس یعنی زندگی کا بیمہ درجِ ذیل حالات میں جائز ہے یا نہیں؟
ایک شخص کی آمدنی زیادہ ہے اس لئے اسے زیادہ انکم ٹیکس بھرنا پڑتا ہے اگر مذکورہ ٹیکس بھرنے والوں کی زندگی کا بیمہ ہو تو انکم ٹیکس میں اسے کچھ رقم کی معافی اور راحت ملتی ہے اور انکم ٹیکس میں زیادہ رقم نہیں بھرنی پڑتی اور اس کی دو شرطیں ہیں۔
(۱) بیمہ کروا کر اس کا سالانہ پریمیم بھرنا پڑتا ہے اور اس کے ادا کئے ہوئے روپے ہفتہ کے مکمل ہونے پر واپس ملتے ہیں۔
(۲) اگر صرف انکم ٹیکس بھرنے میں راحت حاصل کرنے کی نیت ہو تو اس صورت میں اپنی زندگی کا باقاعدہ سالانہ ہر ہفتہ بھرنا پڑتا ہے، اور اپنے مرنے کے بعد جتنی رقم بیمہ میں پریمیم کے طور پر جمع کی اتنی ہی رقم سود کے ساتھ ہم کو واپس ملتی ہے۔ دونوں صورتوں میں انکم ٹیکس بھرنے میں جو راحت ملتی ہے وہ الگ۔ نمبر ایک میں بیمہ ایک لاکھ کا کرایا تو اپنے مرنے کے بعد فوراً اپنے ورثاء کو ایک لاکھ نقد واپس ملتے ہیں اور انکم ٹیکس بھرنے میں جو راحت ملتی ہے وہ الگ، اپنے ملک میں بار بار قومی فسادات اور جھگڑے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی جان، مال، جائداد کو بار بار نقصان ہوتا ہے یہ ایک سچی اور واقعی حقیقت ہے تو ان حالات میں اگر اپنی سلامتی کے لئے اپنی جان مال، جائداد مکان گودام وغیرہ کا بیمہ کروایا جائے تو کیا کچھ حرج ہے؟ یا ناجائز شمار ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیمہ کا جو طریقہ ہے اس میں اسلامی اصول کے مطابق دو چیزیں ہیں: ایک سود اور دوسرا قمار، اور ان دونوں برائیوں پر شریعت نے سختی سے روک

تھام کی ہے، جس کی وجہ سے زندگی کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے۔حکومت انکم ٹیکس کے نام سے جو رقم لیتی ہے وہ بھی شرعی نقطۂ نظر کے مطابق جائز نہیں ہے، اس کے باوجود اگر زبردستی کی جاتی ہو تو اتنی رقم دیدینے میں گناہ نہیں، اور اس رقم کو واپس لینے کے لئے کسی جائز صورت کے اختیار کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔

مال و جائداد اور دُکان کے بیمہ میں موجودہ زمانے اور حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے محققین علماء نے گنجائش دی ہے اس لئے اتنا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اور اپنے مال و جائداد کے نقصان سے زائد جو بھی رقم ملے وہ غرباء کو دیدی جائے، اور ذاتی استعمال میں لانے کی نیت نہ کرے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے (مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۷۱﴾ ڈیتھ ٹیکس کے لئے بیمہ کروانا

سوال: فی الحال حکومتی قانون کے مطابق انسان کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کے پاس سے لازمی طور پر ''ڈیتھ ٹیکس (Death Tex)'' لیا جاتا ہے جس کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے، یہ ٹیکس اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ کئی مرتبہ آدمی کے انتقال کے بعد ''ڈیتھ ٹیکس'' میں ورثاء کے حصے میں آئی ہوئی جائداد بھی بیچنی پڑتی ہے یا یہ کہ اس کے انتقال کے بعد مرحوم نے جو تجارت چھوڑی ہے وہ بیچ کر اس کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے۔ان حالات میں اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اس کے مرنے کے بعد جو ڈیتھ ٹیکس بھرنا ہوگا اس کی ادائیگی کے لئے بیمہ کروالے اور اس بیمہ کی رقم سے اس کے ورثاء ڈیتھ ٹیکس ادا کردیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مقصد کے لئے بیمہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ مصیبت کو دور کرنے کے لئے زندگی کا

بیمہ کرانا جائز نہیں ہے، اوراگر کسی نے بیمہ کرایا ہوتو سوداور قمار کا اس کو گناہ ہوگا۔
البتہ کسی شخص کواپنے اس عمل کے جواب دینے کی قوت ہو، اورخود کے ورثاء کو جومصیبت پیش آتی ہے اس مصیبت کودور کرنے کے لئے ہی یہ کام کیا ہو، اور وہ اس کوثابت کردے تو چھٹکارے کی امید ہے، اوراس بیمہ سے جوبھی زائدرقم حاصل ہواس کو مذکورہ ٹیکس میں ادا کرنے کی گنجائش ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۷۲﴾ مجبوری کی بناپر مکان دکان، گاڑی وغیرہ کا بیمہ کروانا

سوال: محترم جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم ، بعدسلام مسنون!
آپ کی خدمت اقدس میں گذارش یہ ہے کہ میں مندجہ ذیل حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ کے دئے ہوئے ایک فتوے کا جواب حرف بحرف درج کرتا ہوں۔ اوراس کے بعدمیرے دل میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات پوچھنا چاہتا ہوں۔امید ہے کہ جواب دے کرشکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔
سوال نمبر:۲۷۷۱۔زندگی کا بیمہ یا آگ کا بیمہ کرانا جائز ہے یانہیں؟
الجواب: حامداومصلیاومسلما....وقت اورحالات کودیکھتے ہوئے محققین علماء نے مذکورہ بالا صورت میں مکان کا بیمہ نکالنے کی گنجائش دی ہے البتہ زندگی کا بیمہ اور وہ بھی مذکورہ بالا صورت کے مطابق کرانا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ ج:۳، ص:۴۲۷)۔
حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ کے مذکورہ بالا جواب سے تو یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ مکان دُکان اور کاروبار کا بیمہ کرانا جائز ہے۔

تو اب میرا سوال یہ ہے کہ بیمہ کرانے کے بعد اس بیمہ کی جو رقم حاصل ہوتی ہے اسے استعمال کر سکتے ہیں؟ اس لئے کہ جائز ہونے کا فائدہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ بیمہ سے ملی ہوئی رقم کو استعمال کیا جا سکے۔ وضاحت کے ساتھ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیمہ میں قمار اور سود جیسے دو گناہ ہیں لیکن بعض مرتبہ ملک کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے محققین علماء نے ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے قاعدے کے تحت مجبوری کے درجہ میں گنجائش دی ہے جیسا کہ آپ کے لکھے ہوئے فتوے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ''الاشباہ'' میں ایک دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ''الضرورة تتقدر بقدر الضرورة''، ترجمہ: ضرورت کے مطابق ہی رخصت دی جائے گی۔ جیسا کہ شراب کا پینا، خنزیر کے گوشت کا کھانا حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص بھوک اور پیاس کی وجہ سے موت کے قریب ہو چکا ہو تو زندگی بچانے کی خاطر سدرمق کی مقدار کھا پی سکتا ہے۔ پیٹ بھر کر لذت کی خاطر کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ضرورت کے لئے مال کا یا دُکان کا بیمہ کرانا ہو تو جتنا نقصان ہوا ہے اس سے زیادہ وصول کرنا جائز نہیں اور اگر زیادہ وصول کر لیا ہو تو اس رقم کا ذاتی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے بلکہ غریب اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۷۳﴾ ایل آئی سی (.L.I.C) بیمہ کمپنی میں ملازمت

سوال: ایل آئی سی (.L.I.C) بیمہ کمپنی میں مسلمان کا ملازمت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایل آئی سی (.L.I.C) شریعت کی نگاہ میں قمار اور

سود کا کاروبار کرنے والی کمپنی ہے اس وجہ سے اس میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس ملازمت کے عوض میں آنے والی تنخواہ بھی طیب نہیں ہے، حرام ہے، اس لئے اس سے بچنا اور پاک وحلال روزی تلاش کرنا ضروری ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے: **ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان۔ (المائدۃ:۲)۔**

غیر مسلم کے ملک میں رہائش رکھنے والے مسلمان کو اس غیر مسلم کمپنی میں ملازمت کے علاوہ کوئی اور دوسری ملازمت نہ ملتی ہو اور مذکورہ کمپنی کی ملازمت چھوڑ دینے سے خود کے گھر والوں کے گذر وبسر کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو تو ایسی مجبوری میں یکدم ملازمت نہ چھوڑ دے، لیکن دوسری شک وشبہ سے خالی حلال روزی کی جستجو میں رہے اور استغفار کرتا رہے اور عند اللہ حلال روزی کی دعا کرتا رہے۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۷۴﴾ تعلیمی خرچ کے لئے تربیتی تعلیم کا بیمہ کرانا

سوال: تعلیم کا خرچ اٹھانے کے لئے تربیتی تعلیم کا بیمہ کرانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تعلیمی بیمہ کا پورا طریقہ سوال میں لکھا نہیں ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر جواب دیا جائے مگر اس کے باوجود بیمہ میں سود اور قمار دونوں برائیاں پائی جاتی ہیں اس لئے سخت اضطراری حالت اور اشد مجبوری کے بغیر جائز نہیں ہے۔

﴿۲۳۷۵﴾ بچوں کی اچھی تعلیم کے لئے بیمہ کرانا

سوال: میرا لڑکا فی الحال ایک سال کا ہے۔ جس کی مستقبل کی تعلیم کے لئے بیمہ کرانے کا ارادہ ہے، اس لئے کہ اگر مستقبل میں میری مالی حالت ابتر ہوگئی تو اس کا تعلیمی خرچ نہیں اٹھا سکوں گا، لہذا اگر ابھی بیمہ کرایا ہو تو مستقبل میں پریشانی نہیں ہوگی، کیا شرعی رو سے مذکورہ

تعلیمی بیمہ کرانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیمہ میں قمار اور سود دونوں کی صورتیں ہوتی ہیں، اور دونوں برائیوں سے شریعت نے خوب سختی سے روکا ہے، اس لئے تعلیمی بیمہ کروانا جائز نہیں ہے، سوال میں درج مستقبل کی تکلیف کے پیش نظر یا رکاوٹ سے بچاؤ کے لئے خدا پر بھروسہ اور اس قادر مطلق کے ساتھ حسن ظن اور ساتھ میں تھوڑی رقم ہر مہینہ علیحدہ طور پر جمع کرتے رہنا مناسب ہے، پاک، حلال اور قلیل کمائی میں برکت ہوتی ہے اور حرام کمائی میں کثرت نظر آتی ہے لیکن برکت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۷۶﴾ سرکار کی جانب سے اسکول میں کام کرنے والے ملازمین کے لئے بیمہ کرانا

سوال: حال ہی میں حکومت کی جانب سے اسکولوں میں کام کرنے والے ملازمین کے لئے بیمہ کے متعلق ایک نیا قانون جاری ہوا ہے، جس میں ۸۵/۴/۱ سے اسکول میں ملازمت شروع کرنے والے ملازمین کو لازمی طور پر بیمہ کرانا ضروری ہے، ملازم چاہے یا نہ چاہے، اس کی تنخواہ کے تناسب سے ہر ماہ پریمیم کی رقم حکومت کی طرف سے اس کی تنخواہ سے وضع ہو جائے گی، دوران ملازمت ملازم انتقال کر جائے تو اس کے بیمہ پلان کے مطابق بیمہ کی رقم ملازم کے بتائے ہوئے ورثاء کو ملتی ہے، ایسی اسکیم میں جڑنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلامی شریعت میں قمار اور سود دونوں گناہوں پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور ان دونوں گناہوں سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، اور بیمہ میں یہ دونوں گناہ ہوتے ہیں، زندگی کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے یعنی اپنی مرضی سے اس میں جڑنا حرام اور گناہ کا کام ہے، البتہ اگر کسی ملازمت میں زندگی کا بیمہ لازمی ہو اور اس کے بغیر

چھٹکارا نہ ہو اور مجبوراً اس میں جڑنا پڑے اور تنخواہ میں سے پریمیم کی رقم باہر ہی باہر کٹ جاتی ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا لیکن خدانخواستہ بیمہ مکمل ہو جائے اور بیمہ کی رقم ملے تو پریمیم میں بھری ہوئی رقم سے زائد آمدنی حرام شمار ہوگی، ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب مسلمان کو دے کر اس حرام آمدنی کا وبال دور کرنے کی نیت سے صدقہ کر دیں تو بہت ہی درست کہلائے گا، تنخواہ کی رقم میں سے بیمہ کی رقم خود بخود کٹ جاتی ہو اور اپنی مرضی کے بغیر مجبوری کی وجہ سے ہو تو واپس ملنے والی رقم لے کر استعمال کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۷۷﴾ پریمیم مکمل نہ بھرنے کے باوجود بیمہ کمپنی سے زائد رقم لینا

سوال: (۱) یہاں گاڑی کا بیمہ عام ہے، ایکسیڈنٹ یا نقصان ہونے پر انشورنس کمپنی نقصان کے برابر روپے دیتی ہے تو انشورنس کمپنی کی جانب سے ملی ہوئی اس رقم کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کبھی کبھی بیمہ کروانے والے نے قسط بھی مکمل نہ بھری ہو تو بھی ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے مکمل رقم مل جاتی ہے۔

(۲) مذکورہ بالا صورت کے مطابق حاصل کی ہوئی مخلوط رقم نیک کام جیسے کہ زکوٰۃ، خیرات اور حج وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کامل نصاب ہونے کی وجہ سے صاحبِ نصاب کہلائے گا یا نہیں؟ اور اس کی دعوت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ...... (۱) مال، جائداد، مکان اور گاڑی وغیرہ کا بیمہ کرانے میں موجودہ زمانہ کے علماء کے فتوی کے مطابق گنجائش ہے، لہٰذا مذکورہ چیزوں میں نقصان ہونے کی بناء پر انشورنس کمپنی سے نقصان کے مطابق رقم لے سکتے ہیں، چاہے

پریمیم مکمل بھرا ہو یا نہ بھرا ہو۔

(۲) زکوٰۃ خیرات اور حج کے لئے حلال، پاکیزہ کمائی استعمال کرنی چاہئے جس آدمی کی دونوں طرح کی آمدنی ہو تو اکثر آمدنی جو ہوگی اس کے مطابق حکم دیا جائے گا اگر حلال آمدنی زیادہ ہوگی تو دعوت کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۷۸﴾ حادثہ میں انتقال کر جانے سے بیمہ کی رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: ایک گاڑی سے دوسری گاڑی کے ایکسیڈنٹ میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس ایکسیڈنٹ میں سامنے والے کی غلطی تھی اس لئے مرنے والے کے ورثاء نے حکومتی قاعدہ کے مطابق ٹکر مارنے والی گاڑی کے ڈرائیور پر مقدمہ کر دیا اور اخیر میں کورٹ کی طرف سے فیصلہ ہوا کہ سامنے والا مرنے والے کے ورثاء کو تاوان ادا کرے اور اس تاوان کا نام بھی قانوناً جان کا بدلہ ہی ہے البتہ سامنے والے نے اپنی کار کا بیمہ کروایا تھا جس کی بناء پر اس نے مذکورہ رقم بیمہ کمپنی کے پاس سے ادا کرائی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ مرنے والے کے ورثاء کے لئے یہ رقم لے کر اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ......سامنے والے کی غلطی کی وجہ سے حادثہ میں کسی کو جسمانی ایذا ہو یا نقصان ہو یا موت ہو جائے تو اس سے تاوان کے طور پر شریعت کے طے کردہ اصولوں کے مطابق دیت لینا بغیر کسی حرج کے درست ہے۔ اور یہ مذکورہ شخص یا اس کے رشتہ دار خود ادا کریں۔ (در مختار ج:۴)۔

نیز ان کی رضامندی سے دوسرا کوئی بھی شخص دیت ادا کر دے تو یہ بھی جائز ہے، صورتِ

مسئولہ میں بیمہ کمپنی وہ رقم ادا کررہی ہے اور کمپنی شرعی نقطۂ نظر سے سود اور قمار دونوں کا کام کرتی ہے جس کا کام نیز آمدنی دونوں ناجائز اور حرام ہیں، لہٰذا ایسی حرام اور ناپاک آمدنی سے دیت ادا کی جائے تو مسلمانوں کے لئے اس رقم کا لینا جائز نہیں ہے، اس لئے سود کی رقم کی طرح اس کو لے کر غریب اور محتاج کو مالک بنا کر تقسیم کردی جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ ص:۳۴۳ سے ۳۴۹ تک)۔

اور صورتِ مسئولہ میں حادثہ کا معاوضہ لینا جائز ہے، جس کی بناء پر سامنے والے کی حلال کمائی میں سے لیا جائے، یا اس سے کہا جائے کہ تو کسی کے پاس سے قرض لے کر ہمیں دیدے اور بیمہ کا پیسہ قرض کی بھرپائی میں ادا کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿۲۳۷۹﴾ مریض کا میڈیکل کلیم سے فائدہ حاصل کرنا

سوال: میں ایک ادارہ میں ۲۵ سال سے معلّمہ کی خدمت انجام دے رہا ہوں، مجھے ایس ایل ای کی تکلیف ہے، اس کی وجہ سے مجھے وقتاً فوقتاً چھوٹی بڑی بیماریاں ہوتی رہتی ہیں ان کے پیچھے مجھے کافی خرچہ ہوتا ہے، اس خرچ کے لئے مجھے اسکول کی طرف سے تھوڑی مدد ملتی تھی وہ ابھی تھوڑی مدت سے بند ہوچکی ہے، البتہ ادارہ نے ہمارا میڈیکل کلیم کروادیا ہے، جس کا پریمیم بھی ادارہ ہی ادا کردیتا ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر میڈیکل کلیم کی رقم استعمال کرنا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟

۲......اگر میڈیکل کلیم کے روپے استعمال نہیں کرسکتے تو پریمیم میں بھری ہوئی رقم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۳......میں ہسپتال میں داخل ہوں، تو کیا میڈیکل کلیم لے سکتا ہوں؟

۴......میری بیماری کا خرچ اٹھانے والا کوئی نہیں ہے، میں تنہا ہوں، اور میری آمدنی بہت کم ہے، ان حالات میں کیا میں میڈیکل کلیم کے روپئے لے سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو اسکا خرچ اسکے اپنے ذمہ میں ہوتا ہے، اور اس کی طرف سے اسکا شوہر یا کوئی ادارہ مدد کر دے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، لیکن علاج کے لئے انشورنس کا طریقہ اپنانا شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ انشورنس میں سود اور جوا دونوں گناہ ہیں، اب اگر آپ مجبور ہو، علاج کا خرچ آپ کے پاس نہ ہو اور ادارہ نے میڈیکل کلیم کروا دیا ہو اور قانوناً آپ اسکے حقدار بھی ہیں تو آپ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۸۰﴾ مسجد کا انشورنس کروانا

سوال: سوال: جناب مفتی اسماعیل صاحب دامت برکاتہم

براہ کرم حسب ذیل سوال کا جواب مرحمت فرماویں

(۱) ہمارے یہاں مسجد کا انشورنس ہم نے کروایا ہے۔ اس کا سالانہ پریمیم Premium بہت زیادہ ہے۔ اس پریمیم Premium کو ادا کرنے کی صورت ہمارے ذہنوں میں یہ آئی ہے کہ ہماری مسجد کا بینک اکاؤنٹ سود کے لئے کھولا جائے اور اس میں جو سود آئے گا اس سے مسجد کا انشورنس کا پریمیم Premium ادا کیا جائے۔ تو کیا شریعت اسلامی میں اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہے تو کسی کی سود کی رقم سے یا مسجد کے اکاؤنٹ میں سود کی رقم موجود ہو تو اس سے مسجد کا انشورنس کا پریمیم Premium ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

تینوں صورتوں میں اثبات اور نفی کے اعتبار سے جواب مطلوب ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انسیورنس میں جو طریقہ رائج ہے اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں سود اور قمار کی دونوں صورتیں پائی جاتی ہے۔ اور ان دونوں چیزوں کی احادیث اور قرآن مجید میں ممانعت اور سخت وعیدیں ہیں۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان سے احتراز کرنا چاہئے۔ یہی اعلیٰ درجہ ہے۔

موجودزمانہ اور ملک میں اسلام دشمن عناصر کا غلبہ ہے اور ان لوگوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً بلا وجہ دشمنی میں املاک کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے انصاف نہیں ملتا۔ اور تساہل اور جانب داری سے کام لیا جاتا ہے۔ اور انسورنس ہونے کی شکل میں چونکہ معاوضہ تو مل جاتا ہے۔ اس لئے نقصان پہنچانے میں بھی کمی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء نے مجبوراً ملکیت کے انسیورنس کی اجازت دی ہے۔

اسی طرح سود کے متعلق بھی قرآن مجید میں سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اور لعنت اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف بتایا گیا ہے۔ دوسری جانب پیسے کی حفاظت بھی بینک میں جمع کرانے کے علاوہ ممکن نہیں۔ لہٰذا اس نیت سے تو بینک میں رقم رکھنے کی گنجائش تو ہے لیکن سود حاصل کرنے کے لئے رقم رکھی جائے تو اس میں لعنت اور سود کا گناہ بھی ہوگا۔ نیز مسجد کے وقف یا چندہ کے پیسے متولیان سود کی نیت سے بینک میں رکھیں گے تو سود کے گناہ کی ذمہ داری کے علاوہ ان روپیوں کی ضمانت ان پر عائد ہوگی۔

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ نے مسجد کا انسورنس کیا ہے تو........ اسی پیسے سے ادا کریں اور جب کلیم کرنے کی نوبت آئے تو اس وقت تک جتنے پیسے پریمیم میں ادا کئے ہیں اس کو مسجد کے کام میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اور بقیہ جو زیادہ ملے اس کو الگ رکھ کر

آئندہ پریمیم میں ادا کر سکتے ہیں۔

مسجد کا اکاؤنٹ جس بینک میں ہو اور اس میں جو سود ملا ہے اس کو اسی بینک میں مسجد کا انشورنس کرا کے پریمیم میں واپس دے سکتے ہیں۔ مثلاً لائیڈ بینک میں سود جمع ہوا ہو اور انشورنس بھی لائیڈ بینک یا اس کی کسی برانچ میں ہو تو مسجد کی جمع شدہ رقم کا جو سود آئے اس کو لے کر لائیڈ بینک میں مسجد کے انشورنس کے پریمیم میں واپس دے سکتے ہیں۔

کسی کے پاس اپنی ذاتی رقم کا سود موجود ہے تو اس کو غرباء وفقراء پر خرچ کر کے سود کے وبال سے بچنا چاہئے۔ مسجد یا مسجد کی امداد میں دینے سے کچھ نہ کچھ ثواب کی نیت ہوتی ہے جو ایسے پیسوں کے خرچ کے لئے ناجائز اور باعث گناہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۳۸۱﴾ کیا ایل آئی سی کا بیمہ کروانا جائز ہے؟

سوال: ایل آئی سی کا زندگی کا بیمہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟

اسلامک فقہ اکیڈمی نے موجودہ زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیمہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، یہ فتویٰ اکیڈمی نے اپنے پانچویں فقہی سمینار (منعقدہ: ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱، ۲، نومبر ۱۹۹۲ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ) میں دیا تھا، بہت سے علماء اس فتوے سے ناواقف ہیں یا ماننے سے انکار کر رہے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا فقہ اکیڈمی کا یہ فتویٰ غلط ہے؟ کیا اس پر عمل ہو سکتا ہے؟ کیا آج کے دور میں زندگی کا بیمہ اور دوسرے بیمے کروانا جائز ہے؟

تازہ قلم: فقہ اکیڈمی کے بیمہ کے جواز کا فتویٰ گجراتی ماہ نامہ دار العلوم، کنتھاریہ کے جنوری ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں طبع ہوا ہے۔

نقل: زندگی کا بیمہ کروانا جائز ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے پانچویں فقہی سمینار میں (منعقدہ: ۳۰، ۳۱ اکتوبر ا،۲، نومبر ۱۹۹۲ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ) ہندوستان میں موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جان، مال کے بیمہ کے متعلق جو متن تیار کیا ہے وہ یہاں نقل کیا جارہا ہے۔

ہندوستان میں موجودہ حالات کے مدنظر اسلامک فقہ اکیڈمی کا بیمہ کے جواز کا فیصلہ

ہندوستان میں موجودہ حالات میں جب کہ مسلمانوں کی جان و مال، کاروبار، تجارت قومی فسادات کی وجہ سے ہر وقت خطرہ میں ہیں ان کے پیش نظر فقہی اصل " الضرورات تبیح المحظورات " کے تحت مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کے لئے جان و مال کے بیمہ کی شرعی رو سے اجازت ہے۔ (گجراتی ماہ نامہ "دارالعلوم" کنتھاریہ؛ شمارہ: جنوری ۱۹۹۴ء)

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں قمار، سود اور دھوکہ دہی گناہ کبیرہ اور ناجائز و حرام ہیں، جان، مال اور کاروبار کے بیمہ میں قمار اور دھوکہ دہی ہے، اس لئے یہ کہنا کہ زندگی کا بیمہ جائز ہے بالکل صحیح نہیں ہے، شریعت کے احکام اللہ کے احکام ہونے کی وجہ سے اٹل ہیں وہ بدل نہیں سکتے، اور کسی کو بھی اس حکم میں اپنی طرف سے تبدیل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

البتہ حالات اور ضروریات کے پیش نظر کبھی حکم میں کچھ رخصت ملتی ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی اور دارالعلوم کے حوالہ سے بیمہ کے جواز پر جو تفصیل نقل کی گئی ہے وہ ناقص ہے، پوری تفصیل کا بغور مطالعہ کرنے سے اسکی صحیح حقیقت حال معلوم ہوجائیگی۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۳۸۷) پر ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

بیمہ میں سود بھی ہے اور قمار بھی، اور یہ دونوں شریعت میں ممنوع ہیں، البتہ کوئی شخص ایسی جگہ

بود و باش رکھتا ہو کہ وہاں بیمہ کروائے بغیر اپنی حفاظت نہ ہوسکتی ہو، یا قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ کروانا پڑے تو بیمہ کروانا درست ہے، پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود (اگر کسی وجہ سے بیمہ مکمل ہو جاوے اور پریمیم میں بھری ہوئی رقم سے زائد رقم ملے تو) پریمیم میں بھری ہوئی رقم سے زائد ملنے والی رقم کو استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، یہ زائد رقم غرباء میں صدقہ کر دینا ضروری ہے، اپنی ضروریات میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الھبۃ

﴿۲۳۸۲﴾ شرطیہ ہبہ اور عمرہ میں دی ہوئی جائداد کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

زید کی چار بیویاں ہیں اور ان بیویوں سے اسے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں، کچھ دنوں قبل جب زید نے اپنی کل جائداد کا وصیت نامہ بنایا تو اس وقت صرف ایک عورت اور چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں، اس طرح سب ملا کر ۱۳/ وارث تھے۔ زید نے اپنے تمام ورثاء کو اپنی جائداد سے مناسب حصے دئے اور ہر ایک کے حصے میں آئی ہوئی جائداد جیسے کہ گھر، زمین وغیرہ کا اسے مکمل مالک اور مختار بھی بنا دیا، اور ہر ایک جائداد کا قبضہ بھی اس کے وارث کو حوالے کر دیا، اور تمام آزادانہ طور پر اپنے ملے ہوئے حصوں میں تصرف کرنے لگے۔ لیکن زید نے اپنے تمام ۱۳/ وارثوں میں سے اپنی عورت اور سب سے چھوٹی لڑکی جو اس کی زندہ بیوی سے ہے انہیں جو جائداد دی وہ مندرجہ ذیل شرط پر دی:

تم یعنی میری بیوی کو میں نے وصیت نامہ میں جو جائداد دی ہے اس تمام جائداد میں تمہیں صرف تصرف کا حق ہوگا۔ جو گھر دیا ہے اس گھر میں تم رہو، یا کرایہ پر دو، جو چاہو تصرف کرو۔ لیکن اسے تم بیچ نہیں سکتے اور کبھی رہن پر نہیں دے سکتے، نیز جو زمین تمہارے حصہ میں آئی ہے اس زمین کو تم خود جوتو یا دوسرے کو جوتنے کے لئے مزارعت پر دو اور اس کی پیداوار تم لو ان تمام باتوں کے تم خود مختار رہو۔ لیکن یہ زمین تم بیچ نہیں سکتے اور رہن کے طور پر یا ہبہ کے طور پر بھی نہیں دے سکتے، نیز صرف تمہاری زندگی تک تمہیں تصرف کا حق ہے، تمہارے انتقال کے بعد تمہاری یہ جائداد میری دوسری بیوی کے پہلے اور دوسرے

لڑکے کو ملے گی، اس میں دوسرے کسی کا کوئی حق حصہ نہیں ہوگا۔

نوٹ: مذکورہ عورت کو زید سے صرف ایک بیٹی سلمہ ہے، یہ لڑکی سلمہ اس وصیت نامہ کے وقت چھوٹی تھی اور مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق مذکورہ عورت کی صرف ایک ہی لڑکی تھی، زید نے لڑکی کو جو جائداد دی اس میں مذکورہ بالا شرط لگائی، میری لڑکی سلمہ جو چھوٹی ہے اسے میں نے جو وصیت نامہ میں جائداد دی ہے اسے خدا عمر دے تو بڑی ہونے تک اس جائداد میں تصرف اس کی ماں کرے گی، لیکن سلمہ کے بالغ ہونے کے بعد اسے اس کا حصہ آزادانہ طور پر دیدیا جائے، اور سلمہ کے موت کے بعد اسے دی ہوئی جائداد بھی اوپر بتائی گئی تفصیل کے مطابق میرے لڑکے نمبر: ۱ اور ۲ کو دے دی جائے۔

نوٹ: زید نے اپنی لڑکی کو اس طریقہ سے حصہ دیا تو شریعت کی رو سے اس نے یہ صحیح کیا یا غلط کیا؟

(۲) زید کی لڑکی سلمہ کو اس کے شوہر سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی وارثوں میں سے ہے، زید کی اس طرح دی ہوئی جائداد سلمہ کی ہوگی یا پھر زید کے کہنے کے مطابق اس کے لڑکے نمبر: ۱ اور لڑکے نمبر: ۲ کی ہوگی۔

(۳) یا پھر زید کے تیرہ ورثاء کو ملے گی؟

(۴) زید نے خصوصاً یہ بتایا کہ میری بیوی اور میری لڑکی سلمہ کی موت کے بعد میرا لڑکا نمبر: ۱ اور لڑکا نمبر: ۲ حیات ہوں تو وہ اس جائداد کے وارث بنیں گے، اور یہ جائداد انہیں دی جائے گی، اور اگر وہ نہ ہوں تو ان کے ورثاء کو ملے گی اور اگر ان کے ورثاء نہ ہوں تو گاؤں کے مدرسہ کو دیدی جائے گی۔

تو اب مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:

(۱) زندگی میں دی ہوئی جائداد ہبہ شمار ہوگی یا میراث؟

(۲) اگر ہبہ ہے تو شرطیہ ہبہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) ایسی شرطیہ ہبہ میں موہوب لہ موہوبہ شیء کا مالک بنتا ہے یا نہیں؟

(۴) اس طرح اگر کسی شخص کو ہدیہ دیا ہو تو ان کے مرنے کے بعد اس کی جائداد کا حقدار کون کہلائے گا؟ واہب کے ورثاء یا موہوب لہ کے ورثاء؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زید نے اپنی جائداد میں سے لڑکے اور لڑکیوں کو جو چیزیں دی، اور ان چیزوں کا انہیں مکمل مالک بنا دیا اور ورثاء نے ان چیزوں پر قبضہ بھی کرلیا تو ہبہ تام ہو گیا، اور یہ ہبہ صحیح شمار کیا جائے گا، اور اب اس میں زید کا یا اس کے کسی دوسرے ورثاء کا کوئی حق اور حصہ نہیں لگے گا۔ اور یہ بخشش یا ہبہ کہلائے گا نہ کہ میراث۔ اس لئے کہ میراث تو آدمی کے انتقال کے بعد ورثاء میں جو مال تقسیم ہوتا ہے اسے کہتے ہیں۔ (شامی ج:۴ص:۵۱۰ اور جلد:۵)۔

زید نے اپنی منکوحہ کو جو جائداد دی ہے وہ بخشش نہیں صرف تصرف کا حق ہے، اور اس کی پیداوار زندگی تک لینے کا اختیار دیا ہے اس کو عاریت کہا جاتا ہے، لہٰذا شوہر کی حیات تک وہ اس کی جائداد سے فائدہ اٹھا سکتی ہے لیکن شوہر کے انتقال کے بعد وہ جائداد میراث بن کر ورثاء میں شرعی حصہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔

اور مرد کا یہ وصیت کرنا کہ تمہارے مرنے کے بعد میری جائداد کے وارث میری دوسری بیوی کے لڑکا نمبر:۱ اور لڑکا نمبر:۲ ہوں گے، اور اس میں دوسرے کسی کا کوئی حق اور حصہ نہیں ہوگا یہ وصیت باطل ہوگی اور ہر ایک وارث کو اس کے شرعی حصّہ کے مطابق اس جائداد سے حق اور حصہ ملے گا۔

دوسری صورت میں عورت کو مرد نے جو زمین وغیرہ دی ہے اور اس میں ہبہ کی صراحت کی ہے یعنی یہ لکھا ہے کہ ''میری بیوی کو اس وصیت نامہ میں جو جائداد بخشش میں دی ہے اور یہ عورت کی حیات تک محدود ہے'' تو اس کو شریعت کی زبان میں ''عمرۃ'' کہا جاتا ہے، اب زندگی تک دینے کے بعد عورت نے قبضہ کر لیا تو ہبہ تام ہو جائے گا اور زندگی تک کی شرط باطل ہو جائے گی۔ جس کی بناء پر مرحوم یا مرحوم کے ورثاء کا اس جائداد میں کوئی حق اور حصہ نہیں رہے گا وہ عورت کی مکمل ملکیت شمار ہوگی، وہ اسے بیچ بھی سکتی ہے اور عورت کی موت کے بعد عورت کے ورثاء میں تقسیم بھی ہوگی۔

سوال میں لکھا ہے کہ ''وصیت نامہ میں جو جائداد تمہیں دی ہے'' اب یہ جائداد دی تو ہے لیکن ہبہ دی ہے یا استعمال کرنے اور فائدہ اٹھانے کے لئے دی ہے اس کی کوئی صراحت نہیں ہے جس کی وجہ سے دونوں حکم اوپر ذکر کئے گئے ہیں۔

سلمہ کو جو شرطیہ جائداد دی ہے اس میں اس کا تصرف کم عمر ہونے کی وجہ سے اس کی ماں کو سپرد کیا ہے جس کی وجہ سے اس کی ماں نے اس کی جائداد پر قبضہ کیا تو فوراً ہی وہ جائداد لڑکی سلمہ کی ہو جائے گی اور اب اس میں کسی کا کوئی حق اور حصہ نہیں لگے گا اور اب اس کے والد کی لگائی ہوئی شرط اور وصیت باطل ہو جائے گی جس کی بناء پر سلمہ کی موت کے بعد اس کے جو ورثاء ہوں گے ان میں وہ جائداد تقسیم ہوگی۔

﴿۲۳۸۳﴾ زیورات کا مالک کون ہوگا؟

سوال: بکر نے شادی کے وقت اپنی ہونے والی بیوی کو سرکاری اسٹامپ پیپر پر اپنے زیورات لکھ کر دیئے، جس پر گاؤں کے ذمہ دار کی دستخط بھی ہے۔ تو ان زیورات کا حقیقی

مالک کون ہے؟ بکر یا پھر بکر کی بیوی؟ بکر اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر وہ زیورات لے سکتا ہے یا نہیں؟ بکر نے اپنے چھوٹے بھائی کی شادی میں مذکورہ زیورات چھوٹے بھائی کی بیوی کو وقتی طور پر پہننے کے لئے دئے تھے، اب چھوٹے بھائی نے ان پر قبضہ کرلیا ہے، اور کہتا ہے کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔

تو دریافت یہ کرنا ہے کہ ان زیورات میں چھوٹے بھائی کا شریعت کے مطابق کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بکر نے اپنی ہونے والی بیوی کو زیورات بخشش کے طور پر لکھ کر دیا ہو، اور عورت نے قبضہ بھی کرلیا ہو تو اب وہ زیورات عورت کی ملکیت ہوگئے، اور عورت کی رضامندی کے بغیر ان زیورات کو بیچنا یا کوئی تصرف کرنا شوہر کے لئے بھی جائز نہیں ہے، چھوٹے بھائی کو شادی میں صرف استعمال کے لئے دئے ہوں تو عورت کی ملکیت کے باقی رہنے کی وجہ سے وہ زیورات عورت کے ہی کہلائیں گے اور بڑے بھائی کی بیوی مذکورہ زیورات واپس لے سکتی ہے، چھوٹے بھائی کا ان زیورات میں حصہ طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۲۸۴﴾ زندگی میں دوسرے لڑکوں کو محروم کر کے ایک لڑکے کو مال ہبہ کرنا

سوال: میری بیوی، چار لڑکے اور چار لڑکیاں حیات ہیں، ایک چھوٹے لڑکے کے علاوہ تمام لڑکے لڑکیوں کی میں نے شادی کرادی ہے، لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں اچھے طریقے سے رہتی ہیں، اور دو لڑکے شادی کے بعد مجھے چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں رہتے ہوئے کام دھندا کر کے کماتے اور کھاتے ہیں، اور ماں باپ کا کوئی حق ادا نہیں کرتے، گھر

خرچ وغیرہ میں بھی کوئی سہارا نہیں دیتے۔ میرے ساتھ میرا ایک لڑکا ہمیشہ سے رہتا ہے اس کی شادی بھی میں نے کروائی ہے، وہ ہماری ہر طرح کی خدمت کرتا ہے اور اس کی آمدنی سے روپیہ بھی ہمیں دیتا ہے، گھر میں ڈیڑھ دو ہزار کی مرمّت بھی اسی نے کروائی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ میرے پاس جو گھر ہے وہ میں اس کو اپنی رضامندی سے دیدوں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کوئی شخص خود کی زندگی ہی میں اپنا مال ورثاء میں تقسیم کرنا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک کو برابر سرابر حصہ دے، لیکن سوال میں مذکورہ حقیقت سچ ہو تو اس صورت میں اپنے ایک ہی لڑکے کو ہبہ کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور آپ کا یہ قدم اٹھانا جائز کہلائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ ج:۴ ص:۳۹۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۸۵﴾ تمام اولاد کو مساوی طور پر ہبہ کرنا چاہئے

سوال: ایک عورت جس کی صرف ایک لڑکی اور لڑکا نیز پوتا اور نواسہ حیات ہیں، یہ عورت اپنی حیات میں اپنی جائداد و مال و متاع سے کتنی مقدار کسی ایک وارث کو ہبہ کرسکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورتِ مسئولہ میں عورت اپنی زندگی اور تندرستی میں جتنا بھی مال ہبہ کرنا چاہے کرسکتی ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن اگر خود کی اولاد کو دے تو تمام لڑکے، لڑکیوں کو برابر سرابر دینا چاہئے، کسی کو دینا اور کسی کو کچھ کو نہ دینا یا پھر کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دینا گناہ ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔ (شامی، کتاب الھبہ)

﴿۲۳۸۶﴾ ایک لڑکے کو خرچ برداشت کرنے کی وجہ سے کوئی چیز ہدیہ میں دینا

سوال: میرے تین لڑکے ہیں، فی الحال میرے دو لڑکے تقریباً پندرہ سال سے مجھ سے جدا

رہتے ہیں، ان دونوں لڑکوں کا مجھے کوئی تعاون نہیں ہے، چھوٹا لڑکا میرا نان ونفقہ برداشت کرتا ہے، اور جو کچھ ہے وہ فی الحال چھوٹے لڑکے ہی کا ہے، ہم دونوں میاں بیوی ضعیف ہیں، ہمارا دوسرا کوئی سہارا نہیں ہے، اب جو دولڑکے مجھ سے جدا رہتے ہیں انہیں حصہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر دینا چاہئے تو تینوں کو کتنا کتنا؟ یا جو نان ونفقہ برداشت کرتا ہے اسے ہی دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... انسان اپنی حیات میں اپنی اولاد کو بخشش دینا چاہے تو ہر ایک کو یکساں دینا چاہئے، کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دینا گناہ ہے، حدیث شریف میں ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، البتہ جو لڑکا نان ونفقہ برداشت کرتا ہے اسے اس وجہ سے کوئی چیز بخشش میں دی جائے تو اس میں حرج نہیں ہے، جائز ہے، آپ کے انتقال کے بعد جو اموال آپ کی ملکیت میں ہوں گے اس میں تمام ورثاء کا حصہ لگے گا

﴿۲۳۸۷﴾ بیوی کو جو مکان ہبہ کیا اس کا مالک کون؟

سوال: مرحوم اسماعیل بھائی نے اپنا ایک مکان اپنی حیات میں اپنی بیوی کو بخشش میں دیا تھا، اور بیوی شروع سے اسی ملکیت میں رہتی ہے تو یہ مکان شرع محمدی کے مطابق کس کا سمجھا جائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحوم اسماعیل بھائی نے اپنا مکان جب اپنی بیوی کو ہبہ کیا اور اس نے قبول کر کے قبضہ بھی کر لیا تو ہبہ تام ہو گیا، اور وہ مکان عورت کی ملک ہو گیا۔ (شامی، کتاب الھبہ)

﴿۲۳۸۸﴾ عورت کو اس کے نکاح میں جو مال ملے شوہر اس کا مالک نہیں بنتا

سوال: عورت کو شادی میں جو چیزیں عام لوگ بخشش کے طور پر دیتے ہیں ان چیزوں کا مالک کون ہے؟ اگر اتفاق سے کسی نکاح میں طلاق ہو جائے تو بعد طلاق کے وہ چیزیں کس کی کہلائیں گی؟ شوہر کی یا بیوی کی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کو جو چیزیں اس کے نکاح میں ہبہ کے طور پر دی جاتی ہیں ان کی مالک عورت ہی کہلائے گی، مرد اس کا مالک نہیں ہوتا۔ (شامی:۵۰۴)

﴿۲۳۸۹﴾ داماد کو دی ہوئی بخشش کے متعلق

سوال: شادی کے وقت عورت اپنے گھر سے جو کچھ لاتی ہے، طلاق کے بعد وہ تمام ہی واپس لوٹانا پڑتا ہے، لیکن سسرال سے داماد کو انگوٹھی، گھڑی، اور چادر وغیرہ دی ہوئی ہوتی ہے، تو کیا وہ بھی واپس لوٹانا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... داماد کو جو چیزیں بخشش کے طور پر دی گئی ہوں ان چیزوں کا مالک داماد ہی ہوگا، ان کا واپس دینا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۹۰﴾ نند کی طرف سے شادی میں دیا ہوا ہدیہ نند واپس لے سکتی ہے؟

سوال: ایک عورت کو اس کی نند نے شادی کے وقت کچھ قیمتی چیزیں ہدیہ دی تھیں، اب طلاق ہو جانے کے بعد نند اپنی بھابھی سے وہ چیزیں واپس مانگ رہی ہے، تو کیا عورت کا اپنی نند کو وہ چیزیں واپس دینا ضروری ہے؟ یا ہدیہ دی ہوئی چیزیں عورت کی ہو گئی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نند نے جو چیزیں عورت کو ہدیہ دی تو وہ چیزیں عورت کے قبضہ میں آجانے کے بعد عورت ہی کی ملکیت شمار ہوگی۔ (درمختار) نند کا واپس طلب

کرنا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگا، اس کے باوجود اگر عورت اپنی رضامندی سے واپس دے دے تو نند لے سکتی ہے۔ (شامی ج:۴ص:۷۰۹)۔ ہبہ کی ہوئی چیزوں کا واپس مانگنا قے کرنے کے بعد اسے چاٹنے کے مانند ہے، اس لئے ایسا کام کرنے سے بچنا چاہئے۔ فقط

﴿۲۳۹۱﴾ سالگرہ کا تحفہ دینا

سوال: افریقہ میں بچوں کے والدین ان کی سالگرہ پر خوشی میں کیک اور دیگر تحفے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، تو کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی شخص کو کوئی بھی چیز ہدیہ اور بخشش کے طور پر دینا اچھی بات ہے، اس میں دینی اور دنیاوی بہت سے فائدے ہیں، رواج اور غلط رسم سے متاثر ہوکر نہ دینا چاہئے، اس میں ثواب سے زیادہ گناہ ہے، برتھ ڈے یا سالگرہ منانا اور اس میں پارٹی کرنا یا کیک تقسیم کرنا انگریزوں کا رواج ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس میں انگریزوں کی مشابہت ہے، جس سے شریعت میں روکا گیا ہے۔

﴿۲۳۹۲﴾ موہوبہ شیء واپس لے سکتے ہیں؟

سوال: ایک آدمی نے اپنے بھتیجے کو ایک گھر بخشش کے طور پر دیا، بھتیجا گھر میں رہنے بھی لگا اب کچھ مدت کے بعد چچا اپنے بھتیجے کے پاس وہ گھر واپس مانگ رہا ہے تو کیا چچا ہدیہ میں دیا ہوا گھر واپس لے سکتا ہے؟ نرمی کے ساتھ یا جبراً لیا جائے تو کیسا ہے؟ بھتیجا خوشی سے دیدے یا نہ دے تو کوئی گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب چچا نے اپنے بھتیجے کو گھر ہدیہ میں دیا اور بھتیجے نے اس پر قبضہ بھی کرلیا تو اب یہ ہبہ تام ہوگیا، اب چچا کا اس گھر میں کوئی حق نہیں رہا، لہٰذا

واپس طلب کرنا مناسب نہیں، ہدیہ یا بخشش واپس لینے کو حدیث شریف میں قے کر کے واپس چاٹنے سے تشبیہ دی ہے، لہٰذا کسی کو چھوٹی یا بڑی چیز بخشش دے کر واپس نہ لینی چاہئے۔اس کے باوجود بھتیجا اپنی رضامندی سے جبر و اکراہ کے بغیر اپنا حق چھوڑ دے تو اس میں شریعت کی جانب سے کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر واپس نہ دے کر خود اپنے قبضہ میں رکھتا ہے تو بھی کسی طرح کا گناہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۳۹۳) اپنے بھتیجوں میں سے صرف ایک ہی کو ہدیہ دینے میں کچھ حرج ہے؟

سوال: ایک شخص حیات ہے، اس کی صرف ایک بیوی ہے اور کوئی اولاد نہیں ہے، اس کے رشتہ داروں میں ایک بھائی حیات ہے اور دوسرے بھائیوں کا انتقال ہو چکا ہے، ان میں سے ایک بھائی کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں ان چھ بھائی بہنوں میں سے صرف ایک بھتیجے کو اپنی مال، جائداد اور روپیہ ہدیہ میں دینا چاہے تو شریعت کی رو سے ایسا کر سکتا ہے؟ صرف ایک ہی کو دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے تو کوئی گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: کسی وجہ سے اپنے بھتیجوں میں سے صرف ایک ہی کو ہدیہ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس نیت سے دے کہ اس کے ورثاء کو میراث کا حق نہ ملے یا کم ملے تو سخت گنہگار ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف، سراجی وغیرہ)۔صورتِ مسئولہ میں حقیقی بھائی اور بیوی وارث ہوں گے۔

(۲۳۹۴) بخشش نامہ کے دستاویز کے بعد واہب کا انتقال کر جانا

سوال: احمد فقیر حاجی نے عائشہ بی بی بنت احمد یوسف حاجی کے نام پر مذکورہ بخشش نامہ کا دستاویز بنایا تھا جو ذیل میں لکھا جا رہا ہے،

میں احمد فقیر حاجی لکھ کر دیتا ہوں کہ میری شادی عائشہ بی بی کے ساتھ ہونا طے ہو چکی ہے، لہٰذا میری ذاتی زمین اور اس کے تمام قسم کے درخت، غلے اور جو کچھ اس میں ہے، جو فی الحال میری ملکیت اور تصرف میں ہے، اب عائشہ بی بی کے میرے نکاح میں آنے کی وجہ سے یہ زمین عائشہ بی بی کو اس کی حیات اس زمین کی آمدنی اس کے استعمال میں آئے اس وجہ سے میں تم کو بخشش دے کر میرے قبضہ سے نکال کر تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں۔ اور یہ زمین تم کاشت کرو یا کسی کو مزارعت پر دو، نیز تمہارا دل چاہے اس طرح تمہاری حیات تک اس سے آمدنی لو، یہ بات تمہارے اختیار میں ہے، لیکن یہ ملکیت اس شرط کے ساتھ بخشش کی ہے کہ تم عائشہ بی بی اپنے پیچھے کوئی لڑکا چھوڑے بغیر انتقال کر جائے۔ تو اس ملکیت کے مالک ہم یا ہمارے وارث ہوں گے، اب زمین کا پورا انتظام مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق آپ کا دل جس طرح چاہے اس طرح کرو، مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ زمین بخشش کی ہے، یہ بخشش دستاویز میری رضامندی سے اور خوشی سے میں نے کیا ہے، اور یہ مجھے اور میرے ورثاء کو قبول اور منظور ہے۔

دستخط......

اب عائشہ کو لڑکے کی پیدائش نہیں ہوئی اور وہ انتقال کر گئی، تو اب مذکورہ بالا زمین عائشہ کے ورثاء کو ملے گی یا احمد کے ورثاء کو ملے گی؟

دستاویز کی نقل

ہم آپ کو یہ تحریر لکھ کر دیتے ہیں کہ میرے بیٹے احمد فقیر کی شادی یعنی کہ نکاح آپ یعنی بی بی عائشہ کے ساتھ کرنا طے ہو چکی ہے، اور میں فقیر یعنی احمد کا والد درج ذیل زمین اور اس کے اندر کے ہر قسم کے درخت اور دانہ کے ساتھ جو کچھ میری ملکیت اور تصرف میں ہے جس کی

قیمت آج کے اعتبار سے جس کا اندازہ دو بھلے آدمیوں نے لگایا ہے ۶۰۰ ؍روپے ہوتی ہے۔
اب مذکورہ بالا تحریر کے مطابق بی بی عائشہ کا نکاح احمد کے ساتھ ہونے والا ہے اس وجہ سے درج ذیل ملکت کی آمدنی بی بی عائشہ کی حیات تک اس کے استعمال میں آسکے، اس اعتبار سے ہم نے آپ کو بخشش کی ہے اور ہمارے قبضہ میں سے نکال کر آپ کے قبضہ میں دی ،اس لئے بی بی عائشہ لائق عمر کی ہو وہاں تک یہ زمین اس کے والی ہونے کے اعتبار سے آپ احمد ایسپ حاجی جوتو، یا کسی اور سے جتواؤ اور اس کی آمدنی لو اسی طرح صغیرہ لائق عمر کی ہو جائے تو وہ خود جوتے یا جتوائے جس طرح اس کا دل چاہے اس طرح وہ اپنی حیات تک اس زمین کی آمدنی لے اس کا میں آپ کو ذمہ دار بناتا ہوں اور حق دیتا ہوں۔
دستخط ......
لیکن مذکورہ بالا ملکیت ایسی شرائط کے ساتھ بخشش کی گئی ہے کہ بی بی عائشہ اپنے پیچھے بغیر لڑکا چھوڑے انتقال کر جائے تو مذکورہ ملکیت کے مالک ہم خود ہوں گے جب کہ ہمارے ورثاء ہوں۔
اس لئے مذکورہ بالا تحریر کے مطابق مذکورہ ملکیت میں آپ جس طرح تصرف کرنا چاہیں کر سکتی ہو۔اس لئے مذکورہ ملکیت میں تصرف مذکورہ بالا تحریر کے مطابق آپ کا دل جس طرح چاہے اس طرح کیجئے ،اس کے درمیان کوئی راہن یا حصہ دار یا کوئی وارث وغیرہ حقدار پیدا ہو اور کسی بھی طرح کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ مذکورہ تحریر سے رد اور باطل سمجھا جائے۔
دستخط ......
اور اسی کے ساتھ اس دعوے کا جواب ہم خود یا ہمارے ورثاء یا آپ کے ورثاء دیں۔
دستخط ......

اس وضاحت کے ساتھ مذکورہ زمین آپ کو بخشش کی ہے اور یہ بخشش کا دستاویز میری رضامندی اور عقل اور ہوش وحواس کے ساتھ آپ کو لکھ کر دی ہے اور یہ مجھے اور میرے ورثاء کو قبول ومنظور ہے۔ دستخط......

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو تو مذکورہ زمین عورت کے گذر اور بسر کے لئے دی ہوئی شمار ہوگی یعنی زمین کا مالک مرحوم ہی ہوگا اور اب مرحوم شوہر کے ورثاء ہی حقدار ہوں گے۔ (شامی ج:۴) فقط واللہ اعلم۔

جواب میں اضافہ:-

سوال میں تحریر شدہ حقیقت اور دستاویز کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس تحریر کے اعتبار سے ''بی بی عائشہ کا نکاح احمد کے ساتھ ہونے کی وجہ سے درج ذیل ملکیت بی بی عائشہ کی حیات تک اس کی آمدنی اور اس کے استعمال میں آوے اس اعتبار سے ہم نے آپ کو بخشش کی ہے''۔

آگے لکھا ہوا ہے کہ ''اب یہ زمین میں آپ خود زراعت کرے، کسی کے پاس کھیتی کرائے، اسی طرح آپ کا دل جس طرح چاہے اس طرح آپ کی حیات تک اس کی آمدنی حاصل کریں اس کا آپ کو اختیار ہے''۔

مذکورہ بالا تحریر کے مطابق عائشہ کی حیات تک اس کی آمدنی اس کے استعمال میں آوے اس غرض سے ''یہ زمین عائشہ کی حیات تک بخشش کی ہے''۔

اور دوسری صورت میں حیات تک زمین کی آمدنی بخشش کی ہے، جسے شریعت کی اصطلاح میں عاریت کہتے ہیں جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے کہ:

ترجمہ: ''میرا یہ گھر تجھ کو ہبہ کرتا ہوں تو اس میں رہ سکتی ہے'' تو اس کے لئے کہا جائے گا کہ گھر ہبہ کیا اور اس میں رہنے کے لئے درخواست کی۔ اب موہوب لہٗ چاہے تو درخواست

کے مطابق رہے یا نہ رہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ: بخشش شمار نہیں ہوگی اگر یوں کہا کہ ''صرف رہنے کے لئے ہی بخشش کیا ہے کہ تو حیات تک اس میں رہ سکتی ہے'' اور اس طریقہ پر فائدہ اٹھائے تو یہ بخشش نہیں کہلائے گی ''عاریت'' کہلائے گی، اس کے مطابق مذکورہ زمین کی آمدنی استعمال میں آئے، اس لئے اس زمین کو بخشش دی ہے، جیسا کہ کفایت المفتی ص: ۱۷۰ جلد نمبر: ۸ میں بھی ایسا ہی ایک جواب تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔

﴿۲۳۹۵﴾ یہ دستاویز ہبہ کے لئے ہے یا صرف گذر بسر کے لئے؟

سوال: احمد فقیر نے دستاویز کیا ہوا ہے، مذکورہ دستاویز بخشش ہے یا پھر صرف گذر اور بسر کرنے کا حق ہے؟ وہ طے کر کے اور اس کا کیا اثر ہوگا وہ طے کر کے تقسیم میراث کے حصہ مقرر کیجیے، جس کے لئے یہ سوال پوچھا گیا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورتِ مسئولہ میں جواب دستاویز کی تحریر پر دار و مدار رکھتا ہے، اور دستاویز میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

''مندرجہ ذیل ملکیت عائشہ بی بی کی حیات تک اس کی آمدنی ان کے استعمال میں آئے اس وجہ سے ہم نے تم کو بخشش دی''۔

اب مذکورہ تحریر کا یہ مطلب ہے کہ ''زمین ہبہ کی ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی آمدنی اس کی حیات تک اس کے استعمال میں آئے'' تو یہ زمین ہبہ یا بخشش کہلائے گی، اور اس کے انتقال کے بعد ''بیٹا نہ ہونے کی صورت میں دینے والے کی ملکیت کی جو شرط لگائی ہے وہ شرط فاسد ہے یعنی شرط رد اور باطل کہلائے گی، اور مذکورہ عورت کی ملک ثابت ہونے کی

وجہ سے اس کے انتقال کے بعد اس کے جو وارث ہوں گے ان کو ملے گی، ہبہ کرنے والے کے ورثاء کو نہیں ملے گی، جیسا کہ درمختار ص:۵۰۹ میں ہے کہ ہبہ میں فاسد شرط لگانے کی وجہ سے ہبہ باطل نہیں ہوتا، اور حیات تک دی ہوئی بخشش مالک ہونے کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے اور حیات تک کی قید باطل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں زمین عائشہ بی بی کی ملکیت ہوگی، اور ان کے انتقال کے بعد ان کے جو وارث ہوں گے ان کو ملے گی۔

اب مذکورہ بالا واقعہ کا دوسرا مطلب یہ نکل سکتا ہے کہ ''مندرجہ ذیل ملکیت عائشہ بی بی کی حیات تک اس کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسے یہ زمین دی ہے'' یعنی زمین کا اصل مالک تو دینے والا ہی رہے گا صرف اس سے فائدہ اٹھانے کا حق دے رہا ہے، جس کو شریعت کی زبان میں ''عاریت'' کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ''تملیک عین'' یعنی کسی چیز کے مالک بنانے سے بخشش کہلائے گی، جیسا کہ در مختار میں اور شامی میں لکھا ہے کہ: ''داری لك هبة تسكنها''۔ ترجمہ: میرا گھر تجھ کو ہبہ ہے تو اس میں رہ، تو یہ بخشش کہلائے گی، چاہے تو اس میں رہنے کا مشورہ قبول کرے یا چاہے تو نہ قبول کرے اس کو یوں کہا کہ: لو قال (هبة سكنیٰ أو سكنیٰ هبة) بل تكون عارية.

ترجمہ: ہبہ صحیح نہیں ہوگا اگر یوں کہے کہ رہنے کے لئے ہبہ ہے تو عاریت کہلائے گی، لہٰذا صورت مسئولہ میں آمدنی کھانے کے لئے ہبہ عاریت کہلائے گا۔ (درمختار اور شامی ج:۴)

﴿۲۳۹۶﴾ ہبہ کے شرعی احکام

سوال: (۱) ہبہ یعنی بخشش کس کو کہتے ہیں؟ ہبہ کب صحیح کہلاتا ہے؟

(۲) ہبہ کے ساتھ کوئی شرط رکھی جائے تو شریعت اس کو قبول کرتی ہے یا نہیں؟
(۳) ایک شخص نے اپنی زمین دو شخصوں کو (ہر ایک کا حصہ الگ الگ کئے بغیر) ہبہ کی، تو دونوں شخص اس کے مالک بن سکتے ہیں یا نہیں؟
(۴) مرض الموت کی حالت میں اگر کوئی شخص اپنی ملکیت کچھ ورثاء کی رضامندی کے بغیر دوسرے وارث کو یا مسجد کو دے تو یہ لوگ مالک کہلائیں گے یا نہیں؟ اور ورثاء کو محروم رکھنے میں ہبہ کرنے والا اور اس میں حصہ لینے والے شرعاً مجرم کہلائیں گے یا نہیں؟ کیا یہ ثواب کا کام کہلاتا ہے؟
(۵) ہبہ کرنے کے بعد موہوبہ شیء کا اپنے قبضہ میں رکھ چھوڑنے سے ہبہ صحیح کہلائے گا یا نہیں؟
(٦) مسجد یا اپنے مفاد کی خاطر کوئی شخص صحیح حقیقت چھپا کر ورثاء کو حق اور حصہ سے محروم رکھنے کی کوشش کرے تو اس طرح کرنے اور کروانے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟
(۷) اس سوال کے ساتھ منسلک تحریرنامہ عمل کے لائق ہے یا نہیں؟
ان تمام سوالات کا جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......

(۱) اپنی کوئی چیز کسی دوسرے کو اپنی حیاتی میں بغیر کسی عوض کے دے کر مالک بنا دینے کو شریعت میں ہبہ کہا جاتا ہے۔ (شامی ٦۹۹)۔ ہبہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ واہب موہوبہ چیز کو موہوب لہ کے قبضہ میں مالکانہ اختیار کے ساتھ دیدے، اور ایک چیز چند آدمیوں کو ہبہ کرنے میں شرط یہ ہے کہ الگ الگ حصہ کر کے جس کو دینا چاہتا ہے اس کو قبضہ دے کر مالک بنا دے، ایسی چیز جو تقسیم ہو سکتی ہو حصہ کئے بغیر کوئی کسی کو دے تو ہبہ صحیح

نہیں ہوتا۔(شامی ج:۳ص:۷۰۰)۔
(۲)شرائط دیکھ کر صریح حکم بتایا جاسکتا ہے۔تاہم اگر باطل شرائط ہوں گی تو شرائط باطل ہوں گی،اور ہبہ صحیح ہوگا،اور صحیح شرائط ہوں تو ان کا اعتبار ہوگا۔
(۳)زمین کے الگ الگ حصے کئے بغیر دو یا اس سے زائد آدمیوں کو ہبہ کرنے سے ہبہ صحیح نہیں ہوگا۔لہٰذا اس صورت میں دونوں میں سے کوئی بھی مالک نہیں بنے گا۔(فتاویٰ دار العلوم)۔
(۴)مرض الموت میں جو ہبہ کیا جائے وہ وصیت کہلائے گا،اور وصیت ورثاء کے لئے کی ہو تو اس کا اس وقت اعتبار ہوگا جب کہ دوسرے تمام ورثاء بالغ ہوں اور تمام اپنی رضامندی سے اس وارث کے لئے وصیت قبول کرتے ہوں تو ہی یہ وصیت صحیح ہوگی۔
نابالغ ورثاء کی رضامندی ان کے بالغ ہونے تک معتبر نہیں ہوگی۔
اور عورت بھی وارث کہلاتی ہے،اور اگر کسی غیر وارث آدمی یا مسجد وغیرہ کے لئے وصیت کی ہو یا مرض الموت میں ہبہ کیا ہو تو مرحوم کے کفن اور دفن اور تقسیم میراث سے قبل کے تمام حقوق کی ادائیگی کے بعد کل مال کے تہائی حصہ میں وصیت پر عمل کیا جائے گا،اور اگر اس سے زیادہ کی وصیت کی ہو تو ورثاء کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔
شریعت میں کسی کا جائز حق مارنے والے یا اس کے حق کو مارنے میں مددگار بننے والے دونوں لعنت اور گناہ کے مستحق ہیں یعنی اگر ایسا ہو تو حقدار کے پاس سے معاف کروالینا چاہئے،اور اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ اور استغفار کرنا چاہئے، بلکہ ایسا کرنا ضروری ہے۔
(۵)مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق مالک بنا کر دینا ضروری ہے،لہٰذا مالک نہ بنائے اور اپنے

قبضہ میں رہنے دے تو ہبہ صحیح شمار نہیں کیا جائے گا، اور مالک بنا دینے کے بعد موہوب لہٗ پھر واہب کو تصرف کا اختیار دے تو اس سے حکم میں فرق نہیں پڑے گا۔

(۶) ورثاء کے حصے خدا تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں، جس وارث کو شریعت نے حصہ دیا ہے وہ محروم نہیں ہوسکتا، لہٰذا ایسا کرنا گناہ ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں رائے دینا بھی گناہ کہلائے گا۔

(۷) ہبہ نامہ لکھنے کی کتنی مدت کے بعد مرحوم کا انتقال ہوا؟ یا یہ ہبہ نامہ لکھتے وقت وہ بیمار تھا یا نہیں؟ اور تھا تو وہ بیماری بڑھتی گئی اور اسی میں اس کا انتقال ہوا یا نہیں؟

ان تمام سوالات کے جوابات آنے کے بعد ہی مذکورہ تحریر کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا یہ جوابات ارسال فرما کر دوبارہ دریافت فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۳۹۷﴾ دادا کا اپنی حیات ہی میں دو لڑکوں کو زمین کا مالک بنانا

سوال: دادا نے اپنی حیات میں اپنے دونوں لڑکوں ابراہیم اور احمد کو بلا کر ان کی جو جو زمینیں تھیں وہ دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کردی تھی، ابراہیم سے کہا کہ یہ زمین تمہاری ہے اور احمد کو کہا کہ فلاں زمین تمہاری ہے، دادا نے دونوں لڑکوں کو بلا کر ہر ایک زمین کے متعلق تفصیلی طور پر خلاصہ کردیا تھا، اس کے بعد دادا ایک مہینہ حیات رہے، لیکن دونوں بھائیوں میں سے کسی نے بھی اس معاملہ میں کوئی اعتراض نہیں کیا، تو دادا نے جو زمین جس لڑکے کو دی وہ اس زمین کا مالک ہوگیا یا نہیں؟ اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کریں تو درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دادا نے اپنی زندگی میں جو زمین جس لڑکے کو دے کر

اس زمین کا اسے مالک بنا کر اپنے قبضہ میں سے نکال کر اس کے قبضہ میں دے دی تھی وہ زمین ان لڑکوں کے قبضہ میں کرنے کی وجہ سے ان کی ہوگئی، اور اب میراث بن کر ورثاء میں تقسیم نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۹۸﴾ ہبہ کی ہوئی دُکان کا کرایہ لینا

سوال: باپ نے اپنے دولڑکوں کو ایک دُکان دے کر الگ کیا ہوا تھا، نا اتفاقی (لڑائی جھگڑا) ہونے کی وجہ سے باپ نے اپنے دولڑکوں کے نام کی چٹھی لکھ کر قرعہ ڈالا، بڑے لڑکے کے حصہ میں جو دُکان آئی ہے اس کی قیمت ۵۰۰۰۷/روپے مقرر کی تھی، جس کے حصے میں دُکان آئے تو وہ رقم دیدے اور اگر نہ دے سکے تو ایک مہینہ کے ۹۰۰/روپے کرایہ دے جب ۵۰۰۰۷/روپے پورے ہوجائیں گے تب کرایہ بند ہوجائے گا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... سوال ناقص ہے، سوال میں اس بات کی صراحت ضروری تھی کہ باپ نے دونوں لڑکوں کو جو دُکان ہدیہ کے طور پر دی اس میں ان کو مالک بنایا تھا یا نہیں؟ اور اس کے بعد جب حصہ داری ختم کی گئی تو اس وقت دونوں لڑکے راضی تھے یا نہیں؟ اس کے باوجود اگر باپ نے دونوں لڑکوں کو برابر حصہ کر کے مالک بنا دیا ہو اور دونوں شریک نے دُکان کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپے طے کی تھی، اس کے بعد قرعہ میں جس کا نام نکلے وہ مالک بن جائے گا، اور دوسرے بھائی کو یہ رقم ادا کرنی پڑے گی۔ اب پوری دُکان کا یہ مالک بن جانے کی وجہ سے ۹۰۰/روپے کرایہ لینے کا سوال باقی نہیں رہتا فقط خود کے حصے کی قیمت لینے کا حقدار ہے، سوال کی پوری وضاحت لکھ کر مکمل جواب حاصل کیا جائے۔ (شامی ج:۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۳۹۹﴾ چھوٹے بچوں کو ہدیہ میں ملنے والی رقم کا والدین کو استعمال کرنا

سوال: میرا ایک چھوٹا لڑکا ہے، جس کو اڑوس پڑوس والے اسی طرح قریبی رشتہ دار خوشی کے موقع پر کچھ روپے وغیرہ ہدیۃً دیتے ہیں، تو وہ روپے والدین کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نابالغ بچوں کو جو رقم ہدیہ کے طور پر دی جاتی ہے، اس پر جب اس کا ولی قبضہ کرلے تب وہ ہبہ صحیح ہو جائے گا، اور وہ رقم بچوں کی ملکیت شمار ہوگی، اب یہ رقم ان بچوں کی ضروریات ہی میں خرچ کر سکتے ہیں، والدین سخت مجبوری کے بغیر اس کو اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتے اسی طرح وہ رقم ثواب جاریہ کے کام میں استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ (شامی ج:۴ص:۵۱۲)

﴿۲۴۰۰﴾ لڑکے لڑکیوں کو کم یا زیادہ ہبہ کرنا

سوال: ایک شخص حیات ہے، اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے پاس کل بیس ایکڑ زمین اور چار گالے کا مکان ہے، جس میں سے اٹھارہ ایکڑ زمین اور ڈھائی گالہ کا مکان اِس گاؤں میں ہے اور دوسری دو ایکڑ زمین اور ڈیڑھ گالے کا مکان ایک دوسرے گاؤں میں ہے۔

اس گاؤں میں جو زمین اور مکان ہے وہ اس نے دونوں لڑکوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دوسرے گاؤں میں جو زمین اور مکان ہے وہ اس شخص نے اپنے داماد کو دے دیا ہے جسے آج بیس سال پورے ہو رہے ہیں، اور یہ زمین اور مکان داماد کو اس لئے دیا تھا کہ وہ اس کی لڑکی کو طلاق نہ دے، اس لئے کہ لڑکی کا دماغی توازن خراب تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس شخص نے داماد کو جب زمین کھیتی کرنے کے لئے دی تھی اس وقت کہا تھا کہ اس زمین میں تم کھیتی کرنا اور اس کی جو پیداوار ہو وہ تم لے لینا، اور اس لڑکی کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ جب گاؤں کی زمین اور مکان لڑکوں میں تقسیم کیا ہے تو کیا لڑکی اپنے باپ کی زمین اور مکان میں حقدار نہیں ہے؟ اور لڑکی کا شرعا کتنا حق بنتا ہے؟ اور لڑکی اپنے والد کے پاس سے اپنا حق مانگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... باپ کی حیات میں باپ کی جائداد میں اولاد کا یا کسی اور کا کوئی موروثی حق نہیں لگتا، نیز وہ باپ سے مطالبہ بھی نہیں کر سکتے اور اگر کوئی مطالبہ کرے تو باپ کے لئے دینا ضروری بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ میراث کا حق تو باپ کی موت کے بعد جو جو وارث حیات ہوں گے ان کو ہی ملے گا، پھر بھی باپ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو ہبہ کرنا چاہے تو لڑکے اور لڑکیوں میں سے ہر ایک کو برابر سرابر دینا چاہئے، ناانصافی کرنا، کسی کو کم یا زیادہ دینا حرام اور گناہ کا کام ہے اور یہ ظلم شمار ہوگا۔ (بخاری شریف اور سراجی وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۰۱﴾ حکومت کی طرف سے ملی ہوئی امداد کا لوٹانا واجب نہیں

سوال: آج سے کچھ سال قبل میں پیرس گیا تھا، اور پیرس میں ایک سال تک رفیوجی بن کر رہا تھا، اس دوران حکومت نے مجھے ایک سال تک روپے دئے تھے، اور میں نے ضرورت کی وجہ سے خرچ کئے تھے، آج میں وہ روپے واپس لوٹانا چاہتا ہوں، لیکن واپس لوٹانے میں افسران کے کھا جانے کا ڈر ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کوئی آسان صورت بتلا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ فرانس گئے ہوں اور وہاں رفیوجی بن کر رہے ہوں اور وہاں کے قاعدہ کے مطابق حکومت کی طرف سے آپ کو مدد دی گئی ہوتو یہ مدد لینا آپ کے لئے جائز اور درست ہے، واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر آپ نے غلط اور جھوٹی حقیقت بیان کر کے مدد حاصل کی ہوتو اس صورت میں لی ہوئی رقم ناجائز کہلائے گی، اور اسے واپس کر دینا چاہیئے، آپ کو جس محکمہ کی طرف سے یہ رقم موصول ہوئی ہے اس محکمہ میں یہ رقم ڈانیشن (ہدیہ) کے نام سے جمع کروادو، یہ صورت ممکن نہ ہوتو غرباء میں وبال سے بچنے کی نیت سے صدقہ کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاضحیۃ

﴿۲۴۰۲﴾ کیا قربانی کرنا جانور کو تکلیف دینا ہے؟

سوال: کیا اسلام میں گوشت کھانا حلال ہے؟ کیا اس میں بے گناہ جانور کا قتل نہیں؟ کیا اس طرح ذی روح کو قتل کر کے قربانی کرنے کا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ سوال جہالت اور ہٹ دھرمی اور بے وقوفی ہے، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ نے **تحفۂ لحمیہ** نامی کتاب اس سوال کے جواب میں لکھی ہے وہاں دیکھ لیں، اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا فرمائی ہے اس میں افضلیت و برتری انسان کے حصے میں رکھی ہے اور دوسری تمام مخلوق انسان کی مدد اور خدمت کے لئے یا انسان کی راحت رسانی کے لئے پیدا فرمائی ہے، جس طرح سورج، چاند، ہوا، گائے، بیل، گھوڑا، وغیرہ یہ سب انسان کے خادم ہیں، اور انسان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ ان تمام سے جتنا فائدہ اٹھا سکے اٹھائے، اس اعتبار سے جانور پر سواری کرنا اور کھیتی کے کام میں لینا اور اس کا گوشت وغیرہ کھانا بالکل جائز ہے، اگر ایسا نہ ہو تو جانور کا دودھ پینے سے اس کے بچوں کا حق مارنا شمار نہ ہوگا؟ نیز چوبیس گھنٹے اس سے کھیتی کا کام لینا اور مکمل خوراک نہ دینا کیا یہ رحم ہے؟ اگر یہ جاندار کو قتل کرنا ہی ہے تو کھٹمل، اور مینڈک کو مارنا قتل نہیں؟ اور جدید سائنس کے مطابق سبزی وغیرہ میں بھی تو جان ہوتی ہے تو اس کو کھانا کیسا ہے؟ کیا لوگ جانوروں کے چمڑے کا جوتا، چپل نہیں پہنتے؟ کیا پیر کے نیچے چمڑے کو رگڑنا انصاف ہوگا؟ الحاصل حلال جانوروں کا گوشت کھانا بلا شک وشبہ جائز اور حلال ہے۔

﴿۲۴۰۳﴾ نیل گائے کی قربانی

سوال: میرے بھائی نے نیل گائے پالی ہے، اور ایک سال بعد اس کی قربانی کرنے کا ارادہ ہے، تو نیل گائے کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کتنی عمر ہونا ضروری ہے؟ اور اس میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ اور جنگلی حلال جانوروں کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جنگلی جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے اور نیل گائے پالنے کے باوجود جنگلی جانور ہے۔ لہٰذا اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۵۰)

﴿۲۴۰۴﴾ قربانی کے بکرے کی عمر

سوال: فتاویٰ سنگرہ میں ہے کہ قربانی کا بکرا اچھا فربہ صحیح سالم ہونا چاہئے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا بکرے کی عمر ایک سال سے کم ہو تو بھی قربانی جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے بکرے کی عمر مکمل ایک اسلامی سال ہونا ضروری ہے، اگر اس میں ایک دن بھی کم ہوگا تو ایسے بکرے کی قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۰۵﴾ چھ مہینہ کے دنبہ کی قربانی

سوال: کون سا جانور ایسا ہے جو عمر میں چھ مہینہ کا ہو اور دیکھنے میں ایک سال کی عمر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی یا عقیقہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دنبہ اگر اتنا لحیم و شحیم ہو کہ چھ مہینہ یا اس سے زائد عمر کا ہو اور ایک سال کے دوسرے دنبوں کے ساتھ مل جائے تو ان کے برابر ہی نظر آتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (شامی: ۲۰۴ فتاویٰ دار العلوم ۱۸۴ پر بھیڑ کے لئے بھی یہی حکم مذکور ہے)

﴿۲۴۰۶﴾ اسلامی سال کے اعتبار سے جس بکرے پر سال ختم ہوتا ہو اس کی قربانی

سوال: ایک مسلمان کے پاس ایک بکرا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ گذشتہ سال بقرعید کی نماز کے آدھے گھنٹے کے بعد اس کی پیدائش ہوئی تھی، لہٰذا اس سال بقرعید کی نماز کے آدھے گھنٹے بعد وہ مکمل ایک سال کا ہوگا، ابھی تک دانت نہیں نکلے ہیں، وہ شخص قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس جانور کی پیدائش بقرعید کی نماز کے بعد ہوئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ یہ بکرا قربانی کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بکرے کی قربانی کے لئے ضروری یہ ہے کہ وہ اسلامی سال کے اعتبار سے مکمل ایک سال کا ہو، لہٰذا صورت مسئولہ میں عید کے دوسرے دن اس کی قربانی کی جائے تو صحیح ہو جائے گی، لیکن اگر احتیاط کے طور پر اس سال اس کی قربانی نہ کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

﴿۲۴۰۷﴾ قربانی کے جانور کی رسی کا صدقہ

سوال: ہم نے گذشتہ سال قربانی کے بکرے کے لئے چین (زنجیر) اور رسّی خریدی تھی، اور اس بکرے کی قربانی کر کے اس بکرے کی رسّی کی جو قیمت تھی وہ ہم نے گذشتہ سال ہی صدقہ کر دی تھی، وہ رسی آج بھی ہمارے پاس موجود ہے اور اِس سال اسی رسی سے ہم نے قربانی کے بکرے کو باندھا ہوا ہے، تو کیا اس سال بھی قربانی کرنے کے بعد اس رسی کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے یا گذشتہ سال اس رسی کی قیمت کا کیا ہوا صدقہ اس سال کے لئے بھی کافی ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے جانور کی رسی یا چین کا صدقہ کرنا مستحب

ہے، لہٰذا جس طرح گذشتہ سال رسی کی قیمت ادا کردی تھی اس طرح اس سال بھی اس کی قیمت کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۰۸﴾ قربانی کا بکرا بیچ کر پاڑا (بھینسا) خریدنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مسئلہ ہٰذا کے بارے میں کہ زید نے قربانی کی نیت سے ایک بکرا خریدا، بعد میں اسے بیچ کر ایک پاڑا (بھینسا) خریدا، تو کیا زید اس طرح بکرا بیچ کر پاڑا (بھینسا) خرید سکتا ہے؟ اور اگر خرید سکتا ہے تو کیا اس بکرے کی اس پاڑے میں نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس بیچے ہوئے بکرے کی قیمت خود استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر زید پر قربانی واجب نہیں ہے اور اس نے نفل قربانی کے لئے بکرا خریدا اور ایام نحر میں خریدا ہے تو بکرے کو بیچنا جائز نہیں ہے اسی بکرے کی قربانی واجب ہے اور اگر ایام نحر کے علاوہ دوسرے دنوں میں خریدا ہو اور ایام نحر کے شروع ہونے سے قبل بکرا بیچ کر پاڑا (بھینسا) خرید لیا تو اب اسی بکرے کی قربانی ضروری نہیں ہے۔

اور اگر زید پر قربانی واجب تھی تو زید کے بکرا خریدنے سے وہ بکرا قربانی کے لئے متعین نہیں ہوا، بلکہ اس کی جگہ دوسرا جانور بھی بدل سکتے ہیں اور بھینسے میں بکرے کی نیت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بکرے کو بیچ کر اس کے روپئے خود استعمال کرسکتا ہے اس کے اوپر قربانی واجب ہے تو بکرے کی قیمت سے یا دوسرے کسی مال سے قربانی کا جانور خرید سکتا ہے، ہاں بہتر تو یہ ہے کہ بکرا قربانی کی نیت سے خریدا تو اس بکرے کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد قیمت کا کوئی دوسرا جانور لائے اس سے کم قیمت کا نہ لائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۰۹﴾ جہاں عید نہ ہو وہ وکیل بن کر کیا اس شخص کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے جس کے یہاں عید ہے؟

سوال: ہمارے یہاں دو قصبے قریب قریب ہیں، ایک ہے ڈیوز بری اور دوسرا ہے باٹلی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر باٹلی میں عید الاضحیٰ پیر کے دن ہو اور ڈیوز بری میں اتوار کے دن ہو تو اس صورت میں کچھ سوالوں کے جوابات کی ضرورت ہیں۔

(۱) باٹلی کا تاجر جس کے یہاں عید نہیں ہے، وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی اپنے قصبہ (باٹلی) میں کرے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) باٹلی کا تاجر جس کے یہاں عید نہیں ہے، وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی باٹلی سے باہر کسی ایسی بستی میں جا کر کرے جہاں عید ہے تو اس صورت میں قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) باٹلی کا تاجر جس کے یہاں عید نہیں ہے، وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی کسی ایسی جگہ جا کر کرے جہاں مسلمانوں کے آباد نہ ہونے کی وجہ سے عید اور جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو اس صورت میں قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر اس بستی میں باٹلی کے تاجر کے علاوہ دوسرے مسلمان عید کی نماز پڑھ کر ڈیوز بری والوں کی طرف سے قربانی کریں تو یہ صورت جائز کہلائے گی یا نہیں؟

(۴) باٹلی کا تاجر جس کے یہاں عید نہیں ہے، وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی کسی ایسی بستی میں جا کر کرے جہاں رؤیت ہلال کے مسئلہ کے اختلاف کی وجہ سے (ایک ہی شہر میں) مختلف دنوں میں عید ہو رہی ہو تو اس صورت میں قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا اللہ کے نزدیک بہت ہی محبوب عمل ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن عائشةؓ ان رسول الله قال: ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی الله من احراق الدم۔ الخ (ترمذی شریف: ۲۷)

قربانی میں جانور ذبح کرنے کا جو ثواب ملتا ہے اس کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ فضیلت صرف قربانی کے دنوں کے ساتھ خاص ہے، ایام نحر سے قبل یا ایام نحر کے بعد قربانی کرنے سے یہ فضیلت اور ثواب حاصل نہیں ہوتا، اس لئے فقہاء کرام اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہے شرط وجوب، یعنی مکلّف پر قربانی کب واجب ہوگی؟ تو اس کے بارے میں لکھا ہے:

واما وقت الوجوب فایام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت الخ (بدائع: ۶۶/۴)۔

اس لئے ایام نحر کے آنے سے قبل قربانی واجب نہیں ہوگی۔

ہدایہ میں ہے: **وقت الاضحیة یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر۔** (ہدایہ: ۴۴۵/۳)۔

قربانی کا وقت یوم نحر کے صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔

اور دوسری شرط ہے وقت اداء: یعنی قربانی ادا کرنے کا وقت، اس میں کچھ تفصیل ہے، اس جگہ پر عید کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

ا...... اگر عید الاضحیٰ کی نماز ہوتی ہے تو اس جگہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد قربانی کرنا درست ہے، اگر عید کی نماز سے قبل قربانی کی جائے گی تو قربانی صحیح نہیں ہوگی۔

قال رسول اللہ ﷺ ان اول ما یبدأ به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر من فعله فقد اصاب سنتنا و من ذبح قبل فانما هو لحم قدمه لاهله لیس من النسك فی شیء۔

اور اگر وہ بستی ایسی ہے کہ چھوٹے گاؤں یا غیر آباد جگہ ہونے کی وجہ سے وہاں عید کی نماز نہیں ہوتی ہے تو اس جگہ پر یوم نحر کی صبح صادق کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

قال قاضی خان: فاما اهل السواد و القری و الرباطات عندنا یجوز لهم التضحیة بعد طلوع الفجر۔ (شامی:۹/۴۶۱؛ زکریا)۔

قاضی خان میں ہے کہ ہمارے یہاں گاؤں کے باشندوں کے لئے طلوع فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ (شامی: ۹/ ٤٦١؛زکریا)

عید اور رؤیت ہلال اور ان جیسے دیگر مسائل کے لئے ہم میں اتحاد اور یک جہتی ہوتی اور دینی احکامات پر عمل کا صحیح جذبہ ہوتا تو ایسے ملک میں ہم تمام توحید کے ماننے والے ایک مرکز پر جمع ہو جاتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ لیکن عصبیت، نفس پرستی اور انانیت ہمیں کسی ایک مرکز پر جمع نہیں ہونے دیتی، اس لئے ہر شہر میں بلکہ گھر گھر میں دو عیدیں منائی جا رہی ہیں، اور حق کی اتباع کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے، ان حالات میں ہمیں اپنے شہر کی چاند کمیٹی یا مسجد کمیٹی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، جیسا کہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: **فلو الولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین۔** (۳/۱۴)۔

کتاب الفتاویٰ میں ہے: اس میں کمیٹی کا فیصلہ ہر شخص کے لئے واجب العمل ہے اور حاکم کے اعلان کے حکم میں ہے، اور اس حد سے باہر کے لوگوں کے لئے ایک اطلاع اور خبر کے حکم

میں ہے۔(۳۷۸/۳)۔

جدید فقہی مسائل میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب طویل بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں: مسلمانوں کی وحدت، انتشار کی حفاظت دین وشریعت کی حرمت اور ہر طبقہ کے علماء اور احباب حل وعقد کے وقار اور اعتبار کی برقراری کے لئے علماء دین اور خادمین شریعت اتنی فراخ چشمی اور کشادہ قلبی کے لئے بھی تیار نہیں ہیں؟

اب جواب (ا) آپ نے جو سوالات پوچھے ہیں ان کے جوابات اس تفصیل کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) ڈیوز بری شہر والوں نے چاند کے ثبوت کے لئے جو ذرائع اختیار کئے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اس جگہ کے ذمہ داروں کے اعلان کرنے پر اس دن کو یوم النحر اور عید الاضحیٰ قرار دیا گیا ہے تو اس دن کی صبح صادق کے وقت اس جگہ کے صاحب نصاب باشندگان پر قربانی واجب ہوگی، البتہ یہاں عید کی نماز ہوتی ہے اس لئے عید کی نماز سے قبل قربانی کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ڈیوز بری اور اس کے اطراف میں رہنے والے عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز کے بعد اپنی قربانی بھی کر سکتے ہیں اور کسی اور کو اپنا وکیل بنا کر اس سے بھی اپنی قربانی کروا سکتے ہیں۔

اگر کوئی چھوٹا گاؤں ایسا ہے کہ اس جگہ کے باشندوں نے اس اعلان کی وجہ سے اپنے یہاں عید کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن بستی چھوٹی ہونے کے سبب وہاں عید کی نماز نہیں ہوتی تو یوم النحر کی صبح صادق کے بعد اس جگہ قربانی کرنا جائز ہے۔

(ب) باٹلی شہر والوں نے IMWS اور رابطۃ العلماء اور مساجد کے تمام ائمہ کے اتفاق اور تحکیم سے مان لیا ہے کہ وہ دن یوم النحر نہیں ہے۔ اور نویں ذی الحجہ اور عرفہ کا دن ہے، تو

مذکورہ تفصیل کے مطابق تمام باٹلی والوں کے لئے اس فیصلہ کو تسلیم کرنا ضروری ہے، اور ذاتی رائے پر عمل کرنا خلاف شریعت ہے، اور باٹلی کی حد میں کسی کی قربانی اس دن صحیح نہیں ہوگی۔

(۲) باٹلی کا تاجر اجیر بن کر یا وکیل بن کر ڈیوز بری والے شخص کی قربانی باٹلی کی حد سے باہر کسی ایسی بستی میں جا کر جہاں یوم النحر کا تحقق ہے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی صحیح کہلائے گی، اس لئے کہ قربانی کے لئے یوم النحر کا ہونا شرط ہے۔ اجیر اور وکیل کے لئے یوم النحر کی شرط نہیں ہے، بلکہ ذابح کا اہل ہونا کافی ہے، کما فی الشامی: **و لو امر المسلم کتابیا بان یذبح اضحیته جاز** الخ (۹/۴۷۴)۔

(۳) وہ جگہ جہاں مسلمان آباد نہیں ہیں اس لئے وہاں جمعہ اور عید نہیں ہوتی اور یہ بستی بڑے قصبہ اور شہر کے حکم میں ہے وہاں ڈیوز بری کے کچھ افراد جا کر (جن لوگوں نے معتبر ذرائع سے عید کے اعلان کو تسلیم کیا ہے) عید کی نماز اس جگہ ادا کر کے قربانی کرتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے۔

(۴) وہ جگہ جہاں دو عیدیں ہو رہی ہیں (اختلاف کی وجہ سے کچھ لوگ ایک دن عید کر رہے ہیں اور کچھ لوگ دوسرے دن عید کر رہے ہیں) تو چونکہ اس جگہ کے لوگوں کے لئے وہ دن بھی یوم النحر ہے تو ڈیوز بری والوں کی قربانی اس جگہ صحیح ہو جائے گی، اس لئے کہ ذبح کروانے والوں کے یہاں یہ یوم النحر ہے۔

﴿۲۴۱۰﴾ والد کا اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: مالدار صاحب نصاب مسلمان پر قربانی کرنا واجب ہے، لیکن مجھے میرے شادی شدہ اولاد کے متعلق یہ پوچھنا ہے کہ ان کو اپنی ملازمت اور تجارت سے آمدنی حاصل ہو رہی

ہے اور گذر اور بسر کر رہے ہیں اور کچھ بچت کر کے قربانی کر سکتے ہیں۔

لیکن میں یہ چاہتا ہوں میں ان کی طرف سے قربانی کروں، میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اس گرانی کے دور میں تھوڑا ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے، تو اگر میں ان کی طرف سے قربانی کروں تو ان کی واجب قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ یا میری کی ہوئی قربانی نفل ہو جائے گی اور ان کو اپنی دوسری قربانی کرنی ضروری ہوگی؟ یا اگر میں کچھ رقم ہدیہ کے طور پر ان کو عید آنے سے قبل دے دوں اور وہ اس رقم سے قربانی کرلیں تو اس میں از روئے شریعت کچھ حرج ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مالدار صاحب نصاب مسلمان شخص پر عید الاضحیٰ کے دنوں میں قربانی کرنا واجب ہے، نابالغ لڑکے لڑکیوں پر یا ان کی طرف سے ان کے اولیاء پر قربانی واجب نہیں ہے۔

جو لڑکے لڑکیاں بالغ ہوں، شادی شدہ ہوں، اور قربانی کے نصاب کے برابر مال کے مالک ہوں تو ان پر قربانی کرنا واجب ہے، اب ان کی اجازت سے والد قربانی کرے تو ان کی طرف سے واجب ادا ہو جائے گا، اور والد نے اجازت یا اطلاع دئے بغیر ان کی طرف سے خود قربانی کرلی ہو تو وہ قربانی نفل کہلائے گی، اس کا ثواب ملے گا، لیکن ان پر شریعت کا لازم ہونے والا وجوب باقی رہے گا، والد کچھ رقم ہدیہ کے طور پر دیدے اور اس رقم سے لڑکا اپنی واجب قربانی ادا کرلے تو یہ صورت بلاتردد جائز اور درست ہے۔ (شامی: ۹/۴۵۶)

﴿۲۴۱۱﴾ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد گم ہو جائے تو......

سوال: ایک غریب اور ایک مالدار شخص دونوں ہی نے قربانی کا جانور خریدا، اور دونوں کے جانور قربانی سے قبل گم ہو گئے، تو اب ان دونوں میں سے کس کو دوبارہ قربانی کا جانور خریدنا

ہوگا؟ اور کس کونہیں؟ اوراگر بعد میں وہی جانور واپس مل جائے تو غریب کتنے جانوروں کی قربانی کرے گا اور مالدار کتنے جانوروں کی قربانی کرے گا؟

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً......ایامِ نحر یعنی قربانی کے ایام میں اگر غریب اور مالدار نے قربانی کا جانور خریدا، تو مالدار کا صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے اور غریب پر قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے، دونوں پر قربانی واجب ہوگئی؛ اس لئے اگر وہ جانور گم ہوجائے یا مرجائے تو مالدار دوسرا جانور خرید کر اس واجب کو ادا کرے گا اور غریب کے لئے دوسرا جانور خریدنا ضروری نہیں ہے؛ اس لئے کہ نصاب کے بقدر مال نہیں ہے، نیز پہلا جانور گم ہونے کی وجہ سے یا مرجانے کی وجہ سے اس پر قربانی بھی نہیں رہے گی، اور مذکورہ وجوہات کی وجہ سے کوئی دوسرا جانور خریدلیا اس کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا تو مالدار کے لئے دونوں جانوروں میں سے ایک کی قربانی کرنا اور دوسرے جانور کو بیچنا یا دوسرے کسی کام میں لینا سب جائز ہے اور غریب پر دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوجائے گی؛ اس لئے کہ خریدنے کی وجہ سے غریب پر اسی جانور کی قربانی واجب وضروری ہوجاتی ہے لہذا اس پر دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوگی۔ (شامی: ۵/۲۰۷-۲۰۶)

﴿۲۴۱۲﴾ قربانی سے قبل دنبہ کا مرجانا

سوال: ایک شخص نے قربانی کے لئے ایک دنبہ خریدا، عید کی رات (پیر کے بعد کی رات) کو وہ دنبہ مرگیا؛ اس لئے کہ اس کے پڑوس میں بھینس باندھی ہوئی تھی اس کی سینگ میں اچانک دنبہ کے گلے کا پٹّہ آگیا، صبح دیکھا تو دنبہ مرچکا تھا، اب اس شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ مالدار ہے تو کیا حکم ہے؟ اور غریب ہے تو کیا حکم ہے؟ کیا اس کے لئے

اس دنبہ کی جگہ دوسری قربانی کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قربانی کی نیت سے خریدا ہوا جانور ۱۰/ذی الحجہ کی رات کو مر جائے تو مالدار پر دوسرا جانور خرید کر اس کی قربانی کرنا واجب ہے، اور غریب نے پہلے خرید لیا تھا لیکن ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق سے قبل جانور مر گیا تو اس کے لئے دوسرا جانور خرید کر اس کی قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شامی: ۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۱۳﴾ خصی بکرے کی قربانی

سوال: قربانی کے جانور کے کسی عضو کا تہائی حصہ تک کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے، تو کیا خصّی بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو وجہ بتا کر احسان فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خصّی بکرے کی قربانی کرنا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے، جیسا کہ مشکوۃ شریف (ص:۱۲۸) پر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے دو خصّی بکروں کی قربانی کی، لہٰذا خصّی بکرے کی قربانی کرنا جائز ہے اور وہ عضو مقصود نہیں ہے نیز اس کے نہ ہونے سے (یعنی خصّی کرنے سے) گوشت مزید لذیذ ہوتا ہے، لہٰذا اس کے نہ ہونے کے باوجود قربانی ادا ہو جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ: ص:۲/۴۷۲) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۱۴﴾ اول دبلا جانور خرید کر بعد میں اس کی جگہ فربہ جانور کی قربانی کرنا

سوال: ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک جانور خریدا، اس جانور میں کوئی عیب نہیں ہے، صرف جتنا موٹا ہونا چاہئے اتنا نہیں ہے، بہت دبلا پتلا ہے، اب یہ شخص اس جانور کی جگہ دوسرا موٹا جانور خرید کر اس کی قربانی کرنا چاہتا ہے تو اس شخص کے لئے اس طرح دوسرا جانور خرید کر اس کی قربانی کرنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو پہلے جانور کا کیا کیا جائے؟ اسے بیچ

سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فی الحال قربانی کے ایام نہیں ہیں، لہٰذا خریدنے والا مالدار ہو یا غریب دونوں صورتوں میں اس جانور کی جگہ دوسرا جانور خرید کر اس کی قربانی کرنا درست ہے، اور پہلے والے جانور کے متعلق اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ (بحر الرائق) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۱۵﴾ مخنث جانور کی قربانی

سوال: ایک جانور ہے جو نہ مذکر ہے نہ مؤنث، اس کی دونوں علامتیں ہیں، دودھ کے لئے لمبے لمبے تھن بھی ہیں، اور مذکر بکرے کی طرح ذَکَر بھی ہے، اور ذَکَر ہی سے پیشاب بھی کرتا ہے، لیکن مذکر و مؤنث دونوں میں سے کسی کا بھی کام انجام نہیں دے سکتا، تو ایسے بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... در مختار و شامی میں ہے: ایسے مخنث جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔ (در مختار: ۳۰۶/۵، فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۱۶﴾ جانور میں کیڑے پڑ جائیں تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: قربانی کے لئے خریدے ہوئے جانور کے کسی عضو میں کیڑے پڑ جائیں اور اس قربانی کے جانور میں ایام نحر میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اس زخم کی وجہ سے کوئی عیب پیدا نہ ہوا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

﴿۲۴۱۷﴾ عمدہ جانور کو چھوڑ کر ادنیٰ جانور کی قربانی کرنا

سوال: ایک شخص ہے جس پر قربانی فرض ہے اس کے گھر میں عمدہ اور فربہ جانور ہے لیکن قربانی جس پر واجب ہے وہ شخص اس بہترین جانور کو چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کا جانور خرید کر اپنے ذمّہ سے واجب ادا کرتا ہے اس کے گھر میں جو جانور ہے اس کی اللہ کی راہ میں قربانی نہیں کرنا چاہتا اور خرید کر لائے ہوئے جانور سے گھر والوں کا دل ذرا بھی مطمئن نہیں ہے تو اس صورت میں جس پر قربانی فرض ہے اس کی قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بہتر اور زیادہ ثواب تو اس میں ہے کہ خود اپنے پالے ہوئے عمدہ اور پسندیدہ جانور کی اللہ کی راہ میں قربانی کی جائے، لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے اور دوسرا جانور خرید کر ذمّہ سے واجب ادا کرتا ہے تو اس جانور کی قربانی صحیح ہو جائے گی اور واجب ذمّہ سے ادا ہو جائے گا لیکن ثواب میں کمی ہوگی۔ (عالمگیری)

﴿۲۴۱۸﴾ قربانی کے جانور کو کتا کاٹ لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: ہم نے قربانی کی نیت سے ایک بکرا پالا تھا، اس کی عمر دو سال تھی، اتفاق سے اس کو کتے نے کاٹ لیا ہم نے اس کو دستور کے مطابق ۱۴/ انجکشن دیدئے ہیں، البتہ ہمیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ بکرے کو اچھے کتے نے کاٹا ہے یا پاگل کتے نے؟ فی الحال بکرا تندرست ہے اور ظاہراً کوئی عیب معلوم نہیں ہوتا، آج کتے کو کاٹے ہوئے ۱۷/ دن ہو گئے ہیں، تو اب وہ بکرا قربانی کے کام آ سکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی فوراً جواب دے کر ممنون فرمائیں؛ کیوں کہ عید کے ایام قریب ہیں اس لئے مہربانی فرما کر جلد جواب دیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے دن تک اگر بکرے میں پاگل پن کا کوئی

عیب وعلامت نظر نہ آئے تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۱۹﴾ ایک شخص کی طرف سے دو قربانیاں

سوال: ایک ہی سال میں ایک ہی شخص کے نام کی دو قربانیاں کرنا کیسا ہے؟ یعنی ایک حج میں مقامِ منیٰ پر اور دوسری قربانی اس کے نام سے اس کے وطن میں کرنا کیا جائز ہے؟ یا یہ اسراف ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایامِ نحر میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل اہراق دم ہے یعنی قربانی کرنا ہے، لہٰذا ایک واجب اور دوسری نفل قربانی کرنے میں کوئی گناہ و اسراف نہیں ہے، حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تقریباً ۱۰۰/ اونٹوں کی قربانی کی تھی، جن میں سے ۶۳/ قربانیاں خود نبیؐ نے اپنے ہاتھوں سے ایک دن میں کی تھی۔

حج میں منیٰ میں جو قربانیاں کی جاتی ہیں وہ دم قران یا تمتع ہے اور دوسری مقیم صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے واجب قربانی ہے اس لئے دونوں ضروری ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

مشترک قربانی

﴿۲۴۲۰﴾ دو تین افراد کا مل کر اللہ کے رسول ﷺ کے نام سے ایک بکرے کی قربانی کرنا

سوال: ہمارے یہاں یو.کے.(U.K.) میں دو تین آدمی مل کر حضور ﷺ کے نام سے ایک بکرے کی قربانی کرتے ہیں تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک بکرے کی قربانی ایک ہی شخص کر سکتا ہے اگر ایک بکرے میں دو، یا تین آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوگی، لہٰذا قربانی کا ثواب بھی نہیں ملے گا، حضور ﷺ کے لئے قربانی کرنا یا ایصالِ ثواب کرنا بہت ہی بہتر اور ثواب کا کام ہے؛ اس لئے اگر گنجائش اور قدرت ہو تو ایک شخص کو ایک بکرے کی یا بڑے جانور میں ایک حصہ کی قربانی ضرور کرنی چاہئے۔ بڑے جانور جس میں سات حصے ہو سکتے ہوں ان میں سات اشخاص شریک ہو کر اللہ کے رسول کے نام سے اس کی قربانی کر سکتے ہیں، بعض معتبر علماء کے قول کے مطابق سوال میں مذکورہ مسئلہ کو جائز اور صحیح بھی کہا گیا ہے۔
(شامی، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۲۱﴾ پیر صاحب کو قربانی کا جانور یا رقم دیدینے سے قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟

سوال: کچھ پیر اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ تمہیں قربانی کرنی ہے تو ہمیں اس قربانی کے جانور کی قیمت نقد دیدو، تمہاری قربانی ادا ہو جائے گی، یا ذبح کئے بغیر صحیح سالم جانور ہمیں دیدو تو بھی قربانی ادا ہو جائے گی۔ اور پیر صاحب اپنے ان مریدوں کو جو قربانی کے دن اپنے یہاں ہی جانور ذبح کرتے ہیں ان سے کہتے ہیں کہ اس ذبح کئے ہوئے جانور کا خون پینا مبارک کام ہے اور پیر صاحب کے کہنے کے مطابق مرید خون پیتے بھی ہیں، اور

اس خون کو فروخت کر کے وہ رقم اپنے استعمال میں لیتے ہیں۔

تو یہ اعمال شریعت کی نظر میں کیا حکم رکھتے ہیں؟ نیز پیر صاحب کو قربانی کے جانور کی کھال دے سکتے ہیں یا نہیں؟ پیر صاحب کے کہنے کے مطابق عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پیر صاحب کی بات بالکل غلط ہے اور اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، قربانی کے جانوروں کو جب تک ایام نحر میں ذبح نہ کیا جائے اس وقت تک قربانی ادا نہیں ہوتی، کسی شخص کو زندہ جانور دیدینے سے یا قربانی کے عوض نقد رقم دیدینے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، بلکہ واجب ذمہ پر باقی رہتا ہے۔

اسی طرح خون نجاست اور ناپاکی ہے اور خون کا پینا یا پینے کا حکم دینا دونوں گناہ کبیرہ ہیں لہٰذا ایسے پیٹ بھرو مفاد پرست دنیا دار لوگوں کی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہئے۔

جو شخص اپنی رضامندی سے گوشت کی طرح کھال بھی کسی کو دے اور وہ شخص اسے بیچ کر اس کی آمدنی اپنے استعمال میں لائے تو یہ جائز ہے۔ اگر قربانی کرنے والا کھال یا گوشت فروخت کر دے تو اس رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۲۲﴾ ایک قربانی میں چند مرحومین کے ایصال ثواب کی نیت

سوال: ایک شخص مالدار ہے، اس پر قربانی واجب ہے وہ اپنی واجب قربانی کے ساتھ دوسری ایک نفل قربانی بھی اپنی جانب سے ادا کرنا چاہتا ہے اور اس نفل قربانی کا ثواب اپنے تمام مرحوم رشتہ داروں کو پہونچانا چاہتا ہے، تو پہونچا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نفل قربانی کا ثواب جن جن لوگوں کو بخشنا چاہیں بخش سکتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دو مینڈھوں کی قربانی کر کے پوری امت کو ایصال

ثواب کرنا ثابت ہے۔

﴿۲۴۲۳﴾ ایک بکرا چند مرحومین کی طرف سے

سوال: ایک شخص مالدار نہیں ہے اور اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہے مگر اس کے یہاں ایک پالا ہوا بکرا ہے اور وہ اس کی قربانی کرنا چاہتا ہے۔ تو اس بکرے میں وہ شخص اپنے تمام زندہ رشتہ داروں کی اسی طرح اپنے تمام مرحوم رشتہ داروں کی نیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ان تمام کی طرف سے یہ ایک بکرا کافی ہوجائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چھوٹے جانور میں صرف ایک ہی شخص کی قربانی درست ہے، لہٰذا اس بکرے میں ایک شخص سے زائد کی قربانی ادا نہیں ہوگی، لیکن ایک شخص اپنی طرف سے نفل قربانی کرکے ایک سے زائد رشتہ داروں کو خواہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر چکے ہوں ایصالِ ثواب کرسکتا ہے۔

﴿۲۴۲۴﴾ چند آدمیوں کا مل کر آپ ﷺ کے نام سے ایک بکرے کی قربانی کرنا

سوال: اپنے کسی رشتہ دار یا نبی کریم ﷺ کے ایصال ثواب کی نیت سے دو چار آدمی مل کر ایک بکرے کی قربانی کریں تو یہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اکیلے تنہا شخص کا پوری رقم نکالنا بہت مشکل ہے، لہٰذا دو چار آدمی مل کر قربانی کریں تو قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فقہ کی کسی بھی معتبر کتاب میں ایصال ثواب کے لئے دو چار آدمیوں کا مل کر ایک بکرے کی قربانی کرنا یہ جائز ہے یا ناجائز ہے' ایسی کوئی صراحت نظر سے نہیں گذری، لہٰذا حضور اقدس ﷺ اور فقہاء کے اقوال کے مطابق بکرے جیسے چھوٹے جانور میں صرف ایک شخص کی طرف سے ہی قربانی ہوسکتی ہے۔ اس میں شرکت

کر کے قربانی کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوگی لہذا صورت مسئولہ میں یہی حکم دیا جائے گا کہ قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ گوشت صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا، بعض فقہاء ایک مخصوص صورت میں اس کے جواز کے بھی قائل ہیں۔ (شامی، عالمگیری وغیرہ)

﴿۲۴۲۵﴾ اجتماعی قربانی کا نظم

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! بعد سلام عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں عید الاضحیٰ کے دن تقریباً ۱۰۰ ر سے زائد بکروں کی قربانی ہوتی ہے؛ اس لئے گاؤں کے ذمہ داروں نے گذشتہ سال گاؤں میں ایک ہی جگہ متعین کر کے ایک ہی ساتھ قربانی کرنا طے کیا ہے، اس نظام کے اعتبار سے ہر شخص اپنا بکرا لے کر وہاں جاتا ہے اور قربانی ہونے کے بعد اپنے بکرے کا وزن کروا کر اس کے تین حصوں میں سے ایک حصہ کو خود لے کر آتا ہے اور دو حصوں کو گاؤں میں تقسیم کرنے کے لئے وہاں چھوڑ دیتا ہے، گاؤں میں یہ نظام کرنے کی غرض یہ ہے کہ تمام لوگوں کو زیادہ مقدار میں گوشت مل جائے۔

اب ہمارے علم کے اعتبار سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئے، ایک حصہ گھر کا ایک حصہ رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا اور ایک حصہ گاؤں میں تقسیم کرنے کا، تو مذکورہ بالا صورت کے اعتبار سے رشتہ داروں کا حصہ ہمیں ملتا نہیں ہے تو کیا مذکورہ بالا نظام کے اعتبار سے ایک ساتھ قربانی کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اسی طرح کسی شخص کو مذکورہ نظام کے اعتبار سے قربانی کرنے کا ارادہ نہ ہو تو بھی شرم کی وجہ سے مجبوراً اسے بھی اس نظام میں شامل ہونا پڑتا ہے اسی طرح میں مذکورہ نظام کے اعتبار سے قربانی کرنے کے لئے راضی تو ہو جاؤں لیکن میرے رشتہ دار اپنا حصہ نہ ملنے کی وجہ

سے ناراض رہیں اور وہ مجھے یہ بات نہ کہہ سکتے ہوں تو کیا اس طرح اجتماعی قربانی کرنا درست ہے؟

مذکورہ صورت میں گذشتہ سال دونوں طرح کے لوگ نظر آئے کہ بعض لوگ اس طرح قربانی کرنے میں بہت خوش تھے اور بعض لوگ اس طرح قربانی کرنے کو ناپسند کرتے تھے تو اس حالت میں آپ شرعی اعتبار سے ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... پورے گاؤں کی قربانی اجتماعی طور پر ایک جگہ کرنا بہتر اور شریعت کے مطابق ہے اس لئے اس عمل کو جاری رکھنا چاہئے اور ہر ایک شخص کو جوش و خروش کے ساتھ اس میں حصہ لینا چاہئے۔

سوال میں دوسری بات گوشت کے متعلق ہے تو مسئلہ کی رو سے قربانی کرنے والا گوشت کا مالک ہے اسے اختیار ہے کہ چاہے تو تمام گوشت تقسیم کردے یا تمام گوشت اپنے استعمال میں رکھے کوئی ایک شخص یا پوری جماعت مل کر کسی پر دباؤ نہیں ڈال سکتی۔ ''قربانی کے تین حصے کرنے چاہئے'' یہ حکم صرف مستحب ہے واجب یا ضروری نہیں؛ اس لئے مذکورہ نظام میں اتنی اصلاح کرلی جائے کہ جس کی قربانی ہے وہ اپنے لئے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے جتنا گوشت رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور دوسرا بچا ہوا گوشت جو تیسرے حصے سے کم نہ ہو جماعت کو تقسیم کرنے کے لئے دیدے تو امید یہ ہے کہ شریعت کے حکم کے مطابق عمل ہو جائے گا، اور ہر شخص خوشی کے ساتھ جماعت میں رہے گا۔

ہر ایک شخص اپنی قربانی کا چمڑا جماعت کو سپرد کردے اور جماعت اسے اچھی قیمت سے فروخت کر کے اس کی آمدنی گاؤں میں غریب محتاج کو امداد کے طور پر دے یا تعلیم حاصل کرنے والے غریب طلباء میں اسکالرشپ (scolarship) کے طور پر دیں تو بھی جائز

ہے اس طرح کرنے سے گاؤں کو بھی فائدہ ہوگا اور قربانی کرنے والے کو بھی ثواب کے ساتھ راحت حاصل ہوگی۔ جماعت کے کارکنان اور کھال کا نظم کرنے والے اس بات کا خیال رکھیں کہ کھال کی رقم کو زیادہ مدت تک اپنے پاس جمع نہ رکھیں، جلد اس کی تقسیم کا انتظام کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۲۶﴾ قربانی کے دو بکروں کو بیچ کر ایک پاڑا (بھینسا) خریدنا

سوال: میرے پاس دو بکرے ہیں، اور دونوں کی قربانی کی نیت کر چکا ہوں، اب ان بکروں کے بدلہ میرا ایک پاڑا (بھینسا) لینے کا ارادہ ہے، تو ان بکروں کو فروخت کر کے پاڑا (بھینسا) خرید سکتا ہوں یا نہیں؟ اور ان بکروں کی جگہ اس پاڑا (بھینسا) کی قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر ان دونوں بکروں کی قربانی کی صرف نیت یعنی ارادہ کیا تھا تو ان ہی بکروں کی قربانی کرنا واجب نہیں ہے، لہٰذا ان کو فروخت کر کے پاڑا (بھینسا) یا دوسرے جانور کی قربانی کر سکتے ہیں۔ اور اگر نیت سے مراد نذر مانی ہے تو اس صورت میں ان ہی بکروں کی قربانی واجب ہوگی۔ فروخت کرنا اور ان کے بدلہ دوسرے جانور کی قربانی کرنا جائز نہ ہوگا۔ (درالمختار اور شامی ج:۵ ص:۲۰۴)

﴿۲۴۲۷﴾ قربانی کا بکرا بیچ کر دوسرا بکرا یا بڑا جانور خریدنا

سوال: ایک شخص کے پاس قربانی کا ایک بکرا ہے جسے قربانی کی نیت سے رکھا تھا، وہ بکرا گھر کے لوگوں کو مارتا ہے، تو اس بکرے کو بیچ کر اس کے بدلے دوسرا بکرا یا بڑا جانور خرید سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورتِ مسئولہ میں اس بکرے کی قربانی کی محض نیت اور ارادہ ہی کیا ہو اور کسی وجہ سے اسے فروخت کرنا پڑے تو فروخت کر دینا جائز ہے، صرف ارادہ کرنے سے اسی کی قربانی کرنا واجب نہیں ہو جاتی۔ قربانی کے ایام میں دوسرا کوئی بھی جانور خرید کر اس کی قربانی کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس نے بکرے کی قربانی کرنے کی نذر مانی ہو یا ایسے الفاظ کہے ہوں جن سے نذر ثابت ہو جاتی ہے تو پھر اسی بکرے کی قربانی کرنا ضروری ہے اور بیچ دینا یا اس کے بدلے میں دوسرے جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۲۸﴾ مرحوم کی جانب سے قربانی کرنا

سوال: میرے مرحوم والدین نے اپنی جانب سے قربانی نہیں کی تھی، تو ان کی جانب سے میں قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مرحوم والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے قربانی کرنا بہتر ہے اور اگر قدرت ہو تو ہر سال ان کی جانب سے قربانی کرتے رہنا چاہئے۔

﴿۲۴۲۹﴾ ایک بکرے کی قربانی کر کے چند مرحومین کو ایصال ثواب کرنا

سوال: ایک بکرے کی قربانی کرنی ہے اور میری ساس اور خسر اور والدین کو اس کا ایصال ثواب کرنا ہے تو اس نیت سے قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اپنی جانب سے ایک بکرے کی قربانی کر کے اس کا ثواب اپنے دو چار یا اس سے زائد رشتہ داروں کو پہونچانا درست اور جائز ہے۔ اور اس نیت سے نفلی قربانی کرنا بھی درست ہے۔ حضور ﷺ نے بھی دو مینڈھوں کی قربانی کر

کے اس کا ثواب پوری امت کو بخشا تھا۔

﴿۲۴۳۰﴾ حکومت کے ضبط کئے ہوئے جانور کو نیلامی میں خرید کر اس کی قربانی کرنا

سوال: ایک شخص کے جانور کو حکومت نے پکڑ لیا، اور ضبط کرلیا، اخبار میں اس کا اشتہار بھی دیا، لیکن مالک چھڑانے نہیں آیا تو حکومت نے وہ جانور نیلامی میں بیچ دیا، تو جس شخص نے یہ جانور خریدا ہے وہ اپنی واجب قربانی کی طرف سے یہ جانور ذبح کرے تو اس کی قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟

یا اس کے پاس سے کسی دوسرے نے قربانی کرنے کے لئے وہ جانور خریدا تو اس دوسرے شخص کا اس جانور کی قربانی کرنا صحیح کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حکومت کا جانور کو ضبط کر لینے سے اس جانور پر اس کے مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ جانور اس کے اصل مالک کا باقی رہتا ہے، لہذا نیلامی میں اس جانور کو خریدنے سے خریدنے والا اس کا مالک نہیں بنتا۔ اس لئے قربانی میں اس جانور کی قربانی کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

﴿۲۴۳۱﴾ نصف حصہ کے عوض پالنے دی ہوئی بکری کے بچہ کی قربانی

سوال: میں نے ایک بکری پالنے کے لئے دی تھی، اور یہ طے کیا تھا کہ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ آدھا آدھا دونوں کے درمیان مشترک رہے گا، اور یہی اس کی اجرت تھی۔ اس بکری نے ایک بکرا جنا ہے، وہ ایک سال کا ہو چکا ہے۔ جس کی قیمت ۸۰/روپے طے ہوئی ہے۔ اس کے آدھے ۴۰/روپے دے کر میں وہ بکرا لے آیا۔ اب مجھے اس بکرے کی قربانی کرنی ہے تو میں اس بکرے کی قربانی کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اور کرسکتا ہوں تو کس طرح؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ طریقے پر جانور کو پالنے کے لئے پیدا ہونے والے بچہ کے نصف حصہ کے عوض دینا جائز نہیں، لیکن پالنے کے لئے دینے والا شخص ایسے بکرے کی قربانی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے؛ اس لئے کہ بکرا اسی کی ملک ہے۔ فقط

﴿۲۴۳۲﴾ اجازت لئے بغیر قربانی ادا نہیں ہوگی

سوال: بھائی کو پوچھے بغیر اس کی طرف سے کی ہوئی قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بھائی کے وکیل بنائے بغیر آپ نے اپنی جانب سے اپنی خوشدلی سے جو قربانی کی تو وہ ادا ہوگئی، اور اس کا ثواب آپ کے بھائی کو ملے گا اور آپ کو بھی، لیکن آپ کے بھائی پر قربانی واجب ہو تو واجب قربانی اس طریقہ سے ادا نہیں ہوگی۔

﴿۲۴۳۳﴾ اللہ کے نام کی قربانی

سوال: ہمارے شہر میں قربانی میں جس طرح لوگ نبی کریم ﷺ کا حصہ رکھتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی حصہ رکھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کا حصہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ اب تک جن لوگوں نے اس طرح قربانی کی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ نیت کا صحیح طریقہ بتلا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قربانی میں جو حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا یا اللہ کے واسطے رکھا جاتا ہے تو وہ قربانی کرنے والے ہی کا حصہ شمار کیا جائے گا؛ اس لئے کہ جو قربانی اپنی طرف سے یا دوسرے کی طرف سے کی جاتی ہے وہ اللہ کے لئے ہی ہوتی ہے؛ اس لئے ایسی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایصالِ ثواب کی بھی ضرورت نہیں ہے، مخلوق کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت کر سکتے ہیں لہٰذا حضور ﷺ کا حصہ رکھا

جائے تو صحیح ہے اور حضور ﷺ کو اس قربانی کا ثواب بھی ملے گا اور ہمیں بھی قربانی کرنے کا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۳۴﴾ ایک نفل قربانی کا ثواب کتنے مرحومین کو بخش سکتے ہیں؟

سوال: بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ بکرے کی ایک نفلی قربانی میں سے صرف دو، یا تین آدمیوں کو ثواب پہنچا سکتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک بکرے کی نفلی قربانی میں سے صرف دو یا تین آدمیوں ہی کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ بلکہ جتنوں کو چاہیں ایصال ثواب میں شریک کر سکتے ہیں۔

﴿۲۴۳۵﴾ نصابِ وجوبِ قربانی کے لئے

سوال: میرا خاندان سات افراد پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں تنہا کمانے والا ہوں، میں ہر سال قربانی کرتا ہوں اور امسال بھی قربانی کا ارادہ ہے، مجھے چند لوگوں نے یہ کہا کہ تم ہر سال دو قربانی کیا کرو ایک اپنی طرف سے اور ایک گھر کے بچوں یا جس کی طرف سے تم چاہو، میں اپنی طرف سے گذشتہ سالوں میں قربانی کر چکا ہوں اور اب اس سال میں اپنے بچوں کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ میری طرف سے ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے؟ کیا اس سال میں اپنے بچوں کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اس سوال کے جواب سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ آپ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اگر آپ پر قربانی واجب ہو تو واجب کو ادا کرنے کے

لئے ہر سال قربانی کرنی پڑے گی، قربانی کے واجب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق کے وقت اس کی یا اس کے آل و اولاد یا جن کی پرورش کی ذمہ داری شرعی طور پر اس کے سپرد ہے، ان کی ضروریات زندگی کا خرچ، نیز قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد اتنا روپیہ یا دوسری چیزیں جو ضرورت سے زائد ہوں اور استعمال میں نہ آتی ہوں ان کی قیمت نصاب کے برابر یعنی جس میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا آ سکتا ہو' موجود ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔ یہ نصاب پورا ہونے کے لئے زکوٰۃ کی طرح سال گذرنا یا مال کا نامی ہونا بھی ضروری نہیں۔ (شامی ج:۵ ص:۲۰۰۔ بحرالرائق ج:۸ ص:۱۷۴)

اس تفصیل کے مطابق اگر آپ صاحب نصاب نہ ہوں تو آپ پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے اور آپ کسی اور کی طرف سے قربانی کرنا چاہتے ہوں تو کر سکتے ہیں، اس میں آپ کو بھی ثواب ملے گا، اور اگر اپنی طرف سے کروگے تو اس میں بھی حرج نہیں، کسی اور کی طرف سے قربانی کرتے وقت اپنی طرف سے بھی کرنی ہی چاہئے ایسا ضروری نہیں ہے۔

﴿۲۴۳۶﴾ نابالغ کے مال سے اس کی قربانی کرنا

سوال: میرا لڑکا آٹھ مہینہ کا ہے، لڑکے کی پھوپھی نے اس کو ایک دنبہ کا بچہ ہدیہ میں دیا ہے، دنبہ کا بچہ چھوٹا تھا یعنی چھ سات مہینہ کا تھا اور اب وہ دنبہ دو سال کا ہو گیا ہے، اور میرا لڑکا بھی دو سال اور آٹھ مہینے کا ہو گیا ہے، تو اب اس دنبہ کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صحیح قول کے مطابق نابالغ بچہ پر قربانی واجب نہیں ہوتی، لہذا ولی اپنی طرف سے اپنے مال سے نابالغ کی قربانی کرے تو نفل کے حکم میں شمار

ہوگی، اور نابالغ کے مال میں سے قربانی کی جائے تو اس میں اختلاف ہے، لہٰذا نابالغ بچہ کے مال سے قربانی نہیں کرنی چاہئے۔

صورتِ مسئولہ میں نابالغ کی جانب سے مذکورہ مینڈھے کی قربانی نہ کی جائے، البتہ ولی اس کوخرید کراس کی رقم بچہ کے مال میں جمع رکھ کرخود قربانی کرسکتا ہے۔(شامی، ہدایہ، جوہرۃ النیرۃ، وغیرہ)

﴿۲۴۳۷﴾ قربانی کے دن گذر جانے کے بعد کیا کرنا چاہئے؟

سوال: میرا بھائی زانبیا میں ہے، وہ اس سال قربانی کے لئے لکھنا بھول گیا، یاد آنے کے بعد اب وہ پوچھتا ہے کہ اب میں کیا کروں؟ استغفار کے ساتھ قربانی کی رقم کا صدقہ کروں یا صرف استغفار کرنا کافی ہے؟ آئندہ سال دو قربانیاں کرلینا کافی ہوگا؟ نیز لکھتا ہے کہ آپ ہر سال میرے مال میں سے قربانی کرہی دیا کریں، تو اب ہر سال اجازت لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورتِ مسئولہ میں قربانی کے دن ختم ہو چکے ہیں اور قربانی واجب ہونے کے باوجود نہیں کی ہے، لہٰذا ایک بکرے کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے اور چوں کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے اجازت دے دی ہے؛ اس لئے ہر سال نئی اجازت لینے کی ضرورت نہیں، لیکن قربانی کے جانور کی وضاحت کرلیں۔

﴿۲۴۳۸﴾ یوم عرفہ کو قربانی کرنا

سوال: چھوٹے گاؤں میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں قربانی کا وقت کب سے شروع ہوگا؟ دوسرا یہ کہ عرب ممالک میں ہم سے ایک دن قبل یعنی عرفہ کے دن قربانی کی

جاتی ہے تو وہاں کی طرح ہندوستان میں بھی ایک دن پہلے عرفہ کے دن قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ چھوٹے گاؤں میں جہاں گوشت کھانے کے لئے نہیں ملتا ہے ویسے گاؤں میں عید کے ایک دن قبل قربانی کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چھوٹے گاؤں میں جہاں عید کی نماز درست نہیں ہے وہاں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔ (شامی ج:۵ ص:۲۷۸) عرب ممالک میں عرفہ کے دن قربانی ہونے کی بات غلط ہے۔ وہاں بھی دسویں ذی الحجہ کے دن سے ہی قربانی شروع ہوتی ہے، لیکن ہمارے یہاں سے ایک دن قبل وہاں چاند نظر آجاتا ہے اس لئے وہاں دسویں تاریخ ہوجاتی ہے اور ہمارے یہاں کے حساب سے اس دن نویں تاریخ ہوتی ہے، عرفہ کے دن قربانی کرنا درست نہیں ہے اس دن ذبح ہونے والا جانور قربانی میں شمار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۳۹﴾ عید کی نماز سے قبل قربانی کرنا

سوال: عید الاضحیٰ کی واجب قربانی نماز سے قبل کرنا درست ہے یا نماز کے بعد کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس جگہ عید کی نماز پڑھنا واجب ہے اس جگہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں، اور جس چھوٹے گاؤں میں عید کی نماز واجب نہیں ہے اس چھوٹے گاؤں میں دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۴۰﴾ انگلینڈ میں رہنے والے شخص کا روپئے بچانے کی نیت سے انڈیا میں قربانی کروانا

سوال: قربانی کا جانور انگلینڈ میں بہت ہی گراں قیمت میں ملتا ہے مثلاً بکرا - ۲۵، ۳۰ پاؤنڈ اور گائے --۲۰۰، ۲۵۰ پاؤنڈ میں ملتی ہے، اب یہاں بہت سے لوگ انڈیا یا پاکستان روپے بھیجتے ہیں اور وہاں جانور ارزاں قیمت میں ملتے ہیں، اس لئے وہاں قربانی کرواتے ہیں، تو اس طریقہ سے قربانی کرنے سے یا کروانے سے قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ قربانی کروانے والا شخص لندن میں رہتا ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ کم قیمت میں قربانی ہو سکے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس جگہ آدمی رہتا ہے اس کے علاوہ دوسری جگہ یا دوسرے ملک میں اپنی واجب قربانی کروانا شرعاً منع نہیں ہے، لہٰذا سوال میں لکھی ہوئی تفصیل کے مطابق بیرون ملک میں قربانی کروانا بغیر کسی حرج کے درست ہے۔ نیت کا تعلق دل سے ہے، اس کا جواب دلوں کے بھید جاننے والے اللہ کے یہاں دینا پڑتا ہے، اس کے باوجود سوال میں لکھی ہوئی حقیقت کو دھیان میں رکھتے ہوئے اپنے ملک میں قربانی کرے یا کروائے جس میں روپئے بھی زیادہ خرچ ہوتے ہوں اور اسلامی شعائر کا اظہار بھی ہوتا ہو تو زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۴۱﴾ چاند کے اختلاف سے قربانی کتنے دن کی جائے؟

سوال: رادھن پور میں عید الاضحیٰ جمعہ کے دن بتاریخ: ۲۸/۲/۶۹ کو ہوئی اس اعتبار سے قربانی تاریخ: ۲/۳/۶۹ کی عصر تک ہو سکتی ہے لیکن ہماری جمعہ مسجد کے امام صاحب نے تقریر میں کہا کہ قریب کے پٹن شہر میں جمعرات بتاریخ: ۲۷/۲/۶۹ کو عید ہوئی ہے؛ اس لئے

قربانی سنیچر بتاریخ: ۶۹/۳/۱ کی عصر تک ہوسکتی ہے۔اس طرح یہاں کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عید جمعہ کے دن ہوئی ہے؛ اس لئے قربانی اتوار تک ہوسکتی ہے۔اس اختلاف نے مسلمانوں میں مشکل پیدا کردی ہے اس لئے شرعی رہنمائی فرمایئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی صرف تین دن ہی ہوسکتی ہے۔ دسویں، گیارہویں، اور بارہویں ذی الحجہ کے غروب تک، اس لئے پٹن والوں نے اگر چاند دیکھا ہو یا شرعی طریقہ سے انہیں چاند کی شہادت ملی ہو اور انہوں نے جمعرات کے دن عید منائی ہو تو سنیچر کے غروب تک وہ قربانی کر سکتے ہیں، رادھن پور والوں نے چاند نہ دیکھا ہو یا شرعی اعتبار سے چاند کا ثبوت نہ ہوا ہو تو ان کے لئے دسویں ذی الحجہ جمعہ کے روز شمار ہوگی؛ اس لئے وہ حضرات قربانی اتوار کے غروب تک کر سکتے ہیں۔

قربانی میں پٹن والوں کی عید کو شرعی شہادت حاصل کئے بغیر قبول کرنا اور عید کی نماز کے لئے انہی پٹن والوں کے چاند کو قبول نہ کرنا اور عید کی نماز جمعہ کے دن پڑھنا یعنی ایک ہی جگہ کے چاند کے لئے دو الگ الگ حکم نہیں ہو سکتے؛ اس لئے رادھن پور والوں کو چاہئے کہ اپنے یہاں کے چاند کے اعتبار سے عمل کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۴۲﴾ اپنی ملکیت کے جانور میں قربانی کی نیت کرنے سے کیا قربانی واجب ہو جائے گی؟

سوال: ہمارے گھر میں ہماری پالی ہوئی گائے ہے (ہم نے اسے خریدا نہیں ہے) قربانی مجھ پر واجب نہیں ہے، اس کی قربانی کرنے کی میں نے نیت کی تھی لیکن کچھ حالات کی بناء پر اس جانور کی قربانی میں نہیں کر پایا، تو میں اب اس جانور کا کیا کروں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس شخص پر قربانی کرنا واجب نہ ہو لیکن وہ ذی الحجہ کی دس سے بارہ تاریخ کے درمیان اپنی ملکیت کے جانور کی قربانی کرنے کی زبان سے نیت کر لے تو اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے؛ اس لئے صورتِ مسئولہ میں مذکورہ جانور کی قربانی کرنا واجب ہوا، لیکن قربانی کے ایام میں قربانی کر کے واجب ادا نہ ہو سکا تو اب اس زندہ جانور کو صدقہ کر دیں یا اسے ذبح کر کے اس کے پورے گوشت کو غریب محتاجوں میں تقسیم کر دیں اس سے قربانی کا وجوب ادا ہو جائے گا۔

نوٹ: اس پالی ہوئی گائے کی قربانی کرنے کا اگر صرف ارادہ کیا ہو، زبان سے یہ نہ کہا ہو کہ میں اس گائے کی قربانی کروں گا یا یہ کہ یہ قربانی کی گائے ہے یا یہ کہ یہ قربانی کا جانور ہے تو مذکورہ صورت میں پالی ہوئی گائے کی قربانی کرنا غریب پر واجب نہیں ہے؛ اس لئے کہ غریب پر قربانی کے واجب ہونے کی کچھ شرطیں ہیں جیسے کہ غریب آدمی قربانی کے ایام میں قربانی کے ارادہ سے جانور خریدے یا قربانی سے پہلے جانور خریدا ہوا ہو اور زبان سے یہ کہے کہ میں اس کی قربانی کروں گا یا یہ کہ یہ قربانی کا جانور ہے تو اس کی قربانی واجب ہو جائے گی۔ اسی طرح اپنی ملکیت کے جانور کے لئے صرف ارادہ کرنے سے اس کی قربانی واجب نہیں ہوتی، یہاں تک کہ زبان سے نیت نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۴۳﴾ کیا امام جانور ذبح نہیں کر سکتا؟

سوال: ایک گاؤں کے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مؤذن کے پاس ہی جانور ذبح کروایا جائے، اور ایسا مانتے ہیں کہ امام ذبح نہیں کر سکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر کوئی حرج نہیں تو اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... امام ذبح نہیں کرسکتا یہ خیال غلط ہے، وہ بھی ذبح کرسکتا ہے، اور وہ گوشت بھی حلال ہے، حضور اقدس ﷺ کا ''ہدی'' کے جانور کو نحر کرنا تو حدیث میں بھی آیا ہے۔

﴿۲۴۴۴﴾ ذبح کے وقت کوئی دعا کے لئے بلائے تو جانا

سوال: عید الاضحٰی کے دن ایک شخص نے مجھے دعوت دی کہ قربانی کے جانور کو آپ کے ہاتھ سے ذبح کریں اور پھر آپ ہی دعا کریں، تو میں نے اس شخص کو کہا کہ: مجھے ذبح کی مشق نہیں ہے اس لئے میں ذبح نہیں کرسکتا تو اس شخص نے کہا کہ چلو! ہم ذبح کریں گے، لیکن دعا تو آپ کو ہی پڑھنی ہوگی،، اب رہی بات دعا کی تو مجھے یہ پوچھنا ہے کہ اس وقت میرا ان کی دعوت کو قبول کر کے خصوصاً دعا کرنے کے لئے جانا یہ دین میں بدعت تو نہیں ہے؟ اور وہاں خصوصاً دعا کرنے کے لئے بلایا جائے اور میں جاؤں تو شرعاً گناہ تو نہیں ہوگا؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ مسلمان دعوت دے تو قبول کی جائے یا نہیں؟ اور میں وہاں دعا کرنے کے لئے جاؤں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مذکور دعا کو واجب اور لازم نہ سمجھتے ہوئے صرف برکت کی دعا کروانا مقصود ہو تو یہ بدعت شمار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۴۵﴾ جانور کو ذبح کرنے کے بعد کفن پہنانا

سوال: : اس سال بقرعید کے دن قربانی میں بکرے کو ذبح کرنے کے بعد بکرے کو کفن پہنایا گیا تو کیا یہ عمل درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... قربانی کے بعد بکرے کو کفن پہنایا گیا یہ بالکل غلط اور

غیر اسلامی طریقہ ہے، اس لئے آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۴۶﴾ ذبح کی اجرت میں ذبیحہ کا سر اور پائے دینا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں اور جانور کو ذبح کرنے کے عوض جانور کے سر اور پائے لیتے ہیں، تو کیا جانور کو ذبح کرنے کے عوض سر اور پائے دینا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قربانی کا جانور ذبح کرنے کے عوض جانور کا سر، پائے یا گوشت وغیرہ کوئی بھی چیز دینا جائز نہیں اور اگر دی گئی تو اس چیز کی جو قیمت ہوگی اتنی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہوگا، قربانی کرنے والے کا قربانی کے گوشت یا چمڑے کو بیچنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں ہے۔ (عالمگیری ج:۴ص:۸۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۴۷﴾ آواز نہ کرنے والے بکرے کی قربانی

سوال: ہمارے یہاں بقرعید کے موقع پر ایک بہت ہی عمدہ بکرا خرید کر لایا گیا لیکن گھر لانے کے بعد یہ بکرا بالکل منھ سے بَے بَے کی آواز نہیں کرتا تو اس بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں دوسرا کوئی بھی نقص یا عیب نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ حالت عیب اور نقص شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا ہر اعتبار سے وہ بکرا قربانی کے لائق ہو تو بکرے کا آواز نہ کرنے سے قربانی میں کوئی حرج نہ ہوگا اور اس کی قربانی بلا تردد جائز کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۴۸﴾ سوال: قربانی کے گوشت کے حصے

قربانی کا گوشت کئی لوگ اپنے رشتہ داروں میں اور مالداروں میں زیادہ دیتے ہیں اور

غریب کا حصہ کم نکالتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مستحب طریقہ یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں، اس میں سے ایک حصہ خیرات کرے، ایک حصہ خود رکھے، اور ایک حصہ رشتہ داروں اور دوستوں کو تقسیم کرے، خود بھی زیادہ رکھنا جائز ہے، اسی طرح دوسرے لوگوں کو زیادہ دینا بھی جائز ہے، اس سے قربانی میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (درمختار، عالمگیری)

﴿۲۴۴۹﴾ قربانی کے گوشت کے حصے کسے دئے جائیں؟

سوال: بقرعید کے دن قربانی کے تین حصے کئے جاتے ہیں: (۱) خود کا (۲) رشتہ داروں کا (۳) غریبوں کا۔ غریب ہو تو کیسا غریب ہونا چاہئے، مسلمان یا غیر مسلم دونوں طرح کے غریبوں کو نیز اپنے رشتہ داروں میں سے غیر مسلموں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنا مستحب ہے، لہٰذا مالدار ہو یا غریب مسلم ہو یا غیر مسلم سب کو دے سکتے ہیں۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۵۰﴾ یو.کے. میں مروج قربانی کی صورت اور اس کا حکم

سوال: یہاں یوکے میں مذبح کے بغیر دوسری کسی جگہ پر بکرا، مینڈھا، گائے وغیرہ ذبح نہیں کر سکتے، اور یہاں تاجر حضرات زندہ گائے اور مینڈھا نہیں دیتے، اس کو ذبح کرنے کے بعد صاف کر کے پورا گوشت وزن کر کے اس کے حساب سے قیمت لگا کر جو روپیہ ہوتا ہے وہ ادا کرنا ہوتا ہے، اس طرح ذبح کرتے وقت قربانی کی ہی نیت کر کے جانور ذبح کرتے ہیں تو کیا اس طرح قربانی کروانا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: جس جاندار کی قربانی کرنی ہو اس کو اول شرعی قانون کے

مطابق خرید کر خود کی ملک میں لے کر قربانی کرنی چاہئے، حکومت کی مقرر کردہ جگہ میں قربانی کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن جانور خریدنے سے قبل قبضہ میں لے کر اپنے ہاتھ سے اپنی قربانی کرنا شریعت کی زبان میں ''غصب'' کہلائے گا، اور دوسری صورت میں جانور کی قیمت مقرر کئے بغیر خریدنا بیع فاسد میں شمار ہوگا۔

اب کوئی شخص غصب کئے ہوئے جانور کی قربانی کرے یا بیع فاسد سے حاصل شدہ جانور کی قربانی کرے تو قربانی ادا ہو جائے گی، لیکن اس جانور کی زندہ حالت میں جو قیمت ہوتی ہو اتنی قیمت ادا کرنی پڑے گی، اور اگر اس سے کم قیمت دے گا تو قربانی ادا نہیں ہوگی۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج:۷ا ص:۳۱۶، عالمگیری ج:۵)۔

لہٰذا تھوڑے روپئے بچانے یا ارزاں لینے کی لالچ میں غصب اور حرام بیع کا گناہ سر نہیں لینا چاہئے، قربانی میں جتنا زیادہ روپیہ خرچ ہوگا اس کا نفع دنیا و آخرت میں بھی یقیناً زیادہ سے زیادہ ملے گا۔

﴿۲۴۵۱﴾ قربانی کی ایک صورت اور اس کا حکم

سوال: ایک شخص نے دوگنا روپے دے کر قربانی کے لئے جانور خریدا، اور پھر جانور کو ذبح کر کے صاف کرنے کے بعد گوشت کا وزن کر کے گوشت کے وزن کی قیمت ادا کی، اور بقیہ زائد روپئے واپس لے لئے، تو کیا اس طریقے پر کی ہوئی قربانی درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قربانی کے لئے قیمت طے کر کے، ایجاب وقبول کر کے جانور خرید کر خود کی ملک میں لے کر قربانی کر لی تو قربانی ادا ہو گئی، لیکن گوشت کو صاف کر کے وزن کروا کر زائد رقم واپس لینے کا حق نہیں ہے، یعنی نہیں لینا چاہئے، لیکن بیچنے والا

خود کی رضامندی سے زائد رقم واپس لوٹاتا ہے تو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿۲۴۵۲﴾ غیر اللہ کے نام چھوڑے ہوئے بکرے کو خرید کر اس کی قربانی کرنا

سوال: ایک شخص درگاہ کا متولی ہے، اس کے پاس نذر کا مینڈھا ہے، جو ایک شخص نے درگاہ میں آزاد چھوڑا ہوا تھا، متولی نے اس مینڈھے کو دوسرے ایک شخص کو فروخت کر دیا، جس شخص نے خریدا ہے اس کے پاس سے ایک تیسرے آدمی نے وہی مینڈھا خریدا، اور وہ اب اس کی قربانی کرنا چاہتا ہے، تو اس طریقے پر اس مینڈھے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

اصل میں اس مینڈھے کی ایک شخص نے نذر مانی تھی، پھر درگاہ کے متولی نے اس مینڈھے کو بیچ دیا اور اس خریدنے والے کے پاس سے تیسرا شخص خرید کر قربانی کرنا چاہتا ہے تو یہ شخص اس مینڈھے کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو وہ جانور قرآن کے حکم کے مطابق حلال نہیں ہے، اور اصل مالک کی ملکیت اس پر سے ختم نہیں ہوتی، یعنی اصل نذر ماننے والا شخص اسلامی طریقہ سے توبہ کرے اور بکرے کو اپنے قبضہ میں لے کر خود قربانی کرے یا اس کو بیچ دے تو یہ جائز ہے، باقی سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کی قربانی کرنا یا ایسے ہی ذبح کر کے کھانا جائز نہیں ہے؛ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۵۳﴾ گاؤں والوں کا جبراً کھال وصول کرنا اور امداد لینے والے کو حقیر جاننا

سوال: آج کل قربانی کا چمڑا بہت زیادہ مقدار میں گاؤں میں درج ذیل تفصیل کے مطابق لیا جاتا ہے، قربانی کا جانور ذبح ہونے کے بعد اس کا چمڑا اصل مالک کا نہیں رہتا، وہ

اس گاؤں کی جماعت کا ہو جاتا ہے اگر اس کے خلاف ہوا یا کیا گیا تو اس آدمی کو طعن و تشنیع کی جاتی ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے خلاف کرے۔

کسی دوسرے گاؤں کا جانور آئے تو اس کا چمڑا بھی جماعت کو دینا ضروری ہے، اگر نہ مانے تو گاؤں کا آدمی شرط لگا کر لیتا ہے کہ اس کا چمڑا ہماری گاؤں کی جماعت کو دینا پڑے گا اگر تم کو یہ شرط منظور ہو تو قربانی کا جانور رکھو ورنہ نہیں، چمڑے کی رقم کا نظم کرنے والا امداد لینے والے کو دھتکارتا بھی ہے، اور اپنا احسان بھی جتاتا ہے، کمیٹی میں اسی کی بات مانی جاتی ہے۔

تو ایسے اقتدار اور چمڑا لینے کے طریقۂ کار کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب دینے کی گذارش ہے، اور اگر ہو سکے تو ''امید'' اور ''تبلیغ'' میں بھی شائع کر کے ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... بحر اور فقہ کی دیگر کتابوں میں ہے کہ جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی حکم قربانی کی کھال کا بھی ہے مالک کو اس بات کا کامل اختیار ہے کہ وہ چمڑے کو اپنے استعمال میں رکھے یا دوسرے کسی کو دیدے (جیسا کہ گوشت کا حکم ہے) اور اگر مالک خود بیچ دے یا وکیل کے ذریعہ فروخت کر دے تو اس رقم کا غرباء میں صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا غرباء کے ذریعہ ذمہ سے واجب ادا ہو جانے پر ان کا احسان ماننا چاہئے، ان کو دھتکارنا اور ان پر احسان جتلانا جائز نہیں، نیز یہ عقلمندی کی بات بھی نہیں ہے، اگر کسی ادارہ یا جماعت میں ایسا ہوتا ہو جیسا کہ سوال میں لکھا ہے تو اس کی اصلاح کرنی چاہئے اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ایسے ادارہ یا جماعت کو چمڑا نہیں دینا چاہئے۔

﴿۲۴۵۴﴾ قربانی کی قضا میں کون سے صدقہ کا اعتبار ہوگا؟

سوال: ایک شخص ہر سال اپنی واجب قربانی بڑے جانور میں ساتواں حصّہ رکھ کر کرتا ہے،

اتفاق سے اس سال یہ شخص قربانی کے ایام میں قربانی نہیں کرسکا، تو اب اس کی قضاء کے طور پر ایک بکرے یا مینڈھے کی قیمت صدقہ کرنی پڑے گی یا بڑے جانور کے ساتویں حصّہ کی قیمت صدقہ کرنی پڑے گی؟ بکرے اور مینڈھے کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور بڑے جانور کے ساتویں حصّہ کی قیمت کم ہوتی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اس سال آپ پر قربانی واجب تھی اور آپ نے ایام نحر میں واجب قربانی ادا نہیں کی تو اب ایام نحر گزر جانے کے بعد ایک درمیانی قیمت کا بکرا صدقہ کرنا پڑے گا، بڑے جانور کے ساتویں حصہ کا اعتبار نہیں ہوگا، بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قیمت کا صدقہ کرنے سے ذمہ سے آپ بری نہیں ہوں گے۔

﴿۲۴۵۵﴾ ایصال ثواب کی نیت سے ایام نحر میں کان کٹا بکرا خریدنے سے اس کی قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال: ایک شخص نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی قربانی بڑے جانور میں حصّہ لے کر کرائی، اس کے بعد اس کا ارادہ حضور اقدس ﷺ کے لئے قربانی کرنے کا ہوا، قربانی کے دوسرے دن اس نے اپنے لڑکے کو بکرا خریدنے کے لئے بھیجا اب وہ لڑکا جو بکرا خرید کر لایا اس کے کان کٹے ہوئے تھے اس لئے وہ قربانی میں کام نہیں آیا، تو اب حضور ﷺ کی قربانی کے لئے کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورتِ مسئولہ میں اس پر جو واجب قربانی تھی وہ بڑے جانور میں ادا کر دی گئی، اور حضور اقدس ﷺ کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کی نیت کر کے جانور خریدا، وہ اتفاقاً ایسا تھا کہ عیب کی وجہ سے قربانی کے لائق نہیں تھا، لہٰذا اس کی

قربانی نہ ہوسکی اوراس کو ذبح کرنا واجب نہیں ہوا، اوراب قربانی کے ایام باقی نہیں رہے، لہٰذا آپ پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہی اس کے باوجود اگر آپ اتنی رقم کا صدقہ کر کے ایصالِ ثواب کریں تو بہت اچھا ہوگا اور ثواب بھی ملے گا اور فی الحال اس جانور کو آپ اپنے استعمال میں لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۵۶﴾ کسی مانع کی وجہ سے قربانی نہ کرنا

سوال: ایک گاؤں میں قربانی کے جانور ہیں اور سرکاری قاعدہ کے مطابق سرکاری پہرے محلّے محلّے میں قائم ہیں، سرکاری قاعدہ کے مطابق ذاتی جگہوں میں بھی ذبح نہیں کرنے دیا جارہا ہے انہی حالات میں عید کے ایام گذر گئے، تو اب ان جانوروں کا کیا کیا جائے؟ اور ہم نے ثواب کی نیت سے جانور رکھے تھے تو اب ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: قربانی کے ایام میں قربانی کے جانوروں کی قربانی نہ ہوسکی تو ایام نحر گذر جانے کے بعد ان جانوروں کو صدقہ کردینے سے ثواب مل جائے گا۔ (بحر:۸)

﴿۲۴۵۷﴾ اس سال کی قربانی آئندہ سال کرنا

سوال: ایک شخص پر قربانی فرض ہے، وہ ہر سال قربانی کرتا بھی ہے اس سال یہ کہہ کر قربانی نہ کی کہ آئندہ سال کریں گے تو سوال یہ ہے کہ اس سال کی قربانی آئندہ سال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جس شخص پر شرعاً قربانی واجب ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو سخت گنہگار ہوگا، اس پر ضروری ہے کہ متوسط درجہ کے بکرے کی قیمت غریب محتاج پر صدقہ کردے، اس سال کی قربانی آئندہ سال کرنا درست نہیں ہے اور اس طرح قربانی

کرنے سے واجب ادا نہیں ہوگا۔ (شامی، عالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۵۸﴾ قربانی ہر سال واجب ہوگی یا زندگی میں ایک مرتبہ؟

سوال: کیا ہر صاحبِ مال پر قربانی کرنا واجب ہے؟ قربانی ہر سال کرنا واجب ہے یا زندگی میں ایک ہی مرتبہ کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس شخص کے پاس ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے وقت نصاب کے برابر مال ہو اور وہ اس کی اور اس کی اولاد وغیرہ کی ضرورت سے زائد ہو تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی، ایک مرتبہ قربانی کرنے سے زندگی بھر کا واجب ادا نہیں ہوتا، بلکہ مذکورہ تاریخ کی آمد سے نئے سال میں نئی قربانی واجب ہوتی رہتی ہے۔ (شامی، ہدایہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۵۹﴾ ایام نحر میں مالدار کا غریب اور غریب کا مالدار ہو جانا

سوال: ایک شخص نے ایام نحر شروع ہونے سے قبل یا ایام نحر میں قربانی کے لئے جانور خریدا اور تیسرا دن آنے سے قبل وہ شخص اتفاقاً غریب ہو گیا، تو کیا اس جانور کی قربانی کرنا اس پر واجب ہوگی؟ یا وجوب اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا؟ اگر وجوب ذمہ میں باقی ہے تو کیوں؟ اور اگر غریب نے قربانی کی اور اتفاقاً تیسرا دن آنے سے قبل مالدار ہو گیا تو کیا اسے دوسرے جانور کی قربانی کرنی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایام نحر کی صبح صادق کے بعد وہ شخص مالدار تھا اس وجہ سے قربانی واجب ہوگی بعد میں غریب ہونے سے وہ وجوب ساقط نہیں ہوگا۔ (رد المختار ج:۵ص:۴۰۱) اور دوسری صورت میں دو قول ہیں، مگر متاخرین فقہاء کی تشریح کے مطابق

اس شخص کو قربانی کا اعادہ لازم نہ ہوگا۔(بحوالۂ مذکورہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۶۰﴾ رقم وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے قربانی نہیں ہوئی تو اب اسکی تلافی کی کیا صورت ہے؟

سوال: ایک صاحب نے بیرون ملک سے بقرعید سے قبل ہندوستان کے اپنے رشتہ داروں پر بذریعۂ رجسٹری ڈاک رقم ارسال کی، رجسٹری پر ان سے پتہ لکھنے میں غلطی ہوئی جس کی وجہ سے رجسٹر بقرعید کے بعد واپس انہیں کو مل گیا تو اب ان روپیوں کا کیا کیا جائے؟ مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ان روپیوں سے آئندہ سال قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رقم ارسال کرنے والے پر قربانی واجب ہو اور سوال میں لکھنے کے مطابق کسی وجہ سے قربانی نہ ہو سکی، تو اب ایک بکرے کی قیمت صدقہ کر دینے سے واجب ادا ہو جائے گا، اور مابقیہ رقم اپنے استعمال میں لانا بھی درست ہے اور صدقہ کرنا چاہے تو صدقہ بھی کر سکتے ہیں۔

﴿۲۴۶۱﴾ جانور میں عیب

سوال: قربانی کے جانور میں ایسا کونسا عیب ہے کہ جس کے ہونے سے قربانی درست نہیں ہوتی؟ یعنی جس کی وجہ سے قربانی نہ کر سکتے ہوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو چیز عیب شمار ہوتی ہے جیسے کہ کوڑھ ہونا، لنگ ہونا، کان اور دم کا کٹا ہوا ہونا یا بالکل دانتوں کا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ تو ان جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔(شامی ج:۵ ص:۲۰۶) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۶۲﴾ ایک خصیہ والے بکرے کی قربانی

سوال: جو بکرا ماں کے پیٹ ہی سے بغیر خصیے کے پیدا ہوا ہو اس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز بکرے کا ایک ہی خصیہ ہو یا کسی بیماری کی وجہ سے ایک خصیہ ہو گیا ہو تو اس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بغیر خصیے والا بکرا یا ایک خصیہ والے بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں، جیسے خصی بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں اسی طرح اس کی بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

﴿۲۴۶۳﴾ آگے والے دانت گرے ہوئے بکرے کی قربانی

سوال: قربانی کے جانور کے آگے والے دانت گر گئے ہوں اور ڈاڑھ برقرار ہو تو ایسے جانور کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قربانی کے جانور کے اکثر دانت سالم ہوں اور کچھ ساقط ہو گئے ہوں تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۶۴﴾ داغ والے جانور کی قربانی

سوال: قربانی کی گائے کے دونوں کان پر تین داغ ہیں اور اس گائے کے کان کے اوپر ابھی تک بال نہیں آئے تو کیا اس گائے کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قربانی کے جانور کو اگر داغ لگایا گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے چاہے بال اُگے ہوں یا نہ اُگے ہوں۔(شامی ج:۵ص:۲۰۷)

﴿۲۴۶۵﴾ بغیر دانت والے جانور کی قربانی

سوال: میرے گھر میں پالا ہوا بڑا جانور دو سال، تین مہینہ کا ہے لیکن ابھی تک دانت نہیں

آئے ہیں اور مجھے اسی جانور کی قربانی کرنی ہے تو کیا اس جانور کی قربانی درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایسے جانور جن کے بالکل دانت ہی نہ ہوں تو ان کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی ج:۵ص:۲۰۶) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۶۶﴾ ایک ثلث سے کم بینائی والے بکرے کی قربانی اور اسے پہچاننے کا طریقہ

سوال: ایک بکرے کی ایک آنکھ سالم ہے اور دوسری آنکھ سے برابر نظر نہیں آتا، اور اس آنکھ کے پاس ہاتھ لے جاتے ہیں تو وہ پلک جھپکا تا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے تھوڑا بہت نظر آتا ہے تو یہ جانور قربانی کے کام آسکتا ہے یا نہیں؟ پیدائش کے وقت اس کی آنکھ اچھی تھی بعد میں اس کی آنکھ خراب ہوگئی۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں بکرے کی ایک آنکھ اچھی ہے اور دوسری آنکھ سے اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا تو اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ آنکھ کی روشنی ایک ثلث یا اس سے زائد ختم ہوگئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں اور اس کو پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ ایک دو دن اس بکرے کو بالکل چارہ نہ کھلایا جائے پھر اس کی ایک آنکھ پر پٹہ باندھ دیا جائے اور دور سے اسے چارہ دکھایا جائے اگر اس کو چارہ دکھائی نہ دے تو آہستہ آہستہ اس کے قریب لائیں پھر جب اسے چارہ دکھائی دے تو اس جگہ نشانی کردی جائے، اب اسی طرح دوسری آنکھ جس پر پٹہ نہیں باندھا تھا اس پر پہلی آنکھ کی طرح پٹہ باندھ دیا جائے اور پہلی آنکھ کا پٹہ کھول دیا جائے پھر دوبارہ دور سے چارہ دکھایا جائے پھر جس جگہ پہنچ کر وہ چارہ دیکھ لے اس جگہ نشانی کردی جائے اور دونوں جگہوں کو ناپا جائے، مثلاً پہلی آنکھ سے پانچ فٹ دور سے چارہ دیکھ لیا اور دوسری آنکھ سے پندرہ فٹ دور سے چارہ دیکھ لیا تو سمجھا

جائے گا کہ ایک ثلث روشنی نہیں ہے، لہٰذا قربانی جائز نہیں ہوگی۔(شامی ج:۵ص:۲۰۶ ،اور ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۶۷﴾ جشن عید قربانی غلط رسم ہے

سوال: (۱) یہاں ایک برادری کے تقریباً ڈیڑھ سو، دوسو مکان ہیں اور یہ تمام حضرات بقرعید کے موقع پر اپنی قوم کے صاحب نصاب حضرات کے پاس سے ان کی قربانی کے جانوروں کو جمع کر لیتے ہیں اور دسویں تاریخ کے بجائے گیارہویں کے دن اجتماعی طور پر ایک جگہ تمام جانوروں کی قربانی کر کے ایک ساتھ سب مل کر پکا کر کھاتے ہیں، اس کے خرچ کے لئے گیارہویں تاریخ کو چندہ کیا جاتا ہے، اس میں مردوں اور عورتوں کو دعوت دے کر بلایا جاتا ہے، تو اس طرح دسویں کی بجائے گیارہویں کو قربانی کرنا اور مرد، عورتوں کا مل کر دعوت کھانا کیسا ہے؟ اس عمل میں شرعی نقطہ نظر سے کیا کیا خرابیاں ہیں؟ اس سلسلہ میں ایک آدمی نے فتویٰ پوچھا ہے کہ اس کام کو بند کرنا بہتر ہے، یا اسے جاری رکھنا چاہئے، اس سے برادری میں اتحاد پیدا ہوتا ہے؟ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اس کا گناہ نہ ہوگا، لہٰذا مذکورہ کام کرنے والے گنہگار رہوں گے یا نہیں؟ اور یہ کام بدعت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

(۲) اوپر والے سوال میں مذکورہ کاموں میں لوگ اپنا جانور دیتے ہیں تو ان کی قربانی کا وجوب ادا ہوگا یا نہیں؟ قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......(۱) سوال میں مذکورہ طریقہ نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے اور نہ ہی ائمۂ مجتہدین سے اس کا ثبوت ملتا ہے، نیز اس عمل میں اجنبی مرد اور عورتوں کا آپس میں اختلاط اور دسویں تاریخ کو ذبح نہ کرنے دینا

وغیرہ غیر شرعی عمل کی ترویج ہے اس لئے ان کاموں سے بچنا چاہئے اور یہ طریقہ بند کر دینا چاہئے، قربانی تین دن تک ہوسکتی ہے لیکن دسویں دن قربانی کرنا افضل ہے اور یہ افضلیت اس مذکورہ طریقے سے حاصل نہیں ہوسکتی، خوشی منانا اور اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنا اچھا کام ہے لیکن حد سے تجاوز کرنا کہاں سے بہتر ہوسکتا ہے؟ نیز آگے چل کر نئے نئے فتنے اور فسق وفجور وجود میں آنے کا خطرہ ہے، لہٰذا یہ رسم بند کر دینی چاہئے۔

(۲) جانور دینے والے حضرات کی قربانی ادا ہو جائے گی، البتہ گناہ کے کام میں مدد کرنے وجہ سے اس کا الگ گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

التوكيل بالاضحية

﴿۲۴۶۸﴾ وکیل کا خود کی مرضی سے ایک جانور کی جگہ دو جانور کی قربانی کرنا

سوال: مجھے ایک شخص نے کچھ روپے دے کر مامور کیا کہ میں اس شخص کی طرف سے ایک قربانی کروں، اس نے جتنی رقم دی تھی اس سے میں نے دو جانور خریدے اور اس کے نام سے دونوں جانوروں کی قربانی کی۔ تو کیا میں نے کچھ غلط کیا؟ از روئے شریعت میرے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب کوئی شخص کسی کو اپنی جانب سے قربانی کرنے کا وکیل بناتا ہے، تو وکیل کو مؤکل کے حکم کے مطابق قربانی کرنا اور مؤکل نے جس قسم کے جانور کی قربانی کے لئے وکیل بنایا ہو اسی کے مطابق قربانی کرنا لازم اور ضروری ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ایک اچھے سے اچھے بڑے جانور کی قربانی کرنا چاہئے تھا، اور جو رقم بچ جائے وہ مالک کو واپس لوٹانی چاہئے تھی۔

اب اتنی رقم میں دو جانور خرید کر اس کی طرف سے قربانی کی گئی، تو ایک جانور کی قربانی تو رقم بھیجنے والے کی طرف سے ادا ہو گئی، لیکن اس رقم میں سے دوسرا جانور لے کر اس کی قربانی بھی وکیل نے کر دی، اور مؤکل نے دوسری قربانی کا امر نہیں دیا تھا، لہٰذا وکیل دوسرے جانور کا اختیار نہیں رکھتا، اس لئے اب دوسرے جانور کی جو بھی رقم ہو اتنی رقم کا ضامن بن کر اپنی طرف سے وہ رقم ادا کرنی پڑے گی۔ مؤکل کو اطلاع کی اور وہ راضی ہو گیا تو تمہیں ضمان نہیں دینا پڑیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۶۹﴾ قربانی کے لئے وکیل بناتے وقت جانور کی قسم اور قیمت کا بتانا ضروری ہے۔

سوال: آج کل مالداروں کا یہ طریقہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کولکھ دیتے ہیں کہ میری طرف سے قربانی کر دینا، اور قربانی کے جو بھی روپے ہوں گے وہ میں بعد میں دے دوں گا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا مؤکل کا وکیل کو جانور کی قسم اور اس کی قیمت کا شروع میں بتا دینا ضروری ہے؟ اگر یہ مسئلہ صحیح ہے تو اس کی صحیح صورت حال کیا ہے؟ اس کی تفصیل بیان فرما دیں؟

نیز کبھی کبھی باہر ملک سے خط آتا ہے اور لکھتے ہیں کہ میری طرف سے قربانی کر لینا، کتنی قیمت والا اور کس قسم کا جانور خریدنا ہے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہوتی، تو اگر وکیل کسی بھی قسم کا جانور خرید کر اس کی قربانی کر لے تو قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ کبھی کبھی صرف اتنا لکھ دیتے ہیں کہ میری طرف سے قربانی کر لینا اور رقم بھیجنے نہ بھیجنے کی بھی کوئی صراحت نہیں ہوتی، اس کے باوجود اگر مامور قربانی کرے تو آمر کی طرف سے وہ قربانی ادا ہوگی یا نہیں؟ اور بعد میں مامور کو رقم مانگنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورتِ مسئولہ میں عرض یہ ہے کہ قربانی کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا جائے تو جانور کی قسم اور قیمت کی مقدار بتانا ضروری ہے، جس کی وجہ سے وکیل اس کی حد میں رہ کر کام کر سکے، اگر یہ چیزیں نہ بتائی جائیں تو وکالت صحیح نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے وہ وکیل شمار نہیں ہوگا اور قربانی کروانے والے کی طرف سے وہ قربانی ادا نہیں ہوگی۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۲۹۷-۳۰۲) اور جب یہ وکیل نہیں بنا ہے تو اس کا

خریدا ہوا جانور مؤکل کی ملک میں نہیں آتا، اور قربانی کروانے والے کے لئے جانور کا اس کی ملک میں ہونا قربانی کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے۔

لہٰذا ایسی وکالت میں کسی نے جانور کی قربانی کی ہو تو یہ جانور وکیل کی طرف سے قربانی کا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷۰﴾ آمر کی اجازت کے بغیر قربانی کی تو قربانی کی رقم اس سے لے سکتے ہیں؟

سوال: میرا بھائی انگلینڈ میں رہتا ہے، اور ہر سال مجھے خط لکھ کر قربانی کے لئے کہتا ہے، گذشتہ سال قربانی کرنے کے لئے خط لکھا تھا لیکن انگلینڈ میں پوسٹ اسٹرائک کی وجہ سے بروقت خط نہ ملا، اور ایام نحر میں ہر سال کے معمول کے مطابق میں نے بھائی کے نام سے قربانی کردی، ایام نحر کے گزر جانے کے بعد مجھے بھائی کا خط ملا، اس میں بڑے جانور کی قربانی کے لئے لکھا ہوا تھا، جس کے سات حصوں میں سے ایک خود اپنا اور چار حیات رشتہ داروں کا اور ایک حضور اقدس ﷺ کا اور ایک اباجی کا تھا، اور اس کے مطابق قربانی کرنے کو لکھا تھا، تو میں اب اس بڑے جانور کے روپیوں کا کیا کروں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے پاس جو رقم آئی ہے اس کا مالک آپ کا بھائی ہی ہے، ان کی رضامندی کے مطابق آپ کو انتظام کرنا پڑے گا، آپ نے بھائی کی طرف سے قربانی کی ہے تو اگر آپ کا بھائی اس پر راضی ہو جاتا ہے اور اس جانور کی رقم آپ کو دیدے تو آپ لے سکتے ہو۔

﴿۲۴۷۱﴾ کیا بیوی کی قربانی میں بیوی کی اجازت ضروری ہے؟

سوال: شوہر خود کی قربانی کے ساتھ بیوی کی قربانی بھی کرے تو کیا اس کو خبر کرنا ضروری

ہے؟ اگر عورت مالدار ہو تو اس کے ذمہ سے واجب ادا ہو جائے گا؟ یا پھر اس کو اپنے مال میں سے دوبارہ قربانی کرنی پڑے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت پر قربانی واجب ہو تو اس واجب کی ادائیگی کے لئے اس کے حکم یا اجازت سے شوہر یا کوئی اور قربانی کرے تو واجب ادا ہو جائے گا۔

﴿۲۴۷۲﴾ قربانی کے لئے وکیل بنا دینے کے بعد مؤکل کا انتقال ہو جانا

سوال: بیرون ملک رہنے والے ایک شخص نے اپنے ہوش وحواس اور تندرستی کی حالت میں اپنے ایک رشتہ دار کو خط لکھا کہ میری جو رقم تمہارے پاس جمع ہے اس میں سے ایک جانور خرید کر قربانی کر دو۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ جس شخص کا خط آیا تھا اس کا بیرون ملک میں اچانک انتقال ہو گیا۔ تو مذکور شخص کے خط کے مطابق قربانی کرنی چاہئے یا نہیں؟ اگر قربانی کرنا ضروری ہے تو یہ قربانی واجب شمار ہو گی یا نفل؟ اس کا گوشت صاحبِ نصاب کھا سکتا ہے یا نہیں؟ مرحوم بھی صاحبِ نصاب تھے، اپنے پیچھے ایک یتیم بچہ چھوڑ کر گئے ہیں، قربانی کا جانور سات حصوں والا خریدنے کے لئے لکھا تھا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورتِ مسئولہ میں مرحوم نے قربانی کے لئے جس شخص کو وکیل بنایا ہے، وہ اس کی موت کی وجہ سے خود بخود معزول ہو جائے گا، اور وہ رقم اس معزول وکیل کے پاس امانت کے طور پر رہے گی جو ان کے ورثاء کو واپس کرنی پڑے گی۔ لہٰذا مذکورہ خط کی بناء پر قربانی نہیں کر سکتے۔ (شامی ج:۴ص:۴۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷۳﴾ وکیل کا کچھ رقم اپنی طرف سے ڈال کر قربانی کرنا

سوال: بیرون ملک میں رہنے والے ایک صاحب نے قربانی کا جانور خریدنے کے لئے

کچھ رقم بھیجی ہے اور خط میں لکھا ہے کہ قربانی کا جانور خرید کر قربانی کر دینا، اب اچھا جانور خریدنے کے لئے کچھ مزید رقم کی ضرورت ہے۔ رقم بھیجنے والا شخص ہمارے گھر کے لوگوں کی طرح ہے تو جو رقم ہے اپنی جانب سے اتنی ڈال کر قربانی کر دوں تو جائز ہے یا نہیں؟ یا اس کی اجازت لینی ضروری ہے؟ مجھے اس شخص پر اعتماد ہے کہ خط ملتے ہی وہ فوراً رقم بھیج دے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس طرح کم ہونے والی رقم کے ساتھ مزید رقم اپنی جانب سے شامل کر کے جانور خرید کر مؤکل کی جانب سے قربانی کرنے سے قربانی ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ما یتعلق بجلود الاضحیة

﴿۲۴۷۴﴾ ذبح کی اجرت میں کھال دینا

سوال: ایک شخص جانور خرید کر اس کا مالک بنا، اور اس نے مذبح والے سے ذبح کی اجرت طے کی، بعد میں مذبح والوں نے چمڑے کے عوض ہی جانور کو ذبح کر دیا اور کٹائی کر دی، تو کیا اس طرح قربانی صحیح ہوگئی؟ یہاں کٹائی کی قیمت دینی پڑتی ہے، نیز یہاں کٹائی کرنا بھی بہت مشکل ہے اور مذبح والے ہمیں ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ذبح کی اجرت میں جانور کا چمڑا نہیں دینا چاہئے، لیکن کوئی شخص قصائی یا ذبح کرنے والے کو چمڑا دے دے تو اس چمڑے کی قیمت جتنی ہوتی ہو اتنی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (ہندیہ: ۸۳)۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چمڑے کی قیمت کا صدقہ کر دیا جائے تو قربانی صحیح ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷۵﴾ وکیل کا چمڑا رکھ لینا

سوال: ایک شخص کے پاس بیرون سے قربانی کے لئے رقم آئی، تو وہ شخص اس قربانی کے جانور کا چمڑا خود کے استعمال میں لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیرون سے قربانی کے لئے رقم آئی ہو اور اس رقم سے قربانی کی جائے تو اس کے گوشت کا جس طرح انتظام کرنے کے لئے لکھا ہو اس کے مطابق چمڑے اور گوشت کا انتظام کرنا وکیل پر ضروری ہے، اور اگر وکیل یا وکیل کے گھر والوں کے لئے استعمال میں لانے کی اجازت دی ہو تو جتنا چاہے اتنا گوشت اور کھال رکھ سکتا ہے، اور اگر اجازت نہ دی ہو تو وکیل اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷۶﴾ وکیل کھال خرید سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: وکیل قربانی کے جانور کی کھال کی قیمت طے کر کے اس کی قیمت مستحق لوگوں کو دیدے تو وہ کھال خود اپنے استعمال میں وکیل لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کھال کسی کو دینے یا صدقہ کرنے کے لئے مالک نے کہا ہو اور وکیل خود اسے خریدنا چاہے تو اس کا خریدنا جائز نہیں ہے (عالمگیری) اور مستحق کو رقم دینے کے باوجود وکیل کو کھال استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۷۷﴾ وکیل کا کھال خود رکھ لینا

سوال: ایک شخص کے پاس بیرون ملک سے قربانی کے لئے رقم آئی ہوئی ہے، تو کیا یہ شخص قربانی کے جانور کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیرون ملک سے قربانی کے لئے آئی ہوئی رقم سے قربانی کی جائے تو اس کے گوشت کا جس طرح نظم کرنے کے لئے کہا گیا ہے اسی طرح کھال اور گوشت کا نظم کرنا وکیل پر ضروری ہے اور اگر خود کے لئے اور گھر والوں کے لئے اسے رکھنے کی اجازت دی گئی ہو تو جتنا چاہے اتنا گوشت یا کھال رکھ سکتا ہے اور اگر اجازت نہ دی گئی ہو تو وکیل اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لاسکتا۔

﴿۲۴۷۸﴾ وکیل کا کھال اپنے استعمال میں لانا

سوال: وکیل قربانی کے جانور کی کھال کی قیمت مقرر کر کے اس کے مطابق رقم مستحق کو دے کر اس کھال کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کھال کسی کو دینے کے لئے یا صدقہ کرنے کے لئے تحریر

کیا ہو اور وکیل خود خریدنا چاہے تو اس کا خریدنا جائز نہیں ہے۔ (عالمگیری) اور اس صورت میں مستحق کو رقم دے دینے کے باوجود بھی چمڑے کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

﴿۲۴۷۹﴾ چرم قربانی کو استعمال میں لانا

سوال: قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر استعمال کر سکتے ہیں تو کن کن کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں؟ جوتا، چپل وغیرہ بنا کر استعمال استعمال کر سکتے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے جانور کی کھال سے رسّی، جوتا، چپل مصلیٰ وغیرہ بنانا نیز خود اپنے بیٹھنے وغیرہ کے استعمال میں رکھنا بھی جائز ہے۔ (شامی)

﴿۲۴۸۰﴾ چرم قربانی کی رقم سے گدے بنوانا یا مسجد کے کام میں لینا

سوال: چرم قربانی کے روپے مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں یا مسجد میں غریب مسافروں کے لئے گدّے وغیرہ بنوا کر ان کے استعمال کے لئے رکھنا درست ہے یا نہیں؟ ان دونوں مصرفوں میں سے کھال کی رقم کو کس مصرف میں استعمال کرنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے گوشت کا جو حکم ہے وہی حکم اس کی کھال کا بھی ہے یا تو خود استعمال کرے یا دوسروں کو دیدے لیکن اگر بیچ دے یا کسی دوسرے کے ذریعہ فروخت کر دے تو اب اس سے حاصل ہونے والی رقم غریب اور محتاج مسلمانوں کو صدقہ کرنا ضروری ہے اس وقت تک اس رقم کا صدقہ نہیں کیا جائے گا تب تک قربانی ناقص رہے گی اور مسجد یا مدرسہ یا ان کے لئے بنائے جانے والے گدّے وغیرہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتی؛ اس لئے زکوٰۃ کی طرح ان چیزوں میں چمڑے کی رقم کا استعمال درست نہیں ہے۔

﴿۲۴۸۱﴾ کھال کی رقم سے اسکول کی کتابیں اور مدرسہ کی کتابیں خرید کر غریب بچوں کو دینا

سوال: چرم قربانی کی رقم سے مدرسہ میں پڑھنے والے غریب بچوں کو قرآن شریف اور کتابیں وغیرہ خرید کر دینا زیادہ بہتر ہے یا اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو اسکول کی کتابیں خرید کر دینا زیادہ بہتر ہے؟ یا بچوں کو نقد روپے دے دینا زیادہ بہتر ہے ان تینوں صورتوں میں سے کونسی صورت بہتر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قربانی کا جانور اگر بیچ دیا گیا ہو تو اس سے حاصل شدہ رقم غریب اور محتاج مسلمانوں کو تملیکاً دے دینا ضروری ہے، وہ نابالغ بچّے جن کے والدین غریب ہیں انہیں دینا بھی جائز ہے اسی طرح انہیں اس رقم سے دینی یا دنیوی کتابیں خرید کر دینا بھی درست ہے لیکن دینی کام میں استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے۔

﴿۲۴۸۲﴾ چرم قربانی کی رقم سے گاؤں کے راستے بنوانا یا لائٹ لگوانا

سوال: چرم قربانی کی رقم گاؤں کے راستے یا لائٹ وغیرہ میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۸۳﴾ کھال کی رقم سے مسجد کے لئے جوتے، چپل یا تولیہ خریدنا

سوال: چرم قربانی کے روپے سے مسجد کے لئے جوتے، چپل اور تولیہ وغیرہ لانا کیسا ہے؟ یا امام مؤذن یا کسی دوسرے حقدار مدرس کو دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد کے لئے جوتے، چپل اور تولیہ وغیرہ لانا جائز نہیں ہے، امام ومؤذن حقدار ہوں تو ان پر صدقہ کرنا درست ہے، تنخواہ میں دینا جائز نہیں

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۸۴﴾ کھال دو تین سال چھوڑے رکھنا

سوال: قربانی کی کھال کب تک رکھ چھوڑنا جائز ہے؟ کیا ایک سال یا دو سال یا تین سال کے بعد استعمال کرے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اس سلسلہ میں شریعت کی طرف سے کوئی مدت متعین نہیں ہے، البتہ کھال بیچ دی ہو تو اس رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے، لہٰذا جتنی جلدی ہو سکے اس واجب کو ادا کر دینا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۸۵﴾ بیت المال میں کھال کی رقم دینا

سوال: ہمارے یہاں بوٹاد (Botad) میں بیت المال کا نظام چلتا ہے، اس میں سے غرباء و مساکین کو غلہ اسی طرح بیماروں کو دوائی دی جاتی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ بیت المال والے اس خرچ کے پورا کرنے کے لئے لوگوں سے قربانی کی کھالیں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ امام صاحب قربانی کی کھال لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مذکورہ بیت المال میں سے صرف غریب مسکین مسلمانوں کی ہی مدد کی جاتی ہو تو اس میں قربانی کے کھال کی آمدنی استعمال کر سکتے ہیں؛ کیونکہ کھال کا حکم یہ ہے کہ اس کو بیچنے کے بعد اس کی آمدنی غریب محتاجوں کو صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (شامی، ہندیہ)

﴿۲۴۸۶﴾ مسلم جماعت کا کھال کا چندہ اور استعمال کا طریقہ کار

سوال: ہمارے گاؤں کے لوگ قربانی کا چمڑا گاؤں کی ''مسلم جماعت'' کو دیتے ہیں،

۱۹۷۹ء میں اس ادارہ کو جن لوگوں کی طرف سے چمڑے ملے تھے ان کو مسلم جماعت نے رسید دی تھی، جس پر لکھا ہوا تھا کہ ''یہ چمڑا ادارہ کو ہدیہ کے طور پر ملا ہے'' یہ تمام چمڑے بیچ کر اس رقم سے گاؤں کے نوجوانوں نے غرباء وحقداروں کو بغیر کسی ناانصافی کے گرم کمبل دئے تھے، نیز کپڑے سلا کر دئے تھے اب اس سال یعنی کہ ۱۹۸۰ء میں ادارہ کو ملے ہوئے چمڑوں کی رسید ادارہ نے کسی کو نہیں دی، ادارہ نے ان چمڑوں کو بیچ کر برتن اور کپڑے لا کر غریبوں اور حقداروں میں تقسیم کر دئے، تو اس طرح برتن اور کپڑے لا کر دینا شریعت کی رو سے غلط ہو تو بتائیں؟ نیز اس سال جو برتن غریبوں میں تقسیم کئے گئے ان برتنوں پر صرف ''مسلم جماعت'' لکھا ہوا تھا اور جس کو دیا گیا ہے اس کا نام لیکن ''یہ مسلم جماعت کی طرف سے ہے'' ایسا لکھا ہوا نہیں تھا، تو ان برتنوں پر اس طرح نام لکھنا غلط ہو تو مطلع فرما کر مہربانی فرمائیں۔

چرم قربانی کی رقم سے ادارہ نے چند غریبوں کے گھروں میں لائٹ فیٹنگ بھی کروائی ہے اور یہ کام کرنے سے قبل ادارہ کے ذمہ داروں نے انہیں روپیوں کا مالک بنا دیا تھا اور اس کے بعد ان حقداروں کے کہنے کی وجہ سے ان کے گھروں میں لائٹ فیٹنگ کروا دی تھی، یہ رقم اس طرح استعمال کرنے میں اگر کوئی غلطی ہو تو مطلع فرمائیں، نیز آئندہ چمڑے کی رقم کس طرح استعمال کی جائے؟ اس کی بھی رہنمائی فرمائیں۔

یہ ادارہ تمام کھالوں کو ایک ساتھ اسی وجہ سے بیچتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ رقم حاصل ہو اور ان رقوم سے غرباء اور حقداروں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچے۔ ادارہ کا مقصد تو بس یہی ہے کہ ان چمڑوں کی زیادہ سے زیادہ آمدنی آئے اور یہ آمدنی غریبوں اور حقداروں میں تقسیم ہو یہ ادارہ اسی طرح کام کرتا ہے، اگر اس سلسلہ میں کوئی غلط اور ناجائز کام ہوتا ہو تو

ضرور متنبہ فرمائیں۔

ادارہ کو ملے ہوئے چمڑوں کو بیچنے سے آنے والی آمدنی ادارہ دوسرے کسی کام میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس آمدنی کا دوسرا کوئی استعمال ہوسکتا ہے؟ اور اگر ادارہ استعمال کرے تو کس جگہ استعمال کرنا چاہئے؟ جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چرم قربانی کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے لہٰذا بخشش کے طور پر غریب اور مالدار ہر ایک کو دینا جائز ہے، لیکن اگر انہیں بیچا جائے تو اب اس کی آمدنی غریب مسلمانوں کو تملیکاً دینا ضروری ہے، ادارہ مالک نہیں ہوگا۔

لہٰذا ادارہ کو جو چمڑا دیا جائے تو اس کی آمدنی بھی غریب مسلمانوں کو تملیکاً دینا ضروری ہے ، لہٰذا جو کپڑے وغیرہ غریب مسلمانوں کو تملیکاً دئے ہیں تو وہ درست ہے اور نام لکھا گیا اس میں کوئی گناہ نہیں، حقدار کو مالک بنانے کے بعد ان کا وکیل بن کر لائٹ فٹنگ وغیرہ کرنا جائز ہے۔

﴿۲۴۸۷﴾ چرم قربانی کی رقم حیلہ کر کے مدرسہ اور مکتب کے اساتذہ کی تنخواہ میں دینا

سوال: چرم قربانی کی رقم کا حیلہ کر کے گاؤں کے مدرسہ، مکتب میں استعمال کیا جاتا ہے، مدرسہ اور مکتب کے اساتذہ کی تنخواہ میں وہ رقم دی جاتی ہے، تو کیا اس طرح حیلہ کر کے چرم قربانی کی رقم اساتذہ کو تنخواہ کے طور پر دے سکتے ہیں؟ بغیر حیلہ کے مدرسہ میں دے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کے جانور کی کھال اپنے استعمال میں رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں اور گوشت کی طرح کسی کو ہدیہ دینا چاہیں تو بھی هدیةً دے سکتے ہیں،

لیکن اگر اسے فروخت کر دیا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے، مدرسہ میں دینے سے اس کا کوئی مالک بنتا نہیں ہے؛ اس لئے اس میں جو کھال دی جاتی ہے اسے فروخت کر کے وہ رقم کسی غریب شخص کو دے کر مالک بنا دیا جائے پھر وہ غریب شخص اپنی رضامندی سے وہ رقم جس کام میں خرچ کرنے کے لئے دے اس کام میں خرچ کر سکتے ہیں؛ اس لئے سوال میں مذکورہ طریقہ کے مطابق حیلہ کر کے امام یا مؤذن کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۸۸﴾ ادارہ کا چرم وصولی کا خرچ چرم قربانی کی رقم سے نکالنا

سوال: ہمارے یہاں قربانی کی کھال انجمن میں دی جاتی ہے، انجمن کے کارکنان زیادہ قیمت حاصل کرنے کے لئے کھال کی اچھی طرح صفائی اور نمک پاشی کرتے ہیں اور کھال کی وصولی کے لئے ہاتھ لاری اور مزدوروں کو مزدوری پر رکھتے ہیں تو ان تمام چیزوں کی مزدوری کھال کی رقم میں سے لے سکتے ہیں یا نہیں؟

نوٹ: کھال کی وصولی بڑی زحمت کے ساتھ کی جاتی ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی کی کھال خود فروخت کرے یا وکیل کے ذریعہ فروخت کرائے اور اس سے جو رقم حاصل ہو وہ پوری رقم محتاج غریب مسلمانوں کو تملیکاً صدقہ کرنا واجب ہے؛ اس لئے انجمن جو صفائی اور حفاظت کے لئے خرچ کرتی ہے، اس خرچ کی رقم کھال سے وصول ہونے والی رقم میں سے نہیں لے سکتی، اس کے لئے الگ فنڈ قائم کرنا چاہئے، اگر مذکورہ خرچ میں کھال کی رقم صرف کی جائے گی، تو تملیک نہ ہونے کی وجہ سے اتنی رقم صدقہ کرنے سے باقی رہ جائے گی۔ (درمختار، امداد الفتاویٰ)

﴿۲۴۸۹﴾ چرم قربانی کی رقم مدرس کی تنخواہ میں استعمال کرنے کا حیلہ

سوال: ہمارے تیس گھروں کی غریب آبادی ہے، ہم غریب آبادی والے قربانی کی کھال کو فروخت کر کے اس سے حاصل ہونے والی رقم مدرسہ میں پڑھانے والے مولانا کی تنخواہ میں دیتے رہتے ہیں، تو کیا یہ رقم مولانا کی تنخواہ میں دینا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں دے سکتے تو اس کے جواز کی کیا صورت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورتِ مسئولہ میں قربانی کی کھال کو فروخت کر کے اس کی آمدنی کسی غریب محتاج مسلمان کو تملیکاً دے دینی چاہئے غریب مسلمان کے قبضہ میں آنے کے بعد اس سے کہا جائے کہ مدرس کی تنخواہ کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے؛ اس لئے مذکورہ رقم آپ اس میں صرف کرنے کے لئے دیدیں، اگر وہ اپنی رضامندی سے دیدے، تو مذکورہ رقم بطور تنخواہ دینا جائز ہے۔

﴿۲۴۹۰﴾ پھونک مار کر چمڑا اتارنا

سوال: قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس پر سے کھال آسانی سے اتارنے کے لئے کھال میں پھونک مار کر کھال کو پھلایا جاتا ہے، بعض لوگ اسے مکروہ سمجھتے ہیں، پھونک مار کر چمڑے کو اتارنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جانور کو ذبح کرنے کے بعد کھال اتارنے کے لئے پھونک مار کر پھلانا بغیر کسی حرج کے درست ہے جو حضرات مکروہ کہتے ہیں ان سے اس کی دلیل پوچھنی چاہئے۔

﴿۲۴۹۱﴾ نذر کے بکرے کا حکم

سوال: میرے یہاں بکری کے چار بچے مر گئے اور پانچواں بچہ زندہ رہ گیا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ بکرا بچ گیا تو اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کر دوں گا تو اب اس بکرے کی قربانی کرنی ہو تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں یہ بکرا نذر کا کہلائے گا، لہٰذا نذر کے مطابق اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت غریبوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔

﴿۲۴۹۲﴾ قربانی کی نذر کا پورا کرنا

سوال: میں نے ایک بکری اپنی پوتی کو دی تو اس نے دل میں نیت کی کہ اگر اس بکری سے جو پہلا بچہ ہوگا اور وہ نَر بکرا ہوگا تو اس کو اللہ کے نام پر ذبح کرے گی، بعد میں اس بکری نے ایک نر بکرا جنا تو اب اس بکرے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورتِ مسئولہ میں ارادہ یعنی قربانی کی نیت تھی تو قربانی کرنی پڑے گی، اور دل میں ارادہ منت کی طرح کیا ہو تو بھی اس کو ذبح کر کے اس کا تمام گوشت غریبوں میں تقسیم کرنا پڑے گا اور یہ منت قربانی میں شمار نہیں ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۹۳﴾ نذر کی قربانی کے گوشت کا کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا بکرا بیمار ہو گیا تو اس نے منت مانی کہ میرا بکرا صحیح وتندرست ہو گیا تو دو سو روپے والے جانور کی قربانی کروں گا اس کے بعد اس کا بکرا تندرست ہو گیا اور اس نے دو سو روپے کا جانور خرید کر قربانی کی تو اِس

مَنت مانے ہوئے جانور کا گوشت خود کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور گوشت کس کو دیا جائے مطلع فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... منت مانے ہوئے بکرے کا گوشت صرف غریب محتاجوں کو دینا ضروری ہے خود کھانا اور مالدار آدمیوں کو دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۹۴﴾ بچہ کے بال اتارنے میں حلق افضل ہے یا قصر؟

سوال: بچہ کے پیدا ہونے کے ساتویں دن اس کے بال منڈانا افضل ہے یا کتروانا افضل ہے؟ اگر بال بالکل نہ اتارے جائیں تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ''حلق'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی مونڈنے کے ہیں، لہٰذا لڑکے کے بال کتروانے سے منڈوانے افضل ہیں (شامی ج:۵)

باب ما یتعلق بالعقیقة

﴿۲۴۹۵﴾ عقیقہ میں گائے ذبح کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے امام صاحب کہتے ہیں کہ عقیقہ میں گائے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے، اس سے عقیقہ صحیح نہیں ہوتا، اور دوسرے امام صاحب کہتے ہیں کہ عقیقہ میں گائے ذبح کر سکتے ہیں؟ تو ان دونوں باتوں میں صحیح کونسی ہے؟ گائے میں حصے کرنے ہوں تو کتنے حصے ہو سکتے ہیں؟ عقیقہ کا گوشت شادی میں کھلانا ہو تو کھلا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عقیقہ کے جانور کے لئے وہی حکم ہے جو قربانی کے جانور اور گوشت کا ہے یعنی جس طرح گائے کی قربانی کرنا شرعاً جائز ہے اسی طرح عقیقہ میں بھی گائے ذبح کرنا جائز ہے اور قربانی کی طرح اس میں بھی سات حصے ہو سکتے ہیں اور عقیقہ کا گوشت پکا کر شادی وغیرہ خوشی کے موقع پر کھلا بھی سکتے ہیں۔ (شامی ج:۵)

﴿۲۴۹۶﴾ بڑی عمر میں اپنا عقیقہ خود کرنا

سوال: ایک زمانہ میں میں بہت غریب تھا، غربت کی وجہ سے میرے والدین نے میرا عقیقہ نہیں کیا، آج اللہ کے فضل و کرم سے میں صاحبِ ثروت ہوں اور قربانی کر سکتا ہوں، میرا عقیقہ میرے والدین نے نہیں کیا ہے اگر میں اسے ادا کروں تو ادا ہوگا یا نہیں؟ اور میں گھر کا ذمہ دار ہوں اگر میرے بھائی بہن اور میری بیوی کا عقیقہ بھی نہ ہوا ہو تو کیا اپنے عقیقے ساتھ ان کا عقیقہ بھی کر سکتا ہوں یا نہیں؟ میرا ان کی طرف سے عقیقہ کرنے سے ان کا عقیقہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عقیقہ کرنا فرض یا واجب نہیں ہے صرف مستحب ہے اس

لئے نہ کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے پھر بھی اگر کوئی بڑی عمر میں اپنا یا گھر والوں کا عقیقہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، ثواب ملے گا۔ (مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۹۷﴾ پہلے ایک بکرے کا عقیقہ کیا، کچھ مدت بعد دوسرا بکرا ذبح کیا تو عقیقہ صحیح ہوا یا نہیں؟

سوال: کسی کی مالی حالت اچھی نہ ہونے کی بناء پر یا جانور کا بروقت میسر نہ آنے کی بناء پر یا مہنگا ہونے کی بناء پر لڑکے کا عقیقہ صرف ایک بکرے سے کیا اور کچھ مدت بعد دوسرا ایک بکرا اسی لڑکے کے عقیقہ کی نیت سے ذبح کیا تو اس طرح دو بکرے جدا جدا وقت میں ذبح کرنے سے عقیقہ صحیح ہوا یا نہیں اور ایسا کرنے میں کوئی نقصان تو نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مستحب یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن لڑکے کی جانب سے دو بکروں کا عقیقہ کیا جائے لیکن اگر مجبوراً اس دن ایک ہی بکرے کا عقیقہ کیا تو بعد میں دوسرے بکرے کو ذبح کرنا منع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۴۹۸﴾ بچہ کے دادا، نانا، ماموں بچہ کا عقیقہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: پیدا ہونے والے بچہ کے دادا، نانا، چچا، ماموں پیدا ہونے والے بچہ کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بچہ کے والدین صاحبِ مال ہونے کے باوجود مذکورہ رشتہ داروں میں سے وہ اور کوئی عقیقہ کرے تو عقیقہ صحیح ہوگا یا دوبارہ کرنا پڑے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... لڑکے کے والدین ہی عقیقہ کریں یہ ضروری نہیں ہے، دوسرا کوئی شخص بھی اپنی رضامندی وخوشی سے اس بچہ کا عقیقہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، حضرت حسنؓ کی پیدائش کے وقت ان کا عقیقہ حضور ﷺ نے کیا تھا، آپ ﷺ ان کے نانا

تھے۔(مشکوۃ:۳۶۲)۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۴۹۹﴾ ولیمہ میں عقیقہ کرنا اور اس عقیقہ میں دولہے کا ہدایا قبول کرنا

سوال: ابراہیم اور اسماعیل دونوں بھائی ہیں، ایک کی عمر/۵۰ اور دوسرے کی عمر/۵۵ سال ہے اب ابراہیم کے لڑکے کی شادی ہے اور اس شادی میں اسماعیل اپنے پوتے کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، یہاں شادی میں دولہے کو روپئے، تحفے دینے کا رواج ہے، اور یہ ''ہدیۃً'' دیا جاتا ہے، یہاں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ولیمہ میں دولہے کے ہدیہ تحفہ لینے سے عقیقہ صحیح نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ عقیقہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور دولہے کو ہدیہ میں آنے والے روپے اور تحائف کا کیا کریں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عقیقہ کے گوشت کو بیچنا جائز نہیں ہے، اس لئے اسماعیل اپنے پوتے کا عقیقہ کرا کر وہ گوشت ابراہیم یا اس کے لڑکے کو مالک بنا کر دیدے تو بھی عقیقہ ہو جائے گا، اور اگر ملکیت کے طور پر نہ دے تو بھی عقیقہ کے ادا ہونے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۰۰﴾ دائی کو عقیقہ کا گوشت دینا

سوال: عقیقہ کے جانور کی ایک ٹانگ یا کچھ گوشت یا اس کے برابر قیمت دائی کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عقیقہ کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو پکا کر کھلا بھی سکتے ہیں اور کچا گوشت دوسروں کو دے بھی سکتے ہیں، دائی وغیرہ کو ٹانگ دینی ہی چاہئے یہ کوئی واجب نہیں ہے جتنا چاہے دے سکتے ہیں اور نہ دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

(شامی ج:۵،ص:۳۶۲)

﴿۲۵۰۱﴾ ہرسال عقیقہ کرنا

سوال: میں نے اپنی لڑکی اور لڑکے کا عقیقہ کیا ہے، اور اب ان بچوں کا عقیقہ ثواب سمجھ کر ہرسال کرنا چاہتا ہوں تو عقیقہ ہوگا یانہیں؟ ضروری سمجھے بغیر ثواب کی نیت سے کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بچہ کی پیدائش کی خوشی میں ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے، ہرسال انہی بچوں کا بار بار عقیقہ کرنا دین میں نئی بات ہے، بلکہ سالگرہ کی طرح ہرسال عقیقہ کرنا مناسب نہیں ہے، قربانی کر سکتے ہیں، قربانی میں ثواب بھی ملے گا۔

﴿۲۵۰۲﴾ ۴ حصے عقیقہ کے رکھ کر بقیہ تین حصوں کی بیع

سوال: ذی الحجہ کے علاوہ مہینوں میں مثلاً ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ، جمادی الاُخریٰ، رجب اور شعبان وغیرہ مہینوں میں گائے یا بھینسے کا عقیقہ کر سکتے ہیں یانہیں؟ اور گائے اور بھینسے کا گوشت ولیمہ میں استعمال کر سکتے ہیں یانہیں؟

دولڑکی اور ایک لڑکے کے کل چار حصے ہوتے ہیں باقی دوسرے تین حصے بڑھ جاتے ہیں تو انہیں تقسیم کیا جائے یا پکا کر کھلا دیا جائے؟ سات میں سے چار حصّے عقیقہ کے ہوتے ہیں تو باقی بچے ہوئے تین حصوں کو بیچ سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سال کے کسی بھی مہینہ میں جب بھی ارادہ ہو عقیقہ کر سکتے ہیں، عقیقہ کرنا مستحب ہے عقیقہ کا کچا گوشت تقسیم بھی کر سکتے ہیں اور پکا کر کھلا بھی سکتے ہیں نیز شادی کے موقع پر ولیمہ میں وہ گوشت پکا کر کھلا سکتے ہیں اور چار حصّے عقیقہ کے رکھ کر

بچے ہوئے تین حصوں کو بیچ دینا صحیح نہیں ہے۔ (شامی ج:۵،ص: ۲۸۵-۲۹۳)

﴿۲۵۰۳﴾ صدقہ کے جانور اور عقیقہ کے جانور میں فرق

سوال: صدقہ اور عقیقہ میں کیا فرق ہے؟ عقیقہ کا گوشت غریب اور مالدار سب ہی کھا سکتے ہیں تو کیا صدقہ کا گوشت بھی غریب اور مالدار ہر شخص کھا سکتا ہے؟ اگر صدقہ کا مال کسی مالدار نے کھالیا تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟ مالدار کو صدقہ کی رقم دی جائے تو صدقہ ادا ہوگا یا نہیں؟ عقیقہ اور صدقہ کے گوشت میں بھی قربانی کی طرح ۳/حصے کرنے ضروری ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو مال حصولِ رضائے الٰہی کی غرض سے کسی غریب محتاج کو مالک بنا کر دیا جائے اور وہ مال غریب کو بغیر کسی عوض کے دیا ہو تو ایسے مال کو صدقہ کہتے ہیں۔ (دستور العلماء ص:۲۳۳ اور جامع صغیر)

اور بچہ کے پیدا ہونے کی خوشی میں پیدائش کے ساتویں دن جانور ذبح کرنا عقیقہ کہلاتا ہے۔ (دستور العلماء ص:۲۳۳) عقیقہ کا گوشت مالدار اور غریب ہر ایک کے لئے لینا اور کھانا جائز ہے، اور صدقہ کے مستحق صرف غریب محتاج لوگ ہی ہیں اور مالدار کو جو دیا جاتا وہ صدقہ نہیں کہلاتا، لہٰذا وہ غرباء جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں انہیں کو صدقہ دینا جائز ہے اور جن امراء نے صدقہ کی چیزیں لی ہیں ان کا لینا جائز نہیں ہے؛ اس لئے وہ گنہگار ہوں گے اور دینے والے کو معلوم ہو کہ وہ صدقہ کا حقدار نہیں ہے، پھر بھی دے تو اس کا صدقہ ادا نہیں ہوگا۔

قربانی کی طرح صدقہ اور عقیقہ کے گوشت کے تین حصے کرنا ضروری نہیں، صدقہ کے جانور میں سے صدقہ کرنے والا مالک بھی بالکل نہیں کھا سکتا جانور کے پورے گوشت کو تقسیم کرنا ضروری ہے جب کہ عقیقہ کا گوشت خود کھا بھی سکتے ہیں اور پورا گوشت رکھ بھی سکتے ہیں اور

تقسیم بھی کر سکتے ہیں۔ (کتاب الفقہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۰۴﴾ عقیقہ میں ساتواں حصہ نبی کریم ﷺ کا رکھنا

سوال: عقیقہ میں ساتواں حصّہ نبی کریم ﷺ کا رکھے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ قربانی کی طرح یہ حصّہ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: بڑے جانور میں عقیقہ کے سات حصّے ہو سکتے ہیں لیکن کوئی حصّہ قربانی کی طرح حضور ﷺ کے لئے رکھنا کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آیا، لہٰذا ایسا نہ کرنا چاہئے۔

﴿۲۵۰۵﴾ جسکا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کے نام کی قربانی

سوال: جس شخص کا بچپن میں عقیقہ نہ ہوا ہو وہ اپنے نام کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ جس کا بچپن میں عقیقہ ہوا اسی کی قربانی ہو سکتی ہے، کیا یہ اعتقاد صحیح ہے؟

اس سال مجھے اپنے دادا، دادی، والد، والدہ اور میری اپنی بھی قربانی کرنی ہے، بچپن میں میرا عقیقہ نہیں ہوا تھا، لہٰذا اب میں اپنا عقیقہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قربانی اور عقیقہ دونوں متفرق چیزیں ہیں، ایک دوسرے پر موقوف نہیں، لہٰذا جس کا عقیقہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بہر صورت وہ اپنی طرف سے قربانی کر سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ بلا تردد قربانی کر سکتے ہیں اور ایصال ثواب بھی کر سکتے ہیں۔

﴿۲۵۰۶﴾ عقیقہ میں چھوٹا جانور ذبح کرنا بہتر ہے۔

سوال: ایام نحر میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا یعنی بڑے جانوروں میں

پانچ یا چھ حصے قربانی کے اور ایک یا دو حصے عقیقہ کے رکھنا درست ہے یا نہیں؟
اور ایام نحر کے علاوہ دنوں میں بڑے جانور میں عقیقہ کے سات حصّے رکھنا یعنی چار حصّے دو لڑکوں کے اور تین لڑکیوں کے تین حصے رکھنا درست ہے یا نہیں؟ کیا عقیقہ میں مینڈھا یا بکرا ذبح کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عقیقہ کا حصہ قربانی کے جانور میں رکھنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح بڑے جانور میں چار حصے لڑکوں کی طرف سے اور تین حصّے لڑکیوں کی جانب سے رکھنا بھی بلاتردد جائز ہے، عقیقہ میں مینڈھا یا بکرا ذبح کرنا بہتر ہے، ضروری نہیں ہے، حضور اقدس ﷺ نے حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ کی جانب سے چھوٹے جانور کا عقیقہ کیا تھا اس لئے کوئی شخص اس نیت سے چھوٹے جانور کو ذبح کرے تو بہتر اور مزید ثواب کا باعث ہوگا۔ (شامی ۵، نسائی شریف وغیرہ)

﴿۲۵۰۷﴾ مستحب عقیقہ کب تک ہے؟

سوال: عقیقہ کتنی عمر تک کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بچہ پیدا ہونے کے ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے اور اگر کسی وجہ سے اس دن عقیقہ نہیں کیا تو چودہویں دن یا پھر اکیسویں دن کرنا چاہئے، اس کے بعد عقیقہ کرنے سے ادا تو ہو جائے گا، لیکن مستحب کا ثواب نہیں ملے گا۔

﴿۲۵۰۸﴾ مرے ہوئے بچہ کا عقیقہ

سوال: میرے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے، اور میں گنجائش کی بناء پر اس لڑکے کا عقیقہ کرنا چاہتا ہوں تو شریعت کی رو سے ایسا عقیقہ جائز ہے یا نہیں؟ عقیقہ کرنا سنت ہے یا

مستحب؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عقیقہ حنفی مذہب کے مطابق مستحب ہے، اب جب لڑکے کا انتقال بھی ہو گیا ہے تو عقیقہ کرنا مستحب نہیں کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۰۹﴾ بیع فاسد سے خریدے ہوئے جانور سے عقیقہ کرنا

سوال: ہمارے یہاں جانور کی بیع کا یہ طریقہ ہے کے مشتری ایک جانور پسند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ جانور ذبح کر دو، اور ذبح کے بعد کھال اتار کر اس جانور کو تولا جاتا ہے اس جانور کا سر اور پائے کے ساتھ جو وزن ہو اس وزن کو اس دن کے بازار نرخ میں گوشت کی جو قیمت ہو اس سے ضرب دیا جاتا ہے، مثلاً: جانور کا وزن ۲۰ کلو ہے اور گوشت کا نرخ ۲۵۰ روپے ہے تو ۵۰۰۰=۲۰×۲۵۰ اس جانور کی قیمت سمجھی جاتی ہے اور اب مشتری کو ۵۰۰۰ روپے ادا کرنے ہوتے ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اس طریقہ سے عقیقہ یا صدقہ کا جانور خریدا اور ذبح کرتے وقت عقیقہ اور صدقہ کی نیت بھی کی اور ذبح کرنے کے بعد اسکی قیمت متعین ہوئی اور مشتری نے ادا کی تو یہ عقیقہ اور صدقہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور عقیقہ اور صدقہ کے لئے جانور کو اس طرح خریدنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورتِ مسئولہ میں جانور کی قیمت متعین نہیں ہے، مجہول ہے اور قیمت مجہول ہونے سے بیع صحیح نہیں ہوئی اور جانور پر خریدنے والے کی ملکیت ثابت نہیں ہوئی جس کی وجہ سے عقیقہ اور قربانی صحیح نہیں ہوگی، البتہ گوشت خرید کر اس کو صدقہ کرنے سے اس کو صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۱۰﴾ جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی طرف سے قربانی

سوال: جس بچہ کا عقیقہ باقی ہو اس کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں؟ اور بڑے جانور میں دوسروں کے حصوں کے ساتھ اس کا حصہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: جن بچوں کا عقیقہ باقی ہو ان کی جانب سے قربانی کرنا یا قربانی میں حصّہ رکھنا بلا کسی حرج کے جائز ہے، اور عقیقہ کے لئے اس کا حصّہ رکھنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۱۱﴾ پہلے ایک بکرا ذبح کیا پھر کچھ دن بعد دوسرا بکرا تو عقیقہ صحیح ہوا یا نہیں؟

سوال: کسی نے مجبوری کی بناء پر لڑکے کے عقیقہ میں صرف ایک بکرا ذبح کیا، اس کے بعد کچھ گنجائش ہوئی تو اسی لڑکے کی جانب سے دوسرے بکرے کا عقیقہ کیا تو یہ درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مستحب یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن لڑکے کی جانب سے دو بکروں کا عقیقہ کیا جائے، لیکن اگر کسی مجبوری کی بناء پر اس وقت صرف ایک بکرے کا عقیقہ کیا پھر اس کے بعد دوسرے بکرے کا عقیقہ کیا تو یہ بھی منع نہیں ہے، جائز ہے۔

﴿۲۵۱۲﴾ شادی میں آنے والے باراتیوں کو عقیقہ کا گوشت پکا کر کھلانا

سوال: شادی کے موقع پر عقیقہ کا جانور ذبح کر کے اس کا گوشت پکا کر عام باراتیوں کو کھلایا جاتا ہے اس بارے میں معلوم ہوا ہے کہ عقیقہ کے جانور کو شادی کے علاوہ کسی اور دن میں استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے، لہٰذا بہتر ہونے کی دلیل کے ساتھ بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں، تاکہ ہمارے دینی بھائی اس نقصان سے بچ جائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عقیقہ کے گوشت کا وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے لہٰذا دوست، احباب، غریب، مالدار، مسلمان، غیر مسلمان ہر ایک کو دے سکتے ہیں اور بلا کسی حرج کے کھلانا جائز ہے صرف اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ (شامی: ۵)۔

شادی کے موقع پر کھلا بھی سکتے ہیں لیکن شادی کے موقع پر رقم لی جاتی ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کھایا ہے اس لئے پیسہ دینا ضروری ہے یہ سمجھ کر دیتے ہیں لہٰذا یہ بیچنے کے مانند ہونے کی وجہ سے گناہ میں شمار ہوگا، لہٰذا اگر ایسا ہے تو اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۵۱۳﴾ شادی میں عقیقہ کی دعوت

سوال: ہمارے یہاں شادی سے ایک دن قبل شادی کی عام دعوت دی جاتی ہے جب لوگ کھانے کے لئے آتے ہیں تو اس وقت دولہے والے ٹیبل کرسی اور کاپی لے کر بیٹھتے ہیں جس کی بناء پر کھانے کے لئے آنے والے حضرات سلامی کے نام سے کچھ نہ کچھ رقم اپنی حیثیت کے مطابق لکھاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ایسی شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت پکا کر کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ دعوت میں آنے والوں پر کوئی زبردستی نہیں ہے کہ وہ سلامی دیں، حیثیت ہو تو دیں اور حیثیت نہ ہو تو نہ دیں تو عقیقہ کا گوشت ایسی دعوت میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عقیقہ کرنا مستحب ہے اور اس کے آداب میں سے یہ ہے کہ گوشت خود کھائیں یا پکا کر دوست احباب اور مہمانوں کو کھلائیں، نیز شادی کے موقع پر آنے والے مہمانوں کو بھی کھلا سکتے ہیں، اس سے عقیقہ ادا ہو جائے گا اب اس گوشت کو بیچنا یا اسے کھلا کر بدلہ میں رقم لینا جائز نہیں اس طرح کرنے سے عقیقہ صحیح نہیں ہوگا، لہٰذا صورتِ

مسئولہ میں آپ کے لکھنے کے مطابق کاپی لے کر بیٹھنا اور سلامی کے نام سے رقم لینا اور کھلانے کی جگہ یا کھانے کے بعد اس کا اہتمام کرنا یہ کھانے کے بدل کا وہم پیدا کرتا ہے، لہٰذا ایسے موقع پر یا تو عقیقہ نہ کیا جائے، اور اگر عقیقہ کرنا ہی ہو تو سلامی لینے کی رسم ورواج عقیقہ کرنے کی وجہ سے بند کی جائے، اور جو کچھ دینا ہو وہ نکاح کے وقت یا بعد میں اپنی خوشی سے کسی بھی طرح کی پابندی کے بغیر دے سکتا ہے، تو عقیقہ اور سلامی کا ہدیہ بلا حرج جائز ہوگا۔

﴿۲۵۱۴﴾ عقیقہ کے گوشت سے ولیمہ کرنا

سوال: شعیب احمد بورڈی والا کے چار لڑکے ہیں، ان چاروں کا عقیقہ باقی ہے، اور لڑکے کے ماموں کا نکاح ہو رہا ہے، ان کا ولیمہ نکاح کے دوسرے دن ہے تو اس عقیقہ کے گوشت سے ولیمہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عقیقہ کرنا بہت ہی نیک اور فضیلت والا عمل ہے، اور ساتویں دن کرنا مستحب ہے، بعد میں بھی کر سکتے ہیں، صورت مسئولہ میں وہ عقیقہ کا گوشت بچوں کے ماموں کے ولیمہ میں دینا چاہتے ہیں تو دے سکتے ہیں، عقیقہ صحیح ہو جائے گا۔

﴿۲۵۱۵﴾ قرض لے کر عقیقہ کرنا

سوال: گنجائش نہ ہو تو قرض لے کر عقیقہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرض ادا کرنے کی طاقت ہو تو عقیقہ کے لئے قرض لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے، اس طریقہ سے قرض لے کر عقیقہ کرنے میں بھی عقیقہ کا ثواب تو مل جائے گا، لیکن ایک مستحب چیز کی ادائیگی کے لئے قرض کے بوجھ کو اٹھانا بہتر نہیں ہے، اور اگر قرض ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو قرض لینا جائز بھی نہیں ہے۔

کتاب الذبائح

﴿۲۵۱۶﴾ جانور ذبح کرنے میں گناہ نہیں ہے۔

سوال: ہم جب جانور ذبح کرتے ہیں تو کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح کرنے سے گناہ ہوتا ہے، اس لئے کہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے، تو اس کے متعلق تفصیل کی گذارش ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جانور ذبح کرنے سے گناہ کا گمان کرنا بے بنیاد اور خیال فاسد ہے بلکہ خدا کا امر پورا کرنے سے ثواب ملتا ہے نہ کہ گناہ، حضور ﷺ کا اونٹوں کو ذبح کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے، حالانکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

﴿۲۵۱۷﴾ ذبح کی چار شرطیں

سوال: ایک محترم اور عصری تعلیم یافتہ شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ حکومت کے طریقہ کے مطابق جانور ذبح کرنے سے جانور حلال نہیں ہوتا اور آپ کے طریقہ کے مطابق ذبح کریں تو حلال ہوتا ہے۔

تو ایسا کیوں ہے؟ آپ کے طریقہ میں ایسی کونسی خیر ہے اور حکومت کے طریقے میں ایسی کونسی برائی ہے جس سے وہ جانور حرام ہو جاتا ہے؟ یہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت نے جس جانور کا گوشت کھانا حلال کیا ہے ان کو سب سے پہلے اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا فرض قرار دیا ہے تا کہ ان میں بہتا ہوا ناپاک خون یا اسی طرح دوسری گندگی ہو تو وہ نکل جاوے، اور ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ دھاردار آلہ سے ذبح کیا جائے۔
(۲) دوسری یہ کہ ذبح کرنے والا اہل کتاب ہو یعنی تورات، زبور، انجیل، قرآن کریم یعنی آسمانی کتابوں میں سے کسی ایک کتاب پر ایمان رکھتا ہو۔
(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ جانور شریعت کے حکم کے مطابق حلال ہو۔
(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔ (بحر الرائق ج:۸ ص:۱۶۷۔ ھندیہ)۔

یہ چاروں شرطیں قرآن واحادیث میں صریح الفاظ کے ساتھ موجود ہیں؛ اس لئے کوئی بھی شخص ان شرائط کی پابندی کرتے ہوئے ذبح کرے گا تو ذبیحہ حلال ہوجائے گا ورنہ حرام چاہے ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا حکومت کا کارکن۔

زیادہ تر دیکھا یہ جاتا ہے کہ مسلمان ذبح کرتے وقت مذکورہ شرائط کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں اور حکومت کے کارکنان ان شرائط کا پاس اور لحاظ نہیں رکھتے اور اللہ کا نام لے کر ذبح بھی نہیں کرتے؛ اس لئے جانور کا خون نکل جانے کے باوجود بھی اس میں ایک معنوی نجاست باقی رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا گوشت حلال نہیں ہوتا اور ناپاک اور حرام کہلاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۱۸﴾ ذبح کرنے والے کا بسم اللہ اللہ اکبر کہنا

سوال: ۱......جانور ذبح کرتے وقت بلند آواز سے بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے؟
۲......ذبح کرنے والا دل میں اللہ اکبر کہہ دے تو یہ کافی ہوجائیگا؟
۳......ذبح کرنے والے کے ہونٹ سے معلوم ہو کہ ذبح کرنے والا بسم اللہ اللہ اکبر کہہ رہا

ہے،تو وہ جانور اور پرندہ حلال کہلائیگا؟

۴......ذبح کرنے والا محض بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے تو جانور حلال کہلائیگا یانہیں؟

۵......کسی جانور یا پرندہ کو ذبح کرتے وقت کونسا کلمہ پڑھ کر ذبح کرنا بہتر ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جانور ذبح کرتے وقت بلند آواز سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنا ضروری ہے،اور اتنی بلند آواز سے کہنا ضروری ہے جس سے اپنی آواز اپنے کانوں تک سنائی دے،صرف دل ہی دل میں کہہ دیا اور ہونٹ بھی نہ ملے تو یہ کہنا نہیں خیال کرنا ہے، جو جانور کے حلال ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔

۲......محض دل میں سوچ لیا اور زبان سے ادا نہیں کیا تو کہنا نہیں بلکہ خیال کرنا ہے، جو جانور کے حلال ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔

۳......ذبح کرنے والے کے ہونٹ سے معلوم ہو کہ وہ بسم اللہ پڑھ رہا ہے تو وہ جانور کھانا حلال ہے۔

۴......محض بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی جانور حلال ہو جائیگا۔

۵......بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بہتر ہے۔(عالمگیری،شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۱۹﴾ مکمل بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا کیسا ہے؟

سوال: حلال جانور کو ذبح کرتے وقت مکمل بسم اللہ پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے جانور حلال ہو جائیگا یا حلال کرنے کے لئے کوئی دوسری دعا پڑھنی پڑیگی؟ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرنا چاہئے ذبح کرتے

وقت پوری بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔(شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۲۰﴾ بلا وضو ذبح کرنا

سوال: کیا جانور ذبح کرتے وقت باوضو ہونا ضروری ہے؟ بلا وضو ذبح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بلا وضو جانور ذبح کرنا بلا تردد جائز ہے۔

﴿۲۵۲۱﴾ بغیر ٹوپی پہنے ذبح کرنا

سوال: ذبح کرتے وقت ٹوپی پہننا بھول گیا ہو اور ذبح کرنے کے بعد یاد آئے تو ذبح کیا ہوا جانور حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ٹوپی پہنے بغیر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا جائز ہے۔

﴿۲۵۲۲﴾ ذبح کرنے کے آلہ پر لکڑی کا دستہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

سوال: ہمارے یہاں کسی بھی جانور یا پرندہ کو حلال کرنے کے لئے چاقو یا دوسرے آلہ کا استعمال کرتے ہیں تو کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آلہ پر لکڑے کا دستہ ہونا ضروری ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اگر چاقو پر پلاسٹک کا دستہ ہو تو جانور حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جانور ذبح کرنے کے لئے تیز آلہ کا ہونا ضروری ہے، اس آلہ پر لکڑی یا کسی اور دھات کا دستہ ہونا ضروری نہیں ہے؛ لہذا پلاسٹک کے دستہ والی چھری بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۲۳﴾ کرنٹ دے کر بیہوش کرنے کے بعد ذبح کرنا

سوال: واضح ہو کہ ممبئی شہر میں ایک جدید مذبح شروع ہوا ہے جہاں بھیڑ بکروں کو ذبح

کرنے سے پہلے الیکٹرک کرنٹ دیا جاتا ہے جس سے جانور بیہوش ہو جاتا ہے، اورفوراً ذبح کرنے والا تیز چھری سے جانور کو بیہوشی کے عالم میں ذبح کر دیتا ہے، ذبح کرنے کے فوراً بعد جانور ہک پر لٹکا دیا جاتا ہے اور لٹکا ہوا ہک مشین کے ذریعہ چلتا ہے جس پر ہاتھ سے جانور کی کھال نکالی جاتی ہے اور اندر کی صاف صفائی کی جاتی ہے اس سلسلہ میں چند باتیں قابلِ تفتیش ہیں۔

(۱) کیا مذہب اسلام اس جدید طریقہ (یعنی الیکٹرک کرنٹ) سے حلال کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

(۲) کیا ذبح سے پہلے بسم اللہ اللہ اکبر کی آواز سننا جانور کے لئے ضروری ہے۔

(۳) کیا ذبح کے بعد جانور کا تڑپنا اور زمین پر پیر مارنا ضروری ہے؟

(۴) کیا مذہبِ اسلام الیکٹرک کرنٹ دے کر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانے اور اس کی تجارت کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

(۵) کیا غیر ممالک (یوروپی ممالک) کے جاری کئے ہوئے فتوے پر عمل ہمارے لئے لازم ہے؟ کہ جس میں اس طریقہ کو جائز اور حلال بتایا گیا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... (۱) شریعت نے جانور کو ذبح کرنے کے متعلق کچھ آداب اور کچھ رعایتیں بیان فرمائی ہے اور حضور اقدس ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہے؛ اس لئے اسی طریقہ سے ذبح کرنا چاہئے اس میں جانور کے لئے اور ذبح کرنے والے کے لئے بھی سہولت ہے، سوال میں مذکور طریقہ میں جانور کو بے فائدہ زائد اذیت دینے کے ساتھ دمِ مسفوح نکالنے کی جو علت ہے وہ بھی پوری نہیں ہوتی؛ اس لئے اس طریقہ سے ذبح کرنا ناجائز اور مکروہ کہا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج:۳)۔

(۲) جانوروں کو سنانا ضروری نہیں ہے۔
(۳) اتنا معلوم ہونا ضروری ہے کہ ذبح کے وقت اس میں روح موجود تھی باقی زمین پر پیر مارنا تڑپنا ضروری نہیں۔
(۴) جب بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا گیا اور دمِ مسفوح نکل گیا تو وہ گوشت حلال ہو گیا اس کی خرید و فروخت سب جائز ہے باقی یہ طریقہ جو بیان کیا گیا ہے وہ ناجائز ہے۔(امداد الفتاویٰ)
(۵) سوال میں جس فتوے کا ذکر ہے اس فتوے اور اس کے دلائل کو دیکھ کر صحیح جواب دیا جاسکتا ہے، بغیر دیکھے مطلقاً کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۲۴﴾ کرنٹ دے کر مرغی ذبح کرنا

سوال: مرغی وغیرہ الیکٹرک کرنٹ سے ذبح کرنا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... علمائے کرام کے سامنے کرنٹ دے کر مرغی ذبح کرنے کا مسئلہ پیش کیا گیا جس مسئلہ پر وضاحت کے ساتھ بحث و مباحثہ ہوا اور اس مسئلہ کی مکمل طور پر تحقیق کی گئی علمی دلائل کے ساتھ فنی ماہرین اور حکومت کے متعلقہ شعبہ سے بھی باز پرس کی گئی اب ہم پورے شرح صدر اور قلبی اطمینان کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ: اسلامی نظریہ کے اعتبار سے ذبح کرنے سے قبل مرغی وغیرہ کو کرنٹ دینا مکروہ تحریمی اور بلاوجہ زائد تکلیف دینا ہے جیسا کہ ہمارے اکابرین اور مشائخ اور مفتیانِ کرام نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ (امداد الفتاویٰ :۶۰۶/۳، فتاویٰ محمودیہ:۲۴۸/۱۷، فتاویٰ رحیمیہ :۹۵/۲، ماہنامہ بینات: ۱۴۱۰ھ)

اس لئے اس ظالمانہ کام کو بند کرنا چاہئے ، اور حکومت کی جانب سے دی گئی سہولت سے فائدہ اٹھا کر سنت اور اسلامی احکامات پر چلتے ہوئے ذبح کرنا چاہئے۔

ہم عام مسلمانوں سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ لوگ بھی حتی الامکان پوری کوشش اور تحقیق کر کے حلال اور پاکیزہ کھانا کھانے کا عزم کریں، اور کرنٹ دے کر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانے سے اپنے آپ کو بچائیں، ہم ان چاروں مذبح والوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے ہمارے سامنے عہد کیا ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کے ذبیحہ کے لئے کرنٹ کا استعمال نہیں کریں گے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت شداد بن عوص رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے لازم کیا ہے کہ احسان کرو ہر ایک چیز پر، یہاں تک کہ قتل اور ذبح کرنے پر بھی تو جس وقت آپ قتل کریں (قصاص میں یا شرعی حد میں) تو اچھی طرح قتل کرو یعنی کہ (قتل اور ذبح کرنے میں) مقتول کو تکلیف نہ پہونچے، قتل کرنے میں تلوار تیز رکھو اور جلدی قتل کرو اور جس وقت ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور خیال رکھو کہ چھری تیز رہے اور ذبیحہ کو آرام رہے، یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ۳۵۷، ابوداؤد شریف مع بذل ص:۷۷)

کرنٹ سے ذبح کے متعلق اکابرین کی آراء

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ’’دوسری بات یہ ہے کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟ تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اس میں خود سے معائنہ کرنا چاہئے کہ اس ہتھیار سے جانور کے جسم کے کسی حصّے میں مارا جاتا ہے یا نہیں؟ یا کوئی نشیلی چیز سے بے ہوش کیا

جاتا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو یہ کام حرام ہے، اور اگر مذکورہ دونوں طریقے نہیں ہیں بلکہ کوئی مباح طریقہ سے جانور کی حس کو معطل کیا جاتا ہے تو یہ بھی دو وجوہ سے ناجائز ہے۔" (امداد الفتاویٰ ج:۳، ص:۶۰۶)

حضرت اقدس مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مفتی دارالعلوم دیو بند) تحریر فرماتے ہیں کہ: "بجلی کا کرنٹ لگنے کی وجہ سے یا کارتوس کی گولی لگنے کی وجہ سے روح ختم نہیں ہوتی اور نہ تو سدّ نفس ہو کر خون جم جاتا ہے بلکہ گردن کی رگوں کے کاٹنے سے روح نکل جاتی ہے اور پورا خون بھی نکلتا ہے تو مذکورہ طریقہ سنت کے خلاف اور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف بھی ہے لیکن کھانا جائز ہے۔" (نظام الفتاویٰ ص:۳۶۷)

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "مذکورہ طریقہ سنت متوارثہ اور شریعت کی رہنمائی کے خلاف ہے اور مکروہ تحریمی ہے، جانوروں کو تکلیف دینے کی اجازت نہیں ہے، پھر بھی جانور میں زندگی باقی رہے اور اس حالت میں اسے ذبح کیا جائے جس سے خون جوش کے ساتھ نکلے اور جانور تڑپے تو یہ گوشت حرام نہیں کہا جائے گا، اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ جانور حرام اور مردار کہا جائے گا۔" (فتاویٰ محمودیہ ج:۱۷، ص:۲۴۸)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"طریقۂ مذکورہ خلاف سنت اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اور اس میں جانور کے حرام ہو جانے کا ظنِ غالب ہے اور وہ ظن یہ ہے کہ اس سے جانور کی ہلاکت یقینی ہو جاتی ہے تو اس کے گلے پر چھری پھیرنا بے کار ہوگا اور جانور حرام ہوگا۔" (کفایت المفتی ج:۸، ص:۲۷۷)

بقیۃ السلف مفتیٔ گجرات حضرت اقدس مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’لیکن پستول یا چھرا وغیرہ سے زخمی اس لئے کیا جاتا ہے کہ جانور کو باندھنے میں یا لٹانے میں تکلیف نہ ہو تو یہ طریقہ سخت مکروہ تحریمی ہے ذبح سے پہلے مذکورہ طریقہ سے تکلیف دینا درست نہیں ہے۔‘‘ (فتاویٰ رحیمیہ :۹۵/۲) آگے ص:۹۸ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

’’اس سے ثابت ہوتا ہے کہ افریقہ میں کچھ جگہوں پر رواج ہے کہ ذبح کرنے سے پہلے سر میں بھاری پتھر مارتے ہیں اور وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کرنے میں جانور کی روح جلدی نکل جاتی ہے تو یہ طریقہ ظالمانہ ہے اور سخت مکروہ ہے۔‘‘

حضرت مفتی محمد شفیق عارف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ’’مذکورہ مسئلے میں ذبح کرنے سے پہلے بجلی کے کرنٹ والے پانی میں سے مرغی کو گذار کر اور بے ہوش کر کے ذبح کرنا، یہ طریقہ ظالمانہ ہے، اور ضرورت سے زیادہ جانوروں کو تکلیف اور دکھ پہونچانا ہے۔‘‘ (ماہنامہ بینات ص:۲۷ جون ۱۴۱۰ھ)

اس لئے جو لوگ جانور کو بے ہوش کرتے ہیں کہ جس سے جانور کو تکلیف نہ ہو تو یہ یقیناً غلط ہے اور اپنے وہم میں جانور کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کے نام پر ظلم کر رہے ہیں؛ اس لئے کہ ذبح کرنے سے پہلے بجلی کے کرنٹ والے پانی میں سے گذارنا یا کسی اور طریقے سے بے ہوش کرنا یہ ذبح کرنے سے پہلے تکلیف میں مبتلا کرنا ہے؛ حالانکہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے، اور بے ہوش کرنے میں بہت ہی زیادہ دینی اور دنیوی مضرتیں بھی ہیں جیسے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے (مزید وضاحت کے لئے امداد الفتاویٰ :۶۰۶/۳ کا مطالعہ کریں)

یعنی جب حکومت نے مسلمانوں کو ذبح کرنے سے پہلے بے ہوش کرنے کے قانون سے مستثنیٰ رکھا ہے تو ان کو یعنی مسلمانوں کو شرعی طریقہ سے ذبح کرنا چاہئے، ذبح کرنے سے پہلے جانور کو کسی بھی طریقہ سے بے ہوش نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ ایسا کرنا بغیر کسی وجہ کے تکلیف دینا ہے جو مکروہ ہے۔ (بینات صفر ۱۴۱۰ھ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۲۵﴾ ذبح کی اجرت لینا کیسا ہے؟

سوال: جانور ذبح کرنے کی اجرت لینا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ذبح کرنے کی اجرت میں روپے دے تو لینا کیسا ہے؟ اس کے متعلق تفصیل بیان کیجئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جانور ذبح کرنے کی اجرت لینا جائز ہے، البتہ ذبح سے قبل اجرت متعین ہو جانی چاہئے، کہ میں اتنی مزدوری لوں گا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۱۱۵)

﴿۲۵۲۶﴾ حلال جانوروں کی حرام اشیاء

سوال: بکرا، مینڈھا، گائے وغیرہ کے گوشت میں کونسی چیزیں مکروہ اور حرام ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حلال جانوروں کی درج ذیل سات چیزیں کھانا حرام ہے۔

(۱) نر اور مادہ جانور کی شرمگاہ (۲) پیشاب کی تھیلی (۳) غدود (۴) خصیہ (۵) پتہ (۶) بہتا ہوا خون (۷) حرام مغز (ریڑھ کی ہڈی میں جو ہوتا ہے) اور کچھ روایتوں کے مطابق پتہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۲۷﴾ کیا جانور ذبح کرتے وقت باوضو ہونا اور ٹوپی پہننا ضروری ہے؟

سوال: جانور ذبح کرتے وقت باوضو ہونا نیز ٹوپی پہننا ضروری ہے؟ اگر کوئی شخص ٹوپی

پہننا بھول گیا تو جانور حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... وضو کے بغیر جانور ذبح کرنا بغیر کسی حرج کے درست ہے نیز ٹوپی پہنے بغیر ذبح کئے ہوئے جانور کو کھانا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۲۸﴾ ناپاک چھری سے ذبح کی ہوئی مرغی کا حکم

سوال: ایک غیر مسلم کا پولٹری فارم (poultry farm) ہے جس میں وہ ایک ہی چھری رکھتا ہے جس سے وہ خود آنے والے گاہک کو ذبح کر کے دیتا ہے اور اگر کوئی مسلمان لینے جاتا ہے تو ذبح کرنے کے لئے اس مسلمان کو وہی چھری بغیر دھوئے ہوئے دیتا ہے تو ہم اسی چھری سے ذبح کر کے مرغی گھر لاتے ہیں۔ تو اس ناپاک چھری سے ذبح کی ہوئی مرغی حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پاک یا ناپاک چھری سے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ مرغی حلال ہو جائے گی اور اسے کھانا جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ چھری ناپاک ہو تو ذبح کرنے سے پہلے دھو کر پاک کر لی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۲۹﴾ مرغی کی پیٹھ والی نرم ہڈی کے کھانے کا حکم

سوال: مرغی کو ذبح کرنے کے بعد ٹکڑے کرتے وقت پیٹھ کی ہڈی جو نرم ہوتی ہے عام طور پر لوگ اسے نکال کر پھینک دیتے ہیں شرعی طور پر اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا مکروہ ہے یا حرام؟ صریح حکم سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فتاویٰ رشیدیہ ص:۴۵۴ پر لکھا ہے کہ ذبح کئے ہوئے حلال جانور کی سات چیزیں کھانا جائز نہیں ہیں اور ان میں اس ہڈی کا ذکر نہیں ہے؛ اس

لئے اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳۰﴾ مرغی کو ذبح کرنے کے بعد ابلتے ہوئے پانی میں ڈال کر پر نکالنا

سوال: مرغی کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈال کر اس کے پر نکالے جاتے ہیں تو ایسی مرغی کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ اور ذبح کرنے کے بعد اس کے گلے میں لگا ہوا خون دھو دیا جائے نیز آنتیں وغیرہ نکال کر گرم پانی میں ڈال کر اس کے پر نکالے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرغی کو ذبح کرنے کے بعد اس میں موجود گندگی اور ناپاکی کو دور کر کے گرم پانی میں ڈال کر پر نکالے جائیں تو ایسے گوشت کو کھانا بلا شبہ درست ہے، اور ناپاکی کو دور کرنے سے پہلے گرم پانی میں ڈال کر اس کے پر نکالے جائیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پانی گرم ہو جانے کے بعد اس میں مرغی ڈبو کر فوراً باہر نکال لی جائے، مرغی اسمیں رکھ کر پانی کو اور جوش نہ دیا جائے تو اس صورت میں چونکہ گوشت تک ناپاکی کا اثر نہیں پہونچتا ہے صرف پر نکل جاتے ہیں لہٰذا اس طرح کرنا جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مرغی کو گرم پانی میں ڈال کر پانی کو ابالا جائے تو چونکہ اس صورت میں پیٹ کی نجاست کا اثر گرمی کے اثر کی وجہ سے گوشت تک پہونچ جاتا ہے لہٰذا گوشت بھی ناپاک ہو جائے گا؛ اس لئے ایسے گرم پانی میں ڈال کر پر نکالی ہوئی مرغی کا گوشت کھانا جائز نہیں۔(طحطاوی ج: ا فتح القدیر وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳۱﴾ بیل کو ذبح کرنے سے قبل چھرے سے زخمی کرنا

سوال: ہمارے یہاں سینٹ آندرے (Sent andry) ری یونین (Re union) میں جہاں میں رہتا ہوں اس کے بازار میں بیل کا گوشت بکتا ہے، اس بیل کو ایک مسلمان ذبح کرتا ہے لیکن بیچنے والا ایک غیر مسلم ہے اور جس جگہ بیل کو ذبح کیا جاتا ہے اسی جگہ خنزیر بھی ذبح کیا جاتا ہے، نیز تعجب کی بات یہ ہے کہ مذبح میں غیر مسلم بیل کی پیٹھ پر چھری مارتے ہیں جس سے بیل کھڑا نہیں ہوسکتا پھر اسی وقت مسلمان شخص سے کہا جاتا ہے کہ اب ذبح کرو اور وہ مسلمان ذبح کرتا ہے اور پھر غیر مسلم اس کو بازار میں بیچتے ہیں اور یہاں کے مسلمان خوشی خوشی اس کو خرید کر کھاتے ہیں تو اس مسئلہ میں پوچھنا یہ ہے کہ یہ گوشت مسلمانوں کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیل کو مسلمان شخص ذبح کرتا ہے اس لئے وہ ذبیحہ درست ہے، اب رہا سوال کہ اس کی پیٹھ پر چھری مارنا کہ جس سے بیل قابو میں آجائے یہ مکروہ فعل ہے لیکن اس کا اثر گوشت پر نہیں پڑے گا، خنزیر کو ذبح کرنے کے بعد اگر ذبح کی جگہ کو صاف کرلیا جائے تا کہ نجاست دور ہو جائے پھر اس جگہ بیل کو ذبح کیا جائے تو درست ہے، اور اگر نجاست دور نہ کی جائے اور اسی نجاست پر بیل ذبح کر دیا جائے تو نجاست کے لگنے کی وجہ سے گوشت نجس ہو جائے گا، بہتر تو یہ ہے کہ دونوں کو الگ الگ جگہ ذبح کیا جائے، غیر مسلم کے بیع کرنے سے (جب کہ مسلمان نے ذبح کیا ہے اور اس کا یقین ہے) حلت و حرمت میں فرق نہیں پڑتا اس کا خریدنا اور کھانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۳۲﴾ صدقہ کے جانور میں لڑکے کے دو اور لڑکی کا ایک حصہ رکھنا

سوال: مجھے میرے دو لڑکوں اور دو لڑکیوں کی جانب سے اور ایک مزید حصہ کا صدقہ کرنا ہے، لڑکوں کے دو دو حصے اور لڑکیوں کا ایک ایک حصہ صدقہ کرنا ہے اور ایک زائد حصہ صدقہ کا رکھ کر اس کے لئے ایک بڑا جانور خریدلوں تو درست کہلائے گا یا نہیں؟ یا ہر ایک کی طرف سے ایک ایک مینڈھا یا بکرا لینا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زائد نفل صدقہ میں لڑکوں کے دو دو حصّے اور لڑکیوں کا ایک ایک حصہ یا بڑا جانور ہونا یا چھوٹا جانور ہونا ایسی کوئی پابندی شریعت کی جانب سے نہیں ہے؛ اس لئے آپ کی حیثیت کے مطابق جو جانور جتنے افراد کی طرف سے ذبح کرنا چاہو اور جس قسم کے جانور کا صدقہ کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳۳﴾ بندوق کی گولی کا شکار

سوال: ایک آدمی شکار کے لئے جاتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر شکار پر گولی چلاتا ہے، تو اس شخص کا کیا ہوا شکار کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بندوق کی گولی سے کیا ہوا شکار جب تک بسم اللہ یا اللہ اکبر کہہ کر ذبح نہ کیا جاوے اس وقت تک اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ گولی سے زخم لگتا ہے ذبح نہیں ہوتا اور شریعت میں ذبح ہونا ضروری ہے، لہٰذا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑی ہوئی گولی سے کیا ہوا شکار ذبح سے قبل مر جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ (ہدایہ، شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳۴﴾ عیسائی کا ذبیحہ

سوال: عیسائی کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں کے مسلمان عیسائی کا ذبح کیا ہوا گوشت ہی کھاتے ہیں، اور اس کو حلال سمجھتے ہیں، شریعت میں اہل کتاب کے ذبیحہ کو حلال کہا گیا ہے تو کیا آج کے جو عیسائی ہیں وہ اہل کتاب میں داخل ہیں؟ کیا ان کا ذبیحہ حلال ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کا ذبیحہ حلال ہے، اور ان کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا جائز ہے، اور عیسائی جب کہ وہ آسمانی کتاب اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہوں، اور اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہوں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن امام ابن ہمامؒ کی تحقیق کے مطابق بغیر کسی سخت مجبوری کے نہ کھانا بہتر ہے۔ (شامی ج:۵، ص:۲۵۸۔ اور فتح القدیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۳۵﴾ یہودی کا ذبیحہ

سوال: ہمارے یہاں بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہودیوں کا ذبیحہ حلال ہے، ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھا سکتے ہیں، تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہودی اللہ کا نام لے کر اپنے مذہب کے طریقے کے مطابق ذبح کرے تو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۳۶﴾ ایلیز احمد کو نبی ماننے والے کا ذبیحہ

سوال: نیگرو مسلم جو ایلیز احمد کو نبی مانتے ہیں، ایک شخص محمد نامی جو حیات ہے یہ لوگ اسے پیغمبر مانتے ہیں، یہ ایک نیا فرقہ ہے، جو خاص امریکہ میں ہی سکونت پذیر ہے، تو سوال یہ ہے

کہ اس فرقہ کے مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ اسکی دوکان سے گوشت خریدنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے؛ صورت مسئولہ میں الیزا محمدی فرقے کے لوگ الیزا محمد کو نبی مانتے ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہیں، مذکورہ فرقہ ہمارے یہاں کے قادیانی فرقہ کی طرح ہی ہے ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳۷﴾ ہندو ہریجن کا اللہ کا نام لے کر اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کرنا

سوال: ہمارے یہاں ہندو ہریجن خرگوش، تیتر وغیرہ کا شکار کرتے ہیں، لیکن جانور خوف کے مارے گاؤں آنے سے قبل دم توڑ دیتے ہیں اور گاؤں تک زندہ نہیں آپاتے، اور مسلمان کے لئے وہ مردار ہوجاتا ہے، تو وہ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ تم ہمیں تمہارے مذہب کا طریقہ بتادو، تمہارے مذہب میں جو الفاظ کہے جاتے ہیں وہ بول کر ہم ذبح کریں گے لہٰذا اگر وہ اس طریقہ پر ذبح کریں تو وہ گوشت ہمارے لئے حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت نے جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال بتایا ہے ان جانوروں کے حلال ہونے کے لئے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا یا اہلِ کتاب ہونا شرط ہے، لہٰذا وہ لوگ مسلمان اور اہل کتاب نہ ہونے کی وجہ سے اسلامی طریقہ اور اللہ کا نام لے کر ذبح کریں گے تب بھی جانور حلال نہیں ہوگا، مشکوٰۃ شریف میں اس کے متعلق صریح حدیث موجود ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

کتاب المیراث

﴿۲۵۳۸﴾ ایک ثلث سے زائد کی وصیت کرنا

سوال: ایک شخص ڈبے میں تھوڑے تھوڑے روپے جمع کرتا رہتا ہے، اور نیت یہ کرتا ہے کہ اگر مجھے زندگی میں ان روپیوں کی ضرورت پڑی تو اس میں سے خرچ کروں گا، ورنہ میرے انتقال کے بعد للہ ثواب جاریہ کے کام میں خرچ کئے جائیں، اب اس شخص کے انتقال کے بعد ورثاء ان روپیوں کو ثواب جاریہ کے کام میں خرچ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ڈبے میں جمع کی ہوئی رقم مرحوم کے کل مال کے ثلث سے بھی زائد ہے، تو براہ کرم بتلائیں کہ وہ رقم ثواب جاریہ کے کام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی شخص کو اپنے کل مال کے ایک ثلث میں وصیت کرنے کا حق ہے، اور ورثاء پر بھی میت کے کل مال کے ایک ثلث کو میت کی وصیت کے مطابق خرچ کرنا واجب ہے، اور ایک ثلث سے زائد کی وصیت تمام ورثاء کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں اور وہ مرحوم کی ایک ثلث سے زائد کی وصیت کو پورا کرنے پر راضی ہوں تو ممنوع نہیں ہے، لیکن مرنے والے کے لئے ایک ثلث سے زائد کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۳۹﴾ مجنون کا پس مرگ جائداد کا وقف کرنا

سوال: ایک شخص پاگل ہے، اس نے اپنے بھتیجے کے بہکاوے میں آکر ورثاء کی اجازت کے بغیر اپنی جائداد پس مرگ وقف کر دی ہے، تو اس پاگل کے وقف کا شریعت میں اعتبار ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وقف صحیح ہونے کے شرائط میں سے ایک شرط واقف کا عاقل ہونا بھی ہے، لہٰذا صورت مسئلہ میں اگر واقف پاگل ہے اور اس نے اسی جنون کی حالت میں اپنی جائداد وقف کر دی ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (عالمگیری ۳۵۲/۲، بدائع) نیز جنون کی حالت میں کی گئی وصیت کا بھی اعتبار نہیں ہے۔ (درمختار: ۳۱۶/۵)

﴿۲۵۴۰﴾ ایک وصیت نامہ کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنی جائداد اپنے مرنے کے بعد وقف کر دینے کی وصیت کی ہے، وصیت نامہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے، ساتھ میں یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی بیوی کو اس کی حیات تک اس مکان میں رہنے کا حق ہے، اور اس مکان کا جو بھی کرایہ حاصل ہو وہ اس کی بیوی کو دیا جائے، مرحوم کے ورثاء کو بیوی کے اس مکان میں رہنے اور کرایہ لینے پر اعتراض ہے، تو کیا ان کا اعتراض کرنا صحیح ہے؟

مرحوم نے اس وصیت پر دو شخصوں کو اپنا وصی بنایا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ دونوں وصی میری وصیت کے مطابق میری جائداد وقف کرنے کے ذمہ دار ہیں تو کیا اس کا یہ لکھنا صحیح ہے؟ کیا یہ وصی اس وقف کے ذمہ دار ہیں؟ اگر یہ وقف نہ کریں تو گنہگار ہوں گے؟ مرحوم کے بھائی اس وصیت سے اختلاف کر رہے ہیں اور شرعی قاعدہ کے مطابق تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں تو کیا ورثاء کا یہ مطالبہ صحیح ہے؟ تمام امور پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

وصیت نامہ

میں فلاں بن فلاں عمر ۵۵ سال مقام فلاں اپنے پورے ہوش وحواس اور تندرستی کی حالت

میں اپنا آخری وصیت نامہ بنا رہا ہوں، اس لئے کہ موت برحق ہے اور وصیت نامہ سے میرا ارادہ ورثاء کے لئے سہولت ہے، اس سے قبل میں نے کوئی وصیت نہیں کی ہے، میرے ورثاء مندرجہ ذیل ہیں:

۱......میری بیوی، اسم: فلاں

۲......میرا بھائی، اسم: فلاں

۳......میرا بھائی، اسم: فلاں

میں اپنی اس وصیت پر دو شخصوں کو اپنا وصی مقرر کرتا ہوں، جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱......حاجی جناب............

۲......حاجی جناب............

ان دونوں میں سے جو بھی موجود ہو وہ میرے مرنے کے بعد میری جائداد میں میری وصیت کے مطابق انتظام کرے۔

راندیر میں فلاں مقام پر جو میرا مکان ہے وہ میرے مرنے کے بعد وقف کر دیا جائے، اور اس مکان میں میری بیوی اپنی حیات تک تنہا رہ سکتی ہے، اور مکان کا میونسپل ٹیکس وہی ادا کردے، میری بیوی کے انتقال کے بعد میرے دونوں بھائی اوران کی اولاد اوران کی اولاد اس مکان میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں، اور جو مکان میں رہے وہی میونسپل ٹیکس بھی ادا کرے اور مرمت وغیرہ کا خرچ بھی وہی دے۔ دستخط............

اس مکان کے تحتانی حصہ میں میری بیوی کی اجازت سے اچھے کرایہ دار رکھے جائیں اور اس کا کرایہ میری بیوی کو دیا جائے، اور میری بیوی کے انتقال کے بعد میرے دونوں بھائی اس مکان میں رہ سکتے ہیں ورنہ اس مکان کو کرایہ پر دے کر ضروری مرمت کا خرچ لے کر

بقیہ کرایہ میرے دونوں بھائیوں کو دیا جائے، میرے اس ٹرسٹ کے متولی میرے یہی دونوں وصی ہوں گے، ان کے بعد میرے خاندان میں سے جو بھی صلاحیت والا ہوا سے متولی نامزد کیا جائے۔ دستخط......

اس مکان میں جو بھی سامان ہے اس میں سے کچھ میری بیوی کی ذاتی ملکیت ہے اور دوسرا جو سامان ہے وہ میں نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی کو ہبہ کر دیا ہے اس لئے اس سامان پر میرے کسی وارث کا کوئی حق اور حصہ نہیں ہے اور جو زر اور زیورات ہیں وہ میری بیوی کی ذاتی ملکیت ہے اس پر میرا بھی کوئی حق نہیں ہے اور میرے پاس کوئی زر اور زیور نہیں ہے، اس وصیت نامہ میں اس بات کا بھی اظہار کر رہا ہوں کہ میری بیوی کے کپڑے بھی اس کی ملکیت ہے، اس مکان کے علاوہ میری جو بھی جائداد ہو وہ وصی شریعت محمدی کے مطابق میرے ورثاء میں تقسیم کر دیں۔

تاریخ: ۱۸/۲/۱۹۶۱ء دستخط............

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں تقسیم میراث سے قبل کے جمیع حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد ترکہ کے ایک ثلث میں مرحوم کی وصیت کے مطابق عمل کیا جائے گا، اور بقیہ مال ورثاء میں شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا، مرحوم کی بیوی بھی مرحوم کی وارث ہے، کل مال کے ربع کی وہ حقدار ہے، اس لئے مرحوم نے بیوی کے لئے جو وصیت کی ہے وہ باطل ہے اس لئے کہ وارث کے لئے وصیت صحیح نہیں ہے اور اسے اس کے شرعی حصہ کے مطابق حق ملے گا۔

نیز مرحوم نے اپنے جس مکان کے متعلق وقف کرنے کو لکھا ہے وہ بھی وصیت ہی کہلائے

گی، اس لئے مرحوم نے جو مال اور جائداد چھوڑی ہے اس کے ثلث میں یہ مکان آتا ہو تو مکان وقف ہوگا اور اگر ایک ثلث سے زائد ہو تو ایک ثلث وقف ہوگا اور بقیہ ملکیت ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی۔

اس لئے بیوی اپنی حیات تک اس مکان میں رہے یا اس مکان کا کرایہ لے اس پر ورثاء کا اعتراض کرنا صحیح ہے، نیز وصی صرف ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے مجاز ہیں اور ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنا ان پر ضروری بھی ہے۔ (درمختار، شامی، فتاویٰ دارالعلوم)

﴿۲۵۴۱﴾ دادی کی وصیت میں پوتوں کا اختلاف کرنا

سوال: مجھے ایک عورت نے سونے کی چار چوڑیاں اور ایک انگوٹھی دی اور وصیت کی کہ یہ چار چوڑیاں میری جو لڑکی گونگی ہے اس کے لئے ہیں، اس کے علاوہ کسی اور کو نہ دینا، اس گونگی لڑکی کو اس کی زندگی میں جب بھی ضرورت پڑے دی جائیں گی، اور اگر اس کا انتقال ہو جاوے تو اس کے انتقال کے بعد وہ چوڑیاں للہ ایصال ثواب کے لئے کسی کار خیر میں خرچ کر دی جائیں۔

میں نے امانت گھر لا کر ایک کاغذ میں وصیت کر کے چوڑیوں کو کاغذ کے ساتھ ڈبے میں رکھ دیا، وہ کاغذ اس سوال کے ساتھ بھیج رہا ہوں، اس وقت اس عورت کے شوہر اور لڑکے بھی حیات تھے، انہیں اس بات کا علم تھا، اس کے بعد اس عورت کا انتقال ہو گیا، اس وقت بھی ان لوگوں نے ان چوڑیوں کے متعلق کوئی بات نہیں کی، اب لڑکوں اور شوہر کا بھی انتقال ہو چکا ہے اور اب تک اس گونگی لڑکی کو اس کی ضرورت نہیں پڑی ہے اس لئے وہ ابھی بھی ایسی ہی رکھی ہوئی ہیں، اب مرحومہ کے پوتے کہتے ہیں کہ میری دادی کا ۲۵ تولہ سونا اور چاندی

کے نقد روپے ۲۰۰۰ جو آپ کے پاس ہیں وہ ہمیں دیدو۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ میرے لئے اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ یعنی اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

وہ گونگی لڑکی حیات ہے، اور میرے اندازہ سے اسے ابھی تک اس کی ضرورت نہیں پڑی ہے، پوتوں نے جو زائد امانت کا ذکر کیا ہے اسکا کیا کیا جائے؟

وصیت کی نقل:

چوڑیاں: عدد ۴، اور انگوٹھی: عدد ۱

خالہ نے ماموں کو امانت کے طور پر رکھنے دیا ہے اور وصیت کی ہے کہ یہ چار چوڑیاں میری گونگی لڑکی کی ہیں اس لڑکی کے علاوہ کسی کو نہ دی جائیں، جب گونگی لڑکی کو ضرورت پڑے اور گونگی تکلیف میں ہو تو ضرورت کے مطابق بیچ کر وہ روپے اسے ہی دئے جائیں، گونگی کے انتقال کے بعد وہ چوڑیاں سلامت ہوں تو للہ ایصال ثواب کے طور پر کار خیر میں خرچ کئے جائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورت مسئولہ میں گونگی لڑکی مرحومہ کی وارث ہے، اور مرحومہ نے وصیت وارث کے لئے کی ہے، لیکن سوال کے مطابق مرحومہ کے انتقال کے بعد ورثاء نے وصیت سے اختلاف نہیں کیا بلکہ اسے منظور رکھا اس لئے یہ وصیت صحیح ہوگئی، اور جس شخص کو اس وصیت پر وصی مقرر کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وصیت کے مطابق اس مال کو خرچ کرے۔

اب وصی کے گمان کے مطابق گونگی لڑکی کو اس کی ضرورت نہیں پڑی، اس لئے خرچ نہیں کیا، تو جب تک یہ لڑکی حیات ہے تب تک انتظار کیا جائے، اگر اسے زندگی میں ان کی ضرورت نہ پڑے تو اس کے انتقال کے بعد وصیت کے مطابق کار خیر میں خرچ کر دیا

جائے، اب پوتوں کا مطالبہ کرنا یا اختلاف کرنا صحیح نہیں ہے، نیز وصی قسم کھا کر کہے کہ مجھے اتنی ہی چیز دی گئی ہیں تو اس کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا۔ (عالمگیری: ۵ شامی)

﴿۲۵۴۲﴾ بیوی کے لئے وصیت

سوال: ایک شخص نے اپنی حیات میں اپنی دوسری بیوی کے لئے وصیت نامہ تیار کروایا ہے، جب یہ وصیت نامہ بنایا گیا اس وقت اور جب مرحوم کا انتقال ہوا اس وقت بھی وصیت نامہ میں مذکورہ جائداد جب مرحومہ کے نام پر ہوئی اس وقت بھی مرحوم کی پہلی بیوی کے تینوں لڑکے اور اس بیوی کے دونوں لڑکوں میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور ہر ایک نے اجازت دی تھی، تو اب اس جائداد کا مالک کون کہلائے گا؟ نیز یہ عورت اس جائداد کو جس طرح چاہے استعمال کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟ نیز کسی کو ہبہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......مرحوم نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی ہے اور بیوی مرحوم کی وارث تھی اس لئے اس کے حق میں کی گئی وصیت ورثاء کی اجازت پر موقوف رہے گی، لہذا اگر ورثاء نے وصیت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہو تو وصیت کے مطابق عمل کرنا بلا تردد جائز اور درست ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں وصیت کے مطابق وصیت نامہ میں مذکورہ جائداد اس عورت کی ملکیت شمار کی جائے گی، یہ عورت اس جائداد میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کی حقدار ہے اور کسی کو بخشش کرنا چاہے تو بھی کر سکتی ہے۔ (درمختار مع الشامی: ۵، مفید الوارثین)

﴿۲۵۴۳﴾ وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں

سوال: میرے گاؤں میں ایک شخص کا آج سے ۱۸ سال قبل انتقال ہو گیا، انہوں نے اپنی

زندگی میں ایک وصیت نامہ تیار کیا تھا، وصیت میں ان کی دو جائداد

ا...... پکا مکان جو وسوایا محلّہ میں ہے،

۲......زمین جو گاؤں سے باہر کھاتہ نمبر ۲۵۹ والی ہے۔

انہوں نے وصیت میں لکھا ہے کہ یہ دونوں ملکیت انہوں نے اپنی آمدنی سے جمع کی ہے، اور ان کے والد کی میراث سے انہیں ایک مکان وانٹا محلّہ میں اور زمین اور جس مکان میں وہ رہ رہا ہے وہ اس کے اور اس کے بھائی موسیٰ دونوں کو ملا تھا جو آج بھی دونوں کی متحدہ ملکیت ہے، میری آمدنی سے جمع کی ہوئی جائداد کی میرے مرنے کے بعد میری دونوں بیویاں حقدار بنیں گیں، اور ان دونوں کے انتقال کے بعد یہ دونوں جائداد میں گاؤں کے مسجد و مدرسہ کے لئے وقف کرتا ہوں۔

فی الحال مرحوم کے چھوٹے بھائی موسیٰ افریقہ میں حیات ہیں اور مرحوم کی دونوں بیویوں کا انتقال ہو چکا ہے، مرحوم کی کوئی اولاد نہیں ہے، مرحومہ کے بھائی نے مذکورہ وصیت کے مطابق دونوں جائداد مسجد و مدرسہ کو وقف کر دی ہے، کیا یہ وقف کرنا صحیح ہے؟ اس مسئلہ کا شرعی حل جو بھی ہو بتا کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ: مرحوم کے بھائی موسیٰ جب افریقہ سے آئے تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ میرے بھائی نے جو کچھ کیا وہ صحیح کیا اور ان کی ملکیت سے مجھے کوئی حصہ نہیں چاہئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال کے ساتھ منسلک مرحوم کی وصیت پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ان کی کی ہوئی وصیت شرعی اصولوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے: لا وصية لوارث، جو شخص مرحوم کے انتقال کے وقت مرحوم کا وارث بنتا ہو اس کے لئے وصیت کرنا معتبر نہیں ہے، اور اگر وصیت کی جائے گی تو اس وصیت پر عمل

نہیں ہوگا۔

صورت مسئولہ میں مرحوم کی دو بیویاں تھیں، دونوں شرعی رو سے مرحوم کی وارث بنتی ہیں، اور انہیں اولاد نہیں ہے اس لئے کل مال کے ایک ربع میں دونوں مساوی طور پر حقدار کہلائیں گی، اور بقیہ تین ربع (مرحوم نے جو جائداد اپنی آمدنی سے جمع کی ہو وہ بھی اور جو جائداد مرحوم کو میراث میں ملی ہے وہ بھی) کا حقدار مرحوم کا بھائی ہے، اس لئے انہیں عاق کرنے کی وصیت بھی معتبر نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان کے والد کی ملکیت سے اول دو حصہ کر کے دونوں بھائیوں کو نصف نصف دیا جائے، بعدہ اس حصہ اور انہوں نے اپنی آمدنی سے جمع کی ہوئی ملکیت میں (چاہے وہ انڈیا میں ہو یا بیرون میں ہو) سے ان کے کفن اور دفن کا اور تقسیم میراث سے قبل کے حقوق کی ادائے گی کے بعد بقیہ مال میں مندرجہ ذیل طریقہ سے میراث کی تقسیم ہوگی۔

دو آنی ہندوستان میں موجود بیوی کو

دو آنی افریقہ میں موجود بیوی کو

اور بقیہ بارہ آنی بھائی موسیٰ کو ملے گی۔

مرحومہ کی دونوں بیویوں کے حصہ میں جو ملکیت آئی ہے وہ ان کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء میں تقسیم ہوگی، موسیٰ بھائی نے خود اس میراث کے قبول کرنے سے انکار کیا ہے لیکن ان کے انکار کرنے سے ان کا حق ختم نہیں ہو جاتا، اس لئے انہیں نہ رکھنا ہو تو اپنے قبضہ میں لے کر وقف کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرحومہ کے بھائی نے اپنے بہنوئی کی وصیت نامہ کے مطابق مسجد اور مدرسہ میں جو وقف کیا ہے اس میں ورثاء کا حق اور حصہ ہے وہ ادا نہیں ہوا اور اسے جدا بھی نہیں کیا

گیا اس لئے انہیں اس جائداد کے وقف کا کوئی اختیار نہیں تھا اس لئے یہ وقف صحیح نہیں ہوا، اس وقف کو رد کرکے شرعی طریقہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۴۴﴾ اپنی حیات میں اپنی اولاد اور بیوی کے درمیان تقسیم جائداد کرنے کا طریقہ

گرامی قدر حضرت مفتی اسماعیل صاحب زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون وگذارش دعا خدمتِ آنجناب میں عرض یہ ہیکہ میرے چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہے اور بیوی بھی حیات ہے میں اپنی حیات میں ہی ان کے درمیان جائداد کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں تو اب یہ تقسیم مجھے کیسے کرنی ہوگی، مثال کے طور پر اگر سو روپیہ ہو تو مذکورہ مسئلے میں وہ کس طرح تقسیم ہو؟ برائے کرام تھوڑی زحمت گوارہ فرما کر جواب ارسال فرمائیں نوازش ہوگی، اور احقر کو دعائے خیر میں یاد فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورۃ مسؤلہ میں آپ اپنی حیاتی میں لڑکے لڑکیوں کو جائداد تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو میراث کے حصص کے مطابق تقسیم نہیں کر سکتے کیونکہ وہ حق مرنے کے بعد ورثاء کو ملتا ہے۔ حیاتی میں جو دیا جاتا ہے وہ بخشش کے زمرہ میں آتا ہے، اور اس میں لڑکے لڑکیوں کو برابر بخشش ہونی چاہئے۔ اچھی صورت یہ ہے کہ آپ ویل یا وصیت نامہ لکھوائیں اور اس میں یہ لکھوائیں کہ میری ملک میں یہ چیزیں ہیں جس میں (مکان، بنک بیلینس وغیرہ کا تذکرہ ہو) اس میں سے میرے مرنے کے بعد میرے کفن دفن کے خرچہ کو ادا کرکے جو کچھ بچے اس کے کل ۹۶ حصص بنائے جائیں اور اس میں سے میری زوجہ کو ۱۲ حصص اور ہر لڑکے کو ۱۴ حصص اور ہر لڑکی کو ۷ حصص دئے جائیں، آپ کے مرنے کے بعد اس ویل کے مطابق عمل ہوگا تو شریعت کا تقاضا بھی پورا ہوگا اور ویل ہونے کی وجہ سے جھگڑا

بھی نہیں ہوگا۔

(نوٹ) یو کے میں مرنے کے بعد املاک کے تقسیم کے متعلق قوانین ہیں جو اسلامی نہیں ہیں، اور ہم اسلامی قوانین کے مطابق جو قرآن پاک میں وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں ایمانی طور پر عمل کرنے کے پابند ہے، اس پر عمل کرنے کی یہی صورت ہے کہ اپنی حیاتی میں کسی مفتی سے معلوم کر کے اپنا ویل بنایا جائے تا کہ اللہ کے یہاں خلافِ شرع تقسیم سے ہم بچ سکیں۔ ابتدائی دنوں میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیوں کی قرآن ورثاء کا حق مقرر کر دیا گیا ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں حکومتی قوانین متعین ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لئے شرعا جائز نہیں اس لئے وصیت (ویل نامہ) اسلامی احکام کے مطابق کر جانا ہمارے ملکوں میں ہمارے لئے لازم اور ضروری ہے فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿۲۵۴۵﴾ بھائی کی جائداد میں کس کس کا حصہ ہوگا؟

سوال: بعد سلام گزارش یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں آپ کی مدد چاہئے، برائے مہربانی اس مسئلہ پر روشنی ڈالئے اور اس کا جواب لکھ دیجئے۔

عظیم اللہ ولد غفور علی اور حافظ علی ولد غفور علی یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں شادی شدہ ہیں، عظیم اللہ ولد غفور علی چھوٹے بھائی ہیں ان دونوں کے یہاں تین لڑکے، پانچ لڑکیاں ہیں اور حافظ علی ولد غفور علی بڑے بھائی تھے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے ان کے والد کا گاؤں میں کھیت اور مکان ہے عظیم اللہ گاؤں میں ہی رہتے ہیں اور ان کے بڑے بھائی حافظ علی کام دھندے کی تلاش میں سورت شہر آ گئے تھے، یہاں آ کر انہوں نے کافی ترقی کی، سورت میں انہوں نے دو مکان اور ایک دکان بنائی۔

حافظ علی کے یہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے انہوں نے اپنی سالی کی لڑکی کو پالا اس کی شادی کرائی پھر جب اس لڑکی کے یہاں لڑکی ہوئی تو اس کو بھی پالا اور اس کی بھی شادی کرائی اور ایک مکان اس لڑکی کو یعنی اپنی سالی کی نواسی کو دیا، حافظ علی صاحب کا انتقال ہو گیا تو ایک دکان اور ایک مکان حافظ علی کی بیوہ استعمال کر رہی تھی وہ ان کی ملکیت میں تھا، حافظ علی جب تک زندہ تھے انہوں نے کہا تھا کہ گاؤں میں جو کچھ ہے وہ میرے بھائی عظیم اللہ کا ہے اور سورت میں جو کچھ ہے وہ میرا ہے اور میری بیوی کا ہے اور حافظ علی کی بیوہ نے عظیم اللہ سے حافظ علی کے مرنے کے بعد پانچ لاکھ روپے مانگے کہ گاؤں کے مکان اور کھیت میں مجھے بھی حصہ دو، مگر اس بات کے تقریباً دو یا تین ہفتوں میں وہ بیمار ہوئی اور میں (یعنی عظیم اللہ) گاؤں چلا گیا اور مجھے خبر ملی کہ میری بھابھی یعنی حافظ علی کی بیوہ کا انتقال ہو گیا اور میری بھابھی کی بہن کی نواسی جس کی شادی کرائی تھی اور مکان بھی دیا تھا وہ وہاں آ کر رہنے لگی اور کہتی ہے کہ یہ دکان اور مکان میرا ہے اور وہاں کے حقدار ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے۔

آپ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ میرے بھائی نے جو جائداد (ملکیت) بنائی تھی اس کا اصلی حقدار کون ہے؟ میں ہوں یا میری بھابھی کی بہن کی نواسی، اس کا نام نجمہ ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غفور علی کے انتقال کے وقت انہوں نے جو کچھ مال چھوڑا ہے اس میں عظیم اللہ اور حافظ علی دونوں لڑکے ہونے کی وجہ سے میراث میں برابر کے شریک ہیں، اس میں بھی میراث جاری ہوگی، اور جو ورثاء ہونگے سب کو اپنے حق کے مطابق ملے گا، گاؤں میں جو کچھ ہے وہ میرے بھائی کا ہے اور سورت میں جو کچھ ہے وہ میرا ہے، اتنا کہنے سے میراث کا حق ختم نہیں ہوگا۔

سورت میں جواس نے کمایا سب اس کا تھا اپنی حیات میں جس طرح تصرف کرنا چاہتے تھے کر سکتے تھے، لیکن چونکہ وہ لاولد ہیں اس لئے سورت میں جو کچھ مال ملکیت ہوگی سب میں میراث جاری ہوگی انہوں نے اپنی حیات میں سالی کی لڑکی کو ایک مکان بخشش دیا اور اس پر اس نے قبضہ بھی کرلیا تو یہ صحیح ہوگیا اب یہ اس نواسی کی ذاتی ملکیت ہوگئی حافظ علی کی میراث میں تقسیم نہیں ہوگا۔

سوال میں لکھی ہوئی حقیقت کے مطابق حافظ علی کی تمام جائداد میں سے اس کی بیوہ کو ربع حصہ ملے گا اور اب اس کا انتقال بھی ہوگیا ہے تو یہ ربع حصہ اس کے ورثاء کو ملے گا، اور بقیہ تین حصہ عظیم اللہ کو بھائی ہونے کی وجہ سے ملیں گے، بھابھی کی بہن کی نواسی کا قبضہ شرعاً درست نہیں ہے اس لئے اس کو حقدار کو حق دیدینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۴۶﴾ پگڑی والے مکان یا ٹرسٹ کے کرایہ والے مکان میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

سوال: زید کا انتقال ہوا اس نے پس مرگ ایک پگڑی والا کرایہ کا مکان چھوڑا، اور ٹرسٹ کے کرایہ کی دکان چھوڑی۔

ا......کیا کرایہ کے مکان و دکان میں میراث جاری ہوگی؟

۲......مکان میں چار بیٹیوں اور زید کا نام ہے یعنی پانچ نام ہیں اور دکان میں کسی کا نام نہیں دکان کرایہ پر ٹرسٹ کی ہے، کرایہ بھرتے ہیں، گوڈاؤن میں بھی چار لڑکیوں کا نام اور والد نے زبانی طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ یہ دکان، مکان گوڈاؤن چاروں لڑکیوں کو ہدیہ کیا تو ایسی حالت میں ہدیہ ہوگا؟

۳......گوڈاؤن میری والدہ کو میراث میں ملا تھا، اس میں سے زید کی زندگی میں ہی والدہ نے چاروں لڑکیوں کو ہبہ کردیا تھا اور ان کے نام کردیا تھا۔

۴......کیا زید کے کرایہ کے مکان اور کرایہ کی دکان اور بیوی کے گوڈاؤن میں جو چار لڑکیوں کو ہبہ کردیا تھا زید کے بھائی کو میراث ملے گی تو کتنی ملے گی؟

نوٹ: زید نے اپنے پیچھے چار لڑکیاں اور ایک بھائی چھوڑا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میراث اس مال میں جاری ہوتی ہے جو مال مرنے والے کی ذاتی ملکیت ہو، کرایہ کی ملک یا اسی طرح دوسرے طریقہ کی جو ملک یا قبضہ ہو اس میں میراث جاری نہیں ہوتی، لہذا صورت مسئولہ میں کرایہ کا جو مکان ہے اور ٹرسٹ کا جو مکان ہے اس میں کسی طرح میراث جاری نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۴۷﴾ متبنیٰ یا رضاعی بیٹی کو میراث سے حصہ ملے گا؟

سوال: میری فیملی میں والدین اور ہم دو بھائی ہیں، والدین حیات ہیں، بھائی کی ایک بیوی ، ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے، میری شادی کو دس سال ہو چکے ہیں اللہ نے ہمیں اولاد نہیں دی، تو ہم نے ایک لڑکی کو گود لیا، جس کے بارے مین ہمیں نہیں پتا کہ یہ کس کی لڑکی ہے اور اس کے والدین کون ہیں، میرے بھائی کی بیوی نے اسے دودھ پلایا تاکہ وہ میرے لئے محرم بن جاوے، وہ اب ماشاءاللہ چار سال کی ہونے والی ہے اور آج بھی میری اولاد نہیں ہے۔

ہم نے اس کے برتھ سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ، اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ اور دنیوی چیزوں میں اس کے والدین کے نام کی جگہ ہمارا ہی نام لکھوایا ہے، کیا اس کے نکاح کے وقت اس کے نام کے ساتھ والد کے نام کے طور پر میرا نام لکھ سکتے ہیں؟ اس لئے کہ اس کے والدین کا

ہمیں کوئی علم نہیں ہے کہ کون ہیں اور کہاں ہیں؟

میں تاجر ہوں، اور میرا اپنا مکان ہے، مکان کے علاوہ کوئی بچت نہیں ہے، جو آمدنی ہوتی ہے وہ خرچ ہو جاتی ہے، نکاح کے بعد بیوی جو پہنتی ہے یا خریدتی ہے سب شوہر کے روپیوں سے ہوتا ہے جیسے زیور جو بھی بنایا ہے ان کے روپے میں نے دیئے ہیں میرے بعد کیا وہ بیوی کا ہوتا ہے، یا ورثاء کا؟ اس لئے کہ زیور بیوی ہی پہنتی ہے اور اسی کو بنوا کر دیا جاتا ہے، یعنی بیوی کو بنوا کر دیا تو بیوی اس کی مالک ہوگئی یا نہیں؟ یا اس میں میراث جاری ہوگی؟

بیوی کو شوہر کی میراث سے ساڑھے بارہ فی صد ہی ملتا ہے، اتنی کم رقم سے زندگی نہیں گزرتی، میری بیوی زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے، کہ وہ میرے بعد اپنا اور اپنی بیٹی کا گذر بسر کر سکے، اور میرا کوئی بیٹا نہیں ہے تو میں اپنی بیوی اور بیٹی کا مستقبل کس طرح محفوظ کر سکتا ہوں؟ تا کہ میرے بعد انہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔

میں اپنی بیوی کو زیادہ دینا چاہتا ہوں تو دے سکتا ہوں؟ کیسے اور کتنا؟

میری بیٹی جو لے پالک ہے، میرے بعد میری ملکیت میں سے اسے کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر مل سکتا ہے تو کتنا؟ اگر نہ ملے تو کیا میں اپنی حیات میں اس کو اپنی خوشی سے اپنی ملکیت میں سے کچھ دے سکتا ہوں؟ کتنا اور کیسے؟

میری بیٹی میرے بھائی کی رضاعی لڑکی ہے، اس لئے کہ بچپن میں اس کی بیوی کا اس نے دودھ پیا تھا، کیا اس کا میرے بھائی کی میراث میں کوئی حق یا حصہ بنتا ہے؟ اور کتنا؟

کیا میں اپنی زندگی میں اپنا سب کچھ بیوی اور بیٹی کو دے سکتا ہوں؟ یا بھائی اور بھتیجوں کو دینا لازم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت محمدی کے مطابق اگر کوئی شخص کسی بچہ کو گود لیتا

ہے یا حکومت کے قانون کے مطابق وہ بچہ لے پالک بنانے والے کا لڑکا یا لڑکی ہونے کا درجہ حاصل کرلے تو اس سے وہ اسلامی اصولوں کے مطابق حقیقی بیٹا یا بیٹی نہیں بنتا، اور آپ اس کے حقیقی والد نہیں بنتے۔

نکاح کے وقت لڑکی کے نام کے ساتھ ایسی نسبت بتانا ضروری ہے جس سے لڑکی کی صحیح شناخت ہو سکے اور لوگوں کو یقین ہو جائے کہ یہی لڑکی ہے، صورت مسئولہ میں آپ لڑکی کے حقیقی والد نہیں ہیں اور لے پالک والد یا پرورش کرنے والے کہلاتے ہیں، اور اس حساب سے آپ کا نام لکھا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔

نکاح کے وقت بیوی کو زیور یا دوسری چیزیں بنا کر دی جاتی ہیں ان چیزوں کی بیوی مالک بنتی ہے یا نہیں اس میں گاؤں اور خاندان اور قبیلہ کے عرف کا اعتبار ہے، آپ کے خاندان میں اس موقعہ پر دیئے جانے والے زیور بیوی کو ہبہ کے طور پر دیا جاتا ہو یا آپ نے ہبہ کے طور پر بیوی کو زیور وغیرہ بنا دیا ہو تو بیوی اس کی مالک بن جائے گی اور آپ کے انتقال کے وقت آپ کی میراث میں وہ مال تقسیم نہیں ہوگا۔ اور اگر صرف عاریت کے طور پر استعمال کے لئے دیتے ہوں تو بیوی مالک نہیں بنے گی، ملکیت آپ کی کہلائے گی اور بیوی کو استعمال کا حق ہوگا، اور آپ کے انتقال کے وقت وہ چیزیں میراث بن کر ورثاء میں تقسیم ہونگی۔

اپنی بیوی اور متبنیٰ بیٹی کے مستقبل کا خیال کرتے ہوئے آپ اپنی حیات میں بخشش میں انہیں جو دینا چاہیں آپ دے سکتے ہیں، اور متبنیٰ بیٹی کے لئے مرتے وقت کل مال کے ثلث کی وصیت بھی کر سکتے ہو، میراث کے طور پر اس متبنیٰ بیٹی کو آپ کی میراث سے کوئی شرعی حصہ نہیں ملے گا۔

صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی کو ساڑھے بارہ فی صد نہیں بلکہ ۲۵ فی صد ملے گا، اور آپ

نے جو مجبوری کا ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر آپ زندگی میں جو بخشش میں دینا چاہیں دے سکتے ہو، صرف ورثاء کو محروم یا کم ملنے کی نیت نہیں ہونی چاہئے۔

حق ارث کے لئے نسبی رشتہ ہونا ضروری ہے، رضاعی رشتہ دار کو میراث سے حصہ نہیں ملتا، اس لئے آپ کے بھائی کی میراث سے اس رضاعی بیٹی کو کچھ نہیں ملے گا۔

﴿۲۵۴۸﴾ قرض بعد پس مرگ میراث بن جاتا ہے۔

سوال: ایک لڑکے نے اپنے والد سے ۵۰۰ روپے ادھار لئے، اور کہا کہ میرے پاس جب ۵۰۰ روپے آئیں گے اس وقت دے دوں گا، اور قرض ادا کرنے سے قبل اس کے والد کا انتقال ہو گیا، اس کے والد فراخ دل کے تھے، انہوں نے اپنی حیات میں اپنے تمام لڑکوں کو زمین وغیرہ دے کر قبضہ کرا دیا دیا تھا، لڑکے کا کہنا ہے کہ اگر میں اپنے والد سے کہتا کہ یہ پانچ سو روپے مجھے بخشش میں دے دو تو بھی والد انکار نہیں کرتے، تو یہ ان کے اس دلی رضامندی کو بخشش سمجھ کر ان روپیوں کو اپنا سمجھ لینا کیسا ہے؟ نیز اگر یہ شخص والد کی طرف سے ہر سال رمضان میں ایصال ثواب کی نیت سے کچھ روپیوں کا صدقہ کر دیا کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس کے پاس سے قرض لیا ہو اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس قرض پر ورثاء کا حق ہو جاتا ہے، لہذا یہ پانچ سو روپے بھی مرحوم کے ورثاء کو شرعی حصوں کے مطابق ملیں گے، تقسیم میراث کے بغیر اس مال سے ایصال ثواب کرنا اور دوسروں کو حق نہ دینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۴۹﴾ ورثاء کا زیادتی قرض کا دعویٰ اور مدیون کا انکار

سوال: زید نے عمر سے ۲۷۵ روپے قرض لئے تھے، قرض ادا کرنے سے قبل عمر کا انتقال ہو گیا، اب طویل عرصہ کے بعد زید عمر کے ورثاء کو قرض کے روپے ادا کرنا چاہتا ہے، لیکن عمر کے ورثاء بغیر دلیل کے پانچ سو روپے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور ۲۷۵ روپے لینے سے انکار کرتے ہیں اور زید اللہ کو حاضر اور ناظر سمجھتے ہوئے ۲۷۵ روپے ہی قرض میں لینے کا دعویٰ کر رہا ہے، تو اب زید کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں دائن کے ورثاء پانچ سو روپے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس پر ان کے پاس کوئی بینہ نہیں ہے اور مدیون پانچ سو روپے کے قرض کا منکر ہے اور قسم کھا کر کہہ رہا ہے لہٰذا اس کی بات کا اعتبار ہوگا اور ۲۷۵ روپے کا قرض سمجھا جائے گا، لہٰذا ان کو یہ رقم لے لینی چاہئے اور عمر کے ورثاء کو ان کے شرعی حصوں کے مطابق ۲۷۵ روپے میں سے حصہ ملے گا، لیکن اس کے باوجود اگر عمر کے ورثاء یہ رقم لینے سے انکار کرتے ہوں تو آپ ان کے سامنے یہ روپے اس طرح رکھ دو کہ وہ اگر لینا چاہیں تو لے سکیں، اتنا کرنے سے آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۵۵۰﴾ قرض خواہ کی موت کے بعد قرض میراث بن کر ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

سوال: زید نے عمر کو اپنی حیات میں ۷۵ پاؤنڈ قرض دیا تھا، پھر زید کا انتقال ہو گیا، اب عمر نے وہ ۷۵ پاؤنڈ قرض ادا کر دیا، اور یہ رقم ورثاء کے ہاتھ میں ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ زید کے ورثاء میں اس کی زوجہ، ایک اخ اور اخت ہے اور اولاد کوئی نہیں ہے، نیز دوسرے ورثاء بھی نہیں ہے ں تو اس ۷۵ پاؤنڈ میں سے کسے کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مرحوم کے کفن دفن اور تقسیم میراث سے قبل کے جمیع حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد جو بچے اس کے کل چار حصہ کئے جائیں اور ایک حصہ زوجہ کو دو حصوں بھائی کو اور ایک حصہ بہن کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۵۱﴾ تقسیم میراث سے قبل ترکہ سے میت کا دین ادا کیا جائے گا۔

سوال: میں اپنی جائداد کا ایک وصیت نامہ بنوانا چاہتا ہوں، اور میرے ذمہ کچھ قرض بھی ہے، البتہ جائداد کی قیمت قرض سے زیادہ ہے، تو کیا مجھے وصیت نامہ میں اس کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ میری جائداد بیچ کر اول میرا قرض ادا کیا جائے، اور اس کے بعد ورثاء کو درج ذیل حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے؟ کیا میرے مرنے کے بعد میرے قرض کی ادائے گی میں ورثاء کو میری جائداد بیچنا ضروری ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی شخص کے انتقال کے بعد اول اس کے مال سے اس کے کفن اور دفن کا درمیانی خرچہ کیا جاتا ہے، اس خرچہ کے بعد جو مال بچے اس مال میں سے کل سے میت کا دین ادا کیا جائے گا، اگر دین ادا کرنے کے بعد کچھ مال بچ جاتا ہے اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت وارث کے علاوہ کے لئے کی ہے تو اس کے ثلث میں وصیت نافذ ہوگی اس کے بعد جو مال بچے وہ ورثاء کو ان کے شرعی حصوں کے مطابق ملے گا، ورنہ اگر دین میں پورا مال خرچ ہو جاتا ہے تو ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا، اس لئے آپ کا وصیت نامہ بنانا اور اول قرض ادا کر کے بقیہ مال کے حصے ورثاء میں تقسیم کے لئے کہنا تحصیل حاصل ہے، اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے، یہ تو شریعت نے پہلے سے مقرر کر دیا ہے، اپنے اوپر دین ہے اور حیات میں اس کے ادا کرنے کی قدرت ہے تو دین ادا کر دینا چاہئے۔ حدیث

شریف میں فرمایا گیا ہے: مطل الغنی ظلم، دین ادا کرنے پر قدرت ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، لہذا اپنی حیات میں دین ادا کر کے اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔

ہر وارث کا قرآن پاک میں حصہ بیان کر دیا گیا ہے، لہذا اس کے لئے بھی وصیت کرنا بے فائدہ ہے، اور اگر اس حصہ میں کمی اور زیادتی لکھی ہوگی تو وہ بھی معتبر نہیں ہوگی اس لئے کہ وارث کے لئے وصیت کا اعتبار نہیں ہے، وصیت صرف غیر وارث کے لئے کی جاتی ہے اور وہ بھی دین ادا کرنے کے بعد مابقیہ مال کے ثلث میں ہی نافذ ہوتی ہے۔ (شریفیہ شرح سراجی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۵۲﴾ تقسیم میراث سے قبل میت کے کل مال سے اسکا دین ادا کیا جائیگا۔

سوال: حسن کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے ورثاء میں چار لڑکے محمد، یوسف، سلیمان اور موسیٰ اور ایک لڑکی فاطمہ حیات ہیں، حسن کے ذمہ کچھ قرض بھی تھا جو اس نے زندگی میں ادا نہیں کیا، اور ایک جائداد چھوڑی ہے، اور وصیت کی ہے کہ جو لڑکا میرے قرض کی ادائے گی میں حصہ نہ لے اسے میری جائداد میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

حسن کا ایک لڑکا محمد والد کے انتقال کے بعد بیرون ملک چلا گیا، اور وہیں گھر لے کر رہنے لگا، اور وہاں سے خط لکھ کر اس نے کہہ دیا کہ مجھے میرے والد کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں چاہئے اور میں قرض میں ایک روپیہ بھی دینے والا نہیں ہوں۔

مرحوم والد کی جائداد تینوں بھائیوں نے قرض ادا کئے بغیر ہی تقسیم کر لی اور بہن کو بھی کچھ نہیں دیا، تو پوچھنا یہ ہے کہ قرض ادا کئے بغیر میراث تقسیم کر لینا شرعاً معتبر ہے؟ نیز شرعاً تین

بھائیوں اور ایک بہن کو کتنا حصہ ملتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں حسن کے کل مال میں سے اول اس کے کفن اور دفن کا درمیانی خرچہ ادا کیا جائے، اس کے بعد مابقیہ مال کے کل سے اس کا قرض ادا کیا جائے، پھر مابقیہ مال کے کل نو حصے کئے جائیں گے اور مرحوم کے چار لڑکوں میں سے ہر ایک کو دو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔

والد نے جس وارث کو محروم کرنے کی وصیت کی ہے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور ہر ایک کو شرعی حصہ ملے گا، محمد کے لکھے ہوئے خط کا بھی اعتبار نہیں ہے، محمد کو بھی مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق دو حصے ملیں گے ہی، اگر اسے نہ لینا ہو تو قبضہ کرنے کے بعد وہ جسے چاہے اسے دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۵۳﴾ امانت رکھوانے والے کا انتقال ہو جائے تو......

سوال: ایک شخص نے بیرون ملک سے مجھے کچھ رقم امانت کے طور پر بھیجی تھی، اور خط میں لکھا تھا کہ یہ رقم آپ کے پاس امانت کے طور پر رہنے دیں اور میں جب وطن آؤں گا تو آپ سے وصول کرلوں گا، اتفاقاً اس شخص کا بیرون میں انتقال ہو گیا تو اب مجھے اس رقم کا کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ رقم آپ کے پاس امانت کے طور پر ہے، یہ رقم مرحوم کی ملکیت تھی اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی ملکیت کی دیگر اشیاء کی طرح یہ رقم بھی میراث بن کر اس کے ورثاء کی ہو گئی، لہٰذا شرعی حصوں کے مطابق ان کے ورثاء کو یہ رقم سپرد کر کے آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۵۴﴾ مرحوم کے جس قرض پر بینہ نہ ہو اس کا کیا کیا جائے؟

سوال: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس پر کچھ دین باقی ہے، مرحوم نے کچھ جائداد بھی چھوڑی ہے، قرض خواہ مطالبہ کرنے آتے ہیں جس کے پاس بینہ ہوتا ہے اسے اس کا حق دے دیا جاتا ہے، کچھ قرض خواہ ایسے ہیں جن کے پاس بینہ نہیں ہے تو ان کے لئے کیا کیا جائے؟ جانچ کرنے پر معلوم ہوا کہ بغیر تاریخ کا ایک مکتوب ہے دوسرا کوئی بینہ نہیں ہے تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو قرض خواہ اپنے قرض پر کوئی بینہ پیش نہ کر سکے ان کے دعوے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور مرحوم کے مال میں سے انکا قرض ادا نہیں کیا جائے گا۔ (شامی وغیرہ)

﴿۲۵۵۵﴾ بیوی کے انتقال سے قبل مہر ادا نہ کی ہو تو اب کیا کیا جائے؟

سوال: میرے بھتیجے کی بیوی کا اچانک انتقال ہو گیا ہے، اس کے نکاح کو ساڑھے تین سال ہوئے ہیں، ایک حادثہ میں دفعۃً انتقال ہو جانے کے سبب مہر کے متعلق کچھ وضاحت نہیں کی جا سکی، تو ان حالات میں اب اس مہر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کے ورثاء کو دے دی جائے؟

نوٹ: ہمارے معاشرہ میں شوہر یا بیوی مرض الموت میں ہو تب بیوی سے مہر معاف کروائی جاتی ہے، یہ رسم شرعی حکم کے مطابق صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: بیوی کا انتقال ہو جائے اور اس کی مہر ادا کرنا باقی ہو اور اس نے معاف بھی نہ کی ہو تو یہ مہر کی رقم بیوی کا قرض ہے، جو شوہر کو ادا کرنا ضروری ہے اگر دنیا

میں ادا نہیں کیا تو آخرت میں نیکی کی صورت میں دینا پڑے گا، اب اگر شوہر اس قرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے تو مرحوم بیوی کے شرعی ورثاء کو ان کے حصوں کے مطابق یہ مہر کی رقم ادا کردے تو بھی یہ ادا ہوگیا ایسا سمجھا جائے گا۔

بیوی خوش دلی سے مہر معاف کردے تو مہر معاف ہوجاتا ہے، لیکن معاشرہ کے دستور کی بنا پر یا شرم میں یا زور یا دباؤ میں آکر مہر معاف کرائی جائے تو اس سے مہر معاف نہیں ہوتا اور یہ طریقہ اختیار کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

(۲۵۵۶) لون سے لئے ہوئے ٹیمپو میں کیا میراث جاری ہوگی؟

سوال: میرے پاس ایک ٹیمپو ہے، یہ ٹیمپو میں نے میرے بڑے بیٹے کے نام پر خریدا تھا، خریدنے کی تفصیل یہ ہے کہ سات ہزار روپے بینک میں جمع کروائے تھے تو بینک نے ۱۷۰۰۰ کی لون دی تھی، یعنی کل ۲۴۰۰۰ میں ٹیمپو مول لیا تھا، اورلانے کا خرچ اور کچھ ٹیکس وغیرہ زائد دینا پڑا تھا، اور چھ سو روپے کی ماہانہ قسط تھی اور پانچ سو روپے ڈرائیور کا خرچ تھا۔

جس لڑکے کے نام پر ہم نے ٹیمپو لیا تھا اچانک حادثہ میں اسی ٹیمپو میں اس لڑکے کا انتقال ہوگیا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ ٹیمپو اگر مرحوم کی بیوی کے نام کیا جائے (جو فی الحال حاملہ ہے) تو وہ اس کی برابر دیکھ بھال نہیں کرسکتی اور اس کی قسط بھی ادا کرنا باقی ہے اور دوسرے خرچ بھی نکالنے پڑتے ہیں تو کیا ان حالات میں ٹیمپو لڑکے کے والد کے نام ہوسکتا ہے؟

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ مرحوم کی بیوی برضا ورغبت ٹیمپو والد کے نام پر کردے تاکہ آنے والے بچے کے بھی کام آسکے تو اس صورت میں مرحوم کے والد گنہگار تو نہیں ہونگے؟

اس صورت میں قرض اور ادا کی ہوئی رقم وغیرہ جو کچھ ہے اس میں بیوی کا کچھ شرعی حق ہے؟
بیوی کا جو حصہ شریعت نے رکھا ہے وہ ادا کردیا جائے اور ٹیمپو مرحوم کے والد کے نام کردیا جائے تو یہ صورت از روئے شرع کیا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: اول یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ ٹیمپو کا حقیقی مالک کون ہے؟ والد ہے یا لڑکا، اگر والد اس کا مالک ہے اور بڑے لڑکے کے نام پر کسی سبب سے خریدا گیا تھا تو اس کی آمدنی وغیرہ والد کی ہے اور قرض کی ذمہ داری بھی والد کی ہے، اور لڑکے کی موت کی وجہ سے اس میں میراث جاری نہیں ہوگی۔

اور اگر یہ ٹیمپو لڑکے کی ملکیت تھا تو یہ ٹیمپو میراث بن کر اس کے ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا، یعنی میت کے کل مال سے اس کے کفن و دفن کے اخراجات ادا کرنے کے بعد جو بچے اس سے میت کے ذمہ جو قرض ہو وہ ادا کیا جائے، بیوی کو اب تک مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی قرض میں ہی شمار کیا جائے گا، اس کے بعد جو بچے وہ ورثاء کا حق ہے، ورثاء کو ان کا حق دینے کے بعد والد اپنے نام پر کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۵۷﴾ ورثاء کی اجازت کے بغیر مرحوم کے لئے مرحوم کے مال میں سے وصول کرنے کی نیت سے قربانی کرنا

سوال: میں نے اپنے والد صاحب کی طرف سے قربانی کی ہے، اور اس قربانی کے لئے فی الحال میں نے اپنے روپے خرچ کئے ہیں، لیکن میری یہ نیت تھی کہ میں بعد میں اپنے والد صاحب کے مال میں سے اتنے روپے لے لوں گا، میرے والد صاحب کی میراث ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی، اور تمام ورثاء عاقل اور بالغ ہیں اور اس کے لئے رضامند ہیں، تو اب

میں اس مال میں سے اپنی خرچ کی ہوئی رقم وصول کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تمام ورثاء بالغ ہوں اور پہلے ان کی رضامندی حاصل کر کے بعد مرحوم کے مال سے مرحوم کے لئے قربانی کی جائے تو یہ صحیح ہے، لیکن آپ نے اپنے مال میں سے مرحوم کے لئے قربانی کردی اور قربانی سے پہلے ورثاء کی اجازت نہیں لی تھی اس لئے یہ قربانی آپ کی طرف سے مرحوم کے لئے سمجھی جائے گی یعنی آپ اپنے والد کے مال میں سے اتنے روپے وصول کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۵۸﴾ تقسیم میراث میں کورٹ اور سفر وغیرہ کا خرچ کس کے ذمہ آئے گا؟

سوال: (۱) مرحوم کی جائداد کے لئے مرحوم نے کوئی وصیت نامہ تیار نہیں کروایا، آج تک جائداد کی آمدنی لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوتی تھی، اب جائداد کورٹ کے ذریعہ تقسیم ہوتی ہے، تو اس کے لئے ورثاء کو سفر کرنا پڑتا ہے اور سرکاری کاغذات تیار کروانے کا خرچ ہوتا ہے، تو اس خرچ کی تقسیم کس تناسب سے ورثاء میں ہونی چاہئے؟ شرعی حصوں کے تناسب سے یا تمام کا یکساں حصہ رہے گا؟

۲...... جائداد کی تقسیم کے لئے سفر خرچ اور سرکاری کاغذات تیار کرنے کا خرچ وغیرہ بھائی اور بہنوں نے یکساں حصوں سے اپنے ذمہ لینا طے کیا، تو یہ خرچ بھائی اور بہنوں کا برابر سرابر ذمہ میں لینا صحیح ہے یا نہیں؟ یا شرعی حصوں کے مطابق دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تقسیم میراث کے لئے کورٹ یا سفر وغیرہ کا جو خرچ کیا گیا ہو اور اس کے لئے ابتداء میں بھائیوں اور بہنوں نے مساوی طور پر خرچ کرنا قبول کیا ہو تو اس طرح مساوی طور پر خرچ تقسیم کر لینا درست ہے۔

البتہ اگر ابتداء میں کوئی قول اور قرار نہ ہوا ہو اور خرچ کیا جائے تو جس وارث کے حصہ میں جائداد کا جتنا فی صد حصہ آئے گا اسی تناسب سے اس کو خرچ بھی اٹھانا پڑے گا۔

﴿۲۵۵۹﴾ قرض باقی رکھ کر ورثاء کا میراث تقسیم کرنا صحیح ہے؟

سوال: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس نے ایک جائداد اور کچھ قرضہ چھوڑا ہے، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ورثاء اپنے ذمہ قرض لیں اور جائداد مابین تقسیم کر دیں تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا اول مرحوم کے مال سے قرض ادا کرنا ضروری ہے اور اس کے بعد ہی ورثاء میں بقیہ جائداد تقسیم ہو سکتی ہے؟ کیا ایسا ضروری ہے؟

لڑکیوں کے حصہ میں جو جائداد کا حصہ آتا ہے تو لڑکے وہ حصہ رکھ لیں اور لڑکیوں کو اتنے حصہ کی رقم دینا طے کریں لیکن فی الحال اتنی رقم پاس میں موجود نہ ہونے کے سبب اس رقم کو لڑکوں پر قرض سمجھ لیا جائے تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... میت کے مال سے اول اس کا قرض ادا کرنا ضروری ہے، اس لئے ورثاء میں تقسیم سے قبل جائداد سے میت کا قرض ادا کیا جائے، یا قرض کا حساب لگا کر جائداد کی قیمت سے اس قرض کو منہا کرنے کے بعد بقیہ جائداد ورثاء میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

مفید الوارثین میں صحیح حدیث مذکور ہے کہ مؤمن کی روح کو روک دیا جاتا ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔ (ص:۳۴) لہٰذا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہیں کرنا چاہئے، لڑکیوں کے حصہ میں آنے والا حصہ یا رقم بھائی اپنے اوپر قرض کے طور پر ان کی دلی رضامندی کے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔

﴿۲۵۶۰﴾ امانت رکھوانے والے کا انتقال ہو جائے تو اب امانت کسے سپرد کی جائے؟

سوال: ایک شخص نے میرے پاس امانت رکھی تھی، اب اس شخص کا انتقال ہو چکا ہے، تو اب یہ امانت کسے سپرد کی جائے؟ مرحوم کے ایک وارث یعنی ان کی بیوی کو دے کر یہ کہہ دینے سے کہ آپ شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کر لینا تو اس طرح کرنے سے کیا میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکور شخص کی امانت اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت ہو گئی، لہذا شرعی حصوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم کر دینے سے یا ان کی اجازت سے مرحوم کی بیوی کو دیدینے سے بھی آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے، اور اگر ورثاء نابالغ ہوں تو ان کے اولیاء کو دینے سے بھی آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۶۱﴾ مرحوم کے مال سے وصول کرنے کی نیت سے اپنے پاس سے قرض ادا کر دینا

سوال: میرے شوہر کے انتقال کے بعد ان کا قرض میں نے اپنے ذاتی روپیوں سے (جو مجھے میرے ہمدردوں کی طرف سے ملے تھے) ادا کیا، کیا اب وہ روپے میں مرحوم کے مال سے وصول کر سکتی ہوں یا نہیں؟ یعنی مجھے مرحوم کی جائداد سے جو شرعی حصہ ملنا ہے اس حصہ کے ساتھ قرض میں دی ہوئی رقم کی مقدار کا زائد حصہ لے سکتی ہوں یا نہیں؟ اس لئے کہ مرحوم کے ترکہ میں صرف گھر اور زمین ہی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحوم نے جو قرض چھوڑا ہے اول اس قرض کی ادائے گی مرحوم کی جائداد سے کی جائے گی، اسکے بعد ہی ورثاء میں بقیہ جائداد تقسیم ہو گی، اب اگر

وہ قرض آپ نے اپنے روپیوں سے ادا کر دیا اور ادائے گی کے وقت مرحوم کے مال سے وصول کرنے کی نیت تھی تو اب آپ اپنے حصہ میں آنے والی جائداد کے ساتھ قرض میں دی ہوئی رقم کے برابر کا حصہ بھی جائداد میں سے لینے کے مجاز ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۶۲﴾ قرض خواہ کا انتقال ہو جائے اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: ایک شخص نے کچھ دوستوں سے مجبوری کی وجہ سے قرض لیا تھا، اور اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے لوٹا نہ سکا، چند سال بعد اللہ نے اسے مال و دولت سے نوازا، اب اس نے جن لوگوں سے قرض لیا تھا ان میں سے کچھ حیات ہیں اور کچھ حیات نہیں ہیں، جو حیات ہیں انہیں ان کا قرضہ ادا کر دیا، لیکن جو حیات نہیں ہیں ان کے قرضہ سے سبکدوشی کی کیا شکل ہے؟ اس شخص کو ان کے ورثاء تک کا علم نہیں ہے، کیا وہ رقم مرحوم کے ایصال ثواب کی نیت سے غرباء میں یا مسجد میں دیدینے سے ذمہ بری ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جن لوگوں کا قرض باقی ہے ان لوگوں کا انتقال ہو چکا ہے تو ان کے ورثاء کو ڈھونڈ کر اور تحقیق کر کے یہ رقم ان تک پہنچانا ضروری ہے، اس لئے کہ اس رقم پر اب ان کا حق ہے، تلاش بسیار کے بعد بھی اگر ان کے ورثاء کا علم نہ ہو تو وہ رقم مرحوم کی طرف سے مسجد میں یا غرباء میں صدقہ کر دیا جائے تو یہ بھی کافی ہو جائے گا، البتہ اس کے بعد اگر ورثاء کا علم ہو تو دوبارہ ورثاء کو ادا کرنا ضروری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۶۳﴾ لڑکے نے ملازمت کر کے جو جائداد خریدی وہ باپ کی جائداد کے ساتھ ملا کر میراث میں تقسیم نہیں ہوگی۔

سوال: ایک والد کے چار لڑکے ہیں، والد حیات ہے، تین لڑکے والد کے کاروبار میں والد

کے ساتھ ہیں، ایک لڑکا ملازم ہے اور وہ اپنی کمائی سے اپنا گذارہ کر لیتا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ والد صاحب جب اپنے والد و دادا سے میراث میں ملی ہوئی جائداد کی تقسیم کرنے بیٹھیں تو اس لڑکے کی اپنی کمائی سے خریدی ہوئی جائداد کا بھی حصہ ہوگا یا نہیں؟ یعنی اس کی جائداد میں دوسرے بھائیوں کا حق اور حصہ ہوگا یا نہیں؟ اگر بڑا بھائی اپنی کمائی سے خریدی ہوئی چیز دوسرے بھائیوں کو دینے پر راضی نہ ہو تو جبراً وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس لڑکے نے ملازمت کر کے اپنی کمائی سے کوئی جائداد وغیرہ خریدی ہے تو وہ اس کی ذاتی ملکیت ہے، اس میں کسی دوسرے کا حق اور حصہ نہیں ہے، لہذا بڑا بھائی اپنی خریدی ہوئی چیز میں سے کسی کو حصہ دینے کے لئے راضی نہ ہو تو جبر کر کے اس میں سے حصہ لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۶۴﴾ لڑکے کی جائداد والد کی جائداد کے ساتھ مل کر میراث نہیں بنے گی۔

سوال: ہم تین بھائی بہن ہیں، والد حیات ہے، میرا خود کا الگ کاروبار ہے، اس کاروبار کے منافع سے میں نے کچھ ملکیت، جائداد جمع کی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ ملکیت میری اپنی ہے یا ہم تمام بھائی بہنوں کی؟ کیا اس میں میرے والد کی میراث جاری ہوگی؟ اگر میں اپنے بھائی بہنوں کو اس میں سے دینے کے لئے انکار کر دوں تو کیا وہ زبردستی کر کے اس میں سے حصہ لے سکتے ہیں؟ میرے والد صاحب ان کی حیات میں اپنی جائداد تقسیم کر دینا چاہتے ہیں؟ تو از روئے شرع اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ **الجواب:** حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کوئی شخص اپنی کمائی سے کوئی جائداد یا چیز وغیرہ خریدے تو وہ اس کی اپنی ملکیت ہوتی ہے، اس میں کسی دوسرے کا حق ارث نہیں لگتا، لہذا اگر آپ اپنے بھائی بہنوں کو دینا

نہ چاہیں تو وہ جبر واکراہ کر کے آپ سے چھین نہیں سکتے، والد کے انتقال کے بعد والد کی جائداد سے والد کے ورثاء کو مقررہ حصہ ملے گا، والد کے لئے بہتر یہ ہے کہ زندگی میں ہر لڑکے کو برابر سمجھ کر مساوی طور پر تقسیم کرے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۶۵﴾ بیوی کو بخشش میں دئے ہوئے زیور میں وارث کا حق حصہ ہوگا؟

سوال: موسیٰ بھائی کی دو بیویاں ہیں، موسیٰ بھائی نے کچھ زمین اپنی پہلی بیوی کے نام کر دی تھی، اوراس پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، تو اس عورت کی جائداد سے صرف اس کی حقیقی اولاد کو ہی حق اور حصہ ملے گا اس کی سوتیلی اولاد کو حصہ ملے گا یا نہیں۔

اب موسیٰ بھائی نے اپنی دوسری بیوی کو زمین وغیرہ کچھ نہیں دیا، لیکن سونے کے کچھ زیورات دئے تھے، موسیٰ بھائی کی زندگی میں ان کی دوسری بیوی نے ان سے یہ سوال بھی کیا کہ پہلی بیوی کے نام پر زمین کر دی تو میرے لئے کیا کیا؟ تو موسیٰ بھائی نے جواب دیا کہ تجھے سونے کے زیورات دئے ہیں،، تو موسیٰ بھائی کی بیوی نے کہا کہ تو پھر میں ان زیورات میں سے پہلی بیوی کے بچوں کی شادی میں کچھ نہیں دوں گی، تو موسیٰ بھائی نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے، اگر اللہ دے گا تو میں نیا لا کر لاؤں گا، لیکن بچوں کی شادی سے پہلے موسیٰ بھائی کا انتقال ہو گیا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ موسیٰ بھائی نے دوسری بیوی کو جو زیورات دئے تھے ان میں سے ان کی پہلی بیوی کے بچوں کا کوئی حق حصہ لگتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دوسری بیوی کے ساتھ بات چیت کے جو کلمات نقل کئے ہیں اگر وہ صحیح ہوں تو یہ زیورات دوسری بیوی کو مالک بنا کر ہبہ کیا ہوا سمجھا جائے گا، لہذا پہلی بیوی کی اولاد کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۶۶﴾ بیوی کا زیور میراث میں تقسیم ہوگا؟

سوال: ہم دو بھائی ہیں، ہم دونوں والد کے ساتھ رہتے ہیں، میں ممبئی میں ٹیکسی چلاتا ہوں، یومیہ پندرہ روپے میری تنخواہ ہے، یہ روپے لاکر میں والد کو دیدیتا ہوں، میری بیوی کے پاس اس کے والد کا ہبہ کیا ہوا زیور ہے، اس کی زکوۃ آج تک اس کے والد دیتے تھے، یہ زیور میری بیوی نے مجھے ہبہ کردیا ہے، اور اب اس کی زکوۃ میرے والد دیتے ہیں، تو اب اس زیور میں میرے بھائی کا کوئی حق ارث لگتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: وہ زیور آپ کی بیوی کی ملکیت تھا، اور بیوی نے وہ آپ کو ہبہ کردیا، لہذا آپ اس کے مالک ہو گئے، اس میں آپ کے بھائی کا کوئی حق ارث نہیں لگتا، اور اس کی زکوۃ آپ پر واجب ہے، آپ کی اجازت سے اگر آپ کے والد ادا کریں تو فریضہ ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۶۷﴾ بیوی کی زمین میں شوہر کی میراث جاری نہیں ہوگی۔

سوال: میرے والد صاحب نے مجھے میرے شوہر کی حیات میں ایک کاشت کی زمین دی تھی، اور جو زیور دئے تھے وہ بیچ دئے تھے، تو اب کیا اس زمین میں میرے شوہر کی میراث جاری ہوگی؟ یا یہ میری ذاتی ملکیت سمجھی جائے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو زمین آپ کو آپ کے والد صاحب کی طرف سے ملی ہے وہ آپ کی ذاتی ملکیت ہے، جو آپ کے انتقال کے بعد آپ کے ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی، وہ آپ کے شوہر کی ملکیت نہیں ہے، اس لئے شوہر کی میراث اس زمین میں جاری نہیں ہوگی۔

﴿۲۵۶۸﴾ زندگی میں جائداد کی تقسیم میراث نہیں ہبہ ہے۔

سوال: ایک شخص حیات ہے، یہ اپنی زندگی میں میراث تقسیم کرنا چاہتا ہے، اس کے والدین حیات نہیں ہیں، صرف ایک بیوی، تین لڑکے اور ایک بھائی اور ایک بھتیجا اور دو حقیقی بہن ہیں۔

زمین، مکان اور کھیت، کل تین قسم کے اموال ہیں، نقد روپے نہیں ہیں، اور ۳۰ ہزار کا قرضہ ہے، اس قرض کو ادا کرنے کے لئے صرف تین لڑکوں کو ذمہ دار بنا سکتا ہوں یا نہیں؟ اور پانچ ہزار روپے قرض میں دئے ہیں وہ رقم وصول کرنا باقی ہے، لیکن اس رقم کے آنے کی امید بہت کم ہے، تو اس رقم میں بھی میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شرعی طریقہ کے مطابق تقسیم میراث انسان کے انتقال کے بعد اس کے شرعی ورثاء میں ہوتی ہے، کسی انسان کی حیات میں میراث جاری نہیں ہوتی، حیات میں کوئی شخص اپنی جائداد تقسیم کرنا چاہے تو یہ میراث نہیں ہے بلکہ ہبہ ہے۔

﴿۲۵۶۹﴾ اولاد کو زندگی میں دینے میں برابری کرنا

سوال: ایک شخص کے پاس ایک ملکیت ہے جس کی قیمت تقریباً پانچ، چھ لاکھ روپے ہے، ان کی پہلی بیوی جو اب ان کے نکاح میں نہیں ہے، اس بیوی سے اسے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے، سب بالغ ہیں، ہر ہر بچوں کی اچھی تربیت کی اور ان کی اچھی پڑھائی کا مکمل انتظام کیا، لڑکی بالغ ہے ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی ہے، دوسری بیوی جو ان کے نکاح میں ہے اس سے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے وہ ناسمجھ اور نابالغ ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ پہلی بیوی کی اولاد اس شخص کی ملکیت سے حصوں کا مطالبہ کر رہی ہے، پہلی بیوی کی لڑکی کو ۲۵ تولہ سونے کا

زیور دیا ہے، تو کیا دوسری بیوی کی لڑکی کو بھی ایسا زیور دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک والد حیات ہے اس وقت تک کسی بھی بالغ یا نابالغ اولاد کو میراث کا حصہ مانگنے کا حق نہیں ہے، والد اپنی ملکیت کا خود مختار ہے، البتہ وہ جب اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرنا چاہے تو شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تمام اولاد کے درمیان برابری والا معاملہ کرے، ایک کو جتنا دیا ہے اتنا ہی دوسرے کو بھی دے، تاکہ وہ گنہگار نہ بنے، مذکورہ لڑکی کو جتنا سونا دیا ہے اتنا ہی دوسری لڑکی اور لڑکوں کو بھی دینا چاہئے، تاکہ اولاد کے درمیان انصاف کا حکم پورا ہو، اب اگر کسی اولاد کو دیا اور کسی کو نہیں دیا اور اس کے لئے کوئی شرعی سبب بھی نہیں ہے تو والد گنہگار ہوگا، تاہم اولاد زبردستی کر کے ان کی حیات میں وصول نہیں کرسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۷۰﴾ زندگی میں والدہ نے جو خرچ کیا اس میں ورثاء کا کوئی حصہ ہے؟

سوال: میرے والد صاحب کی حیات میں ان کے شیرز اور ان پر ملنے والا ڈیویڈنڈ میری والدہ لیتی تھی، اب میرے والد صاحب حیات نہیں ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ میرے والد کی حیات میں میری والدہ نے جو شیرز اور ڈیویڈنڈ کی رقم لی ہے اس میں ہمارا کوئی حق اور حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے والد صاحب کی حیات میں جو کچھ آمدنی ہوئی ہو یا کوئی ملکیت وغیرہ ہو اس میں کسی بھی وارث کا کوئی حق اور حصہ نہیں لگتا، لہٰذا ان کی حیات میں ان کی آمدنی پر آپ کی والدہ نے ان کی رضامندی سے قبضہ کیا ہو اور اس پر والد صاحب کے انتقال کے بعد کسی وارث کا حق حصہ نہیں لگے گا، میراث صرف ان اموال

منقولہ وغیر منقولہ میں جاری ہوگی جو مرحوم کے انتقال کے وقت ان کی ملکیت میں تھی۔

﴿۲۵۷۱﴾ ماں کی موجودگی میں نواسے کا نانا کی میراث سے حصہ مانگنا

سوال: فقیر بھائی کا جب انتقال ہوا تو ان کے ورثاء میں ایک زوجہ مسماۃ مریم ایک بنت مسماۃ رحیمہ اور ایک ابن الاخ مسمی محمد حیات تھے، فی الحال محمد اور رحیمہ حیات ہیں اور رحیمہ کے دولڑکے فقیر اور قاسم اور پانچ لڑکیاں ہیں، اب قاسم میراث کا مطالبہ کر رہا ہے، تو قاسم کو اس کے نانا کی میراث میں سے کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حق ارث مورث کے انتقال کے بعد مورث کے مال میں ثابت ہوتا ہے، اس کی حیات میں کسی وارث کا کوئی حق نہیں نکلتا، اور وہ مطالبہ بھی نہیں کرسکتے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں قاسم جو میراث میں سے حق مانگتا ہے یہ غلط ہے اس کے والدین حیات ہیں اس لئے نانا کی جائداد سے اس کا حصہ مانگنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ماں کی موجودگی میں نواسے کو میراث میں سے کچھ نہیں ملتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۷۲﴾ حیات میں تقسیم کرتے وقت لڑکا لڑکی دونوں کو برابر سرابر دینا چاہئے

سوال: میرے والدین حیات ہیں، ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں، فی الحال میرے والد صاحب بالکل ضعیف ہوچکے ہیں اور بیماری کی وجہ سے ہر بھائی بہن کو شریعت کے مطابق حصہ کرکے مال وجائداد تقسیم کردینا چاہتے ہیں تو مذکورہ ورثاء میں سے کسے کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت میں مورث کے مرنے کے بعد جو مال تقسیم ہوتا ہے اسے ہی میراث کہتے ہیں، اور اس میں بہن کو ایک حصہ اور بھائی کو دو حصے ملتے ہیں، اگر والد اپنی حیات میں لڑکے لڑکیوں کو کچھ دینا چاہتا ہے تو لڑکا ہو یا لڑکی ہر ایک کو برابر سرابر

دینا چاہئے، دونوں کے درمیان فرق کرنا گناہ ہے، لیکن تقسیم میراث کے اصولوں کے مطابق تقسیم کرنا ہو تو بہن کو دو آنی دے کر بقیہ اموال میں لڑکوں کو دوگنا اور لڑکیوں کو ایک گنا حصہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۷۳﴾ والدہ کی حیات میں والد کی جائداد میں سے حصہ مانگنا کیسا ہے؟

سوال: میں حلیمہ زوجہ فاروق بھائی، میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، اور میرے والد بھی حیات نہیں ہے، میری والدہ حیات ہے کیا میں اپنے والد کی جائداد سے میری والدہ کی حیات میں حصہ مانگ سکتی ہوں؟

۲...... میں اپنے والدین کے انتقال کے بعد اپنے بھائیوں سے میرا حصہ مانگ سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک والد حیات ہیں اس وقت تک ان کی ملکیت میں صرف انکا حق ہے، ان کی حیات میں کسی بھی وارث کا اس میں کوئی حق حصہ نہیں لگتا، ان کے انتقال کے بعد جو ورثاء حیات ہوں انہیں ان کی جائداد سے حصہ ملے گا، اس لئے والد کی حیات میں لڑکا لڑکی کو میراث مانگنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ (شامی: ۵)۔

یہی حکم ماں کی ملکیت کا بھی ہے، والد کے انتقال کے بعد ورثاء کا حق لگتا ہے، اس لئے والد کی جائداد میں سے آپ کا حصہ مانگنا صحیح ہے، خواہ والدہ سے مانگیں یا انتظام کرنے والے بھائیوں سے بھی مانگ سکتی ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۷۴﴾ والد کی حیات میں لڑکے کا کوئی حق ہے؟

سوال: والد کی حیات میں والد کے اموال میں کسی بھی حالت یا مجبوری میں لڑکے کا کوئی

حق اور حصہ لگتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... والد کی حیات میں جو ملکیت والد کی ذاتی ہو اس میں کسی لڑکے یا لڑکی کا یا کسی دوسرے وارث کا کسی طرح کا حق اور حصہ نہیں ہے، اس ملکیت میں والد کو مکمل اختیار ہے، جب والد کا انتقال ہو جائے اور اس کے جو ورثاء حیات ہوں گے انہیں ان کے اپنے حصوں کے مطابق اس میراث سے حصہ ملے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میراث کا حق والد کے انتقال کے بعد ہی ملتا ہے انتقال سے قبل نہیں۔ (سراجی، مفید الوارثین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۷۵﴾ والد کے موروثی زمین بیچنے پر لڑکے کا اعتراض کرنا

سوال: ایک شخص اپنی زمین کا مالک ہے، اور یہ زمین اسے اپنے باپ دادا کی میراث سے ملی ہے، یہ شخص یہ زمین بیچنا چاہتا ہے، اس شخص کی دو بیویاں ہیں اور دونوں کی اولاد ہیں، ایک بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اس سے ایک لڑکا ہے جو نکاح کے بعد اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ جدا رہتا ہے، اب اگر یہ شخص اپنی ملکیت کی زمین بیچے تو اس میں اولاد کی اجازت لینا ضروری ہے؟ اور جب زمین کا دستاویز ہو رہا ہو اس وقت اولاد کوئی اعتراض کرے تو یہ اعتراض شرعاً معتبر کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... میراث میں جو حق اور حصہ ملتا ہے وہ مورث کے انتقال کے بعد ہی ملتا ہے، اس لئے انتقال کے وقت جو ورثاء حیات ہوں گے انہیں میراث سے حصہ ملے گا، انتقال سے قبل یہ شخص اپنی زیر ملکیت اشیاء کا خود مختار ہے، خواہ اسے بیچ دے یا اس کے عوض دوسری خریدے یا رہن رکھ دے، اسے ہر بات کا مکمل اختیار ہے، اس کے

لئے لڑکوں کی اجازت لینی ضروری نہیں ہے۔

اگر لڑکے میراث کی وجہ سے اعتراض کرتے ہوں تو ان کا اعتراض معتبر نہیں ہے۔(شامی، مفید الوارثین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۷۶﴾ میراث انتقال کے بعد ہی جاری ہوگی

سوال: میرے والد صاحب کے پاس جو اٹھارہ ایکر زمین ہے اس میں سولہ ایکر زمین ادھیوگ نگر آبادی کے لئے حکومت خرید رہی ہے اس سولہ ایکر زمین کی قیمت ایک لاکھ تین ہزار چھ سو پچھتر روپے بنتی ہے۔اس رقم سے والد صاحب کا قرض جو تقریباً دس ہزار کا ہے اور ایک لڑکی کی شادی کا خرچ جو چار ہزار روپے کا ہے یہ مذکورہ رقم سے منہا کرنے کے بعد بقیہ رقم میں سے تین لڑکوں اور چار لڑکیوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: اس زمین کے ثمن کے حقدار صرف والد صاحب ہیں، اور انہیں پورا اختیار ہے کہ وہ اس رقم میں جس طرح چاہیں تصرف کریں، فی الحال اس رقم میں ورثاء کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن اگر وہ حضرات اپنی حیات میں یہ رقم اپنے لڑکے لڑکیوں کو بخشش کرنا چاہتے ہیں تو ہر بچہ کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ہر ایک کو یکساں یکساں حصہ دینا چاہئے، چاہے لڑکی ہو یا لڑکا سب کو برابر حصہ ملے گا، یہی فرمان نبوی ہے، اور اس کے خلاف کرنے پر والد صاحب گنہگار رہوں گے۔

﴿۲۵۷۷﴾ حیات میں زمین کا قبضہ دیدینا

سوال: میرے جد امجد نے اپنے دونوں لڑکوں ابراہیم اور احمد کو بلا کر ان کے پاس جو جو زمینیں تھیں اس کو تقسیم کر دیا اور کہا کہ یہ زمین ابراہیم تمہاری اور احمد یہ زمین تمہاری۔اس

کے ایک ماہ بعد جدامجد کا انتقال ہوگیا، لیکن دونوں بھائیوں میں سے کسی نے بھی ان کی اس تقسیم پر اعتراض نہیں کیا تھا، تو اب جدامجد کی تقسیم کے مطابق دونوں بھائی زمین تقسیم کر لیں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جدامجد نے اپنی حیات میں جو زمین جس لڑکے کو مالک بنا کر اس پر سے اپنا قبضہ ہٹا کر اس لڑکے کے قبضہ میں دیدی تھی تو وہ زمین اس لڑکے کی ملک ہوگئی، اس لئے اب جو زمین جس لڑکے کو دی وہ زمین اسی کی ہے، اس میں اب میراث جاری نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۷۸﴾ والد کا اپنے بیٹے کی میراث کسی ایک وارث کو دیدینا

سوال: میرے مرحوم بڑے ابا اسماعیل باوا کا ایک مکان ہے، پڑوس میں دونوں طرف دو بھائی ابراہیم اور احمد کا مکان ہے، اسماعیل باوا کے انتقال کے وقت میرے دادا بھی حیات تھے۔

اسماعیل باوا کے انتقال کے بعد دادا نے اپنے دونوں لڑکوں ابراہیم اور احمد کو بلا کر کہا کہ اسماعیل بھائی والا مکان اب احمد کا ہے، اس مکان میں ابراہیم تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مکان جب بنایا گیا تھا تب مجھے کسی نے مدد نہیں کی تھی سب مال سامان احمد اور اس کے لڑکے لائے تھے، اور احمد کی بیوی نے کھانا بنا کر مزدوروں کو کھلایا تھا، اور یہ مکان بناتے وقت دس ہزار کی لون لی تھی جو ابراہیم اور احمد نے ادا کی تھی اور اسماعیل کے پانچ ہزار باقی تھے جو دادا نے اپنے انتقال سے پہلے ادا کئے تھے۔

ابراہیم بھائی کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں اور احمد بھائی کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی

ہے، اسماعیل باوا کی بیوی مریم اس مکان میں نہیں رہتی۔ تو اس صورت میں دادا نے جو وصیت کی کہ احمد کو یہ مکان ملے اس پر عمل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر عمل نہ کیا جائے تو کسے کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسماعیل باوا والے مکان میں والد صاحب نے روپے لگائے ہیں، اور ایک بھائی نے محنت کی ہے تو اس کا عوض اللہ کے یہاں اسے ملے گا، یہ مکان اسماعیل کی ذاتی ملکیت کا ہے، اب ان کے انتقال کے بعد یہ ان کے ورثاء کا ہوگیا، لہٰذا والد کا کسی ایک لڑکے کو اس کا مالک بنا دینا صحیح نہیں ہے، ہر وارث کو اس کے حصہ کے مطابق اس میں سے حصہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۷۹﴾ زندہ لڑکے کا وارث کون؟

سوال: ایک شخص جو پیدائشی بہرا اور گونگا ہے، اس کی چچی اس کی وارث بننا چاہتی ہے، اور اس کے حق کے لئے کورٹ میں میراث کا دعویٰ بہرے اور گونگے صغیر لڑکے کے سوتیلے چچا کے ساتھ کیا ہے، تو قرآنی حکم کے مطابق اس کا وارث کون ہے؟

اس لڑکے کے والدین یا بھائی بہن میں سے کوئی بھی حیات نہیں ہے اس کے قریبی رشتہ دار میں سوتیلے چچا، سوتیلی دادی، حقیقی پھوپھی، حقیقی ماموں حیات ہیں، اس کے باوجود لڑکے کے والد کی چچی نے وارث ہونے کا دعویٰ کیا ہے، تو اس کا حقیقی وارث کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک لڑکا حیات ہے تب تک کسی کو اس کا وارث نہیں بنایا جاسکتا، البتہ ولی بنایا جاسکتا ہے، اس کے اولیاء میں باپ، دادا، بھائی وغیرہ نہ ہوں تو چچا اور چچازاد بھائی ولی بن سکتا ہے، لڑکے کے والد کی چچی عصبہ نہ ہونے کی وجہ سے

ولی نہیں بن سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۸۰﴾ کسی ایک وارث کو ساری جائداد دینے کی وصیت کرنا

سوال: میری پہلی دونوں بیویوں کا انتقال ہو چکا ہے، فی الحال میری تیسری بیوی میرے ساتھ حیات ہے، تو مجھے میرے پاس موجود تیس ہزار روپے میں سے دس ہزار روپیوں کی خیرات نکال کر بقیہ بیس ہزار روپیوں کی از روئے شریعت تقسیم کرنی ہے تو کسے کتنا حصہ ملے گا اس کی وضاحت فرمائیں۔

میرے پہلی دو بیویوں سے مجھے تین لڑکے اور سات لڑکیاں ہیں، اس میں سے ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

فی الحال میری تجارت میں میرے دو لڑکے حصہ دار بن کر کام کر رہے ہیں، کیا ان روپیوں میں سے انہیں بھی دیا جائے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

میری تیسری بیوی کو اس کے پہلے والے شوہر سے ایک لڑکا ہے، وہ بھی میرے ساتھ ہی رہتا ہے، کیا میری تقسیم میں اسے بھی حصہ ملے گا؟

کیا کسی ایک ہی لڑکے کو ساری جائداد دینے کی وصیت کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کوئی شخص اپنی حیات اور تندرستی کی حالت میں جو کچھ صدقہ یا بخشش کرنا چاہے کر سکتا ہے، اس میں کم اور زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔

صورت مسئولہ میں تیسرا حصہ صدقہ کے لئے اور دو حصے ورثاء کو دینے میں گناہ نہیں ہے، لیکن ہر لڑکے اور لڑکی کو برابر سرابر حصہ دینا چاہئے، کم اور زیادہ دینا ناانصافی اور شرعاً گناہ ہے، اس لئے ہر لڑکے اور لڑکی کو مساوی حصہ دینا چاہئے، تجارت میں حصہ دار لڑکوں کے

لئے بھی یہی حکم ہے۔

تیسری بیوی کا پہلے والے شوہر کا لڑکا اس میں حقدار نہیں ہے، آپ اپنی مرضی سے جو کچھ دینا چاہو دے سکتے ہو، نہ دینے میں گناہ بھی نہیں ہے۔

کسی ایک لڑکے کے لئے وصیت کرنا اور دوسروں کو محروم کرنا جائز نہیں ہے، گناہ ہے، اور وارث کے حق میں وصیت غیر معتبر ہے۔ (مفید الوارثین، بخاری شریف وغیرہ)

﴿۲۵۸۱﴾ والد کی حیات میں لڑکے کا حصہ مانگنا

سوال: میرے والد صاحب حیات ہیں، وہ اپنی زندگی میں اپنی جائداد کی تقسیم کرنا نہیں چاہتے، تو کوئی لڑکا یا لڑکی کہے کہ مجھے میرا حصہ دیدو ورنہ میں کورٹ میں مقدمہ کر کے اپنا حصہ لے لوں گا، تو کیا اس طرح زوراور زبردستی کر کے وہ باپ سے اپنا حصہ لے سکتا ہے؟ اس صورت میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت نے میراث میں جن ورثاء کا حق اور حصہ رکھا ہے وہ اصل مالک کے انتقال کے بعد رکھا ہے، اس لئے والد کی حیات میں کسی بھی لڑکے یا لڑکی کو والد کے مال میں سے کچھ لینے کا یا مانگنے کا ذرا بھی حق نہیں ہے، اور مانگنے پر والد کے لئے دینا ضروری یا واجب بھی نہیں ہے، لہذا صورت مسئولہ میں لڑکے کا مطالبہ بالکل غلط ہے۔

﴿۲۵۸۲﴾ دستاویز میں گھوٹالا کر کے چھوٹے بھائی کو حق سے محروم کرنا

سوال: پانچ بھائیوں نے لندن میں ایک مکان خریدا، اور برابر پانچ یکساں حصے کر کے سب نے اس کا ثمن ادا کیا، اور دستاویز میں صرف بڑے دو بھائیوں کا نام رکھا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر مستقبل میں کبھی بھی یہ مکان تقسیم کیا جائے تو بقیہ تین بھائیوں کا بھی اس میں حصہ

لگتا ہے یا نہیں؟ نیز ان تین بھائیوں کے لئے اس مکان کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ مکان پانچوں بھائیوں نے شراکت میں خریدا، تو یہ پانچوں بھائی مساوی طور پر اس مکان کے مالک ہیں اور مساوی طور پر اس سے فائدہ اٹھانے کے حقدار ہیں، کسی وجہ سے سرکاری دستاویز میں صرف دو بھائیوں کا نام ذکر کیا گیا تو اس سے بقیہ بھائیوں کا حق ختم نہیں ہو جاتا، جب بھی یہ مکان تقسیم ہوگا تو مذکورہ پانچوں بھائیوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہوگا، جن بھائیوں کا دستاویز میں ذکر نہیں ہے انہیں نہ دینا یا صرف اس سبب سے انہیں شراکت دار نہ سمجھنا صحیح نہیں ہے، یہ حقوق العباد میں سے ہے جب تک بندہ اس کو معاف نہیں کرے گا یہ حق معاف نہیں ہوگا۔ (شامی وغیرہ)

﴿۲۵۸۳﴾ نافرمان اولاد کو عاق کرنا

سوال: میری اپنی اولاد میری بات نہیں مانتی، تو میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی جائداد کا کوئی ایسا انتظام کرنا چاہتا ہوں جس سے انہیں میراث میں کچھ نہ ملے، تو ایسا کرنے میں مجھے کچھ گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......کوئی انتظام کرنے سے آپ کی مراد کیا ہے؟ یہ بتا کر دوبارہ سوال کر کے جواب پوچھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۸۴﴾ لڑکی کی موجودگی میں نواسے محروم ہوں گے

سوال: میرا نام خدیجہ ہے، جب میرا نکاح ہوا تب میرے شوہر کے پاس ۲۵ بیگہ زمین تھی اس کے بعد مجھے چار اولاد ہوئی، دو لڑکے اور دو لڑکیاں، دونوں لڑکوں کا انتقال ہو چکا ہے، فی الحال دو لڑکیاں ہیں، دونوں کی شادی ہو چکی ہے، ایک لڑکی حلیمہ میرے ساتھ رہتی ہے،

اس کی اولاد بھی میرے ساتھ رہتی ہے، اسی طرح میری دوسری لڑکی رقیہ بھی میرے ساتھ رہتی تھی، اس کی اولاد بھی میرے ساتھ رہتی تھی، پھر اچانک میری لڑکی رقیہ کے شوہر نے اسے طلاق دے دی، اور کچھ وقت تک میری لڑکی رقیہ میرے ساتھ رہی، پھر اجنبی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی، اور اس سے نکاح کرلیا، اس سے اسے ایک لڑکی ہے وہ اسی کے ساتھ رہتی ہے، اور پہلے والے شوہر سے دولڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ جو فی الحال میرے یہاں رہتے ہیں، ان بچوں کی پیدائش میرے یہاں ہی ہوئی تھیں۔

اب تفصیل یہ ہے کہ میں نے اپنے زیورات اور مزدوری کر کے جو روپے جمع کئے تھے اس سے ۲۵ بیگہ زمین خریدی تھی یعنی میرے پاس کل زمین ۵۰ بیگہ ہوگئی، اب رقیہ اس کے موجودہ شوہر کے بہکانے کی وجہ سے مقدمہ کر کے جائداد سے حصہ مانگ رہی ہے اور بڑھاپے میں بے عزت کر رہی ہے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ اس کا کتنا حصہ ہوتا ہے؟ اور کون سی ملکیت میں اس کا حق لگتا ہے؟ اس کی اولاد میرے ساتھ رہتی ہے تو حقدار رقیہ ہوتی ہے یا اس کی اولاد؟ میرے شوہر کے انتقال کو ۲۱ سال ہو چکے ہیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... آپ کی حیات میں آپ کی اپنی ذاتی جائداد میں آپ کی لڑکی کا حصہ مانگنا صحیح نہیں ہے، اور آپ کے لئے دینا ضروری بھی نہیں ہے، اس لئے کہ میراث مورث کے مرنے کے بعد اس کے مال میں جاری ہوتی ہے، اس لئے آپ کے انتقال کے وقت اگر آپ کی یہ بیٹی زندہ ہوگی تو اسے میراث میں سے حصہ ملے گا۔

البتہ اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اس لئے اس کے والد کی ملکیت میں سے اسے میراث ملے گی، اس لئے آپ کے شوہر کے ترکہ میں سے بعد ادائے گی حقوق شرعیہ مقدم

علی الارث کل ۴۸ حصے کئے جائیں گے اور ہر ایک کو حسب ذیل حصے دئے جائیں۔

مرحوم کی زوجہ کو	۶	حصے
مرحوم کے پہلے لڑکے کو	۱۴	حصے
مرحوم کے دوسرے لڑکے کو	۱۴	حصے
مرحوم کی پہلی لڑکی کو	۷	حصے
مرحوم کی دوسری لڑکی کو	۷	حصے

نوٹ: یہ تقسیم اس وقت ہے جب کہ مرحوم کے دونوں لڑکوں کا انتقال والد کے بعد ہوا ہو، لڑکی کی موجودگی میں نواسے اور نواسیاں محروم ہوتے ہیں، دونوں لڑکوں کے انتقال کے وقت ان کے عصبات نہ ہوں تو بہن اور ماں کو بھی ان کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا۔

﴿۲۵۸۵﴾ بھتیجوں کو ملے گا یا نہیں؟

سوال: ایک خاتون کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، ان کے ورثاء میں تین لڑکیاں ہیں، ایک بھی لڑکا نہیں ہے، دوسرے ورثاء میں شوہر کے تین بھائی ہیں ان تینوں کا انتقال اس خاتون کے شوہر کے انتقال سے قبل ہو چکا تھا، اور ان کے ورثاء میں دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، دوسرے بھائی کے تین لڑکے ہیں، تیسرے بھائی کی کوئی اولاد نہیں ہے، دوسرے ورثاء میں مذکورہ خاتون کے شوہر کی ایک بہن بھی ہے، تو اب اس خاتون کی تینوں لڑکیوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور دوسرا وارث کون ہے؟ اور اسے کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم کے مال سے اول ان کے کفن و دفن کے درمیانی اخراجات ادا کئے جائیں گے اس کے بعد ان کا قرضہ ہو تو سب

قرضے ادا کئے جائیں گے اس کے بعد جو باقی رہے اس میں اگر وصیت کی ہو اور وہ معتبر ہو تو ثلث مال تک وصیت کے مطابق عمل کیا جائے اور پھر جو بچے اس کے کل ۲۷ حصے کئے جائیں گے، اور ان میں سے

مرحوم کی عورت کو ۹ حصے

اور ہر لڑکی کو ۱۶-۱۶ حصے

اور بہن کو ۱۵ حصے دیئے جائیں گے۔

بھتیجا اور بھتیجی محروم ہوں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۸۶﴾ بدکردار لڑکے کو محروم کرنا

سوال: زید کے تین لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، اس میں سے ایک لڑکا بدمعاش ہے، شرابی ہے، برا ہے، اس پر بہت روپے خرچ کئے، اس کا الگ پیشہ شروع کرایا پھر بھی وہ نہیں سدھرا، اس کو گھر سے الگ کر دیا، ہاں اس کے لڑکے کو یعنی زید کے پوتے کو زید نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے، اور تجارت میں شریک بنایا ہے۔

۱......زید نہیں چاہتا کہ اس کے اموال میں سے اس کے اس لڑکے کو کوئی حصہ ملے، اگر ملے تو بہت کم ملے۔

۲......زید اپنی حیات میں اپنے تمام اموال اپنی مرضی کے مطابق ورثاء میں تقسیم کر دینا چاہتا ہے، اگر اس میں کسی وارث کو کم دے اور کسی کو زیادہ دے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

۳......زید کے انتقال کے بعد اگر میراث تقسیم ہو گی تو اس میں تو سب ورثاء کو برابر کا حصہ ملے گا، لیکن حیات میں اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کر دے، اور اپنا مال گناہوں کے کام میں

خرچ نہ ہو اس نیت سے کسی لڑکے کو کم دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۴......زید نے ٹیکس وغیرہ سے بچنے کے لئے اپنی تجارت میں اپنے لڑکوں کو حصہ دار بنایا ہے، تو اب اس کے انتقال کے بعد اس کی کل جائداد میں میراث جاری ہوگی؟ یا جو جائداد و ملکیت صرف اسی کے نام کی ہے اسی میں اس کی میراث جاری ہوگی؟

۵......زید اپنے بڑے لڑکے (جو بری عادتوں والا ہے) کو نہ دے کر اس کے لڑکے یعنی اپنے پوتے کو دیدے تو اس میں کچھ حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

۱...... جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے اموال منقولہ وغیر منقولہ میں اسکے مسلمان ورثاء کا شرعی حصہ متعین ہو جاتا ہے، چاہے وہ نیک اور پرہیز گار ہوں یا شرابی کبابی بدکردار ہوں، نیز اگر مرحوم نے وصیت بھی کی ہو کہ فلاں لڑکے کو محروم رکھا جائے تو یہ وصیت بھی معتبر نہیں ہوگی، اس لئے اس لڑکے کو اپنا حصہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اسکا جو حصہ قرآن پاک میں بیان کیا ہے اس کے مطابق اسے ملے گا۔

۲......زید اگر اپنی حیات میں اپنی جائداد تقسیم کر دینا چاہتا ہے اور ورثاء کو بخشش میں دینا چاہتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، البتہ حیات میں دینے کی صورت میں لڑکے لڑکی ہر ایک کو برابر سرابر دینا ضروری ہے، کسی کو کم دینا اور کسی کو زیادہ دینا گناہ ہے۔

۳......البتہ اگر کوئی لڑکا شرابی، بری عادت والا ہے، ناجائز کاموں میں روپے برباد کرتا ہے اس وجہ سے اسے محروم رکھنا یا دوسروں سے کم دینا جائز ہے، اس وجہ سے ایسا کرنے سے گناہ نہیں ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ)

عالمگیری ۳۹۱/۴ میں ہے کہ اگر لڑکا فاسق و فاجر ہو تو ایک دن کے گذر بسر سے زیادہ رقم

اسے نہیں دینی چاہئے، اس لئے کہ زیادہ دینے کی صورت میں وہ اگر گناہ کے کاموں میں خرچ کرے گا تو یہ اس کے گناہ کے کام میں تعاون کرنے والا سمجھا جائے گا، آگے لکھا ہے کہ لڑکا اگر فاسق ہو اس وجہ سے اسے محروم کر کے دوسرے نیک کاموں میں روپے خرچ کر دے تو یہ بہتر کہلائے گا، اس لئے اپنا مال ایسے لڑکے کو نہ دے یا کم دے تو گناہ نہیں ہوگا۔

۴......مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کی ذاتی ملکیت کی اشیاء میں میراث جاری ہوگی، (مفید الوارثین) حالات کے پیش نظر کسی کا نام ساجھیداری میں لکھوایا ہو تو وہ مرحوم کی ذاتی ملکیت ہی سمجھی جائے گی اور اس میں میراث جاری ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم)

۵......اپنے لڑکے کو اس کی گناہوں والی زندگی کے سبب بخشش میں کچھ نہ دے اور اس کی جگہ پوتے کو دیدے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۸۷﴾ تقسیم میراث سے قبل اپنا حصہ بھانجی کو بخشش کرنا

سوال: زید کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے، ان سب کا نکاح ہو چکا ہے اور سب بال بچے والے ہیں، لڑکی کے یہاں ایک لڑکی ہوئی، پھر بیماری کی وجہ سے اس کی ماں کا انتقال ہو گیا، اور ان بچوں کے بھی بچے ہو گئے، پھر مورث اعلیٰ زید کا انتقال ہو گیا اس کی زمین اور مکان کی سرکاری دفتر میں تقسیم نہیں ہوئی ہے، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ سب سے چھوٹا لڑکا اپنی مرحومہ بہن کی لڑکی کو (بھانجی کو) نانا کی زمین یا گھر میں سے کچھ بخشش دے سکتا ہے یا نہیں؟

بخشش نامہ بناتے وقت پانچ لڑکوں میں سے دو لڑکے اور تین لڑکوں کی اولاد حیات تھی، اس میں سے بخشش نامہ پر کسی کی دستخط نہیں ہے، صرف چھوٹے لڑکے کی دستخط ہے، اس طرح تیار کیا گیا بخشش نامہ شرعی نقطہ نظر سے معتبر ہے یا نہیں؟

اس قصہ میں اگر پانچ لڑکوں میں میراث جاری ہو لیکن سرکاری دفتر میں تقسیم نہ کی ہو تو یہ چھوٹا لڑکا بقیہ لڑکوں اور پوتوں کی دستخط کے بغیر زمین اور مکان بھانجی کو بخشش میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

نانا کے انتقال کے بعد نانا کی زمین میں سے کچھ زمین بھانجی کو بخشش میں دینا صحیح ہے؟ اگر دوسرے ورثاء کی اجازت نہ ہو اور صرف چھوٹا لڑکا اپنی مرضی سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کی رو سے ملکیت کے حقیقی ورثاء کون ہیں؟ چچازاد بھائی یا بھانجی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ مکان اور زمین کے مالک پانچ لڑکے اور لڑکی کا والد ہے، اور جب زید کا انتقال ہوا تو اس کے ورثاء میں صرف پانچ لڑکے حیات تھے اور ایک لڑکی والد کی حیات میں انتقال کرگئی تھی اس لئے وہ وارث نہیں بنتی، اس لئے یہ ملکیت پانچ لڑکوں میں مساوی طور پر تقسیم ہوگی، تقسیم میراث سے قبل یا مشترک ملکیت میں سے اپنا حصہ علیحدہ کرنے سے قبل کسی اور کو اپنا حصہ بخشش کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر شرعی شہادت سے یہ ثابت ہو جائے کہ والد کے انتقال کے بعد ورثاء نے شرعی طریقہ کے مطابق میراث تقسیم کردی تھی تو جو زمین اور مکان اس کے حصہ میں آیا تھا وہ اس کا خود مختار اور ذمہ دار ہے، اور اس میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا کلی اختیار رکھتا ہے، اس صورت میں اس کا اپنے بھائیوں یا لڑکوں کی اجازت لینا بھی ضروری نہیں ہے، سرکاری دفتر میں نام تبدیل نہ کروانے سے مسئلہ میں فرق نہیں آتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں مذکورہ صورت صحیح ہو تو مذکورہ زمین، مکان کے حقدار مرحوم کے لڑکے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء حقیقی حقدار ہیں، بھانجی کے لئے جو بخشش نامہ تیار کروایا ہے وہ معتبر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۸۸﴾ دوسرا نکاح کر لینے سے شوہر کی جائداد سے بیوی کا حصہ ختم نہیں ہوتا۔

سوال: میرے والد صاحب کا ۱۹۵۸ء میں انتقال ہو گیا، اس وقت میری عمر تقریباً ڈیڑھ سال کی تھی، میرے والد کے انتقال کرتے ہی میری والدہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، جس کی وجہ سے میری والدہ عدت ختم کئے بغیر ہی مجھے اور میرے بڑے بھائی کو لے کر اپنی ماں کے گھر آ گئی، ماں کے گھر بھی مصیبتیں کم نہ ہوئیں تو ۱۹۶۰ میں میری والدہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ میرے والد کی جائداد اور گھریلو چیزوں میں میری والدہ کا کوئی حق اور حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟ میرے والد کی ۲۰ سے ۲۵ بیگہ زمین سرکاری قانون کی وجہ سے ہاتھ سے نکل گئی ہے اس کے روپے سرکاری ٹریزری (خزانہ) میں جمع ہیں، تو ان روپیوں میں میری ماں کا کوئی حق حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کے والد کی ملکیت اور روپیوں میں آپ کی والدہ کا حق اور حصہ ہے، اور وہ آنی انہیں ملے گی، دوسرا نکاح کرنے سے ان کا حق ختم نہیں ہوتا۔

﴿۲۵۸۹﴾ مہر میں میراث کا مسئلہ

سوال: طیبہ کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثاء میں شوہر سعید، والدہ خدیجہ، بھائی محمد شفیع اور دو بہنیں فریدہ اور مریم اور ایک علاتی بہن آمنہ حیات ہیں۔

شوہر نے اب تک مہر ادا نہیں کیا ہے، جو ایک سو ستائیس روپے اور پچاس پیسے ہے، اور پانچ بیگہ زمین ہے اور طیبہ نے مرتے وقت وصیت بھی کی تھی، تو اب از روئے شریعت اس مسئلہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم کے کفن و دفن اور قرض کی ادائے گی کے بعد مابقیہ مال کے ثلث میں میت کی وصیت نافذ کی جائے گی، اس کے بعد جو مال بچے اس کے ۱۲ حصے کئے جائیں گے۔ اور

مرحومہ کے شوہر سعید کو	۶	حصے	اور مہر میں سے ۷۵:۶۳ پیسے
مرحومہ کی ماں خدیجہ کو	۲	حصے	اور مہر میں سے ۲۵:۲۱ پیسے
مرحومہ کے بھائی محمد شفیع کو	۲	حصے	اور مہر میں سے ۲۵:۲۱ پیسے
مرحومہ کی بہن فریدہ کو	۱	حصہ	اور مہر میں سے ۱۲:۱۰ پیسے

مہر میں سے ایک پیسہ بچے گا جو آپس میں سمجھ لیا جائے، اور علاتی بہن محروم ہوگی۔

﴿۲۵۹۰﴾ ناجائز اولاد کو حصہ نہیں ملے گا۔

سوال: انڈیا سے افریقہ تجارت و کاروبار کی نیت سے جانے والے اپنی بیویوں کو انڈیا میں چھوڑ جاتے ہیں اور وہاں افریقہ جا کر کسی کو عورت اور باندی بنا کر اس کے ساتھ رہتے ہیں، ایسے ہی ایک قصہ میں ایک شخص انڈیا سے افریقہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر گیا اور افریقہ جا کر ایک افریقن لڑکی کو عورت اور باندی بنالیا اور اس کے ساتھ رہتا تھا، اس افریقن لڑکی سے اسے ایک لڑکا ہے، اب یہ افریقن عورت اس کے لڑکے کے لئے اس کے والد کی میراث سے حصہ مانگتی ہے تو اس کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہ لڑکی طائفہ کہلائے گی، شریعت میں جسے باندی کہتے ہیں اس کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، اس لئے ایسے بغیر نکاح والی اولاد کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا، منکوحہ بیوی کا لڑکا حقدار بنے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۹۱﴾ وارث کومحروم کرنے کی نیت سے متبنیٰ لڑکے کوزندگی میں کل جائداد ہبہ کر دینا

سوال: زید نے ایک لڑکے کو گود لیا ہے تو زید کے انتقال کے بعد یہ لڑکا اس کے مال کا وارث بنے گا یا نہیں؟ اور اگر زید اپنی حیات میں اپنی تمام جائداد اس کو ہبہ کر دے تو یہ لڑکا اسکا مالک بنے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت نے اولاد کو جو میراث میں سے حصہ دیا ہے اس کے لئے اس اولاد کا نسبی اولاد ہونا ضروری ہے، اس لئے متبنیٰ بیٹے کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ (سراجی)

متبنیٰ لڑکے کو اپنی حیات اور تندرستی میں تمام جائداد ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں دیدینے سے یہ لڑکا اس کا مالک بن جائے گا، اور ہبہ تام ہو جائے گا، لیکن شریعت نے جن کو وارث بنایا ہے ان کو محروم کرنے کی نیت سے یہ ہبہ کیا ہے تو ایسا کرنے سے زید گنہگار ہوگا۔

﴿۲۵۹۲﴾ چار لڑکے اور چار لڑکیوں میں میراث کی تقسیم

سوال: ایک شخص کے انتقال کے وقت اس کے چار لڑکے اور چار لڑکیاں حیات تھیں، اب ان کے مابین میراث کس طرح تقسیم کی جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مرحوم کا ترکہ بعد ادائے گی حقوق مقدم علی الارث ۱۲ حصص کئے جائیں۔ اور مرحوم کے ہر لڑکے کو دو دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

﴿۲۵۹۳﴾ کلالہ کا مطلب اور اس کی میراث کی تقسیم، زوجہ کو ربع دینے کے بعد کل مال میں وصیت کا نفاذ

سوال: سلیمان کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثاء میں کوئی نہیں ہے، مثلاً: لڑکا، لڑکی، پوتا،

نواسا، والدین، بھائی، بہن، چچا، چچی، ماموں، ممانی وغیرہ کوئی بھی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے، مرحوم کے انتقال سے ۲۲ دن قبل مرحوم نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر اپنے نکاح سے جدا کر دیا تھا، جس کا قصہ یہ ہے کہ

مرحوم کے انتقال سے دس گیارہ ماہ قبل میاں بیوی کے بیچ جھگڑا ہوا اور مار پیٹ ہوئی اور بیوی اپنے پہلے والے شوہر کی لڑکی کے گھر رہنے چلی گئی، اس کے بعد اڑوس پڑوس والے اور عورت کے رشتہ داروں نے بہت سمجھایا لیکن مرحوم بیوی کو بلانے یا وہ آجائے تو اسے رکھنے پر راضی نہیں ہوئے، ان گیارہ مہینوں میں مرحوم کی دیکھ بھال مرحوم کی سوتیلی لڑکی یعنی ان کی بیوی کے پہلے والے شوہر کی لڑکی کرتی رہی، اور کھانا پینا سوتیلی لڑکی اور اس کا شوہر بھیجتے رہے، لیکن انتقال کے ڈیڑھ مہینہ قبل سوتیلی لڑکی اور اس کے شوہر کے ساتھ بھی کچھ ان بن ہوگئی، اور مرحوم کا کھانا پینا جو سوتیلی لڑکی کے یہاں سے آتا تھا اس کے قبول کرنے اور لینے سے انکار کر دیا، اور سوتیلی لڑکی کے ساتھ بھی تعلق ختم ہوگیا۔

اس کے بعد مرحوم کی طبیعت خراب ہوتی گئی، اور اخیر میں سخت بیماری میں گرفتار ہوگئے، اور مرحوم نے جماعت کی کمیٹی کے اراکین کو ملنے کے لئے بلایا، کمیٹی کے اراکین یہ سمجھ کر ملنے گئے کہ بیمار ہیں، ضعیف ہیں، شاید کچھ وصیت کرنا چاہتے ہوں گے یا کچھ مدد کے ارادہ سے بلایا ہوگا، کمیٹی کے چھ اشخاص عشاء کی نماز کے بعد ان کے گھر گئے، اور وہاں جو بات چیت ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

میری جو زمین ہے یہ حقیقت میں مجھے میرے والد کی طرف سے ملی ہے، میری محنت کی نہیں ہے، میرے آخری وقت میں وہ زمین میں مسلم جماعت کو دیتا ہوں، جس کا استعمال مسجد اور

مدرسہ کے انتظامی خرچ کو پورا کرنے کے لئے اور میرے والدین کے ایصال ثواب کی نیت سے دیتا ہوں، (یہ الفاظ مرحوم نے کمیٹی کے چھ اشخاص کے سامنے کہے تھے)

اس کے بعد کمیٹی کے اراکین نے مرحوم سے پوچھا کہ: زمین کس کے نام پر ہے؟ تو کہا کہ تین ثلث حصہ کی زمین ان کی بیوی کے نام پر ہے اور ربع زمین میرے اپنے نام پر ہے۔ اس کے بعد کمیٹی کے اراکین نے ان سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ آپ کی بات مسلم جماعت کے سامنے رکھیں گے اور اس کی یادداشت کمیٹی کے اراکین نے اپنے دفتر میں درج کر لی ہے، اس کے بعد دوسرا کوئی کام نہ ہونے کی وجہ سے مرحوم کے پاس سے کمیٹی کے اراکین واپس جانے لگے تو مرحوم یکایک بول اٹھے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، یہ سن کر کمیٹی کے اراکین متحیر و ششدر رہ گئے، رات کا وقت تھا، اور مرحوم ضعیف و بیمار تھے، اس لئے اس وقت کمیٹی کے اراکین کوئی فیصلہ نہ کر سکے، لیکن اس کے کچھ دنوں کے بعد مرحوم کے پاس جا کر بات چیت کر کے مہر اور عدت خرچ کی بات کر لی اور معاملہ صاف کر لیا، اس کے ۲۲ دن بعد مرحوم کا انتقال ہو گیا۔

اب جس بیوی کو انہوں نے طلاق دی ہے ان کا کہنا ہے کہ میرے والدین کا مکان بیچا گیا تھا اس کے روپے آئے تھے وہ روپے مرحوم نے خرچ کر ڈالے، وہ روپے مجھے واپس ملنے چاہئے، اس کے متعلق مرحوم سے ان کی حیات میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جب وہ مکان بیچا گیا تھا تو اس وقت میں افریقہ میں تھا، اس کے علاوہ عورت کا کہنا ہے کہ میرے والدین نے مجھے جو زیور دئے تھے وہ بھی مرحوم نے فروخت کر دئے تھے، اور ان زیورات کی وجہ سے بہت سی مرتبہ جھگڑے ہوئے ہیں اور آخری جھگڑا بھی اسی زیور کے سبب ہوا تھا، میں نے اپنا نجی زیور دینے سے انکار کیا اس لئے مجھے مارا، اس لئے مجھے میرے زیورات یا ان

کی قیمت ملنی چاہئے۔

دوسری طرف یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ سلیمان کی ساس (یعنی بیوی کی ماں) نے یہ زیور اور مکان دونوں یعنی بیٹی، داماد کو اس شرط پر دئے تھے کہ وہ دونوں بوڑھی کو مرنے تک کھلاتے پلاتے رہیں گے، اس میں صحیح کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے یہ جاننا یا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ مرحوم اور اس کی بیوی کا تعلق ۳۵ سے ۴۰ سال پُرانے تھے، اور اس وقت جو لوگ حاضر تھے وہ بھی موجود نہیں ہیں، اور اس پر کوئی گواہ یا تحریر بھی نہیں ہے۔

ان حالات و تفصیل لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل سوالات کا حل مطلوب ہے:

۱......زمین کے متعلق جو وصیت کی اس پر عمل کس طرح کیا جائے؟

۲......مرحوم نے بیماری میں تین طلاق دی ہے، اور ۲۲ دن بعد اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا ہے، تو کیا یہ مرض الموت کی طلاق کہلائے گی؟ اور کیا اس طلاق کا اعتبار ہوگا؟

۳......مرض الموت کی طلاق ثابت ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟

۴......مرحوم کی بیوی عدت میں تھی، اور شوہر کا انتقال ہو گیا، اس حالت میں تین طلاق ملنے کے بعد بھی عورت کو میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

۵......اگر بیوی کو میراث میں سے حصہ ملے گا، تو یہ حصہ کتنا ہے؟ اس لئے کہ مرحوم کے اس سے قبل تین نکاح ہو چکے ہیں اور مرحوم کی کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، یہ چوتھی مرتبہ کا نکاح تھا اور اس سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی، صرف اس چوتھی بیوی کو پہلے والے شوہر سے ایک لڑکی تھی۔

۶......کیا اس سوتیلی لڑکی کو سوتیلے باپ کی میراث میں سے کوئی حصہ ملے گا؟

۷......عورت طلاق کی عدت گذار رہی ہے، اب طلاق دینے والے شوہر کا انتقال ہوا ہے،

تو عورت موت کی عدت گذارے گی یا طلاق کی عدت جاری رہے گی؟

۸......قرآن پاک میں ورثاء اوران کے شرعی حصوں کے بیان میں کلالہ کا لفظ آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اور یہ لفظ مرحوم پر صادق آتا ہے یا نہیں؟

۹......بیوی اپنی اشیاء اور زیور کا مطالبہ کر رہی ہے، اس کا کیا کیا جائے؟ البتہ اس معاملہ میں مرحوم کی کوئی تحریر یا وصیت نہیں ہے، تو اس کا حل کس طرح کیا جائے؟

۱۰......مرحوم نے انتقال سے قبل دو پڑوسی مردوں کے سامنے وصیت کی ہے کہ جس مکان میں وہ رہ رہے ہیں وہ مسجد، مدرسہ کو وقف کر دینا، تو اب یہ مکان مسجد، مدرسہ اپنے قبضہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟

۱۱......اور بیوی کی چیزیں اسے دیدی جائیں یا نہیں؟ اور باقی اموال کا کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرحوم سخت بیمار تھے، اور اسی بیماری کی حالت میں انہوں نے زمین وغیرہ مسجد اور مدرسہ کے انتظامی خرچ کے لئے وقف کر دی ہے، اور اسی مرض الموت میں انہوں نے اپنی بیوی کو بھی طلاق دیدی، اور عدت ختم ہونے سے قبل ان کا انتقال ہوگیا، ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح میں زوج فار کہتے ہیں، اس لئے اس کی مطلقہ بیوی کو اس کی میراث میں سے حصہ ملے گا، اور اولاد نہ ہونے کی وجہ سے کل مال کا ربع ملے گا۔

عورت کی عدت چار ماہ دس دن کی ہوگی، اور اگر ۱۳۰ دن میں تین حیض ختم نہ ہوں تو جتنی مدت میں تین حیض ختم ہوں اس وقت عدت ختم ہوئی سمجھی جائے گی، اور عورت کی ضعیفی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو چار ماہ دس دن پر عدت ختم ہوگی۔

اور انہیں دینے کے بعد جو مال بچ جائے تو چونکہ اس کا لینے والا کوئی اور وارث نہیں ہے اور

مرحوم نے وصیت کی ہے تو بقیہ مال مسجد اور مدرسہ کے استعمال میں لے سکتے ہیں۔

۱......اس زمین کا ربع حصہ بیوی کو میراث میں ملے گا،

۲...... یہ طلاق مرض الموت میں دی ہوئی سمجھی جائے گی۔

۳......طلاق ہو جائے گی، اور جس عدت میں ایام زیادہ ہوتے ہیں وہ عدت گذارنی ہوگی، اور بیوی ہونے کی حیثیت سے ترکہ میں سے ربع حصہ ملے گا۔

۴......شوہر نے اپنی مرضی سے اس بیماری میں طلاق دی ہو، عورت نے خود نہ مانگی ہو یا حاصل نہ کی ہو تو اس صورت میں عورت طلاق کے بعد بھی حقدار بنے گی۔

۵...... مرحوم کے ذاتی اموال منقولہ و غیر منقولہ سے مرحوم کے کفن و دفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد مابقیہ مال کا ربع ملے گا، سوتیلی لڑکی کو کچھ نہیں ملے گا۔

۶......میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔

۷......دونوں مدتوں میں سے جس مدت کے ایام زیادہ ہوں وہ عدت گذارنی ہوگی۔

۸......کلالہ کا معنی ضعیف و کمزور کے ہوتے ہیں، اور آیت میں کلالہ سے وہ شخص مراد ہے جس کے ورثاء میں اصول یعنی والدین ، دادا- دادی، پر داداپر دادی او پر تک اور فروع بیٹے- بیٹیاں، پوتے- پوتیاں، پر پوتے پر پوتیاں نیچے تک کوئی نہ ہو، (۱۳۶)

سوال میں مذکورہ شخص پر یہ تعریف صادق نہیں آتی، اس لئے کہ آپ نے لکھا ہے کہ اس کے بھائی بہن بھی نہیں ہیں۔

۹......شوہر نے اس کے زیور فروخت کر دئے ہیں، اس وقت دونوں ساتھ تھے اور بیوی نے یہ اشیاء قرض میں نہیں دی تھیں اس لئے اب بیوی کو شوہر کے مال سے واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

۱۰، ۱۱......ان کے جوابات اوپر آ چکے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۹۴﴾ لاوارث کی امانت کا کیا کیا جائے؟

سوال: ایک غریب شخص نے تھوڑے تھوڑے کر کے آٹھ ہزار روپے جمع کئے تھے اور ایک شخص کے پاس جمع کروائے تھے اور ممبئی سے حج کی ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے دو سال سے درخواست دی تھی لیکن منظور نہ ہوئی، اور تیسرے سال یہ شخص بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا، اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی ہے، اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ان روپیوں کا کیا کیا جائے؟ کیا کسی کار خیر میں یہ رقم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے کوئی وصیت نہیں کی، اور اس کے قریبی یا دور کے کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہیں، تو اب جس کے پاس یہ روپے امانت ہیں وہ مرحوم کے ایصال ثواب کی نیت سے کسی دینی کام میں خرچ کر سکتے ہیں۔ (شرح سراجی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۹۵﴾ لڑکیوں کی میراث سے وصول کرنے کی نیت سے ان کی شادی میں خرچہ کرنا

سوال: لڑکیوں کو شادی بیاہ کے موقع پر کپڑے اور زیور اس نیت سے بنا دینا کہ میراث میں سے ان کے حصہ سے وصول کر لیں گے تو اس طرح کرنا جائز ہے؟ اور ایسا کرنے سے قبل لڑکی سے اجازت لینی ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وارث کا حق مورث کے مال میں مورث کے انتقال کے بعد ثابت ہوتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں والد جب تک حیات ہے تب تک کسی

وارث کا میراث میں حق ثابت نہیں ہوتا، اسی لئے والد اپنی حیات میں اگر کوئی چیز دے تو یہ حق ارث نہیں ہے بلکہ ہبہ ہے، اس لئے سوال میں مذکورہ صورت صحیح نہیں ہے۔

﴿۲۵۹۶﴾ بھائی کا بہن کو حصہ نہ دینا

سوال: میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اور ورثاء میں میرے والد کی ہم دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، اور ہم دونوں بہنیں ہمارے بھائی کے ساتھ ہی رہتی تھیں، لیکن اب جدا ہو گئی ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا حصہ کتنا ہے؟ اور ہم ہمارا حصہ ہمارے بھائی سے لے سکتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر بھائی نہ دے تو کیا کرنا چاہیئے؟ اگر بھائی کا انتقال ہو جائے اور وہ ملکیت بھائی کے لڑکے کے پاس ہو تو اس میں سے ہمیں حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آپ کا سوال ناقص ہے، اول یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کے والد کے انتقال کے وقت ان کے ورثاء میں کون کون حیات تھے، والدہ حیات تھی یا نہیں؟ بھائی کے انتقال کے وقت کون کون ورثاء حیات تھے؟

والد کے انتقال کے بعد ان کی ملکیت میں لڑکیوں کا بھی حصہ لگتا ہے، اس لئے آپ کو آپ کے حصہ کے مطابق ضرور ملے گا، اور آپ اپنا حصہ اپنے بھائی سے اور اگر وہ حیات نہ ہو تو ان کے لڑکے سے بھی لے سکتی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۹۷﴾ کیا لڑکی کا حصہ دو آنی ہے؟

سوال: ایک والد کا بڑا لڑکا اپنے بچوں کے ساتھ والد سے اور دوسرے بھائی بہنوں سے جدا رہتا ہے، والد نے بڑے لڑکے کو چار ایکر زمین اور ایک مکان دیا ہے، بقیہ تین لڑکے اور ایک لڑکی والد کے ساتھ ہی رہتے ہیں، تو بقیہ لڑکوں کو بھی ان کا حصہ والد کی حیات میں

ہی مل جانا چاہئے یا نہیں؟ تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو، نیز یہ بھی سنا ہے کہ والد کی ملکیت سے لڑکیوں کا حصہ دو آنی ہوتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

اگر یہ صحیح ہے تو اب والد کی بقیہ جائداد سے تین لڑکے اور چار لڑکیوں کو کس طرح حصہ ملے گا؟ یہ شریعت کی روشنی میں بتا کر ممنون فرمائیں۔ فی الحال والد کے پاس اپنی ملکیت کی ۱۱۸ ایکر زمینیں ہیں، سولہ ایکر کھیت کی زمین ہے اور بقیہ بنجر زمین ہے، اور قیمت میں سب زمینیں یکساں ہے، نیز دومنزلہ مکان ہے، تو اب اس میں از روئے شرع تقسیم کس طرح ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ...... والد کی ملکیت میں لڑکیوں کا حصہ ہوتا ہے یہ صحیح ہے، اور قرآنی حکم سے یہ ثابت ہے، لیکن ان کا دو آنی حصہ ہوتا ہے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، ان کے ساتھ دوسرے کون کون وارثین ہیں انہیں دیکھ کر ان کا حصہ متعین کیا جاتا ہے، اگر وارث میں صرف ایک لڑکی ہو تو لڑکی کو نصف حصہ ملتا ہے اور دو لڑکیاں ہوں تو دو ثلث اور بھائی کے ساتھ ہو تو بھائی کو جو ملتا ہے اس کا نصف لڑکی کو ملتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دو آنی متعین کرنا کسی صورت میں صحیح نہیں ہے، جب تک والد حیات ہے وہاں تک میراث کا حق نہیں ملتا یا میراث جاری نہیں ہوتی، ان کے انتقال کے بعد جو ورثاء حیات ہوں گے انہیں میراث ملے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۵۹۸﴾ جہیز کی وجہ سے لڑکیوں کا حصہ میراث میں سے نہ دینا

سوال: میری بہنوں کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے، ہم چھ بھائی بہنوں میں میں سب سے بڑی میں ہوں، میری نگرانی میں میرے بھائیوں نے میراث تقسیم کی اس بات کو آٹھ سال ہو چکے ہیں، اب کچھ دنوں سے مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ مجھ سے کچھ ناانصافی ہوئی ہے،

کیا قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دینا پڑے گا؟ اب میرے لئے نجات کی کیا صورت ہے؟ میری مغفرت ہوگی یا نہیں؟

جس کی تفصیل یہ ہے کہ میرے والد کے انتقال کے وقت میرے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں، اور دو سال بعد میراث تقسیم ہوئی، اس وقت میرے چھوٹے بھائی کا انتقال ہو چکا تھا، اس لئے اس وقت دو ہی بھائی تھے اور تینوں بہنیں شادی شدہ ہیں، میں یہاں اور دو بہنیں کراچی میں ہیں۔

تقسیم میراث کے وقت والدہ اور بھائیوں نے مجھے اور میرے شوہر کو بڑے ہونے کی وجہ سے حاضری کے لئے بلایا تھا، میرے والد صاحب جو کچھ لکھ کر گئے تھے وہ سب کی حاضری میں پڑھ کر سنایا، لڑکیوں کو جہیز دیا تھا اس لئے ان کے متعلق کچھ نہیں لکھا تھا، تین بہنوں میں سے جس کا جہیز کم ہو اس کے لئے کچھ رقم دینے کے لئے لکھا تھا، ان کی تحریر کو ہم نے معتبر سمجھا۔

والدہ کو مستقبل میں کبھی لڑکوں کے ساتھ ناچاقی اور نا اتفاقی ہو اس کا خیال کر کے مکان، زمین اور کچھ چیزیں ان کے نام کی تھیں، اور بقیہ جائداد میں دونوں بھائیوں کا نصف نصف حصہ تھا، اس وقت والدہ نے کہا کہ تم تین بہنوں کا کیا؟

اس سوال سے میرے بڑے بھائی ناراض ہوگئے اور ماحول گرم ہونے کی وجہ سے میں نے کہا کہ میری جانب سے آپ کو معاف ہے، مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ والد صاحب نے جو دیا ہے وہ کافی ہے، تنگ اور گرم ماحول کی وجہ سے والدہ کو کہا کہ چھوٹی دو بہنوں کے سوال کو بھی فی الحال رہنے دو، وہ بھی کوئی سوال کرنے نہیں آئیں گی؟ اللہ نے انہیں بھی بہت کچھ دیا ہے، وہ اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں، اور کراچی میں ہونے کی وجہ سے زمین اور مکان کا حصہ کیسے ہو

سکتا ہے؟ اور اگر مانگے تو پھر تم جانو اور وہ جانیں؟

اب میری دونوں بہنوں کو تقسیم میراث کے وقت کچھ نہ دیا اور اس کے سبب مجھے بہت افسوس ہورہا ہے، وہ کہتی ہیں کہ آپ کو درمیان میں نہیں آنا چاہئے تھا، بڑی بہن ہونے کی وجہ سے وہ میری عزت کرتی ہیں، لیکن مجھے دل میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں، اور انہیں حصہ چاہئے تھا لیکن وہ اب کہہ نہیں سکتی۔

اس میں میرا گناہ کتنا؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ اگر انہیں معافی کے لئے خط لکھوں گی تو وہ شاید مجھے معاف بھی کردیں گی، لیکن کیا یہ دل سے معاف کرنا کہلائے گا؟ اور کیا اللہ کے یہاں مجھے اس کا جواب دینا پڑے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تقسیم میراث قرآن پاک کی واضح اور بین آیتوں سے ثابت ہے، اور اس میں ہر وارث کا حصہ بین طور پر بتا دیا گیا ہے، اس لئے حقداروں کو ان کا حق نہ دینا غصب اور ظلم کے حکم میں ہے، اور اس کے حق العبد ہونے کی وجہ سے جو ایسا کرے گا وہ بندہ اور خالق دونوں کا نافرمان کہلائے گا۔

اس سے نجات کی صورت یہ ہے کہ حق والوں کو ان کا حق دے دیا جائے، اور جو کوتاہی ہوئی اس سے سچے دل سے معافی مانگی جائے، اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم مصمم کیا جائے، اگر دنیا میں یہ حق ادا نہیں کیا تو آخرت میں نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا۔

صورت مسئولہ میں بہنیں بھی میراث کے پانے کا حق رکھتی ہیں، اور شرما شرمی میں مانگ نہیں سکتیں یا زبان سے کہہ نہ سکتی ہوں تو اس سے ان کا حق معاف نہیں ہوجاتا، اور والد نے ورثاء کے لئے کوئی وصیت لکھی ہو تو وہ وصیت معتبر نہیں ہے، اور جہیز دینے کی وجہ سے میراث سے محروم کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر محض اسی سبب سے والد نے انہیں میراث سے

محروم رکھنے کے لئے لکھا ہو تو اس سے وہ محروم نہیں ہوں گی اور اس کی وجہ سے والد صاحب گنہگار بھی ہونگے، تاہم لڑکیوں کو اپنا حصہ ملے گا۔

اور جس بھائی کا والد کے بعد انتقال ہوا ہے اس کا بھی میراث میں حصہ ہے اور اس کے ورثاء میں بھائی بہن ہی ہوں تو اس کا حصہ بھائی بہنوں میں تقسیم ہوگا۔

آپ کے سوال کے مطابق حسب ذیل طریقہ سے تقسیم ہوگی:

مرحوم کے کفن ودفن اور قرض کی ادائے گی کے بعد ما بقیہ مال کے ۲۱۶ حصے کئے جائیں، اور تینوں بھائی کو ۵۲ حصے اور ہر بہن کو ۲۶ حصے اور ماں کو ۳۴ حصے ملیں گے، اس لئے مندرجہ بالا طریقہ سے تقسیم کرنی چاہئے۔

آپ کے بھائیوں نے آپ کی دونوں بہنوں کا حق دبالیا ہے، اور آپ نے انہیں کہہ دیا ہے کہ اگر وہ مانگیں تو آپ جانوں اور وہ جانیں، اس لئے آپ بھائیوں کے ساتھ گناہ میں شریک نہیں ہیں۔

البتہ بڑی بہن ہونے کے ناطے آپ شرعی طریقہ کے مطابق میراث تقسیم کرنے پر زور دیتی تو شاید یہ صورت پیدا نہ ہوتی، تاہم آپ مکمل حقیقت بہنوں کو لکھ کر معاف کروالو تو آپ گنہگار نہیں ہوں گی، جب وہ دلی رضامندی سے معاف کرنے کا لکھ دیں تو اسے نہ ماننے کا کوئی سبب نہیں ہے، تب آپ کو بھی اسے صحیح سمجھ لینا چاہئے، اور غلط افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۵۹۹﴾ بنت (لڑکیوں) کی تین حالتیں

سوال: میرے علم کے مطابق اسلامی قانون میں یہ لکھا ہوا ہے کہ کسی بھی ملکیت میں سے

لڑکیوں کو ایک ربع مل سکتا ہے، چاہے ایک لڑکی ہو یا زیادہ۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ آج کل کوئی لڑکی اس مقدار سے نہیں لیتی ہے تو اس اسلامی قانون کے متعلق مجھے تفصیل سے معلومات فراہم کر کے مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں مذکورہ لڑکیوں کا حصہ صحیح نہیں ہے۔

لڑکی کو ایک صورت میں نصف حصہ ملتا ہے، اور وہ اس وقت ہے جب کہ لڑکی تنہا ہو اور مرنے والے کا کوئی لڑکا نہ ہو۔

دوسری صورت میں دو ثلث ملتا ہے اور وہ اس وقت ہے جب کہ لڑکیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں اور مرنے والے کا کوئی لڑکا نہ ہو۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ مرنے والے نے لڑکی کے ساتھ لڑکا بھی چھوڑا ہو تو لڑکی کو لڑکے کا نصف حصہ ملتا ہے۔

لڑکیوں کو میراث میں سے حصہ دینا ضروری ہے، اور ان کا لینا بھی ضروری ہے، اپنا حصہ وصول کرنے کے بعد وہ کسی اور کو اپنا حصہ ہبہ کر سکتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۰۰﴾ بیرون ملک ساکن لڑکے کے روپیوں سے والد نے یہاں جو زمین خریدی اس میں بہنوں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟

سوال: ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں، دو بھائی بیرون میں ہیں، اور دونوں بہنیں شادی شدہ ہیں، فی الحال چاروں بھائی والدین کے ساتھ رہ رہے ہیں، بیرون ملک سے ہم دو بھائیوں نے کچھ جائداد خریدنے کے لئے روپے بھیجے تھے اور سرکاری قاعدہ کی وجہ سے کسان کے نام پر ہی زمین خرید سکتے ہیں اس لئے والد کے نام زمین خریدی تھی تو بیرون

سے بھیجے ہوئے روپیوں سے خریدی ہوئی زمین میں بہنوں کو حصہ دینے کا ارادہ نہیں ہے، تو اس میں بہنوں کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے اپنے روپیوں سے جو جائداد خریدی یا خرید کروائی ہو اور سرکاری قاعدہ کی وجہ سے دوسرے کے نام پر خریدی تو صرف نام پر کرنے سے وہ جائداد ان کی نہیں ہو جاتی، وہ زمین آپ کی ملکیت ہی کہلائے گی، اس لئے اس ملکیت میں آپ بہنوں کا حصہ نہ رکھنا چاہیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن آپ والد کی خدمت کے لئے روپے بھیجتے ہوں اور والد نے اپنی طرف سے زمین خریدی ہو تو اب یہ ملکیت والد کی کہلائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۰۱﴾ تقسیم میراث کے اصول کو نہ ماننا

سوال: میری پھوپھی (میرے والد کی حقیقی بہن) نے مسلم سنی جماعت میں درخواست کی کہ میرے والد صاحب کی جائداد میں میرا بھی حق اور حصہ ہے، اور شرعی رو سے میرا جو بھی حق اور حصہ بنتا ہو وہ جماعت مجھے میرے بھائیوں سے دلوائے۔

جماعت کی کمیٹی نے اپنی میٹنگ بلوائی اور اس درخواست کے ذیل میں باتیں ہوئیں، اس پر میرے دونوں چچاؤں نے سخت اختلاف کیا، کہ ایسی درخواست پر جماعت توجہ دے گی تو دوسری بہت سی بہنیں حصہ مانگنے کے لئے کھڑی ہو جائیں گی، اور ایک چچا نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہم شریعت کا فیصلہ ماننے والے نہیں ہیں، ایسا کرنے کے باوجود کمیٹی نے ان کی اس گستاخی پر کوئی قدم نہیں اٹھایا، اور ان کی اس حرکت کو نظر انداز کر دیا۔ یہ افسوس کی بات ہے، بلکہ دونوں چچاؤں نے کمیٹی کے اراکین پر بہتان لگایا کہ تم نے ہماری بہن کو ایسا

کرنے کے لئے اکسایا ہے، تب کمیٹی نے اس معاملہ کو زیادہ سنگین مان کر اس پر کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ جماعت کی موجودگی میں جس شخص نے شریعت کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اس مسلمان پر شریعت کا کیا فتویٰ ہے؟ مسلم سنی جماعت شریعت کے احکام کا احترام کرانے کی پابند ہے، اسی جماعت کے سامنے کوئی انسان بے ادبی کرے تو اسے نظر انداز کرنے والے کمیٹی کے اراکین کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شریعت اسلام میں تقسیم میراث کے اصول اور احکام واضح اور بین طور پر بیان کر دئے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہن کو میراث میں سے حصہ ملے گا، اور یہ قرآن سے ثابت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہن کو جو حصہ دیا ہے وہ اسے دیدینا چاہئے، اگر یہاں نہیں دیا تو کل قیامت کے دن اللہ کے یہاں اس کا جواب دینا پڑے گا، اس لئے ان کا حق یہیں دیدینا ضروری ہے۔

شریعت کے فیصلہ کو نہ ماننا سخت گناہ کا کام ہے، انہیں توبہ کرنی چاہئے، اس سے ایمان کے خارج ہوجانے کا بھی خطرہ ہے۔ (شامی :۳، فتاویٰ دارالعلوم :۹۶) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰۲﴾ پوتے پوتیوں کا حصہ

سوال: محمد کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثاء میں ایک بیوہ (سلمہ) ایک لڑکی (حنیفہ) اور دو پوتے (عبد القادر، عبد الستار) اور ایک پوتی حیات ہیں، تو ان میں از روئے شریعت میراث کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

مرحوم نے انتقال سے دس سال قبل اپنی نصف سے بھی زائد جائداد اپنے پوتے، پوتی اور

بہو کو بخشش دے کر مالک بنا دیا تھا تو اب اس میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل صحیح ہوں تو مرحوم کے مال سے اول ان کے کفن و دفن کے درمیانی اخراجات ادا کئے جائیں اس کے بعد ان کا قرضہ ہو تو سب قرضے ادا کئے جائیں گے، اس کے بعد جو باقی رہے اس میں اگر وصیت کی ہو اور وہ معتبر ہو تو ثلث مال تک وصیت کے مطابق عمل کیا جائے اور پھر جو بچے اس کے کل ۴۰ حصص کئے جائیں گے، اور

مرحوم کی بیوہ سلمہ	کو	۵	حصے	
مرحوم کی لڑکی حنیفہ	کو	۲۰	حصے	
مرحوم کے پوتے عبدالقادر	کو	۶	حصے	
مرحوم کے پوتے عبدالستار	کو	۶	حصے	
مرحوم کی پوتی	کو	۳	حصے	ملیں گے۔

محمد نے انتقال سے دس سال قبل اپنی جو مال و جائداد پوتوں، پوتی اور بہو کو مالک بنا کر بخشش دیدی تھی اور اس پر سے اپنا قبضہ ختم کر دیا تھا، وہ سب پوتا پوتی اور بہو کا ہو گیا، مرحوم کے انتقال کے بعد اب اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، میراث صرف اسی مال میں جاری ہوگی جو مورث کے مرتے وقت اس کی ذاتی ملکیت میں تھی۔ (سراجی وغیرہ)

﴿۲۶۰۳﴾ علاتی بھائی بہن کو میراث سے حصہ

سوال: ایک بیوہ عورت کا انتقال ہو گیا، مرحومہ کی حقیقی کوئی اولاد نہیں ہے، مرحومہ کے والدین، دادا

دادی، نانا نانی وغیرہ تمام مرحوم سے قبل انتقال کر چکے ہیں، مرحوم کے کوئی حقیقی بھائی بہن یا علاتی بھائی بہن بھی نہیں ہے اور خالو خالہ یا پھوپھی بھی نہیں ہے، مرحوم کے حقیقی بھائی کا ایک لڑکا حیات ہے، مرحومہ کا ایک علاتی چچا زاد بھائی ہے اور علاتی بہنیں ہیں، یہ چچا زاد بھائی بہن دادا کی ہی اولاد ہیں، مرحومہ کی خالہ کی لڑکی بھی ہے تو ان میں سے کس کس کو حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورت مسئولہ میں تفصیل اگر صحیح ہو تو تقسیم میراث سے قبل کے جملہ حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد ما بقیہ مال کے کل پانچ حصے کئے جائیں گے اور علاتی بھائی کو دو حصے اور علاتی بہنوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ یعنی کل تین حصے دئے جائیں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰۴﴾ دو علاتی بہنیں، چار بھتیجے، پانچ بھتیجیوں میں میراث کی تقسیم

سوال: حوابی بی کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثاء میں دو علاتی بہن، چار بھتیجے اور پانچ بھتیجیاں ہیں، تو حوابی بی کی جائداد مذکورہ ورثاء میں کس تناسب سے تقسیم ہو گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورت مسئولہ میں حوابی بی کے کفن و دفن اور تقسیم میراث سے قبل کے جملہ حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۱۲ حصے کئے جائیں،

مرحومہ کی پہلی علاتی بہن کو ۴ حصے

مرحومہ کی دوسری علاتی بہن کو ۴ حصے

مرحومہ کے ہر بھتیجے کو ایک حصہ کے حساب سے چار بھتیجوں کو ۴ حصے

اور بھتیجیاں محروم ہوں گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰۵﴾ تین مورث کی تقسیم میراث

سوال: احمد کا انتقال ہوا اس وقت اس کے ورثاء میں اب، زوجہ، ایک بنت، دو اخ اور دو اخت علاتی تھیں،

اس کے بعد احمد کے بھائی یوسف کا انتقال ہو گیا، یوسف کے ورثاء میں چار ابن، ایک زوجہ، اب، ایک بنت اور ایک اخ تھے،

اس کے بعد اب کا انتقال ہو گیا، ان کے ورثاء میں دو زوجہ، ایک ابن اور دو بنت تھیں، تو اب کس کس کی کی جائداد میں سے کس کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم احمد بھائی کے کفن دفن اور تقسیم میراث سے قبل کے جملہ حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۲۴ حصے کئے جائیں گے اور

مرحوم کی زوجہ کو ۳ حصے

مرحوم کی بنت کو ۱۲ حصے

مرحوم کے اب کو ۹ حصے

اور دوسرے ورثاء محروم ہوں گے۔

اور مرحوم یوسف بھائی کے ترکہ سے اول ان کے کفن و دفن اور تقسیم میراث سے قبل کے جمیع حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۲۱۶ حصے کئے جائیں گے اور

مرحوم کے اب کو ۳۶ حصے

مرحوم کی زوجہ کو ۲۷ حصے

مرحوم کے ایک ابن کو ۳۴ حصے کے حساب سے

چار ابن کے ۱۳۶ حصے

مرحوم کی بنت کو ۱۷ حصے ملیں گے۔

مرحوم کا اخ محروم ہوگا،

اوراب کے ترکہ سے ان کے کفن دفن اور تقسیم میراث سے قبل کے جمیع حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۳۲ حصے کئے جائیں گے اور

مرحوم کی ایک زوجہ کو ۲ حصے کے حساب سے

دو زوجہ کو ۴ حصے

مرحوم کے ابن کو ۱۴ حصے

مرحوم کی ایک بنت کو ۷ حصے کے حساب سے

دو بنت کو ۱۴ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰۶﴾ ایک زوجہ، ایک ابن، ایک بنت میں میراث کی تقسیم

سوال: احمد کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک لڑکا، اور ایک لڑکی ہے، تو شرعی قاعدہ کے مطابق ان میں میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مرحوم کے اموال منقولہ وغیر منقولہ میں سے اول ان کے کفن ودفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرض ادا کیا

جائے اس کے بعد جو مال بچے اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت وارث کے علاوہ کے لئے کی

ہوتو اس کے ثلث سے اس وصیت پر عمل کیا جائے اس کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۲۴ حصے کئے جائیں گے، اور

مرحوم کی بیوی کو ۳ حصے

مرحوم کے لڑکے کو ۱۴ حصے

مرحوم کی لڑکی کو ۷ حصے دئے جائیں۔

نوٹ: بیوی کی مہر اب تک ادا نہ کی ہو اور اس نے معاف بھی نہ کی ہو تو یہ بھی قرض ہی سمجھی جائے گی اور قرض ادا کرنے کے بعد میراث کی تقسیم ہوگی۔ (سراجی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰۷﴾ ایک زوجہ، ایک ابن، ایک اخت میں میراث کی تقسیم

سوال: آج سے تین سال قبل زید کا انتقال ہو گیا، زید نے ترکہ میں ایک مکان چھوڑا ہے، اس کے ورثاء میں ایک زوجہ، ایک ابن اور ایک اخت حیات ہیں، تو مذکورہ ورثاء میں زید کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں زید کے ترکہ سے اولاً اس کے کفن ودفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرض ادا کیا جائے، بیوی کی مہر اب تک ادا نہ کی ہو تو وہ بھی قرض ہی سمجھی جائے گی اور تقسیم میراث سے قبل مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کی جائے گی، اسکے بعد جو مال بچے اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت وارث کے علاوہ کے لئے کی ہو تو اس کے ثلث سے اس وصیت پر عمل کیا جائے گا۔اس کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۸ حصے کئے جائیں گے، اور

مرحوم کی زوجہ کو ۱ حصہ

مرحوم کے ابن کو ۷ حصے ملیں گے۔

اور اخت محروم ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۰۸﴾ ایک زوجہ، چار بنات میں میراث کی تقسیم

سوال: زید کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، چار لڑکیاں ہیں، تو مرحوم کی ملکیت سے کس کس وارث کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ نیز نواسے نواسیوں کو بھی میراث میں سے حصے ملیں گے یا نہیں؟ زید کے چچا زاد بھائی اور ان کی اولاد حیات ہے، انہیں میراث میں سے کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں مرحوم کے ترکہ سے اول اس کے کفن ودفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرض ادا کیا جائے گا، بیوی کی مہر اب تک ادا نہ کی ہو تو وہ بھی قرض ہی سمجھی جائے گی اور تقسیم میراث سے قبل مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کی جائے گی، اس کے بعد جو مال بچے اور مرحوم نے کوئی جائز وصیت وارث کے علاوہ کے لئے کی ہو تو اس کے ثلث میں سے اس وصیت پر عمل کیا جائے اس کے بعد جو مال بچے اس کے کل ۲۴ حصے کئے جائیں گے، اور

مرحوم کی بیوہ کو ۳ حصے

ایک لڑکی کو ۴ حصے کے حساب سے چار لڑکیوں کو ۱۶ حصے

اور بقیہ پانچ حصے چچا زاد بھائیوں کو ملیں گے، اور سوال میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ عصبات میں سے کون وارث حیات ہے اگر ایک ہی چچا زاد بھائی ہو تو پانچوں حصے اسے ہی ملیں گے، اور چچازاد بھائیوں

کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا، اور نواسے نواسیاں ذوی الارحام ہونے کے سبب وہ بھی محروم ہوں گے۔ (سراجی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۰۹﴾ دولڑکے، چھ لڑکیوں میں میراث کی تقسیم

سوال: زیداوراس کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی اولاد میں دولڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں، تو ہرایک کو کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مرحوم کے کفن ودفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرضہ ہوتو سب قرضے ادا کئے جائیں گے، اس کے بعد جو مال بچے اس میں اگر وصیت کی ہو اور وہ معتبر ہوتو ثلث مال تک وصیت کے مطابق عمل کیا جائے گا اور پھر جو بچے اس کے ۱۰ حصے کئے جائیں گے اور ہر لڑکے کو دو حصوں کے حساب سے دولڑکے کو چار حصے اور ہرلڑکی کو ایک ایک حصہ کے حساب سے چھ لڑکیوں کو چھ حصے ملیں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۱۰﴾ ایک لڑکی، ایک بہن میں میراث کی تقسیم

سوال: ولی محمد کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے ورثاء میں ایک لڑکی اور ایک بہن ہے، اصول اور فروع کوئی نہیں ہیں تو ان دونوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ولی محمد کے کفن ودفن وحقوق مقدم علی الارث کی ادائے گی کے بعد جو مال بچے اس کے دو حصے کئے جائیں گے اور لڑکی کو ایک حصہ اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

ولی محمد کے انتقال کے وقت اس کی بیوی حیات ہوتو جواب بدل جائے گا۔

﴿۲۶۱۱﴾ دو بیوی، چھ لڑکے، پانچ لڑکیوں میں ۱۶۰۰۰ کی تقسیم

سوال: میرے مرحوم والد صاحب ۱۶۰۰۰ روپے چھوڑ گئے ہیں، اور ورثاء میں ایک سوتیلی والدہ، دو بیویاں، چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، تو ہر ایک کے حصہ میں کتنے روپے آئیں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مرحوم کے کفن ودفن وحقوق مقدم علی الارث کی ادائے گی کے بعد ایک بیوہ کو ایک ہزار روپے کے حساب سے دو بیوہ کو دو ہزار روپے، ایک لڑکے کو ۰۷:۱۶۴۷ کے حساب سے چھ لڑکوں کو ۹۸۸۲:۳۶ اور ایک لڑکی کو ۸۲۳:۵۳ روپے کے حساب سے پانچ لڑکیوں کو ۴۱۱۷:۶۵ روپے ملیں گے، جس کا میزان ۱۶۰۰۰:۰۱ ہوگا، یعنی حساب میں ایک پیسہ بڑھ گیا، اسے آپس میں سمجھ لیا جائے، ورثاء میں سے کوئی ایک ایک پیسہ برضا ورغبت چھوڑ دے تو صحیح ہے، مرحوم کی سوتیلی والدہ محروم ہوگی۔
نوٹ: بیوی کی مہر اب تک ادا نہ کی ہو اور اس نے معاف بھی نہ کی ہو تو یہ بھی قرض ہی سمجھی جائے گی اور قرض ادا کرنے کے بعد میراث کی تقسیم ہوگی۔ (سراجی)

﴿۲۶۱۲﴾ شوہر، دو حقیقی بہنیں، پانچ لڑکے دو لڑکیوں میں میراث کی تقسیم

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ۱۴۰ ایکر زمین بخشش میں دیدی ہے، اور اب بیوی کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے ورثاء میں شوہر، دو حقیقی بہنیں، پانچ لڑکے، دو لڑکیاں ہیں، تو ہر وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مرحوم کے کفن ودفن اور حقوق مقدم علی الارث کی ادائے گی کے بعد کل جائداد کے ۴۸ حصے کئے جائیں گے، اور ۱۲ حصے شوہر کو،

ایک لڑکے کو چھ حصے کے حساب سے پانچ لڑکوں کو تیس حصے اور ایک لڑکی کو تین حصے کے حساب سے دو لڑکیوں کو چھ حصے ملیں گے، اور بہن محروم ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۱۳﴾ تین لڑکیاں، ایک لڑکے میں میراث کی تقسیم

سوال: ہاشم کی پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا، اولاد میں ایک لڑکا دو لڑکی حیات ہیں، اس کے بعد ہاشم کا تقریباً ۱۹۵۷ء میں انتقال ہوگیا، اس کے بعد دوسری بیوی کا تقریباً ۱۹۶۹ء میں انتقال ہوا، اب زندہ ورثاء میں سے پہلی بیوی کی ایک لڑکی، دوسری بیوی کی اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں حیات ہیں، تو مذکورہ ورثاء میں سے کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم ہاشم بھائی کے ترکہ سے کفن ودفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرضہ ہوتو سب قرضے ادا کئے جائیں، اس کے بعد جو مال بچے اس میں اگر وصیت کی ہو اور وہ معتبر ہو تو ثلث مال تک وصیت کے مطابق عمل کیا جائے گا اور پھر جو بچے اس کے ۴۰ حصے کئے جائیں گے، اور مرحوم کی بیوی کو ۵ حصے، لڑکے کو ۱۴ حصے، اور ایک لڑکی کو سات حصے کے حساب سے تین لڑکیوں کو ۲۱ حصے ملیں گے۔

مرحوم کی ایک بیوی کا انتقال ۱۹۶۹ میں ہوا، اسے جو پانچ حصے ملے ہیں ان کو اس کے ورثاء میں تقسیم کردیا جائے، اس کے ورثاء میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہی ہوتو کل چار حصے کر کے دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۱۴﴾ ایک بیوی، ایک بھائی، ایک بہن، نواسی اور بھتیجوں میں میراث کی تقسیم

سوال: زید کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی ہے، مرحوم کی کوئی اولاد نہیں ہے،

نواسی، ایک حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن ہے، ایک حقیقی بھائی اور ایک حقیقی بہن کا ان سے پہلے انتقال ہو گیا، ان کی اولاد حیات ہے، تو از روئے شریعت کن کن ورثاء کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم کے ترکہ میں سے کفن و دفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرضہ ہو تو سب قرضے ادا کئے جائیں، اس کے بعد جو مال بچے اس میں اگر وصیت کی ہو اور وہ معتبر ہو تو ثلث مال تک وصیت کے مطابق عمل کیا جائے گا اور پھر جو بچے اس کے ۴ حصے کئے جائیں گے، اور مرحوم کی بیوہ کو ایک حصہ، ایک بھائی کو دو حصے اور ایک بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ مرحوم کے بھتیجے اور نواسے محروم ہوں گے۔ بیوی کی مہر اب تک ادا نہ کی ہو اور اس نے معاف بھی نہ کی ہو تو یہ بھی قرض ہی سمجھی جائے گی اور قرض ادا کرنے کے بعد میراث کی تقسیم ہوگی۔ (سراجی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۱۵﴾ ایک بیوی، دو بہن، ایک بھتیجے میں میراث کی تقسیم

سوال: اسماعیل کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، دو بہن، ایک بھتیجا اور ایک نواسی حیات ہے، تو شرع محمدی کے مطابق ملکیت کی تقسیم کیسے ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم کے ترکہ سے کفن و دفن کے درمیانی اخراجات ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے مرحوم کا قرضہ ہو تو سب قرضے ادا کئے جائیں، اس کے بعد جو مال بچے اس میں اگر وصیت کی ہو اور وہ معتبر ہو تو ثلث مال تک وصیت کے مطابق عمل کیا جائے گا اور پھر جو بچے اس کے ۱۲ حصے کئے جائیں

گے، اورمرحوم کی بیوہ کو ۳ حصے، ایک بہن کو چار حصے کے حساب سے دو بہن کو آٹھ حصے اور ایک بھتیجے کو ایک حصہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۱۶﴾ عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں۔

سوال: عبدالقادر کے انتقال کے وقت اس کے چار لڑکے اور ایک لڑکی حیات تھی، عبدالقادر کی ملکیت اس کے چار لڑکوں اور ایک لڑکی کے مابین تقسیم کرنی تھی، عبدالقادر کے دو لڑکے حاجی میاں اور فرید میاں کی کوئی اولاد نہ ہونے کے سبب ملکیت قاسم میاں اور شیخو میاں اور قمرالنساء کے مابین تقسیم ہوئی۔

شفیع میاں کا انتقال ۱۹۷۰ میں ہوا، ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، توان کی جائداد کس طرح تقسیم کی جائے؟

شفیع میاں کے چچا شیخو میاں کے ۸ لڑکے اور چار لڑکیاں حیات ہیں، شفیع میاں کی پھوپھی قمرالنساء کے دو لڑکے اور ایک لڑکی حیات ہے، مذکورہ تفصیل کی روشنی میں شفیع میاں کی جائداد کس کس کو ملے گی اور کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: سوال میں مذکورہ حقیقت اگر صحیح ہو تو مرحوم شفیع میاں کے کفن ودفن اور حقوق مقدم علی الارث (قرض، وصیت وغیرہ) کی ادائے گی کے بعد جو مال بچے وہ شفیع میاں کے آٹھوں چچاؤں کے درمیان مساوی حصوں سے تقسیم ہوگا، اس لئے کہ وہ عصبات ہیں، اور عصبات کے ہوتے ہوئے، چچازاد بہنیں، پھوپھی زاد بھائی وغیرہ محروم ہوتے ہیں، اس لئے انہیں کچھ نہیں ملے گا۔ (سراجی) فقط واللہ تعالی اعلم

میراث کے مسائل شتّٰی

﴿۲۶۱۷﴾ سکوں کا وارث کون؟

سوال: ایک مکان نیا بنانے کے لئے پائے ڈالنے کے لئے کھودا، تو اس میں سے چاندی کے سکے نکلے، اس مکان کی دادی اماں کا پچاس سال قبل انتقال ہو چکا ہے، انہوں نے یہ روپے دفن کئے تھے، جو فی الحال ہاتھ آئے ہیں، تو پوچھنا یہ ہے کہ ان روپیوں کا حقدار کون ہے؟ کیا یہ روپے مسجد کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... یہ مکان کسی کی ملکیت ہے، اور اس مکان کا پایا کھودتے ہوئے سکے نکلے ہیں اور دفن کرنے والی ذات دادی اماں ہے، جب یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے تو یہ سکے پانے والے کی ملک نہیں کہلائیں گے بلکہ اس کے حقیقی مالک مرحوم دادی اماں ہی کی ملک کہلائیں گے، اور ان کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے ان کے شرعی ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوں گے، اور بغیر اجازت ورثاء مسجد میں استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ سراجیہ: ۱۶۴، بحر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۱۸﴾ سوتیلی لڑکی اور سوتیلی بہن کو میراث میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال: میری دادی اماں کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی صرف ایک اولاد یعنی میرے والد صاحب ہی تھے، میرے دادا نے دوسرا نکاح کیا تھا، جس کے ساتھ نکاح کیا اسے پہلے والے شوہر سے ایک لڑکی تھی، جو میرے والد کی سوتیلی بہن ہوئی، میرے دادا کی میرے والد کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ میرے دادا کا انتقال ہو چکا ہے، میرے دادا کی مال وجائداد میں سے میرے والد کو اور ان کی سوتیلی بہن کو کتنا حصہ ملے گا؟

اس کے بعد میرے والد صاحب کا بھی انتقال ہوگیا، ورثاء میں میری والدہ، ہم دو بھائی اور بہنیں ہیں، تو میرے والد کی مال و جائداد میں سے میری سوتیلی پھوپھی کو کچھ حصہ ملے گا؟ میرے والد صاحب اپنی زندگی میں اپنی سوتیلی بہن کا خوب خیال رکھتے تھے، مدد کرتے تھے، خرچ بھی دیتے تھے، یہاں تک کہ میرے دادا نے سرکاری قاعدہ کی وجہ سے کچھ زمین میری سوتیلی پھوپھی کے نام کردی تھی، اوران زمینوں کی اچھی خاصی قیمت آئی۔

کچھ زمینوں کا قبضہ اوراختیار ایک شخص کو دے رکھا تھا، ان زمینوں پر قبضہ ملتے ہی قبضہ دار کی نیت میں کھوٹ آگئی، سالوں سے وہ ہماری زمین کا انتظام کررہا ہے، اس نے اپنی من مانی کرکے اس کے روپے مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، کہ زمین انڈیا کی ہے اس لئے یہیں روپے خرچ کرنے چاہئے، ہمیں اس رقم کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ہم رشتہ داروں کے لئے ثواب جاریہ کے کام کرنا چاہتے ہیں، اس پرانہوں نے انکار کردیا۔

میری سوتیلی پھوپھی نے اس قبضہ دار سے کہا یہ میرے والد کی جائداد ہے اس لئے اس کی مالک میں ہوں، قبضہ دار نے ایک بڑی رقم اس کے مکان کی تعمیر کے لئے دی، اور کچھ رقم ہمارے مکان کی مرمت کے پیچھے خرچ کی، اور دوسری رقم اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر دی، یہ قبضہ دار سالوں سے حساب و کتاب نہیں بتاتا ہے، تو از روئے شریعت قبضہ دار نے جو اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سوال میں مذکورہ تفصیل صحیح ہو اور دادا کی آپ کے والد کے علاوہ اور کوئی حقیقی اولاد نہ ہو تو دادا کے اموال منقولہ و غیر منقولہ میں بعد ادائے گی حقوق مقدم علی الارث آپ کی والدہ کو آٹھواں حصہ یعنی ایک روپے میں سے دو آنی ملے گی، آپ کی سوتیلی پھوپھی کو آپ کے دادا سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے اس لئے میراث میں ان کا کوئی

حصہ نہیں ہے، اس لئے وہ محروم ہوں گی، ہاں ان کی والدہ کو دادا کی ملکیت میں سے جو حصہ ملا ہے اور ان کی ذاتی جو ملکیت ہے اس میں ان کے انتقال کے بعد یہ بھی ایک وارث ہے اس لئے اس میں ان کو حصہ ملے گا۔ مرحومہ دادی اماں کے ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے کے بعد ان کا صحیح حصہ بتلایا جا سکتا ہے، البتہ ایک لڑکی ہی ہو تو نصف ملے گا، یعنی دادا کی ملکیت سے ایک آنی ملے گا۔

جس طرح دادا کی ملکیت میں سے وارث ہونے کی حیثیت سے انہیں کچھ نہیں ملتا اسی طرح آپ کے والد کی ملکیت سے بھی سوتیلی بہن ہونے کی حیثیت سے انہیں کچھ نہیں ملے گا، اور اگر بینہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ سرکاری قاعدہ سے بچنے کے لئے آپ کے دادا نے وہ زمین ان کے نام پر کر دی تھی تو وہ زمین ان کی ملکیت نہیں کہلائے گی، اور اس صورت میں قبضہ دار کا آپ کی مرضی کے خلاف اس میں تصرف کرنا اور اس کی آمدنی آپ کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور جو تصرف کیا وہ فضولی کا تصرف کہلائے گا، آپ کی اجازت پر موقوف رہے گا اور قبضہ دار کے اس تصرف پر آپ اسے ضامن بنا کر اس سے وہ رقم وصول کر سکتے ہیں۔ (شامی، سراجی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۱۹﴾ بیٹی کے مال سے والد کا حصہ مانگنا

سوال: آج سے تین ماہ قبل میری بیوی کا زچگی کی حالت میں انتقال ہو گیا، یہ اس کی پہلی ولادت کا موقعہ تھا، اس کے علاج و معالجہ کا اور کفن و دفن کا کل خرچ میں نے ہی ادا دیا، اب میرے خسر اور خوش دامن میری بیوی کی تمام اشیاء کپڑے اور جہیز کا سامان اور منگنی میں دئے ہوئے زیور وغیرہ مانگ رہے ہیں، تو آپ از روئے شریعت بتائیں کہ ان اشیاء کا

حقدار کون ہے؟ ان اشیاء کا مالک میں ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......صورت مسئولہ میں مرحومہ کی ذاتی ملکیت کی کل اشیاء اور زیورات وغیرہ میں سے اس کے ورثاء کو میراث کے اصولوں کے مطابق شرعی حصہ ملے گا، عورت کے انتقال کے وقت اس کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے شوہر کو نصف ملے گا، اور بقیہ نصف اس کے والدین یا بھائیوں وغیرہ میں سے جو حیات ہوں ان کا کہلائے گا، اس لئے نصف مال مانگنے کا ان کو حق ہے۔ (سراجی)

نوٹ: اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو اور اس کے پیدا ہونے کے بعد والدہ کا انتقال ہوا ہو تو مذکورہ تقسیم بدل جائے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۲۰﴾ دادا کی میراث سے پوتے کا پھوپھی کو حصہ دینا

سوال: میرے دادا کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی، اور ملکیت میں ایک مکان چھوڑا تھا، دادا کے انتقال کے بعد والد صاحب اور چچا نے مکان کا حصہ کر کے تقسیم کرلیا، اور پھوپھی کو کچھ نہیں دیا، چچا کا بھی انتقال ہو گیا ہے، تو میرے والد کے حصہ میں سے پھوپھی کو کتنا ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ مکان کی قیمت پانچ حصوں میں تقسیم کی جائے گی، اور اس میں سے دو حصے والد کا حق ہے، لیکن انہوں نے نصف لیا ہے، یعنی کل پانچ حصوں میں سے دو لینے چاہئے تھے لیکن انہوں نے ڈھائی حصہ لیا ہے تو انہوں نے آدھا حصہ زیادہ لیا ہے جو پھوپھی کا حق ہے تو اس آدھے حصہ کی قیمت کے برابر روپے پھوپھی کو دیدئے جائیں، تو پھوپھی کا حق ادا ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۲۱﴾ مفقود کا میراث میں حصہ

سوال: جب میرے والد کا انتقال ہوا تب ان کے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں اور ایک بیوی حیات تھی، پھر ایک لڑکا تقریباً آج سے تیس سال قبل کہیں چلا گیا، آج تک اس کا کوئی اتا پتہ نہیں چلا ہے، اس کی بیوی یا بیٹا، بیٹی کوئی نہیں ہے، تو اب میراث میں اس کا حصہ رکھا جائے یا نہیں؟ اس کے بعد میری والدہ کی حیات میں ایک بھائی کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثاء میں اس کا ایک لڑکا حیات ہے، تو اب اس کا حصہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ اس کے بعد میری والدہ کا انتقال ہو گیا، تو اب ان کے حصہ کا کیا جائے؟ فی الحال چار بھائی اور دو بہنیں اور مرحوم بھائی کا ایک لڑکا حیات ہے، تو ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ والد صاحب کی میراث کس طرح تقسیم کی جائے گی؟ اور کس کس وارث کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں مرحوم کے کل مال میں سے اول ان کے کفن ودفن کے درمیانی اخراجات ادا کئے جائیں، اس کے بعد ما بقیہ مال کے کل سے ان کا قرض ادا کیا جائے، اور اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو ما بقیہ مال کے ثلث میں وصیت نافذ کی جائے گی، اس کے بعد جو بچے اس کے کل ۵۷۶ حصے کئے جائیں گے، اور مرحوم کے ہر لڑکے کو ۸۶ حصے کے حساب سے پانچ لڑکوں کو ۴۳۰ حصے، اور ایک لڑکی کو ۴۳ حصے کے حساب سے دو لڑکیوں کو ۸۶ حصے اور پوتے کو ۶۰ حصے ملیں گے۔

تیس سال سے جو بھائی گم ہو گیا ہے ان کے حصہ میں ۸۶ حصے آئے ہیں اسے فی الحال امانت کے طور پر سنبھال کے رکھا جائے، پھر جب اس کی موت کا حکم ثابت ہو جاوے تو یہ ۸۶ حصے ان کے بھائی بہنوں اور والدہ کو شرعی قانون کے مطابق ملیں گے، اور اگر وہ بھائی حیات ہو اور زندہ لوٹ آئے تو یہ ۸۶ حصے اسے دیدئے جائیں گے۔ (سراجی، امداد

الفتاویٰ:۳۱۶، مفید الوارثین)۔

والدہ کی حیات میں جس لڑکے کا انتقال ہوا ہے اسے والدہ کی میراث سے حصہ نہیں ملے گا، اور اسے والد کی میراث سے جو حصہ ملا ہے وہ اس کی والدہ اور لڑکے کے درمیان شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ (جس کا حساب اوپر لگالیا گیا ہے)۔

والدہ کو والد کی میراث سے بیوی ہونے کی حیثیت سے اور لڑکے کے مال میں سے والدہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا، اور والدہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے اس لئے والدہ کے حصے بھائی بہنوں میں تقسیم ہوں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۲۲﴾ ورثاء کی اجازت کے بغیر جائداد کی آمدنی کا صدقہ کرنا

سوال: بعد سلام مسنون! امید ہے کہ ہر طرح سے بعافیت ہوں گے، مندرجہ ذیل استفتاء کا جواب مطلوب ہے، ہندوستان میں والد مرحوم کے نام پر کچھ زمین کے پلاٹ ہیں، ان میں البتہ بھائی بہنوں کے علاوہ بعض دیگر رشتہ داروں کے بھی حصے ہیں، والد مرحوم قبل از وفات اس کوشش میں تھے کہ ان کے حصے ادا کر دئے جاویں، البتہ ان کی زندگی میں یہ کام بعض مشکلات کی بناء پر پورا نہ ہوسکا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس زمین کی آمدنی ایک ٹرسٹ میں جمع ہوتی تھی جس میں مزید یہاں سے رقم ملا کر صدقہ وخیرات ہی میں اس کی آمدنی مستعمل ہوتی تھی، والد مرحوم کے انتقال کے بعد اب یہاں سے تو کوئی رقم نہیں جاتی ہے البتہ ہندوستان میں رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ جو کچھ تھوڑی بہت آمدنی ہے وہ صدقہ کر دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

والد مرحوم کی وصیت یہ تھی کہ ٹرسٹ جاری رہنا چاہئے البتہ چونکہ بھائی بہن سارے یہاں

انگلینڈ میں ہیں اور وہاں کے رشتہ داروں پر اعتماد نہیں ہے لہذا مناسب یہی معلوم ہوا کہ زمین بیچ کر رشتہ داروں کے حقوق کی ادائے گی کے بعد جو رقم بچ جائے تو بجائے اس ٹرسٹ کے جہاں وارثین چاہیں کوئی اور راستہ صدقہ جاریہ کا جاری کر دیں اور اس میں وہ رقم مستعمل ہو، چاہے کوئی دوسرا ٹرسٹ قائم کریں یا اور کوئی طریقہ اختیار کریں۔

کیا شریعت کی رو سے یہ صورت جائز رہے گی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والد صاحب کے پاس جو زمین کے پلاٹ ہیں وہ والد صاحب کی ذاتی ملکیت ہیں اور اس میں والد صاحب کے ورثاء کا بھی حصہ ہے اور دوسرے رشتہ داروں کے بھی مالکانہ حقوق ہیں اب والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو حسب حکم شرعی سب حقداروں کو ان کا حق دیدینا چاہئے۔ والد صاحب کی حیات تک اس کی آمدنی ایک ٹرسٹ میں جمع ہوتی تھی اور اس آمدنی کو غرباء پر تقسیم کر دی جاتی تھی۔ یہ والد صاحب کا حق تھا اب والد صاحب کے انتقال کے بعد یہ زمین ورثاء کی ہوگئی اور اس پر جو آمدنی آرہی ہے اس کے مالک بھی ورثاء ہی ہوں گے ان کی اجازت اور رضامندی کے بغیر سابق دستور کے مطابق صدقہ کرتے رہنا بھی درست نہیں ہے اب ورثاء دوسری جگہ رہتے ہیں اور اس زمین کا نظام سنبھال نہیں سکتے اس لئے بیچنا چاہتے ہیں تو اس زمین کو بیچ کر دوسری جگہ جہاں چاہیں خرید سکتے ہیں، نیا ٹرسٹ بھی قائم کر سکتے ہیں، پلاٹ اور زمین میں مالکانہ حق ہو اور یہ وقف ٹرسٹ کی زمین ہو تو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۲۳﴾ کیا بیعانہ کی رقم میں میراث جاری ہوگی؟

سوال: میری پھوپھی نور جہاں بنت محمد حسین منصور کا انتقال ۱/۳/۲۰۰۹ء کو ہوا، انہوں

نے اپنی حیات میں ۲۰۰۵ء میں اپنا مکان جو سورت، گوپی پورا میں تھا ایک بلڈر کو ۱۳،۰۰،۰۰۰ (تیرہ لاکھ) روپے میں فروخت کیا، اوراس سودے میں ایک غیر مسلم وکیل اور ایک مسلمان شخص کو گواہ بنایا تھا، اس مکان کے سودے کے وقت میری پھوپھی نے یہ شرط لگائی تھی کہ اول مجھے بیعانہ کے دو لاکھ روپے دینا اور اس کے بعد ایک مہینہ کے اندر دوسرے روپے یعنی گیارہ لاکھ دینا، لیکن مدت ختم ہوگئی اور بلڈر گیارہ لاکھ کا انتظام نہیں کرسکا تو شرط کے مطابق دولاکھ روپے میری پھوپھی نے لے لئے اور مکان کا سودا ختم ہو گیا، یہ دولاکھ روپے میری پھوپھی نے بینک میں فکس ڈپوزٹ میں رکھے ہیں، جب میری پھوپھی کے انتقال کے خبر بلڈر کو ہوئی تو یہ بلڈر میری پھوپھی کے وارث ان کے بھتیجے علی ہاشم منصوراورابراہیم ہاشم منصور کے پاس آیااوراپنے دولاکھ روپے کا مطالبہ کیا۔

تواب پوچھنا یہ ہے کہ کیا وارث کے لئے ان روپیوں کو واپس کرنا ضروری ہے؟ وہ سودا رد اور باطل ہوگیا تھا تو اب وہ رقم رکھ لینا چاہئے یا ان کو واپس کرنا چاہئے؟ شریعت کا جو بھی حکم ہو وہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نور جہاں بنت محمد حسین نے اپنا مکان تیرہ لاکھ روپے میں فروخت کر دیا تھا، اور دو لاکھ روپے بیعانہ کے لئے تھے، لیکن شرط کے مطابق مشتری بقیہ گیارہ لاکھ روپے وقت پر ادا نہ کرسکا اس لئے سودا ختم ہو گیا، تو اب نور جہاں کو وہ لئے ہوئے روپے واپس کر دینے چاہئے تھے لیکن انہوں نے نہیں دئے اور اپنے پاس رہنے دئے اس لئے ان کے ذمہ یہ رقم قرض مانی جائے گی اور تقسیم میراث سے قبل اس قرض کو ادا کرنا ضروری ہے۔

اب اگر مشتری اپنے بیعانہ کی رقم واپس لینے آیا ہو تو نور جہاں کے مال میں سے یہ روپے ادا کر دئے جائیں گے، خواہ فکس ڈپوزٹ سے اٹھا کر یا ان کے دوسرے مال سے ادا کئے جائیں، سود کے نام سے جو زائد رقم ملے گی اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، یہ رقم کسی غریب اور محتاج مسلمان کو ثواب کی نیت کے بغیر مالک بنا کر دیدینا چاہئے، اگر ورثاء غریب ومحتاج ہوں تو وہ خود بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۲۴﴾ لے پالک والد کی میراث سے حصہ

سوال: میرے پیدا ہونے کے بعد میرے ماموں اور ممانی نے مجھے میرے حقیقی والدین سے گود لیا تھا، اور مجھے بچپن سے پالا پوسا اور بڑا کیا، مجھے پڑھا لکھا کر میری شادی کروائی، میرے ماموں جس نے مجھے گود لیا ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ہماری پوری برادری اور جماعت یہ بات اچھی طرح جانتی ہے اور میرے لے پالک والدین نے کبھی مجھے اپنے حقیقی والدین کے یہاں جانے نہیں دیا، اور انہوں نے میرے حقیقی والدین سے قانونی طور پر لے پالک نامہ تیار کروا کر ان سے دستخط بھی کروائے تھے، اس میں یہ لکھا تھا کہ میرے حقیقی والدین کے مال میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے اور میرے کل مال میں اس لڑکی کا (یعنی میرا) ہی حصہ ہے، میرے لے پالک والدین آج اس دنیا میں نہیں رہے، اور ان کے تین بھائی اور چار بہنیں ہیں تو اب میرا اس مال میں شرعاً کتنا حق اور حصہ لگتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:...... صورت مسئولہ میں کسی بچہ کو گود لینے سے یا لے پالک نامہ بنوانے سے گود لیا ہوا بچہ شریعت میں حقیقی بچہ کا درجہ نہیں پا سکتا، اس بچہ کے جو حقیقی والدین ہیں ان کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے لہذا آپ کے ماموں نے جو قرار نامہ بنوایا ہے

وہ شرعاً معتبر نہیں ہے، آپ کو آپ کے والدین کی میراث میں سے بیٹی کا حصہ ملے گا، اور ماموں، ممانی کے مال کی میراث سے شرعاً کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

آپ لے پالک والدین (ماموں، ممانی) کے مال میں سے میراث پانے کے حقدار نہیں ہے، اس لئے آپ کے حق میں وصیت معتبر ہے، اور وصیت کے مطابق ماموں، ممانی کے مال سے ایک تہائی مال آپ کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۲۵﴾ پگڑی کی رقم میں میراث جاری نہیں ہوگی۔

سوال: عبدالقادر اور ان کے دو بھائی اور والدہ تمام ساتھ میں مل کر رہتے تھے، اور ملازمت کر کے گذر چلاتے تھے، عبدالقادر نے ایک دکان خریدی، اور اس کی قیمت اپنی والدہ اور بھائیوں کی جمع شدہ رقم سے ادا کی، اس دکان میں تینوں بھائی حصہ دار تھے، ایک بھائی کی ملازمت چھڑا کر اسے دکان پر بٹھایا، اس کے بعد عبدالقادر کا انتقال ہو گیا، اس کے انتقال کے وقت دو لڑکیاں اور ایک عورت حیات تھی، عورت نے بعد میں دوسری شادی کر لی، اور گھر چھوڑ کر چلی گئی، دونوں لڑکوں کے شادی کا خرچہ بھی دونوں بھائیوں نے کیا، ان بھائیوں کے دور میں دکان میں ترقی ہوئی، اور دوسری دکان بھی مول لی، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ عبدالقادر اور ان کے ورثاء کو کتنا حصہ ملے گا؟ یہ دوسری دکان بھی پہلی دکان کی آمدنی سے لی گئی ہے، تو اس دوسری دکان میں عبدالقادر اور اس کے ورثاء کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ دکان میں جو مال اور سامان ہے صرف اسی میں میراث جاری ہوگی یا پگڑی کی قیمت میں بھی میراث جاری ہوگی؟

مرحوم کے ورثاء میں والدہ، دو بھائی، دو بہنیں اور دو لڑکیاں اور ایک بیوہ ہے۔

الجواب: حامداًومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق پہلی دکان بھائیوں کے درمیان مشترک تھی اس لئے اس میں عبدالقادر کا بھی ایک ثلث حصہ ہے،اوراس دکان میں میراث جاری کرنے سے قبل اسی کی آمدنی سے ایک اوردکان خریدی تواس میں بھی عبد القادر کا ایک ثلث حصہ رہے گا، دکان میں مال اورسامان کی جو قیمت ہواس میں میراث جاری ہوگی، پگڑی کی رقم حرام ہےاس لئے پگڑی کی رقم میں کسی کا حق ارث ثابت نہیں ہوگا،اورپگڑی کی رقم میں میراث جاری نہیں ہوگی،اس لئے پگڑی کی رقم،رقم دینے والے کو واپس دیدیناچاہئے۔

عبدالقادر کے حصہ میں آنے والی جائداد کے کل ۱۴۴ حصے کرکےاس کی والدہ کو۲۴ حصے، ایک لڑکی کو۴۸ حصے کے حساب سے دولڑکیوں کو۹۶ حصے،اورمرحوم کی بیوہ کہ جس نے دوسرا نکاح کرلیااسے ۱۸حصے،اورایک بھائی کودوحصے کے حساب سے دوبھائیوں کوچارحصے،اور ایک بہن کوایک حصہ کے حساب سے دوبہن کودوحصےملیں گے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۲۶﴾ ٹیکس بچانے کی نیت سےلڑکے کے نام کی ہوئی جائداد میں میراث جاری ہوگی یانہیں؟

سوال: میرے والدصاحب لکڑے کی تجارت کرتے تھے،اس کی آمدنی سے کچھ جائداد بنائی تھی، جائداداورتجارت میں ٹیکس بہت بھرناپڑتاتھاتواس سے بچنے کے لئے والد صاحب نے وکیل کے مشورہ سے میرے چھوٹے بھائی کے نام کچھ جائداد کردی، اسے بخشش میں نہیں دیاتھا، بلکہ ٹیکس سے بچنے کے لئے دیاتھا،تواس میں سےہم کل چاربھائی، ایک بہن اوروالدہ کوکتناکتنا حصہ ملے گا؟اوراس جائداد میں شرعی قاعدہ سےہماراحصہ لگے

گا یا نہیں؟ اور لگے تو کتنا یہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ صورت صحیح ہوتو قانونی مجبوری سے بچنے کے لئے صرف نام پر جائداد کرنے سے وہ جائداد اس کی نہیں ہو جاتی، اور وہ جائداد مرحوم کے ترکہ میں شمار ہو کر اس میں میراث جاری ہوگی، اور ہر وارث کو شرعی قاعدہ کے مطابق حصہ ملے گا۔

صورت مسئولہ میں مرحوم کے ترکہ میں بعد ادائے گی حقوق مقدم علی الارث ۷۲ حصے کئے جائیں گے، اور بیوی کو ۹ حصے، اور ہر لڑکے کو ۱۴ حصے کے حساب سے چار لڑکوں کو ۵۶ حصے اور لڑکی کو سات حصے ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۲۷﴾ فیملی الاؤنس میں میراث جاری نہیں ہوگی۔

سوال: میری بیوی حیات ہے، میرے چار لڑکے: محمد، اسماعیل، صالح، یوسف اور تین لڑکیاں: فاطمہ، مریم، عائشہ حیات ہیں۔

میرے تین لڑکے بیرون رہتے ہیں، اس میں سے اسماعیل کا ۱۹۶۸ میں انتقال ہو گیا، اب تک میرے لڑکے کی جائداد کے حصے تقسیم نہیں ہوئے، اور لڑکے ساتھ میں رہتے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ میرے مرحوم لڑکے اسماعیل کی تین لڑکیاں، حوا، آمنہ اور رشیدہ اور بیوی مریم حیات ہے، اور مرحوم نے اپنے دونوں بھائی صالح اور یوسف کے ساتھ مل کر شرکت میں دکان کی تھی، لیکن بیویوں میں میل نہ ہونے کے سبب مرحوم کے انتقال سے ۱۰ ماہ قبل شرکت ختم کر کے دکان سے بھائیوں کو ان کے حصوں کے بقدر ۱۳۵۰ پاؤنڈ دے کر انہیں جدا کر دیا، اور اس میں بھول سے دکان کے مارگیج (Mortgage) کے روپے جو مرحوم کو ادا

کرنے تھے' ادا کرنے کے باقی رہ گئے، جس کے ۶۰۰ پاؤنڈ دونوں بھائی یوسف اور صالح نے ادا کئے، اور انکم ٹیکس جو مرحوم کو ادا کرنا تھا وہ بھی ۱۶۰ پاؤنڈ دونوں بھائی یوسف اور صالح نے ادا کئے، انتقال کے بعد مرحوم کا قرض ۷۴۵ پاؤنڈ تھا وہ بھی مرحوم کے ۲۰۰ پاؤنڈ یوسف کے پاس جمع تھے ان کو منہا کرنے کے بعد ۷۲۵ پاؤنڈ مزید ادا کئے، اس طرح کل رقم قرض کی ۱۰۱۷ پاؤنڈ بنتی ہے، جو دونوں بھائیوں نے ادا کئے، کل ۳۳۳ پاؤنڈ مرحوم کے بچوں کو دونوں بھائیوں نے دئے، فی الحال مرحوم کے بچے مرحوم کے مکان میں رہتے ہیں اور یہ مکان مرحوم نے اپنی آمدنی سے خریدا تھا اور اپنے بیوی بچوں کے نام نہ کرتے ہوئے بھائی صالح کے نام کیا تھا، تو اب یہ مکان بیچ کر اس کے روپے کسے دئے جائیں؟ اگر ان روپیوں سے دوسرا مکان لیا جائے تو کس کے نام پر لیا جائے؟

مرحوم کی لڑکیوں کو حکومت کی طرف سے فیملی الاؤنس ملتی تھی اور ملتی ہے، یہ روپے جمع کر کے مرحوم کے بڑے بھائی کو انڈیا بھیجے تھے، تو اس کے بچے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کے نام پر شیرز نہیں خریدے، بلکہ اپنے نام پر رہنے دئے تو اس کی جو آمدنی آتی ہے وہ والدین اور بھائی بہن کو شریعت کے مقررہ حصوں کے مطابق ملے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحوم اسماعیل کے ترکہ میں بعد ادائے گی حقوق مقدم علی الارث یعنی شرعی قانون کے مطابق کفن ودفن اور قرض اور وصیت کے نفاذ کے بعد کل مال کے ۸۱ حصے کئے جائیں، اور مرحوم کی بیوہ کو ۹ حصے، ایک لڑکی کو ۱۶ حصے، تین لڑکیوں کو ۴۸ حصے، والد کو ۱۲ حصے، اور والدہ کو ۱۲ حصے ملیں گے۔

مرحوم صالح کے نام پر جو مکان لیا تھا وہ اگر صرف قانونی مجبوری کی وجہ سے یا اتفاق کی وجہ

سے رکھا ہوا اور انہیں بخشش میں دینا یا مالک بنانا مقصود نہ ہو تو یہ مکان مرحوم ہی کی ملکیت سمجھی جائے گی اور اس میں میراث جاری ہوگی۔

فیملی الاؤنس جو مرحوم کے انتقال کے بعد ملا یا ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس میں مرحوم کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، سرکاری مدد سمجھی جائے گی (امداد الفتاویٰ) اور مرحوم کی اولاد اور بیوہ ہی کا اس میں حق ہے۔ دوسرے ورثاء کا اس میں کوئی حق حصہ نہیں ہوگا۔

نوٹ: سوال میں اول ورثاء میں صرف لڑکیوں کا ذکر کیا ہے، اور یہاں لڑکے کو بھی لکھا ہے، کیا یہ کاتب کی غلطی ہے، یا لڑکے بھی ہیں؟ اگر لڑکے بھی ہیں تو جواب بدل جائے گا۔ اس کی وضاحت فرما کر سوال دوبارہ پوچھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۲۸﴾ لڑکی کے مرنے کے بعد اس کے جہیز کا حقدار کون؟

سوال: میری لڑکی جمیلہ کا نکاح ہو چکا ہے، اس کی ڈیڑھ سال کی ایک لڑکی ہے، اور یہ فی الحال میرے یہاں رہتی ہے، اور میری بیٹی جمیلہ کا انتقال ہو چکا ہے، میری بیٹی کے نکاح کے موقع پر میں نے اور رشتہ داروں نے اسے جہیز میں زیور، کپڑے، کباٹ، پنکھے، پلنگ دیا تھا، اس کے شوہر کے ساتھ اب ہمارا تعلق اچھا نہیں ہے، ہم ان سے نکاح پر دی ہوئی چیزیں واپس مانگتے ہیں تو ہم یہ چیزیں مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز میری بیٹی جمیلہ کو اس کی حیات میں بھی کچھ رشتہ داروں نے ہدایا دئے تھے وہ بھی شوہر دینے سے انکار کرتا ہے۔ لہٰذا آنجناب فقہ وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ان چیزوں کا حقدار کون ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورت مسئولہ میں لڑکی کو نکاح کے موقع پر والدین و

اقرباء کی طرف سے جو اشیاء ہدیۃً دی جاتی ہیں وہ ہدیہ کے طور پر ہوتی ہیں اس لئے ایسی ہر چھوٹی بڑی چیز کی عورت مالک کہلائے گی، سسرال والے یا میکے والوں کا اس پر قبضہ کر لینا صحیح نہیں ہے، یہ غصب کہلائے گا، اور اگر دنیا میں یہ حق نہیں دیا تو آخرت میں نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا، اس لئے یہ حق دنیا ہی میں شرعی طریقہ کے مطابق دے دینا چاہئے۔

صورت مسئولہ میں ہر چیز کے ۱۳ حصے کر کے

مرحوم کے شوہر	کو	۳	حصے
مرحوم کی لڑکی	کو	٦	حصے
مرحوم کے والد	کو	۲	حصے
مرحوم کی والدہ	کو	۲	حصے

ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲٦۲۹﴾ والد کی کل جائداد والدہ کا اپنے قبضہ میں رکھ چھوڑنا اور میراث جاری نہ کرنا

سوال: میرے مرحوم والد صاحب کے انتقال کو تقریباً ۲ سال ہو چکے ہیں، ابھی تک ان کی میراث کے حصے نہیں ہوئے ہیں، ہر چیز میری والدہ کے قبضہ میں ہے، اور وہ اپنی حیات تک اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتی ہیں، تو کیا وہ ورثاء کی اجازت کے بغیر اپنے قبضہ میں رکھ سکتی ہیں؟ میں بڑی دور کے سفر سے آئی ہوں اور کچھ مدت میں واپس لوٹ جانے والی ہوں، تو مجھے میرا حصہ لینے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مرحوم کے انتقال کے بعد مرحوم کی کل مال وملکیت میں ورثاء کا حق ہو جاتا ہے، اس لئے ہر ایک کو اس کا حصہ دے کر اپنی ذمہ داری ادا کر دینی

چاہئے، حق والوں کو حق دینے میں جان بوجھ کر بغیر عذر کے تاخیر کرنا گناہ ہے، لہذا بغیر اجازت ورثاء کے والدہ کا والد کی میراث پر قبضہ کر لینا اور اپنے مرنے تک اس میں میراث جاری نہ کرنا گناہ کا کام ہے، حق والے اپنے حق کے لئے ہر جائز صورت مثلاً: جماعت وغیرہ بلا کر اپنے مسئلہ کا حل نکال سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۳۰﴾ کیا تقسیم میراث سے قبل میراث کے مال میں زکوۃ واجب ہوگی؟

سوال: میرے والد صاحب کا دسمبر میں انتقال ہو گیا ہے، اس کے بعد ملکیت کا انتظام میرے ذمہ آ گیا ہے ہم دو بالغ بھائی اور دو بالغ بہنیں اور تین نابالغ بھائی کل سات بھائی بہن ہیں، اور والدہ حیات ہے، میرے والد صاحب کچھ زمینیں، مکان اور کچھ نقد روپے اور شیرز میں جمع شدہ رقم اور کچھ زیورات ترکہ میں چھوڑ گئے ہیں، تو اب مذکورہ ملکیت کی زکوۃ کس طرح ادا کی جائے؟ نابالغ کے حق ارث میں زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اب تک میراث کی تقسیم نہیں ہوئی ہے، زکوۃ تقسیم میراث کے بعد فرض ہوگی یا پہلے؟ فی الحال تمام ورثاء رضامند ہوں اور تقسیم سے قبل زکوۃ دے دی جائے تو ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تقسیم میراث سے قبل میراث کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی، اس لئے اول شرعی طریقہ کے مطابق تقسیم کی جائے، اس کے بعد جس کے پاس نصاب کے برابر مال ہو اس پر شرعی قاعدہ کے مطابق زکوۃ واجب ہوگی، نابالغ جب تک بالغ نہ ہو جائے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۳۱﴾ شریک کی رضامندی کے بغیر موروثی جائداد کا بیچنا

سوال: زید اور بکر دونوں بھائی ہیں، انکے والد کے انتقال کے بعد ساری جائداد زید کے

نام ہوگئی، اب زید بکر اور اس کے لڑکوں کی مرضی کے خلاف زمین اپنے نام پر ہونے کی وجہ سے عمر کو بیچنے پر مصر ہے، عمر کو اس بات کی اطلاع ہے کہ اس زمین میں دونوں بھائیوں کا حصہ ہے، تو یہ زمین زید کے لئے بیچنا اور عمر کے لئے خریدنا کیسا ہے؟ اور اگر حرام ہے تو شراب بیچنا بھی حرام ہے، تو دونوں میں کس امر کی حرمت زیادہ قبیح ہے؟ دوسرے کی زمین بیچنا یا شراب بیچنا؟ میرے گمان کے مطابق شراب کی حرمت دوسرے کی زمین بیچنے کی حرمت سے کم ہے، اس لئے کہ اس میں خریدنے والا فروخت کرنے والے کو شراب کی قیمت ادا کر دیتا ہے، یا تو ایک مسلمان کافر کو شراب بیچتا ہے تو شراب کافر کے یہاں ایک مال ہے تو اس پر مسلمان اس سے روپے وصول کرتا ہے یعنی اس میں ظلم یا غصب نہیں ہے، اور زمین بیچنے میں ظلم اور غصب ہے جس کا برا ہونا واضح ہے۔ تو آنجناب شریعت کی روشنی میں اس کا جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والد کے انتقال کے بعد اس زمین میں دونوں بھائیوں کا مساوی حصہ ہے اور دونوں اس کے برابر کے مالک ہیں، اس لئے دونوں کی رضامندی کے بغیر اسے بیچنا جائز نہیں ہے، اس کے باوجود اگر ایسی ملکیت کی بیع کی جائے تو شرعی اصطلاح میں اسے بیع فضولی کہتے ہیں جس کا حکم یہ ہے کہ یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی، اگر دوسرا شریک اجازت دے تو بیع صحیح ہو جائے گی ورنہ باطل ہو جائے گی۔ اور بیع کے باطل ہو جانے کے بعد فضولی کا ثمن استعمال کرنا اور مشتری کا اس چیز پر قبضہ جمائے رکھنا جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور یہ غصب کے حکم میں ہے۔

اگر مشتری کو اس چیز کے مشترک ہونے کا علم ہو اس کے باوجود وہ اسے خریدے گا تو وہ

گنہگار رہوگا، اور گناہ کے کام میں مدد کرنے والا کہلائے گا، اور اگر معلوم نہ ہو تو علم ہونے کے بعد قبضہ نہیں دے گا تو گنہگار رہوگا، سرکاری دفتر میں صرف ایک کے نام پر ہونے سے وہ اسکا مکمل مالک نہیں ہو جاتا، اور یہ حق حقوق العباد میں سے ہے، اس لئے اللہ کی نافرمانی کے ساتھ بندہ کا حق دبانے کی وجہ سے اس کی سزا بھی سخت ہوگی، اور جب تک بندہ کا حق ادا نہ کر دیا جائے یا بندہ معاف نہ کر دے یہ حق معاف نہیں ہوتا، اور شراب وغیرہ میں صرف اللہ کی نافرمانی ہے اس لئے اس کی سزا بھی کم ہے اور اس رحیم ذات کے معاف کرنے سے معاف بھی ہو جاتا ہے، اس لئے ایسا کہنا ''کہ شراب کی حرمت میں قباحت کم ہے بدرجہ دوسرے کی زمین دبانے کے کہ اس کی حرمت کی قباحت زیادہ ہے'' ایک درجہ صحیح ہے، لیکن آپ کا لکھا ہوا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ (ہدایہ:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۳۲﴾ اپنا حصہ وقف کرنے کے ارادہ کے بعد ارادہ ملتوی کر دینا

سوال: اعظم کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں دو لڑکے، ایک بیوی ہے، مرحوم نے کوئی وصیت نہیں کی، ورثاء نے بخوشی اپنے حصوں سے کچھ جائداد وقف کی ہے، نیز ورثاء نے باہم یہ طے کیا کہ مرحوم کے ثواب کے لئے مرحوم کے شیرز وقف کئے جائیں، لیکن اب ایک وارث ان شیرز میں سے اپنا حصہ وقف کرنے کے لئے خوش نہیں ہے، تو کیا اس کا یہ عمل از روئے شرع صحیح ہے؟ اور اگر یہ شخص شیرز وقف نہ کرے اور دوسرے دو ورثاء بھی اسے ایسا کرنے دیں تو کیا وہ گنہگار رہوں گے؟ دوسرے دو ورثاء کو اس معاملہ میں کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحوم نے جب شیرز وقف کرنے کی وصیت نہیں کی ہے تو ورثاء پر شیرز وقف کرنا واجب بھی نہیں ہے، اگر کوئی وارث اپنا حصہ وقف کرنا چاہے تو

کر سکتا ہے بلکہ کرنا ہی چاہئے تا کہ مرحوم اور وارث کو بھی ثواب ملے، جو فی الحقیقت کام آنے والی چیز ہے، جس کا اندازہ قیامت کے دن ہوگا۔

آپس میں ارادہ، نیت تک ہی بات رہی ہو تو اب ارادہ بدل دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے، ارادہ ملتوی کر سکتے ہیں، لہٰذا اگر ایک بھائی وقف کے لئے راضی نہیں ہے تو اس پر وہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ ایسے نیک کام سے رکنا بہتر نہیں ہے، ان کے اس فعل سے دوسرے ورثاء کو بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۳۳﴾ مفقود الخبر کا میراث میں حصہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟

سوال: میرا چھوٹا بھائی اگست ۱۹۷۶ء کو گھر سے چلا گیا، خط و مراسلت کے ذریعہ جہاں پتہ لگا جانچ کروائی لیکن اب تک کچھ پتہ نہیں چلا ہے، تو مرحوم کی ملکیت اس کی عدم موجودگی میں بقیہ ورثاء تقسیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے حصہ کا کیا جائے؟ اگر حفاظت سے رکھا جائے تو کتنے سالوں تک؟ جب تک ان کا پتہ معلوم نہ ہو وہاں تک ان کے حصہ کا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مفقود الخبر بھائی کے حصہ میں جو مال آتا ہو وہ امانت کے طور پر محفوظ کر لیا جائے، اگر اس درمیان وہ آجائے تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے، اور اس کی پیدائش سے ۹۰ سال تک نہ آوے تو اس امانت کے حصہ کو موجودہ ورثاء یا ان کے ورثاء جو اس وقت حیات ہوں انہیں اصل مورث کی طرف سے تقسیم کیا جائے گا۔

﴿۲۶۳۴﴾ بذریعہ کورٹ تقسیم کروانے میں وارث کو حصہ کم ملنا

سوال: زید کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثاء میں ایک لڑکا اور چار لڑکیاں تھیں، مرحوم نے اپنی جائداد پر ایک وصی متعین کیا تھا، یہ وصی آج تک آمدنی ورثاء میں شرعی قاعدہ کے مطابق

تقسیم کرتا تھا، فی الحال مرحوم کا لڑکا اور تین لڑکیوں کا انتقال ہو چکا ہے لیکن لڑکا اور لڑکیوں کی اولاد موجود ہے، اور فی الحال مرحوم کی ایک لڑکی حیات ہے، آج تک شریعت کے قاعدہ کے مطابق لڑکے کو دوگنا اور لڑکی کو ایک گنا ملتا تھا، اب جب کہ یہ آمدنی کورٹ کے ذریعہ تقسیم ہو رہی ہے تو سرکاری قاعدہ کے مطابق لڑکا لڑکی کو یکساں حصہ ملتا ہے، تو مرحوم کے پوتے شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم کے لئے کہتے ہیں اور نواسے نواسیاں کورٹ کے قاعدہ کے مطابق تقسیم کے لئے کہتے ہیں اور کورٹ کے قاعدہ کے مطابق سب کو برابر حصہ ملتا ہے، اس لئے لڑکی کے ورثاء کورٹ کے قاعدہ سے تقسیم کے لئے کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مرحوم نے وصیت نہیں کی ہے اس لئے شرعی قاعدہ سے تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے، ہم نے یہاں کے مولانا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وصیت نامہ کے مطابق عمل کرو، لیکن وصیت ہی نہیں کی ہے تو اب اس کا کیا علاج ہے؟ اس وجہ سے یہاں بہت خلجان پیدا ہو گیا ہے تو آنجناب برائے کرم یہ بتائیں کہ میراث کی تقسیم شرعی اصولوں کے مطابق ہونی چاہئے یا سرکاری قاعدہ کے مطابق ہونی چاہئے؟ کون سے طریقہ سے میراث تقسیم کرنے سے بندہ اللہ کے یہاں گنہگار ہوتا ہے؟ لڑکیاں اپنا شرعی حصہ قبول کرنے سے انکار کریں تو کیا کرنا چاہئے؟

مرحوم نے وصیت نہیں کی ہے اور کورٹ نے مرحوم کی جائداد بیچ دی اور جو رقم ملی وہ لڑکا لڑکی دونوں میں برابر سرابر تقسیم کر دی، تو اس میں مذہبی نقطہ نظر سے کچھ خرابی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مرحوم کی اولاد میں ایک لڑکا اور چار لڑکیاں تھیں، تو تقسیم میراث سے قبل کے جمیع حقوق شرعیہ کی ادائے گی کے بعد کل مال کے چھ حصے کئے جائیں گے، اس میں سے دو حصے لڑکے کو اور ایک ایک حصہ ہر لڑکی کو ملے گا، قرآن پاک کا یہی حکم

ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسی تناسب سے ورثاء کو مورث کے مال میں حقدار بنایا ہے، اور اس تقسیم کو معتبر نہ ماننا اور کورٹ کے قاعدہ کی پناہ میں شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کرنا یہ قرآن کے حکم کو نہ ماننے کے مترادف ہے اور گناہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے حق کو کھلے الفاظ میں قرآن پاک میں بیان کر کے فرمادیا ہے: ’’وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا‘‘

’’اور جو شخص اللہ اور رسول کی بات نہیں مانے گا اور حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں داخل کریں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا‘‘ (سورۂ نساء:۱۴)

وجہ ظاہر ہے کہ اللہ پاک کے ظاہری اور واضح احکام کو معتبر نہ مان کر کفار کے احکام کی اتباع یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ہے، اور بعضے مرتبہ یہ کفر تک پہنچا دیتا ہے، لہذا لڑکی والوں کو سورۂ نساء کی تقسیم میراث والی آیت کا مطلب اور اس میں بیان فرمودہ ورثاء کے حقوق سمجھانے چاہئے، وصیت نامہ ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ کے بیان کردہ حقوق اتنے واضح ہیں کہ وصیت نامہ کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، بلکہ ان حقوق کے خلاف وصیت نامہ بنایا ہو تو وہ وصیت نامہ قابل عمل بھی نہیں ہے اور رد و باطل ہے، اگر وصی شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم کرنے پر قادر ہو تو شرعی طریقہ کے مطابق تقسیم کرنی چاہئے، اور اگر سرکاری قاعدہ سے تقسیم کیا تو خلاف شرع تقسیم کرنے اور اس میں تعاون کرنے کا گناہ ہوگا، لہذا اگر شریعت کے مطابق تقسیم نہ ہوتی ہو تو اس ذمہ داری سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔

مرحوم کے انتقال کرتے ہی ہر وارث کا حق ان کے مال میں ثابت ہو جاتا ہے، لہذا شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم نہ کرنے میں جس وارث کا حصہ کم ملے گا اسکا اتنا حق دبالیا سمجھا جائے گا اور کل قیامت کے دن وہ حق نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا، اس لئے اس سے

بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۳۵﴾ بیٹیوں اور بہوؤں کے زیور میں میراث جاری ہوگی؟

سوال: لڑکیوں کی شادی ہوئی اس وقت سے آج تک وہ مرحوم کے ساتھ ہی رہتی ہیں، بڑی لڑکی مطلقہ ہے وہ اپنے دو لڑکوں کے ساتھ مرحوم کے مکان میں رہتی ہے اور درمیانی لڑکی اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ پڑوس کے کمرہ میں رہتی ہے، اس لڑکی کا شوہر مرحوم کے پیشہ میں مرحوم کے ساتھ کام کرتے تھے، مرحوم کی سب سے چھوٹی لڑکی جس کا نکاح مرحوم کے بھائی کے لڑکے کے ساتھ ہوا تھا، اور مرحوم کا اور ان کے بھائیوں کا مشترک کاروبار ہونے کے سبب تمام ساتھ ہی میں رہتے ہیں، سب سے بڑی مطلقہ لڑکی اور سب سے چھوٹی لڑکی کے زیورات مرحوم نے ضرورت کے وقت بیچ دئے تھے فی الحال ان کے پاس برائے نام زیور باقی بچے ہیں، اور درمیانی لڑکی کو شادی کے وقت جو زیور دئے تھے وہ اس کے پاس موجود ہیں، فی الحال کاروبار کی حالت دیکھتے ہوئے تمام کے زیور بنا دینا ممکن نہیں ہے، تو اب بہو کو جو زیور دئے ہیں اور لڑکیوں کو جو زیور دئے ہیں سب ملا کر پھر اس میں سے یکساں حصہ کرنا چاہئے یا کوئی اور صورت سے تقسیم ہوگی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......لڑکیوں کو نکاح کے وقت والد کی طرف سے جو زیور دئے جاتے ہیں ان کے حکم کا مدار عرف پر ہے، ہمارے یہاں کے عرف کے مطابق لڑکیوں کو جو زیور والد کی طرف سے دئے جاتے ہیں وہ ہبہ اور بخشش ہوتے ہیں، استعمال کرنے اور برتنے کے لئے بحکم عاریت نہیں ہوتے، اس لئے ان کی مالک لڑکی ہے، ان زیورات میں میراث جاری نہیں ہوگی۔

اور بہو کو شوہر یا خسر کی طرف سے جو زیور دئے جاتے ہیں وہ زیادہ تر اہم اور خوشی مواقع پر استعمال کرنے اور برتنے کے لئے بحکم عاریت ہی دئے جاتے ہیں، اس لئے عاریت پر دینے والے کے انتقال کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی، کچھ حضرات بیٹیوں کی طرح بہو کو بھی زیور بخشش کے طور پر ہی دیتے ہیں اس لئے آپ کی برادری میں اس موقع پر دئے جانے والے زیور کا جو عرف ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

لڑکیوں کے زیورات والد نے بوقت ضرورت واپس لے کر خرچ کردئے، تو جاننا چاہئے کہ والد نے یہ زیور لڑکیوں سے بطور قرض لئے تھے یا نہیں؟ اگر قرض کے طور پر لئے ہوں تو تقسیم میراث سے قبل مرحوم کے ترکہ سے قرضہ ادا کیا جائے گا، اور یہ قرض وارث کے حق کے علاوہ مزید دیا جائے گا، اور اگر والد صاحب نے بطور قرض نہیں لئے تھے تو بیٹیوں کو میراث میں ملنے والے حصہ سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۳۶﴾ مرض الموت میں بیچی ہوئی ملکیت میں میراث جاری ہوگی؟

سوال: عزیز صاحب کا انتقال ہوگیا، انہوں نے پس مرگ پس ماندگان میں پانچ لڑکے، دو لڑکیاں اور ایک بیوہ چھوڑی ہے، اور ان کی ملکیت ۲۵،۰۰۰ کی ہے، تو یہ ملکیت ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

عزیز صاحب نے ایک ملکیت ایک ہزار میں فروخت کی ہے، اس پر تین لڑکوں کی دستخط ہے، دو لڑکے، دو لڑکیوں اور بیوی کی اجازت نہیں تھی اس لئے انہوں نے دستخط نہیں کی، تو مذکورہ ملکیت کس طرح تقسیم کی جائے؟

عزیز صاحب نے بیماری میں دستاویز کردیا، اس میں تین لڑکوں نے والد کے ڈر سے دستخط

کر دی اور دوسروں نے دستخط نہیں کی، تو از روئے شرع کورٹ کارروائی کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مرحوم عزیز صاحب کے ترکہ سے اول ان کے کفن و دفن کے درمیانی اخراجات ادا کئے جائیں، اس کے بعد مابقیہ مال کے کل سے ان کا قرض ادا کیا جائے، پھر مابقیہ مال کے ثلث میں سے ان کی جائز وصیت ہو تو نافذ کی جائے گی، بیوی کی مہر اب تک ادا نہ کی ہو تو یہ بھی قرض ہی سمجھا جائے گا اور قرض کے ساتھ ادا کیا جائے گا پھر مابقیہ مال کے کل ۹۶ حصے کئے جائیں گے اور ہر وارث کو مندرجہ ذیل طریقہ سے ملیں گے۔

مرحوم کی بیوی کو	۱۲	حصے
مرحوم کے پانچ لڑکوں کو	۷۰	حصے
ہر لڑکے کو	۱۴	حصے
مرحوم کی دو لڑکیوں کو	۱۴	حصے
ہر لڑکی کو	۷	حصے

عزیز صاحب نے جو ملکیت اپنی حیات میں بیچ دی ہے، اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، والد کے انتقال سے قبل لڑکے لڑکیوں کا اس ملکیت میں کوئی حق اور حصہ نہیں تھا، اس لئے ان کی اجازت یا رضامندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور اس سے بیع پر کوئی اثر نہیں آئے گا، اس لئے مذکورہ ملکیت میں کسی وارث کا حق اور حصہ نہیں ہے، والد نے جب بیع کا دستاویز بنایا اسوقت وہ بیمار تھے، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا تھا یا

وہ اچھے ہو گئے تھے؟ یہ بیع گھاٹہ اٹھا کر کی تھی یا صحیح قیمت سے بیع کی تھی؟ اس کی تفصیل جاننے کے بعد کوئی یقینی حکم بتایا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲٦۳۷﴾ قبر کے اوپر مکان بنانا

سوال: میرے پر دادا کے وقت کا ایک مکان ہے، اور پر دادا کے لڑکوں (یعنی داداؤں) کا کہنا ہے کہ یہاں ایک قبر تھی، اور یہاں اگربتی اور درگاہ پر جو اعمال ہوتے ہیں وہ یہاں ہوتے تھے اور آج اس جگہ پر کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈالی جا رہی ہے، مسئول بہ امر یہ ہے کہ اس جگہ مکان بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ یاد رہے کہ پر دادا کے لڑکے یعنی دادا جو کہتے ہیں کہ یہاں قبر تھی وہ انہیں برابر یاد نہیں ہے اور انہوں نے دیکھی بھی نہیں ہے اور پر دادا کے انتقال کو ۱۰۰ سال ہو چکے ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......سوال میں مذکورہ جگہ آپ کی ملکیت ہے، اور پر دادا کے زمانہ میں اس جگہ کوئی قبر تھی، فی الحال قبر کا کوئی نشان یا علامت نہیں ہے، تو شامی وعالمگیری میں ہے کہ میت کے دفن ہونے کے بعد اتنا طویل عرصہ گذر جائے کہ اتنے عرصہ میں میت کے مٹی ہو جانے کا یقین ہو تو اس جگہ کو مالکِ زمین جس طرح استعمال میں لانا چاہے لا سکتا ہے، لہذا اس جگہ پر مکان بنانا شرعاً جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله
واصحابهٖ اجمعين الى يوم الدين
تم الجزء الرابع بحمد الله سبحانه وتعالى
و يليه الجزء الخامس اوله كتاب الحظر و الاباحة

فتاوی دینیہ

جلد پنجم

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر

ناشر
مہتمم حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری
جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا
Phone: 0261 2763303
Fax : 0261 2766327

کتاب کا نام: فتاوی دینیہ جلد پنجم

مصنف: شیخ الحدیث وصدر مفتی وخلیفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم

مترجم: مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہم

ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

سن اشاعت: باراول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

کمپوزر: مولانا مفتی محمد امین ومولانا یوسف ماما صاحب

ملنے کا پتہ: جامعہ حسینہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

جامعۃ القرأۃ، کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات انڈیا

مفتی یوسف ساچا، باٹلی

68 Broomsdale Road, Batley, WF17 6PJ.

Phone: 01924 441230

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب التصوف

﴿۲۶۳۸﴾ پیر کی صفات

سوال: ایک شخص ڈاڑھی منڈا ہے، نماز کا پابند نہیں ہے، اپنی خانقاہ میں ہر سال عرس کرواتا ہے، رنڈی اور قوال کا جلسہ کرواتا ہے، رنڈی، قوال کو مزدوری کے طور پر روپئے دیتا ہے، سٹہ، جوا کھیلتا ہے، اپنا گذر بسر چلانے کے لئے مریدوں کے پاس سے سالانہ (ٹیکس کے طور پر) روپیہ وصول کرتا ہے، مریضوں کو جنات اور خبیث کا وہم دے کر اس کے بہانے رقم اور مال لوٹنے کا کام کرتا ہے، پیری مریدی کے سلسلہ کو موروثی حق سمجھتا ہے، اور اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے، تو ایسے شخص سے بیعت ہونا کیسا ہے؟

اگر درست نہیں ہے تو اس بارے میں صحیح راستہ بتا کر رہنمائی کیجئے۔ اور پیر کی سچی اور صحیح پہچان بتا کر مہربانی فرمایئے۔ نیز شریعت میں پیری مریدی کا کیا درجہ ہے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور اپنے دل میں اللہ کی محبت، ایمان، یقین پیدا کرنا اور اخلاق رذیلہ سے بچ کر اللہ کے اوامر کو بجالانا، اور ہر گھڑی یہ دھیان رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے یہ بیعت کا مقصد ہے، اور اس کے لئے کسی دیندار، عالم دین اور اس راستہ کے ماہر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور اس کی رہبری حاصل کرنے کے لئے بیعت کی جاتی ہے، جس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اسے پیر اور پیر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے والوں کو مرید کہا جاتا ہے، جس طرح جسمانی بیماریوں

سے تندرستی حاصل کرنے کے لئے ماہر (تجربہ کار) ڈاکٹر کی جانب رجوع کیا جاتا ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں (مثلاً: اللہ کے اوامر سے غفلت، حب مال وحب جاہ، کینہ، غصہ، بخیلی وغیرہ) سے پاک ہونے کے لئے پیر کی ضرورت پڑتی ہے۔

پیر کیسا ہونا چاہئے؟

اس کے متعلق حضرت اقدس تھانویؒ نے ''قصد السبیل'' اور ''شریعت اور طریقت'' نامی کتاب میں تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے وہاں دیکھ لینا چاہئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) پیر شرعیت کا ضروری علم کا جاننے والا ہو، کہ جس کے ذریعہ غلط عقائد اور غلط عمل سے خود بھی بچ سکے اور اپنے مریدوں کو بھی بچا سکے۔

(۲) عقائد، اعمال اور دیگر افعال واقوال میں شریعت کے حکم کا پابند ہو۔

(۳) دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طلبگار ہو اور ظاہری اور باطنی عبادات کے کرنے پر مداومت کرتا ہو۔

(۴) اپنی بڑائی یا بزرگ ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔

(۵) معتبر بزرگوں کی خدمت میں رہ کر ان سے فیض یافتہ ہو۔

(۶) مریدوں کے ساتھ محبت رکھتا ہو اور محبت کے ساتھ انہیں تعلیم دیتا ہو اور برے افعال پر ان کو روک ٹوک کرتا ہو۔

(۷) اس کے مریدین میں سے اکثر مریدین متبع شریعت و دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی تیاری میں لگے ہوئے ہوں۔

(۸) وقت کے علماء پیر اور مشائخ اسے اچھا اور دیندار سمجھتے ہوں۔

(۹) عام لوگوں سے زیادہ سمجھدار، دیندار طبقے کے لوگ ان سے زیادہ عقیدت رکھتے ہوں۔

(۱۰) ان کی خدمت میں کچھ وقت رہنے سے دل میں دنیا کی محبت کم اور اللہ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہو۔

(۱۱) خود بھی ذکر کرنے والا اور تصوف کے اصول کا پابند ہو۔

(۱۲) صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو۔

تو ایسا شخص پیر بننے کے لائق ہے اور ایسے اوصاف کے حامل شخص سے بیعت ہونا چاہئے۔ آپ کے سوال میں تحریر کردہ اوصاف والا شخص کبھی بھی پیر بننے کے لائق نہیں ہے اور ایسے شخص سے بیعت ہونا درست نہیں ہے اور اگر لاعلمی میں بیعت کی ہو تو اس سے بیعت توڑ دینا ضروری ہے، وہ شخص پیر نہیں ہے بلکہ پیر کی شکل میں شیطان ہے، یا شیطان کا چیلہ ہے اس کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے منتخب کیا گیا ہے، فتاویٰ رشیدیہ ص:۱۹۶ پر لکھا ہے کہ جو صوفی خلاف شرع کام کرے وہ بیعت کے قابل نہیں اور نہ وہ صاحب طریقت ہے بلکہ شیطان ہے اور اسی کتاب میں ص:۲۱۰ پر لکھا ہے کہ اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا، اور پھر معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہے اور کسی وجہ سے قابل بیعت نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے، اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۶۳۹﴾ مکاشفہ کی حیثیت

سوال: بخدمت گرامی قدر دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں ''مکاشفہ'' کی کیا حیثیت ہے؟

اکابر علمائے دیوبند کی کتابوں میں ''مکاشفہ'' کی باتیں پڑھنے کو مل رہی ہیں ایک اقتباس یہاں نقل کیا جا رہا ہے، ملاحظہ فرما کر مفصل و مدلل اور تسلی بخش جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ سے متعلق مکاشفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم مکرم ومحترم حضرت مولانا.....................صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضۂ اقدس علی صاحبہا الف الف تحیۃ والسلام پر اپنے اور حضرت مولانا........صاحب کی طرف سے صلوۃ وسلام پیش کرنے کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کے لئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ مولانا.......سے کہو کہ روزانہ دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھ کر بہت اہتمام سے اور توجہ سے دعا کیا کرے، اور پھر فرمایا میں بھی ان شاء اللہ دعا کروں گا، پھر فرمایا: اللہ کے یہاں کوئی مشکل نہیں ہے، اہتمام سے دعا کریں، پھر ایسا لگا کہ جیسے حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی۔ ۱۶/رمضان ۱۴۲۸ھ

عام طور پر بریلوی حضرات ہمارے اکابرین کی کتابوں میں سے ایسے واقعات تلاش کر کے عوام کو یہ باور کرانے اور ورغلانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ دیکھو ہماری طرح علماء دیوبند بھی یہ سب چیزیں مانتے ہیں، کیا ان نازک حالات میں ہماری کتب میں ایسے واقعات کو طبع کرانا صحیح ہے؟ جب کہ ان واقعات سے عوام الناس کے عقائد کے بگڑنے کا سنگین خطرہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مکاشفہ کشف سے ماخوذ ہے، جو چیزیں حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوتی ان چیزوں کو معلوم کر لینا یا معلوم ہو جانا کشف کہلاتا ہے دل میں خیالات یا حالات ہو ان کو معلوم کرنا کشف صدور اور قبر والے سے کچھ معلوم کر لینا کشف قبور کہلاتا ہے۔ مشائخ کو اس سے بہت واسطہ پڑتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: کبھی

تو وہبی ہوتا ہے اور کبھی کسبی ہوتا ہے جو مجاہدات کی کثرت اور صفاء باطن کی برکت سے بھی ہوتا ہے چونکہ یہ شریعت مطہرہ کے خلاف نہیں ہے اس لئے اس کو معتبر مانا گیا ہے مگر حجت شرعیہ نہیں ہے۔ بعض صوفیاء اس کو ترقی میں مانع ہونے کی وجہ سے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ مکاشفہ تصوف کے ساتھ خاص نہیں مجاہدہ سے اس کا تعلق ہے اس لئے غیر مسلم مجاہدہ کرے تو اس کو بھی یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ حجت شرعیہ اور مقبولیت کی سند نہیں ہے اس لئے اکابرین نے لکھا ہے کہ غیر مسلم اور جانوروں کو بھی ہو سکتا ہے اور چونکہ حقیقت ہے اس لئے ماننے سے انکار کرنا بھی درست نہیں، شریعت میں اس کے بیشمار شواہد ملتے ہیں اس لئے اکابرین دیوبند بھی مکاشفہ سے انکار نہیں کرتے مگر حجت شرعیہ اور مقبولیت کی علامت اور کشف سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں کرتے، حضور اقدس ﷺ صحابہ کرام حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشائخ کے سلسلہ کے بہت سے واقعات کتابوں میں معتبر ذریعہ سے منقول ہیں جو اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ کشف اور مکاشفہ حقیقت ہے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ ایسے مکاشفات کو طبع کرنا کیسا ہے، نجی چیزیں ہیں، اظہار کی ضرورت نہیں اور اس سے عوام کے عقائد کے بگڑنے کا اندیشہ ہے تو طبع کرنا درست نہیں ہے، قرآن پاک میں صحابہ کو راعنا کہنے کے بجائے **انظرنا** کہنے کا حکم فرمایا اس لئے کہ یہود اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔

جن کے اقتباسات ہیں وہ عالم ہیں صاحب سلسلہ ہیں قوم کے احوال سے بھی واقف ہیں اس کے باوجود انہوں نے کس مصلحت سے یہ طبع کروایا ہے وہی اچھی طرح بتا سکتے ہیں ان کے ذہن میں اس سے بڑھ کر کوئی مصلحت ہوگی ان سے معلوم کر کے تشفی کر لینی چاہئے۔

﴿۲۶۴۰﴾ قطب الارشاد اور قطب التکوین کا مطلب

سوال: ولی اللہ کے چار درجے ہیں۔

(۱) قطب (۲) ابدال (۳) غوث (۴) خواجہ

مگر بزرگان دین سے ان درجوں کے علاوہ ایک اور درجہ سنا گیا ہے وہ ہے قطب آفتاب تو آفتاب کی نسبت لگانے سے کیا مراد ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو، شریعت کے احکام کی پابندی کرتا ہو، اللہ و رسول کی نافرمانی نہ کرتا ہو ایسا شخص اللہ کا ولی یعنی دوست کہلاتا ہے، اور یہ شخص جتنی زیادہ شرعی احکام کی پابندی کرتا ہے اور اللہ سے اپنا تعلق جتنا مضبوط کرتا ہے اور سنتوں کی اتباع میں پابندی کرتا ہے اس کا درجہ اللہ کے یہاں اتنا ہی بلند ہوتا رہتا ہے اور وہ اللہ کے ولی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، آپ نے اولیاء کو جو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے یہ مکمل نہیں ہے۔ سب سے بڑا مرتبہ قطب یا غوث کا کہلاتا ہے، جس کی دو قسمیں ہیں، (۱) قطب الارشاد (۲) قطب التکوین۔

جو شخص لوگوں کی رشد و ہدایت کی ذمہ داریوں والے کاموں کے پورا کرنے پر مقرر کیا جاتا ہے وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے، مثلاً: حضرت مولانا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اور جنہیں دنیوی معاملات کے حسن انتظام پر (تکوینی امور کے پورا کرنے پر) مقرر کیا جاتا ہے ان کو قطب التکوین کہا جاتا ہے، جیسے: حضرت خضر۔ جن کا قصہ قرآن میں موجود ہے، آپ کا لکھا ہوا قطب آفتاب ابھی تک میرے علم میں نہیں ہے۔

شاید قطب الاقطاب سنا ہوگا یا پڑھا ہوگا تو اس کا مطلب ہے قطبوں کا قطب۔

باب الادعیة

﴿۲۶۴۱﴾ حق اور وسیلہ سے دعا مانگنا

سوال: ''الاصلاح'' نومبر ۱۹۷۷ء کے ماہنامہ میں 'مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں'' کے عنوان کے تحت ایک مضمون پیش کیا گیا تھا، جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

فرض کرو کہ ایک بہت بڑا سخی داتا ہے جس کے دربار سے کوئی محروم نہیں لوٹتا، ہر چھوٹے بڑے کی حاجتیں اس کے یہاں پوری ہوتی ہے جس کا فیض عام ہے، جس کا دربار ہمیشہ کھلا ہے، جس سے ہر ایک مانگنے والا مانگ سکتا ہے اور کسی پر اس کی عطا اور دین بند نہیں ہے، ایسی ہستی کے حضور ایک شخص آتا ہے اور اس سے براہ راست یہ نہیں کہتا کہ اے مہربان! اے رحم کرنے والے! میری مدد کر بلکہ یہ کہتا ہے کہ تیرے فلانے دوستوں کی خاطر میری مدد کر اور میری حاجت پوری فرما، کیا مانگنے کے اس انداز میں یہ بدگمانی پنہاں نہیں ہے کہ اپنی رحمت اور صفت کی وجہ سے کسی کی دستگیری کرنے والا نہیں ہے بلکہ اپنے دوستوں، چاہنے والوں اور اقرباء کا لحاظ کر کے احسان کرتا ہے، ان کا وسیلہ نہ دیا جائے تو آپ شاید ان کے یہاں سے کچھ پانے کی کوئی امید نہیں رکھتے، اور فلاں کے حق سے کہہ کر مانگا جائے تو معاملہ بدگمانی سے بھی آگے نکل جاتا ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جیسے آپ اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں فلانے بڑے آدمی کے واسطے سے آیا ہوں میری درخواست کو کسی عام آدمی کی درخواست سمجھ کر ٹال نہ دیا جائے۔

اب آپ سوچیے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی صفات کو سچ جانتا ہو وہ دعا کی یہ صورت اپنانے کا خیال بھی کس طرح کر سکتا ہے؟ حنفی فقہ کی مستند کتاب ''ہدایہ'' میں کتاب الکراہیۃ میں مختلف

قسم کے مسائل کے تحت یہ عبارت موجود ہے ''اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی دعا میں فلانے کے حق سے یا انبیاءاور رسول کے حق سے کہے: کیوں کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔''

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں آپ سے گذارش یہ ہے کہ شریعت کے مسائل کی رو سے دعا میں کسی ولی یا پیغمبر کے وسیلے،صدقے سے دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ ماہنامہ میں جو تحریر پیش کی گئی ہے اور آپ نے جو اس کا اقتباس بھیجا ہے اس کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ لکھنے والے سے کوئی غلطی ہوئی ہے؛ کیوں کہ حق اور وسیلہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں،اور ان کے حکم بھی الگ الگ ہیں جن کو ایک مضمون میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایک ہی حکم میں بتایا گیا ہے۔

ہدایہ کی لکھی ہوئی عبارت ''فلانے کے حق سے'' یہ عبارت شامی ج:۵ میں اور دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے،وہ کرنے نہ کرنے پر مختار ہے،کسی بھی مخلوق کا حق یا زور اس پر نہیں ہے کہ جس کی بناء پر وہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہو،لہٰذا دعا میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن سے اللہ پر مخلوق میں سے کسی کا حق یا زور ثابت ہوتا ہو تو ایسے الفاظ کے استعمال کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے اور ایسا اگر کسی کا عقیدہ ہو تو اس کا ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔

اب رہا دعا میں وسیلہ یا سفارش کے طور پر کسی ولی یا رسول یا نبی یا کسی نیک کام کو پیش کر کے دعا مانگنا تو یہ بغیر کسی حرج کے جائز اور درست ہے، بلکہ اس طریقے سے وسیلہ یا سفارش کے ساتھ دعا مانگنے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے،جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک وقت برسات مانگنے کے لئے حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے دعا مانگی تھی اور فوراً ہی وہ دعا قبول ہوگئی تھی،لہٰذا

بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا کہ ''اے اللہ! میں فلانے بزرگ اور تیرے نیک بندے کو سفارش اور وسیلہ کے طور پر پیش کرتا ہوں، اس کی برکت اور وسیلہ سے میری دعا قبول کر'' یہ جائز ہے؛ کیوں کہ آدمی اس میں خود کو گنہگار سمجھتا ہے جس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، اور جتنی زیادہ تواضع اور عاجزی سے دعا مانگی جائے وہ دعا اتنی ہی زیادہ اللہ کے دربار میں قبول ہونے کی امید ہے، لہٰذا حق، سفارش اور وسیلہ، تمام کے فرق کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۲﴾ اسم اعظم کسے کہتے ہیں؟

سوال: ''اسم اعظم'' کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کریم کی کن آیتوں میں اسم اعظم لکھا ہوا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ جیسے کہ ﴿لا إلـه إلا أنـت سبحـنك إنـي كنـت من الظـلمين﴾ (الأنبياء:۸۷) ﴿الٓمٓ۔ اللّٰـه لا الـه الّا هـو الـحيّ القيّوم﴾ (آل عمران:۱،۲) ﴿شهد الله أنه لا إله إلا هو والملائكة وأولوا العلم قائما بالقسط لا إله إلا هو العزيز الحكيم﴾ (آل عمران:۱۸)۔

شهد الله ----الحكيم وغیرہ آیتوں میں لکھا ہوا ہے تو وہ کیسے یا اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''اسم'' یعنی نام اور ''اعظم'' یعنی سب سے بڑا یعنی اللہ کا سب سے بڑا نام کہ جس نام کو لے کر اللہ کو یاد کرنے سے یا اپنی ضرورت طلب کرنے سے فوراً ہی قبول ہو جائے۔ (مرقات ومشکوٰۃ:۱۹۹)۔

یہ کس آیت میں ہے؟ اس کے بارے میں بہت ہی اختلاف ہے اور اسی میں اللہ کی حکمت مضمر ہے اس لئے ہر ایک آیت اور نام پڑھیں اس میں سے ایک یقیناً اسم اعظم ہوگا۔

﴿۲۶۴۳﴾ سنت کے مطابق دعاء مانگنا بہتر ہے

سوال: ایک شخص دعاء میں:"اللّٰھم إنا نعوذ من عذاب جھنم ونعوذ من عذاب القبر"۔اس طور پر پڑھتا ہے،ضمیر کا ذکر نہیں کرتا۔جیسے کہ "اللّٰھم إنا نعوذبك من عذاب جھنم ونعوذبك من عذاب القبر". تو کیا بغیر ضمائر پڑھی ہوئی دعا صحیح کہلائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف یا قرآن شریف میں جن الفاظ کے ساتھ دعاء مذکور ہے ان دعاؤں کو اسی طرح پڑھنا چاہئے اور وہی سب سے بہتر اور مفید ہے،لہٰذا سوال میں لکھی ہوئی دعاء:"اللّٰھم إنا نعوذ من عذاب جھنم ونعوذ من عذاب القبر" ضمیر کے ساتھ پڑھنا بہتر ہوگا اور دعاء میں بغیر ضمیر کے اگر ترجمہ صحیح ہوجاتا ہو یہ بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۴﴾ چند دعاؤں کے حوالے

سوال: دیگر عرض یہ ہے کہ بندہ نے جیسا کہ آنجناب کو عرض کیا تھا کہ چند دعاؤں کے حوالوں کی ضرورت ہے،حضرت نے لکھ کر بھیجنے کو کہا تھا اس لئے اس خط کے ساتھ ان دعاؤں کو لکھ کر بھیج رہا ہوں،حدیث سے ان دعاؤں کا ثبوت مطلوب ہے۔

امید ہے کہ ان دعاؤں کے حوالے لکھ کر بھیجیں گے،دعاء کی کتاب مکمل ہے جتنا جلدی اس خط کا جواب موصول ہوگا طباعت کے لئے دی جائے گی،انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱،۲،۳...... حی علی الصلوۃ، قد قامت الصلوۃ اور الصلوۃ خیر من النوم کے جوابوں کا حوالہ حدیث سے

۴......نماز کے لئے نکلے تو یہ دعا پڑھے: اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك حقاً

و بحق ممشای هذا الیك الخ

۵...... بسم الله و علی برکة الله کا حوالہ

۶ ...... "بسم الله العظیم و الحمد لله علی دین الاسلام" وضو سے پہلے پڑھنے کی دعا کا حوالہ

۷...... جنازہ کی نماز میں نابالغ بچہ اور بچی کے لئے دعاء کا حوالہ حدیث سے

۸...... پانی پینے کے بعد الحمدللہ اور پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حدیث سے حوالہ

۹...... پانچ کلموں اور ایمان مجمل و مفصل اور دعائے قنوت کا حوالہ حدیث سے

۱۰...... سفر شروع کرے تو پڑھے: اللهم بك انتشرت و الیك توجهت و بك اعتصمت ، اس دعا کا حوالہ بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......۱...... عن عمر بن الخطاب ان رسول الله ﷺ قال اذا قال المؤذن الی ان قال ثم قال حی علی الصلوة قال لا حول و قوة الا بالله الخ (ابوداؤد شریف: ۱/۷۸، مسلم شریف: ۱/۱۶۷)۔

۲......حدثنا سلیمان بن داؤد ان بلالا اخذ فی الاقامة فلما ان قال قد قامت الصلوة قال النبی ﷺ اقامها الله و ادامها۔ (ابوداؤد: ۱/۷۸)۔

۳......و فی اذان الفجر قال المجیب صدقت و بررت۔ (مراقی الفلاح: ۱۱۰، علی هامش الطحطاوی) و لم یرد حدیث آخر فی صدقت و بررت بل نقلوه عن بعض السلف۔

(ص: ۴۷، تقریرات الرافعی)۔

۴......ما یقول اذا خرج الی الصلوة، (عمل الیوم واللیلة: ۳۰)

۵...... حصن حصین میں کھانا شروع کرنے کا بیان

۶ ...... طحطاوی علی المراقی (٦٧) لو قال بسم الله الرحمن الرحیم باسم الله العظیم و الحمد لله علی دین الاسلام فحسن لورود الآثار ای بعد التعوذ، (فتح القدیر: ١٠/١٩، قال الطحاوی الخ)

۷...... مشکوۃ شریف: ۱۰/۱۴۷، ہدایہ اولین: ۱/۱۸۱

۸...... عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ لا تشربوا واحدا کشرب البعیر و لکن الی ان قال سموا اذا انتم شربتم وا حمدوا الخ (ترمذی شریف: ٢ / ١٠)

۹...... حضرت شیخؒ کی فضائل ذکر دیکھ لو۔ (مرغوب الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۲۷ پر پوری تفصیل ہے)۔

۱۰...... عمل الیوم واللیلۃ: ۱۵۸۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۵﴾ عمر میں برکت کی دعا

سوال: ہم کسی شخص کی بات کر رہے ہوں، اور وہ شخص حاضر ہو جائے تو یوں کہا جاتا ہے کہ ’’ابھی تمہاری ہی بات ہو رہی تھی، تمہاری عمر کافی لمبی ہے‘‘ تو کیا ایسا کہنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ایسا عقیدہ بے اصل اور لوگوں کا پھیلایا ہوا ہے، جس کی وجہ سے قابل ترک ہے، البتہ کسی کے لئے عمر میں برکت کی دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۶﴾ ایک دعا کا ترجمہ

سوال: حضور ﷺ نے ہر قسم کے درد و تکلیف کو دور کرنے کے لئے ایک دعا بتائی ہے جو

مسلم شریف میں بھی موجود ہے: ”أعوذ بالله وقدرته من شر ما أجد وأحاذر“ اس عربی دعا کا اردو میں ترجمہ بتلا کر اس کا مطلب سمجھائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ دعا مسلم شریف جلد:۲ میں ص:۲۲۴ پر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ”میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ اور اس کی قدرت کی اس چیز کی برائی سے جو مجھے پہونچی ہے“۔ اور ایسی چیز سے جس سے میں ڈر رہا ہوں۔ (مسلم شریف ج:۲، ص:۲۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۷﴾ درود ابراہیم افضل ہے

سوال: درود ابراہیم ۱۰۰؍مرتبہ پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے اتنے وقت میں ’صلی الله علی النبي الأمي“ تین سو سے چار سو مرتبہ پڑھ سکتے ہیں تو کس طریقہ سے پڑھنا زیادہ افضل کہلائے گا؟ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہ نے درود شریف کے جو فضائل کتاب میں لکھے ہیں ان فضائل میں مذکورہ درود درود شریف شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جتنے درود بھی ماثور ومنقول ہیں ان تمام کے بابرکت اور افضل وبافضیلت ہونے میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، لیکن ہر درود کی خاصیت اور نورانیت الگ الگ ہے اور ان تمام درودوں میں سب سے افضل وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے جسے درودِ ابراہیم کہتے ہیں، اور صلی الله علی النبي الأمي بھی ایک درود شریف ہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۸﴾ فرائض کے بعد آیت الکرسی پڑھنا

سوال: فرض نماز سے فارغ ہوکر فوراً آیۃ الکرسی، معوذتین اور تسبیح فاطمی پڑھنا چاہئے یا

سنت اور نوافل سے فارغ ہو کر پڑھنا چاہئے؟ بہتر وافضل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بہتر تو یہ ہے کہ فرض پڑھ لینے کے بعد مختصر دعا مانگ کر سنتیں پڑھی جائیں اور ان سنتوں کے بعد جو وظیفہ ہو وہ پڑھ لے، تا کہ فرض وسنت دونوں ساتھ ساتھ دربارِ خداوندی میں پہنچ جائیں لیکن اگر فرض کے بعد آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی، شامی)

﴿٢٦٤٩﴾ جب بارش نہ ہو تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

سوال: آج کل بارش نہ ہونے کی وجہ سے بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہندوستان میں بہت سی جگہوں پر خصوصاً ہمارے گجرات کے علاقہ میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے بڑے مشکل حالات پیدا ہوئے ہیں جس کی وجہ سے انسان اور جانوروں کو تکلیف پہونچ رہی ہے، اکثر وبیشتر ایسے حالات اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ظلم کرنے اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اسی وجہ سے تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ گناہوں سے توبہ کریں اور اطاعت وفرمانبرداری والی زندگی گذاریں صدقات وخیرات کے ذریعہ اللہ کی رحمت کو طلب کریں، نیز ہر ایک گاؤں اور مسجد میں اعلان کیا جائے کہ بدھ، جمعرات، جمعہ ان تین دنوں کے روزے رکھے جائیں اور روزانہ عشاء کے بعد چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھ کر اجتماعی دعاء کی جائے اور جہاں بسہولت ہو سکے تو ﴿لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين﴾ (الأنبياء: ٨٧) کا سوا لاکھ مرتبہ ختم کیا جائے تو بہتر ہے۔

حدیث شریف میں بارش طلب کرنے کی دعا مذکور ہے: ”**اللّٰھم أسقنا غیثا مغیثا مریئا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل۔ اللّٰھم اسق عبادك وبھائمك وانشر رحمتك واحي بلدك المیت۔ لا إلٰه إلا أنت الغني ونحن الفقراء أنزل علینا الغیث واجعل ما أنزلت لنا قوة وبلاغا إلیٰ حین**“۔ اس دعاء کو بھی تمام نمازوں کے بعد بکثرت پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کریمی سے قوی امید ہے کہ وہ کثرتِ بارش کے ذریعہ اپنی مخلوق کی پریشانی کو بطورِ نعمت دور فرمائے گا، اور اس دعاء کے پڑھنے پر باری تعالیٰ کی جانب سے بارش کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

کتاب الاکل

﴿۲۶۵۰﴾ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا

سوال: کیا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنت ہے؟ انگلیوں پر لگا ہوا کھانا وغیرہ صاف کرنے کے لئے چاٹنا مسنون ہے؟ کئی لوگ انگلیوں کے اوپر کچھ نہ لگا ہوا ہونے کے باوجود بھی سنت طریقہ ادا کرنے کے لئے چاٹتے ہیں تو صحیح حقیقت سے آگاہ کیجئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انگلیوں کے اوپر کھانا یا سالن وغیرہ لگا ہوا ہو، یا نہ ہو تب بھی چاٹ لینا سنت ہے اس میں دنیوں واخروی برکت و بھلائی ہے، یعنی جو سنت کی ادائے گی کی نیت سے چاٹتا ہے وہ اچھا کرتا ہے۔ (عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۱﴾ جائفل کا حلوے میں استعمال

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ جائفل کا استعمال سراسر حرام ہے، اور ہمارا کاروبار حلوے کا ہے، تو ہمارا حلوے میں جائفل استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: جو چیز نشہ لانے والی ہو مگر مائع نہ ہو بلکہ منجمد ہو جیسا کہ تمباکو، جائفل، افیون وغیرہ، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جتنا کھانے سے نشہ ہو یا نقصان ہو تو اتنی مقدار میں کھانا حرام ہے، اور جتنے سے نشہ نہ آئے اور سخت نقصان نہ ہو اتنی مقدار میں کھانا جائز ہے۔ (درمختار ج:۵) لہٰذا مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق حلوے میں ڈالنا اور کھانا درست ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۲﴾ مشروم کھانا

سوال: مشروم جسے گجراتی میں ''بلی کا ٹوپ'' کہتے ہیں، یہاں انگلینڈ میں اس کی کاشت

ہوتی ہے اور سبزی کی طرح اس کو پکا کر استعمال کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔تو اسلامی شریعت کے مطابق اس کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مشروم جسے ''بلی کا ٹوپ'' کہتے ہیں اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جس طرح دوسری سبزی ہوتی ہے اس طرح یہ بھی ہے۔قرآن شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم**﴾ (البقرہ:۱۷۲) ''اے ایمان والوں! ہم نے جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ'' فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۳﴾ پنیر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: ''چیز'' جس کو پنیر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔جو یہاں انگلینڈ میں منجمد اور مربع شکل میں ہوتی ہے تو اس پنیر کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اسلام میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پنیر بنانا، کھانا اور بیچنا دونوں جائز ہیں۔حدیث شریف سے ثابت ہے چاہے منجمد ہو یا مربع شکل میں ہو (اس کا بنانا، کھانا، بیچنا ہر طرح جائز ہے)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۴﴾ روٹی کو چار ٹکڑے کر کے کھانے کی وجہ

سوال: بہت سے لوگ کھانا کھاتے وقت روٹی یا نان کے چار ٹکڑے کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ؟ کیا نبی کریم ﷺ روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھاتے تھے؟ ایک بھائی کہتا ہے کہ ہمارے چار خلیفہ ہیں؛ اس لئے روٹی کے چار ٹکڑے کئے جاتے ہیں اور دوسرا بھائی کہتا ہے کہ چار امام ہیں اس لئے چار ٹکڑے کئے جاتے ہیں، تو اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ دونوں وجوہات واہیات اور بے اصل ہیں، اور کھاتے وقت روٹی کے چار ٹکڑے کرنا نہ سنت ہے نہ مستحب۔ میرے خیال کے مطابق کھانے والوں کی پسند اور صفائی کے لئے یہ رواج شروع ہوا ہوگا۔ فقہاءِ کرام نے جہاں کھانے- پینے اور روٹی کے آداب اور طریقے لکھے ہیں اس میں روٹی کو توڑے بغیر ایک جانب سے کھانا شروع کرنا، روٹی سے ہاتھ نہ پونچھنا، روٹی پر برتن نہ رکھنا، نیز روٹی آجائے تو سالن کا انتظار نہ کرنا اور روٹی کا کھانا شروع کر دینا وغیرہ وغیرہ لکھا ہوا ہے، لہٰذا کھاتے وقت چار ٹکڑے نہ کرنا ادب میں شمار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۵﴾ کلونجی کے فوائد

سوال: کلونجی کے فوائد بتلا کر ممنون فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: کلونجی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے۔ (مسلم شریف)

فوائد: حکیم جالینوس فرماتے ہیں کہ:

(۱) کلونجی کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔

(۲) اس کو ابال کر سر پر لیپ کرنے سے نزلہ زکام سے راحت ہوتی ہے۔

(۳) خشکی کی وجہ سے بدن سے چمڑی نکلتی ہو تو اس پر بھی مفید ہے۔

(۴) اگر جسم پر تِل نکل آئے ہوں تو کلونجی کے استعمال سے جسم صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔

(۵) حیض بند ہو گیا ہو تو اس کے استعمال سے دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔

(۶) سر پر اس کا لیپ لگانے سے سر کا درد دور ہوتا ہے، پھوڑے پھنسی وغیرہ ختم ہو جاتے

ہیں۔

(۷) سرکہ کے ساتھ ملا کر کھانے سے بلغمی سوجن (ورم) ختم ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر سانس پھولتی ہو، ہانپنا بڑھ جاتا ہو تو اس میں بھی کلونجی مفید ہے۔

(۹) کلونجی کے ذریعہ کلی کرنے سے دانت کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی کا پیشاب بند ہو گیا ہو تو اس کے کھانے سے جاری ہو جاتا ہے۔

(۱۱) کلونجی کے ذریعہ دھوپ یا دھنی (دھنواں) دینے سے کھٹمل وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) جسے دائمی سردی ہو تو اس کے گلے میں کلونجی کی پوٹلی رکھنے سے وہ دور ہو جاتی ہے۔

(۱۳) اور ہر چار دن آنے والے بخار میں بھی مفید ہے۔

(۱۴) اگر کسی عورت کا دودھ خشک ہو گیا ہو تو اس کے استعمال سے دودھ واپس شروع ہو جاتا ہے۔

(۱۵) کھانسی اور سینے کے درد میں بھی مفید ہے۔

(۱۶) اگر بے چینی اور قے ہوتی ہو تو کلونجی کھانا مفید ہے۔

(۱۷) جلندر کی بیماری میں بھی بہت مفید ہے۔

(۱۸) کلونجی کو تیل کے ساتھ ملا کر کھانے سے چہرہ صاف و سرخ ہوتا ہے۔

(۱۹) کلونجی کو سرکہ کے ساتھ ملا کر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

(۲۰) اگر شہد کے ساتھ کلونجی کا استعمال کیا جائے تو پتھری کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

(۲۱) اگر کلونجی کو جلا کر کھایا جائے تو بواسیر جیسی بیماریوں میں خوب مفید ہے۔

(۲۲) کلونجی کو سرکہ کے ساتھ ملا کر سفید داغ (برص) پر لگانے سے داغ ختم ہو جاتے ہیں۔

(۲۳) اگر خصیتین سوج گئے ہوں تو سرکہ میں ملا کر ان کا لیپ کرنا مفید ہے۔

(۲۴) اگر کسی کے بال کمزور ہو گئے ہوں اور جھڑتے ہوں تو مہندی کے پانی میں ملا کر لگانے سے بال مضبوط ہوتے ہیں۔

(۲۵) اگر کوئی شخص کلونجی کے ۲۱ دانے لے کر کپڑے کی پوٹلی میں باندھ کر اسے پانی میں ابالے اور پہلے دن داہنے ناک میں دو بوند ٹپکائے اور بائیں ناک میں ایک بوند ٹپکائے اور دوسرے دن بائیں ناک میں دو بوند اور داہنے ناک میں ایک بوند ٹپکائے، اس طریقہ پر جو شخص تین دن تک عمل کرے گا تو وہ دماغی امراض سے محفوظ رہے گا۔

اسی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا کہ کلونجی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے۔

نوٹ: کلونجی ہمارے یہاں گاندھی کی دکانوں پر ملتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۶﴾ ہوائی جہاز میں مرغی کھانا

سوال: ہمیں اکثر کاروبار کے لئے بیرون کا سفر کرنا پڑتا ہے ہوائی جہاز میں کھانے کے لئے چکن یعنی مرغی دی جاتی ہے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقہ کے مطابق مسلمان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کا گوشت کھانا جائز ہے؛ اسی وجہ سے ہوائی جہاز میں دی جانے والی مرغی یا گوشت اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کیا ہوا ہو یا کوئی معتمد مسلمان شخص اس کے حلال طریقہ کے مطابق ذبح کئے جانے کی خبر دیدے تو اس مرغی کو بغیر کسی حرج کے کھانا درست ہے اور اگر اس طرح کا معاملہ نہ ہو تو ایسی مرغی کھانے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

(عالمگیری و شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۷﴾ چینائی گھاس اور وجیٹیبل گھی کا استعمال

سوال: ایک ہفتہ واری اخبار میں میں نے پڑھا کہ چینائی گھاس میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے، اسی طرح دوسرے اخباروں میں پڑھا کہ وجیٹیبل گھی میں مردار جانور کی چربی ملائی جاتی ہے، تو اس کی صحیح حقیقت کیا ہے؟ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ اشیاء میں مردار جانور کی چربی یا خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں ہے، اس کی تحقیق کے لئے یہ چیزیں جہاں بنتی ہو وہاں جا کر معلوم کرنا ضروری ہے، صرف کسی اخبار یا رپورٹ کی بنیاد پر کہ اس کے لکھنے والے کون ہیں؟ کیسے ہیں؟ یہ جانے بغیر حرام کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور اسے حرام سمجھ لینا ضروری بھی نہیں ہے، صرف افواہ، وہم اور پروپیگنڈا سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، اگر بینہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان چیزوں میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے تو خنزیر کے نجس العین ہونے کے سبب اس چیز کو کھانا یا ظاہری استعمال میں لانا یا تجارت کر کے اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز اور حرام ہے۔ (عالمگیری، اشباہ)۔

چینائی گھاس جو سالوں سے ہمارے یہاں رمضان المبارک کے مہینہ میں استعمال ہوتی ہے اس کے ایک ایجنٹ سے جو دیندار قابل اعتماد مسلمان ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سمندر میں اگنے والی گھاس ہے، اور اس میں ایسی کوئی حرام چیز نہیں ملائی جاتی، نیز مارچ ۱۹۸۴ء کے ایک ماہ نامہ میں میں نے پڑھا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ ''فالودے کا گھاس جو ایک قسم کی سمندری سبزی ہے اور سمندر میں پیدا ہوتی ہے اس کا کھانا حلال ہے۔ (ص:۲۱)

﴿۲۶۵۸﴾ چینائی گھاس

سوال: چینائی گھاس میں مردار جانور کی ہڈیوں کا استعمال ہوتا ہے تو کیا اس کا کھانا جائز

ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چینائی گھاس دریا میں ہونے والی ایک طرح کی سبزی ہے جب تک یقینی طور پر پتہ نہ چلے کہ ہڈیاں ملائی جاتی ہیں یا نہیں وہاں تک افواہ پر اعتماد کر کے ان کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۹﴾ چینائی گھاس حلال ہے یا حرام؟

سوال: ایک پندرہ روزہ اخبار میں آیا تھا کہ چینائی گھاس میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے اسی طرح دوسرے اخبار میں بھی یہ آیا تھا کہ ویجیٹیبل گھی (Vegetable Ghee) میں مردہ جانور کی چربی ملائی جاتی ہے تو اس کی صحیح حقیقت کیا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ اشیاء میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے یا نہیں مجھے اس کا علم نہیں، اس کی تحقیق کے لئے تو یہ اشیاء جس جگہ تیار ہوتی ہیں وہاں جا کر تحقیق کرنی چاہئے۔فقط کسی پیپر (Paper) یا رپورٹ (Report) کو سامنے رکھ کر کہ اس کا لکھنے والا کون ہے؟ اس کو جانے بغیر اشیاء کو حرام نہیں کہہ سکتے، اور حرام مان لینا بھی ضروری نہیں ہے، صرف عرف، وہم، یا پروپیگنڈوں سے مسائل ثابت نہیں ہوتے، اب اگر صحیح طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ ان اشیاء میں خنزیر کی چربی ملائی گئی ہے تو خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے ان اشیاء کا کسی بھی طریقہ سے استعمال کرنا یا تجارت کر کے فائدہ اٹھانا ناجائز وحرام کہلائے گا۔ (عالمگیری واشباہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۶۰﴾ غلطی سے سور کا گوشت کھالینا؟

سوال: میں ایک گجراتی لڑکا ہوں، پچھلے ۳۲ مہینوں سے روزی اور روٹی کے لئے دُبئی

(Dubai) آیا ہوں، مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے جو درجِ ذیل ہے: میں نے ۱۵ مہینوں پہلے ایک انگریز کمپنی میں ملازمت کی جس میں دوپہر کے وقت یا خوشی کے موقع پر کمپنی والے قریب کی ایک بڑی ہوٹل (Five Star) میں سے ناشتہ منگواتے ہیں، اس ناشتہ میں کئی چیزیں ہوتی ہیں اس میں گوشت کا سینڈویچ (Sandwich) بھی ہوتا ہے، میں نے کئی بار انگریزوں کا ناشتہ کیا بعد میں پتہ چلا کہ وہ گوشت سور کا ہوتا ہے، میں نے غلطی سے کھالیا اب مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میرا کیا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن کریم کے حکم کے مطابق خنزیر نجس العین ہے، اس کی کوئی بھی چیز یا گوشت کھانا یا استعمال کرنا جائز ہی نہیں ہے، ایسی جگہوں پر گوشت کھانے سے پہلے معتمد لوگوں سے تحقیق کرلینی چاہئے، تحقیق کئے بغیر کھالیا اور پھر بعد میں پتہ چلا تو گناہ ہوگا، سچّے دل سے توبہ واستغفار کرنے سے گناہ معاف ہوجائے گا، معارف القرآن ج:۳،ص:۳۳۹ پر لکھا ہے کہ کوئی شخص جہالت کی بناء پر کوئی برا کام کرلے اور پھر توبہ کرلے اور اپنے عمل کو صحیح کرلے تو اللہ غفور الرحیم ہے، اس کے گناہ کو معاف کردیں گے، لہٰذا سچے دل سے توبہ کرنا اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم ہی اس کا علاج ہے۔

﴿۲۶۶۱﴾ سور کی چربی والے صابن اور کولگیٹ (Colgate) کا استعمال کرنا

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ لائف بوئے (Lifeboy) صابن اور کولگیٹ میں سور کی چربی آتی ہے تو اس کے استعمال کے سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک یقینی طور پر پتہ نہ چل جائے اس وقت تک ان دونوں چیزوں کو استعمال کرسکتے ہیں، محض افواہوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

﴿۲۶۶۲﴾ حرام جانوروں کی چربی والا تیل، گھی اور صابن کا استعمال

سوال: فی الحال سرکاری سستے غلہ کی دکان میں سستے دام سے جو پامولین یا سویابین کا تیل دیا جاتا ہے اس میں سور کی چربی آتی ہے اور اس کا فتویٰ بھی علماء نے شائع کیا ہے اس طرح ہمارے یہاں کے پیش امام اور ایک دوسرے مولانا نے کہا۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو آج تک علماء خاموش کیوں تھے؟ کیا اس سے پہلے علماء کو اپنی قوم کے ایمان کی کوئی قیمت نہ تھی؟ خیر وجیٹیبل گھی کے لئے ہندوستان کے ماضی وزیرِ اعظم نے ثابت کر کے دکھایا ہے کہ اس میں چربی ہوتی ہی ہے پھر چاہے سور کی ہو یا پھر کسی اور جانور کی ہو لیکن وہ حلال ہے یا حرام یہ کوئی نہیں کہہ سکتا، لہٰذا وہ بھی ناجائز وحرام ہوگیا؟ اور صابن میں تو آتی ہی ہے چربی کے بغیر صابن جم ہی نہیں سکتا تو مسلمانوں کے لئے صابن کا استعمال بھی ناجائز ہوگیا۔ اس سلسلہ میں صحیح رہنمائی فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں اور ہمارے دلوں میں جو وہم ہے اس کو دور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پامولین یا سویابین تیل میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے اور اس کے بارے میں علماء نے فتویٰ شائع کیا ہے یہ بات آج پہلی مرتبہ آپ کے غصہ بھرے خط سے پتہ چلی اگر اس فتویٰ کی نقل یا فوٹو کاپی ہو تو بھیج دیں مہربانی ہوگی۔

وجیٹیبل گھی میں چربی آتی ہے اس کے لئے کون سے وزیرِ اعظم نے اور کس طرح ثابت کیا ہے وہ بھی بتائیں، وجیٹیبل گھی میں چربی نہیں آتی یہ اس کے بنانے والے کہتے ہیں اور اب آپ کی تحقیق کے مطابق اس میں چربی ملائی جاتی ہے تو کیا وہ چربی حلال جانور کی ہے یا حرام جانور کی؟ اگر حلال جانور کی ہے تو اس کو شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کر کے چربی نکالی جاتی ہے یا مردار کی چربی ہے؟ ان تمام باتوں پر اس کے حکم کا مدار ہے، لہٰذا اگر حلال جانور

ہے اور شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کر کے چربی نکالی گئی ہے تو اس چربی کا استعمال بغیر کسی حرج کے درست ہے، اور اگر اس طرح نہیں ہے اور مردار جانور کی چربی ہے یا غیر شرعی طور پر ذبح کئے گئے جانور کی چربی ہے یا سور جیسے حرام جانور کی چربی ہے تو اس طرح کی ملائی گئی چربی والا گھی وغیرہ کھانا ناجائز وحرام ہے۔ (عالمگیری) اب جب ہمیں پتہ نہ ہو اور تحقیق کرنے کے باوجود بھی علم نہ ہو سکے اور کسی معتمد شخص نے بھی نہ کہا ہو تو جب تک یقین نہ ہو جائے تب تک وجیٹیبل گھی کو استعمال کرنا درست ہے، چوں کہ اس کے بنانے والے گھی کو ایک دم صاف وجیٹیبل چیزوں سے بنائے جانے کا کھلم کھلا اقرار کرتے ہیں، اور ثابت بھی کرتے ہیں، اب اگر پاک یا ناپاک چربی کو کسی چیز کے ساتھ اس طرح ملا دیا جائے کہ تبدیلِ ماہیت ہو جائے، مثلاً: شراب کو سرکہ بنا دیا، نمک کی کان میں کوئی چیز گر کر نمک ہو گئی یا چربی کو صابن بنا دیا تو اب بغیر کسی حرج اور بغیر کسی کراہت کے اس کا استعمال جائز اور درست ہے۔ (طحطاوی ص:۲۲ اور شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۳﴾ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر محتاج نہیں اس کا کیا مطلب؟

سوال: جنت کی کنجی نام کی ایک کتاب پڑھ رہا ہوں جس میں لکھا ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر محتاج نہیں رہتا تو اس کا کیا مطلب؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... سوال میں مذکورہ حدیث ابن ماجہ شریف ص: ۲۴۶ اور خصائل نبوی ص: ۸۸ پر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر والا روٹی کھانے کے لئے سالن کا محتاج نہیں ہے؛ اس لئے کہ سرکہ سالن کے قائم مقام ہے، اور سرکہ میں بہت سے فائدے بھی ہیں، آپ نے جو مطلب سمجھا کہ ”جس گھر میں سرکہ کی بوتل بھر کر رکھی ہو تو اس میں محتاجی داخل نہیں ہو سکتی“ یہ مطلب صحیح نہیں ہے۔

مایتعلق بحیوان البحر

﴿۲۶۶۴﴾ مچھلی ذبح کئے بغیر کھانے کی وجہ

سوال: مرغا، بکرا، دُنبہ، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ جانوروں کو ذبح کر کے کھانا حلال کہلاتا ہے، لیکن سمندر میں رہنے والی مچھلیاں چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی ذبح کئے بغیر کھائی جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث شریف میں ہے کہ تمہارے لئے دو مردار (ذبح کئے بغیر) کا کھانا جائز ہے، ایک ٹڈی اور دوسرا مچھلی۔ (مشکوٰۃ شریف) لہٰذا ان مچھلیوں کو کھا سکتے ہیں اور جو مچھلیاں فطری (اپنے آپ) طور پر مر جائیں اور پانی کی سطح پر الٹی تیرنے لگیں تو ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مذکورہ جانوروں میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے جو ناپاک ہے اور انہیں ذبح کرنے کی وجہ سے وہ ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور مچھلیوں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا، لہٰذا ان کو ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، وشامی، درمختار ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۵﴾ جھینگا کھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں، جنوبی افریقہ میں ایک تحریر میں ایک مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ ''جھینگا کھانا حرام ہے'' اب سوال یہ ہے کہ جھینگا مچھلی کی قسم سے ہے یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ حرام ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جھینگا مچھلی کی قسم میں سے ہے یا دریائی کیڑے کی قسم میں سے ہے، اس کی تحقیق ضروری ہے، چند تحریروں کے مطابق جھینگا مچھلی کی قسم میں سے

نہیں ہے بلکہ دریائی کیڑوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور حنفی مسلک کے اعتبار سے دریائی اشیاء میں سے صرف مچھلی ہی کو اپنی تمام قسموں کے ساتھ کھانا جائز ہے، لہٰذا حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ جھینگا کھانے سے منع کرتے تھے اور مچھلی کی قسموں میں سے شمار نہ کرتے ہوئے حرام بتاتے تھے جیسے کہ فتاویٰ رشیدیہ ص:۴۵۴ پر اس کی وضاحت موجود ہے، اور حضرت اقدس تھانویؒ حیاۃ الحیوان کے قول کے مطابق جھینگے کو مچھلی کی قسم میں شمار کرتے تھے جس کی بناء پر وہ جھینگا کھانے کو جائز اور حلال کہتے تھے جیسے کہ امداد الفتاویٰ ج:۴، ص:۱۰۱ اور مجموعۃ الفتاویٰ ص:۲۹۷ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جھینگا کھانے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، لہٰذا نہ کھانے ہی میں زیادہ بہتری اور احتیاط ہے اور کھانا کراہت سے خالی نہیں لیکن حرام قرار دینا بھی صحیح نہیں۔

﴿۲۶۶۶﴾ جھینگا اور کیکڑے کی تجارت

سوال: بہشتی زیور ''کشمیری بازار لاہور کی مطبوعہ'' میں فقط دریائی جانوروں میں مچھلی ہی حلال بتائی گئی ہے، ہماری تجارت دریائی جانوروں یعنی مچھلی، جھینگا، نیز کیکڑا وغیرہ فروخت کرنے کی ہے تو مچھلی کے علاوہ جھینگا کیکڑا وغیرہ کھانا اور بیچنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جھینگا کھانے کے بارے میں ہمارے حنفی علماء کے درمیان اختلاف ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ منع کرتے تھے، اور حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے مطابق جائز ہے، لہٰذا اس کی بیع میں حضرت تھانوی کے قول کے مطابق کوئی حرج نہیں ہے، تقویٰ کی بنیاد پر اس کو نہ بیچا

جائے تو بہتر ہے کیکڑا جس کو گجراتی زبان میں ''کرچلا'' کہتے ہیں اس کا کھانا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسی چیز کا بیچنا بھی گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۷﴾ کیکڑا اور اوجھڑی کا حکم

سوال: کھانے کی چیزوں میں ایسی کونسی چیزیں ہیں جن کا کھانا ہمارے لئے حرام ہے، بہت سے لوگ کیکڑا نیز کولاڈی کھاتے ہیں، اسی طرح کئی لوگ بکرے کی اوجھڑی کھاتے ہیں، تو کیا یہ کھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذبح کئے ہوئے حلال جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے، نیز کیکڑا کھانا حرام ہے۔ اور کولاڈی کسے کہتے ہیں مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

﴿۲۶۶۸﴾ کیکڑا کھانا حرام ہے۔

سوال: کئی جگہوں پر مسلمان کیکڑا کھاتے ہیں، تو کیا کیکڑا کھانا جائز ہے؟ اسی طرح کئی لوگ دمہ کی بیماری کے لئے استعمال کرتے ہیں اسی طرح کتنی ہی عورتیں نفاس میں استعمال کرتی ہیں، تو کیا کیکڑا کھانا جائز ہے؟ نیز حکیموں کے کہنے کی وجہ سے بیماری میں یا نفاس میں استعمال کریں تو جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کیکڑا کھانا حرام ہے۔ یہ مچھلی کی کسی بھی قسم میں سے نہیں ہے بلکہ دریائی کیڑوں میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس کے حرام ہونے کی وجہ سے بچنا چاہئے۔ اس کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی گنجائش اسی وقت ملے گی جب کوئی دیندار متقی حکیم مشورہ دے یا خود کا تجربہ ہو کہ اس کے بغیر اب بیماری اچھی نہیں ہوگی (امداد الفتاویٰ ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۹﴾ زندہ چھوٹی مچھلی کانٹے میں پرو کراس کے ذریعہ مچھلی پکڑنا جائز نہیں۔

سوال: زندہ چھوٹی مچھلی وغیرہ کانٹے میں پروکراس کے ذریعہ سے مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اوراس طریقے سے پکڑی گئی مچھلی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور آٹا لگا کر مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: زندہ چھوٹی مچھلی وغیرہ کانٹے میں پروکر شکار کرنا منع ہے لیکن اس طریقے سے پکڑی ہوئی مچھلی خریدنا جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ آٹا وغیرہ یا کوئی ایسی چیز سے مچھلی پکڑی جائے جس میں جان نہ ہو کہ جس سے شکار کرنے میں گناہ نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴ص:۲۵۰) فقط واللہ تعالی اعلم

کتاب الشرب

﴿۲۶۷۰﴾ شراب دوسری جگہ لے جانے کی اجرت

سوال: فی الحال میں ٹرک ڈرائیور ہوں، کئی بار ٹیکسی ڈرائیور بننے کا خیال آتا ہے، لیکن میں اس وجہ سے رکا ہوا ہوں کہ ٹیکسی میں بیٹھنے والے پیسنجر کئی مرتبہ اپنے ساتھ شراب کے ڈبے لاتے ہیں، اس لئے کہ اس ملک میں شراب کی اجازت ہے، اور شراب عام ہے، اور کئی مرتبہ ڈبے (Boxes) ڈرائیور کو اٹھا کر رکھنے پڑتے ہیں، شراب کے ڈبے پر لگے ہوئے لیبل سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں شراب ہے، تو ایسا سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھنا کیسا ہے؟ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ بہت سی مرتبہ پیسنجر خود ہی اٹھا کر رکھتا ہے، اور اس ٹیکسی کے اوپر بھی کرایہ لیا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ شراب کسی مسلمان کی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق جائز ہے کہ اس کو اٹھایا جائے اور اس پر کرایہ لیا جائے؛ اس لئے کہ اس کا پینا گناہ ہے، اٹھا کر لے جانا یا کرایہ سے لے جانا گناہ نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ مسلمان دوسرے جائز کاموں مثلاً: سرکہ بنانے یا پھر ضائع کرنے کے لئے لے جا رہا ہو۔ اب اگر وہ اس کام کے علاوہ گناہ کے کام کے لئے ہی لے جا رہا ہے تو وہ اس کا ذاتی عمل ہے، کہ وہ جائز کام کے بجائے ناجائز کام میں استعمال کر کے گناہ کا حقدار بن رہا ہے۔ اور غیر مسلموں کی شراب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی ص: ۲۵۰، درمختار)

﴿۲۶۷۱﴾ نیرا پینا

سوال: گرمی کے دنوں میں برف والا کھجوری کا نیرا دن کے کسی بھی حصّے میں پینا جائز ہے

کہ نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نیرا مسکر نہیں ہے، لہٰذا اس کو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کے پینے سے جب نشہ آتا ہو تب اس کا پینا ناجائز کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۷۲﴾ کیا تاڑی کی اشیائے خوردنی حرام ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں تاڑی کی ''پوری'' بناتے ہیں، جس میں تاڑی کو آٹے میں ملاتے ہیں، پھر دھوپ میں خمیر بنانے کے لئے رکھتے ہیں جیسے کہ پاؤں وغیرہ کا خمیر بناتے ہیں اس کے بعد پوری بنانی ہو تو ایک تانبے کی تھالی میں آٹے کو رکھتے ہیں اور ایک پتیلے میں پانی گرم کرتے ہیں اور پھر اس میں تھالی رکھتے ہیں اور پھر اس میں پوری کو بھانپ دیتے ہیں جس سے وہ دس پندرہ منٹ میں پک جاتی ہے، اس کے بنانے میں تاڑی کا استعمال پاؤ میں خمیر کی طرح کیا جاتا ہے، تو ایسی پوری کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: جس آٹے میں تاڑی ملائی گئی ہو اس آٹے کی پوری وغیرہ بنا کر کھانا ناجائز اور حرام ہے جس سے ہر ایک مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴، ص:۱۱۵) فقط واللہ تعالی اعلم

کتاب اللباس

﴿۲۶۷۳﴾ عورتیں صرف نائٹی (سونے اور شب باشی کا لباس) پہن کر سو سکتی ہیں؟

سوال: عورت کے لئے صرف نائٹی (کرتی) اور پینٹی (panty) پہن کر سونے میں کوئی حرج ہے؟ نائٹی فقط گھٹنے تک کی ہی ہوتی ہے اور گھٹنے کے نیچے کا حصہ کھلا رہتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت گھر میں نائٹی اور پینٹی پہن کر سو سکتی ہے اور پورے بدن کو ساتر رہے ایسا لباس پہن کر سونا زیادہ بہتر ہے، لیکن اس کا خاص خیال رہے کہ ایسی حالت میں شوہر کے علاوہ اور کسی کی اس پر نظر نہ پڑے۔ (شامی ص:۲۷۰)

﴿۲۶۷۴﴾ تنہائی میں ہاف پینٹ (Half pant) پہن سکتے ہیں

سوال: اپنے کمرے میں مرد ہاف پینٹ پہن کر چل پھر سکتا ہے؟ اس میں کوئی حرج ہے؟ اسی طرح اسی روم میں ہاف پینٹ پہن کر سو سکتا ہے؟ البتہ اپنے روم میں صرف اپنی بیوی ہوتی ہے جو آتی جاتی رہتی ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گھٹنے چھپانا بھی ضروری ہے یہ بھی ستر میں داخل ہیں اور تنہائی میں بھی ضرورتِ شدیدہ کے بغیر ستر کو کھلا رکھنا منع ہے، لہٰذا ہاف پینٹ پہن کر اٹھنا، بیٹھنا یا سونا نہ چاہئے اس کے باوجود تنہائی ہو اور کمرہ بند ہو تو بعض فقہاء جائز قرار دیتے ہیں، لہذا اسکی گنجائش ہے۔ (طحطاوی ص:۱۴۲ اور شامی ص:۲۷۰)

﴿۲۶۷۵﴾ نصف برقع پہننا

سوال: شرعی قانون کے مطابق عورتیں ڈھیلے کپڑے اس طرح پہنتی ہیں کہ پورا بدن ساتر ہو

جائے اور سر پر اوڑھنی کے بدلے میں اس طرح برقعہ پہنیں کہ جس سے صرف سر اور کان اور دونوں ہاتھوں کا ستر ہو جائے لیکن چہرہ کھلا رہے تو اس طرح پہن کر باہر گھوم پھر سکتی ہیں اس سے پردے کے حکم پر عمل ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورتِ مسئولہ میں کچھ حد تک پردہ کے حکم پر عمل کرنا شمار ہوگا، ضرورت ہو تو اس طرح باہر جا سکتی ہیں بالکل بے پردگی سے تو یہ بہتر ہے۔

﴿۲۶۷۶﴾ عورت کا باپردہ نابالغ لڑکے لڑکیوں کو تعلیم دینا

سوال: ایک لڑکے نے تعلیم یافتہ لڑکی کے ساتھ شادی کی ہے، وہ عورت دفتر میں ملازمت تو نہیں کرتی البتہ اردو اسکول میں چھوٹے بچوں کو (باپردہ) تعلیم دینے کے لئے جا سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: عورت باپردہ نابالغ بچہ بچیوں کو تعلیم دے سکتی ہے۔

﴿۲۶۷۷﴾ ہاف پینٹ (Half pant) کے یونیفارم کی شرعی قباحت

سوال: ہم کچھ مسلمان لڑکے ہائی اسکول کے طلباء ہیں اور ہماری ہائی اسکول کا یونیفارم (uniform) ہاف پینٹ ہے جس سے ستر نہیں چھپتا، ہم نے مذکورہ یونیفارم کے خلاف احتجاج کیا ہے، تو کیا شرعی رو سے مذکورہ یونیفارم پہن سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہر ایک بالغ مسلمان کے لئے اس کا لباس ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہونا ضروری ہے۔ (شامی ج:۵، ص:۲۲۳) ہاف پینٹ میں گھٹنے اور دوسرا کچھ ستر کا حصہ کھلا رہتا ہے تو اس طرح کھلا رکھنا یا دِکھانا یا پہننا جائز نہیں بلکہ سخت گناہ کا کام ہے۔ حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے قیامت میں سخت سزا کی وعید بیان فرمائی

ہے، لہٰذا مسلمان طلباء کے لئے مکمل پینٹ کا یونیفارم منظور کرانا چاہئے۔

﴿۲۶۷۸﴾ مرد وعورت کو کون سے رنگ کے کپڑے پہننے چاہئے؟

سوال: مرد وعورت کو کون سے رنگ کے کپڑے پہننا افضل ہے؟ اور کون سے رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے؟ اور کون سے رنگ کے کپڑے پہننا حرام ومکروہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں کے لئے سفید رنگ کا کپڑا پہننا افضل ہے اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا ممنوع ہے اسی طرح بالکل سرخ رنگ کا کپڑا پہننا ممنوع (مکروہ) ہے۔ (درمختار ج:۵،ص:۲۲۷، امداد الفتاویٰ) اور عورتیں ہر طرح کے رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ (عورتوں کے لئے باریک کپڑا پہننا جس سے ستر کے اعضاء چھپ نہ سکیں گناہ ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۷۹﴾ مہر النساء کا کیا مطلب؟

سوال: مسلمانوں میں کئی عورتوں کا نام ''مہر النساء'' ہوتا ہے تو صحیح لفظ مُہر النساء ہے یا مَہر النساء ہے؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اصل لفظ ماہر والنساء ہے ''ماہ'' یعنی چاند، رو یعنی چہرہ اور نساء یعنی عورت، ''ماہ'' فارسی زبان کا لفظ ہے اور بقیہ الفاظ عربی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ''چاند جیسے چہرے والی عورت'' اس کا بہترین معنی چندر مکھی (چاند جیسے چہرے والی) ہے۔

﴿۲۶۸۰﴾ بیل بوٹم پینٹ پہننا، ان شرٹ کرنا

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ بیل بوٹم پینٹ ٹخنہ سے اوپر پہن سکتے ہیں اور دوسری جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عیسائیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو، اور عیسائی لوگ جو بیل

بوٹم پتلون پہنتے ہیں تو آپ جواب دیں کہ بیل بوٹم پتلون پہن سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو لوگ شرٹ کو پتلون میں ڈالتے ہیں جسے انگریزی میں ''انشرٹنگ''(Inshirting) کہتے ہیں تو اس طرح شرٹ کو پٹلون میں ڈال کر اِنشرٹینگ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ دونوں مسئلوں کا جواب دے کر مہربانی فرمائیں

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیل بوٹم آج کل کی فیشن اور فاسق، فاجر لوگوں کا لباس ہے جن کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا گناہ اور ناجائز ہے، لہٰذا بزرگ، معتبر علماء اور اللہ کے محبوب بندے جیسا لباس پہنتے ہیں ویسا لباس پہننا مستحب ہے، ٹخنوں سے نیچے لٹکتا رہے ایسا کوئی بھی لباس مثلاً: پتلون، ازار، لنگی وغیرہ پہننے کی حدیث شریف میں ممانعت اور سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ پتلون میں انشرٹ کرنا بھی فاسق اور فاجر لوگوں کی مشابہت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲٦٨١﴾ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا مکروہ ہے، حدیث کے لفظ تکبر سے ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال: ایک مولانا صاحب سے میری ملاقات ہوئی ان کی لنگی نماز میں ٹخنوں سے نیچے تھی، میں نے ان سے پوچھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا، پتلون یا لنگی لٹکانا نماز کے اندر ہو یا باہر کیسا ہے؟ میں نے تو سنا ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے یعنی حرام کے برابر ہے، مولانا نے جواب دیا کہ میرے دل میں تکبر اور بڑائی نہیں ہے لہٰذا میرے لئے جائز ہے اور جس کے دل میں تکبر نہ ہو وہ بھی پتلون اور لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکا سکتا ہے، مولانا صاحب نے دلیل میں کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تہبند ٹخنوں سے نیچے رہتا تھا اور آپ ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا حقیقۃً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی لنگی ٹخنوں سے نیچے

رہتی تھی یا فربہ جسم ہونے کی وجہ سے نیچے اتر جاتی تھی؟ اگر رہتی تھی تو آپ ﷺ نے کیوں منع نہیں فرمایا تھا؟ میں نے علماءِ کرام سے سنا ہے کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر گھومتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین کے اندر دھنسا دیا اور تا قیامت دھنستا رہے گا، اور دوسری حدیث میں یہ بھی سنا کہ جو شخص اپنی ازار، لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھے گا اس کا وہ حصہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔

میں نے جب مولانا کو یہ حدیثیں سنائیں تو مولانا نے کہا کہ تمہیں کیا خبر میرے دل کی حالت کیا ہے؟ دلوں کو جاننے والا تو اللہ ہی ہے، حدیث میں قید لگائی گئی ہے کہ جس کے دل میں تکبر ہوگا اسی کے لئے یہ وعیدیں ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ازار، لنگی یا دوسرا کوئی بھی لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر پہننا منع اور مکروہِ تحریمی ہے، شامی جلد: ۵ میں لکھا ہے کہ مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے ازار کو لٹکانا مکروہ ہے (ص:۲۲۴ بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف ص:۳۷۳، مرقاۃ ج:۴، ص:۴۱۸) اب اگر حقیقۃً تکبر و بڑائی کے لئے نہ ہو تو وہ جہنمیوں سے مناسبت یا مطلق حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہِ تحریمی کہلائیگا، جیسا کہ مرقاۃ میں اس کی صراحت ہے۔

نیز حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امداد الفتاویٰ میں ایسے ہی مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ایک ہے ٹخنوں سے ازار کا نیچے ہونا اور دوسرا تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے ہونا دونوں ممنوع ہیں۔

پہلی صورت میں حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے اور دوسری صورت میں حدیث کے خلاف اور تکبر ان دونوں گناہوں کی وجہ سے حرام شمار ہوگا، مزید تفصیل کے لئے ج:۴،

ص:١١٩ دیکھئے۔

مولانا کا دلیل میں اس طرح کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی لنگی ٹخنوں کے نیچے رہتی تھی، صحیح نہیں ہے بلکہ بغیر ارادے کے پیٹ کی وجہ سے ٹخنوں کے نیچے وہ آجاتی تھی جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا ہے: إزاري يسترخي اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میری لنگی ڈھیلی ہوکر نیچے اتر جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص:٣٧٦)۔ اور آج کل جس طرح فیشن کے نام سے پہننے کا رواج ہے اسی طرح اس وقت لوگ تکبر کی وجہ سے نیچے لٹکا کر ازار وغیرہ پہنتے تھے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں تکبر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا ہو اس طرح نہیں پہننا چاہئے، اگر تکبر کی وجہ سے ہوگا تو مکروہِ تحریمی ہے اور مستحقِ جہنم ہوگا اور اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے اور متکبروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ چیز بھی گناہ سے خالی نہ ہوگی۔

مولانا کا یہ کہنا کہ تکبر کا تعلق دل کے ساتھ ہے بالکل صحیح ہے اور دلوں کا راز اللہ ہی جانتا ہے یعنی سزا یا گناہ ہوگا یا نہیں؟ یہ نہیں کہہ سکتے؟ لیکن ظاہری حالت حدیث کی تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے روک ٹوک کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کے صحابہ تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سنت نبویہ کی پیروی کے خاص عاشق تھے اس کے باوجود ایک دن آپ ﷺ نے انہیں بھی متنبہ فرمایا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص:٣٧٦ پر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اپنی ازار اونچی کرلیجیے جب میں نے اس کو اوپر اٹھایا تو آپ ﷺ نے مزید اوپر اٹھانے کا حکم فرمایا اس کے بعد ہمیشہ میری یہ کوشش رہی کہ ازار نیچے نہ ہو۔

سامعین میں سے آپؓ کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ دوسری مرتبہ کہنے سے آپؓ نے ازار

کتنی اوپر اٹھائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نصف پنڈلی تک۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تکبر کی عادت کے بغیر بھی اگر ازار وغیرہ نیچے ہو تو گناہ ہے اور اس طرح روک ٹوک کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۸۲﴾ ٹخنوں سے نیچے ازار یا لنگی پہننا مکروہ ہے۔

سوال: ایک شخص ٹخنوں سے نیچے پتلون لٹکا کر نماز پڑھے یا اسی طرح ہر وقت ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر پہنتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تکبر کی وجہ سے نہیں پہنتا یہ تو رواج ہے پہلے اس طرح تکبر شمار ہوتا تھا لہٰذا ناجائز تھا تو ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... مردوں کے لئے لنگی ازار یا پتلون وغیرہ اس طرح پہننا کہ ٹخنے چھپ جائیں مکروہ ہے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچو؛ کیوں کہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ابو داؤد شریف کی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ ایسا زیادہ تر تکبر کی وجہ سے ہی کیا جاتا ہے۔ (ج:۵، ص:۵۷)

عین الہدایہ ج:۴، ص:۲۷۲ پر لکھا ہے کہ ابو داؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ جس کی ازار ٹخنوں سے نیچے ہو اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا، خیال رہے کہ یہ حدیث ایسی ازار کے بارے میں ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہو چاہے نماز کے وقت ازار اٹھالی جائے، بہرصورت اس وعید میں شمار ہوگا، اس وجہ سے کہ ممانعت ایسی ازار کے بارے میں ہے نہ کہ ٹخنوں کو ڈھانکنے کے بارے میں۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ ایک ہے ٹخنوں سے نیچے

ازار کا ہونا اور دوسرا تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کرنا دونوں ممنوع ہیں، پہلی صورت میں (ٹخنوں سے نیچے لٹکانا) حکم کے خلاف ہے جب کہ دوسری صورت میں تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے پہننا اس طرح دونوں چیزیں شرعی حکم کے خلاف ہیں، لہٰذا اس طرح کہنا کے عربوں کے رواج کے مطابق وہ لوگ فخر کی وجہ سے اس طرح کرتے تھے، اس لئے اب ممنوع نہ ہونا چاہئے یہ بے دلیل بات ہے، اس وجہ سے کہ خصوصی مورد سے خصوصی حکم لازم نہیں ہوتا۔ (ج:۴ص:۱۱۸)

عالمگیری ج:۵ص:۳۳۳ میں ہے کہ اسبالِ ازار تکبر کی وجہ سے نہ ہوتو مکروہِ تنزیہی ہے اور تکبر کی وجہ سے ہوتو مکروہ تحریمی ہے۔

عین الہدایہ میں لکھا ہے کہ ٹخنے سے نیچے ازار کا لٹکانا متکبر وخیلاء سے تشابہ ہے پس مطلقاً مکروہ ہے اب اگر آپ کے لکھنے کے مطابق تکبر کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف رواج کی وجہ سے پہنتے ہیں تو ایسے کپڑے پہننے کا رواج فاسقوں وفاجروں کا ہے جس سے ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، اور ان کے ساتھ مشابہت بھی ممنوع ہے، لہٰذا لنگی، ازار، پتلون وغیرہ اس طرح پہننا کہ ٹخنے سے نیچے لٹکا رہے جائز نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۶۸۳﴾ کوٹ پتلون کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال: کوٹ، پتلون کے متعلق ایک جید مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اس کی ایجاد کرنے والے انگریز ہیں اس وجہ سے اس طرح کا لباس (جس سے ستر کے اعضاء دکھائی نہ دیں) سلا کر پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیا حقیقۃً یہ بات صحیح ہے کہ اس طرح کے لباس کے موجد انگریز نہیں؟ اور اس طرح ایسے لباس پہننے میں شرعاً

کوئی حرج نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......کوٹ پتلون کے موجد کون ہیں مجھے اس کا علم نہیں لیکن فی الحال انگریزوں کا لباس شمار کیا جاتا ہے جیسے یہاں یہی مشہور ہے ان کے یہاں سردی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اسی کے مناسب لباس ہے اور فی زمانناسب لوگ اسی کو پہنتے ہیں فقط انگریزوں تک محدود نہیں رہا اس لئے پہننا جائز ہے، لیکن یہ فساق وفجار کا لباس ہے اس لئے ان کی مشابہت رکھنا اور نیک متقیوں جیسا لباس نہ پہننا مکروہ اور گناہ کا کام شمار ہوگا جس سے بچنے کا حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے۔

﴿۲۶۸۴﴾ مردوں کا عمامہ باندھنا، ہاتھ میں لکڑی رکھنا

سوال: حضور ﷺ کس کس وقت عمامہ باندھتے تھے یا ہمیشہ باندھے رکھتے تھے اور ہاتھ میں لکڑی رکھنا سنت ہے یا نہیں؟ جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نبی کریم ﷺ کے سر مبارک پر تقریباً ہر وقت عمامہ رہتا تھا اسی وجہ سے عمامہ باندھنے کو سنت کہا جاتا ہے (دیکھئے خصائلِ نبوی) نیز ضرورت ہو تو ہاتھ میں لکڑی رکھنا بھی ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۸۵﴾ عورتیں اور مرد کیسے اور کس طرح کے کپڑے پہنیں؟

سوال: عورت اور مرد کے لئے کس رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے اور کس رنگ کے کپڑے پہننا حرام ہے نیز کیسے کپڑے پہننا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کپڑا پہننے کا اصل مقصد اپنے ستر کو دوسروں سے چھپانا اور سردی اور گرمی سے اپنے بدن کی حفاظت کرنا ہی ہے، کپڑوں سے زینت بھی ہوتی ہے

جومحبوب وپسندیدہ ہے، لہٰذا جن کپڑوں سے یہ مقاصد پورے ہوتے ہوں اور نیک لوگ جیسے کپڑے پہنتے ہوں ویسے کپڑے پہننے چاہئے۔

عورت کے لئے ہر رنگ کے کپڑے پہننا نیز ریشم کے کپڑے پہننا جائز ہے، اور ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے بدن نظر آتا ہو ہو تو یہ جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ایسے کپڑے پہننے والی عورتوں کو برہنہ شمار کیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مردوں کے لئے سفید رنگ کا لباس پہننا افضل ہے اور نارنگی اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا ممنوع ہے اور ریشم پہننا حرام ہے اور گہرے سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔ (درمختار ج:۵ اور امداد الفتاویٰ)

﴿۲۶۸۶﴾ ساڑی پہننا کیسا ہے؟

سوال: ازواجِ مطہرات کا لباس کیا تھا؟ ساڑی یا ازار یا کرتہ؟ ساڑی پہننا کیسا ہے؟ ساڑی پہننے سے مسلم اور غیر مسلم کو پہچاننے میں مشکلی ہوتی ہے، لہٰذا بہتر وافضل کیا ہے؟ ساڑی پہننا یا ازار یا کرتہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لباس اسلامی شان کے مطابق ہونا چاہئے اور موجودہ زمانے میں نیک متقی دیندار بزرگ حضرات جیسا لباس پہنتے ہیں ویسا لباس پہننا افضل ہے، صحابیات کا لباس بھی اسلامی شان کے مطابق تھا اس زمانہ میں ساڑی یا فراک (Frock) کا رواج نہ تھا، فقط جبّہ جیسا فراک اور چادر اوڑھنے کا رواج تھا۔

ساڑی میں دو خرابیاں ہیں: (۱) ایک تو غیر مسلم ہندؤوں کا لباس ہے، نیز بہت سارا کپڑا استعمال ہونے کے باوجود بدن نہیں ڈھکتا، پیٹ اور کمر کا حصہ کھلا ہی رہتا ہے جسے چھپانا

عورتوں کے لئے فرض ہے۔

(۲) نیز ساڑی کے بلاؤز کی وجہ سے بدن کا نشیب وفراز بھی خوب ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لئے ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہے، ازار اور کرتہ ہی پہننا چاہئے۔

﴿۲۶۸۷﴾ حائضہ کا سفید کپڑا استعمال کرنا

سوال: حائضہ سفید کپڑا استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ بہت سی عورتوں کا اعتقاد یہ ہے کہ سفید کپڑا استعمال کرنے سے مرنے کے بعد کفن زرد ہو جاتا ہے۔ نیز حائضہ روئی کی سفید گدّی بھی استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ اسے استعمال کر کے بغیر دھوئے پھینک دیا جاتا ہے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حیض کی حالت میں سفید کپڑا اور روئی کی گدّی شرمگاہ کے نیچے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ اس سے قبر میں کفن زرد ہو جاتا ہے غلط ہے اور یہ جاہلانہ نظریہ ہے۔ یقیناً قبر کی راحت کے لئے اچھے اعمال ہونے چاہئے، برے اعمال کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

﴿۲۶۸۸﴾ ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سوال: آج کل لوگوں میں چھوٹی ٹی شرٹ (SHORT T SHIRT) پہننے کی فیشن چل پڑی ہے اور وہی ٹی شرٹ پہن کر لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو ان کا ستر کمر کی طرف سے کھل جاتا ہے تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز بسا اوقات انکے پیچھے نماز پڑھنے والے کی نگاہ بھی ان کے ستر پر پڑ جاتی ہے تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز میں ستر چھپا کر نماز پڑھنا نماز کی ضروری شرائط

میں سے ہے اور نماز پڑھتے ہوئے چوتھا حصہ یا اس سے زائد ستر ظاہر ہو جائے اور ایک رکن کی مقدار کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (عالمگیری: ۵۸)

ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ ستر میں داخل ہے (عالمگیری: ۵۸) میں لکھا ہے کہ مرد کے لئے ستر عورت ناف سے لے کر گھٹنوں کے چھپ جانے تک اور اس کے بالکل برابر میں کمر کے نیچے کا حصہ بھی ستر میں شامل ہے، لہذا ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھی جائے جو سجدہ یا رکوع وغیرہ میں جاتے ہوئے پیچھے سے کھل جائے اور وہ جسم کے چوتھے حصہ کے برابر ہے اور ایک رکن کی مقدار کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولا بلوىٰ فى الكبيرى فلا يجعل عفو الربع و ما فوقه كثير و ما دون الاربع قليل هو الصحيح۔ (عالمگیری) و ما بين سرته و عانقه عضو على حدة و المراد ما حوله من جميع البدن فاذا انكشف ربعه فسدت صلاته۔ (عالمگیری)

پیچھے نماز پڑھنے والے کی نگاہ اچانک آگے نماز پڑھنے والے کے ستر پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لینا چاہئے جان بوجھ کر دیکھنے سے یا ستر پر نظر نہ ہٹانے سے گنہگار ہوگا، لیکن دونوں صورتوں میں ستر پر نظر پڑنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

و لو وقع بصر المصلى على عورة غيره لا تفسد صلاته و ان تعمد ذلك فهو مسىء (تاتارخانیہ) فقط واللہ تعالی اعلم

فصل فی الحجاب و الستر

﴿۲٦٨٩﴾ عورت کے لئے پردہ کے احکام

سوال: مندرجہ ذیل سوالات کے قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) عورت کن حالات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

(۲) عورت کا تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا کیسا ہے؟

(۳) عورت دنیا کی کتنی تعلیم حاصل کر سکتی ہے؟

(۴) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر جائے تو جانا کیسا ہے؟

(۵) عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہوٹل اور پارک وغیرہ گھومنے کی جگہ پر جائے تو شرعاً جانا کیسا ہے؟

(٦) شوہر اگر عورت کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے منع کرے تو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کن امور میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

(۷) عورت اگر سہیلیوں کے ساتھ ہوٹل یا گھومنے کے لئے جائے تو یہ جانا کیسا ہے؟ جبکہ شوہر اجازت دیتا ہو۔

(۸) اگر شوہر باہر ملک میں ہو اور عورت بازار خرید و فروخت اور بچہ کو اسکول لانے اور چھوڑنے جائے تو یہ جانا کیسا ہے؟ جبکہ دوسرا کوئی محرم گھر میں موجود نہ ہو۔

(۹) اگر شوہر گھر میں موجود ہو اور وہ اپنی عورت کو باہر خرید و فروخت اور بچہ کو اسکول لانے اور لے جانے کے لئے بھیجے تو یہ جانا کیسا ہے؟ شوہر یہ عذر کرے کہ مجھے خرید و فروخت کرنا

نہیں آتا تو یہ عذر صحیح ہے؟ اسکول لانا اور لے جانا عورت کی ذمہ داری ہے تمام بچوں کو عورت ہی چھوڑنے جاتی ہے تو اس طریقہ سے عورت کو باہر بھیجنا شرعاً صحیح ہے؟

(۱۰) عورت اگر اپنے شوہر کو ہوٹل اور باہر گھومنے کے لئے اصرار کرے اور شوہر منع کرے اس کے باوجود بھی اگر عورت اصرار کر کے لے جائے تو یہ جانا کیسا ہے؟ جبکہ شوہر اس کو ناپسند کرتا ہے۔

(۱۱) ہمارے یہاں شہر بمبئی میں ہم لوگ جہاں رہتے ہیں گھر کی مستورات اور لڑکیاں وغیرہ لوکل ٹرین میں بیٹھ کر محمد علی روڈ جہاں لڑکیوں کا مدرسہ ہے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتی ہیں پردہ کے ساتھ لیکن ساتھ میں کوئی محرم نہیں ہوتا تو اس طریقہ سے جانا کیسا ہے؟ جب کہ ہمارے یہاں (سانتا کروز میں) کوئی ایسا دینی ادارہ نہیں ہے نہ عورت کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے صرف ہفتہ واری تبلیغی تعلیم ہوتی ہے۔

(۱۲) عورت کا تبلیغ میں ۳ دن یا ۱۰ دن یا ۴۰ دن اپنے شوہر کے ساتھ جانا کیسا ہے؟ جب کہ بعض مرتبہ عورت کا اصرار اتنا ہوتا ہے کہ شوہر کو ساتھ لے جانے پر مجبور کر دیتی ہے تو شوہر اپنا کاروبار بھی دوسروں کے حوالہ کر کے مجبوراً جاتا ہے تو اس طریقہ سے اصرار کر کے لے جانا کیسا ہے؟ کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......

(۱) عورت کے لئے اصل حکم تو پردے کا ہے اور گھر میں رہنے کا ہے لیکن انسانی طبعی ضرورت ہو تو پردے کے انتظام کے ساتھ باہر نکل سکتی ہے۔

(۲) زندگی گزارنے کے لئے جتنی ضرورت ہے اتنی دینی و دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہئے، اور ۹ سال کی عمر کے بعد مکمل پردہ کا اہتمام بھی چاہئے۔

(۳) اسکا جواب نمبر۲ میں آ گیا۔

(۴) عورت کو شرعاً اور اخلاقاً اپنے شوہر سے اجازت لینی چاہئے، اور شوہر کی خلاف ورزی کرنے سے ناشزہ میں شمار ہوگی، شوہر کے ذمہ بھی لازم ہے کہ تعدی اور ظلم نہ کرے۔

(۵) شرعاً پردہ کا لحاظ کر کے شوہر کے ساتھ جاسکتی ہے مگر فتنہ کا دور ہے اس لئے اجتناب اچھا ہے۔

(۶) اوپر نمبر ایک میں آ گیا۔

(۷) شوہر کی اجازت اور پردہ کے انتظام کے ساتھ دیندار متقی عورتوں کے ساتھ باہر جا سکتی ہے۔

(۸) معذوری اور مجبوری ہے۔

(۹) فتنہ کا دور ہے اس لئے شوہر کو یہ کام کرنے چاہئے لیکن وہ نہیں کرتا تو عورت مجبور ہے۔

(۱۰) **لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق۔** اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو کسی کی تابعداری کرنی جائز نہیں ہے۔

(۱۱) پردہ کے ساتھ مدت سفر سے کم میں عورت باہر جاسکتی ہے، لیکن ماحول اور زمانہ اچھا نہیں ہے، فتنہ کا غلبہ ہے اس لئے احتیاط اولیٰ ہے مدرسہ قائم کرنا آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے، اللہ کے یہاں آپ لوگوں کی پوچھ ہوگی۔

(۱۲) عورت دینی اصلاح کے لئے جا رہی ہے اور لے جا رہی ہے تو دکان اور تجارت کا نقصان ہو رہا ہے وہ تو دل پر اثر کرتا ہے لیکن اللہ کی نافرمانی وعصیان میں زندگی گزر رہی ہے اس کا دل پر اثر نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۹۰﴾ متبنی بیٹا بیٹی کے چند احکام

سوال: متبنیٰ بیٹا یا بیٹی کو جس نے گود لیا ہے وہ ان کے حق میں محرم ہے یا غیر محرم؟ متبنیٰ بیٹے بیٹی سے پردہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور متبنیٰ بیٹا بیٹی کو میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ یہ حقیقی بیٹا بیٹی کی طرح حقدار ہیں یا نہیں؟

ایک شخص کے یہاں اولاد نہیں ہو رہی تھی تو میاں بیوی نے ایک بیٹی کو گود لے لیا اور میونسی پالٹی میں جنم داخلہ میں بیٹی کے حقیقی باپ کی جگہ لے پالک باپ کا نام لکھوایا تو کیا یہ اس وعید میں داخل ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب نہ کرو۔

بعض حضرات یہ کرتے ہیں کہ ایسے بچہ کو اس عورت کا دودھ پلاتے ہیں تا کہ رضاعت ثابت ہو جائے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اسلامی حکم کے مطابق متبنی بیٹا یا بیٹی حقیقی بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہے، اس لئے بالغ ہونے کے بعد پرائے کی طرح اس سے بھی پردہ ضروری ہے، اور پالک والدین کے انتقال کے وقت ان کی میراث سے متبنی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہو تو رضاعت ثابت ہو جائیگی، میونسی پالٹی یا دوسری جگہ والد کے نام کی جگہ پالک والد کا نام ذکر کرنا اور بچہ کو پالک والد کی طرف نسبت دینا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۱﴾ ہونے والی بیوی سے بے پردہ بات چیت

سوال: کوئی شخص اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ روبرو آمنے سامنے بات چیت کر سکتا

ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......آپ کی ہونے والی بیوی شادی سے پہلے اجنبیہ شمار ہوگی اور سخت ضرورت کے بغیر عورتوں کے ساتھ بات چیت کرنا یا خلوت اختیار کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے، بلکہ سخت گنہگار ہوگا، اس کے باوجود اگر روبرو سمجھانے کی یا آنے کی ضرورت ہو تو اس عورت کے بھائی کو یا باپ کو سامنے رکھ کر پردہ کی رعایت کرتے ہوئے سمجھا سکتے ہو، بالکل خلوت میں نہیں۔

﴿۲۶۹۲﴾ سن رسیدہ کا اجنبیہ سے خدمت لینا

سوال: اسّی سال کے ضعیف کمزور شخص جس میں نفسانی خواہش نہ ہو وہ کسی غیر محرم عورت سے خدمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے کہ دوا پلانا وغیرہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس عورت کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہو ایسی عورت کے ساتھ کتنا ہی سن رسیدہ مرد کیوں نہ ہو اس کا خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر خلوت وتنہائی نہ ہو اور کسی کی موجودگی میں دوا وغیرہ کی خدمت کی جائے تو جائز ہے۔

﴿۲۶۹۳﴾ عورتوں کا گھروں میں کھلے سر پھرنا

سوال: : کیا عورتیں اپنے گھر میں کھلے سر چل پھر سکتی ہیں؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ گھر میں کھلے سر چلنے پھرنے سے فرشتے لعنت کرتے ہیں، کیا بالوں کو چھپانا ستر کے حکم میں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مردوں اور عورتوں کے لئے ستر چھپانا ضروری ہے، عورت کے لئے ستر چھپانے کی حد زیادہ ہے، اسی میں سے سر کے بالوں کو چھپانا بھی ضروری ہے اسی وجہ سے اگر کوئی عورت ستر نہیں چھپاتی تو فرشتہ اس عورت پر لعنت کرتے

ہیں، اپنے شوہر کے لئے اس میں بہت ہی رخصت دی گئی ہے، لہٰذا ایسی کوئی جگہ جہاں شوہر کے علاوہ دوسرے کسی نامحرم کی نظر نہ پڑتی ہو، جیسے کہ مستور (پردہ والا) گھر ہے تو عورت کھلے سر رہ سکتی ہے اور وہ لعنت میں شمار نہ ہوگی لیکن ہمارے یہاں گھروں میں احتیاط نہیں کی جاتی اس لئے گھروں میں بھی کھلے سر نہیں رہنا چاہیئے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۴﴾ ملازمہ عورت سے نظروں کی حفاظت

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، کچہری میں اسکول کا پرنسپل ہوں میری نگرانی میں ایک مرد اور ایک عورت کام کرتے ہیں، ایک ہی روم میں ہم سب مل کر کام کرتے ہیں میرا روم 12x15 کا ہے اس ملازمہ عورت سے میری نگاہوں کی حفاظت کے لئے اور اس کے ارادوں سے بچنے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً:.اجنبی عورت کو دیکھنا چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا چاہیئے ضرورتِ شدیدہ کے بغیر بات چیت کرنا یا اس کی طرف دیکھنا یا اس کے سات خلوت میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، زنا یا دواعیِ زنا سے شریعت میں سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۵﴾ عورت رفاہی کاموں میں حصہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: کوئی عورت شوہر کی اجازت سے رفاہی کاموں میں حصہ لے سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... .مرد وعورت کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھا ہے اور اسلام نے عورت کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں بہت سے حقوق اور عزت بخشی ہے نیز عورت کو گھر کی زینت بنایا ہے نہ کہ شمعِ محفل، لہٰذا کوئی عورت اپنے شوہر کی

اجازت کے باوجود بے پردہ ہوکر اگر ایسے رفاہی کاموں میں حصہ لینا چاہے تو نہیں لے سکتی بلکہ خود بھی گنہگار ہوگی اور شوہر بھی دیّوث اور سخت گنہگار کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۶﴾ بدن گدوانا، ٹیٹو بنوانا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص نے اپنے ہاتھ کے اوپر ''۷۸٦'' گدوایا ہے، جس طرح غیر مسلم لوگ اپنے ہاتھوں کے اوپر بُت وغیرہ کی تصویر بنواتے ہیں، اب وہ لکھا ہوا مٹتا بھی نہیں ہے، تو ہماری شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس لکھے ہوئے کا علاج کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بدن گُدوانا (ٹیٹو بنوانا) شرعاً ممنوع اور ملعون فعل ہے، لہٰذا اب ایسے کاموں سے بچنا چاہئے، ناواقفیت اور بے علمی سے ایسا کام ہوگیا ہو تو صدقِ دل سے توبہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۷﴾ کنگھی میں اترنے والے عورتوں کے بالوں کا کیا کیا جائے؟

سوال: عورتوں کے سر کے بال جو کنگھی کرنے سے اترتے ہیں انکا کیا کرنا چاہئے؟ آج کل عورتوں کا یہ خیال ہے کہ وہ بال دفن کردینے چاہئے یا کنویں میں ڈال دینے چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے یا نئی بدعت ایجاد کی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتوں کے بال جو کنگھی کرنے سے اترتے ہیں ان کو کوڑا کرکٹ کی طرح ادھر ادھر نہیں پھینکنا چاہئے، زمین میں دفن کردینا چاہئے یا ندی، نالے وغیرہ میں ڈال دینا چاہئے، عورتوں کے بال ستر میں داخل ہیں، جس طرح یہ بال سر پر ہوں اور ان کو دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح عورتوں کے ٹوٹے ہوئے بالوں کو دیکھنا بھی گناہ ہے، اس لئے سوال میں عورتوں کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے۔

﴿۲۶۹۸﴾ عورت کے بال دیکھنا یا دوسرے کو دکھانا جائز نہیں ہے

سوال: کیا عورت کے سر کے بال ستر عورت میں داخل ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے سر کے بال ستر عورت میں داخل ہے، اور پورے سر کے بالوں کا ایک ہی حکم ہے، یہاں تک کہ ٹوٹے ہوئے بال بھی غیر محرم کے لئے دیکھنا یا دکھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۹﴾ عورت کا ورزش کے وقت تنگ لباس پہننا

حضرت مفتی صاحب مدظلہ

سوال: اگر لڑکی سکول میں پی.اے.(P.E.) کرے گی اور چھوٹا ٹوپ (ٹراؤزر) گھٹنوں تک پہن کر اور ایسی ازار جس سے پیر کا آدھا حصہ ظاہر ہو تو کیا یہ لڑکی " **اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت** اور **الحياء شعبة من الايمان** کا مصداق ہوگی، کیونکہ اس میں ضرور بے شرمی تو ہوتی ہے اور اعضاء کا ڈھانکنا عورت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اور سینہ پر دوپٹہ ڈالنے کی تاکید قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور وہ کونسی آیت ہے؟ اس سوال کا جواب جلد از جلد دیجئے کیونکہ بروز ہفتہ مؤرخہ...... مارچ کو میرے گھر پر بچوں کی اور ان کی والداؤں کے ساتھ میٹنگ ہونے والی ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بڑی لڑکی سے مراد اگر مراہق اور بالغ ہو یعنی حیض آنا شروع ہو گیا ہو یا آنے کی تیاری ہو تو ایسی عورت کو مکمل پردہ کرنا لازم ہے۔ اور اسی طرح ایسے کپڑے پہننا جو اعضاء کے ساتھ چپکے ہوئے ہوں ناجائز اور حرام ہے۔ اور ایسے کپڑے پہن کر نامحرم کے سامنے آنا سخت گناہ ہے۔

حضور النساء فی مجالس الوعظ والمسجد والسفر

﴿۲۷۰۰﴾ بڑے عالم کا بیان سننے اور اجلاس میں شرکت کے لئے عورت کا مسجد میں آنا

سوال: آپ کا عورتوں کے مسجد میں آنے کے عدم جواز کا فتویٰ میں نے پڑھا، اس سلسلہ میں مجھے کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔

۱...... ہماری مسجد میں وقتاً فوقتاً بڑے علماء مثلاً دار العلوم دیوبند کے مولانا یا دوسرے اداروں کے بزرگ علماء کا بیان رکھا جاتا ہے تو ان کا بیان سننے کے لئے عورتیں مسجد آتی ہیں، تو یہ بیان سننے کے لئے عورتیں مسجد آسکتی ہیں یا نہیں؟

۲...... ہمارے یہاں کے دار العلوم کا سالانہ اجلاس بھی ہماری مسجد میں ہوتا ہے اور اس وقت بھی عورتیں مسجد میں پروگرام سننے کے لئے آتی ہیں اس وقت کبھی عورتوں میں شوروغل بھی ہوجاتا ہے،

نیز اطراف کے گاؤں کے بچے جو عالم بنتے ہیں ان کے گھروں کی عورتیں بھی آتی ہیں، فی الحال آبادی کی کثرت کے سبب مسجد میں مجمع بڑھ رہا ہے تو مردوں کو اوپر کے جماعت خانہ میں جانے میں تکلیف ہوتی ہے، عورتوں کو منع کرنے کے باوجود وہ دیکھنے کے لئے پردہ اونچا کردیتی ہیں، کبھی زینے پر بیٹھ جاتی ہیں وغیرہ کچھ بے احتیاطیاں ہوتی ہیں، مسجد کی کمیٹی کی طرف سے تختے بھی لگائے گئے ہیں، جس پر لکھا ہوا ہے:

۱...... مسجد کا احترام رکھیں۔

۲...... اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔

۳......شوروغل سے اجتناب کریں۔

۴......پردہ کا اہتمام کریں۔

۵......پردہ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

۶......چھوٹے بچوں کو خاموش رکھیں۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ان حالات میں کسی بڑے عالم یا واعظ کے پروگرام کو سننے کے لئے اور دارالعلوم کے اجلاس میں شرکت کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اسلام میں جس طرح کچھ خاص احکام مردوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں اسی طرح کچھ خاص احکام اور حدود کی پابندی عورتوں کے لئے بھی بیان کی گئی ہیں، من جملہ ان میں سے ایک گھر میں رہنے کا حکم ہے، پردہ کا حکم ہے، اور جہاں مردوں سے اختلاط ہوتا ہو ایسی جگہ آنے جانے سے بچنے کا حکم ہے، اسی لئے نماز جیسی اہم عبادت کے لئے مسجد میں آکر ادا کرنے کے بجائے گھر کے ایک کونہ میں پڑھنے پر زیادہ ثواب ملنے کا حکم دیا گیا ہے، کچھ خاص ضرورت اور مجبوری کی صورت میں پردہ کے ساتھ اور حدود کی پابندی کرتے ہوئے باہر جانے کی اجازت بھی دی گئی ہے، اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو یا حدود کی پابندی نہ ہوتی ہو اور بن سنور کر جانے سے منع فرمایا گیا ہے، اس لئے اس طرح نہیں جانا چاہئے۔

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جانے اور جماعت خانہ میں نماز ادا کرنے کو فقہ کی تقریباً تمام کتابوں میں مکروہ تحریمی بیان کیا گیا ہے، مسجد میں بڑے عالم کی تقریر کا پروگرام ہو یا دارالعلوم کا سالانہ اجلاس ہو تو تقریر سننے اور اجلاس میں شرکت کے لئے آنے کی گنجائش تو ہے لیکن اس کے لئے جو شرائط کی پابندی ضروری ہے وہ پوری نہ ہوتی ہوں یا

فسادِ زمانہ کی وجہ سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ رہتا ہو تو عورت کے لئے مسجد آنا جائز نہیں ہے اور مسجد کے منتظم کے لئے آنے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے۔

آپ ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہؓ کے انتقال کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا، صرف پچاس ساٹھ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا تھا، لیکن بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے زمانہ کی عورتوں کی حالت دیکھ کر فرماتی ہیں کہ آج کل عورتوں کی جو حالت ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں اگر عورتوں کی یہی حالت ہوتی تو بنی اسرائیل کی عورتوں کو جس طرح مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا اسی طرح ان (صحابیہ) عورتوں کو بھی مسجد آنے سے منع کر دیا جاتا۔

اب عورتوں کے لئے آپ نے تختے بھی بنوائے ہیں اور وقتاً فوقتاً اعلان کر کے اور تقریر کر کے انہیں سمجھایا جاتا ہے، اس کے باوجود کچھ بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں اور مسجد کی عمارت میں گندگی وغیرہ بھی ہو جاتی ہیں اور عورتوں کی اصلاح کے لئے تختے اور بیانات بھی ناکافی ہو رہے ہیں تو مسجد کمیٹی والے اور علماء باہم مشورہ کر کے بالکلیہ ان کے آنے کو بند کر سکتے ہیں۔

﴿۱۰۷۲﴾ عورتوں کا نماز کے لئے مسجد میں جانا

سوال: یہاں انگلستان میں عورتوں کا نماز کے لئے مساجد میں جانے کا رواج کافی بڑھتا جا رہا ہے، لہذا آنجناب تحریر فرمائیں کہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلامی شریعت میں عورتوں کے ذمہ عیدین کی اور اس طرح جمعہ کی نماز شرعاً واجب ہی نہیں ہے، اسی طرح فقہاء حنفیہؒ نے عورتوں کو جمعہ، عیدین اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے اور گھر سے نکلنے کو مکروہ تحریمی کہا

ہے، فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ: **و الفتویٰ الیوم علی الکراهة فی کل الصلوة لظهور الفساد کذا فی الکافی** (۹۳/۱) یعنی اس زمانہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ ظہور فساد کا زمانہ ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ جو مفتی اعظم ہند تھے تحریر فرماتے ہیں کہ ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہ تحریمی ہے اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، عروہ بن زبیرؓ، قاسمؒ، یحیٰ بن سعید الانصاریؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ وغیرہم سے منقول ہے اور ائمہ حنفیہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے جیسا کہ عینی اور بدائع الصنائع کی عبارتوں سے واضح ہے۔ (کفایت المفتی: ۳۹۴/۵)

اہل سنت والجماعت کے چاروں اماموں کے نزدیک عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے آنا ممنوع ہے، الفقہ علی مذاہب الاربعہ نامی کتاب (۳۸۴/۱) میں امام مالک کے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ:

فان کانت شابة و خیف من حضورها لافتتان بها فی طریقها او فی المسجد فانه یحرم علیها الحضور دفعا للفساد۔ شافعیه کے لئے لکھا هے که: یکره للمرأة حضور الجماعة مطلقا فی الجمعة و غیرها۔ الخ

حضرت عائشہؓ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ: **لو ادرك رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل** : یعنی عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اختیار کی ہے، رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ : **قلت هذا الکلام عن عائشة بعد زمن یسیر جدا بعد النبی ﷺ و اما الیوم فنعوذ بالله من ذلك فلا یرخص فی خروجهن مطلقا للعید وغیره اھ**، عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک کے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ، پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں مسجد جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ام حمیدؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، حالانکہ تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھری میں ہو وہ دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی ﷺ) کی نماز سے بہتر ہے۔ (رواہ احمد وابن حبان کذافی کنز العمال)

مسجد نبوی ﷺ میں مردوں کو ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے، اس فضیلت کے باوجود عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل بتایا گیا ہے، اس سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ عورت جس قدر اپنے پردے اور تستر کی جگہ سے دور جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا ہے، عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع اور ناپسند کرنے والے صرف عمرؓ ہوتے تو ان کا یہ عمل بھی سنت خلفاء راشدین کی وجہ سے ہمارے لئے قابل عمل تھا، چہ جائیکہ جمہور صحابہ حضرت عائشہ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک اور ابراہیم نخعی (رحمہم اللہ) وغیرہ سب اس مسئلہ میں متفق ہیں۔

مذکورہ بالا تصریح کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ عورتیں حسب معمول اپنے گھر میں ہی نماز پڑھتی رہیں، مسجد میں اور جماعت میں شریک ہونے کا خیال چھوڑ دیں، یہی ان کے لئے

افضل وبہتر ہے اوراسی میں اطاعت بھی ہے، چرچ اور دوسری جگہوں پر عورتیں عبادت کے لئے جاتی ہیں تو آئے دن ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے، ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں، اس لئے مسجد کے منتظمین کو بھی چاہئے کہ مستورات کے لئے وضوسمیت ادائیگی نماز کے لئے باپردہ انتظام کر کے فتنہ کے دروازوں کو نہ کھولیں، اس کی جگہ مردوں کو زیادہ سے زیادہ مسجد میں اور عورتوں کو زیادہ سے زیادہ گھر میں نماز پڑھنے کا پابند بنائیں، آپ نے فون پر اپنے یہاں کے جو حالات بتائیں اس کے متعلق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے الفاظ ہی نقل کردیتا ہوں اس میں آپ کو پوری رہنمائی مل جائے گی۔

بعض مدعیان عمل بالحدیث لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے مقابلہ میں صحابہ کی ممانعت قابل قبول نہیں، کیونکہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں صحابہ کا قول حجت نہیں ہوسکتا، لیکن یہ ایک دھوکہ یا غلط فہمی ہے، تفصیل کے لئے دیکھو: کفایت المفتی: ۱۳۰/۵، اسی کتاب میں صفحہ:۱۴۱ پر لکھتے ہیں کہ:

پس کس قدر افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو عورتوں کو مسجد میں بلاتے اور جماعتوں میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں، وہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کی مرضی ومنشاء کے خلاف انہیں تعلیم دیتے ہیں اور غضب یہ ہے کہ اسے سنت بتاتے ہیں اور اپنے اس فعل کو احیائے سنت سمجھتے ہیں۔

اگرعورتوں کے لئے جماعتوں میں حاضر ہونا سنت ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی مسجد کی نماز سے مسجد محلّہ کی نماز کو اور مسجد محلّہ کی نماز سے گھر کی نماز کو افضل کیوں فرماتے؟ کیونکہ اس صورت میں گھروں میں تنہا نماز پڑھنا عورتوں کے لئے ترک سنت ہوتا تو کیا ترک سنت میں ثواب زیادہ تھا اور سنت پر عمل کرنے میں کم؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو گھر میں

نماز پڑھنے کی ترغیب دے کر گویا ترک سنت کی ترغیب دیتے تھے، شاید یہ لوگ اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ بزرگ اور اپنی مسجدوں کو مسجد نبوی ﷺ سے زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۰۲﴾ عورتیں تبلیغ کے لئے سفر کرسکتی ہیں؟

سوال: الحمد للہ، فی الحال یہاں عورتوں میں بھی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، کچھ ذمہ دار عورتیں ایک گاڑی میں پانچ یا سات عورتیں مل کر اطراف کے چار، پانچ یا دس، پندرہ اور بعض اوقات چالیس سے پچاس میل تک کے علاقہ میں تعلیم کرنے کے لئے جاتی ہیں:

(۱) تو سوال یہ ہے کہ اس گاڑی کے ڈرائیور کی محرم عورت کے علاوہ دوسری نامحرم عورتیں بھی ہوتی ہیں تو اس میں کچھ حرج ہے؟

(۲) بعض اوقات تنہا عورتیں ہی دور دور تک تعلیم کرنے کے لئے جاتی ہیں اور گاڑی بھی خود چلاتی ہیں، تو اس میں کوئی حرج ہے؟ ہاں! تعلیم فقط عورتوں ہی میں اور گھر میں ہوتی ہے نہ کہ مسجد میں۔

(۳) اگر گاڑی کے بدلہ میں ایسی کوئی دوسری گاڑی استعمال کریں کہ عورتیں ڈرائیور کو نہ دیکھ سکیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بغیر محرم کے اڑتالیس میل سے زائد سفر کرنا عورت کے لئے جائز نہیں ہے، لہٰذا پچاس میل سے زائد دور کے علاقہ میں محرم کے بغیر یا غیر محرموں کے ساتھ اگر سفر کرے تو یہ ناجائز اور حرام ہے اور اڑتالیس میل کے اندر بھی احتیاطاً منع کرنا چاہئے، چوں کہ فتنہ کے دور میں دین کے نام پر بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بہتر

طریقہ یہ ہے کہ اپنے اپنے محلوں میں اس طرح تعلیم کا نظام بنائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۰۳﴾ بغیر محرم کے سفر کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص ساؤتھ افریقہ کا رہنے والا ہے یہ شخص تبلیغ جماعت کے ساتھ چار مہینہ کے لئے پاکستان یا ہندوستان جاتا ہے اور یہ سفر مکمل کر کے بمبئی آجاتا ہے پھر مجبوراً اپنی بیوی کو ساؤتھ افریقہ (Saouth africa) سے بغیر محرم کے بمبئی بلاتا ہے، (اس لئے کہ اسے ساؤتھ افریقہ اور پھر وہاں سے حج کے لئے جانے میں زیادہ خرچ ہو جائے گا) پھر بمبئی سے حج کرنے جاتا ہے تو اس طرح محرم کے بغیر اور روپیہ خرچ ہونے کی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟

اور اگر ایسی نیت کر لے کہ یا اللہ! میں اس طرح کر رہا ہوں جو تو جانتا ہے بغیر محرم اور پیسہ کی لاچاری و مجبوری کی وجہ سے تھوڑی دیر گناہ سمجھ کر یہ کام کر رہا ہوں، اور اے باری تعالیٰ! میری ہر حالت اور حقیقت سے آپ واقف ہیں کہ ایک اچھا کام کرنے جا رہا ہوں، صرف جوہانسبرگ سے لیکر بمبئی تک اپنی بیوی کو بغیر محرم کے تنہا بلاتا ہوں لیکن ان شاء اللہ بمبئی سے اپنے ساتھ لیکر حج کے لئے جاؤں گا، تو اے اللہ آپ میرے اس گناہ کو معاف فرما دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا، نیز توبہ کرنے کی نیت سے چھوٹا گناہ کرنا بھی گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے، لہٰذا ایسے فساد والے زمانہ میں تو عورت کا بلا محرم سفر کرنا بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا، اس کے باوجود اگر ایسا سفر کر کے حج کیا جائے تو حج کی فرضیت ادا ہو جائے گی اور حج صحیح ہو جائے گا۔

سوال میں مذکورہ حالت کے مطابق اس شخص کو تبلیغی سفر ترک کر کے عورت کے ساتھ حج کے لئے جانا چاہئے تھا، حضور ﷺ سے ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنا نام فلاں جہاد میں لکھوایا ہے اور میری عورت حج کے لئے جانے والی ہے، تو میں کیا کروں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے ساتھ حج کے لئے جاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف ومؤطا امام محمد)

﴿۲۷۰۴﴾ بغیر محرم کے سفر کرنا

سوال: کیا کوئی عورت کسی دوست کے محرم کے ساتھ گراپ میں حج کو جاسکتی ہے یا نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اڑتالیس میل کا سفر بغیر محرم کے نہیں کرنا چاہئے اور یہاں تک تقوی ہونا چاہئے کہ اگر برمنگھم اور نیٹن جانا ہو وہاں بھی محرم کے ساتھ جاؤ۔

ایک عورت نے اس مسئلہ پر میرے ساتھ بحث کیا کہ بغیر محرم کے میں تمہارا محرم کے ساتھ اس گروپ میں جاسکتی ہوں حج میں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی عورت کو اڑتالیس میل اور اس سے زیادہ کا سفر کرنا بغیر محرم کے ناجائز اور حرام ہے۔ اور مدت سفر سے کم مقدار میں بغیر محرم کے جاسکتی ہے۔ مگر چونکہ یہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے اتنی مسافت بھی بغیر محرم کے نہیں کرنی چاہئے۔ اور حج کا سفر بھی بغیر محرم کے کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

﴿۲۷۰۵﴾ بہنوئی کے ساتھ حج کے لئے جانا

سوال: عورت اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کن کن رشتہ داروں کے ساتھ حج کے لئے جا سکتی ہے؟ ایک عورت حج کرنا چاہتی ہے تو وہ اپنی بہن اور بہنوئی جو حج کو جارہے ہیں ان کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا بھانجی اور اس بھانجی کے شوہر جو حج میں جارہے ہیں

ان کے ساتھ حج میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ بھانجی حج کو نہ جانے والی ہو صرف اس کا شوہر حج کو جا رہا ہو تو اس کے شوہر کے ساتھ جا سکتی ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب دے کر کرم فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت سفر میں جائے تو اس کے ساتھ ایسا محرم مرد ہونا ضروری ہے کہ جس کے ساتھ مستقبل میں کبھی بھی نکاح کرنا صحیح نہ ہو، بہنوئی کے ساتھ بہن کو طلاق دینے کے بعد یا بہن کے انتقال کے بعد نکاح کرنا صحیح ہے، لہٰذا بہنوئی کے ساتھ حج کے لئے نہیں جاسکتی۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۰۶﴾ عورتوں کا مسجد میں وعظ کی مجلس میں شرکت کرنا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں جماعت خانہ کے متصل اوپر اور نیچے کے حصہ میں دو تین صفوں کی مقدار میں جگہ خالی رکھی گئی ہے۔ تو وعظ اور نصیحت کے مواقع پر کبھی کبھی عورتوں کے لئے بھی مسجد کے ذمہ دار حضرات انتظام فرماتے ہیں۔ مسجد کے صدر دروازہ کے متصل ہی اور جانے کے لئے اندر سے سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ یہ دروازہ صرف جمعہ، عیدین یا کسی بڑے پروگرام کے مواقع پر ہی کھولا جاتا ہے۔ تقریر کے مواقع پر عورتیں اس دروازہ سے پردہ کے اہتمام کے ساتھ اوپر کے خارج حصہ میں جمع ہو جاتی ہیں۔ مرد حضرات پیچھے کے دروازہ سے داخل ہو کر مسجد کے نیچے کے حصہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ وعظ و نصیحت سنتے ہیں، مستورات اوپر کے حصہ میں جمع ہو کر سنتی ہیں۔ سال میں آٹھ دس مرتبہ عورتوں کے لئے پروگرام ہوتا ہے۔ اس طرح مسجد میں آنا جانا ہوتا ہے۔ مذکورہ تمام حالات کے پیش نظر عورتوں کے لئے وعظ کی مجلس میں شرکت کرنا اور آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سب سے اعلیٰ اور بہتر صورت جو مزاج شریعت کے موافق ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک عورت اپنے گھر میں اور اپنے محرم ہی سے دینی تہذیب وتعلیم حاصل کرے تاکہ موجودہ فتنہ اور فساد کے زمانہ میں برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ اور باہر نکلنے کی ضرورت نہ پڑے۔ لیکن اگر اس کی معقول صورت نہ ہو سکے اور سوال میں لکھی گئی تمام تدابیر کی رعایت ہو اور پردہ کا پورا انتظام ہو اور نامحرموں سے بالکل اختلاط نہ ہو، کبھی کبھی خاص مواقع پر وعظ اور نصیحت کے لئے عورتوں کو جمع کر کے دین کی طرف متوجہ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

﴿۲۷۰۷﴾ عورتوں کا نماز پنجگانہ وجمعہ کے لئے مسجد جانا

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

سوال: (الف) میں گلوسٹر کے ایک اسلامی ادارے کا اعزازی سیکریٹری ہوں، اللہ کے فضل وکرم سے اس ادارہ کے ماتحت ایک مسجد جس کا نام جامع الکرم ہے تقریباً چھ لاکھ پاؤنڈ کی لاگت سے تیار ہوئی ہے۔ اس مسجد میں پنجگانہ نماز کے علاوہ روزانہ شام کو تقریباً ایک سو پچاس بچے اور بچیاں اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پانچ علماء کرام اور دو بہنیں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید اور دیگر کتب کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہاں کا ماحول ہندوپاک سے بہت مختلف ہے، ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں بازار میں ضروریات زندگی خریدنے جاتی ہیں، بس اور ریل گاڑی میں سفر کرتی ہیں۔ جہاں ہندوپاک کی طرح عورتوں کے لئے کوئی علیحدہ انتظام نہیں ہے، اور غیر مردوں کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے۔ ہماری چند ایک نوجوان لڑکیاں شادی شدی اور غیر شادی شدہ دفتروں میں کام

کرتی ہیں۔ وہاں لامحالہ غیر مردوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اور علماء کرام کو بھی روزانہ ضروریات کے لئے غیر عورتوں سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ اور تمام دفتروں میں اور بینکوں میں اور دوسرے اداروں میں بھی عموماً عورتوں سے ہی پہلے بات چیت کرنی پڑتی ہے۔

یہاں گرمیوں میں رات چھوٹی اور دن بڑا ہوتا ہے۔ اور ۲۱ر جون کو طلوع چار بج کر انچاس منٹ پر اور غروب نو بج کر چونتیس منٹ ہوتا ہے۔ اور کئی جگہوں پر شفق رات کو بھی رہتی ہے۔ اس لئے مفتیان دین نے عشاء کی نماز غروب کے ایک گھنٹہ دس منٹ بعد پڑھنا جائز بتایا ہے۔

آگے چلئے! اللہ کا فضل وکرم ہے گلوسٹر اور اس کے اطراف میں ۱۳ر مردوں اور ۱۳ر عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اور ان کی تربیت کے لئے ہر ماہ کے پہلے اتوار کو عورتوں کی خاص میٹنگ رکھی جاتی ہے اور دوسری اسلامی بہنیں ان کو اسلامی تعلیم دیتی ہیں۔ جامع الکرم میں عورتوں کے لئے خاص انتظام ہے، ان کا مسجد کے ساتھ ہی علیحدہ کمرہ ہے، راستہ بھی الگ ہے اور وضو وغیرہ کا بھی انتظام ہے۔ مردوں سے کسی قسم کا کوئی ٹکراؤ یا سامنا نہیں ہوتا۔ فقط لاؤڈ سپیکر سے وہ امام صاحب کی آواز سن سکتی ہیں۔

یہ نو مسلم عورتیں جمعہ کے دن مسجد میں نماز کے لئے آنا چاہتی ہیں مگر ہمارے امام صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ امامت سے الگ ہو جائیں گے۔

دوران جنگ آگرہ اور دہلی کی جامع مسجد میں میں نے بذات خود عورتوں کو نماز جمعہ میں

شریک ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔اور یہی حالت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ہے۔
یہاں کا ماحول دیکھتے ہوئے اگر ان نومسلم بہنوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو ان کو ٹھیس پہنچے گی اور شاید اسلام کے لئے ان کے دل میں (خدانخواستہ) حقارت نہ پیدا ہو جائے۔
لندن میں سنٹرل مسجد، برمنگھم اور دیگر شہروں میں عورتیں باقاعدہ نماز جمعہ میں شریک ہوتی ہیں۔مؤرخہ ۲/دسمبر ۱۹۸۸ء کو دونومسلم بہنوں نے نماز جمعہ کے لئے مسجد آکر شرکت کی اجازت چاہی مگر امام صاحب کا ارادہ معلوم ہونے کے بعد میں نے ان سے بہانہ کیا اور گھر پر ہی نماز پڑھنے کی تاکید کی۔ جب کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر عورتیں مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہیں تو ان کو روکنا بہت بڑا گناہ ہے۔مگر موقع ومحل دیکھتے ہوئے بہانا بنایا۔
خدارا ہمارے مسئلہ پر دھیان دے کر اپنی فاضلانہ رائے اسلامی نقطہ نظر سے واضح فرمائیں۔فقط والسلام

سوال: (ب) اس تحریر کے ذریعہ مجھے آپ کی توجہ ایک اہم معاملہ کی جانب مبذول کرانی ہے۔ جمعہ کو دو مسلمان بہنیں جامع مسجد جمعہ کی نماز میں شرکت کے ارادہ سے آئیں، ایک بہن کے شوہر نے جناب ملا صاحب سے اس کا ذکر کیا تا کہ وہ امام صاحب کو مطلع کریں ۔لیکن بہن کے شوہر کو مطلع کیا گیا کہ دوخواتین کافی نہیں ہیں۔اور انہیں کسی قیمت پر بھی مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا۔اس سے ان بہنوں کو سخت تکلیف پہنچی۔لیکن انہوں نے اپنے شوہر کی ہدایت پر عمل کیا اور مسجد کے باہر ہی رہیں۔
یہ معاملہ مقامی خواتین گروپ کی میٹنگ میں بھی زیر بحث آیا جو ہر ماہ کے پہلے اتوار کو چار

بجے شام منعقد ہوتی ہے۔اس میٹنگ کا سلسلہ شروع ستمبر سے ہی جاری ہے۔گروپ نے یہ فیصلہ کیا کہ تحریری طور پر وہ وجوہ دریافت کی جائیں جن کی بنیاد پر ان بہنوں کو داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ مسجد میں اس مقصد کے لئے سہولیات موجود ہیں۔اورانہیں فراہم کرنا چاہئے۔تاکہ باہر سے آنے والی خواتین اور مقامی خواتین دونوں جمعہ کی نماز میں شرکت کرسکیں۔بعض مقامی خواتین کا کہنا ہے کہ اگرانہیں اجازت مل جائے تو وہ جمعہ کی نماز میں شریک ہوا کریں گی۔

اس امر کی نشان دہی کی گئی کہ مہمان (غیر مقامی خواتین) خاتون لاعلمی میں مردوں کے دروازہ سے مسجد میں داخل ہوگئی ہو کیونکہ اس کو یہ پتہ نہ ہوگا کہ جمعہ کو خواتین کا سکشن بندرہتا ہے اوراسے اس کا علم نہ ہوگا کہ جمعہ کو خواتین کا مسجد میں داخلہ منع ہے۔خواتین اور خود ہماری قوم کے لئے یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے کہ خواتین کے لئے مسجد کا دروازہ بند ہو۔ہمیں توقع ہے کہ آپ اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کریں گے،اور ہماری درخواست کی حمایت کریں گے۔

سوال: (ج) بعد سلام مسنون: گذارش اینکہ حضرت والا کی خدمت میں ایک مسئلہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر تقریباً آٹھ نو عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔اب ان عورتوں کی خواہش ہے کہ وہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں شریک ہوا کریں۔اوران عورتوں کی ہر ماہ کی پہلی اتوار کو میٹنگ ہوتی ہے۔اور مذہب کی اسلامی تعلیم کے بارے میں ایک معلّمہ سے وہ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔اور جامع مسجد کے اوپر کے حصہ میں جہاں مردوں کا جماعت خانہ ہے ان کے متصل ہی ایک کمرہ ہے جہاں لڑکیوں کا مدرسہ چلتا ہے۔اور جب بھی کسی مولانا کی تقریر کا پروگرام ہوتا ہے تو عورتیں اسی کمرے میں وعظ اور نصیحت سننے کے

لئے جمع ہو جاتی ہیں۔ اوراس کمرے میں آنے جانے کا راستہ بھی الگ ہی ہے۔ جس میں مردوں کے ساتھ بالکل اختلاط نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ اسی کمرہ میں جمعہ کی نماز امام صاحب کی اقتدا میں پڑھنا چاہتی ہیں۔ نیز ان عورتوں نے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جو خط اردو اور انگریزی میں بھیجے ہیں وہ دونوں خط آپ کی خدمت میں روانہ کررہا ہوں۔ نیز اس خط کے ساتھ ایک خط حاجی محمود ملاں صاحب جو مسجد کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں، ان کا خط بھی اسی مسئلہ پر جو انہوں نے تحریر کیا ہے وہ بھی حضرت والا کی خدمت میں ارسال خدمت ہے۔ لہٰذا ان عورتوں کے خط کا جواب انہی کے اردو خط کے پیچھے اردو میں اور انگریزی خط کا انگریزی کے خط کے پیچھے اور حاجی محمود ملاں صاحب کے مسئلہ کا جواب براہ کرم شریعت کی روشنی میں مفصل جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائے گا بڑی عین نوازش ہوگی۔ اور اب عورتوں کی میٹنگ چھ فروری ۸۹ کو ہوگی۔ لہٰذا ان کی میٹنگ سے پہلے اگر حضرت والا کی جانب سے مسئلہ کا جواب موصول ہو جائے تو بہت ہی مہربانی ہوگی تا کہ ان کی میٹنگ میں آپ کا جواب سنا دیا جائے گا۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جواب (مذکورہ بالا الف، ب اور ج کا)۔

نماز پڑھنا اور عبادت کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے۔ جس طرح مرد کے لئے پانچ نمازیں ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی یہی حکم رکعات وغیرہ کا بھی ہے۔ بعض مخصوص حالات میں عورتوں کی رعایت کی گئی ہے۔ مثلاً: حیض کی حالت میں عورتوں پر نماز معاف ہے۔ اور اس کی قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح مردوں کے لئے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے میں ثواب کی زیادتی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ستائیس گنا زیادہ ثواب اور مرد کے لئے

جماعت کی نماز سنت مؤکدہ قریب الی الوجوب قرار دی گئی ہے۔اور عورتوں کی جماعت کو سنت مؤکدہ قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ تنہا اور گھر میں نماز پڑھنے کو افضل بتایا گیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتیں مسجد نبوی میں تشریف لاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں، اس وقت تقویٰ اور عفت کا دور تھا۔ مسلمانوں کو احکامات سیکھنا بھی ضروری تھے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نیکی کا تھا لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا۔

حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد جب حالات میں تغیر شروع ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اگر یہ حال حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو مسجد میں حاضری سے منع فرمادیتے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دور میں اپنی زوجہ محترمہ کو مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونے سے منع فرمادیا تھا۔ جیسا کہ صحاح کی روایات اس پر شاہد ہیں۔ ان ساری روایتوں اور حقیقتوں کے پیش نظر فقہائے کرام نے عورتوں کو نماز کے لئے اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ **ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنة والمخالفة**۔ طحطاوی میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے قولہ:

ولا یحضرن الجماعات لقوله صلی الله علیه وسلم صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعا افضل من صلوتها فی بیتها اه۔ فالافضل لها ما کان استر لها۔ لافرق بین الفرائض وغیرها من التراویح اه۔

قولہ: **والمخالفة :ای لمخالفة الامر لان الله تعالیٰ امرهن بالقرار فی**

البیوت۔فقال تعالیٰ:وقرن فی بیوتکن وقال ﷺ بیوتھن خیر لھن لو کن یعلمن اہ طحطاوی علی المراقی ص۱۸۲۔یعنی عورتیں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے شریک نہ ہوں، کیونکہ اس میں فتنہ کا خوف اور اللہ تعالی کے حکم کی مخالفت ہے۔

مذکورہ بالا فقہاء کی تصریحات کے پیش نظر جن چیزوں کی وجہ سے فقہاء نے ممانعت فرمائی ہے آج کے دور میں یہ دونوں باتیں اپنی پوری زور سے پائی جاتی ہیں،عفت اور پاکدامنی بھی بہت ضعیف ہو چکی ہے ،اللہ کے کسی حکم کو توڑنے یا ٹوٹنے سے قلب میں افسوس یا ندامت کی لہر بھی بمشکل پیدا ہوتی ہے ۔اس لئے عورتوں کی مسجد میں حاضری اور جماعت اور جمعہ کے لئے شرکت کی اجازت نہیں ہے۔

ان کے دلوں میں اسلامی احکامات کی توقیر پیدا کی جائے ،اور اسلامی تعلیمات کا الگ انتظام کیا جائے ۔اس ملک میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط بھی شرعی نقطہ نظر سے پسندیدہ نہیں ، بند ہونا چاہئے ۔مگر اس پر ہمارا قابو نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مقامات میں بھی اللہ کے حکم کو توڑ کر مساوات برتی جائے ۔اس سلسلہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا مدلل اور مفصل فتوی جو کفایت المفتی میں ہے اس کو دیکھ لیا جائے ۔فقط واللہ اعلم

﴿۲۷۰۸﴾ حجاج کو وداع کرنے کے لئے عورت کا اسٹیشن جانا

سوال: ایک جماعت نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ گاؤں میں سے کوئی بھی مرد یا عورت حج کرنے کے لئے جائے تو کوئی بھی عورت اسٹیشن پر چھوڑنے یا لینے نہ جائے ،لیکن ان میں سے بہت سوں کا کہنا ہے کہ حج کے لئے جانے والے کو وداع کرنے اور حج سے لوٹنے والوں کو لینے جانے کا ثواب بہت زیادہ ہے،تو اس ثواب سے عورتوں کو کیوں محروم رکھا

جائے؟ نیک کام کے لئے اسٹیشن تک جانے میں کیا حرج ہے؟
اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہرعورت شرعی پردے میں رہ کر اپنے محرم کے ساتھ کسی کو اسٹیشن چھوڑنے یا لینے کے لئے جائے ایسا قانون بنانا چاہئے، لیکن زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ قانون بھی قابلِ ترک ہے، باجماعت مسجد میں نماز پڑھنا بھی ثوابِ عظیم اور دین کی بنیاد ہے لیکن فتنہ وفساد کی وجہ سے عورتوں کو اس سے روک دیا گیا، ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مایتعلق بالشعر

﴿۲۷۰۹﴾ دو چوٹی یا جوڑا باندھنا

سوال: مسلمان عورت کے لئے دو چوٹی یا جوڑا باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور چوٹی کس طرح باندھنی چاہیئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو چوٹی یا جوڑا باندھنا ممنوع نہیں ہے لیکن جس جگہ یہ غیر قوموں کا رواج وطریقہ ہو اس جگہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۱۰﴾ بال گھنے بتانے کے لئے مصنوعی بال لگانا

سوال: کوئی عورت فقط شوہر کو خوش کرنے کی نیت سے بطورِ زینت بازار میں ملنے والے بناوٹی بالوں کا استعمال کرنا چاہے تو کرسکتی ہے یا نہیں؟ نیز کالی رِبَن (کالی پٹی) باندھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ نے حدیث شریف میں واصلات پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۳۸۱) اور واصلات ایسی عورتوں کو کہتے ہیں جو اپنے بالوں کو گھنا دِکھانے کے لئے بناوٹی بال لگائیں، لہٰذا کسی بھی عورت کے لئے خود اپنے گرے ہوئے (ٹوٹے ہوئے) بالوں کو یا کسی دوسرے کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ لگانا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، چاہے شوہر کی خوشی ہو یا نہ ہو، اور اگر اس طرح کرنے سے شوہر خوش ہوتا ہو یا ایسے بالوں کو لگانے کی اجازت دیتا ہو تو ایسے گناہ کی اجازت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں ہے اور شوہر بھی گنہگار ہوگا، کالی ربن (کالی پٹی) باندھ سکتی ہیں۔

﴿۲۷۱۱﴾ انگلش بال کٹوانا

سوال: کیا انگلش بال کٹوانا جائز ہے؟ کس حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......انگلش بال کٹوانے سے سر کے تمام بال برابر نہیں رہتے بلکہ چھوٹے بڑے رہتے ہیں کہ بعض حصہ کے بال بڑے اور بعض حصہ کے بال بالکل چھوٹے ہوجاتے ہیں ایسے بالوں کو ''قزع'' کہتے ہیں، جس سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، نیز یہ فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے اور اس سے بھی حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، لہٰذا ایسے فیشن والے بال رکھنے سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۷۱۲﴾ مانگ نکالنا

سوال: سر کی ایک جانب مانگ نکالنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ بہت سی عورتوں کا اعتقاد ہے کہ سر کی ایک جانب سے مانگ نکالنے کی وجہ سے مرنے کے بعد قبر ٹیڑھی ہو جاتی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سر کے درمیان میں مانگ نکالنا سنت ہے جس کی وجہ سے بال دونوں جانب برابر سرابر رہیں، ایک طرف سے مانگ نکالنا سنت کے خلاف اور غیر قوم کی مشابہت ہے اس سے خوب پرہیز کرنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص غیروں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا، مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی طریقہ اختیار کریں، اسی میں اسلام کی شان ہے اور اس سے ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، قبر ٹیڑھی ہوجانے کا عقیدہ غلط اور بے اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۳﴾ عورت کا استرہ سے بال صاف کرنا

سوال: کیا عورت ناف کے نیچے کے بالوں کو نکالنے کے لئے استرہ استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا صرف دواہی استعمال کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ دوا، پاؤڈر وغیرہ سے اِن بالوں کو صاف کرے لیکن اگر کوئی عورت استرہ استعمال کرنے کا طریقہ جانتی ہو اور استعمال سے نقصان نہ ہوتو استرہ سے بھی بالوں کو صاف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۱۴﴾ عورت کا موئے زیرناف دورکرنے کے لئے استرہ استعمال کرنا

سوال: عورتیں موئے زیرناف دورکرنے کے لئے استرہ استعمال کرتی ہیں تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورتوں کی شرمگاہ کی جگہ بے حد نازک ہوتی ہے اور استرہ استعمال کرنے کا طریقہ نہ جاننے کی وجہ سے شریعت نے دوسری چیزوں کا استعمال کرکے آسانی کے ساتھ ان بالوں کو دور کرنے کو کہا ہے، لیکن اگر کوئی عورت استرہ استعمال کرنا جانتی ہو اور استرہ استعمال کرنے سے نقصان ہونے کا خطرہ نہ ہوتو جائز ہے۔ (شامی ج:۵،ص:۲۵۸) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۱۵﴾ موئے زیرناف دورکرنے کے متعلق تفصیل

سوال: ناخن کاٹنے کا طریقہ ماہنامہ میں پڑھا تو کیا اسی طرح پیشاب پاخانہ کے بالوں کے لئے بھی کوئی ترتیب اور کوئی طریقہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں پوچھے ہوئے بالوں کے متعلق شریعت میں کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، عالمگیری میں مذکور ہے کہ ناف کے نیچے سے صفائی کرنے کی ابتداء کرے اور چالیس دن سے زیادہ رکھنا (نہ کاٹنا) ممنوع ہے، اور ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ ان بالوں کی صفائی کرنا بہتر ہے۔ (شامی ج:۵،ص:۳۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۶﴾ عورت کا ریزر اور استرہ استعمال کرنا مکروہ ہے۔

سوال: موئے زیر ناف کو صاف کرنے کے لئے اسی طرح ناپاکی دور کرنے کے لئے عورت کا ریزر یا استرہ استعمال کرنا مکروہِ تحریمی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیوں عورتیں اس کا استعمال نہیں کرسکتی ہیں؟ مذکورہ بالوں کو کس چیز کے ذریعہ صاف کرنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی زیر ناف کی جگہ بہت ہی نازک ہوتی ہے نیز عورتیں استرہ اور ریزر استعمال کرنے کے طریقہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کا اپنے آپ کو نقصان پہونچانے کا خطرہ واندیشہ رہتا ہے اسی وجہ سے اس کے لئے استرہ اور ریزر کے استعمال کو مکروہ کہا گیا ہے اور اس کی جگہ دواؤں کے ذریعہ بسہولت صفائی کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اگر کوئی عورت ہمت والی ہو یا دواؤں سے صفائی نہ جانتی ہو تو ریزر، استرہ کا استعمال کرسکتی ہے۔ (شامی ج:۵،ص:۳۵۸)

مایتعلق باللحیة

﴿۲۷۱۷﴾ داڑھی کی شرعی حد کتنی ہے؟

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے متعین کیا گیا ہے، اب وہ نوکری سے اخراج کے ڈر سے داڑھی برابر رکھتے ہیں اس سے پہلے ایک مشت بھی نہ رکھتے تھے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز اگر ان کی داڑھی ایک مشت کے برابر نہ ہو یا فیشن کی وجہ سے داڑھی رکھی ہو یا موجودہ فیشن کی اوپن شرٹ (open shirt) پہن کر نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی یا تنہا پڑھیں؟ داڑھی کی اصل حد کتنی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے ایک مشت سے بال بڑھ جائیں تو اس بڑھی ہوئی مقدار کو کاٹ سکتے ہیں، ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا یا اس کو چھانٹنا دونوں ناجائز ہیں۔ (شامی جلد:۲)

امام صاحب نے جب توبہ کر کے داڑھی رکھی ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلاحرج صحیح اور درست ہے، موجودہ فیشن کی وجہ سے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا یا اوپن شرٹ وغیرہ پہن کر نماز پڑھانا امام صاحب کی شان اور مرتبہ کے خلاف ہے اور اگر ان سے بہتر اور دیندار کوئی دوسرا شخص ملتا ہو تو مذکورہ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی شمار ہوگا لیکن اس کے باوجود تنہا نماز پڑھنے سے باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

﴿۲۷۱۸﴾ نکاح کے لئے داڑھی منڈوانا

سوال: میں نے چار سال قبل شادی کی تھی لیکن ایک سال پہلے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، اب مجھے دوبارہ نکاح کرنا ہے، میں نے چار پانچ جگہ پیغامِ نکاح بھیجا لیکن ہر جگہ

سے ''انکارکا'' جواب ملا اوراس کی اصل وجہ میری داڑھی ہے، میں نے داڑھی رکھی ہے اب میں کیا کروں؟ داڑھی نکال دوں یا بے نکاح رہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تمہارے شادی کے پیغام میں ''انکار'' کا جواب آنے کی اصل وجہ داڑھی ہے! یہ بہانا تم نے کہاں سے نکالا؟ کیا تمہاری اخلاقی اور مالی حالت تو خراب نہیں؟ جب کہ تم پہلی بیوی کو بھی طلاق دے چکے ہو، کیا داڑھی رکھنے والے سب لوگ کنوارےیں ہی ہیں؟ نکاح کے لئے داڑھی مونڈوانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کو داڑھی مونڈوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی بے نکاح رہنے کی، دعا اور کوشش کرتے رہیں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، کسی دیندار خاندان میں پیغام بھیجو تو داڑھی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۱۹﴾ داڑھی کی شرعی حد

سوال: یہاں سعودی عرب میں عرب لوگ داڑھی صرف نام کی رکھتے ہیں جیسے کہ لمبائی میں صرف ایک انچ (inch) اور چوڑائی میں چوتھائی حصہ جتنی رکھتے ہیں اور بہت سے لوگ تو اس سے کم رکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ داڑھی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ لمبائی اور چوڑائی میں داڑھی کی مقدار اور حد کیا ہے؟ ایک مشت سے کیا مراد ہے؟ اور اس طرح نام کی داڑھی رکھنے والوں کی شہادت اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مکمل داڑھی رکھنا سنت ہے، کنپٹی کے نیچے جو ابھری ہوئی ہڈی ہے وہاں سے داڑھی کی حد شروع ہوتی ہے، داڑھی ایک مشت ہونی چاہئے اس سے کم رکھنا یا کتروانا یا منڈوانا ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴ ص:۲۱۲) نام کی داڑھی رکھنا یا سوال میں مذکورہ فیشن کے مطابق داڑھی رکھنا گناہ ہے۔ اور ایسی داڑھی رکھنے

والا ''مخنثة الرجال'' میں شمار ہوگا، ان کی اس فاسقانہ حالت کی بناء پر ان کی گواہی بھی قابلِ رد ہوگی اور نماز میں ان کا امامت کرانا بھی مکروہِ تحریمی ہوگا۔ (شامی ج:۱)

﴿۲۷۲۰﴾ دکھلاوے کے لئے ڈاڑھی رکھنا

سوال: ایک شخص دکھلانے کے لئے داڑھی رکھتا ہے اب اسے ''اخلاص نیت'' سمجھ میں آئی تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ داڑھی نکلوا کر از سر نو داڑھی رکھے یا اسی داڑھی کو رہنے دے؟ ریاء کے خوف سے عمل کو چھوڑ دے؟ کیا یہ بھی ریاء ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پہلے دکھلاوے کے لئے داڑھی رکھی اب صحیح نیت کے ساتھ رکھ لی تو یہ اچھا کام ہے، لہٰذا پہلے نیت میں جو خرابی تھی اس کی معافی کے لئے استغفار کافی ہے اور مکمل سنت طریقہ پر رکھی جائے۔ اور اس داڑھی کو رہنے دیں۔ اسے کٹوا کر از سر نو رکھنے ضرورت نہیں۔

داڑھی اسلامی شعار ہے اور حضور ﷺ کی سنت اور مردوں کی زینت ہے، لہٰذا ہر ایک مسلمان کو رکھنی چاہئے، حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے اس بارے میں ایک رسالہ ''داڑھی کا وجوب'' لکھا ہے۔ اسے ضرور پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲۱﴾ داڑھی رکھنے سے بیوی ناراض ہوتی ہو تو کیا داڑھی نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

سوال: اگر عورت شوہر سے کہے کہ تو داڑھی مت رکھ! تو کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ داڑھی نہ رکھے؟ کیا بیوی داڑھی رکھنے سے ناراض ہو تو داڑھی نہ رکھنا جائز ہے؟ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ لکھنؤ میں ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت ناراض ہو تو داڑھی نہیں رکھنی چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ مکمل تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... داڑھی رکھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ہے اور داڑھی نہ رکھنا یا کتروانا گناہ ہے، فقہاء ایسے شخص کو مخنث اور فاسق کہتے ہیں، لہٰذا عورت کے کہنے سے داڑھی نہ رکھنا جائز نہیں ہے، عورت بھی گنہگار ہوگی اور اس کی تابعداری کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، ان پر توبہ کرنا لازم ہے۔

حدیث شریف ہے کہ ''**لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق**''یعنی اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں کسی بھی مخلوق کی تابعداری کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عورت کے حکم کی تابعداری کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ عورت جسے اسلامی شعائر اور حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاءِ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور شکل وشباہت پسند نہ ہو تو اسے زوجہ بنا کر رکھنا ہی مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الخضاب

﴿۲۷۲۲﴾ سیاہ ودیگر الوان کا خضاب

سوال: سر یا داڑھی کے بال سفید ہوں یا سیاہ ان کو رنگنا کیسا ہے؟ شریعت میں بالوں کو رنگنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ تفصیلی جواب دے کر ممنون فرمائیں، فی الحال بالوں کو رنگنے کا رواج ہو چکا ہے، کئی طرح کے رنگوں سے سر یا داڑھی کے بالوں کو رنگا جاتا ہے لیکن ان رنگوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے بال سخت اور موٹے ہو جاتے ہیں اور بالوں پر رنگ کا جسم (cover) بن جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ سر اور داڑھی کے بال اگر اس طرح رنگے گئے ہوں تو وضو اور غسل میں کوئی حرج آئے گا یا نہیں؟ اگر وضو اور غسل میں حرج آنے کی وجہ سے وضوء وغسل ادا نہ ہوتا ہو تو آج تک اس حالت میں جو نماز پڑھی ہو اس کا کیا حکم ہے، اور مذکورہ تفصیل کے مطابق شرعاً وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اصطلاحِ شرع میں بالوں کے رنگنے کو خضاب کہتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ سفید بالوں کو مہندی وغیرہ استعمال کر کے رنگین کرتے تھے، لہٰذا اس طرح بالوں کا خضاب کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، اور بالکل گہرا سیاہ خضاب کرنا کہ جس سے بال اصلی سیاہ جیسے ہو جائیں اور فرق معلوم نہ ہو سکے تو مکروہِ تحریمی ہے، صرف لڑائی کے لئے مجاہدین کو اجازت ہے کہ کافر دشمن پر رعب جمانے کے لئے ایسا گہرہ سیاہ خضاب کر سکتے ہیں، اور اگر سیاہ رنگ کے ساتھ دوسرا کوئی رنگ ملا دیا جائے کہ جس کی وجہ سے بال سرخی مائل ہو جائیں تو جائز ہے۔

آپ کے بتلانے کے مطابق کیمکلس (Chemicals) سے اگر خضاب کیا جائے تو بالوں

پر پرت بن جاتی ہے اور اس جسم دار رنگ کی وجہ سے بالوں کی جڑ تک پانی نہیں پہنچتا تو غسل نہیں ہوگا، لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس سے جسم نہیں بنتا، فقط مہندی کا رنگ ہی لگتا ہے، لہٰذا وضوء و غسل میں کوئی حرج نہیں۔ (شامی ج:۵ اور امداد الفتاویٰ)

﴿۲۷۲۲﴾ بالوں میں خضاب کرنا

سوال: بہت سے لوگ اپنی عمر چھپانے کے لئے یا اپنے آپ کو جوان دکھانے کے لئے یا دیگر وجوہات کی بنا پر خضاب استعمال کرتے ہیں، بالوں کو سیاہ کرتے ہیں اور بہت سی عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں تو کیا شرعاً اس طرح کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سیاہ خضاب مردوں کے لئے مکروہِ تحریمی ہے، مہندی یا سرخی مائل سیاہ یا سبز رنگ کے خضاب سب کے لئے جائز ہے، لہٰذا بالکل سیاہ خضاب نہ کرنا چاہئے، حدیث شریف میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ (عالمگیری، شامی، امداد الفتاویٰ، مشکوۃ شریف، فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲۳﴾ کون سے رنگ کا خضاب جائز ہے؟

سوال: ایک مسلمان کے لئے سر اور داڑھی میں کس رنگ کا خضاب لگانا جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ مثلاً: براؤن، سنہری وغیرہ رنگوں کا خضاب لگانا جائز ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خالص سیاہ رنگ کہ جس سے بال قدرتی کالے نظر آتے ہوں ایسا خضاب لگانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے علاوہ دوسرے رنگوں مثلاً مٹیالا، براؤن، سنہری رنگ کا خضاب جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲۴﴾ تیس سال کے نوجوان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال

سوال: ایک تیس سالہ نوجوان نے شادی کی پھر داڑھی رکھ لی، داڑھی کے اکثر بال سفید ہو چکے ہیں کیا وہ سیاہ خضاب استعمال کر سکتا ہے اور کس عمر تک سیاہ خضاب استعمال کر سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: داڑھی یا سر کے سفید بال کو خضاب لگانا سنت ہے، لیکن بالکل کالا خضاب لگانا کہ جس کی وجہ سے اصل اور نقل میں کچھ فرق محسوس نہ ہو، فقہائے کرام اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ یستحب للرجل خضاب شعره و لحيته، و كره بالسواد۔ الخ (الدر:۹/۶۰۵، امداد الفتاویٰ:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الختان

﴿٢٧٢٥﴾ لڑکے اور لڑکی کا ختنہ

سوال: لڑکوں کا ختنہ کرنا کیسا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ کیا اس طرح عورتوں کا ختنہ بھی ہوسکتا ہے؟ شیعہ مذہب کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ عورتوں کا ختنہ بھی کرنا چاہئے اس سے شہوت گھٹتی ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مرد کے ذکر کی ابتداء میں جو حصہ ہے (حشفہ) اس کے اوپر کی چمڑی کاٹ کر نکال ڈالنے کا نام ختنہ ہے۔ اور مردوں کے لئے یہ طریقہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے، لہٰذا حضور ﷺ کی آمد سے پہلے بھی عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا اس میں دیگر دنیوی اور دینی بے شمار فائدے ہیں، نیز حضور ﷺ نے اسے فطرت اور سنت طریقہ میں سے شمار کیا ہے اسی بناء پر مسلمان مردوں کے لئے ختنہ کرانا سنتِ مؤکدہ اور اسلامی شعار میں سے ہے۔ عورتوں کے لئے ختنہ کرانا مستحب ہے لیکن اس سے شہوت گھٹ جاتی ہے ایسا نہیں ہے، نیز اس میں دیگر بھی بہت سے موانع ہیں جس کی وجہ سے آج اس مستحب پر عمل نہیں رہا۔ (عالمگیری ج: ۵ اور او جز) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٢٧٢٦﴾ بڑے عمر کے نومسلم کے لئے ختنہ کا حکم

سوال: ایک غیر مسلم شخص ۳۰ سال کی عمر میں صدق دل کے ساتھ مسلمان ہوا ہے تو اس عمر میں اسے ختنہ کروانی ہوگی یا نہیں؟ اگر ختنہ نہ کروائے تو کیا گنہگار رہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: اس شخص کے لئے بھی ختنہ کروانا سنت تو ہے ہی؛ اس لئے

تکلیف برداشت کرنے کی طاقت ہواور بے پردگی نہ ہوتی ہوتو ختنہ کروالینا چاہئے۔(امداد الفتاویٰ ج:۴)

مایتعلق بالاسماء

﴿۲۷۲۷﴾ دوسرے کی سرنیم رکھنا کیسا ہے؟

سوال: میرا نام ''عبدالرحمٰن'' ہے، میں پچیس سال قبل مسلمان ہوا تھا، میں وریاؤ گاؤں کے مقیم مرحوم ''یعقوب حسن کاکا'' کے گھرانے میں مسلمان ہونے سے پہلے رہتا تھا اور وہیں پر مسلمان بھی ہوا جس وقت میں مسلمان ہوااس وقت مرحوم نے میرا نام عبدالرحمٰن اورساتھ میں ان ہی کی جو سرنیم چلتی تھی اسے گاؤں پنچایت کے دفتر وغیرہ میں ''عبدالرحمٰن کاکا'' کے نام سے درج کرادی، میری شادی بھی یہیں کی سنی وہوراجماعت کے مسلمان کی لڑکی سے ہوئی اور میری اس سے چاراولاد ہے، دولڑکے اور دولڑکیاں، لڑکے پڑھتے ہیں اورلڑکیوں کی شادی ہوگئی ہے، اللہ کے فضل سے میں اور میری عورت اور اولاد اسلام پر ہیں، آخری دم تک اللہ تعالیٰ اسلام پر قائم رکھے۔آمین

اب ''مرحوم یعقوب کاکا'' کے انتقال کے بعدان کا ایک لڑکا کہتا ہے کہ تم ہماری سرنیم ''کاکا'' نکال کر دوسری رکھ لو، تو میں کیسے سرنیم بدل سکتا ہوں؟ حالاں کہ تمام سرکاری جگہوں میں تجارت میں شادی وغیرہ میں میرے نام اورمیری اولاد کے ناموں کے ساتھ یہ ''کاکا'' سرنیم چلتی ہے، تقریباً ۲۵ سال ہوگئے ہیں اور میں نے اپنا نام ایفیڈ ویٹ کروایا ہے، جس میں میں نے مکمل خلاصہ کیا ہے، اب مرحوم کالڑکا مذکورہ بالا حقیقت کے مطابق مجھے حیران وپریشان کرتا ہے تو کیا شریعت کا اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ ہے کہ مذکورہ سرنیم

رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نے بذاتِ خود یہ سرنیم نہیں رکھی بلکہ ''مرحوم یعقوب حسن کا کا'' نے رکھی تھی ان کے انتقال کو تین سال ہو گئے ہیں مجھے سوال یہ ہے کہ شریعت کی جانب سے یہ سرنیم رکھنا منع ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے فقط نسبت کے لئے سرنیم رکھی ہے اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں اور آپ کو اس سرنیم سے ان کے نسب میں شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا بغیر کسی حرج کے آپ سرنیم رکھ سکتے ہیں اور ان کی طرف سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، پہلے زمانے میں کوئی مسلمان ہوتا تو جس کے ہاتھ پر یا جن کی کوشش سے مسلمان ہوتا ان کی طرف اس کی نسبت کرتے تھے جیسا جعفی وغیرہ، لہٰذا آپ کی نسبت صحیح ہے اسے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فقط فتاوی دار العلوم) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۲۸﴾ نسیم نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال: ساؤتھ افریقہ میں لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام ''نسیم بانو'' رکھتے ہیں اور لڑکا ہوتا ہے تو ''نسیم'' رکھتے ہیں تو اس طرح نام رکھ سکتے ہیں اور نسیم کا معنی کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لڑکے کا نام نسیم اور لڑکی کا نام ''نسیمہ بانو'' یا ''نسیم بانو'' رکھنا جائز ہے، نسیم اس ہواء کو کہتے ہیں جو صبح کے وقت ہلکی اور ٹھنڈی مغرب کی سمت سے چلتی ہے اور روح کے لئے فرحت بخش ہوتی ہے اور لغۃً اس کا مطلب ''روح'' بیان کیا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ جس کا مطلب ومعنی اچھا اور مناسب ہو ایسا نام رکھنا جائز ہے۔

﴿۲۷۲۹﴾ فضلِ حق نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال: میرے لڑکے کا نام ''فضلِ حق'' ہے، کیا وہ اچھا نام ہے؟ اس کا معنی ''اللہ کا فضل''

ہوتا ہے یہ صحیح ہے؟ فضل کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ ہمارے خاندان میں میرے دادا پردادا کے نام ''رحمۃ اللہ، احمد اللہ'' تھے، لڑکے کے باپ کا نام (یعنی میرا نام) ''نذیر اللہ'' ہے اور ماں کا نام فریدا بی بی ہے اس کے بھائی کا نام ''ہدایۃ اللہ'' ہے پیدائش تین ماہِ صفر پیر کے دن کی ہے، لہٰذا یہ نام صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نام ایسا رکھنا چاہئے جس کا معنی اچھا اور بہتر ہو اور اس میں اللہ کی عبدیت ظاہر ہوتی ہو اس کے بعد انبیاء علیہم السلام پھر اولیاءِ کرامؒ کے ناموں پر نام رکھنا زیادہ بہتر ہے، فضلِ حق نام رکھنا بھی جائز ہے، فضل کا معنی ہے ''مہربانی'' یعنی ''اللہ کی مہربانی'' لہٰذا ایسا نام رکھنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٢٧٣٠﴾ عادلہ نام رکھنا

سوال: لڑکی کا نام عادلہ رکھ سکتے ہیں؟ اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عادلہ مطلب ''انصاف کرنے والی'' یہ معنی ومطلب اچھا ہے، لہٰذا عادلہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احکام التسلیم

﴿۲۷۳۱﴾ جو سلام کا جواب نہ دے اسے سلام کرنا

سوال: زید اور عمر کی آپس میں نہیں بنتی زید سلام کرتا ہے تو بھی عمر جواب نہیں دیتا، زید سمجھدار ہے لہذا وہ یہ کہتا ہے کہ عمر جواب نہیں دیتا اس لئے وہ گنہگار ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ عمر گنہگار ہو، اس لئے اب زید اسے سلام نہیں کرتا لہذا سوال یہ ہے کہ زید صحیح راستہ پر ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سلام کرنا تو سنت ہے لیکن سلام کا جواب دینا واجب ہے لہذا کوئی مسلمان سلام کرے چاہے دوست ہو یا نہ ہو، پہچان والا ہو یا نہ ہو، اس کے سلام کا جواب وہ سن سکے اس طرح دینا واجب ہے، جواب نہ دینے سے عمر گنہگار ہوگا۔ (شامی ج:۵) اور جن وجوہات کی بناء پر سلام نہ کرنا چاہئے ان تمام کو علامہ شامی نے جلد اول میں بیان کیا ہے اس میں ایسی کوئی بھی وجہ مذکور نہیں ہے کہ جواب نہ دینے والے کے گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے اسے سلام نہ کرنا چاہئے، بلکہ اس صورت میں شیطانی دھوکہ میں پڑ کر سلام کرنے کی نیت کو ترک کرنے کا گناہ ہوگا، لہذا مذکورہ بہانے کی بنا پر زید بھی غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۳۲﴾ عید کے دن مصافحہ کرنا

سوال: عید کے دن مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ میں انکار کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ رواج تو پہلے ہی سے چلتا آرہا ہے اور عید کے دن ملاقات کرنی ہی چاہئے یعنی کہ یہ مسجد میں کرنی چاہئے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کے دن ایسے عقیدے یا رواج کے مطابق مصافحہ یا معانقہ کرنا کہ یہ رواج تو پہلے ہی سے چلتا آرہا ہے اور ملاقات کرنی ہی چاہئے، تو یہ سنت اور حضور ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ (شامی ج:۵، ص:۳۳۶)

عیدگاہ اور مسجد میں عید کی نماز کے بعد فوراً مصافحہ کرنے کو منع کیا جاتا ہے، بعد میں دوستوں کے گھر جاکر عید مبارک کہنا، مصافحہ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۳﴾ سلام کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرنا چاہئے؟ سنت طریقہ کیا ہے؟ مصافحہ ایک ہاتھ سے ملانا بہتر ہے یا نہیں؟ دونوں شخص ہاتھ ملاتے وقت فقط دایاں ہاتھ ملائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس میں گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سلام کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ "یغفر اللہ لنا ولکم" پڑھنا درست ہے، اور اگر دو ہاتھوں سے مصافحہ نہ کرے بلکہ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے تو یہ طریقہ بھی جائز ہے، اس میں گناہ نہیں ہے، لیکن دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔ (عالمگیری ج:۵، ص:۳۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۴﴾ سلام میں "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنا

سوال: ایک شخص نے سلام کیا اور دوسرے شخص نے جواب دیا اور وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته کہا تو سلام کرنے والے بھائی نے کہا کہ "ورحمة الله وبركاته"

حضور ﷺ نے نہیں کہا ہے اور اگر ورحمة الله وبركاته پڑھو گے تو بدعت شمار ہوگا، لہٰذا اوپر کے سوال کا جواب دے کر مہربانی فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمة الله وبركاته پڑھنا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور اس کا ثبوت قرآن کریم کی آیت نیز حدیث شریف اور فقہ کی کتابوں سے ہے اسے بدعت کہنا صحیح نہیں ہے۔ (درمختار اور شامی ج:۵،ص:۲۶۶)۔

مشکوٰۃ شریف ص: ۳۹۷ پر عمران بن حصینؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور السلام علیکم کہا تو آپ ﷺ نے جواب دیا اور وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس نیکیاں، اس کے بعد دوسرا شخص آیا اس نے سلام کے ساتھ ورحمة الله بھی کہا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب بھی دیا اور وہ شخص بھی مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیس نیکیاں، پھر تیسرا شخص آیا اس نے السلام علیکم کے ساتھ ساتھ ''ورحمة الله وبركاته'' بھی کہا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب بھی دیا اور وہ شخص بھی مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیس نیکیاں۔ (ترمذی شریف)۔ لہٰذا سلام کرنے والے اور جواب دینے والے کے لئے مذکورہ کلمات بدعت نہیں ہیں بلکہ بہتر ہیں، اور زیادتی ثواب کا باعث ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۵﴾ غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال: اگر کسی جگہ ایسا رواج ہے کہ مسلم اور غیر مسلم آپس میں سلام کرتے ہیں تو اس طرح ایک دوسرے کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو سلام کا جواب کس طرح

دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غیر مسلم کو سلام کرنا منع ہے اگر وہ سلام کرے تو جواب میں "هداك الله" یا "سلام" کہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۶﴾ غیر مسلم کو نمسکار کرنا

سوال: ہمارے ایک دوست غیر مسلم ہے ہم روزانہ اس کے پاس جاتے ہیں، ہمارے جاتے ہی وہ سلام کرتا ہے تو ہم اس کے جواب میں "وعلیکم" کہتے ہیں، تو اس نے ایک دن ہم سے کہا کہ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں تو کیا تم ہمیں نمسکار نہیں کر سکتے؟ تو سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس کو "نمسکار" یا "نمستے" کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر مسلم کو اس کے طریقہ کے مطابق نمستے یا نمسکار کرے، اسلام نے ملاقات اور سلام کے وقت جو بہترین طریقہ بتلایا ہے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملة مع الروافض

﴿۲۷۳۷﴾ شیعوں کو سلام کرنا

سوال: شیعہ داؤدی وہوراؤں کو سلام یعنی ''السلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟ اور وہ سلام کریں تو جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انہیں ہم اپنی جانب سے سلام کرنے میں پہل نہ کریں اور اگر وہ سلام کریں تو اس کا جواب دے دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۸﴾ شیعوں کے وعظ اور عذاب حسین کے فیڈریشن میں شرکت کا حکم

سوال: ہمارے گاؤں سے دس کلومیٹر دور شیعہ لوگوں کا ایک گاؤں ہے وہاں عذاب حسین کے نام سے چار دن فیڈریشن منعقد کیا جاتا ہے، اور اس میں شیعہ لوگ وعظ فرماتے ہیں اور آخری دن آگ جلا کر ماتم ہوتا ہے اور اس وعظ میں سنی حضرات بھی شرکت کرتے ہیں، اس مجلس میں شیعہ لوگ سنیوں کے خلاف مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف کی حدیثوں سے اپنا شیعہ مذہب ثابت کرتے ہیں، اور ماتم میں وہ لوگ پیروں پر کوئی مسالہ لگا کر آگ پر چلتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ عقیدت کی وجہ سے وہ جلتے نہیں ہیں، جو سنی حضرات وعظ میں جاتے ہیں وہ وہاں جانچ اور معائنہ کرنے نہیں جاتے، اور نہ ہی مناظرہ کرنے جاتے ہیں، لہذا جو سنی حضرات جاتے ہیں اور شرکت کرتے ہیں وہ لوگ گنہگار ہونگے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جن مجلسوں میں صحابۂ کرام پر تنقید اور ان کی توہین کی جاتی ہو اور عقل قبول نہ کرے ایسے ایسے کرتب دکھائے جاتے ہوں تو اس سے ہمارے ایمان اور عقائد میں بھی خرابی اور کمزوری آنے کا خطرہ ہے، لہذا ایسی مجلس میں شریک نہیں

ہونا چاہئے، فتاویٰ دار العلوم میں ان کی مجلسوں میں شرکت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ۳۱۸/۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۹﴾ رافضی وہورا کا چندہ لے سکتے ہیں؟

سوال: مسجد کے تعمیری کام میں نقد رقم رافضی وہورا کی جانب سے آئی ہو تو کیا کریں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں ثواب کی نیت سے کوئی شخص (چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو) کوئی چیز چندہ کے طور پر دے اور مستقبل میں اس کی جانب سے مسجد کے معاملات میں دخل اندازی کا اندیشہ نہ ہو تو اس امداد کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملة المسلمین مع المسلمین

﴿۲۷۴۰﴾ دوسرے کے کھیت سے پانی کے لئے پائپ لائن ڈالنا

سوال: میرے گاؤں میں میرا ذاتی ایک کھیت ہے، اس کے پڑوس میں ایک دوسرے مؤمن بھائی کا کھیت ہے، میرے کھیت کے مشرقی حصّے میں سرکاری کنواں ہے، جہاں اس شخص نے الیکٹرک موٹر لگائی ہے، اور وہاں سے اس شخص نے ایک پائپ لائن کھینچی ہے جو زمین کا رقبہ دیکھتے ہوئے برابر ہے، اب اس شخص نے میرے کھیت کے بیچ میں سے پائپ لائن ڈالنے کے لئے میری رضامندی یا اجازت کے بغیر کھود کام کیا ہے، اور اس کام میں مجھے رکاوٹ ڈالنی پڑی، جس پر اس شخص نے کچہری کی اجازت مانگی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

کچہری اگر قاعدے کے مطابق میرے خلاف اجازت دیتی ہے اور وہ شخص پائپ لائن ڈالتا ہے تو شریعت کی رو سے کیا اسے اس کا حق ہے؟ یا کوئی حرج آئے گا یا نہیں؟

دوسرا یہ کہ میری اجازت کے بغیر میرے کھیت میں کئے ہوئے کھدائی کے کام کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورتِ مسئولہ میں کنواں سرکاری ملکیت کا ہے، اور پائپ لائن ڈالنے سے زمین کے مالک کو کوئی نقصان بھی نہیں پہونچتا ہے، اور پانی لینے کے لئے اس کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں ہے تو اس طریقہ سے پائپ لائن سے پانی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہدایہ: ۴۷۰، عالمگیری ج: ۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۱﴾ دوسرے کی زمین میں اُگے ہوئے درخت کاٹنا؟

سوال: میری زمین کے پڑوس میں دوسرے شخص کی زمین ہے، اور اس کے زمین میں ایسے

درخت اگتے ہیں جو میری زمین کے لئے نقصان دہ ہیں مثلاً: ان درختوں کی وجہ سے میری زمین میں بوئے ہوئے اناج کے دانے کما حقہ اگتے نہیں ہیں یا کانٹے وغیرہ گرنے کی وجہ سے کام کرنے والے شخص کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ تو ایسے درختوں کو چھوٹے ہوں اس وقت ہی اکھاڑ پھینکنا درست ہے یا نہیں؟ ان کے اکھاڑنے پر مالک راضی نہ ہوں اور وہ آم کے پودے ہوں تو بڑے ہو جانے کے بعد ان کے سائے سے نقصان ہوتا ہے تو اس طرح لگائے ہوئے درختوں اور پودوں کو اکھاڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دوسرے کی زمین میں اُگے ہوئے درخت ان کے مالک کی اجازت سے کاٹ سکتے ہیں، اور بغیر اجازت کے صرف اسی صورت میں کاٹ سکتے ہیں جب کہ ان کی وجہ سے اپنا ظاھراً نقصان ہوتا ہو، مثلاً: بالکل غلہ نہ پکتا ہو یا اتنی زمین بنجر رہ جاتی ہو۔ (شامی ج:۵، ص:۲۳۷- عالمگیری ج:۵، ص:۳۹)

﴿۲۷۴۲﴾ فاسق سے قطع تعلق

سوال: آپ نے گہری نظر اختیار کر کے سوال نمبر:۲ کا جواب دیا ہے ماشاء اللہ لیکن جب تک وہ آدمی مذکورہ حرکتوں سے باز نہ آئے وہاں تک ایسے شخص کے ساتھ کلام و طعام نہ کرنے میں کیا میں گنہگار رہوں گا؟

مذکورہ..... شخص پر بارہ ہزار روپے کا قرض ہے وہ اپنے داماد کو بطور وصیت اس شرط کے ساتھ اپنا گھر نمبر:۱ اور پانچ بیگہ زمین دیتا ہے کہ آپ کو میں گھر اور زمین دیتا ہوں اس کے عوض میں آپ میرا قرض ادا کر دیں لیکن شبہ یہ ہے کہ داماد وصیت کے مطابق نہیں کرے گا، اور مذکور آدمی زمین بیچ کر اپنی زندگی میں قرض ادا کر کے اس سے بری ہونا بھی نہیں چاہتا، اسی

کے ساتھ قنوت نازلہ کو بھی منسوخ بتلاتا ہے اور بہنوں کو بھی حصّہ نہیں دیتا ان تمام قبیح اور کبیرہ حرکتوں کی بناء پر اس سے ملنا جلنا اور سلام وکلام اور طعام کے قطع کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص شریعت کی اصطلاح میں فاسق فاجر شمار ہوتا ہے ایسے شخص کے ساتھ اس کے شریعت کے خلاف کاموں کی وجہ سے جب تک وہ توبہ نہ کرلے، اور شریعت کے احکامات پر عمل پیرا نہ ہو جائے وہاں تک اس سے بات چیت سلام کلام اور اس کے علاوہ دیگر تعلقات نہ رکھے تو شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ایسا شخص اسی کے لائق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۴۳﴾ پاک دامن عورت پر تہمت لگانا جائز نہیں حرام ہے

سوال: اگر کوئی شخص کسی پاک دامن نیک مسلمان عورت پر بہتان لگائے اور ایسی افواہ عام کردے کہ جن کا کوئی وجود ہی نہ ہو، ایسے شخص کے لئے قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے؟ اس طرح بہتان لگا کر افواہیں پھیلانے والے کے لئے جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس سلسلہ کی کچھ حدیثیں با حوالہ بتلائیں۔ جن میں پاکدامن خاتون پر تہمت لگانے والے اور جھوٹی افواہ پھیلانے والے کی مذمّت بیان کی گئی ہو، مذکورہ سوال کا جواب جلد از جلد دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام بہت ہی عمدہ اور پاکیزہ مذہب ہے اس کی تعلیم اور اس کے احکام بھی اونچے درجہ کے ہیں اور اس کے احکام بہت ہی اچھے اور بھلائی والے ہیں: جھوٹ، بدگمانی، زنا، تہمت، غیبت وغیرہ دوسری برائیوں سے اسلام سختی کے ساتھ منع

کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کی دنیوی اور اخروی سزائیں بھی بتلائی گئی ہیں، اسی وجہ سے کسی بھی پاکدامن مسلم عورت پر بہتان لگانا یا افواہ پھیلانا جائز نہیں ہے حرام ہے، اور ایسی برائیوں کو گناہِ کبیرہ شمار کیا گیا ہے، قرآنِ پاک کی سورۂ نور میں اس سلسلہ کی بہت سی آیات بیان کی گئی ہیں جو پارہ ۱۸ میں ہیں اس کو دیکھ لینا چاہئے، بطورِ نمونہ فقط تین آیتوں کا خلاصہ ذکر کیا گیا ہے:

(۱) جو شخص پاکدامن عورت پر تہمت لگائے پھر اس کے ثبوت کے لئے چار گواہ نہ لا سکے تو ایسے شخص کو اسّی کوڑے مارے جائیں اور ایسے (جھوٹ بولنے والے) لوگوں کی مستقبل میں کبھی بھی گواہی قبول مت کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

(۲) جو شخص یہ چاہے کہ فواحش و بے شرمی کی باتیں مسلمانوں میں پھیلے (عام ہو) تو اس کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے۔

(۳) جو شخص کسی ایسی عورت پر تہمت لگائے کہ جو پاکدامن ہوں اور ایسی باتوں سے بے خبر ہے ایمان والی ہے، تو ایسے شخص پر دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی گئی ہے اور اسے بڑے سے بڑا عذاب ہوگا۔

حدیث شریف میں بھی اس سلسلہ کی بہت تفصیل موجود ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

(۱) شرک کرنا۔ (۲) جادو۔ (۳) ناحق کسی کا خون کرنا۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیموں کے مال کو ہڑپ کر لینا۔ (۶) لڑائی کے موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ (۷) نیک پاکدامن

مسلمان عورت پر تہمت لگانا۔ (مشکوۃ شریف ص:۱۷ بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ) فقہاءِ کرام نے اس سلسلہ میں باب حدالقذف نامی ایک باب قائم کیا ہے اس میں ہر چھوٹی بڑی صورت کو شامل کرلیا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایسا شخص فاسق اور گنہگار ہے۔ (شامی ج:۳،ص ۱۶۶اور ہدایہ ج:۲،ص:۵۰۹) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۴﴾ بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہے

سوال: ایک شخص کسی بے گناہ پر بہتان لگائے اور اس پر لگائے ہوئے بہتان کو ثابت نہ کر سکے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی پر بہتان لگانا گناہِ کبیرہ ہے جس سے قرآن وحدیث میں بالکل صاف منع کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں سخت سزا وارد ہوئی ہے، لہٰذا جس کے اوپر بہتان لگایا گیا ہے اس سے معافی مانگیں، اور اللہ کے روبرو سچّی توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۵﴾ کسی کے نام سے غلط مضمون شائع کر کے اسے پریشان کرنا

سوال: ایک شخص نے شرارت کر کے ....نامی گاؤں کے ڈاکٹر ....کے نام کا ایک مضمون ''یودرشن'' بمبئ پر بھیجا جو یودرشن ہفت روزہ کے ۱۹۷۶/۵/۱۵ کے شمارہ میں شائع ہوا، یہ مضمون بھائی بہن کے درمیان کے ناجائز تعلقات کو فروغ دینے کی حقیقت کو اجاگر کر رہا تھا۔ اس مضمون کے چھپنے کے پانچ ماہ بعد ....نامی گاؤں کے جناب.............. نے اس مضمون کو ''مجاہد نامی ہفت روزہ سورت'' میں تاریخ..............کو چھپوایا، اس میں اس مضمون کی مذمت کی گئی اور مزید یہ

کہ ''یودرشن'' کا مضمون .... نامی گاؤں کے .... ڈاکٹر ہی کا ہے ایسا اشارہ اس مضمون میں کیا گیا ہے اس کے جواب میں ڈاکٹر .... صاحب نے تاریخ .... کو ''امید نامی ہفت روزہ سورت'' میں اس کا خلاصہ چھپوا کر ظاہر کیا کہ یودرشن کے مضمون کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کے باوجود تاریخ ۱۹۷۷/۱/۱ کے شمارہ میں دوبارہ جناب .... صاحب نے اس بہتان کے ساتھ لکھا کہ یودرشن کا مضمون جناب .... کا ہی ہے۔ تاریخ .... کے ''مجاہد نامی ہفت روزہ'' کے مدیر جناب .... صاحب نے جناب .... صاحب کے مضمون کی تائید کرتے ہوئے ایک اور مضمون لکھ کر شائع کیا اور دوسرے لوگوں کو یودرشن کے مضمون کے سلسلہ میں اپنی رائے لکھ بھیجنے کی دعوت دی جس کے جواب میں دوسرے لوگوں نے اپنے مضامین بھیجے اور وہ ''مجاہد'' میں شائع کئے گئے، درجِ ذیل تفصیل کے متعلق شریعتِ مطہرہ ومفتیانِ کرام شریعت کی روشنی میں کیا فرماتے ہیں؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) اگر کوئی شرارتی شخص دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے اس دوسرے شخص کے نام سے کوئی مضمون لکھے تو اس شخص کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں جو اس میں شامل ہیں شریعت کی جانب سے کیا حکم ہے؟

(۲) کسی شخص پر بہتان لگا کر اس کو بدنام کرنے کے ارادے سے اگر کوئی مضمون نگار اس شخص کے صاف انکار کے باوجود اس پر مضامین لکھتا رہے اور بہتان لگاتا رہے تو اس شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۳) ایسے بہتانوں کو فروغ دے کر کسی کی آبروریزی کرنے میں مدد کرنے یا کرانے

والے اخبار کے مدیر کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں کہ: ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر مااکتسبوا فقد احتملوا بھتانا وإثما مبینا﴾ (الأحزاب:۵۸)۔ترجمہ: اور جو لوگ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو جو کام انہوں نے نہیں کیا پھر بھی اس سے تکلیف پہونچاتے ہیں تو یہ لوگ ایسے ہیں جو بہتان اور کھلم کھلا گناہ کے کام کرتے ہیں۔(سورۂ احزاب)۔

نیز ایک حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو ذلیل نہیں کرتا۔(مشکوٰۃ ص:۴۲۲) اور دوسری ایک حدیث شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو کسی مؤمن کو تکلیف پہونچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ بازی کرے۔(مشکوٰۃ ص:۴۲۸) مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت فضیلؒ کا ایک قول ’’تفسیر مدارِک‘‘ میں ہے وہ فرماتے تھے کہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے تیرے لئے سوروں اور کتوں کو بھی تکلیف پہونچانا جائز نہیں ہے تو پھر مسلمان مرد اور عورتوں کو تکلیف پہونچانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ (جلد:۲ ص:۴۷۸)۔خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں جو تفصیل مذکور ہے وہ اسلامی تعلیمات واخلاق اور اسلامی شان کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملة المسلمين مع غير المسلمين

﴿۲۷۴۶﴾ غیر مسلم کی تعزیت اور کفن اور دفن میں اعانت

سوال: کسی غیر مسلم گھرانے کے ساتھ گھر جیسا تعلق ہواوران کے یہاں کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کے یہاں جانا اور کفن اور دفن میں اعانت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تعلقات والے غیر مسلم کے انتقال پر ان کے یہاں جا کران کی اولاد اوران کے رشتہ داروں کی شریعت کی حد میں رہ کر تعزیت کرنا جائز ہے، تعزیت میں یوں کہا جائے کہ ہمارے ساتھ بہت زیادہ محبت اور تعلقات رکھتے تھے اچھے ملنسار، مزاج کے تاجر تھے، آپ صبر کریں اور ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیں، آپ کے ساتھ ہمیں ہمدردی ہے یعنی ایسے الفاظ کہے جائیں، تو درست ہے۔

کسی مسلم میت کے لئے جس طرح دعا کے الفاظ کہے جاتے ہیں اس طرح دعائیہ کلمات نہ کہے جائیں، اوران کے مذہبی رسوم میں ساتھ نہ دیں، ان کے جنازہ کو کندھا نہ دیں، ان کی مالی مدد کر سکتے ہیں۔ (درمختار، نصاب الاحتساب) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۷﴾ ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا

سوال: مجھے بہت دنوں سے ایسا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھانا چاہیئے، میرے اندازے کے مطابق یہ کھانا حلال نہیں ہے، کیوں کہ وہ لوگ غسل نہیں کرتے، اوران کا غسل بھی صحیح نہیں ہوتا تو ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کفر وشرک کی جو بدی اور نجاست ہے وہ عقائد میں ہونے کی وجہ سے جسم کے اعضاء پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے غسل نہ کرنے کی وجہ

سے یا غسل ادا نہ ہونے کی وجہ سے جو نجاست باقی رہتی ہے وہ بھی حکمی نجاست ہے جو ان کے ہاتھ میں یا برتنوں میں یا پکانے میں نہیں آتی، اور جس طرح مسلم حائضہ ونفساء کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے، اسی طرح کسی کافر یا مشرک کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۸﴾ غیر مسلم کی جانب سے خوشی کے موقع پر آنے والی اشیاء کا کھانا

سوال: غیر مسلم کی جانب سے ان کی خوشی اور تہوار کے موقعہ پر ہدیہ میں آنے والی چیزوں کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اگر وہ چیز چڑھاوے (پرساد) کی نہ ہو، ہدیہ کے طور پر ہو اسی طرح اس میں کوئی حرام چیز ملائی گئی نہ ہو تو کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۹﴾ مندر کا چڑھاوا (پرساد)؟

سوال: ہندو لوگ بعض مرتبہ مندر میں سے چڑھاوے کے نام پر آنے والی چیزیں ہر ایک کو تقسیم کرتے ہیں، تو مسلمانوں کے لئے ان کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نا جائز وحرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵۰﴾ مسلمان کا غیر مسلم کو اپنے یہاں دعوت میں شراب پلانا

سوال: کوئی مسلمان کسی ایسے غیر مسلم کو جس کے ساتھ کاروباری تعلق ہو دعوت کے موقعہ پر یا کسی اور موقع سے شراب پلا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کو شراب پلائے، حدیث شریف میں ایسے شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے جو شراب پیئے اور

پلائے لہٰذا مسلمانوں کو ایسے ملعون کاموں سے بچنا چاہیئے، مشکوٰۃ شریف (فقط واللہ اعلم)

﴿۲۷۵۱﴾ بھنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھانا، اسے اچھوت سمجھنا

سوال: ہندو مذہب میں بھنگی کو ادنیٰ طبقے میں شمار کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتے اور ہاتھ کا پانی بھی نہیں پیتے، اور اس کو ''اچھوت'' شمار کرتے ہیں، لیکن حکومت نے اس کے برعکس قانون بنایا ہے اسی وجہ سے ہوٹل وغیرہ دیگر عام جگہوں پر قریب بٹھاتے ہیں تو کیا اسلام بھی ایسے بھنگی لوگوں کو ایسا ہی شمار کرتا ہے؟ میری سوچ کے مطابق اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اور فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ مشرک ہیں اور ہم مسلمان۔

دوسرا یہ کہ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا یا ان کے ہاتھ کا ان کے ہی گھر میں بنایا ہوا کھانا کھانا کیسا ہے؟ ہندوستان میں ہندو وغیرہ اقوام کے ساتھ ہمیں رہنا ہے، ان کے ساتھ کھانا پینا ہے جس کی بناء پر احتیاط نہ کرسکیں تو کچھ گناہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں چھوت اچھوت کچھ نہیں ہے، لہٰذا ان کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھانا درست ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھ کر بھی کھا سکتے ہیں، لیکن یہ لوگ خدا کے ساتھ دوسری مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں لہٰذا یہ اللہ کے دشمن ہیں تو جتنا ہو سکے اتنا دور رہنا بہتر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۲﴾ ہریجن کے ہاتھ کا پانی پینا

سوال: ہریجن کے ہاتھ کا پانی پینے سے شریعت نے کیوں منع کیا ہے؟ اور بھنگی کے ہاتھ کا پانی پینے کی اجازت کیوں دی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہریجن کے ہاتھ کا پانی پینے کا عدم جواز شریعت کی

کس دلیل سے ثابت ہے؟ شریعت پاکیزگی کو تسلیم کرتی ہے، لہٰذا کسی بھی انسان کا ہاتھ، برتن وغیرہ پاک ہوتو اس کے ہاتھ کا پانی پینا یا دوسرے کسی استعمال میں لینا منع نہیں ہے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۳﴾ غیر مسلمان سے اچھا برتاؤ

سوال: غیر مسلمان سے کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوتو ہم کو کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ غیر مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، گھومنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: غیر مسلمان سے حسن سلوک کرنا جب کہ وہ بھی ہم سے حسن سلوک کرتا ہو جائز ہے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور گھومنے پھرنے میں خلاف شریعت کوئی کام نہ ہوتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یا ان کے شر اور برائی سے بچنے کے لئے ان سے دوستی کا اظہار کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن بغیر ضرورت کے اتنی زیادہ دوستی نہ کرلی جائے کہ آیت شریفہ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاء ”ترجمہ: کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ“ کی ممانعت میں داخل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۴﴾ کفار کے ساتھ دوستی

سوال: کفار کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھنا چاہئے؟ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں تو ہمیں ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟ کفار کے ساتھ بیٹھنا، کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کفار کے ساتھ حسن سلوک کرنا جب کہ وہ بھی ہمارے

ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو ممنوع نہیں ہے، انکے ساتھ بیٹھنے، کھانے پینے میں کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو تو جائز ہے، یا انکے شر و برائی سے بچنے کے لئے ان سے اچھا تعلق ظاہر کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، لیکن ان سے اتنا گہرا تعلق بھی نہیں ہونا چاہئے کہ آیت شریفہ **لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین** (مؤمنین کو چاہئے کہ وہ کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں) کی ممانعت میں داخل ہو جائے۔

﴿۲۷۵۵﴾ کافر کو کافر کہنا

سوال: کیا کافر کو کافر کہنا گناہ ہے؟ اگر یہ گناہ ہے تو کس آیت یا کس حدیث سے یہ گناہ ہے اس کی وضاحت فرمائیں؟ کیا غیر مسلمان کو کافر کہا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......کفر کا معنیٰ چھپانا، انکار کرنا اور ناشکری کرنے کے آتے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے، اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں، اور اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ماننا یا ساجھے دار سمجھنا شرک ہے، اور ایسا شخص شرعی اصطلاح میں مشرک کہلاتا ہے، اس لئے جو شخص اسلام کے بنیادی عقائد کو دل سے نہ مانتا ہو اور زبان سے ان کا اقرار نہ کرتا ہو وہ کافر کہلائے گا اور کافر کو کافر کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (معارف القرآن: ۱/۶۴) البتہ کسی مسلمان اور مؤمن شخص کو کسی مضبوط دلیل یا ثبوت کے بغیر کافر یا مشرک کہنا گناہ ہے۔

﴿۲۷۵۶﴾ ہنود کا تہوار کے موقع پر ہدیہ دینا

سوال: دیوالی کے موقع پر ہندو شخص مٹھائی یا کوئی چیز ہدیہ میں دے تو اسکا لینا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ہم جس جگہ رہتے ہیں وہاں غیر مسلمان بھی آباد ہیں، اور غیروں سے تجارت اور پڑوس وغیرہ کا بھی تعلق رہتا ہے، اور رشتہ اچھا رکھنے اور قائم رکھنے کا حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے، لہذا انکے تہوار یا موت اور میت کے وقت مذہبی رسم ورواج میں شرکت کرنا تو جائز نہیں ہے لیکن ہماری طرف سے یا ان کی طرف سے ہدایا، تحائف یا خوشی کے موقعہ پر مٹھائی یا قربانی کے وقت گوشت وغیرہ دینا لینا جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵۷﴾ ہنود کو دینی کتابیں پڑھنے کے لئے دینا

سوال: میں نے گھر کے آگے کے حصہ میں دُکان بنائی ہے دکان میں مسلمان غیر مسلمان دونوں طرح کے گاہک آتے ہیں، میرے گھر میں دکان کے قریب ایک ٹیبل ہے ٹیبل پر دینی کتابیں رکھی رہتی ہیں تو ہندو گاہک کبھی کبھی وہ دینی کتابیں بھی پڑھتے ہیں تو کسی ہندو شخص کو دینی کتابیں پڑھنے دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہنود دینی کتابیں پڑھتے ہوں اور اس کی بے ادبی نہ کرتے ہوں تو انہیں پڑھنے دینے میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵۸﴾ کرسمس کے تحفوں کا حکم

سوال: یہاں عیسائی حضرات پچیس دسمبر کے روز کرسمس کا تحفہ دوستوں اور برادری والوں کو دیتے ہیں، اسی طرح ہائی اسکول اور کالجوں میں بھی ٹیچر وغیرہ طلباء کو تحفے دیتے ہیں اور طلباء بھی ٹیچروں کو دیتے ہیں اور عیسائی اس دن کو عید کا دن مانتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو دئے ہوئے تحفے اور نقد روپے وغیرہ مسلمان اپنے کام میں لا سکتے ہیں؟ اور مسلمان بھی اس

دن عیسائی قوم کو کوئی چیز دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......خوشی کے موقع پر ہدایا وتحائف وغیرہ غیر مسلموں کو دینا یا ان کی طرف سے لینا درست اور جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۹﴾ کرسمس ڈے کے دن ٹرکی کھانا اور تفریحی مقامات کی سیر کرنا

سوال: بندہ جزیرہ باربے دوز (BARBADOS) کا رہنے والا ہے، اس ملک کی اکثریت نصاری کی ہے یہاں کے مسلمان انکے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے انکے بعض اعمال، افعال و حرکات میں یا تو تشبہ اختیار کرتے ہیں یا مشابہت ہو جاتی ہے اس میں بعض چیزوں کی وضاحت مطلوب ہے۔

۱...... ۲۵ دسمبر نصاری کا خاص جشن ہے جس میں وہ میلاد عیسیٰ علیہ السلام مناتے ہیں اس دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگ گرجا گھر سے واپس آکر کھانا کھاتے ہیں اور اس وقت اہتمام سے ٹرکی پکا کر سب مل کر کھاتے ہیں؟

(الف) سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس دن ترکی مرغی پکا کر کھائے تو کیا حکم ہوگا؟ اگر یہ دعویٰ ہو کہ تشبہ کی نیت سے نہیں صرف ترکی مرغی کھانے کی رغبت میں کھا رہا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(ب) اگر ۲۵ دسمبر کو نہیں بلکہ کسی دوسرے دن جو اس تاریخ سے قریب ہے ترکی مرغی کھایا جائے تو کیا حکم ہے؟ یہ بات واضح رہے کہ گو بازاروں میں پورا سال غیر مسلمان کا ذبح شدہ دستیاب ہوتا ہے لیکن جاندار ترکی مرغی کو مسلمان ذبح کر سکے ایسا انہیں ایام میں دستیاب ہوتا ہے، لوگ پال کر اس موقع پر بیچتے ہیں۔

۲......اسی دن (کرسمس ڈے ۲۵ دسمبر) کو نصاری گھر سے بہت کم نکلتے ہیں اور پورا دن مکمل یا اکثر تفریحی جگہیں خالی ہوتی ہیں جسکی وجہ سے کسی تفریحی جگہ پر ہجوم نہیں ہوتا اس کو غنیمت سمجھ کر بہت سے مسلمان خاندان تفریح کے لئے نکلتے ہیں، اگر کوئی اور منکر نہ ہو مثلاً بے پردگی اختلاط وغیرہ تو کیا حکم ہے؟ یہ سلسلہ ہر سال ہوتا ہے اور بعض خاندانوں کے بچے اسکے عادی ہیں کہ اسی دن تفریح ہوگی۔

۳......اس دن اور اس سے قبل ایام میں ہدیہ دینے لینے کا رواج ہے جن لوگوں کا غیر مسلمان کے ساتھ ناجائز تعلق ہے وہ بعض مسلمان کو ہدیہ دیتے ہیں نیز بعض کمپنیاں بطور عموم ان سے تجارت کرنے والوں کو کچھ قلم، گلاس وغیرہ دیتے ہیں۔

(الف) اس دن ان ہدایا کا لینا کیسا ہے؟

(ب) بعض کام کرنے والے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس موقع پر ان کو کچھ دیا جاوے تو ان کو دینا کیسا ہے؟ اگر نہ دیا جائے تو ان کو صدمہ ہوتا ہے اور پھر پورا سال ان سے کام لینا مشکل ہوتا ہے۔

۴......انہی ایام میں نصاریٰ کا ایک معمول یہ ہے کہ بازاروں اور گھروں کو خوب مزین کرتے ہیں عام طریقہ اس کا یہ ہے کہ مختلف رنگ کی لائٹیں جلائی جاتی ہیں، بعض مسلمان خود یا اپنے بچوں کو تماشہ دکھانے کے لئے بازاروں میں اور انہیں خاص علاقوں میں لے جاتے ہیں، جہاں لائٹیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں اس کو دیکھنے کے لئے جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......۲۵ دسمبر کو عیسائی حضرات ٹرکی مرغی کھاتے ہیں اور یہ مرغیاں عامۃً انہیں ایام میں ملتی بھی ہیں، اس لئے اگر کوئی مسلمان اس دن یا آگے پیچھے

اس کو کھائے تو یہ شرعاً ممنوع یا تشابہ نہیں ہے، کھا سکتے ہیں، اوراسی طرح ہوٹلوں میں چھٹی گزارنے کا مسئلہ بھی ہے پردہ اوردوسرے احکام کی رعایت کی جاتی ہے دل میں کافروں کے شعار سے نفرت بھی ہے ان کے امور میں شرکت بھی نہیں ہے تو اس میں شرعا ممانعت نہ ہوگی۔

تجارت یا ملازمت یا مصاحبت کی وجہ سے اس دن ہدیہ تحفہ تحائف کا ایک دوسرے سے لین دین کیا جائے تو یہ بھی درست ہے، اپنے گھر میں لائٹنگ کرنا یا کرسمس ٹری لگانا تو جائز نہیں ہوگا۔(کمافی العالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۶۰﴾ کرسمس ڈےاورکرسمس پارٹی میں شرکت کا حکم

سوال: (۱) کرسمس کسے کہتے ہیں؟ یہ مذہبی تقریب ہے یا ملکی تقریب ہے؟ یا سالانہ تقریب ہے؟ شریعت مطہرہ میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۲) کرسمس ڈے کے دن دیکھا جاتا ہے کہ کچھ مسلمان برادر بھی اپنے گھروں کو سجاتے ہیں، جیسا کہ عیسائی اپنے گھروں کو خاص کر کرسمس ٹری، لائٹیں اور گولے وغیرہ سے سجاتے ہیں، اور کرسمس کی خوشی مناتے ہیں، تحفے تحائف تقسیم کیئے جاتے ہیں، نیز ان دنوں کرسمس پارٹی کے نام سے دفتروں، اسکولوں اور کارخانوں میں دعوت رکھی جاتی ہے، جس میں انواع واقسام کے پرتکلف کھانے پینے کی اشیاء، شراب، ناچ، گانے وغیرہ ہوتے ہیں، جس میں مرداورعورتیں ایک ہوکر خوشیاں مناتے ہیں اور حصہ لیتے ہیں، اسکولوں میں لڑکے اورلڑکیاں اسی نام سے پارٹی کرتے ہیں اور اپنے مذہبی رواج کو فروغ دیتے ہیں، کچھ اسکولوں میں صرف کھانا پینا ہوتا ہے اور کچھ اسکولوں میں شراب کے علاوہ ہر طرح کے خرافات ہوتے

ہیں، حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریم کا ڈراما کیا جاتا ہے، جس میں مسلمان لڑکے لڑکیاں بھی حصہ لیتے ہیں، اسی طرح اور بھی عیسائی مذہب کے رواج ہوتے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ

۱......ان حالات میں جبکہ مذہبی اور قومی رسموں کو فروغ دیا جارہا ہو اور اسکی اہمیت مسلمانوں اور مسلمانوں کے بچوں کے دلوں میں پیوست کی جارہی ہو (اگرچہ اس میں دوسرے خرافات نہ بھی ہوں) پھر بھی ان پارٹیوں میں شرکت کرنا مسلمان اور ان کے بچوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

۲......ایسی اسکول جسکے ذمہ دار مسلمان اکثریت میں ہوں اور اس رسم کو بند کرانے پر قادر ہوں، ایسی اسکول میں مسلمان منتظمین کا پارٹی کی اجازت دینا کیسا ہے؟ اور ان پارٹیوں میں مسلمان بچے بچیوں کا شرکت کرنا اور حصہ لینا کیسا ہے؟

۳......مخصوص شرائط کے ساتھ کرسمس پارٹی کی اگر اجازت دیدی جائے تو اس اجازت کو دلیل بنا کر عوام ہر طرح کی کرسمس پارٹی میں حصہ لینے کو جائز سمجھیں گے، اور حدود سے تجاوز کا پورا امکان ہونے کی وجہ سے مخصوص شرائط کے ساتھ کرسمس پارٹی میں حصہ لینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر قوم وملت میں کچھ خاص ایام عید وتقریب کے ہوتے ہیں، اسی طرح کرسمس بھی عیسائیوں کی عید اور تقریب کا دن ہے، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی خوشی میں یہ دن منایا جاتا ہے، انسائکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں ہے: چوتھی صدی عیسوی میں اس کی ابتداء ہوئی اور رومن تہذیب سے یہ آئی ہے۔ (صفحہ: ۵/۷۰۴) اور عیسائی

تہذیب کی اشاعت، طبع کی سہولت اور غلبہ کی وجہ سے اس خالص مذہبی تقریب میں دوسرے خرافات کے ساتھ دوسری قوم میں بھی مقبول ہوکر ایک جشن کی صورت اختیار کر لی ہے، کچھ چیزیں اس میں ایسی ہیں جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے صرف عیاشی اور خواہش پرستی ہے۔

اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے، زندگی کے ہر گوشے اور موقعہ کے لئے اس میں مکمل رہنمائی موجود ہے، مسلمان اور غیر مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کے طریقوں کو اسلام نے مفصل طور پر بیان کیا ہے، آپ ﷺ کے صحابہؓ نے حبشہ میں قیام کر کے اور دوسرے ملکوں اور قوموں میں رہ کر علمی اور عملی رہنمائی فراہم کی ہے، دوسروں کی تہذیب اور اخلاق سے متاثر نہیں ہونا چاہئے بلکہ نیک عمل و اخلاق حسنہ سے دوسروں کو متاثر کرنا چاہئے، اس لئے کہ اسلامی تہذیب وتمدن دوسرے تمام مذاہب کے مقابلہ میں اعلیٰ وافضل ہے، آج مسلمانوں کی بڑی تعداد دوسرے ملکوں میں اور دوسری اقوام کے درمیان رہ رہی ہے انہیں روزانہ کے معاملات میں ان سے سابقہ پڑتا ہے، غیروں سے تعلقات میں تفصیل یہ ہے کہ:

۱...... اگر کوئی شخص اپنے مذہب کا تخصص و وقار باقی رکھتے ہوئے غیروں کے مذہبی رسم و رواج میں بالکل حصہ نہ لے اور ایسا کرنے سے اس کے مرتبہ اور مال میں نقصان آتا ہو تو بھی اس کو برداشت کرے تو یہ شخص دین کا مجاہد، متقی اور اللہ کا برگزیدہ بندہ اور سچا امتی کہلائے گا۔

۲...... اور جو مسلمان اس دن کو عظمت والا سمجھ کر ان کی موافقت میں عیسائیوں کی تقریب میں حصہ لیتا ہے اور خوشی مناتا ہے گھر کو سجاتا ہے، روشنی کرتا ہے یا انکے مذہبی رسم و رواج

میں شرکت کرتا ہے تو فقہاء اس عمل کو کفریہ عمل گردانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شخص ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے: مجوسیوں کی تقریب نیروز میں جانا اوران کی اتباع کرنا کفر ہے۔

۳...... جو شخص ان کی تقریبات میں حصہ نہیں لیتا، اوران کی تقریبات کی خوشی بھی دل میں محسوس نہیں کرتا، بلکہ دل سے اس سے نفرت کرتا ہے اور معاملات اور دنیوی فائدہ کی غرض سے یا نقصان یا تکلیف کے ڈر سے تحفہ تحائف یا مبارکبادی کے کارڈ بھیجتا ہے تو اس سے کفر تو لازم نہیں آتا لیکن تشبہ ضرور ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے اور چونکہ یہ مذہبی تقریب کا مسئلہ ہے اس لئے عدم جواز کو ترجیح دی جائیگی اور تعلقات برقرار رکھنے کے لئے تحفہ تحائف کی گنجائش ہے۔

مخصوص شرائط وحدود کی رعایت کے ساتھ پارٹی کی جائے تو اسے دوسرے لوگ جواز کی دلیل بنا کر ناجائز پارٹی کو بھی جائز سمجھنے لگیں گے جیسا کہ آج کل عوام کا یہی حال ہے تو اس صورت میں حدود کی رعایت کے ساتھ کی جانے والی پارٹی سے بھی روکا جائیگا، جیسا کہ قرآن پاک میں صحابہ کرام کو راعنا کے بجائے انظرنا کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نابالغ لڑکے لڑکیوں کو، اسکول اور مدرسہ اور گھر کے ماحول میں عیسائی اور دوسری تہذیبوں اور تمدنوں سے دور رکھا جائے تب ہی ان کے ایمان اور اعمال کی حفاظت ہو سکتی ہے، ورنہ مستقبل میں خطرہ ہے کہ مسلمان کہیں صرف نام کے مسلمان نہ رہ جائے، اس لئے ہر وہ چیز جس میں عیسائیت یا عیسائی تہذیب کی جھلک ہو اس سے ہر مسلمان کو بچانا لازم اور ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

ما یتعلق بالغرامات

﴿۲۷۶۱﴾ جائز حق کی وصول یابی کے لئے مقدمہ کرنا

سوال: ایک گھر ہے اس کے پیچھے ایک باڑا ہے اس میں ایک گھوڑے کا اصطبل ہے لیکن وہ اصطبل پرانا ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے اسی وجہ سے گھوڑے والے کو اصطبل چھوڑ دینا پڑا ہے اور یہ جگہ میونسی پالیٹی میں درج ہے اس لئے اگر ہم اسے پھر سے بنانا چاہیں تو ٹاؤن پلاننگ (Town planning) کے قاعدے کے مطابق ہمیں جرمانہ بھرنا پڑے گا اس لئے ہمیں رکنا پڑا، لیکن گھوڑے والے ادنیٰ قسم کے لوگ ہونے کی وجہ سے اسے تعمیر کرنے کے لئے آئے، اور لڑائی جھگڑا اور ہاتھا پائی کر کے ہماری ماں بہن اور چھوٹے بھائی کو مار کر چلے گئے۔ ہم نے وہ اصطبل ''ازراہ احسان'' سے دیا ہوا تھا لیکن وہ لوگ غاصبانہ قبضہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ ہماری یہ جائداد ہمارے والد کے نام پر ہے لیکن وہ ممبئی میں ملازمت کرتے ہیں۔ اور جس وقت یہ اصطبل ٹوٹ گیا اس وقت ہمارے والد آفس کے کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ تو ایسے حالات میں بڑے لڑکے کو کورٹ میں دعویٰ درج کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ ماں بہن کی عزت اور والد کی غیر حاضری میں ان کے حق کی پامالی کی کوشش کرنے والوں کے خلاف بڑے لڑکے کو دعویٰ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ پورے گھر کی ذمہ داری بڑے لڑکے پر ہی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''ازراہ احسان'' استعمال کرنے کے لئے دی گئی چیز کو شریعت کی اصطلاح میں ''عاریت'' کہا جاتا ہے، اس میں دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری ہے۔ زبردستی کرنا غصب میں شمار ہوگا، جس کا سخت گناہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو

ایسے کاموں سے بچنا چاہئے، اپنے جائز حق کو حاصل کرنے کے لئے کورٹ میں جانا اور دعویٰ کرنا جائز ہے۔

نوٹ: کورٹ میں جا کر روپئے اور وقت برباد کرنے سے بہتر اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ کروانا مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۲﴾ ایکسیڈنٹ میں خرچ لے سکتے ہیں؟

سوال: میرا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس میں مجھے بہت سے زخم لگے تھے ایکسیڈنٹ میں میرے دونوں پیر فیکچر ہو گئے تھے اور سر اور آنکھ میں بھی لگا تھا اور اس وقت میری ایسی حالت ہوگئی تھی کہ بچنے کی کوئی امید نہ تھی چار مہینے علاج کروانے کے بعد اب جب میں چلتا ہوں تو پیر لنگڑاتا ہے، آنکھ بھی بھینگی ہوگئی ہے جسم میں پہلے جیسی طاقت بھی نہیں رہی، اسپتال میں چار سے پانچ ہزار روپے کا خرچ ہو گیا یہ پورا خرچ خود میں نے ہی برداشت کیا، اور میں نے کورٹ میں دعویٰ دائر کیا ہے، اور دعوے میں گواہ پیش کئے اور روپے پچیس ہزار کا دعویٰ کیا ہے، اگر میں مقدمہ میں کامیاب ہو گیا تو میرے علاج کے خرچ کے علاوہ جو زائد روپے بچتے ہیں ان کا لینا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کی رو سے یہ زائد پیسہ لینا جائز ہو تو یہ پیسہ کسی مدرسہ میں یا مسجد میں یا اسپتال میں دے سکتا ہوں یا نہیں؟ یا میں خود استعمال کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ایکسیڈنٹ میں اپنی غلطی نہ ہو اور سامنے والے کی غلطی ہو تو نقصان کا ہرجانہ لے سکتے ہیں اور یہ روپے خود اپنے کام میں اور دینی کام میں استعمال کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۳﴾ گناہ پر مالی جرمانہ لازم کرنا

سوال: ایک شخص سے کوئی گناہ ہوا ہے اور گاؤں کی جماعت اس پر کوئی اقدام کرنا چاہتی ہے اور بطور سزا کے ۵۰۰/روپئے جرمانہ عائد کرتی ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا گنہگار کو وہ روپئے دینے ضروری ہیں؟ اور اس جرمانے کی رقم جماعت استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی بھی مسلمان پر گناہ کی وجہ سے مالی جرمانہ عائد کر کے رقم وصول کرنے سے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان سے مالی جرمانہ لینے کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا مسلم جماعت کے لئے بھی مالی جرمانہ عائد کرنا ناجائز کہلائے گا۔ (شامی اور ھدایہ) اس کے باوجود اگر کوئی جماعت خلاف شریعت کارروائی کرے تو جرمانہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح جرمانے میں دی جانے والی رقم پر سے رقم ادا کرنے والے کا حق ختم نہیں ہوتا، لہٰذا اس کو استعمال کرنے کا جماعت کو حق نہیں، رقم ادا کرنے والے کو یا وہ نہ ہو تو اس کے ورثاء کو واپس کردینی چاہئے۔ (مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ اور کتب فقہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۴﴾ ٹی وی دیکھنے یا دکھانے والے پر جرمانہ لازم کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے چند گھروں میں ٹی وی ہے اس میں فلمیں وغیرہ آتی ہیں، گھر والے اور باہر کے لوگ سب ہی آکر دیکھتے ہیں تو گاؤں کے ذمہ داروں نے دیکھنے والوں اور دکھانے والوں پر جرمانہ لازم کیا ہے، تو اس طرح جرمانہ لازم کرنا شرعاً جائز ہے؟ جرمانہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اس پر عمل نہ کریں تو بائیکاٹ کرنے کی باتیں کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ٹی وی پر آنے والے پروگرام جس میں فلمی گانے اور فلم وغیرہ ہوتی ہیں، نیز اجنبی عورتیں بھی ان فلموں میں ہوتی ہیں جس کی بناء پر یہ ناجائز وحرام کام ہیں، ان سے مسلمانوں کو ضرور بچنا چاہئے، اور دوسرے لوگوں کو دکھانا ان کے گناہ کے کام میں سبب بننے کی وجہ سے یہ دہرا گناہ ہے، نیز اس کی وجہ سے گھر میں نحوست اور شیطانی اثر بھی ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو خصوصاً ایسے گناہ کے کاموں سے بچنا ضروری ہے جن میں دینی ودنیوی دونوں خرابیاں ہیں، لوگوں کو گناہوں کی برائیاں اور قرآن وحدیث کی وعیدیں بتلا کر اور سمجھا کر ان برائیوں سے روکنا چاہئے، مالی جرمانہ عائد کرنا اور لینا جائز نہیں ہے، جو شخص شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو تو اس کو حکمت وحسن تدبیر سے سمجھانا چاہئے، اس کے باوجود بھی اگر نہ مانے تو قوت وطاقت سے اصلاح کی امید ہو تو اس طرح اصلاح کرنی چاہئے اور اسی میں سے بائیکاٹ کرنا اور تعلقات ختم کرنا ہے، لہٰذا تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل کرنا چاہئے، موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے کسی کا بائیکاٹ کرنے سے دوسرے فتنوں اور باہمی تعلقات میں خرابیاں پیدا ہونے کا امکان ہے، نیز جماعت کے ذمہ داروں کا بھی حد سے تجاوز کرنے کا امکان ہونے کی وجہ سے ایسے فیصلوں پر خوب غور وفکر کر کے عمل کرنا چاہئے، ہم لوگ دل کا آپریشن کراتے ہیں لیکن اس کے لئے ہم انتہائی غور وفکر کرنے کے بعد مجبوراً عمل کرتے ہیں اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۵﴾ ڈاکٹر کے علاج کے نتیجہ میں نقصان ہوا تو کیا اس سے جرمانہ لیا جا سکتا ہے

بخدمت گرامی قدر جناب مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں :

سوال: (الف) عرصہ تین سال سے زید یہاں ایک اسپتال کے ڈاکٹر سے اپنے پیٹ کی ایک بیماری کے لئے زیر علاج ہے۔ یہ مرض بقول ڈاکٹر کے لاعلاج ہونے کی وجہ سے دوا سے تھوڑا بہت کنٹرول ہوسکتا ہے مکمل شفاء یاب نہیں ہوسکتا۔ اثنائے علاج ایک مرتبہ شدت تکلیف کی وجہ سے زید کو ایک اور دوا دی گئی جس سے اس کو بطور ضمنی اثر (Side Effect) ذیابیطس کا مرض لاحق ہوگیا۔ڈاکٹر کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو اس نے بغیر کسی اظہار تعجب کے کہا کہ یہ دوا کا ضمنی اثر ہے۔ بعد میں اس نے بتدریج وہ دوا کم کر کے بند کردی۔اور دوسری دوا تجویز کی جو سابق دوا کے مقابلہ میں بے ضرر یا کم ضرر ضرور تھی۔کیا ڈاکٹر کو دیگر متبادل اور بے ضرر دوا کے ہوتے ہوئے اول وہلہ میں سخت اور دیگر مفضی امراض دوا کے استعمال پر، نیز مریض کی صحت سے غفلت برتنے پر، اور اس کو ذیابیطس جیسے خطرناک دائمی مرض میں مبتلا کرنے پر ضامن یا قصوروار قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹروں کی رائے میں مرض ذیابیطس ام الامراض ہے۔ بقول ان کے اس بیماری سے جوڑوں کا درد، بینائی کی کمزوری، زخموں کا بدیر مندیل ہونا، گردش خون میں رکاوٹ، جگر و گردوں کا متاثر ہونا، یہانتک کہ عارضہ قلب بھی اس کا مرہون منت ہے۔اور مریض دائمی طور پر اس کا شکار ہوکر پوری زندگی سلب آزادی، خورد ونوش سے مکمل پرہیز اور پابندی سے دوا اور انجکشن لینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

سوال (ب) ڈاکٹر کی غفلت اور بے پرواہی کے ثابت ہونے پر مریض کی عمر، مرض کی

کیفیت اور باقی زندگی میں اس کی جزوی یا کلی معذوری کوملحوظ رکھتے ہوئے عدالت بطور تاوان یا جرمانہ کے کچھ رقم مریض کوڈاکٹر سے دلواتی ہے۔کیا زید کے لئے اس رقم کو لے کر اپنے تصرف میں لانا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟ عام طور پر یہ تاوان ڈاکٹر کی انشورنس کمپنی ادا کرتی ہے۔

امید واثق ہے کہ مذکورہ بالا دونوں شقوں کا تسلی بخش جواب جلد از جلد مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ڈاکٹر یا معالج فن طبابت سے واقف اور سند یافتہ ہو اور دوائی کے انتخاب میں جان بوجھ کر تعدی یا غلطی نہ کی ہو اور دیانتداری سے کام لیا ہو پھر بھی اس کے علاج سے مریض اچھا نہ ہو یا بیماری بڑھ جائے یا کچھ نقصان ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر دعویٰ کرنا یا مالی ضمان یا معاوضہ یا جرمانہ عائد نہیں ہوتا۔اس لئے اس کو قصور وار ٹھہرانا درست نہیں ہے۔فتاوی عالمگیری ج۶ ص۳۴ پر لکھا ہے کہ **الحجام والفصاد والبزاغ والختان اذا حجم او فصد او بزغ او ختن باذن صاحبها فسری الی النفس ومات لم یضمن کذا فی السراجیة** اھ۔

جب ڈاکٹر پر اس صورت میں جرمانہ نہیں ہوتا تو حکومت سے مطالبہ کر کے لینا بھی درست نہیں۔اور اس رقم کا استعمال کرنا بھی درست نہیں۔فقط واللہ اعلم

(۲۷۶۶) جرمانہ کے نام سے نہیں صلح کے نام سے کوئی رقم لینا

سوال: گاؤں میں ایک کام جماعت کے پاس آیا، اور اس کا فیصلہ مناسب نہیں تھا اس وجہ سے گاؤں میں طوفان برپا ہونے کے قریب تھا، لہٰذا جس دن میٹنگ تھی اس دن جماعت

کے ذمہ دار افراد میں سے ایک ذمہ دار شخص نے کھڑے ہوکر اعلان کیا کہ ہم جرمانہ نہیں لے سکتے؛ کیوں کہ یہ شریعت کے خلاف ہے، اس لئے ہم ایک رقم طے کریں کہ جس سے طرفین کے جھگڑے مٹ جائیں، اس اعتبار سے کچھ رقم لی جائے جو جرمانہ کے طور پر نہ ہو بلکہ صلح اور امن کے لئے ہو تو کیا یہ جائز ہے؟ یہ وصول کی ہوئی رقم کہاں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فریقین میں صلح کی نیت سے اور پہلے سے یہ بتا کر جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک رقم مقرر کر کے لی جائے تو انشاء اللہ اس میں گناہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید کو جاننے والے ہیں، لیکن صلح ہو جائے اور امن قائم ہو جانے کے بعد وہ رقم اصل مالک کو یا اس کے ورثاء کو لوٹانی ضروری ہے۔

﴿۲۷۶۷﴾ جرمانہ کے طور پر پیسہ لینا

سوال: جرمانہ کے طور پر پیسہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اگر پیسہ جمع رہے اور چند سال رکھ کر اس شخص کو تنہائی میں لوٹا دیا جائے تو اس صورت میں لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت نے کسی کے پاس سے جرمانہ وصول کرنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے لہٰذا اس طرح جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس پیسہ کو استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر پیسہ لوٹانا ہو تو اصل مالک کو اور اگر مالک نہ ہو تو اس کے ورثاء کو کر دینا چاہئے، دھمکانے کے لئے جرمانہ لے کر تنہائی میں لوٹا دیا جائے تو درست ہے۔ (درمختار اور امداد الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب اللعب

﴿۲۷۶۸﴾ کرکٹ کھیلنا اور کامنٹری سننا

سوال: کرکٹ کھیلنا جائز ہے کہ ناجائز؟ دور دور ملکوں میں میچ کھیلی جاتی ہے تو اس کی کامنٹری سننا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی کھیل اسی طرح جن کھیلوں سے دینی کاموں میں مدد ملتی ہو اور اسلام کی شان باقی رہتی ہو ایسے کھیل کھیلنے چاہئے، کرکٹ یہ انگریزوں کا ایجاد کردہ کھیل ہے اسی طرح فاسق و فاجر کے ساتھ اس کی مشابہت ہے اس لئے اس کھیل کو مکروہ کہا جاتا ہے۔ اور اس کھیل کے کھیلنے میں نماز قضا ہوتی ہو یا دوسرے کوئی ناجائز کام کرنے پڑتے ہوں تو اسے حرام ہی کہا جائے گا۔

اسی طرح کامنٹری کا سننا بھی فعل عبث ہے اور حدیث شریف کے فرمان کے مطابق ''**من حسن إسلام المرء ترکهٔ مالایعنیه**'' انسان کی اسلام کی خوبی میں سے لایعنی باتوں کو ترک کرنا ہے۔ اس لئے ایسے فضول کاموں میں اپنا قیمتی وقت برباد نہ کرنا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ ص: ۲۴۸)۔

جنت میں کسی بھی چیز کا غم نہ ہوگا جس کا کچھ وقت بھی فضول گذرا ہو تو وہ شخص اپنے وقت کو فضول گذارنے کی وجہ سے وہاں افسوس کرے گا اس لئے عقلمند اور سمجھدار مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

ع ''چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی''

ترجمہ: عقلمند آدمی ایسا کام کیوں کرے کہ بعد میں اسے افسوس کرنا پڑے؟

﴿۲۷۶۹﴾ کرکٹ اور والی بال کے کھیل کے مفسدات

سوال: آج کا مسلمان جاہل ہو یا عالم، کرکٹ اور والی بال اتنی دل چسپی اور شوق سے کھیلتا ہے کہ اس میں جھگڑے اور فساد پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے، تو یہ کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ ان کھیلوں میں مائک کے استعمال کے لئے چندہ کر کے رقم لاتے ہیں، اور چندہ کر کے باہر کے مہمانوں کے لئے (چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم) کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، ان کھیلوں میں شکست و فتح پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جو گاؤں والے کامیاب ہوتے ہیں انکا نام لے کر پکارا جاتا ہے کہ فلاں گاؤں والے فتح یاب ہوئے زندہ باد، اور فلاں گاؤں کی ہار ہوئی مردہ باد، اس طرح خوشی کے جوش میں نعرے لگائے جاتے ہیں، کیا یہ حرکتیں ایک مسلمان کے لئے مناسب ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر مسلمان کو اپنی عبادت و معرفت کے لئے پیدا کیا ہے، اور حدیث شریف میں ہر ایسے فعل سے منع کیا گیا ہے جو مقصد تخلیق کے خلاف ہو اور جو دشمنان اسلام کے عمل سے مشابہت رکھتا ہو اور جو عبادت سے غفلت میں ڈالنے والا ہو، اور جو اعمال اخروی ترقی کے باعث ہوں اور جو آخرت میں نجات دلانے والے ہوں اور دنیا میں سکون و راحت کے حامل ہوں ان اعمال کی ترغیب دی گئی ہے۔

دوسرے درجہ میں ان کاموں کے کرنے کی بھی اجازت ہے جن سے آخرت کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو لیکن دنیوی فائدہ حاصل ہوتا ہو لیکن جس کام سے آخرت یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ ضیاع وقت اور جان و مال کا نقصان ہو تو ایسا کرنا کسی بھی عقلمند کے نزدیک پسندیدہ نہیں کہلائیگا، اور وہ کام کرنا گناہ کہلائیگا، سوال میں لکھنے کے مطابق کرکٹ یا والی بال کھیلنے میں

شرعی حدود سے تجاوز کیا جائے، فساد کیا جائے، جبراً چندہ کر کے شکست کھانے والوں کی توہین کی جائے، شکست و فتح پر شرط لگا کر جوا کھیلا جائے، نماز اور شرعی احکام سے لا پرواہی برتی جائے تو ان برائیوں کے مدنظر ایسے کھیل کھیلنا اور کھیلنے کی ترغیب دینا ناجائز اور ممنوع ہے۔

﴿۲۷۰﴾ تاش، سٹہ، کیرم بورد اور گوٹیاں کھیلنا کیسا ہے؟

سوال: بغیر شرط کے تاش کھیلنا یا کیرم بورڈ یا گوٹیوں جیسا کھیل جو دو چار آدمی مل کر کھیلتے ہیں جائز ہے یا ناجائز ہے؟ یا حرام ہے؟ اگر ہے تو کس حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: تاش و کیرم بورڈ یا گوٹیاں یا اس طرح کے دیگر ایسے کھیل جن میں شرط یا ہار جیت ہونا جائز اور حرام اور جوا ہے، اور صرف وقت گذاری کے لئے کھیلنا لغو بے کار اور غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے ایسے کاموں میں مشغول ہونا لایعنی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کی اسلامی خوبیوں (اچھائیوں) میں سے لایعنی کاموں کو ترک کرنا ہے اور جب اس میں قیمتی وقت برباد ہوتا ہو یا قیمتی دین میں خرابیاں پیدا ہوتی ہو تو ضرور بچنا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱﴾ کیرم بوڑد کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال: ہمارے محلّہ کے ایک گھر میں چند نوجوان کیرم بوڑد کھیل کر وقت گذاری کرتے ہیں اور نماز کی پابندی نہیں کرتے تو کیرم بوڑد کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ حرام تو نہیں؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فضولیات یا غیبت اور طعن و تشنیع کے بجائے کیرم بوڑد کھیلنا کیا غلط ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کیرم بوڑد غیر اسلامی کھیل ہے اور ساتھ ساتھ اس سے کسی بھی طرح کا نہ دینی فائدہ ہے نہ دنیوی، لہٰذا مکروہ ہے وقت گذاری کے علاوہ اس میں

کچھ نہیں ہے اور اگر اس کھیل میں مشغولی کی وجہ سے نماز ہی فوت ہو جائے یا قضا ہو جائے تو ایسا کھیل کھیلنا ناجائز اور حرام ہوگا، رہی بات غیبت اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے بچنے کی تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے لیکن اسی طرح حرام کاموں سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے، لہٰذا مذکورہ کھیلوں میں اپنے وقت کو ضائع کئے بغیر آخرت میں فائدہ دینے والی چیزوں میں اپنے وقت کو لگانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۷۲﴾ دوطرفہ شرط لگانا

سوال: شرط لگانا جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک طرفہ شرط لگانے میں مضائقہ نہیں، یہ جائز ہے تو اسکی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دوطرفہ شرط لگانا کہ اگر یہ شخص فتحیاب ہوا تو شکست خردہ اس شخص کو اتنے روپے دیگا اور اگر وہ کامیاب ہوا تو سامنے والا اسے اتنے روپے دیگا، یہ ایک طرح کا جوا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ (قاضی خان، عالمگیری، مظاہر حق: ۳/۶/۱۷، شامی: ۲۵۸/۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۷۳﴾ شرط لگانا

سوال: کیا شرط لگانا جائز ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ایک طرفہ شرط جائز ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دوطرفہ شرط لگانا کہ تو جیت جائے تو میں اتنے روپے دوں گا اور اگر میں جیت جاؤں تو اتنے روپے تو دے گا، قمار کی قسم میں سے ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری، مظاہرِ حق ج:۳ ص:۶/۱۷- شامی ج:۵ ص:۲۵۸) فقط واللہ تعالی اعلم

باب التصویر و الافلام

﴿۲۷۷۴﴾ حضرت عائشہؓ کی تصویر والی حدیث سے فوٹو کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب

سوال: فوٹو کھینچنا اور کھینچوانا گناہ کے کام ہیں، افریقہ کے مسلمانوں نے اخبار میں لکھا ہے کہ فوٹو کھینچنے اور کھینچوانے کو شریعت گناہ بتاتی ہے، لیکن خود اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت عائشہؓ کی تصویر لے کر آپ نامدار سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر تصویر دکھائی اور کہا کہ ''یا رسول اللہ'' آپ کا نکاح اس تصویر والی عورت کے ساتھ ہوگا، اور لکھا تھا کہ یہ واقعہ صحیح و درست ہے تو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی تصویر حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر دکھلائی، تو اگر ہم تصویر کھینچے اور رہنے دیں یا تصویر کھینچ کر دکھائیں تو یہ کیوں ناجائز ہے؟ اور کس طرح گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فوٹو کھینچنا یا کھینچوانا ہماری شریعت میں جائز نہیں حرام ہے، بخاری شریف کی حدیث میں اس کے متعلق سخت وعید جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اس سے روکا گیا ہے، ایسا کرنے والوں کو سخت عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ اس میں حیات یعنی جان ڈالو۔ اس لئے کہ تم نے تصویر بنا کر اللہ جل جلالہ کے ساتھ مشابہت و مقابلہ کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کی رائے کے مطابق فوٹو کھینچنا یا بنانا بُت بنانے کے برابر ہے، نیز اسے فوٹو کھینچنے یا بنانے کی جو سزا دی جائے گی اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ تم نے خدا کی برابری کرنی چاہی، لہٰذا تمہارے کھینچے ہوئے یا بنائے ہوئے فوٹو، تصویر میں حیات یعنی جان ڈالو اور وہ لوگ حیات نہیں ڈال سکیں گے اور اس

کے بدلہ میں عذاب ہوگا۔

سوال میں مذکورہ حضرت عائشہؓ کی تصویر والی حدیث سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ خالق اور مخلوق دونوں کے کاموں کی حیثیت الگ الگ ہے اور حکم بھی مختلف ہے، اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی چاہتے ہیں کر سکتے ہیں، اس لئے کہ وہ پیدا کرنے والا ہے، اور مخلوق ایسا نہیں کرسکتی، اور اگر اس حدیث میں ایسا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی تصویر خود جبرئیلؑ بنا کر آپ کو دکھاتے تو یہ استدلال صحیح ہوتا لیکن کسی بھی کتاب سے ایسا ثابت نہیں ہے لیکن خود اللہ جل جلالہ نے حضرت جبرئیلؑ کو وہ تصویر لے کر دکھانے کے لئے بھیجا تھا: اس لئے استدلال غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۵﴾ بزرگوں کی تصویر برکت کے لئے رکھنا

سوال: (۱) زید کے پاس کچھ بزرگوں کی تصویریں ہیں، جسے وہ گوَر میں یاد کے لئے رکھتا ہے، کیا بزرگوں کی تصویریں یاد کے لئے کور میں رکھی جائیں تو اس میں شرعاً کوئی حرج ہے؟

(۲) نیز موبائل میں تصویر یا ویڈیو رکھنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......

(۱) اسلام میں تصویر بنانے والوں، بنوانے والوں اور یہ کام کرنے والوں کے لئے حدیث شریف میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور تصویر بنانے، بنوانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، تصویر بنانا آگے چل کر شرک کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے بغیر سخت مجبوری کے مثلاً: پاس پورٹ یا آئی ڈی وغیرہ کے لئے مجبوری کے طور پر گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن تبرک یا یاد کے لئے رکھنا گناہ سے خالی نہیں ہے، اس لئے جائز نہیں ہے۔

(۲) ڈیجیٹل موبائل یا ڈیجیٹل کیمرہ میں تصویر یا ویڈیو ڈیجیٹل یعنی شعاؤں کی شکل میں ہوتی ہے اس پر تصویر کا تحقق نہیں ہوتا، اس لئے اس میں تصویر بنانے کا گناہ نہیں ہوگا، موبائل میں تصویر عکس کے حکم میں ہے۔(فقہی مقالات، از: حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

و ظاهر كلام النووی فی شرح مسلم: الاجماع على تحريم تصوير الحيوان۔

(شامی:۳/۴۱۶، فتاوی محمودیہ:۱۹/۴۹۷) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۷۶﴾ ذی روح کی تصویر بنانا

سوال: کیا جاندار کی تصویر بنانا یا بنوانا حرام ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی جاندار چیز کی تصویر فوٹو، پُتلا بنانا شریعتِ مطہرہ کے مطابق جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ حدیث شریف میں اس کے متعلق سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔(دیکھئے بخاری شریف) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۷۷﴾ حج فارم اور پاسپورٹ کے لئے فوٹو کھنچوانا

سوال: : سرکاری کاموں نیز حج کے لئے جانے والے لوگوں کے پاس فارم کے ساتھ ساتھ فوٹو بھی مانگا جاتا ہے تو کیا اس کام اور ضرورت کے لئے فوٹو کھینچانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... :حج کے فارم کے لئے یا پاس پورٹ کے لئے مجبوری کی بناء پر فوٹو کھینچوانا گناہ شمار نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۷۸﴾ اسکول میں ڈرائنگ کلاس میں جاندار کی تصویر بنانا

سوال: میں ایک گجراتی اسکول میں پڑھتا ہوں اسکول میں ''ڈرائنگ'' کا فن

(subject) بھی ہے، جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، اور جاندار کی تصویر بنانی پڑتی ہیں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو سالانہ امتحان میں وہ ناکام کر دیتے ہیں اور پورا سال بگڑتا ہے۔ تو کیا میرے لئے اس مجبوری کی صورت میں جاندار کی تصویر کھینچنا یا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ چند لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ کیا فوٹو بنانے میں گناہ ہوتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جاندار چیزوں کی ڈرائنگ یا تصویر بنانا یا بنوانا یا کھینچوانا جائز نہیں، حرام ہے، بخاری شریف کی حدیث میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، لہٰذا جو لوگ اسے جائز کہتے ہیں وہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (شامی و بخاری)

اور غیر جاندار چیزیں جیسے درخت وغیرہ کی تصویر بنانا جائز ہے اور اگر جاندار اشیاء کی تصویر بنانی ضروری ہو تو سر کو چھوڑ کر صرف دھڑ کی تصویر بنا سکتے ہیں یہ جائز ہے، گردن کے اوپر والے حصہ کی تصویر نہیں بنانی چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۹﴾ کپڑوں پر تصویر کشی کا پیشہ

سوال: ہم یہاں ''کچھ'' (kutch) میں نیز احمد آباد اور سورت وغیرہ بہت سی جگہوں پر کپڑوں کے اوپر چھاپ کام (تصویر بنانے کا کام) کرتے ہیں اس میں چند ڈیزائنوں میں چڑیا، جانور، مورتی وغیرہ کی تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ وہ تصویریں بھی زیادہ تر ہم ہی بناتے ہیں وہ تصویر نہیں ہوتی بلکہ لکیریں ہوتی ہیں، اور گاہک غیر مسلم ہوتے ہیں ان کی مرضی کے مطابق ہمیں کام کرنا پڑتا ہے، ہزاروں مسلمانوں کی روزی کا یہی ذریعہ اور پیشہ ہے۔

(۱) تو ایسے بلوک (block) بنانا یا چھاپنا کیسا ہے؟

(۲) ان کی چھپائی والا کپڑا خریدنا یا بیچنا کیسا ہے؟

(۳) نیز ایسی چھپائی اور نشاندہی کے ذریعہ جاندار اشیاء کی ناقص تصویریں چھپتی ہیں اس طرح کاریگری کرنا اور ایسے کپڑوں کی بیع وشراء کرنا کیسا ہے؟ یہاں اس کے جائز اور ناجائز ہونے کے مابین اختلاف ہے دونوں فریق معقول دلائل پیش کرتے ہیں، جواز کے قائلین اسے شرعاً تصویر شمار نہیں کرتے، اس کا استعمال، مزدوری اور ہنر کو جائز کہتے ہیں۔

اگر یہ ناجائز ہو تو سگریٹ، ماچس، بسکٹ، اگربتّی، برتن اور کاغذ وغیرہ کے پیکٹ پر بھی ایسی تصویریں ہوتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کا استعمال کرنا ہی پڑتا ہے تو اس کا جواب کیا ہے؟ بنانا، کاروبار اور استعمال تو ان چیزوں ہی کا ہوتا ہے نہ کہ ان کے اوپر کی تصویر اور عکس کا، جس کو اس طرح بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ ایسی بہت سی ڈزائن، کاپی رائٹ، رجسٹرڈ اور جملہ حقوق محفوظہ بھی ہوتے ہیں جس سے ''ٹریڈ مارک'' ہونے کی حالت سمجھ میں آجاتی ہے اور ان میں سے بہت سی تصویریں جاندار کی ہوتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ آپ کی سندی اور با حوالہ رہبری کی ضرورت ہے ہزاروں کی روزی کا مسئلہ ہے، لہٰذا آپ کا فتویٰ ایک انقلابی صورت پیدا کرسکتا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں دو تین مختلف مسئلوں کو ایک بنا کر پیش کیا گیا ہے جس سے پیچیدگی بڑھ گئی۔ ایک مسئلہ تو جاندار کی تصویر بنانا یا چھاپنا ہے اور دوسرا مسئلہ یہ کہ تصویر والی اشیاء کو بیچنا یا خریدنا اور تیسرا ان کے جواز وعدمِ جواز کا سوال؟

جاندار کی تصویر بنانا یا چھاپنا تو جائز نہیں ہے، لکیروں کے ذریعہ ہو یا نشان دہی کے طریقہ پر، جب چھاپنے میں مکمل تصویر بن جاتی ہو اور دیکھنے والے کو تصویر کی شکل مکمل نظر آتی ہو یا سمجھ میں آتی ہو تو ایسا چھاپ کام اور ایسی تصویر بنانا بالکل جائز نہیں ہے، ہاں! بدن کے ہر

ایک عضوا لگ الگ ہوں یا سر اور چہرہ کا حصہ تصویر میں نہ آتا ہوتو اس میں گنجائش ہے۔

رہا جاندار کی تصویر والی چیزوں کو خریدنا یا بیچنا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ ایسی اشیاء کے خریدنے یا بیچنے سے مقصود ہی جاندار کی تصویریں یا پینٹنگ (painting) ہوں تو ایسی اشیاء اور تصویروں کو خریدنا یا بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن جن تصویروں کو بیچنا یا خریدنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ تصویریں ان اشیاء پر ہوتی ہیں، اور اصلاً ان اشیاء ہی کو بیچنا یا خریدنا مقصود ہوتا ہے تو یہ جائز ہے، مثلاً بہت سے کپڑوں کے کاغذوں پر چھپی ہوئی تصویریں ٹریڈ مارک کے طور پر ہوتی ہیں، نیز سگریٹ یا ماچس کے ڈبّے اور پیکٹ (packet) پر تصویریں ہوتی ہیں تو اس میں ان تصویروں کو بیچنا یا خریدنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ ٹریڈ مارک والی ماچس یا سگریٹ یا کپڑا بیچنا اور خریدنا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا ایسی اشیاء کو خریدنا یا بیچنا تصویر کو بیچنا یا خریدنا نہیں کہلائے گا، لہٰذا یہ جائز ہے۔

اب اس دوسری صورت والی اشیاء کو استعمال کرنے کے چند احکام ہیں کہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے تصویر کو الگ اور جدا کر دیا جائے تو اس کا استعمال غیر قانونی ہو جاتا ہے، مثلاً پوسٹ کے اسٹامپ (stamp) یا رائج پیسوں میں جو جاندار کی تصویر ہوتی ہے تو ان اشیاء کو ان تصاویر کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی اشیاء کو جیب یا گھر میں رکھنا جائز ہے، اس کے باوجود ان چیزوں کا استعمال آرائش کے طور پر کرنا، مثلاً کپڑوں یا گھر میں دیواروں پر چپکانا یا لگانا ناجائز ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ جس کام کے لئے وہ چیزیں بنائی گئی ہیں اسی کام میں استعمال کرنا جائز ہے۔

(کتب فقہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۸۰﴾ فلم دیکھنے کی ممانعت کی شرعی وجوہات

سوال: مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دلائل وحوالوں کے ساتھ رہنمائی کی گذارش ہے۔

میں ایک کالج کا طالب علم ہوں اس میں ایک پروفیسر ہے جن کے ساتھ ہماری بات چیت ہوتی رہتی ہے اوراس بات چیت کے درمیان ایک مرتبہ فلم کے متعلق بحث ہوئی، وہ بھی سنّی مسلمان ہیں، لیکن ان کے خیالات بالکل ماڈرن زمانے کے ہیں وہ ہمیشہ ماڈرن زمانہ کو ترجیح دیتے ہیں، انہوں نے دعویٰ کے ساتھ کہا کہ فلم نہ دیکھنا کسی صحیح حدیث اورقرآن سے ثابت نہیں ہے، اگرکوئی حوالہ کے ساتھ ثابت کردے تو میں اسی وقت فلم دیکھنا چھوڑ دوں گا، مزید یہ کہا کہ فلم کے ذریعہ اگر پڑھایا جائے تو تم کہاں جاؤگے؟ جب ہم ہمارے کسی کام سے بازار جاتے ہیں تو موسیقی، تبلا، ڈھول وغیرہ کی آواز نیز بازار میں گھومتی پھرتی عورتوں کے ساتھ ٹکرانا وغیرہ وغیرہ ہوتا ہی رہتا ہے، ان تمام حالات میں ہم ہماری ضروریات پورا کرکے لوٹ آتے ہیں، اس وقت کوئی حرج نہیں! لہٰذا اب ہمارے لئے بازار میں جانا کیسا ہے؟

سنیما کے ذریعہ سے اصلاح اورترقی نیز بدعقیدگی وغیرہ کے دور ہونے کا ہندو معاشرے میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جو ہمارے یہاں نہیں ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ فلم تو دیکھنی ہی چاہئے؛ کیوں کہ اس کے ڈایلاگ (Dialogue)، ایکشن وغیرہ طعن وتشنیع دیکھ کر صحیح وغلط کے مابین امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو انسانی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ یہ خیال اسلامی نظریہ وعقائد کے مطابق کیسا ہے؟ اس کے خلاف کوئی دلیل لاکر شریعت کے احکام ہم جیسوں کو سمجھ میں آجائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت کے احکام کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ ان چاروں میں سے کسی بھی ایک کے ذریعہ سے جو حکم ثابت ہو جائے اس کا ماننا تمام مسلمانوں پر ضروری اور اس کے خلاف کرنا گناہ ہے اس وجہ سے کسی بھی حکم کو جاننے کے لئے فقط قرآنِ پاک اور حدیث ہی پر مدار رکھنا صحیح نہیں ہے، دوسری یہ بات بھی ضروری ہے کہ شریعت اور مذہبِ اسلام کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کے عقائد، فکر وعمل اور اعمال واخلاق اعلیٰ درجہ کے ہو جائیں، اور خود بھی پر سکون زندگی گذارے اور دوسروں کے لئے بھی زندگی پر سکون ہو اور ان مقاصد کے لئے جو اشیاء آڑے آتی ہو یا اس صحیح راستہ سے دور کرنے والی ہو تو ان چیزوں سے اتنی ہی سختی سے اصولی طور پر منع کیا گیا ہے۔

سورۂ لقمان میں ہے: **ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله** (سورۂ لقمان:٦) ترجمہ: بعض انسان ایسے بھی ہیں جو ایسی باتوں کو خریدتے ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے گانے والی باندی کو خریدا جب بھی وہ کسی شخص کو اسلام کی طرف مائل ہوتے ہوئے دیکھتا تو اس باندی کو اس کے پاس لے جا کر کہتا کہ اس کو کھلا، پلا اور بہترین عمدہ گانا سنا اور اس شخص کو کہتا کہ محمد ﷺ جس چیز کی طرف بلاتے ہیں اس سے تو یہ بہتر ہے۔ (دیکھئے بیان القرآن مذکورہ آیت کی تفسیر) آگے اسی آیت میں فرمایا گیا ہے ”ایسے شخصوں کے لئے ذلت بھرا عذاب ہے“ اس آیت میں لہو ولعب نیز اللہ سے غافل کرنے والی اشیاء سے اور عقائد واعمال کو خراب کرنے والی اشیاء سے منع کیا گیا ہے، نیز ذخیرۂ احادیث میں غور وفکر کریں تو ایسی چیزوں کو دیکھنے اور کرنے سے وجود میں آنے والی برائیوں کے سلسلہ میں بہت سی احادیث

وارد ہوئی ہیں جیسا کہ تصویر بنانا اس کے ذریعہ فائدہ اٹھانا۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مبارک منھ سے میں نے سنا کہ اللہ کے یہاں سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۳۸) ایک مرتبہ ایک کپڑے پر جاندار کی تصویر تھی تو آپ ﷺ نے اس کپڑے کو ناپسند فرمایا اور اسے فوراً ہٹا دینے کا حکم فرمایا، اور فقہاء لکھتے ہیں کہ ناجائز تصویریں دیکھنا اور اس سے لذت حاصل کرنا ناجائز وحرام ہے تو اب عشقیہ اور بے حیائی والی فلمیں دیکھنا کیوں حرام نہ ہوگا؟

دوسری چیز اس میں آنے والے ڈائلاگ (گفتگو، مکالمہ، Dialogue) اور زنانہ آواز، گانے اور رقص بھی ناجائز وحرام ہی کہلائیں گے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ملا جو کچھ گانا گا رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان کو پکڑو یا یہ فرمایا کہ شیطان کو روکو، کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس کا پیٹ گانے سے بھرے۔ (مشکوٰۃ ص: ۴۱۱) نیز ایک حدیث میں فرمایا میں آلات موسیقی کو مٹانے کے لئے آیا ہوں، ایک مرتبہ راستہ میں ایک دف کی آواز کان میں پڑی تو آپ ﷺ نے دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال دیں کہ اس کی آواز سنائی نہ دے، درمختار ج: ۵، ص: ۲۲۲ پر حضرت ابن مسعودؓ کا یہ فرمان ہے کہ گانے سننے کی وجہ سے منافقت دل میں اس طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح پانی کی وجہ سے گھاس نکل آتی ہے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ موسیقی والے گانے سننا حرام ہے۔ نیز درمختار میں ہے کہ اسی لئے ہر ایک شخص پر اپنی کامل ہمت وطاقت کے مطابق اس سے بچنا اور اسے نہ سننا ضروری ہے۔

شامی جلد: ۵ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان کی بناء پر ہر ایک مسلمان پر لہو ولعب اور گانا بجانا حرام ہے نیز سننے اور سنانے کا بھی یہی حکم ہے۔ ڈانس، مذاق، کومیڈی (comedy) تالیاں بجانا، ستار، تاشہ (ایک قسم کا ڈھول) وغیرہ تمام اشیاء ناجائز اور مکروہ ہیں، نیز خدا کے دشمنوں اور نافرمانوں کی عادت ہے اور ڈھول اور موسیقی سننا حرام ہے، اور اگر نہ چاہتے ہوئے اچانک سن لے تو معذور ہے لیکن سننے سے پرہیز کرنے اور اس سے بچنے کی کوشش کرنا واجب ہے۔ (ص:۲۵۳)

اس کے بعد تیسری خرابی یہ ہے کہ اس میں ادا کئے جانے والے ڈرامہ وغیرہ تو ان میں ایک طرح کی نقل کرنا ہے تو اس سلسلہ میں امام غزالیؒ نے، نیز درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ جس طرح زبان سے غیبت کی جاتی ہے اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے غیبت کرنے کا گناہ ہوگا اور یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہی ہے، غیبت کے متعلق قرآن شریف میں کتنے سخت الفاظ میں اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

اس کے علاوہ فلموں وغیرہ سے شہوت، بے شرمی، بدمعاشی اور گنڈاگری نیز غلط اعمال وخیالات کا پیدا ہونا روز بروز کے حالات سے واقف اور اخباروں کو پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی چیز میں اتنی ساری خرابیاں ہوں تو اسلام جیسا پاکیزہ مذہب اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ نیز کسی چیز میں ایک بیماری کا اکسیر علاج ہو لیکن دوسری جانب اس چیز سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ بھی ہو تو کوئی بھی عقلمند شخص اس چیز کو استعمال کرنے کا مشورہ نہیں دے گا جب کہ یہاں تو کسی بھی طرح کے فائدہ کے بغیر دینی، اخلاقی، مالی ہر طرح کا نقصان ہی نقصان ہے، تھوڑی بہت عقل رکھنے والا شخص بھی ایسا کام کرنے کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب آپ نے جو مثال دی ہے کہ بازار کی آمد ورفت کی بناء پر بھی ہمیں

مذکورہ خرابیوں سے واسطہ اور سابقہ پڑتا ہے، اور ہم اسے برداشت کر لیتے ہیں، تو اس بارے میں گذارش یہ ہے کہ ایک حدیث شریف میں حضورﷺ نے اس کا علاج بتایا ہے کہ بازاروں اور راستوں پر مجلس جمانے سے بچو، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ کاروبار وغیرہ ضروریات کے لئے ہمارے لئے بیٹھنا ضروری ہے تو آپﷺ نے فرمایا کہ اگر بیٹھنا ضروری ہی ہو تو راستوں کا حق ادا کرو، تو صحابہ نے پھر پوچھا کہ ''یارسول اللہ'' راستوں کا حق کیا ہے؟ تو جواباً فرمایا کہ نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے اپنی نظروں کی حفاظت کرو، تکلیف دہ اشیاء کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، بھلی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا، گمشدہ کو راستہ بتا کر رہنمائی کرنا، مظلوم کی مدد کرنا وغیرہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۳۹۸)

لہٰذا ایسی جگہوں پر مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اس کے باوجود اگر اچانک موسیقی کی آواز یا نامحرم عورت پر نظر پڑ جائے اور بچنے کی کوشش کے باوجود نہ بچ سکے تو اللہ سے معافی کی امید رکھنی چاہئے، لیکن ان وجوہات کی بناء پر سنیما دیکھنے کی رخصت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ جب بھی ہم استنجاء یا پیشاب کے لئے جائیں اس وقت پورا احتیاط رکھنے کے باوجود کہ ناپاکی کے چھینٹے بدن یا کپڑوں پر نہ لگیں اس کے باوجود اگر اچانک چھینٹے لگ جائیں تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے موقعہ پر کوئی یہ نہیں کہتا کہ ناپاکی تو اب لگ ہی چکی ہے تو اب پورے بدن یا کپڑے پر اسے لگا لو اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اسے بے وقوف سمجھا جائے گا، یہاں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔

فلموں سے نہ تو اصلاح ہوئی ہے اور نہ ہی مستقبل میں اصلاح ہونے کی امید ہے۔ نیز اس سے صحیح اور غلط میں امتیاز کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، یہ ایسی چیز ہے جس کے خلاف آج کل معاشرے کے نیک لوگ برسرِ عام اخبارات وغیرہ میں لکھ رہے ہیں، لہٰذا اس کے متعلق

کچھ لکھنا یا کہنا مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۸۱﴾ سینما بینی کی ممانعت کی وجوہِ شرعیہ

سوال: مولوی حضرات سینما، ناٹک، سرکس وغیرہ حصولِ لذت کی اشیاء کو حرام کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی فرمان ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حصولِ لذت کی اشیاء یا جن سے ذہنی سکون یا آرام حاصل ہوتا ہے ان سے شریعت منع نہیں کرتی، بلکہ حدیث شریف سے معصوم مزاح ومذاق کرنا ثابت ہے یعنی ایسا مذاق جس میں کوئی خرابی اور گناہ نہ ہو، اور تمام ایسے حصولِ لذت والے کام کرنا جائز ہے جس سے شریعت کے کسی اصول کی مخالفت نہ ہوتی ہو، جیسے شکار کرنا، ورزش، نشان بازی وغیرہ۔

سوال میں مذکورہ اشیاء ایسی ہیں کہ جن میں ہر طرح سے اصولِ شرع کی خلاف ورزی ہوتی ہے، نیز اخلاقی ومعاشرتی اور روحانی بیماریوں کی جڑ ہیں، جن سے فقط مولوی حضرات ہی نہیں بلکہ خود حضور ﷺ نے ہی منع فرمایا ہے، جیسا کہ تصویر کھینچنا، عشق ومحبت کے کردار ادا کرنا، نامحرم عورتوں کو دیکھنا، گانے موسیقی وغیرہ سننا، نیز یہ اشیاء لہو ولعب میں شمار ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہیں، اور ایسی ناجائز چیزوں سے لذت حاصل کرنا بھی ناجائز وحرام ہے۔ (ہدایہ امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۸۲﴾ خانۂ خدا فلم کا دیکھنا

سوال: ہمارے گاؤں میں خانۂ خدا نامی فلم چل رہی ہے اس میں ناچ گانا نہیں ہے، محض افعال حج کو بتاتے ہیں تو ایسی فلم دیکھنا شرعاً جائز ہے؟ اس میں مکہ اور مدینہ کی جو ویڈیو اور

تصویر دکھائی جاتی ہے وہ صحیح ہیں یا جھوٹی ؟ اگر صحیح ہیں تو ، ابن سعود جیسے پابند شریعت حاکم نے وہاں کیسے فلم بنانے کی اجازت دیدی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خانۂ خدا فلم دیکھنا جائز نہیں ہے سخت گناہ کا کام ہے؛ اس لئے کہ یہ پاکیزہ مقامات اور مبارک کاموں کی بے حرمتی ہے اور ایسے گناہ کے کاموں کو ثواب اور نیکی سمجھنا بھی سخت برائی اور گناہ کا سبب ہے۔ اس میں ناچ گانے نہیں ہیں لیکن فوٹو کھینچنا اور دیکھنا نیز عورتوں کی فوٹو دیکھنا کہاں جائز ہوگا؟ ابن سعود ہو یا فیصل یا کوئی دوسری بڑی ہستی ہو؟ ان کا کوئی بھی قول وفعل یا فیصلہ شرعی حجت نہیں بن سکتا۔

﴿۲۷۸۳﴾ کیا تین فلم دیکھنے سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے؟

سوال: شادی شدہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ تین فلم دیکھنے جائے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے؟ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فلم دیکھنا بہت ہی بے حیائی وبے شرمی اور گناہ کا کام ہے، ہر ایک مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے تو سخت گناہ ہوگا لیکن ان وجوہات کی بناء پر بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، یہ بات بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے۔

﴿۲۷۸۴﴾ شوہر نے بیوی سے کہا اگر تو میرے ساتھ سنیما دیکھنے نہیں آئے گی تو تجھے تین طلاق، تو اب بیوی کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی شوہر یہ کہے کہ اگر تو میرے ساتھ سنیما (film) دیکھنے نہیں آئے گی تو تجھے تین طلاق یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ کہے تو اس صورت میں عورت کونسی راہ اختیار

کرے؟ اگر شوہر ''تین طلاق'' نہ کہے بلکہ صرف یوں کہے کہ ''اگر تو سنیما دیکھنے نہ آئی تو تجھے طلاق!'' تو ایسی صورتِ حال میں عورت کیا کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گناہ کے کاموں سے بچنے کے تمام راستے اختیار کرنے کے باوجود بھی اگر سخت مجبوری یا دباؤ (اکراہ کی وجہ سے چاہے وہ طلاق کی دھمکی ہو) سنیما دیکھنا پڑے تو مجبور کرنے کی وجہ سے شوہر سخت گنہگار ہوگا، سنیما یا طلاق اگر یہ دو ہی راستے ہوں تو عورت سنیما نہ دیکھتے ہوئے طلاق کو پسند کرے تو یہ قابلِ تعریف کام شمار ہوگا۔

﴿۲۷۸۵﴾ بیوی کے ساتھ سنیما دیکھنے جانا

سوال: میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ اس کی رضامندی سے فلم دیکھنے لے جاتا ہوں تو میرا یہ کام مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فلم دیکھنا بے شمار فتنوں اور گناہوں کا مجموعہ ہے، لہٰذا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے غضب سے ڈرتا ہو اسے وہاں جانا ہی نہیں چاہئے، اور اپنے ساتھ دوسروں کو لے جانا اور دکھانا یہ دہرا گناہ ہے، بے حیائی، بے پردگی، بد اخلاقی، نماز کا چھوٹ جانا، لہو ولعب، غلط عقائد وارادے اور اس کی خواہش وغیرہ وغیرہ تمام برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا خود بھی نہیں جانا چاہئے اور گھر والوں کو بھی نہیں لے جانا چاہئے اور اگر ایسا کام کرلیا ہو تو توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۸۶﴾ جس عورت کا شوہر سنیما بینی کے لئے اسے مجبور کرتا ہو تو وہ کیا کرے؟

سوال: اگر کسی عورت کو اس کا شوہر سنیما دیکھنے کے لئے زبردستی کرتا ہو اور عورت کے انکار کرنے کے باوجود شوہر اصرار کرتا ہو تو عورت کب تک انکار کرے؟ کیا عورت اپنے شوہر

سے کہہ سکتی ہے کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے طلاق دے دو لیکن میں سنیما دیکھنے نہیں جاؤں گی، یا اس طرح کے دوسرے الفاظ کہہ سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت کے لئے شوہر کی فرمانبرداری اور تابعداری ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز اور حرام کاموں میں بھی تابعداری کرے، بلکہ جائز کاموں میں ہی کرے؛ اس لئے کہ حضور علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالق (اللہ) کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی تابعداری نہیں کر سکتے، لہٰذا سنیما دیکھنے سے عورت کا منع وانکار کرنا بہت ہی اچھا کام ہے اور مرد کا زبردستی کرنا بہت ہی غلط اور قابلِ تردید کام ہے، اس گناہ کے کام سے بچنے کا طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو تو عورت طلاق مانگ سکتی ہے۔

﴿۲۷۸۷﴾ سنیما اور ٹاکز کی کمائی

سوال: سنیما اور ٹاکز کی کمائی جائز ہے؟ اگر اس کی آمدنی کسی دوسرے شخص کو بخشش کے طور پر دیدیں اور وہ شخص اس رقم کو واپس دیدیں تو وہ رقم جائز اور حلال ہو جائے گی؟ سنیما کی کمائی کسی دوسرے کاروبار میں صرف وخرچ کرنا اور اس دوسرے کاروبار سے نفع وآمدنی آئے تو یہ نفع وآمدنی جائز وحلال شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سنیما نیز اس جیسے دیگر ناجائز کاموں کی آمدنی جائز نہیں ہے اس سے بچنا اور کوئی دوسری حلال اور جائز کمائی کی کوشش کرنا ضروری ہے اور ایسے پیسے کسی مسلمان کو دینا بھی درست نہیں ہیں۔

اور اگر ایسی آمدنی کسی کو ہدیۃً یا بخشش کے طور پر دیں اور وہی پیسہ وہ شخص واپس دے تو ایسے حیلہ سے وہ پاک اور حلال نہیں ہو جاتا، نیز ایسی حرام کمائی سے ہونے والا نفع اور آمدنی بھی

پاک وحلال شمار نہ ہوگی۔(امدادالفتاویٰ ج:۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۸۸﴾ گھر میں ٹی۔وی (T.V) رکھنا کیسا ہے؟

سوال: گھر میں ٹی وی، ریڈیو، ویڈیو رکھنے کی شرعاً اجازت ہے؟ بے دینی کے عالم میں بغیر سوچے سمجھے گھر میں ٹی وی رکھ لیا، اب جب دعوت وتبلیغ میں لگنے کے بعد حلال وحرام سمجھ میں آنے لگا اور ٹی وی نکالنے کا ارادہ کیا لیکن اہل وعیال ٹی وی نہیں نکالنا چاہتے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے، اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ یا یہ کہ ٹی وی جہیز میں آیا تھا اس کا کیا کروں؟ اوراگرایک مرتبہ بیچ ڈالنے کے بعد پھر سے لے آئیں گے تو گنہگار کون ہوگا؟ اولاً بیچنے والا بھی میں خود تھا اب اہل وعیال تنہا ہو جاتے ہیں ٹائم پاس کرنے کے لئے واپس لانے والا بھی میں خود ہوں۔

الجواب: حامداًومصلیاً ومسلماً...... گھر میں ٹی وی، ویڈیو یا اسی طرح کی دوسری موسیقی کی اشیاء رکھنا ناجائز وحرام ہے اس کی وجہ سے جو لوگ گناہ یا گمراہی میں مبتلا ہوں گے تو اس کا گناہ بھی لانے والے کو ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ مرد اپنے اہل وعیال اور عورت پر حاکم ہے قیامت کے دن اس کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی، اور قرآنِ کریم میں بھی ہے کہ اے مؤمنوں! اپنی ذات کو اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

﴿۲۷۸۹﴾ جس گھر میں ٹی وی ہو کیا اس گھر میں فرشتے نہیں آتے؟ اس گھر میں ختم قرآن کے لئے نہ جانا کیسا ہے؟

سوال: انگلینڈ میں گھر گھر ریڈیو، ٹی وی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے، تو ٹی وی تو اس سے بھی بدتر ہے، اسی طرح

ریڈیو بھی موسیقی اور گانوں کی وجہ سے بدتر ہوگا ایسے گھروں میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کسی کی موت کے بعد ختم قرآن ہوتا ہے تو وہاں جب فرشتے آتے نہیں تو ختم قرآن کا کیا فائدہ؟ میں ایسی ختم قرآن کی مجلس میں نہیں جاتا ایسے گھر میں جمعہ کی نماز باجماعت ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ریڈیو اور ٹی وی کے متعلق آپکے خیال میں کچھ مبالغہ ہے اگر چہ ان دونوں چیزوں کا استعمال بکثرت گناہ کے کاموں میں ہوتا ہے، لیکن اس وجہ سے ان چیزوں کو برا کہنا صحیح نہیں ہے یہ تو ایسا ہوا کہ بندوق کا استعمال بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے میں کیا جائے تو اس کی وجہ سے بندوق خراب شئی ہے ایسا نہیں کہا جاتا، بیشک جو لوگ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں اس کا گناہ والزام استعمال کرنے والوں پر ہوگا ان دونوں چیزوں کا استعمال اچھے کاموں میں بھی ہوتا ہے اور بہت سے لوگ انہیں اچھے کاموں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

اور آپ کا ٹی وی کو فوٹو کے مانند قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ٹی وی کو آئینہ کے مشابہ و مانند قرار دیا جا سکتا ہے اور گھر میں ٹی وی کا ہونا ایسا ہے جیسے آئینہ کا ہونا ہے کوئی شخص آئینہ کے سامنے کھڑا ہو تو اس کا عکس اس میں نظر آتا ہے، اسی طرح ٹی وی میں بھی اصل تقریر کرنے والا یا جلسہ جلوس وغیرہ جہاں سے ٹیلی وائز کیا جاتا ہے اسی جگہ ہو تو اس کا عکس دوسری جگہ کے ٹی وی سیٹ میں پڑتا ہے اور جب وہ اس جگہ سے ہٹ جائے تو اس کا عکس سیٹ میں بھی نہیں رہتا اور فوٹو میں تو آدمی ایک مرتبہ کھڑا ہو کر فوٹو کھینچوا لیتا ہے تو اس کے بعد آدمی کے ہٹ جانے کے باوجود بھی فوٹو ویسا ہی رہتا ہے جس کی بناء پر فوٹو تصویر کا حکم لے لیتی ہے اور ٹی وی آئینہ کے حکم میں ہے، لہذا کسی گھر میں ٹی وی سیٹ ہو اور وہ چلنے کی حالت میں نمازی کے

سامنے نہ ہو تو نماز میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

ہاں! اس ٹی وی میں کوئی ڈرامہ یا سینما کا کوئی پروگرام دکھایا جاتا ہو اور اس میں موسیقی وغیرہ بجتا ہو تو اس سے نماز میں خلل آنے کی وجہ سے نماز مکروہ ہوگی نیز نمازی کے سامنے ٹی وی چل رہا ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور اگر نماز کے وقت ٹی وی چلنے کی حالت میں نہ ہو تو محض اس سیٹ کے گھر میں ہونے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، نیز جس گھر میں ریڈیو اور ٹی وی ہو اور یہ چیزیں بند ہوں تو وہاں ختم قرآن کی مجلس میں شرکت کرنا بھی ناجائز نہیں ہے، نیز اس حالت میں اس گھر میں فرشتوں کے نہ آنے کا عقیدہ بھی ٹھیک نہیں ہے، جس طرح آئینہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں کے آنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی اسی کے مطابق یہ حکم ٹی وی کے لئے بھی ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۹۰﴾ ٹی وی پر محض ایڈ (اشتہار) دیکھنا

سوال: ٹی وی گھر میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ہمارے یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو محض ایڈورٹائز (ad) اور خریدی جانے والی اشیاء کی قیمت اور نیوز (news) دیکھتے ہیں، تو کیا گھر میں ٹی وی رکھ کر ایسی چیزیں دیکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ٹی وی اگر جائز کام کے استعمال کے لئے ہو تو ممنوع نہیں ہے لیکن یہ ایسا چسکا (لت) ہے کہ قلب کی نگرانی اور حفاظت نہیں رہتی، لہٰذا ایسی چیزوں سے بھی بچنا چاہئے جو آگے چل کر گناہ کے کاموں میں مبتلا کر دیں۔

﴿۲۷۹۱﴾ ٹی وی میں کرکٹ میچ دیکھنا

سوال: فی الحال تمام جگہوں پر ٹی وی شروع ہو گیا ہے اور اس میں دوسری چیزیں بھی

دکھائی جاتی ہیں، اسی طرح اگر ہندوستان کسی بھی ملک کے ساتھ کرکٹ میچ کھیلتا ہے تو اسے لائیو (live) یعنی ہو بہو اس طرح دکھاتے ہیں جس طرح کہ میچ کھیلی جارہی ہے اور جس وقت کھیلی جارہی ہے اسی وقت دکھائی جاتی ہے اور اس طرح دکھائی جاتی ہے کہ جیسے ہمارے سامنے ہی کھیلی جارہی ہے تو سوال یہ ہے کہ کرکٹ میچ ٹی وی پر دیکھنا کیسا ہے؟ اور دیکھنے والے ایسے ہیں جو پنج گانہ نماز کے پابند ہیں اور ٹی وی پر میچ دیکھنے کے باوجود نماز کے وقت وہاں سے چلے جاتے ہیں اور نماز کو باجماعت ادا کرتے ہیں اور سنتیں بھی ادا کرتے ہیں تو نماز وغیرہ کی پابندی کے ساتھ اسے دیکھنا کیسا ہے؟ گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان اور کامل ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جس مقصد کے لئے ہم دنیا میں تشریف لائے ہیں اسی میں مشغول رہیں، اور لایعنی اور لہو ولعب سے اپنے آپ کو بچا کر آپ ﷺ کی حدیث "**من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ**" پر عمل کریں۔

ٹی وی بھی من وجہٍ سنیما ہی کی ایک قسم ہے، لہٰذا دوسری ناجائز چیزیں اس میں دکھائی نہ جاتی ہوں ہو تب بھی اس سے بچنا بہتر ہے، خصوصاً وہ شخص جو دیندار اور امامت جیسے بڑے مرتبہ کا ذمہ دار بھی ہو تو اسے خصوصاً بچنا چاہئے کہ جس سے دوسرے لوگ دلیل نہ پکڑیں، اس کے باوجود اس میں موسیقی، نامحرم عورتیں وغیرہ کو دکھلایا نہ جاتا ہو، صرف مردوں ہی کی میچ ہو اور نماز کی پابندی کا خیال بھی رکھا جاتا ہو اور دوسری ناجائز اشیاء سے بچنے کا بھی انتظام کرلیا جائے، تو دیکھنے کی وجہ سے گناہ نہ ہوگا۔ (شامی ج:۵،ص:۲۵۳) رہا ٹی وی پر ناچ گانے اور فلمیں وغیرہ دیکھنا تو یہ سنیما بینی کے برابر ہے، اور یہ ناجائز و حرام ہے۔

﴿۲۷۹۲﴾ ٹی وی پر رامائن دیکھنا

سوال: آج کل ٹی وی پر رامائن نامی ایک پروگرام چلتا ہے اس میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ رام ایسے تھے سیتا ایسی تھی مطلب یہ ہے کہ اس وقت رام، راون، سیتا کی جو کہانی بنی تھی وہ کہانی اور قصہ دکھایا جاتا ہے، کوئی رام بنتا ہے کوئی راون اور کوئی سیتا اور یہ پروگرام مسلمان بھی دیکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اسے دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس سے ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضرت اقدس تھانویؒ نے **تسہیل العلم فی تقبیح الفلم** نامی ایک رسالہ لکھا ہے اس میں بالتفصیل سنیما دیکھنے کی برائی اور اس کے ناجائز ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں ہر مسلمان کو اسے پڑھ لینا چاہئے (امداد الفتاوی۔ جلد ۴)

لہذا صورت مسئولہ میں ٹی وی پر آنے والے ایسے پروگرام ناجائز اور حرام ہیں۔ مذکورہ ہندو مذہبی پروگراموں کو دیکھنے سے جاہل مسلمانوں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے لہذا اس میں مزید قباحت اور گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۹۳﴾ اسٹوڈیو میں کمپیوٹر پر جاندار کی تصویر میں رنگ بھرنے اور بیک گراؤنڈ تبدیل کرنے کی ملازمت کرنا

سوال: مسئلہ: میں اسٹوڈیو میں کمپیوٹر پر جاندار کی تصاویر میں خوبصورتی، بیک گراؤنڈ (back ground) میں کلر کا نبینشین (colour combination) یا قدرتی منظر کے ذریعہ تزیین کا کام، نیز بگڑی ہوئی تصاویر کو سدھارنا اور فوٹو کی سی، ڈی (c.d) بنانے کا کام کرتا ہوں، تو میرے لئے ایسی نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں یہ تو مذکور ہے کہ اسٹوڈیو (studio) میں کمپیوٹر پر بگڑی ہوئی تصاویر سدھارنے کا کام، کلر کا نیینیشن یا دوسرے فوٹو کی سی، ڈی (c.d) بنانے کا کام آپ کرتے ہیں لیکن اس کا طریقۂ کار مذکور نہیں ہے جس کی وجہ سے صریح حکم نہیں بتا سکتے۔

اسلامی شریعت میں جاندار اشیاء کی تصاویر کھینچنے یا بنانے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے بارے میں سخت وعید بیان کی گئی ہے، لہٰذا احتیاط کرنی چاہئے، اور اگر مکمل تصویر نہ بنائی جاتی ہو بلکہ ''الیکٹرانک'' (electronic) طریقہ سے فقط پائنٹ (point) اور نقطہ ہی بنتے ہوں اور وہ دیکھنے میں تصویر جیسے نہ ہو تو تصویر بنانے کا گناہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۹۴﴾ موبائل میں تصویر والا بیان سننا

سوال: بندہ کو ایک مسئلہ کے سلسلہ میں تحقیق مطلوب ہے وہ یہ کہ موبائل کے ذریعہ بیان سننا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو بعض مرتبہ اسکرین پر مع تصویر کے بیان سنا جاتا ہے تو اس طرح موبائل میں بزرگوں اور اللہ والوں کی تصویر رکھنا اور مع تصویر کے بیان سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جدید ٹیکنولوجی سے جب تک فتنہ فساد یا شرعی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو وہاں تک استفادہ کرنا جائز اور درست ہے اس لئے ریڈیو، ٹی وی یا موبائل کے ذریعہ بیان سننا جائز ہے، تصویر دیکھنے سے جو گناہ ہوتا ہے اسکا تحقق ہوگا تو گناہ ہوگا، ضرورت اور مجبوری کے بغیر تصویر رکھنا، بنانا گناہ ہے۔

موبائل میں بزرگوں کی تصویر رکھنا گناہ ہے، تقریر میں تو صرف سننا مقصود ہے، دیکھنا نہ

ضروری ہے اور نہ مفید پھر اس میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے، بچنا چاہئے۔

﴿۲۷۹۵﴾ موبائل سے تصویر کھینچنا

سوال: کیا موبائل سے تصویر کھینچنا خواص کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تصویر کھینچنا نا جائز ہے اور اس میں گناہ کبیرہ ہے، البتہ موبائل میں ڈیجیٹل طریقہ پر تصویر کھینچی جاتی ہے اس میں تصویر نہیں بنتی اس لئے گناہ نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں خواص اور عوام کا حکم ایک ہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۷۹٦﴾ موبائل فون کی آواز کیسی رکھنی چاہئے؟

سوال: بعد سلام مسنون کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفیان شرع متین کہ آج کل موبائیل کا استعمال عام ہوگیا ہے، لوگ اس کو مسجد میں لیکر آتے ہیں اور بعض مرتبہ عین نماز میں بجنا شروع ہوجاتا ہے جس سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح موبائیل میں مختلف قسم کی گھنٹی ہوتی ہے، بعض تو میوزک اور موسیقی کی طرز کی ہوتی ہے۔ کیا اس قسم کا ٹون رکھنا شرعا جائز ہے؟ بعض لوگ بجائے میوزک کے ٹون کے یا عام ٹون کے قرآن پاک کی کوئی آیت یا بسم اللہ یا کوئی دعا وغیرہ رکھتے ہیں جب فون آتا ہے تو تلاوت یا دعا شروع ہوجاتی ہے بعض مرتبہ بیت الخلاء میں بھی فون ساتھ میں ہوتا ہے اور وہاں پر کسی کا فون آیا تو یہی تلاوت یا دعا وغیرہ شروع ہوجاتی ہے تو کیا اس طرح کی تلاوت یا دعا وغیرہ فون کی آمد کی اطلاع کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ بعض لوگ موبائیل فون کو تصویر کشی یا ویڈیو کے لئے استعمال کرتے ہیں شرعا اس کا کیا حکم ہے۔ آج کل بعض ایسے موبائیل ہے کہ اس میں پورا قرآن محفوظ ہوجاتا ہے اور اس میں تلاوت بھی کرسکتے ہیں کیا اس طرح کے موبائیل فون کا

بلا وضوء چھونا جائز ہے؟

اس مسئلہ کو حدیث اور فقہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ لکھکر ہماری مشکل کو حل فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......انٹرنیٹ، موبائیل یا اسی طرح دوسری نئی مصنوعات اپنے اندر فوائد اور نقصانات دونوں رکھتی ہیں اس کے فوائد سے شریعت کی حد میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھانا جائز اور درست ہے اور غلط اور ناجائز امور میں استعمال کرنا ناجائز اور بعض مرتبہ حرام کے حدود میں بھی داخل ہو جاتا ہے۔

موبائیل کے سلسلہ میں اس کی رینگ جو بجتی ہے اس میں تفصیل یہ ہے کہ رینگ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کی اطلاع ہو جائے۔ اس لئے جس سے اس کی اطلاع ہو جائے ویسی رینگ رکھنا درست ہے۔ بعض لوگ مختلف قسم کے میوزک کے ٹون رکھتے ہیں اور میوزک مسجد میں اور دیگر مقامات متبرکہ میں بھی بجتے ہیں، یہ گناہ ہے اور ایسی رینگ رکھنے والا اس کا گنہگار بنتا ہے اور دوسرے حضرات جو اس کو سنے یا نماز وغیرہ میں خلل واقع ہو تو اس کا بھی سبب بنتا ہے اس لئے ایسے وقت میں صرف حرکت سے پتہ چل جائے وہ صورت اختیار کرنی چاہئے۔ جس طرح ہوائی جہاز یا ہسپتال میں بند رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے ہی بند کرنیکا اہتمام کر لینا چاہئے۔

بعض حضرات میوزک سے اجتناب کرتے ہوئے اس میں اذان، تلاوت، دعاءِ قنوت یا سلام وغیرہ کوئی متبرک چیز رکھتے ہیں اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ان حضرات کا جزبہ تو بہت مبارک اور قابل قدر ہے مگر جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ ناجائز اور قابل ترک ہے اس میں ان مبارک اشیاء کا غلط استعمال ہوتا ہے قدر کی جگہ ناقدری ہوتی ہے۔ اور اس ٹون کے

اصل سبب ہم ہی ہے اس لئے گنہگار بھی ہوتے ہیں۔
بعض مرتبہ بیت الخلاء میں بھی فون ساتھ ہوتا ہے اور اس وقت بھی یہی آواز وہاں بجنی شروع ہوجاتی ہے۔ اچھی حالت میں بھی ان الفاظ کے شروع ہوتے ہی فون چالو کر کے اس کی آواز بند کردی جاتی ہے اس میں اعراض کرنیکا گناہ ہوتا ہے۔ یہ الفاظ اللہ کے نزدیکی اور رضامندی حاصل ہونیکا ذریعہ ہونے چاہئے اس کی جگہ ناراضگی اور بعد اور دوری کا سبب بنتے ہیں، اس لئے یہ طریقہ قابل اصلاح ہے۔ درود شریف پڑھنا بہت ہی خیر و برکت اور ثواب کا کام ہے مگر کوئی اپنی تجارت یا کاروبار کے اعلان کے لئے اس وقت درود شریف پڑھتا ہے تو فقہاء نے لکھا ہے: ویکرہ عند فتح التاجر متاعہ (مراقی الفلاح) یعنی اپنا کاروبار شروع کرتا ہے اور اس کی اطلاع کے لئے وہ اس وقت درود پڑھتا ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی ایک مبارک چیز کو دنیوی فائدہ کے لئے استعمال کرتا ہے یہ ممنوع اور مبارک چیز کی بے ادبی ہے اس لئے ایسی ٹون کو رکھنا مکروہ تحریمی ہوگا۔
نماز کی حالت میں رنگ بجنے لگے اور ایک ہاتھ سے کسی طرح بھی بٹن دبا کر بند کردیں تو یہ اچھا ہے نماز بھی فاسد نہیں ہوگی اور لوگوں کو پریشانی بھی نہیں ہوگی۔
بعض حضرات موبائیل فون کو تصویر کشی یا ویڈیو میں استعمال کرتے ہیں یعنی اس میں تصویر یا ویڈیو کو موبائیل پر محفوظ کرلیا جائے یا کمپیوٹر پر منتقل کیا جائے تو گناہ ہے اسی طرح قرآن پاک کی تحریر کو موبائیل میں پروگرام کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ جس وقت اسکرین پر قرآن کی آیت لکھی ہوئی دکھائی دے اس وقت بغیر وضو یا حالت جنابت یا حالت حیض میں پورے موبائل کو چھونا بھی جائز نہیں۔

باب ما یتعلق بالغنا

﴿۲۷۹۷﴾ ناچ گانے کے جواز پر ایک دلیل اور اس کا جواب

سوال: یہاں امریکہ میں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شادی بیاہ جیسے خوشی کے موقعہ پر گانا گانا اور بجانا وغیرہ جائز ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ شادی بیاہ کا موقعہ تھا اور لوگ گانے گاتے اور باجا بجا رہے تھے اور محفل جمی تھی، اس وقت حضور ﷺ وہاں تشریف لائے تو لوگوں نے گانا گانا اور باجا بجانا بند کر دیا، تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ گانا، بجانا کیوں بند کر دیا؟ گاؤ اور بجاؤ خوشی کے موقعہ پر گانا جائز ہے، ہم نے آج تک ایسا مسئلہ سنا نہیں ہے، لہٰذا قرآن شریف واحادیث مبارکہ کے حوالوں کے ساتھ جواب دینے کی گذارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شادی یا دوسرے کسی خوشی کے موقعہ پر گانا یا میوزک (موسیقی) بجانا ناجائز اور حرام ہے، احادیث میں ایسی چیزوں کو سننے یا دیکھنے وغیرہ کی سخت ممانعت ہے، خود حضور ﷺ اس سے اتنا بچتے تھے کہ ایک مرتبہ اچانک کان میں آواز پڑی تو آپ ﷺ نے کانوں میں انگلی ڈال دی کہ جس کی بناء پر آواز نہ سنائی دے، نیز ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں تو موسیقی کو ختم کرنے کے لئے آیا ہوں، اور گانے میوزک وغیرہ کا زیادہ استعمال قرب قیامت کی علامات میں سے بتایا گیا ہے، لہٰذا گانا بجانا یا سننا اور باجا بجانا بلا کسی شک وشبہ کے ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری ج:۵ شامی وغیرہ) آپ نے بطورِ دلیل کے جو حدیث پیش فرمائی ہے اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے، مشکوٰۃ شریف ج:۱، ص:۱۲۶ پر یہ حدیث اس تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ بقرعید کے ایام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کے پاس تشریف لائے تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس دو نابالغ لڑکیاں دُف بجا کر انصار کی ''جنگِ بعاث'' کے متعلق اشعار گُنگنا رہی تھیں اور اس جگہ حضور ﷺ کپڑا اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ ان لڑکیوں کو منع کر کے ڈانٹنے لگے تو حضور ﷺ نے چہرۂ مبارک باہر نکال کر فرمایا کہ اے ابوبکر! چھوڑ دو، یہ تو عید کا موقع ہے۔ (بخاری و مسلم شریف) اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ گانے والی لڑکیاں نابالغ تھیں اور عید کا دن تھا، نیز وہ لڑائی اور بہادری اور شجاعت کے متعلق اشعار پڑھ رہی تھیں جب کہ فی زمانہ تو گانوں میں عشق، عاشق، معشوق وغیرہ کی فحش باتیں ہوتی ہیں، نیز بالغہ عورتیں میوزک اور مختلف طرز وراگ کے ساتھ خاص قانون و مقصد کے تحت گاتی ہیں، لہٰذا اسے جائز سمجھنا غلط ہے، بلکہ فقہاء کے نزدیک یہ ناجائز اور حرام و معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۹۸﴾ حضور ﷺ کی شان میں گائی جانے والی قوالی سننا؟

سوال: حضور ﷺ کی شان میں قوالی ٹیپ ریکارڈ کی جاتی ہے تو اس قوالی کو سننا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ کی تعریف میں جو نعتیں اور اشعار بنائے جاتے ہیں ان کو خود پڑھنا یا سننا جائز ہے، نورانیت کا ذریعہ ہے، حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی مضبوطی کا سبب ہے، لیکن غلط و کمزور روایتوں سے اشعار بنانا یا پرائی عورتیں یا موسیقی جیسے کہ طبلہ یا سارنگی وغیرہ کے ساتھ سننا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، اس میں سخت گناہ ہے، آج کل جو قوال گاتے ہیں جن میں موسیقی کا استعمال ہوتا ہے، نیز روایات کی حدود میں نہیں رہتے جس کی بناء پر نا جائز کہلائے گا، اور حضور ﷺ کے ساتھ محبت پیدا ہونے کے بجائے منافقت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الزینة

﴿۲۷۹۹﴾ سرمہ لگانے کا طریقہ

سوال: سرمہ کب لگانا چاہئے؟ دن میں یا رات کو سوتے وقت؟ سرمہ لگانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کتنی سلائی کس آنکھ میں کس جگہ سے شروع کر کے کہاں تک لے جا کر ختم کرے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... آنکھ کی حفاظت یا سنت کی ادائے گی کی نیت سے سرمہ لگانا چاہئے، نبی کریم ﷺ رات کو سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین بار تین سلائی لگاتے تھے، لہٰذا دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی پہلے دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں لگانا سنت ہے۔

نیز ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ داہنی آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں دو سلائی بھی لگاتے تھے، لہٰذا دونوں طریقے سنت کہلائیں گے، بوقتِ ضرورت دن میں سرمہ لگانا بھی جائز ہے، رات کو سرمہ لگانا بہت مفید ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ رات کے وقت سرمہ لگاتے تھے اس لئے کہ رات کو آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے سرمہ زیادہ اثر کرتا ہے۔ (خصائلِ نبوی ص:۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۰۰﴾ سرمہ اور عطر لگانا

سوال: : سرمہ لگانا سنت ہے یا مستحب؟ حضور ﷺ کالا سرمہ لگاتے تھے یا سفید؟ اور سرمہ کس کس وقت میں لگانا چاہئے؟ نیز عطر لگانا کس وقت سنت ہے؟ اور کس وقت مستحب؟ اور روزانہ عطر لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... آنکھوں میں سرمہ لگانا مستحب ہے لیکن اس میں

آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کی نیت ہونی چاہئے۔(عالمگیری ص:۸۶-۳۵)
حضور ﷺ اصفہانی اور اثمد نامی سرمہ لگاتے تھے۔(خصائلِ نبوی ص:۳۴) سرمہ رات کو سوتے وقت نیز جمعہ اور عید کے دن لگانا چاہئے، نیز روزانہ عطر لگانے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۱﴾ اسپرے لگانا

سوال: اسپرے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسپرے اگر جائز چیزوں کا ہے تو جائز ہے اور نا جائز چیزوں جیسے شراب یا الکوحل کا ہے تو نا جائز اور نا پاک ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۲﴾ ریشم اور سونے چاندی کے زیورات عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے نا جائز کیوں؟

سوال: ریشمی کپڑا ہو یا سونے چاندی کے زیورات، مردوں کے لئے ان کا استعمال اور ان کو پہننا کیوں حرام قرار دیا گیا ہے؟ اور عورتوں کے لئے جائز کیوں قرار دیا گیا؟ کیا اس طریقہ سے اسلام کے اس حکم میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی انصاف و برابری نہیں ہے؟ کس دھات کے زیورات مردوں کے لئے جائز ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرد و عورت دونوں کی فطرت میں اللہ نے فرق رکھا ہے، مرد میں ہمت جوش و طاقت عورت سے زیادہ ہوتی ہے، اور عورت میں زینت کی صلاحیت، ناز و نکھرے اور دل فریب اشیاء مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ سونا، ریشم وغیرہ اشیاءِ زینت میں سے ہیں جن کی عورت کو زیادہ ضرورت ہے مرد کو ضرورت نہیں، لہٰذا یہ

عورتوں کے لئے جائز ہیں۔اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے،اس کو پہننے کی وجہ سے تکبر، سستی عیش پرستی پیدا ہوتی ہے جو مردوں کی مردانگی کے خلاف ہے، جو شخص اس کا استعمال کرتا ہے اس میں مردانگی کے بجائے زنانہ پن زیادہ میں پایا جاتا ہے، مرد کو داڑھی نکلتی ہے، عورت کو نہیں، نیز جسم کی شکل وصورت، اور جسم کے جوڑوں اور نشیب وفراز، حمل کا ہونا وغیرہ اس کے لئے کیا کہو گے؟ ناانصافی کہہ کر اس میں بھی مردوں کے لئے برابری کا مطالبہ کیا جائے گا؟ مردوں کے لئے ساڑھے چار گرام تک چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، دوسری کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

(۲۸۰۳) عورتوں کے لئے زیور پہننا

سوال: عورتوں کے لئے ہاتھ میں اور ہاتھوں کی انگلیوں میں، کانوں میں، دونوں پیروں اوران کی انگلیوں میں اور ناک وغیرہ میں زیور پہننا جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا اعضاء میں سے کس حصہ میں ناجائز شمار ہوگا؟ سبّابہ یعنی کلمہ کی انگلی میں انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز آج کے فیشن کے مطابق سر میں پِن وغیرہ لگانا جائز ہے؟ جوڑا باندھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتوں کے لئے ہاتھ اور ہاتھ کی انگلیوں، گلے، کان اور پیر میں زیورات پہننا جائز ہے اور بالوں کی حفاظت کے لئے پِن وغیرہ لگانا، نیز جوڑا باندھنا بھی جائز ہے، لیکن جہاں جوڑا کافر اور مشرکوں کا شعار ہو تو ان کے ساتھ مشابہت ہونے کی بناء پر منع کیا جائے گا، ناک میں زیور پہننا بھی جائز ہے۔(امدادالفتاویٰ وغیرہ) انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں سے جس میں چاہے پہن سکتے ہیں، چھوٹی انگلی میں پہننا زیادہ اچھا ہے۔(عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۴﴾ عورت کا سونے چاندی کے علاوہ دوسری معدنیات کا زیور پہننا

سوال: عورتوں کے لئے سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا زیور مثلاً: پلاسٹک یا لوہے وغیرہ کا زیور پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھوٹے زیور پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ کیا نماز کے وقت اسے اتار دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کے لئے سونے چاندی کے علاوہ دیگر معدنیات مثلاً: تانبہ، پیتل، پلاسٹک وغیرہ کا زیور پہننا جائز ہے، انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی ہی ہونی چاہئے، دوسری دھات کی انگوٹھی مردوں اور عورتوں کے لئے ممنوع ہے۔

جن زیورات کے پہننے میں ہندو عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے ان کے پہننے سے بچنا بہتر ہے، مثلاً: منگل ستر وغیرہ۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۵﴾ مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی کی مقدار

سوال: سونا، چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں؟ کونسی انگلی میں پہننا سنت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتوں کے لئے سونے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، اور ایک مثقال وزن کے برابر چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ (شامی ج:۵) داہنے یا بائیں دونوں میں سے جس ہاتھ میں چاہے انگوٹھی پہن سکتے ہیں، بعض علماء داہنے ہاتھ میں پہننے کو افضل کہتے ہیں، چھوٹی انگلی میں پہننا، اور مردوں کے لئے نگینہ ہتھیلی کی طرف ہو اور عورتوں کے لئے نگینہ اوپر کی جانب ہو یہ افضل ہے۔ (شمائل وشامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۶﴾ مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننے کی مقدار

سوال: عورت اور مردوں کا بالوں میں ''مانگ'' نکالنا اور انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کس طرح کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بالوں کو اس طرح کنگھی کرنا کہ جس سے کفار اور فساق کے ساتھ مشابہت ہوتی ہو، جائز نہیں ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ بالوں میں سیدھی کنگھی کر کے درمیان میں مانگ نکالی جائے، آپ ﷺ اسی طرح کنگھی کرتے تھے، سونے اور چاندی کی انگوٹھی تو عورتوں کے لئے جائز ہے اور مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹی فقط ساڑھے چار (۲/۱-۴) گرام تک جائز ہے، سونے کی انگوٹھی جائز نہیں ہے۔

﴿۲۸۰۷﴾ چاندی کی انگوٹھی میں تعویذ رکھنا

سوال: چاندی کی انگوٹھی میں تعویذ رکھنا اور اسے پہننا کیسا ہے؟ نیز از روئے شریعت انگوٹھی کونسے ہاتھ میں اور کس انگلی میں پہننا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: چاندی کی انگوٹھی داہنے یا بائیں دونوں ہاتھوں میں سے جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتے ہیں، نیز اس میں تعویذ بھی رکھ سکتے ہیں۔ (شامی ج: ۵، ص: ۲۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۰۸﴾ رولڈ گولڈ کے پٹہ والی ہاتھ گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال: ہاتھ والی گھڑی کا پٹہ جسے رولڈ گولڈ کہتے ہیں، اسے باندھ کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بہت سے حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے رولڈ گولڈ پٹے والی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح نہیں ہوتی، پٹہ رولڈ گولڈ کا ہو یا کسی دوسری دھات کا بنا ہوا ہو اسے باندھ

کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: گھڑی کا پٹہ رولڈ گولڈ کا ہو یا کسی دوسری دھات کا اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے؛ اور اس سے گھڑی کی حفاظت مقصود ہے، زینت نہیں، لہٰذا اس کو ضرورت میں شمار کیا جائے گا، فقط زینت اور شوبازی کے لئے کسی بھی دھات کا زیور پہننا ناجائز ہے، البتہ سونے کی گھڑی یا پٹہ مردوں کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ سنگرہ، جلد ٦، فتاویٰ رحیمیہ ص: ١١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٢٨٠٩﴾ شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا

سوال: ایسا کہا جاتا ہے کہ شہادت کی انگلی میں انگوٹھی نہیں پہن سکتے؟ تو کیا کتابوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننے کی ممانعت نظر سے نہیں گذری نیز داہنے یا بائیں جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتے ہیں۔ (شامی ج: ٥)

﴿٢٨١٠﴾ مرد کے لئے انگوٹھی پہننے کی تفصیل

سوال: مردوں کے لئے انگوٹھی پہننا جائز ہے؟ مرد سونے کی انگوٹھی پہنیں یا چاندی کی؟ کتنے وزن کی؟ کتنی انگلیوں میں؟ اور اگر ایک انگلی میں پہن سکتے ہیں تو کونسی انگلی میں؟ داہنے ہاتھ کی یا بائیں ہاتھ کی؟ انگوٹھی میں موتی یا عقیق کا پتھر (نگینہ) لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ نگینہ والی انگوٹھی سیدھی پہنے یا الٹی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، حرام ہے۔ اور دوسرے کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز

ہے لیکن ساڑھے چار گرام سے زیادہ وزن کی نہیں ہونی چاہئے اور اس انگوٹھی میں عقیق یا دوسرے کسی بھی طرح کا نگینہ لگانا جائز ہے اور اس نگینہ کا وزن شمار نہیں کیا جائے گا، نیز مرد اسے اس طرح پہنیں کہ نگینہ ہتھیلی کی جانب ہو اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہننا افضل ہے، اور بائیں ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے، ایک سے زائد انگلیوں میں انگوٹھی نہیں پہننی چاہئے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص:۵، ص:۳۳۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۱﴾ سونے کا پانی چڑھی ہوئی گھڑی پہننا

سوال: گھڑی کی بعض چین لوہے کی اور بعض اسٹیل کی ہوتی ہے، اسٹیل بھی ایک طرح کا لوہا ہی ہے، نیز گھڑی کے کیس (case) پر بھی سونا، چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہوتا ہے تو اسے پہننا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث شریف میں لوہے کی انگوٹھی پہننے کو ناجائز کہا گیا ہے، تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گھڑی کی چین لوہے کی ہو یا اسٹیل کی یا اسی طرح کسی اور دھات کی ہو تو اسے پہننا بلا حرج جائز ہے، ہاں اگر کسی گھڑی کا کیس سونے یا چاندی سے بنا ہو یا مخلوط ہونے کی صورت میں سونا چاندی غالب ہو (سونا، چاندی زیادہ ہو) تو اسے پہننا ناجائز ہے، اور اگر سونا چاندی پر دوسرے دھات غالب ہوں اور سونا چاندی مغلوب ہوں یا کیس پر فقط سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو تو اسے پہننا بھی جائز ہے۔ انگوٹھی کا اصل مقصد زینت ہے جب کہ گھڑی کا اصل مقصد استعمال اور ضرورت ہے، لہٰذا دونوں کے حکموں میں بھی فرق آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۲﴾ گھڑی کون سے ہاتھ میں پہننی چاہیئے؟

سوال: ہاتھ کی گھڑی بائیں ہاتھ میں پہننی چاہیئے یا دائیں ہاتھ میں؟ بائیں ہاتھ میں پہننا یہودیوں کا طریقہ ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ مسلمانوں کو داہنے ہاتھ میں پہننا چاہیئے کیا یہ صحیح ہے؟ بہت سے یہودی بھی داہنے ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہیں تو اس وقت کیا کریں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گھڑی چاہے داہنے ہاتھ میں پہنے یا بائیں ہاتھ میں، دونوں طریقے جائز و درست ہیں۔ بائیں ہاتھ میں پہننا یہودیوں کا طریقہ ہے یہ بات غلط ہے؛ اس لئے کہ وہ بائیں ہاتھ میں ہی پہنتے ہیں ایسا نہیں ہے، نیز یہ ان کے مذہبی شعار میں سے بھی نہیں ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے، لہٰذا اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۳﴾ کیا عورتیں گھڑی پہن سکتی ہیں؟

سوال: عورتیں گھڑی پہن سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر پہن سکتی ہیں تو کس طرح؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس طرح مرد اپنی ضروریات کی وجہ سے گھڑی پہن سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی پہن سکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، فیشن یا اجنبی مرد کو پھنسانے کے لئے نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۴﴾ عورت کا اشیاءِ زیب و زینت استعمال کرنا

سوال: مسلمان عورت کا پاؤڈر، اسنو (snow) خوشبودار کیسٹر اوئل (oil) کولگیٹ (colgate)، کوکونٹ اوئل (coconut oil) یعنی اشیاءِ زیب و زینت استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتیں پردے کی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ہر طریقہ سے زیب وزینت کرسکتی ہیں، لیکن اگر زینت کر کے اپنے جسم کی نمائش کرتی ہوں یا کرواتی پھرتی ہوں تو ناجائز ہے اور ایسی عورتوں پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب حقوق الزوجین و مایتعلق بھما

﴿۲۸۱۵﴾ عورت کی کمائی میں سے شوہر اور ماں باپ کا کھانا؟

سوال: مسلمان عورت کا کسی بھی طرح کی ملازمت کرنا یا کرانا کیسا ہے؟ اور اس کی آمدنی میں سے اس کا شوہر اور ماں باپ اور بال بچے کھا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان عورت کا اسلام میں ایک خاص درجہ ہے اور حیاء اور شرم اس کا زیور ہے، لہٰذا کوئی عورت پردے کے ساتھ اسلامی قانون کے تحت رہتے ہوئے اگر ملازمت کرے تو اس سے ملنے والی کمائی حلال و درست ہے اور اس طرح ملازمت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی آمدنی حلال اور پاک ہے، لہٰذا خود اس کے لئے اور اس کے ماں باپ یا شوہر کے لئے اس کمائی میں سے بغیر کسی حرج کے کھانا جائز و درست ہے، لیکن شرعی حدود کی خلاف ورزی کرتی ہو، غیر مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہو یا بے پردگی ہوتی ہو تو اس طرح ملازمت کرنے والی عورت کے لئے حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے، لہٰذا اگر اس طرح ملازمت کریگی تو گنہگار ہوگی جس کی بناء پر ایسی ملازمت کی کمائی حلال شمار نہ ہوگی اور ایسی ملازمت کی کمائی کی شرعاً اجازت نہیں ہے جس میں شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، ایسے وقت میں باپ یا شوہر اور لڑکوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عورت کی حاجاتِ ضروریہ کو پورا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۶﴾ شوہر کا اپنی بیوی کو اپنے سامنے فیشن کرنے کے لئے کہنا

سوال: ایک دیندار گھرانہ کی باعمل پردہ نشیں عورت جو کہ اپنے دیور وغیرہ سے بھی پردہ کرتی ہے، نیز یہ گھرانہ عوام میں بھی مقتدی، اہل علم اور دیندار سمجھا جاتا ہے۔ اور لوگوں کا رجوع

بھی ان کی طرف ہے۔ ایسی دیندار عورت کو اس کا شوہر فیشن کرنے کو کہتا ہے۔ حالانکہ شادی سے قبل کبھی بھی اس نے اپنے باپ کے یہاں فیشن نہیں کیا۔

امور فیشن یہ ہیں: سر کے بالوں کو تراشنا، پلکوں پر رنگ لگانا، لبوں پر لالی لگانا، ناخن پر نیل پالش لگانا، سر کے بالوں کو مختلف ڈیزائن اور فیشن سے سنوارنا، (ممکن ہے کہ تشبہ بالغیر یاتشبہ بالفساق لازم آئے)، بالوں کو سیاہ یا اور قسم کے رنگ سے رنگنا۔ اور مختلف ڈیزائن اور فیشن کے کپڑے پہننا وغیرہ۔

کیا ایسے مقتدی اور دیندار گھرانہ کی عورت کے لئے اپنے شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وقت مذکورہ اور اس کے علاوہ اور طرح سے فیشن کرنا جب کہ دوسری عورتیں بھی ان کے گھر آمد و رفت رکھتی ہوں، اور اس دیندار گھرانہ کی عورتیں دوسرے کے گھروں پر جاتی ہوں، اور عوام اس دیندار گھرانہ کی اس فیشن والی زندگی کو دیکھ کر ہر قسم کے فیشن کے جواز پر استدلال کر کے گھر میں اور باہر ہر موقع پر بلا برقع کے فیشن کرتی ہے (بالخصوص جب کہ ایسی عورتیں مدرسہ یا دعوت وتبلیغ اور وعظ وغیرہ بھی کرتی ہوں اور ایسی حالت میں تدریس، ووعظ اور تبلیغ بھی کریں) جائز یا نہیں؟

نوٹ: ناخن کی پالیش خشک ہونے کے بعد مجسم ہو جاتی ہے اور وصول پانی سے مانع ہے ۔لبوں پر لگائی جانے والی لالی اور پلکوں پر لگایا جانے والا رنگ میں خاص قسم کی چکناہٹ ہوتی ہے۔

جس کی وجہ سے پانی ادھر ادھر سے گذر جاتا ہے۔ مذکورہ لالی اور رنگ وغیرہ میں الکحل یا جانور کا تیل یا اور کوئی ناجائز چیز کی ملاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ غیر شادی شدہ عورت کو سوال نمبر ایک میں بیان کردہ فیشن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کے لئے فیشن کی حدود کیا ہیں

؟ مذکورہ فیشن اپنے جلوے خانہ (تنہائی) میں شوہر کے سامنے اس کو خوش کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کے لئے شریعت نے پردہ لازم قرار دیا ہے ۔اگر کوئی عورت مکمل شرعی پردہ کرتی ہے، دیندار ہے،تو یہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے ۔شوہر اگر چاہتا ہے کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے صاف ستھری رہےتو یہ جائز ہے اور جائز زینت کرےتو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

عورت کے سر کے بالوں کو تراشنا یا کٹوانا ناجائز اور حرام ہے۔اسی طرح نیل پالش وغیرہ لگانا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہوتا۔اور جو چیز ناجائز ہو اس کو خود کرنا بھی جائز نہیں اور شوہر کہے تب بھی اس کی اطاعت کرنا درست نہیں۔زینت کے مسائل منکوحہ اور غیر منکوحہ دونوں کے لئے یکساں ہیں۔منکوحہ کے لئے شوہر کے حکم کی اطاعت میں اطاعت شوہر کا ثواب ہے۔

﴿۲۸۱۷﴾ تراویح پڑھانے کی اجرت کے وبال سے بچنے کی شکل

سوال: میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حافظ قرآن ہوں، اور کئی سالوں سے تراویح پڑھاتا ہوں، پہلے جس جگہ میں میں تراویح پڑھاتا تھا اس جگہ مجھے تراویح پڑھانے کے روپے ملتے تھے اور وہ روپے میں لیتا تھا، مجھے یاد ہے اب تک کل کتنے روپے میں نے لئے ہیں، اب میری حالت الحمدللہ بہت اچھی ہے، اور اب میں ان روپیوں کے وبال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو اسکا کیا طریقہ ہے؟ اور یہ رقم کسے دینی چاہئے؟ اسکی آسان صورت بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا قرآن پاک کو فروخت کرنے کے مانند ہے، اس لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور اتفاق سے شروع میں لے لئے ہوں تو اس فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور جن سے لئے ہوں انہیں واپس کر دیا جائے، اگر انہیں واپس کرنا ممکن نہ ہو تو غریب اور محتاج کو صاحب اموال کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو انشاء اللہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۸﴾ شوہر کو کس نام سے بلانا چاہئے؟

سوال: عورت شوہر کو کس نام سے مخاطب کر سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شوہر کا نام لے کر بلانا مکروہ ہے، جس نام اور لقب سے شوہر کی شان و عزّت بڑھتی ہو یا برقرار رہتی ہو اس نام یا لقب سے بلانا چاہئے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۹﴾ شب براءت اور رمضان کی راتوں اور ایام حج کی راتوں میں بیوی سے صحبت کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص کا کہنا ہے کہ فتاویٰ اشرفیہ میں ہے کہ شب براءت، اور رمضان کی راتوں اور ایام حج کی راتوں میں بیوی سے صحبت نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ مبارک گھڑیاں ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شب براءت اور رمضان کی راتیں اور ایام حج کی مبارک راتوں میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اگر کوئی شخص

جماع کرنا چاہے تو بلا کراہت کرسکتا ہے، رمضان کی مبارک راتوں میں جماع کرنے کی اجازت قرآن شریف کی آیت ﴿فالئٰن باشروهن﴾ (البقرة ۱۸۷) سے ثابت ہوتی ہے۔

فتاویٰ اشرفیہ ص:۲۴۳ میں آپ کے پوچھے ہوئے سوال کا جواب بالتفصیل موجود ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بزرگوں کے اقوال اور تجربوں کے مطابق ان راتوں میں صحبت نہ کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ اشرفیہ ص:۲۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۰﴾ حائضہ کی ران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منی خارج کرنا

سوال: مرد کو شہوت کا غلبہ ہو اور عورت حیض کی حالت میں ہو تو مرد شہوت پوری کرنے کے لئے عورت کی ران سے رگڑ کر اپنی شہوت پوری کرسکتا ہے؟ اگر مرد کی بیوی بیرون ملک میں ہو یا کسی وجہ سے اس کے ساتھ نہ رہتی ہو اور ایسے وقت مرد کو شہوت کا غلبہ ہو تو مرد کس طریقہ سے اپنی شہوت کو پورا یا ٹھنڈا کرسکتا ہے؟ کیا مرد اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے تصور سے منی خارج کرسکتا ہے؟ اسی طریقے سے کیا عورت بھی ایسا کرسکتی ہے؟ مزید یہ بات جاننی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مدنظر رکھتے ہوئے فقط تصور سے (اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کا تصور) حمل قرار پاسکتا ہے؟ ایسی حالت میں مرد اپنا حمل نہ ہونے کا انکار کرسکتا ہے؟ یا اس بچہ کو اپنا بتا سکتا ہے یا اسے کیا کرنا چاہئے؟ حقیقت میں کوئی شخص خواب میں اپنی بیوی سے صحبت کرے تو فقط اسی وجہ سے اس کو حمل ٹھہر گیا ایسا مان سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی بیوی کے کسی بھی حصّے سے شہوت پوری کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، لہٰذا ران پر رگڑ کر منی خارج کرسکتے ہیں اس میں گناہ نہیں

ہے، لیکن اپنے ہی اعضاء جیسے ہاتھ وغیرہ سے مشت زنی کر کے منی خارج کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ درمختار ج:۲، ص:۱۰۰ میں ایسے شخص کو ملعون (رحمت سے دور) کہا گیا ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے فقیہ ابواللیث سمرقندی کی عبارت نقل کی ہے کہ: اگر کسی شخص کو شہوت کا غلبہ ہو اور بیوی کے پاس نہ جا سکتا ہو یا بیوی موجود نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں کوئی شخص مشت زنی کرے تو انشاء اللہ گناہ نہیں ہوگا، عورت اور مرد دونوں کے لئے یہی حکم ہے۔ حمل ٹھہرنے کے لئے رحم میں مرد کی منی داخل ہونا ضروری ہے، اور تصور سے منی وہاں نہیں پہونچ سکتی، لہٰذا حمل ٹھہرنے کا سوال ہی نہیں رہتا، فقہاء کرام نے مطولات میں ایسی صورتوں کا جواب بھی دیا ہے۔

﴿۲۸۲۱﴾ عورت کے انتقال کے بعد مہر کس کو دیں؟

سوال: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا اس کا شوہر باہر گیا ہوا تھا، چار پانچ دن کے بعد گھر آیا اس وقت خبر ہوئی، عورت کی زندگی میں اپنے شوہر کے ساتھ مہر کے متعلق کسی بھی قسم کی بات چیت نہیں ہوئی تھی، اور عورت نے مہر معاف بھی نہیں کیا تھا، تو شوہر کا کہنا یہ ہے کہ میں مہر کس کو دوں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... عورت کا مہر اب تک نہ دیا ہو یا عورت نے معاف نہ کیا ہو اور اس کا انتقال ہو جائے تو یہ مہر عورت کا قرض ہے جس کا ادا کرنا مرد پر واجب ہے، لہٰذا اب قرض میراث بن کر ورثاء کو ان کے حق کے مطابق ادا کرنا پڑے گا لہٰذا وہ مہر کی رقم تقسیم میراث کے مطابق ورثاء کو دے کر ذمہ داری ادا کی جا سکتی ہے۔ سوال میں عورت کے ورثاء کے متعلق کچھ لکھا ہوا نہیں ہے لہٰذا تمام ورثاء کی تفصیل لکھ کر دوبارہ پوچھیں۔

﴿۲۸۲۲﴾ میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بوسہ دینا

سوال: میاں بیوی ہمبستری یا صحبت کرتے وقت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بوسہ دے سکتے ہیں یا منہ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ نہ میں نے کبھی حضور ﷺ کی شرمگاہ دیکھی ہے اور نہ تو حضور ﷺ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی ہے، لہٰذا ایسی پاکیزہ سیرت کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اس کے باوجود میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کے جسم سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، لہٰذا بوسہ دینا اور منہ لگانا گناہ تو نہیں ہے لیکن شہوت کی حالت میں اس جگہ سے مذی نکلتی رہتی ہے جس کی وجہ سے منہ گندہ اور ناپاک ہو جاتا ہے، لہٰذا ایسے طریقوں سے جو جانوروں کے طریقوں کے مانند ہوں انسان جیسی باعظمت اور عقلمند مخلوق کو ضرور بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۳﴾ حالت حیض میں عورت سے فائدہ حاصل کرنے کی تفصیل

سوال: میں نے کسی دینی کتاب میں پڑھا ہے کہ حالت حیض میں عورت کی شرمگاہ سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے رانوں کا استعمال کر کے مرد اپنی شہوت پوری کر سکتا ہے، تو یہ مسئلہ معتبر سند کے ساتھ تفصیل سے بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حالت حیض میں عورت کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، جب کہ جسم کے دیگر مقامات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، صرف ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر یعنی رانوں سے فائدہ حاصل کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ عورت نے کپڑا پہنا ہو تو بالاتفاق جائز ہے اور کپڑا نہ پہنا ہو تو شیخین کے قول کے مطابق جائز نہیں ہے، اور

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ جائز ہے۔(شامی وغیرہ)

﴿۲۸۲۴﴾ حیض میں ہمبستر ہونا جائز نہیں

سوال: حیض سے پاک ہونے کے کتنے دن بعد عورت سے ہمبستر ہو سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حیض کی اقل مدت تین دن ہے اور اکثر مدت دس دن ہے، اس لئے حیض شروع ہونے کے بعد دس دن تک یا تین دن بعد حیض آنا مکمل بند نہ ہو جائے اس وقت تک جماع کرنا ناجائز اور حرام ہے۔(شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۵﴾ ہمبستر ہوتے وقت پرائی عورت کا تصور

سوال: ایک شخص اپنی عورت سے ہمبستر ہوتے وقت پرائی عورت کا تصور کرتا ہے تو یہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور اگر اس صورت میں استقرار حمل ہو جائے تو وہ حمل حرامی کہلائیگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی عورت سے ہمبستر ہوتے وقت پرائی عورت کا تصور کرنا اور یہ خیال کرنا کہ وہ پرائی عورت سے ہمبستر ہو رہا ہے گناہ کا کام ہے، البتہ اس جماع کے نتیجہ میں جو حمل قرار پائے وہ نکاح میں ہونے کی وجہ سے حرامی نہیں کہلائے گا، اس طرح تصور کرنے کو مشکوۃ شریف کی حدیث (ص:۸۰) میں قلبی و ذہنی زنا کہا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اس لئے اس طرح تصور کر کے اپنی عورت سے جماع جو کہ جائز اور ثواب کا کام ہے اسے ناجائز اور گناہ کا کام نہیں بنانا چاہئے۔

﴿۲۸۲۶﴾ عورت سے دبر میں وطی کرنا

سوال: عورت کے مقام دبر میں وطی کرنے کے بارے میں شریعت نے کیا کہا ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کے لئے کیا حکم وارد ہے؟ کچھ لوگوں کو غلبۂ شہوت سے ایسے جماع

کی عادت ہو جاتی ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ اس ناجائز جماع کے متعلق قرآن وحدیث میں خاص وعید اور ممانعت وارد ہے، کچھ کا کہنا ہے کہ ایسے جماع سے میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس فعل کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیوی سے مقام فرج میں پاکی کے دنوں میں وطی کرنے کی اجازت ہے، لیکن مقام دبر میں وطی کرنے کی اجازت نہیں ہے، قرآن پاک، حدیث شریف اور تمام ائمہ مجتہدین کے اقوال سے یہ فعل بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔

قرآن پاک کی سورۂ بقرہ میں ہے: عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، پس اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو داخل ہو، مثلاً: کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے، کروٹ پر جس نوعیت سے آنا چاہو لیکن آنا ہے مقام حرث میں، جو کہ قبل ہے۔ اس آیت سے دبر میں جماع کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

حدیث شریف میں ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنی عورت سے دبر کے مقام میں وطی کرے، نیز دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر نہیں کریگا جس نے اپنی عورت سے دبر میں وطی کی ہوگی۔ (مشکوۃ: ۲۷۶)

ان جیسی دیگر بہت سی احادیث سے اس برے فعل کی ممانعت اور سخت وعید ثابت ہوتی ہے، اس لئے اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے، پھر بھی اگر کوئی بدبخت یہ برا فعل کرے تو اس سے اسکے نکاح پر کوئی اثر نہیں آئیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۷﴾ اپنی ہونے والی بیوی کو کالج جانے سے روکنا

سوال: میرا رشتہ اپنے قریبی رشتہ دار کی لڑکی سے طے ہوا ہے، وہ اس سال کالج داخل ہونا

چاہتی تھی، لیکن میں نے ایسا کرنے سے منع کیا، اور میرا مقصد اس سے صرف برے اور مسموم ماحول سے اسکی حفاظت کرنا تھا، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ میرا یہ قدم مذہبی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟

میں نے ایک ایسی عورت کو روکا ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ میرا اس پر فی الحال کوئی حق نہیں ہے، تو کیا میرا یہ قدم مذہبی نقطہ نظر سے صحیح تھا یا غلط یہ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان کو چاہئے کہ وہ کوئی بھی برا کام ہوتا ہوا دیکھے اور اسکے روکنے پر قادر ہو تو اسے اپنی قدرت کے مطابق روکے، یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے، اس لئے آپ نے اپنے قریبی رشتہ دار کی بیٹی کو (جو مستقبل میں آپ کی بیوی بن سکتی ہے) کالج کے برے اور مخرب اخلاق و عادات ماحول سے بچانے کے لئے اسے کالج جانے سے روکا یہ اچھا کام کیا، آپ کو مذکورہ حدیث پر عمل کا موقعہ اور اسکی فضیلت اور ثواب حاصل ہوا، اور انکی زندگی برے اخلاق اور بری صحبت سے بچ گئی، اس لئے اس میں آپ کو یا انہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ آپ کو دیندار، نیک سیرت بیوی اور رشتہ دار ملی ہے اور اس کو نیک سیرت اور دین کو ترجیح دینے والا شوہر ملا جو اس دور میں یقیناً ایک نعمت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۲۸﴾ دودھ اترنے کی حالت میں بیوی کے پستان منہ میں لینا

سوال: بیوی سے ہمبستری کے وقت بیوی کے پستان کا وہ حصہ جہاں سے دودھ نکلتا ہے شوہر منہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بیوی کو دودھ اترتا ہو اور اس حالت میں شوہر پستان منہ میں لیوے اور عورت کا دودھ شوہر کے منہ میں چلا جائے تو کیا بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی؟ اگر اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اپنی بیوی کے پستان کو ہاتھ لگانا، پکڑنا جائز ہے، منہ میں لینے سے اگر دودھ منہ میں آوے تو فوراً تھوک دے، دودھ پیٹ میں اتار دینا گناہ ہے، البتہ دودھ کے منہ یا پیٹ میں جانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں آتا، بدستور وہ اس کے نکاح میں باقی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۹﴾ شادی کے موقع پر گلدستہ ہاتھ میں لینا، دوستوں سے شب زفاف کی باتیں کرنا

سوال: شادی کے موقع پر ہاتھ میں ''گلدستہ'' لینا اور ''پھول ہار'' پہن کر نکاح کرنے جانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب زفاف کی باتیں دوستوں میں کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے؟ تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پھول اور ہار پہن کر، گلدستہ ہاتھ میں لے کر نکاح کرنے جانا یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اور غیر مسلم کی مشابہت اختیار کرنے کو منع کیا گیا ہے، اس طریقے سے نکاح کرنے نہیں جانا چاہئے، حضور اقدس ﷺ نے اور صحابۂ کرامؓ نے بھی نکاح کئے ہیں، لیکن کسی سے کہیں بھی اس طریقے سے نکاح کرنے جانا ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ رسم ضرور چھوڑنی چاہئے؛ کیوں کہ ہم ان حضرات کی اتباع کرتے ہیں نہ کہ غیر مسلموں کی۔

ہمارا مذہبِ اسلام بہت ہی صاف، پاکیزہ اور مہذب ہے، اور جو چیز بے حیائی اور بے ادبی پر منحصر ہو اس سے خاص طور پر ہمیں روکا گیا ہے اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ خراب حالت والے وہ لوگ ہوں گے جو اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور عورت اس سے لطف اٹھائے اور پھر وہ ایک دوسرے کے راز کو پھیلائے''۔ (طحطاوی ص: ۳۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا اپنے دوستوں کو اور عورت کا اپنی سہیلیوں کو ایسی باتیں بتانا

گناہ ہے، یہ بہت ہی خراب اور حد سے زیادہ بے شرمی کا کام ہے، لہٰذا ایسا نہ کرنا چاہئے۔

﴿۲۸۳۰﴾ دولہا سے مسجد اور مدرسہ کے لئے رقم لینا

سوال: ہمارے یہاں دولہے سے مدرسہ نیز مسجد کے نام سے پیسہ لیا جاتا ہے وہ پیسہ مولوی صاحب کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس رقم کو جماعت کے کاموں میں لینا جائز ہے؟ اور یہ لی ہوئی رقم مسجد و مدرسے میں کام کرنے والوں کی تنخواہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح مسجد کے برتن کرائے پر دئے جاتے ہیں، ان کرایا کے روپیوں کو بھی تنخواہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دولہے کے پاس سے پیسہ مسجد و مدرسہ کے لئے لیا جاتا ہے تو اگر وہ اپنی رضامندی اور خوشی سے دیتا ہے تو لینا جائز ہے، اور یہ پیسہ تنخواہ میں بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن جبراً وصول کرنا اور بغیر دئے جماعت والے نکاح نہ کرنے دیتے ہوں یا شرم کے مارے جو پیسہ دیا گیا ہو تو اس کا لینا جائز نہیں، اور یہ پیسہ غصب کہلائے گا، اور اس کا لینا اور استعمال کرنا دونوں ناجائز ہیں، اور مسجد و مدرسے میں یا وہاں کام کرنے والوں کی تنخواہ میں دینا بھی جائز نہیں، لہٰذا ایسا ٹیکس لینے سے بچنا چاہئے، نیز برتنوں کے کرائے میں آنے والی رقم تنخواہ میں دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۱﴾ مشترکہ رقم نصف نصف استعمال کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ابھی کچھ دن پہلے انتقال کر گئی، مذکورہ عورت اپنی کچھ رقم اپنے لڑکے اور لڑکی کے پاس خود کے خرچ کے لئے رکھتی تھی، جس میں سے وہ اپنے خرچ کے لئے کبھی کبھی کچھ رقم لیتی تھی اس کا شوہر حیات ہے،

مذکورہ رقم اس کی اولاد جو بیرون ملک میں ہے وہ والدین کے خرچ کے لئے بھیجتے ہیں، رقم بھیجنے والے لکھتے تھے کہ اتنی رقم والد کے لئے اور اتنی والدہ کے لئے ،لیکن دونوں کی رقم ایک ساتھ ہی لڑکے اورلڑکی کے پاس رکھی جاتی تھی دونوں کو جب ضرورت پڑتی تو اسی میں سے خرچ کرتے ،عورت انتقال کرگئی ہے اب یہ طے نہیں کیا جا سکتا ہے کہ مرحومہ عورت کی رقم کتنی ہے اورشوہر جوحیات ہے اس کی رقم کتنی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ دونوں کی رقم مشترک ہی رکھی رہتی تھی اورزوجین کے آپس کے تعلقات درست نہیں تھے۔

اب مذکورہ رقم جوشوہر حیات ہے اس کے خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں یانہیں؟ مرحومہ کے کفن دفن اور انتقال کے وقت کا خرچ مذکورہ رقم میں سے وصول کر سکتے ہیں یانہیں؟ اسی طرح مذکورہ رقم میں سے دونوں کے ایصالِ ثواب کے لئے کوئی چیز خرید سکتے ہیں یانہیں؟ یا ورثاء میں مذکورہ رقم تقسیم کر دی جائے ،مرحومہ اوراس کے شوہر کے ورثاء میں تین لڑکے ہیں اوران میں سے ایک یہاں اوردو بیرون میں رہتے ہیں اوران لڑکوں کی اولاد بھی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ رقم میں کسی بھی طرح فرق نہیں کر سکتے ہیں کہ شوہر کی رقم کتنی ہے اورمرحومہ کی کتنی؟ اور مذکورہ رقم دونوں کی مشترکہ ہی ہے تو اب اس میں سے نصف رقم شوہر کی اور نصف رقم مرحومہ کی سمجھی جائے گی۔

مرحومہ کے حصہ میں جونصف رقم آئے گی اس میں سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا خرچ کیا جائے گا اس کے بعد جو بقیہ رقم ہے وہ ورثہ میں ان کے حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔

نوٹ: مرحومہ کی تجہیز وتکفین کا درمیانی خرچ کرنا شوہر کے ذمہ ضروری ہے اب مرحومہ کے ورثاء میں ایک شوہراورتین ہی لڑکے ہوں تو بقیہ کل مال وجائداد کے چار حصہ کر کے شوہر کوایک حصہ اور ہرایک لڑکے کوایک ایک حصہ ملے گا۔اگرورثاء میں لڑکی ہوتو حساب بدل جائے گا۔

باب حقوق الوالدین

﴿۲۸۳۲﴾ والدین کو نصیحت کرنا

سوال: والدین سے اگر کوئی خطا ہو جائے تو بیٹا نصیحت کے طور پر انہیں کوئی بات کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تواضع اور ادب کے ساتھ ان کے مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے اگر بھول بتا دے تو حرج نہیں ہے، ورنہ لڑکے کے لئے تو انہیں امر بالمعروف کرنے کے بجائے ان کے لئے دعا کرنے کا شرعاً حکم وارد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۳﴾ لڑکی کو مسلمان بنا کر اس سے نکاح کر کے ثواب کا کام کرنے میں والدین کی نافرمانی ہوتی ہو تو کیا کرے؟

سوال: میں ایک پرہیزگار مسلمان شخص ہوں، مجھے ایک ہندو لڑکی سے محبت ہے، لڑکی مجھ سے نکاح کرنے کے لئے اور مسلمان ہونے کے لئے رضامند ہے، میرے اس لڑکی سے نکاح کرنے پر وہ مسلمان بنے گی تو یہ میرے لئے ثواب کا کام ہوگا، لیکن اس فعل سے والدین کی نافرمانی ہو رہی ہے، والدین کا کہنا ہے کہ تو دنیا میں ہمیں بے آبرو کر رہا ہے، والدین کی نافرمانی بھی کبیرہ گناہ ہے، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا لڑکی سے نکاح کر کے کر اسے مسلمان بنا کر ثواب حاصل کرنا چاہئے؟ یا والدین کی اطاعت کر کے نافرمانی کے گناہ سے بچنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورت مسئولہ میں اس لڑکی سے نکاح کرنے سے والدین کی نافرمانی ہو رہی ہے لیکن والدین کیوں منع کر رہے ہیں، سوال میں اس کی

وضاحت نہیں کی ہے۔

لہذا اگر وہ کسی شرعی عذر سے منع کرتے ہیں تو والدین کی فرمانبرداری واجب ہے، اور اگر ان کا عذر شرعی نقطہ نظر سے نہ ہو اور دنیوی مفاد کی خاطر ہو تو ان کی فرمانبرداری مستحب ہے، تاہم آپ اس لڑکی سے نکاح کروگے تو آپ گنہگار نہیں ہوں گے۔

سوال میں مذکورہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد لڑکی کو مسلمان بنا کر مدد کرنا نہیں ہے، بلکہ محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کرنا ہے اور نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مسلمان بنانا ہے، یعنی مسلمان بنانے میں خود کا فائدہ بھی پیش نظر ہے، خالص دینی مقصد نہیں ہے دنیوی مقصد کے بعد دینی مقصد بھی ہے، البتہ ثواب دونوں میں صورتوں کمی یا زیادتی کے ساتھ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۴﴾ گناہ کے کاموں میں والدین کی اطاعت

سوال: اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ والدین کی اطاعت کرو، تو اگر کسی کے والدین یوں کہے کہ بیٹا آج نماز پڑھنے نہ جاؤ، تو کیا ہمیں نماز پڑھنے بھی نہیں جانا چاہئے؟ اس صورت میں بیٹے کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: جس امر کے پورا کرنے میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو اس امر میں والدین یا کسی بھی شخص کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (طحطاوی) لہذا والدین نماز نہ پڑھنے جانے کا امر کریں اور شرعاً ایسا کوئی عذر بھی نہیں ہے کہ جس سے نماز نہ پڑھنے جانے کی گنجائش نکل سکتی ہو تو اس صورت میں ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے، بلکہ ایسے کاموں میں ان کی اطاعت گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۵﴾ والدہ کی طرفداری میں والد سے لڑنے کے لئے تیار ہونا

سوال: میرا دوست ہے، وہ جماعت میں بھی جاتا ہے، نیک ہے، پنج وقتہ نماز کا پابند ہے، لیکن اسکے گھر کا ماحول صحیح نہیں ہے، اسکے والد کا اسکی والدہ کے ساتھ جھگڑا ہوتا رہتا ہے، اور کبھی کبھی والد والدہ کی پٹائی بھی کرتے ہیں، ابھی کی تازہ خبر یہ ہے کہ اس کی والدہ رشتہ داروں کے یہاں کسی کام کے لئے گئی ہوئی تھی، آنے میں دیر ہوگئی، والد سے بات ہو رہی تھی کہ والد کو اچانک غصہ آیا اور والدہ کی خوب پٹائی کی، کچھ دنوں قبل اس کے بھائیوں نے بھی والدہ کو بہت مارا تھا، یہ شخص دونوں بھائیوں سے چھوٹا ہے اسے بہت غصہ آیا اس کی والدہ کی پٹائی اس سے برداشت نہیں ہوئی، اس لئے اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے خوب غصہ آتا ہے اور ایسا ہونے پر والد اور اس کے بھائیوں سے ڈنڈا لے کر لڑنے کھڑا ہو جاؤں ایسا دل میں آتا ہے تو آنجناب بتائیں کہ اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... والدین کے اولاد پر بہت حقوق ہیں، من جملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ والدین کا ادب کیا جائے ان کے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا جائے، اس لئے کہ دنیا میں اولاد کے آنے کا ظاہری سبب یہی والدین ہیں، انکی اطاعت کرنی چاہئے اور احترام کے ساتھ ان کی خدمت کرنی چاہئے، ان کے ساتھ خلاف ادب برتاؤ کرنا تو کجا انہیں اف کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے، اور ایسا کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۳/۱۵)

نیز والدہ والد سے بھی زیادہ عظمت اور شفقت اور نرم برتاؤ کی حقدار ہے، لہذا سوال میں لکھنے کے مطابق بھائیوں کا اپنی والدہ کو مارنا بہت ہی برا فعل اور کبیرہ گناہ ہے، بالفرض ماں

کا اگر قصور وار ہے تو بھی اسے مارنے کا بچوں کو کوئی حق نہیں ہے، نرم گفتاری سے سمجھانا یا اصلاح کے لئے دعا کرنی چاہیئے، نیز والدہ کی ہمدردی میں یا والدہ کی طرفداری میں والد سے لڑنے کے لئے تیار ہو جانا بھی جائز نہیں ہے اگر ایسا موقعہ آجائے تو سمجھا کر نرم گفتاری سے صلح کرانی چاہیئے۔اور اگر صلح نہ ہو اور نوبت جھگڑے تک پہنچ جائے اس وقت بھی والدہ کو مار سے بچا کر علیحدہ کر دینا چاہیئے، اور آپ ان دونوں کو کسی بھی طرح کی تکلیف پہنچائے بغیر یہ کام کرنا چاہیئے۔(عالمگیری:۳۶۵/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۶﴾ طلاق شدہ ماں کو اولاد پال سکتی ہے۔

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، دونوں بیویوں سے اسے اولاد ہے، پہلے والی بیوی کو انہوں نے طلاق دیدی ہے، اس بیوی سے اسے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے جب لڑکے نابالغ تھے تو والد صاحب کے ساتھ رہتے تھے والد صاحب نے بچوں کو اچھی تعلیم دلائی، اب بڑی عمر ہونے کے بعد اور والد کے تجارت وصنعت میں لگانے کے بعد وہ جدا ہو گئے ہیں اور اپنی والدہ کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بالغ لڑکے مطلقہ والدہ کے ساتھ رہ کر انکا گذر بسر چلاتے ہوں اور اس طرح رہنے میں والدہ والد کے کسی طرح کے تعلق میں نہ آتے ہوں تو اس میں حرج نہیں ہے، جائز ہے، طلاق دینے سے یہ عورت اپنے شوہر کے لئے تو اجنبی ہو گئی ہے لیکن لڑکوں کے لئے تو ماں ہی ہے۔

﴿۲۸۳۷﴾ غیر مسلم والدہ کی تجہیز و تکفین کا خرچ اٹھانا

سوال: ایک مسلمان شخص اپنی غیر مسلم والدہ کے انتقال کے موقعہ پر اس کی مذہبی تجہیز و

تکفین میں کس قدر حصہ لے سکتا ہے؟ اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ یہ لڑکا دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غیر مسلم والدہ کے دوسرے اقرباء موجود ہیں اس حالت میں ان کی تجہیز و تکفین میں حصہ نہ لینا ہی بہتر ہے، تاہم والدہ ہونے کی حیثیت سے تجہیز و تکفین کا خرچ اٹھالے تو حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۸﴾ والدین کی اطاعت کب واجب ہے اور کب واجب نہیں؟

سوال: والدین کی اطاعت کب واجب ہے؟ اور کب واجب نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن پاک میں والدین کے ساتھ احسان کرنے، اچھا سلوک کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ کریں ان کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۹﴾ لڑکے کو زندگی میں عاق کرنا

سوال: ایک گاؤں میں ۲۷ سال کا ایک لڑکا شادی شدہ ہے، اور ملازمت کرتا ہے اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا گذر بسر چلا سکے اتنی اسکی ماہانہ آمدنی ہے وہ اپنے والد کی بات نہیں مانتا، والد پر حملہ کرتا ہے گالی دیتا ہے، اور والد کی بے عزتی اور توہین کرتا ہے اس لئے والد نے اسے موروثی مکان سے چلے جانے کے لئے کہا، تو وہ کہتا ہے کہ اس مکان میں رہنے کا میرا حق ہے۔

تو آنجناب بتائیں کہ اس مکان میں رہنے کا انہیں حق ہے یا نہیں؟ والد اسے مکان سے نکال دے تو وہ حق جتا کر اس مکان میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی تعلیمات کے مطابق لڑکے کو اپنے والد کا احترام اور ادب کرنا چاہیئے، والد کی بے ادبی کرنا اور انہیں تکلیف پہنچانا سخت گناہ کا کام

ہے۔ والد اپنے نافرمان بالغ لڑکے کو اپنے سے دور کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، والد کی ذاتی جائداد مال ومتاع اور میراث میں ملی ہوئی جائداد والد کی ذاتی ملکیت ہے، والد کی حیات میں والد اس کے مختار ہیں اور جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں کسی اور کو اس میں کچھ کہنے کا حق نہیں ہے، والد کے انتقال کے وقت جو ورثاء حیات ہوں گے وہ اس کے مالک بنیں گے، اس سے قبل نہیں۔ اس لئے لڑکے کا والد کے نکال دینے کے باوجود نہ جانا اور مکان میں رہنے کا حق جتانا بالکل غلط ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب تربیۃ الاولاد

﴿۲۸۴۰﴾ ماں کے بعد صغیر اولاد کی پرورش کا حقدار کون ہے؟

سوال: عورت کے انتقال کے بعد اس کی صغیر اولاد کی پرورش اور تربیت کا ذمہ دار کون ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: عورت کے انتقال کے بعد اسکی صغیر اولاد کی پرورش کا حق نانی کو ہے، اور نابالغ ہونے کی وجہ سے اس مدت کی پرورش کا خرچ والد کے ذمہ ہے۔ (شامی:۲)

﴿۲۸۴۱﴾ لڑکیوں کے لئے انگریزی تعلیم

سوال: لڑکی کی عمر ۱۴ سے ۱۶ سال کی ہے، اس نے گجراتی اسکول میں ساتویں کلاس پوری کی ہے، اور اسے آگے دو سال اور تعلیم دینے کا ارادہ ہے تاکہ وہ روزمرہ کے مستعمل انگریزی الفاظ کا ترجمہ سمجھ سکے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ مزید دو سال کی تعلیم کے لئے اسے اسکول میں داخل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں جس طرح مردوں کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔ لیکن عورتوں کے لئے انکے جنسی تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے شریعت میں ایک خاص حد مقرر کی گئی ہے، اس حد سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔ اسی میں سے ایک پرائے مردوں کے ساتھ ملنا جلنا

بھی ہے۔

صورت مسئولہ میں ہمارے یہاں ہائی اسکول کی تعلیم لینے میں مذکورہ حدود کی پابندی نہیں ہوتی۔لڑکوں لڑکیوں کا آپس میں ملنا جلنا، استاذ کے سامنے آنا اور بے پردہ رہنا، اور وہاں دی جانے والی تعلیم شکوک سے خالی نہیں۔ نیز اس عمر کی لڑکیاں بالغ ہوتی ہیں، اور اس عمر میں جنسی میلان بھی غلط راستے کی طرف لے جاتا ہے۔اس لئے جائز نہیں ہے بلکہ اگر ماں باپ بھیجیں گے تو وہ بھی گناہ میں شریک ہوں گے۔

اس لئے اگر انگریزی کی تعلیم دینی ہو تو ٹیوشن کا انتظام کر کے گھر میں دی جا سکتی ہے، اور ضرورت کے مطابق دوسری زبانیں بھی سکھائی جا سکتی ہیں، یا دوسری جگہوں کی طرح پردے کے اہتمام کے ساتھ اسکول بھی بھیجا جا سکتا ہے۔بہشتی زیور ۱/۸۵ پر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاح معاملہ بتعلیم نسواں'' عنوان کے ماتحت مذکورہ مسئلہ پر بہت تفصیل لکھی ہے اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

﴿۲۸۴۲﴾ لڑکیوں کی ملازمت اور ان کی تعلیم

سوال: لڑکیوں کو انگریزی کی تعلیم دینا کیسا ہے؟ جو والد اپنی لڑکی کو انگریزی کی تعلیم دلوائے یا ملازمت کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے کالج بھیجے ایسے والد کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شوہر اپنی پڑھی لکھی بیوی کی ملازمت کے لئے اسے کالج بھیجے یا اس سے ملازمت کروائے ایسے شوہر کے لئے کیا حکم ہے؟ نیز عورت کو ملازمت کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسکول یا کالج میں لڑکیوں کو تعلیم کے لئے یا ملازمت کے لئے بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں بہت تفصیل ہے اگر شریعت کے کسی حکم کی خلاف

ورزی نہ ہوتی ہو تو جائز ہے اور اگر خلاف ورزی ہوتی ہو تو ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۳﴾ لڑکیوں کے لئے دار الاقامہ والے مدارس کی بنیاد

سوال: مسلمان لڑکیوں کی مکتب کی تعلیم سے زائد تعلیم کے لئے مدرسۃ البنات کی بنیاد رکھ کر اس میں پانچ سات سال تک دار الاقامہ میں قیام کے ساتھ تعلیم کا انتظام کرنا شرعی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مردوں کے لئے جس طرح زندگی میں آنے والی حالتوں کے لئے شرعی احکام کا سیکھنا ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی دینی احکام کا سیکھنا اور جاننا ضروری ہے، مکتب کی تعلیم سے یہ غرض کامل طور پر پوری نہیں ہوتی، اس لئے جیسے جیسے ضرورت پڑے، ویسے ویسے ضروری عقائد، مسائل اور تدبیر منزل نیز تربیت اولاد اور اپنی ضرورت کے لئے کچھ درزی کا کام وغیرہ بھی سیکھنا چاہئے، اور اسکا انتظام کرنا ممنوع نہیں ہے، لیکن عورتوں کے لئے پردہ اور پاکدامنی کا خاص انتظام کرنا شرعاً ضروری ہے، اور خراب ماحول کا اثر وہ بہت جلد قبول کرتی ہیں، اور اب ان کی عمر بھی مراہق یا بلوغت کی ہوتی ہے، اس لئے پردہ کا مکمل نظم اور نصاب تعلیم ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس سے ان کے قلب پر غلط اثر نہ پڑے اور وہ ماحول کے غلط اثر سے اپنے کو دور رکھ سکیں، اور خود کو محصنات و صالحات میں سے بنا سکیں۔

پرانے زمانوں میں گھروں میں اور اپنے محرموں سے تعلیم حاصل کی جاتی تھی، جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ، علامہ ابن سعطی بعلبکیؒ کی لڑکی اور علامہ کاسانیؒ کی عورت فاطمہ فقیہہ اور صاحب مجمع الانہر کی لڑکی فقہ کی ماہر عالمہ تھی، اور علامہ ابن تیمیہؒ کی جدۂ بزرگوار بڑی

واعظہ تھیں، امام طحاویؒ کی لڑکی حدیث وفقہ کی ماہر فن تھی، اور تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صاحبزادی تصوف کے اعلیٰ مراتب کی حامل تھی۔ وغیرہ وغیرہ

اب آج گھروں کا یہ ماحول نہیں رہا، اور اگر کسی جگہ ہو بھی تو باہر کا ماحول اتنا مسموم ہو چکا ہے کہ کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے مسلمان بچیوں کے لئے الگ سے انتظام کیا جائے، اور مذکورہ بالا تفصیل کا خاص خیال رکھا جائے تو اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ بہتر اور اچھا ہے۔

بخاری شریف میں ایک باب ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے کوئی خاص دن مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں، اور اس باب میں وہ حدیث لائے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے تعلیم دینے والے معلم اور تعلیم حاصل کرنے والوں یعنی بنات کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی خاص انتظام کرنا درست ہے۔ (مکمل تفصیل کیلئے دیکھیں ۲۱/۱، عینی شرح بخاری:۲)

باب الأیمان والنذور

﴿۲۸۴۴﴾ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا اور قسم کا کفارہ

سوال: یہاں ایک شخص نے اللہ، رسول کا نام لے کر یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک میرے گھر والے کھانا نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کو کفارہ دینا ہوگا یا نہیں؟ اور اگر دینا ہوگا تو کونسا؟ اور قسم کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ کا نام لے کر قسم کھائی جب تک میرے گھر والے کھانا نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا، ایسا کہنے سے قسم منعقد ہوگئی، اب گھر والوں کے کھانا کھانے سے قبل یہ شخص کھانا کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ (ہدایہ: ۴۵۸)

حلال چیز کو بغیر کسی سبب کے قسم کھا کر اپنے او پر حرام کر لینا غلط اور برا فعل ہے، لہذا آئندہ ایسی قسم کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے، اور ایسی قسم باقی نہ رکھتے ہوئے توڑ دینی چاہئے اور اس کا کفارہ دیدینا چاہئے، حضرت ابوبکرؓ نے ایک مرتبہ قسم کھالی پھر فوراً قسم توڑ کر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا اور اس قسم کا کفارہ دے دیا، جیسا کہ بخاری شریف اور مشکوۃ شریف کی روایات میں مذکور ہے۔ (مشکوۃ: ۵۴۵، مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۴۸۷/۵)

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، یا دس غریب محتاجوں کو ایک جوڑ اکپڑوں کا دیا جائے یا ایک دن صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے، اور اگر اس میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے کفارہ کی نیت سے رکھیں۔ (ہدایہ: ۴۶۱/۲)

نیز اللہ کی ذات و صفات کے علاوہ کسی کی بھی قسم کھانا جائز نہیں ہے، بخاری شریف (۹۸۳/۲) کی ایک روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس لئے حضور ﷺ کے نام کی قسم نہیں کھانی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۴۵﴾ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

سوال: اللہ پاک نے قرآن پاک میں جا بجا حضور ﷺ کی قسم کھائی ہے، وہ قرآن پاک کی کس سورت میں اور کس آیت میں ہے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی یا انسان کی قسم کھائی ہو تو اسکی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ جس میں سے پارہ ۱۴ کی سورہ حجر میں یہ آیت ہے۔ لَعُمْرُكَ......آپ کی جان کی قسم! اسی طرح دوسری آیتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور انسانوں کی قسم بھی کھائی ہے۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۴۶﴾ قرآن پاک کی قسم کھانا

سوال: یہاں کی بستی والے قرآن پاک کی قسم کھاتے ہیں تو کیا قرآن پاک کی قسم کھانا شرعاً جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: سخت مجبوری کے بغیر قسم نہیں کھانی چاہئے، اور ضرورت ہو تو قسم کھا سکتے ہیں، لیکن اللہ کے ذاتی اور صفاتی ناموں سے ہی قسم کھانی چاہئے، غیر اللہ کی قسم

کھانا گناہ ہے، آج کل کے دستور کے مطابق قرآن کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جائے گی۔(شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۷﴾ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے سے قسم صحیح ہو جائے گی۔

سوال: میں ایک بری عادت کا عادی ہو چکا ہوں، غسل کے وقت شہوت قابو میں نہیں رہتی اور میں مشت زنی کر بیٹھتا ہوں، اس گناہ سے بچنے کے لئے میں نے دو یا تین مرتبہ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر کہا کہ آج کے بعد کبھی بھی میں یہ گناہ کا کام نہیں کروں گا، تاہم شیطانی وساوس اور نفس کے بہکاوے میں آ کر میں نے بہت سی مرتبہ یہ گناہ کا کام کیا ہے، میں نماز کا پابند ہوں اور خدا کا خوف بھی میرے اندر ہے اور مجھے احساس بھی ہے کہ مجھ سے بڑا گناہ ہوا ہے، اس مرتبہ پھر میں نے اس کام سے توبہ کی ہے، لیکن پہلی مرتبہ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر اس گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تھی وہ از روئے فقہ قسم کھانا سمجھا جائے گا؟ اور اس قسم کو توڑنے سے میں حانث ہو جاؤں گا؟ یہاں میری بیوی نہیں ہے، جوانی کے جوش میں میں نے قسم کھا کر میری زندگی برباد کی ہے مجھے خوب پچھتاوا ہو رہا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مشت زنی ناجائز اور حرام ہے، درمختار میں ہے کہ مشت زنی کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے، اس لئے تنہا رہنے کی صورت میں زنا کے گناہ میں پڑنے کا سخت اندیشہ ہو اور اس فعل کے کر لینے سے زنا سے بچ سکتا ہو تو یہ فعل لعنت کا فعل نہیں سمجھا جائے گا، تاہم یہ فعل دینی اور جسمانی اعتبار سے بے حد مضر ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اس لئے قسم کے خلاف

کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، البتہ قسم توڑنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں آتا، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو ایک دن صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے یا ہر ایک کو ایک ایک جوڑا کپڑے دینے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (شامی: ۲، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۴۸﴾ بات بات میں قسم کھانا، قرآن ہاتھ میں لینا

سوال: بات بات میں قسم کھانا، یا سامنے والے کو قسم کھانے کے لئے کہنا اور سچ بات کہنے کے لئے قرآن پکڑنے کے لئے کہنا یا قرآن ہاتھ میں لے کر سچ بولنے کے لئے کہنا کیسا ہے؟ بعض مرتبہ کچھ حضرات جھوٹی بات پر بھی قسم کھاتے ہیں، اور قرآن ہاتھ میں لے لیتے ہیں تو اس میں گنہگار کون کہلائے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مد مقابل کو اپنی بات کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے قسم کھائی جاتی ہے، تاکہ سامنے والا شخص اس بات کو صحیح سمجھے، بات بات میں قسم کھانے کو شریعت نے ناپسندیدہ عمل بتایا ہے اس لئے بات بات میں قسم نہیں کھانی چاہئے جس وقت سخت ضرورت ہو اس وقت ہی قسم کھانی چاہئے، نیز اللہ کا ذاتی نام اور اس کے صفاتی نام کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قسم کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ صرف اللہ کے ذاتی یا صفاتی ناموں کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (مشکوۃ: ۲۹۶)

اس لئے اللہ کے علاوہ قرآن مجید یا کعبہ شریف وغیرہ کسی غیر ذی روح یا ذی روح کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، سخت گناہ کا کام ہے۔ (شامی: ۵۱/۳) البتہ فی زماننا قرآن کی قسم یا قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی جائیگی تو صحیح ہو جائیگی، جھوٹی بات پر جان بوجھ کر قسم کھانے

کوشریعت میں یمین غموس کہتے ہیں، اور یہ قسم کھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ جیسے وہ شخص گناہ میں اور جہنم کی آگ میں غرق ہو گیا، اس لئے ایسی قسم کھانے والے کو چاہئے کہ وہ جلد از جلد اس سے توبہ کرے، بغیر توبہ کے یہ گناہ معاف نہیں ہوتا، نیز اس میں کلام اللہ کی بے عزتی اور بے حرمتی بھی ہے اس لئے ہر شخص کو اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۹﴾ بیڑی نہ پینے کی قسم کھائی تھی اور سگریٹ پی لی تو کفارہ لازم ہوگا؟

سوال: کسی شخص نے بیڑی نہ پینے کی قسم کھائی اور سگریٹ پی لی تو اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیڑی اور سگریٹ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں، چاہے غرض دونوں سے ایک ہی کیوں نہ ہو، اس لئے بیڑی نہ پینے کی قسم کھائی ہے اور سگریٹ پی لی تو قسم نہیں ٹوٹے گی مگر کہیں عرف میں دونوں ایک ہی سمجھی جاتی ہو تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

﴿۲۸۵۰﴾ قسم اور اس کا کفارہ

سوال: ایک شخص نے ایک فعل کے نہ کرنے پر قسم کھائی بعد میں اس سے وہ فعل ہو گیا تو اب اس شخص کو کیا کفارہ دینا ہوگا؟ کفارہ دینے کے بعد اس کے لئے وہ فعل دوبارہ کرنا حلال ہوگا یا نہیں؟ کفارہ کی رقم یتیم خانہ یا کسی مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس فعل کے نہ کرنے پر قسم کھائی اس کے کرنے سے قسم ٹوٹ جائی گی اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا، قسم توڑنے سے قبل کفارہ دیدیا ہو تو وہ کفارہ کافی نہیں ہوگا، قسم ٹوٹنے کے بعد دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ قسم کا کفارہ درج ذیل ہے:

ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا، یا دس مسکینوں کو ایک ایک

جوڑا کپڑے کا دینا، اگر ان تینوں کاموں میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہوتو تین دن کے پے در پے روزے رکھنا۔ (شامی، درمختار: ۸۴/۳)۔ جو زکوۃ کا مصرف ہے وہی قسم کے کفارہ کا بھی مصرف ہے اس لئے جو لوگ زکوۃ کے مستحقین ہیں انہیں قسم کا کفارہ بھی دے سکتے ہیں۔

﴿۲۸۵۱﴾ قسم توڑنے کا حکم

سوال: ایک شخص زانی ہے، اس نے دوسرے کے سمجھانے پر کہا کہ ’’آج کے بعد میں زنا کروں تو میں کافر ہو جاؤں‘‘ یہ کلمات کہنے کے بعد اس سے زنا ہو گیا، تو اب اس شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورت مسئولہ میں قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا، اور اس قول کے معصیت ہونے کے سبب توبہ لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۵۲﴾ قسم ٹوٹنے پر کفارہ دینا ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر وہ بیڑی پیئے گا تو دو دن کے روزے رکھے گا، تو اب کیا ہر مرتبہ جب بھی وہ بیڑی پیئے گا اسے دو دن کے روزے رکھنے لازم ہونگے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اس نے یہ قسم کھائی کہ اب بیڑی پیؤں تو دو روزے رکھوں گا، تو بیڑی پیتے ہی قسم ٹوٹ جائیگی اور دو دن کے روزے رکھنے لازم ہونگے۔ اور اگر یہ قسم کھائی کہ جب جب بھی بیڑی پیؤں تو جتنی مرتبہ بیڑی پیئے گا اتنی مرتبہ دو دو دن کے روزے اس پر لازم ہونگے۔

﴿۲۸۵۳﴾ قسم کا کفارہ کیا ہے؟

سوال: دو بھائیوں میں جھگڑا ہونے کے سبب بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کے گھر کا

کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا، اور کہا کہ میری میت میں تیرا کندھا تیرے اوپر حرام ہے، اور تیری میت میں میرا کندھا مجھ پر حرام ہے، تیرا کھانا مجھ پر حرام اور میرا کھانا تجھ پر حرام۔ بعدہ چھوٹے بھائی کے یہاں شادی بیاہ کا موقعہ آیا تو چھوٹے بھائی نے کھانا بھیجا تو بڑے بھائی نے کھالیا، تو کیا اب کفارہ لازم ہوگا؟ نیز چھوٹے بھائی کو قسم دی ہے تو چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا کھانا کھاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بڑے بھائی کا انتقال ہوجائے تو چھوٹا بھائی اس کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہوجائے تو بڑا بھائی اس کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بڑے بھائی نے قسم کھائی تو یہ قسم ان پر منعقد ہوگئی اور اس قسم کے خلاف کرنے پر بڑے بھائی کو کفارہ دینا ہوگا، کفارہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

ایک غلام کا آزاد کرنا یا دس غریب مستحقین کو ایک جوڑا کپڑے کا دینا یا دس غریب مستحقین کو ایک دن دو وقت بھر پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے رکھنا۔ (ہدایہ، شامی)

کسی دوسرے کے آپ پر قسم باندھنے سے جب تک آپ قسم نہ کھاؤ قسم منعقد نہیں ہوتی، نیز جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں (مثلاً: چھوٹے بھائی کے گھر کا کھانا، اچھے تعلقات وغیرہ) ان کو قسم کھا کر اپنے اوپر حرام کرنا سخت گناہ کا کام ہے، اس لئے قسم توڑ کر کفارہ دیدینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۵۴﴾ نیت کرنے سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے؟

سوال: میری بیوی جب بیمار ہوئی تھی اس وقت میں نے نیت کی تھی کہ اگر میری بیوی

شفایاب ہو جائے گی تو میں ایک بکرا صدقہ کروں گا، اس کے بعد میری بیوی تندرست ہو گئی، لیکن میں نے صدقہ نہیں کیا، بکرا خریدنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا لیکن اتفاق سے بکرا ملا ہی نہیں، اس کے بعد میری بیوی کا انتقال ہوگیا، تو میں اب اس مذکورہ بکرے کا صدقہ کروں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فقط صدقہ کی نیت کی ہو اور نذر کی نیت نہ کی ہو تو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، لہٰذا آپ کو اختیار ہے کہ صدقہ کریں یا نہ کریں، اگر کروگے تو بہتر کہلائے گا، اور اگر منت مانی ہو کہ میری بیوی تندرست ہو تو اللہ کے واسطے بکرا صدقہ کروں گا اور اس کے بعد بیوی تندرست ہوگئی تو بکرے کا صدقہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یعنی نذر پوری نہ کریں تو یہ واجب تمہارے ذمہ باقی ہی رہے گا۔ (شامی)

﴿۲۸۵۵﴾ کیا منت ماننا اللہ کو لالچ دینا ہے؟

سوال: اگر کسی کا کوئی کام اٹکا ہوا ہو، اور وہ اسے اللہ کے یہاں پورا کروانا چاہتا ہو، یا کوئی بیمار ہو یا کسی کی اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ اللہ سے منت مانتا ہے کہ یا اللہ میرا فلاں کام ہو جائیگا یا یہ بیمار تندرست ہو جائیگا یا اس کے یہاں اولاد آئیگی تو میں تین روزے رکھونگا یا نفل نماز پڑھوں گا یا صدقہ کرونگا وغیرہ وغیرہ۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو گویا اللہ کو لالچ دینا ہوا کہ میرا فلاں کام ہو جائیگا تو میں تیرے لئے یہ یہ کام کرونگا، اور ایسی عبادت میں اخلاص بھی نہیں ہوگا، حالانکہ شریعت میں منت ایک عبادت ہے یعنی منت ماننے کو جائز بتایا گیا ہے تو اللہ کی طرف سے اس حکم کے پیچھے بندہ کو کیا سبق دینا مقصود ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... منت بھی عبادت ہے، اور کوئی بھی عبادت اللہ کے

فائدہ کے لئے نہیں ہوتی، وہ ذات ہر چیز سے بے نیاز ہے، اللہ الصمد کے لئے جو عبادت کی جاتی ہے اس سے خود عبادت کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، معبود کو فائدہ نہیں ہوتا، اس لئے منت ماننا اللہ کو لالچ دینے کے معنی میں ہے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، شیطانی وسوسہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۵۶﴾ روزانہ روزہ رکھنے کی منت ماننے کے بعد پورا کرنا دشوار ہو تو کیا کرے؟

سوال: ایک شخص کا کورٹ میں مقدمہ چل رہا ہے، اور مقدمہ میں بار بار تاریخ پر تاریخ بدلتی رہتی ہے تو اس شخص کی بیوی نے جس کا مقدمہ چل رہا ہے یہ نذر مانی ہے کہ جب تک ہمارے حق میں فیصلہ نہیں ہوجاتا اس وقت تک میں روزہ رکھوں گی۔ اور روزہ رکھتے ہوئے اسے تیرہ دن ہوگئے اور وہ پریشان ہوگئی اور ابھی اس کے بچے بھی چھوٹے ہیں۔ تو آیا جب تک فیصلہ نہیں ہوجاتا وہاں تک یہ روزہ رکھتی رہے یا یہ منت توڑ کر کفارہ دیدے۔ اس کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت نے جن الفاظ سے نذر مانی ہے اول ان الفاظ کا جاننا ضروری ہے، نذر کے لئے جن الفاظ کا تکلم کیا جاتا ہے وہ الفاظ استعمال کر کے یہ کہا ہو کہ میں اللہ کے لئے نذر مانتی ہوں تو نذر منعقد ہوجائے گی، اور جیسا کہا ہے اسکے مطابق ان کے حق میں جب تک فیصلہ نہ ہو روزہ رکھنا ضروری ہے، اور اگر صرف اتنا ہی کہا ہو کہ جب تک ہمارے حق میں فیصلہ نہ ہو وہاں تک روزہ رکھوں گی تو اس سے نذر یا قسم منعقد نہیں ہوگی، صرف وعدہ اور ارادہ ہی کے حکم میں ہے جسے پورا کرنا واجب اور نہ پورا کرنے پر گناہ نہیں ہوگا، اور اگر قسم کا لفظ استعمال کیا تو قسم منعقد ہوجائیگی اور اس کے مطابق نہ کرنے کی

صورت میں قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔
اب اگراوپر ذکر کرنے کے مطابق نذر یا منت کے الفاظ کا تکلم کیا ہے تو نذر صحیح ہوگئی اور اتفاق سے روزہ نہ رکھ سکتی ہوتو ہر روزہ کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار غلہ روزہ کے فدیہ میں غریبوں میں صدقہ کرتے رہنا پڑیگا۔(شامی:۵۲۳/۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۵۷﴾ بکرے کی منت مانی پھراس کی جگہ قیمت دینا صحیح ہے؟

سوال: جس وقت حکومت نے ہماری زمین ''ایکوائر'' کی تھی اس وقت ہم نے نذر مانی تھی کہ اگر یہ زمین ہمیں واپس مل جائے تو ہم سات بکروں کا صدقہ کریں گے،اب زمین ہمیں واپس مل گئی ہے تو اب کیا بعینہ سات بکروں کا صدقہ کرنا ضروری ہے؟ یا اندازہ لگا کر ان کی قیمت کا اناج یا کپڑے وغیرہ غریبوں میں تقسیم کرنا بھی درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورتِ مسئولہ میں زمین کے واپس مل جانے سے منت پوری کرنا ضروری ہوگیا،لہٰذا سات بکروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت یا ان بکروں کی صحیح قیمت غریب محتاج (جوزکوٰۃ کے حقدار ہیں) کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔(شامی ج:۳، ص:۷۰-۶۹)(امدادالفتاویٰ)

باب مایتعلق بالعلاج والرقیۃ والسحر

﴿۲۸۵۸﴾ سونے کے دانت کا حکم

سوال: مرد کے لئے کتنا تولہ سونا پہننا جائز ہے؟ ہمارے یہاں ایک عالم پیش امام ہیں جنہوں نے اپنے دانت میں تقریباً ۱۰۰ گرام سے ۱۵۰ گرام سونا لگوایا ہے تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں کے لئے سونا پہننا اور سونے کی بنائی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے، چاہے سونا کم ہو یا زیادہ، لیکن اگر دانت بنانے کے لئے یا جوڑنے کے لئے سونا استعمال کیا جائے تو مجبوری کی بناء پر جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۴،ص:۱۰۲) لہٰذا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

﴿۲۸۵۹﴾ دانت میں سونے کا غلاف چڑھانا

سوال: دانت میں سونے کا غلاف چڑھانا یا سونے کے تار سے دانت کو باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ عذر اور غیر عذر دونوں حالتوں کا کیا حکم ہے؟

اور حضور ﷺ کے زمانہ میں کوئی ایسا قصّہ پیش آیا تھا؟ ایک قصہ سنا کہ ایک صحابی نے چاندی کا دانت یا ناک بنوایا تھا تو حضور ﷺ نے اس صحابی کو مشورہ دیا کہ سونے کا بنوالو، کیا یہ قصہ صحیح ہے؟ ہمارے یہاں کے ایک مولانا صاحب یہ قصہ بیان کر کے دانت میں سونا لگوانے کو جائز قرار دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق مولانا صاحب کا کہنا صحیح ہے، زمانۂ جاہلیت میں ''کلاب'' نامی جگہ میں لڑائی کے وقت عرفجہ بن سعدؓ نامی

صحابی کا ناک کٹ گیا تھا تو انہوں نے چاندی کا ناک بنوایا تھا، لیکن جب اس میں سے بدبو آنے لگی تو آپ ﷺ نے انہیں سونے کی ناک بنوانے کا مشورہ دیا۔ (بذل المجہود ج:۵،ص:۱۸۷ ابوداؤد شریف ص:۲۲۵) مذکورہ حدیث کے مطابق امام محمدؒ بوقت ضرورت دانت کو سونا یا چاندی کا بنوانے کی اجازت دیتے ہیں۔ (دیکھئے شامی ج:۵،ص:۲۳۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۰﴾ سونے کے دانت لگوانا

سوال: کیا سونے کے ایک، دو یا مکمل مصنوعی دانت پہننا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۶۱﴾ خون دینے کے متعلق شرعی حکم

سوال: خون دینا کیسا ہے؟ کوئی شخص زندگی کے آخری مرحلہ میں ہو اور اسے خون کی ضرورت ہو تو خون دینا کیسا ہے؟ کوئی صحیح و تندرست شخص بلڈ بینک میں خون جمع کروائے تو کیسا ہے؟ غیر مسلم کو خون دے سکتے ہیں؟ یا غیر مسلم کا خون لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... کسی بھی شخص کی جان بچانے کے لئے خون چڑھانے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہ ہو تو مجبوری اور اضطراری حالت کی وجہ سے جائز ہے، اور اس وقت اگر مفت خون نہ ملتا ہو تو خرید کر بھی چڑھا سکتے ہیں، مسلم اور غیر مسلم کے خون سے اس حکم میں کوئی فرق پڑتا نہیں ہے۔

انسانی اعضاء اور اس کی اندرونی چیزیں قابلِ احترام ہیں لہٰذا ان کو بیچنا جائز نہیں ہے، نیز خدائی امانت ہونے کی وجہ سے کسی کو بطورِ بخشش بھی نہیں دیا جا سکتا لہٰذا اضطراری حالت

کے بغیر کسی بھی مسلمان کے لئے بلڈ بینک میں خون دینا یا بیچنا جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔ (جواہر الفقہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۲﴾ ایک شخص کی کِڈنی (گُردا) کسی دوسرے کو دینا

سوال: ایک نوجوان لڑکا ہے اس کے دونوں گردے خراب ہو چکے ہیں، ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے کہ اگر اس کے ماں باپ یا بھائی، بہن میں سے کوئی اسے ایک ایک گردا (کِڈنی) دے تو اسے نئی زندگی ملنے کی امید ہے۔

سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا دوسرے کی ضرورت کے لئے کسی کی کِڈنی (گردا) نکال سکتے ہیں؟ ایک انسان کی زندگی بچ سکتی ہو تو ایسے حالات میں شریعت کی جانب سے کوئی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر جان بچنے کی اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ ہو اور کسی کا گردا (کڈنی، Kidney) بعد میں مل سکتا ہو تو مجبوری و اضطراری حالت کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا، اضطراری حالت کے بغیر دوسرے کو اپنا گردا (کِڈنی) دینا یا بیچنا یا ان امور کے لئے نکلوانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۳﴾ آپریشن سے جنس تبدیل کروانا

سوال: آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا بہت ہی آگے نکل چکی ہے، فی الحال مغربی ملکوں میں ایسے آپریشن بھی ہوتے ہیں کہ جن سے جنس تبدیل کر سکتے ہیں بہت سے مرد عورت بن جاتے ہیں، اور انہیں اولاد بھی ہوتی ہیں اسی طرح بہت سی عورتیں مرد بھی بن سکتی ہیں، تو میرا ایک دوست بھی اس سے متاثر ہو کر ایسا آپریشن کروانا چاہتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا

شریعت اس چیز کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انسان کی پیدائش کے وقت وہ جس جنس میں پیدا ہوا وہی حالت معتبر ہوگی اور وہی فطری حالت کہلائے گی، اگر مرد بن کر پیدا ہوا تو جنس مرد اور اگر عورت بن کر پیدا ہوا تو جنس عورت میں شمار ہوگا، اس جنس و حالت کے اندر تبدیلی کرنا اور کروانا جائز نہیں ہے، اور اس طرح کرنا فطرتِ خداوندی میں ردو بدل کرنے کے برابر ہے، شریعت نے مرد کو عورت کے ساتھ اور عورت کو مرد کے ساتھ مشابہت سے بھی منع فرمایا، اور ایسا کرنے یا کرانے والوں پر لعنت کی گئی ہے، اللہ سے کبھی غلطی نہیں ہوسکتی کہ غلطی سے اس طرح پیدا ہوگیا ہو، بلکہ ہر ایک نومولود کے لئے کچھ خاص حدود و مقاصد مقرر ہوتے ہیں جن کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ انسانوں کو پیدا کرتا ہے جو علیم و بصیر ہے، لہٰذا اس طرح تبدیلی کرنے سے مقصد بدل جاتا ہے، اور بلا کسی عذر کے انسانی بدن کو چیرنا پھاڑنا نیز ستر کھولنا وغیرہ لازم آتا ہے جو کہ گناہ کے کام ہیں لہٰذا بلا کسی عذر کے ستر کھولنا اور آپریشن کروانا وغیرہ ناجائز ہے، لہٰذا کوئی خاص عذر نہ ہو تو آپ کے دوست کا اس طرح آپریشن کروانا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۶۴﴾ انجکشن کے ذریعہ رحم مادر میں منی پہونچانا

سوال: ایک عورت کی شادی کو پانچ سال ہوئے لیکن بچے نہیں ہوتے، ڈاکٹروں نے طویل علاج و معالجہ کے بعد آخری تدبیر کے طور پر یہ بتایا کہ اس کا شوہر استمناء بالید (ہاتھوں کے ذریعہ منی نکالے) کے ذریعہ منی نکالے اور لیڈیز (lady) ڈاکٹر اس منی کو انجیکشن کے ذریعہ عورت کے رحم میں داخل کرے، یہ آخری طریقہ و تدبیر ہے، تو مذکورہ

تدبیر اور مسئلہ کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے، ممکن ہے کہ گناہ یا حرام ہو؟۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اولاد دینا یا نہ دینا اللہ کی طاقت و مرضی کی بات ہے اور اس کے جائز و ناجائز تمام طریقہ اختیار کرنے سے اولاد تو ہو سکتی ہے، لیکن ناجائز طریقہ سے حاصل ہونے والی اولاد میں خیر و برکت نہیں رہتی، اور مزید یہ کہ گناہ ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں دو گناہ کے کام ہیں:

(۱) ایک تو مرد کا اپنی منی اپنے ہاتھ سے نکالنا جس کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت کا لفظ آیا ہے (۲) بغیر مجبوری کے عورت کا اپنے ستر کو دوسرے کے سامنے کھولنا، اور اس بارے میں حدیث شریف میں لعنت کا لفظ آیا ہے، لہٰذا حصولِ اولاد کی تمنا پوری کرنے کے لئے دو دو ملعون کاموں کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۶۵﴾ آنکھ و دیگر اعضاء انسانی کا ڈانیشن (Donation) اسلامی نقطہ نظر سے

سوال: بعد سلام مسنون: فی الحال ایک اسلامی اخبار میں آنکھوں کی تبدیلی کے سلسلہ میں ایک مضمون نظر سے گذرا، جس کا موضوع تھا ''آنکھوں کی بخشش (Donation) اسلامی نکتۂ نظر سے'' اس میں دلائل اور فتاویٰ سے اس کے جواز کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز اور اسلامی طریقہ کے مطابق ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آنکھوں کا ٹراسپلانٹ (تبدیلیٔ اعضاء، Transplant) یا انسانی. عضاء کی پیوندکاری کے کل تین طریقے ہیں:

(۱) مذکورہ اعضاء کی جگہ طبی و سائنسی طریقہ سے دوسرے کسی دھات میں سے اعضاء بنا کر لگانا جیسے کہ آنکھوں کی پتلی کے لئے کونٹا کٹ لینز (contactlens) یا مصنوعی ہاتھ وغیرہ

لگوانا یا ایسے ہی دوسرے کسی طریقہ سے لگانا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عرفجہؓ نے سونے کا ناک بنوایا تھا۔

(۲) دوسرا طریقہ کسی جانور کے اعضاء کو استعمال کرنا یہ طریقہ بھی جائز ودرست ہے جانوروں کی پیدائش سے مقصود ہے ان سے فائدہ اٹھانا، جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اور ماہرین سائنسدان اسے کامیاب بنانے میں مشغول بھی ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا دونوں صورتیں اور طریقے بلا کسی شک وشبہ کے جائز ہیں۔

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء کو دوسرے شخص کے اعضاء میں استعمال کرنا جیسے کہ کسی کی کڈنی (گردا)، آنکھ، دل کو کسی دوسرے شخص کے جسم میں منتقل کرنا، لگانا، یہ طریقہ ناجائز وحرام ہے؛ اس لئے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم اور اشرف بنایا ہے، اور **ولقد کرمنا بنيٓ آدم**۔ (الاسراء:۷۰) کا خطاب ولقب دیا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے بلکہ اس کے پاس یہ اللہ کی امانت ہے، لہٰذا انسان اس میں تصرف نہیں کرسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ یہ کیا جائے تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح بیع وشراء کا مال وسامان ہو جاتا، جیسا کہ آج کل اخبارات میں گردے وغیرہ کو بیچنے کے اشتہارات چھپتے رہتے ہیں، فقہ کی کتابوں میں اس کی مختلف مثالیں موجود ہیں، مثلاً خلاصۃ الفتاویٰ ج:۴، ص:۳۶۳ پر ہے کہ کوئی شخص اضطرار کی حالت میں ہو اور بھوک کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور جان بچانے کے لئے کوئی مردار جانور بھی نہ مل سکے اس موقع پر اگر کوئی شخص پیش کش کرے کہ میرے جسم میں سے کوئی حصہ نکال کر اسے کھالو اور اپنی جان بچالو، تب بھی اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس عورت پر لعنت کی گئی ہے جو

دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں استعمال کرے، لہٰذا یہ طریقہ ناجائز وحرام کہلائے گا۔ شراب کی حرمت کی جو آیات ہیں ان میں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا گناہ اس کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح ٹرانسپلانٹ میں فوائد کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اعضاءِ انسانی کی پیوندکاری''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۶۶﴾ مرض کے متعدی ہونے کا عقیدہ

سوال: ماہرین عصری علوم ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر متعدی مرض والا شخص ہو، جیسے: کھجلی، ٹی بی (.T.B) طاعون، کالرا (ہیضہ) وغیرہ تو ایسے شخص سے زیادہ میل جول نہیں رکھنا چاہئے اور ان کے کھانے کے برتن بھی علیحدہ رکھنے چاہئے کہ جس کی بناء پر دوسرے شخص کے جسم میں یہ مرض متعدی نہ ہو اور دوسرا شخص اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائے۔

ایک مسلمان بھائی جو دین کی تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھتا ہے اس کا کہنا ہے کہ اسلام میں فقط ایک مرض ''جذام'' کے علاوہ کسی بھی مرض والے مریض کے متعلق تعدی کا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے، نہ تو ان سے دور رہنا چاہئے اور نہ ان کے برتن کو علیحدہ رکھنا چاہئے، فقط ایک ہی مرض ''جذام'' جس کو انگریزی میں (leprosy) کہتے ہیں، جس میں یہ علامت ہوتی ہے کہ مریض کے ہاتھ پیر کی انگلیوں کے گوشت جھڑنے اور گرنے لگتے ہیں، ایسے شخص کے برتن علیحدہ رکھنے چاہئے، اور جہاں تک ہو سکے اس سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے، اس جذام کو ڈاکٹر لوگ بھی متعدی مرض مانتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ عقیدہ غلط ہے کہ کسی بھی متعدی مرض والے انسان سے میل جول نہ رکھے اور یہ کہ اس کے کھانے کے برتن

الگ رکھے جائیں، نیز کیا یہ عقیدہ صحیح ہے کہ جذامی شخص سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے، اوران کے کھانے کے برتن الگ رکھے جائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ: **لا عدوی ولا طیرة ولا ھامة۔** (بخاری شریف) مذکورہ حدیث کی بناء پر اسلامی عقائد کے مطابق جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو وہاں تک کسی بھی مریض کے ساتھ میل جول رکھنے سے دوسرا شخص اس مرض میں مبتلا نہیں ہوتا ہے، اور وہ مرض متعدی نہیں ہوتا، بلکہ مرض کے متعدی ہونے کا عقیدہ تو زمانۂ جاہلیت کے عقائد میں سے ہے، لہٰذا اسلام نے ایسے عقائد سے منع کیا ہے۔ (دیکھئے بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص: ۳۹۱)

﴿۲۸۶۷﴾ دواء میں الکحل (alcohol) ہوتو

سوال: آج کل طبیب اور ڈاکٹر بیماری میں جو ادویات لکھ دیتے ہیں ان میں سے اکثر دواؤں میں الکحل ہوتا ہے، اب اگر دواء کے ضمن میں ہزاروں لوگوں کے پیٹ میں الکحل جاتا ہے، تو کیا کریں؟ بسا اوقات انسان کو شدید مجبوری لاحق ہوتی ہے تو اس وقت الکحل استعمال کرنے کے بارے میں ہمارا مقدس دین اس سلسلہ میں کیا کہتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: اگر دواؤں میں شراب یا الکحل ملایا گیا ہوتو جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہئے، البتہ ضرورت یا مجبوری ہو اور اس دواء کے بغیر دوسری ادویات سے فائدہ نہ ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کے وقت حصولِ صحت کے لئے ان ادویات کا استعمال جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا، طاقت وقوت کے لئے ان ادویات کا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ (شامی ج:۱، ص:۱۴۰)

﴿۲۸۶۸﴾ دواء میں الکحل ملایا ہوتو؟

سوال: جس ٹانک یا دواء میں الکحل ملایا گیا ہو اس دواء یا ٹانک میں مقدار الکحل... فیصد کے اعتبار سے مذکور ہوتا ہے، تو ایسی دواء یا ٹانک پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس دواء کو پاک شمار کیا جائے گا یا ناپاک؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہاں تک ہو سکے اس ٹانک یا دواء سے بچنا چاہیئے جس میں شراب یا الکحل ملائی گئی ہو، لیکن اگر سخت مجبوری ہو یا یہ کہ مذکورہ الکحل ''مشارب اربعہ'' یعنی کشمش اور کھجور سے بنایا گیا نہ ہو، سبزی یا ایسی ہی دوسری اشیاء سے بنایا گیا ہو تو ایسی ملاوٹ والی ادویات کے استعمال کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۹﴾ ہومیو پیتھک (Homeopathic) دوائی کا استعمال

سوال: ہامیو پیتھک دوائی جس میں کچھ حصہ شراب کا ملایا جاتا ہے اس سے علاج کروانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس دوائی میں شراب کا حصہ ہو اس دوائی کا استعمال نہ کرنا بہتر ہے، البتہ مجبوری ہو اور اس دوائی کے علاوہ دوسری کسی دوائی میں اس بیماری سے شفا نہ ہو یا کسی مسلمان ڈاکٹر کا مشورہ ہو تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۷۰﴾ انجکشن کے ذریعہ پرائے مرد کی منی رحم میں پہونچانا

سوال: ایک مسلمان میاں بیوی بچہ کی نعمت سے محروم ہے، ڈاکٹروں نے انہیں ایک جدید طریقۂ علاج کا مشورہ دیا ہے وہ یہ کہ پرائے مرد کی منی کو بذریعہ انجیکشن عورت کی فرج کے

راستہ سے اس کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے، اور اس سے بچہ پیدا ہونے کا قوی امکان ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح علاج کروانا ازروئے شرع کیسا ہے؟ کیا یہ زنا کے حکم میں تو نہیں ہے؟ اور پیدا ہونے والے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت مانا جائے گا یا نہیں؟ وہ بچہ اس شوہر کی میراث سے حصہ پائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بچہ کی نعمت حاصل کرنے کے لئے مذکورہ علاج کروانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے، البتہ یہ عورت مرد کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے عورت کو اگر کوئی حمل ٹھہرتا ہے اور شوہر اس حمل کا انکار نہیں کرتا تو اس بچہ کا نسب اس شوہر ہی سے ثابت مانا جائے گا، اور یہ بچہ شوہر کے مال سے اس کا بچہ ہونے کی حیثیت سے میراث کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ (شامی)

یہ طریقہ اگر چہ زنا کے حکم میں نہیں ہے، تاہم اجنبی مرد کے سامنے شرمگاہ کھولنا، اجنبی کا مس کرنا وغیرہ امور گناہ ہونے کے سبب یہ طریقہ حرام کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۱﴾ آیات قرآنیہ وادعیہ ماثورہ کے علاوہ دیگر رقیہ سے علاج کا حکم

سوال: ایک مسلمان باپو (عامل) ہے اور وہ لوگوں کو پانی پر کچھ پڑھ کر دم کر دیتا ہے۔ اور ان کا خیال ہے کہ اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو مذکورہ شخص سے جو لوگ شفاء کے لئے پانی لاتے ہیں اس کا استعمال کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ شخص قرآن شریف یا حدیث شریف میں بتلائی گئی دعاء یا اللہ کے پاک اسماء پڑھ کر دم کر دے تو ایسا پانی لانا اور شفاء کے لئے پینا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اللہ کے اسماء اور اللہ کی

صفات اور قرآنی آیات وادعیہ ماثورہ کے علاوہ کوئی اور رقیہ ہو اور وہ عربی کے علاوہ دوسری کسی زبان میں ہو اور ایسا اعتقاد بھی ہو کہ بغیر کسی شک وشبہ کے اچھا ہی ہو جائے گا تو یہ ممنوع ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ قرآنی آیات یا حدیث شریف میں بتائی گئی دعاؤں کے ذریعہ دم کیا گیا ہو تو ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز ہے، اور شفاء دینے والا تو اللہ ہی ہے اس کا کامل عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ سوال میں ایک لفظ ''باپو'' بھی ہے اس کا مطلب ولی اللہ ہوتا ہے، جیسا کہ ہماری اصطلاح میں مشہور ہے تو اس کے لئے مذکورہ شخص کے عقائد واعمال کو جاننا بھی ضروری ہے، اگر اس کی حالت شریعت کے احکام کے مطابق ہو اور سنتوں کی مکمل پابندی کرتا ہو اور کبیرہ گناہوں سے بچتا بھی ہو تو ایسا شخص اللہ کا ولی ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔

﴿۲۸۷۲﴾ سادھو، تانترک سے تعویذ گنڈا کروانا

سوال: آج کے دور میں کچھ جاہل مسلمان، بھوت، خبیث اور ناپاک جن کے علاج کا تعویذ گنڈا غیر مسلم سادھو، تانترک سے کرواتے ہیں اور ان کے کہنے کے مطابق بلاء دور کرنے کا ناپاک علاج کرواتے ہیں، جس میں کبھی کبھی خلاف اسلام اور ایمان سے خارج کر دینے والے اعمال ہوتے ہیں، اور تعویذ لینے والے ان سادھوؤں کے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہیں، تو کیا ازروئے شریعت ان سادھو، تانترک سے علاج کروانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تعویذ اور عملیات میں اگر کفر وشرک کی باتیں ہوں جن سے ایمان میں خلل آتا ہو تو ایسے تعویذ گنڈوں سے علاج کروانا بالکل ناجائز اور حرام ہے، اور ان کفریہ عملیات پر یقین رکھنے سے ایمان خارج ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۳﴾ جھاڑ پھونک سے علاج اور اس کے معاوضہ کی شرعی حیثیت

سوال: کچھ لوگ عــامــل کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، کبھی کسی شخص کو جنات کا اثر ہو جاتا ہے یا جن اس کے بدن میں داخل ہو جاتا ہے (عملیات یعنی تعویذ کے فن میں مریض پر جنات حاضر ہوتے ہیں، اس کو حاضری کہتے ہیں۔ واللہ اعلم) تو وہ تعویذ اور عملیات سے اس کا علاج کرتے ہیں، اور اس تعویذ کے عوض کچھ رقم لیتے ہیں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ روپیوں کے عوض اس علم کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز سننے میں آتا ہے ہے کہ جس کو حاضری آتی ہے تو وہ بے وقت بری موت مرنے والوں کی سات روح ہوتی ہے، تو کیا اچانک کسی حادثہ میں مرنے والے کی روح اس طرح کسی کے بدن میں داخل ہوسکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جائز طریقہ کے مطابق تعویذ کرنا اور اس پر رقم لینا بلا شبہ جائز اور درست ہے، صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی جھاڑ پھونک کر کے روپئے لینے کا حدیث شریف میں ثبوت ہے، لہذا دھوکہ بازی یا غیر شرعی طریقہ کے مطابق تعویذ اور عمل نہ کیا ہو اور اس میں کفر وشرک کی باتیں نہ ہوں تو اس طرح تعویذ بنا کر دینا جائز ہے۔

حاضری آتی ہے وہ بھی جنات اور خبیث شیطان ہی ہوتے ہیں اور وہ غلط بیانی سے کسی بھی شخص کا نام لے لیتے ہیں، اس لئے یہ فلاں مردے کی روح ہے ایسا سمجھنا غلط ہے، نیز بعضے وقت یہ حاضری نہیں ہوتی بلکہ ذہن کی خرابی یا کمزوری سے بھی ایسا ہوتا ہے، لہذا یہ چیز حقیقت میں حاضری ہے یا نہیں؟ یہ متعین کرنا بھی ہر تعویذ دینے والے کے بس کی بات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۴۷۸۴﴾ بے پردہ عورتوں اور غیروں کو تعویذ دینا کیسا ہے؟

سوال: ایک مولانا صاحب ہر بیماری کے علاج میں اور ہر ضرورت کے پورا ہونے کے لئے تعویذ دیتے ہیں، مسلمان مرد اور عورتیں اور غیر مسلم بھی ان سے تعویذ لینے آتے ہیں، مسلمانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں تعویذ لینے زیادہ آتی ہیں، اور وہ پردہ میں نہیں ہوتیں، مولانا صاحب ہر ایک کو تعویذ دیتے ہیں، اور کچھ لوگوں کے مکانات پر دعا کرنے اور عمل کرنے جاتے ہیں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تعویذ دینا اور دعا کرنا منع نہیں ہے، لیکن بے پردہ عورتوں کے روبرو ہوکر دعا کرنا، انہیں تعویذ دینا اچھی بات نہیں ہے، عالم کی شان کے خلاف ہے، اور شریعت کے پردہ کے حکم کے پیچھے ایک خاص مقصد ہے، اس فتنہ سے بچانے کے لئے پردہ کا حکم ہے اور اس فتنہ میں مبتلاء ہونے کا ہر ایک کے لئے اندیشہ ہے، نیز غیر قوم نصاریٰ وغیرہ کو تعویذ نہیں دینی چاہئے، اس لئے کہ وہ ناپاک قوم ہے، ان کو تعویذ دینے سے اللہ کے پاک کلام کی بے ادبی ہوتی ہے، اور ان کے مکانات پر عمل کے لئے جانا بھی نہیں چاہئے، مولانا صاحب تعویذ کے عوض روپے نہیں مانگتے البتہ آنے والے کچھ نہ کچھ دے کر جاتے ہیں، مولانا صاحب اسے قبول کر لیتے ہیں، امامت کی تنخواہ کے علاوہ مولانا صاحب اس پیشہ میں اچھے خاصے روپے کما لیتے ہیں، بے پردہ عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر دعا کرنا، نصاریٰ اور غیر مذہب والوں کو تعویذ دینا اور ان کے مکانات پر جانا اور کوئی اس کام کے عوض کچھ دے اس کا لینا وغیرہ امور از روئے شریعت جائز ہیں یا نہیں؟ نیز بے پردہ آنے والی عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے والے عالم کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسماء الٰہیہ سے یا کلام الٰہی سے یا اوراد مسنونہ سے تعویذ کرنا اور اس پر اجرت لینا بلا شبہ جائز اور درست ہے، لہٰذا امام صاحب کا تعویذ دینا اور بخوشی کچھ دینے والے کا ہدیہ قبول کرنا شریعت اور منصب امامت کے خلاف نہیں ہے، صحابہ کرامؓ کا ایک غیر مسلم قوم کے سردار کا سورۂ فاتحہ پڑھ کر علاج کرنا حدیث سے ثابت ہے، البتہ بے پردہ عورتوں سے خلوت میں آنا خلاف شریعت اور ان کے منصب کے مناسب نہیں ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

﴿۲۸۷۵﴾ عامل کی پرہیزی کی حقیقت

سوال: ہمارے یہاں ایک بچہ کو پاگل کتے نے کاٹ لیا، اس کا ڈاکٹری علاج کروایا گیا، اور تعویذ وغیرہ بھی جاری ہے، عامل نے گوشت، مچھلی، بیضہ اور دودھ کھانے سے منع کیا ہے، اور کسی کے کفن ودفن اور زیارت میں گھر کے کسی فرد کو شریک ہونے سے منع کیا ہے، اور کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو اس کے یہاں بھی سوا مہینہ تک نہ جانے کا حکم دیا ہے، نیز یہی لوگ یعنی جن کے یہاں موت ہوئی ہے اور جن کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ لوگ ان کے گھر نہ آئیں تو اس قسم کی پرہیزی عامل نے بتائی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اور عامل کا ان باتوں سے پرہیز کرانے کا کوئی فائدہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عامل نے جو پرہیزی بتائی ہے اس کا تعلق اس کے عمل سے ہوسکتا ہے، اسلام کے ساتھ اس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، میت کے جنازہ میں شریک ہونا اور اس کا کفن ودفن کرنا یہ میت کا اسلامی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۶﴾ شوہر کو مطیع بنانے اور تابع کرنے کا تعویذ بنانا

سوال: ہمارے مسلم معاشرہ میں کچھ عورتیں شوہر کو اپنا مطیع بنانے اور تابع کرنے کے لئے تعویذ، گنڈے اور قسم قسم کے عملیات کرواتی ہیں، شکر پر کچھ پڑھوا کر شوہر کو کھلا دیتی ہیں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان تعویذوں کا شوہر پر کوئی اثر ہوسکتا ہے؟ اور جن تعویذ وعملیات سے دوسرے کو نقصان ہوتا ہو ایسا تعویذ اور عمل کرنا کیا اسلام میں جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت شوہر کو اپنا مطیع بنانے اور اپنے تابع کرنے کے لئے جو تعویذ وغیرہ سے علاج کرواتی ہے اسکی مختلف حیثیتیں ہیں۔

اگر اس تعویذ وعمل میں کوئی کلام یا عمل شرکیہ ہو یا اس میں شیطان سے مدد لی جاتی ہو یا وہ سحر کی قبیل سے ہو کہ جس کے اثر سے یہ شخص اپنے آپ کو مغلوب سمجھتا ہو تو ایسا عمل بالکل جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

اور جس عمل میں شوہر مغلوب نہ ہوتا ہو صرف اس کے دل میں بیوی کی محبت آتی ہو اور اس تعویذ وعمل میں کوئی کلام یا عمل کفریہ یا شرکیہ نہ ہو یا کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جس کا معنیٰ معلوم نہ ہو تو ایسا تعویذ بنانا جائز ہے۔ (شامی: ۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۷۷﴾ سحر کی حقیقت

سوال: (الف) جادو کسے کہتے ہیں؟

(ب) عاملین حضرات جب کسی مریض کا علاج کرتے ہیں تو اس مریض پر جادو وغیرہ کس شخص نے کیا ہے، کیا وہ اس بات کو معلوم کر لیتے ہیں؟

(ج) اگر بالفرض نام معلوم ہوتا ہو تو یہ ظنی ہے، (یعنی غالب گمان کی وجہ سے ہوتا ہے) یا

قطعی (یعنی یقینی طور پر نام صحیح ہوتا ہے)، صحیح حقیقت کیا ہے؟

(د) اگر بالفرض نام معلوم ہوجاتا ہوتو جس شخص پر جادو کیا گیا ہے، (یعنی مریض) اس کو یا اس کے عزیز واقارب کو جادو کرنے والے کا نام بتانا کیسا ہے؟ یا یہ کہ ایسا جملہ کہنا، مثلاً: آپ کے رشتہ داروں میں سے کسی شخص نے جادو کیا ہے، یا آپ کے خاندان والوں میں سے یا دوستوں میں سے کسی نے جادو کیا ہے، کہنا جس کی وجہ سے اس مریض کے اور اس کے گھر والوں کے دل، خاندان والوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے متعلق بدظن ہو، ان کے رشتہ میں دراڑ پڑ جائے اور کبھی بڑے جھگڑے کا ذریعہ اور سبب بھی بن جاتا ہو۔

نوٹ: سوال ''ج'' کا جواب اگر ''قرآن وحدیث'' کے بعد کسی متبع شریعت عامل کی تحقیق و حوالہ سے ہوتو زیادہ بہتر ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......(الف) جادو کو عربی میں سحر کہتے ہیں اور علامہ شامیؒ نے سحر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **هو علم يستفاد منه حصول ملكة نفسانية يقتدر بها علىٰ افعال غريبة لاسباب خفية۔** (۱/۱۳۴) عرف عام میں جادو ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جس میں جنات وشیاطین کے عمل کا دخل ہو اس لئے اس کو بغیر ضرورت کے سیکھنا یا اس پر عمل کرنا ناجائز اور حرام ہے، **قال الشامی تعلمه و تعليمه حرام۔** (۱۳۴) اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں جیسا کہ علامہ شامیؒ نے اس کی قسمیں بتائی ہیں اور معارف القرآن میں اس کی پوری تفصیل اور وضاحت موجود ہے دیکھ لیا جائے،

(ب) عاملین حضرات میں سے جنہوں نے اس علم کو کما حقہ حاصل کیا ہے وہ معلوم کر لیتے ہیں، لیکن وہ حتمی اور یقینی نہیں ہوتا، باقی آج کل تو عاملین **حاطب الليل** کی طرح ہوتے

ہیں انہیں خود بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

(ج) یہ صرف ظنی اور وہمی ہوتا ہے۔

(د) معلومات کا یہ طریقہ ظنی اور وہمی ہے اور اس طرح اشارۃً، کنایۃً بتانے سے قطع رحمی اور دوسرے اختلافات اور جھگڑے بھی ہوتے ہیں اس لئے جادو کرنے والے کا نام بتانا جائز نہیں ہے۔

ما یتعلق بضبط التولید واسقاط الحمل

﴿۲۸۷۸﴾ مجبوری کے بغیر اسقاط حمل ناجائز ہے

الجواب وباللہ التوفیق حامداومصلیا...... اسلام ایک جامع اور مکمل مذہب ہے اور قیامت تک کے لئے جو احوال اور واقعات دنیا میں انسان کو پیش آئیں گے ان سب کے احکام قرآن وحدیث میں اور اسی کو بنیاد بنا کر فقہاء نے کتابوں میں تفصیل سے ذکر کئے ہیں، انہیں میں ایک بچہ کو پیدائش سے روکنا یا پیدا ہو گیا تو اس کو ضائع کر دینا یا قتل کر دینا بھی ہے ،اسلام ان ساری تدبیروں کو ناپسند کرتا ہے اور بعض طریقوں کو ناجائز اور حرام گردانتا ہے۔

اس کے برخلاف اولاد کی زیادہ پیدائش کو اور نکاح بھی ایسی عورت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جس سے اولاد زیادہ ہونے کی امید ہو، مشکوۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ جس میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرو جو زیادہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور شوہر کے ساتھ زیادہ محبت کا برتاؤ کرنے والی ہو کہ تمہاری کثرت سے میں پہلی امتوں پر فخر کروں گا۔

حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں بچہ نہ ہونے کے لئے ایک طریقہ رائج تھا جس کو عزل کہا جاتا ہے اس میں عورت سے صحبت کرتے وقت جب منی نکلنے کا وقت ہو اس وقت منی باہر نکال دی جاتی تھی، حدیث میں آتا ہے کہ بعض لوگوں نے اس کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے اجازت تو مرحمت فرمادی، مگر پسند نہیں کیا اسی طرح بعض صحابہ نے خصی ہونے کی اجازت مانگی تو حضور اقدس ﷺ صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمادی، جب مرد اور عورت صحبت کرتے ہیں اور مرد کی مادہ منویہ عورت کے مادہ منویہ سے مل

جاتے ہیں تو بچہ کی تخلیق کے مراحل شروع ہو کر حمل کے ایام شروع ہو جاتے ہیں۔ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ پہلے چالیس دن نطفہ پھر چالیس دن علقہ پھر مغضہ بنتا ہے، پھر ایک فرشتہ کو اللہ تعالی چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے وہ اس کے لئے لکھتا ہے اعمال اور زندگی کے دن روزی اور نیک بخت کہ بد بخت پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ یہ حدیث مشکوۃ شریف اور بخاری مسلم شریف میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ کی عمر ماں کے پیٹ میں ایک سوبیس دن (۴۰ دن) پورے کر لیتی ہے تو تقریبا تخلیق بھی سب مراحل سے گذرر کر ایک انسانی جسم میں روح بھی آجاتی ہے اب یہ سوال کہ اسقاط حمل کرانا جائز ہے یا نہیں؟ تو اسکے متعلق احکام الامداد جلد ۴ رص ۲۰۲ پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا ایک فتوی نقل کرتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں:

اگر تخلیق فن سے حمل میں جان پڑنا محتمل ہو جب تو مطلقا حمل گرانا حرام اور موجب قتل نفس ذکیہ ہے اور اگر جان نہیں پڑتی سو اگر کوئی عذر صحیح ہوتا تو اسقاط جائز تھا لیکن چونکہ کوئی عذر نہیں ہے، لہذا نا جائز ہوگا گو قتل کا سا گناہ نہیں مگر خود یہ فعل بھی معصیت ہے اور آئندہ کے لے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر کرنا بھی مذموم ہے، مگر وہ ملامت میں کم ہے۔ خلاصہ یہ کہ سب میں اشد حمل حی کا اسقاط اور اس سے کم غیر حی (روح پڑنے سے پہلے) اسکا اسقاط اور اس سے کم مانع قتل کا استعمال۔ حضرت تھانوی نے جو تفصیل لکھی ہے اس کو وضاحت کے ساتھ فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار (شامی) ص ۴۲۹ ج ۶ اور ص ۴۷ ۳ ربصراحت درج کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مانع حمل دوا کا اسی طرح کسی دوسری چیز کا استعمال کرنا کسی

معقول اورشرعی عذر کی اور مجبوری کی وجہ سے ہوتو یہ طریقہ ناپسندیدہ اور مکروہ تو ہے مگر مجبوری کی وجہ سے جائز ہے اسی طرح حمل ٹھہر گیا مگر ابھی تخلیق پوری نہیں ہوئی اوراوراس میں جان بھی نہیں پڑی تو ایسی حالت میں کراہت زیادہ ہوگی مگر معقول مجبوری کی وجہ سے اسقاط حمل کرانے کی شریعت کی طرف سے اجازت ہوگی اور تخلیق پوری ہوجانے اور جان پڑ جانے کے بعد ناجائز اور حرام اور ایک معصوم جان کے قتل کرنے کا گناہ ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوسکتا ہے۔اب رہی یہ بات کہ معقول اورشرعی عذر کیا ہے؟ اگر اس حمل سے ماں کی جان کوخطرہ ہو یا پہلے جو بچہ پیدا ہو چکا ہواس کونقصان یا مضرت ہوغیرہ باقی اس وجہ سے اسقاط کرایا جائے کہ بچے بہت ہو چکے ہیں یا ان کی پرورش میں تنگی ہوگی اب اولاد کی ضرورت نہیں ہے وغیرہ باتیں نفسانی اور شیطانی بہکاوا ہے شرعی عذر نہیں ہے ۔اور جو چیز شرعا ناجائز حرام اور مکروہ ہوتو اس کام میں مدد کرنا یا کروانا بھی قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق ''گناہ اور سرکشی کے کام میں اعانت مت کرو'' کی وجہ سے درجہ بدرجہ ڈاکٹر بھی گنہگار رہوں گے۔فقط واللہ اعلم

﴿۲۸۷۹﴾ فیملی پلاننگ مذہبی نقطہ نظر سے

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انسانوں کو پیدا کیا، اوران کی دنیا وآخرت کی فلاح و بہبودی کے لئے انبیاء کومبعوث فرما کر راہ راست کی ہدایت فرمائی، اور لاکھوں درود وسلام نازل ہواس نبیٔ آخرالزماں پر کہ جن کی اتباع وتعلیم میں دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے اور انکے متبعین اور تمام امت محمدیہ پر۔اما بعد!

دنیا میں دونوں طرح کے کام ہورہے ہیں، نیک کام بھی ہورہے ہیں اور برے کام بھی ہو

رہے ہیں، دنیا میں نیکوکار بھی ہیں اور بدکار بھی ہیں، اور رہتی دنیا تک یہ سلسلہ تو جاری رہے گا، لیکن بڑی خرابی یہ ہے کہ کسی برے فعل کو مذہب کا نام دے کر نیکی سمجھ کر کیا جائے، زنا، سرقہ، شرب خمر معصیت کے کام ہیں لیکن انہیں جائز سمجھ کر کرنے والا یا کروانے والا دہرے گناہ کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح خاندانی منصوبہ بندی کو بھی جائز سمجھ کر کرنے والے پر بھی یہی حکم عائد ہوتا ہے۔

یہ فتویٰ اس مقصد کے پیش نظر لکھا جا رہا ہے کہ امت محمدیہ مفاد پرست، دنیا دار علماء کی رہبری میں غلط کام کو جائز سمجھ کر اپنی عاقبت برباد نہ کرے، اور ہر مسلمان شریعت کے حکم سے ناواقف نہ رہے، باقی ہدایت وتوفیق تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے، مَن يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىْ وَمَن يُضْلِلْ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔

نوساری، سورت، عالیپور، نانا پونڈھا اور کچھولی وغیرہ مختلف مقامات سے قدرے جملوں کے فرق کے ساتھ ایک ہی طرح کا سوال پوچھا گیا، جس کا جواب شریعت کی روشنی میں میری ناقص فہم سے جو کچھ سمجھ میں آیا وہ میں نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو یہی مقصود ہے، اللہ تعالیٰ اس میں حصہ لینے والوں، تعاون کرنے والوں نیز ہر ایک کو دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے، اور عمل کی توفیق عطا فرماوے، یہی دلی دعا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

سوال: کچھ دنوں قبل صوبہ گجرات کی خاندانی منصوبہ بندی محکمہ احمد آباد کی طرف سے جامع مسجد دہلی کے نائب امام صاحب سید عبداللہ بخاری کا فتویٰ شائع کیا گیا ہے، جس میں برتھ (Birth control) کنٹرول کو جائز اور اسلامی نقطہ نظر سے صحیح بتا کر برتھ کنٹرول

کروانے کی اپیل کی گئی ہے۔

تو کیا برتھ کنٹرول اسلامی نقطہ نظر سے صحیح ہے؟ اور ایسا آپریشن کروانے کی اجازت ہے؟ اگر یہ ممنوع ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اور نائب امام صاحب کے فتوے کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

امید ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف اور فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... برتھ کنٹرول کے لئے خصی کروانا یا کوپر ٹی رکھوانا یا مانع حمل یا مسقط حمل دوائی وغیرہ کا استعمال کرنا اسلامی روایات و اسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہے، کچھ خاص مجبوری میں شریعت کی طرف سے اجازت بھی ہے، مثلاً: حاملہ ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہو، یا عورت اتنی کمزور ہوگئی ہو کہ وہ حمل کا بوجھ نہ اٹھا سکتی ہو اور اس کی وجہ سے اسکی جان جانے کا اندیشہ ہو یا گود میں بچہ دودھ پیتا ہو اور حمل رہنے سے اس بچہ کے دودھ پر اثر آتا ہو تو ان حالات میں جب تک یہ مجبوری رہے عورت کی رضامندی سے مانع حمل کوئی تدبیر اختیار کرنا جائز ہے، ہمیشہ کے لئے آپریشن کرانا یا خصی ہو جانا ان حالات میں بھی جائز نہیں ہے، موجودہ زمانہ میں فیشن پرست اور ملحدین نے جو عادت بنالی ہے وہ ناجائز اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

کوئی شخص دین میں نئی بات ایجاد کرے یا مسئلہ سے لاعلم ہونے کی وجہ سے یا نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے حلال کو حرام بتائے یا حرام کو حلال بتائے یا ناجائز کو جائز یا جائز کو ناجائز بتائے تو اس فتوے کی وجہ سے وہ چیز حلال یا حرام نہیں ہو جاتی، شریعت کے کسی بھی

حکم کو اپنی مرضی کے مطابق بدلنے یا اس میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اسلامی شریعت مکمل ہے، دوسرے مذاہب کی طرح اس میں حذف و اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، کسی بھی مسئلہ کا حکم جاننا ہو تو اسے اول کتاب اللہ میں تلاش کریں گے وہاں نہ ملے تو حدیث شریف میں اور وہاں بھی نہ ملے تو فقہ کی معتبر کتابوں میں اسکا حل تلاش کیا جائیگا، کسی کی ذاتی رائے قرآن وحدیث کے مطابق ہو تو عمل کے لائق ہے اور اگر ان کے خلاف ہو تو وہ قابل تردید اور قابل ترک اور گمراہی ہے۔

جامع مسجد دہلی کے نائب امام صاحب کے نام سے آپ نے جس پمفلیٹ کا حوالہ دیا ہے اس میں برتھ کنٹرول کی اپیل کی گئی ہے، اور مذہبی نقطہ نظر سے اسے صحیح بتایا گیا ہے، لیکن اس میں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی، صرف ملحدین کے طرز پر تین وجوہات سے استدلال کیا گیا ہے۔

۱......آبادی کی کثرت سے زمین پر رہائش کی تنگی ہوگی۔

۲......اولاد کی کثرت سے کھانے پینے میں تنگی ہوگی۔

۳......اوران کی تعلیم بہتر نہیں ہو پائے گی۔ وغیرہ وغیرہ

اسلامی تعلیمات ان وجوہات کے یکسر مخالف ہے، بلکہ اجتماعی طور پر خاندانی منصوبہ بندی کے عمل کو ناجائز اور حرام بتاتی ہے اور انفرادی طور پر کچھ حالات میں بوجہ مجبوری کچھ گنجائش کی صورتیں بھی بتائی ہیں، اس لئے بغیر مجبوری کے فیملی پلاننگ کروانا جائز نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں (اسلام کے ظاہر ہونے سے قبل کا زمانہ) بھی کچھ غلط مقاصد سے یہ خاندانی منصوبہ بندی ہوتی تھی، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت بیان کرتے

ہوئے اس فعل سے بچنے کی تاکید کی ہے، پارہ: ۸ سورۂ انعام میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ: ترجمہ: تمہاری اولاد کو فقر کی وجہ سے قتل نہ کردو، ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی، اور گناہ کے کام جو ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ شروع میں عرب حضرات مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل کردیتے تھے، اس لئے کہ مفلسی کے ڈر سے جب ہمیں کھانا نہیں ملتا تو بچوں کو کہاں سے کھلائیں گے، نیز سورۂ اسراء کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم: ترجمہ: مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۲۴)۔

دونوں آیات میں فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں موجودہ فقر کی وجہ سے وہ قتل کرتے تھے اور دوسری آیت میں مستقبل میں مفلس ہونے کے ڈر سے قتل کرتے تھے، ان دونوں وجوہات کا غیر معتبر ہونا قرآن سے معلوم ہوگیا۔

جاہل اہل عرب اور آج کے ترقی یافتہ دور کے پلاننگ میں فرق صرف یہ ہے کہ وہ پیدا ہونے کے بعد قتل کردیتے تھے یا زندہ درگور کردیتے تھے اور آج ان سے ایک قدم آگے بڑھ کر پیدا ہونے پر ہی روک تھام لگائی جارہی ہے، دونوں فعلوں کے پس پشت ایک ہی مقصد وارادہ کارگر ہے، صرف ترکیب عمل میں فرق ہے، بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں

شریک ہوتے تھے اور نفسانی خواہش ہمیں پریشان کرتی تھی تو ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے اجازت طلب کی کہ کیا ہم خصی ہو جائیں؟ تا کہ ہمہ تن متوجہ ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرما دیا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی، اے ایمان والوں جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اسے اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اس آیت اور واقعہ سے یہ بات تو ثابت ہو ہی گئی کہ فیملی پلاننگ یہ حد سے تجاوز میں داخل ہے اور ناجائز اور حرام ہے، علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں **وھو محرم بالاتفاق**، خاندانی منصوبہ بندی بالاتفاق حرام ہے۔

زمانہ جاہلیت میں جو دوسرا طریقہ مروج تھا اسے اصطلاح میں عزل کہتے ہیں، جماع میں انزال کے وقت منی باہر خارج کی جاتی تھی تا کہ بچہ پیدا نہ ہو۔

احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس فعل کو بھی ناپسند فرمایا ہے، البتہ ضرورت کے پیش نظر اس سے منع نہیں کیا گیا، تاہم اس میں بچہ ہونے اور استقرار حمل کا امکان باقی رہتا ہے اس لئے یہ ممنوع نہیں ہے اور عورت کی اجازت سے جائز ہے، احادیث کی کتاب میں اس کی تفصیلی بحث مذکور ہے۔

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک میں ہے کہ صحابہ کے درمیان اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ جیسے کبار صحابہ اس سے منع کرتے تھے۔

محدثین اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عزل یہ نسل کی کمی کا باعث ہے اور آپ ﷺ نے کثرت امت کی ترغیب دی ہے، دوسرا یہ کہ تقدیر پر ایمان نہیں رہتا۔ (ملاحظہ

فرمائیں:۴۴۳۳/۴) مشکوۃ شریف:۲۶۷/۲ میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو، اس لئے کہ کل قیامت کے دن میں تمہاری کثرت پر (دوسری امتوں کے مقابلہ میں) فخر کروں گا۔

محدث ابن ہمامؒ نے فتح القدیر (۴۳۴/۲) میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایک حسین و جمیل، اعلیٰ نسب، اور مالدار عورت نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، لیکن اسے بچے نہیں ہوتے کیا میں اس سے نکاح کروں؟ تو آپ ﷺ نے منع فرمایا، وہ شخص دوبارہ آیا اور اس نے دوبارہ پوچھا، حضور ﷺ نے منع فرمادیا، پھر سہ بارہ آیا اور یہی کہا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو کہ کل تمہاری کثرت پر میں فخر کروں گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان جیسی دوسری بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برتھ کنٹرول اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ امت میں خوب اضافہ ہو اور انسانی نسل باقی رہے، اسی لئے فقہاء مجرد رہ کر نوافل میں مشغول ہونے سے نکاح کرنے کو افضل سمجھتے ہیں۔ (شامی، بحر، فتح القدیر وغیرہ)

اگر کسی کو یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ اس آپریشن سے جماع پر تو قدرت باقی رہتی ہے، صرف استقرار حمل نہیں ہوتا، اس لئے یہ جائز ہونا چاہئے، اس کا جواب قرآن شریف نے دیا ہے کہ نکاح کا مقصد صرف شہوت کا پورا کرنا نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد حصول اولاد ہے، اس لئے اگر اولاد نہ ہو تو یہ صرف خواہش کا پورا کرنا ہوا اور یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ

میں ہے:

فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّهُ لَكُمْ : اب تم عورتوں سے ہم بستر ہواور جو اللہ نے تمہاری تقدیر میں لکھا ہے اسے تلاش کرو، یعنی لوح محفوظ میں اللہ نے تمہارے لئے جو اولاد لکھ دی ہے اسے جماع کے ذریعہ حاصل کرنے کا ارادہ ہونا چاہئے، صرف شہوت پورا کرنا مقصود نہیں ہونا چاہئے۔

جن تین وجوہات کے سبب خاندانی منصوبہ بندی کی اپیل کی گئی ہیں یا کر رہے ہیں کہ وہ رہیں گے کہاں؟ کہاں سے کھلائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان وہی ہے جو اللہ کو قادر مطلق اور رزاق سمجھتا ہو، قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ** ۔

ترجمہ: بیشک اللہ ہی روزی دینے والا اور زبردست قوت والا ہے، نیز بارہویں پارہ کی پہلی آیت میں فرمایا: **وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ** ۔ ترجمہ: زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے مگر اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے، اور وہ اس کے رہنے کی اور دفن ہونے کی جگہ جانتا ہے، ہر ایک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے یعنی ہر شخص کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں رہے گا؟ کیا کھائے گا؟ کیسی زندگی گذارے گا؟

اور مرنے کے بعد کہاں دفن ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ ہر چیز اللہ تعالیٰ شروع سے جانتے ہیں اور ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے، جیسا کہ مرقاۃ میں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے، اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کی تقدیر اسکی پیدائش سے ۵۰۰۰ سال قبل لکھ دی تھی۔ (مشکوۃ شریف: ۱۹/۱)

قرآن شریف میں ہے: اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا۔ ترجمہ: شیطان تم سے غربت کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں بری باتوں کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتے ہیں۔

نیز دوسری آیت میں شیطان کے عمل کو اس طرح بیان کیا گیا: وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ترجمہ: میں آدم کی اولاد کو امر کروں گا پھر وہ اللہ کی تخلیق کو بدل دینگے۔

کیا آپریشن کروا کر نسل کشی کرنا اللہ کی قدرت کو بدلنا نہیں ہے؟ کیا یہ شیطان کی اتباع نہیں ہے؟ دنیا میں آنے والی ہر چیز کا خالق و پالنہار اللہ ہے، وہ رب العالمین ہے، تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ رب کے معنی ہوتے ہیں شروع سے اخیر تک آہستہ آہستہ پالنے والا اور کمال تک پہنچانے والا، اسی لئے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے رب کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وہی اللہ پالنہار ہے اس نے دانت دئے ہیں تو دانہ بھی وہی دیگا، وہ اللہ اتنا کریم ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہو اسکا انتظام وہ وقت سے پہلے ہی کر دیتا ہے انسانوں کو دانہ پانی ہوا وغیرہ جتنی چیزوں کی ضرورت تھی، ہر چیز کی تخلیق اس نے انسانوں سے پہلے ہی کر دی، اس کے بعد حضرت آدمؑ کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نہایت ہی کریم ہے اس کے خزانے وسیع ہیں، اور ہر انسان کو اس کی روزی پہنچانے سے اسکے خزانوں میں ذرہ برابر کمی آنے والی نہیں ہے، اس لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہوگی اتنی چیزیں اپنی مہربانی سے وہ ضرور عطا کرے گا، چھوٹے بچہ کے لئے اس نے پہلے ماں کے پیٹ میں رحم دانی بنائی ایک مقررہ

مدت تک بچہ کو اسمیں رکھا، تین اندھیریوں کے بیچ اسے روزی پہنچائی، پھر جب پیدا کیا تو بچہ میں دانہ چبانے کی قوت نہیں تھی تو اس کے لئے ماں کے پستانوں میں دودھ پیدا کیا، اور جب دانہ چبانے کی قوت آگئی تو دانت بنائے، ایسا ہی چرند پرند اور دیگر مخلوقات کے لئے بھی یہ مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے انتظام اور قدرت میں سر مارنے کے بجائے اس نے جس مقصد کے لئے ہمیں پیدا کیا ہے اس میں محنت کرنی چاہئے، نیز اللہ تعالیٰ نے موت بھی تو پیدا کی ہے اس لئے پیدا ہونے کے ساتھ موت بھی ہو رہی ہے تو بھیڑ بھی کم ہوتی رہتی ہے، اگر کسی جگہ کسی وقت ولادت کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال دیتا ہے۔ مثلاً: پہلے لوگ بیل گاڑے یا گھوڑا گاڑی میں سفر کرتے تھے اس وقت مشینری اور پیٹرول کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا، بعد میں ترقی ہوئی اور لوگ موٹر گاڑی اور ہوائی جہاز میں سفر کرنے لگے تو زمین سے بے انتہاء پیٹرول اللہ نے نکالا، اسی طرح کوئی شخص اندازہ لگائے کہ آج زمین پر اتنے لکڑے ہیں اور روزانہ اتنے لکڑے لوگ جلاتے ہیں تو اتنی مدت میں تو لکڑے ختم ہو جائیں گے اس لئے دن میں ایک ہی مرتبہ محدود لکڑے ہی جلانے چاہئے تو یہ کھلی ہوئی بیوقوفی کہلائے گی۔

اور لکڑوں پر ہی مدار نہیں رہا، گیس اور الیکٹرک چولھوں سے بھی کام چل رہا ہے، اسی طرح مصنوعی ریشم، نائلون وغیرہ ایجاد کرنے کی عقل اور سمجھ دے کر انسان کے ہر مسئلہ کا حل اللہ تعالیٰ نے مکمل کر دیا ہے اسی طرح روٹی کا مسئلہ بھی حل کر دے گا۔

برتھ کنٹرول میں تعداد ۵۵۰۰۰ تو بتائی ہے لیکن مرنے والوں کی تعداد نہیں بتائی، تو کیا

۵۵۰۰۰ میں سے تھوڑے بھی نہیں مرتے، بڑے ہو کر بھی کیا ہمیشہ زندہ ہی رہیں گے، اگر ایسا ہی ہوتا تو آج دنیا میں رہنے کے لئے جگہ بھی نہ ہوتی! کیا انسان کی منی میں بچہ ہونے کی صلاحیت رکھنے والے جراثیم ایک دو ہی ہوتے ہیں؟ اطباء سے دریافت کر لیجئے گا تو معلوم ہو جائیگا کہ ان میں سے ہر جراثیم سے بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا، ایک یا دو ہی کیوں ہوتے ہیں؟ ایسی کوئی طاقت ہے جو دوسرے جراثیم کو رحم دانی میں ختم کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ رحم دانی میں ایک وقت میں تمام جراثیم پھل نہیں سکتے، اس لئے ہر ایک کو زندہ نہیں رکھتے۔

اسی طرح جب وہ جان لے گا کہ انسانوں کے رہنے کے لئے زمین تنگ ہو رہی ہے تو وہ اسکا بھی انتظام کریگا، تنگی سے قبل اس کی فکر میں پڑ کر خلاف قدرت عمل نہیں کرنا چاہئے، نیز ایران جیسے زلزلہ میں یا مغربی گجرات کی ریل میں یا دوسرے وبائی امراض میں یا جنگ میں چند منٹوں میں جو ہزاروں کی تعداد میں انسان مرتے ہیں اور منٹوں میں سینکڑوں شہر اور دیہات ویران ہو جاتے ہیں اس سے کون ناواقف ہے۔

اللہ اور تقدیر پر اعتماد نہ کرنے والا بے ایمان شخص ہی اس ارادہ سے برتھ کنٹرول کروا سکتا ہے، یعنی ایسا خلاف قدرت کام کرنے والا شخص اسلامی تعلیمات کے خلاف کام کر رہا ہے، اس لئے مسلمانوں کو اسمیں مذہبی رو سے حصہ نہیں لینا چاہئے، اور ما بعد الموت زندگی کی مصیبت مول نہیں لینی چاہئے، جو شخص مذکورہ ارادوں سے اس تحریک میں حصہ لیگا وہ فاسق کہلائیگا، اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کہلائیگا، نیز (وہ یعنی امام) حرام کو حلال بتانے والا ہونے کے سبب وہ معاشرتی بائکاٹ کے لائق ہے۔

یہاں تک جو برائیاں بیان کی گئی ہیں وہ مذہبی نقطہ نظر سے ہیں، معاشرتی اور مالی نقطہ نظر سے بھی اس میں فائدہ سے زیادہ برائیاں ہیں، اس موضوع پر بہت سی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں، تاہم اخباروں میں آنے والے مضامین سے قاری لاعلم نہیں ہوگا۔

برتھ کنٹرول جس طرح اسلام میں ممنوع ہے اسی طرح عیسائی پادری بھی اس سے منع کرتے ہیں، پوپ پال چھٹے کا اختلاف تو مشہور ہے اور اپنے مذہب کی خاطر وہ استعفیٰ دینے تک کے لئے رضامند ہے، اور (وہ یعنی امام) یہاں رسول مقبول ﷺ کے لاڈلے دین پر دنیا کو ترجیح دے رہا ہے۔ (اللھم ارحمنا

پوپ پال نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں فیملی پلاننگ کے لئے کارگر مصنوعی طریقوں سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ آپریشن سے لے کر دوائیوں تک کے تمام علاج غلط ہیں، انہوں نے شادی شدہ لوگوں سے درخواست کی ہے کہ اگر وہ زیادہ بچے پیدا کرنا نہ چاہتے ہوں تو اس کا علاج صبر (جماع نہ کرنا) ہے، اس کے علاوہ تمام علاج کے نتائج بہت ہی برے ہیں، مصنوعی علاج سے زنا عام ہوگا، مرد عورت کو محض خواہش کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنے لگے گا۔ (دیکھیں مسلم گجرات)

اور دوسری خبر (مسلم گجرات، شمارہ نمبر: ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ) درج ذیل ہے۔

ایک اٹلی کے سائنسداں پروفیسر کارلوسرتاری نے بتایا کہ مانع حمل دوائیاں لینے والی عورتوں کا سر بار بار دکھتا ہے، ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، ان کا بچوں سے تعلق کم ہو جاتا ہے، ان دوائیوں سے ان کے اندرون بدن میں بھی کمی زیادتی ہوتی ہے، یہ دوائیاں لینے والی ۱۰۰ عورتوں میں ۶۰ عورتیں سر کے درد سے پریشان ہیں، یعنی شرعی نقطہ نظر کے ساتھ

ساتھ ماہرین کے پیش نظر بھی اسمیں بہت سی برائیاں ہیں، اس لئے مسلمانوں سے خاص طور پر اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے ہیں اس لئے ان کی تعلیم کو فروگذاشت کرتے ہوئے یا غلط بیانی میں پھنس کر یہ کام نہ کریں۔

اب ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ خود کو مسلمان کہنے والے اسلامی ممالک میں بھی برتھ کنٹرول ہورہا ہے اس لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی اسے اپنانا چاہئے، تو اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ ہم مذہب میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، کسی ملک یا پیشوا کی اتباع نہیں کرتے، اس لئے قرآن وحدیث کے حکم پر ہی عمل کریں گے، چاہے پوری دنیا ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے خلاف ہو، ہر گناہ کی سزا اسے ہی بھگتنی پڑے گی، اس لئے اگر وہ حقیقتاً اسلامی حکم کے خلاف عمل کرتے ہونگے تو وہ گنہگار ہوں گے اور قیامت کے دن ان سے پوچھ ہوگی، یہ عقلمندی نہیں ہے کہ وہ اگر خلاف اسلام کوئی عمل کرتے ہوں تو ہمیں بھی وہ فعل کرنا چاہئے، وہ اگر نماز نہ پڑھتے ہوں یا داڑھی نہ رکھتے ہوں، حسین عورتوں اور شراب نوشی میں مست رہتے ہوں تو کیا ان کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی شریعت کا حکم توڑ کر ان کی اتباع کرنی چاہئے؟ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے: **لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق** (مشکوۃ:۳۲۱)۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے، وہ حضرات مغربی تمدن کے رنگ میں رنگے ہوئے ہونے کی وجہ سے اور زمام اقتدار ان کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ہم ان کی بات نہیں مانتے، ورنہ وہاں کے دیندار، متبع شریعت علماء اس سے بے انتہاء نفرت کرتے ہیں اور اس کا اختلاف بھی کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح

جواب میں جو تفصیل اور وضاحت بیان کی گئی ہے وہ آج کے دور کے اعتبار سے نہایت ہی ضروری اور کارآمد ہے، اس کے پڑھنے کے بعد فیملی پلاننگ کی مذہبی نقطہ نظر سے کیا کیا خرابیاں ہیں وہ ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا اللہ اور اس کی قدرت کے متعلق جو عقیدہ خراب ہونے کا امکان تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا، اور مسلمانوں کا عقیدہ صحیح ہو جائے گا، نیز اس قدر عام فہم زبان میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر مع دلائل اس سے قبل نہیں لکھا گیا، فتنہ جس قدر سخت اور مضبوط ہو مقابلہ بھی اس قدر مضبوط ہونا چاہئے، اس لئے جتنا زیادہ ہو سکے اس کی اشاعت میں حصہ لینا چاہئے۔ واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع و المآب۔ کتبہ: اسماعیل محمد گوراراندیری۔ صدر مفتی دارالافتاء، ڈابھیل

﴿۲۸۸۰﴾ مرد کے لئے کنڈوم پہننا

سوال: عورت کی اجازت سے عزل کرنا درست ہے تو اسی حکم پر قیاس کرتے ہوئے کنڈوم پہننا مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ضرورت ہو اور عقیدہ بھی صحیح ہو تو کنڈوم پہن سکتے ہیں لیکن بہتر نہیں ہے، اور اگر اس عقیدہ سے پہن رہا ہو کہ بچے ہونگے تو انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ جیسا کہ کچھ بے دین حضرات ایسا خیال کرتے ہیں تو اس عقیدہ سے کنڈوم پہننا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۱﴾ نسبندی کا آپریشن کروانا

سوال: ایک شخص حافظ قرآن ہے، اس کی عمر ۳۵ سال ہے، وہ شادی شدہ ہے، اور اللہ

کے فضل سے اسکے سات بچے ہیں، یہ شخص فی الحال مدرسہ پڑھاتا ہے اور امامت کراتا ہے، اس کی بیوی حاملہ ہے، اور اسے نیا بچہ آنے والا ہے، اب یہ شخص اپنا برتھ کنٹرول کا آپریشن کروانا چاہتا ہے تو کرواسکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ خود کروائے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ اپنا آپریشن نہ کروائے اور عورت کا آپریشن کروائے تو خرچ زیادہ ہونے کا امکان ہے، اور غریب شخص ہے اس لئے خود آپریشن کروالے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... زیادہ بچے ہونگے تو کھلائیں گے کہاں سے؟ یا رہنے کے لئے مکان نہیں ملے گا؟ یا ایسے ہی دوسرے کسی سبب سے آپریشن کروانا جائز نہیں ہے، اور اسلامی عقیدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور ایمان جانے کا خطرہ ہے لہذا بغیر سخت مجبوری کے مرد یا عورت کو آپریشن کروا کر بچے ہونے کے امکان کو بند نہیں کروانا چاہئے، ایسا کرنا گناہ ہے، شرعی اصطلاح میں ایسے شخص کو فاسق کہتے ہیں، اور جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے وہاں تک اسکی امامت مکروہ تحریمی سمجھی جائیگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۲﴾ کمزور عورت آپریشن کرواسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: ایک عورت کمزور ہے، اور کمزوری کے سبب بار بار ٹی بی کا اثر ہوتا ہے، یہ حالت چار سال سے ہے، اطباء کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس عورت کا فیملی پلاننگ کا آپریشن نہیں کروائیں گے تو عورت کی جان جانے کا خطرہ ہے، اور عورت بھی پریشان ہوگئی ہے، دوائی بھی نہیں پی سکتی تو کیا فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا اس عورت کے لئے جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ حقیقت میری سمجھ سے باہر ہے، تاہم

اگر سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو اور ٹی بی سے بچنے کا صرف ایک ہی حل ہو تو کچھ مدت کے لئے مانع حمل ترکیب اپنانے کی گنجائش ہے، دائمی طور پر بانجھ بن جانا جائز نہیں ہے، ممکن ہے بعد میں طبیعت کے درست ہونے سے قوت آجاوے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۳﴾ وقتی طور پر مانع حمل دوائی استعمال کرنا

سوال: طبیب عورت کو ایسی دوائی دیتے ہیں جس سے عورت کو ایک سال یا دو سال تک حمل نہیں ٹھہرتا، اور اولاد نہیں ہوتی، بہت سی عورتیں روپے دے کر ایسی دوائی خریدتی ہیں تو ایسی دوائی کا لینا، دینا، استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا گناہ ہے؟ کتنی مدت کا حمل گرا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بہت ہی سخت مجبوری کے وقت ایسی دوائی لینا، دینا جائز ہے۔ البتہ بچے ہونگے تو انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ وغیرہ اعتقاد سے یہ دوائی لینا، دینا جائز نہیں ہے، معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۴﴾ خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

سوال: بچے نہ ہوں اسکا آپریشن کروانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بچے پیدا نہ ہوں اسکا آپریشن کروانا اسلامی روایات کے خلاف ہے، اور گناہ کا کام ہے، کثرت اولاد کا ہونا شریعت میں پسندیدہ بتایا گیا ہے، حضور ﷺ نے ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو، مشکوۃ اور اسکی شرح مرقاۃ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو خصی بننے سے منع فرمایا، نیز اسکے علاوہ دیگر دلائل سے اسکا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شریعت نے چند مجبوریوں میں اس کی اجازت دی ہے، مثلاً: عورت اتنی کمزور ہو کہ زچگی کی تکلیف برداشت کرنے کی قوت نہ ہو، لہذا جب تک وہ طاقتور نہیں ہو جاتی مانع حمل دوائی یا آلہ استعمال کرنا جس سے وقتی طور پر استقرار حمل نہ ہو اس کی گنجائش ہے، ہمیشہ کے لئے آپریشن کروالینا (خصی بن جانا) اس وقت بھی جائز نہیں ہے البتہ کوئی دیندار مسلمان ماہر طبیب یہ مشورہ دے کہ اس عورت کی جان رحم دانی نکالے بغیر نہیں بچ سکتی تو اس صورت میں مجبوراً آپریشن کروانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۵﴾ حمل گرادینے کا حکم

سوال: پانچ مہینوں کے بعد حمل میں جان آتی ہے، اس لئے پانچ مہینوں قبل حمل گرادینا، یا حمل گرجاوے اس کی دوائی کھانا کیسا ہے؟ اور یہ دوائی لینے والے اور دینے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ضرورت اور مجبوری کے وقت حمل گرادینے کی گنجائش تو ہے، اور وہ بھی روح پھونکے جانے سے قبل، پانچویں مہینہ میں جب بچہ میں جان آجاتی ہے اس کے بعد حمل گرانا جائز نہیں ہے، سخت گناہ کا کام ہے، حمل اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے معمولی سبب سے اسکے گرانے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ (شامی)

﴿۲۸۸۶﴾ دو تین ماہ کا حمل گرادینا کیسا ہے؟

سوال: یہاں زیادہ تر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سوں کو دو تین بچے ہی ہوتے ہیں، اور جس شخص کے زیادہ بچے ہوں انہیں مکان کرائے پر نہیں ملتا، اور اسے دیکھ کر اس کی مزاق اڑاتے ہیں اور اطباء سے جب دوائی لینے جاتے ہیں اس وقت اطباء بھی اول بچوں کے

متعلق دریافت کرتے ہیں، اور آپریشن کروانے کا مشورہ دیتے ہیں، اور ولادت کے وقت بھی اسپتال میں اول آپریشن کا ہی مشورہ دیا جاتا ہے اور ولادت کے وقت اسپتال میں آپریشن کا کہہ کر مریض کی دستخط لے لی جاتی ہے تو کیا ایسی مجبوری میں آپریشن کروا لینا چاہئے؟

عورتوں کو دو تین ماہ کا حمل ہوتا ہے تو دوائی کھا کر گرا دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دو تین ماہ کا حمل ہے گرا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور گناہ بھی نہیں ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ حمل ٹھہرنے سے شوہر ناراض ہو یا غصہ کرتا رہتا ہو تو عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غلط قانون اور برے ماحول کے اثر سے شریعت کے حکم کو چھوڑنا نہیں چاہئے، سوال میں مذکورہ وجوہات کے سبب برتھ کنٹرول کروانا جائز نہیں ہے، گناہ ہے، اور یہ کہنا کہ دو تین ماہ کا حمل گرا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس طرح کہنا صحیح نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں جب حاضری ہوگی اور اس وقت پکڑ ہوگی تب سمجھ میں آ جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۷﴾ ولادت میں ہونے والی پریشانی کے سبب آپریشن کروانا

سوال: ایک عورت اب تک تین بچے ہو چکے ہیں، ہر مرتبہ اسے ولادت کے وقت بہت تکلیف ہوئی، طبیب اور نرس بھی عاجز آ گئے، اب یہ چوتھا موقعہ آیا ہے، ابھی تین چار مہینے باقی ہیں، لیکن ابھی سے تکلیف شروع ہو چکی ہے، اس حالت میں یہ عورت برتھ کنٹرول کا آپریشن کروا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... رحم دانی کا آپریشن کروانا صحیح نہیں ہے، اور جائز بھی نہیں ہے، البتہ آپ کی تکلیف دیکھتے ہوئے مجبوری سمجھ کر اتنی گنجائش ہے کہ آپ مانع حمل دوائی یا انجکشن یا آلہ وغیرہ استعمال کرسکتی ہیں جس سے وقتی طور پر حمل نہ ٹھہرے، یا شروع دنوں میں ہی ختم ہو جائے، مستقبل میں جب عورت میں قوت آجائے اور وہ حمل کی تکلیف برداشت کرنے لائق ہو جاوے تو وہ دوائی وغیرہ بند کردی جائے تاکہ دوبارہ حمل ٹھہر سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دائمی طور پر حمل نہ رہے اسکا آپریشن کروانا اسلامی نقطہ نظر سے جائز نہیں ہے، اور ایسا کرنا شیطان کی فرمانبرداری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۸﴾ بچوں کی تعلیم کا انتظام نہ ہونے کے سبب فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا

سوال: ایک شخص کے چار پانچ بچے ہیں، یہاں بچوں کی دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے، مدرسہ اور مسجد نہیں ہے، اس لئے گھر میں تعلیم دینی پڑتی ہے، ہر سال بچوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے تو ان کی تعلیم کا مسئلہ اور زیادہ اہمیت کا حامل بن جاتا ہے، اور انہیں انڈیا تعلیم کے لئے بھیجنا پڑتا ہے، یا یہاں پر جہاں تعلیم کا نظم ہے وہاں رہنا پڑتا ہے، اور وہاں رہنے کی صورت میں کام کی جگہ بہت دور پڑتی ہے اور کرایہ زیادہ دینا پڑتا ہے، تو ان حالات میں فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا کیسا ہے؟ کیا اس مجبوری میں آپریشن کروانے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ پریشانی یا زیادہ خرچ کی تکلیف سے بچنے کے لئے فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور ایسا کرنا تغییر خلق اللہ میں داخل ہے، اس لئے ایسے فعل سے بچنا چاہیئے، شیطان کا ہماری آنکھوں پر لگایا ہوا

عینک جب ہٹے گا اور تقوی اور دین کی سمجھ حاصل ہوگی اس وقت سمجھ میں آئے گا۔

﴿۲۸۸۹﴾ ضرورت کی وجہ عارضی مانع تدبیر استعمال کرنا جائز ہے

سوال: یک عورت جس کو یہ Multiple Sclerosis اور Anemia بیماریاں ہیں۔اس کی عمر ۳۳ رسال کی ہے۔اور اس کے چار بچے بھی ہیں۔Anemia کی بیماری کے لئے پچھلے سال سے Iron Tablets لے رہی ہے، اور اب سے ہر دو ماہ (بقیہ زندگی کے لئے)Injection بھی لگوانے ہیں۔

Anemia کے بارے میں بھی ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ عورت کبھی حاملہ نہ ہو۔صرف صحت کا نہیں بلکہ جان کو بھی خطرہ ہے اور بچہ کے بجائے خود دیکھ بھال کی محتاج ہو جائے گی۔

حمل نہ ٹھہرے اس لئے اس عورت نے دو طریقے استعمال کئے ہیں:

(۱)Coil جس کو پھر سے نکالنا پڑے anemia کی وجہ سے کیونکہ حیض کا خون بہت بڑھ جاتا ہے۔(۲)Pill.اس کو بھی بند کرنا پڑا کیونکہ

M .S. Nerrnsy system پر اثر کرتا ہے۔(۳) فی الحال Condom استعمال کرتی ہے لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ کوئی اطمینان والا طریقہ نہیں ہے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ Sterlization سب سے آسان اور بہتر طریقہ ہے کہ حمل نہ ٹھہرے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت نے Sterlization کرایا تو عورت کو گناہ ہوگا یا نہیں؟ شوہر یہ بھی کہتا ہے کہ عورت ویسے بھی تکلیف میں ہے تو وہ خود نس بندی کرالے۔تو شوہر اس حالت میں نس بندی کرا سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......عورت اگر بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے حمل ٹہرنا اس کے لئے نقصان دہ

ہوتو جب تک صحت وقوت نہ آجائے وہاں تک عارضی طور ہر ایسے طریقوں کو استعمال کرنا جس کی وجہ سے حمل نہ ٹھہرے تو اس کی گنجائش ہے۔اور اس میں گناہ نہیں ہوگا۔اس لئے سوال میں بتائی گئی صورت اختیار کرنا کہ جس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی جسمانی اعضاء میں تخلیقی حیثیت ختم ہو جائے جس میں نس بندی یا رحم کا نکالنا ہے، **شیطانی تابعداری ہے اور منع ہے۔صحت و بیماری بھی اللہ کی طرف سے ملتی رہتی ہے۔اس کے حکم کے خلاف ورزی کرنے سے اس زندگی میں کچھ راحت ملے گی تو آخرت کی تکلیف بہت سخت ہوگی۔ اس سے چھٹکارہ کا وہاں کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم**

مایتعلق بالشھور

﴿۲۸۹۰﴾ شہور کے اسماء کی وجہ تسمیہ

سوال: عربی کا پہلا مہینہ محرم ہے اور آخری مہینہ ذی الحجہ ہے، اب مجھے پوچھنا یہ ہے کہ محرم کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ اس کی ابتداء کس طرح ہوئی اور اس کی اہمیت کیا ہے، اور اس کے یکے بعد دیگر مہینوں کی اہمیت کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عربی سال کی ابتداء محرم سے ہے اور اس کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہے، اور یہ شہور زمانۂ جاہلیت سے انہی ناموں سے مشہور ہیں، اہل عرب مہینوں کے نام موسم وغیرہ کی مناسبت سے رکھتے ہیں، یا کوئی دوسری مناسبت کی بناء پر مثلاً: محرم کا نام محرم اس لئے رکھا ہے کہ اس مہینے میں وہ لوگ لڑائی کرنا، جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے اور اسی طرح صفر کے مہینے کا نام صفر اس لئے رکھا گیا کہ اس زمانے میں اصفر نام کا گھاس اُگتا تھا، اور اسی طرح ذی الحجہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس مہینے میں حج کیا جاتا تھا، ذی القعدہ اس لئے کہ یہ وقت فراغت کا رہتا تھا اور رجب اس لئے کہ اس کا معنی عظمت ہے اس مہینے میں اہل عرب نے ایک خاص قسم کی قربانی اپنے اوپر فرض کر لی تھی اس کی وجہ سے اس مہینے کو عظمت حاصل تھی۔

اسی طرح عرب والے اپنی ضرورت کے مطابق ان مہینوں میں تقدیم وتاخیر کرتے تھے، مثلاً: اگر انہیں جنگ کرنے کی ضرورت محرم میں ہوئی تو اسے دوسرے کسی مہینے کا نام دیدیا جاتا اور دوسرے مہینے کو محرم کا نام دے دیتے تھے اسلام نے ان مہینوں کو باقی رکھا، لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس ﷺ نے مذکورہ تقدیم وتاخیر سے منع فرما دیا اور اس تقدیم

وتاخیر سے جوفرق پیدا ہوا تھا اسے بھی ختم فرمادیا۔ان مہینوں کی مخصوص فضیلتیں بھی ہیں لیکن اسے یہاں بیان کرنے میں طول ہوگا اگر کسی کو ان کی تفصیل معلوم کرنی ہوں تو وہ مولانا عبد الحق محدث دہلویؒ کی کتاب ''ما ثبت بالسنّة فی تعین السَنَة'' کا مطالعہ کرلے۔

﴿۲۸۹۱﴾ اسلامی سال کی ابتداء محرم سے ہی کیوں ہے؟

سوال: جس طرح عیسوی سن کی ابتداء جنوری کے مہینے سے ہے اور اس کا آخری مہینہ دسمبر ہے۔اسی طرح عربی مہینوں کا تعلق ہجری سن کے ساتھ کس طرح ہے؟ میرے خیال سے ہجری کا سن حضور اقدس ﷺ کی ہجرت سے شروع ہوا،لیکن محرم کا مہینہ تو زمانۂ جاہلیت سے ہے اس کا تعلق ہجری کے سن کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ہجری سن کی ابتداء اس طرح ہوئی ہے کہ ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک خط پیش کیا گیا جس میں صرف شعبان لکھا ہوا تھا،حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس سے کس طرح سمجھا جائے کہ یہ گذشتہ سال کا شعبان ہے یا اس سال کا شعبان؟ اسی وقت مجلسِ شوریٰ قائم ہوئی اور بڑے بڑے صحابہ جمع ہوئے،اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا اکثر صحابہؓ نے یہ رائے دی کہ اس میں فارسیوں کی اقتداء کی جائے،اس وجہ سے ہرمزان جو''خوجستان'' کا بادشاہ تھا اور اسلام لانے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم تھا اسے بلایا گیا اس نے کہا کہ ہمارے یہاں جو حساب ہے اسے''روز'' کہتے ہیں، اس میں مہینے اور تاریخ دونوں ہوتے ہیں،اس کے بعد یہ مشورہ ہوا کہ سن کی ابتداء کب سے شمار کی جائے،حضرت علیؓ نے ہجرت سے شمار کرنے کی رائے دی اور تمام لوگ اس پر متفق ہوگئے۔آنحضرت ﷺ نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی اور سال کے دو مہینے اور آٹھ

دن گذر چکے تھے اس وجہ سے سال کی ابتداء ربیع الاول سے ہونی چاہئے تھی لیکن عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے؛ اس لئے دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر سال کی ابتداء سے ہجری سن قائم کیا گیا، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''الفاروق'' ج:۱،ص:۱۴۴

﴿۲۸۹۲﴾ عید خوشی کا دن ہے یا غمی کا؟

سوال: عید کا دن خوشی کا ہے یا غمی کا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عید کا دن کھانے پینے اور خوشی کا دن ہے، اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے، لیکن یہ خوشی جائز طریقوں سے منائی جائے، ناجائز طریقوں سے خوشی منانا ممنوع ہے، جیسا کہ کئی نادان لوگ عید کے دن ناچ گانا اسی طرح سنیما دیکھ کر خوشی مناتے ہیں۔ یہ سراسر حرام اور قابلِ ملامت ہے۔ عید جیسے فضیلت والے دن میں نیکی اور عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا، اسی طرح گناہ کا کام کرنے سے اس کی سزا بھی زیادہ ہی ملے گی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۹۳﴾ محرم وصفر میں نکاح کو منحوس سمجھنا

سوال: کیا کچھ مہینوں میں شادی کرنا نحوست ہے؟ اور کچھ مہینوں میں شادی کرنا مبارک ہے؟ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ محرم کے مہینے میں شادی کرنے والے کے والدین کا انتقال ہو جاتا ہے یا عورت دوسری شادی کرتی ہے، محرم یا صفر کے مہینوں میں شادی کرنا مکروہ یا نقصان دہ ہے؟ کیا ان باتوں کا حقیقت سے کوئی واسطہ ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: مذکورہ خیال صحیح نہیں ہے، اسلام کے خلاف ہے نفع ونقصان، خیر وشر سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، محرم یا

صفر کے مہینوں میں شادی کرنا مکروہ یا نقصان دہ نہیں ہے، بلکہ ایسے عقیدے کو دور کرنے کے لئے ان دنوں میں شادی کرنا بہتر کہا جائے گا۔

محرم اور صفر کے مہینوں میں ہمارے علم کے مطابق بہت ساری شادیاں ہوئی ہیں۔ برسوں گذر گئے ابھی تک ان کے شوہر مرے نہیں، بلکہ اولاد بھی ہوئی ہے، اور خوش حال زندگی گذار رہے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال محض ایک وہم ہے۔

﴿۲۸۹۴﴾ ۲۷ رجب کو شب معراج سمجھ کر عبادت کرنا

سوال: ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو شب معراج کی فضیلت سمجھ کر نفل نمازیں پڑھنا، ذکر کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اور روزہ رکھنا وغیرہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور اقدس ﷺ کو معراج تو ہوئی تھی، یہ تو حدیث شریف اور قرآن کریم سے ثابت ہے، لیکن یقینی طور پر مہینہ کی کونسی تاریخ میں ہوئی، اس میں بہت ہی اختلاف ہے؛ اس لئے یقینی طور پر رجب کی ستائیس تاریخ کو شب معراج ماننا صحیح نہیں ہے۔ اور ایسے غلط عقیدہ پر یقین رکھ کر اسی وجہ سے عبادت کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔ اللہ کی عبادت اور تلاوت مسلمان کو ہر روز کرنی چاہئے اور وہ بھی اخلاص کے ساتھ اور غلط عقیدہ کے بغیر کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۹۵﴾ ۲۷/رجب کو شب معراج منانا

سوال: ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو شب معراج کی فضیلت سمجھ کر تمام رات عبادت کر کے روزہ رکھنا جائز ہے؟ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی لکھی ہوئی کتاب ''خطبہ'' میں

بتایا گیا ہے کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو شب معراج کی فضیلت سمجھ کر مذکورہ اعمال کرنا ناجائز ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ۲۷/ رجب کے روزہ کا کوئی خاص ثواب حدیث شریف میں نہیں بتایا گیا ہے، لہٰذا اس دن کا روزہ خاص ثواب کی امید میں نہ رکھیں، دوسرے دنوں میں نفل روزہ کا جو ثواب ملتا ہے اتنا ہی ثواب اس دن بھی ملے گا ایسا سمجھ کر نفل روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور میں یا خطبہ میں جو لکھا ہے وہ بالکل درست اور صحیح ہے، آپ قرآن وسنت، معرفت وطریقت کے بحرالعلوم اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۹۶﴾ شب برأت کی اہمیت اور اس کی فضیلت

سوال: شب برأت کی فضیلت اور اس کی اہمیت اور اس مبارک دن میں کئے جانے والے اعمال تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ا......اسلامی شریعت کے عقائد کے مطابق کوئی بھی دن یا رات منحوس نہیں ہے۔ ہر دن اور رات کو خالق نے برابر ہی بنایا ہے لیکن ہر ایک سال کے کچھ دنوں اور راتوں میں ایسی خاص برکت اور نورانیت اور مقبولیت رکھی گئی ہے کہ وہ دیگر شب و ایام میں نہیں ہے، اس میں خدائے پاک کی رحیم ذات کا خاص راز ہے کہ غافل اور گنہگار بندے ان مبارک شب و روز میں اللہ کی عبادت اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنی نجات کا سامان تیار کرلیں لیکن افسوس ہے کہ ان مبارک ساعتوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ان کو کھانے پینے اور روشنی، آتش بازی جیسے غلط کاموں میں برباد کر

دیتے ہیں۔

سال کے بارہ مہینوں میں ایک خاص اور بلند مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک شعبان کے مہینہ کا بھی ہے اس مہینے کی بہت سی فضیلت حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو اس مہینے میں اتنی کثیر مقدار میں روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ اتنے روزے دوسرے مہینے میں رکھتے نہیں دیکھتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا (برکتوں والا) مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے، یہ ایک ایسا عظمت والا مہینہ ہے کہ اس میں (لوگوں کے) اعمال اللہ جل شانہٗ کی جانب آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں؛ اس لئے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں اٹھائے جائیں کہ میں روزہ کے ساتھ ہوں۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں اس مہینے کی اہمیت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سال جس کا انتقال اللہ کو منظور ہو ان کے اسماء اس مہینہ میں لکھے جاتے ہیں؛ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے انتقال کا حکم ایسی حالت میں ہو کہ میں روزہ کے ساتھ ہوں۔ (ترغیب ص:۲۴۱)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے یہاں نیا سال رمضان سے شروع ہوتا ہے اور شعبان آخری مہینہ ہے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پورے سال کا حساب کتاب اور احکام شعبان میں پیش کئے جاتے ہیں، اور انہیں وجوہات کی بناء پر حضور ﷺ اس مہینہ میں بکثرت روزہ رکھتے تھے، اس مہینہ کی پندرہویں تاریخ اور اس کی رات کو بڑی فضیلت حاصل ہے، اس رات کو شبِ برأت یعنی چھٹکارے کی رات کہا جاتا ہے، آئندہ سال کون

مرے گا، کون حج کرے گا، وغیرہ وغیرہ امور کی خبر واطلاع فرشتوں کو اسی رات میں دی جاتی ہے اور کسی بھی قسم کی کمی اور زیادتی کے بغیر اسی اطلاع کے مطابق پورے سال عمل ہوتا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔

ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ کی خوب عبادت کرو اور اس دن کو روزہ رکھو، اس لئے کہ اس رات اللہ تعالیٰ سورج کے غروب ہونے کے بعد اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اسے روزی دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کروں؟ خلاصہ یہ ہے کہ رات سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ بندہ کو ضرور دیا جاتا ہے؛ اس لئے اس رات کو خوب عبادت ودعا کے ساتھ گذارنا چاہئے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلامؑ آئے اور کہا کہ آج پندرہویں شعبان کی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ بنی کلب کی بکریوں اور دنبوں کے بالوں کی مقدار مؤمنوں کو آگ سے خلاصی عطا فرماتے ہیں، لیکن کچھ ایسے بدنصیب بھی ہیں جو اس رات رحمت ومغفرت سے محروم رہتے ہیں ان میں سے:-

(۱) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے والا (مشرک)

(۲) لوگوں سے کینہ رکھنے والا۔

(۳) اپنے رشتہ داروں کے ساتھ برائی سے پیش آنے والا۔

(۴) اپنی ازار، لنگی اور پینٹ کو (تکبر اور فیشن کی بناء پر) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

(۵) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

(٦) شراب میں ہمیشہ مست رہنے والا،

اور ایک حدیث میں ہے

(۷) قتل کرنے والا۔

(۸) بدعتی، جوا کھیلنے والا، نیز ظالم.....کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

آج ہم اپنے معاشرہ کو دیکھیں تو کوئی نہ کوئی ان گناہوں میں ضرور ملوّث ملے گا اور انہیں گناہوں کی وجہ سے ایسی عظمت والی رات کی برکت سے محروم رہتے ہیں؛ اس لئے سچے دل سے توبہ کرکے اللہ کے پاس مغفرت چاہیں گے، اور مستقبل میں ان گناہوں سے بچنے کا پکا ارادہ کریں گے، تو ایسے گنہگاروں کو بھی اللہ معاف کر کے اپنی رحمت سے محروم نہ کرے گا، دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک رات حضور ﷺ کی رات گذارنے کی باری میرے یہاں تھی، نصف رات میں مَیں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے بستر پر نہ تھے، تو دوسری عورتوں کی طرح مجھے یہ وہم ہوا، تو میں اپنی چادر اوڑھ کر دوسری بیویوں کے یہاں آپ ﷺ کو تلاش کرنے گئی لیکن آپ وہاں نہ تھے، اور میں واپس آئی تو میں نے اپنے کمرہ میں دیکھا تو آپ ﷺ سجدہ میں دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! میرے خیالات اور اپنے دل نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ پر میرا دل ایمان لایا بس! یہ میرا ہاتھ ہے جس سے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اے بزرگی والے خدا! میرے گناہوں کو بخش دے وغیرہ۔

ترمذی شریف اور احادیث کی دوسری معتبر کتابوں میں بھی اس رات کا ایک عمل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

ایک رات میں نے حضور ﷺ کو اپنے یہاں نہ پایا تو میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکلی تو

آپ ﷺ جنت البقیع میں تھے تو آپ ﷺ نے مجھے کہا کہ کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا کہ جس کی وجہ سے تم وہم میں پڑ کر مجھے تلاش کرنے آئی، میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایسا گمان کیا کہ آپ شاید دوسری بیویوں کے پاس گئے ہوں گے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

شعبان کی پندرہویں تاریخ کی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت آسمانِ دنیا پر نازل فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ج:۱، ص:۹۲) دوسری ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں مرحومین کے لئے مغفرت کی دعا کر رہے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق نماز، تسبیح، تلاوت اور دعا وغیرہ عبادات کرنی چاہئے، قبرستان جا کر مرحومین کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے، اور دن میں روزہ رکھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس کے مطابق عمل کر کے حضور ﷺ کی اتباع کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرے غلط رسم ورواج مشہور ہو گئے ہیں ان کو ترک کرنا چاہئے، اسی طرح کچھ کتابوں میں جو خاص طریقہ سے نماز لکھی گئی ہے اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، اور اسی طرح روشنی کرنا اور چراغ وغیرہ جلانا، حلوہ پکانا، پٹاکھے پھوڑنا وغیرہ جو رواج ہیں وہ کسی بھی حدیثِ صحیح یا ضعیف یا موضوع سے بھی ثابت نہیں ہیں، اور ہندوستان کے علاوہ مکہ یا مدینہ شریف یا دوسرے عرب ممالک میں بھی دستور نہیں ہے بلکہ میری معلومات کے مطابق ہندوؤں کی دیوالی کو دیکھ کر مسلمانوں نے ان رواجوں کو اختیار کرلیا ہے۔

سیاسیات

﴿۲۸۹۷﴾ خلافِ راشدہ کے لئے کوشش کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجھے بتایا گیا ہے کہ خلافت کے لئے کام کرنا ایک جماعت کے ساتھ ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے۔ (جس کی دلیل میں ایک پرچہ اور ایک کتابچہ بھیج رہا ہوں)۔

جناب سے گذارش کرتا ہوں کہ اس سوال کا جواب قرآن مجید اور سنت کے حوالہ سے دیں۔ جناب کی سہولت کے لئے ایک واپسی کا لفافہ بھی بھیج رہا ہوں۔ جناب سے امید کرتا ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب جلد از جلد دیں گے۔ والسلام۔ خدا حافظ

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمانوں کے لئے ایک امیر المؤمنین ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق کام کرے، یہ ضروری ہے۔ مگر آج کل یہ حالات ہم مسلمانوں کی نااہلی اور دنیا پرستی کی وجہ سے محرومی کا شکار ہیں۔ آپ نے جو پرچہ اور کتابچہ بھیجا اس میں سب دلیلیں ہیں جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ غیر مسلموں کی حکومت ہے وہاں یہ احکام نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۲۸۹۸﴾ سیاست میں لگنا کیسا ہے؟

سوال: سیاست شریعت کی رو سے کیسی ہے؟ سیاست میں پڑنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر جواب عدمِ جواز کا ہو تو جو اس میں مبتلا ہیں وہ کس طرح اپنے آپ کو اس سے دور رکھیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شیخ سعدیؒ نے ایک شعر میں کہا ہے کہ: ع

در سمندر فوائدِ بے شمار است   گر سلامتی خواہی بر کنار است

ترجمہ: دریا میں موتی وغیرہ کے فوائد تو بے شمار ہیں لیکن اگر سلامتی چاہتا ہے تو وہ کنارے ہی پر رہے۔

سیاسی امور میں پڑنا ممنوع نہیں ہے لیکن ہم جسے سیاست کہتے ہیں وہ تو رشوت خوری، دھوکہ بازی اور بہتان تراشی کا دوسرا نام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۹۹﴾ انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدوار کی صفات اور انہیں ووٹ دینا

سوال: ہمارے ملک ہندوستان میں جمہوریت ہے؛ اس لئے عوام کی جانب سے کی گئی کثرتِ ووٹنگ کی بناء پر جو لوگ برسر اقتدار آتے ہیں وہ لوگ اپنی مرضی سے قاعدہ وقوانین گھڑ کر عوام پر اس کا استعمال کرتے اور کرواتے رہتے ہیں اور یہ بات آپ کے علم تو ضرور ہوگی، اور اس کا احساس تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کو ہے ہی اور اس سے زیادہ یہ کہ عوام پر ظلم وزیادتی اور برداشت سے باہر ٹیکس وغیرہ، نیز بعض اوقات اسلامی نسک میں دخل اندازی اور بلا وجہ کی رکاوٹیں کھڑی کر کے عوام کو پریشانی اور مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور اس کے جواب دہ حضرات سب ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے عوام کو بے حد مہنگائی اور مالی اعتبار سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور محتاجگی کی وجہ سے گناہ والے کاموں کی طرف مائل ہوتے ہیں، صاحبِ اقتدار عوام کو اندھیرے میں رکھ کر دوسروں پر اس کا بوجھ ڈالتے ہیں، عوام خود اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تو دوسروں کے بوجھ کو کس طرح اٹھائے گی، ان چیزوں کو سامنے رکھ کر درج ذیل سوالات کے جوابات شریعت کے مطابق عنایت فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔

(۱) انتخابات کے وقت مذہبی تفریق نہ رکھنے والے شخص کو اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے منتخب کرتے ہوئے ووٹ دینا کیسا ہے؟

(۲) ایسے انتخابات میں اگر کوئی ووٹ دینے کے لئے حصہ نہ لے اور دوسروں کو بھی حصہ نہ لینے کی ترغیب دے تو ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے انتخابات میں حصّہ لینے والے غیر قومی یا قومی شخص کو منتخب کیا جائے اور اس کے ذریعے مذکورہ سوال میں تحریر کردہ ناانصافی کے کام یا ظلم جان کر یا انجانے میں ہو جائے تو اس شخص کو ووٹ دینے والے حضرات بھی اس گناہ کے کام میں اس کے معاون شمار ہونگے یا نہیں؟

(۴) ظلم کو اپنی مرضی یا ناراضگی سے برداشت کرنے والے مظلوم شمار ہوں گے یا نہیں؟

(۵) ایسے مظلوم ظالم کے لئے مظلومیت کی حیثیت سے بد دعا یا دعا کریں تو وہ مظلوم شمار ہوں گے یا نہیں؟ جب کہ خود مظلوم ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

(۶) انتخابات میں حصہ لینے والے اشخاص طرح طرح کی لالچ دیتے ہیں اور وعدے کرتے ہیں، نیز تجربہ یہ ہے کہ وہ ان کو پورا نہیں کرتے تو ایسے دروغ گو اشخاص کو منتخب کرنا اور کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۷) منتخب کرنے والوں کے سربراہ بھی انتخابات کے امیدواروں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور رشوت لیتے ہیں یہاں تک کہ بڑی بڑی رقوم کے وعدے گاؤں کی ضروریات کے کاموں کے لئے کرواتے ہیں یا پھر نقد حاصل کرتے ہیں، اور اس کے بدلے میں اسے منتخب کر کے لانے کا وعدہ کرتے ہیں تو اس طرح لالچ دے کر ناجائز فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

(۸) اس طرح رشوت لینے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اس طرح لی ہوئی رقم سے کام کیا ہو یا کرنا ہو تو ایسی رقم استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۹) انتخابات میں جیت کر آنے والے حضرات برے کام کرنے والے مجرموں کے سامنے کچھ بھی نہیں کہتے یا کسی بھی مذہب کے خلاف کوئی کام ہوتا ہو تو اس کے خلاف بھی آواز نہیں اٹھاتے؛ ان تمام معاملات میں آواز اٹھانا ان کی ذمہ داری ہے، اور آواز نہ اٹھانے میں اپنا اور اپنی پارٹی کا فائدہ سمجھتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو منتخب کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل کے جواب سے قبل درج ذیل وضاحت کا اور انتخاب کی شرعی حیثیت کا سمجھنا ضروری ہے۔

حق انتخابات کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ شخص قوم کی بھلائی اور ہمدردی اسی طرح ترقی کے طریقوں کو جاننے والا ہے اور یہ شخص اپنی صفات اور خاصیتوں کی وجہ سے حاکم یا مرکز کے سامنے ہماری باتوں اور ضروریات کو پیش کر سکتا ہے اور اس کا یہ پیش کرنا ہماری جانب سے ہوگا یعنی یہ شخص ہماری جانب سے وکیل ہے۔ اسی طرح ووٹ دینا یہ گواہی دینا ہے کہ مذکورہ شخص میں مذکورہ بالا اوصاف موجود ہیں اور یہ شخص پارلیمینٹ اور صوبائی حکومت اور نشست کا حقدار ہے اور اس میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔

اب شریعت کی جانب سے مذکورہ بالا اوصاف کے مطابق ووٹ لینے والے اور دینے والے کے اوپر الگ الگ جواب دہی اور ذمہ داری ہے، امیدوار یا ووٹ لینے والے کے لئے ضروری یہ ہے کہ لوگوں کی خوشامد اور چاپلوسی نہ کرے، اپنے آپ کو لالچ یا غلط دباؤ کے ذریعے لوگوں کا وکیل یا لیڈر نہ بنائیں، حقیقت میں جس امیدوار میں صلاحیت ہو اسی کو ووٹ دیں اور امیدواروں میں باصلاحیت کوئی نہ ہو تو ووٹ نہ دیں، صلاحیت کے لئے درج ذیل تفصیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مذہبی ہمدردی رکھنے والا نیک دین دار ہو، اور اگر غیر قوم کا ہو تو اسلام یا مسلمانوں کے

ساتھ اس کی دشمنی مشہور نہ ہو۔
(۲) قوم کی ہمدردی اور حالت کو سمجھتا ہو اور سمجھدار خیر خواہ ہو۔ (معارف القرآن پ:۳، ص:۲۷ میں ووٹ کی تین حیثیتیں (۱) شہادت (۲) سفارش (۳) وکالت۔ بیان کر کے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے اور لوگوں کو بھی اس سے واقف کیا جائے۔
(۳) اپنی رائے اور خیالات کو آزادی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ سکتا ہو۔
(۴) عوام کے لئے بھلائی کے کام کرنے کا شوق رکھتا ہو۔
(۵) ظلم اور لالچ وغیرہ برائیوں سے دور ہو۔
اب اگر مذکورہ بالا اوصاف کو دیکھے بغیر یا یہ کہ امیدوار میں یہ اوصاف نہ ہوں اور اس کا انتخاب کریں تو جھوٹی شہادت دینے کا گناہ ہوگا اور اگر روپے لے کر ووٹ دیا ہے (انتخاب کیا ہے) تو رشوت لینے کا بھی گناہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۰۰﴾ ووٹ کی شرعی حیثیت

سوال: صوبہ گجرات کے مقامی الیکشن میں مسلم برادری کے ووٹروں نے بی جے پی پارٹی کو ووٹ دیا ہے، جب کہ کانگریس اور دوسری پارٹیوں میں جن مسلمانوں نے ووٹ دیا ہے وہ مسلمان بھاجپا کو ووٹ دینے والے مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تم اسلام سے خارج ہو گئے تم کو دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے کلمہ پڑھنا پڑے گا اور ساتھ میں ذلیل بھی کرتے ہیں۔ تو کیا کانگریس کے علاوہ دوسری پارٹیوں کو ووٹ دینے سے اسلام منع کرتا ہے حالانکہ تمام امیدوار دوسری مذہب کے یعنی ہندو تھے، ہم لوگ دوسری پارٹیوں کے آدمیوں کو اچھی طرح

پہچانتے ہیں اور اخیری دس سال سے برابر آزمارہے ہیں کہ کون اچھے برے وقت میں ساتھ دیتا ہے جب کہ کانگریس کو اخیری پچاس سال سے آزمارہے ہیں انہوں نے آج تک بے اطمینانی، رشوت خوری اور مسلم سماج کو دوسری اقوام کے ساتھ لڑانے، شراب کے اڈے، جوا جیسے دوسرے کاموں کو خوب ترقی دی ہے وہ اقوام کے لوگوں کو برے بنانے میں ماہر ہیں، تو آپ حضرت سے درخواست ہے کہ قرآن پاک کی روشنی میں بی جے پی کے نمائندوں کو ووٹ دے سکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب دیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ہندوستان کی لوک سبھا، راج سبھا یا مقامی وِدھان سبھا کے الیکشن میں بی جے پی کو ووٹ دینا یا کانگریس کی کسی دوسری پارٹی یا نمائندہ کو ووٹ دینا یہ ووٹ دینے والے کی اپنی رائے پر موقوف ہے، ووٹ دہی کا اختیار استعمال کرنا چاہئے مگر اس کے لئے شریعت ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے وہ سب سے پہلے جاننا چاہئے اسکے علم کے بعد آپ خود ہی فیصلہ کر لینگے کہ جنہوں نے کانگریس کو ووٹ دیا ہے وہ یا جنہوں نے بی جے پی یا کسی دوسری پارٹی کو ووٹ دیا ہے وہ گنہگار ہیں یا نہیں؟

دین کو جو لوگ صرف عقائد، نماز اور روزہ تک ہی محدود رکھتے ہیں اور رزق، تجارت اور سیاست کو دین سے باہر سمجھتے ہیں اصل میں وہی صحیح نہیں ہیں۔ اسلام ایک مکمل عالی مذہب ہے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ہر چیز کے لئے رہنمائی موجود ہے جس کو ہم اپنے دنیوی مفاد کے لئے دیکھتے نہیں ہیں، حضور اقدس ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود اہم مقامات مثلاً جنگ بدر، جنگ احد، اذان کا اجراء وغیرہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کی رائے دریافت کرتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت یعنی اسلامی سیاست کے لئے کس کو مقرر کیا جائے اس کے لئے چھ نام

دئے تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے لوگوں کی رائے معلوم کر کے حضرت عثمانؓ کو خلیفۃ المسلمین یا امیر المؤمنین کا تعین کیا تھا اس سے تو آپ ناواقف نہیں ہونگے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ووٹ کی مندرجہ ذیل تین حیثیتیں ہیں (۱) شہادت (۲) سفارش (۳) وکالت، اوران تینوں کو قرآن پاک اور حدیث شریف میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

(۱) پہلی حیثیت شہادت یعنی ووٹ دینے والا جس کو ووٹ دے رہا ہے وہ اس کے لئے گواہی دے رہا ہے کہ یہ نمائندہ یا پارٹی حکومتی کام کرنے کی مکمل اہلیت رکھتی ہے اب اگر وہ واقعی میں اہلیت رکھتی ہے تو نورٌ علی نور وہ شہادت ادا کرنے میں راست باز ہے اور اگر خدا نخواستہ نہیں ہے تو یہ شہادت جھوٹی ہے اور جس کی وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے جھوٹی شہادت کو شرک کے ساتھ کبیرہ گناہ میں سے شمار کرایا ہے۔

(۲) دوسری حیثیت سفارش یعنی ووٹ دینے والا ووٹ دے کر سفارش کرتا ہے کہ یہ نمائندہ یا پارٹی حکومت کرنے کی حقدار ہے تو اب ایسی سفارش کے لئے قرآن کیا کہتا ہے وہ دیکھنا چاہئے، سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۸۵ کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اسکا بھی حصہ لگتا ہے، اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق فاسق، ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پانچ سالہ دور میں جو نیک یا بدعمل کریگا ہم بھی اسکے شریک سمجھے جائیں گے۔

(۳) اب باقی تیسری حیثیت وکالت یعنی آپکا نمائندہ ہونا یعنی حکومت اور ملک نے ہمیں اختیار دیا ہے کہ حکومت چلانے کے لئے اور قوم کے کام کرنے کے لئے آپ اپنا نمائندہ یا وکیل منتخب کیجئے اس لئے ہم نے اس آدمی یا پارٹی کو اپنا نمائندہ بنایا ہے تو اب یہ آدمی حکومت یا ملک کو جو فائدہ پہنچائے گا یا نقصان کرے گا ہمارا نمائندہ اور وکیل ہونے کی وجہ سے ثواب یا گناہ میں ہم بھی شریک ہونگے۔

مذکورہ بالا شرعی تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے پہلے تو نمائندہ میں اور ہندوستان میں اصل اعتبار پارٹی کا ہوتا ہے اس لئے پارٹی میں غور کرنا چاہئے کہ پارٹی کے اصول وضوابط اور پارٹی کے ماضی کے کارنامے سامنے رکھ کر ووٹنگ کرنی چاہئے اگر اس رہنمائی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اپنی صواب دید یا ضابطے کو سامنے رکھ کر ووٹنگ کی جائے تو شرعاً گنہگار ہونگے اور اللہ کے سامنے بھی جواب دینا پڑیگا جو ہر انسان کے قلبی حالات کو ہم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ رائے دینے والوں پر فرض ہے کہ وہ اس شخص کو رائے دیں جو نیک اور سمجھدار اور ملک وقوم کا خیر خواہ ہو۔ روپیہ لے کر غیر مستحق کو رائے دینا حرام اور ملک وقوم کی خیانت و غداری ہے۔ (کفایت المفتی: ۳۷۵/۹)

حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ جواہر الفقہ میں لکھتے ہیں کہ جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلاء کرنا ہے اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا

کسی طمع یا خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے (۲/۲۹۸) آگے صفحہ ۳۰۰ پر خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جسکا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام ہے اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام ہے اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ (۲/۳۰۰)

جن مسلمانوں نے بی جے پی کو ووٹ دیا ہے ان کے لئے ایسا کہنا کہ آپ اسلام سے خارج ہو گئے پھر سے کلمہ پڑھنا پڑے گا، یہ اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف اور غلط الزام لگانا ہے لہذا ایسا کہنے والے شرعی نقطہ نظر سے گنہگار ہیں انکو توبہ کرنی چاہئے چھوٹی چھوٹی باتوں میں کفر یا اختتام ایمان کا حکم لگانا اسلام میں بہت ہی خطرناک شمار کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ **الکفر کله ملة واحدة** یعنی تمام غیر اسلامی پارٹیاں یکساں ہی ہیں اسلام کے لئے کس کو محبت ہو سکتی ہے اس لئے کوئی پارٹی مسلمانوں کی مکمل موافقت کرے گی یہ بہت مشکل ہے ایسی حالت میں شریعت نے ایک دوسرا اصول بتایا ہے **من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما** یعنی جو دو مصیبتوں میں مبتلاء ہو جائے تو کم مصیبت والے کام کو اختیا کرے یعنی ایک طرف سانپ ہو اور دوسری طرف بچھو ہو تو بچھو کو پسند کرے کم سے کم جان تو بچ جائے گی تو اس وقت اس پر عمل کرنا چاہئے۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ اس جمہوری ملک میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہیں دئے جاتے اور نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑے جاتے ہیں جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا نفع پہنچائے گا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے، جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس پارٹی کو ووٹ دیا جائے۔

﴿۲۹۰۱﴾ حَکَم کو معزول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: دو جماعتوں (پارٹیوں) کے مابین ایک بات پر جھگڑا ہوا دونوں پارٹیوں نے جھگڑا حل کرنے کے لئے ایک شخص کو حَکَم بنایا اب حکم دونوں پارٹیوں کی بات سنے اور اپنا فیصلہ سنائے اس سے پہلے ہی ایک پارٹی نے اس حکم کو بلا وجہ معزول کر دیا اور حکم کو زبانی اور تحریری اطلاع بھی دیدی کہ ہم نے آپ کو حَکَم سے معزول کر دیا ہے اور ہم تمہارا فیصلہ قبول نہیں کریں گے اور اس تحریر کے ذریعہ اطلاع کے بعد اگر آپ کوئی فیصلہ دیں گے تو ہم اس کے پابند نہیں ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ حَکَم متعین کرنے کے بعد فریقین کی باتوں کو سننے اور فیصلہ دینے سے پہلے حَکَم کو بلا کسی عذر کے معزول کر دیں تو وہ شخص عہدۂ حکم سے شرعاً معزول ہو جائے گا یا نہیں؟ اور معزول کرنے کے بعد دیا ہوا فیصلہ کی معزول کرنے والی پارٹی پابند رہے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حَکَم کے طور پر کسی انسان کو مقرر کرنے کے بعد فیصلہ دینے سے پہلے دو پارٹیوں میں سے ایک پارٹی اس کو عہدۂ حَکَم سے معزول کرنا چاہے اور اسے معزول کرنے کی اطلاع بھی دیدے تو اس کا عہدۂ حَکَم اور فیصلہ لائق عمل نہیں رہے گا۔ (شامی۔ تحکیم ص:۳۴۸)

﴿۲۹۰۲﴾ مسلمانوں کے جھگڑوں کا حل کس طرح کیا جائے؟

سوال: کیا مسلمانوں کے لئے شرعاً واجب وضروری ہے کہ وہ اپنے جھگڑوں کا حل کسی مسلمان کو حَکَم بنا کر اسی کے ذریعہ حل کرائیں یا اپنے جھگڑوں کے حل کرانے اور انصاف

حاصل کرنے کے لئے کورٹ کا سہارا لینا بھی شرعاً جائز ہے؟ مسلمانوں کے لئے اگر کورٹ کے ذریعہ اپنے جھگڑوں کو حل کرنا اور انصاف حاصل کرنا جائز نہ ہوتو پھر کورٹ میں لے جانے والا مسلمان شرعاً فاسق، فاجر اور کافر کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمانوں کو اپنے جھگڑوں کا حل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے مطابق کروانا چاہئے، اس کے لئے باہمی رضامندی سے کوئی شرعی پنچایت یا قاضی مقرر کر سکتے ہیں، لیکن مجبوری یا کسی اور وجہ سے سرکاری کورٹ کا سہارا لے کر فیصلہ کرانا (انصاف حاصل کرنا) بھی ممنوع نہیں ہے لیکن فیصلہ اسلامی حُکم کے مطابق ہونا چاہئے اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔ (شامی ج:۴، ص:۴۳۷)

﴿۲۹۰۳﴾ دارالحرب کی تعریف وتفصیل؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین مذکورہ مسئلہ میں کہ

دارالحرب کسے کہتے ہیں؟ اور کسی ملک کے دارالحرب بننے کی مکمل شرط کیا ہے؟ کیا دار الحرب میں سود لینا اور دینا جائز ہے؟ اگر کسی نے دارالحرب میں سودی کاروبار کیا ہو تو سود سے کمائی ہوئی آمدنی کا کیا کریں؟ مہربانی فرما کر مع حوالہ صحیح جواب دے کر ہماری پریشانیوں کو دور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عربی لغت میں مشرکوں کے مُلک کو دارالحرب کہا جاتا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں دارالحرب کسے کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جن جن مشرکوں کے ملک میں تین شرائط پائی جائیں گی تو وہ جگہ دارالحرب شمار ہوگی۔

(۱) اس جگہ کافر اور مشرکوں کے احکام ہی پر کھلم کھلا عمل کیا جاتا ہو، اسلامی احکام پر بالکل عمل نہ ہوتا ہو۔

(۲) اس مشرک ملک کے اطراف وجوار میں بھی تمام ممالک دارالحرب ہوں۔

(۳) کسی ملک میں اول کوئی مسلمان یا ذمی رہتے تھے اب وہ امن سے وہاں نہ رہ سکتے ہوں۔

اور امام صاحبؒ کے دونوں مشہور شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف ایک ہی شرط ہے کہ کافروں کے حکم کی علانیہ طور پر پیروی ہوتی ہو جیسا کہ عالمگیری اور درمختار میں ہے کہ:

اعلم أن دار الحرب تصير دار الإسلام بشرط واحد وهو إظهار حكم الإسلام فيها۔ قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الزيادات إنما تصير دار الإسلام دار الحرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ بشروط ثلثة: أحدها: إجراء أحكام الكفار علىٰ سبيل الاشتهار وأن لايحكم فيها بحكم الإسلام، والثاني أن تكون متصلة بدار الحرب لايتخلل بينهما بلد من بلاد الإسلام۔ والثالث: أن لايبقىٰ فيها مؤمن ولا ذمي آمنا بأمانه الأول الذي كان ثابتا قبل استيلاء الكفار للمسلم بإسلامه۔ (عالمگیری ج:۲ص:۲۳۲ وشامی ج:۳،ص:۲۵۳)۔

پھر جب اسلامی احکام کی پیروی شروع ہو جائے اور مسلمان قاضی اسلامی احکام شروع کردے اور جمعہ، عیدین اور قربانی وغیرہ بلا روک ٹوک ادا کی جانے لگے تو اب وہ جگہ دار الاسلام کہی جائے گی۔ (درمختار)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ: **لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام اهل الشرك**

لاتکون دار حرب۔ (شامی ج:۳،ص:۲۵۳)یعنی مسلمان وکفار دونوں کے احکام جاری ہوں تو دارالحرب نہیں کہا جائے گا۔

مندرجہ بالا تفصیل کے پیش نظر فی الحال کسی بھی ملک کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کا یقینی حکم نہیں لگایا سکتا۔ لہٰذا محققین ایسے ملکوں کو دار الامن کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ کے زمانہ میں ہجرتِ مدینہ سے پہلے حبشہ دارالامن تھا۔

سود کی حرمت قرآن مجید کی قطعی آیات واحادیث سے ثابت ہے اور سود لینے اور دینے پر بہت ہی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ اس لئے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر ائمہ ہر جگہ سود کا لین دین مسلمانوں کے لئے حرام شمار کرتے ہیں چاہے وہ دارالاسلام ہو یا دارالحرب۔(ہدایہ وفتح القدیر)۔

امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ سے جو منقول ہے **لا ربوٰا بین المسلم والحربي في دار الحرب۔** (الہدایہ ج:۳،ص:۷۰)۔مسلمانوں اور حربیوں کے مابین دارالحرب میں سود نہیں ہے (یعنی حربی کے پاس دارالحرب میں سود لینا جائز ہے) اس میں محققین علماء نے بہت احتمالات بیان کئے ہیں، مثلاً:

(۱) دارالحرب میں کفار ومشرکین کا مال مباح الاصل ہے اس لئے کوئی بھی مال ان کی رضامندی سے لینا جائز ہے، چاہے وہ سود کی شکل میں کیوں نہ ہو۔

(۲) وہ سود شمار ہی نہ ہوگا لیکن اس پر عمل نہ کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔

اس کے باوجود تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہی ہے کہ دارالحرب میں سود دینا یا مسلمانوں کے پاس سے لینا یا دارالاسلام میں ذمی کے پاس سے لینا بالاتفاق ناجائز وحرام ہے صرف دار

الحرب میں کفار کے پاس سے لینے میں ہی مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ہے۔

جس کسی انسان نے سودی کاروبار کیا اور سود لیا تو سود اس کے اصل مالک کو واپس لوٹا دینا چاہئے اور اصل مالک کو نہ پہونچا سکے تو غریب محتاج مسلمان کو بغیر ثواب کی نیت کے اور سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے دیدینا چاہئے۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو؛ سود کے مال کا شرعی استعمال)۔

حضرت مفتی اسمٰعیل گوراصاحبؒ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اوپر دارالحرب ہونے کے متعلق جو تفصیل لکھی ہے اس کے اعتبار سے آج کل بہت کم ایسے ملک ہیں جن کو دارالحرب کہہ سکیں اور وہ بھی یقینی طور پر نہیں، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کی جو رائے دار الحرب میں سود کے متعلق منقول ہے وہ فی زماننا غیر اسلامی ملکوں پر منطبق نہیں ہوتی، اسی وجہ سے اس طرح کے ملکوں کے لئے امام صاحبؒ کی رائے کو آڑ بنا کر سود کو جائز کہنا غلط شمار ہوگا۔

﴿۲۹۰۴﴾ اس زمانہ میں بائیکاٹ کا فیصلہ مناسب ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کے بڑے حضرات جب فیصلہ کے لئے بیٹھتے ہیں اور جب کوئی شخص غلط کام کرتا ہے تو اسے سمجھاتے ہیں اس کے باوجود بھی اگر وہ نہ مانے اس وقت اس سے بائیکاٹ کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا کسی کی غلطی کی وجہ سے اس کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں اور کن حالات میں کر سکتے ہیں؟ اور کیا بڑے حضرات ایسے (غلط کام کرنے والے) شخص پر دباؤ ڈال سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص احکام شرع کو نہ مانتا ہو تو حکمت وحسنِ تدبیر اور مفید طریقہ سے اسے سمجھانا چاہئے اگر وہ اس طریقہ اور طرز کو قبول نہ کرے اور کسی دوسرے

طریقہ سے اس کے سدھرنے کی امید ہو تو اس طریقہ سے سدھارنا چاہئے، اور اسی میں سے ایک طریقہ بائیکاٹ کرنا بھی ہے، لہٰذا پورے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طریقہ پر عمل کرنا چاہئے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ''کسی کا بائیکاٹ کرنا'' بڑے بڑے فتنوں اور فسادات کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے، گاؤں کے بڑے حضرات کا حد سے تجاوز کر جانے بھی امکان ہے اس لئے ایسے فیصلوں پر مکمل غور وفکر کر کے عمل کرنا چاہئے، دل کا آپریشن کرانا بہت مشکل ہے، خطرہ سے بھرا ہوا ہے مگر مجبوراً شفاء کی امید پر ہزار مرتبہ سوچ کر عمل کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں پر بھی عمل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۰۵﴾ یہودیوں کی حکومت ہوگی یا نہیں؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کا تذکرہ ہے؟

سوال: ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں کہ گمراہ ہونے کی وجہ سے یہودیوں کی دنیا میں حکومت ہے ہی نہیں، جب کہ آج ''۲۷'' سال سے یہودیوں کی حکومت قائم ہے اور اب کب تک قائم رہے گی؟ پھر چاہے وہ کسی بڑی طاقتور حکومت کے سہارے سے ہو، تو کیا شریعت میں یا حدیث شریف میں اس کے متعلق کوئی تفصیل ہے کہ یہودیوں کی حکومت ہوگی یا نہیں ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہودی دنیا میں ذلت اور رسوائی کی حالت ہی میں رہیں گے اور اللہ کی لعنت ہی میں رہیں گے، اس طرح کی تفصیل تو ہے لیکن واضح طور پر اس طرح لکھا ہو کہ ''ان کی حکومت نہ ہوگی'' یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب الشتی متفرقة

﴿۲۴۰۶﴾ حکومت کی طرف سے طلباء کو مدرسہ کی فیس میں امداد

جناب مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جناب کی خدمت میں سوالنامہ بھیجا جارہا ہے، مہربانی کر کے اس کا جواب جلد عنایت فرمائیں۔ انگلش خط محکمہ تعلیم کی طرف سے ہے۔ اس کے خط کشیدہ الفاظ کے متعلق سوالنامہ ہے۔ فقط والسلام

سوال: انگلینڈ میں کوئی نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی ہے، اس کے ساتھ ہی تبلیغی محنت بھی شروع ہوئی، الحمدللہ! تبلیغی محنت کی برکت سے مساجد اور دینی مدارس قائم ہوئے۔ اسی طرح ڈیوزبری میں ایک چھوٹی سی مسجد اور تبلیغی مرکز قائم ہوا۔ جوں جوں تبلیغی کام بڑھتا گیا، عام مسلمانوں میں دینی اعمال کا شوق پیدا ہوا۔

۱۹۸۲ عیسوی میں تبلیغی مرکز کی جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے ایک قطعہ زمین خرید کر مسجد و مرکز کے علاوہ ''مدرسہ تعلیم الاسلام، ڈیوزبری'' بنایا گیا۔ مدرسہ اُسی بنیاد پر شروع ہوا، جس بنیاد پر ہندو پاک کے مراکز چل رہے ہیں۔ مدرسہ تبلیغی شوریٰ کی زیر نگرانی تعلیمی کام کر رہا ہے۔ ملکی قوانین کے مطابق اس میں انگریزی لازمی تعلیم کا جی۔سی۔ایس، ای۔(GCSE) تک انتظام بھی ہے۔

جب مدرسہ شروع کیا گیا تو اس کی مالی ضروریات کے سلسلہ میں سوچا گیا۔ اسی لئے عام مسلمانوں سے چندہ نہیں کیا جاتا۔ مشورہ میں اس بات پر بھی غور کیا گیا کہ اکثر طلباء اس مدرسہ میں تبلیغی ساتھیوں اور ان کے متعلقین کے ہوں گے جو ہمیشہ سے ہی مالی قربانی دیتے

رہتے ہیں۔اس کے علاوہ عام طور پر انگلینڈ کے مسلمان بے روزگار ہیں لہٰذا طے پایا کہ کم سے کم فیس لی جائے۔باقی ضروریات مدرسہ کی تبلیغی ہمدردی اور تعلق رکھنے والے حضرات جو بغیر سوال کے امداد کریں اس سے پوری کی جائے۔جو مدرسہ میں مستقل طور پر داخل ہوں گے ان سے ۱۵/ پاؤنڈ فی ہفتہ اور جو طلباء مقامی ڈیوزبری اور باٹلی کے ہیں (یہ طلباء مدرسہ میں رہائش نہیں رکھتے) ان سے صرف پانچ پاؤنڈ فی ہفتہ فیس وصول کی جائے گی۔

بہرحال اس طرح نظام چلتا رہا۔چند سال پہلے بریڈفورڈ کاؤنسل نے ملکی قانون کے مطابق تعلیمی گرانٹ دینا شروع کیا جو انگلینڈ میں مقیم ہر طالب علم کو سولہ سال کی عمر کے بعد تعلیمی گرانٹ کے طور پر ملتی ہے۔تعلیمی ادارہ کو طالب علم کے کورس کے دوران حاضری اور امتحان میں پاس اور فیل ہونے کی اطلاع کرنا ہوتی ہے۔اگر طالب علم فیل ہو جائے تو پھر گرانٹ بند کر دی جاتی ہے۔جس طرح سے طالب علم کو گرانٹ ملتی ہے اسی طرح سے تعلیمی ادارہ کو بھی ٹیوشن فیس (کے نام سے گرانٹ) ملتی ہے جو بہت معقول رقم ہوتی ہے۔جو کہ مبلغ (فی طالب علم) (ایک ہزار چار سو پچیس) 1425/ پاؤنڈ ہیں۔جو صرف ادارہ کو ملتی ہے۔مگر طالب علم کو ادارہ میں موجود ہونے کی صورت میں ملتی ہے۔اگر طالب علم مدرسہ یا ادارہ چھوڑ جائے تو پھر اس طالب علم کو ٹیوشن فیس نہیں ملتی۔جب طالب علم کو ذاتی ضروریات کی گرانٹ ملتی ہے تو اس کے والدین کی مالی حالت کے پیش نظر منظور کی جاتی ہے۔مگر جو ٹیوشن فیس ادارہ کو ملتی ہے اس کا والدین کے مالی حالات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔چاہے طالب علم کو میینٹیننس (Maintenance) گرانٹ ملے یا نہ ملے تب بھی تعلیمی ادارہ کو ٹیوشن فیس ملتی رہتی ہے۔

چند سال قبل بریڈفورڈ کے طلباء کے والدین نے اس بات کو اٹھایا کہ مدرسہ کو ہمارے بچوں کی وجہ سے بریڈفورڈ کاؤنسل کی گرانٹ ملتی ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ یہ دوقسم کی فیس وہ ہم سے نہ لیں۔ والدین کو مدرسہ کی انتظامیہ نے بتایا کہ تعلیمی گرانٹ یعنی ٹیوشن فیس صرف ادارہ کی ہے۔ اگرادارہ کلیم نہ کرے تو تو یہ گرانٹ والدین یا طالب علم کو نہیں مل سکتی۔

بہر حال افہام وتفہیم سے طے پایا کہ جو فیس والدین مدرسہ کو ادا کرتے ہیں اور ان کے بچوں کی وجہ سے مدرسہ کو ٹیوشن فیس ملتی ہے ان سے نصف فیس وصول کی جائے گی۔ اس پر والدین راضی ہوگئے۔ اس وقت تک صرف بریڈفورڈ کی کاؤنسل ہی ہمارے مدرسہ کے طلباء کو گرانٹ دیتی تھی۔ باقی شہر والے طلباء یا والدین کو تعلیمی گرانٹ ملنی شروع نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے ڈیوزبری، باٹلی، لندن اور لیسٹر کی مقامی کاؤنسلوں نے یہ دونوں قسموں کی گرانٹ دینا شروع کر دیا۔

ہماری غفلت یہ ہوئی کہ مقامی طلباء (باٹلی - ڈیوزبری) جن کی فیس مقامی ہونے کی وجہ سے پہلے سے ہی نصف تھی ان کو نہ بتا سکے اور نہ ہی والدین نے ہماری توجہ کسی وقت اس طرف دلائی اور ہم ان سے پوری فیس وصول کرتے رہے۔

نوٹ: کاؤنسل گرانٹ منظور کرنے کے بعد ایک کاغذ یا لیٹر لکھتی ہے والدین کو جس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ٹیوشن فیس تعلیمی ادارہ کو براہ راست ادا کی جائے گی۔

اب چند سال بعد والدین نے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ آپ نے ہم سے جان بوجھ کر دھوکہ کیا ہے، لہٰذا ہم کو پوری فیس واپس کی جائے۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے والدین سے پوری فیس وصول کرنے کی وجہ سے معافی مانگی۔ اور والدین کو بتایا کہ مدرسہ کی انتظامیہ نے

بریڈفورڈ والوں سے نصف فیس لینے کا سابقہ فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے ہم آپ کو جب سے ٹیوشن فیس ملنی شروع ہوئی ہے اس وقت سے فوراً واپس کرنے کے لئے تیار ہیں۔مگر والدین کا پرزور اصرار ہے کہ ہم کو پوری فیس واپس کی جائے۔کیونکہ آپ کو کاؤنسل سے فیس ملتی ہے۔کاؤنسل کی فیس جس بنیاد پر ملتی ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو کاؤنسل کا خط سوال نامہ کے ساتھ ارسال خدمت کیا جارہا ہے۔سوال نامہ اگرچہ طویل ہوگیا ہے جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔مگر جناب کے سامنے پوری نوعیت لانے کے لئے تفصیلی بات تحریر کرنی پڑی۔جناب اس مسئلہ کے متعلق چند سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔جلد از جلد شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔جزاک اللہ

(۱) مذکورہ تفصیل کی روشنی میں کیا مدرسہ کی انتظامیہ کو نصف فیس بمع ٹیوشن فیس جو بریڈفورڈ والوں سے لی جارہی ہے، یہ فیس ہمارے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مقامی والدین جن کے بچوں کی دونوں فیس وصول کی جاچکی ہے اور وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے بچوں کی پوری فیس یعنی ۸ر(آٹھ) پاؤنڈ فی ہفتہ ہے، واپس کی جائے۔کیا ہم شرعاً اس کے واپس کرنے کے پابند ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا کاؤنسل سے حاصل شدہ فیس کاؤنسل کے خط کی روشنی میں شرعی طور پر ہم والدین کو یا کاؤنسل کو واپس کریں؟ فقط والسلام

کاؤنسل کے خط کا اردو ترجمہ:

کرک لیز کاؤنسل، برائے محکمہ تعلیم

معمولی صوابدیدی گرانٹ

(۱) پس منظر:

معمولی صوابدیدی گرانٹ کرک لیز کاؤنسل کی طرف سے مزید تعلیمات کے مکمل اوقات کے بعض کورسیز کے لئے دی جاتی ہے۔ ۱۹۸۸ء میں کرک لیز کے باشندوں کے مطالبہ کی وجہ سے کاؤنسل نے انسٹیٹیوٹ کے ادارہ کے ساتھ گفت وشنید شروع کی، جس کے نتیجہ میں یہ بات طے ہوئی کہ کاؤنسل ان طلبہ کی مدد کرے گی جو کرک لیز کے باشندے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل باتوں سے معلوم ہوگا۔

(۲) رہائشی گرانٹ

بہر حال دوسرے طلباء جو پبلک حصہ کے کالجوں میں ہیں، ان کو رہائشی گرانٹ دی جاتی ہے، ان طلباء کے عام رہائشی خرچہ میں مدد کے لئے جن کے گھروں میں آمدنی کم ہے۔ اس گرانٹ کا مقصد ان کے خاندان کی مدد نہیں۔

فی الحال استحقاق کی تعریف یہ ہے کہ اولیت کرک لیز پاسپورٹ انہوں نے حاصل کی ہو، رہائشی گرانٹ کی مقدار سالانہ چھ سو پچاس پاؤنڈ ہے۔ اور سات پچاس ان طلباء کے لئے جن کی عمریں انیس سال سے زیادہ ہو۔ ادائیگی چیک کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یا تو طالب علم کے نام یا اس کے والی کے نام۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ رہائشی گرانٹ کو کھانے میں، کتابوں میں یا تعلیم کے کوئی اور سامان میں یا رہائشی خرچہ میں استعمال کیا جائے۔ لیکن یہ طالب علم یا اس کے والدین اور ادارہ کے درمیان باہمی رضامندی سے ہوگا۔ اور تمام گرانٹ تین تعلیمی سالوں کے ساتھ محدود ہوں گے۔ دوسری جگہوں کی پالیسی کے ساتھ رہتے ہوئے۔

(۳)تعلیمی گرانٹ

۱۹۹۳ تک مقامی حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان کی رعایا کی مزید تعلیمات کے لئے کافی جگہیں حاصل کریں۔ یہ ذمہ داری عام طور سے اس طرح پوری ہوتی تھی کہ مقامی حکومت کے زیر کنٹرول کالجوں میں ان جگہوں کی فنڈنگ ہوئی تھی مثلاً :ڈیوزبری کالج اور ہڈرسفیلڈ ٹیکنیکل کالج۔لیکن وہ کورسز جو کہ پبلک کالجوں میں حاصل نہیں ہو سکتے تھے،مقامی حکومت پرائیویٹ اداروں کو ان جگہوں کے لئے پیسے دیتی تھی۔

چند ملاقات اور تفصیلی بات چیت کے بعد تعلیمی فیس دینے پر اتفاق ہو گیا تھا۔کرکلیز کے باشندوں کے لئے جو مکمل اوقات سولہ سال کی عمر کے بعد کورسز پر ہوں۔اسلامک انسٹیوٹ (ڈیوزبری) میں نہ کہ اس جیسی اور اداروں کے لئے کرکلیز سے باہر۔

یہ ہمیشہ واضح رہا ہے کہ یہ فیس تعلیم کے لئے دی جاتی ہے۔یعنی کہ اس کا حصہ پڑھائی، منظوری اور تصدیق کے خرچوں پر ہوگا۔یہ ادا کیا جاتا ہے اداروں کو طلباء، والدین یا کسی اور ثالث کو ادا نہیں کئے جائے گا۔

اس کا ان چارجیز (Charges) کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے جو رہائش کے لئے، کھانے کے لئے اور دوسرے غیر تعلیمی کاموں کے لئے جن کو ادارہ ہی متعین کرتا ہے۔مقامی حکومت نے ان تعلیمی گرانٹ کی قیمت کو ایک ہزار چار سو پچیس متعین کی ہے جو کہ پبلک حصہ کے تعلیمی خرچہ کے لئے مناسب ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدرسہ میں جو طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس میں جو وہاں قیام کرتے ہیں ان کی فیس (معاوضہ) زیادہ رکھی جائے اور جو صرف تعلیم

حاصل کرتے ہیں ان کی فیس کم رکھی جائے تو یہ درست ہے۔اس لئے کہ قیام وطعام کرنے والوں کو ۱۵/ پندرہ پاؤنڈ اور صرف تعلیم حاصل کرنے والے پر پانچ پاؤنڈ کا معاوضہ اور فیس رکھنا بھی درست ہے۔لہٰذا پندرہ کی جگہ اٹھارہ اور پانچ کی جگہ آٹھ رکھنا بھی درست ہے۔

اب یہ فیس اصولاً طلباء پر واجب ہے اور طلباء خود ادا کریں یا طلباء کے والدین ادا کریں یا ان کی طرف سے کوئی صاحب خیر یا کوئی ادارہ ادا کریں' درست ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ فیس کے نام سے رقم وصول کرنا یہ مسئلہ کے اعتبار سے اجرت لینا ہے۔اس لئے اس کام کی جو اجرت مقرر کی گئی ہے مدرسہ والوں کو اتنی ہی اجرت لینا اور وصول کرنا درست ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۴)۔

اب اگر مدرسہ والوں نے طلباء کے والدین سے مقررہ اجرت وصول کی اور کرکلیز سے بھی وصول کی تو یہ انہوں نے غلط اور ناجائز کام کیا۔ان کو چاہئے کہ پہلے جس کو وصول کیا ہے اس کو رکھیں اور بقیہ کو جس سے وصول کیا ہے واپس کریں۔یہ رقم رکھنا ان کے لئے حلال اور طیب نہیں ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔

مدرسہ کے منتظم اعلیٰ کا جو جواب آپ نے نقل کیا ہے کہ''**شوریٰ کا فیصلہ ہے**''۔تو اس کی تفصیل اور تحقیق کا علم ہونے کے بعد ہی صحیح جواب دیا جا سکتا ہے۔باقی شوریٰ اور اس کی ذمہ داری جن حضرات پر ہو اور''**امرھم شوریٰ**''پر جن کا عمل ہو وہ فقہ کے **کتاب الاجارہ** کے ادنی سے مسئلہ کے خلاف کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں، یہ سمجھ سے باہر ہے۔ بالفرض اگر انہوں نے دوگنی فیس لینے کا فیصلہ کیا بھی ہو تو حدیث شریف میں ہے کہ''**لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**'' اللہ کے حکم کے خلاف کسی کے فیصلہ کو قبول کرنا

اور ماننا درست نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل مدرسہ اپنے اصول کے مطابق فیس لے سکتے ہیں، زیادہ لینا درست نہیں۔ اور اگر ڈبل فیس لی ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔
فقط والسلام

کتبہ العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ مہر دارالافتاء والارشاد ۳۰؍شوال ۱۴۱۵ھ

باسمہ سبحانہٗ

الجواب: ہمیں دارالافتاء والارشاد کے فتوے سے مکمل اتفاق ہے اور یہ جواب بالکل درست ہے۔

کتبہ: عبدالخالق عفی عنہ خادم دارالافتاء مہر جامعہ اشرفیہ لاہور، ۲؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

تائید دارالعلوم دیوبند

فتوی نمبر ۱۸۷۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارسال فرمادہ سوال اور جوابات پڑھے۔ ان میں انگلینڈ کے جناب مفتی اس،عیل صاحب کے باحوالہ جواب بالکل صحیح ہے۔ ارباب شوریٰ اور ذمہ دارانِ مدرسہ کو چاہئے کہ اس پر عمل کریں اور حکم شرعی معلوم ہونے کے بعد برضا ورغبت اس پر عل فرماتے ہوئے اپنی غلطی تسلیم کریں۔ غلطی کے اعتراف انشاء اللہ نافع ہوگا اور اس سے باہمی اختلاف ختم ہاجائے گا۔

کفیل الرحمٰن نشاط

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۴۱۵/۱۲/۲

الجواب صحیح

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

سوال مثل بالا وجواب دارالعلوم کراچی

فروری ۲۹/ مارچ ۱۹۹۵ء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ ہمارے مدرسہ جامعہ............................ نے اپنے زیر تعلیم بچوں کی فیس مندرجۂ ذیل مقرر کررکھی ہے۔ مدرسہ میں زیر تعلیم بعض ایسے بچے ہیں جو مدرسہ میں رہائش وطعام اور تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کی ہفتہ وار فیس ۱۵/ (پندرہ) پاؤنڈ تھی، جو کہ کچھ عرصہ پہلے ۱۸/ (اٹھارہ) پاؤنڈ کردی گئی۔ کچھ طلباء وہ ہیں جو صرف تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں، اور مدرسہ میں رہائش اور طعام سے فائدہ نہیں اٹھاتے، ان کی فیس ۵/ (پانچ) پاؤنڈ تھی جو کچھ عرصہ پہلے ۸/ (آٹھ) پاؤنڈ کردی گئی ہے۔ چونکہ میرے بچے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور میں ضابطہ کے تحت فیس ادا کرتا رہا۔ ۱۹۸۹ میں مدرسہ ھٰذا میں زیر تعلیم بچوں کی کرکلیز کاؤنسل نے تعلیمی گرانٹ منظور کی جو کہ فی طلبہ ۳۲/ (بتیس) پاؤنڈ ہفتہ واروالدین کی طرف سے کاؤنسل ادا کرتی رہی۔ جسے مدرسہ کے منتظمین نے بچوں اور والدین سے مخفی رکھا۔ اور والدین سے بھی مقررہ فیس مکمل وصول کرتے رہے۔ کاؤنسل نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے اور تعجب کا اظہار بھی کیا ہے کہ والدین سے دوگنی فیس کیوں وصول کی جاتی رہی ہے۔ اور کاؤنسل کا موقف یہ ہے کہ زائد وصول شدہ فیس والدین وصول کرسکتے ہیں۔ اور کرکلیز کاؤنسل نے گرانٹ کا جو معلوماتی کتابچہ شائع کیا ہے جس پر سب سے پہلے نمبر (عنوان کے طور) پر لکھا ہے:

پڑھائی اور امتحان کی فیس 1994-95 کی مختصر گائیڈ (برائے) سٹوڈنٹ گرانٹ

(ا) پڑھائی (ٹیوشن) کی فیس پڑھائی کے ادارے (کالج) کو بھیجی جائے گی۔

لیکن اگر کسی وجہ سے والدین نے فیس کی ادائیگی کردی ہے تو یہ فیس کاؤنسل والدین کو واپس دلوائے گی بشرطیکہ ادا شدہ فیس کی رسید یا خط ثبوت کے طور پر والدین کاؤنسل کو مہیا کریں گے۔

(۲) گرانٹ نمبر۲ (دو) دیگراخراجات اورضروریات کے لئے گرانٹ

دیگر ذاتی اخراجات کے لئے صرف ان کو گرانٹ ملے گی جن کے پاس کرکلیز کاؤنسل کا پاسپورٹ موجود ہو یا وہ کرکلیز پاسپورٹ کے حقدار ہوں وغیرہ۔

یہ گرانٹ والدین کو بذریعہ چیک کاؤنسل کی طرف سے ملے گی۔ اور اگر طالب علم کی عمر ۱۸ر سال یا اس سے زائد ہو تو طالب علم یہ گرانٹ وصول کرنے کا خود حقدار ہے وغیرہ۔اس ترتیب سے اس معلوماتی کتابچہ میں قواعد وضوابط لکھے ہوئے ہیں۔

فروری ۱۹۹۵ کو مدرسہ کے منتظم اعلیٰ سے رابطہ کیا گیا اور ان عرض کیا گیا کہ کاؤنسل ہمارے بچوں کی طرف سے بچوں کی پڑھائی کی فیس کی ادائیگی کئی سالوں سے کررہی ہے تو پھر آپ ہم سے بھی دوگنی فیس کیوں وصول کررہے ہیں۔جس پر موصوف نے جواب دیا کہ یہ شوریٰ کا فیصلہ ہے۔شوریٰ کے ایک دوسرے بزرگ سے بات چیت کی گئی تو انہوں نے دھمکی کے لہجہ میں منفی جواب دیا۔

(۱) اب آپ حضرت سے یہ مسئلہ دریافت کیا جارہا ہے کہ آیا شوریٰ کا یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط؟ اور کیا زائد وصول شدہ فیس ہم واپس لینے کے حقدار ہیں یا نہیں؟

وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ حضرات کا سایہ اس امت پر تادیر قائم رکھے۔ فقط والسلام

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......

۱ یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ مذکورہ صورت میں بڑیڈفورڈ کونسل سے ٹیوشن فیس کی منظوری کے بعد طلبہ یا ان کے والدین کے سے تعلیم کی کوئی فیس وصول کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ فیس بریڈکونسل کی طرف سے ادارہ کوملتی ہے۔البتہ ادارہ قیام،طعام، کتابیں اور دوسری غیر تعلیمی مصروفیات کے مواقع فراہم کرنے پر طلبہ یا ان کے والدین سے مناسب فیس وصول کرسکتا ہے۔اس لئے رہائش پذیر طلبہ کے والدین سے جونصف فیس وصول کی جارہی ہے اگروہ ان سہولیات کے معاوضے میں ہے تواس میں شرعا کوئی قباحت نہیں۔

۲ جب سے کونسل نے ادارہ کو ٹیوشن فیس دینا شروع کیا ہے اس کے بعد سے تعلیم کی جوفیس مقامی طلبہ سے لی گئی ہے، وہ ان کو واپس کرنی پڑیگی۔ باقی مقامی طلبہ کے والدین سے جوفیس لی گئی ہے اس میں اگر ٹیوشن فیس کے علاوہ دوسری سہولتیں مہیا کرنے کی فیس بھی شامل ہوتی اور وہ تعین طور پر معلوم تھی تو سہولتیں فراہم کرنے کے بقدر فیس مقامی طلبہ کے والدین کو واپس نہیں دی جائے گی۔صرف ٹیوشن فیس واپس ملے گی۔

۳ کونسل سے حاصل شدہ فیس کا مالک ادارہ ہے۔ یہ فیس نہ بچوں کے والدین کو ملے گی اور نہ کونسل کوواپس کی جائے گی۔

مسیح اللہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۱۴۱۵/۱۲/۲۰ھ

الجواب صحیح

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۱۴۱۵/۱۲/۲۰ھ

الجواب صحیح

عبدالمنان عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۱۴۱۵/۱۲/۲۰ھ

﴿۲۹۰۷﴾ چندہ لینے میں زبردستی کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں باہر گاؤں سے تراویح پڑھانے کے لئے حافظ جی آتے ہیں اور تراویح پڑھاتے ہیں تراویح پڑھانے والے کی طرف سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں ہوتا، لیکن لوگ اپنی خوشی سے اسے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں اور انہیں دینے کے لئے گاؤں میں چندہ کیا جاتا ہے اور چندہ کی صورت یہ ہے کہ چندہ کرنے والے گاؤں کے لوگوں کے نام کے سامنے اپنی مرضی کے مطابق کچھ رقم لکھ دیتے ہیں مثلاً: احمد کے پاس سے ۱۰ روپے، قاسم کے پاس سے ۲۵ روپے، محمد کے پاس سے ۱۵ روپے وغیرہ وغیرہ اور خود کی لکھی ہوئی رقم کے مطابق ہر ایک آدمی کے پاس آکر کہتے ہیں کہ آپ کے اتنے روپے لکھے ہوئے ہیں اس لئے آپ کو یہ روپے دینے پڑیں گے تو اس طرح چندہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما:...... کوئی شخص اپنی خوش دلی سے کوئی رقم چندہ میں دے تو اس کا لینا اور جس مقصد کے لئے دیا ہو اس کے مطابق استعمال کرنا درست ہے، چندہ لینے میں زبردستی کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے اس لئے جو شخص اپنی خوش دلی سے جو رقم دے وہ لے لینی چاہئے اور زیادہ کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ اگر معطیین حضرات سے چندہ کرنے والے کے تعلقات ہوں اور امید ہو کہ اتنی مقررہ رقم تو یہ دیں گے ہی، اور ان کی بد دلی کا گمان بھی نہ ہو تو اپنی مرضی سے کسی کے نام کے سامنے روپے لکھنے میں گناہ نہیں ہے، پھر بھی اس شخص پر رقم لکھنے کے مطابق دینا واجب نہیں البتہ اپنی رضامندی سے لکھوایا ہو یا دوسرے کو لکھنے کے لئے کہا ہو تو وعدہ پورا کرنا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔ اب رہا سوال تراویح پڑھانے والے کو دینے کے لئے چندہ کرنا اور اسے روپے دینا تو یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۰۸﴾ مسلمان مرد کا غیر مسلم عورت سے ہونے والے حرامی بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک مرد غیر مسلم عورت کے ساتھ گھومتا تھا اور صحبت تک معاملہ پہنچ گیا اور اس غیر مسلم عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ساتویں مہینے میں بچہ پیدا ہوا، بچہ ایک دن زندہ رہ کر انتقال کر گیا، وہ بھائی مسلمان ہے اور عورت غیر مسلم، تو پوچھنا یہ ہے کہ شادی نہ کرنے کی وجہ سے ایسی غیر مسلم عورت سے پیدا ہونے والے حرامی بچہ کو مسلمان شمار کریں گے یا نہیں؟ اور اس بچہ کو مسلمان اپنے قبرستان میں دفنائیں یا کیا کریں؟ کیا بہتر ہے؟ اس بھائی کا کہنا ہے کہ میں بچے کا باپ ہوں اور میں مسلمان ہوں، لہٰذا بچہ میرا ہی ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق مسلمانوں کے قبرستان ہی میں غسل، کفن وغیرہ دیا جائے، تو اسی کے مطابق یہاں کہ ایک مفتی صاحب نے مسلمان کے ایک غیر مسلم عورت سے ناجائز تعلق سے پیدا ہونے والے بچہ کو مسلمان شمار کیا تو کیا ایسے بچہ کو مسلمان ہی شمار کریں گے یا شریعت کی رو سے اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب تفصیل سے دیجئے، اس لئے کہ بھائی اور مفتی صاحب کے کہنے کی بناء پر بچہ مسلمان ہی شمار ہوا اور کیا مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفنانا چاہئے اور دفنا بھی دیا گیا تھا، تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ناجائز تعلق کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا نسب زنا کرنے والے مرد سے نہیں جوڑا جاتا چاہے ماں مسلمان ہو یا غیر مسلم اس بچہ کا نسب اس کی ماں سے جوڑا جاتا ہے ایسی ہی صراحت حدیث شریف میں موجود ہے، اب نابالغ کی حالت میں ہی یہ بچہ انتقال کر جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟ اس موضوع پر حضرت اقدس

تھانویؒ نے ایک خاص کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ زنا کی اولاد ماں کے تابع شمار ہوگی اور ماں کافر ہو تو نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، مجموعۃ الفتاویٰ میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ نیز فتاویٰ دارالعلوم میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بھی یہی فرماتے ہیں: جس کی وجہ سے اس بچہ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا بھی نہیں چاہئے اور نہ ہی اس کی جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے۔

اس بھائی کا کہنا یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور یہ بچہ بھی میرا ہی ہے اس لئے اس کو مسلمان ہی شمار کیا جائے صحیح نہیں ہے حدیث شریف کے صریح خلاف ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے ایسا بچہ اپنا ہونے کا دعویٰ کیا تھا، جس کو رد کر دیا گیا تھا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں اس کے متعلق بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۰۹﴾ اللہ تعالیٰ کو واحد کے صیغہ سے مخاطب کرنا

سوال: اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ محسن اور مہربان ہیں اس کو کیوں ہم ”آپ“ کے لفظ سے مخاطب نہیں کرتے، اس میں زیادہ عزت اور احترام ہے، اور اے اللہ تو یہ کر دے، تو ویسا کر دے، ایسا کہتے ہیں، تو اللہ کے لئے لفظ ”تو“ کا استعمال کیوں کرتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ ایک ہے، اس لئے اللہ کے لئے لفظ ”تو“ کا استعمال کیا جاتا ہے ”آپ“ میں ایک سے زائد ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے، اس سے بچنے کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص عزت کے طور پر ”آپ“ کا لفظ استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۱۰﴾ خودکشی کرنا

سوال: کیا خودکشی کرنا جائز ہے؟ ایک مسلمان شخص زندگی سے تنگ آکر زندگی سے مایوس ہوکر یا گھریلو جھگڑوں سے تنگ آکر خودکشی کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے خودکشی کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خودکشی کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے ایسے شخص کے لئے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہنے کی وعید بیان کی گئی ہے یعنی پریشانی سے گھبرا کر خودکشی نہ کر کے پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ہمت، دعا اور اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے، خودکشی تو دور کی بات! پریشانی سے گھبرا کر موت کی دعا اور تمنا کرنا بھی گناہ ہے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۱۱﴾ آیات قرآنیہ اور مقامات مقدسہ کی تصویروں والے کیلنڈر چھاپنا اور ان کی تجارت کرنا

سوال: ہندو یا مسلمانوں کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس وقت کچھ تاجر حضرات کیلنڈر چھپواتے ہیں جس میں قرآن کی آیتیں، مقامات مقدسہ کی تصویریں وغیرہ مطبوع ہوتی ہیں اور وہ کیلنڈر ہندوؤں یا مسلمانوں کے گھروں میں جاتے ہیں اور ان کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے، تو ایسے کیلنڈر چھاپنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس طریقہ سے قرآن مجید کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طریقہ سے قرآن مجید کی آیتیں جس چیز پر لکھی ہوئی ہوں ان کا بھی ادب کرنا ضروری ہے، اس لئے بے ادبی ہوتی ہو تو چھاپنا بھی گناہ ہے۔ اور بیچنے والے یا ہدیہ دینے

والے کو یہ بات معلوم ہو کہ فلاں شخص اس کا ادب نہیں کرے گا تو ایسے شخص کو کسی بھی حالت میں دینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۲﴾ دینی رسائل واخبار پڑیا باندھنے کے کام میں لینا

سوال: مذہبی ماہناموں، رسائل، اخبارات وغیرہ کو دکان میں پڑیا باندھنے کے کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسی چیزوں میں قرآن مجید کی آیتیں تو ہوتی نہیں ہیں لیکن بزرگوں کی باتیں ہوتی ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جس کاغذ پر اولیاء اللہ اور انبیاء وغیرہ کے اسماء مطبوع ہوں ان کاغذات کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے دکان میں پڑیا باندھنے کے کام میں نہیں لانا چاہئے، اس کے علاوہ دوسرے کاغذات کو کام میں لا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۳﴾ دعوت ناموں پر اللہ لکھا ہوا ہو تو

سوال: رشتہ داروں کی طرف سے آئے ہوئے دعوت نامے جن میں اللہ یا ۷۸۶ یا پھر اسلامی اسماء مثلاً: عبدالواحد، موسیٰ، سلیمان، اسماعیل وغیرہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے تو ایسے کاغذات جلانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ایسے کاغذات جلانا جائز ہے اور دفن کرنا بھی جائز ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی بے ادبی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۴﴾ مسجد میں قبلہ والی دیوار پر ٹائلز لگانا

سوال: فی الحال بمبئی کی ایک مسجد کے جماعت خانہ کے آگے والی دیوار میں رنگین ٹائلز لگائی گئی، ٹائلز کے سامنے کھڑے رہنے سے اس ٹائلز میں انسان کا عکس (سایہ) نظر آتا

ہے، صاف نظر تو نہیں آتا لیکن آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ سامنے جو نظر آ رہا ہے وہ انسان ہے تو ایسی ٹائلز لگانا کیسا ہے؟ اس لئے کہ نماز بہترین عبادت ہے تو ٹائلز رہنے دی جائیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نمازی کے سامنے کا عکس اگر برابر صاف نظر آتا ہو تو نماز مکروہ ہوگی سوال میں جو تفصیل مذکور ہے کہ ''صاف نظر تو نہیں آتا'' لہٰذا سایہ کے حکم کے مطابق اس کا حکم ہوگا اور ایسی مسجد میں نماز تو ہو جائے گی۔ یہ سوال ٹائلز لگانے سے پہلے پوچھنا چاہئے تھا، اب توڑنا ضروری نہیں، مسجد کو خواہ مخواہ مزیّن کرنے سے بچانا چاہئے۔

﴿۲۹۱۵﴾ بغیر اجازت مسجد کی اشیاء کا ذاتی استعمال

سوال: کیا کسی کی اجازت کے بغیر مسجد سے گھڑی وغیرہ گھر لے جا کر استعمال کرنا گناہ ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ مسجد میں چوری کرنا گناہ نہیں ہے کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کی وقف چیزیں اور اس جیسی دوسری وقف اشیاء کا کوئی مالک نہیں ہوتا بلکہ ان کا مالک حقیقتاً و حکماً دونوں اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی ہے، لہٰذا جو اشیاء مسجد کے لئے وقف ہیں انہیں اپنے ذاتی فائدہ کے لئے مسجد کے باہر لے جا کر استعمال کرنا جائز نہیں۔ ''مسجد میں چوری کرنا گناہ نہیں'' ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔

﴿۲۹۱۶﴾ مؤذن سے مسجد کے بیت الخلاء صاف کروانا

سوال: ہمارے یہاں مسجد کا ہر کام مؤذن کے سپرد کر دیا گیا ہے حتی کہ مؤذن مسجد کے پیشاب خانے اور بیت الخلاء بھی صاف کرتا ہے، اور اذان بھی دیتا ہے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... مؤذن صاحب بیت الخلاء صاف کرے اور پھر پاک ہو جائے اور بعد میں اذان دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مؤذن کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی اونچا ہے، اس لئے ان سے اس طرح کے کام نہیں کروانے چاہئیں جن میں ان کی توہین ہوتی ہو، خاص کر ایسا کام جو دوسرے آدمیوں سے بھی کرایا جا سکتا ہو۔

﴿۲۹۱۷﴾ گھر بنانے کے لئے آئی ہوئی امدادی رقم میں سے جو بچ جائے اس کا کیا کیا جائے؟

سوال: رہائشی گھر بنانے کے لئے لوگوں سے روپیوں کی مدد لینا اور گھر بن جانے کے بعد بچی ہوئی رقم اپنے ذاتی خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتے تو اب اس رقم کا کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... محض گھر بنانے ہی کے لئے مدد کے طور پر رقم دی ہو تو دوسری ضرورتوں میں استعمال کرنا ہو تو مدد کرنے والے کی رضامندی سے دوسری جگہ استعمال کر سکتے ہیں۔

﴿۲۹۱۸﴾ اساتذہ کے احترام کے خاطر کھڑا ہونا

سوال: استاد جب کلاس میں آتے ہیں اس وقت طلباء ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا استاد کی آمد پر طلباء کا کھڑا ہونا جائز ہے؟ ایک بھائی کا کہنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب مجلس میں آتے تھے تو صحابہ حضور ﷺ کے احترام کی خاطر کھڑے ہو جاتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کرنے سے صحابہ کو منع کیا؛ اس لئے کسی کے احترام کی خاطر کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... طلباء کا اپنے استاد کے احترام میں کھڑے ہونا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن انہیں کھڑے ہونے کے لئے مجبور نہ کیا جائے اور اگر آنے والے کے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس طرح کھڑے ہونا یا کھڑے ہونے دینا مکروہ ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی آمد پر صحابۂ کرام کھڑے ہوئے، اس لئے ان کا یہ عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ نے جو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع کیا وہ تواضع کے پیش نظر تھا۔ (مشکوٰۃ ومرقاۃ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۹﴾ طلب باراں کا جدید طریقہ اور اس کا حکم

سوال: مسلمانوں میں ایک ایسا رواج جاری ہو گیا ہے کہ جب بارش کی تنگی ہوتی ہے تو لڑکے، لڑکیاں اور جوان مرد ''میولا'' (طلب باراں) مانگنے کے لئے نکلتے ہیں اور گھر گھر جاتے ہیں اور دروازہ پر کھڑے ہو کر کچھ اشعار پڑھتے ہیں اور گھر والے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت نے طلب باراں کا طریقہ بتلایا ہے، اور حضور اقدس ﷺ نے اس پر عمل بھی کر کے بتایا ہے اس لئے اب اس خاص اور مبارک طریقے کو اختیار کر کے مذکورہ بالا اسلام کے خلاف طریقہ اور رواج کو ترک کرنا چاہئے۔ مذکورہ بالا طریقے کے مطابق محلّے محلّے جماعت اور ٹولیاں بنا کر پھرنا اور طرز میں طرز ملا کر اشعار پڑھنا اور چندہ کرنا اور اس سے کھچڑا وغیرہ کی ضیافت کرنا فضول ہے اور اس میں اعانت بھی نہیں کرنی چاہئے اور سنت طریقے کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

﴿۲۹۲۰﴾ غسل خانہ میں برہنہ حالت میں اوراد کا پڑھنا

سوال: غسل کے وقت جب برہنہ حالت میں ہوں تو کیا اوراد پڑھنا درست ہے؟ اور کیا نہیں پڑھنا چاہئے؟ اس حالت میں مرد اور عورت کے لئے ایک ہی حکم ہے یا جدا جدا؟ کئی عورتیں غسل کا پانی لوٹے میں لے کر اس لوٹے پر کچھ پڑھ کر دم کرتی ہیں پھر وہ پانی بدن پر بہاتی ہیں، تو کیا ایسا بھی کوئی طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر برہنہ حالت میں ہوں اور ناپاک پانی جمع ہو رہا ہو تو ایسی حالت میں کچھ نہیں پڑھنا چاہئے اور پڑھنا بھی گناہ ہے۔ (شامی:۱۰۲) ناپاکی اور برہنہ حالت نہ ہو تو پڑھنے کی گنجائش ہے، مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے، پانی پر دم کرنے کے بعد بدن پر بہانا اور اس کے بغیر پاک نہ ہونے کا جو گمان عورتوں میں ہے وہ بالکل واہیات میں ہیں۔ شریعت کی جانب سے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔

﴿۲۹۲۱﴾ فضائل بتا کر کام کرنا بہتر ہے یا مسائل بتا کر؟

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام صاحب جو عالم بھی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ تبلیغی جماعت والوں کے لئے فضائل بتا کر کام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ مسائل بتا کر کام کریں۔ کیا یہ بات قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......فضائل سننے سے عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور کام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے؛ اس لئے فضائل بتائے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”بشـــروا ولا تـنـفـروا“ بشارت سناؤ اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اس لئے فضائل جو معتبر احادیث سے ثابت ہیں اسے سنا کر عمل کرنے کی ترغیب دینی چاہئے، اور ضرورت کے

وقت مسائل معتبر علماء سے معلوم کر کے ان پر عمل کرنا چاہئے۔

﴿۲۹۲۲﴾ ''۷۸۶'' کے ساتھ ''۹۲'' لکھنا کیسا ہے؟

سوال: ''۷۸۶'' کے نیچے ''۹۲'' لکھا جائے تو کیسا ہے؟ اس لئے کہ سات سو چھیاسی بسم اللہ کا عدد ہے اور ''۹۲'' حضور ﷺ کا عدد ہے، مذکورہ طریقے پر قرآن شریف کی آیتوں کو لکھنے سے پہلے ''۷۸۶-۹۲'' لکھا جائے تو شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے ہونی چاہئے، یہ شریعت کا حکم ہے چاہے زبانی پڑھ کر شروع کریں یا لکھ کر، اسی وجہ سے کاغذ پر اللہ کا نام لکھ کر شروع کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں جہاں سلیمان علیہ السلام کا خط ملکۂ سبا بلقیس کو لکھنے کا تذکرہ ہے اس میں بھی بسم اللہ ہی سے شروع کیا گیا ہے، لیکن ہمارے یہاں ایسے خطوط کی بے ادبی ہوتی ہے اور ادب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے، اس لئے ''ابجد'' کے قاعدے کے مطابق بسم اللہ کا عدد یعنی ''۷۸۶'' لکھ دیتے ہیں تاکہ بسم اللہ کے ذریعے لکھے جانے کا ثبوت ہو جائے، لیکن حضور ﷺ کے پاک نام کے ساتھ ابتداء کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے ''محمد'' نام کا عدد ''۹۲'' لکھنے کا حکم بھی نہیں ہے بلکہ نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔

﴿۲۹۲۳﴾ کفایت شعاری اور میانہ روی سے گھر چلانا

سوال: میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہوں، اور میں اپنے گھر میں کھانے پینے میں تنگی کرتا ہوں۔ میرا کام دھندا برابر چلتا ہے۔ لیکن میرے بچوں کا دل جس چیز کے کھانے کو چاہیں وہ میں دیتا نہیں ہوں اور کنٹرول رکھتا ہوں۔ مجھے جو مناسب لگتا ہے

اس کے مطابق دیتا ہوں۔تو اس طرح کھانے پینے میں جو تنگی میں کرتا ہوں وہ صحیح ہے یا نہیں؟

نوٹ: کوئی بھی شخص میرے یہاں چندہ کے لئے آئے تو میں اس کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا اور میں اپنی حیثیت کے مطابق دیتا ہوں، لیکن گھر میں تنگ دستی اور میانہ روی سے خرچ کرتا ہوں۔تو یہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی حیثیت اور مالی حالت کے مطابق خیرات اور سخاوت کرنی چاہئے اور یہ خیرات اور سخاوت ہر حالت میں افضل ہے۔اور ایسا کام کرنا بہت ثواب کا کام ہے۔گھر میں زیادہ اسراف نہ کرتے ہوئے کفایت شعاری اور میانہ روی سے خرچ کرنا بہت اچھی بات ہے، ہر ایک کام میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہوتا ہے، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”جو لوگ خرچ کرنے میں فضول خرچی نہیں کرتے، اسی طرح ضرورت کے مطابق خرچ کرنے میں کمی بھی نہیں کرتے اور حدّ اعتدال میں رہ کر خرچ کرتے ہیں تو وہ مبارک بادی کے لائق ہیں۔ مطلب یہ کہ اسراف نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح بخل بھی نہیں ہونا چاہئے، فضول خرچی کے متعلق قرآن شریف اور احادیث میں وعید وارد ہوئی ہے، فضول خرچی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا، اور بخیل کو حدیث میں اللہ کا دشمن کہا گیا ہے اور سخی اللہ اور جنت کے نزدیک ہوتا ہے۔

﴿۲۹۲۴﴾ چندہ کی رقم سے جلسہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک دینی مدرسہ ہے، مسلمان بھائیوں نے مل کر چندہ جمع کر کے مدرسہ قائم کیا ہوا ہے، پورے سال چندہ کا کام جاری رہتا ہے، ہم لوگ مدرسہ کا ایک جلسہ

کرنا چاہتے ہیں، تاکہ مدرسہ کی زیادہ شہرت ہو اور ہمیں زیادہ چندہ مل سکے۔
فی الحال ہمارے پاس مدرسہ کا ذاتی مکان بھی ہے، اور بینک میں بھی کافی رقم جمع ہے، مدرسہ کے کچھ مکان ہیں جن کا کرایہ آتا ہے، ہم اس جلسہ کے لئے مدرسہ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کام کے لئے الگ سے چندہ کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چندہ کر کے جمع کی جانے والی رقم کا دارومدار دینے والے کی نیت پر ہوتا ہے، عام طور پر یہ رقم مدرسہ کے کاموں کے لئے اور پڑھائی پر خرچ کرنے کے لئے ہوتی ہے، لہٰذا چندہ کی رقم جلسہ کے لئے استعمال نہیں کر سکتے، البتہ چندہ کرتے وقت اس بات کی صراحت کردی گئی ہو کہ مدرسہ کے کاموں میں ایک جلسہ بھی کریں گے تو اب اس میں خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

﴿۲۹۲۵﴾ ہر جمعہ میں تقریر کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام جمعہ کی اذان کے بعد اور خطبہ سے پہلے ہمیشہ ۲۰-۳۰ منٹ کا بیان کرتے ہیں، لوگ جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں اور ان کے لمبے بیان سے اکتا جاتے ہیں، اس طریقے پر ہمیشہ بیان کرنے سے لوگوں میں نماز سے دلچسپی کم ہو رہی ہے، اور کام دھندے والے لوگ زیادہ وقت ہونے کی وجہ سے اکتا جاتے ہیں، تو اس طرح ہمیشہ بیان کرنا کہ جس سے لوگوں میں نماز سے دلچسپی کم ہو رہی ہو مناسب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور اقدس ﷺ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تو یہ تھا کہ وہ تقریر میں اتنا ہی وقت لیتے تھے جس سے سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں، لہٰذا امام صاحب کو لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے، اور آج کل لوگ بھی

ضرورت سے زیادہ کاہل ہیں، کیا وہ ایک ہفتہ میں صرف ۲۰ منٹ بھی دین کی بات سننے کے لئے نہیں دے سکتے؟ جب کہ واہی تباہی باتوں میں گھنٹوں گذار دیتے ہیں، امام صاحب اگر مناسب سمجھیں تو پانچ منٹ کم کر دیں یا لوگوں میں جوش پیدا کریں جس سے لوگ پورے شوق سے تقریر سن سکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۲۶﴾ بلوں پر اسمائے مبارکہ ہوں تو ان کی تعظیم ضروری ہے؟

سوال: ہم دُکان چلاتے ہیں اور اس کے لئے بل بنانا اور لکھنا پڑتا ہے، ان بلوں پر ''اے کے محمد'' لکھا ہوا ہوتا ہے، کبھی کبھی ان بلوں کو پھاڑنا بھی پڑتا ہے، اور گاہکوں کو بھی دینا پڑتا ہے تو اس میں محمد کے نام کی بے ادبی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''محمد'' نیز دیگر اسماء انبیاء جن کاغذوں پر لکھے ہوئے ہوں ان کاغذوں کا جتنا ہو سکے ادب واحترام کرنا چاہئے، ان اسماء کی یا یہ اسماء لکھے ہوئے کاغذوں کی بے ادبی کرنا مکروہ ہے، لہٰذا جو ان کاغذوں کی بے ادبی کرے گا وہ گنہگار کہلائے گا، اتفاقاً بالضرورت ایسے نام چھاپنے پڑیں تو ان کو پھاڑ کر پھینکنے کے بجائے حفاظت سے رکھنا چاہئے یا دفن کر دینا یا جلا دینا چاہئے، اور جو بل گاہک کے پاس جائیں ان کا ادب کرنے کی ذمہ داری ان گاہکوں کی ہے۔ (عالمگیری: ۹۵)

﴿۲۹۲۷﴾ تسبیح پڑھتے ہوئے دنیا کی باتیں کرنا

سوال: حضرت شیخؒ کے معمولات پورے کرتے ہوئے دنیوی یا گھر کے کام کی باتیں کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تسبیح پڑھتے وقت مکمل دھیان تسبیح میں ہی لگانا چاہئے،

اور ایسی ہر چیز سے جو دھیان ہٹانے والی ہو دور رہنا چاہئے، اور اسی وجہ سے بعض بزرگ ہوا، روشنی کے بغیر کے چھوٹے سے کمرہ میں اپنے وظائف پڑھتے تھے: کیوں کہ تنہائی میں اللہ کی طرف توجہ اور دھیان زیزدہ رہتا ہے یعنی بہتر اور اچھا تو یہی ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو بات کرنا جائز ہے، منع یا گناہ نہیں ہے۔

﴿۲۹۲۸﴾ نماز یا تراویح کی ریکارڈنگ

سوال: اگر کوئی شخص نماز کی یا تراویح کی ٹیپ ریکارڈنگ کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جائز ہے، لیکن تماشہ نہ بن جائے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

﴿۲۹۲۹﴾ ٹیپ ریکارڈ پر قرأت سننا

سوال: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو پر قرآن شریف سننا یا ریکارڈ کرنا جائز ہے؟ میں دل کی سچی نیت سے روز صبح کی قرأت سنتا ہوں کہ جس سے آفات اور بلائیں دور ہوں اور برکت نازل ہو، تفریح یا دل بہلانے کے لئے ٹیپ یا ریڈیو نہیں بجاتا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو کا اکثر استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا ہے، اس لئے یہ لہو ولعب کا سامان ہے؛ اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ اس پر ایسی پاکیزہ چیزیں نہ سنی جائیں، لیکن حقیقت میں کوئی آدمی پڑھتا ہو اور جیسے اس کو ادب کے ساتھ سنا جاتا ہے اسی طرح ادب کے ساتھ ٹیپ رکارڈ یا ریڈیو کی قرأت کو بھی سنا جائے اور تفریح مقصود نہ ہو تو ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ پر قرأت سننا اور ریکارڈ کرنا جائز ہے۔

آفت، بلا کو دور کرنے کے لئے اور گھر میں برکت پیدا کرنے کے لئے حضور اقدس ﷺ

کے حکم کے مطابق نفل نمازیں پڑھنے اور خود تلاوت کرنے سے زیادہ کوئی چیز فائدہ مند نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۰﴾ فتوے کی حقیقت

سوال: فتویٰ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ فتویٰ میں مفتی صاحب اپنی مرضی سے حقیقت لکھتے ہیں یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بیان کرتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت کی زبان میں جو وسیع علم رکھتا ہو اور خود مجتہد ہو ایسے شخص کو مفتی کہا جاتا ہے۔ اور مفتی اس شخص کو کہتے ہیں جو سائل کو دلیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرے: ''المفتی ھو المخبر بحکم الله عن دلیل لمن سال عنه''۔ (فتوی اور اس کے اصول و ضوابط ص ۱۴ و عربی ص ۱۲)۔ لیکن اس زمانہ میں جو امام کی عبارتوں اور مسلک کو جانتا ہو اور اس کو معتبر کتابوں سے نقل کرتا ہو تو مجازاً اس کو بھی مفتی کہا جاتا ہے۔

اب ایسا شخص کسی کے سوال کے جواب میں کسی معتبر امام مجتہد کا قول لکھ کر دے تو اس کو ''فتویٰ'' کہا جاتا ہے، جو قرآن شریف اور حدیث پاک کے فرامین کے مطابق ہی ہوتا ہے، مفتی کی اپنی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا، جس کی مکمل تفصیل ''شرح عقود رسم المفتی'' میں مل سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۱﴾ جماعت کا لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگانا

سوال: ہمارے یہاں کی جماعت نے شادی کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے بالکل منع فرمایا ہے، ان میں سے بعض بھائیوں کی رائے یہ ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط کو بجا

لاتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کی اجازت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، آپ سے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب لکھ کر ممنون فرمائیں۔

نعت شریف، حمد شریف، اور بزرگانِ دین اور اولیاءِ کرام کے بیانات لاؤڈ اسپیکر پر سنائے جائیں جس سے لوگوں کے دل خوش ہوں اور معاشرے میں دینی ماحول کی فضاء قائم ہو تو اس طور پر سنائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اذان، تقریر، حمد ونعت وغیرہ کے لئے کر سکتے ہیں، ممنوع نہیں ہے، لیکن آپ کی جماعت نے جو پابندی لگائی ہے وہ مناسب ہے اس لئے کہ بعض حمد ونعتوں میں شعراء مبالغہ سے کام لیتے ہیں، اور شعراء اپنے تخیّل سے غلط عقائد پیش کرتے ہیں، موسیقی (میوزِک) کو ایسے ریکارڈ میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، جس کا سننا اور بجانا ناجائز اور حرام ہے، نیز تھوڑا موقع ملتے ہی زیادہ خرابی پیدا ہونے کا امکان بھی رہتا ہے، ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے جماعت کا یہ اقدام قابلِ تحسین اور لائقِ تعریف سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۲﴾ پانی کے کنویں میں پڑھنے کے کاغذات ڈالنے کے بعد اسے بیت الخلاء کا کنواں بنا سکتے ہیں؟

سوال: ایک پانی والا کنواں تھا، اس میں چار پانچ سال قبل ایک شخص نے پڑھنے کے کاغذات ڈالے تھے وہ کنواں چار پانچ سال سے ویران وبے کار پڑا ہوا ہے، فی الحال اس کنویں کو بیت الخلاء کے کام میں لانے کا ارادہ ہے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کاغذات ڈالنے کو چار پانچ سال ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اس کے نشانات بھی باقی نہیں رہے ہوں گے؛ اس لئے اب اس کو بیت الخلاء کے کنویں کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۳۳﴾ فرعون نے لڑکوں کو قتل کرنا کب بند کیا؟

سوال: فرعون نے لڑکوں کو قتل کرنا کب بند کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے تب؟ یا فرعون غرق ہوا وہاں تک قتل کرنا جاری تھا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کتب تفسیر میں ابھی تک کوئی متعین وقت میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۳۴﴾ موت کی خبر سن کر انا للہ پڑھنا

سوال: ایک شخص کا کہنا ہے کہ کوئی غم اور موت کی خبر اگر باہر گاؤں سے آئے تو ﴿قالوا :انا للہ وإنا إلیہ راجعون﴾ پڑھنا چاہئے اور خود اپنے گاؤں سے خبر ملے تو ''قالوا'' نہیں، فقط ''إنا للہ وإنا إلیہ راجعون'' پڑھنا چاہئے۔ تو پہلی صورت میں ''قالوا'' پڑھنا اور دوسری صورت میں ''قالوا'' نہ پڑھنا کیا عربی قوانین سے ثابت ہے؟ یا دونوں میں سے کسی میں بھی ''قالوا'' پڑھنا ضروری نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غم ومصیبت کی خبر ملتے ہی إنا للہ الخ پڑھنا مستحب ہے، ترجمہ: ہم اللہ ہی کے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ''قالوا'' کے معنی ہیں ''انہوں نے کہا'' لہٰذا اس جگہ اس لفظ کا تلفظ بے معنی ہے لہٰذا یہ لفظ نہیں پڑھنا چاہئے، اپنے

گاؤں سے موت کی خبر ہو اس وقت بھی اور باہر گاؤں سے موت کی خبر ہو تب بھی۔

﴿۲۹۳۵﴾ آپ ﷺ کی روح مبارک کسی ولی کی شکل میں حاضر ہوسکتی ہے؟

سوال: تاریخِ اولیاءِ گجرات میں لکھا ہے کہ احمد آباد کے ایک بڑے بزرگ شاہ عالمؒ درس دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی وجہ سے درس دینے کے لئے حاضر نہ ہوسکے تو اس وقت شاہ عالمؒ کی شکل وصورت میں حضور ﷺ نے حاضر ہو کر سبق پڑھایا، پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ شکل بدل کر آسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق جس شخص نے حضور ﷺ کا دیدار کیا تو اس نے آپ ﷺ ہی کا دیدار کیا، شیطان آپ ﷺ کی شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا اس لئے شمائل وغیرہ کتابوں میں آپ ﷺ کا جو حلیہ بیان کیا گیا ہے اسکے علاوہ کسی حلیہ میں کسی نے آپ کو دیکھا تو یہ دیکھنے والے کی حالت پر مبنی ہے، صورتِ مسئولہ میں مذکورہ تاریخی قصہ اگر شرعی ثبوت سے صحیح ثابت ہو جائے کہ حضور ﷺ کو حضرت شاہ عالمؒ کی شکل میں دیکھا گیا تو یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت کے مریدین وشاگردان کو حضرت کے ساتھ جو محبت اور کامل مناسبت تھی اس کی وجہ سے انہوں نے حضور اقدس ﷺ کو حضرت شاہ عالمؒ کی شکل میں دیکھا اور تعلیم حاصل کی۔

سفینۃ الاولیاء اور تاریخِ صوفیاءِ گجرات کے ص:۲۰۲ پر لکھا ہے کہ حضرت شاہ عالمؒ کی شکل وصورت حضور ﷺ کی شکل وصورت سے بہت ملتی جلتی تھی تو اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ تو اپنی اصل حالت (شکل وصورت) میں ہی ہوں اور شاگردوں نے عادت کے مطابق آپ ﷺ کو اپنے استاذ حضرت شاہ عالمؒ سمجھ لیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۶﴾ اسرائیل کی کھجوروں سے افطار کرنا کیسا ہے؟

سوال: ماہِ رمضان میں ہمارے یہاں ''یوکے'' میں کھجوروں کے بکس (BOX) ملتے ہیں ان بکس پر مختلف ملکوں کے نام ہوتے ہیں جہاں کی وہ کھجور ہوتی ہیں۔ ماہ رمضان کے درمیان اسرائیل کی کھجوریں زیادہ بیچی جاتی ہیں، دوسرے ملکوں (جن میں مسلم مما لک کی بھی کھجوریں ہوتی ہیں) کی کھجوریں بھی بیچی جاتی ہیں، روزہ افطار میں اسرائیل کی کھجوریں سستی ہونے کی وجہ سے زیادہ استعمال کی جاتی ہیں تو اسرائیل کی کھجوریں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ان کھجوروں کی تجارت سے نصاریٰ کو فائدہ ہوتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کھجور سے افطار کرنا سنت ہے بیچنے سے یا پیک کرنے سے کوئی چیز اسرائیلی یا نصرانی نہیں ہوجاتی، لہٰذا جو سستہ ہو اسے خرید کر روزہ افطار کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسلام دشمن یا مسلم دشمن ظالم ملکوں کی اشیاء کے استعمال سے ان کو مالی فائدہ ہوتا ہے، لہٰذا ان کو اس طرح فائدہ پہونچانے سے بچنا بھی بہتر ہے۔

﴿۲۹۳۷﴾ سورج گہن سے متعلق بیہودہ افواہ

سوال: چند روز قبل سورج گہن ہوا اس کے متعلق پوچھنا یہ ہے کہ گہن کیا ہوتا ہے؟ ایک مسلمان بھائی سے میں نے سنا کہ اگر کوئی حاملہ عورت اس وقت باہر نکلتی ہے تو اس پر گہن کا اثر ہوتا ہے یا اس عورت کو جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ نقص وعیب والا ہوتا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سورج گہن ہو یا چاند گہن ہو یہ دونوں قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی نشانیوں میں سے ہیں، جو لوگ چاند یا سورج کی پرستش کرتے ہیں ان کے لئے ایک تنبیہ اور ذلّت ہے کہ تم جن چیزوں کو خدا سمجھتے ہو وہ اتنے کمزور ہیں کہ ان

کی روشنی لے لی گئی تب بھی وہ کچھ نہیں کر سکتے، لہٰذا اسی قادرِ مطلق خدا کی عبادت کرنی چاہئے جس سے بڑا اور بلند کوئی نہیں ہے۔ سوال میں مذکورہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، لہٰذا ایسا عقیدہ اور خیال رکھنا بالکل صحیح نہیں ہے۔

﴿۲۹۳۸﴾ مسجد حرام کی وجہ تسمیہ

سوال: مسجدِ حرام کو مسجدِ حرام کیوں کہا جاتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: حرام کے معنی حرمت واحترام اور عزت والا ہونے کے ہیں اور کعبہ شریف کی مسجد کو مسجدِ حرام کہتے ہیں؛ اس لئے کہ وہ مسجد بے حد حرمت اور عزت والی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۹﴾ حلال اور حرام مال جمع ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک بڑا خاندان ہے وہ ناجائز طریقہ سے روزی کماتا ہے لیکن اس خاندان میں سے ایک شخص حلال روزی کماتا ہے اور اسی خاندان میں اپنی آمدنی دے کر انہیں کے ساتھ کھاتا ہے، پیتا ہے تو جو شخص حلال روزی کماتا ہے تو شریعت کی رو سے اس میں کوئی حرج ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: جہاں حلال وحرام دونوں آمدنی جمع ہو جائیں تو دیکھا جائے گا کہ زیادہ حصہ حلال کا ہے یا حرام کا اور اس اعتبار سے حکم لگایا جائے گا۔ (عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۰﴾ حرام اور حلال میں فرق نہ کرنے والے کی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

سوال: ایک شخص کو حلال وحرام کا علم نہیں ہے وہ شخص سنن، فرائض کا پابند ہے، صدقہ

خیرات خوب کرتا ہے تو اس کی یہ عبادتیں قبول ہوگی یا نہیں؟ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص حلال وحرام کو جانتا ہی نہ ہو اور اسی میں لگا رہتا ہو اس کے باوجود فرض واجب سنت وغیرہ کا پابند بھی ہو تو اس وجہ سے شریعت نے اس پر جو حق لازم کیا ہے وہ تو ادا ہو جائے گا، لیکن بارگاہِ عالی میں قبول نہ ہوگا، یعنی اس کی عبادت کا فریضہ اس کے ذمہ سے اتر جائے گا، البتہ ان عبادتوں کا جو ثواب ملنا چاہئے وہ ثواب اسے نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۱﴾ مشورہ کے خلاف کرنے میں کوئی وعید ہے؟

سوال: مشورہ کیا گیا ہو اور اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے یا یہ کہ اس کے خلاف عمل کیا جائے تو اس سلسلہ میں کوئی وعید ہو تو بتائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس سلسلہ میں کوئی وعید ہے یا نہیں، یہ میرے علم میں نہیں۔

﴿۲۹۴۲﴾ استمناء بالید کی حرمت

سوال: میں ایک بیس سال کا نوجوان ہوں کچھ دنوں سے مجھے استمناء بالید (مشت زنی) کی عادت ہوگئی ہے۔ (کتنے ہی نوجوان اس سے توبہ کرتے ہیں اور اسے گناہ سمجھتے ہیں لیکن جوانی کے جوش میں کچھ مدت بعد دوبارہ مشتِ زنی کرنے لگتے ہیں) یہ گناہ کا کام ہے اسے جاننے کے بعد میں نے اللہ کے حضور توبہ کی لیکن پھر یہ عادت واپس شروع ہوگئی اس طرح میں توبہ کرتا رہتا ہوں اور پھر یہ عادت شروع ہو جاتی ہے تو کیا میں سخت گنہگار کہلاؤنگا؟ اور میری اصل توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور کیا یہ مشتِ زنی گناہ کا کام ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......علامہ حصکفیؒ درمختار میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ "ناکح الید ملعون" ترجمہ: مشتِ زنی کرنے والا ملعون ہے اور یہ کام خلاف فطرت ہے، دین وصحت دونوں اعتبار سے سخت نقصان دہ ہے لہٰذا ایسے گناہ کے کام چھوڑ دینا چاہئے، نیز ایسے کام کرنے والوں کے ہاتھوں میں جب وہ میدان حشر میں اٹھیں گے حمل ہوگا، لہٰذا اب کبھی یہ کام نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرکے اور جو ہوگیا اس پر شرمندہ ہوکر توبہ کرلینی چاہئے کہ اس طرح اللہ کے یہاں توبہ قبول ہوجاتی ہے اور گناہ بھی بالکل معاف ہوجاتا ہے، توبہ کے بعد پھر یہ گناہ ہوجائے تو دوبارہ اسی طرح توبہ کرلینی چاہئے۔

﴿۲۹۴۳﴾ عربوں کو ہلکا سمجھنا

سوال: فی الحال عرب حضرات لوگوں کی نظر میں بدنام ہوگئے ہیں اور لوگ ان کے بارے میں بہت ہی برا بھلا کہتے ہیں، حقیقۃً فی الحال ان کے کام بھی ایسے ہی ہیں جیسے دوسرے ملکوں میں جاکر لاکھوں روپیوں کا جوا کھیلنا، اجنبی عورتوں کے ساتھ عیاشیاں کرنا شراب پینا وغیرہ، لوگ کہتے ہیں کہ عرب حضرات عیاشی میں پڑ گئے ہیں تو کیا ان کے بارے میں اس طرح کہہ سکتے ہیں؟ کیا اس میں کوئی گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عربی ہو یا عجمی جو لوگ شراب، جوا یا زنا کار ہوں تو ایسے ناجائز وحرام کام کرنے والے سخت گنہگار رہوں گے، لیکن ایسے چند لوگوں کو لے کر پورے عرب معاشرے کو ہلکا سمجھنا یا ان کے خلاف برا بھلا کہنا مناسب نہیں ہے، عرب دشمنی جو یہودیوں کی مراد ہے یہ ان کی مدد کرنے کے برابر ہے، ان کے اعمال خراب ہوں گے لیکن قلبی اور دینی صلاحیت ابھی بھی ہم سے زیادہ اچھی ہے، آج بھی اگر انہیں کوئی

اچھا بہتر رہبر مل جائے تو اخلاق و اعمال کی بلند چوٹی پر پہنچ سکتے ہیں، لہٰذا ایسے کاموں سے یا عربوں کے خلاف ایسی باتوں کو پھیلانے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۴﴾ بعض درخت لگانے سے جنات آتے ہیں کیا اس کی کوئی حقیقت ہے؟

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ بعض درخت ایسے ہیں جنہیں ہمارے گھر کے صحن (باڑے) میں نہیں لگانا چاہئے اس وجہ سے کہ ایسے درخت لگانے سے جنات آتے ہیں، شرعاً اس کی کوئی حقیقت ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ درخت کون کون سے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... یہ اعتقاد بالکل غلط اور خیال خام ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جنات بھی اللہ کی مخلوق ہے اور وہ مختلف جگہوں پر رہتے ہیں البتہ ان کے شر سے بچنے کے لئے حدیث شریف میں جو دعائیں مذکور ہیں انہیں پڑھتے رہنا چاہئے۔

﴿۲۹۴۵﴾ فارسی، عربی اور اردو زبان کی ایجاد کیسے ہوئی؟

سوال: فارسی کا موجد کون تھا؟ اسی طرح عربی اور اردو کا موجد کون تھا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عربی تو آسمانی زبان ہے، جنت میں جنتیوں کی زبان عربی ہی رہے گی، اور یہ زبان جنت ہی سے آئی ہے، فارسی کی ایجاد کے متعلق کہیں لکھا ہوا نظر سے نہیں گذرا، اردو مغلیہ دور میں وجود میں آئی تھی پہلے یہ لشکری زبان تھی جو فارسی اور عربی سے مل جل کر بنی تھی بعد میں عوام کے استعمال میں آکر اور سدھر جانے کے بعد ایک عظیم زبان بن گئی، اور اس کی مٹھاس کی وجہ سے یہ مستقل زبان ہی بن گئی۔

﴿۲۹۴۶﴾ جمعرات اور چاند رات کو اگربتی جلانا

سوال: جمعرات یا چاند رات کے دن اگربتی یا لوبان سلگانا ضروری ہے؟ مسلمانوں کو

اپنے گھروں میں اگربتی رکھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......خوشبو لگانا یا گھر میں خوشبو کی دھونی دینا اچھی بات ہے، لیکن لوبان اور اگربتی سلگانے کو ضروری سمجھنا یا اس کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرنا غلط ہے۔ مسلمانوں کو اس طرح کی جھوٹی اور غلط پابندیوں سے بچنا چاہئے، نیز مسلمانوں کو گھر میں اگربتّی رکھنا ضروری ہے ایسا عقیدہ رکھنا سراسر غلط اور نادانی پر مبنی ہے۔

﴿۲۹۴۷﴾ گمشدہ بکری کا مالک کون ہوگا؟

سوال: زید کے یہاں ایک گمشدہ بکری آئی، زید نے اسے دو، تین مرتبہ نکال دیا لیکن بکری گئی نہیں اور دوسرے محلّہ میں جانے سے کسی نے اسے پیر میں مارا تو وہ لنگڑی ہوگئی، اور اس کے واپس آنے کی وجہ سے زید نے اسے اپنے یہاں رکھا اور اعلان کیا کہ جس کی ہوگی وہ لے جائے گا۔ بکری آج تقریباً دو ڈھائی سال سے زید کے یہاں ہے اور اس کو پانچ بچے بھی ہوئے ہیں۔ اور آج تک کوئی اسے لینے نہیں آیا، تو اب زید اس کا کیا کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بسیار تلاش واعلانات کے بعد بھی اس کا کوئی مالک ظاہر نہیں ہوا اور کوئی اسے لینے نہیں آیا، تو اس بکری کو کسی غریب ومحتاج کو صدقہ کر دیا جائے اور اگر زید خود ہی حاجتمند ہو تو خود بھی رکھ سکتا ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۸﴾ کتا پالنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کسی بھی غریب یا مالدار مسلمان شخص کے لئے کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: شکار یا حفاظت کے لئے غریب ہو یا مالدار دونوں کے لئے کتا پالنا درست ہے البتہ فقط شوق کے لئے کتا پالنے سے حدیث شریف میں منع کیا گیا

ہے، اور مذکورہ ضرورت کے بغیر کتا پالنا یا رکھنا روزانہ ایک یا دو قیراط نیکی کم کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۳۵۹)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۴۹﴾ جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے

سوال: سننے میں آیا ہے کہ گھر میں، گھر کے صحن میں یا گھر کے پیچھے کتا رہتا ہو تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، کیا یہ حقیقت کتاب سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مشکوٰۃ شریف:۳۸۵ پر حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو یا کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

﴿۲۹۵۰﴾ کتے کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: آپ محترم کا گذشتہ ماہ جواب آنے کے بعد میں نے اپنا پالتو کتا ایک بھنگی کو دے دیا تھا، کتا دیدینے کے بعد اُس کے یہاں وہ بیچارہ بھوکا مر رہا ہے اور میرے یہاں آتا ہے تو کیا میں اسے کھلا سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بغیر ضرورت کتا پالنا ناجائز ہے لیکن اگر بھوکا ہو تو اُسے کھانا دینا یا اس پر رحم کرنا ممنوع نہیں ہے، لہٰذا اگر تمہاری پالنے کی نیت نہ ہو صرف اللہ کی مخلوق سمجھ کر اس پر رحم کر کے کھلاتے ہو تو ثواب کے مستحق ہوں گے کوئی گناہ نہ ہوگا، جیسے کہ ایک زنا کار عورت کی بخشش ایک پیاسے کتّے کو پانی پلانے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

﴿۲۹۵۱﴾ ہاتھ پیر کی انگلیاں چٹخانا

سوال: کیا ہاتھ پیر کی انگلیاں چٹخانا گناہ کا کام ہے؟ اور کیا اسے شیطان کی تسبیح کہا جاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہاتھ پیر کی انگلیاں چٹخانا نماز کی حالت میں ہو یا مسجد میں ہو مکروہِ تحریمی ہے، ابن ماجہ شریف کی حدیث میں منع کیا گیا ہے، اسی طرح مذکورہ دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیاں چٹخانا اکثر فقہاء کی آراء کے مطابق مکروہِ تنزیہی ہے۔ (طحطاوی ص:٢٠٨، شامی جلد:١) لہٰذا ضرورتِ شدیدہ کے بغیر نماز کے باہر بھی انگلیاں چٹخانے سے بچنا چاہئے۔ (ہدایہ) اسے شیطان کی تسبیح تو نہیں کہیں گے البتہ اسے شیطان کے ساتھ مشابہت میں شمار کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٢٩٥٢﴾ بدکار پڑوسی عورت سے شادی کے متعلق اگر کوئی مشورہ مانگے تو کیا کرنا چاہئے؟

سوال: ایک عورت برے کام کرتی ہے اور اس عورت کے باہر سے پیغام آتے ہیں ہم اس عورت کے پڑوسی ہیں اور جو مرد پیغام دینا چاہتا ہے وہ ہم سے اس عورت کے کردار کے متعلق پوچھتا ہے تو سوال یہ ہے کہ ہم اس عورت کی تعریف کریں یا برائی؟ اور شریعت تو یوں کہتی ہے کہ تم جو چیز اپنے لئے پسند کرو وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرو تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن کریم اور حدیث شریف میں غیبت اور بہتان وغیرہ کا بہت بڑا گناہ بیان کیا گیا ہے، اور اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہئے لیکن کچھ حالات ایسے ہیں کہ اگر ان میں غیبت ہو جائے تو گناہ نہیں، جن میں سے ایک حالت سوال میں مذکور ہے، ایسے موقعہ پر سچّی حقیقت بتا دینے میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ (شامی ج:٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۳﴾ زنا، چغلی معاف ہوں گے یا نہیں؟

سوال: زنا، چغلی معاف ہوں گے یا نہیں؟ مرد اپنے چچا کی لڑکی کے ساتھ بغیر پردے کے بے تکلفی کے ساتھ رہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر سچّے دل سے توبہ کی جائے تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن چغلی میں مزید شرط یہ ہے کہ جس کی چغلی کی گئی ہو اس سے بھی معاف کرالیا جائے، چچا کی لڑکی شریعت کے حکم کے مطابق نامحرم میں شمار کی جاتی ہے اس سے شرعاً پردہ کرنا ضروری ہے اس لڑکی کے ساتھ بے تکلفی کا تعلق چھوڑ دینا چاہئے، لڑکی اور اس کے گھر والوں کے ساتھ زیادہ تعلق نہ رکھے، دل کی حالت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے باوجود تہمت سے بچنا بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۵۴﴾ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

سوال: کیا حضور ﷺ نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے؟ نیچے کا مضمون دھیان سے پڑھیں، صحیح بخاری (اردو ترجمہ) جلد اول ص:۱۱۱ پارہ نمبر:۱ ''باب الوضوء'' میں ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا یا بیٹھ کر پیشاب کرنا دونوں جائز ہیں، اس کے تحت لکھا ہے کہ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی قوم کے پڑاؤ کے پاس تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی مانگا تو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا اور آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اوپر جو حوالہ دیا گیا ہے اس کے مترجم ''مرزا حیرت دہلوی'' ہیں مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

حضرت مفتی صاحب سے عرض ہے کہ آپ ذرا تفصیلی جواب دیں کہ آپ ﷺ نے ہو

سکتا ہے کہ مجبوراً کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو؟ لیکن وہاں لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طریقوں سے پیشاب کرنا جائز ہے کسی مجبوری کا تذکرہ نہیں کیا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''مرزا حیرت دہلوی'' شدت پسند اہلِ حدیث ہے لہٰذا ان کے ترجمہ میں غیر مقلدیت کا بہت ہی گہرا اثر ہے، ''حضور ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا'' اس کے متعلق محدثین نے کئی وجوہات بیان کی ہیں جیسے کہ مجبوری کی حالت: گھٹنوں میں درد تھا یا یہ کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ تھی اور آپ بیٹھ نہیں سکتے تھے وغیرہ وغیرہ، لہٰذا ان حالتوں میں کوئی حرج نہیں، ورنہ مسئلہ تو یہی ہے کہ کسی خاص مجبوری کے علاوہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا خلافِ ادب اور مکروہ ہے۔ (طحطاوی ص:۳۲، بذل ج:۱،ص:۲۷)

﴿۲۹۵۵﴾ نیوتہ دینا، لینا دونوں ناجائز ہیں۔

سوال: دیگر عرض یہ ہے کہ فی الحال گجرات میں شادی کا موسم ہے بعض حضرات اپنے فرزندوں کے ولیمہ کی دعوت کے وقت یا لڑکی کی شادی کے وقت شامیانہ کے قریب ٹیبل رکھتے ہیں جہاں وہیوار (نیوتہ) لے کر اس کو کاپی میں درج کیا جاتا ہے، تو اس طرح وہیوار (نیوتہ) لینے دینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

اسی طرح نانا اپنی نواسی اور نواسہ کی شادی کے وقت اپنے رشتہ داروں کی موساڑا (یعنی ماموں کی طرف سے) کی دعوت دیتا ہے، اور اِس دعوت میں نیوتہ کے طور پر کچھ رقم لی جاتی ہے پھر یہ رقم اپنی لڑکی کو دیدی جاتی ہے، تو اس رسم کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذہبِ اسلام سادگی پسند اور سیدھا سادہ مذہب ہے اس کے تمام احکام دنیا و آخرت میں کامیابی دلانے والے ہیں، اسی طرح نکاح اور اس کے

احکام بھی آسان اور سادے ہیں، لیکن ہم نے اس سے بے توجّہی برت کر اپنی من مانی سے یا دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی ریا کاری اور مالداری دکھانے کے لئے بہت سی غلط رسومات اختیار کر لی ہیں، جن کی وجہ سے دنیا میں تو پریشان حال ہیں ہی لیکن آخرت میں ہمارا کیا ہوگا، وہ تو اللہ کی مہربانی ہی پر موقوف ہے۔

ہدیہ اور بخشش وغیرہ کے لئے بھی فقہی کتابوں میں مکمل طور پر وضاحت اور تفصیل موجود ہے، اور حدیث شریف میں بھی ہدیہ لینے اور دینے کو جائز قرار دیا گیا ہے، مزید اس کو تعلقات بڑھانے والا اور محبت پیدا کرنے والا بتلایا گیا ہے؛ اس لئے ہمیں حدیث اور فقہ کے حکموں کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے، شادی اور ولیمہ کے موقعہ پر بھی ہم شریعت کے حدود کی رعایت نہیں کرتے، اور اس سے تجاوز کرتے ہیں اور اپنی شریعت کو اس معاملہ میں ناقص سمجھتے ہوئے دوسروں کے طریقے کو اپنا رہے ہیں جو بند ہونا چاہئے۔

شادی اور ولیمہ کی دعوت کے موقعہ پر ٹیبل رکھ کر وہیوار (نیوتہ) کے نام سے جو رقم لی جاتی ہے جس کو بعض جگہ چاندلا اور شیش کہا جاتا ہے، بعض جگہ نوید اور آپ کے یہاں وہیوار کہا جاتا ہے، یہ ہمارا غیروں کا اختیار کردہ رواج ہے جو شرعاً ناجائز وممنوع ہے، حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وغیرہ اکابرین علماء نے صاف طور پر اسے ناجائز لکھا ہے، جس کی بعض وجوہات درجِ ذیل ہیں۔

(۱) رقم دینے والا ہدیہ اور بخشش کے اصولوں کی رعایت نہیں کرتا صرف ریا کاری اور شہرت کی خاطر یہ وہیوار دیتا ہے، اور بیہقی شریف کی حدیث کے مطابق ریا کاری یا شہرت کی

خاطر دینا گناہ اور ذلّت کا سبب ہے۔

(۲) اپنے یہاں خوشی کا موقعہ تھا تو اس وقت انہوں نے ہمیں دیا تھا اس لئے ہمیں بھی دینا چاہئے یعنی عاریت یا قرض کے طور پر دیا تھا جس کا ادا کرنا ضروری ہے، ادا نہ کریں تو بد گمانی پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے بھی ناجائز ہے۔

(۳) غیروں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے یہ رسم ہم میں جاری ہوگئی ہے جس سے تشبہ کا گناہ ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو انسان غیروں کے ساتھ مشابہت اختیار کریگا تو وہ انہی میں سے ہوگا۔

(۴) نہ دیں گے تو لوگوں میں بخیل کہے جائیں گے یا ذلیل ہوں گے اور بے عزتی ہوگی، خاص طور پر ویڈیو بھی اتارا جاتا ہے؛ اس لئے بھی یہ ناجائز ہے۔

(۵) بعض مرتبہ وسعت نہ ہونے کے باوجود قرض لے کر یا سودی قرض لے کر اس ذمہ داری کو پورا کیا جاتا ہے جس کا ناجائز وحرام ہونا ظاہر ہے۔

(۶) مباح یا مستحب کام بھی ضروری یا لازم سمجھ کر کرنا یہ بھی منع کے درجہ میں آجاتا ہے۔

(۷) ہوٹل میں کھانے کے بعد پیسے دئے جاتے ہیں؛ اس لئے شادی اور ولیمہ میں بھی ہوٹل کا کھانا کھایا اس لئے اس کے پیسے وہیوار (لین دین اور رواج) کے نام سے ادا کئے جاتے ہیں۔

(۸) موسا‌ڑا بھی غیر مسلموں کا رواج ہے یہ لوگ لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے اور اس کے عوض میں خوشی اور غمی کے وقت مَامِیرُو یا ایسے ہی دوسرے کسی نام سے بہن یا اس کی اولاد کو دینا ضروری سمجھ کر دیتے ہیں؛ اس لئے مشابہت کی وجہ سے ناجائز اور ممنوع ہے۔

حضرت مفتی عبدالغنی کاوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ہدیہ اور تحفہ جس کا بدلہ نہ لینے کے ارادہ سے دیا جائے لیکن اپنے یہاں کے رواج اور دستور کے مطابق شادی یا ختنہ یا ایسے ہی دوسرے مواقع میں جو لوگ دیتے ہیں جس کو ظاہر میں ہدیہ کہا جاتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے ہوئے واپس لینے کی نیت سے دیا جاتا ہے، دینے والا بھی اس کی فہرست اپنے پاس رکھتا ہے اور لینے والا بھی اس کی فہرست رکھتا ہے، ہمیں دیا ہے تو ہمیں بھی ان کے یہاں خوشی کے موقع پر دینا پڑے گا اگر نہیں دیا جاتا ہے تو لوگوں میں چہ می گوئیاں ہوتی ہے کہ فلاں ہمارا لے کر بیٹھ گئے اور ہمارے یہاں دیا نہیں اسی کو چاندلا کہا جاتا ہے اور یہ قرض کی طرح ہو جاتا ہے، اور قرض کا موضوع بہت دور تک پہنچ جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں فتاویٰ عبدالغنی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۵۶﴾ مرد کب بالغ کہلائے گا؟

سوال: شریعت کی رو سے مرد کب بالغ شمار ہوتا ہے؟ زید کی عمر فی الحال ۲۵ سال کی ہے تو اسے کتنے سالوں کی فائتہ نمازوں کی قضاء کرنی پڑے گی؟ اور اگر روزے چھوٹ گئے ہوں تو کتنے سالوں کے روزے قضاء کرنے پڑیں گے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جب مرد کی منی شہوت سے نکلے یا احتلام ہو اس وقت سے مرد بالغ شمار ہوگا، اور اگر کسی شخص کی عمر زیادہ ہو جانے کے باوجود مذکورہ علامتیں ظاہر نہ ہوں تو قمری (اسلامی) سال کے اعتبار سے پندرہ سال مکمل ہو کر سولہواں سال شروع ہو جائے تو شریعت کی جانب سے اس پر بالغ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔ (طحطاوی ص: ۶۲ اور درمختار) اور اس وقت سے نماز اور روزے کی قضاء کا حساب کرنا چاہئے۔

﴿۲۹۵۷﴾ عمر اسلامی مہینوں کے مطابق شمار کی جائے یا انگریزی مہینوں کے مطابق؟

سوال: میرے شاگرد کی پیدائش دسمبر ۱۹۵۲ء میں ہوئی وہ اس سال رمضان میں تراویح پڑھانا چاہتا ہے تو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ پندرہ سال مکمل ہونے میں دو مہینے باقی ہیں تو یہ پندرہ سال اسلامی تاریخ کے مطابق شمار کئے جائیں یا انگریزی تاریخ کے مطابق؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی بھی نماز کی امامت کے لئے امام کا بالغ ہونا ضروری ہے، نابالغ کا بالغوں کی امامت کرنا درست نہیں ہے، بالغ ہونے کی دو علامتیں ہیں، ایک کو حقیقی اور دوسرے کو حکمی کہتے ہیں۔

(۱) جس شخص کو احتلام یا انزال ہونے لگے تو اسے حقیقی معنی میں بالغ شمار کیا جائے گا۔

(۲) جس شخص کی عمر پندرہ سال ہونے کے باوجود بھی مذکورہ علامت ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال مکمل ہونے کے بعد سولہواں سال شروع ہوتے ہی اس پر بھی بالغ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا، اور اس کی امامت بھی درست ہوگی، اور اس سلسلہ میں انگریزی سال کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ اسلامی سال کے اعتبار سے حساب لگایا جائے گا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ۱۹۵۲ء کے سال پیدا ہونے والے لڑکے کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۸﴾ چھوٹے بچے کو ماں کا دودھ دوائی کے ساتھ پلانا

سوال: ماں کے دودھ میں دوا ملا کر چھوٹے بچہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بہشتی زیور میں ہے کہ عورت کے دودھ کو بطور دواء استعمال کر سکتے ہیں، ماں کا دودھ اس کے بچہ کے کان، آنکھ میں ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو سال یا اس سے کم عمر کے بچہ کو ماں کا دودھ پینا اور

پلانا جائز ہے، نیز بچہ کے آنکھ، کان میں دودھ ڈالنے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچوں کو دودھ ڈالے بغیر شفاء نہ ہوتی ہو یا کوئی مسلمان ماہر طبیب ایسا کرنے کو کہے تو جائز ہے۔(شامی ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۹﴾ اسٹیل کے برتن کا استعمال

سوال: کھانے پینے میں اسٹیل کے برتنوں کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کھانے پینے میں یا دوسرے کسی بھی کام میں اسٹیل کے برتنوں کے استعمال سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے، لہٰذا جائز ہے۔ (درمختار، شامی اور جوہرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۰﴾ چھینک اور جمائی کی حقیقت

سوال: چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اور جمائی شیطان کی طرف سے، اسے سمجھائیے؟ اس لئے کہ ہر شئ کا خالق و مالک تو اللہ ہی ہے اور ہر شئ اس کے ہی اختیار میں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چھینک ہو یا جمائی، اچھی چیز ہو یا بری، ہر شئ کا خالق تو اللہ ہی ہے اور اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی شئ حرکت بھی نہیں کر سکتی، چھینک آنے سے دماغ کی صفائی ہوتی ہے جس کی بناء پر بدن میں چستی آتی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جمائی آنے سے بدن میں سستی آتی ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۱﴾ جھوٹی شہادت دینا اور حق والوں کا حق ادا نہ کرنا

سوال: میرے قریہ (گاؤں) میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کی صرف دو لڑکیاں ہیں اور کوئی اولاد نہیں ہے، مرحوم کے انتقال کے بعد چھوٹی لڑکی نے اپنے سمدھی سے مشورہ کیا کہ بڑی بہن غریب ہے وہ کچھ نہیں کر سکے گی، اس لئے پوری جائداد پر قبضہ کر لیتے ہیں، بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو سمجھایا لیکن وہ نہیں مانی تو بڑی بہن نے کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا کہ والد کی جائداد میں اس کا بھی حصہ ہے اور اس جائداد سے اسے بھی حصہ ملنا چاہئے تو چھوٹی بہن اور اس کے سمدھی نے جھوٹی فریاد کی کہ اس نے والدہ کی مار پیٹ کی ہے، تو کورٹ نے اس کو، اس کے شوہر کو اور اس کے تینوں بچوں کو قید میں بند کر دیا، بعد میں صحیح حقیقت ظاہر ہونے پر بڑی بہن اور اس کے شوہر اور اس کے تینوں بچوں کو کورٹ نے چھوڑ دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس طرح جھوٹی فریاد داخل کرنا اور تینوں کو جیل بھجوانا اور جھوٹے مقدمہ میں روپئے برباد کرنا اور جھوٹی گواہی دینا از روئے شریعت و حدیث شریف کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حق والوں کو ان کا حق نہ دینا کبیرہ گناہ ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اور اگر بھول ہو گئی ہو تو توبہ کر لینی چاہئے اور حق والوں کو ان کا حق ادا کر دینا چاہئے یا معاف کروا لینا چاہئے۔ خیال رہے کہ اللہ کے یہاں ہر چیز کا جواب دینا ہے، اگر حق والوں کا حق دنیا میں نہیں دیا تو آخرت میں نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۲﴾ ولد الزنا کے حقوق

سوال: ایک شادی شدہ نوجوان لڑکے نے ایک پرائی عورت کے ساتھ زنا کیا، جس کے

نتیجہ میں اس پرائی عورت سے اسے ناجائز بچہ پیدا ہوا، البتہ اس نوجوان لڑکے نے اس سے توبہ کرلی ہے، اب یہ شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اسکی اس لڑکے کے متعلق کیا ذمہ داری ہے؟ اس بچہ کو وہ اپنے گھر لاکر اس کی پرورش کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس بچہ کی پرورش کی ذمہ داری اس نوجوان کی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زنا سے پیدا ہونے والا بچہ شریعت میں زانی کا بچہ نہیں سمجھا جاتا، اس لئے والد پر اپنے بچہ کے جو حقوق لازم ہوتے ہیں زانی پر ولد الزنا کے وہ حقوق لازم نہیں ہوتے اور نہ ولد الزنا پر باپ ہونے کی حیثیت سے زانی کا کوئی حق لازم ہوتا ہے، اس بچہ کا نام اس کی والدہ کے نام کے ساتھ جوڑا جائیگا، اور اس کی پرورش کی ذمہ داری بھی اسکی والدہ پر ہے، البتہ آپ اس کی پرورش کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، ناجائز یا ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۶۳﴾ ثواب جاریہ کی فضیلت

سوال: عرض وگذارش یہ ہے کہ بندہ کو مندرجہ ذیل احادیث کی ضرورت ہے تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۱) پانی کے لئے بورنگ یا کنواں کھدوانے کی فضیلت پر حدیث شریف تحریر فرمائیں۔

(۲) قرآن پاک وقف کرنے یا پڑھنے کے لئے ہدیہ دینے کی فضیلت پر حدیث شریف تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ابوداؤد شریف باب فی فضل سقی الماء

عن سعد ابن عبادة انه قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل

قال الماء فحفر بئرا و قال هذه لام سعد۔ (۲۳۹/۱۱، مشکوۃ:۱۶۹)۔

عن سعد بن عبادة ان امه ماتت فقال يا رسول الله ان امی ماتت افاتصدق عنها قال نعم قال فای الصدقة افضل قال سقی الماء فتلك سقاية سعد بالمدينة۔ (نسائی شریف:۱۱۳/۲)

(۲) علامہ سیوطیؒ کی شرح الصدور کے حوالہ سے فتاویٰ محمودیہ مطبوعہ پاکستان (۲۱۶/۹) پر حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث اس طرح لکھی ہے۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ان مما يلحق المؤمن عن عمل حسناته بعد موته علماً علمه و نشره او ولدا صالحاً تركه او مصحفاً ورثه او مسجداً بناه او بيتا لابن السبيل بناه او نهراً اجراه او صدقة اخرجها من ماله فی صحته و حياته يلحقه من بعد موته۔ (شرح الصدور باب ماینفع لمیت فی قبرہ:۲۹۶)۔

﴿۲۹۶۴﴾ دری، گدے، سوفے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: مسجد کی دری پر ایک بچہ نے پیشاب کر دیا تو اب اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے، نیز گھروں میں صوفوں اور گدوں پر ناپاکی لگ جائے تو ان کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مذکورہ اشیاء پر کچھ دیر پانی بہانے سے یہ اشیاء پاک ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جن اشیاء پر ناپاکی لگی ہو اور وہ ناپاکی ان چیزوں میں پیوست ہو گئی ہو تو ان چیزوں کے پاک ہونے کے لئے ان کو تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے، اگر وہ ایسی ہوں کہ ان کو نچوڑا نہ جا سکتا ہو تو ان پر پانی بہایا جائے اور ان کو لٹکا دیا جائے اور اتنی دیر انتظار کیا جائے کہ ان کا پانی ٹپکنا بند ہو جائے، تین مرتبہ ایسا کرنے سے ان کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور اگر وہ چیز از قبیل ریگزین یا

پلاسٹک ہواور ایسی سخت ہو کہ ناپا کی ان میں پیوست نہ ہوتی ہوتو اسے صاف کر کے تین مرتبہ اوپر سے پانی بہادینے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

دری اور صوفے اور گدے وغیرہ کو بہتے پانی میں چھوڑ دیا جائے اوران پر سے اتنا پانی بہایا جائے کہ ناپا کی دور ہو جائے اور صاف ہو جانے کا یقین ہو جائے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی ۔(شامی:۱)

﴿۲۹۶۵﴾ تراویح پڑھانے کی اجرت کے وبال سے بچنے کی شکل

سوال: میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حافظ قرآن ہوں، اور کئی سالوں سے تراویح پڑھاتا ہوں، پہلے جس جگہ میں میں تراویح پڑھاتا تھا اس جگہ مجھے تراویح پڑھانے کے روپے ملتے تھے اور وہ روپے میں لیتا تھا، مجھے یاد ہے اب تک کل کتنے روپے میں نے لئے ہیں، اب میری حالت الحمدللہ بہت اچھی ہے، اوراب میں ان روپیوں کے وبال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو اسکا کیا طریقہ ہے؟ اور یہ رقم کسے دینی چاہئے؟ اسکی آسان صورت بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا قرآن پاک کو فروخت کرنے کے مانند ہے، اس لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور اتفاق سے شروع میں لے لئے ہوں تو اس فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور جن سے لئے ہوں انہیں واپس کر دیا جائے، اگر انہیں واپس کرنا ممکن نہ ہو تو غریب اور محتاج کو صاحب اموال کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو انشاءاللہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔(شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۶۶﴾ بورنگ فیل ہو جائے تو بھی اس پر ثواب ملے گا۔

سوال: ایک شخص نے پانی کے لئے بورنگ کروایا، لیکن اتفاق سے وہ بورنگ فیل ہو گیا، تو کیا یہ بورنگ کروانے والے کو اس کا ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بورنگ کے لئے جو خرچہ کیا وہ اگر اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کیا تو اس پر ضرور ثواب مل جائیگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۶۷﴾ دوسرے کے مکان میں کھڑکی کھولنا

سوال: میری ملکیت کے پڑوس میں ایک شخص نیا مکان چار منزلہ اپارٹمنٹ بنوا رہا ہے، اور ہماری عمارت گراؤنڈ فلور اور دو منزلہ ہے، ہمارے مکان کے پیچھے گارڈن ہے اس میں حمام و بیت الخلاء ہے، جو اوپر کھلا ہے، ہوا اور روشنی کے لئے، میرے پڑوس والا جو اپارٹمنٹ بنا رہا ہے اس کی دیوار ہماری دیوار سے متصل ہے، اور اوپر کی طرف سے اس کی دیوار میں کھڑکی اور روشن دان بنوا رہا ہے، یہ کھڑکی ہماری چھت پر کھلتی ہے، ان کھڑکیوں اور روشن دانوں سے ہمیں سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اگر کوئی کوڑا کرکٹ، گندا پانی ڈالے تو وہ بھی ہماری چھت پر گرے گا، ہم اپنی ملکیت میں نیا تعمیری کام کروانا چاہیں تو اس فلیٹ کی کھڑکیاں بند ہو جائیں گی، اس لئے کہ اس نے میری دیوار سے متصل بنایا ہے، اس وقت لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہے تو کیا اس کے لئے ایسی کھڑکی اور روشن دان بنوانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حدیث شریف میں پڑوسی کی بہت اہمیت وارد ہے، اور پڑوسی کے حقوق بھی بتا کر ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ ہمارے کسی عمل سے ہمارے پڑوسی کو

تکلیف نہ پہنچے،اور پڑوسی کی رعایت کرتے ہوئے کوئی کام کرنا چاہئے۔
مذکورہ شخص اپنی زمین میں جو تعمیر کروا رہا ہے اس سے آپ کے مکان میں پردہ وغیرہ میں تکلیف ہو رہی ہے تو آپ اپنی طرف سے اسے کھڑکی کھولنے سے روک سکتے ہیں۔
عالمگیری وفتاویٰ بزازیہ میں ہے:

اصابته ساحة فی القسمة فاراد ان یبنی علیها و یرفع البناء و منعه الآخر فقال تفسد علی الریح و الشمس له الرفع کلما شاء و له ان یتخذ حماما او تنورا و ان کف عما یؤذی جاره فهو احسن فقد جاء فی الحدیث من آذی جاره ورث اللّٰه تعالیٰ داره و جرب فوجد کذالك و قال فصیروا الصغار له المنع۔ (عالمگیری،فتاویٰ بزازیہ:۶/۴۱۴) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۶۸﴾ ”عالم کے سونے کو فضیلت ہے عابد کی عبادت پر“ اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

سوال: ۱......کیا عالم کا صرف سونا، جاہل یا عابد کے عبادت کرنے اور ستر سال کی عبادت سے افضل ہے؟ یعنی کیا عالم کے سونے کو عابد کی عبادت پر فضیلت ہے؟ اس عبارت کا مقصد، مفہوم اور اس میں حکمت کیا ہے اس کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔
۲......”درست تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں ہے“ اس عبارت میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عالم اپنے علم پر عمل کر کے خود تو فائدہ اٹھاتا ہی ہے لیکن اپنا علم دوسرے کو سکھا کر اسکو بھی فائدہ پہونچاتا ہے، تو عالم کے علم کا فائدہ صرف اس تک محدود نہیں بلکہ متعدی ہے یعنی اسکا فائدہ دوسروں کو بھی ہوتا ہے اور عابد کی عبادت یا جاہل کی عبادت سے اسے خود فائدہ پہنچتا ہے، اسکا فائدہ متعدی نہیں ہے، اور عالم راحت کے لئے آرام کرتا ہے تو یہ آرام کرنا فرض کفایہ عبادت کی تیاری کے لئے ہونے کی وجہ سے

ایسے سونے میں بھی ثواب ہے۔

۲...... ہر کام سے پہلے اس کے انجام کے بارے میں سوچ لینا چاہئے، اسکو شروع کرنے سے کیا نتیجہ حاصل ہوگا اور اس کام کا آخری انجام کیا ہوگا اس کے بارے میں سوچ لینا چاہئے تاکہ بعد میں افسوس یا پچھتانے کا موقع نہ آوے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۶۹﴾ کرایہ دار کا سیلاب کی مدد (جو حکومت کی طرف سے ان کو ملی ہے) سے مکان کی مرمت کروانا اور مکان مالک کا مدد سے مطالبہ کرنا

سوال: میں نے اپنے دوست طیب بھائی سے ایک کارخانہ قریب ۲۰۰۵ کے سال میں کرایہ پر لیا تھا، ۲۰۰۶ میں ہمارے کارخانہ میں سیلاب آیا، جس کی وجہ سے میرے کارخانہ کے مال اور مشینری کو بہت نقصان ہوا، ہمارا بیمہ بھی نہیں تھا، سرکار کی طرف سے ہمارے کارخانہ کو کچھ رقم سیلابی راحت کے طور پر ملی وہ ہم نے اپنے نام سے فارم بھرا تھا تو ہمارے نام سے سرکار کی طرف سے چیک آیا تھا اس رقم سے ہم نے کارخانہ کی مشین اور سامان اور ہمارے مال کے نقصان میں خرچ کیا تھا، ہمارا کارخانہ بالکل دومہینہ سے بند تھا، کارخانہ کے مالک نے دومہینہ کا کرایہ بھی ہم سے نہیں لیا اور ہم نے مالک سے کارخانہ اور مشین رپیرنگ اور سامان اور صفائی کا خرچ بھی نہیں لیا، سرکار کی طرف سے ہمارے نام سے جو رقم آئی تھی اس میں سے خرچ کر کے کارخانہ مکمل شروع کر دیا، اور اس علاقہ کے تمام کارخانے والوں نے ایسا ہی کیا تھا، کسی مالک نے سرکاری مدد کے آدھے روپے لئے تو کارخانہ شروع کرنے کا خرچ بھی اسی سے لیا گیا، میرے پاس جو رقم آئی اسکا میں نے مذکورہ طریقہ سے استعمال کیا تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس رقم میں مکان مالک کا کوئی حصہ لگتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: صورت مسئولہ میں آپ کے لکھنے کے مطابق فارم آپ نے اپنے نام سے بھرا تھا، سرکاری مدد آپ کے نام سے آئی تھی اور آپ نے ان روپیوں سے کارخانہ کی صفائی اور مرمت کام وغیرہ کروا کر کارخانہ کو شروع کرنے کے لائق بنایا، تو یہ اصلاً و قانوناً صحیح ہوا، اب کارخانہ کے مالک کا ان روپیوں میں حصہ مانگنا صحیح نہیں ہے اور آپ کے لئے دینا ضروری نہیں ہے۔

﴿۲۹۷۰﴾ پرائی عورت کے انڈے میں مرد کی منی داخل کر کے انجیکشن کے ذریعہ رحم مادر میں پہنچا کر اولاد حاصل کرنا

سوال: ایک شخص کی شادی کو دس سال ہو چکے ہیں اور آج تک یہ شخص اولاد کی نعمت سے محروم ہے، اس شخص نے جانچ کروائی تو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی کے رحم میں انڈوں کی کمی ہے بلکہ انڈے کالعدم ہیں، اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اولاد ہونے کی امید بالکل نہیں ہے اب یہ شخص اپنی پہلی بیوی کو نکاح میں باقی رکھ کر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو از روئے شرع کیا اس کی اجازت ہے؟ اور اس کے بعد اس پر شوہر ہونے کی حیثیت سے کیا کیا ذمہ داریاں لازم ہوتی ہیں؟

۲......اس کے سسرال والے اور دوسرے متعلقین اس پر زور دیتے ہیں کہ تو دوسرا نکاح نہ کر بلکہ ڈاکٹری علاج کروا کر اولاد حاصل کر لے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کا مادۂ منویہ لے کر پرائی عورت کے انڈے میں داخل کر کے کانچ کی پیٹی جیسی مشین میں اس کی پرورش ہوتی ہے، اور بعد میں انجیکشن کے ذریعہ رحم مادر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طریقہ میں شرعی اصول کے مطابق کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ کیا اس طریقہ سے اولاد حاصل

کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: کہ وہ جسے چاہتا ہے نرینہ اولاد دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے زنانہ اولاد دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ رکھتا ہے، کسی کو دینا نہ دینا اسکی حکمت اور دانائی پر مبنی ہے، ہمیں اسکے حکم پر ہر حال میں راضی رہنا چاہئے، تاہم اگر دوسرا نکاح کرنے سے اولاد کی نعمت مل سکتی ہو تو اس ارادہ سے دوسرا نکاح کرنا جائز اور درست ہے البتہ اس وقت دونوں عورتوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا لازم اور ضروری ہے، ورنہ قیامت کے دن سخت گناہ ہوگا۔

۲......آج کے ترقی یافتہ دور میں ٹیسٹ ٹیوب بیبی یا ایسی دوسری ترکیبوں سے اولاد حاصل کی جاتی ہے، (اخبارات میں ان کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں) یہ اسلامی تعلیمات کے منافی اور بے حیائی اور فطرت سلیمہ کے خلاف ہے، اس میں اسلام کی افضلیت اور نسل کی پاکیزگی باقی نہیں رہتی، اور بے حیائی کا زور وغلبہ ہوتا ہے، لہذا ایسا عمل کرنے والے یا کروانے والے تمام گناہ میں برابر کے حصہ دار ہونگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۷۱﴾ اراضیٔ وقف کے جو روپے حکومت کی طرف سے ملے اس سے شہر میں دکان خریدنا

سوال: ہمارے یہاں ریلوے اور ہائیوے کی نئی لائینیں شروع ہو رہی ہیں اس کے لئے سینٹرل گورنمنٹ کا حکم بھی آ گیا ہے، اور گاؤں کے بہت سے لوگوں کی زمینیں ریلوے اور ہائیوے میں جا رہی ہیں، ان زمینوں کے جو روپے ملیں گے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس سے دوسری زمین خریدی جائے یا شہر میں دکان لی جائے، اگر زمین رکھی جائے تو

لوگ زراعت پر لیتے نہیں ہیں اگر لیتے ہیں تو بہت معمولی رقم دیتے ہیں، گذشتہ سال مسجد کی دو زمینیں ایسی تھی کہ جسے زراعت پر کسی نے نہیں لیا مکمل سال بے فائدہ پڑی رہی اگر شہر میں دکان لی جائے تو سال دو سال میں اچھی خاصی رقم کرایہ میں ملتی ہے، تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وقف زمین اگر حکومت لے لے اور اس کے عوض روپے دے تو ان روپیوں سے دوسری وقف کی جائداد خرید لینی چاہئے، اس لئے ان روپیوں سے زمین ہی خریدنی ضروری نہیں ہے، شہر میں مکان یا فلیٹ خرید کر وقف کر کے اس سے آمدنی حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿۲۹۷۲﴾ نابالغ بچوں کو مساجد میں لانا

سوال: ہمارے یہاں بعض مصلی اپنے ساتھ اپنے نابالغ بچوں کو بھی مسجد میں نماز اور تراویح کے لئے لاتے ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں شور ہوتا ہے بعض مصلی اور کمیٹی والے منع کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے یا نہیں؟ اور لانا چاہئے تو کتنی عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے؟ نماز میں شرارت کریں تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے اور اس جگہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خصوصی نسبت ہے اس لئے اس کا احترام کرنا، گندگی، بدبو اور نجاست سے پاک رکھنا، ادب کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم اور ضروری ہے ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ: **"جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم"** (ابن ماجہ) یعنی مسجدوں کو اپنے چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے بچائے رکھو۔

اس لئے جن چھوٹے بچوں کو پاکی ناپاکی اور مسجد کی اہمیت کا خیال نہ ہو ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں ہے، فقہاء نے مکروہ تحریمی لکھا ہے شریعت میں اسکے متعلق کوئی خاص عمر بتائی نہیں ہے لیکن دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ " **مروا صبیانکم بالصلوۃ اذا بلغوا سبعا و اضربوھم اذا بلغوا عشراً** " یعنی بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو عادت بنانے کے لئے اور اسلامی تہذیب سکھانے کے لئے نماز پڑھنے کا حکم کرنا چاہئے اور عادۃً اس عمر میں پاکی ناپاکی اور مسجد کی اہمیت اور آداب وغیرہ کی کچھ نہ کچھ تمیز ہو جاتی ہے اس لئے اس عمر کے بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت ہونی چاہئے اور اس سے کم عمر کے بچوں کو مسجد میں لانے سے احتراز کرنا چاہئے۔

بچوں کو پاکی ناپاکی اور مسجد کے آداب کی رعایت کی تمیز ہو ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے کمیٹی یا ذمہ داروں کا منع کرنا درست نہیں ہے، بلکہ نرمی اور محبت سے مسجد اور اعمال مسجد کی طرف رغبت دینی چاہئے اس لئے کہ یہ مستقبل کے مسجد کو آباد کرنے والے ہیں۔

صف بنانے کی ترتیب اور سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت امام کے علاوہ اگر ایک ہی مقتدی ہے چاہے یہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس کو امام کے داہنی طرف ایڑی کے پاس اس کی انگلی رہے اس طرح کھڑا ہونا چاہئے اور مقتدی دو ہوں یا دو سے زائد ہوں تو ان کو پیچھے صف میں کھڑا ہونا چاہئے، حضور ﷺ نے فرمایا: **لیلنی منکم اولوا الاحلام و النھی الخ** ۔اس لئے امام کے پاس پہلی صف میں اہل علم وتقوی اور بالغوں کو کھڑا ہونا چاہئے اور جب بالغوں کی صف ہو جائے تو نابالغوں کی صف ہونی چاہئے اگر نابالغ ایک ہی بچہ ہے تو فقہاء نے تنہا صف میں کھڑا رہنے کو مکروہ کہا ہے اس لئے وہ بالغوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔(شامی: جلد اول)

لیکن اس طرح نابالغوں کی الگ صف بنانے میں ان کی شرارت کا خطرہ ہو اور افہام و تفہیم سے کام نہ چلے اور مسجد میں انتشار اور اختلاف کا خطرہ ہو تو بچوں کو لانے سے منع کرنے کے بجائے ان کے والد یا انکے بڑے ذمہ داروں کو یہ سمجھانا چاہئے کہ وہ دوسری صف میں یا تیسری صف میں اپنے ساتھ لے کر کھڑے ہوں اس طرح دوسری صف یا تیسری صف یا اس کے بعد کی صفوں میں نابالغوں کا صف میں کھڑا ہونا درست ہے مکروہ نہیں ہے اور کسی کی نماز میں خرابی یا کمی بھی واقع نہ ہوگی اور بچے بھی نماز اور مسجد کی فضاء سے مستفیض ہو سکیں گے۔(بحر الرائق، کبیری، شامی، احسن الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۷۳﴾ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا

سوال: قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھنے کے سلسلہ میں دلیل کے طور پر فتاویٰ میں سے یہ فتویٰ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی ازواج مطہرات کی طرف پیٹھ کی تھی۔لہٰذا قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔تو اس دلیل کا اس حقیقت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ نیز ازواجِ مطہرات سے مراد کون ہے؟ ان کی قبروں یا حجروں کی جانب پیٹھ کرنا اور بیٹھنا مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھنا جائز ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ جب حضور اقدس ﷺ معراج تشریف لے گئے تھے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام بیت المعمور (جو آسمان والوں کا قبلہ ہے اور کعبہ شریف کے بالکل اوپر ہے) کی طرف پیٹھ کر کے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔(شرح شفاء ج:۱،ص:۳۸۰)۔

نیز حضور اقدس ﷺ کی ازواج کے حجروں کے متعلق آپ نے جو لکھا ہے وہ غلط ہے۔ اور وہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے؟ اس کا حوالہ لکھ کر جواب معلوم کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۷۴﴾ نئی مساجد کی تعمیر صحیح جہت پر رکھنی چاہئے

سوال: ہماری مسجد جو کہ بریڈفورڈ میں واقع ہے، ایک پرانی عمارت کو خرید کر پانچ وقت کی نماز اور مدرسہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، حال ہی میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے ملحقہ زمین کو خرید کر اس پر نئی مسجد بنانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر نئی جگہ کو مکمل استعمال کیا جاتا ہے تو مسجد کا رخ خانہ کعبہ سے ہٹ جاتا ہے۔ کچھ ساتھیوں کا خیال ہے کہ جگہ کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے اور اندر سے صفوں کو ٹیڑھا کر کے قبلہ رخ کرلیا جائے، جبکہ کچھ ساتھی یہ چاہ رہے ہیں کہ پوری عمارت کو قبلہ رخ بنایا جائے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ: نئی مسجد میں کوئی نشان (مینار، گنبد) وغیرہ نہیں جس سے باہر کے دیکھنے والوں کو یہ عمارت مسجد نظر آئے، لہذا گذارش ہے کہ ان مسائل میں رہنمائی فرمائیں،

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نماز چاہے فرض یا نفل ہو یا سجدہ تلاوت ہو اس کو ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف متوجہ ہونا شرط اور لازمی ہے، اور یہ حکم قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے ﴿فول وجهک شطر المسجد الحرام﴾

''فتاوی عالمگیری'' میں لکھا ہے کہ " لايجوز لاحد اداء فريضة ولا نافلة ولا سجدة تلاوة ولا صلاة جنازة الا متوجها الى القبلة"، كذا فی شرح الوهاج۔

اب اگر کعبہ شریف سامنے ہے اور ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں تو عین کعبہ کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے اور اگر ایسی جگہ یا مقام پر نماز پڑھی جارہی ہے کہ جہاں سے کعبہ دور ہے اور تعمیرات کی وجہ سے نظر نہیں آرہا تو جہت کعبہ کی طرف توجہ کرنا کافی ہے، اس حالت

میں عین کعبہ کی طرف توجہ کرنا لازم اور ضروری نہیں:

''اتفقوا على ان القبلة فی حق من كان بمكة عين الكعبة فيلزمه التوجه الى عينها ..... ومن كان خارجا عن مكة فقبلته جهة الكعبة''

جہت قبلہ کی تعیین کرنے میں فقہاء نے جو تفصیل بتائی ہے اس کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ جن جگہوں میں صحابہ کرام، تابعین یا مشائخ نے جو مساجد بنائی ہیں اس کی اتباع لازم و ضروری ہے۔ موجودہ زمانہ کی سائنسی تحقیقات سے بھی مدد تو لی جاسکتی ہے، مگر کسی جگہ صحابہ یا خیر القرون کی مسجد کو یہ سائنسی تحقیقات غلط بتائے تو اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

یورپ وخصوصا انگلینڈ میں ابھی تقریبا پچاس سال سے مسلم آبادی بڑھنی شروع ہوئی ہے اور اب تک پرانی بلڈینگوں، مکان و چرچ کو مسجد کے طور پر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں جو عامۃً جہت قبلہ پر نہیں ہے، اس لئے جہت قبلہ کے سلسلہ میں دی ہوئی رخصت پر یعنی معمولی انحراف کے ساتھ عمل کرتے ہوئے انہیں مکانوں کو نماز کے لئے استعمال کرتے رہیں، اس میں شرعا نماز درست اور صحیح ہے۔

اب جبکہ زمین خرید کر بنیادی طور پر مساجد قائم کی جارہی ہیں (اور پرانی عمارتوں کو مسجد شرعی میں تبدیل کیا جارہا ہیں) تو عمارت اور محراب اور قبلہ کو بھی فقہاء کے بتائے ہوئے اور یہاں کی سب سے پرانی مسجدوں کو دیکھ کر صحیح تعمیر کرنی چاہئے تا کہ مستقبل میں جو لوگ اس پر عمل کرنا چاہیں تو صحیح جہت پر نماز پڑھ سکیں، اور جہت مسجد کو غلط قرار نہ دے سکیں۔ ''امداد الفتاوی'' (ص ۱۴۶ ج ۱) میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایسے ہی ایک سوال میں جواب تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے یہاں گورمنٹ نے ایک احاطہ مسجد کے لئے وقف کیا تھا جو قبلہ رو نہیں، لیکن اس

میں ربع دائرہ سے بہت کم یعنی ۱/۶ حصہ دائرہ کے فرق ہوسکتا ہے، کیا وہاں مسجد بنا دی جائے؟ کیونکہ قبلہ رو کرنے میں چاروں طرف ٹکڑے کاٹ دینے سے رقبہ آدھا رہ جاتا ہے، اگر اس طرح مسجد بنانے میں اعتراض نہ ہو تو مسجد بہت کشادہ ہوسکتی ہے اور ضرورت کی سب چیزیں بن سکتی ہیں۔

الجواب: اوپر کی گنجائش بنی ہوئی مساجد کے لئے مذکور ہوئی ہے تا کہ جمہور مسلمین کا تخطیہ لازم نہ آئے، لیکن قصداً مسجد منحرف بنانا جس میں مفسدہ مذکورہ یعنی تخطیہ سے زیادہ مفاسد ہیں، جیسے افتراق بین المسلمین و اطالت لسان معترضین و جسارت عوام علی الخروج عن الحدود و استخفاف حدود و امثالھا خلاف مصلحت ہے، و نظیرہ ما مر من عدم اعتبار النجوم فی المساجد القدیمة وفی اعتبارھا فی المفاوز، ان مفاسد کے مقابلہ میں رقبہ کا کم ہو جانا اہون ہے۔ یہ میری رائے ہے، بہتر ہے کہ دوسرے حضرات اہل علم سے بھی مشورہ کرلیا جائے۔ کتبہ اشرف علی

مذکورہ بالا تصریحات کے بعد صورت مسئولہ میں صحیح جہت قبلہ قائم کر کے تعمیر کرنے میں زمین کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو چھوڑ دینا چاہئے، اور بقیہ حصہ مسجد کے دوسرے امور میں استعمال ہوسکتا ہے، پوری زمین پر تعمیر کر کے نماز کے لئے صفیں ٹیڑھی کرنے سے نماز تو درست ہو جائے گی، لیکن ایک تو ٹیڑھا پن محسوس ہوگا اور بعد میں دوسری جگہ پر تعمیرات کرتے وقت اس کی ظاہری تعمیر کو معیار بنا کر سمت قبلہ اور محراب کی رعایت نہ رکھیں گے اور غلط طریقہ کا رواج پڑنے کا سبب بنے گا، تاریخ اسلام میں چھوٹی مسجدیں تو ملیں گی، لیکن کسی جگہ ایسی مسجد نہیں ملی گی کہ تعمیر کے اعتبار سے بڑی ہو مگر صفوف کے اعتبار سے اس میں ٹیڑھا پن ہو۔

۲:...... مسجد کے لئے منارہ ہونا شرط اور ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی مسجد بن سکتی ہے مگر مسجد کے لئے منارہ کا ہونا ایک علامت اور شعائر کی حیثیت رکھتا ہے جس کو دیکھ کر ہر ایک آدمی سمجھ لیتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی عبادت کی جگہ اور مسجد ہے اور ہر مذہب والا چاہے وہ حق پر یا باطل پر اپنی مذہبی عبادتوں کی جگہ علامات ضرور رکھتے ہیں تو پھر مسلمان کیوں اس میں چشم پوشی کرتے ہیں، فقط واللہ تعالی اعلم

مبادیات فقہ

از

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ

﴿خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ﴾

مفتی بریڈفورڈ (یو۔کے)۔سابق مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

فقيهٌ واحدٌ أشد على الشيطان من ألف عابد

(رواه الترمذي، وابن ماجه)

حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے سخت تر ہے''

(ترمذی، ابن ماجہ)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از: حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)

قدرت نے انسان کی فطرت میں کسبِ کمالات کی بے پناہ خواہش ودیعت فرمائی ہے ، جب اس کے سامنے کسی چیز کی خوبی بیان کی جاتی ہے تو اس کی حساس طبیعت اس کی تحصیل کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، اور غیر محسوس طور پر اس چیز کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے؛ اسی وجہ سے فلسفۂ تعلیم میں ہر طالب علم کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ فن کے شروع میں فن کی تعریف، موضوع، غرض و غایت اور مصنف کتاب کی سوانح سے ضروری واقفیت حاصل کرے، ماہرین تعلیم نے ان چیزوں کو طلب علم کے لیے اصول اور مبادی قرار دیا ہے؛ اور کمالات انسانی کی دو قسمیں ہیں: کمال علمی اور کمال عملی: کمال علمی کو کمال عملی پر جو برتری حاصل ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں ہے، پھر علم کی دو قسمیں ہیں: دینی علم اور دنیوی علم؛ اور فضیلت کا مدار چوں کہ افادیت پر ہے، اور دنیوی علوم کی افادیت وقتی ہے اور دینی علوم کی افادیت ابدی ہے؛ اس لیے دینی علوم کے تفوق میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، اور علوم دینیہ میں علم فقہ کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے ہر شخص بہ خوبی آشنا ہے، قرآن فہمی اور حدیث طلبی کا آغاز چوں کہ فقہ ہی سے ہوتا ہے اور یہی ان دونوں کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ہے، اگر طالب علم علم فقہ میں کچا ہے تو وہ قرآن پاک اور احادیث شریفہ کے سمجھنے میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، اسی طرح اگر احادیث اور قرآن کریم پڑھ لینے کے بعد علم فقہ تک اس کی رسائی نہ ہو تو یقین کرنا چاہیے کہ اس نے سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی کچھ نہیں پڑھا، وہ پوست ہی میں اٹک کر رہ گیا ہے مغز تک اس کی رسائی نہیں ہوئی ہے۔

آج کل طلباء میں جو علم فقہ سے عام بے توجہی، بے مذاقی اور بے رغبتی نظر آتی ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ: اساتذہ شروع میں علم فقہ کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، مقام ومرتبہ، ائمۂ فن کے حالات ومعلوماتِ عامہ پر سَیر حاصل گفتگو نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ: طالب علم میں علم فقہ سے لگاؤ اور دلچسپی پیدا نہیں ہوتی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: اس موضوع پر نہ تو عربی میں کوئی مستقل تصنیف ہے، نہ فارسی میں نہ اردو میں، جس سے اساتذہ اور طلباء استفادہ کر سکیں؛ اس لیے عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ: کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں علم فقہ کے مبادیات اور عمومی معلومات درج ہوں؛ مجھے بڑی خوشی محسوس ہورہی ہے کہ مکرمی جناب مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی زید مجدہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور ''مبادیات فقہ'' کے نام سے ایک کامیاب رسالہ مرتب فرمایا، جو مدارس عربیہ کے اساتذہ کے لیے اور علم فقہ کے طلباء کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس رسالہ میں انھیں علم فقہ کے اصول ومبادیات پر سیر حاصل بحث ملے گی، اور علم فقہ کے سلسلہ میں عمومی معلومات سے بھی ضروری واقفیت حاصل ہوگی۔ واقعۃً یہ کام کسی مفتی ہی کے کرنے کا تھا؛ کیوں کہ فقہیات پر جتنی نظر اس کی وسیع ہوسکتی ہے کسی دوسرے کی نہیں ہوسکتی، اور مفتی صاحب ماشاء اللہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) کی مسند افتاء کا فخر ہیں۔ احقر دعا گو ہے کہ: اللہ پاک جل شانہ مفتی صاحب موصوف کی یہ خدمت قبول فرمائیں اور انھیں مزید ملی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

دار العلوم دیو بند ۹۶/۱۲/۲۵ھ

احوالِ واقعی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم - امابعد

زیرِ نظر کتاب ''مبادیات فقہ'' کوئی خاص اہمیت کی حامل نہیں تھی، وہ نہ تو کوئی مستقل تصنیف تھی نہ اس کا مرتب کہنہ مشق مصنف تھا، بس سعید روحوں اور اکابر کی حوصلہ افزائی کا ثمرہ تھا؛ مگر اللہ جل شانہ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ اس کریم آقا نے اس کو شرف قبولیت سے نوازا، اور طلباء عزیز کو اس سے متمتع فرمایا۔

ڈابھیل کے مشہور تاریخی، علمی مرکز ''مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین'' میں جب سے بندہ کے سر دارالافتاء کی ذمہ داری کے ساتھ ہدایہ اولین کی تدریس کی ذمہ داری آئی، کتاب شروع کرانے سے پہلے تفصیل کے ساتھ مبادیات فقہ بتانے کا دستور رہا؛ چوں کہ یہ کتاب خصوصی اہمیت کی حامل ہے اور اپنا ایک مخصوص معیار رکھتی ہے، نیز طلباء بھی منتہی درجات کے اور ذہین وفہیم ہوتے ہیں؛ اس لیے مبادیات پر سیر حاصل بحث کی ضرورت پڑی، پہلے سال تو مطالعہ کر کے مبادیات ذکر کروائے؛ مگر دوسرے سال پھر یہی صورت پیش آئی تو مواد جمع کرنا مناسب معلوم ہوا، پھر اس کو مرتب کر کے رکھ لیا گیا کہ جب ضرورت محسوس ہو تو سب کتابوں کی ورق گردانی کے بجائے اس مجموعہ کو دیکھ لیا جائے تا کہ سہولت رہے؛ چناں چہ اس طرح یہ مجموعہ مرتب ہو گیا، اور بہت سے طلباء نے اور رفقاء مدرسین نے اس کو پسند کرتے ہوئے نقل کر لیا۔

کئی سال اسی طرح گزر گئے، شدہ شدہ اس مجموعہ کی خبر حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دام مجدہم کو ہو گئی، اور انھوں نے اس کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا، اپنی نااہلی کی وجہ سے ان کی اس فرمائش پر پسینہ پسینہ ہو گیا، اور جان چھڑانے کے لیے بھیجنے کا وعدہ

کرلیا، اور مزید ایک سال گزر گیا؛ مگر اس کے باوجود اُن کی خدمت میں پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، ادھر ان کا اصرار اور تقاضا بڑھتا رہا، مجبوراً ان کی خدمت میں پیش کرتے ہی بنی؛ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر اور ترقیات سے نوازے، اپنی درسی خدمات اور دیگر علمی مشغولیتوں کے باوجود اس کا حرف حرف دیکھا، اور بہت ہی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے طبع کرانے کی تجویز رکھی، بلکہ خود ہی تکلیف فرما کر تمام امور انجام دیے؛ اسی وجہ سے نہ تو طبع اول کے وقت افتتاحیہ لکھا گیا نہ ناقص ہونے کی وجہ سے اختتامی الفاظ لکھے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اوراق کو شرف قبولیت سے نوازا، اور پہلا ایڈیشن چند دنوں میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا؛ مگر مشغولیت کی وجہ سے اب بھی اس کو مکمل نہ کرسکا، حسبِ سابق حضرت مولانا کا پھر تقاضہ ہوا اور طبع ثانی کی ضرورتوں کا احساس دلایا، تو اللہ پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے اس کی تکمیل شروع کی۔ دست بہ دعا ہوں کہ پروردگار اس مختصر رسالہ کو مبتدی طلباء کے لیے مشعل راہ بنائیں، اور شرف قبولیت سے نواز کر اس عاجز کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

العبد: اسماعیل کچھولوی، جامعہ ڈابھیل

۱۴/صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ کی تعریف اور اقسام مقدمہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: ہر فن شروع کرنے سے پہلے کچھ مبادیات اور مقدمات کا جاننا ضروری ہے؛ تاکہ فن میں بصیرت تامہ حاصل ہو سکے۔

مقدَّمہ (بفتح الدال) مقدِّمہ (بکسر الدال) دونوں طریقوں سے بولا جاتا ہے۔

''دستور العلماء'' (۳/۳۱۴) میں ہے: **المقدمة إما بكسر الدال أو بفتحها اه**

مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے، گذشتہ زمانہ میں جب رو بہ رو لڑائی ہوتی تھی تو لشکر کے پانچ حصے کیے جاتے تھے، اور ان کو مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، ساقہ کہا جاتا تھا، لشکر کا امیر یا امیر المومنین اگر شریک جنگ ہوتا تو وہ ''قلب'' میں رہتا تھا، اور ''مقدمہ'' میں لشکر کے بہادر اور چیدہ حضرات ہوتے تھے، جو آگے چل کر لشکر کے لیے تمام سہولتیں بہم پہونچاتے تھے؛ اسی لیے جو معلومات کسی کتاب یا فن کو شروع کرنے سے پہلے بہم پہنچائی جاتی ہیں ان کو بھی ''مقدمہ'' کہتے ہیں؛ تاکہ ان کے ذریعہ کتاب یا فن کو سمجھنے میں مدد ملے۔

اقسام مقدمہ: اسی لیے مقدمہ کی دو قسمیں کی جاتی ہیں: مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب: علامہ شامیؒ لفظ مقدمہ کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں:

وهی قسمان: مقدمة العلم: وهی مايتوقف عليه الشروع فی مسائله من المعانی المخصوصة، ومقدمة الكتاب: وهی طائفة من الكلام قدمت امام المقصود

لارتباط له بها وانتفاع بها فيه اه(ردالمحتار ۲۵/۱ ۔مکتبه زکریا ۱۱۶/۱)
(یعنی): مقدمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مقدمۃ العلم ان مخصوص معانی کو کہتے ہیں جن کا جاننا علم کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے، اور (۲) مقدمۃ الکتاب ان باتوں کا کہتے ہیں جن کو کتاب میں مقصود سے پہلے اس لیے بیان کیا جاتا ہے، کہ مقصود کتاب کو ان باتوں سے خاص تعلق ہے، اوران کے ذریعہ کتاب سے نفع تام حاصل کر سکتے ہیں۔
مقدمۃ العلم: یعنی: وہ باتیں جن کا جاننا کسی علم کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے: **وهی مايتوقف عليه الشروع فی مسائله ؛ ليكن لولاه لا متنع** کے درجہ میں ضروری نہیں ہوتا، بلکہ بصیرت تامہ حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے؛ تاکہ یہ اعتراض نہ ہو کہ ہم نے مقدمات کے بغیر ہی علم حاصل کرلیا۔

علم کی تعریف اور اقسام علم

علم کی تعریف مرقاۃ اور شرح تہذیب میں اس طرح کی ہے:
هو الصورة الحاصلة من الشئ عندالعقل اه(ص/۳ مکتبه امداديه ديوبند)
یعنی: شئ معلوم کی وہ صورت جو عقل انسانی میں حاصل ہوتی ہے۔
اقسام علم: علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم شرعی اور (۲) علم غیر شرعی (۱)
علم شرعی کی چار قسمیں ہیں: (۱) علم تفسیر (۲) علم حدیث (۳) علم فقہ (۴) علم توحید (علم کلام)
علم غیر شرعی کی تین قسمیں ہیں: (۱) علم ادب (۲) علم ریاضی (۳) علم عقلی
علم ادب بارہ علوم کے مجموعہ کا نام ہے، جن کو علامہ شامیؒ نے شیخی زادہ کے حوالہ سے شمار کیا

ہے، جو یہ ہیں: (۱) لغت (۲) اشتقاق (۳) تصریف (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع (۸) عروض (۹) قوافی (۱۰) قرض شعر (۱۱) انشاء شعر (۱۲) کتابت۔
بعضوں نے چودہ شمار کیے ہیں، اس میں (۱۳) قراءت اور (۱۴) محاضرات (تاریخ) کا اضافہ کیا ہے۔
علم ریاضی دس علوم کو شامل ہے۔ (۱) تصوف (۲) ہندسہ (۳) ہیئت (۴) علم تعلیمی (۵) حساب (۶) جبر (۷) موسیقی (۸) سیاست (۹) اخلاق (۱۰) تدبیر منزل۔
علم عقلی: (۱) منطق (۲) جدل (۳) اصول فقہ (۴) اصول دین (۵) علم الٰہی (۶) علم طبعی (۷) علم طب (۸) میقات (۹) فلسفہ اور (۱۰) کیمیا وغیرہ کا شمار اس میں ہے۔ (کمافی ردالمحتار ۱/۲۵)
مقدمۂ علم میں آٹھ چیزیں بیان کی جاتی ہیں، اور یہی چیزیں مقدمۂ کتاب میں بیان کی جاتی ہیں؛ تاکہ فن یا کتاب پر بصیرت تامہ حاصل ہوجائے، وہ آٹھ چیزیں حسب ذیل ہیں: (۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض وغایت (۴) اسماء (۵) مؤلف وواضع (۶) استمداد (۷) حکم (۸) فضیلت۔
فن منطق کی اصطلاح میں ان کا نام رؤوس ثمانیہ ہیں۔ ''مرقاۃ'' میں ہے:
إن القدماء كانوا يذكرون في مبادي الكتب أشياءً ثمانية ويسمونهاالرؤوس الثمانيةاه(ص/٦٢ـامداديه).
علامہ شامیؒ نے دس شمار کرائے ہیں: **إعلم أن مبادي كل علم عشرة، نظمها ابن ذكري في تحصيل المقاصد، فقال:**

فأول الأبواب فی المبادي		وتلك عشرة علی المراد
الحد والموضوع ثم الواضع		والإسم والإستمداد حكم الشارع
قصور المسائل الفضيلة		ونسبة فائدة جليلة

(۱/۱۱۷ زکریا)

فقہ کی لغوی تعریف

لغت کے اعتبار سے فقہ کا استعمال بکسر القاف فَقِہَ اور بضم القاف فَقُہَ دونوں طرح ہوتا ہے۔ فقِہ (بکسر القاف) باب سمع سے ہے جس کے معنیٰ جاننا ہیں، اور فقُہ (بضم القاف) باب کرم سے ہے، اس کے معنیٰ فقیہ ہو جانا ہیں۔

''درمختار'' میں علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں:

فالفقه لغةً: العلم بالشئ، ثم خص بعلم الشريعة، وفقِه بالكسر فِقْهاً عَلِمَ، وفقُه بالضم فقاهةً صارفقيها اه. (۱/۱۱۸ زكريا)

''منحة الخالق علی بحرالرائق'' میں علامہ خیر الدین رملیؒ سے نقل کیا گیا ہے:

ويقال فقِه بكسرالقاف إذافهم، وبفتحها إذاسبق غيره إلى الفهم، وبضمها إذاصارالفقيه سجية له. (۳/۱)

یعنی فقِہ بکسر القاف اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی بات سمجھ لے، اور فقَہ (بفتح القاف) اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شخص بات سمجھنے میں کسی دوسرے سے سبقت کر جائے، اور فقُہ (بضم القاف) اس وقت استعمال کرتے ہیں جب فقہ اس کی طبیعت بن جائے۔

علامہ رشید رضا مصریؒ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ذكرت هذاالمادة في عشرين موضعامن القرآن، تسعة عشر منها تدل على أن المراد به نوع خاص من دقة الفهم والتعمق فى العلم، الذي يترتب عليه الانتفاع به اه. (تفسير المنار ۳٤۹/۹)

یعنی قرآن پاک میں یہ مادہ بیس جگہ استعمال ہوا ہے، جس میں سے انیس جگہ اس کا مدلول ایک مخصوص قسم کی دقت فہم اور علمی گہرائی ہے جس پر فائدہ مرتب ہو۔

فقہ کی اصطلاحی تعریفات

اصطلاح شرع میں اس کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ: فقہ کا اطلاق پہلے عام تھا، پھر یہ لفظ ایک مخصوص فن کے ساتھ خاص ہو گیا۔

فقہ کی پہلی تعریف: صاحب مفتاح السعادۃ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

هو علم باحث عن الأحكام الشرعية الفرعية العملية، من حيث استنباطها من الأدلة التفصيلية اه (۶۲/۲ ـ دائرة المعارف حيدرآباد)

یعنی: علم فقہ وہ علم ہے جو احکام شرعیہ فرعیہ سے اس حیثیت سے بحث کرے، کہ اس کا استنباط تفصیلی دلائل سے کیا گیا ہے؛ لیکن یہ تعریف اصول فقہ کی تو موزوں ہے مگر فقہ کے لیے موزوں نہیں ہے؛ نیز اس تعریف کے اعتبار سے صرف مجتہد پر فقیہ کا اطلاق ہو سکے گا حافظ للفروع کو فقیہ کہنا صحیح نہ ہوگا، البتہ مجازاً اس کو فقیہ کہہ سکیں گے۔

دوسری تعریف: شیخ ابن ہمامؒ نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ...

هو التصديق بالاحكام الشرعية القطعية اه (تحرير ابن همام ص/٤١)

اس تعریف میں ابن ہمامؒ نے لفظ تصدیق کا اضافہ کر دیا ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اسی وجہ سے اس تعریف کو پہلی تعریف سے اچھا کہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: **فالأولى مافي**

التحریر من ذکر التصدیق، الشامل للعلم والظن اہ.(بحرالرائق ۳/۱۔۴/۱ دارالمعارف بیروت)

اورابن ہمامؒ نے یہ تغیراس لیے کیا ہے کہ: فقہ کو جولوگ ظنی کہتے ہیں ان پر رد ہوجائے ؛اس لیے کہ فقہ قطعی ہے۔

یہ ایک طویل بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: چوں کہ فقہ کا مأخذ کتاب ، سنت اوراجماع ہےاس لیے قطعی الثبوت ہے؛ لیکن چوں کہ اس کا اکثر حصہ ظنی الدلالۃ ہے؛ اس وجہ سے اس میں قیاس کے لیے گنجائش ہے، اوراسی بناء پر کسی مجتہد کے مسلک کو بالکلیہ غلط نہیں کہہ سکتے ، اورکسی ایک مسئلہ پر عمل کرنا نہ صرف درست ہے بلکہ ضروری ہے؛ درمختار میں لکھا ہے....

إذاسئلناعن مذهبنا وعن مذهب مخالفنا قلنا وجوباً:مذهبنا صواب يحتمل الخطأ، ومذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب؛ وإذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلناوجوباً: الحق ما نحن عليه والباطل ماعليه خصومناه (۳۳/۱۔ ۱۳۹/۱زکریا)

یعنی:اگرکوئی ہم سے پوچھے کہ تمہارا (فقہی) مسلک ٹھیک ہے یاتمہارے مخالفین (شوافع مالکیہ اورحنابلہ وغیرہم) کا؟ تو ہم جواب دیں گے کہ: ہمارا مسلک صحیح ہے مگراس میں خطا کا احتمال ہےاور ہمارے مخالفین کا مسلک خطا ہے مگراس میں درستگی کا احتمال ہے،(لأن المجتهد يخطي ويصيب)؛اوراگر ہمارےاعتقادات کے متعلق پوچھا جائے کہ تم حق پرہویاتمہارے مخالفین (معتزلہ،خوارج وغیرہ) کے اعتقادات حق ہیں؟ تو ہم پورے یقین کے ساتھ کہیں گے کہ: ہمارے اعتقادات حق ہیں اور ہمارے مخالفین کے

اعتقادات باطل ہیں؛ (اس لیے کہ ان کا ثبوت نصوص قطعی الدلالۃ سے ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے)۔

تیسری تعریف: ''ارشاد القاصدین'' میں اس طرح تعریف کی ہے کہ: تکالیف شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام علم فقہ ہے، جیسے: عبادات، معاملات، عادات وغیرہ۔

چوتھی تعریف: امام سیوطیؒ نے ''اتمام الدرایۃ'' اور ''نقایۃ'' میں اس طرح تعریف کی ہے کہ: علم فقہ ان احکام شرعیہ کا پہچاننا ہے جو اجتہاد سے نکالے گئے ہو۔ (مفید المفتی ص/۵)

پانچویں تعریف: امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے کہ: معرفة النفس مالها وماعليها (آدمی کا اپنے لیے مفید اور مضر چیزوں کا جان لینا) لیکن یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ ''بحر الرائق'' میں ہے کہ:

عرفه الإمام الأعظم بأنه معرفة النفس مالها وماعليها؛ لكنه يتناول الأعتقاديات كوجوب الايمان، والوجدانيا ت اي الأخلاق الباطنة والملكات النفسانية، والعمليات كالصلوة والصوم والبيع؛ فمعرفة مالها وماعليها من الاعتقاديات علم الكلام، ومعرفة مالها وماعليها من الوجدانيات هي علم الأخلاق والتصوف كالزهد والصبر والرضا و حضور القلب فى الصلوة ونحوذلك، ومعرفة مالها و ما عليها من العمليات هى الفقه المصطلح؛ فإن أردت بالفقه هذا المصطلح زدت عملاًعلى قوله مالها وماعليها، وإن أردت علم ما يشمل على الأقسام الثلاثة لم تزد، وأبو حنيفة إنمالم يزد لأنه أراد الشمول أي أطلق العلم على العلم بمالهاوماعليها سواء كان من الأعتقاديا ت والوجدانيات او العمليات ومن ثم سمى الكلام فقهاً أكبر اه (٦/١ ـ دار المعارف)

یعنی :امام اعظمؒ نے فقه کی تعریف کی هے:" **معرفة النفس مالها وما عليها** "
؛ لیکن یہ تعریف اعتقادات جیسے کہ: وجوب ایمان اور وجدانیات یعنی: اخلاق باطنہ اور ملکات نفسانیہ اور عملیات جیسے کہ: نماز، روزہ اور خرید و فروخت؛ وغیرہ کو شامل ہے، پس جو چیزیں آدمی کے لیے از قبیل اعتقادات جاننا ضروری ہے ان کا نام تو علم کلام ہے، اور جو چیزیں از قبیل وجدانیات آدمی کے لیے جاننا ضروری ہے ان کا نام علم اخلاق وعلم تصوف ہے، جیسے: زہد وصبر، رضا، نماز میں حضور قلب وغیرہ، اور جو چیزیں آدمی کے لیے اعمال کے قبیل سے جاننا ضروری ہیں ان کا اصطلاحی نام علم فقہ ہے؛ پس اگر فقہ سے آپ کی مراد اصطلاحی علم فقہ ہے تو **معرفة النفس مالها وما عليها** پر "عملاً" کی قید بڑھا دیجیے، اور اگر ایسا علم مراد لینا چاہتے ہوں جو تینوں اقسام کو شامل ہو تو مذکورہ قید کے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے؛ امام اعظمؒ نے اس قید کا اضافہ اس لیے نہیں فرمایا کہ انھوں نے سب کی شمولیت کا ارادہ فرمالیا ہے، یعنی: انھوں نے مطلق علم مراد لیا ہے، خواہ اعتقادات ہوں یا وجدانیات یا عملیات؛ اور اسی لیے آپ نے علم کلام کا نام "فقہ اکبر" رکھا ہے۔

چھٹی تعریف: صوفیاء کے نزدیک فقیہ کی تعریف جیسا کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے، یہ ہے:

إنما الفقيه الزاهد في الدنيا، الراغب في الآخرة، البصيربدينه، المدا وم علىٰ عبادة ربه، الورع، الكاف نفسه عن اعراض المسلمين، العفيف عن اموالهم، الناصح لجماعتهم اه.(احياء العلوم ٢٩/١)

یعنی فقیہ وہ شخص ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہو، دین سے باخبر ہو، پروردگار کی عبادت پابندی سے کرتا ہو، پرہیزگار ہو، مسلمانوں کی

آبروریزی سے بچتا ہو، ان کے مالوں سے کنارہ کش ہو اور ان کا خیر خواہ ہو۔

ساتویں تعریف: امام غزالیؒ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ:

معرفة الفروع والوقوف على دقائق عللهااه. (مختصراً احیاء العلوم ۱/ ۲۸)

یعنی: فروعات کو جاننا اور ان کی دقیق علتوں سے واقف ہونا۔

موضوع

کسی علم میں جس چیز کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اس چیز کو موضوع کہتے ہیں، **ومایبحث فیه عن عوارضه الذاتیة** .اور اس کو جاننے کی ضرورت اس لیے ہے کہ بحث میں خلط نہ ہو جائے۔

فقہ کا موضوع مکلّف کا فعل ہے ثبوتاً وسلباً یعنی: عاقل، بالغ کا فعل بہ اعتبار ثبوت وسلب کے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ: فقہ کا موضوع جب مکلّف کا فعل ٹھہرا تو غیر مکلّف کا فعل موضوع نہیں ہوگا، حالاں کہ فقہ میں نابالغ بچہ کے احکام سے بھی بحث ہوتی ہے، مثلاً: دس سال کی عمر میں نماز کا لازم ہونا، بچہ کوئی خیانت کرے تو ضمان کا حکم وغیرہ ؛تو اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ کو جو نماز کا حکم دیا جاتا ہے وہ عادت ڈالنے کے لیے دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ بالغ ہوکر نماز ترک نہ کرے، اس کو نماز کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا جاتا کہ وہ مکلّف ہے، اور جنایت کا تاوان لڑکے پر نہیں ہے بلکہ لڑکے کے ولی پر ہے، جیسے کوئی جانور کسی کا کچھ نقصان کردے تو اس کا تاوان مالک سے وصول کیا جاتا ہے؛ غرض

غیر مکلّف کا فعل علم فقہ کا موضوع نہیں ہے۔ **کما فی ردالمحتار ۲۸/۱.**

غرض وغایت

جس مقصد کے پیش نظر کوئی کام کیا جائے تو اس کو ''غرض'' کہتے ہیں، اور مقصد کے حصول کو ''غایت'' کہتے ہیں۔ ''دستور العلماء'' جلد ثالث میں ہے:

إعلم أن مایترتب علی فعل إن کان تصوره باعثاًللفاعل علی صدوره عنه یسمیٰ غرضا وعلةًاه.

یعنی: جاننا چاہیے کہ وہ چیز جس پر کوئی فعل مرتب ہو، اگر اس چیز کا تصور فعل پر فاعل کے اقدام کا سبب ہو تو اس کو ''غرض وعلت'' کہتے ہیں، مثلاً: جامع مسجد پہنچنے کے ارادہ سے کوئی چلے، تو یہ جامع مسجد پہنچنا غرض ہے، اور جامع مسجد پہنچ جانا غایت ہے، اسی تھوڑے سے فرق کی وجہ سے مناطقہ کے یہاں غرض اور غایت دو مستقل چیزیں ہیں؛ مگر حقیقت اور مصداق کے اعتبار سے دونوں ایک ہے۔

فقہ کی غرض وغایت " الفوز بسعادة الدارین "یعنی دونوں جہاں کی سعادت سے کامیاب ہونا ہے، یعنی: خود بھی دنیا میں جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں پہونچنا، ترقی کرنا، خود بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچاننا اور عمل کرنا، اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے کر آخرت میں اعلیٰ درجات حاصل کرنا۔ کمافی رد المحتار ۲۷/۱ .

استمداد

یعنی علم فقہ کا مأخذ کیا ہے؟ اس میں کس سے مدد لی گئی ہے؟ تو جاننا چاہیے کہ: جو چیزیں اصول فقہ کی مأخذ ہیں – یعنی: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس – وہی

چیزیں فقہ کی بھی مأخذ ہیں۔

اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ: فقہ کے اس کے علاوہ بھی چند مأخذ ہیں مثلاً شرائع ماقبلنا سے بھی فقہ میں استمداد ہوتا ہے اور تعامل ناس، اقوال صحابہ اور تحری سے بھی مسائل کا ثبوت ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: وہ کتاب اللہ میں شامل ہیں یا حدیث پاک میں، اور اقوال صحابہؓ حدیث میں داخل ہیں اور تعامل ناس اجماع میں داخل ہے، اور تحری واستصحابِ حال قیاس میں داخل ہے۔

وأما استمداده فمن الأصول الأربعة: الكتاب والسنة والاجماع والقياس المستنبط من هذه الثلاثة؛ وأما شريعة من قبلنا فتابعة للكتاب، وأما اقوال الصحابة فتابعة للسنة، وأما تعامل الناس فتابع للاجماع، وأما التحري واستصحاب الحال فتابعان للقياس اه. (البحر الرائق (۷/۱)

حلم

دین پر عمل کرنے کے لیے جن مسائل کا جاننا ضروری ہے ان کا سیکھنا اور حاصل کرنا فرض عین ہے، مثلاً: بالغ ہوتے ہی طہارت اور نماز کو صحیح پڑھنے کے مسائل، اسی طرح مالدار ہوتے ہی زکوۃ وحج کے ضروری مسائل سیکھنا فرض عین ہے، اور باقی کے جزئیات اور فروعات کا جاننا، اور اس میں مہارت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ: اگر کسی شخص نے بقدر ضرورت قرآن مجید حفظ کیا اور وقت ملا تو اس کو مسائل فقہ سیکھنا افضل ہے، کیوں کہ حفاظ بہ نسبت فقیہ کے زیادہ ملتے ہیں، اور عبادت ومعاملات میں مسائل کی ضرورت زیادہ رہتی ہے۔

تعلم باقي الفقه أفضل من تعلم باقي القرآن؛ لكثرة حاجة العامة إليه في عباداتهم ومعاملاتهم، وقلة الفقهاء بالنسبة إلى الحفظة الحفاظ اه. (شامی ۱/۲۷ ـ ۱/۲۹ مكتبه رشيديه پاكستان).

فضیلت

قرآن پاک میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے: ﴿ ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيراً كثيراً ﴾ بہت سے مفسرین نے حکمت سے فقہ مراد لیا ہے؛ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ: جس کو علم فقہ دیا گیا اس کو خیر کثیر دی گئی۔

نیز مشکوۃ شریف میں ہے:

عن معاوية قال قال رسول الله ﷺ: من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين. (ص/۳۲)

یعنی: اللہ تعالیٰ جل شانہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو فقہ فی الدین عطا فرماتے ہیں؛ یعنی: دین کی ٹھیک سمجھ عطا فرماتے ہیں، چاہے تو وہ ظاہر شریعت سے متعلق ہو یا طریقت سے متعلق ہو۔

عن ابن عباسؓ: فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد. (مشكوة ص/۳٤)

یعنی: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ: عابد کو خود اپنے زہد وورع اور عبادات سے فائدہ پہنچتا ہے؛ مگر دوسرے لوگوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور فقیہ حلال وحرام اور دیگر مسائل کی تعلیم دے کر لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے؛ اس لیے شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، نیز عابد

کوشیطان اکثر گمراہ بھی کر دیتا ہے؛ مگر فقیہ مسائل جاننے کی وجہ سے اکثر اوقات گمراہی سے بچ جاتا ہے، جیسا کہ ''اخبار الاخیار اردو'' (ص ۳۳) پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ منقول ہے کہ:

شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰؒ کا بیان ہے کہ: میں نے اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظمؒ کی زبانی خود سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ: ایک سفر کے دوران میں اس جنگل میں پہنچا جہاں پانی نہ تھا، میں نے کئی دن وہاں قیام کیا؛ لیکن پانی نہ ملا، جب پیاس کی شدت ہوئی تو اللہ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا، جس نے میرے اوپر سایہ کرلیا، پھر اس میں سے چند بوندیں ٹپکیں جنھیں پی کر تسکین ہوئی، اس کے بعد ایک روشنی پیدا ہوئی جس نے پورے آسمان کو گھیر لیا، پھر اس میں سے ایک عجیب صورت نظر آئی اور اس نے کہا: ''اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں جو کچھ میں نے دوسروں پر حرام کیا ہے تیرے لیے حلال کرتا ہوں تو جو چاہے مانگ اور جو چاہے کر''، یہ سن کر میں نے أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر کہا: بھاگ جا ملعون! کیا بک رہا ہے! اس کے بعد فوراً ہی وہ روشنی اندھیرے میں بدل گئی، اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی: ''اے عبدالقادر! تم پروردگار کے احکام جاننے کی وجہ سے اور حالات و منازل کی واقفیت کے سبب مجھ سے بچ گئے ہیں، میں نے اس ترکیب کے ذریعہ ستر (۷۰) اہل طریقت کو راستہ سے ایسا بھٹکایا کہ وہ کہیں کے نہ رہے، بتائیے یہ کونسا علم و ہدایت ہے جو اللہ نے آپ کو عنایت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ''اللہ کا فضل و کرم ہے اور وہی ابتداء و انتہاء میں رہبری کرتا ہے'' ۔اھ

ایک اور حدیث میں ہے:

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ا: خصلتان لايجتمعان في منافق: حسن سمت، ولافقه فی الدين. رواه الترمذي.(۹۸/۲)

یعنی: دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں: ایک تو خوش اخلاقی اور دوسری فقہ فی الدین

الحاصل! تفقہ بہت ہی قابل قدر اور قیمتی چیز ہے، نیز بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: تفقهوا قبل أن تسودوا یعنی: سردار ہونے سے پہلے فقہ سیکھ لو۔ طبرانی میں ایک حدیث ہے: مجلس فقه خير من عبادة ستين سنة یعنی: فقہ کی مجلس میں شرکت ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایک اہم تنبیہ

قرآن پاک یا حدیث پاک میں جہاں فقہ کی فضیلت آئی ہے وہاں ایک بات ملحوظ رکھنی چاہیے، وہ یہ کہ: زمانۂ نبوت میں جہاں فقہ کا اطلاق ہوتا تھا وہاں اس سے مراد موجودہ فقہ اصطلاحی نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ اس کا اطلاق عمومی تھا، ظاہر شریعت طریقت ومعرفت وغیرہ سب کو شامل ہوتا تھا، امام اعظمؒ سے اسی لیے فقہ کی تعریف "**معرفة النفس مالها وماعليها**" نقل کی گئی ہے۔

امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں رقم طراز ہیں:

(اللفظ الأول الفقه)فقد تصرفوافيه بالتخصيص لابالنقل والتحويل إذ خصصوه بمعرفة الفروع الغريبة فی الفتاویٰ والوقوف على دقائق عللها و اسكتثار الكلام فيها وحفظ المقالات المتعلقة بها، فمن كان أشد تعمقا فيها وأكثر اشتغالاً يقال

بها هو الأفقه؛ ولقد كان اسم الفقه فی العصر الأول مطلقاً علی علم طريق الآخرة ومعرفة دقائق آفات النفوس ومفسدات الأعمال وقوة الإحاطة بحقارة الدنيا و شدة التطلع إلیٰ نعيم الآخرة واستيلاء الخوف على القلب، و يدلك عليه قوله عزوجل ﴿ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم﴾ مايحصل به الإنذار والتخويف هو هذا الفقه دون تفريعات الطلاق والعتاق واللعان والسلم والإجارة اه (ص ۲۸/).

یعنی: لفظ فقہ میں نقل وتحویل کے ذریعہ نہیں بلکہ تخصیص کے ذریعہ تصرف کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ فتاویٰ کی نادر فروعات کے جاننے اوراس کے دقیق علل سے واقفیت حاصل کرنے اوراس میں بہ کثرت کلام کرنے اوراس سے متعلق اقوال کے حفظ کرنے کے ساتھ اس کومخصوص کردیا، پس جوشخص اس میں زیادہ ماہراورزیادہ مشغول ہواس کو ''افقہ'' کا خطاب دے دیا؛ حالاں کہ لفظ فقہ عصراول میں راہِ آخرت اورآفاتِ نفوس کے دقائق جاننے اورمفسداتِ اعمال کے پہچاننے اوردنیا کی حقارت پرپوری طرح حاوی ہوجانے اورآخرت کی نعمتوں کوخوب دیکھنے اورقلب پرخوف کو غالب کرنے پر بولا جاتا تھا، اس پردلیل آیت قرآنی: ﴿لِيَتَفَقَّهُوْافِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْاقَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ﴾ ہے، کہ جوفقہ انذاروتخویف کا ذریعہ بنتا ہے وہ یہی فقہ ہے نہ کہ طلاق وعتاق ولعان وسلم واجارہ کے فروعی مسائل۔

امام غزالیؒ آگے فرماتے ہیں کہ:

''صرف انہی فروعات میں الجھ کررہ جانا اپنے دل کوسخت اورخشیت کو رخصت کردیتا ہے''۔

ملاعلی قاریؒ نے ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله يفقهه فی الدين أي أحكام الشريعة والطريقة والحقيقة ولايختص بالفقه المصطلح المختص بالأحكام الشريعة العملية كما ظن اه (ص/ ۲۱۹۔ص/۲۶۷ اشرفی بک ڈپو دیو بند)

اس لیے قرآن وحدیث میں جہاں اس کی فضیلت آئی ہے اس کو عام سمجھنا چاہیے، اوراپنے اندر دونوں (علم ظاہرشریعت یعنی: فقہ اصطلاحی اورعلم باطن یعنی: تصوف وسلوک) کوجمع کرنے کی صورتیں پیدا کرنی چاہیے، باقی لفظ فقہ کی تعمیم سے علم حفظ فروع خارج نہیں ہے؛ کیوں کہ جوفضائل علم فقہ بالمعنی الاعم کے ہیں وہی فضائل علم فقہ بالمعنی الاخص کوبھی شامل ہیں۔

اب موجودہ اصطلاحی علم فقہ کی فضیلت کے سلسلہ میں علمائے ربانی کیا فرماتے ہیں اسے بھی ملاحظہ فرمایئے! ''درمختار'' میں ''خلاصہ'' سے نقل کیا ہے کہ:

النظرفی كتب أصحابنا من غيرسماع أفضل من قيام الليل (ص/۲۷۔ ص/۲۹ مکتبہ رشیدیہ پاکستان)

یعنی: ہمارے اصحاب (حنفیہ) کی کتابوں کا مطالعہ کرنا بغیر (کسی استاذ سے) سننے کے، رات کونوافل پڑھنے سے افضل ہے، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ تہجد پڑھنا نفل ہے، اورفقہ حاصل کرنا اگر بہ قدرضرورت ہوتو فرض عین ہے، اورفقہ میں مہارت حاصل کرنا ہوتو فرض کفایہ ہے، اورنوافل میں مشغول ہونے سے فرض میں مشغول ہونا بلاشبہ افضل ہے؛ اسی وجہ سے علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ:

جو شخص دن کو مطالعہ کرتا ہے اور رات کو تہجد پڑھتا ہے، اس کے لیے دن اور رات دونوں میں افضل علم حاصل کرنا ہے۔

قال إسماعيل بن أبي رجاء: رأيت محمداًفى المنام فقلت: ما فعل الله بك؟ فقال: غفرلى ثم قال:" لوأردت أن أعذبك ماجعلت هذا العلم فيك"، فقلت له: فاين ابويوسف؟ قال: فوقنا بدرجتين، قلت فأبوحنيفة؟ قال: هيهات! ذاك فى أعلىٰ عليين اه. (ص/۳۵)

حضرت امام محمدؒ کے انتقال کے بعد اسماعیل بن ابی رجاءؒ نے ان کو خواب میں دیکھا، اور دریافت کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی، پھر ارشاد فرمایا کہ: "اگر میرا ارادہ تجھے عذاب دینے کا ہوتا تو یہ علم (فقہ) تیرے سینہ میں نہ رکھتا" (فقہ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ آدمی اس کی برکت سے جہنم سے بچ جائے یہی سب سے بڑی کامیابی اور سعادت ہے)؛ پھر اسماعیل بن ابی رجاءؒ نے پوچھا کہ: امام ابویوسفؒ کہاں ہیں؟ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ: ہم سے دو درجہ اوپر ہیں، پھر انھوں نے پوچھا کہ: امام ابوحنیفہؒ کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ارے! ان کا کیا پوچھنا؟ وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

علم فقہ کی فضیلت میں امام محمدؒ کا یہ قول بھی قابل توجہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

لاينبغي للرجل أن يعرف بالشعر والنحو؛ لأن اٰخرأمره إلى المسئلة، وتعليم الصبيان ولابالحساب؛ لأن اٰخر أمره إلى مساحة الأرضين، ولا بالتفسير؛ لأن اٰخرأمره إلى التذكيروالقصص، بل يكون علمه فى الحلال والحرام ومالابدمنه من الأحكام، كماقيل:

إذامــااعتــز ذوعــلـم بـعـلـم		فـعـلـم الـفـقـه أ ولىٰ باعتزاز
فـكـم طيب يفوح ولا كمسك		وكـم طيـر يـطير ولا كبازي

(درمختار علی هامش الشامی ۲۸/۱۔ ص/۱۲۲ زکریا)

یعنی: آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت حاصل کرے؛ کیوں کہ شاعر کا انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی یا برائی کرکے) بھیک مانگے گا، اور نحو کا ماہر انجام کار تعلیم صبیان میں مشغول ہوگا، اور چاہیے کہ حساب داں بھی نہ بنے؛ کیوں کہ وہ انجام کار زمین کی پیمائش کرتا پھرے گا، اور چاہیے کہ ماہر تفسیر بھی نہ ہو؛ اس لیے کہ وہ انجام کار قصہ گوئی اور وعظ گوئی میں مصروف رہے گا، بلکہ اس کو چاہیے کہ علم فقہ میں مہارت حاصل کرے؛ (اس لیے کہ لوگ کبھی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتے) جیسا کہ کسی نے خوب کہا کہ: جب ذی علم اپنے علم سے اعزاز حاصل کرتا ہے تو علم فقہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے؛ اس لیے کہ بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں؛ لیکن مشک کی طرح نہیں ہوسکتیں، اور بے شمار پرندے اڑتے ہیں؛ مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

نیز علم حدیث وعلم تفسیر کے جو فضائل ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہوجاتے ہیں؛ اس لیے کہ فقہ درحقیقت درایت حدیث کا نام ہے، فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث ہی کا عطر ہے، اس کی مثال ایسی سمجھئے جیسے: دودھ مکھن اور گھی؛ حدیث کو دودھ سمجھئے اس سے مکھن اور گھی بنتا ہے، اسی طرح اصل قرآن وحدیث ہے اور فقہ اس کا گھی ہے، جس کے بغیر انسان اپنی زندگی نہیں گزار سکتا۔

''درمختار'' میں ہے کہ:

إن الفقه هو ثمرة الحديث، وليس ثواب الفقيه أقل من ثواب المحدث اه. یعنی: فقہ حدیث کا خلاصہ ہے، اور فقیہ کا اجر محدث کے اجر سے کم نہیں ہے۔

اسماء

یعنی: اس فن کو دوسرے کن کن ناموں سے یاد کیا جاتا ہے؟ تو چوں کہ اس میں حلال وحرام ،مکروہ وناجائز وغیرہ احکام ہیں؛ اس لیے اس کو ''علم الحلال والحرام'' بھی کہا جاتا ہے، نیز اس کو علم فقہ، علم فتاویٰ، علم الاحکام اور علم آخرت بھی کہتے ہیں۔

واضع

سراج الامت، امام الائمۃ، امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فن کے واضع ہیں؛ چناں چہ امام شافعیؒ کا قول ہے: **والناس علىٰ عيال أبي حنيفة في الفقه (شامي ۱/ ٤۲ زكريا)** لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں، لیکن ترتیب فقہ کا سلسلہ اس طرح ہے:

الفقه زرعه ابن مسعودؓ، وسقاه علقمةؒ، وحصده إبراهيم النخعيؒ، و داسه حمادؒ، وطحنه أبو حنيفةؒ، وعجنه أبو يوسفؒ، وخبزه محمدؒ؛ فسائر الناس يأكلون من خبزه. اه (درمختار ۱/ ۳٤ـ ۱/ ٤۲ زكريا)

یعنی علم فقہ کی تخم ریزی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کی، اس کی آبیاری حضرت علقمہؒ نے کی، ابراہیم نخعیؒ نے اس کو کاٹا، اور حمادؒ نے گاہا، اور امام ابوحنیفہؒ نے اس کو پیسا، اور امام ابو یوسفؒ نے اس کو گوندھا، اور امام محمدؒ نے اس کی روٹیاں پکائی؛ اب تمام لوگ ان کی پکائی ہوئی روٹیاں کھا رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

علامہ ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں افتاء کے سلسلہ میں ایک فصل قائم کی ہے، جس میں بتلایا ہے کہ صحابہ میں مسند افتاء پر کون کون حضرات فائز رہے ہیں؟ وہ لکھتے ہیں کہ: چھ صحابہؓ ایسے تھے کہ جن میں تمام صحابہ کا تفقہ جمع تھا: (۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت زید بن ثابتؓ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔

ان میں آپس میں فہم وعقل وروایت کے اعتبار سے فرق تھا، حضرت عمرؓ امور خلافت میں مشغول ومنہمک ہونے کی وجہ سے نشر علم کی طرف متوجہ نہ ہو سکے؛ اس لیے ان کا علم محفوظ نہ ہو سکا، حضرت علیؓ کا علم محفوظ تو ہو گیا؛ مگر روافض نے اس میں خلط کر دیا اس لیے بتمامہ قابل اعتماد نہ رہا، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنی فطری صلاحیت، ذکاوت اور گونا گوں مناقب کی وجہ سے اور علم کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام کے مالک ہو گئے۔

اشاعت وظہور اسلام سے قبل ۲۳۷ رحضرات کا نام عبداللہ تھا، اور سب کے سب مشرف بہ اسلام ہو کر صحبت نبوی ﷺ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی۔ (اصابۃ فی تمییز الصحابۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھٹے نمبر پر اسلام لائے، اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کثرت سے آمد ورفت رکھتے تھے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے صحابی ان کو حضور اکرم ﷺ

کے اہل بیت میں سمجھنے لگے تھے، آپ حضور اکرم ﷺ کے خاص خدام میں شمار ہوتے تھے، صاحب وسادہ، صاحب مسواک، صاحب نعلین؛ وغیرہ آپ کا لقب ہوگیا تھا، آپ نے حبشہ کی ہجرت کی، اور آپ کو غزوۂ بدر کی شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی، اور حضور اکرم ﷺ سے سیرت وصورت میں مشابہ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ: عبداللہ بن مسعودؓ ایک ''جھولا'' ہے جو علم سے بھر دیا گیا ہے، نیز فرمان رسول ﷺ ہے کہ: جس پر ابن مسعودؓ راضی ہیں اس پر میں بھی راضی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اشاعت علم کے سلسلہ میں آپ کو کوفہ روانہ کیا، اور وہاں والوں کو لکھا کہ: ''ابن مسعودؓ کے علم کا میں زیادہ محتاج تھا؛ مگر میں تم کو ترجیح دے کر تمہارے پاس ان کو روانہ کرتا ہوں''، وہ اپنے ساتھ ڈیڑھ ہزار شاگردوں کو لے کر کوفہ تشریف لے گئے، حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا قاضی بھی بنادیا تھا، حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ تشریف لائے، اور ۳۲ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئے۔

عن مسروق أنه قال: انتهیٰ علم الصحابة إلیٰ ستة: عمر، وعلي، وأبي، وزيد، وأبي الدرداء، وابن مسعود؛ ثم علم الستة إلیٰ علي و عبداللّٰه بن مسعود. (مقدمۂ نورالإیضاح بحوالۂ التقریب للنووي)

مسروق کا قول ہے کہ: صحابہؓ کا علم چھ آدمیوں میں سمٹ آیا یعنی: عمرؓ اور علیؓ اور ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور ابو درداءؓ اور ابن مسعودؓ میں؛ پھر ان چھ کا علم حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ میں سمٹ آیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم أجمعین)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں دو شاگرد بلند پایہ تھے: ایک اسودؓ

اور دوسرے علقمہؒ؛ اسودؒ کے متعلق لکھا ہے کہ: اشبھہٗ یعنی: عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ کامل مشابہ تھے، ۸۴ھ میں وفات ہوئی، اور علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی بڑے جلیل القدر فقیہ، اسود بن یزید کے چچا اور ابراہیم نخعیؒ کے ماموں تھے، حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے، قرآن وعلم ابن مسعودؓ، علیؓ، عمرؓ، ابودرداءؓ اور عائشہؓ سے حاصل کیا، علقمہ کے شاگردوں میں ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعیؒ ہیں، ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم نخعیؒ کے شاگردوں میں حماد بن مسلم کوفیؒ ہیں، آپ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں، آپ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: جب بھی میں نے نماز پڑھی اور اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کی، تو ساتھ میں میں نے حمادؒ کو ضرور یاد کیا۔

سراج الامۃ، امام الائمۃ، امام اعظم، ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ

امام صاحبؒ کے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آپ عربی النسل ہیں یا عجمی نژاد ہیں؟ جو لوگ آپ کو عربی النسل قرار دیتے ہیں وہ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: نعمان بن ثابت بن زوطی بن یحیٰی بن زید بن اسد بن راشد الانصاری؛ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ عجمی نژاد اور فارسی النسل ہیں، اور سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ، امام صاحبؒ کے پوتے سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان؛ ان دونوں قولوں کو جمع کرنا آسان ہے، وہ اس طرح کہ زوطی زمانۂ جاہلیت کا نام ہے اور نعمان اسلام لانے کے بعد کا نام ہے، اسی طرح ماہ

اور مرزبان دونوں کے معنیٰ سردار کے ہیں۔

امام صاحبؒ کے والد ثابت کی ولادت جب کوفہ میں ہوئی، تو ان کو ان کے والد زوطی حضرت علیؓ کی خدمت میں لے گئے اور برکت کی دعا چاہی، آپؓ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی، اللہ جل شانہ نے دعا کو قبول فرمایا اور اس دعا کی برکت سے ثابت کی ذریت میں امام صاحبؒ کی پیدائش ہوئی، عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں کوفہ میں ۸۰ھ میں امام صاحبؒ کی پیدائش ہوئی، آپ کا اسم گرامی ''نعمان'' رکھا گیا، آپ کے سن پیدائش کے متعلق ایک قول ۶۱ھ کا بھی ہے؛ لیکن پہلا ہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے، آپ کی وفات بغداد میں ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ (مقدمۂ اوجز المسالک)

امام صاحب بچپن ہی سے ذہین، فہیم اور سلیم الطبع تھے، شروع میں آپ نے تجارت شروع کی، پھر اس کو چھوڑ کو طلب علم کی طرف متوجہ ہوئے، اس زمانہ میں چوں کہ علم کلام کا بہت چرچا تھا؛ اس لیے آپ نے علم کلام میں مہارت حاصل کی، اور ''فقہ اکبر'' نامی کتاب تصنیف فرمائی، اس کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہوئے، تقریباً دس سال حضرت حمادؒ کے درس میں شریک رہے، اس وقت حضرت حمادؒ کا فقہ کا درس بہت مشہور تھا، حضرت حمادؒ کے علاوہ آپ کے دوسرے اساتذہ تقریباً چار ہزار ہیں، ''مفتاح السعادۃ'' میں لکھا ہے کہ:

عد مشائخ الشافعیؒ فبلغ ثمانین، وعدمشائخ الامام فبلغ اربعة آلاف

اھ. (۶۷/۲)

حدیث، تفسیر، ناسخ منسوخ وغیرہ علوم میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی؛ اس وجہ سے آپ کا شمار مجتہد مطلق کے درجہ میں ہونے لگا۔

امام صاحبؒ کی ذہانت وفطانت

امام صاحبؒ کی طفولیت میں ایک دہریہ آیا اور اس نے مناظرہ کا چیلنج دیا، وہ کئی علماء کو شکست دے چکا تھا، حضرت حمادؒ بھی اس کے چیلنج سے متفکر تھے، انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ: ایک خنزیر نے درخت کی سب شاخوں کو کھالیا؛ لیکن اس کی جڑ اور تنہ باقی تھا، اس تنہ میں سے ایک شیر نمودار ہوا اور اس نے اس خنزیر کو ہلاک کردیا، صبح کو حضرت حمادؒ کے پاس امام صاحبؒ گئے تو آپ کو مغموم ومتفکر پایا، پوچھنے پر آپ نے دہریہ کا چیلنج اور خواب کا واقعہ سنایا، امام صاحبؒ نے سن کر کہا: الحمد للہ! وہ خنزیر تو دہریہ تھا اور درخت سے مراد علم ہے، اور شاخیں آپ کے علاوہ دوسرے علماء ہیں، اور تنہ اور جڑ آپ ہیں اور شیر میں ہوں، انشاء اللہ اس کو مات دے دوں گا، حضرت حمادؒ اپنے مایۂ ناز شاگرد کو لے کر مجلس مناظرہ (جو جامع مسجد میں تھی) میں پہنچے، دہریہ نے منبر پر چڑھ کر اپنے اعتراضات بیان کرنے شروع کیے، مقابل میں جب امام صاحبؒ کی کم عمری کو دیکھا تو آپ کی تحقیر وتذلیل شروع کی، امام صاحبؒ نے کہا کہ: ''اس کو چھوڑ اور اپنا دعویٰ بیان کر''، امام صاحبؒ کی اس جرأت پر دہریہ متعجب ہوا، اور اپنا سوال پیش کیا:

كيف يمكن أن يوجد شئ لا أول له ولا آخر له؟ (یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی موجود شئ کا نہ اول ہو نہ آخر؟) اس کا اشارہ حق جل وعلا کی صفت ازلیت وابدیت کی طرف تھا، اس کے جواب میں امام صاحبؒ نے پوچھا کہ: تجھے گنتی آتی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! امام صاحبؒ نے پوچھا: ایک سے پہلے کیا عدد ہے؟ اس نے جواب دیا: هو الأول ليس قبله شئ وہ اول ہے اس سے پہلے کوئی عدد نہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: جب

واحد مجازی سے پہلے کچھ بھی نہ ہوا ایسا ہوسکتا ہے تو واحد حقیقی سے پہلے بھی کچھ نہ ہوا ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟۔

دہریہ کا دوسرا سوال تھا کہ: ہر چیز کسی نہ کسی جہت میں ہے تو پھر اللہ کا چہرۂ انور کس جہت میں ہے؟ امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا کہ: تم نے کبھی چراغ تو جلایا ہوگا، بتلایئے روشنی کا رخ کدھر ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ: اس کے نور کے لیے تو سب جہتیں برابر ہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: نور مجازی کے لیے سب جہتیں برابر ہیں تو نور حقیقی کے لیے کیوں نہ برابر ہوگی؟۔

اب دہریہ کا تیسرا سوال تھا کہ: ہر موجود شئ کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ ہوتی ہے، بتایئے اللہ پاک کون سی جگہ ہیں؟ امام صاحبؒ نے دودھ منگوایا اور پوچھا بتایئے اس میں گھی کہاں ہے حالاں کہ گھی اس سے بنتا ہے؟ اس نے کہا: اس میں گھی کسی مخصوص جگہ میں نہیں ہے ؛ بلکہ ہر قطرہ میں ہے، اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: جب معدوم ہونے والی چیز ہر قطرہ میں ہوسکتی ہے تو وہ خالق الارض والسماء ہر جگہ کیوں نہ ہوگا؟۔

اب دہریہ کا آخری سوال تھا اللہ پاک کیا کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: تم نے منبر پر رہ کر بہت سے سوال کیے اور میں نیچے کھڑے رہ کر جواب دیتا رہا، اب آپ نیچے اترئے اور مجھے منبر پر چڑھنے دیجئے؛ تاکہ میں جواب دوں، وہ اترا اور امام صاحبؒ منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا: اللہ جل شانہ تیرے جیسے رذیل کو ذلیل کرتا ہے اور میرے جیسے موحد کے درجات بلند کرتا ہے۔﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾

(مفتاح السعادة ۱/ ۷۷)

امام صاحبؒ کے متعلق خود حضور اکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے: ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ

لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ والی آیت پڑھ کر حضرت سلمان فارسیؓ کی پشت پر ہاتھ مارا، اور فرمایا: ''ان میں سے وہ ہوگا'' یعنی: فارسی النسل ؛ایک حدیث میں فرمایا کہ: میری امت میں ایک آدمی ہوگا جو سراج امت ہوگا، اگر علم ثریا پر ہوگا تو اسے بھی حاصل کرے گا۔علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

هذا أصل صحيح يعتمد عليه فى البشارة بأبي حنيفة اه. (مقدمۂ أوجز المسالك ۵٦/۱ ـ ۹۰/۱ مفتاح السعادة)

غرض کہ حضور اکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرما کر امام صاحبؒ کے رتبہ کو آشکارا فرمایا۔

امام صاحبؒ کا ورع وتقویٰ بھی بہت بڑھا ہوا تھا، کوفہ میں ایک مرتبہ کسی کی بکری چوری ہوگئی تو آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ (مفتاح السعادۃ ۷۸/۱)؛اس لیے کہ بکری کی عمر سات سال ہوتی ہے۔ایک مرتبہ سخت گرمی اور دھوپ میں آپ تشریف لے جا رہے تھے، دھوپ سے بچنے کے لیے مکانوں کے سایہ میں چلتے تھے کہ ناگاہ ایک مکان کے قریب سایہ سے نکل کر دھوپ میں چلنے لگے، کسی نے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: **كل قرض جر نفعاً فهو ربواً.** (ہر قرض جس کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاوے وہ سود ہے) اس گھر کے مالک نے مجھ سے قرض لیا ہے؛ اس لیے میرے لیے اس کے گھر سے نفع حاصل کرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔امام صاحبؒ کے ایک ملازم نے ایک عیب دار کپڑا عیب بتائے بغیر بیچ دیا، آپ نے حاصل شدہ تمام رقم صدقہ کر دی۔اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جن سے آپ کے ورع وتقویٰ کی بلندی ظاہر ہوتی ہے۔

عبادات میں آپ کا یہ حال تھا کہ: چالیس سال تک عشاء کے وضو سے آپ نے فجر کی نماز

پڑھی ہے، اور ہر ماہ ساٹھ قرآن مجید ختم کرتے تھے، ایک دن میں اور ایک رات میں۔ اور رمضان المبارک میں ۶۱ر قرآن مجید ختم فرماتے تھے، اور جس جگہ آپ کی وفات ہوئی اس جگہ آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا۔ (مفتاح السعادة)

امام صاحبؒ نے ۹۹ر مرتبہ خداوند قدوس کی خواب میں -جیسا کہ ان کی شان کے لائق ہے- زیارت کی، ایک مرتبہ فرمایا کہ: اگر اب زیارت ہوئی تو میں حق جل شانہ سے دریافت کروں گا کہ: یا الٰہی! تیری مخلوقات قیامت کے دن تیرے عذاب سے کس طرح نجات پائے گی؟ چناں چہ جب سوویں مرتبہ زیارت ہوئی تو آپ نے وہ بات دریافت کی، تو جواب ملا کہ: جو شخص صبح وشام یہ دعا پڑھے گا اس کی مغفرت کردوں گا:

سُبْحَانَ الْأَبَدِيِّ الْأَبَدَ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِالْأَحَدَ، سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدَ، سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِلَاعَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلىٰ مَاءٍ جَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَأَحْصَاهُمْ عَدَدَ، سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ أَحَدَ، سُبْحَانَ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَاوَلَدَ، سُبْحَانَ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً أَحَدَ. اه(ردالمحتار ۱/۳۵ـ۱/٤۱ زكريا)

امام صاحبؒ نے ۵۵ر مرتبہ حج کیا ہے، آپ نے جب آخری حج کیا تو حاجبِ کعبہ کی اجازت سے رات کو کعبہ کے اندر تشریف لے گئے، اور دوستونوں کے درمیان اس طرح دو رکعت ادا فرمائی کہ: ایک پاؤں پر کھڑے رہ کر پہلی رکعت میں آدھا قرآن اور دوسرے پاؤں پر کھڑے رہ کر دوسری رکعت میں بقیہ آدھا قرآن پڑھا اور ختم کیا، اور سلام پھیر کر خوب روئے اور یہ دعا فرمائی:

يا إلٰهي! ماعبدك هذاالعبدالضعيف حق عبادتك؛ ولكن عرفك حق معرفتك،

فهب نقصان خدمته لكمال معرفته. ہاتف نے آواز دی:

يـا أبا حنيفة! قد عرفتنا حق المعرفة، وخدمتنا فأحسنت الخدمة، و قد غفرنا لك ولـمـن اتبـعك مـمـن كـان علىٰ مذهبك إلىٰ يوم القيامة اه. (ردالمحتار ۳٦/۱۔ ۱٤٤/۱ زکریا) نیز ''مفتاح السعادۃ'' میں لکھا ہے کہ:

(روي) أن الإمـام رأىٰ فـي الـمـنـام كـأنه ينبش قبرالنبيا ويجمع عظامه إلىٰ صدره (۸۲/۲)

اس خواب سے امام صاحب گھبرا گئے، اوراس زمانہ کے مشہور معبر امام محمد بن سیرینؒ سے تعبیر دریافت کی، انھوں نے فرمایا کہ: ''یہ خواب تیرا نہیں ہے یہ خواب تو ابوحنیفہؒ کا ہے''، آپؒ نے فرمایا کہ: میں ہی ابوحنیفہ ہوں، تب ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ: ''آپ حضور اکرم ﷺ کے دین کی نشرواشاعت فرمائیں گے''۔

آپ کثرت سے روزہ رکھنے والے تھے اور خاموش رہتے تھے، اور جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو اس طرح بولتے تھے گویا علم کا دریا بہہ رہا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ: آپ ایة من ایات اللّٰه تھے۔

حاسدین ومعاندین

امام صاحبؒ پر ان کی حیات میں بھی اوراس کے بعد بھی حتیٰ کہ اب تک حاسدین ومعاندین عجیب وغریب اعتراضات کرتے رہتے ہیں؛ لیکن عقلاً ونقلاً تمام اعتراضات بکواس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، بعض لوگوں نے کہا کہ: آپ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، بھلا جس کے چار ہزار اساتذہ ہوں اس کو صرف سترہ حدیثیں یاد ہوں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ آپ تابعی ہیں؛ کیوں کہ اس پر تمام مؤرخین

کا اتفاق ہے کہ: حضرت انسؓ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی ہے، اس لیے امام صاحب کی ولادت کے بارے میں دونوں اقوال کے اعتبار سے آپؒ کی عمر اس وقت ۲۱؍سال کی یا ۴۰؍سال کی ہوگی، نیز حضرت انسؓ کے علاوہ اور تین چار صحابہ بھی حیات تھے، لہٰذا امام صاحبؒ کا تابعی ہونا یقینی ہے، اور یہ ایسا شرف ہے کہ آپؒ کے علاوہ کسی دوسرے امام کو حاصل نہیں ہوا۔

''اکمال فی اسماء الرجال'' کے باب ثانی میں ائمہ اربعہ کا ذکر ہے، اس میں سب سے پہلے امام مالکؒ کا ذکر کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ: آپ تمام ائمہ میں زمانہ، بزرگی اور رتبہ کے اعتبار سے سب سے مقدم تھے؛ امام مالکؒ کی بزرگی مسلَّم ؛ لیکن زمانہ اور عمر کے اعتبار سے امام صاحبؒ یقیناً ان سے مقدم تھے، امام صاحبؒ کی امام مالکؒ سے ملاقات بھی ہوئی ہے، اور بہت سے مسائل میں ان سے بحث ومباحثہ بھی ہوا ہے؛ کسی نے امام مالکؒ سے امام صاحبؒ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے امام صاحبؒ کی تعریف وتوصیف و توثیق کرتے ہوئے یہ جملے ارشاد فرمائے:

قال الشافعي: قيل لمالك: هل رأيت اباحنيفة؟ قال: نعم! رأيت رجلاً لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجة اه. (مشكوة ٢/ ٦٢٥)

امام شافعیؒ امام صاحبؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، آپ امام صاحبؒ کا بہت احترام فرماتے تھے، اور اتنا ادب کرتے تھے کہ جب امام صاحبؒ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے تو نماز فجر میں دعائے قنوت نہ پڑھی اور رفع یدین بھی نہ کیا، وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ: جب کسی چیز میں مجھے کوئی الجھن پیش آتی ہے تو میں دو رکعت پڑھ کر امام صاحبؒ کی روح سے

استفادہ کرتا ہوں، جس کی وجہ سے وہ الجھن رفع ہو جاتی ہے۔

فقہ حنفی

اس سے پہلے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ نفس فقہ کے تھے، اب فقہ حنفی کے متعلق فضائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے، امام شافعیؒ نے کیا ہی انصاف کی بات فرمائی کہ: **الناس عيال علىٰ أبي حنيفة فى الفقه.** (لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں)، اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:

من أراد الفقه فليلزم أصحاب أبي حنيفة، فإن المعاني قد تيسرت لهم، والله ماصرت فقيهاً إلا بكتب محمد بن الحسن اه. (الدر المختار على هامش الشامى ۳۵/۱ ـ ۱۴۳/۱ زكريا)

یعنی: جو فقہ سیکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ اصحاب ابوحنیفہؒ کو لازم پکڑے؛ اس لیے (کہ) معانی ومطالب ان کے لیے آسان ہو گئے ہیں، اور خدا کی قسم! میں امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں ہی سے فقہ میں ماہر ہوا ہوں۔

علامہ شعرانیؒ ''میزان الاعتدال'' میں فرماتے ہیں:

خداوند قدوس نے جب اس عاجز پر شریعت کے چشمہ کے اسرار کو منکشف فرمایا، تو میں نے تمام مذاہب کو اس سے لگا ہوا پایا، اور میں نے ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو دیکھا کہ وہ تمام نہروں کی شکل میں بہہ رہے ہیں، اور وہ تمام مذاہب مٹ مٹا گئے، وہ پتھر کی شکل میں بدل گئے ہیں، اور تمام ائمہ میں سب سے زیادہ لمبی نہر میں نے ابوحنیفہؒ کی پائی، اور اس کے قریب امام مالکؒ کی، اور پھر امام شافعیؒ کی اور پھر امام احمد بن حنبلؒ کی؛ اور ان میں سب سے چھوٹی نہر امام داؤدؒ کے مذہب کی تھی؛ حال یہ کہ وہ پانچویں صدی میں ختم ہو گیا؛ پس میں

نے اس کا مطلب لیا کہ: نہروں کی لمبائی سے ان مذاہب پر عمل کے زمانہ کی لمبائی مراد ہے، پس جس طرح امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تمام مذاہب مدونہ کے شروع میں وجود میں آیا اسی طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے، یعنی: اگر بالفرض اس وقت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا، اس وقت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کی اس سخن کی حقیقت معلوم ہوگئی جو انھوں نے ''فصول ستہ'' میں نقل کیا ہے کہ: حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد امامؒ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ (مکتوب ۲۸۲ دفتر اول ص/۵۸۵)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ امام صاحب کی تقلید کریں گے، بلکہ وہ تو مجتہد ہوں گے؛ لیکن ان کا اجتہاد فقہ حنفی کے اجتہاد سے موافق ہوگا۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

عرفني رسول الله ﷺ:أن فی المذهب الحنفي طريقة أنيقة، هي أوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونضجت في زمان البخاري وأصحابه. اه

یعنی: مجھ کو حضور اکرم ﷺ نے بتلایا کہ: مذہب حنفی ایک عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے زیادہ موافق ہے جو امام بخاریؒ اوران کے اصحاب (دیگر محدثین) کے زمانہ میں جمع ہوئی اور پھیلی۔

نیز ہر زمانہ میں اکثریت مذہب حنفی پر عمل کرتی آئی ہے، اور اکابر صوفیاء بھی مذہب حنفی

کے مطابق ہی عمل کرتے رہے ہیں، جیسا کہ درمختار ص ۴۰؍ میں ہے:

وقد أتبعه علیٰ مذهبه کثیرمن الأولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاهدة ورکض فی میدان المشاهدة، کإبراهیم بن أدهم، وشقیق البلخي، ومعروف الکرخي، وأبي یزید البسطامي، وفضیل بن عیاض، وداؤد الطائي، وأبي حامد اللفاف، وخلف بن أیوب، وعبدالله بن مبارك، ووکیع بن جراح، وأبي بکر الوراق، وغیرهم؛ ممن لایحصیٰ لبعده أن یستقصیٰ، فلووجدوا فیه شبهة ماتبعوه ولااقتدوابه ولاوافقوه. اھ(۱۵۵/۱ زکریا)

نیز جس طرح امام صاحبؒ تمام علوم وفنون میں یکتائے زمانہ تھے اسی طرح آپ کے خدام اور شاگرد بھی خصوصی مہارت کے حامل تھے، ابن کرامہ کے سامنے کسی نے کہا کہ: أخطأ أبو حنیفة. (ابوحنیفہؒ نے غلطی کی) ابن کرامہ نے اس کے جواب میں فرمایا: تو یہ کس طرح کہتا ہے! حالاں کہ ابوحنیفہؒ کے پاس ابو یوسفؒ اور زفرؒ جیسے قیاس والے تھے، اور یحییٰ بن ابی زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبان جیسے حفاظ حدیث تھے، اور قاسم بن معن جیسا فقہ اور عربیت کا ماہر تھا، اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاضؒ جیسے زاہد تھے؛ ان کے ہوتے ہوئے وہ غلطی نہیں کر سکتے، اور اگر وہ غلطی کرتے بھی تو یہ لوگ ان کو حق کی طرف لے آتے۔ (مفتاح السعادۃ ۸۳/۲)

امام صاحبؒ کے یہاں تدوین فقہ کی صورت یہ تھی کہ: آپ کے سب شاگرد جمع ہو کر کسی مسئلہ پر بحث کرتے، اخیر میں امام صاحبؒ اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے بیان فرماتے، پھر اگر سب کا اتفاق ہو جاتا تو وہ لکھ لیا جاتا، آپ کے طریقۂ اجتہاد میں سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع ہوتا تھا، اس کے بعد حدیث کی طرف، اور جو حدیث قرآن سے

زیادہ قریب ہوتی اس پر عمل کرتے تھے؛ مثلاً صلاۃ خوف کی بہت سی صورتیں احادیث میں مروی ہیں، ان میں سے امام صاحبؒ نے ابن مسعودؓ کی روایت کردہ صورت اختیار فرمائی جو الفاظ قرآن سے زیادہ قریب ہے، پھر اگر حدیث یا صحابہ میں اختلاف ہوتا تو فرماتے کہ: صحابہ کی اقتداء کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اور بأيهم اقتديتم إهتديتم کے پیش نظر کسی ایک صحابی کی روایت کو اختیار فرماتے، اور تابعین میں اختلاف ہوتا تو چوں کہ ان میں صحبت نبوی ﷺ یا دوسری کوئی خصوصیت نہیں تھی؛ اس لیے فرماتے: نحن رجال وهم رجال. اور خود اجتہاد فرماتے، اس طریقۂ تدوین سے آپ نے ساٹھ ہزار مسائل استنباط فرمائے۔

(عن مالك بن أنس): وضع أبو حنيفة ستين ألف مسئلة فى الإسلام. (وعن الامام أبي بكربن عتيق): أنه وضع خمس مأة ألف مسئلة. (وذكرالخطيب الخوارزمي): أنه وضع ثلاثة آلاف(١) مسئلة ثمانية وثلاثين ألفاً فى العبادة والباقى فى المعاملة؛ لولا هذا لبقى الناس فى الضلالة اه. (مفتاح السعادة ٢/٧١)

امام ابوبکر بن عتیقؒ سے مروی ہے کہ: امام صاحبؒ نے پانچ لاکھ مسائل کا استخراج کیا، اور خطیب خوارزمیؒ نے لکھا ہے کہ: آپ نے تین لاکھ مسائل نکالے اڑتیس ہزار عبادات اور باقی معاملات میں؛ اگر آپ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی میں رہتے۔ غرض! امام صاحبؒ نے فقہ کے لیے ایسا نمایاں کارنامہ انجام دیا کہ زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

امام صاحبؒ کی وفات

آدمی میں جس قدر کمالات زیادہ ہوتے ہیں حاسدین کی بھی اتنی ہی کثرت ہوتی ہے، امام صاحبؒ کے ساتھ بھی یہی ہوا، خلیفۂ وقت بھی آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر حسد کرنے لگا، اور حیلہ سے امام صاحبؒ کو شہید کر کے ہی چھوڑا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ: خلیفہ منصور نے اپنی خلافت کے زمانہ میں آپ سے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بننے کی فرمائش کی، آپ نے انکار فرمایا، منصور نے بہت زیادہ اصرار کیا، آپ نے فرمایا: میں اس کا اہل نہیں ہوں، اس نے کہا کہ: آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ اس کے یقیناً اہل ہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: اگر میں اپنے قول میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا آدمی قاضی نہیں ہوسکتا، اور اگر سچ کہتا ہوں تو میرا عذر قابل قبول ہے اور میں واقعی عہدۂ قضا کا اہل نہیں ہوں؛ غرض کہ امام صاحبؒ نے بڑی شدت سے انکار فرمایا، تو منصور نے آپ کو قید میں ڈال دیا، اور وہاں عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے آپ کو روزانہ دس درے مارے جاتے تھے اور سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں، امام احمد بن حنبلؒ جب مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں قید کیے گئے تو جب ان کو کوڑے مارے جاتے تو وہ امام صاحب کی حالت یاد کر کے ان کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کی موت کوڑوں کی مار کی وجہ سے ہوئی یا زہر کی وجہ سے؟ صاحب مفتاح السعادۃ فرماتے ہیں کہ: دس گیارہ دن تک کوڑے مارنے کے بعد منصور نے امام صاحبؒ کے پاس زہر کا پیالہ بھیجا، آپؒ سمجھ گئے اور فرمایا کہ: میں جان بوجھ کر اس کو پی کر خودکشی کے گناہ میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا ہوں، تو بادشاہ کے ملازموں نے

زبردستی آپ کوزمین پرگرادیااور جبراًوہ پیالہ آپ کو پلادیا،اورآپ کوزدوکوب کیا،جب آپ کوروح نکلنے کااحساس ہواتو فوراًسجدہ میں چلے گئے،اوراسی حالت میں جان مبارک جاں آفریں کے سپردکی۔فإنالله وإناإليه راجعون.

اللہ جل شانہ ہماری طرف سے اور پوری امت کی طرف سے آپ کواپنی شایان شان جزائے خیرعطافرماکراعلیٰ علیین میں قرب کا درجہ نصیب فرمائے،اورآپ کی قبرمبارک کونورسے پرفرمائے،اورآپ کے طفیل ہماری بھی مغفرت فرمائے اورآپ کے محبین میں شامل فرمائے۔آمین

آپ کی وفات ۱۵۰ھ میں بغداد میں رجب یاشعبان یاشوال میں ہوئی ہے،آپ نے اپنی نسبی اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ حماد چھوڑاتھا،البتہ روحانی اولاداورشاگردبہت ہیں جن میں سے چندمشاہیرکاتذکرہ عنقریب کیاجائے گا۔آپ کے جنازہ میں خلق کثیر شریک ہوئی،ایک محتاط اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی،اس میں منصوربھی شریک ہواتھا،اورجولوگ وقت پرحاضرنہ ہوسکے وہ حسرت زدہ دوردور سے آتے رہے،اورتقریباًبیس دن تک آپ کی قبرپرنماز جنازہ پڑھتے رہے،آپ کوبغدادکے قبرستان میں دفن کیاگیا،آپ کے مزارمقدس پرآج تک لوگ حاضری دیتے رہتے ہیں۔

امام دار الہجرت مالک بن انسؒ

امت مسلمہ مرحومہ میں مسلم الثبوت چار مجتہدوں میں سے ایک آپ ہیں، آپ کا اسم گرامی اور سلسلۂ نسب یہ ہے:

فقیہ الامت، امام دار الہجرت، ابوعبداللہ، مالک بن انس، بن مالک، بن ابی عامر، بن عمرو بن الحارث، بن غیمان۔

آپ کے اجداد میں سب سے پہلے ابو عامر دولت اسلام سے مشرف ہوئے؛ لیکن علمائے اسماء رجال کا اختلاف ہے کہ ابوعامر صحابی ہیں یا نہیں؟ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: آپ حضوراقدس ﷺ کے زمانہ میں موجود تو تھے؛ مگر کسی نے بھی آپ کو صحابہ میں شمار نہیں کیا۔

اختلف أهل الرجال في صحبته، ذكره الذهبي في تجريد الصحابة، وقال: لم أرأحداً ذكره في الصحابة، وكان في زمن النبي ا اه. (مقدمه أوجزالمسالك ص١٢/١ـ١٨/١ مكتبۂ سعادت)

اور قاضی عیاضؒ نے ابوبکر بن علاء سے نقل کیا ہے کہ: آپ جلیل القدر صحابیؓ تھے، اور بدر کبریٰ کے علاوہ تمام غزوات میں شریک بھی ہوئے تھے۔

صحابي جليل، شهد المغازي كلها مع رسول اللّٰها خلا بدراً، و به جزم السيوطي في تنوير الحوالك. (٢/١ـ١٨/١ مكتبه سعادة)

امام مالکؒ کے جدامجد کا اسم گرامی بھی مالک ہے، آپ بھی جلیل القدر تابعی ہیں، اور جن چار آدمیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہادت کے بعد رات کو چپکے سے دفن کیا، ان میں سے ایک ہیں۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

جد مالك من كبار التابعين وعلمائهم، وهو أحدالأربعة الذين

حملوا اعثمان ليلاً إلىٰ قبره اه. (تنوير الحوالك ٢/١)
اور مقدمۂ اوجز میں وغسلوه ودفنوه کی زیادتی ہے۔
امام مالکؒ کی پیدائش ۹۰ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں کہ: ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ولادت ہوئی؛ لیکن ۹۳ھ والے قول کو اصح کہا گیا ہے، کہتے ہیں کہ: آپ رحم مادر میں دو سال تک رہے، اور بعض کہتے ہیں کہ آپ تین سال تک حالت حمل میں رہے۔
والمشهور عند أهل التاريخ: أنه حمل في بطن أمه ثلاث سنين اه. (مقدمۂ أوجز ص/١٢)
آپ مسجد نبوی ﷺ میں حدیث وفقہ کا درس دیتے تھے، آپ کی عمر مبارک ۱۷/سال کی تھی اس وقت سے درس کا سلسلہ شروع کیا تھا، اور تھوڑے ہی دنوں میں مرجع خلائق بن گئے تھے، آپ کے دروازہ پر طالب علموں کی اتنی بھیڑ ہوتی تھی کہ ہر وقت ایک میلہ سا لگا ہوا محسوس ہوتا تھا، جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوتا تھا، امام ابوحنیفہؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے اور مباحثہ بھی، امام صاحب کے علم وفضل کے آپ بہت ہی معترف تھے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمد بن حسنؒ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ حدیث وفقہ دونوں کا درس الگ الگ ہوتا تھا، اور دونوں کا اہتمام بھی جداگانہ تھا، حدیث شریف کے درس میں بہت ہی زیادہ اہتمام فرماتے تھے، درس حدیث سے پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، سر پر بڑی ٹوپی رکھتے، عمامہ باندھتے اور وقار کے ساتھ تشریف لاکر درس دیتے، اور جب تک درس ہوتا رہتا

خوشبو کی دھونی ہوتی رہتی۔

إذا أتاه الناس خرجت إليهم الجارية، فتقول لهم: يقول لكم الشيخ: تريدون الحديث أو المسائل؟ فإن قالوا المسائل، خرج إليهم وأفتاهم وإن قالوا: الحديث، قال لهم: اجلسوا! ودخل مغتسله فاغتسل وتطيب ولبس ثياباً جدداً وتعمم ووضع علىٰ رأسه قلنسوة طويلة اه. (مقدمۂ أوجزص/۱۳)

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں آپ کے پاس حدیث پڑھ رہا تھا، اورآپ ہم سے حدیث بیان کررہے تھے کہ ایک بچھونے آپ کو۱۶ رمرتبہ ڈنک مارا، جس کی وجہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا؛ لیکن حدیث کے درس کو منقطع نہیں فرمایا، جب لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ: ''حدیث شریف کے ادب کی وجہ سے میں نے ادھر توجہ نہیں کی''۔ (مقدمۂ اوجزص/۱۵)

آپ کو مدینہ منورہ سے بہت محبت تھی؛ اس لیے وہاں سے کہیں باہر جانا پسند نہیں کرتے تھے، نیز حضور اقدس ﷺ کے احترام کی وجہ سے مدینہ منورہ میں کبھی جوتے پہن کر اور سواری پر سوار ہوکر نہیں نکلے، اور فرماتے تھے کہ: جس پاک زمین میں آپ ﷺ آرام فرمارہے ہو ں اس کو میں اپنی سواری سے کیسے روند سکتا ہوں! اور تین دن میں صرف ایک مرتبہ بیت الخلاء جاتے تھے اور وہ بھی مدینہ منورہ سے باہر، آپ نے مدینہ میں ہمیشہ کرایہ کے مکان میں زندگی گزاری، خود اپنا مکان نہیں بنایا، یہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت اور ادب ہی کی برکت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ: **ما بت ليلة إلا رأيت فيها رسول الله** ﷺ یعنی: کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے

مشرف نہ ہوا ہوں۔(مقدمۂ اوجزص ۱۴)

جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے، اسی طرح امام مالکؒ کے متعلق بھی پیشن گوئی فرمائی ہے:

عن أبي هريرةؓ رواية: يوشك أن يضرب الناس أكبادالإبل يطلبون العلم؛ فلايجدون أحداًأعلم من عالم المدينة اه قال سفيان بن عيينة: أنه مالك بن أنس اه.(مشكوة شريف ١/ ٣٦)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:''وہ زمانہ قریب ہے کہ لوگ طلب علم میں اپنی اونٹیوں کو مشقت میں ڈالیں گے، پس وہ عالم مدینہ سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں پائیں گے''،سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ:وہ مالک بن انسؒ ہیں۔

آپ کے فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کے اعلم ہونے کی خبر دی ہے، نیز خود امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ:جب تک میرے بارے میں ستر علماء نے فتویٰ کے صلاحیت کی شہادت نہ دی وہاں تک میں نے فتویٰ نہیں دیا۔

ما أفتىٰ حتى شهد له سبعون إماماًأنه أهل لذلك اه. (مقدمۂ أوجز ص ۱۳)

بادشاہ وقت جعفر منصور آپ کا بھی دشمن اور حاسد ہو گیا تھا، اور بہت تکلیفیں دیتا تھا حتی کہ آپ کے ہاتھ بھی اتروادیے تھے؛ تاکہ کچھ تصنیف وتالیف نہ کرسکیں، اور آپ کو بھی کوڑے مارے جاتے تھے۔آپ کی تصنیفات میں ''مؤطا'' مشہور آفاق ہے۔ بہ قول علامہ سیوطیؒ آپ اتوار کے دن بیمار ہوئے، اور ۲۲؍دن بیمار رہ کر ربیع الاول کی ۱۰؍یا ۱۴؍تاریخ کو ۱۷۹ھ میں عالم فنا سے عالم بقاء کو رحلت فرما گئے، اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئے ،اور بہ قول علامہ واقدیؒ نوے سال کی عمر پائی۔

وقال ابن فرحون: اختلف في تاريخ وفاته، والصحيح أنها كانت يوم الأحد لتمام اثنين وعشرين يومامن مرضه، في ربيع الأول سنة تسع وسبعين ومأة اه. (مقدمۂ أوجزص/۱۲)

آپ کی نسبی اولاد میں دوصاحبزادے: یحیٰ اور محمد اور ایک صاحبزادی: فاطمہ تھیں۔

تذکرۂ امام شافعیؒ

اسم گرامی اورسلسلۂ نسب یہ ہے:

ابوعبداللہ محمد بن ادریس، بن عباس، بن عثمان، بن شافع، بن السائب؛ القرشی الہاشمی۔

آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ: جس دن امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی ہے اسی دن آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ جب آپ کی عمر شریف دو برس کی ہوئی تب آپ کی والدہ آپ کو لے کر مکہ مکرمہ حاضر ہوئیں، وہاں انھوں نے مبشرات دیکھے، آپ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، امام مالکؒ سے حدیث پڑھنے سے پہلے ہی آپ نے مؤطا حفظ کرلی تھی؛ حضور اقدس ﷺ نے آپ کے لیے بھی پیشن گوئی فرمائی ہے: لاتسبوا قريشاً؛ فإن عالمها يملأ الأرض علماً. (أوجز المسالك۔ مفتاح السعادة ۹۰/۱) یعنی: قریش کو برا بھلا نہ کہو کہ ان کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

آپ نے امام محمدؒ کی کتابوں سے فقہ میں مہارت حاصل کی ہے، صاحب مفتاح السعادۃ نے آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ:

فضائله أكثرمن أن تحصىٰ، وبالجملة هوإمام الدنيا، وعالم الأرض شرقاً و غرباً، جمع الله له من العلوم والمفاخر، مالم يجمع لإمام بعده، وانتشر له من الذكر مالم ينتشرلأحد سواه. (۹۲/۲)

اصول فقہ میں آپ نے سب سے پہلے کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس کا نام ''الرسالہ'' ہے۔

آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں رجب کی اخیری تاریخ کو شب جمعہ میں بوقت نماز عشاء ہوئی ہے، اور جمعہ کے دن بعد العصر آپ کی تدفین عمل میں آئی تھی، آپ کی کل مدت عمر ۵۲ سال ہے۔ رحمه الله تعالیٰ رحمةً واسعةً.

تذکرۂ امام احمد بن حنبلؒ

آپ کا اسم گرامی اور سلسلۂ نسب یہ ہے: ابوعبداللہ احمد، بن محمد، بن حنبل: الشیبانی المروزی۔ آپ کی پیدائش ۱۶۴ھ میں بغداد میں ہوئی ہے اور ۲۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے، آپ کی مدت عمر ۷۷/سال ہے۔ صاحب مفتاح السعادۃ نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ: كان إماما في الفقه، والحديث، والزهد، والورع، والعبادة.

یعنی: آپ فقہ، حدیث، زہد، ورع اور عبادت میں امام تھے۔ آپ کے اساتذہ میں امام شافعیؒ اور سفیان بن عیینہؒ بھی ہیں۔

امام شافعیؒ آپ کی تعریف میں فرماتے ہیں: خرجت من بغداد وما خلفت بها أحداً أتقى وأورع ولا أفقه ولا أعلم من أحمد بن حنبل. (مفتاح السعادة ۹۸/۲) یعنی: میں بغداد سے نکلا اس وقت وہاں اپنے پیچھے احمد بن حنبلؒ سے بڑھ کر کسی کو زیادہ متقی اور پرہیزگار، اور بڑا فقیہ اور بڑا عالم نہیں چھوڑا۔

مسئلۂ خلق قرآن میں آپ کی ثابت قدمی اور ضبط مشہور ہے، آپ کے جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے، اور اژدہام کو دیکھ کر تیس ہزار یہودی اسلام لائے

تھے۔آپ کے دفن کے ۲۳۰؍سال بعد آپ کے قریب ایک قبر کھودتے ہوئے آپ کی قبر کھل گئی،تو کفن ویسا ہی دیکھا گیا گویا کہ آج ہی دفن کیے گئے ہیں۔امام بخاریؒ اور امام ابوداؤدؒ آپ کے شاگرد ہیں۔

تذکرۂ تلامذۂ امام اعظمؒ

امام صاحبؒ کے تذکرہ کے بعد آپ کے ان شاگردوں کا تذکرہ بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے جن کی وجہ سے فقہ حنفی کو شہرت ہوئی،یوں تو امام صاحبؒ کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے:مگر ان میں سے چار سب سے اونچے درجہ میں شمار کیے جاتے ہیں،ہدایہ میں اکثر ان کا تذکرہ آتا رہتا ہے،ان میں سب سے اول امام ابو یوسفؒ ہیں پھر امام محمدؒ پھر امام زفرؒ پھر امام حسن بن زیادؒ۔فقہاء کا اختلاف ہے کہ امام زفرؒ اور حسن بن زیادؒ دونوں میں تقدیم وتاخیر ہے یا دونوں ایک ہی درجہ میں ہیں؟ علامہ شامیؒ کی شرح عقود رسم المفتی ص۶۹؍ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ: یہ دونوں ایک ہی درجہ کے ہیں؛ مگر صاحب انہر امام زفرؒ کو مقدم اور امام حسنؒ کو مؤخر مانتے ہیں۔

تذکرۂ امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسفؒ کا اسم گرامی مع سلسلۂ نسب یہ ہے: یعقوب بن ابراہیم، بن حبیب، بن خنیس ،بن سعد الانصاریؒ اھ.(الجواہر المضیۃ ۲۲۰/۲)

آپ انصاری الاصل ہیں،آپ کے ایک صاحبزادے یوسف نامی تھے؛اس لیے آپ کی کنیت ابو یوسف ہے،آپ کے اجداد میں حضرت سعدؓ سب سے پہلے مسلمان ہیں،غزوۂ احد میں انھوں نے اپنے آپ کو شرکت جہاد کے لیے پیش کیا تھا؛ مگر آپ کی صغر سنی کی وجہ

سے حضور ﷺ نے منظور نہیں فرمایا۔ (مفتاح السعادۃ ۲/۱۰۰)

امام ابو یوسفؒ کی پیدائش ۱۱۳ھ میں کوفہ میں ہوئی ہے، اکثر ارباب تذکرہ آپ کا سن ولادت ۱۱۳ھ لکھتے ہیں؛ لیکن ابوالقاسم علی بن محمد سمعانیؒ (متوفی ۴۹۹ھ) نے اور صاحب مسلک الابصار نے لکھا ہے کہ: آپ کی وفات ۸۹/برس کی عمر میں ہوئی، اور وفات کے بارے میں سب متفق ہیں کہ ۱۸۲ھ میں ہوئی ہے، اس اعتبار سے آپ کا سن ولادت ۹۳ھ ہونا چاہیے، علامہ زاہد الکوثریؒ نے امام ابو یوسفؒ کی سوانح اور امام ذہبیؒ کے رسائل میں یہ ثابت کیا ہے کہ ۹۳ھ زیادہ قرین قیاس ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ: معلوم ہوتا ہے کہ ۹۳ میں ۹ کا سرا مٹا کر ۱۳ بن گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ۱۳ھ میں آپ کی ولادت نہیں ہوسکتی، اس لیے ارباب رجال نے قیاساً ۱۱۳ھ سمجھا، عاجز کے خیال میں اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو شیخین کہا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس تغلیب میں عمر کا کوئی تناسب ضرور ہونا چاہیے، اگر ان کی ولادت ۱۱۳ھ میں قرار دی جائے تو امام صاحبؒ اور ان کی عمر میں ۳۳/برس کا تفاوت ہوتا ہے، اور اتنے تفاوت کی صورت میں دونوں کو شیخین کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ (تبع تابعین ص/۲۰)

بعد میں آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کی تھی، آپ کے والد بزرگوار صغر سنی ہی میں چھوڑ کر وفات پا چکے تھے؛ اس لیے آپ کی پرورش کی ساری ذمہ داری بیوہ ماں کے ناتواں کندھوں پر آپڑی، والدہ محترمہ نے آپ کو ایک دھوبی کے سپرد کر دیا تاکہ آپ وہاں محنت مزدوری کر کے کچھ کمائیں؛ مگر آپ کو بچپن ہی سے پڑھنے کا شوق دامن گیر تھا؛ اس لیے کام چھوڑ کر امام صاحبؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے، بہت دنوں تک

اس طرح چلتا رہا، آخر کار آپ کی والدہ کو اس کا علم ہوا تو وہ امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور برا بھلا کہنا شروع کیا، اور اپنی غریبی کا اظہار شروع کیا اور امام ابو یوسفؒ کو آئندہ درس میں شریک نہ کرنے کے لیے کہا، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: تم اس کو چھوڑ دو؛ اس لیے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ پستہ کے تیل کا فالودہ کھا رہا ہے، یہ سن کر آپ کی والدہ ناراض ہو کر یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ: ان بڑے میاں کو تو دیکھو! ان کی عقل ماری گئی ہے، یہاں تو کھانے کو نہیں ملتا، وہ فرماتے ہیں کہ فالودہ کھائے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد حیات تھے، دونوں روایتوں سے بہ طور قدر مشترک اتنا صاف معلوم ہوتا ہے، کہ آپ کی تعلیم نہایت غربت اور ناداری کی حالت میں ہوئی اور اس کا سبب آپ کا علمی شوق بنا۔

سب سے پہلے آپ نے فقہ محمد بن ابی لیلیٰؒ سے حاصل کیا، جو عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰؒ کے صاحبزادے اور ممتاز تبع تابعین میں سے ہیں، آپ نے ان سے علمی و عملی دونوں طرح سے فیض اٹھایا ہے؛ لیکن اس زمانہ میں کوئی بھی طالب علم اور خاصکر فقہ کا طالب علم امام صاحب کی مجلس درس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا تھا، چناں چہ خود امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ: ابن ابی لیلیٰ باوجود اپنے ذاتی فضل و کمال اور علمی منزلت کے جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے امام صاحبؒ کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کرتے، اس سے مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ امام صاحب کے درس میں بھی ضرور شریک ہونا چاہیے؛ مگر استاذ کا احترام و لحاظ اس میں مانع تھا، اس وجہ سے میری ہمت وہاں جانے کی نہیں ہوتی تھی؛ لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ محمد بن ابی لیلیٰ کی مجلس سے منقطع

ہوکر وہ ہمیشہ کے لیے امام صاحبؒ کی مجلس سے وابستہ ہو گئے۔ (تبع تابعین ۱/۵)

امام صاحبؒ نے آپ کی مالی اعانت بھی خوب کی ہے، خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے زمانہ میں آپ کو قاضی القضاۃ بنایا گیا، اسلام میں ''قاضی القضاۃ'' کا لقب سب سے پہلے آپ ہی کو ملا، اصول فقہ حنفیہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف فرمائی، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے علم وفقہ کی نشر واشاعت آپ ہی نے کی۔ ہارون الرشید آپ کی بہت عزت کرتا تھا اور آپ کے فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرتا تھا۔

آپ کی وفات ۵/ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی، حضرت معروف کرخیؒ آپ کے جنازہ اور نماز میں شرکت نہ کر سکنے پر عمر بھر افسوس کرتے رہے، ان کے اس کثرت افسوس کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ: ابو یوسفؒ تو بادشاہوں کے ندیموں میں سے تھے اور دنیا دار تھے، آپ ان پر اتنا افسوس کیوں فرماتے ہیں؟ اگر نماز میں شرکت نہ ہوئی نہ سہی! تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

رأيت البارحة كأني دخلت الجنة، فرأيت قصراً،قلت: لمن هذا؟ قالوا:لأبی يوسف، قلت: سبحان الله! بم استحق هذا؟ قالوا: بتعليم العلم وصبره علىٰ أذاهم. (مفتاح السعادة ۱۰۱/۲ ـ الجواهر المضيئة ۳۰۹/۱)

یعنی میں نے کل رات خواب دیکھا کہ: گویا میں جنت میں داخل ہوا، پس میں نے ایک محل دیکھا تو میں نے پوچھا کہ: یہ کس کا ہے؟ جواب ملا کہ: امام ابو یوسفؒ کا، میں نے کہا کہ: سبحان اللہ! انھیں یہ کیسے مل گیا؟ جواب ملا کہ: لوگوں کو علم سکھلانے اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی وجہ سے۔

امام محمدؒ، یحییٰ بن معینؒ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی تصنیفات کے متعلق ''فوائد بھیہ'' میں لکھا ہے کہ: لہ کتاب الخراج والأمالي والنوادر. ان میں سے ''کتاب الخراج'' طبع ہوچکی ہے، اور عام طور پر دستیاب ہوتی ہے۔

تذکرۂ امام محمد بن حسن شیبانیؒ

آپ امام صاحبؒ کے تلامذہ میں دوسرے نمبر پر ہیں، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد بن حسن، بن الفرقد، بن ابی عبداللہ؛ الشیبانی۔ آپ کی پیدائش مقام ''واسط'' میں ۱۳۲ھ میں ہوئی اور کوفہ میں نشو ونما پائی۔

آپ بے حد حسین وجمیل تھے، اور بچپن ہی سے امام صاحبؒ کے درس میں پابندی سے شریک ہوتے تھے، آپ کے والد صاحب آپ کو امام صاحبؒ کے درس میں شامل کرنے کے لیے لائے، تو امام صاحبؒ نے ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر فرمایا کہ: ان کا سر منڈا دیا جائے، چنانچہ آپ کے والد صاحب نے تعمیل ارشاد کی؛ مگر اس سے حسن میں کمی ہونے کے بجائے اور نکھار پیدا ہوگیا؛ حضرت وکیع - جو امام شافعیؒ کے استاذ ہیں- فرماتے ہیں کہ: كنا نتجانب أن نمشي معه في طلب الحديث؛ لأنه كان غلاماً جميلاًاه. (مفتاح ۱۰۸/۲) یعنی: اگر طلب حدیث میں امام محمدؒ ہمارے ساتھ ہوجاتے، تو ہم ان سے کنارہ کشی کرتے تھے؛ اس لیے کہ وہ حسین وجمیل تھے۔

آپ بچپن ہی سے نماز کے پابند تھے، ایک واقعہ سے اس کا اہتمام اور زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے کہ: آپ کا ابھی تیرہ چودہ سال کا سن تھا کہ ایک روز ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ مسئلہ یہ تھا کہ: اگر کوئی نابالغ عشاء کی

نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات میں وہ بالغ ہو جائے تو عشاء کی نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام صاحبؒ نے اثبات میں جواب دیا، یہ سوال چوں کہ انھوں نے اپنے متعلق کیا تھا اس لیے وہاں سے فوراً اٹھے، اور وضو کیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر عشاء کی نماز دہرائی۔ امام صاحبؒ نے یہ دیکھ کر حاضرین سے فرمایا کہ: ''انشاء اللہ یہ لڑکا رشید ہوگا''۔ (تبع تابعین ۱/۱۰۶)

آپ نے فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور اس کی تکمیل امام ابو یوسفؒ سے کی، حدیث میں امام مالکؒ سے استفادہ کیا، ''موطا'' آپ نے من اوله الیٰ اٰخره تین سال قیام کر کے سماعت فرمائی، اور اس میں اضافہ فرمایا، جو آج ''مؤطا امام محمدؒ'' کے نام سے مشہور ہے۔

آپ نے بہت ہی جاں فشانی اور مجاہدہ سے علم حاصل کیا، اور اس کے بعد کبھی علم سے غفلت نہیں برتی؛ چناں چہ رات کو بہت تھوڑی دیر کے لیے لیٹتے تھے، اور فوراً اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے اور مطالعۂ کتب میں مشغول ہو جاتے تھے، آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ کہا کہ: اپنے نفس پر ظلم اور زیادتی کیوں کرتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ: امی جان! لوگوں نے اپنے علم کے لیے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور وہ سو گئے ہیں، اور یہ سمجھ لیا ہے کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہوگی تو مجھ سے پوچھ لیں گے؛ اس لیے میں رات کو نہیں سو سکتا، پوری رات کبھی اِس کتاب کو، کبھی اُس کتاب کو دیکھنے میں گزار دیتے، مطالعہ کے دوران آپ اپنی رومی باندی سے بدن پر پانی چھڑکوایا کرتے تھے، دریافت کرنے پر یہ وجہ بتلائی کہ: علم ایک بھاری چیز ہے، اس کو دیکھتے دیکھتے جب تھک جاتا ہوں تو دوسری کتاب اٹھاتا ہوں، اور بدن میں گرمی پیدا ہو جانے کی وجہ سے نیند آنے لگتی ہے تو کپڑا اتار دیتا ہوں، پھر بھی

نیند آنے لگتی ہے تو اپنے بدن پر پانی چھڑکوایا کرتا ہوں تاکہ نیند اڑ جائے؛ کیوں کہ کہا گیا ہے: العلم لایعطیك بعضه حتیٰ تعطیه کلك.

امام شافعیؒ آپ کے بہت ہی مداح تھے، فرماتے تھے کہ: علمی حیثیت سے امام محمدؒ کا مجھ پر جتنا احسان ہے دوسرے کسی کا نہیں، کبھی فرماتے: آپ سے بڑا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا، آپ کو دیکھنے سے آنکھ اور قلب دونوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ نیز امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: فقہ میں لوگ اہل عراق کے محتاج ہیں، اور اہل عراق اہل کوفہ کے محتاج ہیں، اور اہل کوفہ امام صاحب کے محتاج ہیں۔ نیز امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ: آپ یہ باریک باریک مسائل کہاں سے بیان کرتے ہیں؟ تو فرمایا: من کتب محمد بن الحسن (الجواهر المضیئة ۴۳/۲)

آپ کی تصنیفات کی تعداد ۹۹۹ یا ہزار تک پہنچتی ہے، آپ کی کتابوں سے امام صاحبؒ کے مذہب کی خوب شہرت ہوئی، نیز آپ کے مذہب کے مسائل کی تدوین وحفاظت بھی ہوئی، ہارون الرشید نے آپ کو بھی قاضی القضاۃ بنایا تھا؛ مگر زیادہ سے زیادہ چھ ماہ آپ نے یہ خدمت انجام دی، پھر ۱۸۹ھ میں ہارون الرشید کے ساتھ آپ جہاد میں تشریف لے جارہے تھے، لشکر کی تعداد بہت تھی، یہاں تک کہ اس کا پھیلاؤ تین فرسخ کا تھا، (ایک فرسخ تقریباً تین شرعی میل کا ہوتا ہے) اور مقام ''رے'' تک پہونچے، وہاں آپ کی وفات ہوئی، اسی روز امام النحو کسائیؒ (یہ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے) نے بھی وفات پائی، دونوں ہارون الرشید کے لشکر میں تھے؛ مگر دونوں کی قبروں کے درمیان ایک فرسخ (یا تین فرسخ) کا فاصلہ تھا؛ اس لیے کہ دونوں لشکر کے الگ الگ حصہ میں تھے، ان دونوں کی وفات سے متأثر ہوکر ہارون الرشید نے کہا: ''یہ منحوس شہر ہے، میں اس میں ایسی

حالت میں داخل ہوا کہ میرے ساتھ فقہ اور ادب دونوں تھے، اور ایسی حالت میں وہاں سے نکلا کہ ان میں سے کچھ بھی میرے پاس نہیں رہا''، اور یہ بھی کہا کہ: میں نے ری میں فقہ اور لغت کو دفن کر دیا۔ (مفتاح السعادۃ ص/۱۰۸)

ایک ضروری فائدہ

جب ائمۂ ثلثہ احناف کہا جاوے تو اس وقت یہ تینوں امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ مراد ہوتے ہیں، اور جب شیخین کہا جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ مراد ہوتے ہیں؛ (اس لیے کہ یہ دونوں شیخ اور استاذ ہیں امام محمدؒ کے) اور جب صاحبین کہا جاوے تو اس وقت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ مراد ہوتے ہیں؛ (اس لیے کہ امام صاحبؒ کی شاگردی اور ان سے تحصیل علم میں دونوں ساتھی ہیں) اور جب طرفین کہا جاوے تو مراد امام اعظمؒ اور امام محمدؒ ہوتے ہیں؛ (اس لیے کہ ان تینوں میں طرف اعلیٰ امام ابوحنیفہؒ اور طرف ادنیٰ امام محمدؒ ہیں) اور جب ائمۂ اربعہ کہا جاوے تو اس وقت مذاہب اربعہ مشہورہ کے بانی مراد ہوتے ہیں، یعنی: سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، اور امام شافعیؒ، اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔

اور محدثین جب شیخین کہیں تو اس وقت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ مراد ہوتے ہیں، اور اصحاب سِیَر جب شیخین کہیں تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مراد ہوتے ہیں۔

تذکرۂ امام زفرؒ

آپ امام صاحبؒ کے شاگردوں میں بہت زیادہ ذہین اور متقی تھے، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: زفیر بن الہذیل، بن قیس، بن سلیم، بن قیس، بن مکمل، بن ذہل، بن ذویب، بن

خزیمہ، بن عمرو، بن جندبؓ۔ (فوائد بہیہ ص/۶۵)

آپ کی پیدائش ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے، آپ کے ایک بھائی بصرہ میں رہتے تھے، ان کی میراث سے حصہ لینے کے لیے بصرہ گئے تو بصرہ والوں نے آپ کو وہاں سے واپس آنے ہی نہ دیا اور وہاں روک لیا، آپ کے آباء واجداد اصفہان کے باشندے تھے، آپ کو امام ابو یوسفؒ سے زیادہ متورع کہا گیا ہے؛ چناں چہ حکومت نے آپ کو بھی عہدۂ قضا سپرد کرنا چاہا؛ مگر آپ نے اپنے لیے اس کو بالکل ہی پسند نہیں کیا، بلکہ گھر بار چھوڑ کر روپوش ہوگئے، آپ کے نکاح میں امام ابوحنیفہؒ شریک ہوئے ہیں، اور نکاح کا جو خطبہ پڑھا اس میں حسب ذیل الفاظ تھے:

هذا زفر بن الهذيل: إمام من أئمة المسلمين، وعلم من أعلامهم في شرفه وحسبه وعلمه اه. (الجواهر المضيئة ص/٢٤٣)

استاذ کی اور وہ بھی امام ابوحنیفہؒ جیسے استاذ کی، یہ شہادت اپنے شاگرد کے لیے بہت ہی وقیع سمجھنی چاہیے۔

داؤد طائی سے آپ کی گہری دوستی تھی، وکیعؒ - جو امام شافعیؒ کے استاذ ہیں- آپ کے شاگرد ہیں، آپ امام صاحبؒ کے شاگردوں میں قیاس میں زیادہ تر معروف ہیں، امام زفرؒ کا جو اختلاف ہوتا ہے اس میں زیادہ تر قیاس کو دخل ہوتا ہے، امام زفرؒ کے مقیسات میں کل سترہ مسائل ایسے ہیں جن پر علمائے کرام نے فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامیؒ نے باب النفقة ردالمحتار (٢/ ٦٦٨) میں بائیس اشعار میں سترہ مسائل کو جمع کر دیا ہے، بہ طور نمونہ تین شعر درج ہیں:

بحمد إله العالمين مبسملاً	ء	أتوج نظمي والصلوة على العلیٰ
وبعد فلا يفتیٰ بما قاله زفر	ء	سویٰ صور عشرين تقسيمها انجلیٰ
جلوس مريض مثل حال تشهد	ء	كذا من يصلى قاعداً متنفلاً

(شامی ۳۳۱/۱ زکریا)

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ: ماخالفت أباحنيفة في قول إلا وقد كان أبو حنيفة يقول به اه.(الجواهر المضيئة ص/٢٤٤) یعنی: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے جس قول میں مخالفت کی وہ پہلے ان کا قول رہ چکا ہے، اور ''الفوائد البہیہ'' میں لکھا ہے کہ: لا نأخذ بالرأي مادام أثر، وإذاجاء الأثر تركنا الرأي(مفتاح السعادة ص/٧٦ مصر) یعنی: جب تک کوئی روایت موجود ہو ہم قیاس کو اختیار نہیں کرتے، اور جب بھی روایت ملتی ہے رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔

آپ کی وفات ۱۵۸ھ میں صرف ۴۸ر سال کی عمر میں عین عالَمِ شباب میں ہوئی، جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے پاس کمال زہد وورع کی وجہ سے ایک پائی بھی نہیں تھی، آپ کی وفات بزمانۂ خلافت مہدی مقام بصرہ میں ہوئی۔

تذکرۂ امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ

آپ انصاری الاصل اور کوفی ہیں، آپ کے والد بزرگوار موتیوں کے تاجر تھے؛ اس لیے آپ لؤلؤی سے مشہور ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: حسن بن زیاد اللؤلؤی، الکوفی، الحنفی۔

آپ خوبصورت، ذکی، فہیم اور متقی، پرہیزگار تھے، عاشق سنت اور حافظِ حدیث تھے، امام

صاحبؒ کے اجل تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ''الفوائدالبہیۃ'' میں آپ کو دوسری صدی کا مجدد بتلایا گیا ہے، اورآپ کی تصانیف'' المجرد'' او''امالی'' کے نام ملتے ہیں۔آپ کے معمولات منضبط تھے،صاحب مفتاح السعادۃ تحریرفرماتے ہیں کہ:

آپ نمازصبح کے بعدمسائل فروع کادرس دیتے تھے، پھراپنے گھر میں تشریف لے جاتے تھے، وہاں ظہرتک اپنے حوائج میں مشغول رہتے تھے، پھرظہرکے لیے تشریف لاتے تھے،اورعصرتک وقائع کی مجلس ہوتی تھی، پھرعصرپڑھتے تھےاورفراغت پرمغرب تک اصول میں بحث ہوتی تھی، پھرمغرب پڑھ کرگھرمیں تشریف لے جاتے تھے، پھرجب باہرآتے عشاءتک پیچیدہ مسائل میں کلام فرماتے، پھرجب عشاء پڑھ لیتے تودوروو صایاکےمسائل کے لیے تہائی رات تک مجلس ہوتی،آپ علم میں غوروفکرکرنے میں کبھی سستی نہیں کرتے تھے، آپ کی ایک باندی تھی جوآپ کے کھانے، وضو اوردیگرمشغولیات کے وقت آپ کے سامنے مسائل پڑھتی تھی، یہاں تک کہ آپ اس سےفارغ ہوجاتے۔(۱۲۰/۲)

۲۰۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی،اسی سال مصرمیں امام شافعیؒ نےبھی وفات پائی۔

امام صاحبؒ کے دیگرتلامذہ

ان چارکےعلاوہ امام صاحبؒ کے دوسرے تلامذہ جنہوں نےشہرت پائی،ان میں داؤد بن نصیرطائیؒ ، عبداللہ بن مبارکؒ، وکیع بن الجراحؒ؛وغیرہ ہیں۔ امام صاحبؒ کے صاحبزادے: حمادؒاورآپ کے پوتے: اسماعیلؒ نےبھی فقہ میں مہارت حاصل کی ہے، اورمخلوق کواپنےعلمی وروحانی فیوض سے مستفید کیا ہے۔''مفتاح السعادۃ'' کے مصنف

علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ نے ۱۲۱/۲ میں کیا ہی خوب لکھا ہے:

واعلم! أن الأئمة الذين أخذوا العلم عن الإمام لايحصون عدداً، و قد عرفوا منهم سبع مأة وثلاثين رجلاً من مشائخ البلدان وأئمة المسلمين، الذين وصل إلينا العلم بسعيهم واجتهادهم. جزاهم اللّٰه عنا وعن الإسلام وعن كافة المسلمين خيرالجزاء، وحشرنا معهم، وحشرهم مع النبيين والصديقين والشهداء. اٰمين وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ خيرخلقه محمد واٰله وصحبه وعلماء أمته أجمعين. اٰمين.

طبقاتِ فقہاءؒ کا مفصل بیان

علامہ شامیؒ نے "شرح عقود رسم المفتی" ص/۲۵ میں لکھا ہے کہ:

إن الواجب علىٰ من أراد أن يعمل لنفسه أ ويفتي غيره، أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه اه. (ص/ ٤٤ زكريا) یعنی: جو شخص فقہی فروعات پر عمل کرنا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ جو راجح اور معمول بہا قول ہے اس پر عمل کرے؛ لیکن یہ بات اس وقت ممکن ہے کہ پہلے قائل کس درجہ کا فقیہ ہے؟ اس کو معلوم کرلے، تاکہ کمزور قول پر عمل یا قوی قول کا ترک لازم نہ آئے۔

ابن کمال پاشا نے فقہاء کو درایت کے اعتبار سے سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا طبقہ: وہ حضرات جو ادلۂ اربعہ یعنی: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے اجتہاد کرکے مسائل کے استخراج کی قوت رکھتے ہیں، اور اصول استنباط بھی خود ان کے اپنے وضع کیے ہوئے ہیں، جو اصول وفروع میں کسی کے مقلد نہیں ہیں؛ ان کو "مجتہد مطلق

’’اور’’مجتہد فی الشرع‘‘ بھی کہا جاتا ہے، اور یہی حضرات پہلے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جیسے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ وغیرہ۔

دوسرا طبقہ: وہ حضرات جو اجتہاد کی صلاحیت تو رکھتے ہیں؛ مگر اصول میں وہ کسی امام کے مقلد ہیں، اور طرز اجتہاد میں کسی امام کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں، البتہ فروعات میں اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی کے مقلد نہیں ہیں؛ ان کو’’مجتہد فی المذہب‘‘ کہا جاتا ہے، اور وہ دوسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں، جیسے: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نیز امام اعظمؒ کے دوسرے مجتہد تلامذہ۔

تیسرا طبقہ: وہ حضرات جو نہ اصول میں اپنے امام کی مخالفت کر سکتے ہیں نہ فروع میں؛ البتہ ان میں اصول کے استحضار کی وجہ سے اتنی استعداد ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جس مسئلہ میں کوئی روایت مروی نہ ہو، اس کا حکم استنباط کر کے بیان کریں، ان حضرات کو’’مجتہد فی المسائل‘‘ کہا جاتا ہے اور تیسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جیسے: امام ابوجعفر طحاویؒ، امام احمد بن عمر خصاف، امام ابوالحسن کرخیؒ، امام شمس الائمہ حلوائی، شمس الائمہ سرخسی، امام فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔

چوتھا طبقہ: وہ حضرات جن میں اجتہاد کی بالکل قابلیت نہیں ہوتی؛ البتہ اصول میں مہارت اور دلائل میں نظر غائر ہونے کی وجہ سے کسی مجمل قول کی تفصیل اور ذو وجہین قول کی تعیین کر سکتے ہیں، ان کو’’اصحاب تخریج‘‘ کہتے ہیں، اور یہ حضرات چوتھے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں؛ جیسے: امام جصاص رازیؒ وغیرہ۔

پانچواں طبقہ: وہ فقہاء جو مقلد محض ہوں، البتہ دلائل کو سامنے رکھ کر مختلف روایات میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہوں، اور ایک قول کی دوسرے قول

پر فوقیت بتلاتے ہوں؛ مثلاً یہ فیصلہ کرتے ہوں کہ: ھذا اولیٰ، ھذا اصح، ھذا اوفق بالقیاس؛ وغیرہ، ایسے حضرات ''اصحاب ترجیح'' کہلاتے ہیں، اور پانچویں طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں؛ جیسے: امام ابوالحسن قدوریؒ، صاحب ہدایہ وغیرہ۔

چھٹا طبقہ: وہ فقہاء جو صرف مقلد ہوں؛ مگر ان میں قوی، ضعیف، ظاہر روایت اور نوادرات میں، اور مقبول ومردود روایات میں فرق اور تمیز کرنے کی صلاحیت ہو، تو ان کو ''اصحاب تمیز'' کہتے ہیں، اور چھٹے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں؛ جیسے: متون معتبرہ کے مصنفین: صاحب وقایہ، صاحب کنز، صاحب مختار اور صاحب مجمع وغیرہ۔

ساتواں طبقہ: ان مقلدین کا ہے جن کو مذکورہ چیزوں میں سے کسی بات پر قدرت نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ حضرات جو قول جہاں کہیں پاتے ہیں نقل کر دیتے ہیں، یہ لوگ ''مقلد محض'' کہلاتے ہیں، اور ساتویں طبقہ میں شمار ہوتے ہیں؛ ان کے اقوال پر اعتماد کر لینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ **فالويل لمن قلدهم كل الويل**

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے ''مقدمۂ عمدۃ الرعایۃ'' میں علامہ کفویؒ سے فقہاء کی یہ طبقاتی تقسیم اَور طرح سے نقل کی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

فاعلم! أنه ذكرالكفوي في طبقات الحنفية أن الفقهاء يعني: من المشائخ المقلدين علىٰ خمس طبقات الخ.(۷/۱)

لیکن ان دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیوں کہ کفویؒ نے دو قسموں کو بیان نہیں کیا ہے، ایک پہلی قسم یعنی: مجتہد مطلق، اور ایک اخیری قسم یعنی: مقلد محض وعامی لوگوں کا سب سے اخیری طبقہ؛ اگر دونوں کو ذکر کرتے تو ان کے یہاں بھی سات قسمیں ہو جاتی

؛البتہ علامہ علاء الدین حصکفیؒ سے اس سلسلہ میں تسامح ہوگیا ہے، انھوں نے ''درمختار'' میں لکھا ہے کہ:

قد ذكروا: أن المجتهد المطلق قد فقد، وأماالمقيد فعلىٰ سبع مراتب مشهورة اه. (۱۷۹/۱ زكريا) ؛حالاں کہ مقید کے سات طبقے نہیں ہیں، بلکہ صرف چھ ہیں۔خلاصۂ کلام یہ کہ ابن کمال پاشا کی یہ طبقاتی تقسیم اپنی جگہ پر صحیح ہے؛ مگراس میں فقہاء کی جو درجہ بندی کی گئی ہے وہ محل نظر ہے۔

پہلا اشکال یہ ہے کہ: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو طبقۂ ثانیہ میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ: یہ لوگ اصول میں اپنے امام کی مخالفت نہیں کرسکتے؛ حالاں کہ ان حضرات نے کثرت سے امام صاحبؒ کی اصول میں بھی مخالفت کی ہے، مثلاً: مجاز حقیقت کا نائب تکلم میں ہوتا ہے یا حکم میں؟ اسی طرح نجاست غلیظہ اور خفیفہ کی بنیاد مقرر کرنے میں؛ چناں چہ امام غزالیؒ نے ''المنخول'' میں لکھا ہے کہ: **إنهما خالفا أباحنيفة في ثلثي مذهبه اه.** اس اشکال کا ایک جواب محمد بن عبدالستار الکردری نے دیا ہے کہ: خود امام صاحبؒ نے جب ان کی علمی اور اجتہادی استعداد خوب جانچ لی، تو ان کو تقلید کرنے سے منع فرمادیا؛ کیوں کہ مجتہد کے لیے کسی کی تقلید کرنا درست نہیں ہے، اسی لیے فرمایا کہ: **لايحل لأحد أن يأخذ بقولي مالم يعلم من أين قلته ؟** اس وجہ سے انھوں نے دلائل کو دیکھنا شروع کیا، بعض جگہ ان کو دلیل معلوم نہ ہوسکی بلکہ امام صاحبؒ کے قول کے خلاف دلیل معلوم ہوئی، تو انھوں نے امام صاحبؒ کے ارشاد ہی سے امام صاحبؒ کا خلاف کیا۔

دوسرا جواب مولانا عبدالحی صاحبؒ نے دیا ہے، فرماتے ہیں:

فالحق أنهما مجتهدان مستقلان، نالا برتبة الإجتهاد المطلق؛ إلاأنهما لحسن

تعظيمهما لأستاذهما، وفرط إجلالهما لإمامهما أصلا أصله و سلكا نحوه وتوجها إلىٰ نقل مذهبه وتائيده وانتصاره وانتسبوا إليه. (مقدمۂ عمدة الرعاية ص/۹۱)

یعنی: صحیح یہ ہے کہ: یہ دونوں حضرات مجتہد مطلق تھے، انھوں نے یہ درجہ حاصل کرلیا تھا؛ مگر اپنے استاذؒ کی جلالت شان اور تعظیم وادب کی وجہ سے انھیں کے اصول کے تابع رہے، اور انہی کے مذہب کی نشر واشاعت کرکے اس کی تائید ونصرت کرتے رہے، اور انہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ: انھوں نے علامہ خصافؒ اور طحاویؒ وکرخیؒ کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے، یعنی: ان حضرات میں شمار کیا ہے جو نہ اصول میں مخالفت کرسکتے ہیں نہ فروع میں؛ حالاں کہ ان حضرات کا درجہ اس سے اونچا ہے؛ کیوں کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں امام اعظمؒ کا خلاف کیا ہے، جیسا کہ کتب فقہ اور کتب خلافیات دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ: انھوں نے ابوبکر جصاص رازیؒ کا درجہ گھٹا دیا ہے کیوں کہ ان کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے؛ حالاں کہ آپ تیسرے طبقہ والوں سے یعنی: شمس الائمہ حلوائیؒ اور قاضی خانؒ وغیرہ سے زمانہ اور علم ورتبہ کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں، یہ حضرات تو ان کے مقابلہ میں بہ منزلہ بچوں کے ہیں، اسی طرح صاحب ہدایہ اور قدوری کا درجہ بھی گھٹا دیا ہے؛ حالاں کہ یہ حضرات بھی قاضی خان سے بڑھے ہوئے ہیں، اور بالفرض بڑھے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے تو ضرور ہیں؛ پس چاہیے تھا کہ قدوری اور صاحب ہدایہ کو بھی تیسرے درجہ میں شمار کرتے؛ اس لیے کہ خود قاضی خان اور زین

العابدین عتابیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ: صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے؛ بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

طبقات کتب وطبقات مسائل

جس طرح فقہاء کرام کے درجات ہیں، اسی طرح فقہ حنفی کے مسائل اور کتابوں کے بھی درجات ہیں جن کا جاننا ضروری ہے؛ تاکہ جس وقت اقوال میں تعارض معلوم ہو راجح پر عمل کر سکے۔ فقہ حنفی کے مسائل تین طبقات پر منقسم ہیں:

پہلا طبقہ: پہلا طبقہ ظاہر روایت کا ہے، ان کو "مسائل اصول" بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ کی چھ کتابوں میں مذکور ہیں؛ وہ چھ کتابیں یہ ہیں: (۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط اور (۶) زیادات۔

ان کتب کے مسائل کو "ظاہر روایت" اس لیے کہتے ہیں کہ صاحب مذہب تک ان کی سند ظاہر اور معلوم ہے، جب تک ان مسائل کے خلاف عمل کی ترجیح کسی دلیل سے معلوم نہ ہو وہاں تک ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ مبسوط کا دوسرا نام "اصل" بھی ہے؛ اس لیے کہ امام محمدؒ نے سب سے پہلے اسی کو تصنیف کیا ہے، مبسوط کو دیکھ کر ایک یہودی حکیم یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو گیا تھا کہ: **هذا كتاب محمدكم الصغير فكيف كتاب محمدكم الكبير! (طحطاوی).**

جامع صغیر میں <u>۱۵۳۲</u> مسائل ذکر کیے گئے ہیں، ان میں صرف دو مسئلوں میں قیاس اور استحسان سے کام لیا گیا ہے۔ مشائخ کے نزدیک اس کتاب کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے، حتی کہ جب تک اس کو حفظ نہ کر لیا جاتا عہدۂ قضا سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسفؒ

کی فرمائش پر امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھی ہے، جب امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھ کر پیش کی تو امام ابو یوسفؒ بہت خوش ہوئے اور بہت ہی دعائیں دیں، اور یہ فرمایا کہ: امام محمدؒ سے چار مسائل میں سہو ہو گیا ہے ان کی روایت میں نے نہیں کی، ان چار میں سے ایک مسئلہ یہ ہے: کسی نے نفل کی نیت سے چار رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اول رکعت میں قرأت پڑھی، دوسری رکعت میں ترک کی، تیسری میں پڑھی اور چوتھی میں ترک کی؛ اس کا کیا حکم ہے؟ امام محمدؒ کو جب معلوم ہوا تو کہا: میں نے غلطی نہیں کی، امام ابو یوسفؒ نے مجھ سے یہی روایت کی تھی؛ لیکن خود انھیں یاد نہیں رہا۔ امام ابو یوسفؒ اپنی جلالت شان کے باوجود اپنے سفر و حضر میں یہ کتاب اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

دوسرا طبقہ: دوسرا طبقہ نوادر کا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے مروی تو ہیں؛ مگر امام محمدؒ کی مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں ہیں، مثلاً: کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات؛ وغیرہ کتابوں میں، یا امام ابو یوسفؒ کی امالی میں ہیں، ان کو ''غیر ظاہر روایت'' بھی کہتے ہیں؛ اس لیے کہ ان کی سند ظاہر نہیں ہے۔

کیسانیات وہ مسائل ہیں جن کو سلمان بن شعیب کیسانیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے، اور ہارونیات وہ مسائل ہیں جن کو ہارون الرشیدؒ کے زمانہ میں جمع کیا ہے، اور جو مسائل علی بن صالح جرجانیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیے ہیں ان کو جرجانیات کہا جاتا ہے، اور رقیات وہ مسائل ہیں جن کو امام محمدؒ نے مقام رقہ میں قاضی ہونے کے زمانہ میں جمع کیا تھا۔

امالی جمع ہے املاء کی، پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ: استاذ مسند درس پر بیٹھ جاتا تھا اور اپنے

حافظہ سے شاگردوں کو مسائل لکھواتا تھا، اور جو کچھ جمع ہو جاتا اس کو کتابی شکل دے دی جاتی تھی، اس کو ''امالی'' کہا جاتا ہے، علمائے شافعیہ اس کو ''تالیفات'' بھی کہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ: فتاویٰ اور واقعات کا ہے، اور یہ وہ مسائل ہیں جن کو متأخرین نے کسی ایسے واقعہ کے متعلق جس کے سلسلہ میں صاحب مذہب سے کوئی روایت موجود نہیں ہوتی استنباط کیا ہوتا ہے، مثلاً: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگردوں میں عصام بن یوسف بن رستم، محمد بن سماعۃ، ابوسلیمان جوز جانی، ابوحفص بخاری، محمد بن سلمہ؛ وغیرہ کے اس قسم کے استنباطات کو ''فتاویٰ'' اور ''واقعات'' کہا جاتا ہے۔ واقعات اور فتاویٰ میں سب سے پہلے امام الہدیٰ فقیہ ابواللیث سمرقندی نے ''کتاب النوازل'' تصنیف فرمائی ہے، انھوں نے اس میں متأخرین علماء یعنی: اپنے مشائخ واساتذہ کے فتاویٰ بھی جمع کیے ہیں، پھر ان کے بعد علماء کرام نے ان کا اتباع کرتے ہوئے واقعات کی کتابیں لکھیں، اور مسائل مختلطہ کو ترتیب وار جمع کیا، مثلاً: فتاویٰ قاضی خاں، خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ: محققین فقہاء کے نزدیک مسائل کی چار قسمیں ہیں:

قسم اول: ظاہر مذہب کے مسائل: ان کا حکم یہ ہے کہ: وہ ہر حال میں قبول کیے جائیں گے۔

قسم دوم: روایات شاذہ: جو امام صاحبؒ سے نقل کی گئی ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ: جب تک اصول مقررہ کے موافق نہ ہوں تسلیم نہیں کی جائیں گی۔

قسم سوم: متأخرین کے مستنبطات یعنی: متأخرین کے نکالے ہوئے وہ مسائل جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہو چکا ہو؛ اس کا حکم یہ ہے کہ: ہر حال میں ان سے فتویٰ دیا جائے گا۔

قسم چہارم: وہ مسائل مستنبطہ جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق نہ ہوا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ:

اصول مقررہ اور کلام سلف صالح سے ملایا جاوے گا، اگر موافق ہوں تو تسلیم کیے جائیں گے ورنہ ان کو ترک کر دیا جائے گا۔

اگر متون، شروح اور فتاویٰ کے مسائل میں تعارض ہو تو متون کا اعتبار کیا جائے گا؛ کیوں کہ ان کے مصنفین نے یہ التزام کیا ہے کہ غیر معمول بہا یا ضعیف مسائل کو ذکر نہ کریں۔ متون معتبرہ چار ہیں: (۱) وقایہ (۲) کنز الدقائق (۳) مجمع البحرین (۴) مختار؛ بعض حضرات کے نزدیک مختار کے بجائے مختصر القدوری متون اربعہ میں داخل ہے، اس کے بعد شروح معتبرہ کو فتاویٰ پر ترجیح ہوگی، اس کے بعد فتاویٰ کا درجہ ہے۔

متقدمین ومتأخرین کا مصداق

فقیہ کے لیے لازم ہے کہ متقدمین اور متأخرین کا فرق یاد رکھے، متقدمین وہ حضرات ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا زمانہ پایا، اور ان سے فیض حاصل کیا، اور جنھوں نے ائمۂ ثلاثہ سے فیض نہیں پایا ان کو متأخرین کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ: امام محمدؒ تک کے علماء کو متقدمین اور ان کے بعد سے حافظ الدین بخاریؒ تک کے علماء کو متأخرین کہتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے ”میزان“ میں متقدمین اور متأخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی کا شروع قرار دیا ہے، یعنی: تیسری صدی سے پہلے تک کے علماء متقدمین کہلاتے ہیں اور تیسری صدی کے آغاز سے متأخرین۔

سلف وخلف کا مصداق

فقہاء کی اصطلاح میں امام اعظمؒ سے امام محمدؒ تک سلف اور امام محمدؒ کے بعد سے شمس الائمہ حلوائیؒ تک خلف کہلاتے ہیں۔

قالوا: لفظ ”قالوا“ کا استعمال فقہاء وہاں کرتے ہیں جہاں فقہاء کا اختلاف ہو۔

قیل: بارہا فقہاء کسی حکم کو بیان کرتے ہوئے " قیل" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور شراح اور محشی حضرات اس کو نیچے لکھ دیتے ہیں کہ: یہ اس حکم کے ضعف کی طرف اشارہ ہے؛ حالاں کہ حق یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس صیغہ کے استعمال کرنے والے نے یہ التزام کیا ہے، کہ وہ کسی حکم مرجوح کو اس صیغہ سے بیان کیا کرے گا، تب یہ لفظ اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوگا؛ جیسے: ''ملتقی الابحر'' کے مصنف کی عادت ہے، جیسا کہ خود انھوں نے دیباچہ میں اس کی تصریح فرمادی ہے؛ ورنہ اس لفظ کے استعمال سے اس کے ضعف کا قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا؛ اسی لیے علامہ شرنبلالیؒ نے فرمایا ہے: **قیل لیس کل مادخلت علیه یکون ضعیفاً** کہ ہر وہ مسئلہ جس پر ''قیل'' آیا ہو اس کا ضعیف ہونا ضروری نہیں، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ: قیل اور یقال اور اس جیسے صیغے صیغۂ تمریض ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ: یہ صیغے اس معنیٰ کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور ہر وقت اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں؛ بلکہ یہ بات صرف اس وقت ہے جب کہ اس کے قائل کے التزام سے یا کلام کے سیاق وسباق سے یا کسی دوسرے قرینہ سے یہ بات معلوم ہو جائے، ورنہ یہ تمریض کے لیے نہیں ہوں گے۔

ینبغی اور لا ینبغی: متقدمین فقہاء کے یہاں اس کا استعمال عام ہے؛ لیکن متأخرین کے نزدیک ینبغی مستحب کے لیے اور لا ینبغی مکروہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ''المصباح المنیر'' کے مصنف کی رائے یہ ہے کہ: اس کے معنیٰ کبھی یحب اور کبھی یندب کے ہوتے ہیں، یعنی: جیسا موقع ہوگا اسی کے مطابق استعمال ہوگا، علامہ شامیؒ نے کہا ہے کہ: ینبغی سے وجوب مراد لیا جاتا ہے، اگر چہ کبھی یہ لفظ غیر وجوب کے لیے

بھی استعمال ہوتا ہے۔

لا بــــأس: کا استعمال ترک اولیٰ کے لیے خاص نہیں ہے، بلکہ مندوب میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، لا بــــأس اس پر دلیل ہے کہ یہ کام غیر مستحب ہے؛ لیکن مندوب و مستحب میں بھی کبھی کبھی یہ لفظ استعمال کرلیا جاتا ہے۔

کیا اب بھی مجتہد مطلق پیدا ہو سکتے ہیں؟

النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير (مقدمة الجامع الصغير) میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے ایک بحث یہ چھیڑی ہے کہ: اس وقت اجتہاد کی گنجائش ہے یا نہیں؟ آپ نے اس سلسلہ میں چند اقوال نقل کیے ہیں:

ایک یہ کہ: ائمہ اربعہ پر یہ اجتہاد ختم ہو گیا ہے، اب کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوسکتا؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ ائمۂ اربعہ کے بعد بھی کچھ لوگ اس درجہ پر پہنچے ہیں؛ مگر یہ اتفاق کی بات ہے کہ ان کا مسلک چل نہیں سکا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: تیسری صدی کے بعد اجتہاد موقوف ہو گیا ہے۔

تیسرا قول بعض اصولیوں سے یہ نقل کیا ہے کہ: امام شافعیؒ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ ''میزان الاعتدال'' میں علامہ شعرانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ: علامہ سیوطیؒ کا قول یہ ہے کہ: اجتہاد مطلق کی دو قسمیں ہیں: ایک مجتہد مطلق غیر منتسب، جیسے ائمۂ اربعہ، دوسری قسم مجتہد مطلق منتسب، جیسے ان کے اکابر تلامذہ۔ پہلی قسم مجتہد مطلق غیر منتسب ہونے کا دعویٰ ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی نہیں کرسکتا، محمد بن جریر طبریؒ نے ایسا دعویٰ کیا؛ مگر انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی، البتہ مجتہد مطلق منتسب پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ: علامہ نسفیؒ تک اجتہاد ہوسکتا تھا، اب نہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی

ایک خاص رحمت اور فضل ہے جو کسی خاص زمانہ اور وقت تک محدود نہیں ہے؛ اس لیے اب بھی اس کا امکان ضرور ہے کہ مجتہد مطلق پیدا ہوں؛ مگر عالم واقعہ میں ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا ہے، گو کہ امکان ضرور ہے۔

اصطلاحات فقہاء

جو احکامات الٰہیہ انسان کے اعمال وافعال سے متعلق ہیں، فقہاء کرام نے ان کے فرض ، واجب ، سنت ، مستحب، حرام، مکروہ، مباح ، بدعات: وغیرہ اصطلاحی نام رکھے ہیں، ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

(۱) فرض: جس حکم کا ثبوت دلیل قطعی صریح سے ہو، اور بغیر عذر اس کا ترک کرنے والا فاسق اور مستحق عذاب ہوتا ہو، اور انکار کرنے والا کافر کہا جاتا ہو؛ اس کو فرض کہتے ہیں۔

وهو ما ثبت بدليل قطعي موجب للعلم البديهي، ويكفر جاحده. اه (طحطاوي على المراقي ص/٣٤ـ ص/٣١ بيروت)

فرض کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض عین اور (۲) فرض کفایہ

(۱) فرض عین: وہ فرض ہے جس کی تعمیل ہر ایک مکلّف سے مطلوب ہو، اور بعض کے ادا کرنے سے دوسروں سے ساقط نہ ہوتا ہو؛ جیسے: ایمان اور نماز وغیرہ۔ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ:

هو مايجب على كل مكلف، ولايسقط عن البعض بإقامة البعض، كالإيمان والصلوة اه. (طحطاوي على الدر ٨٧/١ ـ ٦١/١ دارالمعرفة بيروت)

فرض عین کا دوسرا نام ”فرض اعتقادی“ بھی ہے۔

(۲) فرض کفایہ: وہ فرض ہے جس کی تعمیل مقصود ہو عامل متعین نہ ہو، اوراس کا حکم یہ ہے کہ: بعض مکلفین کے ادا کرنے سے باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہو، (اس صورت میں ثواب عمل کرنے والے کو ہی ملے گا) اوراگر کسی نے بھی ادا نہ کیا تو پھر ہر ایک مکلّف گنہگار شمار کیا جاتا ہو؛ جیسے: جنازہ کی نماز، امر بالمعروف اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ؛ وغیرہ۔ طحطاوی علی المراقی ص/۳۴ میں لکھا ہے کہ:

مـايـلزم جملة المفروض عليهم دون كل فرد بخصوصه؛ فيسقط عن الجميع بـفـعـل البـعض، كاستماع القرآن وحفظه، ورد السلام، و تشميط العاطس، وغسـل المـيـت، والـصـلـوة عـليـه، والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والجهاد؛ اه.(ص/٣٢ دارالإيمان بيروت)

(۲) واجب: اس حکم کو کہتے ہیں جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اور کسی عذر کے بغیر چھوڑنے والا فاسق کہا جاتا ہو، اور کسی معقول تأویل کی وجہ سے انکار کرنے والا کافر نہ قرار نہ دیا جاتا ہو؛ جیسے: چوتھائی سر کا مسح کرنا، اور وتر کی نماز؛ وغیرہ۔

الواجب فى اللغة يجئ بمعنى اللزوم، وبمعنى السقوط، وبمعنى الاضطراب، وفـي الشـرع إسـم لـمـالـزمـنا بدليل فيه شبهة قال فخر الإسلام وإنما سمي به إمـالكونه ساقطاً عنا علماً، أولكونه ساقطاً علينا عملاً، أو لكونه مضطرباً بين الفرض والسـنة، أوبيـن الـلـزوم وعـدمه؛ فإنه يلزمنا عـملاً لا عـلماً اه.(مراقي الـفلاح ص/١٤ـ ص/١٣٤ بيروت) وحكمه: استحقاق الـعقاب بتركه عمداً، أوعدم إكفار جاحده والثواب بفعله اه. (ايضاً)

اس کا دوسرا نام فرض عملی بھی ہے۔

(۳) سنت: لغت میں سنت بمعنیٰ طریقہ کے آتا ہے، عام ہے کہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا، مراقی الفلاح میں ہے:

والسنة لغة: الطريقة ولوسيئة اه.(ص/۳۸۔ ۳۵/دارالایمان بیروت)

اور اصطلاح شرع میں سنت کی تعریف یہ ہے کہ: جس کو حضور اقدس ﷺ نے کیا ہو یا آپ کے صحابہ نے کیا ہو۔ **والسنة عند الحنفية: مافعله ا أو واحد من أصحابه اه. (طحطاوي على المراقي)**

پھر اگر حضور ﷺ کا یہ عمل امور دینیہ کے قبیل سے ہو تو اس کو ''سنن ہدیٰ'' کہتے ہیں، یعنی: اس کا کرنا تکمیل ہدایت کے قبیل سے ہے، اور جن امور کا عمل طبیعت مبارکہ اور عادت شریفہ کی وجہ سے ہو تو اس کو ''سنن زوائد'' کہتے ہیں۔

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنت مؤکدہ اور (۲) سنت غیر مؤکدہ

سنت مؤکدہ: جس عمل کو حضور ﷺ نے یا خلفائے راشدین نے دوامی طریقہ پر کیا ہو، اور بغیر عذر کے اس کو ترک نہ کیا ہو اور ترک کرنے والے پر نکیر بھی نہ کی ہو، جیسے: عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف (یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے) وغیرہ؛ اس کا حکم یہ ہے کہ: بلا عذر چھوڑ نے والا یا اس کے ترک کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے، اور **من ترك سنتي لم ينل شفاعتي** کی وجہ سے شفاعت سے محرومی کا بھی خطرہ ہے۔

والشرط فى المؤكدة المواظبة مع ترك ولوحكماًاه. (الدر على هامش الرد ص/ ۷۰)

سنت غیر مؤکدہ: جس کو حضور اقدس ﷺ نے یا صحابہؓ نے ہمیشہ نہ کیا ہو، بلکہ بغیر عذر کے

احیاناً ترک بھی کیا ہو، اوراس کا حکم یہ ہے کہ: اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی ملامت یا گناہ نہیں ہے۔

واصطلاحاً: الطريقة المسلوكة فى الدين من غيرلزوم، على سبيل المواظبة؛ وهي المؤكدة إن كان النبي ا تركها أحياناً، وأما التي لم يواظب عليها فهى المندوبة اه. (مراقي الفلاح ص/٣٨۔ ص/٣٥ بيروت)

إعلم! أن المشروعات أربعة أقسام: فرض، وواجب، وسنة، ونفل؛ فما كان فعله أولىٰ من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعي ففرض، و بظنى فواجب، وبلامنع الترك إن كان مماواظب عليه الرسول ا أ و الخلفاء الراشدون من بعده فسنة، وإلافمندوب ونفل اه. (ردالمحتار ٧٠/١۔ ٢١٨/١ زكريا)

(۴) مستحب: جس کو نبی کریم ﷺ یا صحابۂ کرام نے کبھی کبھی کیا ہو ہمیشگی نہ کی ہو، اس کو مندوب بھی کہتے ہیں؛ اس کا حکم یہ ہے کہ: کروگے تو ثواب ملے گا، نہ کروگے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

هومافعله النبى ﷺ مرة أومرتين ولم يواظب عليه، وحكمه: الثواب بفعله وعدم اللوم على تركه اه. (مراقى الفلاح ص/ ٤٥۔ ص/ ٤٢ بيروت)

(۵) حرام: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اوراس کا منکر کافر کہا جاتا ہو، اور بغیر عذر کے اس کے کرنے والے کو فاسق اورعذاب کا مستحق قرار دیا جاتا ہو؛ اس کو حرام کہتے ہیں۔

(٦) مکروہ تحریمی ومکروہ تنزیہی: جس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو، اوراس کا منکر فاسق قرار دیا جاتا ہو، اور بغیر عذر شدید کے اس کا کرنے والا گنہگار ہوتا ہو؛ تو اس کو مکروہ

تحریمی کہا جاتا ہے؛ اور جس کے نہ کرنے میں تو ثواب ہو اور کرنے کی وجہ سے استحقاق عذاب نہ ہوتا ہو، تو اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔

إعلم! أن الأدلة السمعية أنواع أربعة: قطعي الثبوت والدلالة؛ كالنصوص المتواترة أي المحكمة، وقطعي الثبوت ظني الدلالة؛ كالآيات المؤولة، وظني الثبوت قطعي الدلالة؛ كأخبار الآحاد التي مفهومها قطعي، وظني الثبوت والدلالة؛ كأخبار الآحادالتي مفهومها ظني؛ فبالأول يثبت الفرض أي والحرام، وبالثاني والثالث يثبت الوجوب أي وكراهة التحريم، وبالرابع يثبت السنة والاستحباب وكراهة التنزية. اه (طحطاوي على المراقي ص/١٤٧۔ ص/١٣٤ بيروت)

(۷) مباح: جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور ترک کرنے میں عذاب نہ ہو؛ وہ مباح کہلاتا ہے۔ هو مااستویٰ طرفاه يعني: ماليس بفعله ثوابٌ ولا لتركه عقابٌ اه. (قواعدالفقه ص/٤٦٠)

(۸) بدعت: اس کا لغوی معنیٰ: کسی نئی چیز کا پیدا کرنا۔ ماأحدث علىٰ غير مثال سابق. اور اصطلاح شریعت میں بدعت کی تعریف یہ ہے کہ: دین میں ثواب سمجھتے ہوئے کسی ایسی چیز کا اختراع کرنا جس کا ثبوت دلائل شرعیہ سے نہ ہو، اور جس کا وجود صحابہ اور تابعین کے دور میں نہ ہو۔

اور بدعت کی لغوی تعریف کے اعتبار سے اس کی مندرجہ ذیل پانچ قسمیں ملا علی قاریؒ نے ”مرقاۃ شرح مشکوۃ“ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ”ردالمحتار“ میں ذکر کی ہیں: (۱) بدعت واجبہ (۲) بدعت مندوبہ (۳) بدعت مباحہ (۴) بدعت مکروہ

(۵) بدعت محرمہ۔

قال النووي: البدعة كل شئ عمل علىٰ غيرمثال سبق، وفى الشرع إحداث مالم يكن في عهد رسول اللّٰه ا، وقوله: "كل بدعة ضلالة" عام مخصوص، قال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام فى اٰخر كتاب القواعد: البدعة إما واجبة: كتعليم النحو لفهم كلام اللّٰه ورسوله، وكتدوين أصول الفقه، والكلام فى الجرح والتعديل؛ وإما محرمة: كمذهب الجبرية، والقدرية، والمرجية، والمجسمة؛ والردعلىٰ هؤلاء من البدع الواجبة؛ لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية، وإما مندوبة: كإحداث الربط والمدارس، وكل إحسان لم يعهد فى الصدر الأول، وكالتراويح أي بالجماعة العامة، والكلام في دقائق الصوفية، وإمامكروهة: كزخرفة المساجد، وتزويق المصاحف، يعنى: عند الشافعية، وأماعندالحنفية؛ فمباح، وإمامباحة: كالمصافحة عقيب الصبح والعصر، أي عندالشافعية أيضاً، وإلافعند الحنفية مكروهة، والتوسع في لذائذ المآكل والمشارب والمساكن اه. (مرقاة شرح مشكوة ۱۷۹/۱ـ ۳۳۷/۱ فيصل ديوبند)

اجتہاد اور اس کے شرائط

اجتہاد لغت میں کوشش بلیغ کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شرع میں احکام فرعیہ کا ادلۂ تفصیلیہ سے معلوم کرنے میں مقدور بھر کوشش کرنے کا نام اجتہاد ہے۔

الإجتهاد فى اللغة تحمل الجهد أي: المشقة، وفى الإصطلاح: استفرا غ الفقيه الوسع لتحصيل ظن لحكم شرعي، وبعبارة أخرىٰ بذل المجهود لنيل

المقصود اه. (دستورالعلماء ۴۳/۱)

شرائط اجتہاد: ''شریعت وطریقت کا تلازم'' میں سیدی ومولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دام مجدہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اور ''جواہر الفقہ'' میں حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ''عقد الجید'' سے نقل کیا ہے:

وشرطه: أنه لابدله أن يعرف من الكتاب والسنة مايتعلق بالأحكام، ومواقع الاجماع، وشرائط القياس، وكيفية النظر، وعلم العربية، و الناسخ والمنسوخ حال الرواة اه. (جواهرالفقه ۱۲۳/۱ مكتبه سيرة النبى)

اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ: اجتہاد کرنے والے کو ضروری ہے کہ قرآن وحدیث اس قدر جانتا ہو کہ جو احکام سے متعلق ہے، اور اجماع کے موقعوں اور قیاس صحیح کی شرطوں اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویوں کے حال سے واقف ہو۔ علامہ بغویؒ سے نقل کیا جاتا ہے کہ:

قال البغوي: والمجتهد من جمع خمسة أنواع من العلم: علم كتاب الله عزوجل، وعلم سنة رسول الله ﷺ، وعلم أقاويل علماء السلف من إجماعهم وإختلافهم، وعلم اللغة، وعلم القياس، وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب والسنة إذالم يجده صريحاًفي نص كتاب أوسنة اوإجماع؛ فيجب أن يعلم من علم الكتاب: الناسخ والمنسوخ، والمجمل والمفسر، والخاص والعام، والمحكم والمتشابه، والكراهة والتحريم، والاباحة والندب والوجوب؛ ويعرف من السنة هذه الاشياء، ويعرف منها: الصحيح والضعيف، والمسند والمرسل، ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة، حتى لووجد حديثاً لايوافق ظاهره

الكتاب يهتدى إلى وجه محمله؛ فإن السنة بيان الكتاب ولاتخالفه، وأن مايجب معرفة ماورد منها في أحكام الشرع دون ماعداها من القصص والأخبار والمواعظ، وكذالك يجب أن يعرف من علم اللغة: ماأتى من الكتاب أوسنة في أمورالأحكام، دون الإحاطة بجميع لغات العرب؛ فينبغي أن يتخرج منها بحيث يقف على مرام كلام العرب فيما يدل على المراد من اختلاف المحال والأحوال؛ لأن الخطاب ورد بلسان العرب، فمن لم يعرف لا يقف على مراد الشارع؛ ويعرف أقاويل الصحابة والتابعين فى الأحكام، ومعظم فتاوى فقهاء الأمة، حتى لايقع حكمه مخالفاًلأقوالهم فيكون فيه خرق الاجماع.

وإذاعرف من كل من هذه الأنواع معظمة، فهو حينئذ مجتهد؛ ولايشترط معرفة جميعها بحيث لايشذعنه شئ منها، وإذالم يعرف نوعاً من هذه الأنواع فسبيله التقليد، وإن كان متبحراًفي مذهب واحد من اٰحاد أئمة السلف؛ فلايجوز له تقلد القضاء، ولاالترصد للفتيا؛ وإذا جمع هذه العلوم وكان مجانبا للأهواء والبدع، متدرعا بالورع، محترزا عن الكبائر، غيرمصر على الصغائر؛ جاز له أن يتقلد القضاء، ويتصرف فى الشرع بالاجتهاد والفتوىٰ، ويجب علىٰ من لم يجمع هذه الشرائط أن يقلده فيما يعن له من الحوادث.انتهىٰ كلام البغوي.(جواهرالفقه ۱۲۳/۱)

ترجمہ: بغوی نے کہا ہے کہ: مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو: اول: علم کتاب اللہ یعنی: قرآن مجید کا علم، دوم: علم حدیث رسول اللہ، سوم: علمائے سلف کے اقوال کا، کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں؟ چہارم: علم لغت عربی کا

پنجم: علم قیاس کا۔ اور قیاس طریقہ حکم کے نکالنے کا قرآن اور حدیث سے ہے، جس صورت میں کہ حکم مذکور صریح قرآن یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں مجتہد نہ پاوے؛ (اب ان پانچوں علم کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا سیکھنا چاہیے؟) تو قرآن کے علم میں سے اس پر ان باتوں کا جاننا واجب ہے: ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفصل، خاص وعام، محکم ومتشابہ، کراہت وتحریم، اباحت واستحباب اور وجوب کا جاننا، اور حدیث میں سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا، نیز صحیح حدیث اور ضعیف اور مسند اور مرسل کا جاننا، اور حدیث کا مرتب کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر، حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی حدیث پاوے جس کا ظاہر موافق قرآن کے نہ ہو تو اس کی مطابقت کی صورت کا سراغ لگا سکے؛ کیوں کہ حدیث بیان قرآن مجید کا ہے، مخالفِ قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہو سکے، اور احادیث میں سے صرف ان حدیثوں کا جاننا واجب ہے جو شرعی احکام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، نہ ان کے سوا اور حدیثوں کا جاننا جن میں حکایات اور اخبار اور نصائح مذکور ہیں، اسی طرح زبان عربی کے ان الفاظ کا جاننا واجب ہے جو قرآن یا حدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں نہ یہ کہ سب لغت عربی کو جانے؛ اور بہتر یہ ہے کہ لغت دانی میں اتنی محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جائے، اس طرح کہ اختلاف مواقع اور حالات کی وجہ سے کلام مذکور سے یہ مراد ہوتی ہے؛ اس لیے کہ خطاب شریعت عربی زبان میں وارد ہوا ہے، تو جو شخص عربی نہ جانے گا وہ شارع علیہ السلام کا مقصود نہ پہچانے گا، اور اقوال صحابہؓ اور تابعین میں سے اس قدر جانے جو درباب احکام منقول ہے، اور بڑا حصہ ان فتووں کا جانے جو امت کے فقہاء نے دیے

ہیں؛ تاکہ اس کا احکام مخالف سلف کے اقوال کے نہ پڑے، ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہوگی۔

اور جب ان پانچوں اقسام کے علموں میں سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس وقت مجتہد ہوگا، اور یہ شرط نہیں کہ سب علموں کو بالکل جانتا ہو حتی کہ کوئی چیز ان علوم کی اس سے باقی نہ رہے، اور اگر ان علوم پنج گانہ میں سے ایک قسم سے بھی ناواقف ہو تو اس کی سبیل دوسرے کی تقلید کرنا ہے، اگرچہ وہ شخص ایک مذہب میں سے کسی ائمۂ سلف میں سے ماہر کامل ہو، تو ایسے شخص کو عہدۂ قضا اختیار کرنا اور فتویٰ دینے کا امیدوار ہونا درست نہیں؛ اور جس صورت میں کہ ان پانچوں علوم کا جامع اور خواہشات نفسانی اور بدعات سے علاحدہ ہو، اور ورع اور تقویٰ کو شعار بنایا ہو، اور کبیرہ گناہوں سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو، تو اس کو قاضی ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع میں تصرف کرنا جائز ہے، اور اس شخص پر جو ان شرطوں کا جامع نہیں، تقلید کرنا شخص جامع کی واجب ہے، ان حادثوں میں کہ اس کو پیش آوے۔ (تمام ہوا کلام بغوی کا)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ ''مغنی'' (۳۸۳/۱۰) میں لکھتے ہیں کہ: اجتہاد کی شرطوں میں سے چھ چیزوں کا جاننا ہے: اولؔ: قرآن پاک، دومؔ: حدیث شریف، سومؔ: اجماع، چہارمؔ: اختلاف، پنجمؔ: قیاس، ششمؔ: عربی زبان۔

حافظ ابن قیمؒ ''اعلام الموقعین'' (۴۶/۱۱) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: خطیبؒ نے ''کتاب الفقیہ والمتفقہ'' میں امام شافعیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

''کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فتویٰ دے، سوائے اس شخص

کے جو کتاب اللہ کا عالم ہو، اوراس کے ناسخ ومنسوخ ،محکم ومتشابہ،تاویل وتنزیل،مکی ومدنی اوراس کی مراد سے واقف ہو،اوران سب کے بعد حدیث شریف سے بھی واقف ہو،اوراس کے ناسخ ومنسوخ وغیرہ اورقرآن کے بارے میں جوعلوم گزرے حدیث کے بارے میں بھی ان سب کو جانتا ہو،اس کے بعد لغت عربی سے واقف ہو،اوراشعار عرب سے بھی واقف ہو،اورقرآن وحدیث کے سمجھنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہوان سب کو جانتا ہو،اوراس سب کے بعد علماء کے اختلاف اقوال سے بھی واقف ہو؛اور یہ سب چیزیں اس کی (کثرت ممارست کی وجہ سے)طبعی بن جائے، جب اس کا یہ حال ہوتواس کے لیے جائز ہے کہ فتویٰ دے،اور جواس درجہ تک نہ پہونچے تواس کا فتویٰ دینا جائز نہیں‘‘۔

صالح بن احمدؒ کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد(امام احمد بن حنبلؒ)سے پوچھا کہ: آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تووہ حدیث کے موافق فتویٰ دے،اورفقہ سے واقف نہ ہو؟ توفرمایا کہ: جب کوئی شخص منصب افتاء پر بیٹھے تواس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کے وجوہ سے واقف ہو،احادیث سے واقف ہو،اوراسانید صحیحہ کا عالم ہو؛اوراس کے بعد اوپر والا سارا کلام امام شافعیؒ والا ذکر کیا۔اورعبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ: آدمی کوفتویٰ دینا کب جائز ہے؟ توفرمایا کہ: جب احادیث سے واقف ہواوررائے میں بصیرت رکھتا ہو۔اوریحیٰ بن اکثمؒ سے کسی نے پوچھا کہ: آدمی کوفتویٰ دینا کب درست ہے؟ توفرمایا کہ: جب رائے میں بصیرت رکھتا ہواوراحادیث میں بصیرت رکھتا ہو۔حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: رائے

سے مراد قیاس صحیح اور معانی اور علل صحیحہ مراد ہیں جن پر شارع نے احکام کا مدار رکھا ہے اور ان کو احکام میں مؤثر بنایا ہے۔اھ

یہاں پر فتویٰ دینے سے اجتہاد کرنا مراد ہے؛ اس لیے کہ ان کی اصطلاح میں مفتی مجتہد ہی کو کہتے ہیں۔ حضرت مولانا اعزاز علی دیو بندیؒ نے اجتہاد کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہی شروط مجتہد کا آلہ ہے، جو ان کے بغیر اجتہاد کا دعویٰ کرے؛ اس کی مثال ایسی ہے جیسے: کوئی بغیر سیڑھی کے آسمان پر چڑھنے کا دعویٰ کرے؛ اس کے بعد ضروری ہے کہ اس کو ان علوم کی مزاولت اور ادلہ میں تأمل کی وجہ سے ایسا ملکہ پیدا ہو جائے جس سے وہ استنباطِ احکام ادلہ سے کر سکے، اور اس ملکہ کے بعد بھی ضروری ہے کہ وہ قواعد وضع کرے جن پر اپنے استنباطات اور تفریعات کی بنیاد رکھے: جیسے امام شافعیؒ اور بقیہ ائمہ کے قواعد ہیں، اور یہی قواعد ہیں جنھوں نے لوگوں کو حقیقت اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچنے سے عاجز کر رکھا ہے؛ اس لیے کہ اجتہاد کے لیے تنہا مذکورہ بالا علوم کا جاننا کافی نہیں ہے، بلکہ ملکۂ مذکورہ کا پیدا ہونا اور قواعد کا وضع کرنا بھی ضروری ہے؛ لہذا جو ان علوم میں سے کسی سے ناواقف ہو یا ان سب کو حاصل تو کر لیا؛ مگر یہ ملکہ پیدا نہ ہوا، یا اگر ملکہ بھی پیدا ہو گیا مگر اس نے قواعد وضع نہیں کیے اور اجتہاد کا دعویٰ کیا، تو اس نے غلطی کی۔اھ

انہی تفصیلات کی وجہ سے علماء میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ: اس وقت اجتہاد کی گنجائش ہے کہ نہیں؟

حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے اس سلسلہ میں "**النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر**" میں چند اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) ائمہ اربعہ پر اجتہاد ختم ہو گیا، اب کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ ابن الصلاح کا قول ہے۔ (۲) تیسری صدی کے بعد اجتہاد موقوف ہو گیا۔

(۳) بعض اصولیین سے یہ نقل کیا ہے کہ: امام شافعیؒ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔

(۴) علامہ ابوالبرکات نسفیؒ المتوفی ۷۱۰ھ (صاحب کنزالدقائق) کے زمانہ میں ختم ہو گیا۔ میزان الشعرانی میں علامہ سیوطیؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:

اجتہاد مطلق کی دو قسم ہے: ایک: مجتہد مطلق غیر منتسب؛ جیسے ائمہ اربعہ، دوسری قسم: مجتہد منتسب جیسے ان کے اکابر تلامذہ؛ پہلی قسم مجتہد مطلق غیر منتسب ہونے کا دعویٰ ائمہ اربعہ کے بعد کوئی نہیں کرسکتا، محمد بن جریر طبریؒ نے ایسا دعویٰ کیا؛ مگر انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی، البتہ مجتہد مطلق منتسب پیدا ہوسکتے ہیں۔اھ

علامہ سیوطیؒ نے مع اپنی جلالت قدر کے جب اجتہاد کا دعویٰ کیا، تو منادی فرماتے ہیں کہ: ان کے اس دعویٰ کے خلاف علمائے عصر میں قیامت برپا ہوگئی، اور مناظرہ کے لیے چیلینج کیا تو اس سے انھوں نے انکار کر دیا۔ علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: جب علامہ سیوطیؒ نے اجتہاد کا دعویٰ کیا تو سب نے ان پر فوراً حملہ کیا، اور ان کو ایسے مسائل کی ایک فہرست دی جو ذو وجہین تھے، اگر ان کو اجتہاد کا ادنیٰ درجہ بھی حاصل ہے تو وہ اس میں سے جو راجح ہو اس کے دلائل مجتہدین کے قواعد کی روشنی میں پیش کرے، تو انھوں نے سوال کا پرچہ بغیر جواب کے واپس کر دیا، اور یہ عذر کیا کہ مجھے مشغولی کی وجہ سے فرصت نہیں۔ اس کے بعد ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس منصب کے مشکلات پر غور کرو کہ یہ تو اجتہاد کے ادنیٰ درجہ کا حال تھا اس سے واضح

ہو چکا ہے کہ جو شخص اس ادنیٰ درجہ کے اجتہاد کا دعویٰ کرے؛ چہ جائیکہ اجتہاد مطلق، تو ایسا شخص اپنے بارے میں حیرت میں ہے اور فساد فکر میں مبتلا ہے، اور ایسا شخص اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے، اور جس نے اجتہاد مطلق کے مرتبہ کو سمجھ لیا ہے وہ اس زمانہ میں اجتہاد مطلق کی نسبت کسی کی طرف کرنے سے شرمائے گا۔اھ

اور امام رافعیؒ سے منقول ہے کہ: ''علماء کا تقریباً اجماع ہے اس بات پر کہ آج کوئی مجتہد نہیں''اھ۔آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''باقی یہ بات کہ: مجتہد مطلق مستقل ائمۂ اربعہ کے بعد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ: ہاں! امکان ضرور ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کے نہ ہو سکنے پر کوئی دلیل نہیں''۔ اور مولانا عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو یہ دعویٰ کرے کہ: ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا تو یہ غلط ہے؛ البتہ اگر یہ کہے کہ: ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی ایسا مجتہد نہیں ہوا جس کے دعوائے اجتہاد کو جمہور نے مانا ہو تو یہ مسلّم ہے''۔اھ (شریعت وطریقت کا تلازم)

والحاصل: أن من ادعیٰ بأنه قدانقطعت مرتبة الاجتهاد المطلق المستقل بالأئمة الأربعة انقطاعاًلایمکن عوده، فقد غلط وخبط؛ فإن الاجتهاد رحمة من الله سبحانه، ورحمة الله لایقتصر علیٰ زمان دون زمان، ولاعلیٰ بشردون بشر؛ ومن ادعیٰ انقطاعها فی نفس الأمر مع إمكان وجودها في كل مكان، فإن أراد أنه لم یوجد بعدالأربعة مجتهد اتفق الجمهورعلیٰ اجتهاد وسلموا استقلاله كاتفاقهم علی اجتهادهم، فهومسلَّم؛ وإلافقد وجد بعدهم أیضاًأرباب الاجتهاد المستقل؛ كأبي ثورالبغدادي، وداؤدالظاهري،

ومحمد ابن إسماعيل البخاري وغيرهم اه.(النافع الكبير ص/٦ـ مجوعۂ رسائل ۱۹/۳)

تقلید

کیا تقلید ضروری ہے؟ ابھی آپ نے امام رافعیؒ کا مقولہ پڑھ لیا ہے کہ: علماء کا تقریباً اجماع ہے کہ آج کوئی مجتہد موجود نہیں ہے، اور آئندہ بھی امکان کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کے نزول تک بہ ظاہر مشکل ہے، تو اب متبع شریعت کے لیے کونسا راستہ ہے؟ کس طرح وہ شریعت کے تقاضے کو معلوم کرے اور اس پر عمل کر کے اللہ کی رضا مندی حاصل کرے؟ تو اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے جو علامہ بغویؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ:ویجب على من لم يجمع هذه الشرائط أن يقلده فيما يعن له من الحوادث. ہر اس شخص پر جو ان شرطوں کا جامع نہیں، تقلید کرنی جامع کی واجب ہے ان حادثوں میں کہ اس کو پیش آوے۔

تقلید کی تعریف اور اس کا حکم

''دستور العلماء'' (۳۴۱/۱) میں تقلید کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ سے کی گئی ہے:

إتباع الإنسان غيره فيما يقول بقول أوفعل، معتقدا للحقية فيه من غير نظر وتأمل فى الدليل اه . یعنی: کسی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرنا، دلیل کا مطالبہ کیے بغیر۔

سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم تقلید ہی کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’جب اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا، اور مذاہب، ائمۂ اربعہ کے مذاہب میں منحصر ہو گئے، تو ان کی تقلید ضروری ہو گئی؛ جو لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ لوگ تقلید کی حقیقت سے واقف نہیں، تقلید نعوذ باللہ خدانہ خواستہ نبی اکرم ﷺ کے مقابلہ میں کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے؛ بلکہ ائمۂ مجتہدین نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ سے جو مسائل استنباط کیے، ان کو تسلیم کر لینا ہی تقلید ہے؛ کیوں کہ تقلید کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ: فروعی مسائل فقہیہ میں غیر مجتہد کا مجتہد کے قول کو تسلیم کر لینا اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا، اس اعتقاد پر کہ اس مجتہد کے پاس دلیل ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ: انھوں نے فرمایا کہ: ہم لوگ ایک سفر میں نکلے، ہمارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو پتھر آکر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، اور اس کے بعد ان کو غسل کی ضرورت پیش آگئی، انھوں نے اپنے رفقاء (دیگر صحابہؓ) سے پوچھا کہ: کیا میرے لیے شرعاً تیمّم کی اجازت ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ: تیمّم کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ پانی موجود ہے، اس پر انھوں نے غسل کر لیا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی، واپسی میں حضور اقدس ﷺ کو خبر دی گئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: قتلوهُ قتلهم الله یعنی: انہی لوگوں نے اس کو مارا خدا ان کو موت دے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہ تھا تو انھوں نے کسی (عالم) سے کیوں نہ پوچھا؛ کیوں کہ عاجز کی شفاء سوال میں ہے۔ ان حضرات نے ﴿فلم تجدوا ماءً﴾ کے ظاہری لفظ کے عموم کو دیکھتے ہوئے اس پر فتویٰ دے دیا؛ حالاں کہ اجتہاد اور فتویٰ کے لیے بڑی شرائط تھیں جو پہلے گزری؛ اسی واسطے علامہ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ (۲۰/۲۰۳) میں فرمایا ہے کہ: ’’جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ: اجتہاد بھی جائز ہے

اور تقلید بھی جائز ہے، اجتہاد اس کے لیے جو اس پر قادر ہو اور تقلید اس کے لیے جو اجتہاد سے عاجز ہو"۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: "کسی شخص کے لیے کسی معین امام کے مذہب کا اتباع اس وقت جائز ہے، جب کہ وہ اس مذہب کے علاوہ دوسرے ذریعہ سے شریعت کا امر حاصل نہ کرسکتا ہو؛ لیکن اگر دوسرے ذریعہ سے معرفت شریعت ممکن ہو تو اس متعین مذہب کا اتباع اس پر واجب نہیں ہے"۔

علامہ ابوالولید باجی مالکیؒ شارح مؤطا اپنی کتاب "الحدود فی الاصول" (ص/۶۴) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"تقلید یہ ہے کہ جس کی تقلید کی جائے اس کے قول کو بلا دلیل مان لے، چاہے اس کو دلیل بھی معلوم ہو جائے، یہ اس شخص کے حق میں فرض ہے جو اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھتا ہو"۔اھ

حضرت اقدس گنگوہیؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں جس کو "جواہر الفقہ" (۱/۱۴۴) پر تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"نفس تقلید اعنی تقلید مطلق تو فرض لقوله تعالیٰ ﴿فَاسْئَلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ﴾ الخ اور حدیث إنما شفاء العي السوال. اور خود بدیہی بھی کہ دین بدون سیکھے نہیں آتا، عقل وحس کو اس میں دخل ہی نہیں؛ پس مطلق تقلید تو فرض ہے، اور اس کے دو فرد ہو ویں گے: تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی؛ کیوں کہ دونوں حصے ایک جنس کے ہیں، پس تقلید بہر دو قسم فرض ہے کوئی مباح نہیں؛ مگر چوں کہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کر دو

دوسرے کی ضرورت نہیں، اور جو دونوں نہ کرو گے تو عاصی ہوں گے، اس تخییر کو مباح کہہ دیا گیا ہے مجازاً، نہ کہ تقلید شخصی بذاتہٖ مباح ہے؛ اس کی ایسی مثال ہے کہ: کفارہ میں حلف کے مثلاً نفس کفارہ فرض ہے، اور اطعام اور کسوہ اور رقبہ میں تخییر، جس کو ادا کر دیا مطلق کفارہ سے برأت ہوگئی، اور جو کسی کو نہ کیا عاصی رہا"۔ اھ

حضرت مفتی شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

الغرض نصوص متواترہ سے یہ امر تو بالکل محقق ہوگیا کہ: جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس میں علماء کی تقلید کرنی چاہیے؛ اس لیے مطلق تقلید کو تمام محققین اہل حدیث بھی واجب تسلیم کرتے ہیں، اکثر اہل حدیث مطلق تقلید کی فرضیت کے قائل بھی ہیں، اب خلاف تقلید شخصی میں رہا یعنی: کسی امام معین کی تقلید ہر مسئلہ اور ہر حکم میں کرنا یہ علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک واجب ہے۔ اھ (جواہر الفقہ ۱/۱۲۵)

آگے تحریر فرماتے ہیں: "الغرض! دونوں قسم کی تقلید زمانۂ صحابہ اور تابعین میں ہوتی رہی؛ لیکن جب دوسری صدی کے آخر میں دیکھا گیا کہ مذاہب مجتہدین کے بہ کثرت پیدا ہو گئے؛ بہت کم احکام ایسے باقی رہے جس کی حرمت وجواز میں یا کراہت واستحباب وغیرہ میں خلاف نہ ہو، ادھر ابنائے زمانہ میں ہویٰ ہوس کا غلبہ دیکھا گیا، وہ رخصتوں کو تلاش کرنے لگے، جس امام مجتہد کا جو مسئلہ اپنی خواہش کے موافق ملا اس کو اختیار کرلیا اور باقی کو پس پشت ڈالا، یہاں تک کہ اندیشہ ہوگیا کہ یہ دین متین ایک خواہشات کا مجموعہ بن جائے، اور بجائے اس کے کہ مسلمان اپنے دین کا اتباع کریں، اب یہ دین کو اپنی خواہش کے تابع بنالیں گے؛ اس لیے اس زمانہ کے زیرک اور دور اندیش علماء نے اس ضرورت

کومحسوس کیا کہ اب تقلید غیر شخصی میں اتنے بڑے بڑے مفاسد پیدا ہو گئے، اور آئندہ ان سے بڑے مفاسد کا اندیشہ ہے؛ اس لیے اس وقت مصلحت شرعی کا تقاضا یہ ہے کہ: تقلید غیر شخصی سے لوگوں کو روکا جائے اور سب کو تقلید شخصی پر جمع کر دیا جائے، اس پر اجماع منعقد ہو گیا؛ چناں چہ محدث الہند شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اپنے رسالہ ''الانصاف'' (ص/۵۹) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"وبعدالمأتين ظهر التمذ هب بالمجتهدين بأعيانهم وكان هذاهو الواجب في ذلك الزمان''. دوسری صدی کے بعد لوگوں میں خاص خاص ائمہ کے مذہب کی پابندی یعنی: تقلید شخصی شروع ہوئی اور اس زمانہ میں یہی واجب تھی۔

چوں کہ مطلق تقلید کے دو فردمیں سے تقلید غیر شخصی مضر ثابت ہوئی؛ اس لیے اب فرض تقلید کا ادا کرنا صرف تقلید شخصی میں منحصر ہو گیا، اور بوجہ ذریعہ ادائے فرض بہ ثبوت ظنی ہونے کے واجب ہوگئی۔'' اھ (جواہر الفقہ ص/۱۲۷)

نیز تقلید شخصی میں بھی اب صرف ائمۂ اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک کی ہی تقلید لازم ہے؛ جیسے علامہ ابن حجر مکیؒ ''فتح المبین شرح الاربعین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

أمافي زماننا فقال أئمتنا: لايجوز تقليد غيرالأئمة الأربعة: الشافعيؒ، ومالكؒ، وأبي حنيفةؒ، واحمد بن حنبلؒ.

اور ہمارے زمانہ میں تو ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ: ائمہ اربعہ- امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ- کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

ملا جیونؒ نے ''تفسیر احمدی'' میں لکھا ہے کہ:

والإنصاف أن انحصار المذاهب فی الأربع فضل إلٰهی، وقبولية من عندالله تعالیٰ؛ لامجال فيها للتوجيهات والأدلة.

انصاف یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں انحصار محض فضل اور قبولیت من عنداللہ ہے، اس میں دلائل اور توجیہات کی کوئی گنجائش نہیں۔ اھ(جواہر الفقہ ۱/۱۳۲ مکتبہ سیرۃ النبی دیوبند)

ترک تقلید کے مفاسد

الغرض! جو شخص ائمۂ اربعہ کی تقلید سے اس زمانہ میں منہ موڑتا ہے، وہ خواہشات نفسانی کی اتباع کرتا ہے اور بالآخر ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ "**الإقتصاد في بحث التقليد والاجتهاد**" (ص/۱۷) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی: ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کریں گے، اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ: اس میں اجتہاد کو کسی خاص جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن و مشکوۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے، یا کسی عالم سے سنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں، پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو؟ جب اجتہاد عام ہوگا تو احکام میں جس قدر تصریف وتصرف پیش آوے تعجب نہیں۔

مثلاً: ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے جس طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے، اور سمجھنا معتبر اور مقبول ہوا، اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ وہ معلل ہے، اور علت اس کی یہ ہے کہ: عرب کے اکثر لوگ اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے، اور ان کے ہاتھ پاؤں اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ

منہ کولگ جاتے تھے؛ اس لیے ان کوحکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک وصاف ہوجائے، اوراس کا قرینہ یہ ہے کہ: وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں، اورہم چوں کہ روزانہ غسل کرتے ہیں، محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھتے ہیں، ہمارا بدن خود پاک وصاف رہتا ہے؛ اس لیے ہم پر وضو واجب نہیں، بلا وضونماز پڑھنا جائز ہے؛ حالاں کہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ، کون حکم تعبدی یعنی: غیر معلل ہے؟ یہ حصہ خاص ائمۂ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے، اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے، یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ: نکاح میں شہود یا اعلان وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے، اس علت کے ساتھ کہ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہوتو تحقیق حال میں سہولت ہو، پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلاشہود نکاح جائز ہے، ونیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالا جماع کے غیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے؛ مثلاً: متعہ کو جائز کہنے لگے؛ چناں چہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام اور مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے''۔

آگے دوسری صورت تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے، صرف ظاہری حدیث پر عمل کریں گے، تو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں، ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لیے عمل نہیں کر سکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں، پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ

کریں اور ترک عمل کر کے تعطل و بطالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے! دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنیٰ پر یقیناً اور اجماعاً عمل جائز نہیں؛ اسی لیے اس میں قوت اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے، پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی۔

تیسری صورت یہ کہ: نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہری حدیث پر عمل کریں؛ بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں، کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرلیا کبھی دوسرے کو لے لیا، تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا، خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا"۔اھ (بحذف یسیر)

"مکتوبات شیخ الاسلام" میں حضرت اقدس شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ ترک تقلید کے مفاسد بتلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فی زماننا جب کہ اہل علم و جامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں، جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال ووقائع بتلا رہے ہیں، تمام مسلمانوں پر تقلید واجب ہے، اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے، اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو دین و مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے، اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے"۔ (۴۱۵/۲)

آگے مولانا محمد حسین بٹالوی (مشہور غیر مقلد) کے رسالہ "اشاعت السنۃ" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے عملی

کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے؛ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال وحقوق کو دبا رکھتے ہیں، کفر وارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بہ کثرت موجود ہیں؛ مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے''۔اھ (مختصراً۔۲/۷/۴۱)

متون معتبرہ اور ان کے مصنفین

پہلے یہ ذکر آچکا ہے کہ: متون، شروح اور فتاویٰ میں متون کو اولیت حاصل ہے، متون میں سے چار کتابیں متون معتبرہ شمار کی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) وقایہ (۲) کنز الدقائق (۳) مختصر القدوری (۴) مجمع البحرین؛ بعضوں نے چوتھا متن ''مختار'' شمار کیا ہے۔ ''رسم المفتی'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

إعلم! أن أشهر المتون ذكراًوأ قواهاأعتمادا: الوقاية، والكنز، و مختصرالقد وری؛ وهی المراد بقولهم المتون الثلاثة، وإذاطلقوا المتون الأربعة أردوا هذه

الثلاثة والمختارأوالمجمع اھ.(ص/٨٤۔١٥٤ زكريا)

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے سات کتابوں کو شمار کیا ہے، فرماتے ہیں:

إن المراد بالمتون المتون المعتبرة: كالهداية، ومختصر القدوری، والمختار، والنقاية، والوقاية، والكنز، والملتقىٰ اھ.

متن کی تعریف: متون جمع ہے متن کی، اور متن لغت میں مضبوط، قوی اور صلب کے معنیٰ میں آتا ہے؛ چوں کہ متون کے مسائل بھی مضبوط قوی اور معمول بہا ہوتے ہیں اس نسبت سے ان کو متن سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ نیز ان کے مصنفین نے نقل مذاہب میں خصوصیت کے ساتھ ظاہر مذہب، معمول بہا اور قوی مسائل کو ذکر کرنے کا التزام کیا ہے۔

نیز متقدمین اور متأخرین کے عرف میں متون کی مراد میں تھوڑا سا فرق ہے: متأخرین کے یہاں تو متون سے یہی کتابیں مراد ہوتی ہیں؛ مگر متقدمین کے یہاں جو ان مصنفوں سے پہلے گزرے ہیں: طحاوی، کرخی، جصاص اور خصاف اور حاکم وغیرہ کی تصانیف مراد لیتے ہیں۔ **كما فی هامش رسم المفتی ص/ ٨٤**

(١) وقایہ: اس کے مصنف امام تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ احمد بن عبید اللہ جمال الدین عبادی المحمودی ہیں، ان کا سلسلہ نسب حضرت عبادۃ بن الصامتؓ الانصاری الخزرجی تک پہونچتا ہے؛ اسی وجہ سے عبادی کے ساتھ نسبت کی جاتی ہے، اور اجداد کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''محبوبی'' بھی کہا جاتا ہے۔

انھوں نے اپنے والد ماجد احمد بن عبید اللہ – جو صدر الشریعۃ الاکبر کے نام سے مشہور تھے – سے علم حاصل کیا، انھوں نے اپنے پوتے کے لیے – جن کا نام صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود بن محمود ہے – کتاب لکھی، جو "**وقاية الرواية فی مسائل الهداية**" کے نام

سے مشہور ہوئی، اور متون معتبرہ میں اپنا مخصوص مقام حاصل کیا۔

منها الوقاية، انتخبها من الهداية؛ صنفها لأجل حفظ ابن ابنه صدر الشريعة عبيدالله بن مسعود بن محموداه.(فوائد ص/۱۶۵ ۔ مفتاح السعادة ص/۲۰۷ مصر)

یہ آٹھویں صدی کے علماء میں سے تھے، اور کرمان میں ان کا مزار ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عمدۃ الرعایۃ کے مقدمۃ میں ماتن اور شارح کا مفصل احوال لکھے ہیں۔

(۲) کنزالدقائق: (اس) کے مصنف حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی ہیں، نسف کے باشندے تھے اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے نسفی کہلائے، جو ماوراء النہر کے علاقہ میں ''اسفد'' نامی ضلع کا ایک گاؤں ہے۔ ''فوائد بہیہ'' میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ:

كان إماماً كاملاً،عديم النظير في زمانه، رأساً فى الفقه والاصول، بارعاًفى الحديث ومعانيه اه. (ص/۸۷۔مفتاح السعادة ص/۱۰۲)

صاحب ہدایہ کے شاگرد علامہ شمس الدین کردریؒ سے اور حمید الدین ضریر اور بدرالدین خواہر زادہ وغیرہ اپنے وقت کے شمس وقمر سے فقہ حاصل کیا، آپ فقہ اور احادیث بلکہ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب تمیز میں شمار کیا ہے، آپ کثیر التصانیف بزرگوں میں سے ہیں، اور ہر تصنیف اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہے؛ تفسیر میں ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' بھی انھیں کی کتاب ہے، غالباً علماء احناف کی واحد تفسیر ہے جو درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے، ''کشف الظنون'' میں اس کتاب کا تعارف حسب ذیل الفاظ سے کیا گیا ہے:

هو كتاب وسط فى التاويلات، جامع لوجوه الأعراب والقراءات، متضمن لدقائق علم البديع والاشارات، موشح بأقاويل أهل السنة والجماعة، خالياً عن أباطيل أهل البدع والضلالة؛ ليس بالطويل الممل ولا بالقصير المخل اه. (٤٠٩/٢)

علامہ اتقانیؒ فرماتے ہیں کہ: علامہ نسفی نے جب ہدایہ کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا، تو تاج الشریعۃ صاحب وقایۃ الروایۃ نے فرمایا کہ: آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ اس کام میں مشغول ہوں، لہٰذا آپ نے ارادہ بدل دیا اور پھر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا، چناں چہ ''الوافی'' لکھی، پھر خود ہی اس کی شرح ''الکافی'' کے نام سے لکھی؛ اس کے علاوہ فقہ میں ''کنز الدقائق'' اور اخسیکثی کی کتاب ''المنتخب الحسامی'' کی دو شرحیں لکھی، اور اسی طرح اصول فقہ میں ''منار'' اور اس کی بھی دو شرحیں لکھی؛ جس میں سے ایک کا نام ''کشف الاسرار'' ہے۔

کنز الدقائق میں احناف کی ظاہر الروایۃ اور معمول بہا مسائل کو نہایت ہی اختصار کے ساتھ جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، لوگوں نے اس کتاب کو بہت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا، اور متعدد ان کے حواشی اور شروح لکھی گئیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: البحر الرائق، تبیین الحقائق، رمز الحقائق، النہر الفائق، حاشیۂ کنز مولانا محمد احسن صدیقی، دوسرا حاشیہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب، احسن المسائل ترجمہ اردو کنز الدقائق وغیر ذلک۔

آپ کی سن وفات میں دو قول نقل کیے جاتے ہیں: ۷۰۱ھ اور ۷۱۰ھ آخری قول کو اکثر

نے ترجیح دی ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ودخل بغداد سنة عشر وسبع ومأة، ووفاته في هذه السنة اه.(ص/۸۷) یعنی: آپ ۷۱۰ھ میں بغداد آئے اور اسی سال وفات پائی۔قاسم بن قطلو بغا کا مقولہ بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ: **إن موت النسفي بعدالعشر وسبع مأة انتهى**

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ نے بغداد میں شب جمعہ ماہ ربیع الاول ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔

(۳) مختصر القدوری: مصنف علیہ الرحمہ کا نام نامی ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان بغدادی القدوری ہے، ۳۶۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۶۶ سال کی عمر میں ۵/رجب اتوار کے دن ۴۲۸ھ میں وفات پائی، اور پہلے تو درب ابی خلف میں دفن کیے گئے پھر بعد میں دوبارہ ابوبکر خوارزمی حنفی کے قریب شارع منصور میں دفن کیے گئے؛ قدوری کی نسبت کے سلسلہ میں دو باتیں ذکر کی جاتی ہیں: (۱) بغداد میں قدورہ نامی ایک گاؤں ہے، آپ وہاں کے باشندے تھے؛ اس لیے اس کی طرف نسبت وطنی کرتے ہوئے قدوری کہا گیا۔(۲) یا ان کے یہاں ہانڈی بنانے اور فروخت کرنے کا کاروبار تھا، اور عربی میں ہانڈی کو قدر کہتے ہیں؛ اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے قدوری سے ملقب کیے گئے۔علامہ سمعانیؒ آپ کے فضل وکمال کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

كان فقيها صدوقاً، انتهت إليه رياسة أصحاب أبي حنيفة بالعراق، وعز عندهم قدره وارتفع جاهه اه.(الفوائدص/۱۸۔۳۱مطبع سعادة مصر)

یعنی: علامہ قدوری ماہر، فقیہ، ثقہ تھے، امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کی ریاست عراق میں آپ ہی پر ختم ہوئی، اور آپ ان کے یہاں بہت ہی عزت اور قدر و جاہت رکھتے تھے۔

طبقات الفقہاء میں اصحاب ترجیح میں آپ کا شمار ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے ماہر اور معتبر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں، علامہ جرجانیؒ کے شاگرد اور خطیب بغدادی اور قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف پائی جاتی ہے: امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں میں جو مسائل مختلف فیہ تھے ان کو اولاً بغیر دلائل اور پھر بعد میں دلائل کے ساتھ ''تقریب'' نامی کتاب میں جمع کیا، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان جو مسائل اختلافیہ تھے ان کو سات جلدوں میں ''تجرید'' کے نام سے تصنیف کیا۔

برکات وفضائل: ''کشف الظنون'' (۲/۴۰۳) پر لکھا ہے کہ:

وهو متن متين معتبر متداول بين الأئمة الأعيان وشهرته، تغني عن البيان قال صاحب مصباح الأنوار الأدعية: أن الحنفية يتبركون به في أيام الوباء، وهو كتاب مبارك، من حفظه يكون أمينا من الفقر؛ حتى قيل: أن من قرأه علىٰ أستاذ صالح، ودعا له عند ختم الكتاب بالبركة؛ فإنه يكون مالكاً لدراهم على عدد مسائله، وفي بعض شروح المجمع: أنه مشتمل علىٰ اثنى عشر ألف مسئلة انتهىٰ.

یعنی: قدوری بہت ہی معتبر اور عمدہ متن ہے، جو ائمہ کے درمیان متداول ہے، اور اس کی شہرت تعریف کی محتاج نہیں ہے، ایام وباء میں آفات اور بلیات کو دور کرنے کے لیے تبرکاً اس کو ختم کیا جاتا ہے، اور جو شخص اس کو حفظ کر لیتا ہے تو اس کی برکت سے فقیری

اور تنگی سے مامون ہوجاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: جوکوئی اس کتاب کوکسی صالح اور متقی استاذ سے پڑھتا ہے اور ختم کے وقت اس کے لیے دعا کی جائے، توانشاء اللہ اس کے مسائل کی تعداد کے مطابق دراہم کا مالک ہوگا؛ اس کتاب میں تقریباً بارہ ہزار مسائل جمع کیے گئے ہیں۔

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ: مصنفؒ نے قدوری کوتصنیف کرنے کے بعد اس کو اپنے ساتھ لے کر حج کے لیے تشریف لے گئے، اور کعبۃ اللہ کے پاس دعا کی کہ: ''یااللہ! اگر اس میں مجھ سے بھول چوک یا غلطی ہوگئی ہو تو اس کو محو فرما''، اس کے بعد آپ نے کتاب کو ایک ایک ورق کر کے کھولنا شروع کیا تو پانچ یا چھ جگہ سے کچھ عبارتیں محو ہو چکی تھیں۔

السراج الوہاج، الجوہرۃ النیرۃ، خلاصۃ الدلائل، اللباب: اس کی شروحات ہیں۔ مختصر القدوری کا دوسرا نام ''الکتاب'' بھی ہے۔

(٤) مجمع البحرین: اس کے مصنف مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ساعاتی بعلبکی متوفی ۶۹۴ھ ہیں، آپ صاحب کنز کے شاگرد ہیں، بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی، صاحب فتاویٰ ظہیریہ کے شاگرد تاج الدین علی سے تکمیل کی، ان کے اساتذہ بھی ان کی مدح خوانی میں بہت اونچے الفاظ کہتے تھے۔

''کشف الظنون'' میں لکھا ہے کہ:

جمع فيه مسائل القدورى المنظومة مع زيادات، ورتبه فأحسن ترتيبه، وأبدع في اختصاره، ويذكرفي اٰخركل كتاب منه ماشذ عنه من المسائل المتعلقة بذلك الكتاب اه. (ص/٣٨٣)

آگے فراغت تصنیف کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

فرغ من تالیفه في ثامن رجب سنة تسعین و ست مأة، وهو كتاب حفظه سهل لنهاية إيجازه، وحله صعب لغاية إعجازه بحرمسائله اه. (۳۸۳/۲)

(۵) مختار: اس کے مصنف ابوالفضل مجد الدین عبداللہ بن مودود موصلی ہیں، ۵۹۹ھ میں موصل میں پیدا ہوئے؛ اولاً اپنے والد ماجد سے پھر دمشق جا کر جمال الدین حصیری سے تکمیل کی، اور فراغت کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے، اور پھر معزول ہو کر بغداد چلے گئے جہاں امام ابوحنیفہؒ کے مزار میں مقیم ہو کر درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا، اور بہ ماہ محرم ۶۸۳ھ میں وفات پائی۔

انھوں نے عالم شباب میں اس کتاب کو تصنیف کیا، اور اہتمام یہ کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ہی جمع کیا جائے، اور اسی وجہ سے یہ کتاب مقبول ہوگئی اور لوگوں نے اس کی نقلیں بہ کثرت کرلی؛ خود انھوں نے ہی لوگوں کے اصرار پر ''مختار'' کی شرح بھی ''اختیار'' کے نام سے لکھی، اور اس میں بڑی خوبی سے تمام مسائل کی علتوں کو بسط کے ساتھ بیان کیا، اور بہت سے فروعی مسائل اس میں حسب موقع لکھ دیے جن کی اکثر لوگوں کو احتیاج ہوتی ہے۔ اھ (مفید المفتی)

(۶) النقایۃ: یہ بھی ایک مشہور ومعتبر متن ہے، جس کو صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود نے -جن کا انتقال ۷۴۵ھ میں ہوا- ''وقایۃ الروایۃ'' کو مختصر اور ملخص کر کے لکھا۔

''کشف الظنون'' میں لکھا ہے کہ:

النقاية مختصرالوقاية، للشيخ الإمام صدرالشريعة عبيدالله بن مسعود الحنفي؛ المتوفى خمس وأربعين وسبع مأة، وقد أجاد وبالغ في إيجازها اه.

(٦١٠/٢)

اوراس کی قدر و قیمت ہی کی وجہ سے اس کی شروحات بھی کثرت سے لکھی گئی، ملاعلی قاریؒ نے بھی اس کی شرح "فتح باب العناية لشرح كتاب النقاية" کے نام سے لکھی ہے۔

(۷) ملتقی الابحر: یہ بھی فقہ حنفی کا مشہور و معتبر متن ہے، اس کے مصنف شیخ ابراہیم بن محمد حلبیؒ ہیں، اس کتاب میں مختصر قدوری، مختار اور کنز اور وقایہ کے مسائل کو بہت ہی سہل اور صاف عبارت میں جمع کیا ہے، اور ارجح اقوال کو مقدم رکھنے کا اہتمام کیا ہے، اور کوشش کی گئی ہے کہ متون اربعہ کا کوئی مسئلہ چھوٹنے نہ پاوے۔ ۹۲۳ھ میں مصنفؒ اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے، اور ۹۵٦ھ میں مصنفؒ کی وفات ہوئی۔ آپ نے "منیۃ المصلی" کی دو شرحیں لکھی: ایک "کبیری" کے نام سے اور دوسری "صغیری" کے نام سے موسوم و معروف ہے، اس "ملتقی الابحر" کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، تقریباً سترہ شرحوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں جس میں "مجمع الانہر" بھی اسی ملتقی الابحر کی شرح ہے۔

(۸) بدایۃ المبتدی: یہ بھی فقہ حنفی کا ایک بہت ہی مشہور و معتبر متن ہے، اس کے مصنف صاحب ہدایہ برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرغانی المرغینانیؒ ہیں، انھوں نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو دیکھا کہ "الجامع الصغیر" کو بہت ہی اہتمام اور وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں، تب انھوں نے ارادہ کیا کہ "الجامع الصغیر" اور "مختصر القدوری" کو سامنے رکھ کر ایک کتاب تیار کی جائے؛ چناں چہ انھوں نے دونوں کو سامنے رکھ کر اس

سے ایک متن تیار کیا، اور اس کی ترتیب تبرکاً الجامع الصغیر کے طرز پر رکھی، اور اس کا نام انھوں نے ''بدایۃ المبتدی'' رکھا۔

''کشف الظنون'' (۱/۱۸۷) میں لکھا ہے کہ:

إنه جمع بين مختصر القدوري والجامع الصغير، واختار ترتيب الجامع الصغير تبركاًاه.

انھوں نے ''بدایۃ المبتدی'' کے دیباچہ میں اس کی خود شرح کرنے کا وعدہ کیا تھا؛ چناں چہ انھوں نے حسب وعدہ ''کفایۃ المنتہی'' کے نام سے خوب تفصیل کے ساتھ شرح لکھنی شروع کی، اور اسّی جلدوں میں اس کو پورا فرمایا، فراغت کے بعد انھوں نے جب طوالت دیکھی اور خوف کیا کہ کہیں طوالت کی وجہ سے یہ کتاب متروک نہ ہو جائے؛ اس لیے ارادہ کیا کہ ''بدایۃ المبتدی'' کی دوسری شرح لکھنی چاہیے، جس میں ضروری باتیں سب ہوں اور طوالت بھی نہ ہو، اس خیال سے انھوں نے ''ہدایہ'' نامی دوسری شرح چار جلدوں میں لکھی، جس میں عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ روایات مختلفہ میں ترجیح کو بھی واضح کیا، اور اختلافات ائمہ کو بھی بیان کیا۔

(۹) هدایه: صاحب ہدایہ نے ۵۷۳ھ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں بدھ کے دن ظہر کے بعد اس کی تصنیف شروع کی، اور مسلسل تیرہ سال تک نہایت اخلاص اور خاموشی سے اس کی تصنیف فرماتے رہے؛ مشہور ہے کہ اس مدت تک روزانہ روزہ کے ساتھ رہے اور کسی کو بھی اس کی اطلاع نہ ہونے دی، کھانے کے وقت خادم کھانا رکھ کر چلا جاتا، اس کے چلے جانے کے بعد کسی فقیر یا محتاج کو آپ بلا کر وہ کھانا عنایت فرما دیتے اور خود اپنے کام میں مصروف رہتے، جب خادم واپس آتا تو برتن کو خالی پا کر یہ خیال کرتا کہ کھانے سے

فارغ ہو چکے ہیں؛ آج یہی اخلاص کی برکت ہے کہ: فقہ میں ہدایہ کا جو درجہ وفیض ہے کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

صاحب ہدایہؒ کے احوال: آپ کا نام نامی علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل ابن الخلیل الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن کنیت اور لقب برہان الدین ہے؛ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا ابوبکر الصدیقؓ تک پہونچتا ہے۔

۸/رجب ۵۱۱ھ بروز دوشنبہ عصر کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی، اپنے زمانہ کے مشہور علماء سے علم حاصل کیا، اور ۵۴۴ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالحیؒ نے لکھا ہے کہ:

كان متعبداً، بارعاً فى العلوم، فقيهاً، اصولياً، ثقةً، ناسكاً، لقي مشائخ العظام، وتبرك بأنفاس الأئمة الكرامؒ.

صاحب الجواہر المضیہ نے آپ کے بلندیٔ مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: **أقرله أهل عصره بالفضل والتقدم اه. (ص/۳۸۳)**

''فوائد بہیہ'' میں لکھا ہے کہ:

كان إماماً، فقيهاً، حافظاً، محدثاً، مفسراً، جامعاً للعلوم، ضابطاً للفنون، متقناً، محققاً، نظاراً، مدققاً، زاهداً، ورعاً، بارعاً، فاضلاً، ماهراً، أصولياً، أديباً، شاعراً، لم تر العيون مثله فى العلم والأدب، وله اليد الباسطة فى الخلاف، والباع الممتد فى المذهب اه. (ص/١١٦ـ ص/١٤١ مكتبۂ سعادت)

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی تصنیف شروع کرتے یا درس شروع کرتے تو بدھ کے دن سے شروع کرتے، جیسا کہ صاحب ہدایہ کے شاگرد علامہ الزرنوجیؒ ''تعلیم

المتعلم‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

إنـه كـان يـقف بـدأة السبـق على يوم الأربعاء، وكان يروى في ذلك حديثا ويستـدل بـه ويـقول: قال رسول اللّٰه: مامن شئ بدئ يوم الأربعاء إلاوقدتم اه. (۱/۲۸ـ ۹۸/۱ مترجم)

یعنی: صاحب ہدایہ درس کو موقوف فرماتے تھے بدھ کے دن پر، اوراس سلسلہ میں دلیل کے لیے یہ حدیث سناتے تھے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس کام کی ابتداء بدھ کے دن کی جاتی ہے وہ پورا ہوتا ہے۔

وفات: آپ کی وفات کے سن میں دوقول ملتے ہیں: ۵۹۳ھ اور ۵۹۶ھ، ۱۴/ ذی الحجہ منگل کے دن سمر قند میں وفات ہوئی۔

وقـد نـقـل في سمرقند تربت المحمديين، دفن نحوامن أربع مـأة نفس، كل مـنهـم يقال له محمد، صنف وأفتىٰ وأخذعنهم جم غفير، و لـمامات صاحب الهداية منعوادفنه بها ودفن بقربها، كذافي رد المحتار.

یعنی: سمرقند میں ایک متبرک مقبرہ تھا، جس میں چار سوایسے نفوس متبرکہ مدفون تھے جن میں سے ہرایک کا نام محمد تھا، اور ہرایک صاحب تصنیف تھا اور صاحب تدریس تھا، اور ہزاروں لوگوں نے ان سے علمی استفادہ کیا تھا؛ چوں کہ صاحب ہدایہ کا نام محمد نہیں تھااس لیے اس قبرستان میں دفن نہیں کیے گئے، اس کے قریب دوسری جگہ تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے بدایۃ المبتدی، کفایۃ المنتہی، ہدایہ، تجنیس، مزید، مناسک حج، مختارات، منتقیٰ، نشرالمذہب وغیرہ کتابیں اورعمادالدین، نظام الدین، جلال الدین نامی صاحب علم

وفضل وکمال تین صاحبزادے اپنے بعد صدقۂ جاریہ کے طور پر چھوڑے۔ رحمه اللّٰه رحمةً واسعةً.

هذا اٰخرماأردنا، والحمدللّٰه تعالیٰ علیٰ نعمائه؛ واٰخردعواناأن الحمدللّٰه رب العٰلمین، والصلوة والسلام علیٰ سیدالمرسلین، محمد وعلیٰ اٰله وأصحابه وعلماء أمته أجمعین، ربنا تقبل منا إنك أنت السمیع العلیم، وتب علینا إنك أنت التواب الرحیم.

ماخذ ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
۱	بخاری شریف	امام احمد بن اسماعیل بخاریؒ
۲	مشکوۃ شریف	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
۳	مرقاۃ شرح مشکوۃ	ملا علی قاریؒ
۴	اوجز المسالک شرح مؤطا مالک	سیدی حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۵	تنویر الحوالک	علامہ جلال الدین سیوطیؒ
۶	احیاء العلوم	امام غزالیؒ
۷	الدر المختار	علامہ علاؤ الدین الحصکفیؒ
۸	البحر الرائق	علامہ ابن نجیم مصریؒ
۹	منحۃ الخالق۔ رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ
۱۰	شرح عقود رسم المفتی	//
۱۱	الطحطاوی	السید احمد بن محمد الطحطاویؒ
۱۲	مراقی الفلاح	شیخ حسن بن عمار شرنبلالی
۱۳	خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد بخاری
۱۴	التحریر لابن ہمام	کمال الدین محمد بن عبدالواحد
۱۵	مقدمۂ عمدۃ الرعایۃ	حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ

۱۶	الفوائد البہیۃ	حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ
۱۷	النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر	؍؍
۱۸	اخبار الاخیار	مولانا الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۱۹	اکمال فی اسماء الرجال	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
۲۰	میزان الاعتدال	علامہ شعرانیؒ
۲۱	الجواہر المضیئۃ	محی الدین ابی محمد عبدالقادر المصری
۲۲	مفید المفتی	مولانا عبدالاول جونپوریؒ
۲۳	مفتاح السعادۃ	علامہ احمد بن مصطفیٰ
۲۴	اعلام الموقعین	علامہ ابن قیم
۲۵	مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ
۲۶	دستور العلماء	علامہ عبدالنبی احمد نگریؒ
۲۷	شریعت وطریقت کا تلازم	سیدی ومرشدی شیخ الحدیث صاحبؒ
۲۸	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ
۲۹	مکتوبات شیخ الاسلام	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
۳۰	تعلیم المتعلم	علامہ الزرنوجیؒ
۳۱	قواعد الفقہ	مفتی عمیم الاحسان مجددی
۳۲	فیوض الحرمین	الشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۳۳	الانصاف، عقد الجید	الشاہ ولی اللہ محدث الدہلویؒ
۳۴	کشف الظنون	ملا کاتب چلپی
۳۵	الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتہاد	مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۳۶	الحدود فی الاصول	ابوالید الباجی المالکیؒ
۳۷	المغنی	علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ
۳۸	تبع تابعین	مولانا مجیب اللہ ندویؒ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله
واصحابهٖ اجمعين الى يوم الدين

تم الجزء الخامس بحمد الله سبحانه وتعالى
و به تتم الفتاوى الدينية

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم
وتب علينا انك انت التواب الرحيم